فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

١١

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

فتاوٰی رِضویّه

مع تخریج وترجمہ عرَبی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّہۡہُ فِیۡ الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضۡوِیَّۃِ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد یازدہم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاھور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب ____________ فتاوی رضویہ جلد یاز دہم

تصنیف ____________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

پیش لفظ ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ____________ مولانا نذیر احمد سعیدی

باہتمام و سرپرستی ____________ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ____________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ____________

صفحات ____________ ۷۳۶

اشاعت ____________ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ / مئی ۱۹۹۷ء

مطبع ____________

ناشر ____________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ____________

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

* مکتبہ اہلسنت، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

رموز

محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی

ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب ردالمحتار

ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدرالمختار وحاشیہ مراقی الفلاح

الدر: الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر: الدرر شرح الغرر، ملاخسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر: البحرالرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ہندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف

نہر: النہرالفائق، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح: فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ: غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدللہ اعلٰی حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضاخاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ و ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصرحاضر کے تقاضوں کے مطابق منظرعام پرلانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضافاؤنڈیشن کے نام سے جوادارہ چندسال قبل قائم ہوا تھاوہ انتہائی برق رفتاری کے ساتھ مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم اور کتاب الحج پر مشتمل دس خوبصورت جلدیں آپ تک پہنچ چکی ہیں، اب بفضلہٖ تعالٰی جلّ مجدہ وبعنایۃ رسول الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گیارہویں جلد پیش کی جارہی ہے۔

گیارہویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد پنجم کے آغاز سے باب الکفاءۃ کے آخر تک ۴۵۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ بتوفیق اللہ تعالٰی وبفضلہٖ اس راقم پُر تقصیر عفی عنہ نے کیاہے۔ رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حُرمت نکاح سے متعلق رسالہ "الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن" پیش نظر جلد میں شامل کیاگیاہے جو پہلے فتاوٰی رضویہ میں شامل نہیں تھا۔ علاوہ ازیں اس میں شامل رسائل کے مندرجات کی مفصل فہرست بھی راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کردی ہے۔ متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چار عنوانات زیربحث لائے گئے ہیں:

(۱) کتاب النکاح

(۲) باب المحرّمات

(۳) باب الولی

(۴) باب الکفاءۃ

مندرجہ ذیل عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور گراں قدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل چھ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱)عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار (۱۳۰۷ھ)

شاہدین کی موجودگی میں مرد اور عورت کے فقط ایک دوسرے کو شوہر وبیوی کہہ دینے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔

(۲)ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالۃ (۱۳۱۷ھ)

ہند وبنگال میں عورت سے اجازت نکاح لینے کی رسم کے متعلق۔

(۳)ھبۃ النساء فی تحقق المصاھرۃ بالزناء (۱۳۱۵ھ)

ساس سے زنا کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم کا بیان

(۴)ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار (۱۳۱۵ھ)

غیر مقلد وہابی سے نکاح جائز ہے یا ممنوع، اس کا تفصیلی بیان۔

(۵)الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن (۱۳۳۰ھ)

رضاعی بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمت نکاح کا عمدہ اور روشن بیان۔

(۶)تجویز الرد عن تزویج الابعد (۱۳۱۵ھ)

ولی اقرب کی عدم موجودگی میں ولی ابعد کے نکاح کر دینے کا شرعی حکم

حافظ عبدالستار سعیدی
ناظم تعلیمات جامعہ رضویہ لاہور

محرم الحرام ۱۴۱۸ھ
مئی ۱۹۹۷ء

فہرست مضامین

شرط فاسد قبل العقد مبادلاتِ مالیہ میں بھی ملتحق بالعقد نہیں ہوتی۔	۱۷۵	کسی نے اپنا مکان کرایہ پر دے دیا تھا پھر اسی مکان کو کسی اور کے ہاتھ بیچ دیا اب مشتری کرایہ وصول کرتا ہے مگر بائع سے وعدہ کرلیا ہے کہ جب تُو ثمن مجھے واپس کرے گا تو مکان واپس کردوں گا اور کرایہ کے روپے ثمن سے مجرا دوں گا، مشتری کے پاس بائع ثمن کے روپے لایا اور کرایہ کے روپے اس میں سے مجرا کرنے کو کہتا ہے، اگر مشتری حسبِ وعدہ ایسا کرے تو بہتر ہے ورنہ اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔	۱۷۸
شرط فاسد جو عقد سے پہلے ہو اس سے کوئی عقد فاسد نہیں ہوتا۔	۱۷۵	کسی وظیفہ مقررہ سے کچھ رقم لے کر دوسرے کے حق میں فارغ ہوجائے اور دوسرا اس سے وعدہ کرے کہ میرا یہ روپیہ تو واپس کردے گا تو میں تیرا یہ وظیفہ مقررہ لوٹا دوں گا، اس سے اس پر لوٹانا واجب نہ ہوگا۔	۱۷۸
شروط فاسدہ سے نکاح نہیں فاسد ہوتا خود وہی باطل ہوتی ہیں۔	۱۷۵	نا بالغ کا اقرار وانکار کچھ نہیں اجازت اس کے ولی کی درکار۔	۱۸۰
عقود تین قسم کے ہیں۔	۱۷۵	بالغہ اگر آواز سے اجازت لیتے وقت روئے تو یہ رَد ہے۔	۱۸۰
بیع واجارہ وقسمت وغیرہ شروطِ فاسدہ سے فاسد ہوتے ہیں۔	۱۷۵	نکاح کے لئے کن باتوں کی حاجت ہے۔	۱۸۰
ایفائے وعدہ محبوب ہے اور پورا نہ کرنا ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔	۱۷۶	نکاح کے لئے قاضی کی حاجت نہیں۔	۱۸۱
اقرار تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا۔	۱۷۶	ولی صغیر کہے (فلاں) نے اپنی لڑکی میرے فلاں لڑکے کے نکاح میں دے دی ہے اور ولی صغیرہ کہے ہاں میں نے دے دی، اس سے نکاح ہوگا یا نہیں۔	۱۸۱
اصطلاح فقہ میں کسی حق ثابت کی خبر دینے کو اقرار کہتے ہیں۔	۱۷۷	درمختار کی عبارت کذا انا متزوجك وجئتك خاطبا الخ اس سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا کیا مطلب۔	۱۸۱
وعدے کی تعلیق بالشرط جائز ہے۔	۱۷۷	ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بہ لفظ خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لئے ہے، نہ امر غیر واقع کے انشاء وایجاد کے لئے۔	۱۸۲
ایفائے وعدہ پر جبر نہیں قاضی مجبور نہیں کرسکتا، وُہ وعدہ جو معلق ہو اس کی وفا دیانۃً لازم ہے، مگر ایک قول میں کفالت اور بیع الوفاء میں وفائے وعدہ پر جبر کرسکتا ہے۔	۱۷۷		

وقوع نکاح سے خبر دینا انشاء عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے۔	۱۸۲	فاسق بددیانت قابل اعتماد جب وہ خود حرام وحلال کی پروا نہیں کرتا تو اوروں کے لئے احتیاط کی کیا اُمید۔	۱۸۸
نکاح اثبات اور اقرار اظہار ہے۔	۱۸۲	نکاح باعلان ہونا اور ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ اور مسجد میں نکاح ہونا اور جمعہ کے دن ہونا اور نکاح خواں عالم باعمل ہونا مستحب ہے۔	۱۸۸
اظہار اقرار کے مغائر ہے۔	۱۸۲	اس زمانہ جہل وفساد میں اگر اہلِ علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے۔	۱۸۹
نکاح وتزویج یہ دو لفظ عقد نکاح میں صریح ہیں اور عطاوہبہ وصدقہ وغیرہ کنایہ۔	۱۸۳	نکاح خواں کلماتِ ایجاب دُولھا کے کان میں کہے کہ کوئی نہ سُنے تو نکاح نہ ہوگا۔	۱۹۰
ان الفاظ سے بھی نکاح ہوجاتا ہے جبکہ گواہ نکاح ہونا سمجھیں اور قرینہ سے یہ معلوم ہو کہ ان سے نکاح مراد ہے۔	۱۸۳	نکاح دو آزاد ومکلّف مردوں یا ایک آزاد ومکلّف مرد اور دو آزاد مکلّف عورتوں کا بطور گواہ موجود ہونا شرط ہے جو ایجاب وقبول کو بیک وقت سُنیں۔	۱۹۰
باپ سے کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی اس نے کہا دی، اگر یہ منگنی کے لئے گفتگو ہو تو منگنی ہوئی اور نکاح کے لئے تو نکاح۔	۱۸۳	جاہل کی نکاح خوانی قطعًا خلافِ اولٰی ہے۔	۱۹۰
نکاح عقد ہے اور منگنی وعدہ ہے۔	۱۸۴	جاہل کی امامت خلافِ اولٰی ہے۔	۱۹۰
عقد ووعد میں تباین ہے۔	۱۸۴	جاہل کی مضاربت خلافِ اولٰی ہے۔	۱۹۰
منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعًا غلط ہے۔	۱۸۴	بعد نکاح اگر شہود انکار کرجائیں تو نکاح دوبارہ کرنا لازم ہوگا یا نہیں۔	۱۹۰
ھل اعطیتنیھا مجلس عقد میں مفید عقد اور جلسہ وعد میں طلب وعد ہے۔	۱۸۷	شہود ابتدائے نکاح میں شرط ہیں یعنی بے ان کے منعقد نہ ہوگا، بقاء میں شرط نہیں یعنی شاہدوں کا بقاءِ نکاح کے لئے باقی رہنا ضروری نہیں۔	۱۹۱
الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔	۱۸۷	اس شرط پر نکاح کا حکم کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا۔	۱۹۲
نکاح خواں اور شہود کا بینا ہونا ضروری نہیں۔	۱۸۸	ایک برس یا ایک ماہ یا سو۱۰۰ برس تک کے لئے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا، یہ متعہ کی صورت ہے۔	۱۹۲
عقد کرنے والا دیندار متقی مسائلِ نکاح سے واقف ہونا چاہئے۔	۱۸۸	نکاح متعہ ومؤقت اگرچہ مدت مجہولہ یا طویلہ ہو باطل ہے۔	۱۹۲

مسئلہ	صفحہ	مسئلہ	صفحہ
شبہہ رضاعت جہاں ہو کہ پہلے عورت کہے کہ میں نے اسے دودھ پلایا ہے اب کہے کہ نہیں پلایا ہے تو اس صورت میں فتوٰی کیا ہوگا اور تقوٰی کا کیا حکم ہوگا۔	۲۰۰	مسلمان کو ایذاء پہنچانا اللہ اور رسول جل وعلاو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے۔	۲۰۴
جھوٹی گواہی اکبر کبائر اور بُت پوجنے کے برابر ہے۔	۲۰۱	ظلم وگناہ پر اعانت کرنا ظلم کی مثل ظلم وحرام اور استحقاق عذاب میں مبتلا ہونا ہے۔	۲۰۴
جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے ہٹنے سے قبل مستحقِ نار ہو جاتا ہے۔	۲۰۲	جو کسی ظالم کے ساتھ اس کی مدد کرنے کے لئے چلا حالانکہ وُہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے نکل گیا۔	۲۰۴
ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔	۲۰۲	ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوتِ رضاعت کے لئے کافی نہیں، اس سے احتیاطًا بچنا مستحب ہے۔	۲۰۴
دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ بخشے گا، دوسرے کی اسے پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا۔	۲۰۲	مکروہ تنزیہی کا ارتکاب معصیت نہیں۔	۲۰۴
اللہ تعالٰی کفر کو نہیں بخشے گا۔	۲۰۲	جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔	۲۰۵
بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر جو ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے۔	۲۰۲	شریعت وعقلِ سلیم کا یہ تقاضا نہیں کہ ہلکی شئی کو بچانے کے لئے ثقلِ عظیم کا ارتکاب کیا جائے۔	۲۰۵
نکاح بجبر واکراہ ہو جاتا ہے مگر ایسا کرنا ظلم ہے۔	۲۰۲	علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اجتناب شبہات کا زمانہ نہیں۔	۲۰۵
جو عقد قابل فسخ ہیں جیسے بیع واجارہ اگر یہ جبر واکراہ سے ہوں تو فسخ کردیا جائیگا۔	۲۰۳	جو اپنے جان ومال، دین ومذہب اور اہل وعیال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔	۲۰۵
ناقابلِ فسخ عقود جیسے طلاق، عتاق، نکاح، تدبیر اور استیلاء وغیرہ اگر اکراہ سے ہوں تو لازم ہیں۔	۲۰۳	زید وہندہ اگر گواہوں کے سامنے باہم ایجاب وقبول ایسا کریں کہ گواہوں کو مطلقًا سماعت وعلم نکاح نہ ہو اور زید نکاح سے منکر ہوجائے اور حاکمِ شرع کے روبرو شاہد بھی اپنی لاعلمی ظاہر کریں تو یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں اور حاکم شرع مہر دلائے گا یا نہیں۔	۲۰۶
مسلمان کی لاٹھی بھی اس کی مرضی کے بغیر لینی جائز نہیں۔	۲۰۳	شبہہ نکاح سے حد ساقط اور عقد ثابت ہو جاتا ہے۔	۲۰۷

دو توام لڑکیوں کے کولھوں کی ہڈیاں جُڑی ہوئی ہیں ان کی شادی کیسے کی جائے۔	۲۶۱	محرم اور صفر میں نکاح منع ہے یا نہیں۔	۲۶۵
جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہے۔	۲۶۱	زید کی ربیبہ کا نکاح اس کے سگے بھائی سے جائز ہے۔	۲۶۵
ایک مضمون نکاح کے بارے میں سوال۔	۲۶۱	عدت کے اندر نکاح باطل وحرام ہے۔	۲۶۶
والدہ نے ولی کی غیبت میں نکاح پڑھا دیا اور وُہ واپس آکر اس سے ناراض ہے تو کیا حکم ہے۔	۲۶۱	عدت کے اندر نکاح پڑھانے والے نے اگر حرام جانکر پڑھایا تو سخت گنہگار اور زنا کا دلال ہے مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا۔	۲۶۶
اور عبارتِ درمختار "واختار فی الملتقی مالم ینتظر الکفو الخاطب جوابہ" الخ کا کیا مطلب ہے۔	۲۶۲	دوران عدت نکاح کو حلال جان کر پڑھانے والا اسلام سے خارج اور اس کا اپنا نکاح بھی گیا۔	۲۶۶
مجلس خطبہ میں ناکح نے روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو سے کہا تو نے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے زید کو دی، اس نے کہا دی، پھر بکر کو کہا تو نے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی، اس نے کہا قبول کی، تو اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا وعدہ نکاح ہوا۔	۲۶۲	معتدہ کا نکاح پڑھانے والے کو امام بنانا جائز نہیں۔	۲۶۶
تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے۔	۲۶۳	معتدہ کے نکاح میں دانستہ شریک ہونیوالے نے اگر اس نکاح کو حرام جانا تو گنہگار ہے اور اگر حلال جانا تو اسلام سے خارج ہوگیا۔	۲۶۶
جسے اہلِ زمانہ کی پہچان نہیں وہ جاہل ہے۔	۲۶۳	عدت کے اندر نکاح کرنے والے مرد وزن پر فرض ہے کہ فورًا جدا ہو جائیں ورنہ برادری والے ان دونوں کو قطعًا برادری سے خارج کردیں، ان سے بول چال نشست وبرخاست سب یک لخت ترک کردیں۔	۲۶۷
زانی نے بحالتِ حمل نکاح کیا تو کیا حکم ہے۔	۲۶۴	زوجہ کے بیٹے کی بی بی سے نکاح کیسا ہے۔	۲۶۷
زید نے وکیل سے کہا کہ میری لڑکی کا عقد بعوض ۱۰ ہزار روپے اور دو۲ دینار کردو، وکیل نے بوقتِ عقد دس ۱۰ ہزار درہم کہے، نکاح ہوا یا نہیں۔	۲۶۴	ہندہ کی ماں نے اس کا نکاح بے رضامندی ہندہ بکر سے کیا، ہندہ نے اسے منظور نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کرلیا تو کیا حکم ہے۔	۲۶۷
باہر پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کیسا ہے۔	۲۶۵	احد الفریقین سنی المذہب دوسرا شیعہ امامیہ طریق رکھتا ہے ان کے درمیان شرعًا مناکحت جائز ہے یا نہیں۔	۲۶۸

اگر عورت کو طلاق بائن ہوجائے مگر تین نہ ہوں تو حلالہ کی حاجت نہیں۔	۲۶۹	حدیث "لاتنکح المرأۃ علی عمتھا" الخ کی آیہ کریمہ "واحل لکم ماوراء ذلکم" ناسخ ہے یا نہیں۔	۲۷۲
زن وشوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یکجائی ہوچکی ہے۔ تو کل مہر واجب الادا ہوگیا۔	۲۶۹	حدیث "لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا" حدیث صحیح مشہور ہے اور وہ مخالفِ قرآن نہیں۔	۲۷۲
عورت پر روز طلاق سے عدت لازم ہوتی ہے۔	۲۶۹	حدیث "لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی خالتھا" آیہ کریمہ "وان تجمعوا بین الاختین" کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے۔	۲۷۲
ایک مکان میں زن وشوہر کی تنہائی نہیں ہوئی تھی کہ طلاق ہوگئی تو نصف مہر ساقط ہوگیا۔	۲۶۹	حدیث "کلامی لاینسخ کلام اللہ" محض بے اصل ہے۔	۲۷۳
غیر مدخولہ کو طلاق دی جائے تو اس پر عدت اصلاً نہیں۔	۲۶۹	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو قرآن اور قرآن کی مثل اور عطا کیا گیا ہے۔	۲۷۳
یہ کلمہ کہ "اگر ادھر کعبہ بھی ہوجائے تو سر نہ جھکاؤں گا" کلمہ کفر ہے ایسا کہنے والے پر توبہ اور تجدید اسلام لازم ہے۔	۲۶۹	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حرام کیا ہوا ایسا ہی ہے جیسا اللہ تعالٰی کا حرام کیا ہوا۔	۲۷۳
زید نے بکر سے کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اس نے قبول کیا اور زیورات اور کپڑے زید نے حاضر کئے تقسیم شیرینی کے بعد عورت خاطب کے یہاں آئی گئی نکاح ہوا یا نہیں۔	۲۶۹	مسلمانوں کو اللہ تعالٰی کا حکم ہے کہ جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔	۲۷۳
سوتیلی ساس سے نکاح جائز ہے۔	۲۷۰	بحالت نابالغی لڑکی کی ماں نے جس لڑکے سے نسبت ہوچکی تھی اس کے باپ کو بلا کر لڑکی کو رخصت کردیا اس نے اپنے مکان پر نکاح پڑھوایا اب بلوغ کے بعد ماں نے لڑکی کا دوسرا نکاح کردیا جس سے عورت بھی راضی ہے، کون سا نکاح صحیح ہوا۔	۲۷۴
ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے۔	۲۷۱	جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو وُہ اس کے نکاح کا ولی ہے اس کے ہوتے ہوئے ماں کو کرانے کا اختیار نہیں۔	۲۷۴
اپنے حقیقی ساڑھو کی لڑکی سے نکاح کیسا ہے۔	۲۷۱	لڑکی کَے برس میں بالغ ہوتی ہے۔	۲۷۴
زید نے جمع بین الاختین کیا تو بیبیاں کیسی ہیں اور اولاد کیسی ہے، ترکہ پانے کی مستحق ہیں یا نہیں۔	۲۷۱		

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہلِ بدعت وہوا واہل نار ہیں۔	۲۸۲	حدیث میں ہے کہ وُہ حشر میں زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے۔	۲۸۳
اس زمانے میں جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی) سے خارج ہے وہ بدعتی و ناری ہے۔	۲۸۲	اگر پسر زید نے زوجہ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا منہ میں لے لی اس وقت دودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔	۲۸۴
اگر بالغہ شافعیہ بے اذنِ ولی کسی حنفی کفو سے نکاح کرے تو نکاح لازم ہوگا۔	۲۸۲	ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دودھ کا قطرہ منہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔	۲۸۴
مہر میں حیثیت کا لحاظ ضروری ہے یا نہیں، اور حیثیت سے زائد مہر پر جو نکاح ہو وہ نکاح ہوگا یا نہیں۔	۲۸۲	دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت نہیں قوتِ مزاج وکثرتِ خون سے کنواری کو دودھ اُتر سکتا ہے۔	۲۸۴
مفلس سے کتنے ہی کثیر مہر پر نکاح ہو ہو جائیگا مگر یہ ضرور ہے کہ اسے دین جانیں اور ادا کی نیت ہو۔	۲۸۳	ہندہ نابالغہ کا نکاح اس کے سوتیلے باپ نے کیا اب ہندہ بالغہ ہے کہتی ہے میں اس نکاح کو فسخ کراؤں گی، کیا حکم ہے۔	۲۸۵
صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا وہابیہ ملاعنہ پر شدید تازیانہ کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بھروسا ہے۔	۲۸۳	نکاح قاضی سے نہ پڑھوانا دوسرے مسلمان سے پڑھوانا کیسا ہے۔	۲۸۶
سیف اللہ سے وہابیوں کی گردن اُڑ گئی قرآن مجید میں فرمایا کہ اللہ ورسول کے دینے پر راضی ہوں۔	۲۸۳	شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر وانقضائے عدت نکاح جائز ہے۔	۲۸۷
فرقانِ حمید نے ارشاد کیا کہ اب ہمیں دیتے ہیں اللہ اور اس کا رسول اپنے فضل سے۔	۲۸۳	اس ارادہ پر نکاح کہ میں اتنی مدت بعد طلاق دیدونگا حرج نہیں۔	۲۸۷
حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں مہر کثیر باندھنے پر انکار شدید فرمایا تو ایک خاتون نے آیہ کریمہ "وآتیتم احدٰھن قنطارًا" تلاوت کی جس پر آپ نے فورًا اپنے انکار سے رجوع فرمالیا۔	۲۸۳	بلاوجہ بے سبب طلاق دینا منع ہے۔	۲۸۷
یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو۔	۲۸۳	نکاح جس کی اجازت پر موقوف ہو اس سے ناراضگی ظاہر کرتے ہی نکاح موقوف رَد ہوجائے گا۔	۲۸۸
		نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے۔	۲۸۸

منکوحہ کی ماں کے کسی حصہ کو بشہوت چھونے سے نکاح زائل نہیں ہوتا مگر منکوحہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے اور اسے چھوڑ دینا واجب۔	۳۱۹	مریدہ پیر پر حرام ہے یا حلال، اور ازواج مطہرات حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مریدات تھیں یا نہیں۔	۳۲۵
مس بحالتِ شہوت کا مطلب۔	۳۱۹	باتفاق علماء سب سے پہلے ام المومنین خدیجہ الکبرٰی شرفِ ارادات سے مشرف ہوئیں۔	۳۲۵
مس برہنہ جسم یا کسی باریک حائل پر ہوگا تو معتبر ہے ورنہ نہیں اگرچہ بہزار شہوت ہو۔	۳۲۰	حضرات شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے۔ فرماتے ہیں: تاجہاں ست نہ ہمچو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیرے بود نہ ہمچو صدیق مریدے۔	۳۲۶
مس ونظر بشہوت کے بعد حرمت کے لیے انزال نہ ہونا بھی شرط ہے۔	۳۲۰	قرآن وحدیث سے بی بی کو علمِ دین سکھانا اور اس پر عمل کی ہدایت کرنا لازم اور بڑے اجر کا کام ہے۔	۳۲۷
تنہا ایک عورت کا بیان قابلِ سماعت نہیں نکاح یقینا قائم ہے۔	۳۲۳	نکاح سُنی بادخترِ رافضی صحیح ہے یا نہیں اور اولاد مستحقِ ترکہ پدری ہے یا نہیں۔	۳۲۸
حمل حلال کا ہو تو قبل از وضع غیر سے نکاح نہیں ہوسکتا، شوہر سے جس کا یہ حمل ہے نکاح جائز ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو۔	۳۲۳	روافض کے بعض عقائد کفریہ۔	۳۲۸
زنا کا حمل ہو تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، فرق اتنا ہے کہ زانی بے وضعِ حمل قربت کرسکے گا اور غیر زانی تا وضع ممنوع رہے گا، ہاتھ نہ لگاسکے گا۔	۳۲۴	حرامی عورت کا نکاح سنی مرد سے ہوگا یا نہیں اور اس کی بطنی اولاد میں کچھ نقصان واقع ہوگا یا نہیں۔	۳۲۹
زید وہندہ میں ناجائز تعلق تھا سلمٰی بنت ہندہ کو اس کے چچا نے اپنی بیٹی بتاکر زید سے نکاح کردیا مگر رخصت نہیں ہوئی ہے اب معلوم ہوا کہ سلمٰی ہندہ کی بیٹی ہے، اب اس نکاح کا کیا حکم ہے اور اس کے بعد زید ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔	۳۲۴	ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وُہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہوگا یا نہیں۔	۳۲۹
		ایسی دو۲ بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا جن کی ماں ایک باپ دو۲ ہوں جائز ہے یا نہیں۔	۳۳۰

حدیث میں ہے لوگ جاہلوں کو رہنما بناکر ان سے سوال کریں گے تو وہ بغیر علم کے فتوٰی دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔	۴۷۷	خلاف متفرد اجماع میں قادح نہیں۔	۴۸۳
جس مرد کی طرف دودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بھائی بہن، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہو گی۔	۴۷۸	ظاہریہ مبتدع ہیں اجماع میں ان کے خلاف کا کچھ اعتبار نہیں کہ متبدع امت دعوت ہیں امت اجابت نہیں۔	۴۸۳
فرقہ ظاہریہ مخالف ائمہ اربعہ وتمام مجتہدین ہے ان کے امام داوٗد ظاہری کو اہل سنت سے جاننا جہل وسفاہت ہے وہ ہرگز اہلسنت نہیں۔	۴۷۹	"ان اللّٰہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب" حدیث مشہور اور صدر اسلام سے اس وقت تک علماء میں متلقی بالقبول ہے۔	۴۸۳
فرقہ ظاہریہ کی مخالفت کا کچھ اعتبار نہیں۔ نہ ان میں سے کسی کی تقلید جائز، ظاہریہ مسلوب العقل ہیں کہ قیاس جلی کے منکر ہیں۔	۴۸۰	سنت مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوتا۔	۴۸۴
نقل مذہب غیر میں بارہا لغزش ہو جاتی ہے۔	۴۸۲	جو حکم کتاب وسنت مشہورہ اور اجماع کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔	۴۸۴
دارالحرب میں حربیہ سے زنا کی تحلیل کو امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف منسوب کرنا محض باطل ہے۔	۴۸۲	قول ضعیف ومرجوع پر حکم وفتوٰی جہل وخرق اجماع ہے۔	۴۸۴
حلت غراب کی نسبت امام ابوحنیفہ کی طرف کرنا باطل ہے۔	۴۸۲	مقلد کو اپنے امام کے خلاف حکم جائز نہیں۔	۴۸۵
امام مالک کی طرف حلت متعہ کی نسبت کرنا صحیح نہیں، امام مالک متعہ کرنے والے پر حد زنا نافذ کرتے ہیں۔	۴۸۲	قاضی مجتہد، مجتہد فیہ میں اپنی رائے کے خلاف اگر حکم کرے گا تو نافذ نہ ہوگا۔	۴۸۵
حنیفہ و دیگر ائمہ کے نزدیک متعہ حرام ہے مگر وہ اس پر حد زنا نافذ نہیں کرتے۔	۴۸۲	○ **الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن** (رضاعی بہن بھائی کی اولاد کے ساتھ حرمت نکاح کا عمدہ اور روشن بیان)	۴۸۷
ابن علیہ ایک محدث ہیں مجتہد نہیں ہیں۔	۴۸۳	کسی کم علم نے اولاد رضیع اور اولاد مرضعہ کے درمیان جواز نکاح کا فتوٰی لکھ دیا جو بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام وخطیب مسجد وزیر خاں اعلیحضرت امام احمد رضاخاں بریلوی تک پہنچا تو آپ نے اس غلط فتوے کے رد میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔	۴۸۷

غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین نے ایک وہابی خیال مولوی کے غلط فتوی پر مہر تصدیق لگادی اور اعلیحضرت کی طرف سے گرفت پر اس سے رجوع کیا دوسرا فتوی اس پہلے کے رد میں لکھا اور عذر گناہ بدتر از گناہ پیش کیا۔	۴۸۹	رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔	۴۹۳
آتش جہنم پر جرات غیر مقلدی کے لئے لازم بین ہے۔	۴۹۰	رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹیوں پر حرام ہیں۔	۴۹۳
جو فتوی پر زیادہ جرات کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرات کرتا ہے۔	۴۹۰	دودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔	۴۹۳
اللہ تعالٰی ائمہ کے مقابلے کا مزہ چکھاتا ہے۔	۴۹۰	رضاعی چچا کی تفسیر۔	۴۹۳
کلکتہ کے مولوی لطف الرحمٰن بردوانی نے محارم سے نکاح کے جواز کے بارے میں جہاں بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک طویل عربی سوال چھپوایا جس کے جواب میں اعلیحضرت نے دلائل ونصوص پر مشتمل ایک رسالہ "نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان" تحریر فرمایا۔	۴۹۰	ماں کے رضاعی بیٹے کی بیٹی، بھتیجی اور محرم ہے۔	۴۹۳
رضیع و مرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تیس نصوص۔	۴۹۱	اولاد رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی، نواسا نواسی باجماع قطعی ہے یونہی باجماع ائمہ اربعہ وجملہ فقہا وہ شوہر مرضعہ کے بھی پوتے ہیں اور نواسے ہیں۔	۴۹۴
جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام ہے۔	۴۹۱	دودھ کے رشتوں کا قاعدہ کلیہ یہ کہ اس سے چار قسم کی عورتیں حرام ہوتی ہیں۔	۴۹۴
حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور پر نور کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔	۴۹۱	رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں نسبی بھانجی اور نسبی بھتیجی کی طرح حرام قطعی ہے۔	۴۹۶
رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔	۴۹۲	اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے۔	۴۹۶
حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ دونوں کو ثویبہ نے دودھ پلایا۔	۴۹۲	یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو۔	۴۹۷
نکاحوں کے بارے میں دودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے۔	۴۹۲	شرح وقایہ کے شعر "از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند، واز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع" پر بحث۔	۴۹۷
رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔	۴۹۳	شعر مذکور کا مطلب بیان کرنے میں صاحب عمدۃ الرعایہ کی شدید غلطی۔	۴۹۸

اعتبار کفاءت وقت عقد ہے۔ بعد عقد اگر زائل بھی ہوجائے تو مفسد نہیں۔	۵۴۴	ماموں نے ماں کے مشورے سے بحالت عدم موجودگی والد اور چچا اور برادر اور دادا نکاح کردیا لڑکی نے بعد بلوغ منظور نہ کیا تو وہ نکاح رہا یا نہیں۔	۵۵۲
استیذان از بالغہ نکاح کے لئے ضرور ہے۔	۵۴۵	عورت کے نامنظور کرنے سے فسخ نہ ہوگا۔ فسخ کے لئے ضروری ہے کہ قاضی کے یہاں دعوی کرے تو قاضی فسخ کرے۔	۵۵۲
نابالغہ کا باپ مفقود الخبر ہے، بھائی بالغ ہے نکاح اس بھائی اور ماں نے کیا، ہوا یا نہیں۔	۵۴۵	خالاؤں نے چچا کی غیبت میں اپنے لڑکوں سے نابالغہ لڑکیوں کا عقد کرلیا، کیا حکم ہے۔	۵۵۳
نابالغہ کا نکاح ماں نے باوجود انکار نابالغہ وحیات والد کردیا، ہوا یا نہیں۔	۵۴۵	درجات بعض اولیا کی تفصیل خالہ سگے چچا سے ولایت میں چھتیسویں درجہ میں ہے۔	۵۵۳
غیبت منقطعہ کے لئے مفقود الخبر ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر معلوم ہو کہ ولی فلاں جگہ ہے اس کے آنے یا اس کی رائے سے اطلاع پانے میں کفو حاضر فوت ہوگا۔ یہ بھی غیبت منقطعہ ہے۔	۵۴۶	ماں نے لڑکی کا نکاح باپ کی عدم موجودگی میں زید سے کردیا جس سے وہ راضی تو تھا مگر یہ کہتا تھا کہ جب تک نوکر نہ ہو نہ کرنا۔ کیا حکم ہے۔	۵۵۴
پرورش کرنے والے کی عدم موجودگی میں اسی کی بی بی نے ہندہ کا نکاح کردیا، وہ آیا تو راضی نہ ہوا۔ کیا حکم ہے۔	۵۴۷	نابالغ کے والدین غنی ہوں تو وہ بھی غنی مانا جائیگا۔	۵۵۶
جس کا کوئی ولی نسبًا نہ ہو اس کا ولی قاضی شرع ہے، نکاح اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ جہاں قاضی شرع نہ ہو جیسے اکثر دیار ہندوستان وہاں اعلم علمائے اہل ہر بلد صاحب فتوی فقیہ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۵۴۹	شوہر اگر خود محض نادار ہو تو وہ اپنے ماں باپ کے غنی سے کفو ٹھہرے گا اگرچہ بالغ ہو جبکہ اس کے مصارف کا اس کے ماں باپ تحمل کرتے ہوں۔	۵۵۶
ہمشیر اور نانی نانا ہوں تو ولایت نکاح کسے حاصل ہوگی۔	۵۵۰	اگر بالغہ بے اذن ولی کفو سے مہر مثل سے کم پر نکاح کرے تو ولی کو حق اعتراض ہے یا شوہر مہر مثل پورا کرے یا قاضی تفریق کردے۔	۵۵۷
نانی کے آگے نانا کو ولایت نکاح نہیں۔	۵۵۱	چچا بولایت خود ایسی حالت میں کہ لڑکی نانی کے پاس ہو اپنے پسر نابالغ سے اس کا نکاح کردے تو یہ نکاح درست ہوگا۔	۵۵۷
مرتد کو کسی پر ولایت نہیں اگرچہ دعوی اسلام رکھتا ہو۔	۵۵۱	جو غائب بغیبت منقطعہ ہو وہ اس وقت تک ولی نہیں رہتا یہی صحیح ہے۔	۵۵۸

مسئلہ	صفحہ	حکم	صفحہ
چچانے بھتیجی کا عقد ماں سے چھپا کر ایک بیمار سے کردیا تو کیا حکم ہے۔	۵۵۹	شبہہ دافع حد ہے۔	۵۶۲
زید نابالغ کا نکاح باجازت اس کی پھوپھی کے محمودہ بالغہ سے ہوا۔ زید نکاح کے چار ماہ بعد مرگیا، یہ نکاح ہوا یا نہیں۔ مہر واجب الادا ہے یا نہیں۔ ہے تو کس قدر۔	۵۵۹	بچے پر حد نہیں۔	۵۶۲
لڑکا احتلام وانزال اور لڑکی احتلام وحیض وحمل سے بالغ ہوتی ہے۔	۵۶۰	ماموں نے نابالغہ کا نکاح بولایت خود کردیا اب بعد بلوغ لڑکی نامنظور کرتی ہے اور جس وقت بالغ ہوئی دو چار آدمیوں کو بلا کر اظہار کیا کہ میں اب بالغہ ہوئی اس نکاح کو فسخ کیا، دین مہر بھی معاف کرے دیتی ہے، شوہر صفائی نہیں کرتا اور فسخ کی خبر قاضی کو کرنا قاضی کو تفریق کرنا چاہئے اور اس سلطنت میں قضا یا نہیں الخ۔	۵۶۳
لڑکا کم از کم بارہ برس کی عمر میں بالغ ہوسکتا ہے اور لڑکی کم از کم نو برس کی عمر میں جبکہ دونوں زیادہ سے زیادہ پندرہ برس میں۔	۵۶۰	زوج کی عدم موجودگی میں قاضی تفریق نہیں کرسکتا بلکہ بوقت تفریق اس کی حاضری ضروری ہے۔	۵۶۳
مہر کا لزوم وطی، خلوت صحیحہ یا احدالزوجین کی موت سے ہوتا ہے۔	۵۶۱	ہائی کورٹ وغیرہ انگریزی کچہریاں شرعی دارالقضا نہیں لہذا ان حکام کے فسخ کئے نکاح فسخ نہ ہوگا۔	۵۶۳
نکاح موقوف میں اجازت سے قبل موت واقع ہوجائے تو باطل ہوجاتا ہے۔	۵۶۱	مسلمان پنچ شوہر کی موجودگی میں تفریق کرسکتا ہے۔	۵۶۴
سکوت ولی اجازت نہیں اگرچہ جلسہ نکاح میں موجود ہو جبکہ کوئی ایسا فعل نہ کیا ہو جو اجازت پر دال ہو۔	۵۶۱	حدود، قصاص اور عاقلہ پر دیت کے علاوہ تمام معاملات میں پنچ کا فیصلہ مثل فیصلہ قاضی ہے۔	۵۶۴
نابالغ کا بالغہ سے نکاح موقوف ہوا اور وہ اس بالغہ سے جبرا وطی کرے تو مہر مثل لازم ہوگا، اور اگر عورت کی رضا سے وطی کرے تو کچھ لازم نہ ہوگا۔	۵۶۲	ریاست اسلامی میں جو مسلمان قاضی ایسا ہو جو خاص اس شہر کے لئے نہ ہو نہ کسی مذہب خاص پر قضا کے لئے مقید ہو تو وہ بھی تفریق کرسکتا ہے اگر مدعی اور مدعا علیہ وہاں کے نہ ہوں۔	۵۶۴
نکاح موقوف قبل از اجازت وطی کو حلال نہیں کرتا بلکہ نظر کو بھی تاہم جبرا وطی کی تو مہر مثل لازم ورنہ کچھ نہیں۔	۵۶۲	زید وہندہ نابالغوں کا نکاح بولایت پدران ہوا زید نابینا ہوگیا، ہندہ کا باپ مرگیا، ہندہ کی ماں اور چچا رخصت سے انکار کرتے ہیں، کیا حکم ہے۔	۵۶۴

جب دادا پر دادا کی اولاد سے کوئی عاقل بالغ مرد نہ ہو تو ولایت ماں کو ہے۔ ماں کے ہوتے ہوئے پھوپھی کوئی چیز نہیں۔ پھوپھی کا کیا ہوا نکاح اس صورت میں ماں کی اجازت پر موقوف تھا، ماں نے رد کردیا رد ہوگیا۔	۵۶۵	ہندہ نابالغہ جس کا کوئی ولی سوائے ماں کے نہیں اس کا نکاح باجازت نابالغہ برضامندی والدہ خالد نابالغ سے ہوا۔ قبول نابالغ سے کرایا گیا، پھر ہندہ نے خالد کے یہاں جانا نہ چاہا، پیش کار کی تنبیہ سے رخصت ہوئی، چار برس وہیں رہی، اب پھر ناراضی ظاہر کرتی ہے، اور دوسری جگہ نکاح چاہتی ہے ہمبستری نہیں ہوئی، کیا حکم ہے۔	۵۷۰
پدر محمودہ کو حامد کے ساتھ نکاح کرنا منظور نہ تھا، مادر محمودہ اور تمام خاندان نے بغیبت پدر محمودہ کہ بارہ تیرہ کوس پر تھا منعقد کیا، محمودہ بالغہ ہے قبل از وقت نکاح اس کی ایک ہم عمر کو اس کی مرضی معلوم کرنے کے لئے بھیجا، محمودہ نے کہا مجھے بدل منظور ہے وقت نکاح وکیل و گواہ اذن لینے محمودہ کے پاس جاکر واپس آئے، پھر معلوم ہوا کہ انھوں نے صرف مادر محمودہ سے رضامندی حاصل کی ہے۔ پھر گئے، محمودہ نماز میں مشغول تھی، بعد فراغ اس سے پوچھا وہ خاموش رہی، مادر محمودہ نے کہا ہاں منظور ہے، دوبارہ محمودہ سے کہا، وہ سرنگوں ہوگئی، پھر پوچھا تو وہ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر اور زیادہ جھکی، پھر پوچھا محمودہ کی وہی حالت سکوت و خاموشی رہی، وکیل و گواہ لوٹے اور نکاح ہوگیا، شب میں محمودہ کا والد آگیا اور شور وغل برپا کیا، صبح کو کہا کہ مادر محمودہ یہ کہتی ہے کہ محمودہ کو یہ نکاح منظور نہ تھا اور وقت استیذان محمودہ نماز پڑھ رہی تھی مادر محمودہ نے کہا کہ محمودہ نے کہا تھا کہ مجھ کو منظور ہے۔ والد محمودہ یہی کہتا رہا کہ بوجہ مشغولی نماز نکاح نہ ہوا۔ پھر باپ نے چاہا کہ علیحدگی ہوجائے۔ محمودہ نے ایک رقعہ اپنے والد کو لکھا کہ لفظ طلاق ہرگز درمیان میں نہ آنے پائے، ایسی صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں۔	۵۶۶	زید نے ہندہ باکرہ کا نکاح بغیبت والدہ ہندہ جو بارہ کوس پر تھا برضامندی مادر و نانی و بسکوت و گریہ ہندہ اپنے ساتھ ہونا ظاہر کیا اب کہتا ہے کہ ہندہ نے بصراحت خود قبول کیا وکیل و گواہان نے حسب بیان زید شہادت دی، ہندہ کہتی ہے کہ میں نے ہرگز منظور نہ کیا تھا، نہ اب ہے، کیا حکم ہے۔	۵۷۱
		استیذان اجنبی بلکہ ولی بعید پر سکوت اذن نہیں۔	۵۷۲
		محل خفاء میں تناقض مقبول و عفو ہے۔	۵۷۳
		اگر کوئی شخص کہے یہ میری رضیعہ ہے۔ پھر خطا کا اعتراف کرے تو سچا مانا جائے گا اور اسے اس کے ساتھ نکاح جائز ہوگا جبکہ اپنے اقرار پر ثابت نہ رہے۔	۵۷۴

بالغہ کے بھائی کے ہوتے چچانے بالغہ سے استیذان کیا اس کی خاموشی کو اذن قرار دے کر اس کا نکاح کردیا، زوجین میں خلوت صحیحہ بھی ہوئی، یہ نکاح کیسا ہوا۔	۶۱۳	نابالغ نے نکاح کیا یا کچھ بیچا یا خریدا اجازت پر موقوف رہے گا اگر قبل اجازت ولی بالغ ہوگیا تو خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا۔	۶۲۲
حقیقی چچانے بخیال نفع معاش براہ چالاکی بے علم ورضامندی مادر وعم علاتی ہندہ کا عقد اپنے بیٹے سے کرلیا۔ ہندہ بالغہ ہے اس کی عمر زائد از چودہ سال ہے۔ اس نے خبر نکاح سن کر نامنظور کیا، کیا حکم ہے۔	۶۱۴	ایک شخص نے کسی کو سفر سے لکھا کہ میری نابالغہ لڑکی کی منگنی فلاں نابالغ لڑکے سے کرنا، اس نے بعد منگنی خود ولی بن کر نکاح کردیا والد خبر سن کر خوش ہوا انکار نہ کیا، کیا حکم ہے۔	۶۲۳
ہنگام نکاح خوانی مہر پر حجت ہوئی، زید مجلس سے اٹھ گیا، عمرو نے بحالت غصہ موذن سے کہا تم میری لڑکی کا نکاح بکر سے کردو بکر مجلس نکاح میں موجود تھا موذن نے صرف تین کلمے پڑھا کر ایجاب وقبول کرادیا کوئی وکیل وگواہ نہیں ہوا نہ مہر کی تعداد بکر کو بتائی یہ کہا کہ مثل لڑکی کی ماں کے مہر باندھا لڑکی بالغ ہے اس سے اجازت نہ لی گئی۔ کیا حکم ہے۔	۶۱۸	ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔	۶۲۴
لڑکی کا علاتی بھائی ماں اور ماموں کے مقابل ولی جائز ہے یا نہیں بے اجازت برادر علاتی ماں اور ماموں بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو سے کردیں، تو کیا حکم ہے۔	۶۱۹	ہندہ بیوہ نے اپنا عقد ایک شریف اپنے خاندانی سے کرلیا، عمرو بکر خالد نے اس پر اسے اور اس کی ماں کو برادری سے نکال دیا ایذا دی، کیا حکم ہے۔	۶۲۴
باپ دختر کی منگنی کرکے فوت ہوگیا بغیبت والدہ دختر چند اشخاص نے بجبر اس دختر بالغہ کو ایک گھر میں کردیا، ماں نے دعوی دائر کیا جب دعوی ہوا کہ متوفی کے بھائی نے جو دوسرے باپ سے ہے بے اجازت دختر و والدہ دختر نکاح کردیا کیا حکم ہے۔	۶۲۰	ناحق ایذاء مسلم حرام کہ بحکم حدیث وہ ایذا رسول ہے اور ایذا رسول ایذاء اللہ ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	۶۲۵
ہندہ ماں نے رضیہ کا بحالت نابالغی حامد سے عقد کردیا رخصت نہ کی تھی چار سال بعد اب رضیہ بالغہ ہوئی اس عرصہ میں خالد نے دوسری عورت کو رکھ لیا خالد کی وضع واطوار چال چلن رضیہ اور ہندہ کو ناگوار ہیں کمال نفرت ہے خالد سے تعلق نہیں چاہتی انکار کرتی ہے اور خلع چاہتی ہے رضیہ کیا کرے جو خالد سے قطع تعلق ہو۔ اور یہ عقد عقد فضولی قرار پائے گا یا نہیں۔	۶۲۱	لڑکی دس سال کی ہے ماں نانی چچا میں کسی کو اس کے نکاح کا اختیار ہے ایک بھائی بھی دوازدہ سالہ ہے۔	۶۲۵

خالد نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح رحیم بخش بالغ سے کردیا اب بوجہ فساد دختر بالغہ چاہتی ہے کہ نکاح فسخ ہوجائے، کیا شرعا یہ ممکن ہے۔	۶۲۵	عورتوں کو مقدور بھر وہاں رکھو جہاں خود رہو۔	۶۲۹
ہندہ بکر بالغہ ہے اس سے قبل نکاح زید برادر علاتی یا کسی نے صراحۃ استمزاج نہیں لیا اور نہ بعد نکاح صراحۃ اسے خبر دی گو اسے خارجی طریقہ سے سب باتیں معلوم تھیں اور تمام رسمیں اس نے کیں کسی وقت اظہار نارضامندی نہ ہوا اور نہ اب تک ظاہر کرتی ہے بلکہ خوش معلوم ہوتی ہے، کیا حکم ہے۔	۶۲۶	عورتوں کو ضرر نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی کرو۔	۶۲۹
ولی نے بالغہ کا نکاح کردیا اور باکرہ کو ولی کے قاصد یا کسی اور عادل نے نکاح کی خبر دی وہ سن کر خاموش رہی تو یہ سکوت اذن ہے۔	۶۲۷	عورت کو معلقہ کرنا بحکم قرآن ممنوع ہے۔	۶۲۹
بکر نے اپنے لڑکے خالد کی نسبت سعیدہ دختر زید سے چاہی، زید کو منظور نہ ہوئی، بکر نے ہندہ زوجہ زید کو برہم کردیا، ہندہ نے اس قدر فساد مچایا کہ زید نے بمجبوری بخوف حکام ضلع بخیال اس کے کہ رفع جملہ فساد ہوجائے گا منظور کرلیا اور سعیدہ سے بے اذن لئے اس کا نکاح حامد سے کردیا، خالد وسعیدہ سے آج تک ملاقات نہ ہوئی، بعد نکاح خالد لندن چلا گیا، وہاں فسق وفجور میں مبتلا ہوا۔ وہ کسی قسم کی خبر گیری سعیدہ کی نہیں کرتا۔ نہ وہاں سے آتا ہے، نہ اس کا باپ بکر اس کے خرچہ کی کفالت کرتا ہے۔ ایسی صورت میں سعیدہ مجاز ہے یا نہیں کہ اپنے باپ کے کئے نکاح کو جو بخوشی نہیں بلکہ بمجبوری وبخوف حکام وبامید رفع خرخشہ کیا تھا اور رفع خرخشہ ہوا بھی نہیں توڑ دے خالد کا کب تک انتظار کیا جائے گا۔	۶۲۷	بحکم حدیث اسلام ضرر وضرار سے پاک ہے۔	۶۲۹
ولی اگر بحالت جبر واکراہ نکاح کردے ہوجائیگا۔	۶۲۸	ہندہ نابالغہ کا باپ مرگیا، ماں نے اس کی سوتیلی بہن کو جس نے اسے بچپن سے اولاد کی طرح پالا تھا اس کے نکاح کی اجازت دے دی، سوتیلی بہن نے نکاح کردیا، وقت نکاح ہندہ کے چچا اور بھائی موجود نہ تھے مگر انھیں علم تھا، کیا حکم ہے۔	۶۲۹
عوررتوں سے بحکم قرآن نیک برتاؤ کرنا لازم۔	۶۲۹	لڑکی کے باپ نے لڑکے کو دہلی سے بھوپال برائے عقد بلایا، برات پہنچی، تاریخ عقد مقرر ہوئی، لڑکی ماموں کے یہاں تھی، باپ لینے گیا، عین وقت پر ماموں نے بھیجنے سے انکار کردیا، باپ شرم سے زہر کھاکر مرگیا، اس کی تحریر اجازت موجود ہے۔ لڑکی نابالغہ ہے۔ اسی کا چچا عقد پر رضامند ہے۔ کیا چچا کی محض اجازت سے بے اطلاع دختر نکاح ہوسکتا ہے۔	۶۳۰

بیوہ نے جس سے نکاح کیا اس کے دو لڑکے زوجہ اولیٰ سے ہیں، ایک دختر اس سے ہوئی، شوہر ثانی کے انتقال کے بعد بیوہ نے تیسرا خاوند کیا اور شوہر سوم نے اس دختر نابالغہ کا نکاح ایک نابالغ سے کر دیا، ابتداءً قرارداد نسبت میں شوہر دوم کے دونوں لڑکوں کا بھی مشورہ تھا مگر وقت نکاح یہ دونوں نہ تھے، اب یہ دونوں اس نکاح سے رضامند ہیں۔ کیا حکم ہے۔	۶۳۳	فسخ بوجہ کفاءۃ قاضی ہی کے یہاں ہوسکتا ہے۔	۶۳۶
زید پدر ہندہ نابالغہ کو بکر نے فریب دیا کہ خالد اس کا ہم قوم ہے زید نے خالد سے عقد کر دیا رخصت ہوئی تو معلوم ہوا کہ خالد ولدالحرام ذلیل قوم ہے صغیرہ اسے اپنا شوہر نہیں جانتی نہ اس کے پاس آئی گئی معاہدہ نکاح جو مرتب ہوا تھا بوقت بلوغ اس نے فسخ کر دیا کیا حکم ہے۔	۶۳۴	لڑکیاں بعد موت والدہ اپنے نانا کے زیر پرورش رہ کر بالغہ ہوئیں والد اپنے وطن میں ہے لڑکیوں کی کسی قسم کی امداد نہیں کرتا۔ نانا شادیوں کا انتظام کرتا ہے تو والد مانع ہوتا ہے اور خود بوجہ صرف نہیں کرتا، کیا نانا ولی ہو کر نکاح کر سکتا ہے۔	۶۳۶
کسی کو صالح جان کر کہ یہ نشہ کی چیز نہیں استعمال کرتا اس سے اپنی بیٹی کا عقد کر دیا پھر معلوم ہوا کہ وہ عادی ہے لڑکی نے بعد بلوغ کہہ دیا کہ میں اس نکاح سے راضی نہیں، کیا حکم ہے۔	۶۳۴	نابالغہ کا باپ فوت ہوگیا اس کے شرعی وارث موجود ہیں مگر ولی بننے سے انکار کرتے ہیں، نابالغہ کی ماں جس نے عقد ثانی کرلیا ہے وہ یا اس کا شوہر ثانی ولی بن سکتے ہیں یا نہیں۔	۶۳۷
اپنی بیٹی کسی کے نکاح میں اسے حر اصلی جان کر دی اور وہ تھا آزاد شدہ۔ تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہوگا۔	۶۳۵	زید کے ہندہ سے ایک دختر ہوئی پھر زید نے ہندہ کو طلاق دے دی دختر ہندہ کے پاس رہی ہندہ نے بکر سے نکاح کرلیا جب دختر تقریبا ۹ سال کی ہوئی تو بکر وہندہ نے اس کا نکاح کر دیا جس سے نکاح کیا وہ اسلام سے بالکل ناواقف ہے نہ روزہ رکھتا ہے نہ نماز پڑھتا ہے اب دختر پندرہ سال کی ہے نماز روزے کی پابند پڑھی لکھی ہے وہ اس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی ولی اصلی زندہ ہے اس نے اجازت نکاح نہیں دی، کیا حکم ہے۔	۶۳۷
عدم کفاءۃ بوجہ فسق وغیر فسق میں کوئی فرق نہیں۔	۶۳۵	لڑکی ۱۳۔ ۱۴ سالہ ہے اس کا باپ نہ تو کھانا کپڑا دیتا ہے نہ لے جاتا ہے بہت کچھ اسے کئی دفعہ سمجھایا مگر کوئی خیال نہ کیا۔ ماموں نے کہا یا تو تم لڑکی کی شادی کرو نہیں کرتے تو لادعوی ہو جاؤ جواب نہ دیا ماموں نے جب چاہا کہ شادی کردی جائے تو اس شخص نے اپنے خسر کو نوٹس دیا کہ تم لڑکی کی شادی نہ کرنا ورنہ ہم دعوی کریں گے۔ کیا حکم ہے۔	۶۳۸
فرقت عورت کی طرف سے ہو تو فسخ، مرد کی طرف سے ہو تو طلاق ہے اور قضاءً سب کے لئے شرط ہے۔	۶۳۵		

ہندہ بیوہ کا عمرو سے ناجائز تعلقات ہوا ہندہ کے چچا بکر نے یہ خبر پاکر بزور اپنے لڑکے زید سے بے رضامندی ہندہ ہندہ ہندہ کا نکاح کردیا، وکیل نے ہندہ سے اجازت چاہی، بخوف جان ہندہ نے اذن دیا، دو چارماہ بعد موقع پاکر عمرو کے یہاں بھاگ آئی، ہندہ نے حلفاً بیان کیاکہ مجھے ہر گز ہر گز منظور نہ تھا بکر وغیرہ کے جبر سے جو دھمکی ہلاکت کی تھی اقبال کیا پھر مجھے اور زید کو لوگوں نے ایک مکان میں بند کردیا خلوت صحیحہ بھی بجبر ہوئی، کیا ایسانکاح جائز ہے۔ طلاق کی حاجت ہوگی یا نہیں۔	۶۴۱	بعد وفات کے پدر ماں نے نابالغہ کا کہیں ناتا کردیا لڑکی کو کسی قدر زیور اور کپڑا چڑھایا گیا، ناتے والے اپنے زعم میں اسے نکاح سمجھتے ہیں دو تین سال بعد منگنی والوں نے شادی کا تقاضا کیا، ماں نے انکار کردیا، انھوں نے ناتا توڑ دیا اور چڑھاوا واپس لے لیا، لڑکی کی ماں کے مرنے کے بعد کہتے ہیں ہم نے ناتا نہیں توڑا۔ کیا بحکم "ولھما الخیار فی غیر الاب والجد" لڑکی کو فسخ ہے۔	۶۴۷
ولی جو مہر باندھے نابالغ بعد بلوغ اس مہر سے راضی نہ ہو انکار کرے تو کیا حکم ہوگا۔	۶۴۲	جہاں قاضی نہ ہو کیا وہاں اعلم علمائے اہل بلد سے فسخ کرالیا جائے۔	۶۴۷
زید مرگیا اس کا ایک بھائی جو مدت دراز سے علیحدہ ہے کسی قسم کا کوئی تعلق مرحوم سے نہیں رکھتا تھا زید کی لڑکی جو قریب بلوغ ہے اس کی شادی ہونے والی ہے لڑکی کی سوتیلی ماں جس نے اس کی پرورش کی ہے شادی کے متعلق مدد چاہی اس نے کہا کہ میں اس شادی میں شریک نہ ہوں گا، نہ مجھے کوئی واسطہ، جہاں چاہیں کریں، لڑکی کے دو سوتیلے بھائی جن کی عمر سولہ سال ہے موجود ہیں، کیا حکم ہے۔	۶۴۴	لڑکی چودہ سال کی ہے، باپ نے اس کی ماں کو خط لکھاکہ جس طرح چاہو کرو تمھیں اختیار ہے کیا باپ کی عدم موجودگی میں ماں نکاح کرسکتی ہے۔	۶۴۷
ماں باپ مرگئے نانی نے پرورش کیا آٹھ نوسال کی عمر میں نانی نے لڑکی کانکاح نواسے کے ساتھ کردیا، دختر کے حقیقی بھائی موقع پر موجود نہ تھے ہندہ کو جب پہلی بار حیض ہوا وہ مع اپنی نانی کے اپنے محلّہ کے ایک گھر میں آئی اور دو مرد تین عورتوں کے سامنے کہا جس کے ساتھ میری نانی نے میری شادی کی تھی میں اس سے رضامند نہیں ہوں اس کے ساتھ اپنی عمر بسر نہیں کرسکتی، یہ نکاح رہا یا نہیں۔ ہندہ نے دوسرا عقد کرلیا، کیا حکم ہے۔	۶۴۵	زید نے اپنی پہلی بی بی کے بچوں کو عاق کردیا، تیسری بی بی سے دختر ہے، اس کی بکر سے نسبت کرکے فوت ہوگیا، لڑکی دس سال کی تھی ماں نے بولایت خود بکر سے شادی کردی، پہلی بی بی کا عاق لڑکا کہتا ہے میں ولی ہوں، دوسری جگہ شادی کرنا چاہتا ہے، کیا حکم ہے۔	۶۴۸

مسئلہ	صفحہ	مسئلہ	صفحہ
عاق کرنا شرعاً کوئی چیز نہیں، نہ اس سے ولایت زائل ہو۔	۶۴۹	نانا نے اپنی نواسی ہندہ نابالغہ دختر زید کا عقد اپنے خاندانی لڑکے بکر سے بے اطلاع زید کیا جائز ہوا یا نہیں اس عقد کو کون اور کتنے عرصے تک فسخ کرسکتا ہے۔	۶۵۱
بیوہ نے اپنی نابالغہ لڑکی کا خود عقد اپنے بھانجے سے کردیا، لڑکی کا بیان ہے کہ میرے سامنے عقد سے پہلے چند بار میری ہمشیرہ نے عزیزالحسن سے میرے نکاح ہونے کا ذکر کیا، میں نے قطعی انکار کیا، ، میرے انکار کی خبر عزیزالحسن اور میری ماں بہنوں وغیرہ سب کو ہوئی، اب بوقت نکاح جب مجھ سے اذن لیا گیا میں بوجہ شرم بآواز بلند مجمع میں انکار نہ کرسکی، مگر انکاری سرہلایا اور اُوں ہونھ کہا جو انکار تھا میری بہنوں ماں اور خالہ نے غل شور مچادیا کہ ہوگیا ہوگیا، میں نہ رضامند تھی نہ اب ہوں۔ کیا حکم ہے۔	۶۴۹	ہندہ اگر بالغہ ہو تو جبکہ وہ اپنے شوہر کے گھر رہی اور اس کے ہمراہ اپنے والد کے گھر آئی اور بکر چندے مقیم رہا اس صورت میں یہ عقد درست ہوا یا نہیں (۳) ہندہ درصورتیکہ نابالغہ ہو جبکہ زید کے ملنے والوں نے اس سے پوچھا کہ تم یہاں رہے اور تمھاری بے اجازت وہاں نکاح ہوگیا، یہ کیونکر ہوا، تو زید نے کہا کہ ہم اجازت دے آئے تھے کہ آپ عقد کردیں اور ہمیں صرف اطلاع کردیں، اس صورت میں اجازت صحیح ہوئی یا نہیں (۴) بکر زید کے یہاں تنہا آیا اور قیام کیا زید اسے اکثر مجالس اور بازار میں ہمراہ لے گیا، دریافت پر کہا کہ میرا داماد ہے۔ جب بکر ملازمت پر چلا گیا تو خط و کتابت بھی رہی پھر جب وہ مفقود الخبر ہوگیا تو زید نے کہا ہمیں بکر کے ساتھ عقد منظور نہ تھا ہوگیا تھا تو جبراً قہراً منظور کیا، اب سب واقعات سے عقد صحیح ہوگیا یا نہیں۔ زید نمبر ۳ کے مضمون سے منکر ہو اور نمبر ۴ کا انکار نہ کرتا ہو نمبر ا کو تسلیم کرتا ہو پھر بھی چار پانچ سال کے بعد نکاح فسخ کرکے ہندہ کا دوسرا عقد کردیا، کیا حکم ہے زید کے ساتھ ربط ضبط میل جول رکھنا گناہ ہے یا نہیں۔ اگر ہندہ رخصت ہو کر بکر کے یہاں نہ گئی ہو نہ اس کے ساتھ بکر زید کے یہاں آیا ہو لیکن بکر خود زید کے مکان پر آیا قیام کیا ہو زید نے اپنے ملنے والوں سے کہا ہو کہ یہ میرا داماد ہے سب کو دکھلایا ہو تو کیا حکم ہے۔	۶۵۱
حقیقی چچا نے بولایت خود ہندہ کو نابالغہ جانتے ہوئے بعدم موجودگی ہندہ ومادر ہندہ زید نابالغ سے نکاح کردیا، پانچ سال بعد زید بالغ ہوکر رخصت کرانا چاہتا ہے، مادر ہندہ کا دعوی ہے کہ وقت نکاح ہندہ بالغہ تھی اس لئے رخصت نہیں کرتی، مادر ہندہ کے بیان کی تصدیق کرلی گئی۔ کیا حکم ہے۔	۶۵۰		

زید نے نابالغہ کا عقد نابالغ سے کردیا نابالغ کے باپ نے یہ شرط کرلی تھی کہ اگر ہندہ بالغہ ہے تب میں اپنے لڑکے سے اس کا نکاح کروں گا ورنہ نہیں، زید نے اقرار کیا کہ وہ بالغہ ہو گئی۔ والدین کے نکاح کے فسخ کا مجھے حق ہے۔ کیا حکم ہے۔	۵۶۳	مطلقہ بطور خود بلارضائے ولی اگر کفو سے بغیر حلالہ نکاح وہمبستری کرے حلالہ نہ ہوگا کہ یہ نکاح ہوگا ہی نہیں۔	۶۵۹
زید شدت مرض میں تھا اس کے بھائی نے اس کی نابالغہ دختر کے عقد کی اپنے لڑکے کے ساتھ اجازت لے لی، زید تین دن بعد مرگیا، لڑکا کفو نہیں کہ ذلیل عورت سے ہے۔ نکاح ہوا یا نہیں۔	۶۵۴	یونہی اگر ولی نے بھی اجازت دے دی ہو مگر ولی کو پیش از نکاح اس کا غیر کفو ہونا معلوم نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا۔	۶۵۹
زید متقی صوفی عالم خوش حال متورع عالم کا بیٹا زاہد عزلت گزین درویش کا پوتاہے، زینب دختر زید بہت نیک اور سیدھی اور ممنوعات سے بہت محترز ہے زید نے اس کی شادی نہ کی تھی کسی عالم متقی کی تلاش میں تھا عمرو جو کسی طرح زید وزینب کا کفو نہیں آیا، اور اس نے اسے دھوکا دیا کہ میں عالم ہوں اتنا اتنا مالدار ہوں، ایسا ہوں، ویسا ہوں۔ اور زینب سے نکاح کرلیا، بعد علم حقیقت حال زید وزینب اس سے سخت متنفر ہیں۔ نہ زینب جانا چاہتی ہے نہ زید بھیجنا چاہتاہے، عمرو مالا ودیانتا زینب کا ہرگز کفو نہیں، اور درمختار میں ہے: یفتی فی غیر الکفوء بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوٰی" صورت مستفسرہ میں خلوت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو عبارت مذکورہ کے بموجب بطلان نکاح کا حکم ہوسکتاہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو زینب اور اس کے اولیاء کو حق فسخ حاصل ہے یا نہیں۔	۶۵۵	غیر کفو کے ساتھ نکاح کی ولی سے اجازت طلب کی وہ ساکت رہا، عورت نے کرلیا، نکاح نہ ہوا۔ اگرچہ بعد کو ولی بصراحت اجازت دے دے۔	۶۶۰
فاسق اگرچہ غیر معلن ہو صالحہ یا بنت صلحاء کا کفو نہیں ہوسکتا۔	۶۵۸	لڑکے لڑکی کا بحالت نابالغی نکاح ہوا تھا اب لڑکا یا اس کے وارث لڑکی کی خبر کسی قسم کی نہیں رکھتے۔ لڑکی تین طرح کے علم سے واقف ہے اور لڑکا نرا جاہل، لڑکی اب کہتی ہے ہم اول شوہر کو طلاق دے کر نکاح ثانی کریں گے، کیا ارشاد ہے۔	۶۶۰
فقیر محتاج جو ذی حرفہ نہ ہو وہ فقیرہ کا کفو بھی نہیں۔	۶۵۸		

سوال	صفحہ	سوال	صفحہ
ہندہ نابالغہ کا باپ زید ہزار میل پر تھاماں اور چچا بکر نے ہندہ کے باپ کی تحریری اجازت حاصل کرکے مفتی شہر کو بتا کر خود نکاح خالد سے کردیا، جب زید مکان میں آیا تو خالد نے اس کی دعوت کی زید نے جلسہ دعوت میں نکاح کی رضامندی ظاہر کی، مہینوں رسوم دامادی وخسروی خالد کے ساتھ رکھے، اب زید خط سے انکار کرتا ہے، کیا حکم ہے۔	٢٦١	مقدمہ ہوتے ہوتے اولاد پیدا ہوگئی اور چند روز میں مرگئی تو اب بھی حق اعتراض للاولیاء ہے یا نہیں۔	٢٦٤
زید نے بھتیجی کا نکاح نابالغی میں کردیا جس وقت وہ بالغ ہوئی اسی وقت نکاح اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا، نکاح باقی رہا یا نہیں۔ دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مہر لازم ہوا یا نہیں۔	٢٦٢	ایک شخص فوت ہوا، بی بی اور دو نابالغ لڑکیاں اور باپ کو چھوڑا، دختران کا ولی کون ہوگا۔	٢٦٦
بیوہ کے ایک دختر شوہر اول سے تھی شوہر ثانی نے بصد سختی وتشدد بہزار زجر وتوبیخ بیوہ سے اپنے لڑکے کے ساتھ اس کی چھ سالہ دختر کے عقد کا اذن لے کر جبریہ نکاح کردیا لڑکی کا چچازاد چچا اور چچازاد بھائی وقت عقد موجود نہ تھے انھیں اطلاع نہ ہوئی لڑکی بعد بلوغ جب اظہار ہوا فورًا پکار اٹھی کہ مجھے اس شوہر کے یہاں جانا منظور نہیں ہرگز نہیں جاؤں گی، منٹ بھر بھی پورا نہ ہونے دیا کیا حکم ہے۔	٢٦٢	سوتیلی خالہ سے ایک شخص نے نکاح کیا وہ لڑکی دو سال سے اس کے والدین نے روبرو گواہوں کے دوسرے لڑکے کو دی ہے مگر رخصت کے وقت جو نکاح ثانی ہوتا ہے وہ باقی تھا کیا حکم ہے۔	٢٦٧
درمختار میں ہے "وللولی الاعتراض فی غیر الکفو مالم تلد لئلا یضیع الولد" طحطاوی، ابو حاتم وبنایہ وحاشیہ شلبی وہندیہ میں بعد ولایت بھی بربنائے ظاہر الروایہ ولی کو اعتراض کا حق بتایا اور امام حسن کی روایت مفتی بہا پر ابتداء ہی سے بطلان نکاح کا حکم ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ولادت حق اولیاء کی مسقط نہیں۔ کیا ثبوت تفریق کا دعوٰی صحیح ہوگا "وان ولدت"۔	٢٦٣	کنواری لڑکی بے رضائے والدین غیر شخص کو اپنے نکاح کا ولی بنا سکتی ہے یا نہیں۔	٢٦٧
بعض مولوی کہتے ہیں علویات کا نکاح مع تراضی اولیاء بے تراضی باطل کہنا شیعہ کا مذہب ہے بنایہ کی اس عبارت سے مستند ہیں "وفی البسیط ذھب الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان" ان "قولان باطلان" سے کون سے دو قول مراد ہیں۔	٢٦٤	قاضی جسے علم ہو کہ اس لڑکی کے والدین زندہ ہیں وہ والدین کے بے پوچھے کسی غیر شخص کو ولی مقرر کرکے لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو ایسے قاضی کے لئے کیا حکم ہے۔	٢٦٧

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
گمراہ پڑھا لکھا جاہلوں سے بدتر ہے کہ جہل مرکب سخت بری بلا ہے اور اس میں مبتلا ہونے والا دونوں جہانوں میں سخت ذلیل وحقیر ہوتا ہے۔	۷۱۴	ہندہ نے نابالغہ دختر کا نکاح خالد غیر کفو سے لاعلمی میں کردیا، بعد بلوغ زوجہ وعلم غیر کفو ہونے زوج کے زوجین میں نااتفاقی ہے اور ہندہ بھی ناراض ہے، دختر مفارقت چاہتی خالد طلاق نہیں دیتا۔ کیا حکم ہے۔	۷۱۸
بدمذہب اہل جہنم کے کتّے ہیں۔	۷۱۴	زید ٹھاکر تھا مسلمان ہوکر نکاح چاہتا ہے، بعد اسلام کس قوم میں شمار ہوگا، کس قوم کی لڑکی کے ساتھ وُہ نکاح کرسکتا ہے، شرعًا کس قوم پر استحقاق ہے، زید کی اب کی اولاد ماں کی قوم پر ہوگی یا باپ کی ذات پر، رذالت اور شرافت شرعًا قوم پر منحصر ہے یا نہیں۔	۷۱۹
بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔	۷۱۴	جو شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہو اس کی ولاء اسی کے لئے ہے۔	۷۲۱
جولاہے اور کھال پکانے والے اور موچی اور نائی انکے مثل ذلیل پیشہ ورجو اپنے ذلیل پیشوں کے ساتھ معروف ہوں اگر یہ عالم ہوں جب بھی شرفاء کے کفو نہیں ہوسکتے۔	۷۱۵	ولاء ایک رشتہ ہے مثل رشتہ نسب کے۔	۷۲۱
ہمارے بلاد میں سیدانیاں پٹھان یا مغل عالم سے عار نہیں کرتیں، ہاں ذلیل پیشے والے وُہ اگر عالم ہوں جب بھی عار زائل نہیں ہوتی۔	۷۱۶	ہندہ منکوحہ خالد کو زید نے رکھ لیا، زید کے ہندہ سے کئی اولادیں ہوئیں، زید لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لوگ کہتے ہیں حرامی ہیں، کیا حکم ہے۔	۷۲۳
اگر ذلیل پیشہ وروں سے کوئی عالم ہو اور وہ اپنے پیشہ کو اتنی مدت سے چھوڑ چکا ہو کہ لوگ اسے بھول گئے ہوں اور قلوب میں اس شخص کی وقعت اور نگاہوں میں عظمت ہوگئی ہو اب اس سے شرفاء کی بیٹیوں کو عار نہ ہو تو یہ بھی کفو ہوسکے گا۔	۷۱۶	حدیث "ولد الزنا شر الثلثۃ" کا مطلب۔	۷۲۴
سیدانیوں سے پٹھان یا مغل وغیرہ غیر سید کے نکاح کا حکم۔	۷۱۷	حدیث "فرخ الزنا لایدخل الجنۃ" کا مطلب۔	۷۲۵
ایک شخص کہتا ہے کہ سید یعنی آل نبی کی دختر ہر ایک کو پہنچ سکتی ہے، کسی نے کہا اگر جاروب کش مسلمان ہوجائے اسے بھی، جواب دیا کچھ مضائقہ نہیں، کیا حکم ہے۔	۷۱۷	زید صدیقی متقی ہے اس نے عمرو کے کہنے سے کہ خالد تیرا کفو ہے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا، بعد نکاح معلوم ہوا کہ خالد کے یہاں ہمیشہ سے پیشہ حرامکاری جاری ہے اس کے خاندان کے اکثر لوگ زناکاری کراتے اور ایسی ہی ان کی اولاد ہے مگر اب خالد نے لوگوں کے کہنے سننے سے اپنی بہنوں کا نکاح کردیا، کیا نابالغہ کا نکاح خالد سے جائز ولازم ہوا، زید کو حق فسخ ہے یا نہیں۔	۷۲۶

زید حرامی مگر مسلمان دیندار ہے، اس کی اولاد سے حلالی اپنی اولاد کا عقد کرسکتے ہیں یا نہیں۔	۴۲۸	حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے اپنی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم کہ بطن پاک حضرت بتول زہراء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے تھیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نکاح میں دیں۔	۴۳۰
نکاح میں کفاءۃ معتبر اور کفاءۃ کا مدار عرف پر ہے۔	۴۲۸	لڑکی بالغہ ہوگئی، کفو ملتا نہیں، غیر کفو ملتے ہیں کم حیثیت یا لڑکی کے باپ سے زائد حیثیت رکھنے والے، مگر ذات کے اچھے نہیں، ان میں سے کس سے نکاح کیا جائے یا کفو کا انتظار کیا جائے۔	۴۳۰
ایک شخص نے ایک یتیمہ نابالغہ سید زادی پالی، بحالت نابالغی پٹھان سے اس کا عقد کردیا، نابالغہ کے بھائی کو اطلاع بھی نہ دی لڑکی بالغہ ہے اور زوج مفقود الخبر ہوگیا، وہ اپنا دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔	۴۲۸	فقط مالی حیثیت میں کم ہونا مانع کفاءۃ نہیں۔	۴۳۱
زید نے منکوحہ کو طلاق دی اور اس کی نابالغہ دختر مطلقہ کے پاس رہی، زید سفر کرگیا اور متنبہ کرگیا کہ خبردار اس کا نکاح میری رائے کے خلاف نہ ہو۔ ماں نے زید کے خلاف رائے غیر کفو سے نکاح کردیا، جائز ہوا یا ناجائز۔	۴۲۹	باپ شریف ہو اور ماں طوائف جو توبہ کرکے اس کے باپ کے نکاح میں آئی ہو تو اس سے اولاد کے نسب پر کوئی حرف نہیں آتا۔	۴۳۱
سیدہ سے غیر سید نے نکاح کیا اس پر لوگ اسے کافر کہتے ہیں، کافر کہنے والوں کا کیا حکم ہے۔	۴۳۰	ہندہ کو یہ یقین دلا کر کہ محمود نجیب الطرفین تیرا کفو ہے ہندہ کا اس سے نکاح کردیا، بعد کو ثابت ہوا کہ وہ کفو نہیں، ہندہ اور اس کے عزیز عار سمجھتے ہیں، ہندہ کا باپ بھی ناراض ہے، یہ نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہیں، یا نکاح فسخ ہی مانا جائے۔	۴۳۱
سیدہ بالغہ باکرہ یا ثیبہ یا مطلقہ اگر غیر سید سے نکاح کرے تو جائز ہوگا یا نہیں۔	۴۳۰	قریش بعض ان کے کفو ہیں بعض کے۔	۴۳۲
غیر سید نے سیدہ سے نکاح کیا، اولاد سید ہوگی یا نہیں۔	۴۳۰	نابالغہ کا عقد بے اجازت اس کے والد کے کسی غیر کفو سے اس کی ماں کردے، تو کیا حکم ہے، اور اگر ماں کو بھی دھوکا دیا گیا ہو کہ اپنے آپ کو کسی نے شریف بتایا ہو اور وہ ہو نہایت نیچ ذات، اس صورت میں نکاح فسخ ہوتا ہے یا نہیں، بے طلاق والدین دوسرے شریف النسب سے نکاح کرسکتے ہیں۔	۴۳۲
سید سے نکاح کرنے والے کو کافر کہنے والوں کو تجدید اسلام چاہئے۔	۴۳۰	ایک اسی طرح کا اور سوال اور اس کا جواب۔	۴۳۳

محمد یحیٰی فوت ہوا انہوں نے اپنے باپ شاہ عبدالکریم اور بھائی محمد زکریا اور دختر مسماۃ محمودہ بی بی از زوجہ اولٰی دختر راضیہ بی بی از ثانیہ وغیرہ ورثا چھوڑے، شاہ عبدالکریم صاحب بولایتِ خود محمودہ کا نکاح مولوی محمد یحیٰی کے نانہالی رشتہ دار کے فرزند سے کرکے انتقال کرگئے وقتِ انتقال حافظ محمد زکریا وغیرہ کو بلا کر وصیت کی کہ رضیہ جس کی عمر ڈیڑھ سال ہے اس کا عقد تمہارے بیٹے عبدالسلام کے ساتھ بولایت جائز اپنے کئے دیتا ہوں ماں اور نانا دوسری جگہ غیر کفو سے اب اس کا عقد کیا چاہتے ہیں کیا حکم ہے۔	۷۳۴		

فہرست ضمنی مسائل

زید بکر کا رضاعی بھائی ہے، زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے کیسا ہے۔	۲۷۹	بکر نے زید کی بی بی کا پہلی اولاد پر دودھ پیا تین اولادوں کے بعد زید کی جولڑکی ہوئی اس لڑکی سے بکر کے نکاح کا حکم۔	۴۶۳
اگر پسر زید نے زوجہ عمرو کی چھاتی جبکہ وہ چار پانچ ماہ کی حاملہ تھی اور حمل بھی پہلا تھا منہ میں لے لی اس وقت دودھ ہونا معلوم نہیں تو اس لڑکے کا عمرو کی لڑکی سے نکاح ہوگا یا نہیں۔	۲۸۴	اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بیٹی سے نکاح کے بارے میں بعض بنگالیوں کے فتوے کارد۔	۴۷۰
ثبوتِ رضاعت کے لئے ضروری ہے کہ جوفِ صبی میں دودھ کا قطرہ منہ یا ناک کے راستے جانا معلوم ہو محض چھاتی دبانے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی۔	۲۸۴	بھائی کی رضاعی نواسی سے نکاح جہالت، گمراہی اور شریعت پر افتراء ہے۔	۴۷۷
دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت نہیں قوتِ مزاج وکثرتِ خون سے کنواری کو دودھ اُتر سکتا ہے۔	۲۸۴	جس مرد کی طرف دودھ منسوب ہے وہ رضیع کا باپ، اس کی اولاد رضیع کے بھائی بہن، اس کے بھائی رضیع کے چچے اور اس کی بہنیں رضیع کی پھوپھیاں ہوں گی جبکہ رضیع کی اولاد اس مرد کی اولاد ہوگی۔	۴۷۸
ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا ہندہ کی نواسی سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے۔	۳۱۱	رضیع ومرضعہ کی اولادوں کے درمیان نکاح کے حرام ہونے پر تیس نصوص۔	۴۹۱
ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے پر زینب کی دختر حرام ہے۔	۳۳۹	رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔	۴۹۲
لیلٰی وسلمٰی رضاعی بہنیں ہیں زید نے لیلٰی سے نکاح کیا ہے زید کے پسر عمرو کا نکاح سلمٰی سے جائز ہے۔	۳۴۰	رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے۔	۴۹۳
زید نے ہندہ سے نکاح کیا، ہندہ سے حسن وحسین پیدا ہوئے پھر بعد ہندہ حفصہ سے نکاح کیا، حفصہ نے اپنی بیٹی کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا تو بکر کا نکاح زاہدہ بنت حسن سے جائز ہے یا نہیں،	۳۴۷	رضیع کی بیوی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے۔	۴۹۳
کیا زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے۔	۴۲۲	رضیع کی بیٹیاں اور نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں۔	۴۹۳
فقیرے نے بیبا کا دودھ حفیظن کے ساتھ پیا پھر بیبا کے فہیمن ہوئی فقیرے کا نکاح فہیمن سے کیسا ہے۔	۴۶۰	دودھ کا چچا بھی چچا ہے ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔	۴۹۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتابُ النّکاح

(نکاح کا بیان)

مسئلہ ۱: جس شادی میں رقص اور باجا وغیرہ ممنوعات شرعیہ ہوں وہاں نکاح ہوجاتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ یہ ناچ اور اکثر باجے شرعًا حرام ہیں اور ان کے دیکھنے سننے کا مرتکب فاسق و گنہگار، مگر کفر نہیں کہ نکاح ہی نہ ہو، شرع مطہر میں نکاح صرف اس سے ہوجاتا ہے کہ مرد وزن ایجاب وقبول کریں اور دو گواہ سُنتے سمجھتے ہوں، باقی اس کا کسی ممنوع شرعی پر مشتمل نہ ہونا شرط نہیں۔ شیطان کے طرق اغوا سے ایک بدتر طریقہ یہ بھی ہے کہ آدمی کو حسنات کے حیلہ سے ہلاک کرتا ہے۔ **امر بالمعروف ونہی عن المنکر** عمدہ تمغائے مسلمانی ہے۔ اس نیک کام میں بہت لوگ حدود خداوندی کا خیال نہیں رکھتے اور تشدد وتعصب کو یہاں تک نباہتے ہیں کہ ان کا گناہ ان جاہلوں کے گناہ سے بدرجہا زائد ہوجاتا ہے جن کے لیے یہ ناصح مشفق بنے تھے، اور یہ بلا حضراتِ وہابیہ میں بہت ہے ذرا ذرا سی بات کو کفر، شرک، بدعتِ ضلالت مخل اصل ایمان کہہ دیتے ہیں اور مطلق پاس ولحاظ اسلام و مسلمین دل میں نہیں لاتے۔ اسی طرح یہ قائل بھی اوروں کو ناچ گانے سے روکتا تھا اور خود اس سے اشد گناہ یعنی شریعت مطہرہ پر افتراء کیا معہذا اس پر لازم کہ اہل ہند اکثر عوام مسلمین مرد وزن کو **معاذ اللہ** زانی وزانیہ اور ان کی اولاد کو ولد الزنا ٹھہرائے حالانکہ حق سبحٰنہ و تعالٰی فرماتا ہے:

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ﴿۱۷﴾ [1]	اللہ تعالٰی تمھیں دوبارہ کبھی اس طرح کرنے سے منع فرماتا ہے بشرطیکہ تم مومن ہو۔(ت)

غرض امر بالمعروف ونھی عن المنکر کی بھی ایک حد مقرر ہے کہ اس سے تجاوز آدمی کو خود ترک معروف وارتکابِ منکر میں مبتلا کردیتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ [2]	جس نے حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔(ت)

ہاں اگر دُولھا دلھن میں سے کسی کا یہ عقیدہ ومذہب ہو کہ رنڈیوں کا یہ ناچ حلال ومباح ہے تو وہاں اس حکم کی گنجائش ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲: از شہر کہنہ ۱۲صفر المظفر ۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماقولھم رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین اس صورت میں کہ شخص واحد کا متولی ہونا دونوں طرفوں نکاح کا جبکہ وہ اصیل ایک طرف سے ہو اور ولی دوسری طرف سے ہو ساتھ ایسے ایجاب کے کہ قائم مقام قبول ہے۔جیسے ابن العم نے سامنے گواہوں کے کہا"زوجت بنت عمی فلانۃ من نفسی"(جیسے چچازاد کہے کہ میں نے اپنی چچازاد فلاں لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کیا۔ت) جائز ونافذ ہے یا نہیں۔اور یہ جواز ونفاذ باجماع علمائے حنفیّہ رحمھم اللہ تعالٰی کے ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مسئولہ میں اگر بنتِ عم نابالغہ ہے اور اس ابنِ عم سے اقرب اس کا کوئی ولی حاضر نہیں، یا بالغہ ہے اور ابن عم نے خاص اپنے ساتھ نکاح کرنے کا اس سے اذن لے لیا ہے عام ازیں کہ اس کے لیے اور ولی اقرب ہو یا نہ ہو"فان ھذہ وکالۃ ولاولایۃ مجبرۃ علی البالغۃ"(تو یہ وکالت ہے بالغہ پر جبری ولایت نہیں ہے۔ت) ائمہ ثلثہ رضوان اللہ تعالٰی علیھم کے نزدیک یہ شخص کہ ایک جانب سے اصیل دوسری طرف سے ولی یا وکیل ہے طرفین نکاح کا متولی ہوسکتا ہے خلافاً للامام زفر رحمہ اللہ تعالٰی (امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ت) ہدایہ میں ہے:

یجوز لابن العم ان یزوج بنت عمہ من نفسہ [3]۔	چچا زاد کو جائز ہے کہ وہ چچازاد لڑکی کا اپنے ساتھ نکاح کر لے۔(ت)

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۷

[2] القرآن ۶۵/ ۱

[3] الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۰۲

فتح القدیر میں ہے: الصغیرۃ بغیر اذنہا والبالغۃ باذنہا[1] (صغیرہ کا نکاح بغیر اجازت اور بالغہ کا اجازت سے کرے۔ ت) ہدایہ میں ہے:

وقال زفر رحمہ اللہ تعالٰی لایجوز، واذا اذنت المرأۃ للرجل ان یزوجہا من نفسہ فعقد بحضرۃ شاہدین جاز وقال زفر والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی لایجوز اھ[2]	امام زفر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جائز نہیں۔ اور جب کسی عورت نے کسی مرد کو اپنے ساتھ نکاح کی اجازت دے دی تو اس مرد نے اگر دو گواہوں کی موجودگی میں اس سے نکاح کرلیا تو جائز ہے۔ اور امام زفر اور شافعی رحمہما اللہ تعالٰی نے فرمایا ناجائز ہے اھ (ت)
اقول: وبہ ظہر ان مافی ردالمحتار من نفاذ خمس صور بالاتفاق وھی التی لافضولی فیہا من جانب، فانما اراد الاتفاق من ائمتنا الثلثۃ لاجمیع الائمۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین۔	**اقول** (میں کہتا ہوں) اس سے واضح ہوا کہ ان پانچ صورتوں کے بارے میں جن میں سے کسی جانب سے خود نکاح کرنے والا فضولی نہ بنے، ردالمحتار کا "بالاتفاق" کہنا اس سے ان کی مراد صرف امام ابوحنیفہ، امام یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق ہے تمام ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالٰی کا اتفاق مراد نہیں ہے۔ (ت)

پس ان صورتوں میں اس کی تنہا عبارت قائم مقام عبارتین ایجاب وقبول ہوجائے گی اور عبارت دیگر کی حاجت نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے:

اذا تولی طرفیہ فقولہ زوجت یتضمن الشطرین ولایحتاج الی القبول[3]۔	جب یہ شخص نکاح کی دونوں طرفوں کا ولی ہو تو اس کا یہ کہنا کہ میں نے نکاح کرلیا، ایجاب وقبول دونوں طرفوں کو شامل ہوگا اور اب قبول کہنے کی ضرورت نہیں، نکاح کرلیا یا نکاح کردیا کہے دونوں طرح جائز ہے۔ (ت)

عام ازیں کہ یہ شخص وہ لفظ ادا کرے جن میں خود اصیل ہے مثلاً "تزوجت" یا وہ جس میں ولی یا وکیل ہے جیسے "زوجت" خلافا للامام شیخ الامام بکر خواھر زادہ فی الثانی (امام شیخ الاسلام بکر خواہر زادہ کا دوسرے یعنی "نکاح کردیا" کہنے میں خلاف ہے۔ ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۱۹۶/۳

[2] الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۰۲/۲

[3] الہدایۃ فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳۰۲/۲

فتح القدیر میں ہے:

قال شیخ الاسلام خواھر زادہ ھذا اذا ذکر لفظا ھو اصیل فیہ امااذا ذکر لفظا ھونائب فیہ فلایکفی،فان قال تزوجت فلانۃ کفی وان قال زوجتھا من نفسی لایکفی لانہ نائب فیہ وعبارۃ الھدایۃ وھی ماذکرناہ انفاصریحۃ فی نفی ھذا الاشتراط وصرح بنفیہ فی التجنیس ایضا،فی علامۃ غریب الروایۃ والفتاوی الصغری [1] الخ۔	شیخ الاسلام خواہر زادہ نے کہا ہے کہ یہ اس وقت جائز ہوگا جب وہ اپنے اصیل ہونے کو تعبیر کرے،یعنی "میں نے نکاح کرلیا" کہے،لیکن اگر اس نے نائب ہونے کو تعبیر کیااور "نکاح کردیا" کہا تو یہ کافی نہیں،پس اگر اس نے "فلاں عورت سے نکاح کرلیا" کہا،تو وہ کافی ہے اور اگریوں کہاکہ "میں نے فلاں عورت کا اپنے ساتھ نکاح کردیا" توکافی نہ ہوگا کیونکہ اس کہنے میں وہ نائب ہے۔اور ہدایہ کی وہ عبارت جو ابھی ہم نے ذکر کی ہے وہ اس بات کی نفی میں صریح ہے اور تجنیس میں بھی اس کی نفی پر تصریح،غریب الروایۃ اور فتاوٰی صغرٰی کے حوالے سے کی ہے الخ(ت)
قلت وعلی ھذا عول فی الدر وغیرہ من المعتبرات وافاد البحر وغیرہ ضعف خلافہ۔	**قلت**(میں کہتاہوں۔ت)کہ دُر وغیرہ معتبرہ کتب میں اسی کو معتمد علیہ قرار دیا ہے۔اور بحر وغیرہ نے اس کے خلاف کو ضعیف ظاہر کیا ہے۔(ت)

البتہ مشہود کے سامنے منکوحہ کامتمیز ہوجانا ضرور ہے۔

حتی لوکان حاضرۃ متنقبۃ کفت الاشارۃ وان کان الاحوط کشف الوجہ۔	حتی کہ اگر وہ عورت نقاب پہنے مجلس میں حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ وہ چہرہ کُھلا رکھے۔(ت)

پس اگر بحالتِ غیبت صرف بنتِ عمی یا فلانۃ یابنتِ عمی فلانۃ یا ان کے مثل جس لفظ سے شہود اسے متمیز کرلیں تو اس قدر کافی،ورنہ ذکرِاب وجد یعنی فلانہ بنتِ فلاں بن فلاں کہنا ضروری ہے۔

خلافا للامام الخصاف ومنتقی الامام الحاکم الشھید والامام شمس الائمۃ السرخسی۔	امام خصاف نے اور منتقی میں امام حاکم شہید اور امام شمس الائمہ سرخسی نے اس کے خلاف قول کیا ہے۔(ت)

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ سکھر ۳/ ۱۹۷

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر لابد من تمییز المنکوحة عند الشاهدین لتنتفی الجهالة. فان کانت حاضرة متنقبة کفی الاشارة الیها والاحتیاط کشف وجهها فان لم یروا شخصها وسمعوا کلامها من البیت ان کانت وحدها فیه جاز ولو معها اخری فلا لعدم زوال الجهالة وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامها بان عقد لها وکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکر اسمها اذا علموا انه ارادها وان لم یعرفوها لابد من ذکر اسمها واسم ابیها وجدها وجوز الخصاف النکاح مطلقا حتی لو وکلته فقال بحضرتهما زوجت نفسی من موکلتی او من امرأة جعلت امرها بیدی فانه یصح عنده قال قاضی خان والخصاف کان کبیرا فی العلم یجوز الاقتداء به وذکر الحاکم الشهید فی المنتقی کما قال الخصاف اھ قلت وفی التتارخانیة	بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کا ممتاز ہونا ضروری ہے تاکہ کسی قسم کی جہالت ولاعلمی نہ رہے، پس اگر مجلس میں نقاب پہن کر حاضر ہو تو نکاح میں اس کی طرف اشارہ کافی ہے اگرچہ چہرہ کُھلا رکھنے میں احتیاط ہے۔ اگر مجلس والے اس عورت کی شخصیت کو نہ دیکھ پائیں اور کمرے میں سے اس کی آواز سن رہے ہوں اگر وہ کمرے میں اکیلی ہو تو نکاح جائز ہے اور اگر اس کے ساتھ کمرے میں کوئی عورت بھی ہو تو جائز نہیں، کیونکہ لاعلمی باقی ہے۔ اور اگر وہ عورت مجلس میں موجود نہیں اور اس کی آواز بھی سنی نہیں جاسکتی اس کی طرف سے اس کا نکاح وکیل کر رہا ہو تو اگر گواہ اس عورت کو جانتے ہیں تو نکاح میں عورت کا نام ذکر کردینا کافی ہے جبکہ گواہوں کو علم ہو کہ وکیل کی مراد وہی عورت ہے۔ اور اگر گواہ اس کو نہ پہچانتے ہوں تو عورت، اس کے والد اور دادا کا نام ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور امام خصاف نے نام ذکر کئے بغیر بھی جائز کہا ہے مثلاً ایک عورت نے نکاح کرنے والے کو گواہوں کے سامنے اپنا وکیل بنایا ہو تو اس سے نکاح کرنے والا یوں کہہ دے کہ میں نے ان گواہوں کی موجودگی میں اپنی مؤکلہ کا نکاح اپنے ساتھ کردیا یا یوں کہہ دے کہ جس عورت نے مجھے اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے میں نے اس کا نکاح اپنے ساتھ کردیا، تو اس طرح بھی امام خصاف کے قول پر نکاح صحیح ہوگا، امام قاضی خاں نے فرمایا کہ خصاف کا علم میں بڑا مقام ہے اس کی بات پر

عن المضمرات ان الاول هو الصحيح وعليه الفتوى وكذا قال فى البحر فى فصل الوكيل والفضولى ان المختار فى المذهب خلاف ماقاله الخصاف وان كان الخصاف كبيرا[1] اھ مافی ردالمحتار ملخصا۔	عمل جائز ہے۔اور حاکم شہید نے بھی منتقٰی میں خصاف جیسا قول کیا ہے اھ قلت اور تتارخانیہ میں مضمرات کے حوالے سے ہے کہ پہلا قول صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے۔بحر میں فضولی اور وکیل کی فصل میں یونہی اس کو مذہب میں مختار قرار دیا ہے جو کہ خصاف کے قول کے خلاف ہے اگرچہ خصاف کا بڑا علمی مقام ہے اھ یہاں رد المحتار کی عبارت کا خلاصہ ختم ہوا۔
[3] **اقول:** وما عزاه فی البحر للامام قاضیخان فانما نقله قاضی خان عن الامام شمس الائمة السرخسی اما هو بنفسه فقد قدم عدم الصحة ومعلوم انه انما یقدم مایعتمده۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) بحر میں جو کچھ امام قاضی خاں کی طرف منسوب کیا اس کو قاضی خاں نے امام شمس الائمہ سرخسی سے نقل کیا ہے لیکن خود ان کا موقف عدم صحت ہے جس کو انھوں نے پہلے ذکر کیا ہے اور یہ بات معلوم شدہ ہے کہ وہ اپنے معتمد علیہ کو پہلے ذکر کرتے ہیں۔(ت)

اور اگر بنتِ عم نابالغہ کے لیے ولی اقرب موجود ہے "ای غیر غائب بغیبة منقطعة" (یعنی لمبے سفر پر غائب نہ ہو۔ت) یا بالغہ سے خاص اپنے ساتھ نکاح کرلینے کا اذن نہ لیا اگرچہ اس نے مطلق تزویج کا اذن دیا ہو، تو ان صورتوں میں یہ ابن العم ایک جانب سے فضولی ہوگا اور جو کسی طرف سے فضولی ہو اُس کے لیے "تولی شطری النکاح" جائز نہیں اگرچہ ایجاب وقبول دو عبارتوں جداگانہ میں ادا کرے هو الحق الصواب خلاف لما فهم من بعض الکتب (یہ حق اور صحیح ہے بعض کتب سے جو سمجھا گیا ہے وہ اس کے خلاف ہے۔ت) یہاں تک کہ تنہا اس کا عقد کرلینا امام اعظم وامام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک باطل محض ہے کہ اس کے بعد اجازت ولی یا بالغہ سے بھی نافذ نہ ہوگا۔

خلافا للامام الثانی حیث جعله من الموقوف فان اجاز من له الاجازة جاز والالا۔	امام ثانی (یعنی امام یوسف) نے اس کے خلاف اس نکاح کو موقوف قرار دیا ہے کہ اگر صاحب اجازت اس کو جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ نہیں۔(ت)

تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۲

یتولی طرفی النکاح واحد لیس بفضولی ولو من جانب وان تکلم بکلامین علی الراجح[1] ملخصا اھ	جو شخص دونوں جانب سے نکاح کا ولی ہو وہ کسی جانب سے بھی فضولی نہ قرار پائے گا اگرچہ وہ ایجاب وقبول دو کلاموں سے ادا کرے، یہ راجح قول ہے ملخصًا اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اذا کان فضولیا منھما اومن احدھما ومن الاٰخر اصیلا اووکیلا اوولیا ففی ھذہ الاربع لایتوقف بل یبطل عندھما خلافا للثانی حیث قال یتوقف علی قبول الغائب کما یتوقف اتفاقا لوقبل عنه فضولی اٰخر **قوله** وان تکلم بکلامین خلافا لما فی حواشی الھدایة وشرح الکافی من انه لوتکلم بکلامین یتوقف اتفاقا وردہ فی الفتح بان الحق خلافه ولاوجود لھذا القید فی کلام اصحاب المذھب[2] اھ مختصرًا۔	اگر کوئی شخص دونوں جانب سے فضولی ہو یا ایک جانب سے فضولی اور دوسری جانب سے اصیل ہو یا وکیل یا ولی ہو تو ان چاروں صورتوں میں نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ امام اعظم اور امام محمد کے نزدیک باطل ہوگا، امام یوسف اس کے خلاف ہیں ان کے نزدیک یہ موقوف ہوگا جس طرح ایک فضولی کی طرف سے ایجاب کو دوسرا فضولی قبول کرلے تو بالاتفاق موقوف ہوتا ہے، **قوله** (اس کا قول) کہ اگرچہ دو کلاموں سے ایجاب وقبول کرے، یہ خلاف ہے اس کے جو ہدایہ کے بعض حواشی اور کافی کی شرح میں ہے کہ اگر دو کلاموں سے اس نے ادا کیا تو بالاتفاق نکاح موقوف ہوگا، اس کو فتح میں رد کردیا گیا ہے کیونکہ حق اس کے خلاف ہے اور اس قید کا اصحاب مذہب میں کوئی وجود نہیں ہے اھ **مختصرًا** (ت)

تنویر میں ہے:

لابن العم ان یزوج بنت عمه الصغیرة من نفسه[3]۔	چچازاد کو جائز ہے کہ وہ اپنی چچازاد نابالغہ کا خود اپنے ساتھ نکاح کرلے۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

[2] ردالمحتار باب الکفاءة مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

شامی میں ہے:

ولایخفی ان المراد حیث لاولی اقرب منه[1]۔	اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس سے زیادہ قریب کوئی اور ولی نہ ہو۔ (ت)

شرح علائی میں ہے:

لوزوج الابعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته[2] اھ **اقول:** فافادان الابعد عند حضور الاقرب فضولی فاذا تولی الشطرین بطل۔	اگر بعید ولی نے اقرب کی موجودگی کے باوجود نابالغہ کا نکاح کیا تو یہ اقرب ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اھ (ت) **اقول:** اس کلام کا مفاد یہ ہے کہ اقرب کی موجودگی میں بعید ولی، فضولی قرار پائے گا۔ لہٰذا اگر بعید اس صورت میں دونوں جانب سے ولی بن کر نکاح کرے تو نکاح باطل ہوگا (ت)

اسی میں ہے:

فلو کبیرة فلابد من الاستیذ ان(قبل العقد اھ ش)حتی لو تزوجها بلااستیذان فسکتت اوافصحت بالرضی لایجوز عندهما(لانه تولی طرفی النکاح وهو فضولی من جانبها فلم یتوقف عندهما بل بطل اھ ش)و قال ابویوسف یجوز[3] اھ مزیدا من حاشیة الشامی۔	اگر لڑکی بالغہ ہو تو اس سے اجازت لینا ضروری ہے (قبل از نکاح اھ ش) حتی کہ اگر فضولی نے اس سے خود نکاح بغیر اجازت کرلیا اور لڑکی خاموش رہی یا نکاح کے بعد اس نے رضامندی ظاہر کی تو امام اعظم اور امام محمد کے قول پر نکاح جائز نہ ہوگا کیونکہ یہ بالغہ کی موجودگی میں خود اس کی طرف سے فضولی ہے لہٰذا دونوں اماموں کے نزدیک یہ نکاح موقوف نہ ہوگا بلکہ باطل ہوگا اھ ش، اور امام ابو یوسف کے قول پر جائز ہے۔ اضافی عبارت حاشیہ شامی کی ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار باب الکفاءۃ مطلب فی الوکیل والفضولی الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۲۷/۲
[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱۹۴/۱
[3] درمختار باب الکفاءۃ مجتبائی دہلی ۱۹۶/۱، ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۲۷/۲

فتح القدیر میں ہے:

وکلته ان یزوجها مطلقا فانه لو زوجها من نفسه لایجوز[1]۔	اگر بالغہ نے کسی کو کہا کہ میرا نکاح کردے اور کوئی تخصیص نہ کی اس صورت میں اگر اس شخص نے اس کا نکاح خود اپنے ساتھ کرلیا تو جائز نہ ہوگا۔(ت)

الحمد للہ حکمِ مسئلہ مفصل و منقح ہوگیا اور سوال کی صورت کلیہ یعنی "تولی الواحد طرفی النکاح" اور الفاظ جزئیہ یعنی "زوجت بنت عمی فلانة من نفسی" (نکاح کی دونوں جانب سے ایک ہی شخص کا ولی بننا اور جزئیہ کے الفاظ کہ میں نے چچا زاد کا نکاح اپنے ساتھ کرلیا۔ت) دونوں کے متعلق احکام وخلافیات علمائے کرام وتصحیحات ائمہ وغیرہا ضروریات متعلقہ مقام، سب نے وضوح تام وانجلائے تمام پایا اسی قدر بس ہے اور زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳: علمائے دین اور مفتیان شرع متین بیچ اس مقدمہ کے کیا فرماتے ہیں ایک عورت ہے کہ اس کے علامت سوائے مخرج بول کے اور نہیں ہے اور نکاح اس کا زید سے ہوگیا ہے، بعد نکاح ہونے کے یہ حال معلوم ہوا، اب اس کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورت مسئولہ میں وہ نکاح صحیح اور نصف مہر ذمہ زید لازم،

فی فتاوی الامام قاضی خان، خیار العیب وھو حق الفسخ بسبب العیب عندنا لایثبت فی النکاح فلا ترد المرأة بعیب ما[2] وفی الدر المختار الخلوة بلا مانع کالوطی فی تاکد المهر انتهی[3] مختصرًا و ملخصا، واللہ تعالٰی اعلم۔	فتاوٰی قاضی خاں میں ہے خیار عیب جو کہ عیب کی وجہ سے حق فسخ کا نام ہے، ہمارے نزدیک یہ نکاح میں ثابت نہیں ہوتا، لہٰذا کسی عیب کی بنا پر عورت کا نکاح رَد نہ ہوگا، درمختار میں ہے کہ نکاح کے بعد خلوت وطی کی طرح مہر لازم کردیتی ہے بشرطیکہ خلوت کے دوران کوئی مانع نہ ہو اھ مختصرًا وملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] فتح القدیر فصل فی الوکالۃ بالنکاح المکتبۃ النوریہ الرضویہ سکھر ۳/ ۱۹۷

[2] فتاوٰی قاضیخاں فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۸۷

[3] درمختار باب المہر مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹۔۹۸

مسئلہ ۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ انیس بیس برس ایک مکان میں بے تکلف بطور زن وشوہر رہتے، اور زید لباس اور جملہ امور خانہ داری میں اسے مثل زنانِ برادری رکھتا، خاندان میں آمد ورفت اس کی بتقریب شادی وغمی رہتی، اور زوجہ زید مشہور تھی، اور زید مرد پارسا تھا، اس کی وضع پر گمان بدکاری نہیں ہوتا، آیا مرد وزن زوج وزوجہ تصور کئے جائیں گے؟ اور جو لوگ جلسہ نکاح میں موجود نہ تھے مگر اس حال سے واقف ہیں ان کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مسئولہ میں وہ مرد وزن، زوج وزوجہ تصور کئے جائیں گے یہاں تک کہ جو اشخاص اس حال سے واقف ہیں ان کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دے سکتے ہیں، ہدایہ میں ہے:

وکذالك لورأی انسانا جلس مجلس القضاء یدخل علیه الخصوم حل له ان یشهد علٰی کونه قاضیا وکذا اذا رأی رجلا وامرأة یسکنان بیتا ینبسط کل واحد منهما الی الاٰخر انبساط الازواج [1] وفی الخلاصة واما النکاح اذا رأی رجلا یدخل علی امرأة وسمع من الناس ان فلانة زوجة فلان وسعه ان یشهد انها زوجته وان لم یعاین عقد النکاح [2] وفی فتاوٰی قاضیخان ولو رأی رجلا وامرأة یسکنان فی منزله وینبسط کل واحد منهما علی صاحبه کما یکون بین الازواج حل له ان یشهد علٰی نکاحهما [3]۔	اور ایسے ہی اگر کسی نے ایک شخص کو مجلس قضاء پر دیکھا اور اس کے ہاں فیصلے کے لیے مختلف فریقوں کا آنا جانا دیکھا تو اس کو جائز ہے کہ وہ شخص کے قاضی ہونے کی گواہی دے، اور ایسے ہی اگر کسی مرد وعورت کو ایک کمرے میں خاوند بیوی کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرتے دیکھا، اور خلاصہ میں ہے کہ نکاح کے ثبوت میں اگر کسی نے ایک شخص کو عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے بھی سنا کہ یہ مرد عورت آپس میں خاوند بیوی ہیں تو دیکھنے سننے والے کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے اس مرد کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے ان کے نکاح کی مجلس نہ دیکھی ہو، اور فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کسی نے مرد وعورت کو ایک مکان میں رہتے دیکھا اور ان کو آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف پایا تو اس کے لیے ان دونوں کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے۔ (ت)

[1] ہدایہ کتاب الشهادة مطبع یوسفی لکھنؤ ۱۵۸/۳

[2] خلاصة الفتاوٰی کتاب الشهادة الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۵۲/۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الشهادة علی النکاح نولکشور لکھنؤ ۱۸۵/۱

اور گواہ اگر انھیں زوج زوجہ بیان کریں اور کہیں ہم جلسہ نکاح میں نہ تھے لیکن یہ امر مشہور ہے تو ان کی گواہی شرعًا مقبول ہے اور نکاح ثابت ہو جائے گا۔ درمختار میں ہے:

بل فی العزمیة عن الخانیة معنی التفسیر ان یقولا شھدنا لانا سمعنا من الناس اما لو قالا لم نعاین ذٰلك ولکنه اشتھر عندنا جازت فی الکل وصححه شارح الوھبانیة وغیرہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بلکہ عزمیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ گواہ تفسیر کرتے ہوئے کہیں کہ ہم نے لوگوں سے سنا ہے۔ لیکن اگر یوں بھی کہہ دیا کہ ہم نے نکاح ہوتے نہیں دیکھا لیکن ہمارے ہاں لوگوں میں مشہور ہے کہ (دونوں میاں بیوی ہیں) تو تمام صورتوں میں شہادت درست ہوگی۔ اس قول کو شارح وہبانیہ وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الشہادات مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۹۳

رسالہ
عُبَابُ الْاَنْوَارِ اَنْ لَّانِکَاحَ بِمُجَرّدِ الْاِقْرَارِ ۱۳۰۷ھ
(محض اقرار کی بنیاد پر نکاح نہ ہونے کے بیان میں انوار کی موج)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۵ و ۶: از پنجاب فیروز پور صدر بازار مسجد جامع مرسلہ مولوی فضل الرحمٰن صاحب ۴ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ
از فقیر محمد فضل الرحمان بخدمت حضرت فیض درجت مظہر علوم دینی ومصدر فیوض دنیوی جناب مولانا بالفضل والکمال اولٰنا جناب مولوی محمد احمد رضاخان صاحب فاضل بریلوی دام فیضہ القوی السلام علیکم!

سوال (۱) زید نے ہندہ سے جو اپنے فعل شنیع قبیح سے تائب ہوئی، غیر ضلع میں جاکر نکاح کیا تاکہ کوئی مخل اور مانع اس کار خیر کا نہ ہو، اہل ضلع نے جب ان سے استفسار کیا کہ تمھارا نکاح ہوا ہے؟ تو انھوں نے یہ پاسخ دیا کہ اس قدر مہر پر ہمارا نکاح ہوا ہے، آیا یہ صورتِ نکاح صحیح ہے؟

(۲) اگر زید نے اقرار کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور ہندہ نے بیان کیا کہ یہ میرا خاوند ہے یہ قیل وقال محض شہود میں بیان کی گئی، کیا ان الفاظ سے انعقاد نکاح ہوجاتا ہے، اس صورت میں ذکر مہر نہیں آیا، بعد توفیق وتطبیق روایات کے جواب مزین بمہر ودستخط فرماکر للہ عطافرمایا جائے تاکہ آئندہ کسی جاہل کو مجال باقی نہ رہے والسلام مع الاکرام۔

الجواب:

لك الحمد رب الارباب صل علی الحبیب الاوّاب مع الال والاصحاب واھدنا الحق والصواب اٰمین الٰھنا الوھاب۔	تمام کو پالنے والے اے رب! تیرے لیے ہی تمام حمد ہے، سب سے زیادہ رجوع فرمانے والے محبوب پر رحمت نچھاور فرما اور اس پر مع اس کی آل واصحاب سلامتی نازل فرما اور ہماری حق وصواب پر رہنمائی فرما، آمین، اے عطا کرنے والے ہمارے اللہ تعالٰی! (ت)

کرم فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ واقعی یہ مسئلہ قابل امعان انظار واعمال افکار ہے،

فاقول: وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الی اوج التحقیق (پس میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے اور تحقیق کی بلندی تک پہنچنا اسی کی مدد سے ہے۔ت) اس میں شک نہیں کہ حکم قضا میں نکاح تصادق مرد وزن سے ثابت ہوجاتا ہے یعنی جب وہ دونوں اقرار کریں کہ ہم زوج وزوجہ ہیں یا باہم نکاح ہوگیا ہے یا اور الفاظ جو اس معنی کو مودی ہوں تو بلاشبہہ انھیں زوج وزوجہ جانیں گے اور قضاءً تمام احکام زوجیت ثابت ہوں گے بلکہ عندالناس اس سے بھی کمتر امر ثبوت نکاح کو کافی ہے جب مرد وزن کو دیکھے مثل زن وشو ایک مکان میں رہتے اور باہم انبساط زن وشوئی رکھتے ہیں تو ان پر بدگمانی حرام، اور ان کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز، اگرچہ عقدِ نکاح کا معائنہ نہ کیا ہو،

نص علیه فی الهدایه والهندیة وغیرهما وفی قرة العیون عن الدرر ویشهد من رأی رجلا وامرأة بینهما انبساط الازواج انها عرسه[1]۔	ہدایہ، ہندیہ وغیرہما اور قرۃ العیون میں درر سے، ان سب کتب میں ہے کہ جس نے مرد وعورت کو خاوند بیوی کی طرح بے تکلف معاملات کرتے دیکھا اس کو جائز ہے کہ مرد کے لیے اس عورت کے بیوی ہونے کی شہادت دے۔ (ت)

اسی طرح تسامع بھی سامعین کے نزدیک اثبات نکاح کو بس ہوتا ہے یعنی جب ان کا زوج وزوجہ ہونا لوگوں میں مشہور ہو تو انھیں یہی سمجھا جائے گا، اور زوجیت پر شہادت روا ہوگی اگرچہ خود ان کی زبان سے اقرار نہ سنا ہو۔

کما فی الدر المختار وعامة الاسفار و	جیسا کہ در مختار اور عام کتب میں اور

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشہادات مصطفی البابی مصر ۱/۷۱

فی قرۃ العیون عن العمادیۃ کذا تجوز الشھادۃ بالشھرۃ والتسامع فی النکاح حتی لورأی رجلا یدخل علی امرأۃ وسمع من الناس ان فلانۃ زوجۃ فلان وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ وان لم یعاین عقد النکاح[1]۔	قرۃ العیون میں عمادیہ سے منقول کہ نکاح کے معاملہ میں شہرت کی بناپر بغیر تحقیق شہادت جائز ہے حتی کہ ایک شخص کو ایک عورت کے ہاں آتے جاتے دیکھا اور لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ عورت اس شخص کی بیوی ہے تو اس کو جائز ہے کہ وہ اس عورت کے بارے میں اس شخص کی بیوی ہونے کی شہادت دے اگرچہ اس نے نکاح نہ دیکھا ہو۔ (ت)

توان کا باہم تصادق بدرجہ اولٰی مثبت نکاح،

فی الشامیۃ عن ابی السعود عن العلامۃ الحانوتی صرحوا بان النکاح یثبت بالتصادق والمراد منہ ان القاضی یثبتہ بہ ویحکم بہ[2] اھ ملخصا۔	فتاوٰی شامی میں ہے ابی سعود کی علامہ حانوتی سے راویت ہے کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ مرد وعورت کی آپس میں خاوند بیوی ہونے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجائے گا اس سے مراد یہ ہے کہ قاضی اس نکاح کو ثابت قرار دے گا اور اس کو نافذ رکھے گا اھ ملخصًا (ت)

پس ایسی صورت میں واجب ہے کہ انھیں زوج وزوجہ ہی تصور کیا جائے گا جو خواہی نخواہی ان کی تکذیب کرے گا اور بدگمانی کے ساتھ پیش آئے گا مرتکب حرام قطعی ہوگا بااین ہمہ حکم قضا اور ہے اور امر دیانت اور چیز، اگر وہ اپنے اظہار واخبار میں حقیقۃً سچے ہوں یعنی واقع میں ان کے باہم نکاح ہو لیا ہے تو عنداللہ بھی زوج وزوجہ ہیں ورنہ مجرد ان الفاظ سے جبکہ بطور اخبار بیان میں آئے ہوں نکاح منعقد نہ ہوگا وہ بدستور اجنبی واجنبیہ رہیں گے، نکاح جن امور وافعال کو ثابت وحلال کرتا ہے دیانۃً ان کے لیے اصلاً ثابت وروانہ ہوں گے کہ اس تقدیر پر یہ الفاظ کوئی عقد وانشانہ تھے محض جھوٹی خبر تھی اور جھوٹی خبر دیانۃً باطل وبے اثر،

اقول: علماء تصریح فرماتے ہیں اگر شوہر نے اقرار طلاق کیا کہ میں اسے طلاق دے چکا ہوں اور واقع میں نہ دی تھی تو وہ قضاءً طلاق ہوگئی مگر دیانۃً ہرگز نہ ہوگی کہ اس کا یہ قول طلاق دینا نہ تھا بلکہ طلاق غیر واقع کی جھوٹی خبر دینا تھا، حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

---

[1] قرۃ عیون الاخیار کتاب الشھادات دار الکتاب العربیۃ الکبرٰی مصر ۱/۱۷

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ۲/۲۶۵

الاقرار بالطلاق کاذبًا یقع بہ الطلاق قضاء لادیانۃ[1]۔	طلاق کا جھوٹا اقرار قاضی کے ہاں طلاق قرار پائیگا عنداللہ نہیں۔(ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

رجل طلق زوجتہ المدخولۃ واحدۃ رجعیۃ فسئل کیف طلقت زوجتك فقال ثلثا کاذبا لایقع فی الدیانۃ الاماکان اوقعہ من الواحدۃ الرجعیۃ فیملك مراجعتہا فی العدۃ والحال ھذہ[2] اھ ملخصا۔	ایک شخص نے اپنی مدخولہ بیوی کوایک رجعی طلاق دی تو اس سے پوچھا گیا کہ تونے اپنی بیوی کو کتنی طلاقیں دی ہیں، جواب میں اس نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا کہ میں نے تین طلاقیں دی ہیں۔ تو عنداللہ ایک ہی رجعی طلاق ہوگی جو اس نے دی ہے تو عنداللہ اس کو عدت کے دوران رجوع کا حق ہے۔اھ ملخصًا۔ (ت)

توجب اقرار خلاف واقع سے عنداللہ طلاق واقع نہیں ہوتی، نکاح بدرجہ اولٰی منعقد نہ ہوگا طلاق سبب تحریم فرج ہے اور نکاح سبب تحلیل اور امر فرج میں احتیاط جلیل، ولہٰذا علماء متون وشروح وفتاوٰی میں تصریح فرماتے ہیں کہ مجرد اقرار مرد وزن سے نکاح ہر گز منعقد نہیں ہوتا، اسی پر ۱وقایہ و ۲نقایہ و ۳اصلاح و ۴ملتقی میں کہ سب اعاظم متون معتبرہ مذہب سے ہیں جزم میں فرمایا، اسی پر کتب ۵البیہقی و ۶فتاوائے اہل سمر قند وغیرہما میں اقتصار کیا، اسی کو ۷شرح جصاص و ۸مختارات النوازل و ۹فتاوائے خلاصہ و ۱۰خزانۃ المفتین و ۱۱مختار الفتاوٰی و ۱۲ایضاح الاصلاح و ۱۳جامع الرموز میں مذہب مختار بتایا، اسی کو ۱۴تنویر الابصار و ۱۵درمختار میں مقدم رکھ کر ضعفِ مخالف کی طرف اشارہ فرمایا، اسی کو ۱۶فتاوٰی ظہیریہ و ۱۷فتاوٰی عالمگیریہ میں صحیح کہا، اسی پر ۱۸جواہر اخلاطی میں ان دونوں لفظ فتوٰی یعنی مختار و صحیح کو جمع کرکے تیسرا لفظ آکد واقوی علیہ الفتوی اور زائد کیا، علامہ ۱۹حانوتی وسید ۲۰ابوالسعود کی عبارتیں ابھی گزریں باقی نصوص با لتلخیص یہ ہیں وقایۃ الروایہ ومختصر الوقایۃ میں ہے: لا ینعقد بقولہا عند الشھود ماذن وشوئیم[3] (گواہوں کے سامنے مرد وعورت کا یہ کہنا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، نکاح نہ ہوگا، ت) شرح نقایہ قہستانی میں ہے: لاینعقد علی المختار[4] (مذہب مختار پر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ ت) متن و شروح علامہ ابن کمال وزیر

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الطلاق دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۶

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق مطلب طلق زوجتہ واحدۃ رجعیۃ الخ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸

[3] نقایۃ مختصر الوقایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص۵۱

[4] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۴۵

میں ہے:

لابقولهما مازن وشوئیم لان النکاح اثبات وهذا اظهار والاظهار غیر الاثبات ذکره فی التخییر وقال فی مختارات النوازل هو المختار [1]۔	نکاح منعقد نہ ہوگا جب انھوں نے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں، کیونکہ نکاح، معاملہ کو قائم کرنے کا نام ہے اور مرد وعورت کا یہ اقرار، اظہار ہے اور اظہار اثبات نہیں ہے اس کو انھوں نے تخییر میں ذکر کیا ہے اور مختارات النوازل میں ہے کہ یہی مختار مذہب ہے۔(ت)

متن علامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قالا عند الشهود مازن وشوئیم لاینعقد [2]۔	اگر انھوں نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔(ت)

خانیہ میں ہے:

ذکر البیهقی رحمه الله تعالٰی فی کتابه رجل وامرأة لیس بینهما نکاح اتفقا ان یقرا بالنکاح فاقرا لم یلزمهما قال لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم وکذالك فی البیع اذا اقرا ببیع لم یکن ثم اجاز لم یجز [3]۔	بیہقی رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ کسی مرد وعورت میں پہلے نکاح نہیں ہے اب انھوں نے بالاتفاق نکاح کا اقرار کرلیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے ثابت شدہ چیز کی خبر ہوتی ہے جبکہ اقرار سے قبل ان کا نکاح نہیں تھا، اس طرح خرید وفروخت کا معاملہ ہے کہ دو فریقوں نے بیع کا اقرار کیا حالانکہ پہلے بیع نہ تھی تو اس اقرار سے بیع منعقد نہ ہوگی۔(ت)

اسی میں ہے:

ذکر فی النوازل رجل وامرأة اقرا بین یدی الشهود بالفارسیة مازن وشوئیم لاینعقد النکاح بینهما وکذا لو قال لامرأة هٰذه	نوازل میں مذکور ہے کہ مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے یہ اقرار فارسی میں کیا کہ "ہم بیوی خاوند ہیں" تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مرد نے

[1] ایضاح واصلاح

[2] ملتقی الابحر کتاب النکاح موسسة الرسالة بیروت ۱/ ۲۳۸

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۹

امرأتی وقالت ھی، ھذا زوجی لایکون نکاحا[1]۔	ایک عورت کے بارے میں کہا کہ یہ میری بیوی ہے اور اس عورت نے بھی کہا کہ یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح منعقد نہ ہوگا۔(ت)

فتاوٰی امام علامہ حسین بن محمد سمعانی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشھود فقال مازن وشوئیم لاینعقد ھو المختار لان النکاح اثبات والاظھار غیر الاثبات ولھذا لواقربالمال لانسان کاذبا لایصیر ملکا خ(یعنی الخلاصۃ)ولو قال الرجل ھذہ امرأتی وقالت المرأۃ ھذا زوجی بمحضر من الشھود لایکون نکاحا لان الاقرار اخبار عن امر متقدم ولم یتقدم[2]س)(ای فتاوٰی اھل سمرقند)۔(ملخصًا)	مرد وعورت نے گواہوں کے سامنے کہا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو نکاح نہ ہوگا،یہی مختار ہے، کیونکہ نکاح اثبات کا نام ہے،اور اقرار اثبات نہیں ہوتا بلکہ اظہار ہوتا ہے،یہی وجہ ہے کہ اگر کسی نے کسی دوسرے کے لیے اپنے مال کا جھوٹا اقرار کیا تو دوسرے کے لیے ملکیت ثابت نہ ہوگی،خ(یعنی خلاصہ)اگر کسی مرد نے کسی عورت کے متعلق کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے،تو گواہوں کے سامنے اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار پہلے سے موجود چیز کے بارے میں خبر ہوتی ہے جبکہ یہاں نکاح موجود نہیں ہے،س(فتاوٰی سمرقند)۔(ت)

متن مولٰی غزی وشرح محقق علائی میں ہے:

لاینعقد بالاقرار علی المختار خلاصۃ کقولہ ھی امرأتی الاقرار اظھار لما ھو ثابت ولیس بانشاء[3]الخ وسیأتی تمامہ۔	محض اقرار سے نکاح نہ ہوگا مختار قول پر،خلاصہ۔جیسا کہ کوئی شخص کہے کہ یہ میری عورت ہے،تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا کیونکہ اقرار ثابت شدہ چیز کے اظہار کا نام ہے اور یہ انشاء نہیں ہوتا الخ یہ مکمل آئندہ آئے گا۔(ت)

فتاوٰی ہندیہ میں عبارت خلاصہ ھو المختار(یہی مختار ہے۔ت)تک نقل کی، پھر لکھا:

لوقال این زنِ من ست بمحضر من الشھود	اگر کسی نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے

[1] فتاوٰی خانیہ کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

[2] خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ ۱/۷۶

[3] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

و قالت المرأۃ ایں شوئی من است ولم یکن بینهما نکاح سابق اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لایکون نکاحا کذا فی الظهیریة وفی شرح الجصاص المختار انه ینعقد اذا قضی بالنکاح اوقال الشهود لهما جعلتما هذا نکاحا فقال نعم ینعقد هکذا فی مختار الفتاوی[1] اھ۔	اور عورت نے کہا کہ یہ میرا خاوند ہے حالانکہ ان کا پہلے نکاح نہیں تھا، تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے جبکہ صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا، ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔اور جصاص کی شرح میں ہے کہ اگر قاضی نے نکاح کا فیصلہ دیا یا مرد وعورت کو گواہوں نے کہا کہ تم نے ان الفاظ کو نکاح بنادیا تو انھوں نے جواب میں ہاں کہہ دیا تو مختار یہ ہے کہ نکاح منعقد ہو جائیگا، مختار الفتاوٰی میں ایسے ہی ہے۔اھ (ت)
اقول: وجه الانعقاد فی الاول ان القضاء یرفع الخلاف او انه ینفذ ظاهراوباطنا وفی الثانی ان السؤال معاد فی الجواب والجعل انشاء کما فی الفتح و الدر وغیرها۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) قاضی کے فیصلے کی صورت میں نکاح ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ حکم قاضی رافع خلاف ہے اور قضا ظاہرًا اور باطنًا نافذ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں انعقاد کی وجہ سے کہ جواب، سوال پر مشتمل ہوتا ہے تو سوال میں نکاح بنانے کا ذکر ہے توجواب میں بھی بنانے کے ذکر سے نکاح کا انشاء ہوگیا، جیسا کہ فتح اور دُر وغیرہ میں ہے۔(ت)

فتاوٰی علامہ برہان الدین بن ابی بکر بن محمد اخلاطی حسینی میں ہے:

اقرا بالنکاح بین یدی الشهود بقولهما مازن و شوئیم لاینعقد،هوالمختار،قال بحضور الشهود هذه المرأۃ زوجی فقالت هذا الرجل زوجی ولم یکن بینهما نکاح سابق لا ینعقد هوالصحیح وعلیه الفتوی[2]۔	دونوں نے گواہوں کے سامنے اقرار کیا کہ ہم بیوی خاوند ہیں تو اس سے نکاح نہ ہوگا یہی مختار ہے مرد نے گواہوں کے سامنے کہا یہ میری بیوی ہے اور عورت نے بھی گواہوں کے سامنے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس سے نکاح نہ ہوگا جبکہ پہلے نکاح نہ تھا یہی صحیح ہے اور اس پر فتوٰی ہے۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۲

[2] جواهر اخلاطی کتاب النکاح فصل فیما ینعقد النکاح من الالفاظ قلمی نسخہ ص ۴۸

بالجملہ اخبار وانشا کا تبائن بدیہی تو ارادہ اخبار ارادہ منافی اور ارادہ منافی عقد کا نافی۔

اقول: وبتقریری هذا اندفع ماعسٰی ان یتوهم من ان النکاح مما یستوی فیه الهزل والجد فلایحتاج الی نیة وقصد حتی لو تکلما بالایجاب والقبول هازلین اومکرهین ینعقد فکان المناط مجرد التلفظ وان عدم القصد وذلك لان بونًا بینًا بین عدم القصد وقصد العدم بارادة شیئ اٰخر غیره مما یحتمله اللفظ ومالایحتاج الی القصد یصح مع الاول دون الاٰخر الاتری انه لوقال انت طالق ولم ینو شیأ طلقت وان نوی الطلاق عن الوثاق اوالاخبار عن طلاق سابق صادقا او کاذبالم تطلق دیانة کما نصوا علیه اتقن هذا فانه هو التحقیق الحقیق بالقبول وان خفی بعضه علی بعض الفحول، علی ان هذا انما هو فی اللفظ الصریح اما الکنایات فلاشك فی توقفها علی النیة کما فی الطلاق والعتاق۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) میری اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ ہوگیا جس میں کہا گیا کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے جن میں مذاق اور قصد برابر ہیں لہٰذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتی کہ جب مرد و عورت نے ایجاب قبول کے کلمات بول دیئے اگرچہ مذاق یا جبر سے کہے ہوں تو نکاح ہوجائے گا اس کی صحت کے لیے صرف الفاظ کی ادائیگی کافی ہے اگرچہ قصد نہ بھی ہو (لہٰذا بصورت اقرار نکاح صحیح ہونا چاہئے) اس شبہہ کے ازالہ کی وجہ یہ ہے کہ قصد نہ ہونا اور بات ہے اور نکاح کے خلاف کسی محتمل لفظ کا قصد کرنا اور بات ہے، ان دونوں میں بڑا فرق ہے، وہ امور جو قصد کے بغیر ہوجاتے ہیں وہ پہلی صورت یعنی قصد نہ ہونے کی صورت میں صحیح ہوجاتے ہیں۔ مگر کسی مخالف چیز کے قصد سے وہ صحیح نہیں ہوتے۔ آپ دیکھئے کہ طلاق کا لفظ بغیر ارادہ کے بولا جائے تو طلاق ہوجاتی ہے لیکن اگر یہی لفظ طلاق بول کر کسی دوسرے معنٰی کا ارادہ کیا جائے مثلاً طلاق بول کر باندھے ہوئے کو کھولنا مراد لیا جائے یا انت طالق کہہ کر پہلی دی ہوئی طلاق کو سچی یا جھوٹی خبر اور حکایت کا قصد وارادہ کیا جائے تو دیانۃً یعنی عنداللہ طلاق نہ ہوگی جیسا کہ فقہاء کرام نے اس کو واضح بیان کیا ہے۔ اس فرق کو محفوظ کرو کیونکہ یہ تحقیق قابل قبول ہے۔ اگرچہ یہ قدرے بعض بڑی شخصیات پر مخفی رہا ہے، تاہم یہ بیان صریح الفاظ کے متعلق ہے لیکن کنایہ کے الفاظ بہر حال نیت کے محتاج ہیں، جیسا کہ طلاق وعتاق میں صریح وکنایہ کا فرق موجود ہے۔ (ت)

اور شک نہیں کہ ظاہرًا اعوام ان الفاظ سے ارادہ انشاء کو جانتے بھی نہ ہوں گے بلکہ جو ان کا مفہوم متبادر ہے یعنی اخبار وہی ان کا مراد ومقصود ہوگا اور سامعین بھی انھیں سن کر یہی سمجھیں گے تو جبکہ واقع میں اس سے پہلے نکاح نہ ہوا تو صرف یہ سوال وجواب واخبار غلط کیونکر انھیں عنداللہ زوج وزوجہ بنا سکتے ہیں،

هذا مما لایعقل ولایستاهل ان یقبل	یہ غیر معقول ہے اور قبول کرلینے کے قابل نہیں،

اقول: فقد بان بحمد الله ضعف مانقل فی التنویر والدر عن الذخیرة بعد ماقدما عدم الانعقاد بالاقرار علی المختار کما سمعت حیث قال عقیبه وقیل ان کان بمحضر من الشهود صح وجعل الاقرار انشاء وهو الاصح ذخیرة[1] اھ فاعلم اولًا ان المولیین المحققین رحمهما الله تعالٰی قد اشارا الی تضعیف هذا بوجوه، اماالمصنف فبتقدیمه الاول وتعبیره هذا بقیل واما المؤلف فبتقریره علی الامرین وتعلیله للاول فان التعلیل دلیل التعویل کما نص علیه فی العقود الدریة وغیرها فافهم، و **ثانیًا** ان تاملت ماالقینا علیك فوجوه ضعفه لاتخفی لدیك ط ففلما تقدم فی کلامی وکلمات العلماء الکرام علی عدم الانعقاد بالاقرار من دلائل لاترد ولاترام ولاشك ان الاقوی دلیلا احق تعویلا و **اما ثانیا** فلما له من کثرة الترجیحات وقد تقرر ان العمل بما علیه الاکثر

اقول: بحمد اللہ تعالٰی تنویر اور دُر میں جو ذخیرہ سے نقل کیا گیا جہاں انھوں نے اقرار انکاح کو مختار قول کے مطابق نکاح قرار دیا جیسا کہ تو نے سنا اور اس کے بعد یہ کہا (کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ اقرار گواہوں کے سامنے ہو تو نکاح صحیح ہے اور اقرار کو انھوں نے انشاء قرار دیا ہے اور ذخیرہ کے حوالے سے اس کو اصح کہا) اس نقل کا ضعف واضح ہوگیا تو غور کرو **اولًا** اس لیے کہ (شامی اور طحطاوی رحمہما اللہ دونوں قابل احترام حضرات نے اس کے ضعف پر کئی وجوہ سے اشارہ فرمایا، اور بیشک مصنف (صاحب در) نے پہلے قول یعنی عدم انعقاد کو پہلے ذکر اور دوسرے کو "**قیل**" کے ساتھ ذکر کیا ہے اور مؤلف یعنی صاحب ذخیرہ نے اگرچہ دونوں قولوں کو ذکر کیا لیکن وجہ اور دلیل صرف پہلے قول کی ذکر کی جو کہ قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے جیسا کہ یہ قاعدہ عقود الدریہ وغیرہ میں بیان ہے، غور کرو ___ **دوسرا** اس لیے کہ میں نے جو وجوہِ ضعف آپ کو بیان کئے ہیں اگر آپ نے غور کیا ہو تو اس نقل کے ضعف کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں مثلا **اول** یہ کہ میں نے اور دیگر علماء کرام نے جو کلمات ذکر کئے ہیں کہ اقرار سے نکاح نہیں ہوتا اور اس پر جو دلائل پیش کئے گئے وہ ناقابل تردید ہیں اور بلاشک وشبہہ جو دلائل وزنی ہوں گے وہ زیادہ قابل اعتماد ہونگے **ثانیًا** اس لیے کہ اس پر کثیر ترجیحات ذکر کی گئی ہیں اور یہ بات مسلمہ ہے کہ جس پر اکثریت ہو وہ عمل کے لیے

[1] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵_۸۶

كمافی العقود وغیرها و **اما ثالثا** فلان ماله من علامة الافتاء اشد قوة واعظم وقعة مما لهذا فقد نصوا ان علیه الفتوی وبه یفتی اکد مایکون من الفاظ الفتوی و **اما رابعا** فلان ماعلیه المتون وهی العمدة والیها الرکون فهذه والاربعة فقد ظهرت من قبل، و **اما خامسا** فلما تسمع اٰنفا،قد اظهر لنا المولی الامام برهان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرهما فی ذخیرته مأخذ خیرته اذبنی ذلك انه ذکر محرر المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه فی صلح الاصل ادعی رجل علی امرأة نکاحا فجحدت فصالحها بمائة علی ان تقربهذا فاقرت فهذا الاقرار جائز والمال لازم[1] اھ فظن المولی البرهان ان محمدا اجاز النکاح بالاقرار وقد علم ان هذا لایصح الابمحضر من الشهود ففرع علیه

قابل قبول ہے جیساکہ عقود وغیرہ میں ہے **ثالثًا** اس لیے کہ جس میں فتوٰی کی قوی علامت پائی جائے وہ قوت اور وقعت کے لحاظ سے پختہ اور وزنی ہوتا ہے، چنانچہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے"**علیه الفتوی**"اور"**به یفتی**"کے الفاظ فتوٰی کے باب میں سب سے زیادہ پختہ الفاظ ہیں۔**رابعًا** اس لیے کہ کتب متون جس کو معتمد علیہ قرار دیں اس کی طرف ہی رجوع کرنا ہوتا ہے، یہ چاروں امور پہلے واضح ہوچکے ہیں، **خامسًا** اس لیے جو آپ ابھی سنیں گے کہ امام برہان الدین محمود بن الصدر السعید تاج الدین احمد قدس سرہمانے اپنے ذخیرہ میں جس کو اپنے پسندیدہ امور کا ماخذ ہمارے لیے ظاہر کیا ہے اس کی بنیاد محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ذکر کردہ مسئلہ پر ہے جس کو انھوں نے اصل یعنی مبسوط کے "باب الصلح"میں بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں دعوٰی بیان کیا کہ یہ میری منکوحہ ہے جبکہ عورت نکاح سے انکاری ہے تو اس نے عورت سے سو روپے کے بدلے صلح کرکے اس سے نکاح کا اقرار کرالیا تو عورت کا اقرار جائز اور مال لازم ہوجائے گا اھ اس سے محترم برہان الدین کو گمان ہوا کہ امام محمد نے عورت کے اقرار سے نکاح کو جائز قرار دیا اور علامہ برہان الدین نے یقین کرلیا کہ یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہوا تو صحیح ہوگا،

[1] ردالمحتار بحوالہ صلح الاصل کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی ٢٦/٢ـ٢٦٥

ان الاصح الصحۃ لوالشھود حضورا۔ قال العبد الضعیف لطف بہ المولٰی اللطیف وای شیئ اکون انا حتی اتکلم بین یدی ھذا الامام الجلیل قدس سرہ الجمیل ولکن کثرۃ تصحیحات الائمۃ وجزمھم فی الجانب الاٰخر بما تجرؤنی ان اقول: وباللّٰہ التوفیق لامساس لما فی الاصل بھٰذا الفصل فان محمدا انما اجاز الاقرار والزم المال فانما افاد جواز الصلح و انقطاع الجدال بحیث لوعادت المرأۃ بعد ذلک الی الجحود لم یسمعہ القاضی امالو لم یجز الصلح لم یلزم المال واقرت المرأۃ علی انکارھا ھذا ھو حاصل جواز الصلح وعدم جوازہ کمالایخفی واین ھذا من انعقاد العقد فی الواقع فیما بینھم وبین ربھم العلیم الخبیر تبارك وتعالٰی الیس قد صرحوا انہ لایطیب لہ البدل ان کان کاذ باولو ادعی رجل علی اٰخر بیع دارہ مثلًا فاقربہ افتداءً عن یمینہ اوفرارا عن ذل الجثوبین یدی القاضی ثبت البیع قضاء وجرت الاحکام من وجوب التسلیم ولزوم الشفعۃ وغیر ذلک لکن ھذا المدعی الکاذب انما یأخذ جمرۃ نار ثم السران المصالحین

اسی لیے انھوں نے اس کے بعد یہ تفریع قائم کی کہ اصح بات یہ ہے کہ گواہ موجود ہو تو اقرار سے نکاح صحیح ہوگا، یہ عبد ضعیف (اللہ تعالٰی مہربان اس پر مہربانی فرمائے) میں کون ہوں جو اس عظیم امام کے سامنے بات کروں لیکن تصحیح کی کثرت اور ائمہ کرام کا جزم اس کے خلاف ہے جس کی وجہ سے مجھے جرات ہو رہی ہے کہ میں بات کروں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ اصل کے بیان کا اس بحث سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے صرف اقرار کو جائز اور مال کو لازم فرمایا ہے جس کا مفاد صرف صلح کا جواز اور جھگڑا ختم کرنا ہے حتی کہ اگر عورت اس کے بعد دوبارہ انکار کرے تو قاضی اس کی سماعت نہیں کرے گا لیکن اگر صلح کو جائز نہ مانا جائے تو مال لازم نہیں ہوگا اور عورت کا انکار باقی رہے گا، صلح کے جواز اور عدم جواز کا حاصل صرف یہی ہے جیسا کہ واضح ہے، اس کا فی الواقع عند اللہ نکاح کے منعقد ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہے، کیا ایسی صورت میں مدعی کے جھوٹا ہونے پر معاوضہ کے اس کے لیے طیب نہ ہونے پر فقہاء نے تصریح نہیں کی، ایک شخص دوسرے کے خلاف اس کے مکان کی فروختگی کا جھوٹا دعوی کرے اور مدعی علیہ قسم سے بچنے کے لیے فروختگی کا اقرار کرلے یا قاضی کے ہاں پیشی کی رسوائی سے بچتے ہوئے اقرار کرلے تو اس صورت قضاء بیع ثابت ہو جائے گی اور اس پر مکان کا قبضہ دینا اور شفعہ وغیرہ جیسے احکام جاری ہوں گے اس کے باوجود جھوٹے مدعی کی وصولی اس کے لیے جہنم کا انگارا ہے، پھر دو صلح کرنے والوں نے

ارادا عقد الصلح وھو انما یصور بارجاعه الی عقد من العقود الشرعیة فلابد من حمله علی اشبه عقد به ضرورۃ تصحیح الکلام وقطع الخصام اما ھھنا اعنی فیما نحن فیه فلم یریدا عقداوانما اخبرا خبرا کذبا و الکذب وان یرج علی الناس فلایصحح عند الله اصلافوضح الفرق وزال الاشتباہ والحمد لله. قال فی الھدایة اذا ادعی رجل علی امرأۃ نکاحا وھی تجحد فصالحته علی مال بدلته حتی یترك الدعوی جاز وکان فی معنی الخلع لانه امکن تصحیحه خلعا فی جانبه بناء علی زعمه وفی جانبھا بذلا للمال لدفع الخصومة قالوا ولایحل له ان یأخذ فیما بینه وبین الله تعالٰی اذا کان مبطلا فی دعواہ [1] اھ قال فی الکفایة ھذا عام فی جمیع انواع الصلح [2] اھ وفی الدرالمختار عن القھستانی اما الصلح علی بعض الدین فیصح ویبرأعن دعوی الباقی ای قضاء لادیانة ولذا لوظفر به اخذہ [3] اھ

جب صلح کا عہد کرلیا تو حکمت کا تقاضا ہے کہ اس معاہدہ کو کسی شرعی عقد کی صورت دینے کے لیے اس کے قریب ترین عقد پر محمول کیا جائے تاکہ ان دونوں کی کلام کو صحیح بنایا جائے اور ان کے جھگڑے کو ختم کیا جاسکے، لیکن یہاں ہمارے زیر بحث مسئلہ میں تو مرد وعورت نے کوئی عقد نہیں کیا بلکہ دونوں نے جھوٹی خبر دی، جھوٹ اگرچہ لوگوں پر اثر انداز ہوجاتا ہے لیکن عنداللہ موثر نہیں ہوسکتا، پس فرق واضح اور اشتباہ ختم ہوا، للہ الحمد،

ہدایہ میں فرمایا اگر کسی مرد نے کسی عورت پر اس سے نکاح کا دعوی کیا جبکہ عورت انکاری ہے اور دعوی کو ختم کرنے کے لیے مال دے کر صلح کرتی ہے تو یہ صلح جائز ہے، اوراس صلح کو خلع کے معنٰی پر محمول کیا جائیگا کیونکہ مرد کی طرف سے اس کے دعوی کی بناپر اس معاوضہ کی وصولی کو خلع قرار دینا صحیح ہے اور عورت کی طرف مال کی ادائیگی جھگڑے کو ختم کرنے کی کارروائی تصور کیا جائیگا، اس کے باوجود فقہاء کرام نے یہاں فرمایا کہ اگر وہ مرد جھوٹا ہے تواس کو عورت سے معاوضہ لینا حلال نہیں ہے اھ اور کفایہ میں کہا کہ یہ ہر قسم کی صلح کو شامل ہے اھ درمختار میں قہستانی سے منقول ہے کہ قرض کے کچھ حصے پر صلح ہوجائے تو جائز ہے اور باقی قرض سے قضاءً بری ہوجائے گا دیانۃً یعنی عنداللہ بری نہ ہوگا اسی لیے اگر قرضخواہ کو موقع ملے تو باقی کو وصول کرے اھ،

---

[1] ہدایہ کتاب الصلح مطبع یوسفی لکھنو ۳/ ۲۴۷

[2] کفایہ مع فتح القدیر کتاب الصلح نوریہ رضویہ سکھر ۷/ ۳۸۹

[3] درمختار کتاب الصلح مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۴۲

وفی الشامیة عن المقدسی عن المحیط قضاہ الالف فانکر الطالب فصالحه بمائة صح ولایحل له اخذھا دیانة [1] اھ،وسرد النقول فی ذاك یطول،وقال فی الهدایة الاصل ان الصلح یجب حمله علی اقرب العقود الیه واشبهها به احتیالا لتصحیح تصرف العاقد ما امکن [2] اھ فبما اسمعتك یتحصل الجواب عن تمسك المولی البرهان بثلثة اوجه "**الاول** ارجاع الصلح الی تلك العقود تقدیر وتصویر ضروری فلایتعدی "**الثانی** انما تثبت هذه العقود بتلك الالفاظ فی ضمن الصلح وکم من شیئ یثبت ضمنا ولایثبت قصدا الاتری ان قوله اعتق عبدك هذا عنی بالف یتضمن الابتیاع مع انه لایعقد قصدا بلفظ الاعتاق،"**الثالث** ان هذه العقود انما تقدر قضاء ولاتؤثر فی الدیانة

اور فتاوٰی شامی میں ہے مقدسی کے حوالے سے محیط سے منقول ہے کہ اگر کسی نے قرض خواہ کو ہزار دیا مگر قرضخواہ وصولی سے منکر ہے تو مقروض نے ایک صد پر صلح کر لی تو صحیح ہے لیکن قرض خواہ کو دیانۃً لینا حلال نہیں ہے اھ، یہاں تمام نقول کو ذکر کرنا ناطوالت کا باعث ہوگا، ہدایہ میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ صلح کرنے والے کے تصرف کو صحیح قرار دینے کے لیے صلح کے قریب ترین کسی عقد پر محمول کرنا ضروری ہے تاکہ حتی الامکان اس کے عقد کو صحیح بنایا جاسکے اھ، میں نے جو کچھ بیان کیا ہے اس سے مولانا برھان الدین کی دلیل کے تین جواب ہوئے **پہلا** یہ کہ اس صلح کو عقود کی طرف راجح کرنا صرف فرضی صورت ہے جو کہ ایک ضرورت کے لیے ہے اس ضرورت کے بغیر تجاوز کرنا درست نہیں، **دوسرا** یہ کہ ان عقود کا ثبوت صلح کے الفاظ میں ضمناً ہوتا ہے جبکہ بہت سے امور ضمناً تو ثابت ہوتے ہیں لیکن مقصوداً ثابت نہیں ہوتے،آپ غور کریں کہ جب کوئی کہتا ہے کہ تو اپنے غلام کو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے آزاد کردے تو یہاں ضمناً بیع ہوجاتی ہے، جبکہ "آزاد کردے" کے لفظ سے قصداً بیع منعقد نہیں ہوتی، **تیسرا** یہ کہ یہ عقود صلح کے ضمن میں صرف قضاءً نافذ ہوتے ہیں،

[1] ردالمحتار کتاب الصلح داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۴۷۵

[2] ہدایہ کتاب الصلح مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۴۶

اذا کان مبطلا ونحن لاننکران باقرار هما یثبت النکاح قضاء وانما الکلام فی الدیانة فان کان مراد الامام البرهان هو الصحة قضاء وقد یستأنس له بقوله عطر الله مرقده جعل الاقرار انشاء حیث لم یقل کان انشاء ویعینه بناؤه الامر علی عبارة الاصل فانها کما علمت لاتفید الاالجواز قضاء فهذا حق لامریة فیه ولاغروفی المصیر الیه تصحیحا لکلام هذا الامام وتحصیلا للوفاق بینه وبین غیره من الائمة الاعلام وان کان فیه بعد بالنظر الٰی ظاهر الکلام والافلاشك ان الحق مع هٰؤلاء الجهابذة الکرام والله تعالٰی اعلم بحقیقة الامر فی کل مرام والحمدلله مولٰینا الهادی ذی الجلال والاکرام۔	صلح جھوٹ پر مبنی ہو تو دیانۃً نافذ نہیں ہوتے، اور یہ بات ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرد و عورت کے قاضی کے ہاں اقرار سے قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ہماری گفتگو دیانت یعنی عنداللہ کے بارے میں ہے، تو اگر امام برہان الدین کی مراد یہ ہو کہ صرف قضاءً نکاح ہوجاتا ہے جبکہ ان کا کلام اس طرف مائل ہوتا ہے کیونکہ انھوں نے اقرار کو انشاء بنایا ہے اور یہ نہیں فرمایا کہ وہ انشاء ہے اور پھر انھوں نے اپنی بات کا مدار اصل یعنی مبسوط کی عبارت کو بنایا ہے جس سے صرف قضاءً جواز ثابت ہے اگر ان کا یہی مقصد ہے تو بجا اور حق ہے جس میں کسی شبہ کی گنجائش نہیں ہے اور اگر اس عظیم امام کے کلام کو درست بنانے کے لیے اس مقصد کی طرف راجع کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے اگرچہ ان کے ظاہر کلام سے یہ مقصد بعید نظر آتا ہے تاہم اس سے ان کے اور دیگر ائمہ کرام کے کلام میں موافقت پیدا ہوجاتی ہے اور اگر ان کا مذکورہ مقصد نہ ہو تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے مقابلہ میں دیگر ائمہ کا کلام حق ہے اور ہر مقصد میں اللہ تعالٰی ہی حقیقت کو بہتر جاننے والا ہے، اللہ تعالٰی رہنمائی فرمانے والے کے لیے تمام تعریفیں ہیں۔(ت)

ہاں اگر مرد وزن نے وہ الفاظ کہے جو امر ماضی سے خبر دینے کے لیے متعین نہ تھے مثلاً مرد نے کہا یہ میری زوجہ ہے، عورت بولی یہ میرا شوہر ہے، یا مرد نے کہا میں اس کا خاوند ہوں، عورت بولی میں اس کی جورو ہوں، اور دونوں نے ان الفاظ سے عقد نکاح کرنے کی نیت کی یعنی ان میں کسی کا قصد اخبار نہ تھا دونوں نے بارادہ انشاء کہے تو بیشک یہ الفاظ عقد نکاح ٹھہریں گے کہ جب قصد اخبار نہیں تو یہ لفظ اقرار نہیں اور جب اخبار ماضی کے لیے متعین نہیں تو ارادہ انشاء کے صالح ہیں تو انھوں نے الفاظِ صالحہ سے قصد انشاء کیا اور اسی قدر تحقیق ایجاب و قبول کے لیے بس ہے۔ بخلاف ان الفاظ کے جو اخبار الماضی کے سوا دوسرے معنی کے محتمل نہ ہوں مثلاً کہیں باہم ہمارا نکاح ہوچکا ہے کہ اب اخبار میں متعین اور انشاء سے مبائن،

[۳]**اقول:** ھذا الذی قررته بتوفیق اللہ تعالٰی یجب ان یکون ھو المراد من قوله الامام الاجل فقیه النفس قاضیخاں رحمه اللہ تعالٰی حیث افاد بعد ماا ثر عن البیھقی والنوازل مااسلفنا،قال مولٰنا رضی اللہ تعالٰی عنه ینبغی ان یکون الجواب علی التفصیل ان اقرا بعقد ماض ولم یکن بینھما عقد لایکون نکاحا وان اقرت المرأۃ انه زوجھا واقر االرجل انھا امرأته یکون ذٰلك نکاحا،ویتضمن اقرارھما بذلك انشاء النکاح بینھما بخلاف مااذا اقرا بعقد لم یکن لان ذٰلك کذب محض وھو کما قال ابوحنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه اذا قال الرجل لامرأته لست لی بامرأۃ ونوی به الطلاق یقع ویجعل کانه قال لست لی بامرأۃ لانی قد طلقتك ولو قال لم اکن تزوجتھا ونوی به الطلاق لایقع لان ذٰلك کذب محض لایمکن تصحیحه [1] اھ قال فی الفتح علی مانقل عنه فی ردالمحتار ان الحق ھذا التفصیل [2] اھ

اقول: میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے جو تقریر کی ہے امام اجل فقیہ النفس قاضی خاں کے قول کا بھی لازمی طور پر یہی مقصد ہے جہاں انھوں نے بیہقی اور نوازل کے قول کو ہمارے بیان کردہ کے مطابق نقل کرنے کے بعد افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مناسب ہے کہ جواب میں تفصیل سے کام لیا جائے کہ مرد و عورت نے ماضی میں نکاح نہ ہونے کے باوجود ماضی میں نکاح ہونے کا اقرار کیا تو اس اقرار سے نکاح نہ ہوگا،اور اگر عورت نے اقرار میں یوں کہا کہ یہ میرا خاوند ہے اور مرد نے یوں کہا کہ یہ میری بیوی ہے تو یہ اقرار نکاح قرار پائے گا اور ان کے اقرار کے ضمن میں نکاح ایجاب ہوجائیگا بخلاف جبکہ ماضی کے نکاح کے بارے میں اقرار ہو،کیونکہ وہ محض جھوٹ ہے۔اس تفصیل کا ماحاصل ایسے ہے جیسا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اور اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق ہوجائے گی گویا اس شخص نے یوں کہاں کہ تو میری بیوی نہیں کیونکہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے،اور اگر اس نے بیوی کو یوں کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح نہیں کیا اس قول سے اس نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ ایسا جھوٹ ہے جس کی توجیہ نہیں ہوسکتی اھ ردالمحتار میں فتح سے نقل کیا گیا ہے کہ یہی تفصیل حق ہے اھ،اس

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

[2] ردالمحتار کتاب النکاح الفصل الاول داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۶

فانما المعنی علی ما بینا ولیس المراد ان اللفظ اذالم یتعین للاخبار عن الماضی صح العقد وان نویا به الاخبار کیف وانه لایکون ح الامحض کذب ویشهد لك بذٰلك مااستشهد به من مسئلة الطلاق فانه ان قال لست لی بامرأة ولم ینوبه انشاء الطلاق وانما قصدا الاخبار الکاذب لم یقع قطعا فانه لایقع عند ذلك بالتصریح کما قدمنا فکیف بالکنایات الاتری انه بنفسه قید المسئلة بقوله ونوی الطلاق فکذا یقال ھٰهنا ونویا النکاح ھذا ماصرت الیه لما وعیت ثم بتوفیق المولٰی سبحانه وتعالٰی رأیت العلامة عبدالعلی برجندی نقل فی شرح النقایة کلام الامام فقیه النفس بالمعنی وعبرعنه بعین ما فهمته، ولله الحمد،

تفصیل کا مقصد وہی ہے جو ہم نے بیان کیا اور اس سے یہ مراد نہیں کہ جب اقرار کا لفظ ماضی کی خبر کیلئے متعین نہ ہو تو خبر کے باوجود عقد نکاح صحیح ہوگا، یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مرد وعورت نے محض جھوٹ سے کام لیا ہے، اس کا شاہد یہ بھی ہے کہ امام قاضیخان نے اس بیان پر طلاق کے مسئلہ کو بطور شاہد پیش فرمایا کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری بیوی نہیں ہے اوراس نے انشاء طلاق کا ارادہ نہ کیا بلکہ صرف جھوٹ مراد لیا تو قطعاً طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں صریح لفظ سے جب طلاق نہیں ہوتی تو کنایہ سے کیسے طلاق ہوسکتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں آپ نے غور فرمایا ہوگا کہ انھوں نے اس مسئلہ کو طلاق کی نیت سے مقید کیا ہے (مذکورہ لفظ طلاق کی نیت سے کہے تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں) اسی طرح جھوٹے اقرار نکاح میں بھی دونوں نے نکاح کی نیت کی ہو تو نکاح ہوگا ورنہ نہیں، یہ جس کو میں نے سمجھا وہی میں نے اختیار کیا ہے، پھر میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے علامہ عبدالعلی برجندی کو دیکھا کہ انھوں نے نقایہ کی شرح میں امام قاضی خان کی عبارت کو بالمعنٰی نقل کیا اور اس کی وہی تعبیر کی جو میں نے سمجھی، اور اللہ تعالٰی کے لیے ہی تمام حمد ہے،

وھذا نصه فی الظهیریة لوقال بمحضرمن الشهود این زن من است فقالت ایں شوئی من ست اختلف المشائخ فیه والصحیح انه لاینعقد وفی فتاوی قاضی خان انما لایکون ھذا نکاحا اذا قالا ذلك علی سبیل الاخبار عن عقد ماض ولم یکن بینهما عقد اما

یہی ظہیریہ کی عبارت ہے کہ اگر ایک شخص نے لوگوں کی موجودگی میں ایک عورت کو کہا کہ یہ میری بیوی ہے، اور عورت نے کہا یہ میرا خاوند ہے تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور فتاوٰی قاضیخان میں ہے کہ اس صورت میں نکاح نہ ہوگا جب مرد و

اذا اقرت انه زوجها او اقرانها زوجته وارادا بذلك انشاء النكاح فهو نكاح [1] اھ فالحمد لله علی حسن التفهم،	عورت نے جھوٹی خبر کے طور پر ماضی میں عقد کے بارے میں کہا ہو، اور اگر انھوں نے اس سے انشاء نکاح کا ارادہ کیا تو یہ نکاح منعقد ہوگا، اچھے فہم پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے،
[۱۵] **اقول:** وبما قررت ظهر لك ان هذا الذی اختاره المولی فقیه النفس وقال المحقق علی الاطلاق انه الحق لایخالف ماصححه عامة الائمة اصلا بل هو عین مااعتمدوه فانهم انما صححو ا ان النكاح لاینعقد بالاقرار والاقرار انما یکون عند قصد الاخبار وح قد نص الفقیه علی عدم الانعقاد اما اذا قالاه مریدین به الانشاء لم یکن ذٰلك من الاقرار فی شیئ فان الاقرار هوالاخبار دون الانشاء فتوافق القولان وتظافرت التصحیحات علی صحةماافتیت به فان حمل كلام الذخیرة علی مااسلفناحصل التوفیق فی الاقوال جمیعا والافعلیکم بماحررت عضوا علیه بالنواجذ۔	**اقول:** میری تقریر سے آپ پر واضح ہوگیا کہ جو کچھ امام قاضیخان اور محقق علی الاطلاق نے فرمایا وہی حق ہے اور وہ عام ائمہ کرام کی تصحیح کے ہرگز خلاف نہیں ہے کیونکہ ان ائمہ کرام نے یہی تصحیح کی ہے کہ صرف اقرار سے نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ اقرار ماضی کے بارے میں خبر کا نام ہے جس وجہ سے امام قاضی خان نے نکاح نہ ہونے کی تصریح کی ہے لیکن اگر مرد وعورت نے نکاح منعقد کرنے یعنی انشاء نکاح کے ارادے سے اقرار کیا تو یہ بمعنٰی اخبار نہ ہوگا بلکہ انشاء ہوگا جبکہ اقرار حقیقتًا خبر کو کہتے ہیں پس فقہاء اور امام کے قول کے موافق اور تمام تصحیحات میرے فتوے پر مجتمع ہوگئیں اور اگر ذخیرہ کی عبارت کو اسی معنی میں لیا جائے جو میں نے پہلے ذکر کیا تو اس سے تمام اقوال میں بھی موافقت ہوجائے گی ورنہ میری تحریر کو مضبوطی سے اپناؤ۔ (ت)

[۱۶] **اقول:** اب یہاں ایک مسئلہ خلافیہ وارد ہوگا جس طرح نکاح مسلم میں وقت ایجاب وقبول دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ آزاد اور نکاح مسلم میں انھیں اوصاف کے خاص مسلمین کا حاضر ہونا بالاتفاق اور ان کا کلام عاقدین معًا سننا عندالجمہور علی المذہب المنصور شرط وضرور ہے آیا یوں ہی ان کا کلام عاقدین سمجھنا بھی شرط ہے یا نہیں۔ مثلًا اگر دو ہندیوں کے سامنے مرد وزن نے عربی میں ایجاب وقبول کرلیا وہ نہ سمجھے، آیا یہ نکاح فاسد ہوگا یا صحیح، علمائے کرام کے اس میں دونوں قول منقول ہوئے،

جزم بالاول العلامة الزیلعی فی التبیین و	امام زیلعی نے تبیین میں اور محقق علی الاطلاق نے

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴-۳

المحقق علی الاطلاق فی الفتح والمولی الغزی فی متن التنویر وصححه فی الجوهرة وقال فی الذخیرة والظهیریة وخزانة المفتین والسراج الوهاج وشرحی النقایة للقهستانی والبرجندی ومجمع الانهر والهندیة انه الظاهر [1] وکذا اختاره فقیه النفس فی الخانیة وضعف خلافه قال الذخیرة ثم البحر ثم الدر ومجمع الانهر فکان هوالمذهب [2]، وجزم بالثانی فی الفتاوی وکذا ذکره البقالی وقال فی الخلاصة وجواهر الاخلاطی انه الاصح [3]،وفی مجمع الانهر عن النصاب،علیه الفتوی [4] ولم یتعرض لقید الفهم فی مختصر القدوری والوقایة والنقایة والکنز والاصلاح والایضاح والملتقی وکلاهما روایة عن مدار المذهب محمد رضی الله تعالٰی عنه لما فی الفتح۔	فتح میں پہلے پر جزم کیا ہے اور غزی نے تنویر کے متن میں ذکر کیا اور جوہرہ میں اس کی تصحیح کی۔ذخیرہ، ظہیریہ،خزانۃ المفتین، سراج الوہاج،قہستانی اور برجندی نے اپنی شرحوں، مجمع الانھر اور ہندیہ میں فرمایا کہ یہ ظاہر ہے،اور یونہی قاضی خان نے خانیہ میں اس کو پسندیدہ قرار دیا اور اس کے خلاف کو ضعیف کہا ہے۔اور ذخیرہ،بحر،در،مجمع الانہر نے کہا کہ یہی مذہب ہے،اور دوسرے(صحیح)پر جزم کا اظہار فتاوٰی میں کیا اور یوں اس کو بقالی نے ذکر کیا۔اور خلاصہ اور جواہر الاخلاطی میں کہا کہ یہ ظاہر ہے۔اور مجمع الانہر میں نصاب کے حوالے سے کہا کہ اس پر فتوٰی ہے،اور مختصر القدوری،وقایہ، نقایہ، کنز، اصلاح،ایضاح اور ملتقی میں فہم کی قید کو ذکر نہیں کیا جبکہ یہ دونوں قول مدار مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہیں،جیساکہ فتح میں مذکور ہے۔(ت)

اور توفیق نفیس یہ ہے کہ معنٰی الفاظ سمجھنا ضروری نہیں مگر اس قدر سمجھنا ضرور ہے کہ یہ عقد نکاح ہو رہا ہے۔

[1] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴،مجمع الانہر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۱

[2] مجمع الانہر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۱

[3] جواہر اخلاطی کتاب النکاح قلمی نسخہ ص ۴۷

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۱

اقول: وقدکان سنح لی ھذا ثم رأیتہ للعلامۃ مصطفی الرحمتی لمحشی الدر وقال فی ردالمحتار ووفق الرحمتی یحمل القول بالاشتراط علی اشتراط فھم انہ عقد نکاح والقول بعدمہ علی عدم اشتراط فھم معانی الالفاظ بعد فھم ان المراد عقد النکاح[1] اھ وھو کماتری حسن جدا۔

اقول: ومن علم الفقہ والحکمۃ فی اشتراط الشھادۃ فی عقد النکاح اتقن بھذا التوفیق فان من علم ان ھذا نکاح فقد شھد العقد وان لم یقف علی خصوص ترجمۃ الالفاظ ومن لم یفھم فکأن لم یسمع ومن لم یسمع فکأن لم یحضر وبتقریری ھذا یتضح لك ان الاجتزاء بذکر الحضور اوبہ وبالسماع اوذکرھما مع الفھم کل یودی مودی واحدا عند التدقیق واللہ ولی التوفیق۔

اقول: مجھے یہ واضح ہوا، پھر اس کے بعد مجھے یہ بات در کے محشّٰی علامہ مصطفٰی رحمتی کے ہاں مل گئی۔اور ردالمحتار میں فرمایا کہ علامہ رحمتی نے فہم کی شرط والے قول اور فہم کی شرط نہ ہونے والے قول میں یوں تطبیق دی ہے ــــــ کہ جہاں فہم کی شرط کا قول ہے اس سے مراد نکاح ہونے کا فہم ہے اور جہاں فہم کی شرط کی نفی ہے اس سے نکاح کے وقت بولے جانے والے الفاظ کے فہم کی نفی مراد ہے بشرطیکہ نکاح ہونا سمجھا گیا ہو۔اھ آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ بہت اچھی تطبیق ہے

اقول: جس کو عقد نکاح میں گواہوں کے موجود ہونے کی شرط کی حکمت معلوم ہے وہ اس تطبیق کی توثیق کرے گا کیونکہ جس نے گواہوں میں سے یہ معلوم کرلیا کہ یہ نکاح ہے تو نکاح کا گواہ اگرچہ اس نے الفاظ کا ترجمہ نہ سمجھا، اور جس کو نکاح کا فہم نہ ہوا گویا اس نے سنا ہی نہیں اور جس نے نہ سنا گویا وہ مجلس نکاح میں حاضر نہ ہوا۔ میری اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ نکاح کے جواز میں صرف گواہوں کا حاضر ہونا، یا گواہوں کی حاضری اور سماع، یا ان دونوں کے ساتھ فہم کا ذکر حقیقۃً ان سب کا مقصد ایک ہی ہے، اور اللہ سبحانہ تعالٰی توفیق کا مالک ہے۔(ت)

پس مسئلہ دائرہ میں جبکہ مرد و زن ان الفاظ سے قصد انشاء کریں اس کے ساتھ یہ بھی ضرور کہ دو شاہد بھی ان کی اس گفتگو کو عقد نکاح سمجھیں خواہ بذریعہ قرائن یا خود عاقدین کے مطلع کر رکھنے سے ورنہ اگر سب حضار نے اسے محض اخبار جانا تو "**فاھمین انہ نکاح**" صادق نہ آیا اور نکاح صحیح نہ ہوا۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۳

هذا ما قلته تفقها ثم رأیت فی ردالمحتار ،قال حاصل مافی الفتح وملخصه انه لابد فی کنایات النکاح من النیة مع قرینة او تصدیق القابل للموجب وفهم الشهود المراد اعلامهم به[1] اهفاتضح المرام والحمد لله ولی الانعام ،**اقول:** وینبغی ان یکون الاعلام قبل العقد کما اشرت الیه لیکونا جامعی شرائط الشهادة عند العقد الاتری ان فاهمین فی کلامهم حال ولابد من مقارنة الحال والعامل والله تعالٰی اعلم هذا کله مما فاض علٰی قلب الفقیر بفیض القدیر والمولٰی تعالٰی اذا شاء الحق الجاهل العاجز بالماهر الخبیر والحمد لله علٰی حسن التوفیق والهام التحقیق والصلٰوۃ والسلام علٰی سید العالمین محمد واٰله وصحبها اجمعین۔	یہ میں نے اپنی سمجھ سے کہا پھر میں نے ردالمحتار میں دیکھا انھوں نے فرمایا کہ فتح کا ماحاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ کنایات نکاح میں نیت مع قرینہ، یا قبول کرنے والے کا ایجاب کرنے والے کی تصدیق کرنا اور گواہوں کا مراد سمجھنا یا ان کو بتایا جانا ضروری ہے اھ پس مقصد واضح ہوگیا اور اللہ تعالٰی مالک انعام کے لیے تعریف ہے **اقول:** گواہوں کو نکاح کے بارے میں پہلے بتانا مناسب ہے تاکہ وہ نکاح کے وقت شہادت کی شرائط پوری کرسکیں۔ جیسا کہ میں نے اشارہ کیا ہے، کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ فقہاء نے گواہوں کے فاہم ہونے کو حال قرار دیا ہے جبکہ حال اور اس کے عامل کا مقارن ہونا ضروری ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ یہ سب کچھ اس فقیر کے قلب پر فیضان ہوا مولٰی تعالٰی قادر کے فیض سے، جب اللہ تعالٰی چاہے تو وہ جاہل عاجز کو ماہر خبیر سے ملحق کردیتا ہے اور اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں ہیں اس کے اچھی توفیق دینے پر اور تحقیق کے الہام پر، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سید العالمین پر صلٰوۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر، آمین! (ت)

پھر جس حالت میں انعقاد نکاح کا حکم ہو ذکر مہر کی کوئی حاجت نہیں کہ نکاح بے ذکر بلکہ بذکر عدم مہر بھی صحیح ومنعقد ہے کما نصوا علیه (جیسا کہ اس پر انھوں نے تصریح کی ہے۔ت) والله سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه تعالٰی اتم واحکم۔

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۹

رسالہ

ماحی الضلالۃ فی انکحۃ الھند وبنجالہ ۱۳۱۷ھ

(بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۷: ۱۲جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ہجریہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ فی زمانہ جو کہ عقد ہوتے ہیں کہ ایک شخص غیر کو ولی ہندہ نے وکیل قرار دے کر اور دو شخص اور ہمراہ اس کے واسطے گواہی کے مقرر کرکے واسطے اجازت لینے نکاح کے ہندہ کے پاس بھیجے وہ شخص کسی کا سر اور کسی کا پاؤں کچلتا ہوا ہنگامہ مستورات میں جاکر قریب ہندہ کے بیٹھا اور یہ کلمات کہے کہ تو مجھ کو واسطے عقد اپنے کے وکیل کردے وہ بے چاری بباعث رواج اس ملک اور شرم کے کب گویا ہوتی ہے اکثر مستورات اس کو فہمائش کرتی ہیں مگر وہ نہیں جواب دیتی اور بعض بعض کچھ گریہ یا "ہوں" کا اشارہ کردیتی ہیں۔ بعد کو وکیل صاحب باہر تشریف مع دونوں گواہوں کے لاکر، دولھا کے روبرو آکر بیٹھتے ہیں اور داہنے دولھا کے ایک شخص اور، کہ دعوی قضا کا رکھتے ہیں اور پیشہ کفش دوزی یا خیاطی یا نوربافی کا کرتے ہیں وہ بھی بیٹھتے ہیں۔۔۔۔جو کہ وکیل صاحب مع گواہوں کے تشریف لائے تھے وہ قاضی صاحب سے سلام علیك کرکے روبرو دولھا کے بیٹھ گئے، قاضی صاحب نے وکیل صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کا آنا کہاں سے ہوا، وکیل صاحب نے جواب اس کے، ارشاد کیا کہ دختر فلاں نے واسطے عقد اپنے کے مجھ کو وکیل مقرر کرکے

بھیجا ہے اور میری وکالت کے یہ دونوں اشخاص گواہ ہیں آپ اس کا عقد نوشہ ہذا کے ساتھ کر دیجئے۔ قاضی صاحب نے بعد طے ہونے گفتگو عقد اور تعین مہر مبلغ ایک لاکھ روپے اور بیس دینار سرخ سوائے نان نفقہ کے نوشہ کی طرف متوجہ ہو کر خیال کیا کہ کنگنہ جو ہاتھ میں دولھا کے بندھا تھا وہ کھول کر علیحدہ رکھ دیا اور سہرا کو لوٹ کر شملہ پر لپیٹ دیا اور یہ کلمات فرمائے کہ فلاں شخص کی دختر کو بوکالت فلاں شخص اور بہ گواہی فلاں شخص کے بالعوض اس قدر مہر سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح تیرے کے دی میں نے، قبول کی تو نے، اس نے کہا قبول کی میں نے۔ بعد کو وکیل صاحب مع گواہوں کے چلے گئے، اور قاضی صاحب بھی اپنا حق نکاح خوانی مع دو رکابی پلاؤ کے لے کر تشریف لے گئے۔ دولھا نے وہ کنگنہ پھر اپنے ہاتھ میں باندھ لیا۔ آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرام کی ہوئی یا حلال کی ہوئی؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور جو کہ اولاد ہوئی وہ حرامی ہوئی اور شناخت حرام اور حلال کی یہ ہے کہ جو اولاد ایسے نکاحوں سے ہوتی ہے ان سے اکثر یہ فعل سرزد ہوتے ہیں جیسے زنا یا شراب خوری یا قمار بازی یا لواطت، سوا اس کے جو فعل ناشائستہ ہیں وہ سرزد ہوتے ہیں یا کہ والدین سے جنگ جدال کرنا اور بزرگ کا لحاظ پاس نہ کرنا۔ یہ فعل اولاد صالح اور حلال سے ہرگز عمل میں نہیں آئیں گے۔ اور قول عمرو کا یہ ہے کہ کچھ اس نکاح میں قباحت نہیں اور نہ اولاد حرام ہو سکتی ہے کیونکہ قدیم سے یہی رسم چلی آئی۔ اگر ایسا ہو تو سب مخلوق خدا حرامی ہوگی، آیا قول زید کا درست ہے یا عمرو کا؟ اور قول زید کا یہ ہے کہ بالفرض کنگنہ بھی نہیں ہے اور نکاح بھی اصالۃً یا ولایۃً یا کہ جو وکیل ہے اسی نے ایجاب قبول کرایا اور بعد اس کے کلمات کفر کے طرفین سے خواہ شوہر یا عورت سے سرزد ہوئے اور ان کی تمیز نہیں ہے کہ یہ کلمات کفر ہیں جب بھی نکاح جاتا رہے گا اور جو قبل از توبہ اور سرِ نو ایجاب قبول کرنے کے اولاد ہوگی وہ بھی حرامی ہوگی۔ **بینوا توجروا من اللہ۔**

الجواب:

ظاہر ہے کہ عورت سے اذن جبھی لیا جاتا ہے کہ عاقلہ بالغہ ہو، اور بیشک عاقلہ بالغہ کا اذن شرعًا معتبر اور بیشک دوشیزہ کا سکوت بھی اذن۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم البکر تستأذن فی نفسھا واذنھا صماتھا[1]، رواہ احمد والستۃ	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: باکرہ لڑکی سے اس کی ذات کے بارے میں اجازت لی جائے اور اجازت کے جواب میں خاموشی باکرہ کی

[1] صحیح مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۵

الا البخاری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	اجازت ہوگی۔امام احمد نے اور صحاح ستہ میں ماسوائے بخاری کے اس کو ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔(ت)

مگر یہ اسی وقت ہے جبکہ ولی اقرب اس سے اذن لے ورنہ مجرد خاموشی اذن نہ ٹھہرے گی۔درمختار میں ہے:

فان استاذنہا غیر الاقرب کا جنبی او ولی بعید فلا عبرۃ لسکوتہا[1] الخ۔	اگر باکرہ سے ولی اقرب کا غیر مثلاً کوئی اجنبی یا ولی بعید اجازت طلب کرے تو یہاں باکرہ کی خاموشی رضامیں معتبر نہیں الخ۔(ت)

اور بیشک اکثر لوگ جو وکیل کئے جاتے ہیں اجنبی یا ولی بعید ہوتے ہیں تو ایسی حالت میں اگر انھوں نے اذن لے لیا اور دوشیزہ نے سکوت کیا تو سرے سے انھیں کے لیے وکالت ثابت نہ ہوئی اور اگر اس نے صاف "ہوں" کہہ دیا یا ولی اقرب کے اذن لینے پر سکوت کیا تو اس کے لیے وکالت حاصل ہوگئی مگر وکیل بالنکاح کو شرعاً اتنا اختیار ہے کہ خود نکاح پڑھائے نہ کہ دوسرے کو پڑھانے کی اجازت دے جب تک ماذونِ مطلق یا صراحۃً دوسرے کو وکیل کرنے کا مجاز نہ ہو بغیر اس کے اگر اس نے دوسرے سے پڑھوایا تو صحیح مذہب پر نکاح بلااذن ہوگا اگرچہ عقد اس کے سامنے ہی واقع ہو،

فی ردالمحتار عن العلامۃ الرحمتی عن العلامۃ الحموی عن کلام الامام محمد فی الاصل ان مباشرۃ وکیل الوکیل بحضرۃ الوکیل فی النکاح لاتکون کمباشرۃ الوکیل بنفسہ بخلافہ فی البیع[2] الخ اقول: نص الغمز عن الولوالجیۃ ھکذا لو وکل رجلافوکل الوکیل غیرہ وفعل الثانی بحضرۃ الاول فان کان بیعا اوشراء یجوز وماعدا البیع والشراء من الخصومۃ والتقاضی والنکاح والطلاق وغیر ذٰلک	ردالمحتار میں علامہ رحمتی نے علامہ حموی کے حوالے سے اصل(مبسوط) میں ذکر شدہ امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا کلام نقل کیا ہے کہ نکاح میں خود وکیل کی موجودگی میں وکیل کی بات معتبر نہیں ہے، بیع کا معاملہ اس کے برخلاف ہے، اقول: میں کہتا ہوں کہ غمز نے ولوالجیہ سے یوں نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کو اپنا وکیل بنایا اور اگر دوسرے وکیل نے پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کیا تو ایسی صورت میں اگر بیع وشراء کا معاملہ ہو تو جائز ہے اور اس کے علاوہ دیگر امور مثلاً عدالتی مطالبہ، نکاح،

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[2] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۰

ذکر عصام فی مختصرہ انہ یجوز،وذکر محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز الافی البیع والشراء وھو الصحیح[1] اھ ملخصا، فاذا کان ھذا ھو مفاد الاصل وقد ذیل با لتصحیح فانقطع الخلاف واضمحلت الروایۃ النادرۃ وسقط مافی الخانیۃ،فکیف بما فی القنیۃ وان ایدہ العلامۃ الطحطاوی وترکہ علامۃ البحر فی البحر والمحقق العلائی فی الدر مستشکلا ولاغرو فقد شھدت کلماتھم رحمھم اللہ تعالٰی انھم لم یطلعوا اذ ذاك علی کلام الاصل،اصلاحیث لم یلموا بہ الماما ولااشموا منہ اشماما،ولکن العجب من خاتمۃ المحققین العلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث اورد کلام الاصل ثم لم یسمح الاباستظھار عدم الجواز مریدا عدم النفاذ،اذ العقد عقد فضولی فکانہ اقتصر علی النقل عن العلامۃ مصطفی ولوراجع الغمز لرأی تصحیح الامام الولوالجی لما فی الاصل ومعلوم ان

طلاق وغیرہ ہوں تو عصام نے اپنی مختصر میں ذکر کیا ہے کہ ان امور میں بھی اس کا عمل جائز ہے اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل میں ذکر کیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے تو یوں فرمایا کہ اگر دوسرا وکیل پہلے وکیل کی موجودگی میں عمل کرے تو بیع وشراء کے علاوہ میں جائز نہیں ہے،اور یہی صحیح ہے اھ ملخصا،جب اصل (مبسوط) کا مفاد یہی ہے اور اسی ضمن میں اس کی تصحیح کردی گئی ہے تو اس کا خلاف ختم اور نادر روایت کمزور ثابت ہوگئی اور خانیہ کا بیان ساقط ہوگیا۔تو اب قنیہ کے بیان کی کیا حیثیت ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اس کی تائید کی ہے اور پھر اس کو علامہ بحر نے بحر میں اور محقق علائی نے در میں باعث اشکال قرار دیا ہے اور کوئی بعید نہیں ان حضرات نے اصل کے بیان پر اطلاع نہ پائی ہو جیسا کہ ان حضرات کے کلام سے عیاں ہو رہا ہے،کہ انھوں نے اصل کے مضمون کو چھوا تک نہیں ہے لیکن علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بارے میں تعجب ہے کہ انھوں نے اصل کے بیان کو ذکر کرنے کے باوجود عدم جواز کے اظہار کے علاوہ کچھ تعرض نہ فرمایا حالانکہ وہ اس کے نفاذ کے خواہاں نہیں ہیں کیونکہ دوسرے وکیل کا نکاح میں یہ عقد فضولی ہے،معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شامی نے علامہ مصطفٰی کی نقل کو کافی سمجھا اور اگر وہ غمز کی طرف رجوع کرتے تو امام ولوالجی کا اصل کی عبارت کو صحیح قرار دینا دیکھ لیتے

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۱

روایۃ الاصول اذا صححت سقطت کل روایۃ سواھا فکان السبیل الجزم دون مجرد الاستظھار، واللہ ولی التوفیق۔	___ کیونکہ یہ بات مسلمہ ہے کہ جب اصول کی روایات کی تصحیح ہوجائے تو باقی تمام روایات ساقط قرار پاتی ہیں اس لیے مناسب تھا کہ علامہ شامی صرف اظہار کی بجائے اپنے جزم کو کلام میں لاتے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ (ت)

بہر حال مذہب راجح پر یہ نکاح نکاح فضولی ہوتے ہیں اور نکاح فضولی کو مذہب حنفی میں باطل جاننا محض جہالت وفضولی بلکہ باجماع ائمہ حنفیّہ رضی اللہ تعالٰی عنہم منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت اصیل پر (کہ یہاں وہ عورت ہے جس کے لیے بے اذن اس کا نکاح غیر وکیل نے کردیا) موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دے نافذ ہوجائے اور رد کردے تو باطل۔

کما ھو حکم تصرفات الفضولی جمیعا عندنا کما صرح بہ فی عامۃ کتب المذھب۔	جیسا کہ فضولی کے تمام تصرفات کا ہمارے ہاں حکم ہے جس کی تمام کتب مذہب میں تصریح ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

لایجوز نکاح احد علی بالغۃ صحیحۃ العقل من اب اوسلطان بغیر اذنھا بکرا کانت اوثیبا فان فعل ذٰلك فالنکاح موقوف علٰی اجازتھا فان اجازتہ جاز وان ردتہ بطل کذا فی السراج الوھاج[1]۔	عاقلہ بالغہ کی مرضی کے خلاف باپ یا حاکم کا کیا ہوا نکاح اس کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا خواہ وہ عاقلہ بالغہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔ اگر ایسا ہو تو اس کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ وہ جائز قرار دے تو جائز ہوگا ورنہ اگر رد کردے تو وہ نکاح باطل ہوجائے گا، سراج وہاج میں یوں ہی ہے۔ (ت)

پھر اجازت جس طرح قول سے ہوتی ہے مثلاً عورت خبر نکاح سن کر کہے میں نے جائز کیا یا اجازت دی یا راضی ہوئی یا مجھے قبول ہے یا اچھا کیا یا خدا مبارک کرے الٰی غیر ذٰلك من الفاظ الرضا (علاوہ ازیں تمام وہ الفاظ جو رضا پر دلالت کرتے ہیں۔ت) یوں ہی اس فعل یا حال سے بھی آگاہ ہوجاتی ہے جس سے رضامندی سمجھی جائے مثلاً عورت اپنا مہر مانگے یا نقد طلب کرے یا مبارکباد لے یا خبر نکاح سن کر خوشی سے ہنسے یا مسکرائے یا اپنا جہیز شوہر کے گھر بھجوائے یا اس کا بھیجا ہوا مہر لے لے یا اسے بلاجبر واکراہ اپنے ساتھ جماع یا بوس وکنار ومساس کرنے دے یا تنہا مکان میں اپنے ساتھ خلوت میں آنے دے یا اس کے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۷

کام خدمت میں مشغول ہو جبکہ نکاح سے پہلے اس کی خدمت نہ کیا کرتی ہو۔ونحو ذلك من كل فعل يدل على الرضا (اور یونہی اس قسم کے تمام وہ افعال جو رضا مندی پر دلالت کرتے ہیں۔ت) ان سب صورتوں میں وہ نکاح کہ موقوف تھا جائز و نافذ ولازم ہو جائے گا۔عالمگیری میں ہے۔

كما يتحقق رضاها بالقول كقولها رضيت وقبلت واحسنت واصبت وبارك الله لك اولنا ونحوه يتحقق بالدلالة كطلب مهرها ونفقتها وتمكينها من الوطی وقبول التهنئة والضحك بالسرور من غير استهزاء كذا فی التبيين[1]۔	جیسا کہ، میں راضی ہوں، میں نے قبول کیا، تونے اچھا کیا، تو نے درست کیا۔اللہ تعالٰی تجھے برکت دے یا ہمیں برکت دے جیسے الفاظ سے عاقلہ بالغہ کی رضامندی ثابت ہوتی ہے یوں ہی ان افعال سے دلالۃً رضا ثابت ہوگی مثلاً مہر طلب کرنا، نفقہ طلب کرنا، وطی کی اجازت دینا، مبارکباد، قبول کرنا، خوشی سے ہنسنا وغیرہ، جیسا کہ تبیین میں ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

وان تبسمت فهو رضا هوالصحيح من المذهب ذكره شمس الائمة الحلوانی كذافی المحيط[2]۔	اگر وہ خوشی سے تبسم کرے تو وہ رضا ہے، یہی صحیح مذہب ہے۔اس کو شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا جیسا کہ محیط میں ہے۔(ت)

خانیہ میں ہے:

الرضا باللسان اوالفعل الذی يدل على الرضا نحوا لتمكين من الوطی وطلب المهر وقبول المهر دون قبول الهدية وكذافی حق الغلام[3]۔	رضا زبانی اور عمل دونوں طرح ہوتی ہے یہ ان امور میں ہے جو رضا پر دلالت کریں۔جیسے وطی کی اجازت، مہر طلب کرنا، مہر کو وصول کرلینا، بخلاف ہدیہ قبول کرنے کے کہ یہ نکاح پر رضا مندی نہ ہوگی، لڑکے کے بارے میں بھی ایسا ہی ہے۔ (ت)

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قول درمختار وقبول التهنئة والضحك سرور او نحو ذٰلک (مبارک باد قبول کرنا، ہنسنا خوشی میں وغیرہ۔ت) ہے كامرها بحمل جهازها الى بيت الزوج[4] (جیسے لڑکی کا جہیز کے سامان

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۷

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی شرائط النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۸

[4] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار کتاب النکاح باب الولی دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۲

کو خاوند کے ہاں منتقل کرنے کا کہنا۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن الظھیریۃ لوخلاھا برضاھا ھل یکون اجازۃ لاروایۃ لھذہ المسئلۃ وعندی ان ھذا اجازۃ اھ فی البزازیۃ الظاھر انہ اجازۃ [1] اھ مافی الشامیۃ [۲۲] **اقول:** ومن ھٰھنا زدت المس والتعانق والتقبیل لان الخلوۃ برضاھا لما کانت امارۃ الرضا فھذہ الافعال اجدر واحری کمالایخفی۔	بحر میں ظہیریہ سے منقول ہے کہ لڑکی کی رضامندی سے وہ شخص خلوت کرلے تو کیا یہ لڑکی کی طرف سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے یا نہیں تو اس مسئلہ کی روایت نہیں ہے اور میرے نزدیک یہ اجازت ہے اھ، بزازیہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ یہ اجازت ہوگی اھ شامی کی عبارت ختم ہوئی۔ **اقول:** یہاں پر میں نے چھونا، معانقہ، بوسہ کو مزید بڑھایا کیونکہ جب خلوت رضا کی دلیل ہے تو یہ امور رضا پر دلیل ہونے میں زیادہ واضح ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔(ت)

حاشیتین علامہ طحطاوی وشامی میں ہے:

قولہ بخلاف خدمتہ ای ان کانت تخدمہ من قبل ففی البحر عن المحیط والظھیریۃ ولواکلت من طعامہ اوخدمتہ کماکانت فلیس برضی دلالۃ [2] اھ۔	ماتن کے قول "لڑکی کا خدمت کرنا" اس کے خلاف ہے یعنی اگر لڑکی نکاح سے پہلے اس شخص کی خادمہ تھی تو اس بارے میں بحر، محیط اور ظہیریہ سے منقول ہے کہ اگر لڑکی نے اس شخص کا کھانا کھایا یا اس کی خدمت کی تو یہ رضا پر دلیل نہ ہوگی اھ(ت)

ہمارے بلاد میں عام لوگوں خصوصاً شریفوں خصوصا اغنیاء میں اگرچہ یہ اکثر باتیں شب زفاف بلکہ مدت تک اس کے بعد بھی واقع نہیں ہوتیں۔اور بوس وکنار ومساس وجماع جو اس شب ہوتے ہیں غالبًا نہایت اظہار کراہت ونفرت کے ساتھ ہوتے ہیں جن کے باعث انھیں دلیل رضا ٹھہرانے میں دقت ہے مگراس میں شبہہ نہیں کہ شوہر کو شبِ زفاف تنہا مکان میں اپنے پاس آنے دینا اور اس خلوت پر سوا شرم کے کوئی اثر مترتب نہ ہونا یقینا ہوتا ہے نکاح نافذ ہوجانے کے لیے اسی قدر بس ہے اور یہ امر قطعًا پیش از جماع واقع ہوتا ہے تو جماع بعد نفاذ ولزوم نکاح واقع ہوا اور اولاد حلال ہوئی [۲۳] **بلکہ** اگر مقاصد شرع مطہرہ اور اپنے بلاد کے حالات کو پیش نظر رکھ کر نگاہ دقیق فقہی سے کام لیجئے تو شب اول شوہر کو اپنے ساتھ جماع پر قدرت دینا بھی حقیقۃً رضا ہے

[1] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۰۱

[2] ردالمحتار باب الولی دار احیاء التراث العربی بیروت /۰، حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح دار المعرفۃ بیروت ۲/۳۲

اگرچہ بظاہر ہزار اظہار تنفر کے ساتھ ہوں کہ یہ کراہتیں جیسی ہوتی ہیں سب کو معلوم ہے حقیقۃً حال یوں منکشف ہو کہ اس مرد کی جگہ کسی اجنبی کو فرض کیجئے جس سے اس کا نکاح نہ کیا گیا اس وقت بھی ایسی ہی ظاہر کراہتوں پر قناعت کرکے بالآخر جماع پر قدرت دے دے گی، حاشا وکلّا، تو صاف ثابت ہوا کہ یہ سب امور حقیقۃً قبول نکاح سے ناشی ہوتے [۲۴] **بلکہ** اس سے پہلے رخصت ہو کر جانا بھی اگرچہ بوجہ مفارقت اعزہ وخانہ مالوفہ نہایت گریہ وبکا کے ساتھ ہو انصافاً دلیل رضا ہے کہ اگر اسے اپنا شوہر ہونا پسند نہ کرتی اجنبی جانتی ہر گز زفاف کے لیے رخصت ہو کر اس کے یہاں نہ جاتی [۲۵] **بلکہ** اس سے بھی پہلے آرسی مصحف یعنی جلوہ کی رسم جہاں ہے بشرطیکہ عورت پہلے سے اس کے سامنے نہ آتی ہو وہ بھی دلیل قبول ہے کہ اگر غیر مرد سمجھتی زنہار منہ دکھانے پر راضی نہ ہوتی [۲۶] **اسی** طرح مٹھی کھلوانے وغیرہ کی رسمیں بھی کہ جلوہ سے بھی پیشتر ہوتی ہیں دلالت وعلامت قرار پاسکتی ہیں اور ان تمام باتوں میں بکر وثیب یکساں ہیں کہ ان میں صرف مسئلہ سکوت میں فرق ہے باقی دلالتیں دونوں برابر ہیں تبیین الحقائق میں ہے:

لافرق بینهما فی اشتراط الاستئذان والرضا وان رضا هما قد یکون صریحا وقد یکون دلالة غیران سکوت البکر رضا دلالة لحیائها دون الثیب [1]۔	باکرہ اور ثیبہ دونوں کا معاملہ اجازت طلب کرنے اور رضا حاصل کرنے میں مساوی ہے ہاں صرف اجازت کے موقعہ پر سکوت کے بارے میں فرق ہے کہ باکرہ کا سکوت اس کے حیاء کی وجہ سے رضا کی دلیل ہے مگر ثیبہ کے لیے نہیں۔ (ت)

غرض جب شرع سے قاعدہ کلیہ معلوم ہولیا کہ جس فعل سے اس نکاح پر عورت کی رضا ثابت ہو اذن واجازت ہے اور بنظر تحقیق وانصاف جب اس شخص اور مرد اجنبی کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو یہ امور دلیل رضا وقبول نکلتے ہیں تو نفاذ نکاح کا انکار نہ کرے گا مگر جاہل بلکہ جب یہ طریقہ نکاح ہمارے بلاد میں عام طور پر رائج اور معلوم ہے کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا [۲۷] **بلکہ** دوسرے سے پڑھوائے گا تو کہہ سکتے ہیں کہ ضمن اذن میں دوسرے کو اذن دینے کا بھی عرفاً اذن مل گیا **فان المعروف کالمشروط کما هو من القواعد المقررة والفقهیة** (جیسا کہ فقہی قواعد میں ہے کہ معروف مشروط کی طرح ہے (یعنی عرف میں مقررہ امور بغیر ذکر بھی معتبر ہوں گے۔ت) اور وکیل کو جب اذن توکیل ہو تو بیشک اسے اختیار ہے کہ خود پڑھائے یا دوسرے کو اجازت دے فی **الاشباہ لایوکل الوکیل الاباذن اوتعمیم** [2] الخ (اشباہ میں ہے کہ کوئی وکیل اپنا نائب وکیل مؤکل کی

---

[1] تبیین الحقائق باب الاولیاء والاکفاء المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ مصر ۲/ ۱۱۹

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶

اجازت یا عمومی اختیار کے بغیر نہیں بناسکتا ہے۔ت)

اس تقدیر پر یہ نکاح سرے سے نافذ ولازم واقع ہوا جس کی تنفیذ میں ان تدقیقات کی اصلاً حاجت نہ رہی مگر یہ جب ہی کہہ سکیں گے کہ اس طریقہ نکاح کی شہرت ایسی عام ہو کہ کنواری لڑکیاں بھی اس سے واقف ہوں اور جانتی ہوں کہ وکیل خود نہ پڑھائے گا دوسرے سے پڑھوائے گا۔

والالم یکن معروفاعندھن فلایجعل کالمشروط فی حقھن تأمل وراجع مسئلۃ سعرالخبز وغیرہ فی البلد۔	ورنہ یہ لڑکیوں کے ہاں معروف نہیں ہوگا اس لیے ان کے حق میں مشروط کی طرح نہ ہوگا، غور کرو اور شہر میں روٹی کے بھاؤ وغیرہ کے مسئلہ کی طرف رجوع کرو۔(ت)

یہ سب اس تقدیر پر ہے کہ وکیل اصلی نے بعد نکاح کوئی کلمہ ایسا نہ کہا جو اس نکاح کی اجازت ٹھہرے ورنہ خود اسی کے جائز کرنے سے جائز ہوجائے گا اگرچہ اسے اذن توکیل اصلاً نہ ہو۔

فی الاشباہ الوکیل اذا وکل بغیر اذن وتعمیم واجاز مافعلہ وکیلہ نفذ الاالطلاق والعتاق[1]۔	اشباہ میں ہے کہ اگر موکل کی اجازت کے بغیر یا عمومی اختیار حاصل کئے بغیر وکیل نے از خود دوسرا وکیل بنا لیا تو دوسرے وکیل کے لیے عمل کو پہلے وکیل نے جائز قرار دیا تو یہ عمل نافذ ہوجائے گا ماسوائے طلاق اور عتاق کہ ان میں نافذ نہ ہوگا۔(ت)

حموی میں ہے:

وکذالوعقداجنبی فاجاز الاول[2]۔	یوں ہی اگر وکیل کے لیے کسی اجنبی نے عمل کیا تو وکیل نے اسے جائز قرار دیا۔(ت)

غرض ہر طرح پیش از جماع ان نکاحوں کے نافذ اور لازم ہونے میں شبہہ نہیں تو اولاد قطعاً اولاد حلال **اور** ۲۸ **بالفرض** ان باتوں سے قطع نظر کیجئے اور بتقدیر باطل ہی مان لیجئے کہ اصلا ان امور سے کچھ واقع نہیں ہوتا تاہم جب ان بلاد میں عام مسلمین کو اس میں ابتلا ہے تو راہ یہ تھی کہ اس روایت پر عمل کریں جسے امام عصام نے اپنے متن میں اختیار فرمایا اور امام فقیہ النفس قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی اور زاہدی نے قنیہ میں اس پر جزم کیا اور علامہ سیدی احمد طحطاوی نے اس کی تائید کی یعنی وکیل بالنکاح جب دوسرے کو نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور وہ اس کے سامنے پڑھادے تو نکاح جائز و نافذ ہوجائے گا اگرچہ وکیل کو

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱۔۱۰

[2] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱

اذن توکیل نہ ہو۔

اما روایة عصام فقد سمعت،واما الامام فقیه النفس فقال فی وکالة الخانیة الوکیل بالتزویج لیس له ان یؤکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرة الاول جاز [1] اھ واما القنیة،ففی الدر لو استأذنها فسکتت فوکل من یزوجها ممن سماہ جازان عرفت الزوج والمهر کما فی القنیه،واستشکله فی البحر بانه لیس للوکیل ان یوکل بلااذن فمقتضاہ عدم الجواز او انها مستثناہ [2] اھ قال ط قوله فمقتضاہ عدم الجواز قد یقال ان الوکیل فی النکاح وان تعدد سفیر ومعبر الحقوق ترجع الی الموکل فاذا لاضیر فی تعددہ لاسیما والزوج والمهر معلومان ویؤید ذٰلك ماذکرہ المص والشارح فی الوکالة حیث قالا الوکیل لایوکل الاباذن اٰمرہ الااذا وکله فی دفع زکاة فوکل اٰخر	لیکن عصام کی روایت توآپ نے سن لی مگر امام فقیہ النفس (قاضی خاں) توانھوں نے خانیہ کے باب وکالت میں فرمایا کہ نکاح کے وکیل نے اگر کسی کو وکیل بنایا تو یہ اس کو جائز نہیں،اور بنالیا تو دوسرے نے اگر پہلے کی موجودگی میں نکاح کیا تو جائز ہوگا اھ مگر قنیہ،تو در میں ہے کہ اگر وکیل نے لڑکی سے اذن لینا چاہا تو لڑکی خاموش رہی اور وکیل نے دوسرے شخص کو نامزد کیا تاکہ وہ اس لڑکی کا نکاح کرے تو لڑکی کو اگر زوج کا نام اور مہر معلوم ہوجائے تو اس دوسرے وکیل کا کیا ہوا نکاح جائز ہوگا۔جیسا کہ قنیہ میں ہے اس پر بحر میں اشکال کیا کہ وکیل از خود دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا،لہٰذا اس بنا پر دوسرے کا نکاح صحیح نہیں ہونا چاہئے،یا یہ صورت مستثنٰی قرار دی جائے اھ،اس پر طحطاوی نے فرمایا کہ اس کا قول،عدم جواز چاہئے،اس پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ نکاح کا وکیل صرف سفیر اور معبر ہوتا ہے،وہ اگر متعدد بھی ہوں تو حقوق صرف مؤکل کی طرف راجح ہوتے ہیں،تو یہ زیادہ بھی ہوں تو کوئی مضر نہیں خصوصًا جبکہ لڑکی کو خاوند اور مہر کا علم ہوجائے،اس کی تائید مصنف اور شارح کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انھوں نے وکالت کی بحث میں ذکر کیا ہے جہاں پر انھوں نے

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الوکالة فصل فی التوکیل بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۳/۵۸۰

[2] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

و الوکیل بقبض الدین اذا وکل من فی عیالہ والاعند تقدیر الثمن من المؤکل للوکیل فیجوز التوکیل بلااجازۃ لحصول المقصود اھ ففی مسئلتنا ھذہ تظھر ھذہ العلۃ و ھی کالمسئلۃ الاخیرۃ بجامع التعیین فی کل فتکون مستثناۃ فتعین الجواب الثانی فی الشرح فتأمل[1] اھ مافی ط۔	فرمایا کہ وکیل بغیر اجازت دوسرا وکیل نہیں بنا سکتا مگر جب کسی وکیل نے زکوۃ دینے کے لیے کسی کو اور قرض وصول کرنے میں وکیل نے اپنے عیال کو اور وکیل کے لیے موکل کی طرف سے ثمن طے کردینے کے بعد کسی دوسرے کو وکیل بنایا تو بلااجازت یہ وکالت جائز ہوگی کیونکہ اس سے مقصد پورا ہوجاتا ہے اھ تو ہمارے اس مسئلہ میں بھی یہی علت ظاہر ہوئی اور یہ آخری مسئلہ کی طرح ہے کہ ان میں جامع علت مقصد کی تعیین ہے اس لیے یہ مستثنٰی قرار پائے گا۔اور شارح کا جواب ثانی متعین ہوجائے گا،غور کر۔ طحطاوی کا بیان ختم ہوا۔ (ت)

اور اگر بحالت استیذان غیر اقرب سکوت ہوا تو روایت امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی موجود کہ مطلقاً سکوت کافی ہے۔

فی ردالمحتار تحت قولہ استأذنھا غیر الاقرب فلاعبرۃ لسکوتھا الخ وعن الکرخی یکفی سکوتھا فتح اھ[2]۔	ردالمحتار میں "لڑکی سے اجازت حاصل کرے کوئی غیر اقرب شخص، تو اس صورت میں لڑکی کے سکوت کا اعتبار نہیں الخ" کے تحت فرمایا، امام کرخی سے ایک روایت میں ہے کہ اس کا سکوت رضامندی کے لیے کافی ہے فتح اھ (ت)

مقاصد شرع سے ماہر خوب جانتا ہے کہ شریعت مطہرہ رفق وتیسیر فرماتی ہے نہ معاذاللہ تضییق و تشدید، ولہٰذا جہاں ایسی دقتیں واقع ہوئیں علمائے کرام انھیں روایات کی طرف جھکے ہیں جن کی بناء پر مسلمان تنگی سے بچیں۔ ردالمحتار کی کتاب الحدود میں ہے:

ھو خلاف الواقع حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[3]۔	یہ لوگوں میں مروج کے خلاف ہے اور بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس سے پوری امت کو گنہگار ٹھہرانا لازم آتا ہے۔ (ت)

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب النکاح باب الولی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۳۰۔۲۹

[2] ردالمحتار کتاب النکاح باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۰۱

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطی من زفت الیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۵

اسی کی کتاب الحظر میں ہے:

ھوارفق باھل ھذا الزمان لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان [1]۔	یہ بات موجودہ زمانہ کے لوگوں کے لیے بڑی رعایت ہے تاکہ وہ فسق وگناہ میں مبتلانہ قرار پائیں۔(ت)

اسی کی کتاب البیوع میں ہے:

لایخفی تحقق الضرورۃ فی زماننا ولاسیما فی مثل دمشق الشام، فانہ لغلبۃ الجھل علی الناس لایمکن الزامھم بالتخلص باحد الطرق المذکورۃ وان امکن ذٰلک بالنسبۃ الی بعض افراد الناس لایمکن بالنسبۃ الی عامتھم وفی نزعھم عن عادتھم حرج وما ضاق الامر الا اتسع ولایخفی ان ھذا مسوغ للعدول عن ظاھر الروایۃ کما یعلم من رسالتنا المسماۃ نشرالعرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف فراجعھا [2] اھملخصا۔	ہمارے زمانہ میں اس ضرورت کا پایا جانا واضح ہے خصوصًا شام میں دمشق جیسے شہر کے لیے کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے ان کو مذکورہ طریقوں میں سے کسی طریقہ سے باز رہنے کا پابند نہیں کیا جاسکتا، اگرچہ بعض لوگوں کو پابند بنانا ممکن ہے مگر عام لوگوں کے لیے یہ ممکن نہیں ہے جبکہ عوام کو ان کی عادت سے منع کرنا ان کے لیے تنگی کا باعث ہے، اور جہاں معاملہ تنگ ہوتا ہے تو وہ وسعت کا باعث ہوتا ہے، اور یہ بات مخفی نہ رہے کہ ظاہر روایت سے اختلاف کی وجہ یہی چیز ہوتی ہے جیسا کہ ہمارے رسالہ "نشر العرف فی بناء الاحکام علی العرف" سے معلوم کیا جاسکتا ہے، تو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اھ، ملخصًا۔(ت)

پس روشن ہوگیا کہ اگر روایت عصام وکرخی ہی پر مسلمانوں کا ان سخت آفتوں سے بچانا منحصر ہوتا تو انھیں پر بنائے کار چاہئے تھی نہ کہ مذاہب صحیحہ مشہورہ معتمدہ پر بالیقین یہ نکاح جائز ونافذ ہوں پھر بزور زبان یہاں کے عام مسلمان مردوں، مسلمان عورتوں، خدا کے پاکیزہ بندوں، ستھری بندیوں کو معاذاللہ زانی وزانیہ واولاد الزنا قرار دیا جائے، ایسی ناپاک جرأت نہ کرے گا مگر سخت ناخدا ترس۔

یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖۤ اَبَدًا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾ [3]۔	اللہ تمھیں نصیحت فرماتا ہے کہ پھر ایسا نہ کہنا اگر ایمان رکھتے ہو۔

---

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۲۵

[2] ردالمحتار کتاب البیوع مطلب فی بیع الثمر والزرع الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۹

[3] القرآن ۲۴/ ۱۷

اور اس کے باقی ہذیانات کہ ولد حلال وحرام کی تمیز چنیں وچناں ہے کلمات جنوں سے بہت مشابہ جو بشدت اہوال قابل جواب نہیں البتہ اس قدر ضرور ہے کہ اس طریقہ نکاح میں ایک بے احتیاطی ہے جس کے باعث بعض دقتوں میں پڑنے کا احتمال تو اہل اسلام کو ہدایت چاہئے کہ اس سے باز آئیں، تین باتوں سے ایک اختیار کریں:

اولاً سب سے بہتر یہ ہے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے عورت سے خاص اسی کے نام اذن طلب کریں اور ہمیشہ ہر طریقہ میں ملحوظ خاطر رہے کہ اذن لینے والا یا تو ولی اقرب یا اس کا وکیل یا رسول ہو یا عورت سے صراحۃً "ہوں" کہلوالیں، مجرد سکوت پر قناعت نہ کریں، اور بعض احمق جاہلوں میں جو بدستور سنا گیا ہے کہ دلہن کے سر سے بلا ٹالنے کو پاس بیٹھنے والیوں میں سے کوئی "ہوں" کہہ دیتی ہے اس کا انسداد کریں۔

ثانیاً وکالت دوسرے ہی کے نام کرنا چاہیں تو یوں سہی کہ جس طرح دلھن سے اس کی وکالت کا اذن مانگیں یونہی اسے اختیار توکیل دینا بھی طلب کریں یعنی کہیں تو نے فلاں بن فلاں بن فلاں کو فلاں بن فلاں بن فلاں کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کا وکیل کیا اور اسے اختیار دیا کہ چاہے خود پڑھائے یا دوسرے کو اپنا نائب بنائے، دلھن کہے "ہوں"

ثالثاً اگر یہ بھی نہ ہو اور دوسرے ہی شخص نے وکیل کے سامنے نکاح پڑھایا تو جب وہ پڑھا چکے وکیل فوراً اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے اس نکاح کو جائز کیا۔ اور اس کہنے میں تاخیر نہ کرے کہ مبادا اس کے جائز کرنے سے دلھن کو خبر نکاح پہنچے اور اس کی ہم عمریں حسب عادت زمانہ اسے کچھ چھیڑیں اور وہ اپنی جہالت سے کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے یہ نکاح کہ اب نکاح فضولی تھا رد ہوجائے پھر وکیل تو وکیل خود دلھن کے جائز کئے بھی جائز نہ ہوگا **فان الاجازۃ لاتلحق المفسوخ** (کیونکہ فسخ شدہ نکاح کو بعد کی اجازت مفید نہیں ہے۔ ت) بخلاف ان تینوں شکلوں کے کہ بالکل اندیشہ ودغدغہ سے پاک ہیں۔

رہا زید کا کنگنے وغیرہ کو ذکر کرنا، وہ محض فضول کہ آخر یہ رسمیں کفر تو نہیں جن کے باعث نکاح نہ ہو۔ ہاں معاذاللہ اگر مرد یا عورت نے پیش از نکاح کفر صریح کا ارتکاب کیا تھا اور بے توبہ واسلام ان کا نکاح کیا گیا تو قطعاً نکاح باطل، اور اس سے جو اولاد ہو ہوگی ولد الزنا، اس طرح اگر بعد نکاح ان میں کوئی **معاذ اللہ** مرتد ہوگیا اور اس کے بعد کے جماع سے اولاد ہوئی تو وہ بھی حرامی ہوگی، اس کے سوا وہ کلمات جن پر فتاوٰی وغیرہا میں خلافِ تحقیق حکم کفر لکھ دیتے ہیں اور وہ کلمات جن میں کوئی ضعیف مرجوع روایت بھی اگرچہ اور کسی امام کے مذہب میں عدم کفر کی نکل آئے ان کے ارتکاب سے گویا تجدید اسلام ونکاح کا حکم دیں مگر اولاد اولادِ زنا نہیں۔

فی الدرالمختار وغیرہ مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالتوبۃ والاستغفار وتجدید النکاح [1] اھ. واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	درمختار وغیرہ میں ہے جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس کے ارتکاب سے عمل اور نکاح باطل ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کی اولاد، ولدِ زنا ہوگی اور جس چیز کے کفر میں اختلاف ہو اس کے ارتکاب پر توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم ہوگا اھ، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۸: از رامپور افغاناں فرنگن محل بذریعہ ملاظریف مرسلہ مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ اس ملک بنگالہ میں زمانہ قدیم سے درمیان عوام بلکہ اکثر خواص کے بھی یہی دستور ہے کہ بعد خواستگاری اور قول اقرار مربّیان طرفین اور قبل ایجاب وقبول کے مخطوبہ کو بعد ضیافت براتیان کے مکان میں لاکر اس طور پر نکاح کراتے ہیں کہ چند مربّیان عاقدین بالغین وچند بزرگان مجلس کی اجازت سے ایک شخص کو اس مجلس والے وکیل مخطوبہ قرار دے کر اور دو گواہ یا تین چار گواہ کو اس وکیل کے ساتھ کرکے دولھا کی مجلس سے مخطوبہ کے پاس جو قریب پردہ کے اندر بیٹھی ہوئی ہے روانہ کرتے ہیں اب یہ وکیل مخطوبہ کے قریب گواہوں کے ساتھ جاکر مخطوبہ سے اس طرح قبول کراتا ہے کہ اے فاطمہ، زید کی بیٹی! تو نے بکر کو جو خالد کا پسر ہے اس قدر مہر پر جو اس کے اوپر واجب الادا ہوگا اپنی زوجیت میں قبول کیا، تو فاطمہ بآواز بلند کہتی ہے کہ میں نے قبول کیا، یافقط "قبول کیا" کہہ دیا، اور اس قبول مخطوبہ کو گواہان نے بھی سن لیا اب پھر وہ وکیل خاطب کی مجلس میں اپنے گواہان کے ساتھ حاضر ہوتا ہے تو جو قاضی عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے وہ اس وکیل سے سوال کرتا ہے کہ تو کون ہے، تو وہ وکیل جواب دیتا ہے کہ میں فاطمہ مخطوبہ کا وکیل ہوں، تو قاضی دریافت کرتا ہے کہ توکیا جانتا ہے تو وہ عرض کرتا ہے کہ فاطمہ دختر زید نے بکر پسر خالد کو اپنی زوجیت میں قبول کیا ہے اور میں نے قبول کرایا ہے، پھر قاضی سوال کرتا ہے کہ تمھارا کوئی گواہ بھی ہے تو وکیل اپنے گواہوں کی طرف اشارہ کرکے بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ گواہ موجود ہیں تو قاضی پھر ان گواہوں کی طرف متوجہ ہو کر ہر ایک گواہ سے الگ الگ سوال کرتا ہے اور گواہ لوگ اپنی سماعت بیان کرتے ہیں یعنی فاطمہ نے بکر کو قبول کیا، اب جب قاضی کو سماعت شہادت سے فراغت ہوئی تو بہ تعلیم قاضی یا خود وکیل مذکور بکر کو قبول

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

کراتا ہے کہ تونے فاطمہ دختر کواس قدر (سو روپے یا ہزار مثلاً) مہراپنے ذمہ لے کر قبول کیا یا "قبلت" تو بکر اقرار کرتا ہے کہ میں نے ہندہ کو قبول کیا یا فقط قبول کیا یا **"قبلت"** کہہ دیا پھر قاضی خطبہ وغیرہ پڑھ کر مجلس عقد ختم کردیتا ہے تواب صورت مذکورہ میں فاطمہ اور بکر کا نکاح منعقد ہوا یا نہیں، بر تقدیر اول بعض علماء کو یہ شبہہ ہے کہ یہ وکیل مذکور نہ تو خاطب کی طرف سے مقرر ہوا نہ مخطوبہ کی طرف سے، حالانکہ یہ دونوں بالغ ہیں اور بالغ کا نکاح بلااذن عاقدین کیونکر ہوسکتا ہے، اور بر تقدیر ثانی ہزاروں آدمی حرامزادے قرار پاتے ہیں، اور یہ ایجاب وقبول مذکور کیا قرار پائیں گے، کیا نکاح مذکور بالکل معدوم قرار دیا جائے گا۔ کیا نکاح فضولی سے خارج ہوگیا، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس مسئلہ میں ابانت جواب اور بتوفیقہ تعالٰی اصابت صواب محتاج نظر غائر وفکر دقیق۔

[۲۹] **فاقول: وبا للہ التوفیق** تحقیق مقام یہ ہے کہ سفیر مذکور جسے وہ عوام وکیل مخطوبہ ٹھہراتے ہیں اس کا مخطوبہ و خاطب دونوں سے خطاب مذکور بصورت استفہام ہے اگرچہ حرف استفہام مقدر ہے اور استفہام وعقد اقسامِ انشا سے دو قسم متبائن ہیں تو جہاں حقیقت استفہام مقصود ومفہوم ہو وہ کلام ایجاب یا قبول نہیں قرار پاسکتا ہاں اگر صورۃً استفہام اور معنیً تحقیق عقد مستفاد ہو تو ایجاب یا توکیل متصور ہوگا مگر اس کے لیے قیام قرینہ درکار **کما ھو شان کل مجاز** (جیسا کہ ہر مجاز کا تقاضا ہے۔ ت) ولہٰذا علماء فرماتے ہیں اگر زید نے عمرو سے کہا تو نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اس نے کہا "دی" یا "ہاں" نکاح نہ ہوگا جب تک زید اس کے جواب میں "میں نے قبول کی" نہ کہے، تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

لو قال رجل لاٰخر زوجتنی ابنتك فقال الاٰخر زوجت اوقال نعم مجیبا له لم یکن نکاحا مالم یقل الموجب بعدہ قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف زوجنی لانه توکیل [1]۔	اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، دوسرے نے جواب میں کہا کہ نکاح کردی، یا "ہاں" کہہ دیا تو نکاح نہ ہوگا جب تک ایجاب کرنے والا بعد میں یہ نہ کہے کہ میں نے قبول کی، کیونکہ پہلے کا یہ کہنا کہ تونے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، یہ صرف طلبِ خبر ہے عقد نکاح نہیں ہے، اس کے برخلاف اگر پہلا یہ کہتا کہ تو مجھے نکاح کردے، تو اس سے دوسرا وکیل بن جاتا اور اس کا "نکاح کردی" کہنے سے نکاح ہوجاتا۔ (ت)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷

خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

رجل قال لاٰخر دختر خویش فلانہ مرادہ بزنی فقال دادم وھی صغیرۃ ینعقد النکاح وان لم یقل الزوج قبلت ولوقال دادی لایجوز اذا قال دادم مالم یقل الزوج پذیر فتم[1] الخ۔	ایک شخص نے دوسرے کو کہا تو اپنی فلاں لڑکی مجھے بیوی کے طور دے دے، تو دوسرے نے کہا میں نے دی، اس صورت میں اگر وہ لڑکی نابالغہ ہو تو پہلے کے "قبلت" (میں نے قبول کی) کہے بغیر نکاح ہوجائے گا۔ اور پہلے نے یہ کہا کہ تو نے مجھے دی ہے تو دوسرے کے "دے دی" کہنے سے نکاح نہ ہوگا جب تک پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وہندیہ میں امام ابوبکر محمد بن عقیل الفضل سے ہے:

اذا قال لاب البنت زوجتنی ابنتك فقال زوجت اوقال نعم لایکون نکاحا الاان یقول له الرجل بعد ذٰلك قبلت لان زوجتنی استخبار ولیس بعقد بخلاف قوله زوجنی لانه توکیل[2] اھ باختصار۔	جب ایک شخص نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تو نے اپنی بیٹی مجھے نکاح کردی، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے نکاح کردی یا "ہاں" کہا تو نکاح نہ ہوگا مگر یہ کہ بعد میں پہلا شخص "میں نے قبول کی" کہہ دے تو نکاح ہوجائیگا کیونکہ "تو نے نکاح کی" کا لفظ خبر کے حصول کے لیے ہے اور عقد نکاح نہیں ہے، اس کے بخلاف اگر پہلا یوں کہتا ہے کہ "تو مجھے نکاح کردے" تو بطور توکیل نکاح ہوجاتا ہے اھ اختصارًا (ت)

نیز خانیہ میں ہے:

رجل قال لغیرہ بالفارسیة دختر خویش را مرادادی فقال دادم لایکون نکاحا۔[3]	ایک شخص نے دوسرے کو فارسی میں کہا کہ تو نے اپنی لڑکی مجھے دی، تو جواب میں دوسرے نے کہا دے دی، تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

اسی طرح کتب معتبرہ کثیرہ میں ہے، یہ اصل استفہام کا حکم ہے،

فالاطلاق انما ھو بالنظر الی الحقیقة	کلام میں اطلاق حقیقی معنٰی کے لحاظ سے ہوتا ہے

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴، خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ ۱/۷۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۴۹

اما لو اطلقت عـــه فهی مقیدة حقیقة بما اذا لم یرد به التحقیق۔	اور اگر عام کر دیا جائے تو پھر اس وقت حقیقی معنٰی مراد لینے کے لیے مجازی معنٰی (تحقیق عقد) مراد نہ ہونے کی قید ضرور ہوگی۔ (ت)

یہی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہنگام ارادہ تحقیق عقد تام ہے۔ فتاوٰی ظہیریہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

لو قال بالفارسیة دختر خویش مرا دادی فقال دادم لا ینعقد النکاح لان هذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا اراد به التحقیق دون الاستیلام [1]۔	اگر ایک نے دوسرے سے فارسی میں کہا کہ تونے اپنی لڑکی مجھے دی، تو دوسرے نے کہا "دی" تو نکاح منعقد نہ ہوگا کیونکہ یہ پہلے کا کلام، طلب خبر ہے اور طلب وعدہ ہے لہٰذا اس کلام سے دوسرا پہلے وکیل نہ ہوسکے گا۔ مگر یہ کہ پہلے نے اپنی کلام سے تحقیق عقد (مجازی معنٰی) مراد لیا ہو تو نکاح ہوجائے گا اور استفہام کا حقیقی معنی استفسار اور منگنی واستخبار ہو تو نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

قال له دختر خود فلانه رابمن ده فقال دادم وهی صغیرة انعقد وان لم یقل قبلت لانه توکیل ولو قال بمن دادی لا، الا اذا قال دادم وقال الزوج پذیرفتم، الا اذا اراد بدادی التحقیق [2]۔	ایک نے دوسرے سے کہا کہ اپنی فلاں لڑکی مجھے دے، تو دوسرے نے جواب میں کہا میں نے دی، تو نابالغہ لڑکی ہو تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ پہلے نے اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہا ہو کیونکہ "اپنی لڑکی دے" کہنا دوسرے کو وکیل بنانا ہے، اور اگر پہلے نے یہ کہا ہو کہ "تونے مجھے دی" تو پھر نکاح نہ ہوگا مگر اس صورت میں جب دوسرے نے "میں نے دی" کہا اور پہلے نے اس کے جواب "میں نے قبول کی" کہا ہو، ہاں اگر پہلے نے دادی کے لفظ سے استفہام کی بجائے تحقیق عقد مراد لی ہو۔ (ت)

عـــه: ای جعلت الکلام مطلقا شاملا للحقیقة والمجاز وبالجملة فالتقیید موجب للاطلاق والاطلاق موجب للتقیید فافهم ۱۲ منه۔ غفرله۔ (م)	یعنی کلام کو اطلاق پر رکھ کر عام کر دیا جائے یوں کہ حقیقت اور مجاز دونوں کو شامل ہو۔ خلاصہ یہ کہ کلام کو حقیقت سے مقید کرنا، دلالت میں اطلاق کو چاہتا ہے، اور کلام کو عام کرنا (حقیقت ومجاز کو شامل کرنا) عدم جواز کی قید کو چاہتا ہے، غور کرو۔ ۱۲ منه غفرله (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ ۱/۶۷

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۱۰

محیط وہندیہ میں ہے:

لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیر فتم الااذا اراد بقول دادی التحقیق دون السوم [1] الخ۔	منگنی پوچھنے والا جب تک لڑکی کے باپ کے جواب کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے گا نکاح نہ ہوگا، مگر یہ کہ اس کے اس کہنے "مجھے تونے اپنی لڑکی دی" سے مراد منگنی نہ ہو بلکہ تحقیق مراد ہے الخ (ت)

ذخیرۃ العقبی میں ہے:

قوله دادی استخبار فلایثبت التوکیل به نعم اذا ارید بقوله دادی التحقیق دون السوم ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیر فتم الخ [2]۔	ایک کا کہنا "تونے دی" یہ طلب خبر ہے اس سے توکیل ثابت نہ ہوگی، ہاں اگر "تونے دی" سے مراد منگنی کی بجائے تحقیق ہوتو نکاح ہوجائے گا اگرچہ بعد میں یہ کہنے والا "میں نے قبول کی" نہ کہے الخ (ت)

یہی محل ہے اس فرع ذخیرہ وہندیہ کا:

قیل لامرأة خویش رازن من کردی فقالت کردم ینعقد النکاح وکذا لو قال خویش رازن من گردانیدی فقالت گردانیدم [3]۔	اگر کسی عورت کو یہ کہا گیا تونے اپنے کو میری بیوی کردیا تو عورت نے کہا "میں نے کردیا" تو نکاح منعقد ہوجائے گا، اور یونہی اگر کسی نے عورت کو کہا تونے اپنے کو میری بیوی بنادیا، تو عورت نے کہا "میں نے بنادیا" نکاح ہوجائے گا (ت)

اور اس فرع محیط وہندیہ کا:

سئل نجم الدین عمن قال لامرأة خویشتن را بهزاردرم بمن بزنی دادی فقالت بالسمع والطاعة قال ینعقد النکاح ولو قالت سپاس دارم لاینعقد لان الاول	نجم الدین سے سوال کیا گیا کہ جس نے کسی عورت کو کہا کہ تونے اپنے کو ہزار مہر کے بدلے میری بیوی کردیا تو عورت نے جواب میں کہا "سنا اور اطاعت کی" تو انھوں نے فرمایا: نکاح منعقد ہوگیا، اور اگر عورت

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] ذخیرہ عقبٰی کتاب النکاح نولکشور کانپور ۲/۱۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

اجابۃ والثانی وعد [1]۔	نے جواب میں یوں کہا "پسند کرتی ہوں" تو نکاح نہ ہوگا کیونکہ پہلا جواب قبولیت ہے اور دوسرا صرف وعدہ ہے۔ (ت)

لاجرم قول فیصل یہ قرار پایا کہ مدار کا مفہوم و مستفاد بنظر احوال وقرائن استعمال پر ہے۔ زید نے کہا تو نے اپنی بیٹی مجھے دی، عمرو نے کہا دی، اگر مجلس منگنی کی تھی منگنی ہوئی اور نکاح کی تھی تو نکاح ہوگیا۔ درمختار میں ہے:

وکذا (ای فی کونہ ایجابا قولہ) انا متزوجك اوجئتك خاطبا لعدم جریان المساومۃ فی النکاح اوھل اعطیتنیھا ان کان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد [2]۔	یوں ہی الفاظ ایجاب میں سے یہ بھی ہیں "میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں" یا "میں پیغام نکاح دینے کے لیے آیا ہوں" یا "کیا تو نے مجھے اپنی لڑکی دی"، ان صورتوں میں اگر مجلس نکاح ہے تو نکاح قرار پائے گا اور اگر یہ مجلس منگنی ہو تو منگنی قرار پائے گی، کیونکہ نکاح میں بھاؤ جاری نہیں ہوتا (صرف منگنی یا نکاح ہوتا ہے) (ت)

شرح مختصر الطحاوی للاسیجابی پھر شرح قدوری للزاہدی پھر انقرویہ وواقعات المفتین میں ہے:

قال لہ ھل اعطیتنیھا فقال اعطیت فان کان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح [3]۔	ایک نے دوسرے کو کہا تو نے اپنی لڑکی مجھے دی ہے تو دوسرے نے کہا میں نے دی، تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا اور مجلس منگنی ہو تو منگنی ہوگی (ت)

فتح القدیر وردالمحتار میں ہے:

لما علمنا ان الملاحظۃ من جھۃ الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمہ جانب الرضی عدّینا حکمہ الی کل لفظ یفید ذٰلك بلا احتمال مسا و للطرف الاٰخر فقلنا لوقال بالمضارع ذی الھمزۃ اتزوجك فقالت زوجت نفسی انعقد و	جب ہمیں معلوم ہوا کہ نکاح کے منعقد ہونے اور اس حکم کے لازم ہونے میں شریعت نے رضا والے پہلو کا لحاظ کیا ہے۔ تو ہم نے اس پر نکاح کے حکم کو ایسے الفاظ تک پھیلایا جو رضا کے اظہار کا فائدہ دے سکتے ہیں بشرطیکہ یہ رضا کے خلاف کا مساوی طور پر احتمال نہ رکھتے ہوں، اس لیے ہم نے یہ کہا کہ اگر کسی نے مضارع واحد متکلم کا صیغہ استعمال کرتے ہوئے یوں کہا "میں تجھ سے نکاح کرتا ہوں" تو عورت نے اس کے جواب میں کہا "میں نے اپنا نکاح کیا" تو نکاح ہوجائے گا اگر کسی نے مضارع واحد مخاطب کے صیغہ کو استعمال کیا اور یوں کہا

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[3] فتاوٰی انقرویہ کتاب النکاح دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ۱/۳۳

فی المبدوء بالتاء تزوجنی بنتك فقال فعلت عند عدم قصد الاستیعاد لانه یتحقق فیه هذا الاحتمال بخلاف الاول لانه لایستخبر نفسه عن الوعد واذاکان کذالك والنکاح مما لایجری فیه المساومة کان للتحقیق فی الحال فانعقد به لاباعتبار وضعه للانشاء بل باعتبار استعماله فی غرض تحقیقه واستفادة الرضی منه حتی قلنا لوصرح بالاستفهام اعتبر فهم الحال، قال فی شرح الطحاوی لوقال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح [1] اھ۔	"تواپنی بیٹی مجھ سے نکاح کردے گا" توجواب میں دوسرے نے کہا "میں نے کردیا" جب اس سے وعدہ کاارادہ نہ ہو تویہ الفاظ بھی چونکہ رضامندی کااحتمال رکھتے ہیں اس لیے نکاح ہوجائے گا، اسکے بخلاف پہلی صورت میں وعدہ کا احتمال نہیں کیونکہ خود متکلم مضارع کے صیغہ سے اپنی ذات کے بارے میں وعدہ کی خبر نہیں دیتا، جب یہ معاملہ ہے تواس صورت میں فی الحال نکاح کو قائم کرنا مقصود ہے تواسی وقت نکاح ہوجائے گا، کیونکہ نکاح میں مذکورہ الفاظ سے بھاؤتومراد نہیں ہوسکتا، توایسے الفاظ سے نکاح کاانعقاد اس لیے نہیں کہ یہ الفاظ نکاح کے لیے وضع ہیں بلکہ اس لیے کہ ان الفاظ کااستعمال مقصد کوحاصل کرنے کی غرض سے کیا گیااور ان سے رضامندی کااظہار بھی ہوتا ہے۔ حتی کہ ہم یہ کہیں گے اگرکسی نے ان الفاظ سے صراحۃً استفہام مراد لیاتوپھر حال کااعتبار کیاجائے گا، طحاوی کی شرح میں فرمایا کہ اگرکسی نے دوسرے کوکہا: "کیاتونے اپنی بیٹی مجھے دی ہے" تودوسرے نے جواب میں کہا کہ "میں نے دی ہے" تواس صورت میں اگر مجلس منگنی ہوتویہ منگنی ہوگی اور یہ مجلس نکاح ہوتونکاح ہوگااھ (ت)

اس تحقیق انیق سے عبارات ملتئم ہوگئیں اور حکم منتظم وتمام الکلام علی مسألة الاستفهام فیما علقناه علی رد المحتار (اور مسئلہ استفہام پرمکمل کلام ردالمحتارپر ہمارے حاشیہ میں ہے۔ت) جب یہ اصل منقح ہولی اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے، شخص مذکورکہ مجلس خاطب سے اٹھ کر مخطوبہ کے پاس جاتا ہے جبکہ اس سے پہلے نہ خاطب سے اذن لیانہ مخطوبہ سے، اور وہ دونوں بالغ ہیں کہ ان کے معاملہ میں غیر کااذن کوئی چیز نہیں تواسے وکالت سے کیاعلاقہ، یقیناً فضولی محض ہوتا ہے مگر ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۴

کے نزدیک عقد فضولی محض فضول و نامقبول نہیں بلکہ منعقد ہوجاتا ہے اور اجازت صاحب اجازت پر موقوف رہتا ہے کما نصوا علیه فی الکتب قاطبة (جیسا کہ فقہاء نے تمام کتابوں میں اس پر نص کی ہے۔ت) پس اگر اس کلام سے کہ یہ فضولی مخطوبہ سے کہتا ہے تحقیق عقد مراد و مفہوم ہوتی تو اس وقت انعقاد نکاح میں شبہہ نہ تھا اس کا کلام ایجاب ہوا اور مخطوبہ کا جواب قبول۔ عقد موقوفاً منعقد ہوگیا۔ اس کے بعد جب فضولی مذکورہ خواہ دوسرے شخص نے خاطب کو اس کی خبر دی اور اس نے اظہار قبول کیا، یہ صراحۃً اس عقد موقوف کی تنفیذ ہوئی اور نکاح تام و نافذ ہوگیا، "قبول کیا میں نے" اور "قبول کیا" دونوں یکساں ہیں کہ جب "تونے قبول کیا" کے جواب میں "قبول کیا" کہا تو اس کے صاف یہی معنٰی ہوئے کہ "میں نے قبول کیا" لان السوال معاد فی الجواب (کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے۔ت) ذخیرہ وہندیہ میں ہے:

قیل لامرأة خویشتن را بفلاں بزنے دادی فقالت داد وقیل للزوج پذیر فتی فقال پذیر فت ینعقد النکاح وان لم تقل المرأة دادم والزوج پذیر فتم [1]۔	اگر کسی عورت کو کہا کہ "تونے اپنے کو فلاں کی بیوی بنادیا" تو عورت نے جواب میں کہا "بنادیا" تو خاوند کو کہا گیا "تونے قبول کیا" اس نے کہا "قبول ہے" تو نکاح ہوجائیگا اگرچہ عورت اور مرد نے "میں نے قبول کیا" یا "میں نے اپنا نکاح دیا" نہ کہا ہو۔ (ت)

اصلاح وایضاح میں ہے:

قولهما داد پذیر فت بعد دادی وپذیر فتی جواب وقبول لمکان العرف فان جواب مثل هذا الکلام قد یذکر بالمیم وبدونه کفر وخت وخرید فی البیع [2]۔	"تونے دی، تونے قبول کی" کے الفاظ کے بعد صرف "دی" "قبول کی" کہنا عرف کی بناپر ایجاب وقبول ہے، کیونکہ ایسی کلام کے جواب میں متکلم کا صیغہ ضروری نہیں ہے۔ جیسے بیع میں صرف "خرید وفروخت" کا لفظ استعمال کر لیاجاتا ہے۔ (ت)

۳۰**اقول:** جب فارسی میں داد و دادم و پذیر فت و پذیر فتم کا ایک حکم ہے تو اردو میں بدرجہ اولٰی

فان صیغة الماضی بالفارسیة للغائب	کیونکہ فارسی میں ماضی غائب اور متکلم کا صیغہ

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱

[2] اصلاح وایضاح

غیرھا للمتکلم بخلاف لساننا فانما ھی صیغۃ واحدۃ للغائب والحاضر والمتکلم جمیعا وانما یفرق بالضمائر اوذکر الظاھر الاتری ان الفرس تقول اوکردو توکردی ومن کردم ونحن نقول فی الکل اس نے کیا، تونے کیا، میں نے کیا ومن کذٰلك فی الفعل اللازم وہ آیا تو آیا میں آیا وانما یفرق فیہ بین الواحد والجمع والمذکر والمؤنث فصیغہ فی اللازم اربع آیا آئی للواحد المذکر والمؤنث وآئے آئیں للجمعین کذلك وفی المتعدی صیغۃ واحدۃ للکل وھوکیا مثلًا سواء اسندتہ الی اس او انھوں او تو او ہم للذکر اوالذکور او الاثنی اوالاناث اولھم ذکرانا اواناثا ولافرق بین الغائب والحاضر والمتکلم فی شیئ منھما اصلا بہ تبین بطلان زعم من یزعم ان قول الخاطب قبول کی بدون میں نے لاینعقد بہ النکاح لعدم تعین القابل۔

علیحدہ ہے جبکہ ہماری زبان میں ماضی غائب، حاضر اور متکلم کا ایک ہی صیغہ ہے جو صرف ضمیر یا اسم ظاہر کی تبدیلی میں فرق پیدا کرتا ہے، آپ دیکھیں کہ فارسی والے او کرد، تو کردی اور من کردم، ہر ایک کے لیے علیحدہ صیغہ استعمال کرتے ہیں، جبکہ ہم سب کے لیے صرف "کیا" کہتے ہیں، اس نے قبول کیا، تو نے کیا، میں نے کیا، اور یوں ہی ہماری زبان میں فعل کا بھی ایک ہی صیغہ ہے جو ضمیر لگانے سے غائب، حاضر اور متکلم کا فرق ظاہر کرتا ہے مثلًا وہ آیا، تو آیا، میں آیا، البتہ واحد و جمع اور مذکر و مونث کے لحاظ سے لازم کے چار صیغے ہیں، آیا، آئی واحد مؤنث و مذکر کے لیے آئے اور آئیں جمع مذکر و مونث کے لیے ہیں، اور فعل متعدی کا صرف ایک صیغہ ہے، اور یہ، کیا، ہے اس کو بھی ضمیر لگا کر واحد مذکر و مونث، جمع مذکر و مونث کے ساتھ غائب، حاضر متکلم کا فرق کیا جاتا ہے مثلًا اس نے کیا، تونے کیا، میں نے کیا، غرضیکہ اردو میں فعل لازم اور متعدی کے لیے غائب، حاضر اور متکلم کا ضمیروں کے بغیر کوئی فرق نہیں ہے، اس بحث سے واضح ہوگیا کہ بعض کا خیال غلط ہے کہ شادی کا پیغام دینے والے پہلے شخص کا دوسرے کے "میں نے دی" کے جواب میں صرف "قبول کی" کہنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ "میں نے" ذکر نہ کرے کیونکہ اس سے قبول کرنے والے کا تعین نہیں ہوتا لہٰذا "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہے (اس خیال کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اردو میں غائب، حاضر متکلم کے لیے صیغہ کا فرق نہیں ہے)۔ (ت)

مگر تقدیر مذکور سوال سے ظاہر یہ ہے کہ فضولی کا مخطوبہ سے وہ کلام بقصد انشائے عقد نہیں ہوتا، نہ وہ مجلس مجلس عقد سمجھی جاتی ہے بلکہ اسے اپنے زعم میں ہندہ سے طلب اذن کی مجلس سمجھتے اور اس گفتگو کو استیذان جانتے اور مجلس عقد مجلس کو قرار دیتے ہیں جب یہ وہاں سے واپس آکر خاطب سے خطاب کرتا ہے

والہذا پلٹ کر قاضی کے پاس جاتا ہے جو عقد کرانے کو دولھا کے پاس بیٹھا ہے اور اس کے سوال پر اپنے آپ کو وکیل مخطوبہ ظاہر کرتا ہے اور اس کے قبول یعنی رضا سے خبر دیتا ہے، ان قرائن واضحہ سے مجلس مخطوبہ کا مجلس عقد نہ ہونا ظاہر، اور لا اقل اتنا تو بدیہی کہ ارادہ عقد ظاہر نہیں، معنی مجاز مراد نہ ہو سکنے کو اس قدر بس ہے۔

فان المجاز مفتقر الی قرینة تظهر ارادته فحیث لاقرینة ترجح جانبه لاتصح ارادته کما علمت من قول المحقق علی الاطلاق بلااحتمال مسا وللطرف الاخر واذاکان الامر ماوصفنا لم یصح جعل الاستفهام تحقیقا کما دریت۔	کیونکہ مجاز ایسے قرینے کا محتاج ہے جس سے متکلم کا ارادہ واضح ہوسکے۔ تو جہاں ایسا قرینہ نہ ہو جو مراد کو واضح کرسکے وہاں اس معنی مجازی کو مراد نہیں لیا جاسکتا، جیسا کہ محقق علی الاطلاق کے قول "غیر کا مساوی احتمال نہ ہو" سے واضح معلوم ہوا، جب معاملہ یہ ہے جو ہم نے بیان کیا ہے تو استفہام کا مجازی معنٰی، تحقیق عقد قرینہ کے بغیر مراد لینا درست نہ ہوگا، جیسا کہ آپ نے سمجھ لیا۔ (ت)

اب قول مخطوبہ کو ایک رکن عقد یعنی ایجاب وقبول قرار دیجئے تو باطل محض ہے کہ اس ایجاب کا قبول جاکر دوسری مجلس خاطب میں ہوگا اور کوئی ایجاب مجلس سے باہر قبول پر موقوف نہیں رہ سکتا۔

کما نصوا علیه فی عامة الکتب وفی النهر والدر من شرائط الایجاب والقبول اتحاد المجلس [1] وفی التنویر وشرحیه لایتوقف الایجاب علی قبول غائب عن المجلس فی سائر العقود من نکاح وبیع وغیرهما بل یبطل الایجاب ولا تلحقه الاجازة اتفاقا [2]۔	جیسا کہ فقہاء کرام نے عام کتب میں اس کی تصریح کردی ہے۔ نہر اور در میں ہے کہ ایجاب وقبول کے معتبر ہونے میں مجلس کا اتحاد ضروری ہے، اور تنویر اور اس کی دونوں شرحوں میں ہے کہ ایجاب مجلس سے کسی غائب شخص کے قبول کرنے پر موقوف نہ ہوگا، تمام عقود، نکاح وبیع وغیرہما کا یہی حکم ہے کہ ایجاب بالاتفاق باطل ہو جاتا ہے اور اس کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ (ت)

اور اگر توکیل ٹھہرائیں تو اس کی طرف بھی راہ نہیں، توکیل دوسرے کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنا نائب بنانا ہے انابت کا اصلاً کوئی ذکر نہ کلام شخص مذکور میں تھا نہ کلام مخطوبہ میں، تو اس کا حاصل صرف اس قدر ہوا کہ مخطوبہ نے اس کے سامنے زید کے ساتھ اس قدر مہر پر اپنے نکاح کی رضا ظاہر کی، یہ توکیل نہ ہوئی۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۶

تنویر الابصار میں ہے:

هو اقامة الغير مقام نفسه فی تصرف جائز معلوم[1]۔	وہ یہ کہ غیر کو کسی تصرف جائز معلوم میں اپنے قائم مقام بنانا۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں زید و عمرو سے کہا کاش! تو میرا نکاح فلاں عورت سے کردیتا، اس نے کردیا، یہ نکاح، نکاح فضولی ہوا، حالانکہ یہاں صراحۃً عمرو سے استعانت تھی تو مجرد اس قدر کہ اس نے کہا تو فلاں سے نکاح پر راضی ہے؟ اس نے کہاں "ہوں" کیونکر توکیل ہوسکتی ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل قال کل امرأة اتزوجها فهی طالق ثم قال بمجلس لرجل لیتك تزوجنی فلانة هل اذا زوجه یحنث ام لااجاب لایحنث لانه لم یتزوج بل زوج والمزوج فضولی بلاشك والحال هذه[2] الخ۔	ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے کہا ہو کہ جس عورت سے بھی نکاح کروں اس کو طلاق ہے، پھر اس شخص نے کسی مجلس میں ایک آدمی کو کہا کاش تو فلاں عورت سے میرا نکاح کردے، تو اس آدمی نے اس کا نکاح اس عورت سے کردیا، تو کیا حانث ہوگا یعنی اس عورت کو طلاق ہوجائیگی یا نہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ اس نے خود نکاح نہیں کیا بلکہ اس کا نکاح ایک غیر شخص (فضولی) نے کیا ہے اور بلاشک معاملہ یہی ہے الخ (ت)

بالجملہ اس وقت تک کی جو کارروائی تھی لغو و فضول گئی، اب رہا وہاں سے واپسی کے بعد شخص مذکور کا خاطب سے خطاب، یہاں ضرور تحقیق عقد ہی مقصود ہے کہ ان کے زعم میں مجلس مخطوبہ مجلس توکیل تھی اب کہ یہ اپنے نزدیک وکیل بن کر آیا اس مجلس عقد میں عقد کرتا ہے تو یہ استفہام حقیقۃً ایجاب ہوا اور زوج کا کہنا قبول کیا قبول۔

'۳' **اقول: وباللّٰه التوفیق**، تحقیق مقام یہ ہے کہ استفہام ہنگام ارادہ تحقیق مفید معنی امر ہوتا ہے

قال اللّٰه تعالٰی فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ای انتهوا[3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا تم باز آؤگے؟ اس سے مراد یہ ہے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الوکالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۰۳

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح فصل فی نکاح الفضولی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ فهل انتم منتهون اصح المطابع دہلی ص ۱۰۶

وقال تعالٰی اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَ كَانَ رَبُّكَ بَصِیْرًا ۝[1] ای اصبروا وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل انتم تارکوا لی صاحبی[2] ای اترکوا۔	یہ ہے کہ باز آؤ۔اور اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کیا تم صبر کروگے۔ اور تیرا رب تعالٰی بصیر ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر کرو،اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیاتم مجھے میرے صاحب کے بارے میں چھوڑ وگے؟اس سے مراد یہ ہے کہ تم چھوڑو (ت)

تو"تونے قبول کیا"؟ بمعنٰی "قبول کر" ہے،اور امر میں اگرچہ ہمارے علما مختلف ہوئے کہ وہ توکیل ہے یا ایجاب۔

فی الدر المختار زوجنی او زوجینی نفسك اوکونی امرأتی لیس بایجاب بل توکیل ضمنی وقیل ایجاب ورجحه فی البحر[3] اھ مختصرا وفی ردالمحتار مشی علی الاول فی الھدایة والمجمع ونسبه فی الفتح الی المحققین وعلی الثانی ظاھر الکنز و اعترضه فی الدرر بانه مخالف لکلامھم واجاب فی البحر والنھر بانه صرح به فی الخلاصة والخانیة قال فی الخانیة و لفظة الامرفی النکاح ایجاب وکذا فی الخلع والطلاق والکفالة والھبة اھ قال فی الفتح وھو الحسن[4] الخ۔	درمختار میں ہے: تو میرا نکاح کردے، اے عورت تو میرا نکاح کر، یااس کو کہا تو میری بیوی ہو جا، تو یہ کلمات ایجاب نہ ہوں گے بلکہ ضمنًا توکیل ہوگی، بعض نے کہا کہ یہ ایجاب ہے، اور بحر میں اس کو ترجیح دی ہے اھ مختصرًا، اور ردالمحتار میں ہے کہ ہدایہ اور مجمع میں پہلے قول کو اپنایا ہے اور اس کو فتح میں محققین کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرے پر کنز نے ظاہر کہا ہے،اور اس پر درر میں اعتراض کیا ہے کہ یہ علماء کے قول کے مخالف ہے، اور اس کا جواب بحر اور نہر میں یہ دیا گیا کہ خلاصہ اور خانیہ میں اس پر تصریح کی ہے، اور خانیہ میں فرمایا کہ امر کا لفظ نکاح میں ایجاب ہوتا ہے اور خلع، طلاق، کفالہ اور ہبہ میں بھی ایجاب ہے، اور فتح میں فرمایا کہ یہ احسن ہے الخ (ت)

اور قول توکیل پر یہاں انعقاد نکاح میں دقت ہوتی کہ یہ شخص خاطب کو وکیل کرنے والا کون، نکاح کا وکیل

---

[1] تفسیر جلالین تحت الآیة اتصبرون وکان ربك بصیرا اصح المطابع کراچی ص ۳۰۴

[2] صحیح بخاری باب فضل ابی بکر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۷

[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

[4] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۳

بالنکاح تو دوسرے کو وکیل کر سکتا ہی نہیں، فضولی کیا چیز ہے،

فی الخلاصة لوقال الوکیل بالنکاح هب ابنتك لفلان فقال الاب وهبت لاینعقد النکاح مالم یقل الوکیل بعده قبلت لان الوکیل لایملك التوکیل[1] اھ وان کان یترا ای لی ان لقائل ان یقول لعل لاینعقد فیه بمعنی لاینفذ فانه ان لم یملك کان توکیل فضولی فکان ماذا الا تری ان الفضولی لایملك التزویج ولو زوج لحصل الزواج ولو موقوفا فکذا ینبغی ان تحصل بتوکیله الوکالة وان توقف نفاذه علی تنفیذ من له التنفیذ قال فی البحر من البیوع الظاهر من فروعهم ان کل ماصح التوکیل به فانه اذا باشره الفضولی یتوقف الا الشراء بشرطه[2] اھ ومعلوم ان التوکیل ممایصح به التوکیل فالظاهر الانعقاد موقوفا وان ارید عدمه اصلا مالم یقل الوکیل قبلت فالتعلیل الصحیح الواضح ماافاد العلامة الفهامة علی المقدسی

خلاصہ یہ ہے اگر وکیل نے کسی کو کہا کہ تو اپنی لڑکی فلاں کو دے، تو باپ نے جواب میں "میں نے دی" کہا، تو جب تک اس کے بعد وکیل "میں نے فلاں کے لیے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ کہ وکیل از خود دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا اھ، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ جب نکاح کا وکیل دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا تو دوسرا فضولی قرار پائے گا، اور فضولی کا عقد نافذ نہیں ہوتا اگرچہ عقد کی حد تک ہوجاتا ہے تو یہاں "منعقد نہ ہوگا" کا معنٰی "نافذ نہ ہوگا" ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ فضولی کو نکاح کر دینے کا اختیار نہ ہونے کے باوجود اگر وہ نکاح کر دے تو اس کا نفاذ موقوف رہتا ہے تو یہاں بھی وکیل کی توکیل موقوف ہو کر نافذ کرنے والے کی اجازت سے نافذ ہوجائے گی، بحر کے بیوع میں کہا ہے کہ فقہاء کرام کے بیان کردہ جزئیات سے ظاہر ہے کہ وہ امور جن میں توکیل جائز ہے اگر ان امور کو فضولی از خود سرانجام دے تو یہ امور موقوف رہیں گے ماسوائے کسی شرط کے ساتھ خرید کے اھ، تو ظاہر ہے کہ وکیل بنانا بھی ان امور میں سے ہے جن میں توکیل جائز ہے، تو ظاہر ہوا یہاں بھی فضولی کا تصرف جائز ہونا موقوف ہوگا، اگر وکیل کی قبولیت کے بغیر باپ کے "دے دی" کہنے سے

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۳۰

[2] البحر الرائق فصل فی بیع الفضولی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/ ۱۵۱

ان قول الوکیل ھب ابنتك لفلان ظاھر فی الطلب وانہ مستقبل لم یرد بہ الحال والتحقق لم یتم بہ العقد بخلاف زوجنی بنتك بکذا بعد الخطبۃ ونحوھا فانہ ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب [1] اھ ویعینہ عینامافی البحر عن الظھیریۃ لوقال ھب ابنتك لابنی فقال وھبت لم یصح مالم یقل ابوالصغیر قبلت [2] اھ فلا مساغ ھٰھنا لزعم ان الاب لایملك التوکیل۔	بالکل نکاح نہ ہونا مراد ہو تو پھر اس کی واضح وجہ وہ ہے جس کو علامہ مقدسی نے بیان فرمایا ہے کہ وکیل کا لڑکی کے باپ کو "اپنی فلاں کو دے" کہنا امر اور طلب ہے جو کہ مستقبل کا صیغہ ہے اور فی الحال تحقق مراد نہیں، لہٰذا عقد تام نہ ہوگا، اس کے خلاف ہے وہ صورت جس میں خود مرد نے کہا کہ "تو اپنی لڑکی مجھے نکاح کردے" تو یہاں منگنی وغیرہ کے بعد، یہ کلام اثبات و تحقق میں ظاہر ہے اور یہی ایجاب ہوتا ہے اھ بحر میں ظہیریہ سے نقل میں اسی وجہ کو معین کرتے ہوئے کہا کہ اگر ایک نے کہا کہ "تو اپنی بیٹی میرے بیٹے کو دے" دوسرے نے کہا "میں نے دی" تو اس وقت نکاح صحیح نہ گا بلکہ لڑکے کے باپ کو اس کے بعد "میں نے قبول کی" کہنا ضروری ہوگا اھ تو یہاں لڑکے کے باپ کے بارے میں یہ خیال کرنا درست نہیں کہ یہ وکیل بنانے کا مالک نہیں ہے (ت)

مگر نظر فقہی حاکم ہے کہ یہ امر بالاتفاق مفید ایجاب اور ان دقتوں سے بر کراں ہو،

فانہ امر بالقبول والقبول یطلق ویراد بہ الرضا وھو المحمل فی قول الفضولی المذکور للمخطوبۃ لعدم ارادتھم اذ ذٰلك الا استبانۃ رضاھا من دون تتمیم العقد کما قدمنا، ویراد بہ احد رکنی العقد وھو المراد ھھنا حیث المراد تحقیق العقد وھذا القبول وجودلہ الاتلو الایجاب فی ردالمحتار	کیونکہ یہ قبول کرنے کی درخواست ہوتی ہے اور جواب میں قبول سے مراد رضامندی ہوتی ہے، اور فضولی شخص اگر لڑکی کو کسی کے لیے نکاح کی درخواست کرے تو یہاں بھی یہی مقصود ہوتا ہے کیونکہ اس کارروائی کا مقصد صرف لڑکی کی رضا حاصل کرنا ہوتا ہے نہ کہ نکاح مکمل کرنا ہوتا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، اور جہاں مجلس نکاح میں یہ بات کہی جائے تو اس سے نکاح کا ایک رکن مراد ہوتا ہے جیسا کہ زیر بحث مسئلہ میں ہے، قبول کا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ العلامۃ المقدسی کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۴

[2] البحرالرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۸۲

اشار الی ان المقدم من کلام العاقدین ایجاب سواء کان المتقدم کلام الزوج اوکلام الزوجة والمتاخر قبول، ح عن المنح فلایتصور تقدیم القبول [1] الخ فالامر بالقبول یتضمن الایجاب علی جھة الاقتضاء کقولہ اعتق عبدك عنی بالف یتضمن البیع کذلك وکما ان العبد لوتزوج بلااذن مولاہ فقول المولی لہ طلقھا رجعیة اجازة للنکاح الموقوف [2] کما فی الدرالمختار لان الطلاق الرجعی لایکون الابعد النکاح الصحیح فکان الامر بہ اجازة اقتضاء [3] کما فی ردالمحتار ھذا ما ظھر لی وھو ظاھر جلی وان ابیت فالقول بالایجاب مرجح مصحح بقول الفتح ھو احسن کما علمت۔	لفظ یہاں پر ایجاب کا جواب ہوتا ہے، ردالمحتار میں یہ اشارہ دیا کہ عاقدین میں سے پہلے کا کلام ایجاب اور دوسرے کا قبول کہلائے گا، خواہ مرد کا پہلا کلام ہو یا عورت کا۔ اب منح کے قول کہ "قبول پہلے متصور نہیں ہوسکتا الخ تو اس پر قبول کرنے کی درخواست اقتضاءً ایجاب پر مشتمل ہے جیسا کہ کوئی کہے کہ تو میری طرف سے ایک ہزار کے بدلے میں اپنا غلام آزاد کردے، تو یہ قول ضمناً بیع پر مشتمل ہے (یعنی مجھے فروخت اور پھر آزاد کر) اور جیسا کہ کوئی غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس پر مالک اس کو کہے "تو رجعی طلاق دے" تو مالک کا یہ کہنا موقوف نکاح کو جائز قرار دینا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے، کیونکہ رجعی طلاق نکاح کے بعد ہی ہوسکتی ہے لہذا رجعی طلاق کا حکم، نکاح کی اجازت متصور ہوگا، جیسا کہ ردالمحتار میں ہے، یہ مجھے بالکل واضح معلوم ہوا ہے، اور اگر یہ قول قابل قبول نہ بھی ہو تو ایجاب والے قول کے بارے میں فتح کا یہ کہنا کہ "یہ احسن ہے" اس کے لیے ترجیح اور تصحیح قرار پائے گا جیسا کہ آپ جان چکے ہیں۔ (ت)

بہر کیف یہاں آکر اس نکاح کے منعقد ہوجانے میں شبہ نہیں مگر ازآنجا شخص مذکور فضولی تھا اجازت مخطوبہ پر موقوف رہا، اب اگر بعد وقوع نکاح اس کی خبر پاکر قبل اس کے کہ مخطوبہ سے کوئی قول یا فعل دلیل رد وابطال صادر ہو قولاً یا فعلاً یا سکوتاً اجازت پائی گئی تو نکاح صحیح وتام ونافذ ہوگیا۔ اجازت قولی یہ کہ مثلاً مخطوبہ کہے میں راضی ہوئی مجھے منظور ہے یا اچھا کیا الحمد للہ، اور فعلی یہ کہ مثلاً بے جبر واکراہ شوہر کو خلوت

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۳

[2] درمختار باب نکاح الرقیق مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۴

[3] ردالمحتار باب نکاح الرقیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۷۳

میں اپنے پاس آنے دے یااس سے مہر یا نفقہ طلب کرے یااور کوئی فعل کہ دلیل رضا ہو، اور سکوتی یہ کہ خود ولی یااس کا رسول یا ایک ثقہ پرہیزگار جس کی عدالت معلوم متحقق ہو یا دو مستور الحال جن کا فسق معلوم نہ ہو مخطوبہ کو نکاح کی اطلاع دیں اور وہ شوہر کو پہچانتی ہو اور وہ اس کا کفو بھی ہو یعنی دین یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسی کمی نہ رکھتا ہو کہ اس سے نکاح اولیاء مخطوبہ کے لیے عار ہو، اس صورت میں مخطوبہ یہ خبر سن کر خاموش ہو رہے تو یہ سکوت بھی اجازت سمجھا جائے گا وقد فصلنا القول فی کل ذلك فی فتاوٰنا (اس تمام بحث کو ہم اپنے فتاوٰی میں بیان کرچکے ہیں۔ت) بالجملہ یہ صورت رائجہ دقت سے خالی نہیں خصوصا بعد استماع خبر اظہار نفرت واقع ہو جیسا کہ بلاد ہندوستان میں اکثر دختران دوشیزہ کا معمول ہے جب تو نکاح صاف رد ہوجائے گا کہ پھر مخطوبہ کے جائز کئے بھی جائز نہیں ہوسکتا لہذا اس طریقے کی تبدیلی ہی واجب ومناسب ہے یا تو شخص متوسط پہلے خاطب سے اذن ووکالت حاصل کرکے جائے اور وہاں جو کلام مخطوبہ سے کہتا ہے اس سے تحقیق عقد مقصود رکھے کہ مخطوبہ سے اسی قدر گفتگو پر نکاح تام ونافذ ہوجائے، یا مخطوبہ سے یہ الفاظ نہ کہے بلکہ اپنے لیے اذن ووکالت لے کہ تو نے فلاں ابن فلاں ابن فلاں کے ساتھ اتنے مہر پر اپنا نکاح کرنے کے لیے مجھے وکیل کیا۔ مخطوبہ کہے ہاں، پھر وہاں سے آکر خود یہی شخص خاطب سے کہے میں نے فلانہ بنت فلاں بن فلاں کو اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دیا تو نے قبول کیا، خاطب کہے ہاں، یا یہی الفاظ رکھنا چاہیں تو اول ہی مخطوبہ سے جو گفتگو کی جاتی ہے اسے مجلس توکیل وطلب رضا نہ سمجھیں بلکہ اسی کو مجلس عقد سمجھیں، اور شخص مذکور وہ الفاظ بقصد تحقیق عقد ہی مخطوبہ سے کہے کہ نکاح وہیں منعقد ہوجائے پھر خاطب کا قبول اس کی تنفیذ قرار پائے۔

یہ سب تفصیل کہ مذکور ہوئی اس صورت میں ہے کہ مخطوبہ جلسہ خاطب سے اتنی دور بیٹھی ہو کہ اس کا کلام یہاں والے نہ سنیں یا وہ قبول کیا کہہ کر اٹھ جائے اس کے بعد خاطب سے گفتگو آئے یا جب مخطوبہ نے قبول کیا کہہ لیا اس کے بعد خاطب اٹھ کھڑا ہو پھر اس سے کہا گیا کہ ان صورتوں میں مجلس متبدل ہوگی یا شہود ان دونوں کا کلام معًا نہ سنیں گے اور اگر وہ اس قدر بیٹھی ہے کہ اہل جلسہ خاطب نے اس کا قبول کیا، کہنا سنا اور ابھی خاطب ومخطوبہ ویسے ہی بیٹھے ہیں کہ خاطب سے آکر بیان کیا گیا اور اس نے قبول کیا کہا کہ مجلس واحد میں دونوں کا کہنا حاضرین میں کم از کم دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے معًا سنا اور سمجھا تو نکاح کی صحت وتمامی میں اصلًا کلام نہیں، اب یہ بیچ کا شخص محض لغو وفضولی ہوگا اور خاطب ومخطوبہ ہی کا کلام ایجاب وقبول ہوگا

وذٰلك ماقدمنا عن الاصلاح والایضاح	اس کو ہم پہلے اصلاح، ایضاح، ذخیرہ اور

والذخیرۃ والھندیہ من قول قائل للمرأۃ دادی فقالت داد ثم للزوج پذیر فتی فقال پذیرفت[1] وفی الوقایۃ وشرحھا لصدر الشریعۃ اذا قیل للمرأۃ خویشتن را بزنی فلاں دادی فقالت داد ثم قیل للزوج پذیر فتی فقالت پذیرفت بحذف المیم یصح النکاح کبیع وشراء ای اذا قیل للبائع فروختی فقال فروخت ثم قیل للمشتری خرید فقال خرید یصح البیع[2] اھ	ہندیہ سے نقل کرچکے ہیں کہ اگر کوئی شخص عورت کو کہے کہ تو نے فلاں کو اپنا نکاح دیا؟ تو عورت نے دادم کی بجائے داد کہا، پھر اس شخص نے مرد کو کہاکہ تونے قبول کی؟ تواس نے "میں نے قبول کی" کے بجائے صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہوگا، وقایہ اور اس کی شرح صدر الشریعۃ میں ہے کہ جب عورت کو کہا جائے کہ تونے فلاں کو بیوی ہونا دیا، تو عورت نے صرف "دیا" کہااور پھر خاوند کو کہا گیا تونے قبول کی، تواس نے بھی صرف "قبول کی" کہا تو نکاح صحیح ہے جیساکہ بیع کی صورت میں بائع کو کہا گیاکہ تونے بیچی، تواس نے جواب میں "بیچی" کہا ہو اور "میں نے بیچی" نہ کہا، پھر خریدار کے ساتھ بھی یہی سوال وجواب ہوا تو بیع ہوجائے گی اھ (ت)

اور عورت کا پردے میں ہونا تغایر مجلس کا مقتضی نہیں، نہ صحت نکاح میں مخل ہوسکے جبکہ مخطوبہ دو شاہدوں کو عینًا یا تسمیۃً معلوم ہو۔

فی الھندیۃ عن الذخیرۃ عن فتاوی ابی اللیث، رجل قال لقوم اشھدوا انی تزوجتہ ھذہ المرأۃ التی فی ھذا البیت فقالت المرأۃ قبلت فسمع الشھود مقالتھا ولم یرواشخصھا فان کانت فی البیت وحدھا جاز النکاح[3] الخ **قلت** فاذا دان الحجاب لایغیر المجلس وانما اشترط کونھا	ہندیہ میں ذخیرہ سے اورانھوں نے فتاوٰی ابی اللیث کے حوالے سے ذکر کیا کہ ایک شخص نے لوگوں کو کہاکہ گواہ ہوجاؤ کہ میں نے اس کمرہ میں موجود عورت سے نکاح کیا اور عورت نے اندر سے جواب دیا کہ "میں نے قبول کیا" گواہوں نے عورت کی یہ بات سن لی اور عورت کو دیکھا نہیں، اگر عورت اس کمرہ میں اکیلی تھی تو نکاح ہوجائے گا الخ **قلت** (تو میں کہتا ہوں) حجاب مجلس کو تبدیل نہیں کرتا، صرف شرط یہ ہے کہ وہاں

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۱
[2] شرح وقایہ کتاب النکاح الباب الثانی مجتبائی دہلی ۲/۷
[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۸

وحدھا لانہ لم یسمھا وتعریف الغائب عند الاحتمال انما یکون بالتسمیۃ وفی الھندیۃ ایضًا عن محیط السرخسی ان کانت حاضرۃ متنقبۃ ولایعرفھا الشھود جاز النکاح وھو الصحیح[1]۔	عورت اکیلی ہو کیونکہ مرد نے اس کا نام ذکر نہیں کیا جبکہ شبہ کی صورت میں عورت غائبانہ کی پہچان اس کے نام سے ہوتی ہے اور ہندیہ میں محیط سرخسی سے بھی منقول ہے کہ اگر وہ نقاب اوڑھے مجلس میں حاضر ہو اور گواہ نام نہ جانتے ہوں تو بھی نکاح جائز ہوگا، یہی صحیح ہے۔ (ت)

اسی طرح قبول خاطب میں اپنا وقفہ کہ شخص مذکور وہاں سے اُٹھ کر یہاں آیا اور قاضی سے وہ گفتگو ہوئی، گواہیاں لی گئیں، اس کے بعد خاطب سے کہا گیا تو اس نے قبول کیا کچھ مضر نہیں جبکہ مجلس متبدل نہ ہو کہ قبول فورًا ہو ناضرور نہیں فی ردالمحتار عن البحر اما الفور فلیس من شرطہ[2] (ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے لیکن فورًا ہونا ضروری شرط نہیں اھ۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹: مرسلہ حضرت نور العارفین دام ظلہم المبین از سیتاپور تامسن گنج ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

بخدمت عالمان تبحر التماس ہے مثلًا کوئی لڑکا کہ عمر اس کی تیرہ چودہ برس کی ہے اور نابالغ ہے اپنے گھر کے عورات کو لے کر میلہ ہنود میں جاتا ہے اور عورتیں اس کے گھر کی، پرستش رسم ہنود کی کرتیں ہیں، ایسا لڑکا اگر کسی کا نکاح پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسوم جاہلیت یا افعال جہالت کہ حد فسق وگناہ سے متجاوز نہیں، گو اہل تشدد انھیں بنام شرک وپرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر و مرتد ہے فان الرضا بالکفر کفر (کیونکہ کفر پر رضا بھی کفر ہے۔ت) اس تقدیر پر اس سے نکاح پڑھوانا ہرگز نہ چاہیے کہ مرتد کے پاس تک بیٹھنا شرعًا معیوب ہے۔

قال تعالٰی فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: یاد آنے پر ظالم لوگوں کی مجلس میں مت بیٹھو۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۸

[2] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۶

[3] القرآن ۶/۶۸

نہ کہ خاص دینی شرعی کام میں اس سے مدد لینا،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انا لا نستعین بمشرك [1]۔اخرجہ احمد وابوداؤد و ابن ماجۃ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ہم مشرک سے مدد لینا ناپسند کرتے ہیں،اس کو صحیح سند کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے احمد،ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔(ت)

مگر پڑھائے گا تو نکاح صحیح ہو جائے گا کہ اگر وہ صرف الفاظ ایجاب وقبول کہلوانے والا ہے،کہنے والے خود عاقدین یا ان کے اولیاء یا وکلاء جب توظاہر کہ اسے عقد سے کوئی علاقہ نہیں،تو اس کے کفر واسلام یا بلوغ یا عدمِ بلوغ سے عقد پر کیا اثر ہو سکتا ہے اور اگر وکیل بھی ہو کہ خود ہی ایجاب یا قبول کرے گا تاہم صحتِ وکالت کے لیے اسلام خواہ بلوغ شرط نہیں،عاقل ہونا درکار،وہ حاصل ہے،ہندیہ میں ہے:

تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذا فی البدائع [2]۔	مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا مرتد کی وکالت جائز ہوگی،اور یوں ہی کسی مسلمان کو وکیل بنایا پھر وہ وکیل مرتد ہوگیا تو اس کی وکالت باقی رہے گی مگر وہ دارالحرب بھاگ جائے تو پھر اس کی وکالت باطل ہوجائے گی،بدائع میں اسی طرح ہے(ت)

اسی میں ہے:

لاتصح وکالۃ المجنون و الصبی الذی لایعقل واما البلوغ والحریۃ فلیسا بشرط لصحۃ الوکالۃ [3]۔	مجنون اور ناسمجھ بچے کی وکالت صحیح نہیں ہے تاہم بالغ ہونا اور آزاد ہونا وکالت کے لیے شرط نہیں ہے۔(ت)

اسی طرح اگر بے توکیل کسی مرد یا عورت بالغ وبالغہ خواہ صبی وصبیہ کا نکاح اس نے پڑھا دیا اور اس نابالغ کا کوئی ولی شرعی موجود ہے اگرچہ حاکم شرع ماذون بالتزویج یا سلطان اسلام ہی سہی،جب بھی صحیح ومنعقد ہوگیا کہ اس تقدیر پر یہ فضولی تھا اور فضولی کا عقد ہمارے نزدیک باطل نہیں اجازت پر موقوف رہتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۲

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۲

تو جس کا نکاح بے اجازت معتبرہ شرعیہ اس نے پڑھایا اگر وہ خود بالغ یا بالغہ ہے تو خود اس کے ورنہ اس کے ولی مذکور کی اجازت پر موقوف رہے گا اگر اس نے جائز رکھا جائز ہو جائے گا۔

فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالۃ السابقۃ وقد کان یصلح لھذہ فکذا التلک۔	بعد کی اجازت بھی پہلے کی وکالت کی طرح ہے جب وکالت میں یہ صلاحیت ہے تو بعد والی اجازت بھی ایسی ہی ہے۔(ت)

اور رد کر دیا تو باطل کما ھو شان عقد الفضولی (جیسا کہ عقد فضولی کا مقام ہے۔ت) اور اگر ان عورات کے افعال حد کفر تک نہیں پاہیں مگر یہ ان پر راضی نہیں جب تو مسلمان ہے، صُوَرِ مذکورہ میں اس سے نکاح پڑھوانے میں اصلًا مضائقہ نہیں، ہاں اگر کوئی مرتد یا صبی نابالغ اپنے بیٹے بیٹی، بہن بھائی، خواہ کسی اور نابالغ نابالغہ کا نکاح اگرچہ بزعم ولایت پڑھائے اور ان کا مسلمان باپ یا جوان مسلمان بھائی، چچا، خواہ کوئی اور ولی شرعی مرتد عورت یہاں تک کہ وہاں سلطان اسلام یا اس کی طرف سے کوئی حاکم شرع ماذونِ بالا نکاح بھی ہو تو البتہ اس صورت میں یہ نکاح باطل محض ہوگا کہ مرتد یا نابالغ صالح ولایت نہیں تو عقد عقد فضولی ہوا، اور ایسی حالت میں صدور پایا کہ شرعًا اس کا کوئی اجازت دینے والا نہیں،

وکل عقد صدر من فضولی ولا مجیز لہ فھو باطل[1] کما فی الدر وغیرہ وفی الھندیۃ لا ولایۃ لصغیر کذا فی الحاوی ولا للمرتد علی احد لا علی مسلم ولا علی کافر ولا علی مرتد مثلہ کذا فی البدائع[2] (ملخصًا) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	فضولی کا ہر وہ عقد جس کو کوئی جائز کرنے والا نہ ہو تو وہ باطل ہوتا ہے جیسا کہ در وغیرہ میں ہے، اور ہندیہ میں ہے کہ نابالغ کو ولایت حاصل نہیں جیسا کہ حاوی میں ہے اور نہ مرتد کو مسلم وکافر پر اور نہ ہی اس کو اپنے جیسے مرتد پر ولایت ہے، بدائع میں ایسے ہی ہے (ملخصا) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰: ۲۲ رجب ۱۳۰۹ھ از کٹھور ضلع سورت مرسلہ مولوی محمد عبدالحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین زادھم اللہ تعالٰی شرفا وتعظیما لدیہ، اس مسئلہ میں کہ سبحان خان نے اپنی دختر عاقلہ بالغہ مسماۃ امینہ بی بی کا خطبہ یعنی منگنی نورالدین عاقل بالغ سے بے کسی شرط واقرار کے کردی، جب نکاح کے چند روز رہے نورالدین سے کہا کہ مخطوبہ کے نام ایک مکان خرید دو

[1] درمختار کتاب البیوع فصل فی الفضولی مطبع مجتبائی دہلی ۳۱/۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الرابع فی الاولیاء نورانی کتب خانہ پشاور ۲۸۴/۱

تو نکاح کردوں ورنہ تین برس نہ کروں گا، اس نے کہا پہلے تم نکاح کردو تو برس چھ مہینے کے بعد ہاتھ پہنچنے سے میں مکان خرید دوں گا۔ سبحان خاں راضی ہوگیا اور پانچ چھ دن بعد نکاح کرکے دوسرے دن وداع کردی، دو تین مہینے تک زن و شو ہمبستر رہے، اب سبحان خان نے امینہ کو اپنے یہاں روک رکھا اور کہتا ہے نکاح بوجہ شرطِ مکان فاسد ہوا حالانکہ عورت نے وقت توکیل بالنکاح یا اس سے پہلے سوا ایک سو ساٹھ روپے مہر کے کوئی شرط مکان وغیرہ کی نہ کی، نہ بعد وداع کوئی گفتگو زبان پر لائی اور مکان بھی مجہول ہے کہ پختہ و خام کی کوئی تصریح نہ ہوئی، نورالدین کا اقرار بھی معلق تھا کہ پہلے نکاح کردو تو بعد کو خرید دوں گا، پس یہ نکاح بلا شرط ہوا یا معلق بالشرط الصحیح یا بالشرط الفاسد، اور اقرار مذکور نورالدین معلق بالشرط ہے اور اقرار معلق بالشرط باطل ہے یا نہیں، بہر تقدیر شرعًا اس نکاح میں کوئی خلل نورالدین سے مکان دلوانا واجب ہے یا نہیں؟ بینوا بیانا شافیا للمذھب الحنفی من الکتب المعتبرۃ المتداولۃ بین العلماء العظام والفقہاء الکرام توجروا اجرکم اللہ تعالٰی اجرا وافیا۔

الجواب:

نکاح مذکور صحیح و بے خلل، اور گمان فساد محض باطل و پر زلل۔

اولًا: تقریر سوال سے واضح کہ مکان دینا کلام سبحان خاں میں شرط تعجیل نکاح تھا بالآخر وہ بھی نہ رہی نہ شرط فی النکاح۔

ثانیًا: علی التسلیم زوج پر ایجاب مال للزوج مقتضیات عقد نکاح سے ہے نہ اس کے خلاف "ومثلہ لایفسد البیع فکیف بالنکاح" (اس طرح سے بیع فاسد نہیں ہوتی چہ جائیکہ نکاح فاسد کرے۔ت) اگر واقعی مہر و شرط بھی نہ صرف بروجہ وعدہ اس قرارداد کا ذکر خود اصل عقد میں آتا تاہم اصلا خلل نہ لاتا نہ جہالت مکان سے کوئی نقصان آتا، کہ وہ بحالت ایفا بالشرط خود متعین ہو کر مجہول نہ رہتا اور بے ایفا الزام مہر مثل ہوتا۔

کماحققہ المولی المحقق الشامی قدس سرہ السامی فی رد المحتار، قال فقد صرح فی النہر بانہ فی المبسوط بعد ان ذکر عبارۃ محمد لوتزوجھا علی الف و کرامتھا اویھدی لھا ھدیۃ فلھا مھر مثلھا لاینقص عن الالف قال ھذہ المسألۃ	جیسا کہ محقق شامی قدس سرہ السامی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق کرتے ہوئے فرمایا کہ نہر میں تصریح ہے کہ مبسوط میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا اگر کسی شخص نے عورت سے ہزار اور اعزاز پر یا ہزار اور ہدیہ دینے کے شرط پر نکاح کیا تو اس کا مہر مثل ہوگا جو ہزار سے کم نہ ہو، علامہ شامی نے

علی وجھین ان اکرمھا واھدی لھا ھدیۃ فلھا المسمی والافمھر المثل اھ وفی البدائع لو شرط مع المسمٰی شیئا مجھولا کأن تزوجھا علی الف درھم وان یھدی لھا ھدیۃ فاذالم یف بالھدیۃ یجب تمام مھر المثل اھ وجھالۃ الھدیۃ والاکرام ترتفع بعد وجودھا [1] اھ ملخصا وتمامہ فیہ۔	فرمایا کہ اس مسئلہ کی دوصورتیں ہیں، اگر اس نے وعدہ کے مطابق کوئی اعزازیہ یا ہدیہ دیا تو پھر مہر مقررہ ہزار ہی ہوگا ورنہ مہر مثل ہوگا اھ، بدائع میں ہے کہ اگر مقررہ مہر کے ساتھ کوئی مجہول شیئ ذکر کی مثلایوں کہا کہ ایک ہزار درہم اور کوئی ہدیہ دے گا۔ تو اگر ہدیہ کا وعدہ پورانہ کیا تو پورا مہر مثل واجب ہوگا اھ، ہدیہ اور اعزازیہ دینے کے بعد اس کی جہالت ختم ہوجائے گی اھ ملخصا، مکمل بحث ردالمحتار میں ہے۔(ت)

ثالثًا: بفرض باطل اسے شرط فاسد بھی مانیے تاہم پر ظاہر کہ وقت عقد اس کا کوئی ذکر نہ ہوا وہ صرف ایک گفتگو پیش از عقد تھی جس کا طے ہونا باعث علی التزوج ہوا نہ کہ ماخوذ فی التزویج اور شرط مذکور قبل العقد مبادلات مالیہ میں بھی ملتحقق بالعقد نہیں ہوتی مالم یتفقا علی المواضعۃ علیہ حین العقد (میاں بیوی جب تک کسی پر متفقہ طور پہ راضی نہ ہوں گے اس وقت تک خاوند پر نکاح کے وقت ذکر شدہ مہر لازم رہے گا۔ت) نہ کہ امثال نکاح میں، جامع الفصولین میں ہے:

لو شرطا شرطا فاسدًا قبل العقد ثم عقدا لم یبطل العقد [2]۔	اگر نکاح سے پہلے کوئی فاسد شرط ذکر کی ہو تو اس کے بعد کا نکاح باطل نہ ہوگا۔(ت)

رابعًا: التحاق بھی سہی یعنی مان لیجئے کہ وہ شرط فی النکاح ہی تھی اور فاسد بھی تھی اور نفس عقد میں ملحوظ اور ماخوذ بھی رہی تو نکاح ان عقود میں نہیں کہ شروط فاسدہ سے فاسد ہوسکے بلکہ وہ شرط ہی خود فاسد ہوتی اور نکاح صحیح وبے خلل رہتا ہے اور جہالت بدل کا علاج مہر مثل ہے۔ خلاصہ میں ہے:

فی شرح الطحاوی العقود ثلثۃ عقد یتعلق بالجائز من الشرط وھوذکر البدل والفاسد من الشرط یفسدہ کالبیع والاجارۃ والقسمۃ والصلح عن مال وعقد لایتعلق بالجائز من الشرط والفاسد من الشرط	شرح الطحاوی میں ہے کہ عقد تین قسم پر ہیں، ایک وہ کہ جس میں جائز شرط موثر ہو مثلاً بدل کا ذکر، اور فاسد شرط بھی موثر ہو یعنی اس کو فاسد کردے، جیسے عقد اجارہ بیع، تقسیم، مال پر صلح، اور دوسرا وہ کہ اس میں کوئی شرط خواہ جائز ہو یا فاسد موثر نہ ہو، جیسے نکاح، خلع،

---

[1] ردالمحتار باب المھر مطلب تزوجھا علی عشرۃ دراھم وثوب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۴۹

[2] جامع الفصولین الفصل الثامن عشر فی بیع الوفاء الخ اسلامی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۷

لایبطله کالنکاح والخلع والصلح عن دم العمد والعتق عن مال فهذه العقود تصح بغیر ذکر البدل وتجوز بالبدل المجهول الخ وفی زیادات القاضی الامام فخر الدین العقود التی یتعلق تمامها بالقبول اقسام ثلثة قسم یبطله الشرط الفاسد وجهالة البدل وهی مبادلة المال کالبیع والاجارة وقسم لا یبطله الشرط الفاسد ولاجهالة البدل وهو معاوضة المال بمالیس بمال کالنکاح والخلع[1] اھ ملخصًا۔	قتل عمد پر صلح اور عتق علی المال، یہ عقود بدل کو متعین کئے بغیر بھی صحیح ہوتے ہیں اور بدل مجہول پر بھی جائز ہوتے ہیں الخ، قاضی امام فخر الدین کی زیادات میں ہے کہ وہ عقود جو صرف قبول کرلینے سے مکمل ہوجاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں ایک وہ کہ جن کو فاسد شرط اور بدل کی جہالت فاسد کردیتی ہے اور یہ مالی عقود ہیں جیسے بیع اور اجارہ وغیرہ، دوسری وہ جن کو فاسد شرط اور جہالت بدل فاسد نہیں کرتی، جیسے وہ عقود جن میں غیر مال کے بدلے مال ہو، مثلاً نکاح اور خلع اھ ملخصا (ت)

بیان حکم نکاح میں یہی وجہ کافی ووافی تھی مگر اسئلہ سائل کا استیفائے جواب ذکر وجوہ سابقہ پر حامل ہوا، **وباللہ التوفیق**، بالجملہ صورت مستفسرہ میں نکاح کو فاسد خیال کرنا سخت جہالت بے معنی ہے، رہا مکان تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ وہ بطور مہر نہ مانا گیا۔نہ عاقدین نے اسے بدل بضع قرار دینے پر لحاظ کیا بلکہ نورالدین کی طرف سے بدرخواست سبحان خاں ایک وعدہ تھا جس پر رضامندی ہو کر تزویج ایک جدا مہر مسمّٰی پر واقع ہوئی اس صورت میں وہ مکان دینا بیشک مکارم اخلاق سے ہے اور ایفائے وعدہ شرعا محبوب اور خلف وعدہ ناپسند ومکروہ۔تو نورالدین کو بھی چاہئے کہ بشرط دسترس (جس کی تصریح وہ اصل وعدہ کرچکا ہے) امینہ کو ایک مکان خرید دے، اقرار اگرچہ تعلیق بالشرط کی صلاحیت نہیں رکھتا، سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ مبسوط کی کتاب الاقرار میں فرماتے ہیں: **تعلیق الاقرار بالشرط باطل**[2] (اقرار کو شرط سے معلق کرنا باطل ہے۔ت) خلاصہ میں ہے:

التی تبطل بالشروط الفاسدة ولایصح تعلیقها بالشرط ثلثة عشر البیع والقسمة والاجارة (الی قوله)	وہ امور جو فاسد شرط سے باطل ہوجاتے ہیں اور ان کی کسی شرط سے تعلیق بھی صحیح نہیں ہوتی، ایسے امور کی تعداد تیرہ ہے، ان میں بیع، تقسیم، اجارہ،

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی البیع اذاکان فیہ شرط مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۵۲ و ۵۱

[2] مبسوط امام محمد

والاقرار[1]۔	اور اقرار بھی ہے۔(ت)

مگر پر ظاہر کہ یہ اقرار مصطلح فقہی نہیں،

فانه اخبار من حق کائن علیه هذا هوالتحقیق عندی او هذا اخبار من وجه وانشاء منجز من وجه کما لهج به کثیرون۔	کیونکہ وہ پہلے سے موجود حق سے خبر دینا ہے، میرے نزدیک یہی تحقیق بات ہے، یا من وجہ خبر اور من وجہ پورا کرنے کا انشاء ہے جیسا کہ بہت سے علماء نے بیان کیا ہے۔(ت)

بلکہ وعدہ ہے اور وعدے کی تعلیق بالشرط جائز بلکہ بعض علماء فرماتے ہیں وعدہ تعلیق پاکر واجب ہو جاتا ہے، اشباہ میں ہے:

فی القنیة وعد ان یأتیه فلم یأته لایاثم ولایلزم الوعد الااذا کان معلقا کما فی کفالة البزازیه وبیع الوفاء کما ذکره الزیلعی[2]۔	قنیہ میں ہے ایک شخص نے وعدہ کیا کہ میں آؤں گا، تو وہ نہ آیا، گنہگار نہ ہوگا، اور وعدہ صرف وہی لازم ہوتا ہے جو کسی شرط سے معلق ہو، جیسا کہ بزازیہ کی کفالت کی بحث میں ہے، اور بیع الوفاء بھی وعدہ کی یہی قسم ہے جیسا کہ امام زیلعی نے ذکر فرمایا۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

المواعید باکتساء صور التعلیق تکون لازمة[3]۔	جن وعدوں میں تعلیق ذکر کی جائے وہ لازم ہوتے ہیں۔(ت)

توظاہر اطلاق عبارات مذکورہ سے صورت دائرہ میں بھی نورالدین پر جس نے وعدہ معلقہ بتقدیم نکاح کیا تھا اور شرط تقدیم متحقق ہوئی بحال دسترس وجوب وفا مستفاد ہوسکتا ہے مگر بعد احاطہ کلمات ائمہ نظر غائر استظہار کرتی ہے کہ یہ وجوب ہو بھی تو دیانۃً ہے قضاءً وفائے وعدہ پر جبر نہیں۔

الا فی الکفالة وفی بیع الوفاء علی قول وقد ذکرنا الوجه فیهما فیما علقنا علی ردالمحتار۔	صرف کفالت اور بیع الوفاء میں ایک قول کے مطابق وفالازم ہے جس کی وجہ ہم نے ان دونوں مقام پر ردالمحتار کے حاشیہ میں ذکر کردی ہے۔(ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی البیع مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/۵۴، ۵۵

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/۱۱۰

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ کتاب الکفالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳

امام فقیہ النفس فخر الدین خانیہ میں فرماتے ہیں:

رجل اٰجر دارہ کل شھر بدرھم وسلم ثم باعھا من غیرہ وکان المشتری یاخذ اجرۃ الدار من ھذا المستاجر ومضی علی ذلک زمان وکان المشتری وعد البائع انہ اذا رد علیہ الثمن یرد دارہ ویحتسب ما قبض من المستاجر من ثمن الدار فجاء البائع بالدراھم و اراد ان یجعل الاجر محسوبا من الثمن قالوا لیس للبائع ان یجعل ذلک من الثمن وما قال المشتری للبائع کان وعدًا فلایلزم الوفاء بذلک حکما فان نجز وعدہ کان حسنا والافلا شئی علیہ[1] اھ ملخصا۔	ایک شخص نے اپنا مکان ہر ماہ فی درہم کرایہ پر دیا پھر اس نے وہ مکان اس کے غیر کو فروخت کردیا اور اب کرایہ دار سے یہ مشتری کرایہ ایک زمانہ تک وصول کرتا رہا جبکہ مشتری نے بائع سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ جب آپ مکان کی قیمت واپس کردیں گے تو میں مکان واپس آپ کو دے دوں گا اور قیمت میں سے وصول شدہ کرایہ آپ کو منہا کردوں گا، اب ایک مدت بعد بائع نے آکر مشتری کو مکان کی قیمت واپس کردی اور اس نے کرایہ کی رقم میں منہا کرنا چاہی تو اس پر فقہا کرام نے فرمایا کہ بائع کو کرایہ کی رقم قیمت میں شمار کرکے منہا کرنے کا اختیار نہیں، اور مشتری نے جو یہ وعدہ کیا تھا وہ وعدہ تھا جس کی وفا مشتری پر لازم نہیں ہے، ہاں اگر مشتری اپنے طور پر وعدہ کو پورا کردے تو بہتر ہے ورنہ اس پر حکمًا لازم نہیں ہے اھ ملخصا (ت)

ہندیہ میں ظہیریہ سے اسی صورت خانیہ میں ہے:

ان انجز وعدہ کان حسنا والا فلا یلزمہ الوفاء بالمواعید[2]۔	اگر وہ وعدہ پورا کردے تو بہتر ہے ورنہ وعدوں کی وفا لازم نہیں ہے۔ (ت)

خیریہ میں ہے:

سئل فی رجل لہ وظیفۃ فرغ منھا لاخر بعوض وقررہ القاضی لاھلیتہ ونذر المفروغ لہ للفارغ اذا رد الیہ نظیر المدفوع یفرغ لہ فھل	ایک شخص کو قاضی نے اس کی اہلیت کی بناء پر وظیفہ مقرر کرکے ایک کام سپرد کیا تو اس نے ایک معاوضہ کے بدلے وہ کام آگے ایک دوسرے کے سپرد کردیا اور قاضی نے بھی اس کو منظور کرلیا جبکہ دوسرے

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الاجارات فصل فی الاجارۃ الطویلۃ نولکشور لکھنو ۳/ ۴۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاجارۃ الباب السابع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۷

لایلزم الوفاء به شرعا اجاب لایلزمه الوفاء بمانذر اذ النذر لایلزم الوفاء به الابشروط وھی متخلفة فی ھذاولو فرضنا اجتماع شرائطه فالقاضی لایقضی به علی الناذر کما صرحوا به قاطبة [1] اھ ملخصًا فافھم ولاتعجل۔	شخص نے یہ عہد کیا تھا کہ اگر پہلے مقررہ شخص مجھ سے وصول کردہ کے برابر مجھے واپس کردے تو میں اس کے حق میں اس کام سے دستبردار ہوجاؤں گا۔ اس سوال کے جواب میں کہ اس دوسرے شخص پر اپنے عہد کی پابندی ضروری شرعًا ہے تو جواب میں فرمایا کہ عہد کی وفا لازم نہیں ہے کیونکہ عہد کی وفا چند شرطوں کے بغیر لازم نہیں جو یہاں مفقود ہیں، چنانچہ قاضی عہد کرنے والے شخص پر ایفائے عہد کے لزوم کا فیصلہ نہیں کرے گا۔ (ت)

قرۃ العیون میں ہے:

قال سیدی الوالد رحمه الله تعالٰی لایلزم الوفاء بالوعد شرعا۔ [2]	میرے آقا والد صاحب نے فرمایا کہ شرعًا وعدہ کی وفا لازم نہیں ہے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں ہے وتمام تحقیق المسألة حسب ما ارانا الله تعالٰی فی تعلیقنا المذکور (اور مسئلہ کی پوری تحقیق بتوفیق الٰہی ہمارے مذکورہ حاشیہ میں ہے۔ ت) بہر حال یہاں ایجاب قضاء کی گنجائش نہیں تو نہ امینہ کو اس پر مطالبہ جبری پہنچتا ہے نہ حاکم جبرًا مکان دلاسکتا ہے، خیریہ میں ہے:

ھذا اذا ذکر علی سبیل انه من المھر وان ذکر علی سبیل العدة فھو غیر لازم بالکلیة الاان یتبرع الزوج [3]۔	یہ تب ہے جب خاوند نے اس کو مہر میں سے قرار دیا ہو، اور اگر وعدہ کے طور پر ذکر ہو تو بالکل لازم نہیں ہاں اگر بطور عطیہ دے دے تو درست ہے۔ (ت)

ہاں اگر معلوم ہو کہ وہ بھی علٰی جہۃ المہر مشروط اور عاقدین کو عقد میں اس کی طرف لحاظ تھا تو حکم وہی ہے جو اوپر گزرا کہ اگر مکان دے گا تو باقی مہر مسمّٰی بھی بدستور لازم ورنہ مہر مثل کہ اس مقدار مسمّٰی سے کم نہ ہو کما اسلفنا عن الامام محمد رحمه الله تعالٰی (جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے ہم نے

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الوقف دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۸۔۱۵۷

[2] قرۃ العیون کتاب العاریہ دار الکتب العربیہ الکبرٰی مصر ۲/۳۰۰

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب النکاح باب المہر دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۰

پہلے نقل کردیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱: ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ رضامند زید کو تھی اور جابر نے جبر کیا بلارضامندی ہندہ اور بغیر رضامندی ولیوں کے عمرو سے فرضی مہر مقرر کرکے ایجاب وقبول کرایا اور وقت ایجاب کے مسماۃ آہ وزاری اور فریاد واویلا انکار کرتی تھی، مسماۃ کے اس انکار آہ وزاری شور واویلا کو اذن قرار دے کر دولھا سے ایجاب قبول کراکے نکاح مشہور کرکے شیرینی تقسیم کردی، ایسا نکاح نزدیک علمائے حقانی جائز ہے یا ناجائز۔؟ اگر ناجائز ہو یا جائز ہو تو ادلّہ مع آیات اور حدیث کے تحریر فرمائیے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ نابالغہ تھی جب تو اس کا انکار اقرار کوئی چیز نہ تھا اس کے ولی سے اجازت لینی تھی اور اگر بالغہ تھی تو اگرچہ اذن لیتے وقت اس کا انکار بلکہ صحیح مذہب پر صرف آواز اور فریاد سے رونا ہی رِدِ استیذان کے لیے کافی ہو مگر اس کا حامل اس قدر نکاح کرنے والے کی وکالت صحیح نہ ہوئی، بہر حال یہ نکاح فضولی ہوا کہ درصورت بلوغ ہندہ خود اس کی وجہ اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر بعد نکاح جب خبر نکاح پہنچے رد کیا جائے گا رد ہوجائے گا اور اجازت دی جائیگی تو جائز ہوجائے گا۔

فی ردالمحتار عن الذخیرۃ بعضھم قالو ان کان مع الصیاح والصوت فھو رد والافھو رضی وھو الاوجہ وعلیہ الفتوی [1] اھ تمامہ فیہ فی الدرالمختار لواستاذ نھا فی معین فردت ثم زوجھا منہ فسکتت صح فی الاصح [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ اگر لڑکی کا رونا چیخ وپکار کے طور پر ہو تو یہ نکاح سے انکار ہوگا ورنہ وہ رضا ہے اور یہی درست ہے اور اسی پر فتوی ہے اھ، اور پوری بحث ردالمحتار میں ہے، اور درمختار میں ہے کہ اگر لڑکی سے معین شخص کے ساتھ نکاح کی اجازت طلب کی تو لڑکی نے انکار کردیا۔ اس کے بعد پھر اس کا نکاح اسی شخص سے کیا اور لڑکی خاموش رہی تو نکاح صحیح ہوگا اصح قول میں واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲: از پیلی بھیت محلّہ بشیر خاں متصل مکان مدینہ شاہ مرسلہ نظام الدین ۲۹ رمضان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نکاح قبولیت سے جائز ہے یا کوئی اور بات؟ اور قاضی کا

[1] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۹

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۲

ہو ناضروری ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

نکاح کے لیے فقط مرد وعورت کا ایجاب وقبول چاہئے اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کا اسی جلسہ میں ایجاب وقبول کو سننا اور سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، بس اسی قدر درکار ہے، اس سے زیادہ قاضی وغیرہ کی حاجت نہیں،

فی الدرالمختار ینعقد بایجاب وقبول وشرط حضور شاھدین حرین او حر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معًا علی الاصح فاھمین انه نکاح علی المذھب بحر [1] اھ ملخصا، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کی موجودگی میں جو کہ عاقل بالغ اور حر ہوں اور انھوں نے لڑکے لڑکی کا ایجاب وقبول ایک مجلس میں سنا ہو تو نکاح ہوجائیگا بشرطیکہ ان گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو، مذہب یہی ہے، بحر، اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: از مدراس محلّہ چک منڈی مسیت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب امام مسجد غرہ محرم الحرام ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین کثر ھم اللہ تعالٰی، ایک شخص عمرو نے اپنی برادری کو دعوت منگنی کی دے دی اور وہ اسباب جو فی زمانناد ولھا کی جانب سے دئے جاتے ہیں، مثلاً ساڑھی اور انگیا اور زیور وغیرہ حاضر کیا، اہل برادری نے ولی سے باز پرس کی کہ ہم طلبی کی کیا وجہ تھی، تو اس نے جواب دیا کہ عبداللہ صاحب نے اپنی لڑکی مسمّٰی بہ ہندہ میرے لڑکے مسمّٰی بہ زید کو دے دی ہے لیکن چونکہ مجھے یہ مقصود تھا کہ یہ بات علی رؤس الاشہاد متحقق ہوجائے لہٰذا میں نے آپ کو تکلیف دی ہے علٰی ھذا القیاس ولی صغیرہ سے دریافت کیا گیا کیا تم نے اپنی لڑکی مسمّٰی بہ ہندہ زید کو دی ہے؟ اس نے کہا ہاں میں نے دی ہے اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے، تو ایسی صورت میں نکاح صغیر وصغیرہ منعقد ہوا یا نہیں؟ اور جو درمختار **کتاب النکاح** میں مذکور ہے:

وکذا انا متزوجك وجئتك خاطبا لعدم جریان المساومة فی النکاح [2]۔	اور یوں ہی کہ تجھ سے نکاح کرتا ہوں اور میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیا ہوں کیونکہ نکاح بھاؤ چکانا نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶۔۱۸۵

[2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶۔۱۸۵

آیا اس عبارت منقولہ سے منگنی نکاح ہوسکتی ہے؟ اگر ہوسکتی ہے تو **فہو المراد** والا اس عبارت کا کیا مطلب؟

الجواب:

ارشادات علمائے کرام میں نظر سے واضح کہ کلمات مذکورہ فی السوال انعقاد نکاح کے لیے اصلا کافی نہیں، عمرو عبداللہ دونوں کے کلام صراحۃً اخبار ہیں کہ ہماری زبان میں صیغہ ماضی مقرون بلفظ ہے خاص امر واقع شدہ سے خبر دینے کے لیے ہے نہ امر غیر واقع کے انشاء وایجاد کو، پھر کلام عمرو سخن ابتدائی نہیں، اہل برادری کے اس بازپرس کا جواب ہے کہ ہماری طلبی کی کیا وجہ تھی، پُر ظاہر کہ اس سوال کا جواب اخبار ہوگا۔ نہ کہ انشائے ایجاب یوں ہی کلام عبداللہ کا سیاق بھی کہ ہاں دی ہے، اور آپ کی تکلیف دہی کی یہی وجہ ہے صاف صاف اسی معنٰی اخبار وبیان وجہ جمع کی تاکید کررہا ہے **کما لایخفی علی العارف باسالیب الکلام** (جیسا کہ کلام کے اسلوب کو سمجھنے والے پر مخفی نہیں۔ت) اور شک نہیں کہ وقوع نکاح سے خبر دینا انشائے عقد سے بالکل مبائن وغیر مؤثر ہے، اگر بنظر ظاہر کہئے تو حسب تصحیحات جمہور ائمہ واختیارات خبر دینا انشائے مذہب مذیل بآکد الفاظ اور نظر وثیق لیجئے تو امثال مقام میں بالاجماع بلانزاع،

كما حققنا ذٰلك بتوفيق الله تعالٰى فى رسالتنا "عباب الانوار ان لانكاح بمجرد الاقرار" من فتاوٰنا و لنقتصر هٰهنا على الاشارة الى بعض عبارات الافتاء تنزلًا الى الطريقة الاولى۔	جیسا کہ ہم نے اس کو اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ "عباب الانوار ان لانکاح بمجرد الاقرار" میں محقق کیا ہے اور یہاں ہم صرف فتوٰی کی بعض عبارات کی طرف اشارہ کرینگے، پہلے طریقہ پر۔(ت)

جواہر الاخلاطی میں ہے:

اقرا بالنكاح بين يدى الشهود لاينعقد هو المختار وقيل ينعقد والاول هو الصحيح وعليه الفتوى [1]۔	مرد وعورت نے گواہوں کی موجودگی میں اقرار کیا تو اس سے مختار قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا، اور بعض نے کہا کہ ہوجائے گا۔ لیکن پہلا قول صحیح اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

اصلاح وایضاح میں ہے:

النكاح اثبات وهذا اظهار والاظهار	اقرار اظہار کا نام ہے جبکہ نکاح اثبات کا نام ہے

[1] جواھر الاخلاطی کتاب النکاح قلمی نسخہ ص ۴۸

غیر الاثبات ذکرہ فی التخییر وقال فی مختارات النوازل ھوالمختار[1]۔	اور اظہار واثبات دو مختلف چیزیں ہیں، اس کو تخییر میں ذکر کیا ہے، اور مختارات النوازل میں کہا کہ یہی مختار ہے۔(ت)

ہندیہ میں ہے: الصحیح انہ لایکون نکاحا کذا فی الظھیریہ[2] (صحیح یہی ہے کہ نکاح نہ ہوگا جیسا کہ ظہیریہ میں ہے، ت) وجیز کردری میں ہے: لاینعقد فی المختار الصحیح[3] (مختار اور صحیح قول کے مطابق نکاح منعقد نہ ہوگا۔ (ت) علاوہ بریں دینا، عطا، ہبہ، یہ الفاظ خود ہی نکاح میں صریح نہیں کنایہ ہیں اور عقد و وعد دونوں کو محتمل، منگنی ہونے پر بھی عرف شائع میں کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنی بیٹی فلاں کو دی، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بہ نیت خطبہ کہے جائیں تو خطبہ ہی ٹھہرے گا مجلس وعد میں صادر ہوں تو وعدہ ہی قرار پائے گا۔ درمختار میں ہے:

لفظ ترویج ونکاح صریح وماعداھما کنایۃ وھو کل لفظ وضع لتملیك عین کاملۃ فی الحال کھبۃ وتملیك وصدقۃ وعطیۃ بشرط نیۃ اوقرینۃ وفھم الشھود المقصود[4] اھملتقطا۔	نکاح میں لفظ "ترویج" اور "نکاح" صریح ہیں۔ ان کے علاوہ باقی سب کنایہ ہیں، اور کنایہ کے لئے وہ تمام الفاظ ہیں جو بروقت کسی کامل چیز کی تملیک کے لیے ہوں، مثلا ہبہ، صدقہ، عطیہ اور تملیک کے الفاظ جب نکاح کی نیت سے استعمال ہوں یا اس پر قرینہ موجود ہو اور اس سے گواہ بھی مقصد کو سمجھ سکیں اھ ملتقطا (ت)

خانیہ میں ہے:

اذا قال لاب البنت وھبت ابنتك منی فقال وھبت فقال قبلت قالوا ان کان ھذا القول من الخاطب علی وجہ الخطبۃ ومن الاب ایضا علی وجہ الاجابۃ لاعلی وجہ العقد	جب ایک لڑکے نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ آپ نے اپنی لڑکی مجھے ہبہ کی تو باپ نے جواب میں کہا کہ میں نے ہبہ کی، اس کے بعد پہلے نے کہا میں نے قبول کی، فقہاء کرام نے فرمایا اگر منگنی کرنے والے اور باپ نے مذکورہ

[1] اصلاح وایضاح

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۲۷۲/۱

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱۰۹/۴

[4] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱۸۶/۱

لم یکن نکاحا[1] اھ ملخصا۔	الفاظ منگنی اوراس کے جواب کے طور پر استعمال کئے اور عقد نکاح مقصود نہ ہو تو نکاح نہ ہوگا اھ ملخصا (ت)

شرح طحاوی پھر مجتبٰی پھر مجموعہ علامہ انقروی وواقعات علامہ قدری افندی وغیرہا میں ہے:

قال له هل اعطيتنيها فقال اعطيت فان كان المجلس للوعد فوعد وان کان لعقد النکاح فنکاح[2]۔	کسی نے لڑکی کے باپ کو کہا تو نے مجھے لڑکی دی، تو باپ نے کہادی، تو مجلس نکاح میں نکاح اور منگنی کی مجلس ہو تو منگنی ہوگی۔ (ت)

سوال سے ظاہر کہ یہ مجلس منگنی ہی کی تھی اور کوئی قرینہ واضحہ ایسانہ پایا گیا جو ان الفاظ کو انشائے عقد کے لیے متعین کرے تو یوں بھی منگنی ہی ٹھہرے گی نہ نکاح، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: نکاح عقد ہے اور منگنی وعد عقد ووعد کا تباین بدیہی، تو منگنی کو نکاح ٹھہرانا بداہۃً باطل اور اجماعًا غلط، ابھی کلمات علماء سے عقد و وعد کا تفرقہ گزرا، اس کے نصوص کے نقل بدیہی پر استدلال ہے جئتک خاطبا سے انعقاد نکاح نہ اس وجہ سے ہے کہ خطبہ عقد ہو بلکہ الفاظ مذکورہ خود الفاظِ عقد ہی قرار پائے ہیں یعنی جبکہ نیت وقرینہ متحقق ہو لما علمت ان ماعدا التزويج والنكاح كناية تفتقر اليهما (جیساکہ آپ نے معلوم کرلیا کہ تزویج اور نکاح کے الفاظ کے علاوہ باقی کنایہ ہیں جو کہ نیت اور قرینہ کے محتاج ہیں۔ت) ولہذا علماء انھیں الفاظ ایجاب کے ساتھ شمار فرماتے ہیں، وجیز کردری میں ہے:

كتاب النكاح تسعة عشر فصلا الاول فى الألة كل لفظ يفيد ملك الرقبة انعقد به كقوله بعت و تزوجت و انكحت و ملكتك وهبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك[3]۔	کتاب النکاح میں انیس بحثیں ہیں، پہلی آلہ میں وہ ہر لفظ جو رقبہ کی ملکیت کے لیے مفید ہو اس سے نکاح منعقد ہوگا، جیسے میں نے فروخت کیا، نکاح کردیا، تجھے مالک بنایا، ہبہ کیا۔ صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا۔ (ت)

خلاصہ وخزانۃ المفتین میں ہے:

ينعقد بقول تزوجت وانكحت وملكتك	نکاح منعقد ہوجاتا ہے ان الفاظ سے: میں نے نکاح

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۰

[2] فتاوٰی انقرویہ کتاب النکاح دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳۳

[3] فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۱۰۸

و وھبت وتصدقت وجئتك خاطبا وجعلت نفسی لك وبعت[1]۔	کردیا، تجھے مالک بنادیا، ہبہ کیا، صدقہ کیا، میں رشتہ لینے آیا ہوں، میں نے اپنا نفس تجھے دیا، فروخت کیا۔(ت)

۳۴ **اقول: وباللہ التوفیق** فقہ اس میں یہ ہے کہ **جئتك خاطبا** (میں رشتہ لینے آیا ہوں۔ت) کسی خطبہ متقدمہ سے اخبار نہیں بلکہ انشائے طلب وتزویج ہے اور انشائے طلب عین حاصل امر، تو **جئتك خاطبا** بمعنٰی **زوجنی** ہے۔ ولہذا بزازیہ میں ان دونوں کا ایک حکم رکھا۔

حیث قال جاء رجل فقال زوجنی بنتك او جئتك خاطبا او جئتك تزوجنی بنتك فقال زوجتك فالنکاح واقع لازم ولیس للخاطب ان لایقبل[2]۔	جیسا کہ انھوں نے ذکر کیا کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ تو اپنی بیٹی مجھے نکاح کردے یا میں آپ کے پاس رشتہ لینے آیا ہوں، یا، میں اس لیے آیا ہوں کہ آپ مجھے اپنی بیٹی بیاہ دیں، تو باپ نے کہا میں نے بیاہ دی، تو ان الفاظ سے لازمی نکاح ہوجائے گا، اب رشتہ طلب کرنے والے کو قبول نہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔(ت)

اور "زوجنی" الفاظ مفیدہ عقد سے ہے

توکیلا او ایجابا علی اختلاف قولین والاولی عــہ اظہر عندی کما بیناہ فیما علقناہ علی ہامش ردالمحتار تو اسی طرح جئتك خاطبا۔	وکیل بناتے ہوئے یا ایجاب کے طور پر دونوں اقوال کے اختلاف پر، اور پہلا یعنی وکیل بناتے ہوئے میرے نزدیک اظہر ہے، جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ پر بیان کیا ہے تو اسی طرح، میں تیرے پاس رشتہ لینے آیا ہوں۔(ت)

بالجملہ لفظ خطبہ باضافت بیانیہ بعد تحقق نیت وقیام قرینہ الفاظ عقد سے ہے نہ الفاظ خطبہ باضافت لامیہ یعنی وہ الفاظ کہ شرعًا خطبہ قرار پائیں نہ کہ وہ الفاظ کہ صراحۃً اخبار ہوں اور معنٰی انشاء سے منزلوں دور **کما لایخفی علی ذی شعور** (جیسا کہ اہل شعور پر مخفی نہیں۔(ت) رہا نکاح میں عدم جریان مساومت ۳۵ **اقول: وباللہ التوفیق** اس کا منشاء خود یہی ہے کہ عادۃً نکاح

عــہ: انظرہ مع ماذکرہ ۱۲ منہ (م)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کانسی روڈ کوئٹہ ۲/ ۲

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۱

سے پہلے منگنی وغیرہ مقدمات ہو چکتے ہیں تو ان کے بعد الفاظ مجلس عقد کو مساومت پر حمل نہیں کر سکتے بخلاف بیع کہ نہ وہاں ایسا تقدم، نہ اس کے لیے کوئی مجلس قرینہ قصد عقد، فتح القدیر پھر بحر الرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

النکاح لایدخل المساومۃ لانہ لایکون الابعد مقدمات ومراجعات فکان للتحقیق بخلاف البیع[1]۔	نکاح میں بھاؤ لگانا نہیں ہوتا کیونکہ نکاح کئی مقدمات اور آمدورفت کے بعد ہوا کرتا ہے تو کنایہ الفاظ اس موقعہ پر نکاح کے تحقق کے لیے ہوتے ہیں بخلاف بیع کے۔(ت)

تحقیق مقام یہ ہے کہ عبارت مذکورہ سوال کے معنٰی اگر یہ ٹھہریں کہ امثال الفاظ بعد قیام قرینہ قصد مثل جلسہ نکاح بعد خطبہ وقراءت خطبہ وغیرہما بحکم دلالت ظاہرہ جانب عقد متصرف ہوں گے نہ کہ سوئے مساومت کہ یہاں کوئی محل مساومت نہیں، تو بیشک صحیح ہے۔ اور یہی معنٰی مقصود و مراد۔

الاتری ان الکلام فی الکنایۃ ولاانعقاد بہا الاعند قیام القرینۃ کما علمت۔	آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ گفتگو کنایہ کے بارے میں ہے اوران میں قرینہ کے بغیر نکاح منعقد نہ ہوگا جیسا کہ آپ معلوم کر چکے ہیں۔(ت)

مگر اس بنا پر ہر منگنی یا الفاظ مذکورہ عمرو و عبداللہ کو نکاح نہیں ٹھہرا سکتے کما بینا (جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ت) اور اگر یہ معنٰی لیں کہ جو کچھ الفاظ خاطب و مخطوب الیہ میں جاری ہوں خواہی نخواہی نکاح ٹھہریں گے اگرچہ معنٰی مساومت وطلب وعد کو محتمل اور قرینہ معینہ قصد عقد سے عاری تو محض باطل، نہ ہرگز یہ مراد علماء، علماء صاف تصریحات فرماتے ہیں کہ احتمال مساومت واستیعاد یعنی صورت واقعہ میں معنٰی استیام وطلب وعد کا احتمال ہونا مانع انعقاد نکاح ہے۔ خزانۃ المفتین برمز ظ فتاوٰی امام ظہیر الدین مرغینانی سے ہے:

لو قال بالفارسیۃ دختر خویش مرا دادی فقال دادم لاینعقد النکاح لان ہذا استخبار واستیعاد فلا یصیر وکیلا الا اذا ارادبہ التحقیق دون الاستیام[2]۔	اگر ایک نے فارسی میں کہا کہ تونے اپنی بیٹی مجھے دی، تو دوسرے نے جواب میں "دادم" کہا تو اس سے بغیر ارادہ نکاح متحقق نہ ہوگا، کیونکہ یہ الفاظ حقیقتًا خبر معلوم کرنے اور وعدہ لینے کے لیے ہوتے ہیں اس لیے دوسرا وکیل نہ بنے گا۔(ت)

ہندیہ میں محیط سے ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۴

[2] خزانۃ المفتین کتاب النکاح قلمی نسخہ (غیر مطبوعہ) ۱/ ۷۶

جب دوسرے کو کہا کہ تو اپنی لڑکی مجھے دے۔ تو دوسرے نے کہا "دی" تو اس سے نکاح منعقد ہو جائے گا اگرچہ پہلا "میں نے قبول کی" نہ کہے اور اگر پہلے نے کہا "تو نے بیٹی مجھے دی" تو دوسرے نے جواب میں کہا "میں نے دی" تو جب تک پہلا اس کے بعد "میں نے قبول کی" نہ کہے نکاح منعقد نہ ہوگا۔ ہاں اگر اس صورت میں دوسرے نے "میں نے دی" سے مراد نکاح کا تحقق لیا اور خواہش اور مرضی کا اظہار مراد نہ لیا تو نکاح ہو جائے گا۔ (ت)	اذا قال لغیرہ دختر خویش مرادہ، فقال دادم، ینعقد النکاح وان لم یقل الخاطب پذیر فتم، ولو قال مراد ادی فقال دادم، لاینعقد النکاح مالم یقل الخاطب پذیر فتم الا اذا اراد بقوله دادی التحقیق دون السوم[1]۔

اسی طرح بزازیہ میں ہے___ ردالمحتار میں شرح علامہ مقدسی سے نقل فرمایا:

لڑکے کے باپ یا وکیل نے لڑکی کے باپ کو کہا کہ تو اپنی بیٹی فلاں کو یا میرے لڑکے کو ہبہ کر یا عطا کر، تو اس میں نکاح کا انعقاد لڑکی کے باپ کے دے دینے کے بعد لڑکے کے باپ یا وکیل کے قبول کرلینے پر موقوف رہے گا، کیونکہ یہ الفاظ ظاہر طور پر طلب کے لیے ہوتے ہیں جس میں مستقبل ہوتا ہے۔ تحقق اور حال مراد نہیں ہوتا، لہٰذا عقد تام نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر یہ کہا ہو کہ "تو اپنی بیٹی مجھے بیاہ دے" اور یہ کہنا مہر طے کرنے اور منگنی کے بعد ہو تو یہ الفاظ تحقق اور اثبات میں ظاہر ہیں جو کہ ایجاب کہلاتا ہے۔ (ت)	انما توقف الانعقاد علی القبول فی قول الاب ا والوکیل ھب ابنتك لفلان اولابنی اواعطھا مثلاً لانه ظاھر فی الطلب وانه مستقبل لم یرد به الحال والتحقق فلم یتم به العقد بخلاف زوجنی بنتك بکذا بعد الخطبة ونحوھا فانه ظاھر فی التحقق والاثبات الذی ھو معنی الایجاب[2]۔

شرح طحاوی سے گزرا کہ ھل اعطیتنیھا (کیا تو نے بیٹی مجھے عطا کی۔ ت) مجلس عقد میں مفید عقد ہے اور جلسہ وعد میں طلب وعد بالجملہ الفاظ محتملہ میں مدار قرینہ پر ہے۔ پھر الفاظ مذکورہ عمرو وعبداللہ تو مساومت و تحقیق دونوں سے مہجور اور خاص اخبار میں متعین ہیں تو انھیں اس عبارت سے بھی کچھ علاقہ نہیں کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الثانی فیما ینعقد النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۱

[2] ردالمحتار کتاب النکاح الباب الثانی فیما ینعقد النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۴

مسئلہ ۱۵،۱۴: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاکخانہ کٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سید محمد صفاء الدین صاحب ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اول: ایک عدیم البصر عالم وفاضل اور ایک نگہبان بھی اس کے پاس موجود تھا اس نے نکاح پڑھایا، نکاح جائز ہے یا نہ؟

الجواب:

بلاشبہہ جائز ہے کہ نکاح پڑھانے میں آنکھوں کا کیا کام، بلکہ جب وہ عالم ہے تو وہی انسب و اولیٰ، خود گواہان نکاح جن کے بغیر نکاح اصلاً صحیح نہیں اگر نابینا ہوں کچھ مضائقہ نہیں[1]۔

کمانص علیه فی المتون کالکنز والوقایة والاصلاح والمختار والهدایة والملتقی والتنویر وغیرها۔	جیسا کہ کنز، وقایہ، اصلاح، مختار، ہدایہ، ملتقی اور تنویر وغیرہ متون میں اس پر تصریح موجود ہے۔(ت)

تو نکاح پڑھانے والے کی بینائی کیا ضرور کہ وہ خود ہی نکاح کے لیے ضروری نہیں، عاقدین کا آپ ایجاب وقبول کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم: اگر عدیم البصر عالم نہ ہو اور نگہبان بھی موجود نہ ہو اس صورت میں اس نے نکاح پڑھایا، آیا جائز ہے یا نہ؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اب بھی جائز ہے جبکہ ٹھیک پڑھائے، بے نگاہی یا بے نگاہ بانی کچھ نکاح پڑھانے میں مخل نہیں، ہاں جاہل ہونا مخل ہوسکتا ہے کہ جب مسائل نکاح سے آگاہ نہیں تو ممکن کہ وہ صورت کردے جس سے نکاح صحیح نہ ہو اور زوجین بھی بوجہ جہل اس سے غافل رہیں تو معاذاللہ عمر بھر حرام میں مبتلا ہوں، لہٰذا نکاح میں بہت احتیاط لازم، عقد کرنے والا دیندار، متقی، مسائل نکاح سے واقف ہو کہ جاہل سے نادانستہ وقوع مخل کا اندیشہ تھا، فاسق بددیانت پر اعتماد نہیں، جب وہ خود حلال وحرام کی پروا نہیں رکھتا تو اوروں کے لیے احتیاط کی کیا امید، بحرالرائق ودرمختار وفتح اللہ المعین وغیرہا میں ہے:

واللفظ للدر یندب اعلانه وتقدیم خطبة	دُر کے الفاظ ہیں، نکاح کا اعلان، اس سے پہلے خطبہ

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

وکونہ فی مسجد یوم جمعۃ بعاقد رشید الخ[1].	مسجد میں ہونا، جمعہ کا دن ہونا اور نکاح کرنیوالا صاحب رشد یعنی صاحب علم و عمل ہونا مستحب ہے الخ۔(ت)

اقول: الرشد ینتظم العلم والعمل (رشد علم اور عمل دونوں کو جامع ہے۔ت) اس زمانہ جہل وفساد میں اکثر وہ صورت رائج ہے کہ اگر اہل علم حاضر جلسہ نہ ہوں تو نکاح میں سخت خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہے یعنی دولھن سے زید کے لیے صرف وکالت نکاح لی، یہ تصریح نہ کرائی کہ اسے دوسرے کو وکیل کردینے کا بھی اختیار ہے۔ اب زید وکیل جو شرعًا صرف نکاح پڑھانے کا مجاز ہوا وہ خود نہیں پڑھاتا بلکہ قاضی کوئی اور صاحب باہر بیٹھے ہیں ان سے آکر کہتا ہے مجھے فلاں عورت نے اپنے نکاح کا وکیل کیا، دو گواہ گواہی دیتے ہیں، وہ تو اتنا کہہ کر الگ ہوگیا، اب قاضی جی نے نکاح پڑھایا، یہ نکاح ہرگز نہ ہوا کہ نہ خود عورت نے ایجاب وقبول کیا نہ اس کے وکیل ماذون نے بلکہ ایک اجنبی شخص نے کہ اول تو وکیل کا اپنی وکالت سے خبر دینا اس قاضی کو اپنی طرف سے وکیل کرنا نہیں، اور ہو بھی تو صحیح مذہب میں وکیل نکاح کو دوسرے کے وکیل کرنے کا بے اذن موکل اختیار نہیں۔

فی الدر عن البحر لیس للوکیل (ای فی النکاح) ان یؤکل بلااذن[2] وفی وکالۃ غمز العیون عن الولوالجیہ لووکل رجلا فی نکاح فوکل الوکیل غیرہ ذکرہ محمد فی الاصل انہ لایجوز فانہ قال اذا فعل الثانی بحضرۃ الاول لم یجز وھو الصحیح[3] اھ ملخصًا۔	نکاح کے وکیل کو جائز نہیں کہ وہ بغیر اجازت اس میں کسی دوسرے کو وکیل بنائے، یہ بحر کے حوالے سے دُر میں مذکور ہے اھ غمز العیون کی وکالت کی بحث میں ولوالجیہ سے منقول ہے کہ اگر ایک نے کسی کو نکاح کا وکیل بنایا تو وکیل نے کسی دوسرے کو از خود وکیل بنالیا تو امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط میں ذکر کیا کہ یہ جائز نہیں، انھوں نے فرمایا کہ پہلے کی موجودگی میں دوسرے وکیل نے کارروائی کی تو جائز نہیں ہوگی، یہی صحیح ہے اھ ملخصا (ت)

تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور اجازت زنِ بالغہ پر موقوف رہا، اگر خبر پر نفرت وکراہت ظاہر کی، جیساکہ اکثر دخترانِ دوشیزہ سے ایسا ہی واقع ہوتا ہے، جب تو ڈھول سے کھال بھی گئی، اب وہ نکاح یکسر باطل ہوگیا کہ آئندہ اجازت سے بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الوکالۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/۱۲۔۴۱۱

فی الدرالمختار لو بلغھا فردت ثم قالت رضیت لم یجز لبطلانہ بالرد ولذا استحسنوا التجدید عند الزفاف لان الغالب اظھار النفرۃ عند فجأۃ السماع [1]۔	درمختار میں ہے کہ لڑکی کو نکاح کی اطلاع ملی تو انکار کردیا پھر بعد میں اس نے کہا میں راضی ہوں، تو پہلے رد شدہ نکاح اس سے جائز نہ ہوگا کیونکہ وہ انکار کرنے کی وجہ سے باطل ہوچکا ہے۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے فرمایا کہ ایسی صورت میں رخصتی کے وقت دوبارہ نکاح کرنا بہتر ہوگا کیونکہ اچانک نکاح کی خبر پر نفرت کا اظہار ہوتا ہے (اس لیے پہلا انکار نفرت کی وجہ سے ہوا) (ت)

یونہی بعض نکاحوں میں مشاہدہ ہوا ہے کہ نکاح خواں نے کلمات ایجاب دولھا کے کان میں کہے کہ حاضرین میں کسی نے نہ سنے صحیح مذہب میں یوں نکاح نہیں ہوتا کہ مجلس واحد میں معاً دو گواہوں کا دونوں الفاظ ایجاب وقبول سننا شرط ہے۔

فی الدر وشرط حضور شاھدین حرین اوحر وحرتین مکلفین سامعین قولھما معا علی الاصح [2]۔	دُر میں ہے کہ نکاح میں دو عاقل بالغ حر مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ کے طور پر مجلس میں موجود ہو کر نکاح کے دونوں فریقوں کا کلام سنیں، یہ شرط قرار دیا گیا ہے صحیح قول کے مطابق۔ (ت)

ان باتوں کا منشا وہی جہل وناواقفی ہے اور ان کے سوا اور بیس اغلاط کا اندیشہ ہے جن سے علماء ہی آگاہ ہوتے ہیں یا وہ نیک توفیق والے جنھیں علماء کی خدمت وصحبت اور ان سے مسائل دینیہ کی تحقیقات کا شوق کامل ہے غرض جاہل کی نکاح خوانی قطعاً خلاف اولٰی ہے جس طرح اس کی امامت یا مضاربت کہ جو اندیشہ خلل وفساد وہاں ہے وہی نکاح میں بھی، کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶: از جورہاٹ ملک آسام ہائی اسکول مرسلہ میاں محمد علی صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا فرمان ہے) اس مسئلہ میں کہ اگر زید نے ایک عورت سے دو گواہ غیر ملکی کے سامنے نکاح کیا پھر زید نے وہ دونوں گواہ جانے کے بعد اپنے نکاح کو ظاہر کیا اور عورت بھی نکاح ہونے پر زید کے مقر ہے اور وہ دونوں گواہان مذکوران ایک غیر ملک میں جاکر ایک عالم سے اور اپنے ملک میں جاکر قاضی کے روبرو دونوں

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲
[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

جگہ نکاح ہونے زید کی گواہی دیئے ہیں اور دونوں جگہ سے دو خط مع مہر و دستخط کے اور صورت گواہی ان دونوں گواہوں کے زید کے نکاح ہونے کا ثبوت زید کے ملک کے ایک عالم اور ایک معتبر آدمی کے پاس ارسال کیا پھر ایک برس کے بعد ان دونوں گواہوں سے ایک گواہ آکر پہلے تین چار آدمی کے روبرو نکاح ہونے زید کی گواہی دی تھی بعدہ دس بارہ روز کے بعد ایک جماعت کے روبرو انکار نکاح زید کا کیا، زید اور بی بی کے درمیان میں کوئی جھگڑا اور تنازع نہیں ہے، زید بھی خاص وعام کے روبرو کہتا ہے کہ وہ میری بی بی ہے اور بی بی کہتی ہے کہ زید میرا شوہر ہے، اور حال چال بھی دونوں کے خاوند اور جورو ہونے کے پائے جاتے ہیں، اور مقر نکاح جانبین ہے۔ از روئے شرع شریف کے زید کا نکاح درست اور نافذ ہوا یا نہیں؟ اور نکاح دوبارہ کرنا لازم آئے گا یا نہ؟ اور صورت نکاح دوبارہ میں حد ان دونوں کے اوپر یعنی زوج زوجہ کے اوپر لازم ہوگا یا نہیں۔؟ مع دلیل وبرہان کے جواب باصواب فرمائیں، اگر دونوں گواہ انکار نکاح کا ہو جائیں تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ دونوں زوج وزوجہ ہیں، ان کا نکاح صحیح وثابت ہے، دوبارہ نکاح کی اصلاً حاجت نہیں، اگرچہ دونوں گواہ انکار کر جائیں۔

فان الشھود شرط النکاح فی الابتداء دون البقاء۔	گواہوں کا ہونا نکاح کی ابتداء میں شرط ہے اس کے بقاء کے لیے شرط نہیں۔ (ت)

جبکہ دونوں باہم مقر نکاح ہیں، یہ اسے اپنی بی بی وہ اسے اپنا شوہر بتاتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ ان کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لیے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے،

فی ردالمحتار صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق [1] فی الھدایۃ حل لہ ان یشھد اذ رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج [2] اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	(ردالمحتار میں ہے کہ علماء نے تصریح کی ہے کہ ایک دوسرے کی تصدیق سے نکاح ثابت ہوجاتا ہے۔ ت) پھر ان کا باہم زن و شو کی طرح رہنا دوسرا مثبت نکاح ہے یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو ان کے زوج وزوجہ ہونے پر گواہی دینی جائز ہے۔ ہدایہ میں ہے جب کوئی مرد و عورت آپس میں خاوند بیوی کی طرح گھر میں رہیں اور دونوں آپس میں میاں بیوی کی طرح بے تکلف ہوں تو دیکھنے والے کو ان کے نکاح کی شہادت دینا جائز ہے اھ ملخصا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۵

[2] ہدایہ کتاب الشھادۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸

مسئلہ ۱۷: ۱۵ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بایں شرط نکاح کیا کہ بعد ایک ماہ کے طلاق دے دوں گا۔اور اس امر کو اپنے دل میں رکھا، یا یہ کہ ہندہ سے بیان کیا، توآیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟۔بینوا توجروا۔

الجواب:

نکاح صحیح ہے خواہ دل میں یہ قصد رکھا خواہ عقد میں اس کی شرط کرلی کہ طلاق کا شرط کرنا ہی ارادہ نکاح دائم پر دلیل ہے، ہاں اگر یوں عقد کرے کہ میں نے تجھ سے ایک مہینہ یا ایک برس یا سو برس کے لیے نکاح کیا تو نکاح نہ ہوگا کہ ایک وقت تک نکاح کو محدود کردینا صورت متعہ ہے اور متعہ محض حرام اور زنا، درمختار میں ہے:

بطل نکاح متعة وموقت وان جهلت المدة لوطالت فی الاصح ولیس منه مالو نکحها علی ان یطلقها بعد شهر اونوی مکثه معها مدة معیّنة [1]۔	متعہ کے طور پر نکاح یا مقررہ مدت کے لیے نکاح خواہ مدت لمبی ہو یا مدت مجہول ہو تو صحیح مذہب میں یہ نکاح باطل ہے،اور اگر اس شرط پر نکاح کیا کہ ایک ماہ بعد طلاق دے دوں گا، یا اس وقت دل میں مقررہ مدت کی نیت کی تھی تو باطل نہ ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان اشتراط القاطع یدل علی انعقاده مؤبدا وبطل الشرط بحر [2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اس لیے کہ نکاح میں طلاق کی شرط دلالت کرتی ہے کہ یہ نکاح دائمی ہے اور شرط باطل ہوگی، بحر۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید میں کوئی علامت مردی وزنی سے نہیں صرف ایک مخرج ہے جس سے بول آتا ہے، مگر پستان اس کے مثل زنان ہیں، اس صورت میں یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور اگر زید اسے طلاق دے تو ادائے مہر ذمہ زید لازم ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مسئولہ میں نکاح صحیح ہے اور نصف مہر بعد طلاق ذمہ زید پر واجب الادا کہ منکوحہ زید اگرچہ

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۰

[2] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۴

قبل از بلوغ بوجہ انتفائے ہر دو علامت از قبیل خنثی تھی مگر جب بعد بلوغ اس کی پستانیں مثل پستانِ زن ظاہر ہوئیں تو اشکال زائل اور اس کا عورت ہونا منکشف ہوگیا، اب بلاشبہہ یہ نکاح اپنے محل میں واقع اور حل استمتاع کو شرعاً مفید کہ شرائط صحت سب موجود ہیں اور موانع شرعیہ بالکل مفقود، البتہ فساد خلوت عدم تاکد مہر کا باعث ہے، اور خیار عیب کو نکاح میں دخل نہیں تاکہ زید بوجہ اس کے فسخ نکاح کرسکے اور کل مہر اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے، رہا امر حسی کا عائق ہونا وہ ہرگز منافیِ جواز نہیں۔

فی تنویر الابصار من کتاب الخنثی ھو ذو فرج وذکر اومن عری عن الانثیین فان ظھرله ثدی فامرأۃ انتھی مع التلخیص [1]، وفی الدر المختار من النکاح ھو عند الفقھاء عقد یفید ملك المتعۃ ای حل استمتاع الرجل من امرأۃ لم یمنع من نکاحھا مانع شرعی انتھی [2]، وفیه من باب المھر الخلوۃ بلامانع حسی کرتق بفتحتین التلاحم وقرن بالسکون عظم وعقل بفتحتین غدۃ لایطاق فیه الجماع کالوطی فی تاکد المھر [3] انتھی ملخصا وفیه من ذٰلك الباب ویجب نصفه بطلاق قبل وطی او خلوۃ [4] انتھی وفی فتاوی الامام قاضی خاں والرتق

تنویر الابصار کی خنثی کی بحث میں ہے خنثی وہ ہے کہ جس کا ذکر اور فرج دونوں ہوں یا خصیتین نہ ہوں، تو اگر اس کے پستان ظاہر ہو جائیں تو عورت قرار پائے گی، تنویر کی عبارت ختم ہوئی، تلخیصا۔ درمختار میں نکاح کی بحث میں ہے فقہاء کرام کے ہاں نکاح ایسا عقد ہے جو مرد کو عورت سے جماع کا مالک بنادیتا ہے جبکہ اس سے کوئی شرعی مانع نہ ہواھ اور اسی کے مہر کے باب میں ہے کہ جب خلوت بغیر کسی حسی مانع کے حاصل ہوجائے تو اس کا حکم مہر کو لازم کرنے میں جماع کی طرح ہے، خلوت میں حسی مانع جیسے رتق (راء اور تاء فتح کے ساتھ) جس کا معنٰی شرمگاہ میں گوشت کا اُبھر جانا، اور جیسے قرن بسکون راء، جس کا معنی ہڈی اور عقل، ع اور ق پر فتح، جس کا معنی غدود ہے یعنی ہڈی اور غدود شرمگاہ میں اس طرح بڑھ جائے کہ جماع کے لیے مانع بن جائے اھ ملخصا، درمختار کے اسی باب میں ہے کہ نصف مہر لازم ہوگا جب خلوت یا جماع سے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الخنثی مجتبائی دہلی ۳۴۱/۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱۸۵/۱

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب المھر مجتبائی دہلی ۱۹۹/۱

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب المھر مجتبائی دہلی ۱۹۸/۱

يمنع الخلوة لانه يمنع الجماع وذكر في طلاق الاصل ان العدة يجب على الرتقاء اى فلها نصف المهر [1] انتهى وفيها من فصل خيارات النكاح ومنها خيار العيب وهو حق الفسخ بسبب العيب عندنا لايثبت في النكاح فلاترد المرأة بعيب ما و قال الشافعي له ان يرد بالقرن والرتق و يفسخ النكاح فان رد قبل الدخول يسقط كل المهر والامهر المثل كماهو حكم الفسخ [2] انتهى مع التلخيص، والله تعالٰی اعلم۔	قبل طلاق دی ہو اھ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ رَتق، خلوت کے لیے مانع ہے کیونکہ یہ جماع کے لیے مانع ہے، اور اصل (مبسوط) کی بحث طلاق کے بیان میں ہے کہ رتقا، عورت پر عدت واجب ہے اور اس کے لیے نصف مہر ہوگا اھ اور اصل کی بحث اختیارات نکاح میں ہے کہ خیار عیب جس کو عیب کی وجہ سے حقِ فسخ کہتے ہیں، ہمارے ہاں نکاح کے باب میں ثابت نہیں، لہٰذا کسی عیب کی وجہ سے عورت کو رَد نہیں کیا جائے گا۔ اور امام شافعی نے فرمایا کہ قرن اور رتق والے عیب کی وجہ سے مرد کو فسخ کا اختیار ہے پس اگر قبل از خود دخول رَد یا فسخ کردے تو تمام مہر ساقط ہوجائے گا ورنہ پورا مہر مثل عورت کا حق ہے جیساکہ فسخ کا حکم ہے اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی عورت طوائف کسی مرد آشنا کے ساتھ پردہ میں حسب دستور عیاشیوں کے جو بغرض مفید رکھنے اور نہ ملتفت ہونے اس کے ساتھ دوسرے مرد کے، پردہ میں رکھتے ہیں ہم خانہ رہی ہو، وہ عورت شرعاً زوجہ تصور کی جائے گی یا نہیں؟ اور اگر زوجہ تصور کی جائے گی تو ایسے ہم خانہ رہنے کے واسطے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ اور ہے تو کس قدر مدت ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مسئولہ میں پردہ اس طوائف کا صرف ان لوگوں سے جن سے احتمال موافقت کا ہو معتد بہ نہیں، ایسا پردہ ثبوت نکاح کی دلیل نہیں ہو سکتا، البتہ اگر وہ مرد وزن مثل زوج وزوجہ رہتے، اور جو لوگ ان کے حالات خانگی سے واقف ہیں انھیں زوج وزوجہ تصور کرتے ہوں تو شرعاً زوج زوجہ قرار پائیں گے نہ کہ زانی وزانیہ کہ مسلمان کی طرف بدکاری کی نسبت بے ثبوت شرعی ہر گز جائز نہیں، شارع نے جس قدر احتیاط اس بارے میں فرمائی دوسرے معاملہ

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الخلوۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۱

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الخیارات التی تتعلق بالنکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۷

میں نہ آئی یہاں حسنِ ظن واجب اور تکذیب قاذف لازم، **قال عزاسمہ** لَوْلَا جَآءُوْ عَلَیْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ[1] **الآیۃ** (اس پر اگر وہ چار گواہ پیش نہ کریں، الآیۃ۔ ت) اور ارشاد ہوتا ہے:- وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ[2] **الآیۃ** (اور کیوں نہیں تم کہتے جب تم اسے سنتے ہو، الآیۃ۔ ت) اگر کوئی مسلمان حر عاقل بالغ عفیف کی طرف نسبت زنا کرے اور چار گواہوں سے ثابت نہ کردے تو بعد طلب مقذوف کے اسے اسی کوڑے مارے جاتے ہیں اور گواہی اس کی کبھی قبول نہیں ہوتی، **قال اللہ تعالٰی**: وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ[3] **الآیۃ** (اور وہ لوگ جو تہمت لگاتے ہیں الآیۃ۔ت) اسی طرح اگر تین گواہ معائنہ زنا کی گواہی دیں اور چوتھا نہ ہو تو ان گواہوں پر قذف لازم آتی ہے،

فی الفتاوی الهندیة ان یشهد علی الزنا اقل من اربعة بأن شهد واحد أوا ثنان أوثلثه لاتقبل الشهادة ویحد الشاهد حد القذف[4] اھ۔	فتاوٰی ہندیہ میں ہے کہ اگر چار سے کم ایک یا دو یا تین گواہ زنا کی گواہی دیں تو ان کی شہادت قبول نہ ہوگی اور گواہوں پر حد قذف ہوگی اھ (ت)

پس ایسی صورت میں گو گواہانِ معائنہ نکاح موجود نہ ہوں شرع حکم نکاح کا فرمادیتی ہے اور اس امر کے لیے شرع شریف میں کوئی مدت مقرر نہ فرمائی بلکہ بحالت عدم شہود معائنہ مدار ثبوت انبساط و شہرت پر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ ہوا اور زید شب زفاف میں بالکل مخاطب نہ ہوا اور جا پر علیحدہ رہا اور باہم صحبت زید نے ہندہ سے نہیں کی، بعدہ معلوم ہوا کہ زید نامرد ہے اور ہندہ نے زید کا عنین ہونے کا بھی ایک عرصہ تک علاج کیا لیکن صورت صحبت ظہور میں نہ آئی، اب ہندہ اپنے والدین کے یہاں رہتی ہے اور زید سبب نامردی کے چاہتا ہے کہ ہندہ کو جان سے مار ڈالے، اس صورت میں نکاح ہندہ کا زید سے درست ہوا یا نہیں؟ اور ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں-؟ جیسا کہ حکم شرع شریف کا ہو ویسا کیا جائے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نکاح ہندہ کا زید سے درست ہے،

اذلیس عدم العنة من شرائط صحته ولوکان کذلك لما احتیج الی ماذکروه من باب العنین من المرافعة و	کیونکہ نکاح کے درست ہونے کے لیے نامرد نہ ہونا شرط نہیں ہے، اور اگر یہ بات ہوتی تو پھر نامرد کے سلسلہ میں قاضی کے ہاں پیش کرنے اور قاضی کا مہلت

---

[1] القرآن ۱۳/۲۴

[2] القرآن ۱۶/۲۴

[3] القرآن ۴/۲۴

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الحدود الباب الخامس فی الشہادۃ علی الزنا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۵۱-۵۲

التاجیل والطلب والتفریق وھذا واضح جدا۔	دینا، عورت کا مطالبہ، اور پھر قاضی کی تفریق وغیرہ امور ذکر کرنے کی فقہاء کو ضرورت پیش نہ آتی، جبکہ یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

ہندہ کو ہرگز روا نہیں کہ بغیر حصول طلاق دوسرے شخص سے نکاح کرلے، اگر کرے گی نکاح ثانی باطل محض ہوگا اور شوہر ثانی سے قربت زنائے خالص، والعیاذ باللہ تعالٰی۔

وذٰلك لبقاء العصمة كما ذكرنا فالعنين وغيره فيها سواء۔	دوسرے نکاح کا عدم جواز پہلے نکاح کے تحفظ کے لیے ہوتا ہے جیساکہ ہم نے ذکر کیا ہے، پس اس معاملہ میں نامرد اور مرد برابر ہیں۔ (ت)

ہاں صورت خلاص یہ ہے کہ زید وہندہ اپنے معاملہ میں کسی ذی علم کو پنچ کریں۔

ففی الخیریه یصح التحکیم فی مسئلة العنین لانه لیس بحد ولاقود ولادیة علی العاقلة ولهم ان یفرقوا بطلب الزوجة[1] اھ۔	تو فتاوٰی خیریہ میں ہے نامرد کے مسئلہ میں حکم بنانا اس لیے درست ہے کہ یہ حد، قصاص اور عاقلہ پر دیت کا مسئلہ نہیں ہے، حکم حضرات کے لیے عورت کے مطالبہ پر تفریق کرنا جائز ہے اھ (ت)

ہندہ اس کے حضور عنت شوہر کا دعوٰی کرے اور اس بناء پر تفریق چاہے پنچ کے نزدیک جب اس کا عنین ہونا بطریق شرعیہ کہ ان میں سے ایک طریقہ مثلاً اقرار زید ہے ثابت ہوجائے گا تو بملاحظہ تفاصیل مذکورہ فی الفقہ سال بھر کی زید کو مہلت دے اور اس تمام برس میں زن وشو یکجا رہیں، اگر کچھ دنوں کو ہندہ کہیں چلی جائیگی وہ دن سال میں معدود نہ ہوں گے، جب اس طرح سال کامل گزر جائے اور زید ہندہ پر قدرت نہ پائے تو اس وقت بطلب ہندہ زید وہندہ میں تفریق کردی جائے، اب بعد عدت ہندہ کو اختیار نکاح ہوگا۔

وکل ماذکرنا مفصل فی الدر المختار وردالمحتار والفتاوی الخیریه وغیرها من الکتب الفقهیة۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کی تفصیل درمختار، ردالمحتار اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مع چند ہمراہیوں کے عمرو کے یہاں اس کی دختر کو پیام دینے گیا عمرو نے اس کے ساتھ شادی دختر کردینے پر رضا ظاہر کی اور گفتگو کرنے والوں سے

---

[1] فتاوٰی خیریہ باب التحکیم دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶

مخاطب ہو کر کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی، اس پر زید نے کہا بہتر ہم کو منظور ہے جب آپ نے میرا خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہو گئی غرض بہمہ وجوہ قرار پا گئی اور طرفین کا اطمینان ہو گیا اب عمرو اس دختر کا نکاح دوسرے شخص سے کرنا چاہتا ہے یہ اسے جائز ہے یا نہیں اور بغیر ترک یا اعراض زید کے دوسرے شخص سے اس دختر کا نکاح صحیح ہو گا یا نہیں اور جبکہ عمرو نے کہا میں نے اپنی لڑکی آپ کو دی اور زید نے اس کے جواب میں کہا بہتر قبول و منظور ہے تو یہ صاف ایجاب و قبول ہو کر نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگرچہ مخطوب منہ کا اپنے اقرار سے پھرنا اور خاطب اول کو زبان دے کر دوسرے سے قصد تزویج کرنا شرعًا مذموم و بے جا و قابل مواخذہ ہے، **قال تبارك وتعالٰی: اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾** [1] (عہد کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ت) اور جس طرح مخطوب منہ پر مواخذہ ہے اسی طرح وہ دوسرا خاطب جس نے مخطوبہ غیر پر پیام دیا شرعًا مرتکب شناعت ہے،

وقد صح ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن السوم علی سوم اخیہ والخطبۃ علٰی خطبۃ اخیہ [2]۔	صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھائی کے سودے پر سودے اور بھائی کی منگنی پر منگنی سے منع فرمایا۔ (ت)

مگر بااینہمہ اگر مخطوب منہ اپنی لڑکی کا خاطب اول سے نکاح نہ کرے اور غیر سے تزویج کردے یہ نکاح شرعًا صحیح و درست ہو جائے گا اور ترک و اعراض خاطب اول کی کچھ حاجت نہیں کہ وہ گفتگو جواب تک خاطب و مخطوب منہ کے درمیان آئی اس کی طرف سے مجرد خطبہ تھی اور اس کی جانب سے محض وعدہ، نہ عقد ایجاب و قبول، پس مخطوبہ ہنوز خاطب کی عصمت نکاح میں نہ داخل ہوئی جس کے سبب غیر سے اس کی تزویج ناروا ٹھہرے،

فی العقود الدریۃ سئل فیما اذا خطب وکیل زید ابنۃ عمروا لبالغۃ لزید بمحضر من الناس فاجابہ الاب الی ذٰلك قائلا ان مھر ابنتی کذا ان رضیت فبھا والافلا فرضی الخاطب ودفع للاب	عقود الدریہ میں سوال کیا گیا کہ جب زید کے وکیل عمرو کی بالغہ لڑکی کے بارے میں لوگوں کی موجودگی میں زید کے لیے منگنی کی تو لڑکی کے باپ نے جواب میں کہا کہ میری لڑکی کا اتنا مہر ہے اگر آپ راضی ہیں تو بہتر ورنہ نہیں، اس پر منگنی والا راضی ہو گیا اور

[1] القرآن ۱۷/ ۳۴

[2] صحیح مسلم باب یحرم الخطبۃ علی خطبہ اخیہ الخ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی ۱/ ۴۵۴

شیئا من الحلی والبسه لابنته فلم ترض البنت بالخطبة و ردتها فهل یسوغ لها ذلك ولاتکون الخطبة واقعة موقع عقد النکاح اصلا الجواب حیث لم یجر بینهما عقد نکاح شرعی بایجاب وقبول شرعیین لاتکون الخطبة واقعة موقع عقدالنکاح اصلا[1]۔	اس نے لڑکی کے باپ کو کچھ زیور دئے اور لڑکی کو کپڑا پہنایا تو لڑکی نے منگنی پر رضامندی سے انکار کردیا اور منگنی کو رد کردیا تو اس صورت میں کیا لڑکی کو رد کا اختیار ہے اور کیا یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی؟ جواب: شرعی طور پر یہ قبول وایجاب کے ساتھ نکاح نہ ہوا اور یہ منگنی نکاح کے قائم مقام نہ ہوگی۔

اور یہ لفظ کہ میں نے لڑکی آپ کو دی ہرچند کنایات تزوج سے ہے مگر مجلس عقد میں عقد قرار پاتا ہے اور مجلس وعد میں وعد۔

فی ردالمحتار عن فتح القدیر عن شرح الطحاوی لوقال اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح[2] اھ واقرہ العلامۃ العلائی والفاضل الرحمتی والسید الطحطاوی و غیرہم رحمهم اللہ تعالٰی۔	ردالمحتار میں فتح القدیر کے حوالے سے طحاوی کی شرح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے دوسرے کو کہا کہ تونے لڑکی مجھے دی، جواب میں اس نے کہا کہ میں نے دی، تو اگر بات مجلس نکاح میں ہے تو نکاح ہے اور وعد (منگنی) کی مجلس ہے تو منگنی ہوگی اھ اس کو علامہ علائی، فاضل رحمتی، سید طحطاوی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ثابت رکھا۔ (ت)

اوپر ظاہر ہوا کہ وہ مجلس مجلس نکاح نہ تھی اور خاطب کا اس وقت مع چند ہمراہیوں کے جانا بات ٹھہرانے اور وعدہ لینے اور رضامندی حاصل کرنے ہی کے طور پر تھا تو پدر مخطوبہ کے وہ الفاظ بھی وعدہ ہی پر محمول ہوں گے نہ عقد پر، یہاں تک کہ خود خاطب کے کلام سے واضح وروشن کہ وہ بھی ان کلمات کو اقرار نکاح واظہار رضا وقبول خطبہ ہی سمجھا نہ ایجاب وتزوج کہ اس نے جواب میں کہا: بہتر ہم کو منظور ہے، جب آپ نے میرے خطبہ کو منظور کیا اور زبان دی تو میری تسکین ہوگئی اور ہر عامی جانتا ہے کہ ہماری زبان میں زبان دینا کسی کام کے وعدہ کو کہتے ہیں نہ کہ اس کے ایقاع واصدار کو، زید نے اگر عمرو سے کچھ روپے مانگے

---

[1] عقود الدریہ علی تنقیح حامدیہ مسائل منشورہ من ابواب النکاح حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب قندھار ۱/ ۳۱

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۶۴

اور اس نے دے دئے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ عمرو زبان دے چکا، ہاں نہ دئے اور دینے کا وعدہ کرلیا تو یہ لفظ بولنا صحیح ہوگا، پس ثابت ہوگیا کہ مخطوب منہ کا وہ کلام محض اجابت تھا نہ کہ لفظ ایجاب **وشتان بینھم** (دونوں میں فرق ہے۔ت) ایک وجہ تو عدم نکاح کی یہ ہوئی اور یہیں سے دوسری وجہ بھی ظاہر ہے کہ جب کلام خاطب باعلی ندا منادی کہ وہ سخن مخطوب منہ کا محصل اقدام العقد نہ سمجھا تھا بلکہ محض اقرار و وعد جانا تو اب اس کا یہ کہنا بھی کہ "بہتر ہم کو منظور" بر سبیل قبول وتزویج نہ تھا بلکہ اس کی اجابت پر اپنی خوشی کا اظہار تھا تو اگر فی الواقع مخطوبہ منہ کے وہ الفاظ ایجاب ہی ٹھہریں تاہم مفقود ہے اور جملہ اخیرہ کہ "آپ نے زبان دی تو میری تسکین ہوگئی" مفسر مراد موجود جس کے سبب لفظ اول صریح قبول ٹھہرا کر الفاظ اور نیت کا الغا نہیں کرسکتے اور اس کے سوا بعض وجوہ اور بھی پیدا ہوسکتے ہیں جو عدم انعقاد نکاح پر دلالت کریں۔

کمالایخفی علی ماھر الفقیہ وفیماذکرنا کفایۃ للنبیہ۔	جیسا کہ مخفی نہیں، ماہر فقیہ پر، اور ہم نے جو ذکر کردیا ہے وہ عالم کو وضاحت کے لیے کافی ہے۔(ت)

بالجملہ نہ الفاظ مخطوب الیہ ایجاب کے قابل نہ جانب خاطب سے قبول حاصل، نہ مخطوبہ حبالہ نکاح خاطب میں داخل، نہ غیر سے تزویج نارواو باطل، رہا مخطوب منہ پر گناہ، وہ بھی اسی وقت تک ہے کہ اس نے بلاوجہ یا کسی رنجش دنیوی کے سبب تزویج خاطب اول سے اعراض کیا ہو، اور اگر درحقیقت کوئی عذر مقبول پیدا ہوا اور اس نکاح میں اس نے حرج شرعی سمجھا اور خاطب ثانی کو حق دختر میں بہتر جانا تو شرع مطہر ہر گز اس پر دلیل لازم نہیں کرتی کہ تو اپنی زبان پالنے کے لیے محذور شرعی گوارا یا دیدہ ودانستہ بیٹی کے حق میں برا کر، نیک و بد پر کامل نظر ذمہ پدر واجب وضرور، اور آدمی نہ تبدیل رائے سے محفوظ ومصون، نہ کسی وقت بعض مصالح پر نہ اطلاع پانے پر مامون، یہ تو صرف اقرار ہی تھا، ہمارے حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو در بارہ قسم ہمیں حکم دیا ہے کہ اگر تم کسی بات پر قسم کھا بیٹھو پھر خیال میں آئے کہ اس کا خلاف شرعًا بہتر ہے تو اس بہتری پر عمل کرو اور قسم کا کفارہ دے دو۔

فقد اخرج الامام احمد ومسلم فی صحیحہ والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینہ[1]۔	امام احمد نے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اور امام ترمذی نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کوئی قسم کھائی اور اس نے اس قسم کے خلاف کو بہتر جانا تو بہتر کو اپنالے اور اپنی قسم کا کفارہ دے۔(ت)

[1] صحیح مسلم باب ندب من حلف یمینًا فرای غیرھا خیرًا منھا الخ قدیمی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۸

پس پدر مخطوبہ پر لازم ہے کہ خدا سے ڈرے اور اصلح واوفق پر نظر کرے وہ دو مطالبوں کے زیر تقاضا ہے ایفائے موعدت ودفعِ مفسدت، پھر اگر خاطب اول میں کوئی محظور شرعی نہ ہو تو اول پر عمل کرے ورنہ ثانی پر کاربند رہے من ابتلی بلیتین فاختار اھونھما (جو دو آزمائشوں میں مبتلا ہو تو آسان کو اختیار کرے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ باپ کو نکاح ہندہ بالغہ کا زید کے ساتھ جو اہل کفو سے ہے منظور نہ تھا اور نہ ہے زید نے بغیبت باپ ہندہ جو صرف بارہ کوس کے فاصلہ پر اپنے علاقہ پر تھا بہ سکوت وگریہ ہندہ برضامندی مادر ونانی ہندہ وکالت اور شہادت تین اقربا خاص نکاح ظاہر کیا ہندہ کہہ رہی ہے کہ مجھ کو بلارضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا اور نہ اب ہے۔ ایسی حالت میں باپ ہندہ یا ہندہ کے مجبور کرنے کے واسطے منجانب زید بخیال جواز نکاح یہ بیان وشہادت گزری کہ ہندہ نے زبان سے اقرار کیا تھا وبعد از رخصتی بذریعہ عدالت یا جس طرح پر ہو اپنے گھر جاکر نکاح کا قصد رکھیں ایسی صورت میں ہندہ کو جو ولایت اپنے باپ میں ہے کسی ذریعہ سے لی جائے اطلاق غصب یا کس گناہ کا ہوگا ونکاح مابعد کی نسبت جو گھر لے جاکر دختر مذکور کو مجبور کرکے کرے کیا کہنا چاہئے وزید وغیرہ مرتکب کس گناہ کے ہوں گے یا کچھ نہیں، فرض کیا جائے کہ قضاء بوجہ نصاب شہادت نکاح جائز ہو لیکن جب باپ ہندہ کو نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے وہندہ کہہ رہی تھی کہ مجھ کو بلارضامندی اپنے باپ کے یہ نکاح نہ پہلے منظور تھا نہ اب ہے ایسی حالت میں زید وغیرہ کی نسبت کیا کہنا چاہئے کہ بالجبر باپ ہندہ خواہ ہندہ کو مجبور کرنا کیسا ہے، اگر ناجائز ہے تو مرتکب غصب یا کس گناہ کا مرتکب وگواہ ووکیل ومعین اس کے کس گناہ کے مرتکب اور نکاح آئندہ کی نسبت جو بالجبر اپنے گھر لے جاکر کرے کیا کہنا چاہئے اور یہاں رضاعت کا بھی شبہہ ہے اگرچہ اس میں شک واقع ہے کہ ہندہ کی نانی اور ہندہ نے پہلے کہا تھا کہ ایام رضاعت میں زید کو دودھ پلایا ہے بعدہ بحلف کہنے کو موجود کہ نہیں پلایا ہے ایسی صورت میں احتیاط وتقوی کا کیا مقتضی ہے گو نکاح ناجائز ہو مگر احتیاط وتقوی مقتضی اس امر کا ہے کہ نہ کیا جائے اگر ہوگیا تو ترک کیا جائے یا کیا اگر احتیاط مانع ہے تو اس احتیاط کے ہاتھ سے نہ جانے میں جس قدر باپ ہندہ کا جان دے رہا اور نقصان امور دنیاوی اٹھا رہا ہے آوارہ وطن ہوجائے داخل امور دینی وثواب ہے اور اگر اس صدمہ سے یا مقابلہ میں یعنی جس وقت زید رخصت بجبر یا کوئی فعل جبریہ کرنا چاہئے اس وقت جان جاتی رہے تو شہید کا اطلاق کیا جائے یا کیا ونیز متعلق اسی کے یہ مسئلہ دریافت طلب ہے، کہ زید وغیرہ کہتے ہیں جب بسبب عدم ثبوت رضاعت نکاح شرعًا جائز تو تجدید نکاح کردو گو احتیاط وتقوی مانع ہے وباپ ہندہ کہتا ہے کہ جب احتیاط وتقوی مانع ہے تو ہم کیوں کریں پس ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ زید کا قول مرقومہ بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ احتیاط وتقوی کو ایک ادنٰی چیز سمجھتا ہے یا کچھ نکلتا ہے دوسرے یہ کہ زید جو وہ باپ ہندہ کو احتیاط وتقوی سے روکتا ہے

کیسا فعل ہے؟

الجواب:

جواب سوال اول عـــہ میں واضح ہو چکا ہے عہ: کہ یہ نکاح اگر باذن صریح ہندہ نہ ہوا نہ بعد کو اذن صریح قولی یا فعلی سے نافذ ہو لیا تو مجرد سکوت ہندہ اس کے نفاذ کے لیے کافی نہیں، نکاح نکاح فضولی تھا اور اذن ہندہ پر موقوف، جب ہندہ نے کہا کہ مجھے یہ نکاح نہ پہلے منظور رتھا نہ اب ہے تو یہ صاف رد و باطل ہو گیا، اب اگر ہندہ و پدر ہندہ کہ مجبور کرنے کے لیے کسی جھوٹی شہادت سے نفاذ نکاح ثابت کیا جائے تو زید اور اس کے شہود سب مستحق غضب الٰہی و عذاب شدید ہوں گے، جھوٹی گواہی دینے والے پر جو سخت ہولناک وعیدیں ارشاد ہوئی ہیں ہر مسلمان جانتا ہے یہاں تک کہ قرآن عظیم میں اسے بت پوجنے کے برابر شمار فرمایا،

قال اللہ تعالٰی: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ﴿۳۰﴾ حنفاء للہ غیر مشرکین بہ [1]۔	بتوں کی نجاست سے بچو، جھوٹی بات سے پرہیز کرو، شرک سے بچتے ہوئے اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شھادۃ الزور الاشراک باللہ عدلت شھادۃ الزور الاشراک باللہ [2]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خریم بن فاتك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جھوٹی گواہی خدا کے ساتھ شریک کرنے کے برابر کی گئی جھوٹی گواہی خدا کے لیے شریک بتانے کے ہمسر ٹھہرائی گئی (جھوٹی گواہی خدا کا شریک ماننے کے مساوی کی گئی)، اس کو ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے خریم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا انبئکم باکبر الکبائر قول الزور اوقال شھادۃ الزور [3]۔ رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کیا میں تمھیں نہ بتادوں کہ سب کبیروں سے بڑا کبیرہ کون سا ہے، بناوٹ کی بات، یا فرمایا جھوٹی گواہی، (اسے شیخین نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

عـــہ: یعنی مقام مذکورہ کا سوال کہ باب الولی میں ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] القرآن ۲۲/۳۰

[2] سنن ابی داؤد باب فی شھادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۵۰

[3] صحیح بخاری باب ماقیل فی شھادۃ الزور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۶۲، صحیح مسلم باب الکبائر واکبرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۶۴

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاهد الزور حتی یوجب الله له النار [1]۔ رواه ابن ماجة والحاکم وصحح سنده عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما۔	جھوٹی گواہی دینے والا اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ عزوجل اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے، اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح قرار دے کر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

ایسی ناپاک کارروائی کے ساتھ کسی کی بیٹی کو بلانکاح رخصت کراکر لے جانا اگرچہ اسی قصد پر ہو کہ گھر لے جا کر نکاح کرلیں گے سخت شدید کبیرہ عظیمہ ملعونہ ہے جس کا مرتکب کہ اشد ظلم میں گرفتار ہے مستحق عذاب الیم نار ہے،

اللہ عزوجل فرماتا ہے، اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۸﴾ [2] سن لو خدا کی لعنت ہے ظلم کرنے والوں پر، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: دفتر تین ہیں، ایک میں سے اللہ عزوجل کچھ نہ بخشے گا، اور دوسرے کی اسے کچھ پروا نہیں، اور تیسرے میں سے کچھ نہ چھوڑے گا، وہ جس سے کچھ نہ بخشے گا کفر ہے، اور وہ جس کی اسے پروا نہیں آدمی کے حقوق اللہ میں گناہ ہیں جیسے کسی دن کا روزہ یا کوئی نماز ترک کرنی کہ اللہ عزوجل چاہے گا تو اسے معاف فرمادے گا واما الدیوان الذی لایترك الله منه شیئا مظالم العباد بینهم القصاص لامحالة [3] اور وہ دفتر جس میں سے اللہ تعالٰی کچھ نہ چھوڑے گا بندوں کا آپس میں ایک دوسرے پر ظلم ہے اس کا بدلہ ضرور ہونا ہے رواہ الامام احمد والحاکم وصححہ عن ام المومنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا (اس کو امام احمد اور حاکم نے صحیح قرار دے کر حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت) نکاح اگرچہ جبر واکراہ سے بھی ہوجاتا ہے

فی الهندیة الاصل ان تصرفات المکره کلها قولا منعقدة عندنا الا ان مایحتمل الفسخ منه کالبیع والاجارة یفسخ ومالایحتمل الفسخ منه کالطلاق	ہندیہ میں ہے یہ قاعدہ کہ جس پر جبر کیا گیا ہو اس کے اس حالت کے تمام تصرفات نافذ العمل ہونگے ہاں وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال رکھتے ہوں جیسے بیع اور اجارہ کہ یہ فسخ قرار پائیں گے اور جو فسخ کا احتمال نہیں رکھتے

[1] سنن ابن ماجہ باب شھادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[2] القرآن ۱۱/ ۱۸

[3] مسند احمد بن حنبل مرویات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دار الفکر بیروت ۶/ ۲۴۰

والعتاق والنکاح والتدبیر والاستیلاد والنذور فھو لازم کذا فی الکافی[1] اھ وتمامه فی ردالمحتار قبیل قوله وشرط حضور شاھدین[2] الخ **اقول:** واما قول الھندیة رضا المرأة اذکانت بالغة[3] الخ فقد کتبنا علی ھامشه مانصه ای اذنھا قولا وفعلا صریحا اودلالة ولو جبرا وکرھا ھکذا ینبغی ان یفسر ھذا المقام۔	مثلاً طلاق، عتاق، نکاح، مدبر بنانا، ام ولد بنانا اور نذر تو یہ امور لازم ہو جائیں گے، جیسا کہ کافی میں ہے اھ اس کی تمام بحث ردالمحتار میں ہے، ان کے قول "گواہوں کی موجودگی شرط ہے-" سے تھوڑا پہلے ہے الخ **اقول:** ہندیہ کا قول جو کہ انھوں نے خانیہ سے نقل کیا نکاح کی شرائط میں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت کی رضا الخ تو ہم نے اس کے حاشیہ پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے یعنی اس کی اجازت قول، فعلِ صریح یا دلالت سے ہو جاتی ہے اگرچہ بطور جبر ہو، اس مقام کی یونہی تفسیر مناسب ہے۔ (ت)

مگر کسی کی بیٹی کو جبراً بلا نکاح لے جانا پھر بالجبر نکاح کرنا ظلم پر ظلم اور مسلمان کو عار لاحق کرنا ہے۔

قال اللہ تعالٰی لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: دین میں جبر نہیں ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لایحل لمسلم ان یاخذ عصا اخیه بغیر طیب نفس منه[5]۔ رواہ ابن حبان فی صحیحه عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	مسلمان کو حلال نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان کی لکڑی بغیر اس کی دلی مرضی کے لے لے (اس کو ابن حبان نے صحیح میں ابوحمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

جب بے مرضی لکڑی لینی حرام ہے لڑکی یعنی کس درجہ حرام واشد حرام ہو گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الاکراہ الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۸

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۲

[3] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۶۹

[4] القرآن ۲/۲۵۲

[5] موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان کتاب البیوع باب ماجاء فی الغصب حدیث المطبعۃ السلفیہ بالروضۃ ص ۲۸۳

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ [1]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔ (اسے طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

گواہ و وکیل و معین جتنے لوگ اس واقعہ پر آگاہ ہو کر زید کی اعانت کریں گے سب اس کی مثل ظلم و حرام واستحقاق عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ [2]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: گناہ وعداوت میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینہ وھو یعلم انہ ظالم فقد خرج من الاسلام [3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختار عن اوس بن شرحبیل الاشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کسی ظالم کے ساتھ چلا اس کی مدد کرنے اور وہ جانتا ہے کہ یہ ظالم ہے وہ بیشک اسلام سے نکل گیا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختار میں اوس بن شرحبیل اشجعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

رہا مسئلہ رضاعت، ہمارے مذہب میں ایک عورت کا بیان ثبوت رضاعت کے لیے کافی نہیں خصوصا جبکہ خود مضطرب ہو،

کما فصلناہ فی فتاوٰنا السابقۃ الواردۃ علینا من المسائل فی ھذا الباب۔	جیسا کہ ہم نے اس بارے میں پہلے سے آئے ہوئے مسائل کے جوابات میں اس کی تفصیل اپنے فتاوٰی میں بیان کردی ہے۔ (ت)

اس سے احتیاطًا بچنا صرف مرتبہ استحباب میں ہے اور فعل غایت درجہ مکروہ تنزیہی یعنی خلاف اولٰی کہ نہ کرے تو بہتر، کرے تو کچھ گناہ نہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل تزوج امرأۃ فاخبر رجل مسلم ثقۃ	ایک شخص کا عورت سے نکاح ہونے کے بعد ایک ثقہ

---

[1] المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳، الترغیب والترھیب من تخطی بہ الرقاب یوم الجمعۃ مصطفی البابی مصر ۱/۵۰۴

[2] القرآن ۵/۲

[3] معجم کبیر حدیث مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱/۲۲۷

او امرأة انهما ارتضعا من امرأة واحدة قال فی الکتاب احب الی ان یتنزه فیطلقها ویعطیها نصف المهر ان لم یدخل بها ولایثبت الحرمة بخبر الواحد عندنا مالم یشهد به رجلان اورجل وامرأتان [1]۔	مرد یا عورت نے یہ خبر دی کہ ان میاں بیوی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے، تو امام قاضی خان نے کتاب میں فرمایا کہ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ وہ شخص بطور احتیاط عورت کو طلاق دے دے اور دخول نہ کیا ہو تو نصف مہر ادا کرے، جبکہ رضاعت کی حرمت ایک شخص کی خبر سے ثابت نہیں ہوتی جب تک دو مرد، یا ایک مرد دو عورتیں شہادت نہ دیں حرمت ثابت نہ ہوگی۔ (ت)

ایسے امر سے بچنے کے لیے جان دینے کی اجازت ہر گز نہیں ہو سکتی کہ جان کا رکھنا ہر فرض سے اہم فرض ہے بلکہ اہل وعیال کو چھوڑ کر جلاوطنی وغیرہ امور بھی کہ خود گناہ یا منجر بہ گناہ ہوں جائز نہیں ہو سکتے۔

اذلیس من قضیة الشرع الکریم والعقل السلیم درء شیئ خفیف بارتکاب ثقیل عظیم۔	شریعت مطہرہ اور عقل سلیم اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ معمولی چیز کو کسی عظیم اور بھاری چیز کے ارتکاب سے ختم کیا جائے۔ (ت)

یہاں تقوٰی بمعنٰی اتقائے شہادت ہے وہ صرف مستحب ہے، نہ فرض وواجب، علماء فرماتے ہیں:

لیس زماننا زمان اجتناب الشبهات [2]، کمافی الاشباه وغیره عن الخانیه والتجنیس وغیرهما۔	جس طرح اشباہ وغیرہ میں خانیہ اور تجنیس کے حوالے سے ہے کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچاؤ کا زمانہ نہیں ہے۔ (ت)

زید وغیرہ کی اس درخواست سے تقوٰی کی اہانت نہیں نکلتی بلکہ اس احتیاط کا غیر ضروری ہونا اور اس قدر ضرور صحیح ہے، ہاں اس سے درکنار اگر بالجبر ہو تو ہم لکھ چکے ہیں کہ مسلمان پر جبر واکراہ کسی امر مباح میں حرام وظلم ہے نہ امر غیر مستحب میں، مگر اس پر جان نہیں دے سکتے، البتہ صورت اولٰی میں یعنی جبکہ واقع میں نکاح باطل ہوا اور زید جھوٹی گواہیاں دلوا کر بالجبر بلا نکاح چھین لے جانا ____ یا بالجبر اس کے ساتھ کوئی فعل ناجائز کرنا چاہے اس وقت اگرچہ اپنے ناموس کی حفاظت جائزہ کرے جو شرعًا وعقلًا وعرفًا ہر طرح اس کا حق ہے اور ظالم اسے قتل کردے تو یہ شہید ہوگا، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قتل دون ماله فهو شهید ومن	جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ فصل فیما یقبل قول الواحد الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۷

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۱۰۸

اپنی جان بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنا دین بچانے میں مارا جائے وہ شہید، جو اپنے گھر والوں کے بچانے میں مارا جائے وہ شہید، (اسے احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان نے سعید بن زید سے اپنی صحاح (کتب) میں روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ت)	قتل دون دمه فهو شهيد ومن قتل دون دينه فهو شهيد ومن قتل دون اهله فهو شهيد [1]۔ اخرجه الائمة احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان فی صحاحهم عن سعيد بن زيد رضی الله تعالٰی عنهما۔ والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان حسن صاحب ۱۷ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید وہندہ نے باہم کلمات ایجاب وقبول نکاح کے، بموجودگی دو آدمیوں کے، کہے۔ لیکن ان دونوں آدمیوں کو مطلقًا سماعت اور علم نکاح زید اور ہندہ کانہ ہوا۔ بعدازاں زید نکاح سے منکر ہوا۔ اور ان دونوں شاہدوں نے بھی سماعت اور علم نکاح سے لاعلمی روبروحاکم شرع کے ظاہر کی، تو آیا حاکم شرع زوجہ کو مہر دلائے گا یا نہیں؟ اور یہ نکاح منعقد ہوگا یا نہیں -؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نکاح میں شرط ہے کہ دونوں گواہ معًا دونوں لفظ ایجاب وقبول جلسہ واحدہ میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے۔

درمختار میں ہے کہ نکاح میں دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں عاقل بالغ اور آزاد کا مجلس میں اس طرح موجود ہونا کہ وہ نکاح سمجھتے ہوئے نکاح کرنے والوں کے کلام کو سنیں، شرط ہے، یہ صحیح مذہب ہے، بحر۔ (ت)	فی الدرالمختار شرط حضور شاهدين حرين اوحر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاعلى الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب [2]، بحر۔

تو مذہب اصح پر یہ نکاح منعقد نہ ہوا، زید کا انکار سچا ہے، اگر نوبت ہمبستری نہ آئی تو مہر سے کیا علاقہ، ورنہ مہر مثل دینا ہوگا۔

کیونکہ دارالاسلام میں بے محل جماع حد یا عقر سے خالی نہیں ہوتا، جیساکہ درمختار وغیرہ معتمد کتب میں ہے۔	فان الوطء فی دار الاسلام لایخلو عن حداوعقر [3] كما فی الدرالمختار وغيره

[1] سنن النسائی کتاب المحاربۃ تحریم الدم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۶۷

[2] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

[3] درمختار باب المہر مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۴

من معتمدات الاسفار وقد کانت ھٰھنا شبھۃ العقد فالحد سقط فالعقر ثبت۔	یہاں چونکہ نکاح کا شبہ ہے لہذا حد ساقط ہوگئی تو عقر واجب ہوگا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴: مسئولہ حافظ علی بخش صاحب ساکن آنوالہ مسجد حنفیاں　　　۲۵ شوال ۱۳۲۳ھ

تعظیمًا جمع کالفظ خدا کی شان میں بولنا جائز ہے یانہیں، جیسے کہ "اللہ جل شانہ یوں فرماتے ہیں" اسی طرح ناکح سے کہنا کہ "تم نے یہ عورت قبول کی" جمع بولنا چاہئے یا نہیں۔؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

حرج نہیں، اور بہتر صیغہ واحد ہے کہ واحد احد کے لیے وہی انسب ہے، قرآن عظیم میں ایک جگہ رب عزوجل سے خطاب جمع ہے رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾[1]، وہ بھی زبان کافر سے ہے۔ اور ناکح سے کہنا کہ تم یا آپ یا جناب نے قبول کی، اس میں بھی حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۵: ۱۶ صفر ۱۳۰۳ھ

زید کہتا ہے کہ متناکحین بالغین کو بوقت نکاح کلمے اور صفت ایمان مجمل و مفصل پڑھانا بہت ضرور بہتر ہے اس کو کرنا چاہئے، شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کے فتاوٰی میں ہے:

از روئے شریعت غرانکاح درمیان مومن وکافر منعقد نمی گردد وظاہر است کہ ازانسان درحالت لاعلمی یاازروئے سہوا کثر کلمہ کفر صادر مے گردد کہ برآں متنبہ نمی شود، دریں صورت اگر نکاح متناکحین واقع شد منعقد نمی شود، لہذا متاخرین از علمائے محتاطین احتیاطا صفت ایمان مجمل ومفصل را بحضور متناکحین می گویند ومی گویانند تاانعقاد بحالت اسلام واقع شود فی الحقیقت علمائے متاخرین ایں احتیاط را در عقد نکاح افزودہ خالی از نزاکت اسلامی نیست کسائے کہ از اسلام بہرہ ندارند بلطف	روشن شریعت کی روسے مومن کافر کے درمیان نکاح نہیں ہوسکتا، ظاہر ہے کہ انسان سے لاعلمی میں کبھی سہوًا کوئی کلمہ کفر صادر ہوجاتا ہے جس پر وہ آگاہ ہی نہیں ہوتا، تواس صورت میں اگر مرد وعورت کا نکاح ہوا تو منعقد نہیں ہوگا، لہٰذا محتاط علماء متاخرین مجلس نکاح میں صفت ایمان مجمل ومفصل خود بھی کہتے ہیں اور مرد و عورت سے بھی کہلواتے ہیں تاکہ نکاح بحالت اسلام واقع ہو، علماء متاخرین نے عقد نکاح میں اس احتیاط کا جو اضافہ فرمایاہے وہ درحقیقت اسلامی نزاکت سے خالی نہیں، جو لوگ اسلام کے بارے میں معلومات

[1] القرآن ۲۳/ ۹۹

آن کے میر سند [1]۔ انتہی	نہیں رکھتے وہ اس کی لطافت تک کب پہنچ سکتے ہیں۔ (ت)

یہ قول زید کا صحیح ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

بہتر ہونے میں کیا کلام کہ ذکر خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر محض ہے، خصوصًا تجدید ایمان، کہ ویسے بھی حدیث میں اس کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

ان الایمان لیخلق فی جوف احدکم کما یخلق الثوب الخلق فاسئلوا اللہ تعالٰی ان یجدد الایمان فی قلوبکم [2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابن عمر بسند حسن والحاکم فی المستدرک عن عمر وبسند صحیح رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔	بیشک ایمان تم میں کسی کے باطن میں پرانا ہو جاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمھارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے، (اسے طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جددوا ایمانکم اکثروا من قول لاالٰہ الااللہ [3]۔ رواہ الامام احمد والحاکم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔	اپنے ایمان تازے کرو لاالٰہ الااللہ بکثرت کہو۔ (اس کو امام احمد اور حاکم نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

تو اس قدر ضرور مسلم کہ اس کو کرنا چاہئے، ہاں بہت ضروری کہنا نوعِ افراط سے خالی نہیں جہلًا یا سہوًا معاذاللہ کلمہ کفر صادر ہو جانا محتمل سہی مگر اسے مظنون ٹھہرا لینا سوئے ظن ہے اور بے حصول ظن حکم ضرورت نہیں، کما لایخفی واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶: ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دختر زید بعمر سترہ ۱۷ سال وپسر عمرو بعمر تئیس ۲۳ سال ہے اور

---

[1] فتاوٰی عزیزی حکم اعلام کلمہا وصفت ایمان مجمل ومفصل بروز عقد نکاح مجتبائی دہلی ۱۲۶/۲

[2] مستدرک للحاکم کتاب الایمان الامر بسؤال تجدید الایمان دار الفکر بیروت ۴/۱

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳۵۹/۲

مانع شرعی موجود نہیں، پسر کا ولی واسطے نکاح کے چار ماہ کی مہلت چاہتا ہے، اگر مہلت دی جائے تو شرعاً گنہگاری ہے یا نہیں —؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

کوئی گناہ نہیں جبکہ کوئی اندیشہ صحیح نہ ہو۔ اور اگر معاذاللہ اندیشہ ہے اور دوسرا کفو موجود ہے تو مہلت نہ دینا چاہئے، اگر نہ مانے اس دوسرے سے نکاح کردیں جبکہ دختر رضامند ہو۔

لحدیث یا علی لاتؤخر ثلثا الصلوۃ اذا اٰنت والجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت لھا کفوا[1] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اس حدیث کی بناپر جس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو، نماز میں جب وقت ہوجائے، جنازہ میں جب حاضر ہو، اور غیر شادی شدہ لڑکی میں جب اس کا کفو ملے۔ یا جیسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۲۷: از ریاست رام پور سرشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سرشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس طور پر نکاح کیا کہ دو گواہوں اور ایک وکیل نے ہندہ کے پاس جاکر یہ کہا کہ بکر کے بیٹے زید نے ایک ہزار روپے کے بدلے میں تم کو اپنی زوجیت میں طلب کیا ہے یعنی خواستگاری کی ہے تم بھی اس کو اپنی شوہریت میں قبول کرو اور مجھ کو وکیل قرار دو، تو ہندہ مذکورہ نے فقط لفظ "قبول" کہا (اور اس لفظ قبول کو اس ملک کے عوام وخواص قائم مقام ایجاب کے بنابر عرف کے سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں) پھر اس طرح تینوں شخص زید کے پاس گئے اور وکیل نے زید سے جاکر کہا کہ تم نے خالد کی بیٹی ہندہ کو مہر مذکور پر قبول کیا تو زید نے صرف لفظ "قبول" کہا (اور اس قبول کو یہاں کے باشندے بمنزل قبول نکاح کے تصور کرتے ہیں اور ہزاروں نکاح اس طور سے ہوگئے اور ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے کیونکہ یہ طور یہاں کا رسم ورواج قرار پایا ہے) اب اس صورت میں فقط لفظ "قبول" سے نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ بعضے علمائے کرام فرماتے ہیں کہ نکاح صحیح ہوجائے گا کیونکہ عاقل وبالغ کا کلام لغو کرنا نہ چاہئے ورنہ ہزاروں آدمی حرام زادہ قرار پائیں گے مسلمان کو زنا سے شرعاً بچانا چاہئے اور عرف اور رواج

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۵۲، سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب اعتبار الکفاءۃ دار صادر بیروت ۷/۱۳۳

بھی ادلہ شرعیہ سے ایک دلیل ہے تو موافق عرف کے نکاح کو صحیح قرار دینا چاہئے اور بعضے علماء کہتے ہیں کہ لفظ "قبول" سے نکاح صحیح نہیں ہوتا ہے کیونکہ لفظ "قبول" مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں ہوتا، اب متنازعہ فیہ میں حکم شرع شریف جوارشاد ہو، عوام بیچارے نہ مصدر کو جانیں نہ ماضی کو، وہ تو اپنے عرف ورواج جانتے ہیں، اسی کے پیرو وتابعدار ہیں، ان کی اصلاح کس طور پر ہو، **بینوا توجروا**۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں صحت نکاح میں شبہہ نہیں، جب ہندہ نے بعد سوال توکیل لفظ "قبول" کہا یہ ایجاب توکیل ہوا اور وہ شخص وکیل ماذون ہوگیا۔

فان التوکیل یتم بمجرد الایجاب ولایتوقف علی القبول وان کان یرتد بالرد کما فی الاشباہ والهندیه وغیرهما وھٰھنا وان امکن ان یجعل قول الوکیل تقبلیه فی زوجیتك ایجاب فضولی بناء علی ماصرح فی الخانیة والخلاصة ان الامر فی النکاح ایجاب[1] قال فی الفتح وھذا احسن[2] وح یکون قول المرأة "قبول" قبولا وینعقد النکاح موقوفا علی اجازة الرجل فاذا خاطبه الوکیل وقال قبول یکون تنفیذا لکنه خلاف ماقصدوه فان صنیعهم شاھدانهم لم یجعلوا مجلس المخاطبة مع المخطوبة مجلس عقد بل استئذان فیکون طلبا للوکالة وقولها قبول توکیلا۔	وکیل بنانے کے لیے صرف ایجاب کافی ہے اور قبول کرنے پر موقوف نہیں اگرچہ ایجاب کو رد کردینے پر وکالت رد ہو جائیگی، جیسا کہ اشباہ اور ہندیہ وغیرہ میں ہے۔ اور یہاں اس مسئلہ میں اگرچہ وکیل کا لڑکی کو یہ کہنا کہ "تو بھی لڑکے کو اپنا خاوند ہونا قبول کرلے" فضولی کی طرف سے ایجاب قرار دیا جاسکتاہے وہ خانیہ اور خلاصہ کی اس تصریح کی بناپر کہ "نکاح میں درخواست" ایجاب ہوجاتاہے جس کے متعلق فتح میں کہا گیا کہ یہ قول بہت اچھاہے، تو فضولی کے جواب میں لڑکی کا "قبول" کہنا نکاح کو قبول کرنا قرار دیا جائے گا، جس سے نکاح منعقد ہوجائے اور لڑکے کی اجازت پر موقوف قرار پائے، اور جب نکاح کرانے والا شخص (فضولی) لڑکے کو پیشکش کرے اور لڑکا قبول کرلے تو نکاح نافذ ہوجائے۔ لیکن یہاں مجلس والوں کا مقصد یہ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد صرف لڑکی سے اجازت طلب کرنا ہے اور اس مجلس میں وکالت کرنا اور لڑکی کا "قبول" کہنا صرف توکیل ہوگی۔ (ت)

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱

[2] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۰۴

اب کہ وکیل نے خاطب سے آکر وہ لفظ کہے یہ جانب وکیل سے ایجاب ہوا،

فانہ استفہام وان کان حرفہ مقدرا والا ستفہام عند ارادۃ التحقیق یؤدی مودی الامر کما حققناہ فی فتاوٰنا والامر کما سمعت ایجاب فی النکاح ولانعدل عن ھذا القول المرجح الٰی قول انہ توکیل لان الوکیل لایملک التوکیل فلا ینفذ العقد وفیہ تضییق واللہ یحب الرفق۔	توحقیقتًا یہ استفہام ہے اگرچہ صرف استفہام پوشیدہ ہے اور استفہام مقام تحقیق وانعقاد میں امر کا معنٰی دیتا ہے جیساکہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں تحقیق کی ہے اور نکاح میں امر ایجاب قرار پاتا ہے، اس ترجیح یافتہ قول کو چھوڑ کر ہم اس کو توکیل نہ بنائیں گے کیونکہ عورت کا وکیل کسی دوسرے کو وکیل نہیں بناسکتا جس کی بناپر عقد نافذنہ ہوگا جبکہ اس میں تنگی ہے اور اللہ تعالٰی تو نرمی اور وسعت کو پسند فرماتا ہے۔ (ت)

اور زوج کا "قبول" کہنا قبول ہوااور نکاح صحیح وتام نافذ ہوگیا، اور یہ اعتراض کہ قبول مصدر ہے اور مصدر سے نکاح درست نہیں راسًا ساقط ہے کہ یہ لفظ اس سوال وکیل کے جواب میں ہے کہ تم نے ہندہ کو قبول کیا اور عقل ونقل کا قاعدہ اجماعیہ ہے کہ:

السؤال معاد فی الجواب[1] کما صرح بہ فی الاشباہ وغیرھا کتاب۔	جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے جیساکہ اشباہ وغیرہ بہت سی کتب میں تصریح ہے۔ (ت)

توجواب میں صرف لفظ "قبول" کے قطعًا یہی معنٰی ہیں کہ "قبول کیا" اور یہ ماضی ہے اور ماضی سے نکاح یقینا درست ہے کما صرحوا بہ متونا وشروحا وفتاوٰی (جیساکہ متون، شروح اور فتاوٰی میں تصریح ہے۔ ت) معہذا یہاں اصل کار وہ الفاظ ہیں جو رضا بالا نشاپر بے احتمال مساوی دلیل ہوں اور شک نہیں کہ لفظ "قبول" صراحۃً اس پر دال، ولہٰذا علماء تصریح فرماتے ہیں اگر عورت سے کہا اپنے نفس کو میری زوجیت میں دے اس نے کہا بالسمع والطاعۃ نکاح ہوگیا۔

کما فی النوازل والخلاصۃ والبزازیۃ والبحر والدر والمحیط والھندیۃ وغیرھا من الاسفار الغر۔	جیساکہ نوازل، خلاصہ، بزازیہ، بحر، دُر، محیط، ہندیہ وغیرہا مشہور کتب میں ہے۔ (ت)

سمع وطاعت بھی مصدر ہی ہیں اور مناط صحت وہی تقدیر ماضی ہے یا اعتبار تراضی، وہ دونوں

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الحادیۃ عشرۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۱۷۳

یہاں حاصل، تو حکم عدم نکاح محض باطل، فتح القدیر میں ہے:

لما علمنا ان الملاحظة جهة الشرع فی ثبوت الانعقاد ولزوم حکمه جانب الرضی عدینا حکمه الی کل لفظ یفید ذٰلك بلا احتمال مساو للطرف الاٰخر[1] الخ۔	جب ہمیں یہ معلوم ہے کہ نکاح کے انعقاد اور اس کے حکم کے لزوم میں شرعا رضا کے پہلو کا اعتبار ہے تو ہم نے اس حکم کو ہر ایسے لفظ میں معتبر قرار دیا جو اس چیز کا احتمال رکھتا ہو اور اس کے مخالف پہلو کا اس میں مساویانہ احتمال نہ ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله اوبالسمع والطاعة متعلق بمحذوف دل علیه المذکور ای زوجت اوقبلت متلبسا بالسمع والطاعة لامرك یحصل السمع والطاعة لامره الابتقدیر الجواب ماضیا مرادا به الانشاء لیتم شرط العقد بکون احدهما للمضی[2]۔	ماتن کا قول "اوبالسمع والطاعۃ" کا متعلق محذوف ہے جس پر مذکور دال ہے یعنی میں نے نکاح کیا یا قبول کیا آپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اور حکم کی اطاعت مقدر طور پر ماضی کے صیغہ کے ساتھ جواب کے بغیر نہیں ہوسکتی جبکہ ماضی سے انشاء مراد ہوگی تاکہ نکاح کی شرط یعنی ایجاب وقبول میں سے ایک کا صیغہ ہونا تام ہوجائے۔ (ت)

بحرالرائق میں زیر قول کنز: انما یصح بلفظ النکاح والتزویج وما وضع لتملیك العین فی الحال ("نکاح، تزویج اور تملیک عین فی الحال کے لیے موضوع الفاظ سے عقد ہوجاتا ہے۔" ت) فرمایا:

یرد علی المصنف الفاظ ینعقد بها النکاح غیر الثلثة (وعد اشیاء کثیرة الی ان قال) ومنها بالسمع والطاعة لوقال زوجی نفسك منی فقالت بالسمع والطاعة فهو نکاح کما فی الخلاصة	مصنف پر اعتراض ہے کہ ان مذکورہ الفاظ ثلٰثہ کے علاوہ دیگر الفاظ سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے وہاں انھوں نے بہت سے امور ذکر کیے جن میں سے سمع وطاعت بھی ذکر کرکے فرمایا کہ اگر کسی مرد نے کسی عورت کو کہا کہ تو اپنے نفس کو مجھے بیاہ دے تو عورت نے جواب میں "بالسمع والطاعۃ" کہہ دیا تو نکاح

[1] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۰۳

[2] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۶۳

ومنها مافی الذخیرۃ لو قال یثبت حقی فی منافع بضعك بالف فقالت نعم صح النکاح اھ والجواب ان العبرۃ فی العقود للمعانی حتی فی النکاح کما صرحوا بہ وھذہ الالفاظ تؤدی معنی النکاح [1]۔	ہو جائے گا جیسا کہ خلاصہ میں ہے، ان الفاظ سے وہ بھی ہے جو ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر مرد نے عورت کو کہا کہ ہزار کے بدلے تجھ سے جماع کا حق میرے لیے ثابت ہے تو عورت نے جواب میں کہا کہ "ہاں" تو نکاح صحیح ثابت ہوگا اھ، تو جواب یہ ہے کہ عقود میں حتی کہ نکاح میں معانی کا اعتبار ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے تصریح کی ہے جبکہ یہ مذکورہ الفاظ نکاح کا معنی ادا کر رہے ہیں۔ ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور ہندہ دونوں شخص چند شخصوں کے روبرو اس کے مقر ہوں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا، یا زید علیحدہ ایک وقت میں چند اشخاص کے روبرو فرداً فرداً یہ ظاہر کریں کہ ہمارا نکاح آپس میں ہوگیا ہے اور پھر خط وکتابت میں ہندہ زید کو وہی القاب آداب جو بی بی خاوند کو لکھتی ہے استعمال کرے تو کیا سمجھا جائے گا اور شرعاً کیا حکم دیا جائے گا؟

الجواب:

تصادق مرد وزن کہ مرد کہے یہ میری منکوحہ ہے، عورت کہے یہ میرا شوہر ہے، عند الناس مثبت نکاح ہے، مگر اگر غلط اقرار کیا ہو تو عند اللہ ہرگز نفع نہ دے گا وہ زانی وزانیہ ہوں گے اور سخت عذاب جہنم کے مستحق اور اولاد ولد الزنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹: ۱۶ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں تجھ کو بعد تین چار ماہ کے طلاق دوں گا، آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

نکاح جائز ہے اور طلاق دینا اس پر لازم نہیں، فان النکاح لایبطل بالشروط الفاسدۃ بل ھی التی تبطل (شرائط فاسدہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ شرائط خود باطل قرار پاتی ہیں، ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] بحر الرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۸۷

مسئلہ ۳۰: ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

حال یہ ہے کہ حامد اور محمودہ دونوں میں ایسا رشتہ تھا کہ محمودہ اس کے سامنے آسکتی تھی اور یہ دونوں ایک مدت تک صغر سنی میں ایک ہی جگہ رہتے سہتے تھے۔ ۱۸۹۷ء میں حامد کی بیوی کا انتقال ہوگیا اور برضا مندی فریقین (یعنی حامد اور محمودہ) کے والدین کی نسبت محمودہ سے ہوگئی اور مراسم نسبت ادا ہونے کے بعد ایک تاریخ نکاح مقرر ہوگئی، لیکن اس تاریخ مقررہ پر حامد کو کہ وہ گورنمنٹ کا ملازم تھا اتفاق سے رخصت نہ ملی اور تاریخ مقررہ پر نکاح نہ ہوسکا، اس کے بعد کچھ جھگڑے ایسے درپیش ہوگئے کہ دوسری تاریخ مقرر ہونے سے پہلے حامد اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوا، اس کے بعد جب حامد کے والدین نے تاریخ مقرر کرنا چاہی تو محمودہ کے والدین نے یہ عذر پیش کیا کہ حامد اب بے نوکر ہے اس لیے ہم نکاح نہیں کرنا چاہتے۔ حامد اور محمودہ دونوں بالغ ہیں، محمودہ تاریخ نسبت سے حامد سے پردہ کرتی ہے، جب یہ حال محمودہ کو معلوم ہوا تو اس نے اپنی والدہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں دوسرے امیر گھر جانا پسند نہ کروں گی خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جس سے نسبت ہوئی اس سے نکاح ہو جانا چاہئے، محمودہ کے باپ واقعی امیر کبیر ہیں اور حامد ایک معمولی حیثیت کا آدمی ہے، محمودہ کے باپ یہ کوشش کرتے ہیں کہ محمودہ کا کسی امیر اور مالدار سے نکاح کردیں اور محمودہ کی رضامندی پر کوئی توجہ نہ کی جائے، اس لیے محمودہ یہ چاہتی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ جبر اس پر کیا جائے وہ حامد کے ساتھ اپنا نکاح کرلے، مگر اس نکاح کا حال اس کے والدین کو نہ معلوم ہوا اور حامد بھی یہی چاہتا ہے، تو علمائے دین محمدی سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ محض اگر گواہان اور وکیل کی موجودگی اور علم میں قاضی صاحب نکاح پڑھادیں اور از روئے شریعت ایجاب وقبول کا اطمینان کرلیں تو یہ نکاح خفیہ جائز ہے اور کسی طرح ناقص تو نہیں۔؟ **فقط۔**

الجواب:

بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ خواہ اعلانیہ کرے، اس کے انعقاد وصحت کے لیے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو، اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا،

فی الدرالمختار ویفتی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان [1]	درمختار میں ہے کہ غیر کفو میں نکاح کے جائز نہ ہونے کا فتوٰی ہے کہ فساد زمان کی وجہ سے نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔(ت)

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

مال میں کفاءت کو صرف اس قدر کہ وہ شخص اگر پیشہ ور ہو تو روز کا روز اتنا کماتا ہو جو اس عورت غنی۔ہ کے قابل کفایت روزانہ دے سکے، اور پیشہ ور نہیں تو ایک مہینہ کا نفقہ دے سکے، اور مہر جس قدر معجّل ٹھہرے اس کے ادا پر قدرت بہر حال درکار ہے۔

فی الدرالمختار تعتبر الکفاءۃ فی العرب والعجم مالا بان یقدر علی المعجل ونفقۃ شھر لوغیر محترف والا فان کان یکتسب کل یوم کفایتھا لو تطیق الجماع ملخصًا۔[1]	درمختار میں ہے کہ مال کے اعتبار سے عرب وعجم میں کفو کا اعتبار بایں طور ہے کہ مہر معجّل دینے اور ایک روزانہ کا نفقہ دینے پر قادر ہو جبکہ غیر کاروباری ہو ورنہ روزانہ کا خرچہ دینے پر قدرت رکھتا ہو بشرطیکہ بیوی جماع کی قدرت رکھتی ہو ملخصًا (ت)

پس اگر حامد اس قدر مال رکھتا ہو اور مذہب ونسب وحرفت وروش میں بھی محمودہ سے ویسا کم نہیں کہ اس سے نکاح باعث عار پدر محمودہ ہو، جیسا کہ صورت سوال سے یہی ظاہر ہے کہ باپ پہلے اس سے نکاح پر راضی تھا اب صرف نوکری نہ رہنے کا عذر کرتا ہے تو اس صورت میں برتقدیر صدق مستفتی دو مرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے حامد اور محمودہ کے ایجاب وقبول کرلینے سے جائز وصحیح ہوجائے گا۔ نفس نکاح میں نقصان نہ ہوگا، ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال محمودہ پر ہو تو جدا امر ہے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۱: ضلع پشاور تحصیل صوابی ڈاکخانہ یار حسین موضع یعقوبی سید عید شاہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی والدہ اور ہمشیرہ عمرو کے مکان پر بطور مہمان داری کے آئیں وسوئی تھیں، عمرو نے زید کی والدہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے اپنی بیٹی تم کو دی ہے جس سے اس کا منشا یہ تھا کہ زید سے اس لڑکی کا نکاح کریں گے، زید کی والدہ نے اس کے جواب میں عمرو کو دعائیں دیں اور قبول زبان سے نہیں کیا، بعد کو زید نے ایک چھوٹا سا زیور بطور نشانی کے بنا کر عمرو کی بیٹی کے واسطے بھیجا، اور جس وقت عمرو نے اپنی بیٹی کا تذکرہ زید کی والدہ سے کیا، اس وقت زید کی والدہ اور ہمشیرہ اور عمرو کی بیوی تھی یہ تین عورتیں موجود تھیں، اور سوائے عمرو کے اور کوئی مرد گھر میں موجود نہیں تھا، نہ اس ایجاب کا قبول صراحۃً ہوا نہ ذکر مہر ہوا اور نہ گواہ موجود تھے، پھر عمرو کے انتقال کے بعد عمرو کے لڑکے نے اس نابالغہ کا عقد خالد سے کیا اور ابھی رخصت نہیں ہوئی ہے لیکن عقد مع گواہ اور ذکر مہر کے ہوا ہے تو اس صورت میں عقد خالد کا صحیح ہوا یا نہیں؟ اور زید مدعی اس بات کا ہے کہ نکاح مجھ سے صحیح ہے، بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

الجواب:

زید کا دعوی محض غلط ہے اس سے نکاح ہر گز صحیح نہ ہوا،

وان فرض ان کلام عمرو مع ام زید کان ایجابا وان دعاء ھا له قام مقام القبول لدلالة الرضا وان بعثه حلیا للعرس کانه اجازته لعقد الفضولی فعلی فرض کل ذٰلك لاوجه للصحة فی الوجه المذکور لعدم شاھد من الذکور۔	اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ عمرو کی والدہ سے بات کرنا ایجاب ہے اور والدہ مذکورہ کا عمرو کو دعائیں دینا قبول کے قائم مقام ہے کہ یہ اظہار رضا مندی ہے، اور پھر زید کا زیور بھیجنا زید کی طرف سے فضولی کے عقد کی اجازت ہے بایں ہمہ مذکورہ صورت میں نکاح صحیح نہیں ہے کیونکہ اس عقد کا کوئی مرد گواہ نہیں ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

شرطه حضور شاھدین حرین اوحرو حرتین مکلفین [1]۔	نکاح منعقد ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں عاقل بالغ اور حر، مجلس میں حاضر ہوں (ت)

بحرالرائق میں ہے:

فلا ینعقد بحضرة العبید والصیبان [2]۔	غلاموں اور بچوں کی موجودگی سے نکاح نہ ہوگا۔ (ت)

خالد کا عقد صحیح ہوا۔

لان الاقدام علیه فسخ للفاسد ان قلنا بالفرق بینه وبین الباطل فی النکاح کما ھو قضیة فروع جمة۔	اس لیے کہ اس کا یہ اقدام فاسد نکاح کے لیے فسخ قرار پایا ہے، جب ہم نکاح میں فاسد و باطل کے فرق کا قول کریں جیسا کہ تمام فروع کا معاملہ ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۲: مسئولہ مولوی سید ظہور احمد صاحب از بیتھو شریف ضلع گیا ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

ایک شخص کا نکاح بحضور دو شخص کے عورت کی اجازت سے ہوا اور دونوں شخص چپ رہے، تو ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں۔؟ اور وکیل بالنکاح ایک شخص ثالث ہے اور وہ شخصین ناکح کو جانتے ہیں

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۶

[2] بحرالرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۸۹

لیکن ناکح نہیں جانتاہے اور عورت نے وکیل بالنکاح کو وہ دو شخص کے سامنے پردہ سے اپنے نکاح کی اجازت دی اور وکیل نے یوں کہاکہ فلاں عورت کواس قدر مہرپرآپ کو دیا، نہ نکاح کالفظ کہا ہو اور نہ زوجیت کا۔

الجواب:

نہ ناکح کا شاہدین کو پہچاننا ضرور، نہ شاہدین کا وقت عقد کچھ بولنا ضرور، نہ خاص نکاح یاز وجیت ضرور، نہ صرف فلاں عورت کہنے میں محذور، جبکہ تنہا اسی قدر سے اس کی معرفت ہوجائے، شاہدین کا معًا لفظین ایجاب وقبول کو سننا اور اتنا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہاہے اور لفظ نکاح وتزویج ہو نا یا کوئی اور لفظ جو تملیک عین کا فی الحال کے لیے وضع کیا گیا اور شاہدین کے نزدیک عاقدین اعنی زوج وزوجہ کا متمیز ہوجانا خواہ بحضور ورؤیت واشارہ یا بغیبت وتسمیہ مجردہ یا مع نسبت وغیرہ متمیزات میں اس قدر ضرور ہے اور شک نہیں کہ کسی مرد کو اتنے مہرپر عورت کا دیا جانا مفید معنی نکاح ہے توصورت مستفسرہ میں اگر باقی شرائط مذکورہ مجتمع تھے نکاح درست ہوگیا، **والمسائل کلها مصرحة فی الدر المختار وغیرہ من معتمدات الاسفار** (ان تمام مسائل کی تصریح درمختار اور دیگر معتمد کتب میں موجود ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۳: مرسلہ سید ظہور احمد مذکور الصدر ۳۰ محرم الحرام ۱۳۲۳ھ

ناکح کو تین مرتبہ قبول کرنا شرط ہے یا ایک بار؟ اور گھبرانے کی وجہ تین بار تین طرح کہا، کبھی یہ کہ قبول ہے، کبھی میں نے قبول کیا، کبھی قَبِلْتُ، ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور یہ بحضور شاہدین ہے اور عورت سے ایجاب درست طور پر ہوا یا نہیں؟

الجواب:

نکاح خواہ کسی عقد میں تین بار قبول اصلاً ضرور نہیں ایک ہی بار کافی ہے، اور تین بار تین طرح الفاظ قبول ادا ہونا کچھ مضر نہیں، ہاں اگر گھبراہٹ میں بجائے قبول بعض الفاظ رد وانکار ادا ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے لفظ قبول کہا تھا تو نکاح ہوگیا کہ بعد تمامی عقد رد وانکار مانع انعقاد نہیں، اور پہلے لفظ "انکار" نکلا تو وہ ایجاب رد ہوگیا، اب جو اس کے بعد اس نے لفظ "قبول" کہا یہ اس کی طرف سے ایجاب ہوا، اگر اس مجلس میں ادھر سے لفظ "قبول" متحقق ہوا منعقد ہوجائے گا ورنہ باطل ہوجائے گا، اور اگر متعدد الفاظ میں لفظ رد کوئی نہیں تھا ہاں ایسے الفاظ تھے کہ قبول نہ ٹھہریں تو وہ خواہ پہلے ہوں یا پیچھے جبکہ مجلس بدلنے سے پہلے ایک لفظ بھی قبول صحیح کا ادا ہوگا نکاح ہوجائے گا **لان الفور غیر شرط والمجلس یجمع المتفرق** (کیونکہ فورًا قبول کرنا شرط نہیں اور مجلس جامع متفرقات ہے۔ت) اور ایجاب عورت کی طرف سے ہو یا مرد کی طرف سے دونوں درست ہیں، عقود میں ایجاب وقبول کچھ متعین نہیں، عاقدین میں جس کی طرف سے الفاظِ

عقد پہلے صادر ہوں گے، ان کا نام "ایجاب" رکھا جائے گا ان کے جواب میں دوسرا جو کہے گا وہ قبول اقرار پائے گا، مثلاً عورت نے مرد سے کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں قبول کیا" یہ ایجاب ہوا اگرچہ بلفظ قبول ہے، مرد نے اس کے جواب میں کہا "میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا" یہ قبول ہوا اگرچہ بلفظ قبول نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۴: از موضع بیتھو ضلع گیا مرسلہ جناب مولوی سید ظہور احمد صاحب ۱۶ شوال ۱۳۲۴ھ

جناب مولانا صاحب السلام علیک، استفتایہ ہے کہ اگر وکیل بالنکاح یا شاہدین نکاح غیر مقلد وہابی ہو تو ایسے شخص کی وکالت یا شہادت درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور نکاح درست ہوگا یا نہیں اگر ایسے لوگ وکیل یا شاہد ہوں؟

الجواب:

سید صاحب! وعلیک السلام، وہابی وغیر مقلد کی ضلالت جبکہ کفر تک نہ پہنچی ہو (اور یہ غیر مقلد وہابیوں میں نادر ہے اور جیسے طائفہ رشیدیہ پیدا ہوا، مقلد وہابیوں میں بھی کٹر اسمٰعیلیوں کی طرح یہی حالت ہو گئی ان میں غالبًا کوئی نہ ہوگا، جس پر بحکم فقہائے کرام لزوم کفر نہ ہو، اور بہت تو صریح التزام کی حد پر ہیں نسأل اللہ العافیۃ وحسن العاقبۃ) جب تو نکاح میں ان کا شاہد ہونا اصلاً مخل نہیں اور اگر حد کفر پر ہوں تو وکالت جب بھی جائز ہے کہ مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں اس کی وکالت صحیح ہو جائے گی اگرچہ اس سے میل جول اختلاط حرام ہے، ہندیہ میں ہے:

تجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلما وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الاان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ کذافی البدائع [1]۔	مسلمان نے مرتد کو وکیل بنایا یا مسلمان کو وکیل بنایا وہ بعد میں مرتد ہوگیا تو یہ وکالت باقی رہے گی، مگر جب وہ دارالحرب بھاگ جائے تو وکالت ختم ہو جائے گی، بدائع میں ایسے ہی ہے۔ (ت)

رہی شہادت، عوام میں دو شخص جن کو گواہی نکاح سے نامزد کیا جاتا ہے وہ اگر دونوں مرتد وہابی تھے مگر جلسے میں اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان ہیں جنھوں نے معًا ایجاب وقبول سنا اور سمجھا جب تو اگرچہ نکاح صحیح ہوگیا، **لوجود الشھود وان کان من سموا شھودا مرتدین** (گواہوں کی حاضری کی وجہ سے، اگرچہ انھوں نے مرتد گواہوں کو نامزد کیا ہو۔ ت) اور اگر صرف یہی حاضر وسامع وفاہم تھے یا اور جتنے ہیں وہ بھی ایسے ہی ہیں ایک نصاب مسلمانوں سے پورا نہیں تو نکاح صحیح نہ ہوا فاسد محض ہوا **لان من شرائط الصحۃ**

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الوکالۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۶۳

الشھود ولاشھادۃ لمرتد کمافی الدرالمختار وغیرہ (کیونکہ صحت کے لیے گواہی شرط ہے اور مرتد شہادت دینے کا اہل نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۵: عورت مرد اگر باہم ایجاب وقبول کرلیں اور کسی کو اطلاع نہ ہو تو یہ نکاح ہوجائے گا؟

الجواب:

بے حضور دو گواہ نکاح فاسد ہے، حدیث میں فرمایا:-

الزوانی ف اللاتی ان ینکحن انفسھن بغیر بینۃ [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	زناکار ہیں جو اپنی جانوں کو نکاح میں دیتی ہیں بغیر گواہوں کے۔

مسئلہ ۳۶: مسئولہ محمد یوسف از جبل پور ۱۳ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی غیر مقلد کسی مقلد کا نکاح بموجب شرع مصطفوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پڑھادے تو اس کا پڑھایا ہوا نکاح جائز ہے یا حرام؟ اور جو اس نکاح سے اولاد پیدا ہو وہ حرامی تو نہ ہوگی؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگرچہ نکاح خواں شرع مطہر میں کوئی چیز نہیں، اگر کوئی ہندو مشرک زوجین کو ایجاب وقبول روبروئے گواہان کرادے اور شرائط صحت متحقق ہوں نکاح ہوجائے گا۔ مگر یہاں ایک نکتہ جلیلہ ہے جسے وہی سمجھتے ہیں جو موفق من اللہ تعالٰی عزوجل ہیں وہ یہ کہ اگر ہندو مشرک پڑھا جائے گا تو کوئی کلمہ گو اسے معظم دینی بلکہ مسلمان بھی نہ جانے گا بخلاف ان کلمہ گویان کفر در دل کے کہ عوام ان کو خالص مسلمان جانتے ہیں حالانکہ ان پر صدہا وجہ سے بحکم احادیث صحیحہ وتصریحات فقہیہ حکم کفر لازم ہے۔

کما فصلنا فی الکوکبۃ الشھابیۃ وفی النھی الاکید وغیرھما ولدی مزید۔	جیسا کہ الکوکبۃ الشھابیہ اور النھی الاکید وغیرہ رسائل میں ہم نے تفصیل بیان کردی ہے اور میری نظر میں مزید امور بھی ہیں (ت)

اور ان میں بہت تو کھلم کھلا ضروریات دین کے منکر اور قطعًا اجماعًا مرتد کافر ہیں اور نکاح خوانی کے لیے لوگ اسے بلاتے ہیں جسے اپنے نزدیک صالح اور معتبر جانتے ہیں تو اگر زوجین میں سے کسی نے ان کے کفریات پر مطلع ہوکر پھر ان کو نیک اور صالح سمجھا تو ان پر بھی وہی حکم نقد وقت ہوگا کما صرح بہ فی الشفاء والاشباہ وغیرھما

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح دار صادر بیروت ۷/ ۱۲۵

ف: یہ حدیث سنن کبرٰی سے ملی اس میں الزوانی کے بجائے البغایا کا لفظ ہے۔ **نذیر احمد**

(جیسا کہ الشفاء اور الاشباہ وغیرہما میں تصریح کی گئی ہے۔ت) ایسی صورت میں بحکم فقہ اصلاً مطلق نکاح نہ ہوگا، لہٰذا احتیاط کی ضرورت ہے، اگر ایسا واقع ہو لیا یعنی اس کی گواہیوں پر مطلع ہو کر پھر اسے معظم ومتبرک سمجھ کر نکاح خوانی کے لیے بلایا تو بعد توبہ تجدید اسلام تجدید نکاح لازم۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: از نگلہ مرہرو ڈاکخانہ بیلاؤدہ ضلع میرٹھ مسئولہ محمد ذاکر علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام ہیں، کمر سے لے کر سرین تک جڑیں ہوئی ہیں، مبرز ایک ہے، اور باقی عام اعضاء الگ الگ علیحدہ علیحدہ، وہ اپنی مادری زبان تلنگی میں اچھی طرح گفتگو کر سکتی ہیں، عمران کی بارہ سال ہے، یہ قصہ سکندر آباد دکن کا ہے، میں نے اس کو اخبار وطن لاہور جلد نمبر ۸ ۲۳ مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۰۸ ص ۱۳ میں دیکھا ہے، لکھا ہے کہ یہ ہندو ہیں، ان کے والدین کو ان کے ذریعہ سے کافی آمدنی ہے، درصورت صحیح ہونے اور مسلمان ہونے ان کے لیے ان کی صورت نکاح کیا ہے؟ اگر کیا جائے تو دو بہنیں ایک مرد کے نکاح جمع نہیں ہو سکتیں، اور کہا جائے کہ دوسے کیا جائے تو بے حیائی لازم آتی ہے اور یہ دونوں لڑکیاں علیحدہ نہیں ہو سکتیں، حکم اس مسئلہ کا مفصل مدلل ارقام فرمائے اور روایت فقہاء بھی تحریر کیجئے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

ظاہرًا یہ اخباری گپ ہے، ایسے عجائب اگر نادرًا پیدا ہوتے ہیں تو عادۃً زندہ نہیں رہتے اگر بارہ برس سے ایسا عجوبہ ملک میں موجود ہوتا تو جب ہی سے تمام اخبار اس کے ذکر سے بھر جاتے، دیار وامصار میں شہرت ہوتی نہ کہ اب بارہ سال کے بعد درج اخبار ہوا، اور بالفرض اگر صحیح بھی ہوا اور وہ دونوں مسلمان بھی ہو جائیں تو شریعت مطہرہ نے کوئی مسئلہ لاجواب نہ چھوڑا، بھلا یہ صورت تو بہت بعید ہے فرض کیجئے جو عورت ابتدائے بلوغ سے معاذاللہ جذام وبرص میں مبتلا ہو اور اس کے ساتھ ایسی کریہہ المنظر کہ اسے کوئی قبول نہ کرتا نہ کہ بحالت جذام، اس کے لیے کیا صورت ہوگی، اسے شرع کیا حکم دے گی، ہاں اسے عفت وصبر کا حکم فرماتی ہے اور روزں کی کثرت اس کا علاج بتاتی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ[1]۔	جو نکاح کی طرف کوئی راہ نہ پائیں وہ بچے رہیں جب تک اللہ اپنے فضل سے انھیں بے پرواہ کردے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

[1] القرآن ۲۴/ ۳۳

يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فانه اغض للبصر واحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فانه له وجاء[1]۔	اے گروہ نوجوانان! تم میں جسے نکاح کی طاقت ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح پریشان نظری وبدکاری روکنے کا سب سے بہتر طریقہ ہے اور جسے ناممکن ہو اس پر روزے لازم ہیں کہ کسر شہوت نفسانی کردیں گے۔

یہی حکم وعلاج اس عجوبہ خلقت کے لیے ہوگا، اس کی نظیر وہ سوال ہے کہ جہاں عرض تسعین کی نسبت کیا کرتے ہیں جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہے کہ وہاں رمضان کے روزے کیسے رکھیں حالانکہ وہاں انسانی آبادی کا نام نہیں کہ اسی درجے عرض سے آگے لوگوں کا گزر بھی نہیں کہ ہمیشہ کی ہر آن برف باری نے وہاں سمندر کو دلدل کر رکھا ہے، نہ پانی رہا کہ جہاز گزرے، نہ زمین ہوگیا کہ آدمی چلیں بلکہ ستر درجے آگے سے آبادی کا پتا نہیں، وہاں جبکہ چھ چھ مہینے دن رات ہیں بلکہ قطب شمالی میں چھ ۶ مہینے نو دن کا دن اور نو دن سے کم چھ مہینے کی رات، اور قطب جنوبی میں بالعکس، اس لیے کہ اوج آفتابی شمالی اور حضیض جنوبی ہے اور اس کی رفتار اوج میں سست اور حضیض میں تیز ہے، پھر یہ نہار ولیل تنجیمی ہے، عرفی لیجئے تو نصف قطر آفتاب اور حصہ انکسار بڑھ کر مقدار نہار میں اور بہت سے دن بڑھ جائیں گے، اور نہار شرعی کے لیے اٹھارہ درجے کا انحطاط لیجئے تو کئی مہینے مقدار نہار میں شامل ہو کر رات بہت کم رہ جائے گی اور وہاں قمر وغیرہ کسی کوکب کا طلوع وغروب حرکت شرقیہ فلکیہ سے نہیں بلکہ صرف اپنی حرکت خاصہ سے جب منطقہ سے شمالی ہوگا قطب شمالی میں طلوع کرے گا اور جب تک شمالی رہے گا طالع رہے گا پھر جب جنوبی ہوگا غروب کرے گا اور جب تک جنوبی رہے گا غارب رہے گا اور اس ظہور وبطون کے لیے کوئی تعیین نہیں کہ قمر اس وقت اجتماع میں ہو یا استقبال میں تربیع میں ہو یا شکل ہلال میں، تو سال کے بارہ دن رات جو قمر نے پائے ان میں حساب انتظام اہلہ وشہور نامقدور، اور اگر حکما صورت تقدیر واندازہ لیجئے بھی جس طرح دربارہ ایامِ طوال دجال نمازوں کے لیے ارشاد ہوا تو وہی قرآن عظیم جس نے **فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ**[2] (جو تم میں سے ماہ رمضان کو پائے تو اس کا روزہ رکھے۔ ت) فرمایا اس نے **وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ**[3] (جو روزہ کی استطاعت نہ رکھے تو مسکین کا کھانا فدیہ میں دے۔ ت) ارشاد کیا یعنی جنھیں روزے کی قدرت نہ ہو ان پر بدلہ ہے ہر روزے کے عوض ایک مسکین کا کھانا

---

[1] صحیح البخاری کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ پشاور ۲/ ۷۵۸، صحیح مسلم کتاب النکاح قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۴۹

[2] القرآن ۲/ ۱۸۵

[3] القرآن ۲/ ۱۸۴

اور جن کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو وہ حصولِ استطاعت کا انتظار کریں اور اپنے رب سے انابت واستغفار کہ وہی قرآن کریم میں فرماتا ہے: لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا[1] خدا کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ حکم نہیں دیتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۸: از خیر آباد محلّہ میاں سرائے مدرسہ عربی قدیم مرسلہ سید فخر الحسن صاحب ۳ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

خطبہ نکاح کا کھڑے ہو کر پڑھنا چاہئے یا بیٹھ کر، اور کس طریقہ سے مسنون ہے؟

الجواب:

اگرچہ خطبہ میں مطلقًا افضل قیام ہے کہ آواز بھی دور پہنچتی ہے اور باعث توجہ حاضرین بھی ہوتا ہے اور اس امر میں سب خطبے مشترک ہیں، ہاں جو خطبہ سواری پر ہوتا ہے جیسے خطبہ عرفہ۔ وہاں قیام مرکب قائم مقام قیام راکب ہے مگر خطبِ نافلہ بیٹھ کر بھی ثابت ہیں،

ابن جریر عن سماك بن حرب قال سمعت معرورا اوابن معرور التمیمی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنه وصعد المنبر فعددون مقعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بمقعدین فقال اوصیکم بتقوی اللہ واسمعوا واطیعوا من ولاہ اللہ تعالٰی امرکم[2]۔	ابن جریر نے سماک بن حرب سے روایت کیا کہ انھوں نے فرمایا:- میں نے معرور یا ابن معرور تمیمی سے سنا انھوں نے کہا میں نے عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سنا جبکہ آپ منبر پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نشستگاہ سے دو سیڑھیاں نیچے تشریف فرما ہوئے تو آپ نے فرمایا میں تمھیں اللہ تعالٰی سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی طرف سے تمھارے امور کے بنائے ہوئے والی کی اطاعت وسمع اختیار کرو۔ (ت)

اور خطبہ نکاح نفل ہی ہے تو بیٹھ کر بھی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۹: از سلون ضلع رائے بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم، کیا مسلک ہے آپ کا اس مسئلہ میں کہ زید نے "تَزَوَّجۡتُ" اور ہندہ نے "قَبِلۡتُ" دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا اور دونوں ان الفاظ کے معنی نہیں سمجھتے بلکہ گواہ بھی نہیں سمجھے۔ آیا اس صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں،

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

[2] کنز العمال بحوالہ ابن جریر حدیث خطب عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۱۵۷

شرح وقایہ اور فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی ظہیریہ اور ردالمحتار اور درمختار میں ایسا نکاح جائز لکھا ہے بلکہ درمختار میں اس پر فتوٰی ہے، اور دلیل اس کی کل کتابوں میں یہ لکھی ہیے کہ مضمون لفظ کا علم اور اس کا سمجھنا ان امور میں معتبر ہے جن میں نیت اور قصد کی ضرورت ہو اور جن امور میں جد وہزل برابر ہوں ان میں معنٰی سمجھنے کی ضرورت نہیں، لہٰذا نکاح محض بتلفظ "نَکَحْتُ وقَبِلْتُ" بلا فہم معنٰی منعقد ہو جائیگا جیسا کہ قاضی خاں وغیرہ میں ہے:

لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلا یعتبر فیما یستوی فیہ الجد والهزل[1] انتهی۔	کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم کسی چیز کے قصد کے لیے ضروری ہوتا ہے اور جس میں قصد اور غیر قصد مساوی ہوں وہاں مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا، انتہی (ت)

میرے خیال میں یہ دلیل صحیح نہیں، عبارت قاضی خاں کی فلا یعتبر (ای العلم بمضمون اللفظ) فیما یستوی فیہ الجد والھزل (لفظ کے مضمون کا علم معتبر نہ ہوگا جہاں قصد اور غیر قصد (مذاق) برابر ہو۔ ت) ہر گز قابل تسلیم نہیں، ہزل میں مضمون لفظ کا علم اور معنٰی کا سمجھنا ضروری ہے بغیر فہم معنٰی ہزل غیر ممکن ہے اس واسطے کہ استعمال لفظ وارادہ غیر معنٰی حقیقی ومجازی کا نام ہزل ہے اور اس میں شرط ہے کہ قبل عقد متعاقدین آپس میں ذکر کرلیں کہ یہ عقد بطریق ہزل ہے، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے:-

الهزل ان یراد بالشیئ غیر ماوضع له بغیر مناسبة بینهما والجد مایراد به ماوضع له اوماصلح له اللفظ مجازا[2] اھ۔	ہزل (مذاق) سے مراد یہ ہے کہ مناسبت کے بغیر مجازی معنٰی مراد لینا، جِد (قصد) سے مراد یہ کہ حقیقی معنٰی یا ایسا مجازی معنٰی مراد لینا جس کے لیے لفظ صلاحیت رکھتا ہو اھ (ت)

نور الانوار میں ہے:

وشرط الهزل ان یکون صریحا مشروطا باللسان بان یذکر العاقد ان قبل العقد انهما یهزلان فی العقد ولایثبت ذٰلك بدلالة الحال[3]۔	مذاق کی شرط یہ ہے کہ زبانی طور پر صراحۃً عقد کرنے والے دونوں فریقوں، عقد سے قبل ذکر کریں کہ ہم مذاقاً عقد کریں گے، اور مذاق دلالتِ حال سے ثابت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح الفصل الاول نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱

[2] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الخلع والطلاق المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/۴۲۷

[3] نور الانوار مبحث الامور المعترضۃ للاھلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۳۔۳۰۲

اس صورت میں جبکہ عاقدین بالکل سمجھتے ہی نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنٰی ہیں اور کس موقع میں استعمال کئے جاتے ہیں توہزل کیسے ہوسکتا ہے، قطع نظر اس کے کہ ہزل میں اگرچہ ہازل نفس حکم سے راضی نہیں ہوتا لیکن اس کے اسباب سے راضی رہتا ہے جیسا کہ نورالانوار میں ہے:

وانہ ینافی اختیار الحکم والرضاء بہ ولاینافی الرضاء بالمباشرۃ[1] الخ۔	مذاق، حکم اور اس پر رضامندی کے منافی ہے لیکن کام کو سرانجام دینے کے لیے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور یہاں عاقدین جانتے ہیں کہ یہ الفاظ کیسے ہیں اور ان کے کیا معنٰی ہیں، تو رضا بالاسباب بھی مفقود ہے لہٰذا اس صورت کو ہزل میں داخل کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا، دوسری دلیل مجوزین کی یہ ہے کہ اگرچہ متعاقدین معنٰی نہیں سمجھتے لیکن ان کا جہل معتبر نہ ہوگا اور نکاح منعقد ہوجائے گا۔

لان الدار دارالاسلام فلایکون الجھل فی احکام الشرعیۃ عذرا۔	چونکہ یہ دارالاسلام ہے لہٰذا احکام شرعیہ سے جاہل ہونا کوئی عذر نہ بن سکے گا۔ (ت)

اس جگہ دعوی ودلیل میں صراحۃً تخلف ہے، دلیل کا منشا تو یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں جہل معتبر نہیں، یہ ضرورت قابل تسلیم ہے لیکن یہ اس امر کو مستلزم نہیں کہ زبان عربی سے جہل بھی غیر معتبر ہو احکام شرعیہ منحصر بزبان عربی نہیں، عاقدین احکام نکاح کو زبان غیر عربی مثلاً فارسی اردو وغیرہ میں جانتے ہیں اور زبان عربی سے واقف نہیں تو یہ نہیں کیا جاسکتا کہ جاہل بالاحکام ہیں، جہل بالاحکام اور جہل باللسان کو متحد جان کر دونوں کو غیر معتبر کہنا صحیح نہیں ہوسکتا، لہٰذا جب عاقدین کو کسی طرح اس کا علم نہیں کہ ان الفاظ کے کیا معنٰی ہیں اور کس موقع پر اس کا استعمال ہوتا ہے، تو ان کے تلفظ سے نکاح نہیں ہوسکتا، فصول عمادی میں ہے:

انہ لایصح عقد من العقود اذالم یعلما معناہ[2] اھ۔	جب گواہ حضرات کسی عقد کا معنٰی نہ سمجھیں تو عقد صحیح نہ ہوگا اھ (ت)

فتاوٰی حمادیہ میں مثل اس کے لکھا ہے، شمس الاسلام اوزجندی سے کسی نے اس مسئلہ کو پوچھا، فرمایا: نہ منعقد ہوگا،

لان المرأۃ فی ھذہ بمنزلۃ الطوطی والصبی الذی لایعقل۔	کیونکہ اس معاملے میں عورت طوطے اور ناسمجھ بچے کی طرح ہے۔ (ت)

---

[1] نورالانوار مبحث الامور المعترضۃ للاھلیۃ نوعان ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰۲

[2] فصول عمادی

صاحب فتاوٰی بزازیہ کی بھی یہی رائے ہے، درمختار کے فتوی کو ردالمحتار میں لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے، اب آپ کے نزدیک اگر یہ نکاح جائز ہے تو شبہہ مذکورہ بالا کا جواب مدلل طور سے ارقام فرمائے اور اگر ناجائز ہے تو یہ فرمائے کہ مجوزین کی دلیل بالکل سست ہے یا نہیں-؟ تیسری دلیل میں نے ان لوگوں کی نہیں دیکھی، اگر آپ کی نظر سے گزری ہو تو مطلع فرمایئے، یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ بہت عدیم الفرصت ہوں گے، مگر خدا نے وارث الانبیاء آپ کو کیا ہے، سائل اور کس سے اپنے شبہے رفع کرے، والسلام۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر کی رائے میں دونوں دلیلیں اعتراض سے بری اور دونوں قول اپنے اپنے محل پر صحیح ہیں، دلیل اول کی برات تو واضح تر، امام اجل قاضی خاں نے فتاوٰی خانیہ میں امام ظہیر الدین مرغینانی نے فتاوٰی ظہیریہ امام برہان الدین صاحب ہدایہ نے کتاب التجنیس والمزید میں اسے افادہ فرمایا اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر، پھر محقق زین نے بحر الرائق میں اس پر تعویل کی، اس میں صورت مذکورہ کو ہزل نہ کہا بلکہ ایک مقدمہ دلیل پر مسئلہ ہزل سے استدلال فرمایا ہے، تقریر کلام یہ ہے کہ یہاں انعقاد نکاح سے مانع ہو تو یہی کہ معنٰی معلوم نہیں، اور ایسا ہو تو علم بمعنٰی شرط ہو لیکن وہ شرط نہیں کہ اس کا اشتراط ہو تو قصد ہی کے لیے اور یہاں قصد درکار نہیں، دیکھو ہزل میں معنی مقصود نہیں ہوتے اور نکاح صحیح ہے، اسی مطلب کو تجنیس میں بایں عبارت ادا فرمایا:

ولو عقدا عقد النکاح بلفظ لایفهمان کونه نکاحا هل ینعقد اختلف المشائخ فیه قال بعضهم ینعقد لان النکاح لایشترط فیه القصد[1]۔	اگر مرد وعورت نے ایسے الفاظ سے نکاح منعقد کیا جن سے ان دونوں کو نکاح ہونے کا پتا نہ چل سکے، کیا اس صورت میں نکاح ہوجائے گا اس بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے، بعض نے فرمایا کہ نکاح منعقد ہوجائے گا کیونکہ نکاح میں قصد شرط نہیں ہے۔ (ت)

رہی دوسری دلیل، اس پر اعتراض اشتباہ معنٰی سے ناشی ہے، فقیر بعون القدیر اسے ایسے نہج سے بیان کرے جس سے دلائل واحکام سب کا انکشاف ہوجائے ۳۸ **فاقول: وباللہ التوفیق** یہاں دو چیزیں ہیں ۱لفظ کا مفہوم کہ لغوی شرعی عرفی حقیقی مجازی کی طرف مقسوم، اور ۲اس کا حکم کہ غرض غایت مقصود وثمرہ وغیرہا سے موسوم، ان دونوں پر لفظ کے معنٰی مضمون حتی کہ موضوع لہ کا بھی اطلاق آتا ہے اگرچہ اول کے بعض

[1] التجنیس والمزید

اقسام میں وضع نوعی ہے۔ امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ نے اصول میں فرمایا:-

الھزل اللعب وھو ان یراد بالشیئ مالم یوضع لہ وھو ضد الجد وھو ان یراد بالشیئ ماوضع لہ [1]۔	ہزل (مذاق) ایسے کھیل کا نام ہے جس میں کسی چیز سے ایسی مراد لی جائے جس کے لیے وہ چیز وضع نہ کی گئی ہو، یہ جد (قصد) کی ضد ہے اور جد کسی چیز سے اس کا موضوع لہ مراد لینا ہے۔ (ت)

امام جلیل عبدالعزیز بخاری اس کی شرح کشف کبیر میں فرماتے ہیں:-

لیس المراد من الوضع ھھنا وضع اللغۃ لاغیر بل وضع العقل والشرع فان الکلام موضوع عقلا لافادۃ معناہ فی حقیقۃ کان اومجازا والتصرف الشرعی موضوع لافادۃ حکمہ فاذا ارید بالکلام غیر موضوعہ العقلی وھو عدم افادۃ معناہ اصلا وارید بالتصرف غیر موضوعہ الشرعی وھو عدم افادۃ الحکم اصلا فھو الھزل وتبین بما ذکرنا الفرق بین المجاز والھزل فان الموضوع العقلی للکلام وھوافادۃ المعنی فی المجاز مراد وان لم یکن الموضوع لہ اللغوی مرادا وفی الھزل کلاھما لیس بمراد وھو معنی مانقل عن الشیخ ابی منصور رحمہ اللہ تعالٰی ان الھزل مالایراد بہ معنی [2]۔	یہاں وضع سے خاص وضع لغوی مراد نہیں بلکہ وضع عقلی وشرعی سب کو شامل ہے، کیونکہ عقلی طور پر کلام کی وضع اس لیے ہے کہ اپنے معنی کا فائدہ دے چاہے معنی حقیقی ہو یا مجازی ہو اور شرعی تصرف کی وضع اس کے حکم کے افادہ کے لیے ہے تو جب کلام سے اس کا عقلی معنٰی یعنی افادہ مقصد مراد نہ ہو اور تصرف شرعی سے شرعی معنی یعنی حکم کا افادہ مراد نہ ہو تو اس کو ہزل کہتے ہیں، ہمارے بیان سے واضح ہوگیا کہ مجاز اور ہزل (مذاق) میں فرق ہے کہ مجاز میں عقلی وضع کے لحاظ سے معنٰی مراد لیا جاتا ہے اگرچہ لغوی معنی مراد نہیں ہوتا جبکہ مذاق میں دونوں معنوں میں سے کوئی بھی مراد نہیں ہوتا، اور شیخ ابو منصور رحمہ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول کا یہی معنٰی ہے کہ مذاق وہ ہے جس سے کوئی معنٰی مراد نہ لیا جائے (ت)

معنٰی بمعنی اول کا علم اصلاً ضرور نہیں ولہٰذا اگر عورت نے "**زوجت نفسی منك بالف**" اور مرد نے "**قبلت**" کہا اور دونوں زبان عربی سے محض ناآشنا تھے مگر اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ یہ الفاظ عقد نکاح

[1] اصول البزدوی فصل الھزل نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۷

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی فصل الھزل دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۳۵۷

کے لیے کہے جاتے ہیں باتفاق علماء نکاح ہوگیا، خانیہ میں ہے:

رجل تزوج امرأة بلفظة العربية اوبلفظ لایعرف معناہ او زوجت المرأة نفسها بذلك ان علما ان هذا الفظ ينعقد به النكاح يكون النكاح عند الكل[1]۔	اگر کسی مرد نے عربی زبان یا کسی بھی زبان کا ایسا لفظ استعمال کرکے نکاح کیا اوریوں ہی عورت نے ایسا لفظ استعمال کیاکہ جس کا معنٰی اسے معلوم نہ ہو اگر ان دونوں کو ان الفاظ سے نکاح کے انعقاد کا علم ہوگیاتو یہ نکاح سب کے ہاں درست ہے۔ (ت)

یوں ہی اگر ناآشنایانِ عربی نے "بعت اشتریت" بقصد بیع وشراء کہا اور جانتے تھے کہ یہ الفاظ عقد بیع کے ہیں ضرور بیع ہوجائے گی اگرچہ تفسیر الفاظ سے ناواقف ہوں کہ بعد علم حکم بقصد ان الفاظ کا تحاور دلیل مراضاۃ ہے اور ایسی مراضاۃ ہی ان عقود میں کفیل اثبات ہے۔ ہدایہ میں ہے:

المعنى هو المعتبر فی هذه العقود ولهذا ينعقد بالتعاطی فی النفیس والخسیس هوالصحیح لتحقق المراضاة[2]۔	ان عقود میں معنٰی کااعتبار ہوتاہے اور اس لیے ہر چھوٹی موٹی چیز کے لین دین کرنے سے بیع منعقد ہوجاتی ہے کیونکہ اس صورت میں رضاظاہر ہوجاتی ہے (ت)

توثابت ہواکہ مسئلہ دائرہ میں معنی بمعنی دوم ہی مراد ہے کہ اول بالاجماع مراد نہیں تواس کا جہل مناط نزاع نہیں ہوسکتا، بعض اکابر نے کہ الفاظ عربی اور عاقدین کے ہندی یاترکی ہونے سے تصویر فرمائی وہ بحسب عادات فقہاء ہے کہ مظنہ غالبہ شیئ کو قائم مقام شیئ کرتے ہیں۔

کمالایخفی علی من مارس کلماتهم العلیه وقد ذکرنا طرفامنهافی فتاونا۔	جیساکہ فقہاء کرام کے کلام کے فہم میں ماہر پر مخفی نہیں جس کا کچھ بیان ہم نے اپنے فتاوٰی میں کیاہے۔ (ت)

غالب یہی ہے کہ آدمی الفاظ زبان غیر مفہوم کے مقاصد پر بھی مطلع نہیں ہوتا، ولہذاامام فقیہ النفس نے "وان لم یعرفا معنی اللفظ" (اگرچہ دونوں نے لفظ کامعنٰی نہ سمجھا۔ ت) پر قناعت نہ کی کہ اول کی طرف ذہن نہ جائے بلکہ افادہ مراد کے لیے "ولم یعلما ان هذا لفظ ینعقد به النکاح"[3] (اور دونوں نے

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱

[2] ہدایہ کتاب البیوع مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۲۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۱

یہ نہ سمجھا کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ ت) بڑھایا، اور امام برہان الدین نے اصل مقصود لفظ **لایفھما کونہ نکاحا** (ایسا لفظ جس سے دونوں نے نکاح ہونا نہ سمجھا۔ ت) فرمایا، علامہ ابن عابدین نے منحۃ الخالق میں کلام خانیہ سے یہی اخیر فقرہ مقصودہ نقل کیا اول ترک کر دیا،

حیث قال قال فی الخانیۃ وان لم یعلما ان ھذا اللفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل[1] الخ۔	جہاں انھوں نے کہا کہ خانیہ میں فرمایا کہ اگر انھوں نے اس لفظ سے نکاح ہونا نہ سمجھا تو یہ تمام مسائل ہیں الخ (ت)

اسی قدر نے دلیل دوم سے رفع اعتراض کر دیا۔

[۳۹] **ثم اقول:** پھر جس طرح علم بمعنی اول اصلاً ضرور نہیں بمعنی دوم دیانۃً مطلقاً ضرور ہے **قال تعالٰی** لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ[2] (تاکہ تمھیں ڈر سناؤں اور ان لوگوں کو جن کو یہ ڈر پہنچے۔ ت) اگرچہ یہ بلوغ حکم حکماً ہو جیسے دارالاسلام میں ہونا اور سیکھنے کا تیسر کہ پھر نہ جاننا اپنی تقصیر ہے، ولہذا جہل کو عوارض مکتسبہ سے شمار فرماتے ہیں کہ ازالہ پر قادر ہوں کہ باقی رکھنا گویا آپ اس کا حاصل کرنا ہے یہی منشاہے کہ نشہ کی طلاق واقع ہے اگرچہ ایقاع کو عقل ضرور، اور نشہ اس کامزیل مگر دانستہ اس کا ارتکاب خود اس کا قصور، اصول امام بزدوی میں ہے:

الجھل فی دارالحرب من مسلم لم یھا جریکون عذرا فی الشرائع حتی لاتلزمہ لانہ غیر مقصر وکذلك الخطاب فی اول ما نزل فان من لم یبلغہ کان معذورا فاما اذا انتشر الخطاب فی دارالاسلام فقد تم تقصیر فمن جھل بعد فانما اتی من قبلہ تقصیرہ فلا یعذر کمن لم یطلب الماء فی العمران وتیمم وکان الماء موجودا فصلی لم یجز[3]۔	دارالحرب میں مسلمان جو کہ ہجرت کرکے دارالاسلام نہ آیا ہو اس کی شرعی مسائل میں جہالت عذر ہے کہ اس عذر کی بناء پر وہاں اس کے لیے لازم نہ ہوں گے، کیونکہ یہ اس کی طرف سے کوتاہی نہیں ہے، یونہی جب پہلا خطاب نازل ہوا اور دارالاسلام میں رہنے والے کو نہ پہنچا تو وہ بھی معذور قرار پائیگا لیکن وہ خطاب جب دارالاسلام میں پھیل جائے اور تبلیغ تام ہو جائے اس کے بعد جو جاہل رہے تو یہ اس کی کوتاہی شمار ہوگی تو وہ معذور نہ قرار پائے گا جیسا کہ کوئی شخص آبادی میں جہاں پانی موجود ہے تو پانی طلب یا تلاش کئے بغیر تیمّم سے نماز پڑھ لے تو نماز نہ ہوگی۔ ت)

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ علی البحر الرائق کتاب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۸۵

[2] القرآن ۶/ ۱۹

[3] اصول البزدوی باب العوارض المکتسبہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۴۵

یہی معنی ہیں اس قول کے کہ دارالاسلام میں جہل عذر نہیں، اور یہیں سے واضح ہوا کہ اگر ہمارے بلاد میں کوئی جاہل سا جاہل اپنی غیر مدخولہ عورت سے کہے تجھ پر طلاق ہے عورت فورا نکاح سے باہر ہوجائے گی اور بے حاجت عدت اسے اختیار ہوگا کہ جس سے چاہے نکاح کرلے اور اس کا یہ مسئلہ نہ جاننا کہ غیر مدخولہ مطلقًا ہر طلاق سے بائن ہوجاتی ہے اسے مفید نہ ہوگا، کسی ناخواندہ ہندی یا بنگالی کو اگر سکھائے کہ عورت سے کہہ: ترا از زنی بهشتم (تجھ کو زوجیت سے نکال دیا۔ ت) یا طلقتك فالحقی باهلك (میں نے تجھے طلاق دے دی ہے تو اپنے گھروالوں کے پاس چلی جا۔ ت) اور وہ نہ جانے کہ یہ کلمات طلاق کے ہیں عنداللہ طلاق نہ ہوگی کہ یہ جہل بالحکم جہل باللسان سے ناشی ہوا، اور جہل باللسان تقصیر نہیں، فارسی سیکھنا اصلًا اور عربی سیکھنا ہر شخص پر فرض نہیں، اسی سے امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا:

لابد من القصد بالخطاب بلفظ الطلاق عالما بمعناه اوالنسبة الى الغاية كما يفيده فروع [1] الخ۔	لفظ طلاق سے خطاب کرتے ہوئے اس کے معنی کا علم یا غرض کی طرف نسبت ہو جیساکہ فروع نے افادہ کیا الخ (ت)

یعنی علم بمعنی دوم طلاق بھی ضرور ہے، اگر وہ صورت پائی جائے کہ اس کے جہل میں معذور ہو جیسے جہل بالحکم بوجہ جہل باللسان تو دیانۃً طلاق نہ ہوگی، نہر الفائق میں ہے:

اراد انه شرط للوقوع قضاء وديانة فخرج مالايقع به لاقضاء ولاديانة كمن كرر مسائل الطلاق ومايقع به قضاء فقط كمن سبق لسانه لانه لايقع فيه ديانة [2] اھ **قلت** فقوله قضاء وديانةً اى معًا اى هو شرط لان يقع ديانةً ايضًا كما يقع قضاءً ولو بدونه فافهم۔	ان کی مراد یہ ہے کہ وہ قضاءً و دیانۃً وقوع طلاق کے لیے شرط ہے تواس سے وہ صورت خارج ہے جس میں قضاءً و دیانۃً واقع نہ ہو، جیسے کوئی شخص مسائل طلاق کا تکرار کرے اور وہ صورت بھی خارج ہے جس میں صرف قضاءً واقع ہو، جیسے غلطی سے کہہ دیا ہو تواس میں دیانۃً واقع نہ ہوگی، اھ **قلت** اس کے "قول قضاءً و دیانۃ" کا مطلب یہ ہے کہ "قضاءً و دیانۃً" دونوں اکٹھی یعنی یہ شرط دیانۃً وقوع کے لیے بھی ہے جس طرح قضاءً بغیر دیانۃً کے لیے شرط ہے اسے سمجھو۔ ت)

البتہ قاضی دعوی جہل نہ مانے گا اور حکم طلاق دے گا جب تک دلائل واضحہ سے اس کا عذر روشن نہ ہوجائے۔

---

[1] فتح القدیر باب ایقاع الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۵۱

[2] نہر الفائق

ولہذا در مختار میں فرمایا:

تلفظ بہ (ای بالطلاق) غیرعالم بمعناہ اوغافلا اوساھیا اوبالفاظ مصحفۃ یقع قضاء فقط بخلاف الھازل واللاعب فانہ یقع قضاء ودیانۃ لان الشارع جعل ھزلہ بہ جدا[1]۔ فتح۔	معنٰی معلوم نہ ہونے یاغفلت یا بھول کر، یا غلط تلفظ کی صورت میں طلاق کا لفظ بولا تو صرف قضاء طلاق ہوگی، اس کے برخلاف جبکہ مذاق اور کھیل کے طور پر لفظ طلاق بولے تو قضاءً ودیانۃً دونوں طرح طلاق ہوجائی گی کیونکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلاق میں مذاق کو قصداً طلاق کا حکم دیا ہے۔ فتح۔ (ت)

اس تقریر سے مستنیر ہوا کہ جن اکابر نے صورت مسئولہ میں انعقاد نہ مانا وہ حکم دیانت ہے اور جن ائمہ نے مانا وہ حکم قضا ہے۔ لاجرم امام فقیہ النفس نے صاف فرمایا:

ان لم یعرفا معنی اللفظ ولم یعلما ان ھذا لفظ ینعقد بہ النکاح فھذہ جملۃ مسائل الطلاق والعتاق والتدبیر والنکاح والخلع والابراء عن الحقوق و البیع والتملیک فالطلاق والعتاق والتدبیر واقع فی الحکم ذکرہ فی عتاق الاصل فی باب التدبیر واذا عرف الجواب فی الطلاق والعتاق ینبغی ان یکون النکاح کذلك لان العلم بمضمون اللفظ انما یعتبر لاجل القصد فلایشترط فیما یستوی فیہ الجد والھزل بخلاف البیع ونحو ذلك[2]۔	اگر دونوں لفظ کا معنٰی نہیں جانتے اور یہ بھی معلوم نہیں کہ اس لفظ سے نکاح منعقد ہوجاتا ہے تو طلاق عتاق، تدبیر، خلع، حقوق سے بری کرنا بیع اور تملیک یہ تمام مسائل ہیں ان میں سے طلاق، عتاق اور تدبیر (مدبر بنانا) حکم میں شامل ہیں، امام محمد نے اس حکم کو اصل کے باب عتاق کی بحث تدبیر میں ذکر کیا ہے اور جب طلاق وعتاق کا حکم معلوم ہوگیا تو نکاح کا بھی یہی حکم ہونا چاہئے کیونکہ لفظ کے مضمون کا علم قصد واختیار کے لیے معتبر ہوتا ہے تو جہاں قصد ومذاق کا حکم مساوی ہو وہاں یہ علم شرط نہیں ہوگا بخلاف بیع جیسے امور کے (وہاں علم مذکور شرط ہے) (ت)

ہاں مشائخ اوزجند نے اہل تلبیس کا مکرر رد کرنے کو مطلقًا عدم انعقاد فرمایا یعنی قضاء بھی حکم نہ دیں گے۔ بحر الرائق میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۵۱

لو لقنته لفظ الطلاق فتلفظ به غیر عالم بمعناه وقع قضاء لادیانة وقال مشائخ اوزجندی لایقع اصلا صیانة لاملاك الناس عن الضیاع بالتلبیس کمافی البدائع کذافی البزازیة[1]۔	اگر بیوی نے خاوند کو طلاق کے لفظ کہلائے جبکہ خاوند کو ان کا معنٰی معلوم نہیں تھا تو یہ لفظ کہنے سے طلاق قضاءً واقع ہوگی دیانةً نہیں ہوگی، مشائخ اوزجند نے فرمایا کہ اس صورت میں بالکل طلاق نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، جیساکہ بدائع میں ہے، اوریوں ہی بزازیہ میں ہے۔ (ت)

تاتارخانیہ پھر منحہ میں ہے:

حکی عن القاضی الامام محمود الاوزجندی عمن لقنته امرأة طلاقا فطلقها وھو لایعلم بذلك قال وقعت ھذه المسألة باوزجند فشاورت اصحابی فی ذلك واتفقت اراؤنا انه لایفتی بوقوع الطلاق صیانة لاملاك الناس عن الابطال بنوع تلبیس ولو لقنها ان تخلع نفسها منه بمهرها ونفقة عدتها واختلعت لایصح وبه یفتی[2]۔	امام قاضی محمود اوزجندی کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے اس صورت کے بارے میں کہ بیوی نے خاوند کو طلاق سکھائی جبکہ خاوند کو اس کا معنی معلوم نہ تھا، خاوند نے طلاق کہہ دی فرمایا کہ یہ مسئلہ اوزجند میں پیش آیا تو میں نے اپنے اصحاب سے اس کے متعلق مشورہ کیا تو ہماری متفقہ رائے یہ قرار پائی کہ اس صورت میں طلاق ہوجانے کا فتوٰی نہیں دیا جائیگا تاکہ دھوکے کے ذریعے لوگوں کے املاک کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور اگر خاوند نے بیوی کو خلع بعوض مہر نفقہ عدت سکھایا، تو عورت نے خلع کے یہ الفاظ کہہ دئے تو خلع صحیح نہ ہوگا، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

وجیز امام کردری میں ہے:

لقنت المرأة بالعربیة زوجت نفسی من فلان ولا تعرف ذلك وقال فلان قبلت والشهود یعلمون اولایعلمون صح النکاح قال فی النصاب وعلیه الفتوی وکذا الطلاق	کسی عورت کو عربی میں کہلایا گیا "زوجت نفسی من فلان" (میں نے اپنے آپ کو فلاں شخص سے بیاہ دیا) جبکہ عورت کو اس عبارت کا معنٰی معلوم نہ تھا اس کے بعد اس فلاں شخص نے جواب میں

[1] بحر الرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۵۸۔
[2] منحة الخالق حاشیة علی البحر الرائق کتاب الطلاق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۵۸

وقال الامام شمس الاسلام الاوزجندی لالانہ کالطوطی وسیأتی علیہ التعویل [1]۔	"قبلت" (میں نے قبول کیا) کہا تو صحیح ہوگا خواہ گواہوں کو عبارت کا معنی معلوم ہو یا نہ ہو، نصاب میں فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے اور مسئلہ طلاق کا بھی یہی حکم ہے، اور امام شمس الاسلام اوزجندی نے فرمایا: طلاق نہ ہوگی کیونکہ مذکورہ صورت میں مرد، طوطے کے مانند ہے اور عنقریب آئے گا کہ اس پر اعتماد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لقنہ الطلاق بالعربیۃ وھولایعلم قال الفقیہ ابو اللیث لایقع دیانۃ وقال مشائخ اوزجند لایقع اصلا صیانۃ لاملاك الناس عن الابطال بالتلبیس وکذا لو لقنت الخلع وھی لاتعلم وقیل یصح و المختار ماذکرنا [2] اھ ملتقطا۔	خاوند کو کسی نے عربی زبان میں طلاق سکھائی جبکہ وہ اس کا معنٰی اور مقصد نہ جانتا تھا اس کے طلاق کہنے پر فقیہ ابواللیث کے قول کے مطابق دیانۃً طلاق نہ ہوگی، اور مشائخ اوزجند نے فرمایا طلاق بالکل نہ ہوگی تاکہ دھوکے سے لوگوں کے اموال کو ضیاع سے بچایا جاسکے، اور یوں ہی اگر عورت کو خلع سکھایا گیا اور اس کو معلوم نہیں کہ معنٰی کیا ہے، تو بعض نے کہا کہ خلع صحیح ہوگا جبکہ مختار وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

رہا نکاح میں گواہوں کا سمجھنا، اس میں تحقیق وتوفیق یہ ہے کہ معنٰی بمعنی اول کا سمجھنا ضرور نہیں بمعنی دوم کا سمجھنا دیانۃً وقضاءً ہر طرح لازم ہے یعنی اتنا جانتے ہیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے یہ الفاظ ایجاب وقبول ہیں اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانیں نہ اس سے آگاہ ہوں، درمختار میں ہے:

شرط حضور شاہدین فاھمین انہ نکاح علی المذھب، بحر [3]۔	نکاح سمجھنے والے دو گواہوں کی حاضری شرط ہے یہ مذہب ہے بحر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر جزم فی التبیین بانہ لوعقدا بحضرۃ ھندیین لم یفھما کلامھما لم یجزو	بحر میں ہے کہ تبیین میں اس پر جزم کیا گیا ہے کہ اگر دو ہندی گواہوں کی حاضری میں عربی میں نکاح فریقین نے کیا جن کے کلام کو وہ نہ سمجھ سکے تو نکاح جائز نہ ہوگا۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۰۹

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ مسائل الایقاع بلاقصد الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۷۹

[3] درمختار کتاب النکاح مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

صححه فی الجوهرة وقال فی الظهیریة والظاهرانه یشترط فهم انه نکاح واختاره فی الخانیة فکان هو المذهب لکن فی الخلاصة لویحسنان العربیة فعقدابها والشهود لایعرفونها الاصح انه ینعقد ووفق الرحمتی بحمل الاشتراط علی اشتراط فهم انه عقد نکاح والقول بعدمه علی عدم اشتراط فهم معانی الالفاظ بعد فهم ان المراد عقد نکاح[1] اھ۔

جوہرہ میں اس حکم کو صحیح کہا ہے، اور ظہیریہ میں ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ نکاح ہونا گواہوں کو سمجھنا شرط ہے۔ اور خانیہ میں اس کو مختار کہا تو یہی مذہب ہے لیکن خلاصہ میں ہے کہ اگر نکاح کے فریقین عربی اچھی طرح جانتے ہیں اور انھوں نے نکاح عربی میں کیا جس کو گواہوں نے نہ سمجھا تو اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائیگا۔ اور علامہ رحمتی نے دونوں اقوال میں یہ موافقت کی کہ جہاں گواہوں کے فہم کو شرط کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ نکاح ہونے کو سمجھ لیں اور جہاں فہم کو شرط قرار نہیں دیا گیا اس سے مراد یہ ہے کہ قبول وایجاب کے الفاظ کے معانی سمجھنا شرط نہیں جبکہ نکاح ہونے کا فہم حاصل ہوچکا ہو اھ

[۳]**قلت** قدکان سنح للعبد الضعیف قبل ان اره لاشك انه حسن جدا وفی وجیز الامام الکردری تزوجها بالعربی وهما یعقلان لاالشهود قال فی المحیط الاصح انه ینعقد وعن محمد تزوجها بحضرة هندیین ولم یمکنهما ان یعبرا لم یجز فهذا نص علی انه لایجوز فی الاول ایضا اھ[2]۔

قلت اس عبد ضعیف پر واضح ہوا کہ یہ تطبیق بہت اچھی ہے جبکہ ابھی میں نے یہ نہیں دیکھا تھا اور وجیز کردری میں ہے کہ مرد وعورت نے عربی میں نکاح کیا، وہ دونوں عربی جانتے تھے اور گواہ نہ جانتے تھے محیط میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ نکاح ہوجائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ فریقین نے عربی میں دو ہندی حضرات کی حاضری میں نکاح کیا جبکہ یہ حضرات اس کی تعبیر پر قدرت نہیں رکھتے تو نکاح جائز نہ ہوگا، امام احمد سے مروی یہ اس بات پر نص ہے کہ عقد نکاح ہونا سمجھنے سے بھی نکاح نہ ہوگا اھ

---

[1] ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۳

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الفصل الخامس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۸

[۴۲] **اقول:** فی قول محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یمکنھما ان یعبرا اشارۃ الی ماذکرنا اذلاحاجۃ الاالی التعبیر الذی یطلب من الشھود عنداداء الشھادۃ ولیس علیھم ان یعیدوا الالفاظ التی تلفظا بھا ولا ان یعبروھا بمرادفاتھا اوترجمتھا بل لوشھدوا ان فلانا تزوج فلانۃ کفی فھذا ھوا لتعبیر المحتاج الیہ اویکفی فھذا ھوالتعبیر المحتاج الیہ اویکفی لہ ان یفھما انہ عقد نکاح وان لم یعرفا تفسیر الکلام لفظا لفظا وایضا اشتراط ھذا ھو المحقق للمقصد الذی شرع لہ الشرع شرط الشھود فی ھذا العقد منفرزاعن سائر العقود فاسقاطہ الغاء للمقصود واشتراط فھم الالفاظ زیادۃ مستغنی عنھا فعلیھا فلیکن التعویل وبہ یحصل التوفیق وباللہ التوفیق ثم لم یظھر لی معنی قول البزازیہ فی الاول ایضا فما ھوالا الاول۔

اقول: امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول کہ "گواہ تعبیر نہ کرسکیں" میں اس بات کی طرف اشارہ ہے جو ہم نے ذکر کی، کیونکہ گواہوں کو تعبیر کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب ان سے گواہی ادا کرنے کا مطالبہ کیا جائے تواس وقت گواہوں کے لیے ضروری نہیں کہ وہ نکاح کے فریقین کے الفاظ کو دہرائیں یا ان کے الفاظ کے مترادف الفاظ یا ان الفاظ کا ترجمہ بیان کریں، بلکہ اگر اتنا ہی بیان کردیں کہ فلاں مرد کا فلاں عورت سے نکاح ہوا ہے، تو کافی ہے، بس یہ وہ تعبیر ہے جس کی ضرورت ہے اور اس کے لیے گواہوں کا مجلس میں اتنا سمجھنا کافی ہے کہ نکاح ہو رہاہے اگرچہ وہ الفاظ کی تفسیر و معانی نہ سمجھ پائیں، پھر یہ کہ شریعت نے خاص اس عقد نکاح کے لیے گواہوں کی حاضری کا جو مقصد متعین کیا ہے اس کے لیے یہ شرط مثبت ہے لہٰذا اتنی شرط کو سمجھنا شرعی مقصد سے بے اعتنائی ہوگی، اور گواہوں کی شرط لگانا غیر ضروری زیادتی ہے تو اس پر اعتماد ہونا چاہئے جبکہ اسی سے تطبیق ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی سے توفیق ہے۔ پھر مجھے بزازیہ کے پہلے قول کا مفہوم بھی نہیں ملا تو معلوم ہوا کہ ان کا بیان کردہ قول وہ پہلا قول ہی ہے۔ (ت)

بالجملہ حاصل حکم یہ ہے کہ اگر دو گواہ یہ نہ سمجھے کہ یہ عقد نکاح ہے تو نکاح مطلقًا نہ ہوا اگرچہ زن ومرد خوب سمجھتے اور انشائے نکاح ہی کا قصد رکھتے ہوں اور اگر دو گواہ اس قدر سمجھ لیے اگرچہ تفسیر الفاظ نہ جانتے ہوں تو اگر عاقدین بھی اتنا جانتے ہوں کہ ان الفاظ سے نکاح ہوجاتا ہے تو بالاجماع نکاح ہوجائے گا اگرچہ اس زبان سے دونوں وہ اور گواہ سب ناآشنا ہوں، اور اگر عاقدین میں دونوں یا ایک کو معلوم نہ تھا کہ یہ الفاظ نکاح ہیں تو جہاں احکام اسلام کا چرچا نہیں وہاں یہ جہل عذر ہے اور جہاں چرچا ہے اور وہ

الفاظ کسی غیر زبان کے نہ تھے جس سے آگاہی نہ ہو تو نکاح ہو جائے گا اور یہ عذر مسموع نہیں، اور اگر غیر زبان کے تھے اور فی الواقع اس نے اسے عقد نہ سمجھا تو عنداللہ نکاح نہ ہوگا، رہا قاضی، اسے نظر کامل چاہئے اگر ظاہر ہو کہ واقعی فریب کیا گیا اور دھوکا دیا گیا تو بطلان نکاح کا حکم دے ورنہ صحت کا۔

هذا ماعندی وارجو ان یکون هوالفقه المتین والقول الجامع الناصع المبین۔	میرے ہاں فہم یہ ہے اور امید ہے کہ یہی مضبوط فہم ہے اور یہی جامع واضح اور خاص قول ہے (ت)

زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے اور یہ تاقدر قدرت انسداد نہ کرے تو یہ دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا۔ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمْ [1] (اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمھیں حلال ہیں۔ ت) رہی آیہ کریمہ:

وَّالزَّانِیَۃُ لَا یَنْکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝۳ [2]۔	زانیہ عورت سے صرف زانی یا مشرک نکاح کرے اور مومنین پر یہ حرام ہے (ت)

اس کا حکم منسوخ ہے قالہ سعید بن مسیب وجماعة (یہ سعید بن مسیب اور ایک جماعت کا قول ہے۔ ت) یا نکاح سے یہاں جماع مراد ہے کما قال حبر الامة عبداللہ بن عباس وسعید بن جبیر ومجاهد والضحاك وعکرمة وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ویزید بن هارون [3] (جیسا کہ امت کے ماہر عالم عبداللہ بن عباس اور سعید بن جبیر اور مجاہد، ضحاک، عکرمہ، عبدالرحمان بن زید بن اسلم، اور یزید بن ہارون کا قول ہے۔ ت) والتفصیل فی فتاوٰنا (اس کی تفصیل ہمارے فتاوی میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۰: مسئولہ عبدالرحیم خاں یکم رجب ۱۳۲۹ھ

نکاح کے وقت ولی کی بات قبول کی جائے گی یا لڑکی کے زبانی الفاظ جو وہ کہتی ہے اور ولی کس کو بنانا چاہئے۔؟ نکاح میں ضروری الفاظ اور لازمی کیا کیا ہیں اور ان کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب:

لڑکی بالغہ ہے تو اس کا اپنا ایجاب یا قبول ہونا چاہئے اگرچہ بواسطہ وکیل۔ اور نابالغہ ہے تو

---

[1] القرآن ۴/۲۴

[2] القرآن ۲۴/۳

[3] تفسیر در منثور سورۃ النور آیہ اللہ العظمی النجفی قم ایران ۵/۱۹

اس کے ولی کا ولی کسی کے بنانے کا نہیں ہوتا بلکہ وہ شرع مطہر نے ترتیب وار مقرر کئے ہیں سب میں پہلا ولی بیٹا ہے پھر باپ پھر دادا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا پھر سگا بھتیجا پھر سوتیلا پھر سگا چچا پھر سوتیلا پھر سگے چچا کا بیٹا پھر سوتیلے کا، وعلٰی ہذا القیاس دادا پر دادا کی اولاد کا جو مرد عاقل بالغ قریب تر ہو گا وہی ولی ہے، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر ماں ہے، اسی طرح بترتیب اصحاب فرائض، پھر ذوی الارحام، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر حاکم اسلام۔ نکاح میں ضروری الفاظ ایجاب وقبول ہیں جن سے عقد سمجھا جائے نہ وعدہ مثلاً مرد عورت سے کہے میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا عورت کہے میں نے قبول کیا یا عورت کا وکیل کہے میں نے فلاں عورت بنت فلان ابن فلاں کو دادا تک نام لے اگر صرف باپ کے نام سے پوری تمیز نہ ہو جائے یا عورت سامنے بیٹھی ہے تو کسی کے نام لینے کی حاجت نہیں اشارہ کرکے کہے اس عورت کو تیرے نکاح میں دیا مرد کہے میں نے قبول کیا اور دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں مسلمان عاقل بالغ آزاد ان دونوں کی گفتگو کو معًا سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، بس اسی قدر ضروری ہے اس کے سوا خطبہ پڑھنا سنت ہے اور کلمے پڑھانا ایک اچھی بات ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۱: از ریاست رام پور محلّہ پیلا تالاب مرسلہ مولوی شفاعت رسول صاحب سلمہ قادری برکاتی رضوی ۱۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور پر نور کا دربارہ متعہ کے کیا ارشاد ہے، اوائل اسلام میں جائز تھا پھر حرام کردیا گیا، آیا اس کی حرمت حدیث سے ثابت ہے یا اقوال سے؟

الجواب:

متعہ کی حرمت صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشادوں سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اقوال شریفہ سے ثابت ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن عظیم سے ثابت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	جو لوگ اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے ماسوا سے اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھتے ہیں وہ ملامت سے محفوظ ہیں اور جو لوگ غیر کے متلاشی ہیں وہ حد سے متجاوز ہیں۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] القرآن ۲۳/۵۔۶۔۷

مسئلہ ۴۲: از موضع میونڈی بزرگ مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب مورخہ ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی آشنائی ایک طوائف سے ہے اور اس سے فعل حرام کرتاہے اور اس سے کئی اولاد پیدا ہوچکی ہیں اب طوائف مذکور کا یہ ارادہ ہے کہ میرا نکاح اس زید آشنا سے ہوجائے تاکہ میں فعل حرام سے بچ جاؤں، زید کی بھی کچھ منشا پائی جاتی ہے لیکن زید کے گھر والے اس نکاح کے منکر ہیں اور زید پر اس بات کا دباؤ ڈالتے ہیں کہ اگر تونے اپنا نکاح طوائف سے کیا تو تم کو برادری سے خارج کردیں گے اس واسطے کہ ہمارے خاندان کو دھبہ لگانا ہے کیونکہ ہم شریف ہیں، اور نہ اس کی اولاد کا ہم لوگ اپنی برادری میں شادی بیاہ کرسکتے ہیں، یہ نکاح ٹھیک نہیں، اب علمائے دین فرمادیں کہ یہ نکاح کرنا کیساہے، آیا سنت میں داخل ہے یاخلاف سنت؟ اور زید اس نکاح کے کرنے سے دائرہ اسلام اور برادری میں رہا یانہیں؟ اور منکر اس نکاح کے کس درجہ میں شمار کئے جائیں؟ اور جو اس نکاح پر اعتراض کریں اور برا کہیں وہ کس درجہ میں شمار ہیں؟ فقط، جناب اعلٰی حضرت کے مع آیت وحدیث، مہر، دستخط کے امیدوار ہیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح سنت ہے مگر رنڈی سے نکاح سنت نہیں، بلکہ اس کے جائز ہی ہونے میں ائمہ کا اختلاف ہے، پھر ایک جائز بات جس سے فتنہ ونفرت پیدا ہو اور آپس میں پھوٹ پڑے، ناجائز ہوجاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں-:

بشروا ولاتنفروا[1] (خوشخبری دو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۳، ۴۴: از چوہڑکوٹ یارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین دریں مسائل کہ:	کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:
(۱) اگرزنے بیوہ شود دویم بارنکاح کردن لازم است یا میخواہد کہ من نکاح نمی کنم کہ مے گوید بنشینم رواست یا نہ، خواہ جوان باشد یا درمیان سالہ باشد یا پیرزن بود، ہر چہ حکم شرع باشد تحریر فرمایند۔	**(۱)** کوئی عورت بیوہ ہوجائے توکیا اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے جبکہ وہ کہتی ہے میں نکاح نہیں کروں گی اور بغیر نکاح بیٹھوں گی، جوان، درمیانہ عمر یا عمررسیدہ ہو، کیا اس کو بغیر دوسرے نکاح کے بیٹھنا جائز ہے جو شرعی حکم ہو تحریر فرمادیں۔
(۲) چو پدر درزندگی خود دختر رابکودکے درعقد	**(۲)** باپ نے بیٹی کا نکاح کسی بچے سے کیا اور خاوند

[1] صحیح بخاری باب ماکان النبی یتخولھم بالموعظۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

نکاح آورد کہ صغیر ست درخانہ خود دختر نشستہ ست محض ایجاب وقبول کردہ پدرش بمرد دختر دوسہ سال منقضی گردید کہ بالغہ است وکودک تاحال خورد آیا شرعاً اکنوں برادران گناہ ست یانہ، یاحوالہ آں خورد بکنند؟ ایں چنیں کار برائے پدر مرحوم چگونہ باشد وچہ گناہ؟	بچہ ہے اس لیے باپ نے بیٹی کو اپنے گھر پر رکھا اور رخصتی نہ دی، باپ کے فوت ہونے پر بیٹی دو تین سال سے بالغ ہے اور لڑکا تاحال نابالغ ہے تو کیا اب لڑکی کے بھائیوں پر کوئی گناہ ہوگا اگر وہ نابالغ کے حوالے نہ کریں، یا گناہ نہ ہوگا؟ اور اب باپ مرحوم کے بارے میں بھی بتایا جائے کہ اس کا فعل درست تھا یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا گناہ ہے؟ (ت)

الجواب:

(۱) پیر زن راخود جبر بر نکاح نتواں کردہ جوان نیز اگر بر نفس خود اطمینان دارد واتباع رسم باطل ہنود نمی کنند از قید نکاح دیگر آزاد ماندنش می رسد کما دل علیہ حدیث ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وبیناہ فی اطائب التھانی آرے اگر بر خود اطمینان ندارد نکاح واجب ست واللہ تعالٰی اعلم۔	**(۱)** عورت بوڑھی ہو تو اسے نکاح پر مجبور نہ کیا جائے اور اگر جوان ہے تو بھی اس پر جبر نہیں بشرطیکہ وہ اپنے نفس کو محفوظ رکھنے میں مطمئن ہو، اور ہندوؤں کی غلط رسم کی پیروی میں نکاح سے انکار نہ کرتی ہو، تو اس کو دوسرے نکاح کی قید سے آزاد رہنے کا حق ہے جیسا کہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا والی حدیث اس پر دال ہے، اور اس کو ہم نے اطائب التھانی میں بیان کیا ہے، ہاں اگر جوان عورت کو اپنے نفس کے بارے میں اطمینان نہ ہو تو پھر اس پر نکاح کرنا واجب ہے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**
(۲) قاصرہ رانکاحیکہ پدر کرد فسخ نتواں نمود گو با غیر کفو وبغبن فاحش در مہر باش صبی اگر مراہق شدہ زنش را مے خواہد باو سپردن لازم ست۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	نابالغہ کا نکاح جو والد نے کیا ہے وہ لازم ہے کفو میں ہو یا غیر کفو میں، پورے مہر سے ہو یا بہت کم مہر پر، لڑکا اگر قریب البلوغ ہو اور وہ بیوی کی رخصتی کا مطالبہ کرے تو رخصتی ضروری ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۵: از مقام گائے گھاٹ ڈاکخانہ ہلدی ضلع بلیا مرسلہ مولوی عبدالحہ صاحب　　۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت گنگی یہاں ایک ماہ سے آئی ہے اس کے ساتھ اس کا ایک لڑکا چار پانچ برس کا ہے، اس کے قبل یہ عورت یہاں سے دس میل پر ایک گاؤں ہے وہاں پندرہ

مہینے سے تھی جب وہاں آئی تو ادھر اُدھر پتا لگایا گیا مگر یہ پتا نہیں لگا کہ عورت کہاں کی ہے اور اس کا شوہر مرگیا ہے یا زندہ ہے اور لاپتا ہوگیا یا طلاق دے دیا، اب اس کو ایک شخص نے نکاح کرنے کے لیے رکھا ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ اگر اس کا شوہر زندہ رہتا تو لڑکے کو نہ چھوڑتا، اب اس کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نکاح نہیں ہوسکتا،

فان المانع معلومه والمزیل مجهول وما ثبت بیقین لایزول الا بیقین مثله۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	کیونکہ اس سے نکاح میں مانع (شادی شدہ) ہونا معلوم ہوتا ہے اور مانع کو ختم کرنے والا (خاوند کا فوت ہونا یا طلاق دینا) معلوم نہیں ہے تو یقینی امر کا زوال بھی اس جیسے یقینی امر سے ہی ہوسکتا ہے۔ **واللّٰه تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۴۶: از ملیح آباد ضلع لکھنؤ مرسلہ محمد یوسف خاں صاحب ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حنفی المذہب بحلف کچہری میں بیان کرتا ہے کہ اس نے ایک مسماۃ کے ساتھ عقد کے وعدہ پر متعہ کرلیا، اب ایسا شخص مذہب حنفی کے اندر داخل رہا یا نہیں؟ اور سنی حنفی لوگوں کو نماز میں اس کی امامت یا جماعت جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کا یہ فعل شرعًا کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ اور ایسی حالت میں اس کی بیعت ارادت جو ایک بزرگ کے ہاتھ پر کی تھی قائم رہی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کے افعال واقوال معتبر ہوں گے یا نہیں؟ اور حنفی سنی لوگ بعد اس کے مرنے کے اس شخص کی تجہیز وتکفین ونماز جنازہ پڑھنے کے شرعًا ذمہ دار ہیں یا نہیں؟

الجواب:

متعہ نص قرآن عظیم واجماع ائمہ اہلسنت بلاشبہ باطل وحرام قطعی ہے،

قال تعالٰی: فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو شخص (بیویوں اور لونڈی مملوکہ) کے علاوہ غیر کی خواہش کرتا ہے وہ حد سے متجاوز ہے۔ (ت)

شخص مذکور اس کے ارتکاب اور کچہری میں اعلان سے فاسق معلن ہوا اس کی امامت ممنوع اور اس کے پیچھے

[1] القرآن ۲۳/ ۷

نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے:

لوقدموافاسقایاثمون [1]۔	اگر فاسق کو امام بنایا تو وہ گناہ گار ہوں گے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ما ینافیھا ھو الغالب بالنظر الی فسقہ [2]۔	اس بناپر کہ فاسق کو امام بنانے کی کراہت، کراہت تحریمی ہے، کیونکہ وہ دینی امور سے بے اعتنائی کرتا ہے تو کیا بعید کہ وہ نماز کی بعض شرطوں میں خلل اور ان کے منافی عمل نماز میں کردے، اس کے ظاہر حال سے یہی غالب گمان ہوتا ہے (ت)

اور جب ایک بدبودار چھڑے کے لیے اس نے حرام قطعی کا ارتکاب کیا اور بیباک اتنا کہ کچہری میں اس کا خود اعلان کیا تو اس کے قول وفعل کا کیا اعتبار رہا، بلکہ معاذاللہ مرتے وقت اس کے سلب ایمان کا خوف ہے، تاتارخانیہ و ردالمحتار وغیرہما میں ہے:

حکی ان رجلا من اصحاب ابی حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، خطب الٰی رجل من اصحاب الحدیث ابنتہ فی عھد ابی بکر الجوزجانی فابی الا ان یترك مذھبہ، فیقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عندالانحطاط ونحو ذلك فاجابہ فزوجہ فقال الشیخ بعد ماسئل عن ھذہ واطرق راسہ النکاح جائز ولکن اخاف علیہ ان یذھب ایمانہ وقت النزع لانہ استخف بمذھب الذی ھو حق عندہ وترکہ لاجل جیفۃ منتنۃ [3]۔	ایک شخص کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مقلد تھا اس نے (شافعی مسلک) ایک محدث کی لڑکی کی منگنی چاہی تو محدث صاحب نے حنفی مسلک چھوڑنے اور رفع یدین اور قرات خلف الامام کرنے کی شرط پر رشتہ دیا جو اس نے قبول کرلیا اور محدث صاحب نے نکاح دے دیا، یہ واقعہ شیخ ابو بکر جوزجانی کے زمانے کا ہے جب آپ سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے سوچ بچار کے بعد فرمایا: نکاح تو جائز ہے لیکن اس شخص کے بارے میں مجھے اندیشہ ہے کہ نزع کے وقت اس کا ایمان جاتا رہے کیونکہ اس نے اپنے پسندیدہ مذہب کی توہین کی ہے اور اسے بدبودار مردار

[1] غنیہ المستملی منیۃ المصلی بحوالہ فتاوٰی حجہ فصل فی الامامۃ مجتبائی دہلی ص ۵۱۳

[2] غنیہ المستملی منیۃ المصلی بحوالہ فتاوٰی حجہ فصل فی الامامۃ مجتبائی دہلی ص ۵۱۳

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب اذا ارتحل الٰی غیر مذھبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۹۰

کی خاطر چھوڑ دیا۔(ت) بلکہ متعہ کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ جس سے کیا وہ رافضیہ ہو اور رافضیہ حال سے نکاح بھی باطل ہے نہ کہ متعہ، تو یہ حرام در حرام ہوا، ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ وغیرہا کتب معتمدہ میں ہے: **احکامھم احکام المرتدین**[1] (ان سے متعلق مرتدین کے احکام ہیں۔ت) بالجملہ وہ شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے مگر ارتکاب حرام کے باعث کافر نہ ہوا کہ اس کی بیعت فسخ ہو جاتی یا اس کے مرنے پر مسلمان اس کی تجہیز و تکفین و نماز کے ذمہ دار نہ رہیں بلکہ بہ سبب کبیرہ حنفیت سے بھی خارج نہ ہوگا اگر اسے حرام جان کر کیا ہو، ہاں اگر حلال جانا تو حنفیت کیا سنیت سے خارج ہو گیا **ولایخرج عن الاسلام لما لھم فیہ الشبھۃ** (شبہ والی بات سے خارج از اسلام نہ ہوگا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۷: از موضع نڈوا مہوا ڈاکخانہ بکھر بازار ضلع بستی مرسلہ گل میاں صاحب ۱۳ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ساکن مہداول میں اپنی سگی بھتیجی عاقل بالغ کو ایک شخص ساکن امر ڈوبھا کے حوالے کر دی چونکہ اس لڑکی کا باپ مدت سے انتقال کر گیا لڑکی کا چچا اس کا مربی تھا وہ لڑکی جس شخص کے حوالے کر دی اس کو کہا گیا کہ تم اپنے گھر جا کر اس لڑکی سے نکاح کر لو، جمعہ کے روز روبرو گواہان معتبران کے نکاح کر لیا گیا، بعد چند یوم کے چچا کو اس کے عزیزوں نے بہکا دیا، انھوں نے جھگڑا ڈال کر کے ایک مولوی کو بلایا، مولوی صاحب نے یہ حکم دیا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے پہلے نکاح جائز نہیں ہوتا اس واسطے ہم لوگ یہ عریضہ آپ کی خدمت میں روانہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ سچ ہے کہ جمعہ کے روز نکاح ناجائز ہے۔برائے مہربانی یہ مسئلہ لکھ کر کے روانہ فرمادیں۔

الجواب:

اس شخص کا یہ کہنا محض غلط اور شریعت پر افترا ہے، نکاح ہر دن جائز ہے، ہاں اگر اذان جمعہ ہو گئی تو اس کے بعد جب تک نماز نہ پڑھ لی جائے نکاح کی اجازت نہیں کہ اذان ہوتے ہی جمعہ کی طرف سعی واجب ہو جاتی ہے:

قال تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَیْعَ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! جب جمعہ کے روز اس کی اذان ہو تو اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے چل پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔(ت)

[1] الحدیقۃ الندیہ مطلب الاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] القرآن ۶۲/۹

پھر بھی اگر بعد اذان نکاح کریگا گناہ ہوگا مگر نکاح جائز و صحیح ہو جائے گا **کما فی الهداية فی البيع ان الكراهة للمجاور**[1] (جیسا کہ ہدایہ میں بیع کے بارے میں ہے کہ کراہت مجاور یعنی ترک سعی کی وجہ سے ہے، ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۸: از اجمیر شریف ڈگی بازار مرسلہ سید زاہد حسین صاحب مالک و مینجر پریس اعلان الحق ۱۴ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص یا چند اشخاص نے خصوصیةً یہ کہہ دیا ہو کہ فلاں شخص خواص منکوحہ سے ہے جو خواص باعصمت و عفت لکھی گئی ہو تو کیا وہ اولاد جائز ہے؟ اور وہ جدی ورثہ پانے کے مستحق ہے یا نہیں؟ کیا ایسی اولاد کی شرافت و نجابت میں کوئی شک و شبہہ ہے؟ خواص و کنیزک میں کیا فرق ہے اور ان کی تعریف کیا ہے؟

الجواب:

خواص و کنیزک میں کوئی فرق نہیں وہ عورت کہ بملک شرعی کسی کی ملک ہو اس کی کنیز ہے، پھر اگر دوسرے کی کنیز سے اس کی اجازت سے اس نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوا۔ اور باپ اگر شریف و نجیب ہے تو اولاد بھی شریف و نجیب ہے کہ شرعاً نسب باپ سے لیا جاتا ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا؟ اور جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا خرچہ ہے۔ (ت)

ہاں ہندوستان میں دربارہ کفاءت اسے کم مانیں گے کہ یہاں کنیز کی اولاد کو کم درجہ سمجھتے ہیں اور اگر اپنی کنیز شرعی ہے تو اس سے نکاح باطل ہے اور بلا نکاح حلال ہے اگر کوئی ممانعت شرعیہ نہ ہو۔ بہر حال مولا کے جو اولاد اس سے ہو صحیح النسب ہے اور ترکہ پدری پانے کی مستحق ہے جبکہ مولا نے اقرار کیا ہو کہ یہ میری اولاد ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۴۹: از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ اکثر جاہل لوگوں میں رواج ہے کہ اگر کوئی شخص مر گیا اور بعد عدت اس عورت نے برادری کے مرد سے نکاح کرنا چاہا تو اس مرنے والے کے لواحقین نے کچھ روپیہ نکاح کرنے والے سے نقد لے کر اس عورت کو نکاح کرنے دیا روپیہ کی تعداد دو سو سے تین سَے تک لیتے ہیں، اگر ان کو یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روپیہ لینا جائز نہیں تو جواب دیا جاتا ہے کہ یہ تو پنچان کی رسوم ہے، اگر یہ رسوم نہ ہو تو تمام عورتیں

---

[1] ہدایہ کتاب البیوع فصل فیما یکرہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۷۰

[2] القرآن ۲/ ۲۳۳

بیوہ کسی غیر مرد کے ساتھ بھاگ جائیں گی اور کوئی عورت برادری میں نکاح نہیں کرے گی، اب سوال یہ ہے کہ تمام وجوہات سوچ کر جیسے قرآن شریف اور حدیث شریف، فقہ شریف سے ثابت ہو ارشاد فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جائے۔

الجواب:

یہ روپے حرام اور رشوت ہیں ان کا لینا دینا دونوں حرام، اور ان کے کھانے والے حرام خور، پنچوں کی رسم سے شریعت کا حرام حلال نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۰: از ریاست رامپور مسئولہ سید احمد میاں صاحب برادرزادہ مولانا سید محمد عاشق صاحب علیہ الرحمۃ ۶رمضان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خالد کا نکاح مسماۃ حیات النساء بیگم عرف رضیہ بیگم پردہ نشین بنت زید سے قرار پایا تھا، حسب قاعدہ شہود واسطے حصول اجازت واذن مسماۃ کے پاس گئے اور بعد حصول اجازت شہود نے قاضی کے روبرو جلسہ عام میں شہادت اس صورت سے ادا کی کہ سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید نے اپنے نکاح کا اختیار عمرو وکیل کو دیا، چنانچہ قاضی نے باجازت عمرو وکیل بہ تعداد مہرِ مثل خالد کے ساتھ نکاح پڑھایا، آیا شرعاً نکاح مسماۃ مذکور کا خالد مذکور کے ساتھ صحیح ہوا یا نہیں کیونکہ شہود نے بجائے نام حیات النساء عرف رضیہ بیگم زید کے سعادت النساء بیگم عرف رضیہ بیگم بنت زید شہادت میں ادا کیا، سعادت النساء بیگم بنت زید کوئی نہیں ہے اور نہ سعادت النساء کا عرف رضیہ بیگم ہے، اس صورت کی غلطی سے نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟

الجواب:

یہ طریقہ نکاح مخترع اہل ہند ہے وکیل بالنکاح مجاز توکیل نہیں، شہادت کہ ان گواہوں نے دی باطل گئی، نہ اس کا کچھ اعتبار ہے، قاضی جس نے ایجاب کیا اگر اس نے ایجاب صحیح لفظوں سے کیا جن سے کم از کم دو حاضران جلسہ جامعان شرائط شہادت کے نزدیک منکوحہ متمیز ہوگئی نکاح فضولی منعقد ہوگیا کہ رضیہ کی اجازت پر موقوف رہا اور اگر اس نے بھی ایجاب میں وہی لفظ سعادت عرف رضیہ بنت زید کہے تو نکاح باطل ہوا کہ ان تینوں لفظوں کی مصداق وہاں کوئی عورت نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

لرجل بنتان کبری عائشه وصغری فاطمة ارادان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمة ینعقد علی الصغری ولو قال زوجت ابنتی الکبرٰی فاطمة	ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں ایک بڑی جس کا نام عائشہ اور دوسری چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے، اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہوگیا، اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے

لاینعقد علٰی احدٰھما کذافی الظھیریۃ [1]۔	یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح دیا، تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا، ظہیریہ میں ایسے ہے۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

لاینعقد علی احدٰھما لانہ لیس لہ ابنۃ کبری بھذا الاسم [2] اھ ونحوہ فی الفتح [3] عن الخانیہ ولاتنفع النیۃ ھٰھنا ولامعرفۃ الشھود بعد صرف اللفظ عن المراد۔ واللہ تعالٰی اعلم	کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا کیونکہ اس کی بیٹی کی کوئی بڑی بیٹی اس نام کی نہیں ہے اھ اور فتح میں خانیہ سے بھی یہی مروی ہے اور یہاں نیت اور گواہوں کا فہم کارآمد نہ ہوگا جبکہ اس نے مراد کے خلاف صریح لفظ استعمال کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۱، ۵۲: از شہر میرٹھ اندر کوٹ مرسلہ عبدالرحمان صاحب عرف ننھے ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) اہل تسنن واہل تشیع میں باہم عقد ہو سکتا ہے یا نہیں یعنی لڑکا فرقہ شیعہ کا ہو اور لڑکی اہلسنت وجماعت کی ہو ان دونوں میں باہمی نکاح مذہب اہل سنت کے عقائد کے موافق صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۲) اگر کچھ عرصہ بعد لڑکی اہل تشیع ہوجائے تو نکاح رہے گا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) عوام ان تبرائی روافض کو اہل تشیع کہتے ہیں ان سے مناکحت حرام قطعی وباطل محض، اور قربت زنائے خالص ہے اگرچہ مرد سنی اور عورت ان میں کی ہو، نہ کہ عکس کہ اشد غضب اللہ کا موجب ہے، **والعیاذباللہ تعالٰی۔**

(۲) اگر وقت نکاح سنی تھے پھر مرد معاذاللہ ان میں کا ہوگیا تو نکاح فورًا فسخ ہوگیا خواہ عورت نے بھی وہی مذہب اختیار کرلیا ہو یا نہیں۔

لان ردۃ الرجل فسخ فی الحال بالاجماع ولانکاح لمرتد مع احد ولو مرتدۃ مثلہ [4]۔	کیونکہ خاوند کے ارتداد سے فورًا نکاح فسخ ہوجاتا ہے بالاجماع، اور مرتد کا کسی سے بھی حتی کہ اس جیسی

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح الباب الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۰

[2] ولوالجیہ

[3] فتح القدیر کتاب النکاح نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۴

[4] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

کمافی الدرالمختار والفتاوی العالمگیریۃ وغیرھما۔	مرتدہ سے بھی نکاح جائز نہیں، جیسا کہ درمختار اور فتاوٰی عالمگیری وغیرہما میں ہے۔ (ت)

اگر عورت سنیہ رہی اور ہنوز خلوت نہ ہوئی تھی تو ابھی اور ہو چکی تھی تو بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے، اگر شوہر اسلام لے بھی آئے اس پر کچھ اختیار نہیں رکھتا لان المنفسخ لایعود (کیونکہ فسخ شدہ نکاح بحال نہیں ہوسکتا۔ ت) اگر عورت معاذاللہ ان میں کی ہوگئی اور مرد سنی رہا تو نکاح تو فسخ نہ ہوا علی مافی النوادر وحققنا الافتاء بہ فی ھذا الزمان فی فتاوٰنا (نوادر کی روایت کے مطابق اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے کہ اس زمانہ میں فتوی یہی ہے۔ ت) مگر مرد کو اس سے قربت حرام ہوگئی جب تک اسلام نہ لائے لان المرتد لیست باھل ان یطأھا مسلم اوکافر او احد (کیونکہ مرتد عورت اس قابل نہیں رہی کہ کوئی بھی اس سے وطی کرے خواہ مسلمان مرد ہو یا کافر یا کوئی بھی ہو۔ ت) ان مسائل کی تحقیق رسالہ ردالرفضہ میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۳: 　　　　از نگینہ مرسلہ عبدالرشید صاحب سوداگر سب ایجنٹ برہما آئل کمپنی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی عورت کا نکاح کسی ایسے ش۔خص سے ہو جس کی ایک عورت اور بچے ہوں اور وہ شخص معاش اس قدر کافی رکھتا ہو کہ ان سب کی پرورش کے لیے نہایت کافی ہو، مرد میں کسی قسم کا نقص نہ ہو، عورت بوقت نکاح بالغ ہو، مہر ایک ہزار روپیہ ہو، نکاح مکان منکوحہ پر ہو جس کو عرصہ تین سال پانچ ماہ ہوئے ہوں شوہر نے بعد عقد پندرہ بیس مرتبہ مختلف اوقات میں کئی کئی یوم قیام کیا، کیا عورت منکوحہ کو تنسیخ نکاح کا دعوی کرنے کا حق ہے؟ بیان منکوحہ حسب ذیل ہے: میری پیدائش ایک ماہ بعد انتقال والد ہوئی میں نے آغوش مادر میں پرورش پائی اور ہنوز والدہ کے پاس رہی، میری والدہ نے اس شخص کے ساتھ عقد کردیا، شخص مذکور نے یہ دھوکا دیا کہ نہ میری بیوی ہے نہ بچے، میری والدہ کے انتقال کو دو ماہ کا عرصہ ہوا، میں والدہ کی وجہ سے مجبور تھی، اب میں خود مختار ہوں، بیان شوہر میں نے بیوی بچے ہونے کا اقرار کیا اور چھپایا نہیں، اس کا علم منکوحہ اور ان کے جملہ رشتہ داران کو ہے جس کی بابت تحریریں شوہر کے پاس ہیں ایسی حالت میں منکوحہ عورت کے صرف بیان پر کہ میرے شوہر کے پاس اور بیوی بچے موجود ہیں اور شوہر نے دھوکا دیا، نکاح میری لاعلمی میں ہوا، کیا حکم شرع شریف ہے؟

الجواب:

عورت کے عذرات باطل ہیں، برسوں سکوت ومعاملہ زن وشوئی کے بعد یہ مہملات پیش کرتی ہے، ماں کی زندگی کیا باعث مجبوری تھی، نہ بی بی بچوں کا عذر قابل سماعت۔ نہ مجبوری مانع جواز نکاح، اس پر فرض ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے، اس شیطانی خیال سے باز آئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۴: از شہر بریلی محلّہ کٹرا گلی حکیم وزیر علی مسئولہ ولایت احمد صاحب ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولایت احمد کا عقد قریشی بانو جس کی عمر قریب بیس سال سے زائد ہے اس کے ساتھ ہوا لیکن مسماۃ مذکورہ کی اجازت لینے کے لیے نہ وکیل صاحب گئے اور نہ گواہان گئے اور نہ مسماۃ مذکورہ سے اجازت باقاعدہ طور پر لی گئی صرف مسماۃ کے والد کی اجازت سے عقد پڑھا دیا گیا ایسی صورت میں عقد ہوا یا نہیں، اور مسماۃ مذکورہ ولایت احمد کی زوجیت میں رہتی ہے اور قریب ایک ماہ کے حمل بھی ہے حالانکہ والد مسماۃ سے کہا گیا کہ مسماۃ سے اجازت لینا چاہئے انھوں نے جواب دیا ہمارے یہاں ضلع بدایوں میں یہی قاعدہ ہے۔

الجواب:

بالغہ کا عقد بے اس کے اذن کے ہو بالغہ کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، اگر جائز کردے جائز ہوجاتا ہے، رَد کرے باطل ہوجاتا ہے، رخصت ہو کر شوہر کے یہاں جانا بھی اجازت ہے اذا کان غیر مسبوق بالرد (جبکہ پہلے بالغہ کی طرف سے اس کو رد نہ کیا گیا ہو۔ ت) خصوصًا یہاں تو حمل موجود ہے لہٰذا عقد نافذ ہوچکا اب اعتراض کی گنجائش نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۵: از ریاست رام پور محلّہ زیارت حلقہ والی مرسلہ اکرام اللہ خاں صاحب عرف چندامیاں ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح اپنی برادری میں ایک عورت سے بایں صورت ہوا کہ گواہان نے مسماۃ مذکورہ کا نام ہندہ عرف خویلہ بنت عمرو جلسہ نکاح میں لے کر ادائے شہادت کی اس سے عورت مذکورہ کی تعریف و تعیین کما حقہ نزد جلسہ ہوگئی اور کوئی شبہ واشتراک نزد زید وقرابت داران زید جو موجود تھے باقی نہیں رہا اور ایجاب وقبول ہو کر نکاح ہوگیا اور گواہان نکاح عورت مذکورہ کے قریبی رشتہ دار تھے جن کی گودوں میں عورت مذکورہ نے پرورش پائی ہے۔ اب والدہ مسماۃ کہتی ہیں کہ نکاح صحیح منعقد نہیں ہوا اس لیے کہ نام عورت کا جلسہ نکاح میں غلط لیا گیا ہے اس کا نام کلثوم ہے، چنانچہ مہر میں اس کا نام کلثوم کندہ ہے حالانکہ سوائے مہر کے ہر جگہ اس کا نام ہندہ ہے حتی کہ تنخواہ جو مقررہ گورنمنٹ ہے اس کی وصول یابی کی رسیدوں میں بھی یہی نام ہندہ لکھا جاتا ہے اور نیز گورنمنٹی چٹھی میں بھی یہی نام درج ہوتا ہے اور جو عرائض گورنمنٹ میں قبل اس سے دی گئی ہیں ان میں بھی یہی نام تحریر ہے اور عمرو کے انتقال کے بعد جو درخواست باستحقاق وراثت دی گئی ہیں ان میں بھی یہی نام ہے غرضیکہ عورت مذکورہ کے دونوں نام ہیں، ایسی حالت میں یہ نام غلط قرار دے کر نکاح کو غیر صحیح شرعاً مانا جائے گا یا یہ کہ عورت کے نام دونوں اور چونکہ ان دونوں

میں سے ہندہ بہ نسبت کلثوم کے زیادہ مشہور ہے اس لیے اس سے کافی طریق سے تعریف وتعیین عورت مذکورہ کی بوقت نکاح سمجھی گئی، اس بنیاد پر نکاح صحیح شرعی منعقد ہوگیا۔ امید کہ جواب صاف مرحمت فرمائیے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ہندہ اس عورت کا نام ہے (نہ جس طرح عورتوں کو ہندہ سلمٰی مردوں کو زید عمرو سے تعبیر کرتے ہیں) اور اس نام اور صرف ذکر پدر بے ذکر جد سے حاضرین میں دو گواہان صالح شہادت نکاح مسلمہ نے اسے پہچان لیا تو نکاح صحیح ہوگیا اس کے دس نام اور بھی ہونا کچھ مضر نہیں لان المقصود التعریف لا تکثیر الحروف (کیونکہ مقصود پہچان ہے الفاظ کی کثرت مقصد نہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶: از پچھم گاؤں ضلع پڑابنگال مرسلہ سید عبدالاغفر صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معتمد ومعتبر ایک گواہ مذکور سے بالغہ عورت کا نکاح درست ہوگا یا نہیں یعنی ایک گواہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نکاح ایک گواہ سے نہیں ہوسکتا جب تک دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم نہ ہوں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۷: از گوپال ناگر پرگنہ پیلی بھیت مسئولہ نثار احمد صاحب ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے بھائی مرحوم عمر کی بی بی ہندہ سے بعد انقضائے میعاد عدت نکاح کی درخواست کی اس نے انکار کیا اور نہایت ناخوشی ظاہر کی تو زید کے رشتہ داران نے جبراً اذن لینا چاہا ہندہ نے رونا شروع کیا اور کہا کہ میں ہرگز رضامند نہیں تم جبر کرتے ہو اس وجہ سے کہ میرا کوئی عزیز ہمدرد یہاں موجود نہیں، ان لوگوں نے کہا کہ رونا بھی اذن میں شامل، نکاح پڑھا کر مٹھائی تقسیم کردی، بعد ایک ماہ کے ہندہ اپنے والدین کے یہاں کسی حیلہ سے چلی آئی اور جانے سے انکار ہے کہ میں نے اذن نہیں دیا فرضی نکاح پڑھا لیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر اس نکاح کے بعد ہندہ نے زید کے ساتھ خلوت وصحبت بلاجبر واکراہ کی تو نکاح جب نافذ نہ تھا اب نافذ ہوگیا، اور اگر خلوت نہ کرنے دی یا وہ بھی بالجبر ہوئی تو ہندہ کی ناراضی سے وہ نکاح باطل محض ہوگیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۸: از موضع میراں پور مسئولہ سید عاشق حسین ولد محمد حسین ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ونائب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ وقت نکاح کے وکیل کس طرف

کا ہونا چاہئے؟ اور شاہد کس طرف کے ہوں؟ اور ایک دینار سرخ سلطانی کس قدر روپیہ کا ہوتا ہے اور کے دوجون پر منقسم ہے اور تعداد کیا کیا ہے؟

الجواب:

وکیل کسی طرف کا ضرور نہیں، اور دونوں طرف سے ہو سکتے ہیں، خواہ ایک طرف سے ہو، جدھر سے چاہیں، اور شاہد وہ دو مرد یا ایک مرد دو عورت عاقل بالغ آزاد مسلم ہیں کہ ایجاب وقبول معًا سنیں اور نکاح ہونا سمجھیں، وہ کسی کی طرف کے نہیں ہوتے، یہ جو رسم ہے کہ دو گواہ معین کرتے ہیں بے اصل ہے جتنے حاضران جلسہ اس صفت کے ہیں سب خود ہی شاہد ہیں کوئی انھیں مقرر کرے یا نہ کرے۔ دینار شرعی ساڑھے چار ماشہ بھر سونے کا تھا اور سلاطین کے دینار کوئی معین نہیں مختلف تھے، دینار شرعی دس درہم تھا کہ یہاں کے دو روپے پونے تیرہ آنے اور کچھ کوڑیاں ہوا، غالبًا نکاح کے درجوں سے سائل کی مراد مہر کے درجے ہیں، مہر کا اقل درجہ وہی دس درہم بھر چاندی ہے اور اکثر کے لیے حد نہیں جتنا بندھے، اور مہر حضرت بتول زہرا چار سو مثقال چاندی تھا کہ یہاں کے ایک سو ساٹھ روپے بھر ہوئی، اور مہر اکثر ازواج مطہرات پانسو درم کہ یہاں کے ایک سو چالیس روپے ہوئے اور مہر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا وعنہن جمیعا میں دو روایتیں ہیں چار ہزار درہم کہ گیارہ سو بیس روپے ہوئے یا چار ہزار دینار کہ گیارہ ہزار دو سو روپے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۹: از فتحپور محلّہ قاضیانہ مکان میر خیرات علی تحصیلدار مسئولہ محمد صادق ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ بازاری عورت ہے اور وہ زید کے پاس بلا نکاح مدت تک رہی زید نے بلا علم واطلاع ہندہ کے قاضی کے سیاہہ میں اپنا ہندہ کے ساتھ نکاح درج کردیا، اس کے بعد ہندہ کی ماں وہیں لینے کی غرض سے آئی تو اس وقت زید نے ہندہ سے کہا کہ تو نہیں جاسکتی تیرے ساتھ میرا نکاح ہوگیا، تب ہندہ کی ماں نے ہندہ سے کہا کہ ہمارا زیور اور کپڑا ہم کو دے دے تو مجھ سے حیلہ کررہی ہے تیرا نکاح ہوگیا ہے اس پر ہندہ نے جواب دیا کہ زیور اور کپڑا نہ دوں گی اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا، تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا اگرچہ واقعی نکاح نہیں ہوا، اس کے کچھ عرصہ بعد ہندہ زید کے پاس سے فرار ہوگئی تب زید نے کچہری فوجداری میں عورت کے بھگالے جانے کا دعوی کیا، خارج ہوگیا، اس کے بعد طلب زوجہ کا دارالقضاء میں دعوی کیا، قاضی صاحب نے بعد لینے ثبوت وتردید کے دعوی ڈگری کیا جس کو آٹھ برس کا عرصہ ہوا آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں، جبکہ واقعی عورت سے اجازت نہیں لی گئی اور دوسرے کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور عورت بعد مفروری عرصہ دس بارہ سال سے زید کے ساتھ حرام کررہی ہے۔

الجواب:

زید کا بے اطلاع ہندہ سیاہہ میں اس کے ساتھ اپنا نکاح ہونا درج کرا دینا نکاح نہیں، نہ ہندہ کا کہنا کہ اگر تم کہتی ہو کہ نکاح ہوگیا تو جو کچھ ہونا تھا ہوگیا کسی طرح حد نکاح میں آسکتا ہے تو ہندہ ضرور بے نکاحی تھی، رہی دار القضا کی ڈگری، اس کی تفصیل معلوم ہونی ضرور دعوی کہ اس میں ہوا شرائط شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، ثبوت کیا گزرا اور وہ قوانین شرعیہ پر صحیح تھا یا نہیں، حکم کس نے دیا، اور وہ قاضی عند الشرع تھا یا نہیں، اگر ان میں سے ایک بات بھی کم ہے ہندہ بدستور بے نکاحی ہے زید کو اس پر کوئی دعوی نہیں پہنچتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(اس کے بعد پھر وہیں سے سوال آیا جو مع جواب منقول ہے)

یہ واقعہ حیدر آباد دکن کا ہے وہاں حکومت کی طرف سے عدالت قضا قائم ہے جس میں طلاق، خلع، ترکہ، مہر، طلب زوجہ کے مقدمات حسب قانون شرع شریف دائر ہوتے اور فیصل ہوتے ہیں مگر قاضی صاحب جنھوں نے اس مقدمہ کو فیصل کیا ہے غیر متشرع تھے یعنی داڑھی منڈی ہوئی لباس کوٹ پتلون مگر ساتھ ہی اس کے سفارش رشوت سے قطعی اجتناب رکھتے تھے اور گواہان جیسے فی زمانا حالت ہے اور ناکح صاحب بھی بہت معمولی طور پر پڑھے ہوئے ہیں لہذا اس صورت واقعہ پر مسئلہ بالا کا کیا جواب ہوگا؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ وہ قاضی منجانب سلطنت اسلامیہ فصل قضا پر مقرر ہے، اگر اس کے یہاں دعوی بروجہ صحیح شرعی ہوا اور ثبوت بروجہ شرعی گزرا اور قاضی نے ثبوت نکاح کا حکم دیا تو نکاح ثابت ہوگیا، ہندہ بغیر موت یا طلاق دوسری جگہ نکاح نہیں کرسکتی۔

كما في الهداية وتنوير الابصار[1] وغيرها من معتمدات الاسفار ورجحه المحقق على الاطلاق في فتح القدير وقد قال امير المومنين على كرم الله وجهه الكريم شاهداك زوجاك[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ ہدایہ، تنویر الابصار وغیرہما کتب معتمدہ میں ہے اور فتح القدیر میں محقق علی الاطلاق نے اس کو ترجیح دی ہے، اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ تجھے تیرے گواہوں نے بیاہ دیا ہے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۰: از ریاست جاورہ، لال املی مسئولہ ممتاز علی خاں اہل کار حساب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کی صحیح ولدیت زید ہے اور بوقت نکاح بکر قائم کرکے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب القضاء فصل فی الحبس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۹

[2] فتح القدیر باب المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۵۶

ایجاب وقبول ہوا ہے توایسا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ نیز اس کا اصل باپ یعنی زید جو زندہ موجود ہے. بروقت نکاح نہ اس سے اجازت لی گئی نہ اسے اطلاع دی صورت مسؤلہ میں اگر نکاح نہیں ہوا تو کیا ہندہ اپنی منشا کے موافق اپنے کفو میں نکاح ثانی کرسکتی ہے، ایام عدت کی قید ہے یا نہیں،؟ ہندہ ب-الغہ ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر ہندہ اس جلسہ نکاح میں حاضر نہ تھی اور اس کی طرف اشارہ کرکے نہ کہا گیا کہ اس ہندہ بنت بکر کا نکاح تیرے ساتھ کیا بلکہ ہندہ کی غیبت میں یہ الفاظ کہے گئے تو ہندہ کا نکاح نہ ہوا۔ نہ اسے طلاق کی حاجت نہ عدت کی ضرورت جس سے چاہے اپنا نکاح کرسکتی ہے کہ نکاح تو ہندہ بنت بکر کا ہوا اور یہ ہندہ بنت بکر نہیں، ہاں اگر بکر نے اسے پرورش یا متبنٰی کیا تھا اور وہ عرف میں ہندہ بنت بکر کہی جاتی ہے اور اس کے کہنے سے اس کی طرف ذہن جاتا ہے تو نکاح ہوگیا اب بغیر طلاق ہندہ کو مخلص نہیں۔ درمختار میں ہے:

غلط وکیلھا بالنکاح فی اسم ابیھا بغیر حضورھا لم یصح [1]۔	لڑکی کی غیر موجودگی میں اس کے وکیل نے لڑکی کے باپ کا نام غلط کہہ دیا تو نکاح صحیح نہ ہوگا۔(ت)

عالمگیری میں ہے:

قال امرأته عمرة بنت صبیح طالق وامرأته عمرة بنت حفص ولانیة له لاتطلق امرأته فان کان صبیح زوج اُم امرأته وکانت تنسب الیه وھی فی حجرہ فقال ذٰلك وھو یعلم نسب امرأته اولا یعلم طلقت امرأته [2]۔	کسی شخص نے طلاق دیتے وقت اپنی بیوی کا نام عمرہ بنت صبیح کو طلاق کہا جبکہ اسکی بیوی کا نام عمرہ بنت حفص ہے تو طلاق کے وقت اس شخص نے کوئی نیت نہ کی تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوگی، اور اگر اس کی بیوی عمرہ کی ماں کے دوسرے خاوند کا نام صبیح تھا اور یہ عمرہ اپنی ماں کے ساتھ صبیح کی پرورش میں رہی اس وجہ سے عمرہ صبیح کی طرف منسوب ہوتی ہے اور خاوند کو عمرہ کے اصل نسب کا علم ہے دونوں صورتوں میں اس کی بیوی عمرہ کو طلاق ہوجائیگی۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۱: از میرٹھ بازار محلّہ سوتی گنج مرسلہ مولوی محمد افضل صاحب کابلی تعلیم یافتہ مدرسہ منظر اسلام بریلی امام مسجد سوتی گنج ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

چہ مے فرمایند دریں مسئلہ کہ در ملک ہند علماء فتوٰی	کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۵۸

دادند کہ بعد منگنی دختر دیگر جائے نکاح کردن مے توانند حقیر ناجائز پندارد چراکہ ایجاب وقبول از جانبین ثبوت شود از جانب بچہ گویند کہ "دے دو" از جانب دختر گویند "دے دیا ودے چکا یاسگائی کرچکا" ایں الفاظ برائے وضع عقدست اگرایں طور گویند کہ "دیں گے" تو خیر، جناب مولایم عجیب افسوس کہ دیوبندی خذلہم اللہ دین اوخراب ومسلمان رانیز بیخ کنی کردند اگرایں فتوٰی غلط باشد از ایشاں ہزاراں نطفہ زنا درعالم منتشر شدہ تدارک ایں عمل بفرمایند۔

علماء فتوی دیتے ہیں کہ منگنی کے بعد لڑکی کا دوسری جگہ نکاح جائز ہے لیکن یہ ناچیز اس کو ناجائز سمجھتا ہے کیونکہ ایجاب وقبول جانبین سے ثابت ہوجاتا ہے لڑکے والے "دے دو" کہتے ہیں اور لڑکی والے "دے دی" یا "دے چکا" کہتے ہیں یا "سگائی کرچکا" کہتے ہیں، یہ الفاظ عقد نکاح کے لیے وضع ہیں، ہاں اگر لڑکی والے "دیں گے" کہیں تو خیر ہے، جناب میرے آقا عجیب افسوس ہے کہ دیوبندی جن کا دین خود خراب ہے وہ مسلمانوں کی بیخ کنی کر رہے ہیں، اگر علماء کا یہ فتوی غلط ہو تو ان کی وجہ سے دنیا میں ہزاروں نطفہ زنا پھیلے ہوئے ہیں اس لیے اس عمل کا تدارک فرمادیں (ت)

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، لفظ "سگائی کرچکا" خود ظاہر است سگائی نسبت و وعدہ عقد راگویند نہ عقدرا "دے دیا" یا "دے چکا" ازانجاکہ مجلس مجلس وعدی باشد نہ مجلس عقد ہمیں بروعد محمول می شود نہ بر عقد در شرح امام طحاوی وفتح و در مختار و ردالمحتار ست **لوقال هل اعطیتنیها فقال اعطیت ان کان المجلس للوعد فوعد وان کان للعقد فنکاح**[1] وچہ گونہ نکاح شود حالانکہ شرط او حضور دو گواہ ست کہ فہمند کہ ایں نکاح ست **فی التنویر والدر وشرط حضور شاهدین فاهمین انه نکاح علی المذهب بحر**[2] وایںجا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "سگائی کرچکا" کا لفظ خود ظاہر کرتا ہے کہ "سگائی" نسبت اور وعدہ نکاح کو کہتے ہیں نہ کہ نکاح کو، لڑکی والوں کا دے دیا یا دے چکا کہنا مجلس وعد میں وعدہ پر محمول ہوگا نہ کہ عقد نکاح پر، امام طحاوی کی شرح، فتح، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ اگر مرد نے کسی کو کہا کہ تو نے مجھے لڑکی دی، تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے دی، تو اگر یہ مجلس وعدہ اور منگنی ہو تو وعدہ اور منگنی ہے اور اگر مجلس عقد ہے تو نکاح ہے، پھر مسئولہ صورت میں نکاح کیسے ہوسکتا ہے جبکہ نکاح کے لیے دو گواہوں کی موجودگی بایں طور پر شرط ہے کہ وہ اس کو نکاح سمجھیں۔ تنویر اور در

[1] فتح القدیر کتاب النکاح مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۰۳

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۶

اگر ہزار حاضر باشند ہیچ کس نکاح نہ فہمد کہ منگنی نزد ایشاں چیزے از مقدمات نکاح ست نہ نکاح واللہ تعالٰی اعلم۔	میں ہے نکاح میں دو گواہوں کا ہونا جو یہ سمجھیں کہ یہ نکاح ہے شرط قرار دیا گیا، یہ مذہب ہے بحر۔ اور یہاں مذکورہ صورت میں مجلس میں ہزار بھی ہوں تو کوئی بھی اس کو نکاح نہ سمجھیں گے کیونکہ منگنی کو وہ نکاح نہیں بلکہ اس کے مقدمات میں سے سمجھتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۲: از چونیاں ضلع لاہور مسئولہ ضیاء الدین انچارج اصطبل گورنمنٹی ۸ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حسب ہدایت والد خود جس نے اس کی ہدایت کی تھی کہ اپنی فلاں دختر کا ناطہ اپنے فلاں برادر حقیقی کو دینا تب سے راضی ہو گیا چنانچہ اپنے والد کی موجودگی اور چند مسلمانوں کی مجلس میں اپنے برادر حقیقی کو مخاطب کرکے کہا میں نے اپنی فلاں نام والی دختر بالغہ کا ناطہ تمہارے فلاں بالغ کو دے دیا، والد پسر نے قبول کرلیا، آیا ہر دو ولیوں کے ایجاب وقبول سے یہ نکاح منعقد ہو گیا یا نہیں؟ اگر ہو گیا تو اب والدِ دختر اس کا اور جگہ نکاح کرسکتا ہے بغیر طلاق کے، اور ولی اور گواہان ونکاح خوانِ نکاح ثانی کے واسطے حکم شرع کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ناتا دینا عرف میں منگنی کرنے کو کہتے ہیں اور منگنی نکاح نہیں، اس صورت میں جب تک عقد نکاح نہ ہو والدِ دختر دوسری جگہ اس کا نکاح کرسکتا ہے اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام نہیں، اور اگر کہیں کے عرف میں ناتا کرنا نکاح کردینے کو بھی کہتے ہیں تو وہاں دیکھا جائے گا کہ وہ مجلس جس میں یہ الفاظ ادا ہوئے عقد نکاح کے لیے تھی یا منگنی کے لیے، اگر منگنی کے لیے تھی تو وہی حکم ہے کہ نکاح نہ ہوا، اور والدِ دختر کو اختیار ہے، اور اگر نکاح کے لیے تھی اور حاضرین میں سے کم از کم دو شخصوں نے اس نکاح کے گواہ ہوسکتے ہوں وہ ایجاب وقبول سنے اور سمجھے کہ یہ نکاح ہو رہا ہے تو نکاح ہو گیا اب دوسری جگہ اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، والد دختر اور نکاح خواں اور گواہان نکاح ثانی جن کو معلوم تھا کہ اس کا نکاح پہلے ہوچکا ہے سب مبتلائے حرام ہوں گے، درمختار میں ہے:

ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اگر ایک نے دوسرے کو کہا کیا تونے مجھے دی، دوسرے نے جواب میں "دی" کہا تو اگر یہ مجلس نکاح ہو تو نکاح ہوگا، اور اگر مجلس وعدہ ہے تو منگنی ہوگی، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مسئلہ ۶۳: از دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مسئولہ سید عبدالکریم صاحب قادری رضوی ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب قبلہ حضرت مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب نائب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دامت برکاتہ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شریف زادہ نے ایک عورت کو جو قوم کی چماری تھی مسلمان باقاعدہ کیا اور اس سے نکاح کیا اور اپنے مکان میں لے گیا، جب اہل برادری کو معلوم ہوا کہ اس نے خاندان قادریہ اور سادات کے بٹالگادیا کہ چماری کو مسلمان کرکے نکاح پڑھ لیا اور پردہ میں بٹھالیا، وہ عورت دو سال سے بیوہ تھی تمام اہل برادری اور تمام مسلمانوں اور ہندوؤں نے اس عورت کو بے پردہ کیا اور بے عزتی کی اور غیر محرموں نے مار پیٹ بھی کی اور اسے تھانہ میں پہنچادیا، اب سوال یہ کہ اس عورت نومسلمہ کے ساتھ ایسا کرنے کی اللہ ورسول جل وتعالیٰ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت دیتے ہیں یا نہیں؟ اور جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ کس گناہ کے مرتکب ہیں یا جس نے مسلمان کرکے اسے اپنے نکاح میں لایا وہ گنہگار ہے اور اس سے ترک موالات کرنا برادری سے خارج کرنا اس کا حقہ پانی بند کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ عورت کفو میں کب آسکتی ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مسلمان کرنا باعث اجر عظیم ہے اور اس سے نکاح کرنا پردہ میں بٹھانا بھی کار خیر ہے اور اس بنا پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم ہے، اور اس مسلمہ عورت کے ساتھ جو زیادتی اور مار پیٹ اور بے پردگی کی گئی سب حرام اور سخت حرام اور ظلم شدید تھا، ایسا کرنے والے حق العبد میں گرفتار ہیں اور اللہ ورسول ان سے ناراض ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ بالغ مرد کے لیے کفاءت کچھ شرط نہیں **واللہ تعالیٰ اعلم۔**

مسئلہ ۶۴: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ محمد جی ۲۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدعی کے تین شاہد شہادت دیتے ہیں کہ والد دختر نابالغہ نے سفر سے ایک خط اپنے بھائی کو لکھا کہ میری دختر نابالغہ فرحان بی بی کا ناتا یا نکاح جس جگہ تمھاری مرضی ہو کردو، ہم لوگ اس کاغذ کے سامعین ہیں، بعدہ اس وکیل والد کے ایک لڑکے نابالغ مسمّٰی کہٹرکہ جس کا کوئی عصبہ زندہ نہیں ہے کنایہ نکاح کے طور پر کردیا تھا اور لڑکے معلوم کی طرف سے اس کے ماموں نے اس کے لیے قبول کرلیا ہے اور ہم نے یہ نکاح ہی سمجھا ہے، یہ تقریر شاہدین مدعی کی بتمامہ ہے، اب والد دختر معلومہ کا سفر سے بالکل منکر ہے اور گواہ اس کے بھی منکر ہیں، تقریر بالا سے، یا کہتے ہیں کہ ناتا ہوا ہے نہ نکاح حالانکہ وکیل فوت ہوگیا اور کاغذ بھی گم ہوگیا ہے۔ قیمت کاغذ دی جائے گی، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بات صاف لکھئے ایجاب کس نے کیا، قبول کس نے کیا، ایجاب کے کیا لفظ تھے، قبول کے کیا لفظ تھے، لڑکی کا چچا جس کو اس کے باپ نے وکیل کیا تھا اس نے خود پڑھایا تھا یا کسی سے پڑھوایا تھا کسی نے بطور خود پڑھادیا تھا اور وہ وکیل والد اس جلسے میں موجود تھا یا نہ تھا، اور جب والد لڑکے کا موجود تھا تو لڑکے کی طرف سے ماموں نے قبول کیوں کیا، والد پسر کے کہنے سے یا بطور خود، اور والد پسر نے اس پر کیا کہا، اور جب وہ الفاظ کنایہ تھے تو ان لوگوں نے کس قرینہ سے نکاح ہونا سمجھا اور دختر کا والد کس بات سے منکر ہے اس وکیل کرنے سے یا نکاح ہونے سے، اور وہ خط ڈاک میں آیا تھا یا آدمی کے ہاتھ، اور یہ جو مدعی کے تین گواہ ہیں ان کے سامنے پڑھا گیا یا ان کے سامنے والد دختر نے لکھا تھا، اور یہ گواہ ثقہ پرہیزگار ہیں یا کیسے، ان سب باتوں کے مفصل جواب آنے پر جواب ہوسکے گا، قیمت کاغذ کی نسبت پہلے آپ کو لکھ دیا گیا کہ فتوٰی اللہ کے لیے دیا جاتا ہے بیچا نہیں جاتا۔ آئندہ کبھی یہ لفظ نہ لکھئے۔ فقط

مسئلہ ۶۵: ازرامہ تحصیل گوجرخاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مرسلہ محمد جی صاحب ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۹ھ

باپ نے برادر کو خط لکھا کہ میری دختر نابالغہ کا ناتا یا نکاح جہاں تمھاری مرضی ہو کردو، مکتوب الیہ نے باجازت باپ کے ایک جگہ اس نابالغہ کا نکاح کردیا، ایجاب کے لفظ یہ ہیں "دختر معلومہ فلاں لڑکے کو میں نے دی ہے" اور نابالغ لڑکے کی جانب سے قبول اس کے ماموں نے کیا ہے اور تین گواہ کہتے ہیں کہ وہ خط ہم نے خود سنا ہے کہ باپ نے برادر کو اجازت نکاح دختر نابالغہ معلومہ دی ہے اور ہم نے مجلس میں ذکر نکاح کا سنا ہے اور نکاح کے وقت باپ سفر میں تھا اور خط بھی گم ہوگیا ہے اور بعد نکاح چند روز بعد مکتوب الیہ فوت ہوگیا، اب باپ سفر سے آیا وہ کہتا ہے میں نے برادر کو کوئی اجازت نہیں دی اور اس کے گواہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بات بالکل نہیں ہوئی لیکن یہ گواہ باپ کے بہت فاسق ہیں اور تین گواہ جو بالا مذکور ہیں وہ فاسق نہیں ہیں،

الجواب:

جبکہ باپ اس خط کے لکھنے سے منکر ہے تو اسے کسی شہادت کی حاجت نہیں، شہادت اس کی ہونا چاہئے تھی کہ ہمارے سامنے اس نے یہ خط لکھا ہے اس پر کوئی شہادت نہیں، گواہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خط سنا یہ شہادت کچھ معتبر نہیں لہٰذا اجازت دینا ثابت نہیں، باپ کے انکار سے وہ نکاح باطل ہوگیا جبکہ وہ حلف سے کہہ دے کہ وہ خط میں نے نہ لکھا تھا نہ میں نے بھائی کو اجازت دی تھی **لان الخط یشبہ الخط ولا حجۃ الا البینۃ اوالاقرار اوالنکول** (کیونکہ خط، خط کے مشابہ ہوتا ہے، گواہی، اقرار اور قسم سے انکار کے علاوہ کوئی حجت نہیں۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۶ تا ۷۲: از بنارس محلّہ پتر کندہ مرسلہ جناب مولانا مولوی عبدالحمید صاحب پانی پتی زید کرمہ ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

علمائے دین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی سے ایجاب وقبول کرانے سے نکاح صحیح ہوتا ہے یا نہیں؟

(۲) یہاں دستور ہے کہ نکاح خواں نابالغ کے باپ یا کسی اور ولی سے اجازت لے کر دو گواہوں کے ساتھ نابالغہ دلھن کے پاس آتے ہیں اور اس کو کلمہ شہادت وآمنت باللّٰہ پڑھا کر کہتے ہیں کہ تمھارا نکاح بعوض عہ/۸ مہر کے فلاں لڑکے مسمّٰی فلاں سے ہوتا ہے تم نے قبول کیا کہو ہاں قبول کیا، اسی طرح تین بار کہلاتے ہیں اس کے بعد نابالغ دولھا کے پاس آتے ہیں اور وہی سب کلمات پڑھا کر کہتے ہیں کہ فلاں کی لڑکی مسماۃ فلاں بعوض عہ/۸ مہر کے تمھارے نکاح میں آتی ہے تم نے قبول کیا، کہو ہاں قبول کیا۔ اسی طرح تین بار کہتے ہیں غرض دونوں جانب قبولیت ہوتی ہے ایجاب کا پتا نہیں، شرعًا یہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے اور اس مجلس میں بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ دلھن یا دولھا نابالغان کے وہ سب یا اور ولی موجود نہیں رہتے بلکہ وہ اپنے اور کاموں میں مشغول رہتے ہیں اس طریقہ میں شرعًا جو خرابی اور نقص ہو اس کی تصریح فرمائیں، اور شرعًا جو طریقہ نکاح مسنون ہو ارشاد فرمائیں۔

(۳) اگر ولی خطبہ مسنون نہ پڑھنے یا صرف ایجاب وقبول کرنے پر قادر ہو تو غیر سے ایجاب وقبول کرانا کیسا ہے؟

(۴) نکاح خواں کو اُجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟

(۵) اگر اُجرت نکاح اپنے مصرف میں نہ لائے بلکہ مسجد کے تیل اور چٹائی میں صرف کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۶) نوشہ کے سر پر پگڑی رکھنے کے واسطے اس کے پھوپھا یا بہنوئی کو بلاتے ہیں جب تک یہ نہیں آتے دوسرا پگڑی نہیں رکھ سکتے، جب یہ آتے ہیں تو بغیر دس پانچ روپے لیے نہیں رکھتے، جب کم ہوتا ہے تو لینے پر انکار اور زیادتی پر اصرار کرتے ہیں، جب حسب مرضی پالیتے ہیں تو رکھ دیتے ہیں، اور بعض پھوپھا داماد قبل لینے کے رکھ دیتے ہیں، اس کے بعد جو ملا لے لیا، اور بعض کچھ اصرار کرکے اور زیادہ لیتے ہیں آیا شرعا یہ لینا دینا کیسا ہے؟ اور اس کو ضروری حق سمجھنا اور اس پر اہتمام واصرار کرنا کیسا ہے؟

(۷) شرعًا ولیمہ کی تعریف کیا ہے اور اس کی مدت کَے روز تک ہے؟

(الف) پہلے دعوت کرنا پھر بارات اور رخصتی کرکے دلھن لانا یہ ولیمہ ہے یا نہیں؟

(ب) نابالغ کی رخصتی کے بعد چونکہ زفاف نہیں ہوتا تو بعد دلھن لانے کے دعوت کرنا ولیمہ مسنون ہے

یا نہیں؟

(ج)اگر ولیمہ بارادہ سنت نہ کرے بلکہ خیال نام آوری وبرادری سے سرخ روئی مقصود ہواور یہ کہتا رہے کہ چونکہ دس دفعہ بھائی لوگ کے یہاں کھاآئے ہیں لہٰذا برادری کو کھلانا ضرور ہے چاہے ہمارے پاس ہو یا نہ ہو، یہ دعوت کیسی ہے؟ اور مستطیع غیر مستطیع دونوں کا حکم فرمائے۔

الجواب:

(۱) نابالغ لڑکے اور لڑکی جن کا تلفظ کلام سمجھا جائے اور وہ الفاظ ومعنٰی کا قصد کرسکیں ان کا ایجاب وقبول خود ہو یا دوسرے کی تلقین سے صحیح ہے، پھر اگر باجازت ولی ہے نافذ بھی ہے ورنہ اجازت ولی پر موقوف جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) اس کا جواب جواب سوال اول میں آگیا اور ان عقود میں جو کلام پہلے ہے وہ ایجاب ہے اگرچہ بلفظ قبول ہو اور جو بعد کو ہو وہ قبول، اور جب باذن ولی ہو تو ولی کا وہاں موجود ہونا ضروری نہیں، اور بلااذن ہو تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا، اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اولیاء خود ایجاب وقبول کریں یا ان کی اجازت سے ان کے وکیل نابالغوں سے کہلوانے کی کوئی حاجت نہیں۔

(۳) کوئی حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) جب جائز ہے تو مسجد میں دینا اور بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۶) یہ ایک مخترع رسم ہے، اسے ضروری سمجھنا ناجائز، اور اگر اصرار حد ناگواری تک ہو توحرام ورنہ آپس کے معاملات ہیں جن پر شرع سے منع وارد نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۷) شب زفاف کی صبح کو احباب کی دعوت ولیمہ ہے، رخصت سے پہلے جو دعوت کی جائے ولیمہ نہیں، یونہی بعد رخصت قبل زفاف اور ریا ونا موری کے قصد سے جو کچھ ہو حرام ہے۔ اور جہاں اسے قرض سمجھتے ہیں وہاں قرض اتارنے کی نیت میں حرج نہیں اگرچہ ابتداءً یہ نیت محمود نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۳: از سلطان پورہ ہکراسٹیٹ مسئولہ مرتضٰی خاں پی سارجنٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس آفس ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قاضی ہے مگر وکالت کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وکالت کا پیشہ جس طرح آج کل رائج ہے شرعًا حرام ہے۔ ایسے شخص کو قاضی کرنے کی اجازت نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۴: از سلطان پور (اودھ) محلّہ پرتاب گنج مرسلہ حافظ عبدالغنی صاحب ۱۴رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ

زید نے پسر بکر سے اپنی لڑکی کا نکاح بموجودگی خود کیااور ہندہ کئی بار اپنی سسرال بھی گئی پھر مخاصمت کی وجہ سے رخصتی تین سال سے بند کردی، ہندہ اپنے والد زید کی وجہ سے مجبور ہے، اب زید نے ایک دعوی فسخ نکاح کا اپنی لڑکی کے نام دائر کیا ہے کہ میرا نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا، زید کا بیان ہے کہ لڑکی کا نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے کیونکہ میں شادی کا سامان مہیا کرکے کسی ضرورت سے ہفتہ عشرہ کے لیے کسی دوسرے شہر کو چلا گیا تھا بی بی نے میری بے اجازت نکاح کردیا اس کچھری میں زید نیز اہل محلّہ نے حلف اٹھایا حالانکہ دعوی اس بناپر خارج ہوگیا کہ بکر کے وکلا نے اس بات کو ثابت کردیا کہ زید خود موجود تھا اور زید کی اجازت سے قاضی نے نکاح پڑھایا، لہذا زید و معین زید کا شرعًا کیا حکم ہے؟ اور ایسے جھوٹے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

حدیث میں ہے:

شاھد الزور لاتزول قدماہ حتی یوجب اللہ لہ النار[1]۔	جھوٹا گواہ وہاں سے اپنے پاؤں ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کردیتا ہے۔

گواہوں کا تو یہ حال ہے، اور زید پر ان سب کے برابر وبال ہے کہ وہی ان کو جھوٹی شہادت پر باعث ہوا، پھر انھوں نے عورت کو شوہر سے جدا کرنا اور غیر منکوحہ ٹھہرانا چاہا، یہ دوسرا کبیرہ ہے، غرض یہ سب لوگ فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ۔ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۵: مسئولہ سید ایوب علی صاحب ساکن بریلی محلّہ بہاری پور کسگران

جو شخص وہابیہ سے میل جول اور باہمی شادی بیاہ رکھتا ہو اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ وہابی ہے اس کے یہاں شادی بیاہ کرسکتے ہیں جبکہ یہ معلوم ہے کہ وہابیہ سے اس کا میل جول ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

وہابیہ سے میل جول رکھنے والا ضرور وہابی ہے کہ وہابیہ کو گمراہ بددین نہیں جانتا تو خود گمراہ بددین ہے اور اس کے ساتھ مناکحت ہو ہی نہیں سکتی، اور اگر ان کو گمراہ بددین جانتا اور کہتا ہے پھر بھی ان سے میل جول رکھتا ہے تو سخت فاسق بیباک ہے اس کی مناکحت سے احتراز چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

[1] تاریخ بغداد محمد بن عیسٰی دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۴۰۳، سنن ابن ماجہ باب شہادت الزور ص، تاریخ کبیر باب ف ۱/ ۲۰۸

مسئلہ ۷۶: از موضع میر کلی پور ڈاکخانہ لاہور پور ضلع سیتاپور مسئولہ محمد حسین طالب علم ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے شادی کا پیام دیا اور اس میں یہ اظہار کیا کہ لڑکا لہر پور کا ہے وہ لڑکا قصبہ ہر گام پور کا نکلا، مزید بریں نوشہ کے تعین علم میں اختلاف رہا۔ لڑکی تو کہتی ہے کہ میرا نکاح عبدالرحمٰن بن کلو کے ساتھ پڑھا گیا اور قاضی کا بھی یہی قول ہے مگر گواہ لعل محمد بن منوں بتلاتے ہیں اور وکیل لعل محمد بن کلو کا مدعی ہے اور وہ لڑکا جو نوشہ بن کر آیا تھا در اصل ہر گام کا تھا اور اس کا نام لعل محمد بن منوں تھا۔ اس صورت میں نکاح کس کے ساتھ ہوا اور اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

رائج یوں ہے کہ عورت اس کے ولی سے اذن لے کر دولھا سے خطاب کرتے ہیں کہ فلاں کی فلاں لڑکی اتنے مہر پر تیرے نکاح میں دی، وہ کہتا ہے میں نے قبول کی، اس صورت میں جس سے خطاب کیا گیا اور اس نے قبول کیا، اسی کے ساتھ نکاح ہوا، کہیں کا رہنے والا ہو اور اس کا کچھ بھی نام ہو۔ پھر اگر بالغہ عورت یا نابالغہ کے ولی نے اسی کے لیے اجازت دی تھی جب تو یہ نکاح نافذ ہوگیا اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو ورنہ فضولی کا نکاح ہوا عورت یا اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہا، اگر جائز کیا جائے جائز ہوگیا، رد کیا جائے باطل ہوگیا، یہ تو نکاح ہونے نہ ہونے کا حکم ہے، رہا یہ کہ نکاح ہوا اور مرد نے دعوی کیا کہ میرے ساتھ اس کا نکاح ہوا اور اس عورت کے وکیل اور گواہوں کے بیان میں اختلاف ہوا، کسی نے کسی کے ساتھ نکاح ہونا بیان کیا اور دوسرے نے کسی کے ساتھ، اگر دو گواہ شرعی عادل قابل قبول دعوی مدعی کے مطابق گواہی دے دیں ڈگری کر دیا جائے گا عورت و وکیل کچھ کہا کریں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۷: از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص کہتا ہے کہ میری اپنی عورت کے ساتھ تن بخشی ہے۔ آیا شرعًا تن بخشی کوئی چیز معتبر ہے یا نکاح؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

تن بخشی پر قناعت صریح زنا ہے اگر اسے حلال جانے تو کافر،

انما کان ذٰلك من خصائصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم، قال تعالٰی خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ[1]۔ و اللہ تعالٰی اعلم	یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ خاص آپ کے لیے ہے مومنین کے لیے نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] القرآن ۵۰/۳۳

دوسرا مسئلہ ۷۸:
ایک شخص نے دعائے خیر جلسہ میں کہہ دی کہ میں نے لڑکی اپنی اس شخص مثلاً زید کو دی، بعدہ وہ یعنی باپ لڑکی کا مر گیا اس کے وارثان نے اس لڑکی کا عقد نکاح دوسرے شخص کو کر دیا، آیا دعاء خیر جائز ہے یا وارثان کا نکاح جائز ہے؟

الجواب:

دعائے خیر سے اگر وعدہ سمجھا جاتا ہے تو وارثوں نے جو یہ نکاح کیا، جائز ہے۔ اور اگر اسی وقت نکاح کر دینا مقصود ہوتا ہے اور زید نے اس جلسہ میں قبول کیا اور دو گواہوں نے معًا سنا اور نکاح ہونا سمجھا تو نکاح ہوگیا تھا، دوسرا نکاح باطل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۹ تا ۸۰: از رامہ تحصیل گوجر خاں ضلع راولپنڈی ڈاکخانہ جاتلی مسئولہ تاج محمود صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کے بارے میں تین افراد شہادت دیتے ہیں کہ مدعی علیہ نے والد لڑکے کو بولا ہے کہ میں نے اپنی دختر نابالغہ فلانی تمہارے فلانے لڑکے کو دے دی ہے اس نے قبول لڑکے معلوم کے لیے کرلی ہے اور اس مجلس میں نہ نکاح کا ذکر ہوا نہ خطبہ پڑھا گیا نہ ذکر مہر کا ہوا، اس کے علاوہ مدعی علیہ بھی کہتا ہے کہ میں نے ارادہ ناطہ کا کیا ہے نہ نکاح کا، اب یہ نکاح ہوگا یا خطبہ یا ناطہ؟

(۲) قرینہ نکاح کا خطبہ اور ذکر مہر کا ہر دو ہوویں گے یا فہم شہود نکاح کا فقط کافی ہوگا یا نیت ولی دختر پر ہے؟

الجواب:

(۱) خطبہ پڑھا جانا یا ذکر مہر ہونا کچھ شرط نکاح نہیں، وہ مجلس اگر عقد کے لیے تھی عقد ہوگیا اور اگر مجلس وعدہ تھی اور حاضرین نے اسے وعدہ ہی سمجھا تو وعدہ ہوا نکاح نہ ہوا۔

فی الدر المختار ان المجلس للوعد فوعد وللعقد فعقد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	درمختار میں ہے کہ اگر یہ مجلس وعدہ (منگنی) کے لیے ہے منگنی ہے اور مجلس نکاح ہے تو نکاح ہوگا۔ (ت)

(۲) نکاح بالفاظ صریحہ میں نیت شرط نہیں، الفاظ ایجاب وقبول ہونا اور دو شاہدوں کا سمجھنا کہ یہ نکاح ہو رہا ہے کافی ہے۔ ذکر مہر نہ ضرور نہ قرینہ، اور خطبہ اگرچہ ضروری نہیں مگر قرینہ نکاح ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

مسئلہ ۸۱: از پنڈی گھیب ڈاک خانہ خاص ضلع اٹک مسئولہ مولوی غلام محی الدین امام ومدرس جامع مسجد ۲۰ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت عاقلہ بالغہ بعض غیر تعلقد اروں یا کہ ان ذوی الارحاموں (جن کا ولایت نکاح میں کوئی حق نہیں) کے ورغلانے بہکانے پر کچہری میں جاکر درخواست پیش کرے کہ میں جوان ہوں اور اپنے حسب منشاء نکاح کرنا چاہتی ہوں اور میرے والی مثلا باپ یا کہ بھائی یا کہ دیگر عصبوں سے مجھے روکتے ہیں سرکار کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں جہاں طبیعت ہو نکاح کرالوں، والیوں کی رکاوٹ مجھے نہ ہو، اور کچہری گورنمنٹ اسے اجازت دے دے اور وہ جہاں چاہے نکاح کرالیوے، والی خوش ہوں یا ناراض، اگر اسی موقعہ پر ان ورغلانے والوں اور ذوی الارحاموں کو کوئی مولوی لکھے میاں! یہ تمھارا نکاح اچھا نہ ہوگا باپ یا دیگر والی کو تم ضرور مجلس نکاح میں بلاؤ تو وہ کہیں کہ لڑکی عاقلہ بالغہ جوانہ خود مختار ہے کسی والی کا کوئی ایک ذرہ تک تعلق نہیں ہم ابھی کرتے ہیں، پھر جس مولوی نے توڑا تو دیکھا جائے گا مولوی کیا کرے گا جب کچہری نے اجازت دے دی۔

الجواب:

یہ حالت غالبًا اس صورت میں ہوتی ہے کہ عورت جس سے نکاح کرنا چاہتی ہے وہ غیر کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم کہ اس سے اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو، ایسا نہ ہو تو اس درجہ بے حیائی کیوں اختیار کرے اور اس صورت میں نکاح باطل محض ہے، جب تک ولی پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دے۔ درمختار میں ہے:

(ویفتی) فی غیر الکفو (بعدم جوازہ اصلا) وھو المختار للفتوی لفساد الزمان[1]۔	غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوٰی دیا جائے گا اور یہی فتوٰی کے لیے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد برپا ہوچکا ہے۔ (ت)

اولیاء پر لازم ہے کہ جب کفو پائیں تزویج میں جلدی کریں کہ ایسے وقائع سے ننگ وبے حیائی کا دروازہ نہ کھلے۔ حدیث میں ہے:

یا علی! لاتؤخر ثلثۃ الصلٰوۃ اذا اٰنت و الجنازۃ اذا حضرت والایم اذا وجدت	اے علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ)! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو نماز میں جب وقت ہو جائے، جنازہ میں جب حاضر

[1] درمختار کتاب النکاح باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

لھا کفوا[1]۔	ہو جائے، اور غیر شادی شدہ لڑکی کے نکاح میں جب اس کا کفو مل جائے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۲: شیخ سلامت اللہ قصبہ تلہر محلّہ عمرپور ضلع شاہجہان پور پارچہ فروش ۱۸ جمادی الآخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکی کی کتنی عمر تک نکاح ناجائز ہوتا ہے اور کتنی عمر ہو تو جائز ہوتا ہے؟

الجواب:

نکاح کسی عمر میں ناجائز نہیں، اگر اسی وقت کے پیدا ہوئے بچے کا نکاح اس کا ولی کردے گا نکاح ہو جائے گا، ہاں پیٹ کے بچے کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

اذلا ولایۃ علی الجنین لاحد[2] کما فی غمز العیون۔	کیونکہ پیٹ میں بچے پر کسی کو ولایت نہیں، جیسا کہ غمز العیون میں ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۳: مسئولہ عبدالعزیز صاحب از شہر محلّہ کٹکوئیاں ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو لڑکیاں توام اس صورت سے پیدا ہوئیں کہ دونوں کے کوکھوں کی ہڈیاں جڑی ہوئی تھیں اگر وہ ہڈی کاٹ دی جائے تو ان کے مرجانے کا خوف تھا، اب دونوں جوان ہوئیں ان کی شادی کس طرح کی جاسکتی ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جھوٹ اور بے اصل بات قائم کرکے شریعت کو تکلیف دینی سخت بیہودگی ہوتی ہے کیا سائل ان لڑکیوں کو پیش کرسکتا ہے۔

مسئلہ ۸۴: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون نکاح خوانی جائز ہے یا نہیں، واجد علی خاں کی لڑکی نام اس کا تم کو معلوم ہے، بالعوض مہر موجل مبلغ دو سو روپیہ سکہ انگریزی کے بوکالت فلاں اور شہادت فلاں فلاں علاوہ نان نفقہ کے بیچ عقد نکاح تمھارے کے دی گئی تم کو قبول ہے؟ قبول کیا میں نے۔

الجواب:

جائز ہے جبکہ واجد علی خاں معروف ہو یعنی حاضرین سے دو گواہ پہچانیں کہ فلاں شخص ہے ورنہ اس کے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب اعتبار الکفاءۃ دارصادر بیروت ۷/ ۱۳۳

[2] غمز عیون البصائر للحموی علی الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۶۰۴

باپ دادا کا بھی نام لیا جائے اور بوکالت فلاں وشہادت اور علاوہ نان ونفقہ کے کہنا ایک زائد بات ہے جس کی حاجت نہیں، اور "دی گئی" کی جگہ "دی میں نے" کہے، اور وہ کہے جو نابالغہ کا ولی یا ولی کا وکیل یا بالغہ کا وکیل۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۸۵ تا ۸۶: مسئولہ جناب مولوی انوار الحق صاحب تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز یک شنبہ بتاریخ ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ہندہ کے باپ کے چچا کا بیٹا جو ہندہ مذکورہ کا ولی تھا وہ چونیاں میں رہتا تھا اور اس کی والدہ نے اس مقام سے سات کوس کے فاصلہ پر ولی مذکور کی عدم موجودگی میں ہندہ کا نکاح پڑھا دیا اب جب ولی مذکور نے اپنی ناراضگی ظاہر کی تو نکاح والدہ کی اجازت سے جو ہوا تھا وہ کس واسطے باطل ٹھہرا حالانکہ درمختار کی اختیار کردہ عبارت کے بعد لکھا تھا کہ:

واختار فی الملتقی مالم ینظر الکفو الخاطب جوابه واعتمده الباقانی ونقل ابن الکمال ان الفتوی علیه[1]۔	ولی ابعد کا نکاح جائز ہوگا جب کفو والا رشتہ ولی اقرب کے جواب کا انتظار کرے، یہ صاحب ملتقی کا مختار اس پر باقانی نے اعتماد کیا ہے، ابن الکمال نے نقل کیا کہ فتوی اس پر ہے۔ (ت)

اور صاحب بزازیہ نے اسی قول کو اقرب الی الفقہ کہا ہے، اور ردالمحتار میں ذخیرہ سے ہے کہ:

هوالاصح فی البحر عن المجتبٰی والمبسوط انه الاصح فی النهایة واختاره اکثر المشائخ وصححه ابن الفضل[2] انتهی۔	یہی اصح ہے اور بحر میں مجتبٰی اور مبسوط سے منقول ہے کہ یہی اصح ہے، اور نہایہ میں ہے کہ اکثر مشائخ نے اس کو اپنایا ہے اور ابن الفضل نے اس کی تصحیح کی ہے۔ انتہی۔ (ت)

اتنی عبارتوں سے جب معلوم ہوتا ہے کہ ولی عصبہ اقرب کی غیبت میں ولی بعید کو نکاح پڑھانے کا اختیار ہے تو والدہ کا نکاح کیا ہوا کس واسطے سے باطل کیا گیا فقط

(۲) مجلس خطبہ میں ناکح نے روبرو گواہان کے ہندہ کے باپ عمرو کو کہا کہ تونے اپنی لڑکی بکر کے لڑکے

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[2] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۵

زید کو دی اس نے کہا "دی" پھر بکر کو کہا کہ تو نے عمرو کی لڑکی ہندہ اپنے لڑکے زید کے واسطے قبول کی، اس نے کہا "قبول کی" یا حضرت اس ایجاب اور قبول سے ہندہ کا نکاح ہوا یا کہ نکاح کا وعدہ ہوا؟

الجواب

(۱) فی الواقع اقوال اس میں مختلف ہیں اور تصحیحیں بھی مختلف اور اصح التصحیحین یہی ہے جو در مختار میں ہے مگر در مختار کا یہ مطلب نہیں کہ سات کوس کے فاصلہ پر **مالم ینظر الکفو الخاطب** صادق آجائے تفقہ فقط کتاب سے عبارت دیکھ لینے اور لفظی ترجمہ سمجھ لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد شرع کا ادراک اور احوال بلاد و عباد پر نظر رکن اعظم تفقہ ہے، اسی در مختار میں ہے:

من لم یکن عالمًا اھل زمانہ فھو جاھل[1]۔	جو اپنے زمانہ والوں کے حالات نہیں جانتا وہ جاہل ہے۔(ت)

ہمارے بلاد میں نکاح ابکار کی حالت معلوم ہے مہینوں پیام سلام رہتے ہیں اگر بیٹی والوں کی مرضی بھی ہو تو جلد قبول کر دینے کو عیب جانتے ہیں یہ ان کے یہاں مثل دائر و سائر ہے کہ بیٹی کا معاملہ کچھ بازار کا سودا نہیں ابھی نہ جوتیاں ٹوٹیں نہ چادریں پھٹیں ابھی سے اقبال کر دیا جائے اور ایسا تو کوئی بھی کفو خاطب نہیں کہ ولی اقرب سات کوس پر بیٹھا ہے اور وہ اس سے اجازت لینے تک کا انتظار نہ کرے ہاں یہ وہی کرے گا جسے معلوم ہوگا کہ ولی اقرب اس پر رضا نہ دے گا ایسی تعجیل معتبر کر لینے میں ولایت قربے کا ابطال اور حکم شرع کا نقض ہے بلکہ عندالانصاف یہ روایت مفتی بہا تو روایت مسافت قصر سے بھی تنگ تر ہے ریل نے مسافت قصر کو گھنٹے کی مسافت کر دیا کون سا خاطب ہے کہ اتنی دیر کا انتظار نہ کرے گا **وبقیۃ التفصیل فی فتاوی الفقیر** (باقی تفصیل فقیر کے فتاوٰی میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) اگر وہ مجلس وعدہ کی تھی اور وعدہ ہی مفہوم ہوا تو وعدہ ہی ہوا نہ کہ نکاح، ورنہ نکاح۔

قال ھل اعطیتنیھا قال نعم ان المجلس للوعد فوعد وان للعقد فعقد[2] **درمختار وغیرہ۔**	اگر کہا کہ تو نے مجھے لڑکی دی تو جواب میں ہاں کہا تو یہ بات مجلس وعدہ میں وعدہ اور مجلس نکاح میں نکاح ہوگی، در مختار وغیرہ (ت)

اس کی بنا وہاں کے رواج و متفاہم عرف پر ہے **کما اشرنا الیہ** (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] درمختار باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۵

[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۵

مسئلہ ۸۷: مسئولہ لال محمد خیاط از کچھوچھہ اٹاوہ بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت کے ساتھ زنا کیا۔ پھر اسی مرد نے اسی عورت کے ساتھ بحالت حمل نکاح کیا، بعد نکاح اس کے ساتھ مباشرت کی، اس صورت میں نکاح رہایا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر وہ عورت بے شوہر تھی یا شوہر مر گیا یا طلاق دے دی تھی اور یہ حمل شوہر کا شرعاً نہیں قرار پاسکتا تھا یعنی اس کی موت اور طلاق دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا، پھر اگر وہ حمل اسی زانی کا تھا تو اسے بعد نکاح پاس جانا بھی جائز تھا، اور دوسرے کا تھا تو نہیں، بہر حال اس مباشرت سے نکاح میں کوئی خلل نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸۸: از ضلع چھپّرہ سارن ڈاکخانہ حدائی باغ بازار موضع چکدارہ مسئولہ شاہ حبیب احمد صاحب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے خالد کو مع دوشاہد کے وکیل معین چند اشخاص کے مقابلہ اجازت دی کہ میری لڑکی جو فلاں نام کی ہے اس کا نکاح ولید سے دس ہزار روپیہ اور دو دینار سرخ پر کردو، اب وکیل معین وقت ایجاب بجائے دس ہزار روپیہ کے دس ہزار درہم کا الفاظ زبان پر لایا۔ شاہد نے روکا کہ چھوڑو روپیہ کہو۔ وکیل معین نے یہ کہا کہ درہم روپے کو کہتے ہیں اور دینار اشرفی، یہاں پر درہم و دینار دونوں جمع ہے، لہٰذا اہل زبان کے نزدیک مستعمل روپیہ واشرفی ہے، اس پر شاہدان واہل مجلس تمام ساکت رہے اور وکیل معین نے بایں الفاظ ایجاب وقبول کرایا کہ بنت فلاں بعوض مہر دس ہزار درہم سکہ رائج الوقت اور دو دینار سرخ تمھاری زوجیت میں دیا تم نے قبول کیا، تین مرتبہ ایجاب وقبول کراکے زبان سے کہہ دیا کہ تم کو کمی بیشی کرنے کی مجاز وحق نہیں ہے۔ درہم سے دس ہزار روپیہ مراد ہے اور سکہ کی دوسری قید ہے جو اس وقت کا روپیہ ہے جو رائج ہے، اگر اس کے خلاف وکیل معین کرے گا تو اس کے نزدیک نکاح باطل ہوگا، اب فریق ثانی دوسرے روز معہ نوشہ وہم جلیس اس کے وفریق اول میں یہ قصہ ہے کہ کتاب دیکھی جاتی ہے کہ لغت میں درہم کے معنٰی پیسہ ہے لہٰذا دوسو روپے سے بھی کم پر نکاح ہوا، اور کوئی جہلا فریقین یہ کہتا ہے کہ نکاح باطل ہوا، بیان فرمایئے اجر وثواب پایئے، **فقط۔**

الجواب:

نکاح صحیح ہوگیا اور دس ہزار روپیہ اور دو دینار مہر ہوا، درہم پیسہ کو نہیں کہتے روپیہ ہی کو کہتے ہیں، ہاں

اگر اسے مطلق رکھتا تو درہم شرعی کا احتمال ہوتا جس کا وزن ۳ ماشے ایک رتی ۱/۵ رتی کا ہے اب کہ اس نے سکہ رائج الوقت کہہ دیا احتمال قطع ہوگیا اور یقیناً یہی روپیہ مراد رہا جو سوا گیارہ ماشہ کا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۹: از مقام سیپری علاقہ راجہ ضلع بریلی تحصیل آنولہ تھانہ سرولی روز چہار شنبہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ مسئولہ ننھے خاں صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس باب میں کہ اگر کوئی شخص کسی عورت خواہ باہر کی پھرنے والی یا طوائف سے نکاح کرلے تو وہ جائز یا ناجائز؟ اور بعد نکاح کے بے پردہ عورت باہر جاوے تو نکاح رہا یا نہیں؟ یا اس فعل پر اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کردے تو پھر کوئی حق اس کا ذمہ زوج کے رہا یا نہیں؟ اور نکاح میں ایجاب وقبول باہم کرلے اور گواہ وکیل نہ ہو تو نکاح جائز یا ناجائز؟ اگر بعد نکاح اس عورت کا فعل ناجائز عرصہ ایک یا دو یوم کے معلوم ہو تو زوج اس کو طلاق دے دے اور مہر ادا کرے تو طلاق ہوجاوے گی یا نہیں؟ اور بروقت نکاح تعداد مہر کم از کم کتنی ہونی چاہئے؟

الجواب:

نکاح زن بے پردہ وبازاری سے بھی جائز ہے اور عورت کے بے پردہ نکلنے سے نکاح نہیں جاتا اور بعد طلاق مہر دینا لازم ہوتا ہے اور عدت تک کا نفقہ، پھر عورت کا کوئی حق مرد پر نہیں رہتا۔ نکاح میں وکیل کی ضرورت نہیں۔ نہ ایسے دو شخصوں کی ضرورت ہے جن کو گواہ سے نامزد کیا جائے، ہاں یہ ضرور ہے کہ دو مرد عاقل بالغ یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ (اور مسلمان عورت کے نکاح میں ان دونوں تینوں کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے) معًا ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے، وہی لوگ شرعًا گواہ ہیں اگرچہ وہ لوگ گواہی کے لیے نامزد نہ کئے جائیں، بغیر اس کے نکاح نہیں ہوسکتا، طلاق اس دن دیں، خواہ جب دیں واقع ہوجائے گی، مہر کم از کم دس درہم بھر چاندی ہے یعنی دو تولے ساڑھے سات ماشے بھر، یا یہاں کے روپے سے دو روپے پونے تیرہ آنے اور ایک پیسہ کے پانچویں حصے کے برابر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۰ تا ۹۱: مسئولہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب محمود آبادی امام رسالہ پلٹن بریلی چھاؤنی ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ماہ محرم الحرام وصفر المظفر میں نکاح کرنا منع ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کیوں؟

(۲) زید کی لڑکی (لے پالک) ربیبہ کا نکاح زید کے سگے بھائی بکر سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) نکاح کسی مہینے میں منع نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۲: بروز شنبہ ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

ایک عورت کا مرد فوت ہوگیا ہے مگر اس کی عدت پوری نہیں ہوئی اس کا نکاح پڑھنا جائز ہے؟ اگر کوئی پیش امام یا قاضی عدت کے اندر نکاح پڑھاوے تو وہ نکاح ہوگا یا نہیں؟ اور اس نکاح پڑھانے والے کے نکاح میں کچھ فساد ہوگا یا نہیں؟ یا اس کا نکاح پڑھانے والے پیش امام کے لیے کچھ کفارہ آتا ہے یا نہیں؟ اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ صورت دیگر یعنی پیش امام نے ایک عورت کا نکاح عدت کے اندر پڑھادیا اور پھر دوسرے روز اس نے دو مسلمان کے روبرو اقرار کیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی خدا کے لیے معاف کرو۔ انھوں نے اس کو کہا کہ پیش امام صاحب! آپ کا خود نکاح باطل ہوگیا ہے۔ تو اس نے کہا کہ اچھا میں نکاح دوبارہ چوری سے پڑھالوں گا مگر برائے خدا مجھ کو معاف کرو آئندہ کو ایسا نہ کروں گا، مگر پھر اس کو کسی دوسرے مولوی صاحب نے کہہ دیا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی میں نے بے خبری میں نکاح پڑھادیا، تو اس کے لیے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ تو ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور جس نے اس کو ایسا جھوٹ کہنا سکھلایا کہ تم کہہ دو کہ مجھ کو خبر نہ تھی، تو اس سکھانے والے کے واسطے کیا حکم ہے؟ اور جو لوگ مجلس نکاح میں حاضر تھے ان کا نکاح درست ہے یا کچھ خلل ہوا؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے نکاح پڑھانے والے کو کچھ کفارہ دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

عدت میں نکاح تو نکاح، نکاح کا پیغام دینا حرام ہے۔ جس نے دانستہ عدت میں نکاح پڑھایا اگر حرام جان کر پڑھایا سخت فاسق اور زناکار کا دلال ہوا مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا، اور اگر عدت میں نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا، بہر حال اس کو امام بنانا جائز نہیں جب تک توبہ نہ کرے، یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے، جو نہ جانتا تھا کہ نکاح پس از عدت ہو رہا ہے اس پر کچھ الزام نہیں اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر تو سخت گنہ گار ہوا۔ اور حلال جانا تو اسلام بھی گیا، اور جس شخص نے امام کو جھوٹ بولنے کی تعلیم دی وہ سخت گناہ گار ہوا، اس پر توبہ فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۳: مسئولہ نور احمد ٹھیکدار از مقام پیلی بھیت چندوی لکڑہ پار روز شنبہ ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو طلاق دی، دو تین روز کے بعد دوسرے شخص نے نکاح کرلیا، ابھی عدت گزری نہیں ہے۔ آیا اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ اگر نکاح نہیں ہوا تو تیس برس تک اس نے حرام کیا اور حرام کا مرتکب ہوا، اب ہم برادری والے اس پر جرمانہ ڈالنا چاہتے ہیں، شریعت اس میں کیا حکم لگاتی ہے اور ہم لوگ کون سی اس کو سزا دیں، جو حکم شریعت کرے اس کو ہم سزا دے دیں،

آیااس کو برادری سے علیحدہ کردیں یا کچھ لوگوں کو کھانا کھلوادیں، اس کا حکم حضور جلد روانہ فرمادیجئے کیونکہ یہاں پر جھگڑا پڑاہوا ہے۔ **فقط**

الجواب:

وہ نکاح نہیں ہوا، حرام محض ہوا، ان مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں، نہ ہوں تو برادری والے ان دونوں کو قطعاً برادری سے خارج کردیں، ان سے بول چال، میل جول۔ نشست و برخاست سب یک لخت ترک کردیں، اس کے سوا یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے۔ اور جبراً کھانا ڈالنا جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۴: مسئولہ عبداللطیف خاں دکاندار پیلی بھیت محلّہ ڈوری لال بروز یکشنبہ ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت بیوہ جس کا ایک لڑکا تھا اس نے اپنا نکاح زید سے کیا اور جو لڑکا عورت بیوہ یعنی اب زوجہ زید اپنے ہمراہی لے کر آئی تھی اس کا نام بکر ہے، زوجہ زید فوت ہوگئی اور کوئی اولاد زید سے نہیں ہوئی اور نہ کوئی اولاد زید کی تھی، بکر مذکور نے اپنا نکاح کسی عورت کے ساتھ کیا جب بکر سے کوئی اولاد نہیں ہوئی بکر نے اپنی زوجہ کو نکال دیا اور طلاق دے دی، بعد انقضائے مدت عدت کے زید نے اس کے ساتھ نکاح کیا، آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے۔ وہ اس کی بہو نہیں، کہ بکر اس کا بیٹا نہیں، اس کی زوجہ کا بیٹا ہے۔

قال تعالٰی وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ[1] و قال تعالٰی وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی بننے والیوں سے نکاح حرام ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان مذکورہ محرمات کے علاوہ باقی عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۵: از شاہجہاں پور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ماقولکم فی ھذہ الصورۃ ایھا العلماء الکرام، اول ہندہ کی نسبت اس کی رضا اور رغبت سے زید کے ساتھ ہوئی پھر ہندہ کی والدہ نے اس کا نکاح بکر کے ساتھ ہندہ کو اطلاع دئے بغیر کردیا، اور ہندہ سے یہ کہہ دیا کہ اگر تجھ سے کوئی نکاح کے متعلق دریافت کرے تو یہ کہہ دینا کہ میری ماں کو اختیار ہے۔ جب ہندہ کو اپنے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

[2] القرآن ۴/۲۴

نکاح کی اطلاع ہوئی جو بکر کے ساتھ کیا گیا تھا تو اس نے اس کو قبول نہیں کیا اور اپنی رضامندی سے اپنا نکاح زید کے ساتھ پڑھوالیا (اور اس لڑکی کے سوائے ماں اور بہنوں کے اور کوئی نہ تھا، اور عمر لڑکی کی سترہ سال کی تھی) یعنی بالغ تھی، سوال یہ ہے ان صورتوں میں ہندہ کا نکاح بکر کے ساتھ صحیح ہوا یا زید کے ساتھ؟ **فقط**

الجواب:

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ ہندہ وقت نکاح بکر بالغہ تھی اور ماں نے بے اس کی اجازت کے اس کا نکاح کیا، جس کی خبر پاکر اس نے قبول نہ کیا اور اپنا نکاح زید سے کرلیا تو نکاح بکر باطل ہوگیا، اور اگر ہندہ کے کوئی مرد دادا پردادا کی اولاد کا کہ ولی نکاح ہوسکے نہیں، یا زید جس سے ہندہ بالغہ نے برضائے خود نکاح کرلیا ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب، چال چلن، پیشے وغیرہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ ہندہ کا اس سے نکاح ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو یا اگر وہ کفو نہیں تو ولی نے پیش از نکاح اسے ایسا جان کر اس سے نکاح ہندہ کی صریح اجازت دے دی تو ان صورتوں میں زید کا ہندہ سے نکاح صحیح اور لازم ہوگیا، اور اگر زید مذکور کفو نہیں اور ہندہ کے ولی نے پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صریح اجازت نہ دی تو ہندہ کا نکاح زید سے بھی باطل محض ہوا **والمسائل کلھا منصوص علیھا فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر** (یہ تمام مسائل در وغیرہ کتب میں صراحۃً مذکور ہیں۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۶: از ڈاک خانہ سندیلہ حاجی محلّہ متھوا ضلع ہردوئی مرسلہ محمد عبدالوکیل صاحب بروز شنبہ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احد الفریقین سنی المذہب ہے اور دوسرا فریق شیعہ امامیہ طریقہ رکھتا ہے، کیا ان دو اشخاص کے باہم عقد مناکحت شرعا جائز ہے؟ اور یہ کہ ان سے پیدا شدہ اولاد ثابت النسب ہے یا نہیں؟

الجواب:

نکاح اصلًا نہ ہوگا **والمسألۃ فی الھندیۃ وغیرھا وقد فصلناھا غیر مرۃ فی فتاوٰنا** (یہ مسئلہ ہندیہ وغیرہ میں ہے ہم نے کئی بار اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۷: از گونا ریاست گوالیار مقصود علی گرداور بروز شنبہ بتاریخ ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

بحضور واقفانِ طریقت وعالمان نکات شریعت پیشوائے دین احمدی ورہنمائے احکامات محمدی مدظلہ بعد آداب نیاز دست بستہ گزارش ہے کہ میں عقد تزویج سلطان احمد خاں میں عرصہ ایک سال کا ہوا آئی اس کا بھائی سلیمان خاں ۷ ماہ تک میرے والدین کے پاس رہا، اس کی بدچلنی واوباشی سے میرے والدین نے اس سے

کہاکہ چلن اپنا سنبھالو،کاش میں ایسا چلن تمھارا خیال کرتا اپنی عورت کو تمھارے سامنے آنے کی اجازت نہ دیتا اس نے کہا میں ابھی جاؤں، والد نے کہا جاؤسلام، وہ چلاگیا، میری والدہ کو والد نے یہ حکم دیا کہ آج سے تم جس وقت اس کا منہ دیکھو گی نکاح سے خارج سمجھنا، میرا شوہر اس کو لایا، میری والدہ نے پردہ کیا، میرے شوہر نے مجھ سے کہا میرے بھائی کو تمھارے والدین نے علیحدہ کیامیں آج سے تم کو علیحدہ کرتاہوں، تمھارا مجھ سے کچھ واسطہ نہیں، میں روتی ہوئی اندر آئی وہ چلے گئے صبح کو کریم خاں کو شوہر کے پاس بھیجا، بلایا توکہا میں چھوڑ چکا اب کیا واسطہ،اب اگر کعبہ بھی اس طرف ہو تو سر نہ جھکاؤں گا، گواہوں کے روبرو کہہ دیا،اس دن سے قریب چھ ماہ کے منقضی ہوئے بالکل میں متروکہ پڑی رہی،اب اس کی ہمشیرہ نے آکراول یہ تجویز کیاکہ کسی صورت سے گھر میں لائے، پھر کہا طلاق کا قصور ہوگیا ہے اس کی تجویز اچھی طرح کرلیں گے کہ ہم اپنے دوسرے بھائی سے نکاح کراکر طلاق دلاکر تیسرا نکاح پڑھالیویں گے، کسی کو کچھ معلوم نہ ہوگا۔ یہ میں نے منظور نہیں کیااور نوٹس زرمہر کا دیا، تواب دعوی رخصت کا کرتا ہے، لہٰذا دست بستہ ملتجی ہوں کہ میرا عقد سلطان احمد خاں سے قائم رہا یا ساقط ہوا؟ زرمہر موجل کی میں حقدار ہوں یا نہیں؟ ایام عدت میرے ختم ہوچکے ہیں یا باقی ہیں؟ میں شوہر سابقہ سے اب تعلق ازدواج سابقہ رکھوں تو جائز ہے یا نہیں؟ عنداللہ جواب باصواب سے آگاہی بخشی جائے کہ جس سے دین محمدی کے احکام میں کوئی قصور اس عاصیہ سے نہ سرزد ہو،اس کا اجر حضور کو اللہ تعالٰی دے گا، یہ ریاست ہندوستانی ہے کوئی اس قدر لیاقت نہیں رکھتا جو شرعا حکم دے ویسراج کا برتاؤ ہے۔

الجواب:

بیان مذکور اگرواقعی ہے تو عورت پر بائن طلاق ہوگئی اور نکاح سے نکل گئی اور تین طلاقیں نہ ہوئیں کہ حلالہ کی حاجت ہو جس کے واسطے سلیمان خاں سے نکاح ہو کر طلاق لی جائے۔زن وشوہر کی اگر ایک مکان تنہا میں یک جائی ہوچکی ہے تو کل مہر واجب الادا ہوگیا اور عورت پر روز طلاق سے تین حیض کی عدت لازم ہوئی تین حیض اگر شروع ہو کر ختم ہوگئے تو عدت سے نکل گئی ورنہ ابھی نہیں،اور اگر ابھی صرف نکاح ہوا ہے اور ایک مکان میں زن وشوہر کی تنہائی نہ ہوئی تو نصف مہر ساقط ہوگیا ارو نصف واجب الادا،اور عدت اصلانہیں،اس طلاق کے بعد عورت اگر چاہے تو سلطان احمد خاں سے دوبارہ نکاح ہوسکتا تھا،مگر وہ کلمہ جواس نے کہا کہ اگرادھر کعبہ بھی ہو تو سر نہ جھکاؤں گا،اسے علماء نے کلمہ کفر لکھا ہے۔ لہٰذا اگر وہ اب توبہ کرے اور تجدید اسلام، تواس کا اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۸: از جناب عثمان ایوب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان ضلع بلاسپور سی پی ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

ماقولکم ایھا العلماء الحنفیون رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ اگر زید نے ایک جماعت کثیرہ کے روبرو

بکر سے اس کی دختر کو مانگا اور کہا کہ میں آپ کی دختر کو اپنے پسر کے واسطے مانگنے والا آیا ہوں اور بکر نے بھی بسمع وطاعت قبول کرلیا اور کپڑے وزیورات زید نے حاضر کئے اور قبول و تقسیم شیرینی وغیرہ کے دختر کا بھیجنا بھجانا بھی خاطب کے یہاں برابر ہوتا رہا، درمیان میں کسی قدر شکر رنجی کے باعث بکر دختر موصوفہ کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے پر آمادہ ہے پس سائل سوال کرتا ہے کہ صورت مذکورۃ الصدر میں ایقاع نکاح ہوا کہ نہیں، کیا صورت بالا میں بکر دختر موصوفہ کو کسی دوسرے کے نکاح میں دے سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا بالدلیل وتوجروا بالاجر الجزیل۔**

الجواب:

جبکہ وہ جلسہ منگنی کا تھا نہ کہ نکاح کا تو صرف اتنے الفاظ سے کہ سوال میں مذکور ہوئے نکاح منعقد نہ ہوا، اسے دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹: از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سہسوان ضلع بدایوں بھوانی پور خورد ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

ایک شخص ہمارے یہاں بھوانی پور خورد میں پیش امام تھا اس کی بیوی انتقال کر گئی اور اس کی سوتیلی ماں سے نکاح کرلیا ہے جو کہ اس کی سوتیلی ساس تھی یعنی اس کی بیوی کی سگی ماں نہ تھی، اب اس کی بابت ہم کو فتوٰی کی ضرورت ہے حضور کو تکلیف دیتے ہیں کہ اس مسئلہ کو خوب صحیح طور سے ہم کو آگاہ کیجئے گا نکاح درست ہے کہ نادرست ہے؟ وہ کون آیت کلام پاک میں ہے کہ جس سے ناجائز ہے اور وہ کون آیت ہے کہ جس سے جائز ہے اور کون کون پارہ میں ہیں اور وہ کون کون رکوع میں ہیں؟

الجواب

زوجہ کی سوتیلی ماں سے نکاح جائز ہے کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی۔

قال اللہ تعالٰی اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ[1] **وقال تعالٰی** وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ[2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کی مائیں صرف وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کے ماسوا تمھارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

[1] القرآن ۵۸/۲

[2] القرآن ۴/۲۴

مسئلہ ۱۰۰: مسئولہ منشی محمد حسین صاحب جے پوری از شاہجہاں پور ۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۴ھ بتوسط کنور جگندر پال سنگھ بی اے، ایل ایل بی، ڈپٹی کلکٹر

کیافرماتے ہیں اس میں کہ زید کی نانی دو بہنیں ہیں اصلی نانی کی لڑکی تو زید کی اصلی خالہ ہوئی اس سے تو نکاح ہو ہی نہیں سکتا، لیکن نانی کی دوسری بہن کی لڑکی سے جو زید کی رشتہ میں خالہ ہے کا نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

ماں کی خالہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے، **قال تعالٰی وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ**[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: (ان کے سوا تمھارے لیے حلال قرار دی گئی ہیں۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۱: از گیا فرحت باغ کوٹھی ایسری پرشاد سنگھ رئیس گیا مسئولہ مظہر الحق صاحب ۲۹ جمادی الاخری ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اپنے حقیقی ساڑھو (سانڈھوں) کی لڑکی سے عقد ومناکحت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ساڑھو (سانڈھو) کی لڑکی اگر سالی کے بطن سے نہیں تو اس سے نکاح مطلقاً جائز ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، اور اگر سالی سے ہے یعنی اپنی زوجہ کی بھانجی، تو جب تک زوجہ اس کے نکاح میں ہے اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے، ہاں عورت کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے یا عورت مرجائے اس کی بھانجی سے نکاح جائز ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲: مسئولہ مولوی عزیز الحسن صاحب قادری رضوی برکاتی پھپھوند ضلع اٹاوہ بتاریخ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے جماع **بین الاختین** کیا، اور اولادیں دونوں سے ہیں، پس از روئے شرع اقدس یہ اولادیں اور بیویاں جائز قرار پائیں گی یا نہیں؟ اور پانے ترکہ زید کی مستحق ہوں گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر دونوں سے ایک ساتھ نکاح کیا دونوں حرام، اور اگر آگے پیچھے کیا تو پہلی کا نکاح بے خلل، دوسری کا

[1] القرآن ۴/ ۲۴

حرام، پھر جب دوسری سے قربت کی پہلی سے قربت بھی حرام ہو گئی، جب تک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے اولادیں بہر حال عــــہ ولد الحرام ہیں جیسے وہ نطفہ جو حالتِ حیض میں ٹھہرا مگر ولد الزنا نہیں، زید کا ترکہ ان سب اولاد کو ملے گا۔ ہاں دونوں سے معًا نکاح کیا دونوں زوجہ ورنہ پچھلی ترکہ نہ پائے گی، یہ سب اس صورت میں ہے کہ دونوں سے نکاح کیا ہو، اور اگر زوجہ نکاح میں ہے اور سالی سے زنا کیا تو زوجہ سے قربت بھی حرام نہ ہو گی، نہ اس کی اولاد ولد الحرام ہو گی، سالی سے جو بچے ہوں گے ولد الزنا ہوں گے اور زید کا ترکہ نہ پائیں گے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۳: مرسلہ میاں محمد غوث صاحب ضلع اٹک ڈاکخانہ خود بتاریخ ۵ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

لاتنکح المرأة علی عمتها والمرأة علی خالتها نسائی وغیرہ۔ بینوا توجروا	نسائی وغیرہ میں ہے پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ت)

جواب: صریحا نص سے پایا جاتا ہے اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ[1] الایۃ (ان مذکورہ محرمات کے ماسوا حلال ہیں۔ ت) تو حل ثابت ہو گئی۔ اور حدیث "**کلامی لاینسخ کلام اللہ وکلام اللہ ینسخ کلامی**"[2] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا اور اللہ کا کلام میرے کلام کو منسوخ کرتا ہے۔ ت) تو تطبیق کی کچھ حاجت نہ رہی، جب ناسخ ٹھہری تو حرمت اٹھ گئی حل پر حکم پایا گیا۔

الجواب:

لاتنکح المرأة علی عمتها ولا علی خالتها[3]۔	پھوپھی اور خالہ کی موجودگی میں ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔ (ت)

حدیث صحیح مشہور ہے، مع ہذا وہ مخالف قرآن نہیں بلکہ آیہ کریمہ **وان تجمعوا بین الاختین**[4] (حرام ہے

عــــہ: یعنی اگر ایک ساتھ نکاح کیا ہو یا آگے پیچھے مگر سب اولاد بعد جمع ہوئی ہو ورنہ وہ اولاد جو دوسری کے نکاح اور قربت سے پہلے ہوئی ولد الحرام نہیں۔ ۱۲ مصطفٰی رضا قادری غفرلہ

---

[1] صحیح بخاری باب لاتنکح المرأة علی عمتها قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۶

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد الخ دار الفکر بیروت ۲/۶۰۲

[4] صحیح مسلم کتاب النکاح باب تحریم الجمع بین المرأة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۳

کہ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ ت) کی تفسیر ہے کہ اختیت سے ہر علاقہ محرمیت مراد ہے علاوہ بریں کریمہ "وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ"[1] (ان کے سوا حلال ہیں۔ ت) عام مخصوص منہ البعض ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وَلَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ حَتّٰی یُؤۡمِنَّ ؕ وَلَاَمَۃٌ مُّؤۡمِنَۃٌ خَیۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِکَۃٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ ۚ[2]۔	مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو تاوقتیکہ وہ ایمان لائیں، اور مومن لونڈی، مشرکہ سے بہتر ہے اگرچہ مشرکہ تمھیں پسند ہو۔ (ت)

حدیث **کلامی لاینسخ کلام اللہ**[3] (میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرتا۔ ت) محض بے اصل ہے۔ خود صحاح احادیث کثیرہ میں ہے کہ ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: دیکھو ایسا نہ ہو کہ کوئی پیٹ بھرا بے فکر اپنی مسند پر تکیہ لگائے یہ کہے ہم نہیں جانتے جو قرآن میں حلال پائیں گے اسے حلال کہیں گے اور جو قرآن میں حرام پائیں گے اسے حرام کہیں گے[4]۔ **الا انی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ**[5] سن لو میں قرآن دیا گیا اور قرآن کے ساتھ اس کا مثل، اور **الا ان ماحرم رسول اللہ مثل ما حرم اللہ**[6] سنو بیشک جسے رسول اللہ نے حرام کیا وہ ایسا ہی حرام ہے جسے اللہ نے حرام کیا۔ خود رب العزت تبارک وتعالٰی قرآن عظیم میں کافروں کی حالت بیان فرماتا ہے:

وَلَا یُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوۡلُہٗ[7]۔	کافر حرام نہیں جانتے ان چیزوں کو جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا۔

اور مسلمانوں سے فرماتا ہے:

مَاۤ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوۡلُ فَخُذُوۡہُ ۚ وَمَا نَہٰىکُمۡ عَنۡہُ فَانۡتَہُوۡا ۚ[8]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	جو کچھ رسول تم کو عطا فرمائیں اس کو لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

[1] القرآن ۴/۲۴
[2] القرآن ۲/۲۲۱
[3] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جبرون بن واقد دارالفکر بیروت ۲/۶۰۲
[4] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص
[5] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶
[6] سنن ابن ماجہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳
[7] القرآن ۹/۲۹
[8] القرآن ۵۹/۷

مسئلہ ۱۰۴: مرسلہ عنایت اللہ خاں صاحب موضع سسونہ ضلع رامپور ۷ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی نابالغ کے والدین نے اپنی برادری میں ایک نابالغ لڑکے سے نسبت یعنی منگنی کردی، کچھ عرصہ کے بعد لڑکی کا باپ فوت ہوگیا اس کی ماں نے بوجہ تنگی معاش بلا نکاح اس لڑکے نابالغ کے باپ کو بلاکر رخصت کردیا جس کے ساتھ نسبت ہوچکی ہے۔ اس نے اپنے مکان پر لے جاکر نکاح اپنے پسر نابالغ کے ساتھ پڑھوالیا، اب کچھ عرصہ بعد اس کی ماں لڑکی کو رخصت کرالائی اور دوسری جگہ نکاح کردیا جس کو اب پانچ یا چھ سال ہوچکے ہیں اب وہ شخص جس سے پہلے نکاح ہوا تھا دعویدار ہے کہ میرے ساتھ رخصت کرائی جاوے میری منکوحہ ہے۔ ماں لڑکی کی پہلے نکاح سے انکار کرتی ہے اور لڑکی بھی پہلے نکاح سے بے خبری بیان کرتی ہے۔ رخصت کرنے کا اور اس کی منگنی کا ماں اقرار کرتی ہے جس سے اس وقت اجازت نکاح قرینہ سے پائی جاتی ہے گو کہ اب انکار کرتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں بموجب شرع شریف جو حکم صادر ہو فرمائے کہ نکاح اول کا صحیح رہا یا دوسرے کا؟ کیونکہ بموجودگی ولی صرف رخصت کردینا اجازت نکاح ولی کی جانب سے کسی فضولی کو نکاح کرنے کے لیے کافی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ وہ نکاح یعنی نابالغی میں ہوا تھا اور دوسرا نکاح بالغ ہونے پر۔ اس پر عورت بھی راضی ہے۔

الجواب:

جس نابالغ کا کوئی عصبہ ہو یعنی اس کے دادا پردادا کی اولاد کا قریب تر مرد ہو وہ اس کے نکاح کا ولی ہے۔ اس کے ہوتے ماں کو بھی اختیار نہیں وہ نکاح کہ لڑکے کے باپ نے پڑھوالیا اجازت ولی پر موقوف تھا، عصبہ ہو تو وہ ورنہ ماں۔ اگر ولی کی اجازت ہوگئی تھی اور لڑکا اس کا کفو تھا یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں کسی بات میں کم نہ تھا، کہ اس سے نکاح ولی کے لیے باعث ننگ وعار ہو نکاح پہلا صحیح ہوگیا اور دوسرا باطل ہے۔ ورنہ دوسرا صحیح ہوگیا، اور پہلا باطل ہے لان البات اذا طرء علی موقوف ابطلہ (کیونکہ قطعی حکم جب موقوف حکم پر آجائے تو وہ موقوف کو باطل کردیتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: مرسلہ عبدالسلام صاحب پوسٹ ماسٹر ڈاکخانہ دوسہ راج جے پور ۹ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورہائے مندرجہ ذیل میں:

(۱) لڑکی کے برس کی عمر میں بالغ شمار ہوتی ہے اگر بالغہ برضائے خود کسی کے ساتھ نکاح کرے تو وہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) زید نابالغ العمر ۱۱ سال جو ہندہ اور خالد کے حقیقی تایا کا لڑکا ہے وہ بولایت بکر کے جو زید کا چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے ہندہ بعمر ۱۸ سال اور حقیقی برادر ہندہ سے خالد بعمر ۱۵ سال کے ولایت کا بمقابلہ ہندہ خالد کے حقیقی نانی کے مدعی ہے۔ شرعاً زید کا یہ دعوی صحیح ہے یا نہیں یعنی ہندہ اور خالد کی ولایت اس صورت

حقیقی نانی کو پہنچتی ہے یا زید نابالغ تایازاد بھائی کو یا بکر کو جو چار پشت کے فاصلہ سے چچا ہوتا ہے؟

الجواب:

(۱) لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے اس بیچ میں جب آثار بلوغ ظاہر ہوں بالغہ ہے ورنہ پندرہ سال پورے ہونے پر حکم بلوغ دیا جائے گا اگرچہ آثار بلوغ کچھ نہ ظاہر ہوں، بالغہ بے اذن ولی خود اپنا نکاح کرسکتی ہے مگر کفو میں، یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کے لیے باعث ننگ وعار ہو، اگر غیر کفو سے برضائے خود نکاح کرے گی اور ولی رکھتی ہے اور اس نے پیش از نکاح غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت نہ دی تو نکاح اصلاً نہ ہوگا ہاں اگر کوئی ولی نہیں رکھتی یا ولی نے پیش از نکاح شوہر کو غیر کفو جان کر بالتصریح اجازت دی تو اس سے بھی نکاح صحیح ہوجائے گا۔

(۲) خالد کی جب عمر پندرہ سال کامل ہے تو وہ شرعاً بالغ ہے اور اپنے نفس کا خود ولی ہے کسی ولی کا محتاج نہیں، اور ہندہ کہ اٹھارہ سال عمر رکھتی ہے اس پر ولایت جبر کسی کو نہیں کہ خود بالغہ ہے اور ولایت غیر مجبرہ اس کے بھائی کو ہے اس کے ہوتے نانی یا بکر کوئی چیز نہیں، اور زید نابالغ کو دوسرے کا ولی بنانا جنون ہے نابالغ کسی کا ولی نہیں ہوسکتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷: مرسلہ جناب ولی محمد صاحب بیتاب مدرس سررشتہ تعلیم ریاست ہلکر اندور بمبئی بازار

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ ہندہ ایک کمسن لڑکی کا نکاح اس کے دادا نے ایک نہایت ہی کمسن لڑکے زید سے کردیا، ہندہ اس وقت بالکل بالغہ ہے مگر زید نابالغ، کم از کم پانچ برس اس کی بلوغت کو درکار ہیں، ہندہ اور زید میں زن وشوہر کا تعلق ہونا کیا معنی بلکہ ہندہ کی آج تک اپنے میکہ سے رخصتی ہی نہیں ہوئی، زید کے یہاں زید کے والد کی حین حیات سے جس کا انتقال یکایک ہوگیا اور گو مشتبہ مگر اب تک نامعلوم کسی نہ کسی وجہ سے اس سانحہ کی خبر زید کے چچا تک کو نہ دی گئی تھی ایک پردیسی نوجوان ملازم چلا آتا ہے زید کے والد مشتبہ جوانا مرگ کے بعد اس ملازم نے زید کے مکان میں وہ رسوخ حاصل کیا کہ ہر سیاہ وسفید وہی کرتا ہے اور اس کے چوبیس گھنٹہ اس مکان میں رہنے سے جہاں کوئی دوسرا بالغ مرد بطور رکن خاندان کے نہیں رہتا ہے زید کے خاندان کو ایک زمانہ حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور درپردہ مورد اتہام ہے۔ زید کے چچا نے سانحہ مذکورہ بالا سے متعجب ہو کر اس ملازم کے گزشتہ چال چلن کی نسبت جو تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ ابتداء سے یہ ایک آوارہ چلن شخص ہے حتی کہ اسے والدین نے بھی اس کو مکان سے نکال دیا تھا اس کے بعد وہ عرصہ تک ناٹکوں میں ناچتا رہا گاتا رہا بجاتا رہا، اس تحقیق کے بعد متاثر ہو کر زید کے چچا نے جو زید کا جائز طور سے سرپرست ہے زید کی والدہ سے درخواست کی کہ اس

ملازم کو مکان سے علیحدہ کر دیا جائے۔ مگر زید کی والدہ نے یہ جواب دیا کہ ہر گز نہیں ہو سکتا چاہے کچھ بھی ہو، نہ ملازم مجھ سے نہ میں ملازم سے جدا ہو سکتی ہوں، ان تمام وقوعات سے ہندہ بخوبی واقف ہے، وہ سسرال جانے سے خود کی عصمت دری اور آبرو ریزی کے خوف کے علاوہ اپنی جان معرض خطرہ میں سمجھتی ہے اس لیے سسرال ہر گز نہیں جانا چاہتی بلکہ اپنے خاندان کے حفظ آبرو کے لحاظ سے تفریق کے بعد دوسرا نکاح کرلینا چاہتی ہے۔ اس صورت میں ہندہ کے لیے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہندہ کا باپ اگر نہیں اور دادا نے نکاح کر دیا اور ہندہ وقت نکاح نابالغہ تھی گواب بالغہ ہے یا بالغہ تھی اس سے اذن لے کر نکاح کیا یا بے اس کی اجازت کے نکاح کیا مگر بعد وصول خبر اس نے اجازت دی یا دادا آپ اذن لینے آیا تھا اور ہندہ نے سکوت کیا، تو ان سب صورتوں میں نکاح منجانب ہندہ لازم ہو گیا، اس کا فسخ ناممکن ہے۔ تفریق ہو تو موت یا طلاق سے، اور نابالغ کی طلاق باطل ہے۔ نہ اس کی طرف سے اس کا کوئی ولی طلاق دے سکے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بارہ برس ہوئے کہ زید کا نکاح ہندہ سے ہوا لیکن ہندہ نے بوقت نکاح زبان سے ایجاب نہیں کیا تھا، نہ انکار کیا بلکہ سکوت اختیار کیا، ایک دوسری عورت نے جو عروس کے پاس موجود تھی وکیل سے یہ کہہ دیا تھا کہ ہندہ منظور کرتی ہے۔ ہندہ کا بیان ہے کہ اس وقت میں بالکل خالی الذہن تھی نہ میرے دل میں اقرار تھا نہ انکار کا خیال بلکہ دوسرے خیالات رنج وغم ونئی زندگی شروع ہونے کے ترددات میں مبتلا تھی، دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ نکاح شرعاً درست ہوا یا نہیں، توزید وہندہ کو مواخذہ وعقبٰی سے بچنے کے لیے کیا کرنا چاہئے؟ بیّنوا توجروا مزید عرض ہے کہ جواب جلد مرحمت ہو کیونکہ ہندہ مواخذہ عقبٰی کے خیال سے نہایت خائف وترساں ہے۔ **فقط**

الجواب:

ہندہ سے اذن لینے کون آیا تھا وہ سب سے قریب تر ہندہ کا ولی یا اس ولی کا بھیجا ہوا یا کون تھا؟ ہندہ کی رخصت ہوئی یا نہیں؟ قبل رخصت ہندہ کے کسی قول یا فعل سے اس نکاح کی خبر سن کر اظہار رغبت یا نفرت ہوا یا نہیں؟ ان تمام باتوں کی تفصیل پر جواب دیا جائے گا ان شاء اللہ **تعالٰی۔**

جوابات امور مستفسرہ

ہندہ کے والد کے چچازاد بھائی یعنی ہندہ کے رشتہ کے تایا اذن لینے گئے تھے، یہ یاد نہیں کہ اس وقت کس نے

انھیں اس کام پر متعین کیا تھا، بالعموم ایسے بزرگ خاندان جن سے لڑکی پردہ نہ کرتی ہو بھیجے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، ہندہ کا باپ اس شہر میں موجود نہ تھا، اس نے ہندہ کے ماموں کو اس نکاح کے مراسم و تقریبات ادا کرنے کے لیے بذریعہ خط مامور کیا تھا یہ کہا جاسکتا ہے اذن لینے کے لیے ہندہ کے ماموں ہی نے وکیل کو متعین کیا ہوگا در حقیقت یہ یاد نہیں، رخصت اس ہفتہ میں ہوگئ کوئی امر ہندہ کی رغبت ورضامندی کے خلاف نہ اس وقت نہ آج تک بارہ برس گزرنے کے بعد تک کوئی امر ایسا ظہور پذیر نہ ہوا جس سے ہندہ کی نارضامندی ظاہر ہو بلکہ ایسا کمال اتحاد سے زن و شوبسر کرتے ہیں یہ سوال صرف ہندہ کے اس توہم کی بناپر پیدا ہوتا ہے کہ مبادا نکاح صحیح نہ ہوا ہو اور عنداللہ مواخذہ باقی رہے اس کا اطمینان مقصود ہے۔

الجواب:

اگر صورت واقعہ یہ ہے کہ اگر چہ ازانجا کہ اذن لینے والا ولی اقرب نہ تھا ہندہ کا سکوت اذن نہ ٹھہرے اور وہ نکاح نکاح فضولی ہوا اور ہندہ کی اجازت پر موقوف رہا، مگر جبکہ پیش از رخصت ہندہ سے کوئی قول و فعل ایسا واقع نہ ہوا جس سے ہندہ کا اس نکاح سے ناراض ہونا سمجھا جاتا اور ہندہ برضا ورغبت ہو کر شوہر کے یہاں آتی تو وہ نکاح موقوف نافذ و تام ہوگیا، اس میں کوئی اندیشہ مواخذہ کا نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۹ تا ۱۱۱: از گونڈل کاٹھیاواڑ مسئولہ جناب سیٹھ عبدالستار بن اسمٰعیل رضوی تاریخ ۷ ارجب المرجب ۱۳۳۴ھ روز شنبہ

(۱) یہاں پر یہ رواج ہو چلا ہے کہ وقت نکاح وکیل کے ہمراہ دو گواہ نہیں جاتے ہیں اور قاضی وکیل کی وکالت اور حاضرین کی شہادت سے نکاح پڑھادیتا ہے آیا یہ امر عندالشرع محمود ہے یا مردود؟ نیز اس ترکیب سے مذہب حنفی میں نکاح صحیح ہوجائے گا یا نہیں؟ وکیل کو اپنے ساتھ دو گواہ کا رکھنا اور ان شاہدوں کو عورت کی اجازت سننا ضروری ہے یا نہیں: اگر اس طرح نہ کرکے بر طریق ان مروجہ پر مدام عمل کرنے پر سب گنہ گار ہیں یا نہیں؟

الجواب

وکیل کے ساتھ شاہدوں کی حاجت کچھ نہیں، اگر واقع میں عورت نے وکیل کو اذن دیا اور اس نے پڑھادیا نکاح ہوگیا، ہاں اگر عورت انکار کرے گی میں نے اذن نہ دیا تھا تو حاکم کے یہاں گواہوں کی حاجت ہوگی، یہ تو کوئی غلطی نہیں۔ ہاں یہ ضرور غلطی ہے کہ وکیل ہوتا ہے کوئی اور۔ نکاح پڑھاتا ہے دوسرا، مذہب صحیح وظاہر الروایہ میں وکیل بالنکاح دوسرے کو وکیل نہیں بناسکتا، اس میں بہت دقتیں ہیں جن کی تفصیل ہمارے فتاوی میں ہے۔ لہٰذا یہ چاہئے کہ جس سے نکاح پڑھوانا منظور ہے اس کے نام کی اجازت لی جائے یا اذن مطلق لے لیا جائے **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) نوشہ کا وقت نکاح سہرا باندھنا نیز باجے گاجے سے جلوس کے ساتھ نکاح کو جانا شرعاً کیا

حکم رکھتا ہے؟

الجواب:

خالی پھولوں کا سہرا جائز ہے اور یہ باجے جو شادی میں رائج و معمول ہیں سب ناجائز وحرام۔**واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) **ولیمہ شریف کا کھانا** کھلانا شریعت مطہرہ کے کس حکم میں داخل ہے۔،اس کا تارک کیسا ہے؟ نیز جس شہر کے لوگوں میں سے کوئی بھی بعد نکاح ولیمہ نہ کرتا ہو بلکہ پہلے نکاح کے اول روز جس طرح کہ رواج ہے کھلادیتا ہو توان سب لوگوں کے لیے شریعت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاحکم شریف کیا ہے؟

الجواب:

ولیمہ بعد نکاح سنت ہے اس صورت میں صیغہ امر بھی وارد ہے، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا **اولم ولو بشاۃٍ**[1] ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی دنبہ یا اگرچہ ایک دنبہ،دونوں معنی محتمل ہیں،اور اول اظہر تارکان سنت ہیں۔مگر یہ سنن مستحبہ سے ہے۔تارک گناہ گار نہ ہوگا اگر اسے حق جانے**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۲: از ضلع ھزاری باغ،ڈاکخانہ چترپور مقام چترپور، مسئولہ محمد عبدالرب صاحب روز پنجشنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی نے بحالت شیر خوارگی اپنے بیٹے عمرو کے اندر مدت رضاعت کے بکر کو دودھ پلایا،بعدہ زید کی بی بی سے تین لڑکے مسمیان محمد سعید و محمد فاضل و محمد سلیم تولد ہوئے تواب بکر کی لڑکی سے محمد سلیم جو برادر حقیقی عمرو کا ہے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بحوالہ وبدرج عبارات کتب معتبرہ حنفیّہ ارشاد ہو۔

الجواب:

بکر کی لڑکی زوجہ زید کی اگلی پچھلی سب اولاد کی حقیقی بھتیجی ہے اور باہم مناکحت حرام قطعی۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۳: مسئولہ جناب عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب از شہر گونڈل علاقہ کاٹھیاواڑ یک شنبہ ۹ شعبان ۱۳۳۴ھ

بعض لوگ اپنی لڑکیاں اس ملک میں ہزار دوہزار روپیہ لے کر کفو یا غیر کفو سے نکاح کردیتے ہیں اس میں بعض وقت عمر کا بھی خیال نہیں رکھتے یعنی جو شخص زائد رقم دے اس سے نکاح کردتیے ہیں،آیا ایسی رقم کا لینا والدین کے حق میں مباح ہے یا نہیں اگرچہ والدین غریب ہوں اور اس طرح یہ رقم لے کر غیر کفو یا

---

[1] صحیح بخاری باب الصفرۃ للمتزوج قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۷۵۔۷۷۴

بڑی عمر والے کے ساتھ نکاح کردینا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

مال کے سبب اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو سے اس کے حق میں بد خواہی ہے، اور یہ روپیہ رشوت میں داخل ہے۔ فتاوٰی خیریہ میں اس جزئیہ پر بحث فرمائی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۱۴: مسئولہ عابد خاں، معرفت منشی خدا بخش صاحب ٹھیکدار صدر بازار بریلی دوشنبہ ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس بارے میں کہ زید بکر کا چچازاد بھائی ہے اور رضاعی بھی، زید کے صرف ایک حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی اور ایک بڑی بہن جو کہ حقیقی ہیں اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے، تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ چونکہ زید اور بکر آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

الجواب:

بکر نے اگر زید کی ماں کا دودھ پیا ہے تو زید اور اس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے اور اگر زید نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے تو یہ خواہر بکر کا بھائی ہوا نہ کہ زید کا بھائی، بہر حال زید کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے **لقولھم تحل اخت اخیہ رضاعًا** (فقہاء کے قول کے مطابق بھائی کی رضاعی بہن حلال ہے۔ت)

مسئلہ ۱۱۵: مسئولہ عنایت حسین خاں محرر تھانہ دوسہ علاقہ ریاست جے پور ملک راجپوتانہ ۱۲ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) کیا نابالغ لڑکی برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

(۲) بالغہ برضامندی خود اور خلاف مرضی ولی جائز کے اپنا نکاح غیر کفو میں کرے تو وہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ولی نے قبل از نکاح غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کردیا ہو اور پھر بھی کسی طرح پوشیدہ یا زبردستی کسی غیر کفو کے ساتھ لڑکی نے نکاح کرلیا ہو تو اس کے ولی کو اس نکاح کے تنسیخ کا اختیار ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) ہر گز نہیں، ہاں ولی کے اذن سے کرسکتی ہے جبکہ سمجھ وال ہو یا بطور خود کرے اور ولی بعد اطلاع اسے جائز کردے تو جائز ہوجائے گا، رد کردے تو باطل ہوجائے گا، درمختار میں ہے:

الولی شرط صحۃ نکاح صغیر[1] **الخ اقول:**	نابالغ کے صحت نکاح کے لیے ولی شرط ہے الخ **اقول:**

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

الوجہ تقدیر النفاذ فان الموقوف من الصحیح غیر انہ اراد بالصحۃ النفاذ علی التبادر۔ واللہ تعالٰی اعلم	اس کو درست کرنے کے لیے لفظ "نفاذ" مقدر ہے کیونکہ ولی کے بغیر نکاح موقوف ہوتا ہے جو کہ صحیح نکاح ہے مگر یہاں صحت سے مراد نفاذ ہے کیونکہ یہی متبادر ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) شرع میں غیر کفو وہ ہے کہ نسب یا مذہب یا پیشے یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہو، ایسے شخص سے اگر بالغہ بطور خود نکاح کرے گی نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو نہ اس کے خلاف مرضی ہو۔ یہ نکاح اس صورت میں جائز ہوسکے گا کہ ولی نے پیش از نکاح اس غیر کفو بمعنٰی مذکور کی حالت مذکورہ پر مطلع ہوکر دیدہ ودانستہ صراحۃً بالغہ کو اس کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہو، ان میں سے ایک شرط بھی کم ہو تو بالغہ کا کیا ہوا وہ نکاح باطل محض ہوگا اور ولی کو اس کے فسخ کرنے یا اس کا فسخ چاہنے کی کیا حاجت کہ فسخ تو جب ہو کہ نکاح ہو لیا ہو، یہ تو سرے سے ہوا ہی نہیں۔ درمختار میں ہے:

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	غیر کفو میں اصلا نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں عوام کے محاورہ میں غیر کفو اسے کہتے ہیں جو اپنا ہم قوم نہ ہو مثلاً سید و شیخ یا شیخ اور پٹھان یا پٹھان اور مغل، ایسا غیر کفو اگر اس شرعی معنی پر غیر کفو نہ ہو تو بالغہ کا بے اذن ولی بلکہ بناراضی ولی اس سے نکاح کرلینا جائز ہے اور ولی کو اس پر کوئی حق اعتراض نہیں۔ درمختار میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضی ولی [2] واللہ تعالٰی اعلم	عاقلہ بالغہ حرہ عورت کا نکاح ولی کی رضا کے بغیر بھی نافذ ہوتا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۱۷: آگرہ چھاؤنی انجن گودام جی، آئی، پی، ریلوے بابو محمد نیاز خاں اسٹورس کلرک روز چہار شنبہ ۳ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بعد سلام سنت اسلام و محبت مشام آن کہ معلوم ہو کہ حضور کو میں تکلیف دیتا ہوں کہ اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں میرے ایک عزیز کا عقد ایک مسماۃ کے ساتھ ہوا اور اس مسماۃ کے والدین نے لڑکی کی رخصت ۵ ماہ کے بعد کی مگر اس درمیان میں ایک نقص مسماۃ کے بعد ۳ ماہ کے، خفیہ ظاہر ہوا ہے کہ مسماۃ کو سفید کوڑھ و برص کہتے ہیں وہ ہے۔ اور اس مسماۃ کے والدین سے دریافت

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

[2] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۱

کرنے پر اب ظاہر کیا ہے کہ کچھ شکم کا داغ ہے۔اول نکاح کے ظاہر نہ کیا،اگر مسماۃ کو رخصت کرکے نہ لایا جائے اپنے گھر پر تو وہ مہر کی مستحق ہوسکتی ہے یا نہیں؟اور لڑکا اپنا خرچہ اس کے والدین سے لے سکتا ہے یا نہیں؟**فقط**

الجواب:

نکاح صحیح وتام ہوگیا،دو باتوں سے ایک فرض ہے یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا اچھی طرح چھوڑ دینا،اگر قبل خلوت طلاق دی جائے گی آدھا مہر ساقط ہوجائے گا نصف واجب الادا ہوگا،شادی میں جو اٹھادیا،خرچ کردیا،اس کا تاوان کسی پر نہیں۔ہاں جو زیور اور کپڑے چڑھاوے میں دئے ہوں اور عورت کو ان کا مالک کردینے کی وہاں رسم نہ ہو یہ تملیک نہ سمجھی جاتی ہو نہ تملیک کی ہو تو ان اشیاء کے واپس لینے کا شوہر کو اختیار ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۸: از جبلپور پریس انجمن محمد یوسف یکشنبہ ۱۹ شوال ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص حنفی المذہب نے اپنا نکاح قاضی شافعی المذہب یا اہلحدیث غیر مقلد سے بموجب قاعدہ احناف پڑھوایا،پس اس کا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟اور بصورت ناجائز ہونے نکاح حسب خیال مؤلف فتح المبین تجدید نکاح کی ضرورت ہے۔**بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر کوئی واقعی شافعی المذہب ہے تو شافعیہ مثل ہمارے اہلسنت ہیں اس میں توکوئی حرج ہی نہیں جبکہ اس نے نکاح ایسے طور پر نہ پڑھایا ہو کہ وہ مذہب حنفی میں صحیح نہیں اور غیر مقلدین صرف تارک تقلید نہیں بلکہ ان کا مذہب بہت عقائد کفریہ پر مشتمل ہے جس کی قدرے تفصیل **الکوکبۃ الشہابیۃ** میں ہے۔نکاح پڑھوانا ایک تو بطور رسم ہوتا ہے جیسے نکاح خواں قاضی مقرر ہوتے ہیں یوں پڑھوایا اور اس نے حنفی مذہب کے طور پر صحیح پڑھایا تو تجدید نکاح کی حاجت نہیں۔اور ایک نکاح پڑھوانا بطور تعظیم ہوتا ہے کہ اس کو معظم اور متبرک سمجھ کر اس سے پڑھواتے ہیں،اگر یوں پڑھوایا اور اس کو غیر مقلد نہ جانتا تھا کہ وہابیہ میں تقیہ بکثرت ہے تو یوں بھی تجدید نکاح کی ضرورت نہیں جبکہ اس نے صحیح طور پر پڑھایا ہو،اور اگر غیر مقلد جان کر اسے معظم ومتبرک سمجھا اور اس سے نکاح پڑھوایا تو نہ فقط تجدید نکاح بلکہ تجدید اسلام کی بھی حاجت ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۱۹: از راجپوتانہ کوٹہ محلّہ رامپور متصل مسجد موموناں عبدالصمد ملازم بینڈ باجہ دوشنبہ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں غیر مقلد شافعی ہیں یا نہیں؟اور ہندہ بالغہ نوماہ سے بیوہ ہے اور دو بچے بھی رکھتی ہے اپنے والدین کی بلا رضامندی وعدم موجودگی کے برضامندی ورغبت خود بلاخوف وترغیب کے زید حنفی سے خود قاضی کے مکان پر جاکر بہمراہی چند آدمی نکاح پڑھ لیا،پھول وشیرنی ونئے کپڑے وغیرہ پہنے نہیں گئے،دو گواہوں اور ایک وکیل اور قاضی نے ایجاب وقبول ارکان نکاح پورے طور پر ادا کردئے

کیا یہ نکاح ناجائز ہے؟ اور بعد نکاح زید ہندہ نے مثل زن و شوہر کے ہمبستری کی اور صرف تین دن ہندہ زید کے پاس رہی اور اب ہندہ نکاح سے منکر ہے اور اپنے بچاوے کے لیے کہتی ہے کہ غیر مقلد ہوں۔ اور شافعی المذہب میں بغیر ولی کے نکاح ناجائز ہے اس کے برخلاف قاضی ودو گواہ وکیل حلفیہ نکاح ہونا بیان کرتے ہیں، قاضی حلف سے یہ بیان کرتے ہیں کہ ہندہ نے نکاح کے پیشتر اس کے دریافت کرنے پر کہا تھا کہ میں سنت جماعت یعنی حنفی ہوں، اس کا یقین ہونے پر قاضی نے نکاح پڑھایا۔ کیا ہندہ کا کہنا نکاح کے ناجوازی کے لیے صحیح ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

غیر مقلد شافعی نہیں بلکہ اہل بدعت واہوا واہل نار ہیں، طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

فمن کان خارجا من ھٰؤلاء الاربعة فی ھذہ الزمان فھو من اھل البدعة والنار[1]۔	جو ان چاروں مذاہب سے خارج ہے اس دور میں تو وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

ہندہ نے جس سے نکاح کیا اگر وہ ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے ہندہ کا نکاح اولیائے ہندہ کے لیے باعث ننگ و عار ہو تو بیشک نکاح صحیح ولازم ہوگیا، ہندہ کے انکار سے اب مٹ نہیں سکتا اگرچہ ہندہ واقع میں شافعیہ ہوتی، خلاصہ و درمختار میں ہے:

اذا سئل ماقول الشافعی فی کذا وجب ان یقول قال ابو حنیفہ کذا[2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔	جب حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا اس مسئلہ میں قول کیا ہے تو اسکو چاہیئے کہ وہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بتائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۲۰: نوضلع پرتاب گڑھ مانک پور ظہور حام چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

زید محض غریب آدمی ہے جائداد وغیرہ کچھ نہیں رکھتا صرف پیشہ طبابت وغیرہ سے کام چلتا ہے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مہر سوالاکھ روپے سے کم نہ ہوگا۔ عمرو جس کو لڑکی منسوب ہے وہ اس سے بھی زیادہ غریب ہے غربت کی وجہ سے عمرو اس قدر دین منظور نہیں کرتا اور کہتا ہے کہ میں محض غریب آدمی ہوں سوالاکھ روپیہ میں نے دیکھا بھی نہیں ہے۔ اس قدر مہر میں ہرگز قبول نہ کروں گا، غرضیکہ دریافت طلب یہ امر ہے کہ زیادتی اگرچہ غیر مستحسن ہے لیکن حیثیت کا کچھ لحاظ رکھنا ضروری ہے یا نہیں؟ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حیثیت زوج کا کچھ لحاظ کیا ہے ایسی صورت میں کہ عمرو کی حیثیت سے کہیں زیادہ ہے نکاح سوالاکھ مہر پر کیسا ہوگا اور اگر ہوگیا تو حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ اگر مہر ادا کرنے کی نیت نہ ہوئی تو زنا ہوگا اور لڑکے حرامی۔ اس کے خلاف ہوگا یا نہیں؟ اور نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ **فقط**

---

[1] حاشیہ طحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

الجواب:

حیثیت کا لحاظ رکھنا مناسب ہے مگر نکاح ہر طرح ہو جائے گا اگرچہ نان شبینہ کے محتاج پر تمام خزائن دنیا کے برابر مہر باندھا جائے مہر نکاح میں اصل نہیں ولہٰذا نفی مہر کے ساتھ بھی نکاح صحیح ہے مہر مثل لازم ہوگا اور جب رقم معین کردی اگرچہ کسی قدر کثیر تو وہ ضرور ذمہ پر لازم ہوگی انسان اگرچہ بادشاہ ہفت اقلیم ہو اس کی حیثیت محدود ہے ذمہ کی وسعت محدود نہیں اگر محتاج محض ہو، حدیث میں فرمایا: المال غاد ورائح (مال صبح وشام آنے جانے والی چیز ہے۔ت) وہ کہ جنھیں روٹی نصیب نہ تھی آنکھوں دیکھتے والی ملک ہوگئے، البتہ یہ ضرور ہے کہ طرفین اسے دین سمجھیں اور شوہر نیت ادا رکھے، ایک صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہ محض مفلس تھے، نکاح کیا، مہر کثیر کی درخواست کی گئی قبول فرمالی اور فرمایا: علی اللہ وعلی رسولہ المعال اللہ اور اس کے رسول پر بھروسہ ہے یعنی وہ عطا فرمادیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خود قرآن عظیم فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ [1]۔	اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہوتے اللہ ورسول کے دئے پر، اور کہتے ہمیں کافی ہے اب ہمیں دیتے ہیں اللہ ورسول اپنے فضل سے، بیشک ہم اللہ ہی کی طرف روئے نیاز لاتے ہیں۔

ایسی حالت میں کوئی الزام بھی نہیں بلکہ نکاح نیت صحیحہ اور حاجت صادقہ کے ساتھ کیا گیا ہے تو حسب وعدہ صادقہ حدیث صحیح اللہ عزوجل اس دین کا ضامن ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک بار خطبہ میں **مغالاۃ فی المهور** یعنی حیثیت سے زیادہ مہر باندھنے پر انکار شدید فرمایا، حاضرین میں سے ایک بی بی اٹھیں آیہ کریمہ "اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا" [2] (تم ان عورتوں کو ڈھیر مال دیتے ہو۔ت) تلاوت کی جس میں سونے کا ڈھیر عورت کے مہر میں مقرر کرنا جائز فرمایا گیا فورًا امیر المومنین نے انکار سے رجوع فرمائی اور بکمال تواضع فرمایا:

اللھم کل احد افقہ من عمر حتی المخدرات فی المحال [3]۔	اے اللہ! عمر سے ہر ایک زیادہ فقیہ ہے حتی کہ پردہ دار عورتیں بھی۔ (ت)

ہاں یہ ناجائز ہے کہ مہر باندھے اور ادا کی نیت نہ ہو اگرچہ اس کی حیثیت سے کتنا ہی کم ہو، اس کو حدیث میں

---

[1] القرآن ۹/۵۹

[2] القرآن ۴/۲۰

[3] سنن الکبرٰی للبیہقی باب لاوقت فی الصداق الخ دار صادر بیروت ۷/۲۳۳

فرمایا ہے کہ وہ حشر میں زانی وزانیہ اٹھائے جائیں گے، یہ اس حدیث میں بھی نہیں کہ وہ شرعًا زانی زانیہ ہیں اور اولاد حرامی۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: از بریلی محلّہ ذخیرہ چہار شنبہ ۲۲ شوال ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وعمرو آپس میں حقیقی بھائی ہیں زید کے لڑکے نے زوجہ عمر کی چھاتی اتفاقیہ درآنحالیکہ وہ سورہی تھی اور چار پانچ ماہ کی نوحاملہ بھی تھی یعنی پہلا حمل تھا اپنے منہ میں لے لی، زوجہ عمرو کا بیان ہے کہ جس وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے لڑکے کو دیکھا کہ میری چھاتی اپنے منہ میں لئے ہوئے اس طرح منہ چلارہا ہے جیسے بچے دودھ پیتے ہیں مجھ کو نہیں معلوم کہ میرے اس وقت دودھ تھا یا نہیں۔ یا مجھ کو کوئی اثر دودھ کا معلوم ہوا یا نہیں میں نے لڑکے کو فورًا اپنی چھاتی سے علیحدہ کردیا اس واقعہ کو عرصہ قریبًا سترہ اٹھارہ سال کا ہوا اس صورت میں ازروئے شرع زید کے لڑکے مذکور کا عمرو کی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور نیز یہ کہ یہ مدت قلیل حمل کی عورت حاملہ کے اترآنے دودھ کی ہے یا نہیں؟ زوجہ عمرو کی عمر اس وقت چودہ سال اور زید کے لڑکے کی عمر ایک سال کی تھی۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ من فمہ او انفہ لاغیر فلو التقم الحلمۃ ولم یدر دخل اللبن فی حلقہ ام لالم یحرم لان فی المانع شکا ولوالجیۃ[1]۔	اس سے ثابت ہوا کہ دودھ کا حلق یاناک کے ذریعہ پیٹ میں پہنچنے کا علم ہو، اس کے بغیر نہیں، اور اگر بچے نے پستان کا سرمنہ میں ڈالا اور یہ معلوم نہ ہوسکا کہ بچے کے حلق سے دودھ اترایا نہیں تو حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ نکاح سے مانع میں شک پایا گیا، ولوالجیہ (ت)

دودھ اترآنے کے لیے کوئی مدت مقرر نہیں، عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے۔ کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کنواری کے اترآتا ہے، درمختار میں ہے:

الرضاع المص من ثدی اٰدمیۃ ولو بکرا[2]۔	عورت خواہ باکرہ ہو، کے پستان کو چوسنا رضاع کہلاتا ہے۔ (ت)

[1] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲

[2] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۲

یہ معاملہ عمر بھر کے حلال اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے۔ عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کردے اخفاء نہ کرے، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۲۲ تا ۱۲۷: مسئولہ محمد اسحاق صاحب برمکان قادر بخش دفعدار محلّہ شاگرد پیشہ ریاست جاورہ ملک مالوہ چہار شنبہ ۲۹ شوال ۱۳۳۴ھ

مخدوم ومکرم جناب مولٰنا مفتی احمد رضاخاں صاحب دام مجدہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، التماس ہے کہ میں حضور عالی کو امور ذیل کے لیے تکلیف دیتا ہوں امید ہے کہ معاف فرماویں گے۔ مسماۃ ہندہ کا نکاح بعمر گیارہ سال سوتیلے والد کی اجازت سے زید کے ہمراہ ہوا، بعد نکاح ہندہ چندیوم زید کے گھر رہ کر والدین کے گھر چلی آئی اور وہاں سے بغیر اجازت زید ہندہ والدین کے ہمراہ چالیس کوس دور جاکر سکونت اختیار کی اور قریبًا ایک سال ہندہ کو اپنے والدین کے گھر رہتے ہوئے ہوگیا زید نے اب آن کر رخصت زوجہ کا دعوی کیا چونکہ اب ہندہ تیرھویں سال میں ہے اور اپنا بالغہ ہونا کہتی ہے اور بوقت نکاح نابالغہ تھی نکاح فسخ کرنا چاہتی ہے کہ میں نابالغہ تھی اور میرا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا میں فسخ کراؤں گی ایسی صورت میں شرع شریف کیا حکم دیتی ہے؟

الجواب:

سائل کو چند امور کا جواب دینا چاہئے:

(۱) ہندہ کا کوئی ولی ہے یا نہیں؟ مثلًا جوان بھائی یا چچا یا چچا کا بیٹا یا دادا پردادا کی اولاد میں کوئی مرد؟

(۲) اگر ہے تو وہ وقت پر موجود تھا یا نہ تھا، اگر تھا تو خبر نکاح سن کر کچھ بات کی یا نہیں؟ اور اگر کی تو کیا کہا؟

(۳) ہندہ کس مہینے اور وقت میں بالغہ ہوئی، کیا گھنٹہ منٹ تھا؟

(۴) وہ کب سے دعوی فسخ کرتی ہے۔ اس کو کتنے دن ہوئے، کس مہینے تاریخ وقت میں اس دعوی کا لفظ منہ سے نکلا؟

(۵) جس سے نکاح ہوا وہ مذہب، نسل، چال چلن، پیشہ میں موافق ہے یا کم وبیش ہے تو کیا اور کس قدر؟

(۶) ہندہ کا نکاح یا رخصت اس کی ماں کی مرضی سے ہوئی یا بلا مرضی؟

ان سوالوں کا جواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔

جواب سوالات

(۱) ہندہ کا کوئی ولی مرد جیسا ارشاد ہوا زندہ نہیں۔ ازواج میں ماں ہندہ کی حیات ہے۔

(۲) اس وقت کوئی زندہ نہ تھا۔
(۳) ہندہ یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز شنبہ کو بالغہ ہوئی بوقت ظہر قریب ڈھائی بجے کے گھڑی نہ تھی منٹ دیکھے جاتے۔
(۴) بالغہ ہونے کے دن یعنی یکم شوال ۱۳۳۴ھ روز شنبہ تین بجے دعوے کا لفظ منہ سے نکلا۔
(۵) زید مذہب میں اہل سنت حنفی مسلمان ہے۔ نسب اچھا ہے، پٹھان، اور چال چلن اور پیشہ میں بھی موافق۔
(۶) ہندہ کا نکاح سوتیلے والد کی اجازت سے ہوا ونیز رخصت، حالانکہ ماں کی مرضی نہ تھی مگر خاوند کے کہنے سے اور زبردستی سے۔

الجواب:

اگر یہ بیانات واقعی ہیں اور ہندہ کی ماں نے کہ صورت مذکورہ میں وہی ولی شرعی ہے اس کے نکاح کی اجازت نہ دی، نہ بعد کو جائز کرنے کا کوئی لفظ کہا، نہ کوئی فعل ایسا کیا کہ دلیل اجازت ہو تو یہ نکاح نکاح فضولی ہوا، اور والدہ ہندہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر قبل بلوغ ہندہ اس کی والدہ نے اس نکاح سے ناراضی اور اس پر انکار ظاہر کردیا تو جبھی وہ نکاح باطل ہوگیا، اب ہندہ کو طلب فسخ کی حاجت نہیں، اور اگر والدہ ہندہ اب تک ساکت رہی تھی انکار نہ کیا تھا اگرچہ ناراض تھی تو ہندہ کے بالغہ ہوتے ہی وہ نکاح موقوف، اب خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا، جب اس نے اس پر ناراضی ظاہر کی باطل ہوگیا، اور کسی دعوے کی ہندہ کو حاجت نہیں، اور اگر والدہ ہندہ قبل بلوغ ہندہ اسے قولًا یا فعلًا جائز کرچکی تھی اور وہ جائز کرنا شوہر کے جبر واکراہ شرعی سے تھا جب بھی ظاہر یہی حکم ہے کہ وہ اجازت اجازت نہ ہوئی، اور اگر بخاطر شوہر تھا اگرچہ وہ ناراض تھی تو اجازت یقینًا صحیح ہوگئی اور نکاح نافذ ہوگیا، اب ہندہ کو صرف خیار بلوغ رہا اس لیے کہ حسب بیان سائل شوہر ہندہ ہندہ کا کفو ہے اس صورت میں ہندہ کو بالغ ہوتے ہی فورًا دعوٰی فسخ کرنا تھا اس نے بالغہ ہونے کے آدھے گھنٹہ بعد دعوٰی کیا تو یہ دعوٰی نامسموع ہے اور نکاح لازم ہوچکا۔ اب ہندہ کے لیے اس میں کوئی چارہ کار نہیں "**وبعيد غاية البعد انها لم تعلم بالنكاح الا بعد البلوغ حين ادعت الفسخ**" (یہ انتہائی بعید ہے کہ کسی لڑکی کو بلوغ ہونے کے بعد دعوٰی فسخ کے وقت ہی نکاح کا علم ہوا ہو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۸: مسئولہ عبدالعزیز صاحب جمعدار انجینئری کوٹہ راجپوتانہ نیاپورہ　چہار شنبہ ۱۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ
قاضی شہر کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص پابند شریعت شرع شریف کے مطابق نکاح پڑھاوے یا دیگر مسلمان نکاح پڑھاوے اور اس کا اندراج رجسٹر قاضی شہر میں نہ ہو تو کیا وہ ناجائز ہے؟ اس کا جواب بھی دیجئے۔ **فقط**

الجواب

یہ نکاح خواں قاضی نہ شرعًا ضرور ہیں نہ ان کے رجسٹر کی شرعًا حاجت۔ہاں اندراج میں مصلحت ہے۔باقی جس سے چاہیں پڑھوائیں کوئی روک نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۹: از کوہ شملہ ولیر نگل لاج مرسلہ کفایت حسین صاحب روز یک شنبہ ۱۶ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مخزن علوم، معدن فنون، علمائے دین شرع متین، جناب مولوی صاحب قبلہ دام ظلکم یہ مسئلہ حضور کی خدمت میں پیش کیا جاتاہے کہ خالہ زاد دو بھائی ہیں،ایک کی بی بی دوسرے بھائی کے لڑکے سے یعنی اپنے بھتیجے سے فعل ناجائز کرتی تھی سامنے شوہر کے، جبکہ شوہر فوت ہوگیاتواسی بھتیجے کے ساتھ عقد کرلیاتو وہ عقد جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

شوہر کے بھتیجے سے بعد وفات شوہر وانقضائے عدت نکاح جائز ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۳۰: از کاٹھیاواڑ مقام اڑتیاں مرسلہ امین احمد صاحب پنجشنبہ ۱۹ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

ایک شخص نے نکاح کیا،اس کاارادہ یہ ہے کہ تھوڑی یا زیادہ مدت بعد اس کو طلاق دے دے گا۔یہ نکاح ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر نکاح میں کسی مدت کی قید نہ لگائے صرف دل میں ارادہ ہو کہ سال بھر یا ایک مہینے یا ایک ہی دن کے بعد طلاق دے دوں گا تو نکاح میں کوئی حرج نہیں،ہاں بلاوجہ بے سبب محض طلاق دینا منع ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۱: مرسلہ حاجی سید نعیم الدین صاحب مقام امام گنج ڈاک خانہ سندر گنج ضلع رنگپور بنگال ۲صفر ۱۳۳۵ھ

کیا ارشادفرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی یتیمہ مظلومہ مسماۃ بہ الف بعمر صغیرہ نابالغہ ۱۱ یا ۱۲ سال کی اس کے چچا حقیقی کی عین موجودگی میں قہرًا وجبرًا اہل قریہ بطمع رشوت ایک عمر رسیدہ شخص سے یتیمہ الف کا عقدو نکاح کردیا اور چچا حقیقی یتیمہ کابخیال فتنہ منع کرنے سے قاصر رہااور لڑکی یتیمہ سے بھی جبرًااذن لیااور لڑکی قبل سے انکار کرتی تھی اور بوقت اذن انکار کرتی رہی لہذاآج تک انکار کرتی ہے بعد عقد نکاح پر چھ ماہ کے درمیان کئی بار مصنوعی شوہر کے مکان پر آمدورفت کیالیکن جبرًا۔لہذاایک وقت کچھ کھاکر مرنے پر آمادہ ہوگئی تھی اس وجہ سے وارثان مظلومہ رخصتی کراکے اس کے ناناکے مکان مقیم کیاہے عرصہ چار سال سے زیادہ ہوااور اس وقت عمر لڑکی کی قریبًا ۱۶ یا ۱۷ سال کی ہے اور ایک سال سے بالغ کامل ہے اب

شخص عاقد وعقد وہندہ وارثان الف پر مستعد شر ہے اور رخصتی چاہتا ہے۔لڑکی جانے سے انکار کرتی ہے۔احتمال ہے رخصتی کرنے سے لڑکی جان بہلاک ہو،اس لیے دست بستہ عرض ہے کہ یہ ولایت واذن یتیمہ کا صحیح ہوا یا نہیں،اور عقد ونکاح صحیح ہوسکتا ہے یا نہیں؟اور ایسے عاقد وعقد وہندہ وعقد پڑھانے والوں پر کچھ حد شرع ہوسکتا ہے یا نہیں؟امید کہ فی سبیل اللہ یتیمہ مظلومہ پر رحم فرمایا جائے،اور ان سب امور کی بشرط توفیق رفیق تحقیق حقیقی خلاصہ بیان قابل اطمینان،جواب باصواب صاف صاف مفصل بعبارت اردو مدلل بدلائل شرعیہ احمدیہ حنفیّہ مزین بمہر ودستخط تحریر صحیح عنایت فرماکر ممنون ومشکور فرمایا جائے،اور کار خیر وثواب عظیم میں داخل ہوجایئے اور مجھ کو معصیت سے نجات دلایئے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

حقیقت کا علم اللہ عزوجل کو ہے۔اگر یہ بیان واقعی ہے کہ الف اس وقت نابالغہ تھی اور اس کے چچا نے نہ اس وقت اجازت دی نہ اس سے پہلے۔نہ خبر نکاح سن کر کوئی قول وفعل دلیل اجازت اس سے صادر ہوااور الف کی رخصت اور چند بار شوہر کے یہاں جانا،یہ بھی اس کی بلا اجازت کے ہو،اور اس وقت تک اس نے کوئی کلمہ اس نکاح کے رد کا بھی نہیں کہا،نہ الف کے ہنوز کوئی اولاد ہوئی،تو ان سب شرائط کے ساتھ وہ نکاح الف کے بالغہ ہونے تک چچا کی اجازت پر موقوف تھااور بعد بلوغ الف خود الف کی اجازت پر موقوف ہوا،اب اگر یہ بیان واقعی ہے کہ بعد بلوغ الف سے کوئی قول وفعل مثبت اجازت صادر نہ ہوابلکہ اسے نکاح پر انکار ہے تو ناراضی ظاہر کرتے ہی وہ نکاح کہ موقوف تھارَد ہوگیا،الف کو اختیار ہے کہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے اگر خلوت صحیحہ واقع ہوچکی ہو جیسا کہ عبارتِ سوال سے ظاہر ہے،اور اگر خالی جاناآنا ہوااور ایک مکان میں تنہا تھوڑی دیر کے لیے بھی نہ ہوئے تو عدت کی بھی حاجت نہیں،اور عاقد اسے اگر اپنے تصرف میں لایا تو شرائط مذکورہ کے ساتھ مرتکب حرام ہواکہ نکاح موقوف میں قبل اجازت وطی حرام ہے اور وطی کہ الف کی نابالغی میں واقع ہوئی دلیل اجازت نہیں ہوسکتی اگرچہ اس کی اجازت سے ہو،عقد پڑھانے والا اگر اس بدنیتی میں شریک تھاتو وہ بھی گناہگار ہے ورنہ عقد موقوف فی نفسہٖ جرم نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۲: مرسلہ حاجی ولد میاں صاحب از ضلع گونڈا ریاست بلرام پور بازار چوک ۸ صفر ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مثلاً زید نے ہندہ سے جوزنا سے حاملہ تھی دیدہ ودانستہ حالت حمل میں نکاح کیا بعد اس کے چند آدمیوں نے مجبور کرکے ایک جلسہ میں تین طلاقیں دلوادیں،یہ نکاح اور طلاق جائز ودرست ہوا یا نہیں؟برتقدیر اول وضع حمل کے بعد جدید نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا**

الجواب:

جو عورت معاذاللہ زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح صحیح ہے خواہ اس زانی سے ہو یا اس کے غیر سے، فرق اتنا ہے کہ زانی جس کا حمل ہے وہ اس سے قربت بھی کرسکتا ہے اور غیر زانی اگر نکاح کرے تو تاوضع حمل قربت نہیں کرسکتا۔

لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ [1] درمختار، وصحح نکاح حبلی من زنا [2] تنویر الابصار۔	تاکہ دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب نہ کرے۔ درمختار، زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے۔ تنویر الابصار (ت)

عدت زن شوہر دار پر ہوتی ہے، جب شوہر مرے طلاق دے اور ذات زوج کا حمل زوج ہی کا ٹھہرتا ہے قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **الولد للفراش وللعاھر الحجر** [3] (بچے کا نسب نکاح والے کے لیے ہے زانی کو محرومی ہے۔ت) آیہ کریمہ میں "اولات الاحمال" سے یہی مراد ہے صدر کلام خاص صورت طلاق ارشاد ہوئی ہے اور اسی کی تفصیل فرمائی گئی۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّةَۚ [4]۔	اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کو طلاق دیتے وقت ان کی عدت کا پاس کرو اور عدت کا شمار کرو۔ (ت)

حدیث مذکورہ بطلان نکاح حبلی من زنا پر ہرگز دلیل نہیں بلکہ اگر دلیل ہے تو صحت نکاح پر کہ فرمایا "فرق بینھما" معہذا ممکن ہے کہ وہ تفریق ارشادی ہو یعنی ایسی عورت رکھنے کے قابل نہیں، غرض صورت مستفسرہ میں عورت کا نکاح بیشک صحیح تھا اب اگر یہ شخص اس سے قربت کرچکا اس کے بعد طلاق دی، یا قربت نہ کی تھی تو ایک لفظ میں تین طلاقیں دیں، مثلاً یہ کہ تو تین طلاق سے مطلقہ ہے، تو ان دونوں صورتوں میں طلاق مغلظہ ہوگئی اور بغیر حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ اور اگر ہنوز قربت نہ کی تھی اور متفرق لفظوں میں تین طلاقیں دیں مثلاً تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو طلاق بائن ہوئی مغلظہ نہ ہوئی بے حلالہ اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۳تا۱۳۴: مرسلہ الف خاں صاحب مہتمم مدرسہ انجمن اسلامیہ سانگو ریاست کوٹہ راجپوتانہ ۲۳ صفر ۱۳۳۵ھ

(۱) یہ کہ بیوگان کا عقد مابین ایام عدت سہواً ہوجائے تو یہ درست ہے کہ نہیں یا بعد گزرجانے ایام مذکورہ

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[2] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

[3] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰

[4] القرآن ۶۵/۱

نکاح کیا جائے تواس میں کسی کی اجازت درکار ہوگی، عورت خود اپنے اختیار سے نکاح پڑھ سکتی ہے یااس کے رشتہ دار یا کسی اور شخص موجودہ کی اجازت درکار ہوگی
(۲) ایسی عورت جس کا خاوند مرجائے اس کا نکاح اس کے جیٹھ سے ہوسکتاہے یا نہیں اور وہ کیسی حالت میں اور کس وقت کن شرائط پر۔

الجواب:

عدت میں نکاح باطل وحرام محض ہے سہواً ہو خواہ اقصداً رہا، بعد عدت اگر عورت نابالغہ ہے تو اجازت ولی مطلقاً درکار ہے۔اور اگر بالغہ ہے تو دو صورتیں ہیں جس سے نکاح کیا چاہتی ہے اگر وہ اس کا کفو ہے یعنی مذہب نسب وچال چلن پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے اس کا نکاح اس کے اولیاء کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب تو یہ خود اختیار رکھتی ہے اجازت ولی کی حاجت نہیں، اور اگر غیر کفو ہے اور عورت کا کوئی ولی شرعی نہیں جب بھی اپنے نفس کااختیار ہے اور اگر ولی شرعی ہے مثلاً بیٹا یا باپ یا دادا پر دادا کی اولاد کا کوئی مرد بترتیب فرائض تو جب تک وہ پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر اس نکاح کی اجازت صراحۃً نہ دے گا عورت کے کئے نکاح نہ ہوسکے گا باطل محض ہوگا۔

یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان[1] **درمختار۔**	فساد زمان کی وجہ سے غیر کفو میں اصلا نکاح نہ ہونے کا فتوٰی دیا جائے گا۔ درمختار (ت)

(۲) بعد عدت جیٹھ سے نکاح جائز ہے جبکہ کوئی مانع مثل رضاعت یا مصاہرت یا جمع محارم نہ ہو اور نکاح کی وہی شرطیں ہیں جو ابتدائے نکاح میں ہوتی ہیں کوئی نئی شرط نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۵:　　از بلاسپور سی پی، مرسلہ جناب حاجی آدم جی حاجی یعقوب صاحبان　　۱۶ شعبان ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں بعض علماء کہتے ہیں اگر جلسہ منگنی میں ایجاب وقبول ہوں تو بھی نکاح ہوگااور شرط نکاح پائی گئی تو وہی جلسہ جلسہ نکاح ہوگا جیساکہ درمختار؎ وغایۃ الاوطار میں ہے، اور بعض مولوی کہتے ہیں وہ جلسہ جلسہ نکاح نہ ٹھہرے گا

عـــہ: درمختار میں ہے: **کذاانا متزوجك اوجئتك خاطبا**[2] (یوں ہی اگر کہا، میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں یا میں تجھے نکاح کا پیغام دینے آیاہوں۔ت) غایۃ الاوطار میں ہے: "اس واسطے نکاح صحیح ہوجائے گا کہ مول چکانا نکاح میں رائج نہیں[3]" ۱۲(م)

---

[1] درمختار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[3] غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی نولکشور لکھنؤ ۲/۴

اور الفاظ ایجاب و قبول و شواہد اس جلسہ منگنی میں غیر معتبر ہوگا، کون فریق حق پر ہے اور بر تقدیر قول بعض مولوی صاحب اس عبارت عــہ خلاصہ کے کیا معنٰی ہوں گے۔

الجواب:

عبارت خلاصہ کو اس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں وہ اس امر میں ہے کہ ایجاب اگر نا متعین کے لیے واقع ہوا تو وہ نکاح صحیح نہیں اور متعین کے لیے واقع ہوا تو صحیح۔ اور اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ ان الفاظ کو دیکھا جائے اگر وہ ایجاب قبول کے لیے متعین ہیں تو نکاح ہوجائے گا اگرچہ جلسہ منگنی کا ہو اور اگر خطبہ وعقد میں متردد ہیں تو جلسہ کا اعتبار رہے گا۔ جلسہ منگنی کا ہے تو منگنی ٹھہرائیں گے، اور نکاح کا ہے تو نکاح۔ درمختار میں ہے:

وکذا ھل اعطیتنیھا ان المجلس للنکاح فنکاح وان للوعد فوعد[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	یوں ہی کہا "کیا تونے اپنی لڑکی مجھے دی" نکاح کی مجلس میں نکاح اور وعدہ کی مجلس میں وعدہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۶: مرسلہ محمد اقبال و نور محمد صاحبان امام مسجد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ ۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی مفصلہ ذیل میں، ایک لڑکے کی ایک جگہ منگنی ہوئی تھی نکاح سے پیشتر کچھ عرصہ کے بعد لڑکے اور لڑکی کے والدین کے درمیان کسی خانگی امر کی وجہ سے ناموافقت پیدا ہوگئی جس سے لڑکی والے نکاح دینے سے منکر ہوگئے لڑکے کے والد نے کسی طرح لڑکی کو ورغلا کر چوری بوقت رات لڑکی کو میکے سے

عــہ: عبارت خلاصہ کی یہ ہے:

ابوالصغیر اذا قال زوجت بنتی فلانۃ من ابن فلان بکذا وقال فلان قبلت لابنی ولم یسم الابن ان کان لہ ابنان او اکثر لایجوز وان کان لہ ابن واحد صح[2] (م)	نابالغہ کے باپ نے جب کہا میں نے اپنی بیٹی فلانی، فلاں کے بیٹے کو اتنے مہر میں دی، اس کے جواب میں دوسرے نے کہا میں نے اپنے بیٹے کے لیے قبول کی اور بیٹے کا نام ذکر نہ کیا، تو اگر اسکے بیٹے زیادہ ہوں تو نکاح نہ ہوگا اور اگر ایک ہی بیٹا ہو تو نکاح صحیح ہوگا ۱۲ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۵

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب النکاح مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۵

نکال لیا اور فرار کرکے لے آیا۔لڑکی چونکہ بالغ ہے اس نے خود بخود شہر گوجرانوالے جاکر باوجود لڑکی کے والدین کی نارضامندی اور عدم موجودگی کے اپنے لڑکے سے نکاح کرالیا،اس سے طرفین میں بہت سافساد برپا ہوگیا،جس کی نوبت کچہری تک پہنچی،یہ امر دینی مصلحت کے برخلاف ہوتا ہے۔امید ہوسکتی ہے کہ ایسی دست درازی آئندہ بھی ایسی کارروائیوں اور فتنوں کی بانی ہو،جس کا انسداد واجب امر ہے۔کیا ایسے رخنہ انداز آدمیوں کے لیے شریعت میں کوئی سزا مقرر ہے؟مفصل حال سے آگاہی فرمائیں۔**فقط۔**

الجواب:

بلا شبہ ایسے لوگ مفسد وفتنہ پرداز اورآبروریز فتنہ انگیز مستحق عذاب شدید ووبال مدید ہیں،معاذاللہ اگرایسی جرأتیں روا رکھی جائیں تو ننگ وناموس کو بہت صدمہ پہنچے گا،کم سے کم اس میں شناعت یہ ہے کہ بلاوجہ شرعی ایذاء مسلم ہے۔اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[1]۔	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کوایذادی۔

یہ نکاح جس سے ہوا اگر وہ عورت کا کفو نہیں یعنی مذہب یانسب یا چال چلن یا پیشہ میں ایسا کم ہے کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لیے باعث ننگ وعار ہے جب تو یہ نکاح کہ زن بالغہ نے بے رضائے ولی خود کیا سرے سے ہوا ہی نہیں باطل محض ہے،درمختار میں ہے:

ویفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا بہ یفتی لفساد الزمان[2]۔	فساد زمان کی وجہ سے غیر کفو میں نکاح کے عدم جواز کا فتوی دیا جائے گا۔(ت)

اور اگر کفو ہے تو والدین کو ناراض کرکے عورت کا بطور خود نکاح کرلینا خصوصًا وہ بھی اس طور پر جاکر عورت کے لیے سخت محرومی وناراضی الٰہی کا باعث ہے۔اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک تو اب بھی نکاح نہ ہوا کہ ان کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح باطل ہے۔یہ کیا تھوڑی شناعت ہے کہ ایک امام برحق کے نزدیک عورت بے نکاح ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**

[1] المعجم الکبیر حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۳۷۳/۴

[2] درمختار باب الولی مجتبائی دہلی ۱۹۱/۱

مسئلہ ۱۳۷: بریلی خوجی محلّہ مرسلہ عظیم اللہ صاحب ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ بجبر کرایا گیا حالانکہ زید کی منشاء ہر گزنہ تھی جس کے چند شاہد موجود ہیں، بوقت ایجاب قبول کرنے کے زید نے "ہوں" مثل عورات کے کہا اور رخصت نہ ہونے پائی کہ زید اپنے مکان کو چلا گیا، اور اس سے قبل بھی تاریخ مقرر پر زید اپنے گھر سے فرار ہوگیا تھا تو اس صورت میں نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ ہوا یا نہیں؟ مہر سے مزین فرمایا جائے۔

الجواب:

نکاح ہوگیا اگرچہ قبول میں صرف "ہوں" جبرا کہا ہو،

فان الاکراہ ان تحقق لم یعمل فیما یستوی فیه الجد والهزل کالنکاح والطلاق والعتاق فکیف مالیس باکراہ۔	جبر واکراہ اگر پایا گیا تو ان امور میں موثر (عذر) نہیں بنے گا جن میں قصد ومذاق مساوی ہے مثلا نکاح طلاق اور عتاق اور اگر ان امور میں جبر نہ ہو پھر کیا کہا جائے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۸: محمد رحیم بخش عبدالحمید صاحبان از قصبہ فتح نگر ضلع گوڑگانوہ ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جبکہ بے ریش تھا اس کی نسبت (یعنی سگائی) ہندہ سے ہوئی تھی اور زید ہندہ کے مکان پر کسی وجہ سے رہتا تھا یا پرانی رشتہ داری کی وجہ سے رہتا تھا۔ ہندہ کی پھوپھی نے ہندہ کو گود لیا ہوا تھا یعنی ہندہ کی پھوپھی لاولد یا بانجھ تھی، ہندہ کے گھر میں سوائے ہندہ کے پردہ نہیں کرتا تھا، ہندہ کی پھوپھی نے زید کے ساتھ اس قدر محبت بڑھائی جو کہ شفقت مادری سے زیادہ تر نظر آتی تھی، آخر کار زید سے سوال ہم بستری کا کیا، چونکہ اس زمانے میں زید بالکل بے خبر تھا یعنی خدا اور رسول اور نماز و روزہ سے بالکل بے خبر تھا۔ غرض دونوں کے باہم ناجائز دوستی کئی سال تک رہی، یہاں تک کہ زید اور ہندہ کے والدین نے شادی کردی، چونکہ میاں بیوی میں کمال درجہ الفت اور محبت ہوئی اور ہندہ کی پھوپھی سے کچھ تعلق نہ رہا۔ اب چونکہ شادی کو تقریبا اٹھارہ سال گزر گئے اور تین بچے بھی ہوگئے۔ آج تک زید کو اس بات کا خیال تک نہ آیا اب زید ایک بزرگ سے شرف بیعت ہو کر خدا اور رسول کی اطاعت میں کمربستہ ہے اور اسی طرح ہندہ بھی پابند شرع ہے اور وہ بھی شرف بیعت ہوچکی ہے باوجود زید کو ہمیشہ کتب احادیث وفقہ سے کام رہتا ہے لیکن یہ مسئلہ آج تک اسکی نظر سے نہیں گزرا اور نہ کسی سے ذکر سنا نہ اس بات کا خیال تھا، اب زید کہتا ہے کہ اکسیر ہدایت کا مطالعہ کررہا تھا اس میں باب النکاح پر نظر پڑی، اس میں یہ عبارت لکھی پائی کہ پھوپھی بھتیجی یک جا نکاح میں حرام ہیں، جب سے زید نے یہ عبارت پڑھی دیوانہ اور پاگل سا ہوگیا ہے کیونکہ نہ عورت یعنی بیوی کو چھوڑنے کا یارا ہے۔

اور نہ خدا ورسول کے حکم کے برخلاف ہو کر رہنے کی طاقت ہے، اگر اس کو چھوڑنا چاہتا ہے یا طلاق دینا چاہے تو اس کے والدین یہ دریافت کریں گے کہ ہماری لڑکی کی کیا خطا ہے۔ اور جدائی بھی نہایت شاق گزرے گی، مبادا کوئی اور آفت پیدا ہو، زید کی بدکرداریوں کی آج تک کسی کو خبر نہ ہوئی اب یہ رسوائی کیونکر لی جاوے، اب تمام کیفیت زید وہندہ کی آنجناب میں ظاہر کردی امیدوار ہوں کہ آپ حکم شریعت سے بلا کسی لحاظ ومروت کے حکم فرماویں، اور اگر اس گناہ کا کفارہ ہوسکتا ہے تو وہ بھی بتلایا جائے۔ اور اگر زید وہندہ میں جدائی کرانے کا حکم ہو تو تین لڑکیاں جو پیدا ہوچکی ہیں ان کو کیا کیا جاوے اور مہر ہندہ کا مبلغ ما۰۰ بندھا وہ ادا کرنا ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ ہندہ نے شب عروس کو اپنا مہر معاف کردیا تھا۔

الجواب:

وَهُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ [1]۔	اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔

والحمد للہ رب العٰلمین، جو گناہ ہوا اس سے توبہ کرے استغفار کرے، باقی جو توہمات دربارہ منکوحہ پیش آئے محض بے معنٰی ہیں، کسی عورت سے زنا کرنا اس کی بھتیجی بھانجی کو حرام نہیں کرتا، نہ ان کے نکاح میں کوئی خلل آتا ہے۔ خلاصہ ودرمختار وغیرہما میں ہے:

وطی اخت امرأته لاتحرم علی امرأته [2]۔	سالی سے زنا کرنے کی وجہ سے بیوی حرام نہیں ہوگی۔ (ت)

اکسیر ہدایت میں جو لکھا اس کا مطلب ہے کہ پھوپھی بھتیجی دونوں ایک شخص کے نکاح میں ہونا یہ حرام ہے مثلاً بھتیجی نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں رہے یا اگر اسے طلاق دے دے تو طلاق کی عدت جب تک نہ گزرے اس وقت تک اس کی پھوپھی سے نکاح حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۳۹: مرسلہ سید عبداللہ صاحب ڈاکخانہ پچھم گاؤں پڑہ بنگال ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مرد گواہ کے مقابل بالغہ نو مسلمان عورت کو نکاح کیا تو درست ہے یا نہیں؟ از روئے مہربانی جواب عنایت فرماکر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوویں اور مجھ کو سرفراز فرماویں۔

الجواب:

نکاح کے لیے دو مردوں یا ایک مرد دو عورتیں گواہ ہونا لازم ہے۔ صرف ایک مرد کے سامنے ایجاب و

---

[1] القرآن ۴۲/ ۲۵

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

قبول کرلینے سے نکاح نہیں ہوسکتا۔**وھو تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۰: مسئولہ ببر اکلواز موضع کرن پورہ ڈاکخانہ سیوان ڈویژن ضلع سارن چھپّرا ۱۵ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں

مسماۃ زیتون دختر ہمشیرہ　غفار پسر برادر
غنی خاں موجود کی اولاد ہیں

برادر		ہمشیرہ
سجاد میاں عمر تخمیناً ۲۱ یا ۲۲ برس	دو بھائی بہن	مسماۃ مولودن عمر تخمیناً ۱۳ یا ۱۴ برس

شادی گولاوٹ یعنی بدلین شرط پر میاں سجاد مذکور نے اپنا نکاح مسماۃ زیتون مذکور دختر غنی خاں سے کیااور سجاد مذکور اپنے ہمشیرہ مسماۃ مولودن کا نکاح ساتھ غفار پسر غنی خاں سے کیااور تاریخ شادی روانگی وآمد وبارات کابعد نکاح مذکورین کے تاریخ دوسرا مقرر تھاکہ اس درمیان میں جب تین روز سجاد کے کہنے سے بارات جانے کو باقی تھے تب ہی مسماۃ زیتون اپنے باپ کے گھر سے باہر نکل گئی تب بعدہ غفارمذکور کی بارات بھی سجاد کے نہیں آئی۔اب درمیان اس گھرانے اور اس گھرانے کے تکرار رنجار نجی تطویل کلامی پیش ہوگیا،سجاد کا مقولہ ہے کہ جب زیتون میرے گھر میں نہیں آئی تھی تب الحال بوجہ نقص شرط نکاح بدلین کے رہی اس خاندان کی بدچلنی وغیرہ ظاہر ہوجانے سے ہرگز ہم اپنی ہمشیرہ مولودن کواس خاندان میں نہیں جانے دیانہ اب آنے دیں گے اور نکاح مذکورین بوجہ شرط شکنی وعہد شکنی کے باطل ہوگیا،خدانخواستہ مسماۃ مولودن کی جان کوکوئی نقصان پہنچ جاوے تو عجب نہیں ہے۔عرض ہے صاف صاف فتوٰی اس کاحضور ارقام فرماویں،والسلام سجاد میاں برادر مولودن ہمشیرہ ان لوگ کے والدین فوت کرگئے

الجواب:

نکاح میں کوئی شرط بدل کی نہ تھی اور ہوتی بھی تو نکاح شرط فاسد سے فاسد نہ ہوتااور یہ بھی نہ سہی توشرط نکاح زیتون تھا وہ ہوگیا،بہرحال مولودن غفار خاں کی منکوحہ ہے اور سجاد کواس کے روکنے کا کوئی حق نہیں سجاد اپنی منکوحہ زیتون کوتلاش کرکے اپنے قبضہ میں رکھے اورنہ رکھنا چاہے تو طلاق دے،مولودن کے نکاح پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔**واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۱: از بدایوں مولوی محلّہ کونچہ مولوی انوار حسین صدر اعلٰی مکان بخش والامرسلہ حبیب اللہ صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۵ھ

مسماۃ ہندہ دختر مسماۃ خالدہ بیوہ ہے۔اس کے دو بچے نابالغ ہیں،زید پدر شوہر متوفی ہندہ کا

بچوں کو کھانے کو دیتا ہے مگر غیر کافی، ہندہ وخالدہ اپنی محنت کرکے بشمول زید بسر کرتے ہیں زید چاہتا ہے کہ ہندہ اس کے دوسرے لڑکے سے جس کی بیوی واولاد موجود ہے عقد نکاح باندھنے پر رضامند ہوجائے مگر ہندہ وخالدہ رضامند نہیں دیگر اعزائے ہندہ عقد ثانی کو برا خیال کرتے ہیں۔اور اگر ہندہ کی جوانی پر خیال کرکے رائے عقد کی دیتے ہیں تو ایسے شخص سے جس سے ہندہ وخالدہ کو اطمینان ہوتا ہے اب خالدہ ایک شخص ثالث سے جس سے ہندہ بھی رضامند ہے اور ایک جگہ رہتے ہیں اس طرح عقد کرنا چاہتی ہے کہ دو ایک شخص عزیز تیسرے آدمی جس سے عقد کرنا چاہتی ہے واقف ہوں، اور خود واقف ہو تاکہ ہندہ برے خیال وافعال سے بچی رہے اور اولاد کی بابت نزاع پیدا نہ ہو، تو اس طرح عقد ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بخیال مزید احتیاط شخص ثالث جس سے عقد نکاح پر رضامند ہے ہندہ کو خطبہ نکاح پڑھ کر ایجاب وقبول ہندہ سے کراسکتا ہے یا عقد نکاح باندھنے کے واسطے شخص غیر کی ضرورت ہے؟

الجواب:

نکاح پڑھانے کے لیے دوسرے شخص کی حاجت نہیں صرف مرد وزن ہوں اور ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ مسلم کہ معًا دونوں مرد وزن کا ایجاب وقبول سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہورہا ہے۔مگر ہندہ اگر ولی نہیں رکھتی یعنی دادا پر دادا کی اولاد میں کوئی مرد عاقل بالغ جب تو اسے اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرلے۔ورنہ اگر یہ شخص جس سے نکاح کیا چاہتا ہے ہندہ کا کفو ہے یعنی مذہب نسب چال چلن پیشے کسی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے نکاح ہو نا ولی ہندہ کے لیے باعث ننگ وعار ہو جب بھی ہندہ مختار ہے۔اور اگر کفو نہیں تو جب تک ولی پیش از نکاح اسے غیر کفو جان کر صراحۃً اجازت نکاح نہ دے گا نکاح ہوگا ہی نہیں اگرچہ ہزار اعلان کیا جائے علیہ الفتوی در مختار وغیرہ (فتوی اسی پر ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۲: از بہاری پور بریلی مسئولہ جناب مولوی نواب سلطان احمد خاں صاحب مورخہ ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ

عرض درخدمت والیان شریعت محمدی وحامیاں دین متین احمدی علمائے مقلدین مذہب حنفی یہ ہے کہ ایک شخص میر امام الدین نامی اپنی دختر عاقلہ بالغہ کا نکاح عبدالقدوس نامی کے ساتھ کردیا، نکاح کا ایجاب وقبول ایک لئیق شخص نے کرایا۔بستی کے سب لوگ حاضر تھے مگر قاضی صاحب جلسہ میں موجود نہ تھے تو یہ نکاح جو غیر قاضی سے پڑھایا جائز ہوا یا نہیں؟ اور ان دونوں قاضیوں کو کیا اختیارات ہیں اور اگر کسی شخص نے کسی خاص وجہ سے قاضی کو شادی میں دعوت نہیں دی تو اس پر کیا الزام آتا ہے، اور قاضی کا حق نکاح خوانی اس کو دینا چاہئے یا نہیں جبکہ قاضی سے پڑھوایا، **بینوا بیانا وافیا اجرکم اللہ اجرا کافیا۔**

الجواب:

قاضی کوئی شرط نکاح نہیں، آدمی جس سے چاہے پڑھوائے چاہے مرد وزن دو گواہوں کے سامنے

خود ایجاب وقبول کرلیں اس نام کے قاضی کے لیے شرعاً کچھ اختیارات نہیں، نہ وہ اجرت کا مستحق، جبکہ نکاح دوسرے نے پڑھایا، نہ قاضی کو دعوت نہ دینے میں کوئی الزام، یہ نکاح خوانی کے قاضی اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ[1] (یہ اپنے بنائے نام ہیں، شرعی طور ان پر کوئی دلیل نہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۳: از بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ حکیم ریاض الدین صاحب رضوی ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک عورت بیوہ جو کہ اس کے چھوٹے بھائی کی زوجہ تھی اس سے نکاح کیا اور اب اس کے ساتھ میں ایک دختر نابالغ تھی اس دختر کا نکاح اس کے سوتیلے باپ جو اس کا پہلے تایا تھا اس نے اپنی ولایت سے نابالغہ کا نکاح ایک لڑکے کے ساتھ کردیا لیکن لڑکی نکاح سے تاہنوز اپنے شوہر کے یہاں نہیں گئی اب ناکحین بالغ ہوئے تو ناکح اپنی منکوحہ کو اپنے گھر بلاتا ہے اور منکوحہ اس کے گھر جانے سے انکار کررہی ہے اور کہتی ہے کہ تیرا چال چلن ٹھیک نہیں ہے میں تجھ سے نکاح توڑ دوں گی، تو اس صورت میں لڑکی اپنا نکاح فسخ کرسکتی ہے یا لڑکے کو مجاز ہے کہ زبردستی اسے لے جائے اور ولایت اس کے سوتیلے باپ کی درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سوتیلا باپ ہونا تو کوئی وجہ ولایت نہیں۔ ہاں چچا ہونا سبب ولایت ہے۔ اگر اس سے مقدم اور کوئی ولی نہ تھا اور یہ لڑکا جس سے اس نے اس لڑکی کا نکاح کیا مذہب نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے اس لڑکی کا نکاح باعث ننگ وعار ہو تو نکاح ہوگیا، مگر اس لڑکی کو اختیار تھا کہ بالغہ ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے، جب تو اسے فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور اگر ذرا دیر لگائی تو اب نکاح لازم ہوگیا اختیار فسخ نہ رہا، اور اگر وقت نکاح ہی اس لڑکے میں امور مذکورہ میں کوئی کمی تھی جس کے سبب اس لڑکی کا نکاح باعث ننگ وعار ہو، جب نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں فسخ کی کیا حاجت! **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۴۴ تا ۱۴۷: از دلیل گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ منشی محب اللہ صاحب ضلعدار پنشنر ۲۳ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

وقت نکاح جو ایجاب وقبول کرائے جاتے ہیں اس میں اکثر اشخاص ایک دوسرے کے خلاف اعتراض کرتے ہیں۔ **(۱)** زید کی لڑکی کہ نام اس کا تم کو معلوم ہے اور بالفعل اس نام کی کوئی لڑکی اس گھر میں موجود نہیں ہے بعوض مہر شرعی اس قدر روپے اور اس قدر دینار سرخ سلطانی سکہ رائج الوقت سوائے نان نفقہ کے بیچ نکاح

---

[1] القرآن ۷/ ۷۱

تمھارے کے آئی، اور دی میں نے قبول کی تم نے۔

(۲) باقی عبارت سب وہی ہے صرف بجائے لفظ "سوائے" کے علاوہ استعمال کرتے ہیں۔

(۳) میں سب عبارت وہی ہے بجائے "سوائے" یا "علاوہ" کے لفظ "**مع**" استعمال کرتے ہیں

(۴) بعض شخص صرف یہ کہتے ہیں کہ بیچ نکاح تمھارے کے آئی اور دی میں نے اور بعض صرف لفظ "آئی" کہتے ہیں اور بعض شخص صرف لفظ "دی" کہتے ہیں، اس میں کون سا لفظ استعمال کرنا چاہئے، اب اعتراض اس لفظ پر ہے کہ جب لفظ سوائے نان نفقہ کہا گیا تو نان ونفقہ دولھا کے ذمہ عائد نہ ہوا بلکہ صرف روپیہ مہر کا عائد ہوا جیسے کوئی شخص کہے کہ فلاں فلاں شے فلاں شخص کو دی گئی سوائے پگڑی کے یعنی پگڑی نہیں دی گئی، اس طرح لڑکی بالعوض اس قدر مہر کے نکاح میں دی گئی سوائے نان ونفقہ کے یعنی اس لڑکی کا نان ونفقہ دولھا کے نکاح میں نہیں آیا، یہی اعتراض لفظ علاوہ کے کہنے سے بھی پیدا ہوتا ہے۔ اور جب لفظ مع نان ونفقہ کہا جاتا ہے تو معترض لوگ رجوع کرتے ہیں تعداد مہر کی طرف، اور کہتے ہیں کہ بالعوض اس قدر مہر شرعی مع نان ونفقہ کے کہنے سے نان ونفقہ مہر میں شامل ہوگیا، یعنی جب عورت نان ونفقہ پائے تو وہ مہر مجرا دیا جائے اور تعین مہر کا روپیہ اس نان ونفقہ کے حساب سے جب سب پاچکے تو پھر عورت نہ نان ونفقہ پانے کی مستحق رہی اور نہ زر مہر کی، گویا وہ بے نان ونفقہ اور مہر کے نکاح میں رہی، اپنے کھانے پینے کا انتظام عورت خود کرے، معزز فرمائے کہ ہر سہ الفاظ سوائے علاوہ مع کے استعمال کے نکاح درست ہوگا اور نان نفقہ بذمہ مرد عائد رہے گا یا نہیں؟ اور کون سے لفظ کے استعمال سے نان نفقہ عائد ہوگا اور کون سے نہیں؟

الجواب:

یہ سب اوہام ہیں اور ان کی بحث فضول بھی، اوہام تو یوں ہیں کہ جو رقم ذکر کی جاتی صرف مہر کے لیے مقصود ہوتی ہے اور علاوہ اور ماسوائے اور مع یہ سب مہر کی صفتیں ہوتی ہیں یعنی وہ مہر کہ نان نفقہ سے علاوہ یا ان کے سوا یا ان کے ساتھ ہے علاوہ اور سوائے کے یہ معنٰی کہ اس کا وجوب ان کے وجوب پر زائد ہے اور مع کے یہ معنٰی کہ یہ اور وہ وجوب میں شریک ہیں یہی مراد ہوتی ہے اور یہ مفہوم، اور ان سے بحث فضول یوں کہ نان ونفقہ ومہر ایسی چیز نہیں کہ اگر بالقصد ان کی نفی بھی کی جائے تو منتفی ہوجائیں یا نکاح میں کچھ خلل آئے، نکاح شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ وہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں، اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ مہر کچھ نہ ہوگا جب بھی مہر لازم شرعًا ہوگا مہر مثل دینا آئے گا۔ اور اگر اس شرط پر نکاح کیا جائے کہ نان ونفقہ کچھ واجب نہ ہوگا جب بھی اپنی صورت وجوب میں ضرور واجب ہوگا کہ قبل وجوب اسقاط مہمل ہے۔ حدیث میں ہے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال اقوام یشترطون بشروط لیست فی کتاب اللہ من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ	ایسی قوم کا کیا حال ہو جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کی اجازت کتاب اللہ میں کسی طرح نہیں، ایسی شرطیں

فھو ردوان کانت مائۃ شرط شرط اللہ احق واوثق [1]۔	سو بھی ہوں تو وہ مردود ہوں گی، اللہ تعالٰی کی طرف سے جائز شرط زیادہ ثابت مضبوط ہے۔(ت)

بااینہمہ اگر ایسی عبارت چاہیں جس میں یہ اوہام پیدا نہ ہوں تو یوں کہیں بعوض اتنے مہر کے کہ نان ونفقہ کا وجوب اس کے علاوہ ہے تیرے نکاح میں دی اور "آئی" سے "دی" بہتر ہے کہ یہ انشا میں صریح ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۸: از مقام ہنگن گھاٹ محلّہ نشان پورہ ضلع وردھا مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب مورخہ ۲۵ ذی القعدہ ۱۳۳۵ھ

جناب مولانا صاحب مدظلہ السلام علیکم۔ مندرجہ ذیل میں شرع شریف کا کیا حکم ہے تحریر فرمائیں، اللہ آپ کو اجر نیک عطا کرے، زید نے عمرو کی لڑکی سے نکاح کیا، نکاح کے وقت کسی قسم کی شرط وغیرہ نہ تھی، لڑکی رخصت ہو کر گھر آئی، چندروز کے بعد لڑکی کا والد لڑکی کو اپنے مکان میں لے گیا اور اب زید سے اس بات کا طالب ہے کہ وہ ایک اسٹامپ اس مضمون کا تحریر کردے کہ میں لڑکی کو اپنے وطن میں نہیں لے جاؤں گا یہیں اس کے والدین کے پاس اس شہر میں رکھوں گا، اگر زید اسٹامپ نہ لکھے گا تو لڑکی کی طرف سے میرا جواب ہے کہ اب میں لڑکی کو رخصت نہ کروں گا، دریافت طلب امور یہ ہیں کہ کیا عمرو کا یعنی لڑکی کے باپ کا یہ عذر معقول ہے اور وہ ایسی حالت میں لڑکی کو روک سکتا ہے؟

الجواب:

اگر مہر کل یا بعض پیشگی دینا قرار نہ پایا تھا یا قرار پایا تھا اور وہ ادا ہوگیا تو لڑکی کے باپ کا یہ عذر بیجا ہے اور وہ اسے نہیں روک سکتا۔

قال اللہ تعالٰی و اَسۡکِنُوۡہُنَّ مِنۡ حَیۡثُ سَکَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِکُمۡ [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیویوں کو اپنے ساتھ سکونت دو گنجائش کے مطابق۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

ہاں اگر کوئی صورت خاص ہو کہ سفر بہت طویل ہے اور وہاں تنہائی میں لڑکی کو ضرر رسانی کا ظن غالب ہے تو اس کے ثبوت پر بے بند وبست کافی، وہاں لے جانے کی اجازت نہ دیں گے۔

قال اللہ تعالٰی ولاتضاروھن لتضیقوا علیھن [3]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو تنگی دینے کے لیے ضرر مت دو، اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۷۷

[2] القرآن ۶/۶۵

[3] القرآن ۶/۶۵

وسلم لا ضرر ولاضرا ر فی الاسلام [1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	نے فرمایا: اسلام ضرر اور نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں دیتا۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۴۹: مرسلہ شیخ فضل احمد صاحب درزی بازار کٹرہ متصل کارخانہ میز کرسی یعقوب خاں مورخہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے شوہر نے اپنی زوجہ کو طلاق دی عدت گزرنے نہ پائی کہ عورت نے دوسرے شخص کے پاس جاکر کہاکہ تم میرے ساتھ نکاح کرلو ورنہ میں حرام کرنے پر تیار ہوں اس نے یہ خیال کرکے کہ عورت حرام کرنے سے خراب ہوجائیگی اور اس عورت کو سمجھایا کہ تیری عدت گزر جائے، بعدہ نکاح کرلینامگر عورت نے کسی طرح نہ مانا لہٰذااس شخص نے مجبورًااس عورت سے نکاح کرلیاتو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دیگر یہ کہ عرصہ آٹھ ماہ سے یہ عورت اسی شخص کے پاس ہے جس کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا، بایں وجہ شفقت ومحبت دونوں میں حدِاعتدال زیادہ ہوگئی کہ تھوڑی دیرکے واسطے بھی نگاہ سے اوجھل ہوناایک کادوسرے کو ناگوار خاطر ہوتا ہے۔لہٰذادوسرانکاح اگراس عورت کے ساتھ ناجائز ہو توکس صورت سے جائز ہو اور خود بھی زوج وزوجہ پریشان ہیں کہ کیونکر نکاح ہواوراکثراوقات ہمبستر بھی ہوئے ہیں، **بینوا توجروا**

الجواب:

وہ نکاح نہ ہوازنائے خالص ہوا،ان مردوزن پر فرض ہے کہ فورًاجدا ہوجائیں، مرد اسے چھوڑ دے، پھر اگر پہلے کی طلاق کے بعد ابھی تین حیض نہ آئے ہوں توانتظارفرض ہے یہاں تک کہ تین حیض شروع ہو کر ختم ہوجائیں اوراگر ختم ہوگئے ہیں اور یہ دوسرا اس سے نکاح چاہتا ہے تو چھوڑنے کے بعد فورًا کرسکتا ہے،اور اگر عورت کسی تیسرے سے نکاح چاہے تو یہ دوسراجس دن چھوڑے اس کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہونالازم ہے۔اس سے پہلے تیسرے سے نکاح نہیں کرسکتی،درر میں ہے:

المطلقة اذا تزوجت فی عدتها فوطئها الثانی فرق بینهما وتداخلتا عندنا ویکون ماتراہ من الحیض محتسبا منهما جمیعا واذا انقضت العدة الاولی ولم تکمل الثانیة فعلیها اتمام العدة الثانیة [2]۔	مطلقہ عورت نے اگر عدت میں کسی دوسرے سے نکاح کیااور اس دوسرے نے اس سے جماع کرلیا،تو دونوں میں تفریق کی جائے گی اور دونوں عدتیں متداخل ہوجائیں گی،اور آنے والا حیض دونوں کا مشترکہ ہوگا،اور جب پہلی عدت پوری ہوجائے اور دوسری عدت پوری نہ ہو تو دوسری کو تام کرے۔(ت)

خانیہ وبحر وردالمحتار میں ہے:

[1] المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۶/۹۱

[2] درر شرح غرر باب العدۃ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۴۰۳

اذا تمت عدۃ الاول حل للثانی ان یتزوجھا لالغیرہ مالم تتم عدۃ الثانی بثلاث حیض من حین التفریق [1]	جب پہلی عدت پوری ہو جائے تو دوسرے خاوند کو اس سے نکاح حلال ہوگا، تفریق کے بعد جب تک دوسری عدت کے تین حیض مکمل ہو جائیں اس وقت تک کسی غیر کے لیے حلال نہ ہوگی۔(ت)

مسئلہ ۱۵۰: از موضع بھوٹا بھوئی بسوٹولانڈ ملک افریقہ مرسلہ جناب حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں صدیقی حنفی قادری

(۱) زید سوال کرتا ہے کہ خدانے مرد کو حکم دیا دو دو تین تین چار چار، اور عورت کو کیوں نہیں ملا کہ تم دو دو تین تین چار چار مرد کرو۔

(۲) ایک شخص زانی عوت کافرہ کو اسلام قبول کرواکے نکاح کیا اب وہ عورت حاملہ ہے مگر اسی مرد سے جس کے ساتھ نکاح ہوا ہے۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگرچہ حاملہ اسی سے ہو جب بھی نکاح جائز نہیں اور شاہد وحاضرین کا ٹوٹ جاتا ہے۔ مجموعہ خانی جلد ثانی ص ۳۹؟:

در ہدایہ وکافی آوردہ ست عورتے حربیہ در دارالاسلام آمد برآں عورت عدت لازم نشود خواہ اسلام در دار حرب آوردہ باشد خواہ نیاوردہ باشد وایں قول امام اعظم ست رحمۃ اللہ علیہ۔ ونزدیک امام ابویوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالٰی عدت لازم شود، وباتفاق علماء برکنیز کہ درتاخت گیرند عدت لازم نیست فاما استبراء، لازم ست واگر حربیہ کہ در داراسلام آمدہ ست وحاملہ تا آں زمان کہ	ہدایہ وکافی میں ہے کہ اگر کوئی عورت دارالاسلام آجائے تو اس پر عدت لازم نہیں خواہ دارالحرب میں مسلمان ہوئی یا نہ ہوئی، یہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک اس پر عدت لازم ہے اور جنگ میں گرفتار شدہ لونڈی پر عدت لازم نہیں ہے۔ یہ سب کا اتفاق ہے، اس پر صرف استبراء لازم ہے، اگر کوئی حاملہ عورت دارالحرب سے دارالاسلام آئی تو وہ بچہ کی پیدائش سے قبل نکاح نہیں کرسکتی، امام صاحب نے ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ وہ نکاح کرسکتی ہے لیکن بچے کی پرورش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے جس طرح زنا سے

[1] ردالمحتار باب العدۃ مطلب فی وطی المعتدۃ بشبہۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۹

فرزند نزاید نکاح نہ کند دیگر روایت از امام آنست کہ نکاح درست ست اگر حاملہ باشد فامانزدیکی باآں عورت شوہر نہ کند تاآں زمان کہ فرزند نزاید چنانچہ عورت راازز نا حمل ماندہ ست خواستن اور واست ونزدیکی کردن روانیست تاآں زمان کہ فرزند نزاید واگر یکے از میان زن وشوہر مرتد شد فرقت میاں ایشاں واقع شود فاما طلاق واقع نشود ایں امام اعظم امام اابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی ونزدیک امام محمد اگر مرتد شدہ است فرقت واقع شدہ است بے طلاق پس اگر مرد مرتد شدہ است وبازن نزدیکی کردہ باشد تمام مہر بر او لازم شود اگر نزدیکی نہ کردہ است چیزے از مہر لازم نشود ونفقہ نیز لازم نشود اگر خوداز خانہ مرد بیروں آمدہ باشد واگر خوداز خانہ مرد بیروں نیامدہ باشد نفقہ برمرد لازم شود[1]۔	حاملہ سے نکاح جائز مگر بچے کی پیدائش سے قبل اس سے جماع جائز نہیں ہے۔اگر خاوند بیوی سے کوئی ایک مرتد ہوجائے تو دونوں کی فرقت ہوگی لیکن طلاق نہ ہوگی،یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی علیہ کاہے۔اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اگر صرف خاوند مرتد ہوجائے توفرقت ہوجائے گی طلاق نہ ہوگی،تو خاوند کے مرتد ہونے کے بعد اگراس نے بیوی سے جماع کیا تومکمل مہر لازم ہوگا،اور مرتد ہونے کے بعد جماع نہ کیا تومہر اور نفقہ لازم نہ ہوگا،بشرطیکہ عورت خوداس کے گھر سے علیحدہ ہوچکی ہواور اگراس کے گھر میں ہو تو نفقہ مرد پر لازم ہوگا۔(ت)

الجواب:

(۱) اللہ عزوجل فرماتاہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ[2] بیشک اللہ عزوجل بے حیائی کا حکم نہیں فرماتا۔ایک عورت پر دو مردوں کااجتماع صریح بے حیائی ہے،جسے انسان توانسان جانوروں میں بھی جو سب سے خبیث تر ہے یعنی خنزیر وہی روا رکھتاہے۔حرمت زنا کی حکمت نسب کا محفوظ رکھنا ہے،ورنہ پتانہ چلے کہ بچہ کس کاہے۔اگر عورت سے دومردوں کا نکاح جائز ہوتو وہی قباحت کہ زنامیں تھی یہاں بھی عائد ہو معلوم نہ ہوسکے کہ بچہ کس کاہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) جسے زنا کا حمل ہو والعیاذ باللہ تعالٰی اور وہ شوہر دار نہ ہواس سے زانی وغیر زانی ہر شخص کا نکاح جائز ہے فرق اتنا ہے کہ غیر زانی کو اس کے پاس جانے کی اجازت نہیں جب تک وضع حمل نہ ہولے،اور جس کا حمل ہے وہ نکاح کرے تو اسے قربت بھی جائز،درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا و دواعیہ حتی تضع لئلا	زنا سے حاملہ کا نکاح صحیح ہے اگرچہ اس سے وطی اور اس سے متعلقہ امور حرام ہیں جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے

[1] مجموعہ خانی

[2] القرآن ۷/ ۲۸

یسقی ماءہ زرع غیرہ اذ الشعر ینبت منه ولونکح الزانی حل له وطؤھا اتفاقا[1]۔	تاکہ اس کا پانی غیر کی کھیتی کو سیراب نہ کرے یہ اس لیے کہ جماع سے حاملہ کے بچے کو بال اگتے ہیں،اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا تو اس کو جماع بھی جائز ہے۔(ت)

زید کا قول محض غلط ہے اور اس کا کہنا اگرچہ حاملہ اسی مرد سے ہے جب بھی نکاح جائز نہیں شریعت پر افترا ہے بلکہ صحیح ومفتی بہ یہ ہے کہ اگرچہ حمل دوسرے کا ہو جب بھی نکاح جائز ہے اور اس کا کہنا کہ شاہد وحاضران محفل کے ٹوٹ جاتے ہیں افتراء برافتراء ہے، مجموعہ خانی سے جو عبارت اس نے نقل کی ہے صراحۃً اس کے خلاف ہے۔

اگر عورت را از زنا حمل ماندہ است خواستن او رواست ونزدیکی کردن روانیست تاآنکہ نزاید۔	اگر عورت زنا سے حاملہ ہو جائے تو اس سے نکاح جائز اور جماع جائز نہیں جب تک بچے کو جنم نہ دے دے۔(ت)

اور وہ جو اسی سے نقل کیا کہ:

حربیہ کہ دار الاسلام آمدہ است وحاملہ تا نزاید نکاح نہ کند[2]۔	حربی عورت اگر دار الاسلام آجائے اگر حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک وہ نکاح نہ کرے۔(ت)

یہ اس میں ہے کہ حربی کافر کی حاملہ عورت دار الاسلام میں آکر مسلمان ہو گئی نہ کہ حمل زنا میں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۲: از (برہما) ڈاک خانہ چیگانگ محلّہ میذنگ ضلع اکیاب مرسلہ محمد عمر صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی الفتاوٰی قاضی خاں وان ترك الجمعة ثلاث مرات یصیر فاسقا کذا ذکر فی بعض المواضع و به اخذ شمس الائمه السرخسی رحمه اللہ تعالٰی وذکر فی بعض المواضع انه یبطل العدالة انتھی،وان ترك الصلٰوۃ بالجماعة ولم یستعظم ذلك کمایفعل به العوام بطلت عدالته	حضرات علمائے کرام اللہ تعالٰی تم پر رحم فرمائے،آپ کا کیا حکم ہے کہ فتاوٰی قاضی خاں میں ہے کہ اگر کسی نے تین جمعے ترک کردئے تو وہ فاسق ہوگا،یوں ہی بعض مقامات پر مذکور ہے جس کو شمس الائمہ سرخسی رحمہ اللہ تعالٰی نے لیا ہے اور بعض مقامات پر انھوں نے ذکر کیا کہ اس کی عدالت ختم ہو جائے گی اھ اور اگر کسی نے نماز باجماعت کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ترک کیا جیسا کہ عوام کرتے ہیں تو اس کی عدالت باطل

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹
[2] مجموعہ خانی

وان ترکھا متاؤ لاباں کان یضلل او یفسق لایبطل عدالته ولایقبل شهادة من کان معروفا بالکذب[1] **انتهی** **وفی الدرالمختار لاتقبل شهادته الابتاویل بدعة الامام اوعدم مراعاته**[2] **اھ**	ہو جائے گی اور اگر اس نے اہمیت کے باوجود کسی تاویل وعذر کی بناپر مثلاً امام کو گمراہ یا فاسق قرار دیتے ہوئے جماعت ترک کردی تو اس کی عدالت باطل نہ ہوگی، اور جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہوجائے تو اس کی شہادت مقبول نہیں اھ اور درمختار میں ہے کہ ایسے شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی، الایہ کہ وہ تاویل اور عذر مثلاامام کے بدعتی ہونے یا شرعی امور کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے جماعت ترک کرے۔اھ (ت)

جب ان لوگوں کی عدالت باطل ہو گئی تو بوقت نکاح وطلاق شہود بنانے سے نکاح وطلاق صحیح ہوگا یا نہیں، چونکہ درمختار میں ہے، **شهود عادل عند الشافعی**[3] (امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں عادل گواہ ہوں۔ت) شہود عادل شرط ہے، اور رجعت کرنے کے بارے میں اللہ تعالٰی فرماتا ہے: **وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ**[4] (دو عادل گواہ بناؤ۔ت) اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **لانکاح الا بولی وشاهدی عدل**[5] (ولی کے بغیر نکاح نہیں، اور دو عادل گواہوں کے بغیر بھی۔ت) اس عبارت مرقومہ اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ فاسق کو نکاح وغیرہ میں مشہود بنانا معتبر نہیں، جب معتبر نہیں ہے تو ثانیۃً تجدید نکاح کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

بلاشبہ بلاعذر ترک جمعہ اور ترک جماعت کی عادت موجب فسق ومسقط عدالت ووجہ رد شہادت ہے مگر نکاح میں جو شاہدین کی شرط ہے یہ وقت ادائے شہادت نہیں کہ عدالت کی حاجت ہو بلکہ وقت تحمل شہادت ہے اور اس میں عدالت کچھ ضرور نہیں، حنفی مذہب میں تصریح ہے کہ شاہدین نکاح اگر فاسق بھی ہوں حرج نہیں، درمختار میں ہے: **ولو فاسقین او محدودین فی قذف**[6] (اگرچہ دو گواہ فاسق ہوں یا قذف کی حد لگائے گئے ہوں۔ت)

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الشہادات نولکشور لکھنؤ ۵۳۲/۳

[2] درمختار باب الامامة مطبع مجتبائی دہلی ۸۲/۱

[3] ردالمحتار مع درمختار کتاب النکاح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۶۲/۲

[4] القرآن ۲/۶۵

[5] السنن الکبرٰی للبیہقی لانکاح الابشاہدین وعادلین دار صادر بیروت ۱۲۵/۷

[6] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۷/۱

حدیث میں ارشاد ہوا: **لانکاح الابولی وشاھدی عدل** (ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں۔ت) نفی بمعنی نہی ہے اور منافی صحت نہیں بلکہ ہمارے نزدیک یہ نہی ارشادی ہے کہ بالغہ کے نکاح میں ولی بھی شرط نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۳: از شمس آباد ضلع کیمل پور علاقہ اٹک مرسلہ مولوی قاضی گیلانی صاحب ۱۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ھ

بحضور لامع النور، موفور السرور، قاطع الشرور والفسق والفجور حضرت عالم اہل السنۃ والجماعۃ مجدد مائۃ حاضرہ زید مجدہم! بعد نیاز بے آغاز حضور نے فرمایا تھا کہ کتب خانہ فیض نشانہ میں عینی ہدایہ نہیں ولہٰذا دو ورق بقدر حاجت ارسال خدمت فیض درجت ہیں، مسئلہ خطبہ ونکاح بغیر کفو میں اس ملک کے علماء سخت مخالف ہیں بعض کتب عربیہ وفارسیہ قلمی غیر مشہور میں لکھا ہے کہ تقسیم فواکہ وشکر بافاتحہ خوانی بلاایجاب وقبول کے یا وعدہ کہ میں تم کو اپنی بیٹی دوں گا یا اس ارادہ پر کوئی تحفہ خوردنی یا پوشیدنی لیا تو بھی مثل ایجاب وقبول کے موجب انعقاد نکاح ہوگیا اور حدیث **تحرم الخطبہ علٰی خطبۃ اخیہ**[1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) سے ان عبارتوں کو اور بھی تاکید دیتے ہیں اور عینی شرح ہدایہ کی عبارت کتاب النکاح میں **لان الخطبۃ التزوج**[2] (کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے۔ت) ان کے مدعا کی پوری مثبت ہے ان کے نزدیک ایجاب وقبول لفظی یا کوئی قول وفعل اس پر دال ہو موجب نکاح ہے اگرچہ فتاوی مہدیہ وغیرہ کتب کی عبارتیں ان کو بارہا دکھائی گئیں مگر وہ لوگ قاصر الفہم اپنی ہٹ سے باز نہیں آتے اور اس کا نام احتیاط فی الفروج رکھا ہے۔ حضور نے ایک بار فرمایا تھا کہ قلم ناسخ کی غلطی معلوم ہوتی ہے، اور صحیح عبارت "**لان الخطبۃ للتزوج**" معلوم ہوتی ہے حضور کی یہ درفشانی نہایت اوفق واوجہ ہے مگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ خطبہ کے متعلق کل مالہا وماعلیہا مع ازالہ اوہام وابانۃ مرام ابحاث کے ساتھ بقدر چار پانچ ورق کے بزبان عربی حضور ارشاد فرمائیں۔ دوسری عبارت عینی کی:

وعنہ فی الرجل یشرب الشراب او ھوحائك یفرق بینھما وفی البسیط ذھبت الشیعۃ الی ان نکاح العلویات ممتنع علی غیرھم مع التراضی قال السروجی وھما قولان باطلان انتھی۔[3]	عینی سے روایت ہے کہ جو شراب کا عادی یا جولاہا ہے تو دونوں کی تفریق کردی جائے گی، اور بسیط میں ہے کہ شیعہ کا مذہب ہے کہ علویات (سیدزادیوں) کا نکاح ان کے اولیاء کی رضامندی کے باوجود بھی غیر سے ممنوع ہے، سروجی نے کہا: یہ دونوں قول باطل ہیں انتھی۔(ت)

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبۃ علی خطبۃ اخیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۴

[2] عینی شرح ہدایہ فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۴۳۴

[3] عینی شرح ہدایہ فصل فی الکفاءۃ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۱۰۲

اور عبارت تو اس سے پہلے صاف ہے ھماکے مرجع ہی میں شبہہ ہے۔اگر اس قاعدہ اکثریہ پر کہ اصل مرجع میں مذکور قریب ہے قریب کے دو قول لیے جائیں جو کہ ایک شارب وحائک کا دوسرا شیعہ والا ہے۔تو اگرچہ شیعہ کے قول کا بطلان ظاہر ہے کہ ظاہر روایت میں بغیر تراضی اولیاء بھی نکاح درست ہے باوجود ثبوت اعتراض للولی،اور بروایت نوادر نا درست ہے،لفساد الزمان فلم یکن ممتنعا (اس کی وجہ زمانے کا فساد ہے لہٰذا اصلا ممنوع نہ ہوا۔ت)مگر شارب الشراب یا حائک سے اگر اعلٰی قوم کی عورت نے بغیر تراضی اولیاء کے نکاح کرلیا تو ظاہر روایت ہی کی روسے تو تفریق کی جائے گی جیسا کہ کل متون وشروح وفتاوی میں مذکور ہے پس اس کے بطلان کی وجہ کیا ہے،سروجی حنفی مذہب کا ہے یا کہ غیر،اور کس طبقہ کا ہے،اور اس کی عبارت کا صاف مطلب کیا ہے،ملک خراساں کے اکثر حصص میں اکثر علمائے احناف اس کے قائل ہیں کہ سید زادی کا نکاح ہر شخص شریف ورذیل کے ساتھ درست ہے ولی راضی ہو یا خفا۔اور فقہ کی کل کتابوں سے اغماض کرکے صرف دو عبارتوں پر مصر ہیں ایک آیت سورہ احزاب کے اول رکوع میں؛

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ[1] الخ	نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنین کی جانوں سے بھی ان کے لیے قریب تر ہیں اور آپ کی ازواج پاک مومنین کی مائیں ہیں الخ (ت)

کہ تحریم ازواج مطہرات کی رسول اللہ وازواج کی بنات واخوات وخالات کی طرف متعدی نہیں،جیسا کہ مدارک وخازن واحمدی وروح البیان وغیرہ میں ہے۔اور دوسری عبارت **قال السروجی** الخ جو کہ ابھی عینی سے نقل ہوئی ان کو جواب دیا گیا ہے کہ ظاہر روایت ونوادر سے یہ عبارت مخالف نہیں کیونکہ ظاہر روایت میں بھی درست ہے مع اعتراض ولی،اور نوادر میں جو نادرست ہے تو وہ بوجہ فساد زمانہ ہے **فلاتعارض ولاتصادم** (ظاہر اور نادرروایت میں تعارض وتصادم نہیں ہے۔ت)اس کے متعلق بھی حضور لامع النور کچھ تحریر فرمائیں

الجواب:

بملاحظہ شریفہ مولٰنا المبجل المکرم ذی المجد والفضل والکرم مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب دامت معالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عبارت بنایہ صفحہ ۱۰۲ بہت صاف ہے۔اوپر کی روایت سے موازنہ کرکے اس روایت کا مطلب واضح ہوتا ہے،امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دو روایتیں ذکر کیں،اول

[1] القرآن ۳۳/۶

لابد من اعتبار الکفاءۃ ولایسقط الابتراضی الولی والمرأۃ[1]۔	کفو کا اعتبار ضروری ہے صرف ولی اور خود لڑکی کی رضا سے اس کا اعتبار ساقط ہو سکتا ہے۔(ت)

یہ ہمارے مذہب کے موافق ہے حتی کہ روایت حسن مفتی بہاکے بھی کہ اس میں بھی اگر بالغہ برضائے ولی قبل النکاح عالما بعدم الکفاءۃ غیر کفو سے نکاح کرے گی صحیح و نافذ ہوگا اور حق اعتراض بھی نہ رہے گا۔ دوسری:

وعنه فی الرجل یشرب الشراب اوھو حائك یفرق بینھما[2]۔	انہی سے مروی کہ شراب کا عادی یا جولاہا ہو تو دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔(ت)

یہ مطلق ہے وہ استثنائے تراضی یہاں نہیں یہاں بھی وہ استثناء ہو تو دونوں روایتیں ایک ہو جائیں لاجرم اس کے اطلاق کا یہ حاصل کہ لحاظ کفاءت حقاللشرع لازم تراضی زن وولی سے بھی ساقط نہ ہوگا، اور گو سب کی رضا سے ایسا نکاح ہو قاضی جبرًا علیہم تفریق کردے گا، جیسے ہمارے یہاں بنت ممسوسہ بشہوت سے برضائے زن واولیاء نکاح کرے **یفرق بینھما** (دونوں میں تفریق کردی جائے گی، ت) یہی حکم روافض نے دربارہ علویات دیا کہ دوسرے سے اگرچہ قرشی ہو علویہ کا نکاح اگرچہ برضائے کل ہو ممتنع ہے۔ ان دونوں قولوں کو امام سروجی فرماتے ہیں، باطلان (دونوں باطل ہیں، ت) اور وہ بیشک باطل ہیں، اگر بالغہ برضائے ولی حائک سے نکاح کرلے **لایفرق بینھما** (دونوں میں تفریق نہیں کی جائے گی، ت) اور علویہ بالغہ قرشی غیر علوی سے نکاح کرے اگرچہ بے رضائے ولی یا غیر قرشی سے برضائے ولی **لایمتنع** (منع نہیں کیا جائے گا۔ ت) امام سروجی ابوالعباس احمد قاضی مصر متوفی ۷۱۰ھ صاحب غایہ شرح ہدایہ اجلہ علمائے حنفیّہ سے ہیں، اس وقت تو فقیر نے قیاس سے گزارش کیا تھا کہ **الخطبة للتزوج** (منگنی نکاح کے لیے۔ ت) ہوگا، اب کتاب کا ورق کہ جناب نے بھیجا دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ بیشک لام ہی ہے۔ کاتب نے اس کتاب کو نسخ نہ کیا مسخ کیا ہے اسی لیے میں نے نہ خریدی، خطبہ کا غیر نکاح ہونا ایسا روشن ہے جیسے صبح کا غیر شمس ہونا حاشایہ احتیاط فی الفروج نہیں بلکہ احتیال فی الفروج ہے کہ منگنی ہوتے ہی منکوحہ بنالیں **ولایقول به جاھل فضلا عن فاضل** (کوئی جاہل بھی یہ بات نہ کہے گا چہ جائیکہ کوئی فاضل کہے۔ ت) کس قدر کثرت وافرہ سے نصوص ملیں گے جو خطبہ وتزوج کی مباینت ثابت کریں گے۔

ولیس یصح فی الاعیان شیئ　　　اذا احتاج النھار الی دلیل

(دن کی موجودگی بھی اگر کسی دلیل کی محتاج ہو تو پھر دنیا میں کوئی چیز ثابت نہیں قرار پائے گی۔ ت)

---

[1] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفاءۃ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/ ۱۰۲

[2] البنایہ شرح ہدایہ فصل فی الکفاءۃ مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/ ۱۰۲

حدیث تحرم الخطبة علی خطبة اخیه [1] (بھائی کی منگنی پر منگنی حرام ہے۔ت) اس کی تائید جہل شدید، ورنہ حدیث یحرم السوم علی سوم اخیه [2] (بھائی کے لگائے ہوئے بھاؤ پر بھاؤ لگانا حرام ہے۔ت) سے نفس سوم کو عقد بیع کرلیں گے۔ بنایہ کی پہلی عبارت لاینبغی ان تخطب المعتدة ش لان الخطبة للتزوج ونکاح المعتدة لایجوز [3] (عدت والی عورت کو منگنی کا پیغام دینا مناسب نہیں، شرح میں ہے۔ کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جبکہ عدت والی کو نکاح جائز نہیں۔ت) تو ظاہر ہے کیا نکاح معتدہ کو "لاینبغی" کہا جاتا اس کی تحریم تو محرمات میں گزری، یہاں کاتب نے "لان" چھوڑ دیا ہے متن نے دو مسئلے بیان فرمائے ایک خطبہ صریحہ اسے منع فرمایا، شارح اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ خطبہ تو بغرض تزوج ہی ہے اور تزوج معتدہ حرام، دوسرا خطبہ بالکنایہ، اسے جائز فرمایا کہ لاباس بالتعریض فی الخطبة [4] (عدت والی کو کنایہ کے طور پر منگنی کے پیغام میں کوئی ممانعت نہیں۔ت) یعنی خطبہ ہو مگر نہ الفاظ صریحہ میں بلکہ کنایہ تو حرج نہیں۔ کیا کوئی مسلم بلکہ کوئی عاقل اس کے یہ معنی لے سکتا ہے کہ معتدہ سے نکاح بالکنایہ جائز ہے حاش للہ! دوسری عبارت:

ای لایجوز ان یقول صریحا اریدان انکحك اواخطبك لان الخطبة للتزوج کماذکرنا [5]۔	یعنی صراحةً یہ کہنا کہ میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ یا میں تجھے پیام نکاح دیتا ہوں، ناجائز ہے کیونکہ منگنی نکاح کے لیے ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا (ت)

جس میں کاتب نے "ای" کا "ان" اور للتزوج کا التزوج لکھا ہے اس میں ان صاحبوں کو غالبًا یہ دھوکا لگا کہ اخطب کہ منصوب پڑھا اور انکح پر معطوف اور "ارید" کے تحت میں داخل مانا کہ یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے خطبہ کرنا چاہتا ہوں یوں سمجھ لیا خطبہ تزوج ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ اخطب مرفوع حکائی اور اس کا عطف "ارید" پر ہے یعنی یہ کہنا جائز نہیں کہ میں تجھ سے نکاح کیا چاہتا ہوں نہ یہ کہنا جائز ہے کہ میں تجھے خطبہ کرتا یعنی پیام نکاح دیتا ہوں پھر اس کے صریح ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ خطبہ تزوج ہی کے لیے ہوتا ہے تو "اخطبک" کے معنٰی بعینہٖ وہی ہوئے کہ "اریدان انکحک" آیہ کریمہ کی مثل امہات تحریم ابدی عام کے لیے ہے، یہ بیشک ازواج مطہرات سے خاص ہے ورنہ ختنین کریمین سے تزویج بنات مکرمات نہ ہوسکتی اس سے یہ لازم سمجھنا کہ غیر ازواج مطہرات

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الخطبة علی خطبة اخیه قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۴

[2] صحیح مسلم باب تحریم البیع علی بیع اخیه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴

[3] البنایه شرح ہدایه فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۳۴

[4] البنایه شرح ہدایه فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۳۴

[5] البنایه شرح ہدایه فصل فی الحداد مکتبہ امدادیہ مکۃ المکرمہ ۲/ ۴۳۴

میں حل مطلق ہے سخت جہل ہے کہاں تحریم مطلق کی نفی کہاں حل مطلق کا اثبات، یعنی سالبہ کلیہ کا نقیض موجبہ کلیہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۴: از موضع بین ضلع پٹنہ مرسلہ جناب سید مظفر حسین صاحب مورخہ ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بالغہ لڑکی ہندہ کی نسبت عمرو سے مقرر کی اور بکر کو وکیل بالنکاح اور ناکح مقرر کرکے خط لکھ بھیجا کہ ہندہ کا نکاح عمرو سے اکیس ہزار روپے دین مہر پر کردو، ان تمام باتوں کی اطلاع ہندہ کو ہے اگرچہ اجازت ہندہ سے موافق دستور ہندستان نہیں مانگا گیا اور ہندہ کی کسی حرکات وسکنات سے عدم رضامندی اور ناراضگی بھی ظہور میں نہ آئی، بکر نے اکیس ہزار دین مہر پر عمرو سے ہندہ کا نکاح کرکے زید کے پاس خط لکھ بھیجا کہ فلاں تاریخ عمرو سے ہندہ کا نکاح اکیس ہزار پر کردیا آپ لڑکی کو خبر کردیجئے، زید نے اپنی لڑکی کو اطلاع دلوایا تو لڑکی نے قبول کرلیا، نکاح ایسی صورت میں قبول ہوا اور تجدید کی ضرورت تو نہیں ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح صحیح وتام و نافذ ولازم ہوگیا، اگر کوئی مانع شرعی مثل فساد مذہب وغیرہ نہ ہو تجدید کی حاجت نہیں **فان الاجازۃ اللاحقۃ کالوکالہ السابقۃ**[1] **کما فی الخیریہ وغیرھا** (کیونکہ بعد کی اجازت پہلی وکالت کی طرح ہے۔ جیساکہ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی نکاح الفضولی دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷

باب المحرمات

(محرمات کا بیان)

مسئلہ ۱۵۵: ۱۹ رجب ۱۳۰۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنے ابن الابن زید کو دودھ پلایا، اب زید کا نکاح اپنی نواسی لیلٰی بنت سلمی سے کیا چاہتی ہے آیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہرگز جائز نہیں کہ جب زید نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو وہ اس کی ماں ہوئی، اور جب وہ اس کی ماں ہوئی تو اس کی ساری اولاد خواہ اس دودھ سے پہلے پیدا ہوئی ہو یا بعد، سب اس کے بھائی بہن ہوئے، اور جب وہ سب بہن بھائی ہیں تو ان کی بیٹیاں اس کی بھتیجیاں بھانجیاں ہیں، بس لیلٰی بھی کہ سلمٰی بنت ہندہ کی دختر ہے زید کی بھانجی ہے اور زید اس کا ماموں ہے۔ اور ماموں بھانجی کا نکاح کہیں حلال نہیں۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما وفروعھما حتی المرضعۃ لو ولدت قبل ھذا الارضاع اوبعدہ وارضعت رضیعھا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ[1] اھ ملخصاً۔	دودھ پینے والے بچے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع حرام ہو جاتے ہیں حتی کہ اگر وہ دودھ پلانے سے قبل یا بعد اس نے کوئی بچہ جنا ہو یا کسی کو دودھ پلایا ہو تو وہ سب اس کے بھائی بہن ہوں گے اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھتیجیاں اور بھانجے اور بھانجیاں ہوں گی۔ اھ ملخصاً (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ بعض مدعیان علم کا یہ خیال کہ سلمٰی اور لیلٰی زید سے پہلے پیدا ہوئی تھی تو دودھ میں شرکت نہ ہوئی، نہ سلمٰی اس کی بہن نہ لیلٰی اس کی بھانجی ٹھہری، محض جہالت فاحشہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۶: از خیرآباد مرسلہ حسین بخش صاحب رضوی یکم ربیع الاول ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بکر کی بیٹی بیاہی ہے اور بکر نے دوسری عورت سے نکاح کیا، بعدہ بکر مرگیا، اب زید چاہتا ہے کہ اپنی سوتیلی خوشدامن سے نکاح کرے، یہ نکاح موافق حاشیہ عینی کے جائز ہے یا نہیں؟ اور زن مذکورہ **قولہ تعالٰی "وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ"** میں داخل ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح مذکور بیشک جائز ہے۔ **قال اللہ عزوجل: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ**[1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) علماء قاطبۃً متون وشروح وفتاوٰی میں محرمات صہریہ زوجات اصول وفروع اصول وفروع زوجات بتاتے ہیں نہ زوجہ اصول زوجہ **وعدم الذکر فی امثال المقام ذکر العدم کما لایخفی** (ایسے مقام میں ذکر نہ ہونا گویا نہ ہونے کا ذکر ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) اور سوتیلی ماں لفظ امہات میں ہرگز داخل نہیں، ورنہ آیۃ تحریم میں **حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ**[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ت) کے بعد **وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ**[3] (جن سے تمھارے آباء نے نکاح کیا تم ان سے نکاح نہ کرو۔ت) کیونکر فرمایا جاتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں، اگر سوتیلی ماں بھی ماں ہوتی تو یہ عورتیں اس کی نانی، بہن، خالہ قرار پاتیں۔ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں:

لاتحرم بنت زوج الام ولا امہ ولا ام زوجۃ الاب ولا بنتہا[4]۔	ماں کے خاوند کی بیٹی اور اس کی ماں اور باپ کی دوسری بیوی کی ماں اور بیٹی حرام نہیں۔(ت)

اصل یہ ہے کہ ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ خسر کی زوجہ ہے بلکہ اس لیے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے، سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہٰذا اس کی حلت میں کوئی شبہ نہیں، مسئلہ واضح ہے اور حکم ظاہر، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۷: از نرسنگھ پور کنڈیلی متصل جامع مسجد مرسلہ مولوی یقین الدین صاحب ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۰۶ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔ اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ نصیبن اپنے خاوند

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

[2] القرآن ۴/ ۲۳

[3] القرآن ۴/ ۲۲

[4] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳

زید کی موجودگی میں بکر سے پھنسی ہوئی تھی، زید اپنے روزگار کی وجہ سے دوسرے شہر میں رہتا ہے، مگر اپنی زوجہ نصیبن کو دو برس تک کچھ خرچہ نہ بھیجا، چنانچہ نصیبن علانیہ بکر کے گھر میں آگئی، اس کے ایک لڑکا بھی زید سے ہے۔ طلاق نہیں دی ہے مگر ہاں زید کی مرضی ہے کہ مسماۃ کچھ دے تو طلاق دے دوں، بکر درصورت طلاق نہ دینے زید کے نصیبن سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ عورت بے اذن شوہر کے گھر سے نکل جائے تو نکاح سے نکل جائے محض غلط ہے۔

قال تعالٰی: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ [1] **۔الایۃ۔ تخافون تعلمون ومن النشوز الخروج بلااذن۔**	جن عورتوں کی نافرمانی کا احساس کرتے ہو ان کو نصیحت کرو، الآیۃ۔ یہاں **تخافون** بمعنی **تعلمون** اور **نشوز** سے مراد اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا ہے۔(ت)

معاذ اللہ اگر ایسا ہو تو نکاح کی گرہ زنان ناقصات العقل والدین کے ہاتھ میں ہو جائے، جو عورت چاہے بے ارادہ شوہر سہل طور پر نکاح سے آزادی حاصل کرلے حالانکہ اللہ عزوجل نے نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں رکھی ہے۔ قال عزوجل:

بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ[2] **یعنی الزوج فی قول علی وسعید بن المسیب وسعید بن جبیر وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔**	اسی (خاوند) کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ، سعید بن مسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خاوند مراد لیا ہے۔(ت)

اسی طرح عیاذًا باللہ عورت کے فسق وفجور سے بھی نکاح نہیں جاتا۔ قال اللہ تعالٰی:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآىٕكُمْ [3] **۔سماھن مع ذلك نسائھم، وقال جل وعلا وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ** [4] **الاٰیۃ الٰی قول تبارك وتعالٰی وَیَدْرَؤُا عَنْهَا**	تمھاری بیویوں میں سے جو فحش کاری کی مرتکب ہو، اس میں اس کے باوجود ان کو بیویاں فرمایا گیا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: وہ لوگ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگاتے ہیں الآیۃ، اس عورت سے حد کو ساقط

---

[1] القرآن ۴/۳۴

[2] القرآن ۲/۲۳۷

[3] القرآن ۴/۱۵

[4] القرآن ۲۴/۶

الْعَذَابَ[1]۔ الآیۃ	کرو، الآیۃ تک۔ (ت)

پس جبکہ زید نے ہنوز طلاق نہ دی نصیبن بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے اور بکر خواہ کسی کو ہر گز اس سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا، تاہم جیسے اب تک وہ دونوں مبتلائے زنا رہے یوں ہی اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے، اور یہ جھوٹا نام نکاح کا کچھ مفید نہ ہوگا، قال تعالٰی: وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[2] (شادی شدہ پاکیزہ عورتیں۔ت) پس چارہ کار یہی ہے کہ بکر نصیبن فوراً جدا ہو جائے اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں پھر نصیبن زید کے پاس نہ رہنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ زید کی طلاق کے بدلے مال دے کر خواہ بغیر مال دئے طلاق حاصل کرے، قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی:

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖؕ[3]۔	اگر تمھیں ڈر ہے کہ عدل کے طور پر وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو (خلع کے طور پر عورت کی طرف سے) فدیہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ت)

جب زید طلاق دے دے تو تین حیض کامل گزرنے کے بعد نصیبن کو حلال ہوگا کہ بکر خواہ غیر بکر جس سے چاہے نکاح کرلے، قال سبحنہ وتعالٰی:

وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍؕ[4]۔	طلاق شدہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک پابند رکھیں، (ت)

بکر و نصیبن اگر اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا اور اگر نہ مانیں اور اسی حالت پر رہیں یا بے طلاق حاصل کئے آپس میں نکاح کرلیں، تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بیبیاں انھیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں، قال عزوجل:

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝۶۸[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اور کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈال دے تو یاد آنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عالم حیات زوجہ میں حقیقی سالی یا رشتہ کی سالی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

تاحیات زوجہ جب تک اسے طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے جو اس کے باپ کے نطفے

---

[1] القرآن ۸/۲۴
[2] القرآن ۲۴/۴
[3] القرآن ۲۲۹/۲
[4] القرآن ۲۲۸/۲
[5] القرآن ۶۸/۶

یا ماں کے پیٹ سے یا دودھ شریک ہے نکاح حرام ہے۔قال اللہ تعالٰی: وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ[1] (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو۔ت) اور ان کے سوا زوجہ کی رشتہ کی بہنیں مثلاً چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں اس کے شوہر پر ہر وقت حلال ہیں کل ذلك مصرح به فی کتب الفقه (ان تمام مسائل کی تصریح کتب فقہ میں موجود ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۵۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بھتیجی بہو اور بھانج بہو سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دونوں سے درست ہے، قال اللہ تعالٰی: وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ[2] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۰: از لکھنؤ محلّہ علی گنج مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ۵ ذی الحجہ ۱۳۰۶

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین جواب اس مسئلہ کا کہ ایک شخص نے اپنی سالی کی لڑکی کو واسطے اپنے لڑکے کے نکاح کے پرورش کیا، تقدیر ربی سے لڑکا انتقال کر گیا، بعدہ خود پرورش کنندہ کی بی بی فوت ہو گئی، اب پرورش کنندہ نے اپنی شادی اس لڑکی پرورش کردہ شدہ سے کرلی، یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قطعاً جائز ہے۔قال اللہ تعالٰی: وَ اُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ[3] (اور مذکورہ محرمات کے علاوہ تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) ظاہر ہے کہ بیٹے کے لیے نیت نکاح ہونے سے وہ بیٹے کی منکوحہ نہ ہو گئی جو حَلَآئِلُ اَبْنَآئِکُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِکُمْ[4] (تمھارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال شدہ عورتیں تم پر حرام ہیں۔ت) میں داخل ہوسکے۔حلائل جمع حلیلہ ہے یعنی وہ عورتیں تم پر حرام ہیں جو بذریعہ نکاح تمھارے صلبی بیٹوں کے لیے حلال ہوچکیں، یہاں نہ ابھی بیٹے سے نکاح ہوا نہ یہ عورت اس کے لیے حلال ہوئی باپ پر کیونکر حرام ہوسکتی ہے، اور اگر پرورش کے خیال سے ایسا کہا جائے تو بھی محض غلط، قرآن عظیم نے یوں فرمایا ہے:

وَ رَبَآئِبُکُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ مِّنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ؗ فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ	تمھاری گود کی پالیاں تمھاری ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم ہم بستر ہوچکے اگر تم نے ان عورتوں سے ہم بستری

[1] القرآن ۴/ ۲۳
[2] القرآن ۴/ ۲۴
[3] القرآن ۴/ ۲۴
[4] القرآن ۴/ ۲۳

فَلَاجُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ [1]	نہ کی ہو تو ان کے ساتھ نکاح میں تم پر کچھ گناہ نہیں۔

دیکھو قرآن مجید تصریح فرماتا ہے کہ اپنی منکوحہ کی دختر اپنی گود کی پالی بھی حلال ہے جب تک منکوحہ سے خلوت نہ کی ہو اختیار رکھتا ہے کہ منکوحہ کو چھوڑ کر یا اس کے مرے پر اس سے نکاح کرلے تو سالی کی بیٹی پرورش کرنے سے کیوں حرام ہونے لگی، یہ محض ہندوانہ خیالات ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۱: ۲۱ رجب ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو کے ساتھ کردیا، عمرو نے طلاق نہیں دی، زید نے کچھ روپیہ بکر سے لے کر نکاح بکر کے ساتھ کردیا، اور بکر نے بھی طلاق نہیں دی۔ زید نے اور شخص ثالث کے ساتھ کچھ روپیہ لے کر نکاح کردیا، اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوگئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

یہ نکاح نہ ہوئے محض زنا ہوئے، قال اللہ تعالٰی: **وَّ الۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ** [2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں، ت) عورت اب جس کے پاس ہے اس پر قطعی فرض ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے الگ کردے اور نکال دے۔ اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جدا ہو جائے اپنے خاوند عمرو کے پاس آئے اور یہ روپیہ کہ زید نے بکر اور اس شخص ثالث سے لیا بالکل حرام قطعی اور رشوت بلکہ زنا کی خرچی تھا، زید پر فرض ہے کہ یہ روپیہ جس سے لیا ہے اسے واپس کرے زید اور شخص ثالث اور وہ عورت تینوں میں سے جو شخص ان احکام کی تعمیل نہ کرے مسلمان اسے اپنی صحبت سے نکال دیں اور اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کریں، قال اللہ تعالٰی:

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ [3] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جب کبھی شیطان تجھے بھول میں ڈالے تو یاد آنے پر ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲: ۷ ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا ایک بیٹا ہے اور ہندہ کی ایک بیٹی۔ زید کا بیٹا ہندہ سے نکاح کیا چاہتا ہے اور زید ہندہ کی بیٹی سے، اس صورت میں یہ دونوں نکاح ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ کتاب اللہ سے فرمائے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ دونون نکاح حلال ہیں **قال اللہ تعالٰی:** وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ [4] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمھارے لیے

---

[1] القرآن ۴/۲۳

[2] القرآن ۴/۲۴

[3] القرآن ۶/۶۸

[4] القرآن ۴/۲۴

حلال کی گئی ہیں۔ت) ظاہر ہے کہ پسر زید کے لیے ہندہ اگر ہو گی تو باپ کی ساس ہو گی **ذلك اذا تقدم نکاح زید** (اور یہ جب ہے کہ زید کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ت) اور باپ کی ساس حلال ہے جبکہ وہ اپنی نانی نہ ہو۔

فی ردالمحتار قال الخیر الرملی لاتحرم ام زوجہ الاب[1]۔	ردالمحتار میں ہے کہ خیر الدین رملی نے فرمایا کہ باپ کی ساس حلال ہے۔(ت)

اور زید کے لیے ہندہ کی بیٹی اگر ہو گی تو بہو یعنی زوجہ پسر کی بیٹی ہو گی **وھذا اذا سبق نکاح ابن زید** (یہ جب ہے کہ زید کے بیٹے کا نکاح پہلے ہوا ہو۔ت) اور بہو کی بیٹی حلال ہے جبکہ وہ اپنی پوتی نہ ہو۔

فی ردالمحتار اما بنت زوجۃ ابنہ فحلال[2]۔	ردالمحتار میں ہے بیٹے کی بیوی کی بیٹی حلال ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۳: از اوجین مرسلہ میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ ۲۹ رجب ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے سالی حقیقی سے صحبت کی اور عمرو نے سالی کے ساتھ نکاح، توزید وعمرو کی اولین عورتوں پر طلاق عائد ہوتی ہے یانہیں؟ کیونکہ قرآن مجید وفرقان حمید میں **اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ اِلَّا مَا قَدۡ سَلَفَ** (منع ہے کہ تم دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرو مگر جو ہو گزرا۔ت) وارد ہے، اس مسئلہ میں جو حکم شرعًا ہو جداگانہ مع التشریح بحوالہ کتب بیان فرمائیں۔

الجواب:

بموجودی زوجہ سالی سے نکاح حرام ہے۔ اور اس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور فورًا چھوڑدے اور زنا تو ہر حال حرام ہی ہے مگر سالی سے نکاح یازنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی، نہ آیت کا یہ مطلب ہے نہ سالی سے زنا کے سبب زوجہ سے جماع حرام ہو، درمختار میں ہے:

فی الخلاصۃ وطی اخت امرأتہ لاتحرم علیہ امرأتہ[3]۔	خلاصہ میں ہے کہ سالی سے زنا کی وجہ سے بیوی حرام نہ ہو گی۔(ت)

نہ سالی کے ساتھ فقط نکاح کرنے سے جماع زوجہ ممنوع ہوجائے۔ جب تک سالی سے جماع واقع نہ ہو، ہاں اگر بعد نکاح سالی سے جماع کرلیا تو اب زوجہ سے جماع حرام ہوگیا، یہاں تک کہ سالی کو چھوڑدے اور اس کی عدت گزر جائے اس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا یوں ہی اگر بے نکاح سالی سے جماع کیا مگر دیدہ دانستہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۳

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

زنانہ کیا بلکہ بلاشبہہ اور دھوکے سے جماع واقع ہو تو بھی زوجہ سے جماع حرام ہو گیا جب تک اس جماع شبہہ کے سبب سالی پر جو عدت لازم آئی ہے ختم ہو جائے۔

فی ردالمحتار فی مسئلة نکاح المرأة علی اختھا الثانی باطل ولہ وطی الاولی الاان یطأ الثانیة فتحرم الاولی الی انقضاء عدة الثانیة کما لووطئ اخت امرأته بشبھة حیث تحرم امرأة مالم تنقض عدة ذات الشبھة ح عن البحر[1]۔	ردالمحتار میں بہن کی موجودگی میں سالی سے نکاح کے مسئلہ میں فرمایا کہ دوسرا نکاح باطل ہے اور جب تک دوسری سے وطی نہ کی ہو پہلی سے جماع جائز ہے۔ اگر دوسری سے وطی کرلی ہو تو پہلی سے جماع اس وقت تک حرام ہے جب تک دوسری کی عدت نہ گزر جائے۔

جس طرح شبہہ کی بناء پر بیوی کی بہن سے جماع ہو جائے تو بیوی سے جماع حرام ہوتا ہے۔ تاوقتیکہ شبہہ والی کی عدت پوری نہ ہو جائے، یہ بحر سے منقول ہے۔ (ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم**

مسئلہ ۱۶۴: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید ظہور حیدر میاں صاحب قبلہ　　پنجم شوال ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید نے اپنی دختر ہندہ نابالغہ کا عقد بولایت اپنے ہمراہ بکر کردیا کہ جس کو عرصہ ایک سال کا گزرا زید کی زوجہ کو سفر در پیش آیا واسطے حفاظت ونگرانی بکر کو ہمراہ کردیا زوجہ زید نے بہمراہی اپنے داماد بکر کے مع ایک خادمہ سفر گاڑی پر کیا شب کو سرائے میں بکر نے باارادہ فاسدہ ونیت خراب اپنی خوشدامن کی چارپائی پر آکر زبردستی کہا کہ میں پاؤں دابوں، ہر چند منع کیا لیکن زبردستی پاؤں دبانے شروع کردئے اور شکم پر ہاتھ پھیر کر قریب تھا کہ کمر بند کھول ڈالے اور اپنا ازار بند اول کھول لیا تھا، نہایت مشکل وزبردستی سے بکر کو چارپائی سے علیحدہ کیا گیا، دوبارہ پھر قریب تین بجے شب کے بکر نے آکر چارپائی پر بیٹھ کر ارادہ دست درازی کا کیا، زوجہ زید کی آنکھ کھلی گئی اور وہ چیخ کر غل مچانے لگی جس سے گاڑی بان اور خادمہ نے چونک کر چراغ سے دیکھا تو بکر تھا عذر بدتر از گناہ کرنے لگا کہ میں کتا مارنے آیا تھا یہ بات زوجہ زید یقین اور خوب مضبوطی سے از روئے مباہلہ وقسم شرعی کہتی ہے کہ بکر نے اول مرتبہ میرے شکم پر ہاتھ پھیر کر میرے ازار بند کھولنے کی نیت سے دست درازی کی تھی اور اپنا ازار بند کھول رکھا تھا اور اس وقت بکر کے دست وپا میں رعشہ سخت تھا اگر میں ناراض ہو کر زبردستی بکر کو چارپائی سے علیحدہ نہ کرتی تو بیشک میری عصمت بکر خراب کرڈالتا اور اسی ارادہ سے دوبارہ پھر بکر آکر میری چارپائی پر بیٹھا اگر گاڑی بان وخادمہ چراغ لے کر نہ آتے اور نہ دیکھتے

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۶

توبکر ہرگز اپنے ارادہ سے باز نہ آتا، زید کو بعد دریافت اس حالت کے اپنی دختر ہندہ کے عقد میں شک پڑگیا اور کہا کہ میں اب رخصت نہ کروں گا، تو اب جس حالت میں دونوں ولی اصلی یعنی والدین ہندہ زید مع زوجہ بکر سے بباعث اس حرکت کے ناراض ہیں تو نکاح ہندہ کا بکر سے باقی رہ گیا یا ٹوٹ گیا؟ اور اگر ٹوٹ گیا تو عقد ثانی اس کا خواہ بکر سے یا اور جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ دختر زید یعنی ہندہ نابالغہ ہے اور ولی یعنی والدین اس کے بکر سے ناراض ہیں تو ایسی حالت میں مسئلہ شریعت کیا ہے۔ اور اب معاملہ ہندہ و بکر کیا ہونا چاہئے؟ اور زوجہ زید جوان ہے جس سے یہ حرکت بکر نے کی، فقط، **بینوا توجروا**

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہوجاتی ہے۔ اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معا نعوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہو یا پہلے سے نعوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہوجائے ورنہ اگر جس وقت مس کیا نعوظ نہ تھا جب مس ختم ہوچکا اس کے بعد پیدا ہوا یا نعوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی۔

فی الدرالمختار العبرة للشهوة عند المس والنظر، لابعدهما وحدها فیما تحرك اٰلته او زیادته به یفتی[1]۔ وفی ردالمحتار قوله او زیادته ای زیادة التحرك ان کان موجودا قبلهما قوله به یفتی قال فی الفتح وفرع علیه مالوانتشر وطلب امرأته فاولج بین فخذی بنتها خطاء لاتحرم امها مالم یزدالانتشار[2]۔	درمختار میں ہے کہ دیکھنے اور چھونے کے وقت شہوت کا اعتبار ہے اس کے بعد والی شہوت معتبر نہیں، اور اس وقت معتبر شہوت کی حد یہ ہے کہ چھونے اور دیکھنے پر آلہ تناسل حرکت کرے یا اس وقت حرکت میں زیادتی پیدا ہو۔ اسی پر فتوی ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے: اس کا قول "زیادته" اس سے مراد حرکت کی زیادتی ہے جبکہ پہلے حرکت موجود ہو، اس کا قول به یفتی، فتح میں کہا اور اس پر تفریع بیان کی کہ کسی کو انتشار ہوا، اپنی بیوی کی طلب کی تو بیوی کی بجائے (بیوی کے پہلے خاوند سے) بیٹی کی رانوں کو غلطی اور خطا سے استعمال کیا تو اس لڑکی کی ماں (بیوی) اس پر حرام

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۰

نہ ہو گی کیونکہ اس وقت انتشار زائد نہ ہوا (بلکہ وہ انتشار موجود رہا جو پہلے بیوی کے لیے ہوا تھا) (ت) اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو، جیسے اس زمانے میں جالی یا تنزیب کی کرتیاں، ورنہ اگر ایسا سنگین کپڑا حائل تھا کہ جسم زن کی گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہزار شہورت واقع ہوا ہو۔

فی الدرالمختار واصل ممسوسۃ بشھوۃ ولو بشعر علی الرأس بحائل لایمنع الحرارۃ[1] فی ردالمحتار فلوکان مانعا لاتثبت الحرمۃ کذا فی اکثر الکتب وکذا لوجامعھا بخرقۃ علی ذکرہ[2]۔	درمختار میں ہے شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت خواہ یہ مس عورت کے سر کے بالوں کا کسی ایسے پردہ اور کپڑے کے حائل ہونے کے باجود ہو جو بدن کی حرارت پہنچنے کے لیے مانع نہ ہو، تو بھی اس عورت کے اصول حرام ہو جائیں گے، ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ کپڑا بدن کی حرارت کے لیے مانع ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی، اکثر کتب میں ایسے ہی ہے۔ اور یوں ہی اگر کسی عورت سے جماع کے وقت ذکر پر موٹا کپڑا لپیٹ لیا (جس سے آپس میں دونوں کے بدن کی حرارت نہ محسوس ہو سکے اور عورت کے باقی تمام بدن پر موٹا کپڑا ہو کہ کوئی حصہ بدن برہنہ مس نہ ہو) (ت)

نیز ایک شرط حرمت یہ ہے کہ یہ حرکت انزال کی طرف مودی نہ ہو، اگر انزال ہو گیا حرمت نہ ہوئی۔

فی الدرالمختار ھذا اذالم ینزل فلو انزل مع مس اونظر فلاحرمۃ بہ یفتی ابن کمال[3]۔	درمختار میں ہے کہ حرمت تب ثابت ہو گی جب اس انتشار میں انزال نہ ہوا ہو، اور اگر مس یا نظر کے وقت شہوت سے انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہو گی، اس پر فتوی ہے۔ ابن کمال (ت)

غرض مس یا نظر کے سبب حرمت مصاہرت ثابت ہونے میں یہ شرطیں ہیں زوجہ زید کا بیان جس قدر سوال میں مذکور اس سے کچھ نہیں کھلتا کہ صورت واقعہ میں یہ متحقق تھیں یا نہیں۔ تین بجے شب کے واقعہ میں بکر کا صرف اس کی چارپائی پر آکر بیٹھنا اور دست درازی کا ارادہ کرنا بیان کرتی ہے کہ مجرد ارادہ کوئی چیز نہیں، اور واقعہ اول شب میں بھی کچھ نہیں کہتی کہ بکر کا پاؤں دبانا کپڑے پر سے تھا یا برہنہ پاؤں پر،

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۰

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

اور شکم پر ہاتھ پھیرنا بھی کچھ خواہی نخواہی اس میں نص نہیں کہ برہنہ پیٹ پر ہاتھ پھیرا، نہ یہ معلوم کہ اس وقت زوجہ زید کی کرتی کیسے کپڑے کی تھی، تواس کے فقط اتنے بیان پر حکم حرمت نہیں ہوسکتا جب تک صاف صاف تمام شرائط کا متحقق ہونا نہ ظاہر ہو۔لہٰذا فقیر اس مسئلہ کے جواب میں صرف اس قدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر بکر نے زوجہ زید کے پاؤں یا پیٹ خواہ کسی جسم پر برہنہ یا حائل نرم کے ساتھ بطور شہوت ہاتھ لگایا کہ اس حرکت کی حالت ہی میں اسے نعوظ پید ہوا یا پہلے سے تھا تو اسی حالت میں بڑھ گیا اور انزال واقع نہ ہوا تو بیشک ہندہ ہمیشہ ہمیشہ بکر پر حرام ہوگئی کہ کبھی کسی طریقہ سے اسے ہاتھ نہیں لگاسکتا ہے، اور اگر ان شرائط میں کچھ کمی تھی تو ہندہ بدستور اس کے لیے حلال ہے، پھر جس حالت میں حکم حرمت دیا جائے گا اس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا، یہ محض خطا ہے بلکہ اس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ ہندہ بکر پر حرام ابدی ہوگئی، بکر پر فرض کہ اسے چھوڑ دے اگر نہ چھوڑے گا سخت گناہ گار ہوگا اور ہندہ کے حق میں بھی گرفتار ہوگا۔قال اللہ تعالٰی:

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[1]، واذ قد فاته الامساك بالمعروف لزمه التسريح باحسان۔	بھلائی سے پاس رکھو یا اچھے انداز میں اس کو آزاد کردو، اس صورت میں پاس رکھنا ممکن نہیں رہا لہٰذا اس کو چاہیے کہ چھوڑ دے۔(ت)

مگر جب[عہ] تک وہ ترک نہ کرے یا حاکم شرع تفریق نہ کردے نکاح بیشک باقی ہے۔دوسری جگہ ہرگز ہندہ کا نکاح جائز

عـــہ: انظر ههنا فان الدرخص المتاركة بالزوج و حقق الشامی انها تكون من المرأة ايضا وان لافرق بينها وبين الفسخ، وقد تقرر ان حرمة المصاهرة تفسد النكاح وان فی النكاح الفاسد لكل منهما فسخه ولو بغير محضر من صاحبه دخل بها اولا وانظر ان غير البالغة هل لها او لوليها فسخ نكاحها الفاسد تحرزا عن المعصية ام ينتظر بلوغها اذ لامعصيه منها قبله والظاهر الاول فليحرر (م)

یہاں غور کرنا چاہئے کیونکہ در نے متارکہ کا حق خاوند کے لیے خاص کیا ہے، جبکہ علامہ شامی نے کہا کہ عورت کو بھی متارکہ کا حق ہے کیونکہ اس میں اور فسخ میں کوئی فرق نہیں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حرمت مصاہرہ نکاح کو فاسد کردیتی ہے۔جبکہ نکاح فاسد میں خاوند وبیوی دونوں کوایک دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو دخول کیا ہو نہ کیا ہو فسخ کا حق ہے، اور یہ بھی قابل غور ہے کہ کیا نابالغہ کے فاسد نکاح میں نابالغہ یا اس کے ولی کو فسخ کا اختیار ہے تاکہ گناہ سے بچایا جاسکے یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کیا جائے گا اس بناپر کہ اس سے قبل گناہ مقصود نہیں اور ظاہر پہلا احتمال ہے۔اس کو واضح کرنا چاہئے۔(ت)

[1] القرآن ۲/۲۲۹

نہیں۔ہاں بعد متارکہ یا تفریق حاکم شرع پدر ہندہ کو اختیار ہوگا کہ بکر کے سوا جس سے چاہے نکاح کردے۔

فی الدرالمختار بحرمة المصاھرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة والوطء بھا لایکون زنا [1]۔وفی ردالمحتار ای وان مضی علیھا سنون کما فی البزازیة وعبارة الحاوی الابعد تفریق القاضی اوبعد المتارکة [2]اھ۔	درمختار میں ہے حرمت مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ متارکہ اور عدت گزر جانے کے بعد اس کا کسی دوسرے شخص سے نکاح اور وطی جائز ہوگی،اس سے قبل جائز نہیں (حرمت مصاہرہ کے بعد متارکہ سے قبل) خاوند کی وطی کو زنا نہ کہا جائے گا، ردالمحتار میں ہے کہ اگرچہ کئی سال گزر جائیں اور حاوی کی عبارت کے مطابق قاضی کی تفریق یا متارکہ کے بعد ہی وہ نکاح کرسکے گی۔(ت)واللہ سبحانہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ ۱۶۵: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ جناب سید امیر حیدر صاحب قبلہ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ نے اپنی دختر نابالغہ کا نکاح بولایت خود وشوئے خود بکر سے کیا، بعدہ بوجہ نااتفاقی باہمی یہ خیال ہوا کہ یہ نکاح کسی شکل سے توڑنا چاہئے کہ دوسری جگہ نکاح ہوسکے، ہندہ سفر کو گئی، ہمراہی میں بکر اور ایک خادمہ اور ایک نابالغہ، چھ آدمی اور گاڑی بان جس سے پردہ نہ تھا، گئے، سرائے میں کھانا کھا کر جو بچا ہندہ نے اپنے سرہانے رکھوالیا، چارپائی پر ہندہ اور نیچے فرش پر خادمہ بکر و چھوکری سوئے، ۱۲ بجے شب کے خادمہ مع چھوکری پیشاب کو گئی، بکر غافل سوتا تھا، ہندہ نے بآواز سخت پکارا کہ جلد ہوشیار ہو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ بکر پاس گیا اور فرش پر بیٹھنے کا ارادہ کیا کہا میری چارپائی پر بیٹھ جاؤ، وہ ایک گوشہ میں بیٹھ گیا اتنے میں خادمہ آگئی تو بکر سے بہ سہولت کہا اب تو جاکر سو رہ، بکر اپنی جگہ پر سورہا، ۲ بجے شب کے بکر حقہ پینے اٹھا مکان میں کتا جاتا معلوم ہوا حقہ گاڑی بان کو دے کر اندر آگیا، اندھیرا تھا، چارپائی کو ٹھوکر لگی، ہندہ نے خادمہ اور گاڑی بان کو پکارا، بکر نے فورًا کہا میں ہوں کتا مارنے آیا ہوں کہ کھانا خراب نہ کرے، سب سو رہے۔ صبح کو ہندہ نے خادمہ سے کہا بکر نے میرے ساتھ بدنیتی کا اردہ کیا، کہا کب؟ کہا جب تو پیشاب کو گئی تھی، کہا مجھے ایسی کیا دیر ہوئی تھی اور تم نے جبھی کیوں نہ کہا میں بکر سے پوچھتی ہوں، اسے سخت قسم دے دی، پھر ہفتہ بھر ساتھ رہے کچھ ظاہر نہ ہوا مکان پر آکر ہندہ نے بہتان باندھا، خادمہ اور گاڑی بان بقسم محض لاعلمی بیان کرتے ہیں اور بکر بھی اپنی بے قصوری کی صدہا قسمیں کھاتا ہے۔ آیا تنہا بیانِ ہندہ قابل وثوق ہے اور نکاح بکر قائم رہا یا گیا، **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

الجواب:

تنہا ایک عورت کا بیان اصلا قابل سماعت نہیں، قال اللہ تعالٰی: وَّ اَشۡهِدُوۡا ذَوَیۡ عَدۡلٍ مِّنۡكُمۡ[1] (اپنے دو عادل گواہ بناؤ۔ت) نکاح بکر یقینا قائم ہے

حتی علی فرض صدقها ایضالان المذهب عندنا ان حرمة المصاهرة لاترفع النکاح، وانما تفسده فلا بد من متارکة من زوج او تفریق من قاض[2]۔ کما فی ردالمحتار عن النهر عن الزیلعی (مفهومًا) واللہ تعالٰی اعلم	حتی کہ عورت کو سچا بھی تسلیم کیا جائے، اس لیے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ حرمت مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی بلکہ اس کو فاسدہ کرتی ہے۔ لہذا خاوند کا متارکہ یا قاضی کی تفریق ضروری ہے۔ جیساکہ ردالمحتار میں زیلعی کے حوالے سے نہر سے منقول ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۶: از رائپور علاقہ جے پور ڈاکخانہ نڈاون مرسلہ منشی فرزند حسن صاحب ۲۸ ذی قعدہ ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو جس شخص کا حمل ہو قبل وضع حمل اسی سے یا غیر سے نکاح کرنا اسے جائز ہے یا نہیں۔؟ بینوا بالکتاب توجروا یوم الحساب۔

الجواب:

حمل اگر حلال کا ہے (یعنی وہ جس میں شرعا نسب ثابت ہو) تو قبل از وضع اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہوسکتا۔ قال اللہ تعالٰی:

وَاُولَاتُ الۡاَحۡمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنۡ یَّضَعۡنَ حَمۡلَهُنَّ[3]۔	حاملہ عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔ (ت)

ہاں شوہر سے جس کا حمل ہے نکاح جائز، اس کی صورت یہ کہ بعد حمل رہنے کے شوہر نے طلاق دے دی تو اگرچہ ہنوز وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ طلاق مغلظہ نہ ہو جس میں حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے۔

فی الدرالمختار ینکح مبا ینته بمادون الثلاث فی العدة وبعدها بالاجماع لامطلقة بالثلث حتی یطأها غیره بنکاح نافذ[4] (ملتقطا)	درمختار میں ہے کہ اپنی مطلقہ بائنہ سے عدت پوری ہونے سے قبل یا بعد نکاح کرسکتا ہے بالاجماع، تین طلاق والی سے نکاح نہیں کرسکتا، جب تک کسی غیر شخص سے اس کا نکاح اور وطی نہ ہوجائے۔ (ملتقطا) (ت)

---

[1] القرآن ۲/۶۵

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۳

[3] القرآن ۴/۶۵

[4] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۰

اور اگر زنا کا حمل ہے (جس میں بچہ شرعًا مجہول النسب ٹھہرتا ہے) تو زانی وغیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کر سکتی ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں اصلا حرمت و عزت نہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی سے نکاح جس کا حمل رہا تھا تو اسے صحبت کرنی بھی جائز ہو جائے گی اور غیر سے نکاح ہوا جب تک وضع حمل نہ ہولے وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔

فی الدرالمختار صح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیرہ وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[1] اھ ملخصا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم	درمختار میں ہے: زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جبکہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں، اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے اھ ملخصًا (ت)

مسئلہ ۱۶۷: از آنولہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہندہ میں ناجائز طور کی ملاقات تھی، زید اس سے ارادہ نکاح رکھتا تھا، ہندہ کی بیٹی سلمہ نابالغہ کو جس کی عمر نو برس کی ہے اس کے چچا نے اپنی بیٹی ظاہر کرکے زید سے نکاح کردیا مگر ہنوز رخصت واقع نہ ہوئی، اب زید کو معلوم ہوا کہ یہ اسی ہندہ کی بیٹی ہے جس سے قبل اس نکاح کے زید کا ناجائز تعلق رہ چکا ہے، اس حالت میں اس نکاح کی نسبت کیا حکم ہے، اور زید بعد اس نکاح کے ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے کہ زید اس نکاح سے پہلے ہندہ کو ناجائز طور پر ہاتھ لگا چکا تھا تو اس کا یہ نکاح کہ ہندہ کی بیٹی سے کیا گیا محض ناجائز وحرام ہوا، اس پر فرض ہے کہ فورًا اس سے دست بردار ہو اور بعد اس کے وہ ہندہ سے نکاح کرسکتا ہے۔

فان نکاح البنات وان کان یحرم الامھات لکن اذا کان صحیحا ولایصح النکاح مع بنت ممسوسۃ لحرمۃ المصاھرۃ۔	بیٹی سے نکاح کی وجہ سے ماں اگرچہ حرام ہوجاتی ہے مگر اس وقت جب بیٹی سے صحیح نکاح ہو، اور حرمت مصاہرہ کی بناپر شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت کی بیٹی سے نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ (ت)

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

درمختار میں ہے:

حرم بالمصاھرۃ بنت زوجۃ الموطوئۃ و ام زوجتہ وجداتھا مطلقا بمجرد العقد الصحیح [1]۔	بیوی سے وطی کرنے پر اس کی بیٹی حرمت مصاہرہ کی بنا پر حرام ہوجاتی ہے اور بیوی کی ماں اور دادیاں بھی اس پر محض صحیح نکاح کی بنا پر حرام ہوجاتی ہیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

احتراز عن النکاح الفاسد فانہ لایوجب بمجردہ حرمۃ المصاھرۃ بل بالوطء اوما یقوم مقامہ من المس بشھوۃ والنظر بشھوۃ [2] الخ۔	صحیح نکاح کا یہ حکم ہے، رہا فاسد نکاح تو صرف نکاح سے حرمت مصاہرہ ماں اور دادیوں کی نہ ہوگی بلکہ وطی سے ہوگی یا وطی کے قائم مقام امور شہوت سے دیکھنے اور چھونے سے ہوگی الخ (ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۶۸: از موضع دربھنگہ ڈاکخانہ روسڑا بازار مقام موتی پور مرسلہ ملا شیر علی صاحب ۵ جمادی الاولٰی ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت مریدہ ازروئے شرع پیر پر حرام ہے یا حلال؟ اور ازواج مطہرات حضرت خدیجہ وحضرت عائشہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مریدہ تھیں یا نہیں؟ اس نکاح کی حرمت وحلت جو کچھ ہو بحوالہ حدیث وفقہ صاف تحریر کریں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال [عـــہ] ہے اسے ممنوع جاننا کتاب وسنت اجماع امت وقیاس

عـــہ: اس سے صاف ظاہر ہے کہ مریدہ کو اپنے پیر کے سامنے بے پردہ آنا ناجائز ہے، غضب تو یہ ہے کہ اس زمانے کے بعض جاہل بے باک متصوف اس جھوٹے مسئلہ کو کہ مریدہ بیٹی ہے دستاویز بنالیتے ہیں اور تمام عورتوں کو جو ان کی مریدی کے جال میں پھنسی ہوتی ہیں حکم قطعی دیتے ہیں کہ ہمارے سامنے بے پردہ حجاب آیا کرو، بلکہ تنہائیوں میں انھیں لے کر بیٹھتے ہیں، حالانکہ یہ باتیں حرام قطعی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی پیر نہیں وہ خود اپنے سامنے عورتوں کو بے باکانہ آنے سے منع فرماتے، اور کبھی حضور پرنور نے نامحرم عورت کو ہاتھ نہ لگایا، جو بیبیاں کہ حاضر خدمت ہوکر بیعت چاہتیں آپ ان سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۸

چاروں دلائل شرع سے محض باطل وبے اصل ہے قرآن عظیم سے یوں کہ مولٰی عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا: وَ اُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ [1] ان کے سوا سب عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں، لاجرم مریدہ بھی کہ ان محرمات میں ذکر نہ فرمائی اس حکم حلت میں داخل رہی سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر ومرشد کون ہے، خصوصًا ہمارے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین و بارک وسلم کہ حضور تو تمام جہانوں کے پیر ہیں پھر حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بیبیوں ہی سے نکاح فرمایا جن میں حضرت ام المومنین خدیجہ الکبرٰی وحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اعلٰی درجہ کی مریدہ اور اعلٰی درجہ کی بیبیاں ہیں، باتفاق علماء ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت عامہ کو ظاہر فرمایا، سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجہ الکبرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں، بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ مانیں گے کہ حضرات شیخین حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل رید تھے، اولیاء کرام فرماتے ہیں:

تاجہاں ست نہ ہمچو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیرے بودنہ ہمچو ابوبکر صدیق مریدے۔	پوری کائنات میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیر ہے اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کوئی مرید ہے۔ (ت)

وہ جاہلانہ خیال کہ پیری ومریدی کا رشتہ بعینہٖ مثل رشتہ نسب کے ہے، اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی، مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں، یونہی ختنین عثمان غنی وعلی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا نکاح بنات مطہرات حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر ہوسکتا، اس تقدیر پر صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں، مگر جہل وسفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں، اجماع سے یوں کہ آج تک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

زبانی بیعت لیتے، اور فرماتے تمھاری بیعت ہوگئی کبھی ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت نہ لی شیطان کے مکر سے اللہ سبحانہ محفوظ رکھے، اور بعض جاہل مردوں کو ابلیس باتلبیس نے یوں ورغلایا اور ان کے ذہن میں یہ سمایا کہ جب ہمارے حالات ہمارے مرشد پر پوشیدہ نہیں تو ہم کیوں اپنی عورتوں کا پیرجی سے پردہ کرائیں، پس بے غل وغش پیر صاحب بحالت موجوگی وعدم موجودگی صاحب خانہ کے زنانے میں جاتے اور وہیں آرام کرتے ہیں، یہ راقم آثم کا چشم دید تھا جو بیان میں آیا، **والعیاذ باللہ تعالٰی**، (مولوی نواب) سلطان احمد خاں بریلوی)

[1] القرآن ۴/۲۴

فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود، کسی نے مریدہ کو محرمات سے نہ گنا، قیاس سے یوں کہ رشتہ استاذی وشاگردی بھی تو مثل رشتہ پیری ومریدی ہے۔ پیر واستاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں، خود حدیث میں فرمایا:

انما انالکم بمنزلة الوالد اعلمکم [1]۔رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	میں تمھارے لیے بمنزلہ والد ہوں تمھیں تعلیم دیتاہوں، اس کو احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بذریعہ ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کیاہے۔ (ت)

بلکہ پیری ومریدی بھی خود استاذی وشاگردی ہے۔ اگر یہ خیال باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہو گئی حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔

قال اللہ تعالٰی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا [2]۔	اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھروالوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھروالوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو، سول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رجل کانت له امة فغذاھا فاحسن غذاء ھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا وتزوجھا فله اجران [3]۔رواہ الائمة احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے، پھر اسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے (اس کو احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب کراھیة استقبال القبلة عند قضاء الحاجة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳

[2] القرآن ۶۶/۶

[3] صحیح بخاری باب تعلیم الرجل امته واھله قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

جاہلوں کی جہالت کہ مریدہ سے نکاح ناجائز بتاتیں اور زن و شو دونوں کو بے تکلف مرید بنائیں، وہ دونوں اگر باپ بیٹی تھے یہ دونوں سگے بہن بھائی ہوئے، اس نکاح کو ممنوع جاننے والا شریعت مطہرہ پر کھلا ہوا افترا کرتا اور حلال خدا کو حرام ٹھہراتا ہے۔ اس پر توبہ فرض ہے، اللہ تعالٰی ہدایت بخشے، آمین! **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۶۹: ۱۳ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فی زمانناجو عقیدہ مروجہ شیعہ رکھتے ہیں علی الخصوص شیعہ لکھنو کے ان کی دختر سے نکاح سنی کا درست ہے یا نہیں اور اولاد اس کی مستحق ترکہ پدری کی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

آج کل عام روافض تبرائی خذلہم اللہ تعالٰی عقائد کفریہ رکھتے ہیں ان میں کوئی کم ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضی و باقی ائمہ اطہار کرم اللہ تعالی وجوھھم کو حضرات علیہ انبیاء سابقین **علی نبینا الکریم وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم** سے افضل نہ جانتا ہو، اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں مجتہد لکھنو نے اپنے مہری فتوے میں ان دونوں ملعون عقیدوں کی صاف تصریح کی جو ان میں خود یہ اعتقاد (بالفرض) نہ بھی رکھتا ہو تاہم اس سے یہ امید نہیں کہ مجتہد کا فتوٰی دیکھ کر اسے کافر جاننا درکنار خود بھی اس پر اعتقاد نہ لے آئے اور ایسے عقیدے والے کو اس کے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[1] (جس نے ان کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ت) توآج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی یا سپید رنگ کا کوّا، ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے[2] **کما صرح بہ فی الظہیریۃ والہندیۃ والحدیقۃ الندیۃ وغیرھا من الکتب الفقھیۃ** (جیسا کہ ظہیریہ، ہندیہ، اور حدیقہ وغیرہا کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے۔ت) پس دختر رافضیان جو ایسے ہی عقائد کفریہ رکھتی ہو اس سے سنی یا غیر سنی کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا کہ مرتدہ اصلا محل نکاح نہیں[3] **کما نص علیہ فی الدر المختار والعالمگیریۃ وعامۃ الاسفار**

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

[3] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

(جیسا کہ درمختار، عالمگیریہ اور عام کتب میں اس پر نص ہے۔ت) اس سے جو اولاد ہو گی قطعًا ولد الزنا ہو گی اور ترکہ پدری سے مطلقًا محروم کہ ولد الزنا کے لیے شرعًا کوئی باپ ہی نہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للعاھر الحجر[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زانی کے لیے محرومی ہے۔(ت)

اور اگر دختر مذکورہ ایسے عقائد نہیں رکھتی بلکہ مسلمان ہے تو مسلمان کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے اولاد صحیح النسب ہو گی اور ترکہ پدری کی مستحق۔ **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۱۷۰: ۱۳ شعبان المعظم ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعانِ مروجہ کی اولاد حرامی ہے یا حلالی؟ اگر حرامی ہے تو عنداللہ حرامی عورت کا نکاح سنی مرد سے ہو جائے گا یا نہیں؟ اور اس کی اولاد بطنی میں کچھ نقصان واقع ہو گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ان میں مرد یا عورت جس کا عقیدہ کفریہ ہو اولاد حرامی ہے،

اذلا نکاح لمرتد ولا لمرتدۃ اصلا حتی مع مثلہ فی الارتداد[2] کما نص علیہ فی الائمۃ الامجاد۔	مرتد مرد اور عورت کا بالکل کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا حتی کہ ان جیسے مرتد سے بھی، جیسا کہ اس پر ائمہ بزرگوار نے تصریح کی ہے۔(ت)

ہاں اگر زن وشوہر دونوں عقائد کفریہ سے پاک ہیں تو اولاد حلالی ہے۔ اور حرامی عورت رافضیہ کا نکاح سنی سے ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود عقیدہ کفریہ نہ رکھتی ہو، اس صورت میں اس کی اولاد بطنی میں کوئی نقصان نہیں، اور اگر وہ خود بھی اپنے ماں باپ کی مثل کوئی عقیدہ کفریہ رکھتی ہے تو خود بھی نطفہ حرام ہے اور اس کی اولاد بھی حرامی خواہ رافضی سے ہو یا سنی سے۔ اور اس سے کسی کا نکاح اصلاً ممکن نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۱: ایک شخص کا حمل ایک عورت کو رہا اور بعد معلوم ہونے حمل کے وہ عورت چاہتی ہے کہ راز فاش نہ ہو مابین حمل عقد درست ہو گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

درست ہے اگرچہ غیر زانی سے ہو مگر وطی ودواعی اسے روا نہیں جب تک وضع نہ ہو، اور جو زانی سے

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۰

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

نکاح کرے تو یہ بھی روا، ہاں تاوقت وضع اصلا نکاح ناروا اسی صورت میں ہے کہ حمل زنا سے نہ ہو کما فی الدرالمختار وغیرہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۲: ازنینی تال تحصیل کھٹیما تھانہ مجھولا موضع جمور مرسلہ سکندر شاہ ۱۴ربیع الآخر ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا، ہنوز ہندہ اس کے گھر میں موجود ہے کہ ہندہ کی دوسری بہن سے بھی زید نے نکاح کرلیا اور دونوں عورتیں اس کے گھر میں موجود ہیں کسی کو طلاق نہیں دی ہے وہ دو بہنیں زید پر حلال ہیں یا حرام؟ دونوں بہنیں ایک بطن سے ہیں اور باپ ہر ایک کا جداگانہ تھا، **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید کا اپنی سالی سے نکاح حرام،

قال اللہ تعالٰی وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: منع ہے کہ تم نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرو۔ (ت)

اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے پھر اگر ابھی سالی سے صحبت نہیں کی جب تو ہندہ اس کے لیے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کرلی تو اب اپنی منکوحہ ہندہ کے پاس بھی جانا حرام ہوگیا، جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے، جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائے گی اس وقت ہندہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا، ہندیہ میں ہے:

ان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد ویجب علیہ ان یفارقھا ولو علم القاضی بذلك یفرق بینھما فان فارقھا قبل الدخول لایثبت شیئ من الاحکام وان فارقھا بعد الدخول فلھا المھر ویجب الاقل من المسمی ومن مھر المثل وعلیھا العدۃ ویثبت النسب ویعتزل عن امرأتہ حتی تنقضی عدۃ اختھا کذا فی	اگر دو بہنوں سے علیحدہ علیحدہ نکاح کیا تو دوسری کا نکاح فاسد ہے اور اس پر مفارقت لازم ہے، اور اگر قاضی کو یہ معلوم ہو تو وہ دونوں میں تفریق کردے، اگر دوسری کو دخول سے قبل علیحدہ کردیا تو نکاح کا کوئی حکم نہ ثابت ہوگا، اور اگر اس کو دخول کے بعد جدا کیا تو پھر اس کو مہر دینا ہوگا مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا اور اس پر عدت ہوگی اور نسب ثابت ہوسکے گا، اور پہلی سے اس وقت تک علیحدگی اختیار کرے

[1] القرآن ۴/۲۳

محیط السرخسی [1]۔واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔	جب تک دوسری بہن کی عدت نہ گزر جائے، محیط سرخسی میں یونہی ہے۔(ت)

مسئلہ ۱۷۳: ۱۹ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

جس عورت کا شوہر مفقود الخبر ہو اور مرد وعورت ہر دو حنفی مذہب کے ہیں تو عورت دوسرے شخص سے نکاح کرنے کا کس قدر مدت تک انتظار کرے؟ علماء مذہب حنفیّہ کے اس میں کیا حکم دیتے ہیں؟

الجواب:

اتنی مدت کہ مرد کی عمر سے ستر برس گزر جائیں یعنی اگراب تک زندہ ہو تو ستر برس کا ہو، مثلاً تیس سال کی عمر میں مفقود ہوا تو عورت چالیس برس تک انتظار کرے، اس مدت گزرنے پر قاضی اس کی موت کا حکم کرے۔ بعد حکم عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے، عدت گزار کر جس سے چاہے نکاح کرے، فتح القدیر میں ہے:

عندی الاحسن سبعون لقولہ علیہ الصلٰوۃ والسلام اعمار امتی مابین الستین الی السبعین فکانت المنتھی غالبًا [2]۔	میرے نزدیک ستر بہتر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے۔" تو آخری حد غالباً معتبر ہوگا۔(ت)

جواہر اخلاطی میں ہے: انہ احوط واقیس [3] (یہی احتیاط اور قیاس کے زیادہ موافق ہے۔ت) اسی میں ہے: وعلیہ الفتوٰی [4] (اسی پر فتوی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

فی واقعات المفتین لقدروی آفندی معزیا للقنیۃ انہ انمایحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فمالم ینضم الیہ القضاء لایکون حجۃ [5]۔	واقعات المفتین میں ہے کہ قنیہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے آفندی نے کہاکہ موت کا حکم قاضی کے ذریعہ ہوگا کیونکہ احتمالی معاملہ ہے تو جب تک قاضی کا فیصلہ نہ مل جائے اس وقت تک محض مدت کا گزرنا حجت نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم الرابع المحرمات بالجمع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۸۔۲۷۷

[2] فتح القدیر کتاب المفقود نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۳۷۴

[3] جواہر الاخلاطی کتاب المفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

[4] جواہر الاخلاطی کتاب المفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

[5] درمختار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۹

تنویر میں ہے:

بعدہ یحکم بموتہ فتعتد عرسہ للموت[1] (ملخصاً)	مدت گزرنے کے بعد خاوند کی موت کا حکم دیا جائے گا لہٰذا یہ عورت موت والی عدت پوری کرے گی ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے: ای عدۃ الوفاۃ[2] (یعنی وفات والی عدت مراد ہے۔ت) بہت سن رسیدہ مرد نو عمر عورتوں سے نکاح کرتے ہیں وہاں ایسی صورتیں واقع ہوتی ہیں کہ مرد ستر برس کا اور عورت جوان ہو، مثلا پچاس پچپن برس کی عمر میں پندرہ برس کی عورت سے نکاح کیا اور مفقود ہوگیا تو جب اس کی عمر سے ستر برس گزریں گے عورت تیس پنتیس برس کی ہوگی اس عمر کی عورت بیشک نکاح کے قابل ہے اور نہ ہو تو حکم شرع کے لیے ہے نہ کہ اپنی خواہش نفس کے لیے۔ قرآن عظیم صاف فرمارہا ہے: وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[3] (شادی شدہ عورتوں میں سے۔ت) پھر اس کے خلاف کی طرف راہ کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴: از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۴۱ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمٰن صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد چچا مرنے کے چچی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو کیا دلیل ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب

درست ہے۔ دلیل اس کی قول اللہ عزوجل ہے: وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ[4] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر ارشاد ہوا ان کے سوا عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں، حرام عورتوں میں چچی کو نہ شمار فرمایا نہ شرح میں کہیں اس کی تحریم آئی تو ضرور وہ حلال عورتوں میں سے ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۱۷۵: از آمود ضلع بھڑوچ گجرات کلاں مرسلہ سید غلام سرور ۲ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا نام مسمّٰی عبداللہ ہے اس کی ہمشیرہ کا نام نورن تھا، مسماۃ نورن کا نکاح مسمّٰی ہدایت اللہ کے ساتھ ہوا، مسمّٰی ہدایت اللہ کے نطفہ و

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب المفقود مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۹

[2] ردالمحتار کتاب المفقود دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۲

[3] القرآن ۴/ ۲۴

[4] القرآن ۴/ ۲۴

شکم مسماۃ نورن سے دو فرزند پیدا ہوئے مسماۃ نورن مر گئی، بڑے فرزند کا بھی انتقال ہو گیا، چھوٹا فرزند زندہ ہے، مسمّٰی عبداللہ مذکور کے دو دختر ہیں بعد مرنے اپنی بہن مسماۃ نورن کے اپنی بڑی دختر کا نکاح ہدایت اللہ موصوف سے کر دیا، دوسری دختر جو چھوٹی مسمّٰی عبداللہ کی ہے۔ ہدایت اللہ کے فرزند سے نکاح پڑھا دیا جاتا ہے، اول تو ہدایت اللہ کا عبداللہ سالا ہوا اور فرزند کا ماموں ہوا عبداللہ کا ہدایت اللہ بہنوئی ہوا، اور لڑکا ہدایت اللہ کا عبداللہ بھانجا ہوا۔ جب عبداللہ کی دختر نکاح میں آئی فرزند سوتیلی والدہ ہوئی، سوتیلی ماں کی بہن حقیقی خالہ ہوئی اور ہدایت اللہ کا عبداللہ سسر ہوا وزید یا عبداللہ نانا ہوا، نکاح جائز ہے یا نہیں؟ مع مہر نام کتب عبارت عربی ترجمہ اردو خلاصہ تحریر فرمایئے، اس کا اجر اللہ آپ کو عطا کرے گا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

فرزند ہدایت اللہ کا نکاح دختر عبداللہ سے جائز ہے، عبداللہ اس کا ماموں ہے نانا نہیں، سوتیلی ماں کا باپ نہ اپنا نانا، نہ سوتیلی ماں کی بہن اپنی خالہ۔ سوتیلی ماں کی حقیقی ماں یا بہن یا بیٹی سب سے نکاح جائز ہے اگرچہ وہ اپنے باپ کی ساس یا سالی یا دختر زن ہے، ردالمحتار میں ہے: **لاتحرم ام زوجۃ الاب ولابنتہا**[1] (باپ کی منکوحہ کی ماں اور بیٹی حرام نہیں ہوتیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۶تا۱۷۷: از الہ آباد محلّہ دوندے پور مکان صوبیدار صاحب مرحوم مرسلہ مولوی عبیداللہ صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۱۲ھ

بگرامی خدمت سامی منزلت، جامع الکمالات العلمیہ والعملیہ، حاوی الفنون الاصلیہ والفرعیہ۔ مخدوم معظم، مطاع مفخم، نیاز کیشاں جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت فیوضہم از نیاز مند عبیداللہ سلام مسنون خشوع وخضوع مشحون در قطعہ استفتاء ابلاغ خدمت والا میں دو باتوں کے لیے بکمال ادب گزارش کرکے توجہ وجیہ کا امیدوار ہوں، ایک یہ کہ یہ دونوں مسئلے معرکۃ الآرا ہو رہے ہیں فتوی بکمال تحقیق وتدقیق مبرہن مدلل خوب بسط وتفصیل سے لکھے جائیں، دوم یہ کہ ان کی ضرورت اشد ہے دوسرے فتووں پر انھیں کو مقدم فرمایا جائے، صورت سوال یہ ہے، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے مسماۃ ہندہ زوجہ اولٰی کو اپنے گھر سے نکال دیا اور دوسری عورت سے نکاح کیا، چند شخصوں نے سبب نکال دینے کا زید سے پوچھا، زید نے کہا میں نے اس کی ماں سے زنا کیا تھا اب معلوم ہوا کہ وہ مجھ پر حرام ہے۔ اس لیے اس کو نکال دیا، بعدہ زوجہ ثانیہ کو طلاق دے کر زوجہ اولٰی ہندہ کو اپنے مکان میں لاکر رکھا اور اقرار زنا سے انکار کیا قاضی بلدہ کے سامنے شہادت اقرار زنا کی پیش ہوئی تو صورت مذکورہ میں اس کی شہادت اقرار زنا سے حرمت

---

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷۹

مصاہرت شرعاً ثابت ہوگی یا نہیں؟ اور ہندہ زید پر حرام ہوگئی یا کیا؟ ایک عالم صاحب نے فرمایا کہ اقرار زنا پر شہادت معتبر نہیں ہے اس شہادت سے زنا ثابت نہیں ہوتا تو حرمتِ مصاہرت کیسے ثابت ہوگی، تحریر میں جلدی فرمائی جائے کہ مسئلہ میں بہت سے علماء مختلف ہیں۔

سوال دوم: اگر اقرار یہ کیا ہو کہ میں نے اس کی ماں سے قبل اس کے نکاح کے زنا کیا تھا، تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاشبہہ صورت مستفسرہ میں حکم شرع میں حرمت مصاہرت ہوگئی، ہندہ زید پر حرام ابدی سمجھی جائیگی **فان البینۃ کاسمھا مبینۃ** (بینہ اپنے نام کی طرح، واضح کرنے والا ہے۔ت) جب شہادت شرعیہ سے زید کا اقرار بالزنا ثابت ہوا تو اس کے رد کی طرف کیا سبیل کہ ثابت بشہادت بمنزلہ ثابت بمشاہدہ ہے۔ اس گواہی سے ثبوت زنا نہ ہونا مطلقاً ابطال شہادت یا تکذیب شہود یا رد مشہود کی بنا پر نہیں کہ اس سے نفس اقرار بھی ثابت نہ مانئے۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر میں پھر علامہ زین مصری بحر الرائق میں فرماتے ہیں:

ان شھد رجلان اور جل وامرأتان علی اقرار المقذوف بالزنا یدرؤعن القاذف الحد وعن الثلثۃ ای الرجل والمرأتین لان الثلث بالبینۃ کالثابت بالمعاینۃ فکانا سمعنا اقرارہ بالزنا[1]۔	زنا سے متہم شخص کے اقرار زنا پر مردوں یا ایک مرد دو عورتوں نے شہادت دی تو اس سے فقہاء نے تہمت لگانے والے اور گواہ ایک مرد دو عورتوں سے حد قذف کو ساقط قرار دیا ہے کیونکہ گواہی سے ثابت شدہ چیز ایسے ہے جیسے دیکھی ہوئی ہو، تو گواہوں کے بیان سے ثابت شدہ زنا کا اقرار ایسے ہے جیسے ہم نے خود سنا ہے۔ (ت)

ثابت ہوا کہ شہادت اقرار اگرچہ مثبت زنا ہونے کی اصلاً صلاحیت نہ رکھے کہ اثبات زنا میں شہادت زنان وشہادت دو مرد زنہار مسموع نہیں مگر مثبت اقرار بیشک ہے کہ اس کے لیے نصاب کامل ہے۔ نیز بحر میں ہے:

لو شھد رجلان انه زنی واٰخران انه اقر بالزنا فانه لایحد قال فی الظھیریۃ ولایحد الشھود	دو مردوں نے گواہی دی کہ اس نے زنا کیا ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے زنا کا اقرار کیا ہے۔ تو ایسی صورت میں اس کو زنا کی حد نہیں

[1] فتح القدیر باب حد القذف نوریہ رضویہ سکھر ۵/۱۱۱

ایضاً وان شھد ثلثۃ بالزنا وشھد رابع علی الاقرار بالزنا فعلی الثلثۃ الحد۔اھ لان شھادۃ الواحد علی الاقرار لاتعتبر فبقی کلام الثلثۃ قذفا[1]۔	لگائی جائیگی،اور ظہیریہ میں کہا کہ گواہوں کو بھی حد نہ ہوگی،اور اگر تین مردوں نے زنا کی شہادت دی اور چوتھے نے زنا کے اقرار پر شہادت دی،تو تین پر حد قذف ہوگی کیونکہ اقرار کے ایک گواہ کی شہادت معتبر نہیں،تو تین گواہوں کی بات تہمت ہوجائیگی۔(ت)

دیکھو شہادت واحد وشہادت رجلین میں تفرقہ فرمایا کہ اول باطل وبیکار اور ثانی معتبر ومثبت اقرار حالانکہ اثبات زنا سے دونوں برکنار بلکہ اس شہادت سے ثبوت زنا ہونے کی اور دو وجہیں ہیں: **اولاً** وہ اقرار جو ان سے ثابت ہوا بیرون مجلس قضا تھا اور دارالقضا سے باہر کا اقرار مثبت زنا نہیں ہوتا،شرح نقایہ علامہ شمس قہستانی میں ہے:

الاقرار لم یعتبر عند غیر الامام حتی لو شھدوا بذٰلك لم تقبل[2]۔	قاضی یا حاکم کی موجودگی کے بغیر اقرار معتبر نہیں حتی کہ اگر گواہ مجلس سے باہر کے اقرار کی شہادت دیں تو مقبول نہ ہوگی۔(ت)

ثانیاً مشہود علیہ اگر مقر ہے تو شہادت کی کیا حاجت،

فانھا انما تقام علی المنکر کما فی الدر وغیرہ ولاتجامع الاقرار الافی بضع صور مذکورۃ فی الاشباہ لیست ھذہ منھا۔	شہادت تو منکر کے خلاف ہوتی ہے جیساکہ در وغیرہ میں ہے اشباہ میں مذکور ہے چند صورتوں کے علاوہ شہادت،اقرار کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی،اور یہ صورت ان چند میں سے نہیں ہے۔(ت)

اور منکر ہے تو اقرار سابق سے رجوع کرچکا اور اقرار بالزنا بعد رجوع مثبت زنا نہیں رہتا،تحفۃ الفقہاء وبدائع وتبیین الحقائق اور معین الحکام وجامع الرموز وبحر الرائق وغنیہ ذوی الاحکام وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للعلامۃ الشرنبلالی عن الامام ملك العلماء الکاشانی لو اقر بالزنا اربع مرات فی غیر مجلس القاضی وشھد الشھود علی	ملک العلماء امام کاشانی سے منقول کے بارے میں علامہ شرنبلالی کے الفاظ یہ ہیں کہ اگر اپنے زنا پر مجلس قضاء سے باہر چار مرتبہ اقرار کرے اور اس

[1] بحر الرائق کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/۵

[2] جامع الرموز کتاب الحدود مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۱۵

اقرار پر گواہ شہادت دیں تو قبول نہ ہوگی، کیونکہ اگر وہ شخص اقراری ہے تو حکم اس کے اقرار پر ہوگا اور گواہی کی وجہ سے نہ ہوگا اس لیے کہ شہادت لغو ہوگی اور اگر وہ مجلس قضا میں منکر ہوجائے تو اسکا یہ انکار اپنے اقرار سے رجوع ہوگا، اور حدود جو کہ خالص اللہ تعالٰی کا حق ہیں ان میں رجوع صحیح ہے۔(ت)	اقرارہ لاتقبل شہادتھم لانہ ان کان مقرا فالشہادۃ لغو لان الحکم للاقرار لاللشہادۃ وان کان منکرا فالانکار منہ رجوع والرجوع عن الاقرار فی الحدود الخالصۃ حقاللہ تعالٰی صحیح[1]۔

علماء کی یہ تعلیلیں جیسے کہ ثبوت زنا کی نفی فرماتی ہیں یونہی ثبوت اقرار کی تقریر فرمارہی ہیں تو اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ شہادت مذکورہ سے زید کا اقرار مزبور ثابت ہوگیا، اب یہ دیکھنا رہا کہ اثبات مصاہرت کو خاص نامسموع، کلمات علماء باعلی نداء منادی کہ یہاں ثبوت زنا کی اصلاً حاجت نہیں، مجرد اقرار وہ بھی ایک بار بس ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہزل ومزاح ہی میں کہہ دیا کہ اس شخص نے اپنی ساس کے ساتھ جماع کیا، حرمت مصاہرت ثابت کردیں گے پھر ہزار بار کہا کرے میں نے جھوٹ کہا تھا ہرگز نہ سنیں گے، محیط ہندیہ وخلاصہ وبحرالرائق وجامع الرموز ومجموعہ انقروی ودرمختار وغیرہا معتمدات الاسفار میں ہے:

در کی عبارت ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ تونے اپنی ساس سے کیا کیا تو اس نے جواب میں کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا، تو اس سے حرمت ثابت ہوجائے گی اور اب اگر یہ کہے کہ میں نے تو مذاق میں جھوٹ بولا تھا، تو بھی نہیں مانا جائے گا اھ (ت)	والنظم للدر فی الخلاصۃ قیل لہ مافعلت بام امرأتك فقال جامعتھا تثبت الحرمۃ ولایصدق انہ کذب ولوھازلا[2] اھ۔

خلاصہ وبحر وانقروی وغیرہا میں ہے:

حرمت مصاہرت سے متعلق اقرار میں اصرار شرط نہیں ہے۔(ت)	والاصرار لیس بشرط فی الاقرار بحرمۃ المصاہرۃ[3]۔

یونہی اگر عورت سے بشرط دوشیزگی نکاح کیا تو وقت ارادہ جماع غیر دوشیزہ پایا، عورت نے کہا تیرے

[1] بدائع الصنائع کتاب الحدود ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵۰/۷، غنیہ ذوی الاحکام حاشیہ درر غرر باب حد القذف مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ بیروت ۷۴/۲

[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱۸۸/۱

[3] خلاصۃ الفتاوی الفصل الثالث فی حرمۃ المصاہرۃ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۲

باپ نے ازالہ کیا اس نے تصدیق کر دی حرمت مصاہرت ثابت ہو گئی، ظہیریہ وہندیہ وشمنی ودرمختار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للدر تزوج بکرا فوجدھا ثیبا (ولفظ الاولین تزوج امرأۃ علی انھا عذراء فلما اراد وقاعھا وجدھا قد افتضت) وقالت ابوك فضنی ان صدقھا بانت بلامھر والالا، شمنی[1]۔	در کے الفاظ میں ہے کہ باکرہ سے نکاح کیا تو اس کو ثیبہ پایا، اور پہلی دونوں کتب کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک عورت سے باکرہ ہونے کی شرط پر نکاح کیا تو جماع کے وقت اس کی بکارت ٹوٹی ہوئی پائی، اور عورت نے کہا کہ تیرے باپ نے میری بکارت توڑی (یعنی دخول کیا) تو اگر اس نے بیوی کی بات کو سچ تسلیم کرلیا تو بیوی کا نکاح ختم ہوجائے گا اور مہر نہ ہوگا ورنہ نکاح ختم نہ ہوگا، شمنی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ ان صورتوں سے ثبوت زنا محض ناممکن اخیرہ میں تو عورت کا بیان اور اس کی تصدیق کیا بکار آمد ہوسکتی ہے جہاں چار مردوں سے کم کی شہادت مردود ہو، اولی میں بار اقرار وہ بھی بیرون دار القضاء وہ بھی ہزل ومزاح کے موقع پر کیا، قابلیت اثبات زنا رکھتا ہے، بااینہمہ مجرد اقرار وتصدیق پر حرمت مصاہرت کا حکم ہوگیا اور بعد اقرار انکار بیکار رہا، اسی قدر تقریر ایضاح مقام وازاحت اوہام کو بس ہے بلکہ غور کیجئے تو فرع اول صورت مستفسرہ کا خاص نص ہے کہ جب اس کے صرف اس قول کو مثبت حرمت مانتے اور رجوع وانکار کو نامسموع جانتے ہیں، اور پر ظاہر کہ یہ اثبات اثبات فی القضاء ہی ہے **کما اشرنا الیہ وفی ردالمحتار وغیرھا نصوا علیہ** (جیسا کہ ہم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص کی گئی ہے۔ت) اور عند القاضی بعد انکار طریقہ اثبات وہی بینہ تو صاف ثابت ہوا کہ شوہر اگر بعد اقرار بالزنا انکار کر جائے اور بینہ عادلہ سے اس کا اقرار ثابت ہو قاضی فورًا حکم حرمت دے گا **وھو المقصود**۔ انہی بیانوں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ زنا بمادر زن پیش از نکاح زن اور اس کا عکس دونوں کا اقرار اس حکم حرمت میں یکساں کہ حرمت ابدیہ دونوں طرح حاصل، اگرچہ ایک صورت میں سابقہ ہو، دوسری میں طاریہ، توہر طرح یہ اقرار اقرار بالمحرم ہے **والرجل مواخذ باقرارہ** (اور مرد اپنے اقرار کی بناپر ماخوذ ہے۔ت) ہاں اتنا تفاوت ہوگا کہ اقرار زنا قبل النکاح میں شوہر حق زن میں، اس دعوی اسناد الی ما قبل النکاح میں مصدق نہ ہوگا، کہ بر تقدیر عدم دخول ابطال مہر یا بحالت دخول افساد تسمیہ مجرد اس کے کہنے سے مان لیں صرف اپنے حق

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یعنی بطلان حل وفساد وعصمت واخذ بالمتارکہ میں مصدق ہوگا لہٰذا حرمت غیر مستندہ ثابت کرکے نصف مسمّٰی یاکل علی التقدیرین لازم کردیں گے۔ بحرالرائق وردالمحتار میں ہے:

اذا اقر بجماع امها قبل التزوج لایصدق فی حقها فیجب کمال المهر المسمی ان کان بعدالدخول ونصفه ان کان قبله کما فی التجنیس [1]۔	اگر نکاح سے قبل کے ساس سے زنا کا اقرار کرتا ہے تو اس اقرار کو بیوی کے حق مہر کے بارے میں سچ نہیں مانا جائے گا لہٰذا مقررہ مہر پورا دینا ہوگا بشرطیکہ یہ اقرار بیوی سے دخول کے بعد کیا ہو اور اگر دخول سے قبل یہ اقرار کیا تو نصف مہر واجب ہوگا، جیسا کہ تجنیس میں ہے۔(ت)

اور یہ کوئی نئی بات نہیں کہ اقرار واحد من جہۃ مقبول اور من جہۃ مردود ہو اقرار حجت قاصرہ ہے ہمیشہ اس کی یہی شان ہوتی ہے کہ جہاں تک مقر پر اس کا ضرر ہے۔ماخوذ اور جتنا دوسرے پر لازم ہے منبوذ، ولہٰذا اگر کسی کی کنیز سے نکاح کیا اس نے پیش از دخول اس کے پسر کا بوسہ لیا شوہر کہتا ہے بشہوت تھا حرمت ثابت ہو گئی مگر حق اسقاط مہر میں مسموع نہ ہوگا نصف مہر دینا آئے گا جبکہ مولٰی شہوت کنیز وقصد افساد کو نہ مانتا ہو، ہندیہ میں ہے:

تزوج بامة رجل ثم ان الامة قبلت ابن زوجها قبل الدخول بها فادعی الزوج انها قبلت بشهوة وکذبه المولی فانها تبین من زوجها لاقرار الزوج انها قبلت بشهوة ویلزمه نصف المهر بتکذیب المولی ایاه انها قبلته بشهوة ولایقبل قول الامة فی ذٰلك لوقالت قبلته بشهوة کذا فی المحیط [2] اھ واللّٰه سبحانه وتعالٰی اعلم	ایک شخص نے کسی کی لونڈی سے نکاح کیا تو لونڈی نے قبل از دخول خاوند کے بیٹے کا بوسہ لیا تو خاوند نے دعوی کیا کہ اس نے یہ بوسہ شہوت کے ساتھ لیا ہے جبکہ لونڈی کا مالک خاوند کو جھٹلا رہا ہے تو وہ لونڈی نکاح سے خارج ہو جائے گی کیونکہ خاوند نے شہوت کے ساتھ بوسے کا اقرار کیا ہے۔اور مالک کی تکذیب کی وجہ سے خاوند پر نصف مہر لازم ہوگا اور یہاں لونڈی کے اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا کہ میں نے شہوت سے بوسہ لیا ہے۔یونہی محیط میں ہے۔(ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸: کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کے مرنے پر سالی سے نکاح کیا

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم الثانی المحرمات بالصھریۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۶

اور پہلی عورت سے ایک دختر تھی اب یہ شخص مرگیا اور سالی منکوحہ بے اولاد نے دوسرے سے نکاح کیا اور مرگئی اب وہ جو دختر اس شخص کی ہے جس نے اپنی سالی سے نکاح کیا تھا اور مرگیا تھا سالی کے دوسرے شوہر کو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: جائز ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۷۹: ہندہ نے زینب کا دودھ پیا ہندہ کے بیٹے کو زینب کی دختر جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ناجائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۰: ایک شخص نے اپنی زوجہ کے دھوکے میں سہو سے اپنی ہمشیرہ یا خوشدامن کا ہاتھ از روئے شہوت کے پکڑا، اس کے نکاح میں کچھ خلل واقع ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہمشیرہ کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح میں کچھ خلل واقع نہ آیا اور خوشدامن کا ہاتھ پکڑنے سے نکاح فاسد ہوگیا اس سے شہوت پیدا ہوئی یا پہلے سے تھی تو زائد ہوگئی اور انزال نہ ہوا عورت ہمیشہ کو اس پر حرام ہوگئی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زید نے اپنی دختر زینب کا بکر کے ساتھ نکاح کیا اور بعد نکاح قبل رخصت بکر کو بلا تحقیق زبانی باتوں پر نامرد ٹھہرا کر بے طلاق دلوائے بحالت حیات بکر کے زینب کا نکاح خالد کے ساتھ کردیا اور اس سے اولاد پیدا ہوئی پس ایسی صورت میں یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں قطع نظر اس سے کہ تفریق بوجہ عنت کے لیے جو امور شرعًا درکار ہیں ان میں سے یہاں ایک بھی نہیں نہ پایا گیا، راسًا بکر کا ایسا عنین ہونا ہی ثابت نہیں جس کی بناء پر زینب کو اختیار مخاصمہ ومطالبہ تفریق حاصل ہو، اس لیے ممکن تھا کہ وہ بالخصوص اس عورت سے نزدیکی پر قادر ہوتا جس صورت میں کہ زینب کی رخصت ہی نہ ہونے پائی اس کے حق میں بکر کا نامرد ہونا کیسے ثابت ہوا۔

فی العالمگیریۃ وان کان یصل الی الثیب دون الابکار اوالٰی بعض النساء دون البعض وذٰلك لمرض به اولضعف فی خلقه اولکبر سنه اوسحر	عالمگیریہ میں ہے جو شخص ثیبہ سے جماع کی طاقت رکھتا ہو باکرہ سے نہیں یا بعض عورتوں سے جماع کی طاقت رکھتا ہو اور دیگر بعض سے نہیں اور اس کی کمزوری مرض کی وجہ سے یا پیدائشی یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے ہو

فھو عنین فی حق من لایصل الیھا کذا فی النھایۃ [1]۔	توان عورتوں کے حق میں اس کو نامرد تصور کیا جائے گا جن سے جماع کی طاقت نہ رکھتا ہو، نہایہ میں یوں ہے۔(ت)

پس بلاشبہہ نکاح ثانی زینب کا محض ناجائز و باطل ہے۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۲: از اٹاوہ مرسلہ مولوی وصی علی صاحب نائب ناظر کلکٹری اٹاوہ ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیلٰی و سلمٰی دو رضاعی بہنیں ہیں، لیلٰی سے زید نے نکاح کیا اب سلمٰی سے اس کے پسر عمرو بن جمیلہ کا نکاح ہوسکتا ہے یا وہ عمرو کی سوتیلی خالہ یعنی سوتیلی ماں کی رضاعی بہن سمجھ کر حرام مانی جائے گی۔بینوا توجروا

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عمرو و سلمٰی کا نکاح جائز ہے کہ باپ کی سالی جبکہ اپنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سگی یا سوتیلی یا مادری یا رضاعی بہن نہ ہو حلال ہے خواہ نسبی ہو خواہ رضاعی۔قال اللہ تعالٰی: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمۡ [2] (محرمات مذکورہ کے سوا تم کے لیے حلال ہیں۔ت) سوتیلی خالہ کہ حرام ہے اس کے معنی حقیقی یا رضاعی ماں کی سوتیلی بہن نہ کہ سوتیلی ماں کی حقیقی یا رضاعی بہن،واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے نکاح میں ایک عورت حرہ تھی دوسرا نکاح اس نے ایک کنیز سے کیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اور کنیز کا مہر اس کے ذمہ کس قدر لازم ہوگا؟ اس کنیز سے اس کی اولاد بھی ہوئی، اب زید نے انتقال کیا تو کنیز اور اس کی اولاد ترکہ پائیں گے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

زن حرہ پر لونڈی سے نکاح کرنا فاسد ہے،

فی الدرالمختار وصح نکاح حرۃ علی امۃ و لایصح عکسہ انتھی [3] ملخصًا۔	درمختار میں ہے لونڈی پر حرہ عورت سے نکاح صحیح ہے اور اس کا عکس یعنی حرہ پر لونڈی سے نکاح صحیح نہیں ہے۔انتہی ملخصا(ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی العنین نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۲۲

[2] القرآن ۴/ ۲۴

[3] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

اور زن منکوحہ بنکاح فاسد مستحق ارث نہیں۔

فی الدرالمختار من باب نکاح الکافر واجمعوا انھم لایتوارثون لان الارث انما ثبت بالنص علی خلاف القیاس فی النکاح الصحیح مطلقًا فیقتصر علیہ ابن ملك [1]۔وفیہ من کتاب الفرائض ویستحق الارث باحد ثلثۃ برحم ونکاح صحیح فلاتوارث بفاسد ولا باطل اجماعا [2]اھ۔	درمختار کے "باب نکاح کافر" میں ہے کہ ائمہ کرام کا اجماع ہے کہ یہ آپس میں وارث نہ بنیں گے کیونکہ وراثت کا ثبوت نص میں قیاس کے خلاف ہے اور یہ صرف نکاح میں ہے اور اس میں منحصر رہے گا۔ابن ملک۔اور اسی درمختار کے کتاب الفرائض میں ہے کہ وارث کا استحقاق تین وجہ سے ہوتا ہے۔رشتہ رحم اور صحیح نکاح کی بناپر نکاح فاسد یا باطل سے باجماع استحقاق وارثت نہیں اھ (ت)

ہاں اگر وطی واقع ہوگئی تو مہر مسمّٰی ومہر مثل سے جو کم ہوگا لازم آئے گا مثلاً اگر عقد پانسو روپے مہر پر بندھا ہے اور مہر مثل سو روپے ہے تو مہر مثل،اور در صورت عکس مہر مسمّٰی یعنی جو عقد میں بندھا ہے واجب الادا ہوگا،اور جو عقد میں کچھ نہ بندھا یا بندھا معلوم نہیں ہوسکتا تو مہر مثل جس قدر ہو قرار پائے گا۔

فی الخلاصۃ الواجب فی النکاح الفاسد الاقل من المسمی ومن مھر المثل ان کان ھناك تسمیۃ [3]۔فی الدرالمختار ویجب مھر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لابغیرہ ولم یزدمھر المثل علی المسمی ولو کان دون المسمی لزم مھر المثل ولو لم یسم اوجھل لزم بالغا مابلغ [4] انتھی مع التلخیص۔	خلاصہ میں ہے اگر مہر مقررہ ہو تو فاسد نکاح سے مہر مثل اور مقررہ سے جو کم ہو وہ واجب ہوگا۔درمختار میں ہے کہ فاسد نکاح میں مہر مثل وطی سے واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر مہر مثل واجب نہیں ہوتا اور مہر مثل مقررہ مہر سے زیادہ بھی نہیں کیا جائیگا اگرچہ مقررہ مہر سے مہر مثل کم ہو اور اگر مقرر نہ ہو یا مقرر معلوم نہ ہو تو اس صورت میں مہر مثل لازم ہوگا جتنا بھی ہو اھ ملخصا (ت)

اور اولاد کہ نکاح فاسد میں وقت وطی سے چھ مہینے بعد پیدا ہوئی بالاجماع ثابت النسب ومستحق الارث ہے،

فی الدرالمختار ویثبت النسب احتیاطا بلادعوۃ	درمختامیں ہے کہ نکاح فاسد میں بغیر دعوی احتیاطًا نسب

---

[1] درمختار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۸

[2] درمختار کتاب الفرائض باب نکاح الکافر ۲/۳۵۲

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث عشر فی النکاح الفاسد مکتب حبیبیہ کوئٹہ ۲/۴۱

[4] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

وتعتبر مدتہ وھی ستۃ اشھر من الوطی والالایثبت وھذا قول محمد وبہ یفتی وقالا ابتداء المدۃ من وقت العقد کالصحیح و رجحہ فی النھر بانہ احوط[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ثابت ہوگا جبکہ مدت کا اعتبار ہوگا جو کہ وطی سے چھ ماہ تک ہے ورنہ نہیں، یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔اور امام اعظم اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے قول پر مدت کا اعتبار وقت نکاح سے چھ ماہ ہے جیسا کہ صحیح نکاح میں ہوتا ہے، نہر میں اس کو ترجیح دی ہے کیونکہ اس میں زیادہ احتیاط ہے۔(ت)واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۸۴: چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ (کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں۔ت) کہ ہندہ زوجہ بکر کسی تقریب خانگی میں بہت سی مستورات کے ہمراہ ایک مقام پر جہاں دروازہ پر پردہ لگا تھا موجود تھی،اوراس جلسہ میں زوجہ زید بھی تھی،زوجہ بکر دوپٹہ یا چادر زوجہ زید کا اتفاق سے اوڑھے تھی،وقت شب تھا،روشنی کافی جیسا کہ تقریبات میں قاعدہ ہے موجود تھی،دریں اثناء زید وہاں آیا اور ہندہ زوجہ بکر مذکورہ بالا اپنا منہ جو کھلا تھا باہر پردہ کے لائی کہ زید مذکور نے اس کا بوسہ رخسار پر لیا،ہندہ نے و دیگر عورات نے اس کا مواخذہ زید سے کیا،اس وقت زید نے روبرو جملہ اور پانچ سات ذکور عادل کے یہ عذر کیا کہ میں نے اپنی زوجہ کے دھوکا میں بوسہ لیا تھا بوجہ اس کے کہ زوجہ بکر یعنی ہندہ مذکور میری زوجہ کا چادر اوڑھے تھی اس دھوکا اور شبہہ سے بوسہ لیا تھا ہرگز دانستہ یہ فعل نہیں کیا،پس اب ہندہ مذکورہ کی لڑکی کا نکاح زید کے ساتھ ازروئے شرع شریف کے درست ہے یا نادرست؟اس امر پر حکم فرما کر دستخط خاص سے جواب تحریر فرمایا جائے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر ثابت ہے کہ زید نے زوجہ بکر کا بوسہ بنظر شہوت لیا تو اس پر عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لیے زید پر حرام ہوگئی، کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا،اور اگر نادانستہ نکاح کرلیا ہے فریقین پر واجب ہے کہ اسے فسخ کردیں ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے۔اور اگر شوہر فسخ پر راضی نہ ہو تو عورت بذات خود فسخ کرسکتی ہے **کما نص علیہ فی ردالمحتار** (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں اس پر نص ہے۔ت) بلکہ امام محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس سرہ العزیز نے فتح القدیر شرح ہدایہ میں تصریح فرمائی ہے کہ جس طرح لبوں کا بوسہ لینا خواہی نخواہی بنظر شہوت قرار پائے گا یہاں تک کہ اگر وہ شخص ادعا کرے کہ یہ فعل مجھ سے بنظر شہوت نہ ہوا تو ہرگز قبول نہ کریں گے اور حکم حرمت ابدی دیں گے یہی حال بوسہ رخسار کا ہونا چاہئے کہ یہ بھی بشہوت ہی ٹھہرے گا اور

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

بوسہ لینے والے کا انکار مسموع نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے:

وفی الفتح یترا أی الحاق الخدین بالفم [1]۔	فتح میں ہے کہ رخسار بھی منہ سے ملحق قرار پائیں گے۔ (ت)

اس طور پر صورت مستفسرہ میں مطلقاً حکم حرمت ہے اور اگر زید انکار شہوت کرے مسموع نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۵: از نجیب آباد ضلع بجنور محلّہ نواب پور مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک، اور پھر اس کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا یہاں تک کہ دس برس تک اسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا۔اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کسی وقت کسی حال اس سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ ماں کے ساتھ حلال خواہ حرام کسی طرح صحبت کرنے بلکہ صرف بشہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوجاتی ہے اور بیٹی کے ساتھ ان معاملات سے ماں۔ درمختار میں ہے:

حرم ایضا بالصھریة اصل مزنیة اراد بالزناء الوط الحرام واصل ممسوسته بشھوة والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن [2] اھملخصا۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مزنیہ کی اصل بھی مصاہرۃ کے طورپر حرام ہوگئی زنا سے مراد حرام وطی ہے۔اور شہوت کے ساتھ مس شدہ عورت اور جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظرپڑی ہو کی اصل اور ان کی فرع حرام ہوگی اھ ملخصا (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۶تا۱۸۸: از ٹاہ نگریا مرسلہ نیاز محمد خان ۱۲رجب ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) استاد کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) شاگرد اناث سے استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بھتیجے کا نکاح چچا کی بی بی سے درحالیکہ محارم سے نہ ہو جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

الجواب:

ان سب سے نکاح جائز ہے جبکہ محارم نہ ہوں۔**قال اللہ تعالٰی: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ** [1] (محرمات مذکورہ کے ماسوا تمھارے لیے حلال ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۸۹: از اٹاوہ مکان قاضی مظفر علی صاحب ڈگری نویس منصفی مرسلہ شیخ دیدار بخش صاحب ۲۳ صفر ۱۳۱۴ھ

ہندہ کا نکاح نو برس کی عمر میں ہوا تھا، اس کا شوہر جو بالغ تھا تین ماہ بعد نکاح کے نینی تال کو چلا گیا وہاں اس نے اپنا نکاح کیا اور زوجہ ثانیہ سے اولاد ہوئی۔ ہندہ شوہر سے نان ونفقہ کی طالب ہوئی، اس نے کچھ التفات نہ کی، تب خواہان طلاق ہوئی، طلاق بھی نہ دی، بلکہ ایک عرصہ کے بعد زوجہ ثانیہ اور اولاد کو بھی چھوڑ کر کہیں چلا گیا، پانچ چار سال سے مفقود الخبر ہے، ہندہ اب اپنا دوسرا نکاح کیا چاہتی ہے، اس معاملہ میں بنظر حالات جو مسئلہ شرعی ہو فرمایئے، اب عمر ہندہ پچیس سال کی ہے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

ہرگز یوں نکاح نہیں کرسکتی، **قال اللہ تعالٰی: والمحصنٰت من النساء** [2] (شادی شدہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اس پر لازم ہے کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر کی ولادت کو ستر برس گزر جائیں، اس کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے **فی جواہر الاخلاطی یحکم بموتہ بعد سبعین سنۃ وعلیہ الفتوی** [3] (جواہر الاخلاطی میں ہے: گم شدہ کی عمر کے ستر سال پورے ہونے کے بعد اس کی موت کا حکم کیا جائے گا۔ اسی پر فتوی ہے۔ت) ادعائے ضرورت وعذر جوانی حرام کو حلال نہیں کرسکتا۔ بہت کمسن لڑکیاں کہ بیوہ ہوجاتی ہیں باتباع رسم ہنود عمر بھر نام نکاح نہیں لیتیں۔ اس وقت ضرورت وجوانی کدھر جاتی ہے۔ ہزاروں وہ ہیں جن کے شوہر زندہ موجود ہیں مگر ان کی طرف سے قطعًا برگشتہ و روگرداں، وہ اپنی عمر کیونکر کاٹتی ہیں! یہ جو بعض کا زعم ہے کہ چار سال گزرنے پر عورت کو نکاح ثانی کا اختیار امام مالک کے مذہب میں حاصل ہوجاتا ہے محض جہل۔ اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے ناواقفی ہے ان کا مذہب یہ ہے کہ عورت حاکم شرعی کے حضور مستغیثہ ہو وہ بعد ثبوت مفقودی روز مرافعہ سے چار سال کی مہلت دے۔ اس کے گزرنے پر قاضی تفریق کرے۔ اب عورت عدت پوری کرکے نکاح کرسکتی ہے

---

[1] القرآن ۴/ ۲۴

[2] القرآن ۴/ ۲۴

[3] جواہر الاخلاطی مسائل مفقود قلمی نسخہ ص ۱۲۲

پیش از حکم قاضی شرع اگر بیس برس گزر گئے تو وہ معتبر نہیں صرح بہ علماء المالکیۃ فی کتبھم (مالکی علماء نے اپنی کتب میں اس کی تصریح کی۔ت) اس مسئلہ کی تفصیل جلیل فتاوائے فقیر کتاب المفقود میں ہے۔ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۰: از پٹنہ لودی کٹرہ مرسلہ مولانا مولوی عبدالوحید غلام صدیق صاحب بہاری ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۱۴ھ

حضرت مولانا اعزکم اللہ فی الدارین تسلیم، ایک شیعہ عورت سے سنی نے نکاح کیا آیا درست ہوگا یا نہیں؟ جلد فتوی مرتب فرما کر روانہ کیجئے ضرورت شدیدہ ہے۔ میری خاص رائے عدم مناکحت پر ہے۔ منکرین ضروریات دین کافر ہیں اور کفر کے سبب نکاح مسلمان سے کب درست ہے، **والسلام!**

الجواب:

شیعہ تین قسم ہیں:

اول غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں، مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں، یا حضرت عثمانی کہیں یا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا رب العزت جل وعلا پر بدع یعنی حکم دے کر پشیمان ہونا، پچتا کر بدل دینا، یا پہلے مصلحت کا علم نہ ہونا بعد کو مطلع ہو کر تبدیل کرنا مانیں، یا حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی تہمت رکھیں **الی غیر ذلك من الکفریات** (اس کے علاوہ دیگر کفریات۔ت) یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد، فتاوٰی ظہیریہ وفتاوٰی ہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: **احکامھم احکام المرتدین**[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ت) آج کل کے اکثر بلکہ تمام رفاض تبرائی اسی قسم کے ہیں کہ وہ عقیدہ کفریہ سابقہ میں ان کے عالم جاہل مرد عورت سب شریک ہیں **الا ماشاء اللہ** (مگر جو اللہ تعالٰی چاہے۔ت) جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو مرتدہ ہے کہ نکاح نہ کسی مسلم سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کے ہم مذہب سے۔ جس سے نکاح ہوگا زنائے محض ہوگا اور اولاد ولد الزنا۔

دوم تبرائی کہ عقاید کفریہ اجماعیہ سے اجتناب اور صرف سَبّ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا ارتکاب کرتا ہو، ان میں سے منکران خلافت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما اور انھیں برا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں[2] **نص علیہ فی الخلاصۃ والھندیۃ وغیرھما** (خلاصہ اور ہندیہ میں اس پر نص ہے۔ت) مگر مسلک محقق قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی ناری جہنمی کلاب النار ہیں مگر کافر نہیں، ایسی عورت سے نکاح اگرچہ

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۱

صحیح ہے مگر سخت کراہت شدیدہ سے مکروہ ہے۔

لما فی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتناکحوھم[1]۔	کیونکہ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ ان سے نکاح نہ کرو۔ (ت)

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے ناقہ کو لعنت کی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اسے چھڑوادیا کہ ملعونہ ناقہ پر ہمارے ساتھ نہ رہ۔ پھر کسی نے اس ناقہ کو نہ چھوا[2] حالانکہ ناقہ فی نفسہا مستحق لعنت نہیں۔ حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر لعنت کرنے والے بلاشبہہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں:

اولئك یلعنھم اللہ ویلعنھم اللاعنون[3]۔	یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر اللہ تعالٰی لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ (ت)

احادیث صحیحہ کثیرہ اس معنی پر ناطق ہیں تو ایک ملعونہ سے صحبت رکھنا کیونکر شرع مطہر کو گوارا ہوگا واللہ الھادی۔

سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خیر سے یاد کرتا ہو خلفائے اربعہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم کی امامت برحق جانتا ہو صرف امیر المومنین مولٰی علی کو شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل مانتا ہو، انھیں کفر سے کچھ علاقہ نہیں بدمذہب ضرور ہیں ایسی عورت سے بالاتفاق نکاح جائز ہے ہاں کراہت سے خالی نہیں کہ مبتدعہ ہے اگرچہ ہلکے درجہ کی بدعت ہے خصوصاً اگر اس کی محبت میں اپنے مذہب پر اثر پڑنے کا احتمال ہو تو کراہت شدید ہوجائے گی اور ظن غالب تو اشد بالغ بدرجہ تحریم، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱: از احمد آباد گجرات محلّہ کالپور متصل پورگلیان مرسلہ عبدالکریم صاحب ولد عبدالغنی صاحب ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا ابھی وہ عورت زندہ سلامت اس مرد کے نکاح میں موجود ہے اب وہی مرد اس عورت کے بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے آیا یہ جمع کرنا درمیان عورت اور اس کی بھتیجی کی بیٹی کے حلال ہے یا حرام؟ بینوا بیانا شافیا توجروا اجرا وافیا۔

الجواب:

حرام ہے، اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا جائز نہیں۔ یہاں ایسا ہی ہے کہ

[1] کنز العمال حدیث و موسسۃ الرسالۃ بیروت / و ۵۴۲

[2] صحیح مسلم باب النھی عن لعن الدواب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۲۳

[3] القرآن ۲/ ۱۵۹

اگر منکوحہ اولٰی کو مرد فرض کرتے ہیں تووہ دوسری اس کے بھتیجے کی بیٹی۔اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجے کی بیٹی،اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تووہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یونہی ماں کی،بحرالرائق میں ہے:

الاصل ان کل امرأتین لو کانت احداھما ذکرا والاخری انثی لم یجز للذکر ان یتزوج الانثی فانه یحرم الجمع بینھما بالقیاس علی حرمة الجمع بین الاختین[1]۔	قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے ایک کو مرد فرض کیا جائے توان کاآپس میں نکاح جائز نہ ہو کیونکہ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت دو بہنوں کو جمع کرنے کی حرمت پر قیاس ہے۔(ت)

نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے:

وحرم علی المرء اصله وفرعه وفروع اصله القریب من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبنا تھن وبنات الاخوة وان بعدت وصلبیة اصله البعید من عماته وخالاته لاب وام اولاحدھما وعما تھما اوعمات احدھما و ان علت وخالاتھما او خالات احدھما و ان علت[2]۔واللہ تعالٰی اعلم	مرد کی اصل اور اس کی اپنی اولاد اور اس کے ماں باپ کی اولاد یعنی بہنیں،صرف باپ کی طرف سے یا صرف ماں کی طرف سے یادونوں کی طرف سے ہوں اور ان بھائیوں اور بہنوں کی اولاد خواہ نیچے تک ہو،اور اوپر والے ماں باپ یعنی دادا دادی اور نا نا نانی،اوپر تک کی صلبی اولاد،اس کی پھوپھیاں اور خالائیں،ماں باپ دونوں کی طرف سے یا ایک طرف سے ہوں،اور ماں باپ کی حقیقی پھوپھیاں اور خالائیں ہوں یا صرف ماں یا باپ کی طرف سے ہوں،خواہ اوپر تک ہوں سب اس پر حرام ہیں۔(ت)واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۲: از ضلع صاحب گنج گیا موضع کہراڈاکخانہ مخدوم پور مرسلہ شیخ نجم الدین حیدر صاحب ۳ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے دو بیٹے حسن وحسین پیدا ہوئے،بعد وفات ہندہ کے زید نے حفصہ سے نکاح کیا اس زوجہ سے چند اولاد پیدا ہوئی اور حفصہ نے اپنی بیٹی زبیدہ کے ساتھ حسین کے بیٹے بکر کو دودھ پلایا،پس اس صورت میں بکر کا نکاح حسن کی بیٹی زاہدہ سے موافق شرع محمدی ہوسکتا ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا**

---

[1] بحرالرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۹۵

[2] جامع الرموز شرح نقایہ کتاب النکاح مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۴۸ تا ۴۵۰

الجواب:

تقریر سوال سے ظاہر ہے کہ زبیدہ دختر زید ہے اور یہ شیر حفصہ کہ بکر نے پیا زید ہی سے تھا، اگر صورت واقعہ یہی ہے تو بکر وزاہدہ میں نکاح حرام محض ہے کہ اس تقدیر پر بکر اپنے دادا زید کا بیٹا ہوا اور اس کا بیٹا حسن اس کا سوتیلا بھائی اور حسن کی بیٹی بکر کی سوتیلی بھتیجی، اور بھتیجی اگرچہ سوتیلی ہو چچا پر حرام قطعی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعۃ مایحرم من الولادۃ[1]۔ رواہ الجماعۃ الا ابن ماجۃ عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	رضاعت سے سب رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو پیدائش (نسب) سے حرام ہیں، اس کو ابن ماجہ کے بغیر محدثین نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

یحرم علی الرضیع ابواہ من الرضاع واصولھما و فروعھما من النسب والرضاع جمیعا حتی ان المرضعۃ لو ولدت من ھذا الرجل اوغیرہ قبل ھذہ الارضاع اوبعدہ اوارضعت رضیعا او ولد الرجل من غیر ھذہ المرأۃ قبل ھذہ الارضاع او بعدہ اوارضعت امرأۃ من لبنہ رضیعا فالکل اخوۃ الرضیع واخواتہ واولادھم اولاد اخوتہ واخواتہ کذافی التھذیب[2]۔	دودھ پینے والے بچے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول وفروع نسبی ہوں یا رضاعی سب حرام ہوجاتے ہیں، حتی کہ دودھ پلانے والی عورت کا موجودہ خاوند سے یا کسی دوسرے سے، دودھ پلانے سے پہلے یا بعد کا بچہ ہو یا اس نے کسی بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس عورت کے خاوند کی کوئی اولاد اس عورت سے ہو یا کسی اور سے ہو۔ دودھ پلانے سے پہلے کی ہو یا بعد کی ہو، یا کسی عورت نے اس مرد سے اترے ہوئے دودھ کو کسی بچے کو پلایا ہو، تو یہ تمام، دودھ پینے والے بچے کے بہن بھائی ہوں گے، اور ان کی اولاد اس بچے کے بھتیجے اور بھانجے ہوں گے تہذیب میں یوں ہے۔ (ت)

تفسیر نیشاپوری میں ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۴۳

بنات الاخوۃ من الرضاع کل انثی ولدھا ابن الفحل الذی منہ اللبن [1] اھملخصًا	رضاعی بھتیجیاں یہ تمام وہ لڑکیاں ہیں جو دودھ پلانے والی عورت کے اس خاوند کے بیٹے کی اولاد ہوں جس سے اس عورت کو دودھ اترا ہے۔اھ ملخصا(ت)

ہاں اگر حفصہ کے یہ دودھ زید سے نہ ہوتا تو بکر کی یہ رضاعت زاہدہ کو اس پر حرام نہ کرتی۔

لان الحسن وبکرا ح لم یشتر کا فی ام ولااب فلم یکن الحسن الاعمہ وبنت العم یحل مالم یوجد مایمنع الحل۔واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	کیونکہ حسن اور بکر اس صورت میں ماں میں اور نہ ہی باپ میں شریک ہوئے، تو حسن بکر کے لیے صرف چچا ہوا۔اور چچا کی لڑکی اگر کوئی اور مانع نہ ہو تو حلال ہوتی ہے۔(ت)واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۹۳: از شہر کہنہ مسئولہ امیر حیدر صاحب ۹ رجب ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ متعہ کی حرمت کس آیت وحدیث سے اہل سنت کے یہاں ثابت ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ ۚ﴿۶﴾ فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ ۚ﴿۷﴾ [2]	وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو بچائے ہوئے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنی شرعی کنیزوں پر کہ ان پر کچھ ملامت نہیں تو جو اس کے سوا کوئی اور راہ طلب کرے تو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

ظاہر ہے کہ زن ممتوعہ نہ اس کی بی بی ہے نہ کنیز شرعی، تو یہ وہی تیسری راہ ہے جو خدا کی باندھی ہوئی حد سے جدا اور حرام وگناہ ہے۔رب تبارک وتعالٰی مردوں سے فرماتا ہے:

مُحۡصِنِیۡنَ غَیۡرَ مُسٰفِحِیۡنَ وَلَا مُتَّخِذِیۡۤ اَخۡدَانٍ ؕ [3]	نکاح کرو بی بی بنا کر، قید میں رکھنے کو نہ پانی گرانے نہ آشنا بنانے کو۔

عورتوں سے فرماتا ہے: مُحۡصَنٰتٍ غَیۡرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخۡدَانٍ ۚ [4] قید میں آتیاں نہ مستی نکالتیاں نہ یار بناتیاں

---

[1] غرائب القرآن(تفسیر نیشاپوری) بیان ان نکاح الامہات والبنات الخ مصطفی البابی مصر ۸/۵

[2] القرآن ۲۳/۷-۶-۵

[3] القرآن ۵/۵

[4] القرآن ۴/۲۵

ظاہر ہے کہ متعہ بھی مستی نکالنے پانی گرانے کا صیغہ ہے۔نہ قید رکھنے بی بی بنانے کا، صحیح مسلم شریف میں حدیث حضرت سبرہ بن معبدہ جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یاایھاالناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ عزوجل قد حرم ذٰلك الی یوم القیامة[1]۔	اے لوگو! میں نے پہلے تمھیں اجازت دی تھی عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے کی،اور اب بیشک اللہ عزوجل نے اسے حرام کردیا قیامت تک۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ سے ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن متعة النساء یوم خیبر وعن لحوم الحمر الانسیة[2]۔	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے دن عورتوں سے متعہ اور گدھے کا گوشت حرام فرمادیا۔

جامع الترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال انما کانت فی اول الاسلام کان الرجل یقدم البلدة لیس له معرفة فیتزوج المرأة بقدر مایری انه یقیم فتحفظ له متاعه وتصلح له شانه حتی اذا نزلت الاٰیة الاعلی ازواجھم اوماملکت ایمانھم قال ابن عباس فکل فرج سواھما فھو حرام[3]۔	متعہ ابتدائے اسلام میں تھا مرد کسی شہر میں جاتا جہاں کسی سے جان پہچان نہ ہوتی تو کسی عورت سے اتنے دنوں کے لیے عقد کرلیتا جتنے روز اس کے خیال میں وہاں ٹھہرنا ہوتا،وہ عورت اس کے اسباب کی حفاظت اس کے کاموں کی درستی کرتی،جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی کہ سب سے اپنی شرمگاہیں محفوظ رکھو سوا بیبیوں اور کنیزوں کے اس دن سے ان دو کے سوا جو فرج ہے وہ حرام ہوگئی۔

حازمی کتاب الناسخ والمنسوخ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی غزوہ تبوک میں ہم نے کچھ عورتوں سے متعہ کیا۔

فجاء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے

[1] صحیح مسلم باب نکاح المتعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۵۱

[2] صحیح بخاری باب النہی عن نکاح المتعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۷

[3] جامع الترمذی باب ماجاء فی نکاح المتعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۸۱

فنظر الیھن وقال من ھؤلاء النسوۃ، قلنا یارسول اللہ نسوۃ تمتعنا منھن، قال فغضب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی احمرت وجنتاہ، وتمعر وجھہ وقام فینا خطیبا، فحمد اللہ واثنٰی علیہ ثم نھٰی عن المتعۃ[1]	انھیں دیکھا اور فرمایا یہ عورتیں کون ہیں؟ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ! ان سے ہم نے متعہ کیا ہے، یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب فرمایا، یہاں تک کہ دونوں رخسارہ مبارک سرخ ہوگئے اور چہرہ انور کا رنگ بدل گیا، خطبہ فرمایا اللہ تعالٰی کی حمد وثناء بیان کی پھر متعہ کا حرام ہونا بیان فرمایا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۴: از ملک بنگالہ شہر چاٹگام کا کس بازار مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند علمائے دین اندرینکہ نکاح کردن زوجہ برادر حقیقی صغیر خود جائز ست یانہ؟ بینوا توجروا۔	کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوٹے سگے بھائی کی بیوی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

جائز ست بالاتفاق بعد افتراق بموت یا طلاق برادر اصغر باشد یا اکبر۔ قال اللہ عزوجل، واحل لکم ماوراء ذالکم[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	چھوٹے یا بڑے بھائی کے طلاق دینے یا فوتیدگی کے سبب جدائی کے بعد بالاتفاق جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا محرمات مذکورہ کے سوا تمہارے لیے حلال ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] نصب الرایہ بحوالہ الحازمی کتاب النکاح المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا ریاض الشیخ ۱۷۹/۳

[2] القرآن ۲۴/۴

هبةُ النساء فی تحقق المصاهرة بالزنا ١٣١٥ھ

(زنا سے حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں تحقیق جلیل)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۹۵: از بہار محلّہ محلّی پر مرسلہ سید محمد عبدالسبحان صاحب حنفی دوم شوال مکرم ۱۳۱۵ھ

وبار دوم از ملک بنگالہ ضلع ڈھاکہ ڈاکخانہ امیرآباد موضع بیر کاندب مرسلہ محمد زینت علی صاحب ۱۰ شوال مکرم ۱۳۲۵ھ

حضرت اقدس قبلہ وکعبہ دامت برکاتہم، آداب وتسلیم، عرض ہے ایک بات کا جھگڑا بہار شریف میں حضرات حنفیّہ سلمہم اللہ ووہابیہ خذلہم اللہ کے درمیان پھیلا ہوا ہے۔ اس کا جواب جلد تر روانہ فرمایئے، زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بی بی کو اس کا علم تھا تو اب زید پر وہ بی بی حرام ہوئی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوئی تو ضرورت طلاق دینے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے وہ بی بی باوجود علم کے اپنے شوہر زید کے ساتھ رہی اور زید بھی وطی حسب دستور کرتا رہا اور بی بی سے اولاد بھی ہوئی تو وہ اولاد بعد فوت زید یا بی بی زید کے ترکہ کی مستحق ہیں یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی خلق من الطین بشرا	تمام تعریفیں اس ذات کے لیے جس نے مٹی سے بشر کو

وجعل لہ نسبا وصہرا وافضل الصلٰوۃ والسلام علی سیدنا الانام واٰلہ الکرام وصحبہ العظام علی الدوام۔	پیدا فرمایا اور اس کے لیے نسب اور رشتہ ازدواج بنایا، بہترین صلٰوۃ وسلام کائنات کے آقا اور اس کی برگزیدہ آل اور اس کے صحابہ عظام پر، دائمی ہو۔(ت)

زوجہ زید اس پر حرام ہوگئی اگرچہ اسے اس واقعہ شنیعہ کا علم بھی نہ ہوتا **اقول: وباللہ التوفیق** اس کی دلیل جلیل قول مولٰی عزوجل وتبارک وتعالٰی ہے:

وَرَبَآ ىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآ ىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ[1]۔	تم پر حرام کی گئیں تمھاری گود کی پالیاں ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔

اس آیہ کریمہ میں زن مدخولہ کی بیٹی حرام فرمائی اور جس طرح وصف الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ یعنی اس کی گود میں پلنا بالاجماع شرط حرمت نہیں۔ مثلاً زید کسی پچیس سال والی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چار دہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا در کنار زید نے آج سے پہلے کبھی دیکھا بھی نہ ہو تو کیا زید کو حلال ہو سکتا ہے کہ اس کی لڑکی سے بھی نکاح کرلے اور مادر دختر دونوں کو تصرف میں لائے لاالٰہ الا اللہ یہ ہرگز شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں۔ اسی طرح وصف نِّسَآ ىِٕكُمْ یعنی ان مدخولات کا زوجہ ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں، کیا لیلٰی وسلمی ماں بیٹی دونوں جس کی کنیز شرعی ہوں اسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کیا کرے، مادر و دختر دونوں ایک پلنگ پر، عیاذاً باللہ، یہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کس درجہ بعید ہے۔ حالانکہ ہرگز کنیزیں نِّسَآ ىِٕكُمْ میں داخل نہیں نہ ان کی بیٹیوں پر رَبَآ ىِٕبُكُمُ صادق، غالباً ان حراموں کو حلال بتاتے ہوئے غیر مقلد صاحب بھی شرم کریں، تو ثابت ہوا کہ نکاح جس طرح بحکم تتمہ آیت فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ تحریم دختر کے لیے کافی نہیں، یونہی شرط وضروری بھی نہیں یعنی نہ وہ علت ہے، نہ جزء علت اب آیہ کریمہ میں نہ رہا مگر الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ یعنی ان عورتوں کی بیٹیاں جن کے ساتھ تم نے صحبت کی، معلوم ہوا صرف اس قدر علت تحریم ہے اور یہ قطعاً مزنیہ میں بھی ثابت کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی، لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی، نظیر اس کی اسی بیان محرمات میں ہے قولہ عزشانہ ہے۔ وَحَلَآ ىِٕلُ اَبْنَآ ىِٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ[2] حرام کی گئیں تم پر تمھارے ان بیٹوں کی جوروئیں جو تمھاری پشت سے ہیں کہ جس طرح الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ یعنی بیٹے کا اس کی پشت سے ہونا اخراج متبنی کے لیے ہے نہ کہ اخراج وغیرہ و

---

[1] القرآن ۴/۲۳

[2] القرآن ۴/۲۳

بنسہ کے واسطے، یونہی وصف حلائل یعنی بیٹے کی جورو ہونا بھی ملحوظ نہیں، بیٹے کی کنیز مدخولہ بھی ضرور حرام ہے اور وہ لفظ حلیلہ میں داخل نہیں، اور اگر اشتقاقی معنی لیجئے جو بیٹے پر حلال ہے تو اب عموم تحریم صحیح نہ رہے گا کہ بیٹے کی کنیز مطلقاً حرام نہیں جب تک مدخولہ نہ ہو، یہی حال وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ [1] کا ہے کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری عورتوں کی مائیں، یہاں پر بھی وصف زوجیت قید نہیں کہ کنیز مدخولہ کی ماں بھی بدلیل مذکور بالاتفاق حرام، بعینہٖ اسی دلیل سے وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ [2] (اپنے باپوں کی منکوحہ بیویوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں اگر نکاح بہ معنی عقد لیجئے تو عقد غیر قید اور بمعنی وطی لیجئے تو وہ ہمارا عین مذہب، بالجملہ ان سب مواضع میں مطمع نظر صرف مدخولہ ہونا ہے اگرچہ بلانکاح وبس، اب دخلتم بھن میں مولٰی عزوجل نے دخول حلال وحرام کی کوئی قید ذکر نہ فرمائی اور اس کے اطلاق میں دونوں داخل، تو جو مدعی تخصیص ہو دلیل پیش کرے اور دلیل کہاں بلکہ دلیل اس کے خلاف پر قائم، کیا جس نے اپنی منکوحہ سے صرف حالت حیض یا نفاس یا صوم یا اعتکاف یا احرام میں صحبت کی، اس کی بیٹی اس پر قطعاً اجماعاً حرام نہ ہوئی حالانکہ یہ دخول حرام تھا بلکہ علمائے کرام نے بہت وہ صورتیں ذکر فرمائیں جن میں دخول تو دخول، عورت ہی کو اس کے لیے حلال نہیں کہہ سکتے اور اس سے وطی بالاتفاق موجب تحریم دختر موطوءہ ہوجاتی ہے مثلاً ایک کنیز دو مولٰی میں مشترک ہے ان میں سے جو اس سے مقاربت کرے گا دختر کنیز اس پر حرام ہوجائے گی، یونہی اپنے پسر کی کنیز یا اپنی کنیز کافرہ غیر کتابیہ یا اپنی اس عورت سے مجامعت جس سے ظہار کیا اور کفارہ نہ دیا، یہ سب بالاتفاق ان عورتوں کی بنات کو حرام کردیتی ہے حالانکہ یہ عورات سرے سے خود ہی حلال نہ تھیں۔

اقول: ان مسائل سے زن مظاہرہ تو استناد بالاتفاق کا بھی محتاج نہیں کہ اس پر خود قرآن عظیم دلیل شافی، ظہار بنص قرآن مزیل نکاح نہیں تو زن مظاہر بلاشبہہ نسائکم میں داخل، اور بعد وطی دخلتم بھن بھی حاصل، تو قطعاً اس کی دختر کو حکم حرمت شامل، زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور قبل صحبت ظہار کرلیا بعدہ مشغول بجماع ہوا اور کفارہ نہ دیا، کیا اس صورت میں اسے روا ہے کہ ہندہ کی بیٹی سے بھی نکاح کرلے، حاش للہ یہ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہیں، حالانکہ بعد ظہار عورت بنص قرآن اس پر حرام ہوگئی اور جب تک کفارہ نہ دے اسے ہاتھ لگانا جائز نہ تھا، تو ثابت ہوا کہ نہ نکاح شرط نہ وطی کا بروجہ حلال ہونا لازم بلکہ مناط حرمت صرف وطی ہے اور حاصل آیت کریمہ یہ کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلانکاح اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی، یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب، اور یہی اکابر صحابہ کرام مثل حضرت امیر المومنین عمر فاروق وحضرت علامہ صحابہ عبداللہ بن مسعود وحضرت عالم القرآن عبداللہ بن عباس وحضرت اقرؤ الصحابہ

---

[1] القرآن ۴/۲۳

[2] القرآن ۴/۲۲

ابی بن کعب وحضرت عمران بن حصین وحضرت جابر بن عبداللہ وحضرت مقتیہ چار خلافت صدیقہ بنت الصدیق محبوبہ رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین وجماہیر ائمہ تابعین مثل حضرات امام حسن بصری وافضل التابعین سعید بن المسیب وامام اجل ابراہیم نخعی وامام عامر شعبی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سلیمن بن یسار وامام حماد اور اکابر مجتہدین مثل امام عبدالرحمان اوزاعی وامام احمد بن حنبل وامام اسحٰق بن راہویہ اور ایک روایت میں امام مالک بن انس کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اقول معہذا نکاح معنی وطی میں حقیقت ہے یا مجاز متعارف قال قائلہم (شاعر نے کہا)۔

التارکین علی طهر نساءهم والناکحین بشطی دجلة البقرا

(بیویوں کو طہر کی حالت میں چھوڑنے والے دجلہ کے کنارے گائے سے وطی کرتے ہیں۔ت)

وقال آخر (ایک دوسرے شاعر نے کہا)۔

کبکر تحب لذیذ النکاح وتهرب من صولة الناکح

(باکرہ کی طرح کہ وہ جماع کی لذت کو پسند کرتی ہے اور خاوند کے حملہ سے فرار کرتی ہے۔ت)

تو کریمہ "**لاتنکحوا مانکح آباؤکم**" (اپنے باپوں کی منکوحہ عورتوں سے نکاح نہ کرو۔ت) میں لااقل محتمل تو ضرور اور امر فرج میں احتیاط واجب، تو جانب تحریم ہی غالب، بلکہ اصل فرج میں حرمت ہے۔ تو جب تک حل ثابت نہ ہو حرمت ہی پر حکم ہوگا پھر مصاہرت مصاہرت میں فرق نہیں تو نفس جماع ہی اگرچہ بروجہ حرام بلانکاح ہو علت تحریم رہے گا۔

ولعلک ان رجعت کلماتهم دریت ان تقریر الدلیل علی هذا الوجه احسن ماقیل اذلایرد علیه ماافاده فی الفتح بل هو اصح عندی من کلام الاول ایضا کما یرشدک الیه ماذکرته ههنا علی هامشه وبالله التوفیق۔	ہوسکتا ہے کہ جب آپ فقہاء کرام کے کلام کی طرف رجوع کریں تو سمجھ جائیں کہ دوسرے قول کے مقابلہ میں دلیل کی یہ تقریر زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس پر فتح کا بیان کردہ اعتراض نہ ہوگا۔ بلکہ میرے نزدیک یہ پہلے کلام سے بھی اصح ہے جیسا کہ اس کے حاشیہ پر یہاں میرا ذکر کردہ بیان تیری رہنمائی کرے گا۔ اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے۔(ت)

مخالف کے پاس اس کی حلت پر کوئی دلیل نہیں مگر حدیث **لایحرم الحرام الحلال**[1] حرام حلال کو حرام

[1] سنن الکبرٰی للبیہقی باب الزنا لایحرم الحلال دار صادر بیروت ۱۶۹/۷

نہیں کرتا مگر یہ حدیث کس طرح مخالف کی دلیل ہوسکے جبکہ سخت ضعیف وساقط و نا قابل احتجاج ہے۔ بیہقی بآنکہ انصار شافعیت میں اہتمام شدید رکھتے ہیں اسے حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرکے تضعیف کردی **کما فی التیسیر شرح الجامع الصغیر**[1] (جیسا کہ جامع صغیر کی شرح تیسیر میں ہے۔ت)

اقول: دلیل ضعف کو یہی کافی کہ ام المومنین خود قائل حرمت **کما تقدم** (جیسا کہ گزرا۔ت) اگر اس باب میں خود ارشاد اقدس حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنے ہوتے تو خلاف کے کیا معنی تھے لاجرم امام احمد نے فرمایا نہ وہ ارشاد اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے نہ اثر ام المومنین، بلکہ عراق کے کسی قاضی کا قول ہے **کما فی الفتح**[2] (جیسا کہ فتح میں ہے۔ت) روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما میں عثمٰن بن عبدالرحمٰن وقاصی ہے جو سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قاتل عمرو بن سعد کا پوتا ہے۔ امام بخاری نے فرمایا ترکوہ[3] محدثین نے اسے متروک کردیا۔ امام ابوداؤد نے فرمایا **لیس بشیئ**[4] کوئی چیز نہیں۔ امام علی بن مدینی نے سخت ضعیف[5] فرمایا۔ نسائی و دارقطنی نے کہا متروک[6] ہے۔ حتی کہ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا **یکذب**[7] جھوٹ بولتا ہے۔

اقول: یہی عثمٰن حدیث ام المومنین صدیقہ کا بھی راوی ہے۔ روایت ابن حبان **کتاب الضعفاء** میں یوں ہے:

حدثنا الحسن بن سفٰین نا اسحٰق بن بھلول نا عبداللہ بن نافع نا المغیرہ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمۃ عن عثمان بن عبدالرحمٰن عن	ہمیں حدیث بیان کی حسن بن سفیان نے انھوں نے اسحاق بن بہلول سے، انھوں نے عبداللہ بن نافع سے، انھوں نے مغیرہ بن اسمٰعیل بن ایوب بن سلمہ سے، انھوں نے عثمان بن عبدالرحمان سے، انھوں نے امام ابن شہاب زہری سے، انھوں نے

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر حرف لا مکتبہ امام شافعی ریاض سعودیہ ۲/۵۰۴

[2] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۸

[3] کتاب الضعفاء الصغیر مع التاریخ الصغیر باب العین مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل ص ۲۷۰، میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ دار المعرفۃ بیروت ۳/۴۳

[4] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۸

[5] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ دار المعرفہ بیروت ۳/۴۳

[6] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ دار المعرفہ بیروت ۳/۴۳

[7] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ دار المعرفہ بیروت ۳/۴۳

ابن شہاب الزھری عن عروہ عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الرجل یتبع المرأۃ حراما اینکح ابنتھا اویتبع الابنۃ حراما اینکح امھا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال انما یحرم ماکان بنکاح حلال۔	عروہ سے۔انھوں نے حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے،انھوں نے فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ کوئی شخص کسی عورت سے حرامکاری کرے تو کیا وہ اس عورت کی بیٹی یا ماں سے نکاح کرسکتا ہے۔تو آپ نے فرمایا حرام،حلال کو حرام نہیں بناتا۔حلال نکاح ہی حرام بناتا ہے۔(ت)

ابن حبان نے اسے روایت کرکے کہا:

عثمان بن عبدالرحمان ھو الوقاصی یروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات لایجوز الاحتجاج بہ[1]	عثمان بن عبدالرحمان وہی وقاصی ہے ثقات سے موضوع خبریں روایت کردیتا ہے اس سے سند لانا حلال نہیں۔

ہاں سنن ابن ماجہ میں روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں آئی:

حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحق بن محمد الفروی ثنا عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لایحرم الحرام الحلال[2]۔	ہمیں حدیث بیان کی یحیٰی بن معلٰی بن عثمان بن منصور نے انھوں نے اسحٰق بن محمد فروی سے انھوں نے نافع سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں بناتا(ت)

اولا اس میں اسحٰق بن ابی فروہ متکلم فیہ ہیں،امام عبدالحق نے احکام میں حدیث کو ذکر کرکے فرمایا: فی اسنادہ اسحٰق بن ابی فروہ وھو متروک[3] (اس کی سند میں اسحاق بن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے،**نقلہ عنہ المحقق فی الفتح** (اسے فتح میں شیخ محقق نے اس سے نقل کیا ہے۔ت) امام ابوالفرج نے

---

[1] العلل المتناہیہ بحوالہ ابن حبان حدیث ۱۰۳۱ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶

[2] سنن ابن ماجہ باب لایحرم الحرام الحلال ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۶

[3] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۲۸

علل متناہیہ میں فرمایا:

قد رواہ اسحق بن محمد الفروی عن عبداللہ بن عمر عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایحرم الحرام الحلال قال یحیی الفروی کذاب وقال البخاری ترکوہ [1]۔ انتھی۔	یعنی یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، امام یحیٰی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے۔ امام بخاری نے فرمایا محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ انتہی

واناا قول: وباللہ التوفیق سبحٰن من لاینسی (اور میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی سے ہی توفیق ہے پاک ہے وہ ذات جو بھولتی نہیں۔ت) حافظین جلیلین عبدالحق وابی الفرج کو التباس واقع ہوا اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی۔ دو ہیں: ایک اسحٰق بن عبداللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد، وترمذی وابن ماجہ ہے۔ یہی متروک ہے، اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا کما فی تھذیب التھذیب و میزان الاعتدال وغیرھما (جیسا کہ تہذیب التہذیب اور میزان الاعتدال وغیرہما میں ہے۔ت) تہذیب التہذیب میں ہے: قال ابو زرعۃ وجماعۃ متروک[2] ابو زرعہ اور ایک جماعتِ ائمہ نے فرمایا: متروک ہے۔ت) میزان میں ہے؛

لم ارا حدا مشاہ وقال ابن معین وغیرہ لایکتب حدیثہ [3]۔	میں نے کسی کو نہ دیکھا کہ اسے رواں کیا یعنی اس کی روایت کو کچھ بھی معتبر سمجھا ہو۔ امام ابن معین وغیرہ نے فرمایا اس کی حدیث لکھی تک نہ جائے۔

دونوں کتابوں میں ہے:

نھی احمد بن حنبل عن حدیثہ وقال ابراھیم الجوزجانی سمعت احمد بن حنبل یقول لاتحل الروایۃ عندی عن اسحٰق	امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث نقل کرنے سے منع فرمایا: ابراہیم جوزجانی نے کہا میں نے امام احمد بن حنبل کو فرماتے سنا کہ میرے نزدیک اسحٰق بن ابی فروہ

[1] العلل المتناہیہ حدیث ۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۲/ ۱۳۶

[2] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ مجلس دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ۱/ ۲۴۱

[3] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۳

بن ابی فروہ [1]۔	سے روایت حلال نہیں۔

امام ترمذی نے ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل میں حدیث:

القاتل لایرث [2] بطریق اسحق بن عبداللہ عن الزھری عن حمید بن عبدالرحمن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، روایت کرکے فرمایا ھذا حدیث لا یصح واسحق بن عبداللہ بن ابی فروۃ قد ترکہ بعض اھل العلم منھم احمد بن حنبل [3]۔	قاتل وارث نہیں ہوگا، اس حدیث کو اسحٰق بن عبداللہ، انھوں نے زہری انھوں نے حمید بن عبدالرحمٰن انھوں نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں کہ اسحٰق بن عبداللہ بن ابو فروہ کو بہت سے اہل علم نے متروک قرار دیا ہے ان میں سے امام احمد بن حنبل ہیں۔ (ت)

ابوالفرج نے موضوعات میں حدیث:

الصبحۃ تمنع الزرق [4] بطریق اسمعیل بن ابی عیاش عن ابی فروۃ عن محمد بن یوسف عن عمر وبن عثمن بن عفان عن ابیہ رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کرکے کہا ھذا حدیث لایصح وابن ابی فروۃ متروک [5] (ملخصاً)	الصبحۃ تمنع الزرق (صبح کو سونا زرق کی (برکت) کے لیے مانع ہے) والی حدیث کو اسماعیل بن عیاش انھوں نے ابن ابی فروہ انھوں نے محمد بن یوسف انھوں نے عمرو بن عثمان بن عفان انھوں نے اپنے والد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ ابن ابی فروہ متروک ہے ملخصاً (ت)

امام خاتم الحفاظ نے لآلی میں اس پر تقریر فرمائی اور تعقبات میں بھی اس جرح پر جرح کی، غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا قالہ ابن ابی فدیک [6] (یہ ابن ابی فدیک نے کہا ہے۔ ت) یا ۱۴۴ھ میں کماقالہ ابن سعد وغیرہ واحمد وھذا ھو الصحیح [7] کمافی تھذیب

---

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۳، تہذیب التہذیب ترجمہ ۴۴۹ حیدرآباد دکن ۱/۲۴۱

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۳۲

[3] جامع ترمذی ابواب الفرائض باب ماجاء فی ابطال میراث القاتل امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۳۲

[4] موضوعات ابن جوزی کتاب النوم نوم الصبحۃ دار الفکر بیروت ۳/۶۸

[5] موضوعات ابن جوزی کتاب النوم نوم الصبحۃ دار الفکر بیروت ۳/۶۸

[6] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ دارئرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد بھارت ۱/۲۴۲

[7] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد بھارت ۱/۲۴۲

التہذیب (جیسا کہ اس کو ابن سعد اور بہت سے حضرات نے بیان کیا ہے یہی صحیح ہے جیساکہ تہذیب التہذیب میں ہے۔ت) یحیٰی بن معلّٰی نے کہ طبقہ حادیہ عشرہ سے ہیں اسے کہاں پایا۔
دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں، ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال بخاری وترمذی وابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں، ۲۲۶ھ میں انتقال کیا یہ ہر گز متروک نہیں، امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو وہ ان کی نسبت "ترکوہ" کیونکر فرماتے، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا، البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں، امام نسائی نے کہا ثقہ نہیں، امام دارقطنی نے کہا ضعیف ہیں، ائمہ مجتہدین امام بخاری پر ان سے روایت کرنے میں معترض ہیں، امام ابو حاتم نے کہا مضطرب الحدیث ہیں آنکھیں جانے کے بعد بارہا ہوتا کہ جیسا کوئی سکھادیتا ویسے ہی روایت کرنے لگتے۔ عقیلی نے کہا امام مالک سے بکثرت وہ حدیثیں روایت کیں جن پر ان کا کوئی متابع نہیں، امام ابوداؤد نے سخت ضعیف کہا، امام الشان نے فرمایا آنکھیں جاکر حفظ خراب ہوگیا تھا، امام حافظ عبدالعظیم منذری کی ترغیب میں ہے:

اسحق بن محمد بن اسمعیل بن ابی فروہ الفروی صدوق روی عنہ البخاری فی صحیحہ، وقال ابو حاتم وغیرہ صدوق، وذکرہ ابن حبان فی الثقات ووھاہ ابو داؤد وقال النسائی لیس بثقۃ[1]۔	اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن ابی فروہ الفروی صدوق ہے، اس سے بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، اور ابو حاتم وغیرہ نے کہا یہ صدوق ہے، اس کو ابن حبان نے ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے، اور ابوداؤد نے اس کو کمزور بتایا ہے اور نسائی نے کہا یہ ثقہ نہیں ہے۔(ت)

میزان الاعتدال میں ہے:

ھو صدوق فی الجملۃ، صاحب حدیث، قال ابو حاتم صدوق ذھب بصرہ فربما لقن وکتبہ صحیحۃ، وقال مرۃ مضطرب، وقال العقیلی جاء عن مالک باحادیث کثیرۃ لایتابع عن مالک باحادیث کثیرۃ لایتابع علیھا، وذکرہ ابن حبان فی	وہ مجموعی طور پر صدوق ہے اور صاحب حدیث ہے، ابو حاتم نے کہا یہ صدوق ہے اور اس کی نظر ضائع ہوگئی تھی اور بعض اوقات دوسرے کی بات مان لیتا تھا اور اس کی کتب حدیث صحیح ہیں، اور انھوں نے کبھی اس کو مضطرب قرار دیا ہے، اور عقیلی نے کہا کہ اس نے امام مالک سے کثیر روایات ذکر کیں لیکن ان کی

[1] الترغیب والترہیب باب ذکر الرواۃ المختلف فیھم الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۵۶۷

الثقات،وقال النسائی لیس بثقه،وقال الدارقطنی لا یترک،وقال ایضا ضعیف قدروی عنه البخاری و یوبّخونه علی ھذا،وکذا ذکرہ ابوداؤد ووھاہ جدا[1]۔	تائید نہ ہوئی،اور اس کو ابن حبان نے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے،اور نسائی نے کہا کہ ثقہ نہیں ہے،اور دارقطنی نے کہا کہ یہ متروک نہیں،اور ضعیف بھی کہا ہے،اور بخاری نے اس سے روایت کیا ہے اس وجہ سے امام بخاری پر طعن بھی ہوا ہے،ابوداؤد نے یوں ہی کہا اور اس کو بہت کمزور قرار دیا۔(ت)

تقریب میں ہے:صدوق،کف فساء حفظه[2] (صدوق ہے۔اس کا حفظ کمزور ہوگیا تھا۔ت) تہذیب التہذیب میں ہے: قال البخاری مات ۲۳۶ھ[3] (امام بخاری رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ ۲۳۶ میں فوت ہوا۔ت) پر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ کہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک،بہر حال ایک موضع کلام تو اس کی سند میں یہ ہے۔

ثانیا اقول: دوسرا محل کلام اسحٰق مذکور کے شیخ عبداللہ میں ہے ائمہ محدثین کا ان میں کلام معروف ہے،امام ترمذی نے باب فیمن یستیقظ بللاولایذکر احتلاما (باب جو نیند سے بیدار ہو کر کپڑے پر رطوبت پائے مگر احتلام یاد نہ ہو۔ت) میں ایک حدیث ان سے روایت کرکے فرمایا:

عبدالله ضعفه یحیٰی بن سعید من قبل حفظه فی الحدیث[4]۔	عبداللہ کو امام یحیٰی بن سعید قطان نے نقصانِ حافظہ کی رو سے حدیث میں ضعیف بتایا۔

اسی کے ابواب الصلٰوۃ باب ماجاء فی الوقت الاول من الفضل (ابواب الصلٰوۃ،باب اول وقت کی فضیلت کے بیان میں۔ت) میں ہے:

عبدالله بن عمر العمری لیس ھو بالقوی عند اھل الحدیث[5]۔	عبداللہ بن عمر العمری محدثین کے نزدیک چنداں قوی نہیں۔

امام نسائی نے کہا قوی نہیں،امام علی بن مدینی نے کہا ضعیف ہیں،ابن حبان نے کہا:

کان ممن غلب علیه الصلاح والعبادۃ حتی	صلاح وعبادت نے ان پر یہاں تک غلبہ کیا کہ حفظِ

[1] میزان الاعتدال حرف الالف ترجمہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۹

[2] تقریب التہذیب حرف الالف ترجمہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۸۴

[3] تہذیب التہذیب حرف الالف ترجمہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد بھارت ۱/۲۴۸

[4] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ باب فیمن یستیقظ ویری بللا الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۶

[5] جامع الترمذی باب ماجاء فی الوقت الاول الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۲۴

غفل عن حفظ الاخبار وجودۃ الحفظ للآثار فلما فحش خطؤہ استحق الترک[1]۔	احادیث سے غافل ہوئے حدیثیں خوب یاد نہ رہیں جب خطا بکثرت واقع ہوئی ترک کے مستحق ہوگئے۔

امام احمد ویحیٰی سے ان کی توثیق کے اقوال بھی ہیں مگر قول فیصل یہ قرار پایا کہ حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: **ضعیف عابد**[2] (کمزور عابد ہے۔ت)

ثالثاً اقول اس حدیث سے جواب کو وہی آیہ کریمہ ومسئلہ زن مظاہرہ کافی ظہار میں جماع حرام تھا پھر اس نے مظاہرہ کی دختر حلال کو کیونکر حرام کردیا۔

رابعاً یہ حدیث جس طرح ابن ماجہ نے روایت کی کہ اگر کچھ قابل ذکر ہے تو یہی۔ اگر اس کے ضعف سند سے قطع نظر بھی کی جائے تو اس میں کوئی قصہ سوال اس حدیث متروک وساقط کی طرح نہیں صرف اتنا بیان ہے کہ حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، یہ اپنے ظاہر پر تو یقیناً صحیح نہیں، کیا اگر قلیل پانی یا گلاب میں شراب یا پیشاب ڈال دیں تو اسے حرام نہ کردیں گے!

اقول کیا کوئی اگر زنا سے جنب ہو تو اسے نماز وقرأت ودخول مسجد وطواف کعبہ کہ حلال تھے حرام نہ ہوجائیں گے! کیا اگر کوئی ظالم کسی مظلوم کی بکری کا گلا گھونٹ کر مار ڈالے تو اس کا یہ فعل کہ اگر اپنے مال کے ساتھ ہوتا جب بھی بوجہ اضاعت مال حرام تھا اور مال غیر کے ساتھ ظلماً حرام درحرام اس حلال جانور کو حرام نہ کردے گا! کیا اگر کوئی شخص اپنی عورت کو ایک ہفتہ میں تین طلاقیں دے خصوصاً ایام حیض میں تو اس فعل حرام درحرام سے وہ زن حلال اس پر حرام نہ ہوجائے گی! صدہا صورتیں ہیں جن میں حرام حلال کو حرام کردیتا ہے، تو یہ اطلاق کیونکر مراد ہوسکتا ہے، لاجرم تاویل سے چارہ نہیں کہ حرام من حیث ہو حرام، حلال کو حرام نہیں کرتا۔

اقول یعنی بول وشراب نے جو آب وگلاب کو حرام کیا نہ بوجہ اپنی حرمت کے بلکہ اس جہت سے کہ یہ نجس تھے اس سے مل کر اسے بھی نجس کردیا، اب اس کی نجاست باعث حرمت ہوئی اور اگر کوئی شیئ طاہر حرام کسی حلال میں ایسی مل جائے کہ تمیز ناممکن ہو تو ہم تسلیم نہیں کرتے کہ وہ حلال خود حرام ہوگیا بلکہ حلال اپنی حلت پر باقی ہے اور مخلوط کا تناول اس لیے ناجائز کہ بوجہ اختلاط اس کا تناول تناول حرام سے خالی نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اگر جدا ہوسکے اور جدا کرلیں تو حلال بدستور اپنی حلت پر ہو **کما لایخفی** (جیساکہ مخفی نہیں۔ت) یونہی زنا سے نماز وغیرہ کو اس حیثیت سے حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں کیا دخل، بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ

---

[1] میزان الاعتدال حرف العین ترجمہ دار المعرفہ بیروت ۲/۴۶۵

[2] تقریب التہذیب حرف العین ترجمہ ۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۵۱۶

فرج مشتہی میں ایلاج مشتہی ہے **وقس علی ذلک البواقی** (باقی کو اس پر قیاس کرو۔ت) اب ہم اسے تسلیم کرتے ہیں اور حدیث ہم پر وارد نہیں، یہاں بھی عورت سے زنا کرنے نے دخترِ زن کو اس بنا پر حرام نہ کیا کہ وہ زنا ہے کہ خصوصیت زنا کو اس میں بھی دخل نہیں بلکہ اسی حیثیت سے حرام کیا کہ وہ وطی وادخال ہے تو "**دخلتم بهن**" صادق آیا اور دختر موطوہ کی حرمت لایا تو اس حدیث ضعیف میں بھی مخالف کے لیے اصلا حجت نہیں **وللہ الحمد**۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی مؤیدات ذکر فرمائیں، ازانجملہ،

قال رجل یا رسول اللہ انی زنیت بامرأۃ فی الجاھلیۃ افانکح ابنتھا قال لااری ذٰلک ولایصح ان تنکح امرأۃ تطلع من ابنتھا علی ماتطلع علیہ منھا[1]۔	ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں، فرمایا: میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی مطلع تھا۔

اقول نیز اس کے مؤید ہے وہ حدیث کہ غایہ سمعانیہ میں حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من نظر الٰی فرج امرأۃ بشھوۃ حرمت علیہ امھا وبنتھا[2]۔	جو کسی عورت کی فرج کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں،

دوسری حدیث میں ہے:

ملعون من نظر الی فرج امرأۃ وبنتھا[3]۔	ملعون ہے وہ جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی فرج دیکھے۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی:

نظر الٰی فرج امرأۃ وبنتھا لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ[4]۔	جو کسی عورت اور اس کی دختر دونوں کی فرج دیکھے اللہ تعالٰی روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ کرے۔

---

[1] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۲۹

[2] البنایہ شرح الہدایہ فصل فی نکاح المحرمات مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۴۱

[3] البنایہ شرح الہدایہ فصل فی نکاح المحرمات مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ ۲/۴۱

[4] کنز العمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث ۰ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/۵۱۷

نیز مصنف عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

فی الذی یزنی بام امرأته قال حرمتا علیه [1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں۔

اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد وزن کو جدا ہو جانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کر دینا فرض ہو جاتا ہے مگر خود بخود نکاح زائل نہیں ہو جاتا، یہاں تک کہ شوہر جب تک متارکہ نہ کرے اور بعد متارکہ عدت نہ گزرے عورت کو روا نہیں کہ دوسرے سے نکاح کرے، اور قبل متارکہ شوہر کا اس سے وطی کرنا حرام ہوتا ہے مگر زنا نہیں کہ نکاح باقی ہے، ولہذا اس وطی سے جو اولاد پیدا ہو صحیح النسب ہے ایسے نکاح کے ازالہ کو جو الفاظ کہے جائیں طلاق نہیں بلکہ متارکہ کہلاتے ہیں اگرچہ بلفظ طلاق ہوں یہاں تک کہ ان سے عدد طلاق کم نہیں ہوتا، درمختار میں ہے:

بحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج باٰخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة والوطئ بهالایکون زنا [2]۔	حرمت مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا لہٰذا دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک خاوند متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزر جائے، اس دوران اگر خاوند نے وطی کی تو وہ زنا نہیں ہوگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الذخیرة ذکر محمد فی نکاح الاصل ان النکاح لایرفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل یفسد حتی لووطئها الزوج قبل التفریق لایجب علیه الحد اشتبه علیه اولم یشتبه [3]۔	ذخیرہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اصل یعنی مبسوط کی بحث نکاح میں ذکر فرمایا کہ حرمت مصاہرت اور حرمت رضاعت کی بنا پر نکاح ختم نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہوتا ہے لہٰذا اگر خاوند نے تفریق سے قبل وطی کرلی تو اس پر زنا کی حد نہیں ہوگی۔اس کو کوئی اشتباہ ہو یا نہ ہو۔(ت)

اسی میں ہے:

قال فی الحاوی والوطئی فیهالایکون زنا	حاوی میں ہے کہ اس مدت میں وطی کو زنا نہ کہا جائے گا

---

[1] کنزالعمال بحوالہ مصنف عبدالرزاق حدیث موسسة الرسالة بیروت ۵۱۶/۱۶

[2] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۸/۱

[3] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۸۳/۲

لانه مختلف فیه وعلیه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة ولاحد علیه ویثبت النسب[1]۔	کیونکہ یہ بات مختلف فیہ ہے جبکہ بیوی کے حرام ہونے کے بعد وطی کرنے سے مہر مثل لازم ہوگا اور بچہ ہو تو اس کا نسب ثابت ہوگا اور اس پر حد زنانہ ہوگی۔(ت)

اسی میں ہے:

فی البزازیه المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لاتکون الابقول کخلیت سبیلک اوترکتک ومجرد انکار النکاح لایکون متارکة اما لو انکر وقال ایضا اذھبی وتزوجی کان متارکة والطلاق فیه متارکة لکن لاینقص به عدد الطلاق[2]۔	بزازیہ میں ہے کہ فاسد نکاح میں دخول کے بعد متارکہ صرف زبانی ہوسکتا ہے، مثلاً یہ کہے میں نے تجھے نکاح سے آزاد کیا، یا یوں کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا، اور صرف سابقہ نکاح سے انکار کو متارکہ نہ کہا جائے گا، ہاں اگر نکاح کے ساتھ یہ بھی کہے کہ جا نکاح کر، تو متارکہ ہوجائے گا۔ اور اس موقعہ پر طلاق دینے سے متارکہ ہوجائے گا لیکن اس سے عدد طلاق کم نہ ہوگا۔(ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس حالت میں اگر شوہر نے نہ چھوڑا اور ناجائز طور پر ہندہ سے وطی کرتا رہا اور اولاد ہوئی تو وہ اولاد اپنے ماں باپ دونوں کی وارث ہے، ماں کی وراثت تو ظاہر کہ اولاد زنا بھی اپنی ماں کی میراث پاتی ہے کما نصوا علیه والمسألة فی الدر وغیرہ (جیسا کہ فقہاء کرام نے اس پر نص کی ہے اور یہ مسئلہ در وغیرہ میں ہے۔ت) اور باپ کی وراثت یوں کہ ابھی منقول ہوچکا کہ ایسی حالت کی اولاد ولدالزنا نہیں صحیح النسب ہے، ہاں زن و شوہر ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔ واللّٰه سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۹۶: از ریاست رامپور مرسلہ جناب نوشہ میاں صاحب ۲۰ محرم ۱۳۱۶ھ

جناب کا یہ فتوی جس کی نقل حاضر کی جاتی ہے علمائے رامپور کے حضور بغرض مہر پیش ہوا جناب مفتی محمد لطف اللہ صاحب نے فرمایا یہ نقل ہے اور اس میں جو لکھا ہے کہ جو عورت ایسے عقیدہ کی ہو وہ مرتدہ ہے اس کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کافر سے نہ مرتد سے نہ اس کی ہم مذہب سے مجھے اس میں تامل ہے اس کے ہم مذہب سے نہ ہونے کی سند کیا ہے، مولوی صاحب (یعنی جناب) اس کی

[1] ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۳

[2] ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۲۔۲۵۱

سند لکھ کر مہر فرمادیں تو مجھے مہر کرنے میں عذر نہیں لہٰذا نقل فتوی مرسل خدمت ہے۔ یہ فتوی جناب کا تحریر فرمایا ہوا ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حکم کی سند کیا ہے؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

فی الواقع یہ فتوی فقیر ہی کا لکھا ہوا ہے اور درباره مرتد و مرتده حکم شرعی یہی ہے کہ ان کا نکاح نہ کسی مسلم و مسلمہ سے ہوسکتا ہے نہ کافر وکافرہ سے۔ نہ مرتد و مرتدہ سے ان کے ہم مذہب خواہ مخالف مذہب سے، غرض تمام جہاں میں کہیں نہیں ہوسکتا۔ مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ لاکافرۃ اصلیۃ وکذلک لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد[1]۔	مرتد شخص کو مرتدہ، مسلمان ہو یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، یوں ہی مرتدہ عورت کسی مسلمان مرد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لایجوز نکاح المرتدۃ لاحد والمجوسیۃ لاتحل للمسلم وتحل لکل کافر الاالمرتد[2]۔	مرتدہ کا نکاح کسی کے ساتھ جائز نہیں۔ مجوسیہ مسلمان کو حلال نہیں وہ ہر اصلی کافر کے لیے حلال ہے اور مرتد کے لیے حلال نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

المبیض اذاتزوج مبیضۃ بشھود و ولی ان کانا یظھران الکفر اواحدھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما[3] مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	منافق نے اگر منافقہ عورت سے اس کے ولی اور گواہوں کی موجودگی میں نکاح کیا اور اپنے کفر کو ان دونوں نے یا ان میں سے ایک نے ظاہر کردیا تو ان کا حکم بھی مرتدوں والا ہوگا اور ان کا نکاح صحیح نہ ہوگا اھ مختصرا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۷: از گلگت چھاؤنی جوئنال مرسلہ سید محمد یوسف علی صاحب ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شیعہ وغیرہ بدمذہبوں کے ساتھ شادی کرنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح القسم السابع المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷

الجواب:

جو ان میں کوئی عقیدہ کفر رکھتا ہے جیسے آج کل کے عام رافضی، اس کے ساتھ کسی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا یہاں تک کہ خود اس کے ہم مذہب کا بھی، اور جو بدمذہب عقائد کفر سے بچا ہو اس کے ساتھ نکاح اگرچہ بایں معنی درست کہ کرلیں تو درست ہوجائے گا زنا نہ ہوگا مگر بدمذہبوں کے ساتھ ایسا بڑا علاقہ پیدا کرنے سے دور بھاگنا لازم، زوجیت وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس و محبت والفت پیدا کرتا ہے، **قال اللہ تعالٰی:**

وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ [1] ۔	اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے بنائیں تمھارے لیے تمھاری ہی جنس سے جوروئیں کہ تم ان کی طرف رغبت کرو ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی اور مہر رکھی، بیشک اس میں ٹھیک نشانیاں ہیں سوچنے والوں کے لیے،

اور بدمذہب سے دوستی پیدا ہونی اس کی محبت دل میں آنی دین کو سخت نقصان دیتی ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **المرء مع من احب** [2] آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الرجل علی دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل [3] ۔ رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه باسناد حسن۔	آدمی اپنے خاص دوست کے دین پر ہوتا ہے تو غور کرے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔ (اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

انھی آیات واحادیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ بدمذہب عورت کو نکاح میں لاتے وقت یہ خیال کرلینا کہ ہم اس پر غالب ہیں اس کی بدمذہبی ہمیں کیا نقصان دے گی بلکہ اسے سنی کریں گے محض حماقت ہے یہ رشتہ تو دوستی میل رغبت میل محبت مہر پیدا کرتا ہے اور محبت میں آدمی اندھا بہرا ہوجاتا ہے، حدیث میں فرمایا:

حبک الشیئ یعمی ویصم [4] ۔ رواہ احمد والبخاری	شیئ کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ اس کو احمد،

---

[1] القرآن ۳۰/۲۱

[2] صحیح مسلم باب المرء مع من احب قدیمی کتب خانہ کراچی ۳۳۲/۲

[3] سنن ابو داؤد باب من یؤمر ان یجالس الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۳۰۸/۲

[4] مسند احمد بن حنبل مرویات ابوالدرداء دار الفکر بیروت ۴۵۰/۶

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور ابن عساکر نے اس کو عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور خرائطی نے اعتلال میں ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔(ت)

دل پلٹتے، خیال بدلتے کچھ دیر نہیں لگتی اللہ عزوجل اپنے حفظ وامان ہی میں رکھے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان القلوب بین اصبعین من اصابع اللہ یقلبہا کیف یشاء [1]۔رواہ احمد و الترمذی والحاکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ورجالہ رجال مسلم۔	دل اللہ تعالٰی کے خاص تصرف میں ہیں جس طرح چاہتا ہے ان کو پھیرتا ہے۔اس کو حاکم نے، احمد اور ترمذی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔اور اس سند کے راوی رجال امام مسلم ہیں۔(ت)

اور اپنی بیٹی دینا تو سخت قہر، قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب ومحکوم ہوتی ہیں، قال اللہ تعالٰی: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ [2] (مرد، عورتوں کے منتظم ہیں۔ت) پھر انھیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دنیا سے زیادہ ہوتی ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ماھی لشیئ [3]۔رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	خاوند کے لیے بیوی کو خاص محبت ہوتی ہے جو کسی دوسرے سے نہیں۔اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رویدک یا انجشۃ بالقواریر [4]۔	اے انجشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نرم ونازک عورتوں کا پاس کر۔(ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عمر دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۸

[2] القرآن ۴/ ۳۴

[3] مستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دارالفکر بیروت ۴/ ۶۲

[4] صحیح بخاری باب المعاریض، مندوحۃ عن الکرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۷

ناقصات العقل والدین بھی ہیں قاله رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کمافی الصحیح یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاارشاد ہے جیساکہ صحیح حدیث میں ہے۔ت) پھر یہ سب اس صورت میں ہے جہاں شوہر کاکفو عورت نہ ہونا مانع صحت نہ ہو ورنہ نکاح محض باطل ہوگا۔ کما فصلناہ فی فتاوٰنا (جیسے ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں مفصل بیان کیا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۸: از پٹنہ محلّہ لودی کٹرہ مرسلہ سید شاہ محمد کمال صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۶ھ

حضرت مولانا صاحب قبلہ! اگر کسی مرد نے اپنی رضاعی ساس اور رضاعی سالی کے ساتھ ایک دفعہ یا دو دفعہ زنا کیا ہو سہوا یا عمدا تو اس حالت میں بی بی کا نکاح باقی رہے گا یا نہیں؟ اور اگر نکاح نہیں رہا تو پھر اس بی بی سے کسی طرح نکاح یا وہی بی بی اپنے شوہر پر پھر حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ مگر قبل اس فعل کے اس مرد کو اس مسئلے سے واقفیت نہ تھی۔ بینواتوجروا

الجواب:

سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اس سے معاذاللہ زنا اگرچہ بارہا ہو عورت کو اصلًا حرام نہیں کرتا۔

فی الدر المختار فی الخلاصة وطی اخت امرأته لاتحرم علیه امرأته [1]۔	درمختار میں ہے کہ خلاصہ میں ہے کہ سالی سے وطی بیوی کو حرام نہیں کرتی۔ (ت)

ہاں اگر سالی سے شبہہ اور دھوکے میں وطی ہو جائے تو جب تک سالی اس وطی بالشبہہ کی عدت سے نہ نکلے مرد اپنی منکوحہ کو ہاتھ نہیں لگا سکتا کیلا یلزم الجمع بین المحارم عدة (تاکہ عدت میں دو محرم عورتیں ایک کے لیے جمع نہ ہوں۔ت) یہ حرمت اتنے ہی دنوں کے لیے ہوگی بعد اختتام عدت عورت بدستور حلال ہو جائیگی

فی رد المحتار قوله لاتحرم ای لا تثبت حرمة المصاهرة فالمعنی لاتحرم حرمة مؤبدة والافتحرم الی انقضاء عدة الموطؤة لو بشبهة قال فی البحر لو وطی اخت امرأة بشبهة تحرم علیه امرأته مالم تنقض عدة ذات الشبهة [2]۔	ردالمحتار میں ہے اس کے قول "حرام نہیں" کا مطلب مصاہرت کی حرمت ابدی نہیں ہے ورنہ سالی کے ساتھ شبہہ میں وطی سے اس کی بیوی عدت پوری ہونے تک حرام رہتی ہے۔ بحر میں کہا ہے اگر سالی سے شبہہ کی بناپر وطی ہو جائے تو بیوی حرام رہتی ہے جب تک شبہہ والی وطی کی عدت پوری نہ گزر جائے۔ (ت)

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۱

اور ساس اگرچہ رضاعی ہو یعنی زوجہ کی رضاعی ماں یا رضاعی نانی دادی عیاذاً باللہ اس سے زنا بلکہ دواعی وطی بھی یعنی بشہوت اس کے کسی جز وبدن کو چھو جانا اگرچہ ایسے حائل کے ساتھ کہ اس کے جسم کی گرمی اسے محسوس ہونے سے منع نہ کرے یا بشہوت اس کی فرج داخل پر نظر پڑ جانا جبکہ یہ دواعی دواعی رہیں یعنی ان سے انزال واقع نہ ہوا اگرچہ وہ زنا یا داعی زنا دانستہ ہو یا بھول کر یا دھوکے سے یا کسی کے جبر واکراہ سے بہر حال زوجہ کو حرام ابدی اور نکاح کو فاسد کر دیتا ہے، عورت کو فوراً چھوڑ دینا اور اس نکاح فاسد شدہ کو فسخ کرنا واجب ہوجاتا ہے اب زوجہ کبھی اس کے لیے حلال نہ ہوگی نہ کبھی اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ یہی مذہب ہمارے جمیع ائمہ اور امام احمد اور امام مالک فی احد الروایتین (دو روایتوں میں سے ایک روایت میں۔ت) اور اکابر صحابہ مثل امیر المومنین عمر فاروق اعظم وحضرت عبداللہ بن مسعود وحضرت عبداللہ بن عباس فی الاصح عنہ (ان سے اصح روایت میں۔ت) اور حضرت ام المومنین صدیقہ وابی بن کعب وجابر بن عبداللہ وعمران بن حصین اور جمہور تابعین مثل امام حسن بصری وامام ابراہیم نخعی وامام طاؤس وامام عطا بن ابی رباح وامام مجاہد وامام سعید بن المسیب وامام سلیمٰن بن یسار وامام حماد بن ابی سلیمن وغیرہم ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے۔

کما ذکرہ فی الفتح وغیرہ وفی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ بشھوۃ ولو بشعر علی الرأس بحائل لایمنع الحرارۃ والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن مطلقا اذا لم ینزل فلو انزل مع مس او نظر فلاحرمۃ ولافرق فیما ذکر بین عمدو نسیان و خطاء واکراہ [1] اھ ملتقطا، وفی ردالمحتار قال فی البحرار ادبحرمۃ المصاہرۃ الحرمات الاربع حرمۃ المرأۃ علی اصول الزانی وفروعہ نسباورضاعاوحرمۃ اصولھا وفروعھا علی الزانی نسبا ورضاعا کمافی الوطی الحلال [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	جیسا کہ اس کو فتح وغیرہ میں ذکر کیا ہے اور درمختار میں ہے کہ مزنیہ اور وہ عورت جس کو حرارت بدنیہ سے مانع چیز کے بغیر شہوت کے ساتھ مس کیا ہو خواہ سر کے بالوں کو مس کیا ہو اور وہ عورت جس کی فرج داخل پر شہوت سے نظر پڑی ہو تو ان عورتوں کے اصول و فروع اس مرد پر مطلقا حرام ہوجاتے ہیں بشرطیکہ اس وقت اس کو انزال نہ ہوا ہو اور نظر یا مس کے وقت انزال ہوجائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی اس میں فرق نہیں خواہ قصدا ہو یا بھول کر یا خطاء یا جبراً ہو اھ ملتقطا، اور ردالمحتار میں ہے بحر میں کہا ہے کہ حرمت مصاہرت سے چار حرام مراد ہیں۔ مرد پر عورت کے اصول و فروع نسبی ورضاعی اور عورت پر مرد کے اصول فروع نسبی ورضاعی، جیسا کہ وطی حلال میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۷۹

ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار ١٣١٦ھ

(معزز خواتین کو جہنم کے کتّوں کے نکاح میں نہ دیتے ہوئے انھیں رسوائی سے بچانا)

مسئلہ ۱۹۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین وحامیان شرع متین اس بارہ میں کہ ایک عورت سنیہ حنفیہ جس کا باپ بھی سنی حنفی ہے اس کا نکاح ایک غیر مقلد وہابی سے کردینا جائز ہے یا ممنوع؟ اس میں شرعاً گناہ ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

مستفتی محمد خلیل اللہ خاں از ریاست رامپور دولت خانہ حکیم اجمل خاں صاحب

الجواب: از دفتر تحفہ حنفیّہ پٹنہ محلّہ لودی کٹرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

نکاح مذکورہ ممنوع وناجائز وگناہ ہے۔ غیر مقلدین زماں کے بہت عقائد کفریہ وضلالیہ کتاب "جامع الشواہد فی اخراج الوہابیین عن المساجد" میں ان کی تصانیف سے نقل کئے اور ان کا گمراہ وبد مذہب ہونا بروجہ احسن ثابت کیا اور حدیث ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بد مذہبوں کی نسبت فرمایا:

ولاتؤاکلوھم ولاتشاربوھم	یعنی ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور پانی نہ پیو

ولاتناکحوھم [1]۔	اور بیاہ شادی نہ کرو۔

اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کی تفسیر سے نقل کیا ہے کہ:

ہر کہ بابدعتیان انس ودوستی پیدا کند نور ایمان وحلاوت آں ازوے برگیرند [2]۔	جو شخص بد عقیدہ لوگوں سے دوستی اور پیار کرتا ہے اس سے نور ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور طحطاوی حاشیہ درمختار سے نقل کیا:

من کان خارجا من ھذہ المذاھب الاربعۃ فی ذٰلك الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار [3]۔	جو اس زمانے میں ان چاروں مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی اور دوزخی ہے۔

کثرت سے علمائے مشاہیر کی اس پر مہریں ہیں، بالجملہ اگر غیر مقلد عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو اس سے نکاح محض باطل وزنا ہے کہ مسلمان عورت کا کافر سے نکاح اصلاً صحیح نہیں اور اگر عقیدیہ کفریہ نہ بھی رکھتا ہو تو بدمذہب سے مناکحت بحکم آیت وحدیث منع ہے، حدیث اوپر گزری، اور آیت یہ ہے قال اللہ تعالٰی:

وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ [4]۔	نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمھیں چھوئے گی آگ دوزخ کی۔

ناظم ندوہ نے اپنے فتوی عدم جواز نکاح سنیہ وشیعہ مطبوعہ مطبع نظامی میں اسی آیت سے استدلال کیا ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

الساطر الوازر المعتصم بذیل سیدہ ومولاہ امیر المومنین سیدن الصدیق العتیق التقی عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی العظیم آبادی عفاعنہ ربہ ذوالایادی۔

فتوائے علمائے پٹنہ

(۱) اصاب من اجاب (جو جواب دیا گیا ہے درست ہے۔ت) حافظ محمد فتح الدین پنجابی (صدر مجلس اہلسنت پٹنہ، مقیم مرشد آباد)

---

[1] الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶، کنزالعمال حدیث نمبر موسستہ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۲۹

[2] تفسیر عزیزی پارہ آیۃ ودوالوتدھن فیدھنون کے تحت افغانی دارالکتب لال کنواں دہلی ص ۵۶

[3] طحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[4] القرآن ۱۱/۱۱۳

(۲)هذا هوالحق الصریح وماسواه باطل قبیح (یہ جواب صریح ہے اور اس کے سوا باطل قبیح ہے۔ت) محمد امیر علی (مرحوم) سابق ہیڈ مولوی نارمل اسکول پٹنہ۔

فتوائے علمائے بہار

(۱)مبسلا ومحمد او مصلیا اما بعد ماقاله العلامه وافاده الفهامه حق صریح ومحقق صحیح جدیر بالاعتماد و حقیق بالاستناد ودونه خرط القتاد ولاینکره الااهل الغیّ والعناد والبغی والفساد۔	بسملہ، تحمید اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود کے بعد، جو کچھ حضرت علامہ وفہامہ نے کہا وہ واضح حق، مثبت و صحیح، لائق اعتماد واستناد ہے اور اس کا خلاف مشکل ہے، اور سوائے گمراہ، ہٹ دھرم، باغی اور فسادی کے کوئی اس کا انکار نہیں کرسکتا۔ (ت)

کتبہ خویدم الطلبہ ابوالاصفیا محمد عبدالواحد خاں رامپوری بہاری عفاعنہ

(۲)من کان من زمرة محمد بن عبدالوهاب ممن یتهمون عامة امة مرحومة با لشرك والکفر علی زعمهم الفاسد وفهمهم الکاسد فهو من الزنادقة والملاحدة ولایجوز به المناکحة والمخالطة وکذٰلك من کان من الغیر المقلدین من یرکن الی المجسمیة والمشبهیة والرافضیة فی السوء۔	تمام امت مرحومہ کو اپنے زعم فاسد اور فہم کاسد کی بناء پر شرک وکفر کے ساتھ متہم کرنے والے محمد بن عبدالوہاب کے گروہ سے تعلق رکھنے والا شخص زندیق وملحد ہے اور اس کے ساتھ نکاح اور میل جول ناجائز ہے، اور یہی حکم اس شخص کا بھی ہے جو غیر مقلدین میں سے اور مجسمیہ، مشبہیہ اور روافض کی طرف میلان رکھتا ہو۔ (ت)

حررہ محمد یوسف بہاری

(۳)اصاب من اجاب جزی الله المحقق المدقق وحامی السنة وماحی البدعة مولانامتنظم التحفة خیر	مجیب نے درست جواب دیا، محقق، مدقق، سنت کے حامی، بدعت کو مٹانے والے، ہمارے سردار اور تحفہ حنفیّہ کے منتظمہ کو اللہ تعالٰی

الجزاء۔واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔	بہترین جزا عطا فرمائے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کی طرف ہی لوٹنا ہے۔(ت)

جناب مولانا حکیم (ابوالبرکات) استھانوی بہاری

(۴)حامدا ومصلیا قد صح ما فی ھذہ الفتوی کیف لاوھی مملوۃ من الروایات الفقھیۃ المعتبرۃ والاحادیث الصحیحۃ فالمجیب مصیب بلاامتراء جزاہ اللہ سبحٰنہ بفضلہ الاوفی خیر الجزاء حیث صرف ھمۃ العلیا و بذل جھدہ بالنھج الاعلی فی رد الکلمات السفلی من اجاب فقد اصاب ودونہ خرط القتاد.واللہ اعلم بالصواب فقط	اللہ تعالٰی کی حمد کرتے اور نبی کریم پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جو کچھ اس فتوی میں ہے درست ہے، کیسے نہ ہو جبکہ یہ فتوی معتبر فقہی روایات اور صحیح احادیث سے لبریز ہے اور مجیب بلاشبہ مصیب ہے۔اللہ تعالٰی اپنے بے انتہا فضل سے مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے جس نے کلمات سفلی کے رد میں اپنی بلند ہمتی اور سعی بلیغ کو کامل طریقے سے بروئے کار لایا۔مجیب نے درست کہا جس کے خلاف کہنا مشکل وناممکن ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب فقط(ت)

حررہ خویدم الطلبۃ الراجی الی رحمۃ ربہ المنان السید محمد سلیمان اشرف البھاری المرداوی عفی عنہ۔

(۵)حامدا ومصلیا.الجواب حق فماذا بعد الحق الا الضلال۔

اللہ تعالٰی کی حمد کرتے ہوئے اور نبی اقدس پر درود بھیجتے ہوئے کہتا ہوں کہ جواب حق ہے اور حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔(ت)

کتبہ خادم الطلبہ خاکسار سید ناظر حسین بہاری المرداوی

فتوائے علمائے بدایوں

(۱)المجیب مصیب (جواب درست ہے۔ت)

محب الرسول عبدالقادر قادری

(۲)لاریب فیہ (اس میں کوئی شک نہیں۔ت)

مطیع الرسول محمد بن عبدالمقتدر قادری

(۳)الجواب صحیحٌ (جواب صحیح ہے۔ت)

محمد عبدالقیوم قادری

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الحمد للہ الذی لم یرتض الطیبات الاللطیبین الاخیار وترك الخبیثین للخبیثات الاقذار والصلٰوۃ والسلام علی من امرنا بالتجنب عن کلاب النار وعلٰی اٰلہ وصحبہ الشاھرین سیوفھم علٰی رؤوس المبتدعین الفجار۔	اس اللہ تعالٰی کے لیے حمد ہے جس نے طیبات کو صرف طیب لوگوں کے لیے منتخب فرمایا اور خبیث خبیث لوگوں کے لیے چھوڑ دیا گیا اور صلٰوۃ وسلام اس پر جس نے ہمیں جہنم کے کتوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے اور آپ کے آل و اصحاب پر جو بدعتی فاجر لوگوں پر اپنی تلواریں لہرارہے ہیں۔ (ت)

فی الواقع صورت مستفسرہ میں وہ نکاح یا تو شرعا محض باطل و زنا ہے یا ممنوع وگناہ، سائل سنی صاحب معاملہ سنی وسنیہ۔ برادران سنت ہی سے خطاب ہے اور انھیں کو حکم شرع سے اطلاع دینی مقصود کہ ایک ذرا بنگاہ غور ملاحظہ فرمائیں، اگر دلیل شرعی سے یہ احکام ظاہر ہو جائیں تو سنی بھائیوں سے توقع کہ نہ صرف زبانی قبول بلکہ ہمیشہ اسی پر عمل فرمائیں گے اور اپنی کریمہ عزیزہ بنات واخوات کو ہلاک وابتلا اور دین وناموس میں گرفتاری بلا سے بچائیں گے **وباللہ التوفیق**، وہابی ہو یا رافضی جو بدمذہب عقائد کفریہ رکھتا ہے جیسے ختم نبوت حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار یا قرآن عظیم میں نقص ودخل بشری کا اقرار، تو ایسوں سے نکاح باجماع مسلمین بالقطع والیقین باطل محض وزنائے صرف ہے اگرچہ صورت صورت سوال کا عکس ہو یعنی سنی مرد ایسی عورت کو نکاح میں لانا چاہے کہ مدعیان اسلام میں جو عقائد کفریہ رکھیں ان کا حکم مثل مرتد ہے **کما حققنا فی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ** (جیساکہ ہم نے اپنے رسالہ "**المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ**" میں تحقیق کی ہے۔ت) ظہیریہ وہندیہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے: **احکامھم مثل احکام المرتدین**[1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ت) اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح تمام عالم میں کسی عورت ومرد مسلم یا کافر مرتد یا اصلی کسی سے نہیں ہو سکتا، خانیہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

واللفظ للاخیرۃ لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط[2]۔	دوسری کے الفاظ یہ ہیں مرتد کے لیے کسی عورت، مسلمان، کافرہ یا مرتدہ سے نکاح جائز نہیں، اور یونہی مرتدہ عورت کا کسی بھی شخص سے نکاح جائز نہیں۔ جیساکہ مبسوط میں ہے۔(ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ الاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ القسم السابع المحرمات بالشرك کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

اور اگر ایسے عقائد خود نہیں رکھتا مگر کبرائے وہابیہ یا مجتہدین روافض خذلھم اللہ تعالٰی کہ وہ عقائد رکھتے ہیں انھیں امام وپیشوا یا مسلمان ہی مانتا ہے تو بھی یقینا اجماعاً خود کافر ہے کہ جس طرح ضروریات دین کا انکار کفر ہے یونہی ان کے منکر کو کافر نہ جاننا بھی کفر ہے، وجیز امام کردری ودرمختار وشفائے امام قاضی عیاض وغیرہا میں ہے:

والفظ للشفاء مختصرًا اجمع العلماء ان من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر [1]۔	شفاء کے الفاظ اختصارًا یہ ہیں، علما کا اجماع ہے کہ جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ کافر ہے۔(ت)

اور اگر اس سے بھی خالی ہے ایسے عقائد والوں کو اگرچہ اس کے پیشوایانِ طائفہ ہوں صاف صاف کافر مانتا ہے (اگرچہ بد مذہبوں سے اس کی توقع بہت ہی ضعیف اور تجربہ اس کے خلاف پر شاہد قوی ہے) تو اب تیسرا درجہ کفریات لزومیہ کا آئے گا کہ ان طوائف ضالہ کے عقائد باطلہ میں بکثرت ہیں جن کا شافی ووافی بیان فقیر کے رسالہ الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ (۱۳۱۲ھ) میں ہے اور بقدر کافی رسالہ سل السیوف الھندیہ علی کفریات باباالنجدیۃ (۱۳۱۲ھ) میں مذکور۔ اور اگرچہ نہ ہو تو تقلید ائمہ کو شرک اور مقلدین کو مشرک کہنا ان حضرات کا مشہور ومعروف عقیدہ ضلالت ہے یونہی معاملات انبیاء واولیاء واموات واحیاء کے متعلق صدہا باتوں میں ادنٰی ادنٰی بات ممنوع یا مکروہ بلکہ مباحات ومستحبات پر جابجا حکم شرک لگادینا خاص اصل الاصول وہابیت ہے جن سے ان کے دفاتر بھرے پڑے ہیں، کیا یہ امور مخفی ومستور ہیں، کیا ان کی کتابوں زبانوں رسالوں بیانوں میں کچھ کمی کے ساتھ مذکور ہیں، کیا ہر سنی عالم وعامی اس سے آگاہ نہیں کہ وہ اپنے آپ کو موحد اور مسلمانوں کو معاذاللہ مشرک کہتے ہیں آج سے نہیں شروع سے ان کا خلاصہ اعتقاد یہی ہے کہ جو وہابی نہ ہو سب مشرک، ردالمحتار میں اسی گروہ وہابیہ کے بیان میں ہے:

اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون [2]۔	ان کا اعتقاد یہ ہے کہ وہی مسلمان ہیں اور جو عقیدہ میں ان کے خلاف ہو وہ مشرک ہے(ت)

فقیر نے رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ) میں واضح کیا کہ خاص مسئلہ تقلید میں ان کے مذہب پر گیارہ سو برس کے ائمہ دین وعلمائے کاملین واولیائے عارفین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین معاذاللہ سب مشرکین قرار پاتے ہیں خصوصًا وہ جماہیر ائمہ کرام وسادات اسلام وعلمائے اعلام جو تقلید شخصی پر سخت شدید تاکید فرماتے اور اس کے خلاف کو منکر وشنیع وباطل وفظیع

---

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع الباب الاول دارسعادت بیروت ۲/۲۰۸، درمختار کتاب الجھاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۱

بتاتے رہے جیسے امام حجۃ الاسلام محمد غزالی وامام برہان الدین صاحب ہدایہ و امام احمد ابوبکر جوزجانی وامام کیاہر اسی و امام ابن سمعانی وامام اجل امام الحرمین و صاحبان خلاصہ وایضاح وجامع الرموز وبحر الرائق و نہر الفائق وتنویر الابصار و در مختار وفتاوٰی خیریہ وغمزالعیون وجواہر الاخلاطی ومنیہ وسراجیہ ومصفی وجواھر و تتارخانیہ ومجمع وکشف وعالمگیریہ ومولانا شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وجناب شیخ مجدد الف ثانی وغیرہم ہزاروں اکابر کے ایمان کا تو کہیں پتا ہی نہیں رہتا اور مسلمان تو نرے مشرک بنتے ہیں یہ حضرات مشرک ٹھہرتے ہیں والعیاذ باللہ سبحنہ وتعالٰی، اور جمہور ائمہ کرام فقہائے اعلام کا مذہب صحیح ومعتمد ومفتی بہ یہی ہے کہ جو کسی ایک مسلمان کو بھی کافر اعتقاد کرے خود کافر ہے، ذخیرہ وبزازیہ وفصول عمادی وفتاوٰی قاضی خاں وجامع الفصولین وخزانۃ المفتیین و جامع الرموز وشرح نقایہ برجندی وشرح وہبانیہ ونہرالفائق ودرمختار ومجمع الانہر واحکام علی الدرر وحدیقہ ندیہ وعالمگیری وردالمحتار وغیرہا عامہ کتب میں اس کی تصریحات واضحہ کتب کثیرہ میں اسے فرمایا: المختار للفتوی[1] (فتوی کے لیے مختار ہے۔ت) شرح تنویر میں فرمایا: بہ یفتی[2] (اس پر فتوی دیا جاتا ہے۔ت) یہ افتاء وتصحیحات اس قول اطلاق کے مقابل ہیں کہ مسلمانوں کو کافر کہنے والا مطلقًا کافر اگرچہ محض بطور دشنام کہے نہ از راہ اعتقاد، جامع الفصولین میں ہے:

قال لغیرہ یا کافر قال الفقیہ الاعمش البلخی کفر القائل وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر فاتفقت ھذہ المسألۃ ببخاری اذاجاب بعض ائمہ بخاری انہ کفر فرجع الجواب الی بلخ فمن افتی بخلاف الفقیہ الاعمش رجع الی قولہ وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمۃ بخاری والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل ان قائل ھذہ المقالات لو ارادالشتم ولایعتقدکافرا لایکفر ولو	کسی نے غیر کو کہا "اے کافر" امام اعمش فقیہ بلخی نے فرمایا وہ کافر ہوگیا، اور ان کے علاوہ دیگر مشائخ نے فرمایا: وہ کافر نہ ہوگا، اور یہی مسئلہ بخاری میں پیش آیا تو بخاری کے بعض ائمہ نے فرمایا: وہ کافر ہوگیا۔ جب یہ جواب بلخ پہنچا تو جن لوگوں نے امام اعمش فقیہ کے خلاف فتوی دیا تھا انھوں نے رجوع کرکے اعمش کے قول سے اتفاق کرلیا، اور ابولیث اور بخاری کے بعض ائمہ کے نزدیک کافر نہ کہنا مناسب ہے جبکہ اس قسم کے مسائل میں فتوی یہ ہے کہ مسلمان کو کافر کہنے والے نے اگر گالی مراد لی ہو اور کفر مراد نہ لیا تو کافر نہ ہوگا۔ اور اگر اس نے

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۳۱۱/۲

[2] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۳۲۷/۱

اعتقد کافرا کفر[1] اھ اختصارا	کفر کا اعتقاد کیا تو وہ کافر ہے اھ اختصارا

تو فقہائے کرام کے قول کے مطلق و حکم مفتی بہ دونوں کے رو سے بالاتفاق ان پر حکم کفر ثابت، اور یہی حکم ظواہر احادیث صحیحہ سے مستفاد صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافرا فقد باء بھا احدھما۔[2] زاد مسلم ان کان کما قال والا رجعت الیہ[3]	جو کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی، اگر جسے کہا وہ فی الحقیقۃ کافر ہے تو خیر، ورنہ یہ کفر کا حکم اسی قائل پر پلٹ آئے گا۔ (ت)

نیز صحیحین وغیرہما میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدو اللہ ولیس کذلك الا حار علیہ۔[4]	جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن بتائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کا یہ قول اسی پر پلٹ آئے۔

طرفہ یہ کہ ان حضرات کو ظواہر احادیث ہی پر عمل کرنے کا بڑا دعوی ہے، تو ثابت ہوا کہ حدیث وفقہ دونوں کے حکم سے مسلمان کی تکفیر پر حکم کفر لازم، نہ کہ لاکھوں کروڑوں ائمہ واولیاء وعلماء کی معاذاللہ تکفیر ان صاحبوں کا خلاصہ مذہب ابھی ردالمحتار سے منقول ہوا کہ جو وہابی نہیں سب کو مشرک مانتے ہیں اسی بنا پر علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی نے انھیں خوارج میں داخل فرمایا اور وجیز کردری میں ارشاد ہے:

یجب اکفار الخوارج فی اکفارھم جمیع الامۃ سواھم۔[5]	خوارج کو کافر کہنا واجب ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے ہم مذہب کے سوا سب کو کافر کہتے ہیں۔

لاجرم الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیۃ میں فرمایا:

ھؤلاء الملاحدۃ المکفرۃ للمسلمین[6]	یعنی یہ وہابی ملحد بے دین کہ مسلمانوں کی تکفیر کرتے ہیں۔

---

[1] جامع الفصولین فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۱

[2] صحیح البخاری باب من اکفر اخاہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷

[4] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۷

[5] فتاوی بزازیہ علی ہامش ہندیہ نوع فیما یتصل بھا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/۳۱۸

[6] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیۃ المکتبہ الحقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۸

پھر یہ بھی ان کے صرف ایک مسئلہ ترک تقلید کی رو سے ہے باقی مسائل متعلقہ انبیاء واولیاء وغیرھم میں ان کے شرک کی اونچی اڑانیں دیکھئے۔ فقیر نے رسالہ **اکمال الطامۃ علی شرك سوی بالامور العامۃ** میں کلام الٰہی کی ساٹھ آیتوں اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تین سو[۳۰۰] حدیثوں سے ثابت کیا ہے کہ ان کے مذہب نامہذب پر نہ صرف امت مرحومہ بلکہ انبیائے کرام وملائکہ عظام وخود حضور پر نور سید الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام حتی کہ خود رب العزۃ جل وعلا تک کوئی بھی شرک سے محفوظ نہیں **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، پھر ایسے مذہب ناپاک کے کفریات واضحہ ہونے میں کون مسلمان تامل کرسکتا ہے، پھر یہ عقائد باطلہ ومقالات زائغہ جب ان حضرات کے اصول مذہب ہیں تو کسی وہابی صاحب کا ان سے خالی ہونا کیونکر معقول، یہ ایسا ہوگا جس طرح کچھ روافض کو کہا جائے تبرا وتفضیل سے پاک ہیں، اور بالفرض تسلیم بھی کرلیں کہ کوئی وہابی صاحب کسی جگہ کسی مصلحت سے ان تمام عقائد مردودہ واقوال مطرودہ سے تحاشی بھی کریں یا بفرض غلط فی الواقع ان سے خالی ہوں تو یہ کیونکر متصور کہ ان کے اگلے پچھلے چھوٹے بڑے مصنف مؤلف واعظ مکلب نجدی دہلوی بنگالی بھوپالی وغیرھم جن کے کلام میں ان اباطیل کی تصریحات ہیں یہ صاحب ان سب کے کفر یا اقل درجہ لزوم کفر کا اقرار کریں کیا دنیا میں کوئی وہابی ایسا نکلے گا کہ اپنے اگلے پچھلوں پیشواؤں ہم مذہبوں سب کے کفر ولزوم کفر کا مقر ہو اور جتنے احکام باطلہ سے کتاب التوحید و تقویۃ الایمان و صراط مستقیم و تنویر العینین و تصانیف بھوپالی و سورج گڑھی و بٹالوی وغیرھم میں مسلمانوں پر حکم شرک لگا یا جو معاذ اللہ خدا ورسول وانبیاء وملائکہ سب تک پہنچا ان سب کو کفر کہہ دے حاش للہ ہرگز نہیں، بلکہ قطعاً انھیں اچھا جانتے امام وپیشوا وصلحائے علما مانتے اور ان کے کلمات واقوال کو بامعنی ومقبول سمجھتے اور ان پر رضا رکھتے ہیں اور خود کفریات بکنا یا کفریات پر راضی ہونا برا نہ جاننا ان کے لیے معنی صحیح ماننا سب کا ایک ہی حکم ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام سے ان امور کے بیان میں جو بالاتفاق کفر ہیں نقل فرمایا:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحك او استحسنہ اورضی بہ یکفر[1]	جس نے کلمہ کفر یہ بولا اس کو کافر قرار دیا جائے گا، یونہی جس نے اس کلمہ کفر پر ہنسی کی یا اس کی تحسین کی اور اس پر راضی ہوا اس کو بھی کافر قرار دیا جائے گا(ت)

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مطبعہ حقیقہ استانبول ترکی ص ۳۶۶

بحر الرائق میں ہے:

من حسن کلام اهل الاهواء وقال معنوی اوکلام له معنی صحیح ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن[1]۔	جس نے بے دینی کی بات کو سراہا یا بامقصد قرار دیا، یااس کے معنی کو صحیح قرار دیا تواگر یہ کلمہ کفر ہو تواس کا قائل کافر ہوگا اورا س کی تحسین کرنے والا بھی (ت)

تو دنیاکے پردے پر کوئی وہابی ایسانہ ہوگا جس پر فقہائے کرام کے ارشادات سے کفرلازم نہ ہو اور نکاح کا جواز عدم جواز نہیں مگر ایک مسئلہ فقہی، تو یہاں حکم فقہا یہی ہوگا کہ ان سے مناکحت اصلا جائز نہیں خواہ مرد وہابی ہو، یا عورت وہابیہ اور مرد سنی، ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں اور ان میں جو کسی ضروری دین کا منکر نہیں نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے مگر یہ صرف برائے احتیاط ہے، دربارہ تکفیر حتی الامکان احتیاط اس میں ہے کہ سکوت کیجئے، مگر وہی احتیاط جو وہاں مانع تکفیر ہوئی تھی یہاں مانع نکاح ہوگی کہ جب جمہور فقہائے کرام کے حکم سے ان پر کفر لازم نہیں توان سے مناکحت زنا ہے تو یہاں احتیاط اسی میں ہے کہ اس سے دور رہیں اور مسلمانوں کو باز رکھیں، ﷲ انصاف کسی سنی صحیح العقیدہ فقہائے کرام کا قلب سلیم گوارا کرے گا کہ اس کی کوئی عزیزہ کریمہ ایسی بلا میں مبتلا ہو جسے فقہائے کرام عمر بھر کا زنا بتائیں، تکفیر سے سکوت زبان کے لیے احتیاط تھی اور اس نکاح سے احتراز فرج کے واسطے احتیاط ہے یہ کونسی شرع کہ زبان کے باب میں احتیاط کیجئے اور فرج کے بارے میں بے احتیاطی، انصاف کیجئے تو بنظر واقع حکم اسی قدر سے منقح ہولیا کہ نفس الامر میں کوئی وہابی ان خرافات سے خالی نہ نکلے گا اور احکام فقہیہ میں واقعات ہی کالحاظ ہوتا ہے نہ احتمالات غیر واقعیہ کا،

بل صرحوا ان احکام الفقة تجری علی الغالب من دون نظر الی النادر۔	بلکہ انھوں نے تصریح کی ہے کہ فقہی احکام کا مدار غالب امور بنتے ہیں، نادر امور پیش نظر نہیں ہوتے۔ (ت)

اور اگراس سے تجاوز کرکے کوئی وہابی ایسا فرض کیجئے جوخود بھی ان تمام کفریات سے خالی ہو اور ان کے قائلین جملہ وہابیہ سابقین ولاحقین سب کو گمراہ وبدمذہب مانتا بلکہ بالفرض قائلان کفریات مانتا اور لازم الکفر ہی جانتا ہواس کی وہابیت صرف اس قدر ہو کہ باوصف عامیت تقلید ضروری نہ جانے اور بے صلاحیت اجتہاد پیروی مجتہدین چھوڑ کر خود قرآن وحدیث سے اخذ احکام روا مانے تو اس قدرمیں شک نہیں کہ یہ فرضی شخص بھی آیہ کریمہ قطعیہ فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳[2] (اگر یہ نہیں جانتے تو اہل ذکر (علماء) سے پوچھو۔ ت)

---

[1] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۲۴/۵

[2] القرآن ۴۳/۱۶

اور اجماع قطعی تمام ائمہ سلف کا مخالف ہے یہ اگر بطور فقہاء لزوم کفر سے بچ بھی گیا تو خارق اجماع و متبع غیر سبیل المومنین وگمراہ وبددین ہونے میں کلام نہیں ہوسکتا جس طرح متکلمین کے نزدیک دو قسم پیشین کافر بالیقین کے سوا باقی جمیع اقسام کے وہابیہ، اب اگر عورت سنیہ بالغہ اپنا نکاح کسی ایسے شخص سے کرے اور اس کا ولی پیش از نکاح اس شخص کی بدمذہبی پر آگاہ ہو کہ صراحۃً اس سے نکاح کئے جانے کی رضامندی ظاہر نہ کرے خواہ یوں کہ اسے اس کی بدمذہبی پر اطلاع ہی نہ ہو یا نکاح سے پہلے اس قصد کی خبر نہ ہوئی یا بدمذہب جانا اور اس ارادہ پر مطلع بھی ہوا مگر سکوت کیا صاف رضا کا مظہر نہ ہوا، یا عورت نابالغہ ہو اور ولی مزوج اب وجد کے سوا یا اب وجد ایسے جو اس سے پہلے اپنی ولایت سے کوئی تزوج کسی غیر کفو سے کرچکے ہوں یا وقت تزویج نشے میں ہوں ان سب صورتوں میں یہ بھی نکاح باطل وزنائے خالص ہوگا کہ بدمذہب کسی سنیہ بنت سنی کا کفو نہیں ہوسکتا اور غیر کفو کے ساتھ تزویج میں یہی احکام مذکورہ ہیں، درمختار میں ہے:

الکفاءۃ تعتبر فی العرب والعجم دیانۃ ای تقوی فلیس فاسق کفوا الصالحۃ، نہر[1]۔	عربی اور عجمی لوگوں کے کفو میں دیانت اور تقوٰی کا اعتبار ہے تو فاسق شخص نیک عورت کا کفو نہ ہوگا، نہر (ت)

غنیہ میں ہے:

المبتدع فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل[2]۔	اعتقاد فاسق، عمل فاسق سے زیادہ برا ہے۔ (ت)

تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

لزم النکاح بغیر کفو ان المزوج ابا وجدا لم یعرف منھما سوء الاختیار وان عرف لایصح النکاح اتفاقا وکذا لوسکران بحر، وان المزوج غیرھما لایصح النکاح من غیر کفو اصلاً[3]۔	اگر باپ یا دادا نے نکاح کیا تو غیر کفو میں بھی یہ نکاح لازم ہوگا بشرطیکہ باپ اور دادا نے اس سے قبل اختیار کو غلط استعمال نہ کیا ہو، اور اگر وہ غلط اختیار استعمال کرچکا ہو تو بالاتفاق یہ نکاح صحیح نہ ہوگا، اور اگر باپ یا دادا نشے میں ہو تب بھی بالاتفاق نکاح صحیح نہ ہوگا (بحر) اور نکاح والد اور دادا نے نہ کیا تو غیر کفو میں نکاح صحیح نہ ہوگا۔ (ت)

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[2] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۲

انہی میں ہے:

نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلارضی ولی و بہ یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلاوھو المختار للفتوی لفساد الزمان فلاتحل مطلقۃ ثلثا نکحت غیر کفو بلارضی ولی بعدمعرفتہ ایاہ فلیحفظ [1]۔	عاقلہ بالغہ نے ولی کی رضا کے بغیر نکاح کیا تو نکاح نافذ ہوگا اور غیر کفو میں عدم جواز کا فتوی دیا جائیگا اور یہی فتوی کے لیے مختار ہے کیونکہ زمانہ میں فساد آگیا ہے، تو مطلقہ ثلاثہ بھی اگر ولی کی رضا کے بغیر غیر کفو میں نکاح کرے تو پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہوگی جبکہ ولی کو یہ معلوم ہو کہ وہ غیر کفو ہے یاد رکھو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایلزم التصریح بعدم الرضا بل السکوت منہ لایکون رضی وقولہ بلارضی یصدق بنفی الرضی بعد المعرفۃ و بعدمھا و بوجود الرضی مع عدم المعرفۃ ففی ھذہ الصور الثلثۃ لاتحل وانما تحل فی الصورۃ الرابعۃ وھی رضی الولی بغیر الکفو مع علمہ بانہ کذلك اھ [2] اھالکل مختصر۔	ولی کو اپنی عدم رضا مندی کے اظہار کے لیے تصریح ضروری نہیں ہے بلکہ اس بارے میں اس کا خاموش رہنا ہی عدم رضا ہے اس کے قول "بغیر رضا" کا مصداق کفو غیر کفو کے علم کے بعد اور اسی طرح علم کے بغیر رضا کی نفی اور غیر کفو کا علم نہ ہونے پر رضامندی، ان تین صورتوں میں حلال نہ ہوگی، صرف چوتھی صورت میں حلال ہے اور وہ یہ ہے کہ ولی کو غیر کفو کا علم ہو اور اس کے باوجود وہ نکاح پر راضی ہو اھ ح تمام اختصاراً (ت)

اس تقریر منیر سے اس شبہہ کا ایک جواب حاصل ہوا جو یہاں بعض اذہان میں گزرتا ہے کہ جب اہل کتاب سے مناکحت جائز ہے تو مبتدعین ان سے بھی گئے گزرے، غیر مقلد مسلم ہے پھر نکاح مسلم و مسلمہ میں کیا توقف، اہل کتاب سے مناکحت کے کیا معنی، آیا یہ کہ مسلمان مرد کا کتابیہ کافرہ کو اپنے نکاح میں لانا، اس کے جواز وعدم جواز سے ہم ان شاء اللہ تعالٰی عنقریب بحث کریں گے یہاں اسی قدر کافی ہے کہ مسئلہ دائرہ میں عورت سنیہ اور مرد وہابیہ کے نکاح سے بحث ہے، عورت کا مرد پر قیاس کیونکر صحیح، آخر وہ کیا فرق تھا جس کے لیے شرع مطہر نے کتابی سے مسلمہ کا نکاح زنا مانا اور مسلم کا کتابیہ سے صحیح جانا، اگر مسلمان مرد کسی کافرہ کو اپنے تصرف میں لاسکے تو کیا ضرور ہے

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۱

[2] ردالمحتار باب الولی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۷

کہ سنیہ عورت بھی بدمذہب کے تصرف میں جاسکے، عورت کے لیے کفاءت مرد بالاجماع ملحوظ جس کی بناپر احکام مذکورہ متفرع ہوئے اور مرد بالغ کے حق میں کفاءت زن کا کچھ اعتبار نہیں کہ دناءت فراش وجہ غیظ مستفرش نہیں ہوتی۔

فی الدر المختار الکفاءۃ معتبرۃ من جانب الرجل لان الشریفۃ تأبی ان تکون فراشًا للدنی ولاتعتبر من جانبھا لان الزوج مستفرش فلاتغیظہ دناءۃ الفراش[1]۔ملخصاً	درمختار میں ہے کہ کفو مرد کی طرف سے معتبر ہے کیونکہ شریف عورت، حقیر مرد کی بیوی بننے سے انکاری ہوتی ہے اور عورت کی طرف سے مرد کے لیے ہم کفو ہونا معتبر نہیں ہے کیونکہ خاوند تو بیوی بنالیتا ہے خواہ عورت ادنٰی ہو، وہ اس وجہ سے عار نہیں پاتا۔ملخصا(ت)

وہابی توبدمذہب گمراہ ہے اگر کوئی زن شریفہ بے رضائے صریح ولی بروجہ مذکور کسی سنی صحیح العقیدہ صالح حائک سے نکاح کرلے یا غیر ولی غیراب وجد اپنی صغیرہ کو کسی ایسے سے بیاہ دے تو ناجائز و باطل ہوگا یا نہیں، ضرور باطل ہے پھر یہ سنی صالح کیاان سے بھی گیا گزرا، اور نکاح مسلم و مسلمہ میں کیوں بطلان کا حکم ہوا، ھذا ولنرجع الٰی ما کنافیہ (اس کو محفوظ کرو اور ہمیں اپنی بحث کی طرف لوٹنا چاہئے۔ت) یہ صورتیں بطلان نکاح بوجہ عدم کفاءت کی تھیں اور اگر ان کے سوا وہ صورت ہو جہاں عدم کفاءت مانع صحت نہیں تو پہلے اتنا سمجھ لیجئے کہ عرف فقہ میں جواز دو معنی پر مستعمل، ایک بمعنی صحت اور عقود میں یہی زیادہ متعارف، یہ عقد جائز ہے یعنی صحیح مثمر ثمرات مثل افادہ ملک متعہ یا ملک یمین یا ملک منافع ہے اگرچہ ممنوع وگناہ ہو جیسے بیع وقت اذان جمعہ، دوسرے بمعنی حلت اور افعال میں یہی زیادہ مروج، یہ کام جائز ہے یعنی حلال ہے، حرام نہیں، گناہ نہیں، ممانعت شرعیہ نہیں، بحرالرائق کتاب الطہارۃ بیان میاہ میں ہے:

المشائخ تارۃ یطلقون الجواز بمعنی الحل وتارۃ بمعنی الصحۃ وھی لازمۃ للاول من غیر عکس والغالب ارادۃ الاول فی الافعال والثانی فی العقود[2]۔	مشائخ لفظ "جواز" کو کبھی حلال ہونے کے معنٰی میں اور کبھی صحیح ہونے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں جبکہ صحیح ہونا حلال ہونے کو لازم ہے، غالب طور پر افعال میں حلال ہونے اور عقود میں صحیح ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے(ت)

اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ در میں نقل کیا اور مقرر رکھا، درمختار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۴

[2] بحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۶

یجوز رفع الحدث بماذکر[1] الخ (مذکور چیز کے ساتھ حدث کو ختم کرنا جائز ہے الخ۔ت) اسی پر ردالمحتار میں کہا:

یجوز ای یصح وان لم یحل فی نحو الماء المغصوب وھو اولی من ارادۃ الحل وان کان الغالب ارادۃ الاول فی العقود والثانی فی الافعال[2]۔	یجوز یعنی یصح، اگرچہ حلال نہ ہو، مثلاً غصب شدہ پانی کے ساتھ، اور یہی معنٰی یہاں بہتر ہے بجائیکہ حلال والا معنی مراد لیا جائے اگرچہ صحیح غالب طور پر عقود میں اور حلال افعال میں استعمال ہوتا ہے۔(ت)

درمختار کتاب الاشربہ میں ہے:

صح بیع غیر الخمر مامر و مفادہ صحۃ بیع الحشیشۃ والافیون قلت وقد سئل ابن نجیم عن بیع الحشیشۃ ھل یجوز فکتب لایجوز فیحمل علی ان مرادہ بعدم الجواز عدم الحل[3]۔	مذکورہ چیزوں میں سے غیر خمر کی بیع صحیح ہے جس کا مفاد یہ ہے کہ حشیش اور افیون کی بیع صحیح ہے، میں کہتا ہوں کہ ابن نجیم سے حشیش کی بیع کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ جائز ہے تو انھوں نے جواب میں لکھا لایجوز۔ ان کا مقصد عدم جواز سے عدم حل ہے۔(ت)

بالجملہ جواز کے یہ دونوں اطلاق شائع وذائع ہیں اور ان کے سوا اور اطلاقات عــہ بھی ہیں جن کی تفصیل سے

عــہ: فقد یطلق بمعنی النفاذ کماقال فی کفاءۃ التنویر امرہ بتزویج امرأۃ فزوجہ امۃ جاز[4] ای نفذ لان الکلام ثمہ فی النفاذ لافی الجواز[5] افادہ السادات الثلثۃ المحشون ح ط ش	اور کبھی جواز کا اطلاق "نفاذ" پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ تنویر کے کفاءۃ کے باب میں ہے، اگر کسی نے دوسرے کو کہا کسی عورت سے میرا نکاح کردے تو اس نے لونڈی سے نکاح کردیا تو جائز ہے یعنی نافذ ہے کیونکہ یہاں نفاذ میں بات ہورہی ہے جواز میں بحث نہیں، (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۱۲۳

[3] درمختار کتاب الاشربہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۰

[4] درمختار باب الکفاءۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۵

[5] ردالمحتار باب الکفاءۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۲۵

یہاں بحث نہیں۔اب اس صورت خاصہ میں جواز بمعنی صحت ضرور ہے یعنی نکاح کردیں تو ہوجائے گا اور حل بمعنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وھو اخص من وجه من الصحة والحل جمیعاً فقد ینفذ عقد ولایصح ولایحل کالبیع عند اذان الجمعة الٰی اجل مجهول وقد یصح ویحل ولاینفذ کبیع فضولی مستجمعاً شرائط الصحة والحل، قال فی ردالمحتار ظاهره ان الموقوف من قسم الصحیح وھو احد طریقین للمشائخ وھو الحق [1] الخ وقد یطلق بمعنی اللزوم قال فی رهن الدر القبض شرط اللزوم کما فی الهبة [2] اھ قال الشامی قال فی العنایة هو مخالف لروایة العامة قال محمد لایجوز الرهن الامقبوضاً اھ وفی السعدیه انه علیه الصلٰوة والسلام قال لاتجوز الهبة الامقبوضة والقبض لیس بشرط الجواز فی الهبة فلیکن هنا کذٰلك اھ وحاصله ان یفسر هنا ایضاً الجواز

اس فائدے کو تین بزرگوار محشیٰ حضرات ____ یعنی حلبی، طحطاوی اور شامی نے بیان کیا،اور یہ معنٰی پہلے دو معنٰی صحیح اور حلال ہونے سے خاص من وجہ ہے کیونکہ کبھی عقد صحیح اور حلال نہ ہونے کے باوجود نافذ ہوتا ہے جیسے جمعہ کی اذان کے بعد بیع مجہول مدت کے ادھار پر ہو،اور کبھی عقد حلال اور صحیح ہوتا ہے لیکن نافذ نہیں ہوتا، جیساکہ فضولی کی وہ بیع جو حلال اور صحیح ہونے کی شرائط کی جامع ہو،ردالمحتار میں کہا کہ موقوف بیع، صحیح کی قسم ہے اور یہ مشائخ کے استعمال کے دو طریقوں میں سے ایک ہے اور یہی حق ہے الخ اور جواز بمعنی لزوم بھی استعمال ہوتا ہے،درمختار کے مسئلہ رہن میں ہے کہ قبضہ لزوم کے لیے شرط ہے جیساکہ ہبہ میں ہوتا ہے اھ،اس پر علامہ شامی نے کہا کہ عنایہ میں کہا ہے کہ یہ عام روایت کے خلاف ہے،امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ رہن، قبضہ کے بغیر صحیح نہیں اھ اور سعدیہ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہبہ قبضہ کے بغیر جائز نہیں، جبکہ ہبہ کے جواز کے لیے قبضہ شرط نہیں ہے، مناسب ہے کہ یہاں بھی یونہی ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں رہن کے معاملہ میں بھی امام محمد کے قول میں جواز کی تفسیر لزوم کے ساتھ کی جائے نہ کہ صحت کے ساتھ جیساکہ فقہاء نے ہبہ میں کیا یعنی لایجوز کا معنی یہی

[1] ردالمحتار کتاب البیوع داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳

[2] درمختار کتاب الرہن مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۵

عدم حرمت وطی بھی حاصل یعنی اس میں جماع زنانہ ہوگا وطی حرام نہ کہلائے گا۔

وذلك كقوله عزوجل واحل لكم ماوراء ذلكم مع ان فيهن من يكره نكاحهن تحريما كالكتابية كما سيأتي فعلم ان الحل بهذا المعنى لاينافي الاثم في الاقدام على فعل النكاح فافهم واحفظ كيلا تزل والله الموفق۔	اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں محرمات کے سوا" حالانکہ غیر محرمات میں وہ عورتیں بھی شامل ہیں جن سے نکاح مکروہ تحریمہ ہے جیسا کہ کتابیہ عورت کے بارے میں آئندہ بیان ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ اس معنی میں حلال، نکاح کرنے کے اقدام پر گناہ کے منافی نہیں ہے، اس کو سمجھو اور یاد رکھو تاکہ غلط فہمی نہ ہو اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہی ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

باللزوم لابالصحة كما فعلوا في الهبة [1] اھ مختصرًا وفي مداينات غمز العيون لوجاز اي لزوم تاجيله لزم ان يمنع المقرض عن مطالبة قبل الاجل ولاجبر على المتبرع [2] اھ وهو اخص مطلقا من الصحة والنفاذ فقد يصح الشيئ وينفذ ولالزوم كتزويج العم من كفو بمهر المثل ولالزوم لموقوف فهو ظاهر ولالفاسد لانه واجب الفسخ، ومن وجه من الحل فقد يلزم ولايحل كالبياعات المكروهة، والله تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

لایلزم ہو (یعنی قبضہ کے بغیر رہن جائز تو ہے لازم نہیں) اھ مختصرًا۔ اور غمز العیون کے مداینات میں ہے لوجاز یعنی مہلت لازم ہوگی تو لازم ہے کہ قرضخواہ کو مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ سے منع کیا جائے جبکہ قرض کی نیکی کرنے والے پر جبر نہیں ہوسکتا، اھ اور جواز بمعنی لزوم، نفاذ اور صحت کے معنی سے خاص مطلق ہے کیونکہ کبھی چیز صحیح اور نافذ ہوتی ہے اور لازم نہیں ہوتی، جیسا کہ چچازاد کا مہر مثل کے ساتھ کفو میں لڑکی کا نکاح کرنا صحیح اور نافذ ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ موقوف ہے اور موقوف چیز لازم نہیں ہوتی، اور یہ ظاہر ہے، اور فاسد بھی لازم نہیں کیونکہ وہ واجب الفسخ ہے اور جواز بمعنی لزوم جواز بمعنی حل سے خاص من وجہ ہے، کیونکہ کبھی چیز لازم ہوتی ہے مگر حلال نہیں ہوتی جیسا کہ مکروہ بیع کا حکم ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] ردالمحتار کتاب الرھن دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۳۰۸

[2] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب المداینات ادارۃ القرآن کراچی ۲/۴۷-۴۴۶

عبارات در مختار وغیرہ تجوز مناکحة المعتزلة لانا لانکفر احدا من اھل القبلة وان وقع الزاما لھم فی المباحث [1] (معتزلہ سے نکاح جائز ہے ہم اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرتے اگرچہ بحث کے طور پر ان پر کفر کا الزام ثابت ہے۔ت) کے یہی معنی ہیں، پر ظاہر کہ نکاح عقد ہے اور ابھی بحر الرائق وطحطاوی ورد المحتار سے گزرا کہ عقود میں غالب وشائع جواز بمعنی صحت ہے مگر وہ عدم جواز بمعنی ممانعت واثم کے منافی نہیں، فتح القدیر وغنیہ وبحر الرائق وغیرہا میں ہے:

یراد بعدم الجواز عدم الحل ای عدم حل ان یفعل وھو لاینافی الصحة [2]۔	عدم جواز سے عدم حل مراد لیا جاتا ہے یعنی اس کا کرنا حلال نہیں اور یہ صحیح کے منافی نہیں۔(ت)

رہا جواز فعل بمعنی عدم ممانعت شرعیہ بد مذہبوں سے سنیہ عورت کا نکاح کردینا روا ومباح ہو جس میں کچھ گناہ ومخالفت احکام شرع نہ ہو یہ ہر گز نہیں۔ارشاد مشائخ کرام المناکحة بین اھل السنة و اھل الاعتزال لاتجوز [3] کے یہی معنی ہیں یعنی سنیوں اور معتزلیوں میں مناکحت مباح نہیں، فتاوٰی خلاصہ میں فرمایا: المسألة فی مجموع النوازل [4]۔ یہ مسئلہ مجموع النوازل امام فقیہ احمد بن موسی کشنی تلمیذ امام مفتی الجن والانس عارف باللہ سیدنا نجم الدین عمر النسفی میں ہے اسی میں فرمایا: کذا اجاب الامام الرستغفنی [5] امام رستغفنی نے ایسا ہی جواب ارشاد فرمایا۔ردالمحتار میں نہایہ امام سغناقی سے ہے انھوں نے اپنے شیخ سے نقل کیا وہ فرماتے تھے:

الرستغفنی امام معتمد فی القول والعمل ولواخذنا یوم القیٰمة للعمل بروایته ناخذه کما اخذنا [6]۔	یعنی رستغفنی امام معتمد ہیں قول وفعل میں، اگر روز قیامت ان کی روایت پر عمل میں ہم سے گرفت ہوئی تو ہم ان کا دامن پکڑیں گے کہ ہم نے ان کے ارشاد پر عمل کیا۔

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹
[2] فتح القدیر باب الامامة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴
[3] بحر الرائق فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۲
[4] خلاصة الفتاوٰی کتاب النکاح جنس آخر فی الاجازة مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۶
[5] خلاصة الفتاوٰی کتاب النکاح جنس آخر فی الاجازة مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۲/۶
[6] ردالمحتار

وجیز امام کردری میں ہے:

سمعت عن ائمۃ خوارزم انہ یتزوج من المعتزلی ولایزوج منھم کما یتزوج من الکتابی ولایزوج منھم ولعلہ اخذ ھذا التفصیل من کلام ابی حفص السفکردری[1]۔	میں نے بعض ائمہ خوارزم سے سنا کہ معتزلی کی بیٹی تو بیاہ لے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہ دے۔ جس طرح یہودی نصرانی کی بیٹی بیاہ لیتا ہے اور اپنی بیٹی ان کے نکاح میں نہیں دیتا اور ممکن ہے کہ ان امام نے یہ تفصیل امام ابوحفص سفکردری کے قول سے اخذ کی۔

یہ دوسرا جواب ہے اس شبہہ کا، کہ مبتدعین کتابیوں سے بھی گئے گزرے **ثم اقول: وباللہ التوفیق** (پھر میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی ہی سے ہے۔ت) اگر نظر تحقیق کو رخصت جولاں دیجئے تو بدمذہب سے سنیہ کی تزویج ممنوع ہونے پر شرع مطہر سے دلائل کثیرہ قائم ہیں مثلاً:

دلیل اول: قال عزوجل **وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸**[2]۔	اور اگر شیطان تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔

بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے اور نکاح کی صحبت دائمہ سے بڑھ کر کون سی صحبت، جب ہر وقت کا ساتھ ہے، اور وہ بدمذہب تو ضرور اس سے نادیدنی دیکھے گی ناشنیدنی سنے گی اور انکار پر قدرت نہ ہوگی اور اپنے اختیار سے ایسی جگہ جانا حرام ہے جہاں منکر ہو اور انکار نہ ہوسکے نہ کہ عمر بھر کے لیے اپنے یا اپنی قاصرہ مقسورہ عاجز مقہورہ کے واسطے اس فضیحہ شنیعہ کا سامان پیدا کرنا۔

دلیل دوم: قال تبارك وتعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً[3]۔	اللہ کی نشانیوں سے ہے کہ اس نے تمھیں میں سے تمھارے جوڑے بنائے کہ ان سے مل کر چین پاؤ اور تمھارے آپس میں دوستی و مہر رکھی۔

اور حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ کتاب النکاح نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۲

[2] القرآن ۶/ ۶۸

[3] القرآن ۳۰/ ۲۱

ان للزوج من المرأۃ لشعبۃ ماھی لشئی[1]۔ رواہ ابن ماجۃ والحاکم عن محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	عورت کے دل میں شوہر کے لیے جو راہ ہے کسی کے لیے نہیں (اس کو ابن ماجہ اور حاکم نے محمد بن عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

آیت گواہ ہے کہ زن وشوئی وہ عظیم رشتہ ہے کہ خواہی نخواہی باہم انس ومحبت الفت ورافت پیدا کرتا ہے اور حدیث شاہد ہے کہ عورت کے دل میں جو بات شوہر کی ہوتی ہے کسی کی نہیں ہوتی، اور بدمذہب کی محبت سم قاتل ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ[2] تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المرء مع من احب[3]۔ رواہ الائمۃ احمد والستۃ الا ابن ماجہ عن انس والشیخان عن ابن مسعود واحمد ومسلم عن جابر وابوداؤد عن ابی ذر والترمذی عن صفوان بن عسال وفی الباب عن علی وابی ھریرۃ وابی موسٰی وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے (اس کو امام محمد نے اور ابن ماجہ کے ماسوا صحاح ستہ کے ائمہ نے روایت کیا ہے حضرت انس سے اور بخاری ومسلم نے ابن مسعود سے، احمد ومسلم نے جابر سے، ابوداؤد نے ابوذر سے، اور رترمذی نے صفوان بن عباس سے، اور اس باب میں علی، ابوھریرہ، ابوموسٰی وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت ہے۔ت)

دلیل سوم: قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ[4]۔	اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاک حقیقی ہے۔

قال اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے فرمایا): وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَیُضِلَّكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ[5] (اور خواہش کے

[1] المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابہ دار الفکر بیروت ۶۲/۴، سنن ابن ماجہ ابواب الجنائز باب ماجاء فی البکاء علی المیت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱۵
[2] القرآن ۵/۵۱
[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳
[4] القرآن ۲/۱۹۵
[5] القرآن ۳۸/۲۶

پیچھے نہ جانا کہ تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دے گی۔ت)اور صحبت خصوصًا بدکا اثر پڑ جانا احادیث وتجاربِ صحیحہ سے ثابت۔
رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسك ونافخ الکیر فحامل المسك اما ان یحذیك واما ان تبتاع منه واما ان تجد منه ریحا طیبة ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منه ریحا خبیثة[1]۔رواہ الشیخان عن ابی موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اچھے اور برے ہمنشین کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی پھونکتا، وہ مشک والا یا تجھے مفت دے گا یا تو اس سے مول لے گا۔اور کچھ نہیں تو خوشبو ضرور آئے گی،اور دھونکنی والا تیرے کپڑے جلادے گا یا تجھے اس سے بدبو آئے گی،(اسے شیخین(امام بخاری ومسلم)نے ابو موسٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ان لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانه[2]۔رواہ ابوداؤد والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه۔	برا ہمنشین دھونکنے والے کی مانند ہے تجھے اس کی سیاہی نہ پہنچے تو دھواں تو پہنچے گا۔(اس کو ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تیسری حدیث صریح میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3]۔رواہ مسلم۔	گمراہوں سے دور بھاگو۔انھیں اپنے سے دور کرو۔کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں۔کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔(اس کو مسلم نے روایت کیاہے۔ت)

چوتھی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتبروا الصاحب بالصاحب[4]۔رواہ ابن عدی	مصاحب کو مصاحب پر قیاس کرو(اس کو ابن عدی

[1] صحیح بخاری باب المسك قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۳۰

[2] سنن ابوداؤد باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۸

[3] صحیح مسلم باب النھی عن الروایة عن الضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[4] کنز العمال بحوالہ عبداللہ بن مسعود حدیث ۲۴۷۳۰ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۹/۱۱

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حسن لشواھدہ۔	نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیااور اس کے شواہد کی بناپر اس حدیث کو انھوں نے حسن قرار دیا۔ت)

پانچویں حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وقرین السوء فانك به تعرف [1]۔رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	برے ہمنشین سے دور بھاگ کہ تو اسی کے ساتھ مشہور ہوگا(اس کو ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

ماشئی ادل علی الشئی ولاالدخان علی النار من الصاحب علی الصاحب [2]۔ذکرہ التیسیر۔	کوئی چیز دوسری پر اور نہ دھواں آگ پر اس سے زیادہ دلالت کرتا ہے جس قدر ایک ہمنشین دوسرے پر(اس کو تیسیر میں ذکر کیاگیا۔ت)

عقلاء کہتے ہیں گوش زدہ اثرے دارد نہ کہ عمر بھر کان بھرے جانا۔ پھر اس کے ساتھ **دوسرا** مؤید شوہر کااس پر حاکم ہونا، مجربین کہتے ہیں: **الناس علی دین ملوکھم** [3] (لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ت)
تیسرا مؤید عورت میں مادہ قبول وانفعال کی کثرت، وہ بہت نرم دل ہیں جلد اثر پذیر ہیں یہاں تک کہ اہل تجربہ میں موم کی ناک مشہور ہیں۔خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **رویدك یاانجشہ بالقواریر** [4] (اے انجشہ! آبگینوں کو بچا کر رکھو۔ت) **چوتھا** مؤید، ان کاناقصات العقل والدین ہونا، یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا **کمافی الصحیحین** (جیساکہ صحیحین میں ہے۔ت) **پانچواں** مؤید، شوہر کی محبت، جس کا بیان آیت وحدیث سے گزرااور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

حبك الشئی یعمی ویصم [5]۔رواہ احمد والبخاری	محبت اندھابہرا کردیتی ہے(اسے احمد وبخاری

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر حدیث مکتبۃ التراث الاسلامی حلب ۹/۴۳
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث ماقبل کے تحت مکتبۃ امام شافعی الریاض السعودیہ ۲/۴۰۲
[3] المقاصد الحسنہ حرف النون حدیث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص۴۴۱
[4] صحیح بخاری باب المعاریض مندوحۃ عن الکذب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۱۷
[5] سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی الھوٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۴۳

فی التاریخ وابوداؤد عن ابی الدرداء وابن عساکر بسند حسن عن عبداللہ بن انیس والخرائطی فی الاعتلال عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد نے ابودرداء سے، اور ابن عساکر نے سند حسن کے ساتھ عبداللہ بن انیس سے اور خرائطی نے اعتلال میں ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الرجل علی دین خلیلہ فلینظر احدکم من یخالل[1]۔رواہ ابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	آدمی اپنے محبوب کے دین پر ہوتا ہے تو دیکھ بھال کر کسی سے دوستی کرو(اسے ابوداؤد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

مسلمانو! اللہ عزوجل عافیت بخشے دل پلٹتے خیال بدلتے کیا کچھ دیر لگتی ہے قلب کہتے ہی اس لیے ہیں کہ وہ منقلب ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ[2]۔رواہ ابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	دل کی حالت اس پر کی طرح ہے کہ میدان میں پڑاہو اور ہوائیں اسے پلٹے دے رہی ہوں۔(اس کو ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

نہ کہ عورتوں کا سانرم نازک دل اور اس پر یہ صحبت وسماع متصل پھر واسطہ حاکمی محکومی کااور اس کے ساتھ مہر و محبت کا غضب جذبہ باعثوں داعیوں کا یہ متواتر وفور اور مانع کہ عقل ودین تھے ان میں نقصان وقصور تواس تزویج میں قطعاً یقینا عورت کی گمراہی وتبدیل مذہب کا مظنہ قویہ ہے اور یہ خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں پڑنا ہے کہ بنص قطعی ممنوع وناروا ہے شرع مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے کہ مقدمہ وداعی کو بھی حرام بتاتی ہے **مقدمۃ الحرام حرام** (حرام کا پیش خیمہ بھی حرام ہوتا ہے۔ت) مقدمہ مسلمہ ہے، **قال اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

وَلَاتَقْرَبُواالزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ؕ وَ	زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور

---

[1] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب من یومران یجالس آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸

[2] سنن ابن ماجہ باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

سَآءَ سَبِیۡلًا ﴿۳۲﴾ [1]	بہت بری راہ۔

جس طرح زنا حرام ہوا زنا کے پاس جانا بھی حرام ہوا اور یہ خیال کہ ممکن ہے اثر نہ ہو محض نا فہمی اور عقل و نقل دونوں سے بیگانگی ہے داعی کے لیے مفضی بالدوام ہونا ضرور نہیں آخر بوس وکنار ومس ونظر دواعی وطی داعی ہی ہونے کے باعث حرام ہوئے مگر ہرگز مستلزم و مفضی دائم نہیں۔

دلیل چہارم: قال المولی تبارك وتعالٰی (مولی تبارک وتعالٰی نے فرمایا):

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللہُ بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ [2]۔	مرد حاکم و مسلط ہیں عورتوں پر بسبب اس فضیلت کے جو اللہ نے ایک دوسرے پر دی۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعظم الناس حقا علی المرأۃ زوجها [3]۔رواہ الحاکم وصححه عن ام المومنین الصدیقه رضی الله تعالٰی عنها۔	عورت پر سب سے بڑھ کر حق اس کے شوہر کا ہے (اسے حاکم نے روایت کیا اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اس کی تصحیح کی۔ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکنت امر احدا ان یسجد لاحد لامرت النساء ان یسجدن لازواجهن لما جعل الله لهم علیهن من الحق [4]۔ولوکان من قدمه الی مفرق رأسه قرحة تنجس بالقیح والصدید ثم استقبلته فلحسته ماادت حقه [5]۔رواہ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن قیس بن سعد بن عبادۃ واحمد	اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ غیر خدا کو سجدہ کرے تو البتہ عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں بسبب اس حق کے کہ اللہ عزوجل نے ان کے لیے ان پر رکھا ہے۔اور اگر شوہر کی ایڑی سے مانگ تک سارا جسم پھوڑا ہو جس سے پیپ اور گندا پانی جوش مارتا ہو عورت آکر اپنی زبان سے اسے چاٹ کر صاف کرے تو خاوند کا حق ادا نہ کیا (اس کو ابوداؤد

[1] القرآن ۱۷/۳۲

[2] القرآن ۴/۳۴

[3] مستدرك للحاکم کتاب البر والصلة دار الفکر بیروت ۴/۱۵۰

[4] سنن ابی داؤد باب فی حق الزوج علی المرأۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۹۱، المستدرك للحاکم کتاب النکاح دار الفکر بیروت ۲/۱۸۷

[5] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالك دار الفکر بیروت ۳/۱۵۹

والترمذی عن انس بن مالك وفصل السجود احمد وابن ماجة وابن حبان عن عبدالله بن ابی اوفی والترمذی وابن ماجة عن ابی هریرة واحمد عن معاذبن جبل والحاکم عن بریدة الاسلمی رضی الله تعالٰی عنهم اجمعین۔	اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ قیس بن سعد بن عبادہ، اور احمد اور ترمذی نے انس بن مالک سے، اور احمد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبدالعزیز بن ابی اوفٰی سے سجدہ کی فصل میں، اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور احمد نے معاذ بن جبل اور حاکم نے بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ت)

الغرض شوہر کے لیے سخت واجب التعظیم ہے اور بد مذہب کی تعظیم حرام، متعدد حدیثوں میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام [1]۔ رواه ابن عدی وابن عساکر عن ام المومنین الصدیقه والحسن بن سفیان فی مسنده وابونعیم فی الحلیة عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الکبیر وابونعیم فی الحلیة عن عبدالله بن بسر والبیهقی فی شعب الایمان عن ابراهیم بن میسرة التابعی المکی الثقة مرسلا فالصواب ان الحدیث حسن بطرقه۔	جس نے کسی بد مذہب کی توقیر کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی (اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حسن بن سفیان نے اپنی مسند میں اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبل سے اور سجزی نے ابانۃ میں ابن عمر سے اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن بسر اور بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ تابعی مکی سے مرسل طور پر روایت کیا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ اپنے طرق پر یہ حدیث حسن ہے۔ت)

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مبتدع تو مبتدع فاسق بھی شرعا واجب الاہانۃ ہے اور اس کی تعظیم ناجائز، علامہ حسن شرنبلالی مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں:

الفاسق العالم تجب اهانته شرعا فلایعظم۔ [2]	فاسق عالم کی شرعا توہین ضروری ہے اس لیے اس کی تعظیم نہ کی جائے۔ (ت)

---

[1] شعب الایمان حدیث نمبر ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۶۱

[2] مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

امام علامہ فخر الدین زیلعی تبیین الحقائق، پھر علامہ سید ابوالسعود ازہری فتح المعین، پھر علامہ سید احمد مصری حاشیہ در مختار میں فرماتے ہیں:

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا[1]۔	ان پر اس کی اہانت ضروری ہے۔(ت)

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی مقاصد و شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن واللعن[2]۔	بد مذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں، اس کی تذلیل و تحقیر بجالائیں۔ اس سے طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

لاجرم ثابت ہوا کہ بدمذہب کو سنیہ کا شوہر بنانا گناہ و ناجائز ہے۔

دلیل پنجم: قال العلی الاعلی جل وجلا (اللہ بلند واعلٰی نے فرمایا): وَّ اَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا الْبَابِ[3] ان دونوں نے زلیخا کے سید و سردار یعنی شوہر کو پایا دروازے کے پاس، ردالمحتار باب الکفاءۃ میں ہے: النکاح رق للمرأۃ والزوج مالك[4] نکاح سے عورت کنیز ہو جاتی ہے اور شوہر مالک۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقولوا للمنافق یاسید فانہ ان یکن سیدا فقد اسخطتم ربکم عزوجل[5]۔ رواہ ابوداؤد و النسائی بسند صحیح عن بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	منافق کو "اے سردار" کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہو تو بیشک تم نے اپنے رب عزوجل کو ناراض کیا۔ (اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ بریدہ بن حصیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

حاکم نے صحیح مستدرک میں بافادہ تصحیح اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۴۳

[2] شرح مقاصد المبحث الثامن حکم المومن دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۰

[3] القرآن ۱۲/۲۵

[4] ردالمحتار باب الکفاءۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۱۷

[5] سنن ابی داؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴

اذا قال الرجل للمنافق یاسید فقد اغضب ربہ[1]۔	جو شخص کسی منافق کو "سردار" کہہ کر پکارے وہ اپنے رب عزوجل کے غضب میں پڑے۔

امام حافظ الحدیث عبدالعظیم زکی الدین نے کتاب الترغیب والترھیب میں ایک باب وضع کیا:

الترھیب من قولہ لفاسق او مبتدع یاسیدی، او نحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم[2]۔	یعنی ان حدیثوں کا بیان جن میں کسی فاسق یا بدمذہب کو "اے میرے سردار" یا کوئی کلمہ تعظیم کہنے سے ڈرانا۔

اوراس باب میں یہی حدیث انھیں روایات ابی داؤد ونسائی سے ذکر فرمائی۔جب صرف زبان سے "اے میرے سردار" کہہ دینا باعث غضب رب جل جلالہ ہے تو حقیقۃً سردار مالک بنالینا کس قدر سخت موجب غضب ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔

دلیل ششم: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ[3] وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ[4]۔ ایحب احدکم ان تکون کریمتہ فراش کلب فکرھتموہ[5]۔	اے لوگو! ایک مثل کہی گئی اسے کان لگا کر سنو، بیشک اللہ عزوجل حق بات فرمانے میں نہیں شرماتا۔ کیا تم میں کسی کو پسند آتا ہے کہ اس کی بیٹی یا بہن کسی کتے کے نیچے بچھے تم اسے بہت برا جانوگے۔

رب جل وعلانے غیبت کو حرام ہونا اسی طرز بلیغ سے ادا فرمایا:

اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ[6]۔	کیا تم میں سے کوئی پسند رکھتا ہے کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے، تو یہ تمھیں برا لگا۔

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/ ۳۱۱، شعب الایمان حدیث دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰

[2] الترغیب والترھیب الترھیب من قولہ لفاسق او مبتدع یاسیدی الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۵۷۹

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳

[4] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۳

[5] سنن ابن ماجہ ابواب النکاح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۹، مسند احمد بن حنبل مروی از مسند علی رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۸۶

[6] القرآن ۴۹/ ۱۲

سنیو سنیو اگر سنی ہو تو بگوش سنو لیس لنا مثل السوء التی صارت فراش مبتدع کالتی کانت فراشا لکلب ہمارے لیے بری مثل نہیں جو عورت کسی بدمذہب کی جورو بنی وہ ایسی ہی ہے جیسے کسی کتے کے تصرف میں آئی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی چیز دے کر پھیر لینے کا ناجائز ہونا اس وجہ انیق سے بیان فرمایا:

العائد فی ھبته کالکلب یعود فی قیئه لیس لنا مثل السوء [1]۔	اپنی دی ہوئی چیز پھیرنے والا ایسا ہے جیسے کتّا قے کرکے اسے پھر کھالیتا ہے۔ ہمارے لیے بری مثل نہیں؟

اب اتنا معلوم کرنا رہا کہ بدمذہب کتا ہے یا نہیں؟ ہاں ضرور ہے بلکہ کتے سے بھی بدتر وناپاک تر، کتا فاسق نہیں اور یہ اصل دین ومذہب میں فاسق ہے، کتے پر عذاب نہیں اور یہ عذاب شدید کا مستحق ہے، میری نہ مانو سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث مانو، ابو حازم خزاعی اپنے جزء حدیثی میں حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اصحاب البدع کلاب اھل النار [2]۔ بدمذہبی والے جہنمیوں کے کتے ہیں، امام دارقطنی کی روایت یوں ہے:

حدثنا القاضی الحسین بن اسمٰعیل نامحمد بن عبداللہ المخرمی نا اسمعیل بن ابان نا حفص بن غیاث عن الاعمش عن ابی غالب عن ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اھل البدع کلاب اھل النار [3]۔	(قاضی حسین بن اسمٰعیل نے محمد بن عبداللہ مخرمی سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابان سے انھوں نے حفص بن غیاث سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے ابو غالب سے انھوں نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا) بدمذہب لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں،

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/۲۱۷

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر حدیث ۱۰۸۰ دار المعرفۃ بیروت ۱/۵۲۸، کنز العمال بحوالہ ابی حاتم الخزاعی حدیث ۱۰۹۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۱۸

[3] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد عن ابی امامہ حدیث موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۲۳

ابو نعیم حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اهل البدع شر الخلق والخلیقة[1]۔	بدمذہب لوگ سب آدمیوں سے بدتر اور سب جانوروں سے بدتر ہیں۔

علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

الخلق الناس والخلیقة البهائم[2]۔	خلق سے مراد لوگ اور خلیقہ سے مراد جانور ہیں۔(ت)

لاجرم حدیث میں ان کی مناکحت سے ممانعت فرمائی، عقیلی وابن حبان حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوهم، ولاتشاربوهم، ولاتؤاکلوهم ولاتناکحوهم[3]۔	بدمذہبوں کے پاس نہ بیٹھو، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، نہ کھانا کھاؤ، ان سے شادی بیاہ نہ کرو۔

دلیل ہفتم: کتابیہ سے نکاح کا جواز عدم ممانعت وعدم گناہ صرف کتابیہ ذمیہ میں ہے جو مطیع الاسلام ہو کر دارالاسلام میں مسلمانوں کے زیر حکومت رہتی ہو وہ بھی خالی از کراہت نہیں بلکہ بے ضرر مکروہ ہے، فتح القدیر وغیرہ میں فرمایا:

الاولی ان لایفعل ولایأکل ذبیحتهم الاللضرورة[4]۔	بہتر یہ ہے کہ بلاضرورت ان سے نکاح نہ کرے اور نہ ذبیحہ کھائے۔(ت)

مگر کتابیہ حربیہ سے نکاح یعنی مذکورہ جائز نہیں بلکہ عندالتحقیق ممنوع وگناہ ہے، علمائے کرام وجہ ممانعت اندیشہ فتنہ قرار دیتے ہیں کہ ممکن کہ اس سے ایسا تعلق قلب پیدا ہو جس کے باعث آدمی دارالحرب میں وطن کرلے نیز بچے پر اندیشہ ہے کہ کفار کی عادتیں سیکھے نیز احتمال ہے کہ عورت بحالت حمل قید کی جائے تو بچہ غلام بنے، محیط میں ہے:

یکره تزوج الکتابیة الحربیة لان الانسان لایأمن ان یکون بینهما ولد فینشأ علی طبائع اهل الحرب ویتخلق باخلاقهم فلا	حربیہ کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے بے فکر نہیں ہوسکتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو تو وہ اہل حرب میں پرورش پائیگا اور انکے طور طریقے اپنالے گا اور پھر مسلمان اس بچے سے

[1] حلیۃ الاولیا ترجمہ ابو مسعود موصلی دارالکتاب العربی بیروت ۸/۲۹۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ماقبل مکتبہ امام شافعی الریاض سعودیہ ۱/۳۸۳

[3] الضعفاء الکبیر للعقیلی حدیث دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۱۲۶

[4] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۳۵

یستطیع المسلم قلعه عن تلك العادة[1]۔	ان کی عادات کو چھوڑنے پر قادر نہ ہوگا۔ (ت)

فتح اللہ المعین میں علامہ سید احمد حموی سے ہے:

عم مالوکانت حربیة ولکن مکروه بالاجماع لانه ربما یختار المقام فی دارالحرب ولانه فیه تعریض ولده للرق فربما تحبل وتسبی معه فیصیر ولده رقیقا وان کان مسلما وربما یتخلق الولد باخلاق الکفار[2]۔	جواز نکاح کا حکم کتابیہ حربیہ کو بھی شامل ہے لیکن یہ مکروہ ہے بالاجماع، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کی وجہ سے دارالحرب میں قیام پسند کرلے، اور اس لیے بھی کہ اس میں بچے کو غلامی میں مبتلا کرنے کی سبیل ہوسکتی ہے کہ اس کی وہ حاملہ بیوی مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے قیدی ہو کر غلام بن جائے اگرچہ وہ مسلمان ہے نیز وہ بچہ دارالحرب میں کفار کی عادات کو اپنا سکتا ہے۔ (ت)

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعد عبارت مذکورہ فرمایا:

وتکره الکتابیة الحربیة اجماعا لانفتاح باب الفتنة من امکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دارالحرب وتعریض الولد علی التخلق باخلاق اهل الکفر وعلی الرق بان تسبی وهی حبلی فیولد رقیقا وان کان مسلما[3]۔	حربیہ کتابیہ بالاجماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنے کا دروازہ کھلنے کا اندیشہ ہے وہ یہ کہ بیوی سے تعلق مسلمان مرد کو دارالحرب میں رہنے پر آمادہ کرسکتا ہے اور بچے کو کفار کی عادات کا عادی بنانے کا راستہ ہے نیز بچے کی غلامی کے لیے راستہ ہموار کرنے کی کوشش ہے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ بیوی حاملہ ہو کر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوجائے تو بچہ بھی ماں کی وجہ سے غلام بنے اگرچہ وہ مسلمان ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والاولی ان لایفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة ومابعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة[4]۔	اس کے قول کہ "بہتر ہے نہ کرے" سے یہ فائدہ ملتا ہے کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح مکروہ تنزیہہ ہے جبکہ اس کا مابعد میں حربیہ کے بارے میں مکروہ تحریمہ ہونے کا فائدہ دیتا ہے۔ (ت)

[1] بحرالرائق بحوالہ المحیط فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۳/۳
[2] فتح المعین فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۰/۲
[3] فتح القدیر فصل فی المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۱۳۵/۳
[4] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۸۹/۲

اہل انصاف ملاحظہ کریں کہ جواندیشے ائمہ کرام نے وہاں مرد اور اولاد کے لیے پیدا کئے وہ زائد ہیں یا یہ جو یہاں عورت واولاد کے لیے ہیں، وہاں مرد کا معاملہ ہے یہاں عورت کا، وہ حاکم ہوتا ہے یہ محکوم، وہ مستقل ہوتا ہے یہ متلونہ، وہ موثر ہوتا ہے یہ متاثر، وہ عقل ودین میں کامل ہوتا ہے یہ ناقصہ، وہ اگر دارالحرب میں متوطن ہوگیا تو گنہ گار ہوا دین نہ گیا یہ اگر اس کی صحبت میں مبتدعہ ہوگئی تو دین ہی رخصت ہوا، بچہ بعد شعور اپنے ماں باپ کی تربیت میں رہتا ہے وہاں باپ مسلم ہے یہاں بدمذہب، وہاں کافروں کی عادتیں ہی سیکھنے کا احتمال ہے یہاں خود مذہب کے بدل جانے کا قوی مظنہ، وہاں اگر غلام بنا تو ایک دنیوی ذلت ہے آخرت میں ہزاروں غلام کروڑوں آزادوں سے اعز واعلیٰ ہوں گے یہاں اگر رافضی وہابی ہوگیا تو اخروی ذلت دینی فضیحت ہے۔ وہاں غلامی ایک احتمال ہی احتمال تھی اور یہاں یہ بدانجامی مظنون قوی، تو وہاں وہ اندیشے اگر کراہت تنزیہہ لاتے یہاں یہ ظنون کراہت تحریمیہ تک پہنچ جاتے، ہم اوپر گزارش کرچکے ہیں کہ شرعاً جو چیز حرام ہے اس کے مقدمات ودواعی بھی حرام ہوتے ہیں اور جب کہ وہاں ان کے سبب کراہت تحریم مانیں تو یہاں ان کے باعث کھلی تحریم رکھی ہے، یہ تیسرا جواب ہے اس شبہہ کا کہ یہ ان سے بھی گئے گزرے، مع ہذا شرع مطہر میں اگرچہ وہ مبتدع جس کی بدعت حد کفر کو نہ پہنچی آخرت میں کفار سے ہلکا رہے گا ان کا عذاب ابدی ہے اور اس کا منقطع اور بعد موت دنیوی احکام میں بھی خفت ہوگی مگر اس کے جیتے جی اس کے ساتھ برتاؤ کافر ذمی کے برتاؤ سے اشد ہے اور اس کی وجہ ذی عقل پر روشن، کافر ذمی سے ہرگز وہ اندیشہ نہیں جو اس دشمن دین مدعی اسلام وخیر خواہ مسلمین سے ہے وہ کھلا دشمن ہے اور یہ مار آستین، اس کی بات کسی جاہل سے جاہل کے دل پر نہ جمے گی کہ سب جانتے ہیں یہ مردود کافر ہے خدا اور رسول کا صریح منکر ہے اور یہ جب قرآن وحدیث ہی کے حیلے سے بہکائے گا تو ضرور اسرع واظہر ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین**، امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

ان كانت البدعة بحيث يكفر بها فامره اشد من الذمی لانه لايقر بجزية ولايسامح بعقد ذمة وان كان مما لايكفر به فامره بينه وبين الله اخف من امر الكافر لامحالة۔ ولكن الامر فی الانكار عليه اشد منه على الكافر لان شر الكافر غير متعد	وہ بدعت جو مسلمان کو کفر میں مبتلا کردے تو ایسا کافر بدعتی دارالاسلام میں ذمی کافر سے بدتر ہے کیونکہ وہ جزیہ کا پابند نہیں بنتا اور نہ ہی وہ عقد ذمہ کی پروا کرتا ہے اور اگر بدعت ایسی ہو جس کی وجہ سے بدعتی کو کافر نہیں کہا جاسکتا تو ایسے بدعتی کا معاملہ کافر کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور خفیف ہے لیکن اس کی تردید کا معاملہ کافر کے مقابلہ میں زیادہ اہم ہے کیونکہ کافر کا شر مسلمانوں کے لیے اتنا نقصان دہ

فان المسلمین اعتقدوا کفرہ فلایلتفتون الی قولہ اذلایدعی الاسلام واعتقاد الحق اما المبتدع الذی یدعوالی البدعۃ ویزعم ان مایدعو الیہ حق فھو سبب لغو ایۃ الخلق فشرہ متعدفالاستحباب فی اظھار بغضہ ومعاداتہ والانقطاع عنہ وتحقیرہ والتشنیع علیہ ببدعتہ وتنفیر الناس عنہ اشد [1]۔	نہیں کیونکہ مسلمان اس کے کافر ہونے کی وجہ سے اس کی بات کو قابل التفات نہیں سمجھتے کیونکہ وہ اسلام اور حق کا مدعی نہیں بنتا لیکن گمراہ بدعتی اپنی بدعت کو حق قرار دے کر لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتا ہے اس لیے وہ عوام الناس کو گمراہ کرنے کا سبب بنتا ہے لہٰذا اس کا شر زیادہ موثر ہے، ایسے شخص کو برا جاننا اس کی مخالفت کرنا، اس سے قطع تعلق کرنا، اس کی تحقیر کرنا، اس کارد کرنا، اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا زیادہ باعث اجر وثواب ہے۔ (ت)

یہ چوتھا جواب ہے اس شبہ کا الحمدللہ آفتاب حق بے حجاب سحاب متجلی ہوا اور دلائل واضحہ سے نہ صرف وہابی بلکہ ہر بدمذہب کے ساتھ سنیہ کی تزویج کا باطل محض یا اقل درجہ ممنوع وگناہ ہونا ظاہر ہوگیا، ہاں ہمارے بعض بھائیوں کا بعض متقشفی وہابیہ کے فریب سے دھوکا پاکر یہ عذر باقی ہے کہ یہ احکام تو ان کے لیے ہیں جو مذہب اہلسنت سے خارج ہیں اور وہابی ایسے نہیں فلاں فلاں وہابی تو سنی ہیں، اس کا جواب اسی قدر بس ہے کہ عزیز بھائیو! دین حق کے فدائیو! دیکھو یہ دام درسبزہ ہیں دھوکے میں نہ آئیو، بھلا وہابی صاحب جو چاہیں بکیں وہاں نہ خوف خدا نہ خلق کی حیاء، مگر پیارے سنیو! تم نے یہ کیونکر باور کرلیا کہ بعض وہابی اہلسنت ہیں، عزیزو! کیا یہ اس کہنے سے کچھ زیادہ عجیب تر ہے کہ فلاں رات دن ہے یافلاں نصرانی، مومن ہے، جب سنیت، وہابیت سے صاف مباین ہے تو ان کا اجتماع کیونکر ممکن ہے، ہاں یوں کہتے تو ایک بات تھی کہ فلاں فلاں لوگ جو وہابی کہلاتے ہیں وہابی نہیں اہلسنت ہیں، بہت اچھا، چشم ماروشن دل ماشاد، خدا ایسا ہی کرے، اگر واقع اس کے مطابق ہے تو ہمارا کیا ضرر، اور اس فتوی پر اس سے کیا اثر، فتوی میں زید وعمرو کسی کی تعیین نہ تھی، سائل نے وہابی کی نسبت سوال کیا مجیب نے وہابی کے باب میں جواب دیا فلاں اگر وہابی نہیں سنی ہے اس سوال وجواب دونوں سے بری ہے، فتوی کی صحت میں کیا شک پروری ہے، پھر عزیز بھائیو! یہ تنزل جواب اس کے تسلیم ادعا پر مبنی ہے، ابھی امتحان کا مرحلہ باقی ودیدنی ہے، زبان سے کہہ دینا کہ ہم وہابی نہیں گنتی کے لفظ ہیں کچھ بھاری نہیں،

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا اَنْ یَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا	کیالوگ اس گھمنڈ میں ہیں کہ اس زبانی کہہ دینے پر

[1] احیاء العلوم کتاب الالفۃ والاخوۃ بیان مراتب الذین یبغضون فی اللہ مکتبہ ومطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۱۶۹

وَهُمۡ لَا يُفۡتَنُوۡنَ ۝ [1]۔ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔	چھوڑدئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اوران کی آزمائش نہ ہوگی۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں،اللہ تعالٰی ہمیں کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے کوئی حرکت اور کوئی قوت اللہ تعالٰی عظیم وبلند کی مشیت کے بغیر نہیں ہے۔(ت)

بہت اچھاجو صاحب مشتبہ الحال وہابیت سے انکار فرمائیں امور ذیل پر دستخط فرماتے جائیں۔
کھوٹے کھرے کا پردہ کھل جائے گا چلن میں

(۱) مذہب وہابیہ ضلالت وگمراہی ہے۔

(۲) پیشوایان وہابیہ مثل ابن عبدالوہاب نجدی واسمٰعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی وصدیق حسن بھوپالی اور دیگر چھٹ بھیے آروی بٹالی پنجابی بنگالی سب گمراہ بددین ہیں۔

(۳) تقویۃ الایمان وصراط مستقیم ورسالہ یکروزی وتنویرالعینین تصانیف اسمٰعیل اور ان کے سوا دہلوی وبھوپالی وغیرہما وہابیہ کی جتنی تصنیفیں ہیں صریح ضلالتوں گمراہیوں اور کلمات کفریہ پر مشتمل ہیں۔

(۴) تقلید ائمہ فرض قطعی ہے بے حصول منصب اجتہاد اس سے روگردانی بددین کا کام ہے،غیر مقلدین مذکورین اور ان کے اتباع واذناب کہ ہندوستان میں نامقلدی کا بیڑا اٹھائے ہیں محض سفیہان نامشخص ہیں ان کا تارک تقلید ہونا اور دوسرے جاہلوں اور اپنے سے اجہلوں کو ترک تقلید کا اغوا کرنا صریح گمراہی وگمراہ گری ہے۔

(۵) مذاہب اربعہ اہلسنت سب رشد وہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اس کا پیرو رہے،کبھی کسی مسئلہ میں اس کے خلاف نہ چلے،وہ ضرور صراط مستقیم پر ہے،اس پر شرعًا الزام نہیں ان میں سے ہر مذہب انسان کے لیے نجات کو کافی ہے تقلید شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ ضالین **متبع غیر سبیل المومنین** ہیں۔

(۶) متعلقات انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء مثل استعانت وندا وعلم وتصرف بعطائے خدا وغیرہ مسائل متعلقہ اموات واحیامیں نجدی ودہلوی اور ان کے اذناب نے جو احکام شرک گھڑے اور

[1] القرآن الکریم ۲/۲۹

عامہ مسلمین پر بلاوجہ ایسے ناپاک حکم جڑے یہ ان گمراہوں کی خباثت مذہب اور اس کے سبب انھیں استحقاق عذاب وغضب ہے۔
(۷) زمانہ کو کسی چیز کی تحسین وتقبیح میں کچھ دخل نہیں، امر محمود جب واقع ہو محمود ہے اگرچہ قرون لاحقہ میں ہو، اور مذموم جب صادر ہو مذموم ہے اگرچہ ازمنہ سابقہ میں ہو، بدعت مذمومہ صرف وہ ہے جو سنت ثابتہ کے رد وخلاف پر پیدا کی گئی ہو، جواز کے واسطے صرف اتنا کافی ہے کہ خدا ورسول نے منع نہ فرمایا، کسی چیز کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہ ہو تو اسے منع کرنے والا خود حاکم وشارع بننا چاہتا ہے۔
(۸) علمائے حرمین طیبین نے جتنے فتاوے ورسائل **مثل الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ** وغیرہا رد وہابیہ میں تالیف فرمائے سب حق وہدایت ہیں اور ان کا خلاف باطل وضلالت۔
حضرات! یہ جنت سنت کے آٹھ باب ہادی حق وصواب ہیں، جو صاحب بے پھیر پھار بے حیلہ انکار بکشادہ پیشانی ان پر دستخط فرمائیں تو ہم ضرور مان لیں گے کہ وہ ہر گز وہابی نہیں، ورنہ ہر ذی عقل پر روشن ہو جائیگا کہ منکر صاحبوں کا وہابیت سے انکار نرا حیلہ ہی حیلہ تھا، مسمے پر جمنا اور اسم سے رمنا، اس کے کیا معنی ؎

منکر می بودن وہم رنگ مستان زیستن

(منکر ہونا اور مستیوں کے رنگ میں جینا۔ت)

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ[1] (اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔ت)
الحمد للہ کہ یہ مختصر بیان تصدیق مظہر حق وتحقیق اوائل عشرہ اخیرہ ماہ مبارک ربیع الاول شریف سے چند جلسوں میں بدرسائے تمام اور بلحاظ تاریخ "**ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار**" نام ہوا، **و صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولنا محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔**

مسئلہ ۲۰۰:　　　　　غرہ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سنی المذہب ہے اور ہندہ زوجہ شیعی مذہب رکھتی ہے اور باہم کسی طریقہ پر عقد بھی ہوگیا ہے ایسی حالت میں شرعًا ہمبستری یعنی مجامعت جائز ہے اور ایسی حالت میں جو اولاد ہوگی وہ نطفہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

آج کل کے روافض تبرائی علی العموم کافر مرتد ہیں شاید شاذ ونادر ان میں کوئی مسلمان نکل سکے

---

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

جیسے کوّوں میں سپید رنگ کا کوّا،ایسی عورت سے نکاح محض باطل ہے اور قربت صریح زنا،اور اولاد یقینا ولد الزنا،واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۱: از کلکتہ سندریا پٹی ۱۰۹ متصل مسجد ناخدا دکان کتب شیخ فخر الدین مرسلہ نظیر حسن صاحب ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۱۷ھ

بعالی خدمت جناب مولانا مولوی احمد رضاخان صاحب دام افضالہ پس از سلام مسنون الاسلام آن کہ زید نے اپنی سگی یعنی حقیقی بہن کی لڑکی کی لڑکی سے بحکم ایک عالم عقد کیا یہ ازروئے شرع شریف کے عندالاحناف جائز ہے یا ناجائز ہے؟ مفصل تحریر فرمایئے۔**بینوا توجروا**

الجواب:

عقد مذکور زنائے محض ہے حرام قطعی ہے سخت عظیم شدید گناہ کبیرہ ہے،نہ فقط حنفیّہ بلکہ شافعیہ مالکیہ حنبلیہ تمام امت مرحومہ کے اجماع سے حرام ہے نص قرآن عظیم سے حرام ہے،**قال اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی نے فرمایا):

حرمت علیکم امھاتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخالتکم وبنت الاخ وبنت الاخت[1]۔	تم پر تمھاری مائیں،بیٹیاں، بہنیں،پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں،اور بھانجیاں حرام کی گئی ہیں۔(ت)

اس آیہ کریمہ میں رب عزوجل نے بنات کا لفظ تین جگہ ارشاد فرمایا کہ حرام کی گئیں تم پر تمھاری بیٹیاں،بھائی کی بیٹیاں،بہن کی بیٹیاں،اگر بنات یعنی بیٹیاں پوتی نواسی کو بھی شامل تو ضرور بھائی بہن کی پوتی،نواسی بھی اسی حکم میں داخل،اور اگر شامل نہیں تو خود اپنی پوتی نواسی بھی حکم آیت میں داخل نہیں تو اس جاہل بیباک کے طور پر وہ حلال ٹھہرے گی،**لقولہٖ تعالٰی:** وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ[2] (تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال قرار دی گئی ہیں،ت) لاجرم کتب تفسیر میں اسی آیت کریمہ سے بھائی بہن کی پوتی نواسی کا حرام ابدی ہونا ثابت فرمایا اور کتب فقہ میں انھیں بھتیجی بھانجی میں داخل مان کر محارم ابدیہ میں گنایا،معالم التنزیل میں ہے:

یدخل فیھن بنات اولاد الاخ والاخت وان سفلن[3]۔	ان محرمات ابدیہ میں بھائی اور بہن کی اولاد کی بیٹیاں خواہ نیچے تک ہوں،داخل ہیں۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[3] معالم التنزیل حرمت علیکم امھتکم الخ کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۰۱

تفسیر کبیر میں ہے:

النوع الثانی من المحرمات البنات کل انثی یرجع نسبھا الیك بالولادۃ بدرجۃ بدرجۃ اوبدرجات باناث اوبذکر فھی بنتك النوع السادس والسابع بنات الاخ وبنات الاخت والقول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب والارحام[1] اھملتقطاً۔	محرمات کی دوسری قسم بیٹیاں ہیں وہ تمام لڑکیاں جن کا نسب ایک درجہ یا کئی درجوں کے مرد اور عورتوں کے واسطہ سے تیری طرف بطور ولادت لوٹتا ہے وہ سب کی سب تیری بیٹیاں ہیں اور چھٹی اور ساتویں قسم بھائی اور بہن کی بیٹیاں ہیں، اور بھائی بہن کی بیٹیوں کا حکم بھی اپنی صلبی بیٹیوں کی طرح ہے، تو یہ سات اقسام نسب اور ارحام کی وجہ سے قرآنی نص سے حرام ہیں اھ ملتقطا (ت)

تفسیر بیضاوی و تفسیر ارشاد العقل میں ہے:

بنات الاخ وبنات الاخت تتناول القربی والبعدی[2]۔	محرمات میں بھائی اور بہن کی بیٹیاں قریب ہوں یا بعید ہوں سب شامل ہیں۔ (ت)

تفسیر جلالین میں ہے:

وبنٰت الاخ وبنٰت الاخت وتدخل فیھن اولادھن[3]۔	بھائی اور بہن کی بیٹیوں میں ان بیٹیوں کی اولاد بھی داخل ہے۔ (ت)

فتوحات الٰہیہ حاشیہ جلالین میں ہے:

فشملت العبارۃ بنت ابن الاخ وان سفل وبنت ابن الاخت وان سفل[4]۔	یہ عبارت بھتیجوں اور بھانجی کی بیٹیوں کو بھی اگرچہ نیچے تک ہو شامل ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر میں ہے:

تحرم علی الرجل اختہ وبنتھا وبنت اخیہ	مرد پر اس کی بہن اور اس کی بھانجی اور بھتیجی اور ان

---

[1] تفسیر کبیر تحت الآیۃ حرمت علیکم امھاتکم مطبعۃ البھیۃ مصر ۱۰/ ۲۹۔ ۲۸

[2] تفسیر بیضاوی تحت الآیۃ حرمت علیکم امھاتکم مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۳

[3] تفسیر جلالین تحت الآیۃ حرمت علیکم امھاتکم اصح المطابع دہلی ص ۸۷۳

[4] فتوحات الھیہ حاشیہ جلالین تحت الآیۃ حرمت علیکم امھاتکم مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۷۰

وان سفلتا[1]۔	کی اولاد نیچے تک حرام ہے۔(ت)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ اصلہ القریب[2]۔	مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب (باپ اور ماں) کے فروع حرام ہیں۔(ت)

شرح وقایہ میں ہے:

وبنات الاخوۃ والاخوات وان سفلت فیحرم جمیع ہؤلاء[3]۔	بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک سب حرام ہیں۔(ت)

اصلاح میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ واختہ وفرعہا وفرع اخیہ[4]۔	مرد پر اس کے اصول وفروع اور اس کی بہن اور بھائیوں کی اولاد حرام ہے۔(ت)

درر میں ہے:

واختہ وبنتہا وان سفلت[5]۔	بہن اور اس کی بیٹیاں نیچے تک حرام ہیں۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

تدخل فی بنات الاخ والاخت بناتہن وان سفلن[6]۔	بھتیجیوں اور بھانجیوں میں ان کی بیٹیاں بھی نیچے تک داخل ہیں۔(ت)

اختیار شرح مختار وخزانۃ المفتین میں ہے:

وبنات الاخ وبنات الاخوات وان سفلن فھن محرمات بنص الکتاب نکاحا	بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک محرمات ہیں جن سے نکاح، وطی اور اس کے دواعی کی ابدی حرمت

---

[1] ملتقی الابحر باب المحرمات موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۳۹

[2] النقایۃ مختصر الوقایۃ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[3] شرح وقایہ المحرمات من النساء مجتبائی دہلی ۲/۱۱

[4] اصلاح

[5] درر الحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ دار السعادت بیروت ۱/۳۳۰-۳۲۹

[6] فتح القدیر فصل فی بیان المحرمات نوریہ رضویہ سکھر ۳/۱۱۸

ووطأودواعيه على التابيد [1]۔	کتاب اللہ کی نص سے ثابت ہے۔(ت)

فتاوٰی قاضی خان وغیرہا میں ہے:

وبنات الاخوات وان سفلن [2]۔	بھانجیاں نیچے تک۔(ت)

محیط سرخسی وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

وكذا بنات الاخ والاخت وان سفلن [3]۔	یونہی بھتیجیاں اور بھانجیاں نیچے تک۔(ت)

انوار امام یوسف اردبیلی شافعی میں ہے:

المحرمات على التابيد بالنسب الامهات وان علت والبنات وان سفلت وبنات الاخوة والاخوات وان سفلت [4]۔	نسبی طور پر ابدی محرمات مائیں اوپر تک، بیٹیاں نیچے تک، بھانجیاں اور بھتیجیاں نیچے تک ہیں۔(ت)

اس جاہل احمق نکاح کرنے والے پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس اپنی سگی بیٹی سے جدا ہو جائے اور اس اجہل اضل عالم پر الزام کہ از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اپنے اس ناپاک ملعون فتوی سے توبہ کرے اپنی عورت سے نکاح از سر نو کرے۔"**اعلام بقواطع الاسلام**" میں ہے:

ومن ذلك(اى من المكفرات)ان يستحل محرما بالاجماع كالخمر واللواط ولو فى مملوكه الخ [5]۔	کافر بنانے والی چیزوں میں سے کسی ایسی چیز کو حلال بنالینا جس کی حرمت پر اجماع ہے مثلاً شراب، لواطت خواہ اپنے مملوک سے ہو، الخ(ت)

خلاصہ وہندیہ میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا او على القلب يكفر [6]۔	جو شخص حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے پر عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔(ت)

الٰہی! اس زمانہ پر فتن کے ہر فتنے وشر سے تیری پناہ، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

[1] الاختيار لتعليل الاختيار فصل فى المحرمات دار فراس للنشر والتوزيع بيروت ۸۵/۳

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/۱۶۵

[3] فتاوٰی ہندیہ فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۳

[4] انوار الاعمال الابرار

[5] الاعلام بقواطع الاسلام ملحق بسبل النجاۃ مکتبہ حقیقۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۳۵۳

[6] فتاوٰی ہندیہ احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۷۲

مسئلہ ۲۰۲: از نواب گنج ضلع بریلی مکان تحصیلدار ظہور الاسلام صاحب مرسلہ حضرت سید نور عالم میاں صاحب مارہروی ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع شریف اساطین فرقہ اہل سنت وجماعت متبعین ملت حنفیہ اس باب میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کی زندگی میں اس کی خواہر حقیقی سے نکاح کیااور بعد نکاح خواہر زن مگر قبل خلوت صحیحہ یااس سے خلوت صحیحہ کے بعد پہلی بی بی کو طلاق دے دی ان دونوں صورتوں میں یہ نکاح عندالشرع درست وجائز ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ [1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: حرام ہے دونوں بہنوں کو جمع کرنا۔(ت)

تو یہ نکاح ضرور حرام وناجائز ہوااور پہلی زوجہ کو اس نکاح فاسد کے بعد پیش از خلوت خواہ بعد خلوت طلاق دے دینا اس حرام کو حلال اس فاسد کو صحیح اس ناجائز کو جائز نہیں کرسکتا۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ اگر اوّلاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرلے تو یہ نکاح حرام ہوگا تو یہاں کہ پہلے اس کی خواہر سے نکاح کرلیا بعد کو طلاق دی کیونکر حلال ہوسکتا ہے۔ درمختار میں ہے:

حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن [2]۔	وہ عورتیں جو آپس میں محرم ہوں ان کو نکاح اور عدت خواہ طلاق بائن کی عدت ہو، میں جمع کرنا حرام ہے۔(ت)

شخص مذکور پر فرض ہے کہ فوراً فوراً اس دوسری کو چھوڑدے پھر اگر پہلی کی عدت گزرچکی ہے تو اسے اختیار ہوگا کہ اس دوسری کو چھوڑ کر ابھی معًا اس سے نکاح کرلے ورنہ اتنا انتظار فرض ہے کہ اس پہلی کی عدت گزرجائے اس کے بعد اس دوسری سے نکاح صحیح بروجہ شرعی کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۰۳: ۵ رجب ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ معاذاللہ ساس سے زنا کے باعث جب منکوحہ حرام ہوجائے تو اس سے پردہ بھی فرض ہوجاتا ہے یا وہ مثل محارم کے ہوجاتی ہے کہ دیکھنا، چھونا، تنہا مکان میں رہنا جائز ہے۔ **بینوا توجروا**

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/۴

[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

الجواب:

مذہب اصح یہی ہے کہ حرمت مصاہرت اگرچہ معاذاللہ زنا سے ناشی ہوئی ہو عورت کو مثل محارم کے کردیتی ہے تو نظر ومس بہ شہوت تو قطعًا حرام ہوگئے اور بلاشہوت میں حرج نہیں جبکہ اپنے یا عورت کے لیے حدوث شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ بحالت اندیشہ بلاشہوت بھی دیکھنا چھونا حرام ہوگا بلکہ اگر شک بھی ہو کہ شاید مجھے یا عورت کو شہوت پیدا ہو، نہ ہو جب بھی حکم حرمت ہے، تنہا ایک مکان میں جانے کی تو اصلا اجازت نہیں کہ یہ خواہی نخواہی مظنہ شہوت ہے خصوصًا منکوحہ میں جو ایک زمانے تک اس کے نکاح میں رہ چکی اور باہم حجاب وتکلف مرتفع رہا تھا تو عندالانصاف جبکہ منکوحہ سے معاذاللہ حرمت مصاہرت پیدا ہو اسے مثل اجنبیہ تصور کرنے ہی میں احتیاط ہے **وباللہ العصمۃ**، درمختار میں ہے:

ینظر الرجل من محرمه هی من لایحل له نکاحها ابدابنسب اوبسبب ولوبزنا. الی الراس والوجه والصدر والساق والعضدان أمن شهوته وشهوتها وان لم یأمن اوشاهی لایحل النظر والمس. کشف الحقائق لابن سلطان والمجتبی[1] اهملتقطا۔	محرمہ وہ عورت ہے جس سے ابدی طور پر نکاح حرام ہو، نسب کی وجہ سے محرمہ ہو یا کسی سبب کی وجہ سے وہ سبب زنا ہی کیوں نہ ہو، شہوت کا خدشہ نہ ہو تو ایسی محرم عورتوں کے سر، چہرہ، سینہ، پنڈلی اور بازو کو دیکھنا مرد کے لیے جائز ہے اور اگر مرد یا عورت کو شہوت کا خدشہ ہو یا کوئی ان میں سے حالت شہوت میں ہو تو پھر محرمہ کو چھونا اور دیکھنا جائز نہیں۔ کشف الحقائق ابن سلطان اور مجتبٰی اھ ملتقطا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله ولوبزنا ای ولوکان عدم حل نکاحهاله بسبب زناه باصولها او فروعها قال الزیلعی وقیل انها کالاجنبیة والاول اصح اعتبارا للحقیقة لانها محرمة علیه علی التابید[2]۔	اس کا قول "اگرچہ زنا سے ہو" یعنی اس سے نکاح حلال نہ ہونے کی وجہ سے اس کے اصول یا فروع سے زنا ہو، زیلعی نے کہا کہ ایسی عورت کا چھونے اور دیکھنے میں اجنبی عورت جیسا حکم ہے جبکہ پہلا قول اصح ہے کیونکہ اس کے ابدی ہونے کی حقیقت کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قوله اوشك معناه استواء الامرین	اس کا قول "اوشک" اس کا معنٰی یہ ہے کہ شہوت اور

---

[1] درمختار فصل فی النظر والمس مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱

[2] ردالمحتار فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵

تاتارخانیہ[1]۔	عدم شہوت دونوں کا احتمال مساوی ہو۔ تاتارخانیہ (ت)

درمختار میں ہے:

والخلوۃ بالمحرم مباحۃ الاالاخت رضاعا والصھرۃ الشابۃ[2]۔	محرم عورتوں سے خلوت مباح ہے مگر رضاعی بہن اور جوان ساس سے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی القنیۃ وفی استحسان القاضی الصدر الشھید وینبغی للاخ من الرضاع ان لایخلو باختہ من الرضاع لان الغالب ھنالك الوقوع فی الجماع، اھ، وافادالعلامۃ البیری ان ینبغی معناہ الوجوب ھنا[3] اھ مافی ردالمحتار **قلت** فاذاکان الغالب ذلك فی الاخت رضاعا فماظنك فی التی کانت تحتہ زمانا وقد ذاق کل عسیلۃ صاحب، نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم	قنیہ اور قاضی الصدر الشہید کے استحسان میں ہے کہ رضاعی بھائی کو رضاعی بہن کے ساتھ تخلیہ مناسب نہیں کیونکہ تخلیہ جماع کا موجب ہوتا ہے، غالب یہی ہے۔ اھ اور علامہ بیری نے مفید بات کی ہے کہ یہاں ینبغی کا معنی وجوب ہے، ردالمحتار کا بیان ختم ہوا، **قلت** (میں کہتا ہوں کہ۔ ت) جب رضاعی بہن کے متعلق غالب امر یہ ہے تو اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے جومدت بھر اس کی بیوی رہی ہو اور یہ مرد عورت دونوں ایک دوسرے سے لطف اندوز ہوتے رہے ہوں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۰۴: از مارہرہ مطہرہ مدرسہ درگاہ معلٰی مرسلہ مولوی رحمت اللہ صاحب ۱۷ رجب المرجب ۱۳۱۷ھ

زید نے ہندہ کے ساتھ عرصہ پندرہ برس کا ہوا نکاح کیا، لڑکا بھی پیدا ہوا پھر زید چلاگیا اور اب تک اس کی خبر نہ لی، نہ نان نفقہ دیا، چند بار اس کو واسطے دینے طلاق کے تحریر کیا، جواب نہ دیا، اب ہندہ دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے بخیال حالات کہ زمانہ نامعلوم کیا امر نامناسب آئندہ پیش آئے، اس وقت بجز ندامت اہل دنیا والزام شرع کچھ سود نہ ہوگا، پس یہ ازروئے شریعت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

[1] ردالمحتار فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۵

[2] درمختار فصل فی النظر والمس مجتبائی دہلی ۲/۲۴۱

[3] ردالمحتار فصل فی النظر والمس داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۳۶

الجواب

جب تک موت یا طلاق نہ ہو حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: شادی شدہ عورتیں۔(ت)

چارہ کار نالش ہے ورنہ صبر، ورنہ یہ نکاح خود کیا حرام نہ ہوگا تو وہم آئندہ سے بچنے کے لیے قصداً حرام کاری کے کیا معنی۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۵ تا ۲۰۸: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھول ٹولی مرسلہ مولوی عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سید سید شیخ شیخ پٹھان پٹھان، آیا ان قوموں میں بڑے بھائی کی لڑکی اور چھوٹے بھائی کا لڑکا اس صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ **(۲)** زید و عمرو حقیقی چچازاد بھائی ہیں اب عمرو کی دختر کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور غیر حقیقی میں کیا حکم ہے؟ **(۳)** آپس میں بھائی اور بہنوں سوائے نسبی اور رضاعی کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۴) زید کا دادا غیر حقیقی ہے اب زید اس غیر حقیقی دادا کی دختر سے نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ان سب صورتوں میں یعنی اپنے حقیقی چچا کی بیٹی یا چچازاد بھائی کی بیٹی یا غیر حقیقی دادا کی اگرچہ وہ حقیقی دادا کا حقیقی بھائی ہو، اور رشتے کی بہن جو ماں میں ایک نہ باپ میں شریک نہ باہم علاقہ رضاعت جیسے ماموں خالہ پھوپھی کی بیٹیاں یہ سب عورتیں شرعاً حلال ہیں جبکہ کوئی مانع نکاح مثل رضاعت و مصاہرت قائم نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔(ت)

نقایہ میں ہے:

حرم اصلہ وفرعہ وفرع اصلہ القریب	مرد پر اس کے اصول و فروع اور اصل قریب (ماں باپ)

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۴/۲۴

وصلبیۃ اصلہ للبعید [1]۔	کے فروع (بہن بھائی) اور اصل بعید (دادا اور اوپر والے) باپوں کے صلبی رشتے حرام ہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

حلال بنت عمہ وعمتہ وخالہ وخالتہ لقولہ تعالٰی وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ [2] اھ قلت ویدخل فیھم اعمام ابیہ وجدہ وان علا وامہ وجدتہ وان علت وعماتھم واخوالھم وخالاتھم کما دخلن فی قولہ تعالٰی وَعَمّٰتُکُمْ وَخٰلٰتُکُمْ کما فی التبیین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	چچا، پھوپھی، ماموں اور خالہ کی لڑکیاں حلال ہیں کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ محرمات کے ماسوا سب عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں، **قلت** (میں کہتا ہوں۔ ت) ان میں ماں، باپ، دادا اور دادی کے چچوں اور ان کے ماموں، خالاؤں، اور پھوپھیوں کی بیٹیاں بھی حلال ہونے میں داخل ہیں، جیسا کہ تبیین میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۹: مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۶ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو بہنیں اور ایک بیٹی ہے اور ان کا نکاح بھی ہوگیا ہے، اب آیا زید کی بیٹی کو زید کی دونوں بہنوں کے شوہر سے پردہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور بعد مرنے کے ایک ہمشیرہ کے اس کے شوہر سے زید کی لڑکی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے بھی پردہ اس حالت میں ہے یا نہیں؟ اور جس بہن کا شوہر زندہ ہے اس سے بھی نکاح درست ہے یا نہیں؟ **بینوا بالدلیل توجروا باجر الجزیل۔**

الجواب:

پھوپھی یا خالہ یا بہن اور اسی طرح جتنی عورت کی محارم ہیں ان کی زندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام۔

واصلہ قولہ عزوجل وان تجمعوا بین الاختین [3]۔ وفی الحدیث لاتنکح المرأۃ علی عمتھا ولا علی	اور اس کا اصل ___ اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد "حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا" اور حدیث میں ہے کہ پھوپھی اور

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[3] القرآن الکریم ۴/۲۳

خالتھا[1]۔	خالہ کے ہوتے ہوئے ان کی بھتیجی اور بھانجی سے نکاح نہ کیا جائے۔(ت)

مگر وہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ ان سے نکاح صرف اس حالت تک حرام جب تک اس کی پھوپھی یا خالہ یا بہن یا کوئی محرم عورت ان کے نکاح میں ہے بعد افتراق بموت یا طلاق ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھتیجا، بھانجا، وغیر ہم، اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے خواہ فی الحال اس سے نکاح ہوسکتا ہو یا نہیں۔ اگر حرمت فی الحال عدم پردہ کے لیے کافی ہو تو چاہئے کہ زن شوہر کا تمام جہان میں سے کسی سے پردہ نہ ہو کہ جب تک وہ اپنے شوہر کے عقد عصمت میں ہے کسی کو اس سے نکاح روا نہیں۔ **قال اللہ تعالٰی: وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ**[2] (منکوحہ عورتیں حرام ہیں۔ت) اس طرح جس مرد کے نکاح میں چار عورتیں موجود ہوں چاہئے کہ اس سے کسی عورت شوہر دار خواہ بے شوہر کا پردہ نہ ہو کہ جب تک ان چار میں سے کسی سے بذریعہ موت یا طلاق جدائی نہ ہو پانچواں نکاح اسے حلال نہیں، غرض یہ سب ہندی ہوسیں اور جاہلانہ رسمیں ہیں، شرع مطہر میں پھوپھا اور خالو اور بہنوئی اور جیٹھ اور دیور اور چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی سب کا ایک حکم ہے نہ وہ بے تکلف گھر میں آسکتا ہے بخلاف ان کے، ولہذا حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی یارسول اللہ ارایت الحمو یارسول اللہ! جیٹھ دیور کا حکم ارشاد ہو، فرمایا: **الحمو موت**[3] یہ تو موت ہیں، والعیاذ باللہ تعالٰی، اس بیان سے تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوگیا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۰: از عثمان پور ڈاک خانہ کوٹھی ضلع بارہ بنکی مرسلہ محمد حسن یار خان صاحب ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی سنی المذہب کو اپنی دختر شیعی تبرائی و قاذف حضرت

---

[1] صحیح مسلم باب تحریم الجمع بین المرأۃ وعمتھا الخ قدیمی کتب خانہ کراچی / ، صحیح بخاری باب لاتنکح المرأۃ علی عمتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۶۶/۱

[2] القرآن الکریم ۲۴/۴

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث عقبہ بن عامر الجھنی رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱۴۹/۴

صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے عقد نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے اور کوئی سنی باوجود ناجائز سمجھنے کے بھی ایسا کرے تو اس کی بابت شرعا کیا حکم ہے؟ جواب مختصر ومدلل مرحمت فرمایا جائے، **بینوا توجروا**

الجواب:

معاذاللہ رافضی قاذف باجماع مسلمین کافر ملعون ہے یہاں تک کہ جو اسے کافر نہ جانے خود کافر ہے، ردالمحتار میں ہے:

لاشك فی تکفیر من قذف السیدۃ عائشه رضی الله تعالٰی عنها الخ[1]۔	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگانے والے کے کفر میں کوئی شک نہیں الخ (ت)

اسی کے باب البغاوۃ میں ہے:

لان ذلك تکذیب صریح القراٰن[2]۔	کیونکہ یہ صریح قرآن کی تکذیب ہے۔ (ت)

جو شخص اپنی دختر یا خواہر ایسے کے نکاح میں دے وہ یقینا دیوث ہے۔ وہ اپنی بہن بیٹی کو صریح زنا کے لیے دینے والا ہے، حدیث ارشاد فرماتی ہے کہ اس پر جنت حرام ہے اللہ تعالٰی روز قیامت اس پر نظر رحمت نہ فرمائے گا۔

احمد والنسائی والحاکم عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما بسند حسن عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم، ثلثة لاینظر الله الیهم یوم القیامة العاق لوالدیه والمرأۃ المترجلة المتشبهة بالرجال والدیوث[3]۔ وروی الحاکم والبیهقی فی الشعب بسند صحیح عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه	(احمد، نسائی اور حاکم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند حسن کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کیا۔ ت) تین شخصوں پر اللہ تعالٰی روز قیامت نظر نہ کرے گا ماں باپ کو آزار دینے والا اور مردانی عورت یعنی مردوں کی وضع بنانے والی اور دیوث۔ (حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں بسند صحیح روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ ت) تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کا نافرمان اور

[1] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۹۴

[2] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

[3] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند عبداللہ بن عمر دار الفکر بیروت / سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۳۵۷

والدیوث ورجلة النساء [1]۔	دیوث اور مردانی وضع کی عورت۔
الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما، ثلثہ لایدخلون الجنۃ ابدا الدیوث والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر [2]۔	(طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت) تین شخص جنت میں کبھی نہ جائیں گے: دیوث اور مردانی وضع کی عورت اور شرابی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱ تا ۲۱۲: از موضع مذکور بوساطت نواب نثار احمد خاں صاحب بریلوی ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) زید باوجود علم ہونے کے حقیقی دو بہنوں کو اپنے عقد میں لایا اور دونوں کے ساتھ اوقات بسر کرتا ہے، اہل اسلام اس حرکت سے مانع ہوئے لیکن زید نے کچھ خیال نہ کیا، نہ دونوں میں سے کسی کو جدا کیا، مسلمانوں نے مجبور ہو کر زید سے اجتناب اختیار کیا مگر بعض اشخاص نے زید کا ساتھ دیا تو از روئے شرع شریف مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے یا نہیں؟ اور زید و نیز اس کے ہمراہیوں کے یہاں خورد و نوش اور سلام علیک جائز ہے یا نہیں؟ اور زید پر کون سی عورت جائز ہے اولٰی یا ثانیہ؟ یا دونوں ناجائز ہیں؟ جواب مدلل مرحمت فرمائیے، بینوا توجروا۔

(۲) سنی کو اپنی دختر شیعی کے نکاح میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے کوئی سنی باوجود ناجائز سمجھنے کے ایسا کرے تو اس بابت شرعا کیا حکم ہے؟ اور جو سنی و شیعہ کی قرابت زمانہ سلف سے اس وقت تک جاری ہے اس کا کیا باعث ہے آیا اس وقت میں علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہیں فرمائی یا اس وقت کے شیعہ سے اس وقت کے شیعہ میں کچھ فرق ہے؟ اس کی وجہ مدلل زیب قلم فرمائیے کہ سائل کی خلش و معترضین کا اعتراض دفع ہو جواب مختصر مدلل مرحمت فرمایا جائے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) اولٰی و ثانیہ کہنے سے واضح ہوا کہ دونوں سے معًا نکاح نہ کیا تھا اس صورت میں ثانیہ سے نکاح

[1] المستدرک للحاکم کتاب الایمان ثلاثۃ لایدخلون الجنۃ الخ دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲، شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۲

[2] مجمع الزوائد باب فیمن لایرضی لاھلہ بالخبث دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۲۷

حرام ہوا لقولہ تعالٰی: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ[1] (حرام ہے دو بہنوں کو جمع کرنا۔ت) اور جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا تھا زوجہ حلال تھی اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ بھی حرام ہوگئی، اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو بھی ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، زید پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے، جب اس کی عدت بعد متارکہ گزر جائے گی اس وقت زوجہ اس کے لیے حلال ہوگی۔

فی ردالمحتار الثانی باطل ولہ وطء الاولی الاان یطأ الثانیۃ فتحرم الاولٰی الٰی انقضاء عدۃ الثانیۃ کما لووطی اخت امرأتہ بشبھۃ حیث تحرم امرأتہ مالم تنقض عدۃ ذات الشبھۃ عن البحر[2]۔	ردالمحتار میں ہے: دوسرا نکاح باطل ہے اس کی پہلی سے وطی جائز ہے لیکن اگر دوسری سے وطی کرلی تو پہلی دوسری کی عدت گزر جانے تک حرام ہوگی جیسا کہ اگر شبہ کے طور پر بیوی کی بہن سے وطی ہوجائے تو بیوی اس وقت تک حرام رہتی ہے جب تک شبہ والی کی عدت نہ گزر جائے حلبی بحوالہ بحر۔(ت)

مسلمانوں کا یہ اجتناب حق ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾[3]۔	ظالموں کے ساتھ یاد آنے پر مت بیٹھو۔(ت)

زید سے، جب تک تائب نہ ہو، ابتدا بسلام ممنوع ہے کہ وہ فاسق معلن ہے اور گناہ کبیرہ پر مصر ہے۔

فی الدرالمختار یکرہ السلام علی الفاسق لومعلنا[4] الخ وفی ردالمحتار عن فصول العلامی لایسلم علی الشیخ المازح الکذاب واللاغی ولاعلی من یسب الناس اوینظر وجوہ الاجنبیات ولاعلی الفاسق المعلن ولاعلی من یغنی اویطیر الحمام مالم تعرف توبتھم[5]۔	درمختار میں ہے کہ فاسق کو سلام کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ وہ اعلانیہ فسق کرتا ہو الخ، اور ردالمحتار میں ہے فصول علامی سے مروی ہے کہ جھوٹے اور مذاق کرنے والے بوڑھے، لغویات بولنے والے، لوگوں کو گالی گلوچ کرنے والے، اجنبی عورتوں کو دیکھنے والے، اعلانیہ فسق کرنے والے، گانے والے اور کبوتر بازی کرنیوالے کو اس وقت تک سلام نہ کیا جائے جب تک اس کی توبہ کا علم نہ ہوجائے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] ردالمحتار باب المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶/۶۸

[4] درمختار فصل البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۱

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۶۷

اور اس کے ساتھ کھانے پینے سے بھی احتراز کرنا چاہئے، سنن ابی داؤد وجامع الترمذی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما وقعت بنو اسرائیل فی المعاصی نھتھم علماؤھم فلم ینتھوا فجالسو ھم فی مجالسھم واٰکلوھم وشاربو ھم فضرب اللہ قلوب بعضھم ببعض فلعنھم علٰی لسان داؤد وعیسٰی بن مریم [1]۔ الحدیث۔	جب بنی اسرائیل گناہوں میں پڑے ان کے مولوی مانع آئے، انھوں نے نہ مانا، اب وہ مولوی ان کے پاس بیٹھے، ساتھ کھانا کھایا پانی پیا تو اللہ تعالٰی نے ان میں ایک کے دل میں دوسرے پر مارے اور ان سب کو ملعون کردیا داؤد اور عیسٰی بن مریم علیہم الصلٰوۃ والسلام کی زبان پر۔ (الحدیث)

زید کا ساتھ دینے والے اگر خاص اس گناہ میں اس کے مددومعاون ہوئے جب تو ظاہر کہ وہ بھی زید کے مثل بلکہ اس سے بدتر ہیں، قال اللہ تعالٰی: لَا تَعَاوَنُوۡا عَلَی الۡاِثۡمِ وَالۡعُدۡوَانِ [2] (گناہ اور دشمنی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔ت) حدیث میں ہے:

من مشٰی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام [3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ عن اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ اسلام سے نکل جائے (اس کو طبرانی نے کبیر میں اور ضیاء نے مختارہ میں اوس بن شرحبیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر اسی قدر ہو کہ زید سے باوصف اس حرکت کے راضی ہیں جب بھی بدلیل حدیث مذکور بنی اسرائیل شریک گناہ ومستحق توہین وتذلیل ہیں، حدیث میں ہے:

الذنب شؤم علٰی غیر فاعله (الٰی قوله) وان رضی به شارکه [4]۔ رواہ فی مسند الفردوس عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔ واللہ تعالٰی اعلم	یعنی گناہ کرتا ایک ہے اور اس کا وبال اوروں پر بھی پڑتا ہے کہ جو اس پر راضی ہو وہ بھی شریک گناہ ہے، (اس کو مسند فردوس میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر سورۃ المائدۃ امین کمپنی کراچی ۲/ ۱۳۰

[2] القرآن ۵/ ۲

[3] المعجم الکبیر حدیث اوس بن شرحبیل حدیث المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۲۴۹

(۲) آج کل عام رافضی منکران ضروریات دین اور باجماع امت کفار مرتدین ہیں **کما حققناہ فی فتاوٰنا وفی المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ والمکفرۃ** (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوی میں اور اپنے رسالہ "**المقالۃ المسفرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ**" میں کردی ہے۔ت) علاوہ اور کفریات کے دو کفر توان کے عالم وجاہل مرد عورت سب کو شامل ہیں، مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انبیاء سابقین علیہم الصلٰوۃ والتسلیم سے افضل ماننا، اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے، اور قرآن عظیم سے معاذاللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا چند پارے یا سورتیں آیتیں گھٹانا کچھ الفاظ تغیر وتبدیل کردینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے کافر ہے، **قال اللہ تعالٰی: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ**[1] (ہم نے ذکر نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ ت) ان کے مجتہد حال نے یہ عقائد باطلہ اور دیگر عقیدہ کفریہ صاف صاف لکھ کر اپنی مہر کردی ان میں جو کوئی خود ان عقائد کا معتقد نہ بھی ہو تو مجتہد کو کافر ہر گز نہ کہے گا بلکہ جناب قبلہ وکعبہ ہی مانے گا اور جو منکر ضروریات دین کو معظم دینی جانے یا کافر ہی نہ کہے خود کافر ہے، بزازیہ ودرمختار وغیرہما میں ہے: **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[2] (جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ت) لہٰذا جزم کیا جاتا ہے کہ آج کل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کوّوں میں سپید رنگ والا، ایسوں کے ساتھ مناکحت تو حرام قطعی وزنائے خالص ہے، جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے، اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اس کی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں: زانیہ، فاجر، قحبہ، فاحشہ، روسی، رنڈی، بدکار، جواسے پسند کرتا ہو اس کبیرہ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے، اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر صرف تبرا بھی فقہائے کرام کے نزدیک مطلقًا کفر ہے، **کما نص علیہ فی الخلاصۃ والفتح والدر وغیرہا من الاسفار الغر** (جیسا کہ خلاصہ، فتح، در وغیرہا مشہور کتب میں اس پر تصریح ہے۔ت) تو فقہاء کے طور پر ہر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہوں گے اور بغرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے توآخر گمراہ بددین ہونے میں شبہ نہیں اور ایسے کو بیٹی دینا شرعًا گناہ وممنوع ہے۔

کما بیناہ فی رسالۃ مفردۃ فی ھذا الباب سمینا ھا ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار۔	جیسا کہ ہم نے اس کو علیحدہ ایک رسالہ میں بیان کیا ہے جو اس موضوع سے متعلق ہے جس کا نام ہم نے "**ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار**" رکھا ہے۔(ت)

ائمہ معتمدین سلف صالحین سے ہر گز یہ امر ثابت نہیں اور اگر نادرًا شاذ کہیں وقوع ہوا ہو تو اس کا منشا اس کے رفض پر اطلاع نہ پانا اور رافضی کے دین میں تقیہ ہونا **وامثال ذٰلك من الاعذار** (اور اس قسم کے

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/۹

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

دیگر عذر۔ت) ہوگا اس وقت اور پہلے کے روافض میں اتنا فرق بھی ہے کہ اول اتنی آزادی نہ تھی عام طور پر انکار ضروریات دین کی جرأت وتمادی نہ تھی رافضی تواب پیدا ہوئے زناکاری وحرام خواری توان سے بھی ہزاروں برس پہلے رائج ہے، کیا علمائے دین نے اس طرف کچھ توجہ نہ فرمائی یا اس وقت کے زنا واکل حرام سے اس وقت کے زنا وحرام کو کچھ فرق ہے، حاشا علمائے دیندار ہر قرن وطبقہ وزمانہ میں منع فرماتے آئے، ماننا نہ ماننا عوام کا فعل ہے، اور ہدایت کرنا نہ کرنا اللہ عزوجل کے اختیار، یہی حال گمراہوں سے میل جول کا ہے کہ علمائے اہل حق صحابہ وتابعین وائمہ دین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین قرناً فقرناً منع فرماتے آئے، رسائل رد ندوہ خصوصاً فتوائے جدیدہ فقیر مسمّٰی بہ "فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین" ملاحظہ ہوں۔ پھر اگر عوام نہ مانیں یا دنیا پرست مولوی ضلالت کی طرف بلائیں تو اس کا کیا علاج اور علمائے اہل حق پر کیا الزام، **والی اللّٰہ المشتکی من ضعف الاسلام** (لوگوں کے ضعف اسلام کی شکایت اللہ تعالٰی ہی کے دربار میں ہے۔ت) **ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم۔ واللّٰہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۳: ۸ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر نے طلاق بائن دی، درمیان عدت کے ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا، بعد نکاح کم وبیش ایک سال کے، شوہر ثانی ہندہ کا، باہر چلا گیا اور کچھ خبر گیراں نہ ہوا، اب کچھ کم ایک سال کے بعد بتحریک ورثہ ہندہ ونیز بخواہش خود ہندہ کو اپنے پاس بلانا چاہتا ہے لیکن اب ہندہ وورثہ ہندہ اس کے یہاں بھیجنے پر رضامند نہیں اور نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح درمیان عدت کے جائز نہیں تھا اب نکاح ثالث کسی شخص دیگر سے کرنا چاہتی ہے آیا یہ نکاح بلاطلاق جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر اس دوسرے شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اس سے نکاح کرلیا جب تو وہ زنائے محض تھا عدت کی کچھ حاجت نہیں نہ طلاق کی ضرورت بلکہ ابھی جس سے چاہے نکاح کرے جبکہ شوہر اول کی عدت گزر چکی ہو اور اگر اسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو طلاق کی اب حاجت نہیں مگر متارکہ ضرور ہے یعنی شوہر کا عورت سے کہنا کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا یا عورت کا اس سے کہہ دینا کہ میں تجھ سے جدا ہوگئی، اس کے بعد عدت بیٹھے عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرے۔ درمختار میں ہے:

لاعدۃ لوتزوج امرأۃ الغیرعالما بذٰلك ودخل بھا وبہ یفتی [1]۔	دوسرے کی منکوحہ عورت سے یہ جانتے ہوئے کہ منکوحہ ہے، نکاح اور دخول کرنے سے عدت نہ ہوگی، اسی پر فتوی ہے (ت)

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹

ردالمحتار میں ہے:

اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر [1]۔	غیر منکوحہ اور معتدہ کو جانتے ہوئے بھی اس سے نکاح اور دخول کی وجہ سے عدت واجب نہ ہوگی۔(ت)

اسی میں ہے:

فسخ ہذا النکاح یصح من کل منہما بمحضر الاخر اتفاقا والفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذافی البحر [2]۔	ان مرد وعورت میں سے ہر ایک کی طرف سے اس نکاح کا فسخ باتفاق دوسرے کی موجودگی میں متارکہ سے صحیح ہوجاتا ہے کیونکہ متارکہ اور فسخ میں یہاں فرق بعید ہے، جیسا کہ بحر میں ہے۔(ت)

اسی میں علامہ خیر الدین رملی سے ہے: **الحق عدم الفرق ولذا جزم بہ المقدسی** [3] (فرق نہ ہونا ہی حق ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر جزم کیا ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۴: از شہر کہنہ لاڈلے میاں صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی حقیقی بہن کی رضاعی بہن زید کے نکاح میں آسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

حقیقی بہن کی رضاعی بہن ہونا خود یہ رشتہ موجب حرمت نہیں جبکہ اس کے ساتھ کوئی مروجہ حرمت نہ پائی جائے، مثلا اگر حقیقی بہن کی رضاعی بہن یوں ہے کہ اس نے اس کی ماں یا باپ کا دودھ پیا ہے تو وہ خود اس کی بھی رضاعی بہن ہوئی اور اس پر حرام ہے، اور اگر یوں ہے کہ زید کی بہن نے اس لڑکی کی ماں کا دودھ پیا یا دونوں نے تیسری عورت کا دودھ پیا جس سے زید کو کوئی علاقہ نہیں تو اس صورت میں وہ لڑکی زید پر حرام نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۵: از مقام بیادرہ ایجنسی بھوپال ملک مالوہ مرسلہ محمد عاشق صاحب اہلکار نظامت ۲۹ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سائلہ اپنی حیات میں بخواہش اولاد چاہتی ہے کہ میرا

---

[1] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۰

[2] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

[3] ردالمحتار باب المہر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

شوہر میری ہمشیرہ حقیقی بیوہ کے ساتھ اپنا عقد کرلیوے اور شوہر اس کا رضامند ہے جو کچھ کہ حکم شرع شریف میں سے ہو، آگہی بخشی جائے۔

الجواب:

جب زوجہ مرجائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزرجائے تو اس وقت زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا ہے بغیر اس کے حرام قطعی اور مثل زنا ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ[1] (حرام ہے جمع کرنا دو بہنوں کو۔ت) رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فلاتعرضن علیّ بناتکن ولااخواتکن[2]۔	اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو (اے میری ازواج!) مجھ پر مت پیش کرو۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۶: ۱۷ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح سالی کی لڑکی سے بعد فوت بی بی کے درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زوجہ کا انتقال ہوتے ہی فوراً اس کی بھتیجی بھانجی سے نکاح جائز ہے،

لعدم الجمع نکاحا ولاعدۃ اذلاعدۃ علی الرجل کما حققہ فی العقود الدریۃ۔	بوجہ عدم اجتماع کے نکاح اور عدت میں کیونکہ مرد پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ عقود الدریہ میں تحقیق فرمائی۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۱۷: مسئولہ ثناء اللہ صاحب متصل سرائے خام ۵جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح کیا، بعد نکاح کے چھ مہینے کے واسطے سفر کو گیا داماد کو اور اپنی بیٹی کو مع لڑکی کے مکان پر چھوڑ گیا، بعد واپس آنے سفر کے دیکھا کہ بیوی منکوحہ اپنی کو حاملہ پایا، بعد تحقیقات کے معلوم ہوا کہ حاملہ داماد سے ہوئی تھی، آیا لڑکی اس کی داماد کے نکاح سے علیحدہ ہوگئی یا نہیں؟ اور طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور مہر اس لڑکی کا بذمہ داماد رہا یا نہیں؟ اور زوجہ اس کی بعد وضع حمل کے اس کی رہی یا نہیں؟ اور داماد کے نکاح میں اس کی زوجہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل خطب علی رضی اللہ عنہ ومواعظہ دار الفکر بیروت ۶/ ۳۰۹

آسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

چھ مہینے بلکہ دوسال سے ایک دن کم کے بعد واپس آکر عورت کو حاملہ پانے سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ حمل دوسرے کا ہے، اور بدگمانی قطعی حرام ہے، اور تحقیقات اگر بذریعہ شہود یعنی لوگوں نے گواہی دی کہ اس کی زوجہ نے داماد سے زنا کیا تو یہ قریب بہ ناممکن ہے، شہادت کے لیے عدالت درکار ہے، جو یہاں گویا عنقا ہے، پھر ثبوت زنا کے لیے چار مرد عادل کا مشاہدہ ضرور کہ انھوں نے اپنی آنکھ سے اس کا اندام اس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا، یہ کہاں متصور! لوگ محض قرائن وقیاسات پر اڑادیتے ہیں، اس پر اعتبار نہیں اور وہ سب شرعًا اسی اسی کوڑے کے مستحق ہوتے ہیں۔

یَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷﴾[1]	اللہ تعالٰی انھیں فاسق فرماتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ ایمان رکھتے ہو تو پھر ایسی بات زبان سے نہ نکالنا۔

تحقیقات کا تو یہ حال ہے یہ تو تہمت زنا رکھنے کا حکم تھا، ہاں ثبوت مصاہرت کے لیے دو گواہ بھی کافی ہیں، اگرچہ صرف مس بہ شہوت کی گواہی دیں، اور اگر کوئی گواہ نہ ہو تو عورت اور داماد اپنے حال سے خوب آگاہ ہیں اور ان کا رب ان سے زیادہ ان کا حال جانتا ہے، اگر واقعی اس نے بشہوت اس عورت کے بدن کو صرف ہاتھ لگایا تو جب بھی اس کی منکوحہ ہمیشہ کے لیے اس پر حرام ہوگئی، وہ اس کی بیٹی ہوگئی اور ساس تو اس کی ماں تھی، اب وہ دونوں ماں بیٹیاں اس پر ابدالآباد تک حرام ہیں۔ کسی طرح کبھی ان سے نکاح نہیں ہوسکتا، اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کو چھوڑدے اور اس کا مہر ادا کردے، زوجہ زید بدستور نکاح میں ہے زنا کے سبب اس کے نکاح میں خلل نہ آیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۸:　　　　۱۲ جمادی الآخر ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے نکاح ثانی کیا، اس کے ایک لڑکی شوہر اول سے ہے، اب اس کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے کرنا چاہتی ہے جو اس لڑکی کا سوتیلا چچا ہے، یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے، نہ اس کا بھائی اپنا چچا نہ سگا نہ سوتیلا، سوتیلا چچا وہ ہے کہ اپنے

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۷

باپ کا سوتیلا بھائی ہو۔نہ وہ کہ سوتیلے باپ کا بھائی ہو، یہ نکاح حلال ہے،**قال تعالٰی:** وَ اُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ [1] (محرمات کے ماسوا عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۹: ۲۰ رجب المرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ زید کے پدر ومادر سے خسر اور خوشدامن کو بوجوہ ناروا ناراضی پیدا ہوئی لہٰذا زید کی زوجہ کو خسر خوشدامن نے طلب کیا، زید اور پدر ومادر زید نے کہا کہ ناراضی فیما بین کی دور ہو جائے تو زوجہ کو بھیجیں گے۔اس پر بکر کے مکان سے کہ وہاں بتقریب دنیاوی زوجہ زید کی گئی تھی زبردستی جاکے خسر کے بھیجے ہوئے آدمی اور خوشدامن زوجہ کو لے گئے اب جب زید نے چاہا کہ میری زوجہ میرے گھر آئے تو خسر اور خوشدامن مجیب ہوئے کہ زید نے تو طلاق دے دی اور جھوٹے گواہ بھی بنائے، اور خود ارادہ دوسرے شخص سے نکاح کا خسر وخوشدامن رکھتے ہیں، پس یہ نکاح ثانی بدون طلاق زوج اول کے جائز ہوگا یا ناجائز اور وطی زوج ثانی سے حرام ہوگی یا حلال؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ صورت واقعہ یہ ہے تو نکاح ثانی محض باطل ہوگا اور زوج ثانی سے وطی نری زنا ہوگی، جتنے لوگ اس سخت شدید کبیرہ عظیمہ میں اس حال سے آگاہ ہو کر شریک ہوں گے سب سخت گنہ گار ومستحق عذاب نار ہوں گے اور ان میں پہلے عذاب دوزخ کا استحقاق جھوٹے گواہوں کو ہوگا جن کی ناپاک گواہی ایسے ناپاک فاحشہ بات کی تمہید ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأۃ علی زوجھا [2]۔رواہ الامام احمد وابن حبان والبزار والحاکم وقال صحیح واقروہ عن بریرۃ وابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن ابی ھریرۃ وابویعلی بسند جید والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس وفی الصغیر ونحوہ فی الاوسط عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کسی عورت کو اس کے شوہر سے بگاڑ دے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اسے امام احمد، ابن حبان، بزار اور حاکم نے صحیح کہہ کر اور دوسرے نے ثابت مان کر، حضرت بریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ابوداؤد اور حاکم بسند صحیح ابوہریرہ سے ابو یعلٰی نے سند جید سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس سے اور طبرانی صغیر میں اوسط کی مثل عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب فیمن خبب امرأۃ علی زوجھا آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

جب کسی عورت کو شوہر سے بگاڑ دینے پر یہ حکم ہے تو **معاذاللہ** عورت کو شوہر سے توڑ کر دوسرے کے نکاح میں کرادینا کیسا اشد ظلم ہے، حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللہ. عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللہ. عدلت شھادۃ الزور بالاشراك باللہ. ثم قرأ فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور[1]۔ رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن خزیم بن فاتك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی، جھوٹی گواہی بت پوجنے کے برابر کی گئی، (تین بار اسے فرماکر) حضور نے یہ آیت اس کی سند میں پڑھی کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے بچو ناپاکی سے کہ وہ بت ہیں اور بچو جھوٹی گواہی سے۔ (اس کو ابوداؤد، ترمذی، اور ابن ماجہ نے خزیم بن فاتک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

نیز حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لن تزول قدما شاھد الزور حتی یوجب اللہ له النار[2]۔ رواہ ابن ماجۃ والطبرانی فی الکبیر والحاکم وصحح سندہ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہرگز جھوٹے گواہ کے پاؤں جگہ سے ہٹنے نہ پائیں گے، کہ اللہ تعالٰی اس کے لیے جہنم واجب کردے گا۔ (اسے طبرانی نے کبیر میں اور ابن ماجہ اور حاکم نے سند کو صحیح قرار دے کر عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

جب مطلق جھوٹی شہادت کا یہ وبال ہے جس میں پیسہ دو پیسہ مال پر جھوٹی گواہی بھی داخل تو شہادت کذب سے کسی کے ناموس کو برباد کردینا کس قدر موجب غضب الٰہی ہوگا **والعیاذ باللہ تعالٰی**، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے۔ آمین!
واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۰: از بدایوں مولوی ٹولہ مرسلہ شیخ نذر اللہ صاحب ۳۰ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد کا امام ہے، ایک عورت اس کے نکاح میں تھی، بعدہ اس کی حقیقی بہن سے نکاح کرلیا، اب وہ دونوں سگی بہن اس کے پاس ہیں، جب ساس سے کہا جاتا ہے

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی شھادۃ الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰۔۱۵۱، سنن ابن ماجہ باب فی شھادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۳

[2] سنن ابن ماجہ باب فی شھادۃ الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۳

تو کہتا ہے یہ امام شافعی کے مذہب میں جائز ہے۔اس صورت میں اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے،اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو،نہ اس کی حرمت کسی حدیث احاد سے ہے کہ جسے وہ حدیث نہ پہنچے یا اس کی صحت اسے ثابت نہ ہوئی وہ انکار کرسکے بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ:

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّهٰتُکُمْ وَ بَنٰتُکُمْ وَ اَخَوٰتُکُمْ (الٰی قولہ عزوجل) وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ [1] ۔الآیۃ۔	حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں،(اللہ عزوجل کے اس قول تک) اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں۔الآیۃ

دیکھو جس طرح آدمی پر اس کی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے،زید نے امام شافعی پر سخت جھوٹا افترا کیا اور اب تک تو وہ اس ناپاک فعل سے فقط حرام کار و مرتکب کبیرہ و مستحق عذاب نار تھا اب مسلمانوں کے اماموں میں مختلف فیہ مان کر اس کی حرمت کا منکر ہوا اور اس کا کام سرحد کفر تک پہنچا،اس کا معاملہ بہت سخت ہوگیا،اسے امام بنانا حرام ہے اس کے پیچھے نماز محض باطل ہے،مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کرکے جدا نہ کردے اپنے اس نجس تر قول سے توبہ نہ کرے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جب تک اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انھیں بھی نہ پھونک دے،**قال اللہ تعالٰی:**

وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّةً [2] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ایسے فتنے سے بچو جو صرف ظالموں تک محدود نہ رہے گا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۱: مسئولہ مولوی عبدالکریم صاحب ساکن امرتسر کٹرہ حکیماں نزیل بریلی ۵ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے دو زوجہ تھیں،زوجہ اولٰی سے ایک بیٹا عمرو اور ثانیہ سے تین بیٹے بکر،خالد،ولید ہوئے،عمرو کا بیٹا سعید ہوا،سعید کی دختر لیلٰی تھی،لیلٰی دختر سلمٰی ہے،یہ سلمٰی

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] القرآن الکریم ۸/۲۵

عمرو کے بیٹے سعید کی نواسی عمرو کے سوتیلے بھائیوں بکر وخالد و ولید پر حرام ہے یا حلال؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

سلمی اپنی ماں لیلٰی کے ان سب سوتیلے داداؤں پر ایسے ہی حرام ہے جیسے اس کے سگے دادا عمرو پر، وہ ان سب کی بیٹی ہے، اسے ان میں سے کسی کے لیے حلال جاننا نص قطعی واجماع امت کا انکار اور موجب کفر ہے، **قال اللہ تعالٰی**:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ [1]۔	تمھاری مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں اور بھانجیاں تم پر حرام کی گئی ہیں۔ (ت)

اللہ تعالٰی بھائی کی بیٹیوں کو حرام فرماتا ہے، اور بھائی عام ہے سگا ہو خواہ سوتیلا، ماں جدا ہو خواہ باپ جدا، اور بیٹیاں عام ہیں خواہ بھائی کی اپنی بیٹی ہو یا پوتی یا نواسی یا اس کے بیٹے کی بیٹی، پوتی، نواسی آخر تک، عالمگیریہ میں ہے:

اما الاخوات فالاخت لاب وام والاخت لاب والاخت لام وکذا بنات الاخ والاخت وان سفلن [2]۔	بہنوں کا حرام ہونا تینوں قسم، سگی، باپ یا ماں کی طرف سے بہن کو شامل ہے اور اسی طرح بھائی اور بہن کی بیٹیوں کے بارے میں نیچے تک (ت)

تفسیر کبیر میں بیان بنت صلبی میں ہے:

کل انثی یرجع نسبھا الیك بالولادۃ بدرجۃ اوبدرجات باناث اوبذکور فھی بنتك [3]۔	ہر وہ عورت جس کا صلبی نسب ایک درجہ یا کئی درجات سے مرد وعورت کے ذریعہ تیری طرف پلٹے وہ تیری بیٹی ہے (ت)

اسی میں ہے:

القول فی بنات الاخ وبنات الاخت کالقول فی بنات الصلب فھذہ الاقسام السبعۃ محرمۃ فی نص الکتاب بالانساب [4]۔ واللہ تعالٰی اعلم	بھتیجیوں اور بھانجیوں کا حکم صلبی بیٹی کی طرح ہے، توسات قسم کی یہ عورتیں نسب کی بناپر قرآنی نص سے حرام ہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۳

[3] تفسیر کبیر تحت آیت حرمت علیکم امھاتکم الخ مطبع بالمطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۱۰/ ۲۸

[4] تفسیر کبیر تحت آیت امھاتکم الذی ارضعنکم الخ مطبع بالمطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۱۰/ ۲۹

مسئلہ ۲۲۲: از پورن پور ضلع پیلی بھیت ۱۴صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں، زید اپنی عورت چھوڑ کر مرگیا، عورت بیوہ اندر ایام عدت کے عمرو سے مرتکب زنا کی ہوئی حاملہ، حمل زنا کا قرار پاگیا، عدت کے ایام اب گزرگئے، عمرو مستدعی نکاح کا اسی عورت سے ہے، اب نکاح جائز ہے اور وطی کرنا قبل استبرا کے بھی جائز ہے یا نہیں؟ اور کفارہ ذمہ زانی وزانیہ کے عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جواب سے مشرف فرما کر داخل اجر وحسنات ہوں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ وفات شوہر کی عدت گزر گئی تو اب عورت کو نکاح جائز ہوگیا اور وضع حمل کا انتظار زانی خواہ غیر زانی کسی کو ضرور نہیں کہ حمل جو اثنائے عدت وفات میں حادث ہو اس سے عدت موت کہ چار مہینے دس دن ہے نہیں بدلتی، ردالمحتار میں ہے:

فی النھر ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان عدتھا وضع الحمل ولم یفصل والذی ذکرہ محمد ان ھذا فی عدۃ الطلاق امافی عدۃ الوفاۃ فلاتتغیر بالحمل وھو الصحیح کذافی البدائع[1]۔	نہر میں ہے کہ اگر عدت کے دوران معتدہ کو حمل ہوجائے تو کرخی نے کہا کہ اس کی عدت وضع حمل یعنی بچے کی پیدائش تک ہوگی، اس کی تفصیل بیان نہ کی کہ کون سی عدت میں یہ حکم ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ذکر فرمایا وہ یہ ہے کہ مذکورہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن عدت وفات ہو تو اس کا حکم تبدیل نہیں ہوگا، یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔ (ت)

فرق اتنا ہے کہ خود عمرو جس کے زنا سے یہ حمل رہا ہے وہ اب اگر نکاح کرے تو اسے فی الحال وطی جائز اور دوسرے شخص سے نکاح صحیح ہے مگر اسے تا وضع حمل زنا عورت کو ہاتھ لگانا ناجائز ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤھا ودواعیہ حتی تضع لونکحھا الزانی حل لہ وطؤھا اتفاقا[2]۔	زنا سے حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے اگر اس سے وطی اور اس کے دواعی بچے کی پیدائش تک حرام ہے لیکن اگر زانیہ حاملہ سے خود اس کا زانی نکاح کرے تو اس کو وطی بالاتفاق حلال ہے (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

زانی و زانیہ پر جو حد شرع مطہر نے لازم فرمائی ہے وہ یہاں کہاں، مگر توبہ فرض ہے اور اللہ عزوجل کا عذاب سخت ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۳ تا ۲۲۶: از اکبر آباد مرسلہ محمد عبدالرزاق صاحب پانی پتی اڈیٹر رسالہ ہمدرد اسلام آگرہ ۹ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص نے اپنے لڑکے کی شادی اپنے حقیقی بھائی کی بیٹی سے کردی یا تایا چچازاد دو بھائیوں نے آپس میں اپنے لڑکے اور دوسرے بھائی کی بیٹی سے نکاح کردیا از روئے شرع شریف یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں، اور چچازاد بہن تایازاد بھائی پر اور تایازاد بھائی کی دختر چچازاد بھائی کے پسر پر حلال ہے یا نہیں؟

(۲) اگر جائز اور حلال ہے تو جو شخص اس حکم کو نہ مانے اور یہ کہے کہ گو یہ مسئلہ شرع شریف کا ہے لیکن ہم اس پر عمل نہیں کرتے کہ ہماری برادری اور باپ داداؤں سے کبھی ایسا نہیں ہوا تو ایسے لوگوں سے ملنا جلنا اور برادرانہ برتاؤ رکھنا کیسا ہے اور نیز ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

(۳) اگر کوئی گروہ ایسے نکاح کرنے والے کا حقہ پانی، میل جول برادرانہ بند کردیں اور اس نکاح کو ننگ وناموس قومی تصور کریں تو ان سے میل جول رکھنا چاہئے یا نہیں؟

(۴) اگر ایسے لوگوں کی مخالفت سے ماں باپ ناراض ہوں تو باطاعت والدین گو مخالفت شرع شریف ہوجائے ان سے میل جول رکھنا چاہئے یا اطاعت شریعت مقدم رکھے گو والدین ناراض ہوجائیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

دو بھائی حقیقی ہوں خواہ عم زادہ، ان میں ہر ایک کی اولاد دوسرے کی اولاد پر قطعاً یقیناً باجماع امت جائز وحلال ہے، چچا ماموں خالہ پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی کہنا ایک مجازی بات ہے جسے ہرگز آیہ کریمہ محارم کے کلمات **اخواتکم، یا بنت الاخ وبنت الاخت** (تمہاری بہنیں یا تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں۔ت) کسی اسلامی مذہب میں شامل نہیں بلکہ نص قطعی قرآن عظیم گواہ ہے کہ یہ عورتیں ہرگز بہنوں میں داخل نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ	اے نبی! بیشک ہم نے حلال کیں تمہارے لیے تمہاری زوجات جن کے مہر تم نے دئے اور تمہاری کنیزیں جو اللہ نے تمہیں غنیمت میں دیں اور تمہارے چچا کی

وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الآیۃ۔[1]	بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور ماموؤں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔الآیۃ۔

ہاں ہنود عنود نے انھیں حقیقی بہن کی طرح سمجھا ہے جیسے متبنی کو بزعم باطل بیٹا اور اس کی زوجہ کو حقیقی بہو کے مثل جانتے ہیں، مشرکان عرب اس پچھلے مسئلے میں مشرکان ہند کے ہم خیال تھے جس پر ان سفہا نے نکاح حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا پر طعن واعتراض کئے اور قرآن عظیم نے ان کے شیطانی خیال ان کے منہ پر مار دئے،

قال اللہ تعالٰی: فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَیْ لَا یَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْۤ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآىٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا[2]۔	جب زید نے اس سے اپنی حاجت پوری کرلی تو اس کو ہم نے آپ سے بیاہ دیا تاکہ مومنین کو اپنے منہ بولے بیٹوں کی مدخولہ مطلقہ بیویوں سے نکاح کے بارے حرج نہ ہو۔ (ت)

مگر عم وعمہ وخال وخالہ کی بیٹیوں کو مشرکین عرب بھی بہن نہ جانتے تھے ان سے مناکحت ان میں بھی رائج تھی اور مسلمانوں میں بھی ہمیشہ رائج تھی اور اب تمام ممالک اسلامیہ میں شائع وذائع ہے اس کی سب سے اعلٰی نظیر حضرت ام حسن مثنٰی وحضرت فاطمہ صغرٰی رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نکاح ہے کون نہیں جانتا کہ حضرت حسن مثنٰی حضرت امام حسن مجتبٰی کے صاحبزادے ہیں اور حضرت فاطمہ صغرٰی حضرت امام حسین شہید کربلا کی صاحبزادی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، پھر یہ ان کے نکاح میں تھیں، حضرت امام عبداللہ محض رضی اللہ تعالٰی عنہ انہی دونوں پاک مبارک والدین سے پیدا ہوئے انھیں محض اس لیے کہتے ہیں کہ وہ دنیا میں پہلے شخص تھے جن کے ماں باپ دونوں بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا الکریم وعلیہا وسلم کی اولاد امجاد ہیں، باپ حضرت خاتون جنت کے پوتے اور ماں ان کی پوتی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

لمامات الحسن بن الحسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم ضربت امرأتہ القبۃ علی قبرہ سنۃ[3]۔	جب حسن بن حسن بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) فوت ہوئے تو ان کی بیوی نے ایک سال تک ان کی قبر پر خیمہ لگایا۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۳۳/۶

[2] القرآن الکریم ۳۳/۳۷

[3] صحیح بخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المساجد علی القبور قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۷۷

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

(امرأته)فاطمة بنت الحسن بن علی رضی الله تعالٰی عنهم وهی ابنة عمهم۔[1]	بیوی سے مراد فاطمہ بنت حسن بن علی (رضی اللہ تعالٰی عنہم) ہے جو ان کی چچازاد ہیں (ت)

یہ نیامسئلہ خاص مشرکین ہند کی گھڑت ہے وہ بھی ہندوستان کے بعض شہروں کے لیے دیگر مثل دکن کے سکان کو شاید وہ بھی حلال مانتے ہیں۔ ہنود عنود کو تو آسان ہے کہ ان کا امام ہوائے نفس و شیطان ہے، عجب اس سے جو دعوی اسلام رکھے قرآن عظیم کو اپنا امام جانے اور پھر خلاف قرآن مسائل شیطان مانے والعیاذ باللہ رب العالمین، غالبًا یہ ایسے ہی لوگوں کے ناپاک اوہام ہو سکتے ہیں جن کے باپ دادا ہندو تھے اسلام لائے تھوڑا زمانہ گزرا ہوا اور رہے جاہل بے شعور اور صحبت اہل علم سے دور، دل میں وہی خیالات بے معنی جمے ہوئے ہیں اور موروث ہونے کے باعث گویا طبیعت ثانیہ ہوگئے ہیں اب کہ حکم قرآن عظیم معلوم ہوا طبعی گھن کہ اس سے چڑھی ہوئی ہے اس کے امتثال سے مانع آتی ہے جیسے کوئی پرانا پجاری برہمچاری خوبی قسمت سے مشرف بہ اسلام ہوجائے اور اس کے سامنے نوجوان گھتی کا نفیس عمدہ فربہ تازہ سرخ بریاں خوشبو خوشنما نرم چکنا چپٹا سلونا گوشت پیش کیا جائے تو عادت قدیمہ کے باعث یکایک اس کی ہمت اس لذیذ نوالے کے لیے یاری نہ دے گی بلکہ دیکھتے ہی آنکھ بند ہوجائے گی، اگر فی الواقع ان لوگوں کے انکار کا صرف اسی قدر منشا ہے خوب جانتے ہیں، اور ایمان لاتے ہیں کہ یہ نکاح حلال ہیں ان میں کوئی قباحت نہیں، اور ہنود کہ انھیں حرام سمجھتے ہیں یہ ان کا شنیع و قبیح زعم ہے باایں ہمہ اس عادت قدیمہ کے سبب اس سے جھجکتے بچتے ہیں جب تو کفر نہیں مگر یہ خیال ناپاک رسوم کفر کا بقیہ ہے ان پر فرض ہے کہ اسے دل سے دور کریں اور پورے پورے اسلام میں داخل ہوں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(۲۰۸) فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(۲۰۹) هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَ قُضِیَ الْاَمْرُؕ وَ اِلَى اللّٰهِ	اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمھارا صریح دشمن ہے پھر اگر لغزش کرو بعد اس کے کہ تمہارے پاس آچکیں روشن آیتیں تو جان رکھو کہ اللہ زبردست حکمت والا ہے یہ لوگ کس انتظار میں ہیں مگر یہی کہ آئے ان پر اللہ کا عذاب بادل کی گھٹاؤں میں

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب الجنائز قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۲۹/۲

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ [1]	اور فرشتے اور ہو چکے ہونے والی، اور اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں سب کام۔

جلالین شریف میں ہے:

نزل فی عبداللّٰہ بن سلام واصحابہ لما عظموا السبت عـــہ وکرھوا الابل بعد الاسلام ادخلوا فی السلم ای الاسلام کافۃ ای جمیع شرائعہ [2] (ملخصاً)	جب عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھیوں نے ہفتہ کا دن منانا چاہا اور سابقہ دین کے پیش نظر اونٹ کے گوشت کو ناپسند کیا تو آیہ کریمہ "اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً" نازل ہوئی یعنی داخل ہو جاؤ سلم میں، سلم سے مراد اسلام ہے یعنی یہ کہ پوری شریعت اسلامیہ کو اپناؤ۔ (ملخصا) (ت)

یعنی جب علمائے یہود مشرف باسلام ہوئے عادت قدیمہ کے باعث اونٹ کے گوشت سے کراہت کی کہ یہود کے یہاں اونٹ حرام تھا اور تعظیم شنبہ کا عزم کیا کہ یہود میں ہفتہ معظم تھا اس پر حق سبحنہ وتعالیٰ نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی کہ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو اس کے سب احکام مانو ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہو **والعیاذ باللہ تعالیٰ**۔ اگر یہ لوگ نہ مانیں تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان سے میل جول نہ کریں خصوصا جن سفہا نے وہ ناپاک کلمہ کہا کہ "گویہ مسئلہ شرع کا ہے مگر ہم الخ" اور جنھوں نے ایسے نکاح کرنے والے کو برادری سے خارج کر دیا وہ سخت ظالم اور شدید مجرم ہیں مسلمانوں کو ان سے احتراز ضرور ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ [3]	ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں چھوئے دوزخ کی آگ۔

ان کے پیچھے نماز ممنوع ہے کہ وہ اس تعصب وتشدد کے باعث فاسق معلن ہوئے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، **کما نص فی الغنیۃ وغیرھا وحققناہ فی النھی الاکید** (جیسا کہ اس پر غنیہ وغیرہا میں نص کی ہے اور ہم نے اس کی تحقیق اپنے رسالہ النھی الاکید میں کی ہے۔ ت

عـــہ: مصدر منہ قولہ تعالیٰ ویوم لایسبتون لاتاتیھم والمعنی تعظیم السبت ۱۲ منہ غفرلہ (م)	یہ مصدر ہے، اسی سے ہے اللہ تعالیٰ کا قول "یوم لایسبتون لاتأتیھم" روز ہفتہ کے علاوہ دنوں میں مچھلیاں انکے پاس نہ آتیں اور اس سے مراد روز ہفتہ کی تعظیم ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/۲۰۸تا۲۱۰

[2] تفسیر جلالین زیر آیۃ ادخلوا فی السلم کافۃ اصح المطابع کراچی ص ۳۱

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۳

اسی صورت میں حتی الوسع کوشش کرے کہ والدین راضی رہیں اور ان کی مرضی کی مخالفت سے بھی نجات ملے ورنہ ظاہری مخالفت اس قدر کہ منجر بہ معصیت نہ ہو مجبورانہ محض والدین کے دکھانے تک بجالائے۔

فان ایذاء هما من اشد الکبائر ولیست مخالفتهم علی ماوصفنا فی السوء والشناعة مثل العقوق ومن ابتلی بلیتین اختار اهونهما وقد کان سیدنا عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما حامل لواء صفین مع ابیه رضی الله تعالٰی عنه طاعة له من دون قتال مع علمه ان الحق مع امیرالمومنین علی کرم الله وجهه وکان یعتذر عن ذلك بان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم امره بطاعة ابیه رضی الله تعالٰی عنهم۔	والدین کو اذیت دینا گناہ کبیرہ ہے، اور بری باتوں اور غلط امور میں ان کی مخالفت والدین کی نافرمانی جیسی بات نہیں ہے، اور جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہو وہ دونوں میں سے آسان کو اختیار کرے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے والد کے حکم پر جنگ صفین میں علم بردار تھے اور جنگ میں شرکت نہ چاہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حق پر ہیں انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے والد کی اطاعت کی پابندی کے حکم کے عذر سے والد کی موافقت کی۔ (ت)

اور اگر معاذاللہ اس انکار کی وجہ یہ ہو کہ اس نکاح کو واقع میں حرام جانتے اور حکم شرع کو باطل مانتے مسئلہ کفار کو صحیح وحسن سمجھتے ہیں جب تو صریح کفار مرتدین ہیں ان سے میل جول قطعی حرام، اب اس صورت میں ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، ان سے ہمبستری زنا ہوگی، اولاد ولد الزنا ہوگی، ان کے پیچھے نماز باطل محض، ان سے میل جول میں والدین کی اطاعت ناجائز، ان سے مخالفت وجدائی لازم، اگرچہ ماں باپ ناراض ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاطاعة لاحد فی معصیة الله تعالٰی[1]۔ رواه البخاری ف ومسلم وابوداؤد والنسائی امیر المومنین علی کرم الله وجهه۔	اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں۔ (اس کو بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل بقیه حدیث الحاکم بن عمر والغفاری رضی الله عنه دار الفکر بیروت ٥/٦٦

ف: بخاری ۱۰۷۸/۲، مسلم ۱۲۵/۲، سنن ابی داؤد ۳۵۳/۱ اور سنن النسائی ۱۸۶/۲ سب کے الفاظ یوں ہیں:

لاطاعة فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف۔ نذیر احمد سعیدی

غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر حتی قالوا فی رجل ترك الکلام عند اکل الطعام حسن من المجوس اوترك المضاجعة عندھم حال الحیض حسن فھو کافر۔[1]	ہمارے مشائخ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کفار کے شعائر کو پسند کرنے والا کافر ہے، حتی کہ انھوں نے فرمایا کہ جو شخص مجوسیوں کے شعار، کھانا کھاتے وقت بات چیت کے ترک، کو اچھا کہے یا حالت حیض میں بیوی کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنے کے ترک، کو مجوسیوں کی وجہ سے اچھا کہے وہ کافر ہے (ت)

اور اتنا حکم تو پہلی صورت میں بھی ہے کہ جس نے وہ الفاظ انکار کہے احتیاطا تجدید اسلام و تجدید نکاح کرے، جامع الفصولین میں ہے:

قال لخصمه حکم الشرع کذا فقال خصمه من برسم کارمی کنم بشرع نے قیل کفر وقیل لا[2]۔	جس نے اپنے مقابل کو کہا کہ حکم شرع یوں ہے اور مقابل کہے میں مروجہ رسم پر عمل پیرا ہوں شرع پر نہیں، تو بعض نے فرمایا وہ کافر ہوگیا اور بعض نے فرمایا نہ ہوا (ت)

درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیة للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبه وتجدید النکاح[3]. واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	شرح وھبانیہ شرنبلالی میں ہے کہ متفق علیہ کفر سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے حالت کفر کی اولاد اولاد زنا ہوگی، اور جس کے کفر ہونے میں اختلاف ہو اس میں توبہ و استغفار اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا ___ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم اور اس جل مجدہ کا علم اتم واکمل ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۷: از ملک بنگال ضلع پٹنہ ڈاکخانہ بنگاشی موضع مختار گاتی مرسلہ مصلح الدین صاحب ۱۲ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حقیقی بھانجا کی بیٹی سے نکاح جائز

[1] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۹۵

[2] جامع الفصولین فصل فی تنفیذ الوصیۃ اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/۳۱۰

[3] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۵۹

ہے یا نہیں؟ بادلیل عنایت ہو، بینوا توجروا

الجواب:

حرام قطعی ہے وہ خود اسی کی بیٹی ہے،

قال اللہ تعالٰی وَبَنٰتُ الْاُخْتِ[1] وھن یشملن بناتھا من بطنھا ومن ابنھا ومن بنتھا وان سفلن۔ واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بھانجیاں جبکہ یہ لفظ بھانجی کی بیٹیوں، پوتیوں اور نواسیوں کو نیچے تک شامل ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۲۸:

چہ مے فرمایند علمائے دین وحامی شرع متین دریں مسئلہ کہ اگر مردے از طریق اہل سنت وجماعت وزنے از طریق اہل شیعہ وباہم مرد وزن صیغہ نکاح مروجہ بطریق اہل سنت وجماعت خواندہ باشد وہنوز خلوت صحیحہ بلکہ رسم رخصت مروجہ ہندوستان نہ شدہ باشد وحالا باہم رضامندی نہ، چہ حکم دارد، آیا نکاح صحیح ست یانہ؟ بینوا توجروا	علمائے دین وحامی شرع متین اس مسئلہ میں کیافرماتے ہیں کہ مرد اہل سنت وجماعت ہو اور عورت اہل شیعہ میں سے، ان دونوں کا نکاح اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر ہوا، اور ابھی خلوت صحیحہ بلکہ رخصتی نہ بھی ہوئی، جیسا کہ ہندوستان کا طریقہ ہے، جبکہ ابھی رضامند بھی نہ ہوں، توایسا نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بیان کرواجر پاؤ۔(ت)

الجواب:

آں زن اگر بسلامت قلب خود از عقائد مکفرہ بری ست نکاح صحیح شد وبعد نکاح عدم رضائے اعتبارے نے وحکما سپرد شوہر کردہ شود اگر در رنگ عامہ روافض زمانہ عقیدہ مکفرہ دارد، نکاح باو باطل محض ست نہ سنی رارسد نہ رافضی نہ یہودی نہ مجوسی ہیچ کس را لان المکفر من اھل الھوی کالمرتد حکمہ والمرتدۃ لاینکحھا مسلم ولاکافر اصلی ولامرتد	اگر وہ عورت خود دل سے عقائد کفریہ سے توبہ کرچکی ہے اور بری ہوچکی ہے تو نکاح صحیح ہے، اور نکاح کے بعد عدم رضامندی کا کوئی اعتبار نہیں، ایسی عورت کو حکما شوہر کے سپرد کیا جائے گا، اور اگر وہ عورت موجودہ عام روافض جیسے کفریہ عقیدے رکھتی ہو تو اس سے نکاح باطل محض ہے، سنی رافضی اور مجوسی کسی کے لیے بھی وہ حلال نہیں کیونکہ اہل ہوی میں سے جن کو کافر قرار دیا گیا ہو وہ مرتد کی طرح ہیں

[1] القرآن الکریم ۲۳/۴

مثلھا کما نصوا علیہ آرے اگر وقت نکاح از کفر بری بود تا آنکہ نکاح صحیح شدہ وحالا ارتکاب او کند تا از حبالہ نکاح بدر آید ایں حیلت ومکیدہ فاسدہ اش ہم بروئے زن زنند وحکم بقائے نکاح ووجوب تسلیم نفس کنند کما ھو المختار الان للفتوی علی ما حققناہ فی فتاوٰنا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور مرتد والاحکم رکھتے ہیں اور مرتدہ سے کسی مسلمان، اصلی کافر یا اس جیسے مرتد کو نکاح جائز نہیں، جیساکہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے، ہاں اگر نکاح کے وقت کفر سے بری تھی تو نکاح صحیح ہوا مگر اس کے بعد اب وہ عقائد کفریہ کا اظہار بطور حیلہ ومکر اس لیے کرتی تاکہ نکاح سے خلاصی حاصل کرے تو اس حیلہ ومکروفریب کو اس کے منہ پر دے مارا جائے اور نکاح کا حکم باقی رکھا جائے اور اس کو خاوند کے سپرد کرنا ضروری ہے جیساکہ آج کل فتوی میں مختار ہے جس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوی میں کردی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۹تا۲۳۱: مسئولہ جناب مولوی بشیر احمد صاحب علی گڑھی مدرس اول مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یانہیں؟

(۲) کوئی شخص اگر ساس سے آشنائی اور صحبت کرے تو عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجاتی ہے اور اس کی عدت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

(۳) ایسی دو عورتوں کاایک وقت میں نکاح میں لانا کہ اگر ایک کو مرد اور ایک کو عورت قرار دیا جائے تو صورت محرمات میں آجائیں تو درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) خالہ سگی ہو یا سوتیلی، مثل ماں کے حرام قطعی ہے، **قال اللہ تعالٰی: وَخٰلٰتُكُمْ** (اور تمھاری خالائیں۔ت) درمختار میں ہے: **الاشقاء وغیرھن**[1] (سوتیلی وغیرہ۔ت) ہاں منکوحہ پدر کہ اس کی ماں نہیں تو اس کی سگی بہن بھی حلال ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو، **قال تعالٰی: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ**[2] (تمھارے لیے ان محرمات کے ماسوا حلال کی گئی ہیں۔ت) مگر وہ اس کی خالہ نہیں کہ جس کی بہن ہے وہ اس کی ماں نہیں ہے مجازًا اور ادعائے مجاز بے قرینہ مدفوع ونا مسموع۔ اور بفرض غلط اگر سوتیلی ماں کی بہن،

---

[1] درمختار کتاب النکاح باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

بھی سوتیلی خالہ ہو تو ماں کی سوتیلی بہن یقینا سوتیلی خالہ ہے بلکہ وہی اطلاقاً اکثر اور فہماً اظہر تو بعض عمائد غیر مقلدین سے تحلیل حرام و تضلیل عوام کے دونوں الزام مدفوع نہیں ہو سکتے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سالی سے زنا عورت کو حرام نہیں کرتا، ساس کو بشہوت ہاتھ لگانے ہی سے عورت ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے کہ کسی طرح اس کے لیے حلال نہیں ہو سکتی مگر نکاح نہیں جاتا بلکہ متارکہ ضرور ہے مثلاً عورت سے کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا یا ترک کر دیا، متارکہ کے بعد عدت واجب ہوگی جبکہ عورت سے خلوت کر چکا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں خواہ ایک وقت میں خواہ مختلف اوقات میں۔ جیسے ماں بیٹی کہ بعد فرض ماں بیٹا یا باپ بیٹی ہوں گی اور اگر ایک کو مرد فرض کئے سے دوسری اس پر حرام ابدی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں جیسے ساس بہو کہ ساس مرد ہو تو وہ خسر اور بہو ہیں، بہو خسر پر ہمیشہ حرام ہے اور اگر بہو مرد ہو تو اب ساس سے کوئی رشتہ نہیں وہ اس کے لیے حلال ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲تا۲۳۳: از تحصیل ستار گنج ڈاک خانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ الٰہی بخش صاحب کاریگر

ہادی دین شرع متین جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب دام مجدہم، بعد سلام دست بستہ کے التماس ہے آپ کی ذات مجمع کمالات ہم عاصیوں کے لیے باعث افتخار ہے اور ہر مشکل مسئلہ میں آپ سے عقدہ کشائی ہو کر کار ثواب میں داخل ہو کر کار نیک کے پابند ہو سکتے ہیں۔

(۱) ایک عورت بیوہ نے اپنی لڑکی نابالغ کو لڑکے کی زوجیت میں دیا، بعد تھوڑی مدت میں وہ لڑکی نابالغ مر گئی، بعد تھوڑی مدت کے اس عورت نے جو بیوہ پہلے سے تھی اب اس نے اپنے داماد سے نکاح کر لیا ہے اور اس نکاح سے اب ایک بچہ موجود ہے، آیا یہ نکاح درست ہے یا حرام ہے؟

(۲) ایک شخص نے ایک عورت بیوہ سے نکاح کر لیا، اس عورت بیوہ کا جو پہلا خاوند تھا اس سے ایک لڑکا تھا جو اب عورت کے دوسرے نکاح کرنے پر ہمراہ آیا تھا وہ لڑکا جوان ہو کر مر گیا اور اس کی ماں بھی مر گئی، اب اس جوان لڑکے کی بیوی بیوہ ہے اور اب اس لڑکے کا باپ یعنی اب سوتیلا ہے اور یہ سوتیلا باپ اس سوتیلے لڑکے کی بیوہ بیوی کو یعنی اب اپنی سوتیلی بہو کو یعنی اب سوتیلے بیٹے کی بیوی بیوہ کو نکاح میں لایا چاہتا ہے اور حرام بھی کیا ہے اور اسی وجہ سے وہ بیوہ بہو حاملہ ہے اور اس کا حمل قریبًا چار ماہ کا ہے اور اسی قدر عرصہ اس کے خاوند کو مرے ہوئے گزرا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بعد مرنے اپنے سوتیلے بیٹے کے وہ شخص اپنی

سوتیلی بہو کے ساتھ فعل کرتا رہا، اب یہ نہیں معلوم کہ حمل بیٹے کا ہے یا باپ کا، البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کا یعنی اس کے شوہر کا ہے کیونکہ اس کے شوہر کو مرے ہوئے بھی عرصہ چار ماہ کا گزرا ہے، آیا بعد وضع حمل کے نکاح ہونا یعنی سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی سے خسر سوتیلے کا جائز ہے یا ناجائز؟ والسلام، دوسرے مسئلہ کا اصل قصہ مختصر یہ ہے کہ سوتیلے بیٹے کی بیوہ بیوی کو سوتیلا خسر اپنے نکاح میں لاسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) ساس پر داماد مطلقاً حرام ہے اگرچہ اس کی بیٹی کی رخصت نہ ہوئی ہو اور قبل رخصت مر گئی ہو، **قال اللہ تعالٰی: وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ**[1] (اور تمھاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں) یہ نکاح حرام محض ہوا، وہ بچہ ولد الحرام ہوا، ان دونوں پر کہ حقیقۃً ماں بیٹے ہیں فرض ہے کہ فوراً جدا ہو جائیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) جبکہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس بیوہ کا یہ حمل اپنے شوہر کا ہو، تو جب تک وضع حمل نہ ہو اس سے نکاح قطعی حرام ہے، بعد وضع حمل نکاح کرسکتا ہے **لقولہ تعالٰی: وَ حَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ**[2] (اور تمھارے نسبی بیٹوں کی بیویاں حرام ہیں، ت) **مع قولہ تعالٰی: وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ**[3] (اللہ تعالٰی کے اس قول کے پیش نظر: اور تمھارے لیے ان کے ماسوا حلال کی گئیں ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴: مسئولہ مولوی محمد امانت الرسول صاحب از رام پور محلّہ پیلا تالاب

سوتیلی ماں کو اگر باپ تین طلاقیں دے دے لڑکا اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ مدلل تحریر ہو، **والسلام۔ بینوا توجروا**

الجواب:

اللہ لا الہ الا اللہ، سوتیلی ماں حقیقی ماں کے برابر حرام قطعی ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں ماں کی حرمت سے پہلے سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرمائی ہے، **اذ قال اللہ تعالٰی** (جبکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ ت):

وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ الٰی قولہ تعالٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًاؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا۠[4] ۔	نہ نکاح کرو ان عورتوں سے جن سے تمھارے باپ نکاح کرچکے، بیشک وہ بے حیائی اور خدا کو دشمن اور نہایت بری راہ ہے۔ (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۵: از شہر مسئولہ مولوی حافظ امیر اللہ صاحب ۱۴ ذی القعدہ ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عدت میں نکاح پڑھوا دیتا ہے اور "**یتربصن**" کو صرف

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

[3] القرآن الکریم ۴/۲۴

[4] القرآن الکریم ۴/۲۲

جماع سے بچنے پر حمل کرتا ہے، صحیح ہے یا غلط؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ **بینو تو جروا۔**

الجواب:

عدت میں نکاح حرام قطعی ہے بلکہ نکاح تو بڑی چیز ہے۔قرآن عظیم نے عدت میں نکاح کے صریح پیام کو بھی حرام فرمایا۔ نکاح بعد عدت کرلینے کے وعدہ کو بھی حرام فرمایا صرف اس کی اجازت دی ہے کہ دل میں خیال رکھو یا کوئی پہلو دار بات ایسی کہو جس سے بعد عدت ارادہ نکاح کا اشارہ نکلتا ہو۔صاف صاف یہ ذکر نہ ہو کہ میں بعد عدت تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، یہاں تک کہنا بھی حرام ہے، تو خود نکاح کرلینا کیونکر حلال ہوگا، پھر پہلو دار بات بھی عدت وفات والی سے کہنا جائز ہے، عدت طلاق والی سے باجماع امت وہ بھی جائز نہیں، **قال اللہ عزوجل** (اللہ عزوجل نے فرمایا۔ت):

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّاۤ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾ [1]	یعنی تم میں جو لوگ مریں اور عورتیں چھوڑیں وہ عورتیں چار مہینے دس دن اپنی جانوں کو روکے رہیں۔جب عدت پوری ہوجائے پھر جو کچھ اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں اس کا تم پر الزام نہیں۔اور خدا جانتا ہے کہ تمھیں ان سے نکاح کا خیال گزرے گا مگر باہم نکاح کا وعدہ خفیہ بھی نہ کر رکھو۔ہاں اس طریقہ معلوم پر کنایۃً کچھ کہہ سکتے ہو اور جب تک عدت پوری نہ ہو نکاح کا قصد بھی نہ کرو۔اور جان لو کہ اللہ تمھارے دلوں کی بات جانتاہے تو اس سے ڈرو۔اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے یعنی عذاب نہ آنے پر مغرور نہ ہو کہ وہ حلیم ہے۔

فتح القدیر میں ہے:

قوله لاباس بالتعریض فی الخطبة اراد المتوفی عنها زوجها اذالتعریض لایجوز فی المطلقة بالاجماع [2]۔	خاص وفات کی عدت والی عورت سے کنایہ کے طور پر پیام نکاح میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ طلاق کی عدت والی سے بالاجماع کنایہ بھی جائز نہیں (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۴۔۲۳۵

[2] فتح القدیر باب فی العدۃ المکتبۃ النوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۶۵

اگر کوئی شخص عدت میں نکاح پڑھادیا کرتا اور اسے حرام وزنا جانتا تو اتنا ہوتا کہ وہ سخت مرتکب کبائر اور زانی وزانیہ کا دلال ہوتا مگر وہ جو اسے جائز بتاتا ہے اور قرآن عظیم میں تحریف کرکے "یتربصن" کو فقط منع جماع پر حمل کرتا ہے وہ ضرور منکر قرآن مجید ہے اور اس پر یقینا کفر لازم۔ اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور اپنے اس قول ناپاک کو جھٹلائے اور نئے سرے سے اسلام لائے۔ اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۶: از سلون شریف ضلع رائے پور بریلی احاطہ شاہ صاحب مرسلہ مولوی محمد عمر صاحب مدرسہ اسلامیہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۲۸ھ

جناب مولانا صاحب مجدد مائۃ حاضرہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زن فاحشہ رنڈی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بعد توبہ یا بغیر توبہ بھی؟ اگر بعد توبہ بھی جائز ہے تو توبہ کی قید کیوں ہے؟ کتابیہ سے تو بلاکراہت جائز ہو اور اس سے بلاتوبہ جائز نہ ہو۔ عقل سلیم خلاف حکم کرتی ہے۔ اور اگر ناجائز ہے تو کیوں؟ **والسلام! بینوا توجروا**

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زن فاحشہ سے نکاح جائز ہے اگرچہ تائب نہ ہوئی ہو، ہاں اگر اپنے افعال خبیثہ پر قائم رہے، اور یہ تاقدر قدرت انسداد نہ کرے تو دیوث ہے اور سخت کبیرہ کا مرتکب، مگر یہ حکم اس کی اس بے غیرتی پر ہے، نفس نکاح پر اس سے اثر نہیں، حق سبحانہ وتعالٰی نے محرمات گنا کر فرمایا: وَاُحِلَّ لَکُمۡ مَّاوَرَآءَ ذٰلِکُمۡ [1] (اور تمھارے لیے محرمات کے ماسوا حلال کی گئیں ہے۔ ت) رہی آیہ کریمہ:

وَّالزَّانِیَۃُ لَایَنۡکِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوۡ مُشۡرِکٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۳﴾ [2]۔	زانیہ سے صرف زانی مرد یا مشرک نکاح کرے اور یہ مومنین کے لیے حرام ہے۔ (ت)

اس میں چار تاویلیں ماثور ہیں۔ ان میں سے اول کی دو فقیر کے نزدیک اصح واحسن ہیں۔

تاویل اول: نکاح سے عقد ہی مراد ہے۔ پہلے زانیہ سے نکاح حرام تھا یہ حکم منسوخ ہوگیا، یہ قول سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے اور بغوی نے اسے ایک جماعت کی طرف منسوب کیا۔ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس کی تصحیح کی، کتاب الام میں فرماتے ہیں:

اختلف اهل التفسیر فی هذه الاٰیة اختلافا	اہل تفسیر نے اس آیہ کریمہ میں واضح اختلاف کیا ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۲۴/۳

متبائنا فقیل ھی عامۃ ولکن نسخت بقولہ تعالٰی وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰی الخ وقد رویناہ عن سعید بن المسیب وھو کما قال وعلیہ دلائل من الکتاب والسنۃ فلا عبرۃ بما خالفہ اھ بمحصولہ۔ نقلہ فی عنایۃ القاضی[1]۔	بعض نے کہا کہ یہ عام ہے لیکن اللہ تعالٰی کے قول وانکحوا الایامٰی الخ کے نازل ہونے پر منسوخ ہوگئی ہے، اور اس قول کو ہم نے سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے اور وہ ان کے قول کے مطابق درست ہے اور اس پر قرآن وحدیث سے دلائل ہیں۔ تو اس کے مخالف قول کا اعتبار نہ ہوگا۔ اس کا خلاصہ ختم ہوا، جس کو عنایۃ القاضی میں نقل کیا ہے۔ (ت)

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

ھذا ھوالذی اختارہ الفقیہ ابواللیث و قال ان الاٰیۃ منسوخۃ اومعناھا الزانی لاینکح الازانیۃ اومثلھا[2] اھ۔ **اقول:** الذی رأیت من لفظ الفقیہ فی بستانہ قال سعید بن جبیر والضحاك معناھا الزانی لایزنی الا بزانیۃ مثلہ وھکذا روی عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما وقد قیل ان الاٰیۃ منسوخۃ لان رجلا سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امرأتی لاترد ید لامسٍ، فقال طلقھا، فقال انی احبھا، قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامسکھا[3] اھ فقولہ معناھا الزانی لاینکح صوابہ لایزنی وجزمہ بان الفقیہ جزم بالنسخ غیرظاھر	اسی کو فقیہ ابواللیث نے مختار قرار دیا ہے اور کہا کہ یہ آیت منسوخ ہے یا اس کا معنی یہ ہے کہ زانی، زانیہ یا اس جیسی عورتوں سے نکاح کرے۔ اھ (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ ت) میں نے جو کچھ فقیہ مذکور کی کتاب "بستان" دیکھی ہے وہ یہ ہے کہ سعید بن جبیر اور ضحاک نے فرمایا کہ اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ زانی صرف اپنے جیسی زانیہ سے زنا کرتا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ آیہ کریمہ منسوخ ہے کیونکہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ذکر کیا کہ میری بیوی کسی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: اس کو طلاق دے، تو اس شخص نے کہا کہ مجھے اس سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: تو پھر طلاق نہ دے اھ، تو اس کا قول کہ

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ البیضاوی زیر آیۃ ماقبل دار صادر بیروت ۶/۳۵۷

[2] تفسیرات احمدیہ زیر ایۃ ماقبل مطبع کریمیہ بمبئی ص ۵۴۵

[3] بستان العارفین علی ہامش تنبیہ الغافلین الباب الحادی والسبعون تزویج الزانیۃ دار الزہراء للطباعۃ والنشر ص ۱۰۳۔۴

من کلام الفقیه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ابواللیث نے کہا اس کا معنی "لاینکح" درست نہیں۔ مگر میرے حوالے کے مطابق صحیح یہ ہے کہ انھوں نے معنی "لایزنی" بتایا ہے اور انھوں نے بطور اعتماد کہا کہ ابواللیث نے نسخ کو مختار قرار دیا۔ یہ بات ابواللیث کے کلام سے ظاہر نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

رغائب الفرقان میں ہے:

قیل انه صار منسوخا امابالاجماع وهو قول سعید بن المسیب، وزیف بان الاجماع لاینسخ ولاینسخ به، واما بعموم قوله تعالٰی "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم" وهو قول الجبائی وضعف بان ذلك العام مشروط بعدم الموانع السببیة والنسبیة، ولیکن هذاالمانع ایضا من جملتها [1] اھ اقول مانسب الی الجبائی فهو [عـــہ]	بعض نے کہا کہ منسوخ ہے یا اجماع کے ساتھ یہ قول سعید بن مسیب کا ہے یہ موقف کمزور ہے کیونکہ اجماع نہ منسوخ ہوتا اور نہ ناسخ ہوتا ہے۔ یا منسوخ ہے اللہ تعالٰی کے ارشاد "وانکحوا الایامٰی فانکحوا ماطاب لکم" کے ساتھ، اور یہ جبائی کا قول ہے، اور یہ بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت میں بیان کردہ اباحت، سببی یا نسبی مانع نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہے اور زنا بھی ان موانع میں سے ایک مانع ہے اھ **اقول** جو جبائی کی طرف منسوب ہے تو وہ (اس سے آگے عبارت دستیاب نہیں ہوسکی)۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۷: از فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور ریاست بہاولپور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی دواز دہم محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

شرعاً قبل متارکہ و تفریق بین المحارم غیر مدخولہ سے کسی دوسرے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور قاضی شرعاً کون ہے؟ بوقت ضرورت فسخ و تفریق اس ملک ریاست بہاولپور اسلامیہ میں جو تحت قبضہ نصارٰی ہے کون حق فسخ و تفریق بالار کھتا ہے؟ علما کا ہے یا گرد آور قاضیان سرکار کا یا محض حکام کا؟ اور حکام بعض صاحب اسلام ہیں بعض اہل ہنود، ان میں کوئی امتیاز ہے یا سب اس کا حق رکھتے ہیں اس

عـــہ: افسوس کہ یہ فتوٰی اس قدر منقول ملا، آگے دستیاب نہ ہوسکا، جتنا ملا اتنا چھاپ دیا، باقی اگر کبھی آئندہ کہیں مل سکا تو وہ بھی ان شاء اللہ تعالٰی علیحدہ یا بطور تبرک چھاپ دیا جائے گا یا کسی حصہ آئندہ میں۔ (مرتب)

---

[1] رغائب الفرقان (تفسیر نیشاپوری) زیر آیہ ماقبل مصطفی البابی مصر ۱۲/ ۵۸

ریاست اسلامی میں دو عورات ایک شخص سے یکے بعد دیگرے نکاح کرچکی ہیں اور بحکم شرعی **وان تزوجهما علی التعاقب صح الاول وبطل الثانی** (آپس میں دو محرم عورتوں سے اگر یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلا صحیح ہوا دوسرا باطل ہے۔ت) متارکہ یا تفریق ثانیہ کی ضرور ہے لیکن ناکح متارکہ نہیں کرتا۔ تفریق لازمی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اسلامی ریاست میں مسلمان حاکم کہ وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری وامثالہم سے نہ ہو، نائب شرعی ہے، مگر یہاں نہ قاضی کی حاجت نہ متارکہ شوہر کی ضرورت کہ نکاح راسًا فاسد واقع ہوا، عورت تنہا اس کے فسخ کا اختیار رکھتی ہے، شوہر سے کہہ دے میں نے اس حرام کو چھوڑا، پھر اگر مجامعت نہ ہوئی تو ابھی، ورنہ بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرلے۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منهما فسخه ولوبغیر محضر من صاحبه دخل بها اولافی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینافی وجوبه بل یجب علی القاضی التفریق بینهما[1]۔	مرد وعورت دونوں کو فسخ کا حق ہے اگرچہ دونوں میں ایک غیر حاضر ہو۔ دخول ہوچکا ہو یا نہیں، اصح قول یہی ہے، تاکہ گناہ سے علیحدگی ہوجائے تو یہ متارکہ قاضی کی تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔ بلکہ قاضی پر الگ کرنا ان دونوں کو واجب ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فی الاصح وقیل بعد الدخول لیس لاحدهما فسخه الابحضرة الاٰخر. قوله یجب علی القاضی ای ان لم یتفرقا[2]۔	اس کا قول "فی الاصح" اور بعض نے کہا کہ دخول کے بعد ایک کی تفریق دوسرے کی موجودگی کے بغیر جائز نہیں، اور اس کا قول کہ قاضی پر واجب ہے یعنی اس وقت جب دونوں نے آپس میں تفریق نہ کی ہو۔(ت)

اسی میں ہے:

فسخ هذه النکاح من کل منهما بمحضر الاٰخر اتفاقا والفرق بین المتارکة والفسخ بعید	اس نکاح کا فسخ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی میں کریں۔ یہ متفقہ مسئلہ ہے اور یہاں متارکہ اور

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار باب المهر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۱

کذافی البحر [1]۔	فسخ کافرق بعید ہے، بحر میں ایسے ہی ہے۔(ت)

اسی میں خیر یہ سے ہے:

الحق عدم الفرق ولذا جزم به المقدسی فی شرح نظم الکنز [2]۔	حق یہی ہے کہ دونوں میں فرق نہیں ہے، اسی لیے مقدسی نے اس پر نظم الکنز کی شرح میں جزم کیا ہے۔(ت)

بحر الرائق میں ہے:

رجحنا(فی باب المهر)الثانی انها تکون من المرأة ایضا ولذا ذکر مسکین من صورها ان تقول له ترکتك [3]۔	ہم نے باب المہر میں ثانی کو ترجیح دی ہے یہ کہ عورت کو بھی حق ہے۔اسی لیے مسکین نے اس کی صورت کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ عورت کہہ سکتی ہے کہ میں نے تجھ سے علیحدگی کرلی ہے۔(ت)

اسی مسئلہ کی تمام تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے اور یہاں اس کی حاجت نہیں کہ عورت کے فسخ کو متارکہ کہیں یا نہیں، اسے فسخ کا اختیار بلاشبہہ بالاتفاق ہے **دفعاً للمعصیة** (گناہ کو ختم کرنے کے لیے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۸: از متن پوری محلّہ زیر قلعہ راجہ مرسلہ سعد اللہ صاحب معمار ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

ہندہ بیوہ نے زید سے تعلق ناجائز پیدا کیا، اور سنا ہے کہ چند حمل بھی ساقط ہوئے اور ہندہ نے اپنی دختر کا کہ وہ بھی صغر سنی میں بیوہ ہوگئی تھی زید کے ساتھ جس سے خود تعلق ناجائز رکھتی تھی بلا رضامندی دختر خود بجبر عقد کرلیا تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور اب اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ بلا طلاق ہوسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر صورت واقعہ یہ ہے یہ نکاح حرام محض ہے۔زید پر فرض ہے کہ وہ اسے چھوڑ دے، زید کے چھوڑنے کے بعد عدت کے دن پورے کرکے جس سے چاہے نکاح کرلے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۹: از جے پور راجپوتانہ چاند پول بازار متصل دکان گوبند رام فوٹو گرافر مرسلہ حافظ رحیم بخش صاحب خرادی ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حرمت مصاہرت کے لیے عورت کا مشتہاۃ ہونا ضروری ہے،

---

[1] ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

[2] ردالمحتار باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۲

[3] بحر الرائق باب العدة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۴۶

هذا اذاكانت حية مشتهاة اما غيرها يعنى الميتة وصغيرة لم تشته (فلا) تثبت الحرمة بها اصلا، درمختار [1]۔	حرمت مصاہرت تب ہوگی جب عورت زندہ اور شہوت والی ہو، لیکن اگر مردہ ہو یا صغیرہ غیر شہوت والی ہو تو حرمت مصاہرت ہرگز ثابت نہ ہوگی۔ درمختار۔ (ت)

اور مشتہاۃ کم سے کم نوسال کی لڑکی ہو سکتی ہے تو عبارت ذیل بھی:

اویزداد انتشارًا ای ان تکون منتشرة قبله حتی قیل من انتشرت اٰلته وطلب امرأته لو طیها فاولجها بین فخذی بنتها لاتحرم علیها امها مالم یزداد انتشارا، و وجود الشهوة من احدهما یکفی [2]۔	یا انتشار زیادہ ہو جائے یعنی آلہ تناسل پہلے منتشر تھا اس پر یہاں تک کہا گیا کہ اگر اس نے آلہ تناسل کے انتشار کے بعد بیوی کو طلب کیا ہو۔ یا طلب کرتے ہوئے غلطی سے بیوی کی بیٹی کی ران پر مل دیا تو اس لڑکی کی ماں حرام نہ ہوگی جب تک لڑکی کو چھوتے ہوئے انتشار زیادہ نہ ہوا ہو، اور چھوتے وقت مرد یا عورت میں سے ایک کا شہوت میں ہونا حرمت کے لیے کافی ہے۔ (ت)

جو شرح چلپی کے صفحہ ۹۳ کے متعلقہ حاشیہ پر درج ہے نوسال یا اس سے زائد کی لڑکی کے واسطے معلوم ہوتی ہے بآنکہ دہ'سال کی لڑکی پر بھی یہ مسئلہ عائد ہو سکتا ہے، یعنی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی یا کیا؟

الجواب:

ثبوت حرمت مصاہرت کے لیے مشتہاۃ ہونا ضروری ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ عامہ کتب میں تصریح ہے اور **وجود الشهوة من احدهما یکفی** [3] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی ہے۔ت) کے یہ معنی نہیں کہ صرف یہ مشتہی اور دختر غیر مشتہاۃ یا عورت مشتہاۃ ہو اور لڑکا غیر مشتہی تو حرمت ثابت ہو جائے یہ کسی کا بھی قول نہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ مشتہی ہو اور وہ مشتہاۃ اور بالفعل شہوت ایک کی طرف سے ہو مثلاً اس کے سوتے میں مس بشہوۃ کیا کہ اسے اطلاع بھی نہ ہوئی تو حرمت ہو گئی کہ **وجود من احدهما** کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۰: از ماہم ڈاک خانہ نمبر ۱۶ بمبئی مرسلہ حاجی محمد سلیمان ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ

زید کا نکاح زید کی بھتیجی کی دختر سے حلال ہے یا حرام یعنی زید وبکر حقیقی دونوں بھائی ایک باپ مادر کی پشت سے ہیں، اب زید کا نکاح بکر کی نواسی سے حلال ہے یا نہیں؟ جیسا خدا اور سول کا حکم ہو قرآن مجید

[1] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] ذخیرة العقبٰی حاشیة شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۷۹

[3] ذخیرة العقبٰی حاشیة شرح وقایہ کتاب النکاح منشی نولکشور لکھنؤ ۲/۱۷۹

حدیث فقہ سے حکم صادر فرمائیں، بھتیجی کی لڑکی سے اور بھانجی کی لڑکی سے اور بھتیجے کی بیٹی سے اور بھانجے کی لڑکی سے نکاح درست ہے اور بھتیجی و بھانجی سے تو حرام ہے مگران کی اولاد آل سے جائز ہے یا حرام؟

الجواب:

حرام قطعی ہے، یہ سب اس کی بیٹیاں ہیں، جیسے بھتیجی بھانجی ویسے ہی ان کی اور بھتیجیوں اور بھانجوں کی اولاد، اور اولاد اولاد کتنے ہی دور سلسلہ جائے سب حرام ہیں، بنات پوتیوں نواسیوں دور تک کے سلسلے سب کو شامل ہے۔ جس طرح فرمایا گیا۔ **حُرِّمَتۡ عَلَیۡکُمۡ اُمَّھٰتُکُمۡ وَبَنٰتُکُمۡ**[1] تم پر حرام کی گئیں تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں، اور ماؤں میں دادی، نانی، پر دادی، پر نانی جتنی اوپر ہوں سب داخل ہیں، اور بیٹیوں میں پوتی، نواسی، پر پوتی، پر نواسی جتنی ہوں نیچے سب داخل ہیں، یوں فرمایا: **وَبَنٰتُ الۡاَخِ وَبَنٰتُ الۡاُخۡتِ**[2] تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں۔ ان میں بھی بھائی بہن کی پوتی، نواسی، پر پوتی، پر نواسی جتنی دور ہوں سب داخل ہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۱: از ضلع بہرائچ محلّہ ناظرہ پورہ بمکان سید منصب علی صاحب عرضی نویس مرسلہ سید نصیر الدین صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید، مذہب اہل سنت والجماعت نے ایک عورت شیعہ کے مطابق مذہب شیعہ صیغہ پڑھایا اور نکاح بطریق اہلسنت نہیں کیا اور مدۃ العمر دونوں اپنے اپنے مذہب پر قائم رہے، ایسی حالت میں جو اولاد ہوئی وہ جائز یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

آج کل تبرائی رافضی علی العموم مرتدین ہیں اور مرتد خواہ مرد خواہ عورت سے دنیا بھر میں کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ جو کچھ اولاد ہوگی ولد الحلال نہیں ہوسکتی، عالمگیری میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا ان قال واحکامھم احکام المرتدین[3]۔	رافضیوں کے اس قول پر کہ "فوت شدہ لوگ دنیا میں پھر واپس آئیں گے" ان کی تکفیر واجب ہے اور یہاں تک کہ انھوں نے فرمایا کہ ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ (ت)

اسی میں مبسوط سے ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۳

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

[3] فتاوٰی ہندیہ باب فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/۲۶۴

لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدة ولامسلمة ولاکافرة اصلیة وکذلك لایجوز نکاح المرتدة مع احد[1]۔	مرتد کو کسی مرتدہ عورت یا مسلمان یا اصلی کافر عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ عورت کا بھی کسی ایک سے نکاح جائز نہیں۔(ت)

اس کے بعد صیغہ و نکاح کی بحث کی کچھ حاجت نہیں، سنیوں کے طور پر نکاح ہوتا تو کب ہو سکتا۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۴۲: از میران پور کٹرہ تحصیل تلہر ضلع شاہجہان پور متصل چوکی مرسلہ قاضی تفضل حسین صاحب نائب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حاملہ عورت کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی تحریر فرمایئے کہ بورے آدمیوں کے نکاحوں کا کیا حال ہے؟

الجواب:

عورت جسے حلال سے حمل ہو دوسرے شخص سے اس کا نکاح باطل محض ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہولے۔اور اگر بے شوہر عورت اور حمل زنا کا ہے تو اس سے نکاح ہو سکتا ہے، پھر اگر وہی نکاح کرے جس کا یہ حمل ہے تو وہ پاس بھی جا سکتا ہے اور اگر یہ دوسرا شخص نکاح کرے تو جب تک بچہ پیدا نہ ہولے ہاتھ نہیں لگا سکتا، کما فی الدرالمختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ت) بورہ نابالغ کے حکم میں ہے اس کا نکاح ولی کی اجازت سے ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۴۳: زید نہایت بدچلن تھا اب وہ مفقود الخبر ہے اور زید کی عورت کو گزر اوقات کرنا دشوار ہے اور زید کے باپ نے اس عورت کو نظر بد سے دیکھا اور زنا کیا اس صورت میں وہ عورت اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے تاکہ اپنی گزر اوقات کرے اور اس حرام سے بچے، اس صورت میں شرع شریف کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

معاذاللہ اگر یہ زنا ثابت ہو اور اس کا ثابت ہونا بہت دشوار ہے تو عورت اپنے شوہر پر ضرور ہمیشہ ہمیشہ حرام ہوگئی مگر نکاح سے نہ نکلی جب تک شوہر اپنی زبان سے اسے چھوڑنے کا کوئی لفظ نہ کہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمة المصاھرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج الابعد المتارکة وانقضاء العدة والوطء بھا لایکون زنا[2]۔	حرمت مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اور عورت دوسرے کو اس وقت تک حلال نہ ہوگی جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے، اس دوران وطی کو زنا نہیں قرار دیا جائے گا۔(ت)

[1] فتاوٰی خیریہ فصل فی المحرمات بالشرك نورانی کتب پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۸

اسی میں ہے:

تجب العدۃ بعد الوطء لاالخلوۃ للطلاق لاللموت من وقت التفریق اومتارکۃ الزوج وان لم تعلم المرأۃ بالمتارکۃ فی الاصح [1] اھ قال الشامی خص الشارح المتارکۃ بالزوج کمافعل الزیلعی لان ظاھر کلامھم انھا لاتکون من المرأۃ اصلامع ان فسخ ھذا النکاح یصح من کل منھما بمحضر الاخر اتفاقاوالفرق بین المتارکۃ والفسخ بعید کذا فی البحر وفرق فی النھر بان المتارکۃ فی معنی الطلاق فیختص بہ الزوج اما الفسخ فرفع العقد فلایختص بہ وان کان فی معنی المتارکۃ ورد الخیر الرملی بان الطلاق لایتحقق فی الفاسد فکیف یقال ان المتارکۃ فی معنی الطلاق فالحق عدم الفرق ولذاجزم بہ المقدسی فی شرح نظم الکنز الخ وتمامہ فیما علقناہ علی البحر [2] اھ ذکر فیہ استناد الرملی بما لیس لہ بل علیہ کما

نکاح فاسد میں وقت تفریق یا متارکہ سے عورت پر وطی سے طلاق والی عدت ہوگی محض خلوت سے یہ عدت واجب نہ ہوگی اور نہ ہی خاوند کی موت سے موت کی عدت ہوگی، عورت کو متارکہ کا علم نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے متارکہ سے عدت لازم ہوگی اھ شامی نے کہا کہ شارح نے متارکہ کو خاوند کے ساتھ مختص کیا جیسا کہ امام زیلعی نے کیا ہے کیونکہ ظاہر کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ متارکہ کا حق عورت کو نہیں ہے حالانکہ اس نکاح کا فسخ مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کی موجودگی میں بالاتفاق جائز ہے اور متارکہ اور فسخ میں فرق بعید ہے، بحر میں یوں ہی ہے جبکہ نہر میں فرق بتایا گیا کہ متارکہ طلاق کی طرح ہے اس لیے طلاق کی طرح خاوند ہی متارکہ کرسکتا ہے، اور فسخ نکاح کو کالعدم قرار دینے کا نام ہے اس لیے یہ خاوند سے مختص نہ ہوگا۔ اگرچہ متارکہ کا معنی پایا جاتاہے، اس کو خیر الدین رملی نے رد کردیا اور کہا کہ فاسد نکاح میں طلاق کی ضرورت نہیں ہوتی تو وہاں متارکہ، طلاق کے معنی میں کیسے کہا جاسکتا ہے، لہٰذا حق یہی ہے کہ متارکہ اور فسخ میں کوئی فرق نہیں، اس لیے مقدسی نے نظم الکنز کی شرح میں اس پر جزم کا اظہار کیا ہے، اور یہ تمام بحث بحر پر ہمارے حاشیہ میں ہے اھ وہاں شامی نے

[1] درمختار باب فی المہر مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] ردالمحتار باب فی المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۲

بینہ فی منحۃ الخالق وبالجملۃ فلایثبت من کلامھم الا اختصاص الزوج بالمتارکۃ ثم لایشم خلافہ اصلا.اقول وقول النھران المتارکۃ فی معنی الطلاق معناہ ان المتارکۃ فی الفاسد فی معنی الطلاق فی الصحیح فلایمسہ ماذکر الرملی وایدہ الشامی واما الاستشکال بقولھم کما فی الدریثبت لکل واحد منھا فسخہ ولوبغیر محضر من صاحبہ دخل بھا اولافی الاصح خروجا عن المعصیۃ فلاینافی وجوبہ بل یجب علی القاضی التفریق بینھما[1] اھ

فاقول: یترأی لی واللہ تعالٰی اعلم ان ھذا فیما اذاوقع فاسدا کما اذا انکحھا بلاشھود اوبعد مامس امھا وذلك لانہ لم یثبت لہ الید الشرعیہ علیھا اصلاوکان لکل منھما فسخہ ازالۃ للمعصیۃ وماذکروا ھھنا من تخصیص المتارکۃ بالزوج فھو

خیرالدین رملی کی جو دلیل ذکر کی وہ ان کے حق میں نہیں بلکہ ان کے خلاف ہے، جیسا کہ انھوں نے منحۃ الخالق میں اس کو ذکر کیا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ فقہاء کرام کے کلام سے متارکہ کا خاوند کے ساتھ خاص ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، اور اس کے خلاف کی بو تک محسوس نہیں ہوتی۔اقول نہر کے قول میں کہ متارکہ، طلاق کے معنی میں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ فاسد نکاح میں متارکہ طلاق کے قائم مقام ہے صحیح قول میں، لہٰذا رملی کا اعتراض بے جا ہے اس کی تائید علامہ شامی نے کی ہے، باقی رہا وہ اشکال جو فقہاء کی اس عبارت سے پیدا ہوتا ہے جس کو در میں اختیار کیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اگرچہ ایک دوسرے کی غیر حاضری میں ہو، دخول ہو ایا نہ، تاکہ گناہ سے اجتناب ہوسکے، اور یہ آپس کا متارکہ قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے بلکہ قاضی دونوں پر تفریق کا حکم دے گا اھ

فاقول: واللہ تعالٰی اعلم مجھے جو معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مرد اور عورت دونوں کو بہر صورت فسخ کا اختیار اس صورت میں ہے جبکہ نکاح ابتداءً ہی فاسد منعقد ہوا ہو جیسے بغیر گواہوں کے نکاح یا منکوحہ کی ماں کو پہلے شہوت سے چھوچکا ہو، کیونکہ اس صورت میں خاوند کا بیوی پر شرعی حق ثابت ہی نہیں ہوتا اس لیے دونوں کو ایک دوسرے سے متارکہ کا حق ہے تاکہ گناہ کا ازالہ ہوجائے اور فقہاء کرام نے جو یہ کہا کہ متارکہ خاوند کا ہی حق ہے وہ

---

[1] درمختار باب فی المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

فیما اذاطرأ الفساد فح لاتتفرد بالفسخ لانه لیس دفعا بل رفع لید شرعیة ثبتت للزوج فلا بد من متارکته والحکمة فیه ان لوجوزنا تفردهافیه بالفسخ لشاعت الفتن فکل امرأة ترید ان تفارق زوجها تقبل ابنه مثلاً بشهوة فیفسد النکاح فتفسخه مبتدءة وتنکح من شاءت وهذا باب یجب سده۔	اس صورت میں ہے جبکہ ابتداءً نکاح صحیح ہوا ہو اور بعد میں فساد اس پر طاری ہوا ہو، تو اس صورت میں اکیلی عورت کو فسخ کا حق نہیں کیونکہ یہ گناہ کا دفاع نہیں بلکہ ثابت شدہ شرعی حق کا خاتمہ ہے اس لیے خاوند کی طرف سے متارکہ ضروری ہے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر اس صورت میں عورت کو مستقل طور پر فسخ کا حق دیا جائے تو فتنہ برپا ہوگا کہ جب بھی عورت اپنے خاوند سے علیحدگی چاہے تو وہ مثلاً خاوند کے بیٹے کا شہوت سے بوسہ لے لے اور خود نکاح کو فاسد کرکے جہاں چاہے نکاح کرتی پھرے تو اس فتنہ کا سد باب ضروری ہے۔(ت)

یہاں شوہر مفقود ہے اور حرمت موجود ہے، عورت پر لازم کہ حاکم شرع کے حضور مرافعہ کرے اور وہ ثبوت لے، اگر وہ گواہان عادل سے پدر زید کا زوجہ زید کے ساتھ فعل بد کا ارتکاب ثابت ہو لان هذا هو نصاب ثبوت حرمة المصاهرة وان لم یثبت به الزنافی حق الحد (کیونکہ یہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت کے لیے نصاب ہے اگرچہ اس سے حد کے معیار پر زنا ثابت نہیں ہوتا۔ت) تو ان دونوں مرد وزن میں تفریق کردے، روز تفریق سے عورت تین حیض کی عدت کرے اور اس کے بعد نکاح ثانی جائز ہوسکتا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۴۴: از شہر بریلی مسئولہ عبدالجلیل صاحب طالب علم **۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ**

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر آپس میں حقیقی برادر ہیں، زید عمر میں بکر سے بڑا ہے اور بکر عمر میں چھوٹا ہے زید سے، زید کے پاس ایک لڑکی ہے اور اس سے زید کو ایک نواسی بھی ہے، بکر کے پاس ایک لڑکا ہے، اس صورت میں زید اگر اپنی نواسی سے اپنے برادر حقیقی کے لڑکے کے ساتھ نکاح کردے تو نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

چچا کی نواسی سے نکاح جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۴۵: از رنگون مرسلہ جناب سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب قادری برکاتی رضوی ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی سوتیلی والدہ کی سگی ہمشیرہ سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سوتیلی ماں ماں نہیں، **قال اللہ تعالٰی:** اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ اِلَّا الّٰٓـىِٕىۡ وَلَدۡنَهُمۡ ؕ[1] (تمھاری مائیں وہی ہیں جنھوں نے تمھیں جنم دیا ہے۔ت) اس کی سگی بہن سے نکاح جائز ہے، **قال تعالٰی:** وَاُحِلَّ لَـكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰ لِكُمۡ[2] (محرمات کے علاوہ عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۶: از رامپور مرسلہ فاروق حسن صاحب ایڈیٹر اخبار دبدبہ سکندری ۱۶ جمادی الآخرہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ نادرۃ الوقوع میں کہ زید اپنے بیٹے عمرو کی زوجہ ہندہ سے فعل حرام کا مرتکب ہوا، اب مابین عمرو وہندہ کے نکاح باقی ہے یا نہیں؟ اور اگر عورت خود اقرار کرے کہ زید جو میرے شوہر کا باپ ہے وہ مجھ سے بالجبر وطی کیا ہے اور زید منکر ہے تو کیا حکم؟ اور اگر زید وہندہ دونوں اقرار کریں وقوع وطی کا جب کیا حکم؟ پھر اگر وقوع وطی کو شہادت سے ثابت کیا جاوے تو شاہدوں کی شہادت کی صورت کیسی ہونی چاہئے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے مگر نکاح زائل نہیں ہوتا۔ نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کرے،، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا، اور عدت گزرے اس کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی، درمختار میں ہے:

بحرمه المصاھرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة[3]۔	حرمت مصاہرۃ سے نکاح ختم نہیں ہوتا اسی لیے دوسرے شخص سے اس عورت کا نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ اور اس کی عدت پوری نہ ہوجائے۔(ت)

عورت کا بیان کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ درمختار میں ہے:

لان الحرمة لیست الیھا قالو اوبه یفتی فی جمیع الوجوہ بزازیه[4]۔	کیونکہ حرمت کا فیصلہ عورت کے ہاتھ نہیں ہے اور فقہاء کرام نے فرمایا تمام صورتوں میں اسی پر فتوٰی ہے۔بزازیہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] القرآن الکریم ۲۴/۴

[3] درمختار باب فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱۸۸/۱

[4] درمختار باب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۲۱۴/۱

اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں۔

لانه یرید ازالة ملك ثابت بشهادة واحد لاسیما وهی علی نفسه وشهادة المرء علی فعل نفسه لاتقبل کما نصوا علیه قاطبة۔	کیونکہ ثابت شدہ ملکیت کو وہ ایک گواہی سے ختم کرنا چاہتا ہے خصوصا جبکہ اس ایک گواہ کی شہادت اپنے فعل پر ہو جبکہ اپنے فعل پر کسی شخص کی شہادت مقبول نہیں، جیساکہ اس پر تمام فقہاء کرام نے تصریح کی ہے۔(ت)

ہاں اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے، بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے:

فان وقع عنده صدقه وجب قبوله [1]۔	تو اگر اس کے دل میں اس کا صدق واقع ہو تو اسے قبول کرنا اس پر واجب ہے۔(ت)

یا دو شاہد عادل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہوا اگرچہ اسی قدر کہ اس کے باپ نے اسے بشہوت مس کیا یا بشہوت بوسہ لیا کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے، تنویر الابصار میں ہے:

تقبل الشهادة علی اللمس والتقبیل عن شهوة فی المختار [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	شہوت کے ساتھ چھونے اور بوسہ لینے پر شہادت قبول کی جائے گی مختار قول میں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۷: از بنڈیل اسٹیشن وڈاک خانہ ہوگلی مرسلہ حقا خاں صاحب ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اپنے خاص دادا کی پرنتی اور جو کہ اپنے خاص دادا کی بھانجی کی لڑکی ہوتی ہے اور ایک رشتہ سے اپنی چچیری چچی ہوتی ہے ان سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پرداد کی پرنواسی، دادا کی بھانجی کی بیٹی، چچیری خواہ حقیقی چچی، اس میں کوئی رشتہ ممانعت نکاح کا نہیں۔ اس سے نکاح جائز ہے جبکہ رضاعت وغیرہ کا کوئی مانع شرعی نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۸: از ضلع پورینہ ڈاکخانہ فارس گنج از دکان بخشی شاہ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی خوش دامن سے قصداً وطی کی اب اس کی بی بی کا نکاح اس کے ساتھ قائم رہا یا نہیں یا پھر اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرے

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیة الفصل الثانی فی العمل بخبر الواحد فی المعاملات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۲

[2] درمختار باب المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جس نے اپنی منکوحہ کی حقیقی ماں سے وطی کی یا اسے قصداً خواہ کسی طرح بشہوت ہاتھ لگایا اس کی عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی کبھی نہ اسے رکھ سکتا ہے نہ کسی حال میں اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً چھوڑ دے تاکہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہوجائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۴۹: از ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ دروٗ ضلع بریلی مرسلہ ہدایت اللہ صاحب پارچہ فروش ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مریم ومسماۃ سکینہ کی والدہ ایک ہے لیکن باپ دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہیں، اب مسماۃ مریم کی ایک دختر ہے جس کا نکاح مسماۃ مریم نے بکر کے ساتھ کردیا ہے اب بکر اپنی زوجہ کی خالہ کو جس کا نام سکینہ ہے نکاح میں لانا چاہتا ہے، نزدیک اللہ ورسول کے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سکینہ سے اس کا نکاح حرام ہے، ہاں جب اس کی یہ عورت مرجائے یا یہ اس کو طلاق دے دے اور عدت گزر جائے اس وقت سکینہ سے نکاح کرسکے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۰: از موضع لال پور ڈاک خانہ موہن پور ملک بنگال مرسلہ منیر الدین احمد کرلوی لال پوری ۸ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ اخت علاتی کی لڑکی کی لڑکی کے ساتھ نکاح حلال ہے یا حرام؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اپنی علاتی بہن کی پوتی سے نکاح حرام قطعی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۱: از موضع میونڈی ڈاک خانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنا نکاح کسی عورت سے کیا اور اس عورت کی ایک دختر بھی پہلے شوہر کی اس کے ساتھ تھی، بعد چند مدت کے اس عورت کا انتقال ہوگیا، اب زید یہ چاہتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنا نکاح کرلوں تو یہ نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگرچہ بی بی گھر میں ہو یا نہ ہو اور اگر ایسا کرلیا ہو تو کیا حکم شریعت ہے ایسے لوگوں کے لیے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

اگراس عورت سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اس کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام، اور اگر کرلیا تو جدا کردینا اور جدا ہونا فرض قطعی، قال اللہ تعالٰی:

وَرَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘-فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘[1] واللہ تعالٰی اعلم	تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھارے پاس زیر پرورش ہیں اور اگر بیویوں سے دخول نہ کیا ہو تو تمھیں ممانعت نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۲: از موضع بھونی ڈاک خانہ امریا ضلع پیلی بھیت مرسلہ محمد نور صاحب ۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّی عبدالرزاق نے ایک مسماۃ محمودہ عرف نورجہان کے ساتھ نکاح کیا اور اس کے بعد اسکی بہن جو ایک ماں سے پیدا ہوئی ہیں مگر باپ دونوں کا دو ہیں اس کا نام مسماۃ نجبن ہے نکاح کرلیا، عرصہ تقریبًا چھ ماہ سے زائد ہوگیا، مسلمانوں نے یہاں کے اس کو بہت برا سمجھا اور اس سے کہا کہ ایک عورت کو دونوں میں سے طلاق دے دو، مگر نہیں سمجھا، اس پر مسلمانوں نے اپنا رسم ترک کردیا تو وہ مجبور ہوگیا، مسماۃ نورجہاں زوجہ اول سخت بیمار ہوگئی کہ اس کے پاس لوگوں کا بیٹھنا دشوار ہوگیا، اس نے خواہش کی میری طلاق ہوجائے تو افضل ہے اور مسماۃ نورجہاں اب عرصہ ایک ہفتہ سے کسی جگہ بلااجازت شوہر گھر سے چلی گئی ہے اور ہنوز مفقود الخبر ہے، اب عبدالرزاق ونورجہاں مفقود الخبر کی خواہش یہ تھی کہ ہم میں باہمی طلاق ہوجائے اور مسماۃ نجبن سے نکاح ہوجاوے تو مناسب ہو، ایسی صورت میں مسماۃ نورجہاں کو طلاق دے سکتا ہے یا نہیں اور نجبن سے دوبارہ نکاح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نورجہاں کو طلاق دینے کے بعد اس کی عدت گزر جائے یعنی اسے تین حیض آکر ختم ہوجائیں اس کے بعد نجبن سے نکاح کرسکتا ہے ورنہ حرام حرام حرام، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۳: از ہوڑہ محلّہ بینا پاڑہ مدرسہ دارالعلوم مرسلہ میر احسان علی صاحب مدرس ۵ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جس نے اپنی عورت کو طلاق دے دیا ایک ہفتہ ہوا طلاق دے کر، اور جس شخص سے اب نکاح ہوگا وہ عورت اسی شخص کے گھر ہے مگر وہ شخص باہر رہتا ہے

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اندر مکان کے نہیں جاتا۔ کہتا ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوگا اندر نہ جاؤں گا اور عورت کی دایہ وغیرہ سے جانچ کرایا گیا کہ حمل تو نہیں ہے، معلوم ہوا کہ حمل نہیں ہے، اس صورت میں اگر نکاح کر دیا جائے تو گناہ تو نہیں ہو سکتا؟ جلدی اس وجہ سے کی جاتی ہے کہ شیطان ہر وقت بہکاتا ہے، اگر اس صورت میں جلد نکاح کر دیا جائے اس پر کیا حکم ہے؟ صرف گناہ کا خیال کرکے ایسا ہو کہ عدت کے اندر نکاح کر دیا جاوے حمل نہیں ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عدت کے نکاح حرام حرام حرام، نکاح تو نکاح، نکاح کا پیام دینا حرام، اگر نکاح ہو اور قربت ہو نرا زنا ہوگا۔ اس سے زیادہ یہاں شیطان کا بہکانا اور کیا ہے جسے خود چاہ رہے ہو، عورت کو ایام عدت شوہر ہی کے مکان پر پورے کرنے فرض ہیں وہاں سے نکلنا حرام ہے، اب کہ نکل آئی ہے فرض ہے کہ فورًا شوہر کے یہاں چلی جائے اور وہیں عدت کے دن پورے کرے، اگر یہاں سے وہاں تک تین دن کی راہ نہ ہو، ورنہ اطمینان کی جگہ رہے، اس شخص کے یہاں جب تک ہرگز نہ رہے جس سے اندیشہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۴: از مقام ٹانڈہ چھنگا ڈاک خانہ درؤ تحصیل کچھا مرسلہ عبداللہ صاحب منیب بنجارہ ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مریم وسکینہ ہمشیر حقیقی ہیں لیکن باپ دونوں کے جدا ہیں ایک خیاط دوسرا نداف۔ اب مریم کی ایک دختر ہے جس کا نام فاطمہ ہے اور فاطمہ کا نکاح زید کے ساتھ ہو گیا ہے، اب زید اپنی زوجہ کی حقیقی خالہ کو نکاح میں لاکر دونوں سے ہمبستر ہو رہا ہے اس صورت میں اللہ ورسول کا کیا حکم ہے عزوجل وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیا دونوں نکاح جائز ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

حرام حرام حرام قطعی حرام، اس پر فرض ہے کہ اپنی زوجہ کی خالہ کو چھوڑ دے اور جب تک اس کی عدت گزرے زوجہ کو ہاتھ لگانا بھی اس پر حرام ہے جب اس کی خالہ عدت سے نکل جائے اس وقت اسے اپنی زوجہ کے پاس جانا حلال ہوگا **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۵: از سلطان پور ملک اودھ مرسلہ عبدالخالق صاحب عرائض نویس کچہری دیوانی ۱۸ ذی قعدہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی تین شادیاں ہوئیں، زوجہ اول سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور اس کی شادی زید کے حقیقی بھتیجے کے ساتھ ہوئی اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو زید کی حقیقی نواسی ہوئی، اور زید کی تیسری شادی جو ہوئی اس سے تین لڑکے ہیں اب زید اس اپنے لڑکے یعنی نرینہ کی شادی اپنے حقیقی بھتیجے کی لڑکی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے پس ایسی حالت میں جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

حرام حرام حرام، وہ صرف اس کے بھائی کی پوتی نہیں جو اس کے بیٹے کو حلال ہو خود اس کی نواسی بھی ہے تو اس کے بیٹے کی بھانجی ہے اگرچہ بیٹا اور زوجہ سے ہے اور وہ بیٹی اور سے تھی بہر حال بھانجی ہے اور بھانجی حرام، قال اللہ تعالٰی: وبنت الاخت (اور تمھاری بھانجیاں حرام ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۶: از شہر آگرہ کلو گلی نائی منڈی مرسلہ رحیم بخش صاحب مالک کارخانہ رحیم شو فیکٹری ۱۶ صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید جو پابند مذہب اہل سنت وجماعت تھا اس نے اپنا عقد نکاح مسماۃ ہندہ کے ساتھ کیا جو مذہب اہل شیعہ رکھتی تھی، زید نے اپنے بیٹے عمرو کا نکاح جو بطن ہندہ سے پیدا ہوا تھا بحالت نابالغی بکر کی لڑکی حلیمہ نابالغہ کے ساتھ کردیا اور بوجہ نابالغی منکوحہ حلیمہ کی وداع نہیں ہوئی، حلیمہ نجیب الطرفین اہلسنت والجماعت ہے، زید بقضائے الٰہی فوت ہوگیا، زید کی بیوہ ہندہ نیز اس کی تمام اولاد ہر طریقہ سے پابند اہل تشیع ہے، عمرو اب بالغ ہو کر چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو رخصت کراکے لے جائے، حلیمہ بھی اب چونکہ بالغہ ہے وہ اپنے عقد میں غیر مذہب کے آدمی شیعہ کو منظور نہیں کرتی اور اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی نیز والدین حلیمہ بھی اب وداع سے انکاری ہیں، اندریں صورت یہ نکاح حلیمہ کا جو بحالت نابالغی ایک شیعہ کے ساتھ ہوا تھا از روئے شرع شریف جائز رہا یا باطل؟ اور حلیمہ اپنا عقد کسی دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

آج کل جو لوگ شیعہ کہلاتے ہیں یعنی تبرائی رافضی، ان کے ساتھ نکاح باطل محض ہے، اگر حلیمہ اور اس کے اولیا سب راضی ہیں تو اللہ ورسول راضی نہیں، حلیمہ کو حرام ہے کہ اپنے آپ کو اس کی زوجیت میں سمجھے، فتاوٰی ظہیریہ وحدیقہ ندیہ وعالمگیریہ میں مثال روافض کے لیے ہے احکامھم احکام المرتدین [1] (ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔ت) نیز عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتدان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد [2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مرتد کا مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی سے نکاح جائز نہیں۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] الحدیقہ الندیہ والاستخفاف بالشریعۃ کفر ای ردہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۰۵

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل فی المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

مسئلہ ۲۵۷: از شمس آباد ضلع کیمل پور مرسلہ مولانا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۶صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ زید خود عرصہ تیرہ برس سے ملک افریقہ میں رہتاہے اس کی خوشدامن کہتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ فعل بد کیا ہے اس پر دو گواہ اس امر کے معائنہ کے ہیں کہ ایک کہتا ہے کہ میں نے بوقت دوپہر کے فلاں مقام میں دونوں کو عین مشغولی میں دیکھا، دوسرا کہتا ہے کہ دونوں کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھا ہے، اس موضع کے کل لوگ ہر ایک مکان کے ایک دو آدمی جن کا مجموعہ ۵۰ نفر ہوتے ہیں یہی کہتے ہیں کہ قرائن قاطعہ سے ہم لوگ جانتے ہیں کہ زید اور اس کی خوشدامن باہم بد معاش تھے اور ان کے ناجائز تعلق میں کوئی شک نہ تھا، برابر دو برس تک دونوں کا باہم اختلاط اور انبساط رہا، جب ان دو گواہوں نے ان کو ایسی کریہہ صورت میں دیکھا تب سے زید فرار کرگیا اور ایک دوسرے سے کہہ گیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ جو کہ اس خوشدامن کی دختر ہے میرے اوپر حرام ہے جس کو اس کا دل چاہے دے دے، اس کی عورت اب عرصہ آٹھ دس برس سے جوان ہے اور خورد ونوش وسکونت کی اس کو بہت تکلیف ہے اور غالب گمان ہے کہ کہیں حرامکاری میں مبتلا ہوجائے، پس اگر کوئی عالم افقہ واورع اس علاقہ کا بموجب عبارت حدیقہ ندیہ:

واذاخلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور کلھا مفوضة الی العلماء یصیرون ولاة[1]۔	جب زمانہ موثر حکمران سے خالی ہو تو تمام فیصلہ طلب امور علماء کے سپرد ہوں گے اور وہ والی قرار پائیں گے۔(ت)

کے اس غائب کے باپ کے روبرو یا اس کی طرف سے کسی کو وکیل کرکے اس پر سمع دعوی وشہادت کرکے تفریق کا حکم دے دے تو درست ہوگا یا نہیں، اور اگر درست ہے تو چونکہ غائب ولایت قاضی میں نہیں لہذا اس کی طرف سے مسخر پکڑنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ شامی جلد ۴ ص ۳۵۳ میں **باب القضاء** میں **وفی البحر والمعتمدان القضاء علی المسخر الخ** (بحر میں ہے مسخر کے خلاف فیصلہ صادر کرنے سے متعلق قول الخ۔ت) کے متعلق ہے:

وتفسیر المسخران ینصب القاضی وکیلا عن الغائب یسمع الخصومة علیه وشرطه عندالقائل به ان یکون الغائب فی ولایة القاضی[2]۔	اور مسخر کی تفسیر یہ ہے کہ قاضی کسی غائب شخص کی طرف سے کسی کو وکیل بنائے تاکہ وہ غائب کے خلاف الزامات کو سن سکے، لیکن اس کے جواز کے قائل کے ہاں یہ شرط ہے کہ وہ غائب شخص اس قاضی کے علاقہ میں ہو۔(ت)

---

[1] الحدیقہ الندیہ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار فصل فی الحبس مطلب فی القضاء علی المسخر داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۳۹

الجواب:

صورت مسطورہ اگر واقعی ہے تو اصلًا نہ کسی قضا کی حاجت نہ تفریق کی ضرورت، نہ مسخر درکار نہ قضا علی الغائب، عورت کو اختیار ہے کہ فی الحال جہاں چاہے اپنا نکاح کر سکتی ہے، یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یہ حرمت مصاہرت یا تو نکاح دختر سے پہلے ہوئی یا بعد، اگر پہلے ہوئی تو نکاح سرے سے فاسد و مردود واقع ہوا، عورت بذات خود اسے فسخ کر سکتی ہے اگرچہ شوہر کی غیبت میں کہ وہ معصیت ہے اور اعدام معصیت سب پر واجب، کما حققناہ فیما علی ردالمحتار علقناہ (جیسا کہ ردالمحتار کے حاشیہ میں ہم نے اس کی تحقیق کی ہے۔ت) درمختار میں ہے:

(و) یثبت لکل واحد منھما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بھا اولا فی الاصح خروجا من المعصیة فلاینافی وجوبه[1]۔	اور دونوں مرد اور عورت کے لیے اس نکاح کو ایک دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی فسخ کرنا جائز ہے دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو اصح قول میں تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے، اور یہ بات قاضی پر تفریق کے وجوب کے منافی نہیں ہے۔ (ت)

اور اگر وہ حرمت مصاہرت بعد نکاح واقع ہوئی تو نکاح فاسد ہوگیا مگر بلا متارکہ فسخ نہ ہوگا اور عورت کو دوسری جگہ نکاح کا اختیار نہ ہوگا اور یہ متارکہ صرف شوہر ہی کرسکتا ہے کما بیناوبه وفقنا علی ابن عابدین علقنا (جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں اور ردالمحتار کے حاشیہ میں ہمیں اس کی توفیق دی گئی۔ت) درمختار میں ہے:

بحرمة المصاھرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج بأخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة والوطی بھالایکون زنا[2]۔	حرمت مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا اس لیے عورت کو دوسرے شخص سے نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اس دوران خاوند کی اس سے وطی کو زنا کا حکم نہ دیا جائیگا۔ (ت)

اسی میں ہے:

مبدؤھا (ای العدة) فی النکاح الفاسد بعد التفریق من القاضی بینھما او المتارکة	عدت کی ابتداء متارکہ یا قاضی کی تفریق کے بعد ہوگی، متارکہ سے مراد خاوند کا مدخولہ بیوی سے علیحدگی کا اعلان

[1] درمختار باب فی المھر مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

ای اظهار العزم من الزوج علی ترك وطئها لامجرد العزم لومدخوله[1]۔	ہے صرف وطی کے ترک کا عزم کافی نہیں ہے۔(ت)

یہاں تک کہ زید نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ اب یہ میری عورت غیر مدخولہ میرے اوپر حرام ہے جس کو اس کا دل چاہے دے دے بالاتفاق متارکہ ہوگیا اور نکاح فسخ ہوگیا قضاء قاضی کی کچھ حاجت نہیں۔نہ غیر مدخولہ کو عدت کی حاجت،اس وقت جس سے چاہے نکاح کرلے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۸: از قصبہ ایرانواں محلّہ سادات ضلع فتحپور مرسلہ محمد رفیع صاحب ۲۸صفر ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی فقیرے نے مسماۃ ببیا کا(جبکہ اس کی گود میں مسماۃ حفیظن اس کی لڑکی دودھ پیتی تھی)اندر ایام رضاعت کے دودھ پیا،اسی مسماۃ ببیا کے دوسری لڑکی مسماۃ فہیمن پیدا ہوئی،اب فقیرے مذکور کا نکاح مسماۃ فہیمن کے ساتھ کیا گیا یہ نکاح شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟اگر ناجائز ہے تو مسماۃ فہیمن کسی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟اور فہیمن کو فقیرے سے طلاق حاصل کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا۔**

الجواب:

ببیا کی اگلی پچھلی سب لڑکیاں فقیرے کی حقیقی بہنیں ہیں اور ان میں کسی سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا حرام محض ہے،اس پر فرض ہے فہیمن کو فوراً چھوڑ دے اور وہ نہ چھوڑدے تو فہیمن پر فرض ہے کہ فوراً اس فاسد نکاح کو فسخ کردے اور عدت کے بعد جس سے چاہے نکاح کرلے،درمختار میں ہے:

یثبت لکل واحد منهما فسخه ولوبغیر محضر من صاحبه دخل بها اولافی الاصح خروجا عن المعصیة فلاینافی وجوبه[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مرد وعورت ہر ایک کو فسخ کا حق حاصل ہے خواہ دوسرے کی موجودگی ہو یا نہ ہو،دخول کیا ہو یا نہ،اصح قول میں،تاکہ گناہ کو ختم کیا جاسکے،اور یہ بات قاضی پر وجوب تفریق کے منافی نہیں ہے(ت)واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۹: از موضع خورد مؤ ڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد فوت ہونے بیوی کے،بیوی کی خالہ وعمہ سے نکاح جائز

[1] درمختار باب فی العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۸

[2] درمختار باب فی المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

ہے یا ناجائز؟ اور لڑکے کے طلاق دینے پر لڑکے کے مرجانے پر بہو کے ساتھ نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

زوجہ کے مرنے پر اس کی خالہ وعمہ سے نکاح جائز ہے، قال اللہ تعالٰی: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ [1] (اور محرمات کے سوا عورتیں تمھارے لیے حلال کی گئی ہیں۔ت) اور بیٹا مرجائے خواہ طلاق دے دے اس کی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے، قال تعالٰی: وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمْ [2] اور تمھارے بیٹوں کی بیویاں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۰: از پرسونہ پرگنہ بریلی مرسلہ شیخ کریم اللہ ومنشی الہ دین ومعین الدین وسعدی وشیخ مسیت زمیندار وبندو خاں وواحد کھیا وغلامی ۲۶ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

جناب عالی! گزارش ہے کہ مسمّٰی میڈو نورباف نے نکاح کیا تھا، اس کی بی بی کے ساتھ ایک لڑکی آئی تھی اس کے ساتھ مسمّٰی میڈو مذکور نے حرکت ناشائستہ کی اور ایک لڑکا بھی پیدا ہوا ہے اب اس کو علیحدہ کردیا ہے وہ اپنی خطا معاف کرانا چاہتا ہے، حضور پرنور اس امر میں کیا فتوی فرماتے ہیں؟ **فقط**

الجواب:

اس کی عورت اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی، اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اب کبھی اس سے کسی طرح نکاح نہیں کرسکتا، نہ کبھی کسی طرح اس لڑکی سے نکاح کرسکتا ہے، یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے اور بی بی ماں کی جگہ ہوگئی، دونوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئیں، دونوں کو فوراً جدا کردے اور سچے دل سے تائب ہو اور نماز کی پوری پابندی کرے تو اسے ملالیں ورنہ ہمیشہ برادری سے خارج رکھیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۱: از پیران پٹن معرفت اسٹیشن میانہ محلّہ قصاب واڑہ مرسلہ کمال بھائی یارو بھائی ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مثلاً بکر کے دو فرزند ہیں، ایک کا نام زید ہے اور دوسرے کا نام عمرو، زید کا نکاح ہونے سے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام فاطمہ ہے، اب فاطمہ کی شادی ہونے سے فاطمہ کے ایک دختر پیدا ہوئی جس کا نام مریم ہے، اب مریم کا نکاح عمرو کے ساتھ از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟ اور اس میں دودھ کا تعلق کس طرف سے اور کسی ذریعہ سے کسی کا بھی نہیں؟ اور یہ جو دونوں فرزند

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

بکر کے ہیں یعنی زید و عمرو ان دونوں کی والدہ الگ الگ ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید عمرو کا بھائی ہے۔ فاطمہ عمرو کی بھتیجی ہے، مریم عمرو کی بھتیجی کی بیٹی ہے، جیسے بھتیجی حرام ہے یونہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے، بھتیجی بیٹی ہے اور بھتیجی کی بیٹی نواسی، عمرو مریم کا نانا ہے نانا کے لیے نواسی کیسے حلال ہو سکتی ہے، **قال اللہ تعالٰی:**

وَبَنٰتُ الْاَخِ[1] تم پر بھائی کی بیٹیاں حرام ہیں۔ بیٹیوں میں نواسیاں پوتیاں بھی داخل ہیں جیسے فرمایا:

حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ[2] تم پر حرام ہیں تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں۔ بیٹیوں میں نواسی پوتی داخل نہ ہوں تو آدمی پر خود اس کی پوتی نواسی کہاں سے حرام ہوگی کہ قرآن مجید میں تو بیٹیاں حرام فرمائیں اور یہ محرمات گنا کر فرمایا:

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ[3]	ان کے سوا اور جو رہیں وہ تم پر حلال ہیں۔

بالجملہ بھائی کی نواسی حرام ہونے سے انکار قرآن واسلام سے انکار ہے، نقایہ میں ہے:

حرم علی المرء اصلہ وفرعہ اصلہ القریب[4] الخ۔	مرد پر اس کے اصول وفروع اور اصل قریب یعنی ماں باپ کے فروع حرام ہیں۔ الخ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

من الاخوات لاب وام اولاحدھما وبنات الاخوۃ وان بعدت[5]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	سگی بہنیں یا ماں یا باپ کی طرف سے بہنیں اور بھتیجیاں نیچے تک۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۲: از شہر بریلی سبزی منڈی مسئولہ کبیر احمد میاں ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی نواسی زوجہ اول سے اور زید کا لڑکا زوجہ ثانیہ سے جس کو ایک شخص غیر نے پالا ہے، کیا پسر زید زید کی نواسی کی لڑکی سے عقد کر سکتا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

حرام ہے، وہ اس کی بھانجی کی بیٹی ہے اس کی نواسی کی جگہ ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم /

[2] القرآن الکریم /

[3] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[4] مختصر الوقایۃ فی مسائل الہدایہ کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۲

[5] جامع الرموز کتاب النکاح مکتبۃ الاسلام گنبد قاموس ایران ۱/ ۴۴۹

مسئلہ ۲۶۳: از فتح پور محلّہ سید واڑہ مرسلہ نور خاں محرر، محمد یار خاں وکیل ہائی کورٹ ۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اور بکر دونوں کی عورتیں رشتہ میں سگی بہنیں تھیں، زید کی بی بی کے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں، منجملہ ان کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مر گئی، اور ایک لڑکی بیوہ موجود ہے، اور بکر کی بی بی کا ایک لڑکا بن بیاہا موجود ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ جب زید کا پہلا لڑکا پیدا ہوا ہے تو بکر کے اس لڑکے نے اپنی خالہ یعنی زید کی بی بی کا دودھ پیا تھا، بعد اس کے تین اولاد کے بعد زید کی یہ لڑکی پیدا ہوئی جو اس وقت بیوہ موجود ہے، اس سے بکر کے کنوارے لڑکے کا نکاح درست ہے یا ہوسکتا ہے جبکہ بکر کے بیٹے نے زید کی بی بی کا دودھ پیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ زید کی بی بی کا دودھ بکر کے بیٹے نے پیا ہے اور زید کی بیٹی یہ اس دودھ شریکی بھائی کی تیسری اولاد کے بعد پیدا ہوئی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب:

ان دونوں کا نکاح حرام قطعی ہے، وہ آپس میں سگے بھائی بہن ہیں، تین یا تیس اولاد کے بعد اس لڑکی کا پیدا ہونا زید کی بی بی کو بکر کے بیٹے کے ماں باپ ہونے سے خارج نہ کرے گا۔ نہ ان کی کسی اولاد کو پسر بکر کے بھائی بہن ہونے سے، **قال اللہ تعالٰی:** وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ [1] (اور تمھاری رضاعی بہنیں۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۴: از نواب گنج بریلی مرسلہ سید نثار حسین صاحب ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

زید کی زوجہ ہندہ کی ہمشیرہ زاہدہ ہے، زاہدہ کے زید سے بلا نکاح لڑکا پیدا ہوا، ہندہ کے ساتھ زید کا نکاح رہا یا نہیں؟ اور زاہدہ کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب

ہندہ بدستور اس کے نکاح میں ہے، سالی کے ساتھ زنا حرام مگر عورت کو حرام نہیں کرتا، زاہدہ سے جب تک ہندہ اس کے نکاح میں ہے نکاح نہیں کرسکتا، اگر ہندہ مرجائے تو اسی وقت یا یہ اسے طلاق دے دے تو عدت گزرنے پر زاہدہ سے نکاح کرسکے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۶۵: از لاہور مسجد بیگم شاہی، مسئولہ مولوی احمد الدین صاحب ۶ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

زید نے ہندہ سے نکاح کیا بحالت نابالغی ہندہ زید نے اس سے وطی کی، بعد وطی ہندہ کو طلاق دے دی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اس نے عمرو سے نکاح کیا عمرو سے ہندہ کے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ لڑکی زید پر حرام ہے یا نہیں؟ ماں سے محض نکاح بیٹی کو حرام کرتا ہے یا نہیں، یونہی بیٹی سے نکاح ماں کو؟ دونوں میں وطی شرط حرمت ہے یا نہیں؟ اور وطی کے لیے کیا بلوغ مدخولہ شرط ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ بیٹی سے مجرد نکاح ماں کو حرام ابدی کرتا ہے وطی کی شرط نہیں، **قال تعالٰی:** وَ اُمَّھٰتُ نِسَآىٕكُمْ [1] (تمھاری بیویوں کی مائیں۔ت) اور وطی ہو تو بدرجہ اولٰی نکاحًا ہو تو بالاجماع اور بلانکاح ہو تو ہمارے نزدیک اور ماں سے مجرد نکاح بیٹی کو حرام نہیں کرتا جب تک وطی نہ ہو، قال تعالٰی:

وَ رَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ [2]	تمھاری مدخولہ بیویوں کی وہ بیٹیاں جو تمھاری پرورش میں ہیں، اور اگر تم نے بیویوں سے دخول نہ کیا تو تم پر ممانعت نہیں۔ (ت)

ہاں اگر وطی ہو تو تحریم لائے گی اسی تفصیل پر کہ نکاح میں بالاجماع اور بلانکاح ہمارے نزدیک تو وہ صغیرہ نابالغہ جس سے زید نے صحبت کی پھر طلاق دے دی اور اس نے دوسرے سے نکاح کیا اور اس سے اس عورت کے بیٹی پیدا ہوئی یہ بیٹی قطعاً شوہر اول پر حرام ہے کہ جب صحبت کی "دخلتم بھن" صادق آگیا بلوغ کی شرط نہیں۔ ہاں اگر صغیرہ چار پانچ برس کی ہو جہاں ایلاج حشفہ ممکن نہ ہو تو البتہ حرمت نہ ہوگی کہ صحبت نہ ہوگی اور مدخولہ کی ماں مطلّقا حرام ہے خواہ مدخولہ بالحلال ہو یا بالحرام، اور زوجہ کی والدہ ابداً اپنی ماں کی طرح ہے زوجہ کے مرنے یا طلاق ہو کر عدت گزرنے کے بعد بھی کسی طرح حلال نہیں ہوسکتی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۶: از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ علاوہ چچی و پھوپھی وممانی ودادی ونانی ووالدہ وغیرہ کے رشتہ داروں میں کسی عورت سے نکاح جائز ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

چچی اور ممانی سے بھی نکاح جائز ہے، نسبی رشتوں میں چار قسم کی عورتیں حرام ہیں،

ایک وہ کہ یہ جن کی اولاد سے ہے جیسے ماں، دادی، نانی کتنے ہی اوپر کی ہوں۔

دوسری وہ جو اس کی اولاد ہیں، جیسے بیٹی، پوتی، نواسی کتنے ہی نیچے کی ہوں۔

تیسری وہ جو اس کے ماں یا باپ کی اولاد خواہ اولاد در اولاد جیسے بہن، بھانجی، بھتیجی اور ان کی

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

اور بھائیوں بھتیجوں کی اولاد کتنی ہی دور ہوں۔

چوتھی وہ کہ ماں باپ کے سوا اور جن کی اولاد سے یہ شخص ہے جیسے دادا، دادی، نانا، نانی کتنے ہی اوپر کے ہوں ان کی خاص اپنی اولاد جیسے اپنی پھوپھی خالہ یا اپنے ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی کی پھوپھی خالہ، ان لوگوں کی اولاد کی اولاد حرام نہیں جیسے پھوپھی کی بیٹی یا خالہ کی بیٹی، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۶۷: از موضع سندھولی ضلع بریلی مسئولہ غفور صاحب ۲۷ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری لڑکی کا حمل زید سے رہ گیا اس کے والدین نے عمرو کے ساتھ نکاح کردیا، اب علمائے دین کی خدمت بابرکت میں استغاثہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ جس کا نطفہ ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عمرو کے ساتھ بھی نکاح جائز ہے۔

الجواب:

نکاح عمرو سے بھی جائز ہے مگر عمرو کو اس کے پاس جانا منع ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہولے، یہ اس صورت میں ہے کہ حمل زنا کا ہو، اور اگر زنا نہ ہوا بلکہ شبہہ اور دھوکے سے زید اس کے ساتھ ہمبستر ہوا تو بیشک جب تک بچہ نہ ہولے دوسرے سے نکاح جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۸:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا پھر اس کی بہن کو بھی گھر میں ڈال لیا اب زید کا ہندہ سے وطی کرنا کیسا ہے اور دونوں بہنوں کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اگر دوسری کو بلا نکاح گھر میں ڈال لیا تو پہلی سے وطی بدستور جائز ہے اس سے جو اولاد ہوگی اولاد حلال ہے، اور اس دوسری سے صحبت حرام وزنا ہے اس سے جو اولاد ہوگی ولدالزنا ہوگی، اور اگر دوسری سے بھی نکاح کرلیا تو جب تک اسے ہاتھ نہ لگایا پہلی سے وطی حلال ہے۔ لیکن جس وقت اس دوسری کو ہاتھ لگائے گا پہلی سے قربت بھی حرام ہوجائے گی، جب تک اس دوسری کو چھوڑے اور اس کی عدت گزرے اس وقت تک پہلی حرام ہے، اس صورت میں دونوں عورتوں سے اس کے بعد جو اولاد ہوگی اگرچہ اسی کی ٹھہرے گی ولدالزنا نہ ہوگی مگر ولدالحرام ہوگی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۹: ۳ ذی القعدہ ۱۳۳۸ھ

زید کے والد نے زید کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا، عورت نے زید سے کہہ دیا، اس پر زید نے اپنی عورت کو طلاق دے دی جس کو عرصہ تین ماہ کا ہوگیا اس کے بعد زید سے عورت نے کہا کہ تم نے مجھ پر تہمت رکھا تھا، اس لیے

میں نے یہ غلط بات بیان کی، زید نے عورت کو طلاق دی اب وہ اپنی اس عورت کو نکاح میں رکھ سکتا ہے؟

الجواب:

اگر زید نے صرف عورت کے بیان پر اس کو طلاق دے دی تو طلاق ہو گئی مگر ہمیشہ کے لیے اس کا زید پر حرام ہونا ثابت نہ ہوا۔ جب تک زید خود اس کی تصدیق نہ کرے لیکن سائل نے بیان کیا کہ زید نے تین طلاقیں دیں زید گنہ گار ہوا اور عورت سے اب بغیر حلالہ کے نکاح نہیں کر سکتا، یوں اسے رکھے گا تو حرام ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۰: مرسلہ قاضی محمد ابراہیم و قاضی نیاز الدین صاحبان صدیقی صابون فروش سنیہ دروازہ اندر جھانسی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: ایسی عورتیں جو آوارہ ہیں، بے پردہ رہتی ہیں، کھلے بندوں چلتی پھرتی ہیں۔ زنا بھی ان سے ثابت ہو اور حمل بھی گرائے گئے ہوں یا طوائف وغیرہ۔ تو ایسی عورتوں کا نکاح بلااستبراء رحم جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** خدا آپ کو جزائے خیر عطا کرے۔

الجواب:

اگر وہ کسی کی منکوحہ نہیں تو بلااستبراء رحم بلکہ خاص حالت زنا میں اس سے نکاح جائز ہے مگر حمل خود اس ناکح کا نہ ہو تو اسے قربت جائز نہیں جب تک وضع حمل نہ ہو جائے **لئلا یسقی ماءہ زرع غیرہ درمختار**[1] (تاکہ اس کا پانی دوسرے کی کھیتی کو سیراب نہ کرے۔ درمختار۔ت)

مسئلہ ۲۷۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی بی بی سے زنا کیا اور عورت اس کی مقر ہے مرد یعنی جس نے زنا کیا اس کو تمام برادری کے لوگوں نے علیحدہ کر دیا اس سے بات چیت سب بند ہے سلام وغیرہ سب لوگ نہیں کرتے اور مرد زانی نہ اقرار کرتا ہے نہ انکار بلکہ جب لوگ کہتے ہیں کہ تو نے بڑا بھاری گناہ کیا تو کہتا ہے کہ خطا ہوئی کیا کریں، دریافت طلب یہ امر ہے کہ عورت کیا اب خاوند اصلی کے پاس رہ سکتی ہے اور اس کے لیے حلال ہے یا کہ دوسرے شخص سے نکاح کرلے اور کیا اس عورت کو خاوند سے طلاق لینے کی بھی ضرورت ہے اور کیا جب تک وہ طلاق نہ دے اس وقت تک غیر سے نکاح نہیں کر سکتی؟ اور بعض مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بلاطلاق دیئے غیر سے نکاح نہیں کر سکتی اور بعض یہ کہتے ہیں کہ طلاق کی ضرورت نہیں وہ عورت اپنے خاوند اصلی کے لیے حرام ہو گئی اور کیا یہ عورت مہر لے سکتی ہے؟

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۹

الجواب:

شوہر اگر مانتا ہے کہ ایسا ہوا تو عورت اس پر ہمیشہ کو حرام ہو گئی، کسی حیلہ سے اس کی زوجیت میں نہیں آسکتی، اس پر فرض ہے کہ اسے فورًا جدا کردے متارکہ کرے، مثلًا کہہ دے میں نے تجھے چھوڑا اب اس کے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اس لیے زیادہ طلاق کی بھی حاجت نہیں، اور اگر شوہر کو امر مذکور کا وقوع تسلیم نہیں تو صرف عورت کے کہنے سے ثبوت نہیں ہوسکتا، اگر شوہر نے طلاق نہ دی وہ اس کی عورت ہے اور دی تو جیسی طلاق دی ویسا حکم، اگر تین طلاقیں دیں تو بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتا۔ رہا مہر وہ تمام صورتوں میں مطلقًا لازم ہے مہر متاخر میں عورت کو لینے کا اختیار بعد متارکہ یا طلاق یا موت ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۲: از مقام اکلترہ ضلع بلاسپور مسئولہ حامد علی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے حقیقی بیٹے کی بیوی سے زنا کیا، اب کیا یہ بیوی اپنے اصلی شوہر جو کہ زانی کا لڑکا ہے پاس رہ سکتی ہے؟ اور اگر نہیں رہ سکتی تو دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے اور شوہر اول سے مہر لینے کی مستحق ہے کہ نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ کہ زنا کیا، جھوٹ بک دینے سے ثابت نہیں ہوسکتا اس کے لیے چار شاہد چاہئیں، بغیر اس کے زید کا باپ اگر اقرار بھی کرے اور زید باور نہ کرے تو اس کا اقرار زید پر حجت نہیں۔ ہاں اگر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو جائے یا زید اس کی تصدیق کرے تو عورت زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو گئی مگر ابھی نکاح سے نہ نکلی، دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی جب تک زید اسے نہ چھوڑے، اور اس صورت میں زید پر فرض ہوگا کہ فورًا اسے چھوڑ دے، اس کے بعد عورت عدت کرے بعد عدت سوائے زید کے جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے، زید پر اس کا مہر بہر حال لازم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۳: از کولمبو سیلون مسئولہ عبدالقادر صاحب ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشتہ داروں کی کن کن عورتوں سے نکاح کرسکتے ہیں اور کن کن سے ناجائز؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وہ شخص جن کی اولاد میں ہے جیسے باپ، دادا، نانا، جو اس کی اولاد میں ہو جیسے بیٹا، پوتا، نواسا، ان کی بیبیوں سے نکاح حرام ہے اور خسر کی بی بی سے بھی حرام ہے جبکہ وہ اپنی زوجہ کی حقیقی ماں ہو، باقی رشتہ داروں کی بیبیوں سے ان کی موت یا طلاق وانقضائے عدت کے بعد نکاح جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۴ تا ۲۷۶: از کوہ رانی کھیت کوٹھی انجینئر اسپیل مرسلہ غلام محمد صاحب ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

(۱) شیعہ مذہب کا نکاح سنی مذہب کی لڑکی کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ لڑکا اور اس کا باپ شہادت دلاتے ہیں کہ ہم سنی مذہب ہیں اور اگر تم شیعہ سمجھتے ہو تو اپنے دل کے اطمینان کے واسطے ہمیں سنی مذہب کرلو، اور جو ان کے ہم وطن ہیں وہ کہتے ہیں ہم لوگ شیعہ ہیں اور ان کے گاؤں میں سنی مذہب رہتے ہیں اور ان کے خاندان سے واقف ہیں کہ یہ سنی مذہب ہیں اس پر یہاں کے مسلمان کہتے ہیں کہ انھیں ہم نے ہمیشہ شیعہ مذہب کا برتاو کرتے دیکھا، اور بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ہم اس کی شہادت دیتے ہیں کہ یہ لڑکے شیعہ مذہب میں نہیں ہیں اور ان کے والد کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہتے۔

(۲) اور دو شخص نے یہ کہا کہ لڑکی کا باپ اور لڑکے کی ماں کچھ تعلق رکھتے ہیں اس پر لڑکی کے باپ نے قرآن شریف لاکر کہا کہ اس کو اٹھاؤ، وہ انکار کیا اور چلا گیا اور کوئی ثبوت نہ ہوا۔

(۳) جب برات گئی اور لڑکی کا بھائی مولانا صاحب کے پاس گیا کہ نکاح پڑھانے کو آئیں گے یا نہیں، تو انھوں نے کہا میں نہیں جاؤں گا تو کون آئے گا، نکاح کے وقت وہ نہیں آئے اور کہا کہ جو کوئی ان کا نکاح پڑھائے گا اس کی عورت کو طلاق ہوجائے گی۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) رافضیوں میں تقیہ ہے، بے حاجت بھی تقیہ کرتے ہیں۔ حاجت کے وقت کا کیا اعتبار اور اشتباہ مٹانے کی کیا صورت کہ تقیہ وہ ملعون چیز ہے جس کا کرنے والا سب کچھ کہہ لے گا۔ خالص اسلام بولے اور دل میں کفر بھرا ہوگا۔ رافضیوں کی شہادت کہ یہ سنی ہے کیا معتبر ہوسکتی ہے، رافضی کی گواہی کچھ معتبر نہیں لاایمان لھم (ان کا ایمان ہی نہیں۔ ت) بعض مسلمانوں کی گواہی کہ یہ شیعہ نہیں اور مسلمانوں کی شہادت کہ انھیں شیعی برتاؤ کرتے دیکھا، یہ شہادت اثبات ہے اور وہ شہادت نفی جو مقبول نہیں۔ لہٰذا یہ نکاح ہرگز نہ کیا جائے۔ **قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل**[1] (حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے ہوسکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) ایسے خیالی بیانوں سے ناجائز تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) اس کے رافضی ہونے کے سبب جس نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا بہت اچھا کیا اور وہ حکم

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

جو اس نے بیان کیا اگرچہ مطلق نہیں مگر اتنا ضرور ہے کہ جب رافضی کے ساتھ سنیہ کا نکاح جائز وحلال جانا تو خود اس کی عورت نکاح سے نکل جائے گی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۷: از رانی کھیت صدر بازار مسئولہ محمد ابراہیم خان صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خان تبت کا اور اس کا لڑکا اپنے آپ کو سنت جماعت بتاتے ہیں اور قرآن شریف کے رو سے اپنا طریقہ سنت وجماعت بتاتے ہیں اور قریب ۳۰، ۳۵ سال سے رانی کھیت میں رہتے ہیں، اب سب لوگ ان کو رافضی مذہب کا کہتے ہیں، اب دریافت یہ کرنا کہ سنی کی لڑکی کا نکاح ایسے شخص سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ شخص غریب ہے سب لوگ عداوت سے رافضی کہنے لگے ہیں ان کے سب طریقے روزے، زکوۃ، نماز کے اہل سنت وجماعت کی طرح ہیں، رانی کھیت کی مسجد کے مولانا نے جن کا نام عبدالرحمٰن ہے نکاح نہیں پڑھایا کہ رافضی کا نکاح سنی سے نہیں ہو سکتا عداوت سے سب مسلمان ایک ہو گئے ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاوجہ عداوت سے سب مسلمانوں کا ایک ہو جانا معقول نہیں اور رافضیوں کا تقیہ معلوم ہے اور نکاح امر عظیم ہے احتیاط لازم ہے، حدیث میں فرمایا: **کیف وقد قیل**[1] (کیسے ہو سکتا ہے جبکہ یہ بات کہہ دی گئی ہے۔ت) **ھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۸: از لکھنؤ بنگال بنک ڈاکخانہ حضرت گنج مسئولہ عبدالرحیم صاحب

مسئلہ ذیل میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کی سسرال کے رشتہ کے ماموں کا لڑکا اور زید کی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اپنے حقیقی ماموں کے بیٹے سے بیٹی کا نکاح جائز ہے۔ سسرال کے رشتہ کا ماموں تو بہت دور ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو مثل رضاعت وغیرہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۹: از شہر اکیاب تھانہ کیوکتو موضع کاؤنچی بازار مرسلہ مولوی سکندر علی صاحب بنگالی طالب علم مدرسہ نیازیہ خیرآباد ضلع سیتاپور ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

تمھاری کیا رائے ہے کہ اللہ تعالٰی کا کیا حکم ہے اس	**ماقولکم ماحکم اللہ تعالٰی فی ھذہ**

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب فی المسألۃ النازلۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹

المسائۃ شخصے قاسم زنے راکہ درقرابتش بنت بنت رضاعی مر برادر حقیقی قاسم باشد بحبالہ نکاحش آورد وظن او چناں بود کہ موافق مذہب خود جائز ست، از علما ہم استفتا نمودہ بود، ایشاں بصحت نکاحش قضا نمودند، پس از چندے علمائے احناف بعدم جواز نکاحش فتوی می دادند وجماعت مسلمین راباو مجالست وامواکلتش منع می کنند مادامیکہ تفریق نکاحش نکند۔	مسئلہ میں، کہ قاسم نامی ایک شخص نے اپنے قریبیوں میں سے ایک عورت جو کہ قاسم کی حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی ہے، سے نکاح کیا اور اس کا خیال تھا کہ اپنے مذہب میں یہ جائز ہے اور اس نے علماء سے بھی پوچھا تو انھوں نے بھی اسے جائز کہا، اس کے بعد چند حنفی علماء نے اس نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوی دیا اور مسلمانوں کو نکاح کرنے والوں کے ساتھ میل جول اور کھانے پینے سے منع کردیا تاوقتیکہ وہ اس نکاح کو ختم کرکے علیحدگی اختیار نہ کرلیں۔ (ت)

جواب بنگالیاں

بر تقدیر صدق مسئولہ عنہا علمائے شریعت غرّا وفضلائے طریقت بیضا بالخاصہ فقہائے مذہب حنیف وعلمائے ملت منیف می نگارند کہ چوں علمائے مذہب مستمرہ شاں مجتہد باشد یا مقلد ظنًا یا سہوًا عملے کنند وحکمے بکارے صادر نمایند وقضا برآں تنفیذ فرمایند، پس آں دانستند ووقوف یافتند کہ ہماں عمل وفعل زیشاں بظہور پیوستہ بطبق مذہب شاں نپرداختہ وبمشرب یکے از ائمہ ودیگرے کہ معدود ومحدود بہ سنت جماعت ست در پیوستہ پس بار دیگر تنقیض وتردید آنہا کردن روا وجائز نباشد بل بہمیں مسلک تقلید نمودہ کہ ہم خالی از تلفیق دارد ہماں عمل وفعل را لامحالہ	مسئولہ صورت کے صدق پر علمائے شریعت اور طریق حق کے ناقلین خصوصًا فقہائے مذہب حنیف اور علمائے ملت لکھتے ہیں کہ جب مروجہ مذاہب کے مجتہد یا مقلدین میں سے کوئی اپنے ظن سے یا غلطی سے کسی کام کا حکم صادر کریں اور اس پر فیصلہ بطور قضاء نافذ کردیں، اور بعد میں معلوم ہو کہ یہ عمل یا کام ان کے مذہب کے خلاف ہے اور کسی دوسرے اہلسنت کے امام کے مسلک میں جائز ہے تو اس عمل اور کام کو کالعدم کرنا جائز نہیں بلکہ دوسرے جائز قرار دینے والے مسلک کی تقلید میں اس کو جائز اور نافذ رکھنا چاہئے، اس سے اپنے مروجہ مذہب سے خروج اور دوسرے مذہب کو اختیار کرنا لازم نہ آئے گا۔ پس قاسم مذکور کا مذکورہ نکاح اگرچہ حنفی مذہب کے خلاف ہے مگر اہل ظواہر کے مسلک مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی جو کہ

صحیح ودرست دارند ونیز ازیں تقلید ظنی از مذہب مستمرہ خود خارج نہ شوند ومنسوب بداں مذہب دیگر نگردند پس مناکحت قاسم بدیں منوال بہمیں مقال صادق ست کہ لاریب ولا محالہ صحیح ونافذ گردیدہ است اگرچہ بالفرض والتقدیر مخالف مذہب حنفی آمدہ لیکن بمسلک اہل ظواہر کمثل امام ہمام شافعی علیہ رضوان الباری وغیرہ کہ مسلوک ومشمول بسنت جماعت ست بپرداختہ در پیوستہ کہ علمائے احناف بظن جواز مذہب شان مظنون شدہ بنت بنت رضاعی رامر برادر حقیقی قاسم مذکور بود حکم نکاحش دادہ بودند بحالتیکہ درتحت حجاب ممنوعات کلیہ حنفیّہ محجوب ومستور بودہ ودر ضمن ضاطبہ مامور بہامحللات اہل ظواہر کہ ہچوں شافعی وغیرہ ہستند مکشوف ومظہر ماندہ پس ہر گز علماء احناف رانمی رسد کہ تفریق وافساد در نکاحش کنند کہ آں مستلزم تحقیر تنکیر سنت جماعت کردد وحقارت یکے راز سنت عند اللہ بموجب ضلالت دارد، کما قال العلامۃ ابن عابدین الشامی الحنفی فی ردالمحتار ناقلاً عن العلامۃ الشرنبلالی فی عقد الفرید، ان لہ التقلید بعد العمل کما اذا صلی ظانا صحتھا علٰی مذھبہ ثم تبین بطلانھا فی مذھبہ وصحتھا علی مذھب غیرہ فلہ تقلیدہ ویتحری بتلك الصلوۃ علی ماقال فی البزازیۃ انہ روی عن ابی یوسف انہ صلی الجمعۃ مغتسلاً من الحمام ثم اخبر بفارۃ فی بئر الحمام، فقال ناخذ بقول اخواننا من اھل المدینۃ اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل خبثا[1] اھ

اہلسنت وجماعت ہیں کے ہاں نکاح درست ہوا، نیز علمائے احناف نے جب غلطی سے اس نکاح م-ذکورہ کو جائز گمان کیا تو ان کے گمان میں جائز ٹھہرا کہ حقیقی بھائی کی رضاعی نواسی سے قاسم کا نکاح درست قرار دے کر کردیا اور ان کی نظر میں امام شافعی جیسے اہل ظواہر کے مسلک پر اس کا جواز معلوم ہوا تو اب علمائے احناف کو ہر گز جائز نہیں کہ وہ اس نکاح کو فاسد کریں اور تفریق کریں، کیونکہ جماعت کی اور ایک سنت اور مسلک کی تحقیر لازم آئے گی جو کہ عنداللہ گمراہی کا موجب ہے، جیساکہ علامہ شامی نے علامہ شرنبلالی سے ردالمحتار میں عقدالفرید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کو عمل کے بعد بھی دوسرے کی تقلید جائز ہے جیساکہ اپنے مذہب کے مطابق نماز کو صحیح سمجھ کر ادا کیا اور بعد میں معلوم ہوا کہ اس کے مذہب صحیح میں نہیں ہوئی مگر دوسرے امام کے مذہب میں صحیح ہوگئی تو اب دوسرے امام کی تقلید کرتے ہوئے نماز کو صحیح قرار دینا جائز بشرطیکہ نماز پڑھتے وقت اسی نے تحری کی ہو جیساکہ بزازیہ میں فرمایا کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ حمام کے پانی سے جمعہ کا غسل کیا پھر بعد میں بتایا گیا کہ حمام میں چوہا مرا ہوا ہے تو آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے بھائی اہل مدینہ کے مسلک کو اپناتے ہوئے کہ جب پانی دو ۲ قلے ہو تو ناپاک نہیں ہوتا اس پر عمل پیرا ہیں اھ اور نیز انھوں نے درمختار کے قول

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱

وایضاً فیه تحت قول الدرالمختار واما المقلد الخ نقله فی القنیة عن المحیط وغیرہ وجزم به المحقق فی فتح القدیر وتلمیذہ العلامه قاسم وادعی فی البحران المقلد اذا قضی بمذهب غیرہ وبروایة ضعیفة اوبقول ضعیف نفذ۔اقوی ماتمسك به مافی البزازیه عن شرح الطحاوی اذالم یکن القاضی مجتهدًا وقضی بالفتوی ثم تبین ان علی خلاف مذهبه نفذ ولیس لغیرہ نقضه وله ان ینقضه کذا عن محمد وقال الثانی لیس له ان ینقضه ایضاً۔لان امضاء الفعل کامضاء القاضی لاینقض[1]،[2] و دلیل مذہب الظاهر که ملحق به سنت جماعت ست ومخالف فرعی درباب رضاعت باحناف می دارند ہمچوں امام ہمام شافعی وغیرہ ہستند ہمیں ست چنانچه شارح مسلم امام نووی درشرح آں مے نگارند ولم یخالف فی هذا الااهل الظاهر وابن علیة فقالوا لاتثبت حرمة الرضاع بین الرجل والرضیع ونقله المازری

"امام المقلد "کے تحت فرمایا کہ قنیہ نے محیط وغیرہ سے نقل کیا اور اس پر فتح القدیر میں محقق اور ان کے شاگرد علامہ قاسم نے جزم کیا ہے اور بحر میں دعوی کے طور پر کہا کہ قاضی مقلد نے اگر غیر کے مذہب یا ضعیف قول یا روایت پر فیصلہ دے دیا تو وہ نافذ ہوگا،اور اس سلسلہ میں بہترین استدلال بزازیہ کی شرح طحاوی سے منقول عبارت ہے کہ جب قاضی مجتہد نہ ہو اور کسی کے فتوی پر فیصلہ کردیا ہو تو بعد میں اگر معلوم ہوا کہ اس نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا ہے تو فیصلہ نافذ رہے گا،اور دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرسکتا،ہاں وہ خود کالعدم کرسکتا ہے،امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے یوں منقول ہے،اور دوسرے امام یعنی ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ خود اس قاضی کو بھی کالعدم کرنے کا حق نہیں کیونکہ عمل نافذ ہوجانے پر گویا کہ قاضی نے نافذ کردیا ہے اور نافذ شدہ کو کالعدم نہیں کہا جاسکتا،اور اہل ظواہر کا مذہب بھی اہلسنت میں شامل ہے اور اس کا صرف فروعی اختلاف رضاعت کے بارے میں احناف سے ہے یہ بھی امام شافعی کی طرح ہیں۔چنانچہ شارح مسلم شریف امام نووی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے، کہ اس میں صرف اہل ظاہر اور ابن علیہ کا خلاف ہے کہ وہ کہتے ہیں دودھ پینے والی لڑکی اور مرد کے درمیان رضاعت کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔اور اس کو مازری نے

---

[1] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۲

[2] ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنه داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۱

عن ابن عمر وعائشه (رضی الله تعالٰی عنهما) واحتجوا بقوله تعالٰی وامهتكم التی ارضعنكم واخواتكم من الرضاعة ولم يذكر البنت والعمة كما ذكرهما فی النسب [1] وامام ابو عیسٰی ترمذی درجامع ترمذی شان می آرند حدثنا الحسن بن علی اخبرنا ابن نمير عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشه قالت جاء عمی من الرضاعة يستأذن علی فابيت ان اذن له حتی استأمر رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فقال رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فليلج عليك فانه عمك قالت انما ارضعتنی المرأة ولم يرضعنی الرجل قال فانه عمك فليلج عليك هذا حديث حسن صحيح والعمل علی هذه عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم وغيرهم كرهوالبن الفحل والاصل فی هذا حديث عائشة وقد رخص بعض اهل العلم فی لبن الفحل والقول الاول اصح [2] رواه الترمذی

عبداللہ بن عمر اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا ہے اور اصحاب ظواہر نے اپنی دلیل میں کہا کہ اللہ تعالٰی نے دودھ پلانے والی تمھاری ماؤں اور تمھارے رضاعی بھائیوں کو ذکر کیا ہے اور بیٹی اور پھوپھی کو ذکر نہیں کیا جس طرح ان کو نسب میں بیان فرمایا ہے اور امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں بیان کیا ہے کہ ہمیں حدیث بیان کی حسن بن علی انھوں نے ابن نمیر انھوں نے ہشام انھوں نے اپنے باپ عروہ انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے انھوں نے فرمایا میرا رضاعی چچا آیا اور اس نے میرے ہاں آنے کی اجازت چاہی تو میں نے انکار کیا حتی کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشورہ کیا تو آپ نے فرمایا وہ تیرے ہاں داخل ہوسکتا ہے کیونکہ وہ تیرا چچا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کیا کہ مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے نہیں پلایا۔ تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ تیرا چچا ہے وہ داخل ہوسکتا ہے۔ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے اور اس پر عمل ہے بعض صحابہ کرام کا اور ان کے غیر نے دودھ والے خاوند یعنی رضاعی باپ کو داخل ہونا مکروہ کہا ہے اور اصل ثبوت حضرت عائشہ کی حدیث ہے، اور بعض اہل علم نے دودھ والے باپ (رضاعی باپ) کو داخل ہونے کی اجازت دی ہے، اور پہلا قول صحیح ہے اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے،

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۶

[2] جامع الترمذی ابواب الرضاع باب ماجاء فی لبن الفحل امین کمپنی کراچی ۱/ ۱۳۷

وقال الشامی ونظیر ھذہ مانقلہ العلامۃ بیری فی اول شرحہ علی الاشباہ عن شرح الھدایۃ لابن شحنہ ونصہ اذا صح الحدیث وکان علی خلاف المذھب عمل بالحدیث ویکون ذلك مذھبہ ولایخرج مقلدہ عن کونہ حنفیا بالعمل بہ فقد صح عن ابی حنیفۃ امام الاعظم انہ قال اذاصح الحدیث فھو مذھبی وقدحکی ذلك ابن عبدالبر عن ابی حنیفۃ وغیرہ من الائمۃ [1] الخ وقاضی خان وصاحب ہدایہ ہماں مذہب اہل ظاہر نقل بالتصریح فرمودہ اند کما قال فی فتاوی قاضی خاں وقال الامام الھمام الشافعی الحرمۃ لاتثبت فی جانب الاب والفقہاء یسمون ھٰذہ المسألۃ لبن الفحل [2] وقال فی الھدایۃ وفی احد قول الشافعی لبن الفحل لایحرم لان الحرمۃ لشبھۃ البعضیۃ واللبن بعضھا لابعضہ [3] ہر گاہ از دلائل کتب فقہائے حنفیّہ مبین ومبرہن گردید کہ تزویج قاسم نامی نزد علمائے حنفی رواودرست گردیدہ وازاں مذہب حنفی بیروں

اور شامی نے کہا کہ اور اس کی نظیر وہ ہے جس کو علامہ بیری نے اشباہ پر اپنی شرح کے ابتداء میں ہدایہ کی شرح سے نقل کیا یہ شرح ابن شحنہ کی ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ جب حدیث صحیح ہے جو کہ مذہب کے مخالف ہے تو عمل حدیث پر ہوگا، ____ اور یہی امام کا مذہب ہوگا اور اس حدیث پر عمل سے مقلد، امام صاحب کی تقلید سے خارج نہ ہوگا کیونکہ امام ابوحنیفہ سے صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جب حدیث صحیح ہو تو وہ میرا مذہب ہے، اس کو ابن عبدالبر نے امام ابوحنیفہ اور دیگر ائمہ سے نقل کیا ہے الخ،

قاضی خاں اور صاحب ہدایہ نے اہل ظواہر کا مذہب صراحۃً یہی ذکر کیا ہے جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی باپ کی جانب سے رضاعت کی حرمت ثابت نہیں کرتے، اور فقہاء کرام نے اس مسئلہ کو "لبن الفحل" (خاوند کا دودھ) کا عنوان دیا ہے، اور ہدایہ میں کہا کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ایک قول میں رضاعی باپ حرام نہیں ہوتا کیونکہ رضاعت میں حرمت جزئیت کی وجہ سے ہوتی ہے جبکہ دودھ عورت کا جز ہے مرد کا نہیں، بہر حال حنفی فقہ کی کتب میں مذکور دلائل سے ثابت ہے کہ قاسم نامی شخص کا مذکورہ نکاح درست ہو جاتا ہے اور اس کو درست ماننے سے حنفی مذہب

[1] ردالمحتار مطلب صح عن الامام انہ قال اذصح الحدیث فھو مذہبی احیاء التراث بیروت ۱/۴۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب الرضاع نولکشور لکھنؤ ۱/۱۸۹

[3] الھدایہ باب الرضاع مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۳۳۱

نہ آمدہ باوجود آں اگر جماعت مسلمین بروے زبان طعن ولعن بہ کشایند پس عنداللہ ماخوذ شوند عند الناس مستحق سزا کما ھو فی کتب الفقه من اذی مسلما بقول اوبفعل ولو بغمز العین عزر [1] پس ایشاں مادامیکہ تائب وآئب نہ شوند از مواکلت ومشاربت جماعت مسلمین خارج کردہ شوند چنانچہ وارد شدہ کہ ایاک ومجالسۃ الشریر فقط واللہ تعالٰی اعلم وعلمه احکم وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یاارحم الراحمین۔	سے خارج ہونالازم نہیں آتا۔اس کے باوجود اگر مسلمان اس پر لعن طعن کریں گے تو عنداللہ مجرم ہوں گے اور قانون میں سزا کے مستحق ہوں گے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو اپنے قول، فعل یا اشارہ سے اذیت دی تو وہ قابل سزا ہے، پس ایسے لوگ جب تک توبہ اور رجوع نہ کریں تو ان سے مل کر کھانا پینا منع ہے جیسا کہ وارد ہے کہ "شریر کی مجلس سے بچو" فقط واللہ تعالٰی اعلم۔اس جل مجدہ کا علم کامل ہے۔ہماری آخری بات یہ ہے کہ الحمدللہ رب العالمین،والصلٰوۃ والسلام علی سیدالمرسلین وآلہ وصحبہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔(ت)

الراقم احقر الحقیر محمد عظیم الدین کیو کتوی بہار یاروی خلف الہدی شیخ اکبر علی سلمہ، بانی مسجد مہتمم مدرسہ اسلامیہ محلّہ وی۔

تحریر دیگر تائیدآں

آرے مذاہب ائمہ اربعہ جملگی درحق ست وحق بہماں دائر ست اگرچہ مجتہد مطلق یا مقلد محض بہ مذہب شان عملے وفعلے قضا کند بعدہ دانستہ کہ مخالف مذہب شان وموافق مذہب دیگرے کہ معدود بسنت جماعت ست بخطائے ظن شاں ملصق گشتہ فقہا احناف روانمی دارند کہ بار دیگر آں را ابطال وافساد کنند تا موجب تحقیر وتنفیر بمذاہب ائمہ سنت جماعت	ہاں چاروں مذہب حق ہیں اور حق انہی میں دائر ہے،اگر کوئی مجتہد مطلق یا مقلد محض ان کے مذہب پر کوئی عمل یا فعل کرتے ہوئے فیصلہ کرے اور بعد میں معلوم ہوجائے کہ اس کے مذہب کے مخالف ہے اور دوسرے کے مذہب کے موافق ہے اور یہ دوسرامذہب اہل سنت میں شمار ہو تو اس فیصلہ کو فقہائے احناف باطل وفاسد کرنا جائز نہیں کرتے تاکہ اہل سنت وجماعت کے ائمہ کرام کی تحقیر وتنفیر

[1] درمختار باب التعزیر مجتبائی دہلی ۱/۳۲۷

لازم نیاید آں خطائے عظیم وسخط جسیم باشد عنداللہ تعالٰی لہذا علماء زاں اباوانکار فرمودند ودر تواریخ بروایت صحیح مروی شدہ کہ بارے در مجلس شریف حضرت پیران پیر غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ از کسے مذکور شدہ بود کہ امام احمد حنبل دراجتہاد پایہ چنداں ندارند لہذا درمذہب شان جماعت قلیل دارند بمجرد استماع آں حضرت پیران پیر رضی اللہ تعالٰی عنہ چیں بر جبیں آوردہ وغضبناک شدہ فرمودند کہ ازیں تاریخ عبدالقادر بمذہب احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ تقلید نمودہ پیش ازیں بمذہب امام مالك بودند سبحان الله ما اعظم شانه وما اكبر شانهم وفخر عالم صلى الله عليه وسلم درشان ائمه اربعه رحمة من الله ووسعة من الله فرمودند ونقل السيوطى عن عمر بن عبدالعزيز اختلاف ائمة الهدى رحمة من الله تعالٰى على هذه الامة كل يتبع ماصح عنده وكلهم على هدى وكل يريد الله وتمامه فى كشف الخفاء، پس تزویج قاسم نزد فقہائے حنفی بہ صحیح آوردہ اگرچہ بالفرض مخالف مذہبی روے دادہ وازحنفیت نیز بیروں نیامدہ كما حرره المجيب لله دره واجره ولقد نظرت هذا الفتوى بامعان النظر وتصفحت هذه المسألة بصفحات الكتب الفقهية الحنفية فوجدت صحيحا

لازم نہ آئے، اور اس فیصلہ کو غلط کہنا عنداللہ بڑا گناہ ہے اس لیے علمائے کرام اس سے پرہیز کرتے ہیں، تاریخ میں صحیح روایت موجود ہے کہ حضرت پیر پیران غوث الاعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی مجلس میں ایک شخص نے ذکر کیا کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اجتہاد میں کوئی اہم مقام نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے مقلدین کی تعداد بہت کم ہے، حضرت پیر پیران سنتے ہی جلال میں آگئے اور فرمایا کہ میں (عبدالقادر) آج سے امام احمد بن حنبل کا مقلد ہو رہا ہوں جبکہ آپ پہلے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مقلد تھے، سبحان الله! اس کی شان اعظم واکبر ہے، فخر عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ائمہ اربعہ (اللہ تعالٰی کی رحمت ووسعت ہو ان پر) کی شان میں فرمایا جس کو امام سیوطی نے نقل فرمایا کہ عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ہدایت کے اماموں کا اختلاف اللہ تعالٰی کی رحمت ہے اس امت کے لیے، ہر ایک نے جس کو صحیح سمجھا وہی اس نے اپنایا، اور تمام ائمہ ہدایت پر ہیں، اور تمام اللہ تعالٰی کی رضا کے طالب ہیں، اس کا تمام بیان کشف الخفاء میں ہے۔ لہذا قاسم مذکور کا نکاح حنفی فقہاء کے نزدیک درست ہے اگرچہ بالفرض مذہب کے مخالف ہے اور حنفیت سے بھی خارج نہیں ہوتا جیسا کہ مجیب نے تحریر کیا ہے اس کا اجر ونفع اللہ تعالٰی اس کو عطا فرمائے، میں نے اس فتوی کو گہری نظر سے دیکھا اور فقہ کی کتب میں اس کی میں نے چھان بین کی تو میں نے اس کو صحیح مطابق قرآن اور موافق ثواب پایا ہے

مطابقا بالکتاب وموافقا للصواب واللہ اعلم بحقیقة الحال والیه المرجع والمآل۔ کتب الحقیر الراجی الٰی رحمة ربه الخلاق عبدالرزاق الکیوکتوی غفرله۔	اور اللہ تعالٰی ہی حقیقت زیادہ جانتا ہے اور اس کی طرف رجوع ہے، اس کو اللہ تعالٰی کی رحمت کے امید وار عبدالخالق کیوکتوی غفرلہ، نے لکھا ہے۔ (ت)

الجواب:

| ایں ہمہ جہل شدید وضلال بعید وافترابر شرع مجید ست نکاح بابنت بنت الاخ بعینہٖ ہمچو نکاح بادختر خود ست نسبًا باشد یارضاعًا وحرام قطعی ست باجماع ائمہ دین ونص قرآن مبین وصحاح احادیث سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین نسبت جواز ش بامام شافعی خواہ بامام دیگر از ائمہ مسلمین خطائے محض ست وایں بنگالیاں کہ فتوی بجوازش دادہ بودند علما نہ بودند بہ ہزاران درجہ بدتر از جہلا بودند واینان کہ فتوی ملعونہ ایشاں رانا فذمی کنند ہمہ ہاحرام خدا راحلال می نمایند ہمچو کسان راحرام وسخت حرام ست کہ تصدی بافتاکنند درحدیث فرمود **من افتی بغیر علم لعنة ملئکة السماء والارض**[1] ہر کہ بے علم فتوی دہد ملائکہ آسمان وزمین براولعنت وبرآن حاکمان وایں فتوائے نفاذ ہر دو ملعون ست وبر حاکماں وایں مفتیان توبہ فرض ست ورنہ مسلمان از مجالست ایشان احتراز درزند درہیچ امر فتوی ازایشاں خواستن حرام ست **قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا** | یہ تمام شدید جہالت اور انتہائی گمراہی ہے اور شریعت پر افتراء ہے، بھائی کی نواسی سے نکاح ایسے ہے جیساکہ اپنی بیٹی سے، نواسی نسبی ہو یا رضاعی، اور قرآن وحدیث اور اجماع سے یہ حرام قطعی ہے، اس کے جواز کی نسبت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ یا کسی اور امام المسلمین کی طرف کرنا خطائے محض ہے اور جن بنگالیوں نے اس کے جواز کا فتوی دیا ہے وہ عالم نہیں بلکہ ہزار درجہ جاہلوں سے بھی بدتر ہیں، جنھوں نے بھی یہ ملعون فتوی نافذ کیا انھوں نے اللہ تعالٰی کے حرام کو حلال کیا اوراسی طرح وہ حضرات جنھوں نے اس کی تصدیق کی انھوں نے حرام ترین کی تصدیق کی، حدیث شریف میں ہے کہ جس نے علم کے بغیر فتوی دیا اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت کرتے ہیں لہٰذا جنھوں نے یہ فتوی دیا اور جنھوں نے اس کو نافذ کیا دونوں ملعون ہیں، نافذ کرنے والے حاکم اور مفتیوں پر توبہ فرض ہے ورنہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان سے بائیکاٹ کریں اور آئندہ ان سے کوئی فتوی طلب کرنا حرام ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لوگ جاہلوں کو رہنما بنائیں گے توجب ان سے سوال |

[1] کنزالعمال ابن عساکر عن علی حدیث ۲۹۰۱۸ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۱۹۳

فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا [1]

مفتیان خشم نہ کنند اینکہ گفتہ شد خیر خواہی ایشاں بود، حرام خدا راحلال گرفتن وزنائے پدر باد خترش روا داشتن نہ سہل کارے ست۔ ہر کہ ہمچو ضلالت قطعیہ تنبیہ کرد مستوجب شکراست نہ مستحق شکایت وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ [2] وبرآں ناکح زانی فرض ست کہ دختر راازتصرف خود وا گزارد وبرآں منکوحہ مزنیہ فرض ست کہ بپائے کہ داردازز نائے پدرش بگریزد فورًا فورًا ورنہ آناں ومزوجان آناں ومجوزاں اینہاھمہ عذاب شدید الٰہی منتظر باشند۔ نسأل الله العفو والعافية ولاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم۔

امام اجل ابو زکریا نووی کہ احد الشیخین مذہب امام شافعی ست ونص اوہمچو نص امام شافعی ست رضی اللہ تعالٰی عنہم در شرح صحیح مسلم فرماید اما رجل المنسوب ذٰلك اللبن الیه لکونه زوج المرأة اووطئها بملك اوشبهة فمذهبنا ومذهب العلماء کافة ثبوت حرمة الرضاعة بینه وبین الرضیع

کیا جائے گا تو بغیر علم فتوٰی دینگے خود بھی گمراہ ہونگے اور لوگوں کو بھی گمراہ کردیں گے، ان مفتیوں کو یہ کہتے ہوئے خوف خدا نہیں کہ یہ خیر خواہی ہے، اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بنانا اور باپ بیٹی سے زنا کو جائز کرنا کوئی آسان کام ہے، ہرگز نہیں، اور جس شخص نے ان کی اس گمراہی پر تنبیہ کی وہ شکریہ کا مسحق ہے نہ کہ شکایت کا، اور اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے، اس نکاح کرنے والے زانی پر فرض ہے کہ وہ فورًا لڑکی کو آزاد کردے اور جدائی اختیار کرے، اور منکوحہ مزنیہ پر لازم ہے کہ اپنی توفیق کے مطابق رضاعی باپ کے زنا سے فورًا بچے اور جدائی اختیار کرے ورنہ یہ دونوں اور نکاح کو نافذ کرنے والے اور جائز کرنے والے سب اللہ تعالٰی کے شدید عذاب کا انتظار کریں، ہم اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کا سوال کرتے ہیں ولا حول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ شافعی مسلک کے شیخین میں سے ایک برگزیدہ امام ابوزکریا نووی جن کی نص امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے منصوص کی طرح ہے، انھوں نے شرح مسلم شریف میں فرمایا ہے کہ وہ شخص جس کی طرف یہ دودھ منسوب ہے کیونکہ یہ عورت کا خاوند ہے یا لونڈی کا مالک یا شبہ کی بناپر وطی کی ہے تو اس کے متعلق ہمارا اور تمام علماء کا مذہب ہے کہ اس کے اور دودھ پینے والے بچے کے درمیان

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/۲۱۳

ویصیر ولداله واولاد الرجل اخوة الرضیع واخواته ویکون اخوة الرجل اعمام الرضیع واخواته عماته، ویکون اولاد الرضیع اولاد الرجل ولم یخالف فی هذه الا اهل الظاهر وابن علیة[1]

ایں تصریح صریح ایں امام شافعیہ ببیں کہ مذہب ماو جملہ علماء تحریم ست و در وخلاف نہ کردند جز فرقہ ظاہریہ وابن علیہ طرفہ آنکہ مجیب عبارت مذکورہ نووی از ینجا نقل کرد کہ لم یخالف فی هذه الخ وصدر کلام کہ فرمودہ بودند کہ مذہب ماو مذہب جملہ علماء تحریم ست در پردہ اخفا داشت وامام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ راظلماً از اہل ظاھر شمرد حالانکہ ظاہریہ طائفہ ایست مخالف ائمہ اربعہ وسائر مجتہدین شاہ عبدالعزیز صاحب گفتہ اندا داؤد ظاھری ومتبعانش را از اہل سنت وجماعت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت ست رافضیاں کہ ظاھریہ راسنی گرفتہ باقوال ایشاں بر اہلسنت اعتراض می کردند، شاہ صاحب جوابش دادند کہ فرقہ ظاھریہ ہر گزاز اہلسنت نیست، ایں جہل وسفاہت شماست کہ ایشاں راسنی گرفتہ برسنیان طعن مے کنید، امام ابن حجر مکی شافعی در کف الرعاع فرماید واعلم

حرمت رضاع ہوگی اور یہ اس بچے کا باپ ہوگا اور اس کی دوسری اولاد اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے اور اس شخص کے اپنے بھائی بہن اس بچے کے لیے چچا اور پھوپھی ہوں گے اور اس بچے کی اولاد اس شخص کی اولاد قرار پائے گی، اس میں اہل ظاہر وابن علیہ کے بغیر کسی کو اختلاف نہیں۔ شافعی حضرات کے امام کی صاف تصریح ہے کہ ہم اور تمام علماء اس تحریر پر متفق ہیں اور ہمارا یہ مذہب ہے اس میں فرقہ ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہ کیا، تعجب ہے کہ مجیب نے امام نووی کی صرف اتنی عبارت کہ "مخالفت نہیں کی" کو نقل کیا اور اس سے پہلی عبارت کہ "ہمارا تمام علماء کا مذہب تحریم ہے" کو چھپالیا اور پھر امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کو غلط طور پر اہل ظواہر میں شمار کردیا، حالانکہ ظاہریہ فرقہ تمام ائمہ مجتہدین کے خلاف ہے، شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا ہے کہ داؤد ظاہری اور اس کے پیروکار کو اہلسنت سے شمار کرنا انتہائی جہالت ہے، رافضیوں نے ظاہریہ فرقہ کو اہلسنت کہہ کر ان کی باتوں کی وجہ سے اہلسنت پر اعتراض کئے ہیں، شاہ صاحب نے جواب میں رافضیوں کو فرمایا کہ ظاہری فرقہ ہر گز اہلسنت نہیں ہے ان کو اہلسنت کہنا تمھاری انتہائی جہالت ہے جس کی وجہ سے تم سنیوں پر اعتراض کرتے ہو، امام ابن حجر مکی شافعی اپنی کتاب کف الرعاع میں فرماتے ہیں: جاننا

[1] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

ان الائمۃ صرحوابان الظاھریۃ لایعتد بخلافھم،ولایجوز تقلید احد منھم لانھم سلبوا العقول حتی انکروا القیاس الجلی [1]۔نیز فرمود لانھم اصحاب ظاہریۃ محضۃ تکاد عقولھم ان تکون مسخت،ومن وصل الی انہ یقول ان بال الشخص فی الماء تنجس او فی اناء ثم صبہ فی الماء یتنجس کیف یقام لہ وزن،ویعد من العقلاء فضلاء عن العلماء [2]۔

ہمچناں دیگر اکابر شافعیہ تصریح بلبن فحل کردہ اندو درمذہب خود بوئے از خلاف نہ دادہ اند واجلہ اورامذہب ائمہ اربعہ واصحاب ایشاں وفقہائے امصار گفتہ اند امام احمد عسقلانی شافعی درارشاد الساری فرمود فیہ دلیل علی ان لبن الفحل یحرم حتی تثبت الحرمۃ فی جھۃ صاحب اللبن کماتثبت فی جانب المرضعۃ فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اثبت عمومۃ الرضاع والحقھا بالنسب وھذا مذھب الشافعی

چاہئے کہ ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ ظاہر یہ فرقہ کے مخالف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی تقلید جائز ہے، کیونکہ وہ مسلوب العقل لوگ ہیں حتی کہ وہ قیاس جلی کا بھی انکار کرتے ہیں، نیز انھوں نے فرمایا کہ یہ لوگ محض ظاہری ہیں تقریباً بے عقل ہیں، اور یہاں تک کہہ گئے اگر کوئی شخص پانی میں پیشاب کرے تو پانی ناپاک ہے اور اگر کسی برتن میں پیشاب کرکے پانی میں ڈال دے تو پانی پاک ہے ناپاک نہ ہوگا۔ تو ایسے لوگ کس شمار میں ہیں، ان کو اہل عقل میں شمار کرنا کیسے مناسب ہے چہ جائیکہ ان کو علماء میں شمار کیا جائے۔ اسی طرح دیگر شوافع حضرات نے بھی اس کے بارے میں واضح تصریحات کی ہیں اور انھوں نے اس مسئلہ میں کہیں بھی اختلاف ظاہر نہیں کیا اور بڑے بڑے ائمہ شوافع نے اس مسئلہ کو متفقہ علیہ اور چاروں اماموں کا مسلک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ائمہ کے اصحاب اور علاقوں کے تمام فقہاء کا یہی مسلک ہے چنانچہ امام احمد عسقلانی شافعی نے اپنی کتاب ارشاد الساری میں فرمایا: اس میں یہ دلیل ہے کہ جس مرد کا دودھ ہے وہ حرمت پیدا کرتا ہے چنانچہ جس طرح دودھ والی عورت کی طرف سے حرمت ثابت اسی طرح اس کے مرد کی طرف سے بھی حرمت ثابت ہوگی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رضاعی چچا کا اثبات

---

[1] کف الرعاع القسم الرابع عشر باب فی بیان ان ما مرہ صغیرۃ اور کبیرۃ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۱۴۴

[2] کف الرعاع تنبیہ ادلۃ التحلیل والرد علیھا دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۸

وابی حنیفه وصاحبیه ومالك واحمد کجمهور الصحابة و التابعین وفقهاء الامصار [1]۔امام حافظ قسطلانی شافعی در فتح الباری فرماید ذهب الجمهور من الصحابة والتابعین وفقهاء الامصار کابی حنیفة وصاحبیه ومالك والشافعی واحمد واتباعهم الی ان لبن الفحل یحرم [2] امام ابو یوسف اردبیلی شافعی در کتاب الانوار فرماید والفحل الذی منه اللبن ابوه واولادہ من المرضعة وغیرها اخوته واخواته [3]، علامہ زین الدین شافعی تلمیذ ابن حجر مکی در قرۃ العین فرماید تصیر المرضعة امه وذواللبن اباہ وتسری الحرمة من الرضیع الی اصولهما وفروعهما وحواشیهما نسبًا ورضاعًا [4] تاایں جاہمہ نصوص کبرائے شافعیہ است وصاحب البیت ابصر بمافی البیت وصاحب الدار ادری، امام اجل قاضی عیاض مالکی درشرح صحیح مسلم فرماید لم یقل احد من ائمة الفقهاء واهل الفتوی باسقاط حرمة لبن الفحل	فرمایا اور نسب کی طرح قرار دیا ہے اور یہی مذہب امام شافعی، ابوحنیفہ اور ان کے صاحبین امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا ہے جس طرح کہ صحابہ اور تابعین اور تمام علاقوں کے علماء کا یہی مذہب ہے، اور امام قسطلانی شافعی نے فتح الباری میں فرمایا کہ تمام صحابہ، تابعین اور فقہاء ابوحنیفہ ان کے صاحبین، مالک، شافعی اور احمد اور ان کے تمام متبعین کا مذہب یہ ہے کہ دودھ والا مرد بھی حرام ہوتا ہے، امام ابو یوسف اردبیلی شافعی نے کتاب الانوار میں فرمایا کہ جس مرد سے عورت کو دودھ اترا وہ دودھ پینے والے بچے کا باپ ہے اور اس کی تمام اولاد خواہ اس مرضعہ سے ہو یا کسی دوسری عورت سے وہ سب اس بچے کے بہن بھائی ہوں گے، علامہ زین الدین شافعی ابن حجر مکی کے شاگرد قرۃ العین میں فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی، ماں، اور دودھ والا مرد باپ ہوگا، اور پھر یہ حرمت بڑھ کر بچے سے مرد و عورت کے اصول وفروع اور ان کے نسبی اور رضاعی متعلقین تک سرایت کرجاتی ہے، تمام نصوص شافعی حضرات کی اس مسئلہ میں یہی ہیں، جبکہ گھر والا گھر کی باتوں کو زیادہ جانتا ہے، برگزیدہ امام قاضی عیاض مالکی صحیح مسلم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ائمہ فقہاء اور اصحاب فتوی میں سے کسی نے بھی دودھ والے خاوند کی حرمت کو

[1] ارشاد الساری کتاب الرضاع باب لبن الفحل دار الکتب العربی بیروت ۳۳/۸

[2] فتح الباری کتاب النکاح باب لبن الفحل دار المعرفة بیروت ۹/۱۳۱۔۱۳۰

[3] الانوار لاعمال الابرار

[4] قرۃ العین مع شرح فتح العین ارکان النکاح مطبعة عامر الاسلام تروز نگاڈی کیرلہ ص ۳۹۰

الاالهل الظاهر وابن علية والمعروف عن داؤد موافقة الائمة الاربعة[1] امام جلیل بدر الدین محمود عینی در عمدۃ القاری فرمایند لبن الفحل یحرم وھو قول ابی حنیفة ومالك والشافعی واحمد واصحابھم وقال القاضی عیاض لم یقل احد من الائمة[2] الخ (ملخصا) این ست نقول ونصوص ائمہ اجلہ ثقات اثبات ونسبتے کہ در خانیہ وہدایہ واقع شدہ معارضش نتواں بود در نقل مذہب غیر بارہا زلت روی نماید، یکے از اکابر شافعیہ تحلیل زنا بحربیہ در دارالحرب، ودیگرے اجلہ شافعیہ حلت غراب بحضرت امام اعظم نسبت کرد وہر دو باطل است درہمیں ہدایہ حلت متعہ بامام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نسبت نمود حالانکہ بامام مالک بروے حد زنا مے زنند کما ھو قول عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنھما اذقال جرب علی نفسك لان فعلتھا لارجمنك باحجارك[3] بخلاف حنفیہ ودیگر ائمہ کہ حرام دانند وتاحد نرسانند بالجملہ جواز ایں نکاح باطل است ہرگز نہ مذہب امام شافعی است نہ مذہب ہیچکس از ائمہ مجتھدین متبوعین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین، ابن علیہ مردے از محدثین است

ساقط نہیں کیا ماسوائے ابن علیہ اور اہل ظاہر حضرات کے، اور داؤد ظاہری سے نقل مشہور ہے کہ وہ بھی ائمہ اربعہ کے موافق ہے، برگزیدہ امام بدر الدین عینی نے عمدۃ القاری میں فرمایا ہے کہ دودھ والے خاوند کی حرمت تمام ائمہ ابو حنیفہ، شافعی، مالک اور احمد اور ان کے اصحاب کا مذہب ہے اور قاضی عیاض نے فرمایا کہ کسی امام نے اس حرمت کے اسقاط کا قول نہیں کیا، یہ ہیں تمام ثقہ ائمہ کی نصوص جو ان سے منقول ہیں، اور وہ جو خانیہ اور ہدایہ میں اس کے خلاف ان ائمہ کی طرف منسوب ہے وہ ان نصوص کے معارض نہیں ہوسکتا کیونکہ بارہا دوسروں کے مذہب کو نقل کرنے میں اکثر لغزش ہوجاتی ہے، شافعی مسلک کے اکابرین میں سے ایک نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب کردیا کہ ان کے نزدیک دارالحرب میں حربی عورت سے زنا جائز ہے اور دوسرے نے امام ابو حنیفہ کی طرف کوے کے حلال ہونے کی نسبت کردی جبکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں، اور اسی ہدایہ میں امام مالک کی طرف متعہ کے حلال ہونے کی نسبت کردی گئی حالانکہ امام مالک ایسے شخص پر حد زنا لگاتے ہیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول ہے کہ یہ تجربہ کرکے دیکھ اگر تو کریگا تومیں تجھے تیرے ہی پتھروں سے رجم کروں گا۔ بخلاف حنفیّہ اور دیگر ائمہ کہ وہ متعہ کو حرام کہتے ہیں مگر حد نہیں لگاتے

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض مالکی

[2] عمدۃ القاری باب لبن الفحل ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر ۲۰/ ۹۷

[3] صحیح مسلم باب نکاح المتعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۵۲

عداد در مجتہدین ائمہ نسیت واگر باشد متفرد است وظاھریہ خود مبتدعانند ومبتدع را در اجماع اعتبارے نیست ووفاقش ملحوظ نشود وبخلافش خلل نہ پزیرند، لانھم لیسوا من الائمۃ علی الاطلاق کما فی التوضیح وغیرہ لیسوا من امۃ الاجابۃ وانما ھم من امۃ الدعوۃ، کما فی مرقاۃ المفاتیح وغیرھا، وخود در خصوص ظاھریہ از امام ابن حجر مکی گزشت کہ مخالفت ایشاں اصلاً قابل التفات نیست، پس دریں مسئلہ حکم بخلاف راز نہار مساغ نیست اولاً خلاف سنت مشہورہ است کہ ان اللہ حرم من الرضاع ماحرم من النسب[1]۔

ایں حدیث بالفاظ متنوعہ وروایات متظافرہ در دواوین اسلام مروی ومنقول است واز صدر اسلام تاحال میان علماء متلقی بالقبول ہمیں امام ترمذی در ہماں جامع فرماید والعمل علی ھذا عند عامۃ اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

خلاصہ یہ کہ نکاح باطل ہے اور کسی بھی امام خواہ شافعی ہو یا کوئی اور مجتہدین میں سے کسی کے مذہب میں جائز نہیں ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم، ابن علیہ کا شمار محدثین میں تو ہوتا ہے مگر مجتہدین میں نہیں، اور اگر بالفرض ہو بھی تو وہ دوسرے ائمہ سے الگ تھلگ ہے، رہا ظاہریہ فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے جبکہ اجماع کے معاملہ میں بدعتی کا اعتبار نہیں ہوتا، اس کی موافقت اور مخالفت کا کوئی اثر اجماع پر نہیں پڑتا کیونکہ یہ ائمہ میں سے نہیں ہیں، جیسا کہ توضیح وغیرہ میں ہے، اور امت اجابہ میں سے نہیں بلکہ وہ امت دعوت میں سے ہیں جیساکہ مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ہے، اور خود ظاہریہ فرقہ کے بارے میں امام ابن حجر مکی کا قول گزرا کہ ان کی مخالفت قابل التفات نہیں ہے لہٰذا اس مسئلہ میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں اولا اس لیے کہ اس کا خلاف سنت مشہورہ کے خلاف ہے جو کہ یہ ہے جو نسب کی بناء پر حرام فرمایا ہے وہ رضاعت کی بناء پر بھی اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا ہے، یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ کثیر روایات میں ہے اور اسلام کی قانونی کتب میں مروی ومنقول ہے اور ابتداء اسلام سے آج تک علماء کے درمیان مقبول ہے، امام ترمذی نے اپنی جامع میں فرمایا کہ اس پر عام صحابہ اور بعد والوں کا عمل ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے

[1] جامع الترمذی ابواب الرضاع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۳۶

وغیرھم لانعلم بینھم فی ذٰلك اختلافا [1] وحکم برخلاف سنت مشہورہ نافذ نہ شود، در تنویر الابصار است اذا رفع الیه حکم قاض آخر نفذہ الامّاخالف کتابًا اوسنة مشھورة اواجماعا [2] ثانیا مخالف اجماع من یعتد باجماعھم افتادہ ست کما تقدم بیانہ، وامام شعرانی شافعی درمیزان الشریعۃ الکبرٰی فرمود اتفق الائمة علی انه یحرم من الرضاع مایحرم من النسب [3] وحکم برخلاف اجماع نفاذ نیست، ائمہ ثقات اثبات از حکایات شاذہ غافل نبودند بلکہ خود ذکر نمودہ اند باز تصریح فرمودہ کہ دریں مسئلہ جز ظاہریہ وابن علیہ کسے راخلاف نیست چنانکہ از امام قاضی عیاض مالکی وامام ابوزکریا نووی شافعی وامام محمود عینی حنفی گزشت فمن الغریب نسبة الغراب الیھم علی ماوقع فی فتح المغیث واگر بالفرض اینجا قولے ضعیف محکی بود کما اول به فی الفتح الفقھی، پس حکم وفتوے بر قول ضعیف ومرجوح خود جہل وخرق اجماع است کما فی تصحیح القدوری

اور سنت مشہورہ کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور تنویر الابصار میں ہے کہ جب ایک قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا حکم پہنچے تو اس کو نافذ کرے بشرطیکہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع کے خلاف نہ ہو، ثانیا اس لیے کہ جن لوگوں کا اجماع معتبر ہے ان کے اجماع کے بھی خلاف ہے جیساکہ پہلے بیان ہوچکا ہے، اور امام شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا ہے کہ ائمہ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو رشتہ نسب کی وجہ سے حرام ہے وہ رضاع کی وجہ سے بھی حرام ہے اور اجماع کے خلاف حکم نافذ نہیں ہوسکتا، اور کسی مسئلہ کو ثابت قرار دینے والے ائمہ ثقات خود بھی شاذ حکایات سے غافل نہیں ہوتے بلکہ خود ان کو ذکر کردیتے ہیں، نیز انھوں نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس مسئلہ کا ظاہریہ اور ابن علیہ کے بغیر کسی نے خلاف نہیں کیا، جیساکہ امام قاضی عیاض، ابوزکریا نووی شافعی اور امام محمود عینی حنفی سے گزرا فتح المغیث میں ان حضرات کی طرف شاذ امور کو منسوب کرنا تعجب کی بات ہے، اگر بالفرض یہاں کوئی ضعیف قول نقل کیا گیا ہو جیساکہ فتح القدیر میں تاویل کی گئی ہے تو بھی ضعیف قول اور مرجوع قول پر فتوٰی دینا خود جہالت اور اجماع کے خلاف ہے جیسا کہ علامہ قاسم

[1] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الصلٰوۃ باب فی الحبس مجتبائی دہلی ۲/۷۷۔۷۸

[2] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الرضاع مصطفی البابی مصر ۲/۱۳۸

[3] میزان الشریعۃ الکبرٰی کتاب الرضاع مصطفی البابی مصر ۲/۱۳۸

للعلامۃ قاسم والدر المختار ثالثا حکم بخلاف قاضی مجتہد راست مقلد را روانبود بر خلاف امام خود حکم کردن تنویر الابصار ست **قضی فی مجتھد فیه بخلاف رأیه لاینفذ مطلقا وبه یفتی**[1]

ودر مختار است

ولوحکم القاضی بحکم مخالف لمذهبه ماصح اصلا یسطر[2]

در ردالمحتار آورد **اما المقلد فلایملك المخالفة**[3] مجیب عبارتش از سابق ولاحق قطع کردہ آورد وخود در قدر منقول خود لفظ ادعی ندید **رابعا** اگر از ہمہ گزرند قضاء شرعی چیز یست کہ رفع خلاف مے کند، نہ کہ دو حروف خوانند وخود را برمسندِ افتاء نشانند، ہرچہ خواہند برزبان رانند، و خلاف مرتفع شود، ومذہب مردود ومندفع **حاشاالله لایقول به جاهل فضلا عن فاضل نسأل الله العفو والعافیة، والله تعالٰی اعلم۔**

فقیر مصطفٰی رضاخاں قادری نوری غفرلہ

کی تصحیح القدوری میں اور درمختار میں ہے، **ثالثًا** مخالف کے قول پر فیصلہ کا اختیار صرف مجتہد قاضی کو ہے، مقلد کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے امام کے قول کے خلاف فیصلہ کرے، تنویر الابصار میں ہے کہ قاضی کا مجتہد فیہ میں اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ مطلقًا نافذ نہ ہوگا اور اسی پر فتوی ہے، اور درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے اپنے مذہب کے خلاف فیصلہ دیا تو نافذ نہ ہوگا اور یہ صحیح نہ ہوگا۔ اور ردالمحتار میں کہا: لیکن مقلد اپنے مذہب کی مخالفت نہیں کرسکتا مجیب نے ان کی عبارت سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کی اور خود اس نے جو ان کی عبارت نقل کی اس میں لفظ ادعی کو نہ دیکھا، **رابعًا** یہ کہ اگر مذکورہ امور کو نظر انداز بھی کردیں تو قضا شرعی طور پر ایسا اہم عہدہ ہے کہ جس میں جمہور کے خلاف کو ختم کیا جاتا ہے، نہ کہ چند حرف پڑھ لیے اور مسند قضا پر بیٹھ کر جو کچھ چاہے اس کو زبان پر جاری کردے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرے فیصلہ سے خلاف قوی اور مذہب کمزور ہوگا، اللہ تعالٰی کا خوف ہو تو خلاف والا قول جاہل بھی نہ کرے چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے، اللہ تعالٰی سے عافیت اور معافی کی درخواست ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

فقیر مصطفٰی رضاخاں قادری نوری غفرلہ

---

[1] درمختار متن تنویر الابصار باب القضاۃ فصل فی الحبس مجتبائی دہلی ۸۰/۲

[2] درمختار متن تنویر الابصار باب القضاۃ فصل فی الحبس مجتبائی دہلی ۸۰/۲

[3] ردالمحتار باب القضاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۳۵/۴

فی الواقع نکاح مذکور باطل وحرام محض ست وبرآں کس از دختر برادر خودش فورًا فورًا جدا شدن فرض است تنزویج ایناں جہل وتنفیذ او ظلم شدید، واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ	فی الواقع نکاح مذکور باطل اور محض حرام ہے اس شخص پر لازم ہے کہ فورًا فورًا اپنے بھائی کی نواسی سے جدائی اور علیحدگی اختیار کرے، اس نکاح کو نافذ کرنا اور جائز کہنا جہالت اور ظلم شدید، واللہ تعالٰی اعلم۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

رسالہ
الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللّبن ۱۳۳۰ھ
(اولاد رضیع اور اولاد مرضعہ کے درمیان حرمت نکاح کا عمدہ اور روشن بیان)

کسی کم علم نے ایک غلط فتوی درباب جواز نکاح مابین اولاد رضیع و مرضعہ لکھ دیا تھا وہ فتوی بذریعہ مولوی اکرام الدین صاحب امام وخطیب مسجد وزیر خاں اعلیحضرت امام احمد رضاخان بریلوی تک پہنچا توآپ نے اس کے رد میں مندرجہ ذیل المسمی بہ الجلی الحسن فی حرمۃ ولد اخی اللبن مستند بنصوص صحیحہ و مبرہن بہ براہین شرعیہ تحریر فرمایا،

وھــــوھـــــذا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی خلق الانسان فجعلہ نسبًا وصھرا وجعل الرضاع کالنسب فوھب بہ محرمیۃ اخری والصلوۃ والسلام علی من ھدانا للصواب	اللہ تعالٰی کے لیے سب تعریفیں جس نے انسان کو پیدا فرمایا تو اس کو نسب اور سسرالی رشتہ سے نواز اور رضاعت کو نسب کی مثل بنایا تو اس کے سبب ایک اور محرمیۃ عطاکی، صلوٰۃ وسلام اس ذات پر جس نے ہمیں درستگی

ووعد علیه جزیل الثواب فاعظم البشری واوجب التثبت فی الافتاء وحرم الاجتراء فاوعد علیه وعید انکرا صلی الله تعالٰی علیه وسلم وآله وصحبه والمنتمین الیه الدنیا واخری، آمین!	کی رہنمائی فرمائی، اوراس پر بھاری ثواب کا وعدہ فرمایا تو بشارت عظیم فرمائی اور جس نے فتوی دینے میں مضبوطی کو واجب اور جسارت کو حرام فرمایا تو جسارت پر سخت وعید فرمائی، اللہ تعالٰی کی رحمت اور سلام ہو آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر اور ان سب پر جو آپ کی طرف دنیا وآخرت میں منسوب ہوں، آمین (ت)

مسئلہ ۲۸۰: از لاہور مرسلہ مولوی اکرام الدین صاحب بخاری وامام وخطیب مسجد وزیر خان مرحوم ۲۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۰ ہجری المقدس

جناب مستطاب، مرحمت مآب، قدوۃ الابرار واُسوۃ الاخیار، زین الصالحین وزبدۃ العارفین، علامۃ العصر وفرید الدہر، عالم اہل السنۃ، مجدد مائۃ حاضرہ، استاذ زمان ومقتدائے جہان، لازوال نتیجہ خاطرہ، درۃ تاج الفیضان وثمرۃ شجرۃ ضمیرہ باکورۃ بستان العرفان السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،

بعد اتحاف اساس تسلیمات حورا صورت کہ رخسارہ صفا امارا تش از تکلف حلل عبارت مستغنی ست در نظر آن سلیمان ملک عرفان معروض دارم التجاء مخلصانہ بخدمت والا مرتبت انیست کہ فتوی بہ ہمراہی مکتوب ارسال داشتہ شد موافق رائے مبارک عالی سطرے نوشتہ بنام نیاز مند ارسال نمایند، الٰہی سلامت باشند ثم السلام، کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفاعنہ الباری،	نورانی اور روشن تسلیمات کے تحائف جن کا رخ زیبا لباس الفاظ کے تکلف کا محتاج نہیں، سلطنت عرفان کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے بعد مخلصانہ التجا ہے اپنی رائے عالی کے موافق چند سطریں تحریر فرما کر اس نیاز مند کے نام روانہ فرمادیں اللہ تعالٰی سلامت رکھے، والسلام، کتبہ المسکین محمد اکرام الدین بخاری عفاعنہ الباری۔ (ت)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی حقیقی بہن کا دودھ پیا ہے، اس شخص اور اس کی بہن سے اولاد پیدا ہوئی، یہ بھائی بہن اپنی اولاد کا آپس میں نکاح کرنا چاہتے ہیں، ان کی اولاد کا نکاح شرعاً آپس میں درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

شخص مذکور کی اولاد کا نکاح اس کی بہن مرضعہ کی اولاد کے ساتھ جائز ہے کیونکہ حرمت رضاعت خاص رضیع کے لیے ثابت ہوتی ہے، رضیع کے اصول وفروع کے لیے حرمت مذکورہ ثابت نہیں ہوتی، پس دودھ پینے والی بمعہ جمیع فروع کے حرام ہے، فروع رضیع پر فروع مرضعہ ہرگز حرام

نہیں ہو سکتا، چنانچہ شرح وقایہ وغیرہ میں محرمات بالرضاع کو اس شعر میں درج کیا ہے:۔

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند

وز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیر خوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ، اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔ت)

تحرم المرضعة وزوجها علی الرضیع ویحرم قومها علی الرضیع کما فی النسب وتحرم فروع الرضیع علی المرضعة وزوجها ویحرم زوجا الرضیع علی المرضعة وزوجها[1] کذا فی شرح الوقایة ص۔	دودھ پلانے والی خود، اس کا خاوند اور اس کی قوم دودھ پلانے والے پر حرام ہوگی جیسے نسب میں حرام ہیں، اور دودھ پینے والے کے فروع دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند پر حرام ہیں، اور خود دودھ پینے والا اور اس کا زوج یا زوجہ دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر حرام ہیں، شرح وقایہ میں ایسے ہی ہے ص ۶۳ (ت)

اس عبارت سے واضح ہوا کہ حرمت رضاعت رضیع کے لیے ثابت ہے، رضیع کی اولاد پر مرضعہ کی اولاد جائز ہے، بنابریں شخص مذکور کی اولاد اپنی ہمشیرہ کی اولاد پر حلال ہے، آپس میں ان کا نکاح درست ہے،

الجواب:

انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون، حرام قطعی حلال کردیا گیا، محارم سے زنا حلال کردیا گیا، چچا بھتیجی کا نکاح حلال کردیا گیا، پھوپھی بھتیجے کا نکاح حلال کردیا گیا، ماموں بھانجی کا عقد حلال کردیا گیا، خالہ بھانجی کا زنا حلال کردیا گیا، خلاصہ یہ ہے کہ گویا ماں بیٹے کا نکاح حلال کردیا گیا، باپ بیٹے کا زنا حلال کردیا گیا، لاالٰہ الا اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ اول یہ قیامت مرادآباد میں ایک وہابی خیال مولوی عالم صاحب نے اُٹھائی اور غیر مقلدوں کے پیشوا نذیر حسین مع ذریات نے اس پر مہر لگائی، یہاں سے اس کا رد ہو کر گیا، وہ پرانا سیانا رجوع کرگیا، اور دوسرا فتوی اس کی حرمت میں لکھا اور پہلے کا یہ عذر بدتر گناہ پیش کیا کہ:

قبل ازیں بر فتوائے مولوی عالم صاحب کہ درحلت آن نوشتہ بودند براعتماد ایشان بر نظر سرسری	اس سے پہلے مولوی صاحب کے فتوی پر جو کہ اس کے حلال ہونے میں انھوں نے لکھا تھا

[1] شرح وقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۷

مہر من کردہ شد،	ان پر اعتماد کرتے ہوئے سرسری نظر سے میری مہر لگادی گئی۔(ت)

حلال وحرام خصوصًا معاملہ فروج میں نظر سرسری کا عذر اپنی کیسی صریح بددیانتی اور آتش جہنم پر سخت جرأت وبیباکی کا کھلا اقرار ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار [1]۔	تم میں سے جو فتووں پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔(ت)

خیر یہ تو غیر مقلد کے لازم بین ہے مگر "براعتماد زایشاں" نے انکے اجتہاد کی جان پر پوری قیامت توڑ دی، اے سبحان اللہ! مجتہدی کا دعوی اور ایک ادنی سے ادنی مقلد پر حلال وحرام میں یہ تکیہ بھروسا، اور اس "کردہ شد" کے لطف کو تو دیکھئے، کیا شرمایا ہوا صیغہ مجہول ہے، گویا انھوں نے خود اس پر مہر نہ کی کوئی اور کر گیا، اللہ یوں اپنی نشانیاں دکھا دیتا ہے اور ائمہ کے مقابلہ کا مزہ چکھاتا ہے **نسأل اللہ العفو والعافیہ** (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، ت) اسکی تفصیل اسی زمانہ میں رسالہ سیف المصطفٰی علی ادیان الافترا میں لکھی گئی، دوبارہ اسی زنائے محارم کو حلال کرنے کی سخت اشد آفت کلکتہ سے اٹھی، کوئی صاحب مولوی لطف الرحمٰن بردوانی ہیں انھوں نے جہان بھر کے تمام علماء کو مخاطب کرکے ایک عربی طویل سوال چھپوایا اور یہاں بھیجا، بفضلہٖ تعالٰی اس کے جواب میں یہاں سے عربی رسالہ **نقد البیان لحرمۃ ابنۃ اخی اللبان** اعلٰی مباحث ودلائل فقہ ونصوص پر مشتمل تصنیف ہو کر بھیج دیا گیا، جس نے بحمد اللہ تعالٰی سارا اُبال بیٹھا کر جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا [2] (حق آیا اور باطل زائل ہوا بیشک باطل زوال پذیر ہے۔ت) کا نقشہ کھینچ دیا، اب سہ بارہ یہ بلائے عظیم لاہور سے اٹھنے کورہ گئی تھی، گویا ہر سولھویں سال اس وبال میں اُبال آتا ہے، پہلے ۱۲۹۸ھ میں اُٹھا پھر ۱۳۱۴ھ میں، اب ۱۳۳۰ھ میں، وہابیت کو ایسے فتوے زیب دیتے تھے کہ ان کے قلوب اوندھے کردئے جاتے ہیں، مگر اس بار صدمہ سخت تر ہے کہ ہمارے بعض سنی علماء نے اس میں شرکت کی، **انا للہ وانا الیہ راجعون**، ابھی چندہی مہینے تو ہوئے کہ فقیر نے اس واقعہ ہائلہ نذیر حسین دہلوی کو اپنا رسالہ تازہ کاسر السفیہ الواھم فی ابدال قرطاس الدارھم میں ذکر کیا اور وہ چھپ کر شائع ہوگیا، احباب نے یا تو اُس ضروری تصنیف کو براہ بے پرواہی ملاحظہ نہ فرمایا، یا اس قدر بھول گئے، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ فقیر از انجاکہ "**نقد البیان**" میں بہ تقریب

---

[1] کنز العمال حدیث موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۸۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

از ہاق اوہام بر دوانی، اس مسئلہ کی تحقیق بازغ کر چکا ہے، یہاں صرف چند نصوص ہندی کی چندی کرکے عرض کرے کہ کسی طرح اس دھوکے کا سد باب تو ہو، آخر یہ فتنہ کتنی بار اٹھے گا!

نص ۱: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یحرم من الرضاعة مایحرم من النسب[1]۔ رواہ الائمة احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجه عن ام المومنین الصدیقة واحمد ومسلم والنسائی وابن ماجة عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهم۔	جو کچھ نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے، (اس کو ائمہ کرام، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور امام احمد، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

بھانجا بھانجی، بھتیجا بھتیجی نسب سے حرام ہیں یا نہیں؟ ضرور ہیں، تو دودھ سے بھی قطعاً حرام ہیں، اور شک نہیں کہ اپنی نسبتی ماں کی رضاعی اولاد بہن بھائی ہے، تو اس اولاد کی نسبتی اولاد اپنے سے یہی رشتے رکھتی ہے، اسے یوں سمجھئے مثلاً زید کی ماں ہندہ کا دودھ عمرو نے پیا، تو عمرو اور زید رضاعی بھائی ہوئے، اگر کہے نہ ہوئے تو ہندہ مرضعہ کی بیٹی لیلٰی بھی عمرو رضیع کی بہن نہ ہوگی کہ جب ہندہ کا بیٹا زید عمرو کا بھائی نہ ہوا، تو ہندہ کی بیٹی لیلٰی کس رشتہ سے عمرو کی بہن ہوجائے گی حالانکہ وہ بہ نص قرآن عمرو کی بہن ہے۔

قال اللہ تعالٰی: **وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ**[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہاری مائیں جنھوں نے تمھیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں۔ (ت)

وعلٰی هذا القیاس باقی صورتیں، اور جب مرضعہ کی سب اولاد رضیع کے بہن بھائی ہوگئے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کے لیے یقیناً اپنے بہن بھائی کی اولاد ہے، اور اپنے بہن بھائی کی اولاد یقیناً اجماعاً حرام ہے، تو پھوپھی بھتیجے یا چچا بھتیجی یا خالہ بھانجے یا ماموں بھانجی کا زنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

نص ۲: صحیحین میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما اور صحیح مسلم میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، انھوں نے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور کے چچا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی قریش میں سب سے زائد خوبصورت نوجوان ہیں حضور چاہیں تو ان سے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

نکاح فرمالیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انها لاتحل لی انها ابنة اخی من الرضاعة ویحرم من الرضاعة مایحرم من الرحم[1] ۔	وہ میرے لیے حلال نہیں وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، اور جو کچھ نسبی رشتہ سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے،

دوسری حدیث کے لفظ یہ ہیں:

اما علمت ان حمزة اخی من الرضاعة وان اللہ حرم من الرضاعة ماحرم من النسب[2] ۔	تمھیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں اور اللہ نے جو رشتے نسب سے حرام فرمائے وہ دودھ سے بھی حرام فرمائے ہیں۔

صاف اشارہ ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے جب بھائی نے اپنی بہن کا دودھ پیا تو وہ اپنی بہن کے بیٹے کا رضاعی بھائی ہوگیا تو اس کی بیٹی بہن کے بیٹے کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے!

نص ۳: نیز صحیحین میں زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے درہ بنت ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں فرمایا:

لولم تکن ربیبتی ماحلت لی ارضعتنی واباها ثویبة[3] ۔	یعنی اول تو میری ربیبہ ہے کہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی بیٹی ہے اور اگر ربیبہ نہ بھی ہوتی جب بھی میرے لیے حلال نہ ہوتی کہ اس کے باپ ابو سلمہ میرے رضاعی بھائی تھے مجھے اور ان کو ثویبہ نے دودھ پلایا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ بھی اسی طرح نص صریح ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے۔

نص ۴ و ۵: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں شرح السنۃ امام بغوی رحمہ اللہ تعالٰی سے شرح حدیث اول میں ہے:

فی الحدیث دلیل علی ان حرمة الرضاعة کحرمة النسب فی المناکح فاذا ارضعت المرأة رضیعا یحرم علی الرضیع واولادہ من	یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ نکاحوں کے بارے میں دودھ اور نسب کی حرمت ایک سی ہے، تو جب کوئی عورت کسی بچہ کا دودھ پلائے تو اس رضیع اور

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۷

[2] مسند امام احمد کتاب الرضاع دار الفکر بیروت ۱/ ۲۷۵

[3] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۸

اقارب المرضعة کل من یحرم علی ولدھا من النسب [1]۔	رضیع کی اولاد پر مرضعہ کے وہ سب رشتہ دار حرام ہوجائیں گے جو مرضعہ کی نسبی اولاد پر حرام ہیں،

یہ عام نص صریح ہے کہ رضیع کی تمام اولاد پر مرضعہ کی تمام اولاد حرام ہے،

نص ۶: تفسیر نیشاپور میں دودھ کی بھتیجیوں بھانجیوں کے بیان میں ہے:

کذلك بنات من ارضعت امك [2]۔	یعنی اسی طرح جس کو تیری ماں نے دودھ پلایا۔

وہ مرد تھا اس کی بیٹیاں تیری بھتیجیاں ہوگئیں، اور عورت تھی تو اس کی بیٹیاں تیری بھانجیاں ہوگئیں اور یہ سب **بنت الاخ وبنت الاخت** میں داخل اور حرام ہیں۔

نص ۷: مستخلص شرح کنز میں ہے:

تحرم زوجة الرضیع علی زوج المرضعة وکذا بنات بناته علی زوج المرضعة وابنائه کذا فهم من شرح الوقایة [3]۔	یعنی رضیع کی بی بی مرضعہ کے شوہر پر حرام ہے یونہی رضیع کی بیٹیاں نواسیاں مرضعہ کے شوہر اور اس کے بیٹوں پر حرام ہیں، شرح وقایہ کا مفاد یہی ہے۔

نص ۸: ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی حدیث کہ صحیحین بخاری ومسلم میں ہے:

جاء عمی من الرضاعة فقال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه عمك فلیلج علیك [4] هذا مختصر۔	میرے رضاعی چچا آئے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دودھ کا چچا بھی چچا ہے، ان سے پردہ کی حاجت نہیں۔ (مختصرًا)

شیخ محقق نے لمعات میں رضاعی چچا کی یہ تفسیر فرمائی:

بان ام ابیها ارضعته اوامه ارضعت اباها [5]۔	یعنی دودھ کے چچایوں کہ یا تو ام المومنین کی دادی نے انھیں دودھ پلایا یا ان کی ماں نے ام المومنین کے باپ کو دودھ پلایا۔

یہ صورت دوم تصریح صریح ہے کہ اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس کی بیٹی اپنی بھتیجی اور محرم ہے

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب المحرمات مکتبۃ امدادیہ ملتان ۶/۲۳-۲۲۲

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) حرمت علیکم امهاتکم کے تحت مصطفی البابی مصر ۸/۵

[3] مستخلص الحقائق کتاب الرضاع دلی پرنٹنگ ورکس دہلی ۲/۹۹

[4] صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[5] لمعات التنقیح

نص ۹ و ۱۰: امام اجل ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم اور امام بدر الدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں شوہر مرضعہ کی نسبت فرماتے ہیں:

واللفظ للنووی فمذهبنا ومذهب العلماء كافة ثبوت حرمة الرضاعة بينه وبين الرضيع ويصير ولداله ويكون اولاد الرضيع اولاد الرجل [1]۔(ملخصًا)	امام نووی کے الفاظ میں ہمارا اور تمام علماء کا مذہب یہ ہے کہ رضیع اور شوہر مرضعہ میں حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، رضیع اس کا بچہ ہو جاتا ہے اور رضیع کی اولاد اس شخص کی اولاد ہو جاتی ہے،

یعنی اولاد رضیع جس طرح مرضعہ کی پوتا پوتی نواسا نواسی باجماع قطعی ہے یونہی باجماع مذاہب اربعہ وجملہ ائمہ وفقہاوہ شوہر مرضعہ کے بھی پوتے نواسے ہیں، اور باجماع امت مرحومہ اپنے ماں باپ کے پوتا پوتی نواسا نواسی اپنے لیے حرام قطعی اور اپنے بھتیجا بھتیجی بھانجا بھانجی ہیں۔

نص ۱۱ و ۱۲ و ۱۳ و ۱۴: فتح القدیر، بحر الرائق، طحطاوی، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہا میں ہے:

انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم احال مایحرم من الرضاع علی مایحرم من النسب ومایحرم من النسب مایتعلق خطاب تحریمه به و قدتعلق بما قد عبر عنه بلفظ الامهات والبنات واخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الاخ وبنات الاخت فما کان من مسمی هذه الالفاظ متحققا من الرضاع حرم فیه [2]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دودھ کی حرمتوں کو نسب کی حرمتوں پر حوالہ فرمایا کہ جو نسب سے حرام ہے دودھ سے بھی حرام ہے، اور نسب سے وہ حرام ہیں جن سے خطاب الٰہی تحریم کے ساتھ متعلق ہوا، اور وہ ان سے متعلق ہوا ہے، جن پر ماں اور بیٹی اور بہن اور پھوپھی اور خالہ یا بھائی کی بیٹی یا بہن کی بیٹی کا لفظ صادق آئے تو دودھ کے رشتوں میں جن جن پر یہ لفظ صادق آئیں وہ بھی حرام ہیں۔

ظاہر ہے کہ اپنی ماں نے جسے دودھ پلایا اس پر بہن یا بھائی کا لفظ صادق ہے اور اس لیے وہ اپنے اوپر حرام ہے تو اس کی اولاد پر اپنے بھائی یا بہن کے بیٹے کا لفظ صادق ہے لاجرم وہ بھی قطعًا حرام ہیں،

نص ۱۵: فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

الاصل الکلی فی الرضاع ان کل امرأة	یعنی دودھ کے رشتوں میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اس

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الرضاع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۶۶

[2] بحر الرائق کتاب الرضاع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۲۲۶۔۲۲۵

انتسبت الیك او انتسبت الیھا بالرضاع او انتسبتا الی شخص واحد بلا واسطۃ او احد کما بلا واسطۃ والاخر بواسطۃ فھی حرام [1]۔	سے چار قسم کی عورتیں حرام ہیں، اول وہ جو دودھ کے سبب تیری طرف منسوب ہو، یعنی تیری بیٹی پوتی نواسی کہلائے یہ رضاعی بیٹی ہوئی، دوسری وہ کہ دودھ کے سبب تو اس کی طرف منسوب ہو یعنی اس کا بیٹا پوتا نواسا ٹھہرے یہ رضاعی ماں ہوئی، تیسرے وہ کہ تو اور وہ دونوں ایک شخص کے بیٹا بیٹی قرار پائیں، یہ رضاعی بہن بھائی ہوئے، چوتھے وہ کہ تم میں ایک تو اس شخص کا بیٹا یا بیٹی ٹھہرے اور دوسرا اس شخص کا پوتا پوتی نواسا نواسی یہ رضاعی خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی ہوئے اور اگر تو پوتا نواسا ہے اور وہ بیٹی تو وہ تیری پھوپھی یا خالہ ہوئے، شک نہیں کہ صورت مسئولہ میں دودھ پلانے والی بہن کی اولاد بلاواسطہ اس کے بیٹا بیٹی ہے اور دودھ پینے والے بھائی کی اولاد اس مرضعہ بہن کی پوتا پوتی، تو یہ تحریم کی خاص چوتھی صورت ہے۔

نص ۱۶: برجندی شرح نقایہ میں ہے:

بنت الاخ تشتمل البنت النسبیۃ للاخ الرضاعی [2]۔	رضاعی بھائی کی بیٹی بھی بھتیجی میں داخل ہے۔

نص ۱۷ و ۱۸: شرح وقایہ ودرر شرح غرر میں ہے:

بنت الاخت تشتمل البنت النسبیہ للاخت الرضاعیۃ [3]۔	رضاعی بہن کی بیٹی بھی بھانجی میں داخل ہے۔

نص ۱۹ و ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵: متون معتمدہ مذہب کنز الدقائق، وقایہ، نقایہ، اصلاح، غرر، ملتقی، تنویر میں ہے:

واللفظ للغرر حرم تزوج اصلہ وفرعہ واختہ وبنتھا وبنت اخیہ والکل رضاعًا۔ [4] (ملخصا)	(غرر کے الفاظ میں) یعنی آدمی پر اس کے اصول وفروع اور بہن اور بہن کی بیٹی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح حرام ہے اور یہ سب دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہیں۔

[1] فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ الرابع فی الرضاع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۱۱۵

[2] شرح نقایہ للبرجندی کتاب النکاح مطبع منشی نولکشور لکھنؤ ۲/ ۶

[3] شرح وقایہ کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی /، درر شرح غرر کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت بیروت ۱/ ۳۳۰

[4] الدرر الحکام شرح غرر الحکام کتاب النکاح احمد کامل الکائنہ فی دار سعادت بیروت ۱/ ۳۳۰۔۳۲۹

نص ۲۶: یونہی متن وافی میں لایحل للرجل ان یتزوج بامه وبنته واخته وبنات اخته وبنات اخیه فرما کر شرح کافی میں فرمایا:

اعلم ان من ذکرنا من المحرمات من اول الفصل الی هنا تحرم من الرضاع[1] ایضًا۔	یعنی ماں اور بیٹی اور بہن اور بھانجی اور بھتیجی حرام ہیں اور یہ جتنی محرمات شروع سے یہاں تک ہم نے ذکر کیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں۔

نص ۲۷: تبیین الحقائق میں ہے:

یحرم علیه جمیع من تقدم ذکرہ من الرضاع وهی امه واخته وبنات اخوته[2] الخ۔	یعنی جتنی عورتیں مذکور ہوئیں سب دودھ کے رشتہ سے بھی حرام ہیں رضاعی ماں اور بیٹی اور بہن اور رضاعی بہن اور بھائی کی بیٹیاں۔

نص ۲۸: درمختار میں ہے:

حرم علی المتزوج ذکرا او انثی اصله وفرعه وبنت اخیه واخته وبنتها والکل رضاعًا[3]۔	یعنی ہر مرد و عورت پر اس کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، بھتیجا بھتیجی، بہن اور بھائی کے بیٹا بیٹی خواہ یہ رشتے نسب سے ہوں یا دودھ سے، حرام ہیں۔

نص ۲۹: جوہر نیرہ میں ہے:

کذلك بنات اخیه وبنات اخته من الرضاعة لقول رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب[4]۔	یعنی نسبی کی طرح رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں بھی حرام ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو نسب سے حرام ہے وہ دودھ سے بھی حرام ہے۔

ان تمام نصوص جلیلہ میں بالاتفاق بلا خلاف صاف صاف واشگاف تصریحیں فرمائیں کہ رضاعی بھائی بہن کی بیٹیاں، بھانجی، بھتیجی نسبی کی طرح حرام قطعی ہیں، اور شک نہیں کہ اخوت رشتہ متکررہ ہے کہ دونوں

---

[1] کافی شرح وافی

[2] تبیین الحقائق فصل فی المحرمات مطبع الکبری الامیریہ مصر ۲/۱۰۳

[3] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

[4] الجوہرۃ النیرہ کتاب النکاح مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۶۸

طرف سے یکساں قائم ہوتا ہے، جس طرح مرضعہ کا بیٹا رضیع کا بھائی ہوا، واجب کہ یوں ہی رضیع پسر مرضعہ کا بھائی ہو یہ محال ہے کہ زید تو عمرو کا بھائی ہو اور عمرو زید کا بھائی نہ ہو، اور جب رضیع اولاد مرضعہ کا یقینا اجماعًا بھائی ہے جس سے انکار کسی ذی عقل بلکہ فہیم بچہ کو بھی متصور نہیں۔ اور جملہ ائمہ ونصوص مذہب صریح قطعی تصریحیں فرمارہے ہیں کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے تو رضیع کی اولاد مرضعہ کی اولاد کے لیے کیونکر حلال ہوسکتی ہے، یہ یقینا نصوص قطعیہ واجماع امت کے خلاف ہے، ائمہ نے صاف ارشاد فرمایا ہے کہ رضاعی بھائی کی بیٹی حرام ہے اور رضیع اور پسر مرضعہ دونوں یقینا آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔ توان میں ہر ایک کی بیٹی دوسرے پر حرام قطعی ہے، کیا کوئی عاقل یہ بھی گمان کرسکتا ہے کہ ایک بھائی کی بیٹی دوسرے پر حرام ہو اور اس دوسرے بھائی کی بیٹی اس بھائی کے لیے حلال ہو، شرع، عرف، عقل، نقل کسی میں بھی اس لغو وبیہودہ فرق کی گنجائش ہوسکتی ہے؟ حاشا ہرگز نہیں۔

نص ۳۰: شرح وقایہ میں فرمایا:

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند وز جانب شیر خوارہ زوجان وفروع [1]

(دودھ پلانے والی کی جانب سے تمام رشتے حرام ہوں گے اور شیر خوار کی جانب سے وہ اور اس کا زوج یا زوجہ اور اس کے فروع حرام ہوں گے۔ ت)

یہ شعر نقایہ وشرح الکنز للملا مسکین میں بھی مذکور ہے۔ فاضل چلپی وفاضل قرہ باغی محشیان شرح وقایہ وعلامہ برجندی شارح نقایہ نے تو اس پر ایک حرف بھی نہ لکھا اور علامہ قہستانی نے دو سطریں فارسی میں لکھ دیں جن سے ظاہری الفاظ کے سوا مغز مطلب کی کچھ توضیح نہ ہوئی عہ۱۔ اور علامہ سید ابوالسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں آدھی سطر اس کے ترجمہ عربی کی لکھی جو شعر کے صرف ایک مصرع کا بھی آدھا ہی ترجمہ ہے عہ۲ سب سے

عہ۱: حیث قال یعنی شیر دہندہ وشوہرش بافرزندان وپدران ومادران وخواہران ایشاں خویش خوارہ شوند وشیر خوارہ وزنش یا شوہرش بافرزندان خویش شیر دہندہ و شوہرش شوند ۱۲ [2]۔ (م)

یوں کہا یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند، ان کی اولاد، والدین، بھائی اور ان کی بہنیں شیر خوار کے رشتہ دار ہوں گے اور دودھ پینے والا اس کی بیوی یا خاوند، اولاد سمیت دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے رشتہ دار ہوں گے ۱۲ (ت)

عہ۲: حیث قال معنی البیت ان زوجات الرضیع و فروعہ یحرمن علٰی ابیہ [3] ۱۲ (م)

یوں کہا شعر کا معنی یہ ہے کہ دودھ پلانے والے کی بیویاں اور اس کی اولاد اپنے رضاعی باپ پر حرام ہیں ۱۲ (ت)

---

[1] شرح وقایہ کتاب الرضاع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۷

[2] جامع الرموز للقہستانی کتاب الرضاع مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۰۱

[3] فتح المعین فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۳

متاخر لکھنوی صاحب نے بھی عمدۃ الرعایہ میں نِرے ترجمہ پر قناعت کی، فقط ایک حرف زائد کیا وہ بھی غلط۔

حیث قال مفاد المصرع الاول ان من جانب المرضعة وکذا زوجھا یکون الکل ذاقرابة من الرضیع ای الذین لھم قرابة محرمة من النسب فیدخل فیه المرضعة وزوجھا واقرباؤھما ومفاد المصرع الثانی ان من جانب الرضیع انما یثبت القرابة للمرضعة وزوجھا من فروعه واحد زوجیة[1] انتھی۔	انھوں نے یوں کہا پہلے مصرع کا مفادیہ ہے کہ دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کی جانب سے تمام رشتے دودھ پینے والے کے قریبی ہوں گے یعنی ان کے وہ رشتے جو نسبی طور پر حرام ہوتے ہیں، تو اس میں دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند اور ان دونوں کے اقرباء داخل ہوں گے، اور دوسرے مصرع کا مفاد یہ ہے کہ دودھ پینے والے کی جانب سے دودھ پلانے والی اور اس کے زوج پر تمام فروع اور اس کے زوج یا زوجہ کی قرابت ثابت ہوگی، انتھی (ت)

ظاہر ہے یہ محض ترجمہ ہے، صرف اتنا زائد ہے کہ ہمہ سے مراد محارم نسبی ہیں، یہ غلط ہے کہ ماں باپ کے جتنے علاقہ والے اولاد پر حرام ہوتے ہیں نسبی ہوں خواہ رضاعی صہری، وہ خود ماں باپ کے محارم ہوں یا نہ ہوں۔ جہاں جہاں معنی محرم فی النسب موجود ہو سب مراد ہیں، مثلاً رضاعی ماں باپ کے رضاعی ماں باپ بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی رضیع ورضیعہ پر حرام ہیں حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم رضاعی ہیں نہ کہ نسبی، یوں ہی رضاعی ماں باپ کے سوتیلے ماں باپ رضیع ورضیعہ پر حرام ہیں کہ وہ رضیع کے رضاعی نانا دادا کی بیبیاں ہیں اور رضیعہ کے رضاعی نانی دادی کے شوہر حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم صہری ہیں نہ کہ نسبی، یونہی رضاعی باپ کے دوسری بی بی رضاعی ماں کا دوسرا شوہر رضیع ورضیعہ پر حرام ہیں کہ وہ ان کے سوتیلے ماں باپ ہیں حالانکہ وہ رضاعی ماں باپ کے محارم ہی نہیں بلکہ حلیل وحلیلہ ہیں، تو قرابت محرمہ اور نسبیہ دونوں قیدیں غلط ہیں بلکہ سرے سے لفظ قرابت ہی ٹھیک نہیں کہ مصرع اول میں لفظ ھمہ مرضع کے زوجین کو بھی یقینا شامل، اور زوجیت داخل قرابت نہیں، تفسیر نیشاپوری میں ہے:

امك من الرضاع کل انثی ارضعتك اوارضعت من ارضعتك[2]۔	تیری رضاعی ماں سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ عورت جس نے تجھے یا تیری رضاعی ماں کو دودھ پلایا ہو (ت)

ہندیہ میں ہے:

المحرمات بالصھریة اربع فرق، الرابعة	نکاح کی وجہ سے محرمات کے چار گروہ ہیں، چوتھا

---

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایہ کتاب الرضاع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۷

[2] غرائب القرآن (نیشاپوری) تحت آیت حرمت علیکم امھاتکم الخ مصطفی البابی مصر ۵/ ۸

نساء الآباء والاجداد من جهة الاب والام وان علوا کذافی الحاوی القدسی[1]۔	ماں باپ کی طرف سے سگے باپ دادوں کی بیویاں اگرچہ یہ باپ دادے اوپر تک ہوں، حاوی القدسی میں ایسے ہی ہے۔(ت)

پھر لکھا:

المحرمات بالرضاع کل من تحرم بالقرابة و الصهریه کذافی محیط للسرخسی[2]۔	رضاعی محرمات وہ تمام جو قرابت اور نکاح سے حرام ہوتے ہیں۔ محیط سرخسی میں یوں ہی ہے۔(ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

لایجوز له ان یتزوج بامه ولا بموطوة ابیه ولا ببنت امرأته کل ذٰلك من الرضاع[3]۔	اس کو یہ جائز نہیں کہ وہ ماں، باپ کی وطی کردہ (بیوی) اور اپنی بیوی کی بیٹی ان رضاعی رشتوں سے نکاح کرے۔(ت)

غرض فقیر نے نہ دیکھا کہ اس شعر کا ایضاح کسی نے کیا ہو۔ اور اہل زمانہ کو اس کی فہم میں دقتیں بلکہ سخت لغزشیں ہوتی ہیں لہٰذا بقدر حاجت اس کی شرح کر دینی مناسب۔

فاقول: وبالله التوفیق (پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) اصل علت حرمت جزئیت ہے کہ نسب میں ظاہر اور رضاع میں کراہت انسان کے لیے شرع کریم نے معتبر فرمائی اور عرف میں بھی معروف ومشتہر ہوئی جس کے لحاظ سے "وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ" فرمایا، اور زوجیت کا مرجع بھی جانب جزئیت ہے کما حققه فی الهدایه والکافی والتبیین وغیرها (جیسا کہ ہدایہ، کافی اور تبیین وغیرہ میں تحقیق ہے۔ت) مگر زوجیت میں اس کا تحقق نہایت غموض میں ہے کہ مدارک عامہ اس تک وصول سے قاصر، لہٰذا صاحب ضابطہ نے شعر میں دو علاقے رکھے، ایک زوجیت دوسرا جزئیت، عام ازیں کہ یہ نسبًا ہو یا رضاعًا، پھر دو ۲ شخصوں میں علاقہ جزئیت کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ ان میں ایک دوسرے کا جز ہو، دوسرے یہ کہ دونوں تیسرے کے جز ہوں، صورت اولٰی میں دو قسمیں پیدا ہوئیں، اصول، جن کا تو جز ہے یعنی باپ، دادا، نانا، ماں، دادی، نانی جہاں تک بلند ہوں نسبًا خواہ رضاعًا، اور فروع جو تیرے جز میں ہیں یعنی بیٹا، پوتا، نواسا، بیٹی، پوتی، نواسی جہاں تک نیچے جائیں، اور صورت ثانیہ میں تین صورتیں ہیں:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۴

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب النکاح فی بیان المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۷۷

[3] تبیین الحقائق کتاب الرضاع مطبع الکبرٰی الامیریہ مصر ۲/ ۱۸۳

(۱) دونوں ثالث کے جز قریب ہوں، یہ عینی یا علاتی یا اخیافی بھائی یا بہنیں یا بہن بھائی ہوئے، عام ازیں کہ دونوں اس کے جز نسبی ہوں یا دونوں رضاعی یا ایک نسبی ایک رضاعی۔

(۲) ان میں ایک تو ثالث کا جز قریب ہو اور دوسرا بعید، یہ انہی تعمیموں کے ساتھ عمومت اور خولت کا رشتہ ہوا، جزء قریب اپنے یا اپنے ماں یا باپ یا دادا یا دادی یا نانا نانی کے چچا ماموں خالہ پھوپھی، اور جزء بعید انہی نسبتوں پر ان کے مقابل بھتیجا بھانجا بھتیجی بھانجی،

(۳) دونوں ثالث کے جز بعید ہوں جیسے ایک شخص کا پوتا اور نواسی، یہ تیسری صورت تحریم سے ساقط ہے خالص نسب میں بھی حلال ہے تو حرمت میں چار صورتیں ہیں:

اول اصل، دوم فرع، یہ دونوں کتنے ہی نزدیک یا دور ہوں تو فروع میں فروع الفروع اور فروع فروع الفروع لاالٰی نہایہ سب داخل ہیں۔ یونہی اصول میں اصول الاصول اور اصول اصول الاصول الٰی غایۃ المنتہی، سوم اصل قریب کی فرع اگرچہ بعید ہو جیسے ماں یا باپ کی پوتی نواسی اور ان کی اولاد و اولادِ اولاد۔ چہارم اصل بعید کی فرع قریب جیسے پھوپھی کہ دادا کی بیٹی ہے یا خالہ کے نانا کی یا دادا کی پھوپھی کہ پر دادا کے باپ کی بیٹی ہے یا اس کی خالہ کہ دادا کے نانا کی بیٹی ہے وقس علیہ (اور قیاس اسی پر ہے۔ت) چار یہ اور پانچواں علاقہ زوجیت انھیں شیر دہ اور شیر خوارہ ہر ایک کی طرف نسبت کرنے سے دس ہوئے، پھر اصل تعلق رضیع اور مرضعہ میں پیدا ہوتا ہے، رضیع اس کا جزء ہوتا ہے اور مرضعہ اس کی اصل، اور جب وہ ماں ہوئی تو جس مرد کا دودھ تھا وہ ضرور باپ ہوگیا، اور ان کے فروع قریبہ اس کے اصل قریب کے فروع قریب، اور فروع بعیدہ اس کے اصل قریب کے فرع بعید، اور ان کے اصول اس کے اصول کہ اصل کی اصل اصل ہے، لاجرم جانب شیر دہ سے سب علاقے متحقق و موجب تحریم ہوئے، مگر فرع کی اصل نہ اپنی اصل ہونا لازم نہ فرع، تو شیر خوارہ کے اصول کو شیر دہ سے کچھ تعلق نہ ہوا، اور جب خود اصول غیر متعلق رہے تو اصول کے فروع قریبہ یا بعیدہ اس حیثیت سے کہ ان اصول کے فروع میں کیا علاقہ رکھیں گے کہ ان کا علاقہ تو بواسطہ اصول ہوتا۔ وہ خود بے تعلق ہیں، ہاں فرع کی فرع ضرور فرع ہوتی ہے تو جانب شیر خوارہ سے صرف دو علاقے ثابت و باعث حرمت ہوئے۔

زوجیت و فرعیت __ اب ان کی تفصیل اور ہر ایک میں معنی خویش شوند سمجھئے **(از جانب شیر دہ)**

اول زوجین یعنی مرضعہ کا شوہر کہ یہ دودھ جو رضعیہ نے پیا اس کا نہ تھا دوسرے شوہر کا تھا، یا مرضع کی زوجہ کہ رضیع نے اس کا دودھ نہ پیا بلکہ دوسری زوجہ کا، یا مرضع و مرضعہ کے اصول میں نزدیک و دور کسی کے زوج و زوجہ کہ سلسلہ شیر ان سے نہ ہوئے، یہ سب رضیع و رضیعہ پر حرام ہیں اور یہاں **خویش شوند** کے معنی یہ ہیں کہ وہ رضیعین کے سوتیلے ماں باپ یا سوتیلے دادا دادی، نانا نانی ہوگئے۔

دوم اصل کہ خود مرضع و مرضعہ ہیں یعنی وہ عورت جس نے دودھ پلایا اور وہ مرد جس کا یہ دودھ تھا اور ان کے

اصول نسبی و رضاعی پدری مادری منتہی تک اور یہاں خویش کے یہ معنی ہیں کہ مرضع و مرضعہ رضیعین کے ماں باپ ہوگئے، اور ان کے اصول ان کے سگے دادا دادی نانا نانی۔

سوم فرع کہ خود رضیعین ہیں اور رضیعین کے جملہ فروع نسبی و رضاعی پسری و دختری انتہا تک، اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب مرضع و مرضعہ کے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی ہوگئے۔

چہارم اصل قریب کی فرع یعنی مرضعین کے نسبی، رضاعی فروع وفروع الفروع آخر تک اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین کے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، بھانجا بھانجی ہوگئے، پھر وہ اگر مرضع و مرضعہ دونوں کی فرع الفرع ہیں تو عینی اور صرف مرضع کے فروع ہیں تو علاتی اور صرف مرضعہ کے تو اخیافی۔

پنجم اصل بعید کی فرع قریب یعنی مرضعین کے اصول واصول الاصول نسبی و رضاعی کے فروع قریب نسبی خواہ رضاعی، اور یہاں یہ معنی کہ یہ سب رضیعین یا رضیعین کے اصول رضاعی چچا ماموں پھوپھی خالہ ہوگئے۔

(از جانب شیر خوارہ) اول زوجین یعنی رضیع کی زوجہ اور رضیعہ کا شوہر یا رضیع و رضیعہ کے فروع نسبی رضاعی میں کسی کے زوج وزوجہ کہ یہ سب مرضعین پر حرام ہوگئے، اور یہاں یہ معنی کہ وہ مرضعین کے دور یا نزدیک کے داماد اور بہو ہوگئے۔

دوم فرع کہ رضیعین کی تمام اولاد واولاد اولاد جہاں تک جائے، نسبی ہو یا رضاعی، سب مرضعین کی اولاد اولاد ہوگئے، مگر رضیعین کے اصول یا فروع قریبہ وبعیدہ اصول کو مرضعین سے کچھ علاقہ نہ ہوا۔ الحمدللہ شعر کے یہ معنی ہیں، ان تمام تاصیلات و تفریعات پر کہ ہم نے ذکر کیں اگر نصوص لائیں موجب اطالت ہو اور حاجت نہیں کہ اول **بحمداللہ تعالٰی** یہ سب مسائل خادم فقہ پر خود ظاہر، ثانیا ان پر نصوص کتب مذہب میں دائر وسائر۔ **والحمدللہ فی الاول والاٰخر** مسئلہ نے بحمداللہ تعالٰی وضوح تام پایا۔ اب فتوائے خلاف کی طرف چلئے اگرچہ حاجت نہ رہی:

اولاً اس تشریح سے کھل گیا کہ یہ شعر تحریم صورت مسئولہ میں نص صریح تھا جسے برعکس دلیل گمان کیا گیا، کاش اتنا ہی خیال کرلیا جاتا کہ جانب شیر خوارہ سے فروع کا خویش مرضعین ہوجانا کیا معنی دے رہا ہے فروع شیر خوارہ شیر دہ کے خویش ہوجانے میں کوئی معنی ہی نہیں سوا اس کے کہ شیر خوارہ کی اولاد شیر دہ کی اولاد اولاد ہوگئی، پھر وہ اولاد شیر دہ پر کیونکر حلال ہوسکتی ہے، کون سی شریعت میں ہے کہ اپنے ماں باپ کی پوتی نواسی اپنے لیے حلال ہو جس بچہ سے چاہے پوچھ دیکھئے کہ ماں باپ کی پوتی اپنی بھتیجی ہوتی ہے اور نواسی اپنی بھانجی اور تمام جہان جانتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں بھتیجی اور بھانجی حرام قطعی ہے۔ سوئے اتفاق سے یہ گمان ہوا کہ فروع شیر خوارہ کو شیر دہ کے خویش بتایا ہے نہ کہ اولاد شیر دہ کے، اور نہ جانا کہ یہاں شیر دہ کے خویش ہونے کو اولاد شیر دہ کے لیے خویش ہونا قطعاً لازم بین ہے، یہ کیونکر متصور کہ آدمی کی ماں باپ کی اولاد

اپنی کوئی نہ ہو، شیر دہ کی طرف اضافت بوجہ اصالت ہے کہ اول اسی کے لیے ثابت ہو کہ باقیوں کی طرف سرایت کرتی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

حقیقة الحال ان حقیقة البعضیة تثبت بین المرضعة والرضیع فثبتت حرمة الابنیة ثم انتشرت لوازم تحریم الولد[1]۔	حقیقت حال یہ ہے کہ دودھ پلانے اور دودھ پینے والوں کے درمیان جزئیت حقیقیہ پائی جاتی ہے جو ابنیت کی حرمت کو ثابت کرتی ہوئی بچے کی تحریم کے تمام لوازمات میں پھیل جاتی ہے۔(ت)

ثانیا کاش مفتی نے اپنی ہی عبارت کو شعر سے ملاکر دیکھا ہوتا تو بہ نگاہ اولین کھل جاتا کہ دونوں طرفین نقیض پر ہیں۔ شعر تو صاف بتارہاہے کہ حرمت رضاعت رضیع کی طرف زوجین وفروع رضیع کو شامل ہوتی ہے اور آپ کہتے ہیں کہ خاص رضیع کے لیے ہوتی ہے رضیع کے فروع کے لیے نہیں ہوتی صاف صاف نفی واثبات کاخلاف ہے اس کی نظیر اس سے بہتر کیا ہوسکتی ہے کہ زید کہے بیٹے کے لیے ماں حلال ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: **حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھٰتُکُمْ**[2] (تم پر تمھاری مائیں حرام کی گئی ہیں۔ت)

ثالثا آگے تفریع میں فرماتے ہیں: "پس فروع رضیع پر فروع مرضعہ ہر گز حرام نہیں "آپ کی اس اصل بے اصل کی یہ پوری تفریع نہ ہوئی، جب آپ کے نزدیک حرمت رضاعت جانب رضیع میں صرف رضیع کی ذات پر مقصور ہے، اس کے اصول کی طرح فروع کو بھی شامل نہیں۔ تو تفریع یوں کیجئے کہ فروع رضیع خود مرضع ومرضعہ پر بھی حرام نہیں جس طرح اصول رضیع ان پر حرام نہیں۔ وہاں تک تو بھانجی بھتیجی حلال ہوئی تھی اب پوتی نواسی حلال ہوگئی۔

رابعًا عبارت شرح وقایہ کا جو مفاد ٹھہرایا کاش اتناہی ہوتا کہ عبارت اس سے بے علاقہ محض ہوتی مگر زنہار ایسا نہیں بلکہ عبارت یقینا قطعاً اس کارد کررہی ہے عبارت جس شے کی خاص حرمت بیان کرنے کو لکھی گئی، اس اختراع مفاد نے وہی حلال کردی جیسا کہ بحمد اللہ تعالٰی آفتاب سے زیادہ روشن ہوگیا، آخر نہ دیکھا کہ نص ہفتم میں مستخلص نے عبارت شرح وقایہ کاکیا مطلب ٹھہرایا۔

خامسًا بلکہ نص ۱۷و۲۱ میں دیکھئے کہ خود امام شارح وقایہ نے کیا فرمایا اور اپنا مطلب کیا بتایا۔ **الحمد للہ** اس روشن مسئلہ کا روشن تر کرنا جس طرح مقصود فقیر تھا کہ ہر بات ہجے کرکے پڑھادی جائے بروجہ اتم

[1] فتح القدیر کتاب الرضاع مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۱۴

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

حاصل ہوگیا، احباب پر تو یہ سخت شدید عظیم فرض ہے۔ السر بالسر والعلانیة بالعلانیة (پوشیدہ کی پوشیدہ اور علانیہ کی علانیہ۔ ت) معاملہ حرام قطعی کا ہے جس سے اغماض ناممکن تھا، رجوع الی الحق میں عار نہیں بلکہ تمادی علی الباطل میں۔ اور معاذ اللہ اس باطل و مہمل فتوی پر عمل ہو کر اگر نکاح ہوگیا تو یہ زنا، اور زنا بھی کیسا زنائے محارم۔ اس کا عظیم وبال تمام فتوی دہندوں پر رہے گا۔ اور ہر حرکت ہر بوسہ ہر مس کے وقت روزانہ رات دن میں خدا جانے کتنے کتنے بار یہ کبائر وجرائم ان سب کے نامہ اعمال میں ثبت ہوتے رہیں گے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من افتی بغیر علم کان اثمه علی من افتاہ [1]۔ رواہ ابوداؤد والدارمی والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه، واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	جسے بغیر علم کے فتوی دیا گیا تو اس کا گناہ فتوی والے پر ہے۔ اس کو ابوداؤد، دارمی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے اور اس جل مجدہ کا علم کامل و محکم ہے۔ (ت)

کتبـــــــــــہ

العبد المذنب احمد رضا البریلوی عفی بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

- الجواب صحیح والمجیب نجیح۔
  مصطفٰی رضا خاں قادری عرف ابوالبرکات محی الدین
- الجواب صحیح۔
  نواب مرزا عبدالغنی قادری سنی حنفی بریلوی
- الجواب صحیح۔ واللہ اعلم
  محمد عبدالرب عرف محمد رضا خان قادری
- الجواب صحیح۔
  محمد امجد علی اعظمی

[1] سنن ابوداؤد کتاب العلم آفتاب عالم پریس لاہور ۱۵۹/۲، المستدرک کتاب العلم دار الفکر بیروت ۱۲۶/۱

○ فقیر غفراللہ القدیر نے مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجت قاہرہ، علامہ رحلہ، امام المسلمین اعلیحضرت مولانا وسیدنا ومفیدنا ومفیضنا مولوی محمد احمد رضاخان صاحب متع اللہ الناس بافاداتہ الی یوم الدین کے جواب کے بنظر غائر حرفا حرفا دیکھا عین صواب پایا جزاہ اللہ خیر الجزاوکالہ بالمکیال الاوفی فقط۔

فقیر قادری وصی احمد حنفی

الجواب صحیح وموثق بنصوص الصحیح وروایات المستند جزاہ اللہ خیر الجزا فی الدارین لراقم الفاضل الجلیل وعلامۃ النبیل اٰیۃ من اٰیات اللہ۔	جواب صحیح اور صحیح نصوص اور مستندروایات سے مضبوط کیا ہوا ہے، اللہ تعالٰی دونوں جہان میں جواب لکھنے والے عالم جلیل، علامہ نبیل، اللہ تعالٰی کی نشانیوں میں سے نشانی کو بہتر جزا عطافرمائے۔(ت)

حکیم مفتی سلیم اللہ ناظم انجمن نعمانیہ، لاہور

○ ماحققہ عمدۃ العلماء الاعلام زبدۃ الفقھاء الکرام قدوۃ الفضلاء العظام امام النبلاء الفخام قاطع ورید المروۃ اللئام مظھر الکلمات العرفانیۃ کاشف الاٰیات الربانیۃ حامی السنۃ واھل السنۃ ماحی آثار الکفر والبدعۃ وحید العصر فرید الدھر مجدد الزمان سیدنا العریف الماھر مولانا المولوی محمد احمد رضاخان سلمہ اللہ المنان فھو حق صراح وصدق قراح والحق احق بالاتباع وفقنا اللہ تعالٰی وسائر المسلمین والصلوۃ والسلام علی ختم المرسلین والہ وصحبہ حماۃ الدین۔ کتب العبد المفتقر الی ربہ الاکبر محمد عمر المراد آبادی۔	بلند علماء میں عمدہ، فقہاء کرام میں منتخب، بڑے فضلاء کے مقتداء، بڑے ماہرین کا امام، سرکش ملعونوں کی رگ کاٹنے والے، عرفانی کلمات کو ظاہر کرنے والے، سنت اور اہلسنت کی حمایت کرنے والے، کفر وبدعت کے آثار کو مٹانے والے، اپنے زمانہ کے بے مثل ماہر مولانا مولوی احمد رضا خان، اللہ تعالٰی منان ان کو سلامت فرمائے، نے جو تحقیق فرمائی وہ خالص حق، صاف سچ، جبکہ حق ہی اتباع کے قابل ہے، اللہ تعالٰی ہمیں اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دے، صلوۃ وسلام ہو خاتم المرسلین اور ان کی آل پر اور دین کی حمایت کرنے والے صحابہ پر۔(ت)

○ بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اللہ تعالٰی کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل سے میری آنکھوں کو اس پاکیزہ تحقیق کے انوار سے روشن کیا۔ اللہ تعالٰی جزا عطافرمائے حضرت مجیب کو جن کی تحقیق کا ایک ایک حرف صدق وصواب ہے ومن اعرض فھو من الجاھلین (جس نے اس سے

روگردانی کی وہ جاہلوں میں سے ہے۔ت) فی الواقع حضرت مجدد صاحب دامت برکاتہم کی ذات والا صفات حضرت حق کی ایک شان رحمت ہے، اور بے شمار برکات کا مجموعہ، کتنے اندھوں کی آنکھیں کھول دیں۔ اور ہزارہا نابیناؤں کو بینا بنادیا، اللہ تعالٰی ایسے فاضل جلیل کو مدت ہائے دراز تک بایں فیض رسانی سلامت رکھے، آمین بحرمت المرسلین صلوٰۃ اللہ تعالٰی علیہ وسلامہ، بیشک اس مسئلہ کے ایضاح میں تحقیق کے خزانے کھول دئے ہیں اور نادان مفتی کی غلطی کو خوب آشکار کرکے سمجھا دیا ہے، اللہ تعالٰی اپنے بندوں کو سیدھی راہ چلائے۔ آمین!

العبد المعتصم بحبل اللہ المتین محمد نعیم الدین خصہ اللہ بمزید العلم والیقین

مسئلہ ۲۸۱: از موضع بہار ضلع بریلی مسئولہ عبدالرحمٰن خان صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لڑکے نے سنا کہ میرے والد نے میری بی بی کے ساتھ زنا کیا ہے اس پر اس کو غصہ آیا اور اپنی بی بی کو مارا اور طلاق دے کر مکان سے علیحدہ کردیا یعنی نکال دی۔ لڑکی نے اپنی مہر کی نالش کردی، مہر اس کا جو کچھ تھا اس کی ڈگری ہوگئی۔ لڑکے کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق اس نے غصہ میں دی اس وجہ سے طلاق نہیں ہوئی، او رلڑکی کا وکیل کہتا ہے کہ طلاق ہوگئی، اس صورت میں کون سچا ہے؟ کون سے وکیل کی بات مانی جائے؟ یعنی طلاق ہوئی کہ نہیں ہوئی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر یہ صحیح ہے اور ثبوت شرعی سے ثابت ہے کہ اس کے باپ نے اس کی بی بی سے زنا کیا جب تو وہ عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ اس پر فرض تھا کہ اسے فوراً جدا کردے، جو طلاق دی یہ جدا کرنا ہی ہوا اور اب وہ اسے کبھی واپس نہیں لے سکتا۔ اور اگر مذکور ثبوت شرع سے ثابت نہ ہو نہ لڑکے نے اس کی تصدیق کی ہو تو یہ طلاق طلاق ہوئی اور مجرد غصہ کا عذر مسموع نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۲ تا ۲۸۴: از غازی پور محلّہ بربرہنہ بر مکان منشی واجد علی صاحب مسئولہ محمد ادریس صاحب ۲۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (۱) کہ زید عمر ۱۶ سال، بی بی عمر ۲۵ سال سے جو کہ رشتہ میں زید کی ممانی ہوتی ہے ہمیشہ مذاق و تفریح کرتا رہا ہو کسی وقت میں زید نے جمیلہ کا ہاتھ یا پیر پکڑ لیا ہو اور ایک مرتبہ بوسہ بھی لے لیا ہو ازروئے شہوت مذاق کے۔ کچھ عرصہ کے بعد بکر جو کہ رشتہ میں زید کا باپ ہے صغرٰی سے جو کہ جمیلہ کی لڑکی ہے نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید ازروئے شرم وحیا کے اس بات کو ظاہر نہیں کرسکتا ہے تو ایسی حرکت میں نکاح ہوگا یا نہیں؟ اگر نہ ہو تو اور کوئی صورت جواز کی نکل سکتی ہے ازروئے کفارہ کے

یا نہیں؟

(۲) اور اگر نکاح کر دیا ہو اس وقت میں کیا صورت ہو سکتی ہے؟

(۳) اور ہماری طرف ممانی اور بھاوج سے مذاق اور تفریح کرنا کچھ عیب میں داخل نہیں؟

الجواب:

بھاوج یا ممانی سے ایسا مذاق حرام قطعی ہے اور کرنے والا اور وہ عورت دونوں فاسق، اور ان کے شوہر باپ بھائی اگر اس پر راضی ہوں دیوث ہیں۔ اور دیوث پر جنت حرام، اور صغرٰی سے بکر کا نکاح حلال ہے، در مختار میں ہے: **امابنت زوجة ابیه وابنه فحلال**[1] (اور اپنے باپ کی زوجہ یعنی سوتیلی ماں کی بیٹی جو باپ کے نطفے سے نہیں اور اپنے بیٹے کی زوجہ کی بیٹی جو بیٹے کے نطفہ سے نہیں وہ حلال ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۸۵تا۲۸۶: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک بہن کا لڑکا ہے اور دوسری بہن کی دختر لڑکی ہے یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) سالی حقیقی سے نکاح اس وقت میں جائز ہے کہ اپنے بیٹے کا نکاح بھی سالی کی دختر سے کیا جائے اور بر تقدیر جائز بھی ہے تو پہلے کس کا نکاح ہو؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) ہاں جائز ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) جب عورت مر جائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزر جائے تو سالی سے نکاح جائز ہے۔ اور سالی کی بیٹی سے اپنے بیٹے کا نکاح مطلقًا جائز ہے، خواہ پہلے اس کا نکاح کرے یا اپنا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۷: از مدرسہ رحمانیہ رائے بریلی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب ۲۸شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ زید کی دوسری زوجہ ہے اور زید کی زوجہ اولٰی کے چند لڑکے ہیں ان میں سے ایک لڑکے نے ہندہ سے کئی بار اظہار تعشق کیا اور کہا کہ ہم تم بھاگ چلیں۔ اور کئی بار اپنا آلہ منتشر ہندہ کے ہاتھ میں بلا حجاب کسی کپڑے کے پکڑا دیا۔ کئی بار بوسہ لے لیا۔ اور دو مرتبہ آمادہ زنا ہو گیا یہاں تک کہ ازار کھول دیا اور پوری کوشش کی کہ دخول کرے۔ مگر ایک مرتبہ کسی نے آواز دے کر برا بھلا کہا، اور ایک مرتبہ ہندہ پوری کوشش کرکے بھاگ نکلی، ان وجوہ سے ہندہ کا پردہ عصمت

[1] در مختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۷

چاک نہیں ہوا، مگر ان سب صورتوں میں ہندہ متنفر تھی اور اس کو کبھی شہوت نہیں ہوئی اور ہر مرتبہ ہندہ نے اپنے شوہر زید کو خبر دی مگر اس نے سمجھا دیا کہ لڑکے کا معاملہ ہے بدنامی بہت ہوگی اس کا اظہار نہ کرو۔ مگر لڑکے کو بہت برا بھلا کہا اور ساتھ کھانا چھوڑ دیا اور مارا بھی، مگر لڑکا اپنی حرکات ناشائستہ سے باز نہیں آیا۔ اب ایسی صورت میں ہندہ زید پر حرام ہوگی یا نہیں؟ اور اگر حرام ہوگئی تو وہ اپنا نکاح دوسرا بلا طلاق زید کرسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر نکاح کرسکتی ہے تو عدت بیٹھنا ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب

جبکہ پسر زید نے زن زید سے یہ افعال خبیثہ کئے کہ قطعاً بہ شہوت تھے تو زن زید زید پر ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی اگرچہ زن زید کی طرف سے شہوت نہ ہونا تسلیم کرلیا جائے کہ مس میں ایک طرف سے شہوت کافی ہے، درمختار میں ہے: **تکفی الشھوۃ من احدھما**[1] (دونوں میں سے ایک کا شہوت سے ہونا کافی ہے۔ت) مگر نکاح زائل نہ ہوا، زید پر لازم ہے کہ عورت سے متارکہ کرے یعنی اسے چھوڑ دے، مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا، اس کے بعد عورت عدت کرے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، زید یا پسر زید سے کبھی نہیں کرسکتی، زید کی بیٹی کی جگہ ہوگئی اور پسر زید کی ماں کی جگہ تھی ہی، جب تک زید متارکہ نہ کرے اور عدت نہ گزرے دوسرے سے نکاح حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

بحرمہ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل التزوج بآخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	حرمت مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا تاوقتیکہ بعد متارکہ عدت نہ گزر جائے دوسرے شخص سے نکاح جائز نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۸: از روضہ حضرت مجدد الف ثانی سرہند شریف مسئولہ عبدالقادر صاحب مدرس درگاہ شریف ۳۰ رمضان شریف ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرزائی مذہب شخص کی دختر نابالغہ سے جو عقد نکاح ہوگیا ہے وہ شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟ دختر مذکورہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے۔ والد اس کا انتقال کرچکا ہے صرف اس کی والدہ نے نکاح ایک حنفی مذہب سے کردیا ہے، ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے اس کو علیحدہ کردیا جائے یا تاوقت بلوغ رکھا جائے۔ **بینوا توجروا**

---

[1] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] درمختار فصل فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

الجواب:

مرزائی مرتد ہیں **کماھو مبین فی حسام الحرمین** (جیساکہ حسام الحرمین میں واضح بیان کیا گیا ہے۔ت) اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح کسی مسلمان یا کافر اصلی یا مرتد غرض انسان یا حیوان جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا۔ جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط [1]۔	مرتد کے لیے مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، اور اس طرح مرتدہ عورت کا بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، جیساکہ مبسوط میں ہے۔(ت)

عورت اگرچہ نابالغہ ہے سال دو سال کی ناعاقلہ بچی نہ ہوگی اور عقل وتمیز کے بعد اسلام وارتداد صحیح ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ [2]۔	بچہ اگر مرتد ہوجائے تو اس کا ارتداد صحیح ہے جیسے اس کا اسلام لانا صحیح ہے۔(ت)

سمجھ وال ہونے کی حالت میں اگر اس نے مرزائیت قبول کی یا اتنا ہی جانا کہ مرزا نبی یا مسیح یا مہدی تھا تو اسی قدر اس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے، تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں تو سائل کا کہنا کہ اپنے مذہب کو کچھ نہیں جانتی ہے بعید از قیاس ہے۔ پھر ان لوگوں میں سے ایسی قرابت قریبہ رکھنا بارہا منجر بہ فتنہ وفساد مذہب ہوتا ہے۔ **والعیاذ باللہ تعالٰی**، توسلامتی اسی میں ہے کہ اس کو فوراً جدا کردیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۹:　　از ریاست فرید کوٹ کوٹھی ملیر گنج مسئولہ علیم الدین صاحب فراش　　۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ غیر مقلدوں کے ساتھ تعلقات رکھنا اور ان کے ساتھ رشتہ ناتا اپنے لڑکے لڑکی کا جائز ہے یا حرام؟ اور اگر حرام ہے تو حنفی المذہب اپنی لڑکی کو کسی طور سے واپس لے سکتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

غیر مقلدوں سے میل جول حرام ہے اور ان سے مناکحت ناجائز **کمابیناہ فی رسالتنا ازالۃ العار**

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات بالشرک نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۸۲

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الجہاد باب المرتد مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

بحجر الکرائم عن کلاب النار (جیساکہ ہم نے اپنے رسالہ ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار میں بیان کیا ہے۔ت) وہابیت ارتداد ہے اور مرتد مرد ہو یا عورت اس کا نکاح تمام جہان میں کسی سے نہیں ہو سکتا، نہ کافر سے، نہ مرتد سے، نہ مسلمان سے، نہ انسان سے، نہ حیوان سے، جس سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذافی المبسوط[1]۔	مرتد کو مرتدہ، مسلمہ اور اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں۔ اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ مبسوط میں ایسی ہی ہے۔(ت)

حنفی اگر اس میں مبتلا ہوا ہو تو اپنی لڑکی اسی دعوے سے واپس لے کہ نکاح ہوا ہی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۹۰: از مندسورہ مالوہ اے، وی، ایم، سکول ریاست گوالیار مسئولہ محمد عبدالحمید صاحب مدرس ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ایک بیوہ عورت حاملہ ہوگئی اور بروقت تحقیقات پولیس مسماۃ مذکورہ نے بیان کیا کہ یہ حمل خاص میرے داماد کا ہے۔ ایسی حالت میں منکوحہ داماد مسماۃ مذکورہ کی حرام ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب

فقط اس عورت کے کہنے سے داماد پر اس کی منکوحہ حرام نہیں ہو سکتی۔ یا تو ثبوت شرعی ہو یا داماد اقرار کرے۔ اس وقت اس کی منکوحہ پر حرام ابدی ہونے کا حکم دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۹۱: از بستی محلّہ دکھن دروازہ دھنیاٹولہ مسئولہ بقرعیدن صاحب ضلعدار محکمہ افیون ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ دو برس سے مفرور ہوگئی ہے اور نہ طلاق دی نہ اس کا کچھ پتا ہے کہ زندہ ہے یا مرگئی، زید اپنی بی بی کی حقیقی بہن سے چاہتا ہے کہ نکاح کروں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ناجائز، **قال تعالٰی:** وَ اَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَیۡنَ الۡاُخۡتَیۡنِ[2] (دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ باب فی المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۳

زید اگر چاہتا ہے تو زوجہ کو طلاق دے اور تا انقضائے عدت انتظار کرے اس کے بعد اس کی بہن سے نکاح کرسکتا ہے، انقضائے عدت یہاں ظن غالب سے لیا جائے گا **فانه ملتحق فی الفقهیات بالیقین** (فقہ میں یہ یقین سے ملحق ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۹۲ تا ۲۹۳: از احمد نگر دکن گنج بازار متصل مسجد شاہی مسئولہ محمد ابراہیم صاحب خطیب حنفی قادری ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) زید وعمرو حقیقی بھائی ہیں، عمرو اپنے پوتے کے ساتھ زید کی لڑکی کا نکاح کرانا چاہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید نے چھ ماہ کی عمر میں زینب کا دودھ ہندہ کے ساتھ پیا اور ہندہ کی عمر چار سال کی تھی، کیا زینب کی تیسری لڑکی سے زید کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) یہ نکاح جائز ہے کہ حقیقی پھوپھی نہیں رشتہ کی پھوپھی ہے۔ **قال تعالٰی:** **وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ** [1] (اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمھیں حلال ہیں۔ت) یعنی بھتیجی سے بیٹے کا نکاح جائز ہے حالانکہ وہ رشتہ میں اس کی بہن ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) زینب زید کی ماں ہوگئی اور زینب کی جتنی اگلی پچھلی اولاد ہے سب زید کی بہن بھائی، زینب کی کسی لڑکی سے زید کا نکاح جائز نہیں۔ **قال تعالٰی:** **وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** [2] (اور تمھاری رضاعی بہنیں حرام ہیں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۹۴: مولوی عبداللہ صاحب بہاری مدرس مدرسہ منظر الاسلام بریلی ۲۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو حقیقی بہنیں ان کا نکاح زید و اس کے حقیقی لڑکے کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اور جن لوگوں میں ایسا جائز ہے ان کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب

شرعاً جائز ہے کہ ایک بہن کا نکاح باپ اور دوسری کا بیٹے سے ہو، اس میں کچھ حرج نہیں جبکہ کوئی مانع شرعی اور وجہ سے نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۹۵: از شاہجہاں پور مسئولہ خان بہادر فصیح الدین صاحب ڈپٹی کلکٹر ۲۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان عورت یا مرد کسی دوسرے مذہب کے مرد یا عورت

---

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

[2] القرآن الکریم ۴/۲۳

سے مثلا بدھ، جین، ہندو، دہریہ وغیرہ سے مناکحت کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں کہ وہ غیر مذہب والا مرد یا عورت اسلام قبول نہ کرے اور اپنے مذہب پر قائم رہے، اگر نہیں کر سکتا ہے تو اس بارہ میں احکام کلام مجید کیا ہیں؟ براہ مہربانی ان آیات کو درج فرمایا جائے۔ بینوا توجروا

الجواب:

مسلمان عورت کا نکاح مطلقاً کسی کافر سے نہیں ہوسکتا۔ کتابی ہو یا مشرک یا دہریہ یہاں تک کہ ان کی عورتیں جو مسلمان ہوں انھیں واپس دینا حرام ہے۔

قال تعالٰی: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَ لَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ[1] ۔	اے ایمان والو! جب تمھارے پاس اسلام لانے والی عورتیں کافروں کا دیار چھوڑ کر آئیں تو ان کی آزمائش کرو، اللہ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو، پھر اگر تمھیں آزمائش سے ان کا ایمان ثابت ہو تو انھیں کافروں کو واپس نہ دو، نہ مسلمان عورتیں کافروں کے لیے حلال ہیں اور نہ کافر مسلمان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

مسلمان مرد کافرہ کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے۔

قال تعالٰی: اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ[2] ۔	آج کے دن ستھری چیزیں تمھارے لیے حلال کی گئیں اور کتابیوں کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمھارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے اور تمھارے لیے حلال کی گئیں پارسا مسلمان عورتیں اور عفت والی کتابیہ عورتیں جب تم انھیں ان کے مہر دو۔

لیکن غیر کتابیہ سے مسلمان مرد کو نکاح حرام ہے۔

قال تعالٰی: وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ[3] ۔	مشرکہ یعنی غیر کتابیہ سے نکاح نہ کرو جب تک ایمان نہ لائیں اور بیشک ایک مسلمان باندی کافرہ غیر کتابیہ سے اچھی ہے اگرچہ وہ کافرہ تمھیں پسند آئے۔

یہ حکم کافران اصلی کا ہے، مرتد و مرتدہ کا نکاح تمام عالم میں کسی سے نہیں ہو سکتا نہ مسلم سے، نہ کافر سے، نہ اصلی

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/۱۰

[2] القرآن الکریم ۵/۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۱

سے نہ مرتد سے۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذافی المبسوط [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں اور یوں ہی مرتدہ کو بھی کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، مبسوط میں یونہی ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۶: از بنگالہ مدرسہ معین الاسلام ڈاک خانہ جنگل آباد اہل موضع کادکا کسی ضلع جسر مسئولہ عبدالصمد صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی یعنی اپنی بہو سے زنا کیا اب وہ بی بی مذکورہ کواپنے شوہر کے لیے حلال رہے گی یا نہیں؟ اور وہ دونوں کے درمیان نکاح باقی رہے گا یا طلاق ہو گئ؟ اگر طلاق ہو گئ تو کس قسم کی؟ اور علت طلاق ہونے کی کیا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

لوگ اپنی طرف سے خیالات باطلہ باندھ لیتے یا فقط دو ایک شخصوں یا صرف عورت کے کہنے پر اتہام لگاتے ہیں اس کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ شہادت عادلہ شرعیہ ہو یا شوہر تصدیق کرے اس وقت حرمت کا حکم دیا جائے گا۔ عورت ہمیشہ کے لیے اپنے شوہر پر حرام ہوجائے گی کہ اس کے باپ کی مدخولہ ہوگئ اور باپ کی مدخولہ بیٹے پر حرام ابدی ہے، **قال تعالٰی:** وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ [2] (جن سے تمھارے باپ نکاح کرلیں تم ان سے نکاح نہ کرو۔ت) مگر طلاق نہ ہوئی، نہ نکاح سے خارج ہوئی جب تک شوہر متارکہ نہ کرے، مثلاً اس سے کہے میں نے تجھے چھوڑ دیا یا جدا کیا، جب یہ کہے گا اور عدت گزر جائے گی اس وقت عورت کسی تیسرے شخص سے نکاح کرسکے گی، ان دونوں باپ بیٹوں پر تو ہمیشہ کے لیے حرام ہے، شوہر پر فرض ہے کہ اسے متارکہ کردے کہ اب اسے رکھ نہیں سکتا تو چھوڑنا لازم۔ **قال تعالٰی:** فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ [3] (توہمدردی سے پاس رکھو یا اچھے طریقے سے چھوڑ دو۔ت) درمختار میں ہے:

وبحرمۃ المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی	حرمت مصاہرہ سے نکاح ختم نہیں ہوتا حتی کہ

[1] فتاوی ہندیہ باب فی المحرمات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۹

لایحل لها التزوج باٰخر الابعد المتارکة وانقضاء العدة[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جب تک متارکہ اور عدت پوری نہ ہوجائے کسی دوسرے کے لیے حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۷: از سواوالہ ڈاک خانہ ریڑھ ضلع بجنور مسئولہ حکیم عبدالرحمان ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

ما قولکم رحمکم اللہ (اللہ آپ پر رحم کرے آپ کا کیا فرمان ہے۔ت) کہ زید نے اپنے لڑکے عمرو کی زوجہ سے زنا بالجبر کیا یا زنا کی نیت کی جس کا اقرار دونوں کرتے ہیں، اس صورت میں یہ عورت عمرو کی مطلقہ ہوگئی یا نہیں؟ اور کون سی طلاق واقع ہوئی؟ عدت بھی ہوگی یا نہیں؟ عمرو کے لیے یہ عورت کسی طرح پھر بھی حلال ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وقوع زنا، نیت زنا، دواعی زنا، تینوں میں کچھ فرق ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

یہی استفتاء اس سے قبل مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دیوبند کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس کے جواب میں بوجہ انتقال مولانا محمود الحسن صاحب نوراللہ مرقدہ انھوں نے یہ مختصر جواب دیا تھا کہ: "اگر عمرو اس کا مقر نہیں ہے تو اس کے حق میں اس کی عورت حرام نہیں ہوئی" **انتھی** چونکہ یہ فیصلہ بروئے پنچایت برادری طے ہونے والا ہے اس لیے ضروری ہے کہ کل مسئول عنہا امور کا جواب دیکھنے پر اگر حکم ہو تو برادری میں ان سے انقطاع یا حقہ پانی بند کی سزائے مروج دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا محض ان سے جرمانہ وصول کرکے غربا و مساکین کی دعوت کرائی جائے اور وہ جرمانہ مسجد یا اور کسی نیک کام میں صرف کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

محض نیت زنا سے کچھ نہیں ہوتا اور بیٹے پر اس کی زوجہ حرام ابدی ہونے کے لیے صرف دواعی بھی کافی ہیں۔ اگر عمرو کے قلب پر ان کا صدق جمتا ہے تو لازم ہے کہ وہ عورت کو اپنے اوپر حرام سمجھے،

فان التحری من دلائل الشرع وقول فاسق معتبر اذا وقع التحری علی صدقه۔	کیونکہ تحری (سوچ کے بعد فیصلہ) شرعی دلائل میں سے ہے اور فاسق کا قول تحری سے تصدیق کے بعد معتبر قرار پاتا ہے۔ (ت)

یونہی اگر عمرو نے ان کی تصدیق کی تو عورت کی حرمت ابدی کا حکم ہے **لان الاقرار حجة ملزمة** (کیونکہ اقرار اپنے اوپر لازم کرنے کے لیے دلیل ہے۔ت) اور اگر نہ اس نے ان کی تصدیق کی نہ اس کے قلب پر ان کا صدق

[1] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

جمتا ہے تو عورت اس پر حرام نہ ہوئی لان الاقرار حجۃ قاصرۃ لاتعد والمقر (کیونکہ اقرار کمزور دلیل ہے اس لیے مقر کا غیر اس سے متاثر نہیں ہوتا۔ت) پھر جن صورتوں میں عورت اس پر حرام مانی جائے گی ہمیشہ کے لیے حرام ہوگی، کسی طرح ان باپ بیٹوں کے لیے حلال نہیں ہوسکتی مگر ہنوز طلاق نہ ہوئی، عمرو پر فرض ہوگا کہ اسے چھوڑدے اور اس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی، بعد عدت کسی تیسرے سے نکاح کرسکے گی، درمختار میں ہے:

وبحرمة المصاہرۃ لایرتفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ[1]۔	حرمت مصاہرہ نکاح کو ختم نہیں کرتی حتی کہ دوسرے شخص سے نکاح، متارکہ اور اس کے بعد عدت گزر جانے کے بغیر جائز نہیں۔(ت)

اگر بصورت حرمت عمرو عورت کو رکھے تو مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں مگر جرمانہ لینا حرام ہے اور اسے مسجد میں صرف کرنا اور دیوبندیوں سے فتوی پوچھنا حرام اور ان کے فتوی پر عمل کرنا حرام، اور انھیں مولٰنا یا نوراللہ مرقدہ کہنا حرام، تمام علماء کرام حرمین شریفین نے شان الوہیت وشان رسالت میں ان کی سخت گستاخیوں کے سبب ان کی تکفیر پر اتفاق کیا اور حسام الحرمین میں فرمایا: من شك فی عذابه وکفرہ فقد کفر[2] یعنی جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہوکر ان کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۹۸تا۳۰۰: مسئولہ مولانا مولوی احمد مختار صاحب میرٹھی مورخہ ۸ شعبان المعظم ۱۳۳۸ھ

(۱) ماقولکم ایھا العلماء الکرام (اے علماء کرام! آپ کا کیا ارشاد ہے۔ت) مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد مہدی، مسیح موعود اور پیغمبر صاحب وحی والہام ماننے والے مسلمان ہیں یا خارج از اسلام اور مرتد۔

(۲) بہ شکل ثانی اس کا نکاح کسی مسلمہ یا غیر مسلمہ یا ان کی ہم عقیدہ عورت سے شرعا درست ہے یا نہیں؟

(۳) بہ صورت ثانیہ جس عورت کا نکاح ان لوگوں کے ساتھ منعقد کیا گیا ہے ان عورات کو اختیار حاصل ہے کہ بغیر طلاق لیے اور بلاعدت کسی مرد مسلم سے نکاح کرلیں۔ بینوا آجرکم اللہ تعالٰی

الجواب:

(۱) لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت ملنے کا جو قائل ہو

---

[1] درمختار باب فی المحرمات مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور ص ۱۳

وہ تو مطلقًا کافر مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے، قال اللہ تعالٰی:

النَّبِیّٖنَ [1]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: انا خاتم النبیین لانبی بعدی [2]۔	لیکن اللہ تعالٰی کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ (ت) حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں (ت)

لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جس کی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ **من شك فی کفرہ فقد کفر** [3] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا ہو کافر ہوگیا۔ ت) اسے معاذاللہ مسیح موعود کیا مہدی یا مجدد یا ایک ادنی درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اس کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنی شک کرے وہ خود کافر مرتد ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) قادیانی عقیدے والے قادیانی کو کافر مرتد نہ ماننے والے مرد خواہ عورت کا نکاح اصلا ہرگز زنہار کسی مسلم کافر یا مرتد اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ غرض تمام جہان میں انسان حیوان جن شیاطین کسی سے نہیں ہوسکتا جن سے ہوگا زنائے خالص ہوگا۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد، کذافی مبسوط [4]۔	مرتد کو کسی مرتدہ، مسلمہ یا اصلی کافرہ عورت سے نکاح جائز نہیں، ایسے ہی مرتدہ کو کسی مرد سے نکاح جائز نہیں، جیساکہ

مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ

اَلْعَطَايَا النَّبَوِيَّة فِي الْفَتَاوِي الرِّضْوِيَّة

باب المہر

باب الجہاز

باب نکاح الکافر

باب المعاشرة

باب القسم

باب الرضاع

کتاب الطلاق

باب الکنایة

باب تفویض الطلاق

مآخذ و مراجع

① ابسط المساجد

② اطائب النہانی

③ رحیق الاحقاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

() رحیق الاحقاق فی کلمات الطلاق (ه)

بابُ المعاشرة

بابُ القسم

باب تفويض الطلاق

انتہی بینوا توجروا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

	الحمدللہ المنعم فی المعجل والمؤجل

من قبله لشمل مثل ردته وزناه و تقبيله ومعانقته لام امرأته وبنتها قبل الخلوة قهستانى عن النظم اه وفيه عن البحر عن القنيه طلقها قبل الدخول[1] اوجاءت الفرقة من قبلها يعود نصف المهر فى الاول ولكل فى الثانى الى ملك الزوج[2] الخ وفى التنوير للموطوءة كل مهرها ولغيرها نصفه لو ارتد ولاشيئى لوارتدت[3] اه وفى الدر المختار لو ارضعت الكبيرة ضرتها الصغيرة حرمتا ولامهر للكبيرة ان لم توط لمجئ الفرقة منها وللصغيرة نصفه لعدم الدخول[4] اه ملخصا،وفى ردالمحتار فى النكاح الفاسد بعدم الشهود مثلا، مهر المثل ان يكن دخل اما

[1] ردالمحتار باب المهر داراحياء التراث العربى بيروت

[2] ردالمحتار باب المهر داراحياء التراث العربى بيروت

[3] درمختار شرح تنوير الابصار باب نكاح الكافر

[4] درمختار شرح تنوير الابصار باب الرضاع

اذالم یدخل لایجب شئی [1] اھ ملتقطا وفی الدرالمختار لصغیر وصغیرۃ خیار الفسخ بالبلوغ بشرط القضاء للفسخ فیتوارثان فیہ ویلزم کل المھر [2] الخ وفی الشامیۃ قولہ ویلزم کل المھر لان المھر کما یلزم جمیعہ بالدخول ولو حکما کا لخلوۃ الصحیحۃ کذٰلک یلزم بموت احدھما قبل الدخول اما بدون ذٰلک فیسقط ولو الخیارمنہ لان الفرقۃ بالخیار فسخ للعقد والعقداذا انفسخ یجعل کانہ لم یکن کما فی النھر [3] اھ ھذا۔(یعنی فاحفظ ھذا)

واعلم ان من العلماء من قررلہ ضابطۃ وھی ان کل فرقۃ جاء ت من قبل الزوج قبل الدخول فانھا تنصف المھر، وکل فرقۃ اتت من قبلھا تسقط وھو الذی یبتنی علیہ ماذکر الشامی من استثنٰی منھا خیار البلوغ لما مرانہ وان کان منہ لاینصف بل یسقط

---

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت

[2] درمختار باب الولی

[3] درمختار باب الولی

اصدق علی فاطمة درعا من حديد وعن عازم عن حماد بن زيد عن ايّوب عن عكرمة ان النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم قال لعلی حين زوجه فاطمة اعطها درعك الحطمية[1]، قال الحافظ فی الاصابة هذا مرسل صحيح الاسناد[2]،وابوداؤد فی سننه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما قال لما تزوج علی فاطمة رضی الله تعالٰی عنهما قال له رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم اعطها شيئا قال ماعندی شئی قال اين درعك الحطمية[3]۔ واحمد فی مسنده من طريق ابن ابی نجيح عن قبيه عن رجل سمع عليا يقول اردت ان اخطب الی رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ابنته فقلت مالی من شيئی ثم ذكرت صلته وعائدته وخطبتها اليه

---

[1] الطبقات الكبرٰی لابن سعد باب ذكر بناتِ رسول صلی الله تعالٰی عليه وسلم دار صادر بيروت

[2] الاصابة فی تميز الصحابة فاطمة الزہرا رضی الله عنها دار صادر بيروت

[3] سُنن ابوداؤد كتاب النكاح

قال علی فنبھانی لامر کنت عنه غافلا فقمت اجر
ردائی حتی اتیت النبی صلی اللہتعالیٰ علیه وسلم
فقلت تزوجنی فاطمة،قال عند شیئی،فقلت فرسی
وبُدنی،قال امافرسك فلابدلك منها واما بدنك
فبعها فبعتها باربع مائة وثما نین درهما فجئته بها
فوضعتها فی حجره صلی اللہتعالیٰ علیه وسلم فقبض
منها قبضه فقال ای بلال ابتع بها لنا طیباوامرهم
ان یجهزوها فجعل لها سریرامشرطا بالشرط
ووسادة من ادم حشوها لیف وقال لعلی اذا اتتك فلا
تحدث شیئا حتی اٰتیك فجاء ت مع ام ایمن حتی
قعدت فی جانب البیت وانا فی جانب وجاء رسول
اللہصلی اللہتعالیٰ علیه وسلم الحدیث[1]،وفی الخمیس
فی روایة خطبها فزوجها النبی صلی اللہتعالیٰ علیه

[1] کنزالعمال بحواله مسند انس حدیث مؤسسة الرسالة بیروت

	وسلم علی اربعمائۃ وثمانین درھما [1] الخ وفیہ قیل انہ باع الدرع باثنتی عشرۃ اوقیۃ والاوقیۃ اربعون درھم وکان ذٰلک مھر فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما [2]۔

	اخرج الحافظ رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسمٰعیل القزوینی لاحاکمی وابوعلی الحسن بن شاذان عن انس ایضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی حدیث طویل قال فیہ فی خطبۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ثم ان اللہ تعالیٰ امرنی ان ازوج فاطمۃ من علی ابن ابی طالب فاشھدوا انی قدزوجتہ علی اربع مائۃ مثقال فضۃ ان رضی بذٰلک علی ثم دعا النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بطبق من بسرثم قال انتھبو افانتھبنا ودخل علی فتبسم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی وجھہ ثم قال ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوجک فاطمۃ علی اربعمائۃ مثقال فضۃ ارضیت بذالک، فقال قدرضیت بذالک یا رسول اللہ، فقال صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمع اللہ

[1] تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا موسسۃ شعبان بیروت ! $

[2] تاریخ الخمیس تزوج علی بفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا موسسۃ شعبان بیروت ! $

تعالیٰ عنه [1] **فاقول**: لایلتئم لما علمت انها بیعت باربعما ئة وثمانین درهما تسعة عشر مثقالا من الذهب لاتبلغ بسعرذاك الزمن المبارك الامائة وتسعین درهما اذکل دینار مثقال وکل دینار بعشرة دراهم نعم یجوز ان یکون هذا التقدیر ببعض الاسعار الواقعة فی البلدة الکریمة فی بعض الازمنة المتأخرة واللّٰه تعالیٰ اعلم، وکذاماحاول هو رحمه اللّٰه تعالیٰ من الجمع بین تقدیری الدراهم والمثاقیل بان عشرة دراہم سبعة مثاقیل مع عدم اعتبار الکسور [2] ۔**فاقول**: لایتجة ایضا فان اربعمائة مثقال فضة علی هذا خمس مائة واحد وسبعون درهما کسر، واربع مائة وثمانون درهما ثلث مائة ستة وثلاثون مثقالا فلکسر فی الاول ازید من النصف فلایحذف وفی الثانی اقل فلایرفع علی انه لامعنی یحذف وفی الثانی اقل فلایرفع علی انه لامعنی لاسقاط الزیادة فی الدراہم والقصر علی ثمانین بلا لو کان لقیل خمسمائة کام لایخفی فلیتأمل لعل لکلامه وجها اٰخر۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبة الحبیبیة

[2] مرقاۃ المفاتیح باب الصداق فصل ثانی المکتبة الحبیبیة

ان العادة عندهم كان تعجيل بعض المهر قبل
الدخول، حتى ذهب بعض العلماء الی انه لایدخل
بها حتی یقدم شیئا لها، نقل عن ابن عباس وابن
عمر والزهری وقتادہ تمسکا بمنعه صلی اللّٰه تعالٰی
علیه وسلم علیا فیما رواہ ابن عباس (رضی اللّٰه تعالٰی
عنهما) ان علیا رضی اللّٰه تعالٰی عنه لما تزوج بنت
رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم اراد ان یدخل
بها فمنعه رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم حتی
یعطیها شیئا فقال یارسول اللّٰه لیس لی شئی
فقال "اعطها درعک" فاعطاها درعه ثم دخل بها
اللفظ لابی داؤد و رواہ النسائی ومعلوم ان الصداق
کان اربع مائة درهم وهی فضة[1] الخ **قلت** وحدیث ابی
داؤد کما تری نص صریح لایقبل التاویل ان هذا کان
حین البناء ومعلوم ان البناء کان بعد عدة اشهر من
حین العقد، ثم الروایة الثالثة مصرحة بان العقد
وقع علی اربعمائة مثقال فضة ولیس فی الروایات
الاولی مایصرح بصدور العقد علی الدرع ومن مارس

[1] مرقاة المفاتیح باب الصداق فصل اول المکتبة الحبیبیة

الاحادیث علم ان الرواة ربما یختصرون الاشیاء فلابد من رد المحتمل الی المنصوص والجمع متعین مهما امکن فکیف وهو واضح جلی ثم قول المحقق معلوم ان الصداق کان اربع مائة درہم استشکله فی المرقاة لمخالفته لحدیثی المثاقیل والدراهم جمیعا. **اقول:** ولا اشکال فان الدراهم کانت مختلفة علی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وعهد ابی بکر ن الصدیق الی زمن امیر المؤمنین عمر رضی الله تعالٰی عنهما فمنها ماکان زنة مثقال ومنها دون ذٰلك ثم ان عمر هوالذی درها الٰی وزن سبعة فی رد المحتار عن الطحطاوی عن منح الغفار اعلم ان الدراهم کانت فی عهد عمر رضی الله تعالٰی عنه مختلفة فمنها عشرة دراهم علی وزن عشرة مثاقیل وعشرة علی ستة مثاقیل وعشرة علی خمسة مثاقیل فاخذ عمر رضی الله تعالٰی عنه من کل نوع ثلثا کی لاتظهر الخصومة فی الاخذ والعطاء فالمجموع سبعة ولذا کانت الدراهم العشرة وزن سبعة [1] اه ملخصا. وفی خزانة المفتین برمز لفتاوی الامام ظهیر الدین ان الاوزان فی عهد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم

[1] ردالمحتار باب زکوٰة المال داراحیاء التراث العربی بیروت

بینواتوجروا

[illegible]	اذا وهب ازوجين لصاحبه لايرجع فى الهبة وان انقطع النكاح بينهما[1]

المعهود عرفاً

كالمشروط نصاً

الصريح يفوق الدلالة

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

العیاذ

باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم [1]

---

[1] السنن الکبرٰی باب ماجاء فی حبس ارصادر بیروت کنزالعمال حدیث موسسۃ الرسالۃ بیروت

والله تعالیٰ اعلم

قال تعالیٰ: فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ[1]

والله تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن الکریم

فان المال غادو ارائح

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

والله تعالیٰ اعلم	مثلها[1] کذا فی محیط السرخسی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ان شاء اللہ تعالیٰ

بینوا توجروا

والله تعالیٰ اعلم

[1] الفصل الثانی عشر فی النجاسۃ ... النہر

بینوا

توجروا

واللہ تعالیٰ

اعلم

قال تعالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ[1]

[1] القرآن الکریم

برہانه)لانه نور دعواه[1] اھ(ملخصًا) **اقول:** قوله وان
كان بينهما مسئلة مستانفة غير داخلة تحت
قوله"وان اقاما"جمع فيه ما اذا برهن احدهما وكلاهما
اولا احد۔فبين احكام الصور الثلاث وقد اختار قول
ابى بكر الرازى الذى صححه قاضيخان فى شرح
الجامع الصغير و السغناقى فى النهاية وجزم به فى
الملتقى وقدمه فى الهداية والتبيين وغيرهما ان
لاتحالف الا اذا كان المهر بينهما' فسقط كلا اعتراضى
العلامة الشامى انه كان عليه حذف قوله"تحالفا"لانه
اذا برهنا لاتحالف وان قوله"وان برهن
احدهما"يغنى عنه قوله قبله واى اقام بينة قبلت الخ
فلله دره ما امهره،وقول الكرخى انهما يتحالفان
مطلقا سواء شهد المهر له اولها اولا وصححه فى
المبسوط والمحيط وجزم به فى الكنز فى باب التحالف
اقول لكن الاول هو المذكور فى الجامع الصغير كما فى
ش فترجح به بعد تكافؤ التصحيحين خلافا لما فى
البحر انه لم يرمن رجح الاول فلذا جعلنا عليه
المحول وبالله التوفيق۔

[1] درمختار باب المهر

بمہر المثل ... واللہ تعالیٰ اعلم ۔	اقول والاولی اسقاط الباء ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بینوا توجروا

واللہ ... تعالیٰ اعلم

... المعروف کالمشروط ...

... ینواتوجروا ...

القرآن الکریم[1]

اذا اتخذ الرجل عذیرۃ للختان فاهدی الناس هدایا
ووضعوا بین یدی الولد فسواء قال المهدی هذا
للولد اولم یقل فان کانت الهدیۃ تصلح للولد

كما تقدم فى استمتاع المرأة

بمشرى الزوج

والله تعالى اعلم

بينوا توجروا

والله تعالى اعلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بینوا توجروا

وغیر ذٰلک

فهللك بعض المال وانفق الكبار البعض علیٰ انفسهم وعلى الصغار فما هلك فهو على كلهم، وما انفقه الكبار ضمنوا حصّة الصغار ان كانوا انفقوا بغير امر القاضى اوالوصى وما انفقوه بامر احد هما حسب لهم الى نفقه مثلهم [1] اه فان هذا عند وجود الوصى وما مر فعند عدمه لاسيما فی بلادنا فافهم۔

فانه كان ماذونا له فی ذٰلك من جهة الشرع فلايكون ضمينا بل امينا مقبول القول مالم يدع مايكذب به الظاہر، الا ترى الیٰ ماقدمنا عن الفصول حيث حكم بالاحتساب الیٰ نفقة المثل عند وجود الاذن ممن له الاذن كالوصى والقاضى والشرع المطهر احق من له الاذن وقد وجد منه الاذن فی مسئلتنا وان لم يوجد من وصى او قاض لفقد انهما هٰهنا راسًا و انت تعلم عن المفتى انما يفتى بالديانة

[1] حاشية الطحطاوى على الدر المختار فصل فی شهادة الاوصياء دار المعرفة بيروت"# " !

فبلغه الخبر[1] ووجهه ظاہر فانه اذاعلم بمقالة الواهب فيكون الاخذ على جهة الاتهاب ويقوم القبض مقام القبول بخلاف ما اذا لم يعلم فانه يتحقق القبول قطعا وهو مدار ثبوت الملك للموهوب له قطعا سواء جعل ركنا كما نص عليه فى التحفة ولو الجية والكافى والكفاية والتبيين والبحر ومجمع الانهر والدرالمختار وابى السعود وغيرہا من كتب الكبار وهو ظاہر الهداية وملتقى الابحر وغيرها من الاسفار الغر اوشرطا كما نص عليه فى المبسوط والمحيط والهندية وغيرها وافادفى البدائع انه الاستحسان وان الاوّل قول زفروعلى كل فاتفق القولان على انه لاتملك فيها بدون القبول وهو الذى نص عليه فى الخانية وغيرها وقد حققنا المسئلة بتوفيق الله تعالٰى على هامش ردالمحتار بما لامزيد عليه۔

[1] باب الهبة الباب الثانی فيما يتعلق بالتحليل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم حامدًا ومصلّیًا

بیّنوا توجروا

الحکم

الی غیر ذٰلک مِمّا صرحوابہ فی الکتب

کما فی الشامی عن الطحطاوی وقد افتیت بہ مرارا

المعہود عرفا

المعروف کالمشروط

و اللوزوالدقيق والسكر والشاة الحيلة وباقيها يكون القول فيها قول امرأة لان المتعارف فى ذلك كله ان يرسله هدية فالظاہر مع المرأة لامعه ولايكون القول له الا فى نحو الثياب والجارية[1] اھ وقال فى النهر الفائق واقول وينبغى ان لايقبل قوله ايضا فى الثياب المحمولة مع السكر ونحوه للعرف[2] اھ وقال السيد ابو السعود فى حاشية الكنز بعد نقله واقول ينبغى ان يكون القول لها فى غير النقول للعرف المستمر[3] اھ وقال فى ردالمحتار قلت ومن ذلك مايبعثه اليها قبل الزفاف فى الاعياد والمواسم من نحو ثياب وحلى وكذا ما يعطيها من ذلك اومن دراهم اودنا نير صبيحة ليلة العرس ويسمى فى العرف صبحة فانكل ذلك تعورف فى زماننا كونه هدية لامن المهر ولاسيما المسمى صبحة فان الزوجة تعوضه عنها ثيابا ونحوها صبيحة العرس[4] ايضا اھ فكل ذلك انما هو لان العرف

[1] [illegible]

[2] ردالمحتار بحواله النهر الفائق باب المهر داراحياء التراث العربى بيروت

[3] [illegible]

[4] ردالمحتار باب المهر داراحيا التراث العربى بيروت

قال ابن وهبان فی منظومتہ

ومن فی جهاز البنت قال اعرته

یصدق والاشهاد یشترط اظهر[1]

ثم قال فی شرحها ینبغی ان یکون الحکم فیما تدّعیه الام و ولی الصغیرة اذا زوجها کما مر لجریان العرف فی ذٰلك کذٰلك[2] الخ ای انهم انما یجهزون من اموالهم فکان الظاہر شاہدا لهم قال الشارح العلامة قلت وفی الولی عندی نظر[3] اه وهکذا انقله الشرنبلالی فی تیسیر المقاصد واقر قال فی الدر (الام) وولی الصغیرة (کالاب) فیما ذکر[4] اه. قال ط قوله فیما ذکر ای فی اعتبار العرف وهذا الحکم فی الام والولی بحث لابن وهبان قال العلامة عبد البر وفی الولی عندی نظر ای فان الغالب من حاله العاریة بخلاف الابوین

---

[1]

[2] ردالمحتار بحواله شرح منظومه باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت

[3] ردالمحتار بحواله شرح منظومه باب المهر دار احیاء التراث العربی بیروت

[4] درمختار کتاب العاریة

المزید شفقتھما لکن حیث کان العرف مستمر اان الولی یجھز من ھذہ فلانظر[1] اھ **اقول**: لیس منشأ النظر بثبوت الحکم بعد تسلیم العرف وانما الشان فی جریان العرف فالایراد علی قول ابن وھبان لجریان العرف فی ذٰلك کذٰلك وبه ظھر انه ماکان ینبغی تفسیر قوله ماذکر باعتبار العرف فان العرف اذا ثبت اینما ثبت فھو القاضی الماضی القول لاتفرقة فی ذٰلك بین اب وام وغیرھما بل المراد فیما ذکر من قبول دعوی العاریة من ماله وکذٰلك لیس تفسیر النظر ماذکر بل النظر انالانسلم ان الغالب من حاله التجھیز من ماله، ثم اعلم ان العلامة البحر بعدماافادحکم الاب کما تقدم، قال فی البحر صغیرۃ نسجت جھازا بمال امھا وابیھا وسعیھا حال صغرھا وکبرھا فماتت امھا فسلم ابوھا جمیع الجھاز الیھا فلیس لاخوتھا دعوی نصیبھم من جھة الام اھ[2] ثم قال وبھذا

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار کتاب العاریة دار المعرفة بیروت

يعلم ان الاب او الام اذا جهز بنته ثم مات فليس لبقيه الورثة على الجهاز سبيل ليكن هل هذاالحكم لامذكور فی الاب يتأتی فی الام والجد فلو جهز ها جدها ثم ماتت وقال ملكی وقال زوجها ملكها صارت واقعة الفتوی ولم ار فيها نقلا صريحا [1] اھ قال فی منحة الخالق قال الرملی الذی يظهر ببادی الرأی انهما ای الام والجد كذلك اما الام فلما قدمه من قول القنية صغيرة نسجت جهازا من مال امها وابيها الخ واماالجد فلقولهم الجد كالاب الافی مسائل ليست هذه منها تأمل [2] اھ **اقول:** ماكان هذاالبحر الطام الحبر التام ليذكر فرع القنية فی هذه الاسطر العديدة ويفرع عليه بنفسه ان الاب او الام اذجهز بنته فليس لوارث على الجهاز سبيل ثمّ يتردد متصلا به فی التحاق الام بالاب فی كون التجهيز منها ظاہرافی

---

[1] [illegible]

[2] منحة الخالق [illegible]

التمليك حتى يرد عليه بماقدم من قول القنية وهل يتأتى مثله الامن لايكاد يفهم مايخرج من رأسه فكيف يجعل على مثله كلام مثل هذا الجليل النبيل،ولذا لمالم يتضح الامرعند العلامة السيّدالطحطاوی اسقط لفظ الام من كلام البحر واقتصر على قوله هل هذا الحكم المذكورفی الاب يتأتی فی الجد [1] الخ لكن العلامة الشرنبلالی فی غنية لم يستبعده فقال قال صاحب البحر هل هذاالحكم المذكور فی الاب يتأتری فی الام والجد صارت واقعة الفتوی ولم ارفيهما نقلا صريحا [2] اهوقال العلامة الشامی تردد فی البحر فی الام والجد [3] الخ وقال الرملی ماسمعت فانما الامرمافتح المولٰی سبحانه وتعالٰی ان لاتردد فی الحاق الام بالاب فی كون التجهيز منها تمليكا لمكان العرف وانما تردّد رحمه اللہتعالٰی فی قبول

---

[1] حاشية الطحطاوی علی الدرالمختار باب المهر دارالمعرفة بيروت

[2] غنية ذوی الاحكام حاشية الدرر الاحكام باب المهر مطبعة احمد كامل دارسعادت بيروت

[3] ردالمحتار باب المهر داراحياء التراث العربی بيروت

[illegible]	دعوی التجهیز من مال نفسها عاریة فان الاکثر ان الجهاز انما یکون من مال الاب وح لامساس لفرع القنیة بماھو فیه ولاماقدمه من قوله بھذا یعلم ان الاب اوالام الخ ینا فیه وکذا لانظر ھھنا الی کون الجد کالاب الافی مسائل فان ھذا امر لایؤخذ الامن العرف وانما قبلنا دعوی الاب لما علمنا من العرف الفاشی ان الجھاز یکون من ماله فکان الظاھر شاھدا له فان ثبت مثله فی الجد فذاك والا فلا الحاق ولااشتراك ھکذا ینبغی التحقیق واللّٰه ولی التوفیق واغرب من ھذا ماذکر بعدہ فی منحة الخالق من قوله قلت وجزم فی متن التنویر ان الام کا لاب فی تجھیزھا وعزاہ فی شرح المنح الی فتاوی قاری الھدایة وفی شرحه الدرالمختار معزیا الی شرح الوھبانیة وکذا ولی الصغیرة ولایخفی شموله الجد وغیرہ اھ[1] ـ**اقول:** نعم لایخفی ولکن البحر

[1] منحة الخالق [illegible]

واللہ تعالیٰ اعلم	لانه لاهبة نصاولادلالة ولواشترك العرف لم يدل على التمليك وكان الدافع ادرى بجهة الدفع۔والله تعالیٰ اعلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

بینوا توجروا

کماروی عن سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فانہ یورث

العمی

معاذاللہ

واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible]	يجب ان يعدل اى لايجوز فى القسم بالتسوية فى البيتوتة وفى الملبوس والماكول والصحبة لافى المجامعة كالمحبة بل يستحب[1]۔

[illegible]

| [illegible] | قال فى البحر قال فى البدائع يجب عليه التسوية فى الماكول والمشروب والسكنى والبيتوتة وهكذا ذكر الولوالجى والحق انه على قول من اعتبر حال الرجل وحده فى النفقة واما على القول المفتى به من اعتبار حالهما فلا، فان احدهما قدتكون غنية والاخرى فقيرة فلايلزم التسوية بينهما مطلقا فى النفقة[2] اھ ورأيتنى كتبت عليه مانصه يقول العبد الضعيف غفرله بقى له محملان اخران الاول ان تستوى المرأتان يسار او اعسار ا وح لامحل للتفاضل بينهما بل تجب التسوية فى الماكول والمشروب والملبوس والسكنى ايضا كالبيوتة مطلقا، واليه الاشارة بقوله فلايلزم التسوية |

---

[1] درمختار باب القسم [illegible]

[2] ردالمحتار باب القسم دار احياء التراث العربی بیروت [illegible]

[illegible]

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ [1]، وللعقیلی عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتواکلوھم ولاتنا کحوھم [2]۔

فی المواہب وشرحہا للعلامۃ الزرقانی السادسۃ ضباعۃ اسلمت قدیما بمکۃ وھاجرت وکانت من اجمل نساء العرب خطبھا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم الی ابنھا سلمۃ بن ھشام فقال یا رسول اللہ تعالٰی علیك وسلم ماعنك مدفع افاستأمرھا قال نعم فاتاھا فقالت اللہ افی رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تستأمرنی انی ابتغی ان احشر مع ازواجہ ارجع الیہ فقل لہ نعم قبل ان یبدو لہ فقیل للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انھا کبرت فلما عاد ابنھا وقد اذنت لہ

---

1 القرآن الکریم

2 الضعفاء الکبیر للعقیلی ~ دار الکتب العلمیۃ بیروت

الیھا دراھم ثم مات الاب وطلب سائر الورثۃ لا میراث من ھذا المال المبعوث، فقال ان تمت الوصلۃ بینھما فھو ملک لابنہ وان لم تتم فھو میراث، وان کان الاب حیا یرجع الی بیانہ، وسئل والدی عمن بعث الی الخطیبۃ سکرا وجوزا وتمرًا و غیرھا ثم بدالھم فترکوا المعاقدۃ ھل لھذا الخاطب ان یرجع علیھم باسترداد مادفع فقال ان فرق ذٰلک علی الناس باذن الدافع لیس لہ حق الرجوع وان لم یأذن لہ فی ذٰلک فلہ ذٰلک کذافی التتارخانیۃ[1] اھ قولہ فھو ملک لابنہ **اقول:** انت تعلم ان ھذا یرادعلی العرف فان کان العرف ان یراد بذٰلک تملیک العروس فھو ملکھا لاملک الزوج کمالایخفی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ [1]

[1] القرآن الکریم '

النکاح سنّتی فمن رغب عن سنتی فلیس منّی[2]

---

[1] القرآن الکریم

[2] صحیح بخاری کتاب النکاح ... صحیح مسلم کتاب النکاح باب استحباب النکاح

سُنن ابن ماجه ابواب النکاح باب ما جاء فی فضل النکاح

الجور لو تزوج قدم الثانی افتراض بل یکرہ افادہ
الکمال فی الفتح ولعله لان الجور معصیة متعلقة
بالعباد والمنع من الزنا من حقوق الله تعالٰی وحق
العبد مقدم عند التعارض لاحتیاجه وغنی المولٰی
تعالٰی اھ) ویکون مکروھا(ای تحریما،بحر)لخوف
الجور فان تیقنه(ای الجور)حرم[1] اھ ملخصا مزید
امن رد المحتار مابین الخطین۔**اقول:** ویؤید تعلیل
البحر حدیث ابن ابی الدنیا وابی الشیخ عن جابر بن
عبدالله وابی سعید الخدری رضی الله تعالٰی عنهم
عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ایاکم والغیبة
فان الغیبة اشد من الزنا ان الرجل قد یزنی ویتوب
فیتوب الله علیه وان صاحب الغیبة لایغفرله حتی
یغفرله صاحبه[2]۔

---

[1] درمختار کتاب النکاح ردالمحتار کتاب النکاح داراحیاء التراث العربی بیروت $ $

[2] جامع الاحادیث للسیوطی قسم الاقوال حدیث ! ' دارالفکر بیروت ! ' !

[illegible]	امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو پیامِ نکاح دیا، عرض کی: مابی عنك رغبة یارسول اللہ ولکن لا احب ان اتزوج وبنی صغار۔

[illegible]	خیر نساء رکبن الابل نساء قریش احناہ علی طفل فی صغرہ وارعاہ علی بعل فی ذات یدہ[1]۔ رواہ الطبرانی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا برجال ثقات، قالت خطبنی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقلت فذکرہ۔

[illegible]	یارسول اللہ لانت احب الی من سمعی وبصری وحق الزوج عظیم فاخشٰی ان اضیع حق الزوج[2] ملخصًا۔ اخرجہ ابن سعد بسند صحیح عن الشعبی مرسلا۔

[illegible]	فخطبها الی نفسها فقالت کیف بهذا ضجیعا وهذا رضیعا لولدین بین یدیها[3]۔

---

[1] المعجم الکبیر [illegible] مروی از امّ ہانی رضی اللہ عنہا المکتبۃ الفیصلیہ بیروت [illegible]

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء دارصادر بیروت [illegible]

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد باب ذکر من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من النساء دارصادر بیروت [illegible]

[illegible]	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[illegible]

[illegible]	ماحدث احدکم قوما بحدیث لا یفھمونہ الا کان فتنۃ علیھم۔ رواہ العقیلی وابن السنی وابو نعیم فی الریاضۃ وغیرہم عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

[illegible]

[illegible]	لاتحدثوا امتی من احادیثی الا ماتحتملہ عقولھم فیکون فتنۃ علیھم۔ رواہ عنہ ابونعیم ومن طریقہ الدیلمی وفیہ فکان ابن عباس یخفی اشیاء من حدیثہ ویفشیھا الی اھل العلم۔[2]

[illegible]

[illegible]	یا ابن عباس لاتحدث قوما حدیثا لا تحتملہ عقولھم۔ رواہ عنہ۔[3]

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ العقیلی فی الضعفاء بیان ما یدل من الفاظ العلوم مطبع دار الفکر بیروت [illegible]

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مکۃ المکرمۃ [illegible]

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث مطبع دار الباز مکۃ المکرمۃ [illegible]

لم یقبل قولہ فی ابطال نفقتہا[1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] بدائع الصنائع کتاب النفقۃ

لا يقع فى جنس الاضافة اذا لم ينو لعدم

الاضافة اليها

والله عليم بذات الصدور واليه سبحانه ترجع

كما فى كتب المذهب لا يحصى عددها ولا

ينقطع مددها

ذکر جرنی لامرأته

کما قدمنا النصوص علیه

لانه حِ لایکون الا اخبار کاذبا والاخبار الکاذب

لایرد به طلاق دیانة کما نص علیه فی الخیریة

وردالمحتار وغیرہما من معتمدات الاسفار

کما

مشروح فی اول السوال

هذه الصورة فهذه اختلافات يتحير لديها من لم يتأمل ولم ينزل كل فرع على ماينبغی ان ينزل۔

و الذی تحصل للعبد الضعيف بتوفيق المولى اللطيف جل وعلا، ان الاضافة لابد منها ام فی اللفظ واما فی النية اذ لاطلاق الا بالايقاع الا باحداث تعلق الطلاق بالمرأة، وليس ذلك الا بالاضافة وهذا ضروری لاشك فيه اذ لولاه لزم الطلاق عل كل من تلفظ بلفظ طلاق او طالق ونحوهما وان لم يرد على هذا شيئا اولم يرد طلاق امرأته وهو باطل قطعًا فاشتراط الاضافة حق لامرية فيه، نعم قد توجد الاضافة فی اللفظ فلايحتاج فی الحکم الی النية وقد لاتوجد فی اللفظ فيحتاج الی ظهور النية۔

اما وجود الاضافة فی اللفظ **فاقول**: على ثلثة انحاء، الاول تحققها صريحا فی کلام الزوج وهذا الذی ذکر الحلبی والطحاوی امثلته کقوله انت طالق

نجم الاسلام الفقیہ ابونصر عن سکران قال لامرأتہ أتریدین ان اطلقك قالت نعم فقال بالفارسیۃ اگر تو زن منی یك طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی اخرجی من عندی وھو یزعم انہ لم یرد بہ الطلاق فالقول قولہ[1] اھ ومثلہ فی الخانیۃ معللاً بانہ لم یضف الطلاق الیھا[2] اھ فلم یحکموا بالوقوع مع وجود الاضافۃ فی کلامھا امافی فرع الامام نجم الدین فظاہر۔ واما فی فرع الفقیہ ابی نصر والخانیۃ فلان قولھا نعم کان جوابا لقولہ اتریدین ان اطلقك فکانھا قالت اریدان تطلقنی، **قلت** وباللہ التوفیق المخاطب اذا اتی فی کلامہ بکلام اجنبی عن الجواب یخرج عن کونہ جوابًا ویصیر کلامًا مبتداء ففی المسئلتین انما کان جواب قولھا ان یقول طلاق دادہ شد اویك طلاق ودو طلاق وسہ طلاق ولواقتصر علی ھذا

---

[1] الفتاوی الھندیۃ الفصل السابع الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ

[2] الفتاوی القاضیخان باب التعلیق

الحکم بالوقوع من دون الحاجة الی نیة کماکان فی
الفروع المتقدمة التی تلونا لکنه لما زاد قوله چوں تو
روئے اوقوله اگرتو زن منی،لم یبق جوابا وصار
کلامًا مبتدأ فلم تسر اضافة السوال الیه وقد نص علی
هذا الاصل العلماء کما لایخفی علی من خدم کلماتهم
من ذٰلك عن الذخیرة قال له تغد معی قال والله
لا تغدّی فذهب الٰی بیته وتغدّی مع اهله لایحنث
لان قوله خرج جوابا لسوال المخاطب وامکن جعله
جوابا لانه لم یزد علی حرف الجواب بخلاف مالوقال
والله لا تغدی معك لانه زاد علی حرف الجواب ومع
الزیادة علیه لایمکن ان یجعل جوابا[1] اھ ملخصًا۔

فان قلت ما الجواب عن فرع الهندیة عن الخلاصة
لوقالت طلقنی فضربها وقال لها اینك طلاق لایقع
ولو قال اینك طلاق یقع[2] اھ فقد کانت

[1] ردالمحتار بحواله ذخیرہ کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت

[2] الفتاوی الهندیه الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ

الاضافة موجودة فی السوال وهو لم یزد فی الجواب شیئا حتی یجعل کلامًا مبتدأ۔

قلت لما اخذیضربها بعد قولهاطلقنی اورث ذٰلك احتمالًا فی کونه جوابًا وقال اینك طلاق می خواهی بل الظاهر من الضرب هو الرد دون الجواب فان الجواب الجواب بمعنی قولهم یحتمل السؤل وقبول المامول وهذا معنی قولهم یحتمل جوابًا وسبًّا او جوابًا وردًّا او جوابًا محضًا۔ فاذا وقع الاحتمال لم یتیقن بکونه جوابا حتی یحکم بسرایة اضافة السوال الیه فمعنی قوله لایقع ای مالم ینووقوله یقع ای وان لم ینولوجود الاضافة حِ فی نفس الکلام۔

الثالث ان لایشتمل کلامه علی الاضافة ولایکون خرج مخرج الجواب لکن یکون اللفظ خصّه العرف بتطلیق امرأة فحیث یطلق یفهم منه ایقاع الطلاق علی المرأة کقولهم الطلاق یلزمنی و

النیة ومنه فرع البزازیه والخانیة قال لها لاتخرجی الا باذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکره حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له[1] اھ وذٰلك کما افاد الشامی ان العادة ان من له امرأة انما یحلف بطلاقها لابطلاق غیرها فقوله انی حلفت بالطلاق ینصرف الیها مالم یرد غیرها لانه یحتمله کلامه[2] اھ ومنه فرع القنیة عن الامام برھان الدین محمود صاحب المحیط، رجل دعته جماعته الی شرب الخمر فقال انی حلفت بالطلاق انی لااشرب وکان کاذبا فیه ثم شرب طلقت وقال صاحب التحفة لایطلق[3] اھ فقول البزازیة لایقع دیانة ان لم ینو قضاءً ایضا ان قال لم انو بدلیل قول قوله فالقول له، وقول البرھان طلقت ای قضاءً مالم یقل انی لم اردھا کما قال الشامی انه یمکن حمله علی ما اذا لم یقل انی اردت الحلف بطلاق غیرھا فلا یخاف فی البزازیة[4] اھ وقول صاحب التحفة لایطلق

---

[1] ... علی حاشیة الفتاوی الہندیة کتاب الایمان ...

[2] ردالمحتار باب الصریح کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت

[3] القنیة کتاب الایمان المطبعة المشھورة النهانندیة ص ... ردالمحتار بحواله القنیة کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت

[4] ردالمحتار بحواله القنیة کتاب الطلاق باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت

ديانة ظاہر لان الاخبار انما كان كاذبًا اما قولى انما يصدقه باليمين فلما صرحوا به من انه حيث يكون القول له فانما يصدق باليمين كماصرح به فى التبيين وغيره[1]۔

الثانى ان لاتكون هنا قرينة ذلك وحٍ يتوقف الوقوع على اخبار بالنية فان اقرّ وقع والا لا اذلا سبيل الى الحكم بالوقوع بالشك وهذا ماقال فى الهندية عن الخلاصة سكران هربت منه امرأته فتبعها ولم يظفر بهافقال بالفارسية بسه طلاق ان قال

[1] ردالمحتار كتاب الطلاق باب الصريح داراحياء التراث العربى بيروت

	عنیت امرأتی یقع وان لم یقل شیئاً لا یقع اھ[1] وفی مجموعة انقروی عن البزازیة فرت ولم یظفر بھا فقال سه طلاق ان قال اردت امرأتی یقع والالا[2] اھ وقال فی البحر لو قال طالق فقیل له من عنیت فقال امرأتی طلقت امرأته[3] اھ فقد الوقوع علی اقراره انه عنی امرأته۔
فان قلت	فان قلت ماالفرق بین ھذہ الفروع وبین قوله حلفت بالطلاق فان الرجل کما لایحلف عادة الا بطلاق امرأتھا کذٰلك لایقول سه طلاق او طالق الا لھا فکان ینبغی الوقوع مالم یقل لم اعنھا۔قلت الفرق بین فان ارادة الحلف بالطلاق متحققة بصریح قوله حلفت.فیحمل علی الظاہر المعتاد مالم یصرف

[1] الفصل ... النساء ... الطلاق بالالفاظ الفارسية
[2] مایقع الطلاق ومالا یقع به دارالاشاعت العربیه
[3] البحر الرائق باب الطلاق

مالم يخبر عن نية الطلاق لاان لايقع وان نوى فانه
يفيد انه بدون التاء ليس من الفاظ الطلاق اصلا
كقوله لاحاجة لى فيك ولارغية اولااشتيك وامثال
ذٰلك وهوكما ترى مشكل فلع المعنى ان اللفظ من
الكنايات وهو مع التاء ايضا محتاج الى النية كما
لايخفى فاذاعدم التاء احتاج نيتين نية الطلاق ونية
الاضافة ولاشك ان احدهمالاتكفى، فقوله قال بعيب
بازدامت ونوى، ليس معناه اليها لاجل كون اللفظ
من الكنايات فهى المرادة ايضا من قرينة اعنى قوله
فى الفصل الاخيروان نوى اى لوقال بغير التاء لايقع
وان نوى باللفظ الطلاق لخلوه عن الإضة فيحتاج
بعد الى شيئ اٰخروهى نية الاضافة فافهم وتأمل لعل
اللهيحدث بعد ذٰلك امرا۔هذاوبما تقرر تحرر ان
لااعتراض على الفاضل

الشارح ولاعلى العلامة البحر رحمة اللہ علیه فانهما اتیابعین مافی الوجیز والخانیة فانهما ایضا نصا علی عدم الوقوع وعللا بترك الاضافة' فکما وجب حمل کلامهما علی ماتقدم کذالك یحمل علیه کلام هذین الفاضلین، بیدان الامامین اتیابعده بما اوضح المراد من قولهما ان القول قوله والفاضلین اقتصرا علی ذٰلك فبقی کلامهما علی الایهام، ولیس فی کلامهما ان الاضافة الصریحة اللفظیة شرط للوقوع حتی یتوجه علیه بقیة کلام الفاضل المحشی رحمه اللہ تعالٰی نعم علل الفاضلان الشارحان الحلبی و الطحاوی بان الاضافة شرط حق فی نفسه کما قررنا و لکن لایصح ح الجزم بعدم الوجدان فان الشرط مطلق الاضافة نصًا اوعرفًا اوجوابًا والمفقود جزما هی الاضافة اللفظیة المنصوصة ولیست بشرط فالاخذان کان فعلی المحشیین دون الفاضلین العلامتین۔ اللّٰهم الافی ترك الایضاح کما علمت، هکذا ینبغی تحقیق المقام واللہ ولی الفضل والانعام۔

واللہ تعالیٰ اعلم

! (4

واللہ تعالیٰ اعلم

! (4

والدھش شیئ اُخر بینہ فی

الخیریۃ ورد المحتار وتحقیقہ فی فتاوٰنا

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

بینوا توجروا

	فان الخلوة الصحیحة فی النکاح الصحیح مثل الوطی فی ایجاب العدّة

بینواتوجروا

واللہ تعالیٰ اعلم

بینواتوجروا

بینواتوجروا

[illegible] واللہ تعالیٰ اعلم۔	قال اللہ تعالیٰ فلا تحل لہ من بعد حتی تنکح زوجا غیرہ[1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بینواتوجروا

[1] القرآن الکریم

	بل بصوت يسمع نفسه لولا منع كما هو الصحيح لا معتمد فى كل ما هو قول كما فى الدرر وغيره۔

لفوات المحل

باليبنونتا

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

کما فی الخیریۃ فیمن اقر با

لطلاق کاذبا

الطلاق لمن اخذ بالساق

واللہ تعالیٰ اعلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم

بینوا توجروا

واللہ تعالیٰ اعلم۔

[illegible] واللہ تعالیٰ اعلم۔	فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[1] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[1] القرآن الکریم !

بینوا توجروا

	لو وطئ معتدته من الثلاث عالما بحرمتها فانه زنًا یحد به۔[1]

[1] رد المحتار باب العدۃ الطاعۃ المصریۃ

[illegible]	حرم الجمع بین المحارم نکاحًا وعدّة ۔[1]

[1] درمختار فصل فی المحرمات

انّا الیہ راجعون

صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

واللہ تعالیٰ اعلم

الا من سفه نفسه

خذلهم الله تعالیٰ

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ [1]

واللہ تعالیٰ اعلم

[1] القرآن الکریم

دہد میردوعدتش فراغ پذیرد قال تعالیٰ بِاِحْسَانٍ ؕ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ[1] الیٰ قوله عزوجل فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ[2] الآية. قال رسول الله صلی تعالیٰ علیه وسلم لاتحلین لزوجك الاول حتی یذوق الاٰخر عسیلتك وتذوقی عسیلته[3]۔ و فی العالم عن عروة کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصرولاعدد وکان الرجل یطلق امرأته فاذا قاربت انقضاء عدتها راجعها ثم طلقها کذلك ثم راجعها یقصد مضارتها فنزلت هذه الآیة اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی الطلاق الذی یملك الرجعة عقیبه مرتان فاذا طلق ثلثا فلاتحل

[1] القرآن الکریم '

[2] القرآن الکریم !

[3] صحیح بخاری باب ...

عنهما فجاء رجل فقال انه طلق امرأته ثلثا قال
فسكت حتى ظننت انه رادها اليه ثم قال ايطلق
احدكم فيركب الحموقة ثم يقول يا ابن عباس يا
ابن عباس فان الله عزّوجل قال ومن يتق الله يجعل
له مخرجا عصيت ربك وبانت منك امرأتك، ثم
ذكر ادلته برواية لامؤطا عن ابن عباس وابى هريرة
معا ومثله عن ابن عمر قال وروى ايضا عن عبد الله
بن عمرو بنن العاص واسند عبدالزاق عن علقمة
عن ابن مسعود و وكيع عن امير المؤمنين على وامير
المومنين عثمان بن عفان وقد قدمه عن امير
المومنين عمرو اورده برواية ابن ابى شيبة والدار
قطنى عن ابن عمر عن البنى صلى الله تعالٰى عليه
وسلم وذكره فى اٰخر

واللہ تعالیٰ اعلم

	الخط يشبه الخط والخاتم يشبه الخاتم كما في الهندية[1] وغيرها۔

[1] كتاب القاضي الى القاضي

قال اللہ تعالیٰ:

	فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ [1] ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
واللہ تعالیٰ اعلم -	

[1] القرآن !

کما لایخفی علی ادنی خادم للفقہ

وقد بیناہ فی رسالتنا الازکی الاھلال

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

بینوا توجروا

واللہ علی کل شیئ شہید، واللہ تعالٰی اعلم

	لوقال امرأتی طالق ولہ امرأتان اوثلاث تطلق واحدۃ منهن ولہ

شیخ الاسلام عن اشارة محمد انه یملک الصرف الی
واحدة ان اراد فقط افادانه یملک التفریق ان شاء
والثلاث والاربع والاثنان فی ذلک سواء ولیس قوله
طلقت طلقت طلقت أوامرأته طالق امرأته طالق
امرأته طالق کقوله طلقت امرأتی ثلاثا، او امرأتی
طالق ثلاثا فان ھنا قد افھم المغلظة فلایملک
التخفیف بالتفریق مع ان المروی عن الامام فیه
ایضا خیار التفریق غیر انه تقع علی کل منھن واحدة
بائنة لئلایلغی وصف الاصل فی ردالمحتار رأیت بخط
شیخ مشائخنا السائحانی عن المنیة لوکان الرجل
ثلاث نساء فقال امرأتی ثلاث تطلیقات یقع ثلاث
لکل واحدة وعندابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه لکل
واحدة منھن طلاق بائن وھو الاصح[1] اھ **اقول:** ای الا
اذا بین وعین احدٰھن فعلیھا الثلاث

[1] ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بھا داراحیاء التراث العربی بیروت

ان كتب على وجه الرسالة مصدرا معنونا وثبت ذلك
باقراره او بالبينة

واللہ تعالیٰ اعلم

	وذٰلك لان اخرجی یحتمل ردا فیتوقف علی النیة لکل حال ویکفی تحلیفها فی منزلة[1] کما فی الدر المختار۔

[1] درمختار باب الکنایات

وهوتعالیٰ اعلم

بینواتوجروا

	قال اللہ تعالیٰ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ[1] ۔

[1] القرآن الکریم

والعیاذباللہ تعالیٰ. واللہ تعالیٰ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

بینوا

توجروا

لا یتخیر احد الزوجین بعیب الاخر ولو فاحشا کجنون وجذام وبرص الخ۔[1]	

[1] درمختار باب العنین

الحکم والفتیا بالقول المرجوح جهل وخرق للاجماع[1]

کما قد مناو کل ذلک مصرح به فی الکتب المعتمدة

والعیاذ

[1] درمختار مقدمہ کتاب رسم المفتی

	قال لها اختاری او امرک بیدک ینوی تفویض الطلاق فلها ان تطلق فی مجلس علمها به مالم تقم او تعمل مایقطعه۔ [1]

[1] درمختار تفویض الطلاق

واللہ تعالیٰ اعلم

[illegible]	حیضہا منہا وکذاحجہ وغیبتہ لامدۃ حجہا وغیبتہاومرضہ ومرضا ویوجل من وقت الخصومۃ فان وطئ مرۃ فبہا والابانت بالتفریق من القاضی ان ابی طلاقہا بطلبہا یتعلق بالجمیع(ای جمیع الافعال وھی فرق واجل وبانت)ولوادعی وانکرتہ فقالت امرأۃ ثقۃ والثنتان احوط ھی بکر خیرت فی مجلسہا(ای یخیرہا القاضی)وان اختارتہ بطل حقہا کما لو وجد منہا دلیل اعراض بان قامت من مجلسہا واقامہا اعوان القاضی اوقام القاضی قبل ان تختار شیئا بہ یفتی لامکانہ مع القیام اھ ملتقطا[1]

[illegible]	ان اختارت الفرقۃ امر القاضی ان یطلقہا بائنۃ فان ابی فرق بینہما ھکذا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الاصل کذافی التبیین

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب العنین [illegible] ردالمحتار باب العنین داراحیاء التراث العربی بیروت [illegible]

واللہ تعالیٰ اعلم۔

بینوا توجروا

	ھی امرأۃ ابتلیت فلتصبر

حتی یأتیہا موت او طلاق ۔[1]

واللہ تعالٰی اعلم

[1] مصنّف عبدالرزاق باب التی تعلم مہلک زوجہا المکتبۃ الاسلامی بیروت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

بینوا توجروا

بمنزلة خلیت سبیلک، وفی الینابیع الحق ابو یوسف رحمه اللّٰہ تعالٰی بالخمسة ستّة اخری وھی الابعة المتقدمة وزاد خالعتك والحقی باھلك ھکذا فی غایة السرجی[1]،اھ. **قلت** وھو فی حدیث المستعیذة وفیھا ایضا، وفی قوله حبلك علی غاربك لایقع الطلاق الّا بالنّیّة کذافی فتاوٰی قاضی خان وانتقلی وانطلقی کالحقی وفی البزازیة وفی الحقی برفقتك یقع اذا نوی کذافی البحر الرائق[2]۔

ھو کقوله لاسبیل لی علیک

فی الھندیة ویاتبغی الازواج تقع واحدة بائنة ان نواھا عــه واثنتین وثلث ان نواھا ھکذا فی شرح الوقایة[3]۔

عـــه: قابلت عبارۃ عن اصل الھندیة فوجدتھا ھکذا او ثنتان وثلث حامد رضا غفرله۔

[illegible]

[illegible]	فی الطحطاوی عن الدر المنتقی رددتك الیهم ولا یشترط قبولهم[1]۔

[illegible]

[illegible]	فی العقود صرح فی الوجیز لبرهان الائمة انه لوقال فسخت النکاح بینی وبینك ولم یبق بینی وبینك لایقع الابالنیة، ولایخفی ان قوله انت خارجة عن عصمتی مثله فی المعنی من الفتاوی المزبورة **قلت** فان الخروج عن العصمة یکون بطلاق وفسخ کطریق حرمة مصاهرة ولومن قبله، فلم یتعین للطلاق وکذا الخروج عن الملك کما مر۔[2]

[illegible]

[illegible]	فی الخیریة سئل فی رجل قال فی حال الغضب وسؤال الطلاق لزوجته نزلت عنها نزولا شرعیا هل تبین بذلك ام لا (اجاب) لم ار من تعرض لهذا فی کلامهم لکن رأیت فروعا متعددة فی الکنایات تقتضی انه

---

[1] طحطاوی علی الدر المختار باب الکنایات دار المعرفة بیروت [illegible]

[2] عقود الدریه فی تنقیح الحامدیة کتاب الطلاق [illegible]

[illegible]	فی الدر ویقع بقوله انت طالق بائن اوافحش الطلاق اوطلاق الشیطان والبدعة او اشر الطلاق اوکالجبل اوکالف اوملئ البیت او تطلیقة شدیدة او طویلة او عریضة اواسوأه او اشده او اخبثه او اکبره اواعرضه او اطوله او اغلظه او اعظمه واحدة بائنة ان لم ینو ثلاثاً.فیه ایضاً ولو بالفاء(ای فی قوله انت طالق فبائن)فبائنة ذخیرة[1]۔(ملخصًا)

[illegible]

[illegible]	فی الدر کما یقع البائن لوقالت انت طالق طلقة تملکی بها نفسك لانها لاتملك نفسها الا بالبائن[2]۔

[illegible]

[illegible]	فی ردالمحتار تحت قوله لانه لاتملك نفسها صرح به فی البدائع وقال اذاوصف الطلاق بصفة تدل علی البینونة کان بائناًاھ وهذه الصفة بمعنی قوله انت طالق طلقة بائنة[3] الخ۔

---

[1] درمختار باب الصریح [illegible]

[2] درمختار باب الصریح [illegible]

[3] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت [illegible]

لارجعة لی فیها علیک،الاول کلام مستقل لایغیر ماقبله فلایتغیرعن حکمه الشرعی والثانی مغیر ویختلف النظرفیه فمن نظر الی انه تغیر لحکم الشرع،الغاه و اوقع الرجعی لان شرط الرجعی احق واوثق ومن شرط مالیس فی کتاب الله فشرطه باطل وان شرط مائة شرط[1] کماارشد الیه الحدیث الصحیح ومن ارجعه الی معنی الوصف اوقع به البائن فلم یجعله تغیرابل تعبیراکانه یقول ان مرادی طلاق لارجعة لی فیه وانت تعلم ان الاول اظهر لکن ربما یؤید هذالان الاعمال اولی من الاهمال واماالثالث فلاشبهة فیه عندنا لما مرانه اذا وصف الطلاق بضرب من الشدة والزیادة کان بائنا،اماما ذکرت انه ینبغی وقوع الرجعی بلاخلاف فیما اذاقال انت طالق طلقة لااراجعك بعدها فالوجه فیه ان الطلاق الرجعی لایستلزم الرجعة فلاینافی عدمها انما ینافی عدم اختیارها،فحل محل ابعاد وبهذا القدر لایسلب منه خیار الرجعة فمن جهته احتمال هذاالمعنی لم یکن نصافی ارادة

---

[1] صحیح البخاری باب اذا اشترط شروطا لا تحل

لها ترا طلاق او طلاق ترا فهی طلاق ولافرق بین التقدیم والتاخیر[1]۔	
وعلیٰ هٰذا القیاس، وکله ظاهر. فی الطحطاوی ذکر فی البحران الفاظ المصحفة خمسة وهی تلاق وتلاغ وطلاك وطلاغ، تلاك زاد فی النهر تلاع وتلال و ینبغی ان یقال ان الفاء اماطاء اوتاء واللام اماقاف اوعین اوغین اوکاف اولام واثنان فی خمسة بعشرة الصریح منها الطاء مع القاف وماعداذلك مصحف[2] اھ **اقول:** وذکر فی الخلاصة رجل قال لامرأته ترا تلاق هٰهنا خمسة الفاظ (وعد منها) طلاغ وتلاك عن الامام ابی بکر محمد بن الفضل انه یقع وان تعمد وقصدان لایقع عـــه قضاء ویصدق دیانة[3]۔	

عـــه: هٰهنا سقط والعبارة فی الخلاصة هکذا ولایصدق قضاء حامد رضا غفرله۔

---

[1] الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب الصریح دار المعرفة بیروت

[3] خلاصة الفتاوٰی کتاب الطلاق جنس آخر فی الفاظ الطلاق

اوقل لها انها طالق طلقت للحال ولایتوقف علی
وصول الخبر الیها ولاعلی قول المامور ذٰلک، ولوقال
قل لها انت طالق لایقع الطلاق مالم یقل لها المامور
ذٰلک، ولو قال اکتب لها طلاقها ینبغی ان یقع الطلاق
للحال کما لوقال احمل الیها طلاقها، وکما لو قال
اکتب الی امرأتی انها طالق[1]، وخالف العقود فی مسئلة
قل لها ھی کذا فجعله توکیلا فراجع عـــہ۔

عـــہ: عبارة العقود ھکذا سئل فی رجل قال لآخر قل
لامرأتی تکون طالقة بالثلث ولم یقل لها الأخر شیئا فهل
لاتطلق مالم یقل لها الجواب نعم لانه توکیل کما صرح
به فی البزازیة فی نوع الفاظه[2] اھ وکنت کتبت علی هامشه
مانصه، **اقول:** المضارع

---

[1] کتاب الطلاق

[2] العقود الدریة کتاب الطلاق

انما يعمل اذا غلب للحال ح،هو كقوله قل لها هى طالق
وصرح فى الخانيه انها تطلق بذٰلك فى الحال بخلاف قوله
قل لها انت طالق فلاتطلق مالم يقل،راجع و حرر وان
كانت المسئلة(اعنى مسئلة العقود)قل لامرأتى تكوى
طالقة(بزيادة الياء وحذف النون كما هو لغة شائعة
لاسيمافى العوام حتى تكون الصيغة للخطاب)فالجواب
صحيح بلاريب وموافق لما فى الخانية فلتراجع البزازية
اهثم من المولى سبحٰنه وتعالٰى بالبزازية فاتضح ان الامر
كما فهمت وان (تكون)تصحيف من(تكونى)فان عبارة
البزازية هكذا قال لها قولى اناطالق فقالت وقع وان لم
يقل لا،بخلاف مالو قال لاٰخر قل لامرأتى

في الخيرية قال لها انت طالق الى سنتين ولانية له فما الحكم. اجاب يقع عليها بعد السنتين طلقة واحدة رجعية صرح به صاحب البحر والبزازية والولو الجية وغيرهم من كتب الحنفية۔[1]

في الدر وبقوله من هنا الى الشام واحدة رجعية مالم يصفها بطول اوكبر فبائنة۔[2]

بخلاف مالو قال بالعربية انت اطلق من فلانة فلا تطلق الا بالنية بشرط ان تكون فلانة مطلقة فقد عد في الدر قوله انت اطلق من امرأة فلان وهي مطلقة[3]، من الكنايات التي يقع بها الرجعي، قال الشامي عليه الرحمة في الفتح بان افعل التفضيل ليس صريحا فافهم[4] اه بخلاف مانحن فيه فانه مطلقة صريحة ولايعتريه الاحتمال بزيادة فما فيه الاثبات الطلاق

---

1. كتاب الطلاق دار المعرفة بيروت
2. درمختار باب الصريح
3. درمختار باب الكنايات
4. ردالمحتار باب الكنايات دار احياء التراث العربي بيروت

فی الدرطلقة رجعیة فقط فی طهر لاوطی فیه احسن،
وطلقة لغیر موطؤة ولو فی حیض، ولموطوئـةتفریق
الثلث فی ثلاثة اطهار لاوطی فیها ولافی حیض قبلها
ولاطلاق فیه فیمن تحیض وفی ثلثة اشهر فی حق
غیرها حسن وسنی، وحل طلاق الآیسةوالصغیرة و
الحامل عقب وطی لان الکراهة فیمن تحیض لتوهم
الحبل، والبدعی ماخالفهما والخلع فی الحیض لایکره
والنفاس کالحیض[1] اھ ملخصاً، قال الشامی قوله
لاوطء فیه لم یقل، منه، لیدخل فی کلامه مالوطئت
بشبهة، فان طلاقها فیه حینئذ بدعی نص علیه
الاسبیجابی، وبهٰذا عرف ان کلام المصنف اولی من
قول غیره لم یجامعها فیه لکن لابدان

[1] درمختار کتاب الطلاق

یقول ولافی حیض قبلہ ولاطلاق فیہما ولم یظہر حملہا ولم تکن آیسۃ ولاصغیرۃ کما فی البدائع لانہ لو طلقہا فی طہر وطئہا فی حیض قبلہ کان بدعیا، وکذا لوکان قد طلقہا فیہ وفی ہذاالطہر، لان الجمع بین تطلیقتین فی طہر واحد مکروہ عندنا[1]، قولہ فی حق غیرہا ای فی حق من بلغت بالسن ولم تر دما اوکانت حاملا او صغیرۃ لم تبلغ تسع سنین علی المختار او اٰیسۃ بلغت خمس وخمسین سنۃ علی الراجح، اما ممتدّۃ الطہر فمن ذوات الاقراء لانہا شابۃ رأت الدم فلایطلقہا للسنۃ الاواحدۃ مالم تدخل فی حدّ الایاس[2]، قال فی الذخیرۃ عن المنتقی لاباس بان

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت "

[2] ردالمحتار کتاب الطلاق دار احیاء التراث العربی بیروت "

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

بینوا توجروا

لوقال تزوجی ونوی الطلاق اوالثلاث صح وان لم ینوشیئالم یقع[1]	

[1] الفصل الخامس

واللہ تعالیٰ اعلم

بینوا توجروا

فان البائن لا یلحق البائن کما فی المتون[1]

[1] درمختار باب الکنایات

ماقولكم رحمكم الله فى هذه المسئلة

اللّٰهم هداية الحق والصواب۔

فی العٰلمگیریة لوقال لاحاجة لی الیك ینوی الطلاق
فلیس بطلاق(وفیها)اذا قال لااریدك اولااحبك
اولااشتهیك اولارغبة لی فیك فانه لایقع وان نوی
فی قول ابی حنیفة رحمهم

	كقوله لاحاجة لى فيك لااشتهيك[1] كمانص عليه فى العلمگيرية وغيرہا۔

كقوله لم يبق بينى وبينك شيء[2]

كما بيناه فيما علقناه على

ردالمحتار

[illegible]	فی اعتدّی ثلثا[1]۔

[illegible]

[illegible]	لایقع بالاول شیئ لانه لم ینوبه ودلالة الحال وجدت بعده[2] **اقول:** وفیما ذکر فی الخیریة نوع مخالفة لمامر عن المحیط والظاهر مافی المحیط و عبارة الخانیة الکنایة ماتحتمل الطلاق ولایکون الطلاق مذکورا نصا[3] فانما معناہ لایکون نصافی الطلاق کیف وقد قال فیها لوقال انت طالق فاعتدی وقال عنیت به العدة صحت نیته وان عنی به تطلیقة اخری اولم ینو شیئا فهی تطلیقة اخری وکذٰلك واعتدی اوقال اعتدی بغیر حرف العطف[4] فقد اوقع بالکنایة اخری عند النیة مع وجود الصریح وانما لم یحتج الی النیة لتقدم الصریح فکان من المذاکرة بخلاف مانحن فیه فانه کقوله بینی فانت طالق واللّٰه تعالٰی اعلم۔

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت [illegible]

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت [illegible]

[3] [illegible] فصل فی الکنایات والمدلولات [illegible]

[4] [illegible] فصل فی الکنایات والمدلولات [illegible]

لانہ ان ثلث فذاك وان ثنی فثالثھما قولہ قولہ

ن("لانہ لایحتمل رداولاسباوقدصارت الحال حال

المذاکرۃ لانہ قالہ لمدخولہ"طلاق طلاق"کما ذکرہ

السائل والاضافۃ فی السابق اضافۃ فی اللاحق کقولہ

طلقتك طلقتک۔

لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لا یقع لعدم ذکر حلفه بطلاقها ویحتمل الحلف بطلاق غیرها فالقول له[1]	

واللّٰہ تعالٰی اعلم

کتاب الطلاق

یکفی تحلیفھا له فی

واللہ تعالٰی اعلم

درمختار باب الکنایات [1]

[illegible] واللہ تعالٰی اعلم۔	والقول له بيمينه فی عدم النية ويكفی تحليفها له فی منزله[1]۔ والله تعالٰی اعلم۔

[1] درمختار باب الکنایات

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

واللہ تعالیٰ اعلم

فان البائن لا یلحق البائن والنیۃ قد ظھرت

فقط

بینواتوجروا

اللّٰهم هداية الحق والصواب

	لا يقع وان نوى كانه قال لها بالعربية احسبى انك طالق وان قال ذلك لا يقع وان نوى[1] اهملخصًا

كتاب الطلاق

ماقولکم رحمکم الله

بینواتوجروا

بینوا توجروا

بینوا توجروا

قال اللہ تعالیٰ

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ [1] وردالمحتار

ست لو قال لہا

[1] القرآن الکریم

فَمَنۡۢ بَدَّلَهٗ بَعۡدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثۡمُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يُبَدِّلُوۡنَهٗ[1]۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم

الحمدلله الذی فاصلا بین الحلال والحرام وواصلا
بسلک النظام وحرم السفاح عصمة للعالم وحفظا
لنسل بنی آدم والصلوٰة والسلام علی خیر خلقه
محمد سید الانام وعلی آله البررة الکرام واصحابه
العظام۔

واللہ تعالیٰ اعلم

باب تفویض طلاق

باب تعلیق الطلاق

الفتوحات المكية

الفوائد

فیض القدیر

فوائد سمویة

فضائل القرآن لابن ضریس

فصول العمادی

فتح المغیث

الوسيط فی الفروع

الهداية فی شرح البداية

اليواقيت والجواهر

ينابيع فی معرفة الاصول

فتاویٰ رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۱۳

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیۡرًا یُّفَقِّھۡہُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الۡفَتَاوی الرِّضَوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد سیز دہم ۱۳

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز
۱۲۷۲ھ ـــــــ ۱۳۴۰ھ
۱۸۵۶ء ـــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون: ۷۶۵۷۳۱۴

کتاب ____________ فتاوٰی رضویہ جلد سیز دہم

تصنیف ____________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

ترجمہ عربی عبارات ____________ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

پیش لفظ ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

ترتیبِ فہرست ____________ حافظ عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

تخریج و تصحیح ____________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ

باہتمام و سرپرستی ____________ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان

کتابت ____________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)

پیسٹنگ ____________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور

صفحات ____________ ۶۸۸

اشاعت ____________ ذیقعد ۱۴۱۸ھ / مارچ ۱۹۹۸ء

مطبع ____________

ناشر ____________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت ____________

ملنے کے پتے

* رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

۰۳۰۰/ ۹۴۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۷۷۲

* مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

* شبیر برادرز، ۴۰ بی، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُللہ اعلٰی حضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائنِ علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز مں عصرِ حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظرِ عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہُوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہاہے۔ اب تک ادارہِ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی متعدد تصنیف شائع کر چکا ہے، مگر اس ادارے کا عظیم ترین کار نامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کاآغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ /مارچ ۱۹۹۰ء میں ہُوا تھااور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایۃ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اب تک تقریباً آٹھ سال کے مختصر عرصہ میں کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصّوم، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود و التعزیر پر مشتمل تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہیں، جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعی صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
پہلی جلد	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
دوسری جلد	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
تیسری جلد	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
چوتھی جلد	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
پانچویں جلد	کتاب الصّلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
چھٹی جلد	کتاب الصّلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
ساتویں جلد	کتاب الصّلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
آٹھویں جلد	کتاب الصّلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ____ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
نویں جلد	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
دسویں جلد	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
گیارھویں جلد	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
بارھویں جلد	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
تیرھویں جلد	کتاب طلاق، ایمان اور حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸

تیرھویں جِلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ جلد پنجم کے باب تعلیق الطلاق سے جلد پنجم کے آخر تک ۲۹۳ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔اس جلد کی عربی وفارسی عبارات کاترجمہ **بتوفیق اللہ تعالٰی وبفضلہ** راقم پُر تقصیر عفی اللہ عنہ نے کیاہے۔علاوہ ازیں اس جلد کے مسائل ورسائل کی مکمل ومفصل فہرست نیز مسائل ضمنیہ کی فہرست راقم نے افادہ قارئین کے لئے تیار کر دی ہے۔متعدد ضمنی مسائل وفوائد کے علاوہ اس جلد میں مندرجہ ذیل چودہ [۱۴] عنوانات زیرِ بحث لائے گئے ہیں:

(۱) باب تعلیق الطلاق (۲) باب الایلاء

(۳) باب الخلع (۴) باب الظہار

(۵) باب العدّۃ (۶) باب الحداد (سوگ)

(۷)زوجۃ مفقود الخبر (۸) باب النّسب

(۹) باب الحضانۃ (پیدائش) (۱۰)باب النفقۃ

(۱۱)کتاب الایمان (۱۲)باب النذر

(۱۳)باب الکفارۃ (۱۴)کتاب الحدود والتعزیر

مندرجہ بالا عنوانات کے علاوہ انتہائی دقیق اور نادر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل دو ۲ رسائل بھی اس جلد میں شامل ہیں:

(۱)أکد التحقیق بباب التعلیق (۱۳۲۲ھ)

مسئلہ تعلیق میں ایک دیوبندی مفتی کا رَدِ بلیغ

(۲)الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین (۱۳۳۰ھ)

ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جُزئیہ اور اُس پر تفصیلی بحث

بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاکخانہ بیگم گنج سے ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ کو ارسال کردہ جناب مولنا عبدالمجید شنوپوری کا استفتاء جو فتاوٰی رضویہ جلد پنجم قدیم کے صفحہ ۵۹۰ پر مذکور تھا، چونکہ وہی رسالہ آکد التحقیق بباب التعلیق کے معرضِ تحریر میں آنے کا موجب بنا لہٰذا ترتیبِ سابق میں تبدیلی کرکے جلد ہذا میں اس استفتاء وجوابِ استفتاء کو رسالہ مذکورہ سے پہلے کردیا گیا تاکہ دونوں آپس میں مربوط ہوجائیں۔ ایک اور ترمیم یہ کی گئی ہے کہ کتاب المفقود جو کہ فتاوٰی رضویہ قدیم میں جلد سادس میں مندرج تھی اور ابوابِ فقہیہ کی ترتیب کے اعتبار سے اس کو وہاں پر ہی ہونا چاہئے تھا مگر اس کے تحت جو چند فتوے مذکور ہیں اتفاق سے وُہ سب ہی زوجہ مفقود الخبر سے متعلق ہیں لہٰذا مفتی کی سہولت کے پیش نظر مناسب سمجھا گیا کہ کتاب المفقود کو وہاں سے نکال کر باب زوجہ مفقود الخبر کے عنوان سے جلد ہذا میں شامل کردیا جائے، علاوہ ازیں اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کا ایک مفصل فتوی جو فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا (جس میں متعدد وجوہ سے مولوی اشرف علی تھانوی کے جہالت پر مبنی ایک فتوے کا رد بلیغ کیا گیا اور بیسیوں جید علما کرام نے اس کی تصدیق وتائید فرماتے ہُوئے اس پر مُہریں ثبت فرمائی ہیں) جلد ہذا میں شامل کرلیا گیا ہے جس کو آپ صفحہ ۱۱۷ پر ملاحظہ فرماسکتے ہیں نیز جلد ہذا کا مسئلہ نمبر ۲۴۹ دراصل فتاوٰی افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے جس کو باب النذر کی مناسبت سے اس جلد میں شامل کیا گیا ہے۔

O

ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

مارچ ۱۹۹۸ء ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

مفصل فہرست

کسی شخص نے قسم کھائی کہ فلاں کے اذن کے بغیر کچھ نہ دے گا تو فلاں کے مرنے کے بعد اگر دے گا تو حانث نہ ہوگا۔	۱۰۴	اگر بیوی سے کہا کہ زندگی میں تجھ پر غیر سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب، پھر دوسری عورت سے نکاح کرلیا تو دونوں میں سے ایک کو طلاق ہوگئی۔ شوہر کو اختیار ہے جس کی طرف چاہے پھیر دے۔	۱۱۰
ہندہ کو طلاق دے کر دوسرا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کیا، طلاق واقع ہوجائے گی۔	۱۰۴	کلام میں جب تک اعمال ممکن ہو اہمال سے احتراز چاہئے۔	۱۱۱
تعلیق میں تعمیم نہ ہو تو ایک بار کے بعد شرط کالعدم ہوجاتی ہے۔	۱۰۶	نکاح میں ایجاب عورت کی طرف سے تھا قبول میں مرد نے یہ شرط لگائی، اگر عند الطلب نصف مہر نہ ادا کردوں تو تین طلاق، بعد نکاح زوجہ کے طلب پر ادا نہ کیا تو طلاق واقع ہوگی۔	۱۱۲
بوقت نکاح عورت سے یہ شرط کی، اگر بے تیری اجازت سے دوسرا نکاح کروں تو تجھ کو تین طلاق، نکاح سے قبل یہ شرط لغو ہے اور نکاح کے بعد یہ شرط ہو تو تعلیق صحیح ہے لیکن اگر نکاح ثانی سے قبل عورت کو ایک یا دو طلاق دی اور عدت ختم ہوگئی تو اب دوسرے نکاح سے طلاق نہ پڑے گی اور تعلیق ختم ہوجائے گی، اس صورت کی مزید تفصیل۔	۱۰۶	ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے عدم وقوع کی روایت ضعیف ہے۔	۱۱۳
طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہوجاتی ہے اور بائن کو۔	۱۰۶	زاہدی قابل اعتماد راوی نہیں۔	۱۱۳
طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو چاہے بائن ہو یا رجعی۔	۱۰۶	روایات شاذہ ساقطہ پر فتوی دینا جائز نہیں۔	۱۱۳
شوہر نے بیوی کو کہا اگر تو اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق، پھر کہا تجھے تین طلاقیں ہیں، اب عورت نے دوسرے سے نکاح کیا اور گھر میں داخل ہوئی، پھر حلالہ کے بعد دوبارہ اس کے نکاح میں آئی اور گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی۔	۱۰۷	یمین مضاف میں اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہوسکے گی۔	۱۱۴
اگر بے اجازت زوجہ اولٰی نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں صحت تعلیق کی صورت میں دوسری کو طلاق واقع ہوگی۔	۱۱۰	یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل۔	۱۱۴
		الفاظ شرط اور ان کا حکم۔	۱۱۴

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج و بیگانہ وزائد بات اگرچہ عرفا مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہو سکتی ہیں۔	۱۴۴	زید نے عمرو سے کہا آؤ میرے ساتھ کھانا کھالو، عمرو نے کہا میں کھاؤں تو میری عورت مطلقہ ہو، کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔	۱۴۹
دلالت لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصور ہو جائے گی یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے۔	۱۴۴	عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا اگر میرے پاس اس کوٹھڑی میں نہ آئے تو تجھ پر طلاق، عورت آئی مگر اس وقت شوہر کی شہوت ساکن ہو چکی تھی تو طلاق ہو گئی۔	۱۴۹
کسی شے کا بھاؤ چکاتے وقت مشتری نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں خریدے گا، پھر گیارہ میں خریدا تو حانث ہو جائے گا۔	۱۴۵	کلمہ ان تراخی کے لئے ہے جب تک قرینہ فور نہ پایا جائے۔	۱۴۹
بائع نے قسم کھائی کہ دس میں نہیں فروخت کریگا پھر گیارہ میں فروخت کیا تو حانث نہیں ہوگا۔	۱۴۵	حاکم سے حلف کیا کہ اگر شہر میں کوئی بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو میری عورت کو طلاق ہے، بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت کہا جب وہ حاکم معزول ہو گیا تھا طلاق ہو گئی۔	۱۴۹
بیع بالعشرۃ دو نوع پر ہے ایک بیع بعشرۃ مفردۃ اور دوسری بیع بعشرۃ مقرونہ۔	۱۴۵	دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقاء دین تک رہے گا، بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔	۱۵۰
عام کی تخصیص وتقیید عرف سے جائز ہے۔	۱۴۶	قسم کھائی کہ عورت بے میرے اذن کے باہر نہ جائیگی یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔	۱۵۱
غرض متکلم اپنی کلام سے کبھی تو کلام کا حقیقی یا مجازی معنی ہوتی ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی شیئ۔	۱۴۷	قسم کھائی کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا تو حانث نہ ہوا۔	۱۵۱
تخصیص عوارض الفاظ میں سے ہے۔	۱۴۷	یمین کی بناء عرف پر ہے۔	۱۵۱
یمین فور کا استنباط امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔	۱۴۸	عدم بے سلف کلی متحقق نہیں ہوتا۔	۱۵۱
الفقہاء کلہم عیال لابی حنیفۃ۔	۱۴۸	نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے۔	۱۵۲
یمین فور سے متعلقہ مسائل۔	۱۴۸	عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی صادق نہیں رہتا۔	۱۵۲
عورت باہر جانے کو ہوئی شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق، عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی طلاق نہ ہوگی۔	۱۴۸	ایک شخص نے اپنی بیوی کو بعد نماز مغرب کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو تجھے دو طلاق، بعدہ بیوی نے عشاء کی نماز نہیں پڑھی تو صبح صادق طلوع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں۔	۱۵۲

خوشدامن سے کہا کہ تیری لڑکی کو تاحیات تیرے مثل اپنی بہن سمجھتا ہوں، اگر نیت ظہار سے کہا ظہار ہوگا لیکن یہ ظہار موقت ہے۔ خوشدامن کی موت کے بعد خود رفع ہوجائے گا اور اگر نیت طلاق سے کہا تو ایک بائن اور چونکہ طلاق موقت نہیں اس لئے تاحیات کا لفظ لغو ہوگا۔ اور اگر نیت نہ تھی یا اعزاز و اکرام خواہ الفت ومحبت کی نیت تھی تو یہ الفاظ لغو ہیں۔	۲۸۳	مرد کو بیوی کا دودھ پینا حرام مگر نکاح میں خلل نہیں آتا۔	۲۸۸
مظاہر کفارہ نہ دے تو عورت اس پر دعوی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے۔	۲۸۳	اڑھائی برس کی عمر کے بعد دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔	۲۸۸
اگر کفارہ ظہار کی ادائیگی سے قبل شوہر نے وطی کی تو استغفار کرے اور فقط ظہار کا کفارہ دے۔	۲۸۴	عورت کو اپنے باپ دادا سے تشبیہ دینے سے کچھ نہیں ہوتا۔	۲۸۸
ظہار کو اگر کسی وقت سے مقید کیا ہے تو اس وقت کے گزرنے سے ساقط ہوجائے گا۔	۲۸۴	تم سے صحبت کروں تو ماں سے زنا کروں، اس قول سے توبہ واستغفار لازم آتا ہے اور بس۔	۲۸۹
"سمجھتا ہوں" کالفظ باب ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدم تحقق کے لئے۔	۲۸۵	عورت کو ماں بہن کہنا طلاق ہے نہ ظہار۔	۲۸۹
اپنی عورت کے ان اعضاء کو جن سے پورے جسم کی تعبیر کی جاتی ہو یا جزو شائع کو محرمات سے تشبیہ دے تو ظہار ہے اور دیگر اعضاء کو تشبیہ دے تو نہیں اور عورت اپنے کو کسی سے تشبیہ دے کچھ نہیں۔	۲۸۶	اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، نیت طلاق ہے تو کنایہ ہے، طلاق بائن واقع ہوگی۔	۲۹۰
تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت و کفارہ نہیں۔	۲۸۷	**باب العدۃ**	۲۹۱
عورت اگر اعضاء شوہر کو اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوتا۔	۲۸۷	نابالغہ کو اگر شوہر نے بے خلوت طلاق دی عدت نہیں۔	۲۹۱
جب تک سبب کفارہ نہ پایا جائے کفارہ لازم نہیں ہوتا۔	۲۸۷	نابالغہ کو خلوت کے بعد طلاق دی تو چار مہینہ دس یوم انتظار کرائیں، حمل ظاہر ہو تو عدت وضع حمل ورنہ تین مہینے پر عدت ختم ہوگی۔	۲۹۱
میاں بیوی کا آپس میں ایک دوسرے کو ماں بیٹا کہہ لینا لغو ہے اور یہ کلام باعث گنہگاری ہے۔	۲۸۸	نابالغہ کی عدت کی تفصیل۔	۲۹۱
عورت کا پستان منہ میں لے لینا کچھ نہیں۔	۲۸۸		

وفات کی عدت غیر حاملہ عورت کے لئے مطلقًا چار ماہ دس دن ہے چاہے صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔	۲۹۳	شوہر نے طلاق دی، عورت کو عمرو سے حمل قرار پاگیا۔ عمرو نے تین مہینہ دس یوم کے بعد نکاح کرلیا، اب معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے اس صورت میں وضع حمل اگر طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر ہو تو بچہ ثابت النسب ہے ورنہ نہیں۔ اور پہلی صورت میں عدت وضع حمل ہے اور دوسری صورت میں نکاح صحیح ہوا۔	۲۹۵
طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلا نہیں اگرچہ کبیرہ ہو۔	۲۹۳	حاملہ بیوہ سے نکاح ہوا تو انتظار کیا جائے دو برس کے اندر بچہ ہوا تو عدت وضع حمل ہے اور نکاح مذکور فاسد، اور دو برس کے بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح مذکور صحیح۔	۲۹۶
بیوی سے خلوت واقع ہوچکی یا نکاح فاسد میں وطی کرلی تو عدت لازم ہے۔	۲۹۳	معتدہ کے نکاح میں جو لوگ واقف حال شریک ہوں سخت گنہگار ہیں۔	۲۹۶
مطلقہ حائضہ کے لئے عدت تین حیض ہے اور غیر حائضہ یعنی صغیرہ اور آئسہ کے لئے تین ماہ ہے۔	۲۹۳	بیوہ حاملہ سے نکاح باطل محض ہے وضع حمل کے بعد دوبارہ نکاح لازم ہے۔	۲۹۶
نکاح فاسدہ میں محض خلوت سے عدت لازم نہیں ہوتی جب تک وطی نہ کرلی ہو۔	۲۹۳	عدت موت چار مہینہ دس دن ہیں۔	۲۹۷
عورت کے لئے حد صغر ۹ سال ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہرگز نہیں ہوتی۔	۲۹۴	دوران عدت بیوہ سے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔	۲۹۷
عورت کے لئے آثار بلوغ کیا ہیں۔	۲۹۴	بہت سے احکام الٰہی تعبدی ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من و تو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔	۲۹۷
آثار بلوغ پائے تو بالغہ ورنہ پندرہ سال کامل کی عمر پر جوانی کا حکم کردیں گے۔	۲۹۴	احکام الٰہیہ میں چون وچرا اور بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے۔	۲۹۷
"چھوڑنے" کا لفظ صریح طلاق ہے۔ اس کے کہنے کے فورا بعد سے عدت شمار ہوگی۔	۲۹۴	عدت وفات کی حکمت تعرف براءت رحم ہی نہیں بلکہ فوت شدہ شوہر کا سوگ بھی ہے۔	۲۹۸
عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کا دوسرے مرد کے ساتھ رہنا یا اس کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔	۲۹۴	عدت وفات میں خلوت ہونے نہ ہونے کا کچھ دخل نہیں۔	۲۹۸
مطلقہ اور بیوہ کی عدتوں کی تفصیل۔	۲۹۴	سوائے شوہر کے عورت کو کسی کے لئے تین دن سے زائد سوگ جائز نہیں۔	۲۹۸
قابل جماع لڑکی پر خلوت صحیحہ کے بعد عدت ہے۔	۲۹۵		

عورت اپنے شیر خوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہو تو خلوت صحیح نہ ہوئی۔	۲۹۸	نکاح فاسد میں متارکہ ضروری جو میاں بیوی دونوں میں سے کوئی بھی کر سکتا ہے۔	۳۰۱
مطلقہ کی عدت کے بارے میں تفصیل۔	۲۹۹	عدت میں جانتے ہوئے نکاح کیا تو نکاح باطل اور جماع زنا ہے اور لاعلمی میں کیا تو نکاح فاسد، اگر وطی نہ کی تو متارکہ کے بعد عدت ضروری نہیں، ورنہ متارکہ کے وقت سے بھی عدت واجب ہے۔	۳۰۲
تین حیض دو ماہ بھی ہو سکتے ہیں اور دو سال میں بھی۔	۲۹۹	منکوحہ نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر غیر سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ بعد دوبارہ شوہر اول سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو اب شوہر اول سے عقد قدیم قائم ہے عقد جدید کی ضرورت نہیں۔	۳۰۳
مرد و عورت یک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے ہوں اور باہم انبساط زوج وزوجہ رکھتے ہوں تو شرعاً زوج وزوجہ ہی قرار دئے جائیں گے۔	۲۹۹	زنا کی عدت نہیں۔	۳۰۳
اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے۔	۳۰۰	منکوحہ عورت کو خالی وحلال سمجھ کر نکاح میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کرے اگر مجامعت کر چکا ہے تو عورت وقت ترک سے تین حیض عدت کرے۔ اس کے بعد شوہر اول کے لئے بے تجدید نکاح رہ سکتی ہے۔	۳۰۳
عدم علم، علم عدم نہیں۔	۳۰۰	حمل کے اعضاء مکمل ہو چکے ہوں تو اسقاط سے عدت تام ہو جاتی ہے۔	۳۰۴
شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے۔	۳۰۰	نکاح میں خلوت صحیحہ سے عدت واجب ہو جاتی ہے۔	۳۰۵
بے انقضائے عدت دوسرے سے نکاح حرام و ناجائز ہے اور بعض علماء کے نزدیک اس عقد پر کوئی حکم نکاح اصلا مرتب نہیں ہوتا۔	۳۰۰	عالمگیری کی دو عبارتوں کی توضیح۔	۳۰۵
معتدہ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔	۳۰۰	آیت کریمہ "اذا نکحتم المومنٰت ثم طلقتموھن من قبل ان تمسوھن فمالکم علیھن من عدۃ" کا مطلب۔	۳۰۶
زنا کے پانی کو شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ اس کے لئے کوئی عدت۔	۳۰۰	چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۳۰۷
جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز ہے مگر تا وضع حمل جماع جائز نہیں۔	۳۰۰	ولی نے نکاح فضولی کو رد کر دیا پھر اجازت دی تو جائز نہ ہوگا۔	۳۰۷
بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح سخت حرام ہے۔	۳۰۰		

زید نے رضاعی بھانجی سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد تفریق ہوگئی تو پورا مہر مثل لازم ہوگا نہ کہ مہر مسمّٰی۔	۳۷۵	زید نے علاتی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔	۳۷۸
لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔	۳۷۵	محارم سے نکاح کے بعد تفریق ہو تو مرد پر پورا مہر مثل واجب ہوگا مہر مسمّٰی کا لحاظ نہ ہوگا۔	۳۷۸
اپنے محارم سے نکاح کیا کوئی حد نہ قائم ہوگئی۔اور مہر مثل واجب ہوگا اور بچہ پیدا ہوا تو نسب ناکح سے ثابت ہوگا۔	۳۷۵	نکاح فاسد میں بچہ کا نسب ناکح سے ثابت ہوتا ہے۔	۳۷۸
شوہر کے انتقال کے بعد بچہ پیدا ہوا۔اس کا نسب کس سے ثابت ہوگا۔	۳۷۶	زید کے فوت ہونے کے ۷ ماہ بعد عورت نے شادی کی، بروقت نکاح ۵ ماہ کا حمل تھا، اگر موت شوہر اول سے دو سال بعد بچہ پیدا ہو تو نکاح صحیح اور نسب شوہر ثانی سے ثابت ہے ورنہ نکاح باطل اور لڑکا شوہر اول کا ہے۔	۳۷۹
بیوہ عورت کو وفات شوہر کے تین برس بعد اور نکاح ثانی کے پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا بچہ مجہول النسب ہے۔	۳۷۶	حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔	۳۷۹
دوسرے کی عورت بھگا لے جانے والا زانی ہے۔مسلمان اس سے قطع تعلق کریں اور اس دوران جو بچے پیدا ہوئے ان کا نسب اصل شوہر سے ثابت ہے۔	۳۷۷	زید وہندہ نکاح کے بعد ایک ہی مکان میں رہتے تھے باہم مواصلت بظاہر نہیں ہوئی بچہ پیدا ہوا شرعا بچہ زید کا ہے اگر زید نے طلاق دی پورا مہر واجب ہوگا۔	۳۸۰
ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔	۳۷۷	زن مشرقی اور مرد مغربی میں کبھی ملاقات نہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا تو شریعت نے شوہر کا ہی قرار دیا۔	۳۸۱
علاتی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، ناکح، نکاح خوان، وکیل اور گواہ سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں	۳۷۸	بے ثبوت قطعی شرعی کسی کو زانی قرار دینا درست نہیں۔	۳۸۱
مرتکب کبیرہ کا جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہیں کرے گا بلکہ خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے۔	۳۷۸	باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دینا ناجائز ہے۔	۳۸۱
عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا ہے۔	۳۷۸		

نابالغ لڑکوں اور لڑکیوں کانگران باپ کے چچازاد بھائی کے علاوہ نہیں تو ولایت نکاح بھی اسی کو حاصل ہے اور پرورش کے لئے کسی صالح دیندار عورت کو تلاش کیا جائے اور مال کی نگہداشت باپ دادا کا وصی ہو تو وہ کرے ورنہ قاضی اس کے لئے بھی کسی دیندار مسلمان کا انتخاب کرے۔	۳۹۹	حضانت کی مستحق عورت نہ رہ جائے اور عصبات میں دادا ہو تو وہی مستحق پرورش ہے۔	۴۰۷
ایتام کی حضانت ولایت وحفاظت سے تعلق ایک مفصل فتوی۔	۴۰۱	نابالغوں کے نکاح کا اختیار عصبات میں چچا کو ہے اگر وہ موجود ہے۔	۴۰۸
شرائط حضانت کی جامع کوئی عورت نہ ہو تو بالترتیب عصبات پھر ذوی الارحام کو منتقل ہوگی وہ بھی نہ ہوں تو اہل شہر دیندار مسلمان بچوں کی نگہداشت اور ایسی عورت کو بچیوں کی نگہداشت کے لئے مقرر کریں۔	۴۰۲	ماں اجنبی سے شادی کرچکی تو نابالغ اپنی بیوہ بہن کے پاس وہ نہ رکھے تو خالہ، پھر پھوپھی کے پاس رکھے جائیں۔	۴۰۸
جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہوں امور مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہوگی اور چند علماء ہوں تو اعلم علماء بلد کو حق ہے۔	۴۰۳	نابالغ لڑکی کو ماں کے پاس سے نو سال کی عمر تک جدا نہیں کیا جاسکتا جبکہ اس میں مسقطِ حضانت کوئی عیب نہ ہو۔	۴۱۰
اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں آزادی کسی حد تک محدود کردے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔	۴۰۳	عورت لڑکے کے نامحرم سے شادی کرے تو اس لڑکے کو ماں کی پرورش سے نکال لیا جائے گا لیکن ماں سے ملنے جلنے کو روکنا حرام ہے۔	۴۱۱
حضرت مولانا محمد وصی احمد محدث سورتی کا ذکر خیر۔	۴۰۶	اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۔	۴۱۱
لڑکے کے حق حضانت سات سال تک ماں کو حاصل ہے جبکہ لڑکے کے اجنبی سے شادی نہ کرے۔	۴۰۶	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزوجل کو ایذا دی۔	۴۱۱
لڑکا غنی ہو تو نفقہ اسی کے مال میں واجب ہے، اور غنی نہ ہو تو باپ کے ذمہ، اور وہ نہ ہو تو دادا کے ذمہ واجب ہے۔	۴۰۷	باپ کے انتقال کے بعد لڑکی کے نکاح اور مال کی نگہداشت کا حق دادا کو ہے اور نو برس تک پرورش کا حق ماں کو ہے۔	۴۱۲
اگر لڑکی کی کوئی عزیزہ اس کی مفت پرورش کرنا چاہتی ہو تو ماں سے کہا جائے گا تو ہی مفت پال یا اس دوسری کو دے دے۔	۴۰۷	لڑکی کسی کو ہبہ کردی شرعا اس کی نہ ہوئی نہ اس کے پاس رہ سکتی ہے نہ اس کے نکاح کی ولایت اس کو حاصل ہے، اس پر جو خرچ کیا تبرع ہوا۔	۴۱۲

بعد طلاق زندگی بھر کے نفقہ کا اقرار نامہ وعدہ ہے جس کو پورا کرنا چاہئے لیکن یہ واجب نہیں۔	۴۷۵	غیر محارم کے یہاں عورت شوہر کی اجازت سے بھی نہیں کی جاسکتی۔ شوہر اگر اجازت دے گا تو گنہگار ہوگا۔	۴۷۸
جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہوگئی۔	۴۷۶	عورت شوہر کے مکان میں ہے تو نفقہ پائے وہ جماع کرے یا نہ کرے۔	۴۷۹
شوہر کی زندگی میں بلا طلاق عورت کے دوسرے شخص سے نکاح کی کوئی صورت نہیں۔	۴۷۶	زید آوارہ بد چلن ہے، علاوہ ازیں بیوی کے نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہو سکتا تو بیوی کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے یا نہیں۔	۴۸۰
قاضی حنفی اپنے مسلک کے خلاف حکم نہیں کر سکتا اگر کرے تو نافذ نہ ہوگا۔	۴۷۶	شوہر نان و نفقہ سے عاجز ہو تو کیا قاضی کو زوجین میں تفریق کا حق ہے۔	۴۸۰
مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے۔	۴۷۷	شوہر نفقہ نہ ادا کرے تو قاضی اس کو مجبور کریگا یا نفقہ دے یا طلاق دے۔	۴۸۰
عورت کے فاتر العقل ہونے سے مہر ساقط نہ ہوگا اور جب تک وہ شوہر کے گھر آنے سے انکار نہ کرے نفقہ دلایا جائے گا۔	۴۷۷	طلاق شوہر کی زبان پر ہے جب وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی، طلاق ہوگئی نہ دی تھی تو اب ہوگئی۔	۴۸۱
نفقہ میں مرد وزن دونوں کے حال کا لحاظ رکھا جائے گا۔	۴۷۷	رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلا دینا ضرور ہے۔	۴۸۱
مادر زن کا شوہر سے نصف آمدنی مانگنا ظلم ہے جبکہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو۔	۴۷۷	وعدہ کی بناء پر دعوی نہیں ہو سکتا۔	۴۸۱
گزرے ہوئے نفقہ کا ادا کرنا کسی پر ضروری نہیں۔	۴۷۸	وفاء وعدہ پر جبر نہیں۔	۴۸۱
نفقہ مقرر ہوگیا، لڑکی میکہ آئی، شوہر نے اپنے گھر بلایا نہیں۔ اور یہ اس انتظار میں رہی کہ بلائے تو جاؤں، تو ان ایام میکہ کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ ہے۔	۴۷۸	عورت کا نفقہ مقررہ کب ساقط ہو جاتا ہے۔	۴۸۱
عورت آٹھویں دن دِن بھر کے لئے اپنے والدین کی ملاقات کے لئے بے اذن شوہر بھی جاسکتی ہے۔ اور محارم کے یہاں سال بھر کے بعد، اور باجازت مزید ایام بھی، ناشزہ قرار نہ دی جائے گی۔	۴۷۸	عورت شوہر کی نافرمانی کرے تو سخت گنہگار ہے۔	۴۸۳

بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے، ہاں خلاف میں خیر ہو تو قسم توڑ کر کفارہ دے۔	۵۰۷	○رسالہ **الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین** (ایک نوع کی قسم کے بارے میں اجتہادی جزئیہ اور اس پر تفصیلی بحث)	۵۱۱
ایک امیر شخص نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر خفا ہو کر حالت غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا، اب اگر حلف شکنی کرے تو کفارہ لازم آئے گا یا نہیں۔	۵۰۷	زید نے اپنے بیٹے سے ناراض ہو کر بیوی کو کہا اگر تو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تین طلاق ہے بعد ازاں زید کے راضی ہونے پر بیٹا گھر میں رہنے لگا۔ زید کی بیوی نے اسے نہ تو ہاں کہا اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہو گئی یا نہیں۔	۵۱۱
کفارہ قسم کا بیان۔	۵۰۷	گھر میں چھوڑنے کا معنٰی ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے منتفی ہوسکتا ہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔	۵۱۲
"والدین کی کمائی لوں تو خدا کا دیدار اور محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب ہو" یہ جملہ قسم نہیں میراث وغیرہ وصول کرسکتا ہے۔	۵۰۸	ایک شخص نے اپنا گھر سال کے لئے کرایہ پر دیا، پھر اس نے کرایہ دار کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑوں گا۔ پھر کرایہ دار کو کہا کہ تو میرے گھر سے نکل جا تو اس کی قسم پوری ہو گئی اور وہ حانث نہ ہوا۔	۵۱۳
قسم کھائی "حج کو نہ جاؤں تو کافر ہو جاؤں" وہ صاحب نصاب تھا، بمبئی سے لوٹ آیا۔ اس کا کیا حکم ہے۔ یہ قسم نہ ہوئی۔ چندہ ہبہ تھا اس کا لوٹانا ضروری نہیں اور بمبئی سے کسی معذوری سے لوٹ آیا تو معذور ہے۔	۵۰۸	کسی نے قسم کھائی کہ فلاں کو میں اپنے اس مملوکہ گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا پھر اس کو زبانی طور پر گزرنے سے روکا تو قسم ہو گئی اور طلاق واقع نہ ہوئی۔	۵۱۳
دھوکہ دے کر حج کا جھوٹا ارادہ ظاہر کیا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لیا تو سخت مجرم ہے۔	۵۰۹	کسی شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اس صورت میں اگر بیٹا بالغ و خود مختار ہے تو صرف زبانی منع کرنے سے قسم پوری ہو جائے گی اور طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر بیٹا نابالغ ہے تو زبان و عمل دونوں سے روکنا ضروری ہے ورنہ طلاق واقع ہو جائے گی۔	۵۱۳
کسی مسلمان پر بدگمانی جائز نہیں۔	۵۰۹		

تخصیص حال کی ایک صورت۔	۵۲۲	سلطان نے قیدی کو قسم دی کہ میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے تو باہر نہ جائے گا یہ قسم اس کی حکومت کی بقاء کے ساتھ مقید ہوگی سلطان کے معزول ہونے کے بعد اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر جانے پر قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی۔	۵۲۷
دیانت میں صفت داعیہ وغیر داعیہ دونوں یکساں ہیں اس لئے نیت تخصیص ضروری ہے۔	۵۲۳	آقا نے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاء ملک بقاء مُلک اور بقاء زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔	۵۲۸
وصف کو ذکر کئے بغیر نیت تو دیانتا بھی معتبر نہیں چہ جائیکہ قضاءً۔	۵۲۳	ایک شخص نے بیوی کو کہا، اگر تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، پھر بیوی کو نکاح سے خارج کرکے اس کی اجازت کے بغیر دوسری سے نکاح کرے تب بھی دوسری کو طلاق ہوجائے گی۔	۵۲۸
کسی شخص نے کہا اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو دیانتا اس کی تصدیق کی جائے گی اور کسی خاص مکان مثلا بغداد کی طرف خروج کی نیت کرے تو صحیح نہیں۔	۵۲۳	کسی نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاقیں، پھر خاوند نے بیوی کو ایک طلاق بائن دے دی، اب خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو حانث نہ ہوگا۔	۵۲۹
چوتھا شبہ۔	۵۲۳	خاوند جب بیوی کو طلاق بائن دے دے تو ولایت منع زائل ہوجاتی ہے۔	۵۲۹
ایک شخص نے قسم کھائی اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں۔ اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کرسکتا ہے اور بعد ازاں بلاحلالہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔	۵۲۵	اہل حرب نے قیدی کو قسم دی کہ تو ہمارے حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہیں جائے گا پھر حاکم معزول ہو کر دوبارہ بحال ہوا اب وہ قیدی اس کی اجازت کے بغیر باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔	۵۳۰
سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کے قسم کھانے کا واقعہ۔	۵۲۶	مالک نے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد ہے، پھر اس کو فروخت کرکے دوبارہ خرید لیا اب وہ غلام اس کی اجازت کے بغیر نکلا تو آزاد ہوگا۔	۵۳۰
قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اس کے زوال سے قسم باطل نہیں ہوتی۔	۵۲۶		

خاوند نے قسم کھائی کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی تو یہ قسم بقاء زوجیت کے ساتھ مقید نہ ہوگی کیونکہ اس میں اجازت کا ذکر نہیں۔	۵۳۰	کسی شخص کے لئے آسمان پر چڑھنا یا پتھر کو سونے سے بدلنا عقلا ممکن ہے لیکن عادۃ محال ہے۔	۵۳۴
کسی شخص نے اپنی بیوی کو کہامیں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں اس کو طلاق ہوگی۔اس کے بعد بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دے دی پھر کسی عورت سے اس مطلقہ کی اجازت کے بغیر نکاح کیاتوطلاق ہوجائے گی۔	۵۳۱	پانچواں شبہہ۔	۵۳۵
قسم کھائی کہ اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہوجائے، پھر وہ فلاں فوت ہوگیا تو قسم ختم ہوجائے گی۔	۵۳۱	تطفل علی الشامی۔	۵۳۵
جب قسم کسی شرط کے ساتھ مشروط ہو تو طرفین کے نزدیک اس شرط کا متصور ہونا ضروری ہے۔	۵۳۱	قسم گواہوں کا خلیفہ بنتی ہے تو جب اصل ہوجائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی۔	۵۳۹
مرنے کے بعد جو حیات ملتی ہے وہ دنیوی حیات کا غیر ہے۔	۵۳۲	اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔	۵۳۹
حیات کاایک ایساعارضہ ہے جس کو بعینہا واپس لانا ممکن نہیں۔	۵۳۲	کوئی شخص قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور پیوں گا، پھر وہ پانی گرادیا گیاتووہ حانث ہوجائے گا۔	۵۴۱
روح اور حیات ایک دوسرے کے مغایر ہیں۔	۵۳۲	حاکم شہر نے کسی کو قسم دی کہ تو شہر میں داخل ہونے والے ہر فسادی کی اطلاع مجھے دے گا۔ پھر وہ حاکم معزول ہوگیا تو اس کی دی ہوئی قسم بھی ختم ہوجائے گی۔	۵۴۱
قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔	۵۳۲	ردالمحتار کی ایک عبارت کی توضیح وتشریح۔	۵۴۳
اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔	۵۳۲	قرضخواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا اس کا کیا مطلب ہے۔	۵۴۵
تین حضرات نے ایک شخص کو قسم دی کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا، پھر ان میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر گیا تو حانث ہوجائے گا لیکن اگر ان میں سے ایک فوت ہوجائے اور باقی دو کی اجازت سے وہ باہر چلا جائے تو حانث نہ ہوگا۔	۵۳۳	مقصود کا منتفی ہونا اور اس کا قصد نہ کرنا دو مختلف چیزیں ہیں۔	۵۴۷
		مقصود کا باقی نہ رہنا اور اسے مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور ان میں بڑا فرق ہے۔	۵۴۸

قسم کھائی کہ فلاں کے گھر نہ رہوں گا اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ فلاں کے گھر کرایہ پر نہیں رہوں گا، تو نیت صحیح نہیں۔ لہٰذا اس کے گھر بلا کرایہ بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی۔	۵۶۶	خاوند نے تھیلی میں کچھ رقم رکھی اور بیوی کو کہا کہ اگر تو نے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہے۔ اب اگر بیوی نے اس میں سے کچھ بھی خرچ نہ کیا یا کچھ خرچ کیا اور کچھ باقی رکھا تو طلاق ہو جائے گی۔	۵۶۸
اگر قسم کھائی کہ فلاں کے اس گھر میں نہیں رہوں گا جو اس نے خریدا ہے اور کہتا ہے کہ میری مراد یہ تھی کہ جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہے تو یہ نیت مان لی جائے گی۔	۵۶۶	جو ابقاء بشر کی صفت ہے وہ عدم فعل ہے نہ کہ فعل۔	۵۶۸
نواں شبہہ۔	۵۶۶	زید نے کوئی چیز بیع فاسد کے ساتھ عمرو پر فروخت کی جس پر قاضی کو غصہ آیا اور کہا اگر میں یہ بیع فاسد باقی رکھوں تو یہ ہو جائے سورج غروب ہوگیا اور قاضی نے بیع فسخ نہ کی تو حانث ہوگا۔	۵۶۸
ابقاء جو کہ حی وقیوم کا فعل ہے محققین کے نزدیک وجودی ہے۔	۵۶۷	اسی شبہہ کا ازالہ کہ کبھی انسانی ابقاء فعل سے بھی حاصل ہو جاتا ہے جیسے زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھنا، تو یہ زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے حالانکہ باندھنا فعل ہے۔	۵۶۸
امام الحرمین، امام رازی اور قاضی ابوبکر باقلانی کے مذہب پر بقاء عین وجود ہے نہ کہ وجود پر کوئی امر زائد، لہٰذا ابقاء بمعنی ایجاد ہوگا۔	۵۶۷	کسی کو باندھنا خود ابقاء نہیں بلکہ مستلزم ابقاء ہے۔	۵۶۸
ائمہ کشف وشہود کے مذہب پر بقاء جواہر سمیت ہر چیز کے امثال کے تجدد کا نام ہے لہٰذا اس مذہب پر ابقاء ہر لحہ امثال کے ایجاد کا نام ہے۔	۵۶۷	دسواں شبہہ۔	۵۶۹
خالق وباری کی طرح صفت قیوم کا اطلاق بھی غیر اللہ پر جائز نہیں بلکہ اس پر علماء نے تکفیر کی ہے۔	۵۶۷	نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں۔	۵۷۰
ایسی چیز کی نسبت اللہ تعالٰی کی طرف کرنا جو اس کے شایان شان نہ ہو یا جہالت، نقص اور عجز کی نسبت اس کی طرف کرنا یا صفات مختصہ باللہ کا اطلاق غیر اللہ پر کرنا کفر ہے۔	۵۶۷	وجودی چیز عدمی چیز کی قسم نہیں بن سکتی۔	۵۷۰
جو ابقاء بشر کی طرف سے ہو وہ ترک ازالہ کا نام ہے (نہ کہ ایجاد کا)۔	۵۶۸	کوئی شیئ مقارنات کے ساتھ متنوع ومنقسم نہیں ہوتی۔	۵۷۰
		ضروری نوٹ۔	۵۷۱

ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے۔ یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی مجھ پر حرام ہے، توشرعا یہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پیئے گا اس کے مٹکے کا پانی پیئے گا تو قسم کا کفارہ دینا آئے گا۔	۵۷۹	حرمین شریفین کے مصارف کے لئے یا وہاں کے علماء وفقراء کے لئے نذر مانی تو انسب یہی ہے کہ وہیں خرچ کرے، دوسری جگہ بھی اسی مصرف میں خرچ کرسکتا ہے۔	۵۸۳
کوئی شخص کہے اگر میں تم سے بولوں یا تمھارے مکان جاؤں یا یہ چیزیں کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے، تو استحسانا یہ صورت حلف کی ہے۔	۵۷۹	نذر شرعی کی ادا واجب ہے۔	۵۸۳
یمین تحریم حلال ہی ہے۔	۵۷۹	تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے۔	۵۸۳
باب النذر	۵۸۱	مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کو بھوت خانہ کالی گھر کی مثل کہنا گستاخی وتوہین وکلمہ کفر ہے۔	۵۸۳
"اللہ کو نذر کریں گے" کہنے سے نذر شرعی نہ ہوئی، یونہی نتھی کو دیں گے صرف وعدہ ہے یہ ہبہ بھی نہ ہوگا۔	۵۸۱	نذر پوری کرنے سے جو شخص روکے وہ مناع للخیر ہے۔	۵۸۳
جو وعدہ کیا اس سے پھرنا ہرگز نہیں چاہئے، قرآن شریف میں اس پر سخت وعید فرمائی گئی ہے۔	۵۸۱	اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا۔ تو بلا شبہہ یہ نذر جائز ہے اور اس کا پورا کرنا واجب ہے۔	۵۸۳
ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی، طریقہ یہ ہے کہ کسی فقیر کو وہ چیزیں دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو دے دے۔	۵۸۱	چہل تن چالیس شہداء ہیں۔	۵۸۴
اللہ کے نام نذر کرنے سے قربانی ضروری نہیں۔ اس کے لئے قربانی کا نام لینا ضروری ہے۔	۵۸۱	نذر ماننے کے بعد ناذر فوت ہوجائے تو اس کے ترکہ سے نذر ادا کی جائے گی۔	۵۸۴
اپنے کاروبار میں غوث پاک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے متعین حصہ مثلا سولھواں حصہ برائے ایصال ثواب مقرر کیا تو اس رقم کو ہر دینی کام میں صرف کرسکتے ہیں۔	۵۸۲	چہل تنوں کی منت کی شرعی صورت اور فاضل لہو ولعب کارد بلیغ۔	۵۸۴
مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اور اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔	۵۸۲	میلاد مبارک اور گیارھویں احباب کو کھانا کھلانے، مساجد میں شرینی لے جانے یا نمازیوں کو کھلانے کی نذر فقہی نہیں لہٰذا امیر غریب سب کھاسکتے ہیں۔	۵۸۴

شہادت سے زنا کے ثبوت کے لئے شرائط کا بیان۔	۶۲۳	گناہ تین قسم کے ہیں: ہلکے جو حد کی حد تک نہ ہوں، حد سے بڑھے ہوئے، کہ حد بھی اس کا کفارہ نہ ہوسکے، اور متوسط، کہ حد سے پاک ہوجائیں۔	۶۲۵
اگر شہادت زنا کی شرائط پوری نہ ہوں تو خود گواہی دینے والوں پر حد قذف جاری ہوگی۔	۶۲۳	شراب نوشی پر حد ہے، پیشاب نوشی پر کیوں نہیں۔	۶۲۵
ایک گواہ نے زنا کی عینی شہادت دی کہ کالمیل فی المکحلۃ دیکھا۔ دوسرے نے ننگے لیٹے ہوئے ہونے کی، نہ زنا ثابت ہوگا نہ حد جاری ہوگی۔	۶۲۳	اجنبیہ سے زنا پر حد ہے محارم سے نکاح پر کیوں نہیں۔	۶۲۵
زنا کی شہادت میں وقت کا اختلاف ہوا شہادت مردود ہوگی۔	۶۲۳	ہندہ کے چچازاد بھائی نے اس کا بازو پشت کی طرف سے پکڑ کر پھیرا، ہندہ اس پر بدنیتی کا الزام لگاتی ہے حالانکہ خود بد چلن ہے، اس صورت میں چچازاد بھائی پر الزام نہیں۔ اگر موٹا کپڑا درمیان میں حائل تھا تو کوئی قصور نہیں ورنہ اس کو مونڈھا پکڑنا نہیں چاہئے تھا۔	۶۲۶
عورتیں زنا کے بارے میں گواہ ہو ہی نہیں سکتیں۔	۶۲۳	مسلمان پر تہمت رکھنا افعال شنیعہ سے ہے۔	۶۲۶
سنی سنائی گواہی تو دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں چہ جائیکہ زنا جیسا اہم معاملہ ہو۔	۶۲۳	بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے۔	۶۲۶
باہر سے سن کر زنا کی گواہی دینی نامقبول ہوگی۔	۶۲۳	شوہر جان بوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔	۶۲۶
شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس وکنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہوگئی۔	۶۲۳	دیوث پر جنت حرام ہے۔	۶۲۶
زنا مسلمہ اور کافرہ سب کے ساتھ حرام ہے، زنا کافرہ کو جو حلال قرار دے تو کفر ہے۔	۶۲۴	کسی کے عزیز واقارب اس کو فحاشی وبے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریک گناہ اور مستحق عذاب ہیں۔	۶۲۶
زناکاروں پر توبہ فرض ہے۔	۶۲۴	جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے، اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلادیا جائے۔	۶۲۷
زانی اور زانیہ اپنے کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔	۶۲۴	ہر شخص پر اس کی وسعت کے مطابق بُرے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ اور متعلقہ باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم، اس سے بھی قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔	۶۲۸
محرمات ابدیہ سے نکاح میں حد نہیں۔	۶۲۵		

مسئلہ	صفحہ	مسئلہ	صفحہ
مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک عزت بلاوجہ شرعی حرام ہے۔	۲۴۶	علم الٰہی سے کسی شیئ کی نفی اس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوناتو ضرور علم میں ہوتا ہے۔	۲۴۹
نماز پڑھنے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہئے مار پیٹ کا وقت نہیں ہے۔	۲۴۶	شوہر سے بدزبانی ناشکری ہے جس پر عورت کو توبہ چاہئے۔	۲۴۹
کتوں اور سوروں کو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کہنا سخت وشنیع جملہ ہے توبہ اور تجدید اسلام کرے۔	۲۴۷	"الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" حدیث کے الفاظ ہیں۔	۲۵۰
کافروں کا نسب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے۔	۲۴۷	مثل اور مانند میں بہت فرق ہے۔	۲۵۰
کفار کو کتے اور سور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کتوں اور سوروں سے بھی بدتر ہیں۔	۲۴۷	سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ایمانی کایمان جبرائیل یوں کیوں نہیں فرمایا ایمانی مثل ایمان جبرائیل۔	۲۵۰
بھائی ہونے کی نفی کی، اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کرسکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔	۲۴۸	بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت وست کہنا حرام ہے۔	۲۵۰
کذب صریح، قطع اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔	۲۴۸	سید، عالم بلکہ مرشد زادہ کو سخت وست کہنا تو اور شدید ہے۔	۲۵۰
جملہ "اچھا ہوا فلاں کے چوری ہوگئی" کے احکام۔	۲۴۸	تین شخصوں کو ہلکا جاننے والا منافق ہے ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔	۲۵۰
حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔	۲۴۸	مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔	۲۵۱
حسد حرام ہے۔	۲۴۸	جمع بین الاختین کرنے والا حرام کار ہے اس کا مقاطعہ کرنا چاہئے۔	۲۵۱
کسی کے نقصان پر عداوت کے سبب سے خوش ہونا عداوت کے تابع ہے، اگر عداوت مذمومہ ہے تو یہ بھی قبیح ومذموم، اور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی، تو اس میں حرج نہیں۔	۲۴۸	مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود ابلیس کہنا سخت حرام۔	۲۵۲
توبہ کے لئے ندامت اور گناہ سے تبری ضروری ہے۔	۲۴۹	مسلمان کو ایذا دینے کی مذمت قرآن وحدیث سے۔	۲۵۲
عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔	۲۴۹	مسلمان کو کافر کہنے پر سخت وعید۔	۲۵۲
		بلاوجہ شرعی جو شخص دوسروں کو مردود، کافر کہے تو اس کو اس فعل سے توبہ اور شخص متعلقہ سے معافی مانگنی ضروری ہے ورنہ فاسق معلن ہے۔	۲۵۲

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔	۶۵۲	امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ کتب جو بروایت امام ابو حنیفہ حضرت امام اعظم سے روایت کیں، ان امام ابویوسف کو کنیت سے کیوں یاد نہیں کیا۔	۶۵۵
عالم کے ساتھ سوءِ ادبی سے آدمی مستحق تعزیر ہے۔	۶۵۳	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفات کریمہ بایں معنی خصائص حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مماثل وشریک نہیں۔	۶۵۵
یہ کہنا کہ خدا شریک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث "کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔	۶۵۴	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستقیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پر توڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر ونذیر وغیرہ، ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔	۶۵۶
حکم کفر کا اطلاق تارک صلوٰۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔	۶۵۴	گمراہ وبددین فتنہ پرور کو شیطان کہہ سکتے ہیں۔	۶۵۶
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب والقاب کے ساتھ سُوء ادبی ہے، اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔	۶۵۵	مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔	۶۵۶
عرب میں کنیت تعظیم ہے۔	۶۵۵	مآخذ ومراجع۔	۶۵۷
امام ابو یوسف امام محمد کے استاذ اور امام اعظم کے شاگرد ہیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم۔	۶۵۵		

فہرست ضمنی مسائل

رضاعی ماموں سے عورت کا نکاح، نکاح خبیث ہے جو ہر گز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد وزن پر فرض عظیم ہے کہ فورًا جدا ہوجائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے۔	۳۷۵	شوہر اگر اقرار کرے کہ اس کے باپ نے اس کی بیوی سے افعال مثل بوس وکنار وغیرہ کئے، عورت اس پر حرام ہوگئی۔	۶۲۳
رضاعی ماموں بھانجی نے نکاح کرلیا اور جدا نہیں ہوتے تو حاکم بالجبر انھیں جدا کردے۔	۳۷۵	**کفاءت**	
ساس سے زنا کیا اس سے بچی پیدا ہوئی، اس لڑکی سے شادی حرام اور اس نکاح حرام سے جو بچہ پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔	۳۷۷	غیر کفو سے عورت کب نکاح کرسکتی ہے۔	۳۱۶
علاتی بہن کی نواسی سے نکاح حرام قطعی، ناکح، نکاح خواں، وکیل اور گواہ سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔	۳۷۸	**ولایت**	
زید نے علاتی بہن کی نواسی سے نکاح کیا، چھ برس بعد تفریق ہوئی تو عورت پر عدت ضرور لازم ہے۔	۳۷۸	چچا کا کیا ہوا نابالغ کا نکاح باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔	۳۰۷
اگر عورت شوہر کے باپ یا بیٹے سے بدکاری کرے تو نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ وہ شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور متارکہ فی الفور فرض ہوجاتا ہے۔	۴۴۲	ولی نے نکاح فضولی کو رد کردیا پھر اجازت دے تو جائز نہ ہوگا۔	۳۰۷
حرمت مصاہرہ سے نکاح مرتفع نہیں ہوتا حتی کہ متارکہ اور انقضائے عدت سے قبل اس عورت کا نکاح کسی دوسرے شخص سے ناجائز ہوگا۔	۴۴۲	نابالغ کی طرف سے اس کا ولی طلاق نہیں دے سکتا۔	۳۰۷
حرمت مصاہرہ کے بعد شوہر اگر عورت سے وطی کرے تو اس کو زنا قرار دیا جائے گا یا نہیں۔	۴۴۳	باپ دادا نہ ہوں تو جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے، اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں۔	۳۲۴
قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا ہے۔	۴۹۳	معتدہ وفات نابالغہ کے نکاح کا اختیار بعد ازاں عدت اس کے باپ کو ہے نہ کہ سسر کو۔	۳۳۳
عورت اگر شوہر کے باپ یا بیٹے سے زنا کرائے تو حرمت مصاہرت ثابت ہوجائے گی اور نکاح فاسد ہوجائے گا۔	۶۱۸		

فاتر العقل عورت کا نفقہ ساقط نہیں دو شادیاں کیں جن میں سے ایک فاتر العقل ہے، عدل ومساوات ضروری ہے۔	۴۸۴	طلاق کو وعظ کہنے پر معلق کیا تو یہ سبیل ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے وہ عدت سے نکل چکے تو وہ وعظ کہے پھر عورت سے دوبارہ نکاح کرلے۔	۲۰۱
عتاق		جو حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہو اس کا بتانا بھی حرام ہے۔	۲۰۷
مالک نے اپنے غلاموں کے بارے میں کہا ھذا حراو ھذا وھذا تو تیسرا آزاد ہوگیا جبکہ پہلے دونوں میں سے ایک آزاد ہے اس کے تعین کا اختیار مالک کو ہے۔	۲۳۵	جن مسائل کا تصفیہ حنفی مسلک پر نہ ہوسکے ان کی کاربرآری کی شرعی صورت	۴۸۹
حِیَل		ایک شخص نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو میری بیوی کو تین طلاقیں، اب چاہتا ہے کہ اس سے بات کرے اور بیوی کو طلاق مغلظہ نہ ہو تو بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے عدت گزر جانے کے بعد بات کرسکتا ہے اور بعد ازاں بلاحلالہ دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔	۵۲۵
طلاق کی قسم کھائی تو اب نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو طلاقیں رجعی کی قسم کھائی ہے تو بعد وقوع شرط رجوع کرے۔	۱۰۲	ایک شخص نے قسم کھاتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر میں دنیا کی ہر بدی اور قباحت کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھے طلاق ہے، ایسا شخص قسم سے بری ہونے کے لئے کیا کرے۔	۵۵۴
یمین مضاف میں طلاق واقع نہ ہونے کی ایک سبیل	۱۱۴	طلاق مغلظہ کو کسی شرط پر معلق کیا تو مغلظہ سے بچنے کا حیلہ۔	۵۵۸
خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو نے نماز نہ پڑھی تو تجھے دو طلاقیں، بعدہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، تو یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے۔	۱۶۷	ایک چیز کو نذر کرنے کو کہا اور ہبہ کرنے کو بھی، طریقہ یہ ہے کسی فقیر کو وہ چیز دے دے پھر اس سے خرید کر جس کو ہبہ کرنے کے لئے کہا ہے اس کو دے دے۔	۵۸۱
طلاق مغلظہ کی قسم کھائی تو طلاق سے بچنے کا ایک حیلہ۔	۲۰۰		

تحریم حلال یمین ہے۔	۱۰۲	یہ کہنا کہ رجوع کرلینے سے پہلی طلاقیں باطل ہوجاتی ہے گمراہ کلمات ہیں جن پر "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" ہی پڑھا جاسکتا ہے۔	۱۶۸
طلاق صریح عدت کے اندر صریح کو بھی لاحق ہوجاتی ہے۔ اور بائن کو بھی۔	۱۰۶	انشاء تعلیق اور تعلیق انشاء میں فرق۔	۱۷۱
طلاق صریح یہ ہے کہ محتاج نیت نہ ہو۔ چاہے بائن ہو یا رجعی۔	۱۰۶	طلاق باعتبار صدور مرد کی اور باعتبار وقوع عورت کی صفت ہے۔	۱۷۱
یمین مضاف میں طلاق اگر متفرق معلق کیا ہے تو بے حلالہ دوبارہ شادی ہوسکے گی۔	۱۱۴	یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا دیوبندی اجتہاد ہے ورنہ کتب مذہب میں اس کا کوئی نشان نہیں۔	۱۷۴
حالات تین ہیں رضا، غضب اور مذاکرہ طلاق۔	۱۱۹	یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی۔	۱۹۰
لفظ "کنایہ" میں شوہر عدم نیت طلاق کی قسم کھائے تو اس کی بات مان لی جائے گی نہ قاضی اس صورت میں حکم طلاق دے سکتا ہے اور نہ ہی عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔	۱۱۹	بطلان طلاق اور بطلان عمل میں فرق ہے۔	۱۹۶
کنایہ کی صورت میں عدم نیت طلاق کی قسم شوہر سے عورت گھر میں بھی لے سکتی ہے۔	۱۱۹	عرف میں طلاق مغلظہ تین طلاقوں کو ہی کہتے ہیں۔	۲۱۲
ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔	۱۲۰	شرط مجہول پر طلاق معلق کرنے سے طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی۔	۲۱۳
مطلقًا تعلیق سے طلاق بائن واقع نہیں ہوتی۔	۱۴۱	ہر عاقد وحالف کے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔	۲۱۴
یمین فور سے متعلقہ مسائل۔	۱۴۸	بیوی کو کہا انت طالق ان شاء اللہ تو کن صورتوں میں استثناء صحیح اور کن میں غیر صحیح ہوگا۔	۲۱۹
دائن سے مدیون نے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا۔ یہ حلف بقاء دین تک رہے گا بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں۔	۱۵۰	شرط کابین نامہ قبل از نکاح تحریر ہو اور اس میں نکاح کی طرف اضافت نہ ہو تو وہ شرط محض فضول و باطل ہے۔	۲۳۱
طلاق مغلظہ سے عورت حرام ابدی نہیں ہوتی البتہ بے حلالہ شوہر اول کے نکاح میں آنے کے قابل نہیں رہتی۔	۱۵۳	عورت کے ارادہ، رضا اور خواہش پر طلاق کو معلق کرنا تملیک مع التعلیق ہے اور یہ تملیک مجلس تک محدود رہے گی۔	۲۳۲
جب طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع۔	۱۶۷		

اسباب غضب ہزاروں ہیں لہذا کسی ایک سبب پر انحصار درست نہیں۔	۲۴۹	نفقہ زوجہ جزائے احتباس ہے۔	۴۳۵
زن نامدخولہ تین طلاق دفعی کی محل ہے۔	۲۵۱	نفقہ اقارب میں منفق کی دو قسمیں ہیں: قادر و عاجز، اور نفقہ زن میں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔	۴۷۱
طلاق بائن طلاق بائن کو لاحق نہیں ہوتی۔	۲۷۱	غنی فقیر اور متوسط کی اغذیہ کا بیان۔	۴۷۱
" سمجھتاہوں "کالفظ باب ظہار میں تحقیق کے لئے ہے اور باب طلاق میں عدم تحقیق کے لئے۔	۲۸۵	عورت کا شوہر سے طلاق مانگنا خلع نہیں ہے۔	۴۸۳
عورت شیر خوار شوہر پچیس سالہ ایک تنہا مکان میں یکجائی ہوئی توخلوت صحیح نہ ہوئی۔	۲۹۸	ناگواری کے ساتھ کسی کے خاموش رہنے کو اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔	۴۸۳
جو طلاق بطور خلع واقع ہو بائنہ ہوتی ہے۔	۳۱۱	کفارہ اس لئے مقرر ہوا کہ اگراحیاناحنث واقع ہو تو یہ اس کا مصلح ہوسکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے جھوٹی قسم کھائے۔	۴۹۹
خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد وعورت تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر کے لئے اکٹھے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہو اگرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔	۳۵۹	گھر میں چھوڑنے کا معنی ترک و تخلیہ ہے جو دو وجہ سے متنفی ہوسکتاہے یا منع بالفعل یا نہی بالقول۔	۵۱۲
فقہ میں عام عادت پر حکم دیا جاتا ہے، عادت یہی ہے کہ دوسال سے زائد حمل شکم مادر میں نہیں رہتا، نادراً اس کے خلاف بھی ہوتاہے۔	۳۶۸	اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار کا حاصل ہونا اغلب ہے۔	۵۱۷
حمل کی کم سے کم مدت اور زائد سے زائد مدت کا بیان۔	۳۷۹	نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبان سے روکنا ضروری ہے۔	۵۱۷
حق حضانت میں نانا اکتالیسویں درجہ میں ہے۔	۳۹۰	تخصیص حال کی ایک صورت۔	۵۲۲
تزوج عصبات کے حق حضانت کے مسقطات میں سے نہیں۔	۳۹۰	آقائے غلام، بادشاہ نے رعایا یا خاوند نے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے تو یہ قسم بقاء ملک، بقاء مُلک اور بقاء زوجیت کے ساتھ مقید ہوگی۔	۵۲۸
نفقہ وارثوں پر بقدر ارث لازم ہوتاہے۔	۳۹۳	قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔	۵۳۲
مطلقہ کا نفقہ عدت کے بعد شوہر پر واجب نہیں۔	۴۱۵	اجازت صرف عاقل سے متصور ہوتی ہے۔	۵۳۲
نفقہ عدت کے تابع ہے۔	۴۱۵	قسم اختیاری فعل ہے۔	۵۵۰

کفار کو کتے اور سُور کہنے والے پر کوئی الزام نہیں کیونکہ کافر تو کُتوں اور سُوروں سے بھی بدتر ہیں۔	۶۴۷	حضور علیہ الصلٰوۃ السلام نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں اور خادموں اور غلاموں پر پرتو ڈال دیا جیسے علیم، حلیم اور بشیر و نذیر وغیرہ۔ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان صفات کے اطلاق میں حرج نہیں۔	۶۵۶
حرام قطعی کا استحسان کفر ہے۔	۶۴۸	سِیَر	
عورت نے کہا خدا جانے آپ کو فلاں گھر سے کیوں عشق ہے، مرد نے کہا "خدا جانے" اس پر عورت نے کہا "کچھ بھی خدا جانے نہیں" یہ جملہ کفر نہیں۔	۶۴۹	نماز روزہ سے مضحکہ کرنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کی بیوی نکاح سے نکل جاتی ہے۔	۲۶۵
علم الٰہی سے کسی شیئ کی نفی اس علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا۔	۶۴۹	غیر مدخولہ کا شوہر اسلام سے خارج ہوجائے تو وُہ بلا عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے عدت لازم نہیں۔	۲۶۵
تین شخصوں کا ہلکا جاننے والا منافق ہے، ایک وُہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، دوسرا عالم، تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔	۶۵۰	مرتد و مرتدہ کا نکاح کسی ملت و مذہب والے سے نہیں ہو سکتا، نہ مومنین سے نہ کفار سے۔	۳۱۵
مرتکب کبیرہ کے اسلام اور نکاح میں خلل نہیں آتا۔	۶۵۱	قیام حدود کے لئے اسلامی حکومت اور امام درکار ہے۔	۳۱۶
عالم کے ساتھ سُوءِ ادبی سے آدمی مستحقِ تعزیر ہے،	۶۵۳	جس شہر میں کوئی عالم دیندار ہو تو امور مسلمین میں اسی کی رائے معتبر ہو گی اور چند علماء ہوں تو اعلم علمائے بلد کو حق ہے۔	۴۰۳
یہ کہنا کہ خدا شرک کو بھی بخش دے گا یا یہ کہنا "آیات و احادیث کچھ نہیں" صریح کفر ہے۔	۶۵۴	اگر غیر مسلم حکومت مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں آزادی کسی حد تک محدود کر دے تب بھی جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے۔	۴۰۳
حکمِ کفر کا اطلاق تارک صلٰوۃ پر حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ فقہیہ نہیں کلامی ہے۔	۶۵۴	جس عورت نے مرتدہ ہونے کا ارادہ کیا وہ اسی وقت مرتدہ ہو گئی۔	۴۷۶
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام سادہ اور پیر کا آداب والقاب کے ساتھ سُوء ادبی ہے، اور پیر کی عظمت حضور سے زیادہ ہو تو کفر ہے۔	۶۵۵	مقاماتِ مقدسہ کی تصویر چھانٹ کر گندگی میں ڈالنا اگر وہابی عقائد کی بنیاد پر ہو کہ یہ سب بدعت ہے۔ تو جہل و گمراہی ہے اور ان مقامات کی تحقیر مقصود ہو تو کفر ہے۔	۴۸۶

زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی زوجہ کی ماں یا بیٹی سے زنا کرے۔	۶۱۸	ہر شخص پر اس کی وُسعت کے مطابق بُرے کام سے روکنا ضروری ہے اس میں کوتاہی نہ کرے۔اور متعلقہ شخص باز نہ آئے تو اس پر کوئی الزام نہیں اور راضی ہو تو خود مجرم،اس سے بھی قطع تعلق کیا جاسکتا ہے۔	۶۲۸
توبہ بعد زانی وزانیہ سے میل جول میں حرج نہیں۔	۶۱۹	ازالہ منکر اگر بغیر قتل کے حاصل ہو سکتا ہے تو قتل کی اجازت نہیں۔	۶۳۳
عورت کے زنا پر شوہر راضی نہ ہو تو اس پر کچھ الزام نہیں۔	۶۱۹	زنا کا سد باب ازالہ منکر ہے اور ازالہ منکر اللہ عزوجل کے لئے ہوتا ہے لہٰذا اس میں محارم واجنبی عورتیں برابر ہیں۔	۶۳۳
جو لوگ زنا میں ساعی ہوں یا بعد زنا بلا توبہ زانی وزانیہ کے حامی ہوئے وہ بھی مستحق سزائے شرع ہیں۔	۶۱۹	بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو یا عالم کو مردود،اُلو وغیرہ کہنا ناحق ایذا دینا حرام ہے۔	۶۴۴
کسی عورت کے ساتھ کسی نے زنا کیا شوہر نے ازراہِ چشم پوشی سزا نہ دلوائی، یہ فعل محمود ہے۔	۶۲۰	مومن وُہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔	۶۴۵
زناکاروں پر توبہ فرض ہے۔	۶۲۴	کسی مسلمان کو اس کے پیشہ کے سبب سے حقیر جاننا برا ہے۔	۶۴۶
زانی اور زانیہ اپنے کرتوت سے باز نہ آئیں تو ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔	۶۲۴	کسی مسلمان کے مال کا نقصان اور اس کی ہتک عزت بلاوجہ شرعی حرام ہے۔	۶۴۶
مسلمان پر تہمت رکھنا افعالِ شنیعہ سے ہے۔	۶۲۶	نماز پڑھانے کے لئے تنبیہ و تفہیم چاہئے مار پیٹ کا وقت نہیں ہے۔	۶۴۶
بھاوج سے مذاق اور ہاتھا پائی حرام ہے، شوہر جان بُوجھ کر چشم پوشی کرتا ہے تو "دیوث" ہے۔	۶۲۶	بھائی ہونے کی نفی کی،اگر کوئی سلوک ایسا بھی کیا ہو تو نفی کر سکتا ہے ورنہ تین گناہوں کا مرتکب ہے۔	۶۴۸
کسی کے عزیز واقارب اس کو فحاشی وبے حیائی سے منع نہیں کرتے تو شریک گناہ اور مستحقِ عذاب ہیں۔	۶۲۶	کذب صریح، قطعِ رحم اور ایذائے مسلم کبیرہ گناہ ہیں۔	۶۴۸
جانور سے نابالغ نے مجامعت کی تو تنبیہ کی جائے اور بالغ نے ایسی حرکت کی تو سزا دی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلا دیا جائے۔	۶۲۷	جملہ "اچھاہُوا فلاں کے چوری ہو گئی" کے احکام۔	۶۴۸
		حسد حرام ہے۔	۶۴۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب تعلیق الطلاق

(تعلیقِ طلاق کا بیان)

مسئلہ ۱: از ضلع مظفر پور ڈاک خانہ رائے پور سب ڈویژن سیتامڈھی مقام گوری دروازہ سرفراز علیخاں مرسلہ ایوب علی خاں صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

زوج زید نے عقب میں زوجہ ہندہ کے بمقابلہ بکر کے سوگند کھائی کہ ہم اپنے برادر خالد سے کارِ زمینداری نہ کرائیں گے اگر کرائیں تو اس کی زوجہ کو طلاق ہے، بعد چند روز کے زید نے برادر موصوف سے کام مذکور کرایا اس صورت میں زوجہ ہندہ مطلقہ ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ہوگی تو کون سی دلیل مطلقہ ہونے کی ہے کیونکہ اللہ جل جلالہ نے اپنے کلام مجید فرقانِ حمید میں کسی جگہ ذکر اس قسم کی سوگند کا نہیں کیا، اگر بمجرد سوگند ہندہ مطلقہ ہوئی تو کون سی صورت نکاح قائم رہنے کی ہے، اور اس سوگند میں کفارہ ہے یا نہیں؟ **فقط۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں زوجہ پر ایک طلاق پڑ گئی، اس کی دلیل اجماعِ ائمہ دین کہ جب طلاق کسی شرط پر مشروط کی جائے تو اس شرط کے واقع ہو جانے سے واقع ہو جائے گی،

فی الھدایۃ اذا اضافہ الٰی شرط وقع عقیب الشرط مثل ان یقول لامرأتہ ان دخلت الدار فانت طالق	ہدایہ میں ہے کہ اگر طلاق کو شرط کی طرف منسوب کیا ہو تو وُہ شرط کے پائے جانے کے بعد واقع ہوگی، مثلاً یوں کہے "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے"

وھٰذا بالاتفاق۔[1]	یہ ضابطہ متفق علیہ ہے۔(ت)

بلکہ وہ آیہ کریمہ الطلاق مرتٰن وغیرہ سے ثابت ہے،

فان الاٰیات ذکرت الطلاق بالاطلاق فشمل المنجز المعلق۔	کیونکہ آیات میں مطلق طلاق کا ذکر ہے جو مشروط اور غیر مشروط دونوں طلاق کو شامل ہے۔(ت)

اسے سوگند یمین کہنا ایک اصطلاح علمی ہے جس کا پتا آیہ کریمہ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ[2] (اے نبی صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے جو حلال فرمایا اسے آپ کیونکہ حرام فرماتے ہیں تا اللہ تعالٰی کے ارشاد: بیشک اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے قسموں کو حلال فرمانا فرض فرمایا ہے۔ت) سے مستفاد ہوتا ہے کہ یہاں بھی تحریم حلال ہے اور آیت میں تحریمِ حلال ہی کو یمین فرمایا:

علٰی کما بینہ المحقق علی الاطلاق فی الفتح قبیل باب الیمین فی الدخول والسکنی اقول وللعبد الضعیف ھھنا کلام ذکرتہ علی ھامشہ۔	جیسا کہ محقق ابن ہمام نے فتح القدیر میں دخول وسکنی کے باب سے تھوڑا پہلے بیان فرمایا، اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اس عبد ضعیف کو اعتراض ہے جس کو میں نے اس کے حاشیے پر ذکر کیا ہے۔(ت)

بلکہ تعلیق طلاق پر حلف کا اطلاق حدیث میں بھی وارد ہے، ابن عساکر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماحلف بالطلاق مومن ولا استحلف بہ الامنافق۔[3]	مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔(ت)

مگر اس سوگند میں کفارہ نہیں اللہ عزّوجل کی قسم میں ہے نہ بمجرد سوگند طلاق واقع ہوگی بلکہ بعد وقوعِ شرط واقع ہوگی۔ نکاح قائم رہنے کی صورت یہ ہے کہ شرط واقع نہ ہو یا اگر ایک یا دو۲ طلاق رجعی کی سوگند ہے تو بعد وقوع شرط رجعت کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] الھدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۶۵

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

[3] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

مسئلہ ۲تا۴: از ملک آسام ضلع جورہاٹ ڈاک خانہ کٹنگا بمقام سرائے مرسلہ سید صفاء الدین ۹/ربیع الاول ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں :

سوال اوّل: زید نے اپنی پہلی زوجہ ہندہ کے نکاح کے قبل وعدہ کیا تھا کہ اگر بلااجازت اس زوجہ مسمّٰی بہ ہندہ کے نکاح ثانی کروں تو زوجہ ثانی کو تین طلاق، اس صورت میں کیا حکم ہے۔؟

سوال دوم: زید نے وقتِ نکاح اپنی زوجہ ہندہ سے یہ شرط کی کہ اگر بلااجازت تیرے نکاح ثانی کروں تو تجھ کو تین طلاق۔

سوال سوم: زید نے قبل نکاح کے یہ شرط کی کہ میں اگر بلااجازت اس منکوحہ کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، اس صورت میں کس بی بی کو طلاق ہوگی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جواب سوال اول: اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب (حق وصواب کے لئے رہنمائی فرما۔ت) صورتِ مستفسرہ میں تعلیق صحیح ہوگئی،

لوجود الاضافۃ الٰی سبب الملک وھو النکاح ولایضر کونہ قبل نکاح الاولٰی اذلیس المعلق طلاقھا حتی یحتاج الٰی ملکھا اوالاضافۃ الیہ اوالٰی سببہ بل طلاق الاخرٰی وقد اضافہ الٰی نکاحھا۔	ملکیت کے سبب (نکاح) کی طرف اضافت پائے جانے کی وجہ سے اور پہلی بیوی کے نکاح سے قبل اضافت کا ہونا مضر نہیں کیونکہ اس نکاح والی کی طلاق کو معلق نہیں کیاگیا تاکہ اس کے لئے نکاح یا نکاح کی طرف اضافت یا ملکیت یعنی نکاح کے سبب کی طرف اضافت ضروری ہو بلکہ یہ دوسری عورت کی طلاق کی تعلیق ہے جس کو اس کے نکاح کی طرف مضاف کیا گیاہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

شرطہ الملک حقیقۃ کقنہ اوحکما کمنکوحتہ او معتدتہ اوالاضافۃ الی الملک کان ملکت عبدا و ملکتك او نکحتك اھ[1] ملخصًا۔	ثبوت تعلیق کی شرط حقیقی ملکیت جیسا کہ لونڈی، یا حکمی ملکیت جیسا کہ منکوحہ بیوی یا عدت میں مصروف بیوی یا ملکیت کی طرف اضافت ہو، مثلاً یُوں کہے اگر میں عبد کا مالک بن جاؤں یا تیرا مالک بن جاؤں یا تجھ سے نکاح کروں اھ ملخصًا (ت)

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

ردالمحتار میں ہے:

الاضافة الیه بان یکون معلقا بالملك کما مثل وکقوله ان صرت زوجة لی او بسبب الملك کالنکاح ای التزوج وکالشراء اھ[1]۔	ملکیت کی طرف اضافت جیسے ملکیت کے ساتھ معلق کرنا جیسا کہ مثال بیان ہوئی اور یہ کہ اگر تو میری بیوی ہوجائے یا ملکیت کے سبب کی طرف اضافت ہو یعنی نکاح کی طرف نسبت ہو، مثلاً یوں کہے "جب میں نکاح کروں، یا خریدوں" اھ (ت)

مگر قبل نکاح ہندہ اس کے لئے کچھ اثر نہیں کہ شرط وُہ نکاح ہے جو نکاح ہندہ سے ثانی ہو پس اگر پیش از نکاح ہندہ کسی عورت سے بے اجازت ہندہ نکاح کرے گا اسے طلاق نہ ہوگی نہ بعد موت ہندہ اس کا اثر باقی رہے گا کہ شرط اذن ہندہ ہے اور میت صالح اذن نہیں تو بعد موت ہندہ جس سے نکاح کرے گا اس پر بھی طلاق نہ ہوگی اب وہ تعلیق ہی نہ رہی،

فان امکان البر شرط بقاء الیمین ایضا عند الطرفین کما ھو شرط انعقادھا عندھما رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	کیونکہ قسم کے پورا ہونے کا امکان قسم کے باقی رہنے کیلئے بھی امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ عنہما کے نزدیک اسطرح شرط ہے جس طرح کہ ان کے ہاں یہ امکان قسم کے تحقق کے لئے شرط ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

اذا حلف لایعطیه حتی یاذن فلان فمات فلان ثم اعطاہ لم یحنث اھ[2] مثله فی ردالمحتار عن البحر۔	جب کسی نے یہ قسم اُٹھائی کہ میں فلاں کو یہ چیز نہ دوں گا جب تک دوسرا فلاں اجازت نہ دے، اور دوسرے فلاں کے فوت ہوجانے کے بعد دے تو قسم نہ ٹوٹے گی اھ اسی کی مثل ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے (ت)

ہاں بقاء میں نکاح ہندہ کچھ شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ہندہ اس کے نکاح سے خارج ہوجائے اگرچہ طلاق مغلظہ سے، تاہم جب تک وُہ زندہ ہے اگر بے اس کے اذن کے نکاح ثانی کرے گا زوجہ ثانیہ پر تین طلاقیں پڑجائیں گی،

فان المرأة لاحکم لھا علی بعل	عورت کا کوئی حکم خاوند پر لازم نہیں، خاوند کے لئے

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۵

[2] فتح القدیر

فحال الزوجیة وعدمها سواء بخلاف الرجل فانها تحتاج شرعا الٰی اذنه فی خروجها وغیرہ من امور کثیرۃ مادامت الوصلة باقیة فاذن الرجل فی مثل قوله لاتخرج الاباذنی ینصرف الٰی ذٰلك المعهود والثابت بالشرح اماهی فلم تحتج الی اذنها الا بالتعلیق ولم یفصل فیه فلینتظم اذنها مادامت حیة وان زال النکاح۔	زوجیت اور عدمِ زوجیت دونوں حال برابر ہیں، اس کے برخلاف بیوی کے لئے خاوند کا حکم الزم ہے کیونکہ بیوی باہر نکلنے اور دیگر امور میں خاوند کی اجازت کی شرعاً محتاج ہے جب تک زوجیت باقی ہے تو خاوند کا بیوی کو یہ کہنا کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ نکل اسی عرف اور شرعی ضابطہ کی طرف سے پابندی ہے، لیکن خاوند تعلیق کے ماسوا بیوی کی کسی اجازت کا محتاج نہیں ہے اور یہاں خاوند نے کوئی تفصیل بیان نہیں کی، لہٰذا بیوی سے نکاح ختم ہوجانے کے بعد بھی خاوند بیوی کی زندگی بھر میں اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرے گا تو دوسری کو طلاق ہوجائیگی۔(ت)

ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل میں ہے:

لو قال لامرأته کل امرأة اتزوجها بغیر اذنك فطالق فطلق امرأته طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنها، طلقت لانه لم یتقید یمینه ببقاء النکاح لانها انما تتقید والمنع بعقد النکاح اھ فتح ای بخلاف الزوج فانه یستفید ولایة الاذن بالعقد وکذارب الدین کما فی الذخیرۃ[1]۔	اگر خاوند نے بیوی کو کہا میں جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی، اب خاوند نے بیوی کو طلاق بائنہ یا تین طلاقیں دے دیں اس کے بعد اس نے کسی عورت سے پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائیگی کیونکہ اس نے قسم میں اجازت کو بیوی کے نکاح سے مقید نہ کیا تھا، اور یہ اجازت نکاح کے ساتھ مقید تب ہوتی جب عورت اپنے نکاح کی وجہ سے اذن یا منع کی ولایت حاصل کرتی اھ، فتح میں ہے، یعنی اس کے برخلاف خاوند کو نکاح کی وجہ سے ولایت اذن خود بخود حاصل ہوجاتی ہے، اور ایسے قرض دینے والے کو خود بخود قرض لینے والے پر ولایت حاصل ہوجاتی (کہ جب چاہے مطالبہ کرے) جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔(ت)

پس حاصل حکم یہ کہ اگر بعد نکاح ہندہ بحالت حیات ہندہ طلاق ہندہ بے اذن ہندہ کسی

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۳۶

عورت سے نکاح کرے گا تو نکاح کرتے ہی فوراً وہ زوجہ ثانی تین طلاقوں سے مطلقہ ہوجائے گی مگر اس کا اثر ایک بار کر ختم ہوجائے گا یعنی اس کے بعد اگر پھر اور نکاح بے اذن ہندہ کرے گا اگرچہ بعد حلالہ اسی زوجہ ثانیہ سے، تو اب طلاق نہ ہوگی کہ تعلیق میں تعمیم نہ تھی کہ جتنے نکاح بے اذن کرے سب میں طلاق پڑے، لہذا صرف ایک بار پر انتہا ہو کر آئندہ کچھ اثر نہ ڈالے گی،

في التنوير ينحل اليمين اذاوجد الشرط مرة الافي كلما[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تنویر میں ہے کہ قسم ایک دفعہ شرط کے پائے جانے سے ختم ہوجاتی ہے الایۃ کہ اس نے قسم میں "کلما" (جب بھی) کا لفظ استعمال کیا ہو تو قسم ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب سوال دوم: اگر یہ شرط ایجاب وقبول سے پہلے کی اگرچہ اس کے متصل بلافصل ہی ایجاب وقبول واقع ہوئے جب تو محض باطل وبے اثر ہے **لعدم الملك والاضافة جميعا** (ملکیت اور اس کی طرف اضافت بھی نہ ہونے کی وجہ سے۔ت) پس اگر سو نکاح بے اجازت ہندہ کرے گا ہندہ پر طلاق نہ ہوگی اور اگر بعد ایجاب وقبول کی اگرچہ فوراً بلاتاخیر تو یقیناً صحیح ہوگئی **لوقوعه في الملك** (ملکیت میں وقوع کی وجہ سے۔ت) اب جب تک ہندہ اس کے نکاح یا عدت طلاق غیر مغلظ میں بے اجازت ہندہ نکاح ثانی کرے گا ہندہ پر تین طلاقیں ہوجائیں گی۔

في الدرالمختار الصريح يلحق الصريح والبائن بشرط العدة ،الصريح مالايحتاج الٰى نية، بائناكان الواقع به اورجعيا فتح فمنه الطلاق الثلاث فيلحقهما[2] اھ ملخصًا۔	درمختار میں ہے: صریح طلاق، صریح اور بائنہ کو لاحق ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ پہلی بائن کی عدت میں واقع ہو۔ صریح وہ ہوتی ہے جس میں نیت کی ضرورت نہ ہو خواہ اس سے رجعی طلاق پڑے یا بائنہ پڑے، فتح، تو اسی قبیل سے مغلظ طلاق ہے تو یہ رجعی اور بائنہ دونوں کو لاحق ہوسکتی ہے، اھ، ملخصًا (ت)

ہاں اگر اس نکاح ثانی سے پہلے ہندہ کو طلاقیں ایک یا دو دیں اور عدت گزر گئی اور اسی حالت میں کہ وہ اس کے نکاح سے باہر ہے بے اس کی اجازت کے نکاح ثانی کیا تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی کہ اس حالت میں وہ طلاق کی محل ہی نہیں اور اس نکاح ثانی سے وہ تعلیق ختم ہوجائے گی یہاں تک کہ اب اگر ہندہ سے پھر نکاح کرے اور اس کے بعد کتنے ہی نکاح بے اجازت ہندہ کرے تو ہندہ پر طلاق نہ ہوگی، یونہی

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۱

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

اگر ہندہ کو قبل از نکاح ثانی تین طلاقیں دے دیں تو اب کسی صورت میں نکاح ثانی بے اجازت ہندہ سے ہندہ پر طلاق نہ پڑے گی اگرچہ یہ نکاح اس وقت کرے جبکہ ہندہ بعد حلالہ اس کے نکاح میں آچکی ہو لانتہاء التعلیق بتنجیز الثلاث (تین غیر معلق طلاقوں کے باعث تعلیق ختم ہونے کی وجہ سے۔ت) ہدایہ میں ہے:

زوال الملك بعد الیمین لایبطلها لبقاء محله فبقی الیمین ثم ان وجد الشرط فی ملکه انحلت الیمین ووقع الطلاق وان وجد فی غیر الملك انحلت الیمین لوجود الشرط ولم یقع شیئ لانعدام المحلیة اھ[1] ملخصا۔	تعلیق اور یمین کے بعد ملکیت کا ختم ہونا یمین کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یمین کا محل ابھی باقی ہے، پھر اگر شرط ملکیت کے دوران پائی جائے تو یمین وقسم ختم ہو جاتی ہے اور طلاق واقع ہو جاتی ہے اور اگر ملکیت کے بغیر شرط پائی جائے تو شرط کی وجہ سے قسم ختم ہو جائیگی جبکہ طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق کا محل یعنی نکاح ختم ہو چکا ہے اھ ملخصا (ت)

فتح میں ہے:

لوطلقها فانقضت عدتها بعد التعلیق بدخول الدار ثم تزوجها فدخلت طلقت ولابد من تقیید عدم البطلان بما زال الملك بمادون الثلاث اما اذا طلقها ثلثا فتزوجت بغیرہ ثم عادت فدخلت لاتطلق علی ماسیأتی اھ[2] مختصرا قلت والاٰتی ھو قول الهدایة ان قال لها ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا ثم قال لها انت طالق ثلثا فتزوجت غیرہ ودخل بها ثم رجعت الی الاوّل فدخلت الدار لم یقع شیئ۔[3]	اگر خاوند نے دخول سے طلاق کے معلق کرنے کے بعد بیوی کو طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی، اور اس کے بعد دوبارہ سے نکاح کیا اور اب وُہ گھر میں داخل ہوئی تو اب شرط پائے جانے کی وجہ سے طلاق واقع نہ ہوگی، اور زوالِ ملکیت سے قسم ویمین کے عدمِ بطلان کو تین سے کم طلاقوں سے مقید کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اگر تین طلاقیں دیں اور حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح کیا تو اب گھر میں داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ مختصرًا، میں کہتا ہوں عنقریب آنے والی عبارت ہدایہ کی ہے جو یہ ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق،

[1] الهدایة باب الایمان فی الطلاق المکتبة العربیة کراچی ۳۶۶/۲

[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق نوریہ رضویہ سکھر ۴۵۰/۳

[3] الهدایة باب الایمان فی الطلاق المکتبة العربیه کراچی ۳۶۹/۲

اس کے بعد خاوند نے بیوی کو بغیر تعلیق تین طلاقیں دے دیں اور کہا تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد مطلقہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ پہلے سے نکاح کیا اور اب گھر میں داخل ہوئی تو کوئی طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

اور اگر زید نے یہ شرط نفسِ ایجاب وقبول میں کی تو اس کی دو[2] صورتیں ہیں: [1]اگر پہلے زید نے کہا کہ میں تجھے اپنے نکاح میں لایا اس شرط کہ اگر تیری بے اجازت کے نکاح ثانی کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو اس کا حکم مثل صورت اولیٰ ہے یعنی شرط محض باطل وبے اثر ہے کہ جب تک ہندہ نے قبول نہ کیا تھا وُہ اس کی زوجہ نہ ہوئی تھی تو اس کی تعلیق پر بے حصول ملک یا اضافہ بہ ملک اسے کچھ اختیار نہ تھا۔ [2]اور اگر پہلے ہندہ نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا، زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر بے تیری اجازت الیٰ اٰخرہ تو شرط صحیح ہوگئی، اور وقوعِ طلاق کے وہی احکام ہوں گے جو اوپر گزرے کہ جب کلام اول جانب ہندہ سے تھا تو یہ تعلیق بعد تحقق ایجاب وقبول وثبوتِ زوجیت متحقق ہوئی اور اس وقت اسے اختیار کامل تھا، خانیہ وبزازیہ وعمادیہ وبحر ونہر وغیرہا میں ہے:

والفظ للامام الاجل فقیہ النفس رجل تزوج امرأة علی انھا طالق او علی ان امرھا فی الطلاق بیدھا ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی فی الجامع انہ یجوز النکاح والطلاق باطل ولایکون الامر بیدھا. قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا ابدأ الزوج فقال تزوجتك علی انك طالق وان ابتدأت المرأة فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق لان البدایۃ اذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلایصح	الفاظ امام فقیہ النفس کے ہیں کہ ایک شخص نے ایک عورت کو کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ "تو طلاق والی ہے، یا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے"۔ اس کے متعلق امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے جامع میں ذکر فرمایا کہ یہ نکاح صحیح ہے اور طلاق کی شرط باطل ہے اور بیوی کو طلاق کا اختیار بھی نہ ہوگا۔ اس پر فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اگر خاوند نے ابتداء کرتے ہوئے کہا "میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے" تو پھر مذکور حکم یعنی نکاح صحیح اور طلاق باطل ہے، اور اگر عورت ابتداء کرتے ہوئے کہے میں نے اپنے آپ کو تجھ سے نکاح دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہو تو خاوند نے جواب میں کہا میں نے قبول کیا، تو نکاح صحیح ہو کر طلاق ہوجائے گی کیونکہ خاوند کی طرف سے ابتداء کرنے میں طلاق اور تفویض، نکاح سے قبل

امااذاکانت البدایة من قبل المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة مافی السؤال صار کانه قال قبلت علی انك طالق او علی ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضا بعد النکاح [1] اھ باختصار **اقول:** انت تعلم ان کلام المرأة لاعبرة بها فی قبول الزوج لاجل ان السؤال معاد فی الجواب فاذاوقع فیه تحقیقا کان اولی بالصحة کما یرشدك الیه قوله رحمه اللہ تعالٰی قال قبلت علی انك طالق الخ' وبما افاد فی الخانیة ظھر الفرق بین البدایتین کما اوضحناہ فیما علقناہ علی ردالمحتار وان کان خفی علی العلامة الشامی رحمه اللہ تعالٰی۔	ہوئی تو طلاق کی شرط صحیح نہ ہوئی، لیکن عورت کی طرف سے ابتداء ہوئی تو پھر طلاق کی تفویض نکاح کے بعد ہوئی کیونکہ جب زوج نے عورت کی کلام کے بعد جواب میں "میں نے قبول کیا" کہا، تو چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہوتا ہے تو گویا خاوند نے یوں کہا کہ "میں نے نکاح قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہو یا طلاق کا معاملہ تیرے اختیار میں ہو" تو یوں نکاح پہلے ہوگیا اور تفویض طلاق بعد ہوئی اھ، اختصارًا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) آپ کو معلوم ہے کہ طلاق کے معاملہ میں عورت کی بات کا اعتبار نہیں ہوتا لیکن یہ طلاق خاوند کے نکاح کو قبول کرنے پر خاوند کی طرف سے مقدر ہوئی کیونکہ خاوند کے جواب میں سوال کا اعادہ معتبر ہے، تو جب سوال معتبر ہے تو صحت نکاح پر طلاق مرتب ہوئی لہٰذا طلاق صحیح ہوگی، جیسا کہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی کا قول کہ خاوند کا "قبول ہے" کہہ کر کہنا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے الخ، تیری رہنمائی کررہا ہے، اور خانیہ کا یہ بیان دونوں ابتداؤں میں فرق کو واضح کررہا ہے جیسا کہ ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیے میں واضح کیا ہے، اگرچہ یہ فرق علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی پر مخفی رہا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوقال لھا تزوجتك علی ان امرك بیدك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح	اگر مرد کسی عورت کو کہے کہ میں نے تجھ سے اس شرط پر نکاح کیا کہ طلاق کا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے، تو عورت نے قبول کرلیا، اس صورت میں نکاح صحیح اور شرط لغو ہوگی کیونکہ طلاق کا

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۲

فی الملك او مضافا الیه ولم یوجد واحد منهما بخلاف مامر فان الامر صار بیدها مقارنا لصیرورتها منكوحة اهنهر. والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأة لااذا ابتدأ الرجل ولكن الفرق خفی [1] الخ۔ والله تعالٰی اعلم۔	اختیار دینا نکاح میں یا نکاح کی طرف منسوب کرنے میں درست ہوسکتا ہے جب کہ یہاں دونوں باتوں میں کوئی بھی موجود نہیں ہے، اس کے برخلاف جب عورت ابتداء کرے تو پھر اختیارِ طلاق عورت کو بیوی بننے سمیت ہوا، اھ، نہر۔ حاصل یہ ہے کہ اگر عورت ابتداء کرے تو شرط صحیح ہوگی اور اگر مرد ابتداء کرے تو شرط صحیح نہ ہوگی، لیکن فرق مخفی رہا، الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جواب سوال سوم: دوسری کو مگر انہیں شرائط سے جو جواب اول میں گزریں کہ پہلا وہ نکاح جو بعد نکاح ہندہ بحیات ہندہ اگرچہ بعد افتراق ہندہ بے اجازت ہندہ کسی عورت سے کرے گا اس عورت کو طلاق ہوگی، اصل یہ ہے کہ یہ لفظ کہ "تو میرا نکاح باطل" مجمل و محتمل تھا کہ اس میں بیان نہ کیا کہ کون نکاح باطل، اگر بعد نکاح ہندہ یہ الفاظ کہتا یا قبل نکاح یوں کہا ہوتا کہ اگر ہندہ سے نکاح کروں اور اس کے بعد کسی عورت سے بے اس کی اجازت کے نکاح ثانی کروں تو میرا نکاح باطل، تو اسے اختیار تھا کہ زوجہ اولٰی یا ثانیہ جس کی طرف چاہے پھیر دے کہ دونوں اس تعلیق تطلیق کی صالح تھیں،

الاولی لتحقق الملك وفی الاخری کا لاخری فیهما لحصول الاضافة۔	پہلی کو اس لئے کہ وہ ملکیت نکاح میں ہے اور دوسری کے لئے اسکے لئے کہ یہ پہلی کے بعد دوسری ہے اور اضافت نکاح موجود ہے (ت)

فتح القدیر پھر ہندیہ میں ہے:

لوقال لامرأة ان تزوجت علیك ماعشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیها تقع تطلیقة علی واحدة منهما یصرفها الی ایتهما شاء [2] اهملخصًا۔	اگر کسی عورت کو کہا "جب تک تو زندہ ہے تجھ پر نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد خاوند نے اس پر دوسرا نکاح کرلیا تو یہ طلاق ان بیویوں میں سے ایک پر پڑجائے گی، دونوں میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے اھ ملخصًا (ت)

[1] ردالمحتار باب الرجعة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۲۶، فتاوٰی قاضیخاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۳۷

یہاں کہ قبل نکاح ہندہ یہ لفظ کہا اور اس میں نکاح ہندہ کی طرف وہ اضافت بھی نہیں جو یہاں کام دے یعنی صریح الفاظِ شرط کہ زنِ معینہ میں اسی کی حاجت ہے معنی شرط کافی نہیں،

کما فی الفتح وغیرہ قال فی الدر یکفی معنی الشرط الّا فی المعینۃ باسم او نسب او اشارۃ الخ[1]۔	جس طرح فتح وغیرہ میں ہے، در میں کہا کہ شرط کا معنی کافی ہے ماسوائے نام یا نسب یا اشارہ کے ساتھ معین کردہ عورت کے۔ (ت)

غرضیکہ صرف نکاح ثانیہ کی طرف اضافت اور صحت تعلیق کئے سے وجود ملک یا اضافت بملک لازم تو ہندہ اس تعلیق کی اصلاً محل نہیں، لاجرم زوجہ ثانیہ متعین ہو گئی، بالجملہ ہندہ اس تعلیق میں اجنبیہ محض ہے، بخلاف ثانیہ، تو اجنبیہ کی طرف پھیرنے کی کوئی راہ نہیں،

لما فیہ من اھمال الکلام ھو محترز عنہ مھما امکن اعمالہ۔	کیونکہ اس میں کلام کو مہمل بنانا لازم آتا ہے جبکہ اس سے حتی الامکان بچنا ہوتا ہے (ت)

یہ تو ایسا ہوا جیسے اپنی عورت اور ایک اجنبیہ کو ملا کر کہا میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی خواہی نخواہی اس کی عورت ہی پر طلاق پڑے گی اجنبیہ کی طرف پھیرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا کہ اسے طلاق دینا اس کے قابو میں نہ تھا،

فی الھندیۃ لوضم الٰی امرأتہ امرأۃ اجنبیۃ وقال احدٰکما طالق او قال ھذہ طالق او ھذہ لاتطلق امرأتہ الا بالنیۃ لان الاجنبیۃ محل لذٰلك خبرا و ان لم تکن محلا لہ انشاء وھذہ الصیغۃ بحقیقتھا اخبار ولو قال فی ھذہ الصورۃ طلقت احدٰکما طلقت امرأتہ من غیر نیۃ ذکرہ فی طلاق الاصل[2] اھ	ہندیہ میں ہے: اگر خاوند نے اپنی بیوی کے ساتھ اجنبی عورت کو ملا کر کہا تم دونوں میں سے ایک کو طلاق، یایوں کہا اس کو یا اس کو طلاق ہے، تو اس کی بیوی کو بغیر نیت کئے طلاق نہ ہوگی، کیونکہ اجنبی عورت اگرچہ انشاءِ طلاق کے محل نہیں لیکن طلاق کی خبر وحکایت کا محل ہے جبکہ خاوند کا کلام حقیقۃ خبر ہے، ہاں اگر یوں کہے میں نے تم دونوں میں سے ایک کو طلاق دی، تو بیوی کو نیت کے بغیر طلاق ہو جائے گی، اس کو مبسوط کے طلاق میں ذکر

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی الطلاق الصریح نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۶۳

وانت تعلم ان التعلیق انشاء التعلیق وان الاولی لیست محلالہ لترك الاضافۃ فوجب الصرف الی المحل لابقاء العمل وھذا کلہ واضح جدا. واللہ تعالٰی اعلم۔	کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اسکا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام بامقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

کیا ہے اھ، آپ کو معلوم ہے کہ معلق کرنا، تعلیق کا انشاء ہے، جبکہ اجنبیہ اسکا محل نہیں کیونکہ وہ نہ نکاح میں ہے اور نہ اس سے نکاح کی طرف نسبت ہے اس لئے محل کی طرف پھیرنا ضروری ہے تاکہ کلام بامقصد بن سکے، اور یہ تمام خوب واضح ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے بعوض ہزار روپیہ کے نکاح کیا اور قبل نکاح درمیان نکاح کے یہ شرط کی کہ نصف مہر یعنی پانسو روپیہ اگر عند الطلب زوجہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر تین طلاقیں ہیں، پس نکاح کے بعد ہندہ مذکور نے روپیہ طلب کیا زید نے روپیہ مذکورہ اس وقت ادا نہ کیا اور شرط مذکورہ ایجاب میں ہوا تھا اور ایجاب جانب عورت سے اور قبول جانب مرد سے، اب اس صورت میں ہندہ پر طلاق واقع ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں ہندہ پر تین طلاقیں ہوگئیں، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

تزوج علٰی انھا طالق ذکر محمد رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجوز النکاح والطلاق باطل قال الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی ھذا اذا ابدأ الزوج فقال تزوجتك علٰی انك طالق وان ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال زوجت نفسی منك علی انی طالق فقال قبلت جاز النکاح ویقع الطلاق الخ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	مرد نے کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے، امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا تو نکاح صحیح اور طلاق باطل ہوگی، فقیہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا یہ جب ہے کہ یہ بات خاوند پہلے کہے، اگر عورت نے ابتداء کرتے ہوئے یوں کہا "میں نے اپنے آپ کو تیرے نکاح میں اس شرط پر دیا کہ مجھے طلاق ہو، تو خاوند کے قبول کرنے پر نکاح صحیح ہو کر طلاق ہوجائے گی الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶: از مدراس محلّہ جمکنڈی میںت مکہ مرسلہ مولوی عبدالرزاق صاحب ۷ محرم ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص حنفی نے یمین مضاف کی ہو اس طرح پر

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی النکاح علی الشرط نولکشور لکھنؤ ۱/۱۵۲

کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق ہے وطلاق ہے وطلاق ہے، آیا اس کو تقلید مذہب شافعی کی جائز ہے تاکہ وطی اس عورت کی بلاتردد ہو جائے کیونکہ عندالشافعی یمین مضاف میں طلاق نہیں واقع ہوتی۔

کمافی الدرالمختار فی المجتبی عن محمد فی المضافة لایقع وبه افتی ائمة خوارزم انتھی وھو قول الشافعی[1]	جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مجتبی میں امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ جس عورت کے نکاح سے کوئی شرط منسوب کی جائے تو طلاق نہ ہوگی، اسی پر ائمہ خورازم کا فتوی ہے اھ، یہی امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا قول ہے یا نہیں۔(ت)

الجواب:

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ یمین مضاف منعقد ہے اور ایسی صورت میں نکاح کرتے ہی فورًا طلاق بائن ہوجائے گی، وُہ روایت ضعیفہ کہ مجتبی میں امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جس کا پانا بیان کیا قطع نظر اس سے کہ زاہدی چنداں موثوق فی النقل نہیں وہ خود بھی اس کے ضعف کا معترف ایسی روایات شاذہ ساقطہ پر فتوی دینا جائز نہیں، ولہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ نہ مفتی کو اس روایت پر افتا کی مجال، نہ کسی کو اس پر عمل حلال۔ درمختار میں عبارت منقولہ سائل کے بعد ہے:

هذا يعلم ولايفتی به[2] (اس کو معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوی نہ دیا جائے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی البزازية وعن الصدر اقول لايحل لاحدان يفعل ذلك وقال الحلوانی يعلم ولايفتی به لئلايتطرق الجهال الی هدم المذهب اھ بحر[3]۔	بزازیہ میں ہے اور صدر سے مروی ہے میں کہتا ہوں کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور حلوانی نے فرمایا معلوم کرلیا جائے لیکن اس پر فتوی نہ دیا جائے تاکہ جاہل لوگ مذہب کے خلاف نہ مصروف ہوجائیں اھ بحر۔(ت)

اُسی میں ہے:

فلیس للمفتی الافتاء بالروایة الضعیفة وکونها افتی بها کثیر من ائمة خوارزم	مفتی کو ضعیف روایت اختیار نہیں کرنی چاہئے، اور ائمہ خوارزم کا اس پر فتوی اس کے ضعف کو

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۱

[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۱

[3] ردالمحتار باب التعلیق الطباعة المصریة بمصر ۲/۴۹۶

لاینفی ضعفھا ولذاتقدم عن الصدر انه لایحل لاحدان یفعل ذٰلك وکذا ماتقدم عن الحلوانی من انه یعلم ولایفتی به فلو تثبت ھذه الروایة عن محمد وکانت صحیحة لبنوا الحکم علیھا ولم یحتاجوا الی بنائه علی مذھب الشافعی فھذا یدل علی انھاروایة شاذة کمایشیر الیه کلام المجتبٰی المار [1]۔	ختم نہیں کر سکتا، اسی لئے صدر سے منقول گزرا کہ کسی کو یہ کام حلال نہیں، اور یوں ہی علامہ حلوانی سے منقول گزرا کہ اس کو جان لیاجائے مگر فتوٰی نہ دیا جائے، تو اگر یہ بات امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے صحیح ثابت ہو تو پھر چاہئے تھا کہ اس قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی کو مبنیٰ حکم بناتے اور امام شافعی کے قول کے محتاج نہ ہوتے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت شاذ ہے جیسا کہ اس پر گزشتہ مجتبٰی کا کلام اشارہ کررہا ہے۔ (ت)

پھر اگر مخلص چاہے تو کچھ تقلید امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حاجت نہیں، خود اپنے مذہب میں مخلص موجود ہے مثلاً صورتِ مستفسرہ میں اس عورت سے نکاح کرلے، نکاح کرتے ہی طلاق پڑجائے گی، اور ازانجاکہ عورت غیر مدخولہ ہے اور اس نے تین طلاقیں بتفریق ذکر کی ہیں کہ طلاق ہے وطلاق ہے وطلاق ہے لہٰذا ایک ہی واقع ہوگی،

فی الدرالمختار وان فرق بوصف اوخبر اوجمل بعطف اوغیرہ بانت بالاولی لاالی عدّۃ ولذالم تقع الثانیة بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل [2]۔	درمختار میں ہے: اگر طلاق کو متفرق وصف یا خبر یا حکم کے ساتھ متفرق کرے خواہ عطف کے ذریعہ یا بغیر عطف تو عورت پہلی طلاق سے ہی بائنہ ہوجائے گی اور عدت نہ ہوگی، اسی وجہ سے دوسری طلاق واقع نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر وطی شدہ بیوی کو ایسے کہا تو سب طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

پس اسی وقت پھر اس سے نکاح کرلے اب طلاق نہ پڑے گی کہ یمین ایک بار سے کھل گئی،

فی التنویر الفاظ الشرط ان واذا واذا ماوکل وکلما ومتٰی ومتٰی ما	تنویر میں ہے: عربی شرط کے الفاظ یہ ہیں: ان، اذا، اذاما، کل، کلما، متٰی، متٰی ما،

[1] ردالمحتار باب التعلیق الطباعة المصریة بمصر ۲/ ۴۹۷

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بھا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۳

تنحل الیمین اذا وجد الشرط مرّۃ الافی کلما فانه ینحل بعد الثلاث۔[1]	ان تمام الفاظ کی شرط جب پائی جائے تو قسم ختم ہوجائے گی ماسوائے لفظ "کلما" کیونکہ اس میں شرط تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی۔(ت)

مگر اتنا ہوگا کہ عورت پر صرف دو طلاقوں کا مالک رہے گا کہ ایک تو نکاح پیش میں پڑچکی اب اگر کبھی دو طلاقیں دے گا مغلظہ ہوجائے گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ذی علم کے سامنے تذکرہ کہے کہ میں نے یوں حلف کرلیا ہے کہ مجھے نکاح فضولی کی حاجت ہے یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی شخص بے میری توکیل کے بطور خود میرا نکاح اس سے کردے تا ذی علم مذکور خود یا کسی اور اسے کہہ کر عورت کا نکاح اس سے کردے جب اس شخص کو نکاح کی خبر پہنچے یہ زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ کوئی فعل ایسا کرے جس سے اس نکاح موقوف کی اجازت ہوجائے، مثلاً عورت کو مہر بھیج دے یا لوگوں کی مبارکباد قبول کرے کہ اس صورت میں نکاح ہوجائے گا اور طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی،

فی درالمحتار عن البحر عن البزازیة ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول له ماحلف واحتیاجه الی نکاح الفضولی فیزوجه العالم امرأۃ ویجیز بالفعل فلا یحنث وکذا اذا قال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی فزوجه واحد منهم، اما اذا قال لرجل اعقد لی عقد فضولی یکون توکیلا[2] اھ	ردالمحتار میں بحر سے منقول اور وہاں بزازیہ سے منقول ہے کہ مناسب ہے کہ کسی عالم کے پاس آکر جو اس نے قسم اٹھائی ہے اس کو بیان کرے اور کسی ایسے فضولی شخص (جو اس کی بیوی کو پہچانتا ہو) کی ضرورت کو بیان کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے نکاح کردے اور یہ اس عالم کی کارروائی کو کسی اپنے عمل سے جائز کردے تو حانث نہ ہوگا اور یونہی کسی ایسی جماعت کے سامنے اپنے لئے فضولی کے نکاح کی ضرورت کو پیش کرے تو اس جماعت میں کوئی شخص خود اس کا نکاح کردے البتہ خاص کسی شخص کو فضولی بننے کے لئے نہ کہے کیونکہ کسی کو کہنا کہ تو فضولی بن میرا نکاح کردے، تو یہ فضولی نہ ہوگا، بلکہ یہ تو اس کو وکیل بنانا ہوا، اھ (ت)

مسئلہ ۷: از سیتاپور ۶ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ زن وشو میں باہم نزاع لفظی واقع ہوا اس پر شوہر نے کہا تو میری چیز کھائے تو طلاق ہے، شوہر کی مراد اس سے نقصان نکاح کی ہرگز ہرگز نہیں ہے غصہ میں

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۱

[2] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۹۷

ایک مہمل لفظ زبان سے نکل گیا، اب زوجہ شوہر کی دی ہوئی کوئی چیز نہ لیتی ہے، نہ کھاتی ہے، نہ پہنتی ہے، نہ قریب آتی ہے، اور کہتی ہے کہ مجھ کو یہ خوف ہے کہ اگر میں کھاؤں تو مجھ پر شرعی نقصان پڑ جائے گا، شوہر اس امر سے قطعی انکار کرتا ہے اس کا بیان ہے کہ غصہ میں میرے منہ سے نکل گیا ہے ہر گز میری یہ مراد نہ تھی، بقسم شرعی کہتا ہے، یومِ عقد سے گاہے اس نے ایسا لفظ بد منہ سے نہیں نکالا ہے **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر الفاظ اسی قدر تھے جو مذکور ہوئے جن میں کچھ ذکر نہیں کہ کون طلاق ہے کس پر طلاق ہے، اور ایسی حالت میں شوہر کا بقسم بیان کہ ان الفاظ سے میں نے طلاق زوجہ کی نیت نہ کی تو صورت مذکورہ میں بموجب روایات کثیرہ فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی بزازیہ و فتاوٰی ہندیہ و فتاوٰی ذخیرہ و محیط امام برہان الدین وقنیہ و بحر الرائق و در مختار وغیرہا ان الفاظ سے نکاح پر کوئی اثر نہ اب ہے نہ آئندہ کسی چیز کے کھانے سے پیدا ہو، اور بنظر دقیق احتیاط یہ ہے کہ اگر الفاظ یہی تھے کہ میری چیز کھائے الخ جب تو جو چیز کھانے سے پہلے زوجہ کو شوہر ہبہ کردے کہ اب میری چیز کھانا صادق نہیں، اور اگر لفظ وہ ہیں جو کرامت نامہ میں ارشاد ہوئے کہ اب اگر میری لائی ہوئی کھائے الخ تو علاج یہ ہے کہ خود چیز نہ لائی جائے نوکر یا عزیز یا غیر اوروں سے منگوا کر دی جائے، یہ احتیاط صرف کھانے میں ہے اس کے سوا پہننا، بولنا، قریب آنا جانا وغیرہا کسی فعل سے کوئی اثر ضرر نہیں اور ایک بار سہواً خواہ قصداً ایسا واقع ہو جائے کہ خلافِ شرط کھانا عمل میں آئے تو الفاظ مذکورہ سے بنظرِ احتیاط بھی صرف ایک طلاق رجعی کا حکم ہوگا کہ عدت کے اندر فقط زبان سے اتنا کہہ دینا کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا کفایت کرے گا، اس کے بعد وہ شرط باطل ہو جائے گی جو چاہے اور جتنی بار چاہے شوہر کی چیز اسی کی لائی ہوئی کھائے ہر گز طلاق نہ ہوگی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

نوٹ

اعلٰحضرت علیہ الرحمۃ کا یہ وہ مفصل فتوی ہے جس کا ذکر پیش لفظ میں گزر چکا ہے، یہ فتوی فتاوٰی رضویہ قدیم میں شامل نہ تھا، اس مسئلہ کی اہمیت اور اس باب سے متعلقہ ہونے کے پیش نظر اس مقام پر جلد ہذا میں شامل کرلیا گیا ہے۔

مسئلہ ۸: از انبٹھہ ضلع سہارن پور مرسلہ فضل کریم انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی فضل کریم نے اپنی زوجہ مسماۃ حسینہ بی کو بلایا، اس کی والدہ نے بھیجنے سے انکار کیا، فضل کریم اس کے پاس گیا اور سمجھایا، جب دیکھا کہ وہ راضی نہیں ہوتی تو اس سے کہا کہ "اگر آج آپ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کردوں گا" اور اثنائے راستہ میں بہنگام واپسی مکان خسر خود صدیق احمد یا تایا زوجہ خود کے مل جانے پر اس سے بھی فضل کریم نے کہا کہ "ان کو سمجھا کر بھجوادو میں کہہ آیا ہوں کہ عصر تک اپنے گھر نہ آئیں تو میں اپنے نکاح سے علیحدہ کردوں گا" اس پر اہالیِ زوجہ نے اس کو روک رکھا اور لفظ یہ بتائے کہ فضل کریم یہ لفظ کہہ گیا تھا کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان میں نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" اور یہ الفاظ فضل کریم نے بحالتِ غیظ وغضب کہے تھے نیز یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ فضل کریم نے باہر از مکان خسر خود تایا زوجہ خود سے کہا تھا کہ "معافی نامہ مہر میرے پاس لکھا رکھا ہے اور میں کہہ آیا ہوں کہ "اگر عصر تک آپ اپنے گھر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" فضل کریم ان الفاظ سے منکر ہے نیز بحلف شرعی کہتا ہے کہ بالفرض لفظ یوں ہوں یا کچھ ہوں جو کچھ ہوں میں نے کہا تھا اس سے زوجہ مذکور کو طلاق دینے کی نیت میری نہ تھی" اس پر بعض صاحبان[عہ] نے بے تحکیم فضل کریم

عــــہ: یعنی جناب مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی مصنف حفظ الایمان جن کی نسبت حسام الحرمین شریف میں علماء کرام حرمین شریفین کا حکم مشہور ومعروف ہے ۱۲

(بوجہ مراسم تایا مسماۃ حسینہ بی تایا مذکور کے بلالانے پر) بطور خود حکم ہونے کا دعوٰی کیا اور یہ فیصلہ لکھ دیا کہ زوجہ فضل کریم مسماۃ حسینہ بی پر ایک طلاق بائن ہو گئی اور اس صورت میں کہ فضل کریم نے لفظ "جواب ہے" کہا تھا نیت فضل کریم کی حاجت نہیں، اور زوجہ حسینہ بی اپنے معاملہ میں قاضی ہے،

اور یہ بھی لکھا کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے سے قاصر رہا حالانکہ منجانب حسینہ بی اس کے رشتہ دار گواہ جو ثقہ اور عادل ہیں پیش ہوئے، اگرچہ فیصلہ مذکور میں شہادت پیش شدہ غیر محدود صورت کے ساتھ ہے لیکن ایک اقربا حسینہ بی سے معلوم ہوا کہ تایا مذکور وچچی وتائی زوجہ مذکور نے اور ان کی ایک ماما غیر پردہ نشین نے بیان مسماۃ حسینہ بی کی تائید کی ہے۔

قابلِ استفتاء یہ امور ہیں کہ یہ فیصلہ کرنا اور صورتِ مذکورہ میں طلاق کا حکم دینا شرعًا حق ہے یا باطل، اور عورت کو اس موقعہ پر کیا سمجھنے کا حکم ہے وُہ خود قاضی ہو سکتی ہے یا نہیں، اور جن لوگوں نے ایسا فیصلہ دیا ان کی نسبت کیا حکم ہے اور ان ہر دو اقوال میں فضل کریم شوہر کا قول معتبر ہے یا زوجہ حسینہ بی اور اس کے اقربا مذکورہ کا، اور ان ہر دو الفاظ سے شرعًا کسی قسم کی طلاق مذکورہ بالا صورت میں عائد ہو گی یا نہیں، مدلل مرقوم فرمائیں، بینوا توجروا۔ احقر فضل کریم انصاری ساکن انبٹھہ ضلع سہارنپور

الجواب:

اللّٰهم هداية الحق والصواب

صورت مستفسرہ میں ہرگز حکمِ طلاق نہیں، یہاں شرعًا فضل کریم کا قول معتبر ہے کہ حسینہ طلاق کی مدعیہ ہے اور فضل کریم اس سے منکر اور قاعدہ شرع ہے کہ **القول للمنکر والبینة علی المدعی** (منکر کی بات معتبر ہے اور گواہی مدعی کے ذمہ ہے۔ت) اگر اس نے یہی لفظ کہے تھے کہ "نکاح سے علیحدہ کردوں گا" جب تو ظاہر ہے کہ یہ نرا وعدہ ہے اور وعدے سے طلاق نہیں ہوتی۔ جواہر اخلاطی میں ہے:

طلاق میکنم طلاق بخلاف قوله کنم لانه یتمحض الاستقبال[1]۔	طلاق میکنم، حال ہونے کی وجہ سے طلاق ہے اس کے برخلاف طلاق کنم، کہا تو طلاق نہ ہو گی کیونکہ یہ محض استقبال ہے۔ (ت)

اور اگر بالفرض اس نے وہی لفظ کہے ہوں جو اہالی زن بیان کرتے ہیں تو جبکہ وہ عدم نیت طلاق پر حلف کرتا ہے حکم طلاق محض باطل وخطا ہے، اولا لفظ جواب اگرچہ اردو میں بمعنے ترک تعلق بھی آتا ہے جس کے سبب طلاق سے کنایہ ہو سکتا ہے

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی طلاق الصریح قلمی نسخہ ص ۶۹

نوکر کو جواب دے دیا یعنی برخاست کردیا مگر وہ اردوئے معلّٰی بلکہ فارسی میں بھی بمعنی رد وانکار وعدمِ قبول شائع وذائع ہے گدارا جواب داد (فقیر کو جواب دیا۔ت) یعنی اس کا سوال رد کیا، دینے سے انکار کردیا، زید سے فلاں کام کو کہا اس نے جواب دیا یعنی نہ مانا، قبول نہ کیا، عمرو سے کوئی درخواست کی اس نے کہا میری طرف سے جواب ہے یعنی مجھے منظور نہیں۔ مخلص کاشی راست ؎

دریں زمانہ گدارنگ می تواند بست اگر ز خواجہ ممسک جواب میگیرد

(اس زمانہ میں گدا گر اپنے ڈنگ کا بختہ ہے اگرچہ بخل والا جواب بھی دے دے۔ت)

فصیح الملک ؎

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہوں دلبر کا جواب سُن چکا میں چار دن پہلے مقدر کا جواب

اس قسم کے محاورات نظم ونثر میں بکثرت ہیں۔

تو کلمہ یقیناً صالح رد ہے، اور جو کلمہ صالح رد ہو مطلقاً ہر حال میں محتاج نیت ہے اگرچہ حالت غضب ہوا گرچہ حالتِ مذاکرہ طلاق ہو۔ درمختار میں ہے:

الحالات ثلثة رضی وغضب ومذاکرة والکنایات ثلث مایحتمل الرد او مایصلح للسب اولا ولا ففی الرضی تتوقف الثلثة علی نیة للاحتمال وفی الغضب الاولان وفی مذاکرة الطلاق الاول فقط[1]۔	حالات تین ہیں: رضا، غصہ اور مذاکرہ طلاق، اور کنائے تین ہیں: رد کا احتمال نہ رکھتا ہو، تو رضا کی صورت میں تینوں احتمال ہوسکتے ہیں جس کی نیت کریگا وہی ہوگا، اور غصہ کی صورت میں پہلے دونوں اور مذاکرہ کی صورت میں صرف پہلا احتمال یعنی رد ہوسکتا ہے۔(ت)

اور جب وُہ حلف کے ساتھ نیت کا انکار کرتا ہے تو یقیناً اس کا قول مانا جائے گا۔ نہ قاضی حکمِ طلاق دے سکتا ہے نہ عورت اپنے آپ کو مطلقہ سمجھ سکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

والقول له بیمینه فی عدم النیة ویکفی تحلیفها له فی منزله[2]۔	قسم کے ساتھ خاوند کی بات معتبر ہوگی اور بیوی کا گھر میں اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔(ت)

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

ردالمحتار میں ہے:

قولہ للاحتمال لما ذکرنا من ان کل واحدٍ من الالفاظ یحتمل الطلاق وغیرہ والحال لاتدل علی احدھما فیسأل عن نیتہ ویصدق فی ذلک قضاء بدائع[1]۔	ماتن کے قول للاحتمال کی وجہ جو ہم نے ذکر کی کہ مذکور الفاظ میں سے ہرایک طلاق وغیر طلاق کا احتمال رکھتا ہے جبکہ حال کی دلالت کسی ایک پر نہیں لہٰذا اس کی نیت پوچھی جائے گی اور قضاء اس کے بیان کی تصدیق کی جائے گی، بدائع۔(ت)

ثانیًا بالفرض لفظ "جواب" معنی رد وانکار کا صالح نہ ہوتا بلکہ جانے دیجئے یوں فرض کیجئے کہ وہ سرے سے کنایہ ہی نہ ہوتا بلکہ خاص صریح ہوتا جب بھی صورت مستفسرہ میں بعد اس کے کہ فضل کریم نے حلفًا انکار نیت کیا، حکمِ طلاق زنہار ممکن نہ تھا کہ یہاں عورت کی طرف اضافت نہیں، صرف اتنا کہا ہے کہ "میری طرف سے جواب ہے" یہ کچھ نہ کہا کہ کس کو جواب ہے، اور ترک اضافت ہمیشہ مانع حکم طلاق ہے جبکہ شوہر بحلف انکار نیت کرے۔ فتاوٰی خانیہ میں پھر فتاوٰی خلاصہ پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

واللفظ للاولی رجل قال لامرأتہ فی الغضب اگر تو زن من سہ طلاق وحذف الیاء لاتطلق لانہ ما اضاف الطلاق الیھا[2]۔	یعنی اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے حالتِ غضب میں کہا "تو میری عورت ہے تو تین طلاق"۔اور یوں نہ کہا کہ "تو میری عورت ہے تو تجھے تین طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ جب اس نے "تجھے" کا لفظ نہ کہا تو طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کیا۔

نیز فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجھا طلقنی ثلاثا فقال الزوج اینک ہزار طلاق لاتطلق امرأتہ لانہ کلام محتمل۔[3]	یعنی عورت نے شوہر سے کہا "مجھے تین طلاق دے دے" اس نے کہا "فی الحال ہزار طلاق" طلاق نہ ہوگی کہ اس میں اپنی عورت کو طلاق دینا صاف نہیں۔

فتاوٰی خلاصہ میں ہے:

قالت طلقنی فضربھا وقال اینک طلاق	یعنی عورت نے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس پر

[1] ردالمحتار باب الکنایات احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی الکنایات والمدلولات نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۵

لایقع ولوقال اینك طلاق یقع۔ [1]	مرد نے اسے مارا اور کہا "فی الحال طلاق" طلاق نہ ہوگی اور اگر کہا "فی الحال تجھے طلاق" طلاق ہوجائیگی۔

فتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

رجل قال "نان خردیم ونبیذ خوریم زنان ما بسہ" ثم قال له رجل بعد ماسکت "بسہ طلاق" فقال الرجل "بسه طلاق" لاتطلق امرأته لانه لما فرغ عن الکلام وسکت ساعة کان ھذا ابتداء کلام لیس فیه اضافة الٰی شیئ۔ [2]	ایک شخص نے کہا "ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پی ہماری عورتوں کو تین" پھر جب چپ رہا دوسرے نے اس سے کہا "تین طلاقیں" تو جواب میں اس نے کہا "تین طلاقیں" طلاق نہ ہوگی کہ جب وہ پہلی بات کہہ کر کچھ دیر چپ رہا تو اب یہ ابتدائی کلام ہوا اور اس میں کسی طرف اضافت نہیں۔

محیط پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

سئل شیخ الاسلام الفقیه ابونصر عن سکران قال لامرأته اتریدون ان اطلقك قالت نعم فقال بالفارسیة اگر تو زن منی یک طلاق دو طلاق سہ طلاق قومی واخرجی من عندی وھو یزعم انه لم یرد به الطلاق فالقول قوله۔ [3]	یعنی امام شیخ الاسلام فقیہ ابونصر سے سوال ہوا کہ ایک شخص نے اپنی عوت سے نشہ میں کہا "کیا تو چاہتی ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں" اس نے کہا "ہاں" مرد نے کہا "اگر تو میری جورو ہے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق، اٹھ میرے پاس سے دور ہو" اور اس کا بیان ہے کہ اس نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہ کی، تو اس کا قول معتبر ہے۔

امام اجل قاضی خان نے فرمایا: لانه لم یضف الطلاق الیها [4] اس کا قول اس لئے معتبر ہوا کہ اس نے ان لفظوں میں طلاق کو عورت کی طرف نسبت نہ کیا تھا یعنی یوں نہ کہا تھا کہ اگر تو میری عورت ہے تو تجھے ایک طلاق دو طلاق تین طلاق۔ فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

سئل نجم الدین عمن قالت له امرأته مرا	امام نجم الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سوال ہوا ایک شخص

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الطلاق مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۷۶/۲

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲۱۵/۲

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۳۸۳/۱

[4] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲۱۹/۲

برگ باتو باشیدن نیست مرا طلاق دہ فقال الزوج چوں تو روی طلاق دادہ شد وقال لم انو الطلاق ھل یصدق قال نعم۔[1]	سے اس کی عورت نے کہا "تیرے ساتھ میرے رہنے کا فائدہ نہیں مجھے طلاق دے دے" شوہر نے کہا "تجھ جیسی کو طلاق دے دی گئی" اور کہا میری نیت طلاق کی نہ تھی، کیا اس کا قول مانا جائیگا۔ فرمایا ہاں۔

فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

قال لھا لاتخرجی الاباذنی فانی حلفت بالطلاق فخرجت لایقع لعدم ذکر حلفه بطلاقھا ویحتمل الحلف بطلاق غیرھا فالقول له[2]۔	یعنی عورت سے کہا "بے میری اجازت کے باہر نہ جانا کہ میں طلاق کا حلف کرچکا ہوں"۔ عورت بے اجازت چلی گئی، طلاق نہ ہوگی کہ اس نے یہ نہ کہا کہ تیری طلاق کا حلف کرچکا ہوں ممکن ہے کہ اور کسی کی طلاق کا حلف کیا ہو تو جب وہ اس عورت کو طلاق دینے کی نیت سے منکر ہے تو اس کا قول معتبر ہے۔

درمختار ہے:

لم یقع لترکه اضافة الیھا۔[3]	اس صورت میں طلاق اس لئے نہ ہوئی کہ عورت کی طرف طلاق کی اضافت نہ کی۔

کتب معتمدہ میں اس مسئلہ میں سندیں بہت بکثرت ہیں اور تمام تحقیق ہمارے رسالہ الکاس الدھاق باضافة الطلاق (۱۳۱۳ھ) میں ہے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حکم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ کیا وہ اس کا محض جہل وظلم وزعم باطل تھا۔ وہ حکم جہالت اور وہ فیصلہ بطالت اور وہ حکم بن بیٹھنا افتراء وضلالت۔

اولاً اس نے اپنی جہالت سے لفظ "جواب ہے" کو محتمل دشنام ٹھہرا کر اس بناء پر کہ یہ الفاظ فضل کریم نے بحالتِ غیظ وغضب میں کہے تھے قضاء وقوعِ طلاق کا حکم دیا اور نہ جانا کہ وہ محتمل رد ہے اور جو لفظ محتمل رد ہو اس سے کسی حالت میں بے نیت طلاق نہیں ہوسکتی نہ دیانۃً نہ قضاءً۔ ہدایہ میں ہے:

فی حالة الغضب یصدق فی جمیع	غصہ کی حالت میں مذکورہ تمام صورتوں میں قائل کی تصدیق

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۱۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیة کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۷۰

[3] درمختار کتاب الطلاق باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۸

ذلك لاحتمال الرد [1]۔	کی جائے گی کیونکہ رد کا احتمال ہے۔(ت)

کافی میں ہے:

فی مذاکرۃ الطلاق یقع الطلاق فی سائر الاقسام قضاء الافیما یصلح جوابا وردافانہ لایجعل طلاقا [2]۔	قضاءً مذاکرہ طلاق میں تمام صورتوں میں طلاق واقع ہو جائیگی لیکن جن صورتوں میں جواب اور رد ہونے کا احتمال ہو ان صورتوں میں طلاق نہ ہوگی۔(ت)

ثانیًا اسے نہ سوجھا کہ لفظ اضافت سے خالی ہے تو بحال انکار نیت حکم طلاق ناممکن ہے اگرچہ خود لفظ "طلاق" ہوتا جیسا کہ مسائل مذکورہ میں گزرا، نہ کہ لفظ "جواب" کہ کنایہ ہے اور وہ بھی محتمل رد وانکار۔ محیط میں ہے:

لایقع فی جنس الاضافۃ اذالم ینولعدم الاضافۃ الیھا [3]۔	یعنی جنس اضافت میں جب طلاق کو عورت کی طرف اضافت نہ کرے طلاق نہ ہوگی جب تک شوہر نیت نہ کرے۔

ثالثًا اس نے عورت کو خود اپنے معاملے میں قاضی بتایا اس کا اگر یہ مطلب کہ عورت خود حاکم ہے اور اس کا حکم مثل قاضی شرع نافذ وناطق ہے جب تو صریح جہالت ہے، ہاں جہاں کہ مرد خود حکم بن بیٹھتے ہوں وہاں کی عورتیں اگر خود قاضی بن بیٹھیں تو کیا عجب۔ اور اگر یہ مراد کہ الفاظ طلاق میں عورت کو وہی سمجھنا چاہئے جو عام لوگوں اور قاضی کو کہ دل کا حال اللہ جانتا ہے، یہ سب ظاہر پر عمل کرنے والے ہیں تو ہم درمختار و ردالمحتار وفتاوٰی قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی خلاصہ وفتاوٰی ذخیرہ وفتاوٰی بزازیہ وفتاوٰی محیط وبحرالرائق وکافی شرح وافی وہدایہ کے نصوص جلیلہ سنا چکے کہ اس صورت میں جبکہ شوہر بحلف منکر نیت ہے قاضی بھی طلاق نہیں ٹھہرا سکتا تو عورت کیا چیز ہے۔

رابعًا اس کی جہالت کا صاف واضح نمونہ وہ ہے کہ فضل کریم شہادت پیش کرنے میں قاصر رہا وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ یہاں فضل کریم مدعا علیہ ہے اور حسینہ مدعیہ ہے مدعا علیہ کو شہادت کی کیا حاجت جس کے

---

[1] الہدایۃ فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۵۴

[2] کافی

[3] محیط

پیش کرنے سے اسے قاصر کیا جائے۔

خامسًا حکم بننے میں اگر اس نے یہ زعم کیا کہ فضل کریم نے اسے حکم کیا اور وُہ واقع میں ایسا نہ تھا تو اس نے ایک مسلمان پر افتراء کیا اور شرع مطہر میں مفتری کی سزا اسلام کے یہاں اسی ۸۰ کوڑے ہیں **وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ**[1] (اور بیشک آخرت کا عذاب اور سخت تر) اور اگر یہ ٹھہرایا کہ گو فضل کریم نے مجھے حکم نہ کیا مگر شریعت نے بے رضا و تحکیم خود حکم بن بیٹھنا اور فیصلہ کر دینا جائز کیا ہے اور ایسا فیصلہ شرعًا صحیح و نافذ ہوتا ہے تو اس نے شریعت مطہرہ پر افترا کیا، اور شریعت مطہرہ پر افترا اللہ عزوجل پر افترا ہے اور اللہ عزوجل پر افترا بے ایمان ہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ[2] جھوٹے افتراء وہی باندھتے ہیں جو مسلمان نہیں۔

سادسًا وہ جانتا تھا کہ شرع مطہر سے اس صورت میں حکم طلاق نہیں ہو سکتا اور پھر دانستہ خلافِ حکم شرع حکم کیا جب تو ان آیات کریمہ سے اپنا حکم معلوم کرے کہ:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾	جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ ظالم ہیں،
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾	جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ فاسق ہیں،
وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾[3]	جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہ کافر ہیں،

جب حکم شرع پر حکم نہ کرنے والوں کے لئے یہ احکام ہیں تو جو دانستہ حکم شرع کے خلاف کریں اور اسے حکم شرع بتائیں ان پر کس درجہ سخت تر ہوں گے اور اگر نہ جانتا تھا اور بے علم فتوٰی دیا تو اپنا حکم اس حدیث سے لے:

افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا[4] رواہ الائمۃ احمد و البخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	بے علم فتوٰی دیا تو آپ بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا (اسے امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

[1] القرآن الکریم ۳۹/۲۶

[2] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۵/۴۴تا۴۷

[4] صحیح مسلم کتاب العلم باب رفع العلم وقبضہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۴۰

اور اس حدیث سے معلوم کرے:

من افتی بغیر علم لعنته ملئکة السماء والارض [1]۔ رواه ابن عساکر عن امیر المومنین علی رضی الله تعالٰی عنه۔	جو بغیر علم کے فتوی دے اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔(اسے ابن عساکر نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

بلکہ نظر بواقع صورتِ حاضرہ میں دونوں شقیں موجود ہیں، یہ حکم بن بیٹھنے والا خلافِ شرع حکم دینے والا جاہل بھی ہے، اس کا جہل خود اس کے اس حکم ہی سے ہم نے بوجوہ ظاہر کردیا، اور دیدہ و دانستہ خلاف ما انزل الله حکم کرنے والا بھی ہے کہ ابھی چند روز ہوئے بمقدمہ حاجی بنیاد علی بجنوری اس نے یہی جہالت کی تھی اور اس پر دارالافتاء سے تنبیہ کی گئی حکم صحیح بتایا گیا پھر سائل کے مقرر سوال بغرض دفع اوہام جہال پر دوبارہ مفصل فتوی مرسل ہوا تو حکم اگر جب نہ جانتا تھا اب معلوم تھا اور پھر قصداً اس کا خلاف کیا، **والعیاذ بالله تعالٰی۔**

سابعًا اس نے یہ ما انزل الله کا خلاف اپنی کسی خانگی بات میں نہ کیا بلکہ ایک مسلمان کی زوجہ کو ناحق ناروا اسکے نکاح سے خارج ٹھہرایا اور شوہر سے برگشتہ بنایا، اور یہ شیاطین کا کام ہے۔ الله عزوجل فرماتا ہے:

وَلٰکِنَّ الشَّیٰطِیْنَ کَفَرُوْا یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ [2] الٰی قوله تعالٰی فَیَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا یُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ [3]۔	شیاطین کافر ہیں لوگوں کو جادو سکھاتے ہیں (الی قوله تعالٰی) جس سے مرد اور اس کی عورت میں جدائی ڈالتے ہیں۔

رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس منا من خبب امرأته علی زوجها [4]۔ رواه ابو داؤد والحاکم بسند صحیح عن	جو کسی مرد سے اس کی زوجہ کو برگشتہ کرے وہ ہمارے گروہ سے نہیں (اس کو ابوداؤد اور حاکم

[1] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن علی حدیث ۰ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۰/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[4] سنن ابوداؤد کتاب الطلاق باب من خبب امرأته علی زوجها آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

ابی ھریرۃ والطبرانی فی الصغیر والاوسط بنحوہ عن ابن عمر و ابویعلی بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	نے ابوہریرہ سے طبرانی نے صغیر اور اوسط میں اسی طرح ابن عمرو سے ابویعلی نے بسندِ صحیح اور طبرانی نے اوسط میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

اس حکم بننے والے کا جہل وظلم بہت وجوہ سے بیان ہوسکتا ہے، اور یہ سات[7] **بعدد سبع سمٰوات** کیا کم ہیں **واللہ تعالٰی اعلم**

کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا القادری
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ھذا ھو الحق
محمد مصطفٰی رضا خان القادری عفی عنہ

صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
کتبہ محمد المدعو بحامد رضا القادری البریلوی
سقاہ ربہ من منھل کرمہ المروی۔

ذٰلک کذٰلک
الفقیر محمد رضا خان القادری عفی عنہ

لقد اجاد فیما افاد واطاب فی ما اجاب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔ امجد علی اعظمی رضوی

الجواب صحیح
عبید النبی نواب مرزا رضوی عفی عنہ

صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
فقیر محمد حشمت علی عفی عنہ

تصد قات علمائے بدایوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حامدًا ومصلیا ومسلما

اگر زوج نے فقط یہی لفظ کہے تھے کہ "اگر عصر تک نہ آئیں تو نکاح سے میں تم کو علیحدہ کردوں گا" تو یہ تو فقط وعدہ ہے طلاق سے تعلق ہی کیا۔ اور اگر یہ لفظ کہے تھے کہ "میری طرف سے جواب ہے" تو یہ کنایہ طلاق میں داخل ہو سکتا ہے مگر جب شوہر بحلف کہتا ہے کہ میری نیت نہ تھی تو اسی کا قول معتبر ہے جیسا کہ مجیب لبیب نے کتاب ردالمحتار وغیرہ سے ثابت کیا ہے، بہر حال صرف انہیں کلمات کی بناء پر باوجود حلف شوہر کے عدم نیت طلاق پر حکم طلاق بائن دے دینا از روئے کتب فقہ حنفی صریح غلطی ہے کما فصله المجیب المصیب، واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ حررہ عبدالرسول محب احمد القادری عفا اللہ عنہ

الجواب صحیح وصواب
محمد عبدالمقتدر القادری عفی عنہ مدرسہ قادریہ بدایوں

ھذا ھو التحقیق و بالاتباع حقیق

الجواب صواب والمجیب شاب

صح الجواب واللہ اعلم بالصواب
عبدالنبی محمد ابراہیم القادری عفی عنہ

تصدیقات علمائے شاہجہانپور

ما اجاب الفاضل المجیب فھو صحیح بالتحقیق
العبد الفقیر محمد ریاست علی عفی عنہ

ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح
محمد سلیمان عفی عنہ

موافق روایات مذکورہ بالا طلاق واقع نہیں ہوئی۔
کتبہ عبدہ المسکین غلام محی الدین عفی عنہ

الجواب صحیح
العبد محمد فراست اللہ عفی عنہ

تصدقات علمائے دہلی

صورت مسئولہ میں طلاق بائن واقع ہونے کا فتوی باوجود انکار اور حلف فضل کریم کے بیشک غلط ہے، صحیح یہی ہے جو مجیب صاحب نے تحریر فرمائی، باقی رہی یہ بات کہ مفتی مخطی نے اگر عمداً یہ کارروائی کی **والعیاذ باللہ**، تو بلاریب مستحقِ عذاب الٰہی ہے اور اگر سہواً ان سے غلط سرزد ہوگیا ہے اور وہ صاحب عالم ہیں اہلِ افتاء ہیں تو اس صورت میں عفو کے مستحق ہیں۔

سیف الرحمن مدرس اول مدرس مدرسہ فتحپوری دہلی
(مہر: الرحمن محمد سیف)

الجواب صحیح محمد بُردل مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی
(مہر: محمد بُردل ۱۳۱۵)

الجواب صحیح محمد عمر عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ دہلی
الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
للہ درّ المجیب اللبیب محمد کرامت اللہ عفا عنہ دہلوی
الجواب صحیح و المجیب مصیب حبیب المرسلین عفی عنہ سابق مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
الجواب صحیح محمد نسیم احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش مرحوم دہلی
اصاب من اجاب محمد میاں عفی عنہ مدرس مدرسہ حسین بخش دہلی
ذٰلک کذٰلک ابو محمد محمد دیدار علی الرضوی الحنفی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ

تصدقات علمائے میرٹھ

جواب مذکور الصدر درست ہے اور جواب میں جو عبارات بطور نقل تحریر فرمائی ہیں وہ جواب کی صحت کو آفتاب کی طرح روشن کرتی ہیں، یہ عبارت کہ "اگر آپ عصر تک اپنے مکان پر نہ آئیں تو میری طرف سے جواب ہے" قابل غور ہے، واضح لفظ "جواب" اردو زبان میں لفظ مشترک ہے اور لفظ مشترک بدون بیان احناف کے نزدیک قابل عمل نہیں، اگر کسی آدمی نے وصیت کی کہ ثلث مال میرے موالی کو دینا اور وصیت کنندہ کا آزاد کرنے والا ہے اور وہ بھی ہے جس کو وصیت کنندہ نے آزاد کیا ہے تو احناف کے نزدیک وصیت باطل ہے اور وجہ بطلان کی بیان کرتے ہیں کہ لفظ مولٰی مشترک ہے معلوم نہیں کہ حکم کا ذہن اس کے ادراک سے کیوں بے نصیب رہا، اور باوجود انکار وعدم اضافت، جواب طلاق بائنہ کا ہار فضل کریم کی گردن میں کیوں چسپاں کردیا، آفریں بادبریں ہمت مردانہ او، پس فیصلہ حکم کا جہالت پر مبنی ہے اور طریق احناف سے خارج ہے، میں فقہائے احناف کی عبارات نقل کرکے طول دینا نہیں چاہتا، جواب میں جو عبارات تحریر فرمائی ہیں وہ کافی ہیں بلکہ عندالانصاف کفایت سے زائد ہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

احمد علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ
اندرکوٹ
(مہر: احمد علی عفی عنہ ۱۳۱۳)

جواب صحیح ہے
عبداللہ خاں مدرس مدرسہ اسلامی شہر میرٹھ
(مہر: عبداللہ خان)

تصدیقات علمائے احمد آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الرؤف الرحیم

اما بعد، بندہ نے اول سے آخر تک اس فتوی کو پڑھا، حضرت مولٰنا مولوی حامئ دین متین جناب احمد رضاخاں صاحب عم فیضہ الصوری والمعنوی نے اس میں دریائے تحقیق بہادیا ہے، اب جس میں مادہ ایمان ہے اس کے واسطے سوائے تسلیم کے اور س کے حکم کو سر پر چڑھانے کے چارہ نہیں، اور جو لوگ اس فتوی کے خلاف حکم کرتے ہیں ان کے حال کو خاکسار اپنے احباب کو سمجھاتا ہے ان پر وحی شیطان کی نازل ہوتی ہے اس کی خبر رب العالمین اپنے کلام مجید میں دیتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ۔ [1]	اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کو۔ (ت)

وقال اللہ تعالٰی:

وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ [2] عزیزے شیطان لعین رادید کہ فارغ نشستہ ست واز تضلیل واغوا خاطر جمع ساختہ آں عزیز سر آنرا پرسید لعین گفت کہ علمائے سوء ایں وقت دریں کار بامن خود مدد عظیم کردند و مراازیں مہم فارغ ساختند والحق دریں زمان ہر سستی ومداہنتی کہ درامور شرعیہ واقع شدہ است وہر فتوے کہ در ترویج ملت ودین ظاہر گشتہ ست ہمہ از شومی علمائے سوء ست وفساد نیات ایشاں [3]۔	اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے کچھ کیا، سنتے ہو بیشک وہی جھوٹے ہیں، ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔ (ت) ایک عزیز نے شیطان کو فارغ بیٹھا اور گمراہ کرنے اور حق سے ہٹانے کے کام سے مطمئن پایا تو عزیز نے اس سے وجہ پوچھی تو شیطان لعین نے کہا اس وقت کے علمائے سوء اس کام میں میرے بڑے مددگار ہیں اور مجھے اس کام سے انہوں نے فارغ کردیا اور حقیقت یہی ہے کہ اس زمانے میں دین وشریعت کے امور میں جو سستی اور مداہنت اور ہر کرتاہی جو دین وملت کی ترویج میں ظاہر ہورہی ہے یہ تمام علمائے سوء کی نحوست اور بدنیتی کی وجہ سے ہے۔ (ت)

یہ عبارت راقم نے مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہ العزیز کی جلد اوّل کے ص ۹۳ مکتوب ۳۳ سے نقل کی ہے، اب جو لوگ شیطان کی وحی پر چلنا چاہتے ہیں وہ اپنے نفس کی شامت سے حزب الشیطان ہو جائیں ان کے جلانے اور سزادینے کے واسطے اللہ تعالٰی نے جہنم تیار کر رکھی ہے اور جو شیطان سے

[1] القرآن الکریم ۶/۱۱۲

[2] القرآن الکریم ۵۸/۱۹۔۱۸

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب سی وسوم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۷

کفر کرتے ہیں اور خدائے تعالٰی پر ایمان لاتے ہیں ان کی فہمائش کے لئے علمائے ربانیین نے حکم شریعت مدلل لکھ دیا ہے **فماذا بعد الحق الا الضلال** (پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ت) حضرت رب العزت تبارک وتعالٰی اس تحریر پر تنویر کو سبب ہدایت اپنے بندوں کا کرے اٰمین ثم اٰمین ھذا ما عندی، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

حررہ المفتقر الی ربہ القدیم عبدالرحیم بن پیربخش السنی الحنفی القادری النقشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول فی المدرسۃ القادریۃ

۱۳۱۵ عبدالرحیم

صح الجواب

محمد خلیل الرحمٰن سنی حنفی قادری

الجواب صحیح

یا الٰہی کن کرم شیر محمد

نعم الجواب وجید التحقیق

عبدالکریم

تصدیقات علمائے جبلپور

ان ھذا لھو الحق والحق لاتباع احق

کتبہ ادون عباد اللہ ذی الجلال والاکرام الراصد الی لطفہ محمد عبدالسلام السنی الحنفی القادری الرضوی الجبلفوری غفرلہ

ما اجاب مولانا امام المحققین لھو الحق المبین

کتبہ الفقیر عبدالباقی محمد برہان الحق الرضوی الجبلفوری کان اللہ تعالٰی لہ

محمد عبدالباقی برہان الحق

تصدیقات علمائے مراد آباد

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم

بے شک فضل کریم کا قول معتبر ہے جس حالت میں کہ وہ حلف کررہا ہے کیونکہ وہ مدعا علیہ ہے، اور اس کے الفاظ طلاق نہیں ہیں کما صرحہ العلامۃ المجیب دامت برکاتھم اور اگر اہالی زن کے بیان کردہ الفاظ بھی ثابت ہوجائیں تو بھی حکم طلاق جہل محض ہے، حضرت مجدد مائۃ حاضرہ متع اللہ المسلمین ببرکات انفاسہ نے جو تحقیق فرمائی ہے بالکل حق وصواب ہے۔ جزاہ اللہ تعالٰی احسن الجزاء وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

الجواب صحیح وصواب، العبد المسکین محمد عباد الدین عفی عنہ   محمد نعیم الدین عفی عنہ

واضح ہو کہ صورت مسئولہ میں جو فضل کریم نے اپنی زوجہ حسینہ بی کے حق میں کہا کہ آپ آج اپنے گھر میں نہ آئیں تو میں آپ کو اپنے نکاح سے علیحدہ کردوں گا انتہی۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ ایقاع طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق کا وعدہ ہے اس میں طلاق واقع نہیں ہوتی۔ پھر اگر وہ مسماۃ اپنے گھر میں نہ آئیں جب بھی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس میں محض ایقاعِ طلاق کا وعدہ ہے اور بعد نہ آنے اس کے فضل کریم سے ایقاعِ طلاق کے کوئی کلام (الفاظ) وقوع میں بھی نہ آئے بلکہ پیرایہ وعدہ ہی رہے لہٰذا طلاق شرعًا ثابت نہیں ہوئی اور نہ اس عوت نے اپنے زوج فضل کریم سے سوال کیا تھا نہ اس کے متعلقین نے کہ تو اس کو طلاق دے دے تاکہ یہ صورت مذاکرہ طلاق کی ہوتی، اور لفظ "جواب" کو "جو کلام دوسرے" فضل کریم میں واقع ہوا یعنی اگر آپ عصر تک مکان پر نہ آئیں تو میرا جواب ہے لیکن یہ کلام دوسرا بعد دیر کے اس نے کہا اور فضل کریم زوج مسماۃ مذکورہ کا ان الفاظ سے انکار ہے اور نیز حلف شرعی سے کہتا ہے یوں ہی ہو یا جو کچھ ہو میں نے اس سے زوجہ مذکور کو نیت طلاق کی نہیں کی تھی، بعض متعلقینِ مسماۃ مذکورہ نے بیچارے فضل کریم کے ذمہ زبردستی سے اس لفظ کو چپکا دیا اور کسی ملا نے نافہمی اپنی سے مفہوم طلاق بائن کا سمجھ کر حکم طلاق بائن کا دیا۔ اور برتقدیر فرض اگر اس نے یہ لفظ کہا ہے جب بھی طلاق بائن نہیں ہوئی، **اولًا** اس واسطے کہ یہ لفظ بعد دیر کے کہا پھر یہ کلام کلامِ جدید ہے اور اضافت اس میں

الی شیئ ناپدید ہے۔

قال قاضی خان فی فتاوٰہ رجل قال نان خوردیم ونبیذ خوردیم زنان مابسہ [3] ثم قال لہ رجل بعد ماسکت بسہ طلاق فقال الرجل بسہ طلاق لاتطلق امرأتہ لانہ لما فرغ عن الکلام وسکت ساعۃ کان ھذا ابتداء کلام لیس فیہ اضافۃ الیٰ شیئ۔ [1]	قاضی خاں نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا ایک شخص نے کہا ہم نے روٹی کھائی اور نبیذ پیا ہماری عورتوں کو تین، پھر کچھ دیر بعد اس کو ایک شخص نے کہا "تین طلاقیں" تو اس نے کہا "تین طلاقیں" تو اس کی بیوی کو طلاق نہ ہوئی کیونکہ جب خاموش ہو کر کچھ دیر کے بعد کہا تو یہ نیا کلام ہے اور اس میں اضافت کسی کی طرف نہ پائی گئی۔(ت)

ثانیاً یہ کہ لفظ "جواب" موضوع واسطے طلاق کے نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہندی کلمہ ہے کہیں بمعنی ترک و رد کے آتا ہے، چنانچہ زید نے عمرو سے کچھ مانگا اس نے جواب دیا یعنی رد کیا کچھ نہ دیا خالی ہاتھ چلا گیا، دوسرا یہ کہ خالد نے مثلاً بکر سے سوال کیا نماز میں کتنے فرض اور کتنے واجب ہیں؟ اس کا جواب دے دیا یعنی اس کے سوال کو تسلیم کرکے اس کا جواب دیا یعنی رد نہ کیا بتلادیا اتنے فرض ہیں اتنے واجب ہیں۔اور کبھی ایک شیئ کے مقابلہ میں دوسری شیئ تیار کی جائے اس کو ہندی میں جواب کہتے ہیں، مثلاً ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں چار در اور چار طاق محاذی ایک دوسرے کے بنائے اس کو اردو میں ایک دوسرے کا جواب کہتے ہیں۔اور یہ بھی مفہوم لفظ جواب کا ہوسکتا ہے کہ اگر تم اپنے گھر نہ آئیں تو ہمارا بھی جواب ہے یعنی ہم بھی تمہارے گھر نہ آئیں گے۔اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ تم ہم سے اگر قرینہ نیک سے اور حُسنِ معاشرت سے رہو گی تو ہم بھی اسی قاعدہ سے رہیں گے اگر تم ہم سے سرکشی رکھو گی ہم بھی سرکشی رکھیں گے۔اور یہ بھی مفہوم ہوسکتا ہے کہ پہلے اس سے اس مخاطبہ نے اپنے زوج فضل کریم سے کوئی چیز مانگی ہو تو اس کے دینے میں سکوت کیا اور وہ رنجیدہ ہوکر اپنے گھر چلی گئی، جب اس نے اس مسماۃ سے جاکر کہا کہ تم اپنے گھر چلو اس نے نہ مانا تو اس کے مقابلہ میں زوج نے کہا کہ ہمارا بھی جواب ہے، تو اس طرح سے یہ لفظ جواب اردو میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو پھر لفظ جواب سے خاص کر طلاق بائن کا مفہوم سمجھنا دلیل نافہمی کی ہے،

کما حققہ الفاضل المحقق الکامل جناب مولٰنا احمد رضاخان صاحب دام مجدھم بعد التی والتیا ماترک	جیسا کہ اس کی تحقیق فاضل محقق کامل جناب مولانا احمد رضاخاں صاحب دام مجدہ نے فرمائی بہر صورت انہوں نے اس معاملہ میں تحقیق میں

---
[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۵

المحقق المذکور من التحقیق فی ھذا الامر شیأ لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔واللہ اعلم وعلمه اکمل واتم۔	کوئی کمی نہ چھوڑی، ہوسکتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بعد کوئی مزید سبیل پیدا فرمادے،واللہ تعالٰی اعلم وعلمه اکمل واتم۔ (ت)

عبدالباری

قد ضل المجیب السابق فی فھمه ضلالًا بعیدا وقد صارفی ردہ المحقق المذکور مولنا مصیبًا۔	پہلے مجیب اپنے فہم میں زیادہ بھٹک گئے اور ان کے جواب اور رد میں محقق مذکور نے درست فرمایا۔(ت)

کتبه المعتصم بحبل اللہ الاحد محمد ابو الفضل المدعو بفضل احمد

تصدیقات علمائے لاہور

الحق حق لاشك فیه، محمد عبدالعزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ لاہور

ھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح، محمد یار عفی عنہ امام مسجد طلائی لاہور بقلمہ

ھذاھو الحق، فقیر محمد شفیق بگوی حنفی نقشبندی خطیب مسجد شاہی لاہور

ھذاھو الحق المبین، الراجی الی الٰہ العٰلمین، المسکین اللہ دین مدرس اول مدرس نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح، محمد ذاکر بگوی عفی عنہ مدرس اول حمیدیہ

الحق لایتعداہ المومنون، عبیدہ اصغر علی المدارس العربیة

المجیب مصیب فیما اجاب فللہ درہ فیما اجتھد واصاب، کتبه العبد الضعیف المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفی عنه الباری مشھور بواعظ الاسلام حال خطیب وامام فی مسجد نواب وزیر خان رحمه اللہ الملك المنان لاہور۔

تصدیقات علمائے بمبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامدا ومصلیا ومسلما، جو کچھ اعلٰحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت

مد ظلہم العالی نے صورتِ مسئولہ طلاق کے عدم وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے اور جابر حَکَم کے فیصلہ باطلہ کی نسبت فرمایا: تو آفتاب سے زیادہ روشن ہے کہ جس شخص نے خود حکم بن کر یہاں حکم طلاق دیا اور حسینہ کے نکاح سے نکلنے کا فیصلہ دیا وہ اس کا محض جہل وظلم وزعم باطل تھا وہ حکم جہالت اور وُہ فیصلہ بطالت، وہ حکم بن بیٹھنا افتراء وضلالت"۔ یہ سب صحیح ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے جاہل مضل سے دور رہیں اور اس کے ایسے باطل فیصلہ پر ہرگز ہرگز عمل نہ کریں۔

حررہ العبد الفقیر محمد عمر الدین السنی الحنفی القادری الهزاروی عفا اللہ تعالٰی عنه

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جو کچھ کہ اعلٰحضرت امام المسلمین مراد المومنین مولٰنا وسیدنا احمد رضاخان صاحب مد ظلہم العالی نے عدم وقوع طلاق کے بارے میں تحریر فرمایا ہے وہ سب صحیح ہے اور اس حکم جاہل کا فیصلہ بالکل لغو وقبیح ہے۔

حررہ الاحقر محمد عبد الرزاق السنی الحنفی القادری المقتدری عفا اللہ تعالٰی عنه

حامدًا ومصلیًا ومسلمًا

اما بعد خاکسار امیدوارِ رحمت پروردگار نے یہ جواب کاشف حجاب عجب العجاب من اولہ الٰی آخرہ بنظرِ غور دیکھا، الحمد للہ دربارہ عدمِ وقوع طلاق وضوح حق نے سرور دیا حق تعالٰی جل شانہ اعلٰحضرت عظیم البرکۃ واقفِ حقیقت مروج شریعت مجدد طریقت حکیم الامت علامہ زمان وفہامہ یگان مولٰنا وبالفضل اولٰنا مولوی احمد رضاخاں صاحب مد ظلہم العالی کو دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے اور جمیع اہلسنت وجماعت کو اس پر عمل کی توفیق بخشے، آمین ثم آمین!

حررہ حافظ عبد الحلیم السنی الحنفی القادری امام مسجد جاملی محلہ بمبئی

ما اجاب المجیب اللبیب فهو فیه مصیب۔ حررہ خادم الشرع القاضی

اسمٰعیل الجلمائی الشافعی عفا اللہ تعالٰی عنه وعن والدیه وعن استاذیه وعن المومنین، آمین یارب العالمین!

تصدقات علمائے پیلی بھیت

مجدد مائۃ حاضرہ صاحب حجتِ قاہرہ اعلٰحضرت مولٰنا وسیدنا مولوی احمد رضاخان صاحب

امام اہلسنت کا جواب بتوفیق رب الارباب عین صواب ہے **فقط**۔

فقیر قادری وصی احمد حنفی خادم حدیث در مدرسۃ الحدیث

حضرت امام المحققین و راس المدققین مولٰنا و بالفضل اولٰنا المولوی محمد احمد رضا خان صاحب
دام شمس فیوضہ مشرقۃ و مازال قمر افا داتہ مضیئا کا جواب عین صواب ہے۔
العبد ابوسراج عبدالحق عفی عنہ تلمیذ مولٰنا و بالفضل اولٰنا المولوی
محمد وصی احمد محدث سورتی عم فیضہ العلی

الجواب ھو الصواب
محمد فضل حق عفی عنہ خادم مدرسہ رحمانیہ پیلی بھیت

مسئلہ ۹: از بنگالہ ضلع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ مولوی عبدالمجید صاحب شنوپوری ۱۶ محرم الحرام ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے، بعدہ وہ بی بی عشاء کی نماز نہیں پڑھی، فجر سے لے کر نماز شروع کی، اور وہ شخص بعد فجر کے رجعت بھی کر لیا ہے، پھر چند برس کے بعد وہ شخص اور دو طلاق بلا شرط دیا اب اس شخص کا رجعت کرنا جائز ہے یا نہیں کیونکہ دو طلاق سابق اور یہ دو طلاق مجموعہ چار طلاق ہوئی، اب سہ طلاق ہو کر محرمہ ابدی ہوئی یا نہ، اور سابق دو طلاق کو جب نماز پر شرط کیا اور نماز بھی نہ پڑھی یعنی عشاء کی، تو طلاق ہو گی یا نہ، **بینوا مع الدلیل** (دلیل کے ساتھ بیان کیجئے۔ت)۔ بعض عالم کہتے ہیں

اول جو طلاق نماز پر شرط کیا تھا نہیں واقع ہوگی کیونکہ قول زوج کا "اگر نماز نہ پڑھے گی" مستقبل کی طرف اشارہ ہے اور مستقبل تا حیات کے لئے ہوتا ہے، اور ثانی جو دو طلاق بلاشرط ابھی دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے اور دوسرے طرف کے علماء کہتے ہیں اب رجعت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ سہ طلاق ہو کر مغلظ ہو گئی ہے اس وجہ سے کہ اول جو دو طلاق شرط نماز پر کیا تھا تا حیات پر موقوف نہیں کیونکہ زوج کی مقصود اور نیت یہ ہے کہ زوجہ کبھی نماز نہ چھوڑے، اور تاکید حکم شرع پر کرتا ہے اگر ایک وقت نماز چھوڑے گی تو امر صادق آویگی، اور رامپور کے بعض علماء کہتے ہیں اول دو طلاق بائن واقع ہو گی کیونکہ طلاق رجعی کی جب شرط پر معلق کرتا ہے تو بائن ہو جاتا ہے اور بائن کے لئے در مدت نکاح جدید چاہئے جب نکاح جدید در مدت نہ کیا اور مدت گزر گیا اب بعدہا طلاق صحیح نہیں ہے فقط اول دونوں طلاق واقع ہوں گی اور بعد کے طلاق کی ملک نہیں ہے۔

الجواب:

اللّٰھم لك الحمد اسألك ھدایة الحق والصواب (اے اللہ! تیرے لئے حمد ہے، میں تجھ سے حق اور صواب کی رہنمائی طلب کرتا ہوں۔ت) فقیر نے ہر سہ فریق علمائے بنگالہ وبعض علمائے رامپور کے اقوال مذکور اور دلائل مزبور مطالعہ کئے جہاں تک اپنی نظر قاصر کا مبلغ بحکم خیر الامور اوسطھا (درمیانی چیز بہتر ہے۔ت) ان میں قول وسط عدل و وسط و صحیح وبے غلط ہے، فریق سوم کا زعم تو محض باطل وبے اصل ہے تعلیق ربطِ مضمونِ جملہ بمضمونِ آخر ہے نہ کہ خبطِ مضمون برابطِ آخر ان دخلت الدار فانت طالق (اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھے طلاق۔ت) کہنے والے نے انت طالق کے مفاد شرعی کو دخولِ دار پر معلق کیا تو ہنگامِ دخول اسی مفاد کا نزول ہوگا نہ کہ مفاد سے عدول، اور قطعًا معلوم کہ اس کا مفاد نہیں، مگر طلاق رجعی یہاں تک کہ اگر انت طالق کہے تو طلاق بائن کی نیت کرے جب بھی رجعی ہوگی کہ وہ تغییر حکم شرع پر قدرت نہیں رکھتا، تنویر میں ہے:

صریحه کطلقت وانت طالق ومطلقة یقع بھا واحدة رجعیة وان نوی خلافھا[1]۔	صریح طلاق یہ ہے "میں نے تجھے طلاق دی، تو طلاق والی ہے، تو مطلقہ ہے" جیسے الفاظ ہیں، ان الفاظ سے ایک رجعی طلاق ہوگی اگرچہ نیت اس کے خلاف بھی کرے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے۔

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۸

انت طالق ومطلقة وطلقتك فهذا يقع به الطلاق الرجعي ولايفتقر الى النية وكذا اذا نوى الابانة لانه قصدالتنجيز ماعلقه الشرع بانقضاء العدّة فيرد عليه[1] (ملخصًا)	تجھے طلاق، تو مطلقہ ہے، میں نے تجھے طلاق دی، ان الفاظ سے رجعی طلاق ہوگی اور کسی نیت کی ضرورت نہیں ہے، یونہی اگر ان الفاظ سے بائنہ طلاق کی نیت کرے تب بھی رجعی ہی ہوگی کیونکہ شریعت نے ان الفاظ سے طلاق بائنہ کو عدت ختم ہونے تک معلق رکھا ہے جبکہ طلاق دینے والے نے فی الحال نافذ ہونے کی نیت کی ہے اس لئے بائنہ نہ ہوگی (ملخصًا)۔ (ت)

ہمارے علماء کرام کے نزدیک وقتِ حلول شرطِ نزول جزایوں ہوتا ہے کہ گویا اس وقت تکلم بالجزامنجز واقع ہوا اور ظاہر ہے کہ انت طالق کا تکلم ہر گز مفید نہ ہوگا مگر طلاق رجعی کا۔ فتح القدیر میں ہے:

انه ينزل سببا عندالشرط كانه عندالشرط اوقع تنجيزا[2]۔	کیونکہ طلاق کا سبب، شرط پائے جانے پر وارد ہوتا ہے گویا کہ شرط پائے جانے پر وہ طلاق بول کر نافذ کر رہا ہے۔ (ت)

ظاہرًا ان بعض علماء کو ایک عبارتِ درمختار نے دھوکا دیا کہ اواخر باب طلاق بالصریح میں فرمایا:

لوقال انت طالق على ان لارجعة لى عليك. له الرجعة وقيل لا، جوهرة و رجح فى البحر الثانى، خطأ من افتى بالرجعى فى التعاليق وقول الموثقين تكون طالقا طلقة تملك بها نفسها[3]	اگر کہا "تجھے اس شرط پر طلاق ہے کہ مجھے رجوع کا اختیار نہیں، تو اس کو رجوع کا حق باقی ہوگا۔ بعض نے کہا اس کو رجوع کا حق نہیں ہے۔ ۔ جوہرہ۔ بحر میں دوسرے قول کو ترجیح دے کر کہا کہ جس نے معلق طلاق میں رجوع کا فتوی دیا اس نے خطا کی ہے، اور پختہ کار لوگ فرماتے ہیں کہ مذکورہ صورت میں ایسی طلاق ہوگی جس میں اختیار بیوی کو ہوگا کہ وہ نکاح دوبارہ کرے یا نہ کرے یعنی بائنہ طلاق ہوگی۔ (ت)

اس عبارت میں جملہ "وخطأ من افتى الخ" کے یہ معنی سمجھ لیے کہ علامہ بحر صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے مطلّقا تعلیقات میں طلاق رجعی ماننے کو خطا ٹھہرایا، حالانکہ یہ محض سوئے فہم یا قلّت تدبر سے ناشی ہے یہاں

[1] الهداية باب ايقاع الطلاق المكتبة العربية کراچی ۱/۳۳۹

[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۴۵

[3] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

خاص صورت یہ زیر بحث ہے کہ جزائے معلق میں وصف بینونت مذکور ہو، مثلاً:

ان دخلت الدار فانت طالق طلاقا لارجعه لی علیك فیه یا ان تفعل كذا تكن طالقا طلقة تملك بها نفسها۔	اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو وہ طلاق جس میں مجھے رجوع کا حق نہ ہو، یا یوں کہے اگر تو یہ کام کرے تو تجھے وہ طلاق ہے جس میں اختیار تیرے ہاتھ میں ہو۔(ت)

عبارتِ در میں وقول الموثقین بالجر زیر فی داخل (قول الموثقین جر کے ساتھ التعالیق پر داخل "فی" کے تحت ہے۔ ت) اور التعالیق کا عطف تفسیری ہے، بحر۔ ردالمحتار میں ہے:

قوله وخطأ ای نسبه الی الخطأ، وقوله وقول الموثقین بالجر قال ح عطف تفسیر علی التعالیق، قلت واصل المسئلة التی ذکرها صاحب البحر، وقد الف فیها رسالة ایضا، هی ان رجلا قال لزوجته متی ظهر لی امرأة غیرك فانت طالق واحدة تملکین بها نفسك، ثم ظهرله امرأة غیرها فاجاب فیها بانه بائن ورد من افتی رجعی[1] (ملخصًا)	اس کا قول کہ "خطاء" یعنی اس کو خطاء کی طرف منسوب کیا، اور اس کا قول "قول الموثقین، جر یعنی زیر کے ساتھ، تو اب اس کا تعالیق پر عطف تفسیری ہوگا۔ **قلت** اصل مسئلہ وہ ہے جس کو صاحب بحر نے ذکر کیا اور اس پر رسالہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ اگر تیرے سوا کوئی میری بیوی معلوم ہوجائے تو تجھے ایک طلاق ہے جس میں تجھے اپنا اختیار ہوگا، اس کے بعد اس شخص کی دوسری بیوی معلوم ہوئی تو بحر والے نے جواب دیا کہ یہ طلاق بائن ہوگی، اور انہوں نے اس شخص کا رد بھی کیا جس نے اس کے رجعی ہونے کا فتوی دیا (ملخصًا) (ت)

خود علامہ بحر کی عبارت سنئے کہ در سے روشن تر ہے بحر میں فرماتے ہیں:

فی الجوهرة قال انت طالق علی انه لارجعة لی علیك یلغو ویملك الرجعة وقیل تقع واحدة بائنة اھ وظاهر مافی الهدایة ان المذهب الثانی فانه قال	جوہرہ میں ہے کہ اگر ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوعِ اختیار نہ ہوگا، تو ایسی میں رجوع نہ ہونے کی شرط لغو، اور اس طلاق پر خاوند کو رجوع کا اختیار باقی رہے گا، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک بائنہ طلاق ہوگی اھ

[1] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۰

واذا وصف الطلاق بضرب من الشدۃ والزیادۃ کان بائنا وقال الشافعی یقع رجعیا اذاکان بعد الدخول، لانہ وصفہ بالبینونۃ خلاف المشروع فیلغو کما اذا قال انت طالق علی ان لارجعۃ لی علیك ولنا انہ وصفہ بما یحتملہ ومسئلۃ الرجعۃ ممنوعۃ اھ،قال فی العنایۃ ای لانسلم انہ لایقع بائنا بل تقع واحدۃ بائنۃ اھ وھکذا فی فتح القدیر وغایۃ البیان والتبیین فقد علمت ان المذھب وقوع البائن،وقد تمسك بہ بعض من لاخبرۃ لہ ولادرایۃ بالمذھب علی ان قول الموثقین فی التعالیق تکون طالقا طلقۃ تملك بہا نفسہا لایوجب البینونۃ مستدلابانہ لوقال انت طالق علی ان لارجعۃ کان رجعیا،وھو خطأ وقد اوسعت الکلام فیہا فی رسالۃ[1] اھ ملخصًا۔	جبکہ ہدایہ کی عبارت سے ظاہر یوں ہے کہ دوسرا قول راجح ہے، کیونکہ انہوں نے یوں فرمایا کہ جب طلاق کو ایسے وصف سے موصوف کیا جائے جو شدت اور زیادتی پر دلالت کرے تو وہ طلاق بائنہ ہوتی ہے اور امام شافعی نے فرمایا کہ یہ طلاق رجعی ہوگی بشرطیکہ بیوی سے دخول کرچکا ہو کیونکہ اس نے صریح ایک طلاق کو بائن کے وصف سے موصوف کیا ہے جو کہ خلافِ مشروع ہے لہٰذا یہ وصف لغو ہوگا، جیسا کہ کوئی یوں کہے کہ تجھے طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا تو رجوع کا حق باقی رہے گا اور طلاق رجعی ہوگی،اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے اس قول کے مقابلہ میں ہماری دلیل یہ ہے کہ خاوند نے طلاق مذکورہ کو ایسے وصف سے موصوف کیا جس کا اس میں احتمال بن سکتا ہے اور جس مسئلہ پر آپ نے قیاس کیا یعنی رجوع نہ کرنے کی شرط، تو ہمارے لئے وہ ایسے نہیں ہے بلکہ وہ طلاق بائنہ ہے اھ۔ عنایہ میں حنفی مسلک کی تائید میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں بائنہ طلاق نہ ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ ایک طلاق بائنہ ہوگی اھ عنایہ کے علاوہ فتح القدیر، غایۃ البیان اور تبیین میں ایسے ہی ہے،اور آپ کو معلوم ہوچکا ہے کہ حنفی مذہب میں طلاق بائنہ ہوگی، جن لوگوں کو مذہب کی خبر اور سمجھ نہیں انہوں نے یہاں استدلال کیا ہے کہ "قول الموثقین فی التعالیق" سے مراد یہ ہے کہ اگر خاوند بیوی کو کہے کہ "تجھے ایک رجعی طلاق جس میں تجھے اپنا اختیار حاصل ہے" تو اس میں طلاق بائنہ نہ ہوگی، اس پر انہوں نے دلیل یہ دی کہ اگر کوئی بیوی کو کہے کہ تجھے ایک طلاق ہے اس شرط پر کہ مجھے رجوع کا اختیار نہ ہوگا، تو یہ بھی رجعی طلاق ہوگی، حالانکہ ان لوگوں کا یہ بیان واستدلال خطأ ہے،اور میں نے اس بات کو تفصیل سے رسالہ میں لکھا ہے اھ ملخصًا (ت)

[1] بحرالرائق فصل انت طالق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۹۱

نیز علّامہ بحر کے اس رسالہ میں جس کا حوالہ ردالمحتار اور خود بحر الرائق میں گزرا یہاں وقوع بائن کی علت زیادۃ لفظ تملک بھا نفسھا بیان فرمائی نہ یہ کہ نفس تعلیق موجب بینونت ہے رسالہ مذکورہ میں بعد بیان صورتِ واقعہ فرماتے ہیں:

وقع الطلاق ما ینبئی علی الزیادۃ وھو قولہ تملك بھا نفسھا فیکون بائنا وان کان صریحا، فی البدائع، البائن ان یکون بحروف الابانۃ او بحروف الطلاق لکن موصوفا بصفۃ تنبئی عن البینونۃ اھ ولاشك ان قولہ تملك بھا نفسھا یکون بالبائن لا بالرجعی، فی فتح القدیر لا تملك نفسھا الا بالبائن[1] اھ مختصرًا	یہاں طلاق کا وقوع، زائد الفاظ یعنی "وہ اپنے نفس کی مالک ہوگی" کے ساتھ ہوگا، لہٰذا یہ طلاق بائن ہوگی، اگرچہ صریح طلاق مذکور ہے، بدائع میں ہے کہ کسی جدائی والے لفظ یا لفظِ طلاق کو جدائی والے کسی لفظ سے موصوف کردیا جائے، تو یہ بائن طلاق ہوگی اھ، اور اس میں شک نہیں کہ عورت کو اپنے نفس کا اختیار بائن طلاق سے حاصل ہوتا ہے رجعی سے نہیں ہوتا۔ فتح القدیر میں ہے کہ رجعی طلاق میں عورت کو اپنے نفس کا اختیار حاصل نہیں ہوتا، اور بدائع میں ہے کہ عورت اپنے نفس کی مالک صرف بائن طلاق سے بنتی ہے اھ مختصرًا (ت)

مطلقًا تعلیق سے بائن کا وقوع علاوہ ان دلائل واضحہ کے کہ صدر کلام میں معروض ہولئے صدہا فروع منصوصہ فی المذہب سے باطل ہے۔ اسی درمختار میں ہے:

علق الثلث بالوطء حنث بالتقاء الختانین ولم یجب العقر باللبث بعد الایلاج ولم یصر بہ مراجعا فی الطلاق الرجعی الا اذا اخرج ثم اولج فیصیر مراجعا[2]۔	خاوند نے اگر طلاق مغلظہ کو وطی سے معلق کیا تو وطی کے ابتدائی مرحلہ میں دونوں شرمگاہوں کے ملنے پر ہی طلاق ہوجائے گی اور دخول کے بعد وقفہ پر بیوی کے لئے جوڑا (عقر) لازم نہ ہوگا اور نہ ہی اس کو طلاق رجعی میں رجوع قرار دیا جائے گا، ہاں اگر دخول کے بعد شرمگاہوں کے جدا ہونے کے بعد دوبارہ دخول کیا تو رجوع قرار پائے گا۔ (ت)

[1] الرسالۃ السابعۃ فی الطلاق المعلق علی الابراء ھل ھو رجعی او بائن مع الاشباہ والنظائر۔ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۶

[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۲ و ۲۳۳

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی الطلاق الرجعی ای فیما اذاکان المعلق علی الوطی طلاقا رجعیا[1]۔	ماتن کا قول کہ "رجعی طلاق میں" یہ وہ صورت ہے جس میں رجعی طلق کو وطی کے ساتھ معلق کیا ہو۔(ت)

اسی طرح بحر الرائق وہدایہ وفتح القدیر وعامہ کتبِ مذہب میں ہے۔خود رسالہ مذکورہ علامہ زین میں بعد بیان صورت واقعہ کہ زوج نے کہا تھا:

متی ابرأیتنی من مہرك فانت طالق الخ	تو مجھے مہر سے بری کردے تو تجھے طلاق ہے الخ(ت)

اور اثبات بینوت بوجہ زیادت صفت متقدمہ بیان فرمایا:

فان قلت لولم تجعلہ بائنا بسبب اشتراط الابراء من المہر فان الطلاق الموقع فی مقابلۃ الابراء یکون بائنا،وعللہ فی التجنیس بانہ یقع بعوض وھو لالہ اھ قلت فی مسئلتنا جعل الطلاق معلقا بالابراء شرطا لہ لاعوضا،فلذالم تجعلہ بائنا الاان یوجد نقل یدل علی ذٰلك اھ[2] ملتقطا۔	**اگر تو اعتراض کرے** کہ مہر سے بری کرنے کی شرط پر طلاق کو تم نے بائنہ کیوں نہ بنایا، کیونکہ ابراء کے مقابلہ میں طلاق بائنہ ہوتی ہے نہ کہ شرط سے، تجنیس میں اس کی وجہ یہ بتائی کہ اس صورت میں یہ طلاق ایسے عوض کے مقابلہ میں ہے جو خاوند کے حق میں نہیں اھ میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں طلاق کو ابراء سے معلق کیا گیا ہے جس میں ابراء کو شرط بنایا ہے عوض نہیں بنایا،اسی لئے تو ہم نے اس کو بائن نہیں بنایا الایہ کہ کوئی نقل اس پر مل جائے جو اس پر دلالت کرے اھ ملتقطا۔(ت)

نیز فتح القدیر میں زیر مسئلہ آتیہ قریبا انت طالق ان لم اطلقك (اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔ت) ارشاد فرمایا:

الطلاق یتحقق منہ الیاس بموتہا واذا حکمنا بوقوعہ قبل موتہا	کہ طلاق سے مایوسی عورت کی موت سے ہی ہو سکتی اور جب ہم بیوی کی موت سے قبل وقوع طلاق کا حکم

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۸

[2] الرسالۃ السابعۃ فی الطلاق المعلق الخ مع الاشباہ والنظائر ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۳۹

لایرث منھا الزوج لانھا بانت قبل الموت فلم یبق بینھما زوجیۃ حال الموت وانما حکمنا بالبینونۃ وان کان المعلق صریحا لانتفاء العدۃ کغیر المدخول بھا لان الفرج ان الوقوع فی اٰخر جزء لایتجزأ فلم ینلہ الا الموت وبہ تبیین اھ[1]	دیں تو خاوند اس بیوی کا وارث نہ ہوگا، کیونکہ موت سے طلاق بائنہ ہوتی ہے تو موت کے وقت زوجیت دونوں کی ختم ہو چکی ہوگی، اور بیشک ہم نے اس طلاق کو بائنہ قرار دیا ہے اگرچہ لفظوں میں یہ صریح طلاق ہے، کیونکہ اس پر عدت نہیں ہوتی جیسا کہ قبل دخول طلاق کی صورت میں ہوتا ہے اس لئے کہ فرض یہ کیا ہوا ہے کہ موت سے قبل ایک ادنٰی جز جس میں موت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا اس میں طلاق واقع ہوئی اس سے وہ بائنہ بن گئی اھ۔(ت)

بالجملہ امر واضح اور بشدت وضوح ایضاح سے مستغنی ہے۔ رہا **فریق اول** الفاظ کہ زبانِ زوج سے نکلے یعنی اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو۲ طلاق ہے، اگر لغۃً ان کا مفاد دیکھا جائے تو واقعہ اسی قدر ہے جو اس فریق نے سمجھا اس لئے کہ یہاں معلق بہ عدم یعنی نماز نہ پڑھنا ہے اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر عورت کے آخر جزء حیات میں اگر آج سے عمر بھر کبھی کوئی نماز نہ پڑھتی تو عدم مذکور صادق آتا اور عورت کی پچھلی سانس پر طلاق نازل ہوتی یہاں تک کہ اس نے صبح کی نماز پڑھی تو عدم معدوم اور اس کا نقیض موجود ہوا تو چاہئے تھا کہ یہ دو طلاقیں اصلًا نہ پڑتیں۔ ہدایہ فصل اضافۃ الطلاق الی الزمان میں ہے:

العدم لایتحقق الا بالیأس عن الحیاۃ وھو الشرط کما فی قولہ ان لم اٰت البصرۃ[2]۔	عدم طلاق کا تحقق صرف زندگی سے مایوس ہوجانے پر ہوسکتا ہے جبکہ طلاق نہ دینا شرط ہے، جیسا کہ کوئی یوں کہے "اگر میں بصرہ نہ آؤں" تو بصرہ میں نہ آنا زندگی بھر میں متوقع رہتا ہے صرف موت سے ہی یہ توقع ختم ہوتی ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولو قال انت طالق ان لم اطلقك لم تطلق حتی یموت باتفاق الفقھاء لان الشرط ان لایطلقھا	اگر خاوند نے کہا "اگر تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" کی صورت میں موت کے بغیر طلاق نہ ہوگی، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اس لئے کہ طلاق

[1] فتح القدیر فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان مکتبۂ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۷۳

[2] الہدایۃ فصل فی اضافۃ الطلاق الی الزمان المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳۴۵

وذٰلك لایتحقق الابالیأس عن الحیاۃ لانه متی طلقها فی عمرہ لم یصدق انه لم یطلقها بل صدق نقیضه وھو انه طلقها والیأس یکون فی اٰخرجزء من اجزاء حیاته[1]۔	نہ دینے کی شرط ہے، اور یہ شرط تاحیات متحقق نہ ہوگی صرف زندگی سے مایوسی پر ہی متحقق ہوگی، کیونکہ زندگی میں جب طلاق دے گا تو طلاق نہ دینا صادق نہ آئے گا بلکہ اس کی نقیض صادق آئے گی، اور وہ یہ کہ اس نے طلاق دی ہے، اس لئے طلاق نہ دینا عمر کے آخری ادنٰی جزء میں معلوم ہوسکے گا اور وہی زندگی سے مایوسی کا وقت ہے۔ (ت)

مگر یہاں ایک نکتہ بدیعہ ہے جس سے غفلت اس فریق کے لئے باعث غلط ہوئی۔ الفاظ کا مفاد لغو ہمارے ائمہ کے نزدیک مبنائے یمین نہیں بلکہ معانی عرفیہ پر بنائے کار ہے۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان الایمان مبنیة عند الشافعی رحمه اللّٰه تعالٰی علی الحقیقة اللغویة وعند مالك رحمه اللّٰه تعالٰی علی الاستعمال القراٰنی وعند احمد رحمه اللّٰه تعالٰی علی النیة وعندنا علی العرف مالم ینو ما یتحمله اللفظ۔[2]	امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے ہاں قسم میں حقیقی لغوی معنی کا لحاظ کیا جاتا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں قسم میں قرآن پاک میں استعمال شدہ الفاظ و معانی کا لحاظ کیا جاتا ہے جبکہ امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی عنہ کے ہاں نیت کا لحاظ ہوتا ہے اور ہمارے احناف کے ہاں قسم میں عرفی معانی کا اعتبار ہوتا ہے بشرطیکہ قسم والے نے کسی احتمالی معنی کی نیت نہ کی ہو۔ (ت)

اور اغراض و مقاصد جس قدر مفاد لفظ سے زائد ہوں یعنی عموم واطلاق بھی انہیں متناول نہ ہو ملحوظ نہیں ہوتے۔ الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض[3] (قسموں میں الفاظ کا لحاظ ہوتا ہے اغراض کا لحاظ نہیں ہوتا۔ ت) کہ تنویر وغیرہ عامہ کتب مذہب میں ارشاد ہے اس سے یہی مراد ہے کہ لفظ کی تناول عرفی سے اجنبی خارج وبیگانہ و زائد بات اگرچہ عرفاً مقصود حالف ہو منظور نہ ہوگی مگر اغراض مخصص ضرور ہوسکتی ہیں، دلالتِ لفظ کہ عموم پر تھی بنظر غرض خاص پر مقصود ہوجائے گی، یہ مدلول لفظ سے خروج نہیں بلکہ بعض مدلولات پر قصر ہے، یہ وہ تحقیق انیق ہے جس سے کلمات ائمہ مذہب میں توفیق ہے اور فروع متکاثرہ مذہب کی شہادت متواترہ سے اس کی توثیق ہے جس کا نفیس و روشن بیان علامہ شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں افادہ فرمایا اور اس کے بیان میں ایک مستقل رسالہ رفع الانتقاض ودفع الاعتراض

---

[1] فتح القدیر فصل فی اضافة الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۷۳۔ ۳۷۲

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۶

علٰی قولھم الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض تالیف کیا۔ تلخیص الجامع الکبیر للامام ابی عبد اللہ صدر الدین محمد بن عباد میں ہے:

وبالعرف یخص ولایزاد حتی خص الرأس بمایکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیة بالدخول [1]۔	عرف سے تخصیص ہوسکے گی اور لفظ کے مفہوم پر زیادتی نہ ہوسکے گی چنانچہ سر بھونے جانے والی سری سے مختص ہوگا اور اجنبی عورت کی طلاق کو گھر میں داخل ہونے کی تعلیق میں ملکیت مراد نہیں ہوسکتی۔(ت)

علامہ علاءُ الدین ابوالحسن علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی اس کی شرح تحفۃ الحریص فی شرح التلخیص میں فرماتے ہیں:

رجلان تساوما ثوبا فحلف المشتری انه لایشتریه بعشرة فاشتراہ باحد عشر حنث فی یمینه، ولوکان الحالف البائع لایبیعه بعشرة فباعه باحد عشر لم یحنث، وھذا لان البیع بالعشرة نوعان بیع بعشرة مفردة وبیع بعشرة مقرونة بالزیادة ففی المشتری مطلق لادلالة فیه علی تعیین احد النوعین فکان مرادہ العشرة المطلقة، اماالبائع فمرادہ البیع بعشرة مفردة بدلالة الحال اذغرضه ان یزیدہ المشتری علی العشرة ولم یوجد شرط حنثه وھو	دو ۲ حضرات نے کپڑے کا ایک سودا کرتے ہوئے، گفتگو میں خریدار نے قسم اٹھائی کہ میں اسے دس ۱۰ میں نہ خریدوں گا، اس کے بعد اس نے گیارہ کا خرید لیا تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فروخت کرنے والا قسم اٹھائے کہ میں اسے دس ۱۰ میں فروخت نہ کروں گا، اسکے بعد اس نے گیارہ کافروخت کردیا تو بائع کی قسم نہ ٹوٹے گی، یہ اسلئے کہ دس سے فروخت کرنے کے دو ۲ معنے ہیں، ایک یہ کہ صرف دس سے فروخت کرنا اور دوسرا معنی یہ کہ اس دہائی کے ساتھ کوئی اکائی بھی ہو، تو مشتری کے حلف میں مطلق دس ہے جس میں دونوں قسموں میں سے کسی ایک کے معین کرنے پر کوئی قرینہ نہیں ہے، لہٰذا یہاں دس مطلق مراد ہوں گے یعنی صرف دس یا دس سے کچھ اکائی کے ساتھ زائد، دونوں معنی میں سے کوئی بھی ہو لیکن فروخت کرنے والے کی قسم میں صرف

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۹۳

البیع بعشرۃ مفردۃ فلایحنث،وھذا ھوالمتعارف بین الناس فیحمل الیمین علی ماتعارفوہ[1]، وقولہ فی المتن وبالعرف یخص ولایزاد جواب عن سوال مقدروھو ان یقال البائع بتسعۃ مفردۃ وجب ان یحنث لان المنع عن ازالۃ ملکہ بعشرۃ منع عن ازالتہ بتسعۃ عرفا،والجواب ان الحکم لایثبت بمجرد الغرض وانما یثبت باللفظ والذی تلفظ بہ البائع،ھو العشرۃ واسم العشرۃ لایحتمل التسعۃ لیتعین بغرضہ والزیادۃ علی اللفظ بالعرف لاتجوز بخلاف الشراء بتسعۃ لان العشرۃ فی جانب المشتری تحتمل عشرۃ مفردۃ وعشرۃ مقرونۃ فتعین احدٰھما بغرضہ اذالعام یجوز تخصیصہ و تقییدہ بالعرف اھ[2] ملتقطا۔	دس بغیر اکائی مراد ہیں جیسا کہ اس پر حال کی دلالت ہے کہ بائع کی غرض یہ کہ مشتری اسے زائد دے تو گیارہ میں فروخت کرنے پر شرط (یعنی صرف دس میں فروختگی) نہ پائی گئی لہٰذا قسم نہ ٹوٹی،لوگوں میں یہی متعارف ہے لہٰذا قسم کو لوگوں کے عرف پر محمول کیا جائیگا۔ اور متن میں یہ قول کہ "عرف سے تخصیص ہوتی ہے زیادتی نہیں ہوتی" یہ ایک سوال کا جواب ہے،سوال یہ مقدر ہے کہ بائع اگر مذکورہ صورت میں نو۹ سے فروخت کردے تو قسم کا ٹوٹنا ضروری ہوگا کیونکہ جبکہ دس سے اپنی ملکیت نہیں چھوڑتا تو نو سے بطریقہ اولٰی نہ چھوڑنا ہوگا جیسا کہ عرف میں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض غرض ہے جبکہ حکم محض غرض سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس کے ساتھ اس لفظ کا بھی اعتبار ہوتا ہے جس سے تلفظ کیا ہے اور بائع نے جو لفظ بولا ہے وہ دس۱۰ ہے،جبکہ اس کا اسم،نو کا احتمال نہیں رکھتا جس کو غرض کے طور پر متعین کیا جاسکے۔دس۱۰ کا نام،نو۹ پر مراد لینا یہ لفظی زیادتی ہے جو کہ عرف سے ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ عرف صرف تخصیص کرتا ہے زیادتی نہیں کرسکتا،اس کے برخلاف جب مشتری کپڑے کو دس کی بجائے نو سے خرید لے تو عرف یہاں کارآمد ہوگا کیونکہ مشتری کی قسم میں دس کی مذکورہ دونوں قسموں کا احتمال ہے صرف دس یا بمع اکائی مراد ہو،تو یہاں جب دس کا لفظ عام ہے تو عرف اس کی ایک قسم کی تخصیص یا تقیید کرسکتا ہے اھ ملتقطا۔(ت)

رفع الانتقاض میں ہے:

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۹۴۔۲۹۳

[2] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین بحوالہ شرح تلخیص الجامع الکبیر سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۹۸۔۲۹۷

اعلم ان الغرض الذی یقصدہ المتکلم بکلامہ قد یکون معنی اللفظ الذی تکلم بہ حقیقۃ او مجاز او قد یکون امرا اٰخر خارجا عن اللفظ، فالاول کقولہ لا اشتریہ بعشرۃ فغرض المشتری منع نفسہ من التزام العشرۃ فی ثمن ذٰلك المبیع سواء کانت عشرۃ مفردۃ او مقرونۃ بزیادۃ والعرف ارادۃ ذٰلك ایضا، فھنا اجتمع الغرض والعرف فی لفظ الحالف فاذا اشتری باحد عشر حنث لانہ ارادالعشرۃ المطلقۃ و ھی موجودۃ فی الاحد عشر، والثانی کقولہ لاابیعہ بعشرۃ فباعہ بتسعۃ لایحنث لان اغراض البائع ان یبیعہ باکثر من عشرۃ، ولایرید بیعہ بتسعہ لکن التسعۃ لم تذکر فی کلامہ لان العشرۃ لم توضع للتسعۃ لالغۃ ولاعرفا، فغرضہ الذی ھو قصدہ من ھذا الکلام خارج عن اللفظ، والعبرۃ فی الایمان للالفاظ لالمجرد الاغراض لان الاغراض یصلح مخصصا لامزیدا، والتخصیص من عوارض الالفاظ فاذاکان اللفظ عاما والغرض الخصوص اعتبر ماقصدہ

جاننا چاہئے کہ متکلم جب کوئی کلام کرتا ہے تو اس کی غرض اس کلام کا حقیقی معنی ہوتا ہے اور کبھی مجازی معنی ہوتا ہے اور کبھی لفظ سے خارج کوئی اور معنی غرض بنتا ہے۔ اوّل کی مثال، جیسے مشتری کا کہنا کہ میں دس سے نہ خریدوں گا تو یہاں مشتری کی غرض یہ ہے کہ دس درہم دینے سے باز رہنا ہے یہ محض دس ہوں یا بمع اکائی ہوں مبیع کے عوض نہ دے گا، اور عرف بھی یہی ہے تو یہاں حلف میں غرض اور عرف دونوں حقیقی معنٰی میں مجتمع ہیں، لہذا یہاں اگر مشتری نے گیارہ میں خریدا تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس نے مطلق دس ۱۰ مراد لئے تھے جبکہ یہ دس، گیارہ میں بھی موجود ہے۔ دوسرے کی مثال، جیسے بائع کہے کہ میں بھی دس درہم سے نہ فروخت کروں گا یہاں اگر اس نے نو میں فروخت کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ اس کلام سے بائع کی غرض یہ ہے کہ دس ۱۰ سے زائد یعنی دس مع اکائی کے بدلے فروخت کرے گا، نو اسکی مراد میں نہیں ہے کیونکہ اس کی کلام میں یہ مذکور نہیں ہے کہ دس ۱۰ کا اسم لغت اور عرف میں نو ۹ کیلئے وضع نہیں ہے تو دس بول کر نو ۹ مراد لینا لفظ سے خارج کسی اور معنی کو مراد لینا ہے جبکہ حلف میں محض غرض کا اعتبار نہیں ہوتا بلکہ لفظ کا اعتبار ضروری ہے، کیونکہ غرض مخصص تو بن سکتی ہے لیکن زیادتی پیدا نہیں کرسکتی جبکہ تخصیص لفظ کی صفت ہے لہذا لفظ کا اعتبار ضروری ہے محض غرض کافی نہیں ہے تو جب لفظ عام ہو اور غرض خاص ہو تو پھر

کالراس فی لاٰکل رأسا،فان لفظه عام والغرض منه خاص کما مر واعتبار هذا الغرض لایبطل اللفظ لانه بعض ما وضع له اللفظ اھ[1] مختصرا	خاص مقصد کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کوئی کہے میں سر نہ کھاؤں گا،تو اس میں لفظِ سر عام ہے جو ماکول اور غیر ماکول دونوں کو شامل ہے جبکہ غرض خاص یعنی ماکول ہے جیسے گزرا تو یہ خاص غرض لفظ کے مدلول کے خلاف نہیں ہے،کیونکہ یہ لفظ کے معنی کا ایک خاص حصہ ہے،اھ مختصراً۔(ت)

وتمامه فیه،یمین الفور جسے خاص فکر بلند ثریا پیوند امام الائمہ مالک الازمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے استنباط فرمایا اور دیگر ائمہ کرام قدست اسرار ہم نے **بحکم الفقهاء کلهم عیال لابی حنیفة** (تمام فقہاء ابوحنیفہ کی عیال ہیں،کے حکم سے۔ت) اس جناب کا اتباع کیا اس کے مسائل اسی اصل جلیل تخصیص بالغرض پر مبنی ہیں متون وشروح وفتاوائے مذہب میں صدہا فروع اس پر مبنی ہیں مثلاً:

(۱) عورت باہر جانے کو ہوئی،شوہر نے کہا باہر جائے تو تجھ پر طلاق،عورت بیٹھ گئی اور دوسرے وقت باہر گئی،طلاق نہ ہوگی۔ تنویر ودر میں ہے:

شرط للحنث فی قوله ان خرجت مثلا فانت طالق او ان ضربت عبدك فعبدی حر لمرید الخروج والضرب،فعله فورا لان قصده المنع عن ذلك الفعل عرفا،ومدار الایمان علیه وهذه تسمی یمین الفور تفرد ابوحنیفة رحمه الله تعالٰی باظهارها ولم یخالفه احد۔[2]	جب بیوی باہر نکلنے یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو اس وقت خاوند اگر کہے کہ تو نے مارا یا باہر نکلی تو تجھے طلاق ہے،تو مارنے اور باہر نکلنے سے وہی مراد ہے جس کے لئے وہ تیار کھڑی ہے صرف اسی مارنے پر یا اسی نکلنے پر طلاق ہوگی کیونکہ خاوند کا اس عمل سے روکنا مقصود ہے یہی عرف ہے جبکہ حلف کا مدار یہی عرف ہے،اس کا نام یمین فور ہے جس کے اظہار اور بیان میں امام ابوحنیفہ متفرد ہیں اور کسی نے ان کی مخالفت نہ کی۔(ت)

فتح القدیر وغنیہ ذوی الاحکام وردالمحتار میں ہے:

تهیأت للخروج فحلف لاتخرج فاذا	بیوی باہر نکلنے کو تیار تھی کہ خاوند نے حلف اٹھایا

---

[1] رفع الانتقاض الخ رسالہ من مجموعہ رسائل ابن عابدین سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۰۱۔۳۰۰

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج والسکنی مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۸

جلست ساعة ثم خرجت لایحنث، لان قصده منعها من الخروج الذی تهیأت له، فکانه قال ان خرجت الساعة، وهذا اذالم یکن له نیة فان نوی شیأ عمل به[1]۔	کہ اگر تو باہر نکلے تو تجھے طلاق ہے، تو بیوی بیٹھ گئی اور کچھ دیر بعد نکلی تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ خاوند کا مقصد وہ نکلنا ہے جس کے لئے وہ تیار تھی اور اس نکلنے سے منع کرنا مقصود تھا، پس گویا خاوند نے یوں کہا کہ تو اب نکلے تو تجھے طلاق ہے، یہ حکم تب ہوگا جب خاوند نے کوئی نیت نہ کی ہو، اور اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔(ت)

(۲) زید نے عمرو سے کہا "میرے ساتھ کھانا کھالو"۔ عمرو: "میں کھاؤں تو عورت مطلقہ ہو"۔ کل زید کے ساتھ کھانا کھایا طلاق نہ ہوگی۔ تنویر ودر:

وکذافی حلفه ان تغدیت فکذا بعد قول الطالب تعال تغد معی شرط الحنث تغدیه معه ذٰلك الطعام المدعو الیه۔[2]	یوں ہی اگر کھانے پر دعوت دینے والے کے جواب میں کوئی کہے "اگر میں کھانا کھاؤں تو بیوی کو طلاق ہے" تو یہاں بھی طلاق ہونے کے لئے جس کھانے پر دعوت دی گئی اسی کو دعوت دینے والے کے ساتھ کھانا شرط ہے۔(ت)

(۳) عورت کو جماع کے لئے بلایا اس نے انکار کیا، شوہر نے کہا "اگر میرے پاس اس کوٹھری میں نہ آئی تو تجھ پر طلاق" عورت آئی مگر اس وقت مرد کی شہوت ساکن ہوچکی تھی، تو طلاق ہوگئی، اشباہ ودر:

ان للتراخی الابقرینة الفور، ومنه طلب جماعها فابت فقال ان لم تدخلی معی البیت فانت طالق فدخلت بعد سکون شهوته حنث[3]۔	لفظ "ان" "تراخی کے لئے استعمال ہے مگر جہاں فور کا قرینہ پایا جائے تو تراخی مراد نہ ہوگی، اسی فور پر قرینہ کی مثال یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کیلئے طلب کیا تو بیوی کے انکار پر خاوند نے کہا تو میرے کمرے میں داخل نہ ہوئی تو طلاق ہے۔ تو فورًا داخل نہ ہوئی بلکہ خاوند کی شہوت وخواہش ختم ہونے کے بعد داخل ہوئی تو طلاق ہوجائے گی۔(ت)

(۴) حاکم نے حلف کیا کہ اگر شہر میں بدمعاش آئے اور میں خبر نہ دوں تو عورت طلاق ہے، بدمعاش آیا اور اس نے حاکم کو خبر نہ دی اس وقت کہا وہ معزول ہوگیا تھا طلاق ہوگئی۔ تنویر:

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۴

[2] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۸

[3] درمختار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۹

حلفه وال ليعلمنه بكل داعر دخل البلد، تقيد بقيام ولايته[1]۔	شہر کے حاکم نے ایک ملازم سے حلف لیا کہ شہر میں داخل ہونے والے ہر بدقماش کی مجھے اطلاع دے گا، تو یہ حلف اس حاکم کی ولایت کے قائم رہنے تک مقید ہے(ت)

درمختار میں ہے:

بيان لكون اليمين المطلقة تصير مقيدة بدلالة الحال وينبغي تقييد يمينه بفور علمه[2]۔	اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہ یہ مطلق حلف کو حال کی دلالت کی وجہ سے مقید ہونے کی مثال ہے اس میں یہ بھی قید ہوگی کہ وہ ملازم معلوم ہونے پر فوراً اطلاع دے گا۔(ت)

تبیین الحقائق میں ہے:

ثم ان الحالف لو علم الداعر ولم يعلمه لم يحنث الااذامات هو او المستحلف اوعزل[3]۔	اگر حلف اٹھانے والے کو بدمعاش کا علم ہوجائے اور وُہ حاکم کو مطلع نہ کرے تو قسم صرف حلف دینے یا حلف لینے والے کی موت یا حاکم کے معزول ہوجانے پر ٹوٹے گی(ت)

فتح القدیر میں ہے:

ولو حكم بانعقاد هذه للفور لم يكن بعيدا نظرا الى المقصود وهو المبادرة لزجره ودفع شره[4]۔	اگر اس حلف کو فوری ہونے کا حکم دیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ حاکم کا مقصد بدقماش کو فوری سزادینا اور اس کے شر کا دفاع کرنا ہے۔(ت)

(۵) دائن نے مدیون سے حلف لیا کہ تیرے بے اذن باہر نہ جاؤں گا، یہ حلف بقائے دین تک رہے گا بعد ادا یا ابراء اذن کی حاجت نہیں، تنویر ودر میں ہے:

لو حلف رب الدين غريمه او الكفيل بامر المكفول عنه ان لايخرج من البلد الاباذنه تقيد بالخروج حال قيام الدين	قرض خواہ نے مقروض یا مقروض کے بنائے ہوئے ضامن سے حلف لیا کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو یہ حلف قرض اور ضمانت کی

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۳

[2] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۳

[3] تبیین الحقائق باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلک مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۳/۱۶۱

[4] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۸

بالکفالة[1]۔	بقاء تک مقید قرار پائے گا، قرض یا ضمانت ختم ہوجانے کے بعد حالف کو اجازت کی ضرورت نہ رہے گی(ت)

(۶) قسم کھائی عوت بے میرے اذن کے باہر نہ جائے گی، یہ قیام زوجیت تک محدود ہے۔ تنویر و در میں ہے:

لو حلف لاتخرج امرأته الّا باذنه تقید بحال قیام الزوجیة[2]۔	خاوند نے قسم اٹھائی کہ بیوی اجازت کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو یہ حلف بھی زوجیت کے قیام تک محدود ہوگا۔(ت)

(۷) وہی مسئلہ کہ دس کو نہ بیچوں گا اور گیارہ کو بیچا حانث نہ ہوا اگرچہ گیارہ میں دس موجود ہیں کہ مراد خاص قسم کے دس یعنی تنہا بلا زیادت تھے۔ یہ سب تقییدیں اور عام کی تخصیص صرف بنظر اغراض متعارفہ ہوئی ہیں کہ یمین کی بناہی عرف پر ہے و لہٰذا امام ہمام بن الہمام نے عبارت مذکورہ ہدایہ کی شرح میں (جہاں ارشاد ہوا تھا کہ عدم بے سلب کلی متحقق نہ ہوگا) فرمایا:

کما قوله فی ان لم اٰت البصرة اعطاء نظیر والمراد ان کل شرط بأن منفی حکمه کذٰلک، وهو ان لایقع الطلاق او العتاق اذا علق به الا بالموت لما ذکرنا، وزاد قیداحسنا فی المبتغی بالغین المعجمة قال اذاقال لامرأته ان لم تخبرینی بکذا فانت طالق ثلاثا فهو علی الابد اذالم یکن ثم مایدل علی الفورانتهی، ومن ثمه قالو الو اراد ان یجامع امرأته فلم تطاوعه فقال ان لم تدخلی معی فانت طالق فدخلت بعد ماسکنت شهوته طلقت، لان مقصوده من الدخول کان قضاء الشهوة وقد فات[3]۔	اس کا قول، جیسا کہ، اگر میں بصرہ میں نہ آؤں تو، یہ نظیر ہے، جس سے مراد یہ ہے جو شرط بھی لفظ اِن کے ساتھ ذکر کی جائے تو اس کا حکم یونہی منفی رہے گا یعنی اس کے ساتھ طلاق یا عتاق کو معلق کیا گیا ہو تو شرط کے منفی ہونے پر موت سے پہلے قسم نہ ٹوٹے گی، جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے اور پھر اس پر ایک اچھی قید بڑھائی کہ مبتغی (غین کے ساتھ) میں کہا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو اگر مجھے فلاں خبر نہ دے تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی، تو اگر فور پر کوئی قرینہ نہ ہو تو یہ قسم ابدی ہوگی اھ، اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ خاوند نے بیوی کو جماع کے لئے طلب کیا تو بیوی نے اطاعت نہ کی تو کہا اگر تو میرے پاس کمرے میں نہ آئی تو تجھے طلاق، اگر بیوی فوراً نہ آئے بلکہ خاوند کی شہوت اور

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۳

[2] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۳

[3] فتح القدیر فصل فی اضافة الطلاق الی الزمان مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۷۳

خواہش ختم ہونے کے بعد آئی طلاق ہو جائے گی کیونکہ طلب مقصد اپنی شہوت کو پورا کرنا تھا جواَب ختم ہو گئی ہے(ت)
اور شک نہیں کہ ہمارے مسئلہ دائرہ میں بھی اس حلف سے شوہر کی یہ غرض نہیں کہ عورت اپنی مدۃ العمر میں کبھی کسی وقت کسی طرح دو سجدے کرلے اور بری ہو جائے بلکہ یقینا بحکم دلالت حال اس سے پابندی نماز مقصود ہے تو جس طرح عوت کا باہر جانا مطلق تھا لفظ شوہر میں کوئی قید نہ تھی کہ اس وقت ہو یا کب ہو مگر بدلالۃ حال خاص اس وقت کا خروج معتبر ہوا جس طرح کلام عمرو میں کھانا مطلق تھا کہ آج ہو یا کل یہ کھانا ہو یا اور، مگر بحکم عرف خاص اس وقت یہ کھانا زید کے ساتھ کھانا ملحوظ رہا، جس طرح عورت کا کوٹھری میں شوہر کے پاس آنا عام تھا کہ اس شہوت موجودہ کی بقامیں ہو یا عمر میں کبھی کسی حالت میں ہو اور عدم متحقق نہ ہوگا مگر اخیر جزء حیات شوہر یا زن میں اور جبکہ کوٹھری میں شوہر کے پاس آئی اگرچہ زوال شہوت کے بعد تو عدم صادق نہ آیا اور بنظر مفاد لغوی لفظ لازم تھا کہ طلاق واقع نہ ہو لیکن بدلالت حال خاص وہ آنا مقصود رہا جو اس شہوت کی قضا کے لئے مطلوب تھا اور اسی کی انتفا پر شرط متحقق اور طلاق واقع مانی گئی، **وقس علی هذا**، اسی طرح یہاں بھی اگرچہ عشرہ مفردہ مقرونہ کی مانند نماز پڑھنا بھی دو قسم ہے، ایک ملتزم کہ پابندی کے ساتھ ہو دوسرا اس کا غیر یا دو قسم ہے، ایک مبرئ ذمہ جس میں فرض نماز کا مطالبہ ذمے پر نہ رہے، دوسرا اس کے خلاف اور فعل **بعینہٖ ان لم تدخلی** (اگر تو میرے پاس نہ آئی۔ت) مذکور کی طرح حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہو جاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا مگر بحالت دلالتِ حال واجب ہے کہ قسم اول یعنی صلاۃ ملتزمہ مبرئہ مراد ہو اور اس کا انتفا ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عورت نے اس حلف کے بعد نماز عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑ گئیں جیسے وہاں سکون شہوت ہوتے ہی عورت مطلقہ ہو گئی تھی بلکہ اگر شوہر نے یہ لفظ اس وقت کہے تھے کہ ہنوز وقتِ مغرب باقی تھا اور عورت ادا پر قادر تھی تو شفق ڈوبتے ہی دو ۲ طلاقیں ہو گئیں، ہمارے علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت سے کہا تو نماز ترک کرے تو تجھے طلاق، عورت نے ایک نماز قصداً قضا کی طلاق ہو جائے گی اگرچہ اس قضا کو ادا بھی کرلے، درمختار میں ہے:

قال ان ترکت الصلوۃ فطالق فصلتها قضاً طلقت علی الاظهر، ظهیریة[1]۔	بیوی کو کہا اگر تو نے نماز ترک کی تو تجھے طلاق ہے، اب اگر عورت نے نماز قضا کی تو زیادہ واضح قول یہی ہے کہ طلاق ہو جائیگی، ظہیریہ۔(ت)

[1] درمختار باب الیمین فی البیع والشراء الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۰

یہ حکم اس لفظ میں ہے جہاں الصلوۃ معرف باللام ہے جس میں کلام ہوگا کہ عرفاً تارک الصلوۃ کسے کہتے ہیں اور ہمارا مسئلہ دائرہ تو بحکم تحقیق مذکوران ترکت صلوٰۃ (اگر تو نماز چھوڑے۔ت) بلالام کے مثل ہے یعنی اگر تو ایک نماز چھوڑے تو طلاق ہے، یہاں قضا کرنے سے وقوعِ طلاق میں کیا شک ہوسکتا ہے صاف بتادیا کہ اس کی مراد وہی صلاۃ خاصہ ملتزمہ تھی اس پر دلیل واضح اس کا وقتِ صبح رجعت کرنا ہے، اگر وہ معنی مراد ہوتے جو فریقِ اول نے زعم کئے تو پیش از وقوع رجعت کے کیا معنی تھے اور امثال مقام میں نیت شوہر اگرچہ دلالت حال کے خلاف بھی ہو وہی معتبر رہتی ہے۔امام محقق علی الاطلاق وغیرہ علماء کا ارشاد گزرا کہ:

هذا اذا لم یکن له نیة فان نوی شیأ عمل به[1]۔	یہ جب ہے کہ اس نے نیت نہ کی ہو اگر اس نے کوئی نیت کی ہو تو اس پر عمل ہوگا۔(ت)

تو جہاں دلالت حال ونیت دونوں متوافق ہیں نہ اس دلالت کو مانئے نہ شوہر کی سنئے اور اپنی طرف سے ایک معنی تراش کر اس پر عمل کیجئے کس قدر فقہ سے بعید بلکہ قابلیت التفات سے دور ہے، اور اوپر واضح ہوچکا کہ یہ دونوں طلاقیں رجعی تھیں، لاجرم عورت بعد رجعت بدستور ملک نکاح میں باقی اور آئندہ طلاق کی محل رہی، اب کہ شوہر نے چند سال بعد دو طلاقیں اور دیں ایک تو لغو ہوگئی کہ حد شرع سے متجاوز تھی اور ایک ان پہلی دو کے ساتھ مل کر تین طلاقیں مغلظہ ہوگئیں جن سے عورت حرام ابدی تو نہیں ہوسکتی ہاں بے حلالہ اب اس شخص کے نکاح میں آنے کے قابل نہ رہی، **هذا ماظهر لی والعلم بالحق عند ربی** (یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہوا، حق تو میرے رب کے ہاں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج الخ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۴

رسالہ
آکد التحقیق بباب التعلیق[۱۳۲۲ھ]
(باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۱۰: از بنگالہ موضع نواکھالی ڈاک خانہ بیگم گنج مرسلہ عبدالمجید صاحب از رامپور ۶ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

بگرامی خدمت، فیضدرجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ نقلیہ، محی السنّۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبدۃ السعادت الفائقہ، اعنی مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم۔ بعد ادائے تسلیمات فرواواں و کورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلٰوۃ کی تحریر فرما کر ارسال فرمائے تھے بندہ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافقین ومخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علماء متفق ہو کر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظہ کو علیحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہاری زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے یعنی جو پہلے تعمیم

کے منکر اور تخصیص کے راجع، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا علی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتوٰی بھی لکھا وہی فتوٰی آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتوٰی تحریر کرکے احمد علی کو مدعی بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں بعدہ اس کے فتوٰی اور آنخضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتوٰی کے مطلب حاکم کو سمجھا دئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتوٰی پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولٰینا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں، مولوی وجیہ اللہ نے کہا کہ صاحب، زجراو تنبیہا بغرض نصیحت طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اور دلالت حال ویمین الفور کا شرعًا کچھ اعتبار نہیں ہے، اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ طلاقیں مغلظ واقع ہوگئیں تاہم بوجہ رجعت کے اولین طلاق باطل بعد وجود جو طلاق بلاشرط دیا ہے اس کے لئے رجعت جائز ہے، اور دلیل بھی بیان کیا اس وجہ سے حاکم کے دل میں خدشہ پیدا ہوا حاکم نے اس طرف کے علماؤں کو فرمایا کہ آپ لوگ مولونا موصوف کے بیس ۲۰ دن کے اندر مولوی وجیہ اللہ کا رد جواب منگوایئے ورنہ یہ شبہ کس طرح دور ہوسکتا ہے، اور حاکم نے بیس ۲۰ روز مقدمہ کا حکم مؤخر کردئے، اکنوں دست بستہ ہو کر عرض کرتا ہوں کہ آپ از روئے مہربانی وشفقت گزاری کے پندرہ یا سولہ روز کے اندر جواب تحریر فرمادیجئے اور ہم لوگوں کو بحر غموم سے خلاص کرلیجئے ورنہ جمیع علماء کی بلکہ ملک ہند کی بھی بدنامی کی بات ہے، زیادہ کیا عرض کروں۔ عرض گزار خادم عبدالمجید عفا اللہ عنہ

نقل فتوٰی مولوی وجیہ اللہ دیوبندی باشندہ بنگالہ

سوال: چہ مے فرمایند علمائے دین وراز داران شرع متین کہ در حاضران مجلس بحضور علماء وغیرہم کہ احمد علی بزبان خود اقرار نمود کہ من دائما زوجہ ام برائے نماز خوانی تاکید وزجر می کردہ بودم وبرائے نماز خوانی چند قواعد نماز تعلیم ہم کردم لیکن بعد روزے چند بوقت مغرب مر زوجہ ام را گفتم کہ تو نماز بخواں زن مذکورہ	**سوال:** کیا فرماتے ہیں علمائے دین وراز داران شرع متین کہ حاضرین مجلس علماء وغیرہم کی موجودگی میں احمد علی نے اپنی زبان سے اقرار کیا کہ میں ہمیشہ اپنی بیوی کو تاکید اور تنبیہ کرتا رہا ہوں اور نماز پڑھنے کا طریقہ سکھاتا رہا ہوں لیکن چند روز بعد مغرب کے وقت میں نے بیوی سے کہا کہ نماز پڑھو تو بیوی نے انکار کرتے ہوئے کہا کہ مجھے فرصت نہیں ہے،

اباوانکار کرد وگفت کہ مرا فرصتے نیست ازیں وجہ گفتم کہ اگر تو نماز نگزاری بر تو دو طلاق معلق دادم کہ بزبان بنگالہ (دیلام) ودر لغت اردو (دیامیں) استعمال کنند بعدہ زن مذکورہ نمازِ عشا نخواند وقضاہم نہ گزارد ونمازِ فجر بخواند بعد فجر رجعت ہم کرد وبعد سالے بلاشرط دو طلاق آں زوجہ مذکورہ راایضاہم داد و احمد علی بمحفل مذکور علماء وغیرہم نیت بوقت بیان تعمیم و تخصیص ہر دو منکر بود بلاقرینہ برائے تخصیص راجع اما بعد شش ماہ بجہت تعلیم مخالفین وبوجہ نفع خود بگوید کہ نیتم برائے دائم وعلی الابد ست اکنوں از روئے شرع شریف اقرار ش صحیح بود یاچہ وبگوید کہ زجرًا وتنبیہًا برائے تعود للصلٰوۃ طلاق واقع نمی شود بلکہ معنی آں وعدہ طلاق شود ووعدہ طلاق طلاق واقع نمی شود بگوید کہ قول زوج بخوان صیغہ امر بر دلالت حال راجع لیکن فور ثابت نمی شود بلکہ فور راہیچ اعتبار نیست بر تقدیر تسلیم کہ طلاقین اولین بوجہ رجعت باطل ست کماھوالمعروف اکنوں بہر حال برائے زوج احمد علی رجعت صحیح است آیا حکمش فے الواقع ہمیں ست یازوجہ احمد علی بہ سہ طلاق شدہ مغلظہ شد بینوا بالتفصیل، اندریں صورت کہ زوج احمد علی بزبان خود اقرار مے کند کہ روزے بعد ادائے نماز مغرب مرزوجہ خود را بسبب تارک الصلوۃ

اس پر میں نے اسے کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھ پر دو ۲ طلاقیں معلق طور پر دیتا ہوں" یہ بات بنگالی زبان میں (دیلام) جس کا اردو میں معنی (میں نے دیا) ہے، کہا، اس کے بعد بیوی نے عشاء کی نماز ادا نہ کی اور نہ قضا کی اور پھر فجر کی نماز پڑھی فجر کے بعد اس نے رجوع کرلیا، اور اس کے ایک سال بعد خاوند نے اس بیوی کو دو طلاقیں بغیر شرط پھر دے دیں، احمد علی مذکور نے علماء کی مجلس مذکورہ میں بیان دیتے ہوئے بیوی کو نہ نماز پڑھنے پر طلاق کو معلق کرنے میں تعمیم، و تخصیص کی نیت کا انکار کیا بلکہ تخصیص کا قرینہ راجع معلوم تھا، لیکن اس کے چھ ماہ بعد ہمارے مخالفوں کے سمجھانے سے اور اپنے فائدے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے تو دائمی وابدی کوئی نماز نہ پڑھنے کی نیت سے کہا تھا (یعنی کوئی خاص نماز نہیں بلکہ زندگی میں نماز نہ پڑھنے کی نیت سے طلاق دینے کی بات کی تھی) کیا اب اس کا یہ اقرار درست ہے یا کیا ہے، اب کوئی کہتا ہے کہ اس نے بیوی کو نماز کا عادی بنانے کے لئے یہ بات بطور تنبیہ اور ڈانٹ کی تھی اور یہ طلاق نہیں ہے بلکہ طلاق کا وعدہ تھا جبکہ طلاق کا وعدہ طلاق نہیں ہوتی، اور کوئی کہتا ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "نماز پڑھ" صیغہ امر ہے جس کی حالت پر دلالت واضح ہے لیکن یہ یمینِ فور ثابت نہیں ہے بلکہ فور کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے

زجر وتوبیخ کرد کشاں کشاں آنکہ باعتدال طبع واستقلال مزاج بطریق زجر وتنبیہ گفت کہ تو نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترادو طلاق وآں زن نیت نماز وسورہ بخوبی ندانستی غرض آنکہ زن عشاء نخواند بوقت فجر وضو کردہ برائے گزاردن نماز فجر استاد شویش نیت وسورۃ تعلیم کردووے نماز خواند بعد دو سہ روز میانجی محلّہ راطلبیدہ رجعت نمودودر صورت کذائیہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند یاچہ وبعد چند ماہ دو طلاق بلاشرط ایضًا برآں زوجہ مذکورہ اش دادہ است، آیا کہ اگر تسلیم کردہ شود کہ اول طلاقین واقع شد ندبر تقدیر ش بوجہ رجعت اول طلاقین بن باطل شد یاچہ، واکنوں رجعت کردہ از زوجہ مذکورہ استمتاع گرفتن رواست یانہ؟ **بینوا۔**

کہ پہلی دو طلاقیں رجعی تھیں تو اس کے رجوع کرلینے کے بعد وہ دونوں طلاقیں ختم، اور باطل ہوگئیں جیسا کہ مشہور ہے لہٰذا اب دوسری بار دو طلاقوں کے بعد اب احمد علی خاوند کا دوبارہ رجوع کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ باتیں درست ہیں یا پہلی دونوں طلاقوں کے بعد دو طلاقوں سے احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں یعنی مغلظہ طلاق ہوگئی ہے، تفصیل سے بیان کیجئے۔ خلاصہ اس سوال کا یہ ہے کہ احمد علی خاوند نے خود اقرار کیا کہ ایک روز نمازِ مغرب ادا کرنے کے بعد اس نے اپنی بیوی کو نماز کی تارک ہونے پر ڈانٹ اور سختی سے سمجھایا اور پھر معتدل مزاجی اور مستقل مزاجی سے ڈانٹ کے طور پر کہا نماز اگر تو نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق ہیں، جبکہ وہ بیوی نماز کی نیت اور کوئی سورت اچھی طرح نہیں جانتی غرضیکہ بیوی نے عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی فجر کی نماز کے لئے اس نے وضو کیا تاکہ نماز پڑھے، نماز کے لئے کھڑی ہوئی تو خاوند نے اس کو نماز کی نیت اور سورۃ سکھائی اور اس نے نماز پڑھی، اس سے دو تین روز بعد محلّہ کے مولوی صاحب کو طلب کرکے احمد علی نے بیوی سے رجوع کیا، تو اس صورت میں رجوع کرنے پر احمد علی کے لئے اس کی بیوی حلال ہوئی یا نہیں، پھر اس کے چند ماہ بعد مزید دو طلاقیں بلاشرط اس کو دیں کیا یہ تسلیم کرلینے پر پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی تھیں تو ان سے رجوع کرلینے پر کیا وہ پہلی طلاقیں کالعدم اور باطل ہوجائیں گی یا نہیں، اور دوسری طلاقوں کے بعد اس کا بیوی سے رجوع کرنا اور ہمبستری کرنا جائز ہے یا نہیں، بیان کیجئے۔

الجواب: البتہ زوجہ اش برائے وے حلال ماند چہ دریں صورت مطلق طلاق واقع نشد نہ حاجت تجدید نکاح نہ رجعت **هم** واحتیاطا امرے دیگر قولہ

الجواب: یقینا احمد علی کی بیوی اس پر حلال رہی کیونکہ اس صورت میں مطلقًا کوئی طلاق نہ ہوئی اور نہ ہی تجدید نکاح اور نہ ہی رجعت کی کوئی ضرورت ہے، ہاں احتیاط کریں تو اور بات ہے، احمد علی کا

اگر نماز نخوانی ترادو طلاق اولاً گویم کہ ایں قول تعلیق طلاق نیست بلکہ وعدہ طلاق دادن ست زیراکہ میان تو طلاق وطالق وتراطلاق فرق ست دراول وصف زن ست ومحمول بروے ودر ثانی طلاق ایقاع زوج ست پس دریں قول فعل ایقاع زوج ضرور محذوف است در تنجیز معنی تراطلاق دادم ست ودر صورت تعلیق یعنی اگر ایں کار کنی تراطلاق معنی آں تراطلاق خواہم دادہست چہ در تعلیق شرط وجزاہر دو خودند وجزاہمیشہ مستقبل مے شود ولو معنی پس دریں مقام مطلب اگر نماز نخوانی ترادو طلاق خواہم دادہست وخواہم در فعل ایقاع مخذوف است وپیدا است اگر نماز نخوانی ترادو طلاق خواہم داد وعدہ طلاق دادن ست نہ تعلیق طلاق واز وعدہ طلاق، طلاق واقع نشود وایں مطلب از خود نگرفتم بلکہ احمد علی خود میگوید کہ من بہ نیت طلاق دادن نگفتم بلکہ بطریق زجر وتہدید تنبیہًا بغرض تعود للصلاۃ گفتم وطلاق دادن در دلم مطلقا مخطور نشد وظاہر ست کہ وعدہ طلاق مفید ایں مدعاست وباغراض متکلم خوب چسپاں ومقتضائے قرینہ ہم ہمچنیں ست۔

ثانیًا گویم قولہ تو نماز بخواں اگر

کہنا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق" اس کے متعلق میں کہتا ہوں: اولًا یہ تعلیق طلاق نہیں بلکہ وعدہ طلاق ہے کیونکہ تو طلاق، تو طلاق والی، اور تجھ کو طلاق، ان تینوں میں فرق ہے۔ پہلی عورت کی صفت اور اسی پر محمول ہے۔ دوسری میں خاوند کا طلاق دینا ہے، لہٰذا اس میں خاوند کا طلاق دینا ضرور محذوف ہے جب شرط سے معلق نہ ہو یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ تجھ کو میں نے طلاق دی ہے، اور اگر شرط سے معلق ہو مثلًا یہ کہ اگر تو یہ کام کرے تو تجھے طلاق ہے تو اس کا معنی طلاق کا وعدہ ہے کہ تجھے طلاق دوں گا کیونکہ تعلیق میں شرط وجزا دونوں ہوتے ہیں اور جزاہمیشہ مستقبل میں ہوتی ہے خواہ معنًا ہو اس مقام میں مطلب یہ ہے کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے میں دو طلاق دوں گا کیونکہ "دوں گا" یہاں فعل محذوف ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ یوں کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق دوں گا" تو یہ طلاق دینے کا وعدہ ہوا نہ کہ تعلیق طلاق ہوا، جبکہ طلاق کے وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، یہ مطلب میں نے خود نہیں نکالا، بلکہ احمد علی خود کہتا ہے کہ میں نے یہ بات طلاق دینے کے ارادے سے نہیں کہی بلکہ ڈانٹ اور زجر کے لیے کہی ہے تاکہ بیوی نماز کی عادی بن جائے اور طلاق دینے کا میرے دل میں خیال تک نہ تھا، تو ظاہر ہوا کہ یہ صرف طلاق دینے کا وعدہ تھا، یہی بات احمد علی کے قول سے حاصل ہوئی، اور متکلم کی غرض کے یہی مطابق ہے اور قرینہ بھی یہی بتاتا ہے۔

ثانیًا میں کہتا ہوں کہ احمد علی کا بیوی کو یہ

نماز نخوانی ترا دو طلاق، تعلیق طلاق ست اگرچہ از مطلب متکلم فرسنگہا دورست معنی آں ترا دو طلاق ہست، باید دانست کہ در تعلیق طلاق معلق ہر سہ گونہ است وہر یک دو گانہ است جانب وجود جانب عدم مجموعہ شش قسمت ست فعل الزوجین وجودًا او عدمًا وفعل الغیر وجودًا او عدمًا کما لایخفی من شرح الوقایۃ دریں جا معلق بہ فعل عدمی زوجہ است یعنی نماز نخواند ومعنی التعلیق ربط حصول مضمون جملۃ ای جزا بحصول مضمون جملۃ اُخری ای الشرط فاذا وجد الشرط وجد المشروط وکذا اذا فات الشرط فات المشروط وھذا یعم الصورۃ الستۃ کلھا من غیر فرق پس ہرگاہ ایں قول تعلیق طلاق مسلم نشت حالانکہ ایں قول مطلق ست مقید بوقت دون وقت نیست وغرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما پس تخصیص نماز عشاء نہ فجر وغیرہ از کجا آمد وقرینہ یمین الفور ہم مفقود بل اعتبار نیست چہ قائل باعتدال مزاج واستقلال طبع بغیر غضب بطریق نصیحت مے گفت

کہنا کہ "تو نماز پڑھ۔اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق"، اس کو تعلیق قرار دیا جائے، اگرچہ یہ احتمال متکلم کے مقصد سے کوسوں دور ہے، تاہم دو طلاق درست ہوں گی، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کو کسی شرط سے معلق کرنا تین طرح ہوتا ہے، پھر ہر ایک کی دو دو صورتیں ہوتی ہیں، شرط کا وجود، دوسری شرط کا عدم ہے تو مجموعی چھ صورتیں بنیں، وہ شرط خاوند کا فعل یا بیوی کا فعل وجودًا یا عدمًا، اسی طرح اگر وہ شرط کسی غیر کا فعل ہو تو وجودًا یا عدما ہوگا، جیسا کہ شرح وقایہ میں واضح ہے۔ یہاں زیر بحث صورت میں شرط بیوی کا فعل عدمًا ہے یعنی اس کا نماز نہ پڑھنا اور تعلیق کا معنی یہ ہے کہ ایک جملہ کے مضمون کو دوسرے جملے کے مضمون یعنی جزاء کے جملے کو شرط کے مضمونِ جملہ سے معلق کرنا ہے، تو جب شرط پائی جائے گی جزاء بھی پائی جائے گی، اور جب شرط نہ پائی جائے تو جزاء بھی نہ پائی جائے گی۔ یہ بات سب صورتوں کو شامل ہے جن میں کوئی فرق نہیں لہٰذا جب احمد علی کے قول کو تعلیق تسلیم کرلیں، حالانکہ یہ قول مطلق ہے اور کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں ہے، اور متکلم کی غرض صرف بیوی کو نماز کا عادی بنانا ہے، تو یہاں کسی نماز عشاء یا فجر کی کوئی تخصیص نہ ہوگی کہ اس کی کوئی وجہ نہیں اور نہ ہی یہ یمینِ فور بنتی ہے کیونکہ احمد علی نے معتدل مزاجی غصہ کے بغیر مستقل مزاجی سے یہ بات کہی ہے

یمین الفور از کجا برخاست تا ایں قول را مخصوص باقرب الاوقات للصلٰوۃ گرداند بلکہ ایں تعلیق طلاق ست پس مطلق طلاق ماند چہ قاعدہ اصول ست **المطلق یجری علی اطلاقه والمقید یجری علی تقییدہ** ووجود صلاۃ مطلق صادق آید بسبب وجود صلاۃ مایعنی یک صلاۃ بطریق فرد منتشر وعدم صلٰوۃ مطلق صادق آید بسبب عدم جمیع افراد صلاۃ در مدت العمر، وجود مطلق الصلٰوہ متحقق شود بسبب تحقق وجود فرد ما وینتفی بانتفائے فرد ما **هذا هو الفرق بین مطلق الشیئ والشیئ المطلق** وہمیں ست فرق میان موضوع مہملہ قد مائیہ وموضوع قضیہ طبعیہ ومطلق الشیئ یعنی مطلق الصلاۃ موضوع مہملہ قد ماست والشیئ المطلق یعنی الصلاۃ المطلقہ موضوع قضیہ طبعیہ است پس دریںجا معلق بعدم الصلاۃ المطلقۃ ست وآں بسبب عدم جمیع افراد نماز از زبان متکلم بالتعلیق تا قبیل موت متحقق شود وعدم صلاۃ مطلق منتفی زیراکہ زوجہ احمد علی صرف دراں روز نماز نخواند ونماز فجر خواند متعود بالصلٰوہ گشت وہویداست کہ انتفائے عدم صلاۃ مطلق عدم عدم صلاۃ مطلق ست وعدم عدم صلاۃ مطلق وجود صلاۃ مطلق ست پس وجودِ صلاۃ مطلق متحقق وعدم صلاۃ مطلق معدوم وفائت حالانکہ آں شرط ومعلق بہ بود وفوت شد **فاذا فات الشرط**

اور نصیحت کے طور پر کہی ہے، تو یہ یمین فور کیسے ہوسکتی ہے تاکہ احمد علی کے اس قول کے قریب ترین وقت کی نماز سے مخصوص کیا جائے، اس لئے اس کو تعلیق طلاق ہی کہا جائے گا اور وہ بھی مطلق ہے اور قاعدہ ہے کہ مطلق کو اپنے اطلاق پر باقی رکھا جائے اور مقید کو قید سے پابند کیا جائے، لہذا کسی نماز سے بھی مطلق نماز کاوجود ہوسکتا ہے یعنی نماز کافرد پایا جائے تو مطلق نماز کا تحقق ہوجائے گا، یونہی مطلق نماز کا عدم عمر بھر تمام نمازوں کے نہ پائے جانے پر متحقق ہوجائیگا، مطلق الصلٰوۃ کا وجود اور انتفاء ایک فرد کے وجود اور نفی سے ہوتا ہے یہی وہ فرق ہے جو منطقی حضرات، مہملہ قد مائیہ اور قضیہ طبعیہ کے موضوع کے بارے میں بیان کرتے ہیں یعنی مطلق الشیئ قضیہ مہملہ قد مائیہ کا موضوع اور الشیئ المطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، پس یہاں شرط میں نماز مطلقہ کا عدم ہے جس کی نفی اور عدم کے لئے متکلم کے تعلیق کے وقت سے لے کر موت سے تھوڑا قبل تک تمام نمازوں کے معدوم ہونا ضروری ہے جبکہ یہاں نماز مطلقہ کا عدم نہیں پایا گیا کیونکہ احمد علی کی بیوی نے صرف ایک نماز نہیں پڑھی اس کے بعد اس نے فجر کی نماز اور باقی نمازیں پڑھیں اور نماز کی عادی ہوگئی، تو واضح ہوا کہ نماز مطلقہ کے عدم کا نہ ہونا نماز مطلقہ کے عدم کا عدم ہے، اور نماز مطلقہ کے عدم کا عدم نماز مطلق کاوجود ہے تو اس طرح نماز مطلق کا تحقق ہوا اور نماز مطلقہ کا عدم معدوم ہوا حالانکہ طلاق، عدم نماز مطلقہ سے معلق ہے جو منتفی ہے، اور جب شرط منتفی ہوجائے

فات المشروط وھو المدعا، پس طلاق واقع نشد آنکہ در سلک تحریر کشیدہ شد صرف گفتگو در نفس عبارت اقرار بود حالا اثبات مطلوب بادلہ فقیہہ میگویند در عالمگیریہ جلد دوم ص۵۹۹ آورد الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیھما الی شرط البروعند فوات شرط البریتعین الحنث[1] (در ماسخن شرط البر فائت نشد پس حنث متحقق نشود، وایضا ھناك مسطور ولو قال ان لم تعطین ھذاالثوب ودخلت الدار لم یقع الطلاق حتی یجتمع امران دخول الدار وعدم الاعطاوعدم الاعطاء انما یتحقق بموت احدھما او بھلاك الثوب[2] وہمچنیں عدم الصلاۃ المطلقۃ قبیل موت زن مذکورہ متحقق تواں شد قبل آں نے وایضا فیہ ص۶۵۱ رجل قال لامرأتہ ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصلاۃ او بعد ماصلت رکعۃ،	تو مشروط بھی منتفی ہوگا، یہی مطلوب ہے، پس طلاق نہ ہوئی۔ یہ جو کچھ تحریر ہوا صرف احمد علی کے اقرار میں گفتگو تھی، اور اب ہم مطلوب کو فقہی دلائل سے ثابت کرتے ہیں۔ عالمگیریہ کی جلد دوم صفحہ ۵۹۹ میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی فعل کے عدم پر جو دو محل میں ہو تو دونوں میں سے جس محل میں قسم پورا ہونے کی شرط پائی جائے اس کو پیش نظر رکھا جائے گا اور جب شرط فوت ہو تو پھر قسم کا ٹوٹنا متعین ہوگا، اس قاعدہ کی رو سے ہماری بحث میں قسم پورا ہونے والی موجود ہے وہ فوت نہیں اس لئے حنث یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، نیز اسی میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا "اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے اور تو گھر میں ویسے ہی داخل ہو جائے تو تجھے طلاق ہے" تو اس صورت میں اس وقت تک طلاق نہ ہوگی جب تک کپڑا نہ دینا اور گھر میں داخل ہونا نہ پایا جائے یعنی دونوں باتیں پائی جائیں تو طلاق ہوگی ورنہ نہیں، جبکہ کپڑا نہ دینے والی بات خاوند یا بیوی میں سے کسی ایک کے مرنے یا اس کپڑے کے ختم ہوجانے تک باقی رہے گی اور قسم نہ ٹوٹے گی، اسی طرح یہاں بھی نماز مطلقہ کا عدم، عورت کے مرنے سے تھوڑا پہلے تک باقی رہے گا اور قسم نہ ٹوٹے گی بلکہ عورت کے مرنے سے ایک گھڑی پہلے جب یہ نماز مطلقہ کے عدم کا احتمال ختم ہوجائے گا

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذاوغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذاوغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

حکی ان الشیخ الامام شمس الائمۃ الحلوانی انہ کان یقول ان کان وقت الحلف الی وقت الحیض مقدار ما یمکنھا ان تصلی رکعتین تنعقد الیمین عند الکل وتطلق [1] دریں عبارت قید الیوم ورکعتین موجود ست ولہذا حکمش مغایر حکم مانحن فیہ شد فافترقتا ولاتشکوا وایضاً فیہ ص ۶۴۱ رجل ضرب رجلا ضربا وجیعا فقال المضروب اگر من سزائے وے نکنم فامرأتہ کذا فمضی زمان ولم یجاز قالوا ھذا لایقع علی المجازاۃ الشرعیۃ من القصاص اوالارش او التعزیر او نحوہ و انما یقع علی الاساءۃ بای وجہ یکون فان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینویکون مطلقا کذا فی فتاوٰی قاضی خاں [2] ایں مطابق صورت مانحن فیہ ست، فرق لفظی آنکہ سزائے

تب قسم ٹوٹے گی۔ نیز اسی کے صفحہ ۶۵۱ پر ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر تو آج نماز دو رکعتیں نہ پڑھے تو تجھے طلاق ہے" تو اس عورت کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آجائے یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آجائے تو شیخ شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ اگر خاوند کی قسم اور حیض آنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ وہ نماز دو رکعتیں پڑھ سکتی تھی تو بالاتفاق یہ قسم صحیح ہوگی اور عورت کو طلاق ہوجائے گی، چونکہ اس مسئلہ میں "آج کے دن" اور "دو رکعتوں" کی قید ہے اس لئے یہ مسئلہ اور زیر بحث مسئلہ مختلف ہوگئے جن کا حکم بھی مختلف ہوگا، لہٰذا اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔ نیز اسی میں صفحہ ۶۴۱ پر ہے: ایک شخص نے دوسرے کو ضرب لگائی تو مضروب نے کہا اگر میں اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو فلاں طلاق، تو کچھ وقت گزرجانے کے باوجود اس نے سزا نہ دی (یعنی سزا سے مراد شرعی سزا قصاص یا تعزیر تاوان نہیں بلکہ کوئی تکلیف پہنچانا مراد ہے) تو اس قسم والے نے اگر یمین فور کی نیت کی تو فوراً اس ضرب کے وقت سزا مراد ہوگی اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو پھر مطلق سزا ہوگی یعنی کسی وقت بھی سزا دینا مراد ہوگی جیسا کہ فتاوٰی قاضی خاں میں مذکور ہے یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے موافق ہے

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۳۶

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۴۶

وے نکنم معلق بہ فعل عدمی زوج ست در ما نحن فیہ اگر نخوانی معلق بہ فعل عدمی زوجہ است حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق ان نوی الفور فھو علی الفور وان لم ینو یکون مطلقاً لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شود پس یمین مطلق باقی ماند فی شرح الوقایۃ ص۱۴۸ انت کذا ان لم اطلقك یقع فی اٰخر عمرہ [1] زیرا کہ طلاق ندادن در آخر عمر صادق آید ورنہ ہر وقت احتمال طلاق ہست ہمچنیں نماز خواندن در آخر عمر صادق آید ورنہ نماز خواندن ہر وقت در مدۃ العمر محتمل ست، وفی القھستانی ص۲۷۹ ویقع فی الاصح اٰخر العمر او قبیل موتہ او موتھا وفی النوادر لایقع بموتھا فی قولہ انت طالق وان لم اطلقک [2]، ہمچنیں آں اگر زن قبیل موت نماز نہ خواند بروئے دو طلاق رجعی واقع شود ما نحن فیہ چناں نیست بلکہ	صرف لفظی فرق ہے کہ یہاں "سزانہ دوں" جو کہ خاوند کے فعل کا عدم ہے، کے ساتھ معلق کیا گیا ہے اور ہمارے زیر بحث مسئلہ میں "نماز نہ پڑھنے" کو جو کہ بیوی کے فعل کا عدم ہے، کو معلق کیا گیا ہے۔ لہٰذا دونوں مسئلوں کا حکم ایک ہے جیسے گزرا چنانچہ یہی حکم، بیوی کے نماز نہ پڑھنے پر ہوگا کہ اگر خاوند نے یمین فور کی نیت کی، فوری مراد ہوگی۔ اور اگر یمین فور کی نیت نہ کی ہو تو عام اور مطلق یعنی نماز کسی بھی وقت نہ پڑھنا مراد ہوگا، لیکن احمد نے فوری یمین مراد نہیں لی اور نہ ہی یمین فور کا یہاں کوئی قرینہ ہے، لہٰذا یہ قسم مطلق مراد ہوگی اور بعد میں بھی باقی رہے گی۔ شرح وقایہ کے صفحہ ۴۸ پر ہے: خاوند نے بیوی کو کہا "اگر میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے" تو یہ قسم عمر بھر کے لئے ہے، اگر عمر بھر طلاق نہ دی تو موت کے قریب آخری گھڑی میں طلاق ہوگی کیونکہ اس وقت معلوم ہوگا اس نے عمر بھر طلاق نہ دی ورنہ زندگی میں ہر وقت طلاق کا احتمال تھا، تو اسی طرح "نماز نہ پڑھنے کی شرط" کا وقوع عمر کے آخر میں ہوگا ورنہ زندگی میں ہر وقت نماز پڑھنے کا احتمال موجود ہے۔ قہستانی ص۲۷۹ میں ہے کہ اصح قول یہ ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں خاوند یا بیوی کی موت سے ایک گھڑی قبل شرط کا وقوع

[1] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التطلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۷

[2] جامع الرموز (قہستانی) کتاب الطلاق مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۱۳

آں زن ازاں تاریخ تاایں دم متعودہ گشت، فی قاضی خاں ص۳۴۱ ولو قال اذا طلقتك فانت طالق واذا لم اطلقك فانت طالق فلم یطلق حتی ماتت طلقت ثنتین فی اٰخر جزء من اجزاء حیاتہ[1] ایں ہمہ ثبوت مدعا ست ایضافیہ ص۲۲۹ رجل قال لامرأتہ ان لم اجامعك علی راس ھذاالرمح فانت طالق فما داما حیین والرمح قائم لایحنث[2] وقبیل موت احدہما یا بعد ضیاع رمح حانث شود ہکذا مانحن فیہ واللہ تعالٰی اعلم، اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند بعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است کما فی

معلوم ہوگا، اور نوادر میں ہے کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا" تجھے طلاق اگرچہ میں طلاق نہ دوں"تو بیوی کے مرنے پر طلاق نہ ہوگی، اسی طرح اس مسئلہ میں بیوی مرنے سے قبل نماز نہ پڑھے گی تو اس کو دو طلاقیں رجعی ہونگی جبکہ زیر بحث صورت میں بیوی نے نماز نہ چھوڑی بلکہ اس وقت سے لے کر آج تک وہ نماز کی عادی اور پابند ہے۔ قاضی خاں کے ص۳۴۱ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا"جب میں تجھے طلاق دوں تو تجھے طلاق اور جب تجھے نہ دوں تو تجھے طلاق"اس صورت میں عورت کے مرنے پر اس کو طلاق ہوگی اور اس کی عمر کی آخری گھڑی میں دو طلاقیں ہونگی یہ تمام بحث مدعٰی کے ثبوت کے لئے تائید ہے۔ اسی میں ص۲۲۹ پر ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں نے اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو تجھے طلاق ہے۔"اس صورت میں جب تک خاوند اور بیوی زندہ ہیں اور نیزہ بھی موجود ہے طلاق نہ ہوگی، ہاں کسی کے مرنے یا نیزے کے ختم ہوجانے پر طلاق ہوگی، تو زیرِ بحث مسئلہ بھی ایسا ہی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ احمد علی کی بیوی کو پہلی دو طلاقیں ہوگئی ہیں تو تب بھی ان سے رجوع کرلینے پر وہ کالعدم ہوگئیں جس طرح کہا بائنہ طلاق کے بعد اگر تجدید نکاح کرلیں اور اس کے بعد طلاق

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۲۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۲۸

الدر المختار لوطلقہا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلثا [1] وردالمحتار قولہ قبل الرجعۃ لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق فیتعذر جعلھا بائنا او ثالثا ھکذا فی الطحطاوی [2] ازیں عبارت خوب واضح شد طلاقین اولیین بوجہ رجعت باطل ست اکنوں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح است وھوالمدعی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ المستخرج محمد وجیہ اللہ۔	دے دے تو بعد والی گنتی میں ہوگی اور پہلی گنتی میں نہ ہوگی کیونکہ پہلی تجدید نکاح سے کالعدم ہوگئی ہے۔ اسی طرح رجوع کرلینے کے بعد پہلی دی ہوئی طلاقیں کالعدم ہوجائیں گی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ اگر رجعی طلاق دی ہو تو اس کو بائنہ بنادے یا تین طلاق دے دے۔ اس پر ردالمحتار میں کہا کہ ماتن کا قول "رجعت سے پہلے" یہ اس لئے کہ اگر رجعت کے بعد ہو تو طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے اس لئے اس کو بائن یا تین بنانا ممکن نہ رہے گا، طحطاوی میں یوں ہے: اس عبارت سے خوب واضح ہوگیا کہ احمد علی کی بیوی کی پہلی دونوں طلاقیں رجعت کی وجہ سے کالعدم ہوجائیں گی۔ اب اس کے بعد کسی شرط کے بغیر دی ہوئی طلاق پر رجوع کرنا صحیح ہوگا، یہی مطلوب ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ مسئلہ کا حل پیش کرنے والا محمد وجیہ اللہ۔

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب رب انّی اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون در صورت مستفسرہ زن احمد علی از حبالہ نکاحش بدر رفت، ونہ آنچناں کہ بمجرد تجدید نکاح باز زن اوتواں شد بلکہ تحلیل لازم ست وبے توسط شوہر دیگر حرمت جازم قال اللہ تعالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ [3] حالانکہ	اے اللہ! حق اور درستگی کی رہنمائی فرما، اے رب! میں شیطان کے غرور سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، مسئولہ صورت میں احمد علی کی بیوی اس کے نکاح سے خارج ہوگئی اور اب تجدید نکاح سے بھی حلال نہ ہوگی بلکہ حلالہ ضروری ہے اور دوسرے شخص سے نکاح کئے بغیر قطعی حرام رہے گی، اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اگر تیسری طلاق دے دے تو اس کے بعد بیوی حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

احمد علی بتعلیم کسے ادعائے ارادہ عموم میکند یعنی آنکہ اگر تو درہمہ عمر خودت ہیچگاہ پیراموں نماز نکردی ودر مدت حیات یک نماز ہم ادانہ کنی بر تو دو طلاق باشد حیلہ ایست کاسدہ وبہانہ ایست بس فاسدہ کہ غیر طفلاں بخبر ہیچ عاقلے بجوئے نخرو مقصود وعظ زجرآں می شد کہ پابند نماز شود ہمیں معنی در مستفاہم عرف کہ مبنائے ایمان ست مفہوم شود نہ آنکہ در مدت العمر یک سجدہ پسند ست اگر ترا بینم کہ مردے واز دنیا رخت بردی ہیچ گاہ یک سجدہ الہ نکردی آنگاہ بدم واپسیں کہ خود از نکاح من بیروں مے روی بر تو دو طلاق باشد ایں معنی کہ اضحوکہ بیش نیست زنہار نہ مراد قائلاں مے باشد ونہ مفہوم اہل عرف وزبان، وخود احمد علی صباح آں شب بکار روائی عملی خود مرا خودش کہ آشکارا بود آشکاراتر نمود کہ چوں زن نماز عشاء نگزارد بامداد آں رجعت نمود اگر قصد آں بودے کہ حالا بآموز گاری دستاں سازاں دامے نماید طلاق بر کہ بود ورجعت از چہ فرمود ازیں ہمہ واضحات گزشتن وگزاشتن وبہر تحلیل فرج حرام نظر بر فریب وحیلہ گماشتن کار مسلمانی نیست وہم ازینجا حیلہ قصد وعدہ از ہم پاشد بل ہر حیلہ کہ فسو نسازے حالاتراشد عمل بامدادی

شخص سے نکاح نہ کرے، اب احمد علی نے کسی کے سکھانے پر جو حیلہ گھڑا اور کہا کہ عموم کا ارادہ کیا ہے یعنی تمام عمر کبھی کہیں کوئی نماز بیوی نہ پڑھے اور تمام عمر ایک نماز بھی نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، یہ حیلہ جھوٹ اور خالص فاسد بہانہ ہے جس کو بیخبر بچوں کے علاوہ کوئی عقلمند تسلیم نہیں کرے گا، جبکہ مقصد یہ ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے نصیحت اور ڈانٹ کے طور پر بات کی گئی ہے لوگوں کے عرف میں یہی سمجھا جاتا ہے کہ بیوی کو نماز کا پابند بنانے کے لئے کوئی نماز ترک کرنے پر اس کو دو طلاقیں ہوں گی، نہ یہ کہ تیرا ایک سجدہ ہی پسند ہے اور جب تو مرنے لگی اور دنیا سے رخصت ہوتی دیکھوں کہ تونے کوئی ایک سجدہ نہ کیا اور دنیا سے واپس جاتے ہوئے جبکہ از خود نکاح ختم ہورہا ہو تو تجھے دو طلاقیں ہوں گی، یہ معنی تو مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں اور نہ ہی ایسی بات کرنے والوں کا ہرگز یہ مقصود ہوتا ہے اور نہ ہی اہلِ زبان اور اہلِ عرف یہ معنٰی سمجھتے ہیں۔ احمد علی نے رات کی کارروائی جو کہ پہلے واضح تھی اس کو صبح مزید واضح کرتے ہوئے بیوی کے عشاء کی نماز رات کو نہ پڑھنے پر دو رجعی طلاقوں کے بعد صبح اس نے رجوع کیا، اگر اس کا مقصد وہی تھا جو حیلہ سازوں نے اس کو سکھایا تو عشاء کی نماز نہ پڑھنے سے طلاق نہ ہوئی تو رجوع کیسا اور کس سے رجوع کیا، اس تمام واضح چیز کو نظر انداز کرنا اور

احمد علی ہمہ را جان خراشد و قولہ ایں بیچارہ بے علم چہ داند فقیر سخن ازاں در رد معلم اومی راند وہمچناں ابطال طلاق بہ رجعت کہ ایں کلمہ ملعونہ از زبانش ہماں بتعلیم ضلال برآمد ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم حکم مسئلہ در فتوائے جلیلہ سابقہ ہرچہ تمامتر روشن شدہ است اینجا تسکیناً للھواجس وتوھینا للوساوس والدسائس حرفے چند نافع و سود مند در رد فتوائے دیوبندبر نگاریم وامیدِ توفیق از حضرت عزت عزوعلاداریم۔ایں طرفہ فتوی جامع الخطا والطغوی کہ اثر دیوبندیش از ہر سطر اش ہویدا وجان وجہاں دیوبندیاں برحرف حرفش شیدا بملاحظہ آمد،نو بادہ دیوبندیاں در تحلیل حرام خدا بہ تسویل نفس پر دغا،چہ ستم اعجوبہا بکار برد کہ کہن مشقاں دیوبند را نیز رونق بازار برد تفصیلی مفضی تطویل،لہذا بر ما قل وکفی تعویل وحاشا روئے سخن برہیچو ناشناسانِ فن بلکہ مقصود نصح عوام مومناں ست،تا مبادا باغوائے کسے حرام خدارا حلال پندارد،وکلمات خطا وضلال حتی کہ تکذیب صریح کلام ذی الجلال را سہل انگارند والعیاذ باللہ العزیز الرحیم،ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ

فریب اور غلط حیلہ سے حرام شرمگاہ کو حلال کرنا مسلمانوں کا کام نہیں ہے،نیز یہاں یہ حیلہ کرنا کہ احمد علی نے وعدہ طلاق کا قصد کیا ہے،خود بخود ختم ہوگیا بلکہ وہ تمام حیلے جو کارسازوں نے اسے سکھائے ہیں ان سب کو خود احمد علی نے صحیح رجوع کی کارروائی سے باطل قرار دیا اور اس مجیب بیچارے بے علم کو کیا معلوم ہے،یہ فقیر اس کے استاذ کے رد میں بیان کرتا ہے اور یونہی استاذ کے سکھائے ہوئے اس کلام میں کہ رجوع کرنے سے پہلی طلاقیں باطل ہوگئی ہیں جو کسی گمراہ کے بہکانے پر اس کی زبان نے استعمال کی ہیں کا رد کیا جائے گا۔ان گمراہ کلمات پر "لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم "ہی پڑھی جاسکتی ہے،مسئولہ صورت کا جواب مذکور کلمات سے مکمل ہوگیا ہے تاہم شکوک کو ختم کرنے اور وسوسوں کو مٹانے کیلئے دیوبندی کے فتوی کے رد میں کچھ کلام کی جائے تو مفید اور سود مند ہوگی جس کے لئے میں اللہ تعالٰی سے توفیق کا خواستگار ہوں۔یہ ردی فتوی جو گمراہی اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اس کی ہر سطر سے دیوبندیت اور جہالت نمایاں ہورہی ہے اور اس کے ہر حرف سے دیوبندیوں کا سرمایہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے،دیوبندیوں کا یہ نیا تماشہ جو اللہ کی حرام کردہ کو حلال بنانے کے لئے من گھڑت فریب سے پر ہے۔ان عجوبوں پر ظلم یہ کہ دیوبند کی کہنہ مشق شخصیات بھی بازار کی رونق

العلی العظیم عزیزان ہلہ ہشیار وے شتاب زدگی نباید شہسوار خامہ برق بار را بجالش آمدن دہید بحولہ تعالٰی حالاخالی شود وبیان بہ عیاں رسد کہ بیچارہ ازاثر دیوبندی چساں تکذیب نص قطعی قرآن وخرق اجماع ائمہ مومناں علیہم الرضوان نمود، وبطمع آنکہ مگر فرجے حرام رابرائے دیگرے حلال نماید حیادر ملابر روئے خودش کشود وقد صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیما یرویہ عنہ ابوھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند البیھقی فی شعب الایمان من اسوء الناس منزلۃ من اذھب اٰخرتہ بدنیا غیرہ [1] ۔والعیاذ باللہ رب العٰلمین ہماچیدہ چیدہ در تنبیہات عدیدہ مفیدہ بر چند خطایائے ایں فتوی نوچاویدہ آگاہی دہیم، تا عاقلاں پے برند وغافلاں خبر دار شوند وخاطیاں اگر توفیق یابند د گرہ ہمچناں کور کورانہ نروندو باللہ التوفیق ووصول التحقیق۔

ثابت ہوئے ضرورت سے زائد بات موجب تطویل ہوگی لہٰذا ہم پر قلیل اور کافی کو پیش کرنا مناسب ہے ان جیسے ناسمجھ لوگوں سے ہرگز روئے سخن نہیں ہے بلکہ اہل ایمان کو نصیحت مقصود ہے تاکہ کہیں کسی کے بہکانے پر اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال نہ سمجھ لیں، اور غلط وگمراہی کی باتیں حتی کہ اللہ تعالٰی کے صریح کلام کی تکذیب ہیں پر سہل انگاری سے کام نہ لیں العیاذ باللہ العزیز الرحیم، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ عزیزان نہایت ہوشیار بے صبری نہیں چاہئے، تیز رفتار شہسوار قلم کو حرکت میں آنے دو اللہ تعالٰی کے فضل سے میدان صاف اور بیان واضح ہوجائے گا کہ اس مجیب بیچارے نے دیوبندی اثر کی بناپر قرآن پاک کی نص قطعی کی تکذیب اور مومنوں کے ائمہ کرام رضوان اللہ علیہم کے اجماع کی خلاف ورزی کس طرح کی ہے اور وہ بھی حرام شرمگاہ کو غیر کے لئے حلال کرنے کے لالچ میں جرات کرکے شرمساری اپنے ذمے لے لی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا سچا ارشاد روایت فرمایا جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے کہ لوگوں میں سب سے بڑا بدبخت وہ شخص ہے جو غیر کی دنیا کے لئے اپنی آخرت خراب کرے والعیاذ باللہ رب العٰلمین، اب ہم چند تنبیہات مفیدہ، اس عجیب فتوٰی کی چند غلطیوں پر آگاہی کے لئے ذکر کریں گے تاکہ بے پر عاقل اور غافل لو

[1] شعب الایمان باب فی اخلاص العمل للہ وترک الریاء حدیث دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۵۸

خبر دار ہوجائیں اور خطاکار اگر توفیق پائیں تو دوسروں کے نہ راستے کو نہ اپنائیں، توفیق اور حق تک رسائی اللہ تعالٰی سے ہی حاصل ہوتی ہے۔(ت)

اول: آنکہ خرق طلاق را تبدیل صورت سوال رفو خواست سوال کہ ایں جاآمدہ بود لفظش آں بود کہ "ایک شخص نے اپنی بی بی کو بعد نماز مغرب کے کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے"۔ و تعلیم سوال دیوبندی آنچناں ساخت کہ باعتدال طبع واستقلال مزاج بطریق زجر وتنبیہ گفت کہ نماز بخواں اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق بجائے تو دو طلاقہ ،ترا دو طلاق نمود تا بزعم باطل خودش اورا از تعلیق برآوردہ وعدہ طلاق نماید وبدنداں طمع گرہ از کار احمد علی کشاید وپیداست کہ تبدیل صورت بعد اطلاع بر حکم شرعی نمی باشد مگر از راہ مکروخدع باز سائل ماکہ دوبارہ ایں سوال فرستاد نقاب از روئے دستاں ایں ہواپرستاں کشادہ کہ لفظ خاص احمد علی بزبان بنگالہ "دیلام" کہ صراحۃً بمعنی دادم ست نوشت وبساط اختراع وعد یکسر در نوشت۔

اول: یہ کہ، طلاق کے نشان کو سوال کی صورت میں تبدیلی کرکے، مٹانا چاہا، یہاں جو سوال آیا اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو نمازِ مغرب کے بعد کہا "اگر تو نماز نہ پڑھے گی تو دو طلاق ہے" اور دیوبندی کی تعلیم سے سوال یوں بنادیا: ایک شخص نے اعتدال طبع اور مستقل مزاجی سے زجر اور تنبیہ کے طور بیوی کو کہا کہ تو نماز پڑھ، اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاق، یوں اس نے "تو دو طلاق" کی بجائے "تجھے دو طلاق" بنادیا، تاکہ اپنے باطل زعم میں وہ تعلیق طلاق سے نکال کر وعدہ طلاق بناسکے اور لالچ کے دانتوں سے احمد علی کی کارروائی کی گرہ کو کھولے، اور واضح بات ہے کسی شرعی حکم کے معلوم ہونے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا صرف مکروفریب ہی کہلاسکتا ہے پھر جس نے ہمارے پاس دوبارہ یہ سوال بھیجا ہے اس نے ان نفسانی خواہشات پرستوں کی داستان سے پردہ ہٹادیا ہے کہ احمد علی نے جو لفظ خاص اس موقعہ پر بنگالی زبان میں استعمال کیا ہے وہ "دیلام" ہے جو کہ صراحۃً "میں نے دی" کے معنی میں ہونا لکھا ہے اور وعدہ کی اختراعی صورت بالکل ختم کردی۔(ت)

دوم: فرقے کہ در تو طلاق وترا طالق از پیش خویش بر آورد محض ایجاد بندہ است بیچارہ در انشائے تعلیق و تعلیق انشا فرق نمی داند مقصود ومفاہم عرف اول ست نہ ثانی، ومعنی استقبال خود لازم ہر جز است چنانکہ در قولش اگر چناں کنی تو طلاق معنی آنست کہ مطلقہ شوی ہم بایں انشانہ بانشائے جدید، کہ آں وقت وعدہ ابدایش میدہد، ہمچناں در قولش اگر نچناں کنی ترا طلاق معنی ہمان ست کہ تراطلاق شود بہمیں انشاء نہ بانشائے موعود، وطلاق آنچناں کہ صدورًا وصف مردست کہ از وبمصدر مبنی للفاعل اے مطلقیت بالکسر تعبیر کنند ہمچناں وقوعًا صفت زن کہ از وبمصدر مبنی للمفعول اعنی مطلقیت بالفتح نشان دہد پس مقدر خواہد شد بود نہ کہ خواہم داد اگر مجرد ملاحظہ آنکہ ایں صفت زن بے فعل شوے صورت نہ بندد مشعر فعل جدید موعود ومفید معنی وعدہ شود پس ایں خود در قول او، اگر چناں شود تو طلاق نیز نقد وقت ست زیراکہ از طلاق بمعنی رفع کہ فعل زوج ست اورا نیز ناگزیر ست بلکہ ہیچ لفظے ازیں معنی بے نیاز نبود پس اگر ایں ملاحظہ بموجب معنی وعدہ شدے ہمانا ہیچ تعلیق صورت نہ بستے مثلاً در تو طلاق نیز تواں گفت کہ معنی آنست کہ تو مطلقہ خواہی شد ومطلقہ نیست مگر آنکہ بروئے ایقاع طلاق نمودہ شود پس معنی آں شد کہ بر تو ایقاع طلاق کردہ خواہد شد وپیدا است کہ ایں وعدہ طلاق نیست بالجملہ ایں وسوسہ وتفرقہ جہالتے بیش نیست۔

دوم: "تو طلاق، اور تجھے طلاق" کا فرق خود اپنی طرف سے من گھڑت بنایا، اس بیچارے کو تعلیق کی انشاء اور انشاء کی تعلیق کا فرق معلوم نہ ہوسکا، جبکہ عرف میں پہلا یعنی تعلیق کی انشاء مقصود ومتعارف ہے نہ کہ دوسرا، اور پھر ہر جزء کو استقبال خود لازم ہے مثلاً یہ کہنا کہ "تو اگر یوں کرے تو طلاق ہے" اس کا معنی یہ ہے کہ "تو مطلقہ ہوجائے گی" اور انشاء بھی یہی ہوگا نہ کہ کوئی بعد میں جدید انشاء ہوگا، اور طلاق صادر ہونے کے اعتبار میں خاوند کی صفت ہوتی ہے جس کو طلاق دینے والا، سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یونہی وہ وقوع کے اعتبار سے بیوی کی صفت ہوتی ہے جس کو مطلقہ سے تعبیر کرتے ہیں (یعنی خاوند کے لئے طلاق مصدر مبنی للفاعل اور بیوی کے لئے وہی طلاق مصدر مبنی للمفعول بن جاتا ہے) تو یہاں "ہوجائے گی" کی تقدیر بنے گی نہ کہ "میں دوں گا" کی تقدیر بنے گی۔ اور اگر صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ بیوی کی صفت خاوند کے فعل کے بغیر بن گئی تو بات نہ بنے گی اور اس سے خاوند کے جدید آئندہ فعل اور طلاق کا وعدہ نہ بن سکے گا، پس خاوند کا یہ کہنا کہ "اگر یہ ہوجائے تو طلاق" بھی بروقت انشاء ہے کیونکہ طلاق جس کا معنی ہٹانا اور کھولنا ہے بھی خاوند کے فعل کا نام ہے جو کہ ضروری ہے، بلکہ کوئی لفظِ طلاق بھی خاوند کے فعل سے بے نیاز نہیں ہوسکتا، پس اگر اس لحاظ سے اس کو وعدہ والا معنی قرار دیا جائے تو پھر تعلیق کے لئے کوئی صورت نہیں بن سکے گی مثلاً کوئی یوں کہے "تو طلاق ہے" تو وہ کہہ سکتا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے تو مطلقہ ہوسکے گی اور ابھی

سوم: جناب مجتہد العصر باجتہاد خودش ایں فرق بدیع ابداع نمود وندید یا دید از چشم حق پوشید کہ در کتب مذہب تصریحا جا بجا لفظ "ترا طلاق" تعلیق قرار دادہ اند نہ وعدہ، در فتاوٰی خلاصہ و فتاوٰی عالمگیریہ فرمود اگر مرا نخواہی ترا طلاق فقالت می خواہم **لاتطلق ھذا تعلیق بالارادۃ وانھا امر باطن لایوقف علیہ فیتعلق بالاختیار**[1] در فتاوٰی قاضی خاں و خزانۃ المفتین و غیرہما فرمودند اگر سہ ماہ رانیایم ودہ دینار نیارم ترا طلاق **فجاء ولم یات بالدنانیر تطلق**[2] در فتاوٰی ظہیریہ وخزانہ امام سمعانی فرمودہ قال لھا اگر تو حرام کنی ترا سہ طلاق **فابانھا ثم جامعھا فی العدۃ یحنث وتطلق ثلثا**[3] حالانکہ مجتہد دیوبند از چشم کشادہ نظر فرماید کہ آں بالاخو اینہائے وعدہ وتقدیر خواہم داد کجا شد۔

چہارم: احمد علی رادریں دستاں استاذ خود می گوید کہ ایں مطلب از خود نگر فتم بلکہ احمد علی میگوید حالانکہ معاملہ واژ گونہ است بے چارہ

مطلقہ نہ ہوئی۔ اور جس عورت کو کئی طلاق دے تو معنی یہ ہو جائے گا کہ طلاق دوں گا حالانکہ وہ طلاق واقع کر رہا ہے اور طلاق کا وعدہ نہیں کر رہا، غرضیکہ یہ فرق کا وسوسہ جہالت ہے، اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ **سوم:** یہ عجیب فرق کرنے پر مجتہد العصر نے یہ بھی نہ دیکھا یا دیکھا اور حق نظر نہ آیا کہ مذہب کی تمام کتب میں جابجا صراحۃً "تجھے طلاق ہے" کو تعلیق قرار دیا گیا ہے نہ کہ وعدہ طلاق قرار دیا گیا۔ فتاوٰی خلاصہ اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ "اگر تو مجھے نہیں چاہتی تو تجھے طلاق ہے" بیوی نے جواب میں کہا "میں چاہتی ہوں" تو طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ بیوی کے ارادہ سے معلق ہے اور ارادہ باطنی چیز ہے اس پر واقفیت نہیں ہو سکتی لہٰذا بیوی کے اختیار پر فیصلہ ہوگا، اور فتاوٰی قاضی خان اور خزانۃ المفتین وغیرہما میں فرمایا ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا "اگر میں تین ماہ کو نہ آؤں اور دس دینار نہ لاؤں تو تجھے طلاق"۔ تو تین ماہ کے بعد آیا اور دس دینار نہ لایا تو طلاق ہو جائے گی۔ فتاوٰی ظہیریہ اور خزانہ امام سمعانی میں فرمایا اگر بیوی کو کہا اگر تو حرام کرے تو تجھے تین طلاق۔ اس کے بعد اس نے بیوی کو طلاق بائنہ دے کر اس سے عدت میں جماع کیا تو قسم ٹوٹ جائے گی اور تین طلاقیں ہو جائیں گی دیوبندی مجتہد آنکھ کھول کر دیکھے کہ مذکورہ بالا عبارات میں وعدہ اور "طلاق دوں گا" کہاں ہے۔ **چہارم:** احمد علی کی اس داستان کا استاذ خود کہتا ہے کہ "یہ مطلب میں نے خود نہیں بنایا بلکہ احمد علی کہتا ہے" حالانکہ یہ گہرا معاملہ ہے اگر بے چارہ

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل السابع فی الطلاق بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۷

[2] خزانۃ المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۳

[3] خزانۃ المفتین فصل فی التعلیق قلمی نسخہ ۱/ ۱۱۲

احمد علی اگر ازیں کید عظیم آگہی داشتے صبحگاہ چار تخم رجعت کاشتے۔

پنجم: باز کہ باعتراف حق گزائید سخنے لغو و بے سود چادیدن گرفت کہ معلق برسہ گونہ است و قسم را قسمت دانستہ میگوید مجموعہ شش قسمت است حالانکہ ایں تقسیم را در مسئلہ دائرہ دخلے نیست اینجا وفرق حکم میان قسمے وقسمے نیست خودش می سراید **هذا يعم الصورة الستة كلها من غير فرق** ہو شمندرا پر سیدن ست کہ چوں اینجاہر قسم را حکم یکے ست ذکر ایں تقسیم ازش چہ رودر میان آمد جز اینکہ بینندہ داند کہ جناب اجتہاد مآب راگاہے بر شرح وقایہ ہم نظر افتادہ است **ولو مع عدم الفهم**۔

ششم: شان الٰہی نظارہ کردنی ست کہ خوددر ضمن باطل نادانستہ لب بحق می کشاید و بازاز خطب بہ جذب می گراید، مرادش آں بود کہ ایں تعلیق رادائم نماز چسپاں نماید تا بوقوع صلٰوۃ ولو مرۃ زن را تحفظ از طلاق بدست آید از ہمیں رو منطق الطیر خود را خرچ نمود و مطلب را کشاں کشاں برآں منزل آورکہ اگر از زن احمد علی یک نماز ہم پیش از مرگ واقع شد اوراطلاق نیست حالانکہ ایں جاخود می گوید حیث لایشعر راہ حق می پوید، کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ ست دائما سبحان اللہ ایں شتر گر بگی بیں غرض متکلم آں بود کہ زوجہ دائما معتاد نماز شود یاآں شد کہ زن در مدۃ العمر یک سجدہ بجاآرد گو در سائر عمر خودش ہیچ روئے بقبلہ میار ببیں تفاوت رہ از کجاست

احمد علی اس عظیم مکر کو سمجھتا تو صبح کو رجوع کیوں کرتا۔

پنجم: پھر حق کے اعتراف سے گزیر کرتے ہوئے لغو اور بے سود معاملہ میں الجھ گیا کہ "معلق تین قسم پر ہے" اور قسم کو تقسیم سمجھ کر کہتا ہے" مجموعہ چھ قسم ہے" حالانکہ زیر بحث مسئلہ میں اس تقسیم کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہاں اقسام میں کوئی فرق نہیں ہے اور خود کہتا ہے کہ یہ حکم تمام چھ اقسام کو شامل ہے، اس عقلمند سے کوئی پوچھے کہ جب سب کا حکم ایک ہے تو پھر اس تقسیم کو کس وجہ سے درمیان میں لایا گیا سوائے اس کے کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو جائے کہ جناب مجتہد صاحب کی نظر شرح وقایہ پر بھی پڑی ہے اگرچہ سمجھ نہیں آئی۔

ششم: خدا کی شان دیکھئے کہ باطل کے ضمن میں غیر شعوری طور پر حق زبان سے نکل گیا اور پھر دوبارہ گڑھے میں گر گیا، اس کا مقصد تو یہ تھا کہ اس تعلیق کا تعلق دائمی ترک نماز سے بنائے تاکہ ایک نماز بھی پڑھ لینے پر بیوی کو طلاق سے تحفظ مل سکے، اسی بناء پر اپنی منطق کو استعمال کرتے ہوئے مطلب کو کھینچ تان کر اس منزل پر لے آیا کہ اگر احمد علی کی بیوی مرنے سے قبل ایک نماز بھی پڑھ لے تو طلاق نہ ہوگی حالانکہ یہاں راہ حق کو غیر شعوری طور پر پاتے ہوئے کہتا ہے کہ متکلم کی غرض بھی یہی کہ اس کی بیوی دائمی طور پر نماز کی عادی ہو جائے، سبحان اللہ! اس شتر کی چال دیکھئے کہ یا متکلم کی غرض بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے یا یہ غرض ہے کہ پوری عمر ایک سجدہ بجالائے اگرچہ باقی عمر بھر قبلہ رو نہ ہو

تا بکجا۔

ہفتم: خود معترف شدہ کہ غرض متکلم دائما خوگر بودن زن بہ نماز ست، می گوید پس تخصیص نماز عشاوفجر وغیرہ از کجا امد، اجتہاد تا بامانیز ہمیں می گویم کہ غرض تعوددائم ست تخصیص ہیچ نماز نیست، ہر نمازیکہ عمداً بلاعذر شرعی ترک دہد طلاق شود عشا باشد یا فجر چوں وقت عشا گزشت وزن نماز گزاشت وادا نکرد طلاقہ شدہ۔

ہشتم: باعتراف آنکہ غرض متکلم تعود دائم ست ایں چانہ زنی کہ قرینہ یمین ہم مفقود مگر از باب اجتہاد دیوبند خواہد بود یاہما نا معنی معتاد صلوٰۃ شدن زوجہ دائماآں باشد کہ در ہمہ عمر جز یکبار ہیچ نماز ادانہ کند ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

نہم: تخصیص یمین الفور بصورت غضب وبے اعتدالی طبع نیز از اجتہادات دیوبندیہ است کہ در کتب مذہب ازاں نشانے نیست در فتوائے جلیلہ سابقہ چند امثلہ اش از کتب معتمدہ مذکورہ است چشم مالیدہ آنجا بیند کہ غبار ایں تخصیص از دلش بنشیند در مثال چہارم فرمودہ اند حاکم حلف کرد اگر در شہر بد معاشے آید وتراجزانہ دہم زن طلاقہ باشد ایں نیز از باب یمین الفور ست اینجا کدام غضب واشتعال طبع بود مگر جناب اجتہاد مآب از وجوہ تسمیہ الفور یک وجہ

یہ تفاوت دیکھئے کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔

ہفتم: جب خود معترف ہے کہ متکلم کی غرض بیوی کو نماز کا دائمی پابند بنانا ہے، تو عشاء یا فجر کی نماز وغیرہ کی تخصیص کہاں سے آئی، تمہارااور ہمارااجتہاد بھی یہی کہتاہے کہ غرض نماز کا دائمی عادی بنانا ہے جس میں کسی نماز کی تخصیص نہیں ہے جو نماز بھی شرعی عذر کے بغیر ترک کرے گی طلاق ہوجائے گیوہ نماز عشا ہو یا فجر جب عشاء کی نماز کا وقت ختم ہوجائے اور بیوی نے نماز وقت میں ادانہ کی تواس کو طلاق ہوگئی۔

ہشتم: اس اعتراف کے باوجود کہ متکلم کی غرض دائمی نماز کا عادی بنانا ہے، یہ کہنا کہ "قرینہ یمین خود بھی مفقود ہے" کیسے درست ہوسکتا ہے__ لیکن دیوبند کے اجتہاد میں یہ ہوسکتا ہے کیونکہ بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانے کا مطلب جن کے ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ تمام عمر میں ایک نماز کے علاوہ کوئی نماز نہ پڑھے (ان کے ہاں یہ بھی ہوسکتا ہے) لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

نہم: یمین الفور کی تخصیص غصہ اور بے اعتدالی طبع سے کرنا بھی دیوبند کا اجتہاد ہے، جبکہ مذہب کی کسی کتاب میں اس تخصیص کا کوئی نشان نہیں ہے، گزشتہ چند معتمد علیہ کتب کے فتاوٰی جلیلہ کی کچھ مثالیں گزری ہیں ان کو آنکھیں صاف کرکے دیکھیں تاکہ ان کے دل سے تخصیص کی غبار نکل سکے، چوتھی مثال میں فرمایا گیا ہے کہ اگر حاکم نے قسم اٹھائی کہ "اگر کوئی بدمعاش شہر میں داخل ہوا تجھے سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق ہے" یہ بھی یمین فور ہے حالانکہ یہاں غصہ اور اشتعالِ طبع

راملاحظہ فرمودہ گمان بردہ باشند کہ مشبہ ومشبہ بہ یکے ست ومناسبت تسمیہ لازم حقیقت شیئ ست وایں خود از اثر تعلیم دیوبندی دور نیست۔

دہم: ازیں جاتا قول وھکذا ما نحن فیه والله تعالٰی اعلم کہ دو ثلث تحریر اومی شود اگر فتوائے جلیلہ سابقہ رابچشم عقل وفہم ودیدن توانستے ازینہمہ یاوہ سرائیہا معاف داشتے ایں معنی کہ ظاہر مفاد لغوی لفظ تعلیق طلاق برعدم دائم نماز ست در فتوائے جلیلہ بالفاظ جزیلہ قلیلہ ادا شدہ بود باز تخصیص بالفرض بور جسے سمت ایضاح تافت کہ آفتاب حق بے حجاب سحاب تافت وخود اینکس نادانستہ ایمان آورد کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما پس حق روشن شد وپردہ از جہالت دیوبندیہ برافتاد وریں دو ثلث تحریر بے تحریر ہرچہ جاوید ہمہ لغو وضائع رفت کہ حاجت التفات نماند کما لا یخفی علی کل عاقل فضلا عن فاضل ایں الفاظ مختصرہ فتوائے جلیلہ سابقہ راکہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز پڑھی صادق نہ رہا باتقریر طویل پریشانی اینکس باید سنجید [عـــہ] وباز تحقیق حق ناصح را، کہ مگر بحکم دلالت حال واجب ست کہ خاص قسم اول یعنی صلٰوۃ ملتزمہ مبریٔہ مراد ہو اور اس کا انتفاء

موجود نہیں ہے مگر اس مجتہد صاحب نے یمین فور کی وجہ تسمیہ کے وجوہ میں سے ایک وجہ کو دیکھ کر گمان کرلیا کہ مشبّہ اور مشبّہ بہ ایک ہی چیز ہیں اور وجہ تسمیہ کی مناسبت شیئ کی حقیقت کو لازم ہوتی ہے، یہ بھی تو دیوبند تعلیم کے اثر کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

دہم: یہاں سے لے کر اس کے اس قول "ہمارے زیر بحث مسئلہ میں ایسے ہی ہے واللہ اعلم" تک جو کہ اس کی تحریر کا دو تہائی حصہ ہے کے متعلق اگر پہلے مذکور فتوی جلیلہ کو عقل وفہم کی آنکھ سے دیکھ لے اس کی یہ تمام یاوہ گوئی ختم ہوجائے اور تعلیق طلاق کا لغوی معنی جس کا مفاد ظاہرًا دلالت کررہا ہے کہ "اگر تو نماز نہ پڑھے گی" کا مطلب دوام نماز کا عدم ہے یعنی کوئی ایک نماز نہ پڑھے، مذکورہ فتوی جلیلہ کے الفاظ نے بھرپور انداز میں اس کو بیان کردیا ہے پھر نماز فرض کی تخصیص واضح انداز میں بادل سے بے حجاب سورج کی طرح روشن ہوگئی ہے، اور خود اس شخص نے نادانستہ طور پر اعتراف کرلیا کہ "متکلم کا مقصد بیوی کو دائمی نماز کا پابند بنانا ہے" پس حق واضح ہوگیا اور دیوبندی کی جہالت سے پردہ اٹھ گیا، اور اس کی دو ثلث تحریر بے تحقیق یہاں لغو اور ضائع ہوگئی اور اس کی طرف التفات کی ضرورت نہیں جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے، گزشتہ فتاوٰی جلیلہ کے مختصر الفاظ کو "کہ فعل حکم نکرہ میں ہے اور نکرہ حیز نفی میں عام ہوجاتا ہے اور عموم سلب بوجہ

عـــہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے تو لازم ہوا کہ جب عوت نے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی صبح صادق طالع ہوتے ہی اس پر دو طلاقیں پڑگئیں باعتراف اینکس کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما باید دید تو وبخدائے تو ہیچ پردہ برچہرہ حق ماندہ است حاشا ثم حاشا بشرط آنکہ تعلیم دیوبندی عقل ترا دیوبندی یعنی بندی دیو نکردہ باشد۔

ایجاب جزئی کہ صبح کی نماز نہ پڑھی، صادق نہ رہا" کو اپنی طویل پراگندہ تقریر کے مقابلہ میں اس شخص کو دیکھنا چاہئے، اور پھر اس کے بعد واضح حق کو "کہ مگر بحکم دلالتِ حال واجب ہے کہ خاص قسم اول یعنی صلٰوۃ ملتزمہ مبرئیہ مراد ہو اور اس کا انتفاء ایک وقت کی نماز فرض عمداً بلاعذر شرعی چھوڑنے سے صادق آجاتا ہے اس حلف کے بعد عشاء نہ پڑھی، صبح صادق طالع ہوتے اس پر دو طلاقیں پڑگئیں" کو یہ شخص اپنے اس اعتراف کے ساتھ "کہ متکلم کی غرض بھی بیوی کو دائمی طور پر نماز کی عادی بنانا ہے" ملا کر دیکھے تو بخدا بتائے کہ حق کے چہرہ پر کوئی پردہ باقی رہتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں رہتا، بشرطیکہ دیوبندی تعلیم نے اس کی عقل کو دیوبندی یعنی شیطان کا غلام نہ بنایا ہو۔

یازدہم: مسکین بیچارہ کہ در مدرسہ دیوبند گاہے الفاظ میر زاہد بر ملا جلال را ترجمہ شنیدہ باشد بشامت بخت منطقہ منطق بر رخت فقاہت دیوبندی بست ومطلبے راکہ در فتوائے جلیلہ سابقہ باحسن طریقہ اصول ایضاح یافتہ بود باخس طرق معقول نا معقول خودش اثبات خواست وباآنکہ محققین ایں تدقیق ذائع عمدۃ المدققین سید زاہد مرحوم را بوجوہ کثیرہ رد فرمودہ اند بیچارہ دست نظر قاصر از انہا کوتاہ داشتہ بر تقلید جامد سید زاہد بسند نمود ونداشت کہ موضوع قضیہ طبعیہ معروض کلیت است وکلیت از معقولات ثانیہ پس قضیہ ذہنیہ باشد نہ خارجیہ وزنہار ایں مرتبہ از وجود خارجی بوئے نشود نہ بوجود فردے واحد نہ بوجود جمیع افراد فی الخارج بلکہ وجود فردے فی الخارج مستلزم وجود انتزاعی ایں مرتبہ ہم نتواں شد

یازدہم: بیچارے مسکین نے کبھی دیوبند کے مدرسہ میں ملا جلال پر میر زاہد کے الفاظ کا ترجمہ سن لیا ہوگا جس پر بدقسمتی سے منطق کی بات شروع کردی اور دیوبندی فقاہت بنادی اور مذکورہ فتاوٰی جلیلہ کا مطلب جو وضاحت کے اصول پر بہت اچھی طرح واضح ہوچکا تھا اس کو اپنی نامعقول منطق سے ثابت کرنے کی کوشش کررہا ہے اگرچہ محققین نے عمدۃ المدققین علامہ سید میر زاہد مرحوم کی بعض مشہور تدقیقات کا کثیر وجوہ سے رَد کیا یہ بیچارہ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے محققین کی بیان کردہ وجوہ سے محروم رہ کر سید زاہد کی تقلید جامد پر ہی انحصار کرسکا۔ اسے معلوم نہیں کہ قضیہ طبعیہ کا موضوع کلیت کا معروض ہوتا ہے اور کلیت معقولات ثانیہ سے ہے جس کو وجود صرف ذہنی ہوتا ہے، لہٰذا یہ طبعیہ صرف قضیہ ذہنیہ ہوتا ہے

فان المنتزع تابع للانتزاع فمالم ینتزع لم یوجد ولو وجد مایصح الانتزاع منہ آیا نہ بنی کہ ایں مرتبہ بے لحاظ ماہیت مع الاطلاق ای فی العنوان دون المعنون صورت نہ بندد پس بے لحاظ لاحظ بمجرد وجود فرد فی الخارج چسپاں وجود ذہنی پذیرد۔

دوازدہم: مراد از وجود طبیعت موضوع طبعیہ وجود خارجی است یا وجود ذہنی اول را خود اوشایاں نیست ودوم در گرد وجود فرونبود کہ بانتفائے افراد منتفی شود۔

سیز دہم: الشیئ المطلق کہ ملحوظ بلحاظ عموم وکلیت واطلاق است احکام افراد بادساری نشود پس چرا بوجود فرد موجود یا بانتفائے افراد منتفی شود۔

چہاردہم: اگر بفرض باطل طبعیہ راخارجیہ گویم پس وجود طبیعت بوجود ہریک از افراد متعاقبہ ہماں نحو وجود ست کہ بوجود فرد اول عارض شود یا غیر آں ولو بالاعتبار اول باطل ست کہ تحصیل حاصل ست وعلی الثانی چوں بوجود ہر فرد نحوے از وجود عارض شود بانتفائے آں فرد ہمانحو وجود منتفی شود پس

خارجہ نہیں ہوتا، اور یہ ہرگز وجود خارجی کا مرتبہ نہیں پاسکتا، یہ اپنے ایک فرد یا جمیع افراد کے خارجی وجود سے بھی خارج میں متحقق نہیں ہوسکتا بلکہ کسی فرد کے خارج میں پائے جانے سے اس مرتبہ کا وجود انتزاعی بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ انتزاع کی ہوئی چیز، انتزاع کے تابع ہوتی ہے تو جب تک انتزاع نہ کیا جائے اس کا وجود نہیں ہوتا اگرچہ وہ چیز موجود تھی جس سے انتزاع کیا جاسکتا ہو، کیا غور نہیں کرتے کہ یہ مرتبہ ماہیت کے ساتھ اطلاق کو ملحوظ رکھے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا یعنی اطلاق کا لحاظ صرف عنوان میں ہو معنون میں نہ ہو، تو کسی فرد کے محض خارج میں لحاظ کرنے والے کے لحاظ کے بغیر پائے جانے سے ذہنی وجود کس طرح پیدا ہوسکے گا۔

دوازدہم: قضیہ کے موضوع کے لئے طبیعت کے وجود سے مراد خارجی وجود یا ذہنی وجود ہے وجود خارجی تو خود طبیعت کے شایاں نہیں، اور ذہنی وجود مراد ہو تو وہ حاصل نہیں (کیونکہ یہ افراد سے متعلق نہیں) کہ وہ افراد کے انتفاء سے منتفی ہوجائے۔

سیز دہم: الشیئ المطلق کے مرتبہ میں عموم، کلیت اور اطلاق ملحوظ ہوتا ہے، اس میں افراد کے احکام سرایت نہیں کرتے تو اس مرتبہ کے متعلق یہ کہنا کہ ایک فرد کے وجود سے موجود یا ایک فرد کے انتفاء سے منتفی ہوجانا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

چہاردہم: اگر بفرض باطل، ہم مان لیں کہ قضیہ طبعیہ کا وجود خارجی ہے تو طبیعہ کا وجود اس کے افراد متعاقبہ میں سے ہر فرد کے وجود سے ہوگا جو کہ اس کے فرد اول کا وجود ہے یا اس کا کوئی غیر وجود ہوگا اگرچہ یہ غیریت اعتباری ہی ہو، اول باطل ہے کیونکہ یہ

انتفا بانتفائے ہر فرد رو نماید و تفرقہ ایں حکم میان مطلق الشیئ والشیئ المطلق ضائع برآید۔

پانزدہم: ایرادات قاہرہ بریں تفرقہ باہرہ در کلماتِ زائرہ ملک العلماء بحر العلوم قدس سرّہ مطالعہ کن غرض بالقدر مایتعلق بالمقام این ست کہ احمد علی زنِ خود راگفت اگر نماز نخوانی ترادو طلاق پس بالبداہۃ مقصود او نمازے ست کہ خواندن و گزاردن وادا نمودن در خارج برروئے کار آوردن را شایاں بود نہ نمازے کہ وجودش محض ذہنی واعتباری باشد و قابلیت ایقاع وادا اصلاندارد پس محال ست انچہ گفتہ کہ مراد دریں‌جا الصلٰوۃ مطلقۃ یعنی موضوع قضیہ طبعیہ است وبہ بطلانش بطلان ہمہ انچہ برو متفرع کردہ واضح فان فساد المبنی فساد البناء۔

شانزدہم: ہنگام تحقق شرط بر عدم حنث نہ خفائے داشت کہ محتاج بہ نقل بودے فاما مجتہد دیوبند کمال سلیقہ خود را در جلوہ دادن خواست وعبارت عالمگیری الاصل ان الیمین متی عقدت علی عدم الفعل فی محلین ینظر فیما الٰی شرط البرا کہ ازیں محل بیعلاقہ بود بہ سند نمود مسکین اگرآں واضحہ را در محل لائق او نتوانستی دید کاش ہم ازیں‌جا بر فقرہ

تحصیل حاصل ہے، اور دوسری شق پر جب ہر فرد کے وجود سے طبیعت کو ایک قسم کا وجود عارض ہوا تو اس فرد کے انتفاء سے طبیعت کو حاصل شدہ وجود منتفی ہوگا، تو لازم آئے گا کہ ہر فرد کے انتفاء سے طبیعت کا انتفاء ہوجائے تو اس حکم میں مطلق الشیئ اور الشیئ المطلق کا فرق فضول ہوگا۔

پانزدہم: اس فرق پر مضبوط اعتراضات کا مطالعہ ملک العلماء بحر العلوم کے کلام میں کرو۔ زیر بحث مقام سے متعلق غرض یہ ہے کہ احمد علی نے اپنی بیوی کو کہا کہ اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں، پس بالبداہت معلوم ہے کہ اس کا مقصد وہ نماز ہے جو خارج میں پڑھی اور ادا کی جاسکے، نہ وہ نماز جس کا وجود محض ذہنی اور اعتباری ہو اور خارج میں پڑھنے اور ادا کرنے کے قابل نہ ہو، تو یہ کہنا کہ یہاں صلٰوۃ مطلقہ مراد ہے جو قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے، محال ہوگا، اس کے بطلان کے بعد وہ تمام باتیں باطل ہوگئیں جو اس پر متفرع کی گئی ہیں، یہ واضح بات ہے کیونکہ مبنی کے فساد سے بناء کا فساد ہوتا ہے۔

شانزدہم: عدم فعل کی شرط کے پائے جانے پر حنث کا پایا جانا واضح بات ہے جس پر کسی نقل کی ضرورت نہ تھی، لیکن دیوبندی مجتہد بڑے سلیقہ سے اپنا جلوہ دکھانا چاہتا ہے اور اس کا یہاں عالمگیری کی عبارت "کہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قسم کا تعلق ایسے عدم فعل سے ہو جس کا تعلق دو محل سے ہو تو دونوں میں قسم پورا ہونے کی شرط کو دیکھا جائے گا" کو بطور سند پیش کرنا بے علاقہ

وعند فوات شرط البر یتعین الحنث کہ بہ تکلف متکلف بطور مفہوم مخالف با مقصود او موافق می تواں شد قناعت کردے تعلیق یمین بہ دو محل رادریں محل چہ مقام و محل۔

بات ہے اس غریب کو اس واضح بات پر کوئی مناسب دلیل نظر نہ آئی تھی تو یہاں اس فقرہ پر کہ "اور قسم پورا ہونے کی شرط کے فوت ہوجانے پر حنث لازم اور متعین ہوگا" اکتفاء کرلیتا کیونکہ یہ بطورِ مفہوم مخالف اس کے مقصد کے موافق تھی، تو اس مفہوم مخالف کا تکلف کرلیتا، جبکہ قسم کو دو محلوں سے معلق کرنے کا یہاں کیا مقام تھا۔

ہفدہم: آنکہ از عالمگیریہ مسئلہ ان لم تعطینی ھذا الثوب [1] باز مسئلہ ان لم اطأك مع ھذہ المقنعة [2] آورد و مسکین درمیان ایں دو مسئلہ مسئلہ کہ ہمیں عالمگیری از محیط از فتاوائے امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آورد واز بے بصری نہ دید یا دید واز بے بصیرتی نہ فہمید یا فہمید واز راہ مغالطہ عوام قطع وبرید گزید، بیبں کہ در ہمیں سطور عالمگیری چہ میں فرماید فی فتاوٰی ابی اللیث رحمہ اللہ تعالٰی اذا اراد الرجل ان یجامع امرأتہ فقال لھا ان لم تدخلی معی فی البیت فانت طالق فدخلت بعد ماسکنت شھوتہ وقع الطلاق علیھا وان دخلت قبل ذٰلك لاتطلق کذا فی المحیط [3] اینجا چرانہ گوید کہ محلوف علیہ عدم دخول مطلق ست و دخول

ہفدہم: یہ کہ عالمگیریہ کا مسئلہ، کہ بیوی کو کہا اگر تو مجھے یہ کپڑا نہ دے تو طلاق۔ اور پھر دوسرا مسئلہ، اگر میں تجھ سے وطی نہ کروں اس اوڑھنی کے ساتھ، کو اس کفایت دینے والے مسئلہ کے ساتھ ذکر کیا اور اس غریب نے ان مذکورہ دونوں مسئلوں کے درمیان، عالمگیری کا محیط سے اور اس کا امام فقیہ ابواللیث سمرقندی سے منقولہ مسئلہ کو ذکر کیا اور بے بصری میں دیکھا نہیں یا دیکھا ہے تو بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے سمجھا نہیں یا سمجھا ہے تو عوام کے مغالطہ دینے کے لئے قطع وبرید کردی، دیکھئے عالمگیری کی انہی سطروں میں کیا بیان کیا ہے کہ فتاوٰی ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے کہ خاوند نے بیوی سے مجامعت کا ارادہ کرتے ہوئے بیوی کو کہا کہ اگر تو میرے ساتھ اندر کمرے میں داخل نہ ہوئی تو تجھے طلاق ہے، اس کے بعد عورت اس وقت داخل ہوئی جب خاوند کی شہوت ختم ہوگئی تو بیوی کو طلاق ہوگی، اور اگر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۲۹

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۳۰

مطلق موضوع قضیہ طبعیہ ست واومنتفی نشود مگر بانتفائے جمیع افراد دخول وایں نبود مگر بعدم دخول اصلاتا حصول موت احد ہما پس دخول گاہے متحقق شود اگرچہ بعد دہ سال عدم دخول مطلق منتفی گردد وشرط حنث صورت نہ بندد۔

شہوت ختم ہونے سے قبل داخل ہوئی تو طلاق نہ ہوگی، جیسا کہ محیط میں ہے، یہاں اس عبارت پر اس نے اپنی مذکور تقریر نہ کی کہ عدمِ دخول پر قسم کھائی ہے اور عدمِ دخول مطلق ہے اور دخولِ مطلق قضیہ طبعیہ کا موضوع ہے جو تمام افراد کے منتفی ہوئے بغیر منتفی نہیں ہوگا مگر اس وقت جب کبھی دخول نہ پایا جائے اور یہ بات خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کے مرنے پر معلوم ہوسکے گی تو جب دخول متحقق ہو خواہ دس سال بعد ہو اس وقت تک دخولِ مطلق کا عدم منتفی رہے گا، اور قسم کے ٹوٹنے کے پائے جانے کی صورت نہ بنے گی۔

ہیجدہم: بازاز عالمگیریہ مسئلہ **ان لم تصل الیوم رکعتین فانت طالق فحاضت قبل ان تشرع فی الصّلوٰۃ او بعد ماصلت رکعۃ**[1] آورد کہ اگر وقت یمین تا آغازِ حیض زمانے بود کہ دو رکعت را گنجائش دارد مطلقہ شود وایں مسئلہ را بظاہر منافی مسئلہ دائرہ انگاشتہ سنگ تطبیق و توفیق بر سراجتہاد برمی دارد کہ دریں عبارت قید الیوم و رکعتین موجود ست لہٰذا حکمش مغائر مانحن فیہ شد فافترقا ولاتشکوا ونمی داند کہ دریں جہت اصلًا نہ در مسائل افتراق نہ در حکم تغیر صلوۃ رکعتین فی الیوم نیز طبیعت کلیہ دارد وانتفائے شیئ بانتفائے جمیع افراد شود چوں روز گزشت وہیچ فرد از افراد صلوٰۃ دو رکعت دراں متحقق نہ شد شرط بر منتفی گشت وحنث رو نمود وتوہم آنکہ شوہر الیوم گفت وبجا آوری دو رکعت در مدۃ العمر

ہیجدہم: پھر عالمگیری کا مسئلہ ذکر کیا کہ خاوند نے بیوی کو کہا اگر تو آج دو رکعتیں نماز نہ پڑھے تو تجھے طلاق، اس کے بعد بیوی کو نماز شروع کرنے سے قبل حیض آگیا، یا ایک رکعت پڑھنے کے بعد حیض آگیا، تو بتایا کہ اگر قسم اور نماز شروع کرنے کے درمیان اتنا وقت تھا کہ دو رکعتیں نماز پڑھ سکے، تو بیوی کو طلاق ہو جائے گی، اس نے اس مسئلہ کو ظاہری طور پر زیر بحث کے منافی بتایا اور تطبیق و توفیق کا پتّھر اجتہاد کے سر پر اٹھا کر کہا اس مسئلہ کی عبارت میں "آج" اور "دو رکعتوں" کی قید ذکر کی گئی ہے لہٰذا اس مسئلے کا حکم ہمارے زیر بحث کے حکم سے مغایر ہے۔ لہٰذا دونوں مسئلے جدا ہیں اور تمہارا اعتراض نہ ہو، اس کو معلوم نہ ہوا کہ اس وجہ کی بنا پر مسائل میں اختلاف اور نہ ہی حکم متغیر ہوا "آج دو رکعتیں نماز" کی بھی طبیعت کلیہ ہے اور کسی چیز کا

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی التعلیق بکلمۃ ان واذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۳۶

بہیچ روزے از روز ہائے عمر اینجا بسند کند وہمینست کہ ہیچ غیر دیوبندی را عارض نتواں شد اگرچہ در غایت جہل و عنادت باشد حاجت رفعش مگر بقیاس عقول علیہ دیوبندیہ افتاد باز رکعتیں راموجب تفرقہ دانستن طرہ براں۔

نوزدہم: باز بکمال ذیہوشی مسئلہ "اگر سزائے وے نکنم **فامرأته كذا**[1]،آورد اگر نیت فور کند بر فور باشد ورنہ مطلق وخودش گفت کہ ایں صورت مطابق مانحن فیہ است واعتراف کرد کہ ہمچنیں حکم اگر نماز نخوانی ترا دو طلاق **ان نوى الفور فهو على الفور** تا اینجا نا دانستہ بحق رجوع آورد باز زخم نامندمل راچارہ کار بہماں مکابرہ وانکار جست لیکن احمد علی نیت فور نکردہ نہ قرینہ فور یافتہ شد **سبحان اللہ** قرینہ فور از کلام خودت پرس کہ خواہر زادہ خالہ تو بالاچہ گفتہ است کہ غرض متکلم نیز معتاد للصلٰوۃ شدن زوجہ است دائما ونیت احمد علی ہم بامداد کار بامداد احمد علی دریاب کہ چون زن نماز عشاء نگزارد وصباح رجعت نمود اگر نیت فور نبودے رجعت از کدام راہ رونمودے،**الحمد للہ** کہ حق واضح ست فاما مکابرہ راچہ علاج۔

انتفاء اس کے تمام افراد کے انتفاء سے ہوجاتا ہے توجب دن بھر میں کوئی فرد نماز کانہ پایا گیااور اس دن میں دو ۲ رکعتوں کاوجود نہ پایا گیا تو دو رکعت نماز نہ پڑھنے کی شرط پائے جانے کی وجہ سے قسم ٹوٹ گئی تو طلاق ہوگئی ہے،اور اس کا یہ وہم کرنا کہ خاوند نے "آج"کا لفظ کہا ورنہ "دو رکعتیں پڑھنے"کا عمر بھر میں سے کوئی دن بھی ہوسکتا تھا تو یہ وہم دیوبندی کے علاوہ کسی کو خواہ کتنا ہی جاہل اور غبی ہو کسی کو لاحق اور عارض نہیں ہوسکتا،لہٰذا صرف دیوبندی عقول عالیہ کو ہی اس وہم کو دفع کرنے کی حاجت محسوس ہوئی پھر اس پر طرہ یہ کہ اس نے دو ۲ رکعتوں کو بھی وجہ فرق بتایا۔

نوزدہم: پھر اپنی کمال عقلمندی دکھاتے ہوئے،یہ مسئلہ کہ اگر اس کو سزا نہ دوں تو بیوی کو طلاق،ذکر کرکے کہا کہ نیت فور کی کرے تو فور ہوگا ورنہ مطلق ہوگا،اور خود کہا کہ یہ مسئلہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے مطابق ہے اور اعتراف کیا کہ یوں ہی عورت کو کہنا اگر تو نماز نہ پڑھے تو تجھے دو طلاقیں،اس کا حکم بھی وہی ہوگا کہ اگر فور کی نیت کی تو فور ہوگا،یہ کہہ کر اس نے حق کی طرف رجوع نادانستہ طور پر کرلیا اور پھر اس مندمل نہ ہونے والے زخم کا علاج اس مکابرہ اور انکار سے کرتے ہوئے کہا،لیکن احمد علی نے فور کی نیت نہیں کی اور نہ ہی فور کا قرینہ پایا گیا،**سبحان اللہ**! فور کا قرینہ خود اپنے کلام سے پوچھ کہ تیری خالہ کے بھانجے نے (تونے) اوپر کیا کہا ہے"کہ متکلم کی غرض بیوی کو ہمیشہ نماز کا عادی بنانا ہے"اور پھر احمد علی کی نیت معلوم کرنے کے لئے احمد علی سے پوچھ کہ اس کی بیوی کے رات کو عشاء کی نماز نہ پڑھنے پر طلاقوں سے صبح رجوع کرلیا،اگر فور کی نیت نہ ہوتی تو

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان واذا نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۴۶

بستم: بازاز شرح وقایہ قہستانی و قاضیخاں مسئلہ انت کذا ان لم اطلقك[1] ومسئلہ ان لم اجامعك علی راس ھذا الرمح[2] می آرد کہ تاکہ آخر عمر وتا بقائے نیزہ مہلت دادہ اند وہماں مقدمہ مسلمہ راکہ خود در فتوائے جلیلہ سابقہ بوضح وجوہ واحسن بیان باستناد عبارات ہدایہ وفتح القدیر رنگ ایضاح یافتہ بود بار بار ایضاح واضح می جوید وبتحصیل حاصل می پوید واز نکتہ بدیعہ رفیعہ کہ بحوالہائے تلخیص الجامع الکبیر وشرح التلخیص للعلامۃ الفاسی وانتقاض الاعتراض وتنویر الابصار ودر مختار وفتح القدیر وشرنبلالیہ وردالمحتار واشباہ والنظائر وتبیین الحقائق وغیرہا افادہ شدہ بود چشم می پوشد وبباطل می کوشد یارب مگر ایں راچہ گفتہ آید مادیدہ رادیدہ کشودہ سہل ست آنکہ صد بار دیدہ دیدہ پوشیدہ ودیدہ ونادیدہ ساختہ اوراچارہ کدام،

بارے مگر در شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ ایں مسئلہ ندیدی کہ شرط للحنث فی ان خرجت وان ضربت (فانت طالق) لمریدۃ خروج او ضرب عبد فعلھما فور[3]، اودر قہستانی، فیہ اشارۃ الی ما تفرد بہ ابوحنیفۃ رحمہ اللہ فی استنباطہ

رجوع کرنے کا کیا جواز تھا، الحمدللہ حق تو واضح ہے مگر مکابرہ کا کیا علاج ہے۔

بستم: پھر قاضی خاں، قہستانی اور شرح وقایہ سے نقل کرتے ہوئے مسئلہ "تجھے طلاق ہے اگر تجھے طلاق نہ دوں" اور مسئلہ "اگر اس نیزے کے سر پر تجھ سے جماع نہ کروں تو طلاق ہے کو ذکر کرکے کہا کہ ان مسئلوں میں فقہاء نے آخر عمر اور نیزے کی بقاء تک مہلت دی ہے اور تمام وہ مقدمات مسلمہ جن کو فقہائے کرام نے اپنے فتاوٰی جلیلہ میں بہت اچھے انداز سے واضح کرکے ہدایہ، فتح القدیر کی عبارات سے مستند کیا ہے ان کو بار بار یہ ذکر کرتا ہے اور واضح کو بے مقصد واضح اور تحصیل حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور بلند پایہ نکتہ جس کو تلخیص الجامع الکبیر، شرح تلخیص علامہ فاسی، انتقاض الاعتراض، تنویر الابصار، در مختار، فتح القدیر، شرنبلالیہ، ردالمحتار، اشباہ ونظائر اور تبیین الحقائق وغیرہا کے حوالوں سے مستفاد کیا گیا ہے، کو مسلسل نظر انداز کررہا ہے اور باطل کے درپے ہے، یاربّ! کیا کہا جائے، نہ دیکھی چیز کو دکھانا آسان ہے اور صد بار دیکھی چیز سے بند آنکھ اور دیدہ کو نادیدہ بنانے والے کے لئے کیا چارہ کیا جائے۔ کیا آپ نے شرح وقایہ بلکہ خود وقایہ میں یہ مسئلہ کبھی نہیں دیکھا کہ جب بیوی باہر

[1] شرح الوقایہ بیان لغویۃ التعلیق قبل التزوج مطبع مجتبائی دہلی ۲/۷۷

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/۲۲۸

[3] مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ فصل حلف الفعل نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی ص ۸۶

من اتمام اقسام الیمین فان سلفه قسموها الی المؤبدة لفظا ومعنی، والمؤقتة کذٰلک، مثل لاافعل کذاولاافعله الیوم ثم زاد الامام اتمامًا ماسمّی بیمین الفور او یمین الحال مما هی المؤبدة لفظا و الموقتة معنی کما مر[1] (ملخصًا) ودر قاضی خاں، سکران ضرب امرأته فخرجت من دارہ فقال ان لم تعودی الی فانت طالق وکان ذٰلك عند العصر فعادت الیه عند العشاء قالوا یحنث فی یمینه لان یمینه تقع علی الفور وان قال لم انو الفور لایصدق قضاء، وفی المرأة اذا قامت لتخرج فقال الزوج ان خرجت فانت طالق وجلست ثم خرجت بعدذٰلك بساعة لایحنث فی یمینه[2]، مگرایں بیچار گاں چہ کنند کہ تعلیم نجدیت در قرآن و حدیث نیز بمصداق اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتٰبِ وَ تَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ[3] کار میکند ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جانے کو یا غلام کو مارنے کے لئے تیار ہو تو اس وقت اس کو کہنا کہ تو باہر نکلی یا تو نے مارا تو تجھے طلاق ہے، تو یہ دونوں یمین فور ہیں۔ امام قہستانی نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں اشارہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قسموں کے اقسام مکمل فرمانے میں اپنے استنباط میں تفرد فرمایا ہے کیونکہ آپ سے قبل اسلاف نے یمین کو صرف لفظًا و معنًی مؤبدہ اور موقتہ پر تقسیم فرمایا تھا مثلاً میں یہ نہ کروں گا، اور میں آج یہ نہ کروں گا۔ پھر امام صاحب نے لفظا ومعنًا مؤبدہ اور مؤقتہ پر ایک قسم زائد بیان کی جس کو یمین فور یا یمین حال کہا جاتا ہے یہ قسم لفظًا مؤبد ہے اور معنًا موقت ہے جیسا کہ پہلے گزرا، قاضیخاں میں ہے کہ ایک نشے والے نے اپنی بیوی کو پیٹا تو وہ باہر نکل گئی تو اس نے کہا اگر تو واپس میرے پاس نہ آئی تو تجھے طلاق ہے، یہ واقعہ عصر کے وقت ہوا تو بیوی اس کے پاس عشاء کے وقت لوٹ آئی، اس پر فقہاء نے فرمایا قسم ٹوٹ گئی، کیونکہ یہ اس کی قسم یمین فور تھی اگر وہ کہے کہ میں نے فور کی نیت نہیں کی تھی تو قاضی اس کی تصدیق نہ کریگا، اور اس مسئلہ میں کہ بیوی باہر نکلنے لگی تو خاوند نے کہہ دیا کہ اگر تو نکلی تو تجھے طلاق ہے، اس پر بیوی واپس بیٹھ گئی اور تھوڑی دیر بعد نکلی تو قسم نہ ٹوٹے گی، یہ بیچارے کیا جانیں، ان کو قرآن وحدیث کی نجدی تعلیم

[1] جامع الرموز فصل حلف الفعل مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۲/ ۲۶۵

[2] قاضی خان باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۳۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

بست ویکم: تااینجا جہالاتِ دیوبندیہ بود حالا ضلالات دیوبندیہ جوش رد بیباک بے ادراک کلمہ گفت کہ بدریا ہا نتواں شست کہ "اگر تسلیم کردہ شود کہ طلاقین اولین واقع شدند تاہم بوجہ رجعت باطل الٰی قولہ اکنواں برائے طلاق بلاشرط رجعت صحیح ست" انا للہ وانا الیہ راجعون o

ع آدمیاں گم شدند ملک گرفت اجتہاد

تعلیم دیوبندی دریں عــہ۱ قرآن عظیم وحدیث کریم واجماعِ ائمہ حدیث وقدیم ہمہ رایکسر پس پشت انداخت وبزورِ زبان وزور بہتان بمصداق ارشاد حضور سید الاسیاد علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم القیام کہ یستحلون الخ شرمگاہ زناں را حلال خواہند گرفت فرج حرام راحلال ساخت قال اللہ تعالٰی عزوجل اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ الٰی قولہ تبارك وتعالٰی فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ[1] یعنی طلاق کہ بعد وے اختیار رجعت ست ہمیں تا دوبارست کہ شوی رادر ماندن زن بخوبی یا آزاد کردن بہ نیکوئی عــہ۲ اختیارست پس اگر بعد اینہا طلاق دگر دہد

ہے، اور پھر بعض کتاب مانتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو، کے مصداق عمل کرتے ہیں، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست ویکم: یہاں تک دیوبندی جہالتیں تھیں اب دیوبندی گمراہی نے جوش مارا اور بے سوچے سمجھے بے دریغ ایسا کلمہ کہہ دیا کہ تمام دریا بھی اس کو صاف نہ کرسکیں، اور کہا کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ پہلی دو طلاقیں واقع ہوگئی ہیں تب بھی احمد علی کے رجوع کرلینے پر وہ باطل ہوگئی ہیں، اور آخر میں کہا کہ اب غیر مشروط طلاق کے بعد اس کا رجوع صحیح ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آدمی ختم ہوگئے اب فرشتہ اجتہاد شروع کررہاہے۔

دیوبندی تعلیم نے یہاں پر قرآن وحدیث اور ائمہ قدیم وجدید کا اجماع تمام کو یکسر نظر انداز کردیا ہے اور زبان وبہتان کے زور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "عورتوں کی حرام شرمگاہوں کو حلال کریں گے" کے مصداق اس کا ارتکاب کیا، حالانکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا دو طلاقیں ہوں تو پھر خوبصورتی سے رجوع کرکے روک لو یا نیکی کے طور پر آزاد کردو۔ اور اس کے بعد اللہ تعالٰی کے قول "پس اگر تیسری طلاق دے دی ہو تو بیوی اس کے لئے حلال نہیں تاوقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے" تک۔ یعنی جس

عــہ۱: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

عــہ۲: یہاں مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

[1] القرآن الکریم ۲/۲۹_۲۲۸

زن مرا در احلال نبود تا با شوئے دگر ہمخوابہ نشود، ائمہ تفسیر وحدیث سبب نزول کریمہ چناں آوردہ اند کہ پیش ازیں طلاق راعددے معدود حدے محدود نبود ہر قدر بار شائے خواستے طلاقہا دادے ورجعت ہا کردے وآنکہ اضرار زن خواستے طلاقش دادے تاکہ آنکہ چوں عدتش بر سر گز شتن آمدن رجعت کردے باز طلاق دادے باز در قرب انقضائے عدت رجعت نمودے وہمچناں کردے تاآنگاہ کہ دلش خواستے بیچارہ زن باین کار معلقہ باندے نہ رائے رفتن نہ روئے ماندن، زن ازیں معنی بحضور بارگاہِ رسالت فریاد آورد آنگاہ آیہ کریمہ نزول فرمود وبعد سہ طلاق اختیار رجعت نماند وکار زن بدست زن شد، امام بغوی در تفسیر معالم التنزیل فرمود قولہ تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ روی عن عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال کان الناس فی الابتداء یطلقون من غیر حصر ولاعدد وکان الرجل یطلق امرأتہ فاذا قاربت انقضاء عدتہا راجعہا ثم طلقہا کذٰلك ثم راجعہا یقصد مضارتہا فنزلت ھذہ الاٰیۃ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی الطلاق الذی یملك الرجعۃ عقیبہ مرتان فاذاطلق ثلثا فلاتحل لہ الابعد نکاح زوج اٰخر [1] امام رازی در تفسیر کبیر

طلاق کے بعد رجوع ہوسکتا ہے وہ دو بار طلاق ہے کہ جس میں خاوند کو اختیار ہے کہ بیوی کو روک رکھے یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے طلاق دے دے، اس کے بعد اگر طلاق دے گا تو بیوی اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ائمہ تفسیر وحدیث نے اس آیہ کریمہ کا شانِ نزول یوں بیان فرمایا کہ اسلام سے قبل طلاق کی کوئی تعداد یا حد مقرر نہ تھی بلکہ خاوند جتنی بار بھی طلاق دے کر رجوع کرنا چاہتا کرلیتا، اور جب بیوی کو تنگ کرنا مقصود ہوتا تو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب وہ رجوع کرلیتا اور رجوع کے بعد پھر طلاق دیتا اور عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور جتنی بار دل چاہتا کرتا بیوی بیچاری لٹک کر رہ جاتی اس کے لئے آزادی یا آبادی کا کوئی طریقہ نہ رہتا، اسی پریشانی میں ایک عورت دربارِ رسالت میں حاضر ہوئی اور فریاد کی، تو اس پر یہ آیہ کریم نازل ہوئی، اور تین طلاقوں کے بعد رجوع کا اختیار ختم ہوگیا اور بیوی خود مختار ہوگئی۔ امام بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں فرمایا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الخ" "الآیۃ کا شانِ نزول یہ ہے جس کو حضرت عروہ بن زبیر رضی تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا کہ لوگ ابتداء میں بے شمار اور لاتعداد طلاقیں دیتے تھے، اور کوئی بھی شخص بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیتا اور پھر طلاق

[1] معالم التنزیل علی حاشیۃ تفسیر الخازن تفسیر آیۃ الطلاق مرتٰن الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۷

فرمود المسئلة الاولی کان الرجل فی الجاھلیة یطلق امرأته ثم یراجعھا قبل ان تنقضی عدتھا ولو طلقھا الف مرة کانت القدرة علی المراجعة ثابتة له فجاءت امرأة الٰی عائشة رضی الله تعالٰی عنھا فشکت ان زوجھا یطلقھا ویراجعھا یضارھا بذٰلك فذکرت عائشة رضی الله تعالٰی عنھا ذٰلك لرسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فنزل قوله تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ[1]، در تفسیرات احمدیہ ست لما کان عدد الطلاق فی الجاھلیة غیر مقرر علی وتیرة واحدة حتی انه لو طلقھا عشرة یمکنه رجعتھا وکان یراجعھا وقت انقضاء العدة ثم یطلقھا ویراجعھا حتی ان جاءت امرأة الی عائشة رضی الله تعالٰی عنھا تشکومن مراجعة زوجھا ثم تطلیقھا ثم وثم ھکذافعرضت الی	دے دیتااور یوں بار بار کرتا رہتا جس کا مقصد بیوی کو تنگ کرنا تھاتو یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، یعنی وہ طلاق جس کے بعد خاوند رجوع کرسکتا ہے وہ دوبار ہے، اور جب تین طلاقیں پوری کردے تو اس کے لئے بیوی حلال نہ ہوگی مگر بیوی دوسرے شخص سے نکاح کرے تو اس کے بعد حلال ہوسکے گی۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا: مسئلہ اولٰی، یہ کہ جاہلیت میں مرد بیوی کو طلاق دے کر پھر عدت کے خاتمہ کے قریب رجوع کرلیتا اور اس طرح ہزار طلاق بھی ہوتی تب بھی خاوند کو رجوع کا اختیار رہتا، تو ایک عورت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں آئی اور اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی کہ وہ طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا ہے اور تنگ کررہا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بیان کیا تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتان، الآیۃ۔ تفسیرات احمدیہ میں ہے کہ چونکہ جاہلیت میں طلاق دے کر بھی پھر رجوع کرلیتا اور عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرکے پھر طلاق دے دیتا، حتی کہ ایک عورت نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس آکر اپنے خاوند کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ وہ بار بار طلاق دیتا اور رجوع کرلیتا ہے، تو حضرت

[1] تفسیر کبیر زیر آیة الطلاق مرتان الخ المطبعة البھیة المصریة بمصر ۶/ ۱۰۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنزل قولہ تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ یعنی ان الطلاق الرجعی الذی یتعلق بہ الرجعۃ مرتان ای اثنتان لازائد تان فبعد ذٰلك امساکھا بمعروف او تسریحھا کذٰلك وھذا امر بصیغۃ الخبر کانہ قیل طلقوا الرجعی مرتین وھذا التوجیہ المذکور فی الحسینی والزاھدی والبیضاوی والتلویح وھو الموافق لمذھب الشافعی وابی حنیفۃ جمیعا[1]، ترمذی وابن مردودیہ وحاکم بافادہ تصحیح وبیہقی در سنن از ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کنند قالت کان الناس والرجل یطلق امرأتہ ماشاء ان یطلقھا و ھی امرأتہ اذا ارتجعھا وھی فی العدۃ وان طلقھا مائۃ مرۃ او اکثر حتی قال رجل لامرأتہ واللہ لااطلقك فتبینین منی ولاأویك ابدا قالت وکیف ذٰلك قال اطلقك فکلما ھمت عدتك ان تنقضی راجعتک، فذھبت المرأۃ حتی دخلت علی عائشۃ فاخبرتھا فسکتت عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا، حتی	عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے یہ بات حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے عرض کی، تو اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی، اللہ تعالٰی نے فرمایا: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الآیۃ، یعنی وہ طلاق جس کے بعد رجوع کرنا جائز ہے وہ دو بار طلاق ہے اس سے زائد نہیں، اس کے بعد بھلائی سے بیوی کو پاس رکھنا ہوگا یا نیکی کے ساتھ آزاد کرتے ہوئے آخری طلاق دینا ہوگی۔ اور تفسیر بیان کی جو امام شافعی اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالٰی دونوں کے مذہب کے موافق ہے۔ ترمذی، ابن مردودیہ، حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی نے اپنی سنن میں حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، انہوں نے فرمایا کہ لوگ اپنی بیوی کو جتنی چاہتے طلاقیں دیتے اس کے باوجود وہ بیوی رہتی جبکہ وہ عدت کے دوران رجوع لیتا، اگرچہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زائد طلاقیں دے چکا ہوتا حتی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے طلاق نہ دوں کہ تو جدا ہو جائے اور نہ ہی تجھے پاس رکھوں تو ہمیشہ ایسے ہی رہے گی، بیوی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو اس نے کہا میں تجھے طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل جب عدت ختم ہونیوالی ہوگی تو رجوع کرلوں گا، تو اس عورت نے جاکر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے یہ شکایت کی، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خاموش ہوگئیں حتی کہ

[1] تفسیرات احمدیہ زیر آیت الطلاق مرتان الخ مکتبہ کریمی واقع بمبئی ص ۱۲۳

جاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاخبرتہ فسکت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی نزل القراٰن اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ[1]، نیز ابن مردودیہ و بیہقی از ام المومنین روایت آرند، قالت یکن للطلاق وقت یطلق امرأتہ ثم یراجعھا مالم تنقض العدۃ وکان بین رجل وبین اھلہ بعض مایکون بین الناس فقال واللہ لاترکنک لاایما ولاذات زوج فجعل یطلقھا حتی اذا کادت العدۃ ان تنقضی راجعھا ففعل ذلك مرارا فانزل اللہ فیہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ فوقت لھم الطلاق ثلثا یراجعھا فی الواحدۃ وفی الثنتین ولیس فی الثلاثۃ رجعۃ حتی تنکح زوجا غیرہ[2]۔ ابو داؤد ونسائی و بیہقی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت دارند ان الرجل کان اذا طلق امرأتہ فھو احق برجعتھا وان طلقھا ثلاثا فنسخ ذٰلك فقال اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بات پر مطلع کیا جس پر آپ نے سکوت فرمایا حتی یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی الطلاق مرتٰن الخ، نیز ابن مردودیہ اور بیہقی نے حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، آپ نے بیان کیا کہ بیوی کو طلاق دینے اور پھر رجوع کرنے کا کوئی ضابطہ نہ تھا، کوئی بھی بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلیتا اور خاوند بیوی میں کوئی خانگی جھگڑا جیسا کہ عام طور پر ہوتا ہے ہوتا تو خاوند کہتا خدا کی قسم میں تجھے نہ خاوند والی اور نہ غیر خاوند والی بنادوں گا، اس کے لئے وہ بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرلیتا اور بار بار ایسے کرتا، اس پر اللہ تعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ الآیۃ، جس میں تین طلاقیں مقرر کردی گئی ہیں، جس میں سے ایک اور دو کے بعد رجوع کا حق دیا گیا ہے اور تیسری کے بعد رجوع نہیں ہوگا تا وقتیکہ بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ ابوداؤد، نسائی اور بیہقی نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ابتداء میں مرد کو طلاق دے دیتا تو اس کو منسوخ کرکے اللہ تعالٰی نے فرمایا اَلطَّلَاقُ

[1] جامع الترمذی ابواب الطلاق الثلاث امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۴۳، السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماجاء فی امضاء الطلاق دار صادر بیروت ۷/۳۳۳

[2] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن مردودیہ والبیہقی تحت آیۃ الطلاق مرتان مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم، ایران ۱/۲۷۷

اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ[1] اجلہ ائمہ مالک وشافعی وعبد بن حمید وترمذی وابن جریر وابن ابی حاتم و بیہقی از عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما آرند قال کان الرجل اذا طلق امرأته ثم ارتجعها قبل ان تنقضی عدتها کان ذٰلك له وان طلقها الف مرة فعمد رجل الی امرأته فطلقها حتی اذا ماجاء وقت انقضاء عدتها ارتجعها ثم طلقها ثم قال واللہ لا اٰویك الی ولا تحلین لی ابدا فانزل اللہ تعالٰی اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ[2]

مسلمان دمے انصاف دہید تعلیم دیوبندی چساں مقصود شریعت وحکم آیت رابرہم میزند وظلم وستم جاہلیت را از سرِ نو تازہ می کند اگر طلاق پیشین برجعت باطل شود وبعد او شوئے را از سرِ اختیار سہ طلاق بدست ماند چنانکہ ایں کس زعم نمود پس لاجرم ہماں آتش جاہلیت بکاسہ اندرست وانسداد ظلمے کہ خدائے خواست معاذاللہ باطل وبے اثر، ہرکہ خواہد ھزار بار طلاق دہد وہربار رجعت کند طلاق ہائے دادہ نادادہ شود واختیارات نامتناہیہ بدست

مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان،

امام مالک، امام شافعی، عبد بن حمید، ترمذی، ابن جریر، ابن ابی حاتم بیہقی ان اجلہ ائمہ کرام نے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ابتداء میں مرد کو اختیار تھا کہ وہ طلاق کی عدت ختم ہونے سے قبل رجوع کرلے اگرچہ وہ ہزار طلاقیں بھی دے دے، تو ایک مرد نے بیوی کو طلاق دے کر عدت ختم ہونے کے قریب رجوع کرلیا اور پھر طلاق دے دی پھر کہا کہ خدا کی قسم میں تجھے نہ رکھوں گا نہ دوسرے کے لئے بھی حلال ہوسکے گی، تو اللہ تعالٰی نے یہ آیہ کریمہ نازل فرمائی

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ ؕ، اب مسلمانوں کو انصاف سے غور کرنا چاہئے کہ دیوبندی کس طرح شریعت کے مقصد اور آیہ کریمہ کے حکم کو پامال کرتے ہیں اور جاہلیت کے ظلم وستم کو دوبارہ تازہ کررہے ہیں، اگر پہلی طلاقیں رجوع کرنے سے باطل ہوجائیں اور خاوند کو نئے سرے سے دوبارہ تین طلاقوں کا اختیار مل جائے جیسا کہ یہ شخص کہہ رہا ہے تو لازمی طور پر جاہلیت کی آگ محفوظ رہے گی اور اللہ تعالٰی نے جس ظلم کو ختم کرنا چاہا ہے وہ سب باطل اور بے اثر ہو کر رہ جائے گا اور جاہلیت دوبارہ عود کر آئے گی، اور جو شخص بھی ہزار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہے تو رجوع سے پہلی طلاق کا ہونا نہ ہونا برابر

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من جعل الثلاث واحدة وماورد فی خلاف ذٰلك دارصادر بیروت ۷/ ۳۳۷

[2] مؤطاامام مالك جامع الطلاق میر محمد کتب خانہ مرکز علم کراچی ص ۵۲۹

شوہر بود ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باقرآن عظیم۔

بست ودوم: خاص جزئیہ مسئلہ کہ طلاق بعد رجعت باطل نہ شد ومحسوب ماند در صحیحین بخاری ومسلم وعامہ کتب اسلام مصرح ست عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما زوجہ خودرا بحالتِ حیض طلاق داد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر مراجعت فرمودہ باوصف رجعت آں طلاق را محسوب داشت، فی صحیح البخاری عن انس بن سیرین قال سمعت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال طلق ابن عمر امرأتہ وھی حائض فذکر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال لیرا جعھا قلت تحتسب قال فمہ[1]، وعن قتادۃ عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال مرہ فلیراجعھا قلت تحتسب، قال أرأیتہ ان عجز واستحمق[2]، وعن سعید بن جبیر عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال حسبت علی بتطلیقۃ[3] وفی صحیح مسلم

ہوجائے گا اور خاوند کو نہ ختم ہونے والا اختیار حاصل ہوجائے گا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ دیوبندی کی یہ تعلیم قرآن کے مخالف ہے۔

بست ودوم: خاص یہ جزئیہ کہ رجوع کے بعد طلاق کالعدم نہیں ہوتی، تو بخاری ومسلم اور عام اسلامی کتب میں تصریح ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طلاق سے رجوع کا حکم دیا اور رجوع کے باوجود یہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوئی صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنا انہوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے اپنی بیوی کو حیض میں طلاق دی تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ اطلاع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا رجوع کرے، تو میں نے عرض کی کہ کیا وہ حیض میں دی ہوئی طلاق شمار ہوگی، تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور کیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے یونس بن جبیر سے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عبداللہ سے کہو کہ وہ رجوع کرے تو میں نے پوچھا کہ کیا پہلی طلاق شمار ہوگی، تو جواب

[1] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰

[2] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰

[3] صحیح البخاری کتاب الطلاق باب اذا طلقت الحائض الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۹۰

عن عبیدالله عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما نحوه وقال فی اٰخره قال عبیدالله قلت لنافع ماصنعت التطلیقة قال واحدة اعتدبها [1]، وعن سالم بن عبدالله عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم عن ابیه وفیه کان عبدالله طلقها تطلیقة فحسبت من طلاقها وراجعها عبدالله کما امره رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم [2]، وفی لفظ اخر قال قال ابن عمر فراجعتها وحسبت لها التطلیقة التی طلقتها [3]، وعن ابن سیرین عن یونس بن جبیر عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهم انه امران یراجعها قال قلت افحسبت علیه، قال فمه اوان عجز واستحمق [4]، وعن انس بن سیرین قال قلت فاعتددت بتلك التطلیقة التی طلقت وہی حائض، قال مالی لا اعتد بها وان کنت عجزت [5] واستحمقت بلکہ عبدالحق اشبیلی دراحکام، و بیہقی در سنن از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہمار وایت کردند ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال هی واحدة [6] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باحدیث کریم۔

میں فرمایا تو بتا اگر وہ رجوع کئے بغیر عاجز ہو جائے حماقت کرے یعنی رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی، اور سعید بن جبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ عبداللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ میں نے اسے ایک طلاق شمار کیا۔ اور صحیح مسلم میں عبیداللہ نافع سے، اور وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اسی کی مثل روایت کی اور اس کے آخر میں ہے کہ عبیداللہ نے کہا کہ میں نے نافع کو کہا کہ تو نے اس طلاق کو کیا خیال کیا، تو انہوں نے کہا میں نے اسے ایک شمار کیا۔ اور سالم عبداللہ سے انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اور اس روایت میں ہے کہ عبداللہ نے بیوی کو ایک طلاق دی تو میں نے اس کو طلاق شمار کیا اور اس نے رجوع کرلیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا۔ اور دوسرے الفاظ میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا اور میں نے جو طلاق دی اس کو میں نے ایک طلاق شمار کیا، اور ابن سیرین، یونس بن جبیر سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرمایا کہ رجوع کرنے کا حکم فرمایا، میں نے پوچھا کہ یہ طلاق شمار ہوگی؟ تو فرمایا اور کیا۔ رجوع سے عاجز ہو جائے یا حماقت کرتے ہوئے رجوع نہ کرے تو کیا طلاق نہ ہوگی،

[1] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
[2] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
[3] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۶
[4] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۷
[5] صحیح مسلم باب تحریم طلاق الحائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۷۷
[6] السنن الکبری باب ماجاء فی طلاق السنة وطلاق البدعة دارصادر بیروت ۷/ ۳۲۴

انس بن سیرین سے مروی ہے انہوں نے کہا کیا آپ نے وہ طلاق شمار کی جو حالتِ حیض میں آپ نے دی ہے تو انہوں نے مجھے فرمایا شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی، اگر میں عاجز ہوجاؤں یا حماقت کروں تو کیا نہ ہوگی، جبکہ عبدالحق اشبیلی نے احکام میں اور بیہقی نے سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا یہ ایک طلاق ہے، یہ ہے دیوبندی تعلیم کی حدیث کی مخالفت۔

بست وسوم: قال اللہ تعالٰی

نْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ[1] در تفسیر جلالین ست فان طلقها الزوج بعد الثنتین[2] در جمل فرمود ای سواء کان قد راجعها ام لا[3] ایں حکم کہ اطلاق آیت مراد متناول ست ہیچکس از علمائے امت رادر وخلاف نیست کتب فقہ بلاخلاف مطلّقاً ثلاث را مثبت حرمت غلیظہ گویند وزنہار در ہیچ کتابے بوئے ازیں وسوسہ نجسہ نیست کہ بعد رجعت طلاق اول در حساب نمی ماند وشوہر از سر سہ طلاق را مالک می شود عبارات ہزار در ہزار بر بطلان ایں ضلالت شاہد ست تنبیہ غافل وتعلیم جاہل را ہمیں مسئلہ دوارہ در کتب بسند ست کہ در [1]کنز الدقائق و [2]بحر الرائق فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثۃ فی بطون

بست وسوم: اللہ تعالٰی نے فرمایا اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو وہ اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی اور شخص سے نکاح نہ کرلے۔ تفسیر جلالین میں ہے اگر خاوند دو طلاق کے بعد تیسری طلاق دے۔ اور تفسیر جمل میں مزید ہے کہ رجوع کرچکا ہو یا نہ۔ مطلب یہ کہ تیسری طلاق کا یہ حکم مطلق ہے ہر صورت کو شامل ہے۔ اس میں علمائے امت میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ کتب فقہ میں بھی بلااختلاف تین طلاقوں کو مطلقاً حرمت غلیظہ کے لئے مثبت بیان کرتی ہیں، اور ہرگز کسی کتاب میں بھی اس پلید وسوسہ کی بوتک نہیں ہے کہ رجوع کے بعد پہلے دی ہوئی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے اور خاوند نئے سرے سے پوری تین طلاقوں کا مالک ہوجاتا ہے، اور ہزارہا عبارات اس گمراہی کے بطلان پر شاہد ہیں۔ غافل کی تنبیہ اور جاہل کی تعلیم کے لئے اس مسئلہ کا تمام کتب میں دائر ہونا کافی سند ہے۔ کنزالدقائق اور بحر الرائق میں فرماتے ہیں کہ "خاوند نے کہا جب بھی

---

[1] القرآن ۲/۲۳۰

[2] تفسیر جلالین تحت الطلاق مرتان ملک سراجدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۳۵

[3] تفسیر جمل (الفتوحات الالٰہیہ) تحت الطلاق مرتٰن مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

فالولد الثانی والثالث رجعة)لوقوع الطلاق بالاول و تثبت الرجعة بالثانی والثالث ویقع بکل طلقة اخری فتحرم حرمة غلیظة[1]۔ ۳در تبیین الحقائق فرمود لانها بولادة الاول وقع علیها الطلاق ثم اذا جاءت بولد اٰخر من بطن اخر علم انه من علوق حدث فتثبت به الرجعة وتقع طلقة اخری بولادته ثم اذا جاءت بالثالث تبین انه کان راجعها بوقوع الثانیة لما قلنا وتقع طلقة ثالثة بولادته فتحرم علیه حرمة غلیظة اھ مختصرًا[2] ۴در شرح مسکین فرمود(فالولد الثانی) یصیر به مراجعا فی الطلاق الاول(والثالث)یصیر فی الطلاق الثانی(رجعة)ویقع الطلاق الثالث بولادة الولد الثالث ولاسبیل الی الرجعة[3]۔ ۵در تنویر الابصار و ۶در مختار فرمودند فی کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلث بطون

تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے،اس کے بعد بیوی نے نئے نئے حمل پر تین بچے جنے،تو دوسرا بچہ اور تیسرا بچہ پہلی اور دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا،اس لئے کہ پہلے بچہ سے جو طلاق ہوئی اس سے دوسرے بچے کی وجہ سے رجوع ہوا،اور یونہی دوسرے بچے سے جو طلاق ہوئی اس سے تیسرے بچے کی وجہ سے رجوع ثابت ہوا جبکہ تیسرے سے جو طلاق ہوئی وہ تیسری طلاق ہے جس حرمت غلیظہ ہو گئی، ۳تبیین الحقائق میں فرمایا: یہ اس لئے کہ جب پہلے بچے کی وجہ سے طلاق ہوئی پھر جب اس کے بعد نئے حمل سے دوسرا بچہ پیدا ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ نئے نطفہ سے پیدا ہوا ہے جس سے رجوع ثابت ہوا اور دوسری طلاق ہو گئی، پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس بیان مذکور سے دوسری طلاق سے بھی رجوع ثابت ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی اور بیوی حرمتِ غلیظہ کے طور پر حرام ہو گئی اھ اور ۴شرح ملا مسکین میں فرمایا کہ دوسرے بچے کی پیدائش سے پہلی طلاق سے اور تیسرے بچے کی پیدائش سے دوسری طلاق سے رجوع ہوا اور تیسری طلاق ہو گئی جس کے بعد رجوع کے لئے چارہ نہ رہا،۵تنویر الابصار اور ۶در مختار میں ہے کہ خاوند نے بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے تین حمل کے ساتھ تین بچے جنے تو تین طلاق

[1] بحر الرائق باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۵۵

[2] تبیین الحقائق باب الرجعة المکتبة الامیریه بولاق مصر ۲/ ۲۵۶

[3] شرح کنز لملا مسکین حاشیة فتح المعین باب الرجعة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۹

ہو جائیں گی، یوں کہ دوسرا بچہ پہلی طلاق سے اور تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع قرار پائے گا اور تین طلاقیں کلما کہنے کی وجہ سے ہو جائیں گی۔ ۷غرر اور ۸درر میں فرمایا کہ جب بیوی کو کہا کہ تو جب بھی بچہ جنے تجھے طلاق ہے، تو اس نے ہر بار نئے حمل سے تین بچے جنے تو تین طلاقیں ہو جائیں گی، اور دوسرا اور تیسرا بچہ رجوع ثابت کردے گا، ۹ملتقی الابحر اور ۱۰مجمع الانہر میں فرمایا، بیوی کو کہا، جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق ہے تو اس نے مختلف حملوں میں تین بچے جنے تو دوسرا اور تیسرا بچہ رجعت ثابت کریں گے اور تین طلاقیں مکمل ہو جائیں گی، تیسرے بچے کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کی ضرورت ہو گی۔ ۱۱وقایہ اور ۱۲اس کی شرح میں ہے: جب بھی بچہ جنے کہنے پر، تین مختلف حملوں میں تین بچے جننے پر بیوی کو تین طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جیسا کہ تیسرا دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ ۱۳غایۃ البیان اور ۱۴ذخیرۃ العقبٰی میں فرمایا کہ یاد رکھو مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہو جائیں گی اور تینوں بچوں کے نسب اس خاوند سے ثابت ہوں گے اور بیوی پر تیسرے بچے کی ولادت کے بعد عدت تین حیض ہو گی۔	تقع الثلاث والولد الثانی رجعة فی الطلاق الاول، وتطلق به ثانیا کالولد الثالث، فانه رجعة فی الثانی وتطلق به ثلثا عملا بکلما[1]۔ ۷درغرر و ۸درر فرمود لوقال (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة ببطون یقع) طلقات (ثلاث و) الولد (الثانی والثالث رجعة[2] ۹در ملتقی الابحر و ۱۰مجمع الانہر فرمودند (کلما ولدت فانت طالق فولدت ثلثة فی بطون فالثانی والثالث رجعة و تتم) الطلقات (الثلث بولادة الثالث) فتحتاج الی زوج اٰخر[3] ۱۱در ۱۲وقایہ و ۱۳شرح اش فرمودند فی کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون تقع الثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[4] در ۱۴غایۃ البیان وذخیرۃ العقبٰی فرمودند اعلم انها تطلق ثلثا ویثبت نسب الاولاد من الزوج وعلیها العدة بثلث حیض بعد ولادة الولد الثالث[5] ۱۵در اصلاح و ۱۶ایضاح

---

[1] درمختار باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۳۹

[2] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب الرجعة مطبعه احمد کامل الکائنه دار سعادت بیروت ۱/۳۸۶

[3] ملتقی الابحر و مجمع الانہر باب الرجعة دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۳۷

[4] شرح الوقایہ باب الرجعة مطبع مجتبائی دہلی ۲/۱۱۶

[5] ذخیرۃ العقبٰی باب الرجعة مطبع نولکشور کانپور ۲/۲۱۳

فرمودند کلما ولدت فولدت ثلثة ببطون یقع ثلث والولد الثانی رجعة کالثالث[1] امام اجل صدر شہید در شرح ۱۷جامع صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمود لما ولدت الولد الثالث صار مراجعا ایضا بالوطی بعد الطلاق ووقع اٰخر بالولادة ولارجعة بعد ذٰلك لانه تم الثلاث[2] در ۱۸خزانۃ المفتین برمز ۱۹اختیار شرح مختار فرمود یقع ثلاث والولد الثانی رجعة کالثالث[3] اینست مخالفت تعلیم دیوبندی باائمہ امت ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بست وچہارم: ازغایت غباوت وغوایت اوست قول او چنانکہ بعد طلاق بائن اگر تجدید نکاح کند بعدہ ایضا طلاق دہد طلاقین اولین باطل شوند وبعد تجدید نکاح اگر طلاق دہد آں در حساب کردہ آید نہ طلاق قبل تجدید نکاح ہمچنیں بعد رجعت اول طلاق باطل است آفریں باوچہ خوش اصوات خارجہ از سوراخ فم اوست کہ دہن ازآوازپر وذہن از معنی

اصلاح وایضاح میں فرمایا کہ جب بھی تو بچہ جنے تو تجھے طلاق، کہنے پر جب تین بچے یکے بعد دیگرے حمل سے پیدا ہوجائیں تو تین طلاقیں واقع ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ رجوع ثابت ہوگا جیسا کہ تیسرا بچہ دوسری طلاق سے رجوع ثابت ہوگا۔ امام اجل صدر شہید نے امام محمد کی ۱۷جامع صغیر کی شرح میں فرمایا کہ مذکورہ صورت میں جب تیسرا بچہ جنا تو دوسرے بچے کی طرح یہ بھی طلاق سے وطی کے بعد رجوع ثابت ہوگا، اور تیسرے بچے کی ولادت سے آخری طلاق ہوجائیگی جس کے بعد رجوع نہ ہوسکے گا کیونکہ تین طلاقیں مکمل ہوگئیں۔ ۱۸خزانۃ المفتین میں ۱۹اختیار شرح ۲۰مختار کی علامت سے بیان فرمایا کہ مذکورہ صورت میں تین طلاقیں ہوجائیں گی اور دوسرا بچہ پہلی طلاق سے جس طرح تیسرا دوسری طلاق سے رجعت ثابت ہوگا۔ یہ ہے دیوبندی تعلیم، ائمہ امت کے مخالف۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ **بست وچہارم:** اس کی انتہائی غباوت اور گمراہی اس کا یہ کہنا ہے کہ "جس طرح طلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح کرے تو اس کے بعد بھی طلاق دے دے تو پہلی دو طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں اور دوبارہ نکاح کے بعد اگر طلاق دے تو وہ حساب میں آئے گی اور دوبارہ نکاح سے پہلے دی ہوئی شمار نہ ہوگی اسی طرح رجوع کے بعد پہلی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے"

---

[1] اصلاح وایضاح

[2] حاشیہ علی الجامع الصغیر بحوالہ صدر الشہید باب الرجعۃ مکتبۃ الیوسفی لکھنؤ ص۵۹

[3] خزانۃ المفتین فصل فی الرجعۃ قلمی نسخہ ۱/۱۳۶

تہی، وبیچارہ چہ کند کہ ہنوز ازیں نو عروساں منصہ دیوبندیت را بامطلب ومعنی جفت نکردہ اند، کدام دوطلاق پیشین ست کہ بطلان بائن بعد تجدید نکاح باطل می شود وچوں طلاق قبل تجدید نکاح نزد تو خود در حساب نیست بطلانش بر طلاق بائن بعد تجدید چہ موقوف باشد واگر از کسے شنیدہ است کہ بائن بہ بائن لاحق نشود ایں خود عام نیست باز عدم لحوق بطلان اول را چرا موجب شود باز مبنائش حمل بر اخبار ست در رجعی بعد رجعت اور اچہ کاراست باز اگر باشد بطلان یکے باشد نہ ہر دو وبقطع نظر از جملہ وجوہ امر جامع میان رجعت بعد رجعی وطلاق بائن بعد تجدید نکاح بعد بائن چیست مگر آنکہ بد عقلی وکج فہمی لائق نجدیت وتعلیم دیوبندی است۔

بست وپنجم: از استنادش بمسئلہ در مختار طلقھا رجعیا فجعلہ بائنا او ثلاثا[1] مع عبارت ردالمحتار وطحطاوی لانہ بعدھا یبطل عمل الطلاق[2] چہ جائے شکوے کہ ہمچو مدہوشاں وبیہوشاں در بطلان طلاق وبطلان عمل اگر فرق نکنند سزائے ایشاں فاما ہر مسلم عاقل را مسلم ومعقول ست کہ برجعت عمل طلاق مرتفع می شود نہ آنکہ طلاق کردہ ناکردہ گردد واز

اس پر آفرین کہ منہ کے سوراخ سے کیا اچھی آواز نکال رہا ہے، اس کا منہ آواز سے پر اور ذہن فہم سے خالی ہے، یہ بیچارہ کیا کرے کہ ابھی دیوبندیت کی نئی نویلی دلہن سے مطلب ومعنٰی میں جفتی نہیں ہے، کون سی دوطلاقیں پہلے ہیں جوطلاق بائنہ کے بعد دوبارہ نکاح سے کالعدم ہوجاتی ہیں۔ جب تیرے ہاں دوبارہ نکاح سے قبل والی طلاق کالعدم ہوجاتی ہے، تو اس کا کالعدم ہونا دوبارہ نکاح سے طلاق بائنہ پر کیونکر موقوف ہوگا اور اگر کسی سے یہ سن لیا ہے کہ بائنہ کے بعد بائنہ لاحق نہیں ہو سکتی تو یہ عام قاعدہ نہیں ہے تو پھر پہلی طلاق کو بطلان کے لاحق ہونے کی وجہ کیسے ہوا، پھر اسکا مبنٰی اخبار ہونے پر ہے تو رجعی طلاق کے بعد رجوع سے کیا تعلق ہے، پھر اگر ہو بھی تو ایک کا بطلان ہونا چاہئے نہ کہ دو کا، اور ان تمام وجوہ سے قطع نظر، رجعی کے بعد اور بائنہ طلاق کے بعد دوبارہ رجوع کے بعد بائنہ میں کون سا جامع امر ہے، اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ نجدیت کی بد عقلی اور کج فہمی اور دیوبندی تعلیم ہے۔

بست وپنجم: درمختار کے مسئلہ، کہ رجعی طلاق دے کر اس کو بائنہ یا تین کرنا، اس کے ساتھ ردالمحتار اور طحطاوی کی عبارت کہ اس لئے کہ اس کے بعد طلاق کا عمل باطل ہوجاتا ہے، کہ دلیل بنانا، ان مدہوش اور بیہوش لوگوں کا جو بطلان طلاق اور بطلانِ عمل میں فرق کرنہ سکیں، کیا شکوہ کیا جائیے، یہ انہی کو لائق ہے، لیکن ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ رجوع سے طلاق کا

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۵

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۶۸

صفحہ واقع ارتفاع پزیرد۔ مسئلہ را بنہایت ایضاح اتضاح دادہ ایم بیش ازیں اطالت درکار نیست۔ بالجملہ حکم ہمان ست کہ زن احمد علی سہ طلاقہ شد وبے تحلیل بہ تحلیل مجتہدانِ دیوبندی حلال نشود بلکہ ایناں کہ بدعت زائغہ بطلان طلاقہائے پیشین برجعت پسیں در شرح ودین نہا دند،الحق کہ بتحلیل حرام قطعی لب کشادند او برحکم فقہی کفرے ست حتمی۔ زنِ احمد علی بتحلیل ایناں حلال نشد مگر ترسند کہ ہما زناں ایناں بحکم فقہ برایناں حرام شدند ہمچو کساں را باید کہ برائے حطامِ دنیا حلال نسازند **وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔**	عمل ختم ہوجاتا ہے نہ کہ طلاق ختم ہوجاتی ہے اور کالعدم ہوجاتی ہے۔ ہم نے مسئلہ کو مفصل طور پر واضح کردیا ہے اس سے زائد طوالت کی ضرورت نہیں ہے۔ **بالجملہ** حاصل کلام یہ ہے کہ زیر بحث مسئلہ کا حکم یہ ہے کہ احمد علی کی بیوی کو تین طلاقیں ہوچکی ہیں، دیوبندی مجتہدین کے حلال کرنیکے باوجود بغیر حلالہ کے حلال نہ ہوگی، بلکہ یہ کہ، بعد والی رجعت سے پہلی طلاقیں کالعدم ہوجاتی ہیں، یہ ان کی دین اور شریعت میں نئی بدعت ہے، حق یہ ہے کہ حرام قطعی کہ انہوں نے حلال کہہ دیا ہے جو کہ فقہی حکم کے مطابق قطعی کفر ہے، احمد علی کی بیوی ان کے حلال کرنے سے حلال نہ ہوگی مگر ان کو یہ فکر کرنی چاہئے کہ فقہی حکم کے مطابق ان کی بیویاں ان پر حرام ہوچکی ہیں، ان سب کو چاہئے کہ وہ خود تجدید اسلام اور تجدید نکاح کریں، اور اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو دنیاوی ایندھن کی خاطر حلال نہ کریں، **وباللہ التوفیق، واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت) **(رسالہ ختم ہوا)**

مسئلہ ۱۱: از جام جودھ ملک کاٹھیاواڑ جماعت اہلسنت وجماعت مرسلہ آدم احمد صاحب ۱۱ شعبان ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے میں کہ ایک چھوٹی سی بستی میں ایک عالم مدت دس۱۰ پندرہ سال سے وعظ بیان کرتا تھا ہمیشہ چند لوگ اس عالم کی گلہ وغیبت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ناٹک والے لوگوں کی فاسق کمپنی آئی اور چند مسلمان اس چھوٹی بستی کے اس تماشے میں داخل ہوئے اور اس اثناء میں ایک سید کے مکان پر وعظ کی محفل منعقد ہوئی چند لوگ ناٹک کے تماشا گر بھی اس محفل میں شریک تھے، واعظ صاحب کی نظر جب ان فاسقوں پر پڑی تو وعظ میں بہت لعن طعن کئے، فجر کو فاسقوں منافقوں نے غل مچایا، فساد ودنگا کرنے کی باتیں کیں، ایک شخص نے ان لوگوں کی طرف سے ان کو کہا کہ تم نے رات کو جو وعظ کیا سو چند آدمی آپ سے البتہ فساد کریں گے اور آپ کو فقط نماز روزہ کا وعظ کرنا چاہئے ورنہ ہمیشہ فساد ہوا کرے گا، کبھی دنگا اس کام سے نہ مٹے گا، پس واعظ کو غصہ آیا تو یہ لفظ عین غضب میں منہ سے نکالا کہ جو کوئی اس بستی میں وعظ کرے اس کی جورو پر طلاق ہے جو کوئی اس بستی میں

وعظ کرے سے خود کی نیت کی تھی لیکن تین یا دو کا لفظ منہ سے نہ نکلا اور تین کی نیت نہ تھی، اور وہ مسلمان لوگ سب مل کر واعظ کے پاس عاجزی سے کہتے ہیں کہ تم وعظ کرو، پس واعظ کہتا ہے کہ اگر میں وعظ کروں تو میری زوجہ مطلقہ ہوتی ہے میں ہرگز وعظ نہ کروں گا، پس ان الفاظ سے طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں، اور کون سی طلاق بائن یا کیا، اور وعظ وہ کرے یا نہیں، اور جب وعظ کرے تو بائن واقع ہونے سے کیا کرے، اور اگر قسم کی طلاقیں واقع ہوتی ہیں تو ان کا بھی خلاصہ لکھنا، کل مسلمان اہلسنت وجماعت آپ کے جواب کے منتظر ہیں، ان الفاظ میں اگر نیت ثلاثہ کی کی ہو تو کیا ثلاثہ واقع ہوگی یا نہیں، والسلام۔

الجواب:

واعظ کو نہ چاہئے کہ طلاق کی قسم کھاتا کہ شرعًا ناپسندیدہ ہے یہاں تک کہ حدیث میں آیا:

ماحلف بالطلاق مومن وما استحلف به الا منافق[1]۔ رواه ابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه۔	مومن طلاق کی قسم نہیں کھاتا اور طلاق کی قسم نہیں لیتا مگر منافق۔ اس کو ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اب کہ کہہ چکا ضرور وہاں وعظ کہنے سے عورت پر ایک طلاق رجعی ہوگی کہ عدت کے اندر رجعت کرلینے سے بدستور وہ اس کی زوجہ رہے گی۔ درمختار میں ہے:

جماعة یتحدثون فی مجلس فقال رجل منهم من تکلم بعد هذا فامرأته طالق ثم تکلم الحالف طلقت امرأته لان کلمة من للتعمیم والحالف لایخرج نفسه عن الیمین فیحنث[2]۔	ایک جماعت مجلس میں باتیں کررہی تھی کہ ان میں سے ایک نے کہا اس کے بعد جو بھی بات کرے اس کی بیوی کو طلاق، پھر خود قسم کھانیوالے نے بات کرلی، تو اس کی بیوی کو طلاق ہوگئی، کیونکہ "جو بھی" کا لفظ عام ہے تو حلف اٹھانے والے کو بھی شامل ہے کیونکہ اس نے اپنے آپ کو خارج نہیں کیا اس لئے اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ (ت)

ہاں اگر اس قول میں تین طلاقوں کی نیت کی تھی تو تین پڑیں گی اور عورت بے حلالہ نکاح میں نہ آسکے گی۔ درمختار میں ہے:

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن انس حدیث ۴۶۳۴۰ کتاب الیمین من قسم الاقوال موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۶۸۹

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

فی انت الطلاق یقع واحدۃ رجعیۃ ان لم ینو شیأ اونوی واحدۃ اثنین لانه صریح مصدر لایحتمل العددفان نوی ثلثافثلث لانه فرد حکمی[1]۔ملخصًا۔	"تو طلاق ہے" کے لفظ سے ایک طلاق رجعی ہوگی، ایک کی یا دو طلاقوں کی، یا کوئی نیت نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ طلاق مصدر صریح ہے اس میں عدد کی گنجائش نہیں، اور اگر کہنے والے نے اس لفظ سے تین طلاقوں کی نیت کی ہو تو تین ہوں گی کیونکہ طلاق میں تین کل جنس ہونے کی وجہ سے حکمی فرد بن گیا، ملخصًا (ت)

رہا یہ کہ اب وہاں وعظ کرے یا نہیں، اگر وہ وعظ اللہ عزوجل کے لئے کرتا ہے اور طلب مال یا اپنی شہرت وریاست مقصود نہیں اور اس کا وعظ مطابق شرع ہے، اتنا علم دین کافی ووافی رکھتا ہے جس سے اسے وعظ کی اجازت ہو، جب تو ظاہر ہے کہ ایسے بندہ خدا ہادی راہِ ہدٰی کا وعظ کہنا ہی اس کے، ان مسلمانوں کے سب کے حق میں بہتر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرمنھا فلیات الذی ھو خیرولیکفر عن یمینه[2]۔رواہ الائمة احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جو کسی بات پر قسم کھالے پھر دیکھے کہ اس قسم کا خلاف بہتر ہے تو وہی بہتر کام کرے اور قسم کا کفارہ دے لے (اس کو امام احمد، مسلم اور ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

اور اگر ان باتوں سے کوئی بات کم ہے مثلاً علم دین کافی نہیں یا کسی غرض فاسد یا عقیدہ فاسدہ کے باعث وعظ خلافِ شرع کہے جب تو ظاہر کہ اس کا وعظ اس کے اور مسلمانوں سب کے حق میں برا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأمقعدہ من النار[3]۔رواہ الترمذی وصححه عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	جس نے بغیر علم قرآن کا مطلب بیان کیا وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔ اس کو ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا اور صحیح قرار دیا۔ (ت)

اور اگر مال یا شہرت مقصود ہے تو اگرچہ مسلمانوں کے لئے اس کا وعظ مفید ہو خود اس کے حق میں سخت

[1] درمختار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۹

[2] مسند احمد بن حنبل دار المعرفة بیروت ۴/۲۵۸

[3] جامع ترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برأیه امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۱۱۹

مضر ہے، علماء فرماتے ہیں ایسی اغراض کے لئے وعظ ضلالت اور یہود ونصاری کی سنت ہے۔ درمختار میں ہے:

التذکیر علی المنابر للوعظ والاتعاظ سنۃ الانبیاء والمرسلین ولریاسۃ ومال وقبول عامۃ من ضلالۃ الیھود والنصارٰی۔[1]	منبر پر وعظ ونصیحت کرنا انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔ اپنی بڑائی، مال یا اپنی مقبولیت کے لئے وعظ کہنا یہود ونصاری کی گمراہی جیسے ہے۔ (ت)

صورتِ ثانیہ میں اسے وعظ کی اجازت ہی نہیں، نہ کہ ایسی حالت میں کہ اس کے سبب عورت پر طلاق ہوگی اور طلاق اللہ عزوجل کو بلاوجہ شرعی سخت ناپسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ابغض الحلال الی اللہ الطلاق[2]۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والحاکم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما وفی لفظ للحاکم بسند صحیح عنہ موصولا ولابی داؤد عن محارب بن دثار مرسلا مااحل اللہ شیأ ابغض الیہ من الطلاق[3]۔	اللہ تعالٰی کے ہاں سب سے زیادہ ناپسندیدہ حلال طلاق ہے۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور دوسرے الفاظ میں عبداللہ بن عمر ہی سے حاکم نے صحیح سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا، ابوداؤد نے محارب بن دثار رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً یوں روایت کی ہے: اللہ تعالٰی کی حلال کردہ چیزوں میں سے طلاق اللہ تعالٰی کے ہاں زیادہ ناپسند ہے۔ (ت)

اور اگر صورت صورتِ اولٰی ہے جس میں وعظ کہنا اس کے حق میں بہتر ہے تو وعظ کہے اور عورت کو رجعت کرلے، اور اگر تین طلاق کی نیت کی تھی تو اگر چاہے تو یہ حیلہ ممکن ہے کہ عورت کو ایک طلاق دے جب عدت گزر جائے اور عورت نکاح سے نکل جائے اس وقت وعظ کہے پھر عورت سے نکاح کرلے اور وعظ کہتا رہے طلاق نہ پڑے گی،

لانہ لما ابانھا وانقضت العدۃ لم تبق محلا للطلاق فاذا حنث بعدہ	کیونکہ جب بیوی کو بائنہ کردیا اور عدت گزر گئی تو اب وہ طلاق کا محل نہ رہی، اب اس کے بعد قسم ٹوٹنے

[1] درمختار فصل فی البیع کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۳

[2] سنن ابوداؤد باب فی کراھیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

[3] سنن ابوداؤد باب فی کراھیۃ الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۶

نزل الجزاء المعلق ولم یصادف محلا فمضی ھملا وقد انتھی الیمین لعدم مایدل علی التکرار فاذا تزوجھا بعد وعظ لم یحنث۔	کی وجہ سے معلق شدہ جزاء وارد ہوگی تو اس وقت محل نہ ہونے کی وجہ سے مہمل ہوجائے گی اور قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس میں تکرار والی کوئی بات نہیں،اور اب وعظ کرلے اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کرلے تو حنث نہ ہوگا۔ (ت)

در مختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والالا فحیلة من علق الثلاث بدخول الدار ان یطلقھا واحدۃ ثم بعد العدۃ تدخلھا فتنحل الیمین فینکحھا[1]۔	مطلقاً شرط پائے جانے کے بعد قسم ٹوٹ جاتی ہے لیکن وہ شرط اگر ملکیت نکاح میں پائی جائے تو طلاق ہوجائیگی ورنہ نہیں،تو جس نے تین طلاقوں کو دخولِ دار کی شرط سے معلق کیا ہو اس کے لئے حیلہ یہ ہے کہ بیوی کو ایک طلاق دے دے جب اس کی عدت ختم ہوجائے تو عدت کے بعد عورت دخولِ دار کرلے اب قسم ٹوٹ کر ختم ہو جائے گی پھر وہ عورت سے نکاح کرلے۔(ت)

مگر یہ صورت دقت سے خالی نہیں بعد انقضاءِ عدت عورت خود مختار ہوجائے گی اور اگر وہ اس سے نکاح نہ کرے تو اس پر جبر کا کوئی اختیار نہیں۔یونہی یہ سب صورتیں اس تقدیر پر ہیں کہ اس سے پہلے کبھی اس عورت کو دو طلاقیں مجموع خواہ متفرق نہ دے چکا ہو ورنہ وعظ کہتے ہی یا قبل وعظ ایک طلاق دیتے ہی فوراً تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب سوا حلالہ کوئی علاج نہ ہوگا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲: از ریاست رامپور محلّہ باجوری ٹولہ متصل زیارت حافظ جمال اللہ صاحب مرسلہ محمد ضمیر خاں صاحب ۵ ذی قعدہ ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے اس کی بیوی نے طلاق طلب کی۔عمرو نے یہ کہا کہ تو مہر بخش دے تو تین طلاق دوں گا۔عورت نے یہ کہا اگر تم مجھے طلاق دو تو میں نے مہر بخش دیا۔عورت نے تین مرتبہ یہ کہا کہ اگر میرا شوہر مجھے طلاق دے تو میں نے مہر بخش دیا۔پھر عمرو نے دو مرتبہ یہ کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی۔اس واقعہ کو قریب ایک ہفتہ کے ہوا اور یہ واقعہ درمیان شوہر اور بیوی کے غصہ کی حالت میں ہوا،آیا طلاق ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

[1] در مختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

الجواب:

اگر عورت مدخولہ ہے دو طلاقیں ہو گئیں مگر جب تک عدت نہ گزرے رجعت کرسکتا ہے، مثلاً زبان سے کہہ دے کہ میں نے تجھے اپنے نکاح میں پھیر لیا وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اگر اس سے پہلے کبھی کوئی طلاق نہ دے چکا ہو۔ اور اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق بائن پڑی اور عورت نکاح سے نکل گئی، مگر اس کی رضا کے ساتھ عدت میں خواہ عدت کے بعد اس سے نکاح کرسکتا ہے رہا مہر وہ کسی حالت میں ساقط نہ ہوا بدستور باقی ہے۔ بزازیہ کتاب البیوع میں ہے:

تعلیق الھبة بکلمة ان باطل۔[1]	ہبہ کو کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ت)

اشباہ میں ہے:

تعلیق التملیکات بالشرط باطل کالبیع والشراء والھبة والابراء[2] (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم۔	بیع وشراء، ہبہ اور حق کی وصولی سے کسی کو بری کرنا جیسی چیزوں کی تملیک کسی شرط سے معلق کرنا باطل ہے (ملخصا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳: از ریاست رامپور سررشتہ پولیس مرسلہ سید جعفر حسین صاحب محرر سررشتہ ۲۰ محرم ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے اس شرط پر نکاح کیا نصف مہر یعنی پانسو ۵۰۰ روپے اگر بوقت طلب زوجہ ہندہ ادا نہ کروں تو ہندہ پر سہ طلاق ہیں اب بعد نکاح کے ہندہ نے زید سے نصف مہر طلب کیا زید نے اس وقت روپیہ مذکور ادا نہ کیا اس صورت میں ہندہ پر سہ طلاق ہوئیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر عقد نکاح میں ایجاب یعنی ابتدائے کلام بشرط مذکور جانب زید سے ہو مثلاً زید نے ہندہ سے کہا میں تجھے بعوض ہزار روپے مہر کے اپنے نکاح میں لایا اس شرط پر کہ اگر نصف مہر تیری طلب کے وقت ادا نہ کروں تو تجھ پر تین طلاق، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا، تو صورت مستفسرہ میں اگر زید نے ہنگامِ طلب نصف مہر ادا نہ کیا ہندہ پر اصلاً طلاق نہ ہوئی، اور اگر ابتدائے عقد جانب ہندہ سے تھی خواہ شرط کلام ہندہ میں مذکور ہو، مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو اس شرط پر تیرے نکاح میں دیا تو نصف مہر الخ، زید نے کہا میں نے

---

[1] فتاوٰی بزازیة علٰی حاشیة فتاوٰی ہندیة کتاب البیوع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲۵

[2] اشباہ والنظائر القول فی الشرط والتعلیق ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۳۲۵، ۶۲۶

قبول کیا یا کلام زید میں ہو مثلاً ہندہ نے کہا میں نے اپنی جان تیری زوجیت میں دی، زید نے کہا میں نے قبول کی اس شرط پر کہ اگر نصف مہرالخ یا ابتدائے ایجاب تو جانب زید سے تھی مگر شرط ہندہ نے قبول میں ذکر کی اور زید نے منظور کرلی، مثلاً زید نے کہا میں نے تجھے اپنی زوجیت میں لیا، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ اگر تو نصف مہرالخ، زید نے کہا مجھے منظور ہے، توان صورتوں میں جب نصف مہر عند الطلب ادانہ کیا ہندہ پر تین طلاقیں واقع ہوگئیں والفرق نفیس حسن بیناہ فی فتاوٰنا (اور یہ فرق نفیس خوب ہے، اس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) یہ مسئلہ خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وبحرالرائق وہندیہ وردالمحتار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴: از بنگالی ضلع پاپناڈاکخانہ سراج گنج موضع قاضی پور مرسلہ امید علی صاحب ۱۲صفر ۱۳۱۸ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھذہ المسئلۃ (اے علماء کرام! اللہ تعالٰی آپ پر رحمت فرمائے، آپ کا اس مسئلہ میں کیا ارشاد ہے۔ت) کہ ایک شخص نے اپنی منکوحہ سے کہا **کلما دخلت الدار فانت طالق** (جب بھی تو گھر میں داخل ہوگی تجھے طلاق ہے۔ت) بعد اس کے اس نے ایک طلاق دی بعد عدت عورت نے دوسرے سے نکاح کرلیا، بعدہ دوسرے نے بھی طلاق دے دی، بعد چند روز اول سے نکاح کرلیا پھر دخول دار پایا گیا اب طلاق پڑے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر تین بار دخول دار سے انحلال یمین یا تین طلاق تنجیزی خواہ تعلیقی خواہ مختلط سے زوال حل نہ ہو لیا تھا تو یمین ضرور باقی ہے وقوع شرط سے طلاق واقع ہوگی **والتفصیل یستدعی التطویل** (اس کی تفصیل کے لئے تطویل کی ضرورت ہے۔ت) در مختار میں ہے:

اعلم ان التعلیق یبطل بزوال الحل لا بزوال الملك فلو علق الثلث او مادونھا بدخول الدار ثم نجز الثلاث ثم نکحھا بعد التحلیل بطل التعلیق فلا یقع بدخولھا شیئ ولو کان نجز ما دونھا لم یبطل فیقع المعلق کلہ واوقع محمد بقیۃ الاول وھی	معلوم ہونا چاہئے کہ یہ تعلیق حلف ختم ہونے پر باطل ہوگی محض ملکیت ختم ہونے پر تعلیق ختم نہ ہوگی، اگر خاوند نے تین طلاقوں یا ایک دو کو دخولِ دار سے معلق کیا ہو اور پھر اس کے بعد اس نے اس بیوی کو غیر مشروط طور پر تین طلاقیں دے دیں جس پر بیوی مذکورہ نے حلالہ شرعیہ کے بعد دوبارہ اس پہلے خاوند سے نکاح کیا تو اس دوسرے نکاح کے بعد بیوی کے گھر میں داخل ہونے پر کوئی طلاق نہ ہوگی اور تعلیق ختم ہے

مسألة الهدم [1] الخ۔	اور اگر مذکورہ صورت میں خاوند نے تعلیق کے بعد تین سے کم طلاقیں دی ہوں تو اس کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرلینے کے بعد بھی تعلیق ختم نہ ہوگی لہٰذا دوبارہ پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر دخول دار ہوا تو تمام معلق طلاقیں واقع ہوجائیں گی، جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی پہلی دی ہوئی طلاق سے بقیہ طلاقوں کو واقع مانتے ہیں ان کا یہ قول، دوسرے خاوند سے نکاح کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنے پر پہلی طلاقوں کے ساقط ہوجانے کے اختلافی مسئلہ پر ان کے مؤقف پر مبنی ہے الخ (ت)

اسی میں ہے:

تبطل الیمین ببطلان التعلیق اذا وجد الشرط مرة الافی کلما فانه ینحل بعد الثلاث لاقتضائها عموم الافعال کاقتضاء کل عموم الاسماء فلا یقع ان نکحها بعد زوج اٰخر [2] الخ۔	تعلیق سے متعلق یمین، تعلیق کے باطل ہوجانے پر ختم ہوجائے گی جب ایک دفعہ شرط پائی گئی ہو، مگر لفظ "کلما" کے ساتھ کسی شرط سے تعلیق کی گئی ہو تو وہ یمین تین طلاقوں کے بعد ختم ہوگی، کیونکہ "کلما" افعال کے عموم کو چاہتا ہے جیسا کہ "کل" عموم اسماء پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا اس صورت میں تین طلاقوں کے بعد حلالہ کرنے پر پہلے خاوند سے نکاح کرے تو اب دخولِ دار سے طلاق نہ ہوگی الخ۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلا یقع تفریع علی قوله فانه ینحل بعد الثلاث وانما لم یقع لان المحلوف علیه طلقات هذه الملك وهو متناهیة کمامرامالو کان الزوج الاٰخر قبل الثلاث فانه یقع مابقی [3]۔	ماتن کا قول "فلا یقع" اسکے اپنے قول" تین طلاقوں کے بعد یمین ختم ہوجائے گی" پر تفریع ہے، یہ اس لئے کہ حلف کا تعلق موجودہ ملکیت کی پوری طلاقوں سے ہوتا ہے اور وہ محدود ہیں اس لئے تین طلاقوں پر یمین ختم ہوجائے گی، جیسا کہ گزرا ہے، اور اگر تین طلاقوں سے کم پر دوسرے خاوند کے بعد پہلے سے نکاح کرے تو اب شرط پائے جانے پر باقی ماندہ طلاقیں واقع ہوں گی۔ (ت)

اسی میں قبیل باب التعلیق ہے:

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

[3] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۰

اذا قال کلما دخلت الدار فانت طالق فدخلتها مرتین ووقع علیها الطلاق وانقضت عدتها ثم عادت الیه بعد زوج اٰخر فعندهما تطلق کلما دخلت الدار الی ان تبین بثلاث طلقات خلافا لمحمد کما ذکرہ الزیلعی الخ[1] وانظر ماعلقنا علی قوله السابق۔	اگر تعلیق میں "کلما" کے ساتھ شرط بیان کرتے ہوئے کہا جب بھی تو گھر میں داخل ہو تجھے طلاق ہے، تو اگر دو ۲ مرتبہ گھر میں دخول پایا گیا اور اس پر دو طلاقیں ہونے اور عدت گزرنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کیا تو امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک تین مرتبہ داخلہ کے ساتھ تین طلاقیں ہوجائیں گی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک اب صرف ایک مرتبہ گھر میں داخلہ کے ساتھ ایک ہی باقیماندہ طلاق ہوگی، جیسا کہ اس کو امام زیلعی نے ذکر فرمایا الخ۔ ردالمحتار کے پہلے قول پر ہمارا حاشیہ ملاحظہ کیا جائے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

تنحل الیمین بعد وجود الشرط مطلقا لکن ان وجد فی الملك طلقت والالا[2]۔	مطلقاً شرط پائے جانے پر یمین ختم ہوجاتی ہے اگر وہ شرط ملکیت یعنی نکاح کے دوران پائی جائے تو طلاق ہوجائے گی ورنہ نہیں۔ (ت)

اس پر ردالمحتار میں ہے:

المحقق فی الفتح افادفی باب التعلیق ان قولهم المعلق طلقات هذا الملك الثلاث مقید بمادام مالکا لها فاذا زال ملکه لبعضها صار المعلق ثلثا[3] اھ وانظر ماکتبت علی هامش الفتح من هذا القول واذا جمعت هذہ کلها عرفت بعون اللہ تعالٰی تفاصیل صور المسئلة، واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	فتح القدیر کے باب التعلیق میں محقق صاحب نے افادہ فرمایا کہ موجودہ ملکیت تین طلاقیں ہوتی ہیں، اس عبارت سے انہوں نے یہ قید بیان فرمائی کہ موجودہ ملکیت جب تک باقی ہے یمین و تعلیق باقی ہے اور اگر تین میں سے بعض طلاقوں کی ملکیت ختم ہوجائے تو تین تک تعلیق رہے گی اھ، فتح القدیر کے اس قول پر میرے حاشیہ کو دیکھو، تو جب یہ تمام عبارات ملاحظہ میں آئیں تو اس مسئلہ کی تمام صورتوں کی تفصیل بعون اللہ آپ کو معلوم ہوگئی۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار فصل فی المشیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۰

[2] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

[3] ردالمحتار فصل فی المشیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۰

مسئلہ ۱۵: از ہر دوار مسئولہ فضل حسین

ایک شخص نے بحالتِ غصہ اپنی عورت سے یہ کہا کہ اگر تو میرے گھر آئی تو تجھ کو طلاق ہے اور اگر میں تیرے ساتھ کوئی بات کروں (یعنی صحبت کروں) تو حرام کروں، ان الفاظ سے طلاق ثابت ہوتی ہے یا نہیں اور اس عورت کا نکاح دوسرے شخص کے ساتھ کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

الجواب:

اس کہنے کے وقت اگر عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اور جگہ تھی تو جب شوہر کے گھر آئے گی ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر اس وقت شوہر ہی کے گھر میں تھی تو جب تک یہاں رہے گی طلاق نہ ہوگی جب کہیں اور جاکر وہاں سے شوہر کے یہاں آئے گی اس وقت طلاق پڑے گی، اور بہر حال طلاق رجعی ہوگی، عدت کے اندر اگر شوہر اتنا کہہ دے کہ میں نے اسے اپنے نکاح میں پھیر لیا تو وہ بدستور اس کی زوجہ رہے گی اور اس کا نکاح دوسرے سے نہ ہوسکے گا، ہاں اگر طلاق پڑے اور شوہر اسے اپنے نکاح میں واپس نہ لے یہاں تک کہ طلاق ہونے کے بعد سے تین حیض شروع ہو کر ختم ہوجائیں تو اس وقت عورت نکاح سے نکل جائے گی اور دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶: از کلکتہ مرسلہ ابوالقمر

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسمیہ اپنی منکوحہ عورت سے کہہ دیا کہ اگر بغیر عذر شرعی کے تم نے کبھی نماز نہ پڑھی تو تجھ کو میری طرف سے تین طلاقیں ہوں گی، کیا ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک لفظ سے تین طلاقیں واقع ہوں گی چونکہ اس قسم کا سلسلہ دراز ہے جب تک زوج اور زوجہ زندہ ہیں مدام اندیشہ میں ہیں اور اس زمانہ کے لوگ سُست ہیں دین کے کاموں میں بے پرواہو گئے ہیں، ممکن ہے کہ کسی وقت عورت سے غفلت ہوجائے تو اس کو طلاق پڑجائے گی۔ کیا کوئی ایسی صورت ہوسکتی ہے کہ طلاق کے واقع ہونے سے قبل کوئی ایسا حیلہ کیا جائے کہ عورت پر طلاق نہ پڑے۔

الجواب:

چاراماموں چاروں مذہب کا اجماع ہے کہ تین طلاقیں ایک جگہ ایک وقت ایک ہی دفعہ ایک ہی لفظ میں واقع ہوجاتی ہیں۔

قال ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما بانت امرأتك وعصیت ربك ان لم تتق اللہ فلم یجعل لک	حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا تیری بیوی بائنہ طلاق والی ہوگئی ہے اور تو نے اللہ تعالٰی کی نافرمانی کی ہے اگر تو اللہ تعالٰی کے عذاب سے

مخرجا[1]۔	خوف نہ کرے گا تو پھر تیرے لئے اللہ تعالٰی کوئی سبیل نہ فرمائے گا۔(ت)

وہابی گمراہ بددین اس میں خلاف کرتے اور حرام کو حلال ٹھہراتے ہیں، زید نے جبکہ ایک وقت کی نماز نہ پڑھنے پر حکم طلاق مغلظ معلق کیا جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو عورت جب بے عذر شرعی ایک وقت کی نماز بھی چھوڑے گی فوراً اس پر تین طلاقیں ہو جائیں گی اور بے حلالہ اس کے نکاح میں نہ آسکے گی فان الجزاء ینزل عند نزول الشرط کما فی الھدایۃ وغیرھا (شرط پائے جانے پر جزاء پائی جاتی ہے جیسا کہ ہدایہ وغیرہ میں ہے۔ت) اور اس کا حیلہ ارتکاب کبیرہ بالعمد پر مشتمل ہے اور اس کا بتانا بھی حرام ہے یہ اس معنی پر ہے جس پر سوال مبنی اور اگر مراد زید اور ہے تو اس کا اسی سے استفسار ہو،

فان للکلام محملین اٰخرین لانذکرھا کیلا یکون تعلیما والمفتی منھی عنہ بل یسأل فھو اعلم بمرادہ۔	اس کلام کے دو محمل اور جن کو ہم ذکر نہیں کرتے تاکہ تعلیم نہ قرار پائے مفتی کو اس سے باز رہنے کا حکم ہے بلکہ وہ صرف سوال کرے کیونکہ مبتلا شخص اپنی مراد کو بہتر جانتا ہے۔(ت)

اس وقت اس کا جواب دیا جائے، وجیز کردری وعقود الدریہ میں ہے ھ:

احب المفتی ان لایقول یصدق دیانۃ لانہ تعلیم بل ادبہ ان یقول لایصدق۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	مفتی کے آداب میں سے ہے کہ وہ کسی بات پر دیانت کی تصدیق نہ کرے کیونکہ یہ مبتلاء کو تعلیم قرار پاتی ہے بلکہ ادب المفتی یہ ہے کہ وہ کہے کہ تصدیق نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۷: از پیلی بھیت محلّہ منیر خاں مرسلہ مولانا عبدالاحد صاحب ۱۴رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کے پدر سے کسی تذکرہ میں کہا تھا کہ اگر میری بیوی فلاں مکان میں جائے گی تو میری بیوی ہی نہ رہے گی پھر اس کے چندروز بعد دوسرے جلسے میں زید نے پدرِ ہندہ سے الفاظ مذکورہ دوبارہ پھر ادا کئے کہ ہندہ اگر فلاں مکان میں جائے گی تو میری بی بی ہی نہ رہیگی، بعد تھوڑے عرصہ کے ہندہ بلارضامندی اپنے شوہر کے اس مکان میں چلی گئی جس کی بابت زید دومرتبہ دو جلسوں میں پدر ہندہ سے عدم رضامندی اپنی ظاہر کرچکا تھا اور اب عرصہ پانچ ماہ سے ہندہ اسی مکان میں مقیم ہے،

[1] سنن ابی داؤد کتاب الطلاق باب نسخ المراجعۃ بعد التطلیقات الثلاث آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۹۹

[2] عقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ فوائد تتعلق بآداب المفتی حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۳

پس اس صورت میں نکاح زید سے قائم رہا یا نہیں؟ اور مبادا اگر نکاح ہندہ زید سے نہیں قائم رہا تو کون سی طلاق ہندہ پر پڑ سکتی ہے؟ اور کیا صورت رجعت کی از روئے شرع شریف ہو سکتی ہے؟

الجواب:

اگر زید نے وہ الفاظ دونوں بار خواہ ایک بار بہ نیت ایقاعِ طلاق کے کہے تھے یعنی یہ مطلب تھا کہ اگر وہ وہاں جائے تو اس پر طلاق ہے تو وہاں جانے سے عورت پر ایک طلاق بائن ہو گی نکاح سے نکل گئی رجعت نہیں کر سکتا، ہاں عورت کی رضا سے دوبارہ اس سے نکاح کر سکتا ہے عدت میں خواہ عدت کے بعد، بہر حال حلالہ کی حاجت نہیں اگرچہ لفظ مذکور تین بار کہا ہو اور اگر کسی بار اس سے نیت طلاق بمعنی مذکور نہ تھی تو عورت کا وہاں جانے سے کچھ نہ ہوا اور وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، رہا یہ کہ نیت تھی یا نہ تھی یہ بیان زید پر ہے اگر وُہ بحلف کہہ دے کہ میرا وہ مطلب ان لفظوں سے کسی بار میں بھی نہ تھا تو طلاق اصلًا نہ مانیں گے اگر زید جھوٹا حلف کرلے گا وبال اس پر رہے گا، در مختار میں ہے:

القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا فی منزلہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	نیت نہ ہونے کے متعلق خاوند کی بات حلف کے ساتھ تسلیم کرلی جائے گی اور بیوی کا گھر میں ہی اس سے قسم لے لینا کافی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸: از ملک بنگال ضلع نواکھالی مقام ہتیا مرسلہ مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں فضلائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے یوں کہہ کر نکاح کیا کہ میں تمہاری بلا اجازت دوسرا نکاح نہیں کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو گی، اب اس صورت میں شرط فوت ہو جائے تو طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟ اور ہو تو کَے طلاق ہوں گی؟ بینوا توجروا مع الدلیل۔

الجواب:

اگر زید نے یہ الفاظ عقد نکاح سے پہلے کہے تھے یا خود نفس عقد میں یہ شرط کی مگر ایجاب یعنی ابتدائے الفاظ عقد جانب زید سے تھی، مثلًا اس نے کہا میں نے تجھے اپنے نکاح میں لیا اس شرط پر کہ بے تیری اجازت کے نکاح ثانی نہ کروں گا اگر کروں تو طلاق مغلظہ ہو، ہندہ نے کہا میں نے قبول کیا جب تو بحال وقوع شرط زوجہ ثانیہ پر طلاق نہ ہو گی اور اگر بعد نکاح الفاظ مذکورہ کہے یا نفس عقد اس شرط پر ہوا اور زید کی جانب سے قبول تھا مثلًا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا زید نے کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر الخ یا ہندہ نے کہا میں نے اپنے نفس کو تیرے نکاح میں دیا اس شرط پر کہ تو بے میری اجازت کے نکاح ثانی نہ کرے اگر کرے تو طلاق مغلظہ ہو، زید نے کہا میں نے قبول کیا، تو در صورت وقوع شرط دونوں عورتوں میں سے ایک

مطلقہ ہوگی زید کو اختیار ہوگا کہ ان میں سے جس کی طرف چاہے طلاق کو پھیر دے خواہ ہندہ کی طرف خواہ منکوحہ ثانیہ کی جانب،

فی الھندیۃ عن الفتح،لوقال لامرأتہ ان تزوجت علیك ما عشت فالطلاق علی واجب ثم تزوج علیھا یقع تطلیقۃ علی واحدۃ منھما،یصرفھا الی ایتھما شاء[1] اھ ملخصا **قلت** ففی الفصل الثانی لما وقع التکلم بالشرط بعد ثبوت النکاح لانہ یتم باللفظین فقد کانت ھندۃ محلا للتطلیق لثبوت ملکہ علیھا،فقولہ یکن طلاق مغلظ یحتملھما فیصرفہ الی ایتھما احب، اما فی فصل الاول لما کان التکلم بہ قبل حصول النکاح حیث لاتمام لہ بمجرد الایجاب لم تکن ھندۃ محلا لہ لعدم الملك والاضافۃ الی نکاح ہندۃ فتعینت الاخری اعمالا للکلام کما لو قال لامرأتہ واجنبیۃ طلقت احدٰکما تطلق امرأتہ من غیر نیۃ	ہندیہ میں فتح سے منقول ہے کہ اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تیری زندگی میں تجھ پر کسی دوسری عورت سے نکاح کروں تو مجھ پر طلاق واجب ہے" اس کے بعد اس نے اس بیوی پر دوسرا نکاح کرلیا تو پہلی اور دوسری دونوں بیویوں میں سے ایک کو طلاق ہوجائیگی خاوند اس طلاق کو جس پر چاہے نافذ کردے اھ (ملخصا)۔(**میں کہتا ہوں** کہ) دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد یا بیوی کی طرف سے ایجاب میں یہ الفاظ کہے ہوں، تو چونکہ شرط والے الفاظ کا تکلم ثبوت نکاح کے بعد ہوا کیونکہ نکاح ایجاب وقبول کے دولفظوں سے تام ہوتا ہے لہٰذا مسئولہ صورت میں ہندہ طلاق کا محل بن گئی کیونکہ نکاح کے تام ہونے پر ملکیت نکاح مکمل ہوگئی ہے، چونکہ زید نے اس موقعہ پر طلاق مغلظہ واقع ہونے کی بات کی ہے لہٰذا دوسرا نکاح کرنے پر مغلظہ طلاق کا احتمال دونوں بیویوں میں سے ہر ایک کے لئے ہے لہٰذا زید اس طلاق کو دونوں میں سے جس پر چاہے نافذ کردے لیکن پہلی صورت یعنی جب نکاح تام ہونے سے قبل شرط کا تکلم ہوا کیونکہ صرف ایجاب سے نکاح تام نہیں ہوتا، اس لئے اس صورت میں ہندہ طلاق کا محل نہ بن سکے گی کیونکہ ابھی نکاح نہ ہوا اور نہ ہی نکاح کی طرف طلاق کو

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان،اذا وغیرہما نورانی کتب خانہ پشاور ١/٤٢٦

لتعینها الانشاء[1] کما فی الهندیة عن المحیط عن المبسوط، وفی الدر المختار من باب الرجعة، لوخافت ان لایطلقها تقول زوجتك نفسی علی ان امری بیدی، زیلعی وتمامه فی العمادیة اھ[2]. فی ردالمحتار حیث قال ولو قال لها تزوجتك علی ان امرك فقبلت جاز النکاح ولغا الشرط لان الامر انما یصح فی الملك اومضافا الیه ولم یوجد واحد منهما بخلاف مامر فان الامر صار بیدها مقارنا لصیرورتها منکوحة اھ نهر، والحاصل ان الشرط صحیح اذا ابتدأت المرأة لا اذا ابتدأ الرجل ولکن الفرق خفی[3] اھ کلام الشامی باختصار ورأیتنی کتبت علیه مانصه اقول بل هو ظاهر والحمدلله فان الزوج اذا ابتدأ فقال

منسوب کیا گیا، لہٰذا یہ طلاق لازمًا دوسری بیوی کو ہوگی اور وہی طلاق کے لئے متعین قرار پائیگی تاکہ زید کا کلام لغو نہ ہو، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی اور اجنبی عورت کو خطاب کرکے کہے میں نے تم دونوں سے ایک کو طلاق دی ہے، تو اس کی بیوی کو ہی بغیر نیت طلاق ہوگی کیونکہ وہی انشاءِ طلاق کا محل ہونے کی وجہ سے متعین ہوگی، اس کو ہندیہ میں محیط کے حوالے سے مبسوط سے نقل کیا ہے۔ درمختار کے باب الرجعۃ میں ہے کہ اگر بیوی کو ڈر ہو کہ کہیں خاوند طلاق نہ دے دے تو نکاح کے وقت بیوی یوں کہے کہ میں تجھ سے اپنا نکاح اس شرط پر کرتی ہوں کہ میری طلاق کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوگا اس کو امام زیلعی نے بیان کیا یہ بحث عمادیہ میں ہے اھ، ردالمحتار میں ہے کہ اگر خاوند نے ایجاب کرتے ہوئے یوں کہا میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو عورت نے قبول کیا، اس صورت میں نکاح جائز ہوگا اور شرط کا ذکر لغو ہوگا، کیونکہ تفویض طلاق کے لئے جواز تب پیدا ہوتا ہے جب نکاح موجود ہو یا طلاق کو نکاح کے ساتھ معلق کیا ہو، جبکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے کوئی بھی نہ پائی گئی، بخلاف پہلے مذکور مسئلہ کے کہ وہاں عورت کی طرف سے ایجاب میں شرط کو خاوند نے قبول کیا تو نکاح اور طلاق کی شرط دونوں اکٹھے پائے گئے

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی ایقاع الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۶۳

[2] درمختار باب الرجعۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۱

[3] ردالمحتار باب الرجعۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۴۰

تزوجتك علی انك طالق فقالت قبلت کان التعلیق قبل حصول الملک، اذلاملك الابعد تمام الرکنین، ولاتعلیق علی سبب الملک، فان المعینة یجب فیها حقیقة الشرط لامعناہ کما تقدم فکان باطلا کما نقله عن النهر، اما اذاکانت هی المبتدأة انی زوجتك نفسی علی انی طالق فقال قبلت کان السؤال معادا فی الجواب، فکانه قال بعد ایجابها قبلت علی انك طالق، فوقع بعد تمام الرکنین، افادہ فی الخانیة حیث قال لان البدأة اذاکانت من الزوج کان الطلاق فلایصح اما اذا کانت البدأة من قبل المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت والجواب یتضمن اعادة مافی السؤال صار کانه قال قبلت علی انك طالق او علی

اس لئے طلاق کا اختیار عورت کو حاصل ہوگا اھ نہر، حاصل یہ کہ شرط عورت کے پہل کرنے پر صحیح ہوگی، مرد کے پہل کرنے پر درست نہ ہوگی، لیکن یہ فرق مخفی رہا، اختصارًا، علامہ شامی کا کلام ختم ہوا۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے علامہ شامی کے اس کلام پر حاشیہ لکھا جس کی عبارت یہ ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) فرق مخفی نہیں بلکہ ظاہر ہے **الحمد ﷲ**، کیونکہ خاوند کے پہل کرنے اور یہ کہنے پر کہ میں تجھ سے نکاح اس شرط پر کرتا ہوں کہ تجھے طلاق ہے تو عورت نے قبول کرلیا تو یہ تعلیق ملکیت نکاح کے دونوں رکن (ایجاب وقبول) سے پہلے ہوئی ہے لہٰذا ملکیت حاصل نہ ہوئی اور ملکیت کے سبب پر بھی تعلیق نہیں کیونکہ معینہ عورت کے لئے حقیقۃً شرط کا پایا جانا ضروری ہے محض شرط کا معنی کافی نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تو یہ تعلیق بالطلاق باطل ہوگی جس طرح انہوں نے اس کو نہر سے نقل کیا ہے لیکن، اگر عورت پہل کرکے ایجاب میں کہے میں نے تجھے اپنا نفس نکاح کرکے دیا اس شرط پر کہ مجھے طلاق ہے تو خاوند نے قبول کرتے ہوئے کہا میں نے قبول کیا، چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے اس لئے گویا خاوند نے یوں کہا "میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے" تو یہ تعلیق نکاح کے دونوں رکن (ایجاب وقبول) پائے جانے کے بعد پائی گئی اس کا خانیہ نے افادہ فرمایا جہاں انہوں نے فرمایا کہ جب ابتداء زوج کرے تو طلاق اور تفویض دونوں نکاح سے قبل پائی گئیں لہٰذا صحیح نہ ہوں گی لیکن جب عورت ابتداء کرے تو تفویض نکاح کے بعد پائی گئی کیونکہ جب خاوند نے جواب میں کہا "میں نے

| ان یکون الامر بیدك فیصیر مفوضاً بعد النکاح اھ قلت وبه تبین حکم ما اذا ابتدأت المرأة من دون شرط وقبل الزوج بشرط حیث یصح الطلاق و التفویض لان کلام المرأة لاعبرة بها فی ھذا الباب، کانت الصحة فیما مرلوقوعه فی قبول الزوج تقدیرا لتضمن الجواب ما فی السؤال، فاذا وقع فیه تحقیقا کان اولی بالصحة[1] اھ ما کتبت علیه وبه یظهر لك کل ما ذکرنا ھھنا۔ | قبول کیا" چونکہ جواب میں سوال کا اعادہ مراد ہوتا ہے تو گویا یوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ تجھے طلاق ہے، یا تفویض کی صورت میں یوں کہا میں نے قبول کیا اس شرط پر کہ طلاق کا اختیار تیرے ہاتھ میں ہے تو تفویض نکاح کے بعد ہوئی اھ، (**میں کہتا ہوں**) اس سے صورت کا حکم معلوم ہوگیا جس میں بغیر شرط عورت ایجاب میں پہل کرے اور خاوند قبول کرتے ہوئے شرط ذکر کرے تو طلاق اور تفویض صحیح ہوگی، کیونکہ طلاق کے متعلق عورت کا کلام بے معنٰی ہے اس کی صحت کا دارومدار خاوند کے قبول کرنے پر ہے جو کہ قبول کرنے میں مقدر طور پر مذکور ہے کیونکہ خاوند کا جواب عورت کے ایجاب یعنی سوال کو متضمن ہے تو جب خاوند کے قبول کرنے میں صراحتًا شرط مذکور ہو تو بطریق اولٰی صحیح ہوگا اھ میں نے یہاں حاشیہ میں جو لکھا وہ ختم ہوا، اس سے یہاں پر تمام بحث کا آپ کو علم ہوگیا۔ (ت |

پھر بہر صورت منکوحہ ثانیہ خواہ ہندہ صورت مذکورہ میں جس پر طلاق پڑے گی تین طلاقیں ہوں گی کہ عرف میں طلاق مغلظہ اسی کو کہتے ہیں۔

| اقول وحیث کان البناء علیه فلا یرد ان قال انت طالق اغلظ الطلاق واحدة بائنة ان لم ینو ثلثا[2] کما فی التنویر ثم اعلم ان الوقوع بالصفة عند ذکرھا کما اذا قال انت طالق البتة حتی لو قال بعدھا ان شاء اللّٰه متصلا لایقع ولو کان الوقوع باسم الفاعل لوقع کما فی ردالمحتار فلا یتوھم | **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) جب گفتگو عرف پر مبنی ہے تو اب تنویر کی اس عبارت سے اعتراض پیدا نہ ہوگا کہ "غلیظ تر طلاق والی ہے" یہ ایک طلاق بائنہ ہوگی بشرطیکہ تین کی نیت نہ کرے۔ پھر یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طلاق کا وقوع صفت کے ساتھ ہوگا جب صفت مذکور ہوگی، مثلًا جب خاوند کہے "تجھے طلاق ہے قطعی" حتی کہ اس کے ساتھ متصل ان شاء اللّٰه کہہ دے تو یہ طلاق واقع نہ ہوگی (کیونکہ ان شاء اللّٰه کا تعلق طلاق قطعی کے ساتھ ہے صرف "قطعی" سے نہیں) اگر اس میں |

[1] جدالممتار حاشیۃ ردالمحتار باب الرجعة حاشیہ نمبر ۱۰۸۷ المجمع الاسلامی مبارکپور انڈیا ۲/۲۶۔۵۶۵
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب الصریح مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

ان الاخری ینزل علیھا الطلاق وھو غیرمدخول بھا والتعلیق کالتکلم عند وجود الشرط فکانہ قال لھا حینئذ انت طالق طلاقا مغلظا فطلقت بطالق ولغا الوصف فافھم ، واللہ سبحانہ تعالٰی اعلم۔	طلاق کا وقوع صرف لفظ "طالق" اسم فاعل سے ہوتا تو پھر ان شاء اللہ کا تعلق صرف لفظ "قطعی" یعنی البتۃ سے ہوتا، اور طالق کے ساتھ نہ ہونے کی بناء پر طلاق واقع ہوجاتی، جیسا کہ ردالمحتار میں بیان کیا ہے تو اس قاعدہ کی بناپر یہ وہم نہیں کیا جاسکتا کہ دوسری نئی بیوی غیر مدخولہ ہونے کی وجہ سے اس پر مذکورہ شرط والی مغلظہ طلاق نہ پڑی تو وہ انت طالق (تو طلاق والی ہے) سے بائنہ ہوگئی، کیونکہ تعلیق میں شرط کے پائے جانے کے وقت طلاق والی کلام کا تکلم متحقق ہوتا ہے تو شرط پائے جانے پر گویا اس نے کہا تو طلاق والی ہے طلاق مغلظہ کے ساتھ، تو غیر مدخولہ کو طالق کہنے پر بائنہ طلاق ہوگئی اور اس کے بعد مغلظ کا وصف لغو قرار پایا، اس وہم کے مدفوع ہونے پر غور کرنا چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹: از ریاست رامپور مرسلہ حبیب اللہ بیگ جماعت مولوی فاضل اورنٹیل کالج ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنی عورت سے کہتا ہے کہ تجھ پر تین شرطوں سے طلاق قول من حیث ہو قول کیا، کسی چیز کی طرف اشارہ وغیرہ نہیں کیا بس تین شرطوں سے کہہ دیا یہ طلاق کون طلاق، واقع ہوگئی اور کیوں؟ اور تین شرطوں سے کیا مراد ہے اور کیوں؟

الجواب:

ظاہر الفاظ کا مفاد یہ ہے کہ طلاق بشرطِ مجہول دیتا ہے تو یہ کہنا ایسا ہوا کہ مطلقہ ہے، اگر تین شرطیں پائی جائیں اس صورت میں طلاق اصلاً واقع نہ ہوگی، درمختار میں ہے:

وشرط صحتہ ذکر المشروط فنحو "انت طالق ان" لغوبہ یفتی[1]۔	تعلیق کی صحت کے لئے مشروط کا ذکر ضروری ہے، تو یوں کہنا "تجھے طلاق ہے اگر" لغو قرار پائے گا، اسی پر فتوٰی ہے (ت)

اور ایک احتمال یہ بھی ممکن کہ اس نے اپنے جاہلانہ محاورہ سے تین عدد کو تین شرطیں کہا ہو جیسے تین بار ہاتھ دھونے کو بعض جہال کہتے ہیں تینوں شرطیں پوری کرلو۔ اگر یہ اس کا محاورہ و مقصود ہے تو تین طلاقیں ہوگئیں۔ ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

يحمل كلام كل عاقل وحالف على عرفه[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	عقد کرنے والے کے اور حلف دینے والے کلام کو اس کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰: از چھاؤنی برار علاقہ ریاست گوالیار متصل عقب گرلس اسکول بمعرفت منشی سید امجد علی صاحب مرسلہ عطا حسین صاحب نقشہ نویس ۵ ربیع الآخر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے والد اور ہندہ نے زید سے اسٹامپ لکھوا کر کچہری میں رجسٹری کروالی ہے جن میں کے چند شرائط درج ہیں:

(۱) ہندہ تمام عمر اپنے باپ ہی کے مکان پر رہے گی۔

(۲) جو اس وقت اولاد موجود ہے اس کی مالک ہندہ ہوگی زید مالک نہیں ہوسکتا اور آئندہ جو اولاد ہوگی اس اولاد کی بھی مالک ہندہ ہوگی۔

(۳) ہندہ کی حیات میں تم دوسری شادی نہیں کرسکوگے۔

(۴) دس ۱۰ روپیہ ماہوار ہندہ کے خرچ کے لئے زید کو ہندہ کے والد کے مکان پر بھیجنا ہوں گے۔

(۵) میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر کسی وقت میں تین ماہ تک بہ استثنائے حوادثاتِ زمانہ جس کو میری زوجہ تسلیم کرلے خرچ نہ بھیجوں یا شرط مذکورہ بالا میں سے کسی شرط کا ایفاء نہ کروں تو میری یہ تحریر بجائے تین طلاق مغلظ وشرع کے سمجھی جائے، یہ سب شرائط لکھنے کے بعد زید چھ ۶ ماہ تک ہندہ سے ملنے نہیں گیا اور نہ چھ ماہ تک ہندہ کے لیے خرچ بھیجا، بعد چھ ماہ کے زید ہندہ کے مکان پر گیا، ہندہ کے والد نے زید کو ہندہ سے ملنے دیا اور ہندہ کو زید کے ہمراہ رخصت کردیا، زید ہندہ کو اپنے مکان پر لے آیا، اسی طرح سے آنا جانا بنا رہا، بعد چار ماہ کے ہندہ کا خط زید کے پاس آیا مجھ کو خرچ بھیجو، زید اس وقت بوجہ قرضداری کے خرچ نہیں بھیج سکا، ہندہ کے والد نے پھر ایک خط زید کو بھیجا تم نے اپنی تحریر کے موافق خرچ نہیں بھیجا تین ماہ کے بجائے چار ماہ گزرگئے اس لئے تم دونوں کو شریعت نے بالکل علیحدہ کیا طلاق ہوچکی اب کسی طرح میل جول نہیں ہوسکتا تم کو نوٹس دیا جاتا ہے کہ تیرہ سو بیس ۱۳۲۰ روپے حق مہر یکمشت ادا کردو، اس وقت اولاد کا دعوی کرنا، زید ہندہ کے والد کے پاس گیا زید نے یہ کہا جبکہ میں نے چھ چھ ماہ تک خرچ نہیں بھیجا اور ہندہ کو آپ نے میرے ہمراہ رخصت کردیا، اتنے عرصہ تک خرچ نہ بھیجنے پر اس وقت طلاق کیوں نہیں ہوئی، ہندہ کے والد نے جواب دیا ہندہ نے تم کو خرچ بھیجنے کیلئے نہیں لکھا تھا اب ہندہ نے تم کو خرچ منگوانے کے لئے لکھا ہے اس وقت سے تین ماہ رکھے گئے ہیں، پھر زید نے

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۹۹

یہ سوال کیاکہ اسٹامپ میں آپ نے یاہندہ نے یہ نہیں درج کروایا ہے کہ خرچ منگوانے پر تین ماہ رکھے جائیں، پھر زید نے ہندہ کا خط ہندہ کے والد کے روبرو پیش کیا، تین ماہ گزرنے میں پانچ یوم باقی ہیں ہندہ کے والد نے زید سے کہا تین ماہ کے تیس ۳۰ روپے دے دو تیس ۳۰ روپے دینے پر بھی تم ہندہ سے نہیں مل سکوگے اس وقت تک جبکہ تمہاری زوجہ کو خرچ نہ بھیجنے پر معذور سمجھے، اور علمائے دین سے دریافت کیا جائے اگر علمائے دین ملنے کی اجازت دے دیں اس وقت تم کو اطلاع دے دیں گے تم آکر اپنی زوجہ کو رخصت کرالے جانا، اور اگر علمائے دین نے ملنے کی اجازت نہ دی اور طلاق مقرر کردی تو تمہارے تیس ۳۰ روپے واپس کردئے جائیں گے، زید نے کہا اس وقت میرے پاس تیس ۳۰ روپے نہیں فی الحال دس روپے لئے لیجیئے مکان پر پہنچ کر بیس ۲۰ روپے اور بھیج دوں گا انہوں نے دس روپے نہیں لئے، زید کو واپس لوٹا دیا، ہندہ کے والد نہ تو زید کو اولاد دیتے ہیں اور نہ ہندہ سے ملنے دیتے ہیں، زید میں اس قدر حیثیت نہیں ہے کہ تیرہ سو بیس ۱۳۲۰ روپیہ حق مہر یکمشت ادا کرسکے، اب ہندہ کے والد یہ کہتے ہیں کہ علماء سے اجازت لو اگر علمائے دین ہندہ سے ملنے کی اجازت دے دیں تو پھر مجھ کو کچھ عذر نہ ہوگا تمہارے ساتھ ہندہ کو رخصت کردوں گا، اب عرض یہ ہے کہ ان سب شرائط سے طلاق ہوئی یا نہیں؟ ہندہ کے والد نے زید کو لکھا کہ جس عالم سے تم فتوٰی منگواؤ اگر وہ لکھیں کہ طلاق نہیں ہوئی تو ان کو یہ ضرور لکھ دینا کہ جس کتاب سے طلاق نہیں ہوئی ہے (ثابت ہے) اس کتاب کا نام اور صفحہ کا نمبر ضرور لکھیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ سب جاہلانہ خرافات ہیں، وہ اقرار نامہ باطل محض ہے اس میں جتنی شرطیں لگائیں سب باطل ومردود وخلاف شرع ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مابال رجال یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو باطل وان کان مائۃ شرط فقضاء اللہ احق وشرط اللہ اوثق [1]۔ رواہ البخاری ومسلم عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی شریعت میں نہیں، جو شرط شریعت کے خلاف ہو وہ باطل ہے اگرچہ سو ۱۰۰ شرطیں ہوں، اللہ کا حکم حق ہے، اور اللہ کی شرط مؤکد۔ (اس کو بخاری اور مسلم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور اب باپ ہی کے یہاں رہے گی اور موجودہ اولاد کی وہی مالک ہوگی اور آئندہ اولاد کی بھی وہی مالک ہوگی اور

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۷

باپ کے گھر بیٹھے نفع پائے گی یہ سب شرطیں خلافِ شرع ومردود ہیں پانچویں شرط کو خلاف کرے تو یہی تحریر تین طلاق سمجھی جائے یہ بھی باطل ہے، غیر طلاق کو طلاق سمجھنا کیا معنی، فتاوی قاضی خاں میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجها مرا طلاق دہ. فقال الزوج دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذلك لایقع وان نوی[1] اھ ملخصًا۔	ایک عورت نے اپنے خاوند کو کہا تو مجھے طلاق دے، تو خاوند نے کہا دی ہوئی یا کی ہوئی سمجھ، تو طلاق نہ ہوگی خواہ نیت بھی کی ہو۔ گویا خاوند نے عربی میں کہا تو خیال کرلے کہ تو طلاق والی ہے۔ تو ایسا کہنے پر طلاق نہیں اگرچہ نیتِ طلاق بھی ہو، اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

لوقیل لرجل اطلقت امرأتك فقال عدها مطلقة او احسبها مطلقة لاتطلق امرأته[2]۔	اگر کسی شخص کو یہ کہا جائے کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ جواب میں کہے تو اس مطلقہ شمار کر یا کہے بیوی کو مطلقہ سمجھ لے، تو اس سے طلاق نہ ہوگی (ت)

بالجملہ نہ صورتِ مستفسرہ میں طلاق ہوئی نہ عورت مالک اولاد ہوسکتی ہے،

قال اللہ تعالٰی وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیوی کا نفقہ اولاد والے یعنی خاوند پر ہے۔ (ت)

ہاں بحق حضانت لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گا اور لڑکی نو برس کی عمر تک، پھر باپ لے گا۔ شوہر اگر اپنے پاس بلانا چاہے تو عورت کو باپ کے گھر رہنے کا اختیار نہیں،

قال اللہ تعالٰی اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم اپنی بیویوں کو وہاں رکھو جہاں سکونت پذیر ہو۔ (ت)

اگر شوہر کے پاس آنے سے انکار کرے گی نفقہ پانے کی مستحق نہ ہوگی۔ عامہ کتب میں ہے: لانفقة للناشزة[5]

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۰

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۲/۲۲۳

[4] القرآن الکریم ۶۵/۶

[5] بحر الرائق باب النفقة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۷۹، ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۷

(نافرمان بیوی کے لئے نفقہ نہیں۔ت) مہر اگر نہ معجّل تھا نہ مؤجل یعنی رخصت سے پہلے دینا قرار پایا تھا نہ کوئی میعاد معین مثلاً سال دو سال قرار پائی تھی، توجب تک موت یا طلاق نہ ہو عورت کو اس کے مطالبہ کا کچھ اختیار نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مؤخر المهر حق طلبه انما ثبت لها بعد الموت او الطلاق[1]۔	مؤخر کردہ مہر کا مطالبہ، طلاق یا موت کے بعد ہوسکتا ہے۔ (ت)

پدر ہندہ کا یہ شرط لگانا کہ کتاب کا صفحہ بتایا جائے انہیں شرائط کے قبیل سے ہے جو اس نے اقرار نامہ میں لکھوائیں اگر وہ ذی علم ہوتا اس پر یہ احکام مخفی نہ رہتے نہ ایسا مہمل اقرار نامہ لکھواتا نہ یہ ہوتا کہ چھ مہینے گزرنے پر طلاق نہ سمجھی، تین مہینے گزرنے پر طلاق ہے، اور جو بے علم ہے اس کا حوالہ وصفحہ طلب کرنا اپنے منصف سے بڑھنا ہے اور اسے صفحہ بتانا فضول، اسے یہ حکم ہے کہ علماء سے دریافت کرے نہ یہ کہ صفحہ سطر جانچے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱: از جبلپور محلّہ بھان تلیا مرسلہ محمد نظیر داد خاں سوال نویس کچہری خفیفہ ۲۰ رجب ۱۳۱۸ھ

منکہ علاء الدین ولد شیخ رجب قوم مسلمان ساکن جبلپور محلّہ گلگلا تالاب کا ہوں، چونکہ بوجہ دو عورتوں کے بیاہا تھا عورت میری سے آپس میں تکرار ہوا کرتی تھی سو آج کے روز روبرو گواہان ذیل یہ تصفیہ ہوا کہ میں بلاعذر کھانا کپڑا دیا کروں گا اور رات کے وقت مکان میں بھی رہا کروں گا اور بالفرض اگر میں ایک ماہ تک بلاوجہ کھانا کپڑا نہ دوں اور مکان میں رات کے وقت نہ رہوں تو روبرو گواہان یہ تصفیہ ہوا کہ عورت مذکورہ ہمارے نکاح سے باہر مثل طلاق کے ہوجائے اور میری لگت فسخ ہوجائے اور جو ڈگری عدالت سے ہمارے نام کی ہے وہ بھی باطل ہوجائے اور بیاہتا عورت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے مکان میں جو اس کے باپ کا ہے رہے میں بھی اسی جگہ رہوں گا اور کھانا کپڑا دوں گا اس میں کسی طرح کا عذر وحیلہ نہ کروں گا عذر کروں تو جھوٹ، اس واسطے یہ چند کلمے بطریق اقرار نامہ کے لکھ دئے کہ سند رہے اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

میری شادی علاء الدین کے ساتھ عرصہ سات سال کا ہوا ہوگئی تھی اب میرے والدین قضا کرگئے اور میرا کوئی سرپرست نہیں رہا، میرے خاوند نے عرصہ چھ ۶ سال کا ہوا کہ ایک دوسرا نکاح کرلیا اور اس کے ہمراہ رہا کرتا ہے میری کسی طرح سے کفالت نہیں کرتا ایک مرتبہ پنچایت میں اس نے میرے نان نفقہ کا اقرار کرکے ایک اقرار نامہ مورخہ ۱۷ جون ۱۸۹۹ء کو تحریر کردیا تھا اور اقرار کیا تھا کہ اگر اقرار پورا نہ کروں تو طلاق ہوجائے مگر اس نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اور میری وہ کیفیت ہے جو سابق میں تھی اب میں گزراوقات کس طرح کروں اور میں نکاح سے

[1] ردالمحتار کتاب القضاء فصل فی المجلس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

باہر کیونکر ہو سکتی ہوں مجھے اس سے کچھ امید نہیں۔ مؤرخہ ۱۵اگست ۱۹۰۰ء عرضی مسمّاۃ بتول ولد بیچن خاں میاں نظیر داد خاں: باوجود ہونے پنچایت اور تحریر اقرار نامہ کے علاء الدین مسماۃ بتول کی پرورش بالکل نہیں کرتا اور مخفی رہتا ہے، کیا بموجب تحریر اسٹامپ طلاق ہو گئی، اگر ہو گئی ہو تو مطلع کرو اس کا عقد ثانی کر دیا جائے تاکہ بلا سے نجات ہو، اس شخص نے کبھی کفالت نہیں کی اور نہ امید پائی جاتی ہے۔ مورخہ ۱۶/اگست ۱۹۰۰ء

محمد خاں: بخدمت مولٰنا عبدالسلام صاحب زاد فیضہ، ۔چونکہ یہ مذہبی معاملہ ہے، میرے پاس یہ کاغذات آئے، میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا واقعی علاء الدین اپنی بیاہتا عورت سے کسی قسم کا سروکار نہیں رکھتا اور نہ اس کی کفالت کرتا ہے، اس نے ایک دوسرا نکاح کرلیا ہے اس کی ہمراہی میں رہتا ہے، ایسی حالت میں اسکی زندگی پار ہونا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، آپ تحریر فرمایئے کہ یہ نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں، اور عقد ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔ ۱۶/اگست ۱۹۰۰ء محمد نظیر داد

خلاصہ جواب: صورت مستفسرہ میں ثبوت کتابت اقرار نامہ ہذا بلا اکراہ، از علاء الدین یا از جانب علاء الدین مع تحقیق خلاف اقرار نامہ یعنی ترک نان ونفقہ زوجہ وترک شب باشی بازوجہ تا بیک ماہ معلق علیہا الطلاق مستلزم ترتب الجزاء علی الشرط یعنی وقوع طلاق کا ہے بمجرد انقضائے مدۃ معینہ بلاشک اس کی زوجہ مذکورہ پر طلاق بائن واقع ہوگی اور وہ عورت اس کے نکاح سے باہر ہوجائے گی۔ فتاوی الخیریہ لنفع البریہ میں ہے:

لاشك اذا وجدت الغيبة والترك المعلق عليهما الطلاق انه يقع لوجود الشرط الموجب للجزاء الخ[1]۔	اس میں شک نہیں کہ وہ غیر حاضری اور ترک معاملہ جس پر طلاق کو معلق کیا گیا ہو اگر پایا جائے تو طلاق ہو جائیگی کیونکہ جزاء لازم کرنے والی شرط پائی گئی الخ(ت) بعد انقضائے عدت طلاق وہ عورت عقد کر سکتی ہے۔

بجنسہٖ کاغذات ہذا خدمت میں عالی جناب مولانا احمد رضا صاحب بریلوی مرسلہ ہو کر گزارش کی جائے بعد ملاحظہ رائے مناسب سے اطلاع بخشیں۔ المرقوم ۴ستمبر ۱۹۰۰ء

الجواب:

فی الواقع علاء الدین کا کلام مذکور جہاں تک مقتضاء نظر فقہی ہے تعلیق شرعی ہے کہ وقت وجود شرط موجب وقوع طلاق بائن وزوال نکاح جواز نکاح ثانی زن بعد انقضائے عدت ہے جیسا کہ فاضل مجیب سلمہ اللہ القریب المجیب نے بیان فرمایا،

[1] فتاوی خیریہ کتاب الطلاق دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۵

الظاھران لایجعل قوله توروبرو گوہان یه تصفیه ہو فاصلا بین الشرط والجزاء لانه من باب التاکید المفید والتائید المزید فلایکون اجنبیا.(قال فی الدر)فقال لھا انت طالق ان شاء الله تعالٰی متصلا الالتنفس او سعال اوجشاء او عطاس او ثقل لسان او امساك فمر او فاصل مفید لتاکید او تکمیل اوحد او طالق او نداء.کانت طالق یازانیة اوطالق ان شاء الله صح الاستثناء.بخلاف الفاصل اللغو کانت طالق رجعیا ان شاء الله[1]الخ وفی الھندیة رجل قال لامرأته انت طالق ثلاثا فاعلمی ان شاء الله صح الاستثناء ولو قال انت طالق ثلاثا اعلمی ان شاء الله او قال اذھبی ان شاء الله طلقت ثلثا وبطل الاستثناء کذافی فتاوٰی قاضی خاں[2]اھ وفیھا فی فصل الطلاق قبل الدخول لو قال انت طالق اشھدوا ثلثا فواحدة ولو قال فاشھدوا فثلث	ظاہر یہی ہے کہ خاوند کا کہنا"روبرو گواہان یہ تصفیہ ہو"شرط اور جزاء کے درمیان فاصل نہ بنے گا کیونکہ درمیان میں اس کا یہ کہنا مفید تاکید وتائید مزید ہے لہٰذا یہ کلام اجنبی نہ ہوگا،در میں فرمایا:خاوند نے بیوی کو کہا تجھے طلاق ہے ان شاء الله تعالٰی،تو یہ متصل استثناء صحیح ہوگا یعنی طلاق نہ ہوگی اور اگر کھانسی سانس یا باسی ڈکار یا چھینک یا زبان کے ثقل یا منہ کی بندش یا کوئی اور فاصل جو مفید تاکید یا تکمیل ہو یا وہ فاصل حد یا طلاق یا ندا کیلئے مفید ہو تو بھی استثناء صحیح ہوگا،مثلاً کوئی کہے انت طالق اے زانیہ ان شاء الله یا کہے تجھے طلاق ان شاء الله،تو طلاق نہ ہوگی،اس کے برخلاف کلام اور استثناء میں وہ فاصل ہے جو لغو ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق رجعی ان شاء الله،استثناء صحیح نہ ہوگا اور طلاق ہوجائے گی الخ۔ہندیہ میں ہے ایک شخص نے بیوی کو کہا تجھے تین طلاق پس جان لے ان شاء الله تو استثناء صحیح ہوگا،اور اگر یوں کہا تجھے تین طلاق جان لے ان شاء الله،یا کہا جا چلی جا ان شاء الله تو بیوی کو تین طلاقیں واقع ہونگی اور یہ استثناء باطل قرار پائیگا،یوں ہی فتاوی قاضی خان میں ہے الخ۔اور ہندیہ میں طلاق قبل دخول کی فصل میں ہے کہ اگر کہے تجھے طلاق ہے گواہ ہوجاؤ ان شاء الله،تو استثناء صحیح نہ ہوگا اور ایک طلاق ہوگی،اور اگر گواہ ہوجاؤ

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۳

[2] فتاوی ہندیہ الفصل الرابع فی الاستثناء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۶۰

كذا فی العتابیة [1] اھ ومثله فی هذا الباب المذكور من رد المحتار عن البحر من الظهيرية قال وحاصله ان انقطاع النفس وامساك الفم لايقطع لاتصال بين الطلاق وعدده وكذا النداء لانه لتعيين المخاطبة وكذا عطف فاشهد بالفاء لانها تعلق مابعدها بما قبلها فصار الكل كلاما واحدا [2]۔	کی بجائے پس گواہ ہو جاؤ کہا، تو تین طلاقیں ہوں گی، عتابیہ میں یونہی ہے اھ، اسی باب میں ردالمحتار میں بحر سے انہوں نے ظہیریہ سے نقل کیا اور کہا حاصل یہ ہے سانس کا ٹوٹ جانا یا منہ بند ہو جانا طلاق اور اس کے عدد میں اتصال کو منقطع نہ کرے گا اور یوں مخاطبہ کو معین کرنے کے لئے ندا بھی فاصل نہ بنے گی، اور اسی طرح فاشھدوا، فاء کے ساتھ عطف بھی فاصل نہ ہوگا کیونکہ مابعد کا ماقبل سے تعلق ہوتا ہے تو پورا کلام واحد ہوگا (ت)

تحقق شرط میں اتنے امر کالحاظ ضرور ہے کہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دینا اور شب کو مکان میں نہ رہنا بلاوجہ مقبول شرعی ہوا ہو کہ شرط میں "بلاوجہ" کا لفظ مذکور ہے تو کسی وجہ قابل قبول شرع کے باعث اگر مہینہ بلکہ برس گزر گیا اور اسے نہ کھانا کپڑا دیا نہ مکان میں رہا تو طلاق نہ ہوگی، یونہی اگر دونوں شرط مذکور یعنی عدم انفاق و عدم شب باشی سے صرف ایک ثابت ہوئی مثلاً یہ تو ثابت ہوا کہ بلاوجہ مہینہ بھر تک روٹی کپڑا نہ دیا مگر مہینہ بھر تک رات کو مکان میں بلاوجہ نہ رہنے کا ثبوت نہ ہو سکا یا بالعکس توجب بھی طلاق ثابت نہ ہوگی کہ یہاں دونوں شرطوں کا ثبوت ثبوتِ طلاق کے لئے ضرور ہے۔

فی ردالمحتار، ان لم یکرر اداة الشرط فلابد من وجود الشيئين قدم الجزاء عليها اواخره [3] بحر، ملخصًا۔	ردالمحتار میں ہے اگر حرفِ شرط مکرر نہ ہو تو دو چیزوں یعنی شرط وجزا کا پایا جانا ضروری ہے، جزاء کو شرط سے مقدم ذکر کیا ہو یا موخر ذکر کیا ہو، برابر ہے، بحر، ملخصًا۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس مقدمے میں بالاتفاق بار ثبوت عورت کے ذمے ہے کہ مہینہ بھر تک نان ونفقہ نہ ملنے کے باب میں اگرچہ عورت محتاج گواہان نہیں بلکہ صرف اس کا بیان حلفی کافی ہے،

وعند قيام الزوجية وكونها مستحقة	زوجیت پائی جائے اور بیوی خاوند سے خرچہ وصول

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۳

[2] ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بها دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۶

[3] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۸

لینفقه کما یشهد به کتابة الزوج لایکون الوجه المانع الاحادثا فیکون الظاهر مع المرأة المنکرة حدوثه فان ادعاه الزوج فلیثبته۔	کرنے کی مستحق ہو، جیسا کہ خاوند کی تحریر شاہد ہے تو پھر کسی نئے حادثہ کے بغیر نفقہ سے کوئی مانع نہیں اور ظاہر حال عورت کے حق میں جبکہ وہ ایسے حادثے کا انکار کرتی ہو پھر اگر خاوند اس حادثہ کا مدعی ہو تو خاوند پر حادثہ کو ثابت کرنا لازم ہوگا (ت)

مگر صرف اسی قدر تو شرط طلاق نہ تھا بلکہ مہینہ بھر تک بلاوجہ ترک شب باشی بھی، اور اس کا ثبوت گواہانِ شرعی سے دینا بلاشبہہ عورت پر لازم ہے فقط اس کا بیان اگرچہ حلفی ہو یہاں ہرگز معتبر نہیں

لانها ترید بهذا اثبات الطلاق وهو ینکره والبینة علی النفی مسموعة فی الشروط. فی الدرالمختار (ان اختلفا فی وجود الشرط) ای ثبوته لیعم العدمی (فالقول له مع الیمین) لانکاره الطلاق ومفاده انه لو علق طلاقها بعدم وصول نفقتها ایاما فادعی الوصول وانکرت ان القول له وبه جزم فی القنیة، لکن صحح فی الخلاصة والبزازیة ان القول لها واقره فی البحر والنهر وهو یقتضی تخصیص المتون. لکن قال المصنف وجزم شیخنا فی فتواه بما تفیده المتون والشروح لانها الموضوعة لنقل المذهب کمالا یخفی، (الا اذا برهنت) فان البینة	کیونکہ بیوی اس سے اثباتِ طلاق کا ارادہ رکھتی ہے اور خاوند طلاق سے انکار کررہا ہے جبکہ شرائط کے متعلق نفی پر بھی گواہی قابل سماعت ہے۔ درمختار میں ہے (اگر خاوند اور بیوی نے طلاق سے متعلق شرط کے پائے جانے میں اختلاف کیا) یعنی شرط کے ثبوت میں، تاکہ یہ عدمی شرط کو بھی شامل ہوسکے (تو خاوند کی بات کو اس سے قسم لے کر، تسلیم کرلیا جائے گا) کیونکہ وہ طلاق سے انکاری ہے۔ اس مسئلہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر خاوند نے طلاق کو چند دن نفقہ نہ پہنچانے سے معلق کیا تھا تو اب اختلاف میں خاوند کا مؤقف یہ ہے کہ اس نے نفقہ پابندی سے پہنچایا ہے اور بیوی اس کا انکار کرتی ہے تو اس میں خاوند کی بات معتبر ہوگی، قنیہ میں اسی پر جزم کیا ہے لیکن خلاصہ اور بزازیہ میں بیوی کی بات معتبر قرار دینے کو صحیح قرار دیا ہے، اسی کو بحر اور نہر میں ثابت رکھا ہے، اور وہ متون کی تخصیص کا متقاضی ہے لیکن مصنف نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنے فتاوی میں اس پر جزم کا اظہار فرمایا جس کو متون اور شروح نے بیان کیا ہے کیونکہ مذہب کی ترجمانی کے لئے یہی موضوع ہیں جیسا کہ مخفی نہیں ہے (الا یہ کہ بیوی گواہ پیش

تقبل علی الشرط وان کان نفیا[1] اھ فی ردالمحتار قولہ واقرہ فی البحر حیث قال فی فصل الامر بالید قیل القول لہ لانہ ینکرالوقوع لکن لایثبت وصول النفقۃ الیہا والاصح ان القول قولہا فی ہذاوفی کل موضع یدعی ایفاء حق وھی تنکراھ،ونقل الخیر الرملی ایضا تصحیحہ عن الفیض والفصول،قولہ وھو یقتضی تخصیص المتون ای تخصیصہا بکون القول لہ اذالم یتضمن دعوی ایصال مال حملا للمطلق علی المقید[2] اھباختصار،البزازیۃ عدم قبول قولہ فی کل موضع یدعی ایفاء حق مالی وھی تنکر فھذا یقتضی تخصیص المتون فاغتنم ھذا[3]۔	کردے) کیونکہ شرط کے متعلق گواہی قبول ہوتی ہے اگرچہ یہ شرط منفی ہواھ،اس مقام پر ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کا قول کہ اس (بیوی کی بات معتبر ہے) کو بحر میں ثابت رکھا،یہ بات انہوں نے فصل امر بالید میں یوں کہی ہے کہ بعض نے کہا ہے کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی کیونکہ وہ طلاق کے وقوع کا منکر ہے،مگر اس کے ساتھ وہ نفقہ بیوی تک پہنچانے کو ثابت نہیں کررہا،لہٰذا اصح یہ ہے کہ اس مسئلہ میں بیوی کی بات معتبر ہوگی اور اسی طرح ہر ایسے مقام میں جہاں خاوند حق کو پورا کرنے کا مدعی ہو اور بیوی منکر ہو تو بیوی کی بات معتبر ہوگی اھ،خیر الدین رملی نے بھی فیض اور فصول سے اس کی تصحیح کو نقل کیا ہے،اور ماتن کا قول کہ یہ (بیوی کی بات کا معتبر قرار دینا) متون کی تخصیص کا متقاضی ہے یعنی متون کے اس قول کا کہ خاوند کی بات معتبر ہوگی بایں صورت کہ خاوند کا دعوی مالی حق کو پہنچانے پر مشتمل نہ ہو یعنی متون کی مطلق عبارت کو مقید بنانے سے تخصیص ہوگی اھ مختصراً۔اور غمز العیون میں ہے کہ خلاصۃ الفتاوی اور بزازیہ میں ہے ہر ایسے مقام پر جہاں خاوند کے مالی حق کو پہنچانے کا دعوی ہو اور بیوی کا انکار ہو تو خاوند کی بات کے معتبر نہ ہونے کی تصحیح کی ہے،لہٰذا یہ بات متون کی تخصیص کا تقاضا کررہی ہے،اس بحث کو غنیمت سمجھو۔(ت)

وجوہ شرعیہ جو یہاں قابل قبول ہوں متعدد مگر ان کے بیان سے دست کشی کی جاتی ہے کہ تعلیم نہ ہو اگر کوئی وجہ باعث ترک تھی تو علاء الدین خود بیان کردے گا۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲: از کلکتہ ٹرین اسٹریٹ ۹۲ مسجد سرمد خلیفہ مرسلہ عبدالرشید صاحب ۹ ذی الحجہ المبارک ۱۳۲۰ھ

مرجع خاص وعام ملاذ علمائے کرام لازالت عتبتہم کہف الانام سلام مسنون برسیم فدویان عقیدت کیش

---

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۱

[2] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۲

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر کتاب الطلاق ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۵۶

بجاآوردہ، گزارش یہ ہے بنگالہ کے بعض دیار میں یہ دستور ہے کہ جب نوشہ شامل برات دُلہن کے مکان پر جاتا ہے تو دُلہن کے اولیاء واقرباء غیر مناسب شرائط سے کابین لکھوا کر نوشہ کو اوپر دستخط کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور در صورتِ عدم دستخط لڑکی دینے سے انکار کرتے ہیں، بیچارہ نوشہ بخوفِ ندامت وتضیع زیورات واسباب شادی جبرًا وقہرًا اس پر دستخط کردیتا ہے اور بعد دستخط کرنے کے باقاعدہ رجسٹری بھی کرادیتا ہے حالانکہ پیشتر اس مجلس نکاح کے ان بیہودہ شرائط کا تذکرہ تک نہیں ہوتا ہے، منجملہ ان غیر مناسب شرائط کے ایک شرط یہ بھی ہوتی ہے کہ تاحینِ حیات منکوحہ ہذا اور کسی عورت سے ہرگز شادی ونکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دوسری عورت مطلقہ بطلاق ثلاثہ بائنہ ہوگی خواہ منکوحہ ہذا بروقت نکاح بازنِ دیگر میرے نکاح میں موجود ہو یا نہ ہو۔ پس دریں صورت مسئولست کہ شرعًا ایسی بھی صورت ہے کہ ناکح مذکور کو اس منکوحہ کے حینِ حیات میں دوسری عورت سے نکاح کرنا جائز ہوجائے، بینوا بحوالۃ الکتاب توجروا عند الوھاب جواب بحوالہ کتب فقہیہ مع نقل عبارت مرحمت ہو۔

الجواب:

اگر کوئی فضولی بطور خود بے اس کی توکیل کے اس کا نکاح کسی عورت سے کردے اور وہ شخص اجازت فعلی سے اسے جائز ونافذ کردے زبان سے کچھ لفظ نہ کہے تو اس صورت میں منکوحہ ثانیہ پر طلاق اصلًا نہ ہوگی اگرچہ منکوحہ اولٰی ہنوز خود اس کے نکاح میں موجود ہو اور فضولی یوں آپ نہ کردے تو اس قسم کے الفاظ اس کے سامنے کہے کہ کاش کوئی فلاں عورت سے میرا نکاح کردیتا یا کیا اچھا ہوتا کہ کوئی دوست بطور خود میرا عقد اس سے کردیتا،

وذٰلك لان هذاالفاظ الاماني دون الانابة حتى يكون توكيلا۔	یہ اس لئے کہ یہ الفاظ تمنائی ہیں یہ نیابت ثابت نہیں کرتے حتی کہ وکیل بنانا متصور ہوسکے۔ (ت)

اور اجازت فعل یہ کہ مثلًا عورت کو مہر جو مقرر ہوا ہے بھیج دے یا زبان سے نہ کہے کاغذ پر لکھ دے کہ میں نے اس نکاح کو نافذ کیا اور اگر فضولی خواہ کسی نے اس عقد فضولی کی اس کو مبارکباد دی اور اسے سن کر سکوت کیا جب بھی عقد صحیح اور نافذ ہوگیا اور طلاق نہ پڑے گی، درمختار میں ہے:

زوجه فضولى فاجاز بالقول حنث وبالفعل ومنه الكتابة لايحنث به يفتى خانية۔[1]	کسی کا نکاح فضولی شخص نے کردیا تو اس شخص نے زبانی جائز کہہ دیا تو قسم ٹوٹ جائیگی اور عملی کارروائی سے جس میں لکھنا بھی شامل ہے، جائز کرے تو قسم نہ ٹوٹے گی، خانیہ۔ (ت)

[1] درمختار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذٰلك مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۱۴

ردالمحتار میں ہے:

فی حاوی الزاهدی لوهنأه الناس بنكاح الفضولی فسكت فهذا اجازة[1]۔	زاہدی کی کتاب حاوی میں ہے کہ اگر کسی کو لوگوں نے فضولی نکاح پر مبارکباد دی، تو وہ خاموش رہا، تو یہ اجازت متصور ہوگی۔(ت)

اشباہ میں ہے:

حلف لایتزوج فالحیلة ان یزوجه فضولی ویجیزه بالفعل[2]۔	اگر کسی نے شادی نہ کرنے کی قسم کھارکھی ہو تو اس کے لئے شادی کرنے کا حیلہ یہ ہے کہ کوئی فضولی شخص اس کا نکاح کردے اور یہ شخص کسی فعل کے ذریعہ سے اس نکاح کو جائز کردے۔(ت)

غمز میں ہے:

الاجازة بالفعل کبعث المهر وشئی منه والمراد الوصول الیها ذکره الصدر الشهید رحمه الله تعالٰی، وقیل سوق المهر یکفی مطلقا لان المجوزة الاجازة بالفعل وهو تحقق بالسوق[3]۔	عملًا (فعل کے ذریعے) نکاح جائز کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ شخص مہر یا اپنی طرف سے کوئی چیز بھیج دے یعنی منکوحہ کو۔اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس تک پہنچادے۔یہ بات صدر شہید نے ذکر کی ہے۔بعض کا قول یہ ہے کہ بیوی کو دینے کی بجائے محض مہر روانہ کردینا ہی نکاح کی فعلی اجازت کو کافی ہے کیونکہ بالفعل اجازت کو جائز قرار دیاگیا ہے تو روانہ کردینا بھی فعل ہے۔(ت)

بحرالرائق میں ہے:

ینبغی ان یجیئ الی عالم ویقول له ماحلف واحتیاجه الی نکاح الفضولی فیزوجه العالم امرأة یجیزبالفعل فلایحنث وکذااذاقال لجماعة لی حاجة الی نکاح الفضولی	مناسب یہ ہے کہ ایسا شخص کسی عالم کے پاس آکر اپنی قسم کے بارے میں بتائے اور فضولی شخص کے نکاح کردینے کی حاجت ظاہر کرے تو وہ عالم اس کا کسی عورت سے خود نکاح کردے، اور یہ اس نکاح کی اجازت اپنے کسی فعل سے دے تو

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الضرب والقتل وغیرذلك داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۳۷

[2] الاشباہ والنظائر الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۹۵،۹۶

[3] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائع مع الاشباہ الفن الخامس الحیل فی النکاح ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۹۵،۹۶

فزوجه واحد منهم اما اذا قال لرجل اعقدلی عقد فضولی یکون توکیلا [1] اهـ واللہ تعالٰی اعلم۔	قسم نہ ٹوٹے گی اور یہی حکم ہے اگر کسی جماعت کے سامنے وہ کہے کہ مجھے فضولی شخص کے نکاح کی ضرورت ہے تو اس جماعت کا کوئی فرد اس کا نکاح کردے، لیکن جب کسی کو اس نے یوں کہہ دیا کہ تو فضولی بن کر میرا نکاح کردے تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس صورت میں وکیل بنارہا ہے لہذا وہ وکیل بنے گا فضولی نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳: از کلکتہ مولوی امداد علی لین مرسلہ مولوی محمد عبدالعزیز صاحب ۲۱ شوال ۱۳۱۴ھ

بذروره عرض خدام برتر مقام دام اقبالکم، پس از سلام سنت خیر الانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام، معروض اینکہ مسئلہ مالاینحل فی دیارنا پیشکش ملازمان می نہیام جواب شافیش عنایت فرمودہ رہین منت سازند جناب من بعضے اختلاف بدینگونہ می آورند کہ برغیر مدخول بہا بعد از وقوع یک طلاق ثانی وثالث واقع نخواہد شد مگر ارادہ آنکس در ینجا وقوع طلاق علی الانفراد نیست بلکہ باہم واقع کردن ست وسیاق کلام بنگالہ اش ہم ہمچنیں است احقر درینجا بعینہٖ ترجمہ بنگالہ نمود، زیادہ حدّادب۔ **ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی** اندریں شخص درکابین نامہ زوجہ خود نوشتہ داد کہ من بلااجازت تو واجازت ولی معتبر تو نکاح دیگر نخواہم کرد واگر بکنم کل دین مہر تو ادا نمودہ از تو واز ولی تو اجازت گرفتہ خواہم کرد ورنہ بر منکوحہائے دیگر یک طلاق دو طلاق سہ طلاق واقع خواہد شد پس آں شخص یکے راہم از شرائط مذکور بعمل نیاوردہ زنے رابعقد نکاح خود آوردہ اینک زوجہ ثانیہ اش	خدام کی عرض کو پورا کرنے والے، برتر مقام والے، دام اقبالکم، حضور علیہ والصلوۃ والسلام کے مسنون سلام کے بعد معروض یہ ہے کہ ہمارے علاقہ کا ایک لاینحل مسئلہ جناب کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے اس کا شافی جواب عنایت فرمادیں تو ممنون احسان ہوں گے، جناب من! بعض نے یہ اختلاف کیا ہے کہ طلاق غیر مدخولہ عورت پر ایک طلاق کے بعد دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہوگی جبکہ یہاں خاوند کا منشاء تینوں طلاقوں کا علیحدہ علیحدہ دینا نہیں ہے بلکہ اکٹھی دینے کا ارادہ ہے اور بنگالی زبان کا سیاق بھی یہی ہے۔ احقر یہاں بنگالی زبان کا ترجمہ بعینہٖ پیش کرتا ہے، زیادہ ادب۔ اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے آپ کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نکاح نامہ میں بیوی کو لکھ دیا کہ میں تیری اور تیرے معتبر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو تیرا مکمل مہر ادا شدہ ہوگا اور تجھ سے اور تیرے ولی سے اجازت کے ساتھ ہوگا ورنہ میری دوسری منکوحہ پر ایک طلاق،

[1] بحرالرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۷

مطلقه بسہ طلاق خواہد شد یانہ؟ **بینوا توجروا۔**	دوسری طلاق اور تیسری طلاق ہوگی،اس کے بعد اس شخص نے کوئی شرط پوری کئے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرلیا،تو اس کی دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی یانہیں؟ **بینوا توجروا(ت)**

الجواب:

اصل اینست کہ معلق ہنگام وجود شرط فرودمی آید گویا اینک بجز منجز تکلم کردہ است وزن نامدخولہ اگرچہ محل وقوع سہ طلاق بیکبار ہست ولہٰذا اگر اورا گوید بر تو سہ طلاق یا اگر بایں خانہ درآئی سہ طلاق باشی در صورت اولیٰ فوراً ودر اخری ہنگام دخولہ خانہ سہ طلاق واقع شود بلکہ اگر سہ طلاق جداگانہ تعلیق کرد اما معطوفہ بغیر حرف "ثم" وشرط را مؤخر آورد مثلاً گفت تو طلاقی وطلاقی وطلاقی اگر چناں کنی نیز بحصول شرط سہ طلاق افتد زیرا کہ عطف بوا و یافا آنہارا موصول کردہ وتاخیر شرط اول سخن رابہ تعلیق تغییر دادہ است پس مجموع معلق شد وبوقوع شرط دفعۃً فرود آمد اما غیر مدخولہ وقوع بتفریق را صلاحیت ندارد ولہٰذا اگر گفت ترا یک طلاق ودو طلاق وسہ طلاق یا اگر اینکار کنی تو طلاقی و طلاقی و وطلاقی بتقدیم شرط یا تو طلاقی طلاقی طلاقی اگر چناں کنی بتاخیر شرط وترک عطف ہمیں یک طلاق بائن شود وباقی لغو رود زیرا کہ در صورت اولیٰ چوں ترا یک طلاق گفت ایں طلاق افتد وزن از عصمت نکاح بیروں شد وعدت ہم نیست پس محلیت طلاق نماند ومعطوفات باقیہ ہنگام انعدام محلیت بر زماں آمد وبیکار رفت ودر ثانیہ چوں شرط مقدم ست گویا ہنگام وقوع شرط	قاعدہ یہ ہے کہ کسی شرط کے ساتھ معلق طلاق،اس شرط کے پائے جانے پر وقوع پذیر ہوتی ہے گویا کہ اس وقت اس نے طلاق کا تکلم غیر مشروط طور پر کیا ہے اور غیر مدخولہ عورت یکبار تین طلاقوں کے وقوع کا محل ہے لہٰذا اگر خاوند نے غیر مدخولہ بیوی کو کہا تجھے تین طلاق،یا کہا تو اگر اس گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاق،تو پہلی صورت میں فوراً اور دوسری صورت میں اس کے گھر میں داخل ہونے پر تین طلاقیں ہوجائیں گی،بلکہ اگر متفرق طور پر تین طلاقیں کسی شرط سے معلق کردے بشرطیکہ ان متفرق طلاقوں کو لفظ "واؤ" یا "فاء" کے ساتھ بطور عطف ذکر کرے نہ کہ لفظ "ثم" کے ساتھ،اور شرط کا ذکر اس کے بعد کرے،مثلاً یوں کہے تجھے طلاق وطلاق وطلاق اگر تو فلاں کام کرے،تو اس صورت میں بھی شرط پائے جانے پر تین طلاقیں ہوں گی،کیونکہ واؤ اور فاء کا عطف سب کو ملادیتا ہے اور جب اس کے بعد شرط ذکر کی تو اس شرط نے پہلی پوری کلام کو معلق کردیا تو شرط کے پائے جانے پر اس سے معلق تینوں طلاقیں دفعۃً واقع ہوجائیں گی لیکن اس کے برخلاف اگر غیر مدخولہ کو تین طلاقیں غیر مشروط طور پر متفرق دے مثلاً یوں کہے تجھے ایک طلاق اور دوسری طلاق اور تیسری یا تینوں کو متفرق طور پر ذکر کرے مگر شرط کو ان سے پہلے ذکر کرے مثلاً یوں کہے اگر تو نے فلاں کام کیا تو تجھے طلاق

چناں گفت کہ تو طلاق وطلاق وطلاق وبد لیلٰی ہمیں عـــہ یک وقوع یافت ودر ثالثہ مغیر کہ در آخر کلام یافتہ شد ہمیں طلاق ثالث را از تنجیز بہ تعلیق تغییر داد کہ ماسلف بجہت ترک عطف باد مربوط نبود، پس ہنگام تکلم بہ کلمہ اولٰی یک طلاق فی الحال واقع شد ومحل تنجیز دوم وتعلیق سوم نماند چوں ایں مسائل حالی شد حکم مسئلہ مسئولہ رنگ وضوح یافت کہ بر منکوحہ ثانیہ ہمیں یک طلاق واقع شود وبس۔

فی الهندية ان علق الطلاق بالشرط ان كان الشرط مقدما فقال ان دخلت الدار فانت طالق وطالق وطالق وهی غير مدخولة بانت بواحدة عند وجود الشرط فی قول ابی حنيفة رضی الله تعالٰی عنه ولغا الباقی، وان كان الشرط مؤخرا فقال انت طالق وطالق وطالق ان دخلت الدار، أوذكره بالفاء فدخلت الدار بانت بثلث اجماعا سواء كانت مدخولة اوغير مدخولة، فان ذكره بغير حرف العطف ان كان الشرط مقدما فقال

اور طلاق اور طلاق، یا مشروط تین طلاقیں ذکر کرے مگر طلاقوں کو بغیر عطف شرط سے پہلے ذکر کر دیا ہو مثلاً یوں کہے تجھے طلاق طلاق طلاق اگر تو فلاں کام کرے، تو ان تینوں صورتوں میں متفرق شدہ طلاقوں میں سے ایک ہی طلاق ہوگی جو بائنہ ہوجائے گی اور باقی دو لغو ہوجائیں گی، کیونکہ ان میں سے پہلی صورت میں جب اس نے "تجھے ایک طلاق" کہا تو بیوی بغیر عدت نکاح سے خارج ہوجائے گی تو وہ اس کے بعد طلاق کا محل ہی نہ رہی تو باقی دو کے وقوع کے وقت بیوی طلاق کا محل نہ تھی لہٰذا وہ دونوں طلاقیں بیکار (لغو) ہوگئیں، اور دوسری صورت میں چونکہ شرط مقدم ہے اس لئے شرط کے وجود پر پہلی طلاق کے بعد باقی دو طلاقوں کا محل نہ رہی کیونکہ وہ پہلی طلاق کے ساتھ ہی بائنہ ہوگئی لہٰذا باقی دونوں لغو ہوگئیں، شرط کے پائے جانے پر، گویا یوں کہا تجھے طلاق وطلاق وطلاق، تو یہ پہلی صورت کی طرح ہوگئی، اور تیسری صورت میں اس لئے کہ تعلیق کا تعلق صرف آخری طلاق سے ہوا کیونکہ طلاقوں کے بعد اس نے شرط ذکر کی جس نے تیسری طلاق کے وقوع سے روک دیا، اور پہلی دونوں عطف نہ ہونے کی وجہ سے تیسری کے ساتھ مربوط نہ ہوسکیں، لہٰذا وہ دونوں ذکر کرتے ہی غیر مشروط واقع ہوگئیں تو جب پہلی واقع ہوئی تو وہ بائنہ ہوگئی تو اس کے بعد وہ دوسری غیر مشروط اور تیسری معلق اور مشروط کا محل نہ رہی لہٰذا دوسری اور تیسری لغو ہوگئیں، جب یہ مذکورہ مسائل معلوم ہوگئے

عـــہ: یہاں مسودہ میں بیاض ہے۔

ان دخلت الدار فانت طالق طالق طالق وھی غیر مدخولۃ فالاول معلق بالشرط والثانی یقع للحال والثالث لغو، وان اخر فالاول ینزل للحال ولغا الباقی کذافی السراج اھ[1] ملخصا، وفی الدرالمختار یقع بانت طالق واحدۃ وواحدۃ ان دخلت الدار ثنتان لودخلت لتعلقھما بالشرط دفعۃ وتقع واحدۃ ان قدم الشرط لان المعلق کالمنجز اھ[2]

فی ردالمحتار قولہ لتعلقھما بالشرط دفعۃ لان الشرط مغیر للایقاع فاذا اتصل المغیر توقف صدر الکلام علیہ فیتعلق بہ کل من الطلقتین معا فیقعان عند وجود الشرط کذلک بخلاف مالوقدم الشرط فلا یتوقف لعدم المغیر، قولہ لان المعلق کالمنجز ای یصیر عند وجود شرطہ کالمنجز ولونجزہ حقیقۃ لم تقع الثانیۃ بخلاف مااذا اخر الشرط لوجود المغیر

تو مسئلہ مسئولہ واضح ہوگیا کہ دوسری منکوحہ کو بھی یہ ایک ہی طلاق ہوگی، اور بس۔ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے طلاق کو مشروط کیا اور شرط کو پہلے ذکر کیا مثلاً یوں کہا اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق جبکہ عورت غیر مدخولہ ہو تو شرط پائے جانے پر وہ پہلی طلاق سے بائنہ ہوجائے گی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر اور باقی دو لغو ہوجائیں گی، اور اگر شرط مؤخر ذکر کی ہو مثلا یوں کہا تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق اگر تو گھر میں داخل ہوئی، یا فاء کے ساتھ عطف کیا، تو عورت جب گھر میں داخل ہوگئی تو تین طلاقوں سے بائن ہوجائے گی خواہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ، یہ مسئلہ بالاجماع ہے، اور اگر طلاقوں کا ذکر عطف کے بغیر ہو تو اگر شرط مقدم ہو مثلاً یوں کہے اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق طلاق طلاق، جب بیوی غیر مدخولہ ہو تو پہلی طلاق شرط سے معلق ہوگی دوسری فی الحال واقع ہوجائے گی جو بائنہ ہوگی اور تیسری لغو ہو جائے گی، اور اگر شرط کو مؤخر ذکر کیا تو پہلی طلاق فوراً واقع ہوگی اور باقی دونوں لغو ہوں گی، سراج میں ایسے ہی مذکور ہے اھ ملخصًا۔ درمختار میں ہے اگر کسی نے یوں کہا تجھے ایک طلاق اور ایک (عطف کے ساتھ) اگر تو گھر میں داخل ہو، تو دونوں طلاقیں واقع ہوں گی کیونکہ دونوں ایک شرط سے مشروط ہیں، لہذا

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الرابع فی الطلاق قبل الدخول نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۷۴

[2] درمختار باب طلاق غیر المدخول بہا مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۳

زیلعی،وفی العطف بثم ان اخرہ تنجزت واحدۃ ولغاما بعدھا وان قدم لغا الثالث وتنجز الثانی وتعلق الاول فیقع عند الشرط بعد التزوج الثانی[1] اھ مختصرا، وفی البحرالرائق لوقال لامرأۃ یوم اتزوجك فانت طالق وطالق وطالق فتزوجھا وقعت واحدۃ وبطلت الثنتان ولو قال انت طالق وطالق و طالق یوم اتزوجك وقعت الثلاث کذافی الحاوی القدسی وکذا لوقال ان تزوجتك کما فی المحیط[2] اھ ـ تمام تفاصیل ایں مسئلہ کہ بلحاظ آنکہ عطف بواؤوفاء باشد یا بثم یا ہیچ وبہر تقدیر منجز باشد معلق بشرط مقدم یامؤخرو بہر وجہ زن مدخولہ باشد یاغیر آں بہیجدہ صورت میر سد وبلحاظ تفصیلات اخر صور دیگر صورت بند داز بزازیہ وفتح القدیر وبحر الرائق وہندیہ تواں جست۔واللہ تعالٰی اعلم۔

شرط پائے جانے پر دونوں دفعۃً واقع ہوجائیں گی۔اور اگر شرط کو مقدم ذکر کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی کیونکہ یہاں مشروط، غیر مشروط کی طرح ہے اھ۔ردالمحتار میں اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول کہ "(پہلی صورت میں) دونوں معلق بشرط واحد ہیں" کیونکہ شرط کے ذکر نے دونوں کو غیر مشروط سے مشروط بنادیا اس لئے کہ اس تبدیلی والی شرط کی وجہ سے پہلا کلام اس پر موقوف ہوگیا لہٰذا دونوں طلاقوں کا معًا اس شرط سے تعلق ہوگیا لہٰذا شرط پائے جانے پر دونوں اس طرح معًا واقع ہوجائیں گی،اس کے برخلاف اگر شرط کو مقدم ذکر کیا ہو تو دونوں پر موقوف نہ ہوں گی بلکہ صرف پہلی معلق ہوگی اور دوسری غیر مشروط رہے گی جو فی الحال فورًا واقع ہوجائیں گی،اور اس کا قول"(دوسری صورت میں) کہ مشروط، غیر مشروط کی طرح ہوگی"یعنی معلق بالشرط وہ شرط کے پائے جانے پر غیر مشروط کی طرح ہوگی اور حقیقۃً غیر مشروط ہو تو پھر دوسری واقع نہ ہوگی کیونکہ وہ پہلی سے ہی بائنہ ہوجائے گی،اس کے برخلاف جب شرط کو مؤخر ذکر کرے کیونکہ وہاں دونوں طلاقیں بعد والی شرط سے مشروط ہوجانے کی وجہ سے معلق ہوجائیں گی،اور شرط کو مقدم کیا تو تیسری لغو اور دوسری فورًا واقع۔اور پہلی شرط سے معلق ہوکر شرط پائے جانے پر واقع ہوگی جب وہ دوسرے خاوند کے بعد دوبارہ اس سے نکاح کرے گا،اھ مختصرًا۔اور بحر الرائق میں ہے اگر کسی نے ایک عورت کو کہا جس دن میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق،اس کے بعد اس سے نکاح کیا تو ایک طلاق واقع ہوگی اور باقی لغو و باطل ہوجائیں گی،اور

[1] ردالمحتار باب طلاق غیر المدخول بہا دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۵۷

[2] بحر الرائق فصل فی الطلاق غیر المدخول بہا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۹۷

اگریوں کہا کہ تجھے طلاق اور طلاق اور طلاق ہے جس دن میں تجھ سے نکاح کروں، تو شرط کو بعد میں ذکر کرنے کی وجہ سے تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی، حاوی قدسی میں یوں ذکر ہے، اور یہی حکم ہے جب کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو طلاق اور طلاق اور طلاق، کہ شرط کو مؤخر اور مقدم کرنے پر فرق ہوگا جیسا کہ محیط میں ہے اھ اس مسئلہ کی واؤ اور فاء یا ثم یا کسی اور عطف اور پھر ہر صورت میں بالشرط یا بغیر شرط اور پھر شرط کو مقدم یا مؤخر ذکر کرنے اور پھر ہر صورت میں بیوی کے مدخولہ اور غیر مدخولہ ہونے کے لحاظ سے کل اٹھارہ ۱۸ صورتیں بنتی ہیں اور دیگر تفصیلات کے اعتبار سے مزید صورتیں بن سکتی ہیں، یہ بزازیہ، فتح القدیر، بحر الرائق، اور ہندیہ سے تلاش کی جاسکتی ہیں، **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴: غلام گیلانی صاحب پنجابی از ضلع پترہ ڈاکخانہ پٹن موضع چنبک نگر معرفت تارو چودھری اوائل صفر ۱۳۲۶ھ

زوج نے قبل عقد نکاح کے کابین نامہ میں عورت کو یہ شرط لکھ دی کہ میں اگر آپ سے ایک برس کی مدت تک جدار ہوں یا کسی صورت سے آپ کا خبر گیر نہ ہوں تو اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم کو شوہر سے چھوڑ کر طلاق دے سکتی ہو، انتہی۔ کابین میں بنگلہ زبان میں ایسی عبارت مہمل لکھی ہے جس کا ترجمہ بعینہا یہی ہوتا ہے، آیا یہ معنی ظاہری اس کا ترک کرکے عرفی موافق غرض زوجہ کے اس صورت سے لے سکتے ہیں (تم مجھ کو اپنی شوہری اور زوجیت سے نکال کر طلاق دے سکتی ہو) مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو طلاق دے سکتے ہو۔ اضافتِ طلاق زوجہ کی طرف نہیں ہے، بنگلہ زبان میں زوج نے قصداً ایسی عبارت لکھی ہے کہ جس کا ترجمہ ایسا کچھ بنتا ہے جیسا کہ **انا منك طالق** (میں تجھ سے طلاق والا ہوں۔ ت) اور اب زوجہ وقوع شرط کی مدعیہ ہے اور زوج منکر ہے، وہ کہتا ہے کہ میں مدت کے اندر چند بار آیا مگر مجھ کو زوجہ کے اقارب نے زوجہ کے پاس جانے، ملاقات، بات چیت کرنے سے روک دیا اور مکان میں داخل ہونے نہیں دیا، دونوں اپنے دعوے پر بینہ رکھتے ہیں، مگر زوج کسی مولوی کو حکم نہیں بناتا اور نہ کسی کے پاس آتا ہے، تین برس گزار دیا ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ زوج بھی اپنے الفاظ سے عرفی معنی موافق مدعائے عورت لے کر انکار وقوع شروط کا کرتا ہے ورنہ زوجہ کے دفعہ میں اس کو اسی قدر بس ہے کہ کہہ دے کہ میری عبارت سے یہ نہیں نکلتا کہ عورت کو بعد وقوع شرط کے اختیار طلاق کا ہے۔ اب فقیر پر تقصیر عرض کرتا ہے کہ حضورِ والا ارشاد فرمائیں کہ اس عبارت سے کیا مطلب لیا جائے اور عورت کا بینہ معتبر ہوگا یا کیا؟ کتنی طلاق دے سکتی ہے یا نہیں

دے سکتی؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عورت کو کسی طرح اپنے نفس کو طلاق دینے کا اختیار نہیں، الفاظ شرط کابین نامہ اگر اسی قدر ہیں جو سوال میں مذکور ہوئے اور اضافت الی النکاح کا اس میں کہیں ذکر نہیں کہ اگر میں تجھ سے نکاح کروں یا جب میں تجھے اپنی زوجیت میں لاؤں اس کے بعد اگر ایسا واقع ہو تو تجھے اختیار طلاق ہے جب تو شرط کابین نامہ محض فضول و باطل ہے کہ اس کی تحریر قبل نکاح ہوئی اور نکاح کی طرف اس میں اضافت نہیں تو نہ ملک پائی گئی نہ اضافتِ ملک، اور ایسی تعلیق محض باطل ہے درمختار میں ہے:

شرطه الملك كقوله لمنكوحته ان ذهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحت امرأة وان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق فنكحها فزارت لم تطلق لعدم الملك والاضافة اليه [1] انتهى مختصرًا۔	اس کی شرط یہ ہے کہ ملکیت یا ملکیت کی طرف اضافت پائی جائے، ملکیت مثلاً منکوحہ بیوی کو کہے اگر تو گئی تو تجھے طلاق، ملکیت کی طرف اضافت مثلاً کہے کہ اگر میں فلاں عورت سے نکاح کروں کسی اجنبی عورت کو یوں کہے اگر میں تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق، تو محض اجنبی عورت کو اس کا یہ کہنا اگر تو نے زید کو دیکھا تو تجھے طلاق، لغو ہوگا، لہٰذا اگر اس کے بعد وہ اس عورت سے نکاح کرلے اور وہ عورت زید کی زیارت کو چلی جائے تو بھی طلاق نہ ہوگی، کیونکہ یہاں نہ ملکیت ہے اور نہ ہی ملکیت کی طرف طلاق کی اضافت ہے، اھ (ت)

اور اگر کابین نامہ میں اضافت الی النکاح ہے تو یہ تعلیق و تفویض صحیح ہوگئی اور اس کا مفاد مثل انا منک طالق کے نہیں کہ لفظ "ہم کو" لفظ "چھوڑ کر" سے متعلق ہے نہ کہ لفظ طلاق سے، اور اس طلاق کی اضافت کلامِ زوج میں عورت کی طرف نہ ہونا کچھ منافی صحتِ تفویض نہیں کہ تفویض میں زن و شوہر دونوں کی اضافت سے ایک کے کلام میں اضافت کافی ہے۔ درمختار میں ہے:

وذكر النفس اوالاختيار فى كلام احدكلاميهما شرط صحة الوقوع بالاجماع، ويشترط ذكرها	نفس یا لفظ اختیار کا ذکر کرنا خاوند اور بیوی دونوں میں سے کسی ایک کے کلام میں وقوع طلاق کے لئے شرط ہے بالاجماع، اور اس کا متصل ہونا شرط

[1] درمختار باب التعلیق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

متصلا فان کان منفصلا فان فی المجلس صح والالافلوقال اختاری اختیارۃ اوطلقۃ وقع لوقالت اخترت فان ذکر الاختیار کذکر النفس وکذاذکر التطلیقۃ والشرط ذکر ذٰلك فی کلام احدھما فلم یختص بکلام الزوج کماظن[1] انتھی مختصرا۔	ہے اگر منفصل ذکر کیا جائے تو اگر اسی مجلس میں ہو تو صحیح ہے ورنہ نہیں، لہٰذا اگر خاوند نے بیوی کو کہا اختاری اختیارۃ یا اختاری طلقۃ، اگر بیوی نے جواب میں اخترت (میں نے اختیار کرلیا) کہا تو طلاق واقع ہوجائیگی کیونکہ "اختیارۃً" کا ذکر ایسا ہی ہے جیسے نفس کو ذکر کردیا جائے اور طلقۃ کا ذکر بھی ایسا ہی ہے اور نفس یا قائم مقام نفس کا خاوند بیوی میں سے کسی ایک کے کلام میں ذکر ہونا شرط ہے نہ کہ خاوند کا کلام اس کے لئے مخصوص ہے، جیسا کہ بعض کا گمان ہے اھ مختصراً (ت)

مگر تفویض طلاق کہ معلق بالشرط ہو، بعد وقوع شرط اسی مجلس پر محدود رہتی ہے جس میں عورت کو وقوعِ شرط کا علم ہوا مجلس بدلنے کے بعد اسے طلاق لینے کا اختیار نہیں رہتا۔ درمختار میں ہے:

التعلیق بالمشیئۃ اوالارادۃ اوالرضاء اوالھوی او المحبۃ یکون تملیکا فیه معنی التعلیق فتقید بالمجلس[2]۔	طلاق کو عورت کی مشیت، ارادہ، رضا، خواہش یا محبت پر معلق کرنا بیوی کو تعلیق کے طور پر طلاق کا مالک بنانا ہے تو یہ تملیک مقید بمجلس تک محدود ہوگی (یعنی بیوی کو طلاق کا اختیار اسی مجلس تک محدود ہوگا۔ (ت)

یہاں کہ عورت مدعیہ شرط ہے اور اس نے اب تک اپنے کو طلاق نہ دی مجلس اول ختم ہوتے ہی اسے اختیارِ طلاق نہ رہا، بہر حال صورتِ مسئولہ میں عورت کا دعوی اصلاً قابلِ سماعت نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵: ۱۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو بریلی سے رام پور بھیج دیا کہ بوجہ رنج ہوجانے کے باہم زید وماموں زوجہ زید کے اور ایک رقعہ بھی لکھ دیا کہ میں اپنی بیوی کو بخوشی معہ زیور کے بوجہ رنجش کے رامپور کو رخصت کرتا ہوں اور آئندہ مجھ کو کوئی تعلق نہ ہوگا اور دو روپیہ ماہوار لڑکی کے دودھ پلائی کے مقرر کرتا ہوں، لوگوں نے زید سے دریافت کیا کہ کیا طلاق دیتے ہو، زید نے طلاق سے انکار کرکے یہ کہا جس وقت میری حالتِ غصہ درست ہوجائے تو پھر بلوالوں گا، بعد ایک ہفتہ کے جبکہ زوجہ زید رامپور

[1] درمختار باب تفویض الطلاق مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۷

[2] درمختار فصل فی المشیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

چلی گئی، زید نے ایک خط بنام مولوی لطف اللہ صاحب کے لکھا کہ باہم میرے اور میری زوجہ کے ماموں میں رنج ہوگیا ہے آپ صفائی کرادیں اور ان سے کہہ دیجئے کہ یکم تاریخ تک روانہ بریلی کردیں اور اگر نہ روانہ کریں گے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں ایسے درمیان میں جو زید نے واسطے آنے میعاد اپنی زوجہ کے مقرر کی تھی رامپور میں بحضور اپنی زوجہ کے رجوع کرلیا لیکن زوجہ زید رامپور سے بریلی کو اس میعاد مقررہ کے اندر نہیں آئی ایسی صورت طلاق واقع ہوئی یا نہیں، اگر ہوئی تو کس قسم کی رجعی یا بائن، بعد ایک ماہ کے زید رامپور گیا، زوجہ کے ماموں نے یہ کہا کہ طلاق ہوگئی ہے میں رخصت ابھی نہ کروں گا، اس پر زید نے جواب دیا کہ آج ہی اس معاملہ کا فیصلہ نہ ہوگا تو تین طلاق پوری کروں گا، یہ کہہ کر چلا آیا، طلاق واقع ہوئی یا نہیں، ہوئی تو کس قسم کی واقع ہوئی رجعی یا بائن؟ بعض علماء کا بیان ہے کہ یہ طلاق بوجہ معلق ہونے کے بائن ہوگئی، یہ قول کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ایک طلاق رجعی واقع ہوئی، زید کا کہنا کہ تینوں طلاق پوری کردوں گا محض وعدہ ہے اور وعدہ سے طلاق نہیں ہوتی، اور زید کا میعاد وقوع طلاق یعنی یکم آنے سے پہلے جاکر رجوع کرنا محض بے اثر ہے **فان الرجوع لایتقدم** (کیونکہ رجوع، طلاق کے وقوع سے پہلے نہیں ہوسکتا۔ت) تو نہ رہا مگر زید کا وہ قول کہ یکم تک نہ روانہ کرینگے تو یہ ایک طلاق دیتا ہوں، یہ طلاق اس شرط پر معلق تھی یکم گزر گئی اور عورت کو روانہ نہ کیا، شرط متحقق ہوئی طلاق پڑ گئی، اور یہ طلاق یقیناً رجعی ہے، تعلیق کے سبب بائن ہوجانا باطل قطعی **کماقدمناتحقیقه** (جیسا کہ اس کی تحقیق گزر گئی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶: از بنگالہ نواکھالی محلّہ رامپور فضل الرحمان صاحب ۶ شوال ۱۳۲۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی کو اس شرط کے ساتھ کابین نامہ لکھ دیا کہ اگر تمہارے سوا کوئی دوسری بی بی کروں تو وہ ایک دو تین طلاق ہے، بعد اس کے زید نے اپنی منکوحہ سے اجازت لے کر دوسری کرلی مگر کابین اجازت وغیرہ کا ذکر مطلقًا نہیں آیا۔ صورت مذکورہ میں وہ اجازت عندالشرع معتبر ہوگی یا نہیں، اور شرعًا ایسی شرط کرنا درست ہے یا نہیں؟ اگر کرلے تو کیا حکم؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں نکاح ہوتے ہی زوجہ ثانیہ پر معًا ایک طلاق بائن ہوگی وہ نکاح سے نکل گئی مگر حلالہ کی حاجت نہیں، اگر زید چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرلے خواہ اور عورت سے نکاح کرے، اب زوجہ کو طلاق نہ ہوگی اگرچہ زوجہ اولٰی اجازت بھی نہ دے۔

اماوقوع الطلاق فلتحقق الشرط والاجازة لاتمنعه واماالواحدة والبینونة فلو قوعه قبل الدخول وتفریقه فی الایقاع حیث لم یقل تین بل ایك دوتین ام عدم الوقوع اذانکح اخری او ھذہ مرۃ اخری فلانحلال الیمین لعدم کلما ومایقوم مقامه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	طلاق کا وقوع اس لئے ہے کہ شرط پائی گئی اور اجازت اس کے لئے مانع نہیں ہے، لیکن ایک اور بائنہ طلاق اس لئے کہ یہ طلاق قبل دخول اور تینوں کے جدا جدا واقع ہونے سے پہلی واقع ہوئی اس لئے کہ خاوند نے تین کا لفظ نہیں کہا بلکہ ایک، دو، تین کہا، اور دوسری عورت سے یا اسی بیوی سے دوبارہ نکاح سے مزید طلاق نہ ہوگی اس لئے کہ اس نے "کلما" یا اس کا ہم معنٰی لفظ نہیں کہا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۷: از بمبئی پیرولین پوسٹ عمر کھاڑی مرسلہ منشی محمد صدیق قدسیہ جنتری ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے محکمہ قضاء میں حاضر ہو کر اقرار کیا کہ آج سے آئندہ میں اگر شرط پیوں یا فتنہ وفساد کروں اور وہ پانچ اشخاص (جن کے نام اقرار نامہ میں بطور نگرانی درج ہیں) میری بد چلنی کا ثبوت پہنچا دیں تو میری زوجہ مسماۃ ہندہ میرے نکاح سے باہر ہے اور میری مطلقہ ہے پس بعد عہد واقرار مذکور کے پانچ یا سات نفر معتبر نے جو تحریر اقرار نامہ کے وقت موجود تھے زید کو بر سر راہ حالت نشہ میں پایا اور زید کے والد کو نیز مرقومہ بالا پانچ اشخاص معینہ میں سے ایک شخص کو اسی وقت حالتِ نشہ کی خبر دی مگر زید کے والد اور شخص مذکور نے بخوفِ یا بپاسِ خاطر زید توجہ نہ کی اور اس واقعہ کے چند روز بعد زید نے اپنے والد کے ساتھ حالتِ نشہ میں فساد کیا اور گرفتار ہو کر محکمہ میں اسی بناء یعنی شراب خوری فساد ریزی پر جرمانہ دیا بعد ازاں اہلِ جماعت جمع ہوئے جن میں مذکور الصدر پانچ اشخاص بھی بصورت منصف موجود تھے اور زید کو تقصیر وار گردانا مگر مقدمہ مذکورہ بالا میں زید کی ظاہری بد چلنی جو وقوع میں آئی اس کو زبانی بیان کرنے میں بپاس [عہ] رکھتے ہیں، پس ان تمام صورتوں میں زید کی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ اگر طلاق واقع ہوئی تو عدت کس روز سے شمار ہوگی؟ بینوا توجروا

الجواب:

قول زید کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس سے شراب خوری یا فتنہ وفساد کا صدور ہو اور دونوں میں سے جو کچھ ہو اس کے ساتھ ایک اور امر ضرور ہو وہ یہ پانچ اشخاص مذکورین اس کی بد چلنی کا ثبوت پہنچائیں، ان باتوں کے جمع ہونے پر اس کی عورت اس کے نکاح سے باہر اور اس کی مطلقہ ہے،

عــہ: یہاں مسوّدہ میں بیاض ہے۔

وذٰلك لانه عطف الثانی علی الاول باو ثم الثالث بالواؤ فکان الشرط وقوع احد الامرین الاولین مع الثالث۔	یہ اسلئے کہ دوسری بات کو پہلی پر لفظ او (یا) سے اور پھر تیسری کا دوسری پر "و" سے عطف کیا لٰہذا تیسری بات کا وقوع پہلی دونوں میں سے ایک کے وقوع سے مشروط ہوگا۔ (ت)

امام فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ اصول میں فرماتے ہیں:

ولهذا قلنا فیمن قال هذا حر او هذا وهذا ان الثالث یعلق ویخیر بین الاولین لان صدر الکلام تناول احدهما عملا بکلمة التخییر والواؤ توجب الشرکة فیما سبق له الکلام فیصیر عطفا علی المعتق من الاولین کقوله احدکما حر وهذا[1]۔	اسی بناء پر ہم نے کہا کہ اگر مالک نے کہا "یہ آزاد یا یہ اور یہ ہے" تو تیسرا لازمی طور پر آزاد ہوجائیگا اور پہلے دونوں میں سے کسی ایک کو آزادی کیلئے متعین کرنے کا اختیار مالک کو ہوگا، کیونکہ اس کے کلام کا ابتدائی حصہ پہلے دونوں میں سے ایک کو شامل ہے لفظ "او" کے عمل کی وجہ سے اور بعد میں واؤ کا عطف پہلے دونوں میں مصداق کو شراکت کو چاہتا ہے لٰہذا پہلے دونوں میں سے جو آزاد ہوگا اس پر عطف ہوگا، یہ یوں ہوا جیسے کسی نے پہلے دونوں کو کہا ہو تم میں سے ایک اور یہ آزاد ہے (ت)

ہماری زبان میں کسی شیئ کا ثبوت پہنچانا، اور کوئی شیئ ثبوت کو پہنچانا، ان دونوں میں فرق ہے لفظ اول میں ثبوت [عہ۱] ہوتا ہے یعنی شہادت زبانی حجت تحریری اور اس کا پہنچانا، مہیا کرنا، ادا کرنا، پیش کرنا، اور لفظ ثبوت [عہ۲] اپنے معنی پر اور ثبوت کو پہنچانا ثابت و مدلل کرنا اس کے ثبوت کا حکم دینا، پہلے لفظ کا تعلق شاہد وساعی ثبوت سے ہے اور دوسرے کا حاکم و قاضی، ثبوت سے بھی غالب مراد ظاہر مفاد یہی ہے، اگر وہاں بھی عرف اسی طرح ہے، تو وہ اشخاص جبکہ بخوف وہراس یا بہ لحاظ و پاس اس کی بدچلنی زبان پر لانے سے بھی احتراز کرتے ہیں تو بدچلنی کا ثبوت پہنچانا ان سے واقع نہ ہوا اور وہ بھی جزاء شرط تھا تو شرط کا مل متحقق نہ ہوئی تو طلاق اصلًا نہ ہوئی،

لان ما علق وجود شیئین لا ینزل الا بعد وجودهما جمیعا۔	کیونکہ جس چیز کو دو[۲] چیزوں کے وجود پر معلق کیا ہو تو وہ مشروط دونوں شرطوں کے اکٹھے پائے جانے پر متحقق ہوگا۔ (ت)

عہ۱: اصل میں یہاں بیاض ہے۔ عہ۲: اصل میں یہاں کرم خوردہ ہے۔

[1] اصول امام فخر الدین بزدوی باب حروف المعانی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۰۳

اور اگر وہاں کے عرف ومحاورہ میں یہ فرق نہیں کسی شئے کے ثابت قرار دینے کو بھی اس شئے کا ثبوت پہنچانا کہتے ہیں تو جبکہ پانچ اشخاص مذکورین نے اس کی بدچلنی کا ثبوت مانا اور اس بنا پر اسے تقصیروار ٹھہرایا ہو اور واقع میں اس سے بعد معاہدہ شراب خوری یا فتنہ وفساد کا صدور بھی ہوا ہو تو ہندہ پر طلاق ہو گئی لاجتماع کل اجزئی الشرطین فینزل الجزاء (کیونکہ دونوں شرطوں کے اجزاء پائے جانے کی وجہ سے مکمل جزاء پائی جائے گی۔ت) اور عدت اسی وقت سے لی جائیگی جس وقت ان پانچ اشخاص نے اس کی بدچلنی کے ثبوت کا حکم دیا لان الوقوع بالمجموع وانما العدۃ من حین الوقوع (کیونکہ طلاق کا وقوع دونوں کے مجموعہ پر ہوا، اور عدت بلاشبہہ وقوع طلاق کے وقت سے شمار ہوگی۔ت) مجرد تقصیروار ٹھہرانا اگر بدچلنی ثابت مان کر نہ ہو وقوع طلاق کے لئے کافی نہ ہوگا،

لان الشرط ھذالاذاك واثبات التقصیر مطلقا لا یستلزم اثبات الدعارت۔	کیونکہ یہ شرط ہے، وہ نہیں ہے کیونکہ تقصیر کا اثبات مطلق طور پر بدچلنی کے اثبات کو مستلزم نہیں ہے (ت)

یونہی اگر فی الواقع اس سے شراب خوری وفتنہ پردازی بعد معاہدہ صادر نہ ہوئی اور ثبوت غلط طور پر بہم پہنچایا گیا جس سے اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا تو عنداللہ اس صورت میں بھی ہندہ پر طلاق نہ ہوگی لعدم تحقق الجزاء الاول (پہلی جزاء کے نہ پائے جانے کی وجہ سے۔ت) اگرچہ محکمہ قضاء میں ثبوت شرعی کے باعث قضاۃ حکم طلاق دیں اور جبکہ ثبوت شرعی گزر گیا اور اشخاص مذکورین نے حکم ثبوت دیا ہو اور محاورہ کا وہ فرق کہ اوپر مذکور ہو وہاں کے عرف میں نہ ہو تو عورت پر بھی لازم ہے کہ اپنے آپ کو مطلقہ جانے لان المرأۃ کالقاضی کما فی الفتح وردالمحتار وغیرہ[1] (کیونکہ اس معاملہ میں عورت یعنی بیوی قاضی کا حکم رکھتی ہے، جیسا کہ فتح اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸: از بریلی مرسلہ مولوی بشیر الدین صاحب وکیل ۱۱ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اقرار نامہ مصدقہ رجسٹری میں معاہدہ حسب ذیل اپنی منکوحہ بی بی سے کیا وہ معاہدہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس معاہدہ کا نفاذ ہو سکتا ہے یا نہیں جو کہ مسماۃ مشتری جان طوائف دختر بادالله زوجہ منکوحہ مقر کی ہے مسماۃ مذکور مقر سے خواستگار اجازت مسماۃ مذکور نے کی ہے لہٰذا بصحت نفس وثبات عقل بخوشی خاطر اپنے بلا کسی جبر ودباؤ کے اچھی طرح سمجھ کو مسماۃ مشتری جان مذکور کو اجازت دیتا ہوں کہ پیشہ ناچنے وگانے کا جس طور سے سابق دستور کرتی چلی آئی ہے

[1] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۸

بدستور جاری و قائم رکھے اور بغرض مدد کرنے ناچ وگانے کے خواہ بداؤں سکونت رکھے یا دیگر جگہ قیام کرے میں کسی وقت اور کسی حالت میں مانع اور مزاحم یا حارج نہیں ہوں گا اگر میرے فعل یا ترک فعل سے کسی وقت میں مسماۃ مذکور کا نقصان یا حرج واقع ہو تو ایسی حالت میں نکاح فسخ ہوجائے گا اور مسمّاۃ کو ہر قسم کی آزادی حاصل ہوگی لہٰذا یہ اقرار نامہ بلانالش لکھ دیا کہ سند رہے، واضح ہے کہ معاہدہ کرنے والا شریف خاندان کنچنے وغیرہ سے نہیں ہے اور ان الفاظ کی تحریر سے نکاح فسخ ہوجائے گا یا نہیں اور شوہر اسے اجازت ناچنے وگانے کی اور دیگر جگہ اسے کام کے واسطے اجازت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اور اسے اجازت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ایسی اجازت حرام قطعی ہے اور اجازت دینے والا دیّوث ہے، اگر توبہ نہ کرے تو اس پر جنت حرام، اور اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لایدخلون الجنة العاق لوالدیه والدیوث ورجلة النساء[1]۔ رواہ حاکم والبیھقی فی شعب الایمان عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند صحیح۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے اپنے ماں باپ کو ناحق ایذا دینے والا اور دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت (اس کو حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلثة لایدخلون الجنة ابدا الدیوث والرجلة من النساء ومدمن الخمر[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنھما بسند حسن۔	تین شخص کبھی جنت میں نہ جائیں گے دیوث اور مردانی وضع بنانے والی عورت اور شرابی (اس کو طبرانی نے کبیر میں سند حسن کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب الایمان دار الفکر بیروت ۱/ ۷۲، شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء حدیث ۱۰۷۹۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۱۲

[2] شعب الایمان باب فی الغیرۃ والمذاء حدیث ۱۰۸۰۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۴۱۲، مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی باب فیمن لایرضی باھله بالخبث دار الکتاب العربی ۴/ ۳۲۷

ثلثة قد حرم الله علیهم الجنة مدمن الخمر والعاق لوالدیه والدیوث الذی یقرفی اهله الخبث[1]۔رواه احمد والنساءی والبزار والحاکم وقال صحیح الاسناد۔	تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے شرابی اور ماں باپ کا موذی اور دیوث کہ اپنے اہل میں گندی بات بر قرار رکھے (اس کو احمد، نسائی، بزار اور حاکم نے صحیح الاسناد کہہ کر روایت کیا۔ت)

رہی طلاق اس کا حکم یہ ہے کہ فسخ نکاح کنایات سے ہے اگر شوہر نے اس لفظ سے طلاق مراد لی ہے طلاق پڑ جائے گی ورنہ نہیں، درمختار میں ہے:

اذهبی الی جهنم یقع ان نوی خلاصة وکذا اذهبی عنی وافلحی وفسخت النکاح[2]۔	"جہنم میں جا"طلاق کی نیت سے کہاتو طلاق ہو جائیگی، خلاصہ۔اور اگر یوں کہا"میرے پاس سے چلی جا، تو فلاح پالے، اور میں نے نکاح فسخ کیا"اور ان صورتوں میں طلاق کی نیت سے طلاق ہو جائیگی۔(ت)

عالمگیری میں ہے:

لوقال فسخت النکاح ونوی الطلاق یقع[3]۔	اگر کہا"میں نے نکاح فسخ کیا"اور طلاق کی نیت کی تو طلاق ہوجائے گی۔(ت)

یہی حال آزادی کا ہے پس صورت مسئولہ میں اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ الفاظ اس نے بہ نیت طلاق لکھے تھے تو بحال وقوع عورت پر ایک طلاق بائن ہو جائے گی اور اگر وہ اقرار نہ کرے تو اس سے قسم لی جائے گی قسم کھانے سے انکار کردے تو اب بھی جبکہ شرط واقع ہوئی ہو، وقوعِ طلاق کا حکم ہوگا اور اگر قسم کھالی کہ واللہ میں نے یہ الفاظ بہ نیت طلاق نہ لکھے تھے تو حکم طلاق نہ ہوگا عورت بدستور اس کی منکوحہ رہے گی، پھر اگر وہ جھوٹ قسم کھالے گا تو اس کا وبال اس پر ہے عورت پر الزام نہیں۔درمختار میں ہے:

نحواخرجی یحتمل ردا ونحو خلیة یصلح سبا ونحو انت حرة لایحتمل	"نکل جا" جیسے الفاظ رد وجواب سوال طلاق کا احتمال رکھتے ہیں، خلیہ۔جیسے الفاظ گالی ہونے کا

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از ابن عمر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/۶۹

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۶

[3] فتاوی ہندیہ الفصل الخامس فی الکنایات نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۷۵

السب والرد ففی حالة الرضااى غير الغضب والمذاكرة تتوقف الاقسام الثلثة تاثيرا علی نية للاحتمال والقول له بيمينه فی عدم النية ويكفی تحليفها له فی منزله فان ابی رفعته للحاكم فان نكل فرق بينهما مجتبی [1] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔	احتمال رکھتے ہیں، اور "تو آزاد ہے" جیسے الفاظ سب ودشنام اور جواب ہونے کا احتمال نہیں رکھتے، تو حالت رضامندی میں یعنی غصہ کی حالت میں نہ ہو اور مذاکرہ طلاق بھی نہ ہو تو یہ تینوں قسم کے کنایات کی تاثیر نیت پر موقوف ہوگی، کیونکہ نیت اور عدم نیت کا احتمال ہے، اور طلاق کی نیت نہ ہونے میں خاوند کی بات کو معتبر سمجھا جائے گا اور بیوی کا اس سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے، اور اگر خاوند گھر میں بیوی کو قسم دینے سے انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو بیوی حاکم کے پاس اپنا معاملہ پیش کرے، وہاں بھی اگر خاوند انکار کرے تو قاضی دونوں میں تفریق کردے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹: از صدر بازار چھاؤنی نیمچ محلّہ بڑی منڈی مرسلہ چودھری ننھے سوداگر چرم ۲۵ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

بکر نے شادی زید کے ساتھ اپنی دختر کی کی جس کو عرصہ ۹ سال کا ہوا بکر اور زید دونوں فقیر ہیں بوقت شادی زید کی عمر ۱۶، ۱۵ سال کی تھی اور لڑکی کی قریبًا سولہ سال کی، شادی ہوتے ہی زید کے ہمراہ بھیج دی گئی تین ماہ بعد بکر کے یہاں آئی اور پھر چھ ماہ بعد زید کے ہمراہ بھیج دی گئی چھ ماہ بعد زید مع اپنی بی بی کے بکر کے یہاں آیا اور رہنے لگے چار ماہ بعد زید چلا گیا اور چوری کی علت میں گرفتار ہوگیا، بکر زید کو چھڑا کر لے آیا مگر آٹھ دس روز کے بعد پھر کسی کی چیز لے کر بھاگ گیا بکر پھر اس کو لے آیا کوئی ایک ماہ رہا پھر ایک بقال کا غلہ چرا کر بھاگ گیا ڈھائی ماہ بعد پھر زید آگیا اور اقرار نامہ منسلکہ تحریر کردیا، کوئی دو ماہ بعد زید اپنی عورت سے مار پیٹ کرکے جبرًا زیور لے کر بھاگ گیا کوئی تین ماہ بعد ذات کی پنچایت ہوئی اور پنچوں نے پنچنامہ منسلکہ تحریر کیا زید کوئی چھ ماہ بعد پھر بکر کے پاس آکر رہنے لگا اور دو ماہ بعد لوگوں کے برتن وغیرہ لے کر بھاگ گیا اس وقت اس کی عورت کا حمل تھا ایک سال کے بعد زید کا باپ زید کی عورت کو لینے آیا زید کی عورت نے جانے سے انکار کیا پھر زید کو بذریعہ خطوط وغیرہ بلایا گیا جسے عرصہ آٹھ ماہ کا منقضی ہوا ہے نہ زید آیا نہ خطوں کا جواب دیا، قریب ایک سال کے زید کی بی بی بچّہ کا بار بکر پر ہے، زید کی عورت زید کے پاس رہنے سے نارضامند ہے، ایسی صورت میں زید کی عورت کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

نقل اقرار نامہ

میں کہ سبور شاہ ولد مدھاری شاہ فقیر ساکن موضع رسینٹ ماریہ علاقہ شاہ پور کا ہوں جو کہ

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۴

میری شادی ہمراہ مسماۃ مالی بنت کنوردی شاہ فقیر ساکن چنادی نیچ ہوئی ہے، بعد شادی کے میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہااور موضع ریسنٹ ماریہ بھی بوجہ تنازع چلاگیااب کہ میں بخانہ کنوردی شاہ خسر خود رہ کر زندگی خود بسر کرنا چاہتا ہوں، لہٰذا اقرار کرتا ہوں اور لکھ دیتا ہوں کہ میں تازندگی خود بخانہ کنوردی شاہ رہوں گااور جو کچھ کما کر یا مانگ کر لاؤں گا وہ اپنے خسر وزوجہ وخوشدامن کو دوں گااور زوجہ خود کو کسی طرح کی تکلیف نہ دوں گا نہ ماروں گااور نہ کوئی فعل خراب کروں گااور بر تقدیر کہیں باہر چلاجاؤں تواس کی اطلاع کنوردی شاہ وزوجہ خود واہلِ محلّہ سے کردوں گا اگر میں چنادی بخانہ خسر نہ رہوں یا کوئی خراب فعل کروں اور بدون اجازت کے چنادی سے چلا جاؤں تو کنوردی شاہ خسر میرے کو اختیار ہے کہ دوسری جگہ زوجہ میری کا نکاح کردے میں کوئی طرح کا دعوی جھگڑا کچہری وپنچوں میں نہ کروں گا، بناء براں یہ چند کلمے بطور اقرار نامہ لکھ دئے کہ سند رہے، ۲۵ جمادی اولٰی ۱۳۳۶ھ (۳۰ دسمبر)

العبـــــــــــــــــــــــــــــــد

نشانی انگوٹھا سپورف شاہ

گواہ شد گواہ شد گواہ شد گواہ شد

اللہ بخش ولد شیخ کلو چودھری قمرالدین ولد شیخ گیا نتھن ولد منا بورپاری رحیم بخش ولد سعدی مجاور

الجواب:

جب تک طلاق ثابت نہ ہو یا وہ مر نہ جائے عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہوسکتا، وہ اقرار جو اس نے لکھا ثبوت طلاق کے لئے کافی نہیں، ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ اس اقرار نامہ سے میری مراد عورت کو طلاق دینا تھی، یہ جو اس نے کہا کہ ایسا کروں تو خسر کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے اس کا نکاح کردے اس سے مراد یہ تھی کہ ایسا کروں تواسے طلاق ہے تواس صورت میں طلاق ثابت ہوجائیگی، اور جبکہ وہ یہ سب باتیں کرچکا تو اسی وقت سے عورت نکاح سے نکل گئی، اور اگر وہ اقرار نہ کرے تواس سے قسم لی جائے، اگر قسم کھالے گا کہ میں نے ان لفظوں سے طلاق کی نیت نہیں کی تھی تو وہ بدستور اس کی عورت ہے دوسری جگہ نکاح حرام قطعی ہے اور اگر قسم کھانے سے انکار کرے گا تو طلاق ثابت ہوجائے گی، اور اگر عدت گزر گئی یا اب گزر جائے تو دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۰: از جھالود ضلع پنچ محال گجرات احاطہ بمبئی مرسلہ شیخ عمرولی ڈاہیا ۷ ذی القعدہ ۱۳۳۶ھ

محمد آدم ساکن مورا نے ابراہیم ساکن جھالود اس کی لڑکی کی شادی کا پیام کیا، ابراہیم نے کہا کہ مجھ کو چند شرطیں لکھ دو تو میں تم سے شادی کردوں، محمد آدم نے قبول کیا اور کہا کہ جو شرط کرو بخوشی منظور ہے،

بعد اس کے مسمّٰی آدم نے ایک اسٹامپ تحریر کردیا، تحریر ذیل مسماۃ فاطمہ بنت ابراہیم ساکن جھالود عمر ۱۶سال محمد آدم ساکن مورا عمر ۱۶سال، میں تمہارے ساتھ برسم برادری شادی کرتا ہوں، بعد شادی ہونے کے ہم اور تم بطور مرد عورت کے رہیں گے، بعد میں اس کے متعلق اقرار نامہ برادری کی رسم کے مطابق زیور ۱۷۵ تولہ چاندی کے بعوض مہر دیتا ہوں اس زیور پر میرا کسی قسم کا حق نہیں، اور اقرار کرتا ہوں کہ اپنا وطن مورا چھوڑ کر جھالود میں سکونت کروں گا باوجود اس کے اگر میری نیت میں فرق اور تم مارپیٹ کرکے جھالود سے دوسری جگہ یا کوئی گاؤں یا جھالود سے باہر لے جاؤں تو بغیر طلاق کے طلاق طلاق طلاق واقع ہو، یہ اقرار نامہ صحیح میں نے لکھ دیا مجھے اور میرے وارثوں کو منظور ہے سوائے اس کے میں تم کو بارہ ۱۲ ماہ کے اندر راضی اور خوش رکھوں گا اور رہوں گا اگر خلاف اس کے کروں تو تحریر بالا کے مطابق سمجھنا، یہ لکھا ہوا صحیح ہے، اگر بارہ ماہ تک میں تم سے جدا رہوں یا دوسری جگہ چھوڑ کر چلا جاؤں تو طلاق سمجھنا یہ لکھا ہو ادرست ہے بعد تحریر دستاویز مذکور لڑکی کو سنایا گیا لڑکی نے قبول کیا، ستائیس ۲۷ روز بعد برسم برادری بشرائط مرقومہ بالا شادی کرکے لڑکی کو رخصت کیا۔ تین سال تک جھالود میں رہی بعد تین سال کے ایک روز بلا رضامندی عورت کے جھالود سے جیبرن گاؤں میں سوار کرکے چلا، قریب پون میل گیا ہوگا کہ اس کے والد کو معلوم ہوا کہ لڑکی کو لے گیا اس وقت وہ خود اور برادری کے تین چار آدمی دوڑ کر گئے اور گاڑی روک لی، لڑکی سے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے؟ کہا میں بخوشی نہیں جاتی بلکہ مجھے مارپیٹ کر جیبرن لئے جاتا ہے، لڑکی سے کہا کہ گاڑی سے اتر، فوراً اتر آئی، محمد آدم سے کہا کہ تو نے اقرار نامہ لکھ دیا ہے اور کہاں لئے جاتا ہے، جواب دیا کہ میں اپنے گاؤں نہیں لے جاتا دوسری جگہ لے جاتا ہوں یعنی خود دکان کرنے جاتا ہوں، انہوں نے کہا کہ تم نے شرط توڑ دی اس لئے عورت کو طلاق ہوگئی، پھر قاضی کے پاس گئے انہوں نے کہا کہ تو نے شرطی دستاویز لکھ دیا ہے کہا ہاں بیشک میں نے لکھ دیا ہے اور میں موری نہیں لے جاتا ہوں دوسرے گاؤں خود ہی جاتا ہوں۔

الجواب:

شرط میں اپنے گاؤں کی تخصیص نہ تھی اس کا عذر غلط ہے اس میں عام تھا کہ جھالود سے کسی دوسری جگہ لے جاؤں لیکن شرط میں مارپیٹ کرلے جانا ہے، اس کا ثبوت یا تو گواہان ثقہ سے ہو یا آدم اقرار کرے کہ ہاں مارپیٹ کرلے گیا فقط عورت کا کہنا کافی نہیں اگر گواہان یا اقرار سے مارپیٹ کرلے جانا ثابت ہو تو تین طلاقیں ہوگئیں بے حلالہ اس سے نکاح نہیں کرسکتی۔

قال اللہ تعالٰی	
فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ ؕ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر خاوند تیسری طلاق دے دے تو عورت حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۰

اور اگر گواہ نہ ہوں یا وہ گواہ ثقہ شرعی نہ ہوں اور آدم مار پیٹ کرلے جانے کا اقرار بھی نہ کرے تو آدم سے حلف لیا جائے اگر حلف کرے گا کہ مار پیٹ کر نہیں لے گیا تو طلاق نہ ہوگی اور اس حلف کا حاکم کے سامنے ہونا ضرور نہیں مکان پر بھی لیا جاسکتا ہے، درمختار میں ہے:

یکفی تحلیفها له فی منزله[1]۔	بیوی کا خاوند سے اپنے گھر میں ہی قسم لے لینا کافی ہے۔(ت)

پھر اگر حلف کرلے اور عورت جانتی ہو کہ اس نے جھوٹا کیا، تو عورت پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو تین طلاقوں سے مطلقہ سمجھے اور بوجہ طلاق نہ ثابت ہونے کے بذریعہ حکومت جبر نہیں کرسکتی لہذا اپنا مہر چھوڑ کر یا اور مال دے کر اس سے اعلانیہ طلاق لے، اگر طلاق نہ دے تو جس طرح جانے اس کے پاس سے بھاگے اور اگر اس پر بھی قدرت نہ ہو تو مجبور ہے اور وبال شوہر پر ہے، ردالمحتار میں ہے:

اذا سمعت اواخبرها عدل لایحل لها تمکینه بل تفدی نفسها بمال اوتهرب فان حلف ولابینة لها فالاثم علیه اذالم تقدر علی الفداء اوالهرب[2] (باختصار) والله تعالٰی اعلم	اگر خود عورت، مرد کی طرف سے تین طلاقیں سن لے، یا کسی عادل شخص نے اس کو یہ اطلاع دے دی تو پھر بیوی کو حلال (جائز) نہیں کہ وہ خاوند کو اپنے پر جماع کا موقعہ دے بلکہ جیسے بن پڑے مال دے کر اعلانیہ طلاق لے یا بھاگ کر اپنے کو بچائے، اور اگر خاوند طلاق نہ دینے کی قسم کھالے اور طلاق پر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور بیوی مال کے بدلے یا بھاگ کر اپنے آپ کو نہ بچاسکے تو اب گناہ خاوند پر ہوگا (باختصار)۔ والله تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۱: از جونپور مرسلہ مولوی عبدالاول صاحب ۲۸ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید نے اپنی زوجہ کے کابین نامہ میں منجملہ شرائط ایک شرط یہ لکھی کہ اگر بغیر رجسٹری شدہ اجازت نامہ تم سے حاصل کئے ہوئے اور بغیر تمہارا کل مہر ادا کئے ہوئے دوسرا نکاح کروں تو منکوحہ جدیدہ کو میری طرف سے تین طلاق ہوں گی، اب صورت حال یہ ہے کہ زوجہ نے مہر معاف کردیا اور اجازت نامہ نکاح بلارجسٹری شدہ شوہر نے حاصل کرکے دوسرا نکاح کرلیا، اب شرعًا اس مسئلہ میں کیا حکم ہے کہ اجازت نامہ بلارجسٹری شدہ ہے اور ایفائے مہر نہیں پایا بلکہ زوجہ نے معاف کردیا تو منکوحہ جدیدہ مطلقہ ہوگی

---

[1] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

[2] ردالمحتار باب الصریح داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۴۳۲

یا نہیں؟

الجواب:

فقیر شب ہلال ماہ مبارک سے بغرضِ علاج بعض اعزہ اس پہاڑ پر آیا ہوا ہے، وطن سے دور، کتب سے مہجور، بظاہر مقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوگی کہ ایفا سے مقصود برات ذمّہ ہے وہ حاصل اور رجسٹری کہ وقت انکار تحفظ کے لیے ہوتی ہے جب عورت نے اجازت دے دی اجازت نامہ لکھوادیا اصل مقصود حاصل ہوگیا جیسے عورت سے کہا اگر کل مجھے فلاں چیز لاکر نہ دے یا فلاں چیز لے کر نہ آئے تو تجھ پر طلاق، اس نے چیز کسی کے ہاتھ بھیج دی، طلاق نہ ہوئی جبکہ مقصود اس شئے کا پہنچنا ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۲: از محکمہ شرعیہ نل بازار بمبئی مسئولہ سید حسین صاحب نائب قاضی ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص نے ایک اقرار نامہ اپنی زوجہ کو لکھ دیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ اگر منمقر اپنی توبہ کا پابند نہ ہوا اور خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو اسی وقت میری زوجہ کو اختیار ہوگا کہ وہ بلااجازت میری اپنے ورثاء کے یہاں یا اپنے باپ بھائی کے یہاں فوراً چلی جائے یا اس کے ورثاء بلا میری دریافت کے اسے لے جائیں اور اس خلاف ورزی شرع شریف میں میری جانب سے میری زوجہ کو طلاق قطعی سمجھی جائے نیز میری زوجہ کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ بموجب ہوجانے طلاق طلاق شرعی کے بعد میعاد عدت اپنا نکاح ثانی خود کرلے یا اس کے ورثاء اس کا نکاح ثانی جہاں اس کی خوشی ہو کردیں مجھ کو اس میں کسی قسم کا عذر نہ ہوگا اگر وہ اپنے تحریر کردہ شرط کی خلاف شرط کی ورزی کرکے تو طلاق ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں طلاق نہ ہوئی،

کما بیناہ فی فتاوٰنا ونص فی الخانیۃ فان احسبی انك طالق لیس بطلاق [1] ۔ وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ	جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں بیان کیا ہے، اور خانیہ میں نص موجود ہے کہ خاوند کا بیوی کو کہنا کہ "تو طلاق سمجھ لے" یہ طلاق نہیں ہے، اور ہندیہ

[1] فتاوی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۱۰

ف: خانیہ کے الفاظ اس طرح ہیں: لایقع الطلاق وان نوی کانہ قال لھا بالعربیۃ احسبی انك طالق وان قال ذٰلك لایقع وان نوی۔ نذیر احمد سعیدی)

امرأۃ قالت لزوجھا مرا طلاق دہ فقال دادہ انگار او کردہ انگار لایقع وان نوی[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میں خلاصہ سے منقول ہے کہ کسی عورت نے اپنے خاوند کو کہاکہ "مجھے طلاق دے" تو خاوند نے جواب میں کہا" تواس کو طلاق دی ہوئی یا طلاق کی ہوئی سمجھ لے" تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ اس سے طلاق کی نیت کی ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۳و۳۴: از سرائے بھنولی ڈاک خانہ شاہ گنج ضلع فیض آباد مرسلہ محمد فیض اللہ صاحب ۲۰جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل مضمون کالکھا گیا جس کے کل شرائط ولی ہندہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو کہ مضمون اقرار نامہ سے صاف ظاہر ہے اور محمد شفیع کی طرف سے کوئی شرط مقرر نہیں کی گئ اور نہ اس کو قرار داد شرط کی اجازت دی گئ حالانکہ اقرار نامہ کے ایک لفظ سے بھی محمد شفیع کو اتفاق نہیں تھااور نہ اس کا کوئی معاون وولی تھا کہ کچھ عذر کرتا، ولی ہندہ ایک زبردست واہل مقدور شخص ہے اس نے بالجبر محمد شفیع سے دستخط کرالیا، پس یہ اقرار نامہ شرعاً معتبر ہے یاکہ غیر معتبر؟ **بینوا توجروا۔**

(۲) قبل تحریر اقرار نامہ ولی ہندہ جو کہ بمقابلہ محمد شفیع ہر حالت میں بدرجہا زورآور واہل مقدور تھابیکس وبے بس محمد شفیع سے بالجبر طلاق لینے پر آمادہ تھامگر اس وقت محمد شفیع کچھ گریہ وزاری سے منت وسماجت کی کہ اس کااثر اس پر کارگر ہوا اور نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق سے تو باز رہے مگر اقرار نامہ مذکورہ ذیل پر دستخط کرالیا محمد شفیع نے اس فرصت کو غنیمت سمجھ کر دستخط کردیا کچھ دن کے بعد محمد شفیع رنگون چلا گیا اور تھوڑے عرصے تک حسبِ وسعت مبلغ بیس پچیس روپیہ ہندہ کو روانہ کیا مگر کچھ عرصہ تک بوجہ مجبوری خرچ روانہ نہ کرسکاالبتہ خطوط روانہ کرتا رہااور اسکے ذریعہ سے اپنی مجبوری ظاہر کرتا رہااور بعد کو بھی تین چار روپیہ روانہ کیااب محمد شفیع قریب ساڑھے تین سال کے بعد رنگون سے واپس آیا اور وجہ عدم ادائیگی خرچ میں یہ عذر بیان کیاکہ میں سخت جل گیا تھااور کوئی امید زندگی نہ تھی، چنانچہ چھ ماہ میں ہسپتال میں پڑا رہا (جلنے کا حال زبانی آئندگان آنصوبہ سے بھی سنا گیااور اب بھی اس کے جسم پر نشان دیکھا گیا یعنی موجود پایا گیا) اس حالت میں مبلغ پچاس روپیہ کا قرضدار ہوگیا بعد صحت چند روز بیکار رہااور جب کامیاب ہوا تو قرض ادا کیا بقیہ زادِ راہ میں صرف ہوا عدم روانگی خرچ سے ہندہ بوجہ اہل مقدور ہونے اپنے ولی کے محتاج نان ونفقہ نہ تھی

[1] فتاوی ہندیۃ الفصل السابع بالالفاظ الفارسیۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۳۸۰

علاوہ اس کے قریب دو صد روپیہ کی مالیت کا زیور کہ ملکیت محمد شفیع تھی اس کے پاس موجود تھے غرضیکہ ہندہ اور اس کے ولی کو نسبت نان ونفقہ وعدم روانگی خرچ کوئی شکایت نہیں ہے اور سب اس سے رضامند ہیں پاس سوال یہ ہے کہ بحالت صحت اقرار نامہ ایسی صورت میں ہندہ زوجیت سے خارج ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

نقل اقرار نامہ

منکہ محمد شفیع ولد عبدالقادر متوفی ساکن موضع سرائے بھنولی پرگنہ کچرانہ تحصیل کالو ضلع فیض آباد ام، چونکہ باغوائے شیطان چند افعال ناجائز مجھ سے آج تک ہوتے رہے میں نے اپنی منکوحہ مسماۃ ہندہ بنت محمد یسین خاں کے نان نفقہ سے بالکل غافل تھا حتی کہ میں نے آج تک ادنٰی ضرورت بھی اس کی رفع نہ کی اور خلافِ حکم خدا رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس کے نان نفقہ سے بالکل بے خبر تھا، مگر اب میں اپنے افعال شنیعہ اور سراسر غفلت وبے فکری سے توبہ کرتا ہوں اور آئندہ کے لئے اقرار کرتا ہوں کہ مطابق مرضی منکوحہ اور اس کے والدین کے ہر ایک فعل کی پابندی کرتا رہوں گا اور جو کچھ وہ لوگ کہیں گے اس پر عملدرآمد کروں گا اور اپنے گھر سے غیر ملک نہ جاؤں گا حسبِ اتفاق اگر غیر ملک جانے کے موقع نہ ہو اور میں چلا جاؤں تو اپنی منکوحہ کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرتا رہوں گا اگر ایسی غفلت کروں یعنی اپنی منکوحہ کا نان نفقہ وخبر گیری نہ کروں تو وہ عدم خبر گیری میری بجائے طلاق ثلاثہ کے سمجھی جائے اور پھر مجھ کو کوئی عذر نہ ہوگا، لہٰذا یہ چند کلمات بطور اقرار نامہ کے لکھ دئے تاکہ سند رہے اور عندالضرورت کام آئے، فقط بقلم محمد فیض اللہ ۹ جولائی ۱۹۱۵ء العبد محمد شفیع بقلم خود۔

الجواب:

فرصت غنیمت سمجھ کر دستخط کر دیا جبر واکراہ نہیں مگر وہ اقرار نامہ بذاتہ خود ہی باطل ومہمل ہے، اگر محمد شفیع بے کسی قریب کے آپ ہی لکھتا اور پھر بلا ضرورت غیر ملک کو چلا جاتا اور قصداً بلا عذر خبر گیری زوجہ سے دستکش رہتا اور ایک پیسہ کبھی نہ بھیجتا جب بھی اس باطل اقرار نامہ کی رو سے اصلاً طلاق نہ ہو سکتی وہ اس میں طلاق نہیں کہتا بلکہ یہ کہتا ہے کہ میری عدم خبر گیری کو بجائے طلاق ثلثہ سمجھا جائے، "یہ سمجھ کر" صریح باطل ہے عدم خبر گیری ایک طلاق بھی نہیں ہو سکتی نہ کہ تین طلاق کی جگہ اور باطل سمجھ کی اجازت دیں باطل، جیسے کوئی کہے اگر میں نہ آؤں تو دیوار کو طلاق سمجھ لینا کیا اس کے کہنے یا کسی کے سمجھ لینے سے دیوار طلاق بن جائے گی اور جب وہ اجازت وقول وفہم سب باطل ہے اور باطل پر کچھ اثر مرتّب نہیں ہو سکتا لہٰذا وہ اقرار نامہ مہمل ہے اور طلاق اصلاً نہ ہوئی، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

لوقال الزوج دادہ انگار او قال کردہ انگار	اگر خاوند نے کہا "تو طلاق ہوئی سمجھ" یا کہا "تو

لایقع الطلاق وان نوی کانه قال لها بالعربیة احسبی انك طالق وان قال ذٰلك لایقع وان نوی [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	طلاق کی ہوئی سمجھ "تو طلاق نہ ہوگی اگرچہ طلاق کی نیت کی ہو، کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی عربی میں کہے'ترجمہ: تو خیال کرلے کہ تو طلاق والی ہے" تو یہ بات کہنے سے طلاق نہ ہوگی، اگرچہ طلاق کی نیت بھی کرلے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۵: از رامپور محلّہ فرنگن محل بذریعہ ملاظریف مرسلہ مولوی ریاست حسین خاں صاحب ۲۲ شوال ۱۳۱۵ھ

چہ می فرمایند اصحاب شرع وارباب ورع اندرینکہ شخصے بعد ایجاب وقبول نکاح خودرا اقرار نامہ ایں عبارت تحریر نمود کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم حال ساکن ناکندیہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع ارکانم منمقر در حالت صحت ذات وثبات عقل بلااجبارواکراہ بخوشی مہرالنساء دختر غلام علی مرحوم را بچند شرائط بنکاح خود آوردم: شرط اوّل اینکہ مسماۃ مذبورہ رادر باب تعلیم احکام شرعیہ مثل نماز وروزہ وغیرہ امور دینیہ کوشش کما حقه بکار آرم (الی ان قال) شرط، ہشتم بغیر رضا ورغبت مسماۃ مذکورہ زنے دیگر بنکاح خود نیارم اگر آرم برثانیہ سہ طلاق واقع خواہد شد۔ شرط نہم اگر زشرطے ازیں شرائط مرقومہ بالاانحراف ورزم آنگہ اختیار مسماۃ موصوفہ رااست کہ بتوسل کاغذ ہذا نفس خود را از زوجیتم سہ طلاق کردہ بنکاح دیگر پرداز دیا بنکاح ماند انتہی نقل اقرار نامہ بعینہٖ۔	کیا فرماتے ہیں اصحابِ شرع وتقوٰی اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے نکاح میں ایجاب وقبول کے بعد اقرار نامہ میں یہ تحریر کیا کہ منکہ یونس علی پسر حسین علی مرحوم ساکن ناکند یہ علاقہ تھانہ منکنڈ وضلع اراکانم، اپنی صحت اور بقائمی عقل بغیر جبر واکراہ اپنی خوشی سے اقرار کرتا کہ مسماۃ مہرالنساء دختر غلام علی مرحوم کو چند شرائط کے ساتھ اپنے نکاح میں لاتا ہوں: پہلی شرط یہ کہ مسماہ مذکورہ کو شرعی تعلیم بابت نماز، روزہ وغیرہ امور دینیہ دینے میں پوری کوشش کروں گا، حتی کہ یہ کہاآٹھویں شرط یہ ہے کہ مسماۃ مذکورہ کی مرضی کے بغیر کسی دوسری عورت سے اپنا نکاح نہ کروں گا، اگر کروں تو دوسری بیوی کو تین طلاق ہوں گی، اور نویں شرط یہ کہ اگر مذکور شرائط میں سے کسی شرط سے انحراف کروں تو مسماۃ موصوفہ کو اختیار ہوگا کہ اس کاغذ اور تحریر کے بموجب اپنے آپ کو تین طلاق کے ساتھ میری زوجیت سے خارج کرکے دوسرے شخص سے نکاح کرلے یا میرے نکاح میں رہے، نقل بعینہٖ اقرار نامہ ختم ہوئی۔

[1] فتاوٰی قاضیخان کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۱۰

اکنوں یونس علی مسماۃ مہر النساء راسہ طلاق دادہ بلا رضا ورغبت مہر النساء بزنِ دیگر نکاح نمود است دریں صورت مرقومہ بزوجہ ثانیہ یونس علی سہ طلاق واقع خواہد شد یا نہ، جناب فیضماب مولانا صاحب دام اقبالہم و فیضہم بعد سلام عرض اینکہ جواب سوال بزودی عنایت فرمودہ ممنون فرمایند چنانکہ نختین ہم مرہون منت وممتاز دارین فرمودہ بودند دریں باب نیز علماء مختلف اند بعضے طلاق ثانیہ قائلے ست وبعضے بعد مش مصر فیصلہ چیست و مفتی بہ ومختار کدام، نزدم کتب مختلفہ موجود نیست بناء علیہ مکلّف شدم عفو فرمایند، **والسلام۔**	اب اس کے بعد یونس علی نے مسماۃ مذکور کو تین طلاقیں دے کر مہر النساء کی رضا ورغبت کے بغیر دوسرا نکاح کرلیا، تو مسئولہ صورت میں یونس علی کی دوسری بیوی کو تین طلاقیں ہوئیں یا نہیں، جناب فیض مآب مولانا صاحب! آپ کا فیض واقبال ہمیشہ قائم رہے، سلام کے بعد وعرض ہے کہ اس سوال کا جواب جلدی عنایت فرماکر ممنون فرمائیں تاکہ ہم ہمیشہ ممنون احسان رہیں، اس مسئلہ میں دوسرے علماء بھی اختلاف کررہے ہیں، بعض دوسری بیوی کی طلاق پر مصر ہیں اور بعض اس کی طلاق نہیں مانتے، آپ کا فیصلہ اور فتوی کیا ہے اور مختار قول کیا ہے میں اپنے مختلف کتب نہ ہونے کی بناء پر تکلیف دے رہاہوں، تکلیف پر معافی چاہتاہوں، **فقط، والسلام۔**

الجواب:

اللّٰھم ھدایة الحق والصواب درصورت مستفسرہ قضیہ نظر فقہی تفصیل ست، اگر مہر النساء گوید کہ یونس علی ایں نکاح دوم بے رضا ورغبت من کردہ است، ویونس علی دریں معنی تصدیق بیانش کند زن پسیں ہم از وقت نکاح سہ طلاق شود ورنہ ہیچ طلاق وفراق نیست۔ **اقول: وباللّٰہ التوفیق** تحقیق مقام آنست کہ طلاق زن ثانیہ معلق بوقوع نکاحش متلبس باعدمِ رضاورغبت مہر النساء ست، پس ہم وقت نکاح ایں عدم باید وتحقق شرط کہ	اے اللہ تجھ سے حق وصواب (درستگی) کی رہنمائی کا طلبگار ہوں، مسئولہ صورت میں شرعی فیصلہ فقہی نظر میں تفصیل طلب ہے، اگر مہر النساء کہے کہ یونس علی نے یہ دوسرا نکاح میری رضا ورغبت کے بغیر کیا ہے اور یونس علی اس کی تصدیق کرتا ہے تو دوسری بیوی کو نکاح کے وقت سے ہی تین طلاقیں ہوگئیں، ورنہ کوئی طلاق اور جدائی نہ ہوگی، **اقول: وباللّٰہ التوفیق** (اللہ کی توفیق سے میں کہتا ہوں کہ) اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ دوسری بیوی کی طلاق، مہر النساء کی رضا ورغبت کے معدوم ہونے سے مشروط ہے، تو شرط کا پایا جانا جزاء کے

مستلزم تحقق جزا وزوال عصمت است تسلیم او مرہون ثبوت شرعی است کہ اقرار زوج باشد یا اظہار بینہ اما البینة فلانها کاسمها مبینة. اما اعتراف الزوج فلانه یملك الانشاء فلایزاحم فی الاخبار، تنہا بیان مہر النساء در حق زوجہ ثانیہ شنودن ندارد کہ بیان یک زن حجت شرعیہ نیست خاصۃً در حق ضرہ کہ محل تہمت ست واقدام یونس علی بریں عقد بے استئذان مہر النساء مثبت شرط نتواں شد کہ شرط عدم رضا بود نہ ترک استرضا، وشتان ماہما، ولہذا علماء گفتہ اند کہ در تعلیق بالرضا علم برضا در کار نیست، مثلاً شوہر حلف بطلان کردہ مرزنش را گوید کہ بے رضائے من بیروں نروی باز آہستہ گفت برو، زن نشنید یا شنید ونفہمید وبیروں رفت طالق نہ شود کہ بے رضا نرفتہ است، گو خود برضا مطلع مباش بخلاف اذن کہ او نباشد الابقول مسموع ومفہوم تاآنکہ دلائل واضحہ رضا نیز آں جا بکار نیاید مثلاً حلف کند بے اذنِ زن نیاشامم زن کاسہ بدست خود گرفتہ نوشاند وبرزبان ہیچ نگفت یا گفت وشوے نشنود یا مفہومش نشد حانث شود کہ اذن متحقق نگشت، پس عدم اذن در محل شرط بہ بینہ ثابت تواں کردلان الشهادة علی النفی مقبولة فی الشروط امابا ثبات عدم رضا ورغبت راہے نیست زیرا کہ او صفتے قلبی ست وعلمش از علوم غیبی، نہایت کار شہود چنگ بدلائل خارجہ زدن ست ودر ہیچو

پائے جانے کو مستلزم ہوگا جس سے نکاح ختم ہوجائے گا لیکن اس کو تسلیم کرنا شرعی ثبوت پر موقوف ہے اور ثبوت شرعی خاوند کا اقرار یا شہادت ہے، شہادت اس لئے ضروری کہ وہ معاملہ کو واضح کرتی ہے، اور زوج کا اقرار اس لئے کہ خاوند ہی طلاق کو نافذ کرنے کا مالک ہے، لہذا حال کی خبر وہ خود ہی دے سکتا ہے، تنہا مہر النساء کا بیان دوسری بیوی کے متعلق قابل سماعت نہیں ہے کیونکہ ایک عورت کا بیان شرعی حجت نہیں ہے خاص کر اپنی سوکن کے بارے میں کہ تہمت کا احتمال ہے اور یونس علی کا مہر النساء سے اجازت طلب کئے بغیر یہ دوسرا نکاح کرنا طلاق کی شرط کے پائے جانے کے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ طلاق کی شرط مہر النساء کی عدم رضا ورغبت ہے نہ کہ اس سے اجازت طلب کرنا، جبکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے، اسی لئے علماء کرام فرماتے ہیں کہ رضا کے ساتھ مشروط امر کے پائے جانے میں رضا کا علم ضروری نہیں بلکہ رضا کا پایا جانا ہی کافی ہے، مثلاً ایک شخص نے طلاق کا حلف کہتے ہوئے اپنی بیوی کو کہا کہ تو میری رضا کے بغیر باہر مت جا۔ پھر آہستہ سے کہا جا، بیوی نے نہ سنا، یا سنا مگر سمجھا نہیں اور باہر چلی گئی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ وہ رضا پر باہر گئی اگرچہ وہ خود رضا پر مطلع نہ ہوئی، اس کے برخلاف اگر رضا کی جگہ وہ اذن کا لفظ کہتا تو طلاق ہوجاتی کیونکہ اذن کے لئے ایسا قول ضروری ہے جو سنا اور سمجھا جاسکے حتی کہ وہاں اذن کی واضح دلیل بھی پائی جائے تو کار آمد نہ ہوگی، مثلاً خاوند نے بحلف کہا کہ میں بیوی کی اجازت

مقام امارات ظاہرہ اگر باچند ہر چہ تمامتر واضحہ باشد بکار نیاید، علماء فرمودہ اند زن راگفت اگر فلاں مومن ست توطالقہ وفلاں رامی بینم از صلحائے امصار واتقیائے روزگار ست اور ھزار گفتہ باشد من مومنم در حق تطلیق تصدیق نباشد وطلاق نیفتد تازوج بایں معنی اعتراف نکند زیرا کہ ایمان در دل ست وامارات ازینجا حجیت منعزل وشہادت فرداز قبول منفصل، باز ایں دلائل اگر بعد وقوع ایں نکاح ثانی یافتہ شد مثلاً مہر النساء را خبر رسید او روئے درہم کشید یا پیش از نکاح منع ایں معنی می کرد وبرذکر او غضب می آورد خود بکار نیست زیرا کہ شرط بوقوع نکاح متلبسا بعدم الرضاست، دل ہر وقت بریک حال نیست، القلب یتقلب، پس عدم رضائے سابق ولاحق دلیل عدم مقارن نتواں شد الابہ استصحاب در سابق یا قیاس در لاحق وایںہمہ از ظاہر ست وظاہر واقع است نہ مثبت بلکہ آں سابق ولاحق نیز خود ظاہری بیش نبود واللہ علیم بذات الصدور ،ایں ظاہر در ظاہر شد وضعف در ضعف راہ یافت واگر خود عین وقت ایں عقد دلائل غضب یافتہ شود علت منحصر دریں نیست اسباب غضب ہزار ست یمکن کہ یاد تطلیق خودش در غضب آوردہ باشد نہ عدم رضا بایں عقد، اطلاع برآنکہ وجہ غضب چیست باز نیاز باآں آرد کہ آں وقت سخناں مہر النساء اور دستاویز نمایند ایں باز رجوع بہ بیان زن شدہ وشہادت شہود از میاں برخاست	کے بغیر نہ پیوں گا، اگر بیوی اپنے ہاتھ سے پانی والا پیالہ دے اور وہ پی لے اور بیوی نے اس موقعہ پر اپنی زبان سے کچھ نہ کہا یا زبان سے پینے کو کہا مگر خاوند نے نہ سنا یا سنا مگر سمجھ نہ سکا، تو قسم ٹوٹ جائے گی کیونکہ اذن نہ پایا گیا، پس عدم اذن کی شرط ہو تو یہ گواہی سے ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ شرائط میں منفی پر گواہی سے ثابت کرنا مشکل ہے کیونکہ وہ قلبی معاملہ ہے جس کا علم غیبی علوم میں سے ہے، جبکہ گواہی میں خارجی امور پر سہارا ہوتا ہے اور ایسے قلبی حال پر کتنی ہی واضح علامات کیوں نہ ہوں وہ کار آمد نہیں ہو سکتیں، علماء نے فرمایا کہ خاوند بیوی کو کہے اگر فلاں شخص مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، جبکہ فلاں شخص کو شہر میں نیک اور زمانہ کا پرہیزگار دیکھا جارہا ہو اور وہ ہزار بار مومن ہونے کا دعوی کرے لیکن طلاق دینے کے معاملہ میں اس کی بات کی تصدیق نہ کی جائے گی اور طلاق نہ پڑے گی جب تک خاوند اس کے مومن ہونے کا اعتراف نہ کرے گا طلاق نہ ہو گی، کیونکہ ایمان دل میں ہے اس پر علامات یہاں حجت نہیں بن سکتیں اور کسی فرد کی شہادت پر علامات یہاں مقبول نہ ہوں گی، پھر اگر یہ علامات نکاح ثانی کے بعد سرزد ہوں، مثلاً مہر النساء کو دوسرے نکاح سے قبل مہر النساء نے اس سے منع کیا ہو اور دوسرے نکاح کے ذکر پر ناراض ہوئی ہو، یہ علامات بھی کار آمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ شرط یہ ہے کہ دوسرا نکاح مہر النساء کے دل کی رضا مندی سے نہ ہو تو طلاق ہو گی، جبکہ دل کا حال

بلے غالب عادت زناں خاصہ دریں بلاد وزماں ہمانست کہ نکاح ثانی شوہر ان پسند نکنند اگرچہ خود آنہا طلاقہ شدہ باشند، اماایں ظاہر باآنکہ ظاہر واز جمعیت قاصر ست ضعیف ترست، بارہازناں مطلقہ بلکہ معلقہ بدعا، آرزو کنند کہ شوہر پنجہ زنے بلایا سلیطہ کج ادا گرفتار آید تا کیفر کردار خود چشد وعذابے کہ مارا کردہ است خمیازہ اش کشد ورضا بچیزے راعلم بآں چیز ہم در وقت حدوث اور ضروری نیست مثلاً پدر زید را تمنا است کہ زید بمنصب وزارت رسد در غیبت پدر وزیرش کردند گفتہ نشود کہ ایں وزارت بے رضائے پدرست پس وقوع ایں عقد بے اطلاع مہر النساء نیز محقق شرط نباشد، بالجملہ راہ باثبات ایں شرط نیست، جز باخبار مہر النساء مع تصدیق یونس علی، واصل کار ہماں اقرار یونس علی ست اگر یافتہ شد سہ طلاق بفور نکاح نقد وقت ثانیہ است کہ نامدخولہ محل سہ طلاق دفعی ست اگرچہ تفریق برنیابد کہ امتثال تعلیقات بزمان بقائے زوجیت زوجہ اولٰی مقتصر نیست ورنہ خیر۔

بدلتا رہتا ہے، پس پہلے یا بعد کی عدم رضا نکاح کے وقت ناراضگی دل کی دلیل نہیں بن سکتی، ہاں سابق ناراضگی استصحابِ حال اور بعد والی قیاس بن سکتی ہے، لیکن یہ سب کچھ ظاہری چیزیں جبکہ ظاہر واقع تو ہوسکتا مگر وہ مثبت نہیں بن سکتا بلکہ وہ سابق اور لاحق خود بھی ظاہر سے بڑھ کر نہیں ہیں، دل کی کیفیت تو اللہ تعالٰی ہی جانتا ہے یہ جو کچھ ظاہر ہو ظاہری معاملہ ہے اور ضعف ہے جو کہ ضعف کا راستہ پاتا ہے بلکہ عین نکاح ثانی کے وقت بھی مہر النساء کا غصہ پایا جائے تو یہ بھی دلیل نہیں ہوسکتی کہ یہ دوسرے نکاح سے ناراض ہورہی ہے کیونکہ غصہ کی وجود کئی ہوسکتی ہیں ممکن ہے اس وقت نکاح عدم رضا کی وجہ سے نہ ہو، یہ معلوم کرنا کہ غصہ کی وجہ کیا ہے آخر کار دلیل اس کی یہی ہوسکتی ہے کہ مہر النساء نے دوسرے نکاح کے وقت غصہ کی باتیں کی ہیں یہ پھر بیوی کے بیان پر موقوف ہوا، اور درمیان میں گواہوں کی گواہی ناپید رہی بلکہ تسلیم شدہ ہے کہ اس ملک میں موجودہ زمانے کی عورتوں کی عادت ہے کہ وہ خاوند کے دوسرے نکاح کو پسند نہیں کرتیں اگرچہ ان میں سے خود طلاق بھی حاصل کرچکی ہوں مگر یہ بات عادت بھی تو ظاہر معاملہ ہے اور نکاح کے وقت دل کی کیفیت پر دلالت قاصر اور ضعیف تر ہے، کیونکہ بارہا اور معلقہ عورتیں بدعائیں اور بری آرزوئیں کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ خاوند کا برا ہو اور کسی بری عورت کے پنجہ یا مصیبت میں گرفتار ہو تاکہ وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچے اور اس نے جو مجھے تکلیف دی اس کا خمیازہ بھگتے، کسی چیز پر رضا کو یہ لازم نہیں کہ اس چیز کے حدوث اور وجود کا علم بھی ہو مثلاً زید کے والد کی تمنّا ہے کہ زید وزارت کے منصب تک پہنچے جبکہ والد کی عدم موجودگی میں زید کو وزیر بنادیا جائے تو یہ نہ کہا جائے گا کہ یہ وزارت والد کی رضا کے بغیر دی گئی ہے (غرضیکہ رضا وعدم رضا پائے جانے کے باوجود یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ عین واقعہ کے وقت رضا موجود تھی) پس یونس علی کے دوسرے نکاح کا مہر النساء کی اطلاع کے بغیر ہونا بھی شرط کا ثبوت نہیں بنتا، حاصل یہ کہ

حالابرخے از کلمات علماء برخوانیم وانچہ گفتہ ایم بپایہ اثبات رسانیم، وباللہ التوفیق۔	دوسرے نکاح کے وقت مہر النساء کی عدم رضا کا اثبات سوائے اس کے ممکن نہیں کہ مہر النساء خود بتائے اور یونس علی اس کی تصدیق کرے بلکہ اصل دارومدار یونس علی کے اقرار پر ہے اگر اس کا یہ اقرار پایا جائے تو فوری طور پر دوسرے نکاح کو کرتے ہی دوسری غیر مدخولہ کو بیک وقت تین طلاقیں ہوجائیں گی، کیونکہ غیر مدخولہ بیوی بیک لفظ تین طلاقوں کا محل ہے اگرچہ متفرق طلاقوں میں تینوں کا محل نہیں، کیونکہ تعلیقات کا عمل پہلی بیوی کی زوجیت کی بقاء پر منحصر نہیں ہے اور اگر یونس علی کا اقرار نہ ہو تو خیر (یعنی طلاق نہ ہوگی) (ت)
امام محقق علی الاطلاق در فتح القدیر کتاب الایمان فی مسائل متفرقہ فرماید. لو قال لامرأته کل امرأة اتزوجها بغیر اذنك طالق فطلق امرأته طلاقا بائنا اوثلاثا ثم تزوج بغیر اذنها طلقت لانه لم تتقید یمینه ببقاء النکاح لانها انما تتقید به لوکانت المرأة تستفید ولایة الاذن والمنع بعقد النکاح[1]۔ علامہ محقق زین بن نجیم در بحر الرائق فرماید الاذن یطلع علیه بالقول بخلاف المحبة[2] ملخصًا، ہمدران ست حقیقة المحبة والبغض امر خفی لایوقف علیها من قبل احد لامن قبلها ولامن قبل غیرها لان القلب یتقلب لایستقر	اب ہم علماء کا کچھ کلام بیان کرکے اپنے مذکورہ موقف کو ثابت کریں گے وباللہ التوفیق۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں کتاب الایمان کے مسائل متفرقہ میں فرمایا ہے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے جس عورت سے بھی تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تو اسے طلاق ہے، پھر اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق بائنہ دی یا تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے اس دوران پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کیا تو دوسری کو طلاق ہوجائے گی کیونکہ اس نے حلف میں دوسری عورت سے نکاح کو پہلی بیوی کے نکاح کے باقی رہنے سے مقید نہیں کیا، اس سے مقید تب ہوتا جب پہلی بیوی اپنے نکاح کے وقت اذن یا منع کا اختیار حاصل کرتی۔ (ت) علامہ محقق زین بن نجیم نے بحر الرائق میں فرمایا اذن پر صرف قول کے ذریعہ اطلاع ہوسکتی ہے، بخلاف محبت کے، اسی میں یہ بھی فرمایا کہ محبت اور بغض کی حقیقت مخفی معاملہ ہے اس پر مرد یا عورت کسی کی طرف سے واقفیت نہیں ہوسکتی، کیونکہ یہ دلی کیفیت ہے جو بدلتی رہتی ہے کیونکہ دل بدلتے رہنے والی

[1] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۶۸

[2] بحر الرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۲۶

علی شیئ[1]۔

امام حافظ الدین محمد کردری در وجیز کتاب الایمان فصل تاسع فرماید ان اذن ولم تسمع لایعتبر عند الامام ومحمد رحمهما الله تعالٰی، وفی الصغری، لاتخرجی الا برضائی اوبغیر رضائی فاذنها ولم تسمع او سمعت ولم تفهم لایحنث بالخروج، بخلاف الاباذنی اوبغیر اذنی حیث یحنث لان الرضا یتحقق بلاعلمها والاذن لایتحقق[2]۔

چیز ہے دل کو کسی ایک چیز پر قرار نہیں۔ (ت) (ا)

امام حافظ الدین محمد کردری نے وجیز کتاب الایمان کی نویں فصل میں فرمایا: اگر اذن دیا اور دوسرے نے نہ سنا تو یہ اذن معتبر نہ ہوگا، یہ امام اعظم اور امام محمد رحمہمااللہ کا مسلک ہے، صغری میں ہے: خاوند نے بیوی کو کہا تو میری رضا کے بغیر باہر نہ جائیگی، تو اس کے بعد خاوند نے بیوی کو اجازت دی مگر بیوی نے نہ سنا، یا سنا ہے لیکن سمجھی نہیں تو بیوی نکل جانے سے حانث نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر اس نے بیوی کے نکلنے کو اذن پر موقوف کیا ہو تو مذکورہ صورت میں خلاف ورزی قرار پائے گی یعنی حانث ہوگی، کیونکہ رضا بیوی کے علم کے بغیر بھی ہوسکتی ہے جبکہ اذن اس کے علم کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا۔ (ت)

ہمدراں ست لایشرب الاباذنه فناوله القدح بیده ولم یقل بلسانه شیأ فشرب یحنث لانه دلیل الرضا، لاالاذن، لاتخرج امرأته الا بعلمه فخرجت وهو یراها لایحنث، وان اذن لها بالخروج فخرجت بعده بلاعلمه لایحنث[3]۔

اسی میں ہے: ایک نے دوسرے کو کہا "تو میرے اذن کے بغیر نہ پئے گا" اس کے بعد اس نے خود پانی کا پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا لیکن زبان سے کچھ نہ کہا دوسرے نے پانی لیا تو خلاف ورزی ہوجائیگی اور وہ حانث ہوجائیگا (کیونکہ ہاتھ میں دینا رضا کی دلیل تو ہوسکتی ہے مگر اذن نہیں ہوسکتا) یونہی بیوی کو کہا "میرے علم کے بغیر باہر نہ جائے گی" پھر اس کے دیکھتے ہوئے اس کی عورت نکلی تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے بعد نکلنے کی اجازت زبانی دے دی تو اب علم کے بغیر بھی نکل جائے تو حانث نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] بحر الرائق باب التعلیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۲۷

[2] فتاوی بزازیة علی ھامش فتاوی ہندیة التاسع فی الیمین فی الاذن نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۲۹۴

[3] فتاوی بزازیة علی ھامش فتاوی ہندیة التاسع فی الیمین فی الاذن نورانی کتب خانہ کراچی ۴/ ۲۹۶

امام اجل برہان الملۃ والدین در ہدایہ فرماید

ان کان الشرط لایعلم الا من جھتھا فالقول قولھا فی حق نفسھا مثل ان یقول ان حضت فانت طالق وفلانۃ فقالت قد حضت طلقت ھی ولم تطلق فلانۃ ووقوع الطلاق استحسان، والقیاس ان لایقع لانہ شرط فلا تصدق کما فی الدخول، وجہ الاستحسان انھا امینۃ فی حق نفسھا اذلا یعلم ذلك الا من جھتھا فیقبل قولھا کماقبل فی حق العدۃ والغشیان ولکنھا شاہدۃ فی حق ضرتھا بل ھی متھمۃ فلایقبل قولھا فی حقھا[1]، در فتح القدیر ست شھادتھا علی ذٰلك شھادۃ فرد واختبارھا بہ لایسری فی حقھا مع التکذیب[2] علامہ آفندی شامی در ردالمحتار فرماید قال فی البحر قید بمحبتھا لانہ لو علقہ بمحبۃ غیرھا فظاھر مافی المحیط انہ لابد من تصدیق الزوج

امام اجل برہان الملّۃ والدّین نے ہدایہ میں فرمایا

اگر شرط ایسی ہو کہ اس کا علم صرف عورت کے بیان واظہار پر موقوف ہو تو عورت کی بات معتبر ہوگی جس کا تعلق اس عورت کی ذات سے ہو، مثلاً کہا اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق ہے اور فلانی کو بھی، اب اس عورت نے کہ مجھے حیض آیا ہے، تو اس کو خود طلاق ہوجائیگی دوسری فلانی کو نہ ہوگی، اس کو طلاق ہونا بطور استحسان ہے جبکہ قیاس یہ ہے کہ طلاق نہ ہو، کیونکہ یہ شرط ہے جبکہ شرط کے وقوع میں صرف عورت کی بات معتبر نہیں ہوتی جیسا کہ دخول وغیرہ کی شرط میں، استحسان کی وجہ یہ ہے کہ اپنے معاملہ میں وہ امین متصور ہوگی کیونکہ معاملہ ایسا ہے جس کا علم اس کے بیان پر موقوف ہے اس لئے اس کی ذات کے بارے میں اس کی بات معتبر ہوگی، جیسا کہ عدت اور اس سے وطی کے متعلق اس کی بات معتبر ہوتی ہے لیکن اس کی یہ بات سوکن کے حق میں شہادت بنتی ہے بلکہ تہمت متصور ہوتی ہے اس لئے سوکن وغیرہ دوسری عورت کے بارے میں اس کی یہ بات معتبر نہیں ہوگی اور قبول نہ کی جائے گی۔ فتح القدیر میں ہے: عورت کی گواہی دوسری عورت کے بارے میں یہ ایک فرد کی گواہی بنتی ہے تو اس لئے اس کی یہ بات دوسری پر اثر انداز نہ ہوگی تہمت کی وجہ سے اس کو جھوٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔ علامہ آفندی شامی نے ردالمحتار

[1] ہدایہ باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۳۶۶

[2] فتح القدیر باب الایمان فی الطلاق المکتبۃ العربیۃ کراچی ۳/ ۴۵۱

فانه قال لوقال انت طالق ان لم تکن امك تهوی ذلك فقالت الام انا اهوی وکذبها الزوج لاتطلق فان صدقها طلقت لما عرف، وروی ابن رستم عن محمد انه لوقال ان کان فلان مؤمنا فانت طالق لا تطلق لان هذالایعلمه الا هو، ولایصدق هوعلی غیره و ان کان هو من المسلمین یصلی ویحج، ولو قال الاٰخر لی الیك حاجة فاقضها لی فقال امرأته طالق ان لم اقض حاجتک، فقال حاجتی ان تطلق زوجتك فله ان لایصدقه فیه ولاتطلق زوجته لانه محتمل للصدق والکذب فلایصدق علی غیره اھ. قال الخیر الرملی وقد علم من هذه الفروع انه ان علق بفعل الغیر

میں فرمایا کہ بحر میں کہا ہے کہ بیوی کی محبت سے اس کو مقید کیا کیونکہ اگر کسی غیر کی محبت سے طلاق کو مشروط کیا جائے، تو محیط کے بیان سے ظاہر یہی ہے کہ خاوند کی تصدیق کے بغیر محض بیوی کے کہنے پر طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہاں یہ فرمایا ہے کہ اگر خاوند نے کہا، اگر تیری ماں یہ نہ چاہتی، اور خاوند نے ماں کی بات کو غلط قرار دیا تو طلاق نہ ہوگی ہاں اگر خاوند ماں کی تصدیق کر دے تو طلاق ہو جائے گی جیسے کہ معلوم ہے۔ ابن رستم نے امام محمد سے نقل کیا کہ خاوند نے کہا اگر فلاں مومن ہے تو تجھے طلاق ہے، تو یہاں طلاق نہ ہوگی کیونکہ یہ دل کا معاملہ ہے جس کی اطلاع وہ فلاں شخص خود دے سکتا ہے لیکن اس کا بیان دوسرے کے خلاف قابلِ تصدیق نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ مسلمان نظر آئے نماز اور حج وغیرہ ادا کرتا ہو، اور اگر ایک نے دوسرے کو کہا مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے تو میری حاجت پوری کردے، دوسرے نے کہا اگر میں تیری حاجت پوری نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق، تو پہلے نے کہا میری حاجت یہ ہے کہ تو اپنی بیوی کو طلاق دے، تو دوسرے شخص کو حق ہے کہ وہ اس کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردے تو بیوی کو طلاق نہ ہوگی کیونکہ پہلے کی بات جھوٹ اور سچ ہونے کا احتمال رکھتی ہے لہٰذا غیر کے خلاف یہ دلیل نہیں قرار نہیں دی جاسکتی اھ، خیر الدین رملی نے اس پر فرمایا کہ ان مسائل سے معلوم ہوا کہ اگر دوسرے کے فعل پر طلاق کو مشروط کیا ہو تو اس

لایصدق ذٰلك الغیر علیه سواء ،كان مما لایعلم الامنه ام لاولابدمن تصدیق الزوج فیهما او البینة فیما یثبت بها من الامر الذی یعلم [1] ایں عین جزئیہ مطلوبہ ماست ،وللہ الحمد ،واللہ تعالٰی اعلم۔	غیر کی تصدیق ضروری نہیں ہے خواہ غیر کا یہ فعل دوسروں کو معلوم ہوسکے یا صرف وہی اظہار کرسکتا ہو دوسری کو معلوم نہ ہوسکتا ہو ،دونوں صورتوں میں خاوند کی طرف سے تصدیق کرنا ضروری ہے یا پھر گواہی سے ثابت ہوجائے وہ فعل جس پر دوسروں کو اطلاع ہوسکتی ہو ،یہی ہمارا مطلوبہ جزئیہ ہے وللہ الحمد ،واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲ /۵۰۵

باب الایلاء
(ایلاء کا بیان)

مسئلہ ۳۶: ۱۴ شعبان معظم ۱۳۱۱ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایلاء کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے اور اس سے طلاق مغلظہ پڑتی ہے یا نہیں؟بینوا توجروا۔

الجواب:
ایلاء کے یہ معنی کہ مرد اپنی عورت سے جماع کی قسم کھالے یا تعلیق کرے یعنی یوں کہے کہ اس سے جماع کروں تو مجھ پر یہ جزالازم آئے،اور یہ قسم و تعلیق یا تو مطلق ہوں مثلاً واللہ میں تجھ سے جماع نہ کروں گا، یا تجھ سے جماع کروں تو مجھ پر روزہ لازم، یا موبد یعنی صراحۃً ہمیشہ کے لئے ہوں مثلاً خدا کی قسم میں تجھ سے کبھی صحبت نہ کروں گا، یا تجھ سے کبھی صحبت کروں تو مجھ پر حج واجب ہو، یا کسی خاص مدت کے لئے ہوں تو وہ مدت چار مہینے سے کم نہ ہو مثلاً مجھے قسم ہے چار مہینے تک تیرے پاس نہ جاؤں گا، یا پانچ مہینے تک تجھ سے وطی کروں تو مجھ پر سو رکعت نماز لازم،اور تعلیق کی صورت میں یہ بھی ضرور کہ وہ امر جس کا لازم آنا کہے اس میں مشقت ہو جیسے امثلہ مذکورہ، یا یہ کہ میرا غلام آزاد ہے، یا تجھ پر طلاق ہے، یا میرا مال خیرات ہے، یا مجھ پر قسم کا کفارہ ہو وغیر ذلک،اور وہ شرعًا تعلیق کہے سے بھی لازم آسکتا ہو جیسے نماز، روزہ، حج، صدقہ، اعتکاف، عمرہ، طلاق، کفارہ، وغیرہا، نہ مثل وضو و غسل و تلاوت قرآن و سجدہ تلاوت و اتباعِ جنازہ وغیرہ کے یہ چیزیں نذر و تعلیق سے لازم نہیں ہو جاتیں،اور یہ قسم و تعلیق ایسے طور پر واقع ہو کہ بے کسی چیز کے لازم آئے اصلا مفر نہ رہے،ایسی صورت نہ نکل سکے کہ یہ اس

عورت سے جماع کرے اور کچھ لازم نہ آئے، جب یہ پانچوں باتیں جمع ہوں گی ایلاء ہوگا اور ایک بھی کم ہوئی تو نہیں، مثلاً نہ قسم کھائی نہ تعلیق، خالی عہد کرلیا کہ عمر بھر تیرے پاس نہ جاؤں گا یہ کچھ بھی نہیں کہ خالی عہد سے کچھ نہیں ہوتا، یا قسم تعلیق تو ذکر کی مگر مدت چار مہینے سے کم رکھی اگرچہ ایک ہی ساعت کم، یہ ایلاء نہ ہوا، جتنی مدت کی قید لگائی ہے اس کے اندر جماع کیا تو بصورت قسم خاص کفارہ اور بصورت تعلیق روزہ وغیرہ جو کچھ لازم آنا کہا تھا خواہ مثل قسم کفارہ لازم آئے گا کہ یہ حکم تو اس قسم و تعلیق کا ہے، مگر مدت بے جماع گزر گئی تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی جو خاص حکم ایلاء ہے، یونہی اگر تعلیق میں دو رکعت نماز لازم آنی کہے تو ایلاء نہیں کہ دو رکعت میں کچھ مشقت نہیں، اگر مدت کے اندر پاس گیا تو دو رکعتیں پڑھنی ہوں گی اور مدت خالی گزر گئی تو کچھ نہیں، اور اگر تعلیق میں تلاوت قرآن وغیرہ اشیائے غیر لازمہ ذکر کیں تو محض مہمل، نہ مدت گزرنے پر طلاق پڑی نہ مدت کے اندر صحبت کرنے سے کچھ لازم، اسی طرح اگر یوں کہا کہ واللہ میں اس میں تجھ سے وطی نہ کروں گا یا اس شہر میں تجھے کبھی ہاتھ لگاؤں تو مجھ پر سوج لازم، یہ بھی ایلاء نہیں کہ جب اس گھر یا شہر کی تخصیص ہے تو بغیر کچھ لازم آئے مفر موجود ہے جب چاہے اس گھر یا شہر سے باہر لے جاکر جماع کرسکتا ہے کچھ بھی لازم نہ آئے گا، بس بے جماع چار مہینے نہیں کتنی ہی مدت گزر جائے طلاق نہ ہوگی، ہاں وہ قسم یا تعلیق جھوٹی کی تو اس کا جرمانہ اسی طرح دینا ہوگا کہ قسم خاص کفارہ اور تعلیق میں اختیار ہے چاہے وہ چیز بجالائے جو لازم مانی تھی چاہے قسم کے مثل کفارہ دے لے علی ہذا القیاس جس جس صورت میں بغیر کچھ لازم آئے مفر ملتی ہو ایلا نہیں، ان سب قیود واحکام کی تصریح وتفصیل درمختار وردالمحتار میں ہے **من شاء فلیرا جعھما** (جس کا جی چاہے ان کی طرف رجوع کرے۔ت) پھر جب ایلاء متحقق ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ چار مہینے کے اندر اس عورت سے جماع کیا تو بتفصیل معلوم قسم کا کفارہ یا وہی امر شاق جس کا لازم آنا کہا تھا لازم آئے گا اور چار مہینے گزر گئے کہ اس سے جماع نہ کیا یا جماع مثلاً بوجہ مرض یا حبس یا دوری مسافت کہ مدت کے اندر عورت تک نہیں پہنچ سکتا ناممکن تھا تو زبانی رجوع نہ کیا مثلاً یوں نہ کہہ لیا کہ میں نے اپنی عورت کی طرف رجوع کی یا اپنے اس کہنے سے پھر گیا یا میں نے ایلاء باطل کردیا تو اس صورت میں عورت پر ایک طلاق بائن پڑجائے گی جس سے وہ خود مختار ہوجائے گی،

فی الدر حکمہ وقوع طلقۃ بائنۃ ان بر ولم یطأولزم الکفارۃ او الجزاء المعلق ان حنث بالقربان[1] فی رد المحتار	در میں ہے کہ ایلاء کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم پر قائم رہا اور وطی نہ کی تو طلاق بائنہ ہوجائے گی اور جماع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا یا اگر کسی چیز کو معلق کیا تھا تو جماع کرنے پر وہ جزاء لازم ہوگی۔ ردالمحتار میں

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۲

قوله ولم یطأعطف تفسیر والمراد بالوطی حقیقته عند القدرة او مایقوم مقامه کالقول عند العجز فالمراد ولم یفئی ای لم یرجع الی ماحلف علیه[1] اھ وفی الدر عجز عجزا حقیقیا لاحکمیا کاحرام لکونه باختیارہ عن وطئها لمرض باحدهما او صغرها او جبه او عنته او بمسافة لایقدر علی قطعها فی مدة الایلاء او لحبسه لابحق ففیؤه نحو قوله بلسانه فئت الیها او رجعتك او ابطلت الایلاء او رجعت عما قلت ونحوه اھ ملخصا۔[2]	اس پر فرمایا کہ ماتن کا قول "ولم یطأ" (اور وطی نہ کی) عطف تفسیری ہے، اور وطی سے حقیقی جماع مراد ہے اگر قدرت ہو، اگر قدرت نہ ہو تو جماع کے قائم مقام مثلًا یہ کہنا کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا، کہے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی قسم پر قائم نہ رہے اور قسم کو پورا نہ کرے تو کفارہ لازم آئے گا اھ، اور در میں ہے "عاجز ہوجائے" سے مراد حقیقی عجز ہے حکمی عجز نہیں جیسا کہ احرام کی حالت میں ہونا عجز حکمی ہے کیونکہ یہ عجز اختیاری ہے، بیوی سے وطی کے عجز کا مطلب یہ ہے کہ خاوند یا بیوی کو مرض لاحق ہو، یا بیوی صغیرہ ہو، یا خاوند نامرد یا آلہ سے محروم ہے، یا اتنی دور مسافت ہے کہ قسم کی مدت میں اس کو طے کرنا، قدرت میں نہیں ہے، یا ناحق قید میں ہے، توان صورتوں میں بیوی سے رجوع زبانی کرے اور یوں کہے کہ میں نے بیوی سے رجوع کرلیا ہے یا میں نے ایلاء یعنی قسم کو باطل کردیا ہے، یا کہے میں نے قسم کھائی اس سے میں نے رجوع کرلیا ہے یا اس کی مثل الفاظ کہہ دے، اھ ملخصًا (ت)

مگر ایلاء طلاق مغلظہ نہیں کہ حلالہ کی ضرورت ہو، عدت میں خواہ بعد عدت جب چاہیں باہم نکاح کرسکتے ہیں، ہاں اس سے پہلے کبھی دو طلاقیں دے چکا تھا تو آپ ہی حلالہ درکار ہوگا کہ اب یہ تیسری مل کر تین طلاقیں ہوگئیں یہ جدا بات ہے یا اگر (مدت عـــه) کی قید نہ تھی بلکہ مطلق یا صراحۃً موبد تھا اور چار مہینے بے رجوع گزر گئے کہ ایک طلاق بائن پڑی پھر اس سے نکاح کرلیا اور پھر چار مہینے خالی گزر گئے تو دوسری پڑے گی پھر نکاح کرلیا اور یونہی چار مہینے گزر گئے تو تین طلاقیں ہوجائیں گی اور اب بے حلالہ نکاح میں نہ لاسکے گا،

فی التنویر فی الحلف باللّٰه وجبت الکفارة	تنویر میں ہے: ایلاء میں، اگر اللہ کی قسم، کہ تو اس سے

عـــه: اصل میں کرم خوردہ ہے۔

[1] ردالمحتار باب الایلاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۶

[2] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۳

وفی غیرہ وجب الجزاء وسقط الایلاء والابانت بواحدۃ وسقط الحلف لو موقتا لالوکان موبدافلو نکحھا ثانیا وثالثا ومضت المدتان من وقت التزوج فان نکحھا بعد زوج اٰخرلم تطلق وان وطئھا کفر لبقاء الیمین [1] ۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	رجوع کرنے پر کفارہ لازم ہوگا، اور اگر کوئی شرط رکھی تھی تو وہ جزاء لازم آئے گی، اور ایلاء ساقط ہوجائیگا ورنہ قسم کو پورا کرنے پر بیوی ایک طلاق سے بائنہ ہوجائیگی اور حلف مقررہ وقت کیلئے ہو تو ختم ہوجائے گا اور اگر حلف ابدی ہو تو ختم نہ ہوگا، لہٰذا دوبارہ اور سہ بارہ نکاح کرنے پر ایلاء کی مدت پورا ہونے اور رجوع نہ کرنے پر دوسری اور تیسری طلاق سے بائنہ ہوتی رہے گی اور قسم کی مدت کا اعتبار نکاح کے وقت ہوگا لہٰذا اگر بیوی حلالہ کے بعد واپس اس کے نکاح میں آئے تو طلاق نہ ہوگی تاہم وطی کرنے پر کفارہ ضرور لازم ہوگا کیونکہ قسم ابدی ہونے کی وجہ سے باقی ہے، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۷: ڈالورفرسٹ اسٹیج روڈ مکان ۱۰۱ مسئولہ ابوبکر ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے کتاب میں دیکھا ہے کوئی شخص حنفی مذہب کے موافق اپنی عورت سے کسی معاملہ میں ان بن ہوگئی اور چہار حیض تک کچھ تعلق نہ رہا تو ایک طلاق ہوگی، پھر اس پر ایک اور حیض گزرنے سے دوسری طلاق ہوگی پھر ایک اور حیض گزرنے سے تیسری طلاق ہوگی، یہ صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ محض بے اصل ہے اس کا پتا نہ مذہب حنفی میں ہے نہ کسی مذہب میں، اصل حکم جو ہے کہ یہ شخص اپنی عورت سے قربت کی قسم کھائے، رب عزوجل نے اسے چار مہینے کی مہلت دی ہے، اگر چار مہینے کے اندر قربت کرلے گا تو عورت نکاح سے نہ نکلے گی کفارہ دینا ہوگا، اور اگر چار مہینے کامل گزر جائینگے تو ایک طلاق بائن ہوجائے گی، عورت نکاح سے نکل جائے گی، پھر دوسرے یا تیسرے مہینے کوئی طلاق نہ ہوگی،

قال اللہ تعالٰی لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآىِٕهِمۡ تَرَبُّصُ اَرۡبَعَةِ اَشۡهُرٍ ۚ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جو بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں ان کی قسم کی مدت چار ماہ ہے

[1] درمختار باب الایلاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۳۔ ۲۴۲

فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝۲۲۶ [1] وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۝۲۲۷ [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر اس دوران رجوع کرلیں تو اللہ تعالٰی بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے، اور اگر وہ (رجوع نہ کرکے) طلاق کا عزم کئے ہوں تو اللہ تعالٰی سننے والا جاننے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۶
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۷

باب الخُلع
(خلع کا بیان)

مسئلہ ۳۸: از ریاست رامپور محلّہ مردان خاں مرسلہ سید محمد نور صاحب ۶ شوال ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس صورت میں کہ زوجین میں باہم نزاع وجھگڑا رہتا تھا اور کسی صورت سے مصالحت نہیں ہوتی تھی آخر الامر زوجین نے چند اہل محلّہ کو جمع کیا، خلاصہ یہ کہ زوجین نے اپنی علیحدگی ہونے کا تصفیہ چاہا، اہل محلّہ نے تصفیہ اس طرح پر کیا کہ جو اشیائے موجودہ زوجہ کی تحت میں تھیں مثل پلنگ وصندوق وزیور وغیرہ زوجہ کو دلوادئے گئے اور زوجہ سے کل مہر بخشوادیا اور زوج نے طلاق دی اور لفظ طلاق کا ایک مرتبہ یا دو مرتبہ کہا، آیا یہ طلاق رجعی واقع ہوئی یا بائن؟ کتب معتمدہ حنفیّہ سے تفصیلاً وتشریحاً جواب مرحمت فرمایئے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر اس تصفیہ یا باہمی مکالمات یا قرائن حالات سے واضح تھا کہ یہ طلاق اس معافی مہر کے عوض دی گئی تو طلاق بائن ہوئی،

فی فتح القدیر ثم ردالمحتار قال ابرئینی من کل حق یکون للنساء علی الرجال ففعلت فقال فی فورہ طلقتك وھی	فتح القدیر میں ہے اور پھر ردالمحتار میں کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا تو مجھے ان تمام حقوق سے بری کردے جو بھی بیوی کے لئے خاوند کے ذمہ ہوتے ہیں، تو بیوی نے ایسا کردیا تو اس کے ساتھ متصل فوراً خاوند نے

مدخول بہا یقع بائنا لانہ بعوض[1] اھ وفی الذخیرۃ والخانیۃ وغیرھما وعنھما فی ردالمحتار تقع بائنۃ لانہ طلاق بعوض وھو الابراء دلالۃ[2] اھ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔	کہہ دیا کہ میں نے تجھے طلاق دی، بیوی اگر مدخولہ ہو تو یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے اھ،اور ذخیرہ، خانیہ وغیرہما میں،اور ردالمحتار میں بھی ان دونوں سے منقول ہے کہ یہ طلاق بائنہ ہوگی کیونکہ یہ طلاق بالعوض ہے، اور حقوق سے بری کرنا وہ دلالۃً معاوضہ ہے،اھ۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۳۹: از چوبیس پرگنہ ڈاکخانہ حالی شہر مقام حاجی نگر چٹکل ڈیلی سردار مرسلہ امیر اللہ میاں ۱۲جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ

زید کی ہمشیرہ کی نابالغی کی حالت میں حسب رواج قوم بکر سے شادی ہوئی،اب وہ سن بلوغ کو پہنچی،اور وہ قرآن شریف وغیرہ بھی پڑھی ہے اور صوم وصلوٰۃ میں از بس پابند ہے،اور شرع شریف کے بھی برخلاف نہیں ہے،اور اس کا بیان یعنی بکر بالکل تبرہ اسلام ہے یعنی نہ وہ نماز پڑھتا ہے نہ روزہ رکھتا ہے بلکہ اس لڑکی یعنی زید کی بہن کو نماز پڑھنے وروزہ رکھنے پر نقل ومضحکہ کرتا ہے،اور وہ بکر تاڑی بھی پیتا ہے،اور لڑکی کے ورثہ اسے ان فعلوں سے بہت روکتے اور سمجھاتے ہیں لیکن وہ ایک نہیں مانتا،اور لڑکی اسی وجہ سے بہت دن سے میکے میں ہے،اور بکر کی چال چلن اب تک نہیں بدلی،اس لئے لڑکی وارث بھی بہت تنگ ہیں کہ لڑکی کو کیا کریں،کتنے دن تک بالغ لڑکی کو کنواری رکھیں،اور لڑکی بھی بکر سے بیزار ہو کر چاہتی ہے کہ میں اس سے خلع کرالوں،اور ورثہ کی بھی یہی رائے ہے۔آیا لڑکی ایسی حالت میں خلع کرا سکتی ہے یا نہیں؟اور بکر کے ساتھ اب تک خلوتِ صحیحہ بھی ہوئی نہیں۔

الجواب:

خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے تنہا زوجہ کے لئے نہیں ہوسکتا،اور نابالغہ کا نکاح جو اس کے باپ نے کیا ہو عورت بالغہ ہو اس پر اعتراض کا بھی حق نہیں رکھتی،اور اگر باپ دادا کے سوا اور ولی نے کیا اور شوہر اس وقت عورت کا کفو تھا

---

[1] ردالمحتار بحوالہ فتح القدیر باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۰

[2] ردالمحتار بحوالہ الذخیرۃ والخانیہ باب الخلع داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۶۶

یعنی مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں ایسا کم نہ تھا اس سے نکاح اولیائے زن کے لئے باعثِ ننگ وعار ہو تو اس صورت میں اگرچہ عورت کو بعد بلوغ فسخ کرانے کا اختیار ملتا ہے مگر جبکہ بالغ ہوتے ہی فوراً اس سے اظہار ناراضی کرے کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں، چارہ کار یہ ہے کہ اس سے طلاق لی جائے یہ اس صورت میں کہ وہ اسلام پر قائم ہو، سائل نے نہ لکھا کہ وہ نماز روزہ پر عورت سے کیا مضحکہ کرتا ہے، اگر وہ مضحکہ نماز روزہ کی طرف راجع ہو تو وہ اسلام ہی سے نکل گیا اور عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی، اور اگر واقعی اب تک خلوت نہیں ہوئی تو عدت کی بھی حاجت نہیں، ابھی جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب الظّہار

(ظہار کا بیان)

مسئلہ ۴۰: از بہیڑی پنجم محرم الحرام ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت پر غصہ ہو کر زوجہ سے یہ لفظ کہے کہ میں تجھ کو طلاق دے دوں گا میں تجھے بجائے ماں بہن کے سمجھتا ہوں اگر تجھ سے کلام کروں تو اپنی بہن سے کلام کروں۔ اس صورت میں عورت اس کے نکاح سے خارج ہو گئی یا نہیں؟ تو اس کی نسبت کیا حکم ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

پہلا لفظ کہ "میں تجھے طلاق دے دوں گا" محض نا معتبر ہے کہ صرف وعدہ ہی وعدہ ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا، یونہی پچھلا لفظ کہ "میں تجھ سے کلام کروں تو اپنی ماں بہن سے کلام کروں" کوئی چیز نہیں اگرچہ کلام کرنے سے ہمبستری ہی کرنا مراد لیا ہو،

فی الهندیة لو قال ان وطئتك وطئت امی فلاشئی علیه کذافی غایة السروجی[1]۔	ہندیہ میں ہے کہ اگر خاوند نے کہا اگر میں تجھ سے وطی کروں تو اپنی ماں سے وطی کروں، تو خاوند پر کچھ لازم نہیں۔ غایۃ السروجی میں یونہی مذکور ہے (ت)

رہا بیچ کا لفظ، اس کی نسبت سائل مظہر کہ میری مراد اس کہنے سے یہ تھی کہ تجھے مثل اپنی ماں بہن کے اپنے اوپر

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

حرام سمجھتا ہوں طلاق دینا میری نیت میں نہ تھا، اگر یہ بیان واقعی ہے تو صورت ظہار کی ہے،

فی العالمگیریۃ لو قال لھا انت علی مثل امی ان نوی التحریم اختلفت الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل کذا فی فتاوٰی قاضی خاں اھ[1] ملخصا، وفی ردالمحتار عن البحر منی وعندی ومعی کعلی[2] اھ اقول وانت تعلم ان سمجھتا ہوں بلساننا یودی مؤدی عندی بلسان العرب۔	عالمگیری میں ہے: اگر خاوند نے کہا "تو مجھ پر میری ماں کی طرح ہے" اگر اس سے حرام کرنے کی نیت کی ہو تو اس میں روایات کا اختلاف ہے، اور صحیح روایت یہ ہے کہ یہ ظہار ہوگا سب کے نزدیک جیسا کہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے اھ ملخصًا، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ "اگر تو مجھ پر" کی بجائے "مجھ سے، میرے ہاں، میرے ساتھ "کے الفاظ کہے تو وہ بھی "مجھ پر" کے حکم میں ہوں گے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) ہماری زبان میں "سمجھتا ہوں" کا لفظ عربی زبان میں "عندی" کے قائم مقام ہے۔ (ت)

پس صورت مسئوہ کا حکم یہ ہے کہ عورت نکاح سے نہ نکلی مگر اسے اس کے ساتھ صحبت کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا شہوت سے اس کے بدن کو ہاتھ لگانا یا اسی طور پر اس کی شرمگاہ دیکھنا یہ سب باتیں حرام ہوگئیں اور ہمیشہ حرام رہیں گی جب تک کفارہ ادا نہ کرے،

فی تنویر الابصار والدرالمختار وردالمحتار یصیربہ مظاھرا فیحرم وطؤھا علیہ ودواعیہ من القبلۃ والمس والنظر الی فرجھا بشھوۃ اما المس بغیر شھوۃ فخارج بالاجماع نھر، وکذا یحرم علیھا تمکینہ ولایحرم النظر الی ظھرھا اوبطنھا ولاالی الشعر	تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والا قرار پائے گا، لہذا بیوی سے وطی اور وطی کے دواعی اس پر حرام ہوجائیں گے، وطی کے دواعی بوس وکنار اور شہوت سے بیوی کی شرمگاہ پر نظر ڈالنا وغیرہ ہیں لیکن بغیر شہوت چھونا اس حکم سے بالاجماع خارج ہے، نہر اور یونہی بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے، اور بیوی کی پشت، پیٹ، چھاتی اور بالوں

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۰۷

[2] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۵

والصدر بحرای ولو بشھوۃ بخلاف النظر الی الفرج بشھوۃ،عن محمد لوقدم من سفرله تقبیلھا للشفقۃ، حتی یکفر غایۃ لقوله فیحرم [1] اھملخصۃ۔	کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر یعنی اگرچہ شہوت سے ہو،اس کے برخلاف بیوی کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اگر سفر سے آئے اور بیوی کو شفقت سے بوسہ دے لے تو جائز ہے حتی یکفر (کفارہ دینے تک) یہ ماتن کے قول فیحرم (پس حرام ہے) کی غایت ہے (ت)

اور کفارہ اس کا یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو دو مہینے کے روزے لگاتار رکھے،ان دنوں کے بیچ میں نہ کوئی روزہ چھوٹے نہ دن کو یا رات کو کسی وقت عورت سے صحبت کرے ورنہ پھر سرے سے روزے رکھنے پڑیں گے،اور جو ایسا بیمار یا اتنا بوڑھا ہے کہ روزوں کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا ساٹھ مسکینوں کو گیہوں دے فی مسکین بریلی کی تول سے پونے دو سیر آٹھ آنے بھر زائد یا اس قدر کی قیمت ادا کرے،جب تک اس کفارہ سے فارغ نہ ہو ہرگز عورت کو ہاتھ نہ لگائے،

فی الدرالمختار،ھی تحریررقبۃ فان لم یجد ما یعتق،صام شھرین ولوثمانیۃ وخمسین یومًا بالھلال والافستین یوما متتابعین قبل المسیس، فان افطر بعذراو بغیرہ اووطئھا فی الشھرین مطلقا لیلا او نھارا عامدا اوناسیا استأنف الصوم، لا الا طعام فان عجز عن الصوم لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ستین مسکینا ولو حکما کالفطرۃ او قیمۃ ذٰلک، وان غداھم وعشاھم واشبعھم جازا کمالو اطعم واحداستین یوما لتجدد الحاجۃ [2] اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے،اگر یہ نہ ہوسکے تو جماع سے قبل دوماہ کے روزے رکھے،اگرچہ چاند کے حساب سے یہ کل روزے اٹھاون ۵۸ بنیں،ورنہ دنوں کے حساب سے ساٹھ روزے مسلسل پورے کرے،پھر اگر درمیان میں کوئی روزہ چھوڑ دیا عذر کی بناء پر خواہ بغیر عذر،یا ان دوماہ میں بیوی سے جماع کرلیا،دن یا رات میں،قصدًا یا بھول کر، جیسے بھی ہو تو پھر نئے حساب سے ساٹھ روزے رکھے،اگر طعام کی صورت میں کفارہ ادا کرے اور کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے جماع کرلیا تو نئے سرے سے کھانا کھلانا لازم نہیں آئے گا،پھر اگر کسی ایسے مرض کی وجہ سے جس سے برات کی امید نہیں،روزہ نہ رکھ سکے،یا بڑھاپے کی وجہ سے روزے پر قدرت نہ ہو تو پھر

[1] ردالمحتار باب الظھار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶-۵۷۵

[2] درمختار باب الکفارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۱-۲۵۰

	ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے اگرچہ کھلانا حکمی ہو یعنی غلہ بمقدار فطرانہ دے دے یا اس کی قیمت دے دے، اور اگر صبح وشام دو وقت کھانے سے مسکینوں کو سیر کردیا تو یہ جائز ہوجائیگا، جس طرح ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز صبح وشام سیر کرکے کھلادیا تو بھی جائز ہے کیونکہ ایک مسکین کو بھی روزانہ نئی حاجت ہوتی ہے اھ ملتقطا، **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۴۱: از متھرا محلّہ کیسثور پورہ مرسلہ سید مدد علی صاحب رئیس ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از ہندہ الفتے گیرد ودر خلوت اظہار محبت گرداند ہندہ بگوید کہ تو مراچرا دوست پنداری کہ حمرا زوجہ خود بداری زید در جواب او مکرر وسہ کرراز ہندہ وپیش ہمچشماں خود بگوید کہ من در محبت تو حمرا زوجہ خود را بجائے مادر وہمشیرہ خود میدانم وترا دوست می انگارم وزید دیگر بارہم عند الاستفسار در مجمع بیان کند کہ وقتے کہ ہندہ از من پرسیدہ بود من واقعی نسبت حمرا زوجہ خود اطلاق مادر وہمشیرہ کردہ ام دریں صورت حمرا در نکاح زید ماندہ است یانہ، وحکم شرع دریں مسئلہ چیست براہ نوازش مربیانہ فتوی بہ تدقیق وتحقیق ارشاد شود۔ **بینوا توجروا۔**	کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ زید ہندہ سے محبت کرتا ہے اور خلوت میں اس سے اظہار محبت کرتے ہوئے، ہندہ کے اس سوال کے جواب میں کہ، تو مجھ سے محبت کیوں کرتا ہے جبکہ حمرا تیری بیوی موجود ہے، دو بار بلکہ تین بار ہندہ اور دوسرے حاضرین کے سامنے زید نے کہا کہ میں تیری محبت میں اپنی بیوی حمرا کو اپنی ماں بہن کی جگہ سمجھتا ہوں اور تجھے پسند کرتا ہوں، اور پھر زید ایک بار مجلس میں پوچھنے پر بیان کرتا ہے کہ جب ہندہ نے مجھ سے پوچھا تھا تو واقعی میں نے حمرا کی بابت یہ بات کہی تھی کہ وہ میری ماں بہن ہے، تو کیا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں باقی رہی یانہ؟ اس مسئلہ میں شرعی حکم کیا ہے؟ براہِ نوازش تحقیق وتدقیق کے ساتھ فتوی ارشاد فرمائیں **بینوا توجروا**

الجواب:

در صورت مستفسرہ زید باطلاق ہچو کلمات فساق آثم وبزہ کارست، قال تعالٰی مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ؕ[1] ہمخواہ بہامادراں ایشاں	مسئولہ صورت میں زید اپنے ان کلمات کی وجہ سے فاسق، گنہگار اور جھوٹا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا وہ (بیویاں) مائیں نہیں ہیں، مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے اور بیشک یہ بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ پھر اگر زید نے ان کلمات سے بیوی کو طلاق دینے کا ارادہ کیا

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

نیند، ہم مادراں شاں ہم آناں اند کہ ایناں رازائیدہ اند وبدرستی ہمچناں ست کہ ایشاں ہرزہ می لافند ودروغ مے بافند، باز اگر زید بایں کلمہ ارادہ طلاق حمرا داشت ودل براخراجش از قید نکاح گماشت حمرا بیک طلاق بائن مطلقہ شد اگرچہ نوبت تکلم بایں کلمہ بسہ رسید باشد طلاق مغلظ نشود لان البائن لایلحق کما صرحوا بہ فی عامۃ الکتب، پس برضائے حمرا بے حاجت تحلیل حمراء رابسلک نکاح خود میتواں کشید، واگر بقصد ظہار گفت مظاہر گشت کہ حمرا ہمچناں در نکاح است اما جماع حمرا وبوسہ شہوت ودست بخواہش بہ تنش سودن ونگاہ رغبت بفرجش نمودن ہمہ ہا بروحرام شد وتن باینہا دادن برحمرا حرام، تاآنکہ زید کفارہ ظہار ادانماید، واو بندہ آزاد کردن ست کہ فائت جنسے از اجناس منفعت نیست ہچو سمع وبصر وبیہوش وہردودست یا ہردوپایا یک دست وپاازیک جانب بریدہ وامثال اینہا در کفارہ بکار نیایند، واگر بندہ نیابد دوماہ پے درپے بے فصل روزے پیش ازجماع آں زوجہ روزہ دارد اگر درمدت صیام باآں زن نزدیکے نمود اگرچہ شبانہ اگرچہ بسہو تاروزہا ازسرگیرد واگر نہایت پیرانہ سالی یامرضے قوی بے امید بہی طاقت

اور دل میں بیوی حمرا کا نکاح سے خارج کردینے کا ارادہ کررکھا تھا تو حمرا کو ایک بائنہ طلاق ہوگئی، اگرچہ کلمات تین بار کہے ہوں ایک ہی طلاق ہوگی، تین طلاقوں سے مغلظہ نہ ہو گی، کیونکہ بائنہ کے بعد بائنہ طلاق نہیں ہوتی، جیسا کہ عام کتب میں اس کی تصریح ہے، لہٰذا زید دوبارہ حمرا سے بغیر حلالہ حمرا کی رضامندی سے نکاح کرسکتا ہے، اور اگر زید نے یہ کلمات ظہار کی نیت سے کہے ہوں تو ظہار ہوگا، لہٰذا اس صورت میں حمرا زید کے نکاح میں بدستور رہے گی لیکن حمرا سے جماع یا بوس وکنار، شہوت کے ساتھ چھونا، شہوت کے ساتھ اسکی شرمگاہ کو دیکھنا یہ تمام چیزیں زید پر حرام ہیں اور بیوی پر خاوند کو جماع کا موقعہ دینا حرام ہے تاوقتیکہ زید کفارہ ظہار ادانہ کردے، اور کفارہ ظہار یہ ہے کہ غلام ایسا آزاد کرے جو کسی عیب سے متصف نہ ہو جس کی وجہ سے اس کی کوئی جسمانی منفعت ختم ہوگئی ہو مثلاً سمع، بصر، عقل وغیرہ منفعت ختم نہ ہو، لہٰذا نابینا، بہرا، مجنون، بے ہوش، دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا ایک ہی جانب کا ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہوا، اور اس قسم کے دیگر عیب والا غلام کفارہ کی ادائیگی میں کارآمد نہ ہوگا، اور اگر غلام نہ ملے تو پھر پے درپے مسلسل بغیر ناغہ دوماہ کے روزے اپنے بیوی کے ساتھ جماع سے قبل رکھے گا، اگر اس دوماہ کے روزوں میں بیوی سے دن یارات کو بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو نئے سرے سے پھر دوماہ کے روزے مسلسل رکھنے پڑیں گے، اور اگر

اور اگر روز ہائے پیہم بروہ است شصت مسکین را طعامے ہمچو صدقہ فطر رساند یعنی بہر مسکین صاعے از جو یا نیم صاع گندم یا قیمت اینہا تملیک کند یا شصت مسکین را کہ خوراک معتاد انسان جوان خوردن توانند شام وپگاہ شکم سیر خوراند چوں ایں چنیں کند حمرا بر وحلال شود واگر مراوزید بایں کلمات مجرد حرمت حمرا بر خود بود بے قصد طلاق وظہار یعنی اورادر محبت تو بر خود چناں حرام میدانم تاہم ظاہر خواہد شد وہماں احکام کفارہ در کار، واگر ہیچ نیت نہ داشت ہمیں سخنے بود کہ بے قصد معنی برزبان راند آنگاہ ہیچ لازم نیاید حمرا بدستور در نکاح وجماع ودواعی جملگی مباح ہمچناں اگر کلام مذکور بایں قصد گفت کہ زن خود در بروکرامت بجائے مادر وخواہر خویش میدانم تاہم چیزے لازم نیست۔

نہایت بڑھاپے یا کسی قوی مرض جس کے ختم ہونے کی امید نہ ہو اور روزہ رکھنے کی طاقت بحال ہونے کی امید بھی نہ ہو تو پھر ایسا شخص ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی مقدار کھانا دے یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جو یا نصف صاع گندم یا ان کی قیمت کا مالک بنائے یا ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلائے، جب یہ کام کرلے تو اس کی بیوی حمرا اس کے لئے حلال ہوجائے گی، اور اگر زید نے ان کلمات سے صرف حمرا کا حرام ہونا مراد لیا ہو، اور طلاق یا ظہار کی نیت نہ کی ہو یعنی یوں کہا تیری محبت میں اس کو میں اپنے اوپر حرام جانتا ہوں۔ تو بھی ظہار ہی ہوگا اور کفارہ لازم ہوگا، اور اگر اس نے ان کلمات سے طلاق، ظہار یا حرام ہونا کچھ مراد نہ لیا اور صرف زبان پر یہ کلمات بغیر نیت جاری ہوگئے تو پھر زید کے ذمہ کچھ نہ ہوگا، اور حمرا بدستور اس کی بیوی ہوگی اس سے جماع اور دواعی جماع سب مباح ہوں گے، اور اگر زید نے ان کلمات سے یہ نیت کی ہو کہ حمرا میرے لئے ماں اور بہن کی طرح کرامت والی ہے تو بھی کچھ لازم نہ آئے گا۔ (ت)

در تنویر الابصار ودر مختار و ردالمحتار فرمودہ اند ان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذا لوحذف علی "خانیۃ" برا او ظہارا او طلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ (قال فی البحر واذانوی بہ الطلاق کان بائنا، وقال خیر الرملی وکذا لو نوی الحرمۃ المجردۃ ینبغی ان یکون ظہارا،

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں فرمایا ہے اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے اور یوں ہی اگر "علی" (مجھ پر) کا لفظ حذف کردے خانیہ۔ ان الفاظ سے اگر تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے۔ (بحر میں فرمایا خاوند نے جب طلاق کی نیت کی تو طلاق بائنہ ہوگی۔ اور خیر الدین رملی نے فرمایا: یوں ہی اگر صرف حرام ہونے کی نیت کی تو ظہار ہوگا، اور جھگڑے

وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادة البر، اذاکان فی حال المشاجرة وذکر الطلاق اھ)والاینوشیأ لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة[1] انتہت ملخصات، وفیھما یصیر به مظاھرا فیحرم وطؤھا علیه ودواعیه (من القبلة والمس والنظر الٰی فرجھا بشھوة اماالمس بغیر شھوة فخارج بالاجماع نھر)وکذا یحرم علیھا تمکینه ولایحرم النظر(ای الٰی ظھرھا وبطنھا ولاالی الشعر والصدر بحرای ولو بشھوة بخلاف النظر الی الفرج بشھوة)وعن محمد لوقدم من سفر له تقبیلھا للشفقة(افادان التقبیل لایحرم الا اذا کان عن شھوة)حتی یکفر[2] انتہت تلخیصا، وفیھما الکفارة تحریر رقبة	ومذاکرہ طلاق میں اگر یہ بات کہی ہو اور خاوند کہے کہ میں نے اس سے ماں کی طرح عزت وکرامت والی مرادلی ہے، تو قاضی کو چاہئے کہ وہ اس کی تصدیق نہ کرے اھ) اور اگر یہ بات کرتے وقت کوئی نیت نہ تھی تو کلام لغو ہوگا، اور ادنٰی احتمال یعنی کرامت والا متعین ہوگا، عبارات کی تلخیص ختم ہوئی۔ درمختار ور دالمحتار میں ہے: ان الفاظ سے وہ شخص ظہار کرنے والاقرار پائے گا لہٰذا خاوند پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی یعنی بوس وکنار، شہوت سے شرمگاہ کو دیکھنا وغیرہ حرام ہوں گے، تاہم بغیر شہوت چھونا بالاجماع حرام ہونے سے خارج ہے، نہر۔ یونہی بیوی پر حرام ہے کہ وہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے، اور ظہار میں خاوند کو بیوی کی پیٹھ، پیٹ، بال اور چھاتی کو دیکھنا حرام نہیں ہے بحر، یعنی دیکھنا اگرچہ شہوت سے ہو، اس کے برخلاف شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا حرام ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے منقول ہے کہ اگر خاوند سفر سے واپس آئے اور ازراہِ شفقت بیوی کو بوسہ دے دے تو جائز ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بوسہ لینا صرف شہوت سے حرام ہے) یہ حرمت

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹، ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۷-۵۷۶

[2] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹، ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۷۶-۵۷۵

ولو صغیرا رضیعا او اصم ان صبیح به یسمع، والا لا، لافائت جنس المنفعة (ای البصر والسمع والنطق والبطش والسعی والعقل قهستانی، والمراد فوت منفعة بتمامها) کالاعمی ومجنون الذی لایعقل والمقطوع یداہ اورجلاہ اویدورجل من جانب فان لم یجد مایعتق صام شهرین متتابعین قبل المسیس فان وطئها ای المظاهر منها فیهما ای الشهرین لیلا او نهارا عامدا او ناسیا استأنف الصوم فان عجز لمرض لایرجی برؤہ او کبر اطعم ای ملك ستین مسکینا کالفطرة قدر او مصرفا او قیمة ذٰلك وان اراد الاباحة غداهم وعشاهم جاز (ولوکان فیمن اطعمهم صبی فطیم لویجیزه لانه لایستوفی کاملا، المراد بالفطیم من لایستوفی فی الطعام المعتاد)[1] انتهت بالتلخیص۔

کفارہ کی ادائیگی تک ہوگی اھ تلخیصًا۔ درمختار وردالمحتار میں ہے کہ کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگرچہ غلام دودھ پینے والا بچہ یا ایسا جو بلند آواز کو سن سکے اور جو کوئی آواز نہ سن سکے تو وہ جائز نہیں اور بدنی منفعت (مثلاً دیکھنا، سننا، بولنا، پکڑنا، چلنا اور عقل سے کلیۃً محروم، جائز نہیں، قہستانی، اور بدنی منفعت فوت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ کلیۃً فوت ہو) جیسے نابینا، مجنون بے عقل، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں یا ایک پاؤں یا ایک ہی جانب سے ایک ہاتھ اور پاؤں کٹا ہو، اور اگر غلام نہ پائے تو دوماہ کے روزے پے درپے جماع سے قبل رکھے، اور اگر ظہار والے نے ان دوماہ کے دوران دن یا رات کو، بھول کر یا قصداً جماع کرلیا تو پھر نئے سرے سے دوبارہ دوماہ کے روزے رکھے، پھر اگر وہ مظاہر کسی ختم نہ ہونے والی مرض یا نہایت بڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا ملک کرے، اور یہ کھانا فطر کی مقدار ہے اور مصرف بھی صدقہ فطر والا ہوگا یا اتنی مقدار غلہ کی قیمت دے دے اور اگر کفارہ کی مقدار کو مسکینوں کی ملکیت کی بجائے دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلادے تو جائز ہے (اگر مسکینوں میں کوئی شیر خواری سے فارغ بچہ ہو تو اس کو شمار نہ کرے کیونکہ وہ پوری خوراک نہیں کھاسکتا، اور شیر خواری سے فارغ بچے سے مراد یہ ہے کہ وہ پوری عادی خوراک نہ کھاسکے) اھ، ملخصًا (ت)

[1] ردالمحتار، باب الکفارۃ، داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۹ و درمختار، باب الکفارۃ، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۰

این ست تفصیل صوراین قول منکر زید باارادہ کہ داشت نیکو داناست وخدائے اوداناتر ازو،از خدائے ترسد وبہر ارادہ کہ ایں سخن گفتہ باشد حکمش ازیں تفصیل برآرد براں کار بند واینہا حکم دیانت بود **فاما قضاء** درمسئلہ دائرہ صورت آخرہ را گنجائش نیست طرز کلام وسیاق وسباق وحال آں وقت ہمہ گواہ عدل ست کہ زید آن ہنگام از ارادہ بروکرامت حمرا بمراحل دور بود وضابطہ کلیہ شرع ست کہ از محتملات سخن ہرچہ خلاف ظاہر باشد زنہار قضاء پذیرا نیفتد خاصۃ کہ دراں تخفیفے باشد مرمدعی را ودر نظر تحقیق سقوط ایں احتمال موجب سقوط احتمال چہارم نیز ست زیراکہ ہم از ضوابط شرع ست کہ تاتوانند کلام عاقل بالغ را مہمل نگزارند **لما فیہ من الحاقہ بالبھائم وقد عقد لذٰلک فی الاشباہ والنظائر قاعدۃ مستقلۃ** آخر ندیدی کہ در مختار بحالت عدم نیت چوں کلام را لغو بمعنی غیر مثمر حکم کردند ہمچناں مہمل وبیمعنی نہ گزاشتند بلکہ برادنی محتملات یعنی معنی بروکرامت فرود آوردند حیث **قال والاینو شیأ لغاویتعین الادنی ای البر**[1] ایں جاچوں معنی برراہ بار نیست چنانکہ شنیدی لاجرم برادنی البواقی کہ ظہار وتحریم

یہ زید کے ناپسندیدہ قول کی تفصیل ہے اور وہ اپنی نیت کے متعلق بہتر جانتا ہے اور اللہ تعالٰی زیادہ بہتر جانتا ہے اس لئے نیت کے بیان میں وہ اللہ تعالٰی کا خوف کرے، اس نے جو بات کی ہے اور جس ارادہ سے کی، اس تفصیلی حکم کے مطابق اس پر عمل کرے، یہ تمام بحث دیانۃً حکم کی تفصیل ہے لیکن قضاء اس کی اس بات میں آخری احتمال یعنی ماں جیسی عزت وکرامت والی، مراد لینا جائز نہ ہوگا، اس کی گنجائش، انداز کلام اور اس کے سیاق سباق اور حال کی وجہ سے نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ تمام امور اس بات کی شہادت ہیں کہ یہاں وہ حمرا بیوی کو ماں جیسی عزت وکرامت دینے کے درپے نہیں ہے بلکہ یہ احتمال بعید تر ہے، اور شریعت کا ضابطہ کلیہ ہے کہ کلام میں وہ احتمال ساقط قرار پائیگا جو ظاہر کے خلاف ہوگا، خصوصًا جبکہ وہ احتمال قائل کے لئے تخفیف کا باعث بھی ہو، اور تحقیق نظر میں اس احتمال کا یہاں ساقط قرار پانا احتمال چہارم یعنی نیت نہ ہونے پر لغو ہونا، کو بھی ساقط کردے گا، کیونکہ یہ بھی شرعی ضابطہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عاقل بالغ کے کلام کو مہمل ہونے سے بچایا جائے، کیونکہ اس کی بات کو مہمل قرار دینا گویا اس کو حیوان قرار دینا ہے اشباہ ونظائر میں اس کے لئے مستقل قاعدہ بیان کیا گیا ہے، کیا آپ نے در مختار کو دیکھا نہیں کہ اس کلام میں کوئی بھی نیت نہ ہونے کو لغو بمعنٰی غیر ثمر آور قرار دیتے ہوئے یونہی مہمل اور بے معنی قرار نہ دیا بلکہ اس کو

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹

ست تنزیل کردہ آید، وخود چہ گونہ گوارائے عقل سلیم باشد کہ زید بکرات ومرات درجواب ہندہ وبخطاب مردماں ایں کلام گوید وہیچ گاہ ارادہ ہیچ معنی بدل ندارد بلکہ ہمچناں بے قصد معنے دررنگ ہذیان برزبان آرد ہیچ احتمالے بعید تر ازیں احتمال می شناسی باز ہنگام استفسار سپید وآشکار اقرار مے کند کہ واقعی ہمخوابہ خود را برابر مادر خواہر نہادہ ام ونمی گوید کہ بفضولے سخنے بیمعنے بے نیت وقصدے بر دادہ ام، لاجرم قضاءً ازاں پنج صور ہمیں سہ صورت پیشین را مساغ ست پس اگر زید اعتراف بہ نیت یکے ازانہا کند حکمش پیدا ست ورنہ انکارش قضاء نامسموع وحمل بریکے ازانہا لازم فاما طلاق کہ اعلٰی وابعد ست وہیچ دلیلے براں نے از میاں رود، وظہار یا مجرد تحریم کہ حاصل ہر دو یکیست باقی ماند، واگر نیکو بنگری ملاحظہ حال عوام ہمیں معنی تحریم را متعین میکند اگر تفتیش ہمانا بینی کہ جزیں معنی ایں کلام رادر ذہن ایشاں کمتر محملے بودہ باشد۔

ادنٰی احتمال قرار دے کر عزت وکرامت کے معنٰی پر محمول کیا ______ اور یوں کہا اگر کوئی نیت نہ کی تو لغو ہو کر ادنٰی معنٰی متعین قرار پائیگا، یعنی عزت وکرامت مراد ہوگا، جب یہاں عزت وکرامت والا معنٰی نہیں بن سکتا جیسا کہ آپ سن چکے تو باقی پہلے تین احتمالات میں ادنٰی معنٰی مراد ہوگا، جو کہ ظہار یا تحریم ہے، زید چونکہ کئی مرتبہ ہندہ کے جواب میں اور لوگوں سے خطاب میں یہ بات کہہ چکا ہے تو عقل سلیم کیسے یہ گوارا کرلے کہ اس نے یہ بات بغیر نیت اور کوئی معنٰی مراد لئے بغیر بطور ہذیان زبان سے کہہ دی ہے، تو اس احتمال سے بعید اور کوئی احتمال نہیں ہوسکتا۔ پھر زید نے استفسار کرنے پر واضح طور پر اقرار کیا ہے کہ واقعی میں نے اپنی بیوی کو ماں اور بہن کے برابر قرار دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ میں نے فضول اور بے معنٰی بات کی ہے، تو لازم طور پر قضاء پانچ مذکورہ صورتوں میں سے پہلی تین صورتوں کو ہی متعین کیا جائے، لہٰذا اگر زید ان تین میں سے کسی ایک کے ارادہ کرنے کا اعتراف کرے تو وہ حکم اس پر نافذ ہوجائے گا، ورنہ ان سب سے انکار قضاءً قابل قبول نہ ہوگا، بلکہ کسی ایک احتمال پر کرنا ضروری ہوگا، ان میں طلاق کا احتمال تو آخری بات ہے اور بعید ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے تو ظہار یا تحریم جن دونوں کا حاصل ایک ہی ہے باقی رہ جاتے ہیں، اور قاضی اگر بہتر سمجھے تو عوام کے حال کو ملاحظہ کرتے ہوئے تحریم والا معنٰی متعین قرار دے گا کیونکہ غور کرنے سے معلوم ہوجائے گا عوام اس لفظ سے تحریم سے کم معنی مراد نہیں لیتے اور کم از کم یہی مراد ہوتا ہے۔ (ت)

بالجملہ زید اگر اقرار نیت طلاق کند طلاق بود ورنہ بہر حال در چشم قاضی ظہار

حاصل کلام یہ ہے کہ، زید اگر طلاق کا اقرار کرلے تو طلاق ہے ورنہ بہر حال قاضی کی نگاہ میں

باشد و دیگر ہیچ وزن دریں کار بمشابہ قاضی است لاشترا کھما کسائر الخلق فی قصر النظر علی الظھار واللّٰہ سبحنہ یتولی السرائر پس حمرا اگر بگوشِ خود شنید یا مرد عادل وثقہ اورا خبر رسانید کہ شوہرش ایں چنیں چانہ زدہ است ناچار خویشتن رازن مظاہر داند وتن بجماع در ندہد و زید رابشہوت بوسہ چیدن ودر بر کشیدن ودست رسانیدن وشرمگاہ دیدن نگزارد نظر برفرج بے شہوت یاہر غیر فرج اگرچہ سینہ وشکم اگرچہ بشہوت باکے نیست کما مرعن ردالمحتار پس اگر زید کفارہ ندہد وحمرارااز قصد جماع ودواعی جماع معاف نہ دارد وحمراہر چوں کہ تواند خویشتن راازدست [عہ] اویعنی بعوض مہر خواہ ببدل مال دیگر طلاق از دستاند اگر بیند کہ طلاق ہم نمی دہد بپائے کہ دارد از خانہ گریزد وبحاکم رجوع آرد تااورا بالجبر بحبس وضرب بریکے از دوکار دارد فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[1] کفارہ دہد یا طلاق وقد حرم علیہ ربہ ان یذرھا کالمعلقۃ، درردالمحتار فرمود المرأۃ کالقاضی اذا سمعتہ او اخبرھا عدل لایحل لھا تمکینہ والفتوی علی انہ لیس

ظہار ہے اور کوئی بھی خواہ بیوی ہو وہ قاضی کی موافقت کرے گا کیونکہ وہ سب عام لوگوں کی طرح ظہار ہی سمجھیں گے، اور اللہ تعالٰی ہی باطنی امور کا مالک ہے، پھر اگر حمرا نے اپنے کانوں سے سنا یا کسی عادل اور ثقہ آدمی نے اس کو اطلاع دی کہ اس کے خاوند نے یوں بات کی ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو ظہار کی ہوئی سمجھے اور اپنے آپ کو زید سے جماع اور شہوت کے ساتھ اس کو ہاتھ لگانے، بوس وکنار کرنے اور شرمگاہ کو بنظر شہوت دیکھنے سے محفوظ رکھے، لیکن بغیر شہوت شرمگاہ یا کسی عضو کو مثلاً چھاتی، پیٹ اگرچہ شہوت سے چھوئے تو کوئی حرج نہیں جیسا کہ ردالمحتار کے حوالہ سے بیان گزرا ہے، پس اگر زید کفارہ نہ دے اور اس دوران حمرا سے جماع یا دواعی جماع کے متعلق باز نہ آئے تو پھر خود حمرا کو چاہئے کہ اپنے آپ کو اس کے قبضہ سے کسی مال کے عوض خواہ مہر کے بدلے طلاق حاصل کرے اور اگر طلاق نہ دے تو پھر جس طرح ممکن ہو اس کے گھر سے جدا رہے اور حاکمِ وقت سے شکایت کرے تاکہ وہ جبراً اس کو باز رکھنے کے لئے قید کرے یا سزا دے اور دوکاموں میں سے ایک پر اس کو مجبور کرے کہ رکھنا ہو تو شریعت کے مطابق رکھے ورنہ اس کو آزاد کردے، یعنی کفارے یا

[عہ]: مسودہ میں بیاض ہے۔

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

لھا قتله ولاتقتل نفسھا بل تفدی نفسھا بمال او تھرب، وفی البزازیة عن الاوزجندی انھا ترفع الامر للقاضی فان حلف ولا بینة لھا فالاثم علیه اھ قلت ای اذالم تقدر علی الفداء او الھرب ولاعلی منعه عنھا فلاینافی ماقبله[1] اھ باختصار، دردرمختار ست للمرأة ان تطالبه بالوطی لتعلق حقھا به، وعلیھا ان تمنعه من الاستمتاع حتی یکفر، وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنھا بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق[2]. آری اگر زید خبر دہد کہ من کفارہا ادا کردم و پیشتر ازیں معروف بکذب و دروغ گوئی نبودہ باشد آنگاہ حمرارا می رسد کہ سختش باور کردہ باا و بہم آید واز جماع وغیرہ ابانمناید اگر در واقع زید بہ نیت ظہار آں سخن گفتہ وہنوز کفارہ نہ دادہ بغلط اظہار نمودہ است تاگناہ بر گردن اوست حمرا از جرم یکسوست فی الدرالمختار فان قال کفرت صدق مالم یعرف بالکذب[3]۔

طلاق پر مجبور کرے ان دو صورتوں کے بغیر کہ اس کو معلق چھوڑدے اللہ تعالٰی نے حرام قرار دیا ہے۔ ردالحتار میں ہے: جب عورت خود سن لے یا ثقہ عادل شخص اس کو مطلع کردے تو پھر عورت کو حلال نہیں کہ وہ خاوند کو جماع کا موقعہ دے اور اس معاملہ میں فتوٰی اس پر ہے کہ عورت کو مرد کا قتل کرنا یا خود کشی کرنا جائز نہیں، بلکہ عورت مال کے بدلے اپنے آپ کو آزاد کرائے یا اس کے گھر سے دور ہو جائے، اس معاملہ میں عورت خود فیصلہ کرنے میں قاضی کا حکم رکھتی ہے، اور بزازیہ میں اوزجندی سے منقول ہے کہ بیوی اپنے معاملہ کو قاضی کے ہاں پیش کرے، پھر عورت کے گواہ نہ ہونے کی صورت میں اگر خاوند قسم دے دے تو پھر گناہ خاوند پر ہے اھ، میں کہتا ہوں یہ جب ہے کہ عورت خود کو فدیہ دے کر یا بھاگ کر نہ بچاسکے اور نہ ہی اپنے آپ کو خاوند سے روک سکے، لہٰذا بزازیہ کا بیان پہلے کلام کے منافی نہ ہوگا اھ اختصارًا، درمختار میں ہے: عورت کو وطی کے مطالبہ کا حق ہے کیونکہ عورت کا حق وطی کے ساتھ متعلق ہے اور اس کے ساتھ عورت پر لازم ہے کہ وہ کفارہ کے بغیر خاوند کو جماع سے باز رکھے، اور قاضی پر لازم ہے کہ مرد کو کفارہ دے کر عورت کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرے تاکہ عورت کا ضرر ختم ہوسکے، وہ یوں کہ قاضی اس کو قید کرکے یا سزادے کر طلاق یا کفارہ پر مجبور کرسکتا ہے، ہاں اگر زید قسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ظہار کا

[1] ردالمحتار باب الصریح دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۳
[2] درمختار باب الظھار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹
[3] درمختار باب الظھار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹

	کفارہ دے دیا ہے جبکہ زید قبل ازیں دروغ گوئی اور جھوٹ بولنے میں معروف و مشہور نہیں ہے تو اس صورت میں حمرا کو جائز ہے کہ وہ زید کی بات کو تسلیم کرکے جماع وغیرہ کا موقعہ دے دے اور انکار نہ کرے اور اگر فی الواقع زید نے ظہار کی نیت سے وہ کلام کیا تھا اور ابھی تک کفارہ ادا نہ کیا ہو اور غلط بیانی کرتا ہو کہ میں نے کفارہ ادا کردیا ہے تو پھر گناہ زید پر ہوگا حمرا اس گناہ سے بری ہوگی۔ درمختار میں ہے: اگر خاوند کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو اس کی بات تسلیم کی جائے گی بشرطیکہ وہ اس سے قبل جھوٹ بولنے میں معروف نہ ہو۔ (ت)
فقیر گویم آں چناں کہ ایں بدترین تدبیرے است مر کسے را کہ در واقع ظہار کردہ و کفارہ ندادہ غلط اخبار ہمچناں نیکو بدترے ست مر کسے را کہ معروف بکذب نیست و سخن مذکور بے نیت طلاق وظہار و تحریم برزبانش آمد وبوجہ دلالت حالے چنانکہ ایں جاست، قضاء دعوی ارادہ بر مقبول نیفتاد کہ اگر کفارہ ندہد زن بجماع تن نہ دہد واگر راضی شود آثمہ گردد واگر ایں کس کفارہ دہد مالے بے سبب از دست مے رود یا مشقت روزہ دو ماہہ بر سر آید زیرا کہ دیانۃً بوجہ عدم موجب کفارہ برو لازم نبودہ است پس باید کہ بسوئے مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی از شناعت آں قول منکر توبہ آرد ایں توبہ کفارہ اش خواہد شد باز زن را گوید من کفارہ ادا کردم او کفارہ معلومہ ظہار پندارد ورضا بجماع دادن بر او روا گردد ایں ست تنقیح حکم بروجہ کافی **واللہ تعالٰی** اعلم۔	میں **فقیر** کہتا ہوں کہ یہ بہت بری تدبیر ہے کہ فی الواقع کوئی شخص ظہار کرکے کفارہ نہ دے کر غلط خبر دے اس سے زیادہ برا وہ شخص ہے جو معروف بکذب نہ ہو اور کہے کہ میں نے ظہار، طلاق اور تحریم کی نیت کے بغیر وہ کلام کی ہے دلالت حال کی بناپر جس طرح کہ اس مسئولہ صورت میں ہے تو قاضی اس کے اس دعوی کو قبول نہ کرے گا اور اگر کفارہ نہ دیا ہو تو عورت کو لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو خاوند کے جماع سے دور رکھے، اور اگر وہ اس پر راضی ہوئی تو گنہگار ہوگی، اور اگر فی الواقع وہ شخص سچا ہے تو اس کفارہ میں مال دینا یا دو ماہ کے روزوں کی مشقت برداشت کرنا بے مقصد ہے کیونکہ دیانۃً اس پر کفارہ دینا واجب نہیں ہے، تو اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالٰی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس لغو بات پر توبہ کرے اور بخشش طلب کرے یہ توبہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے تو اس کے بعد بیوی کو کہے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے اور بیوی اس کو کفارہ ظہار سمجھتے ہوئے جماع پر راضی ہوجائے تو جائز ہوگا، یہ اس مسئلہ کی تنقیح ہے جو کافی ہے۔ **واللہ تعالٰی** اعلم (ت)

مسئلہ ۴۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دیندار و مشائخ باوقار اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالتِ غصہ میں ماں بہن کہہ دیا مگر نان نفقہ دیتا رہا عورت اس کے نکاح میں رہی یا بحکم شرع شریف جاتی رہی؟

الجواب

زوجہ کو ماں بہن کہنا (خواہ یوں کہ اسے ماں بہن کہہ کر پکارے، یا یوں کہے تو میری ماں بہن ہے، سخت گناہ وناجائز ہے۔

قال اللہ تعالٰی مَا هُنَّ أُمَّهٰتِهِمْ ؕ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا ؕ[1]	جو روئیں ان کی مائیں نہیں ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنا ہے اور وہ بیشک بری اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔

مگر اس سے نہ نکاح میں خلل آئے نہ توبہ کے سوا کچھ اور لازم ہو، در مختار میں ہے:

الاینو شیأ او حذف الکاف لغا وتعین الادنیٰ ای البر یعنی الکرامۃ ویکرہ قولہ انت امی ویا ابنتی ویا اختی ونحوہ[2]۔	اگر کوئی نیت نہ کی یا حرف تشبیہ (کاف) کو ذکر نہ کیا ہو تو یہ نیت لغو ہے اور احتمالات میں سے ادنٰی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین ہوگا اور یہ کہنا کہ تو میری ماں ہے یا میری بیٹی ہے یا میری بہن ہے یا اس کی مثل الفاظ، مکروہ ہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ حذف الکاف بان قال انت امی ومن بعض الظن جعلہ من باب زید اسد در منتقی عن القھستانی قلت ویدل علیہ ماذکرہ عن الفتح من انہ لابد من التصریح بالاداۃ[3]۔	قولہ کاف تشبیہ کو حذف کرنا مثلاً یوں کہتا ہے تو میری ماں ہے نہ کہ جیسے بعض نے گمان کیا کہ "زید اسد" کی طرح حرف تشبیہ کو محذوف مانا جائے، اور تشبیہ ببلیغ ہے جیسا کہ درمنتقی میں قہستانی سے منقول ہے قلت میں کہتا ہوں کہ حرف تشبیہ کے بغیر ہونے پر دلیل وہ ہے جو ہم عنقریب فتح سے نقل کریں گے کہ ظہار کے لئے حرف تشبیہ کا ذکر ضروری ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

انت امی بلا تشبیہ فانہ باطل وان نوی[4]۔	حرف تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہنا اگرچہ طلاق کی نیت سے کہا باطل ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[3] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۵۷۷

[4] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۴

ہاں اگریوں کہا ہو کہ تو مثل یا مانند یا بجائے ماں بہن کے ہے تو اگر بہ نیت طلاق کہا تو ایک طلاق بائن ہو گئی اور عورت نکاح سے نکل گئی اور بہ نیت ظہار یا تحریم کہا یعنی یہ مراد ہے کہ مثل ماں بہن کے مجھ پر حرام ہے تو ظہار ہو گیا اب جب تک کفارہ نہ دے لے عورت سے جماع کرنا یا شہوت کے ساتھ اس کا بوسہ لینا یا بنظر شہوت اس کے کسی بدن کو چھونا یا بنگاہِ شہوت اس کی شرمگاہ دیکھنا سب حرام ہو گیا، اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ جماع سے پہلے ایک غلام آزاد کرے، اسکی طاقت نہ ہو تو لگاتار دو مہینہ کے روزے رکھے، اس کی بھی قوت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطر کی طرح اناج یا کھانا دے **کما امر بہ المولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فی القراٰن العظیم** (جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں حکم فرمایا ہے۔ت) اور اگر ان میں سے کوئی نیت نہ تھی تو یہ لفظ بھی لغو و مہمل ہو گا جس سے طلاق یا کفارہ وغیرہ کچھ لازم نہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

ان نوی بانت علیّ مثل امی وکامی وکذا لوحذف "علیّ" خانیۃ، برا اوظھارا اوطلاقا صحت نیتہ ووقع مانواہ لانہ کنایۃ والالغا۔[1]	اگر (طلاق کی) نیت کرے گا تو بیوی بائنہ ہو جائیگی، جب یوں کہے تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا ماں کی طرح ہے، یا حرف علیّ (مجھ پر) کو حذف کرکے کہے، خانیہ۔ ان الفاظ سے کرامت زوجہ یا ظہار یا طلاق کی نیت کرے تو اس کی نیت صحیح ہو گی جو بھی نیت کرے وہی حکم ہو گا کیونکہ یہ کنایہ ہے اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو تو یہ بات لغو ہو گی۔ (ت)

ہندیہ میں خانیہ سے ہے:

ان نوی التحریم اختلف الروایات فیہ والصحیح انہ یکون ظھارا عند الکل[2]**۔ واللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**	اگر اس سے صرف تحریم کی نیت کی تو اس میں روایات مختلف ہیں، صحیح یہ ہے کہ سب کے نزدیک ظہار ہو گا۔ **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۴۳: از کلکتہ امام باغ لین نمبر ۱۴ مسجد مرسلہ حافظ عزیز الرحمان صاحب ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے معنی و مطالب سے آگاہ نہ ہو اور وہ بالعوض طلاق بائن کے اپنی زوجہ سے یوں کہے کہ تو ماں ہے میری، اور اس کو مطلقہ لوگوں میں مشہور کرے اور اپنے اوپر حرام سمجھے تو آیا اس شخص کی زوجہ مطلقہ ہو گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

الجواب:

عورت کو یوں کہنے سے کہ تو اس شخص کی ماں بہن یا بیٹی ہے طلاق نہیں ہوتی اگرچہ بہ نیت طلاق کہے، ردالمحتار میں ہے:

انت امی بلاتشبیه فانه باطل وان نوی [1]۔	اگر تشبیہ کے بغیر "تو میری ماں ہے" کہا تو یہ باطل ہے اگرچہ طلاق کی نیت سے کہے (ت)

لوگوں میں اسے مشہور کرنا اور اپنے اوپر حرام سمجھنا اگر انہیں لفظوں کی بناء پر تھا تو عنداللہ یہ بھی محض باطل کہ بربنائے غلط فہمی تھا، اسی طرح اگر اس کے بیان سے ظاہر تھا کہ یہ اقرار طلاق انہیں الفاظ کی بناء پر ہے تو عندالناس بھی طلاق نہ ہوئی، ہاں اگر بیان وقرائن سے یہ امر ظاہر نہ ہو تو مطلقہ مشہور کرنے سے عندالناس اس پر طلاق مانی جائے گی اپنے اقرار پر ماخوذ ہوگا۔ فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

رجل طلق امرأته وهو صاحب برسام فلما صح قال قد طلقت امرأتی، ثم قال انی کنت اظن ان الطلاق فی تلك الحالة کان واقعا، قال مشائخنا رحمهم الله تعالٰی حین ما اقر بالطلاق ان رده الی حالة البرسام وقال قد طلقت امرأتی فی حالة البرسام فالطلاق غیر واقع وان لم یرد الی حالة البرسام فهو ماخوذ بذٰلك قضاء [2]۔	کسی نے مرض برسام کی حالت میں بیوی کو طلاق دی جب تندرست ہوا تو اس نے طلاق کا اقرار کرتے ہوئے کہا کہ میرا گمان تھا کہ اس مرض کی وجہ سے طلاق ہو جاتی ہے، تو ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ اقرار طلاق کے وقت اگر اس نے طلاق کو مرض برسام کی طرف منسوب کیا اور کہا میں نے اپنی عورت کو برسام کی حالت میں طلاق دی ہے تو طلاق نہ ہوگی اور اگر اس وقت اس نے طلاق کو مرض برسام کی طرف منسوب نہ کیا، تو قضاءً طلاق ہو جائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

صبی قال ان شربت فکل امرأة اتزوجها فهی طالق	ایک نابالغ بچے نے کہا اگر میں نوش کروں تو جس عورت سے بھی میں نکاح کروں اس کو طلاق ہے

---

[1] ردالمحتار باب الظهار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۴

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۳

فشرب وھو صبی، فتزوج وھو بالغ وظن صھرہ ان الطلاق واقع، فقال ھذا البالغ آرے حرام است برمن قالواھذا اقرار منه بالحرمة فتحرم امرأته وھو الصحیح لانه ما اقربالحرمة ابتداء وانما اقر بالسبب الذی تصادقا علیه وذٰلك السبب باطل[1]۔ انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔	اس کے بعد اس نے نابالغی میں نوش کرلیا پھر اس نے بالغ ہونے پر نکاح کیااور اس کے سسرال نے گمان کیا کہ اس کہنے پر طلاق ہوگئی، اس پر اس لڑکے بالغ نے کہا ہاں بیوی مجھ پر حرام ہے، تو فقہاء نے فرمایا چونکہ لڑکے نے حرام ہونے کا اقرار کیا ہے لہٰذا اس کی بیوی اس پر ابتداءً حرام ہوگئی، اور بعض نے فرمایا کہ حرام نہ ہوگی، اور یہی صحیح ہے کیونکہ اس نے ابتداء حرام ہونے کا اقرار نہیں کیا بلکہ سسرال کی بات پر اس نے یہ کہا ہے، اور سسرال والوں کے کہنے کا سبب بچپن کی بات ہے جوکہ باطل ہے کیونکہ نابالغ کی طلاق نہیں ہوتی انتھی، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۴: از پیلی بھیت محلّہ اشرف خاں مرسلہ عزیز الرحمان خاں ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کی ماں سے یہ بات کہی کہ تیری لڑکی تاحیات تیری، مثل اپنی بہن کے سمجھتا ہوں، تواس میں کیا حکمِ شرع ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگران لفظوں سے اس کی مراد ظہار یا تحریم تھی یعنی تیری حیات تک اپنی زوجہ سے ظہار کرتا ہوں یا تیری حیات تک اسے حرام سمجھتا ہوں، جب تو ظہار ہوگیا یعنی نکاح بدستور باقی ہے، مگر حیاتِ خوشدامن تک بے کفارہ دئے عورت کے پاس جانا بلکہ شہوت کے ساتھ ہاتھ لگانا بھی حرام ہوگیا، کفارہ ایک غلام آزاد کرنا، ار اس کی قدرت نہ تو دو مہینے کے لگاتار روزے، اس کی طاقت بھی نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو صدقہ فطرکے مثل اناج یا اس کی قیمت دینا یا دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، جب تک ساس زندہ ہے بغیر کفارہ دئے عورت کو ہاتھ لگائے گا تو گنہگار ہوگا، توبہ کرے، اور پھر نزدیک نہ ہو جب تک کفارہ نہ ادا کرلے، ہاں بعد انتقال خوشدامن ظہار جاتا رہے گا، اور بے کفارہ عورت سے جماع حلال ہوجائے گا، پھر اگر ساس زندہ ہے اور یہ شخص کفارہ نہیں دیتا جس کے سبب عورت حلال ہوجائے تو منکوحہ اس پر دعوی کرسکتی ہے کہ یا تو کفارہ دے کر جماع کرے یا طلاق دے کہ عورت پر سے ضرر دفع ہو

[1] فتاوی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲/۲۳۵

تنویر الابصار میں ہے: ظہار کرنے والے پر بیوی سے وطی اور اس کے دواعی حرام ہو جاتے ہیں تا وقتیکہ وہ کفارہ دے، اگر اس نے کفارہ سے قبل وطی کرلی تو توبہ کرکے صرف ظہار کا کفارہ دے اور پھر کفارہ سے قبل ایسا نہ کرے الخ، اور اسی میں ہے ظہار میں کفارہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اگر یہ نہ ہوسکے تو پھر وطی سے قبل دو ماہ کے روزے مسلسل پورے کرے، اگر یہ بھی نہ ہوسکے بلکہ عاجز ہو تو پھر ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے ہر مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار دے یا اسکی قیمت دے، اگر صبح وشام دو وقت کا کھانا پیٹ بھر کر کھلادے تو جائز ہے اھ ملخصًا، اور درمختار میں ہے اگر ظہار کو کسی مقررہ وقت کے ساتھ مقید کیا ہو تو اس وقت کے گزر جانے پر ظہار ختم ہو جائیگا اھ اس پر ردالمحتار میں ہے کہ اگر اس مقررہ وقت کے اندر جماع کرنا چاہے تو کفارہ دئے بغیر جائز نہیں بحر اھ اور درمختار میں ہے کہ ظہار میں بیوی کو جماع کے مطالبے کا حق ہے لہذا قاضی خاوند کو کفارہ ادا کرنے پر مجبور کرے تاکہ بیوی کے ضرر کا ازالہ ہوسکے یوں کہ قاضی اس کو قید کرے یا سزادے یہاں تک کہ خاوند کفارہ ادا کرے یا عورت کو طلاق دے اھ ملخصًا (ت)	فی تنویر الابصار فیحرم وطؤھا علیه ودواعیه حتی یکفر فان وطی قبله استغفر وکفر للظهار فقط ولایعود قبلها[1] الخ وفیه الکفارة تحریر رقبة فان لم یجد صام شهرین متتابعین قبل المسیس، فان عجز اطعم ستین مسکینا کالفطرة او قیمة ذٰلك وان غداهم و عشاهم جاز[2] اھ ملخصا. وفی الدر لو قیده بوقت سقط بمضیه[3] اھ فی ردالمحتار کفارة بحر[4] اھ وفی الدر للمرأة ان تطالبه بالوطی وعلی القاضی الزامه به بالتکفیر دفعا للضرر عنها بحبس او ضرب الی ان یکفر او یطلق[5] اھ ملخصًا۔

ظاہر ان لفظوں سے یہی نیت تحریم و ظہار ہوتی ہے خصوصًا جبکہ ایک وقت تک اسے محدود کردیا کہ تیری حیات تک ایسا سمجھتا ہوں، اس کا حکم وہ تھا اور شاید اس نے یہ الفاظ بارادہ طلاق کہے تھے تو ظاہرًا ایک طلاق بائن ہو کر عورت نکاح سے نکل گئی کسی حد تک محدود کرکے طلاق دینا بھی طلاق دائم ہے اور وہ حد نامعتبر عـــہ

عـــہ: مسودہ میں بیاض ہے ۱۲

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹

[2] درمختار باب الکفارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۰۔۵۱

[3] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹

[4] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۶

[5] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۴۹

واما"الحسبان"ففی مثل الکلام انما یرادبه التحقیق للتشبیه لانفیه عن نفس الامر کمن اراد الامتناع عن تناول شئی یقول احسبه علی کالخنزیر فانما یرید انه محرم علیه کمثله، بخلاف ما اذا قیل له اطلقت امرأتك فقال عدھا او احسبها مطلقة حیث لایقع وان نوی وکذا احسبی انك طالق [1] کمافی الخانیة فانه ظاہر فی نفی الطلاق فی نفس الامروالفرق بینهما لایخفی علی من عرف العرف فافهم واعلم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	" سمجھنا اور خیال کرنا" اگر ایسے کلام میں ہو تو اس سے تشبیہ کو ثابت کرنا مقصود ہوتا ہے اور واقع سے اس کا انتفاء مراد نہیں ہوتا، جس طرح کوئی شخص کسی چیز کو لینے سے انکار کرتے ہوئے کہے کہ اس کو میں اپنے لئے خنزیر سمجھتا ہوں تو اس سے اس چیز کا اس پر قطعًا حرام ہونا مراد ہوتا ہے جس طرح خنزیر حرام ہے، اس کے برخلاف طلاق کے معاملہ میں جب کوئی پوچھے کیا تو نے اپنی بیوی کو طلاق دی ہے، تو جواب میں یوں کہے "تو طلاق شمار کرلے، یا کہے تو اس کو مطلقہ خیال کرلے" تو یہاں طلاق نہ ہوگی اگرچہ وہ طلاق کی نیت سے کہے اور یوں ہی حکم ہے اگر بیوی کو کہے کہ تو اپنے آپ کو طلاق والی سمجھ لے، جیسا کہ خانیہ میں مذکور ہے، کیونکہ یہاں یہ الفاظ ظاہری طور پر طلاق کے وقوع میں نفی پر دلالت کرتے ہیں اور دونوں مقاموں میں ان الفاظ کا فرق عرف کو جاننے والے پر مخفی نہیں ہے، سمجھو اور غور کرو۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر کچھ نیت نہ تھی یا اعزاز واکرام خواہ الفت ومحبت کی نیت تھی یعنی اپنی بہن کے برابر عزیز یا پیاری جانتا ہوں تو یہ الفاظ لغو و فضول ہیں عورت بدستور عورت اور کفارہ وغیرہ کچھ دینا نہیں مگر اگر اس وقت کی گفتگو وحالت شاہد ہو کہ یہ الفاظ اس نے بلانیت یا بہ نیت اعزاز ومحبت نہ کہے تھے تو حاکم اس دعوے کو نہ مانے گا تو عورت اسے قبول کرسکتی ہے،

فان المرأة کالقاضی کما فی الفتح وغیرہ [2]، وفی الدر المختار ان نوی بانت علی مثل امی اوکامی وکذالو حذف "علیّ" خانیة، براوظهاراوطلاقاصحت	کیونکہ عورت اس معاملہ میں قاضی کا حکم رکھتی ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں ہے، اور درمختار میں ہے اگر بیوی کو یوں کہا کہ تو مجھ پر میری ماں کی مثل یا میری ماں کی طرح ہے، اور یونہی اگر "علیّ" (مجھ پر) کا لفظ حذف کرکے کہا ہو، خانیہ۔ان الفاظ سے اگر

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الطلاق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۰

[2] ردالمحتار باب الکنایات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۸

نیته ووقع مانواه لانه کنایة والاینو شیأ او حذف الکاف لغا وتعین الادنی ای البر یعنی الکرامة[1] اھ وفی الهندیة عن الخانیة وان نوی التحریم اختلفت الروایات فیه والصحیح انه یکون ظهارا عند الکل[2] اھ وفی ردالمحتار عن العلامة خیر الدین الرملی وینبغی ان لایصدق قضاء فی ارادة البراذاکان فی حالة المشاجرة وذکر الطلاق[3] اھ. واللہ تعالٰی اعلم۔	تعظیم زوجہ یا طلاق یا ظہار کی نیت کی ہو تو اس کی نیت صحیح ہوگی اور نیت کے مطابق حکم ہوگا کیونکہ یہ کنایہ ہے (لہٰذا اگر خاوند نے طلاق کی نیت کی ہو تو طلاق بائنہ ہوگی) اور اگر کوئی نیت نہ کی ہو یا حرف تشبیہ کو ترک کردیا ہو تو یہ کلام لغو ہو کر احتمالات میں سے ادنی احتمال یعنی عزت وکرامت متعین قرار پائے گا اھ، اور ہندیہ میں خانیہ سے منقول ہے کہ اگر حرام کرنا مراد ہو تو اس میں روایات مختلف ہیں اور صحیح یہی ہے کہ سب کے ہاں ظہار ہوگا اھ، ردالمحتار میں علامہ خیر الدین رملی سے منقول ہے: مناسب ہوگا کہ اس صورت میں کرامت وعزت والا احتمال مراد لینے کی قضاءً تصدیق نہ کی جائے جبکہ لڑائی جھگڑے اور طلاق کے مذاکرہ کے وقت یہ الفاظ کہے ہوں اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر شوہر عادات زوجہ کو عادات محارم سے تشبیہ دے یا عورت اپنے اعضاء خواہ عادات کو محارم شوہر کے اعضاء وعادات سے تشبیہ دے تو ان صورتوں میں کفارہ لازم اور اس کی ادائک عورت حرام ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

تاوقتیکہ اپنی زوجہ یا اس کے ان اعضاء کو جن سے کل جسم تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً عربی میں راس، ورقبہ، وظہر، وفرج، یا اس کے ایک جزو شائع مثل نصف، وربع، وثلث کو کسی محرم ابدی سے تشبیہ نہ دے ظہار نہیں ہوتا پس تشبیہ عادات زوجہ بعادات محارم موجب حرمت وکفارہ نہیں،

فی الدرالمختار هو تشبیه زوجته او مایعبربه عنها من اعضائها او تشبیه جز شائع منها بمحرم	درمختار میں ہے کہ بیوی کو یا اس کے کسی ایسے عضو کو جس سے اس کی ذات کو تعبیر کیا جاسکتا ہو یا غیر معین حصہ مثلاً نصف وغیرہ کو ابدی محرمات کے ساتھ

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

[3] ردالمحتار باب الظہار داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۵۷۶

علیه تابید[1]۔	تشبیہ دینے کو ظہار کہتے ہیں۔(ت)

اور عورت تواگر اعضائے شوہر کو بھی اپنے محارم کے اعضاء سے تشبیہ دے تو شوہر اس پر حرام نہیں ہوجاتا

کما فی الدر المختار وظهارها[عـــه] منه لغو فلا حرمة[2] اھ۔	جیسا کہ در مختار میں ہے کہ عورت کا خاوند کو اپنے محرمات کے ساتھ تشبیہ دینا لغو کلام ہے اس سے حرمت نہ ہوگی(ت)

پس جبکہ اس کا قول خود اپنے حق میں مؤثر نہ ہوا تو حق شوہر میں کیا تاثیر کرے گا اور اپنے اعضاو عادات محارم شوہر سے تشبیہ دے گی تو کیونکہ اس پر حرام ہوجائے گی اور سبب کفارہ، ظہار ہے جب ظہار نہ پایا گیا تو کفارہ کہاں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۶: از گوڈھوا ضلع پلاموں مرسلہ محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر چرم ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

ایک شخص اہل اسلام نے اپنے گھر میں میاں بی بی سے جھگڑا اور غصہ کی حالت میں یہاں تک بیتاب ہوگیا کہ اپنی بی بی کو ماں کہہ بیٹھا اور اس کا سینہ منہ میں رکھ لیا اور بی بی نے بھی غصہ کی حالت میں کہا کہ اگر تو مجھ کو ماں کہتا ہے تو میں بھی تجھ کو بیٹا کہتی ہوں، بعد اس جھگڑے کے جب ان دونوں کا غصہ رفع ہوا تو اپنے اس کلام اور اس فعل سے نہایت نادم و شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے کہ ایسا نہ ہو کہ اس کے مواخذہ میں ہم دونوں گنہگار ہوں، اور اسی وقت کھانا پینا اٹھنا بیٹھنا سب علیحدہ کرلیا، اب وہ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اس بارے میں مطابق حکم خدا اور رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علمائے دین کیا فتوی دیتے ہیں، آیا میاں بی بی ہیں یا نہیں؟ اور یہ بھی دریافت کیا گیا ہے کہ بی بی کا دودھ شوہر کے منہ میں نہیں آیا تو بی بی نکاح

عـــه: علی قوله محمد المصحح المفتی به قال فی العالمگیریة لاتکون المرأة مظاهرة من زوجها عند محمد رحمه الله تعالٰی والفتوی علیه وهو الصحیح کذا فی السراج الوهاج[3] مفتی اعظم	عـــه: یہ مسئلہ امام محمد کے تصحیح شدہ اور مفتی بہ قول پر ہے فتاوی ہندیہ میں ہے امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک عورت اپنے شوہر سے مظاہر نہیں ہوتی، فتوی اسی پر ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ سراج وہاج میں ہے ۱۲ مفتی اعظم (ت)

[1] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۸

[2] درمختار باب الظہار مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۴۹

[3] فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۰۷

کے اندر ہے یا باہر؟ طلاق ہوا یا نہیں؟

الجواب:

صورت مذکورہ میں وہ اسے ماں اور اسے بیٹا کہنے سے دونوں گنہگار ہوئے،

قال اللہ تعالٰی وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًا[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ بیشک لوگوں کا (بیوی کو ماں بہن کہنا) بری بات اور جھوٹ ہے (ت)

مگر نکاح میں کچھ فرق نہ آیا، اور پستان منہ میں لینا تو کوئی چیز نہیں، اگر دودھ پی بھی لیتا تو وہ پینا حرام ہوتا، مگر نکاح میں اس سے خلل نہ آتا کہ ڈھائی برس کی عمر کے بعد دودھ سے حرمت نہیں ہوتی اور دونوں کو جدا رہنے کی کوئی حاجت نہیں، وہ بدستور زوج وزوجہ ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷: از درؤ ضلع نینی تال مرسلہ عبدالعزیز خاں ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۳۶ھ

زید کی عورت نے بحالتِ غصہ زید سے کہا کہ تمہارے نزدیک میری، ایک بال زیرِ ناف کے برابر بھی قدر نہیں۔ اس پر زید نے ازراہِ تمسخر اس سے یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے باپ اور دادا سے زیادہ سمجھتا ہوں۔ ایسی حالت میں زید پر ظہار کا حکم لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ لغو و مہمل الفاظ ہیں انہیں ظہار یا کفارے سے کوئی تعلق نہیں فتاوی امام قاضی خاں میں ہے:

التشبیه بالرجل ای رجل کان لایکون ظهارا[2]۔	عورت کو کسی بھی مرد سے تشبیہ دینا ظہار نہیں ہوتا۔ (ت)

بدائع ونہر میں ہے:

من شرائط عـــہ الظهار کون المظاهر به	ظہار کی شرائط میں سے یہ ہے کہ ظہار میں جس سے تشبیہ

عـــہ: لکن مافی العالمگیریه فیه تفصیل حیث قال لامرأته علی کظهر[3] الخ۔	عـــہ: لیکن عالمگیری میں اس کے متعلق تفصیل ہے جہاں انہوں نے بیان کیا کہ کوئی بیوی کو کہے تو مجھ پر پیٹھ کی طرح الخ (ت)

---

[1] القرآن ۵۸/۲

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الظہار نولکشور لکھنؤ

[3] فتاوی ہندیۃ الباب التاسع فی الظہار نورانی کتب خانہ پشاور ۵۰۶/۱

من جنس النساء [1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	دی جائے وہ عورت کی جنس ہو۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۴۸: از لکھنؤ امین الدولہ پارک مرسلہ محمد ابراہیم ایس اینڈ سنگر کمپنی ۵ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے رات کے وقت اپنی زوجہ کو واسطہ صحبت کے بلایا تو بیوی کے انکار کرنے پر زید نے یہ قسم کھائی کہ اب میں تم سے صحبت کروں تو اپنی ماں سے زنا کروں، بعدہ زید بہت شرمندہ ہوا اور توبہ واستغفار کیا، اس معاملہ میں زید کو کیا کرنا چاہئے؟ بالفرض اگر زید نے اسی شب بعد استغفار صحبت بھی کی تو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب:

اس نے برا کیا برا کیا، توبہ و استغفار کے سوا اور کچھ لازم اس پر نہیں، صحبت کی تو کچھ حرج نہ ہوا، نہ اس سے نکاح پر کچھ حرف آیا، **کمایظھر بمراجعۃ الفتح والدر وغیرہما** (جیسا کہ فتح اور در وغیرہ کو دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۹: خاوند نے ماں بہن کہا، طلاق نہیں دی، یہ صورت مسئلہ ہے، لہٰذا عندالشرع کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مذکورہ میں طلاق ثابت نہیں، نہ یہ ظہار، صرف برا کہا اور گنا ہگار ہوا، توبہ کرے وبس،

قال اللہ تعالٰی وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًاؕ ۔ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ۝۲ [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا اور وہ بیشک بری اور نری جھوٹ بات کہتے ہیں اور بیشک اللہ ضرور معاف کرنیوالا اور بخشنے والا ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۰: از شہر بریلی گڑھی مسئولہ عبدالکریم صاحب ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے مکان پر جبکہ اس کی بیوی اپنے میکہ گئی ہوئی تھی، اپنے بھائی وغیرہ کے روبرو کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اس وقت سے ماں بہن کے برابر جانتا ہوں اس کو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے، اور یہ بات اس وقت اس نے کہی تھی کہ جب اس کی دوسرے شخص سے لڑائی ہوئی تھی اور لوگوں نے اس کو جھوٹی خبر دی تھی کہ تم کو تمہارے سسر نے پٹوایا ہے، یہ حالت سخت غصہ

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما الذی یرجع الی المظاہر بہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۲۳۳

[2] القرآن ۲/ ۵۸

کی تھی، آیا اس کو اب نکاح کرنا چاہئے یا نکاح سابق جائز رہا؟

الجواب:

یہ لفظ کہ "اس کو خبر کردو کہ وہ اپنا ٹھکانا دوسری جگہ کرلے" اگر بہ نیت طلاق نہ کہے جب تو طلاق نہ ہوئی اور اس کا قسم کھا کر کہہ دینا مان لیا جائے گا کہ اس کی نیت طلاق کی نہ تھی اور اگر بہ نیت طلاق کہے تو طلاق ہوگئی، نکاح جاتا رہا، نئے سرے سے اس کی مرضی سے اس سے نکاح کرسکتا ہے اگر پہلے دو طلاقیں نہ دے چکا ہو حلالہ کی حاجت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

باب العدّة

(عدّت کا بیان)

مسئلہ ۵۱: ۲۳ رجب ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت جس کی عمر اس وقت بارہ[۱۲] برس ہے کوئی علامت بلوغ کی پائی نہیں جاتی، اس حالت میں اس کو شوہر طلاق دے تو عدت بیٹھے گی یا نہیں؟ اور اس کی شادی کو عرصہ تین برس کا گزرا تھا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر اب تک شوہر سے خلوت نہ ہوئی تھی تو اصلاً عدت نہیں اسی وقت اس کا نکاح کیا جاسکتا ہے اور اگر شوہر اس کے پاس جاچکا تھا تو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں، اگر اس مدت میں عورت کو حمل ظاہر ہو تو وضع حمل تک عدت بیٹھے، اور اگر حمل ظاہر نہ ہو تو عدت تین ہی مہینے گزشتہ گزر چکی آگے انتظار نہ کرایا جائے،

فی ردالمحتار فی البحر عن الامام الفضلی انہا اذاکانت مراھقۃ لاتنقضی عدتہا بالاشہر ،بلایوقف حالہا حتی یظہر ھل حبلت من ذٰلك الوطی ام لا،فان ظہر حبلہا اعتدت بالوضع والافبالاشہر قال فی	ردالمحتار میں ہے کہ بحر میں امام فضلی سے منقول ہے کہ جب مطلقہ عورت مراہقہ ہو تو وہ اپنی عدت مہینوں کے حساب سے نہ گزارے بلکہ اس کی عدت کا حال اس بات پر موقوف رہے گا کیا اس کو حمل ٹھہرا ہے یا نہیں، اگر واضح ہو جائے کہ حمل ہوا ہے تو اس کی عدت وضع حمل قرار پائے گی ورنہ عدت تین ماہ

الفتح ویعتد بزمن التوقف من عدتها اھ قلت یعنی اذاظهر عدم حبلها یحکم بمضی العدۃ بثلاثۃ اشهر مضت ویکون زمن التوقف بعدها لغوا حتی لو تزوجت فیه صح عقدها وفی نفقات الفتح فی الخلاصۃ عدۃ الصغیرۃ ثلثۃ اشهر الااذاکانت مراهقۃ فینفق علیها مالم یظهر فراغ رحمها کذافی المحیط اھ، من غیر ذکر خلاف وهو حسن اھ کلام الفتح،لکن ینبغی الافتاء به احتیاطا قبل العقد بان لایعقد علیها الا بعدالتوقف لکن لم یذکروامدۃ التوقف التی یظهر بها الحمل، وذکر فی الحامدیۃ عن بیوع البزازیۃ انه یصدق فی دعوی الحبل فی روایۃ اذاکان من حین شرائها اربعۃ اشهر وعشرلااقل،وفی روایۃ بعد شهرین وخمسۃ ایام وعلیه عمل الناس اھ ومشی فی الحامدیۃ علی الاخیرۃ وفیه نظر لان المراد من مسألتنا التوقف بعد مضی ثلثۃ اشهر فالاولی الاخذ بالروایۃ الاولی فاذامضت

شمار ہوگی اور فتح میں ہے کہ توقف کا زمانہ بھی عدت میں شامل کیاجائے گااھ **قلت** (میں کہتاہوں) اگر حمل ظاہر نہ ہو تو گزشتہ تین ماہ کو عدت قرار دیا جائیگا اور ان تین ماہ کے بعد والا توقف بیکار ہوگا حتی کہ اگر اس نے تین ماہ کے بعد اور نکاح کرلیا تو وہ صحیح ہوگا اور فتح میں نفقات کی بحث میں خلاصہ سے منقول ہے کہ نابالغہ کی عدت تین ماہ ہے ہاں اگر وہ مراہقہ ہو تو پھر اس کو خاوند اس وقت تک نفقہ دیتا رہے گا جب تک رحم کا خالی ہونا واضح نہ ہوجائے، محیط میں یوں ہی مذکور ہے اھ۔اور اس میں اختلاف کو ذکر نہیں کیا،اور یہ بہتر کلام ہے،فتح کا کلام ختم ہوا،لیکن نکاح سے قبل اس پر فتوی مناسب ہے تاکہ توقف کے بغیر عدت کا فیصلہ نہ کردیا جائے،لیکن یہاں فقہاء نے توقف کی عدت کو ذکر نہیں کیا وہ کتنی مدت ہے جس سے حمل ظاہر ہوسکے، حامدیہ میں مذکور ہوا کہ بزازیہ کے مسائل بیوع میں ہے کہ اگر لونڈی خریدی ہو تو ایک روایت کے مطابق مالک کے دعوی حمل کی تصدیق تب کی جائے گی جب لونڈی کو خریدے ہوئے چار ماہ دس دن گزر چکے ہوں،اس سے کم مدت میں اس دعوی کی تصدیق نہ ہوگی،اور دوسری روایت میں ہے کہ دو ماہ پانچ دن کے بعد تصدیق ہوسکے گی جبکہ لوگوں کا عمل اسی پر ہے اھ۔اور حامدیہ نے دوسری روایت پر عمل کیا ہے اور اس میں اعتراض ہے کہ ہماری بحث اس صورت میں ہے جب تین ماہ گزر جانے کے بعد توقف ہو لہذا پہلی

اربعة اشهروعشرولم يظهر الحبل علم ان العدة انقضت من حين مضى ثلثة اشهر [1] اھ ملتقطا، والله تعالٰی اعلم۔	روایت پر عمل بہتر ہوگا، توجب چار ماہ دس دن گزر جائیں اور حمل ظاہر نہ ہو تو معلوم ہوگا کہ اس کی عدت گزر چکی ہے جب تین ماہ پورے ہو چکے تھے اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۲: از بنگالہ مسئولہ مولوی عبدالغفور صاحب ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ صغیرہ مطلقہ ہو یا متوفیہ الزوج مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ شرعًا اس کے لئے عدت ہے یا نہیں اور حدِ صغر کہاں تک ہے؟ **بینوا توجروا** (بیان کرکے اجر حاصل کرو)

الجواب:

وفات کی عدت عورت غیر حامل پر مطلقًا چار مہینے دس دن ہے خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اور طلاق کی عدت غیر مدخولہ پر اصلًا نہیں اگرچہ کبیرہ ہو اور مدخولہ پر یعنی جس سے خلوت واقع ہولی اگرچہ خلوت فاسد ہو یا نکاح فاسد میں حقیقةً وطی کرلی غیر حیض والی کے لئے تین مہینے ہیں خواہ صغیرہ ہو کہ ابھی حیض آیا ہی نہیں یا کبیرہ آئسہ کہ اب عمر حیض کی نہ رہی۔ درمختار میں ہے:

العدة فی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا اوکبر بان بلغت سن الایاس ثلثة اشهر ان وطئت فی الکل ولو حکمًا کالخلوة ولو فاسدة والعدة للموت اربعة اوکتابية تحت مسلم ولو عبدافلم یخرج عنها الاالحامل [2] والخلوة فی النکاح الفاسد لاتوجب العدة [3] اھ ملتقطا۔	بچپن کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو کہ وہ ابھی نو سال سے کم عمر ہے یا بڑھاپے کی وجہ سے کہ وہ عمر رسیدہ ہوگئی ہے جس کی وجہ سے وہ حیض والی نہیں ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہوگی جبکہ حقیقةً وطی یا حکمًا یعنی خلوت ہو چکی ہو، اگرچہ خلوتِ فاسدہ ہو، اور موت والی کی عدت مطلقًا چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان کے نکاح میں اگرچہ مسلمان غلام ہو موت کی عدت کا یہی حکم ہے اس حکم سے صرف حاملہ بیوی خارج ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے، اور فاسد نکاح میں خلوت سے عدت واجب نہیں ہوتی اھ ملتقطا (ت)

[1] ردالمحتار باب العدة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۱

[2] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۵۔۵۶

[3] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۵۔۵۶

عورت کے لئے حد صغر ۹ سال کی عمر تک ہے اس سے کم عمر میں جوانی ہر گز نہیں ہوتی، اس کے بعد ۱۵ سال کی عمر تک احتمال ہے اگر آثارِ بلوغ حیض آنا یا احتلام ہونا یا حمل رہ جانا پایا جائے تو بالغہ ہے ورنہ جب ۱۵ سال کامل کی عمر ہو جائے گی جوانی کا حکم کردیں گے اگرچہ آثار کچھ ظاہر نہ ہوں **بہ قال وعلیہ الفتوی کما فی الدر وغیرہ من الاسفار الغر** (یہی کہا اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ در وغیرہ مشہور کتب میں ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۳: از ٹھاکردوارہ ضلع مرادآباد بازار گنج مرسلہ نجیب اللہ صاحب عطار ۹ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک عورت کو اس کے خاوند نے اپنے گھر سے نکال دیا اور کہہ دیا کہ تجھ کو نہیں رکھتا، یہاں تک کہ اس عورت نے اپنے خاوند کے ڈرانے کی غرض سے خودکشی کا قصد کیا اور کچہری سے بجرم خودکشی تیس روپیہ جرمانہ عورت پر ہوئے، اس کے خاوند کو کچھ سروکار نہ ہوا بلکہ کچہری میں بیان کیا کہ میں نے عورت کو چھوڑ دیا مجھ سے کچھ غرض نہیں، اس روز سے وہ عورت دوسرے مرد کے پاس ہے، اس کے خاوند سے چند بار کہا گیا کہ عورت اپنی کو طلاق دے، وہ کہتا ہے میں طلاق کو نہیں جانتا میں نے عرصہ پانچ سال کا ہوا چھوڑ دیا۔ اب نکاح دوسرے آدمی کے ساتھ جس کے ساتھ وہ رہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر واقعی کچہری میں اس نے وہ الفاظ کہے کہ "میں نے اس کو چھوڑ دیا" تو اسی وقت سے طلاق ہو گئی، اس وقت سے اگر تین حیض شروع ہو کر ختم ہو گئے تو دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے اور اگر ابھی ختم نہ ہوئے تو جب ختم ہو جائیں اس کے بعد کر سکتی ہے اور یوں جو عزیزوں کے یہاں رہتی ہے یہ حرام ہے، اور وہ جو اس نے کہا "پانچ برس سے چھوڑ چکا ہوں" اس کا اعتبار نہیں اگرچہ کچہری میں "چھوڑنے" کا لفظ پہلے کہا تھا تو جب سے عدت ہے اور اگر یہ لفظ پانچ برس سے چھوڑنے کا پہلے کہا تھا تو جب سے ہے غرض جو لفظ کہا ہو اس کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہونا درکار ہے بغیر اس کے دوسری جگہ نکاح حرام ہے، **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۴: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدت بیوی کی کتنی ہے اور مطلقہ کی کتنی؟

الجواب:

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے مطلقہ ہو یا بیوہ، اور غیر حاملہ بیوہ کی عدت اگر خاوند کسی مہینے کی پہلی شب یا پہلی تاریخ میں مرا اگرچہ عصر کے وقت، چار مہینے دس دن ہیں یعنی چار ہلال اور ہو کر اس

پانچویں ہلال پر وقت وفات شوہر کے اعتبار سے دس دن کامل اور گزر جائیں اور پہلی تاریخ کے سوااور کسی تاریخ میں مرا تو ایک سو تیس ۱۳۰ دن کامل لئے جائیں اور مطلقہ اگر حیض والی ہے تو بعد طلاق تین حیض شروع ہو کر ختم ہو جائیں اور اگر صغیرہ کہ ابھی حیض نہیں آتا یا کبیرہ کہ حیض آنے کی عمر گزر گئی تو عدت تین مہینے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۵: از شہر یکم ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کا نکاح نابالغی میں کردیا تھا چونکہ لڑکی اس لڑکے کے قابل نہ تھی لہذا اس نے ہر طرح کی تکلیفیں پہنچائیں؟ لڑکی کے والدین نے اسے اپنے گھر رکھ لیا اس لڑکے نے چار بار برادروں کو جمع کرکے کہا میں طلاق دے دوں لیکن برادروں نے اسے باز رکھا، اب جبکہ اس نے دوسرا نکاح کرلیا تو برادروں نے طلاق دلوادی، تو ایسی صورت میں عدت معتبر ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اگر لڑکی قابل جماع تھی اگرچہ خاص اس مرد کے قابل نہ ہو اور خلوتِ صحیحہ ہوچکی تھی عدت لازم ہے ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۶: مولٰنا حافظ حشمت علی صاحب لکھنوی طالب علم مدرسہ اہلسنت بریلی ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دے دی بوجہ اس کی بدچلنی کے۔ ہندہ طلاق کے بعد عمرو کے پاس رہی اور ہندہ کو عمرو سے حمل رہ گیا، عمرو نے ہندہ کے ساتھ بعد گزرنے ایام عدت نکاح کرلیا اور بعد نکاح عمرو کو اس بات کا علم ہوا کہ ہندہ کو مجھ سے حمل ہے، آیا یہ نکاح جائز ہے اور یہ کہ بعد طلاق، نکاح کے واسطے عدت کا زمانہ کیا ہے؟

الجواب:

طلاق کی عدت حیض والی کے لئے تین حیض ہیں جو بعد طلاق شروع ہو کر ختم ہوجائیں، اور جسے حیض ابھی نہیں آیا یا حیض کی عمر سے گزر چکی اس کے لئے تین مہینہ اور حمل والی کے لئے وضع حمل۔ یہ احکام قرآن عظیم میں منصوص ہیں اور عمرو نے جو قبل عدت اس سے تعلق کیا اور حسب بیان سائل اس سے حمل رہ گیا تو وہ کون سے ایام عدت تھے جو اس نے گزارے، اس کی عدت تین حیض تھے، اور حاملہ کو حیض آتا نہیں، اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور ابھی وضع حمل ہوا نہیں، یہ نکاح فاسد ہوا، اس پر فرض ہے کہ عورت کو فوراً الگ کردے اور انتظار کیا جائے اگر یہ بچہ طلاق شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہے اور اب وہ عدت سے نکلی اس سے نکاح ہوسکتا ہے اور دو برس کے بعد پیدا ہو تو شوہر کا نہیں اب نکاح ہر حال جائز ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۷: از موضع کیسر پور ضلع بریلی مسئولہ خدا بخش انصاری ۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا نکاح ایک بیوہ عورت سے مقرر ہوا، جس وقت نکاح ہوا برادری کے لوگ جمع ہوئے اور ان کے روبرو عاقد نے دریافت کیا کہ اس عورت میں کوئی نقص یا جھگڑا تو نہیں ہے تو اس میں دو شخصوں نے کہا کہ کچھ نہیں بیوہ ہے آپ نکاح پڑھا دیں، آخر کلام نکاح ہو گیا اب جس وقت شب کو خلوت ہوئی تو معلوم ہوا کہ عورت حاملہ ہے، آخر پولیس کو خبر ہو گئی تو داروغہ پولیس نے عورت سے دریافت کیا، اس نے جس کا حمل تھا اس کو نہ بتایا اور شخص کا نام لے دیا، پولیس نے اس کے سپرد کر دیا، اور اہلِ برادری میں کئی شخص اس بیوہ کو جانتے تھے مگر پوشیدہ رکھا ظاہر نہ کیا، اب شرع شریف سے جس کے گھر وہ عورت ہے اس کو کیا حکم ہے اور عاقد و کیل و شاہدوں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

سائل کا بیان ہے کہ شوہر کے انتقال کے ڈیڑھ برس ہوا اور حمل وہیں کا معلوم ہوتا ہے، اس صورت میں جس شخص سے اس کا نکاح ہوا ہے اس پر لازم ہے کہ عورت کو اپنے سے جدا دوسرے مکان میں رکھے اور بچہ پیدا ہونے کا انتظار کرے، اگر شوہر کی وفات سے پورے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تو یہ نکاح باطل محض ہوا اور جو لوگ واقف حال شریک نکاح تھے سخت گنہ گار ہوئے، بعد بچہ پیدا ہونے کے پھر یہ شخص اس سے نکاح کر سکتا ہے، اور اگر وفاتِ شوہر کو دو برس کامل گزر جائیں اس کے بعد بچہ پیدا ہو تو یہ نکاح صحیح ہو گیا دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں، بچہ پیدا ہونے کے بعد اسے ہاتھ لگانا بھی جائز ہو جائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۸: از جلیسر ضلع ایٹہ بالائے قلعہ مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ہندہ نے نکاح کیا جس کو ابتک چھ ماہ ہوئے، بعد تین ماہ کے اس کا خاوند مر گیا اور اس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی اب تک اپنے ماں باپ کے یہاں ہے، مدت عدت وفات کی دو صورتیں ہیں، یا وہ بعد وفات کے حاملہ ہے یا حمل کا انتظار ہے، بہر حال اس کو حمل نہیں ہوا، نیز ایام معمولی آتے ہیں، مدت چار ماہ دس دن محض اس غرض سے تھی کہ اس عرصہ میں ظہور حمل ہو جائے گا، اس صورت میں وہ قبل از عدت وفات عقدِ ثانی کر لے یا بعد گزرنے چار ماہ دس دن کے نکاح کرے، عدت طلاق تین قروء ہیں، اگر اس کو خلوتِ صحیحہ نہیں ہوئی تو اس کو تین قروء کی ضرورت نہیں، بعد طلاق فوراً عقد کر سکتے ہیں، علٰی ہذا صورت مسئولہ کی شکل بھی یہی ہے، جبکہ وہ خاوند کے یہاں نہیں گئی اور خلوتِ صحیحہ نہیں نصیب ہوئی تو پھر عدتِ وفات کی کیا ضرورت ہے، بہر حال دونوں صورتیں ایک ہیں، لہذا جو حکم شرع

ہے وہ سر آنکھوں پر کوئی دلیل عقلی ضرور ہونی چاہئے تاکہ دونوں صورتوں میں تمیز ہوجائے کوئی مسئلہ شرعی ایسا نہیں جو کسی اصول پر مبنی نہ ہو عقل کا حکم تو یہی ہے کہ جو عورت ہمبستر نہ ہو اس پر عدت کی ضرورت نہیں پھر چار ماہ دس دن کے انتظار کی کیا ضرورت یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا [1] (وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ت) محض ظہور حمل کے لئے چار ماہ دس دن کا انتظار ہے، سو صورت ہذا میں نہ خلوت نہ حمل فتاوی عالمگیری اکثر جزئیات سے مملو ہے جو جزئی چاہو اس میں نکال سکتے ہیں شاید اس میں اس خاص جزئی کا ذکر ہو لیکن دلیل عقلی کی ازحد ضرورت ہے۔ **بینوا توجروا** (بیان کیجئے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

اس پر چار مہینے دس دن عدت فرض ہے اس سے پہلے نکاح بلکہ نکاح کی گفتگو بھی حرام ہے۔ درمختار میں ہے:

وللموت اربعة اشھر و عشرا مطلقا وطئت اولا ولو صغیرة او کتابیة تحت مسلم ولو عبد افلم یخرج عنھا الا الحامل [2]۔	موت کی عدت مطلقًا چار ماہ دس دن ہے بیوی مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگرچہ نابالغہ ہو یا کتابیہ مسلمان آزاد کے نکاح میں ہو یا مسلمان غلام کے نکاح میں، صرف حاملہ کا حکم اس سے علیحدہ ہے کہ اس کی عدت وضع حمل ہے (ت)

احکام الٰہی میں چون وچرا نہیں کرتے، الاسلام گردن نہادن نہ کہ زبان بجرأت کشادن (اسلام، سر تسلیم خم کرنا ہے نہ کہ دلیری سے لب کشائی کرنا۔ت) بہت احکام الٰہیہ تعبدی ہوتے ہیں اور جو معقول المعنی ہیں ان کی حکمتیں بھی من وتو کی سمجھ میں نہیں آتیں۔ صبح کو دو، مغرب کی تین، باقی کی چار چار رکعتیں کیوں ہیں، تعرف براءت رحم کے لئے ایک حیض کافی تھا تین اگر احتیاطًا رکھے گئے تو عدت وفات حیضوں سے بدل کر مہینے کیوں ہوئی اور ہوتی تو تین مہینے ہوتی جس طرح آئسہ وصغیرہ میں تین حیض کی جگہ تین مہینے قائم فرمائے ہیں ایک مہینہ دس دن اور زائد کیوں فرمائے گئے، غرض ایسے بیہودہ سوالوں کا دروازہ کھولنا علوم وبرکات کا دروازہ بند کرنا ہے، مسلمان کی شان یہ ہے:

سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ٭ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ [3]۔	ہم نے سنا اور اطاعت کی، تیری بخشش کے طلبگار ہیں اور تیری طرف ہی لوٹنا ہے (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۴

[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

صورت طلاق تعرف براءت رحم کے لیے ہے قبل خلوت براءت خود معلوم پھر عدت کیوں ہو اور عدتِ وفات میں صرف یہی مقصود نہیں بلکہ موت شوہر کا سوگ بھی۔ اور اس میں خلوت ہونے نہ ہونے کو کچھ دخل نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایحل لامرأة تؤمن باللّٰه والیوم الاٰخر ان تحد علی میت فوق ثلث لیال الاعلی زوج اربعة اشهر وعشرا[1]۔ رواه البخاری ومسلم عن ام المومنین ام حبیبة و زینب بنت جحش رضی الله تعالٰی عنهما۔ والله تعالٰی اعلم۔	اللہ اور آخر پر ایمان رکھنے والی عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ خاوند کی موت کے بغیر کسی میت پر تین دن سے زائد سوگ کرے، صرف خاوند کے موت کے لئے چار مہینے دس دن سوگ ہے۔ اس کو بخاری اور مسلم نے ام المومنین ام حبیبہ اور زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹: از قصبہ کریالی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات پنجاب ڈاکخانہ سرائے اورنگ آباد مسئولہ غلام یسین صاحب ۱۱ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر شیر خوارہ مسماۃ نور بانو کا نکاح ہمراہ مسمّٰی عمرو جس کی عمر پچیس سال ہے کر دیا، بعد نکاح کے اس دختر شیر خوارہ کو اس کی والدہ ایک مکان میں جہاں عمرو جس کے ساتھ مسماۃ نور بانو شیر خوارہ کا نکاح ہوا تھا مع عمرو کے چھوڑ کر کہیں باہر چلی گئی اس کے بعد جب والدہ شیر خوارہ واپس آئی عمرو نے اس شیر خوارہ منکوحہ خود کو طلاق بائن دے دی، آیا خلوتِ صحیحہ ثابت ہوئی یا نہ؟ اور اس مطلقہ شیر خوارہ پر عدت لازم ہوئی یا نہ اور مستحقِ مہر ہوئی یا نہ؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

خلوتِ صحیحہ نہ ہوئی، نہ عدت لازم آئی، نصف مہر دینا ہوگا، درمختار میں ہے: **لاعدة بخلوة الرتقاء**[2] (ناقابل جماع بیوی کی خلوت پر عدت نہیں ہے۔ت) جامع الرموز میں ہے:

لوطلقها قبل الدخول او بعد الخلوة الفاسدة والفساد لعجزه عن الوطی	اگر جماع سے پہلے یا خلوتِ فاسدہ کے بعد طلاق دی ہو اور فساد مثلاً یہ کہ خاوند وطی سے حقیقۃً عاجز ہو

[1] صحیح مسلم باب وجوب الاحداد فی عدة الوفاة الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۸۶

[2] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۵

حقیقة لم تجب العدۃ [1] اھ وانظر ما کتبنا علی رد المحتار۔	تو اس صورت میں عدت لازم نہ ہوگی اھ یہاں ردالمحتار پر میرا حاشیہ دیکھو۔(ت)

مسئلہ ۶۰: از موضع دیورنیا ضلع بریلی مسئولہ عنایت حسین صاحب ۲۹ رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ عورت کی عدت تین ماہ ہو یا زائد؟

الجواب:

مطلقہ اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہے۔ اور اگر نابالغہ ہو یا کبر سن کے سبب اب حیض نہیں آتا تو عدت تین ماہ ہے ورنہ تین حیض خواہ دو مہینے ہوں یا مثلاً دو برس میں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۱: از قصبہ میترانوالی ڈاکخانہ ککسر ریلوے ضلع گوجرانوالہ مرسلہ میاں امیر احمد صاحب ۷ محرم الحرام ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عورت مطلقہ کو بلانکاح دو سال تک اپنے گھر میں رکھا بلکہ اس سے اولاد بھی ہوئی پھر وہ شخص فوت ہوگیا تو اس کے برادر حقیقی نے اس عورت کے ساتھ بغیر عدت گزرے نکاح کرلیا اس عورت پر عدت لازم ہے یا نہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ زنا کی کوئی عدت نہیں اور بعض کہتے ہیں وہ مثل عورت خاوند کے دو سال تک رہے واسطے استبراء رحم کے عدت لازم ہے **بینوا توجروا** (بیان کیجئے اجر پائیے)

الجواب:

اگر وہ دونوں ایک مکان میں مثل زن و شوہر رہتے اور باہم انبساط زوج وزوجہ رکھتے، مرد اسے بیبیوں کی طرح رکھتا، عورت اس کے پاس ازواج کی مانند رہتی تو وہ دونوں شرعاً زوج وزوجہ ہی سمجھے جائیں گے یہاں تک کہ جس نے ان کی یہ حالت دیکھی اسے قاضی شرع کے حضور زن و شوہر ہونے پر گواہی دینی حلال اگرچہ نکاح ہوتے نہ دیکھا ہو، ہدایہ میں ہے:

اذا رأی رجلا وامرأۃ یسکنان بیتا وینبسط کل واحد منھما الی الاٰخر انبساط الازواج وسعہ ان یشھد انھا زوجتہ [2]۔	جب کوئی شخص مرد و عورت کو ایک مکان میں رہتے ہوئے اور خاوند بیوی والی بے تکلفی کے طور پر دونوں کو رہتے ہوئے دیکھے تو ایسے شخص کو جائز ہے کہ وہ شہادت دے کہ یہ دونوں خاوند بیوی ہیں (ت)

[1] جامع الرموز فصل العدۃ مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۷۸

[2] ہدایہ باب ما یتحملہ الشاہد مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۱۵۸

اپنے سامنے نکاح نہ ہونے کو نکاح نہ ہونا سمجھ لینا سخت سفاہت ہے، عدم علم، علم عدم نہیں۔ دنیا میں بے شمار زوج وزوجہ ہیں کیا ہم سب کے عقد میں حاضر تھے۔ پھر ہم کیونکر انہیں ناکح ومنکوحہ سمجھتے ہیں، شرع مطہر بدگمانی کو سخت حرام فرماتی ہے، اور جب وہ شرعًا زن وشوہر قرار دئے گئے تو بے انقضائے عدت نکاح بنصِ قطعی قرآن ناجائز وحرام۔ یہاں تک کہ بعض علماء نے فرمایا کہ اس عقد پر اصلًا کوئی حکم نکاح مترتب نہ ہوگا کہ معتدہ غیر سے دانستہ نکاح کرنا باطل محض ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن المجتبٰی اما نکاح منکوحة الغیر و معتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها للغیر لانه لم یقل احد بجوازه فلم ینعقد اصلا[1]۔	بحر میں مجتبٰی سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ وہ جانتا ہو کہ یہ غیر کی منکوحہ یا معتدہ ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لٰہذا یہ نکاح ہی اصلا منعقد نہ ہوا۔ (ت)

ہاں اگر صورتِ مذکورہ نہ ہو اور ان کا زانی وزانیہ ہونا متحقق ہو تو بیشک یہ نکاح صحیح ہوگیا کہ زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت نہیں نہ زانیہ پر زنا کی عدت، یہاں تک کہ جس عورت کو زنا کا حمل ہو غیر زانی کو بھی باوجود حمل اس سے نکاح جائز، البتہ ازانجا کہ حمل غیر ہے تاوضع حمل جماع ناجائز ہے، درمختار میں ہے:

صح نکاح حبلی من زنا وان حرم وطؤها حتی تضع لئلایسقی ماءه زرع غیره[2]۔ واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم۔	زنا سے حاملہ عورت کے ساتھ نکاح جائز ہے اگرچہ نکاح کے بعد وطی حرام ہے تاوقتیکہ بچے کی پیدائش ہو تاکہ غیر کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرنے والا نہ بنے۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۲: از شہر بریلی ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی، رانڈ اپنے بہنوئی کے پاس گئی اور بہن بھی موجود تھی بہنوئی نے اس کا بھی نکاح اپنے ساتھ کرلیا، اب کئی سال سے اس عورت کو نکال دیا، استغفار وغیرہ نہیں دیا، اب وہ عورت اور جگہ نکاح کرنا چاہتی ہے، نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

بہن کی موجودگی میں بہنوئی سے نکاح حرام حرام سخت حرام ہوا، بہنوئی نے کہ اس کو نکالا اگر کوئی لفظ

[1] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] درمختار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

ایسے کہے تھے اس وقت خواہ اس کے بعد، جن سے اس کا عزم اس پر سمجھا جائے کہ اب اس عورت کو کبھی نہ رکھے گا اور ان الفاظ کے کہنے کے بعد اس عورت کو تین حیض شروع ہو کر ختم ہوگئے تو یہ اور جگہ نکاح کر سکتی ہے، اور اگر ایسے الفاظ ثابت نہ ہوں تو اب عورت کہہ دے میں نے اس نکاح کو رد کیا جو بہنوئی سے کرلیا تھا اس کے بعد حیض دیکھ کر دوسرے سے نکاح کرلے۔ درمختار میں ہے:

مبدؤها فی النکاح الفاسد بعد التفریق اوا ظهار العزم علی ترك وطئها[1]۔	نکاح فاسد کی عدت کی ابتداء تفریق کے بعد یا خود خاوند کے متارکہ کے بعد ہے، متارکہ یہ کہ خاوند نے عورت سے وطی کے ترک پر اپنے عزم کا اظہار کر دیا ہو۔(ت)

اسی میں ہے:

ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه دخل بها اولا فی الاصح[2]۔	خاوند اور بیوی دونوں کو فاسد نکاح میں فسخ کا اختیار ہے، دونوں کو یہ اختیار دوسرے کی موجودگی کے بغیر بھی ہے دخول کیا ہو یا نہ، اصح روایت یہی ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی البحر ورجحنا فی باب المهر انها(ای المتارکة) تکون من المرأة ایضا اھ والمقدسی تابع البحر[3] اھ۔ **اقول:** وحققنا فیما علقنا علیه ان الفساد ان کان مقارنا کما ھٰھنا کان لکل فسخه والمتارکة غیره وان کان طارئا تفرد به الزوج۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بحر میں فرمایا ہے کہ ہم نے باب المہر میں عورت کی طرف سے متارکہ کو بھی جائز ہونے کی ترجیح ذکر کی ہے اھ اور مقدسی نے بحر کی اتباع کی ہے اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) میں نے ردالمحتار کے حاشیہ میں یہ تحقیق کی ہے کہ اگر نکاح کا فساد ابتداءً نکاح سے مقارن ہو جیسے یہاں ہے تو پھر خاوند اور بیوی دونوں کو فسخ کا اختیار ہے اور متارکہ کا حکم علیحدہ ہے، اور اگر نکاح کا فساد بعد میں طاری ہو تو پھر صرف خاوند کا اختیار ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۸

[2] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

[3] ردالمحتار باب العدة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۱۲

مسئلہ ۶۳: ۴ رجب مرجب ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی ایامِ عدت منقضی نہ ہوئے تھے صرف بیس پچیس دن بعد بکر نے اس سے نکاح کرلیا، چار برس بعد بکر نے بھی طلاق دی، اب شخص ثالث اس سے نکاح کیا چاہتا ہے، یہ نکاح طلاق کے چار مہینے دس دن بعد ہو یا فوراً ہوسکتا ہے کہ بکر نے قبل انقضائے عدت نکاح کرلیا تھا جو شرعاً نادرست تھا۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر بکر نے یہ جان بوجھ کر کہ ابھی عورت عدت میں ہے اس سے نکاح کرلیا تھا جب تو وہ نکاح نکاح ہی نہ ہوا زنا ہوا، تو اس کے لئے اصلاً عدت نہیں اگرچہ بکر نے صدہا بار عورت سے جماع کیا ہو کہ زنا کا پانی شرع میں کچھ عزت ووقعت نہیں رکھتا عورت کو اختیار ہے جب چاہے نکاح کرلے،

فی ردالمحتار عن البحرالرائق اما نکاح منکوحۃ الغیر ومعتدتہ فالدخول فیہ لایوجب العدۃ ان علم انہا للغیر لانہ لم یقل احد بجوازہ فلم ینعقد اصلا ولہذا یجب الحد مع العلم بالحرمۃ لکونہ زنا کما فی القنیۃ وغیرہا۔[1]	ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے کہ غیر کی منکوحہ بیوی یا غیر کی مطلقہ عدت والی سے نکاح کے بعد دخول سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے کیونکہ اس نکاح کے جواز کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہٰذا یہ نکاح ہی اصلاً منعقد نہ ہوا، یہی وجہ ہے کہ یہ معلوم ہونے پر کہ یہ غیر کی منکوحہ ہے اس کے باوجود نکاح اور دخول پر حدِ زنا لازم ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر بکر نے انجانی میں نکاح کیا تو یہ دیکھیں گے کہ اس چار برس میں اس نے عورت سے کبھی جماع کیا ہے یا نہیں، اگر کبھی نہ کیا تو بھی عدت نہیں، بکر کے چھوڑتے ہی فوراً جس سے چاہے نکاح کرلے،

ففی البحر فی امثلۃ النکاح فسد ولم یبطل نکاح المعتدۃ[2] الخ وقیدہ الشامی بما اذالم یعلم بانہا معتدۃ لما مر عن البحر،	بحر میں ایسے نکاح جو فاسد ہوں مگر باطل نہ ہوں کی مثالوں میں غیر کی معتدہ کا نکاح ذکر کیا ہے۔ اھ اور علامہ شامی نے اس کو غیر کی معتدہ کا علم نہ ہونے کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ بحر کے حوالے سے گزرا،

[1] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] بحرالرائق

وفی الدرالمختار فی احکام النکاح الفاسد، تجب العدۃ بعد الوطی لاالخلوۃ وقت التفریق او متارکۃ الزوج اھملخصًا۔[1]	اور در مختار کے احکامِ نکاح فاسد میں مذکور ہے کہ فاسد نکاح میں وطی کے بعد عدت لازم ہوگی، صرف خلوت سے لازم نہ ہوگی اور یہ عدت یا خود خاوند کی طرف سے متارکہ کے وقت سے شروع ہوگی اھ ملخصًا (ت)

اور جو ایک بار بھی جماع کرچکا ہے تو جس دن بکر نے چھوڑا اس دن سے عورت پر عدت واجب ہوئی جب تک اس کی عدت سے نہ نکلے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی، اور عدت طلاق کی چار مہینے دس دن نہیں یہ عدت موت کی ہے، طلاق کی عدت تین حیض کامل ہیں یعنی بعد طلاق کے ایک نیا حیض آئے، پھر دوسرا، پھر تیسرا، جب یہ تیسرا ختم ہوگا اس وقت عدت سے نکلے گی اور اسے جس سے چاہے نکاح کرنا روا ہوگا،

قال اللہ تعالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ (ت)

مسئلہ ۶۴: از متھرا محلّہ مہوپورہ مرسلہ رمضان خاں ۱۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص کی زوجہ منکوحہ ایک عرصہ سے بوجہ کسی خاص رنجی کے بلاطلاق اپنے شوہر سے علیحدہ ہو کر اور خلافِ مرضی اس کے کہیں چلی گئی اور کسی غیر شخص سے اپنا عقد کرلیا بالفعل وہاں سے بھی نکل کر پھر شوہر اول سے عقد چاہتی ہے اور طلاق ہر دو شوہروں کی جانب سے ثابت نہیں، پس قابلِ استفسار یہ امر ہے کہ اب شوہر اول سے عقد قائم رہے گا یا عقدِ جدید کی ضرورت ہے یا اس کے سوا کوئی اور شرعی صورت ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عقد قدیم قائم ہے جدید کی کچھ حاجت نہیں، دوسرا شخص جس نے اس منکوحہ غیر سے نکاح کیا اگر آگاہ تھا کہ یہ منکوحہ غیر ہے جب تو عدت کی بھی ضرورت نہیں کہ یہ زنا تھا اور زنا کی عدت نہیں، درمختار میں ہے: لاعدۃ للزّنا[3] (زنا کی عدت نہیں ہوتی۔ ت) اور اگر وہ واقف نہ تھا عورت کو خالی وحلال سمجھ کر نکاح

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

[3] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۵

میں لایا تو اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو ترک کردے وقت ترک سے عورت تین حیض کی عدت کرے اس کے بعد شوہر اول بے حاجت تجدید نکاح اس سے مترتب کرسکتا ہے، یہ اس تقدیر پر کہ شخص ثانی نے عورت سے صحبت یعنی مجامعت کرلی ہو، ورنہ حاجتِ عدت نہیں، در مختار میں ہے:

لاعدۃ لو تزوج امرأۃ الغیر ووطئھا عالما بذٰلك وفی نسخ المتن ودخل بھا ولابد منه وبه یفتی ولھذا یحد مع العلم بالحرمة لانه زنا والمزنی بھا لاتحرم علی زوجھا الخ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	غیر کی منکوحہ سے نکاح کے بعد وطی کرنے سے عدت لازم نہ ہوگی بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ عورت غیر کی ہے اور متن کے نسخوں میں "دخل بھا" (اس نے دخول کیا ہو) کا لفظ ہے جبکہ یہ قید ضروری ہے۔ اور فتوٰی اسی پر دیا جائے گا۔ اس لئے علم کے باوجود اس حرام کاری پر حد لگائی جائے کیونکہ یہ زنا ہے اور زنا والی عورت اپنے خاوند پر اس وجہ سے حرام نہیں ہوتی الخ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۵: از موضع ٹانڈا پرگنہ بہیڑی معرفت پیارے میاں ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص اپنی قضا سے فوت ہوگیا اور اس کی بیوی کو حمل تھا، بعد اس کے مرجانے کے ایک مہینہ کے بعد وہ حمل ساقط ہوگیا تو اس عورت کو عدت کرنا چاہئے یا اس حمل کے گرجانے سے عدت جاتی رہی اور وہ حمل چار یا پانچ مہینہ کا تھا اہلِ شرع کیا فرماتے ہیں؟

الجواب:

سائل نے ظاہر کیا کہ اس کے ہاتھ پاؤں بن گئے تھے تو اس کے گرجانے سے عدت تمام ہوگئی اب عدت کی حاجت نہیں،

فی ردالمحتار اذا اسقطت سقطا ان استبان بعض خلقه انقضت به العدۃ لانه ولد والافلا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے حاملہ کا حمل ساقط ہوجائے تو اگر بچے کے کچھ اعضاء کی تخلیق ظاہر ہوتی ہو تو پھر اس سے عدت ختم ہوگئی کیونکہ یہ مکمل بچہ شمار ہوتا ہے اور اگر ابھی اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو عدت ختم نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۹

[2] ردالمحتار باب العدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۴

مسئلہ ۲۶: از بنگالہ ضلع سلہٹ ڈاک خانہ کمال گنج موضع پھولٹولی مرسلہ عبدالغنی صاحب ۱۹ شوال ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح صحیح کیا، قبل از دخول بعد خلوتِ صحیحہ طلاق دی، اب عدت ہندہ پر واجب ہے یا نہیں؟ ایک جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ واجب ہے،

رجل تزوج امرأۃ نکاحاجائز افطلقہا بعد الدخول او بعد الخلوۃ الصحیحۃ کان علیہا العدۃ کذافی فتاوٰی قاضی خان[1]۔	کسی نے ایک عورت سے صحیح نکاح کیا پھر دخول کے بعد طلاق دی یا خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی تو اس عورت پر عدت لازم ہوگی جیسا کہ فتاوی قاضی خاں میں ہے۔(ت)

اور دوسری جگہ عالمگیری سے مفہوم ہوتا ہے کہ اگرچہ بعد خلوت صحیحہ کے ہو عدت واجب نہیں،

اربع من النساء لاعدۃ علیہن المطلقۃ قبل الدخول[2] الخ۔	چار عورتیں ہیں جن پر عدت نہیں ان میں سے ایک قبل از دخول طلاق والی ہے الخ (ت)

اور کلام مجید میں ایک جگہ یوں ہے:

اِذَانَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا[3]۔	جب تم مؤمن عورتوں سے نکاح کرکے قبل از دخول ان کو طلاق دے دو تو تمہارے حق میں ان عورتوں پر عدت نہیں۔ (ت)

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عدت واجب ہے اور عالمگیری کی دونوں عبارتوں میں تنافی نہ آیہ کریمہ عبارت اولٰی کی نافی، اصل یہی ہے کہ موجب عدۃ مس ودخول یعنی وطی ہے مگر نکاح صحیح میں مجرد خلوت اگرچہ صحیحہ ہو ایجاب عدت کے لئے قائم مقام وطی ہے، تنویر میں ہے:

الخلوۃ کالوطء فی العدۃ[4] (ملخصًا)۔	عدت کے معاملے میں خلوت کا حکم وطی والا ہے (ت)

---

[1] فتاوی ہندیہ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

[2] فتاوی ہندیہ باب العدۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۲۶

[3] القرآن الکریم ۳۳/۴۹

[4] درمختار شرح تنویر الابصار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۸-۱۹۹

ردالمحتار میں ہے:

وجوبھا من احکام الخلوۃ سواء کانت صحیحۃ ام لا ط ای اذاکانت فی نکاح صحیح اما الفاسد فتجب العدۃ بالوطء کما سیأتی۔[1]	عدت کا وجوب خلوت کے احکام میں سے ہے خلوت صحیحہ ہو یا فاسدہ ہو، طحاوی، یعنی صحیح نکاح میں یہ حکم ہے لیکن فاسد نکاح میں صرف وطی سے عدت لازم ہوتی ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا۔ (ت)

مدارک شریف میں ہے: من

قبل ان تمسوھن والخلوۃ الصحیحۃ کالمس[2] اھ ورأیتنی کتبت علی ھامشھا الاولی ان یقول قدس سرہ والخلوۃ فی النکاح الصحیح کالمس فیقید النکاح بالصحیح ویطلق الخلوۃ لان الخلوۃ وان فسدت توجب العدۃ اذاصح النکاح، اماالفاسد فلاعدۃ فیہ الا بحقیقۃ الوطء کمافی الدر وغیرہ[3]، واللہ تعالٰی اعلم۔	قبل ازیں کہ تم ان کو مس کرو (یعنی جماع کرو) اور خلوتِ صحیحہ بھی جماع کی طرح ہے اھ اور مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کے حاشیہ پر یہ لکھا ہے کہ بہتر تھا کہ صاحب مدارک یوں کہتے اور خلوت نکاح صحیح میں جماع کی طرح ہے اس طرح نکاح کو صحیح کی قید سے مقید اور خلوت کو مطلق قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ جب نکاح صحیح ہو تو خلوت فاسدہ بھی عدت کو لازم کرتی ہے لیکن نکاح فاسد میں صرف حقیقی وطی سے ہی عدت لازم ہوتی ہے جیسا کہ در وغیرہ میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۶۷تا۷۳: از شہر کہنہ بریلی

حضور والا! مسمّی جمن کا بیان ہے کہ 'میری لڑکی نابالغ کا نکاح میرے حقیقی بھائی نے بلارضامندی میرے کردیا اور مجھ کو راضی کرکے رخصت کرادی، وہ لڑکی اپنے اس خاوند کے پس رہی اور نوبت مجامعت کی پہنچی، اس کے یہاں سے بعد کو رخصت ہو کر جس وقت کہ وہ اپنے باپ کے مکان پر آئی کہ اس کو عرصہ تین سال کا ہوا پھر کبھی نہ گئی حتی کہ نوبت نالش تک پہنچی، بالاآخر اس نے اس کو فیصلہ پنچایت سے طلاق دی،

[1] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳۴۱/۲

[2] مدارک التنزیل تحت سورۃ الاحزاب دارالکتاب العربیہ ۳۰۸/۳

[3] حواشی مدارک اعلٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ

اب اس کا نکاح درمیان عدت طلاق کے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ [2] اور یہ نکاح اول جو نابالغی میں بلااستر ضا باپ کے ہوا، جائز تھا یا نہیں؟ فقط، اس قوم میں نابالغ لڑکیوں کا نکاح نابالغ لڑکوں کے ساتھ بولایت اکثر ہوتا ہے اور حالتِ بلوغ تک پہنچنے سے پہلے کسی مخالفت سے طلاق ہوجاتی ہے، [3] اس صورت میں عدت طلاق کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ [4] اور مہر کس قدر دلایا جاسکتا ہے؟ [5] بحالت خلوت صحیحہ اور مجامعت کے کیا حکم ہے؟ [6] اور بحالت طلاق اس کا کیا حکم ہے؟ [7] اگر بحالت لازم آنے عدت کے نکاح ہوجائے اور وہ اپنے خاوند سے علیحدہ رہ کر تین ماہ تمام کرے تو یہ نکاح صحیح رہے گا یا پھر نکاح کرنا چاہئے؟ فقط

الجواب:

نکاح اول کہ بے اجازت پدر چچا نے خود کردیا تھا اجازت پدر پر موقوف تھا، اگر اس نکاح کے بعد اس نے کوئی لفظ نامنظوری اور رد کرنے کا کہا تھا تو باطل ہوگیا اور زن و شوہر میں کوئی علاقہ نہ رہا تھا، اس کے بعد جو رخصت ہوئی محض حرام ہوئی اور جو مجامعت ہوئی نری زنا ہوئی **فان الاجازۃ لاتلحق المفسوخ** (کیونکہ فسخ شدہ کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ت) طلاق کی کوئی حاجت نہیں نہ اس فراق کی عدت **اذلانکاح فلاطلاق فلاعدّۃ** (اس لئے کہ نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق اور عدت کاہے کی۔ت) جس وقت چاہے نکاح کرے اور اگر نکاح کے بعد قبل اظہار نامنظوری باپ نے کوئی لفظِ منظوری کہا یا بھائی کے اصرار سے لڑکی کو رخصت کردیا (کہ رخصت کردینا بھی صحتِ نکاح کو کافی ہے جبکہ نامنظوری نہ ظاہر کرچکا ہو) تو اب یہ نکاح صحیح ہوگیا اور یہ طلاق طلاق ہوئی اور اس کی عدت لازم ہے، عدت گزرنے سے پہلے جو نکاح کیا جائیگا باطل محض ہوگا، نابالغ لڑکا اہلِ طلاق نہیں، نہ اس کے دئے سے طلاق ہوسکتی ہے نہ اس کی طرف سے اس کا ولی طلاق دے سکتا ہے، بلوغِ پسر سے پہلے جو بوجہ مخالفت طلاق دلوالیتے ہیں محض باطل ہے، نہ اس کی عدت ہے نہ اس کے بعد دوسرے سے نکاح کسی طرح حلال ہوسکتا ہے، ہاں عاقل بالغ جو طلاق دے اگر قبل خلوت صحیحہ دی نصف مہر لازم آئے گا اور بعد خلوت صحیحہ دی تو پھر پورا مہر، عدت کے اندر نکاح محض باطل ہے وہ نکاح ہی نہ ہوگا اگرچہ عدت تک اس دوسرے مرد سے جدا رہے، بعد ختم تحصیل زوجیت کے لئے دوبارہ نکاح فرض ہوگا ورنہ زنا ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۴: مسئولہ مولوی عبدالرشید صاحب مدرس اول مدرسہ اکبریہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بی بی سے کہا کہ اگر تو میکے سے میرے گھر نہ آئی تو تجھ کو طلاق دے دوں گا، عورت دو برس اپنے میکے میں رہی، پھر اس عورت نے دوسرے مرد کے ساتھ نکاح ثانی کرنے کا قصد کیا، شوہر نے کہا کہ میں نے تجھے طلاق نہیں دی تو نکاح کیسا کرتی ہے اگر مجھ کو سو [100] روپے دے تو میں تجھے طلاق دے دوں، عورت نے سو [100] روپے

دے دئے شوہر نے طلاق دے دی، اب اس پر عدت پوری کرنا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ضرور، اور اس کا دو برس خواہ دس برس شوہر سے جدا رہنا مسقط عدت نہیں ہوسکتا،

لاطلاق قولہ تعالٰی وَالۡمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصۡنَ بِاَنۡفُسِہِنَّ ثَلٰثَۃَ قُرُوۡٓءٍ ؕ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	کیونکہ اللہ تعالٰی کا قول کہ "مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں" مطلق ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۵: ۱۵ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنے گھر بیمار ہے اور اس کی زوجہ اس حالتِ بیماری میں اس کے پاس ہے، زوجہ زید کی برضامندی اپنے شوہر کے اپنے گھر گئی اسی کو دوسرے روز پھر بلایا تو وہ عورت بلحاظ اس کے کہ میرا زیور وغیرہ نہ چھین لیں اور مجھ کو برانہ کہیں نہ گئی اس کی وجہ یہ تھی کہ زید درحالت اصلی کہا کرتا تھا کہ میں سفر کو لے جاؤں گا اور اس کے یعنی زوجہ کے والدین اس وجہ سے باہر جانے کے مانع ہوتے تھے کہ اس عورت یعنی زوجہ زید کو حمل تھا بوجہ زید کی زوجہ کے تکلیف کی غرض سے، اب وہ زید بیمار بعد تین دن کے مرگیا اور زوجہ زید کی اپنے والدین کے یہاں ہے بس وہ عدت کہاں ختم کرے اور دیگر یہ کہ اپنے شوہر کے یہاں بغرض نقصان اپنے مال یا اپنی جان بچانے کی وجہ سے وہاں جانا ناپسند کرتی ہے کہ مجھ کو میرے زوجہ کے متعلقین مار نہ ڈالیں یا میرا اسباب چھین لیں، پس اس صورت میں کیا حکم ہے اور مہر زوجہ کا کس کے ذمہ باقی ہے، اور یہاں تک اس کے والدین کو اندیشہ ہے کہ ہم باہر چلے جائیں گے تو شاید آبرو بچے ورنہ ناممکن، اور زوجہ زید اب تک حالتِ حمل میں ہے یعنی حمل اس کو قریب چھ ماہ کا ہے، ان صورتوں میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زوجہ پر فرض ہے کہ اپنے شوہر کی خبر مرگ سنتے ہی فوراً اس کے گھر چلی جائے اور وضع حمل تک وہیں رہے اور غلط عذر درمیان میں نہ لائے، ایسا خیال بہت ناقابل قبول ہے کہ قتل کردی جائے گی، رہا مال اسے ساتھ نہ لے جائے، اپنے ساتھ اپنے اقارب سے کسی کو رکھے جس سے حفاظت متوقع ہو، ہاں اگر

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

کوئی صورت ممکن نہ ہو اور واقعی سچا اندیشہ جان کا ہے جس کا تدارک اس کے قابو میں نہیں تو نہ جانے کے لئے عذر صحیح ہے، اور اللہ تعالٰی صحیح وغلط سب کو خوب جانتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۶: از ملک موضع مہمانیہ سیری رامپور ضلع باریسال مرسلہ عبدالحمید صاحب ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

سوال اینکہ زینب نابالغہ راکہ سنش بہ نہ سال نہ رسیدہ است وتخمیناً مدت نکاحش بدو سال رسیدہ زوجش طلاق دادہ خواہر زینب رازوج زینب بعد یکروز یا دو روز نکاح کرد حالانکہ زوج زینب می گوید کہ زینب را قبل دخول طلاق دادہ پس اکنوں نکاح کردن زوج زینب خواہر زینب را پیش از گزشتن عدت طلاق زینب موجب شرع شریف درست باشد یاچہ؟ اگر نکاح مذکور زوج زینب را روا باشد پس عباراتِ درمختار وردالمحتار ودیگر کتب کہ عدت مطلقہ صغیرہ کہ سنش بہ نہ سال نہ رسیدہ است سہ ماہ است بلا قید دخول وبعد دخول آمدہ است مطالب آنہا چہ؟ **بینوا توجروا۔**	سوال یہ ہے کہ زینب نامی لڑکی جس کی عمر ابھی نو سال نہیں ہوئی اس کا نکاح اندازاً دو سال قبل ایک شخص سے ہوا تو اس کے خاوند نے اسے طلاق دے کر ایک دو دن بعد اس کی بہن سے نکاح کرلیا جبکہ زینب کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح بموجبِ شرع شریف درست ہوا یانہیں، اگر نکاح مذکور درست ہوا ہے تو پھر درمختار وردالمحتار اور دیگر کتب کی یہ عبارت کہ نابالغہ لڑکی جس کی عمر نو سال سے کم ہو اس کی عدت تین ماہ ہے جس میں دخول کے بعد یا قبل کی کوئی قید مذکور نہیں ہے، اس کا مطلب کیا ہے؟ بیان کیجئے اور اجر حاصل کیجئے۔

الجواب:

اگر میان زن شو خلوت واقع شدہ بود اگرچہ خلوت فاسدہ باشد بعد ازاں شوہر بالغ آں دختر ہفت یا ہشت سالہ را طلاق داد عدت سہ ماہ واجب است ونکاح باخواہرش قبل انقضائے عدت ناجائز وحرام، اگر خلوت ہم نشدہ بود البتہ از عدت اثرے نیست واز بعد طلاقش خواہرش را بزنی تواں گرفت **قال اللہ تعالٰی فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا**[1] درکتب مذکورہ	اگر زینب اور اس کے خاوند میں خلوت صحیحہ یا فاسدہ ہوچکی ہو تو اس کے بعد طلاق دی ہو اگرچہ زینب کی عمر سات یا آٹھ سال ہو تو عدت واجب ہے اور اس کی عدت گزرنے سے قبل اس کی بہن سے نکاح ناجائز ہے۔ اور اگر خلوت نہ ہوئی ہو تو پھر زینب پر کوئی عدت نہیں ہے اور اس کو طلاق دینے کے بعد اس کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا تمہارے حق میں دخول سے قبل مطلقہ

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۹

حکم عدت را مطلق نگزاشتہ اند بلکہ سابقًا ولاحقًا دو جا مقید بدخول یعنی ولو حکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[1] داشتہ اند، عبارت تنویر الابصار ودر مختار بالتقاط واختصار این ست العدۃ سبب وجوبها النکاح والمتأکد بالتسلیم وما جری مجراہ من موت او خلوۃ، وھی فی حق حرۃ تحیض بعد الدخول حقیقۃ او حکما ثلث حیض، وفی حق من لم تحض لصغر بان لم تبلغ تسعا او کبر ثلثۃ اشھر ان وطئت فی الکل ولوحکما کالخلوۃ ولو فاسدۃ[2] (ملخصًا) در ردالمحتار ست قولہ فی الکل یعنی ان التقیید بالوطی شرط فی جمیع مامر من مسائل العدۃ بالحیض و العدۃ بالاشھر کما افادہ سابقا بقولہ راجع للجمیع[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بیویوں پر عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو۔ کتب مذکور میں نابالغہ کی عدت کو عام قرار نہیں دیا گیا بلکہ اس سے قبل اور بعد دونوں جگہ عبارت دخول کی قید سے مقید ہے اگرچہ وہ دخول حکمی ہو جیسے خلوت خواہ فاسد ہی کیوں نہ ہو تنویر الابصار اور در مختار کی عبارت ملتقطًا اور اختصارًا یوں ہے عدت کے وجوب کا سبب نکاح جو رخصتی یا اس کے قائم مقام موت یا خلوت سے پختہ ہوتا ہے اور وہ عدت آزاد حیض والی عورت کے لئے اس سے دخول حقیقی یا حکمی کے بعد ہو تو تین حیض ہے، اور جو عورت حیض والی نہ ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہے، یہ تمام بیان مدخولہ عورتوں کے لئے ہے اگرچہ دخول حکمی ہو، جیسے خلوت اگرچہ فاسدہ ہو (ملخصًا) اور ردالمحتار میں اس پر یوں ہے ماتن کا قول "فی الکل" یعنی وطی شرط ہے تمام مذکورہ مسائل عدت میں خواہ حیض والی کی عدت ہو یا مہینوں والوں کی، جیسا کہ ماتن اس کو پہلے بیان کرچکے ہیں اس قول کے ساتھ کہ "یہ سب کو شامل ہے" (یعنی عدت بالحیض وعدت بالاشہر دونوں کو شامل ہے)۔ (ت)

مسئلہ ۷۷: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اب

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶
[2] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶۔۲۵۵
[3] ردالمحتار باب العدۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۰۲

تاوقتیکہ عدت پوری کرے، نان نفقہ آیا زید کے ذمہ ہے یا وارث ہندہ کے؟اور وہ مکان جس میں ہندہ اپنی عدت پوری کرے زید پر لازم ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

تمام عدت تک نان نفقہ زید کے ذمہ ہے اور زید ہی کے مکان میں عدت پوری کرے جبکہ قبل از طلاق وہی مکان اس کے رہنے کا تھا اگرچہ علاج کے لئے چند ماہ پیشتر اپنے باپ کے یہاں چلی آئی تھی **کما قال لی السائل بلسانہ** (جیسا کہ سائل نے خود اپنی زبان سے مجھے بیان کیا ہے۔ت) اور یہ طلاق کہ بطریق خلع واقع ہوئی تھی **کما بین ایضا** (جیسا کہ اس نے یہ بھی کہا۔ت) بائنہ تھی تو زید پر لازم ہے کہ عدت پوری ہونے تک اپنے ہی مکان میں اسے جگہ دے اور بوجہ زوال نکاح اس سے پردہ کرے، اور اگر زید ظلمًا اپنے گھر میں نہ رہنے دے تو کوئی اور مکان بتائے جس میں وہ عدت پوری کرے اور اگر وہ مکان کرایہ کا ہو تو اختتامِ عدت تک کرایہ زید کے ذمہ ہے، اور جب زید اپنے مکان میں رہنے دے یا دوسرا مکان اس کے لئے بتائے تو ہندہ پر لازم ہے کہ فورًا اس مکان میں چلی جائے اور ختم عدت تک ہر گز اس سے باہر نہ آئے،

فی الخانیۃ المعتدۃ عن الطلاق تستحق النفقۃ والسکنی کان الطلاق رجعیا او بائنا او ثلثا[1] الخ. وفی الدرالمختار طلقت او مات وھی زائرۃ فی غیر مسکنھا عادت الیہ فورا لوجوبہ علیھا وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ(ھو ما یضاف الیھما بالسکنی قبل الفرقۃ الخ شامی) ولایخرجان منہ الا ان تخرج(وشمل اخراج الزوج ظلما الخ شامی فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج(وحکم ماانتقلت الیہ حکم المسکن الاصلی فلاتخرج	خانیہ میں ہے کہ طلاق کی عدت والی نفقہ اور سکنٰی کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی یا بائنہ یا تین طلاقوں والی ہو الخ اور درمختار میں ہے عورت جب گھر سے باہر کسی کو ملنے گئی ہو اور اس دوران اس کو طلاق ہو جائے یا خاوند فوت ہو جائے تو فورًا گھر واپس آجائے کہ یہ اس پر واجب ہے، اور دونوں یعنی طلاق اور موت کی وجہ سے عدت والی عورتیں اس گھر میں عدت بسر کریں جس گھر میں عدت واجب ہوئی ہے (یہ وہ گھر ہے جو فرقت سے قبل ان کی رہائش کے لئے منسوب ہے الخ شامی) اور وہ اس گھر سے منتقل نہ ہوں الّا یہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے (اس میں خاوند کا ظلمًا نکالنا بھی شامل ہے الخ شامی) موت کی عدت والی کو

[1] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی نفقۃ العدۃ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۰۰

منه شامی [1] اھ ملخصًا. واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر مجبورًا نکلنا پڑے تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے اور طلاق کی عدت والی خاوند جس مکان میں چاہے وہاں منتقل ہوجائے (اور جب دوسرے مکان میں منتقل ہو تو پھر وہی اصل مسکن کے حکم میں ہوگا لہٰذا عورت وہاں سے نہ نکلے الخ شامی) ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۷۸: ۲۷ رجب ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دی ایک جلسہ میں تین مرتبہ سامنے دو شخص نمازیوں کے، اور وہ عورت حاملہ بھی تھی، اب زید اپنے گھر سے اس کو نکال دے یا نہیں، یا اپنے گھر میں اس کو رکھے اور کھانے کو اس کو دے اور کب تک اس کو کھانے کو دے، اور زید نے تکرار زن و شوہر کے سبب سے طلاق دی تھی، اب دونوں رضامند ہیں، اب زید چاہتا ہے کہ پھر گھر میں رکھے، اب سائل کا سوال علمائے دین سے یہ ہے کہ از روئے قرآن وحدیث کیا حکم ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور امام ابن حنبل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک شرع شریف سے کیا حکم ہے؟

الجواب:

تین طلاقیں ہوگئیں، چاروں اماموں کا یہی مذہب ہے، اب وہ بغیر حلالے اس سے نکاح نہیں کرسکتا، یہی حکم قرآن وحدیث کا ہے وہ عدت تک یعنی بچہ ہونے تک گھر میں رہے گی اور روٹی کپڑا زید کو دینا ہوگا مگر بالکل غیر واجنبی عورت کی طرح رہے اس سے پردہ کرے،

قال اللہ تعالٰی اَسۡکِنُوۡھُنَّ مِنۡ حَیۡثُ سَکَنۡتُمۡ مِّنۡ وُّجۡدِکُمۡ وَ لَا تُضَآرُّوۡھُنَّ لِتُضَیِّقُوۡا عَلَیۡھِنَّ ؕ وَ اِنۡ کُنَّ اُولٰتِ حَمۡلٍ فَاَنۡفِقُوۡا عَلَیۡھِنَّ حَتّٰی یَضَعۡنَ حَمۡلَھُنَّ ۚ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: عدت والی عورتوں کو وہاں رہائش دو جہاں تم خود رہائش رکھتے ہو اپنی حیثیت کے مطابق، اور ان کو تنگی دے کر ضررمت پہنچاؤ، پھر اگر وہ حاملہ ہوں تو ان کو خرچہ دو تاوقتیکہ وہ بچے کو جنم دیں۔ (ت)

صورت حمل میں یہی مذہب چاروں ائمہ کا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] ردالمحتار فصل فی الحداد دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۱/۲، درمختار فصل فی الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۰/۱

[2] القرآن الکریم ۶/۶۵

مسئلہ ۷۹: از محلّہ مرداد مرسلہ حضرت مولانا سلیمان اشرف صاحب (سابق پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) ۲۶ شوال ۱۳۱۸ھ
عالم اہلسنت فاضل بریلوی **متع اللّٰه المسلمین بطول بقائکم، السلام علیکم ورحمة اللّٰه وبرکاته،** زید نے اپنی بی بی کو طلاق بائن دی اور بعد ایک مہینہ کے مرگیا، اب اس کی بی بی کتنی مدت بعد عقد ثانی کرے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ مطلقہ اگر حاملہ تھی تو عدت حمل ہے مطلقاً، اور اگر حمل نہ تھا تو طلاق مذکور اگر شوہر نے اپنی صحت میں دی یا برضائے زوجہ مرض الموت میں دی تو عدت تین حیض ہے، موت شوہر سے نہ بدلے گی، اور اگر طلاق بائن مرض الموت میں بے رضائے زن دی تو تین حیض، اور چار مہینے دس دن سے جو مدت درازتر ہے وہ عدت ہے یعنی چار ماہ ودہ روز بعد موت گزرنے سے پہلے طلاق کے بعد تین حیض کامل ختم ہوجائیں تو بعد مرگ چار ماہ دس یوم انتظار کرے، اور اگر مرگ شوہر پر چار مہینے دس دن ہوگئے اور ہنوز بعد طلاق تین حیض کامل نہ ہوئے تو تین ۳ حیض کامل ہونے تک منتظر رہے،

فی ردالمحتار ابانها فی مرضه بغیر رضاها بحیث صار فارا و مات فی عدتها فعدتها ابعد الاجلین، ولو ابانها برضاها بحیث لم یصر فارا، تعتد عدة الطلاق فقط، ولوطلقها بائنا فی صحته ثم مات لاتنتقل عدتها اتفاقا اھ[1] ملخصًا واللّٰه تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے خاوند نے اپنی مرض الموت میں بیوی کی مرضی کے بغیر طلاق دے دی عورت کے وارث بننے سے فرار اختیار کرتے ہوئے پھر وہ خاوند مطلقہ بیوی کی عدت میں فوت ہوجائے تو ایسی صورت میں عورت کی عدت، موت یا طلاق کی عدت میں سے جو بھی طویل ہو وہی قرار پائے گی۔ اور اگر مرض موت میں عورت کی رضامندی سے طلاق دی ہو کہ اس سے وہ عورت کے وارث ہونے سے فرار اختیار کرنے والا نہ ہوگا تو ایسی صورت میں عورت کی فقط طلاق والی عدت ہوگی، اور اگر خاوند نے اپنی صحت میں طلاق بائنہ دی ہو پھر بیوی کی عدت کے دوران خاوند فوت ہوجائے تو اس صورت میں بالاتفاق طلاق والی عدت ہوگی اور موت کی وجہ سے عدت تبدیل نہ ہوگی اھ ملخصًا، **واللّٰه تعالٰی اعلم** (ت)

[1] ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۵

مسئلہ ۸۰: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ والدین ہندہ سنی المذہب نے ہندہ سنی المذہب کا نکاح زید شیعہ مذہب سے (جو پورا پورا عقائد مجتہدین حال لکھنؤ کا پیرو تھا جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سوائے سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے تمام انبیائے سلف سے افضل جانتا اور قرآن مجید کو ناقص اور محرف مانتا) بوجہ کفو وبرادری کے کردیا، زید قبل از عقد مرض الموت مریض تھا بعد عقد اور اشتداد ہوا کہ روز وشب میں گاہ گاہ لمحہ بھر کو ہوش آتا اس باعث سے خلوت صحیحہ نہ ہوسکی صرف اتنا ہوا کہ ہندہ کی چچی ہندہ کو بوقت شام زید کے پاس لے گئی اس کے قریب جو چوکی بچھی تھی اس پر بٹھادیا، زید کو اس وقت اتنا ہوش آیا تھا کہ اس نے ہندہ کے منہ پر سے ہاتھ اٹھانے کا قصد کیا مگر ہاتھ لگاتے ہی کثرت ضعف وبیہوشی سے زید کا ہاتھ گر پڑا، یہ حال دیکھ کر اس کی چچی کہ کچھ دور علیحدہ کھڑی دیکھی رہی تھی آئی اور ہندہ کو اٹھالے گئی، اس کے بعد کبھی نوبت ایک دوسرے کو دیکھنے کی بھی نہ آئی کہ زید سات آٹھ روز میں مرگیا، والدین نے ہندہ کا نکاح بکر سنی المذہب کے ساتھ نیز کفو وبرادری تھا چار مہینے دس دن گزرنے سے پہلے کردیا، ۱۵ ذی الحجہ کو زید سے نکاح ہوا تھا ۲۱ ذی الحجہ کو زید مرگیا، ۱۷ ربیع الثانی کو ہندہ کا نکاح بکر سے ہوا، عدت میں ۱۴ روز کم تھے، اب ہندہ صاحب اولاد ہے، بعض لوگ اولاد ہندہ کی صحت نسب پر معترض ہیں کہ بکر نے یہ نکاح عدت کے اندر ہی کرلیا، اس صورت میں بعد نظر عمیق ان مراتب کا جواب عنایت ہو کہ زید وہندہ کا عقد صحیح ہوا تھا یا نہیں؟ ہندہ پر بوجہ عدم صحت نکاح یا عدمِ وقوع خلوت صحیحہ کے بعد مرگ زید عدت موت واجب تھی یا نہیں؟ عقد ثانی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوئی اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں عقد ثانی بلاتامل صحیح اور اس سے جو اولاد ہوئی بلاوجہ صحیح النسب ہے، عدت موت چار مہینے دس دن ہونے کے لئے اگرچہ خلوت وغیرہ کسی بات کی حاجت نہیں غیر حاملہ عورت پر مرگ شوہر سے عدت لازم آتی ہے،

فی الدرالمختار العدۃ للموت اربعۃ اشھرو عشرا بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت مطلقا وطئت اولا، ولوصغیرۃ فلم یخرج عنھا الاالحامل[1]۔	درمختار میں ہے کہ موت کی وجہ سے عدت مطلّقا چار ماہ دس دن ہوگی بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو، بیوی سے وطی ہوئی یانہ، بیوی اگرچہ نابالغہ ہی کیوں نہ ہو، اس ضابطہ سے صرف حاملہ عورت کی عدت مختلف ہوگی۔(ت)

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

مگر عدت تو منکوحہ پر ہوتی ہے ہندہ وزید میں باہم نکاح ہی اصلًا نہ تھا کہ جب زید مثل عام روافض زمانہ ان عقائد کفر کا معتقد تھا تو قطعًا کافر مرتد تھا، عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم (وعد بعض عقائد ھم المکفرۃ وقال) وھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[1]	رافضیوں کو کافر قرار دینا ضروری ہے ان کے عقائد کی بابت (یہاں روافض کے بعد عقائد کفریہ ذکر کرکے ہندیہ میں فرمایا کہ) یہ قوم ملت اسلامیہ سے خارج ہے، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے جیسا کہ ظہیریہ میں ہے۔(ت)

اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی ملت ومذہب والے سے ہو ہی نہیں سکتا نہ مومنین سے نہ کفار سے نہ خود اسی کے ہم مذہبوں سے۔ ہندیہ میں ہے:

لایجوز للمرتد ان یتزوج مرتدۃ ولامسلمۃ ولاکافرۃ اصلیۃ وکذٰلك لایجوز نکاح المرتدۃ مع احد کذا فی المبسوط۔[2]	مرتد کو جائز نہیں کہ وہ مرتدہ، مسلمان یا کافرہ اصلیہ سے نکاح کرے، اور یونہی مرتدہ کا نکاح کسی سے بھی جائز نہیں، جیسا کہ مبسوط میں ہے(ت)

تو ہندہ اگرچہ زید کی حیات ہی میں بلاطلاق اسی وقت اپنا عقد بکر سے کرلیتی جب بھی جائز وصحیح تھا۔(جواب ناقص ملا)۔

مسئلہ ۸۱: از مارہرہ ضلع ایٹہ مرسلہ محبوب علی صاحب ۱۰/ شوال المکرم ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے شوہر زید کی حیات میں جس کی طلاق ثابت نہیں عمرو نامی سے بطور عاشقی کے دوسرے شہر میں جاکر عقد نکاح کیا، اس کے تھوڑے ہی دن بعد شوہر سابق مرگیا، بعد مرنے کے چار برس تک عورت عمرو کے قبضہ میں رہی بطور زوجہ۔ ایک روز باہم نااتفاقی اور لڑائی کے عمرو نے عورت کو طلاق بائن دی اور کئی روز تک کہا کہ میں نے طلاق دی اور ایک جلسہ میں دس پانچ دفعہ کہا کہ میں نے تجھ کو طلاق دی، اور پندرہ روز تک علیحدہ رہا۔ اب بباعث عشق باہمی کے عورت اور عمرو چاہتا ہے کہ پھر تجدید نکاح کی ہونی چاہئے، اور عذر کرتا ہے کہ جب بغیر طلاق شوہر سابق کے نکاح ہی نہیں ہوا تو طلاق کیا چیز ہے اور عمرو مسجد میں مؤذن ہے اہل اسلام اس کو تجدید نکاح سے روک

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] فتاوٰی ہندیۃ باب فی المحرمات بالشرك نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۸۲

رہے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ مرنے شوہر سابق اور گزرنے عدت سے وہ نکاح ہی قائم ہو گیا کہ جس کی وجہ سے تیری زوجیت پانچ سال رہی ورنہ کیا آج تک تو نے اس سے حرام کیا ہم تجھ کو مسجد سے نکال دیں گے جب تک حلالہ نہ ہو جائے، جب تک نکاح جدید نہ ہو جائے عورت تجھ پر حرام ہے، اور علاوہ اس کے عمرو غیر کفو بھی ہے، اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں آیا نکاح جدید کیا جائے یا بعد حلالہ کے عورت سے نکاح جائز ہوگا، اور اگر اس عورت سے عمرو خلافِ شرع کوئی فعل کرے تو مؤذن بنانا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اگر یہ امر واقعی ہے کہ زید کی حیات میں بے طلاق عورت نے عمرو سے نکاح کر لیا پھر بعد موتِ زید وانقضائے عدت وفات عمرو کے ساتھ نکاح جدید نہ کیا بلکہ اسی نکاح باطل پر قائم رہی تو وہ ہرگز زن و شوہر نہ تھے بلکہ زانی وزانیہ تھے، طلاقیں کہ عمرو نے دیں محض لغو تھیں، حلالے کی کوئی حاجت نہیں، صرف نکاح از سرِ نو کر لینا کافی ہے جبکہ عمرو قوم یا مذہب یا پیشے وغیرہ میں عورت کے اولیاء سے ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے زن کے لئے باعث ننگ وعار ہو یا ایسا کم ہے تو عورت کے ولی نے پیش از نکاح عمرو کو ایسا جان کر اس سے نکاح زنِ مذکور کی صریح اجازت دے دی یا عورت کوئی ولی رکھتی ہی نہ ہو، ان تینوں صورتوں میں نکاح ہو جائے گا ورنہ عمرو ایسا کم رتبہ ہے اور عورت ولی رکھتی ہے اور ولی پیش از نکاح اس کی کم رتبگی پر مطلع ہو کر اجازت نکاح نہ دے تو عورت کا عمرو سے نکاح کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ عمرو جب تک تائب ہو کر بحال جواز نکاح، نکاح نہ کرے یا عورت سے صاف جدا نہ ہو جائے ہرگز مؤذن نہ بنایا جائے وہ فاسق معلن ہے اور فاسق اس عہدہ دین کے لائق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۲: از موضع کرگینا مرسلہ امام بخش علی بخش ۲۵ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

مٹھو لوہار کی عورت بیوہ تھی ۱۴ مہینے سے، چند روز بعد کچھ عورتوں نے شناخت کیا کہ یہ حاملہ ہے، اس سے دریافت کیا تو اس نے کہا اپنی تنہائی میں زبردستی عظیم اللہ قوم نداف نے میرے ساتھ یہ کام کیا میں حاملہ ہوئی، تو بعد کو لوگوں نے عورت کو بند کر دیا حفاظت اس کی کی، بعد کو جب لڑکا پیدا ہوا تو نکالدیا وہ چلی گئی اور عظیم اللہ نے عوام میں مشہور کیا کہ لڑکا میرا ہے، بستی والوں نے اس کو بند کر دیا، عورت کو نکال دیا، اب ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب:

ان کے لئے سخت سزا کا حکم ہے مگر یہاں کون سزا دے سکتا ہے یہی سزا کافی ہے کہ برادری سے خارج رکھے جائیں۔ رہا لڑکا، اگر مٹھو کے مرنے سے دو برس بعد پیدا ہوا یا چار مہینے دس دن بعد عورت نے

اقرار کرلیا تھا کہ وہ عدت سے فارغ ہو گئی تو ان دو صورتوں میں وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اگر عدت سے فارغ ہونے کا اقرار نہ کیا تھا اور مٹھو کے مرنے سے دو برس کے اندر لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا مٹھو کا ہے وہ نداف جھوٹا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۳: از رانچی محلّہ اوپر بازار مرسلہ مولوی عبدالرب صاحب ۸ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

اگر معتدہ غیر سے بصورت لاعلمی کوئی شخص نکاح کرے اور تمتع کرے اور بصورت علم اس سے کنارہ[عہ] کیا یہ تمتع داخل زنا ہوگا یانہیں؟

الجواب:

جبکہ اسے معلوم نہ تھا اور جس وقت معلوم ہوا فوراً جدا کردیا تو اس کے حق میں کسی طرح زنا نہیں، زنا ہونا درکنار اس پر کوئی الزام بھی نہیں البتہ وہ وطی واقع میں ضرور وطی حرام تھی اور اثم مرفوع، **کمانصواعلیہ وذٰلك لان الجھل فی موضع الخفاء عذر مقبول** (جیسا کہ اس پر نص ہے اور یہ اس لئے کہ پوشیدہ مقام پر جہالت عذر مقبول ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۴: از شہر مرسلہ نواب نثار احمد صاحب مورخہ ۳۰ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوا ایک موضع میں رہتا تھا وہاں کوئی طبیب نہیں ہے، پس اس کی زوجہ ایام عدت ہی میں بوجہ علالت اپنی دختر نیز اپنے بچوں خورد سال کے واسطے علاج کے کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یانہیں اور نبض کسی حکیم کو دکھاسکتی ہے یانہیں؟

الجواب:

نبض بضرورت دکھاسکتی ہے اور دوسری جگہ اس طور پر جاسکتی ہے کہ رات کا اکثر حصہ شوہر ہی کے مکان میں گزارے، اور اگر اسی مکان میں ممکن ہو تو یہ بھی حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۵: از ریاست فرید کوٹ ضلع فیروزپور پنجاب مرسلہ منشی محمد علی ارم ۶ رجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایام عدت طلاق یا مرگ میں نکاح ہوجائے تو از خود فسخ ہے یا اعادہ طلاق کی ضرورت ہوگی عدت پہلی ہی رہی یا جدید، اور دانستہ ایسا نکاح پڑھانے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے مرد وزن دونوں پر اس کا ترک فرض ہے مرد کہے میں نے اس

عہ: کرم خوردہ تھا۔

نکاح کوترک کیاخواہ اس سے کہہ دے، اور دونوں نہ مانیں تو حاکمِ شرع جبراً تفریق کردے بس یہ ترک یا تفریق ہی کافی ہے طلاق کی حاجت نہیں، اس دوسرے شخص نے اگر اس سے قربت نہ کی تو عدت وہی پہلی ہے ورنہ دوسری بھی لازم آئی دونوں ایک ساتھ ادا ہوتی جائیں گی اخیر میں جو باقی رہے گی پوری کرلی جائے گی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۶: از شہر محلّہ بھوڑ مسئولہ شیخ ننھے ۹رجب ۱۳۳۸ھ

ایک لڑکی جسے طلاق ہوئے ایک مہینہ نہیں ہوا تھا دوسری جگہ ایک حافظ سے نکاح ہوا وہ پیش امام ہے، یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور اس میں جو لوگ شریک ہوئے ان کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور حاملہ نہ تھی کہ اس مہینہ کے اندر بعد طلاق بچہ پیدا ہوگیا ہو اس کے بعد نکاح ثانی ہوا ہو تو یہ دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا اور محض حرام حرام ہوا اور میں قربت خالص زنا، اگر جس کے ساتھ زنا ہوا اسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہ گزری جان کر نکاح کرلیا تو اشد فاسق و فاجر ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اسے امام بنانا گناہ، یونہی اگر معلوم نہ تھا اور اب معلوم ہوا اور فوراً جدا نہ ہوگیا جب بھی اس پر یہی احکام ہیں اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گنہگار ہوئے اور وہ حرام کھانے والے ہوئے ان سب پر بھی توبہ فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۷: از چھٹن شاہ ۲۸رجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قضائے الٰہی سے فوت ہوگیا اس کی عورت کو زید تین ہفتہ کے اندر لے گیا، زید رہنے والا دیس کا تھا اسلئے اس عورت سے نکاح کیا وہ عورت راضی نہیں تھی ایک ماہ کے اندر چلی آئی اب اس کا نکاح اور جگہ کیا جائے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

وہ نکاح حرام محض ہوا، پھر اگر زید نے اس سے صحبت نہ کی تو وفات شوہر سے چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرسکتی ہے، اور اگر زید صحبت کرچکا تو ان پر فرض ہے کہ جدا ہوجائیں اور عورت تین حیض کا انتظار کرے، اگر تین حیض اسی چار مہینے دس دن کے اندر گزر جائیں تو چار مہینے دس دن کے بعد نکاح کرلے، اور اگر ابھی تین حیض اس جدائی کے بعد نہ گزریں تو انتظار اسی جدائی کے بعد اور کرے کہ تین حیض پورے ہوجائیں اور اس وقت دوسرے سے نکاح کرے، درمختار میں ہے:

اذا وطئت المعتدۃ بشبھۃ وجبت عدۃ	اگر عدت والی مطلقہ عورت سے شبہہ کی وجہ سے وطی

اخری وتداخلتا وعلیھا ان تتم العدۃ الثانیۃ ان تمت الاولٰی[1]۔	کرلی جائے تو اس عورت پر دوسری عدت ضروری ہے اور پہلی عدت کی بقیہ مدت دوسری میں شمار ہوجائے گی اور اگر پہلی عدت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسری عدت پوری کرے۔ (ت)

مسئلہ ۸۸: از موضع پستوڑ تحصیل کچھا ضلع نینی تال مرسلہ فدا حسین صاحب ۲۹ رمضان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ عبدالرحمٰن نے مبلغ دوسو روپے مجھ سے لے کر بخوشی استعفاء دے دیا اپنی بی بی کو، اب اس میں نکاح ابھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یا بعد عدت عورت کے، تین سال سے بیوی اپنی ماں کے مکان پر تھی اس اثناء میں خاوند استعفاء دے گیا۔

الجواب:

جب تک عدت نہ گزرے نکاح کا پیام دینا حرام قطعی ہے، اور وہ روپیہ کہ دیا رشوت تھا، دینا لینا دونوں حرام تھا۔ عبدالرحمٰن پر لازم ہے کہ وہ روپیہ فدا حسین کو واپس دے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۸۹: از قصبہ پکسر الورن ڈاکخانہ رسولپور ضلع رائے بریلی مسئولہ عبدالوہاب

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کہ اس کے شوہر نے عرصہ چار برس سے اس کو اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور طلاق نہیں دی، اور اس اثناء میں وہ زنا سے حاملہ ہوچکی ہے اب اس کا شوہر انتقال کرگیا ہے مگر عدت پوری نہیں ہوئی ایسی حالت میں جبکہ وہ زنا کی مرتکب ہوئی ہے عدت کے اندر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عدت کے اندر نکاح حرام قطعی ہے، اور جب یہ حمل حیاتِ شوہر سے ہے شرعًا شوہر کا ہے اور جب تک وضع نہ ہو عدت ہی میں ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]، وقال تعالٰی وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بچہ نکاح والے کی طرف ہی منسوب ہوگا اور زانی نسب سے محروم ہوگا، اور اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: حمل والی عورتوں کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۶

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹، مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/۴۰۹

[3] القرآن الکریم ۶۵/۴

مسئلہ ۹۰: ۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دی اور عمرو نے اس کے دوسرے دن یا اسی دن ہندہ سے نکاح کرلیا، یہ نکاح جائز ہے یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب:

بیان سائل سے ظاہر ہوا کہ شوہر اول اس عورت سے خلوت کرچکا تھا کئی سال کے بعد طلاق دی اور عورت کو حمل نہ تھا پس یہ نکاح کہ قبل گزرنے عدت کے دوسرے شخص سے ہوا اصلاً صحیح نہیں، ان دونوں پر فرض ہے کہ فوراً جدا ہوجائیں۔

قال اللہ تعالٰی وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مطلقہ عورتیں تین حیض مکمل ہونے تک اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ مثلاً زید نے اپنی زوجہ ہندہ کو طلاق دی، اس نے بعد منقضی ہونے ایک ماہ یا دوماہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ نکاح بدون انقضائے عدت کے شخص اجنبی سے ہوا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کو اس شخص سے دعوی مہر اور وراثت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔)

الجواب:

سائل مظہر کہ ہندہ معتدات بالحیض سے ہے پس صورتِ مستفسرہ میں اگر وہ نکاح ایک مہینہ بعد ہوا تھا بیشک فاسد کہ اس قدر مدت میں مضی عدت معقول نہیں، ہندہ ترکہ کی مستحق نہیں، اور مہر مسمّٰی و مہر مثل سے جو کم ہوگا اس قدر پائے گی، اور اگر مہر مسمّٰی کچھ نہ تھا مجہول ہوگیا تو پورا مہر مثل لازم آئے گا،

فی الدرالمختار ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطی لابغیرہ ولم یزد علی المسمی لرضاها بالحط، ولو کان دون المسمی لزم مهر المثل لفساد التسمیة بفساد العقد، ولو لم یسم او جهل لزم	درمختار میں ہے اور نکاح فاسد میں صرف وطی کی وجہ سے مہر مثل واجب ہوتا ہے وطی کے بغیر نہیں، پھر وہ مہر مثل مقررہ سے زائد نہ ہوگا کیونکہ عورت مقررہ کم مہر پر راضی تھی، اور اگر مہر مثل مقرر مہر سے کم ہو تو ایسی صورت میں مہر مثل ہی واجب ہوگا کیونکہ نکاح کے فساد کی وجہ سے مقررہ مہر فاسد ہوجاتا ہے، اور اگر مہر

[1] القرآن الکریم ۲/۲۲۸

بالغامابلغ [1] انتهی ملخصا وفیه ایضا یستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلاتوارث بفاسد ولا باطل اجماعا [2] انتهی ملتقطا۔	مقرر نہ کیا گیا ہو یا مقدار معلوم نہ ہوسکے تو پھر مہر مثل جتنا بھی ہو وہی لازم ہوگا اھ ملخصا اور اسی میں ہے کہ وراثت کا استحقاق رشتہ اور صحیح نکاح کی وجہ سے ہوتا ہے لہٰذا محض نکاح فاسد یا باطل کی بناء پر استحقاق وراثت بالاجماع نہ ہوگا اھ ملخصًا (ت)

اور جو بعد گزرنے دو مہینے یعنی ساٹھ دن کے ہوا اور ہندہ دعوی کرے کہ تین حیض کامل اس وقت تک گزر چکے اور عدت منقضی ہوگئی تھی تو قول ہندہ بقسم معتبر ہوگا، اگر ورثاء زوج ثانی اس کا خلاف گواہوں سے ثابت کردینگے تو حکم اس صورت کا بھی مثل صورت اولی کے ہے ورنہ جب ہندہ مضی عدت بحلف بیان کردے گی تو میراث ومہر دونوں پائے گی،

فی الدرالمختارقالت مضت عدتی والمدة تحتمله وکذبها الزوج قبل قولها مع حلفها والاتحتمله المدة لا، لان الامین انما یصدق فیما لایخالفه الظاهر، ثم لو بالشهور فالمقدار المذکور، ولو بالحیض فاقلها للحرة ستون یوما [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے: بیوی نے کہا میری عدت ختم ہوچکی ہے اور خاوند اس کو جھوٹا قرار دیتا ہے تو اگر مدت اتنی ہو جو عدت گزرنے کی گنجائش رکھتی ہے تو حلف لے کر عورت کی تصدیق کردی جائے گی، اگر وہ مدت ایسی نہیں تو پھر عورت کی تصدیق نہ کی جائیگی، کیونکہ کسی امین کی تصدیق ایسی صورت میں کی جاتی ہے جب ظاہر شواہد اس کے مخالف نہ ہوں پھر اگر عدت مہینوں کے حساب سے ہو تو تین ماہ عدت کے ہیں اور عدت حیض کے حساب سے ہو تو کم از کم آزاد عورت کے لئے ساٹھ دن عدت ہے (جس پر عورت کی تصدیق کی جائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۲: از شہر کہنہ مسئولہ ننھے ۲۵ محرم الحرام ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو طلاق دی بعد طلاق تین یا چار یوم اس کا نکاح اور جگہ ہوگیا اور ایک یاڈیڑھ سال تک وہاں رہی بعد کو خاوند نے اس کو نکال دیا اس عورت نے تیسری جگہ نکاح کیا، اب یہ دریافت کرنا ہے کہ اس عورت کا دوسرا نکاح جو بعد طلاق بعد چھ یا چار یوم ہوا آیا جائز تھا یا

[1] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

[2] درمختار کتاب الفرائض مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۵۲

[3] درمختار باب العدة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۸

ناجائز؟اور تیسرا نکاح بھی اسی طرح جائز ہوا یا ناجائز؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سائل بیان کرتا ہے کہ عورت پہلے خاوند کے پاس رخصت ہو کر رہ چکی تھی اس کے بعد طلاق ہوئی اور طلاق کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے عورت کے کوئی بچہ پیدا نہ ہوا طلاق کے تین چار ہی دن بعد عورت نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اس شخص کو بھی یہ سب حال معلوم تھا کہ ابھی طلاق کو تین چار ہی دن ہوئے پس اس صورت میں عورت کا یہ دوسرا نکاح حسب اختیار بحرالرائق محض زنا ہوا یہاں اس کی لڑکی بھی پیدا ہوئی پھر اس دوسرے شخص نے نکال دیا اور عورت نے تین چار ہی دن کے بعد تیسرے شخص سے نکاح کرلیا، یہ تیسرا نکاح صحیح وجائز ہوا کہ اب پہلے نکاح کی عدت گزر چکی تھی اور دوسرا نکاح نکاح ہی نہ تھا نرا زنا تھا اور زنا کے پانی کی شرع میں کوئی حرمت، نہ اس کے لئے عدت۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی زوجہ کو اپنی ماں کہا اور ایک سال تک اسی زوجہ سے اس طور پر مفارقت رکھی کہ زوجہ کو اس کے والدین کے گھر بھیج دیا جب ایک سال گزر گیا تب زید نے بالفاظ صریح اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، زوجہ نے بعد گزرنے ایک ہفتہ کے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، پس یہ نکاح قبل انقضائے عدت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زوجہ کو ماں کہنا گناہ مگر اس سے طلاق نہیں ہوتی،

کما نص علیه المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ثم العلامة الشامی فی ردالمحتار وقد قال تعالٰی وَاِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا[1] وفی الحدیث أ اختك هی فكره ذٰلك رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ونهی عنه[2]۔	جیسا کہ اس کو محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں ذکر کیا ہے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ یہ لوگ غلط اور جھوٹی بات کہتے ہیں، اور حدیث شریف میں بہن کہنے پر فرمایا: کیا یہ تیری بہن ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ناپسند فرماتے ہوئے یہی فرمایا اور اس سے منع فرمایا۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۵۸/۲

[2] سنن ابو داؤد کتاب الطلاق آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۰۱، سنن الکبرٰی باب مایکرہ من ذلك دار صادر بیروت ۳۶۶/۷

توجس روز سے طلاق دی اس دن سے مطلقہ ہوئی اور پیش از انقضائے عدت نکاح قطعًا ناجائز حرام ہوا ان پر جدا ہو جانا فرض ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۴:　　　　　　مرسلہ رفیع الدین صاحب مختار　　　　　　۲۵ شوال ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چاند بی بی کا نکاح بعمر گیارہ برس پیر خاں کے ساتھ ہوا، چاند بی بی بعد نکاح حسب دستور اپنے شوہر کے گھر آئی، ایک دو روز رہ کر ماں باپ کے گھر واپس گئی، بعد نکاح کے تین برس بعد بیوہ ہو گئی، مسماۃ مذکور کا نکاح ثانی عطاخاں کے ساتھ جس کی عمر چھ برس کی تھی بعد فاتحہ چالیسویں کے کردیا، انتظار گزرنے عدت کا نہ کیا گیا، وقت نکاح ثانی چاند بی بی تخمینًا ۱۴، ۱۳ برس کی ہوگی، اب یہ بات دریافت طلب ہے کہ بلاانتظار گزرنے عدت کے یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ اور بیوہ کے بھائی اور ماں زندہ ہیں تو کس کی اجازت درکار ہے؟

الجواب:

جو عورت آزاد کسی عقد صحیح سے کسی مسلمان کے نکاح میں ہو اور موتِ شوہر تک وہ نکاح اپنی صحت پر باقی رہے، کوئی فساد اس میں عارض نہ ہو اور موتِ شوہر کے وقت عورت کو کسی طرح کا حمل ہونا ثابت نہ ہو تو عورت پر ہر حال میں خواہ مسلمہ ہو یا کتابیہ بالغہ ہو یا صغیرہ شوہر بالغ تھا یا صبی خلوت ورخصت ہوئی یا نہیں بہر صورت چار مہینے دس دن کا انتظار لازم ہوتا ہے، اس مدت کے گزرنے سے پہلے اس کا نکاح حرام و ناجائز ہے،

فی الدرالمختار العدۃ(للموت اربعۃ اشھرو عشرا) بشرط بقاء النکاح صحیحا الی الموت(ملتقطا)وطئت اولا، ولو صغیرۃ او کتابیۃ تحت مسلم ولو عبدا فلم یخرج عنھا الاالحامل (ولو)کان (زوجھا) المیت (صغیرا)غیر مراھق [1] اھ ملتقطا۔	درمختار میں ہے موت کی وجہ سے عدت چار ماہ دس دن ہے بشرطیکہ موت تک نکاح صحیح رہا ہو مطلقًا، یعنی وطی کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اگرچہ عورت نابالغہ ہو یا کوئی کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو اگرچہ وہ مسلمان غلام ہی ہو سب کا حکم یہی ہے، اگرچہ خاوند اس قدر چھوٹا ہو جو بلوغ کے قریب نہ ہو فوت ہوا ہو اھ ملتقطا۔(ت)

[1] درمختار باب العدۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۶

سائل مظہر کی چاند بی بی کا یہ دوسرا نکاح شوہر متوفی کے باپ نے اپنے بیٹے کی موت سے اکتالیسویں یا بیالیسویں دن اپنے دوسرے بیٹے صغیر السن کے ساتھ کردیا تو یہ نکاح ازآنجا کہ دیدہ و دانستہ عدت کے اندر کیا گیا محض باطل ہوا جسے نکاح ہی نہیں کہہ سکتے **کما ذکرہ فی البحر وعنہ فی ردالمحتار** (جیسا کہ بحر میں اور اس سے ردالمحتار میں ذکر کیا گیا ہے۔ت) چار مہینے دس دن موت شوہر سے گزرنے کے بعد چاند بی بی اگر بالغہ ہو تو اسے خود ورنہ اس کے ولی کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کردے، چاند بی بی کے اگر باپ دادا نہیں تو اس کا جوان بھائی حقیقی ولی نکاح ہے اس کے ہوتے ہوئے ماں کو اختیار نہیں **والمسائل ظاھرۃ وفی الکتب دائرۃ** (یہ مسائل ظاہر ہیں اور کتب میں مذکور چلے آرہے ہیں۔) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۹۵: از احمد آباد متصل مسجد کانچ محلّہ جماپور مرسلہ مولٰنا عبدالرحیم صاحب ۳صفر ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تاریخ ۱۰شعبان ۱۳۲۵ھ کو طلاق دی اور وہ عورت مدخولہ بہا تھی اور زوج ثانی نے اسی شعبان کی تاریخ ۲۹ کو نکاح کیا اور اس نے اپنی زوجہ کو اپنے مکان میں ۱۲، ۱۰دن رکھ کر اس سے صحبت کی اس عرصہ میں اس کو حمل رہ گیا اب علماء نے اس کو فتوی دیا کہ نکاح عدت کے اندر ہوا ہے اس لئے فاسد ہوا، اب اس نے شوال کے تاریخ ۲۴ یا ۲۵ کو پھر دوبارہ عورت سے نکاح کیا، اب یہ نکاح شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ شق ثانی میں زوج شرعًا کیا کرے؟ **بینوا توجروا بیانا شافیا۔**

الجواب:

اگر عورت وقتِ طلاق حاملہ تھی اور ۲۹ شعبان کو جو زوج ثانی نے نکاح کیا اس سے پہلے وضع حمل ہوچکا تھا تو وہ نکاح صحیح ہوا اور عدت کے بعد ہی ہوا دوبارہ نکاح کی حاجت نہ تھی، اور اگر عورت کا وقتِ طلاق حاملہ ہونا ثابت نہ تھا تو یہ دونوں نکاح کہ شخص دوم نے کئے ناجائز و باطل ہیں کہ دونوں عدت کے اندر واقع ہوئے، پہلے کا عدت میں ہونا تو ظاہر کہ ۱۹دن میں تین حیض نہیں گزر سکتے اور دوسرے کا یوں کہ جب زنِ مطلقہ عدت کے اندر حاملہ ہوجائے تو اب اس کی عدت اس حمل کے وضع تک ہوجاتی ہے، پس اس پر فرض ہے کہ عورت کو فورًا الگ کردے، یہ حمل جواب ظاہر ہوا ہے اس کے وضع کا انتظار کرے، بعد وضع اس سے نکاح کرسکتا ہے،

فی ردالمحتار عن النھر الفائق عن البدائع اعلم ان المعتدۃ لو حملت فی عدتھا ذکر الکرخی ان	ردالمحتار میں نہر الفائق سے منقول ہے انہوں نے بدائع سے نقل کیا کہ واضح رہے کہ عدت والی دوران عدت اگر حاملہ ہوجائے تو امام کرخی کے قول کے

عدتها وضع الحمل ولم يفصل، والذی ذكره محمد ان هذا فی عدة الطلاق امافی عدة الوفاة فلاتتغير بالحمل وهو الصحيح [1] اھ **اقول:** ووجهه ظاہر ان عدة الوفاة بالاشهر والطلاق بالحيض والحيض يرتفع بالحبل فافهم، والله تعالٰی اعلم۔	مطابق اس کی عدت بچے کی پیدائش تک ہے، امام کرخی نے اس کی تفصیل نہ فرمائی، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے خود جو ذکر فرمایا اس کے مطابق یہ حکم طلاق کی عدت کا ہے لیکن اگر وفات کی عدت ہو تو پھر حمل کی وجہ سے اس کی عدت چار ماہ دس دن ہی رہے گی اور وفات والی عدت میں تبدیل نہ ہوگی، یہی صحیح مذہب ہے، اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کی وجہ ظاہر کہ وفات کی عدت مہینوں کے حساب سے ہوتی ہے اور طلاق کی عدت حیض کے حساب سے ہوتی ہے اور حیض حمل کی وجہ سے ختم ہوجاتا ہے، غور کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب العدة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۴

بابُ الحداد
(سوگ کا بیان)

مسئلہ ۹۲: مسئولہ محمد عنایت اللہ ۶ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

حضرت مولوی تسلیم عرض، وہ لڑکی کہ بیوہ ہو گئی ہے میں اسے شاہجہان پور لے جانا چاہتا ہوں اس میں کیا حکم ہے ؟ اور ایامِ عدتِ وفات میں عورت بضرورت بھی دوسرے مکان یا دوسری جگہ جاسکتی ہے یا نہیں ؟ والسلام محمد عنایت اللہ

الجواب:

تاختمِ عدت عورت پر اسی مکان میں رہنا واجب ہے، شاہجہان پور خواہ کسی جگہ لے جانا جائز نہیں، ہاں جس کے پاس کھانے پہننے کو نہیں اور ان چیزوں کی تحصیل میں باہر نکلنے کی ضرورت ہے کہ بغیر اس کے خورد ونوش کا سامان گھر میں بیٹھے نہیں کر سکتی تو وہ صبح وشام باہر نکلے اور شب اسی مکان میں بسر کرے دوسرے مکان میں چلے جانا ہر گز جائز نہیں، مگر یہ مکان اس کا نہ تھا مالکانِ مکان نے جبراً نکال دیا، یا کرایہ پر رہتی تھی اب کرایہ دینے کی طاقت نہیں یا مکان گر پڑا یا گرنے کو ہے یا اور کسی طرح اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے غرض اسی طرح کی ضرورتیں ہوں تو وہاں سے نکل کر جو مکان اس کے مکان سے قریب تر ہو اس میں چلی جائے ورنہ ہر گز نہیں در مختار میں ہے:

معتدۃ موت تخرج فی الحدیدین و تبیت اکثر اللیل فی منزلھا لان نفقتھا علیھا فتحتاج للخروج، حتی لوکان عندھا کفایتھا صارت کالمطلقۃ فلایحللھا الخروج فتح [1] اھ اقول فکذا اذا قدرت علی الکسب فی البیت من دون خروج فان المبیح ھی بالضرورۃ فبحیث لاضرورۃ فلا باحۃ وھذا واضح جدا۔	موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے باہر نکل سکتی ہے، اور رات کا اکثر حصہ اپنے گھر میں ہی رہے کیونکہ اس نے اپنا خرچہ خود پورا کرنا ہے اس لئے وہ باہر نکلنے کی محتاج ہے حتی کہ اگر اپنی کفایت اور ضرورت کے لئے اس کے پاس نفقہ ہو تو یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر نکلنا حلال نہیں ہے، فتح اھ **اقول**: (میں کہتا ہوں) یونہی اگر وہ گھر میں رہ کر کوئی محنت کرکے اپنا خرچہ بنا سکتی ہے تو نکلنا حلال نہ ہوگا کیونکہ اس کا باہر نکلنا ضرورت کی بناء پر جائز ہوا ہے اور جب ضرورت نہیں تو جواز بھی نہیں، اور یہ بات بالکل واضح ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وتعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولاتخرجان منہ الاان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا او لاتجد کراء البیت ونحو ذٰلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الی حیث شاء الزوج [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی گھر میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی اور وہاں سے باہر نہ نکلیں الایہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو، یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر تھا عورت میں کرایہ دینے کی طاقت نہ ہو یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں تو قریب ترین مکان میں منتقل ہو جائے، اور طلاق والی کو یہ حکم ہے کہ جہاں خاوند اسے سکونت دے وہاں رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۷: از بریلی محلّہ شاہ آباد متصل چاہ کنکر مسئولہ سید منصور علی صاحب ۱۵ شوال ۱۳۲۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت جس کا خاوند مرگیا وہ ایام عدت میں اپنے کسی استحقاق وراثت کے استحکام کے واسطے باہر گھر سے جاسکتی ہے یا نہیں، اور اگر باہر جائے تو کس قدر عرصہ تک اور اس کے باہر جائے سے اس کے کسی حقوق میں فرق تو نہ آئے گا بینوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰

[2] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۰

الجواب

سائل نے ظاہر کیاکہ عورت مسکینہ ہے پانچ روپے کی ایک معاش کہ اس کے شوہر نے اسے لکھ دی تھی صرف وہی پاس رکھتی ہے اور اہلکار کچہری کو کمیشن دے کر بلانے کی استطاعت اصلاً نہیں اور اگر نہ جائے تو وہ جائداد اس کے نام نہ ہو گی اور وہ جگہ جہاں جانا چاہتی ہے اس کے مکان عدت سے صرف چھ میل دور ہے دن ہی دن میں جانا اور مکان میں واپس آنا ہو جائے گا رات یہیں آکر بسر کرے گی اگر بات یوں ہے تو صورت مذکورہ میں اسے جانا اور دن کے دن واپس آکر رات مکان عدت ہی میں بسر کرنے کی اجازت ہے۔ در مختار میں ہے:

معتدة موت تخرج فی الجدیدین وتبیت اکثر اللیل فی منزلها لان نفقتها علیها فتحتاج للخروج، حتی لوکان عندها کفایتها صارت کالمطلقة ولایحل لها الخروج فتح، وجوزفی القنیة خروجها لاصلاح لا بدلهامنه کزراعة ولاوکیل لها[1]۔	موت کی عدت والی عورت ضرورت پر دن میں اور رات میں گھر سے نکلے اور رات کا اکثر حصہ واپس اپنے مکان ہی میں بسر کرے کیونکہ اس کا اپنا خرچہ خود اس کے ذمہ ہے اس لئے وہ محتاج ہے کہ باہر نکلے حتی کہ اگر اس کے پاس کفایت کے مطابق خرچہ موجود ہے تو پھر یہ مطلقہ عورت کی طرح ہے اس کو باہر جانا جائز نہیں ہے، فتح۔ اور قنیہ میں اسے اپنی ضروری اشیاء کی اصلاح کے لئے نکلنا جائز قرار دیا ہے، مثلاً زراعت کی نگرانی کرنی ہے اور اس کا کوئی وکیل نہ ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال فی النهر ولابدان یقید ذٰلك بان تبیت زوجها[2]۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔	نہر میں کہا ہے یہ قید ضروری ہے کہ رات کو خاوند والے گھر میں واپس آئے اور وہاں رات گزارے۔ واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۹۸: از شہر روہیلی ٹولہ بریلی مسئولہ مسیت خاں ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا اس کی زوجہ کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی اور نہ کوئی شخص ورثاء و متعلقین متوفی سے اس کے نان و نفقہ کا متکفل ہو بلکہ اشخاص مذکور کی جانب سے چور شارب الخمر تارك الصلوٰة قمار باز ہیں و نیز دیگر امور خلافِ شریعت کے مرتکب رہتے ہیں نسبت مسماۃ مذکور کے انعدام عصمت و اتلاف مال و دیگر قسم کے

---

[1] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

[2] ردالمحتار باب الحداد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۰

فساد کا اندیشہ کامل وقوی ہے ایسی صورت میں مسماۃ مذکورہ کو مکان مسکونہ اپنا چھوڑ کر کسی دوسری جگہ پر ایام گزاری عدت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

عدت موت کا نفقہ کسی پر نہیں ہوتا خود اپنے پاس سے کھائے پاس نہ ہو تو دن کو محنت ومزدوری کے لئے باہر جاسکتی ہے، چار مہینے دس دن وہیں گزار نا فرض ہے، اللہ عزوجل کے ادائے فرض میں حیلے نہ کئے جائیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ ت) اگر اندیشہ واقعی وصحیح ہے بذریعہ حکومت بندوبست کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹۹: از پرانا شہر روہیلی ٹولہ بریلی مرسلہ احمد اللہ خاں صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ قوم حجام سے ہے اور ہمیشہ بوجہ حجامی باہر نکلتی ہے، ایسی صورت میں اس کو بایّامِ عدت دن میں اور شب میں باہر نکلنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قیام شب دوسرے مکان پر کرسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سائل کے بیان سے معلوم ہوا کہ یہ عدت موت کی ہے، پس اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ چار ماہ دس دن گھر بیٹھ کر کھائے جب تو اسے نکلنا جائز نہیں ورنہ جتنے دنوں کھانے کا سامان رکھتی ہے اتنے دنوں اسے گھر بیٹھ کر کھانا لازم، اور پھر نکلنا جائز، رات اپنے گھر میں گزارے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۰: از شہر بریلی ۳۰ رمضان ۱۳۳۶ھ

زید فوت ہوا، ایک زوجہ حاملہ اور ایک لڑا اور دو لڑکیاں نابالغ چھوڑیں، وہ ایک غریب آدمی تھا جس کے رہنے کو مکان بھی نہ تھا کرایہ کا مکان تھا مکان والے کا دو مہینہ کا کرایہ چاہئے وہ کہتا ہے کہ کرایہ دو یا مکان خالی کرو، زوجہ زید کے پاس نہ کھانے پینے کو کچھ ہے اور نہ کرایہ مکان ادا کرنے کو، ایسی حالت میں زوجہ زید اندر میعاد عدت کے وہ مکان جس میں زید فوت ہوا چھوڑ کر اپنی ماں کے گھر جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

جہاں سے ممکن ہو کرایہ ادا کرے اور عدت کے دن وہیں گزارے،

امرت به السائلة وهی ام المتوفی عنها زوجها فرضیت فعلمت انها قادرة انما ذلك احتیال	جس کا خاوند فوت ہوگیا تھا یہ بات میں نے اس کی ماں سے کہی وہی سائلہ تھی تو اس بات پر وہ راضی ہوگئ تو میں نے معلوم کرلیا کہ عورت کرایہ اور نفقہ پر

للانتقال وکم جربنا مثل ذٰلک۔	قادر ہے، اور یہ بیان منتقل ہونے کا ایک بہانہ تھا اس بات کا تجربہ بارہا ہم کرچکے ہیں۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وھی فی دار باجرۃ قادرۃ علٰی دفعھا فلیس لھا ان تخرج بل تدفع[1]۔	اگر موت کی عدت والی کسی کرایہ کے مکان میں ہو اور کرایہ دینے پر قادر ہو تو اس کو باہر نکلنے کی اجازت نہیں بلکہ کرایہ ادا کرے(ت)

درمختار میں ہے:

تعتدان معتدۃ طلاق و موت فی بیت وجبت فیہ ولاتخرجان منہ الاان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت و غیر ذٰلک من الضروریات فتخرج لاقرب موضع الیہ[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	موت اور طلاق کی عدت والی عورتوں کو گھر سے باہر نکلنا جائز نہیں اسی مکان میں عدت بسر کریں جہاں عدت واجب ہوئی ہے الایہ کہ ان کو جبرًا نکالا جائے یا وہ مکان گر جائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا وہاں مال کے نقصان کا خطرہ ہو، یا مکان کرایہ پر تھا عورت کرایہ دینے کی طاقت نہ رکھتی ہو، یا اور اس قسم کی ضروریات ہوں جن سے مجبور ہو تو قریب ترین موضع میں منتقل ہو جائے۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۰۱: یہ چند مسائل محمد میر خان صاحب پیلی بھیت کو ارسال فرمائے گئے۔ بتاریخ ۴ شعبان المعظم

عدت میں عورت کو یہ چیزیں منع ہیں: ہر قسم کا گہنا یہاں تک کہ انگوٹھی چھلا بھی مہندی، سرمہ، عطر، ریشمی کپڑا، ہار پھول، بدن یا کپڑے میں کسی قسم کی خوشبو، سر میں کنگھی کرنا، اور مجبوری ہو تو موٹے دندانوں کی کنگھی کرے جس سے فقط بال سلجھالے پٹی نہ جھکالے۔ پھلیل، میٹھا تیل، کسم، کیسر کے رنگے کپڑے، یونہی ہر رنگ جس سے زینت ہوتی ہوا گرچہ پڑیہ گیروکا، چوڑیاں اگرچہ کانچ کی، غرض ہر قسم کا سنگار ختم عدت تک منع ہے۔ چارپائی پر سونا، بچھونا سونے یا بیٹھنے میں بچھانا منع نہیں۔

مسئلہ ۱۰۲: از میونڈی ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سید امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ درمیان عدت کے عورت سے واسطے کرنے نکاح کے دریافت

[1] ردالمحتار باب الحداد دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۲۰/۲

[2] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۲۶۰/۱

کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

عدت میں نکاح کا پیام دینا بھی حرام ہے اور اگر پیام نہیں، مثلاً اس کے گھر والے دریافت کریں کہ نکاح ثانی کا ارادہ ہے یا کیا، تو حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۳: از شہر متصل جامع مسجد پیارے میاں معرفت عنایت خاں ۴ محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ باہر تھی اور خبر انتقال شوہر سن کر آئی اور ایک مکان میں قیام کیا جس میں بیٹھک ہے اور ایک دروازہ صدر ہے لہذا ایّام عدت میں بیٹھک سے مکان میں جا سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت گوالیار میں تھی اور وہاں سے آئی، شوہر کا مکان گاؤں میں، یہ وہاں نہ گئی بلکہ شہر میں ایک غیر شخص کے یہاں ٹھہری، اس کے بیٹھک اور زنانخانہ کیا پوچھنا اس سے سفر کرکے آنا حرام تھا اور غیر شخص کے یہاں ٹھہرنا حرام تھا، بیٹھک ہو یا زنانخانہ اسے حکم ہے کہ شوہر کے مکان میں عدت پوری کرے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۰۴: ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مر گیا حالت نابالغی میں، عمر ۱۴ یا ۱۵ برس کی تھی، زوجہ اس کی ہندہ ۱۳ سال کی، کوئی علامت بلوغت کی نہ تھی، بعد مرنے زید کے تین روز کے بعد زید کا باپ زید کی زوجہ کو اپنے مکان کو لے گیا، موضع سوڑا میں، اور وہاں لے جاکر ہندہ سے اسٹامپ لکھایا معافی مہر کا، دو چار روز رہ کر پھر اسی مکان پر آگیا جہاں زید کا انتقال ہوا تھا وہ مکان زید کی نانی کا تھا، اب زید کا باپ ہندہ کے باپ کو ہندہ کو دیکھنے نہیں دیتا، کہتا ہے بعد عدت یا عدت کے اندر میں ہندہ کا نکاح اپنی رائے سے کردوں گا اور ہندہ بیمار ہے جاڑا بخار آتا ہے، ہندہ کے باپ کو صدمہ ہوتا ہے کہ میں اس کا علاج کروں لیکن زید کا باپ نہیں بھیجتا نہ دیکھنے دے، ہندہ کے کسی رشتہ دار کو نہیں دیکھنے دیتا، ہندہ کا باپ کہتا ہے کہ شریعتِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بدلنے مکان کے وہی قید باقی رہی ہندہ کے ذمہ یا بدل گئی کیونکہ زید کا باپ ہندہ کو اس مکان سے اور مکان میں لے گیا دو چار روز رکھا اب ہندہ کا باپ چاہتا ہے کہ شریعت اجازت دے تو میں ہندہ کو اپنے مکان پر لے آؤں اس وجہ سے کہ ہندہ کو زید کے سامنے تکلیف پہنچاتا تھا اب تو اور بھی زیادہ تکلیف پہنچی ہے ہندہ کو، لہذا سوال کا جواب عنایت فرمایا جائے، زید کی نانی کے مکان سے زید کے باپ

کا مکان چار کوس ہے۔

الجواب:

عدت کے اندر اسے دوسری جگہ لے جانا حرام تھا اور جب تک وہاں رکھا یہ بھی حرام ہوا مگر اس سے عدت جاتی نہ رہی موت سے چار مہینے دس دن تک شوہر ہی کے مکان پر رہنا پڑے گا اگر وہ نابالغہ ہے تو اس کے معاف کئے سے مہر معاف نہیں ہوسکتا اور عدت کے اندر تو کوئی اس کا نکاح نہیں کرسکتا جو کرے گا باطل محض ہوگا عدت کے بعد ہندہ کے باپ کو اس کے نکاح کا اختیار ہے پدر زید کو کچھ اختیار نہیں کہ اگر یہ کردے گا پدر ہندہ کی اجازت پر موقوف رہے گا وہ رد کردے فوراً رد ہوجائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)**

مسئلہ ۱۰۵: ۱۶ شوال ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور وہ غیر شہر میں جس مکان میں اس کا شوہر سکونت رکھتا تھا عدت میں ہے، لیکن بسبب نادانی اور غیر محرم کے وحشتناک ہوکر چاہتی ہے کہ والدین کے مکان میں جاکر رہوں، آیا اس کو شرع اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اوّلاً یہاں شرعاً واقع عذر سچی مجبوری دیکھی جاتی ہے **وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ** (اللہ تعالٰی مفسد اور مصلح کو جانتا ہے۔ت) خدا ہر ایک کا نہاں وعیاں سب جانتا ہے اگر ایام عدت تک وہاں رہنے میں کوئی خوف صحیح واندیشہ واقعی ہندہ کے مال یا جان ناموس پر نہیں، کوئی ضرر صحیح وہاں اتنے دن گزارنے میں نہیں یا ہے تو اس کا علاج اسے ممکن ہے مثلاً اسکے بعض اعزّہ محارم اس کے پاس رہ سکتے ہیں یا قابل اعتماد عورات کو ساتھ کے لئے رکھ سکتی ہے اگرچہ اجرت دے کر، تو اسے ہرگز اجازت نہیں ہوسکتی، خوف میں شاید اور عجب نہیں کا لحاظ نہیں ہوتا خوف صحیح منشاء صحیح سے ناشی ہونا چاہئے نہ اس وحشت کا کچھ اعتبار جو کم عمری کا لازمہ ہے خصوصاً ایسے غم کی حالت میں جب تک وہ ایسی شدت پر نہ ہو جس سے نقصان صریح عقل وغیرہ پر پہنچنے کا خطرہ ہو۔

ثانیاً اور اگر واقعی حالت مجبوری ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس مکان سکونت سے قریب تر کون سے مکان ایسا ہے جس میں وہ اندیشہ وخطرہ نہ ہو، اگر اسی شہر میں کوئی دوسرا مکان قابل اطمینان اپنے کسی عزیز کا ہو تو وہاں چلی جائے، شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں بلکہ وہیں دو محلوں میں دو مکان قابلِ اطمینان ہوں ایک دور ایک پاس، تو دور والے میں جانے کی اجازت نہیں، اور اگر اس شہر میں نہ ہو مگر دوسرے شہر کہ بہ نسبت شہر والدین اور اس شہر سکونت سے قریب تر ہے میں کوئی مکان قابلِ اطمینان ہے تو وہیں جائے، ہاں اگر

سب صورتیں معدوم ہوں تو البتہ بحالت ضرر صریح و مجبوری محض اجازت ہے۔ درمختار میں ہے:

تعتدان ای معتدۃ طلاق وموت فی بیت وجبت فیہ ولاتخرجان منہ الاان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف انھدامہ او تلف مالھا اولا تجد کراء البیت ونحو ذٰلك من الضرورات فتخرج لاقرب موضع الیہ وفی الطلاق الٰی حیث شاء الزوج[1]۔	موت اور طلاق کی عدت والی عورتیں اسی مکان میں عدت گزاریں جس میں عدت واجب ہوئی ہو، اور وہاں سے منتقل نہ ہوں الایہ کہ ان کو جبراً نکالا جائے یا وہ مکان گرجائے یا گرنے کا خطرہ ہو یا مال کے نقصان کا خطرہ ہو یا مکان کرایہ پر ہو اور عورت کرایہ نہ پائے، اور دیگر ایسی ضروریات کی وجہ سے مجبور ہو تو قریب ترین مکان میں منتقل ہوجائے، اور طلاق والی کو یہ حکم، ہے کہ جہاں خاوند انتظام کرے وہاں رہے۔ (ت)

عالمگیریہ میں ہے:

المعتدۃ اذاکانت فی منزل لیس معھا احد وھی لا تخاف من اللصوص ولامن الجیران ولکنھا تفزع من امر المبیت ان لم یکن الخوف شدیدالیس لھا ان تنتقل من ذٰلك الموضع، وان کان الخوف شدیدا کان لھا ان تنتقل کذافی فتاوی قاضی خاں[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	عدت والی عورت جب کسی ایسے مکان میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی نہ رہتا ہو اور چوروں یا پڑوسیوں سے خائف نہ ہو لیکن وہ عورت رات کو ڈرتی ہو، اگر یہ ڈر شدید نہ ہو تو عورت کو وہاں سے منتقل ہونا جائز نہیں، اور اگر یہ ڈر شدید ہو تو عورت کو پھر منتقل ہونا جائز ہے۔ فتاوٰی قاضی خاں میں ایسے ہی مذکور ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار باب الحداد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰

[2] فتاوی ہندیہ الباب الرابع عشر فی الحداد نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۳۵

باب زوجۃ المفقود
(مفقود الخبر کی زوجہ کا حکم)

مسئلہ ۱۰۶: زوجہ عـــہ مفقود کے لئے چار برس کی مہلت کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے، جمہور ائمہ کرام اس کے خلاف پر ہیں، ادھر قرآن عظیم صاف صاف ارشاد فرمارہا ہے: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1] تم پر حرام ہیں وہ عورتیں جو دوسرے کے نکاح میں ہیں۔ اس عورت کا نکاح مفقود میں ہونا تو یقینا معلوم، اور چار برس کے بعد اس کی موت مشکوک و موہوم، کیا آدمی اتنی مدت میں خواہ مخواہ مرہی جاتا ہے یا اس کی مرگ پر ظن غلبہ کرتا ہے یہاں تک کہ خود علمائے مالکیہ رحمہم اللہ تعالٰی اقرار فرماتے ہیں کہ اس چار سال کی تقدیر پر سواء تقلید امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں، نہ ہرگز نظر فقہی اس کے مساعد،

کما نقل العلامۃ الزرقانی فی شرح المؤطا عن الکافی انہا مسئلۃ قلدنا فیہا	جیسا کہ علامہ زرقانی نے شرح المؤطا میں کافی سے نقل کیا کہ یہ وہ مسئلہ ہے جس میں ہم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

عـــہ: یہ مضمون مسئلہ از اجین تک، مولوی ضیاء المصطفٰی صاحب نے کسی رسالہ سے نقل کرکے دیا اور مولانا عبدالرؤف صاحب مرحوم نے شامل کیا ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

عمر ولیست مسئلۃ النظر [1]۔	کی تقلید کی ہے اور یہ نظری مسئلہ نہیں ہے(ت)

اور تمام ائمہ کہ شک سے یقین زائل نہیں ہوتا، ولہٰذا خود ائمہ مالکیہ در بارہ مال اس تقدیر چار سال کے قائل نہ ہوئے، حالانکہ یہ نہایت مستبعد ہے کہ آدمی مہلت چار سال کے بعد حقِ زوجہ میں مردہ ٹھہر کر اس کا مال ورثاء پر تقسیم نہ ہو، فاضل ابراہیم شرح انوار اردبیلی میں لکھتے ہیں:

نقض حکمہ لمخالفتہ القیاس الجلی اذلایجوز ان یکون حیّاً فی مالہ ومیتاً فی حق زوجہ [2]۔	قاضی کا حکم کالعدم قرار دیا جائے گا کہ یہ ظاہر قیاس کے خلاف ہے کیونکہ ایسا نہیں ہوسکتا ہے مفقود شخص کو مال کے حق میں زندہ اور بیوی کے حق میں مردہ قرار دیا جائے۔(ت)

تو نص قطعی و قضیہ یقینی کے خلاف ایک موہوم بات پر کہ حق مال میں بالاتفاق مقبول نہیں، کیونکر زنِ زید نکاح عمرو میں آسکتی ہے، ادھر احادیث حضور المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس مذہب کا کہیں پتا نہیں، بلکہ حدیث آئی ہے تو ہمارے ہی موافق آئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یأتیھا البیان [3]۔ رواہ الدار قطنی فی سننہ عن المغیرۃ بن شعبۃ رضی اللہ عنہ۔	مفقود کی عورت اسی کی عورت ہے یہاں تک کہ اس کی موت کا حال ظاہر ہو۔(اس کو دار قطنی نے اپنی سنن میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

امیر المومنین مولی المسلمین حضرت سیدنا علی المرتضی و کنیف العلم سید الفقہاء سند الائمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما ہماری ہی طرف ہیں رواہ عنہما عبدالرزاق [4] فی مصنفہ (اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں دونوں حضرات علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ت) اور قوت بر قوت یہ کہ امیر المومنین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ پہلے قائل چار سال کے تھے بلکہ وہی پہلے قائل چار سال کے ہوئے بعدہ قولِ حضرت مولی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کی طرف رجوع فرمایا،

کماذکرہ فقیہ الکوفۃ ابن ابی لیلی رحمہ اللہ تعالٰی	جیسا کہ اس کو فقیہہ الکوفہ ابن ابی لیلٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

[1] شرح الزرقانی علی مؤطاامام مالك عدۃ التی تفقد زوجہا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ۳/ ۲۰۰

[2] شرح الانوار فصل القسم الثانی عدۃ الوفاۃ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۲۱۲

[3] سنن الدار قطنی باب المہر حدیث نشر السنۃ ملتان ۳/ ۳۱۲

[4] مصنف عبدالرزاق باب التی لاتعلم مہلك زوجہا حدیث ۰ مجلس علمی بیروت ۷/ ۹۰ و ۹۱

نقلہ المحقق فی الفتح[1]۔	نے ذکر فرمایا، یہ فتح القدیر میں محقق سے منقول ہے(ت)

تو وہ دلیل کہ مالکیہ کو اس قول پر حامل تھی یعنی تقلید فاروقی وہ بھی نہ رہی۔اسی طرح حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ ارشد تلامذہ امام مالک ہیں پہلے قولِ امام مالک کے قائل تھے پھر ہمارے ہی قول کے طرف رجوع لائے،اور وہی ان کے مذہب میں راجح قرار پایا،

کمافی میزان الشریعۃ الکبری، ورحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ،وھذا لفظھما اختلفوا فی زوجۃ المفقود فقال ابوحنیفۃ والشافعی فی الجدید الراجح و احمد فی احد روایتیہ لاتحل للازواج حتی تمضی مدۃ لا یعیش فی مثلھا غالبًا[2]۔	جیسا کہ میزان الشریعۃ الکبری اور رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے، یہ الفاظ دونوں سے متفق ہیں کہ مفقود کی بیوی کے متعلق فقہاء نے اختلاف کیا ہے،امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے جدید راجح قول اور امام احمد کے ایک قول کے مطابق اس کو دوسرا نکاح حلال نہیں حتی کہ گم شدہ اتنی عمر میں غالب طور پر زندہ نہ رہ سکے۔(ت)

بلکہ جمہور ائمہ شافعیہ رحمہم اللہ تعالٰی تو یہاں تک اس سے اختلاف رکھتے ہیں کہ اگر قاضی مہلت چار سالہ بعد تفریق کردے تو اس کی قضا توڑدی جائے کہ اس دلیل صریح کے خلاف حکم کیا،امام نورالدین یوسف بن ابراہیم اردبیلی شافعی کتاب الانوار لعمل الابرار میں فرماتے ہیں:

لوحکم حاکم بانھا تتربص اربع سنین فتعتد عدۃ الوفاۃ ثم تنکح وتربصت وحکم ثانیا بالفرقۃ واعتدت ونکحت نقض حکمہ الا اذا بان انہ کان میتا وقت الحکم۔[3]	اگر کسی حاکم نے یہ فیصلہ دیا کہ وہ چار سال انتظار کے بعد وفات کی عدت پوری کرے اور پھر کسی سے نکاح کرے، چنانچہ فیصلہ کے مطابق اگر عورت نے چار سال انتظار کیا اور اس حاکم نے فرقت کا نیا حکم دے دیا اور اس کے بعد عورت نے عدت گزار کر نکاح کرلیا تو قاضی کا یہ حکم کالعدم قرار پائے گا الایہ کہ واضح ہوجائے کہ قاضی کے مذکور فیصلے کے وقت گمشدہ شخص فوت ہوچکا تھا۔(ت)

اسی میں ہے:

---

[1] فتح القدیر کتاب المفقود مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳۷۲/۵

[2] المیزان الکبری کتاب العدد والاستبراء مصطفی البابی مصر ۱۳۶/۲،رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ کتاب العدد مطابع قطر الوطنیۃ الدوحۃ قطر ص ۳۱۲

[3] الانوار لاعمال الابرار فصل القسم الثانی عدۃ الوفاۃ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲۱۲/۲

لوقضی قاض بصحۃ نکاح زوجۃ المفقود بعد اربع سنین ومدّۃ العدۃ نقض حکمہ[1] اھ ملخصًا۔	اگر کسی قاضی نے مفقود کی بیوی کے متعلق چار سال انتظار اور اس کے بعد عدت پوری کرکے نکاح کی صحت کا فیصلہ دیا تو اس کا حکم کالعدم ہوگا اھ ملخصًا (ت)

شرح انوار میں ہے:

لمخالفتہ القیاس الجلی فی جعل المفقود میتا فی النکاح دون المال وما جزم بہ المصنف ھوالذی علیہ الاکثرون کما یعلم من کلام الرافعی[2] ھنا الخ۔	یہ قیاس جلی کی مخالفت کی وجہ سے کہ مفقود کو نکاح کے حق میں مردہ اور مال کے حق میں زندہ قرار دیا جائے، اور مصنف نے جس پر جزم فرمایا وہ ہے جس پر اکثر ائمہ نے اعتماد فرمایا جیسا کہ یہاں امام رافعی کے کلام سے معلوم ہورہا ہے الخ (ت)

تو جو اس قول کے قائل تھے ان پر بھی اس کا ضعف ظاہر ہوا جب تو اس سے رجوع کرتے آئے اور قول ضعیف پر حکم و فتوی دینا جہل و مخالفتِ اجماع ہے۔

فی الدرالمختار، حاصل ماذکرہ الشیخ قاسم القاضی الاان المفتی مخبر عن الحکم والقاضی ملزم بہ وان الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق الاجماع[3]۔	درمختار میں ہے: شیخ قاسم نے اپنی تصحیح میں جو ذکر فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ مفتی اور قاضی کا یہاں کوئی فرق نہیں ماسوائے اس کے کہ مفتی حکم کی خبر دیتا ہے اور قاضی اس کو نافذ کرتا ہے جبکہ مرجوح قول پر فتوی اور فیصلہ جہالت ہے اور اجماع کی مخالفت ہے۔ (ت)

پھر معاملہ بھی کون سا معاملہ فروج جس میں شریعتِ مطہرہ کو سخت احتیاط ملحوظ، یہاں تک کہ باآنکہ اصل اشیاء میں اباحت وحلت ہے، فروج میں اصل حرمت ٹھہری، تو ایسے امر میں ایسے قول کی طرف اپنا ایسا قوی ومدلل مذہب چھوڑ کر جانا کیسی کھلی بے احتیاطی ہے، رہا دعوی ضرورت، اس کا حال یوں کھلتا ہے کہ ہندوستان کی نوجوان عورتیں جو بیوہ ہوجاتی ہیں باآنکہ انہیں شرعًا نکاح ثانیہ کی اجازت ہے اپنی ایک جھوٹی رسم کی پیروی میں عمر بھر بیٹھی رہتی ہیں اس وقت نہ انہیں ضرورت سوجھتی ہے نہ یہی خیال آتا ہے کہ جوانی کیونکر کٹے گی نہ یہ کہ نان ونفقہ کہاں سے

---

[1] الانوار لاعمال الابرار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشہاد الخ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۴۱۳ و ۴۱۴

[2] شرح الانوار کتاب ادب القضاء الطرف السابع فی الاشہاد الخ مطبعۃ الجمالیہ مصر ۲/ ۴۱۳

[3] درمختار رسم المفتی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵

ملے گا مگر خاوند مفقود ہو کر یہ سب دعوی ہجوم کرتے ہیں، اگر ضرورت کا دعوی سچا ہے تو وہاں صبر کیونکر ہوتا ہے اور جب وہاں کیا جاتا ہے، حالانکہ قطعًا بے شوہر، اور ازواج کے لئے حلال ہیں تو یہاں صبر کیوں نہیں کیا جاتا کہ یقینا شوہر دار تھیں اور موتِ شوہر ثابت نہیں ہوئی مگر ہے یہ کہ جہال کے نزدیک رسم کا اتباع حکم کے اتباع سے زیادہ اہم ہے، یہاں حیلے تلاش کئے جاتے ہیں کہ کسی مذہب میں کوئی راستہ نکلے اگرچہ اپنے مذہب میں نراحرام ہو، وہاں رسم نہیں چھوڑی جاتی اگرچہ چاروں مذہب میں کھلی حلت ہے، اللہ عزوجل مسلمانوں کو ہدایت فرمائے، بات یہ ہے کہ نفس کی باگ جب نرم کرلیجئے دبالیتا ہے۔اس وقت ضرورت، حاجت، معذوری، مجبوری، سوجھتی ہے اور باگ جب کڑی کرلیجئے دب جاتا ہے۔اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جوش نرادعوی ہی دعوی تھا۔حدیث میں حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استغنٰی باللّٰہ اغناہ اللّٰہ ومن استعف اعفّہ اللّٰہ[1]۔ رواہ الامام احمد والنسائی والضیاء عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔	جو اللہ عزوجل کے بھروسا پر خلق سے بے پروائی کریگا اللہ تعالٰی اسے غنی کردے گا، اور جو سچے دل سے پارسا بننا چاہے گا اللہ تعالٰی اسے پارسا بنادے گا۔ (اسے امام احمد، نسائی اور ضیاء نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

جنہیں نکاح پر قدرت نہ ہو ان کا علاج صحیح حدیث میں روزے رکھنا ہوا ہے:

من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء[2]۔ رواہ احمد والستۃ عن ابن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، وسوق الحدیث وان کان فی الرجال، فالنساء شقائقھم[3]۔ بعضکم من بعض۔	جو نکاح پر قدرت نہ رکھے اس کو روزہ لازم ہے کیونکہ یہ اس کے لئے شہوت سے رکاوٹ ہے۔اس کو امام احمد اور ائمہ ستّہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور حدیث کے یہ الفاظ اگرچہ مردوں کے بارے میں ہیں، تو عورتیں وہ مردوں کی طرح ہیں اور تم آپس میں ایک دوسرے کی طرح ہو۔ (ت)

بلکہ احتیاج نفقہ کے عذر کو غور کیجئے تو وہ بھی اسی عذر جوانی کے ساتھ ہے جس کا علاج حدیث میں ارشاد ہو گیا۔

[1] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۶۱

[2] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۲۴

[3] جامع الترمذی ابواب الطہارۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۶

سن رسیدہ عورتیں جن کے شوہر مرتے یا مفقود ہو جاتے ہیں انہیں تلاشِ نفقہ کے لئے فکر نکاح نہیں ہوتی وہ کیونکر بسر کرتی ہیں اور یہ حالت بیوگی تو ہند کی نوجوانیں بھی اسی حال میں شریک ہیں، وہاں خداجانے شان رزاقی خاوند میں کیوں نہیں منحصر ہو جاتی ہے، لطف یہ ہے کہ یہاں تقلید امام مالک رحمۃاللہ تعالٰی علیہ کا دامن پکڑا جاتا ہے، جاہل لوگ ان کا مذہب یہ سمجھتے ہیں کہ مرد کو گے چار برس گزرے اور عورت کو یونہی عدت بیٹھ کر نکاح حلال ہو گیا، حاشا یہ ان کا مذہب نہیں بلکہ وہ یہ فرماتے ہیں کہ عورت قاضیِ شرع کے حضور دعوی پیش کرے، قاضی بعد ثبوتِ مفقودی کہ اس کی خبر ملنے سے بالکل ناامید ہو گئ ہو اب چار برس کی مدت اپنے حکم سے مقرر کرے، اس مدت میں بھی پتانہ چلے تو پھر قاضی تفریق کردے، اس کے بعد عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اور شوہروں کے لئے حلال ہو جائے، حضور قاضی میں رجوع لانے سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں تو اسکا اصلاً اعتبار نہیں۔ علامہ زرقانی مالکی شرح مؤطائے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

قول مالك لو اقامت عشرين سنة ثم رفعت يستأنف لها الاجل[1]۔	امام مالک کا قول ہے کہ اگر عورت بیس سال بھی گزار چکے اور بعد میں قاضی کے ہاں معاملہ پیش کرے تو بھی قاضی اس کے لئے نئی مہلت مقرر کرے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

قول مالك ايضا تستأنف الاربع من بعد اليأس وانها من يوم الرفع[2]۔	امام مالک کا یہ بھی قول ہے کہ ناامیدی کے بعد چار سال کی نئی مہلت مقرر کی جائے گی اور اس مہلت کی ابتداء قاضی کے ہاں معاملہ پیش ہونے کے بعد ہو گی (ت)

اب کہئے قولِ امام مالک ہی پر عمل کیجئے تو اول تو یہاں قاضی مالکی کہاں! اور قاضی حنفی اپنے خلافِ مذہب کیوں حکم دینے لگا! اور دے بھی تو اس کے نفاذ میں دقتیں ہیں، اور نافذ ہو بھی جائے تو ابھی ساڑھے چار برس پڑے ہیں یہ کیونکر کٹیں گے! ایسی بے صبری وادعائے بے رزقی کا علاج تو یوں بھی نہ بنا۔ غرض خلاصہ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے ڈرے، اللہ سے ڈرے۔ اور امر فروج کو سہل نہ جانے۔ نہ فقدانِ شوہر کو مرگِ شوہر کے پلے میں رکھے اور اتباعِ حکم کو اتباعِ رسم سے اہم تر سمجھے اور تصور کرے کہ ہند کی نوجوانیں بیوہ ہو کر کیونکر بسر کرتی ہیں بلکہ یہ بھی درکنار اس دارالفتن ہند پر محن میں بہت شریف زادیاں ایسی نکلیں گی جن کے

[1] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك عدة التی تفقد زوجها المکتبة التجارة الکبرٰی مصر ۳/ ۱۹۹

[2] شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالك عدة التی تفقد زوجها المکتبة التجارة الکبرٰی مصر ۳/ ۱۹۹

خداناترس شوہروں نے انہیں جیتے جی معلقہ کر رکھا ہے نہ تعلق رکھیں نہ قطع کریں، وہ بیچاریاں نہ شوہر والیاں نہ بے شوہروں میں۔ پھر وہ کیا کرتی اور اپنی عفت، باپ دادا کی عزت، شرع کی اطاعت کیونکر نگاہ رکھتی ہیں۔ قطع خواہش کے لئے روزوں کی کثرت کرے۔ خیالات دل کو یادِ موت و قبر سے لگائے کہ موت کی یاد ہر خواہش و لذت کو بھلادیتی ہے۔ اگر ماں باپ بھائی کے ذریعہ سے گزر کی صورت نہیں، سینے پرونے وغیرہ کاموں سے وقت کاٹے کہ اللہ عزوجل کے یہاں صابروں میں لکھی جائے اور بہ حکم قرآن بے حساب ثواب پائے۔ اقارب، محارم اگر خبر گیری کر سکتے ہیں تواللہ تعالٰی کاثوابِ عظیم لیں، اپنی بیٹی بے ثبوتِ بیوگی نکاح غیر کی بلامیں نہ پڑنے دیں۔ عوامِ ہند ذرا ذرا سے فضول و بے جا دنیوی جھگڑوں پر دختروں خواہروں کو بٹھار کھتے اور ان کا کلی خرچ اپنے پاس سے کرتے ہیں۔ یہ دینی حکم ہے اور اپنی ناموس کے خاص حرام وحلال کا معاملہ، اس میں بھی ذرا غیرت وحمیّت کو کام میں لائیں اور سمجھ بوجھ کرانجان نہ بن جائیں، **وباللہ التوفیق وھو الھادی الٰی سواء الطریق**۔ مؤیدین: (۱) محدث سورتی صاحب علیہ الرحمۃ (۲) مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی (۳) مولانا الشاہ احمد حسن صاحب کانپوری (۴) مولانا کرامت اللہ صاحب دہلوی (۵) مولانا الشاہ ہدایت رسول صاحب قادری۔

مسئلہ ۱۰۷: از اجین مرسلہ محمد یعقوب علی صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۱۰ھ

چہ فرمایند علمائے اہل حق ومفتیانِ برحق دریں مسئلہ کہ برادر عبداللہ دائمی محبوس گردید عورت خودراطلاق نمی دہدو او بدون شوہر نمی تواند ماند صورت ایں مسئلہ چگونہ است، وشوہر محمودہ نیز از مدت دوازدہ سالہ مفقود الخبر وزوجہ اوجوان طاقتے ضبط ندارد لہٰذا موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ نزداو شان تفریق درچہار سال صحیح عمل نمودہ درحبالہ نکاح میر تقی دادہ شد بعد از چند روز نکاح شوئے سابق اورا مقام ہذاآمدہ بودہ، عورت مستحق اواز ہر دو کیست و مہرش برکہ واجب می شود دریں مسئلہ چہ حکم شرع بیان فرمایند بعبارت کتب مشرح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔	علمائے حق اور مفتیانِ برحق کیافرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عبداللہ کا بھائی قید دوامی ہوا ہے اپنی عورت کو طلاق نہیں دیتا، اور بیوی کا شوہر کے بغیر گزارہ نہیں، اس مسئلہ کا کیا حکم: نیز مسئلہ یہ ہے کہ محمودہ کا شوہر بارہ سال سے مفقود الخبر ہے، اس کی بیوی جوان ہے اپنے پر کنٹرول نہیں کر سکتی، لہٰذا امام مالک کے مذہب کے موافق جن کے ہاں چار سال کی مدت پر تفریق صحیح ہے پر عمل کرکے اس عورت کا نکاح میر تقی سے کردیا گیا اور اس نکاح کے چند روز بعد اس عورت کا سابق خاوند وہاں آگیا تو وہ عورت اب کس کی بیوی قرار پائے گی اور مہر کس پر واجب ہوگا، ان دونوں مسئلوں میں شرعی حکم کو کتب کی عبارات سے واضح فرمائیں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین (ت)

الجواب:

در صورتِ اولٰی برادر عبداللہ فرمان آں چنان ست کہ زن راطلاق دہد قال اللہ تعالٰی: فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[1] مرد چوں از داشتن بخوبی عاجز آمد گزاشتن بہ نیکی واجب گشت و در ادائے ایں واجب اگر طلاق بالفعل ندہد تفویض طلاق نیز کافی ست زیراکہ مقصود آنست کہ زن از مضرت فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[2] محفوظ ماند وایں بہ سپردن طلاق بدست زن نیز حاصل ست یعنی زن را بنویسد کہ طلاق تو بدست تو نہادم ہرگاہ کہ خواہی خود را طلاق دہی واز قید نکاح من بدرآئی، نفعش آنست کہ زن مصلحت خود دیدہ کار خواہد بوفاداری شوہر صبر پیش گرفتن خواہ بناچاری خواہش چارہ دگر جستن اماتا از شوئے افتراق نشود نکاح بادیگر حرام بود قال اللہ تعالٰی وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ[3] ودر صورت ثانیہ زن بلاشبہہ بزوج پیشین دادہ شود،فی رد المحتار عن شرح المجمع لابن ملك تحت قول الدر، غاب من امرأته فتزوجت بأخرو	پہلی صورت میں عبداللہ کے بھائی کے لئے حکم یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ بیوی کو بھلائی سے پاس رکھو یا نیکی کے ساتھ آزاد کردو،خاوند بخوبی پاس رکھنے سے عاجز ہے تو نیکی کے ساتھ چھوڑدینا اس پر واجب ہے،اس واجب کی ادائیگی میں اگر بالفعل طلاق نہیں دیتا تو بیوی کو طلاق کا اختیار سونپ دے تو بھی کافی ہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ عورت کو معلق کرکے رکھنے کے ضرر سے بچایا جائے تو یہ مقصد عورت کو اختیار تفویض کرنے سے حاصل ہوجاتا ہے یعنی بیوی کو لکھ دے کہ تیری طلاق تیرے ہاتھ دیتا ہوں تو جب چاہے طلاق اختیار کرلے اور میری قید سے آزاد ہوجا،اس کا فائدہ یہ ہے کہ بیوی اپنی مصلحت کے مطابق فیصلہ کریگی خواہ خاوند کی وفاداری میں صبر کرے خواہ مجبوری خواہشات کی بناپر کوئی دوسرا راستہ اپنالے،تاہم جب تک خاوند سے مفارقت نہ ہوجائے کسی اور سے نکاح حرام ہے،اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ نکاح والی عورتیں بلاشبہہ پہلے خاوند کی بیوی ہے اسی کو دی جائے۔ردالمحتار میں شرح المجمع ابن ملک سے درمختار کے قول،ایک شخص بیوی کو چھوڑ کر غائب ہوگیا

[1] القرآن الکریم ۲۲۹/۲

[2] القرآن ۱۲۹/۴

[3] القرآن الکریم ۲۴/۴

ولدت اولاد، ثم جاء الزوج الاول مانصه، المرأة ترد الی الاول اجماعا[1] ومہرے کہ در نکاح اول بستہ بودند خود بر ذمہ شوہر اول است وبریں دوم نیز مہر مثل لازم بشرطیکہ باایں زن بہم آمدہ وجماعش کردہ باشد اما اگر کابینے در نکاح ثانی قرار دادہ اند کم از مہر مثل ست تاآنگاہ ہموں قدر دہند وبرونیفزایند ورنہ مہر مثل تمام و کمال لازم آید وزیادہ براں بہیچ صورت واجب نشود گو مہر قرار دادہ ایشاں زائد از وباشد خلاصہ آنکہ ہرچہ از مہر مثل ومہر مسمّٰی کم ست ہموں لازم بود، اما وجوب المهر فيما استحل من فرجها واما ماذكرنا من التقدير فلظهور فساد النكاح وهذا هو حكم المهر فی النكاح الفاسد فی الدرالمختار يجب مهر المثل فی نكاح فاسد بالوطی فی القبل لابغيره كالخلوة لحرمة وطئها ولم يزد على المسمى لرضاها بالحط ولوكان دون المسمى لزم مهر المثل لفساد التسمية بفساد العقد[2] بالالتقاط۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔	اس نے دوسرے شخص سے نکاح کرلیا اور اس سے اولاد ہوگئی پھر پہلا خاوند واپس آگیا، کے تحت نقل کیا، جس کی عبارت یہ ہے کہ عورت پہلے خاوند کو بالاجماع واپس کی جائیگی، اور مہر پہلے خاوند نے جو مقرر کیا وہ پہلے خاوند کے ذمہ ہے اور دوسرے خاوند پر بھی مہر مثلا ادا کرنا واجب ہے بشرطیکہ دوسرے نے اس عورت سے جماع کرلیا ہو، لیکن اگر نکاح ثانی میں مہر مثل سے کم مقرر ہو تو وہی واجب الادا ہوگا اس پر زائد واجب نہ ہوگا ورنہ مقررہ نہ ہونے یا مہر مثل سے زائد مقرر ہونے کی صورت صرف مہر مثل اور مقررہ سے جو بھی کم ہوگا وہی واجب الادا ہوگا، مہر اس لئے دینا ہوگا کہ اس کے بدلے شرمگاہ کو حلال کیا اور بیان کردہ مقدار اس لئے کہ اس ثانی نکاح کا فساد واضح ہوگیا اور نکاح فاسد میں بھی مہر کا حکم اسی طرح ہے، درمختار میں ہے کہ وطی کرنے پر نکاح فاسد میں مہر مثل واجب ہوتا ہے شرمگاہ میں وطی کے بغیر مہر واجب نہیں ہوتا اگرچہ خلوت کرچکا ہو، اور مہر مثل اور اگر وہ مہر مقررہ سے کم ہو تو مہر مثل واجب ہوگا کیونکہ مہر مقررہ کا فساد نکاح کے فساد پر ہوگیا (ملتقطا) والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۸: از بنگال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا شوہر عرصہ چار سال سے

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۱

[2] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

مفقود الخبر ہے اس کی حیات و موت کی کچھ خبر نہیں ملی اور وہ گھر میں اپنی بی بی کو خورد و نوش بھی نہیں دے گیا ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑ گیا ہے جس سے اس کی بیوی کی گزراوقات ہو، اور اس بی بی کو کہیں سے قرض دام بھی نہیں ملتا ہے، اور وہ بی بی کوئی حرفہ یا پیشہ نہیں جانتی ہے جس سے گزراوقات ہو یا یہ کہ اس وقت مفقود کی بیوی ایسی ہے کہ انواع انواع کی تکلیف میں مبتلا ہے اور نیز خوف زنا بھی ہے، تو ایسی صورت میں اس کو نکاح ثانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز ہے تو بلاعدت گزارے اور بلاحکمِ قاضی یا حاکم مسلم کسی مولوی یا کم علم سے کہہ دینے سے نکاح دوسرا کرسکتی ہے یا نہیں؟ یا عدت بھی گزارے گی؟ اور عدت کب سے گزارے گی؟ یا اس روز سے عدت محسوب ہوگی کہ جس روز سے شوہر مفقود ہوا ہے؟ یا جس روز سے قاضی نے حکم تفریق نکاح کا کیا ہے؟ اور جو شخص فتوی اس بات کا لکھے کہ بلاعدت گزارے یا بلا تفریق قاضی نکاح ثانی ہندہ خود کرے اور یہ کہے کہ جب بعد انقضائے ۴ سال موافق امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مفقود اموات میں شمار ہوا اب اگر قاضی تفریق کرے گا اور مردہ کے واسطے عدت ہے نہ فسخ نکاح، اور جس حالت میں یہ چار سال گزر چکے اب اسے عدت کی ضرورت نہیں، اس بناء پر ہندہ کا نکاح بلا تفریق کرائے قاضی اور بلاعدت پوری کرنے وفات کے کسی دوسرے سے کرادے تو وہ فتوی دینے والا مرتکب حرام ہوا یا نہیں اور یہ نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں اور ایسے فتوی لکھنا اس کو درست ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نکاح ثانی حرام ہوا، اور ایسا فتوی دینا حرام ہے، ایسے مفتی کو بند کرنا واجب ہے، چار برس گزرنے پر بطور خود نکاح کرلینا کسی امام کا مذہب نہیں، امام مالک نے کہ چار برس رکھے ہیں، یوں کہ عورت قاضی شرع کے حضور نالش کرے وہ بعد ثبوت اپنے یہاں سے آج سے چار برس کی مہلت دے اس سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں اصلاً معتبر نہیں اور ہمارے مذہب میں عورت پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ شوہر کی عمر سے ستر برس گزر جائیں، اگر پچاس برس کی عمر میں مفقود ہوا ہے تو بیس برس انتظار کرے اور ساٹھ برس کی عمر میں دس برس، اس کے بعد اس کی موت کا حکم دیا جائے، اور عورت چار مہینے دس دن عدت کرے پھر دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے، یہی مذہب امام شافعی کا ہے اسی طرف انہوں نے رجوع فرمائی، اور یہی قول امام احمد کا ہے، اور دوسرا قول مثل امام مالک ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اس سوال کی ہولناک باتیں کہ نہ وہ چھوڑ گیا نہ اس کے پاس کچھ ہے نہ کچھ حرفہ کرسکتی ہے نہ کہیں سے قرض مل سکتا ہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ تمام ذرائع رزق بند ہیں مگر یہ قرآن کے خلاف، رزق اللہ پر ہے نہ کہ شوہر پر عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا[1] نہ کہ علی الزوج وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۶

مَخْرَجًا ۙ وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ [1] اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا اور اسے وہاں سے روزی پہنچائے گا جہاں اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ صدہا نہیں ہزارہا وہ ہیں کہ ان کے شوہر زندہ بیٹھے ہیں اور انہیں **معلق** چھوڑ رکھا ہے، نہ روٹی کپڑا دیتے ہیں نہ حقوق زوجیت ادا کرتے ہیں، اب انہیں بھی اجازت دے دو کہ شوہر زندہ بیٹھا ہے اور طلاق ہوئی نہیں جس سے چاہیں نکاح کرلیں یعنی خوف زنا سے بچنے کے لئے واقعی زنا کرو۔ خوفِ زنا سے بچنے کا علاج حدیث میں کثرت روزہ فرمایا ہے:

ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء [2]۔	اور جو قدرت نہ رکھے اس پر روزہ لازم ہے کیونکہ اس کے لئے شہوت کو روکتا ہے (ت)

اور فرمایا:

ومن استعف اعفه الله [3]۔ **والله تعالٰی اعلم۔**	جو پارسائی چاہے گا اللہ اسے پارسا بنادے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۹: مرسلہ مولوی نظر محمد صاحب پیش امام جامع مسجد منگانہ ضلع رہتک

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی گمشدہ ہے اور اس کے مرنے کی کوئی معتبر سند نہیں اور نہ کسی نے دیکھا صرف یہ ہوا کہ ہسپتال میں سکھ تھا یعنی زیر علاج تھا وہ اپنے کپڑے چھوڑ کر گم ہوگیا انگریزوں نے یہ مشہور کردیا کہ وہ مرگیا اور مرا کسی نے نہیں دیکھا اب اس کی بیوی سے دوسرا شخص نکاح کرسکتا ہے یا نہیں عرصہ آٹھ ماہ سے گم ہے، اور کتنے عرصہ کے بعد نکاح درست ہوگا، اور اب جو شخص اس عورت کا نکاح پڑھادے گا اور گواہ، ان کے اوپر کیا الزام آئے گا؟ اس کی پوری پوری بمعہ حوالہ کتب تصریح فرمادیں اور جو الزام آئے گا ان پر اس سے بری ہونے کا کیا راستہ ہوگا؟

الجواب:

اگر تحقیق ہوجائے کہ وہ ہسپتال میں یا کہیں اور مرگیا تو عدت کے بعد عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے اور اگر موت ثابت نہ ہو تو جب اس شخص کی پیدائش سے ستر برس گزر جائیں یا زندہ ہوتا تو جس وقت ستر برس کا ہوجاتا اس وقت تک اگر اس کی موت وحیات کا پتا نہ چلے تو اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جائے اور عدت کے بعد

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۳

[2] مسند امام احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۲۴

[3] سنن النسائی کتاب الزکوٰۃ باب الالحاف فی المسئلۃ نور محمد کارخانہ کتب کراچی ۱/ ۳۶۳

عورت نکاح کرسکے گی ورنہ حرام حرام حرام، اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ [1] (اور خاوند والی حرام ہیں۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۰: از للت پور مسئولہ محمد بخش، کریم بخش سوداگران ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک لڑکی نابالغہ کا نکاح اس کی ماں اور سوتیلے باپ نے کردیا تھا بعدہ لڑکی کا شوہر فوج میں نوکر ہوکر چلاگیا آٹھ سال سے زائد عرصہ ہوااور چھ سال سے اس نے نہ کوئی خط بھیجا نہ خرچہ متواتر بھیجے مگر اس کا پتا نہیں کہ مرگیا یا زندہ ہے اور اب لڑکی بالغ ہوگئی ہے اس کے ماں باپ خرچ برداشت نہیں کرسکتے خود لڑکی اور اس کے والدین دوسرا نکاح کرنا چاہتے ہیں لہٰذا دوسرا نکاح جائز ہوگا یا نہیں اور اگر پہلا شوہر واپس آجائے تو کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں جس سے نکاح کیا گیا اگر وہ اس لڑکی کا کفو شرعی تھا یعنی مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشہ کسی بات میں ایسا کم نہ تھا کہ اس سے نکاح ہونا اولیائے دختر کے لئے باعث ننگ وعار ہو جیسا کہ یہی ظاہر سوال ہے تو نکاح صحیح ہوگیا اور جبکہ لڑکی نے بفور بلوغ خیار بلوغ کا استعمال نہ کیا جیسا کہ یہی مفاد سوال ہے تو اب نکاح لازم ہوگیا، عورت پر فرض ہے کہ اتنی مدت انتظار کرے کہ شوہر اگر زندہ رہے تو ستر برس کامل کا ہوجائے اس وقت تک اگر اس کی موت وحیات کا پتا نہ چلے اس کی موت کا حکم کیا جائے گا پھر عورت چار مہینے دس دن عدت بیٹھے اس کے بعد دوسرے سے نکاح کرسکتی ہے ورنہ نہیں، پھر اگر اتنی مدت گزر گئی اور عورت نے بعد عدت نکاح کرلیا اسکے بعد شوہر اول واپس آیا تو اپنی عورت کو شوہر دوم سے لے گا اور دوم سے اگر اولاد ہوچکی ہے تو وہ اولاد دوم ہی کو دلائی جائے گی صرف عورت شوہر اول کو ملے گی، ردالمحتار میں ہے:

لوعاد حیا بعد الحکم بموتہ قال ط رأیت المرحوم ابا السعود نقل عن زوجتہ لہ والاولاد للثانی [2] اھ مافی ش، لکن فی الھندیۃ عن التاتارخانیۃ انہ ان عاد زوجھا حیا بعد مضی المدۃ فھو احق	اگر قاضی کے فیصلہ کے بعد پہلا خاوند واپس آجائے تو طحاوی نے فرمایا: میں نے مرحوم ابوسعود کو نقل کرتے ہوئے پایا کہ وہ عورت پہلے خاوند کی بیوی ہوگی اور دوسرے سے اولاد ہو تو وہ دوسرے کی ہوگی، شامی کا بیان ختم ہوا، لیکن ہندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ اگر قاضی کی طرف سے مقررہ مہلت ختم

[1] القرآن الکریم ۴/ ۲۴

[2] ردالمحتار کتاب المفقود داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۳۲

بھا وان تزوجت فلا سبیل له علیھا[1] اھ **اقول:** ووجه الاول ان تزوجھا کان بظن موته وقد بان حیا ولا عبرة بالظن البین خطؤ وھی محصنة زید فکیف تسلم لعمرو وجه الثانی ان الشرع حکم بموته بعد مضی المدة وحلھا للازواج فلاینقض قضاء الشرع کما لاینقض قضاء القاضی بلا اولٰی لکن قدصرح فی التاتارخانیة انه ان عادحیاولم تتزوج فھواحق بھا،فلو کان حکم الشرع بموته حتما مقضیا لکان الشرع فرق بینھما فکیف یکون احق بھا فلیحرر و لیراجع،واللہ تعالٰی اعلم۔	ہونے کے بعد خاوند واپس آئے تو وہی بیوی کا حقدار ہے اور اگر بیوی نے اس صورت میں دوسرا نکاح کرلیا تو پھر پہلے خاوند کو استحقاق نہیں ہے اھ ، **اقول** (میں کہتا ہوں) ردالمحتار کے قول کی وجہ یہ ہے کہ خود بیوی نے خاوند کے فوت ہوجانے کا گمان کرکے نکاح کیا تو اب پہلے خاوند کی واپسی پر معلوم ہوا کہ زندہ ہے تو اس صورت میں غلط گمان پر مبنی کارروائی ہے لہٰذا معتبر نہ ہوگی جبکہ وہ عورت خاوند (زید) کی منکوحہ ہے تو عمرو کے لئے کیسے بیوی بن سکتی ہے، اور دوسرے قول یعنی ہندیہ والے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہاں قاضی کے فیصلہ موت کے بعد کارروائی ہے جوکہ شرعی حکم اور مقررہ مہلت ختم ہونے کے بعد دوسرے نکاح کے لئے حلال قرار دینے پر کارروائی ہے تو یہ شرعی فیصلہ کالعدم نہ ہوگا جیسا کہ قاضی کا فیصلہ کالعدم نہیں ہوتا بلکہ اس سے اولٰی تر محفوظ ہوگا حالانکہ تاتارخانیہ میں تصریح ہے کہ اگر قاضی کے حکم کے بعد ابھی دوسرا نکاح نہ ہو تو پہلا خاوند ہی حقدار ہوگا، اگر مہلت گزرے بغیر محض قاضی کے حکم موت کو ہی قطعی فیصلہ قرار دیا جاتا تو پھر پہلے خاوند سے تفریق شرعی ہوجاتی تو ایسی صورت میں پہلا خاوند کیسے حقدار قرار پاتا، اس کی تنقیح کرلی جائے اور کتب کی طرف مراجعت چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۱تا۱۱۲: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ مسئولہ ابویوسف محمد شریف ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید دس پندرہ سال کی عمر میں ملازم ہوکر کہیں چلا گیا، بیس پچیس سال اس کی تلاش کرتے رہے، کچھ پتانہ چلا پچیس سال گزرنے کے بعد اس کی زوجہ نے نان نفقہ ضروریات سے تنگ آکر ایک حنفی عالم سے فتوٰی لے کر ایک حنفی شخص حافظ قرآن کے ساتھ نکاح کرلیا، آج بیس سال اس کو نکاح کئے ہوئے اور زید کو گم ہوئے پینتالیس سال ہوگئے ہیں، اب حافظ موصوف کے گھر اس عورت کے بطن سے تین چار لڑکیاں بھی پیدا ہوئیں، اب ایک حنفی عالم نے فتوٰی دیا ہے کہ حافظ صاحب موصوف کا یہ نکاح بالکل ناجائز ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز درست نہیں اور ایک اور عالم حنفی المذہب ان کے

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب المفقود نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۳۰۰

پیچھے نماز درست بتاتے ہیں اور مطابق تحقیق شامی ودیگر فقہاء رحمہم اللہ امام مالک کی روایت پر عمل کرلینا بوقتِ ضرورت جائز سمجھ کر نکاح بھی جائز قرار دیتے ہیں، پس آپ اس امر کا فیصلہ فرمائیں:

(۱) کیا حافظ صاحب کا نکاح کسی صورت جائز قرار دیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) کیا حنفی کسی وقت کسی حالت میں بھی کسی دوسرے مذہب کی روایت پر عمل نہیں کرسکتا، اگر نہیں کرسکتا تو عبدالحی لکھنوی نے عمدۃ الرعایہ میں جو لکھا ہے کہ اتفاقاً دوسرے مذہب کی روایت پر عمل کرسکتا ہے' اس کا کیا مطلب ہے، اور اگر کرسکتا ہے تو یہ نکاح کیوں ناجائز ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مذہب ائمہ حنفیّہ وجمہور ائمہ کرام میں زنِ مفقود پر انتظار فرض ہے یہاں تک کہ اتنا زمانہ گزر جائے کہ عادۃً موت مفقود مظنون ہو اور اس کی تقدیر مفتی بہ مؤید بحدیث صحیح یہ ہے کہ روز ولادت مفقود سے ستّر سال گزر جائے، امام مالک رضی اللہ عنہ بھی درباره مال مفقود یہی حکم دیتے ہیں مگر درباره زن خلاف کرتے ہیں پھر بھی ہر گز یہ ان کا مذہب نہیں جو آج کل کے جہّال بلکہ بعض مدعیان علم نے سمجھ رکھا ہے کہ مفقود ہوئے چار برس گزرے اور عورت بطور خود نکاح کرلے بلکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ زنِ مفقود قاضی شرع کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق روز مرافعہ سے چار برس کی مہلت اپنی طرف سے دے، عورت یہ دن گزارے، اس کے بعد پھر مستغیث ہو اور قاضی بعد تحقیق تفریق کرے، اسکے بعد عورت عدت بیٹھے پھر نکاح کرسکتی ہے، خود امام مالک نے اپنی کتاب مدوّنہ میں اس کی تصریح فرمائی اور صاف ارشاد فرمایا کہ مرافعہ سے پہلے اگرچہ بیس برس گزر گئے وہ اصلا شمار میں نہ آئیں گے، آج سے چار برس لئے جائیں گے، حنفی وقت تحقق ضرورت صحیحہ اس پر عمل کرسکتا ہے نہ یہ کہ اپنی ایک اختراعی بات پر کہ ہر گز امام مالک کا بھی مذہب نہیں، چلو اور مذہب امام مالک پر عمل کا نام لو، اس کی نظیر یہی ہے کہ مذہب حنفی میں زنِ عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے، جب سال گزر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو عورت پھر مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے، اگر وہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو؟ اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے قاضی ان میں تفریق کردے، عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرلے، تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلا لحاظ نہ ہوگا آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔ کیا اگر کسی عنین کی عورت بطور خود وقت نکاح سے سال بھر کے بعد اسے چھوڑ کر چل دے اور دوسرا نکاح کرلے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے مذہب حنفی پر عمل کیا، کیا اس کا یہ نکاح جائز واقع ہوا، حاشا (ایسا نہیں۔ت) **ونسأل اللہ العفو والعافیۃ** ان تمام مسائل کی تحقیق ہمارے فتاوٰی اور رسالہ **اللواء المعقود لبیان حکم امرأۃ المفقود** میں ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

بابُ النسب
(نسب کا بیان)

مسئلہ ۱۱۱۳: ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک بیوہ عورت کولاعلمی میں معتبر ونیکبخت جان کراس کے ساتھ نکاح کیا اور بعد پانچ ماہ کے اس عورت کے بطن سے ایک لڑکی زندہ پورے دنوں کی سی یعنی اس بچی کے کسی عضو میں کسی طرح فرق نہیں ہے پیدا ہوئی اور جملہ عورات ومرد گمان کرتے ہیں کہ ایسا بچہ نکاح کرنے کے بعد پانچ ماہ کا نہیں ہوسکتابلکہ وہ حمل قیاسًا نکاح کرنے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہےاور عورت کا یہ بیان ہے کہ یہ حمل میرے شوہر کا ہےاور زید یعنی خاوند کو کوئی آثار بعد نکاح ڈیڑھ ماہ تک نہیں معلوم ہوئے جب اس عورت نے بیان کیاتو معلوم ہوا،اس صورت میں زید اس عورت کو چھوڑدے یا رہنے دے،اور اگراپنی بدنامی کا خیال کرکے چھوڑدے تو دین مہر اس عورت کا ذمہ زید واجب الادا ہے یانہیں،اور نکاح عورت سے رہا یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عورت جو دعوی کرتی ہے کہ یہ حمل اسی شوہر سے تھا اگر یوں کہتی ہے کہ اس کی پیدائش سے چھ مہینے پہلے نکاح ہوگیا تھا، یا چھ مہینے سے زائد بتائے اوراس کے ساتھ قسم بھی کھائے تواس کا قول معتبر ہوگااور یہ لڑکی اسی شوہر کی ٹھہرے گی اور نکاح میں اصلاً خلل نہ آئے گا شوہر اس کی پیدائش اور عورت کے ساتھ اپنے نکاح میں چھ مہینے اسے کم فاصلہ بتایا کرے اصلاً نہ سنا جائے گا اگر اپنے بیان پر گواہ بھی دے گا مسموع نہ ہونگے

بلکہ یوں قرار دیں گے حنفیّۃ نکاح تو اس عورت کا ہو لیا تھا جس کا عورت دعوی کرتی ہے اور اس کے بعد علانیہ نکاح آپس میں پھر کیا جس کا بیان شوہر اور اس کے گواہ کرتے ہیں، درمختار میں ہے:

لو ولدت فاختلفا فی المدۃ فقالت المرأۃ نکحتنی منذ نصف حول وادعی الاقل فالقول لھا وقال تحلف والو لد ابنہ حملا لھا علی الاصلاح[1] اھ ملخصًا۔	اگر معتدہ کا بچہ پیدا ہو پھر خاوند بیوی میں مدت حمل میں اختلاف ہو عورت کہے چھ ماہ مکمل ہوگئے ہیں کہ تو نے مجھ سے نکاح کیا ہے، اور خاوند چھ ماہ سے کم مدت کا دعوی کرے تو اس صورت میں بیوی کی بات بلاقسم معتبر ہوگی، صاحبین کے نزدیک عورت سے قسم لی جائے اور بچہ اس شخص کا قرار پائیگا تاکہ عورت کا معاملہ اصلاح پر رہے اھ ملخصًا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لاتسمع بینتہ ولابینۃ ورثتہ علی تاریخ نکاحھا بمایطابق قولہ لانھا شھادۃ علی النفی معنیً فلاتقبل، والنسب یحتال لاثباتہ مھماامکن والا مکان ھٰھنا بسبق التزوج بھا سرًا بمھر یسیر وجھرا باکثر سمعۃ ویقع ذٰلك کثیرا[2]۔	خاوند اور اس کے ورثاء کی طرف سے بیوی کے نکاح کے متعلق تاریخ پر گواہی نہ لی جائے گی کہ خاوند سچا ہے کیونکہ معنیً یہ شہادت نفی پر ہے جو مقبول نہ ہوگی، اور نسب کے اثبات کے لئے بقدر امکان حیلہ کیا جانا چاہئے اور وہ یہاں موجود ہے ہوسکتا ہے کہ پہلے پوشیدہ طور پر قلیل مہر کے ساتھ نکاح کیا گیا ہو (جیسے بیوی کہتی ہے)، اور بعد میں لوگوں کو مطلع کرنے کے لئے اعلانیہ زیادہ مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کیا ہو (جیسے کہ ورثاء اور گواہ کہتے ہیں) اور بہت دفعہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ (ت)

اس صورت میں اگر زید عورت کو چھوڑ دے گا تمام وکمال مہر جتنا بندھا تھا لازم آئے گا اور اگر عورت مذکورہ بقسم بیان نہیں کرتی بلکہ اسی نکاح کے بعد جسے پیدائش دختر تک چھ مہینے نہ گزرے تھے حمل رہنا کہتی ہے یا پیش از نکاح مانتی ہے یا کچھ نہیں کہتی صرف یونہی دعوی کئے جاتی ہے کہ یہ دختر اسی شوہر سے ہے تو اس کا کہنا ہرگز مسموع نہ ہوگا اور یہ لڑکی اس شوہر سے ہرگز نہیں ٹھہر سکتی کہ بچہ چھ مہینے سے کم پیٹ میں نہیں رہ سکتا نہ شوہر اول کی ٹھہر سکتی ہے کہ حسب بیان سائل اس کی موت کو چار برس سے زیادہ گزر چکے تھے جب لڑکی پیدا ہوئی اور کوئی بچہ دو برس سے زیادہ پیٹ میں نہیں رہتا، مگر لڑکی ولدالزنا بھی نہ کہی جائیگی

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۷

صرف مجہول النسب کہیں گے یعنی باپ معلوم نہیں نہ یہ کہ زنا سے ہونا معلوم ہے کہ ممکن ہے کہ اس شوہر موجود سے پہلے بیوہ نے خفیہ کسی اور سے نکاح کیا ہو یہ حمل اس سے رہا ہو یا کسی شخص نے دھوکے اور شبہہ سے اس عورت کے ساتھ ہمبستری کی ہو یہ لڑکی اس جماع کی ہو، ان دونوں صورتوں میں لڑکی ولد الزنا نہ ہوگی، اور جب اس حمل کا زنا سے ہونا ثابت نہ ہوا تو عورت کا نکاح اس شوہر موجود سے فاسد ہوگیا،

ولایکون باطلا کما یفیدہ کلام البدائع والبحر والهندیة وردالمحتار کما بیناہ علی هامشه من باب ثبوت النسب لاسیما ھٰھنا فان الزوج لم یکن عالما بحبلها کما ذکر السائل فلایتاتی ھٰھنا کلام القنیة والمجتبی۔	اور باطل نہ ہوگا جیسا کہ بدائع، بحر، ہندیہ اور ردالمحتار کے کلام کا مفاد ہے اور جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ پر ثبوت نسب کے باب میں اس کو بیان کیا ہے خصوصًا یہاں کیونکہ خاوند بیوی کے حمل پر مطلع نہ ہوا جیسا کہ سائل نے ذکر کیا ہے، لہٰذا یہاں قنیہ اور مجتبی کا کلام منطبق نہیں ہوتا۔ (ت)

اب شوہر پر لازم ہے کہ عورت کو فورًا چھوڑ دے اس صورت میں اگر زید نے عورت سے صحبت یعنی خاص فرج میں جماع کیا تھا تو مہر مثل و مہر مسمّٰی سے جو کم ہے وہ دینا آئے گا یعنی یہ دیکھیں گے کہ مہر بندھا کتنا تھا اور اس عورت کا مہر مثل کیا ہے ان دونوں میں جو کم ہے وہ دیا جائے گا، ردالمحتار میں ہے:

فی الزیلعی وغیرہ لوولدت المنکوحة لاقل من ستة اشهر مذتزوجها لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انه من زوج اخر بنکاح صحیح او بشبهة[1]۔	زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر منکوحہ نکاح کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں بچے کو جنم دے تو خاوند سے نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ نطفہ کا استقرار نکاح سے قبل ہوا، اور نکاح اس احتمال کی بنا پر فاسد قرار پائیگا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ نطفہ کسی دوسرے صحیح نکاح یا شبہہ نکاح سے ٹھہرا ہو۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطی فی القبل لابغیرہ کالخلوة ولم یزد مهر المثل علی السمی ولو	فاسد نکاح میں مہر مثل تب واجب ہوگا جبکہ خاوند نے شرمگاہ میں وطی کی ہو، وطی کے علاوہ کسی اور طریقہ سے مثلاً خلوت سے واجب نہ ہوگا، اور یہ مہر مثل

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۶۳۲/۲

کان دون المسمی لزم مھر المثل [1] اھ ملخصاً۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مقرر کردہ مہر سے کم ہو تو مہر مثل ہی لازم ہوگا اھ ملخصا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۴: از چاٹگام ملک بنگالہ مرسلہ شیخ اصغر علی محلّہ قطب دیا ۲۹ جمادی الاولٰی ۱۳۱۱ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں مسئلہ کہ زنِ دوشیزہ راکہ ہنوز بحبالہ نکاح کسے نیامدہ است فرزندے آمدزن میگوید کہ بخواب دیدم کہ مردے بامن بہم شدو احتلام کردم وبار گرفتم ایں پسر ازان ست دریں صورت قولش مقبول شود یانہ وپسر راولدالزنا دانند یاچہ ؟ **بینوا توجروا**	آپ حضرات (رحمکم اللہ تعالٰی) کا کیا ارشاد ہے اس مسئلہ میں کہ ایک نوجوان کنواری لڑکی نے بچے کو جنم دیا ہے اور وہ یہ کہتی ہے کہ میں نے خواب میں ایک مرد کو اپنے ساتھ دیکھا جس کی وجہ سے مجھے احتلام ہوا اور یہ بچہ اس حمل سے پیدا ہوا ہے، کیا اس صورت میں اس لڑکی کی بات تسلیم کی جائے گی یا نہیں اور اس بچے کو ولد الزنا کہا جائے گا یا نہیں۔ **بینوا توجروا (ت)**

الجواب:

ہمچو سخنے بے معنی ہیچ گونہ قابل پذیرائی نیست کہ بجماع خواب بار آور شدن محال عادی ست ہمچنانکہ پسر بے پدر بوجود آمدن **فی میزان الامام العارف الشعرانی ان الولد لایتخلق الامن ماء الرجل والمرأۃ معاوتخلق الولد من ماء واحد من خصائص عیسٰی علیہ الصلوٰۃ و السلام** [2] اگر امثال ایں دعاوی بگوش قبول آید در فتنہ عظیمہ برروئے مسلمانان کشاید زنان بے قید ہرچہ خواہند کنند وہنگام مواخذہ بہمچواکاذیب واضحہ چنگ زنند **کما قال الامام الاجل سیدنا مالك بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ فیما ھواظھرو**	ایسی بے معنی بات کسی طرح قابل قبول نہیں ہوسکتی کہ خواب میں جماع کی وجہ سے حمل کا ٹھہرنا اور ایسے ہی بغیر باپ بچہ پیدا ہونا محال عادی ہے، امام عارف شعرانی نے میزان میں فرمایا کہ بچہ مرد اور عورت کے مشترکہ نطفہ سے پیدا ہوتا ہے اور صرف ایک کے نطفہ سے بچہ کا پیدا ہونا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ہی خصوصیت ہے، اگر ایسی بات تسلیم کرلی جائے تو مسلمانوں میں عظیم فتنہ پیدا ہوجائے اور عورتیں جو چاہیں کرتی رہیں گی اور مواخذہ کے وقت ایسے جھوٹ گھڑنا شروع کردیں گی، جیسا کہ امام اجل سیدنا مالک بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا یعنی جن کا کسی انسان عورت سے نکاح کے بطلان کے متعلق

[1] درمختار باب المھر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۱

[2] المیزان الکبرٰی باب حکم الزنا مصطفی البابی مصر ۲/۱۵۹

اقرب من هذا اعنى نكاح الجنى انسية انى اكره اذا وجدت امرأة حاملا قيل لها من زوجك قالت من الجن فيكثر الفساد فى الاسلام بذٰلك[1] رواه ابو عثمٰن بن سيد بن العباس الرازى فى كتاب الالهام والوسوسة قال حدثنا مقاتل عن سعيد بن داؤد الزبيدى فذكره وفيه قصة اورده سيّدى احمد الحموى فى الغمز[2] اما آنکہ در ہمچو صورت زن رازانیہ وپسر راز نازادہ گویند یانہ روایت بدائع مفید اوّل ست فی الدر المختار لو تزوجت معتدة بائن فولدت لاقل من الاقل منذ تزوجت ولاكثر منهما مذبانت لم يلزم الاوّل ولاالثانى والنكاح صحيح[3] اھ ملتقطا.قال الشامى صحيح اى عندهما وعندابى يوسف فاسد لانه اذا لم يثبت من الثانى كان من الزنا.ونكاح الحامل من الزنا	زیادہ واضح اور ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ جب کسی عورت کو حاملہ پایاجائے تو اس سے پوچھا جائے کہ تجھ سے کس نے قربت کی ہے تو وہ کہے کہ میرا نکاح جن سے ہوا ہے جس کی وجہ سے یہ حمل ہے مجھے یہ بات زیادہ ناپسند اس لئے ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام میں عظیم فتنہ وفساد برپا ہوجائے گا،اس کو ابوعثمان بن سعید بن عباس نے کتاب الالہام والوسوسہ میں روایت کیا ہے انہوں نے یوں بیان کیا کہ مجھے مقاتل نے سعید بن داؤد زبیدی سے بیان کیا ہے اور اس میں ایک قصہ ہے جس کو سید احمد حموی نے غمز میں ذکر کیا ہے، بہر حال ایسی صورت میں اس عورت کو زانیہ اور بچے کو ولدالزنا کہا جائے یانہ،بدائع کی روایت پہلے احمال یعنی عورت کو زانیہ اور بچے کو ولدالزنا قرار دینے کے لئے مفید ہے،درمختار میں ہے کہ اگر بائنہ طلاق والی معتدہ دورانِ عدت نکاح کرے اور نکاح کے بعد چھ ماہ سے قبل بچے کو جنم دے یا طلاق بائنہ کے دو سال بعد بچہ جنے تو وہ نسب نہ پہلے خاوند اور نہ دوسرے خاوند کے لئے ثابت ہوگا جبکہ نکاح صحیح قرار پائے گا اھ ملتقطا،اس پر علامہ شامی نے کہا کہ یہ نکاح امام اعظم اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک صحیح ہوگا اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فاسد ہوگا کیونکہ جب دوسرے خاوند کا

[1] المیزان الکبرٰی باب حکم الزنا مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۵۹
[2] الاشباہ والنظائر بحوالہ ابوعثمان فی کتاب الالہام والوسوسۃ احکام الجن ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۸۳۔۵۸۴
[3] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۳

صحیح عند هما لاعنده کما فی البدائع[1] وروایت امام زیلعی وغیرہ مفید ثانی ست وہمین است اظہر من حیث الدلیل وہمدرین ست احتیاط جمیل درہمچو امر جلیل چہ می رسد کہ زن پنہانی عقد زن و شوئی باکسے بستہ یا بوطی شبہہ مبتلا گشتہ باشد حالا بوجہ حیا تستّر می پوشد بسخنے باطل می کوشد آری مجہول النسب خوانندش یعنی پسرے کہ پدرش معلوم نیست ففی ردالمحتار فی الزیلعی وغیرہ لوولدت المنکوحة لاقل من ستة اشهر مذتزوجها لم یثبت النسب لان العلوق سابق علی النکاح ویفسد النکاح لاحتمال انه من زوج اٰخر بنکاح صحیح او بشبهة[2] وپیش ازاں بعد نقل کلام بدائع فرمود تبعه فی البحر ولم یظهر لی وجهه لانه اذالم یثبت من واحد منهما علم انه من غیرهما ولایلزم ان یکون من الزنا لاحتمال کونه بشبهة، ولا یصح النکاح الااذاعلم انه من زنا ففی الزیلعی وغیرہ الٰی اٰخرہ فلیتأمل[3] اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

نسب بھی ثابت نہ ہوا تو حمل زنا سے ہوگا جبکہ زنا سے حاملہ کا نکاح امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک صحیح ہوتا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک فاسد ہوتا ہے بدائع میں یونہی مذکور ہے اھ، اور امام زیلعی وغیرہ کی روایت دوسرے احتمال یعنی زانیہ اور ولدالزنا نہ کہنے کو مفید ہے جبکہ دلیل کے اعتبار سے بھی یہی زیادہ واضح ہے نیز ایسے عظیم معاملہ میں احتیاط کی خوبی بھی اسی میں ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس عورت نے خفیہ نکاح کیا یا شبہہ میں اس سے کسی نے وطی کرلی ہو اور اب حیا و شرم کی وجہ سے وہ پردہ پوشی کررہی ہو اور غلط بیانی سے کام لے رہی ہو اس لئے بچے مجہول (یعنی ایسا بچہ جس کا باپ معلوم نہ ہو) قرار دینا ہی مناسب ہے، ردالمحتار میں ہے کہ زیلعی وغیرہ میں ہے کہ اگر کسی منکوحہ نے نکاح کے بعد چھ ماہ پورے ہونے سے قبل بچے کو جنم دیا تو اس خاوند سے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا کیونکہ یہ نطفہ نکاح سے قبل کا ہے اور یہ نکاح فاسد قرار پائے گا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حمل کسی دوسرے شخص سے نکاح صحیح یا شبہ سے وطی کے ساتھ ٹھہرا ہو، انہوں نے اس سے قبل بدائع کا کلام نقل کرکے فرمایا کہ بحر میں بدائع کی اتباع کی ہے جبکہ مجھے بدائع کے کلام کی وجہ معلوم نہیں ہوسکی کیونکہ ایسی صورت میں جب بچے کا نسب نہ پہلے خاوند سے ثابت ہوا اور نہ ہی دوسرے

---

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۲

[2] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۳۔

[3] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۲

سے، تو ظاہر ہے کہ دونوں کے علاوہ کسی غیر کا ہے اور وہ غیر ضروری نہیں کہ زنا ہو، ہو سکتا ہے کہ یہ حمل وطی بالشبہہ کی وجہ سے ہوا ہو، اور یہ نکاح صحیح نہ ہوگا مگر جب معلوم ہو جائے کہ یہ حمل زنا سے ہے، پھر زیلعی وغیرہ کا گزشتہ کلام آخر تک ہے، پس اس میں غور کرنا چاہیے اھ، **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم** (ت)	

مسئلہ ۱۱۵: ۴ربیع الآخر شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ مجیدن ساکنہ بدایوں عرصہ ۲۲سال ہوا کہ اپنے گھر سے بھاگ کر خدا معلوم کہاں کہاں رہی بعد دو برس کے معلوم ہوا کہ نوکری آیا گیری کرلی چنانچہ وہاں کا حمل بھی رہا اور دعوی ایک انگریز پر اس حمل کا کیا پھر بریلی میں مسمّٰی اسد علی خاں سے ملاقات کرلی اور اس حمل کو اسد علی خاں کی یہاں وضع کیا، بعد وضع کے ایک ماہ اور رہی، اور پھر بچہ چھوڑ کر بھاگ گئی، اور نوکری آیا گیری کرلی، وہاں اسد علی خاں بھی پہنچے اور چند سال کے بعد وہیں انتقال کیا، وہ عورت بعد انتقال اسد علی خاں کے آوارہ پھرتی رہی اور کئی بچے پیدا ہو کر مرگئے، ان میں سے ایک لڑکا پندرہ برس کا اور ایک سال بھر کا موجود ہے، جس مدت میں کہ اس علی خاں سے ملاقات تھی پردہ میں ہر گز نہیں رہی اس کے نکاح کا کوئی گواہ کامل نہیں، ممّن میاں بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب اسد علی خاں کو بہت غیرت دلائی تو کہا کہ میں نے نکاح کرلیا ہے۔ چند امیاں بیان کرتے ہیں کہ میرے سامنے ہوا تھا اس کی عمر اس وقت تیس برس کی ہے اور بوقت نکاح کی دس برس کی تھی کیونکہ اس واقعہ کو بیس برس پورے ہوگئے تو ان کی شہادت بوقت نابالغی کی ہے اور جو لڑکا کہ پندرہ یا سولہ برس کا ہے اس کو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں، پس اس صورت میں استفسار ہے کہ یہ عورت بدایوں والے خاوند کے نکاح میں رہی یا نہیں، اور ممّن میاں جو اسد علی خاں کے قول کو نقل کرتے ہیں یہ نقل کرنا قول کا شہادت عقد کا کام دے سکتا ہے یا نہیں، اور چندامیاں شخص واحد نابالغ کی شہادت معتبر ہے یا نہیں اور وہ لڑکا جو اسد علی خاں کا بتاتے ہیں ان کا ہے یا نہیں، ہاں زمانہ قرار نطفہ ان کی حیات کا زمانہ ہے اور در صورت ثبوت نکاح کے وہ لڑکا وارث ترکہ اسد علی خان کا ہے یا نہیں؟ **فقط بینوا بسند الکتاب توجروا فی یوم الحساب۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں مجیدن بدستور اپنے شوہر بدایونی کے نکاح میں ہے کہ آوارگی وبدکارگی مزیل نکاح نہیں،

ابوداؤد اور نسائی کی حدیث میں ہے خاوند	**لحدیث ابی داؤد والنسائی**

قال ف انی احبہا قال فامسکہا[1] وفی الدر المختار عن القنیۃ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2]۔	نے کہا مجھے بیوی سے محبت ہے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: تو اسے پاس رکھ لے، اور درمختار میں قنیہ سے منقول ہے فاجرہ بیوی کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے۔ (ت)

اور شہادت مذکورہ ناکافیہ ہے کہ نکاح میں جب ایک گواہ معاینہ اور ایک اقرار بیان کرے تو یہ اختلاف شرعًا موجب ردِّ شہادت ہے،

فی الخانیۃ ثم الھندیۃ لوکان المشھور بہ قولا لایتم الا بفعل، کالنکاح واختلف الشھود فی المکان والزمان اوفی الانشاء والاقرار لاتقبل شھادتھم[3] اھ وفی جامع الفصولین لو اختلف الشاھد بان شھد احدھما علی الانشاء، والاخر علی اقرار فی فعل کجنایۃ اوقول ملحق بالفعل کنکاح یمنع	خانیہ پھر ہندیہ میں ہے جس کے متعلق گواہی دی جارہی ہو وہ ایسا قول ہو جو فعل کے بغیر تام نہ ہو، مثلًا نکاح، تو وہاں گواہوں کا مکان یا زمان یا اس کے انشاء یا اقرار میں اختلاف ہو تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اھ، اور جامع الفصولین میں ہے اگر دو۲ گواہوں کا کسی فعل کے متعلق اختلاف ہو کہ ایک نے انشاء اور دوسرے نے اقرار کی گواہی دی مثلًا جنایت یا اختلاف شہادت اس قول سے متعلق جو فعل پر تام ہو، مثلًا نکاح، تو ان کا یہ

---

[1] سنن ابو داؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۰، سنن النسائی تزویج الزانیۃ ۲/۱۷ وباب ماجاء فی الخلع ۲/۱۰۷ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰ و ۲/۲۵۴

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل الشہادۃ التی تخالف الدعوٰی نولکشور لکھنؤ ۳/۵۴۹، فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن فی الاختلاف بین الشاہدین نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۵۰۹

ف: سنن ابوداؤد کے الفاظ یوں ہیں: ان امرأتی لاتمنع ید لامس قال غربھا قال اخاف ان تتبعھا نفسی قال فاستمتع بھا، اور سنن النسائی ص ۱۰۷ پر بھی یہی الفاظ ہیں جبکہ ص ۷ پر الفاظ یوں ہیں: ان عندی امرأۃ ھی احب من الناس الیّ وھی لاتمنع ید لامس قال طلقھا قال لااصبر عنھا قال استمتع بھا۔ نذیر احمد سعیدی

اختلاف شہادت کے قبول کرنے کے لئے مانع ہوگا اھ ملخصًا، اسی میں فصل ۱۱ اختلاف دعوےٰ و شہادت سے ہے کہ ایک نے نکاح اور دوسرے نے اس کے اقرار پر شہادت دی تو یہ مقبول نہ ہوگی جیسا کہ غصب میں بھی یہی حکم ہے۔ (ت)	قبول الشهادة [1] اھ ملخصا وفیه من الفصل من اختلاف الدعوی والشهادة لو شهد احدهما بنکاح والاخر باقرار به لایقبل کغصب [2]

پس جبکہ شوہر کا فراش صحیحہ ثابت اور اسد علی خاں کے نکاح کا اصلاً ثبوت نہیں کہ بر تقدیر تزوج بحالت ناواقفی از نکاح غیر فراش فاسد حقیقی ٹھہر کر فراش صحیح حکمی پر بربنائے روایت مفتی بہا ماخوذ للامام الثانی مرجح رہی، **کما حققه فی الدر المختار و اوضحه فی ردالمحتار** (جیسا کہ درمختار میں اسکی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ت) تو بحکم حدیث صحیح متواتر **الولد للفراش وللعاهر الحجر** (بچے کا نسب نکاح والے کے لئے ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ت) وہ لڑکا شرعًا اسی بدایونی کا قرار پائے گا **مالم ینف لعانا** (جب تک لعان سے نسب کی نفی نہ کرے۔ت) اسد علی خان سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا کہ اس کا وارث ہوسکے **واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔**

مسئلہ ۱۱۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت بعد وفات اپنے شوہر کے کس قدر ایام تک نکاح کرنے سے ممنوع ہے اگر درمیان عدت کے عورت مذکور کے ساتھ کوئی شخص نکاح کرلے تو وہ نکاح صحیح ہے یا نہیں اور اولاد جو نکاح مذکور کے بعد پیدا ہوگی وہ صحیح النسب سمجھی جائیگی یا کیسے؟ **بینوا مع حوالة الکتاب۔**

الجواب:

اگر حاملہ ہے تو وضع حمل تک ورنہ چار مہینے دس دن تک نکاح نہیں کرسکتی **کما هو منصوص فی القراٰن العزیز** (جیسا کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں نص وارد ہوئی ہے۔ت):

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں۔ (ت)	وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا [3]۔

[1] جامع الفصولین فصل فی الاختلاف بین الدعوٰی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۶۴۔۱۶۳

[2] جامع الفصولین فصل فی الاختلاف بین الدعوٰی والشہادت الخ اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/۱۶۵

[3] القرآن الکریم ۲/۲۳۴

عدت کے اندر نکاح مطلقًا ناجائز ہے، ہاں اگر شوہر کو معلوم نہ تھا کہ دوسرے کی عدت میں ہے نادانستگی میں نکاح کرلیا تو اولاد صحیح النسب سمجھی جائے گی اور دانستہ اس حرام خالص کا مرتکب ہوا تو قنیہ و مجتبٰی و بحر الرائق وغیرہا کا مقتضٰی یہ ہے کہ اولاد ولد الزنا ہو، ردالمحتار میں ہے:

فی البحر عن المجتبٰی ان نکاح منکوحة الغیر ومعتدته فالدخول فیه لایوجب العدة ان علم انها اصلا ولهذا یجب الحدمع العلم بالحرمة لانه زنا کمافی القنیة وغیره[1]۔	بحر میں مجتبٰی سے ہے اگر غیر شخص کی منکوحہ یا معتدہ کو جانتے ہوئے کسی نے اس سے نکاح کے بعد جماع کیا تو اس سے عورت پر عدت لازم نہ ہوگی کیونکہ کسی نے بھی اس کو جائز نہیں کہا اس لئے یہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اس لئے جان بوجھ کر ایسا کرنے والے پر زنا کی حد واجب ہوگی کیونکہ یہ زنا ہے جیسا کہ قنیہ وغیرہ میں ہے۔(ت)

مگر تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں حتی الامکان اولاد شوہر اول کی ٹھہرے گی جبکہ اس کی موت سے دو برس کے اندر ہوئی ہو اور اگر دو برس کے بعد ہوئی تو شوہر ثانی کی قرار دیں گے جبکہ نکاح ووطی سے چھ مہینے بعد ہوئی ہو اور اگر اول کی موت کو دو سال کامل ہو چکے تھے، اور دوسرے کے نکاح ووطی کو ابھی چھ مہینے نہ ہوئے تو اسے مجہول النسب کہیں گے۔ فی البحر عن البدائع (بحر میں ہے بدائع سے منقول ہے۔ت)

فان علم وقع الثانی فاسد فان جاءت بولد فان النسب یثبت من الاول ان امکن اثباته منه بان جاءت به لاقل من سنتین منذطلقها الاول او مات[2]۔	یہ معلوم ہوتے ہوئے کہ یہ عورت غیر کی عدت میں ہے اگر کسی نے اس سے نکاح کرلیا تو نکاح ثانی فاسد ہوگا، پھر اگر وہ عورت بچہ جنے تو بچے کا نسب پہلے خاوند سے قرار دیا جائے گا اگر اس سے ثابت کرنا ممکن ہو، مثلًا یوں کہ پہلے خاوند کی طلاق یا اس کی موت سے دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو نسب پہلے کا قرار دیا جائیگا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

امااذالم یمکن بان جاءت به لاکثر من سنتین مذبانت ولستة اشهر	لیکن جب ایسا ممکن نہ ہو مثلًا بچے کی پیدائش طلاق بائنہ سے دوسال بعد اور دوسرے نکاح سے چھ ماہ

[1] ردالمحتار باب العدّة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۰۷

[2] بحر الرائق باب ثبوت النسب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۵۸

منذ تزوجت فھو للثانی کما فی البحر عن البدائع[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	پورے ہونے پر ہوئی تو اس صورت میں بچہ دوسرے کی طرف منسوب ہوگا جیسا کہ بحر میں بدائع سے منقول ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۱۷: ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق بائن دی جو اس کے پاس بعد نکاح پندرہ روز رہی تھی مگر مرد نے خلوت اس کے ساتھ نہیں کی، دو اشخاص درمیانیوں نے کہ جو پورے اس حال سے واقف تھے اسی روز رشوت لے کر دوسرے شخص سے نکاح اس عورت کا کرادیا، بعد ایک سال کے اس عورت سے ایک لڑکا پیدا ہوا، اس وقت خاوند کو معلوم ہوا کہ ایامِ عدت پورے ہونے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا، اب وہ لوگ جنھوں نے اس شخص کا نکاح دھوکے سے کرادیا تھا کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، عورت کا از روئے شرع شریف کے نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو کیا حکم کرانے والوں کے واسطے معہ زوجہ زوج کے اور اس لڑکے کے واسطے؟ آیا حرام ہے یا نہیں؟ فقط، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

خلوت کے معنی یہ ہیں کہ مرد وعورت دونوں تنہا ایک مکان میں تھوڑی دیر اکٹھے ہوئے ہوں جہاں مباشرت سے کوئی مانع نہ ہوا گرچہ مباشرت واقع نہ ہو۔ اگر خلوت بایں معنی ان مرد وزن میں نہ ہوئی تھی کہ مرد نے طلاق دے دی تو عورت پر اصلاً عدت لازم نہ ہوئی، اسی وقت اس سے نکاح کرلینا جائز تھا، اس تقدیر پر دوسرا نکاح کہ اس عورت نے کیا جائز ہوا، اور اولاد ولدالحلال ہے، ہاں اگر ایسی خلوت ہوگئی تھی اور پھر طلاق ہوئی اور عورت نے عدت نہ کی تو نکاح ثانی حرام قطعی ہوا اور جتنے لوگ اس سے واقف ہو نکاح ثانی میں شریک وساعی ہوئے سب حرام عظیم میں مبتلا ہوئے، شوہر دوم کو اگر اطلاع نہ تھی کہ یہ عورت مطلقہ ہے اور ہنوز عدت نہیں گزری ہے بلکہ بعد ولادتِ پسر اطلاع ہوئی جیسا کہ بیان سائل ہے جب تو یہ بچہ بلاشبہہ ولدالزنا نہیں، اور اگر وہ بھی آگاہ تھا اور دانستہ اس امر کا مرتکب ہوا تو بھی بچہ حرامی نہیں، فرق اتنا ہے کہ پہلی صورت میں شوہر ثانی کا بچہ قرار پائے گا اور دوسری صورت میں شوہر اول کا۔ درمختار میں ہے:

[1] ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۳

تزوجت معتدۃ بائن فولدت لاقل من سنتین مذبانت ولنصف حول مذتزوجت عن البدائع انھا للثانی معللا بان اقدامھا علی التزوج دلیل انقضاء عدتھا،حتی لو علمه بالعدۃ فالنکاح فاسد وولدھا للاول[1] اھملتقطا،واللہ تعالٰی اعلم۔	بائنہ طلاق کی عدت والی نے نکاح کرلیا پھراس نے بائنہ طلاق کے وقت سے دو سال کے اندر اندر دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے بعد بچے کو جنم دیا،تو بدائع سے منقول ہے کہ یہ بچہ دوسرے کا ہوگا،اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا عورت کا دوسرے نکاح کے لئے اقدام کرنا عدت ختم ہونے کی دلیل قرار دی جائیگی حتی کہ اگر مرد وعورت دونوں کو معلوم ہو کہ عدت ابھی باقی ہے،تو یہ نکاح فاسد ہوگا،اور بچہ پہلے خاوند کا قرار دیا جائے گا،ملتقطا،واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۱۸: ۲۷ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی کو یہ کہہ کر نکال دیا کہ عورت خراب اور بدکار ہے،پس وہ عورت مذکورہ ایک مدت آوارہ طور پر پھراکی،اب زید نے اس عورت کو اپنے مکان میں لاکر رکھ لیا،مکان میں داخل ہونے کے تین ماہ بعد دختر پیدا ہوئی،اس صورت میں اول تو یہ کہ زید کا نکاح نکاح رہا یانہیں؟دوسرے یہ کہ وہ لڑکی زید کی قرار دی جائے گی یاحرام کی؟کیونکہ ایام آوارگی میں کبھی زید کے پاس نہیں آئی،اور اب زید نے جواس عورت کو پھر رکھا ہے نکاح کرے یانہیں؟اور زید عورت کے نکال دینے پر اور پھر رکھ لینے پر ازروئے شریف مستوجب کسی سزا ہے؟

الجواب:

صرف نکال دینے سے زید کے نکاح میں کچھ فرق نہ آیا،لڑکی زید ہی کی قرار پائے گی اگرچہ ایام آوارگی میں یہ عورت کبھی زید کے پاس نہ آتی اور مکان میں واپس آتے ہی اسی دن لڑکی پیدا ہوجاتی۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:بچے کا نسب نکاح والے سے ہوگااور زانی کو محرومی ہے(ت)

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

زید کو دوبارہ نکاح کی حاجت نہیں پھر رکھ لینے میں اس پر کوئی الزام نہیں، ہاں نکال دینا اگر بلاوجہ شرعی تھا تو گنہگار ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا دادا پٹھان تھا، دادی اور والدہ سیدانی۔ اس صورت میں زید سید ہے یا پٹھان؟ بینوا توجروا

الجواب:

شرع مطہر میں نسب باپ سے لیا جاتا ہے جس کے باپ دادا پٹھان یا مغل یا شیخ ہوں وہ انہیں قوموں سے ہوگا اگرچہ اس کی ماں اور دادی سب سیدانیاں ہوں، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے:

من ادعی الی غیر ابیه فعلیه لعنة الله والملئکة والناس اجمعین لایقبل الله منه یوم القیٰمة صرفا ولاعدلا [1] ۔ھذا مختصر۔	جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کی طرف اپنے آپ کو نسبت کرے اس پر خود اللہ تعالٰی اور سب فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے، اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کا نہ فرض قبول کرے نہ نفل۔ مختصراً۔

بخاری و مسلم وابوداؤد وترمذی ونسائی وغیرہم نے یہ حدیث مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی ہے، ہاں اللہ تعالٰی نے یہ فضیلت خاص امام حسن وامام حسین اور ان کے حقیقی بھائی بہنوں کو عطا فرمائی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیٹے ٹھہرے پھر ان کی جو خاص اولاد ہے ان میں بھی وہی قاعدہ عام جاری ہوا کہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوں اس لئے سبطین کریمین کی اولاد سید ہیں نہ کہ بناتِ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کہ وہ اپنے والدوں ہی کی طرف نسبت کی جائیں گی، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۰: از نجیب آباد ضلع بجنور محلّہ نواب پورہ مرسلہ نیاز اللہ خاں ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ

حضور لامع النور عالم ظاہر و باطن ومعقول ومنقول جناب فیض مآب مفتی محمد احمد رضا خاں صاحب دام فیوضہم، عالیجاہ! عرض یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کیا مدت تک پھر اسی کی زندگی میں اس کی بیٹی سے بھی حرام کیا، یہاں تک کہ دس برس تک اسے گھر میں ڈال کر پردہ میں رکھ کر حرام کرتا رہا، چار بچے پیدا ہوئے تین لڑکیاں اور ایک لڑکا، وہ پرورش پاگئے، اور یہ عورت منکوحہ جس کی یہ اولاد حرامی موجود ہے

[1] المعجم الکبیر حدیث مروی از عمرو بن خارجہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۳۴

دوسرے شخص کی منکوحہ تھی اس کے پاس سے بھاگ کر زانی کے پاس رہنے لگی، خاونداس کو لینے آیا خلق بیان کرتی ہے کہ خاوند نے اس فعل کو دیکھ کر برادری کے سبب سے طلاق دے دی واللہ اعلم بالصواب والغیب عنداللہ اب وہ شخص زنا سے توبہ کرکے نکاح میں لانا چاہتا ہے، آیا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور در صورت ناجائز ہونے نکاح کے وہ عورت مع ان بچوں کے نکال دی جائے گی یا بچے اس سے وہ شخص پرورش کرنے کے لئے لے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر شوہر نے اسے طلاق بھی دی ہوتا ہم زانی سے نکاح نہیں ہوسکتا جب یہ اس کی ماں سے زنا کرچکا، بیٹی ہمیشہ کو حرام ہو گئی،

فی الدر المختار حرم اصل مزنیۃ وممسوسۃ، والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن[1] اھ ملخصًا۔	در مختار میں مزنیہ اور جس عورت کو شہوت کے ساتھ مس کیا اور وہ جس کی شرمگاہ کے داخل حصہ کو شہوت سے دیکھا ہو ان عورتوں کے اصول وفروع حرام ہو جائیں گے اھ ملخصًا (ت)

اور جبکہ معلوم ہے کہ اس زانی نے اب تک اس سے نکاح نہ کیا تھا اب زنا سے توبہ کرکے نکاح کرنا چاہتا ہے تو یہ بچے اس شخص کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے بلکہ اگر شوہر نے طلاق نہ دی یا طلاق سے پہلے یا اس کے بعد چھ مہینے کے اندر تک یہ اولادیں پیدا ہوئیں تو سب شوہر ہی کی قرار پائیں گی اور زانی کے لئے پتھر۔

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کا نسب نکاح والے سے ہوگا اور زانی کو محرومی ہے (ت)

اور طلاق سے چھ مہینے یا زائد کے عـــہ رجعی تھی اور بچہ اس وقت ہوا کہ عورت نے ہنوز عدت گزر جانے کا اقرار نہ کیا تھا یا اقرار ایسے وقت کیا تھا کہ اتنی مدت میں عدت کا گزر جانا محتمل نہیں یعنی امام کے نزدیک طلاق کو دو مہینے اور صاحبین کے نزدیک انتالیس ۳۹ دن نہ گزرے تھے یا اقرار وقت تو گزرنا محتمل تھا مگر بعد کو اس کا

عـــہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

[2] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرۃ کانت اوآمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

کذب ظاہر ہوا کہ جو وقت اس نے انقضائے عدت کا بتایا تھا اس سے چھ ۶ مہینے کے اندر بچہ ہوا تو ان صورتوں میں پہلا بچہ جو بعد طلاق ہوا ہے علی الاطلاق شوہر ہی کا ٹھہرے گا طلاق سے بیس برس بعد پیدا ہوا کہ طہر کے لئے زیادت کی جانب کوئی حد مقرر نہیں، ممکن ہے کہ تین حیض تیس برس میں آئیں تو انقضائے عدت نہ فی نفسہٖ ثابت ہوا نہ عورت کے اقرار مقبول سے، لاجرم اس کا پیٹ میں رہنا ایامِ نکاح میں تھا یا زمانہ عدت میں ہر طرح نسب ثابت ہے کہ طلاق رجعی میں شوہر جب عدت کے اندر وطی کرے تو وہ حرام نہیں ہوتی بلکہ رجعت ہو جاتی ہے ولہٰذا عدت ہی میں حمل رہنا ثابت نہ ہوا بلکہ محتمل کہ طلاق سے پہلے کا ہو تو اس کی ولادت مثبت رجعت نہ ہوگی بلکہ مثبت انقضائے عدت ہوگی کہ وضعِ حمل کے بعد بقائے عدت کے کوئی معنی نہیں، اس صورت میں اور بچے جو اسی کی ولادت کے چھ مہینے یا زائد کے بعد پیدا ہوئے شوہر کے نہیں ٹھہر سکتے کہ ان کا پیٹ میں رہنا نہ ایامِ نکاح میں ہوا نہ زمانہ عدت میں، ہاں اگر دوسرا بچہ اس سے پہلے کی پیدائش سے چھ مہینے کے اندر ہو گیا تو یہ بھی شوہر کا قرار پائے گا کہ چھ ۶ مہینے سے کم میں دوسرے حمل کا بچہ نہیں ہو سکتا، لاجرم یہ اسی کے ساتھ تھا، اور اگر طلاق بائن تھی اگرچہ مغلظہ ہو اور عورت اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور اس نے ہنوز انقضائے عدت کے اقرار مقبولہ بمعنی مذکور کیا تھا کہ طلاق سے دو ۲ برس کے اندر بچہ ہوا تو بھی شوہر کا ٹھہرے گا کہ اس کا پیٹ میں رہنا ایام نکاح میں محتمل ہے، اور دو برس کے بعد ہوا تو اب حمل زمانہ نکاح کا تو یقیناً نہ تھا نہ ایامِ عدت کا ٹھہرا سکتے ہیں کہ بے نکاح جدید عدت بائن میں قربت حرام ہے، اس صورت میں ناچار شوہر کا نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اپنا ایک بچہ ہو لیا تھا یہ دوسرا اس سے چھ ۶ مہینے کے اندر ہو گیا تو بوجہ سابق اسے بھی شوہر کا ٹھہرا دیں گے، بالجملہ اتنی صورتیں ہیں جن میں یہ بچے کل یا بعض شوہر ہی کے ٹھہریں گے اور ثابت النسب ہوں گے اور انہیں ولد الزنا کہنا ناجائز ہوگا، اور اگر بالفرض ان صورتوں سے کوئی شکل نہ پائی جائے تو غایت یہ کہ شوہر کے نہ ٹھہریں ولد الزنا یا مجہول النسب ہوں، بہر حال زانی کے کسی طرح نہیں ٹھہر سکتے نہ اسے ان پر کوئی استحقاق و دعوی۔ تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یثبت نسب ولد معتدۃ الرجعی وان ولدت لا کثر من سنتین ولو لعشرین سنۃ فاکثر لاحتمال امتداد طھرھا وعلوقھا فی العدۃ مالم تقر بمضی العدۃ وکانت الولادۃ	رجعی طلاق کی عدت والی کے ہاں بچہ پیدا ہو تو نسب اسی خاوند کا ہوگا اگرچہ یہ بچہ طلاق سے دو سال، بیس سال یا بیس سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پیدا ہوا ہو کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نطفہ عدت میں ٹھہرا ہو اور عدت کے دوران طہر طویل ہوئے ہوں تاوقتیکہ

رجعة لوفی الا کثر منهما اولتمامهما لعلوقهافی العدة (فیصیر ف بالوطء مراجعا نهر)لافی الاقل للشك (فان اقرت بانقضائها والمدة تحتملة بان تکون ستین یوما علی قول الامام وتسعة وثلثین علی قولهما ثم جاءت بولد لایثبت نسبه الا اذاجاءت به لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار فانه یثبت نسبه للتیقن بقیام الحمل وقت الاقرار فیظهر کذبها، وکذاهذافی المطلقة البائنة والمتوفی عنها اذا ادعت انقضائها ثم جاءت بولد لتمام ستّة اشهر لایثبت نسبه.ولاقل یثبت کما یثبت بلادعوة احتیاطا فی مبتوتة(یشمل البت بالواحدة والثلاث تزوجها فی العدةاولابحر)جاءت به لاقل منهمامن	عورت نے عدت ختم ہونے سے پہلے اقرار نہ کیا ہو اور بچے کی ولادت کو خاوند کا رجوع قرار دیا جائے گا اگر مطلقہ رجعی دوسال یا دو سال کے بعد بچہ جنم دے کیونکہ ممکن ہے کہ استقرار حمل عدت میں ہوا ہو (لہٰذا خاوند وطی کے ساتھ رجوع کرنے والا قرار پائے گا، نہر)اور دوسال سے کم مدت میں پیدائش ہوتو شک کی بناپر خاوند کا رجوع ثابت نہ ہوگا (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ یہ حمل طلاق سے پہلے کا ہو) پھر اگر عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار کرلیا ہو اور وہ مدت بھی عدت کے ختم ہونے کا احتمال رکھتی ہو مثلاً امام اعظم کے قول پر ساٹھ دن اور صاحبین کے قول پر انتالیس۳۹ دن گزرچکے ہیں پھر اس اقرار کے بعد بچہ کو جنم دے تو اس صوت میں بچے کا نسب پہلے خاوند سے ثابت نہ ہوگا مگر جبکہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ جنم دے تو نسب اسی سے ہی ثابت ہوگا کیونکہ اب یقینا اقرار کے وقت وہ حاملہ تھی تو اس سے عورت کا اقرار جھوٹا ثابت ہوجائے گا اور یوں ہی اگر مطلقہ بائنہ یا جس کا خاوند فوت ہوجائے گا اور یوں ہی اگر مطلقہ بائنہ یا جس کا خاوند فوت ہوا ہو جب وہ عدت ختم ہوجانے کا دعوی کرے پھر دعوی کے چھ ماہ بعد بچہ کو جنم دے تو یہ نسب بھی پہلے خاوند کا نہ ہوگا اور اگر چھ ماہ سے کم مدت ہو تو احتیاطًا نسب پہلے خاوند کا ہوگا جیسا کہ بغیر دعوی بھی بائنہ طلاق والی میں نسب ثابت ہوتا ہے (خواہ ایک طلاق یا تین طلاق سے بائنہ ہوئی ہو اور اس نے عدت میں دوسرے سے نکاح کیا یا نہ کیا ہو، بحر) بشرطیکہ اس نے طلاق سے دوسال کے اندر

ف: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے جبکہ قوسین سے باہر والی عبارت تنویر اور در مختار کی ہے۔ نذیر احمد

وقت الطلاق لجوازه وجوده وقته ولم تقر بمضيها، كما مر، ولولتماميهما لايثبت النسب الابدعوته لانه التزمه وهي شبهة عقد ايضا والا اذا ولدت توأمين احدهما لاقل من سنتين والاخر لاكثر فيثبت لكن في القهستاني الدعوة مشروطة في الولادة لاكثر منهما وان لم تصدقه المرأة في الاوجه فتح، ويثبت نسب ولد المقرة بمضيها لولاقل من اقل مدته من وقت الاقرار ولاقل من اكثرها من وقت البت للتيقن بكذبها (استشكله الزيلعي بمااذااقرت بعد سنة مثلا ثم ولدت لاقل من ستة اشهر من وقت الاقرار ولا قل من سنتين من وقت الفراق فانه يحتمل بانقضائها ان تنقضي في ذلك الوقت فلم يظهر كذبها بيقين الااذاقالت انقضت عدتي الساعة ثم ولدت لاقل المدة من ذلك

بچہ کو جنم دیا ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ طلاق کے وقت اس کا حمل موجود ہو اور اقرار بھی نہ پایا گیا ہو جیسا کہ گزر چکا ہے اور اگر طلاق سے دوسال پورے ہوجانے کے بعد بچہ جنا ہو تو پھر اس کے دعوی کے بغیر نسب ثابت نہ ہوگا، کیونکہ زوج نے نسب اپنے اوپر خود لازم کرلیا اور یہ مشابہ عقد بھی ہے مگر یہ کہ عورت نے اس حمل سے دو بچے جنے یوں کہ ایک کو دو سال پورے ہونے سے قبل اور دوسرے کو دوسال کے بعد جنم دیا ہو تو اس صورت میں دعوی کے بغیر نسب ثابت ہوجائے گا لیکن قہستانی میں ہے اوجہ روایت کے مطابق دو سال کے بعد کی ولادت کی صورت میں دعوی شرط ہے اگرچہ عورت زوج کی تصدیق نہ کرتی ہو، فتح۔ ایسی عورت جس نے عدت گزرجانے کا اقرار کر رکھا ہو اور وہ اقرار کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں بچہ کو جنم دے یا طلاق بائن کے وقت سے دوسال کے اندر بچہ کو جنم دے تو اس بچے کا نسب ثابت ہوگا کیونکہ اس صورت میں عورت کا جھوٹا ہونا یقینی ہے، اس پر زیلعی نے یہ اشکال پیدا کیا ہے کہ مثلا جب عورت سال بعد عدت ختم ہونے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر اور وقت فراق سے دوسال کے اندر بچے کو جنم دے تو ایسی صورت میں عدت کے ختم ہونے کا احتمال موجود ہے کہ عدت اسی وقت میں ختم ہوئی ہو تو عورت کا جھوٹا ہونا بطور یقین ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب وہ یوں کہے کہ میری عدت اب ختم ہوئی ہے پھر اس وقت سے چھ ماہ کے اندر بچہ کو جنم دے تو جھوٹا ہونا ظاہر

الوقت اھ[1] استظھرہ فی البحر،وقال یجب حمل کلامھم علیہ کما یفھم من غایۃ البیان وتبعہ فی النھر والشرنبلالیۃ انتھت ملتقطا۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوگا اھ اس کو بحر میں ظاہر قرار دیا،اور کہا کہ فقہاء کے کلام کو اس معنٰی پر محمول کرنا ضروری ہے جیسا کہ غایۃ البیان سے سمجھا جارہا ہے،اور نہر اور شرنبلالی میں اس کی پیروی کی ہے انتہت ملتقطا،واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۲۱تا۱۲۴: از کوہ منصوری ڈاکخانہ کلہڑی کام اپر انڈیا گیٹ مرسلہ کلیم اللہ صاحب ۳۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

۱کتاب بہشتی زیور میں حصہ چہارم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اگر کسی عورت کا خاوند مرجائے اور ایک دن کم دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو تو وہ مرحوم خاوند کا مانا جائے گا،یہ مسئلہ شرع محمدی یا طب یا ڈاکٹری سے تحقیق ہے،یہ جائز ہے یا ناجائز؟اور اگر جائز ہے تو کب سے ہے؟یا کہ پرانا مسئلہ ہے یا اولیائے کرام سے جائز ہے؟

۲دوسرے یہ کہ چار مہینے دس دن جو شرع سے قائم ہیں بعد عدت سے نکاح کرے تو بعد کو ایک سال یا ۹ مہینے کے بچہ پیدا ہوا تو پہلے خاوند کا مانا جائے گا یا ب جس سے نکاح ہوا اس کا؟

۳تیسرے یہ کہ وہ بچہ کونسی حق ملکیت میں مستحق ہوگا پہلے باپ کی ملکیت میں یا دوسرے کی؟

۴چوتھے یہ کہ بعض امام سلام پھیر کر سر پر ہاتھ رکھتے ہیں تو کس مصلحت سے رکھتے ہیں؟

الجواب:

کتاب بہشتی زیور نہ دیکھا کیجئے،اس کا دیکھنا حرام ہے،اس میں بہت سے مسائل غلط اور بہت باتیں گمراہی کی ہیں اس کے مصنف کو تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام لے کر لکھا ہے **من شك فی کفرہ فقد کفر**[2] جو اس شخص مذکور کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

یہ مسئلہ یوں ٹھیک نہیں بلکہ اگر چار مہینے دس دن عدت کے گزار کر عورت نکاح کرلے اور نکاح سے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو کہ موتِ شوہر سے دس مہینے دس ہی دن بعد ہوا ہرگز پہلے شوہر کا نہ ٹھہرے گا بلکہ اسی دوسرے کا ہے پہلے شوہر کے ترکہ سے اسے کچھ نہ ملے گا،یہ دوسرا شخص ہی اس کا باپ ہے اگر یہ مرے گا تو وہ بچہ اس کا وارث ہوگا بلکہ اگر عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ بھی کرے صرف اتنا ہو کہ چار ماہ دس دن بعد وہ اپنی عدت

---

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۰۔۲۶۱،ردالمحتار فصل فی ثبوت النسب داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۲۳تا۶۲۶

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

گزر جانے کااقرار کر چکی ہو اس کے چھ مہینے بعد بچہ پیدا ہو اجب بھی ہر گز اس شوہر مردہ کا نہ ٹھہرے گا۔ درمختار میں ہے:

لواقرت بمضیھا بعد اربعة اشھروعشرا فولاد ته لستة اشھرلم یثبت لاحتمال حدوثه بعد الاقرار [1] (ملخصًا)	اگر عورت موتِ زوج کے وقت سے چار ماہ دس دن عدت گزرنے کا اقرار کرے پھر وقت اقرار سے پورے چھ ماہ میں بچہ کو جنم دے تو بچے کا نسب ثابت نہ ہو گا کیونکہ احتمال ہے کہ حمل کا حدوث اقرار کے بعد ہوا ہو۔(ت)

نماز کے بعد پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ایک دعا پڑھنا حدیث میں آیا ہے کارڈ میں دعا لکھنے کی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: از پیلی بھیت مرسلہ عثمان صاحب معرفت مولوی عبدالحق صاحب ۲۲ شوال ۱۳۳۶ھ

ہندہ سے اس کے شوہر نے پونے تین سال سے قربت نہیں کی اور اس زمانہ میں پونے تین سال ہندہ اپنے باپ کے یہاں رہی اور اس صورت میں کہ میکے میں سوائے باپ کے اور کوئی اس کا رشتہ دار نہیں تھا اور ماں بھی اس کی نہیں تھی اور نہ کوئی عورت اور اس کے پاس تھی، اب پونے تین سال کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا، ہندہ حلف سے اور قسم سے کہتی ہے کہ بچہ میرے شوہر کا ہے جس طرح چاہے اطمینان کرلو، اس زمانہ پونے تین سال میں اپنے شوہر یا اس کے خاندان والوں کو یا اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کو مطلع نہیں کیا حالانکہ دونوں طرف بچہ ہونے کی کمال تمنا تھی کیونکہ اس کے شوہر کی دوسری بی بی سے بھی نیز اس سے اور کوئی اولاد نہ تھی، ہندہ کہتی ہے کہ مجھ کو دو ڈھائی مہینے سے آثارِ حمل کچھ ظاہر ہوئے میں نے بوجہ اپنی سوت کے کسی سے اظہار نہیں کیا کہ مبادا سوت درپے آزار ہو مگر میں نے اپنے شوہر کو نیز اپنی چچی کو بلایا وہ میرے پاس نہیں آئی بچہ باپ کے یہاں پیدا ہوا، چوتھے روز شوہر کو بذریعہ تحریر مطلع کیا، ہندہ نے یہ بھی اپنی چچی سے کہا میری بینائی میں فرق آگیا ہے اور میرا جسم اکثر پکتا ہے، یہ اس کی حالت تھی، یہ اس کی چچی کا بھی بیان ہے اور ایام بھی بند تھے مگر گاہے کچھ معلوم ہو کر بند ہو جاتا تھا، جب ہندہ اور اس کے باپ نے بذریعہ تحریر شوہر کو اطلاع دی مولود کی، تب شوہر نے حالتِ غم میں اس کا جواب تحریری بھیجا کہ عرصہ سے میرا اس سے تعلق نہیں لہذا وہ بچہ میرا نہیں ہے اور میرا اس سے تعلق نہیں ہے۔ اس کا جواب عباراتِ فقہاء واحادیث وتمثیلات سے فرمایا جائے، فقط۔

[1] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۲

الجواب

صورت مستفسرہ میں وہ بچہ شرعًا بلاشبہہ اسی شوہر کا ہے اسے اس کا انکار جائز نہیں پونے تین در کنار تیس چالیس برس سے دونوں الگ ہوتے جب بھی بچہ اسی کا ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔	بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی کے لئے محرومی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربی بمشرقیة بینھما مسافة سنة فولدت لستة اشھر منذ تزوجھا لتصور کرامة واستخداما، فتح[2]۔	فقہاء کرام نے ثبوت نسب میں نکاح موجود ہونے کو کافی قرار دیا اگرچہ جماع نہ پایا جائے، جیسے کوئی مغرب میں رہنے والا شخص مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کرے اور دونوں کے درمیان سال بھر کی مسافت ہو اور اس عورت کے ہاں وقتِ نکاح سے چھ ماہ بعد بچہ پیدا ہو تو نسب نکاح والے کا ہوگا کیونکہ کرامت اور استخدام کے طور پر یہ ممکن ہے اور متصور ہے، فتح۔ (ت)

ہمارے ائمہ نے اکثر مدت حمل دو سال رکھی ہے کہ غالب یہی ہے اور فقہ میں غالب ہی کا اعتبار ہے نادر خصوصًا ایسا کہ صدہا سال کروڑوں ولادتوں میں اس کا خلاف نہ مسموع ہو لحاظ نہیں کیا جاتا، امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عہد مبارک میں ایک صاحب اپنی زوجہ کو وطن میں چھوڑ کر سفر کو گئے دو برس بعد واپس آئے تو عورت کو حاملہ پایا ایک مدت بعد بچہ ہوا قد نبتت ثنیتاہ یشبہ اباہ اس کے اگلے چاروں دانت پیٹ ہی سے نکل چکے تھے صورت میں اپنے باپ سے مشابہ تھا فلما راہ الرجل قال ولدی ورب الکعبة جب ان صاحب نے اس بچے کو دیکھا کہا خدا کی قسم میرا بچہ ذکرہ فی الفتح، وقال انما ھو بقیام الفراش ودعوی الرجل نسبه[3] اھ (اس کو فتح میں ذکر کیا ہے، اور فرمایا یہ تب ہے کہ نکاح موجود ہو اور زوج نسب کا دعوٰی کرے اھ۔ ت)

اقول: فی صدر الحدیث ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنه ھم برجمھا	**اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) حدیث کے شروع میں ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس عورت کو رجم

[1] صحیح البخاری باب الولد للفراش حرة کانت اوامة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۹۹

[2] درمختار فصل فی ثبوت النسب مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۲۳

[3] فتح القدیر باب فصل فی ثبوت النسب نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۸۱

فقال له معاذ رضی الله تعالٰی عنه ان کان لك علیها سبیل فلاسبیل لك علی مافی بطنها، فترکها حتی ولدت ولداقد نبتت الخ[1] فالفراش قد کان قائما حین هم برجمها وهو لایحتاج الی الدعوة فالصواب ان یشاء الله تعالٰی ان ذٰلك قد یقع بغایة الندرة والعبرة فی الفقه الغالب فافهم، ثم بعد سویعة رأیت ولله الحمد الامام السرخسی رحمه الله تعالٰی صرح فی مبسوطه بماسبق الیه خاطر الفقیر اذقال بعد ذکر الحدیث المذکور والاحکام تبتنی علی العادة الظاہرة وبقاء الولد فی بطن امه اکثر من سنتین فی غایة الندرة[2]۔	کرنے کا قصد فرمایا تو ان سے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کیا کہ اگرچہ آپ کو اس عورت پر قدرت ہے مگر اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کی قدرت نہیں، تو اس پر عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عورت کو چھوڑ دیا حتی کہ اس عورت نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کے دانت نکل چکے تھے الخ تو جب حضرت عمر فاروق نے اس عورت کے رجم کا ارادہ فرمایا تو اس وقت اس کا نکاح موجود تھا، تو ایسی صورت میں نسب کا دعوی کی ضرورت نہیں، تو درست یہی ہے۔ اگر اللہ تعالٰی نے چاہا کہ ایسا واقعہ انتہائی نادر ہوتا ہے۔ جبکہ فقہ میں کثیر الوقوع کا اعتبار کیا جاتا ہے، اس پر غور کرو۔ پھر تھوڑی دیر بعد للہ الحمد میں نے امام سرخسی کا نقل کردہ کلام دیکھا کہ آپ نے اپنی مبسوط میں اسی بات کی تصریح فرمائی جو میرے دل پر وارد ہوئی تھی، جب انہوں نے مذکورہ حدیث اور کچھ ایسے واقعات جن کا ذکر آرہا ہے، کو بیان کرکے فرمایا ہمارے لئے احکام ظاہر عادت پر مبنی ہیں، جبکہ ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد عرصہ بچے کا رہنا انتہائی نادر واقعہ ہے۔ (ت)

دارقطنی وبیہقی اپنے اپنے سنن میں ولید بن مسلم سے راوی امام دار الہجرۃ عالم المدینہ سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

هذه جارتنا امرأة محمد بن عجلان امرأة صدق و زوجها رجل صدق حملت ثلثة ابطن فی اثنی عشرة سنة کل بطن فی اربع سنین[3]۔	یہ ہیں ہماری ہمسائی محمد بن عجلان کی بی بی، یہ سچی عورت اور وہ سچے مرد، ان کے تین حمل بارہ ۱۲ برس میں ہوئے، ہر حمل چار سال میں۔

[1] فتح القدیر باب ثبوت النسب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۱۸۱

[2] مبسوط سرخسی باب العدۃ وخروج المرأۃ من بیتها دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۴۵

[3] فتح القدیر بحوالہ الدارقطنی والبیہقی باب ثبوت النسب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۸۱۔۱۸۰

امام شمس الائمہ سرخسی مبسوط میں فرماتے ہیں:

قیل ان الضحاك ولدته امه لاربع سنین، وولدته امه لاربع سنین،وولدته بعد مانبتت ثنیتاه وھو یضحك فسمی ضحاکاوعبدالعزیز الماجشونی رضی اللہ تعالٰی عنه ولدته امه لاربع سنین وھذہ عادۃ معروفة فی نساء ماجشون رضی اللہ تعالٰی عنھم انھن یلدن لاربع سنین[1]۔	یعنی منقول ہوا کہ امام مفسر محدث ضحاک چار برس ماں کے پیٹ میں رہے،پیدا ہوئے تو اگلے چاروں دانت نکل چکے تھے،ہنستے معلوم ہوتے تھے اس لئے ضحاک نام رکھا گیا(یعنی بہت ہنسنے والے)،اور امام محدث عبدالعزیز ماجشونی بھی چار برس حمل میں رہے،اور بنی ماجشون کی عورتوں کی یہ عادت مشہور ہے کہ بچہ ان کے پیٹ میں چار برس رہتا ہے۔

شوہر زن کا کہنا ہے کہ وہ بچہ میرا نہیں اور میرا اس سے تعلق نہیں،اس لفظ اخیر میں اگر لفظ اول کے خلاف اس کی ضمیر بچے کی طرف ہے جب تو ظاہر کہ اسے طلاق سے کوئی تعلق نہیں اور اگر مثل اول ضمیر عورت کی طرف ہے تو یہ لفظ کنایات طلاق سے ہے اور وہ محتمل سَبّ و ذم ہے یعنی میں ایسی عورت سے بیزار ہوں اور حالت حالت غضب ہے تو بے اقرار شوہر نیت طلاق کا ثبوت نہ ہوگا اس سے قسم لی جائے اگر بحلف کہہ دے کہ میں نے یہ لفظ نہ نیت ازالہ علاقہ نکاح نہ کہا تھا تو طلاق نہ ہوئی اگر جھوٹی قسم کھائے گا وبال اس پر ہے، مبسوط امام شمس الائمہ میں ہے:

انت بائن حرام بتة خلیة بریة تحتمل معنی السب ای انت بائن من الدین بریة من الاسلام خلیة من الخیر حرام الصحبة والعشرۃ بتة عن الاخلاق الحسنة وعن ابی یوسف رحمه اللہ تعالٰی انه الحق بھٰذہ الالفاظ اربعة الفاظ اخر خلیت سبیلك فارقتك لاسبیل لی علیك لاملك	اگر خاوند بیوی کو کہے"تو بائن ہے،حرام ہے،دور ہے،خالی ہے،،بری ہے"تو یہ الفاظ محتمل معنی سب وذم ہیں یعنی تو دین سے الگ ہے،تو اسلام سے بری ہے،خیر سے خالی ہے،صحبت وعشرت سے محروم ہے،اخلاق حسنہ سے دور ہے(لہٰذا یہ الفاظ مذکورہ معانی کی وجہ سے گالی بن سکتے ہیں اس لئے طلاق کی نیت کئے بغیر طلاق نہ ہوگی)امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پانچ الفاظ پر مزید چار الفاظ ذکر فرمائے(جن میں گالی کا احتمال ہونے

[1] مبسوط السرخسی باب العدۃ وخروج المرأۃ من بیتھا دارالمعرفة بیروت ۶/ ۴۵

لی علیك لانها تحتمل معنی السب ای لاملك لی علیك لانك ادون من ان تملکی، لاسبیل لی علیك لشرك وسوء خلقك، وفارقتك انقاء لشرك و خلیت سبیلك لهوانك علیّ[1]۔	کی وجہ سے بغیر نیت طلاق نہ ہوگی) وہ چار الفاظ یہ ہیں، میں نے تیرا راستہ کھول دیا، میں تجھ سے الگ ہوں، میرا تجھ پر چارہ نہیں، میری تجھ پر ملکیت نہیں۔ کیونکہ یہ الفاظ گالی کا احتمال رکھتے ہیں یعنی میری تجھ پر ملکیت نہیں کیونکہ تو اس قابل نہیں، میرا تجھ پر چارہ نہیں تیرے شر اور بداخلاقی کی وجہ سے، میں تجھ سے الگ ہوں تیرے شر اور بداخلاقی سے بچتے ہوئے، میں نے تیرا راستہ کھول دیا ہے کہ تو میرے ہاں کمینی ہے۔ (ت)

اسی طرح تبیین امام زیلعی میں ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

روی عن ابی یوسف انه زاد علی هذه الالفاظ الخمسة خمسة اخری لاسبیل لی علیک، فارقتک، خلیت سبیلک، لاملك لی علیک، بنت منی، لان هذه الالفاظ تحتمل الشتم کما تحتمل الطلاق، فیقول الزوج لاسبیل لی علیك لشرك، وفارقتك فی المکان لکراهة اجتماعی معك، وخلیت سبیلك وماانت علیه، ولاملك لی علیك لانك اقل من اتملك، وبنت منی لانك بائن من الدین اوالخ[2]۔	امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے ان پہلے پانچ مذکورہ الفاظ پر مزید پانچ ذکر فرمائے جن میں چار وہی پہلے والے اور ایک "تو مجھ سے دور ہے"، کیونکہ یہ الفاظ جیسے طلاق کا احتمال رکھتے ہیں گالی ہونے کا احتمال بھی رکھتے ہیں، مثلاً خاوند کہتا ہے تیرے شر کی وجہ سے میرا تجھ پر چارہ نہیں، میں مکان میں تجھ سے جدا رہتا ہوں کیونکہ تیرے ساتھ اکٹھا رہنا ناپسند کرتا ہوں، تیرا راستہ تیرے حال پر کھولتا ہوں، تجھ پر میری ملکیت نہیں کیونکہ تو اس قابل نہیں، تو مجھ سے دور ہو کیونکہ تو دین سے دور ہے یا الخ (ت)

ہدایہ میں ہے:

عن ابی یوسف فی قوله لاملك	"تو مجھ سے دور ہے" کہ ماسوا باقی چار الفاظ کو

[1] مبسوط السرخسی باب ماتقع به الفرقة ممایشبه الطلاق دارالمعرفة بیروت ۶/۸۰و۸۱

[2] بدائع الصنائع فصل واماالکنایة فنوعان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۱۰۷

لی علیك ولاسبیل لی علیك وخلیت سبیلك وفارقتک،انه یصدق فی حالة الغضب لما فیها من احتمال معنی السب[1]۔	ذکر کرکے کہا کہ ابویوسف سے مروی ہے کہ اگر خاوند کہے کہ یہ میں نے طلاق کی نیت سے نہیں کہے، تو غصہ کی حالت میں کہنے پر خاوند کی تصدیق کی جائے گی کیونکہ ان الفاظ میں گالی ہونے کا احتمال ہے۔(ت)

عنایہ میں ہے:

فان قوله لاملك لی علیك یحتمل ان یکون معناہ لانك اقل من ان تنسبی الی ملکی او نسب الیك بالملك ولاسبیل لی علیك لسوء خلقك واجتماع انواع الشرفیک،وخلیت سبیلك لقذارتك و فارقتك فی المضجع لذفرك وعدم نظافتك والحقی باھلك لانك اوحش من ان تکونی خلیلتی۔[2]	خاوند کا کہنا کہ "تجھ پر میری ملکیت نہیں ہے" کا معنی ہوسکتا ہے کہ تو میری ملکیت کے قابل نہیں یا میں تیرا مالک بنوں تو اس قابل نہیں، "میرا تجھ پر چارہ نہیں" کا یہ معنی ہوسکتا ہے کہ یہ تیری بداخلاقی کی وجہ سے اور تیرے ہر قسم کے شر کی وجہ سے، اور تیرا راستہ کھول دیا تیری بری حالت کی وجہ سے، میں تجھ سے جدا ہوں لیٹنے میں تیری بدبو اور صفائی نہ ہونے کی وجہ سے، تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا کیونکہ تو میرے ہمراہ رہنے میں وحشت محسوس کرتی ہے۔(ت)

فتح القدیر میں ہے:

الحق ابویوسف بالتی تحتمل السب الفاظ اُخری وھی لاملك علیک،لاسبیل لی علیک،خلیت سبیلک، فارقتك فھذہ اربعة الفاظ ذکرھا الوالوالجی وذکرھا العتابی خمسة،لاسبیل،لاملک،خلیت سبیلک، الحقی باھلک،حبلك علی	ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے جو ان الفاظ کے ساتھ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں مزید چار مذکورہ الفاظ شامل کئے،انہی چاروں کو ولوالجی نے ذکر کیا اور عتابیہ میں یہ پانچ ذکر کئے، تجھ پر چارہ نہیں، تجھ پر ملکیت نہیں، تیرا راستہ کھول دیا، اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا، تیری رسی تیرے کندھے پر ہے، ایضاح اور شرح جامع صغیر میں شمس الائمہ نے پانچ یہی ذکر فرمائے، لیکن، تیری رسی تیرے کندھے پر ہے، کی

[1] الھدایة کتاب الطلاق فصل فی الطلاق قبل الدخول المکتبة العربیه کراچی ۲/ ۳۵۵

[2] العنایة شرح الھدایة علی ہامش فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

غاربک،وفی الایضاح وشرح الجامع الصغیرلشمس الائمۃ ذکر خمسۃ ھی ھذہ الاانہ ذکر مکان حبلك علی غاربك فارقتک،فتتم ستۃ الفاظ ووجہ احتمالھا السب ان لاملك لی یعنی انت اقل من ان تنسبی الی بالملک، ولاسبیل لی علیك لزیادۃ شرک،وخلیت سبیلک، وفارقتك والحقی باھلک،وحبلك علی غاربك ای انت مسیئۃ لایشتغل احد بتأدیبك اذلا طاقۃ لاحد بمما رستک[1] **اقول:** والدلیل دلیل ان لاحصر بل کل لفظ یدل علی التبری عنہا والتخلی و الانقطاع وترك الاشتغال بھا فھو ممایحتمل المعنی المذکور کمالایخفی۔	بجائے انہوں نے "میں تجھ سے الگ ہوں" ذکر کیا،یوں کل چھ الفاظ ہوئے،ان کی وجہ یہی ہے کہ گالی ہونے کا احتمال رکھتے ہیں "تو میری ملک نہیں" یعنی تو اس قابل نہیں کہ میری ملکیت کے لئے منسوب ہو،"میرا تجھ پر چارہ نہیں" یعنی تیری بداخلاقی اور تیرے شر کی وجہ سے،"میں نے تیرا راستہ کھول دیا" یعنی میں تجھ سے جدا ہوا،"تو اپنے گھر والوں کے پاس چلی جا"،"تیری رسی تیرے کندھے" یعنی تو ایسی بد ہے کہ کوئی تجھے تربیت نہیں دے سکتا کیونکہ بار بار سمجھانے کی کسی میں طاقت نہیں ہے اھ،**اقول:** (میں کہتا ہوں) مذکور بیان اس بات کی دلیل ہے کہ ان الفاظ میں حصر نہیں بلکہ جو الفاظ بھی براءت، علیحدگی، انقطاع اور بیوی سے ترک تعلق پر دلالت کریں وہ تمام گالی بننے کا احتمال رکھتے ہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

درمختار میں ہے:

القول لہ بیمینہ فی عدم النیۃ ویکفی تحلیفھا لہ فی منزلہ فان ابی رفعتہ للحاکم فان نکل فرق بینھما، مجتبٰی[2]۔	مذکورہ الفاظ کہنے کے بعد خاوند بیان دے کہ طلاق کی نیت نہ کی تھی،تو اس کی تصدیق کردی جائے گی،اور اس معاملہ میں بیوی کا خاوند سے گھر میں قسم لے لینا کافی ہے اور اگر خاوند اپنے بیان سے متعلق گھر میں قسم نہ کھائے بلکہ انکار کردے تو بیوی معاملہ کو حاکم کے ہاں پیش کرے اگر حاکم کے مطالبے پر بھی قسم کھانے سے انکار کرے تو پھر حاکم میاں بیوی میں علیحدگی کا فیصلہ دے دے، مجتبٰی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان نکل ای عند القاضی لان	اگر قاضی کے ہاں قسم سے انکار کرے تو تفریق کرے،

[1] فتح القدیر فصل فی الطلاق قبل الدخول مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۴۰۲

[2] درمختار باب الکنایات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۳۰

النکول عند غیرہ لایعتبر، ط[1] اھ۔**اقول:** ھو مستفاد من قولہ فان ابی رفعتہ فلم یجعل اباءہ عندھا شیأ۔	کیونکہ قاضی کے علاوہ کسی غیر کے ہاں انکار کرے تو وہ انکار تفریق کے لئے معتبر نہیں ہوگا، ط، اھ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بات ماتن کے اس قول سے عیاں ہورہی ہے کہ "اگر گھر میں انکار کرے تو بیوی حاکم کے ہاں معاملہ کو پیش کرے" تو انہوں نے بیوی کے ہاں انکار کو غیر معتبر قرار دیا۔ (ت)

ہاں اگر وہ اقرار کرے کہ (اس) کی ضمیر عورت کی طرف تھی اور یہ لفظ قطع تعلق نکاح ہی کی نیت سے کہے تو بیشک ایک طلاق بائن ہوگئی عورت نکاح سے نکل گئی، اور اب بچہ اسی شوہر کو ایسا لازم ہوگیا کہ اس سے چھوٹ ہی نہیں سکتا کہ بینونت کے بعد احتمال لعان بھی نہ رہا جو حاکم اسلام کے حضور ہوسکتا اور جب اس کے بعد قاضی ان زن وشو میں تفریق کرکے بچے کی نسبت اس شوہر سے قطع کردیتا اس کا نہ ٹھہرتا مجہول النسب رہ جاتا، درمختار میں باب اللعان میں ہے: **شرطہ قیام الزوجیۃ**[2] (لعان کی شرط یہ ہے کہ نکاح موجود ہو۔ ت) اسی میں ہے:

ویسقط بعد وجوبہ بالطلاق البائن ثم لایعود بتزوجھا[3]۔	لعان واجب ہوجانے کے بعد بائنہ طلاق دے دینے پر ساقط ہوجائے گا، اور دوبارہ نکاح کرنے پر بھی لعان نہ ہوسکے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

وان قذف الزوج بولد حی نفی الحاکم نسبہ عن ابیہ والحقہ بامہ[4]۔	جب خاوند بیوی پر تہمت لگائے کسی زندہ بچے کے بارے میں، تو حاکم اس بچے کے نسب کو اس خاوند سے منقطع کردے اور بچے کو ماں سے ملحق کردے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای لابد ان یقول قطعت نسب ھذا	یعنی قاضی کے لئے اس موقعہ پر ضروری ہے کہ وہ یہ

[1] ردالمحتار باب الکنایات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۶۵
[2] درمختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۱
[3] درمختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۲
[4] درمختار باب اللعان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۵۲

الولد عنه بعد ماقال فرقت بینکما وفی المبسوط ھذا ھوالصحیح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اعلان کرے کہ میں نے اس بچے کانسب اس شخص سے منقطع کر دیا ہے، یہ اعلان وہ تفریق کرنے کے بعد کرے۔ اور مبسوط میں ہے کہ یہی صحیح ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۲۶: از ریاست جے پور نمک منڈی اجمیری دروازہ مرسلہ محمد عبدالعزیز بیگ ۲۱ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ کے دختر رابعہ پیدا ہوتے ہی ہندہ کا انتقال ہوگیا چنانچہ مسماۃ رابعہ نے ابتدائے پیدائش خود سے ڈیڑھ سال کامل ایامِ رضاعت میں مسماۃ شافیہ وکافیہ کا دودھ پیا' اتفاق سے مسماۃ شافیہ وکافیہ کے حقیقی بھائی مسمّٰی بزید سے مسماۃ رابعہ کا عقد ہو کر اولاد بھی ہوگئی (حالانکہ مسمّٰی بزید ومسماۃ رابعہ زن و شوہر باہمی رضاعی ماموں وبھانجی ہوتے ہیں) توایسی صورت میں نکاح قائم رہ سکتا ہے یانہیں؟ اور بصورت قائم رہنے کے کفارہ عائد ہوگا یانہیں؟ اور اولاد کس کی کفالت میں رہے گی اور بارِ مہر زوج پر عائد ہوگا یانہیں؟

الجواب:

حاشا وہ خبیث نکاح ہر گز قائم نہ رکھا جائے گا، مرد وعورت پر فرض فرض عظیم فرض ہے کہ فورًا فورًا جدا ہوجائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے، دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کردے گا۔ عورت کے لئے مرد پر پورا مہر مثل ہے اگرچہ جو مہر بندھا تھا اس سے کتنا ہی زائد ہو، اولاد میں لڑکا سات برس اور لڑکی نوبرس کی عمر تک ماں کے پاس رہے پھر باپ لے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیة لوتزوج محرمه لاحد علیه عند الامام علیه مھر مثلھا بالغامابلغ[2]۔	خانیہ میں ہے اگر کسی نے اپنی محرم سے نکاح کیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ سخت تعزیر ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا، یہ امام اعظم کے نزدیک ہے۔ (ت)

اسی میں نہر سے ہے:

قال فی الدرایة الصحیح انھا شبھة عقد فیثبت النسب وھکذاذکر فی المنیة[3] اھ	درایہ میں ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے لہٰذا نسب ثابت ہوجائے گا، منیہ میں بھی یونہی مذکور ہے اھ ملخصًا

[1] ردالمحتار باب اللعان داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸۹

[2] ردالمحتار باب المھر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۵۱

[3] ردالمحتار باب الوطی داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۴

(ملخصًا) وذکرہ الخیرالرملی عن العینی ومجمع الفتاوٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اس کو خیرالدین رملی عینی اور مجمع الفتاوٰی سے نقل کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۲۷: از حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ حیدر بخش

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت رانڈ ہوگئی اور اس کے حمل عرصہ تین ماہ سے رہ گیا، جب پنچوں نے دریافت کیا تو مسمّٰی حیدر بخش نے جو اسی گاؤں کا آدمی تھا یعنی اس عورت کا بھانجا ہے کہ میں اس عورت کو بعد وضع حمل نکاح میں لاؤں گا میں نے اس عورت کا عیب ثواب اپنے اوپر رکھ لیا، اس بات پر پنچوں نے اور کل بستی نے بوجہ ہونے حرام کے اس عورت واس شخص یعنی حیدر بخش دونوں کا حقہ پانی اس غرض سے بند کردیا کہ آئندہ عورت وآدمی ایسا فعل ناجائز نہ کرے، اب جو حکمِ شریعت ہو وہ کیا جائے یا بروئے شریعت کھولا جائے۔

الجواب:

خاوند کی موت سے دوبرس کے اندر بچہ پیدا ہو وہ خاوند ہی کا ہے، سائل بیان کرتا ہے کہ خاوند کی موت کو دس مہینے ہوئے اور تین مہینے سے حمل بتاتا ہے اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد عدت ختم ہوجانے کا اقرار نہ کرچکی ہو اور یہ مرگِ شوہر سے دو برس کے اندر پیدا ہو تو شوہر ہی کا ہوگا اور عورت کو حرام کی طرف نسبت کرنا حرام ہوگا، اگر عورت چار مہینے دس دن کے بعد اپنی عدت ختم ہوجانا ظاہر کرچکی تھی اور اب تین مہینے سے حمل ظاہر ہوا تو عورت پر الزام ہے اس کا حقہ پانی بند کردیں، لیکن حیدر بخش پر اس کہنے سے کوئی الزام نہیں اس کا حقہ پانی کھول دیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸: از موضع کریلی ضلع بریلی مسئولہ امام الدین صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو ہندہ سے نکاح کئے ہوئے پانچ ماہ اور دس یوم ہوئے ہیں، ہندہ نے بچہ جنا، تو اس بچہ پر کیا حکم ہے آیا وہ زید کا قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ اہل برادری معترض ہیں تو اس حالت میں زید اور ہندہ پر اور بچہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت بیوہ تھی شوہر کے مرے تین برس ہوئے، اس کے بعد یہ بچہ ہوا تو یہ نہ اگلے شوہر کا ہے نہ زید کا، بلکہ مجہول النسب ہے، اور زید پر کچھ الزام نہیں، ہندہ کا حال خدا جانے، بے ثبوت اسے بھی زانیہ نہیں کہہ سکتے، ممکن کہ دھوکے سے وطی واقع ہوئی ہو جس سے یہ بچہ ہے۔ بدائع وبحر ودرمختار وہندیہ میں ہے:

ان جاءت به لاکثر من سنتین منذطلقها الاول اومات ولاقل من ستة اشهر منذتزوجها الثانی لم یکن للاول ولاللثانی وھل یجوز نکاح الثانی فی قول ابی حنیفة ومحمد جائزاھ[1]۔وتأمل فی ھذا الجواز فی رد المحتار فراجعه۔واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	پہلے خاوند کی موت یا طلاق کے بعد دوسال سے زائد عرصہ پر عورت نے بچے کو جنم دیا ہو یا دوسرے نکاح سے چھ ماہ کے اندر جنم دیا ہو تو اس بچے کا نسب نہ پہلے سے ہوگا نہ دوسرے سے۔اور کیا اس صورت میں دوسرا نکاح صحیح پائے گا،تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک جائز قرار پائے گا اھ،ردالمحتار میں اس جواز پر تأمل کیا ہے،اس کی طرف رجوع کرو۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۲۹تا۱۳۰: از گوپندگڑھ ضلع اجمیر شریف مسجد خورد مرسلہ فیض محمد صاحب امام مسجد ۱۸شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص ایک عورت کو فرار کرکے لے گیا،عورت کا خاوند زندہ ہے،وہ عورت مرگئی اور وہ شخص واپس چلاآیا،اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی،اب ان بچوں اور اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے،اس کے ساتھ مصافحہ اور کھانا کھانا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص نے اپنی ساس سے زنا کیا اور حمل رہا،لڑکی ہوئی اور پھر شادی کی،اس شادی سے لڑکا ہوا،اس لڑکے پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) صورت مذکورہ میں وہ شخص زانی ہے،سزائے زناء کا سزاوار اور مستحق عذاب نار ہے،مسلمان اگر اس سے سلام کلام نہ کریں،اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیں،اس سے مصافحہ نہ کریں تو وہ ضرور اس قابل ہے جب تک توبہ نہ کرے،شوہر اور عورت کے بچے اس کے شوہر ہی کے ہوتے ہیں۔ صحیح حدیث میں فرمایا:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[2]۔	بچہ اس کا جس کا بچھونا یعنی خاوند کا اور زانی کے لئے پتھر۔

(۲) جس نے اپنی ساس سے زنا کیا اس نے اپنی ماں سے زنا کیا،اور شادی اگر کسی اور عورت سے کی اور اس سے لڑکا پیدا ہوا تو اس لڑکے میں کوئی خلل نہیں،اور اگر سائل کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الخامس عشر فی ثبوت النسب نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۳۸

[2] صحیح البخاری کتاب الفرائض باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

ایک عورت سے زنا کیا پھر اس کی لڑکی سے نکاح کیا اس سے لڑکا ہوا تو وہ شخص اس وقت بھی زانی ہوا اور اس نکاح میں بھی حرام کار کہ یہ اس کی بیٹی کی جگہ ہے، اور اب یہ جو لڑکا پیدا ہوا ولد الحرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۱: از شہر بریلی مدرسہ اہلسنت وجماعت مسئولہ طالبعلم مدرسہ مذکور ۲۳ شوال ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی علاتی اخت کی نواسی کے ساتھ چھ برس ہوئے نکاح کیا تھا اس سے ایک لڑکی ہوئی، اب زید کو اور محلّہ کے لوگوں کو معلوم ہوا کہ زید کا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا زید سے تفریق کرادی، زید کا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں تو اس لڑکی کا مستحق کون ہے، مہر لازم ہوا یا نہیں؟ عدت ہوگی یا نہیں؟ اور اس نکاح کے وکیل وگواہ اور پڑھانے والوں کا کیا حکم؟ اور زید پر کیا حکم؟ باوجود اس کے کہ بے علم ہیں۔

الجواب:

نکاح مذکور حرام حرام قطعی حرام، اور زید اور نکاح خواں ووکیل وگواہ سب سخت تر گناہ کبیرہ میں گرفتار، اور جہل اس کے گناہ کبیرہ ہونے سے خارج نہ کرے گا بلکہ جہل خود دوسرا گناہ کبیرہ ہے، ولہٰذا حدیث میں ہے:

ذنب العالم واحد وذنب الجاهل ذنبان[1]۔	عالم کا گناہ ایک گناہ ہے اور جاہل کا گناہ دوہرا گناہ۔

عورت پر ضرور عدت لازم ہے اور زید پر پورا مہر مثل واجب ہے یعنی اس طرح کہ عورت کا مہر مثل کیا ہے وہ جو باندھا تھا اس کا لحاظ نہ ہوگا چاہے مہر مثل سے کم ہو یا زائد، فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اذا تزوج بذات رحم محرم منه ودخل بها لاحد علیه وعلیه مهر مثلها بالغا ما بلغ[2]۔ (ملخصًا)	جب کسی نے ذی رحم محرم عورت سے نکاح کرکے جماع کرلیا تو اس پر حد نہیں (بلکہ تعزیر سخت ہے) اور مہر مثل جتنا بھی ہو اس پر لازم ہوگا (ملخصًا)۔ (ت)

لڑکی زید ہی کو دلائیں گے، ۹ برس کی عمر ہونے تک ماں کے پاس رہے گی اور اگر وہ کسی ایسے سے نکاح کرے جو اس لڑکی کا محرم مثل چچا کے نہ ہو، اس کے بعد باپ یعنی زید لے لے گا۔ درمختار کتاب الحدود میں ہے:

انها من شبهة المحل وفیها	یہ محل کا شبہہ ہے اور اس میں نسب

[1] کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۵۳، کنز العمال بحوالہ فر، عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۷۵

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب ذکر مسائل المہر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷۵

يثبت النسب[1]۔	ثابت ہو جاتا ہے۔(ت)

معراج الدرایہ پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

الصحیح انها شبهة عقد لانه روی عن محمد انه قال سقوط الحد عنه لشبهة حکمية فيثبت النسب و هکذا ذکر فی المنية[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	صحیح یہ ہے کہ یہ شبہہ نکاح ہے کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اس سے حد کا سقوط حکمی شبہہ کی بناء پر ہے، لہٰذا نسب ثابت ہوگا، منیہ میں یونہی ذکر کیا ہے۔

مسئلہ ۱۳۲: از اندور رانی پورہ مسئولہ واحد ملا ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام وفضلائے عظام اس مسئلہ میں کہ زید فوت ہوگیا ہے، ہندہ نے ساتویں ماہ عقد کیا بکر کے ساتھ، اور ہندہ کو پانچ چھ ماہ کا حمل تھا، بروقتِ نکاح ہندہ نے حمل کو ظاہر نہ کیا، بعد عقد ایک ماہ کے ہندہ اور بکر میں جھگڑا ہوا کہ حمل کس کا ہے، بکر کہتا ہے میرا حمل ہے اور ہندہ کہتی ہے تیرا نہیں ہے، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ حمل کس کا قائم ہوگا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر موتِ شوہر اول سے دو سال کے بعد بچہ پیدا ہو تو شوہر دوم کا ہے اور نکاح صحیح ہے اور دو سال سے کم میں پیدا ہو تو لڑکا پہلے شوہر کا ہے اور اس دوسرے کا نکاح باطل، **کما یظهر مما لخصناه علی هامش ردالمحتار** (جیسا کہ یہ اس سے ظاہر ہے جو ردالمحتار پر حاشیہ میں ہم نے اس کی تلخیص کی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۳: از کریلی ضلع بریلی مسئولہ ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مدت حمل کی زائد سے زائد کے برس ہے؟ اور کم سے کم کتنے سال ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کم سے کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال کامل بے کم و بیش، مگر عورت جس کا شوہر زندہ ہوا گرچہ کتنے ہی برسوں سے اس سے کتنا ہی دور ہو، اس کی اولاد شوہر ہی کی اولاد قرار پائے گی، اس کے لئے دس بیس پچاس سال

---

[1] درمختار باب الوطء یوجب الحد والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۹

[2] ردالمحتار باب الوطی الذی یوجب الحد والذی لایوجب دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۴

کوئی مدت مقرر نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۳۴: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ سید عبدالجلیل صاحب ۲۱ شعبان ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقد ہندہ سے واقع ہوا، مگر بموجب رواج ہندوستان رسمِ رخصت عروس عمل میں نہ آئی اور زید وہندہ دونوں بالغ تھے اور ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے اور اس مکان میں غیر مردوں کا بھی گزر تھا اہل کفو میں سے نامحرم لوگ آتے جاتے تھے، یکایک ہندہ کو حمل رہ گیا، اس نے اس کو پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ وضعِ حمل قریب آگیا، جب لڑکا پیدا ہوا تو لوگوں کو نہایت تعجب آیا، الغرض مولود تو اسی دم مر گیا اور ہندہ سے مستورات نے بطورِ خود دریافت کیا کہ یہ حمل کس کا ہے، ہندہ نے اپنے اعزّہ میں سے ایک شخص کا نام لیا اور اس قضیہ کو عرصہ قریب چار سال کے گزر گیا، پس شوہر اس کا بسبب اس فعل شنیع کے اس سے ناراض ہے، ہندہ کو اپنے عقد میں رکھنا نہیں چاہتا، بظاہر زن و شو میں مقاربت و مواصلت واقع نہ ہوئی، مگر پوشیدہ طور پر ممکن ہے کہ وہ حمل زید کا ہو، چونکہ رسم رخصت عمل میں نہ آئی تھی شاید بوجہ لحاظ و شرم غیر کا نام ظاہر کر دیا ہو اور زید کا نام نہ لیا ہو۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید سے ہندہ کو طلاق دلوائی جائے تو عدت ہندہ کی کَے ماہ کی ہوگی؟ اور در باب مہر کے بھی ارشاد ہو کہ بذمہ زید کس قدر واجب ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگرچہ دنیوی خیالات کو بہت وسعت ہے، اہلِ بدگمانی کے نزدیک ناراضی زید جدا خبر دے رہی ہے کہ اپنا ہوتا تو وہ خود جانتا، اور ہندہ کا دوسرے کی طرف نسبت کرنا جدا۔ پھر اسے یوں بنانا کہ بوجہ عدم رخصت شرم دنیا کے سبب شوہر کا نام نہ لیا بہت پوچ عذر ہے، آخر قبل رخصت جماع حلال ہونا اہلِ دنیا کے نزدیک زنا سے زیادہ شرم کی بات نہیں، یہ خیالات بدگمانیوں کو بہت تائید دیں گے، مگر حاشا شرع مطہر انہیں اصلاً مقبول نہیں فرماتی اور قطعًا حکم دیتی ہے کہ لڑکا شوہر ہی کا تھا، حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الولد للفراش وللعاھر الحجر** [2] (بچہ نکاح والے کا ہے اور زانی محروم ہے۔ ت)

---

[1] صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹

[2] صحیح بخاری باب الولد للفراش الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۹، مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/۴۰۹

جب شریعت نے مرد مغربی وزن مشرقی کے مسئلہ میں باوجود بعد المشرقین باحتمال کرامت یا استخدام جن بچہ شوہر ہی کا ٹھہرایا تو زید وہندہ تو ایک ہی مکان میں رہتے تھے یہاں کیونکر ممکن کہ بے ثبوتِ قطعی شرعی فلاں کا معاذ اللہ زانی یا باوجود فراش صحیح بچہ کو ولد الحرام قرار دیں۔ رہا ہندہ کا فلاں کی نسبت کردینا، ممکن ہندہ کو اس سے کوئی عداوت ہو اور شاید وہ رنجش اسی بنا پر پیدا ہوئی ہو کہ ہندہ نے اس سے بد نگاہی پائی، مانع آئی، کارگر نہ ہوا، دشمن ہو گئی، اور بوجہ شدت غیظ اس خیال سے کہ اولیائے ہندہ یہ امر عظیم سن کر حتّی المقدور اس شخص کے درپے آزار ہوں گے، اس تہمت کی مرتکب ہوئی، اپنا بھی صریح ضرر سہی، اہل مکروحیلہ سے اس قسم کی بات کا صدور کچھ عجب نہیں جس میں ان کے دشمن کو ایذا پہنچے اگرچہ خود بھی ____ عـــہ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾[1] (بیشک تمہارا چرتر بہت بڑا ہے۔ت) اور اب ناراضی زید کی بھی صریح توجیہ موجود کہ بغلط ودروغ اپنے ساتھ اس امر ناپاک کا وقوع بتانے پر ہندہ سے بیزار ہوا، بہر حال حکم یہی ہے کہ وہ بچہ زید ہی کا تھا، اور جب شرع نے یہ مان لیا تو ہندہ کا مدخولہ ہونا خود ہی ثابت ہو لیا طلاق تین حیض کامل کی عدت لازم، وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ[2] (طلاق والی عورتیں اپنے آپ کو تین حیض مکمل ہونے تک روک رکھیں۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

عـــہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۸

باب الحضانۃ
(پرورش کا بیان)

مسئلہ ۱۳۵: ۲۴ رجب ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمّٰی زید نے رحلت کی، دو پسر نابالغ زوجہ اولٰی سے جو زید کے روبرو فوت ہوچکی ہے اور تین دختر زوجہ ثانیہ سے جو حی و قائم ہے وارث چھوڑے، اب در بارہ ان بچوں نابالغان کے ولایت کی فکر در پیش ہے، نابالغان مذکورین کے اجداد میں دو شخص موجود ہیں ایک مسمّٰی عمرو دادا کا چچازاد بھائی، دوسرا بکر دادا کا ماموں زاد بھائی جس کو مسمّٰی زید مورث کی حقیقی ہمشیرہ جوان پانچوں نابالغان کی حقیقی پھوپھی ہے منسوب ہے، اور تین پھوپھی حقیقی بیاہی ہندہ ومعصومہ وصدیقہ اور دختران مذکورین کی والدہ اور پسران مذکورین کی نانی وماموں موجود ہیں پس اس صورت میں ان پانچوں نابالغان کی ولایت کا استحقاق کس کس شخص کو مرتبہ حاصل ہے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں دونوں کا حقِ حضانت ان کی نانی کو ہے کہ سات ۷ برس کی عمر تک اس کے پاس رہیں گے جوانی تک عمرو کے پاس کہ دادا کا چچازاد بھائی ہے رکھے جائیں گے۔ در مختار میں ہے:

الحاضنۃ اما او غیرھا احق بالغلام	پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، وہ لڑکے کی

حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی[1]۔	حقدار ہوگی جب تک لڑکا عورت کی پرورش سے مستغنی نہیں ہوجاتا اور یہ مدت اندازاً سات سال ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا۔

ردالمحتار میں ہے:

اذااستغنی الغلام فالعصبة اولی یقدم الاقرب فا لاقرب[2]۔	جب بچہ مستغنی ہوجائے تو پھر درجہ بدرجہ عصبات اس کے حقدار ہیں، قریب ترین کو تقدم حاصل ہوگا۔(ت)

اور لڑکیوں کی شادی ہوجائے وہ شوہروں کے قابل ہوں تو شوہروں کے پاس رہیں گی ورنہ نوبرس کی عمر تک ماں کے پاس، پھر اگران کے محارم میں کوئی مردعاقل بالغ مثل حقیقی ماموں وغیرہ کے ہوگا تواس کے سپرد کی جائیں گی ورنہ جوانی تک ماں ہی رکھے گی، درمختار میں ہے:

الام والجدة احق بالصغیرة حتی فی ظاھر الروایة وغیرھما احق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبه یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدة کذٰلك وبه یفتی لکثرة الفساد زیلعی وافاد انه لاتسقط الحضانة بتزوجھا مادامت لاتصلح للرجال،[3] ملخصًا۔	لڑکی کی حقدار اس کی ماں یا دادی ہے جب تک وہ بالغ نہ ہوجائے، یہ ظاہر روایت ہے، اور ماں اور دادی کے غیر ہوں تو پھر وہ لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہوں گے، یہ مدت اندازاً نوسال ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں اور دادی کے لئے بھی یہی حکم ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا فتنہ کی کثرت کی وجہ سے، زیلعی ــــ اور اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عورت کا حقِ حضانۃ(پرورش) نکاح کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا جب تک لڑکی مرد کے قابل نہیں ہوجاتی، ملخصًا(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فان صلحت تسقط الخ[4]۔ **اقول**: واخترنا ظاھر الروایة حین لامحرم لھا لانھا ھی المتعینة	جب بچی مرد کے قابل ہوجائے تو پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجائے گا الخ(ت) **اقول**: (میں کہتا ہوں) ہم ظاہر روایت کو ہی ترجیح دیں گے، جب بچی کا کوئی محرم ولی نہ ہو اور یہ ظاہر

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۱

[3] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[4] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۱

ح للفتیا فان نشوها فی حضن امها خیر لها والنظر من ترکها ضائقة لاحاضن لها وقد علمت ان لاحق لغیر محرم فی حضانتها۔	روایت ہی فتوٰی کے لئے متعین ہے کیونکہ اس صورت میں بچی کا اپنی ماں کے پاس نشو ونما پانا بہتر ہے اور ماں کو چھوڑنے میں بچی پر کمزور شفقت ہو گی جبکہ اس کا کوئی پرورش کرنے والا محض نہ ہو حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ غیر محرم کو بچی کا حقِ حضانت نہیں ہے۔(ت)

اور ان پانچوں نابالغوں کے نکاح کی ولایت عمرو ہی کو ہے **لان العصبة لاغیر** (کیونکہ ان کے علاوہ کوئی عصبہ نہیں۔ت) اور ماں کی ولایت ان مذکورین میں سے کسی کو نہیں **لاختصاصها بالاب ووصیه والجد ووصیه والحاکم الشرعی** (یہ ولایت باپ اور اس کے وصی یا دادا اور اس کے وصی اور شرعی حاکم کے ساتھ خاص ہے۔ت) ہاں اگر زید ان لوگوں خواہ ان کے غیر میں سے کسی کو اپنی جائداد کے حفظ ونگہداشت یا اولاد کے غور وپرداخت کے لئے کہہ گیا ہو تو ولایتِ مال اسے ہو گی **لکونه وصیا علیهم** (کیونکہ وہ ان پر وصی مقرر رہوا۔ت) **واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عباد اللہ ایک زوجہ اور ایک پسر نابالغ اور ایک چچازاد بھائی فیض اللہ چھوڑ کر فوت ہوا، عورت نے ایک اجنبی شخص سے نکاح کرلیا جسے اس نابالغ سے کوئی علاقہ نہیں، اس بچے کی نہ نانی ہے نہ دادی ہے نہ کوئی بہن بلکہ سوتیلی خالہ اور سگی پھوپھی ہے، اس صورت میں یہ بچہ جس کی چار برس کی عمر ہے کس کے پاس رہے گا اور اس کے مال کی ولایت فیض اللہ کو ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جبکہ نابالغ کی ماں نے ایک اجنبی سے نکاح کرلیا، اب اسے نابالغ کے رکھنے کا اختیار نہ رہا ایک سات برس کی عمر تک سوتیلی خالہ کے پاس رہے گا، اگر وہ نہ مانے گی تو پھوپھی کے پاس رکھا جائے گا اور اگر وہ بھی انکار کرے گی تو جبراً خالہ کے پاس رہے گا، یہ سب اس صورت میں ہے کہ خالہ اور پھوپھی دونوں میں کوئی مانع حضانت نہ ہو ورنہ اگر ایک میں مانع حضانت ہو تو دوسرے کے پاس رہے گا، سات برس کے عمر بعد جوان ہونے تک فیض اللہ کے پاس رہے گا،

فی الدر المختار الحضانة للام الا ان تکون فاجرة او متزوجة بغیر محرم الصغیر[1] الخ۔	درمختار میں ہے بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے مگر یہ کہ وہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم سے نکاح کرلے(ت)

[1] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

اسی میں ہے:

ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل او تزوجت باجنبی ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات کذٰلك ثم العمات[1] الخ۔	ماں فوت ہوجائے یا ماں قبول نہ کرے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی پھر دادی کو پھر حقیقی بہن کو پھر مادری بہن کو پھر پدری بہن کو پھر خالات کو اسی ترتیب سے پھر پھوپھیوں کو الخ۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

ظاہر کلامھم ان الام اذامتنعت وعرض علی من دونھا من الحاضنات فامتنعت اجبرت الام لامن دونھا[2]	فقہاء کرام کا ظاہر کلام یہ ہے کہ جب ماں انکار کردے اور بچے کو دوسری پرورش کنندہ پر پیش کیا گیا ہو تو اس نے بھی انکار کردیا ہو تو ایسی صورت میں ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائیگا، ماں کے سوا دوسری پرورش کنندہ کو مجبور نہیں جائے گا۔ (ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب[3]۔	اگر بچے کا باپ نہ ہو اور پرورش کی مدت ختم ہوچکی ہو تو پھر دوسرے عصبات ولی ہوں گے، ان کو ولایت درجہ بدرجہ قرابت کے لحاظ سے ہوگی یعنی سب سے قریب تر کو پہلے حق ہوگا۔ (ت)

اور ولایتِ مال میں فیض اللہ کا اصلاً حق نہیں بلکہ اسے ملے گی جسے نابالغ کا باپ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی نگہداشت تو کرنا یا میرے ترکہ کی غور پرداخت تیرے متعلق ہے یا اس بچہ کو میں تیری سپردگی میں دیتا ہوں، اسے وصی کہتے ہیں، اگر باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو تو باپ کے وصی نے جسے اپنا وصی کیا ہو وہ ولی مال ہوگا، وہ بھی نہ ہو تو دادا کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا کے وصی کا وصی۔ درمختار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم جدہ الصحیح ثم وصیہ ثم وصی وصیہ[4] الخ. واللہ سبحٰنہ	بچے کا ولی باپ، پھر اس کا وصی، پر وصی کا وصی، پھر اس کا جد صحیح (یعنی جو عورت کے واسطہ کے بغیر جد ہو) پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] بحرالرائق باب الحضانۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۶۶

[3] ردالمحتار بحوالہ خلاصہ وغیرہا باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۳

[4] درمختار کتاب المأذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۰۳

وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔	کا وصی الخ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ (ت)

مسئلہ ۱۳۷: ۲۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے والدین اور ایک زوجہ اور ایک شیر خوار لڑکا چھوڑ کر انتقال کیا، لڑکے کی نانی پہلے فوت ہوچکی ہے، اس صوت میں اگر لڑکے کی ماں کسی اجنبی سے نکاح کرے تو لڑکا کس کے پاس رہے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر ماں کسی ایسے شخص سے نکاح کرلے جو لڑکے کا محرم نسبی مثل چچا وغیرہ کے نہ ہو تو لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا اور جبکہ نانی نہیں ہے تو سات ۷ برس کی عمر تک دادی کے پاس رہے گا پھر دادا رکھے گا۔

فی الدر ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبلا و اسقطت حقھا او تزوجت باجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیۃ القربی، ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور[1] الخ وفیہ والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع، وبہ یفتی[2] اھ وفی ردالمحتار عن شرح المجمع و اذا استغنی الغلام عن الخدمۃ اجبر الاب اوالوصی او الولی علی اخذہ لانہ اقدر علی تادیبہ وتعلیمہ اھ وفی الخلاصۃ وغیرھا واذا استغنی الغلام فالعصبۃ اولی یقدم الاقرب فالاقرب[3] اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا اپنا حق حضانت ساقط کردے یا بچے کے کسی اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر ماں کے بعد نانی کو پرورش کا حق ہے اگرچہ اوپر تک جب کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی ہو پھر دادی کو اوپر تک بشرطیکہ اس سے کوئی قریبی عورت نہ ہو الخ، اسی میں ہے پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور، تو ان کو لڑکے کے متعلق یہ حق اس وقت تک ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے، جس کی مدت کا اندازہ سات سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ، اس پر ردالمحتار میں شرح المجمع سے منقول ہے کہ جب لڑکا عورتوں کی خدمت سے مستغنی ہوجائے تو باپ یا اس کے وصی یا ولی کو مجبور کی جائے گا کہ وہ لڑکے حاصل کرے کیونکہ اس کے بعد یہ لوگ عورتوں کی بنسبت لڑکے کی تعلیم و

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۶۵

[3] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۰

تربیت زیادہ بہتر جانتے ہیں اھ خلاصہ وغیرہ میں ہے کہ جب لڑکا مستغنی ہوجائے تو اس کے عصبہ مرد قرابت کے لحاظ سے درجہ بدرجہ اس کے حقدار ہوں گے اھ ملخصًا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۸: ۲۷ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حق حضانت اور پرورش اطفال صغیر سن کا بعد وفات ماں کے کس کو ہے؟ اور ماموں چچا میں کس کو ترجیح ہے؟ اور وہ حق کس عمر تک رہتا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سائل مظہر کہ یہ اطفال لڑکیاں ہیں، ان کے باپ، بھائی، بھتیجا، بہنیں، نانی، ماموں، چچا حقیقی ہیں، ایک لڑکی نو برس کی ہے ایک گیارہ کی، پس صورتِ مستفسرہ میں نانی ماموں کو ان کے رکھنے کا کچھ اختیار نہیں، لڑکیاں اپنے چچا کے پاس رہیں گی کہ جب نو برس کی ہوجائے تو ماں بھی اسے نہیں رکھ سکتی چچا کو دلادی جائے گی، نانی وغیرہا تو دوسرا درجہ ہے۔ درمختار میں ہے:

الام والجدۃ لام اولاب احق بالصغیرۃ حتی تحیض وغیرہما احق بہا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی وعن محمد ان الحکم فی الام والجدۃ کذٰلک وبہ یفتی [1] اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم۔	ماں نانی اور دادی لڑکی کی حقدار اس کو حیض آنے تک ہیں اور دوسری عورتیں لڑکی مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں، اور مشتہاۃ کا اندازہ ۹ سال کی عمر لگایا گیا ہے، اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ ماں نانی اور دادی کا بھی یہی حکم ہے اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۹: از میران پور کٹرہ کمال زئی شاہجہان پور مرسلہ نادر خاں صاحب رئیس کٹرہ ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صغیر و صغیرہ جن کی ماں انتقال کر گئی اور باپ نے دوسرا نکاح کرلیا نانا، ماموں، ممانی اور خالہ زاد اور پھوپھی زاد نانیاں اور نانیوں کی بیٹی بیٹیاں ہیں بچے نانا کے پاس ہیں باپ ان سے بالجبر لینا چاہتا ہے حالانکہ بوجہ نکاح ثانی اس کے پاس بچوں کی مضرت جان کا اندیشہ ہے، اس صورت میں حق پرورش اطفال کس کو ہے؟ پوری تفصیل درج ہو کہ حقِ حضانت ترتیب وار کس کو ہے اور پرورش کنندہ کے پاس کس عمر تک رہیں گے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

حقِ حضانت ذی رحم محرم کے لئے ہے یعنی وہ نسبی رشتہ جس میں نکاح ہمیشہ کو حرام ہوتا ہے تو نانی کی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

خالہ زاد یا پھوپھی زاد بہنوں یا ان کی اولاد یا ممانی کے لئے کوئی حقِ حضانت نہیں جیسے خود صغیر صغیرہ کی خالہ زاد ماموں زاد پھوپھی زاد چچازاد بہنیں کہ یہ محارم سے خارج ہیں۔ درمختار میں ہے:

لاحق لولد عم وعمّة وخالة لعدم المحرمية[1]۔	چچازاد، پھوپھی زاد اور خالہ زاد کو بچے کا حق پرورش نہیں ہے کیونکہ یہ محارم نہیں ہیں (ت)

پھر محارم میں پہلے مستحق عورتیں ہیں بشرطیکہ معاذاللہ مرتدہ یا بدکار یا بے اطمینان یا کسی ایسے شخص کے نکاح میں نہ ہوں جس اس بچہ کا محرم نہیں، بے اطمینانی کی یہ صورت کہ بچہ کو بے حفاظت چھوڑ کر باہر چلی جایا کرتی ہو، ایسی بے پروائی ماں بھی کرے تو بچے اس سے بھی لے لئے جائیں گے، درمختار میں ہے:

الحضانة للام الاان تکون مرتدة او فاجرة او غیرما مونة بان تخرج کل وقت و تترك الولد ضائعا او متزوجة بغیر محرم الصغیر[2] الخ ملخصًا۔	پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب ہو مرتدہ یا فاجرہ یا غیر محتاط ہو کہ ہر وقت بچے کو چھوڑ کر باہر چلی جاتی ہو یا اس نے بچے کے غیر محرم اجنبی سے نکاح کرلیا ہو الخ ملخصًا (ت)

عورتوں سب سے مقدم ۱ماں ہے، پھر ۲سگی نانی، پھر اس کی ۳ماں، پھر ۴سگی دادی، پھر اس کی ۵ماں، پھر ۶اس کی بہن، پھر مادری ۷بہن (یعنی جو اس بچے سے ماں میں شریک اور باپ میں جدا ہو) پھر روایت متون میں ۸سوتیلی بہن، پھر ۹سگی بھانجی، پھر ۱۰مادری، (یعنی مادری بہن کی) بیٹی، پھر ۱۱سگی خالہ، پھر ۱۲مادری خالہ، پھر ۱۳سوتیلی خالہ، پھر ۱۴سگی بھانجی، پھر ۱۵سوتیلی بھانجی، پھر ۱۶سگی بھتیجی، پھر ۱۷سوتیلی، پھر ۱۸سگی پھوپھی، پھر ۱۹ مادری، پھر ۲۰سوتیلی، پھر ۲۱ماں کی سگی خالہ، ۲۲پھر مادری، پھر ۲۳سوتیلی، پھر ۲۴باپ کی سگی خالہ، پھر ۲۵مادری، پھر ۲۶سوتیلی، پھر ۲۷ماں کی سگی پھوپھی، ۲۸پھر مادری، ۲۹پھر سوتیلی، ۳۰پھر باپ کی سگی پھوپھی، ۳۱پھر مادری، ۳۲پھر سوتیلی، یہ بتیس ۳۲ عورتیں ہیں جب ان سے کوئی نہ ہو یا بوجوہ مذکورہ مستحق نہ رہے تو حقِ حضانت عصبات ذکور کی طرف منتقل ہوگا جن میں سب سے مقدم باپ ہے، پھر دادا، پھر سگا بھائی، پھر سوتیلا، پھر سگا بھتیجا، پھر سوتیلا، پھر سگا چچا، پھر سوتیلا۔ ان میں سے کسی کے ہوتے نانا ماموں وغیرہما ذوی الارحام کو استحقاق نہیں تو خود باپ کے سامنے کب مستحق ہوسکتے ہیں، درمختار میں ہے:

ثم بعد الام ۱ام الام وان علت، ثم ۲ام الاب وان	ماں کے بعد ۱نانی اوپر تک، پھر ۲دادی اوپر تک، پھر

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

علت، ثم ۳الاخت لاب وام، ثم ۴لام، ثم ۵لاب، ثم ۶بنت الاخت لابوین، ثم ۷لام، ثم ۸لاب، ثم ۹الخالات کذٰلك ای الابوین، ثم ۱۰لام، ثم ۱۱لاب، ثم ۱۲بنت الاخت لاب، ثم ۱۳بنات الاخ (لاب وام، او ۱۴لام او ۱۵لاب علی الترتیب) ثم ۱۶العمات (لاب وام، ثم ۱۷لام ثم ۱۸لاب) ثم ۱۹خالۃ الام کذٰلک، ثم ۲۰خالۃ الاب کذٰلک، ثم ۲۱عمات الامھات و۲۲الاباء بھذا الترتیب، ثم ۲۳العصبات بترتیب الارث فیقدم الاب، ثم ۲۴الجد، ثم ۲۵الاخ الشقیق، ثم ۲۶لاب، ثم ۲۷بنوہ کذٰلک، ثم ۲۸العم، ۲۹ثم بنوہ، ثم اذالم تکن عصبۃ فلذوی ۳۰الارحام اھ[1] ملخصا منقحا مزیدا من رد المحتار۔

۳حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے ۴سگی بہن، پھر باپ کی طرف سے ۵سگی بہن، پھر ۶حقیقی بہن کی بیٹی، پھر ماں کی طرف سے ۷بہن کی بیٹی، پھر باپ کی طرف سے ۸سگی بہن کی بیٹی، پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کی بیتی، پھر اس ترتیب پر ۹،۱۰،۱۱خالات، پھر باپ کی طرف سے ۱۲بہن کی بیٹی، پھر بھائی کی ۱۳،۱۴،۱۵بیٹیاں اس ترتیب، پھر ۱۶،۱۷،۱۸پھوپھیاں اس ترتیب پر، پھر ۱۹ماں کی خالہ، پھر ۲۰باپ کی خالہ اس ترتیب سے، پھر ماؤں کی ۲۱پھوپھیاں، پھر آباء کی ۲۲پھوپھیاں اسی ترتیب پر پھر عصبہ مرد حضرات وارث ہونے کی ترتیب پر یعنی پہلے ۲۳باپ ۲۴پھر دادا، پھر ۲۵حقیقی بھائی، پھر باپ کی طرف سے ۲۶سگا بھائی، پھر ۲۷بھائی کے بیٹے اس ترتیب پر، پھر ۲۸چچا، پھر ۲۹اس کے بیٹے، اور پھر اگر عصبات نہ ہوں تو ۳۰ذوالارحام حقدار ہوں گے اھ ملخصا منتحا اس پر ردالمحتار سے بڑھاتے ہوئے۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں ان بتیس ۳۲ عورتوں سے اگر کوئی عورت بھی قابل حضانت موجود ہے جس نے بوجہ موانع مذکورہ اپنے حقِ حضانت کو ساقط نہ کیا تو صغیر صغیرہ نانا سے لے کر اس عورت کے پاس رکھے جائیں گے لڑکا سات برس کی عمر اور لڑکی نو برس کے سن تک بعد ازاں باپ کو دے دئے جائیں گے اور اگر زنانِ مذکورہ سے کوئی عورت مستحق باقی نہیں تو آج ہی سے بچے باپ کے پاس رہیں گے، نانا کہ اکتالیسویں درجہ میں ہے ان کا استحقاق نہیں رکھتا اور نکاح ثانی کے سبب باپ کے پاس مضرتِ جان اطفال کا اندیشہ گمان فاسد ہے،

فان العلماء لایعدون التزوج من مسقطات حضانۃ العصبات کیف والرجال قوامون علی النساء بخلاف المرأۃ فانھن عوان بین یدیکم۔

علمائے عصبہ مردوں کے حقِ حضانت کو ان کے نکاح کرلینے کی وجہ سے ساقط نہیں کیا ان کا حق کیسے ساقط ہو جبکہ یہ مرد بیویوں پر غالب ہیں اسکے برخلاف عورت کا معاملہ ہے کیونکہ وہ خاوند کے کنٹرول میں ہے۔ (ت)

اور بالفرض اگر یہ امر باطل بثبوت کافی ثابت بھی ہو جائے تو غایت یہ کہ باپ سے لے کر اور نیچے کے عصبات بترتیب مذکور کو دیں گے جب تک ان سے کوئی باقی ہے نانا کو استحقاق نہیں، ماموں تو نانا سے بھی

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴۔۲۶۵

پانچویں درجہ میں ہے،

كما يظهر من الدرالمختار وردالمحتار، والله تعالٰى اعلم۔	جیسا کہ درمختار اور ردالمحتار سے ظاہر ہو رہا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور لڑکا اور ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا زوجہ نے کہ ان بچوں کی ماں ہے ایک اجنبی آدمی سے نکاح کرلیا، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ کی، اس کی ماں اس کا نکاح ایک جگہ کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں بلکہ اپنے بھتیجے سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں ان نابالغوں کے نکاح کا اختیار ماں کو یا چچا کو ہے، اور ان کو رکھنے کا اختیار کسے ہے، نابالغوں کی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو[2] پھوپھیاں ہیں، اور پھوپھیاں انہیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں، اور نابالغوں کا کچھ مال نہیں، تو ان کا کھلانا بلانا کس کے ذمہ ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں نابالغوں کے نکاح کا اختیار ان کے چچا کے سوا کسی کو نہیں، اسکے ہوتے ہوئے ماں کا نکاح میں کچھ دخل نہیں، اور جبکہ وہ ایک اجنبی شخص سے نکاح کرچکی تو اسے بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں، بلکہ لڑکا سات برس کی عمر تک اور لڑکی جوانی تک اپنی بہن کے پاس رہیں، اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، اور وہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھیوں کے پاس،

فی الدرالمختار الحضانة للام الا ان تكون فاجرة او متزوجة بغير محرم الصغير ثم بعد الام بان ماتت اولم تقبل اوتزوجت باجنبي ام الام، ثم ام الاب، ثم الاخت ثم الخالات ثم العمات اھ[1] ملخصاً۔	درمختار میں ہے: ماں اگر فاجرہ یا بچے کے غیر محرم سے نکاح والی نہ تو وہی پرورش کا حق رکھتی ہے، پھر ماں اگر فوت ہوجائے یا بچے کو قبول نہ کرے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو اس کے بعد نانی پھر دادی پھر بہن پھر، خالات، پھر پھوپھیوں کو حق حضانت ہے اھ ملخصاً(ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

الحاضنة لاتجبر اذا لم تتعین لھا لان المحضون حِ لایضیع حقه لوجود من یحضنه غیرھا وتجبر اذا تعینت لعدم من یحضنه غیرھا[1] اھ ملتقطا وتمام تحقیقه فیه وھذاحاصل ما وفق به بین نقلین مختلفین۔	پرورش کرنے والی صرف ایک ہونے کی وجہ سے متعین نہ ہوتواس کوپرورش پر مجبور نہ کیاجائے گا کیونکہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہونے کی وجہ سے بچے کی پرورش ضائع نہ ہوگی اور اگر وہ ایک ہی متعین ہوتو اس کو مجبور کی اجائے گا کیونکہ کوئی دوسرا نہیں ہے اھ ملتقطا اور اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے یہ دو مختلف روایات میں تطبیق و توفیق کا ماحاصل ہے۔(ت)

اور جبکہ ان یتیم نابالغوں کاکچھ مال نہیں توان کا کھانا کپڑاان کے ان قابلانِ وراثت پر ہے جن کے پاس اپنے اور اپنے بال بچوں کے کھانے پہننے وغیرہ ضروری مصارف کے بعد پس انداز ہوتا ہو جس سے اپنے ان عزیزوں کی امداد کرسکیں یہاں ماں بہن چچا پھوپھی خالہ اگرچہ سب محارم ہیں مگر خالہ پھوپھی ان تین کے سامنے وارث نہیں لہٰذاان میں اگر کوئی ویسامرفہ الحال ہوتو خالہ پھوپھی پر نفقہ دیناواجب نہیں۔

فی الدر المختار ویجب ایضا لکل ذی محرم رحم محرم صغیر او انثی مطلقا ولو کانت الانثی بالغة صحیحة اوکان الذکر بالغا لکن عاجزا عن الکسب نحو زمانة کعمی وعته وفلج اولایحسن الکسب فقیرا بحیث تحل له الصدقة ولوله منزل وخادم علی الصواب بدائع اھ [2] ملخصا۔	درمختار میں ہے کہ ہر ذی محرم (خواہ نابالغ ہو یا عورت ہو) کانفقہ واجب ہے، اگرچہ عورت بالغہ اور صحتمند ہو یا مرد بالغ ہو لیکن عاجز ہو محنت نہ کرسکتا ہو مثلاً اپاہج، نابینا، بے عقل یا فالج زدہ ہو، یا محنت کی مہارت نہ رکھنے والا محتاج ہو جس کو صدقہ حلال ہواگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع، ملخصًا(ت)

عالمگیریہ میں ہے:

لوکان له عم وعمة وخالة فالنفقة علی العم فان کان العم معسرا فالنفقة علیھما[3]۔	اگر چچا، پھوپھی اور خالہ ہوتو نفقہ چچے پر لازم ہوگا، اور اگر چچا تنگدست ہوتو پھر پھوپھی اور خالہ دونوں پر لازم ہوگا۔(ت)

[1] ردالمحتار باب الحضانة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۶

[2] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۶

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی النفقة ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۶۶

اب یہ دیکھنا رہا کہ ان تین وارثوں میں اس طرح کا مالدار کون ہے جس کا ہم نے بیان کیا، اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ عورت اگر اپنا کچھ نہ رکھتی ہو تو وہ مرفہ الحال نہ گنی جائے گی اور اس سے نفقہ نہ لیا جائے گا اگرچہ اس کا شوہر ہزاروں کا آدمی ہو والالزم ایجاب النفقۃ علی الاجنبی کمالایخفی (ورنہ اجنبی پر نفقہ واجب کرنا لازم آئے گا جیسا کہ مخفی نہیں۔ت) پس اگر صورت مستفسرہ میں ان تینوں وارثوں سے صرف ایک ایسا مرفہ الحال ہی باقی ہے تو ان دونوں بچوں کا نفقہ صرف اس ایک پر واجب ہوگا خواہ ماں ہو یا بہن یا چچا، اور اگر صرف دو ماں اور بہن مالدار ہیں چچا نہیں تو جس قدر ان بچوں کے کھانے پہننے میں صرف ہونا سمجھا جائے اس کے پانچ حصے کریں دو ۲ حصے ماں سے لئے جائیں اور تین حصے بہن سے، مثلاً سوا روپے مہینے کا خرچ سمجھیں تو ۸/ ماں دے اور ۱۲/ بہن، اور اگر چچا مالدار ہیں بہن نہیں تو تین حصے کریں دو تہائی ماں سے لیں ایک تہائی چچا سے، اور اگر بہن، چچا مالدار ہیں ماں نہیں تو چار سہام کریں ایک چوتھائی چچا دے تین حصے بہن، اور اگر تینوں مالدار تو چھ سہام کریں دو حصے ماں دے، تین حصے بہن، ایک حصہ چچا،

وذٰلك لما عرفت ان النفقة بقدر الارث وقد قال فی الھندیة الاصل فی ھذا ان کل من کان یحرز جمیع المیراث وھو معسر یجعل کالمیت واذا جعل کالمیت کانت النفقة علی الباقیین علی قدر مواریثھم وکل من کان یحرز بعض المیراث لایجعل کالمیت فکانت النفقة علی قدر مواریث من کان یرث معه[1] الخ ومثله فی الدر المختار وغیرہ وقد علمت انه لیس ھٰھنا احد من الثلثة یحجب الباقیین ویحرز کل	یہ اس لئے کہ جس کو آپ نے جان لیا کہ نفقہ بقدر وراثت لازم ہوتا ہے، اور ہندہ میں کہا ہے اس میں ضابطہ یہ ہے کہ جو شخص تمام وراثت حاصل کرنے کا حق رکھتا ہو جب وہ تنگدست ہو تو اس کو مردہ (کالعدم) قرار دیا جاتا ہے اور جب وہ کالعدم قرار پائے گا تو پھر نفقہ باقی ورثاء پر بقدر وراثت واجب ہوگا اور وہ وارث یہ تمام وراثت کو حاصل نہیں کرتا بلکہ وراثت کا کچھ حصہ پاتا ہے تو اس کو تنگدستی پر مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جاتا لہٰذا اس کی موجودگی میں اس کے ساتھ جو لوگ وراثت میں حصہ دار ہوتے ہوں ان پر حصہ کے مطابق نفقہ لازم ہوگا الخ، اور اسی طرح درمختار وغیرہ میں مذکور ہے، اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ یہاں تینوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو دوسرے ورثاء کو محروم

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی نفقۃ ذوی الارحام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۶۶

المیراث فان کان احدھم معسرا لایجعل کالمیت و یعتبر فی التقسیم ثم یخرج من البین کما یفعل فی الخارج وحٍ یتضح لك ماذکرنا بتوفیق اللہ سبحٰنہ وتعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔	کرکے تمام وراثت کو حاصل کرسکے تو ان میں سے اگر کوئی تنگدست ہو جائے تو اس کو مردہ (کالعدم) نہیں قرار دیا جائے گا بلکہ اس کو تقسیم میں باقی اور شامل تصور کرکے درمیان سے الگ کردیا جائے گا، جیسا کہ وراثت کی تقسیم میں کسی کو الگ کردیا جاتا ہے، تو اب وہ بات واضح ہوگئ جو ہم نے ذکر کی ہے اللہ سبحٰنہ کی توفیق سے، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت مسماۃ ہندہ فوت ہوئی اور مادر اس کی، اور طفل شیر خوار اس نے چھوڑا اور شوہر بھی اس کا باقی رہا لیکن کوئی شخص ماں یا بہن یا پھوپھی وغیرہ شوہر ہندہ کا نہیں رہا ہے کہ پرورش اس طفل شیر خوار گی کی کرے، نانی اس طفل مذکور کی پرورش کرتی ہے اور باپ اس طفل کا نہیں چاہتا ہے کہ نانی کے پاس وہ لڑکا رہے، تو اس حالت میں وہ لڑکا باپ کو عندالشرع دلایا جائے گا یا نانی کے پاس رہے گا؟ اور اسباب وظروف وغیرہ کہ ہندہ متوفیہ کا جہیز ہندہ نے پایا تھا وہ بھی شوہر اس کے نے اپنے تصرف میں کرلیا تو وہ مال واسباب متصرفہ شوہر ہندہ ملک اس پسر صغیرہ کی ہوگا یا اس کے باپ کے قبضہ میں رہے گا اور مصارف نان ونفقہ ایامِ رضاعت کا کس کے ذمہ چاہئے، بینوا توجروا

الجواب:

صورت مسئولہ میں سات برس کی عمر تک پسر کی پرورش ان کی نانی کا حق ہے، باپ بلاوجہ شرعی اس کا مزاحم نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار الحضانۃ تثبت للام ثم ام الام والحاضنۃ اما او غیرھا احق بہ ای بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی اھ[1] ملتقطا۔	درمختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو پھر نانی کو ہے، اور پرورش کرنے والی عورت لڑکے کی اس وقت تک حقدار ہے جب تک وہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کی مدت اندازاً سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا، اھ ملتقطا (ت)

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

اور ہندہ نے جو کچھ اسباب اپنے جہیز میں پایا تھا سب اسی کی ملک تھا اور بعد اس کی مرگ کے فرائض اللہ پر تقسیم پائے گا،

فی العقود الدریۃ کل احد یعلم ان الجھاز ملك البنت لاحق لاحد فیھا[1]۔	عقود الدریہ میں ہے کہ ہر ایک جانتا ہے کہ جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے اس میں کسی اور کا حق نہیں ہوتا۔(ت)

البتہ جس قدر مال حصہ نابالغ قرار پائے گا اس پر قبضہ اس کے باپ ہی کا ہوگا مگر نہ مالکانہ از راہِ ولایت کہ باپ کے ہوتے ہوئے دوسرا شخص بچہ کا ولی اور اس کے مال کا محافظ نہیں کما فی الدر المختار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ درمختار اور عامہ کتب میں ہے۔ت) رہا یہ بچے کا نان و نفقہ اور اجرت رضاعت وغیرہ مصارف کثیرہ ہیں تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر بچہ نے اپنی ماں کے ترکہ یا کسی اور وجہ سے اتنا مال پایا ہے جس کے سبب اسے شرعاً غنی کہا جائے اور زکوۃ دینا ناروا ہو تو یہ سب صرف خاص اسی کے مال سے ہوں گے باپ پر واجب نہیں کہ اپنے پاس سے صرف کرے، ہاں ان مصارف کی کارپردازی بحکم ولایت باپ کے ذمہ ہوگی، اور اگر بچہ کے پاس اتنا مال نہیں تو بیشک یہ صرف باپ کے ذمہ ہیں،

فی ردالمحتار عن الخیر الرملی ان الحضانۃ کالرضاع فلھا الاجرۃ من مال الصغیر ان کان لہ مال والافمن مال ابیہ[2] ا ملخصاً۔ وفی الدر المختار وتجب النفقۃ لطفہ الفقیر فان نفقۃ الغنی فی مالہ الحاضر وتجب ایضاً لکل ذی رحم محرم فقیر بحیث تحل لہ الصدقۃ ولولہ منزل وخادم علی الصواب بدائع[3] اھ بالالتقاط، فی ردالمحتار قولہ ولولہ منزل وخادم وھو محتاج الیھما۔ وھذا عام فی الوالدین والمولودین وذوی الارحام کما صرح	ردالمحتار میں خیر الدین رملی سے منقول ہے کہ پرورش کا حکم رضاعت والا ہے لہٰذا پرورش کرنیوالی کو اجرت کا استحقاق ہے، اگر بچے کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ورنہ بچے کے والد کے مال میں سے اجرت دی جائے گی اھ ملخصاً۔ اور درمختار میں ہے کہ بچے کا نفقہ اگر وہ فقیر ہو تو باپ پر ہے کیونکہ اگر وہ فقیر نہ ہو تو غنی ہونے کی وجہ سے نفقہ اس کے اپنے موجود مال سے کیا جائے گا، اور یونہی جو ذی محرم فقیر ہو اس کے لئے صدقہ حلال ہو تو اس کے لئے بھی نفقہ ضروری ہے اگرچہ اس کا مکان اور خادم بھی ہو یہ حکم درست قول کے مطابق ہے

1

[2] درمختار باب الحضانۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۷

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۳ و ۲۷۶

بدائع. اھ ملتقطا۔ فی الذخیرة[1] اھ. واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم	اس پر ردالمحتار میں ہے ماتن کا قول کہ "اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو" یعنی جبکہ اس کو ان کی احتیاجی ہو۔ یہ حکم والدین، اولاد اور ذوالارحام سب کو شامل ہے جیسا کہ ذخیرہ میں اس کی تصریح کی گئی ہے اھ، واللہ سبحانہ، وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۲: ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کی زید نے ہندہ کو طلاق دی اور ایک پسر شیر خوار جو زید کو نطفے سے ہے واسطے پرورش کے ہندہ کے پاس چھوڑا اور اس کی پرورش کے واسطے ماہانہ مقرر کردیا اب وہ لڑکا بعمر تین برس کچھ ماہ کے ہوا ہندہ نے نکاح ایک شخص سے کرلیا اب وہ لڑکا زید کو مل سکتا ہے یا نہیں، اور اگر مل سکتا ہے تو کس عمر میں؟ اور ہندہ کو اپنے ماں باپ کے پاس چھوڑ کر شوہر کے یہاں چلی گئی وہ عورت ہندہ کی مادر حقیقی نہیں ہے تو زید کے مقابلہ میں ہندہ کے ماں باپ کو استحقاق پرورش پسر مذکور حاصل ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

سائل مظہر کہ ہندہ نے جس شخص سے نکاح کیا وہ لڑکے کا محرم نہیں بلکہ اجنبی شخص ہے اور ہندہ کی ماں اور نانی مر گئیں، باپ اور سوتیلی ماں، اور ہندہ کی سگی دادی خود کی سگی دادی زندہ ہیں، پس صورت مذکورہ میں ہندہ کے باپ یا سوتیلی ماں کو لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہیں بلکہ سات برس کی عمر تک اپنی دادی کے پاس رہے گا بعدہ باپ لے لے گا ماں کی دادی بھی لڑکے کی دادی کے ہوتے نہیں رکھ سکتی۔

فی الدرالمختار ثم بعد الام بان ماتت اوتزوجت بالجنبی ام الام وان علت عند عدم اھلیة القربی، ثم ام الاب وان علت بالشرط المذکور واما ام اب الام فتؤخر عن ام لاب بل عن الخالة ایضا بحر، والام احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی[2] اھ ملتقطا، و	درمختار میں ہے کہ ماں فوت ہوجائے یا بچے کے اجنبی غیر محرم سے نکاح کرلے تو ماں کے بعد نانی خواہ اوپر والی ہو جبکہ کوئی قریبی عورت پرورش کا حق نہ رکھتی، پھر دادی خواہ اوپر والی ہو مذکور لہ شرط کے ساتھ، لیکن ماں کی دادی تو وہ بچے کی دادی بلکہ اس کی خالہ سے بھی مؤخر ہے، بحر۔ ماں لڑکے کی حقدار ہے جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہوجائے جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوی دیا جائیگا،

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۲

[2] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

فی ردالمحتار عن الفتح یجبر الاب علی اخذ الولد بعد استغنائه عن الام[1]۔ واﷲ تعالٰی اعلم۔	اھ ملتقطا، اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کہ والد کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ بچے کو ماں کی نگرانی سے مستغنی ہوجانے کے بعد اپنی تحویل میں لے لے۔ واﷲ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۳: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ کو طلاق دے دی جس کو عرصہ پانچ سال کا ہوا اور اس کا ایک لڑکا تھا وہ بھی تقریبًا پانچ سال کا ہوا، اب ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا ہے، اور اس لڑکے کی نانی سوتیلی ہے اور خالہ نابالغ ہے اور اس کی دادی اور پر دادی اور دادا اور باپ موجود ہیں اس حالت میں لڑکا مذکور کس کے پاس رہنا چاہئے؟ بیان کیجئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

سائل نے بیان کیا کہ عورت نے اجنبی شخص سے نکاح کیا جو اس لڑکے کا کوئی نہیں اور نانی سوتیلی ہے، اور سگی نانی کی ماں بھی نہیں اور دادی حقیقی ہے، پس اس صورت میں ماں کو اس لڑکے کے رکھنے کا کوئی حق نہ رہا، اور سوتیلی نانی کوئی چیز نہیں، لڑکا سات برس کی عمر تک دادی یعنی اپنے باپ کی ماں کے پاس رہے گا پھر باپ لے لے گا۔ درمختار میں ہے:

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرم الصغیر۔[2]	پرورش کرنے والی کا حق ساقط ہوجاتا ہے جب وہ بچے کے غیر محرم سے نکاح کرلے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ثم بعد الام ان ماتت اوتزوجت باجنبی ام الام وان علت ثم ام الاب[3] اھ مختصرا واﷲ تعالٰی اعلم۔	ماں فوت ہوجائے یا بچے کے اجنبی سے نکاح کرلے تو پھر نانی کو حق ہے خواہ اوپر والی ہو، پھر دادی کو حق ہے اھ مختصرًا۔ واﷲ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسماۃ نے انتقال کیا اور ایک لڑکا بعمر چھ سات ماہ

---

[1] ردالمحتار باب الحضانة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۰

[2] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۵

[3] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

کا شیر خوار چھوڑا، اور شوہر اور مسماۃ متوفیہ کی پھوپھی یعنی اس کے باپ کی حقیقی بہن اور مسماۃ بہن اور مسماۃ متوفیہ کا ماموں موجود ہیں، ان سب میں کس کو ولایتِ پرورش پہنچ سکتی ہے؟ اور بحالت انکار اول حقدار کے دویم درجہ میں کس کو پہنچے گی؟

الجواب:

جبکہ اس لڑکے کی نہ نانی ہے نہ کوئی جوان بہن ہے، نہ بھانجی نہ خالہ، نہ پھوپھی نہ ماں کی خالہ، نہ باپ کی خالہ، صرف ماں کی پھوپھی ہے اور وہ بیوہ ہے۔ جیسا کہ سائلوں نے بیان کیا تو اس صورت میں لڑکا سات برس کی عمر تک ماں کی پھوپھی کے پاس رہے گا اس کے ہوتے ہوئے باپ کو بھی اختیار نہیں ماں کا ماموں تو بہت بعید ہے اور جبکہ لڑکے کے باپ کی پھوپھی بھی حسبِ بیان سائلان نہیں، غرض ماں کی پھوپھی کے سوا کوئی عورت جسے حقِ حضانت ہو موجود نہیں تو ماں کی پھوپھی کو اس سے انکار کا اختیار نہیں البتہ اس پرورش کی اجرت لینی چاہے تو باپ کو دینی ہوگی۔ تنویر الابصار میں ہے:

الحضانة تثبت للام، ثم ام الام، ثم ام الاب وان علت، ثم الاخت لاب وام، ثم لام، ثم لاب، ثم بنت الاخت لابوین، ثم لام، ثم الخالات، ثم العمات، ثم خالة الام، ثم خالة الاب، ثم عمات الامهات والاٰباء، بهذا الترتیب ثم العصبات بترتیب الارث۔[1]	پرورش کا حق ماں کو ہے پھر نانی پھر دادی کو اگرچہ اوپر والی ہوں، پھر حقیقی بہن کو پھر ماں کی طرف سے سگی بہن کو پھر باپ کی طرف سے سگی بہن کو پھر حقیقی بہن کی بیٹی کو پھر ماں کی طرف سے بہن کی بیٹی کو پھر خالات کو پھر پھوپھیوں کو پھر ماں کی خالہ پھر باپ کی خالہ کو پھر ماں اور باپ کی پھوپھیوں کو، اسی ترتیب سے پھر، عصبہ مردوں کو وراثت کی ترتیب پر۔ (ت)

انہیں میں ہے:

ولاتقدر الحاضنة علی ابطال حق الصغیر وان لم یوجد غیرها اجبرت بلاخلاف وتستحق اجرة الحضانة وهی غیر اجرة ارضاعه ونفقته بحر عن	پرورش کرنے والی حقِ صغیر کو باطل نہیں کر سکتی، اگر ماں کے علاوہ کوئی پرورش کرنے والی نہ ہو تو ماں کو بچے کی پرورش پر مجبور کیا جائے گا، اس میں اختلاف نہیں، وہ البتہ پرورش کی اجرت کی مستحق ہوگی جو کہ دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

السراجیۃ[1] اھ ملخصین، واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوگی بحر نے اسے سراجیہ سے نقل کیا ہے اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۴۵: از ریاست رامپور محلّہ چاہ شور مرسلہ مناخاں ۲۲جمادی الاولٰی ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے وقت وفات اپنی ایک زوجہ منکوحہ اور ایک پسر نابالغ اور دولڑکیاں نابالغہ ہیں، وراثت مع الحصر چھوڑ کر وفات پائی، اور بعد وفات مذکور کے اس کی منکوحہ وارثہ نے بقضاءِ الٰہی وفات پائی، اب ایک لڑکا نابالغ اور دولڑکیاں نابالغہ بطن مسماۃ متوفیہ سے باقی رہی، مسماۃ متوفیہ مذکورہ کاداد ھیال اور نانھیال میں سے کوئی ذکور اور اناث میں سے نہیں ہے اور زید مرحوم مذکور کے دو چچازاد بھائی ہیں اور ایک عورت حسینی کہ متوفیہ مرحومہ کو بطور فرزندی پرورش کیا تھا دعویدار ہیں کہ ولایت ان ہرسہ نابالغ صغیرہ کی ہم کو پہنچی ہے پس ولایت صغیران مذکور برادرانِ زید متوفی جو چچازاد بھائی زید کے ہیں اور وہ عورت جس نے منکوحہ کو فرزندانہ پرورش کیا تھا ان دونوں میں کس کو حسبِ شرع شریف حقِ ولایتِ نابالغان حاصل ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سائل مظہر کہ پسر کی عمر گیارہ سال ہے اور ایک دختر کی دس سال اور دوسرے کی تین سال، پس صورت مستفسرہ میں لڑکا جوان ہونے تک زید کے چچازاد بھائی کے پاس رہے گا اور لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کرنے کی ولایت بھی بھائیوں کو ہے مگر لڑکیاں ان میں سے کسی کو سپرد نہ کی جائیں گی قاضیِ شرع پر فرض ہے کہ ان کے رکھنے کے لئے کوئی عورت صالحہ متدینہ امینہ تجویز کرے کہ تابلوغ یاجب تک شادی نہ ہو لڑکیاں اس کی حفاظت میں رہیں اور ان تینوں نابالغوں نابالغوں کاجو مال ہے اگر ان کے باپ یادادا کا کوئی وصی موجود ہے یعنی جسے وہ اپنے مال یااولاد کی حفاظت ونگہداشت کی وصیت کرگئے ہوں یا وہ نہ ہو تو ایسے وصی کاجو وصی ہو اس کی حفاظت میں سپرد کیا جائے ورنہ اس کے لئے بھی قاضی شرع پر فرض ہے کہ امین صالح دیندار قادر نیک مسلمان تجویز کرے جو قرآن پر سچا ایمان رکھے یتیم کے مال کو آگ جانے اور اللہ ان سب حسب لینے والا ہے، رہی وہ عورت جس نے ان کی ماں کو پالا تھا اس کا اصلاً کوئی حق نہیں، ہاں لڑکیوں کی حفاظت کے لئے اگر قاضی شرع کی رائے میں وہ عورت ہی انسب ہو تو اسے دے دے مگر نکاح یا حفاظت مال میں اس کا کوئی اختیار نہ ہوگا۔ منہاج وخلاصہ وتاتارخانیہ وحاشیہ الخیر الرملی وردالمحتار میں ہے:

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیران الانثٰی لا تدفع الاالی محرم[1]۔	جب بچے کی پرورش کی مدت ختم ہوجائے اور باپ نہ ہو تو باپ کے بعد والے عصبہ مردوں میں سے جو قریب تر ہو اس کی تحویل میں دے دیا جائے گا لیکن اگر لڑکی ہو تو اسے غیر محرم کی تحویل میں نہ دیا جائے گا۔(ت)

تحفۃ الفقہاء، وبحر الرائق ورد المحتار میں ہے:

ان لم یکن للجاریۃ غیرابن العم فالاختیار للقاضی ان راٰہ اصلح الیہ والاتوضع علی یدامینۃ اھ(قال الشامی)مافی التحفۃ علّلہ فی شرحھا البدائع بقولہ لان الولایۃ فی ھذہ الحالۃ الیہ فیراعی الاصلح اھ وھو ظاھر فی انہ لاحق لابن العم فی الجاریۃ مطلقا[2] الخ۔	اگر لڑکی کا چچازاد کے بغیر کوئی عصبہ نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ اگر وہ چچازاد کو نیک وصالح سمجھتا ہے تو لڑکی اس کی تحویل میں دے دے ورنہ کسی امین صالح عورت کے سپرد کرے اھ، علامہ شامی نے فرمایا کہ تحفہ میں جو بیان ہے اس کی وجہ اور علت کو اس کی شرح بدائع میں یوں بیان کیا ہے، چونکہ ایسی صورت میں قاضی کو ولایت حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ بہتری کی تدبیر کرے اھ، یہ بات ظاہر ہے کیونکہ چچازاد کو لڑکی پر حق مطلقاً نہیں ہے الخ۔(ت)

تنویر الابصار میں ہے:

ولیہ ابوہ ثم وصیہ(بعد موتہ)ثم وصی وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم وصی وصیہ ثم القاضی[3] اھ مزیدا من الدر المختار۔واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	بچے کا ولی اس کا باپ پھر باپ کے فوت ہونے پر باپ کا وصی اور پھر وصی کا وصی، پھر دادا، پھر اس کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور پھر قاضی ہے اھ، درمختار سے کچھ زیادتی شامل کرتے ہوئے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم(ت)

---

[1] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۲

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۹

[3] درمختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۳

مسئلہ ۱۴۶:　　　　از پیلی بھیت پنجابی ٹولہ مرسلہ شیخ عبدالعزیز　　　　　　　　　۱۴/ شوال ۱۳۲۱ھ

(شجرہ حاجی کفایت اللہ متوفی)

(زوجہ اولٰی حیات نجم النساء)

یہاں امیج کی شکل میں نقشہ بنانا ہے جلد ۱۳ص ۴۰۱

(زوجہ ثانی متوفیہ حمید النساء)

یہاں امیج کی شکل میں نقشہ بنانا ہے جلد ۱۳ص ۴۰۱

حاجی کفایت اللہ نے انتقال کیا اور انہوں نے اپنی ایک مادر جو سن خزافت کو پہنچ گئی ہیں اور ہوش وحواس ان کے قائم نہیں ہیں اور دو بہنیں اور ایک زوجہ اور اسی زوجہ حیات سے دو لڑکے اور چار لڑکیاں اور دوسری زوجہ متوفیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑیں، فریق اول یعنی زوجہ اولی کی اولاد سب بالغ ہے اور فریق ثانی زوجہ ثانیہ کی اولاد بعض بالغ اور بعض نابالغ ہیں۔ فریق اول چونکہ بالغ اور غالب تھے اور فریق ثانی نابالغ اور مغلوب، لہٰذا فریق اول کو ہمیشہ فریق ثانی کے ساتھ بوجہ سوتیلے پن کے قدرتی مخالفت ہے، چنانچہ ان نابالغان کے سوتیلے بہن بھائی بہ اتفاق نجم النساء سوتیلی ماں کی والدہ نابالغان کے مخالف اور درپے تخریب وایذارسانی ودل آزاری رہی اور شرکت شادی وغمی اور ملنا جلنا تاحیات متوفیہ حمید النساء والدہ نابالغان قطعی ترک رہا مگر حین حیات حاجی کفایت اللہ ان کی عداوت کا کوئی اثر پورے طور پر ظاہر نہیں ہو پایا لیکن بعد وفات حاجی کفایت اللہ فریق اول کی عداوت فریق ثانی کے ساتھ بخوبی ظاہر ہو گئی چنانچہ اس کی وجوہات یہ ہیں:

(۱) یہ کہ بعد وفات حاجی کفایت اللہ ان میں سے نابالغوں کو جو سب سے چھوٹے اور ان کے اختیار میں تھے ایک خادمہ کے سپرد کرکے گڑھی مانکپور کو جو جائے سکونت سے ایک مسافت بعید پر واقع ہے باقی اعزاواقارب سے جدا کرکے روانہ کردیا چھ ماہ تک ان کو لاوارث حیثیت سے چھوڑ رکھا جس کی وجہ سے ان کو طرح طرح کی خورد ونوش وغیرہ کی تکلیف اور اذیتیں پہنچیں۔

(۲) یہ کہ جملہ آمدنی ان کے حصص واقعہ میں سے اپنے صرف میں لاچکے ہیں اور ان کے مصارف کی کوئی خبر گیری نہیں کرتے۔

(۳) یہ کہ بہت سے اشیاءِ منقولہ زرِ نقد وزیورات واشیاء خانگی جو نابالغان سے تعلق رکھتے ہیں ان لوگوں نے مخفی کرلیں اور ظاہر نہیں کیں اور دیون مورث کے وصول کرکے تصرف ذاتی اپنے میں لائے۔

(۴) یہ کہ طریقہ زندگی سوتیلے بھائیوں ان نابالغان کا ناشائستہ اور غیر مہذّب بد چلنی کے ساتھ ہے۔

سوال

حاجی محمد کفایت اللہ متوفی نے انتقال کرکے اس شجرہ مذکورہ بالا کے مطابق ورثاء چھوڑے اب ان اولاد نابالغان زوجہ ثانی متوفیہ، فضل حق، ضیاء الحق، ریاض الحق واحمدی بیگم کا حق ولایت جان ومال ازروئے شرع شریف ان اولیاء میں سے بمقابلہ وجوہات بالا کے کس کو پہنچتا ہے:

اخ لاب۔ اخ لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت لاب۔ اخت الاب وام۔ جدہ صحیحہ۔ عمہ۔ عمہ۔

عبدالحق۔ احسان الحق۔ عجائب النساء۔ لطیف النساء۔ حبیب النساء۔ جمیل النساء۔ کریم النساء۔ اللہ جلائی۔ نجم النساء۔ صاحب النساء۔

الجواب:

حق حضانت لڑکے میں سات اور دختر میں نو برس کی عمر تک رہتا ہے اس کے بعد عصبہ کے پاس رہے گی جو عصوبت میں مقدم ہے یہاں بھی مقدم ہے بشرطیکہ فاسق بد چلن نہ ہو اس سے صغیر پر اندیشہ نہ ہو اور دختر کے لئے اس کا محرم ہونا بھی شرط۔ اور سات یا نو برس کی عمر تک جو حقِ حضانت میں عورات ذوات فروض مثل مادر وخواہر پھر ذوات رحم مثل خالہ وعمہ عصبات پر مقدم ہیں ان میں شرط یہ ہے کہ صغیر کے نامحرم کے نکاح میں نہ ہوں ورنہ بچے ماں کو بھی سپرد نہ کئے جائیں گے جہاں شرائط حضانت کی جامعہ کوئی عورت نہ ہوگی، حضانت عصبات پھر ذوی الارحام ذکور کی طرف انتقال کرے گی اور دختر کے لئے وہی محرمیت ضرور ہوگی پھر اگر کوئی ذی رحم ان بچوں کے حق میں قابل اعتماد نہ ہو تو ذی علم دیندار خداترس مسلمانانِ شہر کہ کوئی بدعت کفریہ مثل نیچریت ورفض وغیرہما نہ رکھتے ہوں نہ مکذبان باری عزّوجل یا منکرانِ ختم نبوتِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہوں جمع ہوکر کسی ایسے ہی متدیّن لائق کو بچوں کی حفاظت کے لئے تجویز کریں اور لڑکیاں بالخصوص کسی ایسی ہی عورت عاقلہ امینہ قادرہ کو سپرد کی جائیں جو نامحرم کے نکاح میں نہ ہو نہ ایسوں کے یہاں رہتی ہو جن سے بچوں پر مضرت واذیت کا اندیشہ ہو اور یہ شرط عدمِ نیچریت ورفض وغیرہ بدعات کفریہ کہ ہم نے ان رائے وہندوں کے لئے ذکر کی مطلقًا

ہر عورت و مرد میں ضرور ہے جسے حضانت یا حفاظت جان یا مال دی جائے بچوں کے مال کو ولایت باپ کے بعد باپ کے وصی کو ہے یعنی جسے وہ کہہ کر مرا ہو کہ میری اولاد کی غور پر داخت کرنا یا کہا ہو میری جائداد کی نگہداشت کرنا، وصی نہ ہو تو وصی کا وصی، وہ بھی نہ ہو تو دادا، پھر دادا کا وصی، پھر اس کے وصی کا وصی، اور ان میں کوئی نہ ہو تو پھر وہی حکم ہے کہ ذی علم متدین مسلمان نہایت غائر نظر سے مشورہ کرکے کسی ایسے ہی مسلمان کو محافظ مقرر کریں جو یتیم کے مال کو آگ جانتا ہو، اور جس شہر میں کوئی عالم دین معتمد سنّی المذہب فقیہ متدین موجود ہو تو ان امور میں رائے اسی کی معتبر ہے، اور جہاں ایسے چند عالم ہوں وہاں جو ان سب میں زیادہ علم والا ہو اس پر نظر ہے، جب کوئی مستحقِ حضانت وولایت مال نہ ہو تو وہ عالم شہر اپنی رائے سے بلحاظ امور مذکورہ بچوں کی سپردگی جان و مال کے لئے رجال ونساء باوصافِ مذکورہ تجویز کرے، شریعت کی ایسی باتوں میں جہاں قاضی اسلام نہ ہو اس عالمِ شہر کی رائے رائے قاضی اسلام کی مثل ہے، اور مسلمانوں پر اس کا اتباع لازم ہے، گورنمنٹ نے معاملات مثل نکاح وطلاق وحضانت وولایت ووراثت ووصایت میں مسلمانوں کو آزادی دی ہے وہ ہرگز مجبور نہیں کرتی کہ تم ان امور کو اپنی شرع کے مطابق باہم فیصلہ نہ کرلو بلکہ وہ خود ان امور میں شریعت وفتوٰی کی طرف رجوع کرتی ہے، جہاں تک میرا خیال ہے یہ امور اسی قبیل سے ہیں، اور اگر فی الواقع ایسا نہیں بلکہ آزادی کسی حد تک محدود کی گئی ہے تو جہاں تک آزادی ہے اس پر کارروائی لازم ہے **واللہ الموفق**، درمختار میں ہے:

الحاضنۃ احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبہ یفتی واحق بھا حتی تشتھی وقدر بتسع وبہ یفتی[1]۔	لڑکے پر پرورش کرنے والی کا حق اس وقت تک ہے جب تک وہ عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا جس کا اندازہ سات سال عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اور لڑکی پر اس کا حق لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک ہے جس کا اندازہ نو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائیگا(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی حاشیۃ البحر للرملی فی المنھاج والخلاصۃ و التاتارخانیۃ ان لم یکن للصبی اب وانقضت الحضانۃ فمن سواہ من العصبۃ اولی الاقرب فالاقرب غیران الانثی لاتدفع الاالی محرم[2]۔	بحر پر رملی کے حاشیہ میں ہے کہ منہاج، خلاصہ اور تاتارخانیہ میں مذکور ہے کہ اگر بچے کا والد نہ ہو اور بچے کی مدت پرورش ختم ہوجائے تو قریب ترین مرد عصبہ کے سپرد کیا جائیگا، مگر بچی ہو تو وہ غیر محرم عصبہ کے سپرد نہ کی جائے گی۔ (ت)

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۳

تنویر الابصار میں ہے:

الحضانة تثبت للام الاان تکون مرتدة او غیرما مونة او متزوجة بغیر محرم ثم ام الام ثم ام الاب ثم الاخت لاب وام ثم لام ثم لاب ثم الخالات ثم العمات کذٰلک[1]۔	پرورش کا حق والدہ کو ہوگا بشرطیکہ وہ مرتدہ، غیر محتاط اور بچے کے غیر محرم کی منکوحہ نہ ہو، والدہ کے بعد نانی، پھر دادی، پھر حقیقی بہن، پھر ماں کی طرف سے سگی بہن، پھر والد کی طرف سے سگی بہن، پھر خالات اور پھر پھوپھیاں اسی ترتیب سے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ثم العصبات بترتیب الارث سوی فاسق و معتوہ ثم اذالم یکن عصبة فلذوی الارحام[2] (ملخصا)	پھر عصبہ مرد حضرات وراثت کی ترتیب پر ماسوائے فاسق اور پاگل کے، اگر عصبات نہ ہوں تو ذوی الارحام حقدار ہوں گے (ملخصًا)۔ (ت)

برہان و عینی و بحر و ردالمحتار میں ہے:

فی البدائع لوکانت الاخوة والاعمام غیر مأمومنین علی نفسها اومالها لاتسلم الیهم وینظر القاضی امرأة ثقة عدلة امینة فتسلمها الیها الٰی أن تبلغ[3]۔	بدائع میں مذکور ہے اگر بھائی اور چچے، لڑکی اور اس کے مال کی حفاظت میں غیر محتاط ہوں تو لڑکی ان کے سپرد نہ کیا جائے گی اور قاضی لڑکی کے بالغ ہونے تک کسی قابلِ اعتماد عادہ دیانتدار عورت کے سپرد کردے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الحاضنة یسقط حقها بنکاح غیر محرمه ای الصغیر وکذا بسکنٰها عند المبغضین له[4]۔	پرورش کرنے والی بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہونے یا بچے کے مخالفین کے ہاں رہائش پذیر ہونے کی بناء پر پرورش صغیر کی حقدار نہ رہے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] درمختار تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

[2] درمختار تنویر الابصار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

[3] ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۸

[4] درمختار باب الحضانة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۵

ولیه فی المال ابوه ثم وصیه ثم وصی وصیه ثم جده الصحیح ثم وصیه ثم وصی وصیه ثم القاضی[1]۔	بچے کے مال کے متعلق والی والد ہوگا پھر والد کا وصی پھر وصی کا وصی پھر حقیقی جد صحیح (جو کسی عورت کے واسطہ کے بغیر ہو) پھر دادے کا وصی پھر اس کے وصی کا وصی اور پھر قاضی ہوگا۔ (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

فی العتابی اذا اخلا الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور کلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم فاذا عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم[2]۔	عتابی میں مذکور ہے کہ جس وقت بااختیار حاکم شرعی نہ پایا جائے تو پھر معاملات علماء کے سپرد قرار پائینگے تو امت پر لازم ہے کہ وہ علماء کی طرف اپنے معاملات میں رجوع کرے، پھر جب سب کا ایک عالم کی طرف رجوع کرنا مشکل ہو تو پھر ہر علاقہ والے اپنے اپنے علاقہ کے علماء کی طرف راجع ہوں، اور اگر علاقہ میں علماء کی کثرت ہو تو پھر سب سے بڑے عالم کی اتباع کریں۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہولئے اب صورت مستفسرہ کی طرف چلئے، فضل حق وضیاء الحق تو حدِ حضانت سے نکل چکے ہیں کہ ان کی عمریں سات سال سے زائد ہیں، انہیں چاہئے تھا کہ عصبات کے سپرد ہوں، عصبہ یہاں سوتیلے بھائی ہیں جنہیں سائل بدچلن بتاتا ہے اور نابالغوں کا بدخواہ و دشمن بھی، اور فی الواقع سوتیلوں میں خصوصًا جہاں جائداد کا قدم درمیان ہو بدخواہی نہ ہونا ہی تعجب ہے، تو لازم ہے کہ ان دونوں بچوں کے لئے کوئی اور عصبہ دیندار معتمد بشرائط مذکورہ تلاش کیا جائے، سائل نے زبانی احمدی بیگم کو ریاض الحق سے بھی چھوٹی بتایا تو یہ دونوں ابھی حضانت طلب ہیں، اللہ جلائی کو سائل مختل الحواس بتاتا ہے اور کریم النساء، حقیقی بہن بچوں کے نامحرم کے نکاح میں ہے یونہی سوتیلی بہنیں بھی، اور ان کا نامعتمد ہونا علاوہ، بچوں کی کوئی خالہ بیان میں نہ آئی، پھوپھیوں کی نسبت بھی مسموع ہوا کہ نامحرموں کے نکاح میں ہیں، اس تقدیر ان کی حضانت بھی بھائیوں کی طرف آتی ہے مگر ان میں وہی موانع ہیں تو اس کے لئے بھی کوئی عصبہ اور وہ نہ ہو تو ذو رحم تلاش کرنا چاہئے اور احمدی بیگم کے واسطے اس کا محرم بھی درکار، یہ حفاظتِ جان تھی، رہی سپردگی مال اس کے لئے لازم کہ باپ کا وصی یا

[1] درمختار کتاب المأذون مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۰۳

[2] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة النوع الثالث مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

وصی وصی یا دادا یعنی پدرِ پدر کا وصی وصی کی تحقیق کریں، مثلاً حاجی کفایت اللہ نے اگر کریم النساء یا اپنی بہن نجم النساء یا صاحب النساء یا جس کسی شخص کو ان بچوں یا اپنی جائداد کی نگہداشت کی وصیت کی ہو نا بالغوں کے مال اسی کو سپرد کئے جائیں گے، یہ تین مقام تلاش و تحقیق کے ہیں، ان میں سے جس میں بعد تلاش بھی کوئی شخص ان شرائط کا نہ ملے تو عالم شہر کی رائے لی جائے گی۔ یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں ان صفاتِ مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولٰنا وصی احمد صاحب محدّث سورتی **دامت فیوضھم** کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کے بعد غور تمام و تحقیقاتِ تام جملہ مسائل مذکورہ و مصالح نابالغین و مالھم و ماعلیھم پر نظرع غائر فرما کر جزم واحتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دیندار اہلسنت عمائد شہر کو رائے و شوری میں شریک کریں، **وباللہ العصمة والتوفیق** (اور اللہ تعالٰی کی امداد سے ہی عصمت اور توفیق ہے۔ ت) **واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۷: ایک عورت کا خاوند فوت ہوگیا، بعد انتقال دوماہ اس عورت کے لڑکا پیدا ہوا اور بعد چندے زمانہ عدت گزرنے پر عورت نے نکاح ثانی کرلیا، پرورش اس بچے کی اب تک کہ قریب تین سال کے ہوئے وہ عورت کرتی ہے اس بچہ کے دادا نے اس درمیان میں یہ چاہا تھا کہ اس بچہ کی پرورش میں کروں لیکن اس عورت نے نہیں دیا اور کہا کہ بعد ہوشیار ہوجانے کے لے لینا، اب صورتِ مسئولہ یہ ہے کہ اس بچہ کی پرورش اس کی والدہ کب تک کرنے کی مستحق ہے، اگر دادا بچہ کا اس بچہ کو اپنے پاس رکھنے کو لے تو اس کی ماں کو بطریقہ شرعی کچھ خوراک یا نفقہ معین کرنا یا معاوضہ میں دینا چاہئے یا نہیں، اور اس زیور میں اس لڑکے کا کچھ حق ہے یا نہیں جو اس کی ماں کے پاس ہے، اگر ہے تو کس قدر ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عورت نے اگر پسر کے محرم مثلاً حقیقی چچا سے نکاح کیا ہے تو لڑکا سات برس کی عمر تک ماں ہی کے پاس رہے گا اور اس مدت تک عورت اسی کے پالنے پر ماہانہ پائے گی جس کا وجوب لڑکے کے مال میں ہوگا اور لڑکے کا مال نہ رہے تو اس کے دادا پر ہوگا۔

فی الدرالمختار تستحق الحاضنة اجرة الحضانة وھی غیر اجرة ارضاعه ونفقته کما فی البحر عن السراجیة وفی کتب الشافعیة مؤنة الحضانة،	درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اجرت کی مستحق ہوگی جو بچے کو دودھ پلانے کی اجرت اور نفقہ ولد کے علاوہ ہوگی، جیسا کہ بحر نے سراجیہ سے نقل کیا ہے اور شافعی حضرات کی کتب میں ہے کہ پرورش کا خرچہ

فی مال المحضون لوله مال والافعلی من تلزمه نفقته قال شیخنا وقواعدنا تقتضیه فیفتی به[1] اھ مختصرا وفی ردالمحتار عن الشامی عن البرجندی تجبر الام علی الحضانة اذالم یکن لها زوج والنفقة علی الاب، وقال الفقیه ابوجعفر تجبر وینفق علیها من مال الصغیرة وبه اخذ الفقیه ابو اللیث[2] اھ مختصرا۔	پرورش پانے والے بچے کے مال سے ادا ہوگا اگر بچے کا اپنا مال ہو، اگر بچے کا اپنا مال نہ ہو تو پھر یہ اسی شخص پر ہوگا جس پر بچے کا نفقہ واجب، ہمارے شیخ نے فرمایا ہمارے قواعد بھی یہی تقاضا کرتے ہیں لہٰذا اس پر فتوٰی دیا جائے گا اھ مختصراً۔ ردالمحتار میں شامی نے برجندی سے نقل کیا ہے کہ جب خاوند نہ ہو تو ماں کو پرورش پر مجبور کیا جائے گا اور پرورش کا خرچہ بچے کے والد پر ہوگا، اور ابوجعفر فقیہ نے فرمایا کہ بچے کی پرورش کے لئے ماں کو مجبور کیا جائے گا اور خرچہ خود بچے کے مال سے ادا کیا جائے گا، اسی کو فقیہ ابواللیث سمرقندی نے لیا ہے اھ مختصراً (ت)

ہاں اگر لڑکے کی کوئی قریب رشتہ دار عورت لائق حضانۃ مثلاً خالہ یا پھوپھی بلااجرت حضانت پر راضی ہو تو اس صورت میں کہ لڑکا مال رکھتا ہے اور اس کا مال بچانے کو لڑکے کی ماں سے کہا جائے گا یا تو تو مفت اپنے پاس رکھ یا اس دوسرے کو دے دے کہ مفت پرورش کرے،

فی ردالمحتار ان کان المتبرع غیر اجنبی، والصغیر له مال یقال للام اما ان تمسکیه مجانا او تدفعیه للعمة مثلا المتبرعة صونا لماله لوله مال[3] (ملخصًا)	ردالمحتار میں ہے: اگر مفت میں پرورش کرنے والی غیر اجنبی عورت (محرم) ہو اور بچے کا اپنا مال ہو تو ماں کو کہا جائے گا کہ تو بچے کی مفت میں پرورش کر یا پھر مفت پرورش کرنے والی محرمہ مثلاً پھوپھی کو سونپ دے، یہ اس لئے کہ بچے کا مال محفوظ رہے، (ملخصًا)۔ (ت)

اور جس سے عورت نے نکاح کیا لڑکے کا محرم نہیں تو عورت کا حق حضانت ساقط ہوگیا لڑکا اس سے فوراً لے لیا جائے اور نانی وہ نہ ہو تو دادی پھر بہن پھر خالہ پھر پھوپھی جو ان میں قابل حضانت ہو کہ لڑکے کے اجنبی کے نکاح میں نہ ہو اسی کے سات سال کی عمر تک رکھا جائے اور عورتوں میں کوئی ایسی نہ تو دادا

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۴

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۶

[3] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۳۸

لے لے، جو زیور اس کے باپ نے اس کی ماں کو ہبہ کر دیا ہو اس میں لڑکے کا حق نہیں ورنہ بعد فرض اصحاب فرائض باقی لڑکے کا ہے مثلاً اس کے باپ کا سوا زوجہ و پدر و پسر کے کوئی وارث نہ ہو تو بعد دین و وصیت ۲۴ حصے ہو کر ۳ حصے زوجہ اور ۴ والد ۱۷ پسر کو ملیں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴۸: ۷ شعبان ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زوجہ اور ایک لڑکا ایک لڑکی نابالغ اور ایک بیٹی بالغہ منکوحہ بیوہ اور ایک بھائی چھوڑ کر انتقال کیا، زوجہ نے کہ اس بچے کی ماں ہے ایک اجنبی سے نکاح کر لیا جو ان بچوں کا رشتہ دار نہیں، لڑکا چار برس کا ہے اور لڑکی آٹھ برس کی، اس کی ماں ایک جگہ اس کا نکاح کیا چاہتی ہے، چچا وہاں راضی نہیں اپنے بھتیجے یعنی دوسرے بھائی کے پسر سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس صورت میں ان نابالغوں کے اختیار ماں کو ہے یا چچا کو؟ اور ان کے رکھنے کا اختیار کسے ہے؟ نابالغوں کی نانی دادی کوئی نہیں، خالہ اور دو پھوپھیاں انہیں اپنے پاس رکھنے پر راضی نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ان نابالغوں کے نکاح کا اختیار چچا کے سوا کسی کو نہیں، اس کے ہوتے ہوئے ماں نکاح میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔

فی تنویر الابصار لم تکن عصبة فالولایة للام [1]۔	تنویر الابصار میں ہے: اگر کوئی عصبہ ولی نہ ہو تو پھر ولایت ماں کو حاصل ہوگی۔ (ت)

اور جبکہ وہ اپنا نکاح ایک اجنبی شخص سے کر چکی تو اسے ان بچوں کے رکھنے کا بھی اختیار نہیں،

فی الدر المختار الحضانة للام الاان تکون فاجرۃ او متزوجة بغیر محرم الصغیر [2] اھ مختصرا۔	در مختار میں ہے: پرورش کا حق ماں کو ہے مگر جب وہ فاجرہ ہو یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہو تو پھر نہیں اھ مختصراً (ت)

بلکہ لڑکا برس اور لڑکی نو برس کی عمر تک اپنی بیوہ بہن کے پاس رہیں، اور وہ نہ رکھے تو خالہ کے پاس، وہ بھی قبول نہ کرے تو پھوپھیوں کے پاس،

فی الدر المختار ثم بعد الام بان ماتت	در مختار میں ہے: ماں فوت ہو جائے یا بچے کو قبول

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب الولی مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۹۳

[2] در مختار شرح تنویر الابصار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

اولم تقبل اوتزوجت باجنبی ام الام ،ثم ام الاب، ثم الاخت،ثم الخالات،ثم العمات [1] اھ مختصرا، وفی ردالمحتار الحاضنة لاتجبراذالم تتعین لھا،لان المحضون ح لایضیع حقه لوجودمن یحضنه غیرھاو تجبر اذا تعنیت لعدم من یحضنه غیرھا [2] اھملتقطا وتمام تحقیقه فیه وھذا حاصل ماوفق به بین نقلین مختلفین،وفی الدرالمختار الحاضنة اما او غیرھا احق بالغلام حتی یستغنی عن النساء وقدر بسبع وبه یفتی وبالصغیرة حتی تشتھی وقدر بتسع وبه یفتی [3] اھبالالتقاط ،واللہ تعالٰی اعلم۔	نہ کرے یا بچے کے غیر محرم کی منکوحہ ہوتو پھر ماں کے بعد نانی، پھر دادی، پھر بہن، پھر خالات، پھر پھوپھیاں ترتیب وار حقدار ہیں اھ مختصراً،اور ردالمحتار میں ہے کہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش کرنے والی اگر واحد اکیلی نہ ہو تو اس کو مجبور نہ کیا جائے کیونکہ پرورش پانے والے بچے کا حق ضائع نہ ہوگا اس لئے کہ دوسری پرورش کرنے والی موجود ہے،ہاں اگر پرورش کرنے والی واحد اکیلی ہونے کی وجہ سے وہی متعین ہے تو اس کو مجبور کیا جائے گا، کیونکہ دوسری نہ ہونے کی وجہ سے بچے کا حق ضائع ہوگا اھ ملتقطا،اس بحث ک مکمل تحقیق اسی میں ہے، یہ دو مختلف نقول میں توفیق کا حاصل ہے،درمختار میں ہے کہ پرورش کرنے والی ماں ہو یا کوئی اور وہ لڑکے کی حقدار ہیں جب تک لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہیں ہوجاتا،جس کا اندازہ سات سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا،اور پرورش کرنے والی لڑکی کی حقدار ہیں جب تک لڑکی مشتہاۃ نہ ہوجائے جس کا اندازہ نَو سال کی عمر ہے اور اسی پر فتوٰی دیا جائے گا اھ ملتقطا۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۴۹: ۱۰جمادی الآخرہ ۱۳۰۷ھ

زن وشوہر میں نااتفاقی ہے ان کی لڑکی کی عمر قریب چھ برس کے ہے شوہر نے جبر کرکے اس کو ماں کے پاس سے علیحدہ کرلیا ہے اور اس کو ماں کے پاس نہیں آنے دیتا ہے، پس اس صورت میں حکم شرع شریف استفسار ہے کہ لڑکی کس کے پاس رہے اور حق ماں کو لڑکی کے رکھنے کا کے برس کی عمر تک ہے اور باپ لڑکی کا بحالت موجود ہونے لڑکی کی ماں کے مستطیع ہے اور اس کی تعلیم اچھی طرح کرسکتی ہے" لڑکی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۴

[2] ردالمحتار باب الحضانۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۶

[3] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۵

یا نہیں؟ اور باپ لڑکی کا غیر مستطیع ہے **فقط بینوا توجروا**

الجواب:

لڑکی نو برس کی عمر تک ماں کے پاس رہے گی بعدہ باپ کو دے دی جائے گی، اس سے پہلے جب تک ماں میں کوئی اور مسقط حضانت نہ ثابت ہو کسی کو بلاوجہ شرعی اس سے لینے کا اختیار نہیں،

فی الدرالمختار الام والجدۃ احق بھا حتی تشتھی وبہ یفتی [1]۔	درمختار میں ہے کہ ماں اور دادی لڑکی کے مشتہاۃ ہونے تک حقدار ہیں، اور اسی پر فتوی دیا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

وقدر بتسع وبہ یفتی۔ [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	مشتہاۃ اندازًا نو سال کی عمر ہے، اور اسی پر فتوی دیا جائیگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۵۰: از رنگون سورتی بازار دکان ۲۶۸ مرسلہ شیخ عبدالستار بن اسمٰعیل صاحب ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر کی دو لڑکیاں زبیدہ اور ہندہ تھیں، زبیدہ کا نکاح خالد سے ہوا اور ہندہ کا نکاح بکر کے لڑکے ولید سے۔ ولید سے ہندہ کو ایک لڑکا زید تولد ہوا، بعد کو ولید انتقال کرگیا، کچھ عرصہ بعد زبیدہ جو کہ خالد کے نکاح میں تھی گزر گئی، اس کے بھی چند اولاد ہیں، بعد ایک عرصہ کے عمرو نے سنت رسول اللہ صلی تعالٰی علیہ وسلم سمجھ کر بیوہ ہندہ کا نکاح اپنی مرحومہ لڑکی زبیدہ کے خاوند سے کردیا، یہ بات ہندہ کے اگلے شوہر ولید کے باپ بکر کو ناگوار گزری اور ولید کے لڑکے زید کو اپنے قبضے میں لے لیا اور اس لڑکے کو اس کی والدہ سے اور والدہ کے رشتہ داروں سے ملنے جلنے نہ پائے اس کا سخت بدوبست کیا اس طرف اب زید کی والدہ جو نکاح ثانی کرچکی ہے لڑکے فراق میں سخت بے چین ہے روز و شب لڑکے کو یاد کرتی ہے اس بچے سے کسی طرح بھی ملنا چاہتی ہے حتی کہ ہندہ کی صحت بھی بگڑھ چکی ہے اس سبب سے ہندہ کے والد عمرو بھی بے چین ہیں اور بہت ذریعے سے بکر سے عرض کرچکے ہیں حتی کہ ایک جلسے جماعت مسلمین میں بھی یہ طے پایا کہ بکر کو جماعت کی طرف سے عرض کیا جائے کہ زید کو اس کی والدہ ہندہ کے پاس وقتًا فوقتًا کچھ دیر ملاقات کے لئے بھیجا کرے، مگر پھر بھی نتیجہ کچھ حاصل نہ ہوا، اب سوال یہ ہے کہ فعل بکر کا جائز ہے یا نہیں؟ کس طرح کے حقوق اس وقت ایک دوسرے پر ہیں، کیا بکر پر فرض نہیں کہ زید کو اس کی والدہ کے پاس صرف ملاقات کے لئے بھیجا کرے، کیا ایسے

---

[1] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

[2] درمختار باب الحضانۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۵

افعال اور جبر سے نکاح ثانی جو کہ نہایت ضروری سنّت شریف ہے کہ کرنے میں رکاوٹیں پیدا نہ ہوں گی خصوصًا ایسی حالت میں جبکہ ہند میں اکثر یہ مذموم رسم جاری ہے کہ نکاح ثانی نہیں کرتے، کیا والدہ بیچاری جس کی محبت بچے کے ساتھ اظہر من الشمّس ہے خصوصًا بچہ جبکہ سات، آٹھ، نو سال ہی کا ہو اتنا بھی حق نہیں رکھتی کہ ایک آدھ مرتبہ بچے کی صورت دیکھ لے۔

الجواب:

اگر ماں دوسرا نکاح نہ بھی کرے تو لڑکا سات برس کی عمر کے بعد اس کے پاس نہ رکھا جائے گا دادا سے لے لے گا اور اگر سات برس سے کم عمر ہو اور ماں دوسرا نکاح نہ کرے یا کرے تو لڑکے کے محرم یعنی چچا سے، تو لڑکا سات سال کی عمر ہونے تک ماں کے پس رہے گا دادا نہیں لے سکتا، لیکن جب لڑکے کے نامحرم مثلًا خالو سے نکاح کرلے جیسے یہاں ہوا تو اس نکاح کرنے کو جو برا کہے گا سخت گنہگار ہوگا لیکن شوہر دوم نامحرم پسر ہونے کے سبب لڑکا ماں سے لے لیا جائے گا، یہ سب مسائل درمختار وغیرہ عامہ کتب میں مصرح ہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچہ ماں سے بالکل تڑالیا جائے اس سے ملنے تک نہ دیں، یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ سنن ابن ماجہ میں ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لعنہ اللہ من فرق بین الوالدۃ ولدھا[1]۔	اللہ کی لعنت ہے اس پر جو ماں اور اس کے بچے میں جدائی ڈالے۔

بکر پر لازم ہے کہ اس حرکت سے توبہ کرے اور بچے کو اس کی ماں سے ملنے دے اور بلاوجہ ایذائے مسلمان کا شدید وبال اپنے سر نہ لے۔ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلمًا اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔ رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ عزّوجل کو ایذا دی۔ (اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] سنن ابن ماجہ باب النھی عن التفریق بین الصبی ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۳

[2] المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

مسئلہ ۱۵۱: از حسن پور ضلع سارن مسئولہ شاہ حمیدہ احمد ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے باپ، بی بی اور دس سالہ لڑکی نا بالغہ چھوڑ کر انتقال کیا، زید کی بی بی نے بعد ایامِ عدت زید کے ایک ایسے بھائی سے عقد ثانی کرلیا جو بعد وفات پدر زید کے اس کے ترکہ وہی وارث جائز ہے اور مکان بھی اس کا بالکل زید کے مکان سے متصل ہے اور زید کے ہر جز و جائداد میں حصہ دار بھی ہے اور لڑکی زید کی آج تک پرورش اور پرداخت میں اپنی ماں کے ہے، ایسی صورت میں حق پرورش وپرداخت وولایت نکاح کا لڑکی کی ماں کو حاصل ہے یا دادا کو باوجود لڑکی ہنوز پرورش وپرداخت میں اپنی ماں کی ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

لڑکی کے نکاح یا اس کے مال کی نگہداشت کا حق تو باپ کے بعد دادا کے سوا کسی کو نہ تھا، پاس رکھنے کا حق ماں کو تھا، جب لڑکی نوبرس کی ہوئی وہ بھی ختم ہوگیا اب دادا اسے لے لے گا، ماں یا چچا کسی کو تعرض کا اختیار نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۵۲: از ریاست جاورہ سڑک رتلام دروازہ مرسلہ چھوٹے خاں معرفت سید حسن انسپکٹر ۲۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ حامد لاولد کو زید صاحبِ اولاد نے اپنی ایک دختر بسبب محبت ویگانگت وہمدردی اسلامی لوجہ اللہ دے کر یہ اختیار دے دیا کہ اب یہ لڑکی تمہاری ہے ہمارا کسی قسم کا اس پر دعوی جھگڑا نہیں ہے اس کو بطور اولاد کے تم پرورش کرو اور جہاں چاہو اس کی شادی وغیرہ کردینا ہمیں کوئی تعلق نہیں، چنانچہ حامد نے دس گیارہ سال تک اس دختر کو بطور اولاد خود اپنے پاس رکھ کر اپنے صرفہ سے پرورش کیا اور اب جبکہ دختر ہوشیار ہوئی تو زید نے بباعث طمع یا جو کچھ ہو اپنی طرف اس کو لوٹانا چاہا اور حامد اس کے دینے سے انکاری ہے تو ایسی صورت میں عندالشرع دختر مذکورہ اس کے والدین کو دلائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر دلائی جاسکتی ہے تو کیا بلاادائے صرفہ پرورش دختر؟

الجواب:

دختر کا ہبہ کردینا باطل ہے نہ وہ باپ کی ملک تھی نہ حامد کی ملک ہوگئی، اور اب کہ بالغہ ہوئی یا قریب بلوغ پہنچی جب تک شادی نہ ہو ضرور اس کو باپ کے پاس رہنا چاہئے یہاں تک کہ نوبرس کی عمر

کے بعد سگی ماں سے لڑکی لے لی جائے گی اور باپ کے پاس رہے گی نہ کہ اجنبی جس کے پاس رہنا کسی طرح جائز ہی نہیں، بیٹی کرکے پانے سے بیٹی نہیں ہو جاتی، اس نے جو خرچ کیا اپنی اولاد بنا کر کیا نہ کہ بطور قرض، لہذا واپسی کا بھی مستحق نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

باب النفقة

(نفقہ کا بیان)

مسئلہ ۱۵۳: ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیں اور عدت گزرچکی اب عورت کانفقہ زید پر واجب ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کیجئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

اگر فی الواقع عدت گزرچکی (یعنی حاملہ تھی تو وضع حمل ہوگیا ورنہ طلاق کے بعد تین حیض شروع ہو کر ختم ہولئے) تواب نفقہ واجب نہیں کہ مطلقہ کا نفقہ عدت تک ہے بعد عدت کوئی علاقہ باقی نہیں جس کے سبب نفقہ لازم ہو، فی **ردالمحتار النفقة تابعة للعدّة**[1] (ردالمحتار میں ہے: عورت کا نفقہ عدت کے تابع ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵۴: از ٹونک محلّہ قافلہ مرسلہ مولوی سید ولی اللہ صاحب ۲۱ شوال ۱۳۰۹ھ

بعد عالی جناب فیض مآب حضرت مولٰنا وبالفضل اولانا قبلہ وکعبہ ام مولٰنا احمد رضاخاں صاحب ادام اللہ فیضہ، پس از تسلیم نیاز معروض می دارد۔ نقل اقرار نامہ بذریعہ ہذا خدمت شریف میں ابلاغ ہے. بروئے اس کے

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

مدعیہ مسماۃ رقیہ بیگم کو اختیار حاصل ہے کہ بصورت ہونے تکلیف کے اپنے والدین کے مکان پر جا کر ہمیشہ رہے یا نہیں، اور جواز اس کا شرع سے ہے یا نہیں؟

اوّل یہ تکلیف ہے نان نفقہ جو پہلے دیتا تھا نہیں دیتا باوجود مقدوری کے۔

دوسرے سخت وسست بولتا ہے۔

تیسرے بدعہدی کرتا ہے کہ حقِ زوجہ ادا نہیں کرتا ہے۔

چوتھے والدین کے مکان پر حسبِ اقرار جانے نہیں دیتا۔

پانچویں وعدہ تھا کہ مہر معجّل دوں گا، اور ڈگری بھی شریعت سے ہوگئی یکمشت دلانے کی، آج تک نہیں دیا، برخلاف اس کے (ماعہ ۸/) دئے ہیں باقی ہنوز بے وصول ہیں، اور یہ بھی مسمّاۃ کہتی ہے اگر مکان مسکونہ جو متصل والدین کے ہے اس میں تکلیف ہے دیگر محلّہ میں رہے تو نہیں رہنے دیتا، یہ درخواست بھی قابل لحاظ ہے یا نہیں؟ مہر شریعت ناظم شریعت

نقل اقرار نامہ

میں کہ سید احمد علی بن سید اکبر علی مرحوم ساکن کالی پلٹن ام جو کہ مسماۃ رقیہ بیگم زوجہ مظہر نے نسبت میرے دعویات تکلیفات قسم قسم وزرِ مہر وغیرہ دائر عدالت شرع شریف کئے ہیں بناء براں فی الحال اقرار کرتا ہوں و لکھے دیتا ہوں کہ آئندہ کسی قسم کی تکلیف مسماۃ مذکور کو نہ دوں گا اور حسنِ سلوک خود سے سب طرح رضا مند رکھا کروں گا اگر خلاف شرع کے کوئی بات نسبت مسماۃ مذکور کروں اور زوجہ میری مجھ سے ناراض ہو تو بدل اس بدعہدی کا اس صورت میں حسب تحریر معاہدہ ہذا کے مدعیہ اختیار رکھتی ہے کہ اپنے والدین کے مکان پر جا رہے میں مزاحمت نہیں کروں گا اور مسافرت کو نہیں جانے پائے گی، لہذا یہ چند کلمہ بطریق اقرار نامہ لکھ دئے کہ سند ہو فقط، المرقوم ۷ ذی قعدہ ۱۳۰۸ ہجریہ

العبــــــــــــــــــــد

سید احمد علی

گواہ شد — گواہ شد

منشی عبداللہ وکیل بقلم خود — نصرت یار خاں (دستخط ہندی)

امید کہ براہ عنایت بزرگانہ اس کا جواب تحریر فرما کر تابعدار کو سرفراز فرمایا جائے۔ عریضہ ادب: محمد ولی اللہ عفاعنہ مولاہ برادر حقیقی مولوی سید ظہور اللہ صاحب از ریاست ٹونک

الجواب:

یہ اقرار نامہ کوئی چیز نہیں، نہ اس کے سبب رقیہ بیگم اپنے شوہر کا وہ حق جو شرع اس کے لئے ثابت کرے، بعد ثابت ہونے کے ساقط و باطل کر سکتی ہے، شرع مطہر نے شوہر کو حق حبس دیا ہے کہ عورت کو اپنے پاس رکھے، مگر یہاں بات یہ ہے کہ جب سید احمد علی نے ابھی رقیہ بیگم کا مہر معجّل ہی پورا ادانہ کیا ہنوز سید مذکور کو رقیہ بیگم کے حبس کرنے اور اپنے پاس رکھنے کا سرے سے اختیار ہی حاصل نہ ہوا کہ شوہر کو یہ اختیار بعد ادائے مہر معجّل حاصل ہوتا ہے بلکہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں تو اس کے وصول سے پہلے برضائے زوجہ وطی واقع ہونا بھی عورت کو حبس پر مجبور نہیں کرتا،

ھذا ھو مذہب الامام وعلیه المتون فعلیه التعویل کما حققناه فی کتاب النکاح من فتاوٰنا بتوفیق الله تعالٰی۔	امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کا یہی مذہب اور اس پر متون وارد اسی پر اعتماد ہے جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی کے کتاب النکاح میں اس کی تحقیق کی ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

لھا منعه من الوطی ودواعیه، شرح مجمع، والسفر بھا ولو بعد وطی وخلوة رضیتھما لان کل وطأة معقود علیھا فتسلیم البعض لا یوجب تسلیم الباقی[1]۔	بیوی کو حق حاصل ہوگا کہ وہ خاوند کو جماع اور اس کے دواعی سے روک دے، شرح مجمع۔ اور سفر پر ہمراہ لے جانے سے بھی روک سکتی ہے اگرچہ وطی اور خلوت برضا کے بعد چاہے تو بھی روک سکتی ہے، کیونکہ ہر بار کا جماع عقد کا بدل ہے بعض کو سونپنا کل بدل کا سونپ دینا نہیں بنتا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله والسفر الاولی التعبیر بالاخراج کما عبر فی الکنز لیعم الاخراج من بیتھا کما قاله شارحوه[2] ط۔	قولہ سفر پر لے جانا، یہ باہر لے جانے کی تعبیر سے بہتر ہے جیسا کہ کنز میں تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ باہر لے جانا تو گھر باہر ہمراہ کرنے کو بھی شامل ہے جیسا کہ کنز کے شارحین نے کہا ہے ط۔(ت)

توصورتِ مستفسرہ میں جب تک باقی مہر معجّل ادانہ ہو جائے رقیہ بیگم کو اختیار ہے کہ شوہر گھر نہ جائے اسے اپنے

---

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۸

پاس آنے نہ دے، نہ اپنے بدن کو ہاتھ لگانے دے، ہاں جب وہ مہر معجّل تمام و کمال ادا کرلے اس وقت رقیہ بیگم بے اذن شوہر اپنے گھر نہیں رہ سکتی، نہ اس اقرار نامہ کی بنا پر شوہر سے مواخذہ کرسکتی ہے کہ بالفعل شوہر کو حق حبس حاصل نہ ہونا جس طرح ابھی رقیہ بیگم کو تاادائے مہر معجّل آزادی دے رہا ہے یونہی اقرار نامہ کو بھی باطل محض وبے اثر کررہا ہے کہ اس کا حاصل اگر ہے تو یہی کہ شوہر درصورت بدعہدی اپنے حقِ حبس کو ساقط کرتا ہے وہ حق اسے ہنوز حاصل ہی نہیں تو ساقط کس چیز کو کرے گا، اسقاط کے لئے پہلے ثبوت درکار، جو شیئ ہنوز ثابت نہیں ساقط کیا ہوگی، تو احمد علی کی یہ تحریر محض مہمل وبیکار ہوئی جس سے رقیہ بیگم کو کسی وقت استناد کا محل نہیں، امام علامہ زیلعی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق میں فرماتے ہیں:

لها ان ترجع ان وهبت قسمها للاخری، لانها اسقطت حقالم یجب بعدفلا یسقط، وهذالان الاسقاط انما یتحقق فی القائم [1] الخ۔	بیوی نے اگر اپنی باری کا حق دوسری بیوی کو دیا ہو تو وہ واپس اپنا حق لے سکتی ہے کیونکہ اس نے اپنے حق کو ساقط کیا جو ابھی تک خود اس کے لئے واجب وثابت نہ ہوا تھا لہٰذا وہ ساقط نہ ہوا، یہ اس لئے کہ اسقاط تب قرار پاتا ہے جب وہ خود ثابت ہوجائے (ت)

پھر اس تقریر کی بھی حاجت کہ نفس عبارت دستاویز کو خلل سے سالم مان لیا جائے ورنہ نظر فقہی تو (قطع نظر اس سے کہ مہر معجّل ہنوز ادا ہوا یا نہیں اور وطی برضائے رقیہ بیگم واقع ہوئی یا نہیں) خود اس نفس تحریر کو مہمل و مختل بتاتی ہے کہ اس نے اسقاط حبس کو معلق کیا اور یہ اسقاط سرے سے قابلیتِ تعلیق نہیں رکھتا،

لانه مما لایحلف کما لایخفی وکل اسقاط لایحلف به فانه لایصح تعلیقه۔	کیونکہ یہ وہ چیز ہے جس کا حلف (کسی شیئ سے مشروط کرنا) نہیں دیا جاسکتا جیسا کہ مخفی نہیں ہے، اور ہر اس چیز کا اسقاط جو قابل حلف نہ ہو تو اس کی تعلیق (شرط سے مشروط کرنا) صحیح نہیں۔ (ت)

درمختار میں ہے:

مایجوز تعلیقه بالشرط مختص بالاسقاطات المحضة التی یحلف بها کطلاق وعتاق وبالالتزامات التی یحلف	جس چیز کو کسی شرط سے مشروط کیا جاسکتا ہے وہ صرف اسقاطات محضہ ہیں جن کا حلف دیا جاسکتا ہے جیسا کہ طلاق و عتاق ہے، اور وہ التزامات ہیں جن کا حلف

[1] تبیین الحقائق باب القسم المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ ببولاق مصر ۱۸۱/۲

بها کحج وصلوٰۃ والتولیات کقضاء وامارۃ عینی وزیلعی[1]۔	دیا جاسکتا جیسا کہ حج و نماز ہے اور وہ معاملات کی ذمہ داریاں ہیں، جیسا کہ قضاء اور امارت ہے، عینی اور زیلعی۔ (ت)

ردالمحتار میں خلاصہ سے ہے:

انما یحتمل التعلیق بالشرط مایجوز ان یحلف به[2]۔	کسی شرط کے ساتھ وہی چیزیں معلق ہونے کا احتمال رکھتی ہیں جن کا حلف دیا جاسکے۔ (ت)

اسی میں عینی سے ہے:

انه لیس مما یحلف به فلا یصح تعلیقه بالشرط[3]۔ (تلخیصًا)	وہ چونکہ ایسی چیز ہے جس کا حلف نہیں دیا جاسکتا لہٰذا اس کی کسی شرط سے تعلیق جائز نہیں تلخیصًا (ت)

اسی میں ہے:

اعلم ان قوله لایصح تعلیقه لیس المراد به بطلان نفس التعلیق مع صحة المعلق بل المراد انه لایقبل التعلیق بمعنی انه یفسد به[4]۔	واضح کہ ماتن کے قول "لایصح تعلیقه" سے مراد یہ نہیں کہ معلق شدہ چیز کی صحت کے باوجود محض معلق کرنا (نفس تعلیق) باطل ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ چیز تعلیق کو قبول نہیں کرتی لہٰذا وہ تعلیق کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے تعلیق سے فاسد ہو جاتی ہے (ت)

بہر حال حکم یہی ہے کہ دستاویز مذکور مہمل و باطل اور رقیہ بیگم کو تاادائے مہر معجّل اپنے ماں باپ کے گھر رہنے اور شوہر کو ہاتھ نہ لگانے دینے کا خود ہی اختیار حاصل اور بعد ایفائے تمام مہر معجّل رقیہ بیگم کا یہ اختیار یک لخت زائل، ہاں والدین کے یہاں آٹھویں دن بے اجازتِ شوہر بھی جاسکتی ہے کہ دن کے دن رہے اور رات کو چلی آئے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی البحر الصحیح المفتی به انها تخرج	بحر میں ہے: صحیح مفتی بہ یہ ہے کہ بیوی ہر ہفتہ میں

[1] درمختار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۵۴

[2] ردالمحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۵

[3] ردالمحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۶

[4] ردالمحتار کتاب البیوع مایبطل بالشرط الفاسد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۲۲

للوالدین فی کل جمعة باذنه وبدونه وللمحارم فی کل سنة مرة باذنه وبدونه[1]۔	(شرعی اصطلاح جمعہ میں) خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو والدین کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر جاسکتی ہے اور اپنے باقی محارم کی ملاقات کے لئے سال میں ایک مرتبہ جاسکتی ہے خاوند کی اجازت ہو یا نہ ہو۔(ت)

اور دوسرے محلّہ میں رہنے کی درخواست سے اگر رقیہ بیگم کی یہ مراد ہے کہ شوہر سے جدا رہے اور شوہر اس کے پاس نہ آنے پائے تو اس کا جواب تو ہو چکا کہ قبل ادائے مہر معجّل اسے شوہر سے جدائی کا اختیار ہے اور بعد ادا ہر گز نہیں، اور اگر یہ مقصود ہے کہ یہاں شوہر اسے ایذائیں پہنچاتا تکلیفیں دیتا ہے اور کوئی اسے روکنے والا نہیں ہوتا لہذا چاہتی ہے کہ شوہر اسے ایسی جگہ اپنے پاس رکھے جہاں اس کا دستِ تعدی کوتاہ رہے تو بیشک یہ درخواست اس کی ضرور قابل لحاظ ہے حاکم شرع اس معاملہ میں غور فرمائے گا اگر رقیہ بیگم کا یہ بیان صحیح جانے گا اور شوہر کو زجر و منع سے کام چلتا نہ دیکھے گا نہ وہاں ہمسایوں میں کوئی اس قابل پائے گا جو شوہر کو دبائے اور ایذائے زوجہ سے مانع آئے تو ضرور ایسی ہی کوئی امن کی جگہ تجویز کرکے احمد علی کو حکم دے گا کہ رقیہ بیگم کو وہاں رکھے، عالمگیری میں ہے:

ان اسکنها فی منزل لیس معها احد فشکت الی القاضی ان الزوج یضربها ویؤذیها و سألت القاضی ان یأمره ان یسکنها بین قوم صالحین یعرفون احسانه واساء ته فان علم القاضی ان الامر کما قالت زجره عن ذٰلك و منعه عن التعدی وان لم یعلم ینظر ان کان جیران هذه الدار قوما صالحین اقرها هناك ولکن یسأل الجیران عن صنعه فان ذکر وامثل الذی ذکرت	اگر خاوند نے بیوی کو ایسے مکان میں رہائش دی جہاں عورت اکیلی ہے تو عورت نے قاضی سے شکایت کی کہ خاوند اسے پیٹتا اور اذیت دیتا ہے، اور قاضی سے درخواست کرتی ہے کہ وہ خاوند کو حکم دے کہ وہ ایسی جگہ اس کو رہائش دے جہاں ارد گرد نیک لوگ ہوں جو خاوند کی نیکی وبدی معلوم کرسکیں تو اگر قاضی کو معلوم ہو عورت کی شکایت درست ہے تو وہ خاوند کو ڈانٹ کر اس کو زیادتی سے منع کرے اگر قاضی کو معلوم نہ ہو تو وہ معلوم کرے کہ اگر ارد گرد والے نیک لوگ ہیں تو عورت کو وہاں رہنے پر پابند کرے لیکن ساتھ ہی قاضی پڑوسیوں سے خاوند کے سلوک کے متعلق معلومات حاصل کرے اگر پڑوسی، عورت کی شکایت کی تائید کریں

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۴

زجرہ عن ذٰلك ومنعه عن التعدی فی حقها وان ذکر وا انه لایؤذیها فالقاضی یترکها ثمه وان لم یکن فی جوارہ من یوثق به اوکانوا یمیلون الی الزوج فالقاضی یامر الزوج ان یسکنها فی قوم صالحین ویسأل عن ذٰلك ویبنی الامر علی خبرهم کذافی المحیط[1]، واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	تو قاضی خاوند کو ڈانٹے اور زیادتی سے منع کرے، اور اگر پڑوسی لوگ کہیں کہ خاوند کوئی زیادتی اور اذیت نہیں دیتا تو قاضی عورت کو اسی مکان میں رہنے کا پابند کرے اور اگر عورت کے پڑوس میں کوئی قابلِ اعتماد شخص نہ ہو یا پڑوسی خاوند کے طرفدار ہوں تو پھر قاضی خاوند کو حکم دے گا کہ عورت کو نیک لوگوں کے پڑوس میں رہائش دے اور پھر قاضی اس معاملہ کے متعلق معلومات حاصل کرے اور پڑوسیوں کے بیان کو کارروائی کی بنیاد بنائے، محیط میں یوں ہی بیان کیا ہے، واللہ تعالٰی اعلم، اور اللہ جل مجدہ کا علم کامل اور محکم ہے (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از ڈاکخانہ سجولی ضلع بہرائچ مرسلہ شیخ عبدالعزیز صاحب ۷ رمضان ۱۳۱۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایامِ عدت کا نفقہ اور سکونت کا مکان دینا بذمہ زید واجب تھا لیکن زید نے بعد طلاق ہندہ کو اپنے مکان سے نکال دیا اور نفقہ بھی نہیں دیا اس شکل میں ایام عدت کا نفقہ اور مکانِ سکونت کا معاوضہ ہندہ زید سے پاسکتی ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عدت طلاق کا نفقہ وسکنٰی اگرچہ بذمہ زید واجب تھا اور وہ عورت کو نکال دینے سے گنہگار ہوا مگر جبکہ عدت گزر گئی اور نفقہ مفروض ومقدور نہ ہوچکا تھا تو اس کا کوئی معاوضہ ہندہ کو نہ ملے گا۔

فی الهندیة المعتدة اذالم تخاصم نفقتها ولم یفرض القاضی شیأ حتی انقضت العدة فلانفقة لها کذافی المحیط[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہندیہ میں ہے کہ جب عدت والی عورت اپنے نفقہ کے متعلق خاوند کے خلاف دعوٰی نہ کرے اور نہ ہی قاضی نے ابھی اس کے لئے کوئی نفقہ مقرر کیا ہو حتی کہ عدت ختم ہوجائے تو اب عورت کے لئے نفقہ کا استحقاق نہیں ہے، محیط میں یونہی مذکور ہے۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

[1] فتاوٰی ہندیة الفصل الثانی فی السکنٰی نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۶

[2] فتاوٰی ہندیة الفصل الثالث فی نفقة المعتدة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۸

مسئلہ ۱۵۶: از پیلی بھیت ۲۱ شوال ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے دو نکاح کئے اور ایک زوجہ کے نان ونفقہ میں کم کمی کی اس زوجہ نے بوجہ تکلیف ضروریات بقدر ضرورت قرض لے کر خرچ کیا اس صورت میں ادائے قرضہ ذمہ زوج ہوگا یا زوجہ اور مستحق و طالب اپنے مہر کی بغیر طلاق ہر وقت ہے یا نہیں اور در صورت نہ ہونے طلاق خواہان مکان سکونت و نیز ہو سکتی ہے یا نہیں اور بر تقدیر ثبوت وطلب زوج کی آمدنی سے کس قدر لے سکتی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زوجہ کو بلاوجہ تکلیف دینا ایک گناہ اور دوسری زوجہ سے کم رکھنا دوسرا گناہ شدید جس کی تحریم پر قرآن و حدیث ناطق مگر جب تک نفقہ باہمی تراضی اور قضائے قاضی سے مقرر نہ ہو جائے عورت جو کچھ بطور خود اپنے مصارف کے لئے قرض لے کر اُٹھائے گی وہ قرض عورت ہی پر ہوگا شوہر سے مجرانہ پاسکے گی اگر خورد و نوش وغیر ہما مصارف ضروریہ ہی کے لئے بقدر ضرورت و بحال ضرورت ہی لے اگرچہ زوج محض ظلماً اسے نفقہ نہ دے۔ عالمگیری میں ہے:

استدانت علی الزوج قبل الفرض والتراضی فانفقت انها لاترجع بذٰلك علی زوجها بل تکون متطوعة بالانفاق سواء کان الزوج غائبا اوحاضرا [1]۔	عدت والی نے خاوند کے نام پر قرض لیا جبکہ ابھی تک قاضی نے کوئی مقرر نہ کیا ہو اور نہ ہی ابھی آپس میں رضامندی سے نفقہ ہوا جبکہ عورت اس قرض کو خرچ کر چکی ہو، تو اب عورت اس قرض کے متعلق خاوند سے مطالبہ نہیں کر سکتی بلکہ یہ کارروائی اس کی رضاکارانہ قرار دی جائے گی، خاوند موجود ہو یا غائب دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہے۔ (ت)

ہاں اگر حکم قاضی یا باہمی تراضی سے قرار پاگیا تھا کہ مثلاً روپے روز یا بیس روپے ماہانہ خواہ اس قدر غلّہ ولباس سالانہ اس عورت کا نفقہ ہے کہ روزانہ یا ماہ بماہ یا سالانہ شوہر ادا کرے گا اور اس قرار داد کے بعد نہ دیا اور عورت نے قرض لیا خواہ اپنے ذاتی مال سے صرف کیا تو بیشک شوہر سے بقرار داد مجرا لے سکتی ہے

وان کان الدین علیها نفسها اذا لم تکن الاستدانة بامر القاضی۔	اگر عورت نے قرض لیا ہو تو وہ خود ذمہ دار جب وہ قرض قاضی کے فیصلہ کے بغیر لیا ہو۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الاول فی نفقۃ الزوجۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۱

عالمگیری میں ہے:

ولو انقضت من مالها بعد الفرض او التراضی لها ان ترجع علی الزوج وکذا اذا استدانت علی الزوج سواء کانت استدانتها باذن القاضی او بغیر اذنه غیر انها ان کانت بغیر اذن القاضی کانت المطالبة علیها خاصة ولم یکن للغریم ان یطالب الزوج بما استدانت وان کانت باذن القاضی لها ان تحیل الغریم علی الزوج فیطالبه بالدین ھکذا فی البدائع[1]۔	اگر عورت نے اپنے مال میں سے صرف کیا جبکہ قاضی نے اس کا نفقہ مقرر کر دیا ہو یا آپس میں عورت اور خاوند نے طے کرلیا ہو تو پھر عورت وہ صرف شدہ مال خاوند سے وصول کر سکتی ہے اور یونہی اپنے مال کی بجائے اگر اس نے خاوند کے نام پر قرض لیا ہو تو اگر قاضی کے حکم واجازت پر لیا ہو تو خاوند سے وصول کرے گی اور اگر قاضی کے حکم واجازت کے بغیر لیا ہو تو قرض کا مطالبہ صرف عورت سے ہوگا قرض خواہ کو عورت کی بجائے خاوند سے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور جب قاضی کے حکم اور اجازت سے عورت نے قرض لیا تو عورت کو جائز ہوگا کہ وہ اس قرض کے مطالبہ کو خاوند کے ذمہ کر دے تاکہ قرض خواہ اب خاوند سے مطالبہ کرے، بدائع میں یوں ہی بیان ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

النفقة لا تصیر دینا الا با لقضاء اوالرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معین اصنافا او دراهم فقبل ذٰلك لایلزمه شیئ و بعده ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض[2]۔	عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہوگا جب عورت نے وہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کرلیا ہو کہ فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہوگی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ نہ ہوگا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کرسکتی ہے (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

لاترجع بما استقرضت بل بالمفروض فقط[3]۔	عورت نے نفقہ کے لئے قرض لیا تو خاوند سے اس کا مطالبہ نہیں ہوگا بلکہ خاوند سے صرف اسی صورت میں مطالبہ کرسکے گی جب قاضی کی طرف سے یا آپس میں طے کرلیا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۵۱

[2] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

[3] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۹

اور مہر میں جبکہ تعجیل وتاجیل کچھ بیان میں نہ آئی یہ نہ شرط کی جائے کہ کل اس قدر پیشگی لیا جائے گا نہ کوئی میعاد قرار پائے کہ فلاں وقت معلوم یا اتنی مدت کے بعد ادا ہوگا تو اس وقت عرف ورواج بلد پر چھوڑا جائے گا۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بُیِّنَا فذٰلك والا فالمتعارف[1]۔	مہر معجّل یا مؤجل اگر بیان کردیا ہو تو وہی ورنہ عرف کے مطابق ہوگا۔(ت)

سائل زبانی مظہر کے یہاں صورت واقعہ یونہی تھی یعنی تعجیل وتاجیل کچھ مشروط نہ ہوئی اور واقعی ہمارے بلاد میں عامہ مہور ایسے ہی بندھتے ہیں تو بحکم عرف شائع وذائع (کہ ہرگز نہ کسی قدر مہر پیشگی دینا معہود ہے، نہ اسکے لئے کوئی میعاد معلوم متعارف بلکہ عامہ بیوت میں موت یا طلاق تک مؤخر رہتا ہے) یہاں کی عورتیں جب تک مرگ یا طلاق سے افتراق نہ واقع ہو ہرگز مطالبہ مہر کا استحقاق نہیں رکھتیں، نہ قاضی کو اختیار کہ ایسی صورت میں پیش از فراق ادائے مہر پر جبر کرے، خانیہ میں ہے:

ان کان الاجل معلوما صح التاجیل وان لم یکن لایصح، ولایجبرہ القاضی علی تسلیم الباقی ولا یحبسہ[2]۔	اگر مہر کی مدت مقرر ہے تو مؤخر صحیح ہے ورنہ صحیح نہیں اور قاضی باقی مہر کی ادائیگی کے لئے خاوند پر جبر نہیں کرسکتا اور نہ ہی اس کو قید کرسکتا ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لان حق طلبہ انما ثبت لہا بعد الموت او الطلاق لا من وقت النکاح[3]۔	کیونکہ بیوی کو مہر کے مطالبے کا حق خاوند کی موت یا طلاق کے بعد ہوگا، نکاح کرتے ہی مطالبے کا حق نہیں ہوگا۔(ت)

اور جب تک کوئی امر مانع نفقہ مثلاً عورت کا شوہر کے گھر سے ناحق نکل جانا یا اس کے یہاں آنے سے ناحق انکار کرنا نہ پایا جائے بلاشبہہ وہ مستحق نفقہ وسکنی رہے گی، اسی طرح جب یہ موانع زائل ہوجائیں گے مثلاً عورت شوہر کے یہاں واپس آئے گی تو پھر بدستور مستحق نفقہ ہوجائے گی، درمختار میں ہے:

النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجہا ولو	اگر بیوی اپنے والد کے گھر ہو تو خاوند اس کو اپنے

---

[1] مختصر الوقایۃ فی مسائل الھدایۃ فصل اقل المھر عشرۃ دراہم نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶

[2] فتاوٰی قاضی خاں باب فی ذکر مسائل المھر نولکشور لکھنؤ ۱/ ۷۴۔

[3] ردالمحتار فصل فی الحبس دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۴۳

ھی فی بیت ابیھا اذالم یطالبھا الزوج بالنقلة بہ یفتی وکذا اذا طالبھا ولم تمتنع او امتنعت للمھر، لاخارجة من بیتہ بغیر حق وھی الناشزة حتی تعود[1] اھملخصًا۔	گھر منتقل کرنے کا مطالبہ نہ کرے تو تب بھی خاوند پر نفقہ زوجہ واجب ہوگا، اور یوں ہی جب وہ خاوند کے مطالبہ پر اس کے گھر منتقل ہونے سے انکار نہ کرتی ہو یا وہ اپنے مہر کے مطالبہ کی وجہ سے منتقل ہونے سے انکار کر رہی ہو تو بھی خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا جبکہ خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہ رہی ہو تو نفقہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ خاوند کے گھر واپس نہ آنے تک نافرمان قرار پائے گی اھ ملخصًا (ت)

رہا مطالبہ اگر نفقہ قضا یا رضا سے مقرر ہولیا ہے تو جتنے دن بعد قرار داد بے نفقہ گزر گئے ان کا بھی مطالبہ کر سکتی ہے کما اسلفنا (جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے۔ت) اور آئندہ کے لئے بھی جو میعاد تکرار نفقہ کے لئے قرار پائی ہے اس کے شروع کے بعد اسی قدر کا مطالبہ کر سکتی ہے مثلاً نفقہ ماہ بماہ دینا ٹھہرا ہو تو ہر مہینے کے شروع پر اس مہینے اور سال بسال مقرر ہوا ہو تو ہر سال کے آغاز پر اس سال کا نفقہ مانگ سکتی ہے اس سے زیادہ مثلاً چاند دیکھے یا سال پلٹے آئندہ کے دو مہینے یا دو برس خواہ اس ماہ یا سال کا ہنوز آغاز نہ ہوا نفقہ نہیں مانگ سکتی، ردالمحتار میں ہے:

النفقة تفرض لمعنی الحاجة المتجددة فاذا فرضت کل شھر کذا صارت الحاجة متجددة بتجدد کل شھر فقبل تجددہ لایتجدد الفرض فلم تجب النفقة قبلہ انہ لو فرض کل سنة کذاصح الابراء عن سنة دخلت، لاعن اکثر ولاعن سنة لم تدخل[2] اھملخصًا۔	آئندہ کا نفقہ آئندہ نئی حاجت کی وجہ سے فرض ہوتا ہے تو جب ماہانہ خرچہ مقرر ہولے تو نئے ماہ پر گویا عورت کو حاجت بھی نئی ہوئی تو نئی حاجت سے قبل نیا نفقہ مقرر نہ ہوگا لہٰذا ادائیگی بھی پہلے واجب نہ ہوگی، اور اگر خرچہ سالانہ طے شدہ ہو تو صرف شروع ہونے والے سال کا نفقہ لازم ہوگا، سال شروع ہونے سے پہلے کا اور سال سے زیادہ کا بھی لازم نہ ہوگا اھ ملخصًا (ت)

بحرالرائق میں ہے:

الفرض فی الشھر الاول تنجز وفیما	سال کے پہلے مہینہ میں دیا ہوا خرچہ مدت کے اختتام

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

[2] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۳

بعدہ مضاف فتنجز بدخول الشھر وھکذا[1].	تک کی ادائیگی ہوتی ہے اس کے بعد اضافت ہوتی ہے اس لئے مہینہ شروع ہونے پر ہی ادائیگی ہوگی، یوں ہی جاری رہے گا۔(ت)

اور اگر ہنوز نفقہ کے لئے کوئی تقرر وتعین نہ قضاءً ہوانہ رضاءً تو عورت نہ ایامِ ماضیہ کا مطالبہ کر سکتی ہے نہ آئندہ کا۔ ردالمحتار میں ہے:

لایلزمه عما مضی قبل الفرض بالقضاء او الرضاء ولاعما یستقبل لانه لم یجب بعد[2]۔	قاضی کی طرف سے مقرر کئے یا آپس میں مصالحت سے طے کئے بغیر سابقہ مدت کا خرچہ خاوند پر لازم نہ ہوگا اور یونہی پیشگی ادا کرنا بھی لازم نہ ہوگا کیونکہ نفقہ ابھی خاوند کے ذمہ واجب نہیں ہوا۔(ت)

ہاں قبل از قرار داد عورت یہ اختیار رکھتی ہے کہ شوہر برضامندی نفقہ مقرر نہ کرے تو حاکم شرع کے حضور قرار داد کرنے کی نالش کرے جب بحکم قاضی کوئی ماہانہ سالانہ یا روزانہ یا فصلانہ مقرر ہو جائے تو اس کے بعد اسے بہ تفصیل مذکور مطالبہ ودعوی پہلے گا۔ تنویر الابصار میں ہے: یقدرھا ان طلبته[3] اھ ملخصًا (اگر عورت مطالبہ کرے تو قاضی نفقہ مقرر کردے اھ ملخصًا۔ت) اور نفقہ مرد وزن دونوں کی حیثیت دیکھ کر مقرر کیا جائے گا اسی قدر آمدنی زوج سے لے سکتی ہے، اگر دونوں غنی ہیں تو اغنیاء کے لائق، اور دونوں فقیر تو فقراء کے قابل، اور ایک غنی اور ایک فقیر تو متوسط یعنی نفقہ اغنیاء سے کم اور نفقہ فقراء سے زائد، مثلاً عورت کی حیثیت اطلس وزربفت ومشجر پہننے اور بریانی ومزعفر وگوشت مرغ کھانے کی ہے اور مرد کی مقدرت چھینٹ چار خانے دال ماش نان جو کھانے کے قابل یا بالعکس تو عورت کے لئے تنزیب وگلبدن ومشروع کا لباس اور گوشت گوسپند ونان گندم مقرر کریں گے، جتنا بالفعل دے سکتا ہے دے باقی اس کے ذمے دین رہے گا یہاں تک کہ اللہ عزّوجل استطاعت بخشے۔ درمختار میں ہے:

تجب علی زوجها بقدرحا لهما به یفتی ویخاطب بقدروسعه والباقی دین الی المیسرة[4] اھ ملخصًا۔	خاوند پر دونوں کی حیثیت کے لحاظ سے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوی دیا جائے گا، اور خاوند اپنی وسعت کے مطابق ادائیگی کا مکلّف ہوگا اور باقی رہ جائے تو وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا جس کو اپنی سہولت سے ادا کریگا اھ ملخصًا(ت)

[1] بحر الرائق باب النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۱۸۸

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۸

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸

[4] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

ردالمحتار میں ہے:

فی البحر اتفقوا علی وجوب نفقة الموسرین اذاکانا موسرین وعلی نفقة المعسرین اذاکانا معسرین وانما الاختلاف فیما اذاکان احدھما موسرا او الاخر معسرا فعلی المفتی به تجب نفقة الوسط وھو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة[1] اھملخصًا۔	بحر میں ہے: سب کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں خوشحال ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر دونوں تنگ دست ہیں تو ان کے حال کے مطابق خاوند پر واجب ہوگا، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب دونوں میں سے ایک امیر اور دوسرا غریب ہے تو مفتی بہ قول یہ ہے کہ دونوں کے حال کی رعایت پر درمیانہ نفقہ واجب ہوگا، اور وہ یہ کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زائد ہو، اھ ملخصًا۔ (ت)

اسی میں بدائع سے ہے:

حتی لوکان الرجل مفرطا فی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمراۃ مفرطة فی الفقر تأکل فی بیت اھلھا خبز الشعیر یطعمھا خبز الحنطة ولحم الشاۃ[2]۔ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔	اگر خاوند انتہائی خوشحال ہونے کی بناء پر صاف باریک آٹا، مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور بیوی انتہائی تنگ دستی کی بناء پر اپنے گھر والوں کے ہاں جو کی روٹی کھاتی ہو تو خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکرے کا گوشت نفقہ کے طور پر کھانے کو دے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷: از لکھن ضلع بریلی مرسلہ شیخ احمد حسین ۲۱ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ جو ایک قلیل حقیت کی زمیندار تھی بلا رضامندی واجازت زید اپنے شوہر کے بطور بدکاری عمرو کے ساتھ فرار ہوگئی اور مدت دراز تک عمرو کے ساتھ رہی، پھر واپس آئی، اب زید پر دعوی مہر اور دلا پانے نان نفقہ کا کرتی ہے اس صورت میں وہ مہر ونفقہ پائے گی یا نہیں؟ اور زید محض نادار ہے مگر زید کا باپ متمول ہے تو دعوی ہندہ کا پدرِ زید پر کچھ اثر ہوگا یا نہیں؟ اور ہندہ بحالت فراری زید کا حمل رکھتی تھی، بعد وضع حمل اس نابالغ کی پرورش کا زید ذمہ دار ہوگا

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

[2] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

جتنی مدت عورت فرار رہی اس مدت کا نفقہ تو زید پر اصلاً نہیں، ہاں اب کہ واپس آئی آئندہ نفقہ کی مستحق ہے زید سے نفقہ طلب کرے، اگر دے **فبہا**، ورنہ قاضی کے یہاں نالش کرکے اپنا نفقہ مقرر کرالے اگر زید نادار ہے قاضی حکم دے گا کہ تو قرض لے کر صرف کر، اور جب زید کو استطاعت ہو اس سے مجرالے،

فی الدرالمختار لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق وھی الناشزۃ حتی تعود ولو بعد سفرہ [1]۔	بیوی اگر خاوند کے گھر سے باہر بلاوجہ رہائش پذیر ہو تو وہ واپس خاوند کے پاس آنے تک نافرمان قرار پائے گی اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی ایسا کرے لہٰذا اس کے لئے نفقہ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فتستحق النفقۃ فتکتب الیہ لینفق علیہا اوترفع امرھا الی القاضی لیقرض لہا علیہ نفقۃ [2]۔	یعنی خاوند سفر میں ہو اور بیوی نفقہ کی مستحق ہو تو وہ خاوند کو خط لکھ کر مطالبہ کرے کہ میرا نفقہ ادا کیا جائے، یا بیوی قاضی کے ہاں درخواست کرے تاکہ قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لایفرق بینہما بعجزہ عنہا وبعد الفرض یامرہ القاضی بالاستدانۃ لتحیل علیہ [3]۔	خاوند اگر نفقہ کی ادائیگی سے عاجز ہو تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی اور نفقہ مقرر کردیا ہو تو قاضی خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دے گا۔ (ت)

اور زید کے باپ پر دعوی کا اصلاً اثر نہیں ہوسکتا کہ جوان بیٹے غیر اپاہج کی زوجہ کا نفقہ باپ پر کہیں لازم نہیں، درمختار میں ہے:

فی الملتقی نفقۃ زوجۃ الابن علی ابیہ ان کان	ملتقی میں مذکور ہے کہ اگر خاوند نابالغ فقیر یا اپاہج ہو تو اس کی

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۶

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

صغیرا فقیرا اوزمنا[1]۔	بیوی کا نفقہ نابالغ کے والد کے ذمہ ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

وقد علمت ان المذھب عدم وجوب النفقة لزوجة الابن ولوصغیرا فقیرا[2]۔	آپ کو معلوم ہوگیا ہے کہ نابالغ کی بیوی کا نفقہ والد کے ذمہ نہ ہونا ہی مذہب ہے اگرچہ وہ فقیر ہو۔(ت)

رہا مہر سائل مظہر کہ اس میں کوئی شرطِ تعجیل وتاجیل نہ تھی اور لکھن میں بھی یہی رواج ہے جو یہاں عامہ بلاد میں ہے کہ قبل از افتراق بموت یا طلاق ادا نہیں ہوتا تو ہندہ کا مطالبہ مہر بیجا ہے جب تک زید اسے طلاق نہ دے یا دونوں میں کوئی مر نہ جائے۔ نقایہ میں ہے:

المعجل والمؤجل ان بینافذاك والافالمتعارف[3]۔	مہر معجّل یا مؤجل اگر بیان کر دیا ہو تو وہی واجب ہے ورنہ عرف میں جو رواج ہو وہ واجب ہوگا۔(ت)

اور اس بچے نابالغ کی پرورش بیشک ذمہ زید لازم ہے، رہے گا سات برس کی عمر تک ماں کے پاس بشرطیکہ وہ اپنی بدکاری سے باز آئے اور آوارگی چھوڑ چکی ہو اور نفقہ پائے گا باپ سے بشرطیکہ اپنا کوئی مال نہ رکھتا ہو اس عمر تک اجرت یا حرفت سے اپنے کھانے پہننے کے قابل کماسکے اس کی خبر گیری باپ پر واجب ہے، درمختار میں ہے:

تجب النفقة لطفله الفقیر[4]۔	چھوٹے فقیر بچے کا نفقہ والد پر لازم ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای ان لم یبلغ حدالکسب فان بلغه کان للاب ان یوجرہ او یدفعه فی حرفة لیکتسب وینفق علیه من کسبه لوکان ذکرا[5] الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔	بشرطیکہ وہ نابالغ بچہ محنت کی عمر کو نہ پہنچا ہو، اور اگر وہ اس عمر کو پہنچ گیا ہو تو والد اس کو ملازمت دلائے یا کسی کارخانہ میں مزدوری پر لگائے تاکہ اس کی کمائی کو اس پر خرچ کرے بشرطیکہ لڑکا ہو الخ، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳
[2] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۴
[3] المختصر الوقایة فی مسائل الھدایة کتاب النکاح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۵۶۱
[4] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳
[5] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۷۰ و ۶۷۱

مسئلہ ۱۵۸: از بڑودہ گجرات کلاں محلّہ بھوتنی کا چھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں (مسئلہ اولیٰ) ایک شخص نے اپنی حقیقی پھوپھی کی لڑکی سے نکاح کیا، چند روز بعد ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے دو برس تک نان ونفقہ موقوف کردیا، کچہری گائیکواڑی میں یہ مقدمہ پیش ہے، کچہری کہتی ہے نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے یہ کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قوی اپنے حقیقی چچا اور چچی اور کئی آدمی کنبہ کو پیش کیا ہے سب نے یہی کہا کہ ہمارے روبرو اس کے خاوند نے اپنی عورت کو جانے کے لئے حکم دیا اور حلف بھی اٹھایا، اس صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں عورت کو نان ونفقہ نہ دینا اس شخص کا محض ظلم ہے جس کے سبب وہ ظالم وگنہگار اور عورت کے حق میں گرفتار ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[1]۔	بیویوں کا نفقہ اور لباس بھلائی کے ساتھ اس کے ذمّہ ہے جس کے لئے اولاد ہے۔ (ت)

اور اس کا یہ بیہودہ عذر کہ "عورت بے میرے حکم کے کیوں گئی" محض باطل و ناقابلِ سماعت ہے اگر وہ اس میں سچا بھی ہوتو عورت جب بے اجازت شوہر ناحق چلی جائے تو اس کا نان ونفقہ اسی مدت تک کا لازم نہیں ہوتا جب تک وہ اس ناحق طور پر باہر رہے جب پھر شوہر کے گھر چلی آئے گی اسی وقت سے نان ونفقہ دینا شوہر پر فرض ہوجائے گا، درمختار میں ہے:

لانفقۃ لخارجۃ من بیتہ بغیر حق حتی تعود ولو بعد سفرہ[2]۔	بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں تاوقتیکہ وہ واپس نہ آجائے اگرچہ خاوند کے سفر پر جانے کے بعد ہی باہر رہی ہو۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لوعادت الی بیت الزوج بعد ماسافر	یعنی اگر خاوند کے سفر پر جانے کے بعد بیوی خاوند کے گھر لوٹ آئے

[1] القرآن ۲/ ۲۳۳

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

خرجت عن کونھا ناشزۃ بحر عن الخلاصۃ ای فتستحق النفقۃ[1]۔	تو اس کی نافرمانی ختم ہو جائے گی، یہ بحر میں خلاصہ سے منقول ہے، یعنی اس وقت بیوی نفقہ کی حقدار ہو گی۔(ت)

تو اس شخص نے کہ عورت کے واپس آنے کے بعد نان و نفقہ موقوف کر دیا نرا ظلم کیا، تو اس پر فرض ہے کہ اسی وقت سے جاری کر دے۔ رہا گزشتہ مدت کا نفقہ، اسکی دو صورتیں ہیں، اگر پہلے آپس کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے مقدار نفقہ مقرر ہو چکی تھی کہ مثلاً مہینے میں اتنے روپے یا اس قدر اناج اور کپڑا دیا جائے گا اور اب بلاوجہ شرعی بند کر دیا تو جب تک نہیں دیا ہے اس ساری مدت کا اسی قرار داد کے حساب سے عورت کو دلایا جائے گا، اور اگر عورت یونہی رہتی کھانا کھاتی کپڑا پہنتی تھی کچھ قرار داد باہمی یا بحکم قاضی نہ ہوا تھا کہ ماہوار یا سالانہ یا ششماہی پر اتنا دیا جائے گا تو جتنے دنوں اس نے نہ دیا ظالم و گنہگار ہوا مگر عورت اس گزری مدت کا دعوی نہیں کر سکتی اب سے دعوی کرکے بحکم قاضی آئندہ کے لئے مقرر کرالے، اس کے بعد اگر وہ نہ دے گا تو یہ جبراً بذریعہ نالش وصول کر سکتی ہے، درمختار میں ہے:

النفقۃ لاتصیر دینا الابالقضاء اوالرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافاو دراہم فقبل ذٰلك لایلزمه شیئ و بعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسھا بلا امر قاض[2]۔	عورت کا لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ صرف اس وقت ہو گا جب عورت نے وہ قرض قاضی کے حکم پر یا خود خاوند کے ساتھ مصالحت میں طے کرلیا ہو کہ فلاں جنس یا نقد اتنی مقدار ہو گی، اس سے قبل لیا ہوا قرض خاوند کے ذمہ نہ ہو گا، اور بعد میں عورت کا لیا ہوا قرض، خواہ اپنے مال سے ہی قاضی کے حکم کے بغیر اس نے صرف کیا ہو تو خاوند سے وصول کر سکتی ہے(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لاتصیر دینا ای اذالم ینفق علیھا بان غاب عنھا اوکان حاضرا فامتنع فلایطالب بھا بل تسقط بمضی	نفقہ قرض نہ بنے گا یعنی جب خاوند غائب رہا یا موجود رہا لیکن بیوی کو نفقہ نہ دیا ہو تو اس مدت کے نفقہ کا مطالبہ خاوند سے نہیں کیا جا سکتا بلکہ مدت گزر جانے

[1] ردالمحتار باب النفقۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶۴۶/۲

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲۷۰/۱

المدۃ[1]۔	کی بناپر ساقط ہو جائے گا۔(ت)

اسی میں ہے:

الابالقضاء بان یفرضها القاضی علیه اصنافا اودراهم اودنانیرنهر[2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	مگر یہ کہ جو نفقہ قاضی نے خاوند پر مقرر کیا ہو جنس، دراہم یا دنانیر تو وہ خاوند کے ذمہ واجب الادا ہوگا، نہر واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۵۹: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کاایک لڑکا بالغ جس کی عمر تیس برس کے قریب ہے اور کمائی پر خوب قدرت رکھتا ہے اور پیشہ حجامی وغیرہ طرق سے تحصیل رزق کرسکتا ہے زید پر اپنے کھانے پہننے وغیرہ مصارف کا بار ڈالتا ہے اور اسے اپنے مال میں تصرف سے مانع آتا ہے، آیا اس صورت میں زید پر روٹی کپڑا اس کا واجب اور زید اپنے مال میں تصرف سے ممنوع ہے یانہیں؟ بینواتوجروا۔

الجواب

جبکہ وہ لڑکا بالغ اور کسب پر ہر طرح قادر تو اس کا روٹی کپڑا یا کوئی صرفہ زید پر واجب نہیں زید کو اختیار ہے اسے کچھ نہ دے اور زید اس لڑکے کے منع کرنے سے اپنی جائداد میں تصرف سے ممنوع نہیں ہوسکتا،

فی الدرالمختار وکذا تجب لولده الکبیر العاجز عن الکسب کأنثی مطلقا و زمن ومن یلحقه العار بالتکسب وطالب علم لایتفرغ لذٰلك کذافی الزیلعی والعینی[3]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ یوں ہی بڑے بالغ بیٹے کا نفقہ لازم ہوگا جو کسب و محنت سے عاجز ہو جیسا کہ بیٹی کے لئے مطلقًا اور اپاہج بیٹے کے لئے اور اولاد کے لئے جن کو محنت مزدوری کرنے میں عار ہو، اور اس طالبعلم کے لئے جو مزدوری فراغت نہ پائے، زیلعی اور عینی میں یوں مذکور ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۰: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور اس کے بطن سے ایک لڑکی اب سات برس کی ہے اور ایک لڑکا کہ ابھی پانچ چھ مہینے کا ہے پیدا ہوئے، اب زید نے اپنا اور

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۸

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۸

[3] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۳

نکاح کرلیا اور ہندہ کو جبرًا نکال دیا کہ وہ مع دونوں بچوں کے اپنے باپ کے یہاں چلی آئی، اب زید نہ اسے بلاتا ہے نہ اس کے بچوں کے کھانے پہننے کی خبر گیری کرتا ہے، اس صورت میں ہندہ ودختر وپسر کا نان ونفقہ زید پر لازم ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بیشک ہندہ کا نان نفقہ زید پر لازم ہے اور بچوں کا اپنا کوئی ذاتی مال نہ ہو تو ان کی خبر گیری بھی زید پر واجب ہے اگر شوہر نہ دے عورت حاکم کے یہاں رجوع کرکے اپنا اور اپنے بچوں کا نفقہ مقرر کراسکتی ہے،

فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ علی زوجھا ولوھی فی بیت ابیھا اذالم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذاان طالبھا ولم تمنع ملخصًا[1]۔	درمختار میں ہے: بیوی اگرچہ اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند وہاں سے اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرتا ہو یا مطالبہ کرتا ہو اور بیوی انکاری نہیں ہے تو خاوند پر نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوٰی دیا جائیگا، ملخصًا۔(ت)

اسی میں ہے:

تجب النفقۃ بانواعھالطفلہ الانثٰی و الجمع الفقیرفان نفقۃ الغنی فی مالہ ولو خاصمتہ الام فی نفقتھم فرضھا القاضی وامرہ بدفعھا للام مالم تثبت خیانتھا فیدفع لھا صباحا ومساء اویأمر من ینفق علیھم[2]۔انتھتا ملخصین۔واللہ تعالٰی اعلم۔	بیٹی اور فقیر عاجز لڑکوں کے لئے نفقہ واجب ہے کیونکہ غنی اولاد کا نفقہ اس کے اپنے ذاتی مال سے ہے، اور اگر مذکورہ بچوں کے لئے ان کی ماں قاضی کی طرف سے مقرر کردہ نفقہ کو وصول کرنے میں اصرار کرے تو قاضی نفقہ مقرر کرکے خاوند کو ادائیگی کا حکم دیگا بشرطیکہ بچوں پر صرف کرنے میں ماں کی خیانت ثابت نہ ہو تو خاوند صبح وشام ماں کو ان کا خرچہ ادا کرے گا یا وہ کسی کو ان پر خرچ کرنے کے لئے کہے گا، دونوں عبارتیں ختم ہوئیں ملخص طور پر، واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۱۶۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ اپنے دیور کے ساتھ متہم ہوئی اس کے شوہر زید اور زید

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۳

کے باپ نے اسے اپنے یہاں سے نکال دیا، ہندہ اب دو برس سے اپنے باپ کے یہاں ہے نہ تو زید اسے بلاتا ہے اور نہ روٹی کپڑا پہنچاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، اس میں ہندہ کا روٹی کپڑا ذمہ زید کے واجب ہے یا نہیں؟ اور زید اس صورت میں گناہ گار ہے یا نہیں؟

الجواب:

جبکہ ہندہ کا اپنے باپ کے یہاں رہنا اس بناء پر ہو کہ اسے زید اور زید کے باپ نے نکال دیا اور زید بلاتا بھی نہیں اور بلائے تو اسے جانے میں انکار بھی نہیں تو بیشک اس کا روٹی کپڑا زید کے ذمہ واجب ہے،

فی الدر المختار النفقۃ تجب للزوجۃ ولو ھی فی بیت ابیھا اذالم یطالبھا الزوج بالنقلۃ بہ یفتی وکذا اذاطالبھا ولم تمتنع[1] اھملخصًا۔	در مختار میں ہے: اگرچہ بیوی اپنے والد کے گھر ہو جب خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو خاوند پر اس کا نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوی ہے، اور یونہی اگر خاوند مطالبہ کرے لیکن بیوی انکار نہ کرے تو بھی واجب ہوگا، اھ، ملخصًا (ت)

اور اس تہمت کی وجہ سے اگرچہ وہ واقع میں صحیح ہی ہو نکاح زائل نہیں ہوتا،

ففی الحدیث ان رجلا قال للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان امرأتی لاترد ید لامس قال ففارقھا قال انی احبھا قال فامسکھا[2]۔ اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم. وفی الدر المختار وغیرہ لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[3] اھ فکان ذٰلك نصافی بقاء النکاح۔	حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام سے عرض کی کہ میری بیوی چھونے والے کے ہاتھ کو رد نہیں کرتی، تو آپ نے فرمایا اس کو علیحدہ کردے۔ تو اس شخص نے عرض کی مجھے اس سے محبت ہے، تو آپ نے فرمایا: پھر اسے پاس رکھ یا جیسے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اور در مختار وغیرہ میں ہے کہ خاوند پر فاجرہ بیوی کو طلاق دینا لازم نہیں ہے اھ، تو یہ عبارت نکاح کے باقی رہنے میں نص ہے (ت)

---

[1] در مختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب النکاح آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۸۰، سنن النسائی کتاب النکاح تزویج الزانیۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۷۱، سنن النسائی کتاب الطلاق باب ماجاء فی الخلع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۰۷، ردالمحتار فصل فی المحرمات دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۲۹۲

[3] در مختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۹۰

جاہلوں میں جو یہ مشہور ہے کہ عورت اگر معاذاللہ بد وضعی کرے تو نکاح جاتا رہتا ہے محض غلط بات ہے، اور جب نکاح باقی ہے تواس صورت میں زید پر فرض ہے کہ یا تو اسے طلاق دے دے یا اس کے نان نفقہ کی خبر گیری کرے ورنہ یوں معلق رکھنے میں زید بیشک گنہگار ہے اور صریح حکم قرآن کا خلاف کرنے والا،

فَلَاتَمِیۡلُوۡاکُلَّ الۡمَیۡلِ فَتَذَرُوۡهَا کَالۡمُعَلَّقَةِ [1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور کلی میلان نہ ہو کہ بیوی کو معلق کر چھوڑو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲: از شاہجہان پور مرسلہ مہربان علی صاحب ۱۹ شعبان ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت بے اجازتِ شوہر زید کے اپنے بھائیوں کے گھر چلی گئی، جب زید اپنی نوکری سے آیا عورت کو نہ پایا، اس صورت میں نکاح و مہر باقی رہا یا نہیں؟ بعد ایک عرصہ کے زید حسبِ مصلحت اور پاس اپنی حرمت کے زید نے کچھ خرچ نان و نفقہ کا مسماۃ مذکورہ کا مقرر کر دیا تھا کہ خواہ زوجہ میرے مکان میں رہے یا اپنے بھائی کے پاس رہے دیا جائے گا، اب بموجب شرع شریف کے وہ نان و نفقہ حسبِ وجوہ مندرجہ بالا ذمہ زید کے واجب الادا رہا یا نہیں؟ **فقط۔**

الجواب

نکاح و مہر بدستور قائم رہے، ہاں بے اجازتِ شوہر چلے جانے کے باعث نفقہ ساقط ہو گیا، سائل مظہر کہ زید بلاتا ہے اور وہ نہیں آتی تو اب تک وہ نان نفقہ کی اصلاً مستحق نہیں جب تک شوہر کے گھر میں نہ آئے، درمختار میں ہے:

لانفقة لخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود وتسقط به المفروضة [2] (ملخصًا)۔	بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی نافرمان ہے تاوقتیکہ واپس اس کے گھر نہ آئے اس کے لئے نفقہ نہیں ہے خواہ نفقہ قاضی کی طرف سے ہی کیوں نہ مقرر ہو۔ (ت)

گھر بیٹھے کا جو نفقہ زید نے مقرر کر دیا اول تو وہ نفقہ واجب نہ تھا **فان النفقة جزاء الاحتباس** (کیونکہ نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا صلہ ہے۔ت) بلکہ صرف ایک احسانی وعدہ تھا اور وعدہ پر جبر نہیں **کمافی العالمگیریة وغیرہا** (جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے۔ت) معہذا جب اس نے بلایا اور وہ نہ آئی وہ بھی ساقط ہو گیا **کمامن الدر المختار** (جیسا کہ درمختار سے معلوم ہوا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۹

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی ۱/ ۲۶۷

مسئلہ ۱۶۳:　　۲۶ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ہندہ سے نکاح کرکے قبل رخصت نوکری پر چلاگیا، بارہا والدین ہندہ نے رخصت کو کہا، چار برس کے بعد رخصت کراکر اپنے گھر لے گیا، ہندہ بیمار تھی دوایک دن کے بعد پھر والدین کے یہاں واپس آکر ایک ماہ بعد فوت ہوگئی، نفقہ اس چار سال کا اور جو خرچ دواوعلاج وتجہیز و تکفین میں والدین نے کیا شوہر پر واجب ہے یانہیں؟ جہیز شوہر کو ملے گا یاماں باپ کو؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نفقہ وخرچ دواوعلاج کامطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، درمختار میں ہے:

لاتصیر دینا الابالقضاء اوالرضاء وبموت احدھما وطلاقھا یسقط المفروض لانھا صلۃ الااذااستدانت بامر القاضی[1]۔	نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی کا مقرر کردہ یا باہمی رضامندی سے طے کردہ نہ ہو، اور خاوند بیوی دونوں میں سے ایک کی موت یاطلاق سے نفقہ ساقط ہوجاتا ہے کیونکہ یہ صلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے، ہاں اگر قاضی کے حکم پر بیوی نے قرض لے رکھا ہو تو پھر خاوند کو اس کی ادائیگی لازم ہوگی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

علیہ ماتقطع بہ الصنان لاالدواء للمرض ولااجرۃ الطبیب ولاالفصاد ولاالحجام[2]۔	خاوند پر بدن کی حفاظت والی چیز لازم ہے۔ مرض کیلئے دوا، طبیب کی اجرت، فصد یا سنگی لگانے کی اجرت لازم نہیں ہے۔ (ت)

یونہی خرچ تجہیز و تکفین بھی مجرانہ ملے گا جبکہ والدین خواہ کسی نے بے اذن شوہر بطور خود کیا،

فی اواخر وصایا ردالمحتار عن حاشیۃ الفصولین للرملی، الزوجۃ اذاصرفہ من مالہ غیرالزوج بلااذنہ اواذن القاضی فھو متبرع کالاجنبی[3]۔	ردالمحتار میں وصایا کی بحث کے آخر میں فصولین پر رملی کے حاشیہ سے منقول ہے کہ اگر کسی نے خاوند یا قاضی کی اجازت کے بغیر اس کی بیوی کو کفن دیا تو یہ خرچہ صرف کرنے والے کی طرف سے مفت ہوگا جیسا کہ کوئی اجنبی اپنی طرف سے مفت خرچ کردے (ت)

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۴۹

[3] ردالمحتار فصل فی شھادۃ الاوصیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۴۵۹

جہیز ملک و ترکہ ہندہ ہے۔ برتقدیر عدم موانع ارث ووارث آخر و تقدیم دین ووصیت چھ سہام ہو کر تین سہم شوہر، دو سہم پدر، ایک مادر کو ملے گا۔ اسی حساب سے مہر ہندہ اگر باقی ہو تقسیم ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۴:　　　　۴ جمادی الاولٰی ۱۳۱۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی دختر کا نکاح عمرو سے کیااور پیش از نکاح ایک اقرار نامہ زید نے عمرو سے لکھوایا کہ میں بے رضامندی زوجہ کے اسے کہیں نہیں لیجا سکتا ہوں اور خود میں وہیں یعنی زوجہ کے مکان پر رہوں گا اور درصورت وعدہ خلافی میں نان نفقہ دوں گا، بعدہ نکاح ہوااور مہر ڈھائی سو روپے کا بندھا جس میں کوئی شرط پیشگی دینے یا کسی میعاد کے قرار نہ پائی، اب عمرو اپنے خسر کے یہاں شب کو رہنا چاہتا ہے تو اس کا خسر اور خود زوجہ اسے گوارہ نہیں کرتے، عمرو کا مکان اسی شہر میں ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جائے، اس صورت میں اسے اس امر کا اختیار ہے یا نہیں؟ اور اگر زید نہ لے جانے دے اور ہندہ نہ جائے تو مستحق نان نفقہ کی ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بیشک صورت مستفسرہ میں زید کواختیار ہے کہ اپنی زوجہ کو اپنے مکان پر لے جاکر رکھے، زوجہ اوراس کے باپ کا بلاوجہ شرعی روکنا محض ظلم ہے، اور زوجہ نہ جائے گی تو نان نفقہ کی مستحق نہ ہوگی،

لانھا ناشزۃ لامتناعھا بغیر حق وانما النفقۃ جزاء الاحتباس فاذلا احتباس لانفقۃ کما صرحوا بہ قاطبۃ۔	کیونکہ وہ نافرمان ہے اس لئے کہ وہ بلاوجہ مانع بنی ہوئی ہے جبکہ نفقہ خاوند کے حق میں پابند ہونے کا عوض ہے تو جہاں پابندی نہیں وہاں نفقہ نہیں ہوگا جیسا کہ سب نے اس کی تصریح کی ہے (ت)

عمرو کا اقرار نامہ لکھ دینا کہ درصورت وعدہ خلافی نان نفقہ دوں گا کوئی چیز نہیں،

فان شرط اللہ احق، ومن اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ، وان شرط مائۃ مرّۃ[1]، کما قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحدیث الصحیح، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی کے حکم کے موافق شرط مقبول ہے اور جس نے اللہ تعالٰی کے حکم کے خلاف کوئی شرط لگائی تو وہ ناحق ہے اگرچہ ہزار بار شرط لگائے، جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] صحیح مسلم باب بیان ان الولاء لمن اعتق قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۴

مسئلہ ۱۶۵: ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ ہرگاہ بازید، پدر ہندہ گفت دخترم راشادی بکن زید گفت من فی الحال شادی نتوانستم چراکہ طالب علم ہستم و حصول علم رامدتے معلوم نیست کہ بچند سال بدست آید و قدرت نان ونفقہ اندریں مدت ندارم و پدر ہندہ دریں حالتِ اضطراری اوبہ پیش چند مرد ماں ایں ہمہ شرائط مذکورہ برذمہ خود قبول کردہ وراضی شدہ دخترِ او بازید نکاح کنانیدہ برائے تحصیل علوم اجازت داد، پس بعد از چند سال قبل از تحصیل علوم ازونان ونفقہ طلب کردوبریں تقدیر نان ونفقہ وغیرہ دادن بروے واجب خواہد شدیانہ واز ہندہ اگر بامرد اجنبی ازیں مدت حرام کاری وغیرہ صادر گردد در نکاح زید ثابت ماند یانہ وبرہندہ شرعًا چہ حکم دادہ شود و شوہر ہندہ ازبدفعلی اوبری گردد یانہ واگر ہندہ مہر خود عندالرضا ساقط گردد بعد ازاں عندالنزاع می گوید کہ مہرم رازوساقط نکردہ ام دعوے مہر اوبرزید شرعًا ثابت گردد یانہ۔ **بینوا توجروا۔**

علمائے کرام (رحمکم اللہ تعالٰی) آپ کی کیارائے ہے، کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ہندہ کے باپ نے زید کو کہا کہ میری بیٹی سے شادی کرلو، زید نے کہا کہ میں فی الحال شادی نہیں کرسکتا کیونکہ میں طالبعلم ہوں اور حصول علم میں نہ معلوم کتنی مدت صرف ہو، مجھے اس مدت میں بیوی کے نان ونفقہ پر قدرت نہ ہوگی، تواس پر ہندہ کے والد نے چند لوگوں کی موجودگی میں زید کی اس مجبوری کے حالت کی تمام ذمہ داری اپنے ذمہ لے لی اور رضامندی کے ساتھ زید سے اپنی لڑکی کا نکاح کردیا اور زید کو تحصیل علم کے لئے اجازت دے دی، اور اس کے چند سال بعد زید کی طلب علمی کے دوران تحصیل علم سے پہلے، ہندہ کے والد نے زید سے نان ونفقہ کا مطالبہ کردیا، توکیا اس صورت میں زید کو بیوی کا نان ونفقہ دینا واجب ہوگا یانہیں، اور اس دوران اگر ہندہ کسی غیر مرد سے بدکاری کرے توکیاوہ زید کے نکاح میں باقی رہے گی یانہیں اور ہندہ پر کیا حکم شرعی ہوگااور زید اپنی بیوی کی اس بدفعلی سے بری قرار پائے گا یانہیں، اور اگر ہندہ رضامندی سے اپنا مہر معاف کردے اور بعد مخالفت ہوجانے پر کہے کہ میں نے اس کو مہر معاف نہیں کیا توکیا اب زید پر شرعًا مہر کا دعوی کرسکتی ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

درصورت مستفسرہ اگر از جانب زن تسلیم نفس واقع شد وخویشتن رااز شوہر بناواجبی باز نداشت نفقہ اوبرذمہ شوہر لازم شد وآں کہ پدر زن پیش از نکاح آں شرائط برذمہ خود قبول کرد اگر

مسئولہ صورت میں اگر بیوی نے اپنے آپ کو زید کے سپرد کردیا اور بلاوجہ رکاوٹ نہ کی ہو تو خاوند کے ذمہ اس کا نفقہ واجب ہوگا اور بیوی کے والد کا نکاح سے پہلے اس کی ذمہ داریوں کو اپنے ذمہ لینا اگر

معنیش اینست کہ اوبنا دادن نفقہ راضی شد و پیمان داد کہ تامدت تحصیل علم زن از تو نان و نفقہ نخواہد ایں رضاو پیمان خود چیزے نیست اگرچہ حسبِ اجازت زن بالغہ شدہ باشد زیرا کہ اسقاط دین پیش از وجوب معنی ندارد خاصۃً نفقہ کہ روزانہ شیأً فشیأً واجب می شود فی الدرالمختار الابراء قبل الفرض باطل و بعدہ یصح مما مضی و من شہر مستقبل حتی لوشرط فی العقد ان النفقۃ تکون من غیر تقدیر والکسوۃ کسوۃ الشتاء والصیف لم یلزم فلها بعد ذٰلك طلب التقدیر فیهما [1] الخ. وفی رد المحتار عن الفتح فهو اسقاط للشیئ قبل وجوبه فلا یجوز [2] واگر مراد آنست کہ از جانب شوہر ایں دین را کفیل شدہ بر ذمہ خود گرفت اگر مقصود برأت شوہر ست کما ھو ظاہر الکلام ایں حوالت باشد فان الکفالۃ بشرط برائۃ الاصیل حوالہ وحوالہ نقل دین ست

اس کا مطلب یہ تھا کہ اس دوران نفقہ نہ دینے پر راضی ہے اور عہد کرتا ہے کہ تحصیل علم کے دوران بیوی تجھ سے نان ونفقہ طلب نہ کرے گی تو والد کا یہ عہد و پیمان اور رضامندی کوئی حیثیت نہیں رکھتی اگرچہ بالغ بیوی کی رضامندی سے یہ معاہدہ کیا ہو کیونکہ واجب ہونے سے پہلے دین کو ساقط کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہے خصوصًا نفقہ کا معاملہ جو کہ روزانہ تھوڑا تھوڑا واجب ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے کہ، مقرر ہونے سے قبل بری (ساقط) کرنا باطل ہے جبکہ مقرر ہوجانے کے بعد گزشتہ یا آئندہ ماہ کے نفقہ کو ساقط کرنا صحیح ہے، حتی کہ اگر نکاح میں یہ شرط رکھی کہ نفقہ کا تقرر نہ ہوگا اور لباس سردی اور گرمی میں ایک ہوگا تو اس شرط کا کوئی اعتبار نہ ہوگا لہٰذا بیوی نکاح کے بعد نفقہ اور لباس کے تقرر کا مطالبہ کرسکے گی الخ۔ اور ردالمحتار میں فتح سے منقول ہے کیونکہ یہ وجوب سے قبل کسی چیز کو ساقط کرنا ہے لہٰذا جائز نہ ہوگا۔ اور اگر والد کے اس عہد ورضا کا مطلب یہ تھا کہ بیوی کے نان ونفقہ کا خاوند کی بجائے میں خود کفیل ہوں گا اور میں ذمہ دار ہوں گا تو اس سے مقصد خاوند کو ذمہ سے بری کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ عقد حوالہ ہوگا کیونکہ اصل کو بری کرنے کی شرط سے کفالت تبدیل ہو کر حوالہ بن جاتی ہے جبکہ حوالہ کا معنی یہ ہے کہ

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۳

کمافی التنویر وھوالصحیح کمافی الھندیۃ عن النھر آنچناں کہ دین خود معدوم ست نقل راچہ معنی فی الدرالمختار تصح فی الدین المعلوم [1] الخفی رد المحتار الشرط کون الدین للمحتال علی المحیل [2] الخ وفیہ لاتصح ھذہ الحوالۃ مع جہالۃ المال [3] الخ وفیہ لاتصح ھذہ الحوالۃ لان کلامن الغازی والمستحق لم یثبت لہ دین فی ذمۃ الامام والناظر [4] الخ واگر براءت شوہر منظور نیست کفالت اگرچہ صحیح شد کما فی الھندیۃ من فصل النکاح ضمان المھر من صحۃ الضمان بالمھر، عند الخطبۃ قبل النکاح فراجعھا ان شئت وھوالموافق للمفتٰی بہ من قول الامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکفالۃ بالنفقۃ المستقبلۃ تصح وان لم تجب بعد کما اوضحہ فی	کسی کو قرض سے بری کرکے اپنے ذمے لے لینا، جیسا کہ تنویرالابصار میں ہے،اس کو ہندیہ میں نہر سے نقل کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے،تواس صورت میں ابھی قرض معدوم ہے تواس کو نقل کرکے دوسرے کے ذمہ کیسے کیاجاسکتا ہے، درمختار میں ہے کہ، حوالہ، معلوم قرض میں صحیح ہوتا ہے الخ،ردالمحتار میں ہے کہ، حوالہ میں یہ شرط ہے کہ قرضخواہ کا اصیل پر قرض ثابت ہوالخ،اور اس میں یہ بھی کہے، کہ،مال مجہول ہونے پر حوالہ صحیح نہ ہوگا،الخ،اور اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ، غازی اور دیگر مستحق شخص کے وظیفہ کا حوالہ صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ وظیفہ حاکم اور نگران کے ذمہ ان کے لئے ثابت شدہ نہیں ہے الخ،اور اگر والد کے اس عہد ورضا سے خاوند کو نفقہ سے بری قرار دینا نہیں تھا تو یہ کفالت صحیح ہوگی (اور خاوند بری الذمّہ نہ ہوگا) کیونکہ ہندیہ میں ہے "مہر کی ضمانت پر نکاح کی فصل" میں ہے کہ، نکاح سے قبل مہر کی ضمانت صحیح ہے،اگر آپ چاہیں تو ہندیہ کی طرف رجوع کریں،اور یہ ہندیہ کابیان امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے مفتٰی بہ قول کے موافق ہے کہ مستقبل کے نفقہ کی کفالت صحیح ہے اگرچہ یہ نفقہ ابھی واجب نہیں ہوا، جیسا کہ اس بات کو ردالمحتار میں واضح کیا ہے،

[1] درمختار کتاب الحوالۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۶۹
[2] ردالمحتار کتاب الحوالۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۰
[3] ردالمحتار کتاب الحوالۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۰
[4] ردالمحتار کتاب الحوالۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۱

ردالمحتار[1] اما کفالت موجب براءت ذمہ شوہر نباشد، پس بہر حال نفقہ بر شوہر بشرائطہا لازم ست، آرے اگر بتراضی یا قضائے قاضی نفقہ را فرضے و تقدیرے میان نیامد مثلاً ماہانہ ایں قدر زر یا ایں مقدار طعام و پارچہ آں گاہ ہر قدر مدت کے بے ادائے نفقہ گزشت نفقہ او ساقط گشت مطالبہ اش نتواں کرد آئندہ را طلب فرض و تقدیر کند تا دین شود و بر مطالبہ دست یا بد فی الدرالمختار النفقۃ لاتصیر دینا الا بالقضاء اوالرضاء ای اصطلاحھما علی قدر معین اصنافا اودراھم فقبل ذٰلک لایلزمہ شیئ، وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسھا بلا امر قاض[2]، وفی ردالمحتار لایلزمہ عما مضی قبل الفرض بالقضاء اوالرضاء ولا عما یستقبل لانہ لم یجب بعد[3]، زن اگر شوئے خود را از مہر ابرائے شرعی بلا اکراہ کرد مہر از ذمہ شوہر ساقط شد اگرچہ ایں معنی در خلوت محضہ

(لہٰذا والد کی کفالت خاوند (زید) کی نفقہ سے براءت کو واجب نہیں کرتی) پس ہر حال میں خاوند پر نفقہ اپنی شرائط کے مطابق واجب ہوگا۔ ہاں اگر باہمی رضامندی یا قاضی کے فیصلہ سے ابھی نفقہ کی مقدار متعین نہیں ہوئی تھی، مثلاً ماہانہ اس قدر نقد یا خوراک کی یہ مقدار اور فلاں وقت پر لباس طے نہیں ہوا تھا اور کچھ مدت نفقہ دئے بغیر گزر گئی ہو تو گزشتہ مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا بیوی کو اس کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا، اور آئندہ کے لئے مقدار متعین کرانے کا اس کو حق ہوگا تاکہ خاوند کے ذمہ قرض بن سکے اور مطالبہ پر اسے حاصل کرسکے درمختار میں ہے کہ، نفقہ خاوند کے ذمہ قرض نہیں بنتا تاوقتیکہ قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا گیا ہو، مثلاً یوں کہ اتنی مقدار جنس یا نقد مقرر کرلیا گیا ہو تو اس فیصلہ سے قبل کا نفقہ واجب الادا نہ ہوگا اور اس کے بعد والے نفقہ میں جو بیوی نے قرض لے کر یا خود اپنے مال سے قاضی کے حکم کے بغیر جو خرچ کیا ہو تو وہ خاوند سے وصول کرسکتی ہے الخ، ردالمحتار میں ہے: قاضی یا باہمی رضامندی سے قبل کا گزشتہ نفقہ خاوند پر واجب الادا نہ ہوگا (البتہ طے کرنے کے بعد کا واجب الادا ہوگا) اور آئندہ مستقبل کا نفقہ بھی واجب الادا نہ ہوگا کیونکہ وہ ابھی واجب نہیں ہوا، بیوی نے اگر شرعی طور پر اپنی رضامندی سے بلا جبر واکراہ خاوند کو مہر سے بری کردیا ہو تو وہ مہر

[1] ردالمحتار کتاب الکفالہ داراحیاء التراث العربی بیرت ۴/ ۲۶۳

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

[3] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۸

روئے داد فامانزد قاضی بے اقرار زن یا بینہ عادلہ رنگ ثبوت نیابد اگر خدا ناترسی کردہ بعد ابرابد عوے پرداز قاضی بر ذمہ شوہر ثابت سازد و معاملہ باطنی ایشاں بمحکمہ قاضی حقیقی عالم الغیب والشہادۃ جل جلالہ پردہ از روئے حقیقت اندازد **فالقاضی انما یقضی بالظاھر واللہ سبحانہ یتولی السرائر** آرے جائیکہ تعجیل وتاجیل مہر بہ بیان نیامدہ باشد چناں کہ غالب مہورِ ایں دیار ہمچناں مے باشد آنجا بنائے کار بر عرف دیارست وعرف عام وشائع ایں بلاد بلکہ دیگر ممالک ھم ہمین ست کہ بہیچ صورت مہر نزد افتراق بموت یاطلاق حال مے شود پس پیش ازاں مطالبہ زن مسموعی ندارد **کما بیناہ فی فتاوٰنا مرارا**، زنائے زناں موجب بطلان نکاح آناں نیست **قال تعالٰی بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ**[1] تاآنکہ اگر باپدر یا پسر شوہر ایں چنیں وقاحت روئے دہد ہم نکاح باطل نشود اگرچہ زن حرام ابدی گردد ومتارکہ فی الفور فرض شود، **فی الدرالمختار بحرمۃ المصاھرۃ**

خاوند سے ساقط ہوجائے گا اگرچہ بیوی نے اپنی خلوت میں معاف کیا ہو، لیکن قاضی کے ہاں بیوی کے اقرار یا شہادت کے بغیر براءت ثابت نہ ہوگی، اگر بیوی خدا ترسی نہ کرتے ہوئے معاف کرنے کے بعد قاضی کے ہاں مہر کا دعوی کردے تو قاضی خاوند کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم کردے گا۔ تاہم دونوں کا یہ باطنی معاملہ، اللہ تعالٰی جو کہ حقیقی قاضی عالم الغیب والشہادۃ ہے کے دربار میں پیش ہوگا اور حقیقی فیصلہ پائے گا، قاضی تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہے باطنی امور تو اللہ تعالٰی کے سپرد ہیں، ہاں اگر مہر کے معجّل ہونے یا مؤجل کا فیصلہ نہ ہوا ہو جیسا کہ عام طور پر اس علاقے میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں معاملہ علاقہ کے عرف پر ہوگا، جبکہ اس علاقے بلکہ دیگر ممالک میں بھی یہی ہے کہ میاں یا بیوی کی موت یا طلاق کے وقت جو بھی مہر ہو وہ ادا کیا جاتا ہے اور اس سے قبل عورت کے مطالبہ کو قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا، جیسا کہ ہم نے کئی مرتبہ اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے، بیوی کے زنا سے نکاح باطل نہیں ہوتا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیدہ عقدۃ النکاح (نکاح کی گرہ صرف خاوند کے ہاتھ میں ہے) یہی وجہ ہے کہ اگر بیوی اپنے خاوند کے باپ یا بیٹے سے بد فعلی کرے تو بھی نکاح باطل نہیں ہوتا اگرچہ بیوی ہمیشہ کے لئے خاوند پر حرام ہوجاتی ہے، اور فوری طور پر دونوں میں متارکہ فرض ہوجاتاہے۔ درمختار میں ہے کہ، حرمتِ مصاہرہ

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۷

لایر تفع النکاح حتی لایحل لھا التزوج باٰخر الابعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ والوطی بھا لایکون زنا[1]۔ بہر حال زن بقدر جرم خودش مستحق حد یا تعزیر شود شوئے اگر در حفظ ومنعش از قدر واجب تقصیر نہ کرد وبریں کار راضی نشد ہیچ وبال برونیست لَاتَزِرُوَازِرَۃٌوِّزْرَاُخْرٰی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	کے ساتھ نکاح باطل نہیں ہوتا حتی کہ دوسرے شخص سے اس بیوی کا نکاح حلال نہیں ہوگا تاوقتیکہ متارکہ کے بعد عدت نہ گزر جائے، اور متارکہ سے قبل اگر خاوند وطی کرلے تو زنا کا حکم نہ لگے گا، بہر حال بیوی اپنے جُرم کی خود ذمہ دار ہے اس پر حد لگے گی یا تعزیر ہوگی، خاوند نے اگر حفاظت ونگرانی میں کوتاہی نہ کی ہو اور وہ اس کے اس فعل سے راضی نہ ہو تو اس پر کوئی وبال نہیں ہوگا، اللہ تعالٰی نے فرمایا: ایک کا بوجھ دوسرے پر نہ ہوگا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۶: ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید صاحبِ جائداد ہے اس نے عرصہ بیس سال سے اپنی زوجہ ہندہ کو بسبب ڈال لینے دوسرے عورت کے تکرار کے بلاقصور شرعی گھر سے نکال دیا وہ اپنے باپ خالد کے مکان پر چلی آئی اس کا باپ متکفل رہا اس وجہ سے اس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوئی چونکہ اب خالد کا انتقال ہوگیا لہذا اس کو نان ونفقہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے، اس مدت بیس سال میں زید ہندہ کو اتفاقِ یکجائی نہ ہوا یہ امر مانع نان ونفقہ تو نہ ہوگا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بیس سال گزشتہ کا نفقہ توہر طرح ساقط ہی ہوگیا، آئندہ کے لئے جبکہ اس کا نکلنا اپنی خوشی سے نہ تھا بلکہ شوہر نے نکال دیا یہ دیکھا جائے گا کہ عورت کا اپنے باپ کے گھر رہنا شوہر ہی کے جبر سے ہے کہ وہ بلائے تو اسے جانے سے انکار نہ ہو تو وہ خود ہی نہیں بلاتا اس کا آنا نہیں چاہتا جب تو نفقہ کی مستحق ہے اور اگر یہی جانا نہیں چاہتی، وہ بلاتا ہے اور یہ نہیں جاتی تو استحقاق نہیں،

فی الدرالمختار تجب للزوجۃ ولوھی فی بیت ابیھا اذا لم یطالبھا الزوج بالنقلۃ وبہ یفتی،	درمختار میں ہے: بیوی اگر اپنے والد کے گھر ہو اور خاوند اپنے گھر منتقل ہونے کا مطالبہ نہ کرے تو بیوی کے لئے نفقہ واجب ہوگا، اسی پر فتوی دیا جائیگا،

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

وکذا اذا طالبها ولم تمتنع او مرضت وفی منزلها بقیت ولنفسها ما منعت وعلیه الفتوی [1] اھ ملتقطا، وفی الھندیة عن البدائع لها النفقة بعد النقلة وقبلها ایضا اذا طلبت النفقة فلم ینقلها الزوج وھی لاتمنع من النقلة لوطالبها الزوج وان کانت تمنع فلا نفقة لها کالصحیحة [2] **قلت** والشرط عدم منعها لا وجود طلبها کما حققنا فیما علقناہ علی ردالمحتار وھو المصرح فی الفتح عن الخلاصة عن الجامع الکبیر والیه اخر کلام البدائع ایضا یشیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور یونہی اگر وہ منتقل ہونے کا مطالبہ کرے اور بیوی انکار نہ کرے یا بیوی اس وقت بیمار ہو اور اپنے گھر میں اور اپنے آپ کو خاوند کے سپرد کرنے سے مانع نہ ہو تو بیوی کا نفقہ واجب ہے، اسی پر فتوی ہے اھ ملتقطا۔ اور ہندیہ میں بدائع سے منقول ہے بیوی کیلئے نفقہ واجب ہوگا جب وہ خاوند کے ہاں منتقل ہو جائے، یا قبل منتقل ہونے کے جب عورت نفقہ کا مطالبہ کرے تو خاوند اسے منتقل نہ کرے حالانکہ بیوی منتقل ہونے سے انکاری، نہ اگر خاوند اسے منتقل کرنا چاہے، اور اگر وہ منتقل ہونے سے انکار کرے تو پھر اس کے لئے نفقہ نہیں جیسا کہ صحت مند ہونے کے باوجود منع کرنے پر نفقہ نہیں ہے، **قلت** (میں کہتا ہوں) شرط یہ ہے کہ عورت انکاری نہ ہو، خاوند کا مطالبہ کرنا شرط نہیں، جیسا کہ ہم نے ردالمحتار کے حاشیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور یہی فتح میں خلاصہ سے بحوالہ جامع کبیر منقول ہے، اور بدائع کا آخری کلام بھی یہی اشارہ دیتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۶۷: از منڈی ہلدوانی ضلع نینی تال سررشتہ ڈپٹی کمشنری مرسلہ منشی علی الدین احمد ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عورت ہندہ زید سے سخت دشمنی رکھتی ہے، ایک دفعہ زید کے غیبت میں اناج بیچا، زید نے بہت تھوڑا سامارا کنوئیں میں کود پڑی، غیر مردوں نے نکالا، باریک کپڑے جوان عمر، پانی میں بھیگ کر بے ستری ہوئی، کنوئیں سے نکل کر بولی بازار اور سراء میں بیٹھوں گی مگر زید کے گھر نہ جاؤں گی، اس پر وہ غیر آدمی اپنے گھر لے گئے جب زید نوکری سے آیا وہاں سے سوار ہو کر ہندہ کے ماں باپ کے یہاں بھیج دیا، وہاں سے پھر آئی اور یہ عادت رکھی کہ ذراسی تکرار پر دن دوپہر کو سر بازار پیادہ پا آدھ آدھ میل تک کسی کے مکان زید کو زک دینے اور بدنام کرنے کے لئے چلی جاتی ہے، زید کے لڑکے بالغ ہوگئے ہیں وہ ہر طرح اپنی ماں کے ساتھ ہیں اس سے مل کر زید کا مقابلہ کرتے ہیں کاٹنے اور داڑی پکڑنے تک نوبت پہنچ گئی ہے

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۶

[2] فتاوی ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۴۶

اور کہتے ہیں تمہارے پاس مسالہ ہی کیا ہے جس پر مزاج دکھاتے ہو تم سے زائد تو اب ہمارے پاس ہے، ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس آنے سے بھی عذر اور حیلہ اور انکار ہمیشہ رکھتی ہے، ایک قاعدہ یہ بھی مقرر کیا ہے کہ بغیر اطلاع زید کے کسی لڑکے کو ساتھ لے کر زید کے یہاں آجاتی ہے اور چار پانچ مہینے رہ کر کل نقد و جنس اپنے قبضے میں کرکے جب زید اپنی نوکری پر الہ آباد جاتا ہے ہندہ اور لڑکا اپنے ماں کے یہاں لکھنؤ چلے آتے ہیں اس مال کا پھر کبھی پتہ نہیں چلتا اس صورت میں لڑکوں کے حق حقوق اور ہندہ کے نان و نفقہ اور مہر کی نسبت از روئے شرع شریف کیا حکم فرماتے ہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

لڑکے جبکہ جوان اور خود مالدار ہیں تو ان کا کوئی حق ذمہ زید باقی نہیں خصوصًا ایسی حالت میں کہ وہ اس قدر موذی و عاق ہیں والعیاذ باللہ رب العٰلمین ایسے لڑکوں اور عورت کے لئے دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب شدید و غضب عظیم کا استحقاق ہے، عورت جبکہ اس کے یہاں آنے سے ہمیشہ عذر و انکار رکھتی ہے اور جب کبھی آنا ہوتا ہے وہ اس لئے نہیں کہ شوہر کی قیدی بن کر رہے بلکہ خود مختارانہ بالجبر آنا اس غرض فاسد سے ہوتا ہے کہ اندوختہ لوٹ کر لے جائے جیسا کہ تقریر سوال سے ظاہر تو ایسی صورت میں یہ عورت صریح ناشزہ ہے اس کا نان و نفقہ اصلاً زید کے ذمہ نہیں، درمختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس وکل محبوس لمنفعة غیرہ تلزمہ نفقتہ[1]۔	نفقہ بیوی کے پابند ہونے کا معاوضہ ہے اور جو دوسرے کے حق میں محبوس ہو تو اس کا نفقہ پر لازم ہوتا ہے۔(ت)

البتہ مہران حرکات سے ساقط نہیں ہوتا اور اس کی کوئی میعاد ادا مقرر نہ ہوئی تھی تو حسبِ عرف بلاد بعد موت یا طلاق ادا کرنا واجب ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۶۸: از ریاست رامپور بزریا ملا ظریف گھیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم مرسلہ عبدالرؤف خاں ۲۵ محرم ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص شرارت سے نہ تو اپنی زوجہ کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ طلاق دیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ تجھ کو معلقہ رکھوں گا، اب اس صورت میں وہ بیچاری حاکم عدالت سے فریاد کرکے طلاق لے سکتی ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

---

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۶

الجواب

قال اللہ سبحانہ وتعالٰی	(اللہ سبحانہ وتعالٰی نے فرمایا:)
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ[1]۔	عورتوں کو یاتو اچھی طرح رکھو یا اچھی طرح چھوڑدو۔
وقال تعالٰی فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[2]۔	(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) یا بھلائی کے ساتھ رکھنا یا نکوئی کے ساتھ چھوڑدینا۔
وقال تعالٰی وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[3]۔	(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) عورتوں سے اچھے برتاؤ کے ساتھ زندگانی کرو۔
وقال تعالٰی اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ[4]۔	(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) جہاں آپ رہو وہاں عورتوں کو رکھواپنے مقدور کے قابل اور انہیں نقصان نہ پہنچاؤ کہ ان پر تنگی لاؤ۔
وقال تعالٰی فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ[5]۔	(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:) پورے ایک طرف نہ جھک جاؤ کہ عورتوں کو یوں چھوڑ کر جیسی ادھر میں لٹکتی۔

بالجملہ عورت کو نان ونفقہ بھی واجب اور رہنے کو مکان دینا بھی واجب اور گاہ گاہ اس سے جماع کرنا بھی واجب جس میں اسے پریشان نظری نہ پیدا ہو، اور اسے معلقہ کردینا حرام، اور بے اس کے اذن ورضا کے چار مہینے تک ترک جماع بلاعذر صحیح شرعی ناجائز، اور بعد نکاح ایک بار جماع تو بالاجماع بالاتفاق حقِ زن ہے کہ اسے بھی ادانہ کرسکے تو عورت کے دعوی پر قاضی مرد کو سال بھر کی مہلت دے گا اگر اس میں بھی جماع نہ ہو تو بطلبِ زن تفریق کردے گا، مگر ایک بار کے بعد پھر جبری تفریق کا قاضی کو اختیار نہیں، نہ ہمارے نزدیک نفقہ نہ دینے پر تفریق ہوسکتی ہے، ہاں قاضی اعانت ضعفاء ومددِ مظلومین کے لئے مقرر ہوا ہے، تو اس پر لازم کہ جس طرح ممکن ہو دفع ظلم کرے، ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح اعلم ان ترك جماعها	فتح القدیر میں فرمایا: واضح ہو کہ بیوی سے جماع مطلقًا

[1] القرآن الکریم ۲/۲۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/۲۲۹

[3] القرآن الکریم ۴/۱۹

[4] القرآن الکریم ۶۵/۶

[5] القرآن الکریم ۴/۱۲۹

مطلقا لایحل له صرح اصحابنا بان جماعها احیانا واجب دیانة لکن لایدخل تحت القضاء والالزام الاالوطأة الاولی ولم یقدروافیه مدة،ویجب ان لایبلغ به مدة الایلاء الا برضاها وطیب نفسها به اھ ویسقط حقها بمرة فی القضاء ای لانه لولم یصبها مرة یؤجله القاضی سنة ثم یفسخ العقد امالو اصابها مرة واحدة لم یتعرض له لانه علم انه غیرعنین وقت العقد بل یأمره بالزیادة احیانا لو جوبها علیه الالعذرمرض او عنة عارضة او نحوذٰلك وسیأتی فی باب الظهار ان علی القاضی الزام المظاهر بالتکفیر دفعاللضرر عنها بجس او ضرب الی ان یکفر اویطلق اھ [1] مختصرا۔	ترک کر دینا حلال نہیں، ہمارے اصحاب نے تصریح فرمائی ہے کہ دیانۃً گاہے گاہے بیوی سے جماع کرنا واجب ہے لیکن اس پر قاضی کو کاروائی کا حق نہیں کہ وہ خاوند پر لازم قرار دے تاہم نکاح کے بعد پہلا جماع خاوند پر قاضی لازم کرسکتا ہے اور فقہاء کرام نے اس جماع کے لئے مدت کا تعین نہیں کیا کہ کتنہ مدت کے اندر واجب ہے تاہم یہ ضروری ہے کہ یہ وقفہ ایلاء کی مدت (چار ماہ) تک نہ پہنچنے پائے الا یہ کہ بیوی کی رضامندی اور خوش طبعی سے جتنا وقفہ ہو اھ ایک دفعہ جماع کرلینے سے قضاءً بیوی کا حق ساقط ہوجائے گا یعنی اگر دوران نکاح ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو بیوی کے مطالبے پر قاضی خاوند کو ایک سال کی مہلت دے گا اور اس مدت میں جماع نہ کرنے پر قاضی نکاح کو فسخ کردے گا، اور ایک مرتبہ جماع کرلیا ہو تو پھر قاضی مداخلت نہ کرے کیونکہ معلوم ہوچکا ہے کہ خاوند نکاح کے وقت نامرد نہ تھا تاہم قاضی خاوند کو مزید جماع کا مشورہ دے گا کیونکہ خاوند پر حقوقِ زوجیت واجب ہے لیکن مریض ہو یا عارضی مردمی کمزوری یا کوئی اور وجہ ہو تو واجب نہیں اور ظہار کے باب میں بیان رہا ہے کہ قاضی پر ضروری ہے کہ وہ بیوی کی پریشانی دور کرنے کیلئے ظہار کرنے والے خاوند کو کفارہ ظہار دینے پر قید اور جسمانی سزا کے ساتھ مجبور کرے تاکہ وہ کفارہ دے یا طلاق دے، اھ، مختصراً (ت)

بحر الرائق میں ہے:

قالو وللمرأة ان تطالبه بالوطأ وعلیها ان تمنعه الاستمتاع حتی یکفر، وعلی القاضی ان یجبره علی التکفیر	فقہاءِ کرام نے فرمایا ہے کہ عورت کو حق کہ خاوند سے جماع کا مطالبہ کرے، اور ساتھ ہی اس پر لازم ہے کہ کفارہ دینے تک خاوند کو جماع سے روکے، اور قاضی کو

[1] ردالمحتار باب القسم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۹۸

دفعاً للضرر عنہا بحبس فان ابی ضربہ ولا یضرب فی الدین ولو قال قد کفرت صدق مالم یعرف بالکذب وفی التتارخانیۃ اذا ابی عن التکفیر عزرہ بالضرب والحبس الی ان یکفر او یطلق[1]۔	حق ہے کہ وہ بیوی کی پریشانی دور کرنے کیلئے خاوند کو قید کرکے کفارہ دینے پر مجبور کرے اور اگر خاوند انکار کرے تو اس کو جسمانی سزادے جبکہ قرض کے معاملہ میں قاضی جسمانی سزا نہیں دے سکتا، اور اگر خاوند بتائے کہ میں نے کفارہ دے دیا ہے تو قاضی اس کی تصدیق کرے جب تک اس کا جھوٹ واضح نہ ہو، اور تاتارخانیہ میں ہے کہ اگر کفارہ دینے سے انکار کرے تو قاضی خاوند کے کفارہ ادا کرنے یا طلاق دینے تک اسے جسمانی تعزیر اور قید کرسکتا ہے۔(ت)

جب یہ اصول معلوم ہوگئے حکمِ مسئلہ واضح ہوگیا پاس نہ بلانا ترک جماع کو مستلزم اور نفقہ نہ دینے کو بھی محتمل، ترک جماع اگر راساً ہے یعنی بعد نکاح اس کے پاس گیا ہی نہیں تو قاضی شرع اس پر جبر کرے گا کہ پاس جائے، اگر ظاہر ہوگا کہ اسے اس عورت سے مجامعت پر قدرت نہیں تو بعد دعوی عورت وہی مسائل عنین و مہلت یکسال و تفریق جبری بطلبِ زن جاری ہوں گے، اور اگر باوصفِ قدرت نہیں جاتا خواہ ابتداءً خواہ ترک مطلق کا ارادہ کرلیا ہے اور عورت کو اس سے ضرر ہے تو قاضی مجبور کرے گا کہ جماع کرے یا طلاق دے، اگر نہ مانے گا قید کرے گا اگر نہ مانے گا مارے گا یہاں تک دو باتوں سے ایک کرے،

وذٰلك رفعاً للمعصیۃ ودفعاً للضرر وقد نصوا کمافی البحر والدر وغیرھما ان کل مرتکب معصیۃ لاحد فیہاففیہا التعزیر[2] وفی ردالمحتار قولہ وعلی القاضی الزامہ بہ. اعتراض بانہ لافائدۃ للاجبار علی التکفیر الاالوطئ والوطئ لایقضی بہ علیہ الامرۃ.قال الحموی وفرض المسئلۃ فیما اذالم یطأھا	یہ تعزیر اس لئے ہے کہ خاوند گناہ ختم کرے اور بیوی کی پریشانی دور کرے، اور فقہاء کرام نے ذکر کیا ہے کہ وہ جرم جس پر حد نہیں ہے تو اس میں تعزیر ہوگی جیسا کہ بحر اور در وغیرہما میں مذکور ہے۔ اور ردالمحتار میں ہے کہ درمختار کا یہ بیان کہ قاضی پر لازم ہے الخ، یہ ایک اعتراض کا جواب ہے، اعتراض یہ ہے کہ خاوند کو کفارہ دینے پر مجبور کرنے کا مقصد صرف بیوی سے جماع ہے جبکہ جماع کے معاملے میں قاضی خاوند کو نکاح کے بعد ایک سے زائد مرتبہ پر مجبور نہیں کرسکتا تو حموی نے کہا اور جواب کے لئے

[1] بحرالرائق باب الظہار ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۹۷۔۹۶

[2] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

قبل الظهار ابدا بعيد،اوقد يقال فائدة الاجبار رفع المعصية اھ ای ان الظهار معصية حاملة له على الامتناع من حقها الواجب عليه ديانة فيأمره برفعها لتحل له كما يأمر المولى من امرأته بقربانها فى المدة اويفرق بينهما لدفع الضرر عنها اھ[1] مختصرا۔	یہ فرض کرنا کہ ظہار سے قبل خاوند نے ایک مرتبہ بھی جماع نہ کیا ہو تو تب قاضی مجبور کرسکتا ہے، تو یہ بعید سی بات ہے، یا جواب میں یوں کہا جائے گا کہ خاوند کو مجبور کرنے کا مقصد خاوند کے جرم کا ازالہ ہے اھ، یعنی ظہار کرنا جرام ہے جو خاوند کو بیوی کے اس حق کی ادائیگی سے روکتا ہے جو دیانۃً ہر خاوند پر واجب ہے تو اس لئے قاضی اس کو جرم کے ازالہ کا حکم دے گا تاکہ بیوی حلال ہوسکے، جیسے مولٰی اپنے غلام کو ظہار کی مدت میں بیوی سے جماع کرنے یا طلاق دینے کا حکم کرسکتا ہے تاکہ بیوی کی پریشانی دور ہوسکے۔ اھ مختصراً (ت)

اور نفقہ نہ دینے پر اگر ادائے نفقہ پر قادر ہے تو قاضی بقدر مناسب عورت کے لئے نفقہ مقرر کرے گا اور شوہر کو اس کے ادا کا حکم دے گا اگر نہ مانے گا قید کرے گا اور اس مدت میں اس سے نہ پانے کے سبب جو کچھ عورت قرض لے کر خواہ اپنے مال سے اپنے نفقہ میں صرف کرے گی سب شوہر پر دین ہوگا اور اس سے دلایا جائیگا مگر یہاں تفریق کردینے یا طلاق پر جبر کرنے کی صورت نہیں،

اقول: اور وجہ فرق ظاہر ہے جماع ونفقہ دونوں کی طرف عورت محتاج اور ان کے نہ ملنے میں اس کا ضرر، اور دفعِ ضرر جس طرح ممکن ہو واجب، اور طرقِ دفع میں آسان تر کا لحاظ لازم کہ طرف ثانی کا بھی اضرار نہ ہو، جماع ایسی چیز ہے کہ غیر شوہر سے اس کا ملنا محال، تو طریق دفع اس میں منحصر کہ شوہر جماع کرے یا طلاق دے کہ وہ دوسرے سے نکاح کرسکے بخلاف نفقہ کہ یہ حاجت اپنے مال سے خواہ دوسرے سے قرض لے کر بھی مندفع ہوسکتی ہے، عورت کا ضرر یوں دفع ہوگیا کہ حاجت روا ہوئی اور جو اٹھا وہ بعد فرضِ قاضی شوہر پر قرض رہا تو یہاں طلاق پر مجبور کرنے میں شوہر کا ضرر زائد ہے جس کی طرف عورت سے دفعِ ضرر میں حاجت نہیں۔ تنویر میں ہے:

لايفرق بينهما بعجزه عنها ولابعدم ايفائه حقها ولو موسرا[2]۔ اھ مختصرا۔	نفقہ سے عاجز ہوجانے پر اور امیر ہوتے ہوئے بھی بیوی کو پورا حق نہ دینے پر قاضی دونوں کی تفریق نہ کرے گا، اھ مختصراً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] تنویر الابصار باب الظہار دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۷۶

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی ۱/ ۲۶۹

بل یفرض لها النفقة علیه ویأمرها بالاستدانة[1]۔	بلکہ قاضی خاوند کے ذمہ بوی کا نفقہ کردے گا اور بیوی کو خاوند کے نام قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دے گا۔(ت)

درمختار میں ہے:

وبعدہ ترجع بما انفقت ولو من مال نفسها بلا امر قاض[2]۔	اس کے بعد بیوی خرچ کیلئے نفقہ کو خاوند سے وصول کرے گی جو بیوی نے خرچ کیا ہو خواہ اس نے اپنے ہی مال سے قاضی کے حکم کے بغیر خرچ کیا ہو۔(ت)

شامیہ میں بدائع سے ہے:

یحبس فی نفقة الاقارب کالزوجات[3]۔	قریبیوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بیویوں کے نفقہ میں قید کیا جاسکتا ہے۔(ت)

اور اگر شوہر فقیر ہے کہ نفقہ نہیں دے سکتا جب بھی حکم یہی ہے کہ تفریق نہیں اور محتاجی معلوم ہو تو قید بھی نہیں بلکہ قاضی نفقہ مقرر کرکے عورت کو قرضًا صرف کرنے کا حکم دے جو کچھ حسب قرار داد قاضی خرچ ہوتا رہے ذمہ شوہر دین ہوا کرے گا یہاں تک کہ زمانہ اس کو تونگری کی طرف پلٹالے، اس وقت سب وصول کرلیا جائے مگر اگر قاضی دیکھے کہ عورت کو اس امید پر قرض نہیں ملتا تو شوہر کو سمجھائے کہ طلاق دے دے، اگر نہ مانے تو قاضی جبکہ نائب مقرر کرنے کا اختیار ہو باختیار خود ورنہ بحکم والی مسلم مقدمہ کسی شافعی المذہب کے سپرد کردے کہ ان کے یہاں جب کہ شوہر کا نفقہ دینے سے عاجز ہو تفریق کرادیتے ہیں وہ فریقین کو بلا کر بعد سماع مقدمہ و ثبوت عجز تفریق کردے، یہ حکم جب قاضی حنفی کے حضور پیش ہو اسے نافذ کردے کہ شوہر جب حاضر ہو تو حاکم شافعی کا ایسا حکم ہمارے نزدیک لائق تنفیذ مانا جاتا ہے، یوں عورت اس بلا سے خلاصی پاسکتی ہے۔ درمختار میں ہے:

جوزہ الشافعی باعسار الزوج. ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ نعم لو امر شافعیا فقضی بہ نفذ[4]۔	خاوند کے تنگدست ہوجانے پر نفقہ کی وجہ سے تفریق کو امام شافعی نے جائز قرار دیا ہے، اور اگر حنفی قاضی یہ فیصلہ دے تو نافذ نہ ہوگا، ہاں حنفی قاضی اگر شافعی قاضی کو فیصلہ دینا سپرد کردے پھر شافعی قاضی فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ دے تو اس کا فیصلہ نافذ ہوجائے گا۔(ت)

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

[2] درمختار باب النفقه مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[3] ردالمحتار بحوالہ البدائع باب النفقة ۲/۶۸۷ و فصل فی الحبس داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/۳۲۲

[4] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

ردالمحتار میں ہے:

قولہ نعم لوامر شافعیا ای بشرط ان یکون ماذونا له بالاستنابة، خانیة، قال فی غررالاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا من مذهبه التفریق بینهما اذاکان الزوج حاضرا و ابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لایتیسر بالاستدانة اذالظاهر انها لاتجد من یقرضها وغنی الزوج مألا امرمتوهم فالتفریق ضروری اذاطلبته وان کان غائبا لایفرق لان عجزه غیرمعلوم حال غیبته وان قضی بالتفریق لاینفذ قضائه لانه لیس فی مجتهد فیه لان العجزلم یثبت [1] اھ وتمامه فیه۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ماتن کا کہنا کہ "ہاں اگر شافعی کو کہے" یعنی بشر طیکہ ہو حنفی قاضی دوسرے کو فیصلہ سپرد کرنے کا مجاز ہو، خانیہ، غررالاذکار میں کہا ہے کہ واضح ہو کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے حنفی قاضی کسی ایسے شخص کو اپنا نائب قرار دے جس کا مذہب یہ ہو کہ خاوند اور بیوی میں نفقہ کی وجہ سے تفریق جائز ہے، توجب خاوند حاضر ہو اور طلاق دینے سے انکاری ہو تو وہ نائب بیوی کے مطالبہ پر تفریق کردے کیونکہ نفقہ کی دائمہ حاجت قرض لینے سے حل نہیں ہوتی جبکہ ظاہر یہی ہے کہ بیوی کسی قرض دینے والے کو نہیں پاتی اور خاوند کا بعد میں کسی وقت امیر ہونا موہوم معاملہ ہے لہٰذا بیوی کے مطالبہ پر تفریق ضروری ہے، اور اگر خاوند غائب ہو تو پھر تفریق نہ کرے کیونکہ غیر موجودگی کی وجہ سے خاوند کا نفقہ سے عاجز ہونا معلوم نہیں ہے تو اس صورت میں اگر تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں عجز ثابت نہ ہونے پر مسئلہ اجتہادی نہ رہے گا، مکمل بیان ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۹: از پنچاب مرسلہ مولوی فاضل صاحب ۲۰ صفر ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی دو ہمشیریں حالتِ جوانی میں بیوہ ہوگئیں اور انہوں نے عقدِ ثانی نہیں کیا اور دونوں کے پاس دو مکان پیدا کردہ شوہر کے ہیں لیکن ترکہ پدری کچھ بھی نہیں ہے کہ جس سے ان بیوگان کی گزر ہوسکے، اور زید بھی کم مقدرت ہے اور اہل وعیال رکھتا ہے مگر اپنے اوپر تکلیف اٹھا کر ہمیشروں کی خبرگیری بھی کرتا ہے، پس اس صورت میں زید کا بہنوں کے ساتھ یہ برتاؤ از قسم سلوک ہے یا از قسم واجب، اور بہنوں کا نان ونفقہ بھائیوں پر واجب ہے یا تورع واحسان، اور اگر واجب ہے تو کس صورت میں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۶

الجواب:

صورت مستفسرہ میں بہنوں کا نان و نفقہ بھائی پر واجب ہے دو شرط سے:

اول: زید ان کی اعانت پر قادر ہو یعنی اپنی حاجت اصلیہ سے فاضل چھپن روپے کا مالک ہو یا ایسا مال نہیں رکھتا بلکہ پیشہ ور ہے تو اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے نفقہ سے پس انداز ہوتا ہو جس سے بہنوں کی اعانت کرسکے۔

دوم: بہنیں زیور وغیرہ کوئی مال ذاتی نہ رکھتی ہوں جو ان کی حاجت اصلیہ سے زائد چھپن روپے کا ہو، نہ کھانے کے لئے اناج پہننے کے لئے کپڑا یا دام موجود ہو کہ یہ جب تک رہے گا اس قدر نفقہ دوسرے پر واجب نہ ہوگا اگرچہ چھپن روپیہ سے کم کا ہو، نہ مکان اس قابل ہو کہ اس کا ایک حصہ بیچ کر باقی میں گزر کرسکیں، ایسا ہوگا تو بیچ کر خود اپنے نفقہ میں اٹھانا لازم ہوگا جب نہ رہے گا بھائی پر نفقہ آئے گا، نہ وہ عورتیں دستکاری مثل سلائی وغیرہ کے ایسا کررہی ہوں جو ان کے نفقہ کو کافی ہو، اگر ایسا ہے تو اپنا نفقہ خود انہیں پر ہے بھائی پر نہیں، ہاں اگر وہ دستکاری نہیں کرتیں، نہ اپنے کسی مال سے اپنی بسر کرسکتی ہیں تو بھائی پر نفقہ واجب ہوگا اور وہ یہ نہ کہہ سکے گا کہ تم سلائی وغیرہ کوئی کام مزدوری کا کرکے اپنا پیٹ پالو، یہ دو شرطیں متحقق ہوں تو نفقہ بھائی پر ہے تنہا اس پر جب کہ ان عورتوں کا وارث صرف وہی ہو ورنہ بقدر میراث جبکہ اس کے سوا ان کا اور کوئی وارث ذی مقدور مثل دوسرے بھائی یا بہن یا دختر کے ہو۔ درمختار میں ہے:

تجب (علی موسر یسار الفطرة) علی الارجح ورجح الزیلعی والکمال انفاق فاضل کسبه (النفقة لکل ذی رحم محرم صغیر او انثی) مطلقا (ولو بالغة صحیحة او) کان الذکر (بالغا عاجزا) عن الکسب (فقیرا) حال من المجموع بحیث تحل له الصدقة ولو له منزل و خادم علی الصواب بدائع (بقدر الارث)[1] اھ ملتقطا۔	(فطرانہ کے وجوب والی استعداد والے پر) زیادہ راجح قول کے مطابق نفقہ واجب ہے، جبکہ زیلعی اور کمال نے ضروری آمدن سے زائد کسب والے پر وجوب کو ترجیح دی ہے (نفقہ دینا ہر ذی رحم محرم نابالغ یا عورت کو) مطلقًا (اگرچہ عورت بالغہ صحت مند ہو) یا لڑکا (بالغ عاجز ہو) محنت سے (جبکہ یہ فقیر ہوں) لازم ہے تو فقیر ہونا تمام کا حال ہے یوں کہ اس کو صدقہ حلال ہو اگرچہ اس کا اپنا مکان اور خادم ہو، درست قول کے مطابق یہی حکم ہے، بدائع (یہ نفقہ ہر ایک کو بقدر وراثت دینا لازم ہے) اھ ملتقطا (ت)

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۶ تا ۲۷۷

ردالمحتار میں ہے:

ماتن کا قول "مطلقاً" یہ لفظِ "انثیٰ" کی قید ہے یعنی خواہ بالغہ ہو یا تندرست ہو محنت پر قادر ہو، لیکن اگر وہ عملاً محنت کر رہی ہو مثلاً دایہ یا غسل دینے والی ہو، تو اس کے لئے نفقہ واجب نہ ہوگا، اور ماتن کا قول "بحیث تحل له الصدقة" (اس کے لئے صدقہ حلال ہو) یعنی وہ نامی نصاب یا غیر نامی جو اصلی حاجت سے زائد، کا مالک نہ ہو، اس میں ظاہر یہ ہے کہ جس مال کا وہ مالک ہو وہ نفقہ کی جنس سے نہ ہو، کیونکہ اگر وہ نصاب سے کم غلہ یا نقد کا مالک ہو تو اگرچہ اس کے لئے صدقہ حلال ہے لیکن اس کے لئے نفقہ ظاہراً واجب نہیں، کیونکہ نفقہ کے وجوب کی علت ضرورت کی کفایت ہے اور جب تک اس کے پاس نفقہ کی کفایت والا مال موجود ہے تو دوسرے پر اس کا نفقہ نہ ہوگا۔ اور ماتن کا قول "لو له منزل وخادم" (اگرچہ اس کا مکان اور خادم ہو) یعنی جبکہ وہ ان کا حاجتمند ہو۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ اگر اس کی حاجت مکان کے کچھ حصے میں پوری ہو جاتی ہے تو اس کو مکان کے باقی حصہ کو فروخت کرکے اپنے نفقہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے گا، اور یونہی اگر اس کے پاس اعلیٰ قسم کی سواری ہے تو اس کو فروخت کرکے ادنیٰ قسم کی سواری خریدنے کے لئے کہا جائے گا تاکہ زائد رقم کو اپنے نفقہ میں خرچ کرے اھ اور شرح ادب القاضی میں اس کی مثل بیان ہے، اھ، مختصراً۔ (ت)	قوله مطلقا قید للانثی ای سواء کانت بالغة اوصحیحة قادرة علی الکسب لکن لوکانت مکتسبة بالفعل کالقابلة والمغسلة لانفقة لها، قوله بحیث تحل له الصدقة بان لایملك نصابا نامیا اوغیر نام زائدا عن حوائجه الاصلیة والظاهر ان المراد ماکان من غیر جنس النفقة اذ لوکان یملك دون نصاب من طعام او نقود تحل له الصدقة ولاتجب له النفقة فیما یظهر لانها معللة بالکفایة ومادام عنده مایکفیه من ذٰلك لایلزم غیره کفایته، قوله ولوله منزل وخادم ای وهو محتاج الیهما وفی الذخیرة لوکان یکفیه بعض المنزل امر ببیع بعضه وانفاقه علی نفسه وکذا لو کانت له دابة نفیسة یومر بشراء الادنی وانفاق الفضل اهـ ومثله فی شرح ادب القاضی اهـ مختصرا[1] والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۰تا۱۷۱: از بھونا فارکیٹ کراچی بندر مرسلہ پیر سید ابراہیم گیلانی قادری بغدادی ۱۵رجب ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸۱۔۸۲

(۱) جو شخص العمر باپ کو اصلی وطن میں مفلسی اور محتاجی کی حالت میں چھوڑ دے اور اس کو رنج و مصیبت میں ایسے ڈال دے کہ وہ ضعیف العمر اس کے پیچھے دربدر شہر بہ شہر پھرے شریف خاندان ایسے شخص عاق الوالدین اور نافرمانی عقوق الوالدین میں داخل ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز جائز ہے:

(۲) جو شخص اپنی منکوحہ بی بی کو مع دوجوان بالغ لڑکیاں جو کہ اس کے نطفہ سے ہوں بلانان ونفقہ چھوڑ رکھا ہو اور ان کی خبر نہ لیتا ہو اور لوگوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نہایت سختی و کمال ذلت سے اوقاتِ بسر کررہے ہیں ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) اگر باپ ضعیف و محتاج ہے اور یہ اس کی خدمت واعانت کرسکتا ہے اور نہ کرے اور اس سے باز رہے اور اس کے فقر و فاقے کی پروا نہ رکھے تو بیشک عاق ہے اور مستحقِ جہنم، ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی۔

(۲) ایسا شخص گنہگار اور حقوق العباد میں گرفتار اور مستحقِ عذاب نار ہے۔ حدیث میں فرمایا:

کفی بالمرء اثمًا ان یضیع من یقوت[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	کسی شخص کو یہ گناہ کافی ہے کہ جس کا نفقہ اس کے ذمہ ہو اسے ادا نہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۲: از کانپور محلّہ فیل خانہ بازار کہنہ مکان سید اشرف صاحب وکیل مرسلہ سید محمد آصف صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زوجہ کے نان ونفقہ وغیرہ اخراجات کا بار زوج کا والد یا کوئی عزیز اٹھاتا ہو اور وہ عورت کو والدین کے یہاں جانے کی اجازت دے تو خاوند زوجہ کو جانے سے روک سکتا ہے اور عورت بلااجازت خاوند کے جانے سے گنہگار ہوگی یا زوج کو روکنا جائز نہیں اور زوجہ جانے سے گنہگار نہ ہوگی؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر مہر معجّل نہ تھا یا جس قدر معجّل تھا ادا ہوگیا تو چند مواضع حاجت شرعیہ جن کا استثناء فرمادیا گیا مثلًا والدین کے یہاں آٹھویں دن دیگر محارم کے یہاں سال پیچھے دن کے دن کو جانا اور شب شوہر ہی کے یہاں کرنا وغیر ذلک ان کے سوا کسی جگہ عورت کو بے اذن شوہر جانے کی اجازت نہیں، اگر جائے گی گنہگار ہوگی، شوہر

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۱۵

روکنے کا اختیار رکھتا ہے اگرچہ نفقہ کا بار دوسرا شخص اٹھاتا اور وہ دوسرا عورت کو جانے کی اجازت دیتا ہو اس کی اجازت مہمل ہوگی اور شوہر کی ممانعت واجب العمل۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بعد ادائے مہر معجّل عورت مطلقًا پابند شوہر ہے اس میں کوئی قید و تخصیص ادائے نفقہ و تکفل حوائج کی نہیں فرماتے۔ درمختار میں ہے:

لھا الخروج من بیت زوجھا للحاجة ولھا زیارة اھلھا بلا اذنه مالم تقبض المعجل فلا تخرج الالحق لھا او علیھا، اوزیارة ابویھا کل جمعة مرة او المحارم کل سنة اولکونھا قابلة او غاسلة لافیما عدا ذٰلک[1]۔ (ملخصًا)	بیوی کو حاجت کے وقت خاوند کے گھر سے نکلنا جائز ہے اور اپنے گھر والوں (والدین) کی زیارت کے لئے خاوند کی اجازت کے بغیر نکلنا جائز جب تک اس نے مہر معجّل وصول نہ کیا ہو، لہٰذا وہ اپنے حق کی وصولی یا اپنے ذمہ حق کی ادائیگی یا والدین کی زیارت ہفتہ میں ایک مرتبہ، اور ذی محرم کی زیارت سال میں ایک مرتبہ، دایہ گیری یا غسل دینے کے بغیر کسی اور وجہ کے لئے باہر نہ نکلے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله فلاتخرج جواب شرط مقدر ای فان قبضته فلاتخرج[2] الخ۔	ماتن کا قول "فلاتخرج" (تو باہر نہ نکلے) یہ مقدر شرط کا جواب ہے، یعنی اگر اس نے مہر معجّل وصول کرلیا ہو تو نہ نکلے الخ (ت)

والد کا متکفل نفقہ پسر و زنِ پسر ہونا تو ہمارے بلاد میں معمول ہے اور دیگر بعض اعزّہ بھی تبرعًا تکفل کریں تو یہ ضرور نہیں کہ شوہر نفقہ دینے سے منکر ہو علمائے کرام تو اس صورت میں کہ شوہر نے ظلمًا انفاق سے دست کشی کی یہاں تک کہ عورت محتاج نالش ہوئی تاآنکہ شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کرنے کے لئے حبس کی درخواست دی اور حاکم نے شوہر کا تعنت دیکھ کر اسے قید کردیا اس صورت میں تصریح فرماتے ہیں کہ عورت شوہر ہی کے گھر رہے بلکہ عورت پر واقعی اندیشہ فساد ہو تو شوہر قید خانہ میں اپنے پاس رکھنے کی درخواست کرسکتا ہے اور محبس میں مکان تنہا ہو تو حاکم عورت کو حکم کے گا کہ وہیں اس کے پاس رہے۔ ہندیہ میں ہے:

لوفرض الحاکم النفقة علی الزوج فامتنع من دفعھا وھو موسر وطلبت المرأة حبسه له ان یحبسه	اگر حاکم نے خاوند پر بیوی کا نفقہ مقرر کردیا ہو اور خاوند استطاعت کے باوجود نفقہ نہ دے اور بیوی خاوند کو قید کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اس کو قید کرسکتا ہے،

[1] درمختار باب المہر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۰۲

[2] ردالمحتار باب المہر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۵۹

كذافی البدائع. واذاحبسه لاتسقط عنه النفقة و تؤمر بالاستدانة حتى ترجع على الزوج فان قال الزوج للقاضي احبسها معی فان لی موضعا فی الحبس خاليا فالقاضي لايحبسها معه ولكنها تصبر فی منزل الزوج ويحبس الزوج كذافی المحيط [1]۔	جیسا کہ بدائع میں ہے، اور جب قید کردیا ہو تب بھی نفقہ اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا، اور بیوی کو کہا جائے گا کہ وہ قرض لے کر خرچ کرے تاکہ بعد میں خاوند سے اس کو وصول کرسکے، اگر خاوند قید میں قاضی سے یہ مطالبہ کرے کہ بیوی کو قید میں میرے ساتھ رکھا جائے کیونکہ یہاں میرے پاس خالی جگہ ہے تو قاضی بیوی کو اس کے ساتھ قید میں نہ دے گا تاہم بیوی خاوند کے گھر میں صبر سے رہے گی اور خاوند قید ہوگا، جیسا کہ محیط میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

وفی البحر عن مآل الفتاوی ولو خيف عليها الفساد تحبس معه عند المتاخرين [2]۔	بحر میں مآل الفتاوی سے منقول ہے: اور اگر بیوی کو تنہائی میں فساد کا خطرہ ہو تو متاخرین فقہاء کے نزدیک بیوی کو خاوند کے پاس قید میں رکھا جائے گا۔ (ت)

توجب صریح نفقہ نہ دینے پر بھی عورت پابندِ شوہر رہی تو صورت سوال میں کیونکر خود مختار ہوسکتی ہے نفقہ نہ دینا رافع پابندی ہوتو نفقہ نہ دینا مسقط نفقہ ہوجائے اور عورت کو ہرگز دعوی نفقہ کا اختیار نہ رہے کہ نفقہ جزائے پابندی ہے جب پابندی نہیں نفقہ کس بات کا ہے۔ درمختار میں ہے:

النفقة جزاء الاحتباس وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته كمفت وقاض ووصی زيلعی [3] الخ۔ **اقول:** واياك ان تتوهم ان النفقة اذاكانت جزاء الحبس فاذا عدمت عدم وذلك لان وجوبها متفرع عنه فوجوب الاحتباس عليها متقدم على وجوب النفقة عليه لا ان الاحتباس	نفقہ بیوی کو پابند کرنے کا بدل ہے جو کسی غیر کے فائدہ کے لئے پابند ہو اس کا نفقہ پابند کرنے والے پر ہوتا ہے جیسا کہ مفتی اور وصی، زیلعی الخ **اقول:** (میں کہتا ہوں) تجھے یہ وہم نہ ہو کہ جب نفقہ پابندی کی جزا ہے تو نفقہ معدوم ہوجانے پر پابندی بھی معدوم ہوجائے گی، یہ وہم اس لئے درست نہیں کہ نفقہ پابندی پر متفرع ہوتا ہے تو بیوی پر پابندی پہلے لازم ہوگی اسکے بعد شوہر پر نفقہ لازم ہوگا نہ یہ کہ پابندی

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۵۲

[2] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۷

[3] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

متفرع علی الانفاق فان عدم عدم، وبالجملۃ ان کان اللازم فوجوب الانفاق لاوقوعه فبرفع الوقوع لایرتفع الملزوم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	نفقہ پر متفرع ہے کہ نفقہ معدوم ہوجائے تو حبس بھی معدوم ہوجائے تاہم اگر نفقہ کو پابندی پر لازم قرار دیا جائے تو نفقہ کا وجوب لازم اس کی ادائیگی لازم نہ ہوگی کہ ادائیگی ختم ہوجانے پر پابندی ختم ہوجائے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: ۳۰ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

اگر کوئی شخص اپنے نکاح کے بعد یہ ظاہر کرے کہ میری زوجہ کی مادر کے ساتھ قبل نکاح سے میری آشنائی یعنی سابقہ زناکاری تھی اس واسطے میرا نکاح باطل ہوا میری زوجہ کا اس سبب سے مجھ پر کچھ حق نہیں ہے اور یہ معاملہ پندرہ بیس برس کے بعد ظاہر کرے کہ اولاد بھی زوجہ مذکور سے موجود تھی تو ایسے شخص کے واسطے علمائے دین کیا فرماتے ہیں علمائے دین کیا فرماتے ہیں یعنی زوجہ اس کی دین مہر و نان و نفقہ کی مستحق ہے یا نہیں جس کے علم میں اپنے شوہر کی یہ حرکت نہ تھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

شوہر کے اس بیان سے نکاح کے فساد کا فورًا حکم ہوگیا،

فی الدر المختار عن الخلاصۃ قیل له مافعلت بام امرأتك فقال جامعتها تثبت الحرمۃ ولایصدق انه کذب ولو هازلا[1]۔	درمختار میں خلاصہ سے منقول ہے کہ خاوند سے پوچھا گیا کہ تو نے اپنی بیوی کی ماں (ساس) سے کیا کاروائی کی ہے تو جواب میں اس نے کہ میں نے اس سے جماع کیا ہے تو اسکے بیان واقرار پر بیوی اس پر حرام ہوجائے گی، اس کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے مذاق میں جھوٹ بولا قابل قبول نہ ہوگا۔ (ت)

اس پر لازم ہوگیا کہ عورت کو فورًا جدا کردے اور عورت پر روز متارکہ سے عدت لازم ہے، جب تک عدت میں رہے گی اسکا نان و نفقہ شوہر پر لازم رہے گا، شوہر کا کہنا کہ اس کا کوئی حق مجھ پر نہیں محض جھوٹ ہے۔

فی ردالمحتار عن البحر الحاصل ان الفرقۃ اما من قبله او من قبلها فلو من قبله فلها النفقۃ مطلقا سواء کان بمعصیۃ اولا، طلاقا او فسخا،	ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ خاوند بیوی میں فرقت خاوند کی کاروائی کی وجہ سے ہوگی یا بیوی کی کاروائی سے ہوگی اگر خاوند کی طرف سے ہو تو بیوی کو ہر حال میں نفقہ دینا ہوگا خاوند کی کاروائی گناہ ہو یا نہ ہو،

[1] درمختار فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۸۸

وان کانت من قبلها فان کانت بمعصیة فلا نفقة لها ولها السکنی فی جمیع الصور [1]۔	طلاق ہو یا فسخ ہو، اور اگر بیوی کی طرف سے فرقت کی کاروائی ہوئی ہو فسخ واجب ہوا تو اگر اسکی کاروائی جرم تھی تو اس کو نفقہ نہیں، تاہم اس کو رہائش تمام صورتوں میں ملے گی۔ (ت)

رہا مہر اگر تسلیم کرے کہ شوہر نے اس کی ماں سے پیش از نکاح زنا کیا تھا تو اس صورت میں جو مہر مثلا اس عورت کا ہو اور جو مقرر ہوا ہو ان دونوں میں جو کم ہے وہ دینا آئے گا مثلاً مہر مثل ہزار روپے ہے اور دو ہزار بندھے تھے تو ہزار دینے آئیں گے اور مہر مثل دو ہزار ہے اور ہزار بندھے تھے تو بھی ہزار ہی ہوں گے،

فی التنویر یجب مهر المثل فی نکاح فاسد بالوطئ لابغیرہ ولم یزد علی السمی [2]۔	تنویر میں ہے: فاسد نکاح میں وطئ کے بغیر مہر مثل واجب نہ ہوگا اور یہ مہر مثل، مقررہ مہر سے زائد نہ ہوگا۔ (ت)

اور اگر تکذیب کرے تو جو مہر بندھا تھا کامل پائے گی وھی مسئلة ما اذا کذبته فی الاسناد (یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب بیوی خاوند کو جھوٹا قرار دے۔ت) واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۴: ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت کو خاوند نے نکال دیا وہ تین برس تک محنت کرکے تن پروری کرتی رہی بعدہ یہ تصفیہ ہوا کہ اگر تو میرے کہنے پر الگ ایک مکان میں رہے جس طرح کہ رہتی ہے (اس لئے کہ اس شخص کے دوسری بی بی ہے) تو میں تجھ کو دس روپیہ ماہوار دیتا رہوں گا، بموجب اس تصفیہ کے خاوند نے دو سال اور کچھ دن تک ماہوار دیا یا گیارہ ماہ کچھ دن سے نہ دیا عورت نے نوٹس دیا خاوند نے لے کر رکھ لیا اور کچھ دن بعد عورت کے مکان پر آکر بہت فساد مچایا بعدہ تین طلاقیں دے دیں، اب علمائے دین سے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ جو اوس کے ذمے واجب الادا یعنی طلاق سے پیشتر کا نفقہ اس سے لینے کی عورت پر مجاز ہے یا نہیں اور مہر بھی اس کے ذمہ واجب الادا ہے یا نہیں؟

الجواب:

طلاق سے مہر تمام و کمال واجب الادا ہوگیا اور بیان سوال سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ قصور مرد کا ہے یہی اسے نفقہ دینا نہیں چاہتا تو اس صورت میں نفقہ واجب ہے، در مختار وعلامہ طحطاوی وعلامہ شامی وعلمائے کبار کا فتوی موافق اعتماد وترجیح محقق صاحب بحر الرائق ومحقق شرنبلالی وتصحیح صریح صاحبِ خزانۃ المفتین رحمہم اللہ تعالٰی

---

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۶۹

[2] درمختار باب المهر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۱

جمیعا یہی ہے کہ جو ماہوار باہم دونوں میں رضامندی سے قرار پایا تھاجب تک کا نہ ملا سب لینے کا عورت کو اختیار ہے۔ درمختار میں ہے:

صحیح الشربنلالی فی شرحه للوهبانیة مابحثه فی البحر من عدم السقوط ولو بائناً قال هوالاصح ورد ماذکره ابن الشحنة فیتأمل عندالفتوی [1]۔	شرنبلالی نے وہبانیہ کی شرح میں بحر کی اس بحث کو، کہ اگرچہ بائنہ طلاق ہو تو بھی نفقہ ساقط نہ ہوگا، صحیح قرار دیا ہے، اور کہا کہ یہی اصح ہے اور ابن شحنہ نے جو ذکر کیا اس کا انہوں نے رد کیا ہے، تو فتوی دیتے وقت غور کرنا چاہئے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بان ینظر فی حال الرجل هل فعل ذلك تخلصاً من النفقة اولسوء اخلاقها مثلا فان کان الاول یلزم بها وان کان الثانی لایلزم هذا ماقاله المقدسی وینبغی التعویل علیه [2] ط۔	ایسی کارروائی میں قاضی کو غور کرنا چاہئے کہ کیا خاوند مثلاً یہ کاروائی نفقہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کی ہے یا واقعتاً بیوی بدفطرت ہے، اگر پہلی وجہ ہو تو قاضی بیوی کے لئے نفقہ کو لازم قرار دے اور اگر دوسری وجہ ہو تو پھر لازم نہ کرے، یہ مقدسی کا بیان ہے اور اسی پر اعتماد چاہئے۔ طحطاوی۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

المفروضة لاتسقط بالطلاق علی الاصح [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مقررہ نفقہ طلاق کی وجہ سے ساقط نہ ہوگا اصح قول پر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۵: از سرولی ضلع بریلی مرسلہ جناب عشاق احمد صاحب مورخہ ۵ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ ایک شخص کی عورت عرصہ دوسال سے اپنے ساس اور سسر سے ناراض ہو کر میکے چلی گئی خانگی جھگڑے پر، اور وہی عورت اپنے خاوند سے رضامند ہے لیکن خاوند اس کا پانے والدین کو چھوڑنا نہیں چاہتا اس وجہ سے وہ عورت اپنی سسرال میں نہیں آتی باوجودیکہ چند مرتبہ اس کے ساس اور سسر رخصت کے واسطے اس عورت کے مکان پر گئے لیکن نہیں آئی، اب لڑکے کے والدین

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۷۰

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۹

[3] خزانۃ المفتین فصل فی النفقۃ قلمی نسخہ ۱/۱۰۲

دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں اور اس کو طلاق دینا نہیں چاہتے اس صورت میں پہلی بیوی از روئے شرع اپنے مہر کا مطالبہ بذریعہ نالش کرسکتی، اور اگر طلاق دے دی جائے تو مستحق مہر کی ہوگی یا نہیں کیونکہ اس کے والدین طلاق کو کہتے ہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر طلاق دی جائے گی عورت مطالبہ مہر کرسکے گی ورنہ جو مہر نہ معجّل بندھا ہو نہ اس کی کوئی میعاد مقرر کی گئی ہو عورت قبل موت یا طلاق اس کا مطالبہ نہیں کرسکتی، جبکہ وہ ناراض ہو کر اپنے میکے چلی گئی اور بلانے سے نہیں آئی تو اس کا نان و نفقہ بھی شوہر پر سے ساقط ہے جب تک وہ شوہر کے یہاں واپس نہ آئے اور شوہر پر یہ بھی لازم نہیں اسے طلاق دے، جب کہ یہ بلانا چاہتا ہے اور وہ بلاوجہ شرعی نہیں آتی تو الزام عورت پر ہے شوہر پر نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۶: از ریاست جاورہ ڈونگر دروازہ مرسلہ ہدایت نور خاں صاحب برادر نواب جاورہ ۲۴ رمضان ۱۳۲۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو عورت اپنے زوج کی نافرمانی کرکے بلااجازت و بغیر حق مکان شوہر سے نکل کر علیحدہ بخانہ والدین کسی عزیز کے یہاں جر کر سکونت کرے جس کو اہل شرع ناشزہ کہتے ہیں، پس اس عورت کا نان ونفقہ کفیل پر دینا واجب ہوگا نہیں اور ایسی عورت میں کفیل کی کفالت وضمانت صحیح و معتبر رہی یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زنان نشوز کا نفقہ دینا نہ آئے گا یعنی جب تک وہ بے اجازت شوہر بروجہ ناحق جگہ رہے گی اتنی مدت کے نفقہ کا مطالبہ کفیل سے بھی نہیں کرسکتی کہ کفالت **ضم الذمۃ الی الذمۃ فی الدین** (ایک ذمہ دار کے ساتھ دوسری ذمہ دار کو قرضہ میں ملانا) یا **فی المطالبۃ وھو الاصح کما فی الھدایۃ** (مطالبہ میں ملانا، یہی اصح ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے) اور ناشزہ کا نفقہ خود اصیل یعنی زوج ہی پر لازم نہیں تو کفیل سے اس کا مطالبہ کیونکر ممکن۔ رہا یہ کہ اس صورت میں کفالت نفقہ صحیح رہی یا نہیں، اگر کفالت ابتداءً بروجہ صحت واقع ہولی ہے اور وہ کسی مدت معینہ تک کے لئے نہ تھی کہ اس کی انتہا سے منتہی ہوجائے تو عورت کا ناشزہ ہونا اسے رفع نہ کرے گا، اگر عورت نشوز سے باز آکر پھر تسلیم نفس شوہر کو کردے گی تو جتنے نفقہ کی مستحق ہوگی کفیل سے اس کا مطالبہ کرسکے گی مذہب مفتی بہ میں کفالت نفقہ اگر مطلقہ ہو، ابد کے لئے ہے۔ درمختار میں ہے:

ولو کفل لھا کل شھر کذا ابدا وقع علی الابد وکذا لولم یقل ابدا عند	بیوی کے لئے ہر ماہ اتنا نفقہ دائمی ہوگا، کا کوئی شخص اگر ضامن بنے تو یہ دائمًا اتنے کا ضامن ہوگا اور امام

الثانی وبه یفتی بحر[1] وتحقیق المقام فی ردالمحتار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ابویوسف کے نزدیک اگر دائمًا نہ کہے تو بھی دائمی ہوگا، اسی پر فتوی دیا جائے گا، بحر۔ اس مقام کی مکمل تحقیق ردالمحتار میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۷: از ساندھن ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مرسلہ محبوب احمد صاحب ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

زید نے زبیدہ کے وارثوں کو نوٹس اوز بانی ذریعہ سے ولی بننے کو کہا اور زبیدہ کے وارثوں نے انکار کردیا، زید نے نوٹس کے ذریعہ اطلاع دی کہ اگر اب تم ولی نہ بنوگے اور بعد میں بننا چاہوگے تو تم سے زبیدہ کے خورد و نوش وغیرہ کا خرچ لے لیا جائے گا، اب اگر چند سال بعد زبیدہ کے وارث ولی بننا چاہیں تو کیا زبیدہ کے خورد نوش وغیرہ کا خرچ لے سکتا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ نوٹس کوئی عقد شرع نہیں اس کی بناء پر کوئی مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۸: از حافظ اسمٰعیل خاں عقب کوتوالی بریلی ۴ رجب ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کو زید نے طلاق مغلظہ دے دی اور اس کی زید سے ایک دختر صغیرہ ہے چند سال بعد ہندہ مدعی ہوئی کہ وہ اتنی مدت سے اپنے میکے میں رہتی ہے میں نے اب تک قرض دام لے کر اپنی اور اپنی دختر کی حاجت پوری کی لہذا روز طلاق سے چار مہینے دس دن بعد تک میرا نفقہ اور آج تک کا دختر کا پچاس پچاس روپے ماہوار کے حساب سے مجھ کو دلایا جائے حالانکہ نہ کوئی ماہوار وغیرہ تقرر نفقہ زید نے کیا نہ حاکم نے بلکہ ہندہ اس سے پہلے نفقہ کا دعوی فوجداری میں دائر کرچکی تھی جو خارج ہوا اس صورت میں ہندہ کا دعوی مسموع ہے یا نہیں اور کل گزشتہ مدت کا نفقہ ہندہ یا دختر ہندہ کا زید پر واجب الادا ہے یا نہیں اور عورت اور اولاد کے نفقہ میں اس بارے میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مذکورہ میں ہندہ کا دعوی محض باطل و نامسموع ہے گزشتہ ماہ کا ایک حبہ نہ عورت کے نفقہ کا زید پر لازم ہے نہ دختر کا، زن اور اولاد کے نفقہ میں یہ فرق کہے کہ عورت اگرچہ مالدار ہو اس کا نفقہ شوہر پر لازم ہوتا ہے جبکہ وہ اس کے یہاں رہے اور بلاوجہ شرعی میکے میں رہے تو اصلاً نفقہ کی مستحق نہیں اور اولاد کا نفقہ ان کی محتاجی کی حالت میں لازم ہوتا ہے، اگر مال رکھتے ہیں ان کا نفقہ باپ پر نہیں ورنہ ہے

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸

اگرچہ وہ اس کے یہاں نہ رہیں، پھر جو نفقہ نہ باہمی قرارداد سے مقرر ہوا ہو نہ حاکم کے حکم سے اسے اگر ایک مہینہ یا زیادہ کتنے ہی برس گزر جائیں اور اس مدت میں عورت اور اولاد قرض دام سے خواہ کسی طریقہ سے اپنی حاجت نکالتے رہیں یا عورت اپنے مال خواہ قرض یا گداگری سے اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالے تن ڈھکے تو اس مدت کے کسی حبہ کا مطالبہ شوہر سے نہیں ہوسکتا، ہاں اگر بحکم حاکم یا تراضی باہمی قرار داد نفقہ ہولیا تھا کہ مثلاً اتنا ماہوار دینا ٹھہرا اور مدتیں گزریں شوہر نے نہ اس کا نفقہ دیا نہ اولاد کا، تو عورت اپنے نفقہ مقرر شدہ کا مطالبہ کرسکتی ہے اور اولاد کا نفقہ اگرچہ برضائے باہمی یا بحکم حاکم مقرر ہوا ہو جب وقت گزر گیا ساقط ہوگیا کہ وہ بوجہ حاجت تھا اور مدت گزشتہ کی حاجت نکل چکی اگرچہ کسی طرح نکلی یہاں تک کہ اگر حاکم نے صغیر بچہ کے لئے ماہوار اس کے باپ پر مقرر کیا اور ماں کو حکم دیا کہ اس سے نہ ملے تو تو قرض لے کر بچہ پر خرچ کر تو اگر اس نے قرض لے کر خرچ کیا جب تو بوجہ حکم حاکم باپ سے واپس پائے گی اور اگر اپنے پاس سے خرچ کیا تو حبہ لینے کی مستحق نہ ہوگی کہ حاکم نے قرض لے کر خرچ کرنے کو کہا تھا وہ اس نے نہ کیا، درمختار میں ہے:

لانفقة لخارجة من بيته بغير حق وهی الناشزة حتی تعود[1]۔	خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں ہے وہ واپس آنے تک نافرمان قرار پائے گی۔ (ت)

اسی میں ہے:

النفقة لا تصير دينًا الا بالقضاء او الرضاء ای اصطلاحهما علی قدر معين اضافًا اودراہم فقبل ذلك لايلزمه شئی[2]۔	نفقہ اس وقت تک خاوند کے ذمہ قرض نہ ہوگا جب تک قاضی نے یا باہمی رضامندی سے طے نہ کرلیا ہو، یعنی جب تک خاوند بیوی نے باہمی مصالحت سے نفقہ کی مقدار جنس یا نقد متعین نہ کردی ہو، تو اس سے قبل خاوند پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

قضی بنفقة غير الزوجة ومضت مدّة سقطت[3]۔	اگر قاضی نے بیوی کے علاوہ غیر کا نفقہ لازم کیا ہو اور بغیر ادائیگی جو مدت گزر گئی اس مدت کا نفقہ ساقط قرار پائے گا۔ (ت)

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۷

ہدایہ میں ہے:

اذا القاضی للولد والوالدین وذوی الارحام بالنفقة فمضت مدہ سقطت الاان یاذن القاضی بالاستدانة علیه[1]	جب قاضی اولاد، والدین یاذوی الارحام کے لئے نفقہ کی ادائیگی کا فیصلہ دے تو گزری ہوئی مدت کا نفقہ ساقط ہوجائے گا الا یہ کہ قاضی نے اس کے نام پر ان لوگوں کو قرض لے کر خرچ کرنے کا حکم دیا ہو تو ساقط نہ ہوگا۔ (ت)

فتاوٰی بزازیہ میں ہے:

وان انفقت(ای الام)علیه من مالها اومن المسئلة من الناس لاترجع علی الاب[2]۔	اگر ماں نے بچے پر اپنا مال خرچ کیا ہو یا لوگوں سے مانگ کر خرچ کیا ہو تو اس خرچہ کو بچے کے والد سے وصول نہ کرسکے گی۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

امرت بالاستدانة فلم تستدن بل انفقت من مالها فلا رجوع لها،لانها لم تفعل ماامرها به القاضی[3]۔ (ملخصًا)	اگر قاضی نے عورت کو قرض لے کر خرچ کرنے کا فیصلہ دیا ہو تو پھر عورت نے قرض کی بجائے اپنا مال خرچ کیا تو اس کی وصولی کا حق اسے نہ ہوگا، کیونکہ اس نے قاضی کے فیصلہ پر عمل نہ کیا۔ (ملخصًا)۔ (ت)

اور عدت طلاق چار مہینے دس دن سمجھنا محض جہالت ہے اس کی مدت تین حیض ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷۹: از یاد سوگنج ضلع ہردوئی (اودھ) مرسلہ سید عنایت حسین گرداور قانون گو ۱۳ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

زید کی شادی تقریبًا تین سال ہوئے کہ ہوئی، اس وقت تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، عورت منکوحہ ناقص العقل یہاں تک کہ ایک آنہ کا حساب نہیں جانتی، تین سو روپے کا زیور گم کرچکی ہے، ناقص العقل ہونے کی وجہ سے اسے گم کردیا، اسے گفتگو کی تمیز نہیں ہے کہ جو اس کا ہے اس سے گفتگو کرسکے، وہ کھانا پکانا اور کپڑا سینا بھی نہیں جانتی ہے اور نماز روزے کو بھی نہیں سمجھتی ہے اور نہ اسے یاد ہوتا ہے، اب وہ شخص شادی دوسری ان وجوہات سے کرنا چاہتا ہے، مسئلہ اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں، اور اس کو کس صورت سے

[1] ہدایہ باب النفقة المکتبة العربیة کراچی ۲۹/۱-۴۲۸

[2] فتاوٰی بزازیة علی ھامش فتاوٰی ہندیہ التاسع عشر النفقات نورانی کتب خانہ پشاور ۱۶۵/۴

[3] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۶۸۶/۲

شوہر کو رکھنا پڑے گا جبکہ وہ خبط الحواس ہے، کیا اخراجات دونوں عورتوں کے برابر اٹھانا پڑیں گے یا نہیں، اور اگر وہ منکوحہ دوسری عورت صاحبِ جائداد ہووے تب کس حیثیت سے اس کو رکھنا چاہئے اور آیا شوہر کو دونوں عورتیں اپنے ہمراہ رکھنا پڑیں گی یا صرف ایک اور ایک بہ سبب خبط الحواس ہونے کے نہیں رکھنا پڑے گی۔

الجواب:

دوسری شادی کی اجازت ہے مگر عدل فرض ہوگا، دونوں کو برابر رکھنا ہوگا، یہ جائز نہ ہوگا کہ دوسری کے پاس رہے اور پہلی سے اس کی کم عقلی کے باعث جدا رہے، دوسری عورت اگر مالدار ہے اور پہلی محتاج ہے تو شوہر اگر مالدار ہے تو دوسری کے لئے مالداروں کا نفقہ واجب ہوگا اور پہلی کے لئے مالداروں اور محتاجوں کے نفقہ کا اوسط، اور اگر شوہر محتاج ہے تو پہلے کے لئے محتاجوں کا نفقہ واجب ہوگا اور دوسری کے لئے اوسط، یہ اوسط اب نہ دے سکا تو جتنا دے سکے دے گا باقی اس پر اس دوسری عورت کے لئے قرض رہے گا جب طاقت پائے ادا کرے۔ درمختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها بقدر حالهما به یفتی ویخاطب بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرة [1]۔ ملخصًا۔	خاوند پر بیوی کا نفقہ دونوں کے حال کے پیش نظر واجب ہوگا، اسی پر فتوی دیا جائے گا، لہٰذا خاوند سے وصولی اس کی توفیق کے مطابق ہوگی، اگر کچھ باقی رہ جائے تو وہ خاوند کے ذمہ قرض ہوگا جس کی وصولی اس کی بہتر پوزیشن پر کی جائے گی، ملخصًا۔ (ت)

دونوں عورتوں کے نفقہ میں فرق ہوگا اگر ایک ان میں مالدار اور دوسری محتاج ہے، باقی رات کو رہنے اور لینے دینے وغیرہ اختیاری باتوں میں دونوں کو برابر رکھنا ہوگا اگرچہ ایک کم عقل اور بے سلیقہ ہے۔ عالمگیری میں ہے:

یسوی بین الجدیدة والقدیمة والبکر والثیب والصحیحة والمریضة والرتقاء والمجنونة التی لا یخاف منها والحائض والنفساء والحامل والحائل والصغیرة التی یمکن وطؤها کذا فی التبیین [2]۔ وهو تعالٰی اعلم۔	نئی، پرانی، باکرہ، ثیبہ، تندرست، بیمار، شرمگاہ کی تنگی والی، مجنونہ جس سے ضرر کا خوف نہ ہو، حیض ونفاس والی، حاملہ وغیرہ اور نابالغہ جس سے وطی کی جاسکتی ہو، تمام بیویوں کا حق برابر اس پر ہوگا، جیسا کہ تبیین الحقائق میں ہے۔ وهو تعالٰی اعلم (ت)

[1] درمختار باب النفقة مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

[2] فتاوی ہندیہ باب القسم نورانی کتب خانہ ۱/۳۴۰

مسئلہ ۱۸۰: از علی گڑھ مدرسۃ العلوم مولوی عبداللہ صاحب ناظمِ دینیات و نصرت شیر خاں محرر دینیات ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ
زید کو عرصہ تئیس سال سے پچھتّر روپے ماہوار بذریعہ ملازمت کے ملتا ہے اور بجز اس ماہواری تنخواہ کے اور کسی قسم کی زید کو آمدنی نہیں ہے اور زید کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ جو روپیہ ماہواری ملتا ہے وہ سب کا سب اپنی اہلیہ کو دے دیتا ہے، اور زید نے اپنی اہلیہ سے یہ کہہ رکھا ہے کہ جو مقدار شرعی طور سے تمہارے نان نفقہ میں یا میرے ذاتی اخراجات یا میری زوجہ اولٰی کی اولاد پر اس میں سے خرچ ہو کر جو کچھ پس انداز ہو اس رقم کو تم اپنے مہر میں محسوب کرتی رہو تاکہ آٹھ دس برس میں تمہارے مہر سے مجھ کو سبکدوش حاصل ہو، اور اس معاملہ پر زید نے اپنے اور اپنی اہلیہ کے اقربا کو گواہ بھی کرلیا ہے اور زید کی زوجہ کو بھی اس معاہدہ اور معاملہ سے انکار نہیں ہے بلکہ اس وقت تک اقرار ہے لیکن نان نفقہ کی مقدار رقم میں زید اور اس کی زوجہ کا اختلاف ہے، زید تو یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بجز اس ملازمت کی آمدنی کے اور کسی قسم کی آمدنی نہیں او میں پانچ ہزار روپے کا قرضدار ہوں جو مہر کا ہے جس کے ادا کرنے کا میں نے ڈول ڈالا ہے، اس صورت میں نان نفقہ کی مقدار رقم ماہواری معسر یعنی تنگدست کی شرعًا ہونی چاہئے، اور زید کی زوجہ رائقہ یہ کہتی ہے کہ تمہارا مشاہرہ بڑا مشاہرہ ہے نان و نفقہ کی رقم ماہواری کی مقدار موسر یعنی مالدار کی حیثیت سے مقرر ہونی چاہئے، اب علمائے اسلام عالی مقام سے یہ سوال ہے کہ شرعًا زید کا کہنا مقبول ہے یا زید کی زوجہ رائقہ کا قول شرعًا مقبول ہے؟ اور معسر شخص کو کتنے روپے ماہوار آٹھ سال سابق سے دینے چاہئے؟ اور اس زمانہ میں جو گرانی ہے کے روپیہ نان و نفقہ کے لگائے جائیں؟ اور یہ بھی عرض کردینا ضرور ہے کہ باہر کے کام مثلًا غلہ یا دال یا پان وغیرہ منگانے کا زید اپنی وجاہت سے کسی نہ کسی سے کرا دیتا ہے اور گھر کے کھانا پکانے کا کام جب سے نکاح ہوا زید کی زوجہ یا اس کی والدہ نے اپنے متعلق کر رکھا ہے جیسے کہ عمومًا شرفاء کے گھروں میں عرفًا مروّج معمول بہ ہو رہا ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

یہاں متعدد امور ملحوظ ہوتے ہیں:
(۱) مقدار دخل۔
(۲) گرانی وارزانی۔
(۳) حال مقام، مثلًا زیادہ سرد ممالک جاڑے کا سامان درکار ہوتا ہے معتدل میں کم، اور بلحاظ آب و ہوا غذا میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔
(۴) زمانہ موجودہ میں عادتِ بلد جہاں جیسی خوراک وپوشاک معتاد و معہود ہو مثلًا اب عرب خصوصًا مدینہ طیّبہ

میں عموماً خوش خوراکی وخوش پوشاکی معمول ہے حالانکہ یہی عرب ایک وقت کمال سادگی وتقلل سے موصوف تھا اعتبار عام عوائد کا ہوگا نہ خاص کسی بخیل یا مسرف کا بعض بلاد مثلاً شاہجہانپور میں عام طور پر تیل کھاتے ہیں، پلاؤ قورمہ پراٹھے کے ہوتے ہیں، ہمارے بلاد میں یہ طبعًا مکروہ اور عرفًا معیوب، تو وہاں گھی کا مطالبہ نہ ہوگا یہاں ہوگا وقس علیہ، متعارف طور پر ان سب باتوں کے لحاظ کے بعد کہہ سکتے ہیں کہ اتنی آمدنی اتنے مصارف والا ایسے وقت ایسے مقام میں موسر مرفہ الحال یا معسر تنگدست یا متوسط۔ تنویر الابصار میں ہے:

یقدرھا بقدر الغلاء والرخص[1]۔	نفقہ مہنگائی اور ارزانی کی اعتبار سے ہوگا۔ (ت)

نیز اسی میں اور بحوالہ اختیار درمختار میں ہے:

یختلف ذٰلك یسارا واعسارا وحالا وبلدا[2]۔	نفقہ خوشحالی، تنگدستی، علاقے اور صورت حال کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

لو قال ووقتا لکان اولٰی[3]۔	اگر ماتن یہاں وقت کو بھی ذکر کرتے تو بہتر ہوتا (ت)

اسی میں ہے:

یراعی کل وقت او مکان بما یناسبه[4]۔	وقت اور جگہ کا اعتبار کرتے ہوئے نفقہ مناسب مقرر ہوگا۔ (ت)

اسی میں ذخیرہ سے ہے:

ماذکرہ محمد علی عادتھم وذلك یختلف باختلاف الاماکن حرا وبردا و العادات فعلی القاضی اعتبار الکفالة بالمعروف فی کل وقت مکان[5]۔	امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے لوگوں کی عادت کے اعتبار کو ذکر کیا ہے، تو نفقہ جگہوں کے گرم سرد اور وہاں کی عادات کے اختلاف سے مختلف ہوگا، تو قاضی کو ہر مقام اور وقت کے لحاظ سے عرف میں کفایت کا اعتبار کرنا ہوگا۔ (ت)

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸
[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۸
[3] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۲
[4] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۱
[5] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۲

بحر میں ہے:

ظہیریہ میں ہے کہ امام رحمہ اللہ تعالٰی نے لباس میں سالانہ دوچادروں،ایک لحاظ اور دو اوڑھنیوں کی مقدار ذکر کی ہے، اس سے مراد گرما اور سرما دونوں موسموں کے لئے، انہوں نے موسم گرما میں شلوار کاذکر نہ فرمایا کیونکہ یہ سردی کے موسم میں ضروری ہے،یہ ان کے عرف میں ہے، لیکن ہمارے عرف میں شلوار اور دیگر کپڑے مثلاً، گدّا جس پر سوتے ہیں اور لحاف اور وہ کپڑا جس سے سردی اور گرمی کی شدت سے تحفظ کیا جاتا ہے اور سردیوں میں اونی چادر اور گرم جبہ اور ریشمی دوپٹہ اھ، مجتبٰی میں ہے کہ لباس علاقوں اور عادتوں کی وجہ سے مختلف ہوتا ہے تو قاضی پر لازم ہے کہ وہ ہر علاقے اور وقت کا اعتبار کرتے ہوئے وہاں کے عرف کے مطابق کفایت والے کا فیصلہ کرے۔(ت)	فی الظهیریة قدر محمد الکسوة بدرعین وخمارین وملحفة فی کل سنة.ارادبهما صیفیا وشتویا ولم یذکر السراویل فی الصیف اذلا بد منه فی الشتاء، وهذا فی عرفهم امافی عرفنا فتجب السراویل وثیاب اخر کالجبة والفراش التی تنام علیه واللحاف وما تدفع به اذی الحر والبرد.وفی الشتاء درع خز وجبة قز وخمار ابریسم اھوفی المجتبی ان ذٰلك یختلف باختلاف الاماکن والعادات فیجب علی القاضی اعتبار الکفایة بالمعروف وفی کل وقت ومکان[1]۔

اسی طرح فتح القدیر میں اقضیہ اور ہندیہ میں محیط سے ہے۔رہا شوہر کا مدیون ہونا اقول(میں کہتا ہوں۔ت)ظاہراً اس کے سبب نفقہ زن میں تنگی نہیں کرسکتے کہ یہ بھی مطالبہ عبد ہے بلکہ فتاوی امام اجل قاضی خاں پھر ہندیہ میں ہے:

قرض میں مقید شخص اگر خوراک کی تیاری میں اسراف سے کام لیتا ہوتو قاضی اس کو اسراف سے منع کرے اور بقدر کفایت عرف کے مطابق خرچ کا پابند کرے اور ایسے ہی لباس کے معاملے میں میانہ روی سے کام لے اور اس کا پابند کرے تاہم کھانے پینے اور لباس میں اس پر تنگی نہ کرے۔(ت)	المحبوس بالدین اذاکان یسرف فی اتخاذ الطعام یمنع القاضی عن الاسراف ویقدر له الکفاف المعروف وکذٰلك فی الثیاب یقتصد فیها ویأمره بالوسط ولایضیق علیه فی مأکوله ومشروبه وملبوسه[2]۔

[1] بحر الرائق باب النفقۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/ ۱۷۷

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الحجر نولکشور لکھنؤ ۴/ ۹۱۸

جب مدیون پر خود اس کے نفقہ میں تنگی نہ کی گئی اوسط کا لحاظ رہا تو دوسرے کے نفقہ واجبہ میں بدرجہ اولی فلیراجع ولیحرر (اس کی طرف رجوع کیا جائے اور چھان بین کی جائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔ اس کے ساتھ عورت کا خود اپنا حال بھی دیکھا جائے گا کہ غنیہ مفرطہ فی الغنا ہے یا فقیرہ یا متوسطۃ الحال۔ اگر زن و شو دونوں ایک طرح کے ہیں تو اسی طرح کا نفقہ لازم آئے گا اور مختلف ہیں تو دونوں کے حال کے اوسط مثلاً ایک کے اعتبار سے عورت کا نفقہ دس روپے ماہوار ہونا چاہئے اور دوسرے کے لحاظ سے چار روپے تو سات روپے ماہوار واجب کریں گے پھر اگر شوہر فی الحال اس کی ادا پر قادر ہے فبہا ورنہ جس قدر پر قادر ہے دے گا باقی وقت فراخی تک اس پر دین رہے گا۔

قال اللہ تعالٰی لِیُنۡفِقۡ ذُوۡ سَعَۃٍ مِّنۡ سَعَتِہٖ ؕ وَ مَنۡ قُدِرَ عَلَیۡہِ رِزۡقُہٗ فَلۡیُنۡفِقۡ مِمَّاۤ اٰتٰىہُ اللّٰہُ ؕ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىہَا ؕ سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًا ﴿۷﴾ [1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور جس پر خرچہ مقدر کیا گیا ہو وہ اللہ تعالٰی کے دئے سے خرچ کرے اللہ تعالٰی کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کے جو اس نے اسے عطا کیا ہے عنقریب اللہ تعالٰی تنگی کے بعد آسانی فرمائے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

یستحق النفقۃ بقدر حالھما بہ یفتی ویخاطب بقدر وسعہ والباقی دین الی المیسرۃ [2]۔	دونوں کے حال کے مطابق وہ نفقہ برداشت کرے گا، اسی پر فتوی دیا جائے گا، اور جتنی توفیق ہو اسی کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی اس کے ذمہ ہوگا اس کو آسانی کے وقت ادا کرے گا۔ (ت)

ردالمحتار و بحرالرائق میں ہے:

اتفقوا علی وجوب نفقۃ الموسرین اذا کانا موسرین وعلی نفقۃ المعسرین اذا کانا معسرین، وانما الاختلاف فیما اذا کان احدھما موسرا والاٰخر	فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ اگر دونوں کشادہ حال ہوں تو اسکے مطابق اور اگر دونوں تنگدست ہوں تو اس کے مطابق نفقہ واجب ہوگا اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے جب ایک فراخی والا ہو اور دوسرا

[1] القرآن ۶۵/۷

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

معسرا فعلی ظاہر الروایۃ الاعتبار لحال الرجل فان کان موسرا وھی معسرۃ فعلیہ نفقۃ الموسرین وفی عکسہ نفقۃ المعسرین واما علی المفتی بہ فتجب نفقۃ المعسرین واما علی المفتی بہ فتجب نفقۃ الوسط فی المسألتین وھو فوق نفقۃ المعسرۃ ودون نفقہ الموسرۃ[1]۔	تنگدست ہو تو ظاہر روایت کے مطابق اس صورت میں خاوند کی حالت کا اعتبار ہوگا اگر خاوند فراخ دست اور بیوی تنگدست ہو تو فراخی والا نفقہ اور اگر خاوند تنگدست ہو اور بیوی امیر ہو تو تنگی والا نفقہ واجب ہوگا جبکہ فتوی والا قول یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں صرف خاوند کے حال کی بجائے دونوں کے حال کے اعتبار سے درمیانہ نفقہ واجب ہوگا، اور وہ تنگ حالی سے زائد اور فراخی سے کم ہوگا۔ (ت)

اس کے سوا ایسار واعسار کی کوئی خاص تحدید یہاں علماء نے نہ فرمائی امر عرف پر دائر رکھا ہے، بخلاف نفقہ اقارب کے وہاں یسار مقدر بہ نصاب ہے،

ورأیت فتاوی الخیریۃ انہ ساق الی ھنا ماذکروہ ثمہ اذسئل فی الزوجین اذاکانا غنیین ھل تجب علیہ نفقۃ الاغنیاء وماحدالغنی فی باب النفقۃ (اجاب) نعم تجب نفقۃ الاغنیاء قال فی البحر اختلفوا فی حدالیسار علی اربعۃ اقوال احدھا انہ مقدر بنصاب الزکوٰۃ قال فی الخلاصہ وبہ یفتی واختارہ الولو الجی معللا بان النفقۃ تجب علی الموسر ونھایۃ الیسار لاحدلھا وبدایتہ النصاب فیقدربہ، والثانی انہ نصاب حرمان الصدقۃ وھو النصاب الذی لیس بنام قال فی الھدایۃ وعلیہ الفتوی وصححہ فی الذخیرۃ اھ	اور میں نے فتاوی خیریہ میں دیکھا تو انہوں نے وہی روش اختیار کی جو فقہا نے اوپر ذکر کی ہے، جب ان سے سوال ہوا کہ جب دونوں غنی ہوں تو کیا غنی والا نفقہ واجب ہوگا اور نفقہ میں غنی کی حد کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا ہاں غنی والا نفقہ واجب ہوگا، بحر میں فرمایا کہ غنا کی حد میں فقہاء نے اختلاف کیا جو چار قول ہیں، ایک یہ غنا کی حد نصاب زکوٰۃ کا اندازہ ہے، خلاصہ میں کہا، اسی پر فتوی ہے، ولوالجی نے اسی کو پسند کیا اور وجہ یہ بیان کی کہ نفقہ سہولت پر مبنی ہے اور سہولت کی کوئی آخری حد نہیں ہے جبکہ اس کی ابتدائی حد نصاب ہے لہٰذا اسی کو معیاد قرار دیا جائے گا۔ اور دوسرا قول یہ کہ غناء کی حد وہ ہے جس پر صدقہ لینا حرام ہوتا ہے یہ وہ نصاب ہے جو نامی نہ ہو یعنی تجارتی یا نقدی والا نصاب نہ ہو، ہدایہ میں فرمایا اسی پر فتوی ہے، اور ذخیرہ میں اسی کو صحیح

[1] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

والذی یظهر للفقیه البارع فی الفقه ان الاول اولٰی بالقبول لان مالیس بنامر سریع النفاد اذا تواردت علیه النفقات کما هوظاهر والله تعالٰی اعلم [1] اھ مافی الخیریة.**اقول:** تعلیل الامام الولو الجی لایفید الاشتراط النصاب دون النمو الاان یضم الیه ما افادالعلامة الرملی وفیه تامل فتامل ثم **اقول:** فی سوقه الی هنا نظر فان المعتبر فی الاقارب القدرة حتی اوجب محمد علی من یکسب کل یوم درهما وتکفیه اربع دوانق ان ینفق الدانقین علی محارمه قال فی الفتح وهذا یجب ان یعول علیه فی الفتوٰی [2] اھ فالموسر ثمه من یمکنه دفع حاجة غیره بدون لحوق ضرر به والمعسر بخلافه ولذا لم تجب علیه اصلا اما نفقة المرأة فتجب علی الزوج مطلقا وان لم یکن

قرار دیا ہے اھ اور فقہ میں مہارت رکھنے والے پر جو ظاہر ہورہا ہے وہ یہ کہ پہلا قول قبولیت میں اولٰی ہے کیونکہ جو نصاب نامی نہ ہو کے بعد دیگرے اخراجات میں وہ جلدی ختم ہوجاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے، **والله تعالٰی اعلم**۔ خیریہ کی عبارت ختم ہوئی، **اقول:** (میں کہتا ہوں) امام ولوالجی کی بیان کردہ علت صرف نصاب کی متقاضی ہے نامی ہونے کو متقاضی نہیں ہے ہاں اگر علامہ رملی کی بیان کردہ وجہ کہ نفقہ کے باب میں غناء کا اعتبار ہوتا ہے، کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے، کو شامل کیا جائے تو نامی کی وجہ بن سکتی ہے جبکہ وہ قابل غور بات ہے تو غور کرو، **ثم اقول:** (میں پھر کہتا ہوں) خیریہ کا جو یہاں تک بیان ہے اس میں اعتراض ہے کیونکہ اقرباء کے نفقہ میں صرف قدرت والی وسعت معتبر ہے حتی کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے روزانہ ایک درھم کمانے والے پر اقرباء کے نفقہ کے متعلق یہ واجب کیاہے کہ اگر درھم کمانے والے کا گزار چار دانق پر ہوتا ہے تو وہ اپنے ذوالارحام پر دو دانق خرچ کرے۔ فتح میں فرمایا کہ یہی وہ قول ہے جس پر فتوی دینے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اھ، تو ذوی الارحام کے نفقہ میں جو دوسرے کی حاجت کو پورا کرسکے اور خود ضرر میں مبتلا نہ ہو وہ فراخ دست کہلائے گا، اور تنگدست وہ ہوگا جو ایسا نہ کرسکے اور اس وجہ سے اس پر بالکل واجب نہ ہوگا لیکن بیوی کا نفقہ تو خاوند پر ہر حال میں

[1] فتاوٰی خیریة باب النفقة دار المعرفة بیروت ۱/۷۵

[2] فتح القدیر فصل وعلی الرجل ان ینفق علی ابویه الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۲۲۷

له شيئ وانما الموسر والمعسر ههنا بمعنى الموسع و المقتر وذٰلك لايتقيد بالنصاب ولايلزمه، بل يختلف بما قدمنا فجعلهم مالك النصاب قادرا لا يستلزم جعله موسعا، وان يلزم عليه لامرأته نفقة الاغنياء، وهي ربما تفنى النصاب في اقل من نصب سنة بل في ربعها۔	واجب ہوتا ہے اگرچہ خاوند کے پاس کچھ بھی نہ ہو، تو بیوی کے نفقہ کے معاملہ میں غنی اور تنگدست بمعنی صاحب وسعت اور تنگی ہے اور یہ معنی نصاب سے مقید نہیں ہوسکتا اور نہ ہی اس کو نصاب لازم ہے بلکہ دونوں جدا ہوجاتے ہیں، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، تو ان کا خاوند کو صاحب نصاب قرار دے کر نفقہ پر قادر ماننا اس چیز کو مستلزم نہیں کہ خاوند وسعت والا قرار پائے اور اس پر غنیوں والا نفقہ بیوی کے لئے واجب ہو جبکہ بیوی چھ ماہ میں نصاب کا خاتمہ کردیتی ہے بلکہ سال کے چوتھائی حصّہ میں خاتمہ کردیتی ہے۔ (ت)

لاجرم ردالمحتار میں ہے:

صرحوا ببیان الیسار والاعسار فی نفقة الاقارب ولم ارمن عرفهما فی نفقة الزوجة ولعلهم وكلو ذٰلك الى العرف والنظر الى الحال من التوسع فی الانفاق و عدمه ویؤیده قول البدائع لوكان الرجل مفرطافی الیسار[1] الخ، وسیاتی تمامه۔	فقہاء نے اقرباء کے نفقہ میں خوشحالی اور تنگ حالی کو بیان کیا لیکن میں نے بیوی کے نفقہ میں کسی کو خوشحالی اور تنگ حالی کے معیار کو بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اور ہوسکتا ہے کہ انہوں نے یہ معیار عرف پر چھوڑ دیا ہو کہ عرف میں خوشحالی کا نفقہ اور غیر خوش حالی کا کیا ہے، اور اس کی تائید بدائع کا یہ قول کہ "اگر کوئی شخص خوش حالی میں انتہائی زیادہ ہوالخ" کررہا ہے، بدائع کا مکمل قول آگے آرہا ہے۔ (ت)

ولہذا نفقہ اقارب میں دوہی قسمیں رہیں کہ قادر اور عاجز میں حصر ہے اور یہاں تین قسمیں ہیں: غنی، فقیر، متوسط۔ اور ان کے نفقات کے فرق میں عبارات مختلف آئیں، امام سراج الدین قاری الہدایہ نے فرمایا غنی کے لئے دونوں وقت گیہوں کی روٹی اور گوشت ہے، متوسط کے لئے روٹی اور روغن، فقیر کے لئے روٹی اور پنیر وسرکہ۔ اقضیہ میں فرمایا: غنی کی نانخورش گوشت، متوسط کی دودھ، فقیر کی روغن یعنی زیتون، وقال تعالٰی وَصِبۡغٍ لِّلۡاٰكِلِیۡنَ ۝۲۰ [2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور کھانے والوں کے لئے سالن ہے۔ت) اور

---

[1] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۲۰

ہمارے عرف سے قریب تر وہ ہے جو امام ملک العلماء نے فرمایا کہ اعلی درجہ مرغ کا گوشت اور سوجی کے پھلکے، اور اوسط گیہوں کی روٹی بکری کا گوشت اور ادنی جو کی روٹی۔ عقود الدریہ میں ہے:

سئل قاری الهدایة اذا طلبت تقدیر النفقة لها ولاولدها دراهم هل لها ذلک(اجاب)لایجب بل الواجب علیه طعام وادام علی الغنی خبز حنطة ولحم غدا وعشاء بقدر کفایتها،والمتوسط خبز و دهن وعلی الفقیر خبز وجبن وخل [1]۔	قاری الہدایہ سے سوال کیا گیا کہ جب بیوی اپنے لئے اور اولاد کے لئے روزانہ چند درہم کا نفقہ مقرر کرنے کا مطالبہ کرے تو کیا اس کو یہ حق ہے، توانہوں نے جواب میں فرمایا کہ عورت کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری نہیں بلکہ خاوند پر اگر غنی ہو تو روٹی اور سالن میں صبح و شام گندم کی روٹی اور گوشت بقدر کفایت اور درمیانے حال والا ہو تو اس پر دونوں وقت روٹی اور روغن، اور اگر فقیر ہو تو روٹی، پنیر اور سرکہ واجب ہے (ت)

فتح القدیر میں ہے:

وفی الاقضیة یفرض الادام ایضا اعلاہ اللحم وادناہ الزیت واوسط اللبن [2]۔	فیصلوں کے بیان میں ہے کہ سالن بھی مقرر کیا جائے جس کا اعلی درجہ گوشت، ادنی درجہ زیتون اور درمیانہ درجہ دودھ ہیے۔ (ت)

ردالمحتار میں بدائع سے ہے:

لوکان الرجل مفر طافی الیسار یاکل خبز الحواری ولحم الدجاج والمرأة مفرطة فی الفقر تأکل فی بیت اهلها خبز الشعیر یطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة [3]۔	اگر خاوند اعلی درجے کا امیر ہے جو سوجی کے پھلکے اور مرغ کا گوشت کھاتا ہے اور عورت انتہائی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی ہو، تو یہ خاوند اس کو گندم کی روٹی اور بکری کا گوشت دے۔ (ت)

عالمگیریہ میں کافی سے ہے:

ان کانت موسرة وهو معسر لها فوق مایفرض لوکانت معسرة فیقال	اگر خاوند فقیر ہو تو امیر بیوی کو وہ خوراک دے جو غریب بیوی کے لئے مقررہ سے زیادہ ہو، اس

[1] عقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة باب النفقة حاجی عبدالغفار تاجران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۷۴

[2] فتح القدیر باب النفقة مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۲۰۰

[3] ردالمحتار باب النفقة داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۵

له اطعمها خبز البر و باجة او باجتین، وان کان الزوج موسرا مفرط الیسار نحوان یاکل الحلواء واللحم الشوی والباجات و هی فقیرة کانت تاکل فی بیتها خبز الشعیر لایجب علیه ان یطعمها مایاکل بنفسه ولاماکانت تاکل فی بیتها، لکن یطعمها خبز البر و باجة او باجتین[1]۔	صورت میں خاوند کو پابند کیا جائے گا کہ وہ اس کو گندم کی روٹی باجہ یا دو باجے (بھیڑ بکری کے پائے) خوراک دے، اور اگر خاوند اعلٰی درجے کا امیر ہو مثلاً وہ حلوا، گوشت بھنا ہوا یا بھیڑ بکری کے پائے کھاتا ہے اور بیوی فقیر ہو جو اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی تھی تو خاوند پر یہ واجب نہیں کہ اس کو وہی خوراک دے جو خود کھاتا ہے، اور نہ ہی وہ خوراک دے جو بیوی اپنے گھر میں کھاتی تھی بلکہ وہ اس کو گندم کی روٹی اور بھیڑ بکری کے پائے ایک یا دو خوراک میں دے۔ (ت)

ان اعصار وامصار میں بچھتّر روپے ماہوار کی آمدنی والا نہ امیر کہلائے گا نہ فقیر بلکہ ایک متوسط الحال ہے، اگر عورت بھی ایسی ہی ہے اور متوسط زناں کا نفقہ لیا گیہوں کی روٹی اور بکری کا گوشت کبھی سادہ کبھی ترکاری کا، کبھی اور کھانا کہ قیمۃً اس کے قریب ہو، اور پہننے کو ململ خاصا چھینٹ (یہاں مسودہ میں بیاض ہے) تو حق بحقدار رسید، نہ یہ اس میں کمی کرسکتا ہے نہ وہ اس سے زائد کے مطالبے یا صرف کا اختیار رکھتی ہے، اور اگر وہ غنا میں طبقہ اعلٰی سے ہے تو ضرور زائد کی مستحق ہے جو اوسط اعلٰی کے اوسط سے زائد نہ ہو، اور اگر طبقہ ادنٰی سے ہے تو ضرور کم کی مستحق و مستوجب ہے جو اوسط وادنٰی کے اوسط سے کم نہ ہو، ان اصول پر صحیح محاسبہ کیا جائے، اگر اس نے اپنے استحقاق سے زیادت قلیلہ کی ہے تو قابل لحاظ نہیں اور زیادت فاحشہ کی ہے مثلاً اس کے خرچ میں حساب شرعی سے دس ۱۰ روپے ماہوار ہونا چاہئے تھا اور اس نے پندرہ روپے ماہوار خرچ کیا تو جبکہ اول سے شوہر نے اسے مقدار شرعی پر خرچ کی اجازت دی تھی زیادت غصب ہوئی اور اس کا تاوان عورت پر آیا جو اس کے مہر میں محسوب ہوسکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علی الید ما اخذت حتی تؤدی[2]۔ هذا ماظهر لی والله تعالٰی اعلم۔	ہاتھ نے جو لیا وہ اس پر بوجھ ہے جب تک وہ اسے ادا نہ کرے۔ یہ وہ بحث ہے جو مجھ پر ظاہر ہوئی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] فتاوٰی ہندیة الفصل الاول فی نفقة الزوجة نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۵۴۸

[2] جامع الترمذی ابواب البیوع امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۵۲

مسئلہ ۱۸۱: از جاورہ محلّہ مرسلہ سید ذوالفقار احمد صاحب ۱۲ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسماۃ ہندہ جوجوان العمر نیک چلن ہے عرصہ آٹھ نوسال سے ہندہ کے شوہر زید نے ہندہ کو چھوڑ دیا ہے اس کا نان ونفقہ نہیں دیتا ہے، نہ کسی طرح کی خبر گیری اس کی کرتا ہے، بلکہ ہندہ کو ایذاوتکلیف پہنچانے کی غرض سے طلاق بھی نہیں دیتا ہے تاکہ ہندہ اس کے ظلم سے نجات پاکر کسی شخص سے نکاح کرکے اپنی گزراوقات کرے، ہندہ پردہ نشین ہے اس کو کوئی کھانا کپڑا دینے والا نہیں ہے، نہ اس کو کوئی قرض دیتا ہے، نہ اس کے پاس اثاثہ ہے جس کو فروخت کرکے بسر اوقات کرے، نہ ہندہ دستکار ہے، کہ جس کی اجرت سے ضروریات خورد ونوش کو پورا کرسکے، اگر ہندہ کا نکاح ثانی نہ ہوگا تو وہ یقینی طور پر ضرور زناکاری میں مبتلا ہوگی کیونکہ اس کا عالم شباب ہے اور بغیر نکاح ثانی کئے دوسرا ذریعہ معاش نہیں ہوسکتا، اور ہندہ ایسے مقام پر ہے جہاں قاضی نہیں ہے پس صورت مرقومہ میں ہندہ کے واسطے خاوند ظالم سے کوئی صورت رہائی کی نکلتی ہے یانہیں؟ اگر کوئی صورت ہندہ کی خلاصی کی نہیں نکلتی ہے توکیاشرع ہندہ کو زنا کراکر گزرِاوقات کرنے کی اجازت دیتی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

شرع مطہر اللہ ورسول کا حکم ہے، اللہ ورسول سے زنا کی اجازت مانگنی کفر ہے، جب تک شوہر زندہ ہے اور طلاق نہیں دی دوسرا نکاح حرام حرام حرام، زنا زنا زنا ہے۔ وساوس اور اندیشے کاہے کے ہیں زنا کے، موہوم زنا سے بچنے کے لئے موجود زنا کراؤ یہ کون سا دین ہے، چارہ کار نالش ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو سوائے صبر کے کچھ علاج نہیں، اور جو اللہ کے لئے صبر کرتا ہے اللہ اس کی مشکل کھول دیتا ہے، رزق اللہ پر ہے شوہر رزاق نہیں، محنت مزدوری کرے اور غلبہ خواہش کے لئے روزے رکھے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء [1]۔	اور جو شادی کے خرچے کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر لازم ہے کہ وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے شہوت کاتوڑ ہے۔ (ت)

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا۝۲	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لئے راہ نکال دے گا

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبد اللہ بن عباس دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۲۴، ۴۳۲

وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗؕ [1]	اور اسے وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہوگا، جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اسے کافی ہے۔

اور فرماتا ہے:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا۝ [2]	جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کا کام آسان کردے گا۔

اللہ سچا اور اس کے وعدے سچے، اور شیطان جھوٹا اور اس کے ڈراوے جھوٹے، اللہ سے ڈرے اور اس پر بھروسہ کرے، یقیناً اللہ اس کے لئے آسانی کردے گا اور اس کے لئے راہ نکال دے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۲: از اودے پور میواڑ راجپوتانہ محلّہ چھاوت واڑی مرسلہ قادر بخش چابک سوار ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا کوئی ایسی تحریر دستاویز کہ جس کو زید نے مسماۃ ہندہ کو دوسری شادی کے وقت بابت انتظام نان نفقہ لکھ دی ہو کیا بعد طلاق ہندہ کا اس تحریر سے کسی قسم کا کوئی حق رہتا ہے:

الجواب:

مہر و نفقہ ایام عدت کے سوا اور کوئی حق واجب شرعاً نہیں اور اگر زید نے لکھ دیا ہو کہ عمر بھر تیرا نان و نفقہ میرے ذمہ ہے تو یہ ایک وعدہ ہے اسے وفا کرنا چاہئے مگر اس کی بنا پر جبراً مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ اشباہ میں ہے: **لاجبر** ^ف^ **علی الوفاء بالوعد** [3] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ ت) اس کے سوا اس تحریر کا حاصل اگر کچھ اور ہو تو بعد ملاحظہ تحریر معلوم ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۵/ ۲ و ۳

[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۵

[3] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۱۰و۵۱

ف: وفائے وعدہ سے متعلق اشباہ سے جو عبارت مجھے ملی اس کے الفاظ یوں ہیں: وعدہ ان یأتیه فلم یأته لا یأثم ولا یلزم الوعد الا اذا کان معلقا ___ اسی معنٰی کی عبارت فتاوی ہندیۃ الباب السابع فی اجارۃ المستاجر جلد ۴ ص ۴۲۷ پر ملاحظہ ہو۔ نذیر احمد سعیدی

مسئلہ ۱۸۳: از چتوڑ گڑھ محلّہ چھیپیاں مسئولہ جمیع مسلمانان گنگرار ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو شوہر عرصہ آٹھ سال سے ہندوستان چھوڑ کر غیر ملک میں چلاگیا زندہ ہے خیریت کا حال لکھتا رہتا ہے مگر اس کے لئے نہ تو یہاں اس کی جائداد ہے اور نہ اس نے آج تک خرچ کے لئے زوجہ کے پاس روپیہ پیسہ روانہ کیانہ اس عرصہ میں وہ کبھی آیا اور نہ آئندہ آنے کا قصد رکھتا ہے، زوجہ نے نان نفقہ کے انتظام کے لئے کئی مرتبہ اسے لکھا مجبور ہو کر طلاق چاہی مگر نہ تو نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے، اب سنا جاتا ہے کہ عورت پریشان ہو کر نصرانیت اختیار کرنے والی ہے، ایسی صورت میں عورت مذکورہ سے معاملہ مندرجہ سوال میں کسی عالم با معتبر سے فسخ نکاح کی درخواست کراکے بعد انقضائے عدت فسخ نکاح نکاح جدید کسی دوسرے شخص سے کرادینا جائز ہے یا ناجائز، آیا اس کے لئے کوئی صورت ہے شرعی کہ اسے مرتد ہونے سے بچائے۔

الجواب:

جس نے مرتدہ ہونے کا قصد کیا وہ اس وقت مرتدہ ہو گئی، بچائی کاہے سے جائے، اور شوہر کی زندگی میں بلاطلاق دوسرے سے نکاح کی کوئی صورت نہیں **قال تعالٰی وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ**[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: نکاح والی عورتیں (حرام ہیں)۔ت) یہاں نہ کوئی حنبلی مذہب کا قاضی ہے نہ کسی حنفی مقلد کو اس مذہب کے خلاف قضا کا اختیار ہے اور اگر کرے گا نافذ نہ ہوگی ایسی توسیعیں لازم مذہب کرتی ہیں، **والتفصیل فی البحر الرائق وردالمحتار وغیرھما من الاسفار** (اور اسکی تفصیل بحرالرائق اور ردالمحتار وغیرہما کتب میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۴: از اکورہاڈاک خانہ گنگیری ضلع علی گڑھ مسئولہ امداد علی خاں صاحب مدرس اول ۲۰ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ وقتِ نکاح بدمزاج معلوم ہوتی تھی بعد میں وہی بدمزاجی بڑھتے بڑھتے فتور عقل ثابت ہوئی، فاتر العقلی کی حالت میں اس سے تین بچے بھی مختلف اوقات میں پیدا ہوئے اور مرے، اس کے مرض کا علاج مدت مدید تک حکیموں، دائیوں، ڈاکٹروں، عاملوں کے ذریعہ کرایا گیا اور اپنی حیثیت سے زیادہ صرف کیا مگر کوئی صورت افاقہ کی نہ ہوئی اور مریضہ کے عملوں سے بہت کچھ نقصانات مالی ظہور میں آئے، اس کی حالت فاتر العقلی کے باعث ایسی ہو گئی ہے کہ وہ

[1] القرآن الکریم ۴/۲۴

احکام شرعیہ اور خاوند کے جائز حکموں کی تعمیل نہیں کر سکتی نہ وہ اپنی خواہشات کو محسوس کر سکتی ہے نہ پاکی و ناپاکی میں تمیز رکھتی ہے نہ امورات خانہ داری و علائق زندگی کو سمجھ سکتی ہے غرض کہ مجھے اس سے تمام مصلحتیں فوت نظر آتی ہیں اس کے علاج سے ہر طرح مایوس ہو کر اعزا و اقربا کے اصرار و اپنی آسائش و قیام نسلی کی امید پر میں نے بحالت مجبوری بعد بسیار کے دوسری شادی کر لی ہے اس سے بفضلہٖ ایک بچہ بھی پیدا ہوا ہے، اب میرے متعلقین میں میری ایک والدہ ضعیفہ اور زوجگان و ایک بچہ و ایک میں خود یہ پانچ کس ہیں اور کچھ بارِ قرضہ بھی ہے جو بوجہ ضروریات شرعی ہوا ہے اب زوجہ سابقہ یعنی فاتر العقلی کی والدہ کو (میرے خیال میں تجاہل عارفانہ سے) شبہہ ہے کہ میری لڑکی کو ان لوگوں سے تکالیف پہنچتی ہیں، اور نہ وہ ان لوگوں میں آسائش رہ سکتی ہے، اس لئے ان کی خواہش ہے کہ اپنی بیٹی کو اپنے پاس رکھ کر میری نصف آمدنی کو بٹالیں اور اسی امید پر وہ عنقریب کچہری مجاز میں نالش کرنے والی ہیں میں ان سے کہہ رہا ہوں کہ میری جانب سے کوئی تکلیف کبھی نہیں ہوئی نہ آئندہ ہوگی بلکہ آپ خود رہ کر میرے کاموں میں مدد کیجئے اور اپنی بیٹی کو حسبِ منشا آرام پہنچائیے اور بوجہ ناپاک رہنے اور ہوش وحواس درست نہ ہونے کے اپنی بیٹی کے ساتھ کھانے پینے اور اس کے برتنوں سے احتیاط رکھئے یا زر دین مہر سے دست بردار ہو کر مجھ سے اپنی بیٹی زوجہ میرے کے واسطے چار روپیہ ماہوار علاوہ پارچہ پوشیدنی کے تاحینِ حیات لیتی رہئے، کیونکہ اس وقت پانچ آدمیوں کی پرورش، قرضہ کی ادائیگی، تربیت اولاد، اتفاقی ضروریات کا پورا کرنا میرے ذمہ ہے، اور اس کو اپنے مکان پر رکھئے وہ ان باتوں میں سے کسی کو منظور نہیں کرتیں، پس ایسی صورت میں میرے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے جس سے کہ میں خدا اور سول کے نزدیک مواخذہ دار نہ ہوں اس میں دوسرا سوال یہ ہے کہ ایسی عورت کا دین مہر و نان نفقہ کسی خدمت کے عوض مجھ پر واجب ہے۔

الجواب:

مہر کسی خدمت کا معاوضہ نہیں وہ نکاح میں بضع کا عوض ہے اور بہر حال واجب ہے اور جب فاتر العقل ہے تو اس کے مہر سے دستبرداری نہ وہ کر سکتی ہے نہ اس کی ماں نہ کوئی اور، یوں ہی جب تک وہ شوہر کے گھر ہے یا اس کے گھر آنے سے انکار نہ کرے، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے جو زن و شو دونوں کو حال کی رعایت سے بقدر متوسط دلایا جائے گا مادرِ زن کا نصف آمدنی مانگنا ظلم صریح ہے جب کہ یہ مقدار نفقہ زن سے زائد ہو، در مختار میں ہے:

النفقة تجب للزوجة علی زوجها بقدر حالهما به یفتی ویخاطب	خاوند پر بیوی کا نفقہ ان دونوں کے حال کے مطابق ہے، اسی پر فتوی دیا جائے گا، اور خاوند کو اس کی

بقدر وسعه والباقی دین الی المیسرة[1]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	وسعت کے مطابق ادائیگی کا حکم ہوگا اور باقی ہو تو اس کے ذمہ واجب الادا رہے گا جب وہ آسانی والا ہوگا۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۵: از جامع مسجد بریلی مسئولہ نواب چھوٹے میاں صاحب ۷ رجب ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی لڑکی کا عقد بکر کے لڑکے کے ساتھ کیا عقد کے بعد ایک ماہ تک زید کی لڑکی اپنے شوہر کے مکان پر رہی اس وقت سے زمانہ تخمیناً نوماہ کا ہوا کہ لڑکی زید کے مکان پر موجود ہے، نان نفقہ کی شوہر یا شوہر کے باپ نے خبر نہیں لی، اب اس امر کا تقاضا ہے، کہ زید اپنی لڑکی کی رخصت کردے، زید کو رخصت کرنے سے کچھ انکار نہیں ہے، علمائے دین کی خدمت میں صرف یہ گزارش ہے کہ ان ایام کا نان نفقہ کس پر فرض ہے اور لڑکی رخصت ہونے کے بعد زید کے اور شرعی خاندان کے تعلق والوں کے کس کس کے یہاں جاسکتی ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس نو مہینے کا نان نفقہ کسی پر نہیں، جو دن گزر گئے گزر گئے، ہاں اگر نان ونفقہ کچھ مقرر ومعین قرار پاچکا کہ اتنا ماہوار دیں گے، اور زید نے لڑکی کو بٹھانہ رکھا، نہ لڑکی نے شوہر کے یہاں جانے سے انکار کیا بلکہ باپ کے یہاں آئی تھی، پھر شوہر کے بلانے کی منتظر رہی اور اس نے اتنے مہینوں نہ بلایا تو اس صورت میں وہ مقرر شدہ نفقہ ان مہینوں کا دے گا، اور اگر یہ بلانا چاہتا تھا اور لڑکی نہ گئی تو ان مہینوں کا نفقہ کسی پر نہیں اگرچہ مقرر شدہ ہو، عورت آٹھویں دن اپنے ماں باپ کے یہاں صبح سے شام تک کے لئے بلا اجازت شوہر جاسکتی ہے اور اپنے محارم مثلاً حقیقی یا سوتیلے بہن، بھائی، بھتیجے، بھتیجی، بھانجے، بھانجی، چچا، ماموں، پھوپھی، خالہ، نانا، دادا کے یہاں ہر سال بھر بعد دن بھر کے لئے، رات کو بہر حال شوہر کے یہاں آنا ہوگا، یہ بلااجازت ہے، اور شوہر کی اجازت سے انہیں لوگوں کے یہاں مہینہ بھر اور زائد جتنے دنوں کی وہ اجازت دے رہ سکتی ہے، لیکن غیر محارم مثلاً چچا ماموں خالہ پھوپھی کے بیٹوں بیٹیوں یا جیٹھ دیور بہنوئی وغیرہم یا اجنبی کے یہاں شوہر کی اجازت سے بھی نہیں جاسکتی اگر شوہر اجازت دے گا تو وہ بھی گنہگار ہوگا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۶: از شہر بریلی محلّہ ملوکپور مسئولہ احمد یار خاں صاحب ۱۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کے چند اولادیں ہوئیں ان میں سے ایک

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۶

لڑکی بعمر چھ سال موجود ہے اس عورت کے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو بہت سخت تکلیف ہوتی ہے اور قریب المرگ ہو جاتی ہے، لہٰذا اب یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی وغیرہ کہتے ہیں کہ ہم کو جان بچانا فرض ہے، اور یہ عورت اپنے خاوند سے جماع کرنا نہیں چاہتی اور کہتی ہے کہ مجھ کو اپنی جان کا اندیشہ ہے، اس حالت میں اس کے خاوند پر نان نفقہ دینا لازم ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت اور اس کی ماں و بھائی کہتے ہیں کہ تم اپنی دوسری شادی کرلو، اس کے خاوند میں اتنی قوت نہیں کہ دو عورتوں کا خرچ برداشت کرسکے کیونکہ یہ بیحد غریب آدمی ہے، لہٰذا شرع شریف کا جو حکم ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عورت اگر مکانِ شوہر میں نہ رہے نفقہ نہ پائے گی، اور اگر یہاں رہے اور جماع پر راضی نہ ہو مگر شوہر چاہے تو جماع کرسکے پھر اگرچہ نہ کرے نفقہ پائے گی، مرد اگر دو کا خرچ برداشت نہ کرسکنے کے سبب اسے نکال دے گا اور عورت اس کے یہاں رہنا چاہے گی اور یہ اس سے زبر ستی جماع پر قادر ہوگا تو نفقہ آئے گا۔ درمختار میں ہے:

لها النفقة لو مرضت وفی منزلها بقیت ولنفسها مامنعت لانفقة لخارجة من بیته بغیر حق وهی الناشزة حتی تعود قید بالخروج لانها لو مانعته من الوطئ لم تکن ناشزة [1] اھ۔	بیوی کے لئے نفقہ کا حق ہوگا وہ بیمار ہو، اور اپنے گھر میں ہو اور اپنے آپ کو سپرد کرنے سے مانع نہ ہو اور خاوند کے گھر سے بلاوجہ باہر رہنے والی کے لئے نفقہ نہیں وہ نافرمان ہوگی تا وقتیکہ واپس آئے، اور ماتن نے خاوند کے گھر سے باہر کی قید ذکر کی، اس لئے کہ اگر خاوند کے گھر میں رہتے ہوئے جماع سے رکاوٹ کرے تو نافرمان نہ ہوگی اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لو مانعته قیده فی السراج بمنزل الزوج و بقدرته علی وطئها کرها [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار نے جو کہا کہ جماع سے منع کرے، تو اس کو سراج الوہاج میں، خاوند کے گھر، اور خاوند کو جبراً اس سے جماع کی قدرت ہو، کے ساتھ مقید کیا ہے (کہ ایسی صورت ہو تو وہ نافرمان نہ کہلائے گی) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۶۷

[2] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۴۷

مسئلہ ۱۸۷: از کانپور طلاق محل مکان حکیم نورالدین مسئولہ عبیداللہ ۴ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آوارہ اور بد چلن ہونے کے علاوہ نان و نفقہ کا کفیل بھی نہیں ہوسکتا اور اس کا باپ یعنی خالد اگرچہ نان ونفقہ کا کفیل ہوسکتا ہے اگر وہ چاہے، مگر وہ اور اس کی اہلیہ وغیرہ بھی ہندہ کو سخت تکالیف کھانے پینے پہننے کی دیتے ہیں اور سخت خدمت مثل ایک لونڈی کے لیتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں ہندہ کو اپنے نفس کے روکنے کا اختیار ہے کیونکہ ان کی معاشرت نہایت خراب ہے بلکہ جان کا خطرہ ہے، اور کیا قاضی کو حق ہے کہ وہ دونوں میں تفریق یعنی خلع کرادے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

نفقہ نہ دینے پر حاکم اسے مجبور کرے گا کہ نفقہ دے یا طلاق لقولہ تعالٰی فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ[1] (کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: بھلائی کے ساتھ پاس رکھو یا نیکی کرتے ہوئے چھوڑدو۔ت) لیکن قاضی بطور خود اس وجہ سے تفریق نہیں کرسکتا۔ درمختار میں ہے:

لایفرق بینھما بعجزہ عنھا بانواعھا الثلثۃ (وھی ماکول وملبوس ومسکن ح اھ ش) ولا بعدم ایفائہ حقھا ولو موسرا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	تینوں کے حقوق سے عجز پر خاوند اور بیوی میں تفریق نہ ہوگی، وہ حقوق، خوراک، لباس اور مسکن ہیں، بحر، اھ ش (شرح کی عبارت ختم) اور نہ ہی امیر ہونے کے باوجود بیوی کے یہ حقوق مکمل نہ کرنے پر تفریق ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۸: از اودے پور میواڑ مدرسہ شرقیہ مرسلہ سید عبدالرحیم صاحب ۲۰ شوال ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قادر بخش کی عورت مسماۃ محرم ہے ۳۰ سال شادی کو ہوئے اولاد نہ ہونے کی وجہ سے نام بردہ سے عقد ثانی کیا اور محرم کو اس مضمون کی تحریر لکھ دی کہ جو میرا گاؤں جاگیر کا ہے اس میں ۳۰۰ روپے سالانے ادا کرتا رہوں گا بلاعذر، اور حال میں نیا مکان جو بنایا ہے وہ تیرے رہنے کو دے دیا، اگر تیرے لڑکا ہوگا تو میری تمام جائداد کا مالک ہوگا اور اگر اس دوسری عورت سے ہوگا تو وہ اس تحریر کی پابندی کرے گا، کچھ عرصہ بعد دوسری کے لڑکا پیدا ہوا، مسماۃ محرم قادر بخش کی تابعداری کرتی رہی لیکن دوسری عورت کی اور اس کی باہمی تکرار اس بنا پر ہوتی رہی کہ جو تحریر قادر بخش نے زوجہ اولٰی کو لکھ دی ہے وہ واپس دے دے کیونکہ میرے لڑکا تولد ہوگیا ہے، محرم نے باوجود تکرار فساد

[1] القرآن الکریم ۲/۲۱۹

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹، ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

تحریر نہیں دی، قادر بخش نے زوجہ ثانیہ کے بہکانے سے پہلی کو نکال دیا، جبکہ محرم نے کچہری میں نان و نفقہ و پابندی تحریر کا دعوی کیا اس پر شوہر نے اپنا بیان قلمبند کرایا کہ محرم کو میں نے طلاق دے دی، لیکن اصلیت یہ ہے کہ اس نے اسے طلاق نہ دی نہ کوئی طلاق نامہ تحریر کیا نہ کوئی گواہ طلاق دینے کا ہے، صرف دوسری عورت کے ورغلانے پر اس نے ایسا کہہ دیا ہے اور مشہور کیا ہے، محرم نے شوہر کی کوئی خطا نہیں کی ہے، کیا قادر بخش کے ایسا کہہ دینے اور شہرت دے دینے سے محرم کو عندالشرع طلاق ہو گئی اگر ہو گئی تو محرم کو عندالشرع یہ حق حاصل ہے کہ وہ تحریر جو قادر بخش نے محرم کو دی ہے اس کی پابندی کرانے کی وہ کس حد تک مستحق ہے؟

الجواب:

طلاق شوہر کے زبان پر ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق دے دی طلاق ہو گئی نہ دی تھی تو اب ہو گئی اور رہنے کو مکان دینا مالک کر دینا نہیں جب تک ولایت تملیک ثابت نہ ہو، اور اس کے ساتھ اپنے اسباب وغیرہا سے خالی کرکے قبضہ دلادینا ضرور ہے، تین سو روپے سالانہ دینا اگر علاوہ نان و نفقہ تھا تو محض ایک وعدہ تھا وعدہ کی بناء پر دعوی نہیں ہو سکتا۔ اشباہ وغیرہا میں ہے: **لاجبر علی الوفاء بالوعد**[1] (وعدہ پورا کرنے پر جبر نہیں۔ت) اور اگر یہ نفقہ مقرر کیا گیا تھا تو طلاق سے ساقط ہو گیا اس کا دعوی نہیں کر سکتی، مگر ماہ رواں کا جس میں اس نے کہا کہ میں نے اسے طلاق دے دی۔ تنویر میں ہے:

بموت احدهما وطلاقهما يسقط المفروض[2]۔	خاوند بیوی میں سے ایک کے فوت ہوجانے یا طلاق سے مقررہ نفقہ ساقط ہوجاتا ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال الخير الرملي وقيد السقوط بالطلاق شيخنا الشيخ محمد بن سراج الدين الحانوتي بما اذا مضى شهر فازيد وهو قيد لابد منه تامل[3] اھ والله تعالٰى اعلم۔	خیر الدین رملی نے فرمایا کہ طلاق کی وجہ سے نفقہ ساقط ہونے کو، ہمارے شیخ محمد بن سراج الدین حانوتی نے ایک ماہ یا زائد گزر جانے سے مقید کیا ہے اور یہ قید ضروری ہے، غور کرو، اھ، **واللہ تعالٰی اعلم**۔ (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۵۱۱، ۱۱۰

[2] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۷۰

[3] ردالمحتار باب النفقۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۵۹

مسئلہ ۱۸۹تا۱۹۳: از مہاندی ہیڈور کس ڈویژن ضلع رائے پور سی پی مرسلہ سردار خاں کلرک ۲۶صفر ۱۳۳۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ہندہ اس سے سخت بدزبانی اور درشت کلامی سے پیش آتی ہے اور مندرجہ ذیل امور اس نے بغیر اپنے خاوند زید کی رضامندی کے کئے:

(۱) بغیر اجازت زید کے وہ اپنے مکان سے باہر کئی مرتبہ گئی اور اپنے عزیزوں رشتہ داروں کی شادی میں اس نے زید کی کئی چیزیں بغیر اجازت ورضامندی زید کے بطور جہیز دے دیں۔

(۲) بلااجازت ومرضی زید اس نے اپنے چھوٹے بھائی کی لڑکی کو اپنا متبنی کیا اور زیورات، آب وخورش اور ملبوسات سے اس کی کفالت کرتی رہی، یہ زیورات وغیرہ بھی اس نے بلااجازت زید کے اس لڑکی کیلئے زید کی آمدنی سے بنوائے۔

(۳) چونکہ زید کی ملازمت ایسی ہے کہ اسے گاہے گاہے حکام کے ساتھ دورہ پر نیز کارِ گورنمنٹ کی بجاآوری کے لئے دوسری جگہ جانا پڑا اس لئے اس نے ہندہ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا مگر اس نے تعمیل احکامِ زید نہ کی یا اگر کی بھی تو کسی بہانہ سے چند روز کے بعد بلا اس کی اجازت رضامندی کے واپس آگئی اس لئے اپنے انتظامات کے خیال سے زید کو دوسری ملازمہ رکھنی پڑی اور مزید خرچ کا بار اٹھانا پڑا۔

(۴) زید نے ان امور کو ضبط اور تحمل سے اس وجہ سے برداشت کیا کہ وہ شریف ہے اور ہندہ بدزبان بدکلام، نیز ہندہ کے رشتہ دار اس کے معاون، مبادا زیادہ فساد برپا ہو، غرض جو کچھ فضول خرچیاں اور دیگر امور بلارضامندی زید کے ہوتے رہے انہیں دیکھ کر زید نے خاموشی اختیار کی مگر جب زید نے دیکھا ہندہ کسی طرح راہ راست پر نہیں آتی تو اس نے اسے بہت کچھ سمجھایا اور تاکید کی کہ ایسا نہ کرے مگر ہندہ نے بالعوض راستی اختیار کرنے کے زید کو دھمکایا اور اس نے نہایت فحش الفاظ میں برا کہا کہ اگر تم اپنے باپ کی اولاد ہو تو ہمیں طلاق دے دو اور ہرگز ہم سے بات نہ کرو، پس صورت مسئولہ میں تحقیق طلب یہ امور ہیں، بلااجازت زید کے جب ہندہ نے باہر قدم رکھا تو آیا وہ نان ونفقہ کی مستحق ہے یا نہیں؟ ہندہ نے بلااجازت زید کے ایک لڑکی کو اپنی فرزندی میں لیا ونیز خلاف مرضی زید کے اس کو زیورات ولباس وخورش کی کفیل ہوتی رہی ونیز دورہ ودیگر مقامات میں زید کے ہمراہ نہ رہ کر اس پر مزید خرچہ کا بار ڈالا پس ایسی حالت میں کیا وہ اپنے پورے مہر مستحق ہوسکتی ہے اگرچہ مہر اس کا واجب ہے تو ہندہ جو زید کے ساتھ نہ گئی اور نہ ہی جس کی وجہ سے زید کو مزید خرچہ کا بار پڑا اس کا دین دار کون ہوگا، اور لڑکی متبنی کو زید کی بلااجازت اپنی فرزندی میں لی اور خلاف مرضیِ زید کے اس کو زیورات اور لباس وخورش کی کفیل جو ہوتی رہی اس کا دیندار کون ہوگا، یہ امر ذہن نشین رہے کہ زید نے شرافت کو مدّنظر رکھ کر

آئندہ کے فساد کی مدافعت کے خیال سے جیسا کہ فقرہ نمبر ۵ میں مذکور ہے ہندہ کے معاملات میں دخل نہیں دیا۔
(۵) چونکہ ہندہ نے زید کو قسم دی کہ اسے طلاق دے دے پس ایسی حالت میں خلع کی صورت ہو سکتی ہے کیا۔

الجواب

ہندہ سخت گنہگار ہے مگر صرف اتنی بات کہ اس نے اپنے منہ سے طلاق مانگی خلع نہیں ہو سکتی، نوکر وغیرہ کا مزید بار جو زید پر اپنے آرام کے لئے پڑا ہندہ سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا اگرچہ ہندہ کا اس کے پاس نہ رہنا ہی اس کے باعث ہوا ہو، ہاں جتنے دنوں بے اجازتِ زید زید کے یہاں سے جاکر دوسری جگہ رہی اتنے دنوں نفقہ نہ پائیگی جو مالِ زید اس نے اس متبنی یا اپنے اعزا کی شادیوں یا متبنی کے خوردونوش میں بے اجازت زید صرف کیا اس کا تاوان ہندہ پر لازم ہے اور ناگواری کے ساتھ زید کا خاموش رہنا اجازت نہ سمجھا جائے گا "**لاینسب الی ساکت قول**" (خاموش کی طرف قول منسوب نہ کیا جائے۔ت) اس سب کا مجموعہ جتنی قیمت کا ہو زید اس کے مہر میں سے کم کر سکتا ہے **لصحۃ جریان المقاصۃ بینھما** (کیونکہ خاوند بیوی میں لین دین کا حساب صحیح ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۴تا۱۹۵: از سکندرہ راؤ ضلع علی گڑھ مرسلہ امداد علی خاں ۱۵رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری زوجہ فاترالعقل ہونے کے باعث اپنی ضروریات زندگی و نفسانی خواہش کو محسوس نہیں کر سکتی یا ظاہر نہیں کرتی۔ نہ مری آبرو اور جان و مال کی حفاظت کرتی ہے بلکہ اشیاء کو خراب و برباد کرتی ہے اور تربیت اولاد و پاکیزگی جسم و صوم و صلوٰۃ امورات شرعیہ و معاملات خانہ داری سے بالکل غافل ہے ہدایت پر عمل نہیں کرتی، جب بیماری شروع تھی تو اس سے تین لڑکے پیدا ہوئے، بے حفاظتی کے باعث بقضائے الٰہی فوت ہوئے، وقت شادی سے جس کو عرصہ تقریباً دس سال کا گزرا ان نقصانات کو برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان میں نے اور میری ضعیفہ ماں نے مریضہ کی دلجوئی، خاطر تواضع میں کوئی کمی نہ کی مرض کا یقین ہونے پر حکیموں ڈاکٹروں دائیوں اور عاملوں سے علاج کرانے پر بھی کامیابی نہ ہوئی، مرض مستقل ہو گیا صحت سے مایوسی ہو گئی تقریباً پانچ سال سے خاموشی طاری ہے اور وہ میری خدمت سے قاصر ہے، اب میری ماں کی رائے اور میری خواہش ہے کہ دوسری عورت سے عقد کیا جائے مگر مریضہ کی ماں نے اس امر سے مطلع ہو کر مجھ سے اور میری ماں سے سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور اسی بناپر تجاہل عارفانہ سے کام لے کر تمام برادری میں مشہور کرتی ہیں کہ میری بیٹی پاگل نہیں ہے بلکہ اس کے سسرالیوں کے ظلم سے اس کی بدمزاجی بڑھ گئی ہے، اور اپنے اس قول کی تائید کے لئے اپنی بیٹی کو بلا رضامندی اپنے پاس تقریباً چھ ماہ سے رکھ چھوڑا ہے اور چاہتی ہیں کہ میرے پاس ہی اس کے لئے پانچ روپیہ ماہوار اور خوردنوش کو مقرر کردو یا ساڑھے پانچ سو روپیہ ماہوار زر مہر معینہ ادا کرکے اس کو

طلاق دے دو، میں نے مریضہ کی ماں سے درخواست کی مہر سے لادعوی ہو کر مجھ سے تین روپیہ ماہوار کا اقرار نامہ عمر بھر کے واسطے لکھالو یہ اس کے خورد و نوش کو کافی ہے مجھے اتنی ہی توفیق ہے اور کل زرِ مہر ادا کرنے کی استطاعت اس وقت مجھے نہیں ہے، وہ اس درخواست کو منظور نہیں کرتیں، اس صورت میں از روئے شرع مجھے کیا عمل کرنا چاہئے؟
دوم یہ کہ مندرجہ صورت میں دوسرا عقد ہونے پر اگر عورت خاوند کی خدمت واطاعت کم کرے یا بالکل نہ کرے اور دوسری عورت اس سے زیادہ خدمت واطاعت کرے تو حقوق زوجگان میں مساوات رکھنی شوہر کے ذمہ لازم ہوگی یا کوئی تفریق رہ سکتی ہے اور کیا؟

الجواب:

جب تک وہ آپ کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے یہاں یا کسی دوسری جگہ رہے نفقہ کی مستحق نہیں، اور جب تک طلاق یا موت نہ ہو غیر میعادی مہر واجب الادا نہیں ہوتا۔ دوسری شادی اگر کی جائے اور زوجہ اولٰی بھی شوہر کے پاس رہے تو دینے لینے اور شب کو پاس رہنے میں مساوات ہوگی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۶: از شہر بریلی محلّہ کانکرٹولہ مسئولہ تلن ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ کا حالتِ نابالغی میں نکاح کردیا تھا وہ اپنے شوہر کے گھر بالغ ہوئی اور اس کے اولادیں پیدا ہوئیں حتی کہ اب اس کے اولاد جوان موجود ہے مگر اسی عرصہ میں وہ آوارہ اور زانیہ ہو گئی اس سبب سے اس کے شوہر نے نکال کر اس کے حقیقی بھائی کے گھر پہنچادیا، بھائی نے پھر اس کو شوہر کے یہاں پہنچادیا، ایسا قصہ تین چار مرتبہ ہوا، اور ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ہندہ کو اس کے شوہر کے چچا نے اپنی لڑکیوں کی شادی میں بلوایا، اور چودھری نے اسکے شوہر کے یہاں حلقہ شادی میں پہنچادیا، مگر صبح کو پھر اس کے شوہر نے اس کو اس کے بھائی کے یہاں پہنچادیا، اور ایک مرتبہ ہندہ مذکور کو بھائی نے نہیں رکھا تو وہ اپنے ماموں کے گھر آئی تو ماموں نے چند روز رکھ کے کہا کہ میں کنبہ والا ہوں مجھ میں اب طاقت رکھنے کی نہیں ہے اپنے چچا تایاؤں اور دوسرے عزیزوں کے یہاں رہو۔ برادر لوگ، بھائی اور ہندہ کے ماموں کا حقہ پانی بند کرتے ہیں، از روئے شرع کے ان کا حقہ پانی بند ہونا چاہئے یا نہیں؟ اور ہندہ کا رکھنا کس پر واجب ہوگا؟ چچا یا شوہر یا ماموں اور بھائی وغیرہ کس پر اس کا روٹی کپڑا مقرر ہوگا یا کوئی بھی رکھنے کا ذمہ دار نہ ہوگا؟ ہندہ کو نکال دیا جائے یا کیا کیا جائے؟ مکرر یہ کہ شوہر نے ہندہ کو ابھی طلاق نہیں دی ہے اور برابر اس کو روٹی کپڑا دیتا ہے، سال بھر سے ماقبل کے اپنے بھائی اور ماموں کے سر ہے شوہر کے بوجہ نہ دینے طلاق کے نان ونفقہ ہندہ کو دینا چاہئے یا نہیں؟ اور شوہر کو تحقیق ہوجانے زنا پر فوراً طلاق دینا چاہئے یا روٹی بند کرنا چاہئے؟

الجواب:

اگر زنا متحقق بھی ہوجائے جب بھی طلاق دینا واجب نہیں جب تک طلاق نہ دے، اور ہندہ اس کے یہاں سے خود نہ نکلے تو روٹی کپڑا شوہر کے ذمہ ہے اس پر واجب ہے کہ روٹی کپڑا دے یا طلاق دے گا تو ختمِ عدت تک کا روٹی کپڑا اور مہر اسے ادا کرنا ہوگا، بعد عدت ہندہ مہر وغیرہ اپنے مال سے کھائے گی اگر مال رکھتی ہو یا دوسرے شوہر کے پاس سے، اگر دوسرا نکاح کرے، اور مال نہ رکھتی ہو نہ کما سکتی ہو نہ دوسرا نکاح ہو تو اس کا روٹی کپڑا اس کے جوان بیٹے پر واجب ہے بھائی یا چچا یا ماموں وغیرہ پر کچھ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۷: از کلکتہ دھرم تلالین مکان حاجی سلیمان یوسف مہ پارہ نمبر ۴۵ مرسلہ مولوی سید ابراہیم صاحب مدنی ۱۸ شوال ۱۳۱۹ھ

ماقولکم دام فضلکم معشر علماء الاسلام رحمکم اللہ تعالٰی فی الدارین فی رجل یشرب الخمر دائما ویھتك ویمزق الاوراق الکریمۃ التی فیھا نقش المسجد الحرام والروضۃ المطھرۃ النبویۃ علیہ الف الف صلٰوۃ وتحیۃ ویعلق بدلھا علی الجدران تصاویر اٰلھۃ الکفار الفجار، وقدرمی اوراق المتبرکۃ فی القاذورات ویضرب الزوجۃ علی اداء الصلٰوۃ ویمنعھا ویضربھا اذا لاتشرب الخمر واذا قیل لہ تعال نذھب الی المسجد فیقول انا اذھب الی المسکرات لاشربھا ومالی حاجۃ الیہ ولاینفق علیھا النفقۃ واذا اجبر علی الطلاق لایطلقھا ویأبی الطلاق حتی عجزت ورفعت شکواھا الی الحاکم فاقر عندہ فی الشھر بعشرۃ مضروبۃ مسکوکۃ والان	علماء اسلام کی جماعت، اللہ تعالٰی تم پر دونوں جہان میں رحمت فرمائے اور تمہاری فضیلت کو دائم رکھے، آپ کا کیا ارشاد ہے ایسے شخص کے بارے میں جو ہمیشہ شراب پیتا ہے اور مسجد حرام اور روضہ مطہر نبی پاک ان پر ہزار ہزار صلٰوۃ وسلام ہو، کے نقش والے مبارک اوراق کی ہتک کرتے ہوئے ان کو پھاڑتا ہے، اور دیوار پر ان کی جگہ کافروں کے بتوں کی تصاویر کو آویزاں کرتا ہے اور اس نے مبارک اوراق کو گندگی میں پھینکا ہے اور بیوی کو نماز سے روکتا اور مارتا ہے اور اسے شراب نہ پینے پر مارتا ہے، اور جب اسے مسجد میں جانے کے لئے کہا جاتا ہے تو کہتا ہے میں تو شراب خانوں میں جاکر شراب نوشی کرونگا اور مجھے مسجد میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور بیوی کو نفقہ نہیں دیتا اور جب اسے طلاق دینے پر مجبور کیا جائے تو وہ انکار کرتے ہوئے بیوی کو طلاق نہیں دیتا حتی کہ بیوی نفقہ سے عاجز ہوکر حاکم سے شکایت کرتی ہے تو وہ حاکم کے پاس بیوی کو ماہانہ دس روپے دینے کا اقرار کرتا ہے جبکہ اب تک

صارت ثلث مااعطاها شیأً من ذٰلك فما حکمه فی الصور المرقومة هل بقیت زوجته فی النکاح ام لا وهل یحکم بکفره ام لا فاذا بطل نکاحه بالامور المذکورة هل یجوز لها ان تنکح رجلا اٰخر للضرورة والظاهر انها لاتجد من یقرضها وهل استحسن الاحناف ان ینصب القاضی الحنفی نائبا شافعی المذهب یفرق بینهما اذاکان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لایتیسر بالاستدانة فالتفریق امر ضروری بینوا بالکتاب تؤجروا بیوم الحساب۔	تین سال ہوچکے ہیں اس نے بیوی کو کچھ نہیں دیا، تو ان تمام مذکورہ صورتوں میں اس شخص کے لئے کیا حکم ہے، کیا اس کی بیوی اس کے نکاح میں باقی ہے، اور کیا اس کے کافر ہوجانے کا حکم ہوگا یا نہیں، تو کیا مذکور امور کی وجہ سے جب اس کا نکاح باطل ہے تو بیوی دوسری شخص سے ضرورت کی بناپر نکاح کرسکتی ہے جبکہ ظاہر یہ ہے کہ نفقہ کے لئے اس کو قرض دینے والا کوئی نہیں ملتا اور کیا احناف نے حنفی قاضی کے لئے کسی شافعی مذہب والے کو اپنا نائب بنانا پسند کیا ہے تاکہ وہ شافعی مذہب کے مطابق خاوند کی موجودگی میں اس سے طلاق کا مطالبہ کرے اور انکار پر وہ دونوں میں تفریق کا فیصلہ دے، کیونکہ بیوی کی دائمی نفقہ کی حاجت قرض سے پوری ہونا آسان نہیں ہے اس بناپر دونوں میں ضرورت کی وجہ سے تفریق کے بغیر چارہ نہیں ہے، کتاب کے حوالے سے بیان کرو اور قیامت کے روز اجر پاؤ۔(ت)

الجواب:

اللهم لك الحمد رب انی اعوذبك من همزات الشیٰطین واعوذبك رب ان یحضرون کل ماوصف فی السوال فما للرجل من سیئ الافعال واسوء الاقوال فکبائر متناهیة فی الاثم والو بال وکله کفر علی الاحتمال فان شرب الخمر کبیرة والادمان اکبر صحبه استحلال لها اواستخفاف بحرمتها فقد کفر وتمزیق الاوراق الکریمة المذکورات	یا اللہ! تیرے لئے ہی حمد ہے، اے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور اے رب! شیطانوں کی موجودگی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ سوال میں شخص مذکور کے برے افعال اور بدترین اقوال جو ذکر کئے گئے ہیں وہ گناہ اور وبال میں انتہائی کبیرہ ہیں، اور تمام کفر کا احتمال رکھتے ہیں کیونکہ شراب پینا کبیرہ گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اس پر دوام اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور اگر اس سے کے ساتھ ساتھ وہ حلال جان کر اور شراب کی حرمت میں تخفیف جان کر پیتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اور مبارک اوراق کو پھاڑنا اور

والقاء وھافی موضع القاذورات ان کان مبنیا علی اصول الوھابیة النجدیة خذلھم اللہ تعالٰی من ان ذلك بدعة والبدعة تزال، فجھل وضلال واستحقاق لعذاب ونکال وان قصد اھانة تلك البقاع فکفر بواح وارتداد صراح وتعلیق تلك التصاویر النجسة علی الجدران ان کان علی ما یتعاداہ المجان یزعمون فیه تزیین المکان غیر متعمدین الی الکفر من الکفران فکبیرة خبیثة تدعوا الی النیران وتبعد الملئکة وتقرب الشیطان، وان وقع علی جھة استحسان صنیع الکفار وتعظیم اٰلھة اصحاب النار فکفر صریح جلی الاکفار وضرب المرأة علی اداء الصّلٰوة ومنعھا منه وضربھا علی ترك شرب الخمر وابائھا عنه کل ذٰلك تناہ فی التشطین والبغی والتفرعن وان کان مع ذٰلك ینکر فرضیة الصلٰوة او حرمة الخمر او یستخف بالشرع والنھی والامر فکفر واعراضه عن المسجد خیر الاماکن ومکابرة الداعی الی اللہ بذلك القول الخبیث المنتن فھو به للکفر اقرب منه للایمان و باللہ العیاذ من مجون المجان فان کان قاله علی نھج الملاعبة فیالھا	ان کو گندگی میں پھینکنا اگر بدنامِ زمان نجدی وہابیوں کی روش پر مبنی ہے کہ یہ بدعت ہیں اور بدعت کو ختم کرنا چاہئے تو یہ جہالت، گمراہی اور عذاب و سزا کا مستحق بننا ہے، اور اگر اس عمل سے اس کا مقصد اوراق پر تصویروں والے مقامات کی اہانت و تحقیر مقصود ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور واضح طور پر ارتداد ہے۔ اور بتوں کی ناپاک تصویروں کو دیواروں پر آویزاں کرنا اگر ویسے عادت کے طور پر کہ اس کو پاگل لوگ مکانات کی زینت سمجھتے ہیں اور کسی کو کفر کی طرف تجاوز نہ کیا ہو تو یہ خبیث ترین کبیرہ گناہ ہے جو جہنم میں لے جانے والا فرشتوں کو دور اور شیطانوں کو قریب کرنے والا ہے، اور اگر یہ کام کفار کی رسم کو پسند کرتے ہوئے اور دوزخیوں کے معبودوں کی تعظیم کے طور پر کیا ہو تو یہ صریح کفر جو اس کی تکفیر کا باعث ہے، واضح وارتداد فاضح بیوی کو نماز کی ادائیگی پر مارنا اور اس سے منع کرنا اور شراب نہ پینے پر اور شراب نوشی سے انکار پر اس کو مارنا تو یہ تمام انتہائی شیطینت، فرعونیت اور بغاوت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ وہ نماز کی فرضیت اور شراب کی حرمت کا منکر ہے اور شریعت اور اس کے اومر اور نواہی کی تحقیر کرتا ہے تو یہ کھلا کفر ہے اور رسواکن ارتداد ہے۔ اس کا بہترین مکان جو مسجد ہے سے اعراض کرنا اور اللہ تعالٰی کی دعوت سنانے والے کو مکابرہ کے طور پر خبیث اور بدبو والی بات کہنا (کہ میں شراب خانے جاؤں گا مجھے مسجد کی ضرورت نہیں ہے) تو اس سے وہ کفر سے قریب اور ایمان سے دور ہوگیا (پاگلوں کے پاگل پن سے اللہ تعالٰی کی پناہ) تو یہ بات

من کبیرۃ کثیرۃ الشناعۃ والافالکفر ظاہر فیہ لاشك یعتریہ بید ان الکفر امر شدید لایحکم بہ مع احتمال الاسلام ولو من بعید والمرأۃ لاتبین الا بتفریق مبین اوکفر متبین نعم یومر بالتوبۃ عن تلك القبائح ثم بعد ذٰلك بتجدید النکاح. فی جامع الفصولین اواخر الفصل قیل لہ یایک درہم بدہ تا بعمارت مسجد صرف کنم یا بہ مسجد بیا بنماز فقال من نہ بمسجد آیم ونہ درہم دہم مرا بمسجد چہ کار وھو مصر علی ذٰلك لایکفر ولکن یعزر[1]، واما التفریق لعدم الانفاق والزوج حاضر وموسر قادر فلم یقل بہ حنفی ولاشافعی بل نص علی خلافہ الامام الشافعی فلا سبیل للمرام الاالاشتکاء الی الحکام لیجبروہ علی الانفاق وان لم یرضہ فعلی الطلاق لقولہ تعالٰی

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ[2]،

اگر کھیل میں رغبت کے طور پر کی ہے تو یہ کتنی بڑی جرأت کبیرہ ہے اور بہت زیادہ قابلِ نفرت ہے، ورنہ یہ کھلا کفر ہے جس میں کوئی شک نہیں، تاہم کفر شدید معاملہ ہے، تو جب تک اسلام کا پہلو نکل سکتا ہے کفر کا حکم نہ لگایا جائے، اگرچہ اسلام کا احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو، جبکہ بیوی صرف قاضی کی تفریق یا واضح کفر کی بناء پر ہی نکاح سے خارج ہوگی، ہاں ایسے شخص کو اس کی مذکورہ قباحتوں پر توبہ کرنے اور پھر بعد میں تجدید نکاح کا حکم کیا جائے، جامع الفصولین کی فصل نمبر ۳۸ کے آخر میں ہے کسی شخص کو کہا کہ مسجد کی عمارت کے لیے ایک درہم چندہ دے یا اس کو کہا گیا مسجد میں آکر نماز پڑھ، تو اس نے جواب میں یوں کہا کہ میں نہ مسجد میں آتا ہوں اور نہ درہم دیتا ہوں مجھے مسجد سے کیا کام، اور اس نے اصرار کیا ہو تو اسے کافر نہ کہا جائے گا لیکن تعزیر لگائی جائیگی۔ لیکن خرچ نہ دینے پر جب خاوند حاضر ہو اور امیر ہو نفقہ دینے پر قادر ہو تو اس صورت میں کسی حنفی نہ کسی شافعی نے تفریق کا قول کیا ہے بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کے خلاف تصریح کی ہے لہٰذا خاوند جب قادر ہو اور امیر ہو تو پھر مقصد برآری کی یہی صورت ہے کہ حکام سے بیوی شکایت کرے تاکہ وہ خاوند کو نفقہ دینے پر مجبور کریں اگر نفقہ دینے پر راضی نہ ہو تو پھر اس کو طلاق دینے پر مجبور کریں کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے

---

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۶

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۱

فی ردالمحتار عن غرر الاذکار ثم اعلم ان مشائخنا استحسنوا ان ینصب القاضی الحنفی نائبا ممن مذھبه التفریق بینھما اذاکان الزوج حاضرا وابی عن الطلاق لان دفع الحاجة الدائمة لایتیسر بالاستدانه اذ الظاھر انھا لاتجد من یقرضھا وغنی الزوج مألا امرمتوھم فالتفریق ضروری اذا طلبته وان کان غائبا لایفرق لان عجزہ غیر معلوم حال غیبته وان قضی عجزہ غیر معلوم حال غیبته وان قضی بالتفریق لاینفذ قضاؤہ لانه لیس فی مجتھد فیه لان العجز لم یثبت[1] اھ فانظر الی قوله وغنی الزوج مألا امرمتوھم وقوله فی الغائب لان عجزہ غیر معلوم یرشد انك ان الکلام انما ھو فی العاجز المعسر دون القادر المستکبر وانظر اٰخر الکلام یفیدك ان القضاء بالتفریق حیث لم یثبت عجزہ باطل سحیق وقد قال فی ردالمحتار ایضا قبله

بیویوں کو اچھی طرح رکھو یا ان سے بھلائی کے ساتھ جدائی کرلو۔ ردالمحتار میں غررالاذکار سے منقول ہے کہ ہمارے مشائخ نے یہ پسند کیا ہے کہ حنفی قاضی کسی شافعی یا اس شخص کو جس کا مذہب یہ ہو کہ نفقہ نہ دینے پر حاضر خاوند کو طلاق دینے پر مجبور کیا جائے اگر طلاق نہ دے تو قاضی تفریق کرے، اپنا نائب بنا کر اس سے تفریق کرادے کیونکہ نفقہ کی حاجت دائمی ہے جو کہ بیوی کے قرض اٹھانے پر پوری نہیں ہوسکتی کیونکہ ظاہر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا جو اس کو قرض دیتا رہے جبکہ خاوند کا بالآخر غنی ہو کر نفقہ ادا کرنا موہوم بات ہے تو بیوی کے مطالبہ پر اس صورت میں تفریق ضروری ہے، اور مذکورہ صورت میں اگر خاوند غائب ہو تو تفریق نہ کی جائے کیونکہ غائب ہونے کی صورت میں خاوند کا نفقہ سے عجز معلوم نہ ہوسکے گا اس صورت میں اگر تفریق کردی تو وہ نافذ نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں تفریق مجتہدین کے ہاں زیر بحث مسئلہ نہیں ہے کیونکہ خاوند کا عجز معلوم نہیں ہے، اھ۔ اس عبارت میں "بالآخر خاوند کا غنی ہونا موہوم ہے" اور غائب ہونے والے کے بارے میں "یہ کہ اس کا عجز معلوم نہیں" پر غور کریں تو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ تفریق کی بات صرف خاوند کے تنگدست اور عاجز ہونے کی صورت میں ہے، نہ کہ قادر اور ہٹ دھرم خاوند کی صورت میں، اور پھر مذکورہ کلام کا آخری حصہ تو واضح طور پر بتارہا ہے کہ جب خاوند کا عجز ثابت نہ ہو تو وہاں تفریق کا فیصلہ

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

مانصه والحاصل ان عند الشافعی اذا اعسر الزوج بالنفقة فلها الفسخ وکذااذاغاب وتعذر تحصیلها منه علی مااختارہ کثیرون منھم لکن الاصح المعتمد عندھم ان لافسخ مادام موسرا وان انقطع خبرہ وتعذر استیفاء النفقة من ماله کما صرح به فی الاُم قال فی التحفة (یعنی سیدنا الامام الشافعی رضی الله تعالٰی عنه) قال (یعنی العلامة ابن حجر المکی الشافعی رحمه الله تعالٰی) بعد نقله ذلك فجزم شیخنا (یعنی العلامة شیخ الاسلام زکریا الانصاری) فی شرح منهجه. ان القول بالفسخ فی منقطع خبر لامال له حاضر مخالف للمنقول کما علمت[1] الخ وفی کتاب الانوار للامام یوسف اردبیلی الشافعی رحمه الله تعالٰی لوامتنع مع القدرة اوغاب مع الیسار اوقدرت علی ماله فلاخیار[2] ـ وفیه ولو جهل حال الغائب من الیسار او الاعسار او شك فی یسارہ فلا خیار لان	بالکل باطل ہے جبکہ ردالمحتار میں مذکور کلام سے قبل بھی فرمایا، عبارت یوں ہے، الحاصل امام شافعی کے ہاں جب خاوند تنگدست قرار پائے تو بیوی کو فسخ کے مطالبے کا حق ہوتا ہے اور یونہی اگر خاوند غائب ہو اور اس کے ملنے کی امید نہ ہو تو بھی نفقہ کی ناامیدی پر اکثر شوافع حضرات کے ہاں فسخ مختار ہے لیکن ان کے مذہب میں معتمد علیہ اور اصح یہ ہے کہ اس وقت تک فسخ کا اختیار نہیں جب تک اس کی تنگدستی ثابت نہ ہو جائے اگرچہ غائب ہو کہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے بیوی کے لئے نفقہ کی کوئی صورت نہ بن پاتی ہو، جیسا کہ امام شافعی کی کتاب "الام" میں تصریح ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے تحفہ میں فرمایا، علامہ ابن حجر مکی شافعی نے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ ہمارے شیخ یعنی شیخ الاسلام زکریا انصاری نے اپنی منہج کی شرح میں یہ جزم فرمایا ہے کہ ایسے غائب شخص جس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کا مال بھی موجود نہ ہو، تو فسخ کا فیصلہ منقول کے خلاف ہے جیسا کہ آپ کو معلوم ہوا ہے۔ امام یوسف اردبیلی شافعی کی "کتاب الانوار" میں ہے کہ خاوند قادر ہونے کے باوجود نہ دے، یا امیر ہونے پر وہ غائب ہو، یا بیوی اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنے پر قادر ہو تو پھر فسخ کا اختیار نہیں ہے، اور اس میں ہے کہ اگر غائب ہو اور اس کی تنگدستی یا تونگری معلوم نہ ہو یا اس کے حال میں شک ہو تو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، کیونکہ فسخ کا

[1] ردالمحتار باب النفقة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۵۶

[2] الانوار

السبب لم یتحقق ویفهم من هذاانه لوغاب معسر اومضت مدة فلاخیار لها لاحتمال الیسار [1]. وفی شرح الکمثری قال فی التحفة والمنهاج والاصح ان لافسخ بمنع موسراو متوسط حضر اوغاب لتمکنها منه ولو غائبا کماله بالحاکم والمعتمد مافی المتن ومن ثم صرح فی الام بانه لافسخ مادام موسراوان انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله والمذهب نقل کما قاله الاذرعی فجزم شیخنافی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر لامال له حاضرا مخالف للمنقول کما علمت ولافسخ بغیبته من جهل حاله یسارا او اعسارا بل لو شهدت بینة انه غاب معسرا فلافسخ مایشهد باعساره الان اھ کلام التحفة [2] ھ باختصار، وفی تعلیقاته للفاضل ابراهیم الشافعی جزم فی شرح منهجه بالفسخ فی منقطع خبر	سبب موجود نہیں ہے۔اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر خاوند تنگدست غائب ہو اور کچھ مدت گزر جائے تو بھی اختیار فسخ نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اب وہ امیر بن چکا ہو۔ کمثری کی شرح میں ہے کہ تحفہ اور منہاج میں فرمایا کہ اصح یہ ہے کہ امیر خاوند غائب یا متوسط حال والاحاضر ہو یا غائب تو فسخ نہیں ہوگا کیونکہ بیوی کو نفقہ کا حصول ممکن ہے جیسا کہ غائب ہونے کی صورت میں اس کا مال موجود ہو تو قاضی کے ذریعہ حاصل کرسکتی ہے، اور قابل اعتماد وہ ہے جو متن میں ہے، اسی لئے الام میں تصریح ہے کہ امیر خاوند غائب ہوا گرچہ اس کی کوئی خبر نہ ہو اور اس کے مال سے نفقہ حاصل کرنا مشکل ہو، یہی مذہب منقول ہے، جیسا کہ اذرعی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں فرمایا کہ ایسا غائب جس کی کوئی خبر نہ ہو اور حاضر مال بھی نہ ہو تو اس صورت میں فسخ کا قول منقول مذہب کے خلاف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہوا ہے، اور فسخ جب بھی نہیں کہ غائب شخص کے تنگدست یا امیر ہونے کا علم نہ ہو بلکہ گواہوں نے شہادت بھی دی ہو کہ غائب ہونے والا تنگدست ہے تب بھی فسخ نہیں کہ یہ شہادت موجودہ حال کی نہیں ہے، تحفہ کا کلام ختم ہوا، اھ، اختصارًا۔ الفاضل ابراہیم شافعی نے اپنی تعلیقات میں فرمایا کہ شیخ نے اپنی منہج کی شرح میں اس پر جزم کیا ہے کہ وہ غائب جس کی خبر

[1] الانوار

[2] الانوار

لامال له قال ابن حجر وهو خلاف المنقول فانه صرح فی الام بانه فسخ مادام موسر اوان انقطع خبره وتعذر استیفاء النفقة من ماله [1] اھ وفی قرة العین بمهمات الدین وشرحها فتح المعین کلاهما للعلامة زین الدین الشافعی تلمیذ الامام ابن حجر المکی رحمهما الله تعالٰی (فسخ نکاح من اعسر فلا فسخ) علی المعتمد (بامتناع غیره) موسرا او متوسطا من الانفاق حضر اوغاب (و) لافسخ (قبل ثبوت اعساره) باقراره او بینة تذکر اعساره الاٰن ولا تکفی بینة ذکرت انه غاب معسرا [2] اھ ملتقطا والله تعالٰی اعلم۔	معلوم نہ ہو اور اس کا مال نہ ہو تو فسخ ہوگا جبکہ ابن حجر نے کہا ہے کہ یہ منقول مذہب کے خلاف ہے کیونکہ امام شافعی نے الام میں تصریح کی ہے کہ غائب شخص جس کی خبر معلوم نہ ہو وہ جب تک امیر ہے اور اس کے مال سے نفقہ پورا کرنا مشکل ہو تو بھی فسخ نہ ہوگا۔ علامہ زین الدین شافعی تلمیذ امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالٰی کی دونوں کتب، قرۃ العین بمہمات الدین، اور اس کی شرح فتح المعین، میں ہے کہ تنگ دست کا نکاح فسخ ہوگا اور معتمد قول کے مطابق کسی ایسے شخص کا جو امیر ہو یا متوسط ہو اور وہ نفقہ نہ دے خواہ حاضر ہو یا غائب کا نکاح فسخ نہ ہوگا تنگدستی کا ثبوت اس کے اقرار سے ہوگا یا شہادت سے ہوگا جس میں یہ ذکر ہو کہ اب تنگدست ہے اس میں یہ ذکر کافی نہیں کہ غائب ہوتے وقت وہ تنگدست تھا اھ ملتقطا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۹۸: از ہوڑہ رام کشٹو پور محلّہ بانس تلا گھاٹ روڈ مرسلہ محمد حسن رضا خاں صاحب ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت پردہ نشین اپنے شوہر کی مطلقہ ہے، بعد عدت عقد ثانی کیا، بعد گزرنے ایک برس میکے آئی اور ذاتی یا زوجی تکلیف کی وجہ سے شوہر ثانی کے یہاں جانا پسند نہیں کرتی ہے اور اس سے خلع چاہتی ہے اور شوہر اولٰی کی موانست کو پسند کرتی ہے، شوہر ثانی باعث جہالت اور بہکانے دوسروں کے طلاق نہیں دیتا اور نہ کافی طور پر بی بی کا حق ادا کرسکتا ہے اور صورت اوقات بسری عورت کی ذاتی حیثیت کچھ بھی نہیں اور نہ میکے میں فراغت، پردہ بھی فرض ہے اور کھانا کپڑا بھی واجب، پھر ایسے موقعہ میں کیوں اقتداء مسائل حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ چاروں امام جب کہ برحق ہیں اور اگر اقتدا امام شافعی کی کی جائے تو حقیقت اس مسئلہ کی کیا ہے، ایسی حالت میں پیروی دوسرے

[1] تعلیقات

[2] فتح المعین شرح قرۃ العین عامر الاسلام پور پریس ترونگاری کیرص ۴۲۴تا ۴۲۷

امام کی نہ کرنے سے خوف غلبہ شیطان کا ہے نہ معلوم کس گناہ کبیرہ میں مرتکب ہو اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ضرورۃ اور مصلحۃً اقتداء لازم ہے۔

الجواب:

قرآن عظیم نے شوہر دار عورتوں کو حرام قطعی فرمایا سائل کے گول لفظ شرط مذہب شافعی کو پورا نہیں کرتے، عورتوں کو ہوائے نفس کا اتباع کرنا اور اسے کسی امام دین کے سر رکھنا دین نہیں نہ حنفی اس پر فتوے کا مجاز بلکہ اگر حنفی حاکم شرعی اس پر حکم دے گا قضا نافذ نہ ہوگی، در مختار میں ہے:

لایفرق بینھما بعجزہ عنہا ولابعدم ایفائہ حقھا ولو قضی بہ حنفی لم ینفذ[1]۔	حنفی مذہب میں نفقہ سے عاجز ہونے یا بیوی کا حق پورا نہ کرنے پر تفریق نہ ہوگی اگر کسی حنفی نے یہ تفریق کی تو نافذ نہ ہوگی۔(ت)

چارہ کار حکومت کی طرف رجوع ہے کہ وہ اسے دو باتوں میں سے ایک پر مجبور کرے یا ادائے نفقہ یا طلاق، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار باب النفقۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۶۹

کتاب الایمان

مسئلہ ۱۹۹: ۵ جمادی الآخرہ ۱۳۰۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ الحمد للہ رب العٰلمین ○ والعاقبۃ للمتقین ○ والصلوٰۃ والسلام علٰی رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین ○

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ مقدمہ میں کہ زید نے قسم مغلظہ کھائی ساتھ اس معاہدہ کے کہ اگر میں بکر سے کسی وقت میں ہمکلام ہوں تو زوجہ میری کو طلاق ہے چنانچہ بعد اس عہد کے بکر نے وفات پائی اور زید قبر پر گیا اور احکام شرعیہ کو کام میں لانا یعنی سلام علیکم کہہ کر فاتحہ قبر پر زید نے پڑھی تو اس صورت میں زوجہ زید پر طلاق عائد ہوئی یا نہیں؟ فقط

الجواب:

الحمد الکثیر للحی القدیر، والصلوٰۃ والسلام علی السمیع البصیر واٰلہ وصحبہ الٰی یوم المصیر۔	کثیر ترین حمدیں زندہ قدرت والے کے لئے ہیں، صلوٰۃ وسلام کامل سمع و بصر والے پر اور ان کی آل واصحاب پر تایوم القیامۃ۔ (ت)

صورت مستفسرہ میں زنِ زید پر طلاق نہ ہوئی، جامع صغیر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ہے:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم رجل قال	امام محمد نے امام ابو یوسف سے اور انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ ایک شخص نے دوسرے

لاٰخر ان ضربتك فعبدی حرفمات فضربه قال فهو علی الحیٰوة،وکذٰلك الکسوة والکلام والدخول انتھی۔[1]	کو کہا اگر میں تجھے ماروں تو میرا غلام آزاد ہے،دوسرے کے فوت ہونے کے بعد اس نے اسے مارا(تو قسم نہ ٹوٹے گی)یوں ہی لباس،کلام یا دخولِ دار کی قسم کھائی ہو تو وہ بھی فوت ہونے کے بعد کارروائی پر نہ ٹوٹے گی کہ ان قسموں کا تعلق زندہ سے ہوتا ہے اھ(ت)

وجہ اس کی یہ ہے کہ بنائے یمین عرف پر ہے اور عرف میں اس سے کلام بعد الموت مقصود و مفہوم نہیں ہوتا،نہ بعد موت کلام و سلام کو یہ کہتے ہیں کہ زائر میت سے باتیں کررہا ہے اگرچہ وحقیقۃً وشرعًا کلام و سلام ہے جیسے قسم کھانے والا کہ گوشت نہ کھائے گا مچھلی کھانے سے حانث نہ ہوگا اگرچہ حقیقۃً وشرعًا گوشت اس پر بھی صادق،

قال اللہ تعالٰی لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم دریا سے تازہ گوشت کھاؤ۔(ت)

ولہٰذا اگر قسم کھائی کہ کلام نہ کرے گا اور قرآن پڑھا،تسبیح و تہلیل کی،حانث نہ ہوگا،حالانکہ حقیقۃً وشرعًا یہ بھی کلام ہے

قال اللہ تعالٰی اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمٰن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم[4]۔رواہ البخاری۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا:اسی کی طرف طیب کلمات اٹھتے ہیں۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:دو کلمے زبان پر خفیف،ترازوں میں بھاری،اللہ تعالٰی کے ہاں محبوب ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم،اس کو بخاری نے روایت کیا(ت)

یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں اگر قسم کھائی زید سے کلام نہ کروں گا اور زید نماز جماعت میں اس کے برابر کھڑا تھا سلام پھیرتے وقت اس کی طرف منہ کرکے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا حانث نہ ہوا اگرچہ اس سلام میں نیت حاضرین کا قطعًا حکم ہے اسی طرح اگر جس کی نسبت قسم کھائی تھی وہ امام ہوا اور نماز میں بھولا اس نے بتایا قرات میں لقمہ دیا حانث نہ ہوگا حالانکہ یہ قطعًا اس سے خطاب ہے اور خاص بقصد خطاب صادر،

فی الھندیة لوحلف لایتکلم ولانیة	ہندیہ میں ہے کسی نے قسم کھائی کہ کلام نہ کروں گا،اور

[1] جامع الصغیر باب الیمین فی القتل والضرب مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۷۴

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۴

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۱۰

[4] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجھیمة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۹

له فصلی وقرأفیها اوسبح او هلل لم یحنث وقال الفقیه ابواللیث ان عقد یمینه بالفارسیة لایحنث بالقراءة والتسبیح خارج الصلٰوۃ ایضا للعرف فانه یسمی قارئا ومسبحا لامتکلما وعلیه الفتوی کذافی الکافی اھ[1] ملخصًا۔	خاص نیت نہ کی، تو نماز پڑھنے میں قرات کرنے، تسبیح و تہلیل کرنے پر قسم نہ ٹوٹے گی۔ اور ابواللیث فقیہ نے فرمایا اگر کسی نے فارسی زبان میں قسم کھائی کہ بات نہ کروں گا، تو خارج از نماز قرات کرنے اور تسبیح پڑھنے پر بھی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس عمل والے کو عرف میں قاری اور تسبیح پڑھنے والا کہا جاتا ہے کلام کرنے والا نہیں کہا جاتا، اور اسی پر فتوی ہے جیسا کہ کافی میں ہے اھ ملخصًا (ت)

اسی میں ہے:

اذاحلف لایکلم فلانا فاقتدی الحالف بالمحلوف علیه فسها المحلوف علیه فسبح له الحالف لم یحنث کذافی المحیط[2]۔	اگر قسم کھائی کہ وہ فلاں سے بات نہ کرے گا، تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے وہ بھول جائے تو قسم کھانے والے نے اسے سبحان اللہ کہہ کر لقمہ دیا تو حانث نہ ہوگا، یعنی قسم نہ ٹوٹے گی جیسا کہ محیط میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

کذا اذا سلم عن الصلٰوۃ وفلان عن جنبه کذافی العتابیة[3]۔	یونہی جب نماز سے سلام پھیرے اور وہ فلاں اس کے پہلو میں ہو، جیسے کہ عتابیہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

لوکان المحلوف علیه اماماوالحالف مقتدیابه ففتح علی الامام لایحنث[4] الخ۔	جس کے متعلق قسم کھائی اگر وہ امام ہو اور قسم کھانے والا مقتدی ہو تو امام کو لقمہ دینے پر وہ حانث نہ ہوگا، الخ (ت)

اسی طرح صدہا مسائل میں جن کا ماخذ وہی عرف پر احکامِ ایمان کی بنا ہے، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰: از اوجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہ حاجی یعقوب علی خاں صاحب ۱۷ شوال ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے قسمیہ کہا کہ یہ کام کر، اور اس نے

[1] الفتاوی الهندیة الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲
[2] الفتاوی الهندیة الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲
[3] الفتاوی الهندیة الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲
[4] الفتاوی الهندیة الباب السادس فی الیمین علی الکلام نورانی کتب خانہ پشاور ۹۷/۲

نہ کیا تو بہ سبب انکار اس کام کے عمرو پر قسم عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

کسی کے قسم دلانے سے نہ اس پر قسم عائد ہو نہ اس کام کا کرنا واجب، حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتقسم**[1] قسم نہ دو۔ معلوم ہوا کہ دلانے سے ماننا واجب نہیں ہوتا، ہاں اگر حرج نہ ہو تو مان لینا مستحب ہے **کما نص علیہ الفقهاء الکرام** (جیسا کہ اس پر فقہاء کرام نے تصریح فرمائی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۱: قرآن مجید کی قسم کھانے سے قسم ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا کفارہ کیا ہے؟ اور اگر کسی گناہ کرنے پر قسم کھائی ہو تو اسے توڑے یا کیا کرے؟ اور جو شخص دوسرے کو دھوکا دینے کے لئے قسم کھائے اس کے پورے کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قرآن مجید کی قسم شرعاً قسم ہے،

فی الدر المختار قال الکمال لایخفی ان الحلف بالقراٰن الاٰن متعارف فیکون یمینا انتهی[2]۔	درمختار میں ہے کہ کمال نے فرمایا کہ مخفی نہ رہے کہ آجکل قرآن پاک کی قسم متعارف ہو چکی ہے لہٰذا یہ قسم قرار پائیگی اھ (ت)

اسی میں ہے:

الایمان مبنیة علی العرف فما تعورف الحلف به فیمین ومالا فلا انتهی[3]۔	قسموں کی بناء عرف پر ہے، تو عرف میں جس چیز کی قسم متعارف ہو جائے وہ قسم قرار پائے گی، اور جو متعارف نہ ہو قسم نہ ہوگی اھ (ت)

اور قسم اگر امر مستقبل پر ہے جس کا کرنا اس کے قبضہ اقتدار میں ہے تو اس کے جھوٹا کرنے میں گناہ ہے اور کفارہ اس کا رافع، بشرطیکہ وہ کسی معصیت پر نہ ہو مثلاً شراب پئے گا یا نماز نہ پڑھے گا کہ اس کا تو جھوٹا کرنا پھر کفارہ دینا واجب ہے

فی الدر المختار ومنعقدة وهی حلفه علی مستقبل اٰت یمکنه وفیه الکفارة	درمختار میں ہے: یمین منعقدہ اور وہ ہوتی ہے کہ آئندہ ممکنہ چیز کے متعلق حلف دیا جائے، اس میں حانث

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از عبداللہ بن عباس دارالفکر بیروت ۲۱۹/۱

[2] الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۲۹۱/۱

[3] الدر المختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۲۹۱/۱

ان حنث وهی ای الکفارة ترفع الاثم وان لم توجد منه التوبة معها ای مع الکفارة۔ سراجیه [1] اه ملخصًا، وفیه ایضا من حلف علی معصیة کعدم الکلام مع ابویه اوقتل فلان وجب الحنث والتکفیر لانه اهون الامرین [2]۔	ہونے پر کفارہ ہوتا ہے اور وہ کفارہ قسم کے گناہ کو ختم کردیتا ہے اگرچہ اس کے ساتھ توبہ بھی نہ کرے، سراجیہ اھ ملخصًا۔ اس میں یہ بھی ہے اگر کسی نے گناہ پر قسم کھائی مثلاً کہا میں والدین سے بات نہ کروں گا یا فلاں کو قتل کروں گا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ حنث کرے (یعنی قسم توڑ دے) اور کفارہ دے دے کیونکہ یہ کفارہ اس گناہ کے مقابلہ میں کم تر ہے۔ (ت)

اور کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو متوسط کھانا یا کپڑا دینا جو تین مہینہ سے زیادہ چلے اور سب بدن ڈھک لے، اور جو کچھ نہ ہوسکے تو متواتر تین روزے رکھنا ہے،

فی الدرالمختار وکفارته تحریر رقبة اواطعام عشرة مساکین کمافی الظهار او کسوتهم بمایصلح للاوساط وینفع به فوق ثلثة اشهر ویستر عامة البدن فان عجز عنها کلها وقت الاداء صام ثلثة ایام ولاء [3] اه ملخصًا۔	درمختار میں ہے کہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ گردن آزاد کرے، یا دس مسکینوں کو کھانا دے جیسا کہ ظہار میں ہوتا ہے، یا دس مسکینوں کو درمیانہ لباس دے جو عام بدن کو ڈھانپ لے اور کم از کم تین ماہ تک وہ لباس کام دے۔ اور اگر ان امور کی ادائیگی سے عاجز ہو تو مسلسل تین دن روزے رکھے اھ ملخصًا (ت)

اور اپنی بریت کو مغالطہ مسلمین کے لئے قصدًا جھوٹی قسم کھانا کہ زبان سے قسم کھانا اور دل میں اس کے خلاف پر عزم رکھتا ہو ہرگز جائز نہیں، اور احترام نام پاک الٰہی سے بالکل خلاف ہے، حق سبحانہ وتعالٰی نے قرآن عظیم میں ان لوگوں کی مذمت فرمائی جو قسموں کو اپنی سپر بناتے ہیں، کفارہ اس لئے مقرر ہوا ہے کہ اگر احیانًا حنث واقع ہو یہ اس کا مصلح ہوسکے نہ کہ یہ کفارہ پر تکیہ کرکے قصدًا جھوٹی قسم کھائے اسے اپنی بریت کی ڈھال بنائے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۰۲: ۷ ۲ رمضان ۷ ۳۲ ۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے قسم کھائی کہ میں آج ظہر جماعت کے ساتھ ادا کروں گا

---

[1] الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۰

[2] الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۳

[3] الدرالمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳-۲۹۲

اور مسجد کو گیا مگر امام دو رکعت پڑھ چکا تھا دو رکعت سے امام کے ساتھ اس صورت میں زید کی قسم پوری ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید کی قسم پوری نہ ہوئی کہ دو رکعت بلکہ تین رکعت پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہیں، در مختار میں ہے:

وکذا مدرك الثلث لایکون مصلیا بجماعة علی الاظهر وقال السرخسی للاکثر حکم الکل وضعفه فی البحر [1]۔	جماعت میں تین رکعتیں پانے والا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والا نہ قرار پائے گا، اظہر قول کے مطابق اور امام سرخسی نے فرمایا: اکثر کا حکم کل والا ہوتا ہے، لیکن اس کو بحر میں ضعیف قرار دیا ہے۔ (ت)

ہاں ثواب جماعت کا قعدہ میں شامل ہونے پر بھی پائے گا وہ جدا بات ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ جو گھر سے بارادہ جماعت چلے اور جماعت ہو چکی اس نے ثواب پالیا **فقد وقع اجرہ علی اللہ** (ہاں اجر وثواب اللہ تعالٰی سے پائے گا۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۳: مسئولہ شیخ عاشق علی خادم مسجد بی بی صاحبہ شہر بریلی ۴ جمادی الاول ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے غصہ میں قسم کھالی کہ میں بریلی ہی میں نہ رہوں گا، پھر غصہ دور ہو جانے کے بعد وہ پچھتایا، تو کوئی تدبیر ایسی ہے کہ بریلی میں رہے اور حانث نہ ہو یا سوا کفارہ ادا کرنے کے کوئی صورت نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بریلی سے ترک سکونت کرکے نکل جانے کے لئے جس سامان وتدبیر ضروری کی اسے حاجت واقعیہ تھی اگر اس کلمہ کے زبان سے نکلتے ہی اس نے شروع نہ کردی یا اس میں معمولی واقعی کوشش نہ کی یا سامان مہیا ہو جانے پر پھر نکلنے میں ڈھیل کی تو حانث ہو گیا اور کفارہ لازم، اب چاہے نکلے یا نہ نکلے کفارہ دینا ہوگا اور نکلنا کچھ ضرور نہ رہا، اور اگر اسی وقت سے سچے طور پر تدبیر میں مشغول ہے اور اس میں ایسی سستی نہ کی جسے عرف میں ایسے کام میں سستی گنیں تو جب تک سامان مہیا کرنے میں رہے گا حانث نہ ہوگا اگرچہ کچھ دن گزر جائیں، ہاں سامان درست ہوتے ہی نکل جانا ہوگا، ایسی کوئی صورت نہیں کہ باختیار خود بریلی میں رہے

---

[1] الدر المختار باب ادراک الفریضۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۰

اور کفارہ دینا نہ پڑے، البتہ اگر یہ تہیّہ میں مشغول تھا کہ کسی نے قید کرلیا اور نکلنے نہ دیا توجب تک یہ مجبوری رہے گی حانث نہ ہوگا اگرچہ عمر گزر جائے، یوں ہی اگر بریلی کے سوا کہیں اس کے رہنے کا ٹھکانا نہیں نہ اپنے ذاتی مال یا حرفت یا تجارت کے ذریعہ سے دوسری جگہ بسر ممکن ہے تو بھی مجبور سمجھا جائے گا جب تک حالت ایسی باقی رہے،

فی تنویر الابصار والدرالمختار دوام الرکوب و اللبس والسکنی کالانشاء فیحنث بمکثه ساعة[1] فی رد المحتار یعنی لو حلف لایرکب هذه الدابة وهو راکبها اولایلبس هذاالثوب وهولابسه اولا یسکن هذه الدار وهو ساکنها فمکث ساعة حنث فلو نزل او نزع الثوب او اخذ فی النقلة من ساعته لایحنث[2]۔	تنویر الابصار اور درمختار میں ہے کہ لباس اور سواری اور سکنٰی پر مداومت کرنا یعنی قسم کے بعد اس کو جاری رکھنا ابتداء عمل کی طرح ہے، لہٰذا قسم کے بعد ایک گھڑی بھی باقی رکھنے پر قسم ٹوٹ جائے گی، ردالمحتار میں ہے: یعنی اگر قسم کھائی کہ میں اس جانور پر سواری نہ کروں گا جبکہ اس پر سوار تھا یا یہ کپڑا نہ پہنوں گا جبکہ وہ پہنے ہوئے تھا، یا اس گھر میں رہائش نہ کروں گا جبکہ اس میں رہائش پذیر تھا، تو قسم کے بعد ایک گھڑی بھی اس حال پر باقی رہا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر فوراً سواری سے اتر گیا یا کپڑا اتار دیا، یا مکان سے منتقل ہونا شروع ہوگیا تو حانث نہ ہوگا۔(ت)

اسی میں ہے:

قال فی الفتح ثم انما یحنث بتاخیر ساعة اذا امکنه النقل فیها والا بان کان لعذر خوف اللص او منع ذی سلطان او عدم موضع ینتقل الیه او اغلق علیه الباب فلم یستطع فتحه لایحنث ویلحق ذٰلك الوقت بالعدم للعذر اھ ولو قدر علی الخروج بهدم بعض الحائط ولم یهدم لم یحنث لان المعتبر القدرة علی الخروج	فتح میں فرمایا کہ پھر اگر کچھ دیر کردی جبکہ اس کو فوراً منتقل ہونا ممکن تھا تو حانث ہوجائے گا، ورنہ اگر فوراً ممکن نہ تھا کہ وہاں چوری کا ڈر تھا، یا اختیار والے حاکم کی طرف سے رکاوٹ تھی، یا منتقل ہونے کو دوسرا مکان نہ تھا، یا دوسرے مکان کو تالا پڑا ہوا تھا جس کو کھولنے پر قادر نہ ہوا تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ فوراً منتقل ہونے میں یہ وقت بھی شمار ہوگا، اور عذر کی وجہ سے اس وقفہ کو کالعدم قرار دیا جائے گا اھ، اور اگر وہاں

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۹۷

[2] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۶

من الوجه المعهودعند الناس کذافی الظهیریة بحر [1] اھملتقطا۔	سے دیوار توڑ کر فورًا نکلنے پر قدرت ہوتو بھی قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ نکلنے کے لئے معروف طریقے پر نکلنا معتبر ہے، جیساکہ ظہیریہ میں ہے، بحر، اھ ملتقطا (ت)

اسی میں زیر قول در مختار لو یمکنه الخروج او اشتغل بطلب دار اخری او دابة وان بقی ایاما لم یحنث (اگر نکلنا ممکن ہو یا وہ دوسرا مکان تلاش کرنے یا منتقل ہونے کے لئے سواری کی تلاش میں مصروف ہوگیا اور کئی روز اس تلاش میں گزر گئے تو بھی حانث نہ ہوگا۔ت) فرمایا:

ھوالصحیح لان طلب المنزل من عمل النقلة فصار مدة الطلب مستثنی اذالم یفرط فی الطلب فتح [2] اھ۔واللّٰه تعالٰی اعلم۔	یہی صحیح ہے، کیونکہ دوسرا مکان تلاش کرنا یہ منتقل ہونے کا عمل ہے لہٰذا تلاش کی مدت شمار نہ ہوگی بشرطیکہ تلاش کرنے میں کوتاہی نہ کرے، فتح، اھ۔واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۴: از سیتاپور تامسن گنج دولت کدہ حضرت سید صادق میاں صاحب مرسلہ سید ارتضا حسین صاحب ۲۳ جمادی الاول ۱۳۱۶ھ

زید نے قسم کھائی کہ میں مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ آدھی میں شریک ہوں گا، اور وہ وضو کررہا تھا، اب وہ تیسری رکعت میں شریک ہوا، آیا وہ حانث ہوگا یا نہیں؟ اور آیا اس کو آدھی نماز ملی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

حانث ہوگا، ظاہر ہے کہ ایک رکعت تین کی تہائی ہے نہ کہ آدھی۔ قسم پوری اس وقت ہوتی کہ دورکوع پاتا کہ دو تہائی اگرچہ نصف سے زائد ہے مگر زیادت مانع بر نہیں،

وبهذاالوجه کان البرمتصورافانعقدت الیمین وان لم یکن للصلٰوة الثلاثة نصف معتبر فی الشرع نعم ان حلف لیدرکن نصفها لااقل ولاازید فالظاهر	تواس طرح قسم کو پورا کرنا متصور ہوسکتا ہے لہٰذا قسم قرار پائے گی اگرچہ شرعًا تین رکعت والی نماز کا نصف نہیں ہوتا، ہاں اگر قسم میں یوں کہا ہو میں اس نماز کا نصف پاؤں گا نہ اس سے کم نہ زیادہ، تو پھر ظاہر یہ ہے کہ بالکل

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۷۔۷۸

[2] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۸

انه لایحنث اصلا لعدم تصور البر فیما یظهر وهو شرط الانعقاد کما قدصرحوابه فی مسئلة الکوز و غیرہ هذاماظهر لی۔ والله تعالٰی اعلم۔	حانث نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں قسم کا پورا ہونا ممکن نہیں، یہی ظاہر ہورہا ہے کیونکہ قسم منعقد ہونے کے لئے، اس کا پورا ہونا متصور ہو، یہ شرط ہے، جیسا کہ فقہاء نے کوزے کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے۔ یہ ہے جو مجھے ظاہر معلوم ہوا۔ والله تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۰۵: از بنگالہ زین العابدین سراج گنج۔

کسے شخص رابرامر شرعی سوگند خداورسول داداست کہ اگر چنیں کار خواہی کرد بر تو سوگند خداورسول است آنکس سوگند خداورسول در حسابے نیاوردہ ہر کارے از ومنع کردہ بود از راہ سرکشی آں کار کرد شرعًا برآنکس چہ حکم صادر آید وتعزیرش در پیش آید۔ بینوا توجروا۔	اگر کوئی شخص دوسرے کو خدااور رسول کی قسم دیتے ہوئے یوں کہے اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے الله ورسول کی قسم ہے، تو وہ دوسرا شخص اس قسم کی پروانہ کرتے ہوئے جس کام سے منع کیا تھااس کو کرنے پر بضد رہے تو اس شخص پر شرعًا کیا حکم ہوگا اور اس پر کیا تعزیر ہوگی۔ بینوا توجروا۔ (ت)

الجواب:

سوگند بدادن کسے بردیگرے لازم نمی شود بے آنکہ دیگر سوگند برخود گیرد پذیرد پس در قبول نکردنش برآں الزامے نیست ففی الحدیث ان الصدیق رضی الله تعالٰی عنه عبر رؤیا فاخبره النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه اصاب بعضا واخطأ بعضا تالیفا للصدیق رضی الله تعالٰی عنه ان نجهره واقسم علیه صلی الله تعالٰی وسلم فقال النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا تقسم [1]۔	دوسرے کو قسم دینے سے دوسرے کو اس وقت تک قسم لازم نہ ہوگی جب تک وہ خود قسم نہ اٹھائے لہٰذا مذکورہ صورت میں دوسرے شخص پر قسم لازم نہ ہوئی اس لئے اگر وہ قبول نہ کرے تو اس پر الزام نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی الله تعالٰی عنہ نے ایک خواب کی تعبیر بیان کی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق اکبر رضی الله تعالٰی عنہ کو بتایا کہ یہ تعبیر کچھ درست ہے اور کچھ غلط ہے، یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت صدیق رضی الله تعالٰی عنہ کی تالیفِ قلبی کے طور پر فرمائی کہ خطا کو ظاہر نہ فرمایا۔ اس پر حضرت صدیق رضی الله تعالٰی عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قسم دی کہ

[1] مسند احمد بن حنبل مرویات ابن عباس دار الفکر بیروت

ففیه دلیل واضح علی ماقلنا وقد نص علی المسألة العلماء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	آپ بتائیں (کیا خطا اور کیا درست) تو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: قسم نہ دو، تو اس حدیث میں واضح دلیل ہے ہمارے بیان پر، اور علمائے کرام نے بھی یونہی مسئلہ ذکر کیا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۰۶: از کریلی ضلع بریلی مرسلہ مولوی انعام الحق صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چار شریکوں نے باغ کی فصل خرید کی اور حصے بخرے پر جھگڑا پیدا ہوا، ایک شخص نے منجملہ ان شریکوں کے قسم کھائی اگر اس باغ میں رہوں تو اپنی ماں اور بیٹی سے زنا کروں، اور اپنے مکان کو چلا گیا، آخرکار دو آدمی اس کو جبراً اسی باغ میں لائے اور رات کو بھی رکھا اور قسم کے خلاف عمل میں آیا لیکن جبراً عمل میں آیا ہے، اور صبح کو اپنا فیصلہ کرکے مکان کو چلا گیا اور شخصوں نے اس کو اپنی برادری سے خارج کیا ہے تو اب اس پر جو قسم خوردہ ہے کیا تعزیر ہونا چاہئے؟ یا نہیں ہونا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وہ ناپاک و بیہودہ قسم محض مہمل ہیے، لوگ بعد قسم اسے باغ میں لائے اور شب کو رکھا اس سے اس قسم کھانے والے پر کوئی تعزیر نہ آئی نہ وہ اس بناء پر برادری سے خارج کئے جانے کے قابل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۷ تا ۲۰۹: ۴ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نے آپس میں فرداً فرداً حلف اٹھایا ہے نماز کی پابندی پر اور ان قواعد کی پابندی پر جو ہمرشتہ تحریر ہذا پیش ہیں، اب وہ گروہ والے یہ چاہتے ہیں کہ ان قواعد میں جو قاعدہ جرمانے کا ہے وہ منسوخ ہوجائے اور حلف دروغی کے بھی مرتکب نہ ہوں اور قواعد نماز کی ترمیم بھی ہوسکے تو وہ صورت کون سی ہوسکتی ہے جس سے حلف دروغی عائد نہ ہو اور جرمانہ نماز بند ہوجائے اور قواعد نماز ترمیم ہوجائے

سوال ۲: نماز کی قضا یا اس کی قضا ادا کرنے پر بطور تنبیہ اگر کوئی جرمانہ مقرر کردیا جائے تو وہ خلافِ شرع تو نہیں ہے؟

سوال ۳: اگر جرمانہ نماز خلاف شرع شریف ہو اور اس پر حلف سہواً اٹھالیا گیا تو وہ حلف جائز طور سے ہوا یا ناجائز، اور اس کے توڑنے سے گنہگار ہوں گے یا نہیں؟

قواعد متعلق پابندی نماز

(۱) اگر کوئی ممبر کسی وقت کی نماز کی قضا بھی ادا نہ کرے گا اس کو یکم نومبر ۱۹۰۴ سے فی وقت کے

عوض ایک پائی بطور جرمانہ کے انجمن کے اس عہدہ دار یا ممبر کے پاس داخل کرنا ہوگا جس کے سپرد انجمن اس خدمت کو کرے گی۔
(۲) ہر ممبر اور عہدہ دار پر لازم ہوگا کہ ایسی نماز کی اطلاع کہ جس کی قضاء بھی اس سے ادانہ ہوئی ہو بلادریافت کے ہفتہ وار انجمن کو کردے۔
(۳) آمدنی جرمانہ کا رجسٹر جدا ہوگا۔
(۴) یہ آمدنی کسی کارِ خیر میں صرف ہوگی۔
(۵) جرمانہ قضا نماز کی ادائیگی بحالتِ موجودگی بریلی ہفتہ وار ہوا کرے گی۔
(۶) اگر ممبر یا عہدہ دار ایسا جرمانہ قصداً وقت معینہ پر ادانہ کرے گا اور انجمن کی رائے میں اس کا یہ ارادہ مفسدانہ پایا جائے گا تو اس ممبر کا نام باجازت کورم جلسہ معمولی انجمن کیا جائے گا (تعداد ممبران کی ایک حد کا نام کورم ہے)
(۷) اگر کوئی قصداً حلف دروغی کا مرتکب ہوگا وہ انجمن سے خارج کیا جائے گا۔
(۸) کوئی مسلمان ممبر بلاحلف اٹھائے اس انجمن کا ممبر نہ بنایا جائے گا۔

عبارت حلف

(۱) میں حلف کرتا ہوں کہ پانچ وقت کی نماز کی ادائیگی میں کوشش کروں گا۔
(۲) اور اگر سہواً یا اتفاقاً یا عمداً قضا ہوجائے گی تو اس کو دوسرے وقت ادا کروں گا۔
(۳) اگر قضا بھی ادانہ کرسکوں گا تو یکم نومبر ۱۹۰۴ء سے جو قواعد متعلق پابندی نماز انجمن ہذا سے تیار ہوئے ہیں ان کی پابندی بدل وجان کروں گا۔ واضح رہے کہ حلف اٹھانے سے قبل اور بعد بھی یہ بات سمجھادی گئی تھی کہ حلف بالا کی سطر اول اور دوم کا اثر تم لوگوں پر تمام عمر رہے گا اور سطر سوم وچہارم کا اثر فقط اسی زمانے تک رہے گا جب تک کہ تم اس انجمن کے ممبر ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جرمانہ کے ساتھ تعزیر کہ مجرم کا کچھ مال خطا کے عوض لے لیا جائے منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل جائز نہیں **کما حققہ الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالٰی والمسألۃ فی الدر المختار وغیرہ وقد بیناھا علی ھامش ردالمحتار** (جیسا کہ اس کی تحقیق امام طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمائی، اور یہ مسئلہ درمختار وغیرہ میں ہے ــــــــــ اور ہم نے اس کو ردالمحتار کے حاشیہ میں بیان کیا ہے۔ت) اور ناجائز بات پر عمل کرنا جس حلف سے لازم آتا ہو اس کو توڑنا واجب ہے **کما ارشد الیہ الحدیث**

وفصله فی الھندیة (جیسا کہ اس کے لئے حدیث میں ارشاد ہے اور اسکی تفصیل ہندیہ میں ہے۔ت) مگر صورت مذکورہ میں وہ جرمانہ انجمن والوں نے اپنے لئے لینانہ قرار دیا بلکہ کسی کارِ خیر میں اس کا صرف کرنا بتایا ہے اور اس کے لینے میں انجمن کی طرف سے کوئی جبر واکراہ نہیں، صرف اتنا قاعدہ قرار دیا ہے کہ جو جرمانہ نہ دے انجمن سے خارج کیا جائے تو انجمن میں داخل رہنے کے لئے جو شخص یہ رقم ادا کرے گا بجبر و تعدی نہ ہوگا بلکہ اس کی اپنی رضا سے ہوگا کہ انجمن سے خارج ہونے میں اس کا کوئی ضرر نہ تھا اس نے باختیارِ خود یہ پسند کیا کہ یہ رقم اس سے لے کر کارِ خیر میں صرف ہو، لہٰذا یہ قانون جرمانہ ناجائزہ کی حد تک نہیں پہنچتا۔ رہا حلف وہ اگر عبارت حلف بے کم وکاست اسی قدر ہے اور اس سے قبل یا بعد زبانی کوئی لفظ ایسانہ کہلوایا گیا کہ حلف کو ان چاروں سطروں سے شرعاً متعلق کردے تو حلف صرف دو سطر سابق سے متعلق ہو کہ بعد کی دو سطریں حرف عطف سے خالی ہیں،

والجملة المستقلة لاتتعلق بالسابقة الابعاطف فبقیت خارجة عن الحلف لماعلم ان فصل الاجنبی یبطل عمل الحلف حتی لو قال واللہ والرسول لافعلن کذا لم یکن یمینا لان قوله والرسول لیس یمینا فکان فاصلا کما فی العٰلمگیریة وغیرہا فکان کقول القائل واللہ لاشربن لاقومن لم یدخل تحت الحلف الاالشرب دون القیام بخلاف قوله ولاقومن، ھذا ماظھرلی وارجو ان یکون صوابا۔	اور یہ جملہ مستقلہ ہے اس کا پہلے عطف کے بغیر تعلق نہیں ہوسکتا، لہٰذا یہ قسم سے خارج ہے کیونکہ اجنبی جملہ کے فاصلہ سے قسم کا عمل ختم ہوجاتا ہے، حتی کہ اگر کوئی شخص یوں کہے اللہ اور رسول کی قسم میں یہ کام ضرور کروں گا، تو قسم نہ ہوگی کیونکہ اللہ کی قسم ہوتی ہے، تو درمیان میں رسول کا لفظ فاصل بن گیا، کیونکہ رسول کی قسم نہیں ہوتی، جیسا کہ عالمگیریہ وغیرہ میں بیان ہے، تو یہ یوں ہوا جیسے کوئی کہے خدا کی قسم میں ضرور نوش کروں گا ضرور کھڑا ہوں گا، تو یہ نوش کرنے کی قسم ہوگی کھڑے ہونے کی قسم نہ ہوگی، اس کے برخلاف اگر حرفِ عطف کے بعد، میں ضرور کھڑا ہوں گا، کہے، تو کھڑے ہونے کی بھی قسم ہوگی۔ یہ مجھے ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ یہ درست ہوگا۔ (ت)

اس تقدیر پر پابندی جرمانہ ودیگر قواعد انجمن زیر حلف داخل ہی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰: از دولت پور ضلع بلند شہر مرسلہ بشیر محمد خان صاحب ۱۵ شوال ۱۳۲۹ھ

اگر چند بار کسی شخص نے حلف شرعی کسی امر کے واسطے کیا ہو اور پھر اس کے خلاف کرے اور اس امر کا فیصلہ کہ جس کے بابت اس نے حلفِ شرعی کئی مرتبہ کیا ہے تو وہ اس کا فیصلہ قابل مان لینے کے

ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

اگرخلاف کرنے میں شرعًا خیر دیکھے توخلاف کرے اور کفارہ دے ورنہ بلاوجہ شرعی قسم توڑنا حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْؕ[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اپنی قسموں کو پورا کرو۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من حلف علی یمین فرأی غیرھا خیرا منھا فلیأت الذی ھو خیر ولیکفر عن یمینه[2]۔ رواہ احمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جس نے کسی چیز کا حلف دیا اور اس کے خلاف سے بہتر محسوس کرے تو بہتر کو بجالائے اور قسم کا کفارہ دے۔اس کو احمد، مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

یہی حال فیصلہ کا ہے اگر حلف کیا تھا کہ یوں فیصلہ کرے گا پھر حکمِ شرع اس کے خلاف پایا تو اس پر فرض ہے کہ خلاف ہی کرے اور کفارہ دے، اور اگر حکم شرع وہی تھا جس پر حلف کیا پھر اس کا خلاف کیا تو قسم توڑنے کا بھی گناہ ہوا اور ظلم وناحق فیصلہ کا گناہ سخت تر ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۱: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹جمادی الاوّل ۱۳۳۱ھ

ایک امیر نے اپنے ملازم کو خدمت کے صلہ میں زمین دی پھر کسی بات پر ملازم سے خفا ہوکر حالتِ غصہ میں قسم کھائی کہ میں تیری زمین ضبط کروں گا، اور یہ بھی حلف لیا کہ میں تیرے گھر کا کھانا بھی نہ کھاؤں گا۔ اب وہ امیر اگر حلف شکنی کرے تو کیا کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

الجواب:

قسم کا کفارہ لازم ہوگا کہ دس مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا دس مسکینوں کو جوڑے دے یا دس مسکینوں کو فی مسکین ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت دے، صاع سو روپیہ کے سیر سے ایک روپیہ بھر اوپر ساڑھے تین سیر ہے، اور جس سے یہ نہ ہوسکے وہ تین روزے رکھے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲: از رائپور گول بازار ممالک متوسط مرسلہ مولوی محمد سلیم خاں کتب فروش ۲جمادی الآخرہ ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی دوسری والدہ کے روبرو

---

[1] القرآن الکریم ۸۹/۵

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۸/۲

ہوش وحواس میں قسم کھائی کہ مجھ کو خدا کا دیدار اور حضرت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی شفاعت نصیب نہ ہو جو میں اپنے والد کی کمائی کا روپیہ یا جائداد موجودگی یا عدم موجودگی یا بعد وفات والد ماجد کے لوں جائداد میں یا ان کی کمائی میں، اب وہ شخص کسی طرح سے اپنے باپ کی جائداد یا کمائی کا روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ امید کہ جواب امورِ مذکورہ بالا از روئے کتب حنفیّہ عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

وہ جو اس نے کہا شرعًا قسم نہیں بلکہ اپنے حق میں بددعا ہے، اس کے سبب مال پدر سے لے لینا ناجائز نہ ہوگیا، لے سکتا ہے، اور ایسے برے لفظ سے توبہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے:

علیہ غضبہ لایکون یمینا ایضالانہ دعاء علی نفسہ ولا یستلزم وقوع المدعو بل ذٰلك متعلق باستجابۃ دعائہ لانہ غیر متعارف، فتح[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کسی نے یوں کہا مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو تو یہ بھی قسم نہ ہوگی، کیونکہ یہ اپنے لئے بددعا ہے اور اس کا وقوع لازم نہیں ہے اس لئے یہ وقوع اس کی دعا کے قبول ہونے پر موقوف ہے کیونکہ یہ غیر متعارف ہے، فتح۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۱۳: ۹ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے متعلقوں سے ناراض ہو کر قسم کھائی اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں تو خدا کرے میں کافر ہو جاؤں، اس پر لوگوں نے سمجھایا کہ ایسی قسم مت کھا، مگر زید نے مکرر سہ کرر قسم کھا کر کہا اگر میں حج کو نہ چلا جاؤں کافر ہو جاؤں، لہٰذا بستی والوں نے مبلغ صہ روپیہ چندہ کرکے دے دئے، چنانچہ زید وہ روپیہ لے کر اس بستی سے حج کے ارادہ سے ظاہرًا روانہ ہوگیا مگر دس روز کے بعد پھر اپنی بستی میں واپس آگیا اور کہا میں بمبئی سے لوٹ آیا ہوں حج کو نہیں جاؤں گا، ایک روز زید مسجد میں نماز پڑھنے کو گیا وہاں بکر نے دعا مانگی: یااللہ پاک! تو ہر مسلمان کو حج نصیب کر۔ اس دعا کو سن کر زید نے بکر کو گالیاں دیں مجھ کو تو طعنہ دیتا ہے، درانحالیکہ زید اس وقت اندازًا مبلغ ڈھائی سو روپے کی چیزوں کا بذاتِ خود مالک ہے یعنی بیل بھینس اور ہل نیشکر کا مالک ہے تو ایسی حالت میں اس چندہ کا کیا حکم ہے جو کہ وہ ہضم کر چکا ہے اور اس کو شرع کون سے لفظ سے نامزد کرتی ہے اور مسلمان لوگ کیا برتاؤ کریں، اگر زید اس فعل مذکور سے احاطہ اسلام سے خارج ہوگیا تو دائرہ اسلام میں کس ترکیب سے داخل ہو سکتا ہے اور کس طرح گناہ سے بری ہو سکتا ہے اور کوئی مسلمان اس حالتِ موجودہ میں اس سے ارتباط ومیل جول رکھے تو ایسے مسلمان کے واسطے کیا حکم ہے اور منکوحہ اس کی

---

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۷

اور اولاد اس کی کا کیا ہے کہ یہ سب زید کے ساتھ کیا سلوک کریں ورنہ اولاد اور منکوحہ اس کی کے ساتھ مسلمان کیا تعلق رکھیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید نے جو الفاظ کہے قسم نہ تھی اسکے بعد حج کو نہ جانے کے سبب احاطہ اسلام سے خارج نہ ہوا روپیہ کہ چندہ والوں نے دیا وہ ہبہ تھا کہ زید بعد قبضہ اس کا ٹکٹ لے کر گیا اگر واقعی زید کا اس وقت ارادہ حج کو جانے کا تھا اور بمبئی تک گیا اور کوئی عذر پیش آیا کہ نہ جاسکا مثلاً زید بہت ضعیف ہو اور محتاج معین ہو اور اسے کوئی ایسا نہ ملا کہ اس سفر میں اس کی اعانت کرے، بمجبوری پلٹ آیا تو اس پر کچھ الزام نہیں چندہ کا روپیہ بہتر یہ ہے کہ واپس کردے ورنہ شرعاً اس پر واپسی لازم نہیں، ہاں اگر وہ دھوکا دے کر جھوٹ ارادہ ظاہر کرتا اور اس ذریعہ سے لوگوں سے روپیہ لے کر چلتا ہو ضرور شخص مجرم تھا مگر صورتِ سوال سے اس کا ہرگز یہ ارادہ نہیں [عہ1]، نہ کسی پر بدگمانی جائز بلاوجہ قطعی اور بلا ثبوت شرعی دھوکا دینے اور جھوٹ ارادہ روپیہ ہضم کرلینے [عہ2] کریں گے وہ سخت مجرم ہوں گے اس پر توبہ فرض ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

عہ1: مسودہ میں بیاض ہے۔ عہ2: مسودہ میں بیاض ہے۔

رسالہ
الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین ۱۳۳۰ھ
(قسم کی مصیبت سے متعلق قیمتی جوہر)

مسئلہ ۲۱۴: از شمس آباد ضلع اٹک مرسلہ جناب مولٰنا مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب ۱۱ محرم شریف ۱۳۳۰ھ

چہ می فرمایند علمائے اندریں مسئلہ کہ زید از پسر خود بوجہ امرے خلاف مرضی ناراض شدہ زن خود راگفت کہ اگر ایں پسر مرادر خانہ گزاشتی تو برمن سہ طلاق طلاق ہستی باز بعد از چند مدت بوجہ عذر خواہی پسر ش زید خود ازاں پسر راضی شدو در خانہ گذاشت وزن او چیزے از لاو نعم نگفت آیا آں زن برزید طلاق شد یانہ؟ **بینوا توجروا۔**	علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ زید کسی ناپسندیدہ معاملہ پر اپنے بیٹے سے ناراض ہوا تو زید نے اپنی بیوی کو کہا اگر تو نے میرے اس بیٹے کو گھر میں چھوڑا تو مجھ پر تو تین طلاق ہے، پھر کچھ مدت کے بعد بیٹے کی معذرت خواہی پر زید اپنے اس بیٹے سے راضی ہوگیا اور گھر میں آنے دیا، بیٹے کے گھر آنے پر زید کی بیوی نے بیٹے کو کچھ نہ کہا، نہ ہاں اور نہ ہی نہ کہا، تو کیا اس صورت میں زید کی بیوی کو طلاق ہوگئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔ الحمد للہ رب	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یااللہ! تجھ سے ہی حق و صواب میں رہنمائی ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو

العٰلمین، وافضل الصلوٰة والسلام علی السید الامین، الذی قال له ربه فسلٰم لك من اصحٰب الیمین، اجله اجلالا وعززه تعزیزا وجعل تعلیقات مواعید فضله فی حق امته تنجیزا، صلی الله تعالٰی وسلم علیه وعلٰی اٰله وصحبه المیامین، عدد کل برو فاجر وبر وحنث وعهد ویمین، اٰمین!

سب جہانوں کو پالنے والا ہے، بہترین صلوٰۃ وسلام اس آقا امین پر جس کے اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے حبیب! آپ کے لئے دائیں جانب والے اصحاب کی طرف سے سلام ہے، اور اس کو انتہائی بزرگیوں سے نوازا اور اس کو اعلٰی اعزاز عطا فرمایا اور اس نے اپنے فضل کے مشروط وعدوں کو آپ کی امت کے حق میں غیر مشروط فرمایا، اللہ تعالٰی کی رحمتیں اور سلام آپ پر اور آل واصحاب پر جو دائیں جانب والے ہیں، ہر نیک وبد اور پورا کرنے والے اور توڑنے والے اور عہد وقسم کی تعداد کے برابر ہو، آمین!

فقیر غفرله المولی القدیر دریں مسئله نگاه تنقیح راجولاں دادم وبقدر قدرت وفرصت دور فرستادم عدم طلاق راوجہے که ثلج صدر دہد نیافتم بخانه گزاشتن ترک وتخلیه است واو بدو وجه منتفی شود منع بالفعل یا نہی بالقول وایںجا بتصریح سوال ہر دو نافی منتفی پس تخلیه که شرط حنث بود روئے نمود وسه طلاق لازم شد در فتاوی امام اجل قاضی خاں کتاب الایمان مسائل الیمین علی الترك است رجل اٰجر دارہ سنة ثم قال للمستاجر والله لااترکك فی داری ثم قال له اخرج من داری یصیر بارا[1]، در عقود الدریه از

اس فقیر (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) نے اس مسئلہ میں چھان بین کے لئے نظر دوڑائی اور اپنی ہمت اور فرصت کے مطابق دور گہرائی تک پہنچا، تو طلاق نہ ہونے کی کوئی اطمینان بخش وجہ نہ پائی، گھر میں چھوڑنا، جس کا مطلب ترک کر دینا اور علیحدہ ہونا ہے، اور یہ ترک وعلیحدہ ہونا دو طریقوں عملا منع کرنے یا زبانی بات کرنے کے ذریعے روکنے سے منتفی ہو سکتا ہے اور یہاں پر سوال سے واضح ہو رہا ہے کہ بیوی نے بیٹے کو دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ سے بھی منع نہیں کیا، تو جب منع کرنا منتفی ہے تو تخلیہ وترک متحقق ہو گیا جو حنث کے لئے شرط قرار دی تھی، تو اس تخلیہ کے پائے جانے سے بیوی کو تین طلاقیں لازم ہو گئی ہیں،

[1] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترك نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶

فتاوی صغرٰی است باز درخانیہ فرمود رجل حلف ان لایدع فلانا یدخل ھذہ الدار فان کانت الدار للحالف فمنعہ بالقول ولم یمنعہ بالفعل حتی دخل حنث فی یمینہ فیکون شرط برہ المنع بالقول والفعل بقدر مایطیق وان لم تکن الدارللحالف فمنعہ بالقول دون الفعل حتی لودخل لایکون حانثا[1] باز فرمود رجل حلف بطلاق امرأتہ ان لایدع فلانا یمر علی ھذہ القنطرۃ فمنعہ بالقول یکون بارالانہ لایمنعہ بالقول یکون بارالانہ لایملك المنع بالفعل[2] باز فرمود رجل قال لابنہ ان ترکتك تعمل مع فلان فامرأتہ کذا فان کان الابن بالغا لایقدر علی منعہ بالفعل فمنعہ بالقول یکون باراوان کان الابن صغیراکان شرط برہ المنع بالقول والفعل جمیعا[3] ودربزازیہ چنانست قال لابنہ الکبیر ان ترکتك تعمل مع فلان فھو علی المنع بالقول ولو صغیرافعلی

امام اجل قاضی خاں کے فتاوی کے کتاب الایمان میں ترک پر قسم کے مسائل میں ہے کہ ایک شخص نے اپنا گھر ایک سال کے لئے کرایہ پر دیا تو پھر اس نے کرایہ دار کو کہا خدا کی قسم میں تجھے اپنے گھر میں نہ چھوڑوں گا، یہ کہہ کر پھر اس نے کرایہ دار کو زبانی کہا تو میرے گھر سے نکل جا، تو اس کہنے پر وہ مالک قسم میں سچا ہوگیا اور اس نے اپنی قسم پوری کرلی۔ اسی طرح عقود الدریہ میں فتاوی صغری سے منقول ہے اور پھر خانیہ میں فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ "میں فلاں کو اس گھر میں داخل نہ ہونے دوں گا" تو اگر یہ گھر قسم کھانیوالے کی ملکیت ہو تو اس نے اس کو زبانی منع کیا اور عملاً منع نہ کیا، پس وہ شخص اس گھر میں داخل ہوگیا تو قسم کھانے والے کی قسم ٹوٹ گئی کیونکہ گھر کا مالک ہونے کی وجہ سے اس کی قسم پوری ہونے کے لئے ضروری تھا کہ وہ زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے حسبِ طاقت منع کرتا اور اگر وہ گھر قسم کھانے والے کی ملکیت نہ ہو تو اس کو زبانی منع کیا اور عملا منع نہ کیا حتی کہ اگر وہ شخص اس مکان میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا خانیہ میں پھر فرمایا کہ ایک شخص نے بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ وہ فلاں شخص کو اس پل سے نہ گزرنے دے گا، پھر اس نے زبانی اس کو گزرنے سے روکا، تو اس کی قسم پوری ہوگئی کیونکہ وہ اس کو عملاً منع کرنے پر قادر نہ تھا۔ پھر فرمایا ایک شخص نے اپنے بیٹے کو کہا اگر میں تجھے فلاں کے ساتھ کام کرنے کے لئے چھوڑوں

[1] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترك نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶
[2] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترك نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶
[3] فتاوی قاضی خاں مسائل الیمین علی الترك نولکشور لکھنؤ ۲/۲۹۶

القول والفعل[1] بازدر خانیہ فرمود و لو قال ان ترکت فلانا یدخل بیتی فامرأته کذا فدخل فلان ولم یعلم به الحالف لایحنث وان علم ولم یمنعه حنث[2] در فتح القدیر آخر ایمان ست حلف لااترك فلانا یفعل کذا کلایمر اولایذهب اولایدخل یبر بقوله له لاتفعل لاتخرج لاتمر اطاعه اوعصاه[3] در عقود الدریہ است حلف بالطلاق علی اختہ البالغة لاخلیك تسکنین مع حماتك فی الدار فحیث لاتکن الدار للحالف فمنعها بالقول دون الفعل لایحنث[4] کذا فی الخانیة و البزازیة ورسائل العلامة الشرنبلالیة دراں از قنیہ است حلف لیخرجن ساکن داره الیوم والساکن ظالم غالب یتکلف فی اخراجه فان لم یمکنه فالیمین علی التلفظ باللسان[5] در عالمگیریہ است	تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر بیٹا بالغ ہو جس کو عملًا نہ روک سکتا ہو تو اس کو صرف زبانی منع کرنے پر قسم پوری ہو جائیگی، اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا شرط ہوگا۔ اور بزازیہ میں یوں ہے کہ اگر بیٹا بالغ ہو تو پھر صرف زبانی منع کرنا قسم پورا ہونے کیلئے شرط ہے اور اگر بیٹا نابالغ ہو تو پھر زبانی اور عملی دونوں طریقوں سے منع کرنا شرط ہوگا۔ پھر خانیہ میں فرمایا کہ اگر کسی نے یوں کہا اگر میں فلاں کو اپنے گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، پس وہ شخص اس کی لاعلمی میں داخل ہوگیا تو حانث نہ ہوگا، اور اگر اس کے داخلے پر علم ہو اور منع نہ کیا تو حانث ہوگا۔ فتح القدیر میں قسموں کے بیان کے آخر میں ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ میں فلاں کو اس کام پر نہ چھوڑوں گا، مثلًا گزرنے نہ دوں گا، جانے نہ دوں گا، داخل نہ ہونے دوں گا، تو صرف زبانی، نہ کر، نہ داخل ہو، نہ گزر کہہ دینا قسم کو پورا کرنے کیلئے کافی ہے وہ مانے یا نہ مانے عقود الدریہ میں ہے ایک شخص نے طلاق کی قسم کھاتے ہوئے اپنی بالغ بہن کو کہا میں تجھے گھر میں تیرے دیوروں کے ساتھ رہتا نہ چھوڑوں گا، توجب وہ گھر قسم کھانے والے کا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا مراد ہوگا عملًا روکنا مراد نہیں ہوگا تو زبانی روک دیا قسم پوری ہو جائیگی،

[1] فتاوی بزازیة علی حاشیة فتاوی ہندیہ کتاب الایمان نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۵۰

[2] فتاوی قاضی خان مسائل الیمین علی الترك نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۷

[3] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۷۴

[4] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/ ۳۸

[5] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة کتاب الطلاق قندھار، افغانستان ۱/ ۵۰

اذ قال ان ترکت فلانا یدخل ھذہ الدار فامرأتی طالق فان کان الحالف یملك ھذہ الدار فشرط برہ ان یمنعه عن الدخول بالقول الفعل ھکذا ذکرہ الصدر الشھید رحمه اللہ تعالٰی فی واقعاته، وفی النوازل شرط برہ ملك المنع ولم یعترض لملك الدار فقال ان کان الحالف یملك منعه عن الدخول فھو علی النھی والمنع جمیعا وان کان لایملك منعه فھو علی النھی دون المنع وکان شیخ الامام ظھیر الدین یعتبر ملك المنع وعلیه الفتوی[1]۔

اقول: اینجا تنبه باید برامور **اولا** عبارات علما چنانکه دیدی در مسئلہ عدم ترک فلاں مثلاً نگزارم کہ بخانہ آید بر رنگہائے مختلف آمدہ امام صدر شہید اعتبار ملک دار فرمود کہ اگر خانہ خانہ اوست منع بقول وفعل کند اگر تنہا بنہی زبانی عمل نماید حانث ہمیں است نص دوم امام قاضی خاں، آرے اگر خانہ ملک اونیست منع زبانی بس است، وامام فقیہ ابواللیث ملک منع رامعتبر داشت کہ اگر بزور باز داشتن تواند مجرد نہی کفایت نکند گوخانہ خانہ اش مباش ورنہ کافی است گوخانہ خود از آں او باش امام ظہیر الدین ہمبریں فتوی داد ونص اول امام قاضی خاں و

یوں خانیہ، بزازیہ اور علامہ شرنبلالی کے رسائل میں ہے اور اس میں قنیہ کے حوالے سے ہے کہ ایک نے قسم کھائی کہ میں آج فلاں رہائشی کو ضرور نکال باہر کروں گا، تووہ رہائشی ظالم اور غالب ہو جس کو نکالنا مشکل ہو تو پھر نکالنے سے مراد زبانی کہنا ہوگا، لہٰذا زبانی کہہ دینا کہ نکل جا، قسم کے پورا ہونے کے لئے کافی ہے، عالمگیریہ میں ہے کسی نے کہا اگر میں فلاں کو اس گھر میں داخل ہوتا چھوڑوں تو میری بیوی کو طلاق، تو اگر گھر اس کی ملکیت ہو تو پھر قسم پورا ہونے کے لئے زبانی اور عملی دونوں طرح منع کرنا ضروری ہے، اس کو صدرالشہید رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی کتاب واقعات میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اور نوازل میں ہے قسم پورا کرنے کے لئے منع کی قدرت شرط ہے انہوں نے گھر کی ملکیت کا ذکر نہیں فرمایا اور یوں کہا اگر قسم کھانے والا اس کو دخول سے منع کرسکتا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح منع مراد ہوگا، اور اگر وہ دخول سے روکنے پر قادر نہ ہو تو پھر صرف زبانی منع مراد ہوگا، اور امام شیخ ظہیر الدین منع کی قدرت کا اعتبار کرتے ہیں اور اسی پر فتوی ہے۔(ت) **اقول:** (میں کہتاہوں یہاں چند امور پر تنبیہ ضروری ہے **اول** جیساکہ آپ نے دیکھا عدمِ ترک فلاں، یعنی فلاں کو نہ چھوڑوں گا کہ وہ گھر میں آئے، کے مسئلہ میں علماء کرام کی عبارات مختلف ہیں، امام صدر شہید گھر کے مالک ہونے کا اعتبار کرتے ہیں کہ اگر گھر اس کا اپنا ہے تو پھر زبانی اور عملی دونوں طرح سے روکے، اور اگر صرف زبانی روکا تو حانث ہوجائے گا، اور امام قاضی خاں کی دوسری نص بھی یہی ہے، ہاں اگر گھر اس کا اپنا نہ ہو تو پھر زبانی روکنا کافی ہے، اور امام فقیہ ابواللیث نے روکنے کی قدرت واختیار کو معتبر رکھا ہے کہ اس

[1] فتاوی ہندیۃ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق بکلمۃ ان الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۴۳۶

امام حسام الدین در فتاوی صغری مسئلہ خود در دار مملوکہ حالف وضع فرمود و علی الاطلاق بر نہی زبانی اقتصاد نمود وہمیں ست قضا ونص مذکور فتح القدیر، ودر بزازیہ جائے دار پسر فرق بصغیر وکبیر فرمود کہ صغیر را باز داشتن بقول وفعل جمیعا لازم است وکبیر را تنہا بقول واز نص چہارم خانیہ تقیید مستفادست کہ اگر بر کبیر قدرت منع بالفعل نہ باشد منع بالقول ست ودر نص سومش در حق اجنبی مطلقا منع قولی گرفت کہ منع فعلی نمی تواند

فقیر گویم بحقیقت اینجا ہیچ اختلاف نیست اصل سخن آن ست کہ درخانیہ بآں اشارہ رفت کہ قدر ما یطیق پیداست کہ ہر کہ گفت فلاں را بخانہ نگزارم وقادر بود براخراج او گرچہ خانہ خانہ دیگرے باشد وآنکس باجارہ یا اعارہ وغیرہما آنجامی ماند واگرچہ آنکس پسر بالغ یا اجنبی بود چوں طاقت خود را بکار بزد و تنہا ہر یکبار گفتن کہ میا، یا بیروں شو قناعت در زید قطعًا اورا بخانہ گزاشت وحانث شود ہر کہ نتواند گو خانہ خانہ اش باشد وآنکس پسر صغیر، مثلًا حالف مقعد یا زمن یا مفلوج ست وپسر سیز دہ چہار دہ سالہ شریر کہ سر بفرمان نہند لاجرم اینجا ہمیں نہی بقول کافی بود درخانہ خودش غالب اختیار کلی باشد واحکام فقیہ نظر بغالب دارد ازینجہت امام صدر شہید آں تفرقہ فرمود کہ تعبیر اصل بمظنہ نیست عــہ درزمن متاخر

صورت میں اگر طاقت سے روک سکتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہیں ہے اگرچہ وہ گھر اپنا نہ بھی ہو ورنہ صرف زبانی روکنا کافی ہے اگرچہ گھر اپنا ہی ہو، امام ظہیر الدین نے اسی پر فتوی دیا ہے۔ امام قاضی خان کی پہلی نص اور امام حسام الدین نے فتاوی صغری میں، اپنا یہ مسئلہ، قسم اٹھانے والے کے اپنے گھر کے متعلق بیان کیا اور وہاں انہوں نے مطلقًا زبانی روکنے پر اقتصار فرمایا اور یہی فتح القدیر کا فیصلہ اور نص ہے،

اور بزازیہ میں بیٹے کے معاملہ میں صغیر وکبیر کا فرق کیا ہے کہ اگر بیٹا صغیر ہو تو زبانی اور عملی دونوں طرح گھر سے روکنا ضروری ہے اور اگر کبیر ہو تو پھر صرف زبانی روکنا کافی قرار دیا ہے، اور خانیہ (قاضیخاں) کی چوتھی نص میں یہ تقیید عیاں فرمائی کہ اگر کبیر بیٹے پر عملًا روکنے کی قدرت نہ ہو تو تب زبانی روکنا کافی ہے، اور ان کی تیسری نص اجنبی شخص کے متعلق ہے کہ اس کو مطلقًا زبانی روکنا ہی کافی ہوگا کیونکہ عملی طور اجنبی کو روکنا ممکن نہیں ہے۔ میں فقیر کہتا ہوں کہ حقیقتًا یہ اختلاف نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت وہ ہے جس کی طرف خانیہ میں اشارہ گزرا کہ قدرت کے مطابق روکنا مراد ہے، ظاہر ہے کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں فلاں کو گھر میں نہ چھوڑوں گا تو اگر وہ اس کو نکالنے پر قادر ہو گھر اس کا اپنا ہو یا نہ ہو بلکہ کرایہ دار ہو یا عاریۃً ہو جو بھی صورت رہنے کی ہو تو جس کے متعلق یہ کہا وہ بیٹا بالغ ہو یا کوئی اجنبی ہو اس کو روکنے کی

عــہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

اختیار تام جز بر اطفال صغار نماند لہذا تفریق صغیر و کبیر کردند کہ نیز از ہماں وادی است دیگراں نظر بفساد زمان گفتند کہ غالبا منع بتدافع وتدافع بتضارب انجامد وآتش فتنہ سر بالا کشود والفتنۃ اشد من القتل لہذا از سرا قتصار بر سخن کردند و مراد جملہ یکے **وباللّٰه التوفيق**، بالجملہ بریں قدر اتفاق ست کہ نگزا شتن راکم از کم بزبان باز داشتن ناگزیر است ہر کہ ایں راز ن آں پسر را برآوردن نتوانست آخر کم نہ ازاں کہ یکبار گفتی میاں یا بیروں رود محلش نہ بود مگر اول وہلہ چوں آں گاہ خموشی گزید گزاشتن حاصل شد وطلاق نازل باز منع بے سود ولاطائل واگر آں وقت یکبار منع کردی سوگند منتہی شدے کہ مصدر بکلمہ کلما نبود پس ازاں ترک اگرچہ مستمر ماندے زیاں نہ رساندے وکل ذٰلک واضح مما قدمنا من نصوص العلماء

اقول: والسرافیہ ان التخلیۃ عدمیۃ لانھا عدم النھی والتعرض وقد اثبتت فی الشرط فیکون منفیۃ ونفی النفی اثبات و

طاقت رکھتا ہے تو پھر زبانی روکنا کافی نہ ہوگا کہ ایک بار زبانی منع کردے اور کہے کہ یہاں نہ آیا باہر ہو جابلکہ عملی اور زبانی ہر طرح روکنا ہوگا ورنہ اندر چھوڑا تو قطعًا حانث ہو جائے گا، اور جو روکنے پر قدرت نہیں رکھتا گو وہ گھر اس کا اپنا ہو اور بیٹا بھی صغیر ہو تو زبانی روکنا ہی کافی ہے، مثلاً قسم کھانے والا اپاہج ہو یا معذور ہو یا مفلوج ہو اور بیٹا تیرہ چودہ سال کا شریر ہو کہ فرمانبرداری نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں مجبورًا زبانی روکنا ہی کافی قرار پائے گا، چونکہ اپنے ذاتی گھر میں کلی اختیار ہونا اغلب ہے اور فقہی احکام کامدار بھی غالب امور پر ہوتا ہے اس لئے امام صدر شہید نے اپنے اور غیر گھر کا فرق ذکر کیا ہے ورنہ یہ قاعدہ کا بیان نہیں ہے، اور چونکہ آخر زمانہ میں باپ کو صرف صغیر بیٹے پر ہی مکمل اختیار ہوتا ہے اس لیے فقہاء نے صغیر وکبیر بیٹے کا فرق بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے، دوسرے فقہاء نے زمانہ کے فساد کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف زبانی روکنے کو ذکر کیا کیونکہ اغلب طور پر روکنے کے لئے عملی رکاوٹ ضروری ہوتی ہے اور عملی رکاوٹ مار پیٹ سے ہوتی ہے جبکہ اس سے فتنہ کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور فتنہ، قتل سے بھی برا ہے، اس لیے تمام عبارات کا ماحاصل ایک ہی ہے، یہ توفیق بیان اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ تاہم خلاصہ یہ ہے کہ نہ چھوڑنے کے لئے کم از کم زبانی روکنا ضروری ہے، تو جب کسی نے زبانی روکنے کا عمل بھی نہ کیا تو گویا اس نے چھوڑا۔ تو زیر بحث مسئلہ میں بیوی اگر بیٹے کو عملاً باہر نہیں نکال سکتی تھی

الاثبات تکفی مرۃ کان قال ان لم تمنعی تطلقی ای ان منعت فلافاذا انہت نحت والیمین قد انتہت۔

تو ایک بار زبانی یہ کہہ دینے سے تو عاجز نہ تھی کہ گھر میں مت آ، یا باہر جا، روکنے کا مقام ابتدائی مرحلہ میں ہوتا ہے جب ابتداء میں وہ خاموش رہی تو بیٹے کو گھر میں چھوڑنا متحقق ہوگیا اور طلاق کی وجہ پائی گئی اور طلاق ہوگئی، بعد میں منع کرنا اور روکنا بے سود ہے اگر وہ ابتداء میں ایک بار بھی زبان سے روک دیتی تو قسم ختم ہو جاتی کیونکہ قسم میں ہمیشگی کے لئے "کلما" کا لفظ نہ تھا ایک دفعہ روکنے کے بعد اگر نہ روکنا باقی رہتا تو کوئی حرج نہ تھا، یہ تمام گفتگو علماء کرام کے مذکورہ نصوص سے واضح ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں نکتہ یہ ہے کہ تخلیہ یعنی لا تعلّق عدمی چیز ہے کیونکہ یہ، نہ روکنے اور نہ چھیڑنے کا نام ہے تو شرط میں اس تخلیہ کا اثبات کیا گیا جس سے یہ منفی بن گیا اور جب اس منفی کا ترک ہوا تو نفی پر نفی ہو جانے سے اثبات ہوگیا (یعنی نہ روکنے کا عدم ہو جانے سے روکنا متحقق ہوگیا) تو قسم کے پورا ہونے کے لئے ایک دفعہ اثبات یعنی روکنا کافی ہے جس کا ماحصل یوں ہوا، گویا اس نے بیوی کو کہا اگر تو نے منع نہ کیا تو تجھے طلاق ہے یعنی اگر تو منع کردے تو طلاق نہ ہوگی تو جب وہ منع کردے تو طلاق سے بچ گئی اور قسم ختم ہوگئی۔ (ت)

ثانیًا اقول: من قدر علی المنع بالفعل فا کتفی بہ کفی اذ لایصح ان یقال انہ ترك وخلی بل اتی بما ھو نہایۃ المعنی و مقصود الاعلی فلیس علیہ ان یجمع معہ القول جمعا فما یتوھم من ظاہر لفظ الواقعات والنوازل وثانی عبارات الخانیۃ واربعھا والوجیز لیس مرادا قطعا۔

ثانیًا اقول: (دوسری بات کہتا ہوں کہ) جو عملًا روکنے پر قادر ہو عملًا روکنے پر اکتفاء کردینا کافی ہے کیونکہ اس عملی رکاوٹ پر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے گھر میں اسے چھوڑا اور اس سے لاتعلق رہا، بلکہ اس نے شرط کا مقصد پورا کردیا اب اس پر زبانی منع کرنا لازم نہ رہا، تو واقعات اور نوازل اور خانیہ کی دوسری اور چوتھی عبارت اور وجیز کی ظاہر عبارات سے جو وہم ہوتا ہے وہ قطعًا مراد نہیں ہے (ت)

ثالثًا اقول: عند الفقیہ شرط برہ المنع فلفظ الملك وقع زائدافی عبارۃ النوازل اماالملك ای القدرۃ فشرط

ثالثًا اقول: (تیسری بار کہتا ہوں کہ) فقیہ ابواللیث کے نزدیک قسم پورا کرنے کی شرط صرف روکنا ہے، لہٰذا نوازل کی عبارت "ملك المنع" میں "ملک" کا لفظ زائد ہے، لیکن اگر ملک سے

انعقاد الیمین مطلقا وباقاء الموقتۃ خصوصا اذبہ تصور البر ولیس الکلام فیہ بل فیما اذااتی بہ بر الا ان یقال انہ من وزان حصول الصورۃ ای المنع المملوک ای قدر ماقدر۔

مراد قدرت ہو تو یہ مطلقًا قسم بننے کے لئے ضروری ہے اور وقت سے مقید قسم کی بقاء کے لئے خصوصًا ضروری ہے کیونکہ اسی قدرت سے ہی قسم کو پورا کرنا متصور ہوتا ہے۔ لیکن ملک بمعنی قدرت میں یہاں بحث نہیں ہے بلکہ یہاں تو قسم کو پورا کرنیوالی چیز میں بحث ہے۔ ہاں اگریوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ حصولِ مراد کا بیان ہے کہ جس قدر ممکن طور پر روکنے پر قدرت رکھتا ہو۔ (ت)

رابعًا اقول: المنع یعم الفعلی والقولی کما تقدم عن عدۃ نصوص وقد یخص بالفعلی بقرینۃ المقابلۃ بالقولی وھو المراد فی کلام النوازل من قولہ یملک منعہ الی قولہ دون المنع والاول المراد فی قولہ اوفی ملک المنع وکذا قول الھندیۃ اٰخر فتثبت ولاتزل۔

رابعا اقول: (چوتھی بار کہتا ہوں کہ) روکنا عملی اور قولی دونوں طریقوں کو شامل ہے جیسا کہ متعدد نصوص میں پہلے مذکور ہوا ہے اور جبکہ اس کو قولی کے مقابلہ میں ذکر کیا گیا ہو تو اس قرینہ کی بناء پر صرف عملی روکنے کو خاص ہوگا اور نوازل کے کلام میں جہاں انہوں نے "یملك منعه" کہہ کر اس کے بعد "دون المنع" تک عبارت ذکر کی، تو جہاں انہوں نے "منع کا مالک ہو" کہا وہاں پہلا معنی یعنی دونوں کو شامل، مراد ہے اور جہاں انہوں نے "منع کا مالک نہ ہو" کہا وہاں دوسرا معنی یعنی صرف عملی منع مراد ہے، اسی طرح ہندیہ کا دوسرا قول ہے، تو ثابت قدم رہو اور تردد مت کرو۔ (ت)

ایں نصوص کہ آرایم عین جزئیہ مسئلہ دائرہ بود کہ بحث ہمیں از یمین بر گزاشتن است وآنکہ شرط بر وحنث در وچیست، وتفاوت بآنکہ من نگزارم، اگر تو بگزاری، چیزے نیست کہ تغیرِ جزئیہ کند، حالاہر کہ خواہد کہ صورت دائرہ راازاں حکم برآرد محتاج بینہ واضحہ باشد ورنہ حکم ہماں ست کہ از نصوص عیان ست تبیین مرام وتسکین اوہام را نظر کردم وچند شبہہ بخاطر رسید بخیال آنکہ مباد بذہن

جو نصوص میں نے پیش کی ہیں یہ زیر بحث مسئلہ کا بعینہٖ جزئیہ ہے کیونکہ ان میں "چھوڑنے" کے متعلق بحث ہے اور اس میں قسم کے پورا ہونے اور اس کے ٹوٹنے کے متعلق یہی بحث ہے اور "میں نہ چھوڑوں گا" اور "تو نے اگر چھوڑا" کے فرق سے جزئیہ تبدیل نہیں ہوتا اور اس کے باوجود اگر کوئی زیر بحث صورت کو ان نصوص سے الگ کرے تو اس کو واضح دلیل پیش کرنی ہوگی ورنہ اس کا حکم وہی ہے جو ان نصوص سے عیاں ہوا، مقصد کو واضح اور اوہام کو دور کرنے میں، میں نے غور سے کام لیا تو چند

کسے عـــہ[1] آید جائے جواب بہتر بیند آنہمہ راپیش نہم وبتوفیقہ تعالٰی عـــہ[2] اماوہم **شبہہ اولٰی** پسر رامرد بخانہ گزاشت نہ زن **اقول** ایں درایوا گنجائش داشت کہ فعل حقیقۃً از فاعل ست وبہ ساکت اگر منسوب شود بمعنی رضا ومجاز باشد اما گزاشتن کہ تخلیہ وترک تعرضات شک نیست کہ از زن حقیقۃً متحقق ست مرد عـــہ[3] زن رامنع نکرد اوداشت ایں گزاشت پس در ترک زن چہ جائے ظن۔ **شبہہ ثانیہ:** زن تابع است **ولا حکم للتبع مع الاصل** **اقول:** لامرد للحقائق در صدور ترک تعرض از زن جائے سخن نیست سائل خود گوید کہ زن چیزے از لاونعم نہ گفت وہمیں قدر شرط حنث بود بیش ازیں درکار نیست آیانہ بینی کہ در مکان غیر شرط بر نہی بالقول داشتہ اند گوبخانہ آرندہ محلوف علیہ خود صاحبِ خانہ باش یادیگر آوردیا خود آمد وصاحب خانہ ہم معترض نہ شد لاطلاق حکم الکل فی جمیع الکتب بلکہ تصریح فرمودہ اند کہ امر عدمی بحالت اکراہ نیز موجب حنث شود چہ جائے رضا ولو تبعا، امام قاضی خاں فرماید **الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل** فرق و	شبہات دل پر وارد ہوئے اس خیال سے کہ شاید کسی کے ذہن میں آئیں توان کو وہ جواب کے لئے بہتر خیال کرے، اس لئے میں ان سب کو پیش نظر رکھتے ہوئے بحث کرتا ہوں اللہ تعالٰی کی توفیق سے۔ لیکن پہلے شبہہ کا وہم، وہ یہ کہ مسئولہ صورت میں گھر میں بیٹے کو مرد نے چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) اس شبہہ کی گنجائش یہاں اس بنیاد پر ہے کہ فعل حقیقۃً فاعل کا ہوتا ہے اور اس فعل پر خاموش رہنے والے کی طرف وہ فعل رضا کے طور مجازًا منسوب ہو سکتا ہے، لیکن یہاں "چھوڑنا" جو کہ تخلیہ اور تعرض نہ کرنا ہے، یہ بیشک بیوی سے حقیقتًا متحقق ہوچکا ہے، مرد نے اس پر بیوی کو منع نہ کیا اور اس نے اس چھوڑنے کو قائم رکھا، تو اس سے بیوی کے فعل کے نہ ہونے کا گمان کہاں ہو سکتا ہے۔(ت) **دوسرا شبہہ:** یہ کہ، بیوی مرد کے تابع ہے تو اصل کی موجودگی میں تابع پر حکم نہیں ہوتا، **اقول** (میں کہتا ہوں کہ) حقائق کو رد نہیں کیا جاسکتا کہ بیٹے سے تعرض نہ کرنا، بیوی سے اس کے صادر ہونے میں شبہہ نہیں ہو سکتا کیونکہ سائل نے خود کہا ہے کہ بیوی نے اس موقعہ پر ہاں یا نہ، کچھ نہ کہا، تو حانث ہونے کے لئے بس یہی کافی ہے اس سے زیادہ کوئی ضرورت نہیں، صرف زبانی روکنا ہی کافی قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں قسم کھائی ہے اس کو گھر لانے والا خود صاحبِ مکان ہو یا کوئی غیر ہو یا وہ خود آجائے اور گھر والا، آنے پر اعتراض نہ کرے، ہر صورت میں حانث ہوتا ہے کیونکہ

عـــہ[1]: مسودہ میں بیاض ہے۔ عـــہ[2]: مسودہ میں بیاض ہے۔ عـــہ[3]: مسودہ میں بیاض ہے۔

قال فی قوله ان لم اخرج اذا منعه مانع حنث وفی قوله لااسکن اذا منعه مانع عن الخروج لایحنث و الفتوی علی قوله لان فی قوله لااسکن شرط الحنث السکنیٰ والفعل لایتحقق بدون الاختیار وفی قوله ان لم اخرج شرط الحنث عدم الخروج والعدم یتحقق بدون الاختیار[1]۔

تمام کتب میں ان جملہ صورتوں کا حکم مطلق رکھا گیا ہے بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عدمی امور میں جبر واکراہ کی صورت میں بھی حانث ہوجاتا ہے چہ جائیکہ رضامندی سے ہوا گرچہ تبعًا ہی ہو۔ امام قاضی خاں فرماتے ہیں کہ شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل نے فرق کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر کوئی یوں قسم اٹھائے کہ "اگر میں نہ نکلوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو نکلنے سے منع کیا تب بھی حانث ہوگا، اگر یوں قسم کھائی کہ "میں یہاں رہائش نہ رکھوں تو" اس قسم میں اگر کسی نے اس کو وہاں سے جانے اور نکلنے سے منع کیا تو قسم نہ ٹوٹے گی اور اس فرق والے قول پر فتوی ہے، کیونکہ میں یہاں رہائش نہ رکھوں گا، میں حانث ہونے کی شرط وہاں رہائش پذیر ہونا ہے اور یہ فعل ہے جبکہ کوئی فعل اختیار کے بغیر متحقق نہیں ہوتا، اور "اگر نہ نکلوں تو" کی صورت میں حانث ہونے کی شرط، نہ نکلنا ہے جو کہ عدمی چیز ہے اور عدمی چیز اختیار کے بغیر بھی متحقق ہوجاتی ہے۔ (ت)

شبہہ ثالثہ: ایں جا داعی یمین صفت عقوق وہذا در پسر بود ویمین بزوال صفات داعیہ زائل شود کما فی لایاکل ھذا البسر فصار رطبا او الرطب فصار تمرا[2] کما فی الھدایۃ وسائر الکتب، در عقود دریہ است ھذہ صفات داعیۃ الی الیمین فتتقید بہ[3]، در فتح القدیر فرمود الاصل ان المحلوف علیہ اذا کان بصفۃ داعیۃ الی الیمین تقید بہ فی المعرف والمنکر فاذا زالت زال الیمین

تیسرا شبہہ: یہ کہ، یہاں قسم کا سبب نافرمانی ہے اور نافرمانی بیٹے کی صفت تھی لہٰذا قسم کا سبب نافرمانی ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجائے گی جیسا کہ کسی نے قسم کھائی کہ میں یہ بسر کھجور نہ کھاؤں گا تو اب وہ رُطب ہوگئی یا قسم کھائی کہ یہ رُطب نہ کھاؤں گا تو اب وہ تمر بن گئی۔ ایسی صورت میں قسم ختم ہوجاتی ہے جیسا کہ ہدایہ اور دیگر کتب میں ہے، عقود الدریہ میں ہے کہ کھجور کی یہ صفات قسم کا سبب تھی تو قسم بھی ان صفات سے مقید قرار پائے گی لہٰذا یہ صفات تبدیل ہوگئیں تو قسم بھی باقی نہ رہے گی، فتح القدیر میں فرمایا کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ چیز اگر صفت رکھتی ہے

---

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی التزویج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۹۶

[2] الھدایہ باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۴۶۷

[3] عقود الدریۃ کتاب الطلاق ومطالبہ حاجی عبدالغفار قندھار افغانستان ۱/ ۴۹

عنه وما لاتصلح داعیة اعتبر فی المنکر دون المعرف[1]۔

اقول: محلش آنجاست کہ در حلف آن صفت داعیہ راذکر کردہ باشد اگرچہ در معرف اگرچہ بالاشارہ باآنکہ وصف در حاضر لغواست ولہذا الوحلف لایکلم ھذا الصبی فکلمہ شابا حنث اماداعی بود نش داعی اعتبارش میشود چنانکہ در ھذا البسر وھذا الرطب وھذا اللبن الی غیرذٰلك ورنہ وصف ملحوظ رامدار بقائے یمین نتواں کرد کہ بنائے ایمان بر الفاظ ست نہ بر اغراض، در فتح القدیر فرمود من صور تخصیص الحال ان یقول لااکلم ھذاالرجل وھو قائم ونوی فی حال قیامہ فنیتہ لغو بخلاف مالو قال لا اکلم ھذا الرجل القائم فان نیتہ تعمل فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی[2] پیدا ست کہ در دیانت صفت داعیہ وغیر داعیہ یکساں ست نیت خصوص باید امابے ذکر در لفظ نیت مجردہ دیانۃً نیز بکار نیامد تابقضا چہ رسد، ہمدران ست ان خرجت فعبدی حرو نوی السفر مثلا یصدق دیانۃ فلا یحنث بالخروج الی غیرہ تخصیصا لنفس الخروج مالونوی الخروج

جو قسم کا سبب بن سکتی ہے تو وہ قسم اس صفت سے مقید ہوگی خواہ وہ چیز معرفہ کے طور پر مذکور ہو یا نکرہ مذکور ہو تو جب وہ صفت ختم ہوجائے تو قسم بھی ختم ہوجائے گی اور اگر اس چیز کی صفت قسم کا سبب بننے والی نہ ہو تو پھر اس کو نکرہ ذکر کرنے پر قسم میں اس کی صفت کا اعتبار ہوگا معرفہ میں اعتبار نہ ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) اس قاعدہ کا محل وہ ہے جہاں قسم کا سبب بننے والی صفت کو قسم میں ذکر کیا گیا ہو اگرچہ وہ معرفہ کے طور پر مذکور ہو خواہ معرفہ اشارہ سے بنایا گیا ہو کیونکہ اشارہ حاضر چیز کی طرف ہوتا ہے باوجودیکہ حاضرین میں صفت کا ذکر لغو قرار پاتا ہے، اسی لئے اگر قسم کھائی کہ میں اس بچے سے بات نہ کروں گا تو اگر اس سے جوانی میں بات کی تو تب بھی حانث ہوگا، تاہم وصف اگر قسم کا داعی ہوگا تو اس کے اعتبار کا بھی داعی ہوگا، جیساکہ یہ بسر اور یہ رطب وغیرہ میں اور یہ دودھ، وغیرہ میں یہ صفات قسم کا داعی ہونے کے ساتھ قسم میں بھی معتبر ہیں، اگر ایسا نہ ہو تو پھر وصف داعی بھی ہو تو غیر معتبر ہونے کی صورت میں اس کی بقاء قسم کی بقاء کے لئے مدار نہیں بن سکتی کیونکہ قسمیں الفاظ پر مبنی ہوتی ہیں اغراض پر مبنی نہیں ہوتیں، فتح القدیر میں فرمایا حال کی تخصیص کرنے کی صورت یوں ہے کہ ایک شخص کھڑا ہو تو کوئی اس کے بارے میں قسم کھائے کہ

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب المکتبۃ العربیۃ کراچی ۴/ ۳۹۶

[2] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۱۰

الیٰ مکان خاص کبغداد حیث لایصح لان المکان غیر مذکور[1]۔	میں اس سے بات نہ کروں گا اور قسم میں اس کے کھڑے ہونے کی نیت کرے تو یہ نیت لغو ہوگی بخلاف جب یوں کہے کہ میں اس کھڑے شخص سے بات نہ کروں گا تو اس صورت میں قسم میں کھڑے ہونے کی نیت کا اعتبار عنداللہ ہوسکتا ہے اس سے واضح ہوا کہ دیانۃً یعنی عنداللہ، میں وصف داعی اور غیر داعی دونوں یکساں ہیں اس لئے نیتِ تخصیص ضروری ہے لیکن وصف کو ذکر کئے بغیر محض نیت کرنا دیانت میں بھی کارآمد نہیں ہے تو قضاءً کیسے کارآمد ہوسکتی ہے، اسی میں ہے اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر میں باہر جاؤں تو میرا غلام آزاد ہے، اور باہر جانے سے سفر کی نیت کی تو اس کی تصدیق دیانۃً کی جاسکتی ہے کیونکہ باہر نکلنے کو سفر کے ساتھ خاص کیا ہے تو یہ خروج مذکور کی تخصیص ہے لہٰذا کسی اور مقصد کے لئے باہر نکلے تو حانث نہ ہوگا، اس کے برخلاف اگر اس سے وہ کسی خاص جگہ مثلاً بغداد کے لئے نکلنا مراد لے تو یہ نیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ قسم میں جگہ کا ذکر نہیں اس لئے جگہ کی تخصیص بھی معتبر نہیں ہے۔ (ت)
شبہہ رابعہ: دریمین زوال سبب زوال یمین ست گو در لفظ مذکور مباش ولہٰذا اگر دائن مدیون یا کفیل را یا کفیل بالنفس مکفول عنہ یا کفیل بالامر اصیل را سوگند دہد بے اذنِ من بیرون شہر نروی ودین ادا شد یا کفالت نماند یمین منتہی شود کہ باعث برونبود مگر دین وکفالت پس بزوالش زائل شود در ہندیہ از محیط ست حلف صاحب الدین مدیونہ ان لا یخرج من البلدۃ الاباذنہ فالیمین مقیدۃ بحال قیام الدین[2] درخانیہ فرماید الکفیل بالنفس اذا حلّف الاصیل ان لایخرج من البلدۃ الاباذنہ فقضی الاصیل دین الطالب ثم خرج الحالف بعد ذٰلك	**چوتھا شبہہ:** یہ کہ، قسم کے سبب کے ختم ہوجانے پر قسم بھی ختم ہوجاتی اگرچہ وہ سبب قسم میں مذکور نہ ہو، لہٰذا اگر قرض خواہ اپنے مقروض کو یا اس کے کفیل کو یا نفس کا کفیل اپنے مکفول عنہ کو یا کفیل بالامر اپنے اصیل یعنی اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر مت جائے گا، تو اس قسم کا سبب قرضہ یا کفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ ہندیہ میں محیط سے منقول ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم قرض کی بقاء سے مقید ہوگی کہ جب تک قرض ہے قسم باقی رہے گی ورنہ قرض ختم ہوجانے پر یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی۔ خانیہ میں ہے کفیل بالنفس یعنی کسی شخص کو حاضر کرنے کا ضامن، اپنے اصل ذمہ دار کو قسم دے کہ تو میری

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ

لایحنث [1] درتنویر فرمود حلف رب الدین غریمه او الکفیل بأمر المکفول عنه ان لایخرج من البلد الا باذنه تقید بالخروج حال قیام الدین بالکفالة [2] وپیدا است کہ ایں جا سبب یمین ہمیں خشم وناراضی ست چوں بر ضا بدل شد سبب نماند ومسبّب رفت،

اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا، تو جب اصیل نے قرض والے کا قرض ادا کردیا تو پھر وہ اس کی اجازت کے بغیر شہر سے باہر گیا تو قسم نہ ٹوٹے گی۔ تنویر میں فرمایا کہ اگر قرض خواہ نے مقروض کو یا کسی معاملے کے ضامن نے اپنے مکفول کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو نکلنے کے متعلق یہ قسم قرض کی بقاء اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کہ قرض وکفالت ختم ہوجائے تو یہ قسم بھی ختم ہوجائے گی، تو مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا کہ زیر بحث مسئلہ میں قسم کا سبب بیٹے پر باپ کی ناراضگی اور غصہ ہے تو جب یہ غصہ وناراضگی رضا میں بدل گئی تو یہ سبب ختم ہوگیا تو مسبّب یعنی بیوی کے متعلق طلاق کی قسم بھی ختم ہوگئی،

اقول: چناں نیست نہ ہیچ کس باو قائل ورنہ عامہ ایمان عامہ کہ بتنی بر خشم وناچاقی وغضب وناا تفاقی باشد بفلاں سخن نکند، وروئیش نہ بیند بخانہ اش نہ رود وبخانہ اش راہ نہ دہد، اوراصد چوب زند چنیں کند، چناں کند، ورنہ زن طلاقہ شود وغیر ذٰلک ہزاراں ہزار سوگند ہمہ بمجرد زوال خشم بر باد رفتے وبے حنث وکفارہ ولزوم ہیچ جزا باطل شدے واصلاً احتیاج احتیال براثر بر نماندے آیا ہیچکس بجہاں قائل ایں قول شنیدہ، ائمہ کرام در ایمان مذکور بصور تہائے گونا گوں وتفریعات بوقلموں بہ نقیر وقطمیر سخن فرمودہ وبہر پہلوئے آنہا موج موج تحقیاتِ رفیعہ وفوج فوج تنقیحات بدیعہ نمودہ فاما ہیچگاہ ہیچ جابہ ہیچ کتاب نگفتہ اند کہ ایں ہمہ بر ودمات تابقائے خشم ست چوں رضا آمد سوگند سپری

اقول: (میں کہتا ہوں) ایسا ہرگز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کا قائل ہے ورنہ عام قسمیں جو غصہ اور ناراضگی، ناا تفاقی پر مبنی ہوتی ہیں، مثلاً فلاں سے بات نہ کروں گا، فلاں کی شکل نہ دیکھوں گا، فلاں کے گھر نہ جاؤں گا، فلاں کو گھر کی راہ نہ دوں گا، فلاں کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اگر ایسا کروں تو یہ ہوجائے یا وہ جائے، یا بیوی کو طلاق ہوجائے وغیرہ، تو لازم آئے گا کہ ہزار ہا قسمیں غصہ ختم ہوجانے پر برباد ہوجائیں اور بغیر کفارہ اور بغیر حانث ہوئے ختم ہو کر رہ جائیں، اور ان قسموں پر کوئی جزا لاگو نہ ہو اور ان قسموں سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اصلاً کسی حیلہ کی ضرورت پیش نہ آئے، اور ایسی قسموں

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/۳۱۵

[2] الدر المختار باب الیمین فی الضرب الخ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۱۳

شد و جملہ احکام نظری تا آنکہ اگر کسے سوگند خورد کہ اگر بازید سخن کند زن سہ طلاقہ ست بازمی خواہد کہ باوسخن گوید چہ بایدش کرد کہ طلاق مغلظ واقع نشود اور افرمودہ اند کہ زن رایک طلاق بائن دہد وبگزارد تا از عدت برآید باز بازید سخن راند جزا فرود آید ومحل نیابد وبے اثر رود باز بازن نکاح کند وبازید ہمکلام ماند دگر طلاق نیفتد کہ یمین بیکبار منحل شد۔ در سراجیہ باز ہندیہ فرمود اذا حلف بثلث تطلیقات ان لا یکلم فلانا فالسبیل ان یطلقہا واحدۃ بائنۃ ویدعہا حتی تنقضی عدتہا ثم یتکلم فلانا ثم یتزوجہا [1] اینہمہ تکلفات چراست چرا نگفتند کہ چوں آں خشم رفت وباہم مصالحت شد سوگند خود باطل گشت، واین ست نبی اللہ سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام در ایام بلازوجہ مقدسہ اش رحمہ بنت آفرائیم یا میشا بن یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بمزدوری ومحنت نان پیدا کردے وبرائے نبی اللہ آوردے روزے نان بسیارے آورد نبی اللہ گمان برد مبادا مال کسے بخیانت گرفت خشم کرد	کا کوئی اثر نہ رہے، کیاآپ نے دنیامیں کبھی کسی سے یہ بات سنی ہے، حالانکہ ائمہ کرام نے ان مذکورہ قسموں کی بابت گوناگوں بحثیں کی ہیں اور طرح طرح کی تفریعات بیان کی ہیں، اور ان کے متعلق ہر پہلو سے بلند تحقیقات اور عجیب تنقیحات کے دریا بہادئے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی کسی جگہ کسی کتاب میں یہ بات نہ فرمائی کہ یہ تمام قسمیں غصہ تک ہیں جب غصہ ختم ہوجائے اور رضامندی ہوجائے تو قسمیں خود بخود ختم ہوجاتی ہیں، اوران کے تمام غور وخوض پر مبنی احکام محض تکلّف بن کر رہ جائیں، مثلاً اگر کسی نے قسم کھائی کہ اگر زید سے بات کروں تو بیوی کو تین طلاقیں ہیں، پھر یہ قسم کھانے والا زید سے بات کرنا چاہتا ہے توکیا کیا جائے کیونکہ بات کرنے پر بیوی کو تین طلاقیں پڑتی ہیں اور کیا صورت ہو کہ بات کرلے اور تین طلاقیں نہ پڑیں، تو ایسے شخص کو ان فقہاء کرام نے فرمایا کہ یہ شخص اپنی بیوی کو ایک طلاق بائنہ دے دے تو اس کی عدت پوری ہونے کے بعد زید سے بات کرے تو اب اس پر جزایعنی طلاق وارد ہوگی لیکن اس وقت بیوی بائنہ ہوجانے کی وجہ سے طلاق کا محل نہ رہے گی، کیونکہ ایک دفعہ قسم ٹوٹ چکی ہے اور ختم ہوچکی ہے۔ سراجیہ پھر ہندیہ میں فرمایا کہ جب کسی نے تین طلاقوں کی قسم کھا کر کہا میں فلاں سے بات نہ کروں گا، تو اس کے لئے تین طلاقوں سے بچنے کی سبیل یہ ہے کہ بیوی کو پہلے

[1] فتاوی ہندیہ کتاب الحیل الفصل السابع فی الطلاق نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۹۷

سوگند خورد صد چوب زند باو خشم رفت و باعلام الٰہی براتِ خاتون ظاہر گشت فاما یمین برجاماند تاآنکہ حضرت عزّت جل جلالہ راہ خلاص ازاں تعلیم فرمود کہ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ[1] دستہ بدست گیرد زن را زن وسوگند مشکن پیداشد کہ بزوال حامل وانتفائے سبب یمین باطل نشود، اخرج ابن المنذر عن سعید بن المسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلغہ ان ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام حلف لیضربن امرأتہ مائۃ فی ان جاءتہ فی زیادۃ علی ماکانت تأتی بہ من الخبز الذی کانت تعمل علیہ وخشی ان تکون قارفت من الخیانۃ فلما رحمہ اللہ وکشف عنہ الضر علم براءۃ امرأتہ مما اتھمھا بہ فقال اللہ عزوجل" وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ فاخذ ضغثا من ثمام وھو مائۃ عود	ایک بائنہ طلاق دے دے اور اس کی عدت گزر جائے تو پھر اس فلاں سے بات کرے اور اس کے بعد دوبارہ بیوی سے نکاح کرلے، توان فقہاء نے اس قسم کے تکلفات کیوں فرمائے اور یہ کیوں نہ فرمادیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم تھی تو غصہ وناراضگی ختم ہوگئی اور مصالحت ہوگئی تو قسم خود بخود ختم ہوگئی، دیکھئے حضرت سیدنا ایوب علیہ وعلی نبینا الصلٰوۃ والسلام اللہ تعالٰی کے پیارے نبی ہیں کہ آزمائش وابتلاء کے دور میں آپ کی پاکیزہ بیوی جن کا نام رحمہ بنت آفرائیم، یا میشا بنت یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم علیہم الصلٰوۃ والسلام تھا، وہ آپ کے لئے محنت ومزدوری کرکے خوراک مہیّا فرماتی تھیں، ایک دن انہوں نے حضرت ایوب علیہ الصلٰوۃ والسلام کی خدمت میں زیادہ کھانا پیش کیا تو حضرت ایوب علیہ السلام کو گمان ہوا کہ شاید وہ کسی کا مال خیانت کے ذریعہ حاصل کرلائی ہیں اس پر آپ کو غصہ آیا تو آپ نے قسم کھائی کہ اس کو ایک سو چھڑی ماروں گا، اس کے بعد اللہ تعالٰی کی طرف سے بیوی کی برات معلوم ہوئی تو آپ کا غصہ ختم ہوا مگر قسم باقی تھی اسی لیے اللہ تعالٰی نے آپ کو اس قسم سے خلاصی کی تعلیم دی کہ سو چھڑیوں کا مٹّھا ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ قسم کا سبب اور داعی ختم ہوجانے کے باوجود قسم باقی رہتی ہے اوراس کے خاتمہ سے قسم ختم نہیں

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۴۴

فضرت به کما امره الله تعالٰی اھ[1]۔

ہوتی (قرآن پاک میں اس واقعہ کو اشارۃً بیان فرمایا گیا) ابن منذر نے سعید بن میسّب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ سعید بن میسّب فرماتے ہیں کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بیوی کو سو چھڑی مارنے کی قسم کھائی کہ بیوی محنت سے روٹی مہیا کرتی تھیں ایک روز اس نے زائد روٹی آپ کی خدمت میں پیش کی جس پر آپ کو خطرہ محسوس ہوا کہ ہوسکتا ہے کہ یہ زائد خوراک کسی کے مال میں خیانت کرکے لائی ہیں، تو جب اللہ تعالٰی کی طرف سے آپ پر خاص رحمت کے ذریعہ تکلیف کی شدت ختم ہوئی اور بیوی کے بارے میں جو آپ کو شبہ تھا اس کی برات معلوم ہوئی تو اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آپ ایک مٹھا لے کر اپنے ہاتھ سے اس کو ماردیں اور قسم نہ توڑیں، تو آپ نے شاخوں کا ایک مُٹھا جو سو چھڑیوں کا مجموعہ تھا، لے کر اللہ تعالٰی کے حکم کے مطابق بیوی کو مارا اھ۔ (ت)

اقول: وھذا احسن ما سمعناہ فی الباب وعلیہ التعویل ولا اصغاء الی ما زاد الناس من تھویل وقال وقیل من دون اصل اصیل واللہ الھادی الی سواء السبیل ودر مسائل مذکورہ وجہ نہ آنست بلکہ آنجا تقیید ونفس بیان ست زیرا کہ باذن مقید کردہ اند پس مخصوص باشد بزمانہ ولایت آنہا مر اذن ومنع را وآں نیست مگر زمان قیام دین وکفالت ولہٰذا اگر کہ سلطان اسیرے را حلف دہند کہ بے اذن ملک ایشاں بروں نرود متقید ماند بزمان بقائے سلطنتش تا آنکہ اگر اورا معزول کنند باز نشانند واسیر بے اذن او بیروں رود حانث نشود

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) یہ واقعہ اس بحث میں بہترین دلیل ہے جو ہم پر واضح ہوئی اور اسی پر اعتماد ہونا چاہئے اور اس پر لوگوں کی زائد باتوں اور بے اصل قیل وقال پر توجہ نہ دی جائے، اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کی رہنمائی فرماتا ہے اور اس شبہ میں ذکر کردہ مسائل کی وجہ وہ نہیں جو شبہ کرنے والوں نے ظاہر کی، بلکہ وہاں قسم کی تقیید اور اس کا بیان ہے کیونکہ انہوں نے وہاں اذن (اجازت) کے ساتھ مقید کرکے اس قسم کو اذن ومنع کی ولایت کی مدت کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور ولایت کی یہ مدت صرف قرض وکفالت کے زمانہ تک ہے، اسی لئے اگر کوئی سلطان کسی قیدی کو قسم دے کہ تو میری اجازت کے بغیر میرے ملک سے باہر نہ جائے گا تو یہ قسم اس سلطان کی حکومت کی بقا

[1] درمنثور بحوالہ ابن منذر تحت آیہ مذکورہ مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۵/ ۳۱۷

کہ یمین بزوال ملک منتہی شد وباز بہ عودش نکنند ہمچناں اگر شوہر زن یا مولیٰ غلام یا شہ یکے از رعایا را حلف دہد یا خود سوگند خورد کہ بے اذن من بیروں نروی متقید ماند بزمان بقائے زوجیت وملک ملک تاآنکہ اگر زن راجدا کرد باز بزنے آورد یا غلام را فروخت باز خرید یا معزول باز منصوب شد ودریں ملک وملک حادث زن وغلام ورعیت بے اذن بیرون روند حنث روئے ننماید کہ ولایت اذن ہمیں تابقائے نکاح وملک وملک بود ودر حدوث تازہ یمین تازہ نکرد ولہذا اگر بے تقیید بودند کررست ولہذا اگر زن را گوید اگر بے اذن توزنے را بزنے می گیرم مطلقہ باشد یمین مطلقہ غیر مقیدہ باشد تاآنکہ اگر زن را نکاح بروں کرد باز نے بے اذن اولیٰ بنکاح آورد مطلقہ شود زیرا کہ زن بزنے مالک اذن ومنع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد واذن ومنع نمی شود پس دلیل تقیید منتفی شد واذن بر اذن لغوی محمول گشت نہ اذن شرعی واذن لغوی مقتصر بر بقائے زوجیت نیست آرے آں روز کہ آں زن میرد یمین منتہی شود کہ حالا او را صلاحیت اذن نماند، درردمختار بعد عبارت مذکورہ فرمودلو قال لها ان خرجت من هذه الدار الا باذنی فانت طالق ثلثا فطلقها بائنا فخرجت

کے ساتھ ہوتی ہے حتی کہ اگر اس سلطان کو معزول کردیں تو اب اگر قیدی اس کی اجازت کے بغیر ملک سے باہر چلا جائے تو قیدی کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ وہ قسم سلطان کے معزول ہونے پر ختم ہو گئی، اور دوبارہ سلطان کے بحال ہونے سے قسم بحال نہ ہوگی، اسی طرح اگر خاوند کو یا آقا اپنے غلام کو یا بادشاہ اپنی رعیت میں سے کسی کو قسم دے یا وہ خود قسم کھائے کہ میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے، تو یہ قسم بھی بقاءِ زوجیت، بقاءِ ملک، بقاءِ مُلک کے ساتھ مقید ہوگی، حتی کہ اگر بیوی کو نکاح سے خارج کردیا اور اس کے بعد دوبارہ نکاح کیا یا مالک نے غلام کو فروخت کردیا اور دوبارہ خریدا یا معزول شدہ کو دوبارہ بحال کردیا تو اس دوسری نئی زوجیت، ملک، مُلک میں، بیوی، غلام، رعیّت بغیر اجازت کے باہر چلے جائیں تو حانث نہ ہوگا، کیونکہ ان لوگوں کو اذن واجازت کی ولایت اس وقت کی موجودہ ولایت تک تھی اور بعد میں دوبارہ نئی ولایت حاصل ہونے پر دوبارہ قسم بحال نہ ہوگی، لہٰذا اگر بیوی کو باہر جانے سے روکنے کے لئے بیوی کو قسم دی یا خود قسم کھائی جس میں اجازت کی قید کا ذکر نہیں ہے، اس لئے اگر بیوی کو کہا کہ میں تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کروں تو اس کو طلاق ہوگی تو یہ قسم مطلق اور بغیر قید ہوگی، حتی کہ اگر پہلی بیوی کو نکاح سے خارج بھی کردے تب بھی اس کی اجازت کے بغیر دوسری عورت سے نکاح کرنے پر دوسری کو طلاق ہوجائیگی کیونکہ بیوی دوسری عورت سے نکاح کو روکنے اور اجازت دینے کی مالک نہیں بن سکتی، اس لئے اس صورت میں اجازت کا ذکر ہونے کے باوجود وہ قید نہ ہوگی

بغیر اذنہ لایحنث لان یمینہ تقیدت بحال تمام ولایۃ المنع عن الخروج وولایۃ المنع تزول بالطلاق البائن وھو کالسلطان اذاحلف رجلا ان لا یخرج من البلدۃ الا باذنہ فعزل السلطان ثم خرج الحالف لایحنث (ومعہ عــہ مسئلۃ الکفیل المذکورۃ ثم قال) ولوان الحالف تزوج المرأۃ بعد ماابانہا فخرجت بغیر اذنہ لاتطلق لان الیمین بطلت بالابانۃ فلاتعود بعد ذٰلک،وذکر فی اسیر اھل الحرب اذا حلفوا لاسیر ان لایخرج الاباذن ملکھم فعزل الملك ثم عاد ملك فخرج الاسیر بغیراذنہ لا یحنث وکذالو قال الرجل لعبدہ ان خرجت بغیر اذنی فانت حر فباعہ ثم اشتراہ فخرج بغیر اذنہ لایعتق	اور یہ بیوی کی اجازت لغوی معنی میں ہوگی شرعی معنی میں اجازت مراد نہ ہوگی، اور لغوی اجازت بقائے نکاح پر موقوف نہ ہوگی اور نکاح ختم ہونے کے بعد بھی پہلی بیوی کی اجازت ضروری ہوگی، ہاں جس روز وہ فوت ہوجائے گی تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اب اجازت دینے کی صلاحیت نہ رہی تواب قسم پوری ہونے کا احتمال ختم ہوجانے پر اجازت سے مشروط قسم بھی ختم ہوجائیگی۔درمختار میں مذکورہ عبارت کے بعد فرمایا کہ اگر خاوند نے بیوی کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلی تو تجھے تین طلاق ہوں گی،اس کے بعد خاوند نے اس کو طلاق بائنہ دے دی اور وہ خاوند کی اجازت کے بغیر باہر نکل گئی تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ بائنہ طلاق کی وجہ سے اب خاوند کو اجازت کا اختیار ختم ہوگیا جبکہ یہ قسم بیوی کو باہر نکلنے سے منع کرنے کی ولایت اور اختیار سے مقید تھی اور یہ اختیار نکاح کے باقی رہنے تک تھا جو نکاح ختم ہوجانے پر ختم ہوگیا______ جیسا کہ کسی حکمران نے کسی کو قسم دی کہ تو میری اجازت کے بغیر شہر سے باہر نہ جائے گا،اب اگر وہ شخص حکمران کے معزول ہوجانے پر شہر سے باہر اس کی اجازت

عــہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

در تبیین الحقائق و فتح القدیر ست وھذا لفظ الفتح یتقید بحال قیام الدین والکفالۃ لان الاذن انما یصح ممن لہ ولایۃ المنع وکذا لاتخرج امرأتہ الا باذنہ بقیام الزوجیۃ بخلاف ما لو حلف لا تخرج امرأتہ من الدار فانہ لایتقید بہ، اذلم یذکر الاذن فلا موجب لتقییدہ بزمان الولایۃ فی الاذن و کذا الحال فی حلفہ علی العبد مطلقا ومقیدا وعلی ھذا لوقال لامرأتہ کل امرأۃ اتزوجھا بغیر اذنك طالق فطلق امرأتہ طلاقا بائنا او ثلثا ثم تزوج بغیر اذنھا طلقت لانہ لم تتقید ببقاء النکاح لانھا انما تقیدبہ لوکانت المرأۃ تستفید ولایۃ الاذن والمنع بعقد النکاح[1]، در ہدایہ و فتح فرمایند لوقال ان کلمت فلانا الاان یقدم فلان او یأذن فلان ومات فلان سقط الیمین لان الممنوع منہ کلام ینتھی المنع منہ بالاذن والقدوم	کے بغیر نکل جائے تو قسم نہ ٹوٹے گی (اس کے ساتھ انہوں نے کفالت مذکورہ کا مسئلہ بھی بیان کیا اور پھر فرمایا) اگر مذکورہ قسم اٹھانے والے خاوند نے مذکورہ بائنہ بیوی سے دوبارہ نکاح کیا تو اب اگر بیوی اس کی اجازت کے بغیر باہر جائے تو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ وہ حلف بیوی بائنہ ہوجانے پر باطل ہوگیا اور دوبارہ نکاح سے وہ حلف بحال نہ ہوگا، درمختار نے اہلِ حرب کے قیدی کے متعلق ذکر کیا کہ اس کو قید کرتے ہوئے انہوں نے یہ قسم دی کہ تو حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گا تو اس حاکم کے معزول ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہونے پر وہ قیدی اس حاکم کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو حانث نہ ہوگا یعنی قسم نہ ٹوٹے گی، اور یونہی اگر مالک نے اپنے غلام کو کہا کہ اگر تو میری اجازت کے بغیر باہر نکلے تو تو آزاد ہے، اب مالک نے اس غلام کو فروخت کردیا اور پھر دوبارہ خریدا تو تو اب غلام مالک کی اجازت کے بغیر باہر نکلا تو آزاد نہ ہوگا۔ تبیین الحقائق اور فتح القدیر میں ہے، یہ عبارت فتح القدیر کی ہے کہ قسم قرض اور کفالت کی بقاء سے مقید ہوگی کیونکہ اجازت تب متصور ہوسکتی جبکہ اس کو روکنے کی ولایت حاصل ہو اور یہ ولایت قرض اور کفالت تک ہوتی ہے اور یونہی خاوند نے بیوی سے کہا کہ تو میری اجازت کے بغیر نہ نکلے گی تو یہ قسم اس زوجیت کے وجود سے مقید ہوگی، اس کے برخلاف اگر خاوند یوں کہے کہ میری بیوی گھر سے باہر نہ نکلے گی،

[1] فتح القدیر کتاب الایمان مسائل متفرقہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۶۸

ولم یبق الاذن والقدوم بعد الموت متصور الوجود وبقاء تصوّرۃ شرط بقاء الموقتۃ عند ابی حنیفۃ ومحمد وھذہ الیمین موقتۃ بوقت الاذن والقدوم اذبھما یتمکن من البر اذیتمکن من الکلام بلاحنث فیسقط بسقوط تصور البراھ[1] ملخصًا مخلوطا قال فی الفتح فان قیل لانسلم عدم تصور البر بموتہ لانہ سبحٰنہ وتعالٰی قادر علی اعادۃ فلان فیمکن ان یقدم ویاذن فالجواب ان الحیاۃ المعادۃ غیر الحیاۃ المحلوف علی اذنہ فیھا وقدومہ وھی الحیاۃ القائمۃ حالۃ الحلف لان تلک عرض تلاشی لایمکن اعادتھا بعینھا وان اعیدت الروح فان الحیاۃ غیرالروح لانہ امر لازم للروح فیمالہ روح[2] اھ۔	تواس قسم میں اجازت کا ذکر نہ ہونے کی وجہ سے یہ قسم زوجیت کی بقاء سے مقیّد نہ ہوگی کیونکہ زوجیت کی ضرورت اجازت کی ولایت کے لئے تھی، اور یوں ہی غلام کے بارے میں اجازت سے مقید قسم اور غیر مقید قسم کا حال ہے، اسی قاعدہ کی بناء پر، اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں جس عورت سے تیری اجازت کے بغیر نکاح کروں تواس عورت کو طلاق ہوگی، اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کو بائنہ یا مغلظہ طلاق دے دی پھر کسی عورت سے پہلی مطلقہ بیوی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تواس عورت کو طلاق ہوجائے گی اور یہ قسم بقائے زوجیت پر موقوف نہ ہوگی کیونکہ بیوی کو نکاح سے روکنے یا اجازت دینے کی ولایت نہیں ہوتی (لہٰذا قسم میں مذکور اجازت کے لئے ولایتِ اجازت ضروری نہ تھی۔ لہٰذا نکاح ختم ہونے سے اجازت کی شرط ختم ہوگی) ہدایہ اور فتح القدیر میں فرماتے ہیں، اگر کسی نے کہا اگر فلاں سے اس کی اجازت یا اس کی آمد کے بغیر بات کروں تو یہ ہوجائے، اس کے بعد وہ فلاں فوت ہوجائے توقسم ختم ہوجائے گی کیونکہ اس سے کلام کی ممانعت کا اختتام اس کی اجازت یا آمد پر موقوف تھا جبکہ اس کی موت سے اجازت اور آمد کا تصور ختم ہوگیا، کیونکہ جب قسم کسی چیز سے مشروط ہو تواس شرط کا متصور ہونا اس قسم کی بقاء کے لئے امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک ضروری ہے چونکہ یہ قسم اس فلاں کی اجازت یا آمد سے مشروط ہے تواس شرط کے وجود سے قسم پوری ہوسکے گی توجب شرط کے وجود کے بغیر کلام کرنے پر حانث ہونے کا احتمال ختم ہوگیا توقسم پورا ہونے کا احتمال بھی ختم ہوگیا لہٰذا یہ قسم باطل ہوجائے گی اھ ملخصًا، فتح القدیر میں مزید فرمایا کہ اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس فلاں کی موت سے شرط کے وجود کا احتمال ختم ہوجانا ناقابلِ تسلیم نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی قادر ہے کہ اس کو دوبارہ زندہ کردے اور وہ زندہ

[1] فتح القدیر کتاب الایمان باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۲۲-۴۲۳

[2] فتح القدیر کتاب الایمان باب الیمین فی الکلام نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۲۴

ہو کر اجازت دے یا آجائے، تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ دوبارہ زندہ ہونے کی حیات اس حیات کا غیر ہے جس حیات سے اجازت یا آمد کی قسم کھائی تھی اور قسم والی یہ حیات وہ ہے جو قسم کے وقت تھی، کیونکہ حیات ایک ایسا عارضہ ہے جس کو بعینہٖ واپس لانا ممکن نہیں اگرچہ روح واپس ہو جائے کہ روح اور حیات آپس میں ایک دوسرے کے مغایر ہیں کیونکہ حیات، روح والی چیز کی روح کا لازم ہے نہ کہ وہ روح ہے اھ (ت)

ورأیتنی کتبت علیه مانصه اقول فیه ان الحیاة عرض لاتبقی زمانین فالحیاة التی بعد الحلف غیر التی کانت عند الحلف والجواب ان مبنی الایمان علی العرف واهل العرف یعدونها واحدة مستمرة والمعادة غیرها۔

اور مجھے یاد ہے کہ میں نے اس پر یہ حاشیہ لکھا جس کی عبارت یوں ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کلام میں بحث ہے کہ حیات جب عرض ہے تو وہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہ سکتی تو اس سے لازم آئیگا کہ حلف کے بعد والی حیات بھی حلف کے وقت والی حیات کا غیر ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے تو عرف والے لوگ مختلف اوقات کی حیات کو ایک ہی جاریہ حیات قرار دیتے ہیں لیکن موت کے بعد والی حیات کو پہلی حیات کے مغایر قرار دیتے ہیں۔

اقول: لکن لقائل ان یقول لانظر فی الحلف الی تلك الحیاة خصوصها بل الی تسلیم زمانه فی هذاالامر الاباذنه مثلا والشخص لایتبدل بتبدل الحیاة بدلیل الحشر والعقد فی تلك الحیوٰة غیر العقد علی تلك الحیاة والاذن وان لم یکن الامن حی فلا یستلزم ذٰلك عقد الحلف علی تلك الحیاة بعینها الا تری ان الاذن لایمکن ایضا الامن عاقل ولو جُنّ فلان لایسقط

اقول (میں کہتا ہوں) لیکن یہاں اعتراض ہو سکتا ہے کہ قسم میں خاص اس زندگی کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا بلکہ یہاں یہ بات پیشِ نظر ہوتی ہے کہ قسم کھانے والے کو زمانہ اگر یہ موقعہ دے کہ مثلاً وہ فلاں سے بات کرسکے تو وہ اسکی اجازت کے بغیر نہ کرے گا، جبکہ حیات کی تبدیلی سے شخص تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ مرنے کے بعد حشر میں وہی شخص ہوتا ہوگا تو اس زندگی میں قسم کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ اسی زندگی پر حلف کا دارمدار ہے، اجازت کا تعلق اگرچہ زندہ سے ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ حلف کا تعلق خاص اسی زندگی سے ہو، دیکھئے اجازت صرف عقل والے سے ہی متصور ہو سکتی ہے

الیمین لاحتمال ان یعود عقله والمسألة منصوص علیها واکبر ظنی انها فی الخانیة بل هو فیها اذقال فی فصل فی الخروج ثلثة حلفوارجلاان لایخرج من بخارا الاباذنهم فجن احدهم وخرج الحالف باذن الأخرین حنث وان مات احدهم فخرج لایحنث لان الیمین تقیدت باذنهم وقد فات اذنهم بموت احدهم فلایبقی الیمین وفی الوجه الاول لم یقع الیأس عن اذنهم [1] اھ **ثمّ اقول:** یختلج ببالی ان لو قیل ان الموقتة اذاکانت علی امر یمکن عادة فشرط بقاءها تصور البر عادة لامجرد احتمال عقلی لحصل الجواب عن هذاویؤمی الیه قول الخانیة لم یقع الیأس فانه یفید ان لو وقع الیأس سقط الیمین ولاشك ان	لیکن فلاں عاقل اگر عقل کھو بیٹھے اور اس پر جنون طاری ہوجائے تواس کے باوجود قسم ساقط نہیں ہوتی کیونکہ عقل کے بحال ہونے کااحتمال ابھی باقی ہے، یہ عقل والامسئلہ کتب میں مذکور ہے جبکہ میرا غالب گمان ہے کہ یہ مسئلہ خانیہ میں ہے بلکہ یقینااس میں ہے، جہاں انہوں نے فصل فی الخروج میں یہ ذکر کیاہے کہ تین حضرات نے ایک شخص کو یہ قسم دی کہ وہ ان تینوں کی اجازت کے بغیر بخارا سے باہر نہ جائے گا اس کے بعد ان تینوں میں سے ایک مجنون ہوگیا اور باقی دو کی اجازت سے باہر چلاگیا قسم ٹوٹ جائے گی لیکن اگر ان میں سے کوئی ایک فوت ہوجائے تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ قسم تینوں کی مشترکہ اجازت سے مشروط تھی تو ایک کے فوت ہوجانے سے وہ شرط ختم ہوجائے گی اور قسم باقی نہ رہے گی، اور پہلی جنون والی صورت میں عقل بحال ہونے کے امکان کی وجہ سے مشترکہ اجازت سے مایوسی نہیں پائی جاتی اھ۔ **ثم اقول:** (میں پھر کہتاہوں کہ) اس اشکال کا جواب جو کہ میرے دل پر وارد ہوا ہے یوں ممکن ہے کہ قسم جب ایسی شرط سے مشروط ہو جس کا وقوع عادتاً ممکن تو اس کی بقاء کے لئے اس شرط کے عادتاً پائے جانے کاامکان ضروری ہے تاکہ قسم کا پورا ہونا متصور ہوسکے ورنہ محض عقلی احتمال کافی نہیں ہوگا، جبکہ خانیہ کا قول کہ "ابھی مایوسی نہیں ہوئی" اس جواب کی صحت کی طرف اشارہ کررہاہے کیونکہ ان کا یہ قول

[1] فتاوٰی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الخروج نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۱۶

المستحیل عادۃ مایوس عنه و قد قال فی الفتح فی مسئلة من حلف لیصعدن السماء اولیقلبنّ ھذا الحجر ذھبا ان العجز ثابت عادۃ فلا برّفی زواله[1] اھ وھذاھو معنی الیاس وقد استشھد لھا فی الھدایة بما اذا مات الحالف فانه یحنث مع احتمال اعادۃ الحیاۃ[2]، قال فی الفتح فیثبت معه احتمال ان یفعل المحلوف علیه ولکن لم یعتبر ذٰلك الاحتمال بخلاف العادۃ فحکم بالحنث اجماعا[3] الخ فتبین انه لیس الوجه مغائرۃ الحیاۃ المعادۃ للحیاۃ المعقود علیھا الحلف، والالم یتم الاستشھاد لکون العجز اذن عقلا کما قررہ المحقق الاعادۃ بخلاف صعود السماء وقلب الحجر ذھبا فاذن لیس النظر الاالی الیاس العادی و	بتارہا ہے کہ اگر مایوسی ہوجائے تو قسم ساقط ہوجائیگی جبکہ مایوسی اسی چیز سے ہوتی جب وہ عادتًا محال ہو، اور فتح میں آسمان پر چڑھنے اور اس پتھر کو سونے میں بدلنے کے متعلق قسم کے بیان میں فرمایا کہ اگرچہ آسمان پر چڑھنا اور پتّھر کا سونے میں بدل جانا عقلًا ممکن ہے لیکن عادتًا اس سے عجز ثابت ہے لہٰذا قسم ٹوٹ جائیگی کیونکہ ایسا کرنا عادتًا ممکن نہیں ہے اھ، مایوسی کا یہی معنٰی ہے۔ اس پر ہدایہ میں یوں تائید ذکر کی ہے کہ اس صورت میں قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم باطل نہ ہوگی کیونکہ دوبارہ زندہ ہونا ممکن ہے، فتح القدیر میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ اس امکان سے حلف والے کام کو کرنے کا احتمال ثابت ہو رہا ہے مگر اس کے باوجود یہ احتمال معتبر نہیں کیونکہ یہ خلافِ عادت ہے اس لئے فوت ہوجانے پر بالاجماع قسم کے ٹوٹ جانے کا حکم ہوگا الخ تو اس بیان سے واضح ہوگیا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے میں قسم کے بحال نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ دوبارہ زندگی پہلی زندگی کے مغایر ہے ورنہ ہدایہ اور فتح القدیر کا استشہاد تام نہ ہوگا کیونکہ ان کا استشہاد عادی عجز پر تھا جبکہ دونوں زندگیوں کے مغایر ہوجانے پر عجز عقلی ہوجاتا ہے حالانکہ محقق صاحب فتح القدیر نے دوبارہ زندگی

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/۱۶-۴۱۵

[2] ہدایہ باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ عربیہ کراچی ۲/۱-۴۷۳

[3] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ ۴/۴۱۶

هو المقصود. **اقول:** ویظهر لی توجیهه ان من حلف علی محال عادی فقد عقد علی امکانه العقلی فلم یکن شرط الانعقاد الا هذا اما من عقد الموقتة علی ممکن عادة ثم استحال فلا یبعد ان تبقی الیمین لان هذا الامکان غیر المعقود علیه فلیتأمل ولیحرر، والله تعالٰی اعلم اھ ما کتبت علیه۔

کے احتمال کو ثابت رکھا ہے، اس کے برخلاف آسمان پر چڑھنے اور پتھر کے سونے میں تبدیل ہونے میں عقلی عجز نہیں ہے بلکہ یہاں صرف عادی مایوسی ہے جو قسم کے ٹوٹ جانے میں مقصود ہے،

اقول (میں کہتا ہوں) اس کی توجیہ مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ جس نے کسی عادی محال چیز جو کہ عقلی طور پر ممکن ہو، پر قسم کھائی تو اس کی قسم کے لئے یہی عقلی امکان شرط ہوگا، لیکن جس نے کسی عادۃً ممکن چیز پر قسم کھائی اور وہ چیز قسم کے بعد عادۃً محال ہوجائے تو اس صورت میں قسم باقی نہ رہے گی کیونکہ اب صرف عقلی امکان باقی ہے جبکہ قسم اس امکان پر مبنی نہ تھی بلکہ وہ عادی امکان پر مبنی تھی جو باقی نہ رہا، غور کرنا اور معاملہ کو صاف کرنا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم، میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

شبہہ خامسہ: یمین بدلالت حال متقید شود اگرچہ در قال مقید نبود وازیں باب ست تقید بغرض تا آنکہ غرض را با آنکہ بنائے ایمان برونیست تخصیص دانستہ و تصریح فرمودہ اند کہ غرض در یمین نفزاید فاما عـــہ خصوص را شاید در ردالمحتار ست فی تلخیص الجامع الکبیر وبالعرف یخص ولا یزاد حتی خص الراس بما یکبس ولم یرد الملك فی تعلیق طلاق الاجنبیة بالدخول اھ ومعناہ ان اللفظ اذا کان عاما یجوز تخصیصه بالعرف کما لو حلف لایأکل رأسا فانه فی العرف اسم لما یکبس فی التنور ویباع

پانچواں شبہہ: کہ قسم حال کی دلالت سے مقید بن جاتی ہے، اگرچہ لفظوں میں وہ مطلق ہو اور اس کے ساتھ قید کا ذکر نہ ہو، اسی باب سے کلام کا غرض سے مقید ہونا ہے، اگرچہ قسموں کی بنیاد اغراض پر نہیں ہے تاہم اغراض میں تخصیص پیدا کردیتی ہیں، چنانچہ فقہاءِ کرام نے یہ تصریح کی ہے کہ غرض قسم میں زیادتی پیدا نہیں کرتی لیکن تخصیص پیدا کرسکتی ہے، ردالمحتار میں ہے کہ جامع کبیر کی تخصیص میں مذکور ہے کہ عرف سے تخصیص ہوسکتی ہے لیکن زیادتی نہیں ہوسکتی حتی کہ کسی نے سری کے متعلق قسم کھائی تو اس سے وہ سری مراد ہوگی جس کو عرف میں آگ سے بھون کر کھایا جائے، اور اجنبی عورت کے متعلق کہا "اگر وہ گھر میں داخل ہوئی تو اسے طلاق ہے" تو اس عورت کی ملکیتِ نکاح مراد نہیں ہوسکتی اھ،

عـــہ: مسودہ میں بیاض ہے۔

فی الاسواق وھو راس الغنم دون رأس العصفور ونحوہ فالغرض العرفی یخصص عمومه فاذا اطلق ینصرف الی المتعارف بخلاف الزیادۃ الخارجة عن اللفظ کما لو قال لاجنبیة ان دخلت الدار فانت طالق فانه یلغو ولاتصح ارادۃ الملك ای ان دخلت وانت فی نکاحی وان کان ھو المتعارف لان ذٰلك غیر مذکور ودلالة العرف لاتاثیر لھا فی جعل غیر الملفوظ ملفوظا[1]۔

ہمدران ست الغرض یصلح مخصصا لامزیدا[2] واگر تقییدات کہ بدلالت حال باغراض حالفین کردہ اند فروع آنہا رابر خوانیم دفتر باید، بر دوسہ مثال منصوص فی المذہب اختیار کنیم:

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اگر لفظ عام ہو تو عرف کے ذریعہ اس کی تخصیص کی جاسکتی ہے جیساکہ جب کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ سری نہ کھاؤں گا، تو قسم میں اگرچہ سری عام اور مطلق مذکور ہے لیکن عرف میں وہی سری مراد ہوتی ہے جس کو بھونا جاسکے اور بازار میں فروخت کیا جائے اس لئے عرف میں سری سے مراد چڑیا وغیرہ کی سری مراد نہ ہوگی، تو یہاں عرف نے سری میں تخصیص کردی تو جب مطلق سری ذکر کی جائے گی تو عرفاً خاص ہی مراد ہوگی اس کے برخلاف ایسی زیادتی جو لفظوں سے مذکور نہ ہو عرف کی وجہ سے وہ زیادتی پیدا نہیں ہوسکتی جیسے کوئی شخص اجنبی عورت کو کہے کہ "اگر تو گھر میں داخل ہوئی تو تجھے طلاق ہے" تو یہاں اگر وہ یہ مراد لے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت میری منکوحہ ہو تو طلاق ہے، تو منکوحہ ہونا قسم کے الفاظ سے زائد چیز ہے، جس کو مراد نہیں لیا جاسکتا، اگرچہ عرف میں طلاق کے لئے منکوحہ ہونا ضروری ہے مگر عرف کلام میں غیر مذکور لفظ کو زائد نہیں کرسکتا اس لئے اجنبی عورت کے لئے یہ قسم لغو قرار پائے گی، اسی ردالمحتار میں ہے کہ عرف مخصص بننے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن زیادتی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ حال کی دلالت سے قسموں کا اغراض سے مقید ہونا، اگر میں اس کی جزئیات کو ذکر کروں تو اس کے لئے دفتر چاہئے، تاہم مذہب میں منصوص دو تین مثالیں ذکر کررہا ہوں:

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۲

[2] ردالمحتار باب الیمین فی الدخول والخروج داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۳

(۱) والیئ زید را سوگند داد کہ ہر مفسدے کہ بشہر بود مرا آگاہانی متقید باشد بزمان قیام ولایتش حالانکہ اینجا لفظے مثل اذن وغیرہ مفید تقیید اصلاً نیست مگر حال دال ست کہ عرفش تدارک اوست و ایں نباشد مگر بولایت لاجرم باد مقید شد در ہدایہ ست اذا استحلف الوالی رجلا لیعلمنه بکل داعر دخل البلد فهذا علی حال ولایته خاصة لان المقصود منه دفع شره او شر غیره بزجره فلا یفید فائدته بعد زوال سلطنته[1]، در فتح القدیر است هذا التخصیص فی الزمان یثبت بدلالة الحال وهو العلم بان المقصود من هذا الاستحلاف زجره بما یدفع شره او شر غیره بزجره وهذا لایتحقق الا فی حال ولایته لانها حال قدرته علی ذٰلک[2]۔ **(۲)** ہر مدیون خود کہ از دین منکر بود و دائن گواہان نداشت سوگند خورد ترا بدر قاضی کشم و حلف گیرم مدیون اعتراف کرد یا دائن

(۱) والیئ شہر نے زید کو قسم دی کہ شہر میں جو بھی شر پسند ہو مجھے اس کی اطلاع دے گا، تو اطلاع دینے کی یہ قسم اس والی کی ولایت کی مدت کے ساتھ مقید ہوگی حالانکہ لفظوں میں اس قید پر دلالت کرنے والا کوئی لفظ مثلاً اجازت وغیرہ موجود نہیں مگر عام حال کی یہاں دلالت موجود ہے کہ قسم دینے کا عرف میں مقصد یہ ہوتا ہے کہ حاکم اس اطلاع پر شر کا تدارک کرے اور یہ تدارک صرف ولایت سے ہوسکتا ہے تو لازماً یہ قسم ولایت کے زمانہ سے مقید ہوگی۔ ہدایہ میں ہے کہ جب والی نے ایک شخص کو قسم دی کہ تو مجھے شہر میں کسی فسادی کے داخل ہونے پر اطلاع دے گا۔ تو یہ قسم اس والی کی ولایت کے زمانہ سے مختص ہوگی کیونکہ والی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس اطلاع پر شریر کو سزا دے کر شر کا خاتمہ کرے، لہٰذا ولایت کے خاتمہ کے بعد اس قسم کا کوئی فائدہ نہیں ہے، فتح القدیر میں ہے کہ قسم کا زمانہ ولایت سے مختص ہونا دلالتِ حال کی وجہ سے ہے اور وہ یہ کہ اس قسم دینے کا مقصد شریر کو سزا دے کر اس کے یا غیر کے شر کو ختم کرنا ہے جبکہ یہ مقصد اس والی کی ولایت سے حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ ولایت کی وجہ سے وہ اس مقصد پر قادر ہوتا ہے (ت) **(۲)** مقروض جب قرض سے انکار کرے اور قرض خواہ کے پاس گواہ نہ ہوں تو قرض خواہ قسم اٹھائے کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کروں گا

---

[1] ہدایہ کتاب الایمان مسائل متفرقہ مکتبۃ العربیہ کراچی ۲/۴۸۶

[2] فتح القدیر کتاب الایمان نوریہ رضویہ سکھر ۴/۴۶۸

را گواہان بدست آمد ندیمین ساقط شود کہ بدلالت حال متقید بحال انکار وعدم وجدان شہود بود۔ دردرمختار ست حلف ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفه فاعترف الخصم اوظہر شہود سقط الیمین لتقییدہ من جہة المعنی بحال انکارہ [1] اھ قال الشامی لکن ھذاالتعلیل لایظہر بالنسبة الی قوله او ظہر شہود فانه بظہور الشہود لم یزل الانکار بل العلة فیه انه بعد ظہور الشہود لایمکن التحلیف تأمل [2] اھ **اقول:** له ان لایستشہدھم ویطلب حلفه فکیف لایمکن کما یوھمه قول العلامة لایمکن التحلیف فالاولی ان یقال لتقییدہ بانکارہ وعدم وجدان الشہود اذلاحلف علی مقرولامع بینة شہدت، فی الدر	اور وہاں تجھ سے قسم لوں گا تو اس کی قسم کے بعد مدیون ومقروض شخص نے قرضے کا اعتراف کرلیا یا قرض خواہ کو گواہ مل گئے، تو قرض خواہ کی قسم ساقط ہوجائے گی، کیونکہ حال کی دلالت سے وہ قسم انکار وگواہوں کے نہ ہونے کی حالت میں مخصوص قرار پائے گی۔ درمختار میں ہے کہ قرض خواہ نے قسم کھائی کہ میں تجھے قاضی کے دربار میں پیش کرکے تجھ سے قسم دلاؤں گا تو اس دھمکی پر مقروض نے قرض کا اقرار کرلیا یا اس کو گواہ مل گئے، تو قسم ساقط ہوجائیگی کیونکہ قسم کھانے والے کی یہ قسم مقروض کے انکار کے ساتھ مقید قرار پائے گی اھ، اس پر علامہ شامی نے فرمایا کہ اس وجہ اور علت کا تعلق صرف مقروض کے انکار سے ہے، گواہوں کے دستیاب ہونے کی بات سے نہ ہوگا کیونکہ گواہوں کے دستیابی کے باوجود انکار باقی رہ سکتا ہے، تو گواہوں کی دستیابی پر قسم کے ساقط ہونے کی علت یہ ہوگی کہ گواہوں کی موجودگی میں قاضی کے ہاں قسم دلانا ممکن نہ رہے گا، اس میں غور چاہئے اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) علامہ شامی کا فرمانا کہ گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانا ممکن ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ مدعی کو اختیار ہے کہ وہ گواہ پیش کرنے کی بجائے مقروض منکر کو قسم دلائے، لہٰذا قسم کو ناممکن کہنا درست

[1] درمختار باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۰۴

[2] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب واللبس والکلام داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۰۶

عن البحر الیمین کالخلف عن البینة فاذاجاء الاصل انتھی حکم الخلف اھ[1] ولایرضی الطالب بحلف المنکر مادام یقدر علی الشھود مخافة ان یحلف فیذھب مالہ فیتقید بھما عرفا.**اقول:** ولیس ھذاالسقوط لعدم تصور البر بقاء فان قلت الیس فی الدر قال المدعی لی بینة حاضرة فی المصر وطلب یمین خصمہ لایحلف خلافا لھما ولو حاضرة فی مجلس الحکم لم یحلف اتفاقا ابن ملك اھ[2]، **قلت** الیس ان الاحضار والاخبار کلیھما بیدہ فان الشھود لایحضرون مالم یحضروا ولایعلم القاضی ان لہ بینة فی المصر مالم یخبر فالامکان حاصل لاشك اما اولا فلان الیمین مطلقة فلایضرھا انتفاء	نہیں بلکہ یوں کہنا بہتر تھا کہ وہ قسم انکار اور گواہوں کے دستیاب نہ ہونے سے مقید قرار پائے گی، کیونکہ اقرار کرلینے پر اور گواہوں کی شہادت پر قسم کی ضرورت نہیں رہتی۔ درمختار میں بحر سے منقول ہے کہ قسم، گواہی کا خلیفہ بنتی ہے توجب اصل حاصل ہوجائے تو خلیفہ کی ضرورت نہیں رہتی اھ، اور نہ ہی حق والا گواہوں کی موجودگی میں قسم دلانے پر راضی ہوتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مقروض جھوٹی قسم اٹھادے تواس کا قرض ضائع ہوجائے، لہٰذا عرفاً یہ قسم دونوں حالوں (انکار اور گواہ نہ ہونے) سے مقید قرار پائے گی۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں کہ) گواہوں کی موجودگی میں قسم کا یہ سقوط اس لئے نہیں کہ بالآخر قسم کا پورا ہونا متصور نہیں ہوسکتا کہ قسم کا پورا ہونا ناممکن ہوجانے پر ختم ہوجائے۔ اس پر اگر تو یہ اعتراض کرے کہ کیا درمختار میں یہ موجود نہیں کہ جب قاضی کے ہاں مدعی یہ کہے کہ میرے گواہ ہیں لیکن وہ شہر میں موجود ہیں اور مدعی اس صورت میں اپنے مخالف سے قسم کا مطالبہ کرے، تو امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک قاضی مخالف کو قسم نہ دلائے گا۔ صاحبین کا مسلک اس کے خلاف ہے، اور اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق قسم نہ لی جائیگی، ابن ملک اھ (تو قسم دلانے کا احتمال ختم ہوجانے سے قسم ساقط ہوجائیگی) **قلت** (میں کہتا ہوں) کیا گواہوں کو حاضر کرنا اور قاضی کو گواہوں کی موجودگی

[1] درمختار کتاب الدعوی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۸

[2] درمختار کتاب الدعوی مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۱۹

تصور البر فیما بعد واما ثانیا فلانه متصور اما فی الشهود فلما ذکرنا واما فی الاقرار فلان من اقر عند الطالب لایجب ان یقر عند القاضی فلعله اذا اجر الیه انکر فیحلفه فالتصور حاصل قطعا فلاسقوط الاللتقید العرفی اھ[1] ما کتبت علیه۔ ثمّ رأیت الامام ابا بکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید الکرمانی ذکره فی جواهر الفتاوٰی کتاب الایمان، الباب الثانی فتاوی الامام جمال الدین البزدوی، فرأیته افاد فوائد منها، التعلیل بدلالة الحال ملحقاله بمسألة تحلیف الوالی لیعلمنه بکل داعر ومنها ان التقید بالانکار فی صورة الاقرار ومنها ان فی سقوط الیمین بظهور الشهود خلافا وان	کی خبر دینا مدعی کے اختیار میں نہیں ہے؟ ضرور اس کے اختیار میں ہے کیونکہ جب تک وہ گواہوں کو حاضر نہ کرے وہ پیش نہ ہوں گے اور یوں ہی جب تک وہ قاضی کو گواہوں کی موجودگی کی خبر نہ دے قاضی کو معلوم نہ ہوسکے گا کہ اسکے پاس گواہ ہیں، تو بہر صورت گواہوں کی موجودگی کے باوجود مدعی علیہ سے قسم لینے کا امکان قاضی کے ہاں باقی ہے، اولًا تو اسلئے کہ مذکورہ قسم مطلق ہے تو تاحال قسم پورا ہونا متصوّر نہ ہو تو اس کے لئے کچھ مضر نہیں ہے، اور ثانیًا اس لئے کہ قسم کا پورا ہونا ابھی ممکن ہے گواہوں کی موجودگی کی صورت میں تو ہم نے وجہ ذکر کردی، اور مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں اسلئے کہ ہوسکتا ہے کہ مدعی علیہ، مدعی کے پاس تو اقرار کرتا ہو تو پھر ضروری نہیں کہ وہ قاضی کی مجلس میں بھی اقرار کرے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ مدعی علیہ کو جب قاضی کے ہاں پیش کیا جائے تو وہ انکار کردے تو اس صورت میں قاضی کا اس سے قسم لینا متصور ہے تو معلوم ہوا کہ بہر صورت ابھی قسم کا تصوّر باقی ہے لہٰذا یہاں قسم کا سقوط صرف عرفی قید کی وجہ سے ہوگا نہ کہ حلف کا امکان ختم ہوجانے سے قسم کا سقوط ہوگا اس پر میرا حاشیہ ختم ہوا۔ اس کے بعد میں نے امام ابوبکر محمد بن المفاخر بن عبدالرشید کرمانی کو جواہر الفتاوی کی کتاب الایمان کے دوسرے باب۔ امام جمال الدین بزدوی کے فتاوی میں ذکر کرتے ہوئے پایا جس میں ان کو بہت سے

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

الفتوی علی السقوط و ھذا نصہ رحمہ اللہ تعالٰی رجل ادعی علی اٰخر کذا منا حنطۃ فانکر المدعی علیہ فحلفہ المدعی بطلاق امرأتہ ان یجرہ الی باب القاضی ویحلفہ علی ذٰلك ثم ان المدعی علیہ اقربما ادعی استغنی عن الیمین ویکون بارافی یمینہ لان الحلف علی ان یحلفہ مادام منکر افاذا اقرفات الانکار ولیس ھذا کما لو قال لاشربن الماء الذی فی ھذا الکوز فاریق الماء انہ یحنث لان الیمین ھناك علی الشراب ولم یشربہ وھٰھنا الیمین علی الانکار فلم تبق الیمین وصار کانہ حلف مع السلطان ان یعلمنہ بکل داعر دخل المدینۃ ثم عزل السلطان سقط یمینہ لانہ حلف علی ان یعلمہ مادام	فائدے ذکر کرتے ہوئے دیکھا، جن میں ایک فائدہ یہ کہ، والیئ شہر کا کسی کو قسم دینا کہ وہ اسے ہر فسادی کی اطلاع دے گا، والے مسئلہ میں، قسم کا والی کی ولایت باقی رہنے کی علت، دلالت حال کو بنایا۔ دوسرا فائدہ، مدعی کی قسم کا انکار سے مقید ہونا صرف مدعی علیہ کے اقرار کی صورت میں ہے گواہوں کی صورت میں نہیں (جیسا کہ اوپر بحث گزری)۔ تیسرا فائدہ گواہوں کی صورت میں قسم کا ساقط ہونا مختلف فیہ ہے جبکہ فتوی یہ ہے کہ ساقط ہوجائے گی۔ امام جمال الدین کی عبارت یوں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا کہ اس کے ذمے ہماری اتنی گندم ہے تو مدعا علیہ نے انکار کردیا تو اس پر مدعی نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ میں اس کو قاضی کے دربار میں پیش کرکے اس کو قسم دلاؤں گا، تو اس دھمکی کے بعد مدعا علیہ نے اس کے دعوی کا اقرار کرلیا تو اب قاضی کے پاس لے جاکر قسم دلانے کی ضرورت نہ ہوگی اور قسم کھانے والا مدعی اپنی قسم سے بری ہو جائے گا کیونکہ اس کی قسم دلانے کی قسم اس مدعا علیہ کے انکار پر تھی، تو جب اس نے اقرار کرلیا تو انکار ختم ہوگیا۔ اور یہ معاملہ ایسا نہیں کہ کوئی قسم کھائے کہ میں اس کوزے کے پانی کو ضرور نوش کروں گا، تو قسم کے بعد کوزے کا پانی گرادیا گیا ہو، تو قسم ٹوٹ جائے گی، کیونکہ یہ قسم کوزے کے پانی کو پینے سے متعلق تھی تو وہ اسے پی نہ سکا لیکن یہاں قسم انکار پر مبنی تھی جو ختم ہوگیا، تو قسم بھی ختم ہوگئی، جیسا کہ حاکمِ شہر کسی کو قسم دے کہ تو مجھے شہر میں داخل ہونے والے

هوالوالی فی البلد فکذٰلك هنا بدلیل انه لو حمله الی القاضی لایحلفه فاذالا فائدة فی حمله الی القاضی هکذا ^{عـــہ} ذکر، وهذا الجواب یوافق قول القاضی ابی الهیثم ویخالف قول القاضی الامام الصاعدی فانه ذکر فی فتاواه هذاالمسألة الاانه وضع المسألة هکذاذکر مکان اعتراف المدعی علیه انه ظهر له شهود وقال القاضی الامام ابو الهیثم سقط یمینه وقال الصاعدی لایسقط بل یقع طلاقه فاذاجواب شیخنا جمال الدین وافق جواب القاضی ابی الهیثم وهو الصحیح وعلیه الفتوی[1] اھ۔

ہر فسادی کی اطلاع دے گا، اس کے بعد وہ حاکم معزول ہوجائے تو اس کی دی ہوئی قسم بھی ختم ہوجائیگی، کیونکہ یہاں بھی قسم کا مطلب یہ تھا کہ میری ولایت جب تک ہے اس وقت تک اطلاع دینی ہوگی، تو یہاں بھی یہی صورت ہے کیونکہ مدعی اگر مدعٰی علیہ کو اب قاضی کے ہاں پیش کرے تو قاضی اس سے قسم نہ لے گا اس لئے اب قاضی کے ہاں لے جانے کا فائدہ نہ رہا، اس کو امام جمال الدین بزدوی نے یونہی ذکر فرمایا ہے، یہ امام جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے قول کے موافق ہے اور قاضی امام صاعدی کے قول کے مخالف ہے، کیونکہ امام صاعدی نے اس مسئلہ کو اپنے فتاوی میں ذکر کیا اور مدعٰی علیہ کے اعتراف کی بجائے انہوں نے گواہوں کے موجود ہونے، کو ذکر کیا، جبکہ قاضی امام ابوہیثم نے کہا کہ قسم ساقط ہوجائے گی اور امام صاعدی نے کہا کہ قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ گواہوں کے موجود پانے پر مدعی کے قسم کے مطابق اس کی بیوی کو طلاق ہوجائے گی، تو جب ہمارے شیخ جمال الدین بزدوی کا جواب قاضی ابوہیثم کے جواب کے موافق ہے تو یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے، اھ۔ (ت)

(۳) مدیون را سوگند داد فلاں روز حق من دہی ودستم بگیری وبے دستوری من بیروں

(۳) کسی نے اپنے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں روز میرا قرض دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا

عــــہ: قوله هکذا ذکر ای الامام جمال الدین البزدوی ومن هٰهنا الی اٰخر مانقلنا کلام الامام الکرمانی جامع تلك الفتاوی منه۔

اس کا قول یونہی ذکر کیا ہے یعنی امام جمال الدین بزدوی نے ذکر کیا ہے اور یہاں سے آخر تک جو عبارت ہم نے نقل کی ہے وہ امام کرمانی کا کلام ہے جو اس فتاوی کے جامع ہیں ۱۲منہ (ت)

[1] جواہر الفتاوی کتاب الایمان

نہ روی باز مدیوں ہمیں روز دینش داد و دستش نگرفت و بے دستوری اوبیروں رفت حانث نشود کہ ایں یمیں عرفا مقید ست بحال دیں در ردالمحتار ست فی البزازیة حلفه لیوفین حقه یوم کذا ولیأخذن بیده ولا ینصرف بلا اذنه فاوفاه الیوم ولم یأخذ بیده وانصرف بلااذنه لایحنث لان المقصود وھو الایفاء اھ. قلت تقدم ان الایمان مبینة علی الالفاظ لاعلی الاغراض وھذا المقصود غیر ملفوظ لکن قدمنا ان العرف یصلح مخصصا وھنا کذٰلك فان العرف یخصص ذٰلك بحال قیام الدین قبل الایفاء ویوضحه ایضا مایأتی قریبا عن التبیین[1] اھ مافی الشامی۔ **اقول:** والذی یظهر للعبد الضعیف ان ھنا ثلث ایمان فالاخیرة متقیدة بنفس

اور میری رضا کے بغیر باہر نہ جائے گا، پھر مقروض نے اسی دن قرض ادا کردیا اور اس کا ہاتھ پکڑے بغیر باہر چلاگیا تو اس کی قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ قسم عرف میں قرض ذمہ ہونے کی وجہ سے تھی، تو قرض ختم ہونے پر قسم ساقط ہوجائے گی۔ ردالمحتار میں ہے کہ بزازیہ میں ہے کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھے فلاں دن میرا حق دے گا اور میرا ہاتھ پکڑے گا اور میری مرضی کے بغیر باہر نہ جائیگا، تو مقروض نے اس کو قرض اسی روز دے دیا اور ہاتھ پکڑے اور اس کی مرضی کے بغیر باہر واپس چلاگیا تو قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ اس قسم کا مقصد قرض وصول کرنا تھا اھ۔ قلّت میں کہتا ہوں کہ یہ گزرچکا ہے کہ قسموں کی بنیاد الفاظ ہوتے ہیں۔ اغراض بنیاد نہیں ہوتے، اور مذکور قسم کا مقصد الفاظ میں مذکور نہیں ہے، لیکن جیسا کہ پہلے ہم نے ذکر کردیا ہے کہ عرف تخصیص پیدا کردیتا ہے تو یہ بھی ایسے ہی ہے کیونکہ یہاں بھی عرف نے اس قسم کو قرض کی موجودگی کے ساتھ مختص کردیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے قبل تک ہوگی، اس کی وضاحت عنقریب تبیین الحقائق سے بیان کی جائے گی، علامہ شامی کا ردالمحتار میں بیان ختم ہوا۔

اقول (میں کہتاہوں کہ) مجھ ضعیف بندے پر جوظاہر ہورہا ہے وہ یہ کہ یہاں ردالمحتار کے بیان کردہ مسئلہ میں تین قسمیں ہیں جن میں سے

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/‏۱۰۶

لفظ الاذن کما تقدم والاولی کانت موقتۃ والممتنع الایفاء فی ذٰلك الوقت لحصولہ قبلہ فسقطت لعدم تصور البر ثم رأیتھم بہ عللوہ، وللہ الحمد، اماالثانیۃ فمجازہ عن الایفاء ای لیعینہ لوفاء دینہ اذمن المعلوم قطعا ان لیس المراد خصوص اخذ العضو وھی مطلقۃ وقدبر فیھا اذا وفی وان فرضت لوقتہ بالتوقیت المذکور فقد سقطت ایضا وھذا معنی قول الوجیز لان المقصود ھو الایفاء فلیس ھنا مدخل اصلا للتخصیص بدلالۃ الحال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقۃ الحال ولیس فیما اتی بہ بعد عن التبیین الاان الیمین تتقید بمقصود الحالف ولھذا تتقید بالصفۃ الحاملۃ علی الیمین وان کانت فی الحاضر علی مابینامن قبل اھ[1]

آخری یعنی "میری اجازت کے بغیر واپس نہ جائے گا" یہ قسم لفظ اجازت سے مقید ہے جیسا کہ گزرا ہے، اور ان میں سے پہلے قسم یعنی "تو میرا حق فلاں روز ادا کرے گا" یہ وقت سے مقید ہے یعنی موقت ہے، جبکہ مقررہ اس دن میں حق کی ادائیگی نہیں ہو سکی کیونکہ ادائیگی مقررہ دن سے پہلے ہو چکی ہے اس لئے قسم ختم ہو جائے گی کیونکہ مقررہ دن میں پورا کرنا ممکن نہ رہا، پھر اس بیان کے بعد میں نے دیکھا تو فقہاء نے قسم کے خاتمہ کی یہی علت بیان فرمائی وللہ الحمد، لیکن دوسری قسم یعنی "تو میرا ہاتھ پکڑلے" یہ حق پورا کرنے، سے مجاز ہے، یعنی تاکہ یہ بات حق کی ادائیگی میں مددگار بنے، کیونکہ خاص عضو یعنی ہاتھ پکڑنا مقصود نہیں ہے، لہٰذا یہ قسم مطلق قرار پائی، اور یہ حق کی ادائیگی ہو جانے پر پوری ہو چکی ہے، اور اگر اس دوسری قسم کو مطلق کی بجائے وقت یعنی مقررہ دن سے مقید اور موقت قرار دیا جائے تو تب بھی یہ ساقط قرار پائیگی، جبکہ وجیز کے اس کہنے کا کہ یہاں مقصود صرف حق کو پورا کرنا ہے، اور یہاں حال کی دلالت سے تخصیص کا کوئی دخل نہیں ہے، کا یہی مطلب ہے جبکہ اللہ تعالٰی ہی حقیقت حال کا بہتر عالم ہے، اور بعد میں تبیین الحقائق کے حوالہ سے جو ذکر کیا وہ صرف یہی ہے کہ یہ قسم حالف کے مقصد سے مقید ہو گی لہٰذا قسم کی وجہ بننے والی صفت سے یہ مقید قرار پائے گی اگرچہ وہ صفت حاضر چیز میں پائی جائے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا۔

[1] ردالمحتار باب الیمین فی الاکل والشرب داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۰۷

ولاکلام فیہ انما الکلام فی حصول التخصیص ھنا ثم کلام التبیین فی صفۃ ملفوظۃ کلایکلم عبد فلان وتریدون ھٰھنا اثبات غیر الملفوظ فلایوضحہ مافی التبیین وغایۃ مایقال ان المعنی لیوفین یوم کذاان لم یوف قبلہ فھذاالتقیید بدلالۃ الحال وھو المقصود الغیر الملفوظ فیکون الاولی مبرورۃ ساقطۃ واللہ تعالٰی اعلم۔ وچوں دریں مثال در دلالت حال مجال مقال وسیع آمد مثالے دگر جایش بنشانیم دائن حلف گرفت کہ روئے از من نپوشی و معنی ایں پیمان آن ست کہ ھرگاہ ترا طلبم وتوبر طلب من مطلع شوی ظاہر گردی ورنہ فرد روپوشی مدیون درغیر آں طلب دائن بے اطلاع بر طلب دائن موجب حنث نیست گواز ترس دائن باش چنانکہ بخوف او رخ پوشاں بازرفتن زیراکہ ایں روئے پوشیدن بخیال ست نہ از وسوگند بریں بود نہ براں ایں یمین بدلالت حال مقید ست بزمان بقائے دین تاآنکہ اگر دو دائن بودند

(تبیین الحقائق کے آخر کلام تک) جبکہ یہاں یہ بحث نہیں کہ مقصد سے مقید ہوگی یا نہیں، بلکہ یہاں تو دلالتِ حال سے تخصیص میں بحث ہے اور پھر تبیین الحقائق کی بات کا تعلق لفظوں میں مذکور صفت سے ہے، مثلاً میں فلاں کے غلام سے بات نہ کروں گا جبکہ آپ تو یہاں غیر ملفوظ کو ثابت کرنا چاہتے ہیں، لہٰذا تبیین الحقائق کا کلام اس بحث کی وضاحت نہیں بن سکتا، انتہائی بات جو کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ قسم میں "فلاں دن حق پورا کرے گا" کا معنٰی یہ ہوگا کہ اگر اس دن سے قبل حق پورا نہ کرے تو اس دن ادا کرے گا، تو قبل ازیں پورا نہ کرنے سے قسم مقیّد ہوگی اور یہ مقصد لفظوں میں غیر مذکور ہے جو صرف دلالت حال سے قید کے طور پر معلوم ہورہا ہے، تو پہلی قسم پوری ہوکر ختم ہوگئی، واللہ تعالٰی اعلم۔
چونکہ مذکورہ مثال میں دلالتِ حال کے متعلق بحث کی وسیع گنجائش پیدا ہوگئی، اس لئے ایک اور مثال یہاں پیش کرتا ہوں کہ، ایک قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے منہ نہ چھپائے گا، تو اس عہد و پیمان کا معنٰی یہ ہے کہ جب میں تجھے طلب کروں اور تو میری طلب پر مطلع ہوجائے تو فوراً سامنے آنا ہوگا، اس لئے اگر وہ اس کی طلب کے بغیر یا طلب پر اطلاع نہ پانے پر روپوشی کرے تو قسم کی خلاف ورزی نہ ہوگی اگرچہ یہ روپوشی اس قرض خواہ کے ڈر سے ہی ہو مثلاً قرض خواہ کے سامنے آجانے پر مقروض منہ پھیر کر رک جائے، کیونکہ یہ روپوشی دوسرے خیال

ودین یکے اداشد یمین در حق او منتہی گشت، در وجیز کردری فصل ۱۸ فی قضاء الدین فرمود حلف الدائن المدیون کہ از من رو نپوشی **ولم یوقت فکل وقت طلبہ وعلم بہ ولم یظھر لہ حنث وان دخل السوق متواریا لایحنث وان طلبہ ولم یعلم بہ ولم یظھر الوجہ لایحنث ولوکان حین حلف بھذا الوجہ رب الدین اثنین فقضی لاحدھما انتھی الیمین فی حقہ**[1]، درمسئلہ دائرہ نیز حال دال ست کہ غرض یمین ہجراں پسر و تباعد از ذریت ومساکنت او وسزا دادنش بدوری از خانہ وخوان خود ست پس متقید باشد بزمان بقائے ایں مقاصد چوں پدر خودش ترک مہاجر گفت واوسرا انتقام در گزشت یمین منتہی گشت چنانکہ درفروع مذکورہ چوں بعزل سلطان واقرار مدیون وظہور گواہان وادائے دیون آں اغراض نماند سوگند نماند۔

سے ہے نہ کہ اس کی طلب سے روپوشی ہے، لہٰذا کسی اور وجہ سے روپوشی پر قسم نہ ٹوٹے گی، کیونکہ قسم کا تعلق کسی اور وجہ سے نہیں ہے، تو یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے قرض باقی رہنے کے حال سے مقید ہوگی، حتی کہ اگر قرض خواہ دو شخص ہوں دونوں نے یہ قسم دی ہو تو دونوں میں سے جس کا قرض ادا کردے گا اس کے حق میں قسم ختم ہوجائے گی۔ وجیز کردری کی فصل ۱۸ قرض کی ادائیگی میں فرماتے ہیں کہ قرض خواہ نے مقروض کو قسم دی کہ تو مجھ سے روپوشی نہ کرے گا اور قسم میں کسی وقت کا ذکر نہ کیا تو اس قسم کا معنی یہ ہوگا کہ جب بھی وہ اس مقروض کو طلب کرے اور مقروض کو اس طلب کا علم ہوجائے تو اس وقت روپوشی نہ کرے، لہٰذا اگر قرض خواہ کی طلب پر مقروض اطلاع پانے کے باوجود حاضر نہ ہو سامنا نہ کرے تو قسم ٹوٹ جائے گی، اور اگر بغیر طلب یا طلب پر اطلاع نہ پائی ہو اور بازار میں ویسے ہی قرض خواہ کے ڈر سے روپوشی کرکے نکلے تو قسم نہ ٹوٹے گی، اگر اس صورت میں دو قرض خواہ ہوں جنہوں نے اس کو یہ قسم دی ہو تو ایک کا قرض ادا کردیا تو اس کے حق میں قسم ختم ہوجائیگی۔ زیر بحث مسئولہ مسئلہ میں بھی اس قسم کا مقصد بیٹے سے بائیکاٹ، اس کا گھر اور رہائش سے دور رکھنا اور اپنے گھر اور دستر خوان سے باز رکھنے کی سزا ہے لہٰذا یہ قسم بھی دلالت حال کی وجہ سے ان مقاصد سے مقید ہوگی اور جب باپ نے خود یہ تمام باتیں کردیں اور سزا ترک کردی تو قسم ختم ہوجائے گی جیسا کہ مذکورہ بالا مسائل میں، حاکم کی معزولی، مقروض کے اقرار، گواہوں کی حاضری اور قرض کی ادائیگی جیسے قسم کے اغراض ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علٰی ہامش فتاوٰی ہندیہ الثامن عشر فی قضاء الدین نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۳۰

اقول اولاً فرق ست میان انتفائے مقصود وانعدام قصد در فروع مستشہدہ افعال محلوف علیہا خود از ثمرات مخصوصہ تہی شدہ است چوں والی معزول شد اطلاع او بر آمدن مفسد در شہر چہ سود دہد و مقصود از بردن منکر پیش قاضی وحلف از و خواستن آں بود کہ قاضی او را بر حلف مجبور کند و بر مقر حلف نتواں نہاد پس تحلیف صورت نہ بندد و طلب حلف مسموع نشود و چوں بر دعوی مدعی گواہان عادل شرعی باشند نیز از منکر حلف نگیرند و ہیچو گواہان داشتن و باز کار بر زبان صاحب انکار گزاشتن حق خود را در خطر افگند ست کہ خلاف مقصود ست پس بہر وجہ ثمرہ مطلوبہ مفقود ست و بعد ادائے دین باروئے مدیون چہ کار ماندہ است کہ پوشیدن ونمودن ثمرہ دہد و مقصود زن حصول انس بمصالحت شوہر ومنع وحشت بوحدت ست وایں بعد زوال زوجیت میسر نیست زن مرد اجنبی رانگوید کہ بامن باش وجدا مشو بخلاف صورت دائرہ کہ بخانہ نگزاشتن ہمچناں مثمر دوری وہجران وسزائے ناشکری وکفران ست مگر حالف حالازیں قصد برگشتہ است پس ایں نیست کہ آنکار ثمرہ نیارد بلکہ خود او خواہش آں ثمرہ ندارد، بالجملہ از نماندن مقصود تا قصد نمادن مقصود فرق عظیم ست ایں دوم زنہار مبطل یمیں نتواں شد ورنہ

اقول: (میں کہتا ہوں) **اولاً** جواب یہ ہے کہ مقصود کا منتفی ہونا، اور اس کا قصد نہ کرنا یہ دو مختلف چیزیں ہیں جبکہ شبہہ میں مذکور مسائل بیان جن کاموں کے متعلق قسم ہے وہ کام اپنے مخصوص مقاصد سے خالی ہوتے ہیں کہ جب والیئ شہر معزول ہوجائے تو شہر میں مفسد شخص کے داخل ہونے کی اطلاع اس کو دینے میں کیا فائدہ ہوگا۔ اور منکر کو تو قاضی پر پیش کرکے اس سے قسم لی جاسکتی ہے تاکہ قاضی اس کو قسم پر مجبور کرے لیکن جب قرض کا اقرار کرلیا تواب اس سے قسم نہیں لی جاسکتی اور اس سے قسم کا مطالبہ نہیں ہوسکتا۔ اور جب مدعی کے دعوی پر شرعی عادل گواہ موجود ہوں تو منکر سے قسم نہیں لی جاتی اور اسی طرح گواہوں کی موجودگی میں اپنے حق کو منکر کی زبانی حلف کے سپرد کرنا اپنے حق کو خطرہ میں ڈالنا بھی مقصود کے خلاف ہے تو یہ تمام صورتیں قسم کے مقصد کے خلاف ہیں، اور قرض ادا کردینے کے بعد مقروض کے چہرہ کو دیکھنے سے کیا کام ہے اب روپوشی کرنا نہ کرنا کیا معنی رکھتا ہے، اور بیوی نکاح کی موجودگی میں تو علیحدہ رہنے میں تنہائی کی وحشت کو ختم کرنے اور اپنے خاوند سے صلح کرکے مانوس ہونے کی کوشش کرے گی جبکہ نکاح ختم ہوجانے پر اس کا یہ مقصد بھی ختم ہوجاتا ہے کیونکہ اب اجنبی ہوجانے پر اس کو اپنے پاس رہنے کی بات نہ کرے گی اور نہ جدائی کو ختم کرنے کی کوشش کرے گی، جبکہ زیر بحث مسئولہ معاملہ میں گھر میں نہ چھوڑنے کی قسم کا مقصد بیٹے کی ناشکری اور کفرانِ نعمت پر اس کو بائیکاٹ اور

ہماں مفاسد لازم آید کہ در جواب شبہہ چہارم یاد کردیم حلفہائے مبتنی بر خشم و غضب بعد فروشدن خشم خود بخود برباد رود و ہیچ جزایا کفارہ لازم نشود کہ بعد زوال غضب آں ثمرات راخواہش نمی ماند بلکہ بسا اوقات نادم می شود و دلیل قاطع بر بطلان آں احادیث کثیرہ عدیدہ صحیحہ سدیدہ بسر حد استفاضہ کشیدہ ست کہ فرمودہ اند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **اذا حلفت علی یمین فرأیت غیرھا خیرا منھا فات الذی ھو خیر وکفر عن یمینك**[1] چوں سوگندے خوری باز بینی کہ غیر او ازاں بہتر ست پس آں بہتر را بجا آرو سوگندت را کفارہ گزار، **رواہ البخاری ومسلم عن سمرۃ بن جندب واحمد ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ والنسائی وابن ماجۃ عن عوف ابن مالك عن ابیه رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن بن سیرین مرسلا وابوبکر بن شیبۃ و البیھقی عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه من قوله**، وفرمودند

گھر سے دور رکھنے کی سزا دینا ہے لیکن قسم والے نے اب اپنے مقصد کو چھوڑ دیا تو اس سے قسم والا معاملہ بے سود اور بیکار نہ ہوگا کیونکہ یہاں مقصد فوت نہیں ہوا بلکہ خود اس مقصد کو ترک کررہا ہے، الحاصل، مقصود کا باقی نہ رہنا اور اس کو مقصود نہ بنانا دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں میں بڑا فرق ہے جبکہ دوسرا یعنی مقصد کو مقصود نہ بنانا اور اس سے روگردانی کرنا قسم کو قطعًا باطل اور کالعدم نہیں کرسکتا، ورنہ اس سے وہ تمام مفاسد لازم آئیں گے جو شبہہ چہارم کے جواب میں ہم نے ذکر کئے ہیں کہ غصہ اور ناراضگی پر مبنی تمام قسمیں، غصہ ختم ہوجانے پر خود بخود ختم ہوجائیںگی اور ان پر کوئی جزاء یا کفارہ لازم نہ آئیگا کیونکہ غصہ اور ناراضگی کے دوران قسم کے جو مقاصد تھے وہ غصہ ختم ہوجانے پر باقی نہ رہے بلکہ بسا اوقات غصہ کی حالت میں قسموں پر ندامت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ غصہ ہونے پر کوئی کفارہ یا جزا مرتب نہ ہو حالانکہ اس کے بطلان پر کثیر تعداد میں صحیح احادیث وارد ہیں جو غصہ ختم ہونے کے بعد بھی ان قسموں پر حنث لازم آنے میں درجہ شہرت تک پہنچتی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب تو قسم کھائے تو دیکھ کہ اس قسم کا غیر یعنی خلاف بہتر ہو تو بہتر کو بجالا اور قسم کا کفارہ دے۔ اس کو بخاری و مسلم نے سمرہ بن جندب اور احمد اور مسلم ترمذی نے ابوہریرہ اور نسائی اور ابن ماجہ نے عوف بن مالک کے والد سے روایت کیا ہے اور عبدالرزاق نے ابن سیرین سے مرسلًا اور ابوبکر بن شیبہ اور بیہقی نے موقوفًا امیر المومنین

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انی واللہ ان شاء اللہ لا احلف علی یمین فاری غیرھا خیرا منھا الا کفرت عن یمینی واُتیت الذی ھو خیر[1] بخدا اگر خدا خواہد ہر سوگند کہ خورم باز غیر او بہتر از و بینم ہماں بہتر راپیش نہم وسوگندرا کفارہ دہم رواہ احمد وعبدالرزاق والبخاری ومسلم و ابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابی موسٰی الاشعری والطبرانی فی الکبیروالحاکم والبیھقی عن ابی الدرداء والحاکم عن ام المومنین الصدیقۃ والطبرانی عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنھم وعبدالرزاق عن ام المومنین عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما من قولہ وعبدالرزاق وابن ابی شیبۃ وابناء حمید وجریرو المنذروابوالشیخ والبیھقی عن امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ بمعناہ وفی الباب غیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم ۔وفرمودند صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واللہ لان یلجّ احدکم بیمینہ فی اھلہ اٰثم لہ عنداللہ من ان یعطی کفارتہ التی افترض اللہ علیہ[2] یعنی اگر کسے در بارہ اہل خود برایذاواضرار ایشاں

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالٰی عنہم) سے روایت کیا ہے۔اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: بخدا! اگر اللہ تعالٰی چاہے تو جو قسم بھی میں کھاؤں پھر اس کے بعد اس کے غیر کو بہتر پاؤں تو بہتر کو اختیار کروں گا اور قسم کا کفارہ دوں گا۔ اس کو احمد، عبدالرزاق، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوموسٰی اشعری سے اور طبرانی نے کبیر میں، حاکم اور بیہقی نے ابودرداء سے، اور حاکم نے ام المومنین عائشہ صدیقہ سے، اور طبرانی نے عمران بن حصین سے (رضی اللہ تعالٰی عنہم) روایت کیا ہے۔ اور عبدالرزاق نے حضرت ام المومنین سے انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کا قول، اور عبدالرزاق، ابن ابی شیبہ، ابن حمید، ابن جریر ابن منذر، ابوالشیخ، اور بیہقی نے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بالمعنی روایت کیا ہے جبکہ اس باب میں دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایات ہیں،اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص اپنے اہل کے متعلق اس کو اذیت اور ضرر پہنچانے کیلئے قسم کھائے پس بخدا اس کو ضرر دینا اور قسم کو پورا کرنا عنداللہ زیادہ گناہ ہے اس سے کہ وہ اس قسم کے بدلے کفارہ دے جو اللہ تعالٰی نے اس پر مقرر فرمایا ہے، اس کو بخاری اور مسلم (شیخین) نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰
[2] صحیح بخاری کتاب الایمان والنذور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۸۰

سوگند خورد پس بخدا کہ باضرار او برابر ارادہ باضرار شاں گناہگار تر باشد نزد خدا ازینکہ سوگند وکفارہ اش کہ خدائے مقرر فرمودہ ست ادا کند رواہ الشیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ پیداست کہ ہمیں فعل اختیاری ست وفعل اختیاری را از قصد غایتے چارہ نے وچوں غیر اوراخیر یابدرائے بر گردد واں قصد نماند پس یمین ببطلان قصد باطل شدے کفارہ چرا۔

ثانیًا بانتفائے مقصود نیز مطلقا بطلان ست اگر یمین مطلقہ آرد کہ فلان رازند یاکشد یاپیش حاکم برد یاچناں خوراند یاپوشاند یا خلعت پوشاند یاخبرے خوش یابدرساند الٰی غیر ذٰلک مما یختص بالحیاۃ عرفا ونکرد تا آنکہ فلاں مرد یقینا حانث شود وکفارہ دہد اگر یمین بطلاق وعتاق بود فرود آید بآنکہ آں جملہ مقاصد بمرگش مردود رہم خورد **وکل ذٰلك واضح جلی وعلیہ فروع جمۃ فی کتب المذھب** ، ودر خانیہ وکبری ومحیط وتجنیس وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وغیرہا ست رجل شاجر مع اخیہ واختہ، فقال لھما بالفارسیۃ اگر من شمارا بکون خر اندر نکنم **تکلموا فی ذٰلك والصحیح انہ یراد بھذا القھر والغلبۃ فلا یحنث حتی یموتا اویموت**

سے روایت کیا ہے۔ ان روایات سے معلوم ہوا کہ قسم اختیاری فعل ہے اور کوئی اختیاری فعل ارادہ اور قصد کے بغیر ممکن نہیں تو اس کے باوجود جب اس کے خلاف کو بہتر جانے تو اس بہتر کو کرے اور اپنی رائے اور ارادہ کو تبدیل کردے اور اس کا قصد نہ کرے، تو اگر قسم والے فعل کا قصد ختم ہوجانے سے قسم ختم ہوجاتی ہے تو پھر ان احادیث میں کفارہ کا ذکر کس چیز پر ہے۔

ثانیًا جواب یہ ہے، مقصود کے انتفاء سے بھی علی الاطلاق اور علی العموم قسم کا باطل ہونا غلط ہے، مثلاً کوئی شخص غیر مقید طور پر قسم کھاتا ہے کہ میں فلاں کو ماروں گا، یا فلاں کی کھینچا تانی کروں گا، یا حاکم کے سامنے کروں گا یا فلاں چیز کھلاؤنگا یا پہناؤں گا، یا جوڑا پہناؤں گا، یافلاں کو خوشخبری دوں گا، وغیر ذالک، تو یہ قسمیں عرفاً پوری زندگی بھر کے لئے ہوں گی اگر یہ کام نہ کئے حتی کہ وہ فلاں فوت ہوجائے تو یقینا حانث ہوگا، اور کفارہ دینا ہوگا، اور یہ قسمیں طلاق یا عتاق سے متعلق تھیں۔ توطلاق یا عتاق واقع ہوجائے گی کیونکہ فلاں کے فوت ہوجانے سے قسم کے تمام مقاصد ختم ہوجاتے ہیں یہ تمام امور واضح ہیں اور مذہب کی کتب میں ان پر کثیر مسائل متفرع کئے گئے ہیں۔ خانیہ، کبرٰی، محیط، تجنیس، خلاصہ، بزازیہ اور ہندیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے اپنے بھائی اور بہن سے جھگڑے میں ان کو کہا اگر میں تم دونوں کو گدھے کی دبر میں داخل نہ کردوں توفلاں چیز لازم آئے، تو اس قسم کی صورت میں

الحالف[1] ھذالفظ الخانیة فی الایمان، ولفظھا فی الطلاق قال بعضھم لایحنث مادامواقی الاحیاء وقال بعضھم یحنث للحال لانه عاجز عن ذٰلك ظاھرا الا ان ینوی بذٰلك القھر والتضییق علیھما فلایحنث مادامواقی الاحیاء فان مات الحالف اواحد الاخوین قبل ان یفعل ذٰلك حنث وعلیه الاعتماد[2] اھ وقال فی الکبری وغیرھا وعلیه الفتوی وچوں دلالت حال را باایں شبھه کارے نماند از تنقیح مسئله اش آئندہ سخن رانیم ان شاء اللہ تعالٰی۔ **شبہہ سادسہ:** مبنائے یمین براستحقاق پسر مرانتقام راست پس بدلالت حال متقید شود بزمان بقائے آں استحقاق چنانکہ از علمائے متاخرین علامہ سائحانی دریک مسئلہ استظہار کردہ ست در رد المحتارست (تنبیہ) رأیت بخط شیخ مشائخنا السائحانی عند قول الشارح لوحلف ان یجرّہ الخ	فقہائے کرام نے بحث کی ہے اور صحیح یہ قرار دیا کہ یہ غصہ اور ناراضگی کی قسم ہے اور عمر بھر کے لئے قسم ہوگی اور اگر عمر بھر ان دونوں سے یہ کارروائی نہ کرے تو ان دونوں یا قسم کھانے والے کے فوت ہوجانے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ لازم آئے گا اھ یہ مذکور الفاظ خانیہ کی قسموں میں مذکور ہیں، اور خانیہ نے طلاق کی بحث میں یوں فرمایا کہ بعض نے کہا ہے کہ جب تک اس قسم سے متعلق حضرات زندہ ہیں قسم نہ ٹوٹے گی، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ ایسا کرنے سے عاجز ہے، ہاں اگر ان الفاظ سے اس نے غلبہ اور تنگی پیدا کرنے کی نیت کی ہو تو ان کی زندگی میں نہ ٹوٹے گی بلکہ مقصد کو پورا کرنے سے پہلے تینوں میں سے کسی کے فوت ہونے پر ٹوٹے گی، اور اسی پر اعتماد ہے اھ اور کبرٰی وغیرہ میں فرمایا کہ اسی پر فتوی ہے۔ اور جب دلالتِ حال کا اس شبہہ میں دخل نہیں تو اس مسئلہ کی تنقیح کو ہم آئندہ پر چھوڑتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت) **چھٹا شبہہ:** اس قسم کی بنیاد بیٹے کا باپ کی ناراضگی کی وجہ سے قابل سزا ہونا ہے تو حال کی دلالت کا تقاضا ہے کہ یہ قسم بیٹے کے قابلِ سزا ہونے تک کے زمانہ سے مقید ہوگی جیسا کہ متاخرین علماء میں سے علامہ سائحانی نے ایک مسئلہ میں اس کا اظہار کیا ہے، اور ردالمحتار میں ہے تنبیہ میں نے اپنے شیخ سائحانی کا قول دیکھا کہ انہوں نے شارح کے اس قول پر کہ " کوئی قسم کھائے کہ میں فلاں کو

[1] فتاوی قاضی خاں کتاب الایمان فصل فی الیمین علی الشتم والقذف نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۲۵

[2] فتاوی قاضی خاں کتاب الطلاق باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲/ ۳۲/ ۲۳۱

هذا يفيد ان من حلف ان يشتكى فلانا ثم تصالحا وزال قصد الاضرار واختشى عليه من الشكاية يسقط اليمين لانه مقيد فى المعنى بدوام حالة استحقاق الانتقام كما ظهر لى اهـ فتأمله[1]۔

اقول ایں علامہ متاخر نیز ایں حکم در ہیچ کتاب سلف تا خلف اصلا نیافت محض رائے اوست کہ فرمود کما ظہر لی چنانکہ مر اظاہر شدہ ست وعلامہ شامی نیز بروا عتماد نکرد کہ مے فرماید فتأملہ ایں را تاسل کن وایں خود سخنے تازہ نیست صدر کلامش بزوال قصد تمسک کرد وحالش در جواب شبہہ پنجم وچہارم شنیدی واستنباط از فروع در مسائل دلالت حال خواست و فرق انعدام قصد وانتفائے مقصود بما لامزید علیہ دیدی وآخر سخنش بہ حالت استحقاق انتقام حوالت نمود وایں ہماں صفت داعیہ است کہ حالش بجواب شبہہ سوم شنیدی باز قصہ سیدنا ایوب علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام زوال قصد واستحقاق انتقام ہر دو را جواب شافی ووافی ست چنانکہ در رد شبہہ چہارم دیدی بالجملہ از جواب شبہہ ثالثہ تا ایں جاہر چہ گفتہ ایم

قاضی کی عدالت میں پیش کروں گا الخ" تو انہوں نے اس پر فرمایا کہ شارح کے اس قول سے یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جو شخص قسم کھائے کہ میں فلاں کی شکایت کروں گا، پھر قسم کے بعد صلح ہو جائے اور فلاں کو ضرر دینے کا ارادہ ختم ہو جائے اور شکایت کرنے سے گھبرائے تو قسم ساقط ہو جائیگی کیونکہ یہ قسم معنوی طور پر انتقام کے ارادہ کی بقاء سے مقید ہے، یہ وہ ہے جو مجھے معلوم ہو سکا ہے، اھ، تو غور کرو۔

اقول: (اس کے جواب میں میں کہتا ہوں) کہ متاخرین میں سے اس علامہ مذکور نے یہ مسئلہ کسی کتاب سلف یا خلف میں نہ پایا بلکہ انہوں نے یہ بات اپنی رائے سے کہی ہے اسی لئے انہوں نے فرمایا: "جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے" اور پھر علامہ شامی نے بھی اس پر اعتماد نہیں کیا اسی لئے انہوں نے اس قول کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ غور کرو، نیز انہوں نے اس کلام سے ابتداء نہیں کی بلکہ اس سے قبل انہوں نے قسم کی وجہ کو ترک کرنے کے قصد کو دلیل بنایا ہے جبکہ اس کا حال پانچویں اور چوتھے شبہہ کے جواب میں آپ نے سن لیا ہے۔ اور دلالتِ حال والے مسائل کی تفریعات سے استنباط کرنا چاہا، حالانکہ آپ نے قصد نہ کرنے او مقصد کے خود فوت ہو جانے، کا فرق خوب سمجھ لیا ہے، آخر میں وہ انتقام کے استحقاق کے حوالہ سے بات کر رہے ہیں اور یہ تمام امور قسم کے لئے داعی واسباب بن رہے ہیں، جبکہ ان کا حال تیسرے

[1] ردالمحتار باب اليمين فى الاكل والشرب الخ دار احياء التراث العربى بيروت ۱۰۶/۳

ہمیں بریں سخن متوجہ است،اگر نبودے کہ ایں سخن بخط عالمے برہامش کتابے نوشتہ یافتند حاجت بہ افراز او نبود وبقطعے نظر از جملہ کلام سابق جوابے تازہ گویم کہ تقیید باستحقاق انتقام رامساغی نگزارد۔

شبہہ کے جواب میں آپ معلوم کرچکے ہیں،اور پھر یہ کہ حضرت سیدنا ایوب علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قصہ میں وجہ قسم کو ترک کرنے کا قصد اور انتقام کے استحقاق کے خاتمہ،دونوں چیزوں کاکافی اور شافی جواب موجود ہے جیسا کہ آپ نے چوتھے شبہہ کے رد میں دیکھ لیا ہے،غرضیکہ تیسرے شبہہ کے جواب سے لے کر یہاں تک جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے وہ تمام اس بات سے ہی متعلق ہے،اگر کسی کتاب کے حاشیہ پر کسی عالم کی یہ بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو اس کو واضح کرنے کی ضرورت نہ تھی،تاہم سابقہ تمام گفتگو سے قطع نظر کرتے ہوئے ہم اس بات کا کہ اس قسم کا استحقاقِ انتقام سے تعلق نہیں ہے اور یہ اس سے مقید نہیں ہے،نئے انداز سے اثبات کرتے ہیں۔(ت)

فاقول: وباللہ التوفیق اوّلاً زید کہ سوگند مے خورد کہ شکایت عمرو پیش حاکم برو باز مصالحت میکنند آیا عمرو بواقع جرمے وستمے بحق زید کردہ بود یا زید حسبِ عادت بسیارے از مردماں مردم آزار خودش ظالم بود وخود شکایتش می خواست.بر تقدیر دوم استحقاق انتقام از سر نبود وتقیید یمین بزمان انتقامش چہ معنی،وبر تقدیر اول انچہ بمصالحت زائل میشود قصد انتقام نہ استحقاق او کہ بصلح جرم وستم کردہ ناکردہ نشود پس یمین چرا منتہی گردد اگر برجوع مجرم استحقاق انتقام برطرف شدے بایستے کہ عفو وتجاوز از تائب نہ عفو بودے نہ تجاوز بلکہ از ظلم اوراباز داشتن وھو باطل قطعاًولہٰذا نزد اہلسنت قبول توبہ واجب اصلی نیست تاآنکہ نزد ائمہ ماتریدیہ باآنکہ تعذیب مطیع را محال عقلی دانند در شرح مقاصد فرماید **اماقبول التوبۃ فلایجب عندنا اذلاوجوب علی اللہ تعالٰی** [1] باز دلیل معتزلہ

فاقول: (پس میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں)اولاً یہ کہ زید نے جو قسم کھائی کہ میں عمرو کو حاکم کے ہاں پیش کروں گا،اور پھر قسم کے بعد عمرو سے صلح کرلیتا ہے تو اب دیکھنا ہے کہ عمرو واقعی مجرم تھا اور اس نے زید کے حق میں ظلم کیا تھا یا زید بلاوجہ اپنی مردم آزاری کی عادت پوری کرنا چاہتا تھا تو دوسری صورت میں قسم کی وجہ استحقاق انتقام ہرگز نہ ہوئی کیونکہ عمرو کا کوئی جرم ہی نہیں ہے تو اس صورت میں قسم کو استحقاقِ انتقام سے مقید کرنے کا کوئی مطلب نہیں،اور پہلی تقدیر پر کہ عمرو نے واقعی زید کے حق میں ظلم کیا تھا،تو پھر صلح کرلینے پر عمرو سے انتقام لینے کا قصد ختم ہوا نہ کہ اس سے انتقام کا استحقاق ختم ہوا کیونکہ زید کی صلح سے عمرو کا جرم تو ختم نہ ہوا اور کردہ گناہ ناکردہ نہ بن سکا،توجب جرم باقی ہے تو استحقاقِ انتقام ابھی باقی ہے

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبۃ دارالمعارف النعمانیۃ، پاکستان ۲/ ۲۴۲

آوردہ فرمود اکثر المقدمات مزخرف بل ربما یدعی القطع بان من اساء الی غیرہ وانتھك حرماته ثم جاء معتذر الایجب فی حکم العقل قبول اعتذارہ بل الخیرۃ الی ذٰلك الغیران شاء صفح وان شاء جازاہ[1]۔علی قاری در شرح فقه اکبر گوید قبول التوبة وھو اسقاط عقوبة الذنب عن التائب غیر واجب علی الله تعالٰی بل کان ذٰلك منه فضلا خلافا للمعتزلة[2]۔ پس بمصالحت سقوط یمین راوجہے نیست۔

تو قسم ختم نہ ہوگی، اگر مجرم کے رجوع کرلینے سے استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر مجرم کی توبہ اور رجوع پر معافی دینا اور در گزر کرنا کیا معنی رکھتا ہے بلکہ اس کی ضرورت ہی نہ رہے، بلکہ اب مجرم کو باز رکھنا بھی بے معنی ہوجائے کیونکہ جرم تو خود بخود ختم ہوگیا حالانکہ یہ بات قطعًا باطل ہے، اسی بناپر اہلسنت ماتریدیہ کے ہاں بھی یہی بات ہے حالانکہ وہ مطیع شخص کو سزا دینا محال عقلی جانتے ہیں۔ شرح مقاصد میں فرماتے ہیں کہ توبہ کو قبول کرنا ہمارے نزدیک واجب نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالٰی پر کوئی وجوب عائد نہیں ہوسکتا، اس کے بعد معتزلہ حضرات جو کہ اللہ تعالٰی پر توبہ کو قبول کرنا واجب جانتے ہیں کی دلیل ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کی دلیل کے مقدمات سب شعبدہ ہیں بلکہ ان کا دعوی بھی ایسا ہی ہے، کیونکہ یہ قطعی بات ہے کہ جو شخص کسی غیر سے برائی کرے اور اس کے جرمات میں دخل اندازی کرے پھر وہ برائی کرنے والا معذرت خواہی کرے تو اس حق والے غیر پر بحکم عقل واجب نہیں کہ وہ اس مجرم کی معذرت کو قبول کرے بلکہ اس غیر کو یہ اختیار ہوتا ہے کہ وہ معاف ودر گزر کردے یا اس کو سزا دے، ملاعلی قاری نے شرح فقہ اکبر میں فرمایا کہ توبہ کو قبول کرنا بایں معنی کہ توبہ کرنے والے سے اس کے گناہ کی سزا کو ساقط کردینا، یہ اللہ تعالٰی پر عقلًا واجب نہیں ہے بلکہ توبہ کو قبول کرنا محض اللہ تعالٰی کا فضل ہے، اس میں معتزلہ مخالف ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ صلح سے قسم کے ساتھ ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (ت)

ثانیًا علماء مسئلہ شکایت رایک جزئیہ نوشتہ اندزن راگفت اگر ہر بدی و شناعت کہ در دنیا است از تو پیش برادرت نگویم بر توطلاق اینجا تصریح فرمودہ اند کہ تاانواع بدی ہائے کہ

ثانیًا کہتا ہوں کہ علماءِ کرام نے شکایت کے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا کہ، ایک شخص نے اپنی بیوی کو کہا "اگر دنیا کی ہر بدی کو تیری طرف منسوب کرکے تیرے بھائی سے شکایت نہ کروں تو تجھ پر طلاق ہے"

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع عشر فی التوبة دار المعارف النعمانیه پاکستان ۲۴۲/۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر التوبة بشرائطھا مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

در کمینگاں ودزداں و مکّاراں وخونریزاں می باشد از زن برادرش نگوید از سوگند بر نیاید او اقل انہا سہ نوع بدی ست وہر گز نگفتند کہ چوں قصد انتقام یا استحقاق آوردہ و باہم آشتی کنند یمین منتہی شود باآنکہ تصریح نمودہ اند کہ بابرار ایں سوگند بزہ کار شودوازیں گناہ توبہ رافرمود اند کہ بعد شکایت بہ برادر گوید ایں ہمہ ازجہت سوگند پیش میگفتم ورنہ زن ازینہا مبراست اگر پیش از شکایت اورا خبر دہد کہ حفظ سوگند را چیز ہائے بے اصل بتوخواہم گفت سودند ہد کہ بعد ازیں سخن بربدی کہ گوید بہ بدی نسبت کردہ زن نبود،

درخانیہ وخلاصہ وبزازیہ وغیرہاست رجل قال لامرأته ان لم اقل عنك مع اخيك بكل قبيح فى الدنيا فانت طالق،قالوان قال مع اخيها عنها بما هومن اخلاق اللئام واللصوص والخادعين والقاتلين يصير بارافى يمينه ويأثم بذلك ويمينه هذه تقع على الكثير من ذلك واقله ثلثة انواع من القبح،وقال الفقيه ابو الليث رحمه الله تعالٰى ينبغى للحالف ان يقول عند الاخ بعد ماقال من القبائح انما قلت ذلك

یہاں علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ اس قسم کے بعد خاوند کمینے لوگوں،چوروں،مکاروں اور خونریزی کرنے والوں میں پائی جانے والی بدیوں کو بیوی سے منسوب کرکے اس کے بھائی سے جب تک شکایت نہ کرے وہ قسم سے بری نہ ہوگا اور کم از کم ان بدیوں میں سے تین ضروری ہوں گی،یہاں علماءِ کرام نے یہ ہر گز نہیں فرمایا کہ خاوند اپنی بیوی سے انتقام کا قصد کئے ہوئے تھا یا وہ بیوی کو انتقام کا مستحق قرار دئے ہوئے تھا تو اب اگر آپس میں صلح کرلیں تو قسم ختم ہوجائے گی کیونکہ قصد انتقام یا استحقاق انتقام ختم ہوگیا ہے،بلکہ انہوں نے اس شکایت کو گناہ قرار دینے کے باوجود فرمایا کہ وہ اپنی قسم کو پورا کرنے کیلئے یہ گناہ کرے اور پھر شکایت کے بعد اس گناہ سے توبہ کرلے،اور بھائی سے شکایت کرنے کے بعد اس کو کہہ دے کہ میں نے یہ باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ بیوی ان بدیوں سے بری ہے،اور شکایت کرنے سے قبل بھائی کو یہ عذر نہ بتائے،اگر اس نے شکایت سے قبل بھائی کو اطلاع دے دی کہ میں قسم کو پورا کرنے کے لئے تجھ سے بیوی کے متعلق بے اصل باتیں کروں گا،تو قسم سے بری نہ ہوگا،کیونکہ شکایت سے قبل یہ بات بتادینے میں بیوی سے متعلق بدی کی شکایت نہ رہے گی،خانیہ،خلاصہ،بزازیہ وغیرہا میں ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو کہا کہ "اگر میں تیرے بھائی کو یہ شکایت نہ کروں کہ تیری بہن میں دنیا کی تمام قبیح باتیں ہیں تو تجھے طلاق ہے" تو فقہاء کرام نے اس پر فرمایا کہ "اگر اس شخص نے بیوی کے متعلق اس کے

لاجل الیمین وھی برئیة عن ذٰلك فیكون ھذا الكلام توبة منه عماقال فیھا ویكون بارا[1]. در نوازل وتاتارخانیه و ہندیہ ست ولو قال له قبل ذٰلك لایجوز لانه لایكون بعد ذٰلك قول قبیح[2] نظر کنید ایں جایک پہلو گناہ بود ود گر سوطلاق وایں مبغوض ست وآں مغضوب وآشتی محبوب وشرعًا مطلوب اگر کارہاو کشودے بمارایتمو بھموں بودے واجب بودے کہ زن وشوئے بہم آمیزند واز سرجنگ وپر خاش برخیزند تاازمبغوض و مغضوب ہردو پرہیزند اما نگفتند وایں راہ آسان نرفتند پس روشن وعیاں شد کہ آشتی رافع یمین نتواں شد وخود علامہ راایں جااطمینان نفس نبود کہ می گوید واختشے علیہ من الشكایة اگر یمین بدلالت حال متقید ببقائے سزاواری سزاشدے بعد صلح آں سزاواری نماندے زوال یمین واجب بودے گواز شکایت ترس آزارے مباش مگر علامہ خواست کہ سقوط یمین راعذرے پدید آرد وپیداست کہ سوگند پروائے سود وزیاں کسے ندارد اگر زید سوگند خورد کہ زداعمرو راخواہد گشت بے گناہے عمرو شفیع سقوط حلف نگردد بلکہ برزید فرض بود کہ سوگند شکند وکفارہ ادا کند وبالله التوفیق۔

بھائی کو کمینے، چوروں، مکاروں اور قاتلوں میں پائی جانے والی بدیاں بتائیں تو وہ قسم سے بری ہوجائیگا اور ایسا کرنے پر وہ گنہگار ہوگا،اس کی قسم کثیر بدیوں کے متعلق ہے جن میں سے کم از کم تین بدیاں بھائی کو بتانا ضروری ہوگا،اور فقیہ ابولیث رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں فرمایا کہ قسم کھانے والے شخص کو چاہئے کہ وہ بھائی کو بدیوں کی شکایت کرنے کے بعد کہے کہ میں نے آپ سے باتیں قسم کو پورا کرنے کے لئے کی ہیں ورنہ تمہاری بہن (بیوی) ان بدیوں سے بری ہے،تو شکایت کے بعد یہ حقیقت بیان کرنا اس کی طرف سے توبہ قرار پائیگی،اور قسم اور گناہ سے بری ہوجائے گا،نوازل،تاتارخانیہ اور ہندیہ میں مذکور ہے کہ اگر شکایت سے قبل بھائی کو حقیقت سے آگاہ کردیا تو قسم سے بری نہ ہوگا کیونکہ حقیقت سے آگاہ کرنے کے بعد بیوی سے منسوب بدیوں کی شکایت نہ بنے گی،آپ غور کریں کہ یہاں ایک پہلو گناہ کا ہے اور دوسری تکلیف دہ چیز طلاق ہے،طلاق مبغوض چیز ہے اور گناہ مغضوب چیز ہے جبکہ صلح وآشتی محبوب اور شرعًا مطلوب چیز ہے،اگر معاملہ وہی ہوتا جو آپ سمجھ رہے ہیں تو یہاں پر خاوند اور بیوی کی آپس میں صلح کرنا اور لڑائی اور ناراضگی کو ختم کرنا واجب ہوتا جس کی بناء پر مبغوض اور مغضوب دونوں سے پرہیز ہوسکتا تھا،لیکن فقہاء نے ان سے بچنے کے لئے یہ آسان راستہ نہ بتایا،تو واضح طور پر

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التعلیق نولکشور لکھنؤ ۲۲۶/۲

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۴۵/۱

معلوم ہوا کہ صلح قسم کو ختم نہیں کر سکتی اور خود علامہ سائحانی رحمہ اللہ اس بات میں مطمئن نظر نہیں آتے اسی لئے انہوں نے صلح اور زوال قصدِ ضرر کے ساتھ، شکایت کرنے سے خطرہ، کی بات کی ہے، کیونکہ اگر قسم دلالتِ حال کی وجہ سے استحقاق سزا کی بقاء کے ساتھ مقید ہوتی اور صلح کے بعد وہ استحقاق انتقام ختم ہوجاتا ہو تو پھر قسم کا ساقط ہوجانا لازم ہوتا اگرچہ شکایت کرنے سے خطرہ نہ بھی ہوتا مگر علامہ مذکور نے شکایت سے خطرہ کو قسم کے سقوط کے لئے بنانا چاہا، حالانکہ ظاہر ہے کہ قسم میں کسی کے نفع و نقصان کی پروا نہیں ہوتی، مثلاً زید نے قسم کھائی کہ وہ عمرو کو مارے گا، تو عمرو بے گناہ ثابت ہوجائے تو اس کی قسم ساقط نہ ہوگی بلکہ زید کو اپنی قسم کی وجہ سے لازم ہوگا کہ وہ قسم کو توڑ دے اور کفارہ دے، وباللہ التوفیق۔(ت)

شبہہ سابعہ: بخانہ گزاشتن دو گونہ است موافقہ کہ برضائے پدر باشد و مخالفۃ کہ بے رضائے او و شک نیست کہ حال برارادہ قسم دوم دال ست یعنی خلاف مرضی من بخانہ نگزاری و ایں جا واقع قسم اول ست پس شرط حنث متحقق نشد۔

ساتواں شبہہ: کہ بیٹے کو گھر میں چھوڑنا دو طرح ہوسکتا ہے، ایک موافقت کے طور پر کہ باپ کی مرضی سے ہو، اور دوسرا مخالفت کے طور پر کہ والد کی مرضی کے بغیر، جبکہ قسم کے ارادے کا موجب دوسرا احتمال ہے یعنی والد کی قسم کا مطلب یہ ہے کہ اس کو میری مرضی کے بغیر گھر میں نہ چھوڑنا، اور یہاں واقعہ کا تعلق پہلی صورت سے ہے کہ باپ کی رضامندی سے بیوی نے بیٹے کو گھر میں چھوڑا ہے لہٰذا قسم کے ٹوٹنے کی شرط نہ پائی گئی۔(ت)

اقول اولاً: زید بر فتن بخانہ عمرو راضی نباشد زن را باز دارد او سر ننہد گوید ان دخلت الدار فانت طالق ثلثا آیا ہیچ شنیدہ کہ حنث دریں یمین موقوف بر عدم رضائے زید ماند تا آنکہ اگر زید گاہے خودش راضی شدہ زن را دستوری دہد باز بدخول طلاق نیفتند حاشا بلکہ تا حیات زن و شوایں تعلیق ہیچ گاہ زوال پذیر نیست تا بحصول شرط نزول جزاء نشود تا آنکہ اگر زید زن را یک طلاق دہد و بگزارد

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) **اولاً** زید اگر اپنی بیوی کو عمرو کے گھر سے روکنے کی کوشش کرے اور بیوی باز نہ آئے تو زید قسم کھائے کہ اگر تو عمرو کے گھر میں داخل ہوئی تو تجھے تین طلاقیں، تو کیا آپ نے کبھی یہ سنا ہے کہ یہ قسم زید کی ناراضگی میں عمرو کے گھر داخل ہونے سے ٹوٹے گی، حتی کہ اگر زید خود راضی ہوجائے اور بیوی سے معاملہ بحال کرلے تو کیا اس کے بعد بیوی وہاں داخل ہو تو طلاق نہ ہوگی، ہرگز ایسا نہیں بلکہ یہ قسم خاوند اور بیوی کی زندگی بھر کے لئے ہے اور قسم میں مذکور طلاق کی

کہ عدت بگزارد، باززن دراں خانہ پائے نہد جزاء فرود آید و محل ندیدہ رائگاں رود کہ زید بلا تحلیل اوراباز نے تواں گرفت پس ازاں زن بر قدر خواہد برضائے زید یابے رضائے او بآں خانہ رود طلاق نشود کہ یمین بیکبار منحل شد کما تقدم عن السراجیۃ والھندیۃ۔

شرط ختم نہ ہوگی جب تک شرط پائے جانے پر جزالازم نہ ہوجائے جس کا حیلہ یہ ہے کہ خاوند بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اور عدت پوری ہوجائے تو اس کے بعد بیوی عمرو کے گھر داخل ہو تو اس وقت جزاء یعنی طلاق پڑے گی لیکن اس وقت بیوی طلاق کا محل نہ ہونے کی وجہ سے وہ طلاق لغو ہوجائے گی، اور اب زید یعنی خاوند کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر حلالہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرلے تو اس دوبارہ نکاح کے بعد بیوی چاہے تو عمرو کے گھر داخل ہوسکے گی زید کی رضا سے یا بغیر رضا کے داخل ہو اب طلاق نہ ہوگی کیونکہ ایک دفعہ شرط پائے جانے پر قسم ختم ہوچکی ہے جیسا کہ سراجیہ اور ہندیہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔(ت)

ثانیًا اگر سوگند ہاکہ بر امور نا مرضیہ حالف باشد متقید بعدم رضا شود ان خرجت فانت طالق بعینہٖ نہد ان خرجت الا باذنی او برضائی فانت طالق بود ایں خلاف اجماع وتصریحات جملہ کتب ست۔

ثانیًا یہ کہ لازم آئے گا کہ ناپسندیدہ امور پر قسم کھائی جائے تو وہ قسمیں ناپسندیدگی سے مقید ہوجائیں کہ رضامندی پائی جائے تو قسم ختم ہوجائے مثلًا خاوند ناراضگی میں بیوی کو کہے کہ اگر تو باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، یا اسی طرح یوں کہے اگر تو میری اجازت یا میری رضا کے بغیر باہر جائے تو تجھے طلاق ہے، تو لازم آئے گا کہ ان دونوں میں فرق نہ ہو حالانکہ یہ اجماع اور تمام کتب کی تصریحات کے خلاف ہے(ت)

ثالثًا حل آں ست کہ دلالت حال برآں ست کہ ایں کار خلاف مرضی حالف ست نہ برآں کہ منع تا خلاف مرضی ماندن ست در ہمچو مقام خشم تا بحد توسط باشد انسان را تصور عواقب باز ندارد خودش داند کہ گنجائش رضا و زوال غضب باقی ست آنگاہ امثال تعلیق شدید را مقید باذن میکند کہ بے دستوری من چناں نکنی وچوں خشم بمنتہی رسید رضا در وقتے آئندہ را خیال ہم پیراموں خاطرش نمی گردد وحکم

ثالثًا اس صورت میں دلالتِ حال یہ ہے کہ یہ کام مثلًا گھر میں چھوڑنا، قسم کھانے والے کی مرضی کے خلاف ہے اور یہ دلالت اس پر نہیں کہ اس کام سے منع یعنی گھر میں نہ چھوڑنا، اس کا عدم رضا تک ہے۔ جہاں پر غصہ اور ناراضگی حدِ اعتدال میں ہو وہاں یہ غصہ انسان کو انجام سے بے خبر نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ غصہ اور ناراضگی ختم ہونے کی اور راضی ہوجانے کی گنجائش باقی ہے تو ایسے موقعہ پر شدید امور سے مشروط قسم کو اجازت سے مقید کیا جاتا ہے کہ میری

موبد می کند پس تخصیص وتقیید مرابودن در کنار غالبًا جز تعمیم وتابید تصورے ہم بذہن نمی باشد ولہٰذا متقید باذن وغیرہ نمیکند پس معنی سخن آں نباشد کہ بخانہ گزاشتن تاخلاف مرضی من ست نکنی بلکہ مفہوم آن ست کہ بخانہ گزاشتن خلاف مرضی من ست زنہار نکنی و بریں تقدیر گوآیندہ مطابق مرضیش شود حکم مرتفع نشود کہ خلاف مرضی آن وقت بود نہ مرضی موہوم آیندہ وہرگاہ کند قطعًا خلاف مرضی وقت دیگر را خلاف مفہوم مباش پس شرط حنث متحقق ست۔

مرضی کے خلاف یہ کام نہ ہو اور جب غصہ انتہائی ہو جائے تو رضا کے حال کو دل میں نہیں لاتا اور قسم میں حکم کو ابدی کر دیتا ہے، پس اس موقعہ پر تخصیص وتقیید کو مراد بنانا تو درکنار وہ غالب طور پر تعمیم اور ابدی حکم کے سوا کسی چیز کا تصور تک نہیں کرتا اس لئے وہ یہاں اجازت وغیرہ سے قسم کو مقید نہیں کرتا۔ پس یہاں قسم کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ میری مرضی کے خلاف تک اس کو گھر میں چھوڑنے کا عمل نہ کرنا بلکہ اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس کو گھر میں چھوڑنا میری مرضی کے خلاف ہے لہٰذا یہ عمل نہ کرنا، تو اس تقدیر پر بعد میں رضامندی سے بھی چھوڑے گی تو قسم کا حکم ختم نہ ہوگا کیونکہ قسم کے وقت مرضی نہ ہونے کا اعتبار ہے نہ کہ آئندہ موہوم مرضی کا اعتبار ہے بلکہ جب بھی یہ عمل ہوگا تو وہ اس قسم کی خلاف مرضی ہی میں ہوگا دوسرے وقت کی مرضی جو قسم کے مفہوم کے خلاف ہے میں نہ ہوگا، تو اس صورت میں قسم کا ٹوٹنا متحقق ہو جائے گا۔ (ت)

رابعًا اگر ازیں تدقیق گزریم غایت آنکہ ہر دو معنی متحمل باشد ودر تقیید بدلالت حال شک نیست اما آنجا کہ در تقیید بدلالت حال شک نیست امر محتمل صالح تقیید نتواں شد کہ اطلاق لفظ یقینی ست والیقین لایزول بالشک ولہٰذا اگر زن شوئے راگفت توبر من زنے گرفتہ شوئے گفت ھرزن کہ مراہست مطلقہ است ایں زن نیز طلاق شود اگرچہ بظاہر مقصود مرد ارضائے ایں زن مے نماید کہ اگر زنے جز تو گرفتہ ام او را طلاق ست فاما متحمل کہ مقصود سزائے زن بود کہ چرا در حلال بر من خوردہ گرفتی ودلالت محتملہ بسندہ نیست آرے اگرنیت غیرش کردہ ست دیانۃً صحیح باشد در ہدایہ ارشاد می رود **واذا قالت المرأۃلزوجھاتزوجت علیّ**

رابعًا اگر تدقیق مذکورہ سے قطع نظر بھی کرلیں تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں اطلاق اور تقیید دونوں کے احتمال ہیں اور دلالتِ حال سے مقید ہونے کے احتمال کی بناپر قسم دلالتِ حال سے مقید نہ ہوگی کیونکہ قسم کے الفاظ میں اطلاق اور عموم ہے جو کہ یقینی ہے تو یہ یقین محض احتمال اور شک سے ختم نہیں ہوسکتا کیونکہ شک یقین کو زائل نہیں کرسکتا، اسی لئے مثلًا اگر بیوی خاوند کو کہے کہ تونے مجھ پر کوئی عورت دوسری بیوی بنا رکھی ہے تو خاوند جواب میں یوں کہے کہ جو بھی عورت میری بیوی ہو اس کو طلاق ہے تو اس بیوی کو بھی طلاق ہو جائے گی۔ تو یہاں بظاہر خاوند کی قسم کا مقصد

فقال کل امرأۃ لی طالق ثلثا طلقت ھذہ التی حلفتہ فی القضاء ووجہ الظاھر عموم الکلام وقد یکون غرضہ ایحاشھا حین اعترضت علیہ فیما احلہ الشرع ومع التردد لایصلح مقیدا وان نوی غیرھا یصدق دیانۃ لاقضاء لانہ تخصیص العام[1] اھ باختصار. ایں قدر بسندہ بود فاما توضیح مرام وزیارت وافادت رامثالے چندازیں پہلو نیز بر خوانیم کہ دلالتِ حال بحال احتمال معتبر نہ داشتہ اند (۱) ہمیں مثال ہدایہ (۲) آنکہ گزشت کہ اگر برخروج زن یا بندہ مطلقاً شوگند خرد بے تقیید باذن متقید بزمان بقائے ملک نباشد، **اقول:** زیراکہ یمکن کہ نزد بندہ یا زن اورا رازے بود کہ بہ بروں شدن بروں افتد وحفاظی وکوچہ گردی زن اہل غیرت رابعد بینونت نیز موجب عار شود مردماں گویند ایں زن فلاں ست اگرچہ اطلاق بلحاظ ماکان ست بلکہ نخواہد کہ ہمخوابہ خود بعد فراق نیز بکنار دیگرے رود پس از جدائی ہم اورا نگاہ دارند وتکفل نفقہ اش کنند باز تصدیق ایں معنی در حدیث یافتم عبدالرزاق در مصنفہ گوید انبأنا معمر عن الزھری قال سائل رجل صلی اللہ

اپنی اس بیوی کو راضی کرنا ہے کہ تیرے علاوہ کوئی اور بیوی ہو تو اس کو طلاق ہے، لیکن الفاظ کے پیشِ نظر یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس بیوی کو اعتراض کرنے پر سزا دینا چاہتا ہو کہ اس نے میرے لئے حلال معاملہ میں کیوں مداخلت کی ہے تو ظاہر حال کی دلالت کا احتمال سند نہ بن سکے گا کیونکہ الفاظ میں عموم اور اطلاق ہے جو کہ یقینی ہے، ہاں اس احتمال کی بناء پر موجودہ بیوی کے علاوہ کسی دوسری بیوی کی نیت کا اظہار کرے تو دیانۃً اگرچہ معتبر ہوگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی، ہدایہ میں فرمایا ہے کہ جب بیوی خاوند کو کہے تو نے مجھ پر دوسری بیوی کر رکھی ہے تو خاوند اس کو جواب میں یوں کہے کہ جو بھی میری بیوی ہے اس کو تین طلاقیں۔ تو اس قسم دلانے والی بیوی کو بھی طلاق ہو جائیگی، قضاءً یہی حکم ہوگا کیونکہ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ قسم کے الفاظ کا عموم ہے جبکہ ایسے موقعہ پر خاوند کی غرض بھی یہ ہو سکتی ہے کہ وہ بیوی کو اس کے اعتراض پر سزا دینا چاہتا ہے کہ اس نے شرعاً حلال کام پر اعتراض کیوں کیا ہے تو کلام کے عموم اور سزا دینے کی غرض کے احتمال کے باوجود کسی اور بیوی کی نیت کے احتمال کی وجہ سے یہ قسم دلالتِ حال سے مقید نہ بن سکے گی، ہاں اگر دوسری بیوی کی نیت کرے تو اگرچہ وہ دیانۃً معتبر قرار دی جائیگی لیکن قضاءً معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ عموم میں تخصیص ہے جبکہ دلالتِ حال تخصیص نہیں کر سکتی اھ اختصاراً۔ اس مقصد کے لئے یہ مثال کافی ہے تاہم

[1] الھدایہ کتاب الایمان باب الیمین فی البیع والشراء الخ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۲/ ۴۸۱

تعالٰی علیه وسلم فقال الرجل یجد مع امرأته رجلا فیقتله فقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم الا تسمعون الٰی مایقول سیدکم قالوا لا تلمه یارسول اللّٰه فانه رجل غیور واللّٰه ماتزوج امرأة قط الا بکر اولا طلق امرأة قط فاستطاع احد منا ان یتزوجها فقال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یابی اللّٰه الا بالبینة [1] اھ۔ **قلت** والسائل ھو سیدنا سعد بن عبادة رضی اللّٰه تعالٰی عنه ولہٰذا سہ طلاق دفعۃً کہ گناہ بود وبتفریق از مبغوض شرعی بے حاجت شرع انکار بروتازیانہ تحلیل مقرر فرمودہ اند وبرمجرد نکاح کفایت نمودہ تا باہم شہد ہمہ گر بچشند حکمتش ہمان ست کہ غیرت منداں از تثلیث طلاق باز مانند تابہ تیس مستعار طوق عار نشود والعیاذ باللّٰه تعالٰی بخلاف آنکہ بے اذن من

وضاحت اور فائدہ کو زائد بنانے کے لئے اس پر مزید چند مثالیں پیش کرتا ہوں کہ محض احتمال کی صورت میں دلالتِ حال معتبر نہیں ہوتا، ہدایہ کی مثال کے بعد دوسری مثال یہ ہے کہ، جو پہلے گزرا کہ بیوی یا غلام باہر جانے کو تیار ہو تو اس موقعہ پر بیوی کو طلاق یا غلام کو آزادی کی علی الاطلاق قسم کھانا جو اجازت سے مشروط نہ ہو تو یہ قسم عام اور مطلق ہوگی اور ملک یا نکاح کی موجودگی سے مشروط نہ ہوگی، کیونکہ یہاں پر اگرچہ دلالتِ حال کی وجہ سے اس قسم کے مقید ہونے کا احتمال ہے لیکن یہ احتمال معتبر نہ ہوگا کیونکہ الفاظ میں عموم ہے،
اقول اس کے ساتھ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کھانے والے کا مقصد ہمیشہ کے لئے بیوی یا غلام کو باہر جانے سے روکنا ہو، کیونکہ ان کے پاس اس کا ایک ایسا راز ہے جو ان کے باہر جانے سے افشاء ہوجائے گا اور خفت اٹھانا پڑے گی یا بیوی کو ہمیشہ کے لئے باہر نکلنے سے روکنا مقصود ہوا گرچہ وہ نکاح سے باہر اور جدا بھی ہوجائے کیونکہ غیرت مند لوگ اپنی مطلقہ کی عورت کی کوچہ گردی پر بھی غیرت اور عار محسوس کرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے کہ یہ فلاں کی بیوی ہے اگرچہ اس کی بیوی سابقہ زمانے کے لحاظ سے کہتے ہوں بلکہ غیرت منداپنی مباشرت شدہ عورت کو فراق اور طلاق کے بعد بھی دوسرے کی مباشرت میں دیکھنا پسند نہیں کرتے، اس لئے طلاق مغلظہ کے بعد بھی وہ اس کو اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے اس کے تمام اخراجا

[1] مصنف عبدالرزاق حدیث حبیب الرحمٰن الاعظمی بیروت ۹/۴۳۴

بیرون نرود کہ ولایت اذن بانتہائے ملک منتہی شود (۳) آنکہ گزشت کہ بے اذن زن زنے نکنم مقید ببقائے زوجیت نباشد **اقول:** ازاں رو کہ مقصود غم نرسانیدن ست بزن وبارہا باشد کہ بعد فراق نیز زناں بتزوج شوہر بزنے دیگر غمگین شوند ایام خود یادمے آید وبجائے خود نشستن دیگرے رنج می رساند بخلاف آنکہ بے اذن زن بیروں نرود ایں متقید شود چنانکہ وجہش بالا بنشتیم (۴) زن را بامردے بیگانہ چانہ زن دید سوگند خورد کہ اگر باز مردِ بیگانہ چانہ زنی رسن زنی از گلو فگنی وبخانہ نوچہ نوکرست کہ باذن مرد آمد رفت دارد وزن اورا کارہائے خانگی می فرماید نیز پسر آں عم وعمہ وخالہ زن یا برادر ان مرد برضائے مردمے آیند یا خود درہمیں خانہ مے مانند وبازن ہمسخن می شوند مرد باایں ہمہ راضی ست باایں ھمہ اینہا بدلالت حال مستثنیٰ نشوند وزن بعد سوگند اگر باآں نوکر یا ایں قریباں سخن گوید طلاقہ شود در جواہر الفتاوٰی باب چہارم فتاوٰی امام مفتی الجن والانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ الصفی ست رجل رأی امرأتہ تتکلم اجنبیا فقالا گر پیش تو بامرد بیگانہ سخن گوئی فانت طالق فکلمت تلمیذ زوجھا لیس من محارمھا اوکلمت رجلا فی

کی کفالت کرتے ہیں پھر اس مضمون کی تصدیق میں نے حدیث میں پائی ہے، مصنف عبدالرزاق میں فرماتے ہیں ہمیں معمر نے زہری سے خبر دی ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا اور عرض کی ایک شخص ایک بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو پائے تو قتل کردے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کیا تم اپنے آقا کی بات کو نہیں سنتے کہ وہ کیا فرمارہا ہے تو اس پر دیگر اصحاب نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) اس شخص کو ملامت نہ فرمائیں کیونکہ یہ غیور شخص ہے خدا کی قسم یہ صرف باکرہ عورت سے نکاح کرتا ہے اور اس کی طلاق دی ہوئی عورت کو دوسرا کوئی بھی ہم میں سے نکاح نہیں کرسکتا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی قتل کی اجازت نہیں دیتا ماسوائے (قاضی کے ہاں اس کے خلاف) گواہ پیش کرنے کے، اھ، **قلت** (میں کہتا ہوں) وہ سائل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے، اور اسی غیرت کی وجہ سے ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا گناہ قرار دیا گیا ہے کہ شرعًا مبغوض چیز کو شرعی حاجت سے زائد استعمال کرنے پر حلالہ کی شرط کو سزا کے طور پر مقرر کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے حلالہ میں دوسرے شخص سے صرف نکاح کو کافی نہ قرار دیا گیا بلکہ جب تک ایک دوسرے کے مزے کو نہ چکھ لیں حلالہ مکمل نہیں ہوسکتا، یہ اس لئے تاکہ غیرتمند لوگ تین طلاقیں دینے سے باز رہیں اور خواہ مخواہ دوسرے شخص کے مجامعت کو اپنے گلے میں

هذه الدار بينهما معرفة ولكن لامحرمية بينهما او كلمها[عـــه] رجل من ذوی الارحام وليس من محارمها فانه يقع الطلاق[1] **اقول**: زیرا کہ محتمل ست کہ مرد باعتماد زن پیش ازیں روادار اینہا بود چوں دید کہ با اجنبی محض ہم سخن می شود در سنش تنگ تر کشید وبا نام محرم سخن گفتن مطلقا منع کرد پس اطلاق لفظ راتقییدے متقین متعین نشد، وباللہ التوفیق۔	نہ ڈالیں، والعیاذ باللہ، اس کے برخلاف اگر قسم کو اجازت سے مشروط کیا ہو تو پھر اجازت کی ولایت ختم ہوجانے یعنی نکاح ختم ہوجانے پر قسم ساقط ہوجائیگی (۳) وہ جو گزرا کہ خاوند نے بیوی سے کہا کہ تیری اجازت کے بغیر دوسری عورت کو بیوی نہ بناؤں گا، تو یہ قسم موجودہ بیوی سے نکاح کی حالت سے مختص نہ ہوگی (بلکہ اس بیوی سے نکاح ختم ہونے کے بعد بھی اس کی اجازت ضروری ہوگی) **اقول**: (میں کہتا ہوں) اس قسم کا مقصد بیوی کو پریشانی سے بچانا ہے ___ کیونکہ بیوی کی پریشانی صرف نکاح کی حالت سے مختص نہیں کیونکہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ فرقت کے وقت بھی عورتیں سابقہ خاوند کی دوسری شادی سے غمگین ہوتی ہیں، اپنا وقت یاد کرکے اپنے بجائے دوسری کو رہتی دیکھ کر رنج پاتی ہیں، ___

(غرضیکہ چونکہ بیوی کی پریشانی دوسری عورت کی وجہ سے صرف حالتِ نکاح سے مختص نہیں بلکہ جدائی کے بعد بھی اس چیز پر وہ پریشان ہوتی ہے لہٰذا اس پریشانی سے بچانا حالتِ نکاح کے بعد بھی ہوسکتا ہے لہٰذا یہ قسم بیوی سے فراق کے بعد قائم رہے گی) اس کے برخلاف اگر خاوند قسم کھائے کہ تو میری اجازت کے بغیر باہر نہ جائے گی تو یہ قسم حالتِ نکاح سے مقید ہوگی جیسا کہ اس کی وجہ پہلے ہم بیان کرچکے ہیں۔ (۴) بیوی کو غیر شخص سے بے تکلف باتیں کرتے ہوئے پائے تو اس وقت قسم کھائے کہ اس کے بعد اگر تو نے بیگانے مرد سے بات کی نکاح کی رسی تیرے گلے سے نکل جائے گی یعنی تجھے طلاق ہوگی، جبکہ گھر میں نوکر چاکر ہیں جو خاوند کی اجازت سے گھر میں آتے جاتے ہیں جن کو بیوی گھر کے کاموں کے متعلق ہدایات دیتی ہے

عـــه: **اقول**: والاولی کلمت رجلالان الحنث بکلامها لابکلام غیرها اذالم تجب منه۔	**اقول**: (میں کہتا ہوں) یہاں بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے، عورت نے اس مرد سے بات کی۔ کیونکہ عورت کے بات کرنے سے قسم ٹوٹے گی کسی دوسرے کے کلام کرنے سے نہ ٹوٹے گی، بشرطیکہ عورت غیر کو جواب نہ دے ۱۲منہ (ت)

[1] جواہر الفتاوٰی کتاب الایمان

یوں ہی بیوی کے چچا یا پھوپھی زاد یا خالہ زاد یا خاوند کے بھائی خاوند کی اجازت سے گھر آتے ہیں یا اسی گھر میں رہتے ہیں اور بیوی اپنے خاوند کی رضامندی سے ان تمام حضرات سے بات کرتی رہتی ہے، اس دلالتِ حال کے باوجود یہ لوگ اس قسم سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے بلکہ بیوی قسم کے بعد گھر کے نوکر یا ان مذکورہ قریبیوں سے بات کرے گی تو اس کو طلاق ہو جائے گی۔ جواہر الفتاوٰی کے باب چہارم میں امام مفتی جن وانس نجم الدین عمر نسفی قدس سرہ کے فتوے ذکر کئے گئے ہیں، جن میں یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو کسی اجنبی کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی پالیا تو اس نے قسم کھائی کہ اگر اس کے بعد تو نے بیگانے شخص سے بات کی تو تجھے طلاق، تو اس کے بعد بیوی نے خاوند کے غیر محرم شاگرد سے بات کی یا اس گھر میں آنے جانے والے واقف کار غیر محرم سے بات کی یا بیوی کے غیر محرم رشتہ دار شخص نے بیوی سے بات کرلی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ اس لئے کہ قبل ازیں خاوند، بیوی پر اعتماد کرتے ہوئے ان مذکور لوگوں کے بارے میں رواداری سے کام لیتا رہا، تو جب اس نے بیوی کو خالص اجنبی شخص سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا تو اس نے بیوی کی رسی کو تنگ کرتے ہوئے مطلقاً ہر غیر محرم سے بات کرنا ممنوع قرار دیا تو اس احتمال کے ہوتے ہوئے یہ قسم دلالتِ حال کی وجہ سے مقید نہ ہو گی بلکہ یہ قسم اپنے الفاظ کے عموم پر باقی رہے گی اور ہر غیر محرم کو شامل ہو گی، اور توفیق صرف اللہ تعالٰی سے حاصل ہے۔ (ت)

شبہہ ثامنہ: ازیں ہم در گزشتیم آخر کم نہ ازاں کہ موافقہ و مخالفہ دو نوع تخلیہ ست وارادہ یک نوع تخصیص عام ست کما حققہ فی الفتح ونیت تخصیص عام دیانۃً مقبول ست کما مر انفا عن الہدایۃ گو قضاءً پذیر مباش وزن نیز برو اعتبار نتواں کرد لان المرأۃ کالقاضی کمافی التبیین والفتح والشامی پس اگر نیت ایں خصوص کردہ باشد باید کہ عنداللہ حانث نشود در فتوٰی النفات بایں قید می بایست لان المفتی بالدیانۃ یفتی کما فی التنویر وغیرہ۔	**آٹھواں شبہہ:** یہ کہ تمام مذکورہ احتمالات کو نظر انداز کردیں تب بھی کم از کم یہ گنجائش ضرور ہے کہ خاوند کی قسم میں موافق اور مخالف لاتعلّقی کی دو قسمیں ہیں اور دونوں میں سے ایک احتمال کا ارادہ کرنا بھی ایک قسم کی تخصیص ہے جس سے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اس کی تحقیق موجود ہے، اور عام میں تخصیص کی نیت کرنا دیانۃً مقبول ہے، جیسا کہ ابھی ہدایہ کے حوالہ سے گزرا ہے، اگرچہ یہ تخصیص کی نیت قضاءً قابلِ قبول نہیں اور بیوی بھی ایسے معاملات میں قاضی کا حکم رکھتی ہے اس لئے بیوی بھی اس کو معتبر قرار نہیں دے سکتی جیسا کہ تبیین، فتح اور شامی میں ہے، پس اگر خاوند نے اپنی قسم میں اس تخصیص کی نیت کرلی ہو تو عنداللہ قسم نہ ٹوٹے گی،

اقول: خیرست دیانۃ نیز ایں نیت کارندہد موافقہ و مخالفۃ دو نوع تخلیہ نیست بلکہ دو وصف است ونیت وصفی خاص غیر مذکور معتبر نشود چنانکہ نسبت مردے استادہ سوگند خورد کہ بایں مرد سخن نگویم وآزرد کند کہ باایں مرد استادہ ایں نیت لغو باشد اگر گوید باایں مرد استادہ سخن نزند ونیت تخصیص بوقت قیامش کند دیانۃً معتبرست نہ قضاءً کہ وصف در حاضر لغوست وصفت قیام داعی ترک کلام نیست، ہمچناں اگر سوگند خورد کہ زن نکند و مراد زن ہاشمیہ یاترکیہ یاعربیہ یانسب دار دیانۃً معتبرست کہ ایں یک نوع زن ست واگر زن مکیہ یاہندیہ یاعربیہ بالمسکن نیت کرد معتبر نیست کہ ایں صفت زن ست وصفت بے ذکر بمسکن عام خیمہ آں ست در فتح القدیر فرمود حلف لایسکن دارفلان وقال عنیت باجرلایصح حتی لوسکنھا بغیر اجر حنث بخلاف مالوحلف لایسکن دارا اشتراھافلان وعنی اشتراھالنفسہ فانہ یصدق لانہ احد نوعی الشراء لانہ متنوع الی ما یوجب الملك للمشتری ومایوجبہ لغیرہ فتصح نیۃ احد

جبکہ فتوٰی دیتے وقت اس قید و تخصیص کو پیشِ نظر رکھنا چاہئے، جیساکہ تنویر وغیرہ میں ہے کہ مفتی کو چاہئے کہ وہ دیانت پر فتوٰی دے۔(ت)

اقول (جواب میں کہتا ہوں کہ) کوئی بات نہیں، کیونکہ دیانۃً بھی یہ نیت کارآمد نہیں ہے، قسم میں موافق اور مخالف یہ دونوں لاتعلّق کی قسمیں نہیں ہیں بلکہ یہ لاتعلق کے دو وصف ہیں جبکہ دو وصفوں میں سے کسی غیر مذکور وصف کی نیت معتبر نہیں ہوتی جیساکہ ایک شخص کھڑا ہو اس کے متعلق کوئی دوسرا یہ قسم کھائے کہ میں اس شخص سے بات نہ کروں گا، اور اب بعد میں کھڑے ہونے کے وصف کی بابت قسم کو بتائے تو یہ نیت لغو بیکار ہوگی، ہاں اگر قسم کھڑے ہونے کا ذکر کرتا اور قسم اس نیت پر کھاتا تو دیانۃً معتبر ہوسکتی تھی اگرچہ قضاءً یہ نیت معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ قسم حاضر شخص کے متعلق ہے جبکہ حاضر میں وصف کا ذکر کارآمد نہیں اور پھر کھڑا ہونا ایسا وصف بھی نہیں ہے جو قسم کا داعی بن سکے اور بات نہ کرنے کی وجہ بن سکے، یوں ہی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں بیوی نہ بناؤں گا، تو اس سے اگر وہ ہاشمی یا ترکی یا عربی یا کوئی خاص نسب والی عورت مراد لے تو یہ نیت دیانۃً معتبر ہوگی کیونکہ یہ عورت کی اقسام میں سے ایک قسم کی تخصیص ہے، اور اگر رہائش کے لحاظ سے کسی عربی یا ہندی یا مکی عورت کے بارے میں یہ نیت کرے تو معتبر نہ ہوگی کیونکہ یہ ایک خاص جگہ والی عورت کے متعلق ہے جو اس کی صفت ہے اور کوئی صفت ذکر کئے بغیر معتبر نہیں ہوسکتی، چونکہ قسم صرف عورت کے ذکر پر مشتمل ہے اس میں

النوعین بخلاف السکنی لانہا لاتتنوع لانہا لیست الا الکینونۃ فی الدار علی وجہ القرار وانما تختلف بالصفۃ ولایصح تخصیص الصفۃ لانہا لم تذکر بخلاف الجنس، وکذا لو حلف لایتزوج امرأۃ ونوی کوفیۃ او بصریۃ لایصح لانہ تخصیص الصفۃ ولو نوی حبشیۃ او عربیۃ صحت فیما بینہ وبین اللہ تعالٰی لانہ تخصیص فی الجنس کأن الاختلاف بالنسبۃ الی الاباء اختلاف بالجنس وبالنسبۃ الی البلاد اختلاف بالصفۃ اھ[1] مختصرا۔

مسکنت (رہائش) کا ذکر نہیں ہے لہٰذا اس ذکر کے بغیر یہ قسم خیمہ والی عورت کو بھی عام ہے۔ فتح القدیر میں ہے، قسم کھائی کہ فلاں کے گھر سکونت نہ کروں گا، اور کہا کہ میری مراد فلاں کے گھر کرایہ پر نہ رہوں گا، تو یہ نیت صحیح نہیں ہے حتی کہ اگر اس کے گھر میں کرایہ کے بغیر بھی رہائش پذیر ہوا تو قسم ٹوٹ جائے گی، اس کے برخلاف اگر یوں قسم کھائے کہ "میں فلاں کے اس گھر میں سکونت نہ کروں گا جو اس نے اپنی ذات کے لئے خریدا ہو، تو اس نیت کو مان لیا جائیگا کیونکہ خریدنے کی یہ ایک قسم ہے خریدنے کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو اپنے لئے خریدا اور ایک وہ جو اس نے کسی دوسرے کے لئے خریدا ہو، تو قسم میں ان دو قسموں میں سے ایک قسم کی نیت درست ہے اس کے برخلاف رہائش (سکنٰی) کے اقسام نہیں ہیں، کیونکہ سکنٰی (رہائش) کا معنی یہ ہے کہ گھر میں بطور استقرار ہونا جبکہ اس رہائش کی صفات مختلف ہو سکتی ہیں اور صفات کی تخصیص صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں مذکور نہیں ہیں، بخلاف رہائش کے کہ اس کے تحت اقسام ہوتے ہیں (غرضیکہ اقسام کی تخصیص بغیر ذکر ہو سکتی ہے لیکن صفات کی تخصیص ذکر کے بغیر نہیں ہو سکتی) اسی لئے اگر کسی نے قسم کھائی کہ کسی عورت سے نکاح نہ کروں گا یعنی بیوی نہ بناؤں گا، تو اس قسم میں عورت کوفی یا بصرہ والی مراد لے تو صحیح نہ ہو گی کیونکہ یہ صفت کی تخصیص ہے اور اگر اس قسم میں عورت سے مراد حبشی یا عربی عورت مراد لے تو صحیح ہے اور عنداللہ بھی یہ نیت صحیح ہو گی کیونکہ یہ جنس میں اقسام کی تخصیص ہے یہ اس لئے کہ جداعلی کے اختلاف کے لحاظ سے نیت کرنا جنس کا اختلاف ہے اور شہروں کے اختلاف کی نیت یہ صفات کا اختلاف ہے اھ مختصرًا (ت)

شبہہ تاسعہ: ترک گاہے بمعنی ابقاآید قال اللہ تعالٰی وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

نواں شبہہ کہ چھوڑنا، کبھی باقی رکھنے کے معنی میں آتا ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

[1] فتح القدیر باب الیمین فی الاکل والشرب مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۰۹

فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾ [1] ای ابقینا له ثناء جمیلا [2] کما فی مجمع البحار وغیرہ وابقاء وجودی ست کہ بقاء وجودی ست۔ **اقول:** ابقا کہ حی قیوم عزجلالہ میکند عند المحققین وجودی باشد امابناء علی مذہب امام اہلسنت القاضی ابی بکر الباقلانی والامامین امام الحرمین والرازی ان البقاء عین الوجود لاامر زائد علیه فالابقاء ھو الایجاد واما بناء علٰی مذہب ائمۃ الکشف والشھود من تجدد الامثال فی کل شئی حتی الجواھر فیکون الابقاء ایجاد الامثال کل حین ولھذا چنانکه اطلاق باری وخالق بر غیر او سبحٰنه نیست اطلاق قیوم نیز نتواں شد بلکه علماء برو تکفیر کردہ اند در مجمع الانہر فرمود اذا وصف الله بما لایلیق به او نسبه الی الجھل اوالعجز او النقص او اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرھا یکفر [3] (ملخصًا)	فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾۔ بعد والوں میں ہم نے ان کی اچھی ثناء باقی رکھی، جیسا کہ مجمع البحار وغیرہ میں ہے، چھوڑنا، باقی رکھنے کے معنی میں وجودی چیز ہے کیونکہ بقاء وجودی ہے۔ (ت) **اقول:** (میں جواب میں کہتا ہوں) ابقا (باقی رکھنا) حیّ و قیوم (جل جلالہ) کا فعل ہو تو محققین کے نزدیک وجودی ہے، اس لئے کہ امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین اور امام رازی کے مذہب پر بقاء عینِ وجود کا نام ہے اور وجود سے زائد کسی صفت کا نام نہیں ہے، لہٰذا باقی رکھنا، یہ ایجاد ہوگا جو کہ وجودی ہے، لیکن ائمہ کشف و شہود کے مذہب پر، بقاء، ہر چیز کی امثال کے تجدد کا نام ہے، لہٰذا ابقاء اس معنی میں ہر چیز حتی کہ جواہر کی امثال کو ہر لمحہ ایجاد کرنے کا نام ہے، اس لئے جس طرح باری اور خالق جیسی صفات کا اللہ تعالٰی کے بغیر کسی اور کے لئے اطلاق جائز نہیں اسی طرح قیوم کا اطلاق بھی غیر کے لیے جائز نہیں، بلکہ اس کا غیر اللہ پر اطلاق علمائے کرام کے ہاں کفر ہے، مجمع الانہر میں فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالٰی کی شایانِ شان نہ ہو یا جہالت، عجز اور نقص کی نسبت اس کی طرف کرنا، یا وہ صفات جو اللہ تعالٰی کے لئے خاص ہیں ان کا مخلوق پر اطلاق کرنا جیسے قدوس، قیوم، رحمٰن وغیرہا صفات ہیں، تو یہ کفر ہے، لہٰذا یہاں بڑی

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۸ و ۷۹

[2] مجمع البحار تحت لفظ ترک نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۴۰

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

اینجا احتیاط عظیم باید کہ بعض مردم بایں مبتلا شدہ اند والعیاذ باللہ تعالٰی بالجملہ اینست بقائے الٰہی عزّجلالہ فامّا انچہ از بشر ست جز ترک ازالہ نیست ولہٰذا اگر زرے در کیسہ نہاد وزن را گفت اگر چیزے از وتا صبح باقی مانی طلاق باشی، زن ہیچ خرچ نکرد یا برخے بصرف آورد وبرخے باقی داشت طلاقہ شود وآں نیست مگر بہ ابقا واز زن نیاید مگر عدم انفاق پس ابقاء نبود مگر ہمیں عدم واگر فعلے بودے وزن خود دراں زر کارے نکردہ است تا آنکہ در کیس نہادن ہم بدست شوہر بود حنث نشدے، ہمچناں اگر زید بدست عمرو چیزے ببیع فاسد فروخت قاضی مطلع شدہ برفروخت وگفت اگر امروز ایں بیع شمارا باقی مانم فلذا آفتاب فرورفت وقاضی حکم فسخ نہ کرد حانث شود پس ابقاء نبود مگر عدم فسخ واگر فعلے بودے قاضی خود متعلق آں بیع کارے نکردہ است حانث نبودے، پس ظاہر شد کہ ابقائے بشری جز ترک ازالہ نیست اگر گوئی ابقاء بفعل ہم تواں شد مثلاً زید رابخانہ آورد وبزنجیر بست ایں بستن کہ فعل ست ابقاء شد۔

اقول: این فعل خود ابقاء نیست بلکہ

احتیاط کی ضرورت ہے، بعض لوگ اس بے احتیاطی میں مبتلا ہیں **والعیاذ باللہ تعالٰی**، خلاصہ یہ کہ، اللہ تعالٰی کے باقی کرنے کا یہ حکم ہے، لیکن کسی انسان کا باقی رکھنا اور چھوڑنا، ازالہ کے ترک کا نام ہے، اس کے بغیر کچھ نہیں، اسی لئے اگر خاوند نے جیب یا تھیلی میں رقم رکھی ہو اور بیوی کو کہا "اگر تونے صبح تک اس میں سے کچھ باقی رکھا تو تجھے طلاق ہوگی" اب اگر اس نے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا یا کچھ کیا اور کچھ نہ کیا تو اس باقی رکھنے پر طلاق ہوجائے گی، تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ بیوی کا رقم کو باقی رکھنا صرف اور صرف یہ ہے کہ اس نے رقم کو خرچ نہ کیا، تو معلوم ہوا کہ باقی رکھنا (خرچ نہ کرنا) عدم ہے، اگر ابقاء کوئی فعل ہوتا، اور بیوی نے اس رقم میں تصرف نہ کیا بلکہ صرف خاوند نے وہ رقم تھیلی میں رکھی ہو، تو پھر اس صورت میں قسم نہ ٹوٹتی۔ یوں ہی زید نے عمرو کے ہاتھ کوئی چیز فاسد بیع کے طور فروخت کی تو یہ معلوم ہونے پر قاضی کے غصہ آیا حکم جاری فرمایا کہ اگر آج تمہاری اس فاسد بیع کو باقی رکھوں تو یہ ہوگا، اب سورج غروب ہونے تک قاضی نے اس بیع کو فسخ نہ کیا تو حانث ہوجائے گا، تو یہاں بھی باقی رکھنا، صرف فسخ نہ کرنے کا نام ہے، اگر ابقاء (باقی رکھنا) کوئی فعل ہوتا تو حانث نہ ہوتا کیونکہ قاضی نے اس بیع کے متعلق کوئی فعل اور عمل تو نہیں کیا، تو معلوم ہوا انسان کا باقی رکھنا صرف کسی ازالہ کو ترک کرنے کا نام ہے۔ اگر تیرا یہ اعتراض ہو کہ کبھی ابقاء (باقی رکھنا) فعل سے بھی حاصل ہوتا ہے، مثلاً زید کو گھر میں لاکر زنجیر سے باندھ دیا، تو یہ باندھنا، زید کو گھر میں باقی رکھنا ہے، جبکہ باندھنا فعل ہے۔ (ت)

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) باندھنے کا فعل

مستلزم اوست کہ منع زوال ترک ازالہ است مع شے زائد اگر گوئی در انتفائے ترک بر منع بالقول اکتفاء کردہ اند کما تقدم پس اگر زید را بست وبزبان میگوید بیروں شو باید کہ ترک متحقق نشود کہ نافیش موجود ست وابقا یقینا حاصل پس غیر ترک باشد۔

خود بخود ابقاء نہیں بنتا بلکہ ابقاء کو مستلزم ہوتا ہے کیونکہ اس فعل سے ازالہ کا ترک منتفی ہوتا ہے تو باندھنے میں ترک ازالہ کے ساتھ ایک زائد چیز یعنی رکاوٹ، پائی گئی، جس میں ترک ازالہ پایا جاتا ہے۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ، ترک ازالہ کا خاتمہ، قولاً منع کرنے سے کافی ہوسکتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا ہے، تواب زید کو گھر میں باندھ کر پھر اس کو کہا جائے تو گھر سے باہر ہوجا، تو چاہئے کہ اس صورت میں ازالہ کا ترک متحقق نہ ہو، کیونکہ زبانی ترک کے باوجود، باندھنا اس ترک کی نفی ہے تو یقینا ابقاء یعنی گھر میں باقی رکھنا، حاصل ہوگیا، تو یوں یہ ترک، عدم کی بجائے ایک فعل کے وجود سے حاصل ہوا، لہٰذا انسانی ابقاء، وجودی ہوگیا۔ (ت)

اقول: بالادانستی کہ اصل منع بقدر قدرت ست وبمجرد نہی ہنگام تعسرش بسندہ کنند پس آنکہ اخراج توآنست وبر بروں شو اکتفا کرد تارک باشد چہ جائے آنکہ ترک خروج بفعل کرد از و مجرد بروں شود کہ صراحۃً ہزل واستہزاء است بلکہ گوئیا لفظ بے معنی است چہ کار آید پس ابقاء بحصول ترک حاصل ست وبستن امر زائد۔

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں) اوپر گزر چکا ہے، روکنا حسبِ قدرت مراد ہے، صرف قولاً اور زبانی روکنا وہاں مراد ہوتا ہے، جہاں عملاً روکنا ممکن نہ ہو، لیکن جب عملاً روکا جاسکتا ہو تو وہاں محض زبانی روکنا اور یہ کہنا کہ باہر ہوجا، یہ روکنے کا ترک ہے اس پر مزید یہ کہ باندھنے کے فعل سے اس کو نکلنے سے روکنا اور پھر کہنا کہ باہر ہوجا، تو یہ صراحۃً مذاق ہے، بلکہ اس موقعہ پر یہ کہنا بے معنی اور بیکار ہے، لہٰذا اس صورت میں ابقاء (باقی رکھنا) ترک سے حاصل ہوا اور باندھنے کا فعل اس سے زائد چیز ہے (تو ثابت ہوا کہ بشری ابقاء محض ترک کا نام ہے کسی وجودی چیز کا نام نہیں)۔ (ت)

شبہہ عاشرہ: سلمنا کہ ترک را عدم امر بخروج بس ست فاما امر بعدم خروج نیز از وجوہ اوست پس ترک دو نوع شد وزیادت معنی در نوع خود قضیہ نوعیت ست پس حلف اگر بواقع ارادہ نوع اقوی کردہ باشد

دسواں شبہہ: یہ کہ ہمیں تسلیم ہے کہ، ترک یعنی چھوڑنے کے لئے نکل جانے کا حکم نہ دینا کافی ہے لیکن نہ نکلنے کے حکم سے بھی ترک پایا جاتا ہے پس ترک کی دو قسمیں ہوگئیں، ایک نکلنے کا حکم نہ دینا، اور دوسری قسم، نہ نکلنے کا حکم دینا، اور ایک

باید کہ دیانۃً معتبر شود گو پیش زن وسائر ناس مقبول مباش۔

اقول: عدم امر بخروج وامر بعدم خروج متقابل نیست کہ اول در ثانی موجود ست وقسم قسم نتواں شد آرے سکوت مطلق و تکلم باجنبی و تکلم بنافی ہر سہ ازوجوہ تحقق اوست فاما انواعش نتواں شد کہ تکلم وجودی ست نوعے از عدم چساں باشد پس مصداقش نیست مگر ہماں عدم امر بخروج و در سکوت محض چیزے بااونیست ودر تکلمات مقارن بکلام ست وشے بمقارنات متنوع نشود و قاطع شغب آنست کہ درجملہ مسائل ترک کہ بالا گزشت علماء ازیں احتمال کہ مراد از و تکلم بمنافی مراد باشد اصلا خبر ندادہ اند پس روشن شد کہ اور امساغ نیست **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق الحمد للہ** سخن بمنتہی رسید ودریں مسئلہ نازلہ ابانت علل وسد خلل ورد زلل بذروہ اقصے در ضمن او مسائل او کثیرہ وفوائد عزیزہ بوضوح پیوست پس بلحاظ تاریخ الجوھر الثمین فی علل نازلۃ الیمین نامش کردن مناسب ست، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

قسم میں معنی کی زیادتی (حکم دینا) خود قسم کو پیدا کرتا ہے یعنی قسم ہونے کے منافی نہیں ہے لہذا قسم کھانے والا اگر اقوی یعنی زیادتی والی قسم کی نیت کرے کہ اس معنی کا ترک ہو تو طلاق ہوگی، تو دیانۃً یہ نیت قبول ہونی چاہئے، اگرچہ بیوی اور دوسرے لوگوں کے ہاں وہ مقبول نہ ہو۔ (ت)

اقول: (میں جواب میں کہتا ہوں کہ) نکلنے کا حکم نہ دینا اور نہ نکلنے کا حکم دینا، یہ دونوں چیزیں آپس میں منافی نہیں ہیں کیونکہ پہلا معنی دوسرے معنی میں بھی موجود ہے (حالانکہ اقسام کا آپس میں ایک دوسرے کے مبائن ہونا ضروری ہے) لہذا یہ دو قسمیں علیحدہ علیحدہ نہ ہوئیں۔ ہاں مطلق خاموشی، اجنبی گفتگو، اور منافی گفتگو، ان تینوں صورتوں میں ترک متحقق ہو جاتا ہے مگر یہ ترک کی قسمیں نہیں ہیں کیونکہ ترک عدم کا نام ہے اور گفتگو یعنی تکلم وجودی چیز ہے تو وجودی چیز عدمی چیز کی قسم کیسے بن سکتی ہے، تو معلوم ہوا کہ ترک کا مصداق صرف نکلنے کا حکم نہ دینا ہے، اور وہ سکوت جس کے ساتھ کوئی اور چیز نہ ہو اور مقام کلام میں وہ کلام سے مقارن قرار پاتا ہے اور کوئی چیز اپنے مقارن کے ساتھ قسم نہیں بنتی۔ اس قیل وقال کا خاتمہ یوں ہو جاتا ہے کہ ترک سے متعلق جتنے مسائل گزرے ہیں ان میں علماء کرام نے منافی گفتگو کے احتمال کو ذکر نہیں کیا، اور انہوں نے کہیں بھی یہ نہیں فرمایا کہ "نہ نکلنے کا حکم" تو واضح ہوگیا کہ اس احتمال کا یہاں کوئی دخل نہیں ہے۔ تحقیق یوں مناسب ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے، **الحمد للہ** یہ بحث اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے قسم کے پڑنے میں یہ ایسی بحث ہے جس میں علتوں کی وضاحت، خلل کا سَدِّ باب اور غلطیوں کا ازالہ اعلٰی پیمانے پر ہوا ہے اور اس بحث کے ضمن میں کثیر مسائل اور نادر فوائد بھی پائے گئے ہیں، پس تاریخی لحاظ سے اس کا نام **الجوہر الثمین فی علل نازلۃ الیمین**

نوٹ: خادم آستانہ علیہ دار الافتا فقیر عبید النبی نواب مرزا قادری رضوی غفرلہ ربہ القوی عرضہ دارد کہ اعلیحضرت شیخنا مجدد الملۃ دام ظلہ العالی پیش ازیں بتاریخ یازدہم محرم شریف ایں سوال را جوابے مختصر نوشتہ ارسال فرمودہ بودند کہ در کتاب الطلاق مرسوم گشت وبوجہ عروض تپ تفصیل را حوالت بر آئندہ فرمودند کہ بتوفیقہ تعالٰی ایں فتوی کتاب الایمان ست از مولٰیناو بالفضل اولٰنا جناب مولوی قاضی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی دام بالایادی بتاریخ ہفدہم ماہ مبارک محرم محترم نامہ دگر بزبان عربی آمد ودرطے اوفتوی دیوبندیاں تفصیل را لب بہ استدعاکشادند اینجا بعونہٖ تعالٰی فتوائے معضلہ پیش ورود ایں نامہ تکمیل یافتہ بود فتوائے دیوبند اگر چیزے بہ دلیل علیل گرایندے جوابش خود اینجا دیدے فاما بتقلید کورانہ جناب گنگوہی صاحب نہ عبارتے نگاشت نہ بدلیلے چنگ زد ہمیں مجتہدانہ بانگ بے آہنگ زد کہ اصلاً توجہ را نشاید آرے لطف جواب سفارشی مے شود کہ اوراذکر کنیم تا بینند کہ مفتیان دیوبندی چساں دربند دیو جہالت اند کہ سوال ہم نفہمند وجواب مجتہدانہ دہند۔

رکھنا مناسب ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

نوٹ: آستانہ عالیہ دارالافتاء کا خادم، نبی پاک کا ادنی غلام فقیر نواب مرزا قادری برکاتی رضوی، اللہ تعالٰی اس کا رب قوی اسکی مغفرت فرمائے، عرض کرتا ہے کہ ہمارے شیخ مجدد ملت اعلٰحضرت دام ظلہ العالی نے قبل ازیں گیارہ محرم شریف کو اس سوال کا مختصرا جواب لکھا اور ارسال کردیا جو کہ کتاب الطلاق میں شامل ہے اور بخار کے عارضہ کی بناء پر اس کا مفصل جواب آئندہ پر چھوڑدیا جبکہ استفتاء کا تعلق کتاب الایمان سے ہے جس کو مولانا بالفضل اولٰنا جناب مولوی غلام گیلانی صاحب شمس آبادی (زمانہ بھر زندہ رہیں) نے ارسال فرمایا، مولانا مذکور نے یہی سوال عربی زبان میں دوبارہ سترہ محرم الحرام کو بصورت خط بھیجا اور اس کے اندر دیوبندیوں کا تفصیل سے خالی فتوی بھی موجود تھا، اللہ تعالٰی کی توفیق اور مدد سے یہ تفصیلی مضبوط، کتاب الایمان سے متعلق فتوی، مولانا مذکور کے دوسرے خط سے قبل پایہ تکمیل کو پہنچ چکا تھا، دیوبند کے فتوے میں اگر کوئی کمزور دلیل ہوتی تو بھی اس مفصل فتوے میں اس کا جواب نظر آجاتا، لیکن دیوبند کا فتوی تو محض گنگوہی صاحب کی اندھی تقلید ہے اس میں نہ کوئی حوالہ ہے نہ کسی دلیل کا سہارا ہے بلکہ وہی بے ڈھنگی مجتہدانہ بولی ہے جو ہرگز قابلِ التفات نہ تھی۔ ہاں تحقیقی جواب کی خوبی سفارش کرتی ہے کہ اس کو ذکر کردیں تاکہ دیکھنے والے معلوم کرسکیں کہ دیوبندی حضرات کس طرح دیو جہالت کی قید میں ہیں کہ وہ سوال کو سمجھے بغیر ہی اپنا اجتہادی جواب دے رہے ہیں۔ (ت)

(نامہ نامی جناب مولٰنا اینست)	(مولانا مذکور کا خط یہ ہے)
الی الجناب المستغنی عن الالقاب بل الالقاب مطروحہ دون سدۃ الباب مجدد الملۃ والاسلام والدین ناصر المسلمین باعلاء اعلام الدین مزعج اصول الکفرۃ والمبتدعۃ والفسقۃ والمضلین بسط اللہ تعالٰی ظلال فیوضھم علٰی رؤس المسترشدین الی یوم الدین۔	القاب سے مستغنی بلکہ القاب جن کی چوکھٹ کے سامنے پھینکے پڑے ہیں، مجدد الملت والاسلام والدین، دین کے جھنڈے بلند، اور کفار، بدعتی حضرات، فساق اور گمراہ لوگوں کے اصول و قواعد کو مٹانے میں مسلمانوں کے مددگار کی خدمت میں، اللہ تعالٰی قیامت تک ان کے فیوض کے سائے کو رہنمائی حاصل کرنے والوں کے سروں پر پھیلائے رکھے۔
امابعد، فقد ورد الجواب المستطاب مع المطلوبات من الرسالۃ والکتاب وانکشف السترو الحجاب جزاکم اللہ تعالٰی خیر الجزاء بتعداد المخلوقات ما ھو فی جوالسماء وعلی الارض من الدواب لکن کتب من مدرسۃ دیوبند علی خلاف ذٰلک فحٍ لابد من الجواب المفصل المزیل للارتیاب لیفتت ترائب المخطی ویدسہ فی التراب ویرتفع الخلاف من البین باجلاب الزین والتحاب وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ والاٰل والاصحاب الی یوم التناد لذوی الخیاب ویوم الریان والشباب لذوی الحجۃ واصحاب الاقتراب۔	امابعد، آپ کا جواب مستطاب مطلوبہ قرآن واحادیث وکتب کے حوالوں پر مشتمل موصول ہوا، حجاب اوپردے اٹھ گئے، اللہ تعالٰی آسمان اور زمین کی مخلوقات کی تعداد کے برابر آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے لیکن مدرسہ دیوبند سے اس کا خلاف لکھا گیا، لہٰذا ضروری ہے کہ اس کا رد مفصّل طور پر کیا جائے جو شکوک کو ختم کردے تاکہ خطاکار کے دل کے خیالات پراگندہ ہوجائیں اور اس کو مٹی میں دفن کردے اور اس خلاف کو یہاں سے مقبول اور پسندیدہ امور کے سبب ختم کردے۔ رسوا لوگوں کی ذلّت، اور محبوب اور اصحاب حجت لوگوں کی رونق وشباب کے دن (قیامت) تک حضور الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالٰی کی رحمتیں ہوں۔
العبد المذنب للاواہ الخامل الجانی القاضی غلام گیلانی الشمس اٰبادی حفظہ اللہ تعالٰی عن ایادی الاعادی۔	منجانب گنہگار، پناہ کا خواستگار، پسماندہ اور جنایت کا مرتکب بندہ غلام گیلانی شمس آبادی، اللہ تعالٰی اسے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے۔

سوال فتوائے عین سوال مذکور ست و سوال پارسی را بزبان ہندی جواب عجاب چناں:	دیوبندی کے فتوی میں بعینہٖ اس فتوے والا سوال مذکور ہے اور اس فارسی سوال کا عجیب جواب انہوں نے اردو (ہندی) میں دیا ہے، جو یہ ہے:

الجواب: زید جبکہ اپنے پسر سے راضی ہوگیا اور خود اس کو گھر رکھا تو اس کی عورت پر اس صورت میں طلاق واقع نہ ہوگی البتہ اگر زید اسکو نکالتا اور اس کی زوجہ اس کو رکھتی تو مطلقہ ہوتی فقط واللہ تعالٰی اعلم۔

جواب پر اعلٰیحضرت کا تبصرہ

| در سوال بود اگر بخانہ گزاشتی و در جواب میگوید "اس کو رکھتی" مساکین یفہم کہ اینجا در گزاشتن و داشتن تمیز ندارند آنہا را گزاشتن بہ کہ داشتن باز حاصل ایں شبہہ ہماں شبہہ اولٰی ست کہ مرد خود گزاشت نہ زن وایں دون ترین شبہہ پیش پا افتادہ نیز ایجاد دماغ دیوبند نیست بلکہ بیچارہ مفتی مخطی از سائل آموخت کہ در عبارت سوال زید راضی شدہ در خانہ گزاشت ایمائے باوجود بلے چوں دید کہ گزاشتن و منع نہ کردن بالیقین از زن نیز مستحق ست براہ گریزی گزاشتن رابداشتن بدل کرد تا ایواد جادادن را بجائے ترک و تخلیہ نشاند وحرام خدارا حلال کردہ داد دیوبندیت از دیوبندیاں ستاند ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی خیر | سوال میں تھا کہ "اگر تو گھر میں چھوڑے"۔جواب میں دیوبندی لکھتا ہے "اس کو رکھتی"۔اس مسکین بے فہم مفتی کو یہاں چھوڑنے اور رکھنے کا فرق معلوم نہ ہوسکا، ایسے مفتیوں کو چھوڑنا بہتر یا رکھنا بہتر؟ پھر یہ شبہہ وہی ہے جس کو ہم نے شبہہ اولٰی کے طور پر ذکر کیا ہے کہ خاوند نے خود بیٹے کو گھر چھوڑا، بیوی نے نہیں چھوڑا، اور کمزورترین اور حقیر سا یہ شبہہ دیوبندی دماغ کی ایجاد نہیں، بلکہ اس بیچارے نے یہ شبہہ سائل سے سیکھا جس نے اپنے سوال میں "زید نے راضی ہو کر بیٹے کو گھر میں چھوڑا" لکھ کر اشارہ دیا ہے، پھر جب اس مفتی نے دیکھا کہ چھوڑنا اور منع نہ کرنا بیوی سے یقینا سرزد ہوا ہے، تو پھر گریز کرتے ہوئے اس نے "چھوڑنے" کو "رکھنے" میں بدل دیا تاکہ آنے کے موقعہ دینے کو ترک اور تخلیہ کی جگہ منطبق کرسکے، |

خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعين واٰخر دعوٰنا ان الحمدلله رب العٰلمين۔	یوں اس نے اللہ تعالٰی کے حرام کردہ کو حلال بنادیا ہے، دیوبندیوں کی دیوبندیت بن گئی، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم ،وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ وآخر دعوٰنا ان الحمدللہ رب العالمین۔ (ت) (رسالہ ختم)

مسئلہ ۲۱۵: از محلّہ بہاری پور بریلی ۲۹/رجب ۱۳۳۸ھ مرسلہ ریاض الدین احمد

کسی سچی بات کے لئے قرآن پاک کی قسم کھانا یا اس کا اٹھالینا گناہ ہے یا نہیں؟ آپ کو تکلیف دینے کی اس وجہ سے ضرورت ہوئی کہ ایک شخص سے کہا گیا کہ اگر تو سچا ہے تو قرآن شریف کو اٹھالے۔ اس کا اس نے جواب دیا کہ میں سچائی پر ہوں لیکن میں قرآن شریف نہیں اٹھاسکتا ہوں کیونکہ قرآن شریف اٹھانا ہر حالت میں گناہ ہے، دوسرا فریق کہتا ہے کہ سچا قرآن شریف اٹھانا گناہ نہیں ہے البتہ جھوٹا قرآن شریف اٹھانا گناہ ہے، مہربانی فرماکر مطلع فرمائیے کہ دونوں باتوں میں کون سی بات سچی ہے؟

الجواب:

جھوٹی بات پر قرآن مجید کی قسم کھانا یا اٹھانا سخت عظیم گناہ کبیرہ ہے اور سچی بات پر قرآن عظیم کی قسم کھانے میں حرج نہیں اور ضرورت ہو تو اٹھا بھی سکتا ہے مگر یہ قسم کو بہت سخت کرتا ہے، بلاضرورتِ خاصہ نہ چاہئے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۶: از برٹس گائنا برارا تیرس وینج ایسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر لوگوں نے کلام اللہ کو ہاتھ میں لے کر حلف کیا اپنے پیش امام کی تابعداری کا، وہ حلف یمین ہوا یا کہ نہیں؟ اور یا کہ شرف ہوا اللہ تعالٰی کے ساتھ؟ یا گناہ ہوا؟ اور یا کہ ایسا حلف قسم کلام کا ہوا؟ اور قسم کلام اللہ کا کھانا درست ہے یا کہ نہیں؟ اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا شرک ہے اور لوگوں نے حلف کیا ساتھ کلام اللہ کے، تو وہ غیر اللہ کا قسم کہا جائے گا یا کیا کہا جائیگا؟ **فقط۔**

الجواب:

کلام اللہ، اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ہے۔ صفاتِ الٰہیہ عین ذات ہیں نہ کہ غیر ذات۔ کلام اللہ کی قسم ضرور حلف شرعی ہے،

لانه من صفاته وقد تعورف الحلف به فكان كالحلف بعزته وعظمته وجلاله	کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کی ایسی صفات میں سے ہے جس کے ساتھ قسم کھانا متعارف ہے لہٰذا قرآن کے ساتھ حلف ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کی عزت،

لاکالحلف برحمته وجوده وکرمه لعدم التعارف وهذاهو مناط الحلف الشرعی کما فی الدرالمختار وغیرہ۔	عظمت اور جلال کی قسم ہے۔اور اللہ تعالٰی کی رحمت، جوداور کرم کی قسم کی طرح نہیں جن سے قسم متعارف نہیں ہے، اور یہی متعارف ہونا نہ ہونا ہی شرعی قسم کا معیار ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔(ت)

ہاں مصحف شریف ہاتھ میں لے کر یا اس پر ہاتھ رکھ کر کوئی بات کہنی اگر لفظاحلف وقسم کے ساتھ نہ ہو حلف شرعی نہ ہوگا مثلاً کہے کہ میں قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر کہتا ہوں کہ ایسا کروں گا اور پھر نہ کیا تو کفارہ نہ آئے گا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۷: از شمس آباد کیمل پور مسئولہ غلام گیلانی سہ شنبہ ۱۸ شعبان ۱۳۳۴ھ

زید حلف خورد کہ من بخانہ برادر خود ہرگز نان نخواہم خورد ورنہ کذاو کذا باشد بعدہ در تقریب شادی مردماں آں زید را برخوردن نان مجبور کردند او گفت کہ من بگفتہ شما ایں نان را در تصور خوردم(یعنی حقیقۃً نمی خورم لیکن در تصور خود میخورم و چہ نخوردہ ام اما خوردہ گیر بایدم ایں واقعہ پیش علمائے دیار رفت مگر حکم بحنث داد واستناد او بایں عبارت حاشیہ اصول شاشی در بحث مقتضی بایں الفاظ ست عبارت اصول شاشی **ولاتخصیص عن الفرد المطلق لان التخصیص یعتمد العموم ولاعموم للمقتضی**[1] وعبارت فصول ایں ست فان قیل فلیراد الطعام الموصوف بصفۃ کذا **قلنا هذا اثبات وصف زائد علی المطلق وهو زیادة علی قدر الحاجة فلایثبت**	زید نے قسم کھائی کہ میں اپنے بھائی کے گھر ہرگز کھانا نہ کھاؤں گا اگر کھاؤں تو فلاں چیز لازم آئے، اس کے بعد شادی کی تقریب میں لوگوں نے اس کو کھانے پر مجبور کیا تو اس نے کہا میں تمہارے کہنے پر کھانے کا تصور کرلیتا ہوں، یعنی حقیقۃً نہ کھاؤں گا صرف اپنے تصور میں کھاؤں گا کیونکہ میں نے کھایا نہیں لیکن کھانے والا سمجھا جاؤں گا۔یہ واقعہ علاقہ کے علماء کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے اس بات پر قسم کے ٹوٹنے کا حکم دیا، اور اسکی دلیل اصول شاشی کے حاشیہ کی اس عبارت کو بنایا ہے جو اصول شاشی میں مقتضی کی بحث میں ہے۔اصول شاشی کی عبارت یہ ہے کہ فرد مطلق میں تخصیص جاری نہیں ہوتی کیونکہ تخصیص کی بنیاد عموم پر ہے جبکہ مقتضٰی میں عموم نہیں ہوتا۔اس پر حاشیہ فصول کی عبارت یہ ہے: اگر اعتراض کیا جائے کہ کھانے، کے

[1] اصول الشاشی وفصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

بطریق الاقتضاء کصفۃ التعمیم وفیہ ایضاکلام قولہ لعل المراد(الی ان قال)قیل انہ لیس من باب العموم بل لحصول المحلوف علیہ فانہ لو تصور الاکل الخ[1] راباین حکم حنث در سوال تعلق ست یانہ،اگر حضور پر نور مطلب ایں عبارت مع شواہد و توابع ونظائر در عبارت فارسی مفصل ارقام فرمایند ہر آئنہ رفع حجاب و فتح باب خواہد شد،فقط۔	قول کے بعد مطلق طعام کی بجائے خاص وصف والاطعام بطور مقتضٰی مراد لیاجائے تو کیسا ہے،قلنا(ہم جواب دیں گے کہ)ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مطلق پر ایک زائد وصف کا اضافہ ہے جو قدرِ حاجت سے زائد ہے اور مقتضٰی قدرِ حاجت سے زائد ثابت نہیں ہوسکتا جیساکہ مقتضٰی میں تعمیم کی صفت ثابت نہیں ہوسکتی،جبکہ اس جواب میں بھی کلام ہے،کیونکہ لعل المراد سے آگے،قیل کے تحت،کہ،یہ عموم کے باب سے نہیں بلکہ جس چیز کے متعلق قسم کھائی ہے(محلوف علیہ)اس کا حصول ہے،کیونکہ اگر وہ کھانے کے لئے متصور ہوالخ،توکیا اس عبارت کا سوال مذکور کے حانث ہونے سے تعلق ہے یا نہیں،اگر حضور پر نور اس عبارت کا مطلب بمع شواہد،موافق اور نظائر فارسی میں مفصل طور پر بیان فرمادیں تو ہر طرح حجاب ختم ہوجائے گا اور اس بحث کی وضاحت ہوجائے گی،فقط۔(ت)

الجواب الملفوظ:

روزے پیش امیر المومنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم یکے گفت کہ فلاں در خواب بامادر آنکس زنا کردہ است۔امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرمود اورادر آفتاب قائم کردہ سایہ اش رادرہ زن،از مدعیان علم ہیچو سخن خیلے بعید است پیداست کہ ایں نزول جزارا از حصول شرط ناگزیر ست وشرط اکل بود نہ تصور او وبمجرد تصور تحقق اکل بداہۃً مخالف عقل است ہیچ صبی عاقل گمان نتواں برد کہ ہر کہ تصور	ایک دن حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے خواب میں دوسرے شخص کی ماں سے زنا کیا ہے،تو حضرت امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اس شخص کو دھوپ میں کھڑا کرکے اس کے سایہ پر کوڑے مارو غرضیکہ ایسی باتیں علم کے مدعی لوگوں سے بعید ہیں،کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ جزا کے پائے جانے کے لئے شرط کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے،جبکہ سوال میں کھانے کی شرط کو ذکر کیا گیا ہے تو کھانا

[1] اصول الشاشی وفصول الحواشی قبیل فصل فی الامر المطبع المحمدی پشاور ص ۲۰۰

خوردن کرد حقیقۃً خورد واگر چناں بودے فقر و فاقہ از جہاں برخاستے وحکمت الٰہیہ کہ باختلاف لزوم در رزق ست کہ وَلَوْبَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰکِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ [1] **معاذ اللہ** از ھم پاشیدے وآنکہ از حاشیہ اصول شاشی منقول شد معنیش آنست کہ در (**أکلت**) اقتضائے طعام از جہت تحصیل محلوف علیہ ست زیرا کہ اکل فعل متعدی ست وفعل متعدی بے مفعول بہ صورت نہ بند وانیجا مفعول بہ طعام ست تاآنکہ اگر اکل بے طعام صورت بستے حنث بے اوحاصل شدے واذ لیس فلیس اینجا بر معنی باطل حمل کردن درچہ مرتبہ از جنون ست **نسأل اللہ العفو و العافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم۔**	شرط ہوگا نہ کہ تصور شرط ہوگا، کھانے کے محض تصور کرلینے سے کھانا متحقق نہیں ہوتا، یہ بات ہر عقلمند بچہ بھی جانتا ہے اور ایسا ہونا بداہۃً عقل کے خلاف ہے کہ کوئی کھانے کا تصور کرے تو حقیقی کھانا ہوجائے گا۔ اگر ایسا ہی ہو تو پھر دنیا سے فقر و فاقہ ختم ہوجائے، اور رزق میں تفاوت کی یہ حکمت معاذاللہ ختم ہوجائے جس کو اللہ تعالٰی نے یوں بیان فرمایا، اگر اللہ تعالٰی سب کے لئے رزق کو کشادہ کردے تو لوگ زمین میں بغاوت کردیں لیکن وہ بقدر مشیت رزق اتارتا ہے۔ اور اصول شاشی کے حاشیہ سے جو نقل کیا گیا اس کا معنی یہ ہے **اکلت** (میں کھاؤں) کا فعل طعام کا مقتضی ہے تاکہ اس قسم والے کی قسم سے متعلق چیز معلوم ہوسکے کیونکہ اکل (کھانا) متعدی فعل اور کوئی متعدی فعل، مفعول بہ کے بغیر نہیں پایا جاسکتا جبکہ یہاں کھانے کا مفعول بہ طعام ہے حتی کہ اگر کھانا بغیر طعام متصور ہوسکے تو پھر کھانے کے بغیر قسم ٹوٹ جائے، تو جب کھانا بغیر طعام متصور نہیں ہوسکتا تو طعام کے بغیر قسم بھی نہ ٹوٹے گی۔ یہاں پر شخص مذکور نے جو معنی مراد لیا ہے۔ وہ غلط اور باطل ہے اور اس کو مرادلینا جنون سے کم نہیں ہے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم۔**(ت)

مسئلہ ۲۱۸: از مدراسمٰعیل صاحب از مقام پکاسن ملک میواڑ محلّہ مومناں ۱۶صفر ۱۳۳۶ھ

چند شخص نے مسجد کے اندر کہا کہ جو شخص بیٹی پر روپیہ لے یا قرضدار کے یہاں کھانا کھائے تو کلمہ شریف اور قرآن سے پھرے تو اس کا کاغذ بھی لکھا مگر وہ کاغذ بھی پھاڑ ڈالا اور وہی کام کرنے لگ گئے ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۷

الجواب:

بیٹی پر روپیہ لینا ناجائز ہے اور قرضدار کے یہاں کھانا کھانا اگر قرض کے دباؤ سے ہے تو وہ بھی ناجائز ہے، اور جنہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ جو ایسا کرے وہ کلمہ شریف اور قرآن شریف سے پھرے، پھر اس اقرار سے پھر گئے اور وہ کاغذ پھاڑ ڈالا ان میں سے جس کے خیال میں یہ ہو کہ واقعی ایسا کرنے سے قرآن مجید اور کلمہ طیبہ سے پھر جائے گا اور یہ سمجھ کر ایسا کیا وہ کافر ہوگیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی نئے سرے سے اسلام لائے، اسکے بعد عورت اگر راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرے ورنہ مسلمان اسے قطعًا چھوڑ دیں اس سے سلام وکلام اس کی موت وحیات میں شرکت سب حرام، اور جو جانتا تھا کہ ایسا کرنے سے قرآن مجید یا کلمہ طیبہ سے پھرنا نہ ہوگا وہ گنہگار ہوا اس پر قسم کا کفارہ واجب ہے **کقولہ ھو بریٔ من اللہ ورسولہ ان فعل کذا** (جیسا کہ وہ یوں کہے اگر ایسا کروں تو اللہ تعالٰی اور رسول اللہ سے بری ہو جاؤں۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۹تا۲۲۱: از مولوی ضیاء الاسلام صاحب پیش امام جامع مسجد آگرہ ۱۵ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

فرازندہ رایت شریعت ومروّج احکام فطوت دام عظمۃ بعد سلام سنت الاسلام کے واضح رائے عالی ہو کہ براہ کرم جواب بہت جلد روانہ فرمایئے گا از حد ضرورت ہے:

(۱) ایک جماعت نے متفق ہو کر اور قرآن شریف ہاتھوں پر رکھ کر قسم کھائی کہ ہم سب آدمی اپنی مستورات کو قبریں وتعزیہ وشادی وغیرہ کے خلاف شرع رسوم میں نہ جانے دیں گے اور اگر کوئی اس کے خلاف کرے گا اس کے ساتھ کھانے پینے کا تعلق اور حصہ وغیرہ کا لین دین نہ کریں گے، اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہوں گے، یہ قسم قرآن شریف ہاتھوں میں لے کر کھائی، بعد دو روز کے ایک شادی ہوئی تو کچھ لوگوں نے متفق ہو کر اپنی عورتوں کو خود بھیج دیا اور کچھ لوگوں نے قسم کی پابندی کی، اب جن لوگوں نے اس عہد کو توڑ دیا وہ لوگ از روئے شرع کس جرم کے مستحق ہیں۔

(۲) یہ جو قسم کھا کر وعدہ خلافی کر گئے ہیں وہ کسی معاملہ میں حکم (پنچ از روئے شرع ہو سکتے ہیں یا نہیں، اور گواہی ان کی درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو لوگ اپنی قسم پر قائم ہیں ان کی یہ حقارت کرتے ہیں اور طعنہ زن ہوتے ہیں اس کے وہ مواخذہ دار ہوں گے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) وہ شادی جس میں ان لوگوں نے اپنی عورتوں کو بعد قسم کے بھیجا اگر رسوم خلاف شرع پر مشتمل تھی تو

ان پر دوہرا گناہ ہوا، ایک ایسی جگہ اپنی عورتوں کو بھیجنے کا دوسرا قسم توڑنے کا۔

وَاحْفَظُوْۤا اَیْمَانَكُمْ[1]، وقال اللہ تعالٰی قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا[2]	اور اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے: اپنی جانوں اور اہل کو آگ سے بچاؤ (ت)

ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہیں اور گواہی سنی جائے۔

(۲) اگر وہ لوگ توبہ نہ کریں تو ایسوں کو نہ حکم بنایا جائے نہ ان کی گواہی سنی جائے۔

(۳) ضرور مواخذہ دار ہیں اور شدید بلکہ معاملہ شرعی و دینی ہے اس میں عہدِ الٰہی کو قائم رکھنے والوں کو برا جاننا اور قائم رہنے پر طعنہ کرنا معاذاللہ اسلام میں فرق آنے کا باعث ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۲: ایک شخص نے کسی سے غصہ میں آکر کہا کہ تیرے مکان کا کھانا پینا مجھ پر حرام ہے، یا کہا کہ تیرے مٹکے کا پانی حرام ہے تو شرع شریف میں ان کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

یہ قسم ہے اگر اس کے گھر کھائے پئے گا یا دوسری صورت میں اس کے مٹکے کا پانی پئے گا قسم کا کفارہ دینا آئے گا پھر اگر اس سے ترک علاقہ خیر ہو تو چاہئے کہ قسم توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۳: از ڈاکخانہ راموچکما کول ضلع چٹاگانگ ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ

کوئی شخص کہے کہ اگر تم سے بولوں یا تمہارے مکان جاؤں یا یہ چیز کھاؤں تو میرے حق میں حرام ہے یا صرف یہ کہنا حرام ہے، کیا یہ کہنے سے حرام ہو جائے گا، اگر حرام ہو تو اس سے بری الذمہ ہونے کی کیا صورت ہے؟

الجواب:

ہاں استحسانًا یہ صورت حلف کی ہے اور یمین تحریم حلال ہی ہے اس کہنے کے بعد اگر اس سے بولا یا

[1] القرآن الکریم ۵/۸۹

[2] القرآن الکریم ۶۶/۶

گھر گیا، یا وہ چیز کھائی تو قسم ٹوٹ جائے گی، کفارہ دینا ہوگا،

هذاهو الاستحسان كما في ش عن النهر والفتح عن المنتقى ومافي الخلاصة فالبحر فالدر قياس والتقديم للاستحسان، والله تعالٰى اعلم۔	یہ استحسان ہے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں نہر اور فتح کے واسطہ سے منتقٰی سے منقول ہے اور جو خلاصہ میں پھر بحر اور پھر درمختار میں ہے وہ قیاس ہے جبکہ استحسان کو تقدم حاصل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

باب النّذر

(نذر کا بیان)

مسئلہ ۲۲۴: سید پرورش علی صاحب از متولی ٹولہ سہسوان ضلع بدایوں ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی گائے جنی تو انہوں نے کہا کہ یہ بچھیا پال کر ننھی کو دینگے، اب وہ سال بھر کی ہوئی، بہت خوب و مرغوب، دیکھ کر بے ساختہ کہا کہ اللہ کی نذر کریں گے، ننھی کو دینا یاد نہ رہا، نذر ہوئی یا نہیں؟ خریدار پہلے سات روپے قیمت تجویز کرتے ہیں کہ یہ گائے دس بارہ سیر دودھ کی ہوگی، اس کا بدل قربانی کیجیو، اگر نذر ہوگئی تو بدل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کیا کتنا ہوگا؟

الجواب:

حضرت مولٰنا سید صاحب دامت افضالکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی وبرکاتہ۔ اس لفظ سے کہ "اللہ کی نذر کریں گے" نذر نہ ہوئی محض وعدہ ہوا، اور وہ کہنا کہ "پال کر ننھی کو دیں گے" اس سے بھی ہبہ نہ ہوا یہ بھی ایک ارادہ کا اظہار تھا، مگر اللہ عزوجل سے جو وعدہ کیا اس سے پھرنا بھی ہرگز نہ چاہئے، قرآن عظیم میں اس پر سخت وعید فرمائی ہے، افضل یہ ہے کہ کسی فقیر کو ہبہ کرکے دو ایک روپے میں اس سے خرید کر ننھی کو دے دیجائے کہ دونوں وعدے پورے ہوجائیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔** لفظ نذر جس طرح مذکور ہوا قربانی کے لئے خاص نہیں، ہاں اگر یہ نذر کرے کہ اللہ عزّوجل کے نام پر قربانی کردے گا تو قربانی ہی واجب ہے بدل ناممکن ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۵: مسئولہ عبدالکریم ہاشم لاکہ کوٹھی مقام بداپور ڈاک خانہ رانگ دیٹہ ضلع مان پور روز پنجشنبہ تاریخ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

افضل الفضلاعالم یگانہ روزگار جناب مولٰنا صاحب مدظلہ العالی، بعدادائے آداب وتسلیمات بصد تعظیم وتکریم وہدیہ سلام مسنون الاسلام معروض خدمت سراپابرکت ہے کہ فدوی نے اپنے کارخانہ لاکہ کوٹھی میں یوم ابتداکاروبار سے مسلم ارادہ کرلیا تھاکہ کارخانہ مذکور میں جوکچھ نفع ہوگااسکے سولہ حصہ میں ایک حصہ خاص جناب سیدنا و مولٰنا پیردستگیر غوث الثقلین جناب محی الدین عبدالقادر جیلانی صاحب رحمۃاللہ علی مرقدہ وقدس اللہ سرہ کابطور تبرک نیاز کیا تھااور ہے اور یوم ابتداکاروبار سے بھی کہ جمع خرچ میں بھی ایک کنہ وہ جداہنام نامی اسم گرامی محب صمدان جناب سید محی الدین عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہ کے نام پاک سے موسوم کیاگیاہے اور اب زمانہ اس کا چند سال کاہوتا ہے کہ روپیہ نفع کا بھی جمع ہوگیاہے تصدیعہ وہ خدمت کہ وہ روپیہ کن کن مصارف دینی میں خرچ ہوسکتاہے یوم ابتداکاروبار سے آج تک کوئی خاص ارادہ نہیں کیاگیاہے اور نہ تھاکہ وہ نفع روپیہ فلاں کارِ خیر میں خرچ کیاجائے گا،اب خلاصہ دریافت مسئلہ یہ ہے کہ یہاں کی مسجد بے مرمت اور ویران پڑی ہے او رمسلمان یہاں کے بہت غریب ہیں جس سے مرمت کا ہونا بہت دشوار ہے توایسی حالت میں جوروپیہ نفع کاہے اس کو مصارف مسجد میں خرچ کیاجاسکتاہے کہ نہیں، ایسی حالت میں علمائے دین کاکیااتفاق ہے اور علاوہ اس کے کن کن مصارف میں وہ خرچ کیا جاسکتاہے بواپسی ڈاک جواب سے سرفراز فرمادیں، **فقط۔**

الجواب:

نیت کرنے والوں کو مولٰی تعالٰی جزائے خیر دے بہت محمود نیت ہے اور ہر دینی مصرف میں اسے صرف کرسکتے ہیں مسجد ویران کی آبادی نہایت اہم کام ہے اس میں صرف کرنا مقدم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۶: مرسلہ محمد ساجد علی شاذلی سلہٹی ضلع تیرپورہ ۱۵ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

ماقولکم دام فیضکم اس میں بشوق حصول مطلوب غائب حاضر ہوتے یالاولد واسطے فرزند کے یامریض واسطے شفاکے وحاجات دینی ودنیوی کے واسطے یافتح مہمات کے واسطے اللہ تعالٰی میری مقصود حاصل کرے، پس واسطے اللہ تعالٰی اتناروپیہ یا قندیل یابتی سراج کی یاشطرنجی یامصلی یاطعام یاقربانی نذرللہ فی سبیل اللہ ماننا معین کرکے واسطے مسجد مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے، اور علماء وفقرااور مساکین کے واسطے اہل مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درست ہے یانہیں، اگر مقصود حاصل ہوئے پس ایسی نذرکے اسباب ارسال کرناامانت دار کی معرفت سے ضرور ہے یانہیں، اگرمکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ ارسال نہ کرکے غیر ملک مکہ مدینہ منورہ کے علماء فقراکو دیوے کھلاوے درست یانہیں، اور ناذرکے ذمہ سے ساقط

ہوگا یا نہیں، اگر کوئی اس حیلہ بہانہ سے منع کرے اور راہ میں ڈاکے چوری ہوتا ہے ارسال نہ کرنا لازم ہے اور بعض امانتدار خیانت کرتا ہے، ایسے احتمال گمان سے روکنا مال نذر کا درست ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی تشبیہ بھوت خانہ کالی گھر کے مثل کہے اس کا کیا حکم ہے؟ بد تعظیم بے ادب کلام ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وہ نذر بلاشبہہ جائز ہے اور نذر کا پورا کرنا واجب، **قال اللّٰہ تعالٰی** وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنی نذروں کو پورا کرو۔ت) اور جب نذر میں تخصیص مساجد طیبہ حرمین شریفین کی کی ہے تو وہیں بھیجنا انسب ہے اگر آسان ہو اور اگر یہیں کی مساجد میں صرف کردے جب بھی حرج نہیں کہ تعیین مکان نذر میں نامعتبر ہے دونوں شہر کریم کی نسبت وہ کلمہ کہنا ضرور گستاخی و توہین و کلمہ کفر ہے اور نذر پوری کرنے سے جو شخص رد کرے وہ **منّاعٍ للخیر** (بھلائی سے روکنے والا۔ت) ہے، اور ایسے ناذر کو جو خاطی کہے خود خاطی ہے۔ **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۷: نور محمد ریاست بہاول پور اسٹیشن صادق آباد ڈاک خانہ اختر پور ضلع خان پور ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

اگر بدرگاہ خداوند کریم سوال کیا جائے کہ مجھ کو فرزند عطا ہو یا بیماری دفع ہو یا قرض ادا ہو تو اس قدر خیرات فی سبیل اللہ بارواح رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا حضرت پیر دستگیر یا ولی اللہ کردوں گا یہ نذر جائز ہے یا نہیں؟ **فقط والسلام۔**

الجواب:

بلاشبہہ جائز ہے اور اس کا کرنا واجب، **قال اللّٰہ تعالٰی** وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اپنی نذریں پوری کرو۔ت) **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۸: مرسلہ غلام محی الدین ملازم طبع کریمی ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک لڑکی کی نانی نے نیاز مانی کہ اگر میرے نواسی پیدا ہوگی تو میں چہل تنوں کی گائے ذبح کروں گی، چنانچہ ایک مدت کے بعد لڑکی پیدا ہوئی، اس کے پیدا ہونے کے بیس روز بعد نانی کا انتقال ہوگیا، اب لوگ لڑکی کے والدین سے کہتے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/۲۹

کہ یہ نیاز دلواؤاور یہ نیاز ان شرائط سے دلواؤ کہ ایک گائے خریدواس کے سہرا باندھواور فقیروں کا گروہ خاص اس نیاز کے واسطے مخصوص ہے ان کو بلواکران کے سر گروہ کو جوڑا پہناؤ، پھر گائے چہل تنوں کی ذبح کی جائے اس کو پکاکر مع روٹی کے فقیروں کو دے دیا جائے وہ جو کچھ اس میں سے تم کو واپس دے دیں لے کر اپنے صرف میں لاؤ، بعد اس کے کوئلے بہت سے دہکا کر زمین پر بچھائے جائیں ان انگاروں پر وہ فقیر لڑکی کو گود میں لے کر لوٹیں گے اور پاؤں سے گھوندیں گے آگ کا کچھ بھی اثر ان کے بدن پر نہ ہوگا، لہٰذا نوشتہ بالا معنوں سے شرعًا کیا کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

چہل تن چالیس شہداء ہیں، اگر منت سے یہ مراد تھی کہ گائے مولٰی عزّوجل کے لئے ذبح کرکے اس کا ثواب ان شہیدوں کو پہنچایا جائے تو وہ نذر واجب ہوگئی عورت کے ترکہ سے ادا کی جائے تو بہتر ہے یعنی گائے مولٰی عزوجل کے نام پر ذبح کرکے اس کا گوشت مساکین مسلمین کو تقسیم کردیا جائے اور وہ لہو ولعب کہ سوال میں مذکور ہے باطل ومردود ہے، اگر منّت ماننے والے کے ذہن میں یہی صورت بازیچہ تھی جو ملنگوں کا معمول ہے وہ منت ہی سرے سے باطل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۹تا۲۳۰: از باگ ضلع امجھرہ ریاست گوالیار مکان منشی اوصاف علی صاحب سب انسپکٹر مرسلہ شیخ اشرف علی صاحب پنشنر ریاست کوٹر ۱۲جمادی الاولٰی ۱۳۲۶ھ

(۱) زید نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام اللہ کردے گا تو میں مولود شریف یا گیارھویں شریف وغیرہ کروں گا، تو کیا اس کھانے یا مٹھائی کو اغنیاء بھی کھاسکتے ہیں؟

(۲) زید نے یہ نذر مانی کہ اگر میرا کام ہوجائے گا تو میں اپنے احباب کو کھانا کھلاؤں گا، تو کیا اس طرح کی منت ماننا اور اس کا ادا کرنا زید پر واجب ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) مجلس میلاد وگیارھویں شریف میں عرف ومعمول یہی ہے کہ اغنیاء وفقراء سب کو دیتے ہیں جو لوگ ان کی نذر مانتے ہیں اسی طریقہ رائجہ کا التزام کرتے ہیں نہ یہ کہ بالخصوص فقراء پر تصدّق، تو اس کا لینا سب کو جائز ہے، یہ نذور فقہیہ سے نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) یہ کوئی نذر شرعی نہیں، وجوب نہ ہوگا، اور بجالانا بہتر، ہاں اگر احباب سے مراد خاص معین بعض فقراء ومساکین ہوں تو وجوب ہوجائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۱: از پنڈول بزرگ ڈاک خانہ رائے پور ضلع مظفر پور مرسلہ نعمت علی صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی کہے یعنی منت مانے کہ جان کا بدلہ صدقہ مسجد میں لے جائینگے، اور اسی کو بعض یوں کہتے ہیں کہ جان بچ جائے یاکام بن جائے تو نذر اللہ مصلی کو کھلائیں گے، تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مساجد میں شیرینی لے جائیں گے یا نمازیوں کو کھلائیں گے، یہ کوئی نذر شرعی نہیں، جب تک خاص فقراء کے لئے نہ کہے اسے امیر فقیر جس کو دے سب لے سکتے ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۲: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

اگر کسے نذر کرد کہ فلاں حاجتِ من برآید بارواح فلاں مشائخ برائے اللہ فلاں نر گاؤ یا گو سفند خواہم کشت یا بدہم چوں حاجت او برآمد اکنوں گوید کہ آں نرگاؤ کہ نذر کردم بدیگر گو سفنداں بدل کردہ خیرات کنم آیا منذورہ نرگاؤ بعوض دیگر گو سفند بدل کردن جائز ست یا خود آں نرگاؤ را خیرات بکند۔	اگر کوئی یہ نذر مانے کہ میری فلاں حاجت پوری ہوجائے تو فلاں مشائخ کی روح کی برکت سے اللہ تعالٰی کے لئے فلاں بیل یا فلاں بکرے کو ذبح کروں گا، اور جب حاجت پوری ہو جائے تو وہ کہے کہ فلاں بیل کے بدلے میں چند بکرے خیرات کردوں تو کیا بیل کے بدلے چند بکرے دینا جائز ہے یا وہی بیل جس کی نذر مانی تھی دینا ہوگا؟ (ت)

الجواب:

نذر کہ بر جانور معین واقع شد تبدیلش روانیست **قال تعالٰی** وَلْيُوفُوا نُذُوْرَهُمْ [1] ۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**	نذر میں جو جانور معین کیا جائے اس کو تبدیل کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۳۳: از سکندر پور ضلع بلیا پائی گلی مسئولہ محمد حسین وعطا حسین ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شہید صاحبِ مزار بزرگ کی قبر شریف خام ہے اور زید نے نیت کی کہ میری مراد پوری ہو تو مزار شریف پختہ اینٹ سے بنوادوں گا، اللہ تعالٰی نے ببرکت

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۲۹

شہید صاحب مراد پوری کردی اور اینٹ نئی موجود نہیں بلکہ زید کے باغ کے اندر ایک دیوار ہے اس دیوار سے اینٹ لے کر مزار شریف بنواسکتا ہے یا نہیں ؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مزار پختہ بنانے کی منت شرعی منت نہیں، اس کو پورا کرنا شرعاً واجب نہیں، وہ دیوار جو اس کے باغ میں ہے اگر اس کی ملک ہے تو اس کی اینٹوں سے مزار بنواسکتا ہے جبکہ وہ کسی دیوار ناپاک جگہ استعمال میں نہ آئی ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴: از مانگل لکسڑی ضلع گرگاواں ڈاکخانہ دھینار ریاست دوجانہ مرسلہ حافظ غلام کبریا صاحب پیش امام ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین بزرگوں کی منت ماننا کیسا ہے؟ بعضے کہتے ہیں یہ تعظیم اللہ کے واسطے ہے غیر کو نہ چاہئے۔

الجواب:

بزرگوں کی منت حقیقۃً مولٰی عزّوجل ہی کے لئے منت ہوتی ہے اور بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرکے ان سے تقرب بغرضِ توسل، اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں،

کما افادہ العلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرّہ القدسی فی الحدیقۃ الندیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اسے حدیقہ ندیہ میں بیان فرمایا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۵: ۹ صفر ۱۳۱۲ھ

اگر کوئی شخص منت مانے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں پانچ روپے کا غلّہ محتاجوں کو تقسیم کروں گا، اب تقسیم کے وقت کسی غریب کو کپڑے کی حاجت ہے تو کپڑا بنادینا اور حاجت رفع کرنا ادائے نذر کے لئے کافی ہوگا یا نہیں ؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

پانچ روپے یا پانچ روپے کا غلّہ، کپڑا، کوئی چیز محتاج کو پہنچ جائے۔ کپڑا اگر سلوا کر دیا تو جو سلائی میں جائے گا مجرا نہ ہوگا۔

فی الدرالمختار نذران یتصدق بعشرۃ دراھم من الخبز فتصدق بغیرہ	درمختار میں ہے کہ اگر کوئی نذر مانے کہ میں دس درہم کی روٹی صدقہ کروں گا تو اگر اس نے روٹی کے بجائے

جاز ان ساوی العشرۃ کتصدقہ بثمنہ[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	دس درہم کے برابر کوئی اور چیز صدقہ کردی تو جائز ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ روٹی کے بجائے دس درہم دے دے تو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۳۶: ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں عـــہ۱ کا لڑکا بیمار ہوا اس کے والدین نے منت مانی کہ یااللہ! اگر میرے لڑکے کو آرام ہوجائے تو رکھیں عـــہ۲ رکھیں گے تیری نذر میں تین محتاج کھلائیں گے اور پچاس رکعت نماز پڑھیں گے۔ یہ کلمہ مولوی نے دامتی مقرر کیا ہے اور اس منت کو حضرت نے بھی منع کیا ہے۔

الجواب:

اس مولوی نے غلط کہا اللہ عزوجل نے پورا کرنے کا قرآن مجید میں حکم دیا ہے وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ[2] یعنی مسلمانوں پر لازم کہ اپنی نذریں پوری کریں، نذریں پوری کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے يُوفُونَ بِالنَّذْرِ[3] نذر پوری کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نذر ماننے سے منع نہیں فرمایا بلکہ اس کی وفا کا حکم دیا ہے۔ بخاری شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے من نذران یطیع اللہ فلیطعہ ومن نذران یعصیہ فلایعصہ[4] یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی طاعت الٰہی مثل نماز وروزہ وصدقہ وغیرہ کی منت مانے وہ بجالائے اور جو کسی گناہ کی منت مانے وہ باز رہے۔ ہاں یہ سمجھنا کہ نذر ماننے سے تقدیر الٰہی بدل جائے گی جو نعمت نصیب میں نہیں وہ مل جائے گی جو بلا مقدر میں ہے وہ ٹل جائے گی، یہ اعتقاد فاسد ہے، ایسی ہی نذر سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے حدیث شیخین:

(لاتنذروا، فان النذر لایغنی من القدر شیأ وانما یستخرج بہ من البخیل[5]۔	نذر نہ مانا کرو، کیونکہ نذر تقدیر سے مستغنی نہیں کرتی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ نذر کے سبب بخیل سے مال خرچ کرایا جاتا ہے۔) (ت)

عـــہ۱: مسودہ میں بیاض ہے۔ عـــہ۲: مسودہ میں بیاض ہے۔

---

[1] درمختار کتاب الایمان مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/۲۹

[3] القرآن الکریم ۷۶/۷

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب النذر فی الطاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۹۱

[5] صحیح مسلم کتاب النذر باب النذر فی الطاعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۴۴

کے نیچے مرقاۃ شریف میں ہے:

قال الخطابی معنی نهیه عن النذر انما هوالتاکید لامره وتحذیر التهاون به بعد ایجابه، ولوکان معناه الزجر عنه لکان فی ذٰلك اسقاط لزوم الوفاء به اذ صار معصیة، وانما وجه الحدیث لاتنذورا علی انکم تدرکون بالنذر شیألم یقدره الله تعالٰی لکم، او تصرفون شیأ جری القضاء به علیکم واذافعلتم ذٰلك فاخرجوه عنه بالوفاء فان الذی نذر توه لازم لکم[1]۔	خطابی نے فرمایا کہ نذر سے منع کا معنی یہ ہے کہ یہ نذر کے متعلق اہتمام کا اظہار ہے اور نذر کو اپنے ذمہ لازم کرنے کے بعد اس میں لاپرواہی پر ڈرانا مقصود ہے، اور اگر نذر سے یہ منع برائے سزا ہوتا اس سے لازم آئے گا کہ نذر کو پورا کرنے کا حکم ختم ہوجائے کیونکہ یوں نذر گناہ قرار پائے گی، لہٰذا بلاشبہہ حدیث کی وجہ یہ ہے کہ نذر اس اعتقاد سے نہ مانو کہ نذر کی وجہ سے تقدیر بدل جائے گی کہ جس چیز کو اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے مقدر نہیں فرمایا نذر کی وجہ سے تم اس کو حاصل کرلوگے اور تقدیر میں جو چیز تم پر وارد ہونے والی ہے تم اس کو نذر کے ذریعہ لوٹادو، اور جب نذر مانو تو اس سے بری الذمہ ہونے کے لئے اسے پورا کرو، کیونکہ جو نذر مانی ہے وہ تم پر لازم ہوچکی ہے۔ (ت)
قال الطیبی تحریره انه علل النهی بقوله: فان النذر لایغنی من القدر، ونبه علی ان المنهی عنه هو النذر الذی یعتقد انه یغنی من القدر بنفسه، اما اذا نذر واعتقدان الله تعالٰی هوالذی یسهل الامور، وهو الضار والنافع والنذورکالوسائل، فیکون الوفاء طاعة ، ولایکون منهیاعنه، کیف وقد مدح الله تعالٰی جل شانه الخیرة من عبادہ بقوله: "یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ" "اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَافِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا" قلت	طیّبی نے فرمایا اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ اس میں نہی کا تعلق اور اس کی علت، تقدیر سے نذر مستغنی نہیں کرتی، والا جملہ ہے۔ اور اس میں تنبیہ ہے کہ اس عقیدہ سے نذر ماننا کہ یہ تقدیر کو تبدیل کردے گی اور اس سے مستغنی کردے گی، یہ منع ہے، لیکن نذر مان کر یہ عقیدہ رکھنا اللہ تعالٰی ہی معاملات کو آسان فرماتا ہے اور وہی ذاتی طور پر نافع اور ضار ہے اور نذر محض ایک وسیلہ ہے۔ تو اس عقیدہ سے نذر اور اس کو پورا کرنا عبادت ہے، اور یہ صورت ممنوع نہیں ہے یہ کیسے ممنوع ہوسکتی ہے جبکہ اللہ تعالٰی جل شانہ نے اپنے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۵۹۹/۶

وکذا قولہ "انی نذرت للرحمٰن صوما" فالمنھی عنہ ھو الاعتقاد علی ان النذر یغنی عن القدر [1] الخ اھ مختصرًا، واللہ تعالٰی اعلم۔	نیک بندوں کی مدح میں خودفرمایا کہ وہ نذروں کو پورا کرتے ہیں۔اور فرمایا: جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو میں وقف کرتی ہوں۔اور میں کہتا ہوں یونہی اللہ تعالٰی کا فرمان ہے، میں نے اللہ تعالٰی رحمٰن کے لئے روزہ کی نذر مانی ہے۔تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی کا تعلق اس نذر سے ہے جس میں یہ عقیدہ شامل ہو کہ یہ نذر تقدیر سے مستغنی کردے گی الخ اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۷ تا ۲۳۹: از دلیل گنج ضلع پیلی بھیت مرسلہ مولوی کریم بخش صاحب ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کسی شخص نے نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوجائے تو میں گائے کے سر کی نیاز کروں گا، اگر وہ شخص بجائے سر کے اور جگہ کے گوشت کی نیاز کرے اور مساکین کو کھلائے تو اس سے واجب ادا ہوگا یا نہیں؟

(۲) کسی نے بکری یا مرغی موجودہ کی نسبت مخصوص کرکے کہا کہ میں اس بکری یا مرغی کی نیاز کروں گا، پھر کسی وجہ سے وہ مفقود ہوگئیں تو بجائے اس کے دوسری بکری مرغی یا گائے وغیرہ کی اسی قدر گوشت سے نیاز ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

(۳) کسی نے مسجد کا طاق بھرنا گلگلو یا مانڈوں سے مانا، اگر وہ مسجد کا طاق نہ بھرے اور گھر پر تقسیم کردے تو نذر پوری ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

(۱) سر کی تعیین کچھ ضروری نہیں اس قدر قیمت کا گوشت بھی کافی ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) اگر یہ نیاز نہ کسی شرط پر معلق تھی مثلاً میرا یہ کام ہوجائے تو اس جانور کی نذر کروں گا، نہ کوئی ایجاب تھا مثلاً اللہ کے لئے مجھ پر یہ نیاز کرنی لازم ہے جب تو یہ نذر شرعی ہو نہیں سکتی، اور اگر لفظ ایسے تھے جن سے شرعًا وجوب ہوگیا تو جبکہ ایجاب خاص جانور معین سے متعلق تھا اس کے گمنے یا مرنے کے بعد دوسرا اس کی جگہ قائم کرنا کچھ ضرور نہیں، نہ اس نذر کا اس پر مطالبہ رہا، اگر دوسرا جانور کردے گا تو تبرع ہے۔ردالمحتار میں ہے:

المنذورۃ بعینھا لو ھلکت اوضاعت	نذر مانی ہوئی چیز بعینہٖ اگر ہلاک ہوجائے یا ضائع ہوجائے

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح باب النذور الفصل الاول المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۶/ ۵۹۹

سقط النذر[1] انتھی ملتقطا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	تو وہ نذر ختم ہو جائے گی، اھ ملتقطا، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم (ت)

(۳) مسجد کے طاق بھرنے کی منت سے اگر مقصود مساکین پر تصدق ہو تو نذر صحیح ہے اس طاق بھرنے کی تعیین لغو، جہاں چاہے مساکین کو دے دے نذر ادا ہو جائے گی اور اگر اس منت سے مقصود مسجد کا طاق ہی بھرنا ہے پھر غنی مسکین جو چاہے لے لے، جیسا کہ بعض جہال خصوصًا عورتوں کے تعامل سے ظاہر ہوتا ہے تو وہ منت ہی کرنی لغو ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۰: از جائس ضلع رائے بریلی محلّہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم صاحب مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مولود شریف کی نذر ماننا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مجلس میلاد شریف کہ طریقہ رائجہ حرمین شریفین پر ہو اعلی مستحبات سے ہے، خواہ نذر مان کر کریں یا بلا نذر، ہاں محلِ نظر یہ امر ہے کہ نذر ماننے سے واجب ہو جائے گی، جیسے نماز یا صدقہ۔ یا واجب نہ ہوگی بدستور مستحب رہے گی، جیسے تلاوتِ قرآن مجید کہ ایک قول منت ماننے سے بھی واجب نہیں ہوتی۔ **کمافی الخانیۃ وغیرھا** (جیسا کہ خانیہ وغیرہ میں ہے۔ت) اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں،

لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ بَعۡدَ ذٰلِکَ اَمۡرًا ۝[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	ہو سکتا ہے اللہ تعالٰی بعد میں کوئی صورت پیدا فرمادے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۴۱: از دھڑکی ۱۳۱۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے یہ نیت کی کہ اگر میری نوکری ہو جائے گی تو پہلی تنخواہ زیارت پیران کلیر شریف کے نذر کروں گا، وہ شخص تیرہ تاریخ سے نوکر ہوا اور تنخواہ اس کی ایک مہینہ سترہ دن کے بعد ملی اب یہ ایک ماہ کی تنخواہ صرف کرے یا سترہ دن کی؟ اور اس تنخواہ کا صرف کس طرح پر کرے یعنی زیارت شریف کی سفیدی وتعمیر وغیرہ میں لگائے یا حضرت صابر پیا صاحب قدس سرہ کی روح پاک کو فاتحہ ثواب بخشے یا دونوں طرح صرف کرسکتا ہے؟ بینواتوجروا

[1] ردالمحتار کتاب الاضحیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۷

[2] القرآن الکریم ۶۵/ ۱

الجواب:

صرف نیت سے تو کچھ لازم نہیں ہوتا جب تک زبان سے الفاظ وایجاب نہ کہے، اور اگر زبان سے الفاظ مذکورہ کہے اور ان سے معنی صحیح مراد لئے یعنی پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے نام پر تصدق کروں گا اور اس کا ثواب حضرت مخدوم صاحب قدس سرہ العزیز کے نذر کروں گا، یا پہلی تنخواہ اللہ عزوجل کے لئے فقراء آستانہ پاک حضرت مخدوم رضی اللہ تعالٰی عنہ دوں گا، یہ نذر صحیح شرعی ہے، اور استحساناً وجوب ہوگیا، پہلی تنخواہ اسے فقراء پر تصدق کرنی لازم ہوگئی۔ مگر یہ اختیار ہے کہ فقراء آستانہ پاک کو دے، اور جہاں کے فقیروں محتاجوں کو چاہے۔ اور اگر یہ معنی صحیح مراد نہ تھے بلکہ بعض سخت بے عقل جاہلوں کی طرح بے ارادہ تصدق وغیرہ قربات شرعیہ صرف یہی مقصود تھا کہ پہلی تنخواہ خود حضرت مخدوم کو دوں گا، تو یہ نذر باطل محض وگناہ عظیم ہوگی، مگر مسلمان پر ایسے معنی مراد لینے کی بدگمانی جائز نہیں جب تک وہ اپنی نیت سے صراحۃً اطلاع نہ دے۔ اسی طرح اگر نذر وزیارت کرنے سے اس کی یہ مراد تھی کہ اللہ کے واسطے عمارتِ زیارت شریف کی سپیدی کرادوں گا یا احاطہ مزار پر انوار میں روشنی کروں گا، جب بھی یہ نذر غیر لازم وනا معتبر ہے کہ ان افعال کی جنس سے کوئی واجب شرعی نہیں۔ رہا یہ کہ جس حالت میں نذر صحیح ہوجائے، پہلی تنخواہ سے کیا مراد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ عرف میں مطلق تنخواہ خصوصًا پہلی تنخواہ ایک مہینہ کی اجرت کو کہتے ہیں اگرچہ اس کا ایک جزء بھی تنخواہ ہے اور عمر بھر کا واجب بھی تنخواہ ہے، تو پہلی تنخواہ کہنے سے اول تنخواہ ایک ماہ ہی عرفاً لازم آئے گی۔

فان کلام کل عاقد وحالف وناذر وواقف انما یحمل علی ماھو المتعارف[1] کما نصوا علیہ۔	کیونکہ کسی عقد والے، قسم والے، نذر والے اور وقف کرنے والے کے کلام کو متعارف معنی پر محمول کیا جائیگا جیسا کہ اس پر نص کی گئی ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فی الخانیۃ ان برءت من مرضی ھذا ذبحت شاۃ فبرأ لایلزمہ شیئ الاان یقول فللّٰہ علی ان اذبح شاۃ اھ وھی عبارۃ متن الدرر وعللھا فی شرحہ بقولہ لان	خانیہ میں مذکور ہے کہ جب کسی نے کہا کہ اگر میں اس مرض سے تندرست ہوجاؤں تو بکری ذبح کروں گا، تو تندرست ہونے پر اس پر ذبح کرنا لازم نہیں ہوگا مگر جب یوں کہے کہ اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر لازم ہے کہ میں بکری ذبح کروں گا (تو پھر نذر ہوگی اور پورا کرنا

---

[1] ردالمحتار باب التعلیق دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۹۹/۲ و ۵۳۳

اللزوم لایکون الابالنذر والدال علیہ الثانی لاالاول اھ ویؤیدہ مافی البزازیۃ ولو قال ان سلم ولدی اصوم ماعشت فھذا وعد لکن فی البزازیۃ ایضاان عوفیت صمت کذالم یجب مالم یقل للہ علی، وفی الاستحسان یجب ولو قال ان فعلت کذافانا احج ففعل یجب علیہ الحج[1] اھ باختصار۔	لازم ہوگا) یہ درمختار کے متن کی عبارت ہے اور اس کی شرح میں اسکی علت یہ بیان کی ہے کہ اس لئے کہ پورا کرنا نذر کی وجہ سے لازم ہوتا ہے، اس پر دوسری عبارت دلالت کرتی ہے، پہلی عبارت اس پر دال نہیں ہے اھ، اور اس کی تائید بزازیہ میں ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا سالم بچے تو میں تازندگی روزہ رکھوں گا، تو وعدہ ہوگا، لیکن اس کے ساتھ بزازیہ میں یہ بھی ہے کہ اگر کوئی کہے "اگر مجھے صحت ہوئی تو اتنے روزے رکھوں گا" تو پورا کرنا واجب نہ ہوگا، جب تک اس میں "اللہ تعالٰی کے لئے مجھ پر روزہ لازم ہے" نہ کہے۔ لیکن استحسان یہ ہے کہ اس پر روزہ لازم ہوجائے گا، اور اگر کوئی کہے "اگر میں ایسا کروں تو میں حج کروں گا" اس کے بعد اس نے وہ کام کیا تو حج لازم ہوگا اھ اختصاراً (ت)

درمختار میں ہے:

اعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراہم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام مالم یقصدوا صرفھا لفقراء الانام[2]۔	معلوم ہونا چاہئے کہ اکثر عوام مردوں کے لئے جو نذر مان کر اولیاء کرام کی قبروں پر دراہم، شمع اور تیل وغیرہ اولیاء کے تقرب کے لئے دیتے ہیں تو ان چیزوں کو وصول کرنا بالاجماع باطل اور حرام ہے جب تک عوام ان چیزوں کو فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کرلیں (ت)

امام ناصح حکیم علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

ومن ھذاالقبیل زیارۃ القبوروالتبرك بضرائح الاولیاء والصالحین والنذرلھم بتعلیق ذلك علی حصول	اور اسی قبیل سے ہے قبروں کی زیارت کرنا، اور شفایابی یا کسی مسافر کے واپس آنے سے مشروط اولیاء کے لئے نذریں ماننا (یہ سب جائز ہیں) کیونکہ

[1] ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۷۰

[2] درمختار قبیل باب الاعتکاف مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۵

شفاء اوقدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین لقبورهم کما قال الفقهاء فیمن دفع الزکاة لفقیر وسماها قرضا صح،لان العبرة بالمعنی لا باللفظ، وکذلك الصدقة علی الغنی هبة والهبة علی الفقیر صدقة[1] الی اٰخرما افادواجاد ذکره فی بحث القنیة ونقل جوازه ایضا عن الامام ابن حجر المکی، قلت وهو مفادقوله حرام مالم یقصد واصرفها لفقراء الانام۔	یہ نذریں وہاں مزارات کے خادموں کے لئے صدقہ مجازاً مراد ہوتی ہیں، جیسا کہ فقہاء کرام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنی زکوٰۃ کسی کو قرض کا نام لے کر دے تو صحیح ہوگا کیونکہ معنی کا اعتبار ہوتا ہے لفظوں کا اعتبار نہیں ہوتا،اور یونہی نفلی صدقہ کسی غنی کو ہبہ کے نام سے یا فقیر کو صدقہ ہبہ کے نام سے دینا (یا ہبہ کو صدقہ کے نام سے) دینا جائز ہے۔علامہ نابلسی کے بیان کے آخر تک، جہاں انہوں نے قنیہ کی بحث کو ذکر کرکے یہ بہترین فائدہ بیان فرمایا،اور انہوں نے امام ابن حجر مکی سے بھی اس جواز کو نقل فرمایا، قلّت (میں کہتا ہوں کہ) درمختار کے قول کہ جب تک فقراء پر صرف کرنے کی نیت نہ کریں توحرام ہے کا یہی مفاد ہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

لایخفی ان له الصرف الی غیرهم (ای غیرفقراء الباب الذی عینه فی النظر کما مرسابقا،ولابدان یکون المنذور ممایصح به النذر کالصدقة بالدراهم ونحوها اما لو نذر زیتا لایقادقندیل فوق ضریح الشیخ اوفی المنارة فباطل[2] اھ مختصرا۔واللّٰہ تعالٰی اعلم۔	مخفی نہ رہے کہ اس کو دوسرے فقراء (یعنی نذر میں معین کردہ فقراء کے غیر) پر خرچ کرنے کا اختیار ہوگا جیسا کہ پہلے گزرا،اور ضروری ہے کہ منذور وہ چیز ہو جس سے نذر صحیح ہوجائے جیسا کہ دراہم وغیرہ کا صدقہ کرنا،ہاں اگر تیل کے چراغ قبر کے اوپر جلانے کی نذر مانی ہو یا وہاں مزار کے منارہ پر جلانے کی نذر ہو تو یہ باطل ہوگی،اھ مختصراً۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۴۲: از شہر کہنہ مرسلہ مولوی عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۷ھ

زید نے عہد کیا تھا کہ میں ملازم ہوجاؤں تو ایک ماہ کی تنخواہ راہِ خدا میں صرف کروں گا،اب وہ ملازم

[1] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱۵۱/۲

[2] ردالمحتار قبیل باب الاعتکاف داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۲۸/۲

ہوگیا، اگر زید اپنی اس ماہ کی تنخواہ کو اپنے کسی نہایت غریب بیکس و مفلس رشتہ دار کو اس نیت سے دے تو اس کے ذمہ سے وہ عہد ساقط ہو جائے گا یا نہیں، درصورت عدم ساقط ہونے کے وہ اور کس کام میں خرچ کرے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ضرور نذر ادا ہو جائیگی جبکہ وہ عزیز نہ اس کی اولاد میں ہو، نہ یہ اس کی نہ زوج و زوجہ، نہ سید وغیرہ جنہیں زکوۃ دینا جائز نہیں، بلکہ عزیز کو دینے میں دونا ثواب ہے، صدقہ اور صلہ رحم، **کما ثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم** (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۳: مرسلہ منشی عبدالصبور صاحب سوداگر ۶ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے وقت شروع کرنے روزگار کے، یہ خیال کرلیا کہ مجھ کو جو نفع ہوگا اس میں سولھواں حصہ واسطے اللہ کے نکالوں گا، اب اس کو لاگت سے زائد ایک روپیہ نفع ہوا لیکن متفرق خرچ یعنی تنخواہ ملازمان وغیرہ میں دو آنے اس نفع ایک روپے میں صرف ہوگئے باقی چودہ آنے رہے، اب وہ اصلی لاگت سے جو نفع ہوا ہے اس میں سے سولھواں حصہ نکالے یا بعد مجرا کرنے خرچ متفرق کے ماہوار میں سے نکالے۔

الجواب:

صرف خیال کرلینے سے وجوب تو نہیں ہوتا جب تک زبان سے نذر نہ کرے، ہاں جو نیت اللہ عزوجل کے لئے اس کا پورا کرنا ہی چاہیئے، جو خرچ کہ تجارت کے متعلق ہو اور حساب تجار میں اسی پر ڈالا جاتا ہے وہ مجرا دے کر جو بچے اسے نفع کہتے ہیں، پھر اس نفع میں جو کچھ اپنا خرچ خانگی وغیرہ دیگر مصارف علاوہ خرچ تجارت میں صرف ہوجائے وہ مجرا نہ دیا جائے گا کہ یوں تو جو نفع بچتا ہے وہ خرچ ہی ہونے کے لئے ہوتا ہے، پس وہ نوکر اگر تجارت کا نوکر ہے اور اس کی تنخواہ حسبِ دستور تجار خرچ تجارت میں محسوب کی جاتی ہے، اس کے بعد جو بچتا ہے وہ نفع سمجھا جاتا ہے، جب تو چودہ آنے کا سولھواں حصہ تصدق کرے اور اگر خرچ تجارت مجرا دے کر کامل روپیہ بچا تھا یہ تنخواہ اس کے متعلق نہیں تو پورے روپیہ کا سولھواں حصہ دے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۴تا ۲۴۷: مرسلہ محمد عبدالصبور صاحب سوداگر ابن منشی محمد ظہور صاحب جوہری ۲۰ ربیع الآخر شریف

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین، ایک شخص نے اپنی تجارت کے منافع میں خداوند کریم کا

سولھواں حصہ مقرر کیا ہے۔
(۱) اس سولھویں حصہ میں محفل میلاد شریف و نیاز گیارھویں شریف کرنا چاہئے یا نہیں؟
(۲) اس سولھویں حصہ میں اپنے والدین و پھوپھی و خالہ و سید صاحب و مولوی صاحب کو دینا چاہئے یا نہیں؟
(۳) اس سولھویں حصے میں سامع رمضان المبارک کو دینا و نیز افطاری رمضان المبارک کرنا چاہئے یا نہیں؟
(۴) دربارہ زکوۃ مذکورہ کے روپے کو طالب علموں کی خورد و نوش و لباس میں صرف کرنا چاہئے یا نہیں، اور زکوۃ کا روپیہ مؤذن کو دینا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اگر نہ یہ منت ہے نہ زکوۃ ہے بلکہ یونہی دل میں نیت کرلی یا بے الفاظِ نذر زبان سے کہہ لیا ہے کہ اپنے منافع تجارت سے سولھواں حصہ نیک کاموں میں اللہ تعالٰی کے لئے صرف کیا کروں گا، جب تو اس سے محفل میلاد شریف اور گیارھویں شریف اور افطاری رمضان شریف اور اپنے والدین و سادات و علماء کی خدمت سب کچھ کرسکتا ہے کہ یہ سب نیک کام اللہ تعالٰی ہی کے لئے ہیں جب کہ نیت خالص اللہ عزوجل کے واسطے ہو، رمضان مبارک کا سامع اگر حاجتمند ہو اور اس سے اجرت نہ ٹھہری ہو اور نہ رواج کی رو سے اجرت مقرر ہو تو اسے بھی دے سکتا ہے کہ اب اسے بھی دینا نیک کام ہے، اور اگر اجرت کی شرط ہولی یا از روئے رواج اس کی اجرت کا قرار دیا ہے تو اسے دینا کچھ نیک کام نہیں بلکہ گناہ ہے،

لانہ اجارۃ علی الطاعۃ والاجارۃ علیہا باطلۃ الاما استثناہ المتاخرون من امامۃ واذان وتعلیم قراٰن ولیس ھذامنہا والتحقیق فی ردالمحتار وشفاء العلیل۔	کیونکہ یہ عبادت پر اجرت ہے اور عبادت پر اجرت لینا دینا باطل ہے مگر امامت پر یا اذان اور تعلیم قرآن پر اجرت جس کو متاخرین نے اس سے مستثنٰی قرار دیا ہے وہ اور چیز ہے یہ اس قبیل سے نہیں ہے، اس کی مکمل تحقیق ردالمحتار اور شفاء العلیل میں ہے۔ (ت)

اور اگر صورتِ مذکورہ میں ہر نیک کام کی نیت نہ تھی بلکہ بالخصوص مساکین کو خدا کے نام پر دینا تو وہ سب امور ابھی اس روپے سے جائز ہوں گے مگر یہ چاہئے کہ مجلس مبارک کا حصہ خاص محتاجین کو دے، گیارہویں شریف کی نیاز، رمضان المبارک کی افطاری، صرف مساکین کو بانٹے، سادات و علماء میں انہیں کی نذر کرے جو حاجتمند ہوں، ماں باپ کو بھی بحالتِ حاجتمند دے سکتا ہے،

لاھنا لیست صدقۃ واجبۃ وانما نوی التصدق علی المساکین فاذاکان	کیونکہ یہ صدقہ واجب نہیں ہے اور اس نے مساکین پر تصدق کی نیت کی ہے تو جب ماں باپ بھی مساکین سے ہوں تو بطور صلہ ان پر صدقہ

کرنا جائز ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صلہ رحمی کو صدقہ قرار دیتے ہوئے صحیح احادیث میں فرمایا کہ جو کچھ تونے اپنی بیوی کو کھلایا وہ صدقہ ہے اور جو تونے پانی اولاد کو کھلایا وہ صدقہ ہے اور جو تونے اپنی عیال کو کھلایا وہ صدقہ ہے۔(ت)	منهم جاز صلتهما بها وقد سمی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الاحادیث الصحیحة ما اطعمت اهلك صدقة اما اطعمت ولدك صدقة وما اطعمت عیالك صدقة[1]۔

اور اگر خاص منت کے لفظ زبان سے ادا کرلئے ہیں مثلاً کہا" مجھ پر اللہ تعالٰی کے لئے واجب ہے کہ اپنے منافع کا سولھواں حصہ اللہ تعالٰی کے نام پر تصدق کروں" تو نہ والدین کو دے سکتا ہے نہ سادات کو اگرچہ محتاج ہوں، نہ کسی غنی کو اگرچہ عالم ہو، ہاں صرف محتاجوں کو دینا لازم ہے اگرچہ اس کی پھوپھی، خالہ، بہن، بھائی، چچا، ماموں ہوں، اگرچہ مجلس شریف یا گیارھویں شریف کرکے یا افطاری میں مالک کردے،

کیونکہ یہ صرف ادائیگی کا ایک طریقہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لئے اجتماع، یا کسی والی اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ایصال ثواب کا ہونا نذر کے منافی نہیں ہے، اور یہ طریقے زکوٰۃ کے مال کو صدقہ کرنے کے منافی نہیں ہیں۔(ت)	فانها طریق الاداء والاجتماع لذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او ایصال الثواب الی ولی اللہ الکریم رضی اللہ تعالٰی عنه لاینافی النذر ولاینفی التصدق مال زکٰوۃ هو۔

جب بھی یہی حکم ہے جو خاص منت کا حکم تھا مال زکوٰۃ و نذر طالب علموں کو بھی دے سکتے ہیں خواہ کپڑے بنادے خواہ اناج یا کھانا انہیں دے کر مالک کردے، ہاں گھر بٹھا کر کھلانے سے زکوٰۃ و نذر ادا نہ ہوگی **لانه اباحة والتصدق تملیك کما نصوا علیه** (کیونکہ یہ اباحت ہے جبکہ صدقہ کرنا بطور تملیک ہوتا ہے جیسا کہ فقہاء نے اس پر نص کی ہے۔ت) مؤذن کی تنخواہ ٹھہری ہے تو اس میں زکوٰۃ یا نذر کو محسوب نہیں کرسکتا **لان واجبا لایدخل فی واجب اخر لیس من جنسه** (کیونکہ واجب دوسرے خلافِ جنس واجب میں داخل نہیں ہوسکتا۔ت) ہاں بلا تنخواہ اذان دیتا ہو اور محتاج مصرف زکوٰۃ ہو تو دے سکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔**

[1] کنز العمال حدیث موسسة الرسالة بیروت ۶/ ۴۱۵، المعجم الاوسط حدیث مکتبة المعارف الریاض ۷/ ۴۵۵

مسئلہ ۲۴۸: از صدر ۸ شعبان ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے منت مانی کہ اگر فلاں تکلیف میری رفع ہو جائے تو میں بکری وغیرہ ذبح کرکے مسکینوں کو تقسیم کروں گا، اگر زید کامیاب ہوا اور بکرا ذبح کیا تو آیا زید بھی اس گوشت میں سے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید خود کھاسکتا ہے نہ اپنے ماں باپ وغیرہما اصول خواہ بیٹا بیٹی وغیرہما فروع کسی ہاشمی یا غنی کو کھلاسکتا ہے بلکہ وہ خاص مساکین مصرف زکوٰۃ کا حق ہے،

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو ایضا مصرف النذر[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ہے کہ زکوٰۃ کا مصرف نذر کا مصرف بھی ہوتا ہے، اھ ملخصًا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۹: (یہ مسئلہ دراصل فتاوٰی افریقہ کا مسئلہ نمبر ۶۰ ہے، مناسبت کے پیشِ نظر اسے یہاں شامل کیا گیا ہے)

زید کہتا ہے غیر خدا جل وعلا کیلئے نذر چڑھانا حرام ہے چاہے نبی علیہ السلام ہوں چاہے اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ مجموعہ خطب حرمین شریفین تالیف مولوی عبدالحہ صاحب کے صفحہ ۴۷ پر ہے ع

صندل بھی تربتوں پہ چڑھانا حرام ہے

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ہے: ؎

نذر بھی غیر خدا کی ہے یقین شرک سنو غیر کی نذر کا کھانا بھی حرام اے اکرم

کیا یہ اشعار اہلسنت کے خلاف ہیں یا نہیں؟ اور حضور کے رسالہ برکات الامداد یہ میں ص ۱۳ پر ہے: خود امام الطائفہ میاں اسمٰعیل دہلوی کے بھاری پتھر کا کیا علاج، وہ صراط مستقیم میں اپنے پیر جی کا حال لکھتے ہیں:

روح مقدس جناب غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ[2]۔	حضرت غوث الثقلین اور حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند (رحمہما اللہ تعالٰی) کی روحیں حضرت کے حال پر متوجہ ہوئیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار باب المصرف دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۸

[2] صراط مستقیم باب چہارم دربیان سلوک راہ نبوت الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۶

شخصیکه در طریقه دریه قصدِ بیعت میکند البته او رادرجناب حضرت غوث الاعظم اعتقادے عظیم بہم میرسد (الی قولہ) کہ خودرااززمرہ غلاماں آنجناب میشمارد اھ [1] ملخصًا۔	ایک شخص نے طریقہ قادریہ میں بیعت کا ارادہ کیا یقینًا اس کو جناب حضرت غوث الثقلین میں بہت پختہ اعتقاد تھا (الی قولہ) کہ خود کو آنجناب کے غلاموں میں شمار کیا اھ ملخصا (ت)

اسی میں ہے:

اولیائے عظام مثل حضرت غوث الاعظم وحضرت خواجہ بزرگ الخ [2]۔	اولیائے عظام جیسے غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت خواجہ بزرگ الخ (ت)

یہی امام الطائفہ اپنی تقریر ذبیحہ مندرج مجموعہ زبدۃ النصائح میں لکھتے ہیں:

اگر شخصے بزے راخانہ پرور کند تا گوشت اوخوب شود اوراذبح کردہ وپختہ فاتحہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ خواندہ بخوراند خللے نیست۔ [3]	اگر کسی شخص نے کوئی بکرا گھر میں پالا تاکہ اس کا گوشت اچھا ہوجائے اور اس کو ذبح کرکے پکا کر غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی فاتحہ دلائے اور لوگوں کو کھلائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ت)

ایمان سے کہیو غوث الاعظم کے یہی معنی ہوئے کہ سب سے بڑے فریادرس یا کچھ اور، خدا جل وعلا کو ایک جان کر کہنا غوث الثقلین کا یہی ترجمہ ہوا کہ جن وبشر کے فریادرس یا کچھ اور، اور پھر یہ کیسا کھلا شرک تمہارا امام اور اس کا سارا خاندان بول رہا ہے، قول کے سچے ہو تو ان سب کو بھی ذرا جی کڑا کرکے مشرک بے ایمان کہ دو ورنہ شریعتِ وہابیہ کیا آپ کی خانگی ساخت ہے کہ فقط باہر والوں کے لئے خاص ہے گھر والے سب اس سے مستثنٰی ہیں۔

الجواب:

غیر خدا کیلئے نذرِ فقہی کی ممانعت ہے، اولیائے کرام کے لئے ان کی حیات ظاہری خواہ باطنی میں جو نذر کہی جاتی ہیں یہ نذر فقہی نہیں، عام محاورہ ہے کہ اکابر کے حضور جو ہدیہ کریں اسے نذر کہتے ہیں، بادشاہ نے دربار کیا اسے نذریں گزریں، شاہ رفیع الدین صاحب برادرِ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رسالہ نذور میں لکھتے ہیں:

---

[1] صراط مستقیم باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۴۷

[2] صراط مستقیم تکملہ دربیان سلوک ثانی راہ ولایت مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۱۳۲

[3] زبدۃ النصائح امام الطائفہ میاں اسمٰعیل

نذریکہ اینجا مستعمل میشود نہ بر معنی شرعی ست چہ عرف آنست کہ آنچہ پیش بزرگاں می برند نذر و نیاز می گویند[1]	یہاں نذر کا لفظ شرعی نذر کے معنی میں استعمال نہیں کیونکہ عرف میں بزرگوں کو جو کچھ پیش کیا جاتا ہے اس کو نذر و نیاز کہتے ہیں۔(ت)

امام اجل سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں فرماتے ہیں:

ومن ھذاالقبیل زیارۃ القبور والتبرک بضرائح الاولیاء والصالحین والنذر لھم بتعلیق ذٰلك علٰی حصول شفاء او قدوم غائب فانه مجاز عن الصدقة علی الخادمین بقبورھم کما قال الفقھاء فیمن دفع الزکاۃ لفقیر وسماھا قرضا صح لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ[2] یعنی اسی قبیل سے ہے زیارتِ قبور اور مزارات اولیاء و صلحاء سے برکت لینا اور بیمار کی شفا یا مسافر کے آنے پر اولیائے کرام کیلئے منت ماننا کہ وہ ان کے خادمانِ قبور تصدق سے مجاز ہے جیسے فقہاء نے فرمایا ہے کہ فقیر کو زکوٰۃ دے اور قرض کا نام لے تو صحیح ہو جائے گی کہ اعتبار معنٰی کا ہے نہ کہ لفظ کا۔

ظاہر ہے کہ یہ نذر فقہی ہوتی تو احیاکے لئے بھی نہ ہو سکتی حالانکہ دونوں حالتوں میں یہ عرف و عمل قدیم سے اکابرین میں معمول و مقبول ہے۔ امام اجل سیدی ابوالحسن نورالملۃ والدین علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی قدس سرہ العزیز جن کو امام فن رجال شمس الدین ذہبی نے طبقات القراء اور امام جلیل جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں الامام الاوحد کہا یعنی بے نظیر امام، اپنی کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں محدثانہ اسانید صحیحہ معتبرہ سے روایت فرماتے ہیں:

(۱) اخبرنا ابوالعفاف موسٰی بن عثمان البقاعی بالقاھرۃ ۶۶۳ھ قال اخبرنا ابی بدمشق ۶۱۴ھ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابوعمروعثمان الصریفینی والشیخ ابو محمد عبدالحق الحریمی ببغداد ۵۵۹ھ قالا کنا بین یدی الشیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنه بمدرسة یوم الاحد ثالث صفر ۵۵۵ھ۔ ہم سے ابوالعفاف موسٰی بن بقاعی نے ۶۶۳ھ میں شہر قاہرہ میں حدیث بیان کی کہ ہمیں میرے والدِ ماجد عارف باللہ ابوالمعانی عثمان نے ۶۱۴ھ میں شہر دمشق میں خبر دی کہ ہمیں دو ولی کامل حضرت ابو عمرو عثمان صریفینی و حضرت ابو محمد عبدالحق حریمی نے ۵۵۹ھ میں بغداد مقدس میں خبر دی کہ ہم ۳ صفر روز یک شنبہ ۵۵۵ھ میں

[1] مجموعہ رسائل تسعہ رسالہ نذور شاہ رفیع الدین مطبع احمدی دہلی ص ۲۱

[2] الحدیقة الندیة شرح الطریقة المحمدیة الخلق الثامن والاربعون الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۱۵۱

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی کے دربار میں حاضر تھے حضور نے وضو کرکے کھڑاویں پہنیں اور دو رکعتیں پڑھیں، بعد سلام ایک عظیم نعرہ فرمایا اور ایک کھڑاؤں ہوا میں پھینکی، پھر دوسرا نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں پھینکی وہ دونوں ہماری نگاہوں سے غائب ہوگئیں، پھر تشریف رکھی، ہیبت کے سبب کسی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی، ۲۳ دن کے بعد عجم سے ایک قافلہ حاضر بارگاہ ہوا اور کہا **ان معنا للشیخ نذرا** ہمارے پاس حضور کی ایک نذر ہے **فاستأذناہ فقال خذوہ منھم،** ہم نے حضور سے اس نذر کے لینے میں اذن طلب کیا حضور نے فرمایا لے لو، انہوں نے ایک من ریشم اور خز کے تھان اور سونا اور حضور کی وہ کھڑادیں جو اس روز ہوا میں پھینکی تھیں پیش کیں، ہم نے ان سے کہا یہ کھڑاویں تمہارے پاس کہاں سے آئیں؟ کہا ۳ صفر روز یک شنبہ ہم سفر میں تھے کہ کچھ راہزن جن کے دو سردار تھے ہم پر آپڑے ہمارے مال لوٹے اور کچھ آدمی قتل کئے اور ایک نالے میں تقسیم کو اترے، نالے کے کنارے ہم تھے **فقلنا لوذکرنا الشیخ عبدالقادر فی ھذا الوقت وننذر نالہ شیأ من اموالنا ان سلمنا،** ہم نے کہا بہتر ہو کہ اس وقت ہم حضور غوث اعظم کو یاد کریں اور جنات پانے پر حضور کے لئے کچھ مال نذر مانیں، ہم نے حضور کو یاد کیا ہی تھا کہ دو عظیم نعرے سنے جن سے جنگل گونج اٹھا اور ہم نے راہزنوں کو دیکھا کہ ان پر خوف چھاگیا ہم سمجھے ان پر کوئی اور ڈاکو آپڑے یہ آکر ہم سے بولے، آؤ اپنا مال لے لو اور دیکھو ہم پر کیا مصیبت پڑی، ہمیں اپنے دونوں سرداروں کے پاس لے گئے ہم نے دیکھا وہ مرے پڑے ہیں اور رہ ایک کے پا ایک کھڑاؤں پانی سے بھیگی رکھی ہے ڈاکوؤں نے ہمارے سب مال پھیر دئے اور کہا اس واقعہ کی کوئی عظیم الشان خبر ہے[1]۔

(۲) نیز فرماتے ہیں قدس سرہ: **حدثنا ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف الازجی قال اخبرنا الشیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل قال اخبرنا الشیخ ابو محمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل قال کان شیخنا الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یقبل النذور ویأکل منھا**[2] (ملخصًا) ہم سے حدیث بیان کی ابو الفتوح نصر اللہ بن یوسف ازجی نے، کہا ہمیں شیخ ابو العباس احمد بن اسمٰعیل نے خبر دی کہ ہم کو شیخ ابو محمد عبداللہ بن حسین بن ابی الفضل نے خبر دی کہ ہمارے شیخ حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ نذریں قبول فرماتے اور ان میں سے بذات اقدس بھی تناول فرماتے، اگر یہ نذر فقہی ہوتی تو حضور کا کہ اجلہ سادات عظام سے ہیں اس سے

---

[1] بهجة الاسرار فصول من کلامہ مرصعا بشیئ من عجائب احوالہ مصطفی البابی مصر ص ۶۷

[2] بهجة الاسرار ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰۴۔۱۰۳

تناول فرمانا کیونکہ ممکن تھا۔

(۳) نیز فرماتے ہیں: **حدثنا الشریف ابوعبدالله بن الخضر الحسینی قال اخبرنا ابی قال کنت مع سیدی الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی الله تعالٰی عنه ورأی فقیرا مکسور القلب فقال له ماشأنك قال مررت الیوم بالشط وسألت ملاحًا ان یحملنی الی الجانب الاُخر فابی وانکسر قلبی لفقری فلم یتم کلام الفقیر حتی دخل رجل معه صرة فیها ثلاثون دینارا انذرا للشیخ فقال الشیخ لذٰلك الفقیر خذ هذه الصرة واذهب بها الی الملاح واعطها له وقل له لاترد فقیرا ابدا وخلع الشیخ قمیصه واعطاه للفقیر فاشتری منه بعشرین دینارا**[1]

ہمیں شریف ابوعبداللہ محمد بن الخضر الحسینی نے حدیث بیان کی، کہا ہم سے والد فرمایا میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا، فرمایا تیرا کیا حال ہے؟ عرض کی آج میں کنارہ دجلہ پر گیاملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا، اس نے نہ مانا، محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا، فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جاکر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے، اور حضور نے اپنا قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمایا وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خرید اگیا۔

(۴) نیز فرماتے ہیں: **الشیخ بقابن بطو کان الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی الله تعالٰی عنه یثنی علیه کثیر و تجله المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والنذور من کل مصر**[2]۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت شیخ بقابن بطو رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بہت تعریف فرمایا کرتے اور اولیاء وعلماء سب ان کی تعظیم کرتے، ہر شہر سے لوگ ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۵) نیز فرماتے ہیں: **الشیخ منصور البطائحی رضی الله تعالٰی عنه من اکابر مشائخ العراق اجمع المشائخ والعلماء علی تبجیله وقصد بالزیارات والنذور من کل جهة**[3] حضرت منصور بطائحی رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] بهجة الاسرار ذکر شیئ من شرائف اخلاقه رضی الله عنه مصطفی البابی مصر ص ۱۰۴

[2] بهجة الاسرار شیخ بقابن بطو مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

[3] بهجة الاسرار شیخ منصور البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۴۰

اکابر اولیائے عراق سے ہیں، اولیاء و علماء نے ان کی تعظیم پر اجماع کیا، اور ہر طرف سے مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر لاتے۔

(۶) نیز فرماتے ہیں: **لم یکن لاحد من مشائخ العراق فی عصر الشیخ علی بن الھیتی فتوح اکثر من فتوحه کان ینذر له من کل بلد**[1] حضرت علی بن ہیتی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زمانے میں اولیائے عراق سے کسی کی فتوح ان کے مثل نہ تھی ہر شہر سے ان کی نذر آتی۔

(۷) نیز فرماتے ہیں: **الشیخ ابوسعید القیلوی احد اعیان المشائخ بالعراق حضر مجلسه المشائخ والعلماء وقصد بالزیارات والنذور**[2] حضرت ابوسعید قیلوی رضی اللہ تعالٰی عنہ اکابر اولیائے عراق سے ہیں مسلمان ان کی زیارت کو آتے اور ان کی نذر کی جاتی۔

(۸) نیز فرماتے ہیں: **اخبرنا ابوالحسن علی بن الحسن السامری قال اخبرنا ابی قال سمعت والدی رحمه اللّٰه تعالٰی یقول کانت نفقة شیخنا الشیخ جاگیر رضی اللّٰه تعالٰی عنه من الغیب وکان نافذ التصریف خارق الفعل متواتر الکشف ینذر له کثیرا وکنت عنده یوما فمرت به بقرات مع راعیها فاشار الٰی احدٰھن وقال ھذه حامل بعجل احمر اغر صفته کذا وکذا ویولد وقت کذا یوم کذا وھو نذر لی وتذبحه الفقراء یوم کذا ویاکله فلان وفلان ثم اشار الی اخری وقال ھذه حامل بانثی ومن وصفها کذا وکذا تولد وقت کذا وھی نذر لی یذبحھا فلان رجل من الفقراء یوم کذا ویاکلھا فلان وفلان ولکلب احمر فیھا نصیب قال فواللّٰه لقد جرت الحال علی ماوصف الشیخ**[3]۔ ہمیں خبر دی ابوالحسن بن حسن سامری نے کہ ہمیں ہمارے والد نے خبر دی، کہا میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے ہمارے شیخ حضرت جاگیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خرچ غیب سے چلتا تھا اور ان کا تصرف نافذ تھا ان کے کام کرامات تھے علی الاتصال انہیں کشف ہوتا تھا مسلمان کثرت سے ان کی

---

[1] بهجة الاسرار شیخ علی بن ہیتی مصطفی البابی مصر ص ۱۵۳

[2] بهجة الاسرار شیخ ابوسعید القیلوی مصطفی البابی مصر ص ۱۶۱

[3] بهجة الاسرار شیخ جاگیر رضی اللہ عنہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۹

نذر کرتے، ایک دن میں ان کے پاس حاضر تھا کچھ گائیں اپنے گوالے کے ساتھ گزریں، حضرت نے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا اس گائے کے پیٹ میں سرخ بچھڑا ہے جس کے ماتھے پر سپیدی ہے۔اور اس کا سب حلیہ بیان فرمایا، فلاں دن فلاں وقت پیدا ہوگا اور وہ ہماری نذر ہوگا فقراء اسے فلاں دن ذبح کرینگے اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے۔ پھر دوسری گائے کی طرف اشارہ اشارہ کیا اور فرمایا: اس کے پیٹ میں بچھیا ہے۔اور اس کا حلیہ بیان فرمایا فلاں وقت پیدا ہوگی اور وہ میری نذر ہوگی، فلاں فقیر اسے فلاں دن ذبح کرے گا اور فلاں فلاں اسے کھائیں گے اور ایک سرخ کتّے کا بھی اس کے گوشت میں حصہ ہے۔ ہمارے والد نے فرمایا خدا کی قسم جیسا شیخ نے ارشاد کیا تھا سب اسی طرح واقع ہوا۔

(۹) نیز فرماتے ہیں: **اخبرنا الفقیة الصالح محمد الحسن بن موسی الخالدی قال سمعت الشیخ الامام شهاب الدین السهروردی رضی الله تعالٰی عنه یقول مالاحظ عمی شیخنا الشیخ ضیاء الدین عبدالقاهر رضی الله تعالٰی عنه مریدا بعین الرعایة الانتج وبرع وکنت عنده مرة فاتاه سوادی بعجل وقال له یاسیدی هذا نذرناه لك وانصرف الرجل فجاء العجل حتی وقف بین یدی الشیخ فقال الشیخ لنا ان هذا العجل یقول لی انی لست العجل الذی نذرلك بل نذرت للشیخ علی بن الهیتی وانما نذرلك اخی فلم یلبث ان جاء السوادی وبیده عجل یشبه الاول فقال السودی یاسیدی انی نذرت لك هذا العجل ونذرت الشیخ علی بن الهیتی العجل الذی اتیتك به اولا وکانا اشتبها واخذ الاول وانصرف**[1]۔ ہمیں خبر دی فقیہ صالح ابو محمد حسن بن موسٰی خالدی نے کہ میں نے شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فرماتے سنا کہ ہمارے شیخ حضرت عبدالقاہر ضیاء الدین سہروردی رضی اللہ تعالٰی عنہ جب کسی مرید پر نظرِ عنایت فرماتے وہ پھولتا پھلتا اور بلند رتبہ کو پہنچتا، اور ایک دن میں حضور میں حاضر تھا کہ ایک دہقانی ایک بچھڑا لایا اور عرض کی یہ ہماری طرف سے حضرت کی نذر ہے، اور چلا گیا، بچھڑا آکر حضرت کے سامنے کھڑا ہوا حضرت نے فرمایا یہ بچھڑا مجھ سے کہتا ہے میں آپ کی نذر نہیں ہوں میں حضرت شیخ بن علی بن ہیتی کی نذر ہوں آپ کی نذر میرا بھائی ہے۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ وہ دہقانی ایک اور بچھڑا لایا جو صورت میں اس کے مشابہ تھا اور عرض کی: اے میرے سردار! میں نے حضور کی نذر یہ بچھڑا مانا تھا اور وہ بچھڑا جو پہلے میں حاضر لایا وہ میں نے حضرت شیخ علی بن ہیتی کی نذر مانا ہے مجھے دھوکا ہوگیا تھا۔ یہ کہہ کر

[1] بهجة الاسرار شیخ عبدالقاہر السهروردی مصطفی البابی مصر ص ۲۳۴و۲۳۵

پہلے بچھڑے کو لے لیا اور واپس چلا گیا۔

(۱۰) نیز فرماتے ہیں: **اخبرنا ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم احمد القرشی قال سمعت الشیخ العارف ابا الفتح بن ابی الغنائم بالاسکندریۃ**[1]، ہمیں ابوزید عبدالرحمٰن بن سالم بن احمد قرشی نے خبر دی کہ میں نے حضرت عارف باللہ ابوالفتح بن ابی الغنائم سے اسکندریہ میں سنا کہ اہل بطائح سے ایک شخص دبلا بیل کھینچتا ہوا ہمارے شیخ حضرت سید احمد رفاعی رضی تعالٰی عنہ کے حضور لایا اور عرض کی: اے میرے آقا! میرا اور میرے بال بچوں کا قوت اسی بیل کے ذریعہ سے ہے اب یہ ضعیف ہوگیا اس کے لئے قوت و برکت کی دعا فرمایئے۔ حضرت نے فرمایا: شیخ عثمان بن مرزوق (بطائحی رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے پاس جا اور انہیں میرا اسلام کہہ اور ان سے میرے لئے دعا چاہ۔ وہ بیل کو لے کر یہاں حاضر ہوا، دیکھا کہ حضرت سیدی عثمان تشریف فرما ہیں اور ان کے گرد شیر حلقہ باندھے ہیں، یہ پاس حاضر ہوتے ڈرا، فرمایا: آگے آ۔ قریب گیا، قبل اس کے کہ یہ حضرت رفاعی کا پیام پہنچائے سیدی عثمان نے خود فرمایا کہ میرے بھائی شیخ احمد پر سلام، اللہ میرا اور ان کا خاتمہ بالخیر فرمائے، پھر ایک شیر کو اشارہ فرمایا کہ اٹھ اس بیل کو پھاڑ۔ شیر اٹھا اور بیل کو مار کر اس میں سے کھایا، حضرت نے فرمایا: اب اٹھ آ۔ وہ اٹھ آیا، پھر دوسرے شیر سے فرمایا: اٹھ اس میں سے کھا۔ وہ اٹھا اور کھایا۔ پھر اسے بلایا۔ تیسرا شیر بھیجا، یونہی ایک ایک شیر بھیجتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے سارا بیل کھالیا، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ بطیحہ کی طرف سے ایک بہت فربہ بیل آیا اور حضرت کے سامنے کھڑا ہوا، حضرت نے اس شخص سے فرمایا: اپنے بیل کے بدلے یہ بیل لے لو۔ اس نے اسے پکڑ تو لیا مگر دل میں کہتا تھا میرا بیل تو مارا گیا اور مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی اس بیل کو میرے پاس پہچان کر مجھے ستائے، ناگاہ ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور حضرت کے دست مبارک کو بوسہ دے کر عرض کی: **یاسیدی نذرت لك ثورا واتیت بہ الی البطیحۃ فاستلب منی ولا ادری این ذھب**[2] اے میرے مولٰی! میں نے ایک بیل حضور کی نذر کا رکھا تھا اسے بطیحہ تک لایا وہاں سے میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا معلوم نہیں کہاں گیا، فرمایا: **قد وصل الینا ھا ھو تراہ**[3] وہ ہمیں پہنچ گیا یہ دیکھو یہ تمہارے سامنے ہے۔ وہ شخص قدموں پر گر پڑا اور حضرت کے پائے مبارک چوم کر کہا: اے میرے مولا! خدا کی قسم اللہ نے حضرت کو ہر چیز کی معرفت بخشی اور ہر چیز یہاں تک کہ جانوروں کو حضرت کی پہچان کرادی، حضرت نے فرمایا: **ھذا ان**

---

[1] بھجۃ الاسرار شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

[2] بھجۃ الاسرار شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

[3] بھجۃ الاسرار شیخ ابوعمرو عثمان بن مرزوق البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۵۹

الحبیب لایخفی عن حبیبه شیأ ومن عرف الله عزوجل عرفه کل شیئ۔ اے شخص! بیشک محبوب اپنے محبوبوں سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھتا جسے اللہ کی معرفت ملتی ہے اللہ اسے ہر چیز کا علم عطا کرتا ہے۔ پھر بیل والے سے فرمایا: تو اپنے دل میں میرا شاکی تھا اور کہہ رہا تھا کہ میرا بیل تو مارا گیا اور خدا جانے یہ بیل کہاں کا ہے مبادا کوئی اسے میرے پاس پہچان کر مجھے ایذا دے۔ یہ سن کر بیل والا رونے لگا۔ فرمایا: کیا تو نے نہ جانا کہ میں تیرے دل کی جانتا ہوں جا اللہ اس بیل کو تجھ پر مبارک کرے۔ وہ بیل کو لے کر چند قدم چلا اب اسے یہ خطرہ گزرا کہ مبادا مجھے یا میرے بیل کو کوئی شیر آڑے آئے۔ فرمایا: شیر کا خوف ہے؟ عرض کی: ہاں۔ حضرت نے جو شیر سامنے حاضر تھے ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ اسے اور اس کے بیل کو بحفاظت پہنچادے۔ شیر اٹھا اور ساتھ ہولیا اس کے پاس سے شیر وغیرہ کو دور کرتا کبھی اس کے داہنے کبھی بائیں کبھی پیچھے چلتا یہاں تک کہ وہ امن کی جگہ پہنچ گیا اور اپنا قصہ حضرت احمد رفاعی سے عرض کیا، حضرت روئے اور فرمایا: ابن مرزوق کے بعد ان جیسا پیدا ہونا دشوار ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے اس بیل میں برکت رکھی کہ وہ شخص بڑا مالدار ہوگیا[1]۔

(۱۱) امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب مستطاب طبقات کبرٰی احوال حضرت سیدی ابوالمواہب محمد شاذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

وکان رضی الله تعالٰی عنه یقول رایت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال اذاکان لك حاجة واردت قضاءها فانذر لنفیسة الطاہرة ولوفلسافان حاجتك تقضی[2] یعنی حضرت ممدوح رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمایا کرتے میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور نے فرمایا جب تمہیں کوئی حاجت ہو اور اس کا پورا ہونا چاہو تو سیدہ طاہرہ حضرت نفیسہ کے لئے کچھ نذر مان لیا کرو اگرچہ ایک ہی پیسہ ہو تمہاری حاجت پوری ہوگی۔

یہ ہیں اولیاء کی نذریں، اور یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ نذر اولیاء کو **ما اھلّ به لغیرالله** میں داخل کرنا باطل ہے، ایسا ہوتا تو ائمہ دین کیونکر اسے قبول فرماتے اور کھاتے کھلاتے بلکہ **ما اھلّ به لغیرالله** وہ جانور ہے جو ذبح کے وقت تکبیر میں غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا۔ اب امام الطائفہ اسمٰعیل دہلوی صاحب کے باپوں کے بھی اقوال لیجئے:

(۱) جناب شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی مولوی اسمٰعیل کے دادا اور دادا استاد اور پر دادا پیر انفاس العارفین

[1] بھجة الاسرار شیخ ابوعمر وعثمان بن مرزوق البطائحی مصطفی البابی مصر ص ۱۹۵

[2] طبقات کبرٰی امام عبدالوہاب الشعرانی

میں اپنے والد ماجد کے حال میں لکھتے ہیں:

فارسی	ترجمہ
حضرت ایشاں در قصبہ ڈاسنہ بزیارت مخدوم الہ دیا رفتہ بودند شب ہنگام بود دراں محل فرمودند مخدوم ضیافت مامی کنند ومی گویند چیزے خوردہ روید توقف کردند تاآنکہ اثر مردم منقطع شد وملال بریاراں غالب آمد آنگاہ زنے بیامد طبق برنج و شیرینی برسر وگفت نذر کردہ بودم کہ اگر زوج من بیاید ہماں ساعت ایں طعام پختہ نشیندگان درگاہ مخدوم الہ دیا رسانم دریں وقت آمد ایفائے نذر کردم۔[1]	حضرت ایشاں قصبہ ڈاسنہ میں حضرت مخدوم الہ دیا کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے، رات کا وقت تھا اس وقت فرمایا کہ حضرت مخدوم نے ہماری دعوت کی ہے اور فرمایا ہے کہ کھانا کھا کر جائیں۔آپ نے دعوت کا انتظار فرمایا یہاں تک کہ رات گزر جانے کی وجہ سے لوگوں کی آمد ورفت بھی ختم ہوگئی، احباب ملول ہوئے، اچانک ایک عورت میٹھے طعام کا تھال لئے نمودار ہوئی اس نے کہا میں نے نذر مانی تھی کہ میرا خاوند جس وقت گھر واپس آئے گا میں اسی وقت طعام پکا کر مخدوم الہ دیا کی درگاہ میں قیام پذیر فقراء میں تقسیم کروں گی، میری خواہش تھی کہ خدا کرے اس وقت رات گئے درگاہ میں کوئی موجود ہو تاکہ طعام تناول کرے اور میری نذر پوری ہو۔(ت)

(۲) اسی میں ہے:

فارسی	ترجمہ
حضرت ایشاں میفرمودند کہ فرہاد بیگ را مشکلے پیش افتاد نذر کردم کہ بارِ خدایا کہ اگر ایں مشکل بسر آید ایں قدر مبلغ بحضرت ایشاں ہدیہ دہم آں مشکل مندفع شد آں نذر از خاطر او برفت بعد چندے اسپ او بیمار شد و نزدیک ہلال رسید برسبب ایں امر مشرف شدم بدست یکے از خادمان گفتہ فرستادم کہ ایں بیماری اسپ عدم وفائے نذر است اگر اسپ خودرا میخواہی نذرے راکہ در فلاں محل التزام نمودہ بفرست وے نادم شد وآں نذر فرستاد ہماں ساعت اسپ او شفا یافت۔[2]	حضرت ایشاں نے فرمایا کہ فرہاد بیگ کو ایک مشکل درپیش ہے، اس نے نذر مانی ہے کہ اے باری تعالٰی اگر یہ مشکل سر ہوجائے تو میں مبلغ اتنے حضرت ایشاں کی خدمت میں ہدیہ دوں گا، وہ مشکل ختم ہوگئی اور اس کے ذہن سے وہ نذر نکل گئی، اس کے بعد اس کے چند گھوڑے بیمار ہو کر قریب المرگ ہوگئے، مجھے جب معلوم ہوا تو میں نے اس کو ایک خادم کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اگر گھوڑوں کی خیر چاہتے ہو تو فوراً نذر پوری کرو جو تم نے فلاں جگہ فلاں وقت مانی تھی نذر پوری نہ کرنے کی وجہ سے گھوڑے بیمار ہوئے ہیں، تو وہ بہت نادم ہوا، اور نذر خدمت میں ارسال کردی تو گھوڑے فوراً تندرست ہوگئے۔(ت)

---

[1] انفاس العارفین (مترجم اردو) حضرت مخدوم الہ دیہ المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۱۲

[2] انفاس العارفین (مترجم اردو) منکر سے بزور نذر وصول کی المعارف گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۲۷ و ۱۲۸

(۳) حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ میں فرماتے ہیں:

حضرت امیر وذریۂ طاہرہ اور اتمام امت برمثال پیراں و مرشداں می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ می دانند وفاتحہ ودرود صدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ باجمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است فاتحہ ودرود ونذر وعرس ومجلس۔[1]	حضرت امیر (علی کرم اللہ وجہہ) اور ان کی اولاد پاک کو تمام امت پیروں اور مرشدوں کی طرح سمجھتی ہے اور تکوینی امور فاتحہ، درود، صدقات اور نذر ونیاز ان کے نام سے رائج ہیں اور معمول بنا ہوا ہے، چنانچہ تمام اولیاء کرام سے یہی معاملہ ہے کہ ان کے نام پر نذر ونیاز، فاتحہ، درود، عرس اور مجالس منعقد کی جاتی ہیں۔ (ت)

فوائدِ عظیمہ جلیلہ

مسلمان دیکھیں دونوں شاہ صاحبوں کی ان تینوں عبارتوں سے کتنے جلیل وجمیل وہابیت کش فائدے حاصل ہوئے، وللہ الحمد:

(۱) اولیاء کا اپنے حاضرینِ مزارات پر مطلع ہونا **(۲)** ان سے کلام فرمانا کہ جب حضرت مخدوم الہ دیا قدس سرہ کے مزار شریف پر شاہ ولی اللہ صاحب کے والد عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے مزار شریف سے ان کی دعوت کی اور فرمایا کچھ کھاکر جانا **(۳)** اولیائے کرام کا بعد وفات پر غیبوں پر اطلاع پانا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ کو معلوم ہوا کہ ایک عورت نے اپنے شوہر کے آنے پر ہماری نذر مانی ہے اور یہ آج اس کا شوہر آئیگا اور یہ کہ عورت اسی وقت ہماری نذر کے چاول اور شیرینی حاضر کرے گی **(۴)** اولیاء کی نذر **(۵)** مصیبت کے وقت اس کے دفع کو اولیاء کی نذر ماننی **(۶)** ان کی نذر مان کر پوری نہ کرنے سے بلا آنا اگرچہ وہ پورا نہ کرنا بھول جانے سے ہو **(۷)** اس نذر کے پورا کرتے ہی فورًا بلا کا دفع ہونا کہ فرہاد بیگ نے کسی مشکل کے وقت شاہ ولی اللہ صاحب کے والد کی نذر مانی پھر یاد نہ رہی، گھوڑا مرنے کے قریب پہنچ گیا، شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ اس پر یہ مصیبت ہماری نذر پوری نہ کرنے سے ہے، اس سے فرما بھیجا کہ گھوڑا بچانا چاہتے ہو تو ہماری منت پوری کرو، اس نے وہ نذر پوری کی گھوڑا فورًا اچھا ہوگیا **(۸)** فاتحہ مروّجہ **(۹)** عرس اولیاء **(۱۰)** ان سب سے بڑھ کر یہ پانچ بھاری غضب کہ پیر پرستی **(۱۱)** مولیٰ علی وائمہ اطہار کی بندگی **(۱۲)** اس پرستاری و بندگی پر تمام امتِ مرحومہ کا اجماع **(۱۳)** فتح، شکست، تندرستی، دولتمندی، تنگدستی، اولاد ہونا نہ ہونا، مراد ملنا نہ ملنا، اور ان کے مثل احکام تکوینیہ کا مولیٰ علی و

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

ائمہ اطہار واولیائے کرام سے وابستہ ہونا (۱۴) اس وابستہ جاننے پر امت مرحومہ کا اجماع ہونا۔ وہ سات بڑے شاہ صاحب کے کلام میں تھے یہ بھاری پتھر چھوٹے شاہ صاحب کے کلام میں ہیں۔ اب اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان وایضاح الحق اور گنگوہی صاحب کی براہین قاطعہ وغیرہا خرافاتِ وہابیہ سے ان ۱۴ کو ملا کر دیکھئے دونوں شاہ صاحب معاذاللہ کتنے بڑے کٹے پکے مشرک، مشرک گر ٹھہرتے ہیں مگر ان کا مشرک ہونا آسان نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ (۱۵) بھاری فائدہ حاصل ہوگا کہ اسمٰعیل دہلوی و گنگوہی وتھانوی اور سارے کے سارے وہابی سب مشرک کافر ہیں کہ اسمٰعیل دہلوی ان دو مشرکوں کا غلام، ان کا شاگرد، ان کا مرید، ان کا مداح، ان کو امام وولی چنیں وچناں جاننے والا۔ اور گنگوہی و تھانوی اور سارے کے سارے وہابی ان دو تقویت الایمانی دھرم پر مشرکوں اور اس تیسرے قرآنی دھرم پر بددین گمراہ کو ایسا ہی جاننے والے اور جو ایسوں کو ویسا جانے وہ خود مشرک کافر بے دین والحمدللہ رب العالمین ہے۔ کسی وہابی گنگوہی تھانوی دہلوی امرتسری بنگالی بھوپالی وغیرہم کے پاس اس کا جواب یا آج ہی سے وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ [1] (انہیں روکو ان سے پوچھنا ہے تمہیں کیا ہوا اب ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ اب وہ گردن ڈالے ہیں۔ ت) کا ظہور بے حجاب كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ [2] (عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کاش وہ جانتے۔ ت) یہاں سے ظاہر ہوگیا کہ اس مجموعہ خطب کے اشعار موافق اہلسنت نہیں، اور برکات الامداد کی وہ عبارت متعلق بہ استمداد ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۲۴تا۲۶

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

باب الکفارۃ

(کفارے کا بیان)

مسئلہ ۲۵۰: ۱۸ ربیع الاول شریف ۱۳۲۲ھ

چہ می فرمایند حامیانِ دین و مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ زید از شراب خوری توبہ کرد و مواجہہ چار کس کلام اللہ شریف رابرداشتہ قسم خورد کہ شراب رانوش نکنم وبارد گر شخصاں دریافت کرد زید از توبہ واز قسم اقرار کرد بعدہ از زید فعل شنیع سرزد شد یعنی شراب بخورد وچساں زید ازیں گناہ بری خواہد شدچہ کفارہ باید داد؟	دین کے حامی اور شرع کے مفتی کیافرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے شراب نوشی سے توبہ کی اور چار حضرات کے سامنے اس نے قرآن پاک اٹھا کر قسم کھائی کہ میں شراب نوشی نہیں کروں گا۔ لوگوں نے اس سے استفسار کیاتو اس نے اپنی توبہ اور قسم کا اقرار کیا، اس کے بعد زید سے یہ برا فعل سرزد ہوا یعنی اس نے دوبارہ شراب نوشی کی، اب سوال ہے کہ زید اس گناہ سے کس طرح بری ہوسکتا ہے اور اس کو کیا کفارہ دینا چاہئے؟ (ت)

الجواب:

در شرع مطہر کفارہ مر گناہے را باشد کہ در شناعت از حد نگزرد و ہرچہ قبحش از حد گزشت تطہیر بکفارہ را نپذیرد و بے توبہ صادقہ حکم بمحویتش	شرع مطہر میں کفارہ اس گناہ کا ہوتا ہے کہ وہ برائی میں حد سے بڑھ کر نہ ہو، اور جو شخص اپنے گناہ میں حد سے تجاوز کر جائے تو وہ کفارہ سے پاک نہیں ہوسکتا

صورت نگیر دآں چنانکہ اگر کسے زنِ خود را بمادر وخواہر خویش تشبیہ دہد اورا کفارہ است کہ بعد ادایش قربت زن بر و مباح گردد فاما آنکہ مادر و خواہر خود را زنِ خود سازد ایں جرم راہیچ کفارہ نیست جز آنکہ بتوبہ صادقہ گراید اینجا اگر مصحف کریم برداشتہ سوگند بنام او یا بنام حضرت عزت جل وعلیٰ نیز برزبان آورد پس دو چیز باشد یکے نیز سوگند چوں برو قائم نماند کفارہ اش یک غلام آزاد کردن یا دہ مسکین را دو وقت طعام خوراندن یا دہ مسکین را جامہ پوشاندن وہر کہ بر ہیچ ازینہا قادر نباشد سہ روزہ پے در پے دارد۔ دوم تاکیدش بہ برداشتن مصحف کریم، وایں امرے عظیم بود بعد او باز بر آں عمل ناپاک اقدام نمودن منجر بتوہین مصحف شریف واستخفاف بحق عظیم اوست وایں سخت ترکارے است واورا اصلا کفارہ نیست جز آنکہ زود بتوبہ صادقہ گرد ید وازاں فعل شنیع بعزم صحیح باز آید ورنہ منتظر باید بود عذابِ الیم و نارِ جحیم **والعیاذ باللہ تعالٰی**، اگر توبہ نکند نیز آنکہ شراب نگزارد اورا باید باہر جام ناپاک شراب جامے از ریم وزردآب نیز خوردہ باشد تا خوگر شود زیراکہ شراب خوررا ناگزیر است در جہنم از ریم فرج زناں زانیہ خوردن چوں آتش درزناں زانیہ در گیرد واز بدترین جاہائے آناناں

اور جب تک وہ صدق دل سے توبہ نہ کرے تو اس گناہ سے پاک نہیں ہوسکتا، جیسا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں یا بہن سے تشبیہ دے تو اس کا کفارہ ہے اور کفارہ کے بعد بیوی اس کے لئے حلال ہوجاتی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنی ماں یا بہن کو اپنی بیوی بنالے تو اس جرم کا کوئی کفارہ نہیں ہے بلکہ اس پر صدق دل سے توبہ لازم ہے اگر یہاں زید نے قرآن اٹھا کر قرآن کے نام سے قسم کھائی یا اللہ تعالٰی جل وعلا کے نام سے قسم کھائی اور زبان سے ادا بھی کی ہو تو اس پر دو چیزیں لازم ہیں، ایک یہ کہ وہ قسم پر قائم نہ رہا بلکہ قسم توڑدی ہے اس لئے اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو لباس پہنانا ہے اور اگر کوئی ان مذکورہ امور پر قادر نہ ہو تو پھر تین روزے مسلسل رکھنے ہوں گے۔ دوسری چیز کہ اس نے قرآن مجید اٹھا کر قسم کھائی ہے اور بہت سخت معاملہ ہے کہ قرآن اٹھا کر اس نے اس کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پھر سے شراب نوشی کی ہے جس سے قرآن پاک کی توہین تک معاملہ پہنچا اور قرآن کے عظیم حق کی پامالی کی ہے تو اس سخت کار روائی پر کفارہ نہیں ہے بلکہ اس کے لئے اس پر لازم ہے کہ فوراً توبہ کرے اور اس برے فعل کو آئندہ نہ کرنے کا پختہ قصد کرے ورنہ پھر اللہ تعالٰی کی طرف سے دردناک عذاب اور جہنم کی آگ کا انتظار کرے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔ اور اگر زبان سے قسم ادا نہیں کی بلکہ اسی قرآن اٹھانے کو قسم قرار دیا تو اس قسم کا

واگر سوگند برزباں نرانده است سائل ہمیں مصحف برداشتن راسوگند خوانده است حکمش ہمیں ست کہ کفارہ نیست وعذاب الیم راانتظار کردریم برآردآدمی ہر قدر کہ شراب خوردہ باشد ہماں قدر ازاں ریم وزرد آب فروج زانیات بآں شراب خورخورانند زینہارازومفرنیابد چونکہ دراحادیث کثیرہ ارشاد فرمودہ اند، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	وہی حکم ہے کہ اس پر کفارہ نہیں بلکہ عذاب الیم کا انتظار کرے، توبہ نہ کرنے پر اور شراب نہ چھوڑنے پر اس کو چاہئے کہ اسی ناپاک جام کو گندی پیپ سے بھر کر پئے تاکہ اس گندگی کا عادی ہوجائے، کیونکہ شراب نوشی کرنے والے کے لئے زانی عورتوں کی شرمگاہ سے نکلی ہوئی پیپ او غلیظ گندے پانی کو جہنم میں پینالازمی سزا ہوگی کہ جہنم کی آگ سے زانیہ عورتیں جل کر ان کے بدن کی بدترین جگہ شرمگاہ سے جو پیپ نکلے گی شراب نوشی کرنے والا اپنی شراب کی عادت کے مطابق اس پیپ کو پئے گا، اس سزا سے وہ بچ نہ سکے گا، جیسا کہ کثیر احادیث میں بیان ہوا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۱: از فرخ آباد مسئولہ شمس الدین احمد شنبہ ۱۸/ شوال ۱۳۳۴ھ

جھوٹی قسم خدا کی کھانا کیا کفارہ دینا چاہئے، اگر ایک ہی وقت میں کئی مرتبہ جھوٹی قسم خدا کی کھائے تو ایک کفارہ دے یا ہر ایک قسم کا علیحدہ علیحدہ؟ **فقط۔**

الجواب:

جھوٹی قسم گزشتہ بات پر دانستہ، اس کا کوئی کفارہ نہیں، اس کی سزا یہ ہے کہ جہنم کے کھولتے دریا میں غوطے دیا جائے گا، اور آئندہ کسی بات پر قسم کھائی اور وہ نہ ہوسکی تو اس کا کفارہ ہے ایک قسم کھائی تو ایک اور دس تو دس۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

کتابُ الحُدُودوَالتّعزیر

(حدود اور تعزیر کا بیان)

مسئلہ ۲۵۲: ۱۸محرم ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کا یہ بیان ہے کہ زید نے مجھ سے زنا بالجبر کیا، گواہ معاینہ کا کوئی نہیں، اور یہ بیان اس عورت کا ہے کہ جس مکان میں واقعہ مذکور گزرا ہے اس میں سوائے میرے اور زید کے اور کوئی موجود نہ تھا، زید کاانکار ہے کہ میں نے زنا نہیں کیاالبتہ تہدید کے لئے عورت مذکور کو سخت اور سست کہا تھا، اور وہ تہدید یہ تھی یعنی صبح کو جس وقت زید پانی بھرنے کو اپنے ٹھکانوں میں جانے لگا تو زید نے اس عورت کو خواب سے بیدار کیا کہ ہوشیار ہو جاایسا نہ ہو کہ کوئی آوارہ آدمی کوئی چیز اٹھالے جائے، جب زید پانی بھر کر لوٹ آیا تو عورت مذکور کو سوتا پایا تواس نے ایک لات چار پائی اس عورت میں ماری کہ ابھی تک غافل سورہی ہے کوئی مال اٹھالے جاتا تو کیاہوتا، اور زید نے سخت اور سست بھی کہا، اس پر اس نے شور مچایااور زید کو متہم بالزنا بالجبر کیا، آیااس بارے میں بلحاظِ واقعاتِ صدر قولِ عورت قابلِ اعتبار ہے یانہیں؟ اور دو شخص جن میں ایک مسلمان اور دوسرا ہندو یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے یہ سنا کہ مکان میں سے آواز آتی ہے کہ یہ شخص میری آبرو اتارے لیتا ہے، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس عورت کا قول ہر گز قابل اعتبار نہیں، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے جھوٹ و بہتان سمجھے اور مسلمان کے ساتھ نیک گمان کرے، جو لوگ اس بارے میں زنِ مذکورہ کو سچا جانیں گے وہ بھی سخت گناہگار اور اس مرد کے حق میں گرفتار ہوں گے، شریعت کا حکم یہ ہے یا تو وہ چار گواہ مسلمان ثقہ پرہیزگار قابلِ شہادت زنا سے ثابت کرادے کہ وہ اس وقت خاص میں اس مکان معین میں اس مرد کا اس عورت کے ساتھ زنا کرنا اور اپنا بچشمِ خود اس کے بدن کو اس کے بدن میں سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھنا بیان کریں جب تو عورت اس الزام سے بری ہوگی اور مرد پر زنا کی حد آئے گی، ورنہ عورت کو اسی کوڑے لگائے جائیں گے، اور جو لوگ اس کا بیان سچا مان کر مرد پر یہ تہمت کریں گے وہ بھی اسی اسی کوڑے کھائیں گے۔ یہ سب حکم خود قرآن مجید میں مذکور۔ اس ملک میں کہ حد شرع جاری نہیں اتنا فرض ہے کہ مسلمان اس عورت کو جھوٹا کذّاب اور ناحق افتراء باندھنے والی سمجھیں، پس مسلمان اس سے توبہ کرائیں اور وہ مجمع میں اپنے آپ کو جھٹلائے، اگر نہ مانے تو اسے چھوڑ دیں کہ وہ سخت گناہ کی مرتکب ہوئی، اور ان دو گواہوں کی گواہی عورت کو کچھ بھی مفید نہیں کہ اول فقط ایک گواہ ہے، کافر کی گواہی کچھ مقبول نہیں دوسرے وہ اپنی آنکھوں کا دیکھا کچھ نہیں کہتے، تیسرے سننے میں بھی فقط اس عورت کی آواز بیان کرتے ہیں، یہ خود مدعیہ ہے، مدعی کا قول مسموع نہیں، چوتھے آبرو اتارنا کچھ خاص زنا کرنے ہی کو نہیں کہتے مارنے پیٹنے یا مار پیٹ کا قصد کرنے پر بھی ایسا کلمہ کہا جاتا ہے، غرض گواہی محض مہمل ہے اور عورت کا قول سراسر باطل، اور مرد الزام سے بالکل بری، اور عورت پر جھوٹی تہمت کا الزام قائم اور اس پر اس سخت گناہ سے توبہ فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۲۵۳: ۶ ذیقعدہ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی بے دیکھے کسی مسلمان پر تہمت لگائے کہ اس نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا اور اس شخص پر نہ کوئی ثبوت ہے نہ گواہی تو ایسی تہمت لگا کر بدنام کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سخت حرام قطعی گناہ کبیرہ ہے، ایسی تہمت رکھنے والا اللہ تعالٰی کے بڑے عذاب کا مستحق ہوتا ہے، اللہ عزّوجل نے حکم فرمایا کہ ایسے شخصوں کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی نہ سنو اور وہ فاسق ہیں، یہاں کوڑے تو نہیں لگا سکتے لہذا اسی قدر کریں کہ جب تک وہ تہمت رکھنے والا مجمع میں توبہ نہ کرے اور

صاف صاف اس اپنی ناپاک گفتگو سے باز نہ آئے اس وقت تک مسلمان اس سے ملنا جلنا، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس کی شادی بیاہت میں شریک ہونا، اپنی شادی بیاہت میں اسے شریک کرنا یک قلم چھوڑیں کہ وہ اس تہمت کے اٹھانے سے ظالم ہے، اور ظالم کے پاس بیٹھنے کو قرآن مجید میں منع فرمایا، اور ایسی تہمت کا ثبوت کسی گواہی سے ہر گز نہیں ہو سکتا جب تک چار مرد نمازی پرہیز گار ثقہ متقی جو نہ کوئی گناہ کبیرہ کرتے ہوں نہ کسی گناہ صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ کوئی بات خلافِ مروّت چھچھورے پن (جیسے سر بازار کھانا کھانا یا شارع عام پر سب کے سامنے پیشاب کرنا) کی کرتے ہوں ایسے اعلیٰ درجہ کے متقی مہذب بالاتفاق ایک وقت ایک مکان میں اپنی آنکھ سے دیکھنا بیان کریں کہ ہم نے اس کا بدن اس کے بدن کے اندر خاص اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، اگر ان امور سے ایک بات بھی کم ہوگی مثلاً گواہ چار سے کم ہوں یا چوتھا شخص اس اعلیٰ درجہ کا نہ ہو یا ہوں تو سب اعلیٰ درجہ کے اور چار پانچ نہیں بلکہ دس بیس مگر ان میں مرد تین ہی ہوں باقی عورتیں یا کچھ گواہ آج کا واقعہ بیان کریں کچھ کل کا، یا کچھ کہیں ہم نے اس مکان میں دیکھا کچھ کہیں دوسرے میں، یا یہ سب باتیں جمع ہوں اور تین گواہ صاف صاف یہ بھی گواہی دے چکے ہوں کہ ہم نے اس کا ذکر اس کی فرج داخل میں اسی طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، مگر چوتھا اتنا کہے میں نے اس کا برہنہ ذکر اس کی برہنہ فرج کے منہ پر رکھا دیکھا مثلاً نصف حشفہ تک اندر کیا ہوا دیکھا، تو ان سب صورتوں میں یہ گواہیاں مردود اور وہ تہمت باطل اگرچہ اس قسم کی سو دو سو گواہیاں گزریں اصلاً ثبوت نہ ہوگا بلکہ تہمت کرنیوالے زنا کی گواہی دینے والے خود ہی سزا پائیں گے یہ سب احکام قرآن مجید و حدیث شریف و کتب فقہ میں صاف مذکور۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۴: از بڑودہ گجرات کلاں محلّہ بھوتنے کا جھاپہ نظام پورہ مرسلہ امراؤ بائی بنت غلام حسین حالہ ۱۶ رجب ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو ایک آدمی اور ایک عورت کے ہمراہ کسی کام ضروری کے لئے کہیں بھیجا، بعد واپس آنے کے نان و نفقہ موقوف کر دیا کچہری گائی کواڑی میں مقدمہ ہے کچہری کہتی ہے کہ نان و نفقہ کیوں نہیں دیتا، خاوند کہتا ہے بغیر حکم میرے کیوں گئی، عورت نے گواہ شاہد قولی پیش کئے کہ اس نے عورت کو جانے کے لئے حکم دیا عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے خاوند نے بہتان لگایا میری آبرو لی، جو شخص اپنی عورت کی آبرو لے شریعت میں اس کی کیا سزا ہے؟ فریبی دغا باز و جعلساز کے لئے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بہتان اٹھانا، ناجائز طور پر آبرو لینا، جعل دغا فریب یہ سب باتیں گناہ ہیں خواہ اپنی عورت کے ساتھ

ہوں خواہ کسی کے ساتھ، اور ان گناہوں کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی تو ان میں سزائے تعزیر ہے جس کا اختیار حاکمِ شرع کو ہے، جو سزا مناسب دے، مگر مارے تو انتالیس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے، اور امام ابویوسف کے نزدیک پچھتّر، اور اسی پر فتوی ہے۔ اشباہ میں ہے:

ضابطۃ التعزیر کل معصیۃ لیس فیہا حد مقدر ففیہ التعزیر[1]۔	ضابطہ تعزیر یہ ہے کہ جس گناہ کے لئے کوئی حد مقرر نہ ہو اس پر تعزیر ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

من اٰذی غیرہ بقول او فعل یعزر کذا فی التاتارخانیۃ[2]۔	جس نے کسی دوسرے کو اپنے عمل یا قول سے اذیت دی تو اس پر تعزیر ہے، جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے (ت)

درمختار میں ہے:

التعزیر لیس فیہ تقدیر بل ھو مفوض الی رأی القاضی[3]۔	تعزیر میں سزا مقرر نہیں ہے بلکہ وہ قاضی کی رائے پر موقوف ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

اکثرہ تسعۃ وثلثون سوطا لو بالضرب[4]۔	تعزیر زیادہ سے زیادہ انتالیس کوڑے ہیں، یہ سزا مارنے کی ہے۔ (ت)

پھر یہ حکم بہتان زنا کے سوا اور بہتانوں میں ہے اور اگر مرد اپنی عورت کو صاف زنا کی تہمت لگائے خواہ بالقصد تہمت لگانا ہی منظور ہو یا جس طرح بیباک عوام میں کچھ لفظ دشنام کے رائج ہیں کہ غصہ میں زبان سے نکالتے ہیں اور ان کے معنی میں صراحۃً زنا کا ۔۔۔۔۔۔ (جواب ناقص ملا)

مسئلہ ۲۵۵ تا ۲۶۴: ازنیپال گنج بازار ڈاک خانہ روپی ڈیہہ ضلع بہرائچ مسئولہ مولوی حبیب اللہ محبوب علی شاہ دوشنبہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک محصن مرد اور محصنہ عورت بعلت زنا مشتہر ہو کر دونوں نے بجلسہ عام اقرارِ زنا کیا گو موقعہ کے

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۵

[2] الاشباہ والنظائر کتاب الحدود والتعزیر ادارۃ القرآن کراچی ۱/۲۸۴

[3] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

[4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

عینی شاہد نہیں ملے مگر تحقیقات سے رموز زنا اور زانیہ کے پیام وسلام قول وقرار کے ثبوت بھی ملے۔
(۲) اب یہ عقود فسخ ہوئے یا قائم رہے؟
(۳) اور عورت زانیہ کے شوہر کو اسے طلاق دینا لازم ہے یا نہیں؟
(۴) اگر لفظ طلقتک نہیں کہا اور طلاقنامہ لکھ کر دے دیا جس کی نقل منسلکہ استفتاء ہذا ہے جس روز سے یہ تحریر دی ہے اس روز سے مواجہہ نہیں ہوا ایک روز قبل نمازِ جمعہ میں زانیہ کے شوہر نے طلاق بائنہ کا اقرار کیا لہذا یہ طلاق بائنہ ہوئی یا نہیں؟
(۵) اگر عورت مطلقہ نے خود طلاق مانگی تھی اور عدت بھی توڑ دی ہے اس صورت میں اب زانیہ کے شوہر کو مہر ومصارفِ عدت ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟
(۶) اور ایسے زانی وزانیہ کی اگرچہ شرعی سزا دینا یہاں پر اس وقت غیر ممکن ہے تو حاکمِ وقت مقامی سے حسبِ قانونِ حکومت سزائے زنا دلانے کا عذر دار ہونا لازم ہے یا نہیں؟
(۷) مرد محصن زانی کا بھی عقد فسخ ہوا یا نہیں؟
(۸) ایک گروہ کثیر نے مرد محصن زانی کے ساتھ میل جول وحقہ پانی ترک کر دیا ہے لیکن چند اشخاص نے جن میں سے صرف دو شخص خواندہ عقائد وہابیہ دیوبندیہ اور ایک شخص خواندہ اہلسنت وجماعت جو کہ اشخاص عقائد وہابیہ مذکرہ کا صرف ہم مشرب ہے بقیہ اشخاص ناخواندہ ہیں انہوں نے زانی وزانیہ کو توبہ کراکے میل جول حقہ پانی دے کر ہم پیالہ وہم نوالہ ہوگئے ہیں بدیں باعث بڑے گروہ نے ان سب کا بھی میل جول حقہ پانی ترک کر دیا ہے یہ ترک کرنا جائز ہے یا نہیں، اور یہی چند اشخاص اس زنا کے محرک معلوم ہوتے ہیں۔
(۹) شوہر زانیہ کا پیش امام جامع مسجد ومدرس مدرسہ اسلامیہ ہے اس واسطے تنبیہًا ان زانی اور زانیہ کی موافق رسم ورواج حال کی کیا سزا ہونی چاہئے؟
(۱۰) اور زانی وزانیہ کے شریک داران مذکرہ بھی کسی قسم کی سزا کے مستوجب ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا مع الکتاب۔**

نقل طلاق نامہ: منکوحہ جواد ولد حسین علی متوطن لکھنؤ ساکن نیپال گنج، جو کہ مسماۃ منیرا نو مسلم میرے عقد ونکاح میں نو سال سے تھی اب مسماۃ مذکورہ کی بدچلنی ثابت ہونے سے اور زبانی خود سے تعلق بے جا کے اقرار سے میں طلاق اس کے طلب برضا ورغبت طلاق دیتا ہوں اور یہ چند کلمہ بطریق طلاق نامہ کے لکھ دئے کہ سند رہے اور وقت پر کام آئے۔ العبد محمد جواد بقلم خود۔ گواہ شد نور محمد بقلم خود۔ مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق ۱۷ اگنے کنوار ۱۹۷۵ سمہ بمواجہہ فقیر بخش وبدلو ومنے اللہ وغیر ہم کے یہ تحریر لکھی گئی۔

الجواب:

(او۲) ایسی بازاری باتوں سے زنا کا ثبوت نہیں ہو سکتا جب تک کافی شہادت شرعیہ یا کافی اقرار زانی یا زانیہ نہ ہو، اور اگر زنا ثابت بھی ہوا تو اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا مگر ایسا زنا جس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے شوہر کے باپ یا بیٹے سے کہ اس صورت میں البتہ نکاح فاسد ہو جاتا ہے۔

(۳) زانیہ کو طلاق دینا شوہر پر لازم نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[1]۔	فاجرہ عورت کو طلاق دینا خاوند پر واجب نہیں ہے (ت)

(۴) طلاق جس طرح زبان سے ہوتی ہے اسی طرح قلم سے، جبکہ بلا مجبوری شرعی لکھا ہو، اشباہ میں ہے **الکتاب کالخطاب**[2] (تحریر بھی خطاب کی طرح ہوتی ہے۔ ت) طلاقنامہ سے طلاق رجعی ثابت ہوتی ہے، لیکن شوہر نے اگر طلاق بائن کا اقرار کیا تو بائن ہو گئی۔

(۵) مہر بہر حال دینا ہوگا اور عورت پر فرض ہے کہ عدت اسی مکان میں پوری کرے۔

قال اللہ تعالٰی لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُیُوْتِهِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم بیویوں کو گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں الایہ کہ وہ کھلے بندوں فحش کاری کریں۔ (ت)

اس حالت میں تاختم عدت شوہر پر لازم ہوگا کہ اسے نفقہ دے۔

(٦) ہرگز نہیں، سزا وہی ہے جو مطابق شرع ہے اور اس کے خلاف کی خواستگاری ناجائز۔

قال اللہ تعالٰی وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ[4]۔ وقال اللہ تعالٰی وَ قَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ[5]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اللہ تعالٰی کے نازل کئے ہوئے پر حکم نہ کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔ (ت) اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کو حکم دیا گیا کہ اس سے انکار کریں۔ (ت)

(۷) زانی کے نکاح پر زنا سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا مگر یہ کہ اس سے مصاہرت ثابت ہو جیسے اپنی

---

[1] درمختار کتاب النکاح ١/١٩٠ و کتاب الحظر والاباحۃ ٢/٢٥٤ مجتبائی دہلی
[2] الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الکتابۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ٢/٥٩٦ و ٥٩٧
[3] القرآن الکریم ٦٥/١
[4] القرآن الکریم ٥/٤٥
[5] القرآن الکریم ٤/٦٠

زوجہ کی ماں یا بیٹی سے۔

(۸) اگر ان لوگوں نے زانی وزانیہ کی توبہ کے بعد ان سے میل جول کیا ہے توان پر اس سے کچھ الزام نہیں اور اس بنا پر ان کا حقہ پانی بند کرنا ناجائز ہے، اور اگر بغیر توبہ کئے میل جول کرلیا تو بیجا کیا اس حالت میں بطور تنبیہ انکا حقہ پانی بند کرنے میں حرج نہیں، توبہ کے لئے اولیاء کا مواجہہ ضرور نہیں، ہاں بنظر حق العبدان کی معافی کی ضرورت ہے مگر بغیر اس کے جتنی توبہ کی ہے وہ بھی نامعقول سمجھی جائے، یہ محض باطل ہے۔ دیوبندی عقیدے والے خود مرتد ہیں اور ان سے میل جول مطلق حرام۔ اس واقعہ پر اس کو بنا کرنا اور یہ نہ ہوتا توان سے میل جول رکھنا جہل وضلالت ہے، یونہی وہ جو دیوبندیہ سے میل جول رکھتا ہوا گرچہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہو سخت فاسق ہے اور مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق لازم ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ[1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم ظالم لوگوں کی طرف میلان نہ کرو ورنہ تمہیں آگ چھولے۔ (ت)

(۹) یہاں ترک تعلق کے سوا کوئی سزا جاری نہیں ہوسکتی اور زنائے زن سے شوہر پر کچھ الزام نہیں جبکہ وہ اس پر راضی نہ ہو۔

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہ اٹھائے گی (ت)

(۱۰) اگر وہ زنا میں ساعی تھے یا بعد زنا بلا توبہ انکے حامی ہوئے تو بھی مستحق سزائے شرع ہیں ورنہ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۶۵: ۲۸ صفر ۱۳۱۱ھ

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں معنی کہ مثلاً زید کہ باخالد دوستی دارد و بازنِ او مرتکب فعل زنا شد و خالد ازیں امر کہ مکروہ تروناپسندیدہ ترنزد اوبود درروادار تفضیح در سوائے زید نشدہ وبدیں سبب کہ دوست اوبود اورانزد قاضی برائے مواخذہ واجرائے حد شرع نہ برد بلکہ چشم پوشی کرد	علماء دین ومفتیانِ شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید خالد کا دوست تھا اور اس کی بیوی سے زید نے زنا کیا تو خالد اس بدترین فعل کے باوجود زید سے رواداری کرتے ہوئے اس کی ذلت ورسوائی کے درپے نہ ہوا اور دوستی کی وجہ سے قاضی کے ہاں مواخذہ اور شرعی حد کے لئے اس کو پیش نہ کیا بلکہ چشم پوشی

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۴و ۳۵/ ۱۸

بکراہت تمام، و ہمیں اکتفا کرد کہ الٰان او رااز دوستی خود خارج کرد و زن خود را طلاق داد یا درصورتیکہ ایں زن توبہ کرد اوراز زوجیت خود خارج نکرد پس این چشم پوشی خالد کہ نسبت زید واقع شد چہ گونہ است آیا داخل احسان و مروت است یانے؟ بیّنواتوجروا۔	سے کام لیا اور انتہائی ناراضگی کے باوجود صرف اتنا کیا کہ اب زید سے دوستی ختم کردی اور اپنی بیوی کو طلاق دے دی، یا بیوی کی توبہ پر اس کی زوجیت سے خارج نہ کیا، زید کے بارے میں خالد کی یہ چشم پوشی کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیا اسے احسان و مروت قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**۔ (ت)

الجواب

بہ نسبت زید احسان بود لش خود پیداست و اگر باوصف غیرت محمودہ شرعیہ محض بہ نیت پردہ پوشی مسلمانان صبر وستر پیش گرفت خودرا داخل **فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ** ؕ[1] ست۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**۔	زید پر احسان ہونے میں کیا شک ہے اور اگر شرعی طور پر پسندیدہ غیرت رکھتے ہوئے مسلمان کی پردہ پوشی کی نیت سے صبر کرتے ہوئے درگزر کیا تو اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں داخل ہے "جس نے معاف کیا اور اصلاح کی کوشش کی تو اس کا اجر اللہ تعالٰی کے کرم پر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ ۲۶۶: از سیتاکلاں پرگنہ نواب گنج ضلع بریلی مرسلہ سید زائر حسین ٹھیکیدار ۲۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

السلامُ علیکم، کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت قبل شوہر کسی غیر مرد سے اپنے خاوند کے نزدیک مشکوک ہوئی اور مرد کہتا ہے کہ میں نے فعل حرام کیا اور عورت کہتی ہے کہ نہیں، لہٰذا دو شخص مسلمان ہیں، فاعل از روئے حلف کہتا ہے کہ میں فعل شنیعہ کا مرتکب ہوا اور مفعول کہتا ہے کہ نہیں بلکہ اس کا ایسا ارادہ تھا چونکہ مطلب برآری نہیں ہوئی بدیں وجہ ناحق الزام لگاتا ہے، اب ایسی صورت میں جب فاعل مفعول دونوں محلف بکلام الٰہی ہیں تو کس کا اعتبار کیا جائے، میرے نزدیک دونوں شخص مکر کے پھرتے ہیں اور دونوں حلف اٹھاتے ہیں ایسی صورت میں فاعل سچا یا مفعول سچا یا کیا؟

الجواب:

وعلیکم السلام، وہ مرد عورت دونوں اپنے اپنے حق میں سچے مانے جائیں گے اور دوسرے کے

[1] القرآن الکریم ۴۲/۴۰

حق میں جھوٹے، عورت جو انکار کرتی ہے سچ کہتی ہے اسے جو فقط بربنائے قولِ مرد، زنا کی تہمت لگائے سخت گنہگار اور اسی کوڑوں کا سزاوار ہوگا۔ مرد جو اپنے زنا کا اقرار کرتا ہے اسے زانی مانا جائے گا، اسلامی سلطنت ہوتی تو سزا پاتا، اب اسی قدر ہوسکتا ہے کہ اسے برادری سے خارج کیا جائے، مسلمان اس سے میل جول چھوڑدیں جب تک علانیہ توبہ نہ کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۷: ذوالفقار گنج شہر بریلی مسئولہ بابو مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دربارہ زید مقدمہ زنامیں بروقت اطلاع یابی مقدمہ اہل برادری نے چند پنچوں اہل برادری کو برائے تفتیش مقدمہ خاص موقع متنازعہ پر بھیجا موقع پر پہنچ کر تمام سکنائے اہل محلّہ سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ امر صحیح ہے، بدیں وجہ ہمارے یہاں سے خورد ونوش نشست وبرخاست بند ہے لہذا بیان ملزمان وشہادت باظہار حلفی گواہان مندرجہ ذیل بخدمت شرع شریف پیش ہے کیا حکم ہے؟ اور ہم لوگوں کو کیا عمل کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

(۱) بیان زید کے لڑکے کی زوجہ کا میرے بارہ میں سب لوگ غلط بیان کرتے ہیں میں نے کسی سے کچھ نہ کہا،

(۲) از طرف گواہان عزیز واقربا: واضح ہو کہ زید کے لڑکے کی زجہ باقرار زنا اس وجہ سے انحراف کرتی ہے کہ اہل برادری نے ملزمان کو تاکیداً منع کردیا تھا کہ ہرگز اس خسر سے کوئی تعلق نہ رکھنا باوجود منع کرنے کے ملزمہ بہمراہی اپنی خواشدامن وخسر کے عدم موجودگی اپنے شوہر کے چلی آئی، معلوم ہوتا ہے کہ بخوبی سکھلا پڑھادی گئی بدیں وجہ یہ انحراف ہے۔

(۳) شہادت باظہار حلفی حافظ عبدالرحمٰن صاحب: زید کی زوجہ کی زبانی معلوم ہوا کہ میرا شوہر زید لڑکے کی بیوی کی چھاتی پکڑتا تھا میں نے منع کیا چھاتی کیوں پکڑتا ہے تجھ کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟ جواب دیا میرا مال ہے میں نے بافسوس کہا کہ میرا لڑکا اس بہو نے تو لیا مگر میرا شوہر بھی چھین لیا، یہ ایسی بہو تھی، جبکہ یہ واقعہ زید کے لڑکے کے سامنے بیان کیا تو اس نے خاموشی اختیار کی۔

(۴) باظہار حلفی منشی نبی بخش صاحب پابند صوم وصلوٰۃ: میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ زید کی زوجہ اپنے گھر میں زید سے بغصہ کہتی تھی کہ تم لڑکے کی زوجہ کی چھاتی کیوں پکڑتے ہو تم کو کیا حاصل ہے تم کو شرم نہیں آتی؟ زید نے جواب دیا ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔ بعدہ زید کی زوجہ میرے مکان پر میری زوجہ کے پاس آئی تو اس وقت اس سے دریافت کیا کہ روزانہ تمہارے گھر کیا جھگڑا فساد رہتا ہے؟ جواب دیا کہ اس میرے لڑکے کی بیوی نے لڑکے کو تو لیا مگر میرے خاوند کو بھی چھین لیا ضرور ایک دن خونریزی ہوگی۔

(۵) بیان محمد بخش صاحب: بموجب منشی نبی بخش صاحب کہ فی الواقع صحیح ہے بلکہ ایک دن ایسا اتفاق

ہوا کہ زید نے اپنی نواسی کو جو کہ زید کے پاس بیٹھی تھی اٹھادیا صرف موقع خالی ہونے کی وجہ سے لڑکی نے اپنی نانی سے شکایت کی کہ مجھ کو نانا نے اپنے پاس سے اٹھادیا، بعدہ زید کے لڑکے کی بیوی کی چھاتی وغیرہ پکڑی، زید کی زوجہ نے کہا کہ اب ہم کو بخوبی معلوم ہوگیا کہ لڑکے کی بی بی تمہاری بی بی ہے تب سے تو یہ دونے مٹھائی وغیرہ خوب اڑائی جاتی ہے کیوں؟ بہوتو دونے مٹھائی وغیرہ اڑاتی ہے نا!

(۶) بیان شیخ جی صاحب تصدق حسین: میری زوجہ نے لعل محمد کے گھر میں کی چھت پر سے اپنے لڑکے کی زوجہ سے بچشم خود زنا کرتے دیکھا۔

(۷) بیان خیالی رام: میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو اپنی طرف بلاتا ہے اور زید کی زوجہ غصہ ہو کر کہتی ہے کہ میں تمہاری بی بی بنی ہوں وہ بھی تمہاری بی بی؟ زید جواب میں کہتا ہے کہ ہاں ہمارا مال ہے ہم کو اختیار ہے۔

(۸) بیان حلفی گردھاری لال: میں نے بچشم دیکھا کہ زید اپنے لڑکے کی زوجہ کو زبردستی ہاتھ پکڑ کر اندر مکان کے لے گیا وہ ہر چند منع کرتی رہی کہ چچا کیا کرتے ہو، مگر ہرگز نہ مانا۔

(۹) بیان حلفی رحمت حسین چچا کریم بخش دختر کے دادا: بزبانی لڑکی ہم کو یہ معلوم ہوا کہ میری خوشدامن کی عدم موجودگی میں میرے خسر نے بوقت بارہ بجے دن کے جبکہ میں روٹی پکاتی تھی مجھ کو اپنے پاس بلا کر زبردستی کی اور گالی وغیرہ دی، قریب ایک گھنٹہ مجھ کو اپنے پاس کھڑا کیا اور میرے ہاتھ میں کاٹا، بعدہ مجھ سے بوس وکنار کیا، میں نے بحجاب صرف اتنا کہا مگر دیگر رشتہ داروں سے صاف صاف کماحقہ بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ سے زنا کیا۔ ہم کو کافی یقین ہوگیا کہ درحقیقت صحیح ہے بدیں وجہ ہم کو سخت رنج وملال ہوا رشتہ دار گواہ موجود ہیں۔

(۱۰) بیان حلفی مسماۃ غفورن: میرے گھر سب کے سامنے بیان کیا کہ میرے خسر نے مجھ کو دو گھنٹہ ڈانٹ ڈپٹ کی اور مجھ کو اپنے سامنے کھڑا کیا بعدہ میرے ساتھ زنا کیا۔

(۱۱) بیان حلفی گھسن بھوپا صاحب: جبکہ ہم نے دریافت کیا اور کہا کہ سچ کہو یہ کیا قصہ پھیلا ہوا ہے تو اس نے کہا کہ واقعی میرے خسر نے میرے ساتھ زنا کیا۔

اب صورتِ مذکورہ بالا میں زنا ثابت ہوا یا نہیں؟ اور یہ عورت زید کے لڑکے پر حلال رہی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ایسے بیہودہ بے معنی وبے اصل گواہوں سے زنا تو قیامت تک ثابت نہیں ہو سکتا جب تک

چار مرد عاقل بالغ مسلمان پرہیزگار دیندار جو کسی کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہوں نہ کسی صغیرہ پر اصرار رکھتے ہوں نہ خفیف الحرکات ہوں حلف شرعی کے ساتھ شہادت دیں، انہوں نے ایک وقت معین میں زید کو ہندہ کے ساتھ زنا کرتے ہوئے اپنی آنکھ سے یوں مشاہدہ کیا جیسے سرمہ دانی میں سلائی، اس وقت تک زنا شہادت سے ثابت نہیں ہوسکتا۔ ان شرطوں میں ایک بات بھی کم ہوگی تو خود گواہی دینے والے شرعًا اسی ۸۰ اسی ۸۰ کوڑوں کے مستحق ہوں گے مثلًا تین مسلمان پرہیزگار دیندار نے ویسی گواہی دی کہ سرمہ دانی میں سلائی کی طرح ہم نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اور چوتھے نے یہ گواہی دی کہ میں نے دونوں کو سراپا برہنہ ایک پلنگ پر بیٹھے ہوئے اور باہم لپٹے ہوئے دیکھا زنا ثابت نہ ہوگا اور پہلے تین کو اسی اسی کوڑوں کا حکم ہوگا یا چاروں مرد مسلمان عاقل بالغ پرہیزگار دیندار نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھ سے سرمہ دانی میں سلائی کی طرح دیکھا مگر دو نے کہا کل دیکھا، دو نے کہا آج، یا تین نے کہا صبح دیکھا اور ایک نے کہا تیسرے پہر۔ سب کی گواہیاں مردود، اور زنا ثابت نہیں۔ اور سب پر اسی اسی کوڑوں کا حکم ہوگا۔ ایسی سخت شہادت کا معاملہ وہ ان ناپاک و بیہودہ گواہوں سے ثابت ہوسکتا ہے جن میں خیالی رام و گردھاری لال تک موجود ہیں اور کچھ عورتیں ہیں اور عورتوں کی گواہیاں زنا کے بارے میں مطلق مردود ہیں اگرچہ تین مردوں کے ساتھ نو عورتیں گواہ ہوں، باقی دو ایک میں وہ سنی سنائی گواہی دو کوڑی کے مال میں بھی مقبول نہیں نہ کہ زنا میں، جتنے گواہان مذکور ہیں سب پر توبہ فرض ہے اور کوڑے تو اسلامی سلطنت میں ہوتے، غرض زنا تو بالائے طاق رہا، اب اتنی بات کہ زید کا اپنی بہو سے بارادہ فاسد مثلًا بوس وکنار کرنا جس سے وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوجائے، ان گواہوں سے اصلًا اس کا بھی کہیں ثبوت نہیں سب سنی سنائی کہتے ہیں کوئی زوجہ زید کی زبانی کوئی اس کی بہو کی زبانی، صرف ایک نبی بخش کی گواہی اتنی ہے کہ اس نے اپنے کان سے زید کو جواب دینے میں سنا کہ میرا مال ہے اور ممکن ہے کہ محمد بخش نے بھی ایسا ہی کہا کہ اس کی گواہی کو مثل نبی بخش کہا ہے، یہ دو شخص پرہیزگار قابل قبول شرع ہوں بھی تو سائل نے بیان کیا کہ ان دونوں سے پردہ ہے انہوں نے سنا تو باہر سے سنا، اور باہر سے سنی ہوئی گواہی مردود ہے لان النغمۃ تشبہ النغمۃ[1] کما فی العٰلمگیریۃ وغیرہا (آواز، دوسری آواز کے مشابہ ہوسکتی ہے جیسا کہ عالمگیری وغیرہ میں ہے۔ ت) اتنی بات بھی اصلًا ثابت نہیں اور وہ عورت اپنے شوہر پر حلال ہے ہاں اگر شوہر خود تصدیق کرے کہ اس کے باپ نے اس کی عورت کے ساتھ بدنیتی سے کچھ افعال مثل بوس وکنار کئے تو البتہ عورت اس پر حرام مانی جائے گی کہ اس نے اس کو حرام ہونا تسلیم کیا اس پر لازم ہوگا کہ عورت کو فورًا چھوڑدے اور پھر کبھی اس سے نکاح نہ کرسکے گا، اور اگر شوہر تصدیق نہ کرے تو کچھ نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الشہادات الباب الثانی نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۵۲

مسئلہ ۲۶۸: محمد اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران ۱۲صفر ۱۳۳۹ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کافرہ عورت کے ساتھ اگر کوئی شخص زنا کرے مع اس کی رضا کے، اور خوف شر کا بھی نہ ہو، ایسی حالت میں کیا حکم ہے اور جو شخص اس امر کے جواز کا قائل ہو اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زنا حرام ہے اور کافرہ ذمیہ کے ساتھ زنا کے جواز کا قائل ہو تو کفر ہے ورنہ باطل و مردود بہر حال ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۹: شہر بریلی محلّہ ذخیرہ مسئولہ حبیب اللہ صاحب حجام ۵ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ
کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی بی بی اپنے بہنوئی کے تنہا ہونے کی وجہ سے اپنی بہن کے فوت ہوجانے کے بعد اس کو روٹی وغیرہ تیار کرکے اس کو ہر طرح کا عیش آرام دیتی رہی، چند روز کے بعد بہنوئی کی دلی محبت پیدا ہوگئی۔ ایک روز زید نے اپنی بی بی کو بہنوئی سے ہم بستر دیکھ کر اپنے مکان پر آنے سے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا تب زید نے اپنے محلّہ والے اور برادری والوں کو جمع کرکے حلف اٹھوایا اور لعنتی طور پر سمجھایا، اس کے بہنوئی نے قسم کھائی کہ اگر میں نے آج تک اس کے ساتھ برا کام کیا ہو تو اپنی ماں بہن اور لڑکی کے ساتھ برا کام کیا ہو، چند روز کے بعد رات کے بارہ یا ایک بجے پر خود چشم دید خوب اچھی طور پر دیکھتا رہا مگر بسبب مجبوری کے اس سے کچھ نہ کہہ سکا، زید نے مجبور ہوکر دوبارہ محلّہ والوں کو اور برادری والوں کو جمع کرکے طلاق دے دی، اس کے دو تین روز کے بعد وہ اپنے بہنوئی کے یہاں چلی گئی، ابھی تک کسی کو دونوں کا نکاح ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے برادروں نے اس کے کنبہ والے اور عورت کو اور اس کے بہنوئی کو برادری سے علیحدہ کردیا، اگر اس کے کنبے والا یا اس کے برادری والا اس کے شریک ہوں تو شرع شریف ان کے بارے میں کیا کہتی ہے؟

الجواب:

عورت اور اس کے بہنوئی پر توبہ فرض ہے اور عدت کے اندر اس کا چلے جانا یہ دوسرا حرام تھا اس پر فرض ہے کہ عدت اپنے شوہر کے یہاں پوری کرے اگر نہ مانے تو برادری سے جو سزا اسے دی گئی ہے ضرور قائم رکھی جائے کہ اس ملک میں یہی باقی ہے نیز اس کا بہنوئی اگر توبہ نہ کرے تو اس پر بھی یہی حکم ہے بعض لوگ کہ اس سزا کو توڑیں وہ مصلحت شرعیہ کے مخالف ہوں گے اور ان کے فعل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک یہ سزا جو یہاں ہاتھ میں رہ گئی یہ بھی اٹھ جائے اور پنچایتی قوموں کے لوگ بھی اوروں کی طرح ہرگناہ میں آزاد ہوجائیں یہ خود جرم ہے اور مجرموں کی حمایت، لہٰذا اگر باز نہ آئیں تو یہ بھی برادری سے خارج

کرنے کے قابل ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۰: شہر شاہجہان پور تارمین گلی بر مکان حضرت قاری صاحب مرحوم مولوی حکیم سید محمد آزادیزدانی حسرت شاہجہان پوری ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ محرماتِ اندی یعنی ماں بہن وغیرہ سے جو جان بوجھ کر نکاح اور صحبت کرے تو اس پر حدِ شرعی نہیں آتی۔ یہ مسئلہ ہدایہ جلد نمبر ۱ ص ۴۹۶، کنز اردو ص ۱۷۵، ہدایہ مترجم فارسی جلد ۲ ص ۳۴ میں ہے، آیا یہ مسئلہ صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

گناہ تین قسم ہیں:

[۱] ایک ہلکے کہ حد کی حد تک نہ پہنچے، جیسے اجنبیہ سے بوس وکنار، ان پر حد مقرر نہیں ہوگی کہ ان کی مقدار سے زیادہ ہے، اور مولٰی عزوجل اس سے پاک ہے کہ کسی مجرم کو اس کی حدِ جرم سے زیادہ سزا دے۔ ایسے گناہوں پر تعزیر رکھی جاتی ہے۔

[۲] دوسرے وہ اخبث درجہ کے گناہ کہ حد کی حد سے گزرے ہوئے ہیں جیسے صورۃ مذکورہ سوال۔ ان پر بھی حد نہیں رکھی جاتی کہ حد اس گناہ سے پاک کردینے کی ہوتی ہے اور ایسا خبیث گناہ اس حد سے پاک نہیں ہوتا۔

[۳] تیسرے متوسط درجہ، ان پر حدود ہیں۔ اس کی نظیر پیشاب اور شراب، پیشاب شراب سے خبیث تر ہے کہ کبھی شریعت میں اس کی ایک بوند حلال یا طاہر نہ ٹھہر سکی، بایں وجہ شراب پینے پر حد ہے اور پیشاب پینے پر حد نہیں، یونہی اجنبیہ سے زنا پر حد ہے اور محارم سے نکاح پر نہیں کہ وہ خبیث کام ہے جسے حد سنبھال نہیں سکتی، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۷۱: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبر　　**۲۰ رمضان ۱۳۳۵ھ**

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہندہ بیوہ زنِ پارسا مکان سے تفریحاً شب ماہ میں بین المغرب والعشاء دروازہ کے سامنے مشرق و مغرب پچاس قدم کے فاصلہ سے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ ٹہلتی تھی اور ہندہ کا چچازاد بھائی زید بھی ساتھ تھا ہندہ نے جبکہ آگے شارع عام کی طرف بڑھنے کا قصد کیا تو زید مانع ہوا اور کہا مردانہ مکان ہے یہ مقام شارع عام ہے بس آگے نہ جائیے اندر زنانے میں چلئے، یہ کہہ کر زید نے ہندہ کے پس پشت سے ہندہ کے بازو پکڑ کر دروازے کی طرف پھیر دیا، ہندہ نے زید کے کلام کی تردید کی اور چند قدم مردانے مکان کی طرف جاکر پھر از خود زنانے مکان میں چلی گئی، چند روز بعد جبکہ ہندہ سے کئی نامشروع حرکات سرزد ہوچکیں اور زید پھر مانع ہوا اسوقت ہندہ نے اس کا اظہار کیا کہ زید نے بھی فلاں روز میرے جسم کو بدنیتی سے

ہاتھ لگایا تھا یعنی مذکورہ بالا واقعہ کا اظہار کیا، زید نے جواب دیا کہ میری روک ٹوک یا جسم کو ہاتھ لگانا واللہ باللہ کسی بدنیتی سے نہ تھا اگر آپ کے نزدیک وہ بدنیتی تھی یا اب ہے تو میں ضرور مستحق ہوں آپ یا تو مجھے معاف فرمائیں یا از روئے کتاب و سنت سزادیں مجھے ہر گز عذر نہیں کہ میرا امر آپ کے متعلق کتاب وسنت کے خلاف نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اب ہندہ کو پورا گمانِ بد زید کی جانب ہے لہذا جواب عطا ہو کہ زید کا یہ فعل ونیت ظاہری اور ہندہ کی یہ حرکت وتردید کتاب وسنت میں کیسی ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صورتِ مذکورہ میں ہندہ کا گناہگار و بیحیا ہونا ظاہر ہے، رہا زید بیان مذکور سے اس کا اصل مقصود ہندہ کو بری بات سے منع کرنا اور بیحیائی سے روکنا معلوم ہوتا ہے اس پر وہ مستحق اجر ہے نہ کہ سزاوارِ سزا و زجر۔ پھر اس کا پس پشت سے ہندہ کو بازو پکڑ کے شارع عام سے مکان کی طرف پھیر دینا اگر اس طرح ہو کہ اس کے ہاتھوں اور ہندہ کے جسم میں موٹا کپڑا حائل تھا کہ جسم ہندہ کی گرمی اس کے ہاتھوں کو پہنچنے سے مانع ہو اجب تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اگر ایسا نہ تھا بلکہ ہندہ کے کسی حصہ جسم کو اس کا ہاتھ بلا حائل پہنچا یا حائل باریک تھا کہ گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہوا تو بیشک زید پر الزام ہے اور اس پر توبہ فرض، اسے چاہئے تھا کہ زبانی ممانعت پر قناعت کرتا یا موٹا کپڑا حائل رکھ کر پھیرتا یا اگر وہ بغیر اس کے نہ مانتی پھر بھی وہ بدنیتی جس کا ہندہ اتہام رکھتی ہے ثابت نہیں، یہ بھی اس کے افعالِ شنیعہ سے ایک فعل ہے کہ مسلمان پر تہمت رکھتی ہے اس کے اقارب پر اس کا بندوبست لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۷۲: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ ضلع ایٹہ مسئولہ سید غلام شبر ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زید زنِ شوہر دار سے کہ اس کی بھاوج ہے مزاح کرتا ہے اور فحش مزاح اور ہاتھا پائی کو بھی جائز رکھتا ہے بلاوسواس موقع بے موقع اس کے جسم کو ہاتھ لگانا مس کرنا رواجانتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ فعل مزاحًا ہے کہ میں اس کے شوہر کے روبرو بھی ایسا ہی مذاق کرتا ہوں اور مذاق میں زید زنِ مذکور کی ٹانگیں پکڑ کر ایک پلنگ سے دوسرے پر اور دوسرے سے تیسرے پلنگ پر گھسیٹتا ہے اور اقربائے فریقین بھی اس کو دیکھ کر کچھ بھی تعرض نہیں کرتے تو کیا شرعًا یہ حرکت اور اقربا کا سکوت جائز ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ حرکات حرام ہیں اور ایسا مزاح ابلیسی مزاح ہے اور اگر شوہر واقعی دیکھتا اور اس پر راضی ہوتا ہے یا بقدرِ قدرت منع نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیوث پر جنت حرام ہے، نیز اقارب فریقین جو منع نہیں کرتے

شریک گناہ و مستحق عذاب ہیں،

قال اللہ تعالٰی کَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا یَفْعَلُوْنَ ۝ [1] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ ان بد کرداروں کو برائی سے منع نہ کرتے تھے البتہ جو وہ کرتے تھے بہت برا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۷۳: از موضع علی پور ضلع پڑا مسئولہ منصب علی صاحب ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یاگائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی اس شخص کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟اور نیز اس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

نابالغ کو تنبیہ کریں بالغ پر تعزیر ہے جس کااختیار حاکم کو ہے،وہ جانور ذبح کرکے فنا کردیا جائے گوشت کھال جلائیں، پالا نہ جائے۔درمختار میں ہے:

لایحد بوطی بھیمۃ بل یعزر و تذبح ثم تحرق ویکرہ الانتفاع بھاحیۃ ومیتۃ مجتبی [2]۔	حیوان سے بدفعلی پر حد نہیں ہے بلکہ اس پر تعزیر لگائی جائے اور جانور کو ذبح کرکے جلادیا جائے کیونکہ اس جانور مردہ یا زندہ سے انتفاع حاصل کرنا مکروہ ہے، مجتبٰی۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھذا اذاکانت ممالایؤکل فان کانت تؤکل جازاکلھا عندہ وقالالاتحرق ایضازیلعی ونھر [3]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	یہ حکم اس جانور کے متعلق ہے جس کو کھایا نہیں جاتا،اور اگراس کو کھایا جاتا ہوتو کھانا جائز ہے،امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین نے فرمایا اسکو جلا بھی دیا جائے زیلعی ونہر۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۷۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مسئلہ ہذامیں کہ ایسے شخص سے ملنااور

---

[1] القرآن الکریم ۵/۷۹

[2] درمختار باب الوطئ الذی یوجب والذی لایوجبہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۰

[3] ردالمحتار باب الوطئ الذی یوجب والذی لایوجبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۱۵۵

راہ ورغبت کرنا کیسا ہے جو باوجود تنبیہ لوگوں کے اپنی بہن بھانجی زانیہ کو اپنے گھر سے نہیں نکالتا ہے اور نہ اس سے ملنا ترک کرتا ہے اور ایک بار حلف اٹھاچکا ہے کہ نہیں ملوں گا۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب

اس شخص پر اتنا واجب ہے کہ اس عورت کو سمجھائے فہمائش کرے، اگر کسی سختی جائز پر قدرت رکھتا ہو اسے بجالائے، جو بندوبست اس کے ہاتھ ہو اس میں کوتاہی نہ کرے، اگر یہ شخص سب باتیں کرتا ہے اور وہ باز نہیں آتی تو اس کا وبال اسی پر ہے اس پر کچھ نہیں کہ اللہ تعالٰی ایک کے گناہ میں دوسرے کو نہیں پکڑتا۔

قال تعالٰی وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کوئی جان دوسرے کا بوجھ (گناہ) نہیں اٹھائے گی۔ (ت)

اور اگر یہ شخص اس کی اس حرکت پر ناراض ہے مگر فہمائش وغیرہ میں کمی کرتا ہے تو گنہگار ہوگا کہ نیک بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا جہاں تک اپنی قدرت میں ہو مسلمان پر ضرور ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ ذٰلك اضعف الایمان[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے اور اگر ہاتھ سے طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس سے بھی طاقت نہ رکھے تو پھر دل سے برا جانے، اور یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (ت)

مسلمان اسے فہمائش کریں اور اگر یہ شخص ان حرکات پر راضی ہو تو **معاذ اللہ** دیوث ہے مسلمان اسے سمجھائیں، اگر باز نہ آئے تو اس سے میل جول چھوڑ دیں،

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ[3] **واللہ تعالٰی اعلم۔**	(اللہ تعالٰی نے فرمایا) نصیحت یاد آنے کے بعد پھر ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۶۴و ۳۵/ ۱۸/۲

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۲۷۵: از ڈیرہ غازی خاں بلاک ۱۲ مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء ثقتی ورجائی ادام اللہ تعالٰی ظلہ علٰی رؤس المستفیضین، نیاز بے انداز وشوق زیارت کے بعد جن کا کوئی حداندازہ نہیں۔ گزارش اس پہاڑی علاقہ میں بعض واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ زانی ومزنیہ کو زنا کی حالت میں قتل کرڈالتے ہیں، اور بعض واقعات یہ ہیں کہ جب ان کے نزدیک عورت کا کسی بیگانہ کے ساتھ بیٹھتا ہوا یا آتا جاتا ہوا دیکھتے ہیں تو پہلے چند مرتبہ اسے منع کرتے ہیں اور اس کے باز نہ رہنے کے بعد اس عورت کو قتل کردیتے ہیں اور اگر کرسکتے ہیں تو اس شخص بیگانہ کو بھی نہیں چھوڑتے، بموجب شرع شریف ان دونوں صورتوں میں قاتل گنہگار ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جناب مولٰنا المکرم ذی الفضل الاتم والمجد دالکرم دامت مکارمہ، اس سلسلہ میں اضطراب کثیر ہے اور وہ جو فقیر کو کتب معتمدہ دلائل شرعیہ سے تحقیق ہوا یہ ہے کہ صورت ثانیہ میں ان مرد وزن کا قتل محض حرام ہے، فقط آنے جانے اٹھنے بیٹھنے کی سزا شریعت نے بھی قتل نہ رکھی، نہ اس قدر خلوت کو مستلزم، اور حق یہ کہ مجرد خلوت بلکہ دواعی پر بھی شرع مطہر نے قتل نہ رکھا، اور سیاست کا اختیار غیر سلطان کو نہیں بلکہ سلطان کو بھی علی الاطلاق نہیں **کل ذٰلك معلوم من الشرع بلاخفاء** (یہ سب کچھ شرع سے بلاخفاء معلوم ہے۔ت) لاجرم یہ ناحق قتل مسلم ہوا اور وہ سخت کبیرہ شدیدہ ہے اور قاتل پر قصاص عائد۔ صورتِ اولٰی میں بھی حکم مطلق نہیں بلکہ واجب کہ پہلے زجر وضرب وقہر کریں، اگر جدا ہوجائیں تو اب عامہ کو اس کا قتل حرام ہے، ہاں شہاداتِ اربع گزریں یا مروجہ شرعی چار مجلسوں میں چار اقرار ہوں، تو ان میں جو محصن ہو سلطان اسے رجم فرمائے گا، نہایہ امام سغناقی پھر عالمگیریہ میں ہے:

سئل الھندوانی رحمہ اللہ تعالٰی عن رجل وجد مع امرأتہ رجلا ایحل لہ قتلہ قال ان کان یعلم انہ ینزجر عن الزناء بالصیاح والضرب بمادون السلاح لایحل وان علم انہ لاینزجر الابالقتل	امام ہندوانی سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر کو بدفعلی کرتے ہوئے موقعہ پر پائے تو اس کو جائز ہوگا کہ اس غیر مرد کو موقعہ پر قتل کردے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا اگر خاوند کو یقین ہو کہ یہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے سے باز آجائے تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر خاوند کو یقین ہو کہ ڈانٹ ڈپٹ سے باز نہ آئے گا بلکہ قتل

حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا كذا في النهاية[1]۔	ضروری ہے تو قتل کرنا حلال ہوگا اور اگر بیوی کی مرضی اس میں شامل ہے تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہوگا جیسا کہ نہایہ میں ہے۔ (ت)

اور اگر نہ مانیں تو اس صورت میں اگرچہ زانی کو مطلقاً اور عورت کو بھی اگر مکرمہ نہ ہو صرف عین حالتِ اشتغال میں نہ بعد اس سے فراغ کے قتل ازالہ منکر ہے اور اس کے لئے سلطان ہونا شرط نہیں۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ[2] الحدیث۔	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو تم میں سے کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے روکے۔ الیٰ آخر الحدیث۔ (ت)

پھر ہندیہ میں ہے:

قالوا الکل مسلم اقامۃ التعزیر حال مباشرۃ المعصیۃ بعد المباشرۃ فلیس ذٰلک لغیر الحاکم قال فی القنیۃ رأی غیرہ علی فاحشۃ موجبۃ للتعزیر فعزرہ بغیر اذن المحتسب فللمحتسب ان یعزر المعزران عزرہ بعد الفراغ منہا[3]	فقہاء نے فرمایا: گناہ میں مصروف کو روکنے کے لئے ہر مسلمان کو تعزیر کا حق ہے، لیکن گناہ سے فراغت کے بعد کسی پر تعزیر لگانا صرف حاکم کا حق ہے۔ قنیہ میں فرمایا: کسی غیر کو ایسے گناہ میں مصروف پایا جس پر تعزیر واجب ہو سکتی ہے تو محتسب کی اجازت کے بغیر لگائی تو جائز ہے اور اس گناہ سے فراغت کے بعد تعزیر لگانے والے کو محتسب چاہے تو تعزیر لگا سکتا ہے۔ (ت)

مگر یہ امر فیما بینہ وبین اللہ ہے حاکم نہ مانے گا اور جب تک بینہ عادلہ سے ثبوت نہ دے اسے قتل کریگا یا اگر مقتول معروف و مشہور بخباثت وشرور وعادت زنا وفجور ہے قاتل سے اس کا خوں بہالے گا۔ درمختار میں ہے:

الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی ان یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انہ زنی[4]۔	قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو ہر شخص کو اسے قتل کرنا حلال ہے، اور اس خوف سے کہ قتل کے بعد قاضی کے ہاں اس کا زنا ثابت نہ کرسکے گا قتل سے باز رہے۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۶۷
[2] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱
[3] فتاوٰی ہندیہ فصل فی التعزیر نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۶۷
[4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۶

ردالمحتار میں ہے:

عزاہ بعضھم ایضا الی جامع الفتاوٰی وحدود البزازیۃ وحاصلہ انہ یحل دیانۃ لاقضاء فلایصدقہ القاضی الاببینۃ،ولاظاہر انہ یأتی ھنا التفصیل المذکور فی السرقۃ وھو مافی البزازیۃ وغیرہا ان لم یکن لصاحب الداربینۃ فان لم یکن المقتول معروفا بالشروالسرقۃ قتل صاحب الدار قصاصًا وان کان متھما بہ فکذٰلك قیاساوفی الاستحسان تجب الدیۃ فی مالہ لورثۃ المقتول لان دلالۃ الحال اورثت شبھۃ فی القصاص لافی المال[1]۔	اس بات کو بعض نے جامع الفتاوی اور بزازیہ کے باب الحدود کی طرف بھی منسوب کیا ہے،اور اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ بات دیانۃً جائز ہے قضاءً نہیں، لہٰذا قاضی زنا کو بغیر گواہی کے تسلیم نہ کرے گا،اور ظاہر یہ ہے کہ یہاں وہ تفصیل مراد ہوگی جو سرقہ کے باب میں بیان ہوئی ہے اور وہ بزازیہ وغیرہ میں یوں ہے(گھر والے نے چور کو موقعہ پر قتل کردیا) تو گھر والے کے پاس چوری پر گواہ نہ ہوں اور وہ مقتول جرائم اور چوری میں مشہور بھی نہ ہو تو قاضی قاتل کو قصاص کے طور پر قتل کرے گا،اور مقتول چوراگر چوری میں مشہور ہے تو قیاس پھر بھی یہی حکم کرتا ہے جبکہ استحسان یہ ہے کہ اس صورت میں گھر والے قاتل کو قتل کی بجائے دیت لازم ہوگی جو مقتول کے ورثاء کو دینی ہوگی کیونکہ موقعہ نے قصاص کے متعلق شبہہ پیدا کیا جس کی وجہ سے قتل نہ کیا جائے گا لیکن مالی سزا یعنی دیت میں شبہہ پیدا نہ کیا۔(ت)

یہ ہے وہ جو فقیر کے نزدیک منقح ہوا۔

وھا انا اذکر لکم فی الدرالمختار وماعارضہ بہ فی رد المحتار و ماتکلمت علیہ فی جدالممتار لیتجلی الامر جلاء النھار وما توفیقی الاباللہ العزیز الغفار قال فی تنویر الابصار والدرالمختار (ویکون)التعزیر (بالقتل)	اور اب میں آپ کو درمختاراور اس پر ردالمحتار نے معارضہ پیش کیا اور پھر میں نے جدالممتار میں جواس پر کلام پیش کیا ہے، پیش کرتا ہوں تاکہ روز روشن کی طرح معاملہ واضح ہو جائے جبکہ مجھے صرف اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہوئی، تنویر الابصار اور درمختار میں فرمایا: (تعزیر کے طور پر قتل کی صورت یہ ہے) مثلاً

[1] ردالمحتار باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۰

كمن وجد رجلا مع امرأة لاتحل له، ولوا كرهها فلها قتله ودمه هدر وكذاالغلام وهبانية(ان كان يعلم انه لاينزجر بصياح وضرب بما دون السلاح والا) بان علم انه ينزجر بما ذكر(لا)يكون بالقتل (وان كانت المرأة مطاوعة قتلهما)كذاعزاه الزيلعي للهندواني ثم قال(و)في منية المفتي(لوكان مع امرأته و هو يزني بها او مع محرمه وهما مطاوعان قتلهما جميعا)اھ واقره في الدررقال في البحرومفاده الفرق بين الاجنبية لايحل القتل الا بالشرط المذكور من عدم الانزجار المزبور وفي غيرها يحل(مطلقا)اھ، ورده في النهر بما في البزازية وغيرها من التسوية بين الاجنبية وغيرها ويدل عليه تنكير الهندواني للمرأة ،نعم	ایک شخص نے کسی مرد کو غیر محرم کے ساتھ پایا تو اگر عورت سے جبراً زنا کر رہا ہو تو اس عورت نے زانی کو موقعہ پر قتل کر دیا یا لڑکے سے جبراً بد فعلی کرتے ہوئے لڑکے نے اس کو قتل کر دیا ہو تو یہ قتل مباح ہوا اور اس کا خون معاف ہے، وہبانیہ۔ بشرطیکہ قتل کرنے والے کو یقین ہو کہ یہ شور مچانے یا ہتھیار سے کم کی ضرب سے باز نہ آئے گا، (ورنہ) اگر معلوم ہو کہ مذکورہ کوشش سے باز آجائیگا تو پھر (روانہیں) یعنی باز کرنے کے لئے قتل مباح نہیں ہے اور اگر (مرد کے ساتھ عورت بھی مرضی سے مبتلائے زنا ہو تو موقعہ دیکھنے والا دونوں تو قتل کر دے) اس کو زیلعی نے ہندوانی کی طرف ایسے ہی منسوب کیا ہے، پھر کہا (اور) منیۃ المفتی میں ہے (اگر اس کی بیوی کے ساتھ کوئی زنا میں مصروف ہے یا اس کی محرمہ عورت کے ساتھ مصروف زنا ہے اور دونوں کی مرضی شامل ہے تو (دونوں کو قتل کردے) اھ، اور اس بات کو درر میں ثابت رکھا ہے، اور بحر میں فرمایا کہ اس بحث کا مفاد یہ ہے کہ اجنبی عورت اور اپنی بیوی یا محرمہ عورت میں فرق ہے کہ اجنبی عورت کے ساتھ مصروف زنا پائے تو مذکورہ شرط کہ شور یا ہتھیار کے بغیر باز نہ کے بغیر قتل حلال نہ ہوگا، اور اجنبی عورت کے غیر یعنی بیوی یا محرمہ عورت کی صورت میں قتل حلال ہے (مطلقا) اھ، اور اس کو نہر میں بزازیہ وغیرہ کے بیان پر کہ تمام عورتوں یعنی اجنبی اور غیر اجنبی کا معاملہ مساوی ہے، رد کیا ہے۔ اور اس پر ہندوانی کے بیان میں عورت کو نکرہ ذکر کرنا بھی دلالت کرتا ہے کہ کوئی عورت ہو،

مافی المنیۃ مطلق فیحمل علی المقید لیتفق کلامھم، ولذا جزم فی الوھبانیۃ بالشرط المذکور مطلقا وھو الحق بلاشرط احصان لانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف وفی المجتبی الاصل ان کل شخص رأی مسلما یزنی انہ یحل لہ قتلہ وانما یمتنع خوفا من ان لایصدق انہ زنی[1] **وکتبت علیہ فی جدالممتار** **قولہ** وفی غیرھا یحل **اقول:** المقصود ازالۃ المنکر ومھما حصل بغیر القتل تعین ذٰلک الغیر ولیست السیاسۃ لغیر الامام والقتل فی الزوجۃ والمحرم دون الاجنبیۃ لایکون الاانتصارالنفسہ وازالۃ المنکرللّٰہ عزوجل ولافرق فیہ بین الاجنبیۃ وغیرھا فالکل اماء اللہ تعالٰی علی السواء وفیہ حدیث سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاہ عن القتل فالحق عندی التسویۃ بین النساء والتقیید لعدم الانزجار بغیر القتل مطلقا	اگرچہ منیۃ المفتی میں اطلاق ہے، تو اس مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا تاکہ سب کا کلام متفق قرار پائے، اسی لئے وہبانیہ نے مذکورہ شرط کا مطلقًا جزم کیا ہے اور یہی حق ہے اس قتل میں کسی کا شادی شدہ ہونا شرط نہیں کیونکہ یہ موقعہ کا قتل حد نہیں بلکہ امر بالمعروف کی صورت ہے، اور مجتبی میں ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو زنا میں مصروف پائے تو اس کو قتل کرنا حلال ہے لیکن بعد میں زنا ثابت نہ کرسکنے کے خوف سے قتل نہ کرے۔ میں نے تنویر اور در کی اس عبارت پر جدالممتار میں یہ لکھا ہے **قولہ** کہ غیر اجنبی عورت میں حلال ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) مقصود تو برائی کا ازالہ کرنا ہے تو جب تک قتل کے بغیر ازالہ ممکن ہو تو یہ غیر قتل کی صورت متعین قرار پائے گی، جبکہ سیاسۃً قتل کرنا امام وقت کے غیر کے لئے جائز نہیں ہے، اور بیوی اور محرمہ کے معاملہ میں قتل کرنا تو اپنے مفاد کے لئے ہے جبکہ برائی کا ازالہ اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہوتا ہے اس معاملہ میں اپنی اور اجنبی عورت برابر ہیں، تمام عورتیں اللہ تعالٰی کی باندیاں ہونے میں برابر ہیں، اس حکم میں مساوات کے بارے میں سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث ہے کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قتل سے منع فرمایا: تو میرے نزدیک اجنبی اور غیر اجنبی عورت کا معاملہ مساوی ہے لہٰذا قتل کے جواز کے لئے قتل کے بغیر باز نہ آنے والی شرط عام ہے

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۶

کما مشی علیه الشارح المدقق متابعا للعلامة مدقق عمرو بن نجیم رحمهم الله تعالٰی۔ **قوله** ویدل علیه تنکیر الهندوانی للمرأة **اقول:** بل هو نص جوابه فانه انما سئل عمن وجد مع امرأته رجلا کما فی الهندیة عن النهایة فشمل الحکم المحارم بدلالة المساواة والاجنبیة بدلالة الاولویة فالتنکیر من الناقلین عنه ما معنی[1] اھ ما کتبت علیه۔	جیسا کہ اس کو شارح نے علامہ مدقق عمرو بن نجیم کی پیروی میں سب میں جاری مانا ہے رحمہم اللہ تعالٰی۔ **قوله** اس پر ہندوانی کا عورت کو نکرہ ذکر کرنا دلالت کرتا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) بلکہ انہوں نے اپنے جواب میں اس کو نصًا ذکر کیا ہے کیونکہ ان سے سوال یہ ہوا تھا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو مصروف زنا پائے، جیسا کہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے تو ان کے جواب کا حکم محرمہ عورت کو بیوی کی مساوات سے اور اجنبی عورت کو اولویت کی وجہ سے سب کو شامل ہوا تو ہندوانی کے جواب کو نقل کرنے والوں کی تنکیر کا کوئی معنی نہیں ہے۔ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)
وقال فی ردالمحتار **قوله** (مع امرأته) ظاهره ان المراد الخلوة بها وان لم یر منه فعلا قبیحا کما یدل علیه ما یأتی عن منیة المفتی کما تعرفه فافهم (قوله فلها قتله) ای ان لم یمکنها التخلص منه بصیاح اوضرب والالم تکن مکرهة فالشرط الاٰتی معتبر هنا ایضا کما هو ظاهر ثم رأیته فی کراهة شرح الوهبانیة ونصه لو استکره رجل امرأة لها قتله وکذا	**وقال فی ردالمحتار** (اور ردالمحتار میں فرمایا) **قوله** "اپنی بیوی کے ساتھ کسی کو پایا" اس عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ خلوت میں ہو اگرچہ بد فعلی میں مصروف نہ دیکھے، جیسا کہ آئندہ منیۃ المفتی کی عبارت اس پر دلالت کررہی ہے آپ کو معلوم ہو جائیگا تو غور کرو، قولہ فلھا قتلہ یعنی اگر عورت اس سے شور مچانے یا ہتھیار کے بغیر کسی ضرب سے چھٹکارا نہ پائے تو قتل کرے، ورنہ اگر چھٹکارا ممکن ہو تو پھر عورت مجبور نہ ہوگی (جبکہ قتل کا جواب صرف مجبور عورت کے لئے ہے) تو یہاں بھی آئندہ ذکر ہونیوالی شرط معتبر ہے، جیسا کہ ظاہر ہے پھر میں نے اسکو وہبانیہ کی شرح کی کراہت کے باب میں دیکھا، جس کی عبارت

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

الغلام فان قتله فدمه هدر اذا [2] لم يستطع منعه الابالقتل اهفافهم، **قوله**(ان كان يعلم)شرط للقتل الذى تضمنه قوله كمن وجد رجلا **قوله**(ومفاده الخ) توفيق بين العبارتين حيث اشترط فى الاولى العلم بانه لاينزجر بغير القتل ولم يشترط فى الثانية فوفق بحمل الاولى على الاجنبية والثانية على غيرها وهذا بناء على ان المراد بقوله فى الاول مع امرأة اى يزنى بها [3] ومايأتى الكلام عليه،

قوله(مطلقا)زادالمصنف على عبارة المنية متابعة لشيخه صاحب البحر **قوله** بمافى البزازية وغيرها)اى كالخانية ففيهالورأى رجلا يزنى بامرأته او امرأة اخر وهو محصن فصاح به فلم يهرب ولم يمتنع عن الزنا حل له قتله ولا قصاص عليه اه**قوله**(فيحمل على المقيد)اى

یہ ہے: اگر کسی شخص نے عورت کو زنا پر مجبور کیا تو عورت کے لئے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور یوں ہی لڑکے کو بدفعلی پر مجبور کرنے پر لڑکے کا اس کو قتل کرنا جائز ہے اس صورت میں خون معاف ہوگا بشرطیکہ قتل کے بغیر روکنے کا کوئی چارہ نہ ہو اھ، تو غور کرو، قولہ (ان کان یعلم) یہ عبارت اس قتل کے لئے شرط کا بیان جو اس کے قول "جیسے کوئی کسی مرد کو پائے" کے ضمن میں مذکور ہے، **قولہ** (ومفادہ) یہ عبارت دونوں مذکور عبارتوں میں موافقت ہے جبکہ پہلی عبارت میں قتل کے بغیر باز نہ آنے کے یقین کی شرط ہے اور دوسری عبارت میں یہ شرط مذکور نہیں ہے تو انہوں نے پہلی عبارت کو اجنبی عورت کے واقعہ پر محمول کیا، تو یہ اس صورت میں ہے جب پہلی عبارت میں، عورت کے ساتھ ہونے کا مطلب زنا میں مصروف ہونا ہو، اور اس پر اعتراض آرہا ہے، **قولہ** (مطلقا) یہ منیۃ المفتی کی عبارت پر مصنف نے اپنے شیخ صاحب بحر کی اتباع میں زائد ذکر کیا، قولہ (بما فی البزازیۃ وغیرہا) یعنی جیسے خانیہ میں کہ اس میں ہے کہ کوئی کسی کو اپنی بیوی یا دوسری عورت سے زنا میں مصروف پائے اور وہ زانی شادی شدہ ہو تو اس نے اس پر شور مچایا اس کے باوجود وہ زنا کو چھوڑ کر نہ بھاگا تو دیکھنے والے کو جائز ہے کہ اسے قتل کردے اور اس پر قصاص نہ ہوگا، **قولہ**(فیحمل علی

یحمل قول المنیۃ قتلھما جمیعا علی مااذاعلم عدم الانزجار بصیاح اوضرب قلت وقد ظھر لی فی التوفیق وجہ اخرو ھوان الشرط المذکور انما ھو فیما اذوجد رجلا مع امرأۃ لاتحل لہ قبل ان یزنی بھا فھذا لا یحل قتلہ اذاعلم انہ ینزجر بغیر القتل سواء کانت اجنبیۃ عن الواجد او زوجۃ لہ او محرما منہ اما اذا وجدہ یزنی بھا فلہ [4] قتلہ مطلقا ولذاقید فی المنیۃ بقولہ وھویزنی واطلق قولہ قتلھما جمیعا وعلیہ فقول الخانیۃ الذی قدمناہ انفافصاح بہ غیر قید، و [5] یدل علیہ ایضا عبارۃ المجتبی الاتیۃ. ثم رأیت فی جنایات الحاوی الزاھدی [6] مایؤیدہ ایضًا حیث قال رجل رأی رجلا مع امرأتہ یزنی بھا او [7] یقبلھا اویضمھا الٰی نفسہ وھی مطاوعۃ فقتلہ او قتلھما لاضمان علیہ ولا یحرم من میراثھا ان اثبتہ بالبینۃ او بالاقرار، ولو

المقید (یعنی منیہ کے قول دونوں کو قتل کرنے کو اس پر محمول کیاجائے کہ جب معلوم ہو کہ شور یا کسی ضرب سے وہ باز نہ آئیگا (تو دونوں کو قتل کردے) مجھے یہاں دونوں عبارتوں میں موافقت کی ایک اور وجہ ظاہر ہوئی ہے، وہ یہ کہ مذکورہ شرط وہاں ہوگی جہاں وہ عورت کے ساتھ کسی کو پائے تو زنا میں مصروف ہونے سے قبل قتل حلال نہ ہوگا، پھر جب اسے یقین ہو کہ شور یا کسی اور ضرب سے باز آجائیگا تو قتل حلال نہ ہوگا، خواہ وہ عورت اجنبیہ ہو یا دیکھنے والے کی بیوی یا محرمہ ہو، لیکن جب وہ اس کو زنا میں مصروف پائے تو مطلقًا قتل جائز ہے اس لئے منیہ میں زنا میں مصروف ہونے کی قید کو ذکر کیا، اور دونوں کی قتل والی صورت میں اس قید کو ذکر نہیں کیا، اس پر لازم آتا ہے کہ خانیہ کی سابق مذکورہ عبارت تو اس نے اس پر شور مچایا، یہ قید نہ ہوگی، جبکہ اس پر مجتبی کی آنے والی عبارت بھی دلالت کررہی ہے، پھر میں نے حاوی زاہدی کے جنایات کے باب میں دیکھا کہ اس کی عبارت بھی اس کی تائید کررہی ہے، جہاں انہوں نے فرمایا کہ ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی سے زنا میں مصروف یا بوس وکنار یا معانقہ کی حالت میں دیکھا جبکہ بیوی کی مرضی بھی شامل تھی تو اس نے مرد یا دونوں کو قتل کردیا تو اس پر کوئی ضمان نہ ہوگا، اور بیوی کی میراث سے بھی محروم نہ ہوگا بشرطیکہ بعد میں وہ اس جرم کو گواہی یا اقرار سے ثابت کرسکے اور

رأی رجلا مع امرأته فی مفازة خالیة اوراٰه مع محارمه هکذا ولم یرمنه الزنا ودواعیه قال بعض المشائخ حل قتلهما وقال بعضهم لایحل حتی یری منه العمل ای الزنا ودواعیه ومثله فی خزانة الفتاوٰی اھ وفی سرقة البزازیة لورأی فی منزله رجلا مع اهله او جاره یفجر وخاف ان اخذه ان یقهره فهو فی سعة من قتله ولو کانت مطاوعة له قتلهما[8] فهذا صریح فی ان الفرق من حیث رؤیة الزنا وعدمها تأمل، **قوله** (مطلقا)ای بلافرق بین اجنبیة وغیرها **قوله** (وهو الحق)مفهومه ان مقابله باطل،ولم یظهر من کلامه مایقتضی بطلانه،بل مانقله بعده عن المجتبٰی[9] یفید صحته و"قد علمت مماقررناه مایتفق به کلامهم واما کون ذٰلك من الامر بالمعروف لامن الحد" فلا یقتضی اشتراط العلم بعدم الانز جار تأمل، **قوله** (بلاشرط احصان)ردعلی مافی الخانیة من قوله وهو محصن کما قدمناه،وجزم به الطرطوسی قال فی النهر	اگراس نے اپنی بیوی یا اپنی محرمہ عورت کے ساتھ بیابان خالی جگہ میں کسی کو دیکھا لیکن زنا یا دواعی میں مصروف نہ پایا تو بعض مشائخ نے فرمایا اسکو دونوں کا قتل کرنا حلال ہے،اور بعض نے فرمایا جب تک بدفعلی میں مصروف نہ پائے قتل کرنا حلال نہیں ہے،اور اسی طرح خزانۃ الفتاوی میں بھی مذکور ہے اھ،اور بزازیہ کے سرقہ کے باب میں ہے کہ،اگر وہ اپنے گھر میں اپنی بیوی سے کسی شخص یا پڑوسی کو بدفعلی کرتے ہوئے دیکھ لے اور پکڑنے پر خطرہ محسوس کرے کہ زانی غالب رہے گا تو اس صورت میں اس کو قتل کرنے کا جواز ہے اور بیوی کو بھی جرم میں راضی و شریک پایا تو دونوں کو قتل کرنے کا جواز ہے،تو اس سے صراحۃً معلوم ہوا کہ فرق بدفعلی میں مصروف پانے اور نہ پانے کا ہے،غور کرو۔ **قولہ** (مطلقا) یعنی اجنبیہ اور غیر اجنبیہ کے فرق کے بغیر۔ **قولہ** (ھو الحق) یعنی اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا مقابل باطل ہے اس کے کلام سے یہ ظاہر نہیں ہوا کہ اس کا مقابل باطل ہے بلکہ اس کے بعد اس نے مجتبی کا جو کلام نقل کیا ہے اس سے اس کی صحت معلوم ہو رہی ہے،ہماری تقریر سے ان کے کلام کا متفق ہونا آپ کو معلوم ہوگیا،لیکن محض امر بالمعروف ہونا اور حد نہ ہونا،بازنہ آنے کے علم کی شرط کو نہیں چاہتا،غور کرو۔ **قولہ**(بلاشرط احصان) یہ خانیہ کے قول کہ "وہ شادی شدہ ہو"کا رد ہے،جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔طرطوسی نے اسی پر جزم کیا ہے۔نہر میں فرمایا کہ اس کو

وردہ ابن وھبان بانہ لیس من الحد بل من الامر بالمعروف والنھی عن المنکر و ھو حسن فان ھذا المنکر "حیث تعین القتل طریقا فی ازالتہ فلامعنی لاشتراط الاحصان فیہ ولذااطلقہ البزازی اھ **قلت** ویدل علیہ ان الحد لایلیہ الاالامام[1]اھ. وکتبت علیہ فی جدالمتار ' **قولہ** کما یدل علیہ مایأتی عن منیۃ المفتی ای فانہ لما اطلق فیھا الحکم بالقتل عن قید عدم الانزجار قید معیۃ المرأۃ بالزنا وھٰھنا الحکم مقید بعدم الانزجار فتکون المعیۃ مقید ابعدم الزنا کیلا یتعارضا،

اقول: ولایخفی علیہ مافی ھذہ الدلالۃ من البعد والنظر الی الخارج وابداء جمع بینہ وبین کلام اخر لیس منہ دلالۃ ھذاالکلام فی شیئ لاسیما وذلك الجمع غیر متبین ولامتعین لانتفاء التعارض بما افادالشارح من حمل المطلق

ابن وہبان نے رد کردیا ہے کہ یہ حد نہیں بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، یہ اچھی بات ہے کیونکہ یہ ایسی برائی ہے کہ اس کے ازالہ کے لئے قتل ایک طریقہ ہے لہٰذا اس قتل کے لئے شادی شدہ ہونے کی شرط بے معنی ہے اس لئے بزازی نے اس کو مطلق رکھا اھ **قلت** (میں کہتا ہوں کہ) اس پر دلالت یہ بھی ہے کہ حد کو صرف امام ہی نافذ کرسکتا ہے کسی دوسرے کو اس کی ولایت نہیں ہے۔ ردالمحتار کا کلام ختم ہوا۔ میں نے اس پر جدالممتار میں لکھا ہے قولہ کما یدل علیہ مایأتی عن منیۃ المفتی جس طرح کہ اس پر منیۃ المفتی کا آئندہ کلام دلالت کررہا ہے، کیونکہ جب انہوں نے قتل کے حکم کو باز نہ آنے کے علم کی شرط سے عام رکھا جبکہ عورت کے ساتھ ہونے کو زنا سے مقید کیا اور یہاں حکم کو باز نہ آنے کے علم سے مقید کیا تو عورت کے ساتھ معیت عدم زنا سے مقید ہوگی تاکہ دونوں باتیں متعارض نہ ہوں،

اقول: (میں کہتا ہوں) اس دلالت کا بعید ہونا آپ پر مخفی نہیں ہے، اور اس سے خارج امور اور اس کلام اور دوسرے کلام کے درمیان جمع کی صورت واضح ہوجانے کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اس کلام کی دلالت اس معاملہ میں بالکل نہیں ہے خصوصًا جبکہ یہ جمع و موافقت غیر واضح اور غیر معین ہوجائے اس سبب سے کہ شارح علیہ الرحمۃ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لئے مطلق

[1] ردالمحتار باب التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۸۰۔۱۷۹

على المقيد ثم انما مبناه على ماسبق الى خاطره رحمه الله من التوفيق الاتى له وسيأتيك الكلام عليه وليس الامر كماظن بل اصل المسئلة للامام الفقيه الهند وانى سئل عن رجل وجد مع امرأته رجلا ايحل له قتله قال ان كان يعلم انه ينزجر عن الزنا بالصياح والضرب بما دون السلاح لايحل وان علم انه لاينزجر الابالقتل حل له القتل وان طاوعته المرأة حل له قتلها ايضا اه، ہندية عن النهاية وعنه اخذفى منية المفتى فعبرعنه بماترى وسنحقق انه لايحل القتل فى الدواعى كاللمس والتقبيل والعناق فكيف بمجرد الخلوة ولااعلم له رحمه الله تعالى سلفا فيه وكيف يحل الاجتراء على قتل مسلم باستظهار بعيد تفرد به عالم فى هذاالزمان من دون سلف ولا برهان بل على خلاف اصول الشرع المزدان وقضية نصوص ائمة الشان حتى نفس

کو مقید پر محمول کرنے کی وجہ کو بطور افادہ بیان کردیا ہے پھر ان کے خیال میں اس تطبیق کا مبنٰی وہ توفیق و تطبیق ہے جو انہوں نے آئندہ ذکر فرمائی ہے، حالانکہ اس پر اعتراض آرہا ہے، لہٰذا معاملہ وہ نہیں ہے جو انہوں نے خیال فرمایا، بلکہ اصل مسئلہ امام ہندوانی کا پیش کردہ ہے، جب ان سے ایسے شخص کے متعلق سوال ہوا جس نے اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کو بدفعلی کرتے پایا کہ کیا اسے اس مرد کو قتل کرنا حلال ہے؟ توجواب میں انہوں نے فرمایا کہ اگر خاوند کو یقین ہو کہ زانی شور مچانے یا پٹائی کرنے پر زنا سے باز آجائے گا تو قتل کرنا حلال نہ ہوگا اور اگر یقین ہو کہ قتل کے بغیر باز نہ آئے گا تو قتل کرنا حلال ہوگا، اور اگر بیوی اس مرد کے ساتھ راضی ہو تو اس کو بھی قتل کرنا حلال ہے اھ، یہ ہندیہ میں نہایہ سے منقول ہے، اور نہایہ سے ہی منیۃ المفتی میں نقل کیا لیکن جس طرح انہوں نے تعبیر کی وہ آپ کے سامنے ہے، اور ہم عنقریب ثابت کریں گے کہ ایسی صورت میں محض زنا کی دواعی مثلاً چھونے، بوسہ لینے یا معانقہ کرنے کی وجہ سے قتل کرنا حلال نہیں ہے چہ جائیکہ محض خلوت نشینی کی وجہ سے قتل حلال ہو، اور مجھے ان سے پہلے اس بارے میں کسی کا قول معلوم نہیں ہوا، تو اس زمانے کے ایک عالم کے متفرد قول کی بناء پر کسی مسلمان کے قتل پر کیسے جرأت کی جاسکتی ہے جبکہ اس قول کی وجہ بھی بعید ہو اور پہلے بھی کسی نے یہ بات نہ کی ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہو بلکہ اصول شرع اور عظیم الشان ائمہ کرام کی نصوص کے خلاف ہو حتی کہ خود

هذا الرفیع المکان کما ستعرف بعون المستعان، [1]**قوله** اذالم یستطع منعه الا بالقتل **اقول**: هذا ایضا نص فی امتناع القتل اذا امکن المنع بغیره خلافا لما اثرتم وقولکم والا لم تکن مکرهة لا اثر له لان غایة المطاوعة ان تکون مرتکبة لعین المنکر وهذا القتل من ازالة المنکر ومرتکب منکر لاینهی عن نهیه غیره منه لانه مامور بشیئین الامتناع والمنع، فان فوت احدهما لایسقط عنه الاخر و ارتکاب احد معصیة لاتبیح له معصیة اخری بل هذا القتل فی حق المرأة نهی وانتهاء معافکانت اولی بالاباحه وظهران التصویر بالاکراه صدر وفاقا، [2]**قوله** ویاتی الکلام علیه **اقول**: ویاتی الکلام علیه [3]**قوله** فله قتله مطلقا اقول وانما القصد ازالة المنکر فاذا حصل بالادنی تعین کما افاده الامام

ان کے اپنے موقف کے خلاف ہو، جیسا کہ آپ کو عنقریب معلوم ہو جائے گا، **قوله** اذالم یستطع منعه الا بالقتل، جب قتل کے بغیر منع کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو **اقول**: (میں کہتا ہوں) یہ خود اس بات میں نص ہے کہ اگر کسی اور طریقہ سے روکنا ممکن ہو تو قتل ممنوع ہے، اور یہ کہنا کہ ورنہ مکرہہ (مجبور) نہ قرار پائی گئی، بے فائدہ ہوگا، کیونکہ نہ ہونے کا مطلب موافق رہنا اور موافقت اور رضامندی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس گناہ میں خود شریک ہوگی، جبکہ عورت کا مرد کو یہ قتل کرنا گناہ اور برائی کا مرتکب اور اس میں مبتلا ہو اس کے منع کرنے سے دوسرا اس برائی سے نہیں رکتا، کیونکہ برائی سے روکنے کے لئے دو چیزوں کا مامور بننا ہوتا ہے ایک یہ کہ خود برائی سے باز رہے اور دوسرا یہ کہ اس برائی سے دوسرے کو منع کرے، اور ان دونوں چیزوں میں سے ایک کے فوت ہو جانے پر دوسرے کا ساقط ہونا لازم نہیں ہے اور ایک گناہ کے ارتکاب سے دوسرے گناہ کا ارتکاب مباح نہیں بنتا، بلکہ یہاں عورت کا اس مرد کو قتل کرنا گناہ سے روکنا اور خود کو باز رکھنا دونوں چیزیں ہیں، تو یہ قتل بدرجہ اولیٰ مباح ہوگا، تو ظاہر ہوا کہ جبر واکراہ کی صورت کا بیان محض اتفاق ہے، قوله یاتی الکلام علیہ اس پر اعتراض ذکر ہوگا، **اقول**: (میں کہتا ہوں) آپ کے اعتراض پر اعتراض ذکر ہوگا، **قوله فله قتله مطلقا** تو اس کو قتل کرنا

الفقیه ابوجعفر واعتمده المعتمدون وتقدم عن شرح الوهبانیة وسینقله المحشی عن ابن وهبان و سیمشی علیه بنفسه[۵] **قوله** ویدل علیه عبارة المجتبٰی الاتیة، ای شرحا حیث اطلق فی الزنا ان له القتل ولم یقید بشیئ اقول وفیه ماذکر الشارح ان المطلق یحمل علی المقید وکیف یرد اطلاق المجتبٰی علی تقیید المعتمدات وحمل المطلق علی المقید جادة واضحة بخلاف الغاء القید، [۶] **قوله** فی الحاوی الزاهدی مایؤیده ایضا **اقول**: بل یخالفه فانه جعل له القتل مطلقا فی الدواعی وانتم تخصصونه بالزنا، [۷] **قوله** او یقبلها الخ **اقول**: لم یشرع الله تعالٰی فی الدواعی القتل ولیست السیاسة لغیر الامام بل لیست الدواعی الا الصغائر

مطلقًا جائز ہوگا، **اقول**: (میں کہتا ہوں) مقصد تو برائی کا ازالہ ہے، تو جب یہ ازالہ قتل کے بغیر کسی ادنٰی طریقہ پر ممکن ہو تو وہ ادنٰی طریقہ اس کے لئے متعین قرار پائے گا جیسا کہ امام فقیہ ابوجعفر نے یہ فائدہ بیان فرمایا اور اسی پر اعتماد کرنے والوں نے اعتماد کیا ہے، اور شرح وہبانیہ سے منقول ہوچکا ہے اور محشی بھی اس کو عنقریب ابن وہبان سے نقل کریں گے اور وہ خود اس کو اپنائیں گے، **قوله یدل علیه عبارة المجتبٰی** یعنی مجتبٰی کی آئندہ عبارت بطور شرح آئیگی جہاں وہ زنا کے متعلق قتل کو مطلق بیان کریں گے اور قتل کو کسی شرط سے مقید نہ کریں گے **اقول**: (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے کہ شارح نے یوں بیان فرمایا کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے گا، اور معتمد علیہ کتب کی بیان کردہ قید کے باوجود مجتبٰی کا اطلاق کیسے وارد ہوگیا حالانکہ واضح طریقہ ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جاتا ہے جبکہ قید کو لغو بنانا اس کے خلاف ہے، **قوله فی الحاوی الزاهدی مایؤیده ایضا** حاوی زاہدی کا بیان بھی اس کی تائید کرتا ہے **اقول**: (میں کہتا ہوں) بلکہ وہ تو اس کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے دواعی زنا میں بھی قتل کو مطلق جائز رکھا ہے جبکہ تم اس کو زنا سے ہی مخصوص کرتے ہو، **قوله او یقبلها** الخ یا وہ عورت کا بوسہ لے رہا ہو **اقول**: (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی نے زنا کے دواعی میں قتل کو مشروع نہیں فرمایا، اور نہ ہی امام کے غیر کو سیاسی قتل روا رکھا ہے بلکہ دواعی تو صرف صغیرہ

ولیس القتل سیاسة للامام ایضا الا فی جنایة عظمت وفحشت کمامر قبیل باب وطئ یوجب الحدان اللوطی والسارق والخناق اذا تکرر منهم ذٰلك حل قتلهم سیاسة اھ فلم یکتف فی تلك العظائم ایضا بمجرد صدورها بل قید حل القتل بتکررها وسیأتی ان الشارح اطلق اباحة القتل فی جمیع الکبائر فقیده المحشی بماکان منها متعدی الضرر وهو الحق الواضح ان شاء الله تعالٰی ولم ینقل عن السلف قتل کل من اتی کبیرة فضلا عن الصغیرة ولواسیع القتل فی الصغائر وجعل ذٰلك الی العامة لاتسع الخرق وفشاالقتل فی المسلمین والعیاذ بالله تعالٰی فای یوم لاتری جهلا من الناس علی شیئ من الصغائر فقتل کل من تراه وهذا لیس من حکم الله فی شیئ فلاشك ان مافی الحاوی مردود والله الموفق کیف وهو من الزاهدی المعتزلی المعروف بجمع کل غث وسمین الغیر الموثوق بنقله ایضا الغیر المعتمد علیه فی روایة ولادرایة کما صرح به ارباب الدرایة۔[۸] **قوله** فهذا صریح	گناہوں میں سے ہے حالانکہ امام کو صرف کسی بڑی جنایت اور فحش گناہ میں سیاسۃً قتل کرنا جائز ہوتا ہے جیسا کہ ایسی وطی جس سے حد لازم ہوتی ہے، کے باب سے تھوڑا پہلے گزرا ہے کہ لوطی، چور اور پھندا ڈالنے والا، یہ لوگ جب بار بار کارروائیاں کریں تو ان کو سیاسۃً قتل کرنا حلال ہے اھ۔ تو ان عظیم کارروائیوں پر بھی محض ان کے صدور پر نہیں بلکہ ان کے تکرار پر قتل کو حلال کہا، اور عنقریب آئے گا کہ شارح نے تمام کبیرہ گناہوں کے متعلق سیاسۃً قتل کو مباح کہا تو خود محشی نے اس کو ایسے گناہ سے مقید کیا جس کا ضرر متعدی ہو۔ اور یہی واضح حق ہے ان شاء اللہ تعالٰی، جبکہ اسلاف سے ہر کبیرہ گناہ کے مرتکب کے متعلق قتل منقول نہیں ہے چہ جائیکہ کسی صغیرہ گناہ پر قتل منقول ہو، اور اگر صغائر کے متعلق بھی قتل کو جائز قرار دے دیا جائے اور عوام کو یہ اختیار دیا جائے تو پھر امن تہ وبالا ہوجائے اور مسلمانوں میں قتلِ عام شروع ہوجائے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ بتائیے لوگوں کی جہالت سے صغائر سے کوئی دن خالی ہے تو کیا ہر ایک مرتکب صغیرہ قتل کیا جائے حالانکہ یہ کہیں بھی اللہ تعالٰی کا حکم نہیں ہے تو بیشک حاوی زاہدی کا بیان مردود ہے، اور اللہ تعالٰی ہی توفیق حق عطا فرماتا ہے، یہ کیسے صحیح ہو جبکہ یہ زاہدی معتزلی جو کہ ثقہ اور غیر ثقہ ہر قسم کی روایات کو نقل کرنے میں بھی مشہور ہے اور روایت اور درایت کے لحاظ سے غیر معتمد علیہ باتوں کو نقل کردیتا ہے جیسا کہ ارباب درایت نے اس کی تصریح فرمائی ہے، **قوله فهذا صریح**

اقول: ای صراحة فیه بل تقییده بالخوف المذکور بما یؤید التقیید السابق فان مثل التمرد لاینزجر بالزجر[9] **قوله** یفید صحة **اقول:** قدمنا مافیه[1] **قوله** قررناه **اقول:** قد علمت مافیه[1] **قوله** فلایقتضی اشتراط العلم **اقول:** بلی یقتضیه لان مراد الشارع ازالة المنکرات المظلمة لااهلاك النفوس المسلمة فاذا حصلت بدونه وجب قصرالید عنه.[2] **قوله** حیث تعین القتل طریقا اقول هذاایضا نص فی اشتراط القید المذکور وقد عادالمحشی رحمه الله تعالٰی بنفسه الی الصواب اذاقال علی قول الشرح وعلی هذا القیاس المکابر بالظلم وقطاع الطریق وصاحب المکس وجمیع الظلمةبادنی شیئ له قیمة وجمیع الکبائر والاعونة	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں کون سی صراحت ہے بلکہ اس میں تو قید کی صراحت ہے کہ کسی طرح خوف دلانے سے باز نہ آئے، جیسا کہ سابقہ قید کا بیان اس کی تائید کررہا ہے کہ سرکش آدمی باز رکھنے کی کوشش سے باز نہیں آتا، **قوله** یفید صحة **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں اعتراض ہے جس کو ہم نے پہلے بیان کردیا ہے، **قوله** قد علمت مما قررناه ہماری بیان کردہ تقریر سے آپ کو معلوم ہوگیا، **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں جو کمزوری ہے وہ آپ کو معلوم ہوچکی ہے **قوله** فلایقتضی اشتراط العلم تووہ علم کی شرط کا مقتضی نہ ہوا، **اقول:** (میں کہتا ہوں) بلکہ یہ علم کی شرط کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ شارع کی مراد ظالمانہ کارروائیوں سے دفاع ہے نہ کہ مسلمانوں کی جانوں کو ہلاک کرنا، توجب قتل کے بغیر دفاع ممکن ہو تو قتل سے باز رہنا ضروری ہے، **قوله** حیث تعین القتل طریقا جہاں ازالہ برائی کا طریقہ قتل متعین ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ بھی مذکور قید کی شرط ہونے میں نص ہے اور محشی خود بخود درستی کی طرف لوٹ آئے ہیں، جب انہوں نے شرح کی اس عبارت (اسی قیاس پر ہے جو اعلانیہ چیز کو چھین لے، ڈاکو، ظالمانہ ٹیکس وصول کرنیوالا اور ہر ظالم جو کمتر قیمت والی چیز کو ظلم سے چھین لے اور جو ظالم مرتکب کبیرہ کے ہوں اور انکے اہلکار اور چغلخور ایسے تمام لوگوں کا قتل مباح ہے اور انکا قاتل ثواب کا مستحق

والسعاۃ یباح قتل الکل ویثاب قاتلهم اھ نصه قوله والا عونة والسعاۃ عطف تفسیر او عطف خاص علی عام فیشمل کل من کان من اھل الفساد کالساحر وقاطع الطریق واللص واللوطی والخناق ونحوھم ممن عم ضررہ ولاینزجر بغیر القتل اھ فقد اذعن بالتقیید وھو الحق السدید ولیس الزنا بافحش من ھاتیك الافا عیل فما صرح به الائمة فعلیه الاعتماد والتعویل[1]۔ھذا ما کتبت علیه فانظرہ متأملا متدبرا والحمدللہ اولاً واٰخرًا۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوگا،اھ۔)پر فرمایا کہ الاعونۃ،والسعاۃ،اہل کار اور عہدیدار،کا ذکر عطف تفسیری ہے یا عام پر خاص کا عطف ہے لہٰذا یہ قول تمام اہل فساد مثلاً جادوگر،ڈاکو،چور،لوطی اور گلاد با کر ہلاک کرنے والا وغیرہ سب کو شامل ہے جن کا ضرر معاشرہ میں عام ہو اور وہ قتل کے بغیر باز نہ آئیں اھ،تو اس بیان میں انہوں نے مذکور قید پر جزم کیا ہے اور یہی درست اور حق ہے جبکہ زنا ان مذکور امور سے زیادہ فاحش ضرر نہیں ہے،تو ائمہ کرام نے جو تصریح فرمائی ہے وہی قابلِ اعتماد و تسلیم ہے۔یہ میرا حاشیہ ہے اس کو غور اور تدبر سے ملاحظہ کرو،اللہ تعالٰی کے لئے ہی اول وآخر حمد ہے،واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۲۷۶: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص کسی عالم کی نسبت یا کسی دوسرے کی لفظ مردود کہے کہ وہ بیوقوف ہے کچھ نہیں جانتا اور الو ہے،تو اس شخص کی نسبت شرع شریف کیا حکم دے گی؟**بینوا توجروا۔**

الجواب:

بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایسے الفاظ سے یاد کرنا مسلمان کو ناحق ایذا دینا ہے اور مسلمان کی ناحق ایذا شرعًا حرام۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ[2]۔رواہ الطبرانی فی	جس نے بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کو ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ

[1] جدالممتار علی ردالمحتار

[2] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	عزوجل کو ایذادی (اس کو طبرانی نے اوسط میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

پھر علمائے دین متین کی شان تو نہایت ارفع واعلی ہے ان کی جناب میں گستاخی کرنے والے کو حدیث میں منافق فرمایا۔

ثلثة لایستخف بحقهم الامنافق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط[1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة وابوالشیخ فی التوبیخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنهم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخص ہیں جن کا حق ہلکانہ جانے گا مگر منافق، ایک اسلام میں بڑھاپے والا دوسرا عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔ (اس کو طبرانی نے کبیر میں حضرت ابوامامہ سے اور ابوالشیخ نے توبیخ کے باب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت فرمایا ہے۔ت)

ایسا شخص شرعًا لائق تعزیر ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۲۷۷: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مومن کہنا تخصیص رکھتا ہے قومِ نورباف سے یا عام امتِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے؟ دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص براہِ طعنہ قوم مذکور کی نسبت مومن کہے تو اس کی نسبت کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

الحمدللہ ہر مسلمان مومن ہے اور بعض بلاد ہند کے عرف میں اس قوم کو مومن کہنا شاید اس بناء پر ہو کہ یہ لوگ اکثر سلیم القلب حلیم الطبع ہوتے ہیں جن سے اور مسلمانوں کو آزار کم پہنچتا ہے، اور حدیث میں فرمایا کہ **المؤمنون من امن جارہ بوائقه**[2] مومن وہ ہے جس کے ہمسائے اس کی ایذاؤں سے امان میں ہوں۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ عن ابی امامہ المکتبة الفیصلیة بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] صحیح البخاری باب اثم من یأمن جارہ بوائقہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۹

پھر یہ لفظ بطور طعن انہیں کہنا دوسری شناعت ہے ایک تو مسلمان کو اس کی نسبت یا پیشہ کے سبب حقیر جاننا دوسرے ایسے عظیم جلیل لفظ کو محل طعن میں استعمال کرنا، ایسے شخص کو چاہئے اللہ تعالٰی سے ڈرے اور اپنی زبان کی نگہداشت کرے۔

اللّٰھم اھدنی والمسلمین انك انت ارحم الراحمین۔ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اے اللہ! مجھے اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما بیشک تو رحم کرنے والوں سے بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۸: از وڑنگر دا یہ مہ سانہ گجرات گاڑیکے دروازہ متصل مکان بنجارہ چاند مار سول مسئولہ مولوی حکیم عبدالرحیم صاحب احمد آبادی ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کے مال کا نقصان کرنا اور اس کی ہتک حرمت میں کوشش کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

اگر بلاوجہ شرعی ہے حرام قطعی ہے اور وجہ شرعی سے ہے تو کوئی حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۹: از شہر صدر بازار بریلی مسئولہ پیش امام جامع مسجد ۱۸ محرم ۱۳۳۹ھ

ایک شخص نماز پڑھنے سے انکار و حیلہ بہت سے کرتا تھا ہر چند اس کو برادرانہ طور بہت کچھ سمجھایا لیکن وہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا اور لوگ اس کو پکڑنے کے واسطے گئے اس وقت وہ مسلمانوں کو لاٹھی لے کر مقابلہ کرنے کو آمادہ ہوا، لہٰذا دو مسلمانوں نے اس کے ہاتھ پکڑ لئے، ایک شخص نے اس کو درے لگائے، لہٰذا وہ نماز پڑھتا ہے، پکڑنے کے وقت اس کے ہاتھ میں گھڑی بندی تھی وہ ٹوٹ گئی وہ مسلمانوں سے طلب کرتا ہے، اس کی گھڑی دی جائے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

تفہیم چاہئے، تنبیہ چاہئے، مار پیٹ کا وقت نہیں، اور اس کی گھڑی کی قیمت دی جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۰: از بریلی محلہ بہاری پور مسئولہ اشفاق حسین طالب علم ۳ ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید و عمرو و بکر ایک مقام پر بیٹھے تھے، اتفاقاً ایک لڑکی اس راہ سے گزری، زید نے عمرو سے کہا یہ لڑکی تمہاری بہن ہے، عمرو نے زید کو جواب دیا کہ ہاں یہ لڑکی بہن ہے لیکن اے زید! یہ لڑکی تیری

بہن ہے، اس پر زید نے عمرو سے کہا کہ میری بہن نہیں ہے بلکہ تیری بہن ہے، عمرو نے زید سے کہا کہ جب ہم تم سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں تو ہم تم سب بھائی بہن ہیں بکر نے عمرو سے کہا کہ اس طرح تو کتے سور بھی حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں تو کتے اور سور بھی تمہارے بھائی بہن ہوئے، عمرو نے کہا کہ نہیں ان جانوروں کو اہل اسلام کے لوگ برا سمجھتے ہیں، اس پر بکر بہت غصہ ہوا اور کہنے لگا کہ نہیں سور اور کتے حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اور مکرر سہ کرر یہی الفاظ کہے یہاں تک کہ آپس میں جھگڑا ہونے لگا اور معاملہ طول ہو گیا۔ عرض یہ ہے کہ ان تینوں شخصوں کے واسطے کیا حکم ہے؟ واجبًا عرض کیا ہے۔

الجواب:

عمرو نے جو اس کے بہن ہونے سے انکار کیا اس پر کچھ الزام نہیں بلکہ وہ اگر غیر مسلمان تھی تو بہت اچھا کہ انکار کردیا زید نے کہ اسے عمرو کی بہن کہا اس پر الزام نہیں اگر وہ لڑکی مسلمان تھی کہ مسلمان سب آپس میں بھائی ہیں ہاں اگر وہ مسلمان نہ تھی تو برا کیا کہ اسے مسلمان کی بہن ٹھہرایا، اور فقط اولادِ آدم علیہ السلام ہونا کافی نہیں کہ کافروں کا نسب خود حضرت سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقطع ہے،

قال الله تعالٰی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[1]، وقال تعالٰی اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا بیشک تمام مومن بھائی بہن ہیں، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے پیارے نوح (علیہ السلام) یہ آپ کی اہل میں نہیں وہ تو اپنے عمل والا نہیں ہے۔ (ت)

رہا بکر، اس نے سخت شدید شنیع بری بات کہی، اس کے قول سے نبی اللہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک عیب لگتا ہے اس پر توبہ فرض ہے بلکہ کلمہ پڑھے تجدید اسلام کرے۔ ہاں اگر وہ لڑکی کافرہ تھی اور اس نے کتے سور سے مراد کافر لئے یعنی ان کی اولاد میں تو کافر بھی ہیں جو کتوں سوروں کے مثل ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں وہ ہمارے بھائی کیسے ہوسکتے ہیں، تو اس پر الزام نہ رہے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۸۱: از دھاموں ڈاکخانہ دھاموں ضلع سیالکوٹ پنجاب روز دو شنبہ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اگر زید اپنی حقیقی بھائی بکر کو کسی سازش سے ایک مجلس میں باآواز کلمہ طیبہ پڑھ کر کہے کہ تم میرے بھائی نہیں ہو، ایسی صورت میں زید پر بموجبِ شرع شریف کچھ کفارہ لازم ہے اگر ہے تو کیا و کس

---

[1] القرآن الکریم ۴۹/۱۰

[2] القرآن الکریم ۱۱/۴۶

قدر؟بینوا توجروا۔

الجواب:

اگراس کے بھائی نے اس کے ساتھ کوئی معاملہ خلاف اخوت کیاجو بھائی بھائی سے نہیں کرتا تواس پر اس کہنے میں الزام نہیں کہ اس نفی سے نفیِ حقیقت مراد نہیں ہوتی بلکہ نفی ثمرہ،اور ایسا نہیں بلکہ بلاوجہ شرعی یوں کہا تو تین کبیروں کامرتکب ہوا،کذبِ صریح و قطع رحم وایذائے مسلم،اس پر توبہ فرض ہےاور بھائی سے معافی مانگنی لازم۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۲تا۲۸۴: معرفت مصطفٰی رضاخان صاحب بروز پنجشنبہ ۲۹صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

(۱) بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مثلاً کسی نے کہاکہ فلاں کے گھر چوری ہوئی انہوں نے کہاکہ اچھاہوا چوری ہوئی،پھر بعض دفعہ توجو ظاہر کلام ہے ظاہر مراد ہوتا ہےاور بعض دفعہ یہ مراد ہوتا ہے کہ چونکہ مثلاً مال رہنا مضر تھا یا اس کا انہیں غرور تھا لہٰذا اچھا ہوا چوری ہوگئی کہ غرور جاتا رہا یا مضر دور ہوگیا دونوں تقدیروں پر یہ ممنوع چیز کو اچھا کہنا کیسا ہے؟

(۲) ایک شخص سے کوئی خلاف کلمہ نکلا بعد کو اس نے صراحۃً انکار کیااور اس کا قبح تسلیم کرلیا یا اس کو چھوڑ کر اس کے مخالف حق کلمہ کا اقرار کیا آیا یہ توبہ ہوگئی یا ضرور ہے کہ لفظ توبہ کہے۔

(۳) ہمارے اعزہ میں سے ایک عورت نے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر کہا نہ معلوم تمہیں فلاں کے مکان سے (نام لے کر) کیا عشق ہے،شوہر نے کہا خدا جانے،اس پر عورت نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں ہے،اور اس کے بعد ایک اور جملہ کہا جو شاید یہ تھا کہ سب تمہارے حیلہ حوالے بیکار یہ ان بے پروائیاں ہیں،یہ جملہ کیسا؟اس کا کیا حکم ہے؟**بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) اس سے یہ مقصود نہیں ہوتا کہ سرقہ اچھی بات ہے جس سے حرام قطعی کا استحقاق بلکہ استحسان ہو کر **معاذ اللہ** نوبت بہ کفر پہنچے بلکہ اس مسروق منہ کے نقصان مال کا استحسان سمجھا جاتا ہےاور یہی مقصود ہوتا ہے کہ کبھی براہ حسد ہوتا ہےاور حسد حرام ہے،اس صورت میں تو مطلقاً گناہ ہے،کبھی براہِ عداوت ہوتا ہے کہ دشمن کا نقصان دشمن کو پسند آتا ہے اس کا حکم اس عداوت کا تابع رہے گا اگر عداوت مذمومہ ہے یہ بھی قبیح ومذموم ہےاور اگر عداوت محمودہ ہے جیسے اعداء اللہ سے دشمنی تو اس میں حرج نہیں جیسے رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ[1] (اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کردے اور ان کے دل سخت کر دے۔ت) جب دعا سے اس کا نقصان چاہنا روا ہے تو بعد وقوع اس پر خوش ہونا

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۸۸

کیا بیجا ہے، کبھی وہ صورت ہوتی ہے جو سوال میں مذکور ہے وہ اگر بہ نیت صحیحہ ہے تو غیر محظور کہ یہ اس کے نقصان پر خوش ہونا نہیں بلکہ نفع پر۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) لفظ توبہ نہ ضرور نہ کافی جو قول بیجا صادر ہوا تھا اس پر ندامت اور اس سے نفرت واظہار برات درکار ہے، السر بالسر والعلانیۃ بالعلانیۃ (پوشیدہ سے پوشیدہ اور علانیہ سے علانیہ۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) قائلہ کا ہرگز یہ مقصود نہیں کہ باری عزوجل سے معاذاللہ نفی علم کرے نہ زنہار اسکے کلام سے سامع کا ذہن اسطرف جاسکتا ہے، بلکہ شوہر نے کہا تھا خدا جانے یعنی کوئی چیز مخفی ہے جو مجھے معلوم نہیں یا جسے میں بتانا نہیں چاہتا اس نے کہا کچھ بھی خدا جانے نہیں اسے اس ہولناک حکم سے کوئی تعلق نہیں نیز یہاں ایک اور دقیقہ ہے بفرض غلط نفی علم ہی مراد لیں تو معاذاللہ نفی مطلق کی ہر گز بو بھی نہیں بلکہ اس امر خاص سے یعنی اس کا کوئی سبب خفی اللہ نہیں جانتا اور علم الٰہی سے کسی شیئ کی نفی اس کے علم سے نفی ہے کہ واقع ہوتا تو ضرور علم میں ہوتا،

فکان من باب قولہ وَجَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡہُمۡ ؕ اَمۡ تُنَبِّـُٔوۡنَہٗ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی الۡاَرۡضِ[1]۔	تو یہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد کے باب سے ہوگا کہ انہوں نے اللہ تعالٰی کے شریک بنائے فرمادیجئے ان کے نام بتایئے یا تم وہ خبر اس کو دیتے ہو جس کو اس نے روئے زمین پر نہ جانا۔ (ت)

ہاں ارسال لسان ہے جس سے احتیاط درکار، اور خود شوہر کے ساتھ بدزبانی بھی **تکفرن العشیر**[2] (عورتیں خاوند کی ناشکری کرتی ہیں۔ت) میں داخل کرنے کو بس ہے توبہ چاہئے **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۲۸۵: قول انوار الحق تحصیل چونیاں ضلع لاہور بروز چہار شنبہ ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ (مکتوب)

(قول انوار الحق) میں عریضہ لکھ کر دوبارہ یا سیدنا و مولٰنا و مرشدنا عرض کرتا ہوں کہ آپ ہم لوگوں میں مثل رسول و نبی کے ہیں آپ خاکساروں کی عرض سن کر جواب روانہ فرمائیں۔

الجواب:

تنبیہ: مولانا! یہ لفظ بہت سخت ہے لاالٰہ الا اللہ یہ فقیر ذلیل سیاہ کار نابکار

---

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

[2] صحیح البخاری کتاب الحیض ۱/ ۴۴ و کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۷ قدیمی کتب خانہ کراچی

کیا چیز ہے ہاں اکابر کے لئے یہ لفظ حدیث میں آیا ہے کہ **الشیخ فی قومه کالنبی فی امته**[1] شیخ اپنی قوم میں مانند نبی کے ہیں اپنی امت میں مگر مثل اور مانند میں بہت فرق ہے مثل **معاذاللہ** مساوات کا ایہام کرتا ہے اور مانند صرف ایک مشابہت چاہتا ہے، اس لئے سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ نے **ایمانی کایمان جبریل** (میرا ایمان جبرائیل کے ایمان کی مانند ہے۔ت) فرمایا نہ کہ مثل ایمان جبریل (مثل ایمان جبریل۔ت) فقط

مسئلہ ۲۸۶: مسئولہ سید حمید الرحمٰن صاحب صابری فاروقی گولہ گھاٹ محلّہ کچہری ہاٹ آسام ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مقدس اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے مرشد زادہ کو حقارت و بے ادبی سے کچھ باتیں کہیں وہ مرشد زادہ قوم کا سید حسینی ہے اور ہندوستان کے مدرسہ عربی کا تعلیم یافتہ مولوی ہے اور اہل طریقہ میں قادریہ عالیہ ہے، حقیقت میں اس مرشد زادہ کا کچھ بھی خطا و قصور نہیں تھا جبرًا اس شخص نے بہت لوگوں کے سامنے اس مرشد زادے کو بے ادبی اور حقارت سے باتیں کیں۔ اب از روئے شرع دین متین اس شخص کو کیا حکم دیتے ہیں اب ایمان و نکاح میں کچھ خلل اس کا ہوگا یا نہیں؟ **فقط۔**

الجواب:

بلاوجہ کسی مسلمان کو سخت وسست کہنا حرام ہے نہ کہ سید نہ کہ عالم نہ کہ اپنا مرشد زادہ۔ صحیح حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی و من اٰذانی فقد اٰذی اللہ۔[2]	جس نے کسی مسلمان کو ایذادی اس نے مجھے ایذا دی، جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذادی۔

دوسری حدیث میں ہے:

ثلثة لایستخفف بحقهم الامنافق بین النفاق، ذو الشیبة فی الاسلام	تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ کرے گا مگر کھلا منافق ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا دوسرا

[1] کنز العمال حدیث ۴۲۶۳۲ و ۴۲۶۳۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۵/ ۶۶۴

[2] المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

وذوالعلم وامام مقسط۔[1]	عالم تیسرا بادشاہ اسلام عادل۔

صورت واقعہ اگر یونہی ہے جیسے سوال میں مذکور ہوئی تو وہ شخص ضرور مرتکب کبیرہ ہوا، مگر اسلام و نکاح میں خلل نہیں کہہ سکتے جب تک کوئی خاص قول و فعل ان میں مخل صادر نہ ہوا ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۷: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضا خاں صاحب ۴ رجب ۱۳۳۹ھ

زید ایک شخص ہے جس کا نکاح بکر کی لڑکی ساتھ ہوا ہے، اب چند بچے پیدا ہونے کے بعد زید نے اپنی بیوی کی ہمشیرہ کے ساتھ یعنی حقیقی سالی کے ساتھ بھی عقد کرلیا ہے اور دونوں سے مراسم بیوی کی ادا کرتا ہے اور دونوں کی اولاد بھی ہے، اور زید قوم قصاب سے ہے، آیا ایسی حالت میں اس کو زانی کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا گوشت خریدنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کی موت میں شریک ہونا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

وہ ضرور حرامکار ہے، اس سے گوشت خریدنا بلکہ سلام کلام کرنا ہی نہ چاہئے، موت اس کے عزیز و قریب کرلیں گے اوروں کو بلاضرورت شرکت کی حاجت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸۸: مرسلہ محمد تقی مقام بکسر متصل اسٹیشن ریلوے بتوسط حاجی بخش صاحب ۲۹ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے بکر کو اوقاتِ مختلفہ میں ابلیس مردود کافر متعدد بار کہا، زید معمر ہے بکر نوعمر، بکر یوم جمعہ کو خطبہ جمعہ پڑھ رہا تھا، اثناءِ خطبہ میں کسی آیہ کریمہ میں غلطی ہوئی زید نے چلا کر بتایا، بکر نے اپنی غلطی کی اصلاح کرلی مگر زید نے اسی ساعت میں چلا چلا کر چند بار اپنی قرات کرتا ہی رہا، پھر بعد فراغ نماز زید نے سب لوگوں کو ٹھہرایا اور کہنے لگا یہ مردود ابلیس ہمیشہ غلط پڑھتا ہے اور مجھے ذبح کردیا ہے، بکر نے سوائے سکوت کوئی جواب نہیں دیا، اور اگر زید موجود ہے تو بکر نماز پڑھانے کے لئے زید کو کہلائے مگر زید نہ پڑھائے، پھر بکر نے دو جمعہ پڑھا کر جواب دیا کہ وہ شخص جمعہ پڑھائے جس سے کوئی غلطی نہ ہو۔ مقتدیوں نے کہا تم ضرور پڑھاؤ تو مخالفت کا باعث معلوم ہوتا ہے اور ثابت بھی ہوگیا، بہر حال دوسرے امام مقرر کئے گئے چند دنوں بعد امام صاحب نے انتقال فرمایا اس کے بعد زید خود ہی نماز پڑھانے لگا، اس حالت میں زید کی امامت صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور ان دونوں میں شرعًا کافر و ابلیس کون ہوگا؟

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳۸/۸، کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۳۲/۱۶

الجواب

مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی مردود ابلیس کہنا سخت حرام ہے۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ بِغَیۡرِ مَا اكۡتَسَبُوۡا فَقَدِ احۡتَمَلُوۡا بُهۡتَانًا وَّاِثۡمًا مُّبِیۡنًا ۝۵۸ [1]۔	وہ لوگ جو مومن مرد اور عورتوں کو بلاوجہ اذیت دیتے ہیں تو بیشک انہوں نے بہتان اور واضح گناہ کاارتکاب کیا۔(ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اٰذی مسلما فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اٰذی اللہ [2]۔	جس نے کسی مسلمانوں کو ناحق ایذادی اس نے مجھے ایذادی اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ کو ایذادی۔

اور مسلمانوں کو کافر کہنا تو ایسا سخت ہے کہ احادیث کثیرہ صحیحہ میں فرمایا **فقد باء بہ احدھما** [3] یہ بلا دونوں میں سے ایک پر ضرور پڑے گی جسے کافر کہا اگر وہ وقع میں کافر ہے تو خیر ورنہ یہ کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا، ولہذا امام اعمش وائمہ بلخ وغیرہم کثیر فقہائے کرام کا فتوی یہی ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہے خود کافر ہوجاتا ہے **والصحیح فیہ تفصیل اوردنا ھافی فتاوٰنا** (اور صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے جس کو ہم نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے) عین حالت خطبہ میں تصحیح بکر کے بعد بھی جو زید بار بار اپنی قرأت کرتا رہا یہ بھی حرام تھا،

قال اللہ تعالٰی وَ اِذَا قُرِئَ الۡقُرۡاٰنُ فَاسۡتَمِعُوۡا لَهٗ وَاَنۡصِتُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝۲۰۴ [4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔(ت)

زید اگر بلاوجہ شرعی ان الفاظ کا مرتکب ہوا ہے تو اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے اور بکر سے معافی چاہے ورنہ وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/۵۸

[2] المعجم الاوسط حدیث مکتبۃ المعارف الریاض ۴/۳۷۳

[3] صحیح البخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تأویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۹۰۱

[4] القرآن الکریم ۷/۲۰۴

مسئلہ ۲۸۹تا۲۹۰: از پوسٹ کانت فقیر ہاٹ مدرسہ اسلامیہ کالاپل چاٹگام مرسلہ وحید اللہ صاحب ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۶

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ھٰذہ المسألۃ ان رجلا اخاالجھل قال لمعلم العلوم العربیۃ اعنی المبادی والمقاصد ماانت الابشر مثلنا فقال لہ اذکان الامر کذٰلك فما اصنع فی المدرسۃ العالیۃ مثلا فاجاب لہ یا راعی البقر والخنزیر ترعیھما فیھا وایضا اعتقدان اللہ یغفر ویدخل الجنۃ من یشرك بہ لمن یشاء یغفر لمن یشاء فذکر العالم شیأ من اٰیۃ القراٰن والاحادیث الصحیحۃ فقال ھذالیس بشیئ ففی الصورۃ المسئولۃ ھل یجب التوبۃ وتجدید النکاح علیہ ام لا۔ (۲)من قال واعتقد تارك الصلوٰۃ کافر فالقائل ھل ھوخارج عن مذھب ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی ام لا۔ بینوا توجروا۔	علمائے کرام (اللہ تعالٰی آپ پر رحم کرے) آپ کا کیا ارشاد ہے کہ اس مسئلہ میں کہ ایک جاہل شخص، عربی علوم کی مبادی ومقاصد، کے استاذ کو کہتا ہے کہ تو ہمارے جیسا بشر ہے، تو عربی کے معلم نے جواب میں کہا اگر یہی معاملہ ہے تو پھر میں مدرسہ عالیہ میں کیا کررہا ہوں تو جاہل نے اسے جواب میں کہا، اے گائے اور خنزیر کے چرواہے! تو وہاں ان کو چراتا ہے اور نیز اس کا عقیدہ ہے اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے اور اس کو جنت میں داخل فرماتا ہے، تو اس پر اس عالم نے اس کو کچھ قرآنی آیات اور صحیح احادیث سنائیں، تو جاہل نے کہا یہ کوئی چیز نہیں ہے، تو کیا مسئولہ صورت میں توبہ اور تجدید نکاح ضروری ہے یا نہیں؟ (۲) جو شخص یہ عقیدہ رکھے اور بیان کرے کہ نماز کا تارک کافر ہے، تو یہ کہنے والا، کیا وہ ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب سے خارج ہے یا نہیں؟ بیان کرو اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

اما ما خاطب بہ العالم فھو من جھلہ وسوء ادبہ یستحق بہ التعزیر الشدید الائق بحالہ الزاجر لہ ولامثالہ ففی الحدیث عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایستخف بحقھم الامنافق	اس نے عالم کو جن الفاظ سے خطاب کیا ہے وہ اس کی جہالت اور انتہائی بے ادبی ہے اس کی وجہ سے وہ اور ایسے دیگر لوگ اپنے جرم کے مناسب شدید تعزیر کے مستحق ہیں۔ حدیث شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے تین حضرات کی توہین کھلے منافق

بین النفاق ذوالشیبة فی الاسلام وذوالعلم وامام مقسط[1]۔ اماقوله ان الله یغفر لمن یشرك به لمن یشاء فمخالف للقراٰن العظیم قال الله عزوجل ان اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ[2] واما قوله لاٰیات القراٰن العظیم والاحادیث هذا لیس بشیئ فهذالیس بشیئ الاالکفر الجلی تجری به علیه احکام المرتدین فعلیه ان یسلم واذااسلم فلیجدد نکاحه برضاالمرأة وان لم ترض فلها الخیار تعتد وتنکح من تشاء۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	کے بغیر دوسرا نہیں کرسکتا ایک عالم، دوسرا وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، اور تیسرا مسلمان عادل بادشاہ، تاہم اس کا یہ کہنا کہ، اللہ تعالٰی جس مشرک کو چاہے بخش دیتا ہے، تو یہ قرآن عظیم کے مخالف ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی شریک بنانے والے کو نہیں بخشتا، اس کے علاوہ جس کو چاہے بخشتا ہے۔ اور اس کا قرآن وحدیث کے متعلق یہ کہنا کہ، یہ کوئی چیز نہیں ہے، یہ تو خالص ایسا کفر ہے جس پر مرتدوں والے احکام جاری ہوتے ہیں، لہٰذا اس پر تجدید اسلام ضروری ہے اور مسلمان ہو کر عورت کی رضامندی سے دوبارہ اس سے نکاح کرے، اگر اس سے نکاح پر راضی نہ ہو تو بیوی کو اختیار ہے کہ وہ عدت پوری کرکے کسی اور سے اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔
(۲) الحکم بالکفر علی تارك الصلٰوة وارد فی صحاح الاحادیث وعلیه جمهور الصحابة والتابعین ولیست المسألة فقهیة بل کلامیة وقد اختلف اهل السنة قدیما فمن قال باحد القولین لایخرج به عن الحنفیة۔ والله تعالٰی اعلم۔	(۲) نماز کے تارک پر احادیث صحیحہ میں کفر کا اطلاق آیا ہے، اور جمہور صحابہ وتابعین کا یہی مسلک ہے جبکہ یہ مسئلہ فقہی نہیں بلکہ علمِ کلام سے متعلق ہے، اس میں اہلسنت کا قدیم سے اختلاف چلا آرہا ہے لہٰذا اگر کوئی دو قولوں میں سے ایک قول کو اختیار کرے تو وہ حنفیت سے خارج نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] کنز العمال بحوالہ الشیخ فی التوبیخ حدیث ۴۳۸۱۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲، المعجم الکبیر حدیث المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۴۸ و ۱۱۶

مسئلہ ۲۹۱تا۲۹۲: از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) ایک شخص درود شریف پورا پڑھتا ہے **اللھم صل وسلم علی محمد وسیدنا وھادینا ومرشدنا ومخدومنا** (نام اپنے پیر کا لیتا ہے) حضور صلی تعالٰی علیہ وسلم کے نام پاک پر نہ سیدنا وھادینا ہے اور اپنے پیر کے نام پر القاب تعظیمی لگاتا ہے، پس ایسادرودپڑھنا جائز ہے یانہیں؟اور کوئی پیر اس کو روار کھے تو کیسا ہے؟

(۲) بشیر ونذیر القاب مخصوصہ سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہیں یااور کسی کو بھی کہہ سکتے ہیں؟اگر کوئی شخص اپنے مریدوں سے کہلوائے اور اپنی نسبت روار کھے تواس پیر ومرشد کا شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) یہ بیجا ہے اور ایک نوع ظلم ہے اسے اس سے احتراز چاہئے،ادب تو یہ ہے کہ اکابر کے نام کے ساتھ ان کے اصاغر کا نام لیا جائے،اگروہ اپنے اکابر ہوں تو ان کے نام کے ساتھ ان کے نام میں زیادہ الفاظ تعظیمی ضروری نہیں،نہ کہ **معاذ اللہ** عکس۔عرب میں کنیت تعظیم ہے۔امام ابویوسف امام محمد کے استاد مگر امام اعظم کے شاگرد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم،امام محمد نے جامع صغیر وغیرہ جتنی کتابیں بروایت امام ابی یوسف حضرت امام اعظم سے روایت کیں ان میں امام ابویوسف کو کنیت سے یاد نہ کیا بلکہ نام سے **محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ** رضی **اللہ تعالٰی عنھم**،اس کا نکتہ علماء نے یہی لکھا ہے اس شخص پر اس سے احتراز لازم ہے اور پیر پر واجب ہے کہ اسے ہدایت کرے،اور اگر یہ مطلب ہو کہ پیر کی عظمت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد ہے تو یہ صریح کفر ہے،**والعیاذ باللہ تعالٰی۔واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفاتِ کریمہ بایں معنی خصائصِ حضور ہیں کہ کوئی صفت میں حضور کا مماثل و شریک نہیں،امام ابومحمد بوصیری قدس سرہ فرماتے ہیں:

منزہ عن شریك فی محاسنه فجوھر الحسن فیه غیر منقسم [1]

(آپ اپنے محاسن میں کسی شریک سے پاک ہیں،توآپ کے حسن کامادہ منقسم نہیں ہے)

---

[1] قصیدہ بردہ الفصل الثالث تاج کمپنی لاہور ص ۱۰

مگر حضور نے اپنی بعض صفات کریمہ کا اپنے مستفیضوں، اپنے خادموں اور اپنے غلاموں پر بھی پر توڈال دیا جیسے علیم، حلیم، کریم کہ ان صفات کی تجلی جس میں متحقق ہو اس پر ان کے اطلاق میں حرج نہیں بشیر و نذیر بھی انہیں صفات میں ہیں،

قال تعالٰی مُّبَشِّرِیۡنَ وَمُنۡذِرِیۡنَ [1] ،وقال تعالٰی وَ اِنۡ مِّنۡ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیۡہَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ [2] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا ولا تنفروا۔ [3] واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بشارت دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ اور فرمایا: ہر امت میں ڈر سنانے والا گزرا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بشارت دو نفرت پیدا نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۹۳: از اجمیر شریف کارخانہ گر پیچ علاقہ نمبر ۳۰ لوہار خانہ مرسلہ جمال محمد ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

ہر کسی کو شیطان کہیں، یہ حلال یا حرام؟

الجواب:

گمراہ بد دین کو شیطان کہا جاسکتا ہے اور اسے بھی جو لوگوں میں فتنہ پردازی کرے، ادھر کی ادھر لگا کر فساد ڈلوائے، جو کسی کو گناہ کی ترغیب دے کرلے جائے وہ اس کا شیطان ہے، اور مومن صالح کو شیطان کہنا شیطان کا کام ہے۔ **وھو تعالٰی اعلم۔**

نوٹ

جلد سیز دہم ختم ہوئی، اس کا آخری عنوان **کتاب الحدود والتعزیر** ہے، جبکہ آنے والی جلد چہار دہم کا پہلا عنوان **کتاب السیر** ہوگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/۱۶۵ و ۱۸/۵۶ و ۶/۴۸

[2] القرآن الکریم ۳۵/۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

مآخذومراجع

	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
	ا		
۱۔	الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔	الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔	الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔	الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔	ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔	ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔	الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحرالعلوم	۱۲۲۵
۸۔	الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔	اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔	اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔	الاصلاح والایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔	آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔	انفع الوسائل الیٰ تحریر المسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔	امداد الفتاح شرح نورالایضاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔	الانوار لعمل الابرار	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹

۱۶۔	امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۷۔	الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۸۔	القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷
۱۹۔	الاصل (مبسوط)	ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۲۰۔	اخبار مدینہ	محمد بن حسن المدنی ابن زبالہ	۲۰۰
۲۱	الام	محمد بن ادریس الشافعی	۲۰۴
۲۲۔	اخبارِ مدینہ	زبیر ابن بکار الزبیری	۲۵۶
۲۳۔	امثال النبی صلی اللہ علیہ وسلم	الحسن بن عبدالرحمٰن الرامہرمزی	۳۶۰
۲۴۔	اربعین للحاکم	ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری	۴۰۵
۲۵۔	احیاء العلوم	امام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔	اربعین نووی	محی الدین یحیٰی بن شرف النووی الشافعی	۶۷۶
۲۷۔	الاذکار المنتخبہ من کلام	سیّد الابرار ابوزکریا یحیٰی شرف النووی	۶۷۶
۲۸۔	اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ	علی بن محمد ابن اثیر الشیبانی	۶۳۰
۲۹۔	الفیۃ العراقی فی اصول الحدیث	امام زین الدین عبدالرحیم بن الحسین العراقی	۸۰۶
۳۰۔	الاصابۃ فی تمییز الصحابہ	شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی	۸۵۲
۳۱۔	انموذج العلوم	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی	۹۰۳
۳۲۔	الاتقان جلال الدین	عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۳۳۔	اعلام بقواطع الاسلام	احمد بن حجر الھیتمی المکی	۹۷۴
۳۴۔	الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ	نورالدین علی بن سلطان محمد القاری (ملا علی القاری)	۱۰۱۴
۳۵۔	الانتباہ فی سلاسل اولیاء	شاہ ولی اللہ بن عبدالرحیم	۱۱۷۹
۳۶۔	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۳۷۔	انجاح الحاجۃ حاشیۃ سنن ابن ماجہ	عبدالغنی الدہلوی المدنی	۱۲۷۳
۳۸۔	اعانۃ الطالبین سید محمد شطا الدمیاطی		
۳۹۔	الاشارات ابن سینا	ابوعلی حسن بن عبداللہ الشہیر بابن سینا	۴۲۸

۳۹۔	الاشارات ابن سینا	ابو علی حسن بن عبداللہ الشہیر با بن سینا	۴۲۸

ب

۴۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۴۱۔	البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم با بن نجیم	۹۷۰
۴۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسی الطرابلسی	۹۲۲
۴۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۴۵۔	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۴۶۔	البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵
۴۷۔	بہجۃ الاسرار	یوسف بن جریر اللخمی الشطنوفی	۷۱۳
۴۸۔	ببلوغ المرام	احمد بن علی ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۴۹۔	بستان المحدثین	شاہ عبدالعزیز بن شاہ ولی اللہ	۱۲۳۹
۵۰۔	براہین قاطعہ	رشید احمد گنگوہی	۱۹۰۵ء

ت

۵۱۔	تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۵۲۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی با بن عساکر	۵۷۱
۵۳۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۴۔	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۵۵۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۵۶۔	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۵۷۔	تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۵۸۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۵۹۔	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۶۰۔	التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید	یوسف بن عبداللہ ابن عبدالبر الاندلسی	۴۶۳

۶۱۔	تنبیہ الانام فی آداب الصیام		
۶۲۔	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی	۸۶۴۔۹۱۱
۶۳۔	تہذیب التہذیب	ابوالفضل احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۶۴۔	تنزیہ الشرعیۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعۃ الموضوعۃ	ابوالحسن علی بن محمد بن عراق الکنانی	۹۲۳
۶۵۔	تفسیر ابن ابی حاتم	عبدالرحمٰن بن محمد الرازی (حافظ)	۳۲۷
۶۶۔	تہذیب الاثار	ابوجعفر محمد بن محمد بن جریر	۱۳۱۰
۶۷۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۶۸۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۶۹۔	التیسیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۷۰۔	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۷۱۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۷۲۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۷۳۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۷۴۔	تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۷۵۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۷۶۔	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳
۷۷۔	تاریخ الطبری	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۷۸۔	تنبیہ الغافلین	نصر بن محمد بن ابراہیم سمرقندی	۳۷۳
۷۹۔	تاریخ ابن نجار	محمد بن محمود بن حسن بغدادی ابن نجار	۶۴۳
۸۰۔	الترغیب والترہیب	زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری	۶۵۶
۸۱۔	التوضیح شرح التنقیح فی اصول الفقہ	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعۃ	۷۴۷
۸۲۔	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۳۔	تذہیب تہذیب الکمال	شمس الدین محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۸۴۔	التلویح شرح توضیح	سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ تفتازانی	۷۹۲
۸۵۔	تدریب الراوی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

۸۶۔	التعقبات علی الموضوعات	جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۸۷۔	تاریخ الخمیس	شیخ حسین بن محمد بن الحسن دیار بکری	۹۶۶
۸۸۔	تذکرہ اولی الالباب انطاکی	داؤد بن عمر انطاکی	۱۰۰۸
۸۹۔	التبیان فی بیان مافی لیلۃ النصف من شعبان	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۹۰۔	تفسیرات احمدیہ	احمد بن ابوسعید المعروف ملا جیون	۱۱۳۰
۹۱۔	التفسیر المظھری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۹۲۔	تحفہ اثناء عشریہ	الشاہ عبدالعزیز دہلوی	۱۲۳۹
۹۳۔	تنبیہ ذوی الافہام	محمد امین ابن عابدین	۱۲۵۲
۹۴۔	التحریر المختار (تقریرات الرافعی)	عبدالقادر الرافعی الفاروقی	۱۳۲۳
۹۵۔	تذکرۃ الموضوعات للفتنی	محمد بن طاہر الفتنی	۹۸۶
۹۶۔	تجنیس الملتقط		
۹۷۔	تحفۃ المومنین فی الطب	محمد مومن بن محمد زمان الحسینی	
۹۸۔	تحفۃ الصلوٰۃ (فارسی)	حسین بن علی الکاشفی الواعظ	۹۱۰

ث

۹۹۔	الثمانون فی الحدیث	ابوبکر محمد بن الحسین الآجری	۳۶۰
۱۰۰۔	ثبت ابومحمد بن امیر المکی المصری		

ج

۱۰۱۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۱۰۲۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۱۰۳۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۱۰۴۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۰۵۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۱۰۶۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶

۱۰۷۔	جامع الفصولین	شیخ بدر الدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۱۰۸۔	الجامع الکبیر فی فروع الحنفیۃ	ابی الحسن عبید اللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۱۰۹۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۱۱۰۔	الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۱۱۱۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۱۱۲۔	الجوہرۃ النیّرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۱۱۳۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۱۱۴۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱
۱۱۵۔	جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۱۱۶۔	جزء حدیثی حسن بن عرفہ	ابوعلی حسن بن عرفہ بعداز	۲۵۶
۱۱۷۔	الجامع لاخلاق الراوی والسامع	ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۴۶۳
۱۱۸۔	جامع احکام الصغار فی الفروع	محمد بن محمود الاستروشنی	۶۳۶
۱۱۹۔	جامع الادویہ والاغذیہ	ضیاء الدین عبداللہ بن احمد المالقی	۶۴۶
۱۲۰۔	جواہر العقدین فی فضل الشرفین	نورالدین علی بن احمد السمہودی والمصری	۹۱۱
۱۲۱۔	جواہر خمسہ	محمد غوث بن عبداللہ گوالیاری	۹۷۰
۱۲۲۔	جمع الجوامع فی الحدیث	ابوبکر جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین سیوطی	۹۱۱
۱۲۳۔	جوہر منظم فی زیارت قبر النبی المکرم صلی اللہ علیہ وسلم	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۲۴۔	جذب القلوب الٰی دیار المحبوب	عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲
۱۲۵۔	الجامع الکبیر فی الفتاوٰی	امام ناصرالدین محمد بن یوسف السمرقندی	۵۵۶

ح

۱۲۶۔	حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابوسعید الخادمی	۱۱۷۶
۱۲۷۔	حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۱۲۸۔	حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۱۲۹۔	حاشیۃ علی الدرر لملاخسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵

۱۳۰۔	حاشیة علی المقدمة العشماویة	علّامہ سفطی	
۱۳۱۔	الحاشیة لسعدی آفندی علی العنایة	سعد اللہ بن عیسی الآفندی	۹۴۵
۱۳۲۔	الحدیقة الندیة شرح طریقه محمدیة	عبد الغنی النابلسی	۱۱۴۳
۱۳۳۔	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۱۳۴۔	حصر المسائل فی الفروع	امام ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۱۳۵۔	حلیة الاولیاء فی الحدیث	ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی	۴۳۰
۱۳۶۔	حلیة المحلّی شرح منیة المصلی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹
۱۳۷۔	حرز الامانی ووجه التهانی	ابو محمد قاسم بن فیرہ الشاطبیّ المالکی	۵۹۰
۱۳۸۔	حیٰوة الحیوان الکبریٰ للدمیری	زکریا بن محمد بن محمود القروینی	۶۸۲
۱۳۹۔	الحصن الحصین من کلام سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۴۰۔	حاشیة التلویح ملا خسرو	محمد بن فراموز ملا خسرو	۸۸۵
۱۴۱۔	حاشیة التلویح حسین چلپی	حسن بن محمد شاہ الفناری چلپی	۸۶۶
۱۴۲۔	حرز ثمین شرح حصن حصین	نور الدین علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۴۳۔	حجة اللہ البالغه	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۴۔	حاشیة مکتوبات شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۵۔	حصر الشارد فی اسانید الشیخ	محمد عابد السندی	۱۲۵۷
۱۴۶۔	حاشیة الکمثری علی الانوار		
۱۴۷۔	حاشیة کفایة الطالب الربانی		
۱۴۸۔	حاشیة الحفنی علی الجامع الصغیر علامہ الحفنی		
۱۴۹۔	الحاوی للفتاویٰ	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۰۔	حسن المقصد فی عمل المولد	جلال الدین عبد الرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱

خ

۱۵۱۔	خزانة الروایات قاضی جکن الحنفی		
۱۵۲۔	خزانة الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبد الرشید البخاری	۵۴۲

۱۵۳۔	خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۱۵۴۔	خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۱۵۵۔	خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۱۵۶۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۵۷۔	الخصائص الکبرٰی	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۵۸۔	خلاصۃ الوفا	علی بن احمد السمہودی	۹۱۱
۱۵۹۔	خزائن الاسرار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین محمد بن علی الحصکفی	۱۰۸۸
د			
۱۶۰۔	الدرایۃ شرح الهدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۶۱۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۶۲۔	الدر المختار فی شرح تنویر الابصار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۱۶۳۔	الدر النثیر علامہ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۶۴۔	الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
ذ			
۱۶۵۔	ذخیرۃ العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۱۶۶۔	ذخیرۃ الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۱۶۷۔	ذم الغیبۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
ر			
۱۶۸۔	الرحمانیۃ		
۱۶۹۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۰۔	رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۱۷۱۔	رغائب القرآن ابو مروان	عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبی)	۲۳۹

۱۷۲۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۱۷۳۔	رد علی الجھمیۃ	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰
۱۷۴۔	رسالہ نذور	مولوی اسمٰعیل دہلوی	۱۸۳۱ء، ۱۲۴۶
۱۷۵۔	رسالہ قشیریہ	عبدالکریم بن ہوازن القشیری	۴۶۵
۱۷۶۔	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۷۷۔	رفع الاشتباہ عن سبل المیاہ	قاسم بن قطلوبغا المصری	۸۷۹
۱۷۸۔	رسالہ طلوع ثریا	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۷۹۔	رسالہ اتحاف الغرفہ	جلال الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۱۸۰۔	رسائل ابن نجیم	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۱۸۱۔	رسالہ اہتداء	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۸۲۔	رسالہ القول البلیغ فی حکم التبلیغ	احمد بن سید محمد مکی الحموی	۱۰۹۸
۱۸۳۔	رسالہ انصاف	شاہ ولی اللہ الدہلوی	۱۱۷۹
۱۸۴۔	رسائل ابن عابدین	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۱۸۵۔	رسالہ میلاد مبارک (الکوکب الانوار علی عقد الجوہر)	جعفر اسمٰعیل البرزنجی	۱۳۱۷
۱۸۶۔	الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ	ابو جعفر احمد بن احمد الشہیر بالمحب الطبری المکی	۶۹۴
۱۸۷۔	رسالہ بدعت	میاں اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی الدہلوی ۱۸۳۱ء	۱۲۴۶
۱۸۸۔	رسالہ دعائیہ	مولوی خرم علی	
۱۸۹۔	رسالہ غایۃ المقال	ابوالحسنات محمد عبدالحہ	۱۳۴۳

ز

۱۹۰۔	زاد الفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسبیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۱۹۱۔	زاد الفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۱۹۲۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی تقریباً	۱۰۱۶
۱۹۳۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۴۔	زہر النسرین فی حدیث المعمرین	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰

۱۹۵۔	زہر الربیٰ علی المجتبیٰ	جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۱۹۶۔	زہر الروض فی مسئلة الحوض	محمد بن عبداللہ ابن شحنہ	۹۲۱
۱۹۷۔	الزواجر عن الکبائر	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۱۹۸۔	زبدۃ الآثار فی اخبار قطب الاخبار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲
۱۹۹۔	زبدۃ الاسرار فی مناقب غوث الابرار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۲۵۲

س

۲۰۰۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۲۰۱۔	السنن لابن ماجة	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجة	۲۷۳
۲۰۲۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۲۰۳۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۲۰۴۔	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۲۰۵۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۰۶۔	السنن لدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۲۰۷۔	السنن لدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
۲۰۸۔	سیرت ابن ہشام	ابو محمد عبدالملک بن ہشام	۲۱۳
۲۰۹۔	سیرت عیون الاثر	محمد بن عبداللہ ابن سید الناس	۷۳۴
۲۱۰۔	سراجی فی المیراث	سراج الدین سجاوندی ساتویں صدی ہجری	
۲۱۱۔	سیر اعلام النبلاء	شمس الدین محمد احمد الذہبی	۷۴۸
۲۱۲۔	السعایہ فی کشف مافی شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحی لکھنوی	۱۳۰۴
۲۱۳۔	سیرت عمر بن محمد ملا	عمر بن محمد ملا	
۲۱۴۔	سیرت ابن اسحاق	محمد بن اسحاق بن یسار	۱۵۱
۲۱۵۔	سراج القاری		
۲۱۶۔	السعدیہ		
۲۱۷۔	السعی المشکور فی ردالمذہب الماثور	محمد بن عبدالحی لکھنوی ہندی	۱۳۰۴

ش

۲۱۸۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۲۱۹۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۲۲۰۔	شرح الاربعین للنوی	ابراہیم ابن عطیّہ المالکی	۱۱۰۶
۲۲۱۔	شرح الاربعین للنووی	علّامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۲۲۲۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۲۲۳۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۲۲۴۔	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۲۲۵۔	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۲۶۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۲۲۷۔	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۲۲۸۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۲۹۔	شرح الغریبین		
۲۳۰۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۱۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۲۳۲۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۲۳۳۔	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۳۴۔	شرح الصدور بشرح حال الموتیٰ والقبور	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱
۲۳۵۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۶۔	شرح مؤطا امام مالك	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۲۳۷۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۳۸۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۲۳۹۔	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷
۲۴۰۔	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰

۲۴۰۔	شرح الھدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۲۴۱۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۲۴۲۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۲۴۳۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۲۴۴۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبدالعزیز الحنفی	۵۳۶
۲۴۵۔	الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم	ابوالفضل عیاض بن موسی قاضی	۵۴۴
۲۴۶۔	شرح شافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستر اباذی	۶۸۶
۲۴۷۔	شرح کافیہ ابن حاجب	رضی الدین محمد بن الحسن الاستر اباذی	۶۸۶
۲۴۸۔	شرح طوالع الانوار	محمود بن عبدالرحمان الاصفہانی	۷۴۹
۲۴۹۔	شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام	تقی الدین علی بن عبدالکافی السبکی	۷۵۶
۲۵۰۔	شرح عقائد النسفی	سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۱۔	شرح المقاصد سعد الدین	مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲
۲۵۲۔	شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۳۔	شرح السراجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۲۵۴۔	شرح چغمینی	موسٰی پاشا بن محمد الرومی	۸۴۱
۲۵۵۔	شرح حاشیۃ الکنز ملامسکین	معین الدین الہروی ملا مسکین	۹۵۴
۲۵۶۔	شرح فقہ اکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۷۔	شرح عین العلم	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۲۵۸۔	شرح قصیدہ اطیب النغم	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۵۹۔	شرح قصیدہ ہمزیہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۰۔	شرح رباعیات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۱۔	شرح فواتح الرحموت	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۲۔	شفاء العلیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۶۳۔	شرح النقایہ لابی المکارم	ابوالمکارم بن عبداللہ بن محمد بعداز	۹۰۷
۲۶۴۔	شرف المصطفٰی	حافظ عبدالملک بن محمد نیشاپوری	۴۰۶
۲۶۵۔	شرح مقدمہ عشماویہ	احمد بن ترکی المالکی	

۲۶۶۔	شرح جامع الاصول للمضیف	مبارک بن محمد المعروف بابن الاثیر الجزری	۶۸۶
۲۶۷۔	شرح الملتقی للبھنسی	محمد بن محمد المعروف بابن البھنسی	۹۸۷
۲۶۸۔	شرح درر البحار	عبدالوہاب ابن احمد الشہیر بابن وہبان	۷۶۸

ص

۲۶۹۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۲۷۰۔	صحیح ابن حبان (کتاب التقاسیم والانواع)	محمد بن حبان	۳۵۴
۲۷۱۔	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۲۷۲۔	الصراح	ابوفضل محمد بن عمر بن خالد القرشی تقریباً	۶۹۰
۲۷۳۔	صغیری شرح منیه	ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۲۷۴۔	صراط مستقیم	سید احمد شہید بریلوی	۱۲۴۶
۲۷۵۔	الصواعق المحرقة	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

ط

۲۷۶۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۷۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۲۷۸۔	طبقات المقرئین	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۹۔	طبقات القراء	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۲۸۰۔	الطریقة المحمدیة	محمد بن بیر علی المعروف بیر کلی	۹۸۱
۲۸۱۔	طلبة الطلبة	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۲۸۲۔	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۲۸۳۔	العنایة شرح الهدایة	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۲۸۴۔	عنایة القاضی حاشیة علی تفسیر البیضاوی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹

۲۸۵۔	عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۲۸۶۔	عقود الدریّۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۸۷۔	عدّۃ کمال الدین	محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۲۸۸۔	عمل الیوم واللیلۃ	ابو بکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۲۸۹۔	عوارف المعارف	شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۲۹۰۔	عقد الفرید	ابو عبداللہ محمد بن عبدالقوی المقدسی	۶۹۹
۲۹۱۔	عین العلم	محمد بن عثمان بن عمر الحنفی البلخی	۸۳۰
۲۹۲۔	عقد الجید	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۲۹۳۔	عقود الدریہ فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ	محمد امین آفندی ابن عابدین	۱۲۵۲
۲۹۴۔	عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ	محمد بن عبدالحہ اللکھنوی	۱۳۰۴

غ

۲۹۵۔	غایۃ البیان شیخ قوام الدین	امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۲۹۶۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۲۹۷۔	غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۲۹۸۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	۱۰۹۸
۲۹۹۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۳۰۰۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۳۰۱۔	غیث النفع فی القراء السبع	یحیی بن شرف النووی	۶۷۶

ف

۳۰۲۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۳۰۳۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بابن الہمام	۸۶۱
۳۰۴۔	فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۳۰۵۔	فتاوٰی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷

۳۰۶۔	فتاوٰی حجّہ		
۳۰۷۔	فتاوٰی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۳۰۸۔	فتاوٰی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۳۰۹۔	فتاوٰی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۳۱۰۔	فتاوٰی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۳۱۱۔	فتاوٰی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۳۱۲۔	فتاوٰی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۳۱۳۔	فتاوٰی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۳۱۴۔	فتاوٰی ولوالجیۃ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۳۱۵۔	فتاوٰی الکبرٰی	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۳۱۶۔	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۳۱۷۔	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	
۳۱۸۔	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۳۱۹۔	الفتوحات المکّیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۳۲۰۔	فواتح الرحموت	عبدالعلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۳۲۱۔	الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۳۲۲۔	فوائد المخصّصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۳۲۳۔	فیض القدیر	شرح الجامع الصغیر عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۳۲۴۔	فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقّب بسمویۃ	۲۶۷
۳۲۵۔	فضائل القرآن لابن ضریس	ابوعبداللہ محمد بن ایوب ابن ضریس البجلی	۲۹۴
۳۲۶۔	فوائد الخلعی	ابوالحسن علی بن الحسین الموصلی	۴۹۲
۳۲۷۔	فصول العمادی	محمد بن محمود استروشنی	۶۳۶
۳۲۸۔	فتاوٰی تاتارخانیہ	عالم بن العلاء الانصاری الدہلوی	۷۸۶
۳۲۹۔	فتح المغیث	امام محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی	۹۰۳
۳۳۰۔	فتاوٰی زینیہ	زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰

۳۳۱۔	فتح المعین شرح اربعین	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۲۔	فتح الالہ شرح المشکاۃ	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۳۔	فتاوی الفقھیہ ابن حجر مکی	شہاب الدین احمد بن محمد ابن حجر المکی	۹۷۴
۳۳۴۔	فتاوٰی انقرویہ	محمد بن حسین الانقروی	۱۰۹۸
۳۳۵۔	فتاوٰی اسعدیہ	سید اسعد ابن ابی بکر المدنی الحسینی	۱۱۱۶
۳۳۶۔	فوائد مجموعہ	شوکانی محمد بن علی بن محمود الشوکانی	۱۲۵۰
۳۳۷۔	فتاوٰی جمال بن عمر المکی	جمال بن عمر المکی	۱۲۸۴
۳۳۸۔	فضل لباس العمائم	ابو عبداللہ محمد بن وضاح	
۳۳۹۔	فتاوٰی قاعدیہ	ابو عبداللہ محمد بن علی القاعدی	
۳۴۰۔	فتاوی غزی	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۳۴۱۔	فتاوی شمس الدین الرملی		
۳۴۲۔	فتح الملک المجید		
۳۴۳۔	فتح العزیز (تفسیر عزیزی)	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۲۳۹

ق

۳۴۴۔	القاموس المحیط	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۳۴۵۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۳۴۶۔	القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۳۴۷۔	القرآن الکریم		
۳۴۸۔	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابوطالب محمد بن علی المکی	۳۸۶
۳۴۹۔	القول المسدد	شہاب الدین احمد بن علی القسطلانی	۸۵۲
۳۵۰۔	قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۱۔	القول الجمیل	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۳۵۲۔	قمر الاقمار حاشیہ نور الانوار	محمد بن عبدالحہ لکھنوی انصاری	۱۳۰۴
۳۵۳۔	القول الصواب فی فضل عمر بن الخطاب	ابراہیم بن عبداللہ الیمنی	۱۳۰۴

ک

۳۵۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۳۵۵۔	الکامل لابن عدی	ابواحمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۳۵۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۳۵۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۵۸۔	کتاب الآثار	امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۳۵۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابوالحاس محمد بن علی	
۳۶۰۔	کتاب السواك	ابونعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۳۶۱۔	کتاب الھدیۃ لابن عماد	عبدالرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۳۶۲۔	کتاب الطھور لابی عبید		
۳۶۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقه	ابومحمد عبدالرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۳۶۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۳۶۵۔	کتاب الوسوسة	ابوبکر بن ابی داؤد	
۳۶۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۶۷۔	کشف الرمز علامة المقدسی		
۳۶۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۳۶۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۳۷۰۔	الکفایة	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی	تقریباً ۸۰۰
۳۷۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۳۷۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۳۷۳۔	الکنی للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۳۷۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۳۷۵۔	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۳۷۶۔	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸

۳۹۹۔	لسان العرب	جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور المصری	۷۱۱
۴۰۰۔	الآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ	ابوبکر عبدالرحمٰن بن کمال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۰۱۔	لواقع الانوار القدسیہ سید المنتخب من الفتوحات المکیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۳

م

۴۰۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۴۰۳۔	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۴۰۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۴۰۵۔	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نور الدین علی الباقانی	۹۹۵
۴۰۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۴۰۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسی بن عیسٰی	۵۵۰
۴۰۸۔	مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر	عبدالرحمٰن بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی شیخی زادہ	۱۰۷۸
۴۰۹۔	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۴۱۰۔	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۴۱۱۔	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۴۱۲۔	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۴۱۳۔	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۴۱۴۔	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۵۔	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۴۱۶۔	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۴۱۷۔	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۴۱۸۔	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۴۱۹۔	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۴۲۰۔	المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۴۲۱۔	المستصفی شرح الفقہ النافع	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰

۴۴۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری) ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی		۵۵۶
۴۴۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیتمی	۸۰۷
۴۴۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۴۵۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۴۵۱۔	المنتقٰی فی فروع الحنیفه	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۴۵۲۔	منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۴۵۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۴۵۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۴۵۵۔	منہاج النووی (شرح صحیح مسلم)	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۴۵۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۴۵۷۔	المبتغیٰ	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۴۵۸۔	المبسوط	عبدالعزیز بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۴۵۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰
۴۶۰۔	المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۴۶۱۔	منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۴۶۲۔	موطا امام مالك	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۴۶۳۔	موارد الظمأن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۴۶۴۔	مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۴۶۵۔	مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۴۶۶۔	میزان الشریعۃ الکبرٰی	عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۴۶۷۔	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۴۶۸۔	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسیٰ ابن مردویۃ	۴۱۰
۴۶۹۔	مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷
۴۷۰۔	مسند الامام اعظم	ابوحنیفہ نعمان بن ثابت	۱۵۰
۴۷۱۔	مؤطا الامام محمد	ابوعبداللہ محمد بن الحسن الشیبانی	۱۸۹

۴۷۲۔	السند فی الحدیث	حسن بن سفیان النسوی	۳۰۳
۴۷۳۔	معالم السنن لابی سلیمان الخطابی	احمد بن محمد بن ابراہیم الخطابی	۳۸۸
۴۷۴۔	مقامات حریری	قاسم ابن علی الحریری	۵۱۶
۴۷۵۔	معالم التنزیل تفسیر البغوی	ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۴۷۶۔	الملل والنحل	ابو الفتح محمد بن عبد الکریم الشہرستانی	۵۴۸
۴۷۷۔	موضوعات ابن جوزی	ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن الجوزی	۵۹۷
۴۷۸۔	مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث	ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح	۶۴۲
۴۷۹۔	مختصر سنن ابی داؤد للحافظ المنذری	عبد العظیم بن عبد القوی المنذری	۶۵۶
۴۸۰۔	مدارک التنزیل تفسیر النسفی	ابو البرکات عبد اللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۴۸۱۔	المواقف السطانیہ فی علم الکلام	عضد الدین عبد الرحمٰن بن رکن الدین احمد	۷۵۶
۴۸۲۔	مقدمہ جزریہ	محمد بن محمد الجزری	۸۳۳
۴۸۳۔	مقاصد حسنہ	شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن السخاوی	۹۰۲
۴۸۴۔	المواہب اللدنیہ	احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۴۸۵۔	المنح الفکریہ شرح مقدمہ جزریہ	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۶۔	المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۴۸۷۔	ماثبت بالسنۃ	شیخ عبد الحق بن سیف الدین الدہلوی	۱۰۵۲
۴۸۸۔	المیبذی	قاضی میر حسین بن معین الدین	۱۰۹۶
۴۸۹۔	مسوی مصفی شرح موطا امام مالک	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۴۹۰۔	مکتوبات شاہ ولی اللہ	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبد الرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۴۹۱۔	مکتوبات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۲۔	ملفوظات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۳۔	معمولات	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۴۹۴۔	مخزن ادویہ فی الطب	محمد حسین بن محمد الہادی بہادر خاں	
۴۹۵۔	مجموعہ فتاوٰی	ابو الحسنات محمد عبد الحہ	۱۲۴۳
۴۹۶۔	معیار الحق	سید نذیر حسین الدہلوی	۱۲۴۳

ضمیمہ
مآخذومراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات ہجری
	ا		
۱۔	انوار التنزیل فی اسرار التاویل	ناصر الدین ابو سعید عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۸۵/۶۹۲/۶۹۱
	(تفسیر البیضاوی)	ھدیۃ العارفین	۱/۴۶۳
۲۔	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب	ابو عمر یوسف بن عبداللہ النمری القرطبی	۴۶۲
۳۔	اوضح رمز علی شرح نظم الکنز	علی بن محمد ابن غانم المقدسی	۱۰۰۴
۴۔	الاستذکار	یوسف بن عبداللہ ابن عبد البر الاندلسی	۴۶۳
۵۔	الافراد	علی بن عمر الدار قطنی	۳۸۵
۶۔	الایضاح فی شرح التجرید	امام ابو الفضل عبدالرحمٰن بن احمد الکرمانی	۵۴۳
۷۔	اسباب النزول	ابو الحسن علی بن احمد الواحدی	۴۶۸
۸۔	ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح	شاہ محمد اسمٰعیل بن شاہ عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
۹۔	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۰۔	انسان العین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۱۱۔	انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون	علی بن برہان الدین حلبی	۱۰۴۴
۱۲۔	ارشاد الطالبین	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۲۵
۱۳۔	الاعلام باعلام بلد اللہ الحرام	قطب الدین محمد بن احمد الحنفی	۹۸۹

ر

۵۰۔	رفع الانتقاض ودفع الاعتراض الخ	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

س

۵۱۔	سلفیات من اجزاء الحدیث	حافظ ابوالطاہر احمد بن محمد السّلفی	۵۸۶
۵۲۔	السراج المنیر فی شرح جامع الصغیر	علی بن محمد بن ابراہیم المعری العزیزی	۱۰۷۰
۵۳۔	سنن الہدی	عبدالغنی بن احمد بن شاہ عبدالقدوس گنگوہی	
۵۴۔	سنن فی الحدیث	حافظ ابوعلی سعید بن عثمان ابن السکن البغدادی	۳۵۳

ش

۵۵۔	شرح رسالہ فضالیہ	علامہ ابراہیم بن محمد الباجوری	۱۲۷۶
۵۶۔	شرح الصغرٰی	علامہ محمد یوسف السنوسی	۸۹۵
۵۷۔	الشامل فی فروع الحنفیہ	ابوالقاسم اسمٰعیل بن حسین البیہقی الحنفی	۴۰۲
۵۸۔	شرح صحیح بخاری الکواکب الدراری	محمد بن یوسف الکرمانی	۷۹۶
۵۹۔	شفاء العلیل شرح القول الجمیل	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	۱۲۷۱
۶۰۔	شرح صحیح بخاری	ناصر الدین علی بن محمد ابن منیر	
۶۱۔	شرح زیج سلطانی	عبدالعلی بن محمد بن حسین	۹۳۳
۶۲۔	شفاء العلیل وبل الغلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	۱۲۵۲

ص

۶۳۔	الصحاح المأثورہ عن النبی صلی اللہ علیہ تعالٰی علیہ وسلم		
۶۴۔	صغری شرح منیۃ المصلی	شیخ ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۶۵۔	صراط مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶

۶۵۔	صراط مستقیم	شاہ محمد اسمٰعیل بن عبدالغنی دہلوی	۱۲۴۶
ط			
۶۶۔	الطبقات الکبرٰی	محمد بن سعد الزہری	۲۳۰
غ			
۶۷۔	غرائب القرآن ورغائب الفرقان (تفسیر نیشا پوری)	نظام الدین حسن بن محمد نیشاپوری	۷۲۸
۶۸۔	غریب الحدیث	قاسم بن سلام البغدادی	۲۲۴
۶۹۔	غریب الحدیث	ابراہیم بن اسحٰق الحربی	۲۸۵
۷۰۔	غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار	مولوی خرم علی بلہوری غالباً	۱۲۷۱
ف			
۷۱۔	الفتوحات الالٰهیۃ (تفسیر جمل)	سلیمان بن عمر الشافعی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۷۲۔	الفرج بعد الشدّۃ	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا البغدادی	۲۸۱
۷۳۔	فاتح شرح قدوری		
۷۴۔	فوائد حاکم وخلاص		
۷۵۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۷۶۔	فیوض الحرمین	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم	۱۱۷۶
۷۷۔	فتاوٰی شاہ رفیع الدین	شاہ رفیع الدین	۱۱۳۳
۷۸۔	الفتح المبین شرح اربعین نووی	احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴
۷۹۔	فصل الخطاب فی رد ضلالات ابن عبدالوہاب		
۸۰۔	فتوح الغیب	سید شیخ عبدالقادر گیلانی	۵۶۱
۸۱۔	فتاوٰی عزیزی	عبدالعزیز بن ولی اللہ الدہلوی	۱۰۰۴
ق			
۸۲۔	قرۃ عیون الاخیار	محمد امین ابن عابدین الشہیر بابن عابدین	۱۲۵۲

ک

۸۳۔	کشف الغطاء مالزم لموتٰی علی الاحیاء	محمد شیخ الاسلام بن محمد فخر الدین	
۸۴۔	کتاب اتباع الاموات	ابراہیم بن اسحاق الحربی	۲۸۵
۸۵۔	کتاب الدعوات	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۸۶۔	کتاب الثواب فی الحدیث	ابوالشیخ عبداللہ بن محمد بن جعفر	۳۹۹
۸۷۔	کشف النور عن اصحاب القبور	عبدالغنی نابلسی	۱۱۴۳
۸۸۔	کتاب الزہد	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۸۹۔	کتاب القبور	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا	۲۸۱
۹۰۔	کتاب الروضہ	ابوالحسن بن براء	
۹۱۔	کتاب الزہد	حافظ ہناد بن السریٰ التمیمی الدارمی	۲۴۳
۹۲۔	کتاب ذکر الموت		
۹۳۔	کتاب ادعیۃ الحج والعمرہ	قطب الدین الدہلوی	۱۲۸۹
۹۴۔	کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق	عبدالرؤف بن تاج الدین بن علی المناوی	۱۰۳۱
۹۵۔	کتاب الخروج	قاضی امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم حنفی	۱۸۲
۹۶۔	کف الرعاع عن المحرمات اللھو والسماع	ابوالعباس احمد بن محمد ابن حجر مکی	۹۷۴

ل

۹۷۔	لباب المناسک	شیخ رحمۃ اللہ بن قاضی عبداللہ السندی	۹۷۸

م

۹۸۔	منح الروض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
	مجموعہ خانی (فارسی)		
۹۹۔	مقامات مظہر وضمیمہ مقامات مظہر	مرزا مظہر جان جاناں	۱۱۹۵
۱۰۰۔	مشارق الانوار القدسیہ فی بیان العہود المحمدیہ	عبدالوہاب بن احمد الشعرانی	۹۷۴

١٠١۔	مسند الکبیر فی الحدیث	ابو محمد عبید بن حمید الکشی	٢٤٩
١٠٢۔	المنتقی فی احادیث الاحکام عن خیر الانام	احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ	٧٢٨
١٠٣۔	منظومۃ النسفی فی الخلاف	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	٥٣٧
١٠٤۔	معراج الدرایۃ فی شرح ہدایۃ	امام قوام الدین بن محمد الکاکی	٧٤٩
١٠٥۔	المسند الصحیح فی الحدیث	ابو عوانہ یعقوب بن اسحٰق الاسفرائنی	٣١٦
١٠٦۔	مسند الشامیین		
١٠٧۔	مدارج النبوۃ	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	١٠٥٢
١٠٨۔	مجمع البرکات	شیخ عبد الحق محدث الدہلوی	١٠٥٢
١٠٩۔	مناہل الصفا فی تخریج احادیث الشفاء	جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	٩١١
١١٠۔	مختصر تاریخ ابن عساکر	امام محمد بن مکرم المعروف با بن منظور	٧١١
١١١۔	مائۃ مسائل	محمد اسحٰق محدث دہلوی	١٢٦٢
١١٢۔	مسائل اربعین	محمد اسحٰق محدث دہلوی	١٢٦٢
١١٣۔	مالابد منہ	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	١٢٢٥
١١٤۔	مشکوٰۃ المصابیح	ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الخطیب	٧٤٠
١١٥۔	متشق یادر منتقی فی شرح الملتقی	علاء الدین الحصکفی	١٠٨٨
١١٦۔	موضح القرآن ترجمۃ القرآن	شاہ عبد القادر بن شاہ ولی اللہ الدہلوی	١٢٣٠
١١٧۔	مثنوی شریف فارسی منظوم	ملا جلال الدین محمد بن محمد بن محمد الرومی البلخی القونوی	٦٧٢
١١٨۔	مصطلحات الحدیث	علی بن السید محمد بن علی الجرجانی سید شریف	٨١٦
١١٩۔	المقاصد فی علم الکلام	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی	٧٩١
١٢٠۔	مغنی المستفتی عن سوال المفتی	علامہ حامد آفندی	
١٢١۔	مظاہر تی ترجمہ مشکوٰۃ المصابیح	قطب الدین دہلوی	١٢٨٩
١٢٢۔	منۃ الجلیل	ابن عابد بن محمد امین آفندی	١٢٥٢
١٢٣۔	مفتاح الغیب فی شرح فتوح الغیب	عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	١٠٥٢

ن

١٢٤۔	نافع فی الفروع	امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی	٤٠٢

١٢٤۔ نافع فی الفروع امام ناصر الدین محمد بن یوسف السمرقندی ٤٠٢

۱۲۵۔	نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار	محمد بن علی الشوکانی	۱۲۵۰
۱۲۶۔	نصیحۃ المسلمین	خرم علی بلہوری	۱۲۷۱
۱۲۷۔	نفحات الانس من حضرات القدس	عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	۸۹۸
۱۲۸۔	نسیم الریاض فی شرح شفاء قاضی عیاض	قاضی عیاض احمد بن محمد الخفاجی	۱۰۶۹
۱۲۹۔	النشر فی قراۃ العشر	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۱۳۰۔	نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر	احمد بن علی حجر القسطلانی	۸۵۲
۱۳۱۔	نفع المفتی والمسائل	مولوی عبدالعلی مدراسی	۱۳۰۶
۱۳۲۔	نوادر الاصول	ابو عبداللہ محمد بن علی حکیم الترمذی	۲۵۵
۱۳۳۔	نصاب الاحتساب فی الفتاوٰی	عمر بن محمد بن عوف الشامی	
۱۳۴۔	نور الشمعہ فی ظفر الجمعہ	علی بن غانم المقدسی	
۱۳۵۔	نظم الفرائد وجمع الفوائد فی الاصول	عبدالرحیم بن علی الرومی المعروف شیخ زادہ	۹۴۴
۱۳۶۔	نافع شرح قدوری		
۱۳۷۔	نامِ حق	شرف الدین بخاری	
۱۳۸۔	نتائج الافکار فی کشف الرموز والاسرار	شمس الدین احمد بن قودر المعروف بقاضی زادہ	۹۸۸

و

۱۳۹۔	وفیات الاعیان	شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان	۶۸۱
۱۴۰۔	واقعات المفتیین		۳۲۵
۱۴۱۔	وفاء الوفا	نور الدین علی بن احمد السمہودی	۹۱۱

ھ

۱۴۲۔	ہوامع	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹
۱۴۳۔	ہمعات	شاہ ولی اللہ بن شاہ عبدالرحیم الدہلوی	۱۱۷۹

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

۱۴

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

Contents

فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنۡ یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَیۡرًا یُّفَقِّهۡهُ فِی الدِّیۡنِ (الحدیث)

اَلۡعَطَایَا النَّبَوِیَّة فِی الۡفَتَاوٰی الرِّضۡوِیَّةِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد چہار دہم (۱۴)

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد چہار دہم
تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ________ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
مقدمہ ________ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری
تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام و سرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان
کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات ________ ۷۱۲
اشاعت ________ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ / ستمبر ۱۹۹۸ء
مطبع ________
ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ________

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

رموز

محقق: علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر

ح: علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی

ش: علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب ردالمحتار

ط: علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدرالمختار و حاشیہ مراقی الفلاح

الدر: الدرالمختار، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی

الدرر: الدرر شرح الغرر، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز

بحر: البحر الرائق، علامہ زین الدین ابن نجیم

ھندیہ: فتاوٰی عالمگیری، جماعت علمائے احناف

نھر: النھر الفائق، سراج الدین عمر بن تمیم

فتح: فتح القدیر، علامہ کمال الدین ابن ہمام

غنیہ: غنیۃ المستملی، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی

حلیہ: حلیۃ المحلی، ابن امیر الحاج

O

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُللہ! اعلیحضرت امام المسلمین مولانا شاہ احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے، اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی منصوبہ کی متعدد تصانیف شائع کر چکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوی رضویہ کی ترجمہ و تخریج کے ساتھ عمدہ و خوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ / مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ وبعنایہ رسولہ الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقریباً نو سال کے مختصر عرصہ میں یہ چودھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس سے قبل کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان اور کتاب الحدود و التعزیر پر مشتمل تیرہ ۱۳ جلدیں شائع ہو چکی ہے جن کی تفصیل سنین، مشمولات اور مجموعہ صفحات کے اعتبار سے حسب ذیل ہے:

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
پہلی جلد	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ _____ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
دوسری جلد	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ _____ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
تیسری جلد	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ _____ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
چوتھی جلد	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ _____ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
پانچویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ _____ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
چھٹی جلد	کتاب الصلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ _____ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
ساتویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ _____ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
آٹھویں جلد	کتاب الصلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ _____ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
نویں جلد	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ _____ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
دسویں جلد	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ _____ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
گیارھویں جلد	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ _____ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
بارھویں جلد	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ _____ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
تیرھویں جلد	کتاب طلاق، ایمان اور حدود و تعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸　مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸

چودھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڑھ بھارت کے آغاز سے صفحہ ۱۶۹ تک ۳۳۹ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے، اس جلد کی عربی وفارسی کی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مصنف کتب کثیرہ حضرت مولانا مفتی محمد خاں قادری مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور نے کیا ہے، اس سے قبل چھٹی، ساتویں، آٹھویں اور دسویں جلد بھی علامہ موصوف کے ترجمے کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں، پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب السیر کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کی گئی ہے، انتہائی دقیق اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل سات رسائل بھی اس جلد کی زینت ہیں:

(۱) اعلام الاعلام بان هندوستان دار الاسلام (۱۳۶۵ھ)

اس بات کا ثبوت کہ ہندوستان دارالاسلام ہے۔

(۲) نابغ النور علی سوالات جبلفور (۱۳۳۹ھ)

ترک موالات سے متعلق چند اہم سوالات کا جواب۔

(۳) دوام العیش فی الائمة من قریش (۱۳۳۹ھ)

خلافت شرعیہ کے لئے شرط قرشیت کا مدلل ثبوت

(۴) ردالرفضة (۱۳۲۰ھ)

تبرائی رافضیوں کا رد بلیغ

(۵) المبین ختم النبیین (۱۳۲۶ھ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم جمیع انبیاء ومرسلین ہونے کا روشن بیان

(۶) المحجة المؤتمنة فی اٰیة الممتحنة (۱۳۳۹ھ)

تحریک خلافت اور غیر مسلموں سے ترک موالات پر بحث۔

(۷) انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ)

گاؤکشی کے معاملہ میں مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کے شبہات کا ازالہ۔

مذکورہ بالاسات رسائل میں سے دو رسالے **نابغ النور** اور **المبین** پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم میں موجود تھے جبکہ آخر الذکر رسالہ **انفس الفکر** فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ہشتم **کتاب الاضحیه** میں شامل تھا۔ مگر اس کے مباحث جلیلہ **کتاب السیر** سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں لہٰذا اس کو جلد ہذا میں شامل کردیا گیا۔ باقی چاروں رسائل اس سے قبل فتاوٰی رضویہ میں شامل نہ تھے موضوع کی مناسبت کے پیش نظر ان کو اس جلد کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا گیا۔ رسالہ **انفس الفکر** کے متصل بعد جلد ہشتم قدیم میں مذکور ہندوستان میں گاؤکشی کے بارے میں نو مسائل بھی اس جلد میں شامل کردئے گئے ہیں، اس طرح رسالہ **انفس الفکر** سمیت صفحہ ۴۴۳ تا ۴۵۹ تقریباً سولہ صفحات کو جلد ہشتم قدیم سے نکال کر جلد ہذا میں شامل کیا گیا۔ رسالہ **انفس الفکر** کے حوالے سے مصنف علیہ الرحمۃ کی خداداد فہمی بصیرت پر صدرالشریعہ مصنف بہار شریعت مولانا امجد علی اعظمی کا تبصرہ اہم وضاحت کے عنوان سے رسالہ مذکورہ کے حاشیہ میں دے دیا گیا ہے۔

ہندوستان میں گاؤکشی کے بارے میں مسلم لیگ ضلع بریلی کی طرف سے بھیجے گئے استفتاء کا جناب نواب مرزا صاحب کی طرف سے تحریر کردہ جواب بھی پیش نظر جلد کے صفحہ ۵۵۸ پر ذکر کردیا گیا ہے جس کی

مصنف علیہ الرحمۃ نے تصدیق فرمائی تھی۔

مندرجہ ذیل تین رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل نہیں کئے جاسکے باوجودیکہ ان کا تعلق کتاب السیر سے ہے:

o **المجل المسددان سباب المصطفی مرتد**

o **البارقۃ اللمعا علی ساعد من نطق بالکفر طوعا**

o **المقال الباھر منکر الفقہ کافر**

نوٹ: پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد معروف حسین عارف نوشاہی قادری بانی ورلڈ اسلامک مشن وسرپرست اعلٰی مرکزی جمیعت تبلیغ اسلام (یو۔کے) اس عظیم الشان منصوبے کے آغاز سے لے کر اب تک ہر اعتبار سے مسلسل اور بھرپور تعاون فرمارہے ہیں جس سے دین اسلام اور مسلک حق اہل سنت وجماعت سے ان کی محبت نیز اعلٰیحضرت عظیم المرتبت امام احمد رضاخاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کا پتا چلتا ہے، موصوف کی مساعی جمیلہ للہیت اور اراکین ادارہ کی حوصلہ افزائی کے پیش نظر بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ادارہ کو قبلہ پیر صاحب کی مکمل سرپرستی حاصل ہے جس پر تمام اراکین ادارہ صمیم قلب سے آپ کے شکر گزار ہیں۔

O

جمادی الاولٰی ۱۴۱۹ھ　　　　حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ستمبر ۱۹۹۸ء　　　　ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین

امام احمد رضا بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی کا علم وفضل، تبحر، وسعت نظری، فکر ونظر کی گہرائی، پچاس ۵۰ سے زیادہ علوم میں مہارت، یہ وہ امور ہیں جو کسی بھی باخبر شخصیت سے مخفی نہیں ہیں، رضافاؤنڈیشن لاہور کی طرف سے ترتیب جدید کے ساتھ فتاوٰی رضویہ کی تیرہ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں، ان میں پرانی پانچ جلدیں پیش کی جاسکی ہیں، امید ہے کہ پچیس تیس جلدوں میں پورا فتاوٰی مکمل ہوسکے گا، اس کا مطالعہ کرنے کے بعد کوئی صاحب علم امام احمد رضا کے تبحر علمی کا انکار نہیں کرسکتا۔

امام احمد رضا بریلوی کے علم وقلم نے نہ صرف مسلمانوں کے ایمان اور عقائد کی حفاظت کی انھیں زندگی میں پیش آنے والے عبادات ومعاملات کے احکام سے آگاہ کیا بلکہ انھیں باوقار زندہ رہنے کا اسلامی طریقہ بھی سکھایا، وہ سیاسی لیڈر نہ تھے لیکن وقت آنے پر انھوں نے قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کی جس کے نتیجے میں ملت اسلامیہ کا سفینہ ساحل مراد پر جالگا اور دینا کے نقشے پر پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

پاکستان کے قابل صد فخر سپوت اور نامور مسلمان سائنس دان جناب ڈاکٹر عبدالقدیر خاں نے ایٹمی دھماکوں سے چند دن قبل ۲۴ مئی ۱۹۹۸ھ کو درج ذیل بیان جاری کیا:

"آج سے سوسال قبل جب انگریز ہندوؤں کے ساتھ ساز باز کرکے ہند کی معیشت پر قابض

ہوئے تو مسلمانوں کے تشخص اور تعلیمی نظام کو زبردست دھچکا لگا، استعماری طاقتوں کے مذموم عزائم کی بدولت مذہبی قدریں زوال پذیر ہونے لگی تھیں۔

اس پر آشوب دور میں اللہ رب العزت نے برصغیر کے مسلمانوں کو امام احمد رضا جیسی باصلاحیت اور مدبرانہ قیادت سے نوازا جس کی تصانیف، تالیفات اور تبلیغی کاوشوں نے شکست خوردہ قوم میں ایک فکری انقلاب بپا کردیا۔

امام صاحب کی شخصیت جذبہ عشق رسول (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے لبریز تھی، آپ کی ساری زندگی کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بات وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آپ کی ذات نبی کریم سے وفا شعاری کا نشان مجسم تھی۔"[1]

بیسویں صدی عیسوی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں کئی ایسی تحریکیں چلیں جن میں واضح طور پر محسوس ہوتا تھا کہ مسلمان اپنا تشخص کھوکر ہندومت میں مدغم ہوجائیں گے، انگریز تاجر بن کر ہندوستان آیا اور اپنی سازشوں سے یہاں کا حکمران بن بیٹھا، ۱۹۱۴ء میں پہلی جنگ عظیم شروع ہوئی حکومت برطانیہ نے بے شمار ہندوستانیوں کو اس وعدے پر فوج میں بھرتی کرکے جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا کہ فتح کے بعد ہندوستان آزاد کردیا جائے، مسٹر گاندھی اور مولانا محمد علی جوہر نے فوجی بھرتی کی بھرپور حمایت کی، دولاکھ کے قریب مسلمان اور ہندو فوج میں بھرتی ہوئے، عظیم اسلامی ملک ترکی کو شکست ہوئی فتح مکہ کے بعد انگریز اپنے وعدے سے منحرف ہوگیا، مسٹر گاندھی نے انھیں سزا دینے کے لئے "مسئلہ خلافت" کھڑا کردیا جس کا مطلب یہ تھا کہ ترکی کا سلطان اسلامی خلیفہ ہے، اس کی خلافت کو ختم کرنا اسلام پر حملہ کرنے کے مترادف ہے۔ کتنی عجیب بات تھی کہ وہ گاندھی جو ہندوستان میں مسلمانوں کو ایک انچ زمین دینے پر تیار نہ تھا وہ عالمی سطح پر مسلمانوں کی خلافت بحال کرنے کا نعرہ لگارہا تھا۔

پھر اس تحریک کو تحریک "ترک موالات" بنادیا گیا جس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ مل کر انگریز کا ہر قسم کا بائیکاٹ کریں، ان کی ملازمت چھوڑیں، ان کی دی ہوئی جاگیریں واپس کردیں، مسلمانوں کے کالجوں کو ملنے والی گرانٹ واپس کردیں، غرض یہ کہ ان سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھیں، افسوسناک صورت یہ تھی کہ گاندھی لیڈر تھا مسلمانوں کے بڑے بڑے لیڈر دست بستہ اس کے پیچھے چل رہے تھے، ہندوؤں کی خوشنودی کے لئے گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتوے دئے جارہے تھے، مسجدوں کے

[1] ہینڈبل شائع کردہ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی ص ۳۔۲

منبروں پر گاندھی ایسے مشرک کو بٹھا کر اس کی تقریریں کرائی جارہی تھیں مختصر یہ کہ ہندو مسلم اتحاد کے لئے پوری طرح راہ ہموار کی جاچکی تھی۔

دوسری طرف لیڈروں کی نگاہ سے یہ حقیقت یکسر پوشیدہ تھی کہ انگریز کے اس ملک سے چلے جانے کے بعد اقتدار لازمی طور پر ہندوؤں کو ملے گا، جو ہندوستان میں غالب اکثریت میں تھے، مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچتا؟ انھیں یہی فرق پڑتا کہ پہلے انگریز حکمران تھے جو اہل کتاب ہونے کا دعوی کرتے تھے بعد میں ہندوؤں کی حکومت ہوتی جو مشرک تھے اور کسی آسمانی کتاب کو نہ مانتے تھے ہندوؤں نے حکومت نہ ہونے کے باوجود شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنانے کے لئے ہر حربہ استعمال کر ڈالا تھا، جب انھیں حکومت مل جاتی تو وہ کیا کچھ نہ کرتے؟ اس دور میں اس حقیقت کا ادراک سب سے پہلے امام احمد رضا بریلوی نے کیا اور بستر علالت سے "**المحجة المؤتمنة**" کتاب لکھ کر ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں پر کاری ضرب لگائی اور قوم مسلم میں نئی روح پھونک دی یہ کتاب تحریک پاکستان کی خشت اول کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب فتاوی رضویہ کی چودھویں جلد میں شائع کردی گئی ہے، ارباب حکومت، ماہرین تعلیم اور تاریخ پاکستان کے محققین کو اس کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"امام رضا گاندھی کے بچھائے ہوئے اس دام ہمرنگ زمین کو خوب دیکھ رہے تھے انھوں نے متحدہ قومیت کے خلاف اس وقت آواز اٹھائی جب اقبال اور قائد اعظم بھی اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر تھے، دیکھا جائے تو دو قومی نظریہ کے عقیدے میں امام احمد رضا مقتداء ہیں اور یہ دونوں حضرات مقتدی، پاکستان کی تحریک کو کبھی فروغ نہ ہوتا اگر امام احمد رضا سالوں پہلے مسلمانوں کو ہندوؤں کی چالوں سے باخبر نہ کرتے۔"[1]

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کا موقف یہ تھا کہ موالات دوستی کو کہتے ہیں، مسلمان کے دل میں کسی بھی کافر کی دوستی نہیں ہونی چاہئے خواہ انگریز ہو یا ہندو، تحریک ترک موالات کے حامی انگریز کی دوستی ہی نہیں اس کے ساتھ معاملات کرنے سے بھی منع کرتے تھے، دوسری طرف ہندو کی دوستی میں اس قدر آگے بڑھ گئے تھے کہ اتحاد کی کوشش کررہے تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کی مخالفت کی اور اختلاف کی

---

[1] کوثر نیازی: امام احمد رضا خاں بریلوی ایک ہمہ جہت شخصیت معارف نعمانیہ لاہور ص ۱۵۔ ۱۴

ایک وجہ یہ تھی کہ ان تحریکوں میں گاندھی ایسا مشرک لیڈر تھا اور مسلمان لیڈر اس کے مقتدی تھے، اس میل جول اور اتحاد کا اثر ہندوؤں پر تو کچھ نہ ہوتا البتہ مسلمان اپنے دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے، اس موقع پر امام احمد رضا بریلوی نے ڈنکے کی چوٹ پر اس اتحاد کی مخالفت کی، اور اتحاد کرنے والے علماء اور لیڈر کو فرقہ گاندھویہ کا لقب دے کر ان کی شدید مخالفت کی، چونکہ امام احمد رضا بریلوی اور ان کے ہم مسلک علماء اہلسنت کا حلقہ اثر بہت وسیع تھا اس لئے ان کے مخالفین ابوالکلام آزاد وغیرہ کی بڑی کوشش تھی کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تحریکوں میں شریک ہو جائیں۔

ایک شوشہ یہ چھوڑا گیا کہ ترکی کی حکومت چونکہ خلافت شرعیہ ہے اس لئے جو اس کی حمایت نہیں کرتا وہ کافر ہے، امام احمد رضا بریلوی سے اس سلسلے میں استفتاء کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جہاں تک خیر خواہی کا تعلق ہے وہ تو دل سے ہر مسلمان کے لئے فرض ہے، اس میں قریشی ہونا شرط نہیں البتہ خلافت شرعیہ کے لئے دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط قریشی ہونا ہے، اس مسئلے پر آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا نام ہے:

"**دوام العیش فی الائمۃ من قریش۔**"

یہ رسالہ آپ کی وفات کے بعد چھپا، اس کی اشاعت سے انگریز کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا تو آپ کی ظاہری زندگی میں شائع کیا جاتا۔

انگریز نوازی کا الزام

یہ وہ حالات تھے جن کی بناء پر مخالفین نے امام احمد رضا پر انگریز نوازی کا الزام لگایا، جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔

نوائے وقت کے مشہور کالم نویس میاں عبدالرشید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ لکھتے ہیں:

"ان دنوں چونکہ سارے پریس پر ہندوؤں کا قبضہ تھا اس لئے حضرت احمد رضا خاں بریلوی اور آپ کے ہم خیال لوگوں کے خلاف سخت پروپیگنڈا کیا گیا اور بدنام کرنے کی مہم چلائی گئی۔ لیکن تاریخ نے ان ہی حضرات کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ اب باطل پراپیگنڈے کا طلسم ٹوٹ رہا ہے اور حق کھل کر سامنے آرہا ہے۔"[1]

[1] میاں عبدالرشید: پاکستان کا پس منظر اور پیش نظر (ادارہ تحقیقات پاکستان لاہور) ص ۱۲۰

مشہور کالم نگار کوثر نیازی لکھتے ہیں:

"ایک ایسا مرد مومن جسے انگریزی سامراج سے اتنی نفرت ہو کہ وہ اس کی کچہری میں جانے کو حرام سمجھتا ہو، جو مقدمہ قائم ہو جانے کے باوجود اس کی عدالت میں نہ گیا ہو، جو خط لکھتا ہو تو کارڈ اور لفافے کی الٹی طرف پتہ لکھتا ہو تاکہ انگریز بادشاہ اور ملک کا سرنیچا نظر آئے، جس نے اپنی وفات سے دو گھنٹے پہلے یہ وصیت کی ہو کہ اس دالان سے ڈاک میں آئے ہوئے وہ تمام خطوط جن پر ملکہ اور بادشاہ کی تصویر ہے اور روپے پیسے جن پر یہ تصویریں ہیں سب باہر پھینک دئے جائیں تاکہ فرشتہ ہائے رحمت کو آنے میں دشواری نہ ہو،

جس نے نعت گوئی میں بھی کسی کو نمونہ مانا اور اسے سلطان نعت گویاں قرار دیا تو حضرت مولانا کفایت علی کافی تھے جنھوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتوی دیا۔ اس سلسلے میں باقاعدہ جدوجہد کی اور ۱۸۵۸ء میں مراد آباد کے چوک میں انھیں بر سر عام پھانسی دے دی (مقصد یہ کہ امام احمد رضا (علیہ الرحمۃ) انگریز نواز ہوتے تو انگریز کے اتنے بڑے دشمن کو اپنا آئیڈیل نہ بناتے ۱۲ قادری)

اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ انگریز کا حامی تھا ایسا ہی ہے جیسے کوئی کہے سورج ظلمت، پھول بدبو، چاند گرمی، سمندر خشکی، بہار جھڑ، صبا صرصر، پانی حدت، ہوا حبس اور حکمت جہالت کا دوسرا نام ہے ع

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی [1]"

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی حیات مبارکہ وہ شفاف آئینہ ہے جس پر انگریز نوازی کا کوئی داغ نہیں۔ انھوں نے ان کے صاحبزادوں اور تلامذہ و خلفاء نے کبھی انگریز سے تعلق نہ رکھا، ان میں سے کسی کو انگریز نے شمس العلماء وغیرہ کا خطاب نہ دیا۔ نہ ان میں سے کسی نے انگریز سے جائیداد حاصل کی، آج انڈیا آفس لائبریری کا ریکارڈ اوپن ہو چکا ہے جس کا تعلق پاک و ہند کی تحریک آزادی سے ہے، کہیں سے تو انگریز دوستی کا ثبوت ملے۔

اس کے برعکس یہ حقیقت کوئی راز سربستہ نہیں رہی کہ تحریک ریشمی رومال کا راز کس نے طشت از بام

[1] کوثر نیازی: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت ص ۱۶

کیا؟ اور کس کی اطلاع پر جنود ربانیہ کے زعماء مولوی محمود حسن وغیرہ کو گرفتار کرکے جزیرہ مالٹا میں قید کیا گیا؟ مولوی تاج محمود امروٹی کے صاحبزادے اور سندھ کے سیاسی لیڈر مولوی محمد شاہ امروٹی نے بستر مرگ پر پڑے ہوئے بیان دیا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے ان تمام منصوبوں کی اطلاع اپنے بھائی مظہر علی کو پہنچائی جو سی آئی ڈی کے افسر اعلیٰ تھے، انھوں نے انگریز حکومت کو اطلاع پہنچادی [1] اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے صاف اعتراف کیا کہ بعض لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ تھانوی صاحب کو انگریز حکومت کی طرف سے چھ سو روپے ماہانہ ملا کرتے تھے۔ [2]

کیا یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ امام احمد رضا کے بھی انگریز حکومت کے ساتھ اس قسم کے تعلقات تھے یا انھوں نے حکومت وقت سے مفاد حاصل کیا؟ وہ تو انگریز دور حکومت میں مسلم امّہ کو جگاتے ہوئے فرمارہے ہیں؟

ع سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

تشدّد کا الزام

امام احمد رضا بریلوی اخلاص اور للّٰہیت کا پیکر تھے، انھوں نے قرآن وحدیث اسلام کے ارشادات کی روشنی میں بغیر کسی رورعایت کے فتوے صادر کئے، روافض اور قادیانیوں کے خلاف آپ کے فتووں کو دیوبندی مکتب فکر کے لوگ بھی اپنی تائید اور حمایت کے ساتھ شائع کرتے ہیں اورانھیں تحسین کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ علمائے دیوبند کے خلاف ان کے فتووں کو قابل التفات نہ گردانا جائے؟

دراصل بات یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم ضروریات دین میں سے ہے اور آپ کی گستاخی اور توہین کفر ہے، اس پر بریلوی دیوبندی دونوں متفق ہیں۔

مولوی حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا گنگوہی۔۔۔۔فرماتے ہیں کہ جو الفاظ موہم تحقیر حضور سرور کائنات علیہ السلام ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت نہ کی ہو، مگر ان سے بھی کہنے والا کافر ہو جاتا ہے۔" [3]

اختلاف اس وقت پیدا ہوا جب امام احمد رضا بریلوی نے علماء دیوبند کی بعض عبارات پر گرفت کی

---

[1] انجم لاشاری ماہنامہ شوٹائم، کراچی (شمارہ اپریل ۱۹۸۸ء) ص ۱۳۱

[2] مکالمۃ الصدرین (مطبوعہ دیوبند) ص ۱۰۔۹

[3] حسین احمد مدنی، مولوی: الشہاب الثاقب ص ۵۷

اور انھیں حرمین شریفین کے علماء کے سامنے پیش کرکے ان سے دریافت کیا کہ یہ عبارات رسول گرامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہیں اور ان کا قائل کافر ہے یا نہیں؟ پینتیس ۳۵ علمائے حرمین شریفین نے فتوٰی دیا کہ یہ عبارات کفریہ ہیں اور ان کے قائل کافر ہیں، اب چاہئے تو یہ تھا کہ ان چند سطری عبارات کو حذف کر دیا جاتا اور اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں توبہ کی جاتی۔ لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا، اور وہ کتابیں ان عبارات سمیت آج تک چھپ رہی ہیں، متحدہ پاک وہند کے اڑھائی سو سے زائد علماء اور مشائخ نے اس فتوے کی تصدیق کی، دیکھئے الصوارم الہندیہ از مولانا حشمت علی خاں رضوی رحمہ اللہ تعالٰی،

یہ فتوٰی علمائے دیوبند سے ذاتی مخاصمت کی بنا پر نہیں بلکہ ناموس مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حفاظت کی خاطر دیا تھا، مولوی مرتضی حسن در بھنگی ناظم تعلیمات شعبہ تبلیغ دار العلوم دیوبند اس فتوٰی کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اگر (مولانا احمد) خاں صاحب کے نزدیک بعض علمائے دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انھوں نے انھیں سمجھا تو خاں صاحب پر ان علماء دیوبند کی تکفیر فرض تھی، اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔"[1]

مولانا کوثر نیازی اس اختلاف اور اس کے پس منظر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اصل جھگڑا یہاں سے چلا کہ ان (علماء دیوبند) کے بعض اکابر کی خلاف احتیاط تحریروں کو امام رضا نے قابل اعتراض گردانا اور چونکہ معاملہ عظمت رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تھا، توہین رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بنیاد پر انھیں فتووں کا نشانہ بنایا دیکھا جائے تو یہی فتوے امام بریلوی اور ان کے مکتب فکر کے جداگانہ تشخص کا مدار ہیں، جس تشدد کی دہائی دی جاتی ہے وہی ان کی ذات کی پہچان اور پوری حیات کا عرفان ہے"۔[2]

حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کے یہ فتوے کسی ذاتی یا گروہی مخاصمت کی بناء پر نہیں بلکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اور تقدس کے تحفظ کے لئے دئے جو ہر مسلمان کا فرض ہے، ان کے ایک مکتوب کا کچھ حصہ پیش کیا جاتا ہے جس کا ایک ایک لفظ ان کے درد دل کا آئینہ ہے، ڈیرہ غازی خاں کے مولانا غلام یسین رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے نام ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

---

[1] مرتضی حسن در بھنگی، مولوی اشد العذاب ص ۱۴

[2] کوثر نیازی: امام احمد رضا ہمہ جہت شخصیت ص ۷

"مولانا! زمانہ غربت اسلام ہے "بدأ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ فطوبٰی للغرباء" غربت کے لئے کسمپرسی لازم ہے، سنیوں میں عوام کی توجہ لہوولعب وہزل کی طرف اور بدمذہب رافضی ہوں یا وہابی یا قادیانی یا آریہ یا نصاریٰ، سب اپنے اپنے مذہب کی نصرت وحمایت واشاعت میں کمربستہ ہیں۔ مال سے اعمال سے اقوال سے، سنیوں کو کون پوچھتا ہے؟ وقت ہی شیوع ضلالت کا ہے، ان کو اگر کوئی آدھی بات کہے جامہ سے باہر ہوں، ماں باپ کو گالی دے اس کے خون کے پیاسے ہوں، اس وقت تہذیب بالائے طاق رہتی ہے، ساری تہذیب اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابل برتی جاتی ہے کہ ان کو منہ بھر گالیاں دینے والے، لکھ لکھ کر چھاپنے والے جو چاہیں بکیں، ان بکنے والوں کا نام ذرا بے تعظیمی سے لیا اور نامہذب درشت گو کا خلعت عطا ہوا، یہ حالت ایمان ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ایسوں کے نزدیک تو معاذ اللہ قرآن عظیم بھی نامہذب ہے "فلاتطع کل حلاف مھین ھماز مشاء بنمیم مناع للخیر معتد اثیم عتل بعد ذٰلك زنیم، یایھا النبی جاھد الکفار والمنفقین واغلظ علیھم، وقاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ، ودوا لوتدھن فیدھنون، ولاتاخذکم بھما رأفۃ فی دین اللہ، تقربوا الی اللہ ببغض اھل المعاصی والقوھم بوجوہ مقفھرۃ۔

بات یہ ہے کہ اللہ ورسول کی عزت قلوب میں بہت کم ہوگئی ہے، ماں باپ کو برا کہنے سے دل کو درد پہنچتا ہے، تہذیب بالائے طاق رہتی ہے، نہ اس وقت اخوت واتحاد کا سبق یاد ہے، اللہ ورسول پر جو گالیاں برستی ہیں ان سے دل پر میل بھی نہیں آتا، وہاں نیچری تہذیب آڑے آتی ہے، اللہ اسلام دے اور مسلمانوں کو توفیق خیر عطا فرمائے"۔

تفصیل کے لئے سعادت لوح وقلم پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مدظلہ العالی کی تصنیف لطیف "گناہ بیگناہی" اور مولانا علامہ محمد منشا تابش قصوری کی پاک وہند میں مقبول کتاب "دعوت فکر" کا مطالعہ فرمائیں۔

O

۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

۱۰ ستمبر ۱۹۹۸ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری

فہرست مضامین

کافر کو کافر نہ کہنے والا اور اس کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا خود کافر ہے۔	۲۶۵	جو یہ کہے کہ ساری عبادتیں اللہ کے لئے ہیں اس نے ٹھیک کہا، جو اس کی تکذیب کرے اس کو تجدید اسلام لازم۔ اور جو یہ کہے کہ ساری عبادتیں ہمارے لئے ہیں اس کی مراد بھی صحیح ہے۔	۲۷۰
تنبیہ جلیل: ضروریات دین کے ثبوت پر اگر بالخصوص نص قطعی ہو تب بھی ان کا منکر کافر ہوگا۔	۲۶۶	زید کا دماغ خشک ہوگیا ہے۔ یہ کلمہ ایذاء مسلم ہے۔	۲۷۰
باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے۔	۲۶۶	الحمد للہ میں مسلمان اور سچا مومن ہوں کہنا صحیح ہے۔	۲۷۰
جمیع ماسوی اللہ کا حدوث ضروریات دین سے ہے۔	۲۶۶	میں ہر گز مسلمان نہیں ہوں کہنے والے پر توبہ، تجدید اسلام ونکاح لازم ہے۔	۲۷۰
ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی۔	۲۶۷	ہر مسلمان کی عیب جوئی حرام ہے اور علماء کی اہانت کفر ہے۔	۲۷۱
قرآن مجید کا ہر نقص وزیادت وتغییر وتحریف سے مصؤن ومحفوظ ہونا ضروریات دین سے ہے۔	۲۶۷	فیصلہ شرعی کی تکذیب کفر ہے اور اس سے تجاوز معصیت ہے۔	۲۷۱
روافض کی طرف سے "انالہ لحافظون" کی غلط تاویل کارد۔	۲۶۷	گنہگاروں کے ساتھ بزرگان دین نے نرمی وسختی دونوں طرح کے معاملات رکھے ہیں اس لئے ایسوں کے ساتھ نرمی گناہ نہیں ہے۔	۲۷۲
نیچریوں اور قادیانیوں کی تاویلات باطلہ سن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعاً درہم برہم ہو جائیں۔	۲۶۷	علماء کو گوبر میں مُنہ دینے والا کہنا کفر تو نہیں مگر سخت شنیع کلمہ ہے، ایسے شخص کی تکفیر قابل توبہ جرم ہے۔	۲۷۲
رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی۔	۲۶۸	آبائے کریمین کے کفر واسلام کی بحث۔	۲۷۳
روافض ملعون عقیدوں پر آگاہ ہونے کے باوجود ان کو مسلمان جاننے والا کافر ہے۔	۲۶۸	آیت "تقلبك فی الساجدین" کی تفسیر۔	۲۷۳
علماء کی بد گوئی کرنے والا بحکم حدیث منافق ہے۔ اور بحکم فقہاء کافر ہے۔	۲۶۸	ایمان ابوین کے موضوع پر اعلیحضرت کا ایک اور امام سیوطی کے چھ رسالے۔	۲۷۳
تحقیر کی نیت سے عالم کو عویلم وعلوی کو علیوی کہنا کفر ہے۔	۲۶۹	"متعزلہ منکر رؤیت باری ہیں تو انھیں رؤیت نہ ہوگی" یہ کلمہ صحیح ہے اس کے کہنے میں کچھ حرج نہیں۔	۲۷۴

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں بے ادبانہ الفاظ بولنے والے، حضرت زینب وحضرت زید رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی شان میں بے ادبی کرنے والے کی مجلس میں بیٹھنے کا حکم۔	۳۱۱	وقوع نسخ قطعی ہے۔ اس کا ثبوت ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔	۳۱۶
جو ایسے کافروں کے ساتھ اسی عالم استہزاء و توہین میں بخوشی بیٹھے انھیں کے جیسا ہو گیا۔	۳۱۱	کلمہ کفر صادر ہو تو تجدید نکاح ضروری ہے۔	۳۱۶
سنت پڑھنے والے کو مشرک کہنے والے، نماز میں التحیات ودرود کو بے سند بتانے والے، نماز جنازہ کو قرآن سے ثابت نہ ماننے والے کے بارے میں ایک سوال۔	۳۱۲	نکاح کے لئے گواہ اور رشتہ دار مثلاً بیٹا بیٹی ہوں وہ بھی کافی ہے۔	۳۱۶
مطلقاً حدیث شریف کا منکر کافر ہے۔ اس مضمون کی آیات۔	۱۳۲	قتل کے بعد تین روز تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نعش مبارک کے بے گور وکفن پڑا رہنا رافضیوں کا افتراء ہے۔	۳۱۷
ان احکام مشہورہ متواترہ کا بیان جن کا صریح تذکرہ قرآن میں نہیں ہے۔	۳۱۳	یہ کہنا کہ شہادت کے بعد کتوں نے ٹانگ چبا ڈالی تھی دروغ بے فروغ ہے۔	۳۱۷
قرآن کا منزل من اللہ ہونا بھی حدیث ہی سے ثابت ہے۔	۳۱۳	آیات قرآنی کا انکار کفر ہے۔	۳۱۸
عبارت "حفظ الایمان" کی ایک غلط تاویل کارد۔	۳۱۴	نہ ماننے کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آیت سن کر اس کے خلاف عمل کرے۔ انکار نہ کرے تو یہ کفر نہیں۔	۳۱۸
اللہ تعالٰی پر لفظ سخی، داتا کا اطلاق شرعاً ممنوع ہے۔	۳۱۴	علی الاعلان گناہ کبیرہ کرنے والا فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔	۳۱۸
کلام صریح میں تاویل نامقبول ہے۔	۳۱۵	بتوں کا جلوس گھرلانے پر ان کا شکریہ ادا کرنا، قشقہ کھنچوانا، معبودان باطل کی جے بولنی، اور جنھوں نے ان کے جلوس کے ساتھ گشت کی قریب بہ کفر ہوئے۔	۳۱۸
کفر کرنے والا اعمال صالحہ کرنے کی وجہ سے کفر سے نہ بچے گا۔	۳۱۵	راضی بہ کفر ہونے کی ایک صورت اور اس کا شرعی حکم۔	۳۱۹

امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے در کے کسی کتے نے بھی مشرکوں سے مدد نہ مانگی۔	۵۴۳	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے زمانہ میں رنگ بدلا تو انھوں نے فرمایا: اگر حضور ہوتے عورتوں کو مسجد سے روک دیتے، پھر زمانہ مابعد میں اور حالت خراب ہوئی تو ائمہ نے جوان عورتوں کو روک دیا۔ جب اور زمانہ بدلا تو مطلقاً ممانعت ہوگئی۔	۵۵۰
امام پاک نے بہتر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا۔	۵۴۳	در مختار اور فتح القدیر سے مسئلہ کا حکم۔	۵۵۰
امام کا توکل اللہ تعالٰی پر تھا جبکہ لیڈروں کا اعتماد اعداء اللہ پر ہے۔	۵۴۳	ان حدیثوں کا ذکر جن میں عورتوں کو حضور جماعت کی اجازت ہے۔	۵۵۱
لیڈروں کے دل ساختہ احکام پر نہ شرع شاہد ہے نہ عقل مساعد۔	۵۴۳	موجودہ احکام حدیث کے خلاف نہیں۔ بلکہ وہی کہ زمانہ بدلنے کے سبب حکم بدلا۔	۵۵۱
○ **انفس الفکر فی قربان البقر** (گاؤ کشی کے معاملہ مفصل تحقیقات اور ہندوؤں کے شبہات کا ازالہ)	۵۴۵	ستر و حجاب کے کچھ مسائل۔	۵۵۱
مسئلہ عجیب کہ گائے کشی واجب یا مباح ہے، اور قربانی اونٹ کی یا گائے کی بہتر ہے جہاں فتنہ ہو کیا وہاں گاؤ کشی سے باز رہا جائے؟	۵۴۵	واجب و حرام لعینہ ولغیرہ کا بیان مع امثلہ۔	۵۵۲
صدر الشریعت مصنف بہار شریعت مولٰنا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کی طرف سے اہم وضاحت۔ (حاشیہ)	۵۴۵	انگرکھے کا سیدھا پردہ مسلمانوں کا شعار اور الٹا پردہ کافروں کا۔ تو الٹے پردہ کا انگرکھا لینا حرام ہے۔	۵۵۲
شریعت کے ہر حکم میں دقائق اور مصالح ہیں۔	۵۵۰	گاؤ کشی اپنے اصل اور ذات کے اعتبار سے واجب نہیں۔ نہ اباحت کے اعتقاد کے ساتھ اس کا تارک گنہگار، نہ ہماری شریعت میں کسی چیز کا بالتعین کھانا فرض۔	۵۵۳
مصالح عرف سے بدل جاتے ہیں تو حکم بھی بدل جاتا ہے۔	۵۵۰	گائے کی قربانی کرنا واجب لعینہٖ اور ترک حرام لعینہٖ نہیں۔ لیکن واجب لغیرہٖ و حرام لغیرہٖ تو ہوسکتا ہے اس کے یک لخت ترک میں اسلام اور اہل اسلام کی توہین اور ذلت ہے۔ اور یہ شرعاً حرام ہے۔	۵۵۳
حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمان برکت نشان میں عورتوں پر پردہ واجب نہ تھا عورتیں پنجوقتہ جماعت میں حاضر ہوتی تھیں۔	۵۵۰	سائل نے لفظ ترک لکھا ہے حالانکہ ترک اور کف میں فرق ہے۔	۵۵۳

فہرست ضمنی مسائل

سلطان محمد تغلق شاہ اور سلطان فیروز شاہ کے خلافت سے بندگی وغلامی رہی۔	۱۷۷	ترکی سلاطین اہلسنت تھے اس لئے انھوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعوٰی نہیں کیا۔	۲۲۵
مصر میں خلافت کی بنیاد سلطان بیبرس نے رکھی۔	۱۷۸	سلطان اورنگزیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر کافر کش اور دین پرور بادشاہ تھے۔	۲۳۳
سلاطین اسلام نے خلافت کی سات میں سے چھ شرائط پائے جانے کے باوجود صرف ایک شرط یعنی قرشیت کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج ودست نگر جانا۔	۱۷۸	اکبر بادشاہ اتحاد مشرکین کا دلدادہ تھا۔	۲۳۳
سلطان مستنصر باللہ نے سلطان بیبرس کو جب پروانہ سلطنت جاری کیا تو اظہار انقیاد کے لئے اس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈال دیں جن کو پہن کر سلطان نے اپنے دارالسلطنت قاھرہ کا گشت کیا۔	۱۷۸	قتل کے بعد تین روز تک حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نعش مبارک کا بے گوروکفن پڑا رہنا رافضیوں کا افتراء ہے۔	۳۱۷
مستنصر باللہ کی بیعت سب سے پہلے امام اجل امام عزالدین بن عبدالسلام نے کی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔	۱۷۹	یہ کہنا کہ شہادت کے بعد کتوں نے ٹانگ چبالی تھی، دروغ بے فروغ ہے۔	۳۱۷
ابوالعباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضاء اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا۔	۱۷۹	اسمٰعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلوی کو افغان مسلمانوں نے قتل کیا۔	۳۹۲
ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی۔	۱۷۹	جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین ترک زمانہ سے ہے۔	۴۱۸
خلیفہ مستکفی باللہ کا سن وصال۔	۱۸۰	تھانوی صاحب کو سنی سمجھنے کی غلطی پر مولوی حاکم علی صاحب کی توبہ۔	۴۲۵
امام ابوالفضل حافظ ابن حجر نے حدیث "الائمۃ من قریش" پر ایک رسالہ لکھا جس میں اس کی روایت قریب چالیس صحابہ کرام سے جمع کیں۔	۱۹۰	ندوہ کو گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی۔	۴۳۰
تمہید امام ابوالشکور سالمی کو سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الحق والدین نے درس میں پڑھایا۔	۱۹۳	بنوخزاعہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔	۴۳۶
حضرت سالم حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ غلام نہیں بلکہ ان کی بی بی شبیہ کے آزاد کردہ غلام ہیں ابوحذیفہ نے انھیں متبنٰی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔	۲۱۲	قحط مکہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پانچ سو اشرفیاں صفوان اور ابوسفیان کو دیں کہ فقراء مکہ میں تقسیم کریں۔	۴۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

کتاب السّیر

مسئلہ ۱: از بریلی پرانا شہر محلّہ سیلانی مسئولہ مستقیم نداف یکم ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کے تین بیٹے ہیں، ایک مرضِ مرگی میں مبتلا ہے، دوسرا بیٹا جوان گھر سنبھالو، اگر وہ نہ ہوں تو زید اور اس کی اہلیہ دوسروں کے محتاج ہوجائیں کیونکہ ضعیفی کا عالم ہے، بڑا بیٹا بعزمِ ہجرت کابل وداع ہوتا ہے کل کی تاریخ میں، اور اس کی بیوی سال بھر کی بیاہی پورے دن امید کے ہیں، اور اس کو بھی چھوڑے جاتا ہے۔ جو حکم قرآن وحدیث شریف کا ہو اس میں ہرگز انکار نہیں۔

الجواب:

اس صورت میں کابل کی ہجرت اسے جائز نہیں، حدیث میں ہے:

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ اسے ضائع کردے جس کی روزی اس کے ذمہ تھی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸، مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۱۹۵، ۱۹۴، ۱۶۰، المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۳۸۲

مسئلہ ۲: از لاہور محلّہ سادھواں مرسلہ میاں تاج الدین خیاط ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ہجرت کے احکاموں اور شرائط کا استعمال کس صورت میں ہونا چاہئے؟

الجواب:

دارالحرب سے دارالاسلام کی طرف ہجرت فرض ہے،

قال الله تعالٰی "اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِکَةُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ ؕ قَالُوۡۤا اَلَمۡ تَکُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِیۡهَا ؕ فَاُولٰٓئِکَ مَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتۡ مَصِیۡرًا ﴿۹۷﴾" [1]	الله تعالٰی نے فرمایا: وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے ان سے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے، کہتے ہیں کہ الله تعالٰی کی زمین کشادہ نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، تو ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور بہت بری جگہ پلٹنے کی۔(ت)

ہاں اگر حقیقۃً مجبور ہو تو معذور ہے،

قال الله تعالٰی "اِلَّا الۡمُسۡتَضۡعَفِیۡنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالۡوِلۡدَانِ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ حِیۡلَةً وَّلَا یَهۡتَدُوۡنَ سَبِیۡلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰهُ اَنۡ یَّعۡفُوَ عَنۡهُمۡ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوۡرًا ﴿۹۹﴾" [2]	الله تعالٰی نے فرمایا: مگر وہ جو دبالئے گئے مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ راستہ جانیں، تو قریب ہے الله ایسوں کو معاف فرمائے اور الله معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے۔(ت)

اور دارالاسلام سے ہجرت کا حکم نہیں،

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاهجرة بعد الفتح [3]۔	حضور اکرم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: فتح (مکہ) کے بعد ہجرت نہیں۔(ت)

ہاں اگر کسی جگہ کسی عذر خاص کے سبب کوئی شخص اقامت فرائض سے مجبور ہو تو اسے اس جگہ کا بدلنا واجب اس مکان میں معذوری ہو تو مکان بدلے، محلّہ میں معذوری ہو تو دوسرے محلّہ میں چلا جائے، بستی میں معذوری ہو تو دوسرے بستی میں جائے۔ مدارک التنزیل میں ہے:

والاٰیة تدل علی ان من لم یتمکن	یہ آیت مبارکہ اس پر دال ہے کہ جب کوئی شخص کسی شہر

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸،۹۹

[3] کنز العمال حدیث ۱۵۰۵۴ مؤسسة الرسالة بیروت ۶/ ۱۰۹

من اقامة دینه فی بلد کما یجب وعلم انه یتمکن من اقامته فی غیرہ حقت علیه المهاجرة وفی الحدیث "من فر بدینه من ارض وان کان شبرا من الارض استوجبت له الجنة" وکان رفیق ابیه ابراھیم ونبیه محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم[1]۔	میں اقامتِ دین پر اس طرح قادر و متمکن نہیں جیسا کہ لازم ہے اور وہ محسوس کرتا ہے کہ دوسرے شہر میں اقامت پر قادر ہو جائے گا تو اس پر وہاں ہجرت کرنا لازم ہو جائیگا، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص دین کی خاطر ایک جگہ سے دوسرے جگہ بھاگا خواہ وہ ایک بالشت ہی کیوں نہ ہو اس کے لئے جنت لازم ہو جاتی ہے اور وہ اپنے جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنگت پائے گا۔ (ت)

ہندوستان دارالحرب نہیں دارالاسلام ہے، کما حققناہ فی فتوٰنا اعلام الاعلام (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتوٰی اعلام الاعلام میں کی ہے۔ت) واللہ اعلم۔

---

[1] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیت ۴/ ۹۷ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۴۶

رسالہ

اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام ۱۳۶۵ھ

(علم کے پہاڑوں کا اعلان کہ بیشک ہندوستان دارالاسلام ہے)

مسئلہ ۳تا۵: از بدایوں محلّہ براہم پورہ مرسلہ مرزا علی بیگ صاحب ۱۲۹۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) ہندوستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟

(۲) اس زمانہ کے یہود و نصارٰی کتابی ہیں یا نہیں؟

(۳) روافض وغیرہم مبتدعین کہ کفارہ داخل مرتدین ہیں یا نہیں؟ جواب مفصل بدلائل عقلیہ ونقلیہ مدلل درکار ہے؟ **بینوا توجروا۔**

جواب سوالِ اول

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بلکہ علمائے ثلٰثہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے مذہب پر ہندوستان دارالاسلام ہے ہرگز دارالحرب نہیں کہ دارالاسلام کے دارالحرب ہوجانے میں جو تین باتیں ہمارے امام اعظم امام الائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک درکار ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہاں احکام شرک علانیہ جاری ہوں اور شریعتِ اسلام کے احکام و شعائر مطلقاً جاری نہ ہونے پائیں اور صاحبین کے نزدیک اسی قدر کافی ہے مگر یہ بات بحمد اللہ یہاں قطعاً موجود نہیں اہل اسلام جمعہ و عیدین واذان واقامت و نماز باجماعت وغیرہا شعائر شریعت بغیر مزاحمت علی الاعلان ادا کرتے ہیں۔ فرائض، نکاح، رضاع، طلاق، عدۃ، رجعت، مہر، خلع، نفقات، حضانت، نسب، ہبہ،

وقف، وصیت، شفعہ وغیرہا، بہت معاملات مسلمین ہماری شریعت غرابیضاء کی بناپر فیصل ہوتے ہیں کہ ان امور میں حضرات علماء سے فتوٰی لینااور اسی پر عمل وحکم کرنا حکام انگریزی کو بھی ضرور ہوتا ہے اگرچہ ہنود و مجوس ونصارٰی ہوں اور **بحمداللہ** یہ بھی شوکت وجبروت شریعت علیہ عالیہ اسلامیہ اعلی اللہ تعالٰی حکمہا السامیہ ہے کہ مخالفین کو بھی اپنی تسلیم اتباع پر مجبور فرماتی ہے **والحمدللہ رب العالمین**، فتاوٰی عالمگیریہ میں سراج وہاج سے نقل کیا:

اعلم ان دارالحرب تصیردار الاسلام بشرط واحد وھو اظھار حکم الاسلام فیھا[1]۔	جان لو کہ بیشک دارالحرب ایک ہی شرط سے دارالاسلام بن جاتا ہے وہ یہ ہے کہ وہاں اسلام کا حکم غالب ہو جائے (ت)

پھر سراج وہاج سے صاحب المذھب سیدنا و مولٰنا محمد بن الحسن قدس سرہ الاحسن کی زیادات سے کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے نقل کیا:

انما تصیر دار الاسلام دارالحرب عندابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی بشروط ثلاثۃ، احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم الاسلام ،ثم قال و صورۃ المسئلۃ ثلاثۃ اوجہ اما ان یغلب اھل الحرب علی دار من دورنا او ارتد اھل مصر غلبوا واجروا احکام الکفر او نقض اھل الذمۃ العھد و تغلبوا علی دارھم ففی کل من ھذہ الصور لاتصیر دار حرب الابثلاثۃ شروط، وقال ابویوسف ومحمد رحمھما اللہ تعالٰی بشرط واحد وھو اظھار احکام الکفر وھو القیاس الخ[2]	امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک دارالاسلام تین شرائط سے دارالحرب ہوتا ہے جن میں ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور وہاں اسلام کا کوئی حکم نافذ نہ کیاجائے، پھر فرمایا اور مسئلہ کی صورت تین طرح ہے اہلِ حرب ہمارے علاقہ پر غلبہ پالیں یا ہمارے کسی علاقہ کے شہری مرتد ہو کر وہاں غلبہ پالیں اور کفر کے احکام جاری کردیں یا وہاں ذمی لوگ عہد کو توڑ کر غلبہ حاصل کرلیں، تو ان تمام صورتوں میں وہ علاقہ تین شرطوں سے دارالحرب بن جائے گا وہ یہ کہ احکام کفر اعلانیہ غالب کردئے جائیں۔ یہی قیاس ہے الخ (ت)

درر غرر ملاخسرو میں ہے:

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۲

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الباب الخامس فی استیلاء الکفار نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۲

دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا کاقامة الجمعة والاعیاد وان بقی فیھا کافر اصلی ولم یتصل بدار الاسلام بان کان بینھا وبین دار الاسلام مصر اٰخر لاھل الحرب[1] الخ ھذا لفظ العلامة خسرو واثرہ شیخی زادہ فی مجمع الانھر، وتبعه المولی الغزی فی التنویر، واقرہ المدقق العلائی فی الدر، ثم الطحطاوی والشامی اقتدیا فی الحاشیتین۔	دارالحرب، اسلامی احکام جاری کرنے مثلاً جمعہ اور عیدین وہاں ادا کرنے پر دارالاسلام بن جاتا ہے اگرچہ وہاں کوئی اصلی کافر بھی موجود ہو اور اس کا دارالاسلام سے اتصال بھی نہ ہو یوں کہ اس کے اور دارالاسلام کے درمیان کوئی دوسرا حربی شہر فاصل ہو الخ، یہ علامہ خسرو کے الفاظ ہیں، اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ نے اس کی پیروی کی ہے، اور مولٰی غزی نے تنویر میں اس کی اتباع کی، اور مدقق علائی نے در میں اس کو ثابت رکھا، پھر طحطاوی اور شامی نے اپنے اپنے حاشیہ میں اسکی اقتدا کی۔ (ت)

جامع الفصولین سے نقل کیا گیا:

له ان ھذہ البلدة صارت دار الاسلام باجراء احکام الاسلام فیھا فما بقی شیئ من احکام دار الاسلام فیھا تبقی دار الاسلام علی ماعرف ان الحکم اذا ثبت بعلة فما بقی شیئ من العلة یبقی الحکم ببقائه، ھکذا ذکر شیخ الاسلام ابو بکر فی شرح سیر الاصل انتھی،[2] وعن الفصول العمادیة ان دار الاسلام لا یصیر دار الحرب اذا بقی شیئ من احکام الاسلام وان زال غلبة اھل الاسلام وعن منثور الامام ناصر الدین دار الاسلام انما	امام صاحب کے ہاں دارالحرب کا علاقہ اسلامی احکام وہاں جاری کرنے سے دارالاسلام بن جاتا ہے تو جب تک وہاں اسلامی احکام باقی رہیں گے وہ علاقہ دارالاسلام رہے گا، یہ اس لئے کہ حکم جب کسی علت پر مبنی ہو تو جب تک علت میں سے کچھ پایا جائے تو اس کی بقاء سے حکم بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ معروف ہے۔ ابوبکر شیخ الاسلام نے اصل (مبسوط) کے سیر کے باب کی شرح میں یونہی ذکر فرمایا ہے، اھ، فصول عمادیہ سے منقول ہے کہ دارالاسلام جب تک وہاں احکام اسلام باقی رہیں گے تو وہ دارالحرب نہ بنے گا اگرچہ وہاں اہلِ اسلام کا غلبہ ختم ہو جائے، امام ناصر الدین کی منثور سے منقول ہے کہ دارالاسلام صرف اسلامی

[1] درر غرر کتاب الجهاد باب المستامن مطبع احمد کامل مصر ۱/ ۲۹۵

[2] جامع الفصولین الفصل الاول فی القضاء اسلامی کتب خانہ کراچی ص ۱۲

صارت دارالاسلام باجراء الاحکام فمابقیت علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1] وعن البرهان شرح مواهب الرحمٰن لایصیر دارالحرب مادام فیه شیئ منها بخلاف دارالاسلام لانا رجحنا اعلام الاسلام واحکام اعلام کلمة الاسلام[2] وعن الدر المنتقٰی لصاحب الدر المختار دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء بعض احکام الاسلام[3]۔	احکام جاری کرنے سے بنتا ہے تو جب تک وہاں اسلام کے متعلقات باقی ہیں تو وہاں اسلام کے پہلو کو ترجیح ہوگی۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن سے منقول ہے کوئی علاقہ اس وقت تک دارالحرب نہ بنے گا جب تک وہاں کچھ اسلامی احکام باقی ہیں، کیونکہ اسلامی نشانات کو اور کلمہ اسلام کے نشانات کے احکام کو ہم ترجیح دیں گے، دارالاسلام کا حکم اسکے خلاف ہے۔ صاحب در مختار کی المنتقٰی سے منقول ہے کہ دارالحرب میں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے دارالاسلام بن جاتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

لاخلاف ان دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیها[4]۔	بلا اختلاف دارالحرب وہاں بعض اسلامی احکام کے نفاذ سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے (ت)

اور اسی میں ہے:

وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ای الدار محکومة بدارالاسلام ببقاء حکم واحد فیها کمافی العمادی وغیره[5]۔	شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی نے فرمایا: کسی بھی علاقہ میں کوئی ایک اسلامی حکم بھی باقی ہو تو اس علاقہ کو دارالاسلام کہا جائے گا، جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

پھر اپنے بلاد اور وہاں کے فتن و فساد کی نسبت فرماتے ہیں:

فالاحتیاط یجعل هذه البلاد دارالاسلام والمسلمین وان کانت للملاعین والید فی الظاهر	احتیاط یہی ہے کہ یہ علاقہ دارالاسلام والمسلمین قرار دیا جائے، اگرچہ وہاں ظاہری طور پر شیطانوں کا

[1] الفصول العمادیة

[2] البرهان شرح مواهب الرحمان

[3] الدر المنتقی علی هامش مجمع الانهر کتاب السیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۳۴

[4] جامع الرموز کتاب الجهاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶

[5] جامع الرموز کتاب الجهاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۷

لھؤلاء الشیطین ربنا لاتجعلنا فتنة للقوم الظلمین ونجنا برحمتك من القوم الکٰفرین کمافی المستصفی وغیرہ[1]۔	قبضہ ہے، اے ہمارے رب! ہمیں ظالموں کے لئے فتنہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ہمیں کافروں سے نجات عطافرما، جیسا کہ مستصفٰی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

درر غرر وتنویر الابصار ودر مختار ومجمع الانہر وغیرہا میں کہ شرطِ اول کو صرف بلفظ اجرائے احکام الشرک سے تعبیر کیا وہاں بھی یہی مقصود کہ اس ملک میں کلیۃً احکام کفر ہی جاری ہوں نہ یہ کہ مجرد جریان بعض کفر کافی ہے اگرچہ ان کے ساتھ بعض احکام اسلام بھی اجراء پائیں۔

فی الحاشیة الطحطاویة علی الدر المختار قوله باجراء احکام اھل الشرك ای علی الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم اھل الاسلام، ہندیة وظاھرہ انه لو اجریت احکام المسلمین واحکام اھل الشرك لا تکون دار حرب انتھی[2]۔	درمختار کے حاشیہ طحطاوی میں ہے **قوله باجراء احکام اھل الشرک** (اس کا قول کہ اہل شرک کے احکام کے اجراء سے دارالحرب بن جاتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ وہاں اعلانیہ احکامِ شرک نافذ کئے جائیں اور اہل اسلام کا کوئی حکم بھی نافذ نہ ہو، ہندیہ میں یوں ہے کہ اس سے ظاہر ہے کہ اگر وہاں احکامِ شرک اور احکامِ اسلام دونوں نافذ ہوں تو دارالحرب نہ ہوگا اھ۔ (ت)

اور اسی طرح حاشیہ شامیہ میں نقل کرکے مقرر رکھا،

اقول: وباللہ التوفیق والدلیل علی ذٰلك امران الاول قول محمد وھوالطراز المذھب انھا تصیر دار حرب عندالامام بشرائط ثلث احدھا اجراء احکام الکفار علی سبیل الاشتھار وان لایحکم فیھا بحکم الاسلام فانظر کیف زادالجملة الاخیرة ولم یقتصر علی الاولی فلولم یفسر کلامھم بماذکرنا لکان کلام الامام	**اقول:** وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے) اس پر دلیل دو ۲ چیزیں ہیں: ۱ اول یہ کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جو مذہب کے ترجمان ہیں ان کا یہ قول کہ وہ علاقہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک تین شرطوں سے دارالحرب بنتا ہے ان میں سے ایک یہ کہ وہاں کفار کے احکام اعلانیہ جاری کئے جائیں اور کوئی اسلامی حکم نافذ نہ ہو، تو غور کرو کہ انہوں نے آخری جملہ کیسے زائد فرمایا اور صرف پہلے جملہ پر اکتفاء نہ فرمایا، اگر فقہاء کا کلام ہمارے ذکر کردہ بیان سے واضح نہ بھی کیا جائے تو صرف

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۷

[2] حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الجھاد فصل فی استیمان الکافر دار المعرفة بیروت ۲/ ۴۶۰

قاضیا علیهم وناهیك به قاضیا عدلا،فالثانی ان هٰؤلاء العلماء هم الذین قالوا فی دارالحرب انها تصیر دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فیها فاما ان تقولوا هٰهنا ایضا انها تصیردار الاسلام باجراء بعض احکام الاسلام ولومع جریان بعض احکام الکفر فعلی هذا ترفع المباینة بین الدارین اذکل دارتجری فیها الحکمان مع استجماع بقیة شرائط الحربیة تکون دارحرب واسلام جمیعا لصدق الحدین معًا وکذا لواردت الخلوص والتمحض فی کل الموضعین یعنی ان دارالحرب مایجری فیها احکام الشرك خالصة ودارالاسلام مایحکم فیها باحکام الاسلام محضة فعلی هذا تکون دارالتی وصفناهالك واسطة بین الدارین ولم یقل به احد،واماان ترید التمحض فی المقام الثانی دون الاول فهذا یخالف ماقصده الشارع من اعلاء الاسلام وبنی العلماء کثیرا من الاحکام علی ان الاسلام یعلوولایعلی،علی انه یلزم ان تکون دورالاسلام

امام صاحب کا کلام ہی فیصلہ کن ہے تجھے یہی فیصلہ کن کلام کافی ہے۔[2] دوسری چیز یہ کہ یہی وہ علماء کرام ہیں جنہوں نے دارالحرب کے متعلق فرمایا کہ وہ دارالاسلام بن جاتا جب اس میں اسلامی احکام جاری کئے جائیں، تو اگر یہاں بھی وہ بعض اسلامی احکام مراد لیں (جس طرح کہ دارالحرب کے لئے کفار کے بعض احکام تم نے مراد لئے) تو جب بعض اسلامی احکام کے ساتھ کچھ احکام کفار ہوں گے تو اس سے دارالحرب اور دارالاسلام کے درمیان فرق ختم ہوجائے گا، کیونکہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں دونوں قسم کے حکم پائے جائیں گے اگرچہ کفار کے احکام زائد ہوں تو لازم آئے گا کہ ہر ایک دارالحرب اور دارالاسلام بھی ہو کیونکہ دونوں پر ہر ایک کی تعریف صادق آئے گی، اگر تم یہاں یہ مراد لو کہ ہر دار میں اس کے تمام احکام وہاں نافذ ہوں اور ایک دوسرے کے احکام سے خالی ہوں یعنی دارالحرب وہ ہے جس میں تمام احکام خالص کفر کے ہوں اور دارالاسلام وہ ہے جس میں خالص اسلامی احکام ہوں، تو اس سے لازم آئے گا کہ جس دار کی بحث ہورہی ہے وہ دونوں داروں میں واسطہ کہلائے گا یعنی وہ نہ دارالاسلام ہو نہ دارالحرب ہو، حالانکہ ایسے دار کا کوئی بھی قائل نہیں، اگر تم یہ مراد لو کہ ثانی یعنی دارالاسلام میں تو خالص اسلامی ہوں اور دوسرے یعنی دارالحرب میں خالص ہونا ضروری نہیں تو اس سے شارع کا مقصد اعلاء کلمہ اسلام اور اس کی ترجیح فوت ہوجائیگی جو شارع کے مقصد کے خلاف ہے جبکہ علماء نے بہت سے احکام "الاسلام یعلوولایعلیٰ" (اسلام

باسرها دور حرب على مذهب الصاحبين اذااجرى فيها شيئ من احكام الكفر او حكم فيها بعض مالم ينزل الله سبحٰنه وتعالٰى وهو معلوم مشاهد فى هذه الامصار بل من قبلها بكثير حيث فشاالتهاون فى الشرع الشريف وتقاعد الحكام عن اجراء احكامه وترقى اهل الذمة على خلاف مراد الشريعة عن ذل ذليل الى عزجليل اعطوامناصب رفيعة ومراتب شامخة منيعة حتى استعلواعلى المسلمين ورحم الله للقائل كمانقل المولى الشامى۔

حبابنانوب الزمان كثيرة
وامرّمنهارفعة السفهاء
فمتى يفيق الدهر من سكراته
وأرى اليهود بذلة الفقهاء [1]

وكذلك ارتضى بعض الظلمة من حكام الجور بعض البدعات التى خرقها ائمة الكفر فاجروها فى بلادهم كتحليف الشهود و الزام المصادرات والمكوس ووضع الوظائف الباطلة على الاموال والنفوس الى غير ذٰلك من الاحكام الباطلة ويسلم هذاالامر الفظيع من اشنع الشنائع الهائلة فوجب القول بان المراد

غالب ہوتا ہے مغلوب نہیں ہوتا) کے قاعدہ پر مبنی قرار دئے ہیں، علاوہ ازیں یہ بھی لازم آئے گا کہ تمام دارالاسلام صاحبین کے مذہب پر دارالحرب قرار پائیں جبکہ ان میں کچھ احکامِ کفر پائے جاتے ہوں یااللہ تعالٰی کے نازل کردہ حکم کے خلاف وہاں حکم نافذ پائے جاتے ہوں جیسا کہ آج کے دور میں مشاہدہ ہے بلکہ قبل ازیں بھی ایسا رہاہے جب سے شریعت کے بارے میں سستی ظاہر ہوئی اور مسلمان حکام نے شرعی احکام کے نفاذ سے روگردانی کررکھی ہے، اور ذمی حضرات کو ترقی ملی ہے کہ خلافِ شرع ذلیل کی ذلت سے نکل کر بڑی عزت پارہے ہیں جن کو مسلمان حکمرانوں نے بلند منصب اور محفوظ مراتب عطا کررکھے ہیں یہاں تک کہ وہ مسلمانوں پر تعلی کرنے لگے ہیں، اللہ تعالٰی ایک قائل پر رحم فرمائے جس کا کلام مولانا شامی نے نقل کیا ہے۔ (شعر کا ترجمہ)

"دوستو! زمانہ کے مصائب کثیر ہیں، ان میں سے سخت ترین بیوقوف لوگوں کا اقتدار ہے، توکب زمانے کا نشہ ختم ہوگا جبکہ ملک یہودی بن کر فقہاء کی ذلت گاہ بن چکا ہے"۔ اور جیسا کہ بعض ظالم حکمرانوں نے کافر لیڈروں کی جاری کردہ کئی بدعات کو پسند کرتے ہوئے اپنے ملکوں میں جاری کردیا مثلاً گواہوں سے حلف لینا، اور ٹیکس، چونگیاں اور لوگوں کے اموال اور نفوس پر باطل قسم کے محصولات لاگو کردئے، یہ پریشان کن برے معاملات مسلمان ملکوں میں ماننے پڑیں گے لہٰذا ضروری ہے کہ پہلے مقام یعنی دارالحرب میں خالص مکمل احکام کفر ہوں اور دوسرے یعنی دارالاسلام میں ایسانہ ہو جبکہ یہی مدعٰی ہے، تواس سے

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۷۵

فی المقام الاول ھو الخلوص والتمحض دون الثانی وھو المقصود، وبھذا تبین ان الدار التی تجری فیھا الحکمان شیئ من ھذا وشیئ من ھذا کدارنا ھٰذہ لا تکون دار حرب علی مذھب الصاحبین ایضا لعدم تمحض احکام الشرك فمن الظن ماعرض لبعض المعاصرین من بناء نفی الحربیۃ علی الھند علی مذھب الامام فقط فتوھم انہ لایستقیم علی مذھب الصاحبین واخطر الی تطویل الکلام بماکان فی غنی عنہ واشد سخافۃ واعظم شناعۃ مااعترٰی بعض اجلۃ المشاھیر من الذین ادرکنا عصرھم اذحاولو انفی الحربیۃ عن بلادنا بناء علی عدم تحقق الشرط الثانی اعنی الاتصال بدار الحرب ایضًا فقالوا معنی الاتصال ان تکون محاطۃ بدار الحرب من کل جھۃ ولاتکون فی جانب بلدۃ اسلامیۃ وھو غیر واقع فی بلاد الھند اذجانبھا الغربی متصل بملك الافاغنۃ کفشاور وکابل وغیرھما من بلاد دار الاسلام،

اقول: یالیتہ تفکر فی معنی الثغور اونظر الی فضائل المرابطین فتأمل فی معنی الرباط اوعلم ان مکۃ والشام والطائف وارض حنین وبنی المصطلق وغیرھا کانت دار حرب علی عھد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع اتصالھا بدار الاسلام قطعًا اوفھم

واضح ہوگیا کہ وہ دار جس میں دونوں قسم کے احکام کچھ کفر کے اور کچھ اسلام کے پائے جائیں جیسا کہ ہمارا یہ ملک ہے، صاحبین کے مذہب پر بھی دارالحرب نہ ہوگا کیونکہ یہاں خالص محض احکام کفر نہیں ہیں تو ہمارے بعض معاصرین کا یہ گمان کہ ہندوستان سے دارالحرب کی نفی کی بنیاد صرف امام صاحب کامذہب ہے، اس کا وہم ہے کہ صاحبین کے مذہب پر درست نہیں ہے اس نے طویل کلام کیا جبکہ اس کی ضرورت نہیں تھی، کمزور ترین اور سب سے خطرناک موقف وہ ہے جو ہمارے زمانہ کے مشہور اجلہ حضرات کو لاحق ہوا ہے کہ انہوں نے ہمارے اس ملک سے دارالحرب کی نفی کی بنیاد شرط ثانی یعنی کسی دارالحرب سے اتصال کے نہ پائے جانے کو قرار دیا ہے اور انھوں نے اتصال کا معنی لیا ہے کہ چاروں طرف سے دارالحرب میں گھرا ہوا ہو اور کسی طرف سے دارالاسلام سے نہ ملا ہوا ہو چونکہ اتصال کا معنٰی ہندوستان میں نہیں پایا جاتا لہٰذا یہ دارالحرب نہ ہوگا کیونکہ ہندوستان غربی جانب سے افغانوں کے ملک پشاور اور کابل وغیرہ دارالاسلام سے ملا ہوا ہے،

اقول: (میں کہتا ہوں کہ) کاش وہ سرحدوں کے معنٰی پر غور کرلیتے، یا اسلامی سرحدوں کی نگرانی کی فضیلت کو دیکھتے ہوئے رباط کے معنی پر غور کرلیتے یا یہ معلوم کرلیتے کہ مکہ، شام، طائف، حنین، اور بنی مصطلق کے علاقے وغیرہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک زمانہ میں دارالحرب تھے حالانکہ ان سب کا دارالاسلام سے اتصال تھا، یا یہی سمجھ لیتے

ان الامام کلما فتح بلدۃ من بلاد الکفار واجری فیھا احکام الاسلام صارت دارالاسلام والتی تلیھا من البلاد تحت حکم الکفار دارحرب کما کانت اوتفطن ان لوصح ماقالہ لاستحال ان یکون شیئ من دیارالکفر دارحرب الاان یفصل بینھا وبین الحدود الاسلامیۃ البحاروالمفاوزولم یقل بہ احد، وذلك لانہ کلما حکمت علی بلدۃ بانھا دارحرب سألنا عما یحیطھا من البلاد فان کان فیھا من بلاد الاسلام کانت الاولی ایضادارالاسلام لعدم الاتصال بالمعنی المذکور والانقلنا الکلام الی مایلاصقھا حتی ینتھی الی بلدۃ من بلاد الاسلام فتصیر کلھا دارالاسلام لتلازق بعضھا ببعض اولاتکون فی تلك الجھۃ بلدۃ اسلامیۃ الی منقطع الارض، وبالجملۃ ففساد ھذا القول اظھر من ان یخفی وانما منشؤہ القیاس الفاسد وذٰلك ان الشرط عندالامام فی صیرورۃ بلدۃ من دار الاسلام دارالحرب ان لاتکون محاطۃ بدار الاسلام من الجھات الاربع وذٰلك لان غلبۃ الکفار اذن علی شرف الزوال فلاتخرج بہ	کہ مسلمان امام جب کفار کے کسی علاقہ کو فتح کرکے وہاں اسلامی احکام جاری کردیتا تو وہ علاقہ دارالاسلام بن جاتا ہے جبکہ اس سے متصل باقی علاقے جو کفار کے قبضہ میں بدستور ابھی تک موجود ہیں وہ پہلے کی طرح دارالحرب ہیں، یاان کو سمجھ آتی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں اگر صحیح ہو تو پھر دنیا بھر میں کوئی بھی دار کفر اس وقت تک دارالحرب نہ کہلائے جب تک ان میں اور دارالاسلام میں سمندروں اور بیابانوں کا فاصلہ نہ ہو، حالانکہ کوئی بھی دارالحرب کے اس معنٰی کا قائل نہیں ہے، یہ اس لئے کہ جب آپ کسی ملک کو دارالحرب کہیں گے تو ہم استفسار کریں گے کہ اس کے ارگرد کن ملکوں کا احاطہ ہے اگر کوئی بھی ان میں سے دارالاسلام ہو تو پہلا ملک (دارالحرب) بھی دارالاسلام قرار پائے کیونکہ وہ اتصال جو دارالحرب کا معیار ہے وہ نہ پایا گیا، ورنہ اگر ارد گرد اسلامی ملک نہ ہو تو پھر ہم اس سے ملنے والے دوسرے ملک کی بابت معلوم کریں گے حتی کہ ملتے ملاتے کوئی دارالاسلام پایا گیا تو یہ درمیان والے تمام ملک دارالاسلام ہوجائیں گے کیونکہ ان ملکوں کا آپس میں ایک دوسرے سے اتصال ہوگیا ہے، یا پھر یہ تسلیم کیا جائے کہ اس جہت میں کرہ ارض میں کوئی بھی دارالاسلام نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ دارالحرب کے اس میعاد والے قول کا فساد واضح ہے جس میں کچھ بھی خفاء نہیں ہے، اس کی بنیاد یہ فاسد قیاس ہے کہ امام صاحب کے نزدیک کسی دارالاسلام کے دارالحرب بننے کے لئے یہ شرط ہے کہ چاروں اطراف سے وہ ملک دارالاسلام میں گھرا ہوا نہ ہو کیونکہ اگر وہ

البلدۃ عن دارالاسلام فزعم ان شرط الحربیۃ ان تکون محاطۃ بدارالحرب من جمیع الجوانب وما افسدہ من قیاس کمالایخفٰی عماافادالناس۔	گھراہوا ہو تو اس دارالحرب میں کفار کا غلبہ معرض سقوط میں رہے گا تو یوں وہ دارالاسلام سے خارج نہ رہے گا، لہٰذا انہوں نے خیال کرلیا کہ کسی ملک کے حربی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ چاروں طرف سے حربی ملکوں میں گھراہوا ہو، یہ قیاس نہایت ہی فاسد ہے جو عوام الناس کے لئے بھی مخفی نہیں۔(ت)

الحاصل ہندوستان کے دارالاسلام ہونے میں شک نہیں عجب ان سے جو تحلیل ربٰو کے لئے (جس کی حرمت نصوص قاطعہ قرآنیہ سے ثابت اور کیسی کیسی سخت وعیدیں اس پر وارد) اس ملک کو دارالحرب ٹھہرائیں اور باوجود قدرت واستطاعت ہجرت کا خیال بھی دل میں نہ لائیں گویا یہ بلاد اسی دن کے لئے دارالحرب ہوئے تھے کہ مزے سے سود کے لطف اڑایئے اور بآرام تمام وطن مالوف میں بسر فرمایئے **استغفر اللہ۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ**[1] (میں اللہ تعالٰی سے مغفرت چاہتا ہوں، تو کیا بعض کتاب پر ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ت) **اللہ سبحٰنہ وتعالٰی** فرماتا ہے سود کھانیوالے قیامت کو آسیب زدہ کی طرح اٹھیں گے[2] یعنی مجنونانہ گرتے پڑتے بدحواس۔ اور حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے کچھ لوگ ملاحظہ فرمائے کہ پیٹ ان کے پھول کر مکانوں کے برابر ہوگئے ہیں اور مثل شیشہ کے ہیں کہ اندر کی چیز نظر آتی ہے سانپ بچھو ان میں بھرے ہیں، میں نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے عرض کیا: سود کھانے والے[3]۔ جب تحریم ربٰو کی آیت نازل ہوئی بعض مسلمانوں نے کہا: جو سود ہمارا نزولِ آیت سے پہلے کا رہ گیا ہے وہ لے لیں آئندہ باز رہیں گے۔ حکم آیا اگر نہیں مانتے تو اعلان کردو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔[4] سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سود خور پر لعنت کی۔[5]

مولٰی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سود خور پر لعنت فرماتے سنا[6]، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: سود کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے ہلکا یہ ہے کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے[7]۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۵

[3] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

[5] صحیح مسلم باب الربا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[6] مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۸

[7] سنن ابن ماجہ باب التغلیظ فی الربا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۶۵ و مشکوٰۃ المصابیح، باب الربا، مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۴۶

دیکھو اول ان کے اقوال خبیثہ یاد فرماکر آخر ان کے شرک سے اپنی نزاہت و تبری بیان فرمائی تو معلوم ہوا کہ قائلین بنوت مشرکین ہیں مگر ظاہر الروایۃ میں ان پر علی الاطلاق حکم کتابیت دیا اور ان کے ذبائح ونساء کو حلال ٹھہرایا، درمختار میں ہے:

صح نکاح کتابیة وان کرہ تنزیھا مؤمنة بنبی مرسل مقرة بکتاب منزل وان اعتقدوا المسیح الٰھا وکذا حل ذبیحتھم علی المذھب بحر انتھی[1]۔	کتابیہ عورت سے نکاح صحیح ہے اگرچہ مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ وہ عورت کسی مرسل نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی منزل من اللہ کتاب کا اقرار کرتی ہو اگرچہ عمومی طور پر وہ نصاری عیسٰی علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں یونہی ان کا ذبیحہ بھی مذہب میں حلال ہے، بحر، اھ۔ (ت)

ردالمحتار میں بحرالرائق سے منقول ہے:

وحاصله ان المذھب الاطلاق لما ذکرہ شمس الائمة فی المبسوط من ان ذبیحة النصرانی حلال مطلقًا، سواء قال بثالث ثلثة اولا، لاطلاق الکتاب ھنا وھو الدلیل ورجحه فی فتح القدیر الخ[2]۔	حاصل یہ ہے کہ مذہب میں اطلاق ہے کیونکہ شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یہ ذکر کیا ہے کہ نصرانی کا ذبیحہ مطلقًا حلال ہے وہ عیسٰی علیہ السلام کے متعلق ثالث ثلثہ کا قول کریں یا نہ کریں کیونکہ کتاب اللہ کا یہاں اطلاق ہے اور یہی دلیل ہے، اس کو فتح القدیر میں ترجیح دی ہے الخ (ت)

مستصفٰی میں عبارت مذکورہ کے بعد مبسوط سے ہے:

لکن بالنظر الی الدلائل ینبغی ان یجوز الاکل و التزوج انتھی[3]۔	لیکن دلائل کو دیکھتے ہوئے یہی مناسب قول ہے کہ ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے انتہی۔ (ت)

فتاوٰی حامدیہ میں ہے:

مقتضی الدلائل الجواز کما ذکرہ التمر تاشی فی فتاواہ، الخ[4]۔	دلائل کا مقتضٰی یہی ہے کہ جائز ہے جیسا کہ اسے تمرتاشی نے اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے الخ (ت)

---

[1] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

[2] ردالمحتار کتاب النکاح فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۸۹

[3] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[4] العقود الدریة فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیة کتاب الذبائح ارگ بازار قندھار افغانستان ۲/ ۲۳۲

اور ایک حدیث میں آیا: سود کا ایک درم دانستہ کھانا ایسا ہے جیسا چھتیس بار اپنی ماں سے زنا کرنا[1]۔ **اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

جواب سوال دوم

نصارٰی باعتبار حقیقت لغویہ انجاکہ قیام مبدء مستلزم صدق مشتق ہے بلاشبہہ مشرکین ہیں کہ وہ بالقطع قائل بہ تثلیث وبنوت ہیں اسی طرح وہ یہود جو الوہیت وابنیت عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل تھے، مگر کلام اس میں ہے کہ حق تبارک وتعالٰی نے کتب آسمانی کا اجلال فرما کر یہود ونصارٰی کے احکام کو احکامِ مشرکین سے جدا کیا اور ان کا نام اہل کتاب رکھا اور ان کے نساء وذبائح کو حلال ومباح ٹھہرایا آیا نصارٰی زمانہ بھی کہ الوہیتِ عبداللہ مسیح بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی علی الاعلان تصریح اور وہ یہود جو مثل بعض طوائف ماضیہ الوہیت بندہ خدا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائل ہوں انہیں میں داخل اور اس تفرقہ کے مستحق ہیں یا ان پر شرعاً یہی احکام مشرکین جاری ہوں گے اور ان کی نساء سے تزوّج اور ذبائح کا تناول ناروا ہوگا۔ کلماتِ علماءِ کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین اس بارے میں مختلف، بہت مشائخ نے قولِ اخیر کی طرف میل فرمایا، بعض علماء نے تصریح کی کہ اسی پر فتوٰی ہے، مستصفٰی میں ہے:

قالوا ھذا یعنی الحل اذالم یعتقد وا المسیح الٰھا اما اذا اعتقدوہ فلاوفی مبسوط شیخ الاسلام ویجب ان لایأکلوا ذبائح اھل الکتاب اذا اعتقدوان المسیح الٰہ وان عزیر الٰہ ولا یتزوّجو انساء ھم وقیل علیه الفتوی[2]۔	علماء نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ تب حلال ہوگا کہ وہ عیسٰی علیہ السلام کو الٰہ نہ مانتے ہوں، لیکن اگر وہ ان کو الٰہ مانتے ہوں تو پھر حلال نہ ہوگا، اور شیخ الاسلام کی مبسوط میں ہے کہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اہلِ کتاب کا ذبیحہ اس صورت میں نہ کھائیں جب وہ مسیح علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو الٰہ مانتے ہوں اور اندریں صورت ان کی عورتوں سے نکاح بھی نہ کریں، اسی پر فتوٰی کہا گیا ہے۔ (ت)

ان علماء کا استدلال آیہ کریمہ "**وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ**" یہود نے کہا عزیر ابن اللہ اور نصارٰی نے کہا مسیح ابن اللہ۔ ت) سے ہے کہ اس کے آخر میں ارشاد پایا **سبحٰنه وتعالٰی** "**سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾**"[3] (وہ پاک ذات ہے اور جو انہوں نے اس کا شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند وبالا ہے۔ ت)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح مجتبائی دہلی ص ۲۴۶ ومسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۵/ ۲۲۵ والترغیب والترہیب، مصر ۳/ ۷

[2] فتح القدیر بحوالہ المستصفٰی کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبۃ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج ان اشتراط ماذکر فی النصارٰی مخالف لعامۃ الروایات[1]۔	معراج میں ہے کہ نصارٰی کے مذکورہ شرائط عام روایات کے مخالف ہیں۔(ت)

امام محقق علی الاطلاق مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فتح القدیر میں اس مذہب کی ترجیح اور دلیل مذکور مذہب اول کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

مطلق لفظ المشرك اذاذکر فی لسان الشارع لا ینصرف الی اهل الکتاب وان صح لغۃ فی طائفۃ بل طوائف واطلق لفظ الفعل اعنی یشرکون علی فعلهم کما ان من رأی بعلمه من المسلمین فلم یعمل الالاجل زید یصح فی حقه انه مشرك لغۃ ولایتبادر عند اطلاق الشارع لفظ المشرك ارادته لما عهد من ارادته به من عبد مع اللہ غیرہ ممن لایدعی اتباع نبی وکتاب ولذلك عطفهم علیه فی قوله تعالٰی لم یکن الذین کفروا من اهل الکتٰب والمشرکین منفکین ونص علی حلهم بقوله تعالٰی والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب من قبلکم ای العفائف منهم[2] الٰی اٰخر ما اطال واطاب کما هودابه رحمه اللہ تعالٰی۔	لفظ مشرک جب مطلق ذکر کیا جائے تو شرعی اصطلاح میں اہل کتاب کو شامل نہ ہوگا اگرچہ لغت کے لحاظ سے اہل کتاب کے کسی گروہ یا کئی گروہوں پر اس کا اطلاق صحیح ہے، اہل کتاب کے فعل پر صیغہ "یشرکون" کا اطلاق ایسے ہے جیسے کسی مسلمان ریاکار کے اس عمل پر جس کو مثلاً زید کی خوشنودی کے لئے کررہا ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ لغت کے لحاظ سے مشرک ہے، شرعی اصطلاح میں مطلقاً لفظ مشرک کا استعمال صرف اس شخص کے لئے متبادر ہوتا ہے، جو کسی نبی اور کتاب کی اتباع کے دعوی کے بغیر اللہ تعالٰی کی عبادت میں غیر کو شریک کرے اسی لئے اہل کتاب پر مشرکین کا عطف اللہ تعالٰی کے اس قول "لم یکن الذین کفروا من اھل الکتٰب والمشرکین منفکین" میں کیا گیا ہے اور اللہ تعالٰی کے اس قول "والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتٰب" میں کتابیہ عورتوں کے حلال ہونے پر صراحتاً نص فرمائی گئی ہے یعنی اہل کتاب کی عفیف عورتیں حلال ہیں، ابن ہمام کے طویل اور طیب قول کے آخر تک، جیسا کہ ان کی عادت ہے، اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔(ت)

بالجملہ محققین کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہود ونصارٰی مطلقاً اہل کتاب ہیں اور ان پر احکام مشرکین جاری نہیں

[1] ردالمحتار کتاب الذبائح داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۸۸

[2] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

اقول: وکیف لاوقد علم الله سبحٰنه وتعالٰی انهم یقولون بثالث ثلٰثة حتی نهاهم عن ذٰلك وقال "اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ط "[1] وان هم یقولون ان المسیح اله حتی قال "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط "[2] بل بالوهیة امه ایضاحتی یسأله علیه الصلٰوة والسلام یوم القیٰمة یٰعیسٰی "يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط "[3] وانهم مصرحون بالبنوة حتی نقل عنهم "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط "[4] ومع ذٰلك فرق بینهم وبین المشرکین فقال "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ "[5]، وقال "طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ص "[6] وقال "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ "[7] فارشد بالعطف الی التغایر فالمولٰی سبحٰنه وتعالٰی	اقول: (میں کہتا ہوں) یہ کیسے مراد نہ ہو جبکہ الله تعالٰی علیم ہے کہ نصارٰی ثالث ثلٰثہ کہتے ہیں حتی کہ ان کو اس سے منع بھی فرمایا اور فرمایا اس سے باز آؤ تمہارے لئے بہتر ہے اور وہ علیم ہے کہ نصارٰی کہتے ہیں مسیح الٰہ ہے، حتی کہ الله تعالٰی نے فرمایا "لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ط " بلکہ وہ ان کی والدہ کو بھی الٰہ کہتے ہیں، حتی کہ قیامت کے روز الله تعالٰی عیسٰی علیہ السلام سے سوال فرمائے گا "يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط " اور وہ علیم ہے کہ یہ لوگ عیسٰی علیہ السلام کے بیٹا ہونے کی تصریح کرتے ہیں حتی کہ ان سے نقل فرمایا "وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ط " اس کے باوجود الله تعالٰی نے اہلِ کتاب اور مشرکین میں فرق بیان فرمایا، اور ارشاد فرمایا: تمہارے لئے حلال ہیں پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، اور فرمایا جن کو کتاب دی گئی (اہلِ کتاب) ان کا طعام تمہارے لئے حلال ہے جس کو یوں فرمایا "طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ص " اور فرمایا "لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ " واضح دلیل آنے تک کافر لوگوں میں سے اہل کتاب اور مشرک

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۷۱

[2] القرآن الکریم ۵/ ۱۷و۷۲

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۶

[4] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

[5] القرآن الکریم ۵/۵

[6] القرآن الکریم ۵/۵

[7] القرآن الکریم ۹۸/ ۱

اعلم بمذاھبھم واعلم بما یشرع من الاحکام فله الحکم وله الحجة السامیة لاالٰه الاھو "سُبۡحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ ﴿۱۸﴾"[1] حتی ترقی بعض المشائخ فجوز نکاح الصائبات ایضًا ان کن یدن بکتاب منزل ویؤمن بنبی مرسل وان عبدن الکواکب وصرح انها لاتخرجهم عن الکتابیة وھو الذی یعطیه ظاہر کلام الامام المحقق برھان الملة والدین المرغینانی فی الھدایة حیث رتب عدم حل النکاح علی امرین عبادة الکواکب وعدم الکتاب وتبعه العلامة ابوعبدالله محمد بن عبدالله الغزی فی التنویر فقال لاعبادة کوکب لاکتاب لها[2] فاشار بمفھوم المخالف الی انها ان کان لها کتاب حل نکاحها مع عبادتها الکواکب، فان قلت الیس قد تکلم فیه المولٰی زین بن نجیم فی البحر فقال الصحیح انھم ان کانوا یعبدونها یعنی الکواکب	جدانہ ہوں گے، تو اس آیۂ کریمہ میں دونوں میں عطف کے ذریعہ تغایر کی رہنمائی فرمائی، تو اللہ سبحانہ وتعالٰی ان کے مذاہب کو بہتر جانتا ہے اور احکام کی مشروعیت کو بہتر جانتا ہے، تو حکم اسی کا ہے اور بلند وبالا حجت اسی کی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کو انہوں نے شریک بنایا اللہ تعالٰی اس سے بلند وبالا ہے اور بعض مشائخ نے اسی پر ترقی کرتے ہوئے صابی عورتوں سے نکاح کو بھی جائز قرار دیا بشرطیکہ وہ کسی دین کی آسمانی کتاب اور کسی نبی پر ایمان رکھتی ہوں اگرچہ وہ ستاروں کی پجاری ہوں اور انہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ ستاروں کی پوجا ان کو کتابیہ ہونے سے خارج نہیں کرتی، یہ وہ نظریہ ہے جو امام محقق برہان الملت والدین مرغینانی کی کتاب ہدایہ کے ظاہر کلام سے ملتا ہے، جہاں انہوں نے نکاح کے عدمِ جواز کو دو چیزوں پر مرتب کیا ایک ستاروں کی پوجا اور دوسری کتاب کا نہ ہونا، اور اس کی علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی نے تنویر میں اتباع کرتے ہوئے فرمایا کہ ستاروں کی پوجا نہ کرتی ہو اور اس کی کتاب بھی نہ ہو۔ تو اس عبارت کے مفہوم مخالف سے یہ اشارہ دیا کہ اگر اس کی کتاب ہو تو نکاح جائز ہے اگرچہ وہ ستاروں کی پوجا کرتی ہو۔ **اگر تیرا اعتراض ہو** کہ اس مسئلہ میں مولانا زین نجیم نے کیا گفتگو کرتے ہوئے یہ نہیں فرمایا کہ صحیح بات یہ ہے

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۱

[2] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب النکاح مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

حقیقة فلیسوا اهل الکتاب وان کانوایعظمونها کتعظیم المسلمین للکعبة فهم اهل الکتاب کذافی المجتبٰی[1] انتهی فیستفاد منه ان الصحیح مباینة الکتابیة لعبادة غیرالله سبحانه وتعالٰی فلایجتمعان ابداوحِ یتجه مامال الیه کثیر من المشائخ فی حق اولٰئك الیهود والنصارٰی انهم مشرکون حقاحتی قیل ان علیه الفتوی قلت وبالله التوفیق هٰهنا فرق دقیق هوان قضیةالعقل هی المباینة القطعیة بین الکتابیة وعبادة غیرالله سبحانه وتعالٰی فانها هی الشرك حقا والکتابی غیر مشرك عند الشرع فکل من رأیناه یعبد غیرالحق جل وعلا حکمنا علیه انه مشرك قطعا وان کان یقر بکتب وانبیاء علیهم الصلٰوة والسلام ولکنا خالفناه هذه القضیة فی الیهود والنصارٰی بحکم النص فانا وجدنا القراٰن العظیم یحکی عنهم مایحکی من العقائد الخبیثة ثم یحکم علیهم بان هم اهل الکتاب ویمیزهم عن المشرکین فوجب التسلیم لورودالنص بخلاف الصابئة اذ	کہ اگر یہ لوگ حقیقۃً ستاروں کی عبادت کرتے ہوں تو یہ اہل کتاب نہ ہوں گے اور اگر وہ صرف ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں جیسا کہ مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں تو پھر یہ اہل کتاب ہیں، مجتبٰی میں یونہی ہے اھ، تو اس بیان کا مفاد یہ ہے کہ کتابیہ اور غیر اللہ کی عبادت والی، ایک دوسرے سے الگ ہیں دونوں کا اجتماع نہیں ہوسکتا تو اب اس سے بہت سے مشائخ کا ان یہود و نصارٰی کے متعلق یہ نظریہ قابل توجہ قرار پایا کہ یہ لوگ حقیقی مشرک ہیں حتی کہ بعض نے اسی پر فتوٰی کا قول کیا ہے۔**قلت** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق سے، کہ یہاں ایک باریک فرق ہے وہ یہ کہ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ کتابیہ اور غیر اللہ کی عبادت کرنے والی عورت ایک دوسرے سے قطعًا جدا ہیں، کیونکہ غیر اللہ کی عبادت قطعًا شرک ہے جبکہ شرعًا کتابیہ غیر مشرک ہے لہذا جس کو بھی غیر اللہ کی عبادت کرنے والا پائیں گے اس کو قطعًا مشرک کہیں گے اگرچہ وہ کتب اور انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا اقرار کرے لیکن ہم نے اس عقلی کلیہ کا خلاف یہود و نصارٰی میں نص کے حکم پر مانا ہے کہ ہم نے قرآن کو ان کے عقائد خبیثہ کی حکایت کرنے کے باوجود یہ حکم کرتے ہوئے پایا کہ یہ اہل کتاب ہیں، اور یہ کہ قرآن ان میں اور مشرکین میں امتیاز بھی کرتا ہے لہذا نص کے وارد ہونے پر اسکو تسلیم کرنا واجب ہے، بخلاف صابیہ عورت کے کہ اس کے

[1] بحر الرائق کتاب النکاح فصل فی المحرمات ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/ ۱۰۴

لم یرد فیھم مثل ذٰلك فلم یجز قیاسھم علٰی ھٰؤلاء ولاالخروج عن قضیۃ العقل فی بابھم، والحاصل ان کتابیۃ القائلین بالبنوۃ والوھیۃ الغیر من الیھود والنصارٰی واردۃ فیما احسب علی خلاف القیاس فیقصر علی المورد، وبھذا تبین ان ماقالہ ذٰلك البعض من المشایخ ان عبادۃ الکواکب لاتخرج الصابئۃ عن الکتابیۃ قول مھجور وان کلام الھدایۃ والتنویر غیرمحمول علی ظاھرہ وان الحق مع العلامۃ صاحب البحر فی تصحیحہ اشراکھم ان کانوا یعبدون الکواکب وانہ لاتنافی بین تصیحیحۃ ھذا وقولہ سابقًا فی اولئك الیھود والنصارٰی ان المذھب الاطلاق وان قالوا بثالث ثلثۃ وبہ ظھر ان انتصار العلامۃ عمر بن نجیم فی النھر والمولٰی محمد بن عابدین فی ردالمحتار لذلك البعض من المشایخ بان مامرمن حل النصرانیۃ وان اعتقدت المسیح الٰھا یؤید قول بعض المشایخ[1] انتھی مبنی علی الذھول عن ھذاالفرق فاغتنم تحریر ھذاالمقام فقد زلت فیہ اقدام و الحمدللہ ولی الانعام۔

متعلق ایسی کوئی نص نہیں ہے اس لئے صابی لوگوں کو ان یہود ونصارٰی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی ان کے بارے میں عقلی کلیہ کو ترک کیا جائے گا، خلاصہ یہ کہ یہود ونصارٰی کتابی لوگ جو بنوت کے قائل ہونے کے باوجود غیراللہ کی الوہیت کے قائل ہیں کو اہل کتاب ماننا میرے خیال میں خلافِ قیاس ہے لہٰذا یہ حکم اپنے مورد میں ہی محفوظ رہے گا جس پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اس سے ان بعض مشائخ کا یہ نظریہ کہ ستاروں کی پوجا صابیہ عورت کو کتابیہ سے جدا نہیں کرتی، واضح طور پر متروک قرار پاتا ہے اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ ہدایہ اور تنویر کا کلام ظاہری معنٰی پر محمول نہیں ہے، اور صاحب بحر کا کلام حق ہے کہ صابی لوگ اگر ستاروں کی پوجا کرتے ہیں تو وہ مشرک ہیں جس کی انہوں نے تصحیح کی ہے، اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ بحر کی اس تصحیح اور اسکے پہلے قول کہ یہود ونصارٰی کا اہل کتاب ہونا علی الاطلاق مذہب ہے اگرچہ وہ ثالث ثلٰثہ کے قائل ہیں میں منافات نہیں ہے اور اسی سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ علامہ عمر ابن نجیم کا نہر میں اور علامہ محمد بن عابدین کا ردالمحتار میں مذکور بیان کہ نصرانی عورت اگرچہ مسیح علیہ السلام کو الٰہ ہونے کا عقیدہ رکھے تب بھی اس سے نکاح حلال ہے کو ان بعض مشائخ کی تائید ماننا الخ اس فرق سے ذہول پر مبنی ہے، اس تحریر کو غنیمت سمجھو، کیونکہ اس میں بہت سے قدم پھسلے ہیں، نعمتوں کے مالک اللہ تعالٰی کے لئے ہی حمد ہے۔ (ت)

[1] ردالمحتار فصل فی المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۹۰

مگر تاہم جبکہ علماء کا اختلاف ہے اور اس قول پر فتوٰی بھی منقول ہوچکا تو احتیاط اسی میں ہے کہ نصارٰی کی نساء وذبائح سے احتراز کرے، اور آج کل بعض یہود بھی ایسے پائے جاتے ہوں جو عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ابنیت مانیں تو ان کے زن وذبیحہ سے بھی بچنا لازم جانیں کہ ایسی جگہ اختلاف ائمہ میں پڑنا محتاط آدمی کا کام نہیں، اگر فی الواقع یہ یہود ونصارٰی عنداللہ کتابی ہوئے تاہم ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کے ذبیحہ کے تناول میں ہمارے لئے کوئی نفع نہیں، نہ شرعاً ہم پر لازم کیا گیا، نہ بحمداللہ ہمیں اس کی ضرورت بلکہ برتقدیر کتابیت بھی علماء تصریح فرماتے ہیں کہ بے ضرورت احتراز چاہئے،

فی الفتح القدیر یجوز تزوج الکتابیات والاولٰی ان لایفعل ولایأکل ذبیحتھم الاللضرورۃ الخ[1]	فتح القدیر میں ہے کتابیات سے نکاح جائز ہے، اور اولٰی یہ ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ بغیر ضرورت کھایا جائے الخ (ت)

اور اگر انہیں علماء کا مذہب حق ہوا اور یہ لوگ بوجہ اعتقادوں کے عنداللہ مشرک ٹھہرے تو پھر زنائے محض ہوگا اور ذبیحہ حرام مطلق والعیاذ باللہ تعالٰی، تو عاقل کا کام نہیں کہ ایسا فعل اختیار کرے جس کی ایک جانب نامحمود ہو اور دوسری جانب حرام قطعی، فقیر غفراللہ تعالٰی لہ ایسا ہی گمان کرتا تھا یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی مجمع الانہر میں اسی مضمون کی تصریح دیکھی،

حیث قال فعلی ھذا یلزم علی الحکام فی دیارنا ان یمنعوھم من الذبح لان النصارٰی فی زماننا یصرحون بالابنیۃ قبحھم اللہ تعالٰی وعدم الضرورۃ متحقق والاحتیاط واجب لان فی حل ذبیحتھم اختلاف العلماء کما بیناہ فالاخذبجانب الحرمۃ اولی عندعدم الضرورۃ[2] انتھی، واللہ تعالٰی سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	جہاں انہوں نے فرمایا کہ اس بناء پر ہمارے ملک کے حکام پر لازم ہے کہ وہ لوگوں کو نصارٰی کے ذبیحہ سے منع کریں کیونکہ ہمارے زمانہ کے نصارٰی عیسٰی علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں، جبکہ ضرورت بھی متحقق نہیں ہے تو احتیاط واجب ہے کیونکہ ان کے ذبیحہ میں علماء کا اختلاف ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو حرمت والی جانب اپنانا بہتر ہے جبکہ ضرورت نہیں ہے اھ، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[1] فتح القدیر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۱۳۵

[2] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب النکاح فصل فی بیان المحرمات داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲۸

جواب سوال سوم

فی الواقع جو بدعتی ضروریاتِ دین میں سے کسی شیئ کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقینا قطعًا کافر ہے اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہوجائے، بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے، واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں تک حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریات اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نوسو ننانوے ۹۹۹ کا، آج کل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفروشرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے حالانکہ مصطفٰی علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں: **فقد باء به احدهما**[1] (ان دونوں میں سے ایک نے یہ حکم اپنے اوپر لاگو کیا۔ت) یونہی بعض مداہنوں پر یہ بلاٹوٹی ہے کہ ایک دشمن خدا اسے صریح کلمات توہین آقائے عالمیان حضور پرنور سیدالمرسلین الکرام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا اور ضروریاتِ دین کا انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء کسی کو امام الاولیاء مانتے جائیں یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر انکارِ ضروریات بھی کفر نہیں، تو عزیزو! بت پرستی میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ بھی آخر اسی لئے کفر ٹھہری کہ اول ضروریاتِ دین یعنی توحیدِ الٰہی جل وعلا کے خلاف ہے، کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے نماز پڑھتا ہے روزے رکھتا ہے ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے ہم کیونکر اسے کافر کہیں ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے افعالِ اسلام ادا کرے باایں ہمہ دو۲ خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں پہلے ایمان تو ثابت کرلو تو اعمال سے احتجاج کرو۔ ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کاہے کو ہوئے پھر اس کے کیا کام آئے جوان کے کام آئیں گے، آخر حضور اقدس اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرت اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ:

تحقرون صلٰوتکم مع صلٰوتھم وصیامکم مع صیامھم[2] اوکما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھوگے، جیسا کہ یہ حضور علیہ والسلام نے فرمایا ہے (ت)

[1] صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱، صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقرأۃ القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

پھر ان کے دین کا بیان فرمایا کہ:

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ[1]۔	دین سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔(ت)

رہی کلمہ گوئی تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لئے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور و شور سے کلمہ پڑھتے ہیں حالانکہ ان کے لئے "فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ"[2] (جہنم کی نچلی تہہ میں۔ت) کا فرمان ہے **والعیاذ باللہ**۔

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریات کہاں، مثلاً:

(۱) جو رافضی اس قرآن مجید کو جو بفضلِ الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے دلوں میں محفوظ ہے، **عیاذًا باللہ** بیاضِ عثمانی بتائے اس کے ایک حرف یا ایک نقطہ کی نسبت صحابہ اہلسنت یا کسی شخص کے گھٹانے یا بڑھانے کا دعوی کرے۔

(۲) یا احتمالًا کہے شاید ایسا ہوا ہو۔

(۳) یا کہے مولٰی علی یا باقی ائمہ یا کوئی غیر نبی انبیاء سابقین علیہم الصلوۃ والسلام سے افضل ہیں۔

(۴) یا مسئلہ خبیثہ ملعونہ بدل کا قائل ہو یعنی کہے باری تعالٰی کبھی ایک حکم سے پشیمان ہو کر اسے بدل دیتا ہے۔

(۵) یا کہے ایک وقت تک مصلحت پر اطلاع نہ تھی جب اسے اطلاع ہوئی حکم بدل دیا" تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا"۔

(۶) یا دامن عفت مأمن طیب اعطر اطہر کنیز ان بارگاہ طہارت پناہ حضرت ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق صلی اللہ علٰی زوجہا الکریم وابیہا وعلیہا وبارک وسلم کے بارے میں اس افک مبغوض مغضوب ملعون کے ساتھ اپنی ناپاک زبان آلودہ کرے۔

(۷) یا کہے احکامِ شریعت حضرات ائمہ طاہرین کو سپرد تھے جو چاہتے راہ نکالتے جو چاہتے بدل ڈالتے۔

(۸) یا کہے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی وسلم کے بعد ائمہ طاہرین پر وحیِ شریعت آتی رہی۔

(۹) یا کہے ائمہ سے کوئی شخص حضور پر نور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہم پلہ تھا۔

(۱۰) یا کہے حضرات کریمین امامین شہیدین رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور پر نور علیہ الصلاۃ والسلام سے افضل ہیں کہ ان کی سی ماں حضور کی والدہ کب تھیں اور ان کے سے باپ حضور کے والد کہاں تھے اور ان کے سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا القرآن الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵

نانا حضور کے نانا کب تھے۔

(۱۱) یا کہے حضرت جناب شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے نوح کی کشتی بچائی، ابراہیم پر آگ بجھائی، یوسف کو بادشاہی دی، سلیمان کو عالم پناہی دی علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین۔

(۱۲) یا کہے مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی وقت کسی جگہ حکمِ الٰہی کی تبلیغ میں **معاذاللہ** تقیہ فرمایا **الٰی غیر ذٰلك من الاقوال الخبیثۃ**۔

(۱) یا جو نجدی وہابی حضور پر نور سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کوئی مثل آسمان میں یا زمین، طبقات بالا میں یا زیریں میں موجود مانے یا کہے کبھی ہوگا یا شاید ہو یا ہے تو نہیں مگر ہو جائے تو کچھ حرج بھی نہیں۔

(۲) یا حضور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا انکار کرے۔

(۳) یا کہے آج تک جو صحابہ تابعین **خاتم النبیین** کے معنے **آخر النبیین** سمجھتے رہے خطا پر تھے نہ پچھلا نبی ہونا حضور کے لئے کوئی کمال بلکہ اس کے معنے یہ ہیں جو میں سمجھا۔

(۴) یا کہے میں ذمہ کرتا ہوں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبوت پائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۵) یا دو ایک برے نام ذکر کرکے کہے نماز میں جناب رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا فلاں فلاں کے تصور میں ڈوب جانے سے بدتر ہے **لعنۃ اللہ علی مقالتہ الخبیثۃ**۔

(۶) یا بوجہ تبلیغ رسالت حضور پر نور محبوب رب العلمین ملک الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس چپراسی سے تشبیہ دے جو فرمان شاہی رعایا کے پاس لایا۔

(۷) یا حضور اقدس مالک و معطی جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ اور حضرت و مولانا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ و حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسمائے کریمہ طیبہ لکھ کر کہے (خاک بدہانِ گستاخاں) یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

(۸) یا حضور فریادرس بیکساں حاجت روائے دوجہاں صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے استعانت کو برا کہہ کر یوں ملعون مثال دے کہ جو غلام ایک بادشاہ کا ہو رہا اسے دوسرے بادشاہ سے بھی کام نہیں رہتا پھر کیسے۔۔۔۔۔۔ کا کیا ذکر ہے اور یہاں دو ناپاک قوموں کے نام لکھے۔

(۹) یا ان کے مزار پر انوار کو فائدہ زیارت میں کسی پادری کافر کی گور سے برابر ٹھہرائے، اشد مقت اللہ علی قومہ۔

(۱۰) یا اس کی خباثت قلبی توہین شان رفیع المکان واجب الاعظام حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر

باعث ہو کہ حضور کو اپنا بڑا بھائی بتائے،

(۱۱) یا کہے (انکے بد گو) مر کر مٹی میں مل گئے۔

(۱۲) یا ان کی تعریف ایسی ہی کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس سے بھی کم الٰی غیر ذٰلك من الخرافات الملعونۃ۔

(۱) یا کوئی نیچری نئی روشنی کا مدعی کہے باندی غلام بنانا ظلم صریح اور بہائم کا ساکام ہے جس شریعت میں کبھی یہ فعل جائز رہا ہو وہ شریعت منجانب اللہ نہیں۔

(۲) یا معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرے، نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتائے، عصا کے اژدہا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہرائے۔

(۳) یا مسلمانوں کی جنت کو معاذاللہ رنڈیوں کا چکلہ کہے۔

(۴) یا نارِ جہنم کو الم نفسانی سے تاویل کرے،

(۵) یا وجود ملائکہ علیہم السلام کا منکر ہو،

(۶) یا کہے آسمان ہر بلندی کا نام ہے وہ جسم جسے مسلمان آسمان کہتے ہیں محض باطل ہے،

(۷) یا کہے شیطان (کہ اس کا معلم شفیق ہے) کوئی چیز نہیں فقط قوت بدی کا نام ہے اور قرآن عظیم میں جو قصے آدم وحوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے تمثیلی کہانیاں ہیں۔

(۸) یا کہے ہم بانی اسلام کو برا کہے بغیر نہیں رہ سکتے،

(۹) یا نصوص قرآنیہ کو عقل کا تابع بتائے کہ جو بات قرآن عظیم کی قانون نیچری کے مطابق ہوگی مانی جائے ورنہ کفر جلی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی،

(۱۰) یا کہے نماز میں استقبال قبلہ ضرور نہیں جدھر منہ کرو اسی طرف خدا ہے۔

(۱۱) یا کہے آجکل کے یہود ونصارٰی کافر نہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زمانہ نہ پایا نہ حضور کے معجزات دیکھے۔

(۱۲) یا ہاتھ سے کھانا کھانے وغیرہ سنن کے ذکر پر کہے تہذیب نصارٰی نے ایجاد کی، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض افعال نامہذب تھے۔ اور یہ دونوں کلمے بعض اشقیاء سے فقیر نے خود سنے، الٰی غیر ذٰلك من الاباطیل الشیطانیۃ۔

(۱) یا کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اسے راستہ سے کیا کام۔

(۲) یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو مجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترک وجود ہے۔
(۳) یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے،
(۴) یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل معجزے دکھائے، یہ بات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولٰی علی کے سکھانے سے کما سمعتہ من بعض المتھورین علی اللہ (جیسا کہ میں نے خود ایسے لوگوں سے سنا ہے جو اللہ تعالٰی پر جرات کرتے ہیں۔ت)
(۵) یا خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام شرط نہیں، بیعت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔
(۶) یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت ہے۔ کما بلغنی عن بعضھم واعترف بہ بعض خلص مریدیہ (جیسا کہ ان کے بعض سے مجھے اطلاع ملی اور اس کے مخلص مرید نے اس کا اعتراف کیا۔ت)
(۷) یا شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو ان کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے یہ لطیف نفیس لذیذ باجے جو اب ایجاد ہوئے اس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔
(۸) یا کہے:ـ

محمد خدا ہے خدا ہے محمد — کہ جنسے خدا ہے سراہا گیا ہے
خدا باطن وظاہر ہے محمد — یہ دونوں ہیں ایک ان کو دو مت سمجھنا

(۹) یا کہے:ـ

مسیحا سے تری آنکھوں کی سب بیمار اچھے ہیں — اشاروں میں جلادیتے ہیں مردہ یارسول اللہ

(۱۰) یا کہے:ـ

علی مشکلکشا شیر خدا تھا اور حیدر تھا — دو بالا مرتبہ تھا راکبِ دوشِ پیمبر تھا
بربِ کعبہ کب خیبر شکن فرزندِ آزر تھا — بتوں کے توڑنے میں اس سے ابراہیم ہمسر تھا
اگر ہوتا نہ زیر پا کتف شاہ رسولاں کا

(۱۱) یا کہے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اللہ تعالٰی کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام میں

کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

(۱۲) یا اس کے جلسہ میں لاالٰہ الااللہ فلاں رسول اللہ اسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔

یہ سب فرقے بالقطع والیقین کافر مطلق ہیں، ھداھم اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم والالعنھم لعنۃ تبید صغارھم وکبارھم وتزیل عن الاسلام والمسلمین عارھم وعوارھم اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو سیدھی راہ کی ہدایت دے ورنہ ان پر لعنت فرمائے ایسی لعنت جو ان کے بڑوں چھوٹوں کو ملیامیٹ کردے اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عار اور اندھاپن ختم ہو جائے، آمین!۔ت) اور جو شخص ابتداء میں صحیح الاسلام تھا بعدہ ان خرافات کی طرف رجوع کی اس کے مرتد ہونے میں شبہہ نہیں، اس قدر پر تو اجماع قطعی قائم ہے، اب رہی تحقیق اس بات کی کہ ان میں جو شخص قدیم سے ایسے ہی عقائد پر ہو اور بچپن سے یہی کفریات سیکھے جیسے وہ مبتدعین جن کے باپ دادا سے یہی مذاہب مکفرہ چلے آتے ہیں ان کی نسبت کیا حکم ہونا چاہئے کہ کفار چند قسم ہیں کچھ ایسے کہ باوجود کفر شرع مطہر نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبائح کا تناول جائز فرمایا وہ کتابی ہیں اور بعض وہ جن کے نساء وذبائح حرام، مگران سے جزیہ لینا، مناسب ہو تو صلح کرنا غلبہ پائیں تو رفیق بنانا جائز ہے اور انہیں خواہی نخواہی اسلام پر جبر نہ کریں گے، وہ مشرکین ہیں، اور بعض ایسے جن کے ساتھ یہ سب باتیں ناجائز، وہ مرتدین ہیں، آیا ان ہمیشہ کے بعد عتی کفار مدعیان اسلام پر کس قسم کے حکم جاری ہوں، مطالعہ کتب فقہ سے اس بارہ میں چار قول مستفاد ہوتے ہیں جن کی تفصیل فقیر نے رسالہ **مقالۃ المفسرۃ عن احکام البدعۃ المکفرۃ** میں **بمالامزید علیہ** کی، ان میں مذہب صحیح ومعتمد علیہ یہی ہے کہ یہ مبتدعین بحکم شرع مطلقاً مرتدین ہیں خواہ یہ بدعت ان کے باپ دادا سے چلی آتی ہو یا خود انہوں نے ابتداء سے اختیار کی ہو خواہ بعد ایک زمانہ کے ہو کسی طرح فرق نہیں، بس اتنا چاہئے کہ باوجود دعوی اسلام واقرار شہادتین بعض ضروریات دین سے انکار رکھتا ہو اس پر احکامِ مرتدین جاری کئے جائیں گے۔ عالمگیریہ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الالٰہ الی الائمۃ وبقولھم فی خروج امام باطن وبتعطیلھم الامر والنھی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولھم ان جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام غلط فی الوحی الی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دون علی بن ابی طالب	رافضیوں کی ان باتوں پر کہ "مردے دوبارہ دنیا میں آئیں گے، روح دوسرے جسموں میں آئیں گے، اللہ تعالٰی کی روح ائمہ اہلبیت میں منتقل ہوئی ہے، امام باطن خروج کریں گے، امام باطن کے خروج تک امر و نہی احکام معطل رہیں گے، جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت علی کے مقابلہ میں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر وحی لانے میں غلطی ہوئی ہے" ان کی تکفیر ضروری ہے، یہ لوگ ملتِ اسلامیہ سے خارج

رضی اللہ تعالٰی عنہ وھٰؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذافی الظھیریۃ[1]۔	ہیں، اور ان کے احکام مرتدین جیسے ہوں گے، ظہیریہ میں ایسے ہی ہے۔

خود علامہ شامی علیہ الرحمۃ تنقیح الفتاوٰی الحامدیہ میں مؤلفِ فتاوٰی علامہ حامد آفندی عمادی سے نقل کرتے ہیں انہوں نے شیخ الاسلام عبداللہ آفندی کے مجموعہ میں علامۃ الورٰی نوح آفندی علیہ الرحمۃ کا فتوٰی دیکھا جس میں ان سے تکفیر روافض کے بارے میں سوال ہوا تھا علامہ ان کے کلمات کفریہ لکھ کر فرماتے ہیں:

ثبت التواتر قطعًا عند الخواص والعوام المسلمین ان ھذہ القبائح مجتمعۃ فی ھٰؤلاء الضالین المضلین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر (الی ان قال) ولایجوز ترکھم علیہ باعطاء الجزیۃ ولابامان مؤید نص علیہ قاضی خاں فی فتاواہ ویجوز استرقاق نساء ھم لان استرقاق المرتدۃ بعد مالحقت بدار الحرب جائز الخ[2] ملتقطا۔	خواص و عوام مسلمانوں میں یہ بات تواتر سے چلی آرہی ہے کہ مذکور قباحتیں ان گمراہ لوگوں میں جمع ہیں جبکہ ان قباحتوں میں سے کسی ایک سے متصف ہونے والا کافر ہے، (آگے یہاں تک فرمایا) کہ جزیہ کے بدلے یا امان دے کر ان لوگوں کو یہ اجازت نہیں دی جاسکتی، اس پر قاضیخاں نے اپنے فتاوٰی میں تصریح کی ہے اور ان کی عورتوں کو لونڈیاں بنانا جائز ہوگا کیونکہ مرتدہ عورت جب دارالحرب چلی جائے تو اس کے بعد اس کو لونڈی بنانا جائز ہے الخ اھ ملتقطا (ت)

فتاوٰی علامہ قاضی خاں میں شیخ امام ابوبکر محمد بن الفضل علیہ الرحمۃ سے در بارہ مبیض ومبیضہ کے اول زن و شوہر تھے پھر دونوں مسمان ہوئے عورت نے اور مسلمان سے نکاح کرلیا منقول:

ان کانا یظھران الکفرا واحد ھما کانا بمنزلۃ المرتدین لم یصح نکاحھما ویصح نکاح المرأۃ مع الثانی[3] انتھی باختصار۔	مرد و عورت دونوں یا ان میں سے ایک جب کفر کا اظہار کرے تو ان کا حکم مرتدوں والا ہوگا، ان کا نکاح ختم ہوجائیگا اور وہ عورت دوسرے کے لئے حلال ہوگی، اھ، مختصرا۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] العقود الدریۃ تنقیح الفتاوی الحامدیۃ باب الردۃ والتعزیر قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۴۔۱۰۵

[3] فتاوٰی قاضی خاں کتاب النکاح باب فی المحرمات نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۶۷

امام علامہ قاضی عیاض شفا شریف میں امام اہلسنت قاضی ابو بکر باقلانی سے نقل فرماتے ہیں:

انھم علی رای من کفرھم بالتاویل لاتحل مناکحتھم ولااکل ذبائحھم ولاالصلوٰۃ علی میتھم ویختلف فی موارثتھم علی الخلاف فی میراث المرتد[1]۔	جن لوگوں نے ان کی تکفیر کی ہے ان کی رائے میں ان سے نکاح کرنا، ان کاذبیحہ کھانا، ان کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور ان کی وراثت میں وہی اختلاف ہوگا جو مرتد کی وراثت میں ہے۔ (ت)

ان عبارات سے ظاہر ہولیا کہ ان مبتدعین منکرین ضروریاتِ دین پر حکم مرتدین جاری ہونا ہی منقول و مقبول بلکہ مذاہب اربعہ کا مفتٰی بہ ہے۔ بالجملہ ان اعداء اللہ پر حکمِ ارتداد ہی جاری کیا جائے گا، نہ ان سے سلطنت اسلام میں معاہدہ دائمہ جائز نہ ہمیشہ کو امان دینا جائز، نہ جزیہ لینا جائز نہ کسی وقت کسی حالت میں ان سے ربط رکھنا جائز، نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز، نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز، نہ مناکحت کرنا جائز نہ ذبیحہ کھانا جائز۔

قاتلھم اللہ انّٰی یذھبون قال اللہ تعالٰی "وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ"[2]۔	اللہ تعالٰی ان کو ہلاک کرے یہ کدھر جارہے ہیں، اللہ تعالٰی نے فرمایا جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے گا وہ انھی میں سے ہے۔ (ت)
ھدٰنا اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم ودین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والاٰخرۃ انہ ولی ذٰلك واھل التقوٰی واھل المغفرۃ لاالٰہ الاھو "سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾" واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی ہمیں سیدھی راہ کی ہدایت کرے اور اس آخری نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے دین پر چلائے، اور دنیا وآخرت میں ایمان کامل پر چلائے اور دنیا وآخرت میں ایمان کامل پر ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالٰی اس کا مالک ہے اے تقوٰی والو اور مغفرت والو! اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک وبلند ہے کسی شریک سے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

عبدہ المذنب احمد رضا

کتـــــــــــــــــــــــــــــبہ

عفی عنہ بمحمدنِ المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] الشفاء للقاضی عیاض فصل فی تحقیق القول فی کفار المتأولین شرکۃ صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۴

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

مسئلہ ۶: از بستی غفران باغ آہو در بہہ نئی آجری

بخدمت حضرت مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

کیافرماتے ہیں علمائے دین موجودہ اسلامی حالت کاخیال کرتے ہوئے اور عام علماء کی تقریر متعلق ہجرت کرنے نہ کرنے کے سنتے ہوئے طبیعت پر تذبذب پیدا ہورہاہے کہ مجھ کو کیاکرنا چاہئے ہجرت کروں یانہیں؟اس کے متعلق حضور کاذاتی خیال کیاہے؟

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہجرت دو قسم ہے: عامہ وخاصہ۔عامہ یہ کہ تمام اہل وطن ترک وطن کرکے چلے جائیں۔اور خاصہ یہ کہ خاص اشخاص، پہلے ہجرت دارالحرب سے ہر مسلمان پرفرض ہے، جس کا بیان آیہ کریمہ "اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ"[1] الاٰیۃ (وہ لوگ جن کی جان فرشتے نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے الآیۃ۔ت) میں ہے،اس سے صرف عورتیں اور بچے اور عاجز مرد جو نکل نہیں سکتے مستثنٰی ہیں، جس کا ذکر اس کے متصل دوسری آیہ کریمہ "اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ"[2] الاٰیۃ میں ہے، باقی سب پرفرض ہے جو باوصفِ قدرت دارالحرب میں سکونت رکھے اور ہجرت نہ کرے مستحقِ عذاب ہے، رہا دارالاسلام اس سے ہجرتِ عامہ حرام ہے کہ اس میں مساجد کی ویرانی وبے حرمتی، قبور مسلمین کی بربادی، عورتوں بچوں اور ضعیفوں کی تباہی ہوگی اور ہجرت خاصہ میں تین صورتیں ہیں، اگر کوئی شخص کسی وجہ خاص سے کسی مقام خاص میں اپنے فرائض دینیہ بجانہ لاسکے اور دوسری جگہ ممکن ہو تو اگر یہ خاص اسی مکان میں ہے اس پر فرض ہے کہ یہ مکان چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلاجائے، اور اگر اس محلّہ میں معذور ہو تو دوسرے محلّہ میں اٹھ جائے اور اس شہر میں مجبور ہو تو دوسرے شہر میں وعلٰی ہذا القیاس۔ کما بینہ فی مدارک التنزیل واستشھد بحدیث (جیساکہ مدارک التنزیل میں اس کی تفصیل ہے اور اس پر حدیث مبارکہ سے استشہاد کیا ہے۔ت) دوسرے وہ کہ یہاں اپنے فرائض مذہبی بجالانے سے عاجز نہیں اور اس کے ضعیف ماں یا باپ یا بیوی یا بچے جن کا نفقہ اس پر فرض ہے وہ نہ جاسکیں گے یا نہ جائیں گے اور اس کے چلے جانے سے بے وسیلہ رہ جائیں گے تو اس کو دارالاسلام سے ہجرت کرنا حرام ہے، حدیث میں ہے:

کفٰی بالمرء اثما ان یضیع من	کسی آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۸

یقوت[1]۔	اسے ضائع کردے جس کا نفقہ اس کے ذمے تھا(ت)

یا وہ عالم جس سے بڑھ کر اس شہر میں عالم نہ ہو اسے بھی حرام ہے **وقد نص فی البزازیۃ والدر المختار انہ لایجوز لہ السفر الطویل منہا فضلا عن المہاجرۃ**[2] (بزازیہ اور درمختار میں تصریح ہے کہ ایسے آدمی کے لئے طویل سفر جائز نہیں چہ جائیکہ وہ وہاں سے ہجرت کرجائے۔ت) تیسرے وہ کہ نہ فرائض سے عاجز ہے نہ اس کی یہاں حاجت، اسے اختیار ہے رہے یا چلاجائے جو اس کی مصلحت سے ہو، یہ تفصیل دارالاسلام میں ہے، **کما حققناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) اب آپ اپنی حالت کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ آپ کو ہجرت جائز یا واجب یا حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷تا۹: از بمبئی نمبر ۲ سنگل روڈ معرفت وائز برادر مسئولہ نذیر احمد خجندی ۱۶محرم ۱۳۳۹ھ

(۱) سلطنت اسلامیہ عثمانیہ تباہ و برباد کی جارہی ہے، اس کے حصے بخرے کرلئے گئے، ایسی حالت میں ہم اہل سنت وجماعت کو اس سلطنت اسلامی سے ہمدردی اور اس کے دشمنوں سے نفرت کرنی چاہئے یا نہیں؟

(۲) اماکن مقدسہ بے حرمت کئے گئے، خصوصًا حرم شریف میں خون بہایا گیا، غلاف کعبۃ اللہ میں آگ لگی، ان بے حرمتی کرنے والوں اور ان افراد سے جو اس بے حرمتی کے باعث ہوئے ہم کو نفرت اور عداوت رکھنی چاہئے یا نہیں؟

(۳) خصوصًا جس قوم نے سلطنت اسلامیہ کو برباد اور اماکن مقدسہ کو بے حرمت کرنے کی کوشش کی ہو وہ دشمن اسلام اور مخالف اللہ تعالٰی ورسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سمجھی جائے گی یا نہیں، اور بفحوائے آیہ کریمہ

"**لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ**"[3] **الخ** (تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی الخ۔ت) ہم اہل سنت وجماعت کو ان دشمنان اسلام سے دوستانہ تعلقات ترک کرنے چاہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

[1] سنن ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۳۸، مسند احمد بن حنبل دارالفکر بیروت ۲/ ۱۶۰، ۱۹۵، ۱۹۴
المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۳۸۲

[2] درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳۹

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

الجواب

ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی مسلمان پر فرض ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدین النصح لکل مسلم [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: دین اسلام ہر مسلمان کی خیر خواہی کا نام ہے۔(ت)

مگر ہر تکلیف بقدر استطاعت اور ہر فرض بقدرِ قدرت ہے نامقدور بات پر مسلمان کو ابھارنا جو نہ ہو سکے اور ضرر دے اور اسے فرض ٹھہرانا شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بدخواہی ہے۔

قال اللہ تعالٰی "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" [2]۔ وقال تعالٰی "فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" [3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔(ت)

پھر خیر خواہی اسلام حدودِ اسلام میں رہ کر ہے، مشرکین سے اتحاد و موالات اور ان کو راضی کرنے کو شعار اسلام کی بندش مشرک لیڈر کو اپنے دین کا ہادی و رہبر بنانا، مشرک لکچرار کو مسلمانوں کا واعظ ٹھہرانا، اسے مسجد میں لے جا کر جماعت مسلمین سے اونچا کھڑا کرکے لکچر دلوانا، اپنے ماتھوں پر مشرکوں سے قشقے لگوانا، مشرکوں کے مجمع میں مشرک لیڈروں کی جے پکارنا، مشرک لیڈروں کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو مشرک کا ماتم گاہ ٹھہرانا، اس کے ماتم کے لئے مساجد میں سر برہنہ ہونا، اس کے لئے نماز دعائے مغفرت کا اشتہار دینا، قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولے میں رکھ کر دونوں کی پوجا کراتے ہوئے مندر میں لے جانا، مشرکوں نے قربانی گاؤ پر مسلمانوں کو بے دریغ ذبح کیا آگ سے پھونکا ان میں جو بعض گرفتار ہوئے اور ان پر ثبوت کامل پہنچ گیا، ان کے لئے رحم کی درخواست کرنا، ان کی رہائی کی ریزولیوشن پاس کرنا، صاف لکھ دینا کہ ہم نے قرآن و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، صاف لکھ دینا کہ آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف لکھ دینا کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو کفر و اسلام کا امتیاز اٹھادے گا، صاف لکھ دینا کہ ہم ایسا مذہب بنانا چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ (بتوں کی پرستشگاہوں) کو مقدس مقام ٹھہرائے گا۔ یہ امور خیر خواہی اسلام نہیں کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے، یہ سب افعال واقوال ضلال بعید و کفر شدید ہیں اور ان کے فاعل و قائل و قابل اعدائے دین حمید و

[1] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الدین والنصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

دشمنانِ رب مجید ہیں،

"اتَّخَذُوْا دِیْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا" [1]، "بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا" [2]"وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۠(۲۲۷)" [3]۔	جنھوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنالیا، اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

نفرت دینیہ، مکروہ تنزیہی واساءت، مکروہ تحریمی، وحرام صغیرہ وکبیرہ ومراتب بدعت وضلال وانواع کفر وارتداد سب سے حسبِ مرتبہ ہے جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریات دین تک ہوں گے لیکن جواخبث مراتب سے نفرت نہ کرے ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے، مکروہ تنزیہی سے اساءت بری ہے، اساءت سے مکروہِ تحریمی بدتر ہے، اس سے کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں اور ان سے بدعت وضلال بدتر ہیں اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں اور ان سب سے کفر بدتر ہے اور اس میں بھی مراتب ہیں کفر اصلی سے ارتداد بدتر اور اس میں بھی ترتیب ہے، کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے اور اس سے بدتر مجوسیت، اس سے بدتر بت پرستی، اس سے بدتر وہابیت، ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت، افعال کیسے ہی شنیع ہوں کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بدتر از بدتر سے بدتر، کافروں بت پرستوں سے اتحاد و وداد منایا جاتا ہے، کیسا وداد، کہاں کا اتحاد، بلکہ غلامی وانقیاد، اور ان سے بھی بدتر کفار وہابیہ کو اپنی مجلسوں کی صدائیں دی جاتی ہیں اور ان تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سر مشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے، جب مشرکین ومرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے تو کسی فعل ومعصیت سے نفرت کا ادعاء محض سفید جھوٹ ہے اگر تمہاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی تو افعال سے ایک درجہ ہی بت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی اگر بت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی دیوبندیوں سے کروڑ درجہ ہوتی تو نفرت کے دعوے محض مکروفریب ہیں،

"یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَؕ(۹)" [4]	فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں شعور نہیں۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۷/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۸

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[4] القرآن الکریم ۲/ ۹

آیہ کریمہ:

"لَاتَجِدُقَوْمًايُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِيُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ"[1]۔	تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اوراس کے رسول سے مخالفت کی۔(ت)

کی تلاوت اس جدید پارٹی کے لئے رب تالی القراٰن والقراٰن یلعنه[2] (بہت سے قرآن پڑھنے والوں پر قرآن لعنت کرتا ہے۔ت) کی پوری مصداق ہے، کیا بت پرست ووہابیہ و دیوبندیہ "مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" میں داخل نہیں، ضرور ہیں، کیا یہ پارٹی ان سے وداد واتحاد کرکے "يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" میں داخل نہ ہوئے ضرور ہوئے، اور یہی آیہ کریمہ فرمارہی ہے کہ جو "يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" ہیں وہ "يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" نہیں، لاجرم:

"شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾"[3] "يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾"[4]۔	خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے، اپنے گھر ویران کرتے ہیں اپنے ہاتھوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں، تو عبرت لو اے نگاہ والو۔(ت)
نسأل الله العافية ونعوذبالله من حال اهل النار و لاحول ولاقوّة الا بالله الواحد القهار وصلی الله وسلم وبارك على السيد الكريم المختار واٰله الاطهار وصحبه الاخيار وامته الٰى يوم القرار، والله تعالٰى اعلم۔	ہم اللہ تعالٰی سے عافیت کی دعا کرتے ہیں اور اہل نار کے اس حال سے اللہ تعالٰی کے دامن سے وابستہ ہوتے ہیں، اللہ واحد قہار کی قدرت کے بغیر نیکی کی طاقت اور برائی سے باز آنے کی قدرت نہیں ہوسکتی۔ اللہ تعالٰی کی رحمتیں، برکات ہمارے آقا پر ہوں اور آپ کی آل اطہار، صحابہ خیار اور امتِ نبی پر قیامت تک ہوں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۱۰ تا ۱۳: ازکانپور فیل خانہ کہنہ مسئولہ مولوی سید محمد آصف صاحب ۵ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم الله الرحمٰن الرحيم، نحمده ونصلی علٰی رسوله الكريم۔

یاحبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملّۃ والدّین دامت فیوضہم۔ بعد تسلیمات

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] المدخل لابن الحاج الجزء الاول ص۸۵ الجزء الثانی ص۳۰۴ دار الکتاب العربی بیروت

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و۷/ ۳۷

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

فدویانہ تمنائے حصولِ سعادت آستاں بوسی التماس ایں کہ بفضلہٖ تعالٰی فدوی بخیریت ہے، حضوری مزاج اقدس مدام بدعائے سحری مطلوب۔

(۱) ذمی کفار کو ان کے مندر عبادت گاہ میں عبادت کرنے و نیز مراسم کفر کے کرنے کی سلطان اسلام اجازت دیتا ہے یا نہیں؟ درصورت اجازت دینے کے شبہہ ہوتا ہے کہ احکامِ کفر پر رضا کفر ہے جیسا کہ اتمامِ حجت تامہ میں ۴۳ سوال کے آخر میں ہے (تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا، ان دونوں صورتوں میں احکامِ کفر تمام یا بڑے حصہ میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے، احکامِ کفر پر رضا کفر یا کم از کم بددینی ہے یا نہیں)

(۲) کیا یہ حدیث صحیح ہے: **اخرجوا الیھود والنصارٰی من جزیرۃ العرب۔**

یہود ونصاری کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (ت)

اور کس زمانہ تک اس حدیث شریف پر عمل ہوتا رہا، اور کس بادشاہ کے وقت سے عدن وغیرہ میں نصارٰی کا قیام ہوا، حدیث شریف سے کیا مقصود ہے؟

(۳) کیا وہابیہ دیوبندیہ **خذلھم اللہ تعالٰی** (اللہ تعالٰی انہیں رسوا فرمائے۔ ت) بیت المقدس ومساجد کو مقاماتِ مقدسہ نہیں سمجھتے اگرچہ ترکوں کو مسلمان و نیز اور اماکن مقدسہ کو مقاماتِ مقدسہ نہ سمجھیں لیکن شاید مساجد کی وجہ سے و نیز اس حدیث شریف کی وجہ سے چاہتے ہوں کہ عراق عرب غیر مسلم کی ہستیوں سے پاک ہوجائے اور نصارٰی پریشان ہو کر اسے چھوڑ دیں۔

(۴) کیا ابن عبدالوہاب نجدی نے سنگِ اسود کو بھی نقصان پہنچایا تھا اور جگہ سے ہٹادیا تھا؟ **والسلام مع التکریم۔**

الجواب:

حبیبی ومحبی ومحبوبی احبکم اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

(۱) سلطانِ اسلام ہرگز کفار کو مراسم کفر کی اجازت نہیں دے سکتا، کیا اجازت کفر دے کر خود کافر ہوگا بلکہ نترکھم ومایدینون (انہیں ہم ان کے دین پر چھوڑدیں گے۔ ت) یعنی جہاں جس بات کا ازالہ کا حکم نہیں وہاں تعرض نہ کرے گا نہ یہ کہ ان سے کہے گا کہ ہاں ایسا کرو۔ رسالہ علامہ شرنبلالی پھر ردالمحتار میں ہے:

لیس المراد انہ جائز، نامرھم بہ	جائز سے یہ مراد نہیں کہ ہم اس کا امر

بل بمعنی نترکھم ومایدینون فھو من جملة المعاصی التی یقرون علیھا کشرب الخمر ونحوہ، ولا نقول ان ذٰلك جائزلھم فلایحل للسلطان ولا للقاضی ان یقول لھم افعلوا ذٰلك ولاان یعینھم علیه[1]۔	کرتے ہیں بلکہ معنٰی یہ ہے کہ ہم انہیں ان کے دین پر چھوڑتے ہیں پس یہ ان کے ان معاصی سے ہے جن پر وہ قائم رہتے ہیں مثلاً شراب پینا وغیرہ، اور یہ نہیں کہتے کہ انکو جائز ہیں تو بادشاہ اور قاضی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ انہیں کہے تم یہ کام کرو اور نہ یہ کہ وہ ان کی مدد کریں۔(ت) بخلاف یہاں کے کہ ضرور جو کچھ ہوگا فریقین کی تراضی وقرار داد سے ہوگا۔

(۲) یہ حدیث ان لفظوں سے صحیح نہیں مگر اس مضمون میں کہ جزیرہ عرب میں کوئی نامسلم نہ رہے، متعدد صحیح حدیثیں وارد ہیں، مقصود حدیث وحکم شرعی یہ ہے کہ جزیرہ عرب میں کسی غیر مسلم کا توطن وطول اقامت جائز نہیں، تجارت وغیرہ امورِ مرخصہ کے لئے آئیں اور چلے جائیں، ظاہرًا سال بھر تک قیام کی اجازت کسی کو نہ دی جائیگی۔ تیسیر المقاصد علامہ شرنبلالی پھر درمختار میں ہے:

یمنعون من استیطان مکة والمدینة لانھما من ارض العرب قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لایجتمع فی ارض العرب دینان ولودخل لتجارة جاز ولایطیل[2]۔	مکۃ المکرمہ اور مدینہ طیبہ کو انہیں وطن بنانے کی اجازت نہیں دی جائے گی کیونکہ یہ دونوں شہر ارضِ عرب ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: زمینِ عرب میں دو دین جمع نہیں ہوسکتے، اگر تجارت کے لئے داخل ہو تو جائز ہے لیکن طویل مدت نہ رہے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله لانھما من ارض العرب افادان الحکم غیر مقصود علی مکة والمدینة بل جزیرة العرب کلھا کذٰلك کما عبربه فی الفتح وغیرہ فیمنع من ان یطیل فیھا المکث حتی یتخذ فیھا مسکنا لان حالھم فی المقام فی ارض العرب مع التزام	قولہ "کیونکہ وہ ارض عرب میں سے ہیں" بتارہا ہے کہ یہ حکم محض مکہ اور مدینہ تک ہی محدود نہیں بلکہ تمام جزیرہ عرب کا یہی حکم ہے جیسا کہ فتح وغیرہ میں بیان ہوا ہے لہٰذا ایسی طویل مدت تک وہاں ٹھہرنے سے منع کیا جائے گا کہ وہاں وہ رہائش وغیرہ بنائے کیونکہ زمین عرب میں ان کا التزام جزیہ کے ساتھ

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۷۲

[2] درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

الجزیۃ کحالھم فی غیرھا بلاجزیۃ، وھنا بلك لا یمنعون من التجارۃ بل من اطالۃ المقام فکذٰلك فی ارض العرب، شرح السیر وظاھرہ ان حد الطول سنۃ تأمل[1]۔	ٹھہرنا ایسا ہی ہے جیسے وہ دیگر مقام پر بلا جزیہ ٹھہریں تو وہاں انہیں تجارت سے منع نہیں کیا جائے گا، ہاں طویل قیام سے روکا جائے گا، اسی طرح زمین عرب کا معاملہ ہے، شرح السیر۔ ظاہر یہی ہے کہ طوالت مدت کی حد ایک سال تک ہے، تأمل۔ (ت)

اس حکم احکم کی تکمیل خلافت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوئی بعد کے خلفا میں مستمر رہی قرامطہ ملاعنہ پھر عبیدی خبثاء پھر وہابیہ نجدیہ، ان کفار کا چند روزہ جبری تسلط نہ کسی خلیفہ یا سلطان کی اجازت سے تھا نہ کسی بین الاقوامی قانون مخترع کی قرار داد سے عدن میں نصارٰی کا قیام اور جدّہ میں ان کی سفارت کا مسکن سلطنت ترک کے اواخر سے ہے۔

(۳) وہابیہ مساجد کو مقدس سمجھا کریں مگر ساتھ ہی ترکوں کو بھی غیر مسلم ہستی مانتے ہیں جس طرح تمام اہلسنت کو جانتے ہیں، تو ان کے جیسے نصارٰی ویسے ہی ترک، بلکہ دل میں ترکوں کو بدتر سمجھتے ہیں کہ مشرک و مرتد جانتے ہیں۔

(۴) قرامطہ خبثا سنگ اسود کو لے گئے تھے، بیس برس کے بعد ان کے یہاں سے ملا، نجدیہ کا اسے جگہ سے ہٹانا منقول نہیں، ہاں سیف الجبار میں ان کے زد و ضرب سے اس میں شق آجانا لکھا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۴: از چکل ضلع بلڈانہ برار مسئولہ محمد شیر نوار خاں صاحب ۲۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وہادیان مبین ومفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ ان دنوں جب کہ دول یورپ نصارٰی نے سلطنت حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کے بیشتر حصہ مملکت و دار الخلافہ پر تسلط اور جزیرۃ العرب واماکن مقدسہ پر بھی براہِ راست و بالواسطہ تسلط واقتدار جمالیا ہے کیا ان حالات میں مسلمانانِ ہند کے لئے ضروری ہے یا نہیں کہ ایسا کوئی طرزِ عمل متفق طور پر اختیار کریں جو غاصبان سلطنت اسلام واماکن مقدسہ کو عاجز کرنے والا اور نقصان پہنچانے والا اور جس کا اثر سلطنت اسلام واماکنِ مقدسہ کی حفاظت کے لئے مدافعانہ پہلو لئے ہوئے ہو، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس سوال کا جواب بھی بارہا چھپ چکا، بلاشبہہ سلطنت اسلام کی حمایت اور اماکن مقدسہ کا تحفظ مسلمانوں پر فرض ہے مگر ہر فرض بقدرِ قدرت ہے اور ہر حکم حسبِ استطاعت، ہندوؤں کی غلامی حرام ہے

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد فصل فی الجزیۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۷۵

اور ان سے اتحاد و وداد مخالفتِ قرآن ہے، جو شخص جو طریقہ برتنا چاہے اسے تین باتیں سوچ لینا ضرور ہے:

اول وہ طریقہ شرعاً جائز ہو، نہ محرمات و کفریات جیسے آجکل لوگوں نے اختیار کئے ہیں۔

دوم وہ طریقہ ممکن بھی ہو، اپنے آپ کو اس کے کرنے پر قدرت ہو کہ غیر مقدوریات کا اٹھانا شرعاً بھی ممانعت ہے عقلاً بھی حماقت۔

سوم وہ طریقہ مفید بھی ہو، وقت اٹھائے پریشانی اٹھائے بلا کے لئے سینہ سپر ہو، اور کرے وہ بات جو محض غیر مفید و بے اثر ہو، یہ بھی شرعاً عقلاً کسی طرح مقبول نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۵: از بنارس محلّہ ابنیا کی منڈی مسئولہ محمد عمر صاحب رضوی ۲۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین حنفی اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے کافر ذمی ہیں یا حربی، کافر ذمی اور حربی کی صحیح تعریف کیا ہے، ہندوستان کے کفار سے لین دین بیع و شراء جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ہندوستان کے کافر ذمی نہیں، ذمی وہ کافر ہے کہ سلطنتِ اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہے اور جزیہ دینا قبول کرے، بیع و شراء لین دین کہ جائز ہو ہر کافر اصلی سے جائز ہے اگرچہ ذمی نہ ہو۔ ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دارالحرب بامان للتجارۃ لم یمنع ذٰلك منه وکذٰلك اذا اراد حمل الامتعة الیھم فی البحر فی السفینة[1] ملخصًا۔	جب کوئی مسلمان تجارت کے لئے امان کے ذریعے دارالحرب میں داخل ہونا چاہے تو اسے روکا نہیں جائیگا اسی طرح اس صورت میں ہے جب وہ سمندر میں کشتی کے ذریعے ان کی طرف سامان لے جانے کا ارادہ رکھتا ہو، ملخصًا۔ (ت)

بلکہ کافر اصلی غیر ذمی و غیر مستامن سے اپنے نفع کے وہ عقود بھی جائز ہیں جو مسلم و ذمی مستامن سے ناجائز ہیں، جن میں غدر نہ ہو کہ غدر و بدعہدی مطلقاً سب سے حرام، ہے، مسلم ہو یا کافر ذمی ہو یا حربی مستامن ہو یا غیر مستامن اصلی ہو یا مرتد۔ ہدایہ و فتح القدیر وغیرہما میں ہے:

لان مالھم غیر معصوم فبای طریق اخذہ المسلم اخذ مالا مباحا مالم یکن غدرا[2]۔	کیونکہ ان کا مال معصوم نہیں، اسے مسلمان جس طریق سے بھی حاصل کرلے وہ مال مباح ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ دھوکا نہ ہو۔ (ت)

[1] فتاوٰی ہندیۃ کتاب السیر الباب السادس فی المستامن نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] فتح القدیر باب استیلاء الکفار مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۵۴، درمختار کتاب الجہاد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۱

کفار ہند کے ذمی ومستامن نہ ہونے کے سبب ان سے بیع وشراء ناجائز سمجھنا سخت جہالت ہے، یہ سبب تو اور موجبِ وسعت ہے نہ کہ وجہ ممانعت۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ
نابغ النورعلی سوالات جبلفور ۱۳۳۹ھ
(جبلپور کے سوالات پر ظاہر ہونے والا نور)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ونحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۶ تا ۲۲: از جبل پور کمانیہ بازار دکان سیٹھ عبدالغفور صاحب آئل مرچنٹ مرسلہ عبدالجبار صاحب ناظم جماعت خدام اہل سنت ۲۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں:

(۱) ایک سچا پکا سنی پابندِ مذہب وملت، تارک دنیا دینی عالم باعمل جو حکومتِ ترکی کو ایک عظیم الشان سلطنت اسلامیہ سمجھے اور اپنی متعدد تقریروں میں اس عظیم سلطنتِ اسلامیہ بلکہ ہر مصیبت زدہ مسلمان کی مدد واعانت وحمایت اور اماکن مقدسہ کی صیانت وحفاظت ہر مسلمان پر بقدر وسعت واستطاعت ہر جائز وممکن ومفید طریقہ کے ساتھ ضروری ولازم وفرض فرمائے اور لوگوں کے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ اس امر کے استفسار پر کہ "آپ ترکوں کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کاملہ اور سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین سمجھتے ہیں کہ نہیں" اس کے جواب میں فرمائے "سلطنت ترکی **خلدھا اللہ تعالٰی وایدھا وحرسھا واخذل اعدائھا**" (اللہ تعالٰی اس سلطنت کو ہمیشگی بخشے، اس کی مدد فرمائے، اس کی حفاظت فرمائے اور اس کے دشمنوں کو ذلیل فرمائے۔ت) کے متعلق

صرف اتنا عرض کر سکتا ہوں کہ میں بحمدہٖ تعالیٰ سنی ہوں اور ہمیشہ ہر حال میں تحقیقات سلف اور مسلماتِ اہلسنت وتصریحاتِ محققین کا متبع اور امتِ مرحومہ کے اجماع واطباقِ متوارث کا پابند رہا ہوں اور یہی میرا مذہب وعروہ وثقٰی ہے، مسئلہ خلافتِ عظمٰی کے متعلق جو ایک ثابت ومحقق وقطعی طے شدہ مذہبی قدیم مسئلہ ہے، میں احتیاط کے خلاف اتباعِ سلف پر، ایک جدید اختراع خلف کو ترجیح دینے سے قاصر ہوں اور آج کل کے بے جا اور ناجائز ومزاحم دین وملت ومخالف کتاب وسنت شور شوں اور ایسی شورشی خلافت کمیٹیوں سے علیحدہ رہے، جن خلافت کمیٹیوں کا مقصد خاص ہندو، مسلم اتحاد ہے اور کفار ومشرکین کے ساتھ دلی محبت اور موالات قائم کرنا اور مسلمانوں کو ہندوؤں کا مطیع ومنقاد وغلام بنانا، محرمات شرعیہ کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانا، خلافت کا نام کرکے، کام تمام منافی مقاصد خلافت وخلاف اسلام وموجب بربادی اسلام وتباہی اہل اسلام کرنا، نہایت مبالغہ کے ساتھ قولاً وفعلاً وتحریراً کفار ومشرکین کی تعظیم وتوقیر خود کرنا اور مسلمانوں سے کرانا، بجائے دعائے نصرت اسلام ومسلمین، مشرکوں کی طرح کافر ومشرک کی جے پکارنا کسی کافر ومرتد ووہابی کے مرنے یا جیل جانے پر اظہارِ غم اور ماتم کے لئے بازار بند کرانا ہڑتالیں کرنا، مسلمانوں کو دکانیں بند کرنے پر مجبور کرنا، جو ان کا کہنا نہ مانے اسے تکلیف دینے اور اس کی عزت وناموس کو نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا' اور بائیکاٹ کردینا، ترکی ٹوپیاں سروں سے اتار کر جلادینا، شعار مشرک گاندھی ٹوپی پہننے پر زور دینا وغیرہا من الشنائع، ایسی خلافت بلکہ ضلالت وہلاکت کمیٹیوں کے ان کے کفروں اور ضلالتوں کو اہلِ اسلام پر اپنے بیانات میں ظاہر کرے اور لوگوں کو راہِ راست کی طرف بلائے ایسے عالم دین پر نفس خلافت کے انکار کا بہتان وافترا باندھ کر اسے دائرہ اہل سنت سے خارج کرنا اور قطعاً قرآن کا منکر ٹھہرا کر اس کے کفر وارتداد پر فتوٰی شائع کرنا کیسا ہے اور اس کے مستفتی ومفتی ومصدقین اور اس فتوٰی کے ماننے والوں اور اس پر عمل کرکے ایسے عالم باعمل کی شان میں ناشائستہ کلمات استعمال کرنے والوں کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۲) کیا صرف **موالات من الیہود والنصارٰی** حرام ہے یا ہر کافر ومشرک ومبتدع ووہابی وبے دین سے۔

(۳) کیا صرف ترک **موالات من الیہود والنصارٰی** کو فرض بتانے والے اور دوسرے کفار ومشرکین ومرتدین ہنود ووہابیہ سے موالات کرنے والے، اسے فرض جاننے والے کیا محرف ومکذب قرآن عظیم نہیں، اگر ہیں تو ان کی نسبت شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۴) جو عالم باعمل کافر ومشرک نصارٰی یہودی، ہندو مجوسی بلکہ ہر گمراہ بے دین وبدمذہب مرتد، وہابی اور ہر دشمنِ دین اور ہر مخالف اسلام سے ترک موالات فرض اور اس کے ساتھ موالات حرام بتائے اور آج کل کے شورش پسندوں کا من گھڑت ترک موالات جو صرف نصارٰی سے کیا جارہا ہے وہ بھی ادھورا، اور کافروں، مشرکوں، مرتدوں، ہندوؤں، وہابیوں سے موالات فرض بتایا جاتا ہے، ایسے انوکھے اندھے ایجاد مشرک، ترک موالات کو

منافقِ اسلام ومخالف کتاب وسنت فرمائے، ایسے عالم باعمل کو گورنمنٹ کا تنخواہ یافتہ کہنا، اور ترک موالات من الیہود والنصارٰی کی تصدیق کرنا، اور ایسے مستفتی و مفتی ومصدقین اور اسے مان کر ایک عالم کی شان میں توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے والے سب کے لئے شریعتِ مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۵) جماعتِ اہلسنت میں تفرقہ ڈالنا، کافروں، مشرکوں کے اغواء سے مسلمانوں میں پھوٹ پیدا کرنا، مسجد الٰہی عید گاہ سے مسلمانوں کو علیحدہ کرکے کافروں کی مدد سے خیمے قائم کرکے نمازِ عید ادا کرنا، مسلمانوں کو دھوکا دینے اور شیطانی چال اور مکر وفریب سے عید گاہ اہلسنت سے پھیر کر کافروں کی زمین گول بازار میں بھیجنے کے لئے کافروں کو راستوں پر مقرر کرنا اور مشرکوں کے کہنے سے عید گاہ چھوڑ کر جماعت اہل سنت سے منہ موڑ کر مسجد الٰہی کو ویران کرنے کے لئے کافروں کے زیر سایہ حفاظت و حمایت نماز ادا کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

(۶) مشرکوں بت پرستوں کو خوش اور راضی کرنے کے لئے گائے کی قربانی چھڑانے کی کوشش کرنا اور مسلمانوں کو گائے کی قربانی چھوڑنے پر زور دینا، انہیں مجبور کرنا کیسا ہے اور ایسا کرنے والوں کا کیا حکم ہے؟

(۷) جو گائے کی قربانی کرنا چاہتا ہے اس کا ان مشرک پرستوں کے بہکانے سے ان کے دام شیطنت میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنا کیسا ہے اور چھوڑنے والے کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**، بہت ہی کرم ہوگا، ہر سوال کے جواب کے ساتھ دلیل ہو اگرچہ مختصر۔

الجواب:

بسم الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علٰی من لانبی بعدہ واٰلہ وصحبہ المکرمین عندہ۔

(۱) صورت مستفسرہ میں عالم موصوف سراسر حق پر ہے اور اس کے مخالفین گمراہ وضال،

قال اللہ تعالٰی "فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ"[1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔ (ت)

[۱] بلاشبہہ حمایت سلطنت اسلامیہ وحفاظت اماکن مقدسہ میں، وسعت واستطاعت کی شرط قرآن عظیم سے ہے، [۲] اور اس کے طرق میں جائز وممکن ومفید کی تحدید شرع قویم وعقل سلیم سے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ط"[2]۔	اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر (ت)

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وقال اللہ تعالٰی "فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ "۔[1]	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو اللہ تعالٰی سے ڈر وجہاں تک ہوسکے۔(ت)

شرع الٰہی عزّوجل منزّہ ہے اس سے کہ ناجائز وحرام یا ناممکن وغیر مقدور یا نامفید عبث کا حکم دے۔

قال اللہ تعالٰی "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اللہ تعالٰی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا(ت)
وقال تعالٰی: "وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ"[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات سے۔(ت)
وقال تعالٰی "لَا نُکَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا"[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتے مگر اس کی طاقت بھر۔(ت)
وقال تعالٰی "وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾"[5]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر۔(ت)

۳درباره خلافت جس عقیدہ اہل سنت کا عالم نے اشعار کیا خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہان پوری اور اس کے لیڈر معظم وناظم انجمن علماء، صدر شعبہ تبلیغ عبدالماجد بدایونی نے ایک مطبوعہ فتوی میں (کہ شخصین مذکورین جس کے مفتی ومستفتی ہیں) اس کا صاف اقرار واظہار کیا جو عبارات ائمہ وعلماء اس فتوی نے سنداً پیش کیں، وضوح حق کو ان میں سے یہ دو ہی بہت ہیں مقاصد وشرح مقاصد سے (کہ عقائد اہلسنت کی معتمد کتابیں ہیں) سند دکھائی کہ "لنا قوله علیه السلام الائمة من قریش[6]، واجمعو علیه فصار دلیلا قاطعا یفید الیقین باشتراط القرشیة" یعنی ہم اہلسنت کی دلیل حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ ارشاد جلیل ہے کہ تمام خلفاء قریش سے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس پر اجماع کیا تو دلیل قطعی ہوگئی جس سے یقین حاصل ہوا کہ خلافت کے لئے قرشی ہونا بیشک شرط ہے۔ علامہ سید محمد ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ردالمحتار علی الدرالمختار سے سند پیش کی کہ فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۸

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۹۰

[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۶۲

[5] القرآن الکریم ۴۴/ ۳۸

[6] شرح المقاصد المبحث الثانی التکلیف والحریة والذکورة دار المعارف النعمانیة لاہور ۲/ ۲۷۷

وقدیکون بالتغلب مع المبایعۃ وھو الواقع فی سلاطین الزمان نصرھم الرحمٰن[1]۔	یعنی تغلب کی امامت کبھی بیعت کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ ہے تو متغلب مگر لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، ہمارے زمانے کے سلاطین کا یہی واقعہ ہے، رحمٰن عزوجل ان کی مدد فرمائے (ہم کہتے ہیں آمین)

علامہ سید موصوف جن کی کتاب ممدوح آج تمام عالم میں مذہب حنفی کے اعلیٰ درجہ معتمد سے ہے۔ سلطان عبدالمجید مرحوم کے والد سلطان محمود خاں مرحوم کے زمانے میں انہیں کے قلمرو ملک شام میں انہیں کی طرف سے شہر دمشق وتمام دیار شامیہ کے مفتی اجل تھے (رحمۃ تعالٰی علیہ) مفتی ومستفتی مذکورین کی ان شہادتوں کے بعد زیادہ تفصیل کی حاجت نہیں،

قال اللہ تعالٰی "شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ "[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے (ت)

خلافت کمیٹی کو اس بارے میں اگر پوچھنا ہو انہیں اپنے مفتی اعظم ولیڈر معظم سے پوچھے کمیٹی کہے: "لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَیْنَا" (تم نے ہم پر کیوں گواہی دی۔ت) وہ کہیں: "اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ[3]" [4] (وہ کہیں گی ہمیں اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی۔ت)

۴مشرکوں سے اتحاد ووداد قطعی حرام اور ان سے اخلاص دلی یقیناً کفر ہے۔

قال تعالٰی "تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْاؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ(۸۰) وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ(۸۱) "[5]	تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں، بیشک کیا ہی بری ہے وہ چیز جو خود انہوں نے اپنے لئے آگے بھیجی کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا اور انہیں ہمیشہ ہمیشہ عذاب ہوگا اور اگر انہیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا توکافروں سے اتحاد، وداد، محبت، موالات نہ مناتے مگر ہے یہ کہ ان میں بہت سے فرمان الٰہی سے نکلے ہوئے ہیں (ت)

[1] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۳۰ و۷/ ۳۷

[3] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۱

[5] القرآن الکریم ۵/ ۸۰۔۸۱

یہ اور بیس ۲۰ سے زائد اور آیات کریمہ ہیں جن میں مطلقًا کفار سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر فرمایا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ واحد قہار کے ارشادات سنے اور ان میں مشرکین یا خاص ہندوؤں کے استثناء کی پچر گھڑلے،

قال اللہ تعالٰی "آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ "[1]۔ وقال تعالٰی " اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ "[2] وقال تعالٰی "يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ" (الٰی قولہ عزّوجل) " لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۚۖ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۴۱﴾ "[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا اللہ نے اسکی تمہیں اجازت دی (کہ مثلًا میرے کلام میں مگر ہندو کا پیوند لگالو) یا تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا بے جانے بوجھے اللہ پر کسی بات کا چھٹار کھتے ہو (کہ مثلًا اس نے ہندوؤں کو جدا کرلیا ہے) اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ارشادات کو ان کے ٹھکانے سے ہٹاتے ہیں__(کہ مثلًا اگرچہ اللہ نے یہاں ہر جگہ عام لفظ فرمائے جو سب کفار کو شامل ہیں مگر ان سے ہندو مراد نہ رکھے ان سے اتحاد و وداد کو حرام و کفر نہ فرمایا) ایسوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب

۵ مشرکوں کا غلام و منقاد بننا ان کا پس روبننا، جو کہیں وہی کرنا خصوصًا جسے امر دینی سمجھا ہو اس میں ان کی اطاعت کرنا یہ سب حرام حرام ہے سخت مخالفتِ ذوالجلال والاکرام ہے، گمراہی و کفر اس کا انجام ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ "[4] وقال تعالٰی "فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۸﴾ "[5] وقال تعالٰی "وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ "[6] وقال تعالٰی "وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ "[7]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان کے پس رونہ بنو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اللہ نے فرمایا: جھٹلانے والوں کی اطاعت نہ کر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان میں سے کسی مجرم یا کافر کی اطاعت نہ کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ جو زمین میں ہیں ان میں اکثر وہ ہیں کہ اگر تونے ان کی اطاعت کی تو وہ تجھے اللہ کے راہ سے گمراہ کردیں گے۔

[1] القرآن الکریم ۱۰/۵۹
[2] القرآن الکریم ۱۰/۶۸
[3] القرآن الکریم ۵/۴۱
[4] القرآن الکریم ۲/۲۰۸
[5] القرآن الکریم ۶۸/۸
[6] القرآن الکریم ۷۶/۲۴
[7] القرآن الکریم ۶/۱۱۶

وقال تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ "[1]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تم کافروں کے کہے پر چلے تو وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں کے بل (اسلام سے) پھیر دینگے تو پورے ٹوٹے میں پلٹوگے۔

۶ حلال کو حرام، ۷ حرام کو حلال ٹھہرانا ائمہ حنفیّہ کے مذہب راجح میں مطلقًا کفر ہے، جبکہ ان کی حلت وحرمت قطعی ہو جیسے جائز کسب وتجارت واجارت کی حلت مشرکین وودادوانقیاد واتحاد کی حرمت، ان حلالوں کو وہ لوگ حرام بلکہ کفر اور ان حراموں کو حلال بلکہ فرض کررہے ہیں اور اگر وہ حرام قطعی حرام لعینہ ہے، جیسے مذکورات جب تو اسے حلال ٹھہرانا باجماعِ ائمہ حنفیّہ کفر ہے، اللہ عزوجل کفار کا بیان فرماتا ہے:

"لَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ "[2]۔	جسے اللہ ورسول نے حرام فرمایا کافر اسے حرام نہیں ٹھہراتے۔

متن عقائد میں مسئلہ مصرحہ ہے، نیز فتاوٰی خلاصہ وغیرہا میں ہے:

من اعتقد الحرام حلالا او علی القلب یکفر ھذا اذاك ان حراما بعینه و الحرمة قامت بدلیل مقطوع به اما اذاکانت باخبار الاحاد لایکفر[3] (ملخصا)۔	جس نے کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام مان لیا تو وہ کافر ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے کہ وہ حرام لذاتہ ہو اور اس کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو، اگر ثبوت خبر واحد سے ہو تو کافر نہیں ہوگا۔ (ملخصًا) (ت)

بزازیہ وشرح وہبانیہ ودرمختار میں ہے:

یکفر اذا تصدق بالحرام القطعی[4]۔	حرام قطعی کے تصدق سے کافر ہو جائے گا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

حاصله ان شرط الکفر علی القول الاول شیئاٰن قطعیة الدلیل وکونه حراما لعینه، وعلی الثانی یشترط الشرط الاول فقط، وعلمت ترجیحه، ومافی البزازیة مبنی علیه[5]۔	حاصل یہ ہے کہ قول اول پر کفر کے لئے دو شرائط ہوں گی اول دلیل کا قطعی ہونا، ثانی اس کا حرام لذاتہ ہونا، اور دوسرے قول پر پہلی شرط ہے اور آپ اس کی ترجیح سے آگاہ ہیں، اور بزازیہ کا مدار اسی پر ہے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۴۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی فی الفاظ الکفر الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۳

[4] درمختار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴

[5] ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ الغنم داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۷

حالات دائرہ میں دونوں شرطیں موجود ہیں تو یہ باجماعِ ائمہ حنفیّہ کفر ہیں۔^۸ کفار ومشرکین کی ایسی تعظیمیں کفر ہیں،^۹ ان کی جے پکارنا، ^۱۰ ان کے مرنے یا جیل جانے پر ہڑتال اور اس پر وہ اصرار، اور جو مسلمان نہ مانے اس پر وہ ظلم وہ اضطراب، کمال تعظیم کفار اور باعث دخول نار وغضبِ جبار، وحسب تصریحاتِ ائمہ موجب کفر واکفار، فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودر مختار میں ہے:

لوسلم علی الذمی تبجیلا یکفرلان تبجیل الکافر کفر۔[1]	اگر کسی نے ذمی کو احتراماً سلام کہہ دیا تو یہ کفر ہے کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہوتی ہے۔(ت)

فتاوٰی امام ظہیر الدین ومختصر علامہ زین مصری وشرح تنویر مدقق علائی میں ہے:

لوقال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر۔[2]	اگر کسی نے مجوسی کو تعظیماً "یااستاد" کہا تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا۔(ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠" ۔[3]	عزّت تو خاص اللہ ورسول ومسلمین ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقرصاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[4] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن بسر وابن عساکر وابن عدی عن ام المؤمنین الصدیقة وابو نعیم فی الحلیة والحسن بن سفیان فی مسندہ عن معاذ بن جبل والسجزی فی الابانة عن ابن عمر وکابن عدی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین والبیهقی	جس نے کسی بدمذہب کی توقیر کی بیشک اس نے دین اسلام کے ڈھادینے پر مدد دی (اسے امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن بسر، ابن عساکر اور ابن عدی نے ام المومنین سیدہ صدیقہ سے، ابونعیم نے حلیہ میں اور حسن بن سفیان نے مسند میں حضرت معاذ بن جبل سے، سجزی نے ابانۃ میں حضرت ابن عمر سے اور ابن عدی کی طرح ـــــ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[2] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

فی شعب الایمان عن ابراہیم بن میسرۃ مرسلا۔	اجمعین سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم بن میسرہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

بدمذہب کی توقیر پر یہ حکم ہے مشرک کی تعظیم پر کیا ہوگا، ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

نھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون اویکنو اویرحب بھم[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ کسی مشرک سے ہاتھ ملائیں یا اسے کنیت سے ذکر کریں یا اس کے آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ باتیں کچھ ایسی تعظیم بھی نہیں ادنٰی درجہ تکریم میں ہیں کہ نام لے کر نہ پکارا فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آیئے کہہ دیا، حدیث نے اس سے بھی منع فرمایا نہ کہ معاذ اللہ اس کی جے پکارنی اور وہ افعال شیطانی، اور یہ عذر یا رد کہ یہ اقوال عوام کے ہیں کسی ذمہ دار کے نہیں، محض کاذب و پادر ہوا ہے، تمہیں نے عوام کالہوام کو اس اتحاد مشرکین حرام ولعین پر ابھارا اور ان حرکات ملعونہ سے نہ روکا بلکہ اپنے مقاصد مفاسد کا مؤید سمجھا تمہارے دلوں میں ایمان یا ایمان کی قدر ہوتی تو اس اتحاد حرام و کفر کے لئے جیسی زمین سروں پر اٹھالی ہے، رات دن، مشرق مغرب ٹاپتے پھرتے ہو، ہزاروں دھواں دھار ریز ولیشن پاس کرتے ہو اس کے مخالف بلکہ اس میں ساتھ نہ دینے والوں پر فتوی کفر لگاتے ہو، صدہا اخبارات کے کالم ان کی بدگوئی سے گندے کرتے ہو، اس سے سوحصے زائد ان کفروں، ضلالوں کی آگ بجھانے میں دکھاتے کہ یہ تمہاری ہی لگائی تھی اور اپنی داڑھی بچانے کے لئے اس کا بجھانا تم پر فرض عین تھا، مگر سب دیکھ رہے ہیں کہ ہرگز ہرگز ان شیطنتوں کی روک تھام میں اس بولاہٹ والی جان توڑ کوشش کا دسواں، بیسواں، سوواں حصہ بھی نہ دکھایا پھر جھوٹے بہانے بنانے سے کیا حاصل، معہذا خود ذمہ داروں نے جو کچھ کیا وہ جاہلوں کی حرکات مذکورہ سے کہیں بدتر وخبیث تر ہے، اور کیوں نہ ہو کہ شملہ بمقدار علم، ابوالکلام آزاد صاحب نے کمپ ناگپور میں جمعہ پڑھایا اور خطبہ میں مدح خلفائے راشدین وحضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کی جگہ گاندھی کی حمد کی اسے مقدس ذات ستودہ صفات کہا، میاں عبدالماجد بدایونی نے ہزاروں کے مجمع میں گاندھی کو مذکر مبعوث من اللہ کہا کہ اللہ نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے، کہاں یہ کلمات ملعونہ اور کہاں بے تمیز احمق جاہلوں کا جے پکارنا،

"فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ ۝" [2] "اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝" [3] "كَلَّا بَلْ"	تم کہاں اوندھے جاتے ہو، تو کیا تمہیں عقل نہیں، کوئی

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۱۴۴۶ اسحاق بن ابراہیم دار الکتاب العربی بیروت ۹/ ۲۳۶

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۴۴

"رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ " [1]	نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھادیا ہے ان کی کمائیوں نے۔ (ت)

ترکی ٹوپیاں جلانا صرف تضییع مال ہوتا کہ حرام ہے اور گاندھی ٹوپی پہننا مشرک کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا ہوتا کہ اس سے سخت تر، اشد حرام ہے، مگر وہ لوگ ترکی ٹوپیوں کو شعارِ اسلام جان کر پہنتے تھے اب انہیں جلادیا اور ان کے بدلے گاندھی ٹوپی لینا مشعر ہوا کہ انہوں نے نشانِ اسلام سے عدول اور کافر کا چیلا بننا قبول کیا: " بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ " [2] (ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔ت) بالجملہ ایسے اقوال وافعال کفر وضلال پر عالم موصوف کا انکار عین حق وصواب وسبب ثواب ورضائے رب الارباب تھا اور جو ان کے شرعی احکام اہل اسلام پر ظاہر فرمانا اور ان کو "ذیاب فی ثیاب" کے شر سے بچاکر راہِ حق کی طرف بلانا، سنی عالم کا جلیل فرض مذہبی وکار منصبی وبجاآوری حکمِ خدا ونبی تھا اور ہے، جل وعلٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کی طرف نفس خلافت کا انکار نسبت کرنا بہتان ہی نہیں چیزے دیگراست۔ اس کی تہ میں اور اشد خباثت ہے، مسلمان تو مسلمان نفس خلافت کا منکر جملہ مدعیان کلمہ گو میں کون ہے جس سے سائل سوال کرتا اور مجیب جواب دیتا اہل سنت حضرات خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو خلیفہ جانتے ہیں، غیر مقلد ودیوبندی بھی اس میں نزاع نہیں کرتے، روافض حضرت مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خلیفہ جانتے ہیں، مرزائی اپنے مرزا تک اترتے ہیں، بلکہ خلافت سے مراد مسئلہ دائرہ ہے، اسی سے سوال اسی کا تذکرہ ہے تو اسے یوں مطلق لفظ نفس خلافت سے تعبیر تلبیس ابلیس ہے اور دل میں جو مراد ہے اس کا حال خود خلافت کمیٹی کے مفتی اعظم اور مستفتی اس کے لیڈر معظم کے فتوے سے ظاہر ہوگیا کہ عالم موصوف نے وہی فرمایا جو متواتر حدیثوں میں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس پر اجماع صحابہ امجاد ہے جو جمیع اہلسنت وجماعت کا اعتقاد ہے، اہلسنت سے خروج، قرآن کا انکار، کفر، ارتداد ان کے یہ چار احکام ملعونہ کاش اسی عالم دین پر محدود رہتے تو اس فتوی کے مفتی اور اس کے مصدقین بحکم ظواہر احادیث صحیحہ ونصوص کتب معتمدہ فقہیہ ایک ہی بلائے کفر سہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیه کافر فقد باء بها احدهما فان کان کما قال والا رجعت علیه [3]	جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے، جسے کہا اگر وہ کافر تھا خیر ورنہ یہ

[1] القرآن الکریم ۸۳/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال ایمان من قال لاخیه المسلم اوکافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷، صحیح بخاری کتاب الادب باب من اکفر اخاہ بغیر تاویل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

رواہ مسلم والترمذی ونحوہ البخاری عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تکفیر اسی قائل پر پلٹ آئے گی یہ کافر ہو جائے گا۔ (اسے مسلم، ترمذی اور اسی کی مثل بخاری نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

درمختار میں ہے:

عزر الشاتم بیاکافر وھل یکفران اعتقد المسلم کافرا نعم والالابہ یفتی[1]۔	کسی مسلمان کو "اے کافر" کہنے والے شخص پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا اگر کوئی شخص مسلمان کو کافر سمجھتا ہے تو کافر ہوگا؟ ہاں وہ کافر ہے، اور اگر کافر نہیں سمجھتا تو پھر کافر نہیں۔ اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

شرح وہانیہ، ذخیرہ، نہر الفائق و ردالمحتار میں ہے:

لانہ لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا۔[2]	کیونکہ جب مسلمان کو کافرمانا تو اس نے دین اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

اس کی تفصیل جلیل و تحقیق جمیل ہماری کتابوں الکوکبۃ الشھابیۃ اور النھی الاکید وغیرہما میں ہے مگر یہاں تو خود خلافت کمیٹی کے لیڈروں مفتیوں کے فتوے نے روشن کردیا کہ یہ تکفیر صرف اس سنی عالم کی نہیں بلکہ تمام ائمہ اہل سنت اور جملہ صحابہ کرام اور خود ارشاد اقدس حضور سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے، اب کون مسلمان ہے کہ اس تکفیری فتوے اور اس کی ناپاک تصدیق کو کلماتِ کفر نہ کہے گا۔ فقہاء کرام ائمہ وصحابہ درکنار خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کلام پاک پر کفر کا حکم لگانے والوں کو کافر نہ کہیں گے تو اور کسے کافر کہیں گے، اب ان سے پوچھئے کہ یہ کتنے کروڑ کفر اخبث واشد ہوئے خصوصًا وہ کفر اخیر سب سے خبیث تر سب سے لعین، "وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۷﴾"[3] (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ت) سنی عالم کو اس کی پروانہ کرنی چاہئے، ہر قوم کی ایک اصطلاح ہوتی ہے، ان لوگوں کی اصطلاح جدید میں ملت ملتِ گاندھی ہے اور سنت سنتِ گاندھی، اس کی روش سے جدا چلنے والوں کو اہل سنت وجماعت سے خارج اور اس کی ملتِ مخترعہ کے مخالفوں کو کافر مرتد کہتے ہیں، جس طرح فرعون ملعون نے معاذ اللہ حضرت کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کی تھی کہ "فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾"[4] (تم نے کیا اپنا وہ کام جو تم نے کیا اور تم ناشکر

[1] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷
[2] ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۳
[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۷
[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹

تھے۔ت) اور مشرکین مکہ ملاعنہ نے خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذ اللہ ابتداع کی تہمت رکھی تھی "مَاسَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝"[1] (یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے۔ت) بلکہ یہ حضرات تو فرعون ومشرکین سے بھی بڑھ کر کوئی نرالی انوکھی اصطلاح رکھتے ہیں، انہوں نے اپنے دشمنوں خدا کے محبوبوں کو کہا یہ خود اپنوں کو بلکہ اپنی ہی زبانوں سے اپنی ہی جانوں کو کہتے ہیں، آخر نہ دیکھا کہ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہان پوری وعبدالماجد صاحب بدایونی نے فتوٰی شاہجہان پور میں کس شدومد سے نفس خلافت کی جڑکاٹ دی اور فتوٰی جبلپور نے ان دونوں لیڈروں مفتیوں عالموں پر کافر مرتد کی چھانٹ دی بلکہ خود مولوی ریاست علی خاں وعبدالماجد نے اسی فتوٰی شاہجہانپور کے آخر میں اپنے ہی اوپر فاسق ومفسد کی بانٹ دی، پھر فتوی جبلفور میں علمائے دین کو کہنے کی کیا شکایت آخر نہ دیکھا کہ حق بہ حق دار رسید رجعت علیہ ان کا کفرانہیں پر پلٹا "وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۝"[2] (اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے۔ت) مستفتی اگر واقع میں اس گروہ سے نہ ہوتا ایک بات صاف دل سے معلوم کرنا چاہتا اور جب یہ ناپاک کفر دیکھتا اسے ردی میں پھینک دیتا تو اس پر الزام نہ آتا مگر وہ تو اول سے اسی خباثت پر اعتقاد لاتے اور اغوائے عوام کو اس کی تائید ہی کے لئے فتوے گھڑواتے ولہذا اسی گروہ ناحق پژدہ کے پاس لے جاتے اور پھر اسے مانتے اس سے احتجاج کرکے اس کی نجاست پھیلاتے ہیں تو وہ اور اس کے ماننے والے سب کفر کے ماننے والے ہیں ان کا وبال ان پر سے کم نہ ہوگا لاینقص من اوزارھم شیئ[3] (ان کے بوجھ میں کمی نہ ہوگی۔ت) اگرچہ ان کے مفتی ومصدقین پر اپنے وبال کے علاوہ ان سب کا بھی پڑے گا،

علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیامۃ[4]۔ "وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ"[5]۔	اس کا بوجھ اس پر ہوگا اور جو قیامت تک اس پر عمل پیرا ہوگا اس کا بوجھ بھی اس پر آئے گا۔(ت) اور بیشک ضرور وہ اپنے بوجھ اٹھائیں گے اور اپنے بوجھوں کے ساتھ اور بوجھ (ت)

بربنائے مذکور عالم دین کی شان میں ناشائستہ الفاظ استعمال کرنے والوں کو یہی بس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسوں کو کھلا منافق بتایا، ارشاد فرماتے ہیں:

ثلاثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین	تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر کھلا منافق،

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۷

[2] القرآن الکریم ۱۴/۲

[3] صحیح مسلم کتاب العلم باب من سن سنۃ حسنۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱

[4] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحنث علی الصدقۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۷

[5] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۳

النفاق، ذوالشیبة فی الاسلام، وذوالعلم وامام مقسط[1]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی امامة الباھلی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسنہ الترمذی لمتن غیرہ ورواہ ابو الشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ وعندہ زیادۃ لفظ بین النفاق۔	ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا اور عالم دین اور بادشاہ اسلام عادل (اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے جسے ترمذی نے دوسرے متن کے ساتھ حسن کہا، ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں اسے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اس میں "بین النفاق" کا اضافہ ہے۔ت)

مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجه الاستخفاف کفر[2]	جو کسی عالم دین کو تحقیر کے طور پر "مولویا" کہے کافر ہو جائے۔

والعیاذ باللہ تعالٰی، یہ سوال اول کا جواب مجمل ہے اور یہیں سے تین سوال آئندہ کے جواب واضح ہوگئے و باللہ التوفیق۔

(۲) موالات ہر کافر سے مطلقاً حرام ہے، اوپر واضح ہو چکا کہ رب عزوجل نے عام کفار کی نسبت یہ احکام فرمائے تو بزورِ زبان ان میں سے کسی کافر کا استثنا مانا اللہ عزوجل پر افترائے بعید اور قرآن کریم کی تحریف شدید ہے بلکہ عالم الغیب عزجلالہ نے یہ حکم یہود و نصارٰی سے خاص ماننے والوں کے منہ میں اپنے قہر عظیم کا پتھر دے دیا، ایک آیت میں صراحۃً کتابیوں کے ساتھ باقی کفار کو جدا ذکر فرمایا کہ کتابی سب کو تعمیم حکم مفسر منور ہو جائے جاہلان ضلیل کی تاویل ذلیل راہ نہ پائے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾"[3]۔	اے ایمان والو! وہ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی (یہود و نصارٰی) اور باقی سب کافران میں کسی سے اتحاد و وداد نہ کرو اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۸ المکتبة الفیصلیة ۸/ ۲۳۸، کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ حدیث ۴۳۸۱۱ موسسة الرسالة بیروت ۱۶/ ۳۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۷

اب تو کسی مفتری کے اس بکنے کی گنجائش نہ رہی کہ یہ حکم صرف یہود و نصارٰی کے لئے ہے، نیز آیہ کریمہ میں کھلا اشارہ فرماتا ہے کہ کسی قسم کے کافروں سے اتحاد منانے والا ایمان نہیں رکھتا اور اوپر آیت میں صریح تصریح گزر چکی کہ انہیں اللہ و رسول قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں سے اتحاد نہ کرتے، نیز صاف فرمایا:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ" [1]۔	نہ پاؤ گے انہیں جو اللہ و قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ ان سے دوستی کریں جنہوں نے اللہ و رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

سبحان اللہ مگر مشرکین یا وہابیہ نے اللہ و رسول کی مخالفت نہ کی، صرف یہود و نصارٰی نے کی ہے، قرآن کریم جا بجا شاہد ہے کہ مطلقاً موالات حرام ہونے کی علت کفر و مخالفت و عداوتِ اللہ و رسول ہے جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یہ معنی انہیں آیات سے کہ یہاں تلاوت ہوئیں، روشن اور نہایت صریح تر الفاظ سے اس کا علت ہونا اس آیہ کریمہ میں بیان فرمادیا کہ:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۲۳﴾" [2]	اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں سے بھی محبت نہ کرو اگر وہ ایمان پر کفر کو اختیار کریں اور تم میں جو ان سے محبت کرے گا وہی پکا ظالم ہے۔

اللہ اکبر یہ ہے وہ اسلام جس پر ان کے بڑے لیڈر ابوالکلام آزاد کا مسئلہ خلافت و جزیرہ عرب میں یہ اہتمام کہ وہ بعض اقسام کفار سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے اور یہ کہ عالمگیر محبت اس کی دعوت حق کا اصل الاصول ہے انا للہ وانا الیہ راجعون، کیا اللہ عزوجل نے نہ فرمایا:

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَؕ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴿۱۱۷﴾" [3]	بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا میں تھوڑا سا برت لیں پھر ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

کیا نہ فرمایا:

"قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	اے محبوب تم فرمادو کہ بیشک وہ جو اللہ پر افترا

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶ و ۱۱۷

لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِیْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِیْدَ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ "[1]	کرتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کچھ برت لیں پھر انہیں ہماری طرف پلٹنا ہے پھر ہم ان کو وہ سخت عذاب چکھائیں گے بدلہ ان کے کفر کا۔

کیانہ فرمایا:

" وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿۶۱﴾ "[2]۔	تمہاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب میں بھون ڈالے گا اور بیشک نامراد رہا مفتری۔

کیانہ فرمایا:

" اِنَّمَا یَفْتَرِی الْكَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ "[3]۔	بیشک ایسے افتراوہی باندھتے ہیں جو کافر ہیں۔

یہ ہے کہ قرآن عظیم کا فتوی جس نے کفر کا حکم جمادیا،

" وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ "[4] " وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۴۴﴾ "[5]	اور باطل والوں کا وہاں خسارہ ہے اور فرمایاگیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔ (ت)

حاش للہ کسی قسم کفار سے محبت کرنے کا اسلام نے حکم نہ دیا، باپ بیٹے کافر ہوں توان سے بھی محبت کو صریح حرام فرمادیا اور دلی محبت واخلاص و اتحاد کرنے کو تو جابجا صاف صاف ارشاد واعلام فرمادیا کہ وہ انہیں کافروں میں سے ہیں، انہیں اللہ و قیامت پر ایمان نہیں، انہیں اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں، بالجملہ وہ کسی طرح مسلمان نہیں، ہاں کافروں میں فرق ہوگا تو یہ کہ جس کا کفر اشد اس سے معاملات کا حرام وکفر ہونا اشد وزائد کہ علتِ حرمت کفر ہے علت جتنی زیادہ حکم سخت تر۔ یہ ان کذابوں، مفتریوں پر اور الٹا پڑے گا کہ کفر میں یہود ونصارٰی سے مجوس بدتر ہیں، ہنود سے وہابیہ وسائر مرتدین عنود بدتر ہیں ولہذا ان کے احکام اسی ترتیب پر سخت تر ہیں،

کما لا یخفی علی من لہ اعلام باحکام الفقھین " وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ "[6] " وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ "[7]	جیسا کہ یہ ہراس شخص پر واضح ہے جو احکامِ فقہاء سے آگاہ ہے لیکن ظالم آیاتِ الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں۔ اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائینگے۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۷۰

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[4] القرآن الکریم ۴۰/ ۷۸

[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

[6] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

[7] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

(۳) ضرور وہ لوگ مکذب و محرف قرآن ہیں اور خود بحکم قرآن کافرو نامسلمان، جس کا بیان بقدر وافی ہوچکا، تکذیب قرآن عظیم ان کی نئی نہیں ان کے اعظم لیڈران ابوالکلام آزاد نے "الہلال" میں سیدنا عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے نبی صاحبِ شریعت کا صاف انکار کیا اور منہ بھر کر قرآن عظیم کو جھٹلا دیا "الہلال" ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء میں کہا:

" مسیح ناصری کا تذکرہ بیکار ہے، وہ شریعت موسوی کا ایک مصلح تھا جو خود کوئی صاحبِ شریعت نہ تھا، اس کی مثال مجدد کی سی تھی ،وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا، اس نے خود تصریح کردی کہ میں تو توریت کو مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں "۔[1] (یوحنا ۱۳: ۵)

مسلمانو! **اول** تو روح اللہ کلمۃ اللہ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہنا کہ اس کا تذکرہ بیکار ہے۔

دوم بار بار مؤکد فقروں سے جمانا کہ وہ نبی صاحبِ شریعت نہ تھے۔

سوم نصارٰی کی انجیل محرف سے سند لانا، اور وہ بھی محض بربنائے جہالت وضلالت۔ کیا صاحب شریعت انبیاء اللہ کے اگلے کلاموں کو مٹانے آتے ہیں، حاشا بلکہ پورا ہی فرمانے کو، نسخ کے یہی معنی ہیں کہ اگلے حکم کی مدت پوری ہوگئ خیر یہاں کہنا یہ ہے کہ ان فقروں میں آزاد صاحب نے پیٹ بھر کر قرآن عظیم کی تکذیب کی، قرآن کریم قطعًا ارشاد فرماتا ہے کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام صاحبِ شریعت تھے، اولًا اس نے پہلے توراہ مقدس کا ذکر فرمایا:

"وَعِنۡدَهُمُ التَّوۡرٰىةُ فِيۡهَا حُكۡمُ اللّٰهِ"[2]	ان کے پاس توراۃ ہے اس میں اللہ کے حکم ہیں۔

اور فرمایا:

"وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ "[3]	جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی کافر ہیں۔

پھر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انجیل دینا بیان کرکے فرمایا:

"وَلۡيَحۡكُمۡ اَهۡلُ الۡاِنۡجِيۡلِ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فِيۡهِ ؕ وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾ "[4]	انجیل والے اللہ کے اتارے پر حکم کریں اور جو اللہ کے اتارے پر حکم نہ کریں وہی فاسق ہیں۔

---

[1] الہلال ابوالکلام آزاد ۲۴ ستمبر ۱۹۱۳ء

[2] القرآن الکریم ۵/ ۴۳

[3] القرآن الکریم ۵/ ۴۴

[4] القرآن الکریم ۵/ ۴۷

ثانیًا اور صاف فرمادیا کہ دونوں کے بعد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اترنے کا ذکر کرکے فرمایا:

"لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً"[1]	اے توراۃ وانجیل وقرآن والو! ہم نے تم میں ہر ایک کے لئے ایک شریعت وراہ رکھی اور اللہ چاہتا تو تم سب کو گروہِ واحد کردیتا۔

ثالثًا کج فہم بلیدوں یا ہٹ دھرم عنیدوں کی اس سے بھی تسکین نہ ہو تو قرآن عظیم جھوٹوں کو راہ نہیں دیتا، اس نے نہایت روشن لفظوں میں بعض احکامِ توراۃِ مقدس کا احکامِ انجیل مبارک سے منسوخ ہونا بتادیا، اپنے نبی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ذکر فرماتا ہے:

"وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ"[2]	میں تمہارے پاس آیا ہوں سچا بتاتا اپنے آگے اتری کتاب توارت کو اور اس سے کہ میں تمہارے واسطے بعض وہ چیزیں حلال کردوں جو تم پر توراۃ نے حرام فرمائی تھیں۔

اب بھی کسی مسلمان کو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبِ شریعت ہونے میں شک ہوسکتا ہے یا منکر بجہنم اس میں شک کرنے والا مسلمان رہ سکتا ہے، انجیل میں کئی جگہ ان احکام کی تفصیل بھی ہے کہ پہلے تم سے یہ فرمایا گیا تھا اور اب میں یہ کہتا ہوں، آزاد صاحب خاص اپنا اطمینان چاہیں تو اپنی معتمدہ بائبل ہی کو دیکھ لیں آزاد صاحب تو ابوالکلام ہیں، مواقع سخن سے خوب آگاہ ہیں یہ تین آیات کریمہ تھیں "وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ، لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ، وَلِاُحِلَّ لَكُمْ" بلیغ الدہر نے جب ان کی تکذیب کی اور منہ پھاڑ کر کہہ دیا کہ مسیح صاحبِ شریعت نہ تھا تو اسے بھی تین فقروں سے مؤکد کیا: "اس کی مثال مجدد کی سی تھی، وہ کوئی شریعت نہ لایا، اس کے پاس کوئی قانون نہ تھا" تاکہ ہر آیت کے مقابلے کو ایک فقرہ تیار رہے، آیاتِ قرآن پر وار کرنے کو یہ ان کی ذوالفقار رہے۔ بالجملہ ایک تکذیب وہ تھی کہ اسلام نے کچھ کافروں سے محبت کا حکم دیا، دوسری تکذیب وہ کہ مسلمین وکافرین سب سے محبت اسلام کی اصل الاصول ہے، اور چار تکذیبیں ان چار فقروں سے، یہاں تک چھ تکذیبیں ہوئیں، ان چار پر کوئی گمان کرسکتا ہے کہ آزاد صاحب اب ترک موالات میں ہیں، نصارٰی سے بائیکاٹ اس زور سے کیا کہ ان کے نبی کو بھی بائیکاٹ کردیا، اگر مسلمان پر معترضانہ کہیں کہ یہ تو سب انبیاء اور خود حضور سید نا الانبیاء علیہم وعلیہ افضل الصلوٰۃ

[1] القرآن الکریم ۵/ ۴۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

والثناء کا بائیکاٹ ہوگیا کہ ایک نبی سے مقاطعہ تمام انبیاء سے مقاطعہ اور خود رب عزوجل سے مقاطعہ ہے، اب آپ کے ماننے کو اللہ کا کوئی نبی نہیں مل سکتا، پھر بھی وہ اس کی کیا پروا کرتے جب تک کمیٹی کے نبی بالقوۃ خواہ بالفعل گاندھی صاحب مذکر مبعوث من اللہ سلامت ہیں، یک درگیر محکم گیر، لیکن اسی الہلال کی جلد تین کی چار اور تکذیبیں اس بائیکاٹ کے بالکل خلاف ہیں، صفحہ ۳۳۸ پر مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت کہا: "یہودیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھاتا کہ وہ صلیب عـــہ پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے پورا ہو"[1] یہ قرآن عظیم کی ساتویں تکذیب کی، وہ فرماتا ہے: "وَمَاصَلَبُوْهُ"[2] انہوں نے مسیح کو سولی نہ دی۔ نیز اسی صفحہ پر کہا: "مسیح نے اپنی عظیم قربانی کی۔"[3]

اور صفحہ ۳۳۹ پر دو لفظ اور لکھے: "مظلومانہ قربانی" اور "خون شہادت"۔[4]

یہ تینوں لفظ بھی قرآن عظیم کی تکذیب بتاتے ہیں، وہ فرماتا ہے: "وَمَاقَتَلُوْهُ"[5] انہوں نے مسیح کو قتل نہ کیا۔ یہاں تک پوری دس تکذیبیں ہوئی "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"[6]۔ یہ پچھلی چار عین مذہب نصارٰی ہیں، کیا قرآن عظیم کو جھٹلانے کے لئے نصارٰی سے بائیکاٹ کے بدلے میل ہو جانا ہے یعنی ملۃ واحدۃ، ہر شخص کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل کا ادنی جلوہ، پہلو میں دل اور دل میں اسلام کا کچھ بھی حصہ ہو علانیہ دیکھ رہا ہے کہ آزاد صاحب کے ان اقوال میں تین کفر ہیں:

(۱) کلام اللہ کی تکذیب،

(۲) رسول اللہ کی توہین،

(۳) شریعۃ اللہ کا انکار۔

اور پھر وہ قوم کے لیڈر ہیں، دین کے رفارمر ہیں، سب لیڈروں کے سر ہیں،

فسبحان مقلب القلوب والابصار۔" کذٰلِكَ	اے اللہ تعالٰی تو پاک ہے تو دلوں اور آنکھوں کو پھیرنے

عـــہ: صلیب پر لٹانا بھی عجیب شاید صلیب زمین پر بچھی ہوئی مسہری سمجھی ۱۲

[1] الہلال ابوالکلام آزاد ۳/ ۳۳۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۷

[3] الہلال آزاد ۳/ ۳۳۸

[4] الہلال ۳/ ۳۳۹

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

[6] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۶

يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "[1]	والا ہے۔ اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سر کش کے سارے دل پر۔ (ت)

اذا کان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوّا ہو گا تو ان کو ہلاکت ہی دکھائے گا۔ ت)

کیا نہیں ڈرتے کہ

ہر کہ آزاد از اسلام بود

در سقر بندیِ آلام بود

(جو اسلام سے آزاد ہو گا وہ مصیبتوں کی جہنم میں جکڑا جائیگا۔ ت)

آج کل کفر وارتداد وزندقہ والحاد کا گرم بازار ہے ہر چہار طرف سے اللہ ورسول وقرآن پر گالیوں تکذیبوں کی بوچھاڑ ہے، کفر بکنے والوں سے گلہ نہیں، عجب عام مدعیان اسلام سے کہ ان کے نزدیک اللہ ورسول وقرآن سے زیادہ ہلکی عزت کسی کی نہیں، ان کے ماں باپ کو گالی دینا تو بڑی بات کوئی انہیں تُو تو کہہ دیکھے اور اللہ ورسول وقرآن پر گالیاں سنتے ہیں، چھپے شائع ہوتے دیکھتے ہیں اور تیوری پر بل نہیں آتا بلکہ گالیاں دینے والوں سے میل جول یارانے دوستانے بدستور رہتے ہیں، ان کے اعزاز واکرام القاب آداب ویسے ہی منظور رہتے ہیں، صاف دلکشادہ جبین گویا کسی نے کچھ کہا ہی نہیں، نہیں نہیں بلکہ الٹی ان کی حمایت، انہیں برا کہنے والے سے بغض وعداوت، ان کا حکم الٰہی ظاہر کرنے والا بے تہذیب بدلگام ہے، تنگ کن دائرہ اسلام ہے، عبدالماجد سے بدتر کافر آج کل شائد ہی کوئی ہو جس نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مجہول النسب بچہ کہا اور قرآن کو اپنے دعوی توحید میں کاذب وناتمام ٹھہرایا اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی تعظیم کی آیتیں تصنیف کرلیں اور رنگ وروغن بڑھانے کو اپنے اہل بیت وازواج کی تعظیمیں بھی اضافہ کردیں وغیرہ وغیرہ ملعونات کثیرہ، جب ان باتوں پر اس کی تکفیر ہوئی، چار طرف سے کواگہار دوڑ پڑی ناپاک اخباروں میں دفتر کے دفتر اس کی برات میں سیاہ ہونے لگے، ایک کافر ہوا تھا اس کے پیچھے ہزاروں کے اسلام تباہ ہونے لگے، مگر جواب ایک حرف کا نہیں بلکہ ڈھٹائی بے شرمی بے حیائی سے مکرنا، صاف دن میں ٹھیک دوپہر کو آفتاب کا انکار کرنا، وہ بیچارہ تو کوئی چیز نہ تھا **لافی العیر ولافی النفیر** (نہ اونٹوں میں نہ چڑیوں میں یعنی کسی گنتی میں نہ تھا۔ ت) جب اس کی حمایت میں وہ کچھ جوش تو مسٹر ابوالکلام تو لیڈر کبیر، ان کا کفر ضرور ٹھیٹ اسلام بنے گا ان کے مقابل اللہ ورسول و

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

قرآن کی کون سنے گا، کھلے گمراہان لیام کو جانے دو، بدایوں، شاہجہان پور، لکھنؤ وغیرہ میں بڑے بڑے سنیت کا دھرم بھرنے والے بستے ہیں، دیکھئے تکذیب کلام اللہ وتوہین رسول اللہ وانکار شریعۃ اللہ دیکھ کران میں کتنے اور کستے ہیں، مسٹر آزاد سے توبہ وقبول اسلام شائع کراتے ہیں اور نہ مانیں تو ان سے بائیکاٹ مقاطعہ مناتے ہیں، حاشا نہ وہ توبہ واسلام شائع کریں نہ یہ ہرگز ان کی موالات، تعظیم سے پھریں، تکذیب کی تو قرآن کی کی ان کی تو نہ کی، گالی دی تو رسول اللہ کو انہیں تو نہ دی۔ اے تصور جویان خود گم، ابھی حب للہ وبغض للہ کے مزے سے واقف ہی نہیں تم۔

"قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ ؕ" [1] ۔	کہو کہ ہم مطیع ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں کہاں داخل ہوا۔ (ت)

اور جن بندگانِ خدا کو ان کا حصہ ملا ہے ان پر چرچتے ہوان کے سایہ سے کہ ان کا سایہ نہیں سایہ مصطفیٰ ہے، مستنفرہ ہو کر بچتے ہو، یہاں سے ان کے بائیکاٹ اور ترک موالات کی حقیقت کھلتی ہے، مسلمان کا ایمان شاہد ہے کہ ترک بھائیوں کا سارا ملک چھین لیں یا کعبہ معظّمہ کو معاذاللہ ایک ایک اینٹ کردیں، ہرگز اللہ ورسول وقرآن کی تکذیب وتوہین کے برابر نہیں ہوسکتا۔ اگر ان کا وہ جوش وہ نان کوآپریشن (NON CO-OPERATION) کا خروش اللہ کے لئے ہوتا تو وہاں ایک حصہ تھا ان سے ہزار حصے ہوتا، مگر یہاں ہزاروں حصہ بھی درکنار، وہی محبت وہی پیار، وہی تعظیم وہی تکریم، وہی وداد وہی اتحاد، وہی لیڈری وہی سروری، تو للہ انصاف کیا آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوا کہ ہرگز انہیں دین سے غرض نہیں، نہ دین کے لئے ان کی کوششیں ہوئیں بلکہ سب جوش وخروش بہر نائونوش سوراج بس باقی ہوس، انا للہ وانا الیہ رجعون۔ مسلمان کہلانے والو! للہ اپنا ایمان سنبھالو، واحد قہار کے قہر سے ڈرو، حب للہ وبغض للہ کے سامان درست کرو، نیچری دیکھ کیسا ہی معظم یا پیارا ہو دور کرو، دور بھاگو، خدا کے دشمن کو دشمن مانو، اس سے تعلق کو آگ جانو، ورنہ عنقریب دیکھ لوگے کہ تمہارے قلوب مسخ ہوگئے، تمہارے ایمان نسخ ہوگئے،

"فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ۝۴۴" [2] "مَنْ	تو جلد وہ وقت آتا ہے کہ جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو اور میں اپنے کام اللہ کو سونپتا ہوں، بیشک

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۴۴

یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ وَ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ "[1]	اللہ بندوں کو دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کی کوئی ہدایت کرنے والا نہیں، اور جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی بہکانے والا نہیں۔ (ت)

میں جانتا ہوں کہ حق کڑوا لگے گا مگر کوئی مسلمان تو ایسا نکلے گا کہ رب کے حضور گردن جھکا کر سچے دل سے دیکھے، حق و باطل کو میزانِ ایمان میں پرکھے، اور اگر سب پر وہی عناد و مکابرہ کا داغ، تو وماعلینا الاالبلاغ، اللھم الیك المشتکی وانت المستعان، وعلیك البلاغ والیك المصیر ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم (ہماری ذمہ داری بات پہنچانا تھا اے اللہ! تیری بارگاہ میں درخواست ہے اور تو ہی مدد فرمانے والا ہے، تیرا کام ہی بات کا موثر فرمانا ہے، اور لوٹنا تیری طرف ہے برائی سے پھرنے اور نیکی کو بجالانے کی قوت اللہ بلند و عظیم کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ت)

(۴) عالم موصوف بیشک حق پر ہے اور ان لوگوں کی من گھڑت ترک موالات کہ نصارٰی سے مجرد معاملات جائزہ بھی حرام بلکہ کفر، اور ہنود سے وداد واتحاد، دلی محبت واخلاص جائز بلکہ فرض قطعی اللہ ورسول پر افترا ہے، اس کا کچھ بیان ہوچکا اور زیادہ تفصیل کے لئے فقیر کا رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ ہے "وَ اللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" [2] (اور اللہ جسے چاہے سیدھی راہ دکھائے۔ ت) عالم موصوف پر تنخواہ داری گورنمنٹ کا افتراء کیا جائے شکایت ہے جب ان کے بڑے بڑے لیڈر وہ کچھ جتنے بہتان اللہ ورسول وقرآن عظیم پر باندھ رہے ہیں ابھی قرآن کریم کی آیات سے روشن ہوچکا کہ یہ لوگ آپ ہی ترک موالات کے منکر اور تکذیب قرآن عظیم پر مصر ہیں، پھر وہ اپنا عیب عالم پر نہ لگائیں تو کیا کھا کر جئیں، باقی رہا کفر وارتداد کا فتوٰی اور اس کے مفتی ومصدقین ومستفتی اور اس کے ماننے والوں اور اس کے سبب عالمِ دین کی توہین کرنے والوں پر شرعی احکام، سب بعینھا وہی ہیں کہ جواب سوال اول میں گزرے اور یہ کہ عالم موصوف پر ان لوگوں کے حکم کفر وارتداد وہی اپنا عیب دوسرے کو لگانا اور فرعون ملعون کی سنت مذکورہ ہے کَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ "[3] (ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے اُن کے دل ایک سے ہیں۔ت)

(۵) جماعت اہل سنت میں (کہ محاورہ قرآن وحدیث میں وہی مومنین ہیں، کما بینہ الامام

---
[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳۶ و ۳۷

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۶

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

صدر الشریعۃ فی التوضیح والملاعلی القاری فی المرقاۃ شرح المشکوٰۃ (جیسا کہ اسے امام صدر الشریعہ نے توضیح میں اور ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰہ میں بیان کیا ہے۔ت) تفرقہ ڈالنا حرام ہے، رب عزوجل نے منافقین کی بنائی مسجد پر جو سخت غضب فرمایا، اور اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیا کہ "لَا تَقُمْ فِیْهِ اَبَدًا ؕ"[1] کبھی اس میں کھڑے نہ ہونا، اور اس کے بنانے والوں کو فرمایا:

"اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ"[2]	اس نے اس کی بنیاد رکھی گراؤ گڑھے کے کنارے پر تو وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں ڈھے پڑا۔

اور حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بھیج کر اس کو ڈھوادیا جلوادیا۔ پھر حکم دیا کہ اس جگہ کو گھورا بنایا جائے جس میں نجاستیں اور کوڑا ڈالا جائے۔ رب عزوجل نے اس کی چار علتیں ارشاد فرمائیں، تیسری علت یہی "تَفْرِیْقًۢا بَیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ"[3] (مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔ت) ہے کہ انہوں نے اس کے سبب جماعت میں تفرقہ ڈالنا چاہا تھا۔ معالم شریف میں ہے:

لانھم کانوا جمیعا یصلون فی مسجد قبا فبنوا مسجد الضرار لیصلی فیہ بعضھم فیؤدی ذٰلك الی الاختلاف و افتراق الکلمۃ۔[4]	یعنی ساری جماعت مسجد قبا شریف میں ہوتی تھی، خبثاء نے وہ نقصان رسانی کی مسجد اس لئے بنائی کہ کچھ مسلمان اس میں پڑھیں، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ پھوٹ پڑے اور تفرقہ ہوجائے۔

بلکہ ان خبیثوں نے جو عذر تفریق ظاہر کیا تھا یہ تفریق جبلپور اس سے ہزاروں درجے بدتر ہے۔ انہوں نے کہا تھا:

انا قد بنینا مسجدًا لذی العلۃ والحاجۃ واللیلۃ المطیرۃ واللیلۃ الشاتیۃ[5]۔	ہم نے مسجد بنائی ہے بیمار اور کامی اور بارش کی رات اور جاڑے کی شب کے لئے۔

اور ان کا عذر تفریق یہ ہوا کہ عالم دین معاذ اللہ کافر و بدمذہب و ناقابلِ امامت ہے، جھوٹے وہ بھی تھے اور جھوٹے یہ بھی، مگر ع

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

[4] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن آیۃ والذی اتخذوا مسجدًا ضرارًا کے تحت مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۴۷

[5] معالم التنزیل علی ہامش تفسیر الخازن آیۃ والذی اتخذوا مسجدًا ضرارًا کے تحت مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۴۷

ببیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں تک ہے۔ت)

مسلمانوں کو مسجد الٰہی میں جانے سے منع کرنے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہونے کا حکم تو یہ ہے جو قرآن عظیم میں فرمایا:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَ سَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓىٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَاۤ اِلَّا خَآىٕفِیْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۱۴﴾ "[1]۔	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو ان میں نام الٰہی لینے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ایسوں کو نہیں پہنچتا تھا کہ ان میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے، ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب۔

مگر یہاں ان کا عذر یہ ہوگا کہ ہمیں مسجد ویران کرنا اور اس میں نماز سے روکنا مقصود نہ تھا بلکہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی امام کے پیچھے مسلمانوں کی نماز خراب نہ ہو، یہ بھلائی چاہنے کا عذر بھی ان منافقوں مسجد ضرار بنانے والوں نے پیش کیا تھا اور خالی زبانی نہیں بلکہ قسم کے ساتھ مؤکد کرکے،

قال اللہ تعالٰی "وَ لَیَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ "[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا ضرور ضرور اللہ کی قسم کھا کر کہیں گے کہ ہم نے تو تفریق جماعت سے بھلائی ہی چاہی۔

اس پر جواب فرمایا: "وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ "[3] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک یہ جھوٹے ہیں) جبکہ وہ وجہ جو یہ ظاہر کرتے ہیں قطعًا کذب و باطل ہے، محض معاندانہ اس کا جھوٹا حیلہ گھڑ کر مسلمانوں کو مسجد سے روکنا اور جماعت میں پھوٹ ڈالنا چاہا تو وہ نہ ہوا مگر مسجد الٰہی کو یادالٰہی سے روکنا، مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور انہیں مسجد سے روکنے میں کافروں سے مدد لینا اور انہیں اغوائے مسلمین کے لئے راستوں پر مقرر کرنا نظر بحقیقت تو ٹھیک مناسبت پر واقع ہوا، کافروں سے زیادہ اس کا اہل کون تھا، ایسے کام لینے والوں کے ایسے کام کو ایسے ہی کام کرنے والے مناسب تھے "اَلْخَبِیْثٰتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَ الْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثٰتِ ۚ "[4] (گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے۔ت) مگر ان کے زعم پر یہ کافروں سے استمداد اسی قسم میں واقع ہوا جو ان کے ادعا میں دینی کام تھا اور دینی کام میں کافروں سے استعانت حرام،

قال اللہ عزوجل "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۷

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ "[1]	کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر ارشاد العقل و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں اسی آیۂ کریمہ کی تفسیر میں ہے: نھوا عن الاستعانۃ بھم فی الامور الدینیۃ[2] اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کہ کافروں سے کسی دینی کام میں مدد لیں، یونہی ایسی نماز قائم کرنے کے لئے جس کی بناپر مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور سنی عالم کی اقتداء سے روک کر غالبًا کسی "منھم" کے پیچھے پڑھوانے پر ہو، زمین کفار ہی مناسب تھی کہ قضیہ زمین بر سر زمین ورنہ فقہائے کرام نے تو کافر کی زمین میں نماز پڑھنے سے اتنا روکا ہے کہ مسلمان کی زمین میں بے اس کے اذن کے پڑھے اور کافر کی زمین سے بچے، اور اگر مسلمان کی زمین میں کھیتی ہے کہ اس میں نہیں پڑھ سکتا تو راستے میں پڑھے اور کافر کی زمین میں نہ پڑھے، اگرچہ راستے میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر یہ کراہت کافر کی زمین میں پڑھنے کی کراہت سے ہلکی ہے۔ حاوی قدسی میں ہے:

ان اضطر بین ارض مسلم و کافر یصلی فی ارض المسلم اذلم تکن مزروعۃ اولکافر یصلی فی الطریق[3]۔	اگر مسلمان اور کافر کی زمین کے درمیان اضطراب آگیا تو مسلمان کی زمین میں نماز ادا کی جائے گی بشرطیکہ وہ کاشت نہ ہو، اگر وہ کاشت ہے یا کافر ہی کی زمین ہے تو راستے میں نماز ادا کرلی جائے۔ (ت)

ہاں ظاہرًا یہاں اس کافر مالک زمین کا اذن ہوگا، اب ایمانی نگاہ سے یہ فرق دیکھنا چاہئے کہ کہاں تو کافر کی بے خبری میں اس کی زمین میں وہ نماز پڑھنی جس سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور کہاں مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنے اور بندگانِ الٰہی کو مسجد الٰہی سے روکنے کے لئے کافر کی دلی خوشی کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے پوری کرنے کو اس کی زمین میں نماز قائم کرنی کافر کی وہ کراہت بدتر تھی جو اس کی زمین میں نماز پڑھنے سے ہوتی یا کافر کی یہ خوشی بدرجہا بدتر ہے جو اس کی کراہت قلب پر غالب آگئی اور جس کے سبب خود اس نے اپنی زمین خوش خوش نماز کیلئے دی، اول کا مقصود رضائے الٰہی ہے اور کافر کو اس سے غیظ و نفرت، اور دوم کا مقصود مسلمانوں میں تفرقہ ہے کہ نامرضی خدا ہے اور کافر کو اس سے سرور فرحت، " فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ ۝ "[4] (اے اہل ابصار! عبرت حاصل کرو۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) آیت لایتخذ المومنون الکٰفرین کے تحت دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۳، الفتوحات الالٰھیہ آیت لایتخذ المومنون الکٰفرین کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۷

[3] الحاوی القدسی

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

بلاشبہہ ایسا کرنے والے مسجد ضرار والے منافقوں کے وارث اور مسلمانوں کے بدخواہ اور ایذائے مسلمین کیلئے مشرکین کے آلے اور ان کے مسخرے یعنی انکے ہاتھوں میں ضرر اسلام کے لئے مسخر ہیں **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

(۶و۷) گائے کی قربانی بیشک شعارِ اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہم نے اونٹ اور گائے کی قربانی کو تمہارے لئے دین الٰہی کی نشانیوں سے کیا۔

خود مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلّی کو اس کا اقرار ہے۔ رسالہ قربانی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں: "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ" سے گائے کی قربانی ثابت ہوتی ہے [2]" خصوصًا اس معدنِ مشرکین ہندوستان میں کہ یہاں اسکے ابقاواجرا بلاشبہہ اعظم مہمات اسلام سے ہے، مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب میں ہے:

ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعائر اسلام است [3]۔	ہندوستان میں گائے کا ذبح کرنا اسلام کے سب سے بڑے شعائر میں سے ہے۔(ت)

یہاں اس کا باقی رکھنا یقینا واجب شرعی ہے جس کی تحقیق ہمارے رسالہ "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے،

علمائے لکھنؤ نے بھی اسے تسلیم کیاہے۔ مولوی عبدالحی صاحب کے فتاوٰی میں ہے:

"گائے ذبح کرنا طریقہ قدیمہ ہے زمانِ آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں، اور اس پر اجماع واتفاق ہے تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود بنظرِ تعصب مذہبی منع کریں تو مسلمانوں کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہرگاہ ہنود ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء واجرا میں سعی کریں، اور اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہ گار ہوں گے، ہنود منع کریں تو اسکے ابقا میں سعی واجب ولازم ہے [4] (ملخصًا) محمد عبدالحیٔ ابوالحسنات

انہیں کے دوسرے فتوے میں ہے: "گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ہنود بہ نظر اپنے مذہب کے روکے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۲۱

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ہشادویکم نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۰۶

[4] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۳

تو مسلمانوں کو باز آنا نہیں درست ہے اور ہندو کی ممانعت کو جو مبنی ہے ان کے اعتقاد باطل پر تسلیم کرلینا نہیں جائز ہے، جو اس کی عظمت کا خیال کرے اس کے اسلام میں فتور ہے، پس ہنود کی ممانعت تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت وترویج کا ہوگا اور یہ کسی طرح شرعاً جائز نہیں، مسلمانوں کو ضرور رہے کہ گاؤ کشی ترک نہ کریں[1]" (ملخصًا)

محمد عبدالحیٔ ابوالحسنات

مولوی عبدالباری صاحب کے والد ماجد مولانا عبدالوہاب صاحب کے فتوی میں ہے:

"ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤ کشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے[2]"

محمد عبدالوہاب

انھیں کے دوسرے فتوی میں ہے: "قربانی گائے کی شعارِ اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود موجب معصیت ہے بلکہ قائم رکھنے قربانی گائے میں مسلمانوں کو سعی لازم ہے[3]"

محمد عبدالوہاب

خود مولوی عبدالباری صاحب کے رسالہ قربانی میں ص ۲۰ میں ہے:

"رکاوٹ ڈالنے کی صورت میں گائے کی قربانی واجب ہو جاتی ہے"[4]

اسی کے صفحہ ۲۱ میں ہے: "جب سے ہندوؤں کو اس کا خیال ہوا کہ گائے کی قربانی روکی جائے اس وقت سے مسلمانوں کو بھی اپنا حق قائم رکھنے اور اپنے مذہبی حکم جاری رکھنے کا خیال پیدا ہوگیا، حکم شریعت بھی ایسا ہی ہے کہ جب قربانی روکی جائے تو لازم ہے کہ ہم اس کو کریں[5]"

صفحہ ۶ میں ہے: "میں جانتا ہوں روکنے سے اس کا انجام دینا ضروری ہو جاتا ہے[6]"

صفحہ ۳: "مذہبی شعار کو کسی دباؤ یا مروت سے نہیں چھوڑ سکتے۔"[7]

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحہ کتاب الاضیحۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۸۶۔۲۸۵

[2] فتاوی محمد عبدالوہاب بحوالہ مجموعہ فتاوٰی مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۳

[3] فتاوی محمد عبدالوہاب بحوالہ مجموعہ فتاوٰی مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/ ۲۸۶

[4] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۲۰

[5] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۲۱

[6] قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۶

[7] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۳

صفحہ ۱۶: "ہندوؤں کے روکنے یا ان کی محض خوشامد سے ترک قربانی گاؤ کو ممنوع سمجھتا ہوں[1]"

صفحہ ۱۹: شعارِ دین میں سے جس کو روکا جائے اس کے برقرار رکھنے کی پابندی مسلمانوں پر عائد ہوجاتی ہے"۔[2]

بقیہ اقوال کی تشریح رسالہ الطاریٔ الداریٔ میں ہے، تو جو لوگ خوشنودی مشرکین کے لئے اس شعارِ اسلام کو مٹانے چاہتے اور مسلمانوں کو اس کے چھوڑنے پر زور دیتے ہیں، سخت فاسق، مفسد، آمر بالحرام، بدخواہ اسلام، مسلمانوں کے رہزن ہیں، مشرکین کے گرگے، شیطان کے بھائی، ابلیس کے کارندے، حق کے دشمن ہیں، منافقوں کے وارث ہیں، جن کو حق سبحانہ فرماتا ہے:

" اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝۶۷ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاؕ هِيَ حَسْبُهُمْۚ وَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌۙ۝۶۸ "[3]	منافق مرد عورت آپس میں ایک ہیں برائی (مثلاً شعارِ اسلام بند کرنے) کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی (شعارِ اسلام جاری رکھنے) سے روکتے ہیں، اور (نیک کام خصوصًا شعائر اسلام سے) ہاتھ کھینچتے ہیں وہ اللہ کو بھول گئے تو اس نے انہیں چھوڑ دیا، بیشک منافق ہی پکے فاسق ہیں، اللہ نے منافق مردوں عورتوں اور ان کافروں سے (جن کی طرف یہ منافق جھکتے اور ان کی خوشنودی چاہتے ہیں) جہنم کی آگ کا وعدہ فرمایا ہے جس میں وہ سب ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کے عذاب کو بہت ہے اور اللہ نے ان سب پر لعنت کی اور ان کے لئے دائم عذاب ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

ان کے دام میں پھنس کر گائے کی قربانی چھوڑنے والا اللہ عزوجل کا مخالف اور ابلیس لعین کا فرمانبردار ہے، تارک واجب و مرتکب حرام، مستحقِ نار و غضب جبار ہے۔

والعیاذ باللہ العزیز الغفار وصلی اللہ تعالٰی	اللہ عزیز و غفار کی پناہ، اور اس کے حبیب مختار

[1] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۱۶

[2] رسالہ قربانی عبدالباری فرنگی محلّی ص ۱۹

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۷ و ۶۸

على الحبيب المختار واٰله الاطهار وصحبه الابرار و اوليائه الاخيار وامته اجمعين الى يوم القرار و بارك وسلم والله سبحٰنه وتعالٰى اعلم۔	پر صلوٰۃ وسلام، آپ کی آلِ اطہار، اصحاب ابرار، اولیا اخیار اور امت پر بھی قیامت تک، اور برکت وسلامتی ہو۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳: از وانا پور محلّہ شگونہ مسجد حنفیّہ مسئولہ محمد حنیف خاں ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

بگرامی خدمت فیض درجت امام اہل سنت اعلٰی حضرت عظیم البرکۃ مولانا مولوی مفتی شاہ احمد رضاخاں صاحب مد ظلہم الاقدس، السلام علیکم! گزارش خدمت ہے کہ یہاں شہر پٹنہ ایک جگہ پر مجمع ہوا، جسمیں علمائے بہار بھی شریک تھے۔ اور عام لوگ بھی مولوی ابوالکلام حامی ترک موالات نے تحریک کی کہ بہار واڑیسہ کے لیے ایک امیر اسلام ہونا چاہئے اس پر لوگوں نے حضرت اقدس شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی کو تجویز کرکے امیرِ اسلام بنایا، اب اعلان ہے کہ لوگ شہر کے امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کریں، لہذا حضور والا سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ امیرِ اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور امیرِ اسلام کے لئے کیا کیا شرائط از روئے قرآن شریف وفقہ شریف ہونا چاہئے اور جو لوگ بیعت نہ کریں کیا وہ لوگ گنہگار ہیں جواب تفصیل سے مع دلائل کے عنایت ہو **بینوا توجروا**۔

الجواب: امیر شریعت دو قسم ہے: اختیاری وقہری۔ اختیاری وہ جو کسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کا اختیار نہیں رکھتا، احکامِ شریعت بتادینا اس کا کام ہے، ماننا نہ ماننا لوگوں کے اختیار، یہ امیر شریعت متدین فقہائے اہلِ سنت ہیں،

قال الله تعالٰی "يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ"[1]، اولوالامر هم العلماء على اصح الاقوال كما قال تعالٰى "وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ"[2]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہلِ ایمان! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے جو صاحبِ امر ہیں ان کی۔ اصح قول کے مطابق اولوالامر سے مراد علماء ہیں جیسا کہ اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اور کاش وہ اسے لوٹائیں رسول کی طرف اور اپنے ذی اختیار لوگوں کی طرف، تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیں گے وہ جس کو استنباط کرتے ہیں ان میں سے (ت)

عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پر اپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علمائے اہلسنت کی طرف رجوع کرنا اور بھی

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۳

لازم تر ہو جاتا ہے کہ بعض بعض خاص دینی کام جنہیں ولاۃ وقضاۃ اٹھائے ہوتے ہیں، ان میں تاحدِ ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے، جیسے معاملہ عنّین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کا اختیار غیر سلطان کو نہیں،

فاذاعسر جمعھم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثر وافالمتبع اعلمھم فان استووااقرع بینھم[1]۔کما فی الحدیقۃ الندیۃ عن الفتاوی العتابیۃ۔	جب ایک پر اتفاق دشوار ہو تو ہر علاقہ کے لوگ اپنے عالم کی اتباع کرلیں، اگر علماء کثیر ہوں تو سب سے بڑے عالم کا اتباع کیا جائے، اگر علم میں برابر ہوں تو ان کے درمیان قرعہ اندازی کرلی جائے، جیسا کہ حدیقہ ندیہ میں فتاوی عتابیہ سے ہے۔(ت)

یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر نہیں بلکہ خود بانتخاب الٰہی منتخب ہے، دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کو منتخب کریں گے خطا کریں گے اور اسی کا اتباع لازم ہوگا کہ وہی اہل ہے اور طبائع خود ہی دینی امور میں اسکی طرف رجوع پر مجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا حل شافی نہیں پاتیں یہاں تک کہ اس کے اکابر اعدا، کہ بوجہ دینی یا حسد شیاطینی اس کے سخت دشمن ہوتے ہیں، اور زبردستی اس پر اپنی تعلّی چاہتے ہیں، مسائل مشکلہ کے حل کرنے میں اسکے محتاج رہتے ہیں، اپنے گمنام جاہلوں کے ذریعہ سے اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں یوں اپنے لاحل مسئلوں کی گرہ کھلواتے ہیں،

"ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾"[2]	یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے عطا کرتا ہے جسے وہ چاہے اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔(ت)

اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور نہ اس کے دستور، نہ اس کا ترک گناہ ومحذور، بلکہ اس کا معیار وہی ہے جو اوپر مذکور، اس کے فیصلے کو بہار واڑیسہ کے جملہ علماء پر نظر تفصیلی صحیح شرعی نے جو فیصلہ کیا ہو آپ ہی منظور،

"وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾"[3] "اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾"[4]	اور اللہ سینوں کے رازوں کو جانتا ہے اور سنو تمام امور اللہ کی بارگاہ میں لوٹتے ہیں۔(ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۵۴

[4] القرآن الکریم ۴۲/ ۵۳

دوسرا امیر قہری، اس کے ذمہ وہ کام ہیں جو بغیر تسلط و غلبہ و قہر کے انجام نہیں پاتے مثلاً قصاص و حدود و تعزیرات واخذ عشور واخذ خراج یہ ضرور نصب و انتخاب مسلمین پر ہے اور اسی کے ہاتھ پر بیعت کا دستور اور بلاوجہ شرعی اس سے انکار محظور، یہ اگر عام ممالک اسلامیہ پر مقرر کیا جائے تو خلیفہ و امیر المومنین ہے اور اس کے لئے سات شرطیں لازم کہ ایک بھی کم ہو تو خلیفہ نہیں متغلب ہے، ۱اسلام، ۲حریت، ۳ذکورت، ۴عقل، ۵بلوغ، ۶قدرت، ۷قرشیت۔

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ امام ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اماعندنا فالشروط انواع، بعضها لازم لاتنعقد بدونه، وهی الاسلام، والذکورة، والحریة، والعقل، و اصل الشجاعة، وان یکون قرشیا[1]۔	لیکن ہمارے نزدیک شروط مختلف طرح کی ہیں بعض ان میں سے لازم ہیں جن کے بغیر امارت کی انعقاد نہیں ہو سکتا اور وہ مسلمان ہونا، مذکر ہونا، آزاد ہونا عقل والا ہونا، دلیر ہونا اور قرشی ہونا ہے (ت)

اور اگر کسی قطر یا شہر یا موضع خاص پر تو وہاں کا صوبہ یا والی ہے، اس کے لئے بھی عقل و بلوغ و قدرت یقیناً شرط اور قرشیت کی کچھ حاجت نہیں اور تعمیم احکام کے لئے اسلام و حریت و ذکورت بھی ضرور ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ عدم سلطان کے وقت مسلمانوں پر ایسا والی مسلم تلاش کرنا واجب ہے کما فی المبسوط وجامع الفصولین ومعراج الدرایة وغیرہا (جیسا کہ مبسوط، جامع الفصولین اور معراج الدرایہ وغیرہ میں ہے۔ ت) مگر ہر واجب بقدر قدرت ہوتا ہے اور ہر فرض بشرط استطاعت۔

قال اللہ تعالٰی "لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" [2]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

یہاں مسلمان ایسا والی مقرر کرنے پر ہرگز قادر نہیں اور اس پر واضح دلیل یہ ہے کہ سو برس سے آج تک ہندوستان میں ہزارہا مشائخ و علماء و صلحاء و کبراء گزرے کبھی اس طرف متوجہ نہ ہوئے کیا وہ مسئلہ نہ جانتے تھے یا قصداً فاسق و تارک واجب رہے، حاشا ہرگز نہیں، بلکہ انہیں معلوم تھا کہ یہ وجوب ہم پر نہیں۔ شرح مقاصد میں ہے:

فان قیل لو وجب نصب الامام لزم اطباق الامة فی اکثر الاعصار علی	اگر یہ اعتراض اٹھایا جائے کہ اگر امام کا مقرر کرنا واجب ہے تو لازم آئے گا کہ امت نے اکثر زمانوں

[1] تعلیقات مسایرة علامہ قاسم بن قطلو بغا مع المسامرة شروط الامام المکتبة التجاریة مصر ص ۳۱۹ و ۳۲۰

[2] القرآن الکریم ۲ /۲۸۶

ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بما يجب من الصفات سيما بعد انقضاء الدولة العباسية. قلنا انما يلزم الضلالة لوتركوه عن قدرة واختيار لاعجز و اضطرار[1]۔	میں واجب کا ترک کیا کیونکہ ایسا کوئی امام ہی نہیں ملا جو مذکورہ صفات کا حامل ہو خصوصًا حکومت عباسیہ کے گزرنے کے بعد، ہم جوابًا کہتے ہیں امت کا گنہگار ہونا تب لازم آئے گا اگر انہوں نے قدرت واختیار ہونے کے باوجود اسے ترک کیا ہو اور اگر عجز واضطرار کی وجہ سے ہو تو پھر گناہ نہ ہوگا۔ (ت)

(یہ جواب ناقص ہی دستیاب ہوا)

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۲۷۵

رسالہ
دوام العیش من الائمۃ من قریش ۱۳۳۹ھ
(زندگی کا دوام اس امر میں کہ خلفاء قریش میں سے ہوں گے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مسئلہ ۲۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سلطنت عثمانیہ کی اعانت مسلمانوں پر لازم ہے یا نہیں فرضیتِ اعانت کے لئے بھی سلطان کا قرشی ہونا شرط ہے یا نہیں یا صرف خلافت شرعیہ کے لئے یا کسی کے لئے نہیں، مولوی فرنگی محلّی کے خطبہ صدارت میں اس کے متعلق چند سطور ہیں اور مسٹر ابوالکلام آزاد نے رسالہ مسئلہ خلافت وجزیرہ عرب میں صفحہ ۳۲ سے صفحہ ۷۰ تک حسبِ عادت اسے بہت پھیلا کر بیان کیا ہے، ان دونوں کا محصل یہ ہے کہ خلافت شرعیہ میں بھی قرشیت شرط نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور اس بارے میں مذہب اہلسنت کیا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب:

الحمدللہ الذی فرض اعانۃ سلاطین الاسلام علی المسلمین وفضل قریشا بخاتم النبیین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارك وسلم الٰی یوم الدین وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ کل اٰن وحین۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین النصیحۃ ﷲ ولکتابہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم[1]، رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والنسائی عن تمیم الداری والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد عن ابن عباس والطبرانی فی الاوسط عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	بیشک دین یہ ہے کہ اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول سے سچا دل رکھے اور سلاطینِ اسلام اور جملہ مسلمانوں کی خیر خواہی کرے (اسے احمد، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے تمیم داری سے اور ترمذی اور نسائی نے ابوہریرہ سے اور احمد نے ابن عباس سے اور طبرانی نے اوسط میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سلطنت علیہ عثمانیہ ایدہا اللہ تعالٰی نہ صرف عثمانیہ ہر سلطنت اسلام نہ صرف سلطنت ہر جماعت اسلام نہ صرف جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے اس میں قرشیت شرط ہونا کیا معنی، دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے، اور وقت حاجت دعا سے امداد واعانت بھی ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس سے کوئی عاجز نہیں اور مال یا اعمال سے اعانت فرض کفایہ ہے اور ہر فرض بقدر قدرت ہر حکم بشرط استطاعت۔

قال تعالٰی "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا"[2]، وقال تعالٰی "فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ"[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اور اللہ نے فرمایا: تو اللہ سے ڈرو جہاں تک ہو سکے۔ (ت)

مفلس پر اعانت مال نہیں، بے دست وپا پر اعانتِ اعمال نہیں، ولہذا مسلمانانِ ہند پر حکم جہاد وقتال نہیں۔ بادشاہ اسلام اگرچہ غیر قرشی ہو اگرچہ کوئی غلام حبشی ہو امور جائزہ میں اس کی اطاعت تمام رعیت اور وقت حاجت اس کی اعانت بقدر استطاعت سب اہلِ کفایت پر لازم ہے، البتہ اہلسنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کے لئے ضرور قرشیت شرط ہے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں، اسی پر صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، اہلسنت کا اجماع ہے، اس میں مخالف نہیں مگر خارجی یا کچھ معتزلی کتب عقائد وکتب

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۴، سنن ابوداؤد کتاب الادب آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۰، مسند احمد بن حنبل حدیث تمیم الداری دار الفکر بیروت ۴/ ۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[3] القرآن الکریم ۶۴/ ۱۶

حدیث و کتب فقہ اس سے مالامال ہیں، بادشاہ غیر قرشی کو سلطان، امام، امیر، والی، ملک کہیں گے، مگر شرعًا خلیفہ یا امیر المومنین کہ یہ بھی عرفًا اسی کا مترادف ہے، ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوااس کے جو ساتوں شروط خلافت اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کافرمان فرمائے اعظم ہو۔

اجمالی کلام وواقعات عام وازالہ اوہام جہال خام

اقول: وباللہ التوفیق اسم خلافت میں یہ شرعی اصطلاح ہے جملہ صدیوں میں اسی پر اتفاقِ مسلمین رہا۔

(۱) زمانہ صحابہ سے برابر علمائے کرام خلفاء ملوک کو علیحدہ کرتے آئے حتی کہ خود سلاطین اسی کے پابند رہے اور آج تک ہیں، بڑے بڑے جبار بادشاہ گزرے کبھی غیر قریش نے ترک ہوں یا مغل یا پٹھان یا کوئی اور اپنے آپ کو خلیفہ نہ کہلوایا، نہ خلافت مصطفویہ شرعیہ کا دعوی کیا، جب تک خلافت عباسیہ قائم رہی خلیفہ ہی کی سرکار سے سلاطین کی تاجپوشی ہوتی، سلطان دستِ خلیفہ پر بیعت کرتا اور اس منصب شرعی کا مستحق اسی کو اگرچہ زور وطاقت وسطوت میں اس سے کہیں زائد ہوتا، جب کفار تاتار کے دستِ ظلم سے محرم ۶۵۶ھ میں جامہ خلافت تار تار ہوگیا علماء نے فرمایا ساڑھے تین برس تک خلافت منقطع رہی حالانکہ اس وقت بھی قاہر سلطنتیں موجود تھیں، مصر میں ملک ظاہر سلطان بیبرس کا دور دورہ تھا، امام جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں خاتم الخلفا مستعصم باللہ کی شہادت کے بعد ذکر فرماتے ہیں:

ثم دخلت سنة سبع وخمسين والدنیا بلا خلیفة[1]۔	پھر ۶۵۷ھ آیا اور دنیا بے خلیفہ تھی۔

پھر فرمایا:

ثم دخلت سنة ثمان وخمسين والوقت ایضا بلا خلیفة[2]۔	پھر ۶۵۸ھ آیا اور زمانہ اسی طرح بے خلیفہ تھا۔

پھر فرمایا:

وتسلطن بیبرس وازال المظالم وتلقب بالملك الظاهر ثم دخلت سنة	بیبرس سلطان ہوا اور اس نے ظلم دفع کئے اور اپنا لقب ملک ظاہر رکھا، پھر ۶۵۹ھ آیا اور وقت

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۳۰

[2] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ۳۳۱

تسع وخمسين والوقت ايضاً بلاخليفة الٰى رجب فاقيمت بمصر الخلافة وبويع المستنصر وكان مدة انقطاع الخلافة ثلاث سنين ونصفا[1] ۔(ملخصًا)	ماہ رجب تک یونہی بے خلیفہ تھا یہاں تک کہ مصر میں پھر خلافت قائم کی گئی مستنصر باللہ عباسی کے ہاتھ پر بیعت ہوئی خلافت ساڑھے تین برس تک معدوم رہی۔(ملخصًا)۔

یونہی حسن المحاضرہ فی اخبار مصر والقاہرہ میں فرمایا:

لما اخذ التاتار بغداد وقتل الخليفة اقامت الدنيا بلاخليفة ثلث سنين ونصف سنة وذٰلك من يوم الاربعاو رابع عشر صفر سنة ست وخمسين وهو يوم قتل الخليفة المستعصم رحمه الله تعالٰى الٰى اثناء سنة تسع وخمسمائة۔[2]	یعنی جبکہ تاتاریوں نے بغداد مقدس لے لیا اور خلیفہ شہید ہوئے دنیا ساڑھے تین برس بے خلیفہ رہی اور یہ ۱۴صفر روز چار شنبہ ۶۵۶ھ سے کہ روز شہادت خلیفہ مستعصم رحمہ اللہ تعالٰی تھا سے ۱۳رجب ۶۵۹ھ تک کازمانہ ہے۔

(۲) یہ خلافت کہ مصر میں قائم ہوئی اور ڈھائی سو برس سے زائد رہی خود سلطان کی قائم کی ہوئی تھی، سلطان بظاہر اس کا دست نگر ہوتا اور خلاف پر قادر تھا نظر بقوت بے تفویض خلیفہ بھی نظم ونسق ورتق، فتق وامر وحکم میں سلطان مستقل تھا، خلیفہ امیر المومنین کہلانے اور بیعت لینے اور خطبہ وسکہ کو زینت اور سلاطین کو تاج وخلعت دینے کے لئے ہوتا بلکہ اس کی بنا خود خلافت بغداد میں پڑچکی تھی، مقتدر باللہ کو ۲۹۶ھ میں تیرہ برس کی عمر میں خلافت ملی، طفلی واشتغال بازی واختیارات زنان واستخدام یہود ونصارٰی نے ضعف پہنچایا ملک مغرب نکل گیا، مصر نکل گیا، قرامطہ ملعونوں کا زور ہوا، پھر ۳۲۴ھ میں واسطہ کا صوبہ محمد بن رائق خلیفہ راضی باللہ پر فائق ہوا خلیفہ نام کے لئے تھا پھر یہ بدعت شنیعہ مدتوں مستمر رہی مگر تمام علماء و مسلمین اور خود وہ جبار سے جبار سلاطین بھی خلافت انہیں قرشی خلفاء کی مانتے اور انہیں سے پروانہ وخلعت سلطنت لیتے۔ اگر غیر قرشی بھی خلیفہ ہوسکتا تو سلاطین خود خلفاء بنتے، کیا ضرورت تھی ان قرشیوں کو اپنا تغلب مٹانے کے لئے حیلہ شرعیہ کے واسطے خلیفہ بناتے اور اپنے زیردستوں کے حضور سربندگی جھکاتے اور ان کے ہاتھ سے تاج وخطاب پاتے، مگر نہیں وہ مسلمان تھے سنی تھے جانتے تھے کہ ہم قرشی نہیں ہماری خلافت نہیں ہوسکتی اور بے تولیت خلافت بطور خود سلطنت کرینگے تو داغ تغلب ہماری پیشانی سے نہ مٹے گا اسی لئے ان عباسی قرشیوں کی خلافت رکھی تھی۔

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعصم باللہ مطبع مجتبائی دہلی ص۳۳۱

[2] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

(۳) پھر ادھر ہی کے سلاطین نہیں اس دور دراز مملکت ہند کے متشرع سلاطین نے بھی انہیں خلفاء سے اپنے نام پروانہ سلطنت کیا حالانکہ یہ کسی طرح تسلط کی راہ سے ان کے ماتحت نہ تھے، تاریخ الخلفاء میں ہے:

وفی سنۃ اربع عشرۃ ارسل غیاث الدین اعظم شاہ بن اسکندر شاہ ملک الھند یطلب التقلید من الخلیفۃ وارسل الیہ مالا وللسلطان ھدیۃ[1]۔	سنہ آٹھ سوچودہ میں بادشاہ ہند اعظم شاہ غیاث الدین بن سکندر شاہ نے خلیفہ مستعین باللہ ابوالفضل سے اپنے لئے پروانہ تقررِ سلطنت مانگا اور خلیفہ کے لئے نذر اور سلطانِ مصر کو ہدیہ بھیجا۔

خود مسٹر کے اسی رسالہ خلافت ص ۷۹ میں ہے: "جب تک بغداد کی خلافت رہی ہندوستان کے تمام حکمران اس کے فرماں بردار رہے جب ۶۶۰ھ عــہ میں مصر کی عباسی خلافت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ عباسیہ کے کارواں رفتہ کا محض ایک نمود غبار تھا تاہم سلاطین ہند اس کی حلقہ بگوشی وغلامی کو اپنے لئے فخر سمجھتے رہے اور مرکزی خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوادینے کے لئے مقامِ خلافت سے پروانہ نیابت حاصل کرتے رہیں"۔

پھر سلطان محمد بن تغلق شاہ وسلطان فیروز شاہ کی بندگی وغلامی جو اس خلافت سے رہی اور فیروز شاہ کے لئے دربار خلافت سے دوبار پروانہ تقرر سلطنت ونشان خلعت کا آنا لکھا اور یہ کہ سلطان نے اس کی کمال تعظیم کی اور یہ سمجھا کہ گویا یہ عزت آسمان سے اتری اور یہ سند بارگاہ رسالت سے ملی، پھر کہا (ص ۸۰)

"غور کرو مقامِ خلافت کی عظمت کا ہمیشہ کیا حال رہا خلافت بغداد مٹنے کے بعد بھی خلافت کی صرف ایک اسمی نسبت بھی اس درجہ جبروت رکھتی تھی کہ ہندوستان جیسے بعید گوشہ میں ایک عظیم الشان فرمانروائے اقلیم مصر کے دربار خلافت سے اذن واجازت حاصل ہونے پر فخر کرتا ہے مٹنے پر بھی اس مقام کی عظمت تمام عالم اسلامی پر اس طرح چھائی رہتی ہے کہ وہاں کا فرمان آسمانی فرمان اور وہاں کا حکم بارگاہِ نبوت کا حکم سمجھا جاتا ہے"۔

خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جنگ یا کس نشے کی ترنگ میں لکھ گئے، ان کا اعتقاد تو یہ ہے ص ۴۵ کہ:

عــہ: یہ غلط ہے بلکہ ۹/رجب ۶۵۹ھ۔ ۱۲منہ غفرلہ

[1] تاریخ الخلفاء احوال المستعین باللہ ابوالفضل مطبع مجتبائی دہلی ص ۳۵۷

"انتخاب خلیفہ کا موقع نہ رہا ہو تو خلیفہ تسلیم کرلینے کے لئے بجز اسلام اور حکومت کے جماؤ اور جگہ پکڑ لینے کے اور کوئی شرط نہیں۔"

سبحان اللہ! یہ سلاطین ہند و سلاطینِ مصر اور خود سلطان بیبرس جس نے اس خلافت کی بنیاد رکھی مسلمان ہی تھے اور ان کی حکومتیں جمی ہوئی تھیں تو آپ کی کافی ساختہ دونوں شرط خلافت موجود تھیں پھر انہوں نے خود اپنے آپ کو خلیفہ کیوں نہ جانا اور ان کی حکومت شرعی طور پر ماننے کے قابل کیوں نہ ہوئی حالانکہ آپ کے نزدیک شریعت کا حکم ہے کہ:

"اسی کو خلیفہ ماننا چاہئے خواہ تمام شرطیں اس میں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں۔" (ص۵۱)

"ہر مسلمان پر از روئے شرع واجب ہے کہ اسی کو خلیفہ اسلام تسلیم کرے" (ص۳۵)

خیر آپ کا تناقض آپ کو مبارک۔ سلاطین اسلام نے کیوں اپنی خلافت نہ مانی اور وہ کیا بات ان میں کم تھی جس کے لیے انھیں دوسرے کی خلافت جمانے اور اس کی اجازت کے صدقے اپنی حکومت کو شرعی منوانے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر ہے کہ وہ نہ تھی مگر شرط قرشیت۔

(۴) مسٹر کو چھوڑیئے جنہوں نے دو ہی شرطیں رکھیں، ائمہ دین تو سات بتاتے ہیں دیکھئے شاید ان میں کوئی اور شرط مفقود ہونے کے سبب سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ سمجھا، اوپر گزرا کہ وہ [۱]اسلام و [۲]حریت و [۳]ذکورت و [۴]عقل و [۵]بلوغ و [۶]قدرت و [۷]قرشیت ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ ان سلاطین میں چھ موجود تھیں پہلی پانچ بداہۃً اور قدرت یوں کہ حکومت کا جماؤ بے اس کے نہیں تو صرف ایک ہی قرشیت نہ تھی لاجرم اسی کے نہ ہونے تمام سلاطین نے اپنے آپ کو خلیفہ نہ مانا اور قرشی خلافت کا محتاج دست نگر جانا۔

(۵) بلکہ بطور مسٹر امر واضح تر ہے ان نام کے خلفا میں اگر قرشیت موجود تھی قدرت مفقود تھی کہ وہ سلاطین کے ہاتھوں میں شطرنج کے بادشاہ تھے، جبار خونخوار متکبر متجبر سلاطین کے سر میں یوں بھی سودائے مساوات و بے نیازی نہ سمایا اور انہیں کو خلیفہ اور اپنے آپ کو ان کو محتاج ٹھہرایا حتی کہ جب سلطان بیبرس نے مستنصر کو خلیفہ کیا اور اس سے پروانہ سلطنت لیا خلیفہ نے اظہار انقیاد کے لئے اس کے پاؤں میں سونے کی بیڑیاں ڈالیں اور سلطان نے خدم حشم کے ساتھ یونہی قاہرہ اپنے دار السلطنت کا گشت کیا کہ گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں اور آگے آگے وزیر کے سر پر خلیفہ کا عطا کیا ہوا پروانہ سلطنت (حسن المحاضرہ) روشن ہوا کہ وہ شرط قرشیت کس درجہ اہم وضروری تر جانتے تھے انہوں نے خیال کیا کہ قدرت مکتسبہ بھی ہوتی ہے بلکہ اسے اکتساب سے مفر نہیں کہ ملکوں پر تنہا کا تسلط عادۃً نہیں ہوتا مگر افواج واطاعت جماعت سے جب اقتدار والوں نے انہیں سر پر رکھ لیا تو مقصود اقتدار حاصل ہوگیا جیسے خلیفہ میں خود عالم اصول وفروع ہونے کی شرط اتفاقی نہ رہی کہ دوسرے کے علم سے کام چل سکتا ہے لیکن قرشیت ایسی چیز نہیں کہ دوسرے سے مکتسب وہ لہذا اپنے اقتدار کا خیال نہ کیا اور

ان کی قرشیت کے آگے سر جھکا دیا۔

(٦) نہ صرف سلاطین بلکہ بکثرت ائمہ وعلماء نے اسی کو خلافت جانا خلافت بغداد پر پچھلی تین صدیاں جیسی گزریں انہیں جانے دو تو یہی خلافت مصر لو جسے تم کاروانِ رفتہ کی محض ایک نمود غبار کہتے ہو۔

(ا) جب بیبرس نے مستنصر کی خلافت قائم کرنی چاہی سب میں پہلے امام اجل امام عزالدین بن عبدالسلام نے بیعت فرمائی پھر سلطان بیبرس پھر قاضی پھر امراء وغیرہم نے۔

(ب) پھر ابوالعباس حاکم بامر اللہ کے بیٹے تیسرے خلیفہ مصری مستکفی باللہ کی خلافت کا امضا اور اس کی صحت کا ثبوت امام اجل تقی الدین بن دقیق العید کے فتوے سے ہوا ان کے عہد نامہ خلافت میں تھا،

الحمدلله الذی ادام الائمة من قریش وجعل الناس تبعالهم فی هذاالامر فغیرهم بالخلافة العظمة لا یدعی ولایسمّٰی[1]۔	سب خوبیاں اللہ کو جس نے خلیفہ ہمیشہ قریش میں سے کئے اور تمام لوگوں کو خلافت میں ان کو تابع کیا تو غیر قرشی کو نہ خلیفہ کہا جائے گا نہ وہ اس نام سے پکارا جائے۔

اس پر قاضی القضاۃ شمس الدین حنفی کے دستخط ہوئے۔

(ج) پھر مستکفی کے بیٹے ابوالعباس احمد حاکم بامر اللہ کی صحت خلافت پر امام قاضی القضاۃ عزالدین بن جماعہ نے شہادت دی اور ان کی مثال بیعت علامہ احمد شہاب ابن فضل اللہ نے لکھی اس میں ان کو خلیفہ جامع شرائط خلافت لکھا اور لکھا کہ: **وصل الحق الٰی مستحقه**[2] حق بحقدار رسید، **کل ذٰلك فی حسن المحاضرة** (یہ سب کا سب حسن المحاضرۃ میں موجود ہے۔ت)

(د) امام اجل ابوزکریا نووی اسی خلافت مصریہ کے دور سے متعلق شرح صحیح مسلم میں فرمارہے ہیں:

قد ظهر ما قاله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فمن زمنه الی الاٰن الخلافة فی قریش[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ظاہر ہوگیا کہ جب سے آج تک خلافت قریش ہی میں ہے۔

دیکھو اکابر ائمہ برابر انہیں خلفاء مانتے آئے۔

(ھ) امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ تمام خلافتیں بغدادی پھر مصری

---

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

[2] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

[3] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

ذکر کیں اور خطبہ میں فرمایا:

ترجمت فیہ الخلفاء امراء المؤمنین القائمین بامر الامۃ من عھد ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ والی عھدنا ھذا[1]۔	میں نے اس کتاب میں ان کے احوال بیان کئے جو خلیفہ امیر المومنین کارامت پر قیام کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے وقت سے ہمارے زمانے تک ہوئے۔

(و) پھر فرمایا میں نے اس میں کسی عبیدی کا ذکر نہ کیا کہ کئی وجہ سے ان کی خلافت صحیح نہیں، ایک تو وہ قرشی نہ تھے، دوسرے وہ بدمذہب بے دین کم از کم رافضی تھے **ومثل ھؤلاء لاتنعقد لھم بیعۃ ولاتصح لھم امامۃ**[2] ایسوں کے لئے نہ بیعت ہوسکے نہ ان کی خلافت صحیح۔ تیسرے یہ کہ ان کی بیعت اس وقت ہوئی کہ خلافت عباسی قائم تھی اور ایک وقت میں وہ خلیفہ نہیں ہوسکتے، چوتھے یہ کہ حدیث فرماچکی کہ خلافت جب بنی عباس کو ملے گی پھر ظہور امام مہدی تک دوسرے کو نہ پہنچے گی، ان وجوہ سے میں نے عبیدیوں کو ذکر نہ کیا **وانماذکرت الخلیفۃ المتفق علٰی صحۃ امامتہ**[3] میں نے وہی خلفاء ذکر کئے جن کی صحتِ خلافت پر اتفاق ہے دیکھو کیسے صریح نص ہیں کہ یہ کمزور خلافتیں بھی صحیح خلافت ہیں، آخر کس لئے، اس لیے کہ قرشی ہیں اور زبردست طاقتور سلاطین غیر قرشی۔

(ز) جب خلیفہ مستکفی باللہ نے شعبان ۷۴۰ھ یا ۷۴۱ھ میں وفات پائی اور اپنے بیٹے احمد حاکم بامر اللہ کو ولی عہد کیا سلطان ناصر الدین محمد بن قلادون ترکی نے کہ ۷۳۶ھ میں مستکفی باللہ سے رنجیدہ ہوگیا اور ۱۸ ذی الحجہ کو اسے مصر سے باہر شہر قوص میں مقیم کیا (اگرچہ ادارات پہلے سے بھی زائد کردئے اور خطبہ وسکہ خلیفہ ہی کا جاری رہا اس عہد کو نہ مانا اور جبراً خلیفہ مستکفی کے بھتیجے ابراہیم بن محمد حاکم بامر اللہ کے لیے بیعت لی (اگرچہ مرتے وقت خود اس پر نادم ہوا اور سرداروں کو وصیت کی کہ خلافت ولی عہد مستکفی احمد ہی کے لئے ہو جس پر ابن فضل اللہ نے وہ لکھا کہ حق بحقدار رسید) ابن قلادون کی اس حرکت پر امام جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ناصر بن قلادون پر اس کے سب سے زیادہ عزیز بیٹے امیر نوک کی موت کی مصیبت ڈالی، یہ اسے پہلی سزادی، پھر مستکفی کے بعد سلطنت سے متمتع نہ ہوا ایک سال اور کچھ روزوں کے بعد اللہ عزوجل نے اسے ہلاک کیا بلکہ بعض نے مستکفی کی وفات ۷۴۱ھ میں لکھی ہے تو یوں تین ہی مہینے بعد مرا،

---

[1] تاریخ الخلفاء خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۶

[2] تاریخ الخلفاء خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷

[3] تاریخ الخلفاء خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۸

سنة الله فیمن مس احدامن الخلفاء بسوء فان الله تعالٰی یقصمه عاجلا وما ید خرله فی الاٰخرة من العذاب اشد۔[1]	سنت الٰہیہ ہے کہ جو کوئی کسی خلیفہ سے برائی کرے اللہ تعالٰی اسے ہلاک فرمادیتا ہے اور وہ جو آخرت میں اسے کے لئے رکھتا ہے سخت تر عذاب ہے۔

پھر اولاد ابن قلادون میں اس کی شامت کی سرایت بیان فرمائی کہ ان میں جو بادشاہ ہوا تخت سے اتارا گیا اور قید یا جلاوطن یا قتل کیا گی، خود اس کا صلبی بیٹا کہ اس کے بعد تخت پر بیٹھا دو ۲ مہینے سے کم میں اتار دیا گیا اور مصر سے قوص ہی کو بھیجا گیا جہاں سلطان نے خلیفہ کو بھیجا تھا اور وہیں قتل کیا گیا، ناصر نے چالیس ۴۰ برس سے زیادہ سلطنت کی اور اس کی نسل سے بارہ ۱۲ بادشاہ ہوئے جن کی مجموعی مدت اتنی نہ ہوئی۔

(ح) نیز امام ممدوح کتاب موصوف میں فرماتے ہیں:

| اعلم ان مصر من حین صارت دارالخلافة عظم امرها وکثرت شعائرالاسلام فیها وعلت فیها السنة وعفت عنها البدعة وصارت محل سکن العلماء ومحط الرجال الفضلاء وهذاسرمن اسرار الله تعالٰی اودعه فی الخلافة النبویة کمادل ان الایمان والعلم یکونان مع الخلافة اینماکانت ولایظن ان ذٰلك بسبب الملوك فقد کانت ملوك بنی ایوب اجل قدراو اعظم قدر امن ملوك جاء ت بعدهم بکثیر ولم تکن مصر فی زمنهم کبغداد وفی اقطار الارض الاٰن من الملوك من هواشد بأساوا کثر جندامن ملوك مصر کالعجم والعراق والروم والهندو المغرب ولیس الدین قائما بلادهم کقیامه بمصر ولا شعائر الاسلام | یعنی مصر جب سے دارالخلافہ ہوا اس کی شان بڑھ گئی، شعائرِ اسلام کی اس میں کثرت ہوئی، سنت غالب ہوئی بدعت مٹی، علماء کا جنگل فضلاء کا دنگل ہوگیا، اور یہ رازِ الٰہی ہے کہ اس نے خلافتِ نبوت میں رکھا ہے جس طرح حدیث میں آیا کہ خلافت جہاں ہوگی علم وایمان اس کے ساتھ ہوں گے، اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ مصر میں یہ دین کی ترقی سلاطین کے سبب ہوئی کہ سلاطین بنی ایوب سلاطینِ مابعد سے بہت زیادہ جلیل القدر تھے اور ان کے زمانے میں مصر بغداد کو نہ پہنچتا تھا اور اب اطراف زمین میں وہ سلاطین ہیں کہ سلاطین مصر سے ان کی آنچ سخت اور لشکر زائد جیسے ایران، عراق، روم، مغرب، ہندوستان۔ مگر دین وہاں ایسا قائم نہیں جیسا مصر میں ہے، نہ شعائر اسلام ایسے ظاہر نہ سنت وحدیث وعلم کا ایسا شیوع، یہ سب خلافت ہی کی برکت ہے، دیکھو کیسا جبار وبالاقتدار |

[1] حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاہرة

ظاھرۃ فی اقطارھم کظھورھا فی مصر ولانشرت السنۃ والحدیث والعلم فیھا کما فی مصر [1]۔	سلاطین کو جن میں ترک بھی ہیں الگ کردیا اور خلافت نبوت ایسی کمزور خلافت مصر میں مانی۔

آخر یہ فرقِ قرشیت نہیں تو کیا ہے۔

(۷) اگر کہیے وہ خلافت سے نامزد ہوچکے تھے لہٰذا بعد کے سلاطین نے اگرچہ جامع شروط تھے اپنے آپ کو خلیفہ نہ جانا کہ خلافت جب ایک کے لئے ہولے دوسرا نہیں ہوسکتا،

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) **اولاً** ہو تو سلاطین یا بعد میں ہو، بیبرس کی سلنطت تو پہلے منعقد ہولی تھی، پھر دوسرے کو خلیفہ بنانے اور اس کے آگے ہاتھ پھیلانے اور یہ سلسلہ ماضیہ جلانے جمانے کے کیا معنی تھے، کاش سلطان اپنے آپ کو معزول کرلیتا اور مستنصر ہی کے ہاتھ میں باگ دیتا مگر نہیں وہ سلطنت پر قائم رہا، اور تمہارے زعم میں خود بیبرس کی خلافت صحیحہ اور ہر مسلمان پر شرعاً واجب التسلیم تھی، اب اس نے انتخاب کی طرف آکر اپنی صحیح شرعی خلافت تو باطل کردی اور ایک اسمی رسمی قائم کی، یہ کیسا جنون ہوا جسے تمام علمائے عصر نے بھی پسند کیا طرفہ تر یہ کہ یہ اپنی حکومت شرعی طور پر منوانے کے لئے کیا جس کا مسٹر کو بھی اعتراف ہے حالانکہ اس سے پہلے اس کی خلافت کا ماننا آپ کے نزدیک شرعاً واجب تھا، اور اب نہ رہا کہ انتخاب نے شرائط عائد کیں وہ نہ اس میں ہیں نہ اس خلیفہ میں، تو اپنی خلافت کھوئی خلیفہ اسمی سے تولیت لی وہ گئی اور یہ نہ ہوئی دونوں دین سے گئے اسی لئے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پہنی تھیں۔ ع

بیکسیہائے تمنا کہ نہ دنیا و نہ دین

(بیکسی کی آرزو پر افسوس ہے کہ نہ دنیا ہاتھ آئی نہ دین حاصل ہوا۔ت)

غرض یہ ایجاد آزاد وہ مہمل و بیمعنی ہذیان ہے جو سلاطین و علماء کی خواب میں بھی نہ تھا وہ یقینا جانتے تھے کہ خلافت میں ہمارا کچھ حصہ نہیں اور داغِ تغلب ہم سے نہ مٹے گا جب تک کسی خلیفہ قرشی سے اذن نہ لیں لہٰذا یہ صورت خلافت قائم کی کہ **مالایدرك کلہ لایترك کلہ** (جسے نہ کلی طور پر حاصل کیا جاسکتا ہے نہ ہی اسے چھوڑا جاسکتا ہے۔ت)

(۸) ثانیاً دنیا میں اسلامی سلطنتیں مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی تھیں اور ہر ایک اپنے ملک کا حاکم مستقل اور آپ کی دونوں شرط خلافت کا جامع تھا اور تبدل ایام و موت، تقرر سلاطین سے کبھی یہاں کی سلطنت پہلے ہوتی کبھی وہاں کی، ان میں کسی متاخر نے یہ نہ جانا کہ خلافت اس دوسرے سلطان کا حق ہے مجھے اس سے

[1] حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر والقاہرۃ

اذن وپروانہ لینا چاہئے لیکن سمجھا تو اس قریشی خلافت کا محتاج سمجھا تو ہرگز اس کی بناء پر تقدم و تاخر نہ تھی کہ بلکہ وہی ایک اکیلی شرط قرشیت کہ نامقتدری خلیفہ کی حالت میں بھی اپنا رنگ جماتی اور بڑے بڑے اقتدار و جبروت والوں کا سر اپنے سامنے جھکاتی تھی۔ الحمدللہ کیسے روشن بیانوں سے ثابت ہوا کہ یہ سارے جلوے شرط قرشیت کے تھے تمام سلاطین کا خود یہی عقیدہ تھا کہ ہم بوجہ عدم قرشیت لائق خلافت نہیں، قرشی کے سوا دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت وقرن کے علماء انہیں یہی بتاتے رہے۔ اور قطعًا یہی مذہب اہلسنت ہے اور اسی پر احادیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر شہادت ہے "**فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ**[1]" (تو حق کے بعد کیا ہے صرف گمراہی ہے۔ت)

رہا مسئلہ اعانت، کیاآپ لوگوں کے زعم میں سلطانِ اسلام کی اعانت کچھ ضرور نہیں، صرف خلیفہ کی اعانت جائز ہے کہ مسلمانوں کو اعانت پر ابھارنے کے لئے ادعائے خلافت ضرور ہوا یا سلطان مسلمین کی اعانت صرف قادروں پر ہے اور خلیفہ کی اطاعت بلاقدرت بھی فرض ہے، یہ نصوص قطعیہ قرآن کے خلاف ہے، اور جب کوئی وجہ نہیں پھر کیا ضرورت تھی کہ سیدھی بات میں جھگڑا ڈالنے کے لئے جملہ علمائے کرام کی واضح تصریحات متظافرہ اور اجماعِ صحابہ واجماعِ امت واحادیثِ متواترہ کے خلاف یہ تحریک لفظ خلافت سے شروع کرکے عقیدہ اجماعیہ اہلسنت کا خلاف کیا جائے، خارجیوں معتزلیوں کا ساتھ دیا جائے، دوراز کار تاویلوں، تبدیلیوں، تحریفوں، خیانتوں، عنادوں، مکابروں سے حق چھپانے اور باطل پھیلانے کا ٹھیکا لیا جائے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔

اب ہم بتوفیقہ تعالٰی اس اجمال مفصل کی تفصیل مجمل کے لئے کلام کو ایک مقدمہ اور تین فصل پر منقسم کرتے ہیں:

مقدمہ: خلیفہ وسلطان کے فرق اور یہ کہ کسی عرف حادث سے مسئلہ خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

فصل اول: احادیث متواترہ واجماع صحابہ وتابعین ومذہب اہلسنت **نصرھم اللہ تعالٰی** سے شرطِ قرشیت کے روشن ثبوت۔

فصل دوم: خطبہ صدارت میں مولوی فرنگی صاحب کی پندرہ سطری کارگزاری کی نازبرداری۔

فصل سوم: رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کے ہذیانات وتلبیسات کی خدمتگزاری۔

وباللہ التوفیق لارب سواہ، والصلٰوۃ والسلام علٰی مصطفاہ واٰلہ وصحبہ والاہ۔

مقدمہ

خلیفہ و سلطان کے فرق اور یہ کہ سلطان کہہ دیا جانا ہی خلیفہ نہ ہونے کی کافی دلیل ہے اور یہ کہ لفظ خلیفہ میں اگر کوئی عرف حادث ہو تو اس سے خلافت مصطلحہ شرعیہ پر کیا اثر۔

(۱) خلیفہ حکمرانی وجہانبانی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب مطلق تمام امت پر ولایت عامہ والا ہے، شرح عقائد نسفی میں ہے:

(خلافتھم)ای نیابتھم عن الرسول فی اقامۃ الدین بحیث یجب علی کافۃ الامم الاتباع[1]۔	ان کی خلافت، یعنی دین کی اقامت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نیابت کا مقام یہ ہے کہ تمام امت پر اس کی اتباع واجب ہے(ت)

خودسر کفار کا اسے نہ ماننا شرعًا اس کے استحقاق ولایت عامہ میں مخل نہیں جس طرح ان کا خود نبی کو نہ ماننا یونہی روئے زمین کے مسلمانوں میں جو اسے نہ مانے گا اس کی خلافت میں خلاف نہ آئے گا یہ خود ہی باغی قرار پائے گا اور اصطلاح میں سلطان وہ بادشاہ ہے جس کا تسلط قہری ملکوں پر ہو چھوٹے چھوٹے والیانِ ملک اس کے زیرِ حکم ہوں،

کما ذکرہ الامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ تعالٰی فی حسن المحاضرۃ عن ابن فضل اللہ فی المسالك عن علی بن سعید۔	جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے حسن المحاضرۃ میں ابن فضل اللہ سے انہوں نے مسالک میں علی بن سعید سے اسے ذکر کیا۔(ت)

یہ دو قسم ہے:

(۱) مُولّٰی جسے خلیفہ نے والی کیا ہو اس کی ولایت حسبِ عطائے خلیفہ ہوگی جس قدر پر والی کرے۔

(۲) دوسرا متغلب کہ بزورِ شمشیر ملک دبا بیٹھا اس کی ولایت اپنی قلمرو پر ہوگی وبس۔

(۲) کہ اول پر متفرع ہے خلیفہ کی اطاعت غیر معصیت الٰہی میں تمام امت پر فرض ہے جس کا منشا خود اس کا منصب ہے کہنا نائبِ رسول رب ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور سلطان کی اطاعت صرف اپنی قلمرو پر، پھر اگر مولٰی ہے تو بواسطہ عطائے خلیفہ اس منصب ہی کی وجہ سے کہ اس کا امر امرِ خلیفہ ہے اور امرِ خلیفہ امر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور اگر متغلب ہے تو نہ اس کے منصب سے کہ وہ شرعی نہیں بلکہ

[1] شرح العقائد النسفیۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۰۸

دفعِ فتنہ اوراپنے تحفظ کے لئے خود مسٹر نے فتح الباری سے در بارہ سلطان متغلب نقل کیا (ص ۵۱)۔

طاعته خیرمن الخروج علیه لما فی ذٰلك من حقن الدماء وتسکین الدهماء [1]۔	اس کے خلاف کے مقابلہ میں اس کی طاعت بہتر ہے کیونکہ اس میں جانوں کا تحفظ اور شورش سے سکون ہے (ت)

(۳) کہ دوم پر متفرع ہے خلیفہ نے جس مباح کا حکم دیا حقیقۃً فرض ہوگیا جس مباح سے منع کیا حقیقۃً حرام ہوگیا یہاں تک تنہائی وخلوت میں بھی اس کا خلاف جائز نہیں کہ خلیفہ نہ دیکھے اللہ دیکھتا ہے، ایک زمانے میں خلیفہ منصور نے امام الائمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فتوی دینے سے منع کردیا تھا، امام ہمام کی صاحبزادی نے گھر میں ایک مسئلہ پوچھا، امام نے فرمایا: میں جواب نہیں دے سکتا خلیفہ نے منع کیا ہے۔ یہاں سے ظاہر ہوا کہ خلیفہ کا حکم مباح درکنار فرض کفایہ پر غالب ہے جبکہ دوسرے اس کے ادا کرنے والے موجود ہوں کہ اب اس کا ترک معصیت نہیں تو حکمِ خلیفہ نافذ ہوگا اگرچہ خلیفہ ظالم بلکہ خود اس کا وہ حکم ظلم ہو کہ امام کو فتوی سے روکنا نہ ہوگا مگر ظلماً، اور سلطان متغلب جس کی ولایت خلیفہ سے مستفاد نہ ہو اس کے امر و نہی سے مباحات فی نفسہا واجب وحرام نہ ہوجائیں گے تنہائی میں اس طور پر کہ اسے اطلاع پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو مباح اپنی اباحت پر رہے گا۔ علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی صاحب نسیم الریاض وعنایۃ القاضی وغیرہما کتب نافعہ کے زمانے میں سلطان نے حقہ پینے سے لوگوں کو منع کیا تھا یہ پردہ ڈال کر پیتے۔ امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی رسالہ الصلح بین الاخوان میں فرماتے ہیں: "نہ خود حقہ پیتا ہوں نہ میرے گھر بھر میں کوئی پیتا ہے مگر مباح کو حرام نہیں کہہ سکتا"۔[2] اور منع سلطانی کے جواب میں شرح ہدیہ ابن العماد میں فرماتے ہیں:

لیت شعری ای امر من امریه یتمسك به امرہ الناس بترکه اوامرہ باعطاء المکس علیه علی ان المراد من اولی الامر فی الاٰیة العلماء علی اصح الاقوال کما ذکرہ العینی فی اٰخر مسائل شتی من شرح الکنز وایضا	یعنی کاش میں جانوں کہ سلطان کا کون سا حکم لیا جائے یہ کہ لوگ حقہ نہ پئیں یا یہ کہ تمباکو پر ٹیکس دیں معہذا آیہ کریمہ میں اصح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں جس طرح شرح کنز امام عینی میں ہے نیز کیا ظالم سلاطین کا حکم حکم شرعی ہوجائے گا حالانکہ

---

[1] مسئلہ خلافت بحث بعض کتب مشہورہ عقائد وفقہ داتا پبلشر لاہور ص ۱۰۶

[2] رسالہ الصلح بین الاخوان لعبد الغنی نابلسی

هل منع السلاطين الظلمة يثبت حكما شرعيا وقد قالوا من قال لسلطان زماننا عادل كفر۔[1]	ائمہ دین نے تصریح فرمائی ہے کہ جو ہمارے زمانے کے سلطان کو عادل کہے کافر ہو جائیگا انتہی۔

یہ ارشاد امام علم الہدٰی ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا اپنے زمانے کے سلاطین میں ہے جنہیں ہزار برس سے زائد ہوئے نہ کہ اب۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ۔

(۴) کہ نیز دوم پر متفرع ہے ایک وقت میں تمام جہان میں ایک ہی ہو سکتا ہے اور سلاطین دس ملکوں میں دس۔ خود مسٹر آزاد لکھتے ہیں (ص ۸۴): "اسلام نے مسلمانوں کی حکومت ایک ہی قرار دی تھی یعنی روئے زمین پر مسلمانوں کا صرف ایک ہی فرمانروا و خلیفہ ہو۔"

(۵) کوئی سلطان اپنے انعقاد سلطنت میں دوسرے سلطان کے اذن کا محتاج نہیں مگر ہر سلطان اذن خلیفی کا محتاج ہے کہ بے اس کے اس کی حکومت شرعی و مرضی شرع نہیں ہو سکتی، خود آزاد کے ص۹۷ سے گزرا کہ:

"خلافت کی عظمت دینی نے مجبور کیا کہ اپنی حکومت کو شرعی طور پر منوا دینے کے لئے خلافت سے پروانہ نیابت حاصل کرتے رہیں۔"

(۶) خلیفہ بلاوجہ شرعی کسی بڑے سے بڑے سلطان کے معزول کئے معزول نہیں ہو سکتا، خود جبار و سرکش قوّاد ترک کہ متوکل بن معتصم بن ہارون رشید کو قتل کرکے خلفاء پر حاوی ہو گئے تھے جب ان میں کسی کو زندہ رکھ کر معزول کرنا چاہتے خود اسے مجبور کرتے کہ خلافت سے استعفٰی دے تاکہ عزل صحیح ہو جائے۔ بخلاف سلطان کہ خلیفہ کا صرف زبان سے کہہ دینا "میں نے تجھے معزول کیا" اس کے عزل کو بس ہے۔

(۷) سلطنت کے لئے قرشیت درکنار حریت بھی شرط نہیں، بہتیرے غلام بادشاہ ہوئے،

خود رسالہ آزاد صفحہ ۵۵ میں ہے: "غلاموں نے بادشاہت کی ہے اور تمام سادات و قریش نے ان کے آگے اطاعت کا سر جھکایا ہے"۔

اور خلافت کے لئے حریت باجماع اہل قبلہ شرط ہے **كما في المواقف وشرحه وعامة الكتب** (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح اور عامہ کتب میں ہے۔ت) یہاں سے خلیفہ و سلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز

[1] شرح ہدیۃ ابن العماد

کھل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے، ولہذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسرِ شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابوبکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضٰی بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ اسے نہ پایئے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند و بالا ہے، یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے، اسی کے لئے قرشیت وغیرہا سات شرطیں لازمی ہیں عرف حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکمِ شرع کا نافی ہے نہ اصطلاح شرع کا منافی۔ جس طرح اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، پھر عرف حادث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں، یہ مبحث واجب الحفظ ہے کہ دھوکا نہ ہو **وباللہ التوفیق**۔

فصل اوّل

احادیث متواترہ سرکار رسالت واجماع صحابہ وتابعین وائمہ امت ومذہب مہذب اہلسنت وجماعت سے شرط قرشیت کے روشن ثبوت احادیث شریفہ کو میں جدا لاؤں ان کی تخریج وشان تواتر بتاؤں ان سے اتمام تقریب ووجہ احتجاج دکھاؤں اس سے یہی بہتر کہ کتبِ عقائد وکتبِ حدیث وکتبِ فقہ سے اقوال جلیلہ ائمہ کرام علمائے اعلام بتادیں گے کہ حدیثیں متواتر ہیں ان کی حجتیں قاہرہ ہیں ہر طبقہ وقرن کے اجماع متظافر ہیں مخالف سنی نہیں خارجی معتزلی گمراہ خاسر ہیں **وباللہ التوفیق**۔

کتب عقائد

۱ امام ہمام مفتی الجن والانس عارف باللہ نجم الملۃ والدین عمر نسفی استادِ امام برہان الملۃ والدین صاحبِ ہدایہ رحمہما اللہ تعالٰی کا متن عقائد مشہور بہ عقائد نسفی جو سلسلہ نظامیہ ودیگر سلاسل تعلیمیہ میں عقائد اہلسنت کی درسی کتاب ہے جسے درس میں اسی لئے رکھا ہے کہ طلبہ عقائدِ اہلسنت سے آگاہ ہوجائیں، اس کتاب جلیل میں ہے: **ویکون من قریش ولایجوز من غیرھم**[1] یعنی خلیفہ قریش سے ہو غیر قریشی جائز نہیں۔

[1] شرح العقائد النسفیۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

۲ شرح علامہ تفتازانی میں ہے:

لم یخالف فیه الاالخوارج وبعض المعتزلة[1]۔	قرشیت کی شرط میں کسی نے خلاف نہ کیا مگر خارجیوں اور بعض معتزلیوں نے۔

۳ اسی میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قریشیاً لقوله علیه الصلوٰة والسلام الائمة من قریش وهذا وان کان خبرا واحدا لکن لمارواه ابوبکر محتجابه علی الانصار ولم ینکره احد فصار مجمعا علیه[2]۔	یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو بدلیل قول نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش اور یہ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے لیکن جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انصار پر حجت میں اسے پیش کیا اور صحابہ کرام میں کسی نے اس پر انکار نہ کیا تو اس پر اجماع ہوگیا۔

۴ کتاب قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام غزالی میں ہے:

شرط الامامة نسبة قریش لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش[3]۔	خلافت کی شرط نسب قریشی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا خلفاء قریش سے ہیں۔

اس کی ۵ شرح اتحاف میں ہے:

ان کثیرا من المعتزله نفی هذاالاشتراط، ودلیل اهل السنة قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش قال العراقی اخرجه النسائی من حدیث انس والحاکم من حدیث علی وصححه اه قلت وکذا اخرجه البخاری فی التاریخ وابویعلی والطیالسی و البزار عن انس واخرجه احمد من حدیث ابی هریرة وابی بکر الصدیق	یعنی بہت معتزلیوں نے شرطِ قرشیت کا انکار کیا اور اہلسنت کی دلیل، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہوں، امام زین الدین عراقی نے فرمایا یہ حدیث نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حاکم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی اور کہا یہ حدیث صحیح ہے اھ میں کہتا ہوں یونہی اسے امام بخاری نے کتاب التاریخ

[1] شرح العقائد النسفیة دار الاشاعة العربیة قندھار، افغانستان ص ۱۱۲

[2] شرح العقائد النسفیة دار الاشاعة العربیة قندھار، افغانستان ص ۱۱۱ و ۱۱۲

[3] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث الرکن الرابع مکتبة المشھد الحسینی قاہرہ مصر ۱/ ۱۱۵

والطبرانی من حدیث علی وعندہ عن انس بلفظ ان الملك فی قریش واخرج یعقوب بن سفیان وابو یعلی والطبرانی من طریق سکین من عبدالعزیز حدثنا سیار بن سلامة ابو المنهال قال دخلت مع ابی علی ابی برزة الاسلمی فسمعته یقول سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول الامراء من قریش الخ[1] (ملخصًا) ثم ذکر تخاریج حدیث لایزال هذا الامر فی قریش وشواهدہ وکله ماخوذ من الفتح[2]۔	اور ابویعلٰی وابوداؤد طیالسی و بزار نے انس اور امام احمد نے ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر اور طبرانی نے مولٰی علی سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، نیز طبرانی کے یہاں بروایت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان لفظوں سے ہے کہ سلطنت قریش میں ہے اور یعقوب بن سفیان وابویعلٰی وطبرانی نے سکین بن عبدالعزیز سے روایت کی کہ ہم سے سیار بن سلامہ ابو المنہال نے حدیث بیان کی کہ میں اپنے والد کے ساتھ ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گیا انہیں یہ حدیث روایت کرتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی کو فرماتے سنا کہ خلفاء قریش سے ہیں الخ (ملخصًا) پھر انہوں نے حدیث، کہ یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی، کی تخریجات اور شواہدات کو ذکر کیا اور یہ سب فتح الباری سے ماخوذ ہے۔(ت)

۶ مسایرہ امام محقق علی الاطلاق کمال الدین بن الہمام میں ہے:

شرط الامام نسب قریش خلافا لکثیر من المعتزلة[3]۔	خلیفہ کی شرط نسب قرشی ہے بہت معتزلیوں کا اس میں خلاف ہے۔(ت)

۷ مسامرہ علامہ ابن ابی شریف شافعی تلمیذ امام ابن الہمام میں ہے:

لنا قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش قدمنا تخریجه وقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الناس تبع لقریش اخرجه الشیخان وفی البخاری من حدیث معٰویة رضی الله تعالٰی	ہم اہلسنت کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفا قریش سے ہیں، ہم نے اس حدیث کی تخریج اوپر بیان کی نیز حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ سب آدمی قریش کے تابع ہیں، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا، نیز بخاری میں

[1] اتحاف السادة المتقین کتاب قواعد العقائد دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳۱

[2] اتحاف السادة المتقین کتاب قواعد العقائد دار الفکر بیروت ۲/ ۲۳۱

[3] مسایرة مع المسامرة شروط الامام مکتبہ تجاریۃ کبرٰی مصر ص ۲۳۹

عنہ ان ھذا الامر فی قریش[1]۔	امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک خلافت قریش میں ہے۔

اور تخریج حدیث چھ ورق اوپر بیان کی،

رواہ النسائی من حدیث انس ورواہ بمعناہ الطبرانی فی الدعاء والبزار والبیھقی وافردہ شیخنا الامام الحافظ ابوالفضل بن حجر بجزء جمع فیہ طرقہ نحو من اربعین صحابیا[2]۔	یہ حدیث نسائی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور یہی مضمون طبرانی نے کتاب الدعاء اور بزار و بیہقی نے روایت کیا اور ہمارے شیخ امام حافظ ابو الفضل ابن حجر عسقلانی نے خاص اس حدیث میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس میں اس کی روایات قریب چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے جمع کیں۔

[8] علامہ امام قاسم بن قطلوبغا حنفی تلمیذ ابن الہمام تعلیقات مسایرہ میں فرماتے ہیں:

اما عندنا فالشروط انواع بعضھا لازم لاتنعقد بدونہ، وھی الاسلام والذکورۃ والحریۃ والعقل و البلوغ واصل الشجاعۃ وان یکون قرشیا[3]۔	ہمارے نزدیک خلافت کی شرطیں کئی قسم ہیں بعض تو شروط لازم ہیں کہ ان کے بغیر خلافت صحیح ہی نہیں ہوسکتی وہ یہ ہیں اسلام اور مرد ہونا اور آزادی و عقل وبلوغ واصل شجاعت اور قرشی ہونا۔

[9] پھر فرمایا:

امانسب قریش فلقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش رواہ البزار وھذا وان کان خبرواحد فقد اتفقت الصحابۃ علی قبولہ الامام ابوالعباس الصابونی وغیرہ[4]۔	قریشی ہونا اس لئے شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔ اسے بزار نے روایت کیا، اور یہ اگرچہ خبر احاد ہو مگر صحابہ کرام نے اس کے قبول پر اجماع فرمایا، یہ امام ابوالعباس صابونی وغیرہ نے افادہ فرمایا۔

[10] طوالع الانوار علامہ بیضاوی میں ہے:

---

[1] مسامرۃ شرح مسایرہ شروط الامام مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ص ۳۲۰

[2] مسامرۃ شرح مسایرہ شروط الامام مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ص ۳۰۶

[3] تعلیقات مسایرۃ مع المسامرۃ شروط الامام مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ص ۳۱۹ و ۳۲۰

[4] تعلیقات مسایرۃ مع المسامرۃ شروط الامام مکتبہ تجاریہ کبرٰی مصر ص ۳۲۰

التاسعة کونه قرشیا خلافا للخوارج وجمع من المعتزلة قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش واللام فی الجمع حیث لاعهد للعموم[1]۔	یعنی خلافت کی نویں شرط قریشی ہونا ہے اس میں خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ کو خلاف ہے کہ وہ خلیفہ کا قریشی ہونا ضروری نہیں جانتے، ہماری دلیل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہوں جہاں عہد نہ ہو جمع پر لام استغراق کے لئے ہوتا ہے یعنی تمام خلفاء قریش ہی سے ہوں۔

۱۲ مواقف میں ہے:

یکون قرشیا ومنعه الخوارج وبعض المعتزلة لنا قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش ثم ان الصحابة عملوا بمضمون هذا الحدیث واجمعوا علیه فصار قاطعا[2]۔	یعنی خلیفہ قریشی ہو خارجی اور بعض معتزلی اس شرط کے منکر ہیں ہماری دلیل نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلیفہ قریشی ہو، پھر صحابہ کرام اس حدیث کے مضمون پر عامل ہوئے اور ان کا اس پر اجماع ہوا تو وہ دلیل قطعی ہو گئی۔

۱۳ شرح علامہ سید شریف میں ہے:

صار دلیلا قطعا یفید الیقین باشتراط القرشیة[3]۔	یعنی دلیل قطعی ہو گئی جس سے قرشیت کا شرط ہونا یقینی ہو گیا۔

۱۴ اسی میں ہے: اشترطه الاشاعرة[4] یعنی اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے۔ ۱۵ مقاصد میں ہے:

یشترط فی الامام کونه قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش[5]۔	امام میں شرط ہے کہ قرشی ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریش سے ہوں۔

۱۶ شرح مقاصد میں ہے:

[1] طوالع الانوار علامہ بیضاوی

[2] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامة منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/ ۳۵۰

[3] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامة منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/ ۳۵۰

[4] مواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامة منشورات الشریف رضی قم ایران ۸/ ۳۵۰

[5] مقاصد علی ہامش شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة المبحث الثانی دار المعارف النعمانیة لاہور ۲/ ۲۷۷

اتفقت الامة علی اشتراط کونه قرشیا خلافا للخوارج لنا السنة والاجماع اماالسنة فقوله صلی اللہتعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش واماالاجماع فھو انه لما قال الانصار یوم السقیفة منا امیر و منکم امیرمنعھم ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنه بعدم کونھم من قریش ولم ینکرہ علیه احد من الصحابة فکان اجماعا[1]۔	یعنی تمام امت کا اجماع ہے کہ خلیفہ کا قریشی ہونا شرط ہے اس میں مخالف خارجی ہیں اور اکثر معتزلی، ہماری دلیل حدیث اور اجماع امت ہے، حدیث تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں، اور اجماع یوں کہ جب انصار رضی اللہ تعالٰی عنہم نے روز سقیفہ بنی ساعدہ مہاجرین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے، انہیں صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی نے دعاوی خلافت سے یوں باز رکھا کہ تم قریشی نہیں (اور خلیفہ کا قریشی ہونا لازم ہے) اس پر کسی صحابی نے انکار نہ کیا تو اجماع ہوگیا۔

۱۷شرح فقہ اکبر میں ہے:

یشترط ان یکون الامام قرشیا لقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش وھو حدیث مشھور ولیس المراد ادبه الامامة فی الصلٰوۃ اتفاقا فتعینت الامامة الکبری خلافا للخوارج وبعض المعتزلة[2]۔	یعنی شرط یہ ہے کہ خلیفہ قریشی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ائمہ قریش سے ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور ہے اور اس میں امامت نماز باجماع مراد نہیں تو ضرور خلافت مراد ہے اس میں مخالف خارجی ہیں یا بعض معتزلی۔

۱۸طریقہ محمدیہ میں ہے:

المسلمون لابدلھم من امام قرشی ولایشترط ان یکون ھاشمیا[3]۔	یعنی مسلمانوں کے لئے ضرور ہے کہ کوئی قریشی خلیفہ ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

۱۹حدیقہ ندیہ میں ہے:

یکون من قریش ولایجوز من غیرھم[4]۔	خلیفہ قریشی ہو غیر قریشی کی خلافت درست نہیں۔

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامة دار المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر نصب الامام واجب مصطفی البابی مصر ص ۱۴۷

[3] طریقه محمدیة المسلمون لابدلھم من امام مکتبہ حنفیّہ کوئٹہ ۱/ ۱۷

[4] حدیقه ندیه شرح طریقه محمدیه المسلمون لابدلھم من امام مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۹۵

۲۰ تمہید امام ابوالشکور سالمی جسے سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین نے درس میں پڑھا اس میں ہے:

اجمعنا علی ان الامام من قریش ولایکون من غیرہ[1]۔	ہم اہلسنت کا اجماع ہے کہ خلیفہ قریش سے ہو ان کے غیر سے نہیں۔

کتب حدیث

صحیح مسلم و صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایزال ھذاالامر فی قریش مابقی من الناس اثنان[2]۔	خلافت ہمیشہ قریش کے لئے ہے جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں۔

۲۱ شرح صحیح مسلم للامام النووی و ۲۲ شرح صحیح بخاری للامام القسطلانی و ۲۳ مرقاۃ علی قاری میں ہے:

بین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ھذا الحکم مستمر الٰی اٰخر الدنیا مابقی من الناس اثنان[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ظاہر فرمادیا کہ یہ حکم ختم دنیا تک ہے جب تک دو آدمی بھی رہیں۔

۲۴ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں ۲۵ ابن المنیر سے اور ۲۶ عمدۃ القاری امام بدر محمود عینی حنفی میں ہے:

قریش ھم اصحاب الخلافۃ وھی مستمرۃ لھم الٰی اٰخر الدنیا مابقی من الناس اثنان[4]۔	قریش ہی خلافت والے ہیں وہ ختمِ دنیا تک انہیں کے لئے ہے جب تک دو آدمی بھی باقی رہیں۔

امام قرطبی کی مفہم ۲۷ شرح صحیح مسلم میں پھر ۲۸ عمدۃ القاری و ۲۹ فتح الباری شروح صحیح بخاری میں ہے:

ھذا الحدیث خبر عن المشروعیۃ ای لاتنعقد الامامۃ الکبری الالقرشی مھما وجد	اس حدیث میں حکم شرعی کا بیان ہے یہ فرمایا ہے کہ جب تک دنیا میں ایک قرشی بھی باقی رہے اوروں کی

[1] التمہید فی بیان التوحید الباب الحادی عشر فی الخلافۃ دار العلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۵۹

[2] صحیح بخاری کتاب الاحکام باب الامراء من قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[3] شرح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹، ارشاد الساری باب الامراء من قریش دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۱۸

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الامراء من قریش ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ۱۶/ ۷۵

منھم احد[1]۔	خلافت صحیح نہیں۔

۳۰ امام نووی شرح صحیح مسلم پھر ۳۱ امام قسطلانی شرح بخاری اور ۳۲ علامہ طیبّی و ۳۳ علامہ سید شریف و ۳۴ علی قاری شروح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ھذہ الاحادیث واشباھھا دلیل ظاھر ان الخلافۃ مختصۃ لقریش لایجوز عقدھا لاحد من غیرھم وعلی ھذا انعقد الاجماع فی زمن الصحابۃ وکذلک بعدھم ومن خالف فیہ من اھل البدع اواعرض بخلاف من غیرھم فھو محجوج باجماع الصحابۃ و التابعین فمن بعدھم بالاحادیث الصحیحۃ[2]۔	یہ حدیث اور ان کے مثل اور احادیث روشن دلیلیں ہیں کہ خلافت قریش کے ساتھ خاص ہے ان کے سوا کسی کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، اسی پر زمانہ صحابہ میں یوں ہی ان کے بعد اجماع منعقد ہوا تو جن بدمذہبوں نے اس میں خلاف کیا یا جس نے اور کسی کے خلاف کا اشارہ کیا اس کا قول صحابہ تابعین وعلمائے مابعد کے اجماع اور صحیح حدیثوں سے مردود ہے۔

۳۵ علامہ ابن المنیر پھر حافظ ۳۶ عسقلانی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں:

الصحابۃ اتفقوا علی افادۃ المفھوم للحصر خلافا لمن انکر ذلک والی ھذا ذھب جمھور اھل العلم ان شرط الامام ان یکون قرشیا وقالت الخوارج وطائفۃ من المعتزلۃ یجوز ان یکون الامام غیر قرشی وبالغ ضرار بن عمرو فقال تولیۃ غیر القرشی اولی وقال ابو بکر الطیب لم یعرج المسلمون علی ھذا القول بعد ثبوت حدیث الائمۃ من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذالک قبل ان یقع	یعنی صحابہ نے اتفاق فرمایا کہ حدیث الائمۃ من قریش خلافت کا قریشی میں حصر فرماتی ہے بر خلاف اس کے جو اس کا منکر ہو، اور یہی مذہب جمہور اہل علم کا ہے کہ خلیفہ کے لئے قریشی ہونا شرط اور خارجیوں اور ایک گروہ معتزلہ نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے اور ضرار بن عمرو تو یہاں تک بڑھ گیا کہ کہا غیر قریشی کا خلیفہ کرنا بہتر ہے۔ امام ابوبکر ابن الطیب نے فرمایا مسلمانوں نے اس قول کی طرف التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث "الائمۃ من قریش" ثابت ہو چکی اور ہر قرن میں مسلمان اس پر عامل رہے اور اس اختلاف

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۵

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

الاختلاف[1]۔	اٹھنے سے پہلے اس کے ماننے پر اجماع عـــہ منعقد ہولیا۔

۳۸؎ امام احمد ناصر الدین اسکندرانی پھر امام شہاب الدین کنانی وجہ دلالت حدیث "لایزال ھذاالامر فی قریش" میں فرماتے ہیں:

| المبتدأ بالحقیقة ھٰھنا ھو الامر الواقع صفة لھذا وھذا لا یوصف الا بالجنس فمقتضاہ حصر جنس الامر فی قریش کانه قال لاامر الافی قریش والحدیث وان کان بلفظ الخبر فھو بمعنی الامر. بقیة طرق الحدیث تؤید ذٰلک[2]۔ | یعنی حاصل حدیث یہ ہے کہ "ھذاالامر فی قریش" دائما یہ امر خلافت ہمیشہ قریش کے لیے ہے "ھذا" مبتدا ہے اور "امر" اس کی صفت، اور "ھذا" کی صفت میں ہمیشہ جنس ہی آتی ہے، تو مطلب یہ کہ جنس خلافت قریش ہی کے لئے ہے (ان کے غیر کے لئے اس کا کوئی فرد نہیں) گویا الفاظ یوں ارشاد ہوئے کہ خلافت نہیں مگر قریش میں، حدیث اگرچہ صورۃً خبر ہے معنًی امر ہے، حدیث کی باقی روایتیں اس معنٰی کی مؤید ہیں۔ |

۴۰؎ امام ابن حجر اور ان سے پہلے امام ابن بطال شرح بخاری للمہلب سے ناقل:

| یجوز ان یکون ملك یغلب علی الناس بغیر ان یکون خلیفة، وانما انکر معٰویة رضی اللہ تعالٰی عنه خشیة ان یظن احد ان الخلافة تجوز فی غیر قریش، فلما خطب بذٰلك دل علی ان ذٰلك الحکم عندھم کذلك اذلم ینقل عن احد منھم انکر علیه[3]۔ | یعنی جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما نے کہا کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلہ قحطان سے ہوگا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس پر سخت انکار کیا اور خطبہ پڑھا اس میں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ خلافت قریش میں ہے، یہ انکار اس بنا پر نہ تھا کہ کوئی غیر قرشی بادشاہ بھی نہیں ہوسکتا، یہ توجائز ہے کہ کوئی بادشاہ لوگوں پر تغلب کرے اور خلیفہ نہ ہو بلکہ انکار کی وجہ یہ تھی کہ کوئی یہ |

عـــہ: **تنبیہ ضروری:** یہ کلام جلیل یاد رکھنے کا ہے کہ بعونہٖ تعالٰی اس سے اہل باطل کا منہ کالا ہوگا ۱۲ حشمت علی عفی عنہ۔

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۶
[2] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۶
[3] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۲

نہ سمجھ بیٹھے کہ غیر قرشی خلیفہ ہوسکتا ہے لہٰذا حضرت امیر معاویہ نے خطبہ پڑھا کہ کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور اس پر کسی صحابی وتابعی نے انکار نہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان سب کا یہی مذہب ہے۔

۴۳ مہلب پھر ابن ۴۴ بطال پھر ۴۵ عینی و ۴۶ عسقلانی و ۴۷ قسطلانی سب شروح بخاری میں فرماتے ہیں:

ان القحطانی اذاقام ولیس من بیت النبوۃ ولا من قریش الذین جعل اللہ فیھم الخلافۃ فھو من اکبر تغیر الزمان وتبدیل الاحکام[1]۔	جب قحطانی قائم ہوگا اور وہ نہ خاندان نبوت سے ہے نہ قریش سے جن میں اللہ عزوجل نے خلافت رکھی ہے تو یہ ایک بڑا تغیر زمانہ اور احکامِ شریعت کی تبدیل ہوگا۔

۴۸ امام اجل قاضی عیاض پھر ۴۹ امام ابوزکریا نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

اشتراط کونہ قرشیا ھو مذھب العلماء کافۃ وقد احتج بہ ابوبکر وعمر علی الانصار یوم السقیفۃ فلم ینکرہ احد وقد عدھا العلماء فی مسائل الاجماع ولم ینقل عن احد من السلف فیھا قول ولافعل یخالف ماذکرنا وکذٰلك من بعدھم فی جمیع الاعصار ولااعتداد بقول النظام ومن وافقہ من الخوارج واھل البدع انہ یجوز کونہ من غیر قریش لما ھو علیہ من مخالفۃ اجماع المسلمین[2]۔	خلیفہ میں قرشی ہونے کی شرط جمیع علماء کا مذہب ہے اور بیشک اسی سے صدیق اکبر فاروق اعظم نے روز سقیفہ انصار پر حجت قائم فرمائی اور صحابہ میں کسی نے اس کا انکار نہ کیا اور بیشک علماء نے اسے مسائل اجماع میں گنا اور سلف صالح میں کوئی قول یا فعل اس کے خلاف منقول نہ ہوا، یونہی تمام زمانوں میں علماء سے مابعد سے اور وہ جو نظام معتزلی اور خارجیوں اور بدمذہبوں نے کہا کہ غیر قریشی بھی خلیفہ ہوسکتا ہے کچھ گنتی شمار میں نہیں کہ اجماع مسلمین کے خلاف ہے۔

۵۰ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

گفت آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمیشہ می باشد امر خلافت در قریش یعنی مے باید کہ در ایشاں باشد وجائز نیست شرعا عقد خلافت مر غیر ایشاں را وبریں منعقد شد اجماع در زمن صحابہ وبایں حجت	حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا: خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی یعنی انہی میں ہونا چاہئے اور شرعًا ان کے غیر میں خلافت کا انعقاد جائز نہیں صحابہ کے زمانہ میں اس پر اجماع ہوچکا ہے اور اسی حدیث کو

[1] فتح الباری کتاب الفتن باب تغیر الزمان حتی یعبد الاوثان مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۱۹۱

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

کردند مہاجران بر انصار[1]۔	مہاجرین نے انصار پر بطورِ حجت پیش کیا۔ (ت)

[۵۱] امام جلال الدین کی تاریخ الخلفاء [عـــہ] سے گزرا:

لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتهم غیر صحیح لانهم غیر قریش[2]۔	میں نے اس کتاب میں خلفائے عبیدیہ سے کسی کا ذکر نہ کیا اس لئے کہ ان کی خلافت باطل ہے کہ وہ قرشی نہیں۔

کتب فقہ حنفی

[۵۲] فتاوٰی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقادیہ میں ہے:

یشترط ان یکون الخلیفة قرشیا ولایشترط ان یکون هاشمیا[3]۔	خلیفہ میں شرط ہے کہ قرشی ہو اور ہاشمی ہونا شرط نہیں۔

[۵۳] اشباہ والنظائر فن ثالث بیان فرق پھر [۵۴] ابوالسعود ازہری علی الکنز میں ہے:

یشترط فی الامام ان یکون قرشیا[4]۔	خلیفہ میں شرط ہے کہ قریشی ہو۔

[۵۵] غمز العیون میں ہے:

یشترط نسب قریش لقوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الائمة من قریش[5]۔	قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قریشی ہوں۔

[۵۶] درمختار میں ہے:

یشترط کونه مسلما حرا ذکرا عاقلا بالغا	خلیفہ ہونے کے لئے شرط ہے کہ مسلمان آزاد،

عـــہ: اوردہ آخر کتب الحدیث تبعا ۱۲ منہ غفرلہ	اس کتب حدیث کے آخر میں تابع ہونے کی حیثیت سے ذکر کیا ہے (ت)

[1] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب مناقب قریش فصل اول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۶۱۹

[2] تاریخ الخلفاء خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی ص ۷

[3] فتاوٰی سراجیہ کتاب الاستحسان باب مسائل اعتقاد نولکشور لکھنؤ ص ۷۰

[4] الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵۳ و ۲۵۴

[5] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثالث ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۲۵۳ و ۲۵۴

قادرا قرشیا[1]۔	مرد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہو۔

۵۷طحطاوی علی الدر میں ہے:

اشترط کونہ قرشیا لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الائمۃ من قریش وقد سلمت الانصار الخلافۃ لقریش بھذا الحدیث۔[2]	خلیفہ کا قرشی ہونا شرط ہے کہ رسول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خلفاء قرشی ہوں۔ اسی حدیث سے انصار نے قریش کی خلافت تسلیم کردی۔

۵۸ردالمحتار میں اسی کے مثل لکھ کر فرمایا:

وبہ یبطل قول الضراریۃ ان الامامۃ تصلح فی غیر قریش والکعبیۃ ان القرشی اولی بھا[3]۔	یعنی اسی حدیث واتفاق صحابہ کرام سے ضراریہ کا قول باطل ہوا جو کہتے ہیں کہ خلافت غیر قریش میں لائق ہے اور کعبیہ کا جو کہتے ہیں خلافت کے لئے قرشی ہونا صرف اولٰی ہے یعنی ان دونوں گمراہ فرقوں نے اہلسنت کا خلاف کیا، اول نے غیر قرشی کی خلافت کو اولٰی جانا دوم نے قرشی کی خلافت کو صرف اولٰی سمجھا لازم نہ جانا، اہلسنت کے نزدیک خلیفہ کا قرشی ہونا لازم ہے دوسرا خلیفہ شرعی نہیں ہوسکتا۔

تمہید امام ابوشکور سالمی میں امام الائمہ سراج الامہ ۵۹اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نص سے اس کی تصریح ہے کہ:

قال ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یصح امامتہ اذاکان قرشیا براکان اوفاجرا[4]۔	امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: خلافت صحیح ہے بشرطیکہ قرشی ہو نیک خواہ بد۔

ازالہ وہم میں عباراتِ کتب عقائد وحدیث

بالجملہ مسئلہ قطعًا یقینا اہلسنت کا اجماعی ہے ولہذا احادیث بخاری:

اسمعوا واطیعوا وان استعمل علیکم عبد حبشی[5]۔	سنو اور مانو اگرچہ تم پر کوئی حبشی غلام عامل کیا جائے۔

[1] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۳۹

[3] ردالمحتار باب الامامۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۶۸

[4] تمھید ابو شکور سالمی الباب الحادی عشر فی الخلافۃ والامامۃ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور ص ۱۵۹

[5] صحیح بخاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعۃ للامام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۷

اس کی شرح میں علما قاطبۃً ازالہ وہم کی طرف متوجہ ہوئے، ۶۰شرح مقاصد میں ہے:

ذٰلك فی غیر الامام من الحکام[1]۔	یہ حدیث خلیفہ کے سوا اور حکام ماتحت کے بارے میں ہے۔

۶۱مواقف میں ہے:

ذلك الحدیث فی من امرہ الامام علی سریۃ وغیرہا[2]۔	یہ حدیث اس کے بارے میں ہے جسے کسی لشکر وغیرہ پر سردار کرے۔

۶۲شرح مواقف میں ہے:

یجب حملہ علی ھذا دفعا للتعارض بینہ وبین الاجماع، او نقول ھو مبالغۃ علی سبیل الفرض ویدل علیہ انہ لایجوز کون الامام عبدا اجماعا[3]۔	حدیث کو اس معنی پر حمل کرنا واجب ہے کہ اجماع کے مخالف نہ پڑے، یا یوں کہیں کہ وہ بروجہ مبالغہ بطور فرض ارشاد ہوا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام کا غلام ہونا بالاجماع باطل ہے۔

۶۳ابن الجوزی نے تحقیق پھر ۶۴امام بدر محمود عینی نے عمدۃ القاری، پھر ۶۵حافظ عسقلانی نے شرح بخاری کتاب الصلوٰۃ میں فرمایا:

ھذا فی الامراء والعمال لاالائمۃ والخلفاء فان الخلافۃ فی قریش لامدخل فیہا لغیرھم[4]۔	یہ حدیث سرداروں اور عاملوں کے بارے میں ہے نہ کہ خلفا میں کہ خلافت تو قریش میں ہے دوسروں کو اس میں دخل ہی نہیں۔

یہیں ۶۶فتح الباری میں ہے:

امر بطاعۃ العبد الحبشی والامامۃ العظمی انما تکون بالاستحقاق فی قریش فیکون غیرھم متغلبا[5]۔	حبشی غلام کی اطاعت کا حکم فرمایا اور خلافت تو صرف قریش کا حق ہے تو غیر قریشی متغلب ہوگا یعنی زبردستی امیر بن بیٹھنے والا۔

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷

[2] مواقف شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/ ۳۵۰

[3] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ منشورات الشریف الرضی، قم، ایران ۸/ ۳۵۰

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب امامۃ العبد والمولی قدیمی کتب خانہ کراچی ۵/ ۲۲۸

[5] فتح الباری شرح البخاری باب امامۃ العبد والمولی مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹

۶۷عمدۃ القاری و ۶۸فتح الباری کتاب الاحکام میں اسی حدیث کے نیچے ہے:

ای جعل عاملا بان امر امارۃ عامۃ علی البلد مثلا او ولی فیھا ولایۃ خاصۃ کالامامۃ فی الصلوٰۃ اوجبایۃ الخراج او مباشرۃ الحرب فقد کان فی زمن الخلفاء الراشدین من تجمع لہ الامور الثلثۃ ومن یختص ببعضھا۔[1]	مراد یہ ہے کہ وہ عامل کیا جائے، یوں کہ خلیفہ غلام حبشی کو کسی شہر کا عام والی کردے یا کسی خاص منصب کی ولایت دے جیسے نماز کی امامت یا خراج کی تحصیل یا کسی لشکر کی سرداری، خلفائے راشدین کے زمانے میں یہ تینوں باتیں بعض میں جمع ہو جاتی تھیں اور کسی میں بعض۔

۶۹امام ابو سلیمٰن خطابی پھر ۷۰امام عینی و ۷۱امام عسقلانی ۷۲علی قاری نے فرمایا:

قدیضرب المثل بمالایقع فی الوجود وھذا من ذاك واطلق العبد الحبشی مبالغۃ فی الامر بالطاعۃ وان کان لایتصور شرعا ان یلی ذٰلک[2] اھ بلفظ المرقاۃ قال الخطابی قدیضرب المثل بمالایکادیصح فی الوجود[3]۔	یعنی کبھی ضرب مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی، یہ حدیث اسی قبیل سے ہے، حبشی کا ذکر حکمِ اطاعت میں مبالغہ کے لئے فرمایا اگرچہ حبشی غلام کا ولی بننا شرعًا متصور نہیں، مرقاۃ کے الفاظ یہ ہیں خطابی نے کہا کبھی مثل میں وہ بات کہی جاتی ہے جو واقع نہ ہوگی۔ (ت)

۷۳اشعۃ اللمعات میں ہے:

ذکر عبد برائے مبالغہ است بروتیرہ قول آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہرکہ بنا کند مسجدے اگرچہ مثل آشیانہ کنجشک و مر مسجد ہرگز مثل آشیانہ کنجشک نباشد لیکن مقصود مبالغہ است یا مراد نائب خلیفہ است[4]۔	غلام کا ذکر بطور مبالغہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کے طور پر، جو مسجد بنائے اگرچہ چڑیا کے گھونسلے کی مثل ہو، حالانکہ مسجد ہرگز چڑیا کے گھونسلے کی مثل نہیں ہوتی، لیکن مقصود مبالغہ ہے یا خلیفہ کا کوئی نائب مراد ہے (ت)

---

[1] فتح الباری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۹

[2] فتح الباری باب السمع والطاعۃ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۴۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶

[4] اشعۃ اللمعات کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۳/ ۳۰۱

۷۴عمدۃ القاری و ۷۵کواکب الدراری و ۷۶مجمع البحار میں ہے:

ھذافی الامراء والعمال دون الخلفاء لان الحبشی لایتولی الخلافة لان الائمة من قریش[1]۔	یہ حدیث سرداروں اور عاملوں میں ہے حبشی خلیفہ نہ ہوگا کہ خلفاء تو قریش سے ہیں

۷۷مہلب پھر ۷۸ابن بطال پھر ۷۹ابن حجر نے فتح میں کہا:

قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اسمعوا واطیعوا لایوجب ان یکون المستعمل للعبد الامام قرشی لما تقدم ان الامامة لاتکون الافی قریش[2]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ غلام کی اطاعت کرو اسی کو واجب کرتا ہے کہ غلام کو قریشی خلیفہ نے عامل بنایا ہو کہ خلافت تو نہیں مگر قریش میں۔

۸۰فتح الباری و ۸۱ارشاد الساری و ۸۲مرقاۃ قاری میں ہے:

واللفظ لها(وان استعمل علیکم عبد حبشی)ای وان استعمله الامام الاعظم علی القوم لان العبد الحبشی هوالامام الاعظم فان الائمة من قریش[3]۔	اگرچہ تم پر غلام حبشی عامل کیا جائے یعنی اگرچہ خلیفہ کسی غلام کو عامل بنائے نہ یہ کہ خود غلام حبشی خلیفہ ہو کہ خلفاء تو قریش سے ہیں۔

۸۳مجمع البحار الانوار میں ہے:

شرط الامام الحریة والقرشیة ولیس فی الحدیث انه یکون امامابل یفوض الیه الامام امرامن الامور[4]۔	خلیفہ کے لئے شرط ہے کہ آزاد وقریشی ہو اور حدیث میں یہ نہیں کہ غلام خلیفہ ہو بلکہ یہ مراد کہ خلیفہ اسے کوئی کام سپرد کردے۔

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) بلکہ خود حدیث صحیح میں اس معنی کی تصریح صریح موجود جس کا بیان فصل سوم میں آئے گا ان شاء اللہ الغفور الودود۔

---

[1] عمدۃ القاری کتاب الاحکام باب السمع والطاعة ادارۃ المنیریة دمشق ۲۴/ ۲۲۴

[2] فتح الباری شرح البخاری باب السمع والطاعة مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۳۴۰

[3] مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ الفصل الاول مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۷/ ۲۴۶

[4] مجمع بحار الانوار تحت لفظ جدع مکتبہ دار الایمان مدینہ منورہ ۱/ ۳۳۰

بالجملہ دربارہ خلافت ہر طبقے اور ہر مذہب کے علمائے اہلسنت ایسا ہی فرماتے آئے یہاں تک کہ اب دورِ آخر میں مولوی عبدالباری صاحب کے جد اعلیٰ حضرت ملک العلماء [۸۴] بحر العلوم عبدالعلی لکھنوی فرنگی محلّی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح فقہ اکبر سید ناامام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں خلافتِ صدیقی پر اجماع قطعی کے منعقد ہونے میں فرمایا:

باقی ماند کہ سعد بن عبادہ از بیعت متخلف ماند میگویم کہ سعد بن عبادہ امارات خود می خواست وایں مخالف نص ست چہ حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمودہ اند الائمۃ من قریش ائمہ از قریش اند پس مخالفت اودر اجماع قدح ندارد چہ مخالفت مر رائہائے صحابہ نبود بلکہ مخالفتِ اجماع واواعتبار ندارد[1]۔	باقی رہا یہ کہ سعد بن عبادہ نے بیعت نہ کی، تو ہم کہتے ہیں کہ سعد بن عبادہ اپنے لئے خلافت کے خواہشمند تھے ان کی یہ خواہش نص کے خلاف تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ائمہ قریش میں سے ہوں گے لہٰذا ان کی مخالفت اجماع پر اثر انداز نہیں ہے کیونکہ یہ محض صحابہ کرام کی رائے کی مخالفت نہ تھی بلکہ اجماع کی مخالفت تھی جس کا اعتبار نہیں ہے۔(ت)

پھر [۸۵] خلافت فاروقی پر انعقاد اجماع میں فرمایا:

ہمہ صحابہ برآں عمل کردند و بیعت حضرت امیر المومنین عمر کردند و دریں ہم کسے مخالفت نکرد سوائے سعد بن عبادہ لیکن مخالفت او مخالفت نص بود چہ امارت خود میخواست چنانچہ دانستی[2]۔	تمام صحابہ نے اس حدیث پر عمل کیا اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کی اس میں بھی سوائے سعد بن عبادہ کے کسی نے مخالفت نہ کی لیکن ان کی مخالفت نص کے خلاف تھی کیونکہ وہ اپنے لئے امارت کے خواہشمند تھے جیسا کہ آپ نے جان لیا۔(ت)

اب سب سے اخیر دور میں حضرت مولانا فضل عــہ رسول صاحب مرحوم اپنی کتاب عقائد المعتقد المنتقد میں فرماتے ہیں:

یشترط نسب قریش خلافاً لکثیر من المعتزلۃ ولایشترط کونہ ہاشمیاً خلافاً للرافض[3]۔	خلیفہ کا قریشی النسب ہونا شرط ہے برخلاف بہت معتزلیوں کے، اور ہاشمی ہونا شرط نہیں برخلاف رافضیوں کے۔

عــہ: بدایونی لیڈر عبدالماجد صاحب کے دادا کے دادا ۱۲ حشمت علی لکھنو عفی عنہ

[1] شرح الفقہ الاکبر لعبد العلی فرنگی محلّی

[2] شرح الفقہ الاکبر لعبد العلی فرنگی محلّی

[3] المعتقد المنتقد الباب الرابع فی الامامۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹۷

حضرت مولٰنا عــہ عبدالقادر صاحب بدایونی مرحوم اپنے رسالہ عقائد احسن الکلام میں فرماتے ہیں:

نعتقد انه یجب علی المسلمین نصب امام من قریش۔[1]	ہم پر اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ مسلمانوں پر قریشی خلیفہ قائم کرنا فرض ہے۔

نوع دگر از کتب عقائد

علامہ ۸۸ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد میں فرماتے ہیں:

فان قیل فعلی ماذکر من ان مدة الخلافة ثلثون سنة یکون الزمان بعد الخلفاء الراشدین خالیا عن الامام فتعصی الامة کلهم، قلنا المراد بالخلافة الکاملة ولوسلم فلعل الخلافة تنقضی دون الامامة بناء علی ان الامامة اعم لکن هذا الاصطلاح لم نجده من القوم واما بعد الخلفاء العباسیة فالامر مشکل (ملخصًا)[2]	یعنی اگر کہا جائے کہ جب خلافت حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد تیس ہی برس رہی تو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بعد زمانہ امام سے خالی رہا اور معاذاللہ تمام امت گنہگار ٹھہری کہ نصب امام امت پر واجب تھا تو ہم جواب دیں گے کہ وہ جو تیس برس پر ختم ہوگئی خلافت راشدہ کاملہ تھی نہ کہ مطلق خلافت، اور اگر تسلیم بھی کرلیں تو شاید خلافت ختم ہوگئی امامت بعد کو رہی اور واجب نصب امام ہی تھا تو امت گنہگار نہ ہوئی یہ اس پر مبنی ہوگا کہ امامت خلافت سے عام ہے مگر ہم نے قوم سے یہ اصطلاح نہ پائی، بہر حال جب سے خلفائے عباسیہ نہ رہے امر مشکل ہے کہ اس وقت سے نہ کوئی امام ہے نہ کوئی خلیفہ، تو اعتراض نہ اٹھا انتہی (ملخصًا)۔

اقول اولًا: صحیح جواب اول ہے اور اشکال کا جواب خود علامہ کے کلام سے آتا ہے اس وقت نظر اس پر نہ کہی تھی۔

ثانیًا امامت بیشک عام ہے جس کا بیان ہم کرینگے ان شاء اللہ۔ نیز ۸۹ علامہ موصوف شرح مقاصد میں اسی اعتراض کو ذکر کرکے بہت صحیح وواضح جواب سے دفع فرماتے ہیں:

فان قیل لووجب نصب الامام لزم	اگر کہا جائے کہ نصب امام واجب ہوتا تو اکثر

عــہ: مذکور متلذ ربدایونی (ہداہ اللہ تعالٰی) کے پردادا ۱۲ حشمت علی قادر رضوی لکھنوی غفرلہ

[1] احسن الکلام

[2] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ قندھار، افغانستان ص ۱۱۰ و ۱۱۱

اطباق الامۃ فی اکثر الاعصار علی ترك الواجب لانتفاء الامام المتصف بمایجب من الصفات سیما بعد انقضاء الدولۃ العباسیۃ قلنا انما یلزم الضلالۃ لوترکوہ عن قدرۃ واختیار لاعجز واضطرار [1]۔	زمانوں میں ترک واجب پر امت کا اتفاق لازم آتا ہے کہ امام کے لئے جو صفات لازم ہیں ایسا مدت سے نہیں خصوصًا جب سے دولتِ عباسیہ نہ رہی خلافت کا نام نشان تک نہ رہا اور ایسا ترک واجب گمراہی ہے اور گمراہی پر امت کا اتفاق محال، تو ہم جواب دیں گے کہ گمراہی توجب ہوتی کہ ان کے بعد امت نصب امام پر قادر ہوتی اور قصدًا ترک کرتی، عجز و مجبوری کی حالت میں کیا الزام ہو۔

یہی مضمون مولوی ۹۰علی الخیالی میں ہے حدیث عجز واضطرار بیان کرکے کہا:

وبھذا الحدیث یندفع الاشکال بعد الخلفاء الراشدین والعباسیۃ ایضًا [2]۔	یعنی خلفائے عباسیہ کے بعد تمام عالم سے خلافت ضرور مفقود ہے مگر امت پر الزام نہیں آتا کہ عذر مجبوری موجود ہے۔

۹۱شرح عقائد امام نسفی پھر ۹۲تعلیقات المسایرۃ للعلامۃ قاسم الحنفی تلمیذ الامام ابن الہمام رحمہم اللہ تعالٰی میں ضرورت خلیفہ بتائی کہ دین ودنیا کے اِن ان کاموں کے انتظام کو اس کا ہونا ضرور ہے پھر فرمایا:

فان قیل فلیکتف بذی شوکۃ لہ الریاسۃ العامۃ اماما کان او غیر امام فان انتظام الامر یحصل بذٰلك کما فی عھد الاتراك قلنا نعم یحصل بعض النظام فی امر الدنیا ولکن یختل امر الدین وھو المقصود الاھم [3]۔	یعنی اگر کوئی کہے کہ انتظام ہی کی ضرورت ہے تو ایک عام ریاست والے پر کیوں نہ قناعت ہو جائے وہ خلیفہ ہو یا نہ ہو کہ انتظام اس سے بھی حاصل ہو جائیگا جیسے سلطنت ترکی سے کہ خلافت نہیں اور انتظام کر رہی ہے پھر خلیفہ کی کیا ضرورت، تو ہم جواب دینگے ہاں ایسی سلطنتوں سے دنیاوی کاموں کا کچھ انتظام چل جائے گا مگر دینی کاموں میں خلل آئے گا وہ بے خلیفہ نہ بنیں گے اور دین ہی مقصود اعظم ہے۔

لہٰذا ترکی سلطنت یا اور بادشاہیاں کافی نہیں خلیفہ کی ضرورت ہے، کیا ان سے بھی صاف نص کی

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ المبحث الاول فی نصب الامام دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۵

[2] مولوی علی الخیالی مطبع ہندو پریس دہلی ص ۲۵۷

[3] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت قندھار افغانستان ص ۱۱۰

حاجت ہے وللہ الحجۃ البالغۃ۔

تنبیہ: اسی نوع سے ہے وہ حدیث کہ صدر کلام میں امام خاتم الحفّاظ سے گزری کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت جب بنی عباس کو پہنچے گی ظہور مہدی تک اور کو نہ ملے گی۔ ظاہر ہوا کہ ۱۳۳۱ھ سے آج تک اور آج سے ظہور حضرت امام مہدی تک کوئی غیر عباسی خلیفہ نہ ہوا ہے نہ ہوگا جو دوسرے کو خلیفہ مانے حدیث کی تکذیب کرتا ہے یہ حدیث اپنے طرق عدیدہ سے حسن ہے اسے طبرانی نے معجم کبیر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا، اور دیلمی نے مسند الفردوس میں انہیں سے بسندِ دیگر اور دارقطنی نے افراد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مرفوعًا اور خطیب نے بسندِ خلفاء حضرت حبر الامۃ سے موقوفًا اور حاکم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے، حدیث طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

لکنہا فی ولد عمی صنو ابی حتی یسلموھا الی الدجال۔[1]	ہاں خلافت میرے چچا میرے باپ کی جگہ عباس کی اولاد میں ہے یہاں تک کہ اسے سپرد دجال کرینگے۔

اور حدیث ابن مسعود میں ہے:

لاتذھب الایام واللیالی حتی یملك رجل من اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی واسم ابیہ اسم ابی فیملؤھا قسطا وعدلا کما ملئت جورا وظلما[2]۔	شب وروز گزرنے کے بعد وہ خلافت کو میرے اہلبیت سے ایک مرد کے سپرد کریں گے جس کا نام میرا نام ہوگا اور اس کے باپ کا نام میرے باپ کا نام، وہ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جس طرح ظلم وستم سے بھر گئی تھی یعنی حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

امام خاتم الحفاظ نے اس حدیث سے استناد اور اس پر اعتماد کیا کما تقدم (جیسا کہ پیچھے گزرا۔ ت) یہ ہیں تقریبًا پچاس حدیثیں اور کتب عقائد و تفسیر وحدیث وفقہ کی بانوے عبارتیں۔ سنی بانصاف کو اسی قدر کافی ووافی ہیں۔

وللہ الحمد والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۱۶ مروی از ام سلمہ رضی اللہ عنہا مکتبہ فیصلیہ بیروت ۲۳/ ۴۲۰

[2] المستدرك للحاکم کتاب الفتن والملاحم دارالفکر بیروت ۴/ ۴۴۲

فصل دوم

خطبہ صدارت مولوی فرنگی محلّی میں ۱۵ سطری کارگزاری کی نازبرداری

(۱) مسلمانو! تم نے دیکھا خلافت کے لئے شرط قرشیت پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں، صحابہ کا اجماع، تابعین کا اجماع، امت کا اجماع، جملہ اہلسنت کا عقیدہ، ائمہ واکابر حنفیہّ کی کتب عقائد میں تصریحیں، کتب حدیث میں تصریحیں، کتب فقہ میں تصریحیں ایسے عظیم الشان جلیل البرہان اجماعی قطعی یقینی مسئلے کو فرنگی محلّی کا خطبہ صدارت میں صرف شافعیہ کی طرف نسبت کرنا اور حنفیہّ میں فقط بعض کے کلام سے وہ بھی تصریح نہیں، فحوٰی سے سمجھے جانے کا ادعا کرنا کس درجہ خلاف دیانت واغوائے عوام ہے۔

(۲) تمہید میں تو اس پر خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص صریح مذکور، شاید امام اعظم کا نص بھی کسی مقلد حنفی کا فحوائے کلام ہوگا۔

(۳) اس پر نقول قاہرہ اجماع کو یوں گرانا کہ بعض بے اجماع نقل کیا، کیسی تلبیس ہے۔

(۴) یہ کہنا کہ ابتدا اس کی قاضی عیاض سے معلوم ہوتی ہے مگر ثبوت اجماع مشکل ہے۔ ثقات ائمہ کی تکذیب کا اشعار ہے، امام اجل ثقہ عدل قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی سے پہلے ائمہ نے اس پر اجماع نقل کیا، بعد کے علماء نے نقل کیا سب نے مقبول ومقرر رکھا کسی نے اس میں خلاف اہلسنت کا پتا نہ دیا، معاذاللہ یہ سب جھوٹے ہیں اور فرنگی محلّی سچے۔

(۵) جب نقول ائمہ مردود ونامعتبر ٹھہریں تو آپ ہی ہزاروں اجماعوں کا ثبوت مشکل بلکہ ناممکن ہوجائیگا کہ آخر قرآن وحدیث نے فرمایا نہیں کہ بعد عصر نبوت فلاں فلاں مسئلہ پر اجماع ہوگا ہم نے اہل اجماع کو دیکھا تک نہیں، نہ وہ سب مل کر اپنے اجماع کی دستاویزیں رجسٹری کراگئے اب نہ رہیں مگر نقولِ ائمہ وہ ان تازہ لیڈروں کو مقبول نہیں، پھر ثبوتِ اجماع کی صورت ہی کیا رہی۔

(٦) جب وہ نقلِ اجماع میں متہم تو نقل اقوال خاصہ میں کیوں معتمد ہوں گے، فقہ بھی گئی، یہ وہابیہ وغیر مقلدین کی تعظیم وتکریم وجلسوں میں ان کی صدارت وتقدیم کی شامت ہے کہ وہی غیر مقلد کا مسئلہ آگیا ع

قیاس فاسد واجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع بے اثر ہے۔ ت)

(۷) امام اجل قاضی عیاض نے ابتداءً دعوی اجماع نہ کیا بلکہ یہ فرمایا کہ علمائے کرام نے اسے مسائلِ اجماع میں گنا توان سے ابتداءً بتانا تکذیب و گستاخی کی انتہا دکھانا ہے۔

(۸) صدر اسلام میں ڈیڑھ سو برس تک تصانیف نہ ہوئیں، پھر اگلی صدیوں کی ہزاروں کتابیں مفقود ہوگئیں، اب صدہا مسائلِ اجماعیہ میں سب سے پہلے جس امام کے کلام میں نقل اجماع نظر آئے اسی کے سر رکھ دیا جائے کہ ابتداء ان سے معلوم ہوتی ہے کتنا آسان طریقہ رد اجماع کا ہے۔

(۹) ائمہ کرام اس پر صحابہ وتابعین و سلف صالحین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے اب تک تمام اہلسنت کا اجماع بتاتے، اور اسی پر کتب عقائد میں اسے قطعیہ یقینیہ فرماتے ہیں اس کے مقابل اگر کسی صحابی سے کوئی اثر ملے تو اگر وہ انعقاد اجماع سے پہلے کی گفتگو ہے اس سے نقض اجماع جنون خالص ہے یوں ہی اگر تاریخ معلوم نہ ہو، اور اگر بعد کی ہے اور سند صحیح نہیں تو آپ ہی مردود اور صحیح و قابلِ تاویل ہے تو واجب التاویل ورنہ شاذ روایت اجماع کے مقابل قطعًا مضمحل نہ کہ الٹا اس سے اجماع باطل۔

(۱۰) قریش میں حصر خلافت کی احادیث بیشک متواتر ہیں بہت متکلمین کی نظر احادیث پر زیادہ وسیع نہ تھی کہ فن دوسرا ہے انہوں نے خبر آحاد سمجھا تو ساتھ ہی قبول صحابہ سے قطعی یقینی بتادیا مگر مسامرہ سے گزرا کہ حافظ الحدیث امام عسقلانی نے ایک حدیث "الائمۃ من قریش" کو چالیس کے قریب صحابہ کرام سے مروی دکھایا اور اس میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا جس کا نام امام سخاوی نے مقاصد حسنہ میں[1] "لذۃ العیش فی طرق حدیث الائمۃ من قریش" بتایا یہ عدد صحابہ کرام میں یقینا تواتر کا ہے یہ ایک حدیث کا حال تھا اسی مدعا پر اور احادیث علاوہ۔

(۱۱) اس سے قطع نظر کیجئے تو اس قدر تو آج کل کی قاصر نگاہوں سے بھی نظر آرہا ہے کہ وہ بلاشبہہ مشہور اور بالفاظ عدیدہ و طرق کثیرہ بہت صحابہ کرام سے ماثور، اور برابر صدر اول سے امت مرحومہ میں احتجاج و عمل کیلئے مقبول و منظور، پھر اس کے خاص الفاظ کے احاد سے ہونے کا ذکر جس کا جواب علمائے عقائد مواقف و شرح مقاصد و شرح مواقف وغیرہا میں دے چکے کیا انصاف ہے۔

(۱۲) ائمہ نے "الائمۃ من قریش" سے استدلال فرمایا اور جمع محلّی باللام کے افادہ استغراق سے اتمام تقریب فرمادیا اسے "الخلافۃ فی قریش" سے بدلنا اور "القضاء فی الانصار" سے نقض کرنا کیا مقتضائے دیانت ہے۔

(۱۳) حدیث صحیح "لایزال ھذا الامر فی قریش مابقی من الناس

---

[1] مقاصد الحسنہ تحت حدیث عالم قریش الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۲۸۲

اثنان[1] (خلافت قریش کے لئے جب تک دنیا میں دوآدمی بھی ہیں۔ت) سے استدلال ائمہ کا کیا رد ہوا، کیا کسی حدیث میں یہ بھی آیا کہ:

لایزال القضاء فی الانصار وھذاالاذان فی الحبشة مابقی من الناس اثنان۔	ہمیشہ عہدہ قضا انصار میں اور عہدہ اذان حبشیوں میں رہے جب تک دنیا میں دوآدمی بھی رہیں۔

جب ائمہ فرما چکے کہ صحابہ کرام نے حدیث سے حصر سمجھا اور اسی پر عمل فرمایا تو صحابہ کے مقابل اپنی چہ میگوئیاں نکالنا کیا شان دین ہے۔

(۱۵و۱۶) محققین اہلسنت عموماً اور امام ابوبکر باقلانی کی طرف خصوصاً اس نسبت کی جرات کہ قرشیت کی شرط سے بالکل عدول کرتے ہیں کس قدر دروغ بیمزہ ہے اکابر ائمہ اعاظم علماء اجماع صحابہ اجماع تابعین اجماع امت نقل فرمارہے ہیں ناقلان خلاف، صرف خارجیوں معتزلیوں کا خلاف بتاتے ہیں، مخالفت میں ضرار وکعبی دو گمراہوں کے قول نقل کرتے ہیں معاذاللہ اگر تمام محققینِ اہل سنت درکنار صرف امام سنت باقلانی کا خلاف ہوتا تو خارجیوں معتزلیوں کو مخالف بتایا جاتا، دوگمراہوں کا نام ان کے نام نامی سے زیادہ پیارااور قابلِ ذکر عظمت والا تھا کہ انہیں چھوڑ کران دوکا نام گنایا جاتا۔ شرح عقائد نسفی کے الفاظ توآبِ زر سے لکھنے کے ہیں کہ "**لم یخالف الاالخوارج وبعض المعزلة**"[2] اس میں کسی نے خلاف نہ کیا سوا خارجیوں اور بعض معتزلیوں کے تمام نقول اجماع کا یہی مطلب ہے مگر اس میں محققین اہلسنت وامام باقلانی کی طرف اس نسبت باطلہ کی روشن تر تفضیح ہے **وللہ الحمد** اجلہ اکابر ائمہ اہلسنت ائمہ کلام واکابر حدیث واعاظم فقہ سب کے ارشادات پس پشت ڈالنا اور ایک متاخر مورخ ابن خلدون کے قول بے سند پر (جس کے مذہب کی بھی کوئی ٹھیک نہیں نہ تاریخ نویسی کے سوا کسی علم دینی میں اس کا نام زبانوں پر آتا ہے) سرمنڈابیٹھنا کیا شرط دین پرستی ہے اجلہ ائمہ جہابذہ ناقدین کو نہ معلوم ہوا کہ خود امام سنت باقلانی و محققین اہلسنت اس مسئلہ میں مخالف ہیں، برابر اجماع نقل فرماتے رہے مسئلہ پر جزم ویقین فرمایا کئے اہل خلاف کو خارجی معتزلی بدعتی کہتے رہے، مگر آٹھویں صدی کے اخیر میں اس مورخ کو حقیقت حال معلوم ہوئی کہ اس میں تو محققین اہلسنت و امام سنت مخالف ہیں۔

(۱۷) طرفہ یہ کہ ابن خلدون نے اتنا کہا تھا:

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۱۰۵۷، صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۹

[2] شرح العقائد النسفیہ دارالاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۲

اشتبہ ذٰلك علی کثیر من المحققین[1]۔	بہت سے محققوں کو اس میں شبہہ لگا۔

فرنگی محلّی تحریر "شبہہ لگنا اڑادیا" اور "کثیر" کا لفظ گھٹادیا، اسے یوں بنایا کہ محققین عدول کرتے ہیں یعنی ان کا عدول ازراہِ اشتباہ نہیں بلکہ ازراہ تحقیق ہے اور وہ جو اس شرط پر قائم رہے یعنی تمام اہلسنت وہ تحقیق سے عاری ہیں۔

(۱۸) ان دونوں سے بڑھ کر چالاکی یہ کہ فرنگی محلّی تحریر نے محققین کے ساتھ لفظ "اہلسنت" بڑھالیا یہ لفظ ابن خلدون کی عبارت میں نہیں، وہ خدا جانے کن کو محققین کہہ رہا ہے، ائمہ فرماچکے کہ اس میں مخالف خارجی ہیں یا معتزلی، تو انہیں میں سے کسی فریق کو محققین کہا اور ظاہرًا معتزلہ کو کہا کہ دربارہ خلافت جو مضمون اس نے نقل کیا وہ ضرار بن عمرو معتزلی ہی کی مخالفت کا مؤید، نہیں نہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زائد ہے **فاشتکی الی اللہ تعالٰی**۔

(۱۹) ابن خلدون کی حالت عجیب ہے [۱] اس کے کلام سے کہیں اعتزال [عـــہ] کی بوآتی ہے، [۲] کہیں نیچریانہ اسباب پرستی کی جھلک پائی جاتی ہے، [۳] اولیائے کرام کا صاف دشمن ہے، [۴] ان کو رافضیوں کا مقلد بتاتا ہے، [۵] کہتا ہے ان کے دلوں میں رافضیوں کے اقوال رچ گئے اور ان کے مذاہب کو اپنا دین بنانے میں توغل کیا [۶] یہاں تک کہ طریقت کا سلسلہ علی تک پہنچایا اور کہا انہوں نے حسن بصری کو خرقہ پہنایا اور ان سے ان کے پیر جنید تک پہنچا اس تخصیص علی اور ان کی اور باتوں سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ رافضیوں میں داخل ہیں، و [۷] لہٰذا رافضیوں کی طرح ایک امام مہدی کے انتظار میں ہیں جن کے آنے کی کچھ صحت نہیں، [۸] اسی طرح اقطاب وابدال کا یک لخت منکر ہے [۹] اس میں بھی اولیاء کے مقلد روافض ہونے کا مشعر ہے کہ جس طرح رافضیوں نے ہر زمانے میں ایک امام باطن اور اس کے نیچے نقبا مانے ہیں، یونہی ان سے سیکھ کر صوفیہ نے ہر دور میں ایک قطب اور اس کے ماتحت ابدال گھڑے ہیں، حلانکہ احادیث مرفوعہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ جن کے بیان میں امام جلال الدین سیوطی کا ایک رسالہ ہے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ودیگر اجلہ اقطاب کرام

عـــہ: دور کیوں جایئے اپنے اخ معظم مولوی عبدالحہ صاحب کا فتاوٰی جلد اول طبع اول ص ۲۷ اور خود اپنا جمع کردہ فتاوٰی قیام ص ۳۰۶ ملاحظہ کیجئے۔ علامہ عبدالرحمان حضرمی معتزلی معروف بہ ابن خلدون ۱۲ عبیدالرضا حشمت علی رضوی غفرلہ۔

---

[1] تاریخ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ہذا المنصب وشروط۔ موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

قدست اسرارہم سب سے اقطاب وابدال کی حقیقت متواتر ہے یونہی کون ساصاحب سلسلہ ہے جس کا سلسلہ امیر المومنین علی تک نہیں پہنچتا تو وہ ان تمام حضرات اکابر کرام کو معاذاللہ دین میں مخترع اور رافضیوں کا متبع بلکہ سلک روافض میں منسلک ٹھہراتا ہے، "فتوحات اسلام کا راز، عربی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا وحشی ہونا بتایا ہے، اور" یہ کہ امیر المومنین فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جہاد پر بھیجتے وقت انہیں وحشیت پر اور ابھار دیا کیونکہ وحشی ہی قوم کا ملک وسیع ہوتا ہے، "نیز کہتا ہے صحابہ وحشی ہونے کے سبب لکھنا ٹھیک نہ جانتے تھے، "اس لئے قرآن عظیم جابجا غلط لکھا ہے، اور "اولیاء کو جادوگروں کے حکم میں رکھنے کے لئے کہا جو کسی کو اپنی کرامت سے قتل کردے وہ صاحب کرامت قتل کیا جائے گا جیسے ساحر کو اپنے سحر سے قتل کرے۔ اجلہ اکابر محبوبان خدا کو نام بنام حتی کہ شیخ الاسلام ہروی کو لکھتا ہے کہ یہ حلولی تھے اور یہ کفر انہوں نے روافض اسمعیلیہ سے سیکھا **الی غیر ذٰلک من ھفواته الشنیعة** (اس کے علاوہ اس کے بہت سے برے ہفوات ہیں۔ت) اور پھر تستّر کے لئے یا خود اپنے حال سے ناواقفی کے باعث جابجا سنیت واعتقاد اولیاء کا اظہار بھی کرتا ہے جس نے محققین یا شیخ الاسلام امام ہروی کی طرف کفر میں تقلید روافض نسبت کردی وہ اگر محققین وامام باقلانی کی طرف بدعت میں تقلید خوارج نسبت کردے کیا بعید ہے، ہاں عجب ان مدعیان سنت سے کہ تمام اکابر ائمہ وعلمائے اہلسنت کے ارشادات عالیہ پر پانی پھیرنے کے لئے ایک ایسے مورّخ کا دامن تھامیں، کیا آیہ کریمہ "بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰ "[1] (ظالموں کو کیا ہی برا بدلہ ملا۔ت) یہاں وارد نہ ہوگی **ولاحول ولاقوة الا باللہ العلی العظیم۔**

غالبًا اس نسبت مخترعہ سے بھی اسے صوفیہ کرام پر چوٹ کرنی منظور ہے وہ بھی شرط قرشیت کو اجماعی مانتے ہیں خود اسی شخص نے اسی مقدمہ تاریخ فصل فاطمی میں ان اکابر کرام سے نقل کیا:

قالوا لما کان امر الخلافة لقریش حکما شرعیا بالاجماع الذی لایوھنه انکار من لم یزاول علمه[2] الخ۔	یعنی صوفیہ کرام نے فرمایا خلافت خاص قریش کیلئے ہونا حکم شرعی ہے ایسے اجماع سے ثابت جو ناواقف ناشناس کے انکار سے سست نہیں ہوسکتا الخ

لہٰذا محققین وامام سنت کا خلاف بتایا کہ ان کی تکذیب ہو۔

(۲۰) نہیں نہیں بلکہ اس کا راز اور ہے خود اسی مبحث سے روشن کہ وہ آپ مبتدع اور خوارج کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی امر الفاطمی موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۳۲۴

تبع اور اجماعِ صحابہ کرام کا خارق، اور ضراریہ و معتزلہ کا موافق ہے اس نے اولاً شرائط خلافت میں کہا:

اماالنسب القرشی فلاجماع الصحابۃ علی ذٰلک[1]۔	قرشیت کی شرط اس لئے ہے کہ صحابہ کرام نے اس پر اجماع فرمایا۔

پھر اس اجماع کی منشا و مستند حدیثیں ذکر کیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: الائمۃ من قریش[2] خلفاء قریشی ہوں۔ اور فرمایا:

لایزال ھذاالامر فی ھذاالحی من قریش[3]۔	خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی۔

اور کہا اس پر دلائل بکثرت ہیں پھر آہستہ آہستہ رد احادیث واجماع کی طرف سرکا کہ:

لماضعف امر قریش وتلاشت عصبیتھم فاشتبہ ذلك علی کثیر من المحققین حتی ذھبوا الی نفی اشتراط القرشیۃ[4]۔	جب قریش میں ضعف آیا اور ان کی حمیت جاتی رہی تو بہت محققوں کو یہاں شبہہ لگا یہاں تک کہ نفی شرط قرشیت کی طرف گئے۔

یہاں دونوں پہلو دیکھئے، اشتباہ کہا جس سے مفہوم ہو کہ ان کو غلطی پر جانتا ہے اور انہیں محققین کہا جس سے مترشح ہو کہ ان کے زعم کو تحقیق مانتا ہے پھر ان کے دو شبہے ذکر کئے ایک اسی حدیث دربارہ غلام حبشی سے جس کے جواب کلام ائمہ سے گزرے اور اس پر زیادہ کلام ان شاء اللہ تعالٰی آگے آتا ہے اس نے جواب خطائی اختیار کیا کہ یہ مبالغۃً بطور فرض ہے، دوسرا شبہہ اس روایت سے کہ امیر المومنین فاروق سے مروی ہوا:

لوکان سالم مولی ابی حذیفۃ حیا لولیتہ[5]۔	اگر ابوحذیفہ کے غلام آزاد شدہ سالم زندہ ہوتے تو میں ضرور ان کو والی بناتا۔

یا فرمایا: لمادخلتنی فیہ الظنۃ[6] ان پر مجھے کوئی بدگمانی نہ ہوتی۔ اس کا کھلا ہوا روشن جواب تھا کہ امیر المومنین نے فرمایا ہے "لولیتہ" میں انہیں والی کرتا، نہ کہ "استخلفتہ" میں انہیں خلیفہ کرتا، والی ایک صوبہ کا بھی ہوتا ہے ایک شہر کا بھی ہوتا ہے، جسے خلیفہ مقرر فرمائے تو اسے یہاں سے کیا علاقہ، اس روشن جواب کو چھوڑ کر اول تو یہ جواب دیا کہ مذھب الصحابی لیس بحجۃ[7] یعنی یہ اگر ہے تو عمر کا قول ہے اور عمر کا قول کچھ حجت نہیں۔ شان فاروقی میں یہ کلمہ جیسا ہے اہل ادب پر ظاہر ہے جن کی نسبت خاص حکم احکم حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے:

---

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[3] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[4] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[5] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[6] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[7] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف الامۃ فی حکم ھذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

اِقْتَدَوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ ابی بکر وعمر [1]۔	ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

یہاں تک تو یہی تھا آگے دوسرے جواب کے تیور دیکھئے، کہتا ہے:

وایضاً مولی القوم منھم وعصبیۃ الولاء حاصلۃ لسالم فی قریش وھی الفائدۃ فی اشتراط النسب و صراحۃ النسب غیر محتاج الیہ اذ الفائدۃ فی النسب انما ھی العصبیۃ وھی حاصلۃ من الولاء [2]۔	یعنی دوسرا جواب یہ کہ کسی قوم کا آزاد شدہ غلام انہیں میں سے ہے اور اس رشتہ ولاء کے باعث قریش سالم کی حمیت کرتے اور یہی قومی حمیت شرط نسب کا فائدہ ہے صاف نسب کی حاجت نہیں کہ وہ تو اسی حمیت کی غرض سے ہے اور حمیت اپنے آزاد کئے ہوئے غلام کی بھی کرتے ہیں۔

للہ انصاف! دکھانا تو یہ ہے کہ شرط قرشیت نہیں مانتے ان کے شبہہ کا جواب دے رہا ہے اور جواب وہ دیا جس نے شرطِ قرشیت کو اکھاڑ پھینکا نسب کی کوئی حاجت نہیں قومی حمیت سے کام ہے جس طرح بھی ہو پھر بھی قرشیت کا کچھ ڈورا لگا رکھا کہ قریشی نہ ہو تو اس کا آزاد کردہ غلام تو ہو اگرچہ اس میں بھی کلام ہے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آزاد نہ فرمایا نہ وہ ان کے غلام تھے بلکہ ان کی بی بی شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے غلام تھے انہیں آزاد کیا اور وہ انصار یہ ہیں نہ کہ قریشیہ۔ ہاں براہ موالات و دوستی مولٰی ابی حذیفہ کہلاتے ہیں، ابوحذیفہ نے ان کو متبنٰی کیا تھا اور اپنی بھتیجی فاطمہ سے ان کی شادی کردی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ فتح الباری میں ہے:

کان مولی لامرأۃ من الانصار فتبناہ ابوحذیفۃ لما تزوجھا فنسب الیہ [3]۔	یعنی سالم ایک انصار یہ بی بی کے غلام آزاد شدہ تھے جب ابوحذیفہ نے اس بی بی سے نکاح کیا ان کو متبنٰی بنایا، جب سے ابوحذیفہ کی طرف منسوب ہونے لگے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین

لہٰذا ارشاد الساری میں مولٰی ابی حذیفہ کی یوں شرح کی: (مولی) **امرأۃ ابی حذیفۃ** [4] (ابوحذیفہ کے مولٰی یعنی ان کی زوجہ کے مولٰی۔

[1] جامع ترمذی ابواب المناقب امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۰۷

[2] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب وشروط موسسۃ الاعلی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴

[3] فتح الباری شرح البخاری مناقب سالم مصطفی البابی مصر ۸/ ۱۰۲ و ۱۰۳

[4] ارشاد الساری شرح البخاری مناقب سالم مولی ابی حذیفہ دار الکتاب العربی بیروت ۶/ ۱۳۸

غرض یہاں تک بھی دونوں پلے بچائے مگر نفی کا پلہ غالب کردیا کہ یہ حقیقت ہے اور یہاں قرشیت کا لگاؤ رہنا مجاز، اب اندیشہ کیا کہ لوگ خارجی معتزلی سمجھیں گے کہ صحابہ کا اجماع چھوڑ کر ان گمراہوں کی تقلید کی، اس کے علاج کو یہ مخالفت امام سنت کے سر رکھ دی اور کہا:

ومن القائلین بنفی اشتراط القرشیۃ القاضی ابوبکر الباقلانی لما ادرك عصبیۃ قریش من التلاشی فاسقط شرط القرشیۃ وان کان موافقا لرأی الخوارج وبقی الجمہور علی القول باشتراطھا ولو کان عاجزا عن القیام بامور المسلمین ورد علیھم سقوط شرط الکفایۃ لانہ اذاذھبت الشوکۃ بذھاب العصبیۃ فقد ذھبت الکفایۃ واذا وقع الاخلال بشرط الکفایۃ واذاوقع الاخلال بشرط الکفایۃ تطرق ذٰلك ایضا الی العلم و الدین وسقط اعتبار شروط ھذاالمنصب وھو خلاف الاجماع[1] (ملخصًا)	یعنی امام قاضی ابوبکر باقلانی نے قرشیت شرط نہ مانی کہ قریش کی حمیت فنا ہوگئی ولہٰذا اس کی شرط انہوں نے ساقط کردی اگرچہ یہ خارجیوں کے مذہب کے موافق ہے اور جمہور اب بھی شرطِ قرشیت مانتے رہے اگرچہ خلیفہ مسلمانوں کا کام بنانے سے عاجز ہو اور ان پر یہ اعتراض ہے کہ لیاقت کار کی شرط جاتی رہی کہ جب حمیت جانے سے شوکت گئی کام کیا بناسکے گا اور جب شرط کفایت چھوٹی یہی راہ شرط علم وشرط دین کی طرف چلے گی اور خلافت کی شرطیں ساقط الاعتبار ہوجائیں گی اور یہ خلافِ اجماع ہے (ملخصًا)

اس کلام کے پیچ دیکھئے کیا کیا کروٹیں بدلی ہیں، اول امام سنت پر وہ تہمت رکھی کہ قریش کی بے حمیتی دیکھ کر شرطِ قرشیت ساقط کربیٹھے، یہ اپنا بچاؤ اور جانب نفی کی تائید تھی کہ ایک مجھی کو شرطِ قرشیت میں کلام نہیں، اہلسنت کے اتنے بڑے امام اسے استعفا دے چکے ہیں، پھر ساتھ ہی کہہ دیا کہ اس میں وہ خارجیوں کے مذہب پر چلے، یہ جانب اثبات کی رعایت سے کہی، پھر اسی پہلو کا لحاظ بڑھایا کہ جمہور اسی پر رہے، پھر پہلوئے نفی کو کروٹ لی کہ ان پر بے اعتباری شرائط کا الزام قائم ہوتا ہے، یہ جھوٹا الزام صراحۃً خود اس پر حق تھا کہ قرشیت شرط تھی اور اس نے ساقط کی تو یوں ہی علم ودین وکفایت بھی ساقط ہوسکیں گی اور راہ ہر شرط کی طرف چلے گی اور جاہل بے دین عاجز چمار کو خلیفہ کردینا جائز ہوجائے گا اور یہ خلافِ اجماع ہے، اس کی پیش بندی کی کہ جمہور اہلسنت کے سر پر افترا جڑدیا کہ وہ صرف قرشیت چاہتے ہیں اگرچہ کام سے بالکل عاجز ہو حالانکہ کتبِ عقائد وفقہ وحدیث شاہد ہیں کہ قرشیت وقدرت دونوں شرط ہیں اور ان کے ساتھ اسلام وحریت وذکورت وبلوغ بھی نہ یہ کہ صرف قریشی ہونا

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذاالمنصب وشروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۴و ۱۹۵

بس ہے، یہ چھپلیاں کھیل کر اخیر میں دل کی صاف کھول دی:

اذا بحثنا عن حکمۃ اشتراط القرشی ومقصد الشارع منہ لم یقتصر علی التبرک بوصلۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ھو مشھور والمصلحۃ لم نجدھا الا اعتبار العصبیۃ و ذٰلك ان قریشا کان لھم العزۃ بالکثرۃ والعصبیۃ والشرف فاشترط نسبھم لیکون ابلغ فی انتظام الملۃ کما وقع فی ایام الفتوحات واستمر بعدھا فی الدولتین الی ان تلاشت عصبیۃ العرب، فاذا ثبت ان اشتراط القرشیۃ انما ھو للعصبیۃ والغلب والشارع لایخص الاحکام بجیل فطردنا العلۃ وھی العصبیۃ فاشترطنا فی القائم بامور المسلمین ان یکون من قوم اولی عصبیۃ قویۃ غالبۃ، ثم ان الوجود شاھد بذلك فانہ لایقوم بامر امۃ او جیل الا من غلب علیھم وقل ان یکون الامر الشرعی مخالفا للامر الوجودی[1] (ملخصًا)	یعنی ہم جو نظر کریں کہ شرط قرشیت کی حکمت اور اس سے شارع کا مقصود کیا ہے تو وہ علاقہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک پر موقوف نہیں جیسا کہ لوگوں میں مشہور ہو رہا ہے کہ قربِ نبوی کے سبب قریش کو یہ فضل ملا ہے اس میں آن اور قومی حمیت کے اعتبار کے سوا کوئی مصلحت نہیں، یہ اس لئے کہ قریش اپنی کثرت اور آن اور شرافت کے سبب غالب تھے لہٰذا ان کا نسب شرط کیا گیا کہ دین کا انتظام خوب ہو جیسا کہ زمانہ فتوحات میں ہوا اور اس کے بعد بنی امیہ و بنی عباس کی دولتوں میں رہا یہاں تک کہ عرب نرے بے حمیت ہوگئے اور جبکہ ثابت ہولیا کہ قرشیت کی شرط فقط ان کی حمیت و غلبہ کے سبب تھی اور شریعت احکام کو کسی قبیلہ کے ساتھ خاص نہیں کرتی تو ہم نے علت حمیت کو عام کر دیا کہ خلیفہ میں ضرور ہے کہ کسی قوی و غالب حمیت والی قوم میں کا ہو پھر واقعات بھی اسی پر گواہ ہیں کہ قبیلے یا گروہ کا سردار وہی ہوتا ہے جو ان پر غالب ہو اور کم ہوگا کہ شریعت نیچر کے خلاف حکم دے (ملخصًا)

ظاہر کر دیا کہ قرشیت شرط نہیں عصبیت شرط ہے قرشیت اس لئے شرط تھی کہ ان میں قومی حمیت جاہلیت تھی جب قریش بلکہ تمام اہل عرب بے حمیت ہوگئے تو اب ان کی خلافت کیسی بلکہ جس کی لاٹھی اس کی بھینس، بالجملہ نہ فقط شرط قرشیت کی نفی کی بلکہ نفی قرشیت بلکہ نفی عربیت شرط کر دی کہ اصل شرط خلافت قومی حمیت ٹھہرائی اور صاف کہہ دیا کہ نہ صرف قریش بلکہ تمام عرب بے حمیت ہوگئے تو خلافت کے لئے شرط ہوا کہ خلیفہ نہ قریشی ہو نہ عربی بلکہ یہ شرط ہے کہ کسی خونخوار قوم کا ہو، تو یہ تو ضرار معتزلی سے بھی بہت اونچا اڑا اس نے تو یہی کہا تھا

[1] مقدمہ ابن خلدون فصل فی اختلاف فی حکم ہذا المنصب و شروط موسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۱/ ۱۹۵ و ۱۹۶

کہ غیر قریشی اولٰی ہے اس نے یہ جمائی کہ قرشی بلکہ کسی عربی کی خلافت جائز ہی نہیں اور خود کہہ چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا کہ ہمیشہ خلافت قریش ہی کے لئے ہو گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی رہیں یہ ہے اس کا حدیث پر ایمان، اور یہ ہے اس کا اجماع صحابہ کرام پر ایقان۔ اور سرے سے یہ اشد سا اشد ظلم قابل تماشا کہ وہ عصبیت جس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بشدت منع فرمایا جسے نہ قریش بلکہ تمام عرب کے دل سے دھویا اسی کو اصل مقصود شارح اور خاص شرطِ خلافت ٹھہراتا ہے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قاتل تحت رأیۃ عمیّۃ یغضب لعصبۃ او یدعو الی عصبۃ او ینصر عصبیۃ فقتل فقتلۃ جاہلیۃ[1]۔ وفی اخری فلیس من امتی[2]۔ رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کسی اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے کہ عصبیت (یعنی قومی حمیت شیوہ جاہلیت) کے لئے غضب کرے یا عصبیت کی طرف بلائے یا عصبیت کی مدد کرے اور مارا جائے تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی جاہلیت وزمانہ کفر وغفلت میں قتل کیا جائے اور دوسری روایت میں ہے وہ میری امت سے نہیں (اسے مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

نیز فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس منا من دعا الی عصبیۃ ولیس منا من قاتل عصبیۃ ولیس منا من مات علی عصبیۃ[3]۔ رواہ ابو داؤد عن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہمارے گروہ سے نہیں جو عصبیت (قومی حمیت) کی طرف بلائے، ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر لڑے، ہم سے نہیں جو عصبیت پر مرے، (اسے ابوداؤد نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)

تو شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبغوض کو شارع کا مقصود بنانا کہ کیسا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام پر افترائے بیباک واجترائے ناپاک ہے والعیاذ باللہ تعالٰی عجب ایک مدعی سنیت ہے کہ صحابہ وائمہ وخود ارشاد حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب کو پیٹھ کر ایک گمراہ مخالف حدیث وخارقِ اجماع ومحدث فی الدین کا دامن تھامے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

(۲۱) تحریر فرنگی محلّی نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ صراحۃً اجماع صحابہ لکھ کر پھر امام باقلانی کو اس کا مخالف اور خارجی مذہب کا موافق لکھتا ہے اس نے کہا تو کہا، ایک مدعی سنیت کو تو امام سنت پر ایسے شنیع الزام رکھتے شرم چاہئے تھی۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۷

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب وجوب ملازمۃ المسلمین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۲۸

[3] سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی العصبیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۴۲

(۲۲) عــہ عبارت نمبر ۳۶ آپ نے سنی معلوم ہے یہ امام ابوبکر ابن الطیب کون ہیں وہی امام اجل امام سنت قاضی ابوبکر باقلانی ہیں، شرح الشفاء لعلی قاری میں ہے:

(وھو مذھب القاض ابی بکر) ای ابن الطیب الباقلانی [1]۔	اور یہی قاضی ابوبکر یعنی ابن الطیب الباقلانی کا مذہب ہے۔ (ت)

نسیم الریاض میں ہے:

(وھو مذھب القاضی ابی بکر) الباقلانی [2]۔	اور قاضی ابوبکر الباقلانی کا یہی مذہب ہے (ت)

وفیات الاعیان میں ہے:

(القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بالباقلانی المتکلم المشھور توفی سنة ثلث واربعمائة ببغداد [3]۔	القاضی ابوبکر محمد بن الطیب المعروف بہ باقلانی متکلم مشہور ہیں ۴۰۳ھ میں بغداد میں فوت ہوئے (ت)

دیکھا کہ ان امام نے کیا ارشاد فرمایا: پھر سن لو، اور کان کھول کر سنو، امام ابن المنیر مالکی پھر فتح الباری میں امام ابن حجر عسقلانی شافعی کا یہی کلام علامہ سید مرتضٰی زبیدی حنفی نے اتحاف السادۃ جلد دوم ص ۲۳۲ میں یوں نقل فرمایا:

قال الحافظ ابن حجر فی فتح الباری قال ابن المنیر قال القاضی ابوبکر الباقلانی لم یعرج المسلمون علی ھذا القول بعد ثبوت الحدیث الائمة من قریش وعمل المسلمون بہ قرنا	یعنی امام ابن حجر نے شرح صحیح بخاری میں فرمایا کہ امام ابن المنیر نے فرمایا کہ امام قاضی ابوبکر باقلانی نے فرمایا کہ معتزلی کے اس قول کی طرف مسلمانوں نے التفات نہ کیا بعد اس کے کہ حدیث کا ارشاد ثابت ہولیا کہ خلفاء قریش ہی سے ہوں۔

عــہ: یہاں تک کلام قاطع رگ اوہام تھا اب آگے وہ آتا ہے جسے دیکھ کر کذابوں مفتریوں کی آنکھیں پھٹ کر رہ جائیں ۱۲عبیدالرضا حشمت علی قادری غفرلہ۔

---

[1] شرح الشفاء لعلی لقاری علی ھامش نسیم الریاض فصل واما مایتعلق بالجوارح دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۷

[2] شرح الشفاء لعلی لقاری علی ھامش نسیم الریاض فصل واما مایتعلق بالجوارح دار الفکر بیروت ۴/ ۱۳۷

[3] وفیات الاعیان ترجمہ ۶۰۸ محمد بن الطیب الباقلانی دار الثقافت بیروت ۴/ ۲۶۹، ۲۷۰

بعد قرن وانعقد الاجماع علی اعتبار ذلك قبل ان یقع الاختلاف[1]۔	اور اسی پر مسلمانوں کا ہر طبقہ میں عمل رہا اور ان اختلاف کرنے والوں کے وجود سے پہلے اس پر اجماع ہولیا۔

الحمدللہ یہ ارشاد ہے امام ابوبکر باقلانی کا جس نے اس مورخ کا سفید جھوٹ اور سیاہ افتراء ثابت کیا اور صحابہ وائمہ اہلسنت کو چھوڑ کر اس کا دامن تھامنے والوں کا منہ کالا کیا، وللہ الحمد۔

(۲۳) الحمدللہ یہاں سے فرنگی محلّی تحریر کی امام قاضی عیاض پر وہ طعنہ زنی بھی باطل ہوگئی کہ ذکر اجماع کی ابتداان سے ہوئی امام قاضی عیاض چھٹی صدی میں تھے اور امام اہلسنت قاضی ابوبکر باقلانی چوتھی صدی میں، وہ اجماع نقل فرمارہے ہیں وللہ الحمد۔

(۲۴) اس کے بعد تحریر فرنگی محلّی میں ہے: حنفیّہ کی کتب میں ایسی فضول بات نہیں جیسی شافعیہ کی کتب میں ہے کہ الائمۃ سے ہر قسم کا امام مراد ہے کہ امام شافعی کے امام فی المذہب ہونے کی تاکید ہو کیونکہ وہ قریشی تھے یہ شافعیہ نے کہیں نہ کہا کہ ہر قسم کا امام مراد ہے، نہ کوئی ادنٰی طالب علم کہہ سکتا ہے کہ نماز کی امامت بھی قرشی سے خاص علماء سے دوسرا امام نہیں ہوسکتا وہ اس سے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے ایک فضیلت ثابت کرتے ہیں کہ دوسرا عالم غیر قریشی جب دین وعلم میں امام شافعی کے برابر ہو تو اس پر بوجہ قرشیت ان کو ترجیح ہے دیکھو فتح الباری کہ:

الاستدلال علی تقدیم الشافعی علی من ساواہ فی العلم والدین من غیر قریش لان الشافعی قرشی[2]۔	امام شافعی کے برابر علم اور دین والے غیر قرشی پر امام شافعی کے مقدم ہونے پر یہ استدلال ہے کیونکہ امام شافعی قرشی تھے (ت)

(۲۵) بالفرض ایسا ہوتا تو اس فضول بات کا یہاں ذکر اس سے بدتر فضول، جس سے مطلب ہو تو صرف اتنا کہ جاہل عوام سمجھیں کہ اصل مسئلہ خلافتِ قریش ہی بعض شافعیہ کی فضول ہے کتبِ حنفیّہ اس سے پاک ہیں۔

(۲۶) پھر کہا پھر بھی محققین شافعیہ اس کو شرط اختیاری کہنے پر مجبور ہوئے، یہ پھر بھی اسی قصہ تلبیس کی تائید ہے کہ نفس خلافت قریش کو شافعیہ کی فضول کہا کہ اسی کو اختیاری کہا ہے پھر اس میں شافعیہ کی تخصیص ایک تلبیس اور ان میں بھی محققین کی قید دوسرا کید، اور لفظ اختیاری سے جہال کو دھوکا دینا کید عظیم ہے، اختیاری کے معنے سمجھے جائینگے

[1] اتحاف السادۃ المتقین الاصل التاسع ان شرائط الامامۃ الخ دارالفکر بیروت ۲/۲۳۲

[2] فتح الباری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۷

کہ اپنی خوشی پر ہے چاہے خلیفہ میں قرشیت کا اعتبار کریں یا نہیں، یہ شافعیہ خواہ ان کے محققین جس پر کہو افترائے کاذب ہے اور خود عقل وفہم سے بیگانہ ومجانب، شرط وہ جس کے فوت سے مشروط فوت ہو اور اختیاری وہ جس پر کچھ توقف نہ ہو، اصل بات جس کی صورت بگاڑ کریوں دھوکا دینا چاہا یہ ہے کہ ملک پر تسلط دو طرح ہوتا ہے ایک یہ کہ اہل حل وعقد کسی جامع شرائط کو امام پسند کرکے اس کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ، تسلط بلامنازعت ہوجانا اس کی شرط نہیں، نہ منازع سے قتال وجدال اس کے منافی، جیسے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

دوم یہ کہ جس کی امامت اس طرح ہو چکی ہو وہ دوسرے کے لئے وصیت کرے جیسے فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے۔ خلافتِ شرعیہ انہیں دو وجہ پر ہوتی ہے اور ہر ایک پسند واختیار سے ہے پہلی میں اختیار وانتخاب اہل حل وعقد ہے اور دوسری میں اختیار وار تضائے خلیفہ سابق۔ ان دونوں میں قرشیت وغیرہا شرائط یقیناً ہیں، نہ اہل حل وعقد کو جائز کہ کسی غیر قرشی کو خلیفہ کریں نہ خلیفہ کو حلال کہ غیر قرشی کو ولی عہد کرے، توخلافت شرعیہ اختیاری ہے کہ اختیار وپسند سے ناشئ ہوتی ہے اور اس میں قرشیت وغیرہا شرائط ضرور یہ لازم وضروری ہیں نہ کہ اختیاری اگر ترک کی جائیں گی خلافت شرعیہ نہ ہوگی بلکہ دوم تغلب کے حکم میں رہے گی، وہ تسلط کی دوسری صورت ہے کہ کوئی شخص اپنی شوکت وسطوت سے ملک دبا بیٹھے بادشاہ بن جائے اگرچہ لوگ اس کے قہر وغلبہ کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کریں، یہ صورت بے اختیاری ومجبوری ہے اس میں مسلمان شرائط کا لحاظ کیا کرسکتے ہیں کہ نہ ان کے اختیار سے ہے نہ اسے معزول کرنا ان کے قابو میں، یہاں اقامت جمعہ واعیاد وتزویج صغار وولایت مال وتولیت قضاء وغیر ذٰلک امور مفوضہ خلیفہ میں اس کے ہاتھ کے سب کام نافذ ہوں گے، امر جائز شرعی میں اس کی اطاعت کرنی ہوگی اگرچہ قرشی نہ ہو بلکہ آزاد بھی نہ ہو حبشی غلام ہو کہ اثارت فتنہ جائز نہیں، یہ نہ صرف شافعیہ بلکہ سب اہل مذاہب مانتے ہیں اور اسے انتفائے شرط قرشیت سے علاقہ نہیں، جبراً وجوب اطاعت اور، اور اس کا خلیفہ شرعی ہوجانا اور، اطاعت ہوگی اور خلافت ہرگز نہ ہوگی، بلکہ متغلب ہوگا، ان کے بعض عوام پارٹی کے خود ساختہ امام نے یہی دھوکہ دیا ہے عبارتیں وہ نقل کرتا ہے جن میں متغلب کی اطاعت کا ذکر ہے اور ان میں اپنی طرف سے پچر لگالیتا ہے کہ اسی کو خلیفہ ماننا چاہئے، یہ محض باطل ہے اور اسی میں بحث ہے نہ کہ اطاعت میں، خود انہیں محققین شافعیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ متغلب ہوگا نہ کہ خلیفہ۔ فتح الباری سے گزرا کہ قریش کے سوا جو کوئی ہوگا متغلب ہوگا۔ اسی میں ہے:

هذا كله انما هو فيما يكون بطريق الاختيار واما لو تغلب عبد بطريق الشوكة	یعنی یہ سب اس حالت میں ہے کہ کسی کو بطور اختیار امامت دی جائے اور کوئی غلام اپنی شوکت سے

فان طاعته تجب اخماداللفتنة مالم يأمر بمعصية[1]	زبردستی ملک دبا بیٹھے تو فتنہ بجھانے کے لئے اطاعت اس کی بھی واجب ہوگی جب تک گناہ کا حکم نہ دے۔

دیکھو امامت کو اختیاری کہا کہ اختیار و پسند سے ہو، نہ کہ شرط قرشیت کو اختیاری کہ چاہے رکھو یا نہ رکھو غیر قرشی کو متغلب ہی کہا۔ شرح مقاصد میں ہے:

وبالجملة مبنى ماذكر فى باب الامامة على الاختيار والاقتدار واماعند العجز والاضطرار واستيلاء الظلمة والاشرار فقد صارت الرياسة الدنيويه تغلبية وبنيت عليها الاحكام الدينية المنوطة بالامام ضرورة ولم يعبأ بعدم العلم والعدالة وسائر الشرائط و الضرورات تبيح المحظورات والى الله المشتكى فى النائبات[2]۔	یعنی وہ جو باب امامت میں مذکور ہوا اس کی بناء اختیار وقدرت پر ہے اور جب حالت مجبوری وناچاری ہو ظالم شریر لوگ تسلط پائیں تو اس وقت یہ دنیوی ریاست تغلب پر رہ جائے گی اور وہ دینی احکام کہ خلیفہ سے متعلق ہیں بمجبوری اس مبنی ریاست پر بنائے جائیں گے اور علم وعدالت وغیرہ شرائط نہ ہونے کا لحاظ نہ ہوگا، مجبوریاں ناجائز کو روا کرلیتی ہیں اور ان مصیبتوں میں اللہ ہی سے فریاد ہے۔ آنکھ کھول کر دیکھو کہ وہ محققین کیا فرمارہے ہیں اور کیونکر اسے تغلب اور دنیوی ریاست بتارہے ہیں مگر دھوکا دینے والے فریب سے باز نہیں آتے۔

تنبیہ: یہاں کام جاہلوں سے پڑا ہے جنہیں علم کا ادعا ہے۔ کوئی جاہل اس عبارتِ شامی سے دھوکا نہ دے:

يصيراماما بالمبايعة وباستخلاف امام قبله وبالتغلب والقهر[3]۔	بیعت اور پہلے امام کے خلیفہ بنادینے اور غلبہ اور جبر سے امام بن جاتا ہے (ت)

آگے مسایرہ سے ہے:

لوتعذروجود العلم والعدالة فيمن تصدى للامامة وكان فى صرفه	امامت پر تسلط جمانے والے میں اگر علم اور عدالت کا وجود متعذر ہوجائے اور اس کو امامت سے ہٹانا ناقابل برداشت

[1] فتح الباری باب السمع والطاعة للامام الخ مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۴۰

[2] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۷۷۔۲۷۸

[3] ردالمحتار باب البغاۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۱۰

عنها اشارة فتنة لاتطاق حكمنا بانعقاد امامته كى لاتكون كمن يبنى قصرا ويهدم مصرا[1]۔	فتنہ کھڑا کرنا قرار پائے تو ہم اس کی امامت کے انعقاد کا حکم دیں گے تاکہ وہ صورت نہ بنے جو شخص ایک مکان بنائے اور پورے شہر مسمار کرے (ت)

کہ دیکھو جو زبردستی بادشاہ بن جائے اور اس کے جدا کرنے میں ناقابل برداشت فتنہ ہو، اسے امام ماننا، اس کی امامت کو منعقد جاننا، اور یہی خلافت شرعیہ ہے، حاشا یہ محض دھوکا ہے صاف تصریح کہ یہ تغلب ہے جو خلافت شرعیہ کی صریح ضد ہے نیز بلافصل اس عبارت کے بعد ہے:

واذا تغلب آخر على المتغلب وقعد مكانه العزل الاول وصار الثانى اماما[2]۔	اس متغلب پر دوسرا تغلب کرکے اس کی جگہ بیٹھ جائے تو پہلا معزول اور اب یہ دوسرا متغلب امام بن جائے گا۔

یہیں اس کے ایک سطر بعد ہے:

لكن الثالث فى الامام المتغلب[3]۔	لیکن تیسرا غلبہ پانے والے امام میں۔ (ت)

نیز باآنکہ خود سلطنت ترک میں تھے صاف لکھ دیا کہ:

قد يكون بالتغلب وهو الواقع فى سلاطين الزمان نصرهم الرحمٰن[4]۔	کبھی تغلب سے امام ہو جاتا ہے جیسے موجودہ دور کے سلاطین حضرات، اللہ تعالٰی ان کی مدد فرمائے (ت)

دیکھو باآنکہ سلاطین ترک کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی، عدم بعض شرائط مثل قرشیت وغیرہا کے باعث تصریح فرمادی کہ باوصف بیعت ہیں متغلبہ، رحمٰن عزوجل انہیں نصرت دے۔ میں کہتا ہوں آمین اللھم آمین۔ بلکہ یہاں لفظ امامت کا اطلاق عرف فقہا میں وسیع تر ہے (دیکھو بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ بیان موادعت وصلح) لاجرم یہاں امامت محض بمعنی سلطنت ہے خواہ صحیحہ جائزہ عادلہ ہو یا ظالمہ غاصبہ باطلہ نہ کہ بمعنے خلافت شرعیہ، اگرچہ اپنے محل میں وہ بھی مراد ہوتی ہے جیسے حدیث الائمۃ من قریش میں، اس کی نظیر لفظ امیر ہے کہ ہرگز خلیفہ کے ساتھ خاص نہیں، والیِ شہر وسردار حجاج کو

---

[1] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

[2] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

[3] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

[4] ردالمحتار باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۱۰

بھی کہتے ہیں مگر "الائمۃ من قریش" میں قطعًا خلفاء ہی مراد۔

تنبیہ: امامتِ متغلب صحتِ خلافت بالائے طاق۔ حکم اتباع بھی نہیں لاتی جہاں تک اثارتِ فتنہ یا ضرر تاذی نہ ہو جس کا بیان مقدمہ میں گزرا، حیف ان پر جو مسلمان کہلا کر امر دینی میں مشرک کے پس رو بنتے اور اسے اپنا رہنما بتاتے ہیں۔

"وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝" [1]۔	اور حکم یہ تھا کہ اصلًا نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انہیں دور بہکادے۔ (ت)

کیا خوف نہیں کرتے کہ روز قیامت انہیں کے گروہ میں محشور ہوں جن کو قرآن عظیم نے فرمایا: **وقاتلوا ائمۃ الکفر** (کفر کے اماموں سے لڑو) اور فرمایا: "**وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ**" [2] (ہم نے انہیں ایسے امام کیا کہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں) **وقال اللہ تعالٰی** "**يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ**" [3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے) یعنی جس کو انہوں نے امر دین میں رہنما بنایا اور اس کے پس رو ہوئے اگرچہ مشرک ہو کہ آگے تفصیل میں دونوں ہی قسموں کا بیان فرمایا ہے "**فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ**" [4] (جن کا نامہ اعمال دہنے ہاتھ میں دیا گیا) اور "**مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى**" [5] (یہاں راہ حق سے اندھے تھے) **نسأل اللہ العفو والعافیۃ**۔

(۲۷) پھر تحریر فرنگی محلّی میں ہے: "اور حنفیّہ کی کتب سے تو استحبابی ہونا ارباب عقل پر پوشیدہ نہیں"۔ یہ حنفیّہ اور ان کی کتب پر سخت افترائے فظیع ہے، اس قدر عبارات کہ یہاں گزریں انہیں میں عقائد امام مفتی الجن والانس نجم الملۃ والدین عمر نسفی، اتحاف علامہ سید مرتضی زبیدی، مسایرہ محقق علی الاطلاق کمال الملۃ والدین، تعالیق علامہ قاسم بن قطوبغا، شرح مواقف علامہ سید شریف، منح الروض علی قاری، طریقہ محمدیہ امام برکوی، حدیقہ ندیہ سیدی عارف باللہ عبدالغنی نابلسی، مرقاۃ شرح مشکٰوۃ قاری، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری امام عینی، شرح مشکٰوۃ سید جرجانی، اشعۃ اللمعات شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، فتاوٰی سراجیہ، علامہ سراج الدین، اشباہ والنظائر محقق زین بن نجیم، فتح اللہ المعین سید ازہری، غمزالعیون علامہ سید حموی، درمختار مدقق علائی حصکفی، حاشیہ علامہ سید احمد طحطاوی، ردالمحتار علامہ سید ابن عابدین شامی۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۰
[2] القرآن الکریم ۲۸/ ۴۱
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱
[5] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲

تمہید امام ابولشکور سالمی، مجمع البحار علامہ طاہر فتنی، شرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہم حنفیّہ کرام کی تیس عبارتوں سے زائد مذکور ہوئیں اور خود حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خاص نص شریف گزرا کیا اب بھی تحریر فرنگی کے کذب واغوائے عوام پر کچھ پردہ رہا۔

(۲۸) پھر کہا لفظ "ینبغی" عقائد نسفی کی دونوں احتمال رکھتی ہے، عقائد شریفہ کی عبارت یہ ہے:

ان یکون الامام ظاہر الامختفیا ولامنتظرا ویکون من قریش ولایجوز من غیرھم[1]۔	امام کاظاہر غیر مخفی اور غیر منتظر ہونا ضروری ہے اور قریش میں سے ہونا بھی ضروری ہے خلیفہ غیر قریشی سے جائز نہیں (ت)

قطع نظر اس سے کہ اگر لفظ "**ینبغی**" اصلا محتمل وجوب نہ ہوتا معنے استحباب میں مفسر ہوتا جب بھی یہاں حرج نہ تھا سائر ائمہ کی تصریحات قاہرہ اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ظاہرہ قرینہ قاطعہ ہوتا کہ "یکون یکون" پر معطوف نہیں بلکہ "ینبغی" پر یہاں تو نفس عبارت میں امام صاف فرمارہے ہیں "لایجوز من غیر ھم" غیر قریش سے خلیفہ ہونا جائز ہی نہیں، پھر دونوں احتمال بتانا کس درجہ آفتاب کو جھٹلانا ہے، افسوس کہ اتنے فاصلہ سے لفظ "ینبغی" دکھائی دیا اور بلا فصل ملا ہوا "**لایجوز من غیرھم**" نظر نہ آیا۔

(۲۹) ایسا ہی ظلم ایک اور تحریر فرنگی محلّی نے عبارت شرح مواقف پر ڈھایا کہ اس میں لکھ دیا ہے: **للامۃ ان ینصبوا فاقدھا**[2] امت کو اختیار ہے کہ جس میں یہ شرطیں نہ ہوں اسے خلیفہ کردے، **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ انہوں نے ابتداءً تین مختلف فیہ شرطیں بیان کیں، اصول وفروع میں مجتہد ہونا، امورِ جنگ میں ذی رائے ہونا، شجاع ہونا ان کی نسبت فرمایا کہ جن میں یہ شرطیں نہ ہوں امت انہیں بھی خلیفہ کرسکتی ہے، اس کے بعد شرط قرشیت لکھی اور اسے فرمایا یہ شرط یقینی قطعی ہے اور یہ اہلسنت کا مذہب ہے اس میں مخالف خارجی معتزلی ہیں، ان اختلافی شرائط پر جو اوپر کہا تھا اسے یہاں لگالینا کس درجہ صریح تحریف کلام واغوائے عوام ہے، اس کی نظیر یہی ہے کہ عالم فرمائے نماز کی شرطیں نجاست حقیقیہ سے جسم وثوب ومکان کی طہارت ہے، یہ شرطیں بعض اوقات ساقط بھی ہوجاتی ہیں اور اس کی شرط قطعی یقینی نجاست حکمیہ سے طہارت ہے کہ وضو وغسل یا تیمّم سے حاصل ہوتی ہے اس پر کوئی فرنگی محلّی صاحب فتوٰی دیں کہ بعض اوقات بے وضو اور بحال جنابت بھی

---

[1] عقائد نسفی مع شرح عقائد نسفی دار الاشاعت قندھار، افغانستان ص ۱۱۱

[2] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامامۃ المقصد الثانی فی شروط الامامۃ منشورات الشریف رضی ۸/ ۳۵۰

نماز صحیح ہوجاتی ہے کہ عالم نے فرمایا ہے کہ یہ شرطیں بعض وقت ساقط بھی ہوجاتی ہیں، عالم نے کن شرطوں کو فرمایا تھا اور انہوں نے کس میں لگایا **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔**

مسلمانو! دیکھا دین وسنت ومذہب وملت پر کیا کیا ظلم جوتے جاتے ہیں اور پھر پیروانِ شریعت کو آنکھیں دکھاتے ہیں، مگر ہے یہ کہ مجبور ہیں باطل کی تائید باطل ہی سے ہوتی ہے ورنہ "**وَمَایُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَایُعِیْدُ**۝" [1] "اور باطل نہ پہل کرے اور نہ پھر کرآئے۔ت) محققین اہلسنت پر افترا، امام سنت علیہ الرحمۃ پر افترا، شافعیہ پر افترا، حنفیّہ پر افترا، واضحات سے عناد، تحریف سے استمداد، ائمہ کی تکذیب، اہلسنت کی تخریب، اجماع صحابہ سے برکنار، اجماع امت سے برسرپیکار، اور پھر یہ سب کس لئے محض بلاوجہ محض بیکار، جس کا بیان اوپر گزرا اور ابھی خود مخالف کے اقرار سے سنئے گا **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔**

(۳۰) یہ سب کچھ کہہ کر خاتمہ اس پر کیا کہ "باوجود بحث طلب ہونے کے میں نے کبھی اشتراطِ قرشیت سے انکار نہیں کیا" **سبحان اللہ** دروغ گوئی برروئے من، اس پر اجماع ثابت نہیں، حدیث سے دلیل نہیں، محققین اہلسنت کو نامقبول، امام سنت کو یکسر اس سے عدول، محققین شافعیہ کے نزدیک اختیاری، کتب حنفیّہ سے محض استحبابی۔ اور کیا انکارِ شرطیت کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

(۳۱) الحمدللہ کہ آپ کو شرطِ قرشیت سے انکار نہیں تو ضرور آپ کے نزدیک غیر قرشی خلیفہ نہیں ہوسکتا اور بداہۃً معلوم کہ ہمارے ترک بھائی قرشی نہیں تو آپ کے نزدیک سلطان ترکی ایدہ اللہ تعالٰی خلیفۃ المسلمین نہیں خلافت کمیٹی تو فنا کی گود میں لیٹی، مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے نزدیک تو شرط خلافت پر نہ اجماع نہ نص نہ مذہب حنفیّہ نہ مقبول اہلسنت، پھر زبردستی اسے مان کر خلافت ترک فنا کرکے آپ ترک کے خیر خواہ ہوئے یا پکے بدخواہ۔ ان قومی لیڈروں کے حواس کدھر گئے ہیں کہ اتنے بڑے منکر خلافت کو حامی خلافت سمجھ رہے ہیں، اے جناب! آپ کے بڑے مسٹر آزاد تو دہلی میں ۱۶ جنوری ۱۹۲۰ء کو خلافت ڈپوٹیشن کے جلسہ میں خیر مقدم میں صاف [عہ۱] کہہ چکے ہیں کہ "اگرچہ نماز کا پابند ہو، روزے رکھتا ہو، لیکن اگر خلافت سے منکر ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ وہ مسئلہ ہے کہ اس سے الگ ہوکر مسلمان مسلمان نہیں رہ سکتا"۔ دوسرے بدایونی [عہ۲] خطبہ صدارت خلافت کانفرنس

عـــہ۱: اخبار مدینہ ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء نمبر ۷ جلد ۹۔ عبدالرضا حشمت علی

عـــہ۲: یعنی متلذر عبدالماجد کا خطبہ ۱۲ حشمت علی رضوی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۴/۴۹

منعقدہ ستمبر ۲۰ء میں ہے کہ "اگر عـــہ کوئی مسلمان مسئلہ خلافت کی امداد سے گریز اور اس میں دلچسپی لینے سے احتراز کرے تو مجھے اسے کافر کہنے میں کسی قسم کا پس پیش نہ ہوگا"۔اب دیکھئے یہ آزاد والی تکفیر، یہ بدایونی جنگی تقریر آپ کو بھی اسلام سے آزاد و کفر کا پابند بناتی ہے یا آپ آزاد لاء کے مستثنیات عامہ میں ہیں، وہ قانون صرف کالے لوگوں کے لئے ہے۔

(۳۲) پھر کہا "بلکہ ہم نے تو کسی موقع پر بھی خصوصیت جزئیت رسول کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا ہے "وجوبًا یا اولویۃً اول مذہب روافض سے بھی بڑھ کرے ہے وہ بھی صرف ہاشمیت شرط کرتے ہیں کہ خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی خلافت سے انکار کریں، آپ نے جزئیت شرط کرکے مولا علی کی خلافت رد کردی اور بر تقدیر دوم اسے مبحث سے کیا علاقہ ہوا کیا قرشیت بھی صرف مرتبہ اولویت میں ہے تو یہ کعبی معتزلی کا مذہب ہوا اور اس کا رد ابھی آپ نے کہا تھا کہ میں کبھی اشتراط قرشیت سے انکار نہ کیا، یا قرشیت واجب ہے تو اپنی پارٹی سے اپنا حکم پوچھئے، وہ دیکھئے مسٹر آزاد بدایونی کفر کا فتوٰی لگا چکے، بہر حال اس بلکہ نے کیا فائدہ دیا۔

(۳۳) پھر کہا "یہاں خلافۃ فی القریش میں بحث نہیں یہاں خلیفہ مسلم پر بغاوت کا مسئلہ ہے "بے قرشیت خلیفہ کہا اور خلافۃ فی القریش کی بحث نہ آئی،۔کچھ بھی سمجھ کر فرمائی۔

(۳۴) بغاوت خلافت اگر خانگی اصطلاحیں ہیں تو ان سے کام نہیں، اور اگر معانی شرعیہ مراد ہیں تو کیا آپ اس ارشاد ائمہ کا مطلب بتا سکیں گے جو انہوں نے صدہا سال سے سلاطین کی نسبت لکھا، وہ جو فصول عمادی و در منتقی شرح ملتقی و تہذیب قلانسی وجامع الفصولین وطحطاوی علی الدر المختار وغیرہا میں ہے:

هذا كان فی زمانهم واما فی زماننا فالحكم للغلبة فلان الكل يطلبون الدنيا فلايدری العادل من الباغی[1]۔	یعنی یہ امتیاز کہ فلاں عادل ہے اور دوسرا باغی زمانہ سابق میں تھا ہمارے وقت میں غلبہ کا حکم ہے اس لئے کہ سب دنیا طلب ہیں تو عادل و باغی کا امتیاز نہیں۔

(۳۵) آغاز میں کہا "اہل سنت، مسلم متغلب فاقد الشروط کی اطاعت کو فرض اور امامت کو درست مانتے ہیں"۔امامت سے اگر خلافت مراد ہو جیسا کہ یہی ظاہر ہے تو قطعًا مردود جس کا روشن بیان گزرا اور اگر سلطنت مقصود ہو تو حق ہے مگر گزارش یہ ہے کہ جب مسئلہ یوں تھا اور بیشک تھا کہ متغلب کی بھی سلطنت صحیح اور اطاعت واجب، تو کیا ضرورت تھی کہ خواہی نخواہی مسئلہ خلافت چھیڑا جائے اجماعِ صحابہ وامت

عـــہ: دیکھو اخبار ہمدم ۱۲ ستمبر ۱۹۲۰ء

[1] الدر المنتقی بحوالہ فصول العمادی علی ہامش مجمع الانہر باب البغاۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۹

اکھیڑا جائے، مذہب اہلسنت وجماعت ادھیڑا جائے، سلطان اسلام بلکہ اعظم سلاطین موجودہ اسلام کی اعانت بقدر قدرت کیا واجب نہ تھی، ظاہرًا اس شق مسلمین ورد اجماع صحابہ وائمہ دین ومخالفتِ مذہب اہلسنت وجماعت وموافقتِ خوارج وغیر ہم اہل ضلالت میں تین فائدے سوچے:

اولا درپردہ حمایت ترکوں سے مخالفت جس پر باعث وہابیہ ودیوبندیہ سے یارانہ موافقت، وہابی ودیوبندی ترکوں کو ابوجہل کے برابر مشرک جانتے ہیں جیسا کہ تمام اہلسنت کو یوں ہی مانتے ہیں لہذا دل میں ان کے پکے دشمن ہیں اور دوست کا دشمن اپنا دشمن، اس لئے ان کی حمایت اس آواز سے اٹھائی جس میں مخالفت پیدا ہو۔

ثانیًا اپنے محسود دین اہلسنت سے بخار نکالنا، معلوم تھا کہ کر تو کچھ نہیں سکتے نہ خود نہ وہ، خالی چیخ پکار کا نام حمایت رکھنا ہے، اہل محفل ودین اول تو غوغائے بے ثمر کو خود ہی عبث جان کر صرف **توجہ الی اللہ** پر قانع رہیں گے اور اگر شاید شرکت چاہیں تو انہیں مذہب اہلسنت ہر شیئ سے زیادہ عزیز ہے مذہب ہی ان کے نزدیک چیز ہے لہذا ایسے لفظ کی چلاہٹ ڈالو جو خلاف مذہب اہلسنت ہو کہ وہ شریک ہوتے ہوں تو نہ ہوں، اور کہنے کو موقع مل جائے کہ دیکھئے انہیں مسلمانوں سے ہمدردی نہیں یہ تو **معاذ اللہ** نصاری سے ملے ہوئے ہیں تاکہ عوام ان سے بھڑکیں اور دیوبندیت ووہابیت کے پنجے جمیں۔

ثالثًا ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے اصل مقصود بغلامی ہنود وسوراج کی چکھی ہے، بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کردی ہے بھاری بھر کم خلافت کا نام لو عوام بپھری چندہ خوب ملے اور گنگا وجمنا کی مقدس زمینیں آزاد کرانے کا کام چلے ؎

اے پس رو مشرکان بزمزم نرسی

کیں رہ کہ تو میروی بہ گنگ وجمن ست

(اے مشرکوں کے پیروکار! تو زمزم تک نہیں پہنچ سکتا جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ گنگا وجمنا کو جاتا ہے۔ت)

نسأل اللہ العفو والعافیۃ

ترکی سلاطین اسلام پر رحمتیں ہوں وہ خود اہلسنت تھے اور ہیں مخالفت انہیں کیونکر گوارا ہوتی، انہوں نے خود خلافت شرعیہ کا دعوی نہ فرمایا اپنے آپکو سلطان ہی کہا سلطان ہی کہلوایا اس لحاظ مذہب کی برکت نے انہیں وہ پیارا خطاب دلایا کہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سے دلکشی میں کم نہ آیا یعنی خادم الحرمین الشریفین، کیا ان القاب سے کام نہ چلتا جب تک مذہب واجماع اہلسنت پاؤں کے نیچے نہ کچلتا

نعوذ باللہ مما لایرضاہ والصلوٰۃ والسلام علی مصطفاہ واٰلہ وصحبہ الاکارم الھداہ۔

فصل سوم

رسالہ خلافت میں مسٹر ابو لکلام آزاد کی تلبیسات وہذیانات کی خدمتگاری

یہ ۳۵ رد قاہر خطبہ صدارت فرنگی محلّی کی ۱۵سطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے، اب بعونہ تعالٰی چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں **وباللہ التوفیق**۔ اور سلسلہ شمار وہی رہے کہ **بعضھم من بعض** یہاں کلام چند مبحث پر ہے۔

مبحث اول: مسٹر کا قیاسی ڈھکوسلے سے دین کو رد کرنا

(۳۶) مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ "اسلام تو قومی امتیاز کے اٹھانے کو آیا ہے پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا ہے" یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبع زاد نہیں خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے،

" کَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ "[1]۔	یونہی ان کے اگلوں نے انہیں کی سی کہی تھی ان کے دل ایک سے ہیں۔

خارجیوں نے بھی یہی اعتراض کیا تھا جس کا اہلسنت نے رد کیا، مقاصد میں ہے:

یشترط کونہ قرشیا خالفت الخوارج لانہ لاعبرۃ بالنسب فی مصالح الملك والدین وردبان لشرف الانساب اثرا فی جمیع الآراء وبذل الطاعۃ ولااشرف من قریش سیما وقد ظھر منھم خیر الانبیاء[2] (ملخصًا)	امام کا قریشی ہونا شرط ہے اور خارجیوں نے اس میں خلاف کیا اس دلیل سے کہ مصالح سلطنت ودین میں نسب کا کچھ اعتبار نہیں، اہلسنت نے اس کا رد کیا کہ ضرور شرفِ نسب کو اس میں اثر ہے کہ رعایا کی رائیں اس پر اتفاق کریں اور دل خوشی سے اس کے مطیع ہوں، اور قریش کے برابر کوئی شرف نہیں خصوصًا اس حالت میں کہ افضل الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں میں سے ظہور فرمایا۔ (ملخصًا)

---

[1] القرآن الکریم ۲/۱۱۸

[2] مقاصد مع شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

شرح مقاصد میں ہے:

ولهذا شاع فی الاعصار ان یکون الملك فی قبیلة مخصوصة حتی یری الانتقال عنه من الخطوب العظیمة والاتفاقات العجیبة ولاالیق بذلك من قریش الذین هم اشرف الناس سیما وقد اقتصر علیهم ختم الرسالة وانتشرت منهم الشریعة الباقیة الی یوم القیمة[1]۔	اسی اعتبار نسب کے سبب تمام زمانوں میں شائع رہا کہ سلطنت ایک خاص قبیلے میں ہو یہاں تک کہ اس سے دوسرے قبیلے کی طرف انتقال سلطنت کو سخت کام اور عجیب اتفاق سمجھا جاتا ہے اور قریش سے زائد اس کا لائق کوئی نہیں کہ وہ تمام جہان سے زیادہ شریف ہیں خصوصا اب کہ انھیں پر رسالت ختم ہوئی اور انہیں سے وہ شریعت پھیلی کہ قیامت تک رہے گی۔

کتاب مبارک ارائۃ الادب لفاضل النسب مطالعہ ہو، کس قدر احادیث کثیرہ نے کہاں کہاں فضیلت نسب کا اعتبار فرمایا ہے، اور نکاح میں شرعا اعتبار کفاءت سے تو عالم بننے والے جہال بھی ناواقف نہ ہوں گے جس سے تمام کتب فقہ گونج رہی ہیں، اور اس میں خود احادیث وارد، آیات واحادیث اس سے منع فرماتی ہیں کہ کوئی علم و تقوی وفضائل دینیہ کو بھولے اور خالی نسب پر تفاخرا پھولے۔

(۳۷) مسٹر نے احادیث الائمة من قریش ولایزال هذاالامر فی قریش[2] (ائمہ قریش میں سے ہیں یہ خلافت قریش میں رہے گی۔ت) سے تو یوں جان بچائی کہ "یہ کوئی حکم نبوی نہیں کہ احکام میں فضیلتِ نسب کا اعتبار ٹھہرے بلکہ نری پیشگوئی ہے" جس کارد بعونہ تعالٰی ابھی آتا ہے مگر اس حدیث جلیل کا کیا علاج کریں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا:

قدموا قریشا ولاتقدموها[3]۔	قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ حدیث چھ صحابہ کرام کی روایت سے ہے، بزار نے امیر المومنین مولٰی علی اور ابن عدی نے ابوہریرہ اور ابونعیم دیلمی نے انس بن مالک اور بیہقی نے جبیر بن مطعم اور طبرانی نے عبداللہ بن حنطب نیز عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کی نیز مرسل ابوبکر سلیمٰن بن ابی حثمہ و مرسل ابن شہاب زہری سے آئی یہ تو صریح امر و نہی ہے اسے تو مسٹر خبر نہیں بنا سکتے اس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسا صریح حکم

---

[1] شرح المقاصد الفصل الرابع المبحث الثانی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/۲۷۷

[2] صحیح البخاری کتاب الاحکام قدیمی کتب خانہ ۲/۱۰۵۷، صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ ۲/۱۱۹

[3] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹ و۳۳۷۹۰ و۳۳۷۹۱ بحوالہ بزار و ابن عدی وطبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۲

فرمارہے ہیں کہ قریش کو مقدم کرنا قریش سے آگے قدم نہ دھرنا۔اب تو مسٹر ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر طعن کریں گے کہ "اسلام کا داعی دنیا کو تو قومی و نسلی امتیازات کی غلامی سے نجات دلانا چاہتا مساوات عامہ کی طرف بلاتا ہو لیکن (**نعوذ باللہ**) خود اتنا خود غرض ہو کہ (تقدیم وترجیح) صرف اپنے ہی ملک، ملک نہیں اپنے ہی وطن، وطن نہیں خاص اپنے قبیلے، قبیلہ نہیں صرف اپنے ہی خاندان کے لئے مخصوص کردے، ساری دنیا سے کہے تمہارے بتائے ہوئے حق جھوٹے ہیں سچا حق صرف عمل واہلیت کا ہے لیکن خود اپنے لئے یہ کر جائے کہ عمل نہ اہلیت صرف قوم صرف نسل صرف خاندان"۔اپنی طعن بھری عبارت سے صرف لفظ خلافت کو لفظ تقدیم وترجیح سے بدل لیجئے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اپنے طعن کی یہ شدید بوچھاڑ ملاحظہ کیجئے بلکہ اس تبدیلی کی بھی حاجت نہیں خلافت خود اعلٰی تقدیمات سے ہے۔

(۳۸) تخصیص قریش کو تخصیص ملک پھر اس سے بھی تنگ تر تخصیص وطن ٹھہرانا کیسی جہالت ہے نہ قریش کسی ملک ووطن کا نام نہ ان کے لئے لزومًا کوئی خاص مقام ع

شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست

(پھول کی شاخ جہاں بھی اُگے گی وہ پھول بن کر ہی اگے گی۔ت)

(۳۹) قریش کو قبیلہ سے بھی تنگ تر صرف خاندان ٹھہرانا دوسری جہالت ہے کیا رافضیوں کے مذہب کی طرف گئے کہ خلافت بنی ہاشم سے خاص ہے۔

(۴۰) نہ عمل نہ اہلیت صرف خاندان کا اتہام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصحابہ واہلسنت پر افترا ہے کس نے کہا ہے کہ خلافت کے لئے صرف قریشی ہونا درکار ہے اگرچہ نااہل محض ہو، قرشیت کے ساتھ اہلیت کی شرط بھی بالاجماع ہے، یہ گمان بدکہ کسی وقت تمام جہان میں سب سادات عظام، سب قریش کرام نالائق نااہل ہوجائیں وسوسہ ابلیس ہے ایسا کبھی نہ ہوگا کہ مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سارے جگر پارے ناقابل نالائق رہ جائیں صرف ایرا غیرا اہلیت کا پھندا لٹکائیں۔رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو فرماچکے کہ دنیا میں جب تک دو آدمی بھی رہیں گے خلافت کا استحقاق صرف قریشی کو ہوگا تو قطعًا قیامت تک کوئی نہ کوئی قریشی اس کا اہل ضرور رہے گا ولہذا بعض فقہائے شافعیہ وغیرہم نے جب یہ صورت باطلہ فرض کی محققین نے تصریح فرمادی کہ یہ صرف فرض ہے واقع کبھی نہ ہوگی۔شرح بخاری للحافظ میں ہے:

قالوا انما فرض الفقهاء ذلك على عادتهم في ذكر ما يمكن ان يقع عقلا وان كان لايقع	یعنی علماء نے فرمایا ان فقہاء نے یہ صورت اپنی اس عادت پر فرض کی کہ ایسی بات بھی ذکر کرتے ہیں جو صرف امکان عقلی رکھتی عادۃً یا شرعًا کبھی

عادۃً او شرعا[1]۔	واقع نہ ہو۔

خصوصًا حدیث کو پیشگوئی مان کر، تو اس کے خلاف کا ادعا جہل صریح بلکہ ضلال عـــہ قبیح ہے۔

عـــہ: قال الحافظ قلت والذی حمل قائل هذا القول علی انه فهم منه (ای من قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لایزال هذا الامر فی قریش) الخبر المحض وخبر الصادق لایتخلف، واما من حمله علی الامر فلایحتاج الی هذا التاویل[2] اه وکتبت علیه اقول بلٰی یحتاج الیه فانه لو صح شرعًا وعادۃً ان تکون القریش فی شیئ من الازمنة ساقطین عن اہلیة الخلافة کما زعمه بعض مبطلی زماننا وقد امر صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان لاتجعل الخلافة ابدا الافی قریش فیکون ذلك فی ذلك الزمان امرا باستخلاف غیر الاهل وهو محال ثم لاادری ای تاویل فیه وای صرف عن الظاهر انما هو استنباط امر یفیده منطوق الحدیث فافهم ۱۲منه۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا: میں کہتا ہوں اس قول کے قائل کو جس چیز نے اس پر آمادہ کیا وہ یہ کہ اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد "یہ خلافت ہمیشہ قریش میں ہوگی" کو خالص خبر سمجھا اور سچے نبی کی خبر خلاف واقع نہیں ہوتی لیکن جس نے اس حدیث کو امر (حکم) قرار دیا وہ اس تاویل کا محتاج نہیں ہے اھ، میں نے اس پر حاشیہ لکھا، اقول اس کی حاجت کیوں نہیں حاجت ہے کیونکہ اگر شرعًا اور عادۃً کسی وقت قریش کا خلافت کے لئے نااہل ہونا صحیح ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض باطل لوگ خیال کرتے ہیں حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ "کبھی بھی خلافت غیر قریش کو نہ دی جائے" تو خلافت اس نااہلیت کے زمانہ میں نااہل کو خلیفہ بنانے کا حکم ہوگا جو کہ محال ہے، پھر معلوم نہیں یہ کیا تاویل اور کیا ظاہر سے پھرنا ہوا، حالانکہ یہ تو صرف منطوقِ حدیث سے ایک مفاد کا استنباط ہے، **فافهم** ۱۲منہ (ت)

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷

[2] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۷

(۴۱) مسٹر نے کہا "خیر یہ بات کتنی ہی عجیب ہوتی لیکن ہم باور کرلیتے اگر قرآن وسنت واقعی ٹھہرائی ہوتی ہمارے نزدیک کسی اسلامی اعتقاد کی صحت کا معیار صرف یہ ہے کہ کتاب وسنت سے بطریق صحیح ثابت ہو نہ کہ عقلوں کاادراک۔ استعجاب کی بنیاد ہمارا قیاسی استبعاد نہیں یہی ہے کہ کسی نص سے ایسا ثابت نہیں"۔

الحمدللہ، یہاں توکچھ اسلامی جامے میں ہیں گویاآزادی سے بالکل جداہیں، ہم نصوص متواترہ واجماع صحابہ واجماعِ امت سے ثابت کرچکے کہ خلافت قریش ہی سے خاص ہے اب تو وہ اپنااستبعاد کہ -" بھلااسلام کہیں خصوصیت نسل مان سکتا ہے" جس کو خود کہہ رہے ہو یہ تمہارانرا عقلی قیاسی ڈھکوسلا ہے واپس لیجئے اور اجماعِ امت وارشادات حضرت رسالت علیہ **افضل الصلوٰۃ والتحیۃ** پر ایمان لایئے۔

مبحث دوم: ردِّاحادیث نبوی میں مسٹر کی بے سود کوشش

(۴۲) بزور زبان بڑ ازور اس پر دیا ہے ص۶۰ کہ "خلافت قریش کی نسبت جس قدر روایات ہیں سب پیشگوئی و خبر ہیں کہ قریشی خلیفہ ہوں گے نہ کہ حکم کہ قریشی ہی خلیفہ ہوں"۔ شرح عقائد نسفی و قواعد العقائد امام حجۃ الاسلام واتحاف سید زبیدی ومسامرہ شرح مسایرہ وتعلیقات علامہ قاسم طوالع الانوار علامہ بیضاوی ومواقف علامہ قاضی عضد وشرح مواقف علامہ سید شریف ومقاصد وشرح مقاصد وشرح صحیح مسلم للامام النووی وارشاد الساری ومرقاۃ قاری وشرح صحیح مسلم للقرطبی وابن المنیر وعمدۃ القاری امام عینی وفتح الباری امام عسقلانی وشرح مشکوٰۃ علامہ طیبّی وشرح مشکوٰۃ علامہ سید شریف و امام اجل ابوبکر باقلانی واشعۃ اللمعات شیخ محقق وغمز العیون سید حموی وحاشیۃ الدر للسید الطحطاوی وللسید ابن عابدین وکواکب کرمانی ومجمع البحار وشرح فقہ اکبر بحر العلوم وغیرہا کی عبارات کثیرہ کہ ابھی گزریں اس مجہلہ کے رد کو بس ہیں مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں انکے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعوی ہے دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون "اتبعون اھد کم سبیل الرشاد" میرے پیرو ہو جاؤمیں تمہیں راہ حق کی ہدایت کروں گا، جس کا بیان بعونہ تعالیٰ مبحث اخیر آتا ہے مگر الحمدللہ مسلمانوں میں اب بھی لاکھوں ہوں گے کہ ارشادات ائمہ کے مقابل ایسے نشے کی بالاخوانیوں امنگوں شطحیات کی بہکی ترنگوں کو بادِ شتر سے زیادہ نہیں جانتے۔

(۴۳تا۵۰) اشد ظلم حدیث صحیحین "**لایزال ھذاالامر فی قریش**" پر ہے اس میں لفظ وہ لئے جو صحیح بخاری میں واقع ہوئے **مابقی منھم اثنان**[1] اور کہہ دیا ص۶۳ "اس سے ہمارے بیان کی مزید

[1] صحیح بخاری کتاب الاحکام ۲/ ۱۰۵۷، صحیح مسلم کتاب الامارۃ ۱۱۹/۲

تصدیق ہوگئی حدیث کا منطوق صریح پیشین گوئی کا ہے اگر اس کا یہ مطلب قرار دیا جائے کہ جب تک دو انسان بھی قریش میں ہیں خلافت انہیں کے قبضہ میں رہے گی تو یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے، ہزاروں قرشی موجود رہے اور خلافت قریش سے نکل گئی پس ضرور ہے کہ مابقے منھم اثنان کے منطوق پر مفہوم کو ترجیح دی جائے اور وہ یہی ہے کہ اگر قریش میں دو بھی خلافت کے اہل ہوں گے تو کبھی خلافت سے یہ خاندان محروم نہ ہوگا مگر جب دو بھی اہل نہ رہیں تو مشیت الٰہی قانون انتخاب اصلح کے مطابق دوسروں کو اس کام پر مامور فرمادے گی اور قریش خلافت سے محروم ہوجائیں گے،

چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا جب دو قریش بھی دنیا میں حکمرانی کے اہل نہ رہے خلافت نے معًا صفحہ الٹ دیا اور ایک قلم غیر عربی و غیر قرشی خلافت کا دور شروع ہوگیا"۔

اور کمال جسارت وبیباکی یہ کہ نام صحیح مسلم کا بھی لیا اور کہا ص ۶۰: "عمدہ طریق وہ ہیں جو بخاری نے اختیار کئے ہیں لیکن کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں جس سے ثابت ہو کہ مقصود پیشنگوئی نہ تھا تشریع وامر تھا"۔

الحق شوخ چشمی ہو تو اتنی تو ہو۔

اولا مسلم نے یہ حدیث خود انہیں استاذ بخاری احمد بن عبداللہ یونس سے جس نے بخاری سے سنی یوں روایت کی:

لایزال ھذا الامر فی قریش مابقی من الناس اثنان۔	ہمیشہ خلافت قریش ہی میں رہے گی جب تک دنیا میں دو آدمی بھی باقی رہیں۔

اسی طرح اسمٰعیلی مستخرج میں روایت کی "**مابقی فی الناس اثنان**" جب تک آدمیوں میں دو بھی رہیں۔ یہ روایتیں روایت بخاری کی مفسر ہیں کہ "**منھم**" سے مراد "**من الناس**" ہے، لاجرم مرقاۃ علی قاری میں اس کی یہی تفسیر کردی (**منھم**) ای **من الناس** (**اثنان**)[1] جب تک ان میں سے یعنی آدمیوں میں سے دو بھی رہیں ولہٰذا امام اجل ابوزکریا نووی نے اولًا مسلم کی روایتیں ذکر کیں پھر فرمایا:

وفی روایۃ البخاری مابقی منھم اثنان ھذہ الاحادیث واشباھہا دلیل ظاہر ان الخلافۃ مختصہ بقریش لا یجوز عقدھا لاحد من غیرھم[2]۔	بخاری کی روایت میں ہے کہ جب تک ان میں سے دو آدمی باقی رہیں یہ اور ان کی مثل حدیثیں صریح دلیل ہیں کہ خلافت خاص قریش کے لئے ہے کوئی غیر قرشی خلیفہ نہیں کیا جاسکتا۔

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب قریش مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۳۳۴

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الامارۃ قدیمی کتب خانہ پشاور ۲/ ۱۱۹

حدیث کا یہی مفاد امام قسطلانی نے خود شرح روایت بخاری میں لکھا، امام عینی وامام ابن حجر نے شروح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں امام قرطبیؒ کا قول نقل کیا اور مقرر رکھا کہ:

ای لا تنعقد الامامة الکبری الالقرشی مھما وجد احدمنھم[1]۔	یعنی مراد حدیث یہ ہے کہ جب تک ایک قریشی بھی دنیا میں رہے دوسرے کے لئے امامتِ کبرٰی ہو ہی نہیں سکتی۔

دیکھو اس روایت بخاری سے بھی ائمہ نے وہی مطلب سمجھا جو روایت مسلم میں تھا۔

ثانیًا اگر تفسیر نہ مانو تعارض جانو تو متعدد کی روایت کیوں نہ ارجح ہو اور نہ سہی معارض تو ہوگی تو تمہاری سند کہ "منھم" ہے ثابت نہ رہے گی۔

ثالثًا کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث وفقہ کا سمجھنا اور، وہ "**من**" کا ترجمہ "سے" اور "**الٰی**" کا ترجمہ "تک" سے نہیں آتا اگر ضمیر قریش کی طرف ہوتی تو "اثنان" کی جگہ "**احد**" فرمایا جاتا یعنی جب تک ایک قریشی بھی رہے جس طرح ابھی امام قرطبیؒ وامام عینی وامام عسقلانی کے لفظ سن چکے اس کی تاویل آپ حسبِ عادت کہ قرآن کریم میں اپنی طرف سے اضافے کرلیتے ہیں حدیث میں یہ پچر بڑھاتے کہ یعنی جب تک کہ ایک قریش خلافت کا اہل رہے دو کی اہلیت پر موقوف فرمانا کیا معنی، کیا خلیفہ ایک وقت میں دو بھی ہوسکتے ہیں؟ ہر گز نہیں، ہاں آدمیوں کی طرف ضمیر ہو تو ضرور دو کی ضرورت تھی کہ خلافت حکومت ہے اور حکومت کو کم سے کم دو درکار، ایک حاکم ایک محکوم، اب تو آپ نے جانا کہ "منھم" کی ضمیر قریش کی طرف پھیرنا کیسی سخت جہالت تھا۔

رابعًا جانے دو آخر اس قدر کے تو منکر نہیں ہوسکتے کہ صحیح مسلم میں لفظ حدیث "**مابقی من الناس اثنان**[2]" ہیں اب کہاں گئی وہ آپ کی بالاخوانی کہ کسی طریق سے بھی کوئی ایسا لفظ مروی نہیں، اب دیکھیں اسے کیسے پیشگوئی بناتے ہو، حدیث کا ارشاد تو یہ ہے کہ "جب تک دنیا میں دو آدمی بھی ہوں خلافت قریش کے لئے ہے" اسے خبر بمعنی مزعوم مسٹر وہی ٹھہرائے گا جو اللہ ورسول کو جھٹلائے گا، اور اگر اپنی پچر لیجئے تو معنے یہ ہوں گے کہ جب تک دنیا میں دو آدمی بھی حکمرانی کے اہل رہیں گے خلافت قریش ہی کے قبضے میں رہے گی اب کیوں نہیں اور بھی زیادہ اچھل کر کہتے کہ یہ واقعات کے بالکل خلاف ہے خلافت صدہا سال سے قریش کے قبضے سے نکل گئی اور ہر گز کوئی وقت ایسا نہ ہوا کہ دنیا میں دو بھی حکمرانی کے اہل نہ ہوں۔ کیا مسٹر اپنی تاریخ دانی تیز زبانی یہاں دکھا کر ثبوت دیں گے کہ اٹھارہ کم سات سو برس یا بلحاظ خلافت مصری گیارہ کم چار سو برس سے دنیا مس وہ شخص بھی قابل حکمرانی نہ رہے۔

---

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۲۳۵/۱۶

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الناس تبع لقریش قدیم کتب خانہ پشاور ۱۱۹/۲

خامسًا آپ کے نزدیک چار سو سولہ ۴۱۶ برس سے خلافت شرعیہ ترکوں میں ہے تو ضرور ہے کہ وہ سب حکمرانی کے اہل ہوں کہ نااہل خلیفہ نہیں ہوسکتا معہذا قریش سے نکالی توان کی نااہلی کے باعث، اور پھر دی جاتی نااہلوں کو، یہ کون سا قانون اصلح ہے، اور جب وہ اہل تھے اور ہیں تو واجب کہ چار سو سولہ ۴۱۶ برس سے روئے زمین پر کوئی دوسرا انسان قابلِ حکمرانی نہ ہو، ورنہ دنیا میں دو شخص اہلِ حکمرانی نکلتے اور خلافت قریش سے نہ جاتی، اب اس بدیہی البطلان بات کا ثبوت آپ کے ذمے ہے کہ سولہ اور چار سو برس سے تمام جہان میں سلطان ترکی کے سوا کوئی متنفس قابل حکمرانی پیدا نہ ہوا، کابل وبخارا وایران ومغرب وہندوستان وغیرہا تمام ملک خدا میں سب نرے نالائق گزرے پھر خدا جانے صدہا سال ان کی حکومتیں چلیں کیسے، سلطان کافر کش، دین پرور اورنگ زیب محی الملۃ والدین محمد عالمگیر بادشاہ غازی "**انار اللہ تعالٰی برہانہ**" اگر آپ کے نزدیک اس جرم پر کہ متشرع تھے اور کفار پر غلظت رکھتے نااہل تھے تو اکبر تو نالائق نہ تھا جو آپ ہی کا ہم مشرب اور اتحادِ مشرکین کا دلدادہ تھا غرض پیشگوئی بتا کر تکذیب حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں۔

سادسًا[عہ] آپ فرماتے ہیں تاریخ شاہد ہے کہ دو قریش بھی حکمرانی کے اہل نہ رہے، کون سی تاریخ شاہد ہے کہ سات سو یا چار سو برس سے تمام روئے زمین پر کوئی دو قریشی دو ہاشمی دو سید ابن الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسلم حکمرانی کے لائق پیدا ہی نہ ہوئے، فضل الٰہی قومِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخاندان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وآل محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صدہا سال سے اٹھالیا گیا اور این وآں کو بٹتا ہے اور بٹا کیا، کیا آپ کے نزدیک مدار لیاقتِ وقوع پر ہے، جس نے حکمرانی نہ پائی نااہل تھا؟ جس نے پائی اہل تھا؟ تو ضرور آپ پلید مرید خبیث عنید نجس یزید کو لائق بتائیں گے اور حضرت امام عرش مقام علی جدہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو **معاذ اللہ** نالائق ٹھہرائیں گے، اور جب یہ معیار نہیں بلکہ صفات ذاتیہ پر مدار ہے تو کیا آپ نے سات سو ۷۰۰ یا چار سو ۴۰۰ برس سے آج تک کے تمام قریشیوں کی جانچ کرلی ہے کہ نالائق تھے، چار سو برس چھوڑ یئے کسی ایک برس کے سب قریشی جانے دیجئے صرف بنی ھاشم، سب بنی ہاشم بھی نہیں صرف سادات کرام کے فقط نام گنا دیجئے کہ جہان میں اس سال یہ یہ سید تھے، نام گنانا بھی نہ سہی فقط کسی سال کے تمام سادات کی مردم شماری بتادیجئے، جب اس قدر پر قادر نہیں تو سات سو ۷۰۰ یا چار سو ۴۰۰ برس کے تمام عالم کے تمام قریشیوں کی جانچ آپ نے ضرور کرلی اور معلوم کرلیا کہ سب

عـــہ: یہ بھی جانے دو وہی **منھم** والی روایت اور قریش کی طرف ضمیر، اور وہی پچر لو زبان کے آگے بارہ ہل چلتے ہیں ادعا آسان ہے ثبوت دیتے دام کھلتے ہیں "**ھاتوا برھانکم ان کنتم طدقین**" اپنی برہان لاؤ اگر سچے ہو ۱۲ حشمت علی رضوی غفرلہ۔

نالائق تھے اور اب تک سب نالائق ہیں، افسوس آپ کا مبلغ علم یہی تاریخی کہانیاں تھا ان پر بھی ایسا جیتا افترا جوڑا تاریخیں ہزار بے تکی ہوں ایسا پورے نشے کا ہذیان بکتے انہیں بھی مار آئے گی۔

سابعًا فصل اول میں ائمہ کی تصریحیں گزریں کہ یہ حدیث خبر بمعنے امر ہے اسے آپ نہیں مانتے کہ پیروی ائمہ آپ کی شان انانیت کو زہر ہے نہ سہی خبر کیا پیشگوئی میں منحصر ہے جو محض خلافِ واقع ہو، اور اپنی طرف سے پچر لگانے کی ضرورت پڑے، کیوں نہ کہئے جس طرح امام قرطبی اور امام عینی وامام عسقلانی سے گزرا کہ یہ خبر تشریعی ہے جو عین منصب شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اور اصلاً محتاج تاویل نہیں یعنی خلافتِ شرعیہ ہمیشہ قریش میں رہیگی ان کے غیر کی حکومت کبھی خلافت شرعیہ نہ ہوگی، یہ خلافت کے لئے لزوم قرشیت سے خبر ہوئی نہ کہ بلا فصل استمرارِ خلافت سے جسے خلافِ واقعات کہئے، مثلاً گلاب کا کھلنا ہمیشہ موسم بہار میں ہے اس کے یہ معنی کہ پھول جب کھلے گا بہار ہی میں کھلے گا نہ یہ کہ گلاب سدا گلاب ہے اور بہار بارہ مہینے۔

ثامنًا اقول بلا فصل استمرار ہی لیجئے تو کیوں نہ ہو کہ **ھذا الامر** سے مراد استحقاقِ خلافت ہو اور وہ بلاشبہہ قریش میں مستمر اور انہیں میں منحصر ہے جس طرح امام عسقلانی سے گزرا کہ استحقاقِ خلافت قریش ہی کو ہے ان کا غیر نہ ہوگا مگر متغلب۔

(۵۱) مسٹر نے یونہیں دوسری حدیث "**الائمہ من قریش**" سے تشریع اڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں ص ۶۳: "صحیح بخاری کے ترجمہ باب سے صاف واضح ہے کہ امام بخاری کا بھی مذہب یہی ہے انہوں نے باب باندھا (**الامراء من قریش**) قریش میں امارت وامراء۔ اس مضمون کا باب نہ باندھا کہ امارت ہمیشہ قریش ہی میں ہونی چاہئے۔" **سبحان اللہ!** زہے مسٹری ولیڈری وایڈیٹری۔ امام بخاری کی عادت ہے کہ الفاظ حدیث سے ترجمہ باب کرتے ہیں نیز وہ الفاظ جو ان کی شرط پر نہ ہوں ترجمہ سے ان کا پتا دیتے ہیں حدیث انہیں لفظوں سے تھی انہیں سے باب باندھا، نیز یہ لفظ ان کی شرط پر تھے ترجمہ سے ان کا اشعار کیا، اس سے یہ سمجھ لینا کہ امام بخاری کا مذہب یہ ہے اور پھر اس پر یہ تحکم کہ "صاف واضح ہے" کس درجہ جہل فاضل ہے، فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

لفظ الترجمۃ لفظ حدیث اخرجہ یعقوب بن سفین وابو یعلی والطبرانی [1]۔	ترجمہ باب کی عبارت اس حدیث کے لفظ ہیں جو یعقوب بن سفین وابو یعلی وطبرانی نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۰

پھر فرمایا:

لما لم یکن شیئ منھا علٰی شرط المصنف اقتصر علی الترجمۃ واوردالذی صح علی شرط۔[1]	یہ روایتیں شروط بخاری پر نہ تھیں لہٰذا ان الفاظ کو ترجمہ میں لانے پر اقتصار کیا اور ان کے مؤید وہ حدیثیں لائے جو ان کی شرط پر تھیں

(۵۲) ص ۶۱ "ایک اور حدیث ہے کہ ضرور ہے کہ بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے اس طرز بیان نے ظاہر کردیا کہ اس بارے میں جو کچھ کہا ہے اس سے صرف آیندہ کی اطلاع مقصود ہے حکم و تشریع نہیں۔" بارہ خلافتوں کی پیشگوئی اگر خبر ہے تو دنیا بھر کی حدیثیں سب خبر ہیں اس زبردستی و دیدہ دلیری کی کوئی حد ہے یعنی شارع سے جب کسی امر کے بارے میں کچھ پیشگوئی فرمائے تو اس میں جتنی حدیثیں ہیں سب حکم شرعی سے خالی ہوجاتی ہیں اور سب کو بزور زبان اگرچہ اپنی طرف سے پچریں لگا کر خبر پر ڈھال دینا واجب ہوجاتا ہے ارشاد اقدس:

قدموا قریشا ولاتقدموھا[2]۔	قریش کو مقدم رکھو اور ان پر تقدم نہ کرو۔

یہ بھی امر و نہی نہیں خبر ہوگا کیونکہ ان کی "صرف دانی" میں "قدموا" صیغہ مضارع ہے اور "لاتقدموا" صیغہ ماضی، بات وہی کہ یتشبث بکل حشیش۔

(۵۳تا۵۴) ص ۶۲ "ائمہ حدیث نے حدیث قحطانی و حدیث قریش میں تطبیق دیتے ہوئے صاف صاف لکھ دیا کہ امارت قریش والی روایت تشریع نہیں محض خبر ہے"

اولاً یہ عیاری و چالاکی ملاحظہ ہو امارت قریش والی روایت میں کہا جس سے حدیث **الامراء من قریش** و حدیث **الائمۃ من قریش** و حدیث **لایزال ھذاالامر فی قریش** کی طرف ذہن جائے حالانکہ ائمہ حدیث نے ہرگز نہ کہا کہ ان سے تشریع ثابت نہیں نری خبر ہیں زیر نمبر ۴۲ کتب کثیرہ کے نام گنا چکا ہوں ان کی عبارتیں فصل اول میں دیکھئے اور اس کذب صریح سے توبہ کیجئے، ائمہ حدیث کی اگر مانتے ہو تو ان کی ان روشن تصریحوں سے کیوں منکر ہو۔

ثانیاً ائمہ نے حدیث قحطانی سے جس حدیث کی تطبیق دی وہ یہ ہے:

ان ھذا الامر فی قریش لایعادیھم احد الاا کبہ اللہ علی وجھہ ما اقاموا	بیشک یہ امر قریش میں ہے جو ان سے عداوت کرے گا اللہ اسے اوندھے منہ گرائے گا جب تک قریش

[1] فتح الباری شرح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۲۳۱/۱۶

[2] کنز العمال حدیث ۳۳۷۸۹، ۳۳۷۹۰، ۳۳۷۹۱ بحوالہ البزار و ابن عدی وطبرانی موسسۃ الرسالہ بیروت ۲۲/۱۲

الدین [1]۔	دین قائم رکھیں۔

اسے اگر خبر بتایا کہ یہ اقامت دین سے مقید ہے تو احادیث مطلقہ کا خبر ہوجانا کیوں لازم آیا وہ تشریع ہیں اور اپنے اطلاق پر یعنی شرعاً خلافت صرف قریش کے لئے ہے اور یہ خبر ہے اور مقید ہے یعنی وہ اپنے حق سے بہرہ مند رہیں گے جب تک دین قائم رکھیں، جب اسے چھوڑیں گے خلافت جاتی رہے گی۔

ثالثاً عجب ہے کہ ایک حدیث خاص میں دو چار شراح نے جو لکھا وہ تو ان کا دامن پکڑ کر سب احادیث کو بزور زبان عام کرلیا جائے اور خود ان باقی احادیث میں جو ان کی عام جماعتوں نے لکھا اور مذہب اہل سنت واجماع صحابہ بتایا وہ انہیں کے کلام سے رد کردیا جائے، اور کیا "**یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ**" [2] کے سر پر سینگ ہوتے ہیں، قرآن عظیم نے اسے خصلتِ یہود بتایا کہ بات کو اس کی جگہ سے پھیر دیتے ہیں۔

رابعاً جب جماعت ائمہ حدیث کی روشن و قاہر تصریحات حتی کہ اجماعِ صحابہ و عقیدہ اہل سنت مقبول نہ ہو تو ایک حدیث خاص میں ایک خاص وجہ سے ان کے دوچار کا کہنا کیوں حجت ہو، آپ تو مجتہدین سے بھی اونچے اڑتے ہیں، ان دو چار ٹھیٹ مقلدوں کا دامن نہ تھامئے، حدیث سے چلئے، حدیث میں "**ما اقاموا الدین**" بعد جملہ "**لایعادیھم احد الا اکبه الله**" ہے اسی سے کیوں نہ متعلق ہو اس سے توڑ کر دور کے جملہ "**ان ھذا الامر فی قریش**" سے کیوں جوڑ دیا جائے وہ اپنے اطلاق پر رہے اور یہ قید اسی جملہ میں ہو جس سے یہ متصل ہے تو معنی حدیث یہ ہیں کہ بیشک شرعی خلافت قریش میں منحصر ہے دوسرا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا اور قریش جب تک دین قائم رکھیں گے ان کا مخالف ذلیل ورسوا ہوگا اب اپنے اجتہاد کی خبریں کہئے۔

(۵۷ تا ۶۰) حدیث جلیل "**الائمة من قریش**" پر ایک ہاتھ **من حیث السند** بھی صاف کیا، ص ۶۴ "یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں، فتح الباری میں ہے:

الائمة من القریش ^عــه^ رجاله رجال الصحیح ولکن فی سندہ انقطاع [3]۔	حدیث "الائمة من قریش" کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں لیکن اس کی سند میں انقطاع ہے (ت)

عــه: نہ فتح الباری میں "**من القریش**" ہے نہ حدیث میں، پہلے بھی آپ نے اپنے کلام میں حدیث ان لفظوں سے لکھ کر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کی تھی مگر امام ابن حجر پر تو اس افترا علی المصطفٰی کی تہمت نہ رکھئے ۱۲ منہ غفرلہ۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب قریش قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۹۷

[2] القرآن الکریم ۵/۱۳

[3] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامر من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/۲۳۱

اولاً فتح الباری میں یہ حدیث متعدد الفاظ وکثیر طرق سے حضرت ابوبرزہ اسلمی وحضرت امیر المومنین مولٰی علی وحضرت انس بن مالک وحضرت ابوہریرہ وحضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بروایت یعقوب بن سفین وابویعلی وطبرانی وابوداؤد طیالسی وبزار وتاریخ امام بخاری ونسائی وامام احمد وحاکم ذکر کی، یہ لفظ کہ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں مگر اس میں انقطاع ہے صرف صدیق اکبر سے روایت احمد کی نسبت لکھے ہیں کہ مسند احمد میں صدیق سے اس کے راوی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے صاحبزادہ امام ثقہ تابعی جلیل حضرت حمید بن عبدالرحمٰن ہیں ان کے صدیق اکبر سے سماع نہیں۔ فتح الباری کی عبارت ملخصًا یہ ہے احادیث ابوبرزہ ومولٰی علی وبعض طرق حدیث انس ذکر کرکے کہا:

واخرجه النسائی والبخاری ایضاً فی التاریخ وابو یعلی من طریق بکیر الجزری عن انس وله طرق متعددة عن انس،واخرج احمد هذااللفظ من حدیث ابی هریرة ومن حدیث ابی بکر الصدیق، و رجاله رجال الصحیح لکن فی سنده انقطاع، واخرجه الطبرانی والحاکم من حدیث علی بهذا اللفظ الاخیر[1]۔	یعنی نیز یہ حدیث امام نسائی اور امام بخاری نے تاریخ میں اور ابویعلی نے بروایت بکیر جزری حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اور امام احمد نے یہی لفظ الائمۃ من قریش حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حدیث سے روایت کئے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث سے اور اس کے رجال رجال صحیح ہیں مگر اس کی سند میں انقطاع ہے، اور یہ حدیث طبرانی وحاکم نے مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کی انہیں لفظوں سے کہ "الائمة من قریش"۔

مسٹر نے اول آخر سب اڑا کر مطلقًا اس حدیث ہی پر حکم لگادیا کہ فتح الباری میں اس کی سند منقطع بتائی یہ کیسی خیانت ہے۔

ثانیًا فصل اول میں گزرا کہ انہیں صاحب فتح الباری امام ابن حجر نے اسی حدیث "**الائمة من قریش**" کے جمع طرق میں ایک مستقل رسالہ لکھا اور اسے چالیس کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت سے دکھایا حدیثِ متواتر کو کہنا کہ بطریق اتصال ثابت ہی نہیں کیسا ظلم شدید واغوائے جہال ہے اور پھر انہیں ابن حجر پر اس کے متن کے منقطع السند بتانے کی تہمت کیسی جرأت پر وبال ہے۔

ثالثًا طرفہ یہ کہ خود ہی ص ۵۶ پر کہہ چکے تھے "احادیث اس بارے میں جس قدر موجود ہیں

---

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب الامراء من قریش مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۳۱

سب صحیح ہیں"۔اب یہاں یہ کہ "بطریق اتصال ثابت ہی نہیں" چار ہی ورق بعد "نسی ما قدمت یدہ" (اپنے ہاتھوں پیش کیا ہوا بھول گیا۔ت)

رابعًا وہیں اس کے متصل تھا" یہ بھی حق ہے کہ حضرت ابوبکر نے مجمع صحابہ میں اس کو پیش کیااور کسی نے انکار نہ کیا"اب حق کی سند میں بھی کلام ہونے لگا،اگر یہ کلام اس کے حق ہونے میں خلل انداز ہے تو حق کرنا ناحق بنانے کی کوشش کرنے والا کون ہوتا ہے اور اگر اس سے اس کے حق ہونے پر کچھ حرف نہیں آتا تو رد واعتراض کے لئے کہنا"اس سے بھی شرعًا اختصاص قریش کے دعوی کی کوئی مدد نہیں مل سکتی اولًا یہ الفاظ اور حضرت ابوبکر والی روایت بطریق اتصال ثابت ہی نہیں"، کیسا اغرائے جہال ہے۔یہ ہے کہ مسٹر حدیث دانی اور ارشاد نبوت پر ظلم رانی،**ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم**

مسئلہ ۲۵تا۲۹: از شہر بنارس محلّہ پکّی باغ مرسلہ محمد امان اللہ مدرس مدرسہ مظہر العلوم ۸ شعبان ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماقولکم ایھا العلماء الکرام دام فضلکم (اے علماء کرام اللہ تمہیں بزرگی عطافرمائے اس بارے میں تمہارا کیا قول ہے۔ت)ایک عورت بالغہ کافرہ دختر ہنود کا بیاہ اس کی قوم کے ایک مرد سے ہوا،پر قبل ملاقات ویکجا ہونے و بات چیت ہونے کے اس مرد سے،باپ عورت مذکورہ کا بعضی خرابیوں کے خیال سے اس مرد ہنود سے دختر کو اپنی چھڑالایا،اور اس مرد ہنود نے عورت مذکورہ کو چھوڑ کر دوسرا بیاہ اپنی قوم میں کرلیا،عورت مذکورہ بعد اس کے کئی سال ماں باپ کے یہاں رہ کر محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی تھی،اسی حالت میں اسے توفیق قبول اسلام کی ملی،ماں باپ سے پوشیدہ اسلام لاکر ایک مسلمان سے اس نے بہ گواہی دو مرد مسلمان بالغ عاقل کے نکاح کرلیا،نکاح کے ایک سال کے بعد اس نکح سے اس عورت کو ایک دختر پیدا ہوئی،جس کی عمر اس وقت پانچ سال سے متجاوز ہے اور وہ دختر اپنی ماں کے ساتھ اس مکان میں رہا کرتی ہے جس مکان کو نکح کے باپ نے اس دختر اور اس کی ماں کے رہنے کو دیا ہے بسبب اسلام لانے اور مسلمان سے نکاح کرنے کے اس عورت کے ماں باپ بہنیں کافرہ کو رنج وعناد ہوا،بہت کچھ فکر اس کے پھیرنے کی اسلام سے اور مرد سے چھڑانے کی کرکے سب طرح عاجز ہوکر اب کہ اس دختر کا کان بطریقہ رواج مسلماناں چھدوایا گیا اور اس کی دینی تعلیم دینے کا ارادہ ماں باپ نے اس کے ظاہر کیا،عناد ماں باپ بہنیں کافرہ کا اس عورت نومسلمہ سے بڑھ گیا،کمال عناد سے اس دختر کے ہندو بنانے کی فکر میں ہو کر یہ افتراء شروع کیا ہے کہ دختر مذکورہ کو محض جھوٹ وغلط مرد ہندو کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے مادر دختر کو گاہے اتفاق ملاقات ویکجا ہونے و بات چیت

کرنیکا بھی موقع نہیں ہوا اور بناء بر اس افترا کے اس دختر کے اس کے ماں باپ سے چھڑا کر اپنے یہاں لے جاکر ہندو بناکر ہنود سے شادی بیاہ اس کا کرنا چاہتے ہیں، بعضے ہنود جو تعصب مذہبی رکھتے ہیں اور بعضے وہ مسلمانان جن کو ماں باپ بہنیں کافرہ مذکورہ سے غرض دنیاوی ونفسانی کا تعلق ہے اور بعضے وہ مسلمانان جو مرد ناکح اور عورت نومسلمہ مذکورہ سے کچھ رنجش دنیاوی وحسد وعناد رکھتے ہیں، معین ومددگاران کفار کے ہورہے ہیں، اس وجہ سے شور پشتی ان سبھوں کی اس درجہ کو بڑھ گئی ہے کہ مرد ناکح وعورت نومسلمہ مذکورہ کو برسر کوچہ وبازار برملا گالیاں دے کر کہتے پھرتے ہیں کہ اس دختر کو ہر گز نہیں چھوڑیں گے اور مسلمہ نہیں ہونے دیں گے بلکہ جس طرح ہوگا اپنے یہاں لاکر اسے ہنود بناکر ہندو کے ساتھ شادی بیاہ کردیں گے اور طرح طرح کے افترا پردازی ومقدمہ بازی جھوٹ کی بندشیں ہورہی ہیں اور بے عزّتی وذلت مرد ناکح وعورت نومسلمہ مذکورہ کی دھمکی دی جاتی ہے جس میں وہ دونوں ڈر کر بخیال بچنے کے ذلت دنیا سے، اس دختر کو ماں باپ بہنیں کافرہ کے حوالہ کردیں، ایسے حال میں حکمِ خدا اور سول کیا ہے؟

(۱) آیا مرد ناکح وعورت مسلمہ مذکورہ اپنے نطفہ وبطن کی دختر کو دھمکی وڈر سے ان شور پشتوں کے اور دنیاوی ذلت کے خوف سے حوالہ کفار دیں کہ وہ اسے لیجا کر کافرہ بنائیں؟

(۲) یا اپنی ذلت دنیاوی کا خیال چھوڑ کر جان توڑ کر کوشش اس دختر کی حفاظت کی کریں جس میں وہ دختر قبضہ ہنود میں جاکر ہندو نہ بننے پائے؟

(۳) اور مسلمانان کو اس شہر کے ہر طرح کی حمایت ومدد ایسی کرنی جس میں مسلمان کی لڑکی ہنود کے قبضہ میں جاکر کافرہ نہ بننے پائے، شرعًا بحکم خدا اور سول لازم وضرور ہے یا نہیں؟

(۴) اور جو مسلمان اس کے خلاف حمایت کفار کی کرے وہ خدا اور سول کے نزدیک کیسا ہے اور اس کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟

(۵) اور اگر مسلمانانِ شہر کی غفلت وناتوجہی ومدد نہ کرنے سے اور اس وجہ سے عورت نومسلمہ اور اس کے ناکح مرد کے مجبور وبے بس ہوجانے سے دختر مذکورہ قبضہ ہنود میں جاکر ہندو بنائی جائے تو اس کا الزام ومواخذہ خدا ورسول کے طرف سے مسلمانانِ شہر پر ہوگا یا نہیں؟

ہر شق سوال کا جواب اردو میں عام فہم، مفصل ومدلل بسندِ قرآن وحدیث وکتب دینیہ اور ایسے موقع پر سیرت صحابہ کرام وائمہ عظام کیا ہے بہ نقل اس کے درکار ہے، **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) حرام حرام حرام جب تک حالت اکراہ شرعی کی نہ ہو،

قال اللہ تعالٰی "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ"[1] ۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔(ت)

(۲) فرض فرض فرض ہے کہ ہر جائز کوشش کو حدِ امکان تک پہنچادیں اور کسی طرح اس میں سستی یا کم ہمتی کو کام نہ دیں۔

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا"[2] ۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔(ت)

(۳) فرض فرض ہے کہ ہر مسلمان بقدرِ قدرت اس مسلمان لڑکی کو اس سخت تر آفت سے بچائے اور کوئی کوشش جس حد تک جائز اور ممکن ہے اسے اٹھانہ رکھے۔

قال اللہ تعالٰی "تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى"[3] ۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔(ت)

یہ فرض کفایہ ہے جتنے مسلمانوں کی کوشش سے کام چل جائے کافی ہے سب پر فرض اتر جائے گا، ورنہ سب گنہگار اور سخت وبال میں گرفتار رہیں گے، **والعیاذ باللہ**۔

(۴) اس کے لئے نار ہے نار ہے نار، اس پر غضب ہے غضب ہے غضب جبار،

قال اللہ تعالٰی "لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ"[4] ۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔(ت)

علماء نے دوسرے کے کفر پر راضی ہونے کو کفر لکھا ہے "**الرضا بالکفر کفر**" نہ کہ دوسرے کو کافر بنانے میں کوشش یہ بلاشبہہ بحکم فقہا کفر ہے بحکم فقہائے کرام ایسے شخص کی عورت اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور وہ ان تمام امور کا سزاوار ہوگا جو ایک مرتد کے ساتھ کئے جانے کا حکم کہ اس کے پاس بیٹھنا، بات چیت، میل جول، شادی بیاہت، بیمار پرسی، جنازہ پر جانا، اسے غسل دینا، کفن دینا، نماز جنازہ پڑھنا، جنازہ بہ تکریم اٹھانا، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا سب یک قلم ناجائز وگناہ ہے۔

(۵) اس کا جواب جواب سوم میں آگیا، اگر ایک مالدار ذی وجاہت مسلمان کی کوشش سے کام چل جائے تو ایک ہی کافی ہے اور سب مسلمانوں کی مجموعی قوت سے جائز کوشش اثر پذیر ہو گی تو سب پر فرض ہے کہ

[1] القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶

[2] القرآن الکریم ۶۶/۶

[3] القرآن الکریم ۵/۲

[4] القرآن الکریم ۵/۲

مل کر ہر امکانی پسندیدہ جائز کوشش انتہا تک پہنچادیں، اگر پھر بھی کامیاب نہ ہوں تو معذور ہیں جس کے کسل و بے توجہی سے کام میں خلل پڑے گا وہ مستحقِ نار وغضب جبار ہے **والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۰: از پیلی بھیت محلّہ منیر خاں مدرسۃ الحدیث مرسلہ مولانا سورتی ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اس شخص کے حق میں جس نے سید صحیح النسب بالخصوص اور تمام سادات گیلانیہ اولاد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو علی العلوم سواچار پیروں کے بر سر بازار علٰی رؤس الاشہاد یہودی، نصرانی خنزیر، کتا وغیرہ وغیرہ بری گالیاں کہے ہوں اور اوصاف ذمیمہ مذکورہ ان حضرات کے حق میں اعتقاداً استعمال کئے ہوں اور کرتا رہے از روئے شرع اس شخص اور اس کے مددگاروں کا خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ وغیرہ کیا حکم ہے؟ **بینوا بحوالۃ الکتاب تؤجروا یوم الحساب**، اس سوال کا جواب مجھے کسی کتاب میں نہ ملا اس وجہ سے حضور کو تکلیف دیتا ہوں۔

الجواب:

ایسے شخص کو از سرِ نو تجدید اسلام چاہئے اور اگر عورت رکھتا ہو تو اس سے بعد توبہ و تجدید اسلام پھر نکاح کرے کہ علمائے کرام نے ایسے شخص پر حکم کفر فرمایا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

والاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[1]	سادات اور علماء کی بے عزتی کرنا کفر ہے، جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (ت)

رہے اس کے معاونین خواہ مولوی کہلاتے ہوں یا سیٹھ اگر خود ان کلمات ملعونہ میں اس کے معاون ہیں یا ان کو جائز رکھتے ہیں یا ہلکا جانتے ہیں تو ان سب کا بھی یہی حکم ہے جو اس کا ہے، اور اگر ایسا نہیں جب بھی ایسے شخص کے ساتھ میل جول کے سبب عاصی و مخالف حکم شرع ہیں۔

قال اللہ عزوجل "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ"[2] **۔ قال اللہ عزوجل "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"**[3] **۔**	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ (ت) اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

والعیاذ باللہ تعالٰی: واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

مسئلہ ۳۱: از کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ سید اکبر شاہ طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص مرزائی کے نابالغ لڑکے کا بخیال "**مامن مولود الایولد علی الفطرۃ**" (ہر بچہ فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔ت) حنفی اگر امام کے پیچھے جنازہ کی نماز ادا کرے تو عندالشرع درست ہے یا نہیں؟ پڑھنے والا ثواب کا مستحق ہوگا یا نہیں؟ حنفیوں پر دیکھنے ایسی میت سے نماز جنازہ واجب ہوگی یا نہ؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر مرزائی کا بچہ سات برس یازائد کی عمر کا تھا، اچھے کی تمیز رکھتا تھا اور اس حالت میں اس نے اپنے باپ کے خلاف پر دین اسلام اختیار کیا اور قادیانی کو کافر جانا اسی پر انتقال ہوا تو وہ ضرور مسلمان تھا، مسلمانوں پر اسے غسل وکفن دینا اس کے جنازہ کی نماز پڑھنا مقابر مسلمین میں دفن کرنا فرض ہے۔ اور ممکن ہو تو اس کے باپ وغیرہ کفار کو اسے ہاتھ نہ لگانے دیں جس طرح حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے یہودی کو اس کے بیٹے کے سرہانے سے اٹھادینے کا حکم فرمایا جبکہ وہ نزع میں اسلام لاکر انتقال کرگیا، اور اگر اسی عمر و تمیز میں اپنے باپ کی طرح کفر بکتا تھا تو یقیناً کافر تھا۔ اب وہ سب کام مسلمان پر حرام ہیں، نہ غسل دیں نہ کفن دیں نہ دفن میں شریک ہوں، اور ان سب سے بدتر اس کے جنازہ پر نماز ہے کہ خود کفر کا پہلو رکھتی ہے اور اگر اس سے کفر یا اسلام کچھ ظاہر نہ ہوا یا ناسمجھ بچہ تھا کہ اس تمیز کے قابل ہی نہ تھا تو اب یہ دیکھا جائے گا اور اس کی ماں بھی اس کے باپ کی طرح قادیانی یا اور کسی کفری عقیدہ والی ہے تو بچہ بھی کافر سمجھا جائے گا، اور اس کے لئے وہ سب کام مسلمانوں پر حرام ہوں گے اور اگر ماں مسلمان ہے تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتی ہے اور قادیانی کو کافر جانتی ہے تو اس صورت میں وہ بچہ جس سے کفر خود ظاہر نہ ہوا اور نابالغی میں مرگیا اپنی ماں کا تابع قرار پاکر مسلمان سمجھا جائے گا اور وہ سب کام اہل اسلام پر واجب ہوں گے حدیث "مامن مولود" اس حالت میں نابالغ ہے کہ بچہ سمجھ وال ہو کر خود کفر نہ کرے نہ ناسمجھی کی حالت میں ماں باپ دونوں کافر ہوں ورنہ اگر خود کفر کیا تو اچھی فطرت سے بدلا اور اگر خود سمجھ وال ہو کر اسلام نہ لایا اگرچہ کفر بھی نہ کیا اور ماں باپ دونوں کافر ہیں تو "**ثم ابواہ یھودانہ**"[1] (پھر اس کے والدین اسے یہودی بنادیں۔ت) میں داخل ہے اور حکم کفر اسے شامل ہے۔ تنویر میں ہے:

اذا ارتد صبی عاقل صح کاسلامہ	جب عقلمند بچہ مرتد ہوجائے تو اس کا ارتداد اس کے

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۶

والعاقل الممیز [1]۔	اسلام کی طرح صحیح ہوگا اور عاقل سے مراد امتیاز نہ کرنے والا ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

وھو ابن سبع فاکثر مجتبی وسراجیة [2]۔	وہ سات سال یا اس سے زائد عمر کا ہو۔ مجتبٰی سراجیہ۔(ت)

اسی میں ہے:

زوجان ارتدا فولدت ولدا یجبر علی الاسلام لتبعیته لابویه [3]۔(ملخصا)	خاوند و بیوی دونوں مرتد ہوگئے، عورت نے بچہ جنا تو اسے اسلام پر مجبور کیا جائے گا کیونکہ دین میں وہ اپنے والدین کے تابع ہے۔(ملخصا)(ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای فی الاسلام والردة وھما یجبران فکذا ھو [4]۔	یعنی اسلام اور مرتد ہونے میں اور ان دونوں کو بھی اسلام کے لئے مجبور کیا جائے گا پس اسی طرح اس بچے کو بھی۔(ت)

تنویر میں ہے:

الولد یتبع خیر الابوین دینا [5]۔	بچہ اپنے والدین میں سے اس کے تابع ہوگا جو دین کے اعتبار سے بہتر ہوگا۔(ت)

شامی میں بعد ذکر حدیث کل مولود یولد علی الفطرة فرمایا:

انھم قالوا انه جعل اتفاقھما ناقلاله عن الفطرة [6]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	فقہاء نے فرمایا ماں باپ کے کفر پر اتفاق نے بچے کو فطرت سے ہٹا دیا۔(ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۶۱

[4] ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/۳۰۶

[5] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۱۰

[6] ردالمحتار باب نکاح الکافر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۳۹۴

مسئلہ ۳۲: از ملک بنگال موضع رام پور ڈاکخانہ کجرہ ضلع پیرہ حال مقام خواجہ قطب بریلی محمد الہ طالبعلم ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کو انگریزی پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور بعض انگریزی خواں کہتے ہیں کہ مولوی لوگ کیا جانتے ہیں۔ کیا اس لفظ سے علم کی حقارت نہیں ہوتی؟ اگر ایسا کہے تو کافر ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایسی انگریزی پڑھنا جس سے عقائد فاسد ہوں اور جس سے علمائے دین کی توہین دل میں آئے انگریزی ہو خواہ کچھ ہو ایسی چیز پڑھنا حرام ہے، اور یہ لفظ کہ "مولوی لوگ کیا جانتے ہیں" اس سے ضرور علماء کی تحقیر نکلتی ہے اور علمائے دین کی تحقیر کفر ہے۔

قال الله تعالٰی وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَ نَلْعَبُؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ۝۶۵ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْؕ [1] ۔ اخرج ابن جریر وابن ابی حاتم وابو الشیخ وابن مردویة عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما وابن جریر عن زید بن اسلم وعن محمد بن کعب وغیرہما قال رجل فی غزوۃ تبوك فی مجلس یوما مارأینا مثل قرأتنا هٰؤلاء ولا ارغب بطونا ولا اکذب السنة ولا اجبن عند اللقاء فقال رجل فی المجلس کذبت ولکنك منافق لاخبرن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فبلغ ذلك رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ونزل القرآن قال عبدالله فانا رأیته متعلقا ناقته رسول الله صلی الله علیه	الله تعالٰی نے فرمایا: اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہیں گے ہم تو دلچسپی اور کھیل کرتے ہیں آپ فرمادیجئے کیا الله تعالٰی اس کی نشانیوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو بہانے نہ بناؤ تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنہما اور ابن جریر نے حضرت زید بن اسلم اور محمد بن کعب وغیرہما رضی الله تعالٰی عنہم نے حدیث کی تخریج کی کہ ایک شخص نے ایک دن ایک مجلس میں غزوہ تبوک کے موقعہ پر کہا کہ ہم نے اپنے ان قاریوں کی مانند اور نہ دیکھے نہ کھانے کے لالچی اور نہ زبان کے جھوٹے اور نہ دشمن کے مقابل میں بزدل۔ تو اس مجلس میں ایک شخص نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے تو منافق معلوم ہوتا ہے میں رسول الله صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کو ضرور اس بات کی خبر دوں گا تو اس کی یہ بات حضور اکرم کو معلوم ہوئی اور قرآن نازل ہوا حضرت عبدالله نے فرمایا تو میں نے اس شخص کو حضور اکرم کی اونٹنی کے (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] القرآن الکریم ۹/۶۵

وسلم والحجارة تنکبه وهو یقول یارسول الله انما کنا نخوض ونلعب والنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول ابالله وایاته ورسوله کنتم تستهزء ون[1]۔ والله تعالٰی اعلم۔	تنگ کے ساتھ لٹکا ہوا دیکھا پتھر اسے زخمی کر رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا یارسول اللہ ! ہم تو دلچسپی اور کھیل کر رہے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو فرمارہے تھے کیا اللہ تعالٰی، اس کی آیات اور اس کے رسول سے تم ٹھٹھا کرتے ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۳: از بریلی محلّہ چک شہر کہنہ مسئولہ صفدر علی خاں و مبارک علی خاں ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید سنی المذہب نے بکر کو سنی باور کرکے اپنی لڑکی نابالغہ کا بکر کے نابالغ لڑکے کے ساتھ اس کو سنی باور کرکے ولایۃً نکاح کردیا مگر بوجہ نابالغ ہونے کے رخصتی نہیں ہوئی، اور آمدورفت بھی دونوں کی نہیں ہوئی نہ یکجائی ہوئی، سات سال کے بعد دونوں کو بلوغ ہوا، زید کو یہ اطلاع ملی کہ بکر بھی پکا سنی نہیں اور اس کا بیٹا قطعی رافضی ہے جس کا ثبوت یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس کے معمولی عمل میں ظاہر ہوتا ہے نماز شیعہ کی پڑھتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کرتا ہے اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحابیت کا منکر ہے اور تبرا کہتا ہے اور ایسے مجالس میں شرکت کرتا ہے جس میں سنی شریک نہیں ہوتے ہیں۔ زید نے اسی خبر کو سن کر رخصتی سے انکار شروع کیا اس پر بکر نے رخصت کرانے کی ضرورت سے لڑکے کو اس بات پر آمادہ کیا کہ لڑکا اپنے کو سنی ظاہر کرے چنانچہ ازراہ تقیہ لڑکے نے اپنے کو سنی ظاہر کیا لیکن کوئی ثبوت لڑکے کے سنی ہونے کا زید کو نہیں ملا بلکہ حال میں ۱۱ محرم ۱۳۳۴ھ کو مقام مرزا گنج پر ایک شخص جماعت اہل سنت والجماعت کو مدح صحابہ پڑھنے سے باعلان اسی لڑکے نے روکا اور اپنے ایک ملازم شیعہ مذہب سے پٹوایا اور اس کے باپ یعنی بکر نے حکام سے مدح صحابہ باعلان کئے جانے کی شکایت کی اس وجہ سے حکام جمع ہوئے تو کیا ارشاد فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ لڑکی جس کا نابالغیت میں نکاح کیا گیا وہ لڑکی کہ حالت موجودہ میں منظور نہیں ہے، اور زید کو بھی انکار ہے آیا نکاح باقی رہا یا فسخ ہوگیا۔ فقط

الجواب:

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا قذف کفر خالص ہے، صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی

---

[1] تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر وابن ابی حاتم وابی شیخ وابن مردویہ تحت آیہ انما کنا نخوض مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۴۵۴، جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیہ انما کنا نخوض ونلعب المطبعۃ المیمنۃ مصر ۱۰/ ۱۰۴ و ۱۰۵

صحابیت کا انکار کفر خالص ہے، اسی طرح تبرائیاں زمانہ میں اور بھی کفر وارتداد کی قطعی وجوہ ہیں جن کی تفصیل ردالرفضۃ میں ہے اور ان کا کافر مرتد ہونا عامہ کتب معتمدہ خلاصہ وفتح القدیر وظہیریہ وعالمگیری وردالمحتار و عقود الدریۃ وبحرالرائق ونہر الفائق وتبیین الحقائق وبدائع وبزازیہ وبرجندی وانقرویہ وواقعات المفتین و اشباہ ومجمع الانہر وطحطاوی علی الدر وغنیہ ونظم الفرائد وبرہان شرح مواہب الرحمن وتیسیر المقاصد وشرح وہبانیہ ومغنی المستفتی وتنویر الابصار ومنح الغفار واصول امام شمس الائمہ وکشف البزدوی وشفاء شریف و روضہ امام نووی واعلام ابن حجر وکتاب الانوار وشرح عقائد ومنح الروض وفواتح الرحموت وارشاد الساری وفتاوٰی علامہ مفتی ابوسعود وعلامہ نوح آفندی وشیخ الاسلام عبداللہ آفندی واحمد مصری علی مراقی الفلاح وشلبی علی الزیلعی وغیرہما سے ثابت وروشن ہے، خزانۃ الفقہ پھر فتاوی ہندیہ میں ہے:

لوقذف عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بالزنی کفر باللہ تعالٰی[1]۔	اگر کسی نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت زنا لگائی تو اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا۔(ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

یکفر بقولہ لاادری ان النبی فی القبر مؤمن اوکافر وبقولہ ماکان علینا نعمۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لان البعثۃ من اعظم النعم وبقذفہ عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وانکارہ صحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔	اگر کسی نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ نبی قبر میں حالت ایمان میں ہے یا کفر میں، تو کافر ہوجائے گا، اسی طرح کافر ہوجائے گا اگر یہ کہتا ہے کہ ہم پر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کوئی نعمت نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ یا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت لگاتا ہے یا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہے۔(ت)

توپسر زید اگر مرتد نہ تھا اب مرتد ہوگیا، خزانۃ المفتین وظہیریہ وعٰلمگیریہ وحدیقہ ندیہ وغیرہا میں منکران ضروریات دین رافضیوں کے بارہ میں ہے:

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۲

ھؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام و احکامھا احکام المرتدین[1]۔	یہ لوگ ملت اسلامیہ سے خارج ہیں اور ان کے احکام مرتدین والے ہیں۔(ت)

اس کے مرتد ہوتے ہی نکاح فوراً فسخ و باطل ہوگیا، تنویر الابصار و شرح علائی میں ہے:

ارتداد احد الزوجین فسخ عاجل بلاقضاء[2]۔ (ملخصاً)	زوجین میں سے کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے بلاتاخیر نکاح فسخ ہوجاتا ہے(ت)

عورت کو حرام قطعی ہے کہ اسے شوہر سمجھے زید پر حرام قطعی ہے کہ دختر کو رخصت کرے اگر قربت واقع ہوگئی زنائے خالص ہوگا اگر اولاد ہوگئی ولدالزنا ہوگی، درمختار میں ہے:

فی شرح الوھبانیة للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[3]۔	شرنبلالی کی شرح وہبانیہ میں ہے کہ جو چیز بالاتفاق کفر ہو اس سے عمل اور نکاح باطل ہوجاتا ہے اور اس کی اولاد ولدالزنا قرار پاتی ہے۔(ت)

اگر بالفرض پسر بکر اب اپنے آپ کو سنی ظاہر کرے بلکہ حقیقۃً سچا پکا خالص مخلص وسنی ہوجائے تو نکاح کہ فسخ و باطل ہوگیا عود نہیں کرسکتا نہ عورت پر جبر ہوسکتا ہے کہ اس سے ازسرنو نکاح کرے۔ جامع الفصولین میں ہے:

لوارتد ھو لاتجبر المرأة علی التزوج[4] واللہ تعالٰی اعلم	اگر خاوند مرتد ہوجائے تو عورت کو(دوبارہ) نکاح پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب نکاح الکافر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۱۰

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[4] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۷

رسالہ

رَدُّالرِّفضۃ ۱۳۲۰ھ

(تبرائی رافضیوں کا رَد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۳۴: از سیتاپور مرسلہ جناب حکیم سید محمد مہدی صاحب ۲۴ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک بی بی سیّدہ سُنی المذہب نے انتقال کیا اس کے بعض بنی عم رافضی تبرائی ہیں، وہ عصبہ بن کر ورثہ سے ترکہ چاہتے ہیں حالانکہ روافض کے یہاں عصوبت اصلاً نہیں، اس صورت میں وہ مستحق ارث ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

الحمد للہ الذی ھدانا وکفانا، واوانا عن الرفض و الخروج، وکل بلاء نجانا، والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا و مولٰنا و ملجانا و ماوانا محمد واٰلہ و صحبہ الاولین ایمانا والاحسنین احسانا والامکنین ایقانا آمین!	سب حمدیں اس اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں ہدایت دی اور رفض اور خروج سے کفایت اور پناہ دی اور ہر بلاء سے نجات دی، اور صلوٰۃ و سلام ہو ہمارے آقا، مولٰی، ہمارے ملجا اور ماوٰی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل و صحابہ پر جو ایمان لانے میں پہلے اور نیکی، میں احسن اور ایمان و یقین میں پختہ ہیں، آمین!

صورتِ مستفسرہ میں یہ رافضی اس مرحومہ سیدہ سنّیہ کے ترکہ سے کچھ نہیں پاسکتے اصلاً کسی قسم کا استحقاق نہیں رکھتے اگرچہ بنی عم نہیں خاص حقیقی بھائی بلکہ اس سے بھی قریب رشتے کے کہلاتے اگرچہ وُہ عصوبت کے منکر نہ بھی ہوتے کہ اُن کی محرومی دینی اختلاف کے باعث ہے۔ سراجیہ میں ہے:

موانع الارث اربعۃ (الی قولہ) واختلاف الدینین۔[1]	وراثت کے موانع چار ہیں، دین کا اختلاف، تک بیان کیا۔ (ت)

تحقیق مقام و تفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما خواہ اُن میں سے ایک کی شان پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اس قدر کہ انھیں امام و خلیفہ برحق نہ مانے۔ کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتوٰی کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔ درمختار مطبوعہ مطبع ہاشمی صفحہ ۶۴ میں ہے:

ان انکر بعض ما علم من الدین ضرورۃ کفر بھا کقولہ ان اللہ تعالٰی جسم کالاجسام وانکارہ صحبۃ الصدیق۔[2]	اگر ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو تو کافر ہے مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالٰی اجسام کے مانند جسم ہے یا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہونا۔

طحطاوی حاشیہ در مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۴ میں ہے: وکذا خلافتہ[3] (اور ایسے ہی آپ کی خلافت کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الصلوۃ فصل ۱۵ اور خزانۃ المفتین قلمی کتاب الصلوۃ فصل فی من یصح الاقتداء بہ و من لایصح میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا علی غیرہ فھو مبتدع ولو انکر خلافۃ الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر۔[4]	رافضی اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل جانے تو بدعتی گمراہ ہے اور اگر خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو تو کافر ہے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۴۸ اور حاشیہ تبیین العلامہ احمد شلبی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۵ میں ہے:

---

[1] سراجی فی المیراث فصل فی الموانع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴

[2] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۴

[4] خزانۃ المفتین کتاب الصلوۃ فصل من یصح الاقتداء بہ و من لا یصح قلمی ۱/ ۲۸

فی الرافض من فضل علیاً علی الثلاثۃ فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق اوعمر رضی اللہ عنہما فھو کافر۔[1]	رافضیوں میں جو شخص مولٰی علی کو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے افضل کہے گمراہ ہے اور اگر صدیق یا فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خلافت کا انکار کرے تو کافر ہے۔

وجیز امام کردری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۱۸ میں ہے:

من انکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ فھو کافر فی الصحیح ومن انکر خلافۃ عمر رضی اللہ تعالی عنہ فھو کافر فی الاصح۔[2]	خلافتِ ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کفر ہے، یہی صحیح ہے، اور خلافتِ عمر فاروق رضی اللہ رتعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے، یہی صحیح تر ہے،

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۳۴ میں ہے:

قال المرغینانی تجوز الصلوۃ خلف صاحب ھوی و بدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی والجھمی والقدری والمشبہ ومن یقول بخلق القراٰن، حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز مع الکراھۃ والا فلا۔[3]	امام مرغینانی نے فرمایا بد مذہب بدعتی کے پیچھے نماز ادا ہو جائیگی اور رافضی، جہمی، قدری، تشبیہی کے پیچھے ہوگی ہی نہیں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر اُس بدمذہبی کے باعث وُہ کافر نہ ہو تو نماز اُس کے پیچھے کراہت کے ساتھ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

فتاوٰی عالمگیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴ میں اس عبارت کے بعد ہے:

ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع۔	ایسا ہی تبیین الحقائق وخلاصہ میں ہے اور یہی صحیح ہے ایسا ہی بدائع میں ہے۔

اُسی کی جلد ۳ صفحہ ۲۶۴ اور بزازیہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ اور الاشباہ قلمی فن ثانی کتاب السیر اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۸۷ اور فتاوی انقرویہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین مطبوعہ مصر ص ۱۳۱ سب میں فتاوٰی خلاصہ سے ہے:

الرافضی ان کان یسب الشیخین و یلعنھما والعیاذ باللہ تعالٰی فھو کافر وان کان	رافضی تبرائی جو حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ بُرا کہے کافر ہے، اور اگر مولا علی کرم اللہ

[1] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۵

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوی ہندیہ نوع فیما یتصل بھا مما یجب اکفارہ من اہل البدع نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[3] تبیین الحقائق کتاب الصلوۃ باب الامامۃ والحدث فی الصلوۃ المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۱/ ۱۳۴

یفضل علیا کرم اللہ تعالٰی وجھه علیھما فھو مبتدع۔[1]	تعالٰی وجہہ کو صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی سے افضل بتائے تو کافر نہ ہوگا مگر گمراہ ہے۔

اُسی کے صفحہ مذکورہ اور برجندی شرح نقایہ مطبوعہ لکھنؤ جلد ۴ ص ۲۱ میں فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالی عنه فھو کافر وعلی قول بعضھم ھو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذٰلك من انکر خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنه فی اصح الاقوال۔[2]	امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر کافر ہے، اور بعض نے کہا بد مذہب ہے کافر نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ وُہ کافر ہے، اسی طرح خلافت فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی صحیح قول پر کافر ہے۔

وہیں فتاوٰی بزازیہ سے ہے:

ویجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر و عائشة رضی اللہ تعالٰی عنھم۔[3]	رافضیوں، ناصبیوں اور خارجیوں کا کافر کہنا واجب ہے اس سبب سے کہ وہ امیر المومنین عثمان و مولی علی و حضرت طلحہ و حضرت زبیر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو کافر کہتے ہیں۔

بحر الرائق مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۱۳۱ میں ہے:

یکفر بانکارہ امامة ابی بکر رضی اللہ تعالی عنه علی الاصح کانکارہ خلافة عمر رضی اللہ تعالٰی عنه علی الاصح۔[4]	اصح یہ ہے کہ ابو بکر یا عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی امامت و خلافت کا منکر کافر ہے۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۱۰۵ میں ہے:

الرافضی ان فضل علیا فھو مبتدع وان انکر خلافة الصدیق فھو کافر۔[5]	رافضی اگر صرف تفضیلیہ ہو تو بد مذہب ہے اور اگر خلافتِ صدیق کا منکر ہو تو کافر ہے۔

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیة نوع فیما یتصل بھا نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۹

[2] برجندی شرح نقایہ کتاب الشھادۃ فصل یقبل الشھادۃ من اہل الھواء نولکشور لکھنؤ ۴/ ۲۱،۲۰

[3] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیة نوع فیما یتصل بھا مما یجب اکفارہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[4] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۱

[5] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر کتاب الصلٰوۃ فصل الجماعة سنة موکدۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۰۸

اُسی کے صفحہ ۱۳۶ میں ہے:

یکفر بانکارہ صاحبۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ وبانکارہ امامتہ علی الاصح وبانکارہ صحبۃ عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی الاصح۔[1]	جو شخص ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا منکر ہو کافر ہے۔یُونہی جو اُن کے امامِ برحق ہونے کا انکار کرنے مذہب اصح میں کافر ہے، یونہی عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت کا انکار قول اصح پر کفر ہے۔

غنیہ شرح منیہ مطبوعہ قسطنطنیہ ص ۵۱۴ میں ہے:

المراد بالمبتدع من یعتقد شیئا علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ وانما یجوز الاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن ما یعتقدہ یؤدی الی الکفر عند اھل السنۃ اما لوکان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلا کالغلاۃ من الروافض الذین یدعون الالوھیۃ لعلی رضی اللہ تعالٰی اوان النبوۃ کانت لہ فغلط جبریل و نحو ذٰلك مما ھو کفر و کذا من یقذف الصدیقۃ او ینکر صحبۃ الصدیق اوخلافتہ اویسب الشیخین۔[2]	بدمذہب سے وُہ مراد ہے جو کسی بات کا اہلسنت و جماعت کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو،اور اس کی اقتداء کراہت کے ساتھ اُس حال میں جائز ہے جب اُس کا عقیدہ اہلسنت کے نزدیک کفر تک نہ پہنچا تاہو،اگر کفر تک پہنچائے تو اصلاً جائز نہیں، جیسے غالی رافضی کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو خدا کہتے ہیں، یا یہ کہ نبوت ان کے لئے تھی جبریل نے غلطی کی۔اور اسی قسم کی اور باتیں کہ کفر ہیں،اور یونہی جو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو معاذ اللہ اس تہمت ملعونہ کی طرف نسبت کرے یا صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صحابیت یا خلافت کا انکار کرے یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے۔

کفایہ شرح ہدایہ مطبع بمبئی جلد اول اور مستخلص الحقائق شرح کنز الدقائق مطبع احمدی ص ۳۲ میں ہے:

ان کان ھواہ یکفر اھلہ کالجھمی و القدری الذی قال بخلق القراٰن والرافضی لغالی الذی ینکر خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ لاتجوز الصلٰوۃ خلفہ۔[3]	بدمذہبی اگر کافر کردے جیسے جہمی اور قدری کہ قرآن کو مخلوق کہے،اور رافضی غالی کہ خلافت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا انکار کرے اُس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۲

[2] غنیہ المستملی فصل الاولی بالامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۵

[3] مستخلص الحقائق باب فی بیان احکام الامامۃ مطبع کانشی رام بررورکس لاہور ۱/ ۲۰۲،الکفایۃ مع فتح القدیر باب الامامۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۵

شرح کنز للملا مسکین مطبع مصر جلد اول ص ۲۰۸ علی ہامش فتح المعین میں ہے:

فی الخلاصة یصح الاقتداء باھل الاھواء الا الجھمیة والجبریة والقدریة والرافضی الغالی ومن یقول بخلق القراٰن والمشبه، وجملته ان من کان من اھل قبلتنا ولم یغل فی ھواہ حتی لم یحکم بکونه کافرا تجوز الصلوۃ خلفه وتکرہ وارادبالرافضی الغالی الذی ینکر خلافة ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه۔[1]	خلاصہ میں ہے بد مذہبوں کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے سوائے جہمیہ و جبریہ و قدریہ و رافضی غالی قائل خلق قرآن و مشبہ کے اور حاصل یہ کہ اہل قبلہ سے جو اپنی بدمذہبی میں غالی نہ ہو یہاں تک کہ اُسے کافر نہ کہا جائے اُس کے پیچھے نماز بکراہت جائز ہے۔اور رافضی غالی سے وہ مراد ہے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی خلافت کا منکر ہو۔

طحطاوی علی مرقی الفلاح مطبع مصر ۱۹۸ میں ہے:

ان انکر خلافة الصدیق کفر و الحق فی الفتح عمر بالصدیق فی ھذا الحکم والحق فی البرھان عثمان بھما ایضاً ولا تجوز الصلوۃ خلف منکر المسح علی الخفین او صحبة الصدیق ومن یسب الشیخین اویقذف الصدیقة ولا خلف من انکر بعض ماعلم من الدین ضرورۃ لکفرہ ولا یلتفت الی تاویله واجتھادہ[2]	یعنی خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی کا منکر کافر ہے اور فتح القدیر میں فرمایا کہ خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی کا منکر بھی کفر ہے،اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا خلافت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی کافر ہے اور نماز اس کے پیچھے جائز نہیں جو مسحِ موزہ یا صحابیتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر ہو یا شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا پر تہمت رکھے،اور نہ اس کے پیچھے جو ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو کہ وہ کافر ہے اور اُس کی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا نہ اس جانب کہ اس نے رائے کی غلطی سے ایسا کہا۔

نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان مطبوعہ مصر ہامش مجیبہ ص ۴۰ اور نسخہ قدیمہ قلمیہ مع الشرح فصل من کتاب السیر میں ہے:ؔ

ومن لعن الشیخین اوسب کافر ومن قال فی الایدی الجوارح اکفر
وصحح تکفیر منکر خلافت ال عتیق فی الفاروق ذٰلك الاظھر[3]

---

[1] شرح کنز للملا مسکین علی ہامش فتح المعین باب الامامۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۰۸

[2] طحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[3] نظم الفرائد منظومہ علامہ ابن وہبان

جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما پر تبرا بکے یا بُرا کہے کافر ہے، اور جو کہے ید اللہ سے ہاتھ مراد ہے وُہ اس سے بڑھ کر کافر ہے اور خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے انکار میں قول مصحح تکفیر ہے اور یہی در بارہ انکار خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی اظہر ہے۔ تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للعلامہ الشرنبلالی قلمی کتاب السیر میں ہے:

الرافضی اذاسب ابا بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ولعنہما یکون کافر اوان فضل علیہما علیالا یکفر و ھو مبتدع۔[1]	رافضی اگر شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر تبرا بکے کافر ہو جائے، اور اگر مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو اُن سے افضل کہے کافر نہیں گمراہ بدمذہب ہے۔

اسی میں وہیں ہے۔

من انکر خلافۃ ابی بکر الصدیق فھو کافر فی الصحیح وکذامنکر خلافۃ ابی حفص عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ فی الاظہر۔[2]	خلافتِ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر مذہب صحیح پر کافر ہے، اور ایسا ہی قولِ اظہر میں خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کا منکر بھی۔

فتوی علامہ نوح آفندی، پھر مجموعہ شیخ الاسلام عبید اللہ آفندی، پھر مغنی المستفتی عن سوال المفتی، پھر عقود الدریۃ مطبع مصر جلد اول ص ۹۲، ۹۳ میں ہے:

الروافض کفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر منہا انھم یسبون الشیخین سود اللہ وجوھھم فی الدارین فمن اتصف بواحد من ھذہ الامور فھو کافر ملتقطا۔[3]	رافضی کافر ہیں طرح طرح کے کفروں کے مجمع میں ازانجملہ خلافت شیخین کا انکار کرتے ہیں ازانجملہ شیخین کو بُرا کہتے ہیں: اللہ تعالٰی دونوں جہان میں رافضیوں کا منہ کالا کرے، جو ان میں کسی بات سے متصف ہو کافر ہے۔ ملتقطا۔

اُنھیں میں ہے:

[1] تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی

[2] تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ للشرنبلالی

[3] عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۹۲، ۱۰۳

اماسب الشیخین رضی اللہ تعالٰی عنهما فانه کسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وقال اصدر الشهید من سب الشیخین او لعنهما یکفر۔[1]	شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہنا ایسا ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنا، اور امام صدر شہید نے فرمایا: جو شیخین کو بُرا کہے یا تبرا بکے کافر ہے۔

عقود الدریہ میں بعد نقل فتوٰی مذکورہ ہے:

وقد اکثر مشائخ الاسلام من علماء الدولة العثمانیة لا زالت مؤیدة بالنصرة العلیة الافتاء فی شان الشیعة المذکورین وقد اشبع الکلام فی ذٰلك کثیر منهم و الّفوا فیه الرسائل وممن افتی بنحو ذٰلك فیهم المحقق المفسر ابو السعود افندی العمادی و نقل عبارته العلامة الکواکبی الحلبی فی شرحه علی منظومته الفقهیة المسماة بالفرائد السنیة۔[2]	علمائے دولتِ عثمانیہ کہ ہمیشہ نصرت الٰہی سے موید رہے، اُن سے جو اکابر شیخ الاسلام ہوئے انھوں نے شیعہ کے باب میں کثرت سے فتوے دئے، بہت نے طویل بیان لکھے اور اس بارے میں رسالے تصنیف کئے، اور انھیں میں سے جنھوں نے روافض کے کفر و ارتداد کا فتوٰی دیا۔ محقق مفسر ابو سعود آفندی عمادی (سردار مفتیان دولت علیہ عثمانیہ) ہیں اور اُس کی عبارت علامہ کواکبی حلبی نے اپنے منظومہ فقہیہ مسمّٰی بہ فرائد سنیہ کی شرح میں نقل کی۔

اشباہ قلمی فن ثانی باب الرواۃ اور اتحاف ص ۱۸۷ اور انقروی جلد اول ص ۲۵ اور واقعات المفتین ص ۱۳ سب میں مناقب کردری سے ہے:

یکفر اذا انکر خلافتهما او یبغضهما لمحبة النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لهما۔[3]	جو خلافت شیخین کا انکار کرے یا اُن سے بغض رکھے کافر ہے کہ وُہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔

بلکہ بہت اکابر نے تصریح فرمائی کہ رافضی تبرائی ایسے کافر ہیں جن کی توبہ بھی قبول نہیں، تنویر الابصار متن درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹ میں ہے:

[1] عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۴
[2] عقود الدریۃ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۵
[3] واقعات المفتین کتاب السیر دائرہ معارف اسلامیہ، بلوچستان ص ۱۳

کل مسلم ارتد فتو بته مقبولة الا الکافر بسب النبی او الشیخین اواحدھما۔[1]	ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر وہ جو کسی نبی یا حضرات الشیخین یا ان میں ایک کی شان میں گستاخی سے کافر ہو۔

اشباہ والنظائر قلمی فن ثانی کتاب السیر اور فتاوٰی خیریہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۹۴، ۹۵ اور اتحاف الابصار والبصائر مطبوعہ مصر ص ۱۸۶ میں ہے:

کافر تاب فتو بته مقبو لة فی الدنیا والاٰخرة الاجماعة الکافر بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وسائر الا نبیاء وبسب الشیخین اواحدھما[2]	جو کافر توبہ کرے اس کی توبہ دُنیا وآخرت میں قبول ہے مگر کچھ کافر ایسے ہیں جن کی توبہ مقبول نہیں ایک وُہ جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی کے سبب کافر ہوا، دوسرا وہ کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں یا ایک کو بُرا کہنے کے باعث کافر ہوا۔

درمختار میں ہے:

فی البحر عن الجوھرة معزیاً للشھید من سب الشیخین اوطعن فیھما کفر ولا تقبل توبته وبه اخذ الدبوسی وابو اللیث وھو المختار للفتوی انتھی وجزم به الاشباہ واقرہ المصنف۔[3]	یعنی بحر الرائق میں بحوالہ جوہرہ نیرہ شرح مختصر قدوری امام صدر شہید سے منقول ہے جو شخص حضرات شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو بُرا کہے یا اُن پر طعن کرے وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں، اور اسی پر امام دبوسی اور امام فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فتوٰی دیا، اور یہی قول فتوٰی کے لئے مختار ہے، اسی پر اشباہ میں جزم کیا، اور علامہ شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی نے اسے برقرار رکھا۔

اور پر ظاہر کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ترکہ نہیں پاسکتا۔ درمختار صفحہ ۲۸۳ میں:

موانعه الرق والقتل واختلاف الملتین اسلاماً وکفرا ملتقطاً۔[4]	یعنی میراث کے مانع ہیں غلام ہونا اور مورث کو قتل کرنا اور مورث ووارث میں اسلام وکفر کا اختلاف۔

تبیین الحقائق جلد ۶ ص ۲۴۰ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۴ میں ہے:

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶۔۵۷

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب السیر باب المرتدین دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۷

[4] درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الفرائض باب المرتد ۲/ ۳۴۵

اختلاف الدین ایضا یمنع الارث والمراد بہ الاختلاف بین الاسلام والکفر۔[1]	مورث ووارث میں دینی اختلاف بھی مانع میراث ہے، اور اس سے مراد اسلام و کفر کا اختلاف ہے۔

بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدہ کفر رکھے وہ تو بتصریح ائمہ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے۔ ہدایہ مطبع مصطفائی جلد اخیر صفحہ ۵۶۳ اور درمختار صفحہ ۶۶۸ اور عالمگیری جلد ۶ صفحہ ۱۴۲ میں ہے:

صاحب الھوی ان کان یکفر فھو بمنزلۃ المرتد۔[2]	بدمذہب اگر عقیدہ کفریہ رکھتا ہو تو مرتد کی جگہ ہے۔

غرر متن درر طبع مصر جلد ۲ ص ۴۴۶ میں ہے:

ذوھوی ان اکفر فکالمرتد۔[3]	بدمذہب اگر تکفیر کیا جائے تو مثل مرتد کے ہے۔

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ میں ہے:

ان حکم بکفرہ بما ارتکبہ من الھوی فکالمرتد۔[4]	اگر اسی بدمذہبی کے سبب اُس کے کفر کا حکم دیا جائے تو وُہ مرتد کی مثل ہے۔

نیز فتاوٰی ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۴ اور طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح حدیقہ ندیہ مطبع مصر جلد اول صفحہ ۲۰۷، ۲۰۸ اور برجندی شرح نقایہ جلد ۴ صفحہ ۲۰ میں ہے:

یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھولاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ۔[5]	یعنی رافضیوں کو اُن کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے، یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اُن کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں، ایسا ہی فتاوٰی ظہیریہ میں ہے۔

اور مرتد اصلاً صالح وراثت نہیں، مسلمان تو مسلمان کسی کافر حتی کہ خود اپنے ہم مذہب مرتد کا

---

[1] تبیین الحقائق کتاب الفرائض المطبعۃ الکبری الامیریہ مصر ۶/ ۲۴۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۳۰

[3] غرر الاحکام مع الدرر الحکام، کتاب الوصایا فصل وصایا الذمی احمد کامل الکائنۃ العلیہ مصر ۲/ ۴۴۶

[4] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الوصایا بوصیۃ الذمی داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۷۱۷

[5] فتاوٰی ہندیہ باب المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

ترکہ بھی ہر گزا سے نہیں پہنچ سکتا۔ عالمگیری جلد ۶ ص ۴۵۵ میں ہے:

المرتد لایرث من مسلم ولا من مرتد مثلہ کذافی المحیط۔[1]	مرتد نہ کسی مسلمان اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا وارث ہو گا، ایسے ہی محیط میں ہے۔ (ت)

خزانۃ المفتین میں ہے:

المرتد لایرث من احد لامن المسلم ولا من الذمی ولامن مرتد مثلہ۔[2]	مرتد کسی کا بھی وارث نہ بنے گا نہ مسلمان نہ ذمی اور نہ ہی اپنے جیسے مرتد کا۔ (ت)

یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں،

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار وبہ ناخذ۔	اس میں محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ اور جہنمی کُتے ہیں کافر نہیں، اور یہی ہمارا مسلک ہے (ت)

اور روافضِ زمانہ تو ہر گز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکر ان ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے، بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں اُن کے عالم جاہل مرد عورت چھوٹے بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں:

کفر اول: قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ سُورتیں امیر المومنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ اہلسنت رضی اللہ تعالٰی عنہم نے گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے اُس میں سے کچھ لفظ بدل دئے، کوئی کہتا ہے یہ نقص و تبدیل اگرچہ یقینا ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن مجید مین زیادت یا نقص یا تبدیل کسی طرح کے تصرفِ بشری کا دخل مانے یا اُسے محتمل جانے بالاجماع کافر مرتد ہے کہ صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب کر رہا ہے۔ اللہ عزوجل سورہ حجر میں فرماتا ہے:

"اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۝" ۔[3]	بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور بیشک بالیقین ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

بیضاوی شریف مطبع لکھنؤ صفحہ ۴۲۸ میں ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الفرائض الباب السادس فی میراث اہل الکفر الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۴۵۵

[2] خزانۃ المفتین کتاب الفرائض قلمی ۲/ ۲۵۰

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۹

لحفظون ای من التحریف والزیاۃ والنقص۔[1]	تبدیل و تحریف اور کمی بیشی سے حفاظت کرنے والے ہیں۔(ت)

جلالین شریف میں ہے:

لحفظون من التبدیل والتحریف والزیادۃ والنقص۔[2]	یعنی حق تعالٰی فرماتا ہے ہم خود اُس کے نگہبان ہیں اُس سے کہ کوئی اُسے بدل دے یا اُلٹ پلٹ کردے یا کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔

جمل مطبع مصر جلد ۳ ص ۵۶۱ میں ہے:

بخلاف سائر الکتب المنزلۃ فقد دخل فیھا التحریف والتبدیل بخلاف القران فانہ محفوظ عن ذلك لا یقدر احد من جمیع الخلق الانس و الجن ان یزید فیہ او ینقص منہ حرفا واحدا او کلمۃ واحدۃ۔[3]	یعنی بخلاف اور کُتبِ آسمانی کے کہ اُن میں تحریف و تبدیل نے دخل پایا۔اور قرآن اس سے محفوظ ہے، تمام مخلوق جن وانس کسی کی جان نہیں کہ اُس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کردیں۔

اللہ تعالٰی سورۃ حٰم السجدہ میں فرماتا ہے:

"وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِیْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ﴿۴۲﴾"[4]	بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے باطل کو اس کی طرف اصلًا راہ نہیں، نہ سامنے سے نہ پیچھے سے یہ اتارا ہُوا ہے حکمت والے سراہے ہُوئے کا۔

تفسیر معالم التنزیل شریف مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵ میں ہے:

قال قتادۃ والسدی الباطل ھو الشیطان لا یستطیع ان یغیر او یزید فیہ او ینقص منہ قال الزجاج معناہ انہ محفوظ من	یعنی قتادہ و سُدی مفسرین نے کہا باطل کہ شیطان ہے قرآن میں کُچھ گھٹا بڑھا بدل نہیں سکتا۔زجاج نے کہا باطل کہ زیادت و نقصان ہیں قرآن ان سے محفوظ

[1] انوار التنزیل المعروف بالبیضاوی تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۳۰۰

[2] تفسیر جلالین تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ اصح المطابع دہلی ص ۲۱۱

[3] الفتوحات الالٰھیہ تحت آیۃ انا نحن نزلنا الذکر الخ مصطفی البابی مصر ۲/ ۵۳۹

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۱ و ۴۲

ان ینقص منه فیأتیه الباطل من بین یدیه او یزاد فیه فیأتیه الباطل من خلفه وعلی هذا المعنی الباطل الزیادة والنقصان۔[1]	ہے، کچھ کم ہوجائے تو باطل سامنے سے آئے بڑھ جائے تو پس پشت سے۔اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔

کشف الاسرار امام اجل شیخ عبدالعزیز بخاری شرح اصول امام ہمام فخر الاسلام بزدوی مطبوع قسطنطنیہ جلد ۳ ص ۸۸ و ۸۹ میں ہے:

کان نسخ التلاوة والحکم جمیعا جائزا فی حیاة النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاما بعد وفاته فلا یجوز قال بعض الرافضة والملحدة ممن یتستر باظهار الاسلام وهو قاصد الی افساده،هذا جائز بعد وفاته ایضاو زعموا ان فی القراٰن کانت اٰیت فی امامة علی وفی فضائل اهل البیت فکتمها الصحابة فلم تبق بانداراس زمانهم،والدلیل علی بطلان هذا القول قوله تعالٰی " اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ".کذا فی اصول الفقه لشمس الائمة ملتقطا۔[2]	قرآن عظیم سے کسی چیز کی تلاوت وحکم دونوں کا منسوخ ہونا زمانہ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں جائز تھا،بعد وفات اقدس ممکن نہیں،بعض وہ لوگ کہ رافضی اور نرے زندیق ہیں بظاہر مسمانی کا نام لے کر اپنا پردہ ڈھانکتے ہیں اور حقیقۃً انھیں اسلام کو تباہ کرنا مقصود ہے،وُہ کہتے ہیں کہ یہ بعد وفات والا بھی ممکن ہے،وُہ بکتے ہیں کہ قرآن میں کچھ آیتیں امامتِ مولا علی اور فضائل اہلبیت میں تھیں کہ صحابہ نے چھپا ڈالیں جب وُہ زمانہ مٹ گیا باقی نہ رہیں اور اس قول کے بطلان پر دلیل خود قرآن عظیم کا ارشاد ہے کہ بیشک ہم نے اتارا یہ قرآن اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔ایسا ہی امام شمس الائمہ کی کتاب اصول الفقہ میں ہے۔

امام قاضی عیاض شفاشریف مطبع صدیقی ص ۳۴۶ میں بہت سے یقینی اجماعی کفر بیان کرکے فرماتے ہیں:

وکذلك ومن انکر القراٰن او حرفا منه اور غیر شیئا منه	یعنی اسی طرح وہ بھی قطعًا اجماعًا کافر ہے جو قرآن عظیم یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اُس میں سے

[1] معالم التنزیل علی ھامش الخازن تحت آیۃ انه لکتاب عزیز لا یأتیه الخ مصطفی البابی مصر ۶/ ۱۱۳

[2] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب تفصیل المنسوخ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۸۹۔۱۸۸

اوزادفیه۔[1]	کچھ بدلے یا قرآن میں اس موجودہ میں کچھ زیادہ بتائے۔

فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مطبع لکھنؤ ص ۶۱۷ میں ہے:

اعلم انی رأیت فی مجمع البیان تفسیر الشیعة انه ذهب بعض اصحابهم الی ان القراٰن العیاذ باﷲ کان زائدا علی هذا المکتوب المقروء قد ذهب بتقصیر من الصحابة الجامعین العیاذ باﷲ لم یختر صاحب ذٰلك التفسیر هذا القول فمن قال بهذا القول فهو کافر لانکاره الضروری۔[2]	یعنی میں نے طبرسی رافضی کی تفسیر مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاذًا باللہ اُن کے قصور سے جاتا رہا اس مفسر نے یہ قول اختیار نہ کیا، جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا منکر ہے۔

کفر دوم: ان کا ہر متنفس سیدنا امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم و دیگر ائمہ طاہرین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کو حضرات عالیات انبیائے سابقین علیہم الصلوۃ والتحیات سے افضل بتاتا ہے اور جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے باجماع مسلمین کافر بے دین ہے۔ شفاء شریف صفحہ ۳۶۵ میں انہی اجماعی کفروں کے بیان میں ہے:

وکذٰلك نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمة افضل من الانبیاء۔[3]	اور اسی طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں اُن غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیاء سے افضل بتاتے ہیں۔

امام اجل نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر صفحہ ۴۴ میں کلامِ شفا نقل فرماتے اور مقرر رکھتے ہیں، ملا علی قاری شرح شفا مطبوعہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۵۲۶ میں فرماتے ہیں: **هذا کفر صریح**[4] (یہ کُھلا کفر ہے۔) منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر مطبع حنفی ص ۱۴۶ میں ہے:

ما نقل عن بعض الکرامیة من جواز کون الولی افضل من النبی کفر و ضلالة والحاد	وہ جو بعض کرامیہ سے منقول ہوا کہ جائز ہے کہ ولی نبی سے مرتبے میں بڑھ جائے یہ کفر و ضلالت و بے دینی و

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماهو من مقالات المطبعة الشرکة الصحافیه ۲/ ۲۷۴

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفیٰ مسئله کل مجتهد فی المسئلة الا جتهاد الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۳۸۸

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ فصل فی بیان ماهو من المقالات ۲/ ۲۷۵

[4] شرح الشفاء ملا علی قاری فصل فی بیان ماهو من المقالات دار الفکر بیروت ۴/ ۵۱۹

وجھالۃ۔[1]	جہالت ہے۔

شرح مقاصد مطبوع قسطنطنیہ جلد ۲ ص ۳۰۵ اور طریقہ محمدیہ علامہ برکوی قلمی آخر فصل اول باب ثانی میں ہے:

واللفظ لھا ان الاجماع منعقد علی ان الانبیاء افضل من الاولیاء۔[2]	بیشک مسلمانوں کا اجماع قائم ہے اس پر کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیائے عظام سے افضل ہیں۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر جلد اول ص ۲۱۵ میں ہے:

التفضیل علی نبی تفضیل علی کل نبی۔[3]	کسی غیر نبی کو ایک نبی سے افضل کہنا تمام انبیاء سے افضل بتانا ہے۔

شرح عقائد نسفی مطبع قدیم ص ۶۵ پھر طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ ص ۲۱۵ میں ہے:

واللفظ لھما (تفضیل الولی علی النبی) مرسلا کان اولا (کفر وضلال کیف وھو تحقیر النبی) بالنسبۃ الی الولی (وخرق الاجماع) حیث اجمع المسلمون علی فضیلۃ النبی علی الولی الخ باختصارہ[4]	ولی کو کسی نبی سے خواہ وہ نبی مرسل ہو یا غیر مرسل افضل بتانا کفر وضلال ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس میں ولی کے مقابل نبی کی تحقیر اور اجماع کارَد ہے کہ ولی سے نبی کے افضل ہونے پر تمام اہل اسلام کا اجماع ہے الخ اختصارًا۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۱۷۸ میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر لانہ معلوم من الشرع بالضرورۃ۔[5]	نبی ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الولی لایبلغ درجۃ النبی مصطفی البابی مصر ص ۱۲۱
[2] طریقہ محمدیہ ان الولی لایبلغ درجۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ حنفیہ کوئٹہ ۱/ ۸۴
[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۱۵
[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ والاستخفاف بالشریعۃ کفر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۱۶
[5] ارشاد الساری کتاب العلم باب مایستحب للعالم اذا سئل ای الناس اعلم دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴

روافض کے مجتہدان حال نے اپنے فتووں میں ان صریح کفروں کا صاف اقرار کیا ہے۔

یہ فتوی رسالہ تکملہ ردروافض ورسالہ اظہار الحق مطبوعات مطبع صبح صادق سیتاپور ۱۲۹۳ھ و ۱۸۷۶ء میں مفصل مذکور ہیں جن میں اس مقام کے متعلق یہ الفاظ ہیں:

فتوٰی(۱): چہ می فرمایند مجتہدین دریں مسئلہ کہ مرتبہ ولی مصطفٰی علی مرتضٰی علیہ السلام از سائر انبیائے سابقین علیہم السلام سوائے سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افضل ست یانہ؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب: افضل ست واللہ یعلم۔ **العالم ۱۲۸۳**

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی(۲): چہ میفرمایند دریں مسئلہ کہ درکلام مجید جمع کردہ عثمان تحریف از تخریج آیات مدائح جناب امیر علیہ اسلام وغیرہ واقع شدہ یانہ؟

جواب: ایں امر بر سبیل جزم وقطع ثابت نیست لیکن متحمل ست۔ واللہ یعلم۔ (**ھو العالم ۱۲۸۳**)

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی(۳): مسئلہ دوم مرتبہ اہلبیت نبوی صلوات اللہ علیہم اجمعین سیما حضرت علی مرتضٰی از سائر انبیاء افضل ست یانہ؟

جواب: البتہ مراتب ائمہ ہدی از سائر انبیاء بلکہ رسولان اولوالعزم سوائے حضرت خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ زیادہ بود ورتبہ جناب امیر نیز۔ (سید علی محمد ۱۲۶۳)

فتوٰی(۱): کیا فرماتے ہیں مجتہدین دین اس مسئلہ میں کہ ولی مصطفٰی علی مرتضٰی علیہ السلام ماسوائے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باقی تمام انبیائے سابقین سے افضل ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب: افضل ہیں، اللہ جانتا ہے (ت)

ھو العالم ۱۲۸۳

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی(۲): آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں امیر علیہ السلام کی مدح والی آیات میں تحریف کی گئی ہے یا نہیں؟

جواب: یہ چیز یقینی اور قطعی نہیں تاہم احتمال ہے، اللہ جانتا ہے۔ **ھو العالم ۱۲۸۳**

الراقم میر آغا عفی عنہ

فتوٰی(۳): دوسرا مسئلہ کہ نبی کے اہل بیت صلوات اللہ علیہم اجمعین خصوصًا علی مرتضٰی تمام انبیاء سے افضل ہیں یا نہیں؟

(سید علی محمد ۱۲۶۳)

جواب: البتہ ائمہ ہدی کا مرتبہ تمام انبیاء بلکہ رسولوں سے ماسوائے خاتم المرسلین صلوات اللہ علیہ کے زیادہ تھا اور رتبہ جناب امیر کا بھی۔ (سید علی محمد ۱۲۶۳)

فتوٰی (۴): مسئلہ ہفتم در قرآن مجید جمع کردہ عثمان تحریف و نقصان واقع شدہ یانہ؟ **جواب**: تحریف جامع القرآن بلکہ محرق و محرف قرآن در نظم قرآن یعنی ترتیب آیات از کلام مفسرین فریقین و عنوان نظم قرآن مستغنی عن البیان و ہمچنیں نقصان بعضی آیات واردہ در فضیلت اہلبیت علیہم السلام مدلول قرائن بسیار و آثارات بیشمار۔ (سید علی محمد ۱۲۶۳)	**فتوٰی (۴)**: ساتواں مسئلہ، عثمان کے جمع کردہ قرآن مجید میں تحریف اور کمی واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ **جواب**: قرآن کے جامع بلکہ جلانے والے اور تحریف کرنے والے کی تحریف نظم قرآن یعنی ترتیب آیات میں فریقین کے مفسرین کے کلام اور نظم قرآن کے عنوان سے واضح ہے، اور یونہی اہلبیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی بہت سے قرائن اور بے شمار آثار سے ثابت ہے۔ (سید علی محمد ۱۲۶۳)

روافض علی العموم اپنے مجتہدوں کے پیروکار ہوتے ہیں، اگر بفرض غلط کوئی جاہل رافضی ان کُھلے کفروں سے خالی الذہن بھی ہو تو فتوائے مجتہدان کے قبول سے اُسے چارہ نہیں اور بفرض باطل یہ بھی مان لیجئے کہ کوئی رافضی ایسا نکلے جو اپنے مجتہدین کے فتوٰی بھی نہ مانے تو الاقل اتنا یقینا ہوگا کہ ان کفروں کی وجہ سے اپنے مجتہدوں کو کافر نہ کہے گا، بلکہ اُنھیں اپنے دین کا عالم و پیشوا و مجتہد ہی جانے گا اور جو کسی کافر منکر ضروریات دین کو کافر نہ مانے خود کافر مرتد ہے۔ فاء شریف ص ۳۶۲ میں انھیں اجماعی کفر کے بیان میں ہے:

ولهذا نكفر من لم يكفر من دان بغير ملة المسلمين من الملل او وقف فيهم اوشك اوصحح مذهبهم وان اظهر مع ذلك الاسلام واعتقده واعتقد ابطال كل مذهب سواه فهو كافر باظهارہ بما ظهر من خلاف ذلك۔[1]	ہم اسی واسطے کافر کہتے ہیں ہر اس شخص کو جو کافروں کو کافر نہ کہے یا ان کی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے یا اُن کے مذہب کی تصحیح کرے اگرچہ اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان جتاتا اور اسلام کی حقانیت اور اس کے سوا ہر مذہب کے باطل ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو کہ وہ اُس کے خلاف اُس اظہار سے کہ کافر کو کافر نہ کہا خود کافر ہے۔

اُسی کے صفحہ ۳۲۱ اور فتاوٰی بزازیہ جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ اور درر وغرر مطبع مصر جلد اول صفحہ ۳۰۰ اور فتاوٰی خیریہ جلد اول صفحہ ۹۴، ۹۵ اور درمختار صفحہ ۳۱۹ اور مجمع الانہر جلد اول صفحہ ۶۱۸ میں ہے:

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ص ۲۷۱

من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔[1]	جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بالیقین خود کافر ہے۔

علمائے کرام نے خود روافض کے بارے میں بالخصوص اس حکم کی تصریح فرمائی، علامہ نوح آفندی و شیخ الاسلام عبداللہ آفندی وعلامہ حامد عمادی آفندی مفتی دمشق الشام وعلامہ سید ابن عابدین شامی عقود جلد اول ص ۹۲ میں اس سوال کے جواب میں کہ رافضیوں کے باب میں کیا حکم فرماتے ہیں:

ھٰؤلاء الكفرة جمعوا بين اصناف الكفر ومن توقف فی كفرهم فهو كافر مثلهم[2] اھمختصرا۔	یہ کافر طرح طرح کے کفروں کے مجمع ہیں جو ان کے کفر میں توقف کرے خود انہیں کی طرح کافر ہے اھ مختصراً۔

علامۃ الوجود مفتی ابوالسعود اپنے فتاوٰی پھر علامہ کواکبی شرح فرائد سنیہ پھر علامہ محمد امین الدین شامی تنقیح الحامدیہ ص ۹۳ میں فرماتے ہیں:

اجمع علماء الاعصار على ان من شك فی كفرهم كان كافرا[3]۔	تمام زمانوں کے علماء کا اجماع ہے کہ جو ان رافضیوں کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے۔

تنبیہ جلیل: مسلمانو! اصل مدار ضروریات دین ہیں اور ضروریات اپنے ذاتی روشن بدیہی ثبوت کے سبب مطلقاً ہر ثبوت سے غنی ہوتے ہیں یہاں تک کہ اگر بالخصوص ان پر کوئی نص قطعی اصلاً نہ ہو جب بھی ان کا وہی حکم رہے گا کہ منکر یقیناً کافر مثلاً عالم بجمیع اجزائہ حادث ہونے کی تصریح کسی نص قطعی میں نہ ملے گی۔ غایت یہ کہ آسمان وزمین کا حدوث ارشاد ہوا ہے مگر باجماع مسلمین کسی غیر خدا کو قدیم ماننے والا قطعاً کافر ہے جس کی اسانید کثیرہ فقیر کے رسالہ "**مقامع الحدید علی خد المنطق الجدید** ۱۳۰۴ھ" میں مذکور توجہ وہی ہے کہ حدوث جمیع ماسوی اللہ ضروریات دین سے ہے کہ اسے کسی ثبوت خاص کی حاجت نہیں۔ اعلام امام ابن حجر ص ۱۷ میں ہے:

زاد النووی فی الروضة ان الصواب	علامہ نووی نے روضہ میں یہ زائد کہا کہ درست

---

[1] درمختار کتاب الجہاد باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی حامدیہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۲-۱۰۳

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی حامدیہ باب الردۃ والتعزیر ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۵

تقیدہ بما اذا جحد مجمعًا علیه یعلم من الاسلام ضرورۃ سواء کان فیه نص ام لا [1]۔	یہ ہے اسے اس چیز سے مقید کیا جائے جس کا ضروریات اسلام سے ہونا بالاجماع معلوم ہو اس میں کوئی نص ہو یا نہ ہو۔ (ت)

یہی سبب ہے کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں ہوتی اور شک نہیں کہ قرآن جو بحمد اللہ تعالٰی شرقًا غربًا قرنًا فقرنًا تیرہ سو برس سے آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود محفوظ ہے باجماع مسلمین بلاکم وکاست وہی "تنزیل رب العالمین" ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسلمانوں کو پہنچائی اور ان کے ہاتھوں میں ان کے ایمان انکے اعتقاد ان کے اعمال کے لئے چھوڑی، اسی کا ہر نقص وزیادت وتغییر وتحریف سے مصؤن ومحفوظ، اور اس کا وعدہ حقہ صادقہ "انا له لحافظون" میں مراد وملحوظ ہونا ہی یقینا ضروریات دین سے ہے نہ یہ کہ قرآن جو تمام جہان کے مسلمانوں کے ہاتھ میں تیرہ سو ۱۳۰۰ برس سے آج تک ہے یہ تو نقص وتحریف سے محفوظ نہیں، ہاں ایک وہم تراشیدہ صورت ناکشیدہ دندان غول کی خواہر پوشیدہ غار سامرہ میں اصلی قرآن بغل کتمان میں دبائے بیٹھی ہے "انا له لحافظون" کا مطلب یہی ہے یعنی مسلمانوں سے عمل تواسی محرف مبدل ناقص نامکمل پر کرائیں گے اور اس اصلی جعلی کو ع

برائے نہادن چہ سنگ وچہ زر
(رکھنے کے لئے پتھر اور سونا برابر ہیں۔ت)

کی کھوہ میں چھپائیں گے، گویا "حافظون" کے معنی یہ ہیں کہ قرآن کو مسلمانوں سے محفوظ رکھیں گے، انھیں اس کی پرچھائے نہ دکھائیں گے، بعض ناپاکوں نے اس سے بڑھ کر تاویل نکالی ہے کہ قرآن اگرچہ کتنا ہی بدل جائے مگر علم الٰہی ولوح محفوظ میں تو بدستور باقی ہے، حالانکہ علم الٰہی میں کوئی شے نہیں بدل سکتی، پھر قرآن کی کیا خوبی نکلی۔ توریت وانجیل درکنار، مہمل سے مہمل ردی سے ردی کوئی تحریر جس میں مصنف کا ایک لفظ ٹھکانے سے نہ رہا بلکہ دنیا سے سراسر معدوم ہوگئی ہو علم الٰہی ولوح محفوظ میں یقینا بدستور باقی ہے، ایسی ناپاک تاویلات ضروریات دین کے مقابل نہ مسموع ہوں، نہ ان سے کفر وارتداد اصلا مدفوع ہوں ان کی حالت وہی ہے جو نیچریہ نے آسمان کو بلندی جبرئیل وملائکہ کو قوت خیر، ابلیس وشیاطین کو قوت بدی، حشر ونشر وجنت ونار کو محض روحانی نہ جسدی بنالیا۔ قادیانی مرتد نے خاتم النبیین کو افضل المرسلین، ایک دوسرے شقی نے نبی بالذات سے بدل دیا، ایسی تاویلیں سن لی جائیں تو اسلام وایمان قطعًا درہم برہم ہوجائیں، بت پرست لا اله الا الله

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ استنبول ترکی ص ۳۵۳

کی تاویل کرلیں گے کہ یہ افضل واعلٰی میں حصر ہے یعنی خدا کے برابر دُوسرا خدا ہے وہ سب دوسروں سے بڑھ کر خدا ہے نہ یہ کہ دوسرا خدا ہی نہیں جیسے **لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار** (علی کرم اللہ وجہہ کے بغیر کوئی بہادر جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔ت) وغیرہ محاوراتِ عرب سے روشن ہے یہ نکتہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ ایسے مرتدان لیام مدعیان اسلام کے مکروہ اوہام سے نجات وشفا ہے **وباللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین۔**

بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجماعی یہ ہے

کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں اُنکے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے ان کے ساتھ مناکت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذاللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سُنی اور عورت ان خبیثوں میں کی ہو جب بھی ہر گز نکاح نہ ہو گا محض زنا ہو گا، اولاد ولد الزنا ہو گی باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سُنی ہی ہو کہ شرعًا ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں، عورت نہ ترکہ کی مستحق ہو گی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لئے مہر نہیں، رافضی اپنے کسی قریب حتی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا۔ سُنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلا کچھ حصہ نہیں، ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول، سلام کلام سب سخت کبیرہ اشد حرام، جو ان کے ان ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے، اور اُس کے لئے بھی یہی سب احکام ہیں جو اُن کے لئے مذکور ہُوئے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتوی کو بگوش ہوش سنیں۔ اور اس پر عمل کرکے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔ **وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

کتبہ
عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

مسئلہ ۳۵: ازمانڈے سورتی مسجد ملک برہما مسئولہ مولوی احمد مختار صاحب صدیقی ۶ رجب ۱۳۳۳ھ

ایک شخص ہمیشہ علماء کو بُرا کہتا رہتا ہے چنانچہ ایک روز اس کے سامنے ذکر ہُوا کہ فلاں عالم نئے تشریف لانے والے ہیں تو وُہ فورًا کہتا ہے کہ ہاں آتے ہوں گے کوئی بھاڑ کھاؤ ایسے بد گو علماء کے لئے شریعت غرہ میں کیا حکم ہے؟

الجواب:

ایسے شخص کی نسبت حدیث فرماتی ہے منافق ہے، فقہاء فرماتے ہیں کافر ہے۔ خطیب حضرت ابو ہریرہ اور ابو الشیخ ابن حبان کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثة لا یستخف بحقھم الامنا فق بین النفاق ذو الشیبة فی الاسلام والامام المقسط ومعلم الخیر۔[1]	تین افراد کو منافق کے علاوہ کوئی حقیر نہیں سمجھے گا، وُہ بوڑھا جو حالتِ اسلام میں بوڑھا ہوا، عادل امیر اور خیر کی تعلیم دینے والا۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر و من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	سادات اور علماء کی تحقیر کفر ہے، جو عالم کو عویلم، علوی کو علیوی حقارت کی نیت سے کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۳۶: مسئولہ اکبر یار خاں صاحب ساکن شہر کہنہ محصل چندہ مدرسہ اہلسنت وجماعت ۹ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ دوشنبہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرح متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ وغیرہ سب عبادتیں محض اللہ رب العزت تبارک وتعالٰی ہی کے واسطے کرنا چاہئے اگرچہ اس کی ذات پاک بے نیاز ہے۔ کسی کی عبادت، ریاضت وغیرہ کی اس کو ضرورت نہیں ہے وہ اس سے پاک اور

---

[1] تاریخ بغداد ۸/ ۲۷ و ۱۴/ ۶۱ دار الکتاب العربی بیروت، کنز العمال بحوالہ ابی الشیخ فی التوبیخ عن جابر حدیث ۴۳۸۱۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۳۲

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

منزہ اور مبرا ہے، مگر بندہ ناچیز کو اپنے مولا کی تعمیل حکم کرنا چاہئے، بکر کہتا ہے کہ زید کا دماغ خشک ہو گیا اس لئے کہتا ہے، یہ سب غلط ہے بلکہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وُہ سب اپنی ذات کے لئے کرتے ہیں اور کرنا چاہئے ایسی صورت میں زید و بکر کے قول کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب:

زید و بکر اپنی اپنی مراد پر دونوں سچے ہیں، بیشک نماز، روزہ، حج، زکوۃ سب اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں یعنی ان سے اسی کی عبادت و نجابت تعظیم مقصود ہے۔

"اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ لَا شَرِیْكَ لَهٗ"۔ [1]	بیشک میری نماز اور قربانی اور جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو مالک ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں۔

اور بیشک تمام عبادات و اعمال حسن اپنے ہی لئے ہیں یعنی اپنے فائدے کو ہیں "مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ" [2] (جو نیک کام کرے وہ اپنے لئے کرتا ہے۔ دونوں قول قرآن عظیم میں موجود ہیں، ہاں بکر کا یہ کہنا کہ زید کا دماغ خشک ہو گیا ہے، مفت ایذائے مسلم ہے اس سے معافی چاہے اور اس کا کہنا کہ یہ سب غلط ہے بہت سخت کلمہ ہے اسے تجدید اسلام چاہئے کہ اس نے ایسے واضح دینی، قرآنی قول کی تغلیط کی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ایضاً زید اپنے آپ کو گنہگار، خطاوار جانتا ہے مگر بروقت گفتگو زید یہ کہتا ہے کہ میں مسلمان مومن سچا ہُوں، اور بکر بھی اپنے آپ کو گنہگار خیال کرتا ہے مگر بروقت بکر یہ کہتا ہے کہ میں ہرگز مسلمان نہیں ہوں، چنانچہ زید کو اپنی بابت سچا مومن کہنا اور بکر کو مسلمان ہونے سے انکار کرنا کیسا ہے، دونوں کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب:

زید کے قول میں حرج نہیں، ہاں اسے حمدِ الٰہی بڑھا لینا چاہئے تھا، الحمدللہ میں مسلمان ہوں، بکر کا قول بہت قبیح ہے، ائمہ نے فرمایا ہے جو اپنے مسلمان ہونے سے انکار کرے وہ مسلمان نہیں اسے توبہ اور تجدید اسلام پھر تجدید نکاح چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۷: از شہر کہنہ مسئولہ سید نور صاحب محرر دارالافتاء ۹ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ

(۱) زید بے علم ہے مگر ہر عالم درویش پر ازرُوے اہانت اعتراض کرتا ہے اور عیب جوئی میں ساعی رہتا ہے، پس اہانت علماء وغیرہ شرعاً کیسا فعل ہے؟

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۶۳

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۶

(۲) کیا فیصلہ اور حکم شرعی سے متجاوز اور منکر ہونا کفر ہے یا گناہ کبیرہ؟ **فقط**

الجواب:

(۱) عیب جوئی ہر مسلمان کی حرام ہے نہ کہ علماء کی، **قال تعالٰی "لَا تَجَسَّسُوْا"** [1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا عیب نہ ڈھونڈو(ت) اور علمائے دین کی اہانت کفر ہے **کما فی مجمع الانھر وغیرہ** (جیسا کہ مجمع الانہر وغیرہ میں ہے۔ت)

(۲) انکار بمعنی تکذیب کفر ہے اور تجاوز فسق و معصیت۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۹: از ضلع پیترہ ڈاک خانہ پنچہ رامپور موضع سات بیلہ مسئولہ رجب علی ۱۱ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ شنبہ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی مسئلہ (کہ چند مولویان معہود بمکان شخصے کہ از وکارے خلاف شرع سر زد شدہ بود یعنی بازنِ مغلظہ خود تامدت دو سہ ماہ باعیش ازواج اوقات بسر برد) بوجود علم بلا تعمیل و تنبیہ ختم خوانی کردہ طعام خوری نمود ند، ازیں جہت شخصے معتبر عالم دوست حاجی الحرمین کہ از مریدان جناب شاہ عبداللطیف شہنودی است وجناب شاہ صاحب نیز برائے تنبیہ امور شرع اورا تاکید بسیار نمودہ و او برائے تعمیل ارشاد جناب شاہ صاحب اکثر مقدمات شرع شریف و معاملات دنیوی فیصلہ میکند و فی الحال درکار شرع بسیار مستحکم مستقیم ایشاں راگفتہ کہ مولویان ایں زماں درریدہ سرگیں دہان افگنند و میان حرام و حلال تمیز نکند پس دریں صورت شخص موصوف موافق شرع کافر شود یانہ یا بروئے فقط حکم تجدید نکاح کردہ شود یانہ اگر شرعًا کافر نہ شود کسے اور اکافر گوید بروئش چہ حکم	اس معاملہ میں آپ کا کیا قول ہے اللہ تعالٰی تم پر رحمت نازل فرمائے (کہ چند مقامی علماء نے ایک شخص کے مکان پر جس نے شریعت کی خلاف ورزی کر رکھی ہے یعنی اس نے اپنی مغلظہ عورت دو تین ماہ سے رکھی ہوئی ہے اور اس سے ازدواجی تعلقات قائم کئے ہوئے ہے، ان لوگوں کو اس بات کا علم بھی تھا انھوں نے تنبیہ کے بغیر وہاں ختم پڑھا اور اس کا کھانا بھی کھایا اور ایک شخص معتبر عالم دوست، حرمین کا حاجی اور شاہ عبداللطیف شہنودی کا مرید ہے جناب شاہ صاحب نے بھی اسے امور شرع کے بارے میں خوب تاکید فرمائی اور وہ بحکم شاہ صاحب اکثر مقدمات شرعیہ اور معاملات دنیوی کے فیصلے بھی کرتا ہے اس وقت وہ امورِ شرعیہ میں مستحکم اور مستقیم ہے اس نے انکے حق میں یہ کلمات کہے ہیں کہ اس زمانہ کے مولویوں نے گندگی میں منہ ڈالا ہوا ہے اور حلال و حرام میں وہ کوئی تمیز نہیں کرتے وہ شخص شرعی حکم کے مطابق کافر ہوگا یا نہ؟ یا اس پر فقط تجدید نکاح کا حکم جاری ہوگا یا نہیں، اگر وہ

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

بینوا بسند الکتاب تؤجروا عند اللہ یوم الحساب، فقط۔	شرعًا کافر نہیں تو جو اسے کافر کہے اس کا کیا حکم ہے؟ کتاب وسنت کے حوالے سے بیان کیجئے اور یوم قیامت اللہ تعالٰی سے اجر پائیے، فقط (ت)

الجواب:

| کسے کہ بازن سہ طلاقہ خود بے تحلیل طرح معاشرت انداخت ونزد شوئی باخت بجائے خود بزہ کار است وباچنیں گناہگاراں معاملہ پیشوایان دین مختلف بودہ است ہم بہ نرمی کار کردہ اند وہم بہ درشتی چنانکہ در احیاء العلوم رنگ تفصیل دادہ اند مولویان کہ بخانہ او ختم خواند وچیزے خوردند گناہے نکردند کسے کہ آناں رابدانسان والفاظ بدیاد کرد چیزے شنیع آورد باز حکم خاص بر آناں نہ نمود بلکہ عام مولویان ایں زمان گفت شناعتش از حد گزشت تکفیر او نشاید اما تجدید اسلام ونکاح سزد کہ باید وآنکہ تکفیر او کردہ است نیز کار ازحد بردہ است وانیز توبہ باید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ | جس شخص نے اپنی عورت کو طلاقیں دے دیں اور اس کے بعد بغیر حلال ہونے کے اس کے ساتھ مباشرت کرنا زنا اور بدکرداری ہے، ایسے گنہگار لوگوں کے ساتھ علمائے دین کا معاملہ مختلف ہوتا ہے کبھی ان پر نرمی کرنا پڑتی ہے اور کبھی سختی، اس کی تفصیل احیاء العلوم میں دیکھئے، مولویوں نے جو اس کے گھر ختم پڑھا اور کوئی چیز کھائی تو اس سے وہ گناہگار نہیں ہوئے جو شخص انہیں بدالفاظ سے یاد کرتا ہے وہ برا کرتا ہے پھر ان پر حکم خاص نہیں رکھا بلکہ عام مولویوں کی بات کرتا ہے تو اگرچہ یہ بات نہایت بری ہے لیکن اس پر تکفیر کا حکم جاری نہیں ہوسکتا، رہا تجدید اسلام اور نکاح کا معاملہ تو یہ مناسب ہے اور جس نے اس کی تکفیر کی ہے وہ بھی حد سے بڑھ گیا اس کو بھی توبہ کرنی چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت) |

مسئلہ ۴۰: از شہر سورت محلّہ سید واڑہ مسئولہ سید صدر الدین زری والے صفر المظفر ۱۳۳۴ھ چہار شنبہ

عالی خدمت عالی جناب مولانا مولوی حضرت احمد رضاخاں صاحب **دام ظلکم** بعد ادائے آداب تسلیمات کے گزارش ہے کہ در شہر سورت خیریت آنجناب کی شب وروز درگاہ رب العزت سے نیک مطلوب ہوں، دیگر گزارش یہ کہ قبل ازاس کے ایک گزارش نامہ در طلب ردوہابیہ ارسال خدمت کیا تھا، ہنوز انتظار دست یاب نسخہ مذکور ہوں، اس اثناء میں ایک اور سوال بے ثبات فرقہ مذکور سے ایجاد ہوا وہ یہ کہ رسالتمآب کے والد ماجد حالتِ کفر میں تھے اور اسی حالت میں رحلت بھی فرمایا اس کے رد میں اہل تسنّن نے یہ جواب دیا کہ

وہ کسی حالت سے بھی کافر نہیں ہو سکتے تھے تو یہ کفر کا اطلاق نامعقول ہے یہ جواب دیا مگر قیاسی دیا مگر قیاسی وپاسندی نہیں ثبوت ہمارے پاس نہیں ہے جو اس بات کا پورا پورا جواب کریں اس لئے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس کا رد و ثبوت ہو جائے تو عین سرفرازی ہے تمام کیفیت کماحقہ اس خط سے اور آگے کے خط سے گوش زد کیا ہوں، **فقط**۔

الجواب:

مذہب صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کریمین حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالٰی عنہما اہل توحید واسلام ونجات تھے، بلکہ حضور کے آباء وامہات حضرت عبداللہ وآمنہ سے حضرت آدم وحوا تک مذہب ارجح میں سب اہل اسلام وتوحید ہیں۔

قال اللہ تعالٰی	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے
الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ﴿۲۱۹﴾ [1] ۔	ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو (ت)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور ایک نمازی سے دوسرے نمازی کی طرف منتقل ہوتا آیا [2]۔ اور حدیث میں ہے کہ رب عزوجل نے نور اقدس کی نسبت فرمایا کہ اسے اصلاب طیبہ وارحام طاہرہ میں رکھوں گا [3] اور رب عزوجل کبھی کسی کافر کو طیب وطاہر نہ فرمائے گا، "**اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ**" [4] (بیشک مشرکین نجس ہیں۔ت) اس بارے میں ہمارا ایک خاص رسالہ ہے **شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام**۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اس باب میں چھ رسالے لکھے۔ **فشکر اللہ سعیہ واجزل ثوابہ** (اللہ تعالٰی ان کی کاوش قبول فرمائے اور انہیں اجر عظیم سے نوازے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۴۱ تا ۱۴۳: مسئولہ معرفت مصطفٰی میاں سلمہ بروز چہار شنبہ ۲۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک سنی کے سامنے ذکر آیا کہ شیعہ ومعتزلہ دار جنت میں رؤیت باری عزوجل کے منکر ہیں، ان صاحب نے کہا وہ سچ کہتے ہیں انہیں تو نہیں ہو گی، شاید مومنین کے لئے بھی ذکر میں تھا اگرچہ یہ ایک شبہہ سا یاد پڑتا ہے، یہ کہنا کیسا ہے؟

(۲) ارتضا حسین پیر میاں صاحب نے اپنا نام ابوالبرکات رکھا اور اس پر اب آزاد کا اور اضافہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۹-۲۱۸

[2] معالم التنزیل مع الخازن آیہ تقلبك فی الساجدین کے تحت مصطفی البابی مصر ۵/ ۹۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ مصر ۱/ ۶۳

[4] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

کیا، جس کی ایک واہی تباہی روایت چھپوا کر تقسیم کی، اس کی بابت اک صاحب نے کہا کہ یہ نام انہوں نے کہاں سے رکھا، کچھ اللہ میاں کے یہاں تو آپ کا یہ نام لکھا ہوا ہے نہیں جس پر کہا گیا کہ لوح محفوظ میں تو سب لکھا ہوا ہے یہ بھی لکھا ہوا ہے، اس پر ان صاحب نے کہا کہ میں نے اس بنا پر کہا تھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ نام ماں باپ رکھتے ہیں وہ نام اللہ میاں کے یہاں لکھا جاتا ہے، ظاہراً اس قائل کا مطلب یہ تھا کہ نام کرکے وہی نام لکھا جاتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے اور جو خود گھڑلے وہ بطور ایک امر واقع کے لکھا ہوتا ہے کہ فلاں اپنا یہ نام رکھے گا نام کرکے نہیں کہ فلاں کا یہ نام ہے، الغرض اس کا وہ مقولہ کیسا ہے اور اس کی کیا اصل ہے کہ نام وہی ہوتا ہے جو ماں باپ کا رکھا ہے یا خود رکھا ہوا۔

(۳) ایک سنی صاحب کے سامنے میں نے کہا کہ حضور سرور عالم صلی تعالٰی علیہ وسلم کے بہت خصائص ہیں، وہ احکام شرعیہ جو عام نہیں ان سے حضور نے بعض صحابہ کو مستثنٰی کیا تھا ان پر ان صاحب نے کہا کہ جبھی تو بعض جہلا کہنے لگے تھے کہ اللہ عزوجل رضاجوئے محمدی ہے، اس پر میں نے کہا کہ بعض جہلا کی کیا تخصیص ہے، اللہ عزوجل تو رضاجوئے محمدی ہے انھوں نے بھی اس کا صاف اقرار کیا اور کہا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن بھی یہ کہنے لگی تھیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ حضور اللہ عزوجل کے فرمودہ سے باہر قدم ہی نہیں رکھتے تھے وہی فرماتے تھے جو اللہ عزوجل کا حکم تھا تو اصل میں حضور متبع حکمِ الٰہی اور رضاجوئے الٰہی بھی ہوئے، ان کی اس وقت کی طرز تقریر وحالت سے ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہلا تو یہ سمجھ کر اللہ عزوجل کو رضاجوئے محمدی کہنے لگے تھے کہ حضور ایک حکم دیتے ہیں اور پھر اللہ عزوجل بھی ویسی ہی وحی نازل فرمادیتا ہے یعنی اللہ عزوجل حضور کا اتباع فرماتا ہے حالانکہ اصل میں حکم الٰہی وہی ہوتا ہے اور اسکے اتباع سے حضور حکم دیتے ہیں، غرض اس کا یہ مقولہ کہ جبھی تو بعض جہلا بھی الخ کا کیا حکم ہے اس کلی مقولہ کا کیا جو اس کے بعد کہا گیا۔

الجواب:

(۱) مولاعزوجل فرماتا ہے: انا عند ظن عبدی بی[1] (میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوں۔ت) روافض ومعتزلہ کہ رؤیت الٰہی سے مایوس ہیں مایوس ہی رہیں گے، وہابیہ شفاعت سے منکر ہیں محروم ہی رہیں گے تو ان کا انکار ان کے اعتبار سے صحیح ہوا ظاہرا قائل کی یہی مراد ہے کہ ان کی نفی ان کے حق میں سچی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں جو اس کے قول کی تصدیق بمعنی نفی مطلق کرے وہ ضرور گمراہ وخارج از اہلسنت ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلہ بن الاسقع دار الفکر بیروت ۴/ ۱۰۶

(۲) بلاشبہہ لوح محفوظ میں ہر صغیر وکبیر مستطر ہے جو اسم بحیثیت علم، دنیا میں کسی کے لئے ہے لوح محفوظ میں وہی بحیثیت علم مکتوب ہے خواہ ماں باپ کا رکھا ہے یا اپنا یا اور کا اور جس میں تغیر واقع ہوا مغیر اور مغیر الیہ دونوں اپنے اپنے زمانہ کی قید سے مکتوب ہیں، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام تبدیل فرمائے کہ اگلے نام متروک ہوگئے اور وہ انہیں دوسرے ناموں سے مشہور ہیں تو عنداللہ بھی اب یہی ان کے نام ہیں اور انہیں ناموں سے روزِ قیامت پکارے جائیں گے، اور جو شخص اپنا نام بدل کر کچھ رکھے اور بحیثیت علم معروف نہ ہو تو اللہ عزوجل کے یہاں بھی وہ نام علم ہو کر لکھا نہ گیا، ہاں یہ واقعہ ضرور مکتوب ہے ظاہر ایہی مراد قائل ہے، قائل نے یہ نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ نہیں لکھا ہے بلکہ یہ کہا کہ اس کا نام یہ نہیں لکھا ہے تو کتابت نہیں بلکہ سببِ کتابت علمیت ہے، اور یہ صحیح ہے کہ جب کہ اس وضع کئے ہوئے نام نے حیثیت علمیت پیدا نہ کی، ہاں ایسی جگہ کلام بہت ہوشیاری سے چاہئے جس میں کوئی پہلوئے ناقص نہ نکلے، سوال میں اسم جلالت کے لفظ "میاں" مکتوب ہے یہ ممنوع و معیوب ہے، زبان اردو میں "میاں" کے تین معنٰی ہیں جن میں دو اس پر محال ہیں اور شرع سے ورود نہیں لہٰذا اس کا اطلاق محمود نہیں۔

(۳) قائل کا کہنا کہ جب ہی تو بعض جہلا الخ بہت سخت قبیح و شنیع واقع ہوا اور جو معنی اس نے بعد کو قرار دیئے اس میں بھی وہ حقیقت کو نہ پہنچا بلاشبہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تابع مرضی الٰہی ہیں اور بلاشبہہ کوئی بات اس کے خلاف حکم نہیں فرماتے اور بلاشبہہ اللہ عزوجل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے۔

"وَ لَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰىؕ"[1]، "قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِۚ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ"[2]۔	اور بیشک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔ ہم دیکھ رہے ہیں، بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی پس ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ (ت)

حکم الٰہی بیت المقدس کی طرف استقبال کا تھا حضور تابع فرمان تھے یہ حضور کی طرف سے رضاجوئی الٰہی تھی مگر قلب اقدس کعبہ کی طرف استقبال چاہتا تھا، مولیٰ عزوجل نے مرضی مبارک کے لئے اپنا وہ حکم

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۵
[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۴

منسوخ فرمادیا اور حضور جو چاہتے تھے قیامت تک کے لئے وہی قبلہ مقرر فرمادیا، یہ اللہ عزوجل کی طرف سے رضاجوئی محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے ان میں سے جس کا انکار ہو قرآن عظیم کا انکار ہے۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں:

ماأری ربك الّا یسارع فی ھواك[1]۔ رواہ البخاری۔	میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، اسے بخاری نے روایت کیا۔

یہ ہے وہ کلمہ کہ بعض ازواج مطہرات نے عرض کیا اور عرض کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا تو قائل کا کہنا کہ ایسے خصائص دیکھ کر شاید بعض ازواج مطہرات یہ کہنے لگی تھیں دراصل بات یہ ہے الخ یہ بتارہا ہے کہ ان بعض ازواج مطہرات نے خلافِ اصل بات کہی اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مقرر رکھی، حدیث روز محشر میں ہے رب عزوجل اولین وآخرین کو جمع کرکے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائے گا:

کلھم یطلبون رضائی وانا اطلبك رضاك یا محمد[2]۔	یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور اے محبوب! میں تمہاری رضا چاہتا ہوں۔

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

بالجملہ کلمہ بہت سخت وشنیع تھا اور بعد تاویل بھی شناعت سے بری نہ ہوا، توبہ لازم ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۴تا۴۵: از مقام چتوڑ گڑھ علاقہ اودے پور راجپوتانہ مسئولہ عبدالکریم صاحب بروز شنبہ ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

(۱) جو شخص انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون محض ان کی موافقت کی وجہ سے پہنے تو وہ کافر ہے یا نہیں، غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب مرتد میں لکھا ہے کہ جو شخص بلاضرورت سردی وگرمی کے مجوسی کی ٹوپی پہنے وہ کافر ہے، اسی طرح جو شخص زنار باندھے وہ بھی کافر ہے، مگر بضرورت اب اگر انگریزی ٹوپی وکوٹ پتلون بلاضرورت پہننے والا کافر نہیں ہے تو زنار باندھنے والے کو غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار باب المرتد میں کافر کیوں کہا؟

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر الاحزاب باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶

[2] التفسیر الکبیر تحت آیۃ "فلنولینك قبلۃ ترضٰھا" المطبعۃ المصریۃ مصر ۴/ ۱۰۶

(۲) جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے اور تعزیہ داری کو جائز کرے اور سجدہ تعظیمی کرائے اور محدثین صحاح ستہ پر الزام نکال ڈالنے صحیحہ کا لگائے اس شخص کی نسبت علماء کرام کیا فرماتے ہیں؟

الجواب:

(۱) بلاضرورت زنار باندھنا یا ہیٹ یعنی انگریزی ٹوپی رکھنا بلاشبہہ کفر ہے، حدیقہ ندیہ میں فرمایا: **لبس زی الافرنج علی الصحیح۔**[1] (ملخصًا) فرنگیوں کا ہیٹ پہننا صحیح قول کے مطابق کفر ہے (ت) رہے کوٹ پتلون وہ اگر موافقت نصارٰی اور ان کی وضع کے استحسان کے لئے ہے تو اسے بھی فقہاء کرام نے مطلقًا کفر فرمایا۔ غمزالعیون میں ہے:

اتفق مشائخنا من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر۔[2]	جس نے کافروں کے کسی فعل کو اچھا سمجھا باتفاقِ مشائخ کافر ہوگیا۔

اور اگر ایسا نہیں تو فسق ضرور ہے جبکہ بلاضرورت شرعیہ ہو، اور اسے اختیار نہیں کرتا مگر وہ جس کے دل میں کجی ہے جب حب فی اللہ اور بغض للہ کہ مناط ایمان ہیں قلب میں متحکم ہوجاتے ہیں تو اولیاء اللہ کی ہر ادا اچھی معلوم ہوتی ہے اور اعداء اللہ کی ہر بات بری، نسأل اللہ الھدایۃ (ہم اللہ تعالٰی سے ہدایت مانگتے ہیں۔ ت)

(۲) کسی بات کی طرف نظر کرنے کی حاجت نہیں بعد اس کے کہ مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو خدا کہے یقینا کافر مرتد ہے،

من شك فی عذابه و کفره فقد کفر[3]۔	جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

جو اس کے قول پر مطلع ہوکر اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے، مسلمانوں کو اس کے پاس بیٹھنا، اس سے میل جول سلام کلام سب قطعًا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴿۶۸﴾"[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ النوع الثامن من الانواع الستین مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۰
[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵
[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
[4] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

وقال تعالٰی "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" [1]۔وقال تعالٰی "وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ" [2]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔(ت) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے(ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر تجھے بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ، ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی، جو تم میں ان سے دوستی رکھے گا وہ انہیں میں سے ہے، اگر وہ علانیہ تائب ہو اور از سرِ نو مسلمان ہو فبہا ورنہ اگر وہ بیمار پڑے اس کی عیادت حرام، اگر مر جائے اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز سخت حرام، جنازہ کے ساتھ جانا حرام، مقابرِ مسلمین میں اسے دفن کرنا حرام، اسے ایصالِ ثواب حرام بلکہ کفر، کوئی تنگ گڑھا کھود کر اس میں ڈال دیں اور بغیر کسی فاصلے کے اوپر سے اینٹ پتھر خاک بلا جو کچھ ہو پاٹ دیں،

"وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۟" [3]۔نسأل اللہ الثبات علی الایمان والختم بالحسنی ولاحول قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اور بے انصافوں کی سزا ہے۔ہم اللہ تعالٰی سے ایمان پر ثابت قدمی اور خاتمہ بالخیر کی دعا کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۴۶: مسئولہ حافظ محمد علاء الدین صاحب پیش امام جامع مسجد مقام بلرام پور ڈاکخانہ رانگہ ڈیہہ ضلع مان بھوم یکم صفر ۱۳۳۵ھ

ایک شخص اپنا شجرہ مجھ سے پڑھانے لگا اس میں پہلے مولانا وارث حسن کا نام تھا، اس کے بعد رشید احمد گنگوہی کا نام تھا، رشید احمد گنگوہی کا نام پڑھتے ہی میں نے اس شجرہ کو نہیں پڑھا کیونکہ "حسام الحرمین" نے ان کے حال سے اچھی طرح خبر دار کر دیا ہے، مہربانی فرما کر ایک فہرست مطبع اہلسنت وجماعت کی مخصوص اپنے تصنیفات کی مرحمت فرمائی جائے اور ذیل کے استفسار پر کرم فرما کر جواب سے مشرف فرمایئے، مولانا وارث حسن کا کیا مذہب ہے؟

الجواب:

جب آپ "حسام الحرمین" میں علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے دیکھ چکے تو اس کے بعد

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

اس سوال کی ضرورت نہ رہی وارث حسن کے مذہب پر فقیر کو اطلاع نہیں، نہ کبھی ملاقات، مگر اس قدر ضرور ہے کہ وہ جس کا مرید ہے تو اسے ولی جانے گا، کم از کم صحیح العقیدہ صالح نہ سہی مسلمان تو جانے گا، اور حکمِ شرع وہ ہے جو "حسام الحرمین" میں مذکور۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۷ تا ۴۸: مرسلہ عبدالواحد خاں صاحب مسلم بمبئی اسلام پورہ معرفت عبداللطیف ہیڈ ماسٹر میونسپل اردو اسکول ۴ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

(۱) قادیانیوں سے کس طرح کس پیرایہ میں بحث کیا جائے، یعنی ان کی تردید کے بھاری ذرائع کیا ہیں؟

(۲) یا حدیثوں کے انکار سے انسان کافر ہو سکتا ہے؟ اگر ہاں تو کن حدیثوں کے انکار سے؟

الجواب:

(۱) سب سے بھاری ذریعہ اس کے رد کا اول اول کلماتِ کفر پر گرفت ہے جو اس کی تصانیف میں برساتی حشرات کی طرح ابلے کھلے پھر رہے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہینیں، عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں، ان کی ماں طیبہ طاہرہ پر لعن طعن، اور یہ کہنا کہ یہودیوں کے جو اعتراض عیسٰی اور ان کی ماں پر ہیں ان کا جواب نہیں اور یہ کہ نبوتِ عیسٰی پر کوئی دلیل قائم نہیں بلکہ عدمِ نبوت پر دلیل قائم ہے یہ ماننا کہ قرآن نے ان کو انبیاء میں گنا ہے اور پھر صاف کہہ دینا کہ وہ نبی نہیں ہو سکتے، معجزات عیسٰی الصلوٰۃ والسلام سے صراحۃً انکار، اور یہ کہنا کہ وہ مسمریزم سے یہ کچھ کیا کرتے تھے، اور یہ کہ میں ان باتوں کو مکروہ نہ جانتا تو آج عیسٰی سے کم نہ ہوتا، تو وہ روشن معجزے جن کو قرآن مجید آیات بینات فرمارہا ہے یہ ان کو مسمریزم و مکروہ مانتا ہے، اپنے آپ کو اگلے انبیاء سے افضل بتانا اور یہ کہنا کہ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے، اور یہ کہنا کہ اگلے چار سو انبیاء کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، اور یہ کہنا کہ عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چار دادیاں نانیاں **معاذ اللہ** زانیہ تھیں اور یہ کہ اسی خون سے عیسٰی کی پیدائش ہے۔ اپنے آپ کو نبی کہنا، اپنی طرف وحی الٰہی کا ادعا کرنا، اپنی بنائی ہوئی کتاب کو کلامِ الٰہی کہنا، اور یہ کہ آیہ کریمہ "مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُؕ"[1] (ان رسول کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔ت) سے میں مراد ہوں، اور یہ کہ مجھ پر اترا ہے **انا انزلناہ بالقادیان وبالحق نزل** (ہم نے اپنے قادیان میں اور حق کے ساتھ نازل کیا۔ت) اور دوسرا بھاری ذریعہ اس خبیث کی پیشگوئیوں کا جھوٹا پڑنا جن میں بہت چمکتے روشن حرفوں سے لکھنے کے قابل دو واقعے ہیں:

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۶

[۱] ایک اس کے بیٹے کا جس کی نسبت کہا تھا کہ انبیاء کا چاند پیدا ہوگا اور بادشاہ اس کے کپڑوں سے برکت لیں گے، مگر شانِ الٰہی کہ چوں دم برداشتم مادہ برآمد (جب میں نے دم اٹھا کر دیکھا تو مادہ پایا۔ت) بیٹی پیدا ہوئی، اس کے اوپر کہا کہ وحی کے سمجھنے میں غلطی ہوئی اب کی جو ہوگا وہ انبیاء کا چاند ہوگا۔ بیٹی، بیٹے ہمیشہ پیدا ہوتے ہیں اب کے ہوا بیٹا مگر چند روز جی کر مرگیا، بادشاہ کیا کسی محتاج نے بھی اس کے کپڑوں سے برکت نہ لی۔

[۲] دوسری بہت بڑی بھاری پیشگوئی آسمانی جورو کی اپنی چچازاد بہن احمدی کو لکھ کر بھیجا کہ اپنی بیٹی محمدی میرے نکاح میں دے دے، اس نے صاف انکار کردیا، اس پر پہلے طمع دلائی پھر دھمکیاں دیں پھر کہا کہ وحی آگئی کہ "**زوجنا کھا**" ہم نے تیرا نکاح اس سے کردیا، اور یہ کہ اس کا نکاح اگر تو دوسری جگہ کرے گی تو ڈھائی یا تین برس کے اندر اس کا شوہر مرجائے گا۔ مگر اس خدا کی بندی نے ایک نہیں سنی، سلطان محمد خاں سے نکاح کردیا، وہ آسمانی نکاح دھرا ہی رہا، نہ وہ شوہر مرا، کتنے بچے اس سے ہوچکے اور یہ چل دئے۔ غرض اس کے کفر و کذب حد شمار سے باہر ہیں کہاں تک گنے جائیں اور اس کے ہوا خواہ ان باتوں کو ٹالتے ہیں، اور بحث کریں گے تو کاہے میں کہ عیسی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا مع جسم کے اٹھائے گئے یا صرف روح، مہدی و عیسٰی ایک ہیں یا متعدد۔ یہ ان کی عیاری ہوتی ہے، ان کفروں کے سامنے ان مباحث کا کیا ذکر، فرض کیجئے کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام زندہ نہیں، فرض کیجئے کہ وہ مع جسم نہیں اٹھائے گئے، فرض کیجئے کہ مہدی و عیسٰی ایک ہیں، پھر اس سے وہ تیرے کفر کیونکر مٹ گئے۔ کلام تو اس میں ہے کہ تو کہتا ہے میں نبی ہوں ہم کہتے ہیں تو کافر، اس کا فیصلہ ہونا چاہئے، انبیاء کی توہینیں، انبیاء کی تکذیبیں، معجزات سے استہزاء، نبوت کا ادعاء، اور پھر دوسرے درجہ میں انبیاء کے چاند والا بیٹا، آسمانی جورو، یہ تیری تکفیر تکذیب کو کافی ہیں۔

(۲) حدیث متواتر کے انکار پر تکفیر کی جاتی ہے خواہ متواتر باللفظ ہو یا متواتر المعنٰی، اور حدیث ٹھہرا کر جو کوئی استخفاف کرے تو یہ مطلقًا کفر ہے اگرچہ حدیث احاد بلکہ ضعیف بلکہ فی الواقع اس سے بھی نازل ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۹: 　　مرسلہ عبدالجبار خاں صاحب دھام پور ضلع بجنور 　　۲۹ربیع الاول شریف ۱۳۳۵ھ

کیا شیعوں کے سب فرقے اور غیر مقلدین سب کے سب کافر ہیں؟

الجواب:

ان میں ضروریاتِ دین سے کسی شے کا جو منکر ہے یقینًا کافر ہے اور جو قطعیات کے منکر ہیں ان پر

بحکم فقہاء لزوم کفر ہے اور اگر کوئی غیر مقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انہیں فرعی اعمال میں مخالف ہو اور تمام عقائد قطعیہ اہلسنت کا موافق، یا وہ شیعی تفضیلی ہے تو ایسوں پر حکم تکفیر نا ممکن ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۰ تا ۵۱: از بنارس محلّہ پتر کنڈہ مرسلہ مولانا مولوی عبدالمجید صاحب پانی پتی ۱۱ شعبان ۱۳۳۵ھ

ہمارے سنی حنفی علماء **کثرہم اللہ تعالٰی وابقاہم الٰی یوم الجزاء** اس میں کیا فرماتے ہیں:

(۱) فرقہ غیر مقلدین [۱] اللہ تعالٰی کے لئے مکان کا قائل اور نیز [۲] اس کے لئے جہت کا قائل ہے جیسا کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "**الاحتواء علٰی مسئلۃ الاستواء**" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے، اور [۳] احناف کی فقہ کو باطل اور ناحق جانتا ہے، اور [۴] بدیں وجہ اس کی سخت توہین کرتا ہے چنانچہ ایک کلانوری غیر مقلد نے اپنے رسالہ "**الجرح علی اصول الفقه**" میں فقہ احناف کے حق میں لکھا ہے (بلکہ بدبودار سنڈاس ہے کہ جب اس کے پاس جاؤ تو بدبو ہی آتی ہے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**، اور مولوی ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ "**الجرح علی الامام**" کی ایک عبارت سے فقہ احناف کا موجب دخول دوزخ ہونا ثابت ہے، اور [۵] نیز امام صاحب رضی اللہ تعالٰی کی توہین بیحد کرتا ہے، چنانچہ مولوی ابوالقاسم بنارسی نے اپنے رسالہ مذکورہ میں منجملہ حضرت امام صاحب کی شان میں بے انتہا بے ادبیاں کیں، آپ کی ولادت شریفہ کے سنہ کا مادہ لفظ "سگ" اور آپ کی وفات شریف کے سنہ کا مادہ لفظ "بوکم جہاں پاک" لکھا ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی**، اور [۶] اجماع کا منکر ہے کہ نواب صدیق حسن خاں کے رسالہ "**عرف الجادی**" اور نیز ان کے دیگر رسائل سے ظاہر ہے اور یہ سب باتیں احناف کی فقہ کی مستند کتابوں مثل فتاوٰی قاضی خاں اور فتاوٰی عالمگیری اور نورالانوار وغیرہا کے بموجب کفر ہیں، پس فرقہ غیر مقلدین بوجوہ مذکورہ بحکم فقہ احناف کافر ہے یا نہیں، اور [۷] نیز فرقہ غیر مقلدین مفارق الجماعۃ ہے جیسا کہ ظاہر ہے پس بحکم حدیث شریف:

من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه[1]۔	جو جماعت سے بالشت بھر دور ہوا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا پھندہ اتار دیا (ت)

کے خارج از اسلام ہوا یا نہیں؟ اور [۸] نیز فرقہ غیر مقلدین تقلید کو شرک اور مستلزم انتفاء ایمان اور مقلدین کو جن میں بے شمار علماء اور اولیاء بھی داخل ہیں، مشرک اور بے ایمان کہتا و جانتا ہے جیسا کہ مولوی سعید بنارسی کے رسالہ "**ہدایۃ المرتاب**" ص ۱۸ اور ان کے بیٹے ابوالقاسم بنارسی کے رسالہ "**العرجون القدیم**" ص ۲۰ اور نیز دیگر غیر مقلدین کے رسائل سے ظاہر ہے، پس بموجب حدیث:

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۵

لایرمی رجل رجلا بالفسوق ولایرمیه بالکفر الاارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذٰلک[1]۔	کسی آدمی کا دوسرے کو فاسق و کافر کہنا اسی پر لوٹ آتا ہے اگر دوسرے میں کفر و فسق نہ ہو۔(ت) کے یہ خود مشرک اور بے ایمان ہوئے یا نہیں۔

(۲) اور نیز اس میں کہ رافضی تبرائی کافر مرتد ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جواب سوال اوّل: بلاشبہہ طائفہ نائفہ غیر مقلدین گمراہ بددین اور بحکم فقہ کفار و مرتدین، جن پر بوجوہ کثیرہ لزوم کفر بین مبین، ہمارے رسالہ "الکوکبة الشهابیة علی کفریات ابی الوهابیة وسل السیوف الهندیة علی کفریات بابا النجدیة والنهی الاکید عن الصلٰوة وراء عدی التقلید" وغیرہا میں اس کا بیان شافی و وافی۔ یہاں انہیں بعض وجوہ سے کلام کریں جن کی طرف سائل فاضل نے اشارہ کیا، وباللہ التوفیق۔

(۱) اللہ عزوجل کے لئے مکان ماننا کفر ہے، بحر الرائق جلد پنجم ص ۱۲۹ میں ہے:

یکفر بقوله یجوز ان یفعل الله فعلا لاحکمة فیه وباثبات المکان لله تعالٰی[2]۔	اگر کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی سے ایسے فعل کا صدور ممکن ہے جس میں حکمت نہ ہو تو وہ کافر ہے یا وہ اللہ تعالٰی کے مکان کا اثبات تسلیم کرتا ہے(ت)

فتاوٰی قاضی خاں فخر المطابع جلد چہارم ص ۴۳۰:

یکون کفر الان الله تعالٰی منزه عن المکان[3]۔	کافر ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے(ت)

فتاوٰی خلاصہ قلمی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲، جنس ۲:

یکفر لانه اثبت المکان لله تعالٰی[4]۔	وہ کافر ہے کیونکہ اس نے اللہ تعالٰی کیلئے مکان ثابت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابوذر غفاری رضی اللہ عنه دار الفکر بیروت ۵/ ۱۸۱

[2] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

[3] فتاوٰی قاضی خان کتاب السیر باب یکون کفرًا ومالایکون کفرا نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۴

[4] خلاصة الفتاوٰی فصل الثانی فی الفاظ الکفر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

فتاوٰی عالمگیری مطبع مصر جلد دوم ص ۱۲۹:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی[1]۔	اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنا کفر ہے (ت)

جامع الفصولین جلد دوم ص ۲۹۸ فتاوٰی ذخیرہ سے:

قال اللہ فی السماء عالم لو ارادبہ المکان کفر[2]۔	کسی نے کہا اللہ تعالٰی آسمان میں عالم ہے اگر اس سے مراد مکان لیا ہے تو کفر ہے (ت)

(۲) مولٰی عزوجل کے لئے جہت ماننا بھی صریح ضلالت وبد دینی ہے اور بہت ائمہ نے تکفیر فرمائی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب کی تحفہ اثناء عشریہ طبع کلکتہ ۲۵۵ بیان عقائد اہلسنت وجماعت میں ہے:

عقیدہ سیز دہم آنکہ حق تعالٰی را مکان نیست واورا جہتے از فوق متصور وہمیں ست مذہب اہل سنت وجماعت[3]۔	تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالٰی کیلئے مکان نہیں اور نہ اس کے لئے کوئی جہت نہ فوق اور نہ تحت، اور یہی اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے (ت)

امام ابن حجر مکی کی اعلام بقواطع الاسلام طبع مصر ص ۱۵ بعد نقل کلام امام حجۃ الاسلام غزالی:

ھکذا کما تری ظاھر تکفیر القائلین بالجھۃ[4]۔	جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں جو لوگ جہت کے قائل ہیں ان کا کافر ہونا واضح ہے (ت)

اسی میں ان کلمات میں جو ہمارے ائمہ کے نزدیک بالاتفاق کفر ہیں ص ۳۲ پر ہے:

او قال اللہ تعالٰی فی السماء عالم او علی العرش وعنی بہ المکان او لیس لہ نیۃ او قال ینظر الینا ویبصرنا من العرش، او قال ھو فی السماء او علی الارض، او قال لا یخلو منہ مکان او قال اللہ تعالٰی فوق وانت تحتہ اھ (ونازعہ	یا کہتا ہے کہ وہ آسمان میں عالم ہے یا عرش پر، اور اس سے مراد مکان لیتا ہے یا اسکی کوئی نیت نہیں یا کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی ہم کو عرش سے دیکھتا ہے، یا کہتا ہے وہ آسمان میں ہے یا زمین پر، یا کہتا ہے اس سے کوئی مکان خالی نہیں، یا کہتا ہے اللہ تعالٰی اوپر ہے اور تو نیچے اھ ابن حجر نے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹

[2] جامع الفصولین فصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۸

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

[4] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مقدمہ کتاب مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۵۱

ابن حجرفی قوله لیس له نیة فقال فی الکفر نظر فضلا عن کونه متفقا علیه لان النیة القصد، وقد ذکر النووی عفاالله تعالٰی عنه فی شرح المهذب انه یقال قصدالله کذا بمعنی اراد فمن قال لیس له نیة ای قصد فان ارادانه لیس قصد کقصد نا فواضح، وکذا ان اطلق اوارادانه لاارادة له اصلا فان اراد المعنی الذی تقوله المعتزلة فلاکفر ایضا، اوارادسلبها مطلقا لابالمعنی الذی یقولونه فهو کفر[1] اه اقول: رحم الله الشیخ لیس له نیة لیس من الفاظ الکفر بل هو عطف علی قوله عنی به المکان ای یکفران اراد المکان، اواطلق ولم ینوشیئا قال فی البحرالرائق ان قال الله فی السماء فان قصد حکایة ماجاء فی ظاهر الاخبار لایکفروان اراد المکان کفر وان لم یکن له نیة کفر عند الاکثر وهوالاصح وعلیه الفتوی[2] اهـ	"لیس لہ نیۃ" کی صورت میں اختلاف کیا اور کہا کہ اس صورت میں کفر میں اختلاف ہے چہ جائیکہ کفر بالاتفاق ہو کیونکہ نیت قصد کا نام ہے۔ امام نووی نے شرح المہذب میں کہا کہ جو کہا جاتا ہے قصد اللہ کذا یعنی اللہ تعالٰی نے ارادہ فرمایا کے معنٰی میں ہوتا ہے اور جس نے کہا "اللہ کے لئے نیت نہیں" یعنی قصد نہیں، اگر اس کی مراد یہ ہے کہ اسی طرح اگر یہ کلمہ مطلقاً ذکر کیا یا یہ مراد لیا کہ اللہ تعالٰی کے لئے کوئی ارادہ نہیں، اب اگر وہ معنٰی مراد لیا جو معتزلہ کہتے ہیں تو وہ بھی کفر نہیں یا مراد یہ ہے کہ مطلقاً ارادہ کی نفی ہے نہ کہ وہ معنٰی جو معتزلہ کا قول، تو پھر کفر ہے اھ اقول اللہ تعالٰی شیخ پر رحم فرمائے "اس کی نیت نہیں" یہ الفاظ کفر میں سے نہیں بلکہ اس کا عطف "اس نے مکان مراد لیا" پر ہے یعنی وہ کافر ہو جائے گا جب اس نے مکان مراد لیا یا اس نے کلمہ بولا اور اس سے کوئی ارادہ نہ کیا، بحرالرائق میں ہے کہ اگر کسی نے کہا "اللہ آسمان میں ہے" اگر تو اس نے وہ مراد لیا جو ظاہرًا اخبار میں ہے تو پھر کافر نہیں، اور اگر اس نے مکان مراد لیا تو کفر ہوگا اور اگر اس نے کوئی ارادہ نہ کیا تو اکثر کے نزدیک وہ کافر ہے اور یہی اصح ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

نیز اسی کے فصل کفر متفق علیہ میں ہے ص ۳۹:

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۶۷

[2] بحرالرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰

اوشبهه تعالٰی بشیئ اووصفه بالمکان او الجهات[1]۔	یا اس نے اللہ تعالٰی کو کسی شیئ کے ساتھ مشابہت دی یا مکان یا جہت کے ساتھ اس کاوصف بیان کیا۔(ت)

(۳) فقہ حنفی کو مطلقًا باطل و ناحق جاننا تو سخت خبیث وملعون ہے کہ وہ احکام قرآن عظیم واحکام صحاح احادیث پر مشتمل سب سے سہل تر احکام قیاس ہیں، اس کی نسبت فتاوی تاتاخانیہ پھر فتاوٰی عالمگیریہ جلد دوم صفحہ ۲۷۱ میں ہے:

رجل قال قیاس ابی حنیفة حق نیست یکفر[2]۔	جس نے یہ کہا کہ "قیاس ابوحنیفہ درست نہیں" اس نے کفر کیا(ت)

ہم نے خاص اس قول کی شرح بعونہ تعالٰی ایک نفیس رسالہ لکھا اور اس میں اسے مشرح ومفصل ومبرہن ومدلل کیا وللہ الحمد۔

(۴) یہیں سے توہین فقہ مبارک کا حکم ظاہر کہ صرف باطل کہنے سے وہ ملعون الفاظ بدرجہا بدتر، زید وعمرو مختلف ہوں کہ بکر اس وقت قائم ہے یا قاعد، دونوں میں ایک ضرور باطل ہے مگر ان میں کوئی موجب دخول دوزخ نہیں،

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾"[3] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) منح الروض ص ۲۱۲: کفر باستخفاف الفقه[4] (فقہ کی کتاب کی تحقیر سے کافر ہوگا۔ت)

(۴) بعد وضوح صواب وکشف حجاب بحمد الوہاب امامت وولایت وجلالت شان ورفعت مکان حضرات عالیہ ائمہ اربعہ علیہم الرضوان پر امت اجابت کا اجماع منعقد ہولیا خبثائے مبتدعین مثل وہابیہ ورافضیہ وغیر مقلدین امت اجابت سے نہیں کافروں کی طرح امتِ دعوت سے ہیں، ولہذا اجماع میں ان کا اختلاف معتبر نہیں، اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی قدس سرہ مبحث اجماع باب الاہلیة میں ہے:

صاحب الهوی المشهور لیس من الامة علی الاطلاق[5]۔	دین میں جو گمراہی والا مشہور ہو وہ علی الاطلاق امت میں سے نہیں ہے۔(ت)

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۴
[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۱
[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[4] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۴
[5] اصول بزدوی باب الاہلیۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۴۳

توضیح طبع قسطنطنیہ جلد دوم ص ۵۰۶ میں ہے:

صاحب البدعة یدعو الناس الیہا لیس ھو من الامة علی الاطلاق[1]۔	اہلسنت کے مخالف عقیدے والا جو لوگوں کو اپنے عقیدے کی دعوت دے وہ علی الاطلاق امتی نہیں ہے (ت)

تلویح علامہ تفتازانی ص ۵۰۶ و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد پنجم ۶۵۴ میں ہے:

لان المبتدع وان کان من اھل القبلة فھو من امة الدعوۃ دون المتابعة کالکفار[2]۔	کیونکہ اعتقاد میں بدعتی اگرچہ اہل قبلہ سے ہے لیکن امت اجابت میں نہیں بلکہ وہ مثل کفار امت دعوت میں سے ہے۔ (ت)

اور اجماع امت بلاشبہ حجت ہے تو حضرات ائمہ اربعہ خصوصًا امام الائمہ سراج الامۃ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امامِ امت واجلہ اولیائے حضرت عزت سے ہونے کا اب انکار نہ کریگا مگر گمراہ بددین یا ملحد بے دین مرتد بالیقین اور بحکم فقہ اس پر لزومِ کفر، ظاہر و مبین۔ مجمع الانہر طبع مصر جلد اول ص ۶۳۳ و منح الروض ۲۱۲ میں ہے:

من قال لعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[3]۔	جو شخص تحقیر کے ارادے سے عالم کو عویلم اور علوی کو علیوی کہے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (ت)

جب ایک عالم کو بنظر تحقیر مولویا کہنے کو کفر فرماتے ہیں تو عالم العلماء امام الائمہ کی نسبت ایسے ہفوات ملعونہ کس درجہ خبیث تر ہیں، اکابر اولیائے فرماتے ہیں کہ ائمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مقام باقی اولیاء کرام کے مقام سے بالیقین بلند و بالا ہے۔ امام اجل عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی جلد اول ص ۱۷۲:

سمعت سیدی علیا المرصفی رحمہ اللہ تعالٰی یقول اعتقادنا ان اکابر الصحابة والتابعین والائمة المجتھدین کان مقامھم اکبر من مقام باقی الاولیاء بیقین[4]۔	میں نے سیدی علی المرصفی رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ بیقین ہمارا اعتقاد ہے کہ اکابر صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین کا مقام باقی اولیاء کرام سے بڑا تھا۔ (ت)

---

[1] توضیح علی التنقیح معہ التلویح باب الاہلیۃ المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/ ۲۳۷

[2] توضیح علی التنقیح معہ التلویح باب الاہلیۃ المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/ ۲۳۷

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۴

[4] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۵۷

تو بالیقین امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم اعاظم سردارانِ اولیاء اللہ عزوجل سے ہیں، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب[1]۔ رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔	جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان فرمادیا اس سے لڑائی کا۔ (اسے بخاری نے اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے آپ نے اللہ عزوجل سے روایت کیا۔ت)

ڈاکوؤں کی بابت فرمایا:

" اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ " الایۃ[2]	یہ جو اللہ ورسول سے لڑتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیے جائیں، الی آخر الایۃ۔

سود کے بارے میں فرمایا:

" فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ۚ "[3]۔	اگر سود نہ چھوڑو تو اعلان کرو اللہ ورسول سے لڑائی کا۔

لیکن یہاں فرمایا جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے خود میں نے اس سے لڑائی کا اعلان فرمادیا، خود ابتداء فرمانا دلیل واضح ہے کہ عداوت باعثِ ایذائے رب عزوجل ہے۔ اور رب عزوجل فرماتا ہے:

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ﴿۵۷﴾ "[4]۔	بیشک وہ جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ مسلمان اگرچہ عاصی اگرچہ معاذاللہ معذب ہو آخرت میں اپنے رب کا ملعون نہیں ورنہ بالآخر رحمت ونعمت وجنت ابدی نہ پاتا اس کی نار نارِ تطہیر ہے، نہ نارِ لعنت وابعاد تذلیل وتحقیر، تو جسے

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۳

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۹

[4] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

اللہ عزوجل دنیاوآخرت میں ملعون کرے وہ نہ ہوگا مگر کافر۔اور یہ وہاں ہے کہ بعد وضوح حق براہ عناد ہو جس طرح اب وہابیہ ماردین اعدائے دین کا حال ہے "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝" [1] (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) ان کے وصف کو ایک حدیث بس ہے کہ دار قطنی وابوحاتم خزاعی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اهل البدع کلاب اهل النار [2]۔	گمراہ لوگ دوزخیوں کے کتے ہیں۔

کتااور وہ بھی بدترین خلائق دوزخیوں کا جن کے متعلق فرمایا، "اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ۝" [3] وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں، کتے سے بدتر، سور سے بدتر، سور کے لئے اگر کوئی کتافرض کیا جائے تو ایسے لوگ سور سے بدتروں کے کتے ہیں، "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۝" [4]۔**(۶)** بلاشبہہ طائفہ غیر مقلدین اجماع امت کو اصلاحجت نہیں مانتے بلکہ محض مہمل و نامعتبر جانتے ہیں، صدیق حسن بھوپالی کا مصرع ہے:

قیاس فاسد واجماع بے اثر آمد

(قیاس فاسد ہے اور اجماع کوئی اثر نہیں رکھتا۔ت)

اور ائمہ کرام وعلمائے اعلام حجیت اجماع کو ضروریاتِ دین سے بتاتے اور مخالف اجماع قطعی کو کفر ٹھہراتے ہیں، مواقف عضدالدین وشرح مواقف علامہ سید شریف مطبوعہ استنبول جلداول ص۱۵۹:

کون الاجماع حجة قطعیة معلوم بالضرورة من الدین [5]۔	اجماع کا قطعی حجت ہونا ضروریات دین سے ہے۔(ت)

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت جلددوم ص۴۹۴:

الاجماع حجة قطعا ویفید العلم الجازم عند جمیع اهل القبلة، ولایعتد بشر ذمة	اجماع قطعی حجت ہے اور یہ تمام اہل قبلہ کے ہاں یقینی علم کا فائدہ دیتاہے اور خارجی اور رافضی احمقوں

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰
[2] کنز العمال حدیث ۱۱۲۵ موسسة الرسالة بیروت ۱/ ۲۲۳
[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۶
[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸
[5] شرح المواقف باب المقصد السادس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۵۵

من الحمقاء الخوارج والروافض لانهم حادثون بعد الاتفاق یتشککون فی ضروریات الدین[1]۔	کے گروہ کا اعتبار نہیں کیونکہ یہ نئے فرقے ہیں جو ضروریات دین میں تشکیک پیدا کرتے (ت)

اصول امام اجل فخر الاسلام بزدوی باب حکم الاجماع:

فصار الاجماع کاٰیۃ من الکتاب اوحدیث متواتر فی وجوب العمل والعلم به فیکفر جاحده فی الاصل[2]۔	تو اجماع کتاب اللہ یا حدیث متواتر کی طرح وجوب علم وعمل ثابت کرتا ہے لہٰذا قاعدہ کی رو سے اس کا منکر کافر قرار دیا جائے گا۔ (ت)

کشف الاسرار امام عبدالعزیز بخاری مطبوعہ قسطنطنیہ جلد چہارم ص ۲۶۱:

یحکم بکفر من انکر اصل الاجماع بان قال لیس الاجماع بحجة[3]۔	جو اجماع کے اصول میں ہونے سے انکار کرے اور کہے کہ اجماع حجت نہیں ہے اس کی تکفیر کی جائے گی (ت)

مسایرہ امام محقق ابن الہمام مطبوعہ مصر خاتمہ ص ۹:

وبالجملة فقد ضم الی التصدیق بالقلب فی تحقق الایمان امور الاخلال بالایمان اتفاقا کترك السجود للصنم وقتل نبی والاستخفاف به ومخالف ما اجمع علیه وانکاره بعد العلم به[4] (ملتقطا)	حاصل یہ کہ ایمان کے لئے تصدیق بالقلب کے ساتھ کچھ امور ایسے ہیں جو بالاتفاق ایمان میں خلل انداز ہوتے ہیں جن کا ترک ضروری ہے، مثلاً بت کو سجدہ، نبی کا قتل اور اس کی توہین اور اجماع کی مخالفت اور اجماع کے علم پر اس کا انکار۔ (ملتقطاً)

الفصول البدائع فی اصول الشرائع علامہ شمس فناوی مطبوعہ استنبول جلد دوم ص ۲۷۴:

یکفر جاحد حجیة الاجماع مطلقا وھو المذهب عند مشائخنا[5]۔	اجماع کی حجیت کا مطلقاً انکار کرنے والا کافر قرار پائیگا ہمارے مشائخ کا یہی مذہب ہے (ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی باب الاجماع حجة قطعًا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۲۱۳

[2] اصول البزدوی باب حکم الاجماع قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۴۵

[3] کشف الاسرار عن اصول البزدوی باب حکم الاجماع الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۶۱

[4] المسایرۃ معه المسامرۃ الخاتمة فی بحث الایمان المکتبة التجاریة الکبری مصر ۷ ۳۳

[5] فصول البدائع فی اصول الشرائع

تلویح جلد دوم ص ۵۱۵:

الاجماع علی مراتب فالاولی بمنزلۃ الآیۃ والخبر المتواتر یکفر جاحدہ[1]۔	اجماع کے مراتب ہیں، پہلا مرتبہ بمنزلہ آیت کریمہ اور خبر متواتر ہے جس کا منکر کافر ہوگا (ت)

کشف الاسرار شرح المنار للامام النسفی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۱۱۱:

یکفر جاحدہ کما یکفر جاحد ماثبت بالکتاب او المتواتر[2]۔	اجماع کا منکر کافر ہے جس طرح کتاب اللہ یا خبر متواتر سے ثابت شدہ کا منکر کافر ہے (ت)

مرآۃ الاصول علامہ مولٰی خسرو مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷۱:

یکفر منکر حجیۃ الاجماع مطلقا ھو المختار عند مشائخنا۔[3]	مطلقاً اجماع کی حجیت کا منکر کافر ہے ہمارے مشائخ کے ہاں یہی مختار ہے (ت)

(۷) جماعت اسلام سے ان کی مفارقت اسی معنٰی پر ہے جو نزد فقہائے کرام ان کو خارج از اسلام کرتی ہے کمایظھر بمامرو یأتی بالتفاصیل المودعۃ فی رسائلنا المذکورۃ (جیسا کہ گزشتہ اور آنیوالے بیان اور ان تفاصیل سے ظاہر ہو جائیگا جو ہمارے رسائل میں شامل ہیں۔ت) تو بلاشبہہ بحکم فقہ یہ طائفہ حدیث مذکور کے حکم ظاہر میں داخل اور اسلام سے خارج۔

(۸) یونہی تقلید کو مطلقاً شرک ونافی ایمان کہنا، قرآن وحدیث واجماع امت سب کا انکار اور کفر ہے، کشف اصول بزدوی جلد ۳ص ۳۸۸میں ہے:

رجوع العامی الی قول المفتی وجب بالنص والاجماع[4] (ملخصًا)	عوام کا مفتی کے قول کی طرف رجوع کرنا نص اور اجماع کی بناء پر لازم ہے (ت)

فصول البدائع جلد دوم ص ۴۳۳:

للعامی تقلید المجتھد فی فروع الشریعۃ خلافا لمعتزلۃ بغداد. لنا ان علماء	عوام کے لئے فروع شریعت میں تقلید مجتہد لازم ہے، اس میں معتزلہ بغداد کا اختلاف ہے، ہماری دلیل

[1] تلویح علی التوضیح الامر الرابع فی حکم الاجماع المطبعۃ الخیریہ مصر ۲/ ۳۴۷

[2] کشف الاسرار شرح منار الانوار فی اصول الفقہ

[3] مرآۃ الاصول شرح مرقاۃ الوصول فی علم الاصول مولٰی خسرو

[4] کشف الاسرار عن اصول البزدوی قبیل باب حکم العلۃ دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۳۸۸

الامصار لاینکرون علی العوام الاقتصار علی اقاویلھم فحصل الاجماع قبل حدوث المخالف [1]۔	یہ ہے کہ تمام علاقوں کے علماء نے عوام کو اپنے اقوال پر عمل سے نہیں روکا تو مخالف قول سے پہلے پہلے اس پر اجماع ہوچکا ہے (ت)

فواتح الرحموت جلد اول ص ۷:

المقلد یعلم وجوب العمل بقول المجتھد ضرورۃ من الدین او بالتقلید المحض [2] اھ **اقول**: الاول فیمن کان مخالطاللمسلمین والثانی فیمن لم یخالطھم بعد۔	مقلد مجتہد کے قول پر عمل کا وجوب ضروریاتِ دین یا تقلید محض کے طور پر جانتاہے اھ **اقول**: پہلی صورت وہاں ہے جہاں مسلمانوں کے ساتھ اختلاط ہو دوسری صورت وہاں جہاں ابھی مسلمانوں کے ساتھ اختلاط نہ ہوا ہو۔ (ت)

(۹) بلاشبہہ گیارہ سوبرس سے عامہ امتِ محمدیہ علٰی صاحبہا وعلیہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ مقلدین ہیں مقلدوں کو مشرک کہنا عامہ امت مرحومہ کی تکفیر ہے اور بلاریب بحکم ظواہر احادیث وفتوی ائمہ فقہ کفر ہے۔ عالمگیری جلد دوم ص ۲۷۸، برجندی شرح نقایہ جلد چہارم ص ۶۸، حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ جلد اول ص ۱۴۰ وص ۱۵۶، جامع الفصولین جلد دوم ص ۳۱۱، بزازیہ جلد سوم ص ۳۳۱، ردالمحتار جلد سوم ص ۲۸۳، درمختار ص ۳۹۳، جامع الرموز مطبوعہ کلکتہ جلد چہارم ص ۶۵۱، مجمع الانہر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۵۶۶، خزانۃ المفتین قلمی، کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، نیزان کتب میں ذخیرۃ الفتاوٰی وفصول عمادی واحکام علی الدرر وقاضیخاں ونہر الفائق وشرح وہبانیہ وغیرہا سے:

المختار للفتوی فی جنس ھٰذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المسائل ان القائل بمثل ھذہ المقالات ان اراد الشتم ولایعتقدہ کافرا لایکفر وان کان یعتقدہ کافرا فخاطبہ بھذا بناء علی اعتقادہ انہ کافر یکفر [3]۔	ایسے مسائل میں فتوی کے لئے مختار یہ ہے کہ اگر ایسے کلمات سے مراد سبّ وشتم ہو اور کفر کا اعتقاد نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر مقلد کو کافر سمجھتا ہے اور اسے اپنے اس اعتقاد کے مطابق مخاطب کرتا ہے تو اب کافر ہوجائے گا۔ (ت)

---

[1] فصول البدائع فی اصول الشرائع

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی المقدمہ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۲

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۸

(۱۰) نمبر ۶ میں ان کا منکر قیاس ہونا گزرا اور یہ **اظہر من الشمس** ہے، ولہذا فقہ کے منکر ہیں، علمائے کرام فرماتے ہیں قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے تو اس کا انکار ضرور کفر ہونا لازم، کشف البزدوی جلد ۳ص ۲۸۰:

قد ثبت بالتواتر ان الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم عملوا بالقیاس وشاع وذاع ذلك فیما بینهم من غیر ردوانکار[1]۔	یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم قیاس پر عمل پیرا تھے اور عمل ان کے درمیان بغیر کسی ردوانکار جاری ومشہور تھا۔(ت)

ایضاص ۲۸۱:

انهم کانوا مجمعین علی ذٰلك فیما لانص فیه وکفی باجماعهم حجة[2]۔	جس حکم کے بارے میں نص نہ ہوتی صحابہ کا اس پر اجماع ہوجاتا اور ان کا اجماع ہی کافی ہے(ت)

ایضاص ۲۸۱ امام حجۃ الاسلام غزالی سے:

قد ثبت بالقواطع من جمیع الصحابة الاجتهاد والقول بالرائ والسکوت عن القائلین به وثبت ذلك بالتواتر فی وقائع مشهورة ولم ینکرها احد من الامة فاورث ذٰلك علما ضروریا فکیف یترك المعلوم ضرورة[3]۔	دلائل قطعیہ کے ساتھ ثابت ہے کہ تمام صحابہ اجتہاد اور رائے پر عمل کرتے اور دیگر صحابہ خاموش رہتے اور یہ بات بڑے بڑے مشہور مواقع کے بارے میں تواتر کے ساتھ منقول ہے اور امت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا تو اس سے علم ضروری کا ثبوت ہوجائیگا جو ضروری طور پر معلوم ہوا سے کیسے ترک کیا جاسکتا۔(ت)

فواتح الرحموت ص ۷:

الفقة عبارة عن العلم بوجوب العمل وهو قطعی لاریب فیه ثابت بالاجماع القاطع بل ضروری فی الدین[4]۔	فقہ علم بوجوب عمل کا نام ہے اور یہ ایسی قطعی چیز ہے جس میں کوئی شک نہیں یہ اجماع قطعی سے ثابت بلکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے۔(ت)

---

[1] کشف الاسرار عن اصول بزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۸۰

[2] کشف الاسرار عن اصول بزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۸۱

[3] کشف الاسرار عن اصول بزدوی باب القیاس دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۲۸۱

[4] فتواتح الرحموت بذیل المستصفٰی باب المقدمہ فی اصول الفقہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۲

فواتح الرحموت میں ہے:

عن ابیه ملك العلماء عن المدقق صاحب المسلم القیاس علی تقدیر کونه فعلا من الفقه اما ان کان عبارة عن المساواة المعتبرة شرعا فحجیته ضروریة دینیة کما سیصرح فی السنة ان حجیتها ضروریة دینیه[1]۔	اپنے والد گرامی ملک العلماء سے انہوں نے مدقق صاحب المسلم سے نقل کیا کہ قیاس اس تقدیر پر کہ وہ فقہی فعل ہے تو یا وہ شرعًا مساوات معتبرہ سے عبارت ہوگا تو اس کا حجت ہونا ضرورت دینی ہے جیسا کہ سنت کے بارے میں عنقریب تصریح آرہی ہے کہ اس کا حجت ہونا ضروریات دین میں سے ہے (ت)

بالجملہ حکم فقہ بلکہ بحکم حدیث بھی طائفہ غیر مقلدین پر بوجوہ کثیرہ حکمِ کفر ہے، جسے زیادہ تفصیل پر اطلاع منظور ہو ہمارے رسائل مذکورہ کی طرف رجوع کرے واللہ الھادی۔

جواب سوال دوم: بلاشبہہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقًا کافر مرتد ہے، اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ "ردالرفضة" بحمد اللہ کافی ووافی، یہاں دوچار سندوں پر اقتصار، درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۹:

کل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الاالکافر بسب نبی اوالشیخین اواحدهما[2]۔	ہر وہ مسلمان جو مرتد ہوگیا اس کی توبہ قبول ہے مگر وہ کافر جس نے کسی نبی یا ابوبکر وعمر یا ان میں سے کسی ایک کو گالی دی (ت)

درمختار میں ہے:

من سب الشیخین اوطعن فیهما کفر ولاتقبل توبته[3]۔	جس نے حضرت ابوبکر وعمر (رضی اللہ عنہما) کو گالی دی یا ان پر طعن تو وہ کافر ہے اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی (ت)

فتح القدیر شرح ہدایہ مطبع مصر جلد اول ص ۱۳۵:

فی الروافض من فضل علیا علی الثلثة	رافضیوں میں سے جس نے حضرت علی کو باقی تین

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی قانون ثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۱۶

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷-۳۵۶

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۷

رضی اللہ تعالٰی عنہم فمبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق او عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فھو کافر [1]۔	صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے اور اگر کسی نے خلافت صدیقی اور خلافت فاروقی رضی اللہ تعالٰی عنہما کا انکار کیا تو وہ کافر ہے (ت)

فتاوٰی عالمگیری مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸۴:

تجوز الصلٰوۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ ولا تجوز خلف الرافضی وحاصلہ ان کان ھوی لایکفر بہ صاحبہ تجوز الصلٰوۃ خلفہ مع الکراھۃ والا فلا ھکذا فی التبیین والخلاصۃ وھو الصحیح ھکذا فی البدائع [2]۔	صاحب ہوٰی و بدعت کی اقتداء میں نماز جائز مگر رافضی کے پیچھے جائز نہیں، حاصل یہ ہے کہ اگر وہ ایسی بدعت ہے جس سے صاحب بدعت کافر نہیں ہوتا تو اس کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہوگی اور اگر وہ بدعت کفر ہے تو نماز جائز ہی نہ ہوگی، تبیین اور خلاصہ میں اسی طرح ہے اور یہی صحیح ہے، بدائع میں بھی اسی طرح ہے (ت)

فتاوٰی خلاصہ مطبوعہ لاہور جلد اول ص ۱۰۷:

فی الروافض ان فضل علیاً علی غیرہ فھو مبتدع وان انکر خلافۃ الصدیق فھو کافر [3]۔	رافضیوں میں سے اگر کوئی حضرت علی کو دوسرے پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے اور اگر وہ خلافت صدیقی کا انکار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگا۔ (ت)

عقود الدریہ مطبوعہ جلد اول ص ۹۲ در بارہ روافض:

اعلم اسعدك تعالٰی ان ھٰؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم [4]۔	اے مخاطب (اللہ تعالٰی تجھے نیک بخت بنائے) یہ کافر ہیں کہ انہوں نے اپنے اندر کفر کی مختلف صورتیں جمع کر رکھی ہیں جس نے ان کے کفر والحاد میں توقف کیا وہ بھی انہی کی طرح کافر ہے۔ (ت)

ایضاً صفحہ نمبر ۹۲:

اما الکفر فمن وجوہ منھا انھم یستخفون	کئی وجوہ سے کفر ہے ایک یہ کہ یہ لوگ دین کی تحقیر

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماماً لغیرہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی فصل فی الامامۃ والاقتدار مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

[4] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیۃ باب حکم الروافض او سب الشیخین حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۳-۱۰۴

بالدین ومنھا انھم یھینون العلم والعلماء[1]۔	کرتے ہیں دوسرا یہ کہ یہ علم اور علماء کی توہین وتذلیل کاارتکاب کرتے ہیں (ت)

ایضًا صفحہ ۹۳:

ومنھا انھم یسبون الشیخین سود اللّٰہ وجوھھم فی الدارین[2]۔	ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو گالیاں دیتے ہیں اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں انہیں ذلیل فرمائے (ت)

ایضًا صفحہ ۹۳:

فمن اتصف بواحدۃ من ھذہ الامور فھو کافر[3]۔	ان مذکورہ چیزوں میں سے جس میں ایک پائی جائے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (ت)

ایضًا صفحہ ۹۳:

اماسب الشخین رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما فانہ کسب النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم وقال الصدر الشھید من سب الشیخین اولعنھما یکفر ولاتقبل توبتہ واسلامہ[4]۔	شیخین کو گالیاں دینا ایسے ہی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا: جس نے حضرات شیخین کو گالی دی یا ان پر لعنت کی وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی توبہ اور اسلام قبول نہیں کیا جائے گا (ت)

ایضًا صفحہ ۹۳:

اجمع علماء الاعصار علی ان من شك فی کفرھم کان کافرا اھ[5]۔	تمام ادوار کے علماء کا اتفاق ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ کافر ہو جائے گا اھ (ت)

والعیاذ باللّٰہ تعالٰی، واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] العقود الدریہ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۴-۱۰۳

[2] العقود الدریہ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۴-۱۰۳

[3] العقود الدریہ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۴-۱۰۳

[4] العقود الدریہ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۴-۱۰۳

[5] العقود الدریہ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ باب حکم الروافض وسب الشیخین حاجی عبدالغفار وپسران قندھار افغانستان ۱/ ۴-۱۰۳

مسئلہ ۵۲: از جونپور ملاٹولہ مرسلہ مولوی عبداول صاحب ۶ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ

یہ جواب صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہو تو اور دلائل سے مبرہن ومزین فرما کر مہر ودستخط سے ممتاز فرمایا جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسلمان ممتحن نے زیر نگرانی دو شخص مسلمان کے پرچہ زبان دانی انگریزی سے عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے مرتب کیا جس میں سب سے بڑے سوال میں نصف نمبر رکھے تھے، حضرت رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان مبارک میں گستاخی اور توہین کے فقرات استعمال کئے تاکہ مسلمان طالب علم لامحالہ مجبور ہو کر اپنے قلم سے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معصوم ومقدس شان میں بدگوئی لکھیں جو برائے فتوٰی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

"ابن عبداللہ نے اس قبیلہ میں تربیت پائی تھی جو عرب کی اصلی زبان بولنے کے لحاظ سے شریف ترین تھا اور اس کی فصاحت کی سنجیدگی باموقع سکوت پر عمل کرنے سے تصحیح اور ترقی ہوتی رہی باوجود اس فصاحت کے **محمد** ایک ناخواندہ وحشی تھا بچپن میں اسے نوشت وخواند کی تعلیم نہیں دی گئی تھی عام جہالت نے اسے شرم اور ملامت سے مبرا کر دیا تھا مگر اس کی زندگی ایک ہستی کے تنگ دائرہ میں محدود تھی اور وہ اس آئینہ سے (جس کے ذریعہ سے ہمارے دلوں پر عقلمندوں اور نامور بہادروں کے خیالات کا عکس پڑتا ہے) محروم رہا تاہم اس کی نظروں کے سامنے ان کتابوں کے اوراق کھلے ہوئے تھے جس میں قدرت اور انسان کا مشاہدہ کرتا کچھ تمدنی اور فلسفی توہمات جو اسے عرب کے مسافر پر محمول کئے جاتے ہیں پیدا ہو گئے تھے"۔

جس شخص نے پرچہ مرتب کیا اور جن لوگوں ن اس کی نظر ثانی کی وہ لوگ بوجہ استعمال الفاظ ناشائستہ جو بلاضرورت شان حضرت جناب رسالتمآب میں کئے گئے وہ بوجہ اس گستاخی کے دائرہ ٔاسلام سے خارج ہو گئے یا نہیں اور ان کی کیا سزا ہے اور ان کی بابت شرع شریف کا کیا حکم ہے فقط راقم مسلمانان جون پور

خلاصہ جوابات جون پور

الجواب:

شخص مذکور فی السوال شرعاً ملعون وکافر ومرتد ہے،

فی الاشباہ والنظائر کل کافر تاب فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا والاٰخرۃ الاجماعۃ الکافر بسب النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوبسب الشیخین	اشباہ ونظائر میں ہے کہ ہر کافر توبہ کرے تو اس کی توبہ دنیا وآخرت میں مقبول ہے، مگر کافروں کی وہ جماعت جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شیخین ابوبکر وعمر رضی اللہ

اواحدھما[1]۔	تعالٰی عنہما یا ان میں سے ایک کو گالی دی ہو۔ (ت)

اس روایت س معلوم ہوا کہ انبیاء کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہے اور اگر وہ توبہ کرے تو اس کی توبہ بھی قبول نہیں، شفاء ص ۳۹۳ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا برا کہنے والا کافر ہے اور اس پر علماء کا اجماع ہے[2]۔ منجملہ علماء کے امام مالک ارو امام لیث بن سعد مصری اور امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اور امام احمد بن حنبل و امام ابو یوسف و امام محمد وزفر وسفیان ثوری واہل کوفہ وامام اوزاعی اور علمائے اسلام کہ ومدینہ وبغداد و مصر ہیں اور اس میں سے کسی نے بھی شاتم الرسول کے مباح الدم ہونے میں خلاف نہیں کیا، واللہ اعلم

کتبہ الفقیر الی اللہ عزّوجل عبدالاوّل الحنفی الجونپوری ۱۳ شعبان ۱۳۳۵ھ (عبدالاول بن علی جونپوری ۱۳۰۲)

ساب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کافر ہے، بغیر تجدید ایمان کے اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، صحیح یہ ہے کہ تجدید ایمان کے بعد سزائے قتل نہ ہوگی جیسا کہ تنقیح حامدیہ میں ہے، ہاں اگر وہ مرتد توبہ نصوح کرے اور پھر اس سے ایمان لائے اور اپنا اسلام اور حال ٹھیک رکھے تو اس کی توبہ قبول ہونے پر بھی صاف نہ چھوڑا جائے گا بلکہ تعزیر و حبس کا مستحق ہوگا۔ جیسا کہ تنقیح میں ہے:

ویکتفی بالتعزیر والحبس تأدیبا[3]۔	ادب کے پیش نظر صرف تعزیر اور قید کی سزا پر اکتفاء کیا جائیگا۔ (ت)

رقمہ راجی رحمۃ رب العباد محمد حماد نجل الشیخ دین سے خارج و مرتد ہوجاتا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز مجدد خلیفہ راشد کا یہی مذہب ہے کہ ساب رسول کو سزائے قتل دی جائے مگر جب کہ تجدید ایمان و حسن اسلام لائے۔

حررہ عبدالباطن بن مولانا الشیخ عبدالاول الجونفوری

الجواب:

"رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾"[4]	اے مرے رب تیری پناہ شیطان کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۸۹

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی القسم الرابع الباب الاول شرکۃ صحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۰۸

[3] العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوٰی حامدیہ احکام المرتدین حاجی عبدالغفار و پسران قندھار افغانستان ۱/ ۱۰۷

[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷

"وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾ "[1] "اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ "[2] "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ "[3]	اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (ت)

ان نام کے مسلمان کہلانے والوں میں جس شخص نے وہ ملعون پرچہ مرتب کیا وہ کافر مرتد ہے، جس جس نے اس پر نظر ثانی کرکے برقرار رکھا وہ کافر مرتد، جس جس کی نگرانی میں تیار ہوا وہ کافر مرتد، طلبہ میں جو کلمہ گو تھے اور انہوں نے بجوشی اس ملعون عبارت کا ترجمہ کیا اپنے نبی کی توہین پر راضی ہوئے یا اسے ہلکا جانا یا اسے اپنے نمبر گھٹنے یا پاس نہ ہونے سے آسان سمجھا وہ سب بھی کافر مرتد، بالغ ہوں خواہ نابالغ، ان چاروں فریق میں ہر شخص سے مسلمانوں کو سلام کلام حرام، میل جول حرام نشست وبرخاست حرام، بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، اس پر نماز پڑھنا حرام اس کی جنازہ اٹھانا حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، مسلمانوں کی طرح اس کی قبر بنانا حرام، اسے مٹی دینا حرام، اس پر فاتحہ حرام، اسے کوئی ثواب پہنچانا حرام، بلکہ خود کفر قاطع اسلام، جب ان میں کوئی مرجائے اس کے اعزہ اقربا مسلمین اگر حکم شرع نہ مانیں تو اس کی لاش دفع عفونت کے لئے مردار کتے کی طرح بھنگی چماروں سے ٹھیلے میں اٹھوا کر کسی تنگ گڑھے میں ڈلوا کر اوپر سے آگ پتھر جو چاہیں پھینک پھینک کر پاٹ دیں کہ اسکی بدبو سے ایذا نہ ہو، یہ احکام ان سب کے لئے عام ہیں اور جو جوان میں نکاح کئے ہوئے ہوں ان سب کی جوروئیں ان کے نکاحوں سے نکل گئیں اب اگر قربت ہوگی حرام حرام حرام وزنائے خالص ہوگی اور اس سے جو اولاد پیدا ہوگی ولد الزنا ہوگی، عورتوں کو شرعاً اختیار ہے کہ عدت گزر جانے پر جس سے چاہیں نکاح کرلیں ان میں سے جسے ہدایت ہو اور توبہ کرے اور اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا پھر مسلمان ہو اس وقت یہ احکام جو اس کی موت سے متعلق تھے منتہی ہوں گے، اور وہ ممانعت جو اس سے میل جول کی تھی جب بھی باقی رہے گی یہاں تک کہ اس کے حال سے صدق ندامت وخلوص توبہ وصحت اسلام ظاہر وروشن ہو مگر عورتیں اس سے بھی نکاح میں واپس نہیں

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

آسکتیں انہیں اب بھی اختیار ہوگا کہ چاہیں دوسرے سے نکاح کرلیں یا کسی سے نہ کریں ان پر کوئی جبر نہیں پہنچتا ہاں ان کی مرضی ہو تو بعد اسلام ان سے بھی نکاح کرسکیں گی۔ شفاء شریف صفحہ ۳۲۱:

اجمع العلماء ان شاتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللہ تعالٰی لہ وحکمہ عند الامۃ القتل ومن شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]۔	یعنی اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور امت کے نزدیک وہ واجب القتل ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہوگیا۔

نسیم الریاض جلد چہارم ص ۳۸۱ میں امام ابن حجر مکی سے ہے:

ماصرح بہ من کفر الساب والشاك فی کفرہ ھو ماعلیہ ائمتنا وغیرہم[2]۔	یعنی جو یہ ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ کافر، یہی مذہب ہمارے ائمہ وغیر ہم کا ہے۔

وجیز امام کردری جلد ۳ ص ۳۲۱:

لو ارتد والعیاذ باللہ تعالٰی تحرم امرأتہ ویجدد النکاح بعد اسلامہ،والمولود بینہما قبل تجدید النکاح بالوطی بعد التکلم بکلمۃ الکفر ولد زنا ثم ان اتی بکلمۃ الشہادۃ علی العادۃ لایجدیہ مالم یرجع عما قالہ لان باتیانہما علی العادۃ لایرتفع الکفر الا اذا سب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوواحدا من الانبیاء علیہم الصلٰوۃ و	یعنی جو شخص معاذا للہ مرتد ہوجائے اس کی عورت حرام ہوجاتی ہے، پھر اسلام لائے تو اس سے جدید نکاح کیا جائے اس سے پہلے اس کلمہ کفر کے بعد کی صحبت سے جو بچہ ہوگا حرامی ہوگا اور یہ شخص اگر عادت کے طور پر کلمہ شہادت پڑھتا رہے گا کچھ فائدہ نہ دے گا جب تک اپنے اس کفر سے توبہ نہ کرے کہ عادت کے طور پر مرتد کے کلمہ پڑھنے سے اس کا کفر نہیں جاتا جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے دنیا میں بعد توبہ بھی اسے قتل کی سزادی جائے گی یہاں تک کہ اگر نشہ کی

[1] کتاب الشفاء القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۰۸

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض القسم الرابع فی وجوہ الاحکام فی من تنقص الباب الاول دار الفکر بیروت ۴/ ۳۳۸

والسلام فلاتوبة له واذاشتمه علیه الصلٰوۃ والسلام سکران لایعفی واجمع العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفرہ کفر [1] اھ ملتقطا کاکثر الاواتی للاختصار۔	بیہوشی میں کلمہ گستاخی بکاجب بھی معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا کافر ہے اور کافر بھی ایسا کہ جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ت)

فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق جلد چہارم ص ۴۰۷:

کل من ابغض رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بقلبه کان مرتد افالساب بطریق اولٰی (ملخصًا) وان سب سکران لایعفی عنه [2]۔	یعنی جس کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کینہ ہو وہ مرتد ہے تو گستاخی کرنے والا بدرجہ اولٰی کافر ہے اور اگر نشہ بلااکراہ پیا اور اس حالت میں کلمہ گستاخی بکاجب بھی معاف نہ کیا جائے گا۔

بحر الرائق جلد پنجم ص ۱۳۵ میں بعینہٖ کلمہ مذکور ذکر کرکے ص ۱۳۶ پر فرمایا:

سب واحد من الانبیاء کذٰلك فلایفید الانکار مع البینة لانا نجعل انکار الردۃ توبة ان کانت مقبولة [3]۔	یعنی کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے یہی حکم ہے کہ اسے معافی نہ دیں گے اور بعد ثبوت اس کا انکار فائدہ نہ دے گا کہ مرتد کا ارتداد سے مکرنا تو دفع سزا کے لئے وہاں توبہ قرار پاتا ہے جہاں توبہ سنی جائے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی شان میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں اس سے یہاں اصلًا معافی نہ دینگے۔

درر الحکام علامہ مولٰی خسرو جلد اول ص ۲۹۹:

اذاسبه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او واحدا من الانبیاء صلوات اللہ تعالٰی علیهم اجمعین مسلم فلا توبة له اصلا واجمع	یعنی اگر کوئی شخص مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اسے ہرگز معافی نہ دیں گے اور تمام علمائے امت

---

[1] فتاوٰی بزازیہ علی ھامش فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی النوع الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۲۲۔۳۲۱

[2] فتح القدیر باب احکام المرتدین مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۳۲

[3] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۳۶

العلماء ان شاتمه کافر ومن شك فی عذابه وکفره کفر[1]۔	مرحومہ کا اجماع ہے اس پر کہ وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

غنیۃ ذوالاحکام ص ۳۰۱:

محل قبول توبة المرتد مالم تکن ردته بسب النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فان کان به لاتقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه او شهد علیه بذلك بخلاف غیره من المکفرات[2]۔	یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی اور کفروں کی طرح نہیں ہر طرح کے مرتد کو بعد توبہ معافی دینے کا حکم ہے مگر اس کافر مرتد کے لئے اس کی اجازت نہیں۔

اشباہ والنظائر قلمی، باب الردۃ:

لاتصح ردة السکران الاالردة بسب النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فانه لایعفی عنه کذافی البزازیة وحکم الردة بینونة امرأته مطلقا[3] (ای سواء رجع او لم یرجع اھ غمز العیون[4])واذا مات علی ردته لم یدفن فی مقابر المسلمین ولااهل ملة وانما یلقی فی حفرة کالکلب، والمرتد اقبح کفرا من الکافر الاصلی، و اذا شهد واعلی مسلم بالردة وهو منکر لایتعرض له لالتکذیب	یعنی نشہ کی بیہوشی میں اگر کسی سے کفر کی کوئی بات نکل جائے اسے بوجہ بیہوشی کافر نہ کہیں گے نہ سزائے کفر دیں گے مگر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وہ کفر ہے کہ نشہ کی بیہوشی سے بھی صادر ہوا تو اسے معافی نہ دینگے کذافی البزازیہ اور معاذاللہ ارتداد کا حکم یہ ہے کہ اس کی عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے اگر یہ بعد کو پھر اسلام لائے جب بھی عورت نکاح میں واپس نہ جائے گی اور جب وہ اسی ارتداد پر مرجائے والعیاذ باللہ تعالٰی تو اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنے کی اجازت نہیں نہ کسی ملت والے مثلاً یہودی یا نصرانی کے گورستان میں دفن کیا جائے

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام فصل فی الجزیہ احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۳۰۰۔۲۹۹

[2] غنیہ ذوی الاحکام فی درر الاحکام باب المرتد احمد کامل الکائنہ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۳۰۱

[3] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۹تا۲۹۱

[4] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۰

الشھود العدول بل لان انکارہ توبۃ ورجوع فتثبت الاحکام التی للمرتد لوتاب من حبط الاعمال وبینونۃ الزوجۃ وقولہ لایتعرض لہ انما ھوفی مرتد تقبل توبتہ فی الدنیا لاالردۃ بسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] اھ الاولٰی تنکیر النبی کما عبربہ فیما سبق اھ[2] ملخصًا غمز العیون۔	وہ تو کتے کی طرح کسی گڑھے میں پھینک دیا جائے مرتد کا کفر اصلی کافر کے کفر سے بدتر ہے اور اگر کسی مسلمان پر گواہان عادل شہادت دیں کہ یہ فلاں قول یا فعل کے سبب مرتد ہوگیا اور وہ اس سے انکار کرتا ہو تو اس سے تعرض نہ کریں گے نہ اس لئے کہ گواہانِ عادل کو جھوٹا ٹھہرایا بلکہ اس لئے کہ اس کا مکرنا اس کفر سے توبہ ورجوع سمجھیں گے ولہٰذا گواہان عادل کی گواہی اور اس کے انکار سے یہ نتیجہ پیدا ہوگا کہ وہ شخص مرتد ہوگیا تھا، اور اب توبہ کرلی تو مرتد تائب کے احکام اس پر جاری کرینگے کہ اس کے تمام اعمال حبط ہوگئے اور جورو نکاح سے باہر، اور یہ قول کہ اس سے تعرض نہ کیا جائے اس مرتد سے متعلق ہے جس کی توبہ دنیا میں قبول ہے، نہ وہ مرتد جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرے کہ یہ وہ کفر ہے جس کی سزا یہ ہے کہ دنیا میں بعد توبہ بھی معافی نہیں، یونہی کسی نبی کی شان میں گستاخی علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولٰی یہ تھا کہ لفظ نبی کو نکرہ ذکر کرتے جیسا کہ گزشتہ عبارت میں تعبیر کیا ہے اھ ملخصًا غمز العیون۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاذ صاحب درمختار جلد اول ص ۹۵:

من سب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانہ مرتد وحکمہ حکم المرتدین ویفعل بہ مایفعل بالمرتدین ولاتوبۃ لہ اصلا واجمع العلماء انہ کافر ومن شك فی کفرہ کفر[3] اھ ملتقطا۔	جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان کریم میں گستاخی کرے وہ مرتد ہے اس کا وہی حکم ہے جو مرتدوں کا ہے اس سے وہی برتاؤ کیا جائے گا جو مرتدوں سے کرنے کا حکم ہے اور اسے دنیا میں کسی طرح معافی نہ دیں گے اور باجماع تمام علمائے امت وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد اول ص ۶۱۸:

اذاسبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوواحدا من الانبیاء مسلم ولوسکران فلاتوبۃ	یعنی جو مسلمان کہلا کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ نشہ

[1] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۱و۲۹۳

[2] غمز عیون البصائر شرح اشباہ والنظائر مع الاشباہ باب المرتد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۳

[3] فتاوی خیریہ باب المرتدین دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۳

له تنجيه كالزنديق ومن شك فى عذابه وكفره فقد كفر[1]۔	کی حالت میں تو اس کی توبہ پر بھی دنیا میں اسے معافی نہ دیں گے جیسے دہریئے بے دین کی توبہ نہ سنی جائیگی، اور جو شخص اس گستاخی کرنے والے کے کفر میں شک لائے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا۔

ذخیرۃ العقبٰی علامہ اخی یوسف ص ۲۴۰:

قد اجمعت الامة على ان الاستخفاف بنبينا صلى الله تعالٰى عليه وسلم وبأى نبى كان عليهم الصلٰوة و السلام كفر سواء فعله على ذٰلك مستحلا ام فعله معتقد الحرمة وليس بين العلماء خلاف فى ذٰلك ومن شك فى كفره وعذابه كفر[2]۔	یعنی بیشک تمام امت مرحومہ کا اجماع ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی نبی کی تنقیص شان کرنے والا کافر ہے، خواہ اسے حلال جان کر اس کا مرتکب ہوا ہو یا حرام جان کر، بہر حال جمیع علماء کے نزدیک کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

ایضًا صفحہ ۲۴۲:

لايغسل ولايصلى عليه ولايكفن اما اذا تاب وتبرأ عن الارتداد ودخل فى دين الاسلام ثم مات غسل وكفن وصلى عليه ودفن فى مقابر المسلمين[3]۔	یعنی وہ گستاخی کرنے والا جب مر جائے تو نہ اسے غسل دیں نہ کفن دیں نہ اس پر نماز پڑھیں، ہاں اگر توبہ کرے اور اپنے اس کفر سے برات کرے اور دین اسلام میں داخل ہو اس کے بعد مر جائے تو غسل، کفن، نماز، مقابر مسلمین میں دفن سب کچھ ہوگا۔

تنویر الابصار شیخ الاسلام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی:

كل مسلم ارتد فتوبته مقبولة الاالكافر بسب نبى الخ[4]۔	یعنی ہر مرتد کی توبہ قبول ہے مگر کسی نبی کی شان میں گستاخی کرنے والا ایسا کافر ہے کہ دنیا میں سزا سے بچانے کے لئے اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

[1] مجمع الانہر شرح ملتقى الابحر باب الجزيه دار احياء التراث العربى بيروت ۱/ ۶۷۰

[2] ذخيرة العقبٰى فى شرح صدر الشريعة العظمى كتاب الجهاد باب الجزيه مطبع نولكشور كانپور ۲/ ۳۱۹

[3] ذخيرة العقبٰى فى شرح صدر الشريعة العظمى كتاب الجهاد باب الجزيه مطبع نولكشور كانپور ۳/ ۳۲۱

[4] درمختار شرح تنوير الابصار باب المرتدين مطبع مجتبائى دہلى ۱/ ۳۵۶

درمختار:

الکافر بسب نبی الانبیاء لاتقبل توبته مطلقا ومن شك فی عذابه وکفرہ کفر [1]۔	یعنی کسی نبی کی توہین کرنا ایسا کفر ہے جس پر کسی طرح معافی نہ دیں گے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔

کتاب الخراج سیدنا امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ص ۱۹۷:

قال ابویوسف وایمارجل مسلم سب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم او کذبه او عابه تنقصه فقد کفر بالله تعالٰی وبانت زوجته [2]۔	یعنی جو شخص کلمہ گو ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برا کہے یا تکذیب کرے یا کوئی عیب لگائے یا شان گھٹائے وہ بلاشبہہ کافر ہوگیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔

بالجملہ اشخاص مذکورین کے کفر وارتداد میں اصلاً شک نہیں، درباره اسلام ورفع دیگر احکام ان کی توبہ اگر سچے دل سے ہو ضرور مقبول ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ سلطان اسلام انہیں بعد توبہ واسلام صرف تعزیر دے یا اب بھی سزائے موت دے وہ جو بزازیہ اور اس کے بعد کی بہت کتب معتمدہ میں ہے کہ اس کی توبہ مقبول نہیں اس کے یہی معنی ہیں اور اس کی بحث یہاں بیکار ہے، کہاں سلطان اسلام اور کہاں سزائے موت کے احکام، صدہا خبیث، اخبث، ملعون، انجس ہیں کہ کلمہ گو بلکہ اعلٰی درجہ کے مسلمان مفتی واعظ مدرس شیخ بن کر اللہ ورسول کے جناب میں منہ بھر کر ملعونات بکتے، لکھتے، چھاپتے ہیں اور ان سے کوئی تو کہنے والا نہیں اور اگر انہیں تو کہئے تو نہ صرف ان کے بلکہ بڑے بڑے مہذب بننے والے مسلمانوں کے نزدیک یہ بے تہذیبی وتشدد ہو،

فانظر الی آثار مقت الله الغیور کیف انقلبت وانعکست الامور ولاحول ولاقوۃ الا بالله العظیم، "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [3] والله تعالٰی اعلم۔	تو دیکھو اللہ غیور کے عذاب کے آثار کی طرف دل کیسے بدل جاتے ہیں اور امور کیسے الٹ ہو جاتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب المرتدین مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] کتاب الخراج فصل فی الحکم فی المرتد عن الاسلام مطبع بولاق مصر ۹۸-۱۹۷

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۷

مسئلہ ۵۳: از کوہ کسولی مرسلہ منشی نور محمد صاحب عرائض نویس کچہری ۱۹رمضان شریف ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند اہل اسلام ایک مکان میں ختم شریف پڑھ رہے تھے ختم مذکور میں یہ بیت بھی پڑھی گئی: ؎

عفو کن خطا یا حیات النبی
مری کر شفع یا حیات النبی

ایک شخص شریک مجمع مذکور منصب امامت رکھتا تھا، بضرورت ادائیگی نماز مغرب وہاں سے چلاگیااور بعد نماز مغرب چند اہل اسلام کے سامنے یہ مسئلہ بیان کیاکہ امداد سوائے ذات باری تعالٰی کے کسی سے نہیں مانگنا چاہئے، جیساکہ لوگ کہا کرتے ہیں: ؎

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

ایسا کہنا شرعًا جائز نہیں، دوسرے وقت میں شعر مندرجہ بالاپر بحث چھڑی تو پیش امام موصوف نے یہ بھی بیان کیاکہ رسول اللہ سے بھی کوئی استعانت نہیں مانگنا چاہئے کیونکہ وفات پاگئے ہیں اور مردہ ہیں۔یہ سن کر ایک شخص نے امام موصوف کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اور اپنے علیحدہ مکان میں مسجد قرار دے کر بشمولیت چند مردمان اہلِ اسلام جمعہ ودیگر نمازیں پڑھنی شروع کردیں، پیش امام مذکور نے اپنی بے ادبی وگستاخی معلوم کرکے معترض ودیگر مردمان کے سامنے توبہ کرلی اور معافی کا بھی خواستگار ہوامگر معترض نے اسے معاف نہیں کیااور بدستور اپنے اصرار پر قائم ہے، پیش امام مذکور نے یہ کہاکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعالم حیات ہمارے سامنے بھی موجود ہوں تو اپنے اختیار سے بھی کوئی کام نہیں کرسکتے حالانکہ بظاہر وفات پاگئے ہیں، میرااس پر ایماہے اور لفظ "مردہ" جو میری زبان سے نکلااس کے لئے توبہ کرتا ہوں اور معافی مانگتا ہوں،اب دریافت طلب یہ امور ہیں کہ پیش امام مذکور کی امامت جائز ہے یانہیں اور شخص معترض کی نماز مسجد سے علیحدہ اس کے اپنے گھر میں اداہوجاتی ہے یانہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرکے اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

یہ سوال پہلے بھی آیا اور دارالافتاء سے جواب دیا گیا،جواب اب بھی وہی ہے اگرچہ سوال میں بہت الفاظ شیطانی کم ہیں،آخر یہ توخود پیش امام نے اقرار کیاکہ اس نے شان اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بے ادبی وگستاخی کی،یہی کفر ہے اور اس کے معافی معترض سے چاہنا عجیب ہے، گستاخی کرے محمد رسول اللہ صلی اللہ

تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں یہ معاف کردے، گویا یہ کہے کہ اگرچہ تونے میرے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برا کہا مگر میں اس کی پروانہیں کرتا، میں نے کہا بے کہا کردیا، معترض ایسا کہتا تو اسے خود اپنے ایمان کے لالے پڑتے۔ زید کا حق عمرو، عمرو کا حق زید معاف نہیں کرسکتا، وہ بے ادب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں گرفتار ہو اسے زید وعمرو کیونکر معاف کردیں، درمختار میں ہے:

الکافر بسب نبی من الانبیاء لاتقبل توبته مطلقا ولوسب الله تعالٰی قبلت لانه حق الله تعالٰی والاول حق عبدلایزول بالتوبة ومن شك فی عذابه وکفره کفر[1]۔	جو کسی نبی کو گالی دینے کی وجہ سے کافر ہوا اس کی توبہ کسی حال میں قبول نہیں، اور اگر اللہ تعالٰی کو گالی دی تو توبہ مقبول ہے کیونکہ یہ اللہ تعالٰی کا حق ہے، اور پہلا بندے کا حق ہے جو توبہ سے زائل نہیں ہوتا اور جس نے بھی اس کے عذاب وکفر میں شک کیا وہ کافر ہوجائے گا۔

انکارِ استمداد واستعانت اور وہ بھی خود حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، اور وہ بھی اس ملعون خیال پر کہ مردہ ہیں، ان پر تو شخص مذکور اب بھی قائم ہے ایک لفظ "مردہ" کو اس کے معنی سے تبدیل کرتا ہے، یہ تمام عقائد وخیالات وہابیہ کے ہیں اور وہابیہ کی امامت ہرگز نہیں، اور ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے، فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهم ان الصّلٰوة خلف اهل الاهواء لاتجوز[2] اھ وقد حققنا بمالامزید علیه فی النهی الاکید۔	امام محمد نے امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل کیا کہ اہل بدعت کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی، اس کی بے مثل تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "النہی الاکید" میں کی ہے۔

جس مسلمان نے وہ کلمات سن کر اس کے پیچھے نماز سے احتراز کے لئے اپنے مکان کو مسجد کرکے اس میں جمعہ وجماعت شروع کردی اس کے لئے اللہ عزوجل کے یہاں اجر عظیم ہے ان شاء اللہ الکریم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶
[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

مسئلہ ۵۴: از موضع گلمان پور ڈاکخانہ رام کولا ضلع سارن مرسلہ محمد اسحٰق صاحب ۳۰ شوال ۱۳۳۵ھ

ایک استفتاء جو حضور میں پیش ہے دیوبند گیا تھا فقط قرآن شریف کا حوالہ ہے وہ ہم لوگ دیہاتی نہیں سمجھ سکتے کہ جب آدمی مرتد ہو جائے تو اس کا کفارہ کیا ہے، لہذا التماس حضور میں ہے کہ جواب سے پورے طور سے خلاصہ مطلع فرمائیں کہ کفارہ کیا ہے کس قدر ہونا چاہئے؟

الجواب:

کفارہ ان گناہوں میں رکھا گیا ہے جن کا معاوضہ اس سے ہو جائے اور جو گناہ حد سے گزرے ہوئے ہیں ان کے لئے کفارہ نہیں ہوتا مثلاً صحیح مقیم بلاعذر شرعی ماہ مبارک کا ادا روزہ جس کی نیت رات سے کی ہو دوا یا غذا یا جماع سے قصداً بلااکراہ توڑ دے تو اس کا کفارہ ہے اور سرے سے رکھے ہی نہیں کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں، مگر توبہ اور اس روزے کی قضا، یونہی اگر معاذاللہ کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی مسلمان براہ خطا مارا جائے مثلاً شکار پر فائر کرے اور اس کے لگ جائے تو اس کا کفارہ ہے لیکن اگر **عیاذا باللہ** قصداً قتل کرے کہ یہ جرم اعظم ہے اس کا کوئی کفارہ نہیں مگر توبہ و قصاص، **معاذ اللہ** مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اس کا کیا کفارہ ہو سکتا مگر توبہ و اسلام، اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطان اسلام کے یہاں اس کی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابدالآباد کے لئے جہنم، **والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔**

آپ نے علمائے کرام حرمین شریفین کا مبارک فتوی حسام الحرمین شاید نہ دیکھا اب دیکھئے اور ضرور دیکھئے مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے ملتا ہے اس میں علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ دیوبندی عقیدے والے خود کافر مرتد ہیں پھر ان کو عالم جاننا اور ان سے فتوی پوچھنا کیونکر حلال ہو سکتا ہے احتیاط فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۵: از پل قاضی مرسلہ منشی محمد عنایت رسول صاحب ۹ شوال المکرم ۱۳۳۵ھ

ایسے گروہ کے باب میں جو بظاہر مسلمان ہو کے اپنے خاندان کو خاندان رسالت پر فضیلت دینے حسب ونسب میں ہر طرح اپنے آپ کو نجیب گردانے اور کہے کہ دیکھو رسول اللہ کس نسل سے ہیں، حضرت ہاجرہ کون تھیں، حضرت سارہ کی کنیز تھیں کہ نہیں، اور تائید میں قول نصرانی مؤرخ کا پیش کرے اور بعض کو اولاد فاطمہ سے لونڈی بچا کہے اور ساداتِ زمانہ کو قابل تعظیم وتکریم نہ جانے، بلکہ ان کی توہین و تہجین وتذلیل اور ان پر سب وشتم اور ایذارسانی کو جائز ومباح سمجھے اور عامل ایسے شنائع اعمال کا ہو، مسلمانوں کے ایسے گروہ کے ساتھ کھانا پینا، مناکحت و موالات، انکی مجالس و محافل میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا۔

الجواب:

ایسا شخص گمراہ، بددین، مسخرہ شیاطین ہے بلکہ اس پر حکم کفر کا لزوم ہے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے میل جول، مناکحت درکنار انکے پاس بیٹھنا منع ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[2]۔	یعنی سادات وعلماء کی توہین کفر ہے اور جو بنظر توہین کسی عالم کو مولویا یاسید کو میروا کہے وہ کافر ہوجائے گا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۶: مرسلہ جناب قاضی ارشاد احمد صاحب از بیسل پور ضلع پیلی بھیت ۵ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

ایک واعظ نے یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم وحی کہاں سے اور کس طرح لاتے ہو؟ آپ نے جواب عرض کیا کہ ایک پردہ سے آواز سے آتی ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی تم نے پردہ اٹھا کر دیکھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری یہ مجال نہیں کہ پردہ کو اٹھاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ اب کی مرتبہ پردہ اٹھا کر دیکھنا۔ حضرت جبرئیل نے ایسا ہی کیا، کیا دیکھتے ہیں کہ پردہ کے اندر خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جلوہ افروز ہیں اور عمامہ سر پر باندھے ہیں اور سامنے شیشہ رکھا ہے اور فرمارہے ہیں کہ میرے بندے کو یہ ہدایت کرنا، یہ روایت کہاں تک صحیح ہے، اگر غلط ہے تو اس کا بیان کرنے والا کس حکم کے تحت میں داخل ہے؟

الجواب:

یہ روایت محض جھوٹ اور کذب وافتراء ہے اور اس کا بیان کرنے والا ابلیس کا مسخرہ اور اگر اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہے تو صریح کافر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵۷تا۶۱: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسند نیا پورہ ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

(۱) اول عبدالقادر جس نے یہ کلمات کہے ہیں وہ کافر ہے یا نہیں؟ اگر اس کے کفر میں شک کرے اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

واسطے کیا حکم ہے؟

(۲) قاضی صاحب شہر یا دیگر مسلمان جو عبدالقادر کے معاون اور مددگار ہیں اور اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور دینی اور دنیوی مراسم میں تعلق رکھتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟

(۳) عبدالقادر کے گروہ میں سے جن لوگوں کا ہمارے گروہ سے زن وشو کا تعلق ہے یعنی زوجہ اس گروہ کی ہے اور زوج اس گروہ کا ہے، اسی طرح زوج اس گروہ کا ہے اور زوجہ اس گروہ کی ہے اور وہ لوگ یعنی ہر دو فریق اپنے اپنے عقیدہ پر قائم ہیں تو ایسی صورت میں ان کا نکاح شرعًا قائم رہتا ہے یا نہیں؟

(۴) قاضی صاحب شہر سے یہ کہا گیا کہ تم عبدالقادر جس نے توہین کی ہے اس کو کیا سمجھتے ہو، قاضی شہر یہ کہتے ہیں کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کرنے والے کو کافر سمجھتا ہوں مگر عبدالقادر کے پیچھے نماز ضرور پڑھوں گا، اس سے یہ مطلب کہ عبدالقادر سے اسلامی مراسم منقطع نہ کروں گا، حالانکہ قاضی صاحب کے روبرو عبدالقادر نے یہ الفاظ وعظ میں کہے اور ان کے سامنے چار مسلمانوں نے گواہی دی کہ ہمارے روبرو عبدالقادر نے یہ الفاظ وعظ میں کہے اور پھر حسب خواہش قاضی صاحب علماء کے فتوے بھی پیش کردئے، ایسی حالت میں قاضی شہر کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟

(۵) ایک شخص نے علی الاعلان توبہ کی اس پر کفر کا فتوی منگوانا اور اس مسلمان کو کافر کہنا ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟

الجواب:

(او۲) صورتِ مستفسرہ میں بلاشبہ اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی اور بلاشبہہ جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے کافر ہے، اور بلاشبہہ جو اس امر پر مطلع ہو کر اسے قابل امامت جانے اس کے پیچھے نماز پڑھے بلکہ وہ بھی جو اسے مسلمان جانے بنلکہ وہ بھی جو اس کے کفر میں شک کرے سب کافر و مرتد ہیں۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض و وجیز امام شمس الائمہ کردری و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے: **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[1]۔ (جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے گا وہ کافر ہوجائے گا۔ ت)

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

(۳) جو مرد اس عقیدہ پر ہوں یا اس پر مطلع ہو کر اس عقیدہ والے کو کافر نہ جانتے ہوں ان سب کے نکاح ٹوٹ گئے، عورتیں ان سے اپنے مہر کا فی الحال مطالبہ کر سکتی ہیں اور بعد عدت جس سے چاہیں اپنا نکاح کر سکتی ہیں اور عورتوں میں جو کوئی اس حقیقتِ حال سے آگاہ ہو اور جان بوجھ کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافرہ ہو گئی، مگر حسبِ روایت مفتی بہا اپنے شوہر مسلمان کے نکاح سے نہ نکلے گی نہ اسے اختیار ہوگا کہ دوسرے سے نکاح کرے، ہاں ان کے شوہروں کو جائز نہ ہوگا کہ انہیں ہاتھ لگائیں جب تک وہ تائب ہو کر پھر اسلام نہ لائیں۔

(۴) قاضی مذکور کے سامنے شہادتیں پیش ہونے کا کیا ذکر جبکہ سوال میں مذکور کہ سورہ **والضحٰی** شریف دکھا کر وہ الفاظ قاضی کے سامنے کہے اس صورت میں قاضی خود اس شخص کے ان احکام میں شریک ہے، اس کے پیچھے نماز محض باطل اور اس سے میل جول حرام اور اس سے نکاح پڑھوانا جائز نہیں۔

(۵) جو شخص توبہ کر چکا ہو اسپر کفر کا فتوٰی منگانا سخت عذاب کا استحقاق ہے اور مسلمان کو بلاوجہ کافر کہنے پر حدیث صحیح میں ارشاد فرمایا کہ وہ کہنا اس کہنے والے ہی پر پلٹ آئے گا یعنی جب کہ بروجہ اعتقاد ہو اور بروجہ سب ودشنام تواشد کبیرہ، **واللہ تعالٰی اعلم**۔ اور زیادہ تفصیل ہمارے فتاوٰی میں ہے۔

مسئلہ ۶۲: از ریاست کوٹہ راجپوتانہ مرسلہ ملا محمد رمضان پیش امام مسجد نیاپورہ مورخہ ۲ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ عبدالقادر نے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور اس پر علماء کا فتوٰی کفر کا آچکا ہے اور وہ توبہ سے انکار کرتا ہے اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اس کے بھائی بھتیجے اس کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کے معاون ہیں ان کا نکاح بھی عندالشرع ٹوٹ گیا یا نہیں، اور اگر ٹوٹ گیا ہے تو ان کی مطلقہ بیویوں کا نکاح دوسرے مسلمانوں سے جائز ہے یا نہیں اور وہ مطلقہ بیویاں مہر کی لین دار ہیں یا نہیں؟ اس کا جواب بحوالہ کتبِ معتبرہ عطا فرمایا جائے، **عنداللہ** ماجور ہوں گے۔

الجواب:

جو شخص حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرے یقیناً کافر ہے اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اور جو اس کی توہین پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے وہ بھی کافر ہے ایسے جتنے لوگ ہوں خواہ توہین کرنے والوں کے عزیز قریب ہوں یا غیر ان سب کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور فی الحال وہ اپنے

مہر کا مطالبہ کر سکتی ہیں، ان عورتوں کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد جس مسلمان سے چاہیں نکاح کر لیں، واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۳: از ہوڈل ضلع گورگانوہ مرسلہ عبداللہ شاہ

معظم ومکرم قدوۃ الفضلاء فضلانا مولانا اولانا ________ جناب مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب

دام فیوضہ بعد سلام مسنون، کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنام زید اور چند مسلمان امی اس کے ہمراہ ایک پادری مذہب عیسوی کے مکان پر نشست برخاست ایک وقت معین پر پادری صاحب کے مکان پر ہوا کرتی ہے، بروقت نشست پادری صاحب کے یہاں کے خورد ونوش میں شریک ہوتے ہیں یعنی پان و چائے وغیرہ خاص پادری صاحب کے مکان کا بنا ہوا کھاتے پیتے ہیں اور گفتگو وغیرہ میں یہاں تک نوبت ہوتی ہے کہ جناب سرور کائنات محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں لفظ بے ادبانہ وہ پادری کہتا ہے، یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی شان میں افک وبہتان تک نوبت پہنچتی ہے اور حضرت زینب وزید کی شان میں لفظ گستاخانہ کرتا ہے، اب دوسرے مسلمان اس مولوی سے کہتے ہیں کہ پادری کے یہاں کا اکل وشرب اچھا نہیں، تو وہ یہ جواب دیتا ہے کہ کچھ حرج نہیں اور ہمارے ایمان میں کوئی فرق اور خلل نہیں آتا ہے، اگر فرق آتا ہو ہم کو قرآن وحدیث سے ثبوت دو، جناب مفتی صاحب یہ امر طلب ہے آیا اس مولوی کے ایمان میں خلل وفرق آیا یانہ، اور اس مولوی کے پیچھے اقتدا جائز ہے یانہ اور کوئی گناہ ہے یانہ اور گناہ کیسا ہے، صغیرہ یا کبیرہ؟ بینوا توجروا؟

الجواب:

اس نام کے مولوی کے ایمان میں اگر فرق نہ ہوتا تو وہ ایسے جلسوں میں شریک نہ ہو سکتا جن میں اللہ ورسول کے ساتھ استہزا وطعن کئے جاتے ہیں وہ ثبوت مانگتا ہے اسے اگر ایمان احکام کی خبر ہوتی تو جانتا کہ قرآن عظیم اس صورت میں اس کے مثل نصارٰی ہونے کا فتوٰی دے رہا ہے۔

قال اللہ تعالٰی	
"بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ یُكْفَرُ بِهَا وَ یُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا	خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے درد ناک عذاب ہے، وہ جو کافروں کے دوست بناتے ہیں مسلمانوں کے سوا کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں، عزت تو ساری اللہ کے لئے اور بیشک وہ تم پر کتاب میں حکم اتار چکا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کی ہنسی بنائی جاتی ہے تو ان کے پاس نہ بیٹھو جب تک وہ اور

فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِہٖۤ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا ۙ﴿۱۴۰﴾"[1]	بات میں نہ پڑیں اگر تم ان کے پاس بیٹھے تو تم بھی انہیں کی مثل ہو بیشک اللہ کافروں اور منافقوں سب کا جہنم میں ایک ساتھ اکٹھا کرے گا۔

اس شخص کے پیچھے نماز ہر گز جائز نہیں اور وہ سخت اشد کبیرہ کا مرتکب ہے بلکہ اس کا ایمان ہی ٹھیک نہیں، جیسا کہ قرآن عظیم صاف ارشاد فرماچکا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۶۴: از ککرالہ پرگنہ اوسیت ضلع بدایوں مرسلہ محمد یسین خاں خطیب ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی بنگالی نے کہا کہ جو کوئی نماز سنت پڑھے وہ مشرک ہے، اور التحیات اور درود شریف نماز میں پڑھنے کی کہیں سند نہیں، اور اگر سند ہو تو قرآن شریف سے ثابت کرو اور نماز جنازہ کی بھی نہیں پڑھنی چاہئے اس کی بھی قرآن شریف سے سند نہیں اور حدیث کا کچھ اعتبار نہیں ازراہ عنایت جواب سے زود تر سرفراز فرمایئے۔

الجواب:

جو شخص حدیث کا منکر ہے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے اور جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا منکر ہے وہ قرآن مجید کا منکر ہے اور جو قرآن مجید کا منکر ہے اللہ واحد قہار کا منکر ہے اور جو اللہ کا منکر ہے صریح مرتد کافر ہے اور جو مرتد کافر ہے اسے اسلامی مسائل میں دخل دینے کا کیا حق۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ"[2]	رسول جو کچھ تمہیں دیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں بازرہو۔

اور فرماتا ہے:

فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴿۶۵﴾[3]	اے نبی! تیرے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک تجھے ہر اختلافی بات میں حاکم نہ بنائیں پھر اپنے دلوں میں تیرے فیصلہ سے کچھ تنگی نہ پائیں اور اچھی طرح دل سے مان لیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸تا۱۴۰

[2] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

[3] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

نماز سنت و جنازہ اور التحیات و درود سب کا حکم کلام اللہ شریف میں صراحۃً موجود مگر:

"مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ۝" [1]۔	جسے اللہ نے نور نہ دیا اس کے لئے کہیں نور نہیں۔

پہلے یہ منکر بتائے کہ پانچ نمازوں کا ثبوت کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور صبح کی دو رکعتیں، مغرب کی تین رکعتیں، باقی کی چار چار، ان کا ذکر کلام اللہ شریف میں کہاں ہے، اور نمازوں کی ترتیب کہ پہلے قیام اور اس میں قرأت پھر رکوع پھر سجود پھر قعود قرآن مجید میں کہاں ہے، وقتوں کی ابتداء وانتہا کہ فجر کا وقت طلوع صبح سے شروع ہو کر طلوع شمس پر ختم ہوتا ہے، اور ظہر کا زوال شمس سے سایہ اصلی کے سوا ایک مثل یا دو مثل سایہ ہونے تک اس کا ذکر قرآن مجید میں کہاں ہے، وضو کی ناقض یہ یہ چیزیں ہیں اور غسل کی یہ یہ، اور نماز ان چیزوں سے فاسد ہوتی ہے ان کی تفصیل قرآن مجید میں کہاں ہے۔ جب وہ ان سوالوں سے عاجز ہوگا اور اپنے کفر و جہل کا اقرار کرکے تائب ہوگا اس وقت ہم اسے بتادیں گے جن چیزوں کا وہ منکر ہے وہ سب قرآن مجید سے ثابت ہے اور ساتھ یہ بتائے کہ اس نے اس قرآن موجود کو بے کم و بیش قرآن منزل من اللہ کیونکر مانا، کیا اللہ خود اسکے ہاتھ میں دے گیا، اور جب یہ نہیں تو دلیل دے اور سمجھ رکھے کہ اس دلیل سے جو کچھ ثابت ہوگا سب ماننا پڑے گا ورنہ قرآن بھی ہاتھ سے کھوئے گا، کھویا تو ہے ہی جھوٹے زبانی اقرار سے بھی ہاتھ دھوئے گا "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۝" [2] (بیشک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔ت) یہ مسائل جن کا ثبوت ہم نے قرآن عظیم سے دینا اس کے ذمہ لازم کیا ہے اس طرح لکھے جس طرح ہم مسلمانوں میں ہے، اسکے نزدیک اگر اور طور پر ہوں تو جس طرح اس کے اعتقاد میں ہیں نماز میں کیا کیا فرائض ہیں، ان کی ترتیب اور پڑھنے کی ترکیب کیا ہے، وضو و غسل کی ناقض کیا کیا ہیں، ہر وقت کی نماز میں کے رکعتیں ہیں، کس کس چیز سے فاسد ہوتی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۵: شبہہ پیش کردہ بعض اہل علم ۲۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۵ھ

بلاشبہہ اشرف علی تھانوی اپنی عبارت حفظ الایمان میں حق کا معاند ہے، مگر تکفیر میں یہ شبہہ ہے کہ وہ علوم غیبیہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا انکار نہیں کرتا بلکہ اطلاق لفظ عالم الغیب کا تیسری شق جو مصحح ثبوت علوم کثیرہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۶

چھپالی اور زید پر براہ فریب و مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا ہم اسے دیکھتے ہیں کہ وہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرتا۔

الجواب:

اشرف علی تھانوی سے زیادہ اپنی مراد کون بتاسکتا ہے اس نے جو عرق ریزی و حرکت مذبوجی "بسط البنان" میں کی اس پر شدید قاہر الٰہی رد "وقعات السنان" وغیرہ میں ملاحظہ ہوں، مگر ایک ذی علم کے لئے کشف شبہہ کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ یہ سوال حاضر کیا جاتا ہے جس میں سراسر عبارت خفض الایمان کا پورا چربہ ہے اس کا جواب دیتے بلکہ **ان شاء اللہ تعالٰی** ملاحظہ کرتے ہی کھل جائے گا اور شبہہ کا وسوسہ دھواں ہو کر اڑ جائے گا **وباللہ التوفیق**۔

سوال یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ زید نے حمدِ الٰہی میں کہا اے سخی داتا الٰہ العٰلمین اس پر حمید وولید دو شخصوں نے اعتراض کیا۔ حمید، یہ ناجائز ہے اسمائے الٰہی توقیفی ہیں اللہ عزوجل کو جواد کہا جائے گا سخی کہنا جائز نہیں، حواشی حاشیہ خیالی علی شرح العقائد النسفی میں اس کی تصریح ہے۔ ولید: اللہ عزوجل کی ذات مقدسہ پر سخاوت کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سخاوت سے مراد بعض عطا ہے، یعنی کبھی نہ کبھی کسی نہ کسی شخص کو کچھ نہ کچھ دے دینا اگرچہ ایک نوالہ یا ایک کوڑی یا کل عطا کہ کسی سائل کا کوئی سوال کبھی نہ پھیرا جائے ہمیشہ جو کچھ مانگے اسے دیا جائے اگر بعض مراد ہے تو اس میں اللہ تعالٰی کی کیا تخصیص ہے ایسی سخاوت تو زید عمرو ہر ذلیل ورذیل ہر بھنگی چمار کو بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص سے کسی نہ کسی چیز کا دینا واقع ہوتا ہے تو چاہیئے کہ سب کو سخی داتا کہا جائے پھر اگر زید اس کا التزام کرے کہ ہاں میں سب کو سخی داتا کہوں گا تو پھر سخاوت کو منجملہ کمالاتِ الٰہیہ شمار کیوں کیا جاتا ہے، جس امر میں مومن بلکہ شریف شخص کی بھی خصوصیت نہ ہو وہ کمالات الوہیت سے کب ہوسکتا ہے اور اگر التزام نہ کیا جائے تو خدا و غیر خدا میں وجہ فرق بیان کرنا ضرور ہے اور اگر تمام عطایا مراد ہیں اس طرح کہ اس کا ایک فرد بھی خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی سے ثابت ہے انتہی۔ ولید کے اس کلام پر حمید اکابر علمائے کرام نے کفر صریح ہونے کا حکم کیا، سعید کو اس میں یہ شبہات ہیں ہم دیکھتے ہیں، ولید خشوع خضوع سے نماز پڑھتا ہے وہ اللہ تعالٰی کی توہین کرتا، اس کا مقصود اطلاق لفظ سخی پر انکار ہے نہ کہ عطائے الٰہی کا ابطال تیسری شق جو مصحح ثبوت عطائے الٰہیہ ہے، اس نے دھوکا دینے کے لئے قصداً چھپالی اور زید پر براہ فریب مغالطہ ایک الزامی ایراد قائم کیا اس سے وہ حق کا معاند ضرور ہے مگر کافر نہ ہوا، اب علمائے کرام سے استفسار ہے کہ:

(۱) آیا کلام ولید میں اس تاویل کی گنجائش ہے؟

(۲) محض لفظ سخی کے اطلاق پر انکار وہ تھا جو حمید نے کیا یا یہ جو ولید نے کہا؟

(۳) منشائے اطلاق یعنی عطا کو دو شقوں میں منحصر کر دینا ایک وہ کہ خدا میں بھی نہیں دوسرے وہ کہ بھنگی چمار میں ہے اور اس بنا پر اسے کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور اس کے غیر ہر بھنگی چمار میں فرق پوچھنا محض اطلاق لفظ سخی کا انکار ہوگا یا اللہ عزوجل کی صفت کمالیہ عطا کا صریح ابطال ہوگا؟

(۴) اس تقریر سے عطا کو کمالاتِ الٰہیہ سے نہ جاننا اور خدا اور بھنگی چمار میں فرق پوچھنا اور اللہ تعالٰی کی خصوصیت نہ جاننا ہر بھنگی چمار کے لئے بھی حاصل ماننا یہ توہین شان عزت ہے یا نہیں؟

(۵) اس کلام کے سننے سے کسی طرح کسی کا ذہن اس طرف جاسکتا ہے کہ یہ ابطال عطائے الٰہی نہیں نہ اس کے کمال پر حملہ نہ اس قسم عطا میں جو اسے حاصل ہے، اس کی خصوصیت کا انکار نہ ہر بھنگی چمار کی اس میں شرکت کا اظہار بلکہ باوصف صحت معنی وحصول مبنی صرف بالخصوص لفظ سخی پر انکار ہے۔

(۶) جو معنی کسی طرح کلام سے مفہوم نہ ہو سکیں کیا ان کی طرف پھیرنا کفر کا نافی ہوسکتا ہے، شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ ائمہ میں تصریح ہے کہ **التاویل فی لفظ صراح لایقبل**[1] (صریح الفاظ میں تاویل مقبول نہیں ہوتی۔ت) ایسی تاویل مسموع ہو تو کوئی کلام کفر نہ ٹھہرسکے، "**اردت برسول اللہ العقرب**" (میں نے رسول اللہ سے مراد بچھو لیا ہے۔ت) کی تاویل اس تاویل سے قریب تر ہے یا نہیں کہ بلاشبہہ عقرب بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہے۔

(۷) صحیح بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ **ذٰلك اخبات النفاق**[2] (یہ نفاق کا خضوع ہے۔ت) اس خشوع وخضوع کا جواب کافی ہے یا یہ کہ کوئی کیسا ہی کفر کرے جب بعض اعمال صالحہ کرتا ہو کافر نہیں ہوسکتا۔ **بینوا توجروا۔**

مسئلہ ۶۶: از یازید پور ضلع پٹنہ مرسلہ عبدالصمد صاحب ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ امکان نسخ نہیں بلکہ وقوع نسخ کا ماننا فرض ہے یا واجب یا مستحب جس کو دوسرے لفظوں میں یوں صاف کرسکتے ہیں کہ وقوع نسخ پر دلیل قطعی یعنی آیت قرآنی یا حدیث متواتر ہے یا دلیل ظنی ہے اس کا منکر کافر ہوگا یا فاسق؟ **بینوا توجروا**

---

[1] الشفابتعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام مطبع شرکت صحافیہ ۲/ ۲۰۹

[2] مجمع الزوائد باب الاعمال بالخواتیم دار الکتاب بیروت ۷/ ۲۱۴

الجواب:

وقوع نسخ بلاشبہہ قطعیات سے ثابت بلکہ باعتبار شرائع سابقہ ضروریات دین سے ہے اور اس کا منکر کافر ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۷: از بجوواڑہ مرسلہ حاجی عبداللطیف ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت اور مرد میں سے کسی سے بے علمی کی وجہ سے ایسا کلمہ منہ سے نکل جائے کہ کفر میں شمار ہو تو طلاق ہو جاتی ہے یا نہیں، اور اگر ایسا ہو جائے تو کیا کرنا چاہئے کیونکہ ظاہر نکاح دوسری بار پڑھانے سے شرم کرتا ہو تو بغیر گواہ کے ایسا نکاح پھر درست ہو سکتا ہے یا نہیں کہ صرف مرد عورت دونوں ہی نکاح قائم کرلیں کہ کوئی صورت آسان ہو تو بتلائیں کیونکہ اکثر لوگ بے علمی کی وجہ سے کوئی کلام کہہ دیتے ہیں اور وہ کفر ہوتا ہے اور ان کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ہے۔

الجواب:

معاذاللہ جس سے کلمہ کفر صادر ہوا سے بعد توبہ تجدید نکاح کا حکم ضرور ہے نکاح بغیر دو گواہوں کے نہیں ہو سکتا، دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عاقل بالغ آزاد اور مسلمان، عورت کے نکاح میں ان کا مسلمان ہونا بھی شرط ہے وہ ایجاب وقبول کو ایک سلسلے میں سنیں اور سمجھیں کہ یہ نکاح ہو رہا ہے بغیر اس کے نکاح نہیں ہو سکتا، ہاں یہ کچھ ضرور نہیں کہ وہ غیر ہی لوگ ہوں، زن وشوہر کے جوان بیٹا، بیٹی، بہن، بھائی، نوکر چاکر ان میں سے اگر دو مردوں یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلیں کافی ہے، اور تجدید نکاح کوئی شرم کی بات نہیں، یہ وسوسہ شیطانی ہے، شرم کی بات یہ ہے کہ نکاح میں خلل پڑ جائے اور بغیر تجدید کے زن وشوہر کا علاقہ باقی رکھیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۸: از انجمن اسلامیہ بھرت پور مرسلہ حافظ عبدالوہاب خاں ٹونکی ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

یہاں ایک مولوی صاحب نے اثنائے وعظ میں فرمایا کہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) کی لاش مبارک شہادت کے بعد کئی روز تک نہایت ناگفتہ بہ حالت میں رہی اور آپ کی ایک ٹانگ (**نعوذباللہ**) کتوں نے چباڈالی، مولوی صاحب اور ان کے مقلدین اس واقعہ کو تاریخی واقعہ بتاتے ہیں، یہاں کوئی ایسا عالم نہیں جو اس واقعہ کے متعلق صحت کرسکے، اسلئے عرض ہے کہ بواپسی اس واقعہ کے اصلی حالت سے اطلاع دیں، اگر صحیح ہے تو کسی معتبر کتاب سے پتہ چل سکتا ہے؟ اگر غلط ہے تو کس فرقہ کا عقیدہ ہے؟

الجواب:

امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کتاب **الاصابہ فی تمییز الصحابہ** میں فرماتے ہیں:

قال الزبير بن بكار بويع يوم الاثنين لليلة بقيت من ذی الحجة سنة ثلاث وعشرين وقتل يوم الجمعة لثمان عشرة خلت من ذی الحجة بعد العصر ودفن ليلة السبت بين المغرب والعشاء [1]۔	(حضرت زبیر بن بکار کا بیان ہے۔ت) یعنی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بیعت یوم الاثنین ذی الحجہ کی آخری شب ۲۳ ہجری کو کی گئی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ روز جمعہ بعد عصر شہید ہوئے اور اسی شام کو مغرب کے بعد عشاء سے پہلے دفن ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہم پر رافضیوں کے دسویں طعن میں ان ملاعین سے نقل کیا کہ:

"بعداز قتل اوراسہ روز اوفتادہ گزاشتند وبدفن او نپر داختند [2]"۔	قتل کے بعد انہیں تین دن تک ایسے ہی پھینک دیا گیا اور دفن نہ ہونے دیا گیا۔(ت)

وہ کتوں کا لفظ اس طعن میں بھی نہیں، پھر جواب میں بہت روایات ذکر کرکے فرمایا:

ازیں روایات مشہورہ متعددہ ثابت شد کہ تاسہ روز اوفتادہ ماندن لاش عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) محض افتراء ودروغ ست ودر جمیع تواریخ تکذیب آں موجودست زیراکہ باجماع مؤرخین شہادتِ عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) بعد از عصر روز جمعہ ہیژدہم ذی الحجہ واقعہ شدہ است ودفن اودر بقیع شب شنبہ وقوع یافت بلاشبہ انتہی [3]۔ ورأيتنی كتبت فی بعض تعليقاتی الحديثية وهذا ايضا تجاوز نعم لاتقبل المناكير المنكرات فی مقابلة المشهورات المقبولات	ان تمام مشہور روایات سے ثابت ہورہا ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی لاش کا تین دن تک پڑے رہنے کا واقعہ محض افتراء اور جھوٹ ہے اور تمام کتب تاریخ میں اس کی تکذیب موجود ہے کیونکہ تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کی شہادت ۱۸ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر ہوئی اور بلاشبہہ ہفتہ کی رات بقیع شریف میں تدفین ہوئی انتہی۔(ت) مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی اپنے بعض حواشی میں یہی بات لکھی ہے اور یہ بھی تجاوز ہے ہاں مشہور ومقبول روایات کے مقابلے میں مناکیرو

[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ باب عثمان رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۲/ ۴۶۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان رضی اللہ عنہ طعن دہم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۲۶

[3] تحفہ اثنا عشریہ مطاعن عثمان رضی اللہ عنہ طعن دہم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۳۲۹

منکرات مقبول نہیں ہوتیں۔واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)	واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۶۹: از شہر مالیگاؤں محلّہ قلعہ قریب مسجد کلاں مرسلہ محمد صادق صاحب ۳ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

اگر کوئی شخص آیاتِ قرآنی کو نہ مانے تو وہ شخص گناہگار ہوگا یا نہیں؟ اگر ہوتا ہے تو کس درجہ کا؟ اور نماز اس کے پیچھے کیسی ہوتی ہے؟

الجواب:

آیت کو نہ ماننا یعنی انکار کرنا کفر ہے اس کے پیچھے نماز کیسی، مگر عوام نہ ماننا اسے بھی کہتے ہیں کہ گناہ خلاف آیت قرآنی واقع ہوا وراسے آیت سنائی گئی اور وہ اپنے گناہ سے باز نہ آیا یہ باز نہ آنا اگر محض شامتِ نفس سے ہو، آیت پر ایمان رکھتا ہے، نہ اس سے انکار کرتا ہے نہ اس کا مقابلہ کرتا ہے تو گناہ ہے کفر نہیں، پھر اگر وہ گناہ خود کبیرہ ہو یا بوجہ عادت کبیرہ ہوجائے اور یہ شخص اعلان کے ساتھ اس کا مرتکب ہو تو فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی یعنی پڑھنی گناہ اور پڑھی ہو تو پھیرنی واجب، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۰: از چندوسی حسینی بازار مرسلہ غلام حسین صاحب ۳ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمدللہ العلی العظیم والصلوۃ علی النبی الکریم وآلہ وصحبہ المکرمین اٰمین!

(کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چندوسی میں مسلمانوں نے ہنود، مشرکین سے اتفاق کرنے میں یہ آثار ظاہر کئے کہ سوائے نوبت نقارے نوازی اور ناچ رنگ نامشروع کے ایسا مبالغہ اور عروج ان کی رسوم جلادینے میں کہ بعض فریق تلک، قشقہ، سندے، برہمنوں کے ہاتھ سے اپنی پیشانی پر کھنچوا کر خوش اور مسرور ہوااور بعض فریق برہمنوں کے ساتھ جے رامچندر جی اور جے سیتاجی کی بول اٹھااور بعض فریق نے ہمراہ ہنود تخت رواں نستہ عورتوں کے گشت کی اور وہ تخت رواں خلاف سالہائے گزشتہ پیوستہ کے بیخوف وخطر گلی کوچہ پھرا کر مسلمانوں کے جائے جلوس پر ہنود لائے، مسلمانوں نے سوائے تواضع پان، پھول اور ہار، الائچی وغیرہ ان کے آنے کا شکریہ بفخریہ ادا کرکے شیرینی کی تھالی پیش کی اس عمل سے کس فریق کی عورت نکاح سے باہر ہوئی اور کون مبتلائے کفر ہوا اور کون مرتکب گناہ کبیرہ ہوا اور ہر فریق کی توبہ کی صورت کیا ہے؟

الجواب:

وہ جنہوں نے برہمن سے قشقہ کھنچوایا وہ جنہوں نے ہنود کے ساتھ وہ جے بولی کافر ہوگئے، ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں اور وہ کہ گشت میں شریک ہوئے اگر کافر نہ ہوئے تو قریب بکفر ہیں،

حدیث میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سود مع قوم فھو منھم [1] وفی لفظ من کثر سواد قوم [2]۔	جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

اور وہ جنہوں نے بت کے لانے پر شکریہ ادا کیا اور خوش ہوئے ان پر بھی بحکم فقہاء کفر لازم ہے غمز العیون میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر [3]۔	جس نے کافر کے عمل کو اچھا جانا وہ باتفاق مشائخ کافر ہو جاتا ہے (ت)

ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷: از موضع بیری پور ڈاکخانہ قصبہ علی گڑھ ضلع بریلی مرسلہ خان محمد خاں ۱۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید آداب واحکام وارکان شریعت کا محض منکر ہے یعنی اہل ہنود کی پرستش گاہوں پر پوجا کرتا ہے، سراسر جو کام شرک وکفر کے ہنود کرتے ہیں ان کو زید بھی کرتا ہے اور بجائے محفل میلاد شریف کے مثل ہنود کے کتھا کی یعنی برہمن کو بلاکر پوریاں وغیرہ پکواکر اور ہنود کو کھلاکر جن مسلمانوں سے رسم تھا ان کو کھلادیں اور ہنود کے ہوم رول میں چندہ دیا اور مسجد کے دینے سے انکار، صوم وصلوٰۃ کا منحرف بایں امور کہ زید میں موجود ہیں، عمر اپنی بیٹی زید کے بیٹے کو دینا چاہتا ہے ہر چند اس سے منع کیا گیا مگر قصداً رسم گیا حتی کہ تاریخ شادی کی ٹھہر گئی، عمر کی زوجہ نے جواب دیا اور سخت کلامی کی کہ زید اگر بھنگی ہے تو ہم بھی بھنگی ہیں، عمر سے کہا گیا کہ تم کو اگر زید سے ملنا ہے تو اس کو توبہ استغفار کرادیا جائے، مگر عمر نہ مانا اور شرک وکفر کی حالت میں دیدہ دانستہ قرابت کی، آیا ہم جمیع مسلمان زید وعمر کے ساتھ کیسا معاملہ رکھیں، جو حکم شرع شریف کا ہو، نافذ ہو ایسا شخص بموجب شرع شریف کے مستوجب سزا ہے یا نہیں، **بینوا توجروا۔**

---

[1] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

[2] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ بحوالہ مسند ابی یعلی المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۴/ ۳۴۶، کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۲

[3] غمز العیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۵

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید کافر مرتد ہے، اس سے سلام، کلام مسلمانوں کو حرام اس کی شادی غمی میں شرکت حرام۔

قال اللہ تعالٰی " وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی " وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡہُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِہٖ ؕ "[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (ت)

عمر اس کے سب افعال پر آگاہ ہے اس نے توبہ بھی لینا نہ چاہی اور ایسی قرابت اس کے ساتھ کی مبتلائے گناہ عظیم و مستحقِ عذاب الیم ہوا۔

قال اللہ تعالٰی " اِنَّکُمۡ اِذًا مِّثۡلُہُمۡ ؕ "[3]، وقال اللہ تعالٰی " وَ مَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ ؕ "[4]، وقال اللہ تعالٰی " وَ لَا تَرۡکَنُوۡۤا اِلَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ ۙ "[5]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ورنہ تم بھی انہیں جیسے ہو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انہیں میں سے ہے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ (ت)

زید و عمر اگر توبہ نہ کریں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ انہیں یک لخت چھوڑ دیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۷۲ تا ۷۳:　از بدایوں مرسلہ نتھو و نثار احمد سوداگران چرم　　۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۶ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے باجود اس علم کے کہ مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان کے کافر ملحد ہونے کا فتوٰی تمام علمائے اسلام دے چکے ہیں، پھر بھی اپنی لڑکی کا نکاح ایک مرزائی کے لڑکے کے ساتھ کردیا اب زید کو گمراہ اور بدعقیدہ سمجھا جائے یا نہیں اور زید کے ساتھ کھانا پینا اور اسکی شادی غمی میں شریک ہونا اپنے یہاں اس کو شریک کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

[4] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ ایسا کریں ان کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) مرزائیوں کے لڑکوں کو جو ابھی سن شعور کو نہیں پہنچے اور اپنے ماں باپوں کے رنگ میں رنگے ہیں اور ہر امر میں انہیں کے ماتحت ہیں کیا سمجھنا چاہئے مرزائی یا غیر مرزائی؟

الجواب:

(۱) اگر وہ لڑکا اپنے باپ کے مذہب پر تھا اور اسے یہ معلوم تھا کہ اس کا یہ مذہب ہے اور دانستہ لڑکی اس کے نکاح میں دی تو یہ لڑکی کو زنا کے لئے پیش کرنا اور پرلے سرے کی دیوثی ہے، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کے پاس بیٹھنا تک منع ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾"[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

ورنہ اس کے سخت بے احتیاط اور دین میں بے پرواہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اگر ثابت ہو کہ وہ واقعی مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہے اس بناپر تقریب کی تو خود کافر مرتد ہے، علمائے کرام حرمین شریفین نے قادیانی کی نسبت بالاتفاق فرمایا کہ:

من شك فی عذابہ و کفرہ فقد کفر[2]۔	جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

اس صورت میں فرض قطعی ہے کہ تمام مسلمان موت حیات کے سب علاقے اس سے قطع کردیں، بیمار پڑے پوچھنے کو جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے مسلمان کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسکی قبر پر جانا حرام،

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمۡ عَلٰی قَبۡرِهٖ ؕ"[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا (ت)

(۲) وہ سب مرزائی ہیں مگر وہ کہ عقل و تمیز کی عمر کو پہنچا اور اچھے برے کو سمجھا اور مرزائیوں کو کافر جانا اور ٹھیک اسلام لایا وہ مسلمان ہے، یہ اس حالت میں ہے کہ ماں مرزائی ہو، اور اگر ماں مسلمان ہو اگرچہ اپنی

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

شامت نفس یا اپنے اولیاء کی حماقت یا ضلالت سے مرزائی کے ساتھ نکاح کرکے زنا میں مبتلا ہے، اب جو بچے ہوں گے جب تک ناسمجھ رہیں گے اور سمجھ کی عمر پر آکر خود مرزائیت اختیار نہ کریں گے اس وقت تک وہ اپنی ماں کے اتباع سے مسلمان ہی سمجھے جائیں گے،

فان الولد یتبع خیر الابوین دینا فکیف من لیس له الاالام فان ولد الزنا لااب له۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بچہ والدین میں سے اس کے تابع ہوتا ہے جس کا دین بہتر ہو تو اس وقت کیا حال ہوگا جب اس کی صرف ماں ہی ہو کیونکہ ولد زنا کا باپ نہیں ہوتا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۷۴ تا ۸۱: از مقام رانچی محلّہ اوپر بازار مرسلہ عبدالرب صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جو کہے: **(۱)** معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام غلط ہیں، معجزہ حضرت سیدنا عیسٰی (علیہ السلام) مردہ کو زندہ کرنا غلط ہے، مطلب اس کا احوالِ قوم کو زندہ کرنا ہے ایسے شخص کے واسطے کیا حکم ہے شرعًا؟

(۲) کتاب فتاوٰی عالمگیری و قاضی خاں بے اعتبار ہیں، توہین علماء دین قول بکر سے متصور ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۳) قربانی کرنے کی ضرورت نہیں اللہ تعالٰی گوشت و خون کا محتاج نہیں، نہ اس تک پہنچتا ہے، بلکہ تمہارا تقوٰی پہنچتا ہے، قربانی کے جانور کی قیمت مدرسہ میں دینا افضل ہے، غور فرمایا جائے کہ بکر نے ترک وجوب پر حملہ کیا یا نہیں شرعًا کیا حکم ہے؟

(۴) حضرت منصور کا دار پر کھنچا جانا امور سلطنت و متہم ہونے کی وجہ سے نہ تھا نہ اور کسی وجہ سے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۵) بکر عبادت گاہ کفار میں نہ بہ نیت تفریح طبع و دیکھنے کے جاتا ہے بلکہ شرکت عبادت گاہ کفار کو فرض و سنت و مستحب ٹھہراتا ہے، شرعًا کیا حکم ہے؟

(۶) بکر پردہ حنفیت میں کاربند وہابیت ہے، وہابیوں کی حمایت اور اہلسنت و تمامی مفسرین و فقہاء کی توہین کرتا ہے، میلاد و قیام کے متعلق الفاظ ناشائستہ و بدعت سیئہ کہتا ہے، بکر کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ اور بکر درحقیقت مقلد ہے یا غیر مقلد؟

(۷) بکر محض بپاس کلام و اثبات مدعا اپنے بزور زبان عبارات فقہیہ کو تحریف کیا ہے، بکر دست انداز اقوال ائمہ مجتہدین پر ہے یا نہیں؟ شرعًا کیا حکم ہے؟

(۸) بکر جناب کنز الفقراء تاج الاولیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) پر طعن و تکذیب کراماتِ اولیاء کرتا ہے و نیز دیگر اشخاص بھی بمقابلہ بکر کے حضرت کی شان میں طعن کرتے ہیں اور بکر

خاموش رہتا ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) جو شخص معجزاتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتائے کافر مرتد ہے، مستحقِ لعنت ابد ہے۔ حضور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ احیائے موتی کا غلط کہنے والا بھی یقینا کافر مرتد ہے اور وہ تاویل کہ احوال قوم زندہ کرنا مراد ہے، اسے کفر وارتداد سے نہ بچائے گی کہ ضروریات دین میں تاویل مسموع نہیں۔ عقائد امام مفتی الثقلین مفتی الجن والانس عمر نسفی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

النصوص تحمل علی ظواھرھا والعدول عنھا الی معان یدعیھا اھل الباطن الحاد[1]۔	نصوص کو اپنے ظاہر ہی پر محمول کیا جائے گا اور اس سے ایسے معانی کی طرف عدول جن کا دعوی اہل باطن نے کیا سراسر الحاد ہے (ت)

شرح میں ہے:

الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال و التصاق بالکفر لکونه تکذیبا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فیما علم مجیئه به بالضرورۃ[2]۔	الحاد یعنی اسلام سے عدول اعراض ہے اور یہ کفر کے ساتھ اتصال ہے کیونکہ یہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان معاملات میں تکذیب ہے جن کا لانا آپ سے بالضرورۃ ثابت ہے (ت)

شفاء قاضی عیاض میں ہے:

التاویل فی الضروری لایسمع[3]۔	ضروریاتِ دین میں تاویل مسموع نہیں۔ (ت)

(۲) **سبحان اللہ!** جب وہ معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط کہتا ہے تو اس سے اس کی کیا شکایت کہ فتاوٰی قاضی خاں وعالمگیری کو نہیں مانتا جو اللہ اور اس کے رسولوں کی تکذیب کرچکا اس سے توہین علم وعلماء کا گلہ فضول ہے، **ماعلی مثله بعد الخطاء** (خطاکے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ ت)

(۳) قربانی کا انکار ضلالت ہے، یہ ہندو تو سارے کے سارے گائے کی قربانی سے کتنا چڑتے ہیں، غایت یہ کہ یہ ایک بات میں ہندوؤں سے بڑھ گیا کہ مطلقاً قربانی کے وجوب کا منکر ہوا اور ایک بات میں ہندو اس سے

---

[1] عقائد نسفی مع الشرح مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[2] شرح عقائد نسفی مطبوعہ دار الاشاعت العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۹

[3] کتاب الشفاء للقاضی عیاض القسم الرابع فی تصرف وجوہ الاحکام الخ مکتبہ شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

بڑھ کر ہیں کہ وہ چڑتے ہیں یہ فقط منکر۔

(۴) ایک بے معنی بات ہے صرف اتنے لفظ محتاج توجیہ نہیں۔

(۵) شرکت عبادت گاہ کفار صریح کفر ہے کیونکہ ہدایت یارد کو جانا شرکت نہیں ہوسکتا، کتب دینیہ میں تصریح ہے کہ معابد کفار میں جانا مکروہ ہے کہ وہ ماوائے شیاطین ہیں **کمافی ردالمحتار وغیرہ** (جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) نہ کہ شرکت کہ صریح کفر ہے اور کفر کو ہلکا جاننا بھی کفر ہے نہ کہ معاذاللہ مستحب بلکہ سنت بلکہ فرض ٹھہرانا،

اباللہ واٰیتہ ورسلہ کنتم تستھزؤن، لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم[1]۔	کیااللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہو کر۔(ت)

(۶) عجب ہے کہ سائل اس سے وہ کلمات نقل کرکے پھر اس کا مقلد ہونا پوچھتا ہے وہ مقلد ضرور ہے مگر ابلیس کا،

قال اللہ تعالٰی "اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾"[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان پر شیطان غالب آگیا تو انہیں اللہ کی یاد بھلادی، وہ شیطان کے گروہ ہیں، سنتا ہے بیشک شیطان ہی کا گروہ ہار میں ہے۔(ت)

(۷) معلوم نہیں سائل نے اس کا پہلا عقیدہ معجزہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو غلط بتانا غلط لکھ دیا یا صحیح، اگر غلط لکھا تو کیوں، اور صحیح لکھا تو اس کے بعد ان باتوں کی کیا گنجائش رہی، ائمہ مجتہدین پر دست اندازی کرنیوالا گمراہ سہی کافر تو نہیں، تکذیب معجزات کرنے والا تو کافر ہے۔ گنہگا پرشاد یا مسیح چرن سے اس کی کیا شکایت کہ تو ہمارے ائمہ پر کیوں اعتراض کرتا ہے۔

(۸) کراماتِ اولیاء کا انکار گمراہی ہے،

قال اللہ تعالٰی "كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب زکریا اس کے پاس اس کی نماز پڑھنے کی جگہ جاتے اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا، بولیں وہ اللہ کے پاس سے ہے بیشک اللہ

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵و۶۶

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

بِغَیۡرِ حِسَابٍ "[1] وقال اللہ تعالٰی "قَالَ الَّذِیۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡکِتٰبِ اَنَا اٰتِیۡکَ بِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّرۡتَدَّ اِلَیۡکَ طَرۡفُکَ "[2]۔	جسے چاہے بے گنتی دے(ت) اللہ تعالٰی نے فرمایا: اس نے عرض کی جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ میں اسے حضور میں حاضر کردوں گا ایک پل مارنے سے پہلے۔(ت)

اور حضور ولی الاولیاء، غوث الاقطاب ملاذ الابدال والافراد رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم کی شانِ اقدس میں زبان درازی نہ کرے گا مگر رافضی تبرائی۔

"وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ "[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم(ت)

مسئلہ ۸۲تا۸۴: از مراد آباد محلّہ قائم کی بیریاں مرسلہ محمد مختار ۱۰جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ.

(۱) ایک شخص کے دل میں زبان میں برے خیال نکلتے ہیں وہ نماز پڑھنے سے عاجز آگیا ہے چنانچہ لاحول، سورہ ناس، درود شریف، قرآن شریف پڑھتا ہے تو بھی اس کے دل میں برے خیالات آتے ہیں اور ایک بات زبان سے برابر دل سے برابر نکلا کرتی ہے مثلاً سراج الحق بیٹا کس کا، اپنے ماں باپ کا، اور فحش خیالات بیٹے بیٹیوں، ماں باپ کے بارے میں ہر وقت برے خیالات بہت۔

(۲) برے خیالات یہ بہت دھوکے انجانی بیوقوفی زبان سے، دل جان سے ہیں، **نعوذ باللہ** خدا کا شریک نکلا، پھر یہ نکلا خدا وحدہ لاشریک ہے، رسول برحق ہیں یہ خیال بہت جلد دھوکے سے نکلا، ایک ماہ میں تین بار، ایک دفعہ ایک یوم میں دوسرا آٹھ یوم میں تیسرا سولہ یوم میں نکلا پھر یہ خیالات نہیں نکلتے، پھر دل زبان سے یہ نکلا کہ خدا وحدہ لاشریک ہے جبکہ ہزارہا باتوں کے بعد جب کہ زبان نہیں رکتی تھی، وہ روکتا تھا مگر وہ نہیں رکتی تھی، دل میں دنیا کے خیالات بہت برے تھے وہ یہ ہیں خدا نے کسی کو بیٹا بیٹی مال اسباب دیا ہے سب یہیں رہے گا بس خدا کی بات اچھی ہے دل میں یہی بیٹوں بیٹیوں کے خیالات، وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ مسلمان رہا یا نہیں؟ گنہگار ہوا یا نہیں۔

(۳) وہ ہمیشہ لوگوں کو نیک تعظیم دیتا ہے، خدا نے جو بتایا ہے نماز روزہ اور بہت باتوں کی، وہ قرآن اور خدا رسول کی محبت کرتا ہے جو خدا اور سول کو برا اور قرآن کو برا کہتا ہے اس کو جان سے مارنے کو تیار ہے،

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۷

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۰

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

وہ خدااور سول کو جان سے زیادہ زیادہ سمجھتا ہے، خدا سے کئی مرتبہ دعامانگی مگر خدا کا حکم نہیں ہوا ان سے پہلے وہ عاجز آگیا ان باتوں سے، اور نماز میں بھی برے برے خیالات آتے ہیں، وہ اپنے اسلام کا پکا ہے، وہ خدا اور سول سے بہت خوش ہے، کئی آدمی نے خدااور سول کو برا کہا اس نے ان کو مارا مگر جنہوں نے برا کہا وہ کافر تھا، یہ سب بیٹے بیٹیاں کس کی ہیں، کیا آدم علیہ السلام کی یا اپنے ماں باپوں کی؟

الجواب:

برے خیالات اگر آئیں اور انہیں جمایا نہ جائے، نہ بالقصد انہیں زبان سے ادا کیا جائے، تو اس سے اسلام میں کچھ فرق نہیں آتا اور جہاں تک مجبوری ہے گناہ بھی نہیں، اور وہ سراج الحق والا فقرہ بار بار کہنا گناہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، خلل دماغ کا ایک شعبہ ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** برے وسوسے جب دل میں آئیں فوراً اللہ عزوجل کی طرف رجوع کرے اور کہے:

امنا باللہ ورسولہ "هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝" [1]	میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا "وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن اور وہی سب کچھ جانتا ہے" (ت)

اور **لاحول** شریف پڑھے اور خشکی دماغ کا طبّی معالجہ بھی چاہئے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۵ تا ۸۶: از دادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک مولوی صاحب بعد ختم ہونے وعظ کے فرمانے لگے کہ ہم نے جو وعظ آپ صاحبوں کو سنایا ہے وہ کلام اللہ اور حدیث سے سنایا ہے، نہیں معلوم کہ یہ جھوٹ ہے یا سچ، اس بات کا علم خدا کو ہے، یہ الفاظ مولوی صاحب نے کیوں فرمائے، ایسا کہنے سے آدمی گنہگار ہوتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

(۲) مذکور مولوی صاحب ہر وعظ میں بہشتی زیور کے لئے خاص حکم دیتے ہیں، وہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف سے ہے، بہت سے ذی علم لوگوں کو شک ہے اور بہشتی زیور پڑھنے کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے، اس کتاب میں کون سے مسائل غلط ہیں اور ان کون سے صحیح؟ ان کا خلاصہ اور آپ اس کتاب کے لئے کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

الجواب:

(۱) یہ کہہ کر کہ میں نے تمہیں یہ وعظ قرآن وحدیث سے سنایا ہے یہ کہنا کہ معلوم نہیں جھوٹ ہے یا سچ قرآن عظیم کے صدق میں شک کرنا ہے اور تاویل بعید کی یہاں کچھ حاجت نہیں، اول تو الفاظ اس کے مساعد نہیں پھر سوال دوم میں بیان مسائل سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واعظ ہر وعظ میں مسلمانوں کو بہشتی زیور منگانے کی ترغیب دیتا ہے ایسا ہے تو عقیدہ کا دیوبندی معلوم ہوتا ہے اور دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید کے صدق میں ضرور شک ہے وہ اللہ عزوجل کو وجوبًا سچا نہیں جانتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں کہ **معاذاللہ** وہ امکانًا جھوٹا ہے پھر وعظ کو قرآن وحدیث سے بتا کر اس کے صدق وکذب میں شک کرنا ضرور کلمہ کفر ہے، مسلمانوں کو ایسے شخص کا وعظ سننا اور اسے وعظ کی مسند پر بٹھانا حرام ہے۔

(۲) بہشتی زیور ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو صریح گالی دی اور جس کی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق حسام الحرمین میں فرمایا ہے کہ:

من شك فی كفره وعذابه فقد كفر[1]۔	جو اس کو باتوں پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جاننا درکنار اس کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ بھی کافر۔

بہشتی زیور کا دیکھنا عوام مسلمان بھائیوں کو حرام ہے اس میں بہت سے مسائل گمراہی کے اور بہت سے مسائل غلط و باطل ہیں اور یہی کیا تھوڑا ہے کہ وہ ایسے کی تصنیف ہے جس کو مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ کے علمائے کرام باتفاق فرمارہے ہیں کہ اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔ زیادہ اطمینان درکار ہو تو کتاب **حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین** مطبع اہل سنت وجماعت بریلی سے طلب کیجئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۸۷: 　　از شہر بریلی مرسلہ شوکت علی صاحب فاروقی 　　۲۷ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کفار کے قسم کے ہوتے ہیں اور ہر ایک کی تعریف کیا ہے اور صحبت کون سے کفار کی سب سے زیادہ مضر ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اللہ عزوجل ہر قسم کفر و کفار سے بچائے، کافر دو قسم ہے: اصلی و مرتد۔ اصلی وہ کہ شروع سے کافر اور کلمہ اسلام کا منکر ہے، یہ دو قسم ہے: مجاہر و منافق، مجاہر وہ کہ علی الاعلان کلمہ کا منکر ہو اور منافق وہ کہ بظاہر کلمہ پڑھتا اور دل میں منکر ہو، یہ قسم حکم آخرت میں سب اقسام سے بدتر ہے۔

---

[1] حسام الحرمین باب المعتمد والمستند مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

"اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" [1]۔	بیشک منافقین سب سے نیچے طبقہ دوزخ میں ہیں۔

کافر مجاہر چار قسم ہے:

اول دہریہ کہ خدا ہی کا منکر ہے۔

دوم مشرک کہ اللہ عزوجل کے سوا اور کو بھی معبود یا واجب الوجود جانتا ہے، جیسے ہندو بت پرست کہ بتوں کو واجب الوجود تو نہیں مگر معبود مانتے ہیں اور آریہ کہ روح و مادہ کو معبود تو نہیں، مگر قدیم وغیر مخلوق جانتے ہیں دونوں مشرک ہیں اور آریوں کو موحد سمجھنا سخت باطل ہے۔

سوم مجوسی آتش پرست۔

چہارم کتابی یہود ونصارٰی کہ دہریہ نہ ہوں،

ان میں اول تین قسم کا ذبیحہ مردار اور ان کی عورتوں سے نکاح باطل ہے اور قسم چہارم کی عورت سے نکاح ہو جائے گا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے۔

کافر مرتد وہ کہ کلمہ گو ہو کر کفر کرے اس کی بھی دو قسم ہیں: مجاہر ومنافق۔

مرتد مجاہر وہ کہ پہلے مسلمان تھا پھر علانیہ اسلام سے پھر گیا کلمہ اسلام کا منکر ہو گیا چاہے دہریہ ہو جائے یا مشرک یا مجوسی یا کتابی کچھ بھی ہو۔

مرتد منافق وہ کہ کلمہ اسلام اب بھی پڑھتا ہے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا ہے پھر اللہ عزوجل یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی کی توہین کرتا یا ضروریات دین میں سے کسی شیئ کا منکر ہے، جیسے آجکل کے وہابی، رافضی، قادیانی، نیچری، چکڑالوی، جھوٹے صوفی کہ شریعت پر ہنستے ہیں، حکم دنیا میں سب سے بدتر مرتد ہیں اس سے جزیہ نہیں لیا جاسکتا، اس کا نکاح کسی مسلم کافر مرتد اس کے ہم مذہب یا مخالف مذہب، غرض انسان حیوان کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہو گا محض زنا ہوگا، مرتد مرد ہو خواہ عورت، مرتدوں میں سے سب سے بدتر مرتد منافق ہے، یہی وہ ہے کہ اس کی صحبت ہزار کافر کی صحبت سے زیادہ مضر ہے کہ یہ مسلمان بن کر کفر سکھاتا ہے، خصوصًا وہابیہ خصوصًا دیوبندیہ کہ اپنے آپ کو خاص اہلسنت کہتے، حنفی بنتے، چشتی نقشبندی بنتے، نماز روزہ ہمارا سا کرتے، ہماری کتابیں پڑھتے پڑھاتے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۵

اور اللہ ورسول کو گالیاں دیتے ہیں، یہ سب سے بدتر زہر قاتل ہیں، ہوشیار خبردار ! مسلمانو! اپنا دین بچائے ہوئے رہو "فَاللّٰهُ خَیْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۶۴﴾ "[1] (تو اللہ سب سے بہتر نگہبان اور وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۶۴

رسالہ

المبین ختم النبیین ۱۳۲۶ھ

(حضور کے خاتم النبیین ہونے کے واضح دلائل)

مسئلہ ۸۸تا۹۴: از بہار شریف محلّہ قلعہ مدرسہ فیض رسول مرسلہ مولوی ابوطاہر نبی بخش صاحب ۱۸ربیع الاول شریف ۱۳۲۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ــــــــ حامدا و مصلیا و مسلما

امابعد بست و پنجم ماہ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ شب سہ شنبہ کو مولوی سجاد حسین و مولوی مبارک حسین صاحب مدرسین مدرسہ اسلامیہ بہار کے وطلبا تعلیم دادہ وعظ میں فرماتے تھے کہ خاتم النبیین میں "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے، جب دوسرے روز مسجد چوک میں مولوی ابراہیم صاحب نے (جو بالفعل مدرسہ فیض رسول میں پڑھتے ہیں) اثنائے وعظ میں آیہ کریمہ:

"مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ"[1]۔	محمد تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ (ت)

تلاوت کرکے بیان کیا کہ النبیین میں جو لفظ النبیین مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لفظ پر الف لام

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

استغراق کا ہے بایں معنی کہ سوائے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کوئی نبی نہ آپ کے زمانہ میں ہو اور نہ بعد آپ کے قیامت تک کوئی نبی ہو نبوت آپ پر ختم ہوگئی آپ کل نبیوں کے خاتم ہیں، بعد وعظ مولوی ابراہیم صاحب کے راحت حسین طالب علم مدرسہ اسلامیہ بہار کے مجاور درگاہ نے باعانت بعض معاون روپوش بڑے دعوے کے ساتھ مولوی ابراہیم صاحب کی تقریر مذکور کی تردید کی اور صاف لفظوں میں کہا کہ لفظ "النبیین" پر الف لام استغراق کا نہیں ہے بلکہ عہد خارجی کا ہے، چونکہ یہ مسئلہ عقائد ہے لہٰذا اس کے متعلق چند مسائل نمبروار لکھ کر اہل حق سے گزارش ہے کہ بنظرِ احقاق ہر مسئلہ کا جواب باصواب بحوالہ کتب تحریر فرمادیں تاکہ اہل اسلام گمراہی و بد عقیدگی سے بچیں:

(۱) راحت حسین مذکور کا کہنا کہ "النبیین" پر الف لام عہد خارجی کا ہے استغراق کا نہیں۔ یہ قول صحیح اور موافق مذہب منصور اہل سنت وجماعت کے ہے یا موافق فرقہ ضالہ زیدیہ کے؟

(۲) نفی استغراق سے آیہ کریمہ کا کیا مفہوم ہوگا؟

(۳) برتقدیر صحت نفی استغراق اس آیہ سے اہل سنت کا عقیدہ کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم ہیں، ثابت ہوتا ہے کہ نہیں اور اہل سنت اس آیہ کو مثبت خاتمیت کاملہ سمجھتے ہیں یا نہیں؟

(۴) اگر آیت مثبت کلیت نہیں ہوگی تو پھر کس آیت سے کلیت ثابت ہوگی اور جب دوسری آیت مثبت کلیت نہیں تو اہل سنت کے اس عقیدے کا ثبوت دلیل قطعی سے ہرگز نہ ہوگا۔

(۵) جس کا عقیدہ ہو کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل انبیاء کے خاتم نہیں ہیں، اس کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۶) اس باطل عقیدے کے لوگوں کی تعظیم و توقیر کرنی اور ان کو سلام کرنا جائز ہوگا یا ممنوع؟

(۷) کیا سنی حنفی کو جائز ہے کہ جو شخص حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کل انبیاء کا خاتم نہ سمجھے اس سے دینی علوم پڑھیں یا اپنی اولاد کو علم دین پڑھنے کے واسطے ان کے پاس بھیجیں، فقط المستفتی محمد عبداللہ۔

دلائل خارجیہ [عــــہ]

دلیل اول: توضیح ص ۱۰۰ میں ہے:

الاصل ای الراجح ھو العھد الخارجی	اصل یعنی راجح عہد خارجی ہی کا ہے اس لئے عہد خارجی

عــــہ: چونکہ خاتم النبیین میں الف لام عہد خارجی کے قائل ہیں لہٰذا خارجیہ لکھے گئے ہیں ۱۲

لانہ حقیقۃ التعیین وکمال التمییز [1]۔	حقیقت تعیین اور کمال تمیز ہے۔

پس جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔

دلیل دوم: نورالانوار صفحہ ۸۱ میں ہے:

یسقط اعتبار الجمعیۃ اذا دخلت علی الجمع [2]۔	جب لام تعریف جمع پر داخل ہو تو اعتبار جمعیت ساقط ہوجاتا ہے۔

پس نبیین کہ صیغہ جمع ہے، جب اس پر الف لام تعریف داخل ہوا تو نبیین سے معنی جمعیت ساقط ہوگیا اور جب معنی جمعیت ساقط ہوگیا تو الف لام استغراق کا ماننا صحیح نہیں ہوسکتا۔

دلیل سوم: یہ امر مسلم ہے کہ مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے جب فرد واحد اس کل کے طرف مضاف ہو جس میں وہ داخل ہے تو وہ کل من حیث ہو کل ہونے کے کل، باقی نہ رہے گا بلکہ کلیت اس کی ٹوٹ جائے گی، اور جب کلیت اس کی باقی نہ رہی تو بعضیت ثابت ہوگئی اور یہی معنی ہے عہد کا، اور اگر اس فرد مضاف کہ ہم اس کل کے شمول میں رکھیں تو تقدم الشیئ علی نفسہ لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے کیونکہ وجود مضاف الیہ مقدم ہوتا ہے وجود مضاف پر، پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ النبیین میں الف لام عہد خارجی کا ماننا چاہئے۔

الجواب:

حضور پر نور خاتم النبیین سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علیہ وعلیہم اجمعین کا خاتم یعنی بعثت میں آخر جمیع انبیاء و مرسلین بلاتاویل و بلاتخصیص ہونا ضروریات دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنی شک و شبہہ کو بھی راہ دے کافر مرتد ملعون ہے، آیہ کریمہ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [3] (لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں۔ت) وحدیث متواتر لا نبی بعدی [4] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) سے تمام امت مرحومہ نے سلفاً و خلفاً یہی معنی سمجھے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاتخصیص تمام انبیاء میں آخر نبی ہوئے حضور کے ساتھ یا حضور کے بعد قیام قیامت تک کسی کو نبوت ملنی محال ہے۔ فتاوٰی یتیمۃ الدہر و اشباہ والنظائر و فتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

---

[1] التوضیح والتلویح قولہ ومنہا الجمع المعرف باللام نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۳۶

[2] نورالانوار بحث التعریف باللام والاضافۃ مکتبہ علمی دہلی ص ۸۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[4] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

اذالم یعرف الرجل ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اٰخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات[1]۔	جو شخص یہ نہ جانے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انبیاء میں سب سے پچھلے نبی ہیں وہ مسلمان نہیں کہ حضور کا آخر الانبیاء ہونا ضروریات دین سے ہے(ت)

شفاء شریف امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے:

کذٰلک (یکفر) من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اوبعدہ (الی قولہ) فھٰؤلا کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخبرانہ خاتم النبیین ولانبی بعدہ واخبر عن اللہ تعالٰی انہ خاتم النبیین وانہ ارسل کافۃ للناس واجمعت الامۃ علی حمل ان ھذا الکلام علی ظاھرہ وان مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولاتخصیص فلا شك فی کفر ھٰؤلاء الطوائف کلھا قطعا اجماعا وسمعا[2]۔	یعنی جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد کسی کی نبوت کا ادعا کرے کافر ہے (اس قول تک) یہ سب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور اللہ تعالٰی کی جانب سے یہ خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور ان کی رسالت تمام لوگوں کو عام ہے اور امت نے اجماع کیا ہے کہ یہ آیات واحادیث اپنے ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے وہی خدا اور رسول کی مراد ہے نہ ان میں کوئی تاویل ہے نہ کچھ تخصیص تو جو لوگ اس کا خلاف کریں وہ بحکم اجماع امت وبحکم قرآن وحدیث سب یقیناً کافر ہیں۔

امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

ان الامۃ فھمت ھذااللفظ انہ افھم عدم نبی بعدہ ابداوعدم رسول بعدہ ابدا وانہ لیس فیہ تاویل ولاتخصیص وامن اولہ بتخصیص فکلامہ من انواع الھذیان لایمنع الحکم بتکفیرہ لانہ مکذب لھذا النص الذی اجمعت الامۃ علی انہ غیر مؤول	یعنی تمام امت مرحومہ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا ہے وہ بتاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا ہے کہ اس میں اصلاً کوئی تاویل یا تخصیص نہیں تو جو شخص لفظ خاتم النبیین میں النبیین کو اپنے عموم واستغراق پر نہ مانے بلکہ

[1] الاشباہ والنظائر باب الردۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۹۶، فتاوٰی ہندیہ باب احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاؤلین شرکت صحافیہ فی البلد العثمانیہ ترکی ۲/ ۲۷۰،۲۷۱

ولامخصوص[1]۔	اسے کسی تخصیص کی طرف پھیرے اس کی بات مجنون کی بک یا سرسامی کی بہک ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ اس نے نص قرآنی کو جھٹلایا جس کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے نہ تخصیص۔

عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

تجویز نبی مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم او بعدہ یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علٰی انه خاتم النبیین واٰخر المرسلین وفی السنة انا العاقب لانبی بعدی واجمعت الامة علی ابقاء ھذاالکلام علی ظاہرہ وھذہ احدی المسائل المشھورۃ التی کفرنا بھا الفلاسفة لعنھم اللہ تعالٰی[2]۔	ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یا بعد کسی کو نبوت ملنی جائز ماننا تکذیب قرآن کو مستلزم ہے کہ قرآن عظیم تصریح فرماچکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین وآخر المرسلین ہیں اور حدیث میں فرمایا: میں پچھلا نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمام امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر ہے یعنی عموم واستغراق بلاتاویل و تخصیص اور یہ ان مشہور مسئلوں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے کافر کہا فلاسفہ کو، اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔

امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی کتاب المعتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمدہ اللہ تعالٰی ایں مسئلہ درمیان اسلامیان روشن تراز اں ست کہ آں را بکشف وبیان حاجت افتد، خدائے تعالٰی خبر دار کہ بعد ازوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلًا در نبوت او صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معتقد نباشد کہ اگر برسالت او معترف بودے وے را در ہرچہ ازاں خبر دار صادق دانستے وبہماں جہتہا کہ از طریق تواتر رسالت او بیش مادرست شدہ ایں نیز درست شد کہ وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باز پسیں پیغمبران ست در	بحمد اللہ تعالٰی یہ مسئلہ اہلِ اسلام کے ہاں اتنا واضح اور آشکار ہے کہ اسے بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں، اللہ تعالٰی نے خود اطلاع فرمادی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، اگر کوئی شخص اس کا منکر ہے تو وہ تو اصلًا آپ کی نبوت کا معتقد نہیں کیونکہ اگر آپ کی رسالت کو تسلیم کرتا تو جو کچھ آپ نے بتایا ہے اس کو حق جانتا جس طرح آپ کی رسالت و نبوت تواتر سے ثابت ہے اسی طرح یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ حضور تمام انبیاء کے آخر میں تشریف لائے ہیں اور اب

[1] الاقتصاد فی الاعتقاد امام غزالی المکتبة الادبیه مصر ص ۱۱۴

[2] المعتقد المنتقد بحواله المطالب الوفیه شرح الفرائد السنیه تجویز نبی بعدہ کفر مکتبة الحقیقیة استنبول ترکی ص ۱۱۵

زمان اوو تا قیامت بعد از وے ہیچ نبی نباشد وہر کہ دریں بہ شک ست دراں نیز بہ شک ست ونہ آں کس کہ گوید کہ بعد اووے نبی دیگر بود یاہست یاخواہد بودآں کس نیز کہ گوید کہ امکان دار دکہ باشد کافرست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]	تا قیامت آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جس کو اس بارے میں شک ہے اسے پہلی بات کے بارے میں شک ہوگا صرف وہی شخص کافر نہیں جو یہ کہے کہ آپ کے بعد نبی تھا یا ہے یا ہوگا بلکہ وہ بھی کافر ہے جوآپ کے بعد کسی نبی کی آمد کو ممکن تصور کرے، خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان درست ہونے کی شرط ہی یہ ہے (ت)

بالجملہ آیہ کریمہ "وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ "[2] مثل حدیث متواتر لانبی بعدی[3] قطعًا عام اور اس میں مراد استغراق تام اور اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص نہ ہونے پر اجماعِ امت خیر الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، یہ ضروریات دین سے ہے اور ضروریاتِ دین میں کوئی تاویل یا اس کے عموم میں کچھ قیل وقال اصلا مسموع نہیں، جیسے آج کل دجال قادیانی بک رہاہے کہ "خاتم النبیین سے ختم نبوت شریعت جدیدہ مراد ہے اگر حضور کے بعد کوئی نبی اسی شریعت مطہرہ کا مروج وتابع ہو کر آئے کچھ حرج نہیں" اور وہ خبیث اس سے اپنی نبوت جمانا چاہتا ہے، یا ایک اور دجال نے کہا تھا کہ "تقدم عــہ۱ تاخر زمانی میں کچھ فضیلت نہیں خاتم بمعنی آخر لیناخیال جہال ہے بلکہ خاتم النبیین بمعنی نبی بالذات ہے"۔ اور اسی مضمون ملعون کو دجال اول نے یوں عــہ۲ ادا کیا کہ "خاتم النبیین بمعنی افضل النبیین ہے"، ایک اور مرتد نے لکھا"خاتم النبیین عــہ۳ ہونا حضرت رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بہ نسبت اس سلسلہ محدودہ کے ہے نہ بہ نسبت جمیع سلاسل عوالم کے، پس اور مخلوقات کا اور زمینوں میں نبی ہونا ہر گز منافی خاتم النبیین کے نہیں جموع محلے باللام امثال اس مقام پر مخصوص ہوتی ہیں" چند اور خبیثوں نے

عــہ۱: تحذیر الناس نانوتی ۱۲

عــہ۳: مناظرہ احمدیہ ۱۲

عــہ۲: مواہب الرحمٰن قادیانی ۱۲

[1] المعتمد فی المعتقد

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[3] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن نبی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

لکھا کہ "الف لام عــہ۱ خاتم النبیین میں جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو اور بر تقدیر تسلیم استغراق جائز ہے کہ استغراق عرفی کے لئے ہو اور بر تقدیر حقیقی جائز ہے کہ مخصوص البعض ہو اور بھی عام کے قطعی ہونے میں بڑا اختلاف ہے کہ اکثر علماء ظنی ہونے کے قائل ہیں "ان شیاطین سے بڑھ کر 'اور بعض ابلیسیوں نے لکھا کہ "اہل اسلام عــہ۲ کے بعض فرقے ختم نبوت کے ہی قائل نہیں اور بعض قائل ختم نبوت تشریعی کے ہیں نہ مطلق نبوت کے"

الی غیرذٰلك من الکفریات الملعونة والارتدادات المشحونة بنجاسات ابلیس وقاذورات التدلیس لعن اللہ قائلھا وقاتل اللہ قابلیھا۔	دیگر کفریات ملعونہ اور ارتدادات جو ابلیس کی نجاستوں اور جھوٹ کی پلیدوں کو متضمن ہے اللہ تعالٰی کی اس کے قائل پر لعنت ہو اور اسے قبول کرنیوالے کو اللہ تعالٰی برباد فرمائے۔(ت)

یہ سب تاویل رکیک ہیں یا عموم واستغراق "النبیین" میں تشویش و تشکیک سب کفر صریح وارتداد قبیح، اللہ ورسول نے مطلقاً نفی نبوت تازہ فرمائی، شریعت جدیدہ وغیرہا کی کوئی قید کہیں نہ لگائی اور صراحۃً خاتم بمعنی آخر بتایا، متواتر حدیثوں میں اس کا بیان آیا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے اب تک تمام امت مرحومہ نے اسی معنی ظاہر ومتبادر وعموم استغراق حقیقی تام پر اجماع کیا اور اسی بناپر سلفاً وخلفاً ائمہ مذاہب نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد ہر مدعی نبوت کو کافر کہا، کتبِ احادیث و تفسیر عقائد و فقہ ان کے بیانوں سے گونج رہی ہیں، فقیر غفرلہ المولی القدیر نے اپنی کتاب "**جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم النبوۃ** ۱۳۱۷ھ" میں اس مطلب ایمانی پر صحاح وسنن ومسانید ومعاجیم وجوامع سے ایک سو بیس حدیثیں اور تکفیر منکر کہ ارشادات ائمہ وعلمائے قدیم وحدیث وکتب عقائد واصول فقہ وحدیث سے تیس نصوص ذکر کئے **وللہ الحمد**۔ تو یہاں عموم واستغراق کے انکار خواہ کسی تاویل و تبدیل کا اظہار نہیں کرسکتا مگر کھلا کافر، خدا کا دشمن قرآن کا منکر، مردود وملعون، خائب وخاسر، والعیاذ باللہ العزیز القادر، ایسی تشکیکیں تو وہ اشقیاء، رب العلمین میں بھی کرسکتے ہیں کہ جائز ہے لام عہد کے لئے ہو یا استغراق عرفی کے لئے یا عام مخصوص منہ البعض یا عالمین سے مراد عالمین زمانہ **کقولہ تعالٰی** "**وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ﴿۴۷﴾**"[1] (جیسے کہ باری تعالی کا فرمان ہے: اور میں نے تم کو جہاں والوں پر فضیلت دی۔ت) اور سب کچھ سہی پھر عام قطعی تو نہیں خدا کا پروردگار جمیع عالم ہونا یقینی

عــہ۱: ناصر المومنین سہسوانی ۱۲

عــہ۲: تحریر اسمی زندیق پشاوری ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۴۷

کہاں مگر الحمد ﷲ مسلمان نہ ان ملعون ناپاک وساوس کو رب العالمین میں سنیں نہ ان خبیث گندے وساوس کو خاتم النبیین میں،

" اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ ﴿۱۸﴾ " [1]، " اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ﴿۵۷﴾ " [2]۔	ارے ظالموں پر خدا کی لعنت، بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے (ت)

یہ طائفہ خائفہ خارجیہ جن سے سوال ہے اگر معلوم ہو کہ حضور پر نور خاتم الانبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ و علیہم اجمعین کے خاتم ہونے کو صرف بعض انبیاء سے مخصوص کرتا ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے روز بعثت سے جب یا اب کبھی کسی زمانے میں کوئی نبوت، اگرچہ ایک ہی، اگرچہ غیر تشریعی، اگرچہ کسی اور طبقہ زمین، یا کنج آسمان میں اگرچہ کسی اور نوع انسانی میں واقع مانتا، یا باوصف اعتقاد عدم وقوع محض بطور احتمال شرعی وامکان وقوعی جائز جانتا یہ بھی سہی مگر جائز و محتمل ماننے والوں کو مسلمان کہتا یا طوائف ملعونہ مذکورہ، خواہ ان کے کبراء یا نظراء کی تکفیر سے باز رہتا ہے، تو ان سب صورتوں میں یہ طائفہ خائفہ خود بھی قطعاً یقیناً اجماعاً ضرورۃً مثل طوائف مذکورہ قادیانیہ و قاسمیہ وامیریہ ونذیریہ وامثالہم لعنہم اللہ تعالٰی کافر و مرتد ملعون ابد ہے " قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤۡفَكُوۡنَ ﴿۳۰﴾ " [3] (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) کہ ضروریات دین کا جس طرح انکار کفر ہے یونہی ان میں شک وشبہہ اور احتمال خلاف، ماننا بھی کفر ہے یونہی ان کے منکر یا ان میں شاک کو مسلمان کہنا اسے کافر نہ جاننا بھی کفر ہے۔ بحر الکلام امام نسفی وغیرہ میں ہے:

من قال بعد نبینا یکفر لانه انکر النص وکذلك لو شك فیه [4]۔	جو شخص یہ کہے کہ ہمارے نبی کے بعد نبی آسکتا ہے وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قطعی کا انکار کیا، اسی طرح وہ شخص جس نے اس کے بارے میں شک کیا۔ (ت)

درمختار و بزازیہ و مجمع الانہر وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

[4] بحر الکلام

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]۔	جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

ان لعنتی اقوال، نجس ترازابوال، کے رد میں اواخر صدی گزشتہ میں بکثرت رسائل ومسائل علمائے عرب وعجم طبع ہوچکے اور وہ ناپاک فتنے غار مذلت میں گر کر قعرِ جہنم کو پہنچے والحمدللہ رب العالمین۔ اس طائفہ جدیدہ کو اگر طوائف طریدہ کی حمایت سوجھے گی تواللہ واحد قہار کا لشکر جرار، اسے بھی اس کی سزائے کردار پہنچانے کو موجود ہے

قال تعالٰی " اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ؕ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ۞ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ۞ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۞ "[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا، پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے، مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں، اس دن کو جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ (ت)

اور اگر اس طائفہ جدیدہ کی نسبت وہ تجویز واحتمال نبوت یا عدم تکفیر منکران ختم نبوت، معلوم نہ بھی ہو، نہ اس کا خلاف ثابت ہو تو اس کا آیہ کریمہ میں افادہ استغراق سے انکار اور ارادہ بعض پر اصرار کیا اسے حکم کفر سے بچالے گا کہ وہ صراحۃً آیہ کریمہ ا اس تفسیر قطعی یقینی اجماعی ایمانی کا منکر ومبطل ہے جو خود حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور جس پر تمام امت مرحومہ نے اجماع کیا اور بنقل متواتر ضروریاتِ دین سے ہو کر ہم تک آئی، مثلاً کوئی شخص کہے کہ شراب کی حرمت قرآن عظیم سے ثابت نہیں ائمہ دین فرماتے ہیں وہ کافر ہوگیا اگرچہ اس کے کلام میں حرمت خمر کا انکار نہ تھا، نہ تحریم خمر کا ثبوت صرف قرآن عظیم پر موقوف کہ اس کی تحریم میں احادیث متواتر بھی موجود، اور کچھ نہ ہو تو خود اس کی حرمت ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین خصوص نصوص کے محتاج نہیں رہتے۔ امام اجل ابوزکریا نووی کتاب الروضہ پھر امام ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

اذاجحد مجمعاً علیہ یعلم من دین الاسلام ضرورۃ سواء کان فیہ نص اولافان جحدہ یکون کفرااھ ملتقطا[3]۔	جب کسی نے ایسی بات کا انکار کیا جس کا ضروریات دین اسلام میں سے ہونا متفق علیہ معلوم ہے خواہ اس میں نص ہو یا نہ ہو تو اس کا انکار کفر ہے اھ ملتقطا (ت)

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

[2] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۶تا۱۹

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۵۲

بعینہٖ یہی حالت یہاں بھی ہے کہ اگرچہ بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہمیشہ کے لئے دروازہ نبوت بند ہو جانا اور اس وقت سے ہمیشہ تک، کبھی کسی وقت کسی جگہ کسی صنف میں کسی طرح کی نبوت نہ ہو سکنا کچھ اس آیہ کریمہ ہی پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ثبوت میں قاہر و باہر، متوار و متظافر، متکاثر و متواتر حدیثیں موجود اور کچھ نہ ہو تو بحمد اللہ تعالٰی مسئلہ خود ضروریات دین سے ہے مگر آیت کے معنی متواتر، مجمع علیہ، قطعی ضروری کا انکار، اس پر کفر ثابت کرے گا اگرچہ اس کے کلام میں صراحۃً نفسِ مسئلہ کا انکار نہیں، منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے:

لوقال حرمة الخمر لاتثبت بالقراٰن کفر ای لانه عارض نص القراٰن وانکر تفسیر اهل الفرقان [1]۔	اگر کسی نے کہا شراب کی حرمت قرآن سے ثابت نہیں تو وہ کافر ہے کیونکہ اس نے نص قرآنی کے ساتھ معارضہ کیا اور اہل فرقان کی تفسیر کا انکار کیا (ت)

فتاوٰی تتمہ میں ہے:

من انکر حرمة الخمر فی القراٰن کفر [2]۔	جس نے قرآن کے حوالے سے حرمت شراب کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا (ت)

اعلام امام مکی میں ہمارے علماء سے کلمات کفر بالاتفاق میں نقل کیا:

اوقال لم تثبت حرمة الخمر فی القراٰن [3]۔	یا اس نے کہا قرآن میں حرمت شراب کا ثبوت نہیں ہے۔ (ت)

پھر خود فرمایا:

کفرزاعم انه لانص فی القراٰن علی تحریم الخمر ظاهر، لانه مستلزم لتکذیب القراٰن الناص فی غیرما اٰیة علی تحریم الخمر فان قلت غایة مافیه انه کذب وهو لایقتضی الکفر قلت ممنوع لانه کذب	جس نے کہا تحریم شراب پر قرآن میں کوئی نص نہیں اس کا کافر ہونا نہایت ہی واضح ہے کیونکہ اس کا یہ قول قرآن کی تکذیب کررہا ہے قرآن نے متعدد جگہ پر شراب کے حرام ہونے پر تصریح کی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ یہ صرف اتنا تقاضا کرتا ہے کہ یہ جھوٹ ہو کفر کا

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ملا علی قاری فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۰

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فتاوٰی تتمہ فصل فی الکفر صریحًا وکنایةً مصطفی البابی مصر ص ۱۹۰

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۳۷۱

یستلزم انکار النص المجمع علیه المعلوم من الدین بالضرورة[1]۔	تقاضا نہیں کرتا میں کہوں گا یہ بات درست نہیں کیونکہ اس کا یہ قول اس نص قرآنی کے انکار کو مستلزم ہے جس سے ایسا حکم ثابت ہورہا ہے جو متفق طور پر ضروریات دین میں سے ہے۔(ت)

تو اگرچہ یہ طائفہ آیہ کریمہ میں استغراق کے انکار سے ختم تام نبوت پر دلائل قطعیہ سے مسلمانوں کا ہاتھ خالی نہیں کرسکتا، مگر اپنا ہاتھ ایمان سے خالی کرگیا، ہاں اگر اراباب طائفہ صراحۃً ایمان لائیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں خواہ حضور کے بعد، کبھی کسی جگہ کسی طرح کی کوئی نبوت کسی کو نہیں مل سکتی، حضور کے خاتم النبیین وآخر الانبیاء والمرسلین ہونے میں اصلاً کوئی تخصیص تاویل تقیید تحویل نہیں اور ان تمام مطالب کو نصوص قطعیہ واجماع یقینی وضروریات دین سے ثابت یقینا مانیں ان تمام طوائف ملعونہ مذکورہ ان کے اکابر کو صاف صاف کافر مرتد کہیں، صرف بزعم خود اپنی نحوی ومنطقی جہالتوں، بطالتوں، کج فہمیوں کے باعث آیہ کریمہ میں لام عہد لیں اور استغراق نامستقیم سمجھیں تو اگرچہ بوجہ انکار تفسیر متواتر اجماعی قطعی اسلوب فقہی اس پر اب بھی لزوم کفر مانے مگر ازانجا کہ اس نے اعتقاد صحیح کی تصریح اور کبرائے منکرین کی تکفیر صریح کردی اس کی تکفیر سے زبان روکنا ہی مسلک تحقیق واحتیاط ہوگا،

امام مکی بعد عبارت مذکورہ فرماتے ہیں:

ومن ثم یتجه انه لوقال الخمر حرام ولیس فی القراٰن نص علی تحریمه لم یکفر لانه الاٰن محض کذب وھو لا کفر به اھ[2]۔	اسی وجہ سے یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ اگر کوئی کہتا ہے شراب تو حرام ہے لیکن قرآن میں اس کی تحریم پر نص نہیں تو وہ کافر نہ ہوگا اس لیے کہ اب وہ محض جھوٹ بول رہا ہے اور اس سے وہ کافر نہ ہوگا۔اھ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) اس تقدیر اخیر پر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ یہ طائفہ خائفہ [۱] یار ومعین، مرتدین وکافرین و [۲] بازیچہ کنندہ کلام رب العالمین، و [۳] مکذب تفسیر حضور سید المرسلین و [۴] مخالف اجماع جمیع مسلمین و [۵] سخت بدعقل وگمراہ وبددین ہے۔

اول تو ظاہر ہی ہے کہ نفی استغراق وتجویز عہد میں یہ ان کفار کا ہم زبان ہوا بلکہ ان خبیثوں نے تو بطور احتمال ہی کہا تھا "جائز ہے کہ عہد کے لئے ہو" اور اس نے بزعم خود عہد کے لئے ہونا واجب مانا اور استغراق کو باطل ومردود جانا۔

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الحقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۲

دوم اس لئے کہ قرآن عظیم میں حضرات انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پاک بہت وجوہ مختلفہ سے وارد:

(۱) فرداً فرداً خواہ بتصریح اسماء یہ صرف چھبیس ۲۶ کے لئے ہے: ۱آدم، ۲ادریس، ۳نوح، ۴ہود، ۵صالح، ۶ابراہیم، ۷اسحٰق، ۸اسمٰعیل، ۹لوط، ۱۰یعقوب، ۱۱یوسف، ۱۲ایوب، ۱۳شعیب، ۱۴موسٰی، ۱۵ہارون، ۱۶الیاس، ۱۷الیسع، ۱۸ذوالکفل، ۱۹داؤد، ۲۰سلیمان، ۲۱عزیر، ۲۲یونس، ۲۳زکریا، ۲۴یحیٰی، ۲۵عیسٰی، ۲۶محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم یا برسبیل ابہام مثل "قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ"[1] **(اشمویل)** (ان کو ان کے نبی (شمویل) نے کہا" وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ"[2] **(یوشع) فوجد اعبد امن عبادنا خضر علیهم الصلٰوۃ والسلام** اور جس وقت انہوں نے نوجوان (یوشع) سے کہا" تو پایا حضرت موسٰی اور یوشع نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ حضرت خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ت) **(۲)** یا برسبیل عموم واستغراق اور یہی اوفرواکثر ہے، **مثل قولہ تعالٰی**:

"قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا" (الٰی قولہ تعالٰی) "وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ"[3]، وقال تعالٰی "وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِیّٖنَ ۚ"[4]، وقال تعالٰی "تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ"[5]، وقال تعالٰی "كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ ۟"[6]، وقال تعالٰی "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ"	یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف اترا (الٰی قولہ تعالٰی) اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: ہاں اصل نیکی یہ ایمان لائے اللہ اور قیامت اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: سب نے مانا اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۸
[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۶۰تا۶۵
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۶
[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۷
[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳
[6] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

"اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ"[1]، وقال تعالٰی "وَمَآ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ"[2]، وقال تعالٰی "فَاُولٰٓىِٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ"[3]، وقال تعالٰی "وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ یُفَرِّقُوْا بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ یُؤْتِیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ"[4]، وقال تعالٰی "فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ"[5] وقال تعالٰی "لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ"[6] وقال تعالٰی "یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَیَقُوْلُ مَا ذَاۤ اُجِبْتُمْ"[7] وقال تعالٰی "وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ"[8] وقال تعالٰی "فَلَنَسْــٴَـلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْهِمْ وَ لَنَسْــٴَـلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ ۙ"[9]، وقال تعالٰی	ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو کچھ ملا موسی اور عیسٰی اور انبیاء کو ان کے رب سے ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق نہ کیا انہیں عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تمہارے ساتھ ہوں ضرور اگر تم نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی تعظیم کرو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: جس دن اللہ جمع فرمائے گا رسولوں کو پھر فرمائے گا تمہیں کیا جواب ملا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سناتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول گئے اور بیشک ضرور ہمیں پوچھنا ہے رسولوں سے۔ اور اللہ تعالٰی

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۴
[3] القرآن الکریم ۴/ ۶۹
[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۲
[5] القرآن الکریم ۶۴/ ۸
[6] القرآن الکریم ۵/۱۲
[7] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۹
[8] القرآن الکریم ۶/ ۴۸
[9] القرآن الکریم ۷/۷

عن المؤمنین، "لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ"[1]، وقال تعالٰی عن الکافرین "قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ"[2]، وقال تعالٰی "ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا"[3]، وقال تعالٰی "وَاتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَرُسُلِیْ هُزُوًا"[4]، وقال تعالٰی "اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ"[5]، وقال تعالٰی "اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ"[6]، وقال تعالٰی "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ"[7] وقال تعالٰی "هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ"[8] وقال تعالٰی "وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ"[9]، وقال تعالٰی وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ[10]، وقال تعالٰی "وَجِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ"[11]،	نے مومنین سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے۔اور اللہ نے کفار سے فرمایا: بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے تھے تو ہیں کوئی ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پھر ہم اپنے رسولوں اور ایمان والوں کو نجات دیں گے۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا غیب کی خبریں بتانے والوں میں سے۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک میرے حضور رسولوں کو خوف نہیں ہوتا۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یہ ہے وہ جس کا رحمٰن نے وعدہ دیا تھا۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور بیشک ہمارا کلام گزر چکا ہے ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور سلام ہے پیغمبروں پر۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور لائے جائیں گے انبیاء اور یہ نبی اور اس کے امت کے ان پر گواہ ہونگے۔

[1] القرآن الکریم ۷/ ۴۳
[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۳
[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۱۰۳
[4] القرآن الکریم ۱۸/ ۱۰۶
[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۸
[6] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۰
[7] القرآن الکریم ۳۳/ ۸
[8] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۲
[9] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۷۱
[10] القرآن الکریم ۳۷/ ۱۸۱
[11] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۹

وقال تعالٰی "اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا"[1]، وقال تعالٰی "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ"[2]، وقال تعالٰی "اُعِدَّتْ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ"[3]، وقال تعالٰی "لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ"[4]، وقال تعالٰی "كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ"[5]، وقال تعالٰی "وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝"[6]۔ الی غیر ذلك من آیات کثیرۃ۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ضرور ہم اپنے رسولوں کی مدد کریں گے اور ایمان والوں کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور وہ جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائیں وہی ہیں کامل سچے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تیار ہوئی ہے ان کے لئے جو اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ہم نے اپنے رسولوں کو دلیلوں کے ساتھ بھیجا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ لکھ چکا کہ ضرور غالب آؤں گا اور میرے رسول۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جب رسولوں کا وقت آئے کس دن کے لئے ٹھہرائے گئے تھے۔ اسی طرح دیگر کثیر آیات ہیں۔ (ت)

(۳) یا ملحوظ بوصف قبلیت یعنی انبیائے سابقین علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام مثل قولہ تعالٰی:

"وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى"[7]، وقال تعالٰی "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ"[8]، وقال تعالٰی "سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۝ الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ"[9]، وقال تعالٰی و	اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے اور سب شہر کے ساکن تھے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کا دستور چلا آرہا ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا کام مقرر تقریر ہے وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۵۱
[2] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹
[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱
[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۵
[5] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۱
[6] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۱۔۱۲
[7] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۹
[8] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۰
[9] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۸۔۳۹

"لَقَدْ اُوْحِیَ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ"[1]، وقال تعالٰی "مَا یُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ"[2]، وقال تعالٰی "كَذٰلِكَ یُوْحِیْۤ اِلَیْكَ وَ اِلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۳﴾"[3]، وقال تعالٰی "وَ سْــٴَـلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ"[4]۔ وغیر ذٰلک۔	بیشک وحی کی گئی تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم سے نہ فرمایا جائیگا مگر وہی جو تم سے اگلے رسولوں کو فرمایا گیا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: یونہی وحی فرماتا ہے تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف اللہ عزت وحکمت والا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان سے پوچھو جو ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے۔ وغیر ذلک۔

(۴) یا برسبیل معنی جنسی شامل فرد وجمع بے لحاظ خاص خصوص وشمول **مثل قولہ تعالٰی**:

"مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ"[5] وقولہ تعالٰی "اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ ۙ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۱﴾"[6]، وقولہ تعالٰی "وَ لَا یَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓىٕكَةَ وَ النَّبِیّٖنَ اَرْبَابًا ؕ"[7]، وقولہ تعالٰی "وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۳۶﴾"[8]، وقولہ تعالٰی ان الذین "اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ"[9] (الٰی قولہ تعالٰی) اُولٰٓىٕكَ	جو کوئی شخص دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں کا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے اور انصاف کا حکم کرنے والوں کو قتل کرتے ہیں انہیں خوشخبری دو دردناک عذاب کی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ تمھیں یہ حکم دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا ٹھہرالو۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو نہ مانے اللہ اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور قیامت کو تو وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ جو اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کردیں (الی قولہ تعالٰی) یہی ہیں

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۵
[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۳
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۳
[4] القرآن الکریم ۴۳/ ۴۵
[5] القرآن الکریم ۲/ ۹۸
[6] القرآن الکریم ۳/ ۲۱
[7] القرآن الکریم ۳/ ۸۰
[8] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۶
[9] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰

هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا[1] ۔ وغیرہا	ٹھیک ٹھیک کافر وغیرہا۔

(۵) یا خاص خاص جماعت خواہ اس کا خصوص کسی وصف یا اضافت یا اور وجوہ بیان سے نفس کلام میں مذکور اور اس سے مستفاد ہو،

مثل قولہ تعالٰی: "وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّیْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ "[2]، وقال تعالٰی فی بنی اسرائیل: "وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ "[3]، وقال تعالٰی فی التوراۃ: "یَحْكُمُ بِهَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ هَادُوْا "[4]، وقال تعالٰی ماذکر نوحا ثم رسولا اٰخر: "ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا" [5]، ثم قال: ثم ارسلنا موسٰی، وقال تعالٰی: "اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ "[6]، فالمراد من بین ھود و موسٰی علیہم الصلٰوۃ والسلام، وقال تعالٰی فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ﴿۱۳﴾ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ "[7]، وقال تعالٰی بعد ذکر نوح و ابراھیم: "ثُمَّ قَفَّیْنَا عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ	اور بیشک ہم نے موسٰی کو کتاب عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔ اور اللہ تعالٰی نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا: اور بیشک ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ آئے۔ اور اللہ تعالٰی نے توراۃ میں فرمایا: اس کے مطابق یہود کو حکم دیتے تھے ہمارے فرمانبردار نبی۔ اور اللہ تعالٰی نے نوح علیہ السلام پھر ایک اور رسول کے ذکر کے بعد فرمایا پھر ہم نے اپنے رسول بھیجے ایک پیچھے دوسرا۔ پھر فرمایا: ہم نے موسٰی کو بھیجا۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ان سے ہود اور موسٰی کے درمیان والے نبی علیہم الصلوۃ والسلام مراد ہیں اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو تم فرماؤ کہ میں تمہیں ڈراتا ہوں ایک کڑک سے جیسی کڑک عاد وثمود پر آئی تھی۔ جب رسول ان کے آگے پیچھے پھرتے تھے۔ اور اللہ تعالٰی نے نوح اور ابراہیم کے ذکر کے بعد فرمایا: پھر ہم نے ان کے پیچھے اسی راہ پر اپنے اور رسول

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۱
[2] القرآن الکریم ۵/ ۳۳
[3] القرآن الکریم ۵/ ۴۴
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۴۴
[5] القرآن الکریم ۲۳/ ۴۵
[6] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۳
[7] القرآن الکریم ۴۱/ ۱۳و۱۴

بِرُسُلِنَا"[1]	بھیجے۔(ت)

یا بوجہ عہد حضوری مثل قولہ تعالٰی:

"قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۰﴾"[2]۔	بولا اے میری قوم بھیجے ہوؤں کی پیروی کرو(ت)

یا ذکری مثل قولہ تعالٰی:

فی قوم نوح وھو دو صالح ولوط وشعیب بعد ماذکرھم علیھم الصلٰوۃ والسلام، "تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآىِٕهَاۚ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِۚ"[3]۔	نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم الصلوۃ والسلام کی قوم کاذکر کرنے کے بعد: یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے(ت)

یا علمی مثل قولہ تعالٰی:

"وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْیَةِۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَۚ ﴿۱۳﴾"[4]، وقال تعالٰی سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّۙ"[5]، وغیر ذٰلک۔	اور ان سے نشانیاں بیان کرو اس شہر والوں کی جب ان کے پاس فرستادے آئے۔ اب ہم لکھ رکھیں گے ان کا کہا اور انبیاء کو ان کا ناحق شہید کرنا، وغیر ذلک(ت)

اب اولاً اگر آیہ کریمہ "وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ"[6] (اورہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہو جیسا کہ یہ طائفہ خارجیہ گمان کرتا ہے اور وہ یہاں نہیں مگر ذکری، اور ذکر کو دیکھ کر کہ اتنے وجوہ مختلفہ پر ہے اور ان میں صرف ایک وجہ وہ ہے ہے جو بداہۃً کلام کریمہ میں مراد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یعنی وجہ سوم کہ جب انبیاء موصوف بوصف قبلیت ومفید بقید سبقت لے گئے یعنی وہ انبیاء جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پہلے ہیں تو اب حضور کو ان کا خاتم ان کا آخر ان سے زمانے میں متاخر کہنا محض لغو وفضول کلام مہمل ومعطل ومغسول ہوگا جس حاصل حمل اولی بدیہی مثل زید زید سے زائد نہ ہوگا کہ جب ان کو حضور سے اگلا کہہ دیا حضور کا ان سے پچھلا ہونا آپ ہی معلوم ہوا۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۷

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۰۱

[4] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۳

[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۱

[6] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

اسے بالخصوص مقصود بالا فادہ رکھنا قرآن عظیم تو قرآن عظیم اصلاً کسی عاقل انسان کے کلام کے لائق نہیں، نہ کہ وہ بھی مقام مدح میں کہے

چشمانِ تو زیرِ ابروانند

دندانِ تو جملہ در دہانند

(تمہاری آنکھیں زیرِ ابرو ہیں اور دانت منہ کے اندر ہیں)

سے بھی بدتر حالت میں ہے کہ شعر نے کسی افادہ کی عبث تکرار نہ کی اور بات جو کہی وہ بھی واقعی تعریف کی تھی، "اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝" [1] (اچھی صورت۔ت) سے بعض اوضاع کا بیان ہے اسے مقام مدح میں یوں مہمل جانا گیا ہے کہ ایک عام مشترک بات کا ذکر کیا ہے۔بخلاف اس معنی کے کہ اس میں صراحۃً عبث موجود اور معنی مدح بھی مفقود، اور پھر عموم واشتراک بھی نقد وقت کہ ہر شے اپنے اگلے سے پچھلی ہوتی ہے غرض یہ وجہ تو یوں مندفع ہو جائے گی کہ اصلا محلِ افادہ وصالح ارادہ نہیں، اور اس طائفہ خارجیہ کے طور پر وجہ دوم کو بھی نا محتمل مان لیجئے پھر بھی اول وچہارم وپنجم سب محتمل رہیں گی اور پنجم میں خود وجوہ کثیر ہیں، کہیں "من بعد موسٰی"، کہیں "من بعد نوح"، کہیں انبیائے اسرائیل، کہیں "من بعد ھود وموسٰی"، کہیں صرف انبیائے عاد ثمود، کہیں انبیائے قوم نوح وعاد وثمود، کہیں "من بعد ابراھیم قوم لوط و مدین" وغیرذلک، بہر حال ذکر وجوہ کثیرہ مختلفہ پر آیا ہے اور یہاں کوئی قرینہ وبینہ نہیں کہ ان میں ایک وجہ کی تعیین کرے تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ کون سے مذکور کی طرف اشارہ ہوا، پھر عہد کہاں رہا، سرے سے عہد کا مبنٰی ہی کہ تعین ہے منہدم ہو گیا کہ اختلاف وتنوع مطلقاً منافی تعین، نہ کہ اتنا کثیر، پھر عہدیت کیونکر ممکن۔

ثانیاً جب کہ اتنی وجوہ کثیرہ محتمل اور قرآن عظیم نے کوئی وجہ بیان نہ فرمائی، حدیث کا بیان صحیح تو وہی عموم واستغراق ہے کہ لانبی بعدی [2] (میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت) کما سیأتی۔اس تقدیر پر جب اشارہ ذکر استغراق کی طرف ٹھہرا عہد و استغراق کا حاصل ایک ہو گیا اور وہی احاطہ تامہ کہ معتقد اور وہی منقطع ہو کر متشابہات سے ہو گئی، اب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین کہنا محض اقرار لفظ بے فہم معنی رہ گیا جس کی مراد کچھ معلوم نہیں، کوئی کافر خود زمانہ اقدس حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی

---

[1] القرآن الکریم ۹۵/ ۴

[2] صحیح البخاری باب ماذکر عن بنی اسرائیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹۱

علیہ وسلم میں کتنے ہی انبیاء مانے، حضور کے بعد ہر قرن وطبقہ و شہر وقریہ میں ہزار ہزار اشخاص کو نبی جانے خود اپنے آپ کو رسول اللہ کہے، اپنے استاذوں کو مرسلین اولوالعزم بتائے، آیہ کریمہ اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی کہ آیت کے معنی ہی معلوم نہیں جس سے حجت قائم ہوسکے، کیا کوئی مسلمان ایسا خیال کرے گا، **حاشا وکلا**۔

ثالثًا میں تکثر وتزاحم معانی پر کیوں بنا کروں، سوائے استغراق کوئی معنی لے لیجئے سب پر یہی آش درکاسہ رہے گی کہ پچھلی جھوٹی کاذبہ ملعونہ نبوتوں کا در آیت بند نہ کرسکے گی، معنی اول یعنی افراد مخصوصہ معینہ مراد لئے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہیں معدود انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے خاتم ٹھہرے جن کا نام یا ذکر معین علی وجہ الابہام قرآن مجید میں آگیا ہے جن کا شمار تیس چالیس نبی تک بھی نہ پہنچے گا، یونہی بر تقدیر معنی پنجم یعنی جماعات خاصہ خاص اپنی جماعت کے خاتم ٹھہریں گے، باقی جماعات صادقہ سابقہ کے لئے بھی خاتمیت ثابت نہ ہوگی، چہ جائے جماعات کاذبہ آئندہ اور معنی سوم میں صاف تخصیص انبیائے سابقین کے بھی ہوجائے گی کہ جو نبی پہلے گزر چکے ان کے خاتم ہیں تو پچھلوں کی کیا بندش ہوئی بلکہ پیچھے اور آئے تو وہ ان کے بھی خاتم ہوں گے، رہے معنی چہارم جنسی اس میں جمیع مراد لینا اس طائفہ کو منظور نہیں ورنہ وہی **ختم الشیئ لنفسہ** لازم آئے، لاجرم مطلقًا کسی ایک فرد کے اختتام سے بھی خاتمیت صادق مانے گا کہ صدق علی الجنس کے لئے ایک فرد پر صدق کا ہے تو یہ سب معانی سے اخس وارذل ہوا اور حاصل وہی ٹھہرا کہ آیت بہر نہج فقط ایک دو یا چند یا کل گزشتہ پیغمبروں کی نسبت صرف اتنا تاریخی واقعہ بتاتی ہے کہ ان کا زمانہ ان کے زمانے سے پہلے تھا، اس سے زیادہ آئندہ نبوتوں کا وہ کچھ نہیں بگاڑ سکتی، نہ ان سے اصلًا بحث کرتی ہے، طوائف ملعونہ مہدویہ وقادیانیہ وامیریہ ونذیریہ ونانوتویہ **وامثالھم لعنھم اللہ تعالٰی** کا یہی تو مقصود تھا، وہ اس طائفہ خارجیہ نے جی کھول کر اُمنا بہ کرلیا "**وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾**"[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) اصل بات یہ ہے کہ معانی قطعیہ جو تمام مسلمین میں ضروریات دین سے ہوں جب ان پر نصوص قطعیہ پیش نہ کئے جائیں تو مسلمانوں کو احمق بنالینا اور معتقدات اسلام کو مخیلات عــہ عوام ٹھہرا دینا ایسے خبثا کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے اور نصوص میں احادیث پر نہ عام لوگوں کی نظر نہ ان کے جمع طرق وادراک تواتر پر دسترس، وہاں ایک ہش میں کام نکل جاتا ہے کہ یہ باب عقائد ہے، اس

عــہ: دیکھو تحذیر الناس۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

میں بخاری و مسلم عـــہ۱ کی بھی صحیح احادیثیں مردود ہیں، ہاں ایسی جگہ ان ہیے کے اندھوں کی کچھ کور دبتی ہے تو قرآن عظیم سے بغرض تلبیس عوام، برائے عـــہ۲ نام اسلام کا ادعا ہو کر، قرآن پر صراحۃً انکار کا ٹوٹ خر در گل ہے، لہذا وہاں تحریف معنوی کے چال چلتے اور کلام اللہ کو الٹتے بدلتے ہیں کہ جب آیت سے مسلمانوں کو ہاتھ خالی کرلیں پھر گونہ وحی شیطانی کا رستہ کھل جائے گا "وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝" [1] (اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا ہے اگرچہ برا مانیں کافر۔ ت)

سوم یعنی اس طائفہ کا مکذب تفسیر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونا وہ ہر ادنی خادم حدیث پر روشن یہاں اجمالی دو حرف ذکر کریں، صحیح مسلم شریف و مسند امام احمد و سنن ابوداؤد و جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ وغیرہا میں ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی[2]۔	بیشک میری امت دعوت میں یا میری امت کے زمانے میں تیس کذاب ہوں گے کہ ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہے گا اور میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر اور ضیائے مقدسی صحیح مختارہ میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

یکون فی امتی کذابون ودجالون سبعۃ وعشرون منھم اربعۃ نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی[3]۔	میری امت دعوت میں ستائیس دجال کذاب ہونگے ان میں چار عورتیں ہوں گی حالانکہ بیشک میں خاتم النبیین ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ترمذی و تفسیر ابن ابی حاتم و تفسیر ابن مردودیہ میں جابر رضی اللہ عنہ

عـــہ۱: دیکھو براہین قاطعہ گنگوہی۔ عـــہ۲: دیکھو تحذیر الناس

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] جامع ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء لاتقوم الساعۃ حتی یخرج کذابون امین کمپنی دہلی ۲/ ۴۵

[3] المعجم الکبیر للطبرانی ترجمہ حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۰۲۶ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۳/ ۱۷۰

سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی ومثل الانبیاء کمثل رجل ابتنی دارا فاکملها واحسنها الاموضع لبنة فکان من دخلها فنظر الیها قال مااحسنها الاموضع اللبنة فانا موضع اللبنة فختم بی الانبیاء[1]۔	میری اور نبیوں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک مکان پورا کامل اور خوبصورت بنایا مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی تو جو اس گھر میں جا کر دیکھتا کہتا یہ مکان کس قدر خوب ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ کہ وہ خالی ہے تو اس اینٹ کی جگہ میں ہوا مجھ سے انبیاء ختم کردئے گئے۔

صحیح مسلم و مسند احمد ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی ومثل النبیین من قبلی کمثل رجل بنی دارا فاتمها الالبنة واحدة فجئت انا فاتممت تلك اللبنة[2]۔	میری اور سابقہ انبیاء کی مثل اس شخص کی مانند ہے جس نے سارا مکان پورا بنایا سوا ایک اینٹ کے، تو میں تشریف فرما ہوا اور وہ اینٹ میں نے پوری کی۔

مسند احمد و صحیح ترمذی میں بافادہ تصحیح ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی فی النبیین کمثل رجل بنی دارا فاحسنها و اکملها واجملها وترك فیها موضع لبنة لم یضعها فجعل الناس یطوفون بالبنیان ویعجبون منه و یقولون لو تم موضع هذه اللبنة فانا فی النبیین موضع تلك اللبنة[3]۔	پیغمبروں میں میری مثال ایسی ہے کہ کسی نے ایک مکان خوبصورت و کامل و خوشنما بنایا اور ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی وہ نہ رکھی لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے اور اس کی خوبی و خوشنمائی سے تعجب کرتے اور تمنا کرتے کسی طرح اس اینٹ کی جگہ پوری ہو جاتی تو انبیاء میں اس اینٹ کی جگہ میں ہوں۔

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸، صحیح البخاری کتاب المناقب باب خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۰۱

[2] مسند امام احمد حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۹

[3] جامع ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فضل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۱

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن النسائی و تفسیر ابن مردویہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی مثل بیان کرکے ارشاد فرمایا:

فاناالبنۃ واناخاتم النبیین [1]۔	تو میں وہ اینٹ ہوں اور خاتم النبیین ہوں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجمعین وبارک وسلم۔

چہارم کا بیان اوپر گزرا، پنجم سے طائفہ کی گمراہی بھی واضح ہوچکی کہ تفسیر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد کرنے والا اجماعی قطعی امت مرحومہ کا خلاف کرنے والا سوا گمراہ بددین ہونے کے کون ہوگا۔

" نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ۠ " [2]۔	ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (ت)

رہی بدعقلی وہ اس کے ان شبہات واہیات، خرافات، مزخرفات کی ایک ایک ادا سے ٹپک رہی ہے جو اس نے اثبات ادعائے باطل "عہد خارجی" کے لئے پیش کئے اہلِ علم کے سامنے ایسے مہملات کیا قابل التفات، مگر حفظ عوام وازالہ اوہام کے لئے چند حروف مجمل کا ذکر مناسب **واللہ الھادی وولی الایادی** (اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا اور طاقتوں کا مالک ہے۔ت) شبہہ اولٰی میں اس طائفہ نے عبارت توضیح کی طرف محض غلط نسبت کی حالانکہ توضیح میں اس عبارت کا نشان نہیں بلکہ وہ اسکے حاشیہ تلویح کی ہے،

اقول اولًا: اگر یہ مدعیان عقل اسی اپنی ہی نقل کی ہوئی عبارت کو سمجھتے اور قرآن عظیم میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وجوہ ذکر کو دیکھتے تو یقین کرتے کہ آیہ کریمہ "وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ" [3] (اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور انبیاء میں سے آخری ہیں۔ت) میں لام عہد خارجی کے لئے ہونا محال ہے کہ بوجہ تنوع وجوہ ذکر وعدم اولیت وترجیح جس کا بیان مشرحًا گزرا، کمال تمیز جداسرے سے کسی وجہ معین کا امتیاز ہی نہ رہا تو یہی عبارت شاہد ہے کہ یہاں "عہد خارجی" ناممکن، کاش مکر کے لئے بھی کچھ عقل ہوتی اصلی تو اس کی جگہ توضیح ہی کی گول عبارت **العھد ھوالاصل ثم الاستغراق ثم تعریف الطبیعۃ** [4] (عہد اصلی ہے پھر استغراق اور پھر جنس۔ت) کی نقل ہوتی کہ خود نفس عبارت تو ان کی جہالت و

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب ذکر کون النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲ /۲۴۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[4] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۵

سفاہت پر شہادت نہ دیتی اگرچہ اس سے دو ہی سطر پہلے اسی توضیح میں متن تنقیح کی عبارت **ولابعض الافراد لعدم الاولیة**[1] (اور نہ بعض افراد کیونکہ اولٰی نہیں۔ت) اس کی صفرا شکنی کو بس ہوتی مگر یہ کیونکر کھلتا کہ طائفہ حائفہ کو دوست و دشمن میں تمیز نہیں صریح مضر کو نافع سمجھتا ہے لہٰذا نام تو لیا توضیح کا اور برائے بدقسمتی عبارت نقل کر دی تلویح کی، جس میں صاف صریح ان عقلاء کی تسفیہ اور ان کے وہم کاسد کی تقبیح تھی، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

ثانیًا توضیح کا مطلب سمجھنا تو بڑی بات، خود اپنی ہی لکھانہ سمجھا کہ جب عہد خارجی سے معنی درست ہو تو استغراق وغیرہ معتبر نہ ہوگا۔ ہم اوپر واضح کر آئے کہ عہد خارجی مزعوم طائفہ خارجیہ سے معنی درست نہیں ہو سکتے، آیہ کریمہ قطعًا آئندہ نبوتوں کا دروازہ بند فرماتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہی معنی اس کے بیان فرمائے، تمام امت نے سلفًا وخلفًا اس کے یہی معنی سمجھے اور اس عہد خارجی پر آیت کو اس سے کچھ مس نہیں رہتا تو واجب ہے کہ استغراق مراد ہو، اسی تلویح میں اسی عبارت منقولہ طائفہ کے متصل ہے،

ثم الاستغراق الی ان قال فالاستغراق ھو المفھوم من الاطلاق حیث لاعھد فی الخارج خصوصا فی الجمع الی قولہ ھذا ماعلیہ المحققون[2]۔	پھر استغراق (تا) اطلاق سے استغراق مفہوم ہوتا ہے جہاں عہد خارجی نہ ہو خصوصا جمع میں (تا) محققین کی یہی رائے ہے (ت)

ثالثًا بہت اچھا اگر فرض کریں کہ لام عہد خارجی کے لئے ہے تو اس سے بھی قطعًا یقینا استغراق ہی ثابت ہوگا کہ وجوہ خمسہ سے اول وسوم وپنجم کا بطلان تو دلائل قاہرہ سے اوپر ثابت ہولیا اور واضح ہوچکا کہ خود جن سے کلام الٰہی کا اولًا واصالۃً خطاب تھا یعنی حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، انہوں نے ہرگز اس آیت سے صرف بعض افراد معینہ یا کسی جماعت خاصہ کو نہ سمجھا اب نہ رہیں، مگر وجہ دوم وچہارم یعنی وہ جو قرآن عظیم میں بروجہ اکثر وافر ذکر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بروجہ عموم واستغراق تام ہے اسی وجہ معہود کی طرف لام النبیین مشیر ہے تو اس عہد کا حاصل **بحمد اللہ تعالٰی** وہی استغراق کامل جو مسلمانوں کا عقیدہ ایمانیہ ہے یا ذکر جنسی کی طرف اشارہ ہے اور ختم کا حاصل نفی معیت وبعدیت ہے، جیسے اولویت بمعنی نفی معیت وقبلیت تعریفات علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف میں ہے:

---

[1] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۴۷

[2] توضیح علی التنقیح الفاظ العام الجمع معرف باللام المکتبۃ الرحیمیہ دیوبند سہارنپور بھارت ۱/ ۱۵۰

الاول فرد لایکون غیرہ من جنسہ سابق علیہ ولا مقارنالہ[1]۔	اول فرد ہے کیونکہ اس کا کوئی ہم جنس اس سے پہلے نہیں اور نہ اس کے ساتھ متصل ہے (ت)

حدیث شریف میں ہے:

انت الاول فلیس قبلك شیئ وانت الاٰخر فلیس بعدك شیئ[2]، رواہ مسلم فی صحیحہ والترمذی و احمد وابن ابی شیبۃ وغیرہم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و للبیھقی فی الاسماء والصفات عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یدعو بھٰؤلاء الکلمات اللھم انت الاول فلاشیئ قبلك وانت الاٰخر فلاشیئ بعدک[3]۔	تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شیئ نہیں، اور تو آخر میں ہے تیرے بعد کوئی شیئ نہیں، اسے مسلم نے اپنی صحیح میں، ترمذی، امام احمد اور ابن ابی شیبہ وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ امام بیہقی نے الاسماء و الصفات میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ دعا فرمایا کرتے، اے اللہ! تو اول ہے تجھ سے پہلے کوئی شیئ نہیں اور تو آخر ہے تیرے بعد کوئی شیئ نہیں (ت)

تو خاتم النبیین کا حاصل ہمارے حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ اور بعد جنس نبی کی نفی ہوئی اور جنس کی نفی عرفاً ولغۃً وشرعاً افراد ہی سے ہوتی ہے ولہٰذا لائے نفی جنس صیغ عموم سے ہے جیسے لارجل فی الدار ولہٰذا لاالٰہ الااللہ ہر غیر خدا سے نفی الوہیت کرتا ہے، یوں بھی استغراق ہی ثابت ہوا، وللہ الحمد۔ (نامکمل دستیاب ہوا)

---

[1] التعریفات باب الالف انتشارات ناصر خسرو ایران ص ۱۷

[2] صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء باب الدعاء عند النوم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الدعاء حدیث ۹۳۶۲ ادارۃ القرآن کراچی ۱۰/ ۲۵۱

[3] الاسماء والصفات للبیہقی مع فرقان القرآن باب ذکر اسماء التی تتبع اثبات الباری الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۱۰

مسئلہ ۹۵: از ریاست نانپارہ بازار چوک بساط خانہ دکان حاجی الٰہی بخش بہرائچی مرسلہ حافظ عبدالرزاق امام مسجد ۳ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ضلع بارہ بنکی میں چندروز سے ایک گروہ پیدا ہوا ہے جس کا نام کبیر پنتھی ہے، یہ لوگ اللہ تعالٰی کو صاحب اور دعوت کو ہندوؤں کی طرح بھنڈارہ کہتے ہیں، نماز روزہ سے بالکل منکر ہیں اور روزہ داروں اور نمازیوں کو برا کہتے اور ان پر طعن تشنیع کرتے ہیں، گوشت کھانا بالکل حرام جانتے اور قربانی ہر جانور کی بہت سخت ظلم کہتے ہیں، موضع صورت گنج تحصیل فتح پور ضلع بارہ بنکی نواب گنج میں فقیرے تیلی کبیر پنتھی نے برادری کی دعوت کی اور اپنی حیثیت کے موافق کھانا پکوایا، گوشت کی جگہ کٹہل پکوایا گیا، برادری والوں نے کہا ہم گوشت کھائیں گے، تو اس نے کہا ہمارے گروجی گوشت نہیں کھاتے تھے، چاہے جان جاتی رہے گردن کٹ جائے، مگر ہم گوشت نہ دیں گے، لوگوں نے کہا کہ چاہے سیر آدھ سیر ہی گوشت ہو مگر ہم بلاگوشت کھانا نہ کھائیں گے۔ فقیرے نے کہا کہ ہم آپ لوگوں سے خداکے واسطے ایک چیز مانگتے ہیں ہم کو للہ معاف کردو، برادری والوں نے کہا کہ اگر تم ہم سے گوشت للہ معاف کراتے ہو تو تمام کھانا ہم للہ معاف کیے دیتے ہیں اور آدھے آدمی اٹھ کر پانچو تیلی کے مکان پر چلے آئے اور آدھے اسی کے مکان پر رہ گئے، لیکن کھانا کسی نے نہیں کھایا پانچو تیلی گوشت کھاتا ہے اور نماز بھی پڑھتا ہے، اب دونوں قسم کے تیلیوں نے پانچو کا حقہ پانی بند کردیا ہے کہ اسی کی وجہ سے ہماری برادری میں پھوٹ پڑی، اس حالت میں عام مسلمانوں کو کبیر پنتھیوں سے میل جول، شادی بیاہ برادری سے رکھنا جائز ہے یانہیں؟ اور شرعاً یہ لوگ کیسے ہیں جن لوگوں نے پانچو کا حقہ پانی اسی وجہ سے بند کیا ہے؟ ان سے دوسروں کو کیسا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب:

نماز سے منکر کافر ہے، روزہ سے منکر کافر ہے، جو نماز پڑھنے کو برا کہے، نمازی پر نماز پڑھنے کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے کافر ہے، روزہ رکھنے جو برا کہے روزہ دار پر روزہ کی وجہ سے طعن کرے وہ کافر ہے گوشت کھانے کو مطلقاً حرام کہنا کفر ہے قربانی کو ظلم کہنے والا کافر ہے، ان اعتقادوں والے مطلقاً کفار ہیں۔ پھر اگر اس کے ساتھ اپنے آپ کو مسلمان کہتے یا کلمہ پڑھتے ہوں تو مرتد ہیں کہ دنیا میں سب سے بدتر کافر ہیں، ان سے میل جول حرام، ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کو پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے کی نماز حرام، پانچو تیلی پر کوئی الزام نہیں، جنہوں نے اس بناپر اس کا حقہ پانی بند کیا ظالم ہیں، ان پر لازم ہے کہ اپنے ظلم سے توبہ کریں، پانچو سے اپنا قصور معاف کرائیں، اگر یہ لوگ باز نہ آئیں تو مسلمان ان کو چھوڑ دیں کہ ظالموں کا ساتھ دینے والا بھی ظالم ہے، یہ سب مضامین قرآن عظیم کی آیتوں اور حدیثوں سے ثابت ہیں جو بارہا ہمارے

فتاوٰی میں مذکور ہیں۔واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۹۶: از بیکانیر مارواڑ محلّہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمرالدین صاحب ۹ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب فرماتے ہیں کہ رسول خداخدا کے بندے نہیں ہیں اور آپ بشر بھی نہیں ہیں،اس پر ان سے پوچھا گیا کہ پھر کیا ہیں؟ توجواب دیا کہ میں اس معاملہ میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا،اور یہ بھی ان سے پوچھا گیا کہ رات دن نماز میں قعدہ میں تم عبدہ ورسولہ پڑھتے ہو،یہ کیا ہے کیا اس کا ترجمہ ہوا ؟ تو کہا اس کا ترجمہ بندہ اور رسول کا ہوا لیکن میں کچھ نہیں کہتا،حضور پر نور ایسے شخص کی بابت کیا حکم ہے؟ اور کیا یہ شخص اسلام سے خارج ہوگیا ان کلمات کے باعث یا نہیں؟کیا کفر عائد اس پر ہوا یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر پائیے۔ت)

الجواب:

جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی اللہ کے بندے نہیں وہ قطعًا کافر ہے،

اشھد ان محمد عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم .قال اللہ تعالٰی "وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ"[1]، وقال تعالٰی "تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ"[2]،وقال تعالٰی "سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ"[3]، وقال تعالٰی "وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا"[4]، وقال تعالٰی "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ"[5]، وقال تعالٰی "فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ؕ"[6]	میں گواہی دیتا ہوں بلاشبہہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں،اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور یہ کہ جب اللہ کا بندہ اس کی بندگی کرنے کھڑا ہوا۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:بڑی برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے(ان خاص) بندے پر اتارا۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری۔اور اللہ تعالٰی نے فرمایا:اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۷۲/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۳

[5] القرآن الکریم ۱۸/ ۱

[6] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۰

اور جو یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صورت ظاہری بشری ہے حقیقت باطنی بشریت سے ارفع واعلٰی ہے یا یہ کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں وہ سچ کہتا ہے اور جو مطلقًا حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے،

قال تعالٰی "سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾"[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم فرماؤ پاکی ہے میرے رب کو میں کون ہوں مگر آدمی اللہ کا بھیجا ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۷: از خان پور سید واڑہ احمد آباد مرسلہ منشی ایچ ڈی۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ "ذوالنور الحق المبین" چھاپی ہے شیخ البواہر نے وہ سنیوں کے لئے کیسی ہے؟ مہربانی کرکے اس کا جلدی جواب دیجئے۔

الجواب:

وہ کتاب مذہب اہلسنت کے خلاف ہے بلکہ اس میں خود اسلام کی بھی مخالفت ہے، اس کا دیکھنا، پڑھنا، سننا حرام ہے،

الالعالم یرید ان یرد علیہ اویکشف مافیہ من کفر وضلال۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہاں جو عالم اس کا مطالعہ کرے اس کی تردید کے لئے یا اس میں جو کفر بیان ہو اس کے انکشاف کے لئے تو اس کے لئے پڑھنا دیکھنا حرام نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۹۸: از شہر بریلی محلّہ بہاری پور مسئولہ عنایت حسین صاحب ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی برادری کے آدمیوں کے سامنے اشرف علی تھانوی کو کافر کہا اور یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کو کافر نہ مانے وہ بھی کافر ہے، لہذا اس باعث سے اشرف علی کو کافر کہا کہ اس پر کفر کا فتوٰی دیا گیا ہے، اس شخص کو بوجہ کافر کہنے کے برادری سے علیحدہ کردیا جس آدمی نے اشرف علی کو کافر کہا اس کے بارے میں آپ کیافرماتے ہیں؟

الجواب:

تمام علمائے حرمین شریفین نے اشرف علی تھانوی پر بھی فتوٰی دیا ہے "حسام الحرمین شریف" بارہ برس سے چھپ کر شائع ہے، اس شخص نے سچ کہا اور اس پر اسے برادری سے خارج کرنا ظلم شدید ہوا ان

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۹۳

لوگوں پر توبہ فرض ہے اور جو شخص تھانوی کے اقوال کفر سے آگاہ ہو کر ایسا کرے وہ خود ایمان سے خارج اور اس کی عورت اس کے نکاح باہر ہو گئی۔ درمختار، مجمع الانہر، بزازیہ وشفاء شریف میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]، واللہ تعالٰی اعلم۔	جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا اس نے کفر کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۹۹:　ازکانپور محل فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی محمد آصف صاحب　۲۷ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ

بفضلہٖ تعالٰی کمترین بخیریت ہے، حضوری ملازمان سامی کی مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، دو عریضے ملفوف فدوی نے روانہ خدمت فیضدرجت کئے، ہنوز جواب سے محروم ہے۔ الٰہی ما لغش بخیر باد۔

حضور کے فتاوی جلد اول ص ۱۹۱ میں خواتمی وہابی کے متعلق حاشیہ میں یہ عبارت ہے: "یہ شقی گروہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے خاتم النبیین کے یہ معنی لینا تحریف کرنا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو خیال جہال بتانا کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چھ یا سات مثل وجود مانتا ہے"۔ اور کتاب حسام الحرمین میں بھی فرقہ امثالیہ کو مرتدین میں شمار کیا گیا ہے لیکن فتاوٰی بے نظیر در معنی مثل آنحضرت بشیر ونذیر جو کہ عرصہ ہوا مطبع اسدی میں حسب ایمائے محمد یعقوب صاحب منصرم مطبع نظامی طبع ہوا تھا اور بہت سے علمائے کرام کے فتوے اس میں درج کئے ہیں، حسب ذیل عبارت ہے: "ھوالعزیز قطع نظر اس کے کہ علمائے حدیث نے "ان اللہ خلق سبع ارضین" میں ہر طرح کلام کیا بعد ثبوت رفع وتسلیم صحت متن واسناد مفید اعتقاد نہیں، بلکہ جس حالت میں مضمون اس کا دلالت آیات واحادیث صحیحہ وعقیدہ اہل حق کے خلاف ہے تو قطعًا متروک الظاہر واجب التاویل ہے، پس جو شخص اس حدیث سے وجود تحقق ومثال سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر استدلال کرے سخت جاہل اور معتقد فضیلت مثل آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بمعنی مشارکت فی الماہیت والصفات الکمالیہ مبتدع اور مخالف عقیدہ اہل سنت ہے، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ اس عبارت کے حضور جناب والد ماجد صاحب قبلہ قدس سرہ کی نقل مہر طبع ہوئی ہے اور پھر حضور کی حسب ذیل عبارت بنقل مہر طبع کی گئی،

والقائل بتحقق المثل اوالامثال بالمعنی المذکور فی السوال مبتدع ضال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔	جو شخص سوال میں مذکور معنی کے مطابق مثل یا امثال کے تحقق کا قائل ہے وہ بدعتی اور گمراہ ہے، اور اللہ ہی حقیقت حال سے آگاہ ہے (ت)

کون فرقہ امثالیہ مرتد ہے اور کون مبتدع؟ آیا ان فرقوں کے عقائد میں اختلاف ہے یا کیا؟ بینوا توجروا۔

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مبتدع ضال ایک لفظ عام ہے، کافر کو بھی شامل، کہ بدعت دو قسم ہے:

(۱) مکفرہ (۲) غیر مکفرہ

وقال تعالٰی "وَ اَمَّاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۹۲﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اگر جھٹلانے والے گمراہوں میں سے ہوں۔ (ت)

امام ابن حجر مکی نے بظاہر اس سے بھی ہلکے لفظ حرام کو کفر کہنے کے منافی نہ مانا۔

اعلام بقواطع الاسلام میں فرمایا: عبارۃ الرافعی فی العزیز نقلا عن التتمۃ انہ اذا قال لمسلم یا کافر بلا تاویل اھ[2] وتبعہ النووی فی الروضۃ فان قلت قد خالف ذٰلک النووی نفسہ فی الاذکار فقال یحرم تحریما غلیظا قلت لامخالفۃ فان اطلاق التحریم فی لفظ لایقتضی انہ لایکون کفرا فی بعض حالاتہ علی ان الکفر محرم تحریما غلیظا فتکون عبارۃ الاذکار شاملۃ للکفر ایضا[3]۔	عزیز میں تتمہ سے منقول رافعی کی عبارت یہ ہے اگر کسی نے مسلمان کو بغیر کسی تاویل کے کافر کہا وہ کافر ہو جائے گا اھ اور نووی نے روضہ میں اسی کی اتباع کی ہے، اگر کوئی اعتراض کرے خود نووی نے اذکار میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ یہ سخت حرام ہے میں کہتا ہوں یہ مخالفت نہیں کیونکہ لفظ تحریم کا اطلاق اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ بعض حالات میں وہ کفر نہ ہو، علاوہ ازیں کفر سخت حرام ہے لہٰذا اذکار کی عبارت بھی کفر کو شامل ہو جائے گی۔ (ت)

اسی میں چند ورق کے بعد ہے:

الحرمۃ لاتنافی الکفر[4]، کما مر۔	حرام ہونا کفر کے منافی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ گزر چکا ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۶/ ۹۲

[2] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ص ۳۴۰

[3] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ص ۴۱-۳۴۰

[4] اعلام بقواطع الاسلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ص ۳۵۰

ماہیت وصفات کمالیہ میں مشارکت اس میں نص نہیں کہ جمیع صفات کمال میں شرکت ہو نہ یہ ان سب گمراہوں کا مذہب تھا ان میں بعض صرف تشبیہہ یعنی کنبیکم ختم نبوت لیتے اور تصریح کرتے کہ وہ انبیاء اپنے اپنے طبقے کے خاتم اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم، صرف اتنے پر حکم کفر مشکل تھا، لہٰذا ایک ایسا لفظ لکھا گیا کہ دوسری صورت کو بھی شامل ہے، اعلام میں بعد عبارت سابقہ فرمایا:

التحریم الغلیظ قصدالشمول للحالۃ التی یکون فیھاکفر اوغیرھا[1]۔	غلیظ تحریم کے لفظ سے اس حالت کو شامل کرنا مقصود ہے جس میں کفر وغیرہ ہو۔ (ت)

حسام الحرمین میں خاص فرقہ مرتدین کا ذکر ہے، ولہٰذا خاتم الخواتم ماننے والوں میں صرف اس کا قول لیا جس نے اس میں کفر خالص بڑھا دیا کہ:

لوفرض فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بل لو حدث بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی جدید لم یخل ذٰلک بخاتمیتہ وانما یتخیل العوام انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنٰی اٰخر النبیین مع انہ لافضل فیہ اصلا عند اھل الفھم[2]۔	اگر بالفرض آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کی خاتمیت میں کوئی فرق نہیں پڑے گا، یہ محض عوام کا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخر نبی ہیں حالانکہ اہل فہم کے ہاں اس میں ہرگز کوئی فضیلت نہیں۔ (ت)

اس طرح کا خاتم الخواتم ماننے والا مطلقاً کافر مرتد ہے، اس سے ۵۸ ورق پہلے جہاں المعتمد المستند میں خاص مرتدین کا ذکر تھا، عبارت یہ ہے:

خرج دجالون یدعون وجودستۃ نظراء للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شارکین لہ فی اشھر خصائصہ الکمالیۃ اعنی ختم النبوۃ فی طبقات الارض الست السفلی، فمنھم من یقول کل منھم خاتم ارضہ ونبینا	ان دجالوں کو خارج کیا ہے جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے چھ نظیروں کا دعوٰی کرتے ہیں اور تشبیہہ میں آپ کے مشہور خصائص کمالیہ میں بھی ان کو شریک کرتے ہیں یعنی نچلی چھ زمینوں میں بھی ختم نبوت کا قول کرتے ــــــ ان میں سے بعض کا یہ قول ہے کہ ہر زمین کا کوئی خاتم ہے اور ہمارے

[1] اعلام بقواطع الاعلام مقدمہ مکتبۃ الحقیقیہ ترکی ص ۳۴۱

[2] حسام الحرمین فصل نھم الوہابیہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۹، المستند المعتمد تعلیقات المنتقد المعتقد منھم الوہابیۃ الامثالیۃ الخ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۲۴۲

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم ہذہ الارض، ومنہم من یقول انہم خواتم اراضیہم ونبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم والاکفر الاوقح منہم یصرح بانہم مماثلون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشرکاء لہ فی جمیع صفاتہ الکمالیۃ ویردہ اٰخرون ابقاء علی انفسہم من المسلمین[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس زمین کے خاتم ہیں بعض کا قول یہ ہے کہ وہ اپنی اپنی زمینوں کے خواتم ہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم الخواتم ہیں ان میں سے بدتر کفر والے وہ ہیں جنہوں نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ تمام خاتم۔ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تمام صفات کمالیہ میں شریک اور ہم مثل ہیں اور جبکہ دوسروں نے اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل رکھنے کے لئے ان کارد کیا ہے۔(ت)

ان سب اقوال کے لحاظ سے وہاں عام مبتدع ضال سے تعبیر کیا کہ بدعت مکفرہ کو بھی شامل ہے، **والسلام مع الکرام۔**

مسئلہ ۱۰۰: از منڈی رام نگر ضلع نینی تال مرسلہ جناب بشیر احمد صاحب　رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

ایک شخص نے ایک مرتبہ اپنی حالت بیماری میں اپنے اچھا ہونے کی غرض سے ایک روز کچھ ہنود کو اپنے مکان پر بلا کر ڈبرو بجوایا اور موافق رسم ہنود کے ہندوؤں کے دیوتا کی پوجا یعنی بکری اور مرغا ہندوؤں سے مروایا یعنی مردار کرایا اور ڈبرو پر ناچا،اس ناجائز حرام کام کرنے پر یہاں کے مسلمان لوگوں نے اس شخص کو برادری سے نکال باہر کردیا اور حقہ بند کردیا،کچھ دنوں بعد اس بت پرست شخص نے مسلمانوں سے کہا میری جان جارہی تھی اس وجہ سے میں نے یہ کام کرائے آئندہ مجھ سے ایسا قصور نہ ہوگا تب یہاں کے مسلمانوں نے اس کی معافی مانگنے اور آئندہ کو توبہ کرنے سے اس کا ایک سو روپیہ جرمانہ لے کر اور توبہ کرواکر حقہ کھول دیا بعد کچھ دنوں کے پھر اس شخص نے پوشیدہ طور رات کو ایک ہندو کے یہاں اپنی بیوی اور لڑکی کو بھیج کر ڈبرو بجوایا اور ان کی لڑکی ناچی یعنی لڑکی کے بدن پر ڈبرو بجانے سے دیوتا مسان آیا اور اسی نے یعنی دیوتا نے بکری اور مرغا مانگا تو ڈبرو بجانے والے نے مرغا اور بکرا کو مردار کرکے پوجا کری دوبارہ اس حرکت کی کسی کو خبر نہ ہوئی اب سہ بارہ اس شخص نے ایک ہندو کو اپنے مکان پر بلاکے ایک مرغا اس کو یعنی اس ہندو کو دیا اس نے موافق اپنے رسوم کے مرغے کو اپنے قبرستان میں لے جاکر رات کو مردار کرکے قبر میں دبادیا اور ایک قبرستان میں جاکر پتھروں کو پوجا اس کام کے کرنے پر یہاں مسلمانوں نے پھر اس کا حقہ بند کردیا اور کہا کہ تو نے مکرر سہ کرر اسی کام کو

[1] المستند المعتقد تعلیقات المنتقد المعتقد مسئلۃ النبوۃ لیست کسبیۃ مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۱۵

کرااور کرتا ہے توکافر ہے،اس کے جواب میں بت پرست مسلمان کہتا ہے ضرورت شدید میں یہ کام جائز ہے یعنی مولوی لوگوں سے معلوم کرلیا ہے لہٰذا عرض کہ اس مسئلہ کو خلاصہ تحریر کیجئے کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے یہاں یہ کام جائز ہے یا انہوں نے یہ کام کرے اگر یہ کام جائز ہے، نہیں تواس کام کے کرنے والے کو مسئلہ سے کیا سزا ہونا چاہئے؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ کافر ہے،اور وہ مولویوں پر افترا کرتا ہے، کوئی مولوی ایسا نہیں کہہ سکتااور اگر کسی نام کے مولوی نے مرض سے شفاکے واسطے غیر خدا کی پوجا جائز کردی ہو تو وہ بھی کافر ہے اور یہ شخص جب کہ تین بار ایسا کرچکا اب مسلمان اسے ہرگز نہ ملائیں اگرچہ توبہ ظاہر کرے کہ وہ جھوٹا ہے اور فریب دیتا ہے،اللہ تعالٰی عزوجل فرماتا ہے:

" اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا " [1] " لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ " [2] واللہ تعالٰی اعلم۔	بیشک وہ لوگ جو ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے پھر اور کفر میں بڑھے۔ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی اور وہی ہیں بہکے ہوئے۔واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۱: از کٹک محلّہ بخشی بازار مرسلہ ولی محمد صاحب ۹ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مبین اس مسئلہ میں، مولوی اجابت اللہ بنگالی چاٹگامی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اللہ کے سوا اپنے پیر کو سجدہ کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور دلائل میں کئی اوراق سیاہ فرمائے اور علمائے اہلحدیث کو نسبت دی ہے فرقہ اسمٰعیلیہ سے،اور ان کو گمراہ کہا ہے،اور علمائے دیوبند کو اسی فرقہ سے شمار کیا ہے اور اپنے گمان میں اس سجدہ کو قرآن شریف سے مدلل کیا ہے اور جس حدیث سے سجدہ کی ممانعت ثابت ہوتی ہے،اس کو بے اصل سمجھتا اور کہتا ہے کہ احادیث احاد قرآن کو منسوخ نہیں کرسکتیں اور حدیث ابوداؤد کو جس میں سجدہ کی ممانعت ہے اس کو بھی اسی قسم سے سمجھتا ہے،اور سجدہ کی دو قسمیں ٹھہراتا ہے: تحیت اور تعبدی۔ تحیت کو جائز سمجھتا ہے اور تعبدی کو منع کرتا ہے، مولانا اسحاق صاحب کلکتہ مدرسہ عالیہ میں مدرس ہیں جو شروع میں مدرسہ کانپور میں بھی تعلیم دیتے تھے،انہوں نے سجدہ کی ممانعت کے بارے میں کچھ لکھا تھا،ان کو یہ شخص گمراہ اور گمراہ کنندہ کہتا ہے اور مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۹۰

دہلوی کے فتوے سے سجدہ کو جائز ثابت کرتا ہے اور درمختار کو بے اصل ثابت کرتا ہے کیونکہ چھٹے طبقہ کی کتاب ہے۔امام فخر الدین رازی کے حوالہ سے اس رسالہ کو لکھا ہے اور کہتا ہے کہ تفسیر کبیر کی پہلی جلد میں ہے سجدہ کرنا اللہ کے سوا دوسرے کو جائز ہے،اب سوال یہ ہے کہ ایسا شخص جو خدا کے سوا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز سمجھے تو ایسا شخص کافر ہے یا مسلمان؟

الجواب:

غیر خدا کو سجدہ تحیت کا جائز کرنے والا ہرگز کافر نہیں اور اب جو اہل حدیث کہلاتے ہیں ضرور اسمٰعیلی و گمراہ ہیں اور دیوبندیہ ان سے گمراہ تر صریح مرتدین ہیں، علمائے حرمین شریفین نے ان کی نسبت تصریح فرمائی کہ:

من شك فی کفرہ فقد کفر [1] ۔	جس نے اس کے کفر میں شک کیا اس نے کفر کیا۔(ت)

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر انہیں کافر نہ جانے بلکہ ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر ہے۔درباره سجدہ حق و تحقیق یہ ہے کہ غیر خدا کو سجدہ عبادت کفر اور سجدہ تحیت حرام، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے اور آج کوئی مجتہد نہیں کہ متفق علیہ ارشادات ائمہ کے خلاف دلیل سے مسئلہ نکالنا چاہے افراط و تفریط دونوں مذموم ہیں **واللہ الھادی، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۲: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ حشمت علی صاحب ۱۶ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید فرقہ دیوبندیہ کا مرتکب کفر ہونا تسلیم کرتا ہے، لیکن کہتا ہے کہ اپنی زبان سے ان کو کافر نہ کہوں گا، دریافت کرنے پر کہا کہ فی الواقع دیوبندیوں نے کفر بکا ہے، لیکن دیکھا جائے تو خود ہم پر کفر عائد ہوتا ہے کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں:

(۱) کفر قولی **(۲)** کفر فعلی

کفر قولی یہ کہ کسی نے ایسی بات کہی جس میں ضروریات دین کا انکار ہو، جیسے دیوبندیوں نے توہین خدا اور رسول (جل وعلا و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی بکی۔

اور کفر فعلی یہ کہ جو انکار ضروریات دین پر امارت ہو جیسے زنار باندھنا، بت کو سجدہ کرنا وغیرہ، اب دیکھئے اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] حسام الحرمین منہا الوہابیہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۲۱

"فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ "[1]	تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہونگے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ تم حکم فرمادو اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔(ت)

قسم کھا کر فرمایا جاتا ہے کہ ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک اپنے اختلافات کو موافق احادیث وآیات نہ طے کریں پھر کوئی رنجش یا کراہت بھی دل میں نہ رہے۔اب بتایئے ہم لوگ اپنے مقدمات کا بجائے آیات واحادیث کے انگریزی قوانین سے طے کراتے ہیں تو ہم تو دیوبندیوں سے بدتر ہیں گویا نص قرآنی ہماری تکفیر فرما رہی ہے جب ہمارا خود یہ حال ہے تو دوسروں کو کیونکر کافر کہیں، ہم تو خود ہی کفر میں مبتلا ہیں انتہی کلامہ، اب استفتاء یہ ہے کہ زید کا کیا حکم ہے؟اور آیہ کریمہ کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

الجواب:

جو مدعی حق پر ہیں وہ تحکیم نہیں کرتے بلکہ اپنا حق کہ بے زور حکومت نہیں مل سکتا نکلوانا چاہتے ہیں اور مدعا علیہ کہ حق پر ہے وہ مجبور ہی ہے جو ابدہی نہ کرے تو یک طرفہ ڈگری ہو جائے ان دونوں فریق پر اگر آیہ کریمہ وارد ہو تو ہندوستان ہی نہیں بلکہ تمام دنیا میں آج سے نہیں صدہا سال سے مدعی مدعا علیہ وکیل گواہ سب کافر ہوں کہ عام سلطنتوں نے شرع مطہر سے جدا اپنے بہت سے قانون نکال لئے ہیں اور جو مدعی جھوٹا ہے وہ ناحق دوسروں کا مال مثلاً چھیننا چاہتا ہے جس پر اپنی چرب زبانی یا مقدمہ سازی یا جھوٹے گواہوں کے ذریعہ حکومت سے مدد لیتا ہے یونہی جھوٹا مدعا علیہ مثلاً دوسرے کا دیا ہوا مال دینا نہیں چاہتا اور وہی مدد ان ذرائع کاذبہ سے لیتا ہے یہ باتیں گناہ ہیں مگر گناہ کو کفر کہنا خارجیوں کا مذہب ہے،آیت اس کے بارے میں ہے جو حکم شریعت کو باطل جانے اور غیر شرعی حکم کو حق یا شرعی حکم جب اس کے خلاف ہو تو نہ نفس امارہ کی ناگواری بلکہ واقعی دل سے اس حکم کو برا جانے، یہ لوگ کافر ہیں، یہ نہ فقط مقدمات بلکہ عبادات میں بھی جاری ہے، رمضان خصوصاً گرمیوں کے روزے نماز خصوصاً جاڑوں میں صبح وعشا کی نفس امارہ پر شاق ہوتی ہے اس سے کافر نہیں ہوتا جبکہ دل سے احکام کو حق ونافع جانتا ہے، ہاں اگر دل سے نماز کو بیگار اور روزے کو مفت کا فاقہ جانے تو ضرور کافر ہے اگلی آیہ کریمہ اس معنی کو خوب واضح فرماتی ہے:

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۵

قال اللہ تعالٰی "وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر ہم انہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنے آپ کو قتل کردو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔(ت)

ظاہر ہے کہ یہ نہ کرنا ان احکام کے نفس پر شاق ہونے ہی کے سبب ہے تو ثابت ہوا کہ حکم کا نفس پر شاق ہونا یہاں تک کہ اس کے سبب بجاآوری حکم سے باز رہنا کفر نہیں معاذ اللہ یہ ٹھہرے گا کہ صحابہ کرام بھی گنتی ہی کے مسلمان تھے کہ فرماتا ہے: "مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ" [2] (اسے نہ کرتے مگر ان میں تھوڑے۔ت) حالانکہ رب عزوجل جابجا ان کے سچے پکے مومن ہونے کی شہادت دیتا ہے یہاں تک کہ فرماتا ہے:

"وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ﴿۷﴾ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۸﴾" [3]۔	اے محبوب کے صحابیو! اللہ نے تمہیں ایمان پیارا کردیا اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی اور کفر و بے حکمی و نافرمانی تمہیں ناگوارا کردی، یہی لوگ راہ پر ہیں اللہ کا فضل اور اس کی نعمت اور اللہ جانتا ہے حکمت والا ہے۔

یہ دل کی محبت ہے کہ مدار ایمان و کمال ایمان ہے اور وہ نفس کی ناگواری جس پر زیادت ثواب کی بناء ہے۔ حدیث میں فرمایا:

افضل العبادات احمزھا [4]۔	سب میں زیادہ ثواب اس عبادت کا ہے جو نفس پر زیادہ شاق ہو۔

بہر حال یہ شخص جو اپنے کفر کا مقر ہے قطعًا کافر ہے، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انه کفر لایعذر منه [5]. واللہ تعالٰی	اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا، اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۷۔۸

[4] الاسرار المرفوعه فی الاخبار الموضوعه حدیث ۲۰۸ دار الکتاب العلمیه بیروت ص ۶۱، کشف الخفاء للعجلونی ۱/ ۱۷۵

[5] فتاوی ہندیه باب موجبات الکفر انواع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

اعلم۔	اگر کسی مسلمان نے کہا میں ملحد ہوں تو وہ کافر ہو جائے گا، اور کہا میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کہنا کفر تھا اس کا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۰۳: از ڈاکخانہ انگس جوٹ مل گورہٹی ضلع ہگلی اسکول انگس مسئولہ محمد سلیم خاں ماسٹر اسکول ۱۸ ذیقعدہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے پیر کے لڑکے کو نبی زادہ لکھا کرتا ہے، اس کا اور جو لوگ اسے اچھا سمجھ کر خوش ہوتے ہیں ان کا شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر اس کا مرشد سید ہے بایں معنی اسے نبی زادہ لکھتا ہے تو بجا ہے، اور اگر وہ سید نہیں بلکہ مرشد کو نبی ٹھہرا کر اس کے لڑکے کو نبی زادہ لکھتا ہے تو وہ بھی کافر اور جتنے اس پر خوش ہوتے ہیں وہ بھی، **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۴: از پورولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۶ اپریل، ۱۳ اپریل ۱۹۲۱ء میں جن مسلمانوں نے ہڑتال کی ہے اور جلسے میں شریک ہوئے ہیں ان کی بیبیاں حرام ہوئیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جس نے لوگوں کے مجبور کئے سے ہڑتال کی اس پر وہ الزام نہیں اگرچہ بلا مجبوری شرعی مجبور بن جانے کا الزام ہو، اور جس نے ایک طوفان بے تمیزی کی موافقت چاہی اس سے زائد کچھ نیت نہ تھی اس پر گناہ ہوا مگر وہ الزام اس پر نہیں اور جس نے کافروں کا سوگ منانے اور حکم مشرک کی تعظیم بجالانے کے لئے ہڑتال کی اس پر تجدید اسلام پھر تجدید نکاح کا حکم ہے،

لان تبجیل الکافر کفر[1]، کمافی الظھیریۃ والاشباہ و الدر وغیرہ من الاسفار الغر، وھو تعالٰی اعلم۔	کیونکہ کافر کی تعظیم کفر ہے، جیسا کہ ظہیریہ، اشباہ، در وغیرہ معروف کتب میں ہے۔ وھو تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۵: از متوناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ محلّہ اللہ داد پورہ مسئولہ حکیم صابر حسین صاحب ۷ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ جو شخص ہنود کے خوش کرنے کے واسطے اپنے مذہب اسلام کی

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

پروانہ کرے اور ان کے مذہب کے تائید کرے تو یہ شخص کس چیز کا مرتکب ہوگا؟**بینوا توجروا**

الجواب:

جو شخص خوشنودی ہنود کے لئے دین اسلام کی پروانہ کرے اور مذہب ہنود کی تائید کرے اگر یہ بات واقعی یونہی ہے تو اس پر حکم کفر لازم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۶: ازچک ۲۲۴ متصل لائل خانقاہ چشت دربار صابری مسئولہ مولوی نظام الدین صاحب ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے جواب میں کہ ایک نئی مسجد کے محراب کے دائیں طرف کاتب نے لکھا یااللہ اور دوسری طرف یامحمد نقش کردیا تو ایک غیر مقلد نے آکر کہا کہ یہ بت کیوں لکھا ہے اس کو مٹادو، معمار سے وہ مٹوادیا،اس کی اس حرکت سے مسلمان بہت رنجیدہ ہوئے اور پھر حضور کا نام مبارک لکھوادیا،اس پر وہ غیر مقلد کہنے لگا اگر گوروگوبند سنگھ کا نام لکھ دو یا کوئی بت کھڑا کردو تو بہتر ہے، کیااس شخص نے حضور کی بے ادبی کی ہے یانہ؟ اور اس دریدہ دہنی سے یہ مسلمان رہ سکتا ہے یانہ؟**بینوا توجروا۔**

الجواب:

لاالٰه الا اللّٰه لا اله الا اللّٰه لااله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه محمد رسول اللّٰه محمد رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ،الالعنة اللّٰه علی الظّٰلمین الالعنة اللّٰه علی الظّٰلمین الالعنة اللّٰه علی الظّٰلمین۔	اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں،حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں،اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام،اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام،اللہ تعالٰی کی طرف سے ان پر صلوٰۃ وسلام، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت، سنو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔(ت)

شخص مذکور کافر کافر مرتد مرتد ہے **من شك فی کفرہ فقد کفر** [1] جو اس کے کافر ہونے میں شک

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷

کرے خود کافر ہے، مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام ہے، اس سے سلام وکلام حرام اس کے پاس بیٹھنا حرا، اسے اپنے پاس بیٹھنے دیان حرام، بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مر جائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل وکفن دینا حرام، اس کے جنازہ پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر جانا حرام۔

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ "[1]، وقال تعالٰی "وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ "[2]، وقال تعالٰی "وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ "[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ چھوئے گی۔ اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا۔ (ت)

مسلمان دیکھیں وہابیہ کو یہ دشمنی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، اور پھر سادہ لوح ان کو مسلمانوں کا ایک فرقہ سمجھتے ہیں **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**، ایک یہ بات یاد رہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لے کر ندانہ چاہئے بلکہ اس کی جگہ یا رسول اللہ ہو اور دیوار پر کندہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ آئینہ مں لکھ کر نصب کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۰۷: از دیوگڈھ میواڑہ مرسلہ قاضی عبدالعزیز صاحب ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک گروہ نہ ہندو نہ مسلم دائم شارب الخمر، مشرک، سارق علانیہ، ملکوں میں سیاحی کرکے نہ معلوم کس طرح سے فریب کرکے یا سرقہ کرکے ہزاروں روپوں کا سونا چاندی وزیورات وغیرہ لے آتے ہیں اور گیتا وبھاگوت پر عمل کرنے والے اور ہولی و دیوالی وگنگو وغیرہ کی پرستش کرنے والے، جب نام لینا رام چندر بھگوت ہی کو پکارنا اور قسم بھی ان کی کھانا اسماء ولباس بھی اہل ہنود کا سا کلمہ جن کو یاد نہیں اسلام سے بالکل ناآشنا محض نکاح ونماز جنازہ کے پابند ہیں بعض اوقات سیاحی میں مردوں کو بھی آگ میں جلاتے ہیں اگر ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

کہا جاتا ہے کہ طریقہ اسلام پر ہو جاؤ اور شرک وشراب سے اجتناب کرو، تو کہتے ہیں کہ یہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتے ہیں، ہمارے آباء واجداد سے یہ طریقہ جاری ہے اور کلمہ پڑھنے سے پورا انکار ہے نہ کماحقہ اقرار برسوں سے ان کی راہ ہدایت کی کوشش کی جارہی ہے لیکن یہ قوم اپنی حرکاتِ ناشائستہ سے باز نہیں آتی، ایسی حالت میں ان مشرکوں، شراب خوروں، دزدوں کی نماز جنازہ ونکاح وغیرہ جائز ہے یا کیونکر؟ اسی طرح جو تھوڑے عرصہ میں کہیں سے سونا لے آتے ہیں اس کے روپے کو مسجد کی تعمیر ومیلاد ومصرف کارخیر میں لگانا جائز ہے یانہیں؟ اور مسلمانوں کو یہ مال کیسا ہے؟ تو نکاح پڑھانے والا اور اس مال کا لینے والا گنہگار ہوگا یانہیں؟ بالتفصیل ارقام فرمائیں، رب العزت آقائے نامدار کو فی الدارین جزائے خیر عطافرمائے۔

الجواب:

یہ لوگ اگر باوصف ان حرکات کے اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں تو مرتد ہیں ورنہ کافر مشرک، بہر حال سے شادی بیاہ حرام وزنا اور ان کے جنازہ کی نماز حرام قطعی، اور ان سے کوئی برتاؤ مسلمانوں کا سار کھنا حرام، رہا نکاح پڑھانا اگر پہلی صورت کے ہیں جب تو ان کا نکاح کسی سے ممکن ہی نہیں، نہ مسلمان سے نہ کافر سے، نہ اس کے ہم مذہب مرتد سے، نہ اس کے مرد کا نہ عورت کا۔ اور اگر دوسری صورت کے ہیں تو مسلمان عورت کا ان سے یا مسلمان مرد کا ایسی عورت سے نکاح باطل وحرام ہے ان صورتوں میں نکاح پڑھانے والا زنا کا دلال ہے اور اگر وہ مرتد نہیں اصلی کافر ہیں تو ان کے عورت ومرد کا نکاح اگرچہ کسی کافر یا کافرہ سے ہوسکے مگر مسلمان کو اس کا پڑھانا نہ چاہئے وہ سونا کو جلد لے آتے ہیں اگر معلوم یا گمان غالب ہو کہ چرا کر یا ٹھگ کرلاتے ہیں تو اس کا لینا بھی حرام اور اسے مسجد یا میلاد مبارک یا کسی کار خیر میں صرف کرنا بھی حرام، اگر اس کا گمان غالب نہیں شک ہے تو بچنا بہتر اور لیں اور لگائیں تو گناہ نہیں،

امام محمد فرماتے ہیں ہم اس پر عمل پیرا ہیں، جب تک کسی شیئ کو ہم حرام لعینہ نہ جان لیں، ذخیرہ، ہندیہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	قال محمد بہ ناخذ مالم نعرف شیئا حراما لعینہ [1]، ذخیرہ، ہندیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثانی فی الھدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

مسئلہ ۱۰۸: از میرٹھ دفتر رسالہ خیال بازار بزازہ مرسلہ حافظ سید ناظر حسین چشتی صابری عابدی وسید عزیز احمد چشتی صابری عابدی وشرف الدین احمد صوفی وارثی قادری رزاقی ۴ربیع الاول ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اشرف علی صاحب تھانوی کے ایک معتقد نے اپنے خواب و بیداری کاحال جو ذیل میں درج ہے لکھ کر تھانوی کے پاس بھیجا جس کاجواب انہوں نے رسالہ **الامداد** ماہ صفر ۱۳۳۶ھ میں حسب ذیل الفاظ میں دیا، دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ جواب ان کا بموجب شرع شریف کہاں تک درست اور صحیح ہے؟ نیز حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسلک کے مطابق تھانوی صاحب کی نسبت حکم شرع شریف کاکیا صادر ہوا ہے؟

خلاصہ خواب: بجائے کلمہ طیبہ کے دوسرے جزکے یوں پڑھتا ہوں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام نامی کی جگہ تھانوی کانام لیتاہوں ہرچند قصد کرتا ہوں لیکن یہی زبان سے نکلتا ہے بعد بیداری اس غلطی کی تلافی میں درود شریف پڑھنا چاہا تواس میں بھی بے اختیار تھانوی کانام زبان پرآجاتا ہے۔[1]

جوابِ خواب: اس واقعہ میں تسلی ہے کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ **متبع** سنت ہے[2]۔

الجواب:

سیدی امام بوصیری قدس سرہ صاحب بردہ شریف امام القری میں فرماتے ہیں: **ماعلیّ مثلہ بعد الخطاء**[3] (خطاکے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ت) دیوبندیوں کے کفر کا پانی ان کے سر سے گزر گیا ہے جس کا حال کتاب مستطاب "حسام الحرمین شریف" سے ظاہر ہے یہ لوگ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شدید گالیاں دے چکے اور ان پر اب تک قائم ہیں، ان علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق نام بنام ان سب کی تکفیر کی اور صاف فرمایا:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[4]۔	جس نے ان کے کفر وعذاب میں شک کیاوہ بھی کافر ہے (ت)

جوان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے وہ خود کافر، پھر ایسوں کی کسی بات کی شکایت کیا، ان کے بڑے قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں صاف لکھ دیا کہ "اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوتو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا"[5]۔

---

[1] رسالہ الامداد مطبوعہ تھانہ بھون ص ۳۵

[2] رسالہ الامداد مطبوعہ تھانہ بھون ص ۳۵

[3] القصیدۃ الھمزیۃ فی المدح النبویۃ مع حاشیۃ الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹

[4] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷، حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[5] تحذیر الناس کتب خانہ امدادیہ دیوبند ص ۲۴

یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاتمیت سے صاف انکار ہے اور آیہ کریمہ "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"[1] (اور لیکن آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ت) کی صریح تکذیب ہے پھر یہ لوگ اگر صاف صاف ادعائے نبوت ورسالت کریں تو ان سے کیا بعید ہے، مسلمان ہوتا تو ایسی بات سن کر لرز جاتا اور اس کفر بکنے والے سے کہتا کہ خبیث منہ بند کر کفر نہ بک، نہ کہ اسے اور تسلی دی اور اس کی رجسٹری کردی،

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ"[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اب جانا چاہتے ہیں کہ ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۰۹تا۱۲۰: مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب صدیقی بریلوی از کان پور امین گنج نمبر ۴۸

کیافرماتے ہیں علمائے دین متین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک مقلد شخص ایک آزاد شخص کی کہ جس کی تعریفات ذیل میں لکھی جاتی ہیں نماز میں اقتدا نہیں کرتا کیا بوجہ ترک اقتدا ایسے آزاد شخص کی یہ شخص مقلد قابل ملامت ہے۔

(۱) شخص آزاد اپنے آپ کو صدر العلماء اور شیخ الشیوخ مشہور کرتا ہے، فلسفہ قدیم وجدید سائنس وکمسٹری، سنسکرت وانگریزی کا ماہر واستاذ وپیر روشن ضمیر اور مناظر وداعی اسلام ہونے کا دعوی کرتا ہے اور شیخ الاسلام ہند ہونے کا متمنی وامیدوار ہے، لیکن فقہ حنفیّہ کی تحقیر عملاً کرتا ہے، اور آیاتِ قرآنی واحادیث نبوی کے معانی وتفسیر اپنی رائے سے بیان کرتا ہے، امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں احمق وسفیہ کہتا ہے اور شبلی نیچری کی طرح صحابہ ومحدثین ومفسرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو جھوٹا سمجھتا ہے۔

(۲) اپنے لب بالا کے بال سکھوں کی طرح بڑھائے رکھتا ہے۔

(۳) موسم سرما میں بعد جماع کے غسل جنابت اور وضو کے بجائے تیمّم کرکے بارہا امامت کی۔

(۴) مسجد میں بیٹھ کر مسجد کے ظروف گلی میں اسپرٹ آمیز دوا پی، اسپرٹ کو حرام وناپاک نہیں سمجھتا ہے۔

(۵) سود پر روپیہ دیتا ہے اور سود لینا جائز سمجھتا ہے۔

(۶) رمضان میں بلاعذر علالت ومسافرت روزوں کے بجائے فدیہ دے دینا کافی سمجھتا ہے، **یطیقونہ**

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

میں سلب ماخذ یا حذفِ لا کو نہیں مانتا۔

(۷) ایک محصنہ عورت سے ربط وضبط پیدا کرکے اس کے شوہر کو دھوکا دے کر طلاق دلوا کر اپنے تصرف میں لایا۔

(۸) اس کے دور کے رشتہ دار اس کی جوروؤں کے ساتھ اس کے پیچھے اور اس کے سامنے بے تکلف مخالطت رکھتے ہیں اور وہ منع نہیں کرتا، اس کی جوروا س کے ماں باپ کو مغلظات فحش گالیاں دیتی ہے اور وہ خاموش سنتا رہتا ہے۔

(۹) ایک مرتبہ نماز مغرب میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، آگاہ کرنے پر کہا کہ بحالتِ مسافرت قصداً قصر کیا تھا۔

(۱۰) ایک مرتبہ نماز عشاء میں ایک رکعت میں آیۃ الکرسی پڑھی لیکن چند الفاظ چھوڑ گیا متنبہ کرنے پر کہا تین آیت کی مقدار پڑھنے کے بعد غلطی ہوجانے سے نماز کا اعادہ ضروری نہیں۔

(۱۱) ہزارہا مسلمانوں کے ایک جلسہ میں ایک آیت کی تفسیر میں رجال کے معنی میں عورتوں کو بھی شامل کرکے بیان کیا کہ حضرت نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ کسی مرد کے باپ تھے اور نہ کسی عورت کے باپ تھے۔

(۱۲) اپنے پیر کو کہتا ہے کہ وہ بمنزلہ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے ہے اور اپنے آپ کو بمنزلہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا پیر جب کسی کو مرید کرتا ہے، اس سے مراد ہے کہ میری بیعت لیتا ہے اور جو دوسرے مشائخ مرید کرتے ہیں وہ بھی میری بیعت میں داخل ہوتے ہیں اس طرح کنایۃً دعوی نبوت ورسالت بھی کرتا ہے۔

الجواب

(۱) فقہ حنفی کی تحقیر ضلالت ہے۔ تفسیر بالرائے حرام امام غزالی اور امام رازی کو اپنے مقابلہ میں ایسے الفاظ سخیفہ سے یاد کرنا سخت تکبر ہے اور متکبروں کا ٹھکانا جہنم ہے،

"اَلَیۡسَ فِیۡ جَہَنَّمَ مَثۡوًی لِّلۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ﴿۶۰﴾ "[1] ۔	کیا مغرور کا ٹھکانا جہنم میں نہیں (ت)

صحابہ کرام کو جھوٹا سمجھنے والا گمراہ بددین ہے۔ اور اگر سب صحابہ کو عموماً ایسا سمجھے تو کافر بالیقین ہے۔

(۲) لب بالا کے بال حد سے متجاوز رکھنا سنت کی مخالفت اور کافروں سے تشبّہ ہے۔

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

(۳) پانی اگر ضرر نہ کرتا ہو تو صرف خوف سردی سے تیمّم کرنا حرام ہے اور نماز باطل اور اس کے پیچھے سب کی نماز باطل ایسا کرنے والا اشد فاسق۔

(۴) اسپرٹ حرام ہی نہیں بلکہ نجس بھی ہے، اپنے ہی منہ میں پینا، توحرام و نجس چیز کھانے پینے کا آج کل ہر شخص کو اختیار ہے، مگر مسجد کے برتن نجس کئے کہ مسلمانوں کے جامہ و بدن ناپاک اور وضو و نماز باطل ہوں، یہ صاف دلیل ہے کہ یہ شخص شریعت پر سخت جری وبیباک ہے۔

(۵) سود لینے کو حلال جاننا کفر صریح ہے اور حرام جان کر ایک درم سود کھانا اپنی ماں سے ۳۶ بار زنا کے برابر ہے،

من اکل درھم ربًا وھو یعلم فکانما زنی بامه ستا و ثلثین مرۃ[1]۔	جس نے عمدًا ایک درہم سود کھایا اس نے اپنی ماں سے چھتیس ۳۶ دفعہ زنا کیا۔ (ت)

(۶) بے عذر مرض و سفر روزے رمضان کے نہ رکھنا اور فدیہ کافی جاننا قرآن عظیم کی تحریف اور نئی شریعت کا ایجاد اور جہنم کبرٰی کا استحقاق ہے۔

"نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾"[2]۔	ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

(۷) سائل نے تصرف میں لانا مطلق لکھا اگر بلا نکاح یا عدت کے اندر نکاح کے ساتھ ہے تو زنا ہے، ورنہ دھوکا دینے پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من غشنا فلیس منا[3]۔	جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔ (ت)

(۸) اپنی منکوحہ پر غیرت نہ کرنے والا دیوث ہے اور ماں باپ کو فحش گالیاں جورو سے سن کر خاموش رہنے والا عاق ہے اور دیوث وعاق دونوں کو فرمایا کہ وہ جنت میں نہ جائیں گے۔

(۹) مغرب میں قصر کرنا نئی شریعت کا نکالنا اور اللہ تعالٰی پر افتراء ہے،

"اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں انکا بھلا

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۲۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غشنا فلیس منا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰

"لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾"[1]	نہ ہوگا۔(ت)

(۱۰) آیۃ الکرسی میں چند الفاظ کا بیچ میں سے چھوڑ جانا اگرچہ ایک مذہب پر مطلقاً مفسد نماز ہے جبکہ صرف آیۃ الکرسی ہی پڑھی ہو اور جب کوئی لفظ چھوٹ گیا آیت پوری نہ ہوئی، مذہب راجح میں بے فساد معنی فسادِ نماز نہیں، اور واجب بھی ادا ہو جائے گا جبکہ باقی تین آیت کی قدر ہو، مگر یہ مسئلہ کہ تین آیت کی قدر پڑھنے کے بعد کوئی غلطی مفسدِ نماز نہیں ہوتی محض باطل۔

(۱۱) یہ صراحۃً آیہ کریمہ "یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ"[2] (اے نبی! اپنی بیبیوں اور صاحبزادیوں سے فرمادو۔ت) کی تکذیب ہے اور آیت کی تکذیب کفر۔

(۱۲) اس قول میں کمال تکبر ہے اور وہ آیہ کریمہ "لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ وَ عَتَوْ عُتُوًّا كَبِیْرًا ﴿۲۱﴾"[3] (بیشک اپنے جی میں بہت ہی اونچی کھینچی اور بڑی سرکشی پر آئے۔ت) میں داخل ہوتا ہے اور یہ کہ جو بیعت لیتا ہے میری ہی لئے لیتا ہے درپردہ رسالت و نبوت یا کم از کم غوثیت عظمٰی کا ادعا ہے، بالجملہ افعال واقوال مذکورہ فسق وضلال وکفر میں دائر ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے، جو مسلمان اس کی اقتداء سے بچتا ہے وہ بہت اچھا کرتا ہے اس پر ملامت حق پر ملامت ہے، جو اس کے پیچھے نماز پڑھے وہی مستحق ملامت، بلکہ سزاوار عذاب شدید ہے، والعیاذ باللہ، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۱: از شہر پونہ گھوڑ پوڑی بازار متصل مسجد مکان نمبر ۷ بھولی بخش بالور

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت ہے، وہ پیشتر قوم چمار تھی، بعد میں مسلمان ہو کر ایک مرد مسلمان سے اس نے نکاح کرلیا، اس سے پہلے اسی قوم میں شادی ہوچکی تھی، کیونکہ اس کے ایک لڑکا ہے، اب وہ عورت اپنی قوم میں جانا چاہتی ہے اور اس کے خاندان کے لوگ اور اس کا بیٹا اس کو ورغلا رہے ہیں کہ تو اپنی قوم میں آجا تجھ کو اچھی طرح رکھیں گے، اور وہ عورت میرے یہاں کھانا پکانے پر ملازم ہے اور وہ عورت بھی جانا چاہتی ہے، تو اب ہم کو شرع شریف کیا حکم دیتی ہے کہ ہم کس طریقہ سے اس کو رکھیں اور اس کے اسلام میں تو کوئی ضعف نہیں ہے اور ہم کو اسے

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۶۹

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۹

[3] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۱

کیسی امداد دینی چاہئے اور وہ میرے قبضہ میں بھی ہے اور اس کو ہم نے سمجھا سمجھا کر رکھا ہے ورنہ وہ اب تک اپنی قوم میں شریک ہو جاتی، فقط۔

الجواب:

جب وہ کافروں میں جاملنا اور کافر ہونا چاہتی ہے تو وہ کافر ہوگئی جبراً روک رکھنے سے مسلمان نہیں ہو سکتی، ہاں اگر یہ سمجھا جائے کہ اس روکنے سے وہ خواہش کفر اس کے دل سے نکل جائے گی اور پھر صدق دل سے مسلمان ہو جائے گی تو روکا جائے ورنہ دور کیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۲: از درو ڈاک خانہ خاص ضلع نینی تال مرسلہ عبداللہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کچھ آدمی حضور کے عقائد کو بہت اچھا اور بہتر جانتے ہیں اور دیوبندی مولویوں کے عقاید کو بہت برا جانتے ہیں اور بڑے پکے سنت جماعت ہیں لیکن بہ سبب بے علمی اور نادانی کے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں، حضور کی تحریروں سے اتنا شوق نہیں جو حق اور ناحق معلوم کریں، آیا ان کے پیچھے بھی نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ اور اس مرض میں بہت مخلوق مبتلا ہے۔

الجواب:

جسے یہ معلوم ہو کہ دیوبندیوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کی ہے پھر ان کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اسے مسلمان نہ کہا جائے گا کہ پیچھے نماز پڑھنا اس کی ظاہر دلیل ہے کہ ان کو مسلمان سمجھا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کو مسلمان سمجھنا کفر ہے اسی لئے علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق دیوبندیوں کو کافر مرتد لکھا اور صاف فرمایا کہ:

من شك في كفره وعذابه فقد كفر [1]۔	جس نے ان کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے (ت)

جو ان کے عقائد پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جاننا درکنار ان کے کفر میں شک ہی کرے وہ بھی کافر اور جن کو اس کی خبر نہیں اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ یہ برے لوگ بدعقیدہ بدمذہب ہیں وہ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے سخت اشد گنہگار ہوتے ہیں اور ان کی وہ نمازیں سب باطل وبیکار، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۳: از بخشی بازار کٹک مرسلہ محمد عبدالرزاق ۱۲ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے اللہ ورسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب احکام الجزیہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۷۷، حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

علیہ وسلم کا علم برابر ہے اور دوسرا شخص یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مغیبات عطیہ تھے، خدا کے علم کے مقابلے میں حضرت کا علم کروڑہا سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ سے بھی کم ہے، اور شخص اول شخص دوم کو کافر ومشرک ووہابی جانتا ہے، خواہ عالم ہو یا جاہل ہم لوگوں نے یہ سنا ہے کہ مولوی احمد رضاخاں صاحب کے برابر کوئی عالم نہیں ہے، اور مجدد مائۃ حاضرہ آپ ہی ہیں، اور شخص اول ایصال ثواب کو جو عوام الناس دن مقرر کرتے ہیں واجبات میں سے جانتا ہے، اور جو ایصال ثواب کو بلا تعین کرتا ہے اس کو خاطی کہتا ہے اور اہلسنت سے خارج، اور ایصال ثواب کے واسطے دن مقرر کرنے کو سنت سمجھتا ہے اور کہتا ہے مجدد مائۃ حاضرہ کا بھی یہی عقیدہ ہے، اس میں حق کیا ہے؟ اور ان دونوں میں کون کافر ہے کون مسلمان؟

الجواب:

علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بیشک باطل ومردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جب کہ بعطائے الٰہی مانے، اور بلاشبہہ حق یہی ہے کہ تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین واولین وآخرین کے مجموعہ علوم مل کر علم باری سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو ایک بوند کے کروڑویں حصہ کو کروڑوں سمندروں سے ہے، اور ایصال ثواب کے لئے تعین تاریخ بلاشبہہ جائز ہے اور سنت مسلمین، یعنی ان کا طریقہ مسلوکہ ہے مگر اسے واجب جاننا باطل محض ہے یونہی سرکار رسالت کی سنت سمجھنا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۴: از گرھنگ لج ڈاکخانہ ضلع کولھاپور جامع مسجد مرسلہ آدم شاہ پیش امام ۴ رمضان ۱۳۳۸ھ

ایک خاندانی شخص آئین دین وقوانین شریعت کو قصداً وعمداً نہیں مانتا اور اپنے ہی قول وفعل پر ہٹ دھرمی کرتا ہو یعنی قطعی جان بوجھ کر اپنی لڑکی کے حرام کی کمائی کھاتا ہو اور وضع حمل حرام ہونے تک اپنے گھر میں رکھ کر ہر قسم کا برتاؤ کرتا اور کسی کی نصیحت بھی نہ مانتا ہو ایسے موذی شخص کے بارے میں علمائے دین کس قسم کے برتاؤ کا حکم دیتے ہیں؟

الجواب:

ایسا شخص خبیث ومردود دیوث ہے بحکم حدیث اس پر جنت حرام ہے اور بحکم قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا جائز نہیں،

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسلمان اسے یک لخت چھوڑدیں اور اس سے سلام کلام، میل جول، سب ترک کردیں جب تک صدق دل سے توبہ نہ کرلے، اس سے زیادہ یہاں کیا سزا ہوسکتی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۲۵: از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ صاحب امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۳۳۸ھ

زید کہتا ہے کہ سود کے معنی اور ہیں اور بیاج کے معنی اور ہم بہت نہیں لیتے ہیں اور کھلم کھلا سود کھاتا ہے اور اوروں کو کہتا ہے کہ تم سود کے معنے نہیں جانتے، اور جائز کہتا ہے، اس کے اصرار پر شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

سود مطلقًا حرام ہے بہت ہو یا تھوڑا، **قال اللہ تعالٰی "وَحَرَّمَ الرِّبٰوا"**[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور حرام کیا سود۔ت) زید کا اسے حلال کہنا اس کی حلت پر اصرار کرنا موجب کفر ہے، اس پر توبہ فرض ہے، از سرِ نو مسلمان ہو پھر اگر عورت راضی ہو تو اس سے نکاح جدید کرے، اور اگر نہ مانے تو مسلمان اسے قطعًا چھوڑدیں اس کے پاس بیٹھنا اٹھنا حرام ہے،

قال تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ "[2] ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۲۶: از موضع پرتاب پور پرگنہ وضلع بریلی مرسلہ محبوب عالم صاحب ۱۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مرید خاندان عالیہ مداریہ میں ہے اور نماز وروزہ کا پابند ہے اور بصدق دل کلمہ **لاالٰہ الا اللہ محمد** رسول اللہ پڑھتا ہے، خدا کو حق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو برحق اور عقیدہ اہل سنت وجماعت کا پابند ہے لہٰذا خدمت بابرکت میں مستدعی ہے کہ **عند الشرع** ایسا شخص مسلمان اور صاحب ایمان ہے یا نہیں؟

الجواب:

جب وہ اللہ ورسول کو برحق جانتا ہے اور تمام عقائد ایمانیہ کا سچے دل سے معتقد ہے اور کوئی قول یا فعل تکذیب یا توہین کا اس سے صادر نہیں ہوتا، جاہل مداریوں وغیرہم کی طرح شریعت کو لغو نہیں سمجھتا تو بیشک وہ مسلمان ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

مسئلہ ۱۲۷تا۱۲۹: مسئولہ آدم ابراہیم صاحب از کچھ انجار ضلع کچھ بھوج بھوم پیر

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ لاالٰہ الااللہ فرض ہے **محمد** رسول اللہ واجب ہے کیونکہ قرآنی آیت سے تو پورا کلمہ ایک جگہ ثابت نہیں، ہاں احادیث سے ضرور ثابت ہے، غلط ہے یا صحیح؟

(۲) ایک شخص کہتا ہے کہ ہم کو قرآن وحدیث سے ضرور نہیں، تم آپ ہی اس کے ورق لوٹا کرو، نماز تم ہی پڑھو، سر بیٹھے اور چوتڑ اوپر کون کرے، ایسے لوگوں کا کیا کہنا چاہئے اور بیعت ان سے کرنا کس طرح ہے؟ زعم یہ ہے کہ قرآن مولویوں نے بنایا ہے مولویوں کے قرآن کو نہ ماننا چاہئے۔

(۳) ایک شخص بروئے حلف یہ کہے کہ میں مسلمان ہوں وہابی نہیں، اللہ کو ایک جانتا ہوں رسول اللہ کو نبی برحق اور اولیائے عظام کو برابر جانتا ہوں، کرامت کا قائل ہوں، حنفی مذہب کا پابند ہوں، جو لوگ پھر بھی اعتبار نہ کریں تو کیا کیا جائے، قرآن اور اللہ پر یقین نہ کرنے والوں کو کیا کہا جائے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) وہ شخص جھوٹ کہتا ہے، شریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے لاالٰہ الا اللہ، **محمد** رسول اللہ دونوں کا ماننا فرض سے اعظم فرض اور یکساں فرض ہے، دونوں قرآن مجید میں ہیں، یکجا نہ ہونے سے ایک کی فرضیت کیوں جاتی رہی، بلکہ ان کی فرضیت تو قرآن مجید ماننے سے بھی مقدم ہے، قرآن مجید کا ماننا ان کے ماننے پر موقوف ہے بلکہ ان میں بھی پہلا جملہ بغیر دوسرے جملہ کے بیکار ہے اور دوسرے جملہ کے ماننے میں پہلے کا ماننا خود آگیا صرف لاالٰہ الااللہ سے مسلمان نہیں ہوسکتا اور صرف محمد رسول اللہ سچے دل سے ماننا اسلام کے لئے کافی ہے، جواسے مانے محال ہے کہ لاالٰہ الااللہ نہ مانے۔ درمختار میں ہے:

یلقن بذکر الشہادتین لان الاول لاتقبل بدون الثانیۃ[1]۔	(میت کو) دونوں شہادتوں کی تلقین کی جائے کیونکہ پہلی شہادت (توحید) دوسری شہادت (رسالت) کے بغیر مقبول ہی نہیں۔ (ت)

یہ کہنے والا اگر فرق فرض وواجب سے غافل ہے یونہی سنی سنائی اتنا جانتا ہے کہ فرض کا مرتبہ زیادہ ہے جب تو اسی قدر حکم ہے کہ کذاب ہے بیباک ہے شریعت پر مفتری ہے، مستحق عذاب نار ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور اگر فرق جان کر کہتا ہے کہ **محمد** رسول اللہ (حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] درمختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۹

اللہ کے رسول ہیں۔ت) کا ماننا یقینی لازم نہیں صرف ظنی ہے، تو قطعاً کافر مرتد ہے۔

(۲) اس میں تین الفاظ ملعونہ اور تینوں کفر خالص ہے کافر مرتد کے ہاتھ پر بیعت کیا معنی! جو ان اقوال پر مطلع ہو کر اسے مسلمان جانے یا اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔بزازیہ و مجمع الانہر و در مختار وغیرہا میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر [1]۔	جس نے ان کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہے(ت)

(۳) اگر اس میں کوئی بات وہابیت کی نہ دیکھی، نہ کوئی قوی وجہ شبہہ کی ہے تو بلاشبہہ شبہہ نہ کیا جائے بدگمانی حرام ہے، اور اگر اس میں وہابیت پائی تو ثابت شدہ بات اس کی قسموں سے دفع نہ ہو جائے گی، وہابی اکثر ایسی قسمیں کھایا کرتے ہیں،

قال اللہ تعالٰی "یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا۔اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر بعد میں کافر ہوگئے۔(ت)

نہ ان کی قسموں کا اعتبار۔

قال اللہ تعالٰی تعالٰی "اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ" [3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ان کی قسمیں کچھ نہیں۔

اور اگر کسی وجہ سے شبہہ ہے تو صرف ان قسموں پر قناعت نہ کریں بلکہ اس سے دریافت کریں کہ تو اسمٰعیل دہلوی ونذیر حسین دہلوی ورشید احمد گنگوہی و قاسم نانوتوی واشرف علی تھانوی اور ان کی کتابوں تقویۃ الایمان و معیار الحق وبراہین قاطعہ و تحذیر الناس وحفظ الایمان و بہشتی زیور وغیرہا کو کیسا جانتا ہے، اگر صاف کہے کہ یہ لوگ بے دین گمراہ ہیں اور یہ کتابیں کفر وضلالت سے بھری ہوئی ہیں، تو ظاہر یہ ہے کہ وہابی نہیں ورنہ ضرور وہابی ہے، جھوٹوں کی قسم پر اعتبار نہ کرنا قرآن اور اللہ پر اعتبار نہ کرنا نہیں،

"اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ"	جب منافق تمہارے حضور حاضر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور بیشک یقیناً اللہ کے

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۲

اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَشْہَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۚ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَہُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ اِنَّہُمْ سَآءَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾"[1]	رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو، اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق ضرور جھوٹے ہیں، اور انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللہ کی راہ سے روکا، بیشک وہ ہی برے کام کرتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۰: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان لوگوں کے بارے میں جو نہ تو علمائے کرام کے فتاوٰی پر عمل کریں اور نہ مانیں بلکہ علمائے کرام ورثۃ الانبیاء کو محض اس بغض پر کہ ان کے کاموں کو کیوں ناجائز بتلاتے ہیں، برا کہیں۔

الجواب:

یہ جو طلب کیا جاتا ہے وہ بھی تو فتوٰی ہی ہوگا جو فتوٰی نہیں مانتے ان پر اس کا کیا اثر ہوگا، عالم دین سے بلاوجہ ظاہر بغض رکھنے پر خوف کفر ہے نہ کہ جب کہ وہ بغض ان کا فتوٰی شرعی ہو۔ منح الروض وغیرہ میں ہے:

من ابغض عالما بغیر سبب ظاہر خیف علیہ الکفر[2]۔	جس نے سبب ظاہری کے بغیر کسی عالم سے بغض رکھا اس پر کفر کا خوف ہے (ت)

عالم دین کی توہین کھلے منافق کاکام ہے اور فقہ میں ان پر حکم کفر۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذو العلم وذوالشیبۃ فی الاسلام وامام مقسط[3]۔	تین آدمیوں کی بے ادبی وتوہین کرنے والا اعلانیہ منافق ہے: صاحب علم، مسلمان بوڑھا اور عادل حاکم۔ (ت)

مجمع الانہر میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۱۔۲

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۷۳

[3] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸، کنز العمال حدیث ۴۳۸۱۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۳۲

الاستخفاف بالاشراف والعلماء کفر ومن قال للعالم عویلم اولعلوی علیوی قاصدا بہ الاستخفاف کفر[1]۔	سادات اور علمائے کی توہین کفر ہے، جس نے بے ادبی وگستاخی کی نیت سے کسی عالم کو عویلم (ادنی عالم) یا کسی علوی کو علیوی کہا اس نے کفر کیا (ت)

مگر وہاں کیا جائے شکایت جہاں قرآن وحدیث کی عمر بت پرستی پر نثار کی جاتی ہو۔

سبحٰن مقلب القلوب والابصار، "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝" [2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	پاک ہے وہ ذات جو دل ونگاہ کو بدل دیتی ہے اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی ہدایت عطا کرنے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ فرما اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما، بلاشبہہ تو ہی عطا کرنے والا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۳۱تا ۱۳۳: مسئولہ میر فدا علی صاحب از شہر کہنہ انسپکٹر چونگی ۲۷ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے روزانہ نماز پڑھتا ہے اور عالم مذکور کے کہنے کو مانتا ہے خواہ وہ کہنا اس کا کسی طور پر بظاہر نیک کام کے واسطے ہو اور خود بھی مشورہ کے لئے اس کے پاس جاتا ہے نیز عالم اہل سنت کی خدمت حاضر ہوتا ہے خواہ یہ حاضری کسی نیک کام کے لئے ہو اور اپنے آپ کو سنی بھی کہتا ہے، ایسی حالت میں بموجب شریعت اسے اہل سنت وجماعت کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) عمرو عالم فرقہ وہابیہ کے شاگرد کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اعتراض ہونے پر یہ جواب دیتا ہے کہ یہ علماء کے جھگڑے ہیں یہ ان کو برا کہیں وہ ان کو برا کہیں ہماری نماز سب کے پیچھے ہو جائے گی، علماء کی باتیں علماء جانیں، ایسی صورت میں عمرو سنی کہا جاسکتا ہے۔

(۳) یا نہیں، اور ایسا جواب دینا اس کا ٹھیک ہے یا نہیں؟

بکر اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور فرقہ وہابیہ اور غیر مقلدوں کے معاملہ میں کہتا ہے کہ یہ سب قرآن وحدیث کے ماننے والے ہیں، جھگڑے کی باتیں نہیں نکالنا چاہئے، سب حق پر ہیں، ایسی

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸

کیفیت میں بکر کو سنی کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟**بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) اگر وہابی کا شاگرد وہابی ہے اور یہ اسے وہابی جانتا ہے پھر اسے قابل امامت مانتا ہے خلاصہ یہ کہ کسی وہابی کو وہابی جان کر کافر نہیں جانتا وہ سنی کیا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا۔

(۲) ایسی صورت میں عمرو سنی کیا مسلمان بھی نہیں کہ اس کے نزدیک اسلام وکفر یکساں ہیں اور کفر کا رد جھگڑا ہے۔

(۳) ایسی صورت میں بکر کافر و مرتد محض ہے۔**واﷲ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۴: از شہر عقب کوتوالی مسئولہ ولایت حسین وعبدالرحمٰن ۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ میں ایمان سے کہتا ہوں اور قسم کھاتا ہوں کہ میں نہ تو پہلے قادیانی تھا اور نہ اب ہوں، قادیانی پر لعنت کرتا ہوں، میں اہل سنت وجماعت ہوں اگر کوئی شخص مجھ پر بعد توبہ کرنے کے الزام دے تو وہ مواخذہ دار ہوگا یا نہیں؟ یا اگر میرا میل کسی وقت ان لوگوں سے کوئی ثابت کرے تو میں سب لوگوں کا مواخذہ دار ہوں گا، قادیانی کو کافر جانتا ہوں۔العبد ولایت حسین

گواہان: عبدالرحمٰن بقلم خود، مسیح اللہ بقلم خود، قادر حسین بقلم خود،امانت حسین بقلم خود، مولوی محمد رضاخاں بقلم خود، صادق حسین بقلم خود، محمد محسن بقلم خود، لیاقت حسین بقلم خود، فقیر محمد حشمت علی خان رضوی، فقیر ایوب علی رضوی بقلم خود، قناعت علی قادری رضوی بقلم خود۔

الجواب:

اللہ تعالٰی توبہ قبول فرماتا ہے اور بعد توبہ کے گناہ باقی نہیں رہتا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لاذنب له[1]۔	گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا گناہ کیا ہی نہیں۔

قادیانیوں کے ساتھ میل جول سے انہوں نے پہلے بھی ایک مجمع میں توبہ کی تھی اور آج پھر ایک مجمع میں توبہ کی تھی پھر ایک مجمع کے ساتھ آئے جن کے دستخط اوپر ہیں اور دوبارہ توبہ کی، توبہ کے بعد ان پر بلاوجہ جو کوئی الزام رکھے گا وہ سخت گنہگار ہوگا اور توبہ کے بعد اگر پھر یہ میل جول کریں گے تو ان پر گناہ عظیم کا بار ہوگا مگر بلاوجہ توبہ کے

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

بعد الزام رکھنا سخت جرم ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۵: از نوشہرہ تحصیل جام پور ضلع ڈیرہ غازی خاں مسئولہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

ایک مرزائی قادیانی کا سوال ہے کہ ابن ماجہ کی حدیث ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ہر صدی کے بعد مجدد ضرور آئے گا۔

مرزا صاحب مجدد وقت ہے۔ عالی جاہ! اس قوم نے لوگوں کو بہت خراب کیا ہے، ثبوت کے لئے کوئی رسالہ وغیرہ ارسال فرمائیں تاکہ گمراہی سے بچیں۔

الجواب:

مجدد کا کم از کم مسلمان ہونا تو ضرور ہے اور قادیانی کافر مرتد تھا ایسا کہ تمام علمائے حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر [1]۔	جو اس کے کافر اور عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر۔

لیڈر بننے والوں کی ایک ناپاک پارٹی قائم ہوئی ہے جو گاندھی مشرک کو رہبر، دین کا امام و پیشوا مانتے ہیں، نہ گاندھی امام ہوسکتا ہے نہ قادیانی مجدد، السوء والعقاب وقہر الدیان وحسام الحرمین مطبع اہلسنت بریلی سے منگائیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۶: از شہر محلّہ شاہ آباد مسئولہ شیخ الطاف احمد صاحب رضوی ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے مولانا صاحب مسجد جانی سے کہا کہ اگر رافضی تکبیر تمہاری جماعت میں آکر کہے تو تکبیر شمار کی جائے گی یا نہیں؟ کہا: رافضی کی تکبیر شمار نہیں کی جائے گی کیونکہ وہ مسلمان نہیں ہیں: میں نے کہا: اگر وہابی تکبیر کہے تو وہ تکبیر شمار ہوگی یا نہیں؟ کہا: تو کیا یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے ہیں کیا حرج ہے، میں نے کہا: یہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ جواب ملا: کیا خوب۔ علاوہ اس کے امام مسجد مذکورہ کی نشست بھی رہتی ہے، لہٰذا ایسی صورت میں اگر اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی تو اچھا کیا یا برا؟ نماز نہ پڑھنے والا توبہ کرے اور معافی چاہے یا امام؟ **بینوا توجروا۔**

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶، حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

الجواب:

صورت مذکورہ میں ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے نے بہت اچھا کیا؟ اس پر کچھ الزام نہیں، اس امام پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور سنی ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳۷: از شہر محلّہ کانکر ٹولہ مسئولہ سید فرحت علی صاحب ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے اہلسنت اس مسئلہ میں کہ زید مسلمانوں کے ایک گروہ کا سردار بننا چاہتا ہے، لیکن علمائے وہابیہ کو اچھا کہتا اور کہتا ہے کہ وہ علمائے دین ہیں، ان کے وعظ سنتا ہے، ان سے فتوے لیتا ہے، ان پر عمل کرتا ہے، نماز فجر کی اندھیرے سے پڑھتا ہے، اکثر نماز میں سنتیں ترک کرتا ہے، میلاد شریف میں قیام کے بعد آتا ہے یا پہلے سے کھڑا ہو جاتا ہے، اور کبھی آتا بھی نہیں، اور کہتا ہے کہ میلاد شریف اتنی دیر نہ پڑھنی چاہئے کہ نماز صبح کی قضا ہو جائے کیونکہ میلاد سے نماز مقدم ہے۔ زید سے مسلمانوں کو بدگمانی ہوئی تو زید نے کہا کہ میں اللہ کو جانوں، اس کے رسول کو پہچانوں صحابہ کو سمجھوں، آل پر فدا ہوں۔ تو مسلمانوں نے کہا کہ اچھا تم گیارھویں شریف کرو یا میلاد شریف کرو۔ کہا میرے پاس پیسہ نہیں تم کرو میں بھی سر پر رکھ کر کھالوں گا۔ ایسی صورت میں مسلمان زید کو اپنا سردار مانیں اور اس کی باتوں پر عمل کریں اور اس سے میل جول رکھیں یا نہیں؟ اور جو مسلمان سردار مانیں یا اس سے ملیں اس کی باتوں پر عمل کریں ان پر کیا حکم ہے؟ اور زید ہمارے اہلسنت کے گروہ میں کس حکم سے داخل ہو سکتا ہے پھر اس حکم پر بھی اسکو سردار مانا جائے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جو شخص دیوبندیوں کو مسلمان ہی جانے یا ان کے کفر میں شک کرے بفتوائے علمائے حرمین شریفین ایسا شخص خود کافر ہے کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[1]۔	جو اس کے کفر وعذاب میں شک کرے وہ بھی کافر ہے (ت)

پھر وہ سردار مسلمانان کیسے ہو سکتا ہے، گیارہویں شریف کی نیاز کھالینا دلیل اسلام نہیں بڑے بڑے کٹر وہابی جو اسے حرام وشرک کہتے ہیں کھانے کو آپ سب سے پہلے دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں، ایسا شخص جب تک وہابیہ اور خصوصًا ان دیوبندیوں کو جنہیں علمائے حرمین شریفین نے کافر لکھا نام بنام بالاعلان کافر نہ کہے اس کی توبہ صحیح نہیں ہو سکتی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶، حسام الحرمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

مسئلہ ۱۴۸تا ۱۵۳: از شہر کہنہ محلّہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۹محرم ۱۳۳۹ھ

جس طرح کہ ایران میں باب اور بہاؤ کو پیشرو بنا کر بابی و بہائی جدید فرقے بنائے گئے اور ہندوستان میں گرونانک، کبیر، سید احمد جونپور، سید احمد رائے بریلوی، سید احمد کولی، آغا خاں اور مرزائی قادیانی کو پیشوا، مہدی، لیڈر، نبی اور خدا بنا کر جدید فرقے بنائے گئے۔ اسی طرح اس وقت محض برائے نام مسلمان لیڈروں اور مولویوں نے ایک ہندو لیڈر مسٹر گاندھی کو اپنا پیشوا بنا کر ایک جدید فرقہ بنایا ہے اور ان کی نسبت اب تک بذریعہ اخبارات، رسالہ جات، اشتہارات، مشاہدات اور مسموعات امور ذیل معلوم ہوتے ہیں:

(۱) ایک مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک سفر میں ایک کافر کو اپنا رہنما بنایا تھا اسی طرح ہم نے مسٹر گاندھی کو اپنا ہادی بنایا ہے، اور صاف لکھ دیا کہ ہمارا حال اس شعر کا مصداق ہے۔

عمرے کے بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردے

(وہ عمر جو آیات واحادیث میں گزری ہے وہ ختم ہوگئی اور وہ بت پرستی کی نذر کردی)

(۲) کہتے ہیں کہ حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرب کے کافر قبائل سے موالات کی تھی ہم کفارِ ہند سے موالات کرتے ہیں۔

(۳) مسجد میں ہندوؤں سے منبر پر لکچر دلوائے گئے اور کہا گیا کہ مسجد نبوی میں وفودِ کفار قیام کرتے تھے اور اپنے طریقے پر عبادت بھی کرتے تھے، اور کفار کا داخلہ مخصوص بمسجد الحرام ایک خاص وقت کے واسطے منع تھا۔

(۴) بعض لیڈروں نے جن کو مولانا کا بھی خطاب دے دیا گیا ہے مندروں میں جا کر اپنے ماتھوں پر ہندوؤں سے ٹیکے لگوائے۔ کہتے ہیں کہ قشقہ شعار کفر اور منافی اسلام نہیں ہے۔

(۵) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے ہمدم میں چھاپ دیا ہے کہ ہماری جماعت ایک ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہے جو ہندو مسلم امتیاز اٹھا دے گا اور سنگم و پریاگ کو مقدس مقام بنائے گا پارٹی مذکور نے اسے مقبول رکھا اور کسی نے چون وچرا نہ کیا۔

(۶) پارٹی مذکور کے اس مولانا نے شائع کیا ہے کہ اگر آج تم نے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کروگے۔

(۷) ایک ہندو کی ٹکٹی اپنے کاندھوں پر اٹھا کر اس کی جے پکارتے ہوئے سر و پابرہنہ مرگھٹ تک لے گئے ایک بت اٹھایا گیا اس کے ساتھ سرپابرہنہ جے پکارتے سڑکوں پر گشت کیا گیا۔

(۸) اس کے ماتم کے لئے سر و پابرہنہ مساجد میں جمع ہوئے اور اسکے لئے دعائے مغفرت اور نماز کے اشتہار دئے اور اس پر کاربند ہوئے، اسکے ماتم میں مسجدیں بے چراغ رکھی گئیں۔

(۹) ہولی کے سوانگ میں ہندوؤں نے بزرگان اسلام کی تحقیر و توہین کی، مسلمانوں نے ہندو مسلم اتحاد کو مدنظر رکھ کر کچھ تعرض نہ کیا اور چشم پوشی کی۔

(۱۰) مسٹر گاندھی کے فرمان کے بموجب روزے رکھے گئے اس کے حکم پر نفل نمازیں پڑھی گئیں اور کاروبار بند کرکے معطل رہے۔

(۱۱) ایک ہندو لیڈر کے حکم سے ایک ڈولا سجایا گیا اور اس میں قرآن مجید، بائیبل اور رامائن رکھ کر ان کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے۔

(۱۲) مسٹر گاندھی اور اس کے قوم کو خوش اور راضی کرنے کی غرض سے ایک جائز مشروع فعل قربانی گاؤ کو ممنوع اور ترک کرکے در پردہ ایک شعار اسلام سے مسلمانوں کو باز رکھا گیا اور ایک امر حلال کو حرام قرار دیا گیا، ایک بکری کی قربانی ایک خاندان (اگرچہ ساٹھ ستر آدمیوں کا ہو) کی طرف سے جائز سمجھی گئی اور حضرت سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا غیر ضروری بتایا گیا۔

(۱۳) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے ہزارہا مسلمانوں کو ہجرت افغانستان اور جہاد کی ترغیب دے کر خانماں برباد ویران وپریشان بنایا گیا۔

(۱۴) کٹارپور کے ہندوؤں نے قربانی گاؤ کے پیچھے مسلمانوں پر شدید ظلم توڑے، انہیں بے دریغ ذبح کیا، انہیں آگ سے جلایا، اس پر ان میں سے بعض گرفتار ہوئے جن پر ثبوت کامل ہوگیا اس خیر خواہ اسلام پارٹی نے ان کی معافی کے ریزولیوشن پاس اور گورنمنٹ کو ان کی رہائی کے لئے تار دئے اور مظالم ہولاگڈھ سے چشم پوشی و بے اعتنائی کی گئی۔

(۱۵) خلافت کی مصنوعی حمایت کے حیلہ سے مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ اقطاع ہندوستان اور یورپ کی سیر وسیاحت اور تفریح وتفنن میں صرف کیا جاتا ہے۔

(۱۶) خلافت کے مصنوعی حمایت کے حیلہ سے عیسائیوں سے ترک موالات اور عدم تعاون، عمل کے غیر ممکن العمل منصوبوں اور تجاویز پر عملدرآمد کرایا جاتا ہے اور مشرکین ہند کے ساتھ مواخات وموالات قائم کرکے بعض شعار کفر اختیار اور بعض شعار اسلام ترک کرائے جارہے ہیں، باوجود ان سب امور کے

وہ اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور جو ان کی پیروی نہ کرے اس کو کافر کہتے ہیں، لہٰذا علمائے اہلسنت وجماعت اس فرقہ گاندھویہ اور اس کے پیشروان وپیروان کی نسبت جو عبداللہ کے بجائے عبدالگاندھی بن گئے ہیں اور دوسروں کو عبدالگاندھی بنارہے ہیں صاف صاف احکام شرعی دربارہ معاشرت ومناکحت مصاہرت ونماز ظاہر واضح فرماکر عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔

الجواب:

(۱) قرآن وحدیث کی عمر کو معاذاللہ بت پرستی پر نثار کرنا قرآن وحدیث کی شدید توہین اور بت پرستی ملعونہ کی عظیم تعظیم ہے، یہ اگر کفر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز کفر نہیں، کہاں زمین غیر معروف کا راستہ بتانے کے لئے کسی مشرک کو ساتھ لینا اور کہاں **معاذاللہ** اپنے دین کا اسے ہادی ورہبر بنانا، اس کی نظیر بھی ہوسکتی ہے کہ کسی کا شیخ وامام وہادی دین، یکّہ میں سوار ہو یکہ بان کافر ہو، اس امام کے بعض مرید بننے والے مشرک کو نماز میں اپنا امام کریں اور اسی شیخ مقتدا کے فعل سے سند لائیں کہ دیکھو یکہ بان کافر ان کے آگے بیٹھا تھا ہم نے اس کافر کو نماز میں اپنے آگے کرلیا تو کیا حرج ہوا، پھر یہ بھی اس وقت کا واقعہ ہے کہ ہنوز حکم جہاد نازل نہ ہوا، "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝"[1] (تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔ت) پر عمل تھا۔ پھر بتدریج کفار پر تغلیظ بڑھتی گئی اور اخیر حکم ابدی ناطق وہ نازل ہوا کہ:

"يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝"[2]	اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر، اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پلٹنے کی۔ (ت)

پہلے واقعات سے سند لانا اگر جاہل سے ہو تو جہل شدید ہے اور ذی علم سے تو مکر خبیث وضلال بعید۔

(۲) یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترائے محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی کسی کافر سے موالات نہیں فرمائی اور کیونکر فرماسکتے حالانکہ ان کا رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ"[3]۔	تم میں جو ان سے موالات کرے وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰۹/ ۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب کا ابتدائی حکم یہ تھا:

"فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾ "[1]	اعلان کے ساتھ فرمادو جو تمہیں حکم دیا جاتا ہے اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔

اور انتہائی حکم یہ ہوا۔

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ط "[2]	اے نبی ! تمام کافروں اور منافقوں سے جہاد فرما اور ان پر سختی ودرشتی کر۔

معاذ اللہ موالات کا وقت کون سا تھا، سورہ نٓ شریف مکیہ ہے اس میں فرماتا ہے: "وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَیُدْهِنُوْنَ ﴿۹﴾ "[3] کافر اس تمنا میں ہیں کہ کہیں تم کچھ نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑیں۔ اس وقت میں مداہنت تو روا رکھی نہ گئی نہ کہ معاذاللہ موالات۔ ائمہ دین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت مداہنت کرنے والے کی تکفیر فرمائی ہے چہ جائے مفتری موالات، شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

الوجه الثانی ان یکون القائل غیر قاصد للسب ولکنه تکلم بکلمة الکفر من اضافة مالایجوز علیه مثل ان ینسب الیه اتیان کبیرة اومداهنة فی تبلیغ الرسالة او فی حکم بین الناس فحکم هذا الوجه حکم الاول[4]۔ (ملخصًا)	دوسری وجہ یہ ہے کہ کہنے والے کا مقصد سب نہ ہو لیکن اس نے ایسا کلمہ کفر بولا اور ایسی شیئ کی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جو آپ کی شان کے مناسب نہ تھی مثلاً کبیرہ کے ارتکاب یا احکام رسالت کے پہنچانے میں یا لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمانے میں مداہنت کی نسبت کی تو اس کا حکم بھی پہلے کے حکم کی طرح ہی ہے۔ (ت)

سخت محرومی وبیباکی ہے، یہ کہ آدمی کے کسی عیب پر نکتہ چینی ہو اور وہ اپنے اوپر سے دفع الزام کے لئے کسی نبی سے استشہاد کرے کہ ان سے بھی ایسا واقع ہوا اگرچہ ظاہراً وہ فعل وقوع میں آیا ہو اور اس نے اپنی نابینائی سے فرق نہ دیکھا اور ملائکہ کو چمار پر قیاس کیا۔ شفاء شریف امام قاضی عیاض میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۹۴

[2] القرآن الکریم ۶۶/ ۹

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیه فی بلد العثمانیه ترکی ۲/ ۲۳۔ ۲۲۲

ھذہ کلھا وان لم تتضمن سبا ولاقصد قائلھا ازراء فما وقر النبوۃ ولاعظم الرسالۃ ولاعزر حرمۃ الاصطفاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی شبہ من شبہ فی معرۃ قصد الانتفاء منھا بمن عظم اللہ خطرہ ونھی عن جھر القول لہ ورفع الصوت عندہ فحق ھذا ان دری عنہ القتل السجن وقوۃ تعزیرہ[1]۔ (ملخصًا)	یہ تمام کلام اگرچہ سب و شتم کو متضمن نہیں اور نہ ہی قائل نے اس سے کسی عیب کا قصد کیا ہے بہر حال اس نے نہ تو منصب نبوت و رسالت کا خیال رکھا ہے نہ ہی حرمت کا اقرار کیا ہے حتی کہ روانی کلام میں شاعر نے اپنے ممدوح کو عیب سے پاک ہونے کا قصد کرتے ہوئے اس ذات سے تشبیہ دی جس کی قدر و منزلت کو اللہ تعالٰی نے عظیم فرمایا، اور اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ رب العالمین نے ان کی بارگاہ میں بلند آواز سے بولنے کی ممانعت فرمائی، اس سوءِ ادبی کی سزا اگرچہ قتل نہیں ہے تاہم قید بامشقت کی سزا دینا ضروری ہے (ملخصًا) (ت)

سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر معاذاللہ انہونی جوڑنا اور اس نے اپنی ناپاکی کا جواز چاہیں، کتنی سخت خباثت اور کس قدر شدید موجب لعنت ہے، کیا کسی عالم دین کا وہ ناسعید بیٹا سخت ناخلف نہ قرار پائے گا جس کے بھنگ پینے پر اس کے باپ کے شاگرد اعتراض کریں اور وہ اپنے اوپر سے دفع اعتراض کے لئے محض جھوٹ بہتان اپنے باپ پر رکھ دے کہ کیا تمہارے استاد چرس نہ پیتے تھے، پھر کہاں باپ اور کہاں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم!

(۳) یہ کہنا کہ مسجد الحرام شریف سے کفار کا منع ایک خاص وقت کے واسطے تھا اگر یہ مراد کہ اب نہ رہا تو اللہ عزوجل پر صریح افتراء ہے،

قال اللہ تعالٰی "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ"[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ (ت)

یونہی یہ کہنا کہ وفود کفار مسجد نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اپنے طریقے پر عبادت کرتے تھے محض جھوٹ ہے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسے جائز رکھنے کا اشعار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم الکلام مطبع شرکت صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ترکی ۲ / ۲۳۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

علیہ وسلم پر افترائے فجار، حاشا کہ اللہ کا رسول گوبار بار فرمائے کہ کسی مسجد، نہ کہ خاص مسجد مدینہ کریمہ میں نہ کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے بتوں یا مسیح کی عبادت کی جائے، جانتے ہو کہ اس سے ان کا مقصود کیا ہے، یہ کہ مسلمان تو اسی قدر پر ناراض ہوئے ہیں کہ مشرک کو مسجد میں مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے ان کو واعظ بنایا وہ تو اس تہیّہ میں ہیں کہ ہندوؤں کو حق دیں کہ مسجد میں بت نصب کرکے ان کی ڈنڈوت کریں، گھنٹے بجائیں، سنکھ پھونکیں کیونکہ ان مفتریوں کے نزدیک خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مسجد میں خود حضور کے سامنے کفار اپنے طریقہ کی عبادت کرتے تھے۔

"وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ج"[1]۔	تمہیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کردے۔(ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مسجد کریمہ کے سوا کوئی نشست گاہ نہ تھی جو حاضر ہوتا یہیں حاضر ہوتا کسی کافر کی حاضری معاذاللہ بطور استیلا واستعلاء نہ تھی بلکہ ذلیل وخوار ہو کر یا اسلام لانے کے لئے یا تبلیغ اسلام سننے کے واسطے، کہاں یہ اور کہاں وہ جو بدخواہان اسلام نے کیا کہ مشرک کو بروجہ تعظیم مسجد میں لے گئے اسے مسلمانوں سے اونچا کھڑا کیا اسے مسلمانوں کو واعظ وہادی بنایا اس میں مسجد کی توہین ہوئی اور توہین مسجد حرام، مسلمانوں کی تذلیل ہوئی اور تذلیل مسلمین حرام، مشرک کی تعظیم ہوئی اور تعظیم مشرک حرام، بدخواہی مسلمین ہوئی بلکہ بدخواہی اسلام، پھر اسے اس پر قیاس کرنا کیسی سخت ضلالت وگمراہی ہے طرفہ یہ کہ زبانی کہتے جاتے ہیں کہ مشرک کا بطور استعلاء مسجد میں آنا ضرور حرام ہے، اور نہیں دیکھتے کہ یہ آنا بطور استعلاہی تھا،

"فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ﴿٤٦﴾"[2]۔	تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں(ت)

اسی نابینائی کی بناء پر یہ مسلمان کو دھوکا دینے والے یہاں، حنفیّہ وشافعیہ کا اختلافی مسئلہ کہ مسجد میں دخول کافر حرام ہے یا نہیں محض دھوکا دینے کو پیش کرتے ہیں، قطع نظر اس سے کہ اس مسئلہ میں تحقیق کیا ہے۔

اولًا خود کتب معتمدہ حنفیّہ سے ممانعت پیدا ہے،

ثانیًا خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد سے ہویدا ہے۔

ثالثًا علماء وصلحاء کا ادب کیا رہا ہے اختلاف احوال زمانہ وعادات قوم ہمیشہ مائل تعظیم وتوہین میں

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

دخل رکھتا ہے۔

رابعًا غیر اسلامی سلطنت اور نامسلموں کی کثرت میں اجازت کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہی اسلام ہے۔

خامسًا وہ نجس قوم کہ بنص قرآن اس پر حکم نجاست ہے اور وہ مسلمانوں کو ملیچھ کہے، بھنگی کے مثل سمجھے سودا بیچے تو دور سے ہاتھ میں رکھ دے، اس کے نجس بدن، ناپاک پانوؤں کے لئے تم اپنی مساجد کو وقف کرو یہ کس قدر مصلحتِ اسلام کے گہرے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے، ان سب سے قطع نظر ان حرکاتِ شنیعہ کا اس سے کیا علاج ہوسکتا ہے ۔

او گماں بردہ کہ من کردم چو او

فرق را کہ بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی مثل کیا حالانکہ وہ لڑائی کی جستجو کرنے والا اس فرق کو کیسے محسوس کرسکتا ہے)

صحیح بخاری شریف میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے:

قَالَ کَانَتِ الْکِلَابُ تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِی الْمَسْجِدِ فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ تعالٰی علیہ وَسَلَّمَ[1]۔	فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد شریف میں کتے آتے جاتے تھے (ت)

زمانہ رسالت میں مسجد شریف میں کتے آتے جاتے تھے اب تم خود کتے اپنی مسجدوں اور مسجد الحرام شریف یا مسجد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لے جاؤ اور جمعہ کے دن امام کے دہنے بائیں منبر پر دو کتے بٹھاؤ تمہارے استدلال کی نظیر تو یہیں تک ہوگئی، کہہ دینا کیا زمانہ اقدس میں کتے مسجد میں نہ آتے جاتے تھے، ہم لے گئے اور منبر پر انہیں بٹھایا تو کیا ہوا، اور وہ جو آنے جانے اور یوں لے جانے اور منبر پر بٹھانے کا فرق ہے اس سے آنکھ بند کرلینا جیسے یہاں بند کرلی، کون سی آنکھ، دل کی کہ "وَلٰکِنْ تَعْمَی الْقُلُوْبُ الَّتِیْ فِی الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ "[2] (دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ت) بلکہ خدا تمہیں عقل وانصاف دے تو یہ بھی تمہارے فعل کی نظیر نہیں، تم خطیب کے آس پاس منبر پر کتے بٹھاؤ اس سے وہ کتے خطیب نہ ہوجائیں گے، اور تم نے مشرکین کو

---

[1] صحیح البخاری کتاب الوضوء باب اذا شرب الکلب فی الاناء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

خطیب مسلمین بنایا لہٰذا اگر قدرے اپنے فعل سے تقریب چاہو تو ان کتوں کو سدھاؤ کہ جب امام پہلا خطبہ پڑھ کر بیٹھے وہ نہایت بلند آواز سے بھونکنا اور رونا شروع کردیں کہ باہر تک کے سب لوگوں کو خبر ہوجائے کہ جلسہ ودعا کا وقت ہے، یونہی نماز کے وقت آٹھ آٹھ دس دس صفوں کے فاصلے سے چار چار کتے صف میں کھڑے کرو کہ تکبیر انتقال کے وقت چیخیں اور مکبّروں سے زیادہ تبلیغ کا کام دیں اور یہی حدیث بخاری حجت میں پیش کردینا کہ دیکھو زمانہ اقدس میں کتے مسجد میں آتے جاتے تھے بلکہ ان کے آنے سے کوئی فائدہ نہ تھا اور ہم کتے اس نفع دینی کے لئے لے گئے، تو بدرجہ اولٰی یہ جائز ہوا، وہاں تک تو قیاس تھا یہ دلالۃ النص ہوئی اور اس میں جو تمہارے استدلال کی خباثت ہے نہ دیکھنا، کیونکہ ٹھہر گئی ہے کہ

"وَلٰكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ﴿۴۶﴾"[1]۔

(۴) قشقہ ضرور شعار کفر منافی اسلام ہے جیسے زنار بلکہ اس سے زائد کہ وہ جسم سے جدا ایک ڈورا ہے جو اکثر کپڑوں کے نیچے چھپا رہتا ہے اور یہ خاص بدن پر اور بدن میں بھی کہاں چہرے پر، اور چہرے میں کس جگہ، ماتھے پر، جو ہر وقت چمکے اور دور سے کھلے حرفوں میں منہ پر لکھا دکھائے کہ ھذا من الکافرین (یہ کفار میں سے ہے۔ت) خلاصہ و ظہیریہ و محیط و منح الروض الازہر وغیرہ کتب معتمدہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی الخلاصۃ من تزنر بزنار الیھود و النصاری وان لم یدخل کنیستھم کفر، ومن شد علی وسطہ حبلا وقال ھذا زنار کفر، وفی الظھیریۃ وحرم الزوج، وفی المحیط لان ھذا تصریح بما ھو کفر، وفی الظھیریۃ من وضع قلنسوۃ المجوس علی راسہ فقیل لہ فقال ینبغی ان یکون القلب سویا کفر[2]۔(ملخصًا)	خلاصہ کی عبارت یہ ہے جس نے یہود ونصارٰی کا زنار پہنا اگرچہ وہ ان کے کنیسہ میں نہیں گیا وہ کافر ہے، جس نے اپنی کمر میں رسی باندھی اور رکھا یہ زنار ہے اس نے کفر کیا۔ ظہیریہ میں ہے اس پر بیوی حرام ہوگئی۔ محیط میں ہے کیونکہ یہ صراحۃً کفر ہے۔ ظہیریہ میں ہے جس نے مجوس کی ٹوپی سر پر رکھی اسے بتایا گیا تو کہنے لگا بس دل صحیح ہونا چاہئے، وہ کافر ہے۔(ت)

(۵) مسلم وہندو میں امتیاز اسلام و کفر کا امتیاز ہے اور وہ موقوف نہیں ہوسکتا جب تک مسلم مسلم اور کافر کافر ہیں اور یہ اس کلام کی مراد نہیں ہوسکتی کہ سب ہندوؤں کو مسلمان کرلیں گے کہ اس کے لئے کسی نئے

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی العلم والعلماء مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵

مذہب کی کیا حاجت، تو ضرور یہ مراد ہے کہ ایک ایسا مذہب ایجاد کریں گے جو نہ ہندو کو ہندو رکھے نہ مسلمان کو مسلمان، اور وہ نہ ہوگا مگر کفر کہ اسلام کے سوا جو کچھ ہے سب کفر ہے، یونہی پریاگ وسنگم کی تقدیس یوں مراد نہیں ہوسکتی جیسے سلاطین اسلام شکر اللہ تعالٰی عنہم نے معابد کفار پر قبضہ فرماکر ان کو مساجد بنایا کہ اس کے لئے بھی نیا مذہب بنانا نہ ہوا، لاجرم یہ مراد ہے کہ وہ رہیں معابد کفار اور پھر مقدس مانے جائیں، اور یہ بھی کفر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(نوٹ: ۶ سے ۱۶ تک کے جواب دستیاب نہ ہوئے)

مسئلہ ۱۵۴ تا ۱۶۲: از لاہور مسجد بیگم شاہی مسئولہ صوفی احمد دین صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد یا علماء الملۃ وامناء الامۃ افیضوا علینا من علومکم دام فیوضکم۔	تمام تعریف اللہ کے لئے اور وہی کافی ہے، سلام اس کے منتخب بندوں پر ہو، اے علماءِ ملت اور امین امت! ہمیں اپنے علوم کا فیض عطا کیجئے اللہ تعالٰی تمہارے فیض کو جاری وساری رکھے (ت)

(۱) اس ظالم گروہ کا کیا حکم ہے جن کے امام اول نے سلطان وقت سے باغی ہوکر مکہ معظّمہ زاد اللہ تعالٰی شرفاً پر تغلب کیا، وہاں کے علماء کو تہ تیغ بے دریغ کیا، مزارات اولیاء پر پاخانہ بنائے، حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے روضہ مبارک کو صنم اکبر سے تعبیر کیا، ائمہ مجتہدین اور فقہاء ومقلدین کو **انھم ضلوا واضلوا** (وہ گمراہ ہیں اور انہیں نے دوسروں کو گمراہ کیا۔ت) کا مصداق بنایا، اپنی خواہشات کو حق وباطل کا معیار قرار دیا، مختلف عبارات وپیرایہ سے حضور پر نور عفو غفور شفیع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیصِ شان کرتا تھا اور اسی بدعقیدہ پر اپنی ذریات واذناب کو لگاتا تھا، اپنے متبعین کے سوا سب کو مشرک جانتا تھا، درود شریف پڑھنے سے بہت ایذا پاتا تھا، حتی کہ ایک نابینا کو منارہ پر بعد اذان صلٰوۃ وسلام پر شہید کردیا اور بولا:

ان الربابۃ فی بیت الخاطئۃ یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلوۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1] الخ۔	زانیہ کے گھر رباب بجانا اس سے کم گناہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بلند آواز سے صلٰوۃ وسلام پڑھا جائے الخ (ت)

اس کے متبعین طرح طرح سے حضور علیہ السلام کی تحقیر وتوہین کرتے اور وہ سن کر خوش ہوتا یہاں تک

ان بعض اتباعہ کان یقول عصای ھذہ	اس کے بعض ماننے والے کہتے ہیں یہ میری لاٹھی

[1] الدرر السنیۃ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۱

خیرمن محمد(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)لانہا ینتفع بہا فی قتل الحیۃ ونحوہا ومحمد(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)قد مات ولم یبق فیہ نفع اصلاً وانما ہو طارش وقد مضی[1] الخ کتاب الدرر السنیۃ فی رد الوہابیہ ص ۴۲،۴۱۔	محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے بہتر ہے کیونکہ یہ سانپ وغیرہ مارنے کا کام دیتی ہے، اور محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) فوت ہوگئے اب ان سے بالکل کوئی نفع نہیں اٹھایا جاسکتا وہ بہرے تھے جو گزر گئے الخ (ت)

بظاہر حنبلی بنتا تھا مگر دراصل حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل بے تعلق تھا، دعوی نبوت کا متمنی تھا مگر قبل از صریح اظہار طعمہ اجل ہو کر اپنے کیفر کردار کو پہنچا اور آیۃ:

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ "[2] الآیۃ	بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں۔ الآیۃ (ت)

کا پورا پورا مصداق بنا۔

(۲) ان کے امام ثانی نے پہلے امام کی ہندی شرح المسمی بہ تقویۃ الایمان لکھی، اپنے فرقہ کا نام موحد رکھا، اور اپنے امام کے قدم بقدم ہو کر سب امت کو کافر و مشرک بنایا، حضور علیہ الصلوۃ والسلام و دیگر انبیاء علیہم السلام بلکہ خود خدائے تعالٰی جل وعلاشانہ کی توہین کی، دشنام دہی میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو چوہڑے چمار اور عاجز و ناکارہ لوگوں سے تمثیل دی[3] (تقویۃ الایمان ص ۲۹،۱۹،۱۰) اللہ تعالٰی کی ذات والا صفات میں عیب و آلائش کا آجانا جائز رکھا، وقوعِ کذب سے صرف بغرض ترفع و بخوفِ اطلاع بچنا مانا (یکروزی ص ۱۴۴ و ۱۴۵)، نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال آنا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا[4] (صراط مستقیم ص ۹۵) دعوی نبوت کے لئے بنیادیں کھودیں پڑیاں جمائیں اور یوں تمہیدیں باندھیں بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ وکلیہ بلاواسطہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنے نور قلب سے

---

[1] الدرر السنیۃ فی رد الوہابیہ مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول ترکی ص ۴۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[3] تقویۃ الایمان مطبع علیمی بیرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰،۲۹،۱۹

[4] صراطِ مستقیم فارسی ہدایت ثانیہ در ذکر محلات عبادات مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۸۶

بھی پہنچتے ہیں وہ انبیاء اور ہم استاد بھی[1] ملخصًا (صراط مستقیم ص ۳۹) بالآخر جاہ طلبی وملک گیری کے نشہ میں سکھوں سے مڈھ بھیڑ اور عار فرار من الرجف کے بعد افغانوں کی موذی کش تلوار سے راہ فنا دیکھی علیہ ماعلیہ۔

(۳) جب ہندی وہابیہ کے امام واس کے پیر کی موت ان کی سب یاوہ گوئیوں او پیشینگوئیوں کی مبطل ہوئی تو اس کے اذناب وذریات سے ایک شخص قومی ترقی قومی اصلاح کا بہروپ بدل کر نکلا، جملہ کتب تفسیر وفقہ وحدیث سے انکار کیا، تمام ضروریات دین سے منہ موڑا اور بکا کہ، نہ حشر ہے نہ نشر، نہ دوزخ نہ بہشت، نہ فرشتہ ہے نہ جبریل نہ صراط، فرشتہ قوت کا نام ہے، دوزخ وبہشت وحشر، نشر روحانی ہیں، نہ جسمانی کرامات ومعجزات سب ہیچ ہیں، ہر کوئی کوشش کرنے سے نبی ہوسکتا ہے، خدا بھی نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اس کے نزدیک غایت درجہ کی غمی کا نام دوزخ تھا۔ سووہ اپنی اسی مسلمہ دوزخ کے راستہ سے اسفل السافلین میں پہنچا اور وہ اس طرح ہوا کہ اس کے خازن وامین نے بہت سارو پیہ اندوختہ اس کا غبن کیا، معلوم ہونے پر نہایت غمگین ہوا، کھانا پینا ترک کیا، آخر اسی صدمہ سے ہلاک ہوا۔

(۴) اسی کے دُم چھلّوں میں سے مسیح قادیانی دجال پیدا ہوا، دعوی نبوت کیا، سورہ صف میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اسم احمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے ہے اس کو اپنے اوپر چسپاں کیا، اسی طرح درکاتِ جہنم طے کرتا ہوا درک اسفل میں پہنچ کر یوں کفری بول بولا ؎

آنچہ دادست ہر نبی را جام	داد آں جام را مرا وبتمام
پر شد از نور من زمان وزمیں	سر ہنوزت بہ آسماں از کیں
باخدا جنگہا کنی ہیہات	ایں چہ جور وجفا کنی ہیہات

(ہر نبی کو جو جام عطا کیا گیا وہ تمام مجھے عطا کئے گئے، میرے نور سے زمین وزماں پر ہوگئے اور ابھی میرا آسمان پر ہے، تو خدا کے ساتھ جنگ کر رہا ہے افسوس! یہ تو کیا ظلم وزیادتی کر رہا ہے۔ت) (نزول مسیح) لڑکا پیدا ہونے پر کہنے لگا **کان اللہ نزل من السماء** (گویا اللہ آسمان سے اتر آیا۔ت) پھر کہا مجھے الہام ہوا ہے خدا کی طرف سے **انت منی بمنزلۃ اولادی انت منی وانا منک** (تو میری

---

[1] صراط مستقیم فارسی ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی مکتبہ سلفیہ لاہور ص ۳۶۔۳۵)

اولاد کی مانند ہے، تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ت) (واقع البلد ص ۶ و ۷) الغرض افتراء و تکذیب کلام الٰہی و توہین انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام خصوصًا حضرت عیسٰی علٰی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گندی سڑی گالی دینے میں کوئی کسر نہ اٹھار کھی (ضمیمہ انجام آتھم) انجام کار اپنے مسلمہ عذاب اعنی مرض ہیضہ سے وعدہ الٰہی:

"فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَةً وَّ لَاۤ اِلٰۤى اَهْلِهِمْ یَرْجِعُوْنَ۠ ﴿۵۰﴾ "[1]۔	تو نہ وصیت کر سکیں گے اور نہ اپنے گھر پلٹ کر جائیں۔(ت)

کا مورد بنا اور اپنے منکر و مخالف علماء کے روبرو وہ فرعون بے عون جہنم رسید ہوا، مسلمان کے سامنے "وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ "[2] (اور فرعون والوں کو ہم نے تمہاری آنکھوں کے سامنے ڈبو دیا۔ت) کا سماں بندھ گیا چاروں طرف سے مسلمانوں بلکہ ہندوؤں نے اس کی نعش خبیث پر نفرین کے نعرے بلند کئے ہر طرف سے بول و براز کی بوچھاڑ ہوئی اور "اُولٰٓىٕكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓىٕكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ "[3] (ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی) کا نقشہ آنکھوں میں جم گیا، "فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ﴿۲﴾ "[4] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت)

(۵) امام ثانی کے اذناب سے ایک بھوپالی پیدا ہوا، ترویج وہابیت میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا طرح طرح کے لالچ دے کر مفت کتابیں بانٹ کر خدائے تعالٰی کے لئے جہت و مکان و جسم وغیرہ مانا (رسالہ الاحتواء) فقہاء و مقلدین کو دشنام دینے میں اپنے بڑوں سے سبقت لے گیا اس کا قول بدتر از بول "یہ ہے سرچشمہ سارے جھوٹوں خبیثوں اور مکروں کا اور کان تمام فریبیوں اور دغابازیوں کی علم فقہ ورائے ہے اور مہاجال ان سب خرابیوں کا فقہاء اور مقلدین کی بول چال ہے" (ترجمان وہابیہ ص ۳۶، ۳۵) و انجام کار معزول و مسلوب الخطاء ہو کر عدم کی راہ لی اور "خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ "[5] (دنیا اور آخرت دونوں کا گھاٹا۔ت) کا مصداق بنا، صحابہ کرام کو عمومًا اور سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خصوصًا مخترع بدعت سیئہ ٹھہرایا (انتقاد الرجیم)

(۶) وہابیہ وغیر مقلدین کی ضلالت وبدعت جب پورے طور ظاہر ہو چکی اور ہر دیار و امصار سے ان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں تو ذریات امام ثانی نے ایک اور مکر کھیلا، اپنا حنفی و مقلد ہونا ظاہر کیا عقیدہ تقویۃ الایمان پر

---

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۱

[4] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[5] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

قائم رکھا اور ہر طرح سے ان کفریات کی حمایت کرتے رہے، اور عملیات میں حنفی ہونا ظاہر کیا، ٹھیک اسی طرح جس طرح ان کا امام اول حنبلی المذہب بنتا تھا، بظاہر غیر مقلدین کے رد میں کتابیں بھی لکھیں، مگر ساتھ ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ ان مسائل میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے وقت سے اختلاف چلا آتا ہے، لہٰذا غیر مقلدوں وہابیوں پر طعن و تشنیع ناجائز (سبیل الرشاد وغیرہ)، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے شیطان کا علم زیادہ مانا (براہین قاطعہ) علم غیب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہر صبی و مجنون سے تمثیل دی (رسالہ حفظ الایمان و علم غیب وغیرہ) اور بکے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا حال معلوم نہیں، معاذاللہ اپنے خاتمہ کا حال معلوم نہیں۔ ان کے رد میں بھی بکثرت کتابیں شائع ہوئیں خصوصًا قامع بدعت حامی سنت صاحب حجت قاہرہ مجدد مائۃ حاضرہ، حضرت مولانا احمد رضاخاں صاحب بریلوی مداللہ تعالٰی ظلہم العالی نے ان کی وہ سرکوبی کی کہ باید شاید۔

(۷) بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک ہندو بچہ پیدا ہوا آپ اگرچہ ناخواندہ تھا مگر بعض خواندہ وہابیہ سے چند ایک کتابیں مثل ظفر المبین طعن امام ہمام (رضی اللہ تعالٰی عنہ) اور قیاسات امام پر لکھیں چاروں اماموں کے مقلدین اور چاروں طریقوں کے متبعین کو **معاذ اللہ** مشرک و کافر بنایا (ظفر المبین ص۱۸۹ و ۲۳۰ و ۳۳۲ وغیرہ) انجام کار مرض ایلاؤس میں ایسا گرفتار ہوا کہ متواتر پانچ سات دن اس کے منہ سے پاخانہ نکلتا رہا، مرتے وقت وصیت کی کہ مجھے مشرکوں (حنفیوں) کے قبرستان میں نہ دفن کیا جائے، بالآخر کتے کی موت مرا اور لاہوری دروازہ بدرو کے کنارہ دفن ہوا، بدرو کا گندہ پانی اس کی قبر میں سرایت کرتا رہا، حتی کہ اس کی قبر بھی نیست و نابود ہو کر بدرو میں مل گئی، "فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ۝" [1] (تو عبرت لو اے نگاہ والو۔ت)

(۸) اس بھوپالی کے دم چھلوں میں سے ایک اور شخص نکلا، چلنے پھرنے سے معذور، اور لکھنے پڑھنے سے عاری، اس نے اہل قرآن ہونے کا دعوی کیا، کل کتب فقہ، تفسیر و حدیث سے انکار کیا اور کہا یہ سب مخالفِ قرآن ہیں اور (معاذاللہ) منافقوں کی بنائی ہوئی ہیں، "اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ" [2] (اور حکم مانو رسول کا۔ت) میں رسول سے مراد قرآن مجید ہے، اور "مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوۡلُ" [3] (اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں۔ت) میں بھی رسول سے مراد قرآن مجید ہے، اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی مراد لئے جائیں تو یہ حکم مالِ غنیمت میں تھا نہ کہ عام حکم، نماز میں بھی نئی اختراع کی، المسمی بہ صلوٰۃ القرآن بآیات الفرقان، اور ایک تفسیر

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۲

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۷

چند ایک سیپارہ کی کسی سے لکھوائی جس کا نام "**تفسیر القرآن بآیات الرحمٰن**" رکھا اور کہتا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام محض ایلچی تھے ایلچی کو نام و پیام کیا تشریح و مطلب آرائی میں کوئی حق نہیں (**معاذاللہ منہا**) آخر ذلیل ورسوا ہو کر لاہور سے نکالا گیا، چند ایک ملاحدہ نیاچرہ اور اجہل ترین وہابیہ سے اس کے پیرو گئے، ملتان میں جا کر اپنی بدمذہبی کی اشاعت میں مصروف ہوا، انجام کار بدکاری کرتا ہوا پکڑا گیا خوب زد وکوب ہوئی اور اسی صدمہ سے ہلاک ہوا اور سجین میں پہنچا۔

(۹) بھوپالی کے متبعین سے ایک شخص ملا قصوری اور ایک حافظ شاعر پنجابی پیدا ہوئے، اول الذکر نے ابن تیمیہ مجسمیہ کے رسالہ "**علی العرش استوی**" کی اشاعت کی، صوفیائے کرام کے رد میں بڑے اہتمام سے کتاب "**حقیقۃ البیعۃ والالہام**" لکھی اور یوں کفری بولی بولے: بیعت مروجہ یعنی پیرومریدی سے دین اسلام میں اس قدر فتور اور فسادات پڑے ہیں کہ جن کا شمار امکان سے باہر ہے، **شرك فی الالوہیت وشرك فی الربوبیۃ وشرك فی الدعاء** جس قدر اقسام شرک کے ہیں سب اس سے پیدا ہوئے (ص ۲۸) سب افعال آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محمود نہیں اور آپ کے لیے عصمت مطلقہ ثابت نہیں۔ (ص ۴۴ و ۴۵) آخر الذکر نے تقویۃ الایمان کو پنجابی میں نظم کیا اور اس کا نام "**حصن الایمان وزینت الاسلام**" رکھا اور بھوپالی کے رسالہ "**طریقہ محمدیہ**" کو پنجابی نظم کا جامہ پہنایا اور اس کا نام "**انواع محمدی**" رکھا، پنجاب میں ہر کس وناکس جولاہا موچی دھنا وغیرہ جسے دو حرف پنجابی کے آتے تھے یہ کتابیں پڑھ کر اہل سنت وجماعت کو مخالف قرآن وحدیث بدعتی ومشرک کہنے لگے اور تلبیس کی کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماگئے ہیں:

اذا صح الحدیث فھو مذھبی واترکوا قولی بخبر المصفطی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)	حدیث صحیح میرا مذہب ہے اور میرے قول کو مصطفٰی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی حدیث کے مقابل چھوڑ دو۔ (ت)

پس دراصل ہم اہلحدیث ہی سچے اور پکے حنفی ہیں نہ کہ فقہاء ومقلدین، اس خلف ناہنجار بدترازمار نے اپنے پدر بزرگوار کی کتاب فقہ کا رد کیا اور کہا کہ اس وقت علم کم تھا اب دریا علم کا اچھلا اور ہر طرف سے کتب احادیث کی اشاعت ہوئی الغرض بخوف طوالت وملالت اس قدر پر کفالت نہ ان قبائح کا استیعاب ممکن اور نہ ہی ان کے فرقوں کا حصر معلوم، آخر وہ بھی توانہیں میں سے ہونگے جو دجال کے ساتھ جاملیں گے، اب آپ کے جناب سے استفتاء یہ ہے کہ آیا یہ فرق وہابیہ مثل دیگر فرق ضال روافض وخوارج وغیرہ کے ہیں یا نہیں اور نصوص سے:

"اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ۝" [1] "اُولٰٓئِكَ	وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں، وہ

[1] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ"[1] فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ "[2]۔	چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ تو اس کا حال کتے کی طرح ہے تو اس پر حملہ کرے تو زبان نکالے اور چھوڑ دے تو زبان نکالے (ت)

اور احادیث مثل:

اھل البدع شر الخلق والخلیقة واھل البدع کلاب اھل النار[3]۔	اہل بدعت تمام مخلوق سے بدتر ہوتے ہیں واہل بدعت اہل دوزخ کے کتے ہیں (ت)

کے مصداق ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے اقتداء ان کی کتب کا مطالعہ اور ان سے میل جول کا کیا حکم ہے جو ان سے محبت رکھے اور ان کو عالم اور پیروان سنت سے سمجھے اس کے واسطے کیا ارشاد ہے تکذیب نصوص، ایذائے جمیع امت، تکفیر و تفسیق اہل سنت و جماعت، دعوی ہمہ دانی وانانیت، مادہ خروج وبغاوت، تحقیر وتوہین شان نبوت ان سب فرق میں کم وبیش موجود۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

"رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾"[4]۔	اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (ت)

یہ سوال کیا محتاج جواب ہے خود ہی اپنا جواب باصواب ہے، سائل فاضل سلمہ نے جو اقوال ملعونہ ان خبثا سے نقل کئے ہیں ان سب کا ضلال مبین اور اکثر کا کفر اور ارتداد مہین ہونا خود ضروری فی الدین وبدیہی عند المسلمین،

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾"[5] "اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾"[6] "وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ	اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائینگے۔ (ت) ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۹
[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۷۶
[3] الکنز العمال حدیث ۱۰۹۴-۱۰۹۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۱۸
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷
[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[6] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

"كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ" [1]، "يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ" [2]، "لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾" [3]، "وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾" [4] "اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾" [5]	اس کے رسول سے ہنستے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد، اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے۔ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے درد ناک عذاب ہے۔ بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

ان آیاتِ کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جو عام مسلمانوں پر ظلم کریں ان کے لئے بری باز گشت ہے، ان کا ٹھکانا جہنم ہے، ان پر اللہ کی لعنت ہے، نہ کہ وہ جو اولیاء پر ظلم کریں نہ کہ انبیاء پر نہ کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل وعلوشان اقدس پر، ان پر کیسی اشد لعنت الٰہی ہوگی اور ان کا ٹھکانا دوزخ کا اخبث طبقہ، اور اگر تم ان سے پوچھو کہ یہ کیسے کفریات ملعونہ تم نے بکے تو حیلے گھڑیں گے بے سروپا جھوٹی تاویلیں کریں گے اور کچھ نہ بنے تو یوں کہیں گے کہ ہماری مراد توہین نہ تھی ہم نے تو یوں ہی ہنسی کھیل میں کہہ دیا تھا، واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: اے محبوب! ان سے فرمادو کیا اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے تھے، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔ جب کوئی حیلہ نہ چلے گا تو کذاب خبیثوں کا پچھلا داؤ چلیں گے کہ خدا کی قسم ہم نے تو یہ باتیں نہ کہیں نہ ہماری کتابوں میں ہیں، ہم پر افترا ہے ناواقف کے سامنے یہی جل کھیلتے ہیں، اللہ واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے: بیشک ضرور وہ کفر کا بول بولے اور اسلام کے بعد کافر ہوگئے یعنی ان کی قسموں کا اعتبار نہ کرو "اِنَّهُمْ لَاۤ اَيْمَانَ لَهُمْ" [6] ان پیشوایان کفر کی قسمیں کچھ نہیں "اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾" [7] وہ اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر اللہ کی راہ سے روکتے ہیں لاجرم ان کے لئے ذلیل وخوار کرنے والا

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۶۔۶۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۸

[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[5] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[6] القرآن الکریم ۹/ ۱۲

[7] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۶

عذاب ہے۔ان کے کفر کے سبب اللہ تعالٰی نے ان پر لعنت کی تو بہت کم ایمان لاتے ہیں وہ جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ نے دنیا وآخرت میں ان پر لعنت فرمائی اور ان کے لئے تیار کر رکھا ذلت دینے والا عذاب۔طوائف مذکورین وہابیہ ونیچریہ وقادیانیہ وغیرہ مقلدین ودیوبندیہ وچکڑالویہ **خذلھم اللہ تعالٰی اجمعین** ان آیات کریمہ کے مصداق بالیقین اور قطعًا یقینا کفار مرتدین ہیں،ان میں ایک آدھ اگرچہ کافر فقہی تھا اور صدہا کفر اس پر لازم تھے جیسے نمبر ۲ والا دہلوی مگر اب اتباع واذناب میں اصلًا کوئی ایسا نہیں جو قطعًا یقینا اجماعًا کافر کلامی نہ ہو ایسا کہ **من شك فی کفرہ فقد کفر**[1] جو ان کے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔اور احادیث کہ سوال میں ذکر کیں بلاشبہہ ان کے اگلے پچھلے تابع متبوع سب ان کے مصداق ہیں،یقینا وہ سب بدعتی او راستحقاق نار جہنمی اور جہنم کے کتے ہیں مگر انہیں خوارج وروافض کے مثل کہنا روافض وخوارج پر ظلم اور ان وہابیہ کی کسر شان خباثت ہے۔رافضیوں خارجیوں کی قصدی گستاخیاں صحابہ کرام واہلبیت عظام رضی اللہ تعالٰی عنہ پر مقصور ہیں ان کی گستاخیوں کی اصل مطمع نظر حضرات انبیائے کرام اور خود حضور پر نور شافع یوم النشور ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(راستے کا تفاوت دیکھ کہاں سے کہاں تک ہے۔ت)

ان تمام مقاصد اور ان سے بہت زائد کی تفصیل فقیر کے رسائل "**سل السیوف وکوکبۃ شھابیۃ وسبحان السبوح و فتاوی الحرمین وحسام الحرمین وتمھید ایمان وانباء المصطفٰی وخالص الاعتقاد وقصیدۃ الاستمداد** اور اس کی شرح کشف ضلال دیوبندیہ "وغیرہا کثیرہ تبیرہ، حافلہ کافلہ،شافعہ وافیہ، قالعہ قامعہ، میں ہے **وللہ الحمد**،ان کے پیچھے اقتداء باطل محض ہے **کما حققناہ فی النھی الاکید** (جیسا کہ ہم نے "**النھی الاکید**" میں اس پر تفصیلا گفتگو کی ہے۔ت)ان سب کی کتب کا مطالعہ حرام ہے مگر عالم کو بغرض رد۔ان سے میل جول قطعی حرام،ان سے سلام وکلام حرام،انہیں پاس بٹھانا حرام،ان کے پاس بیٹھنا حرام، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت حرام،مرجائیں تو مسلمانوں کا سا انہیں غسل وکفن دینا حرام، ان کا جنازہ اٹھانا حرام،ان پر نماز پڑھنا حرام،انہیں مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام،ان کی قبر پر جانا حرام،انہیں ایصال ثواب کرنا حرام، مثل نماز جنازہ کفر۔**قال اللہ تعالٰی** :

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۞"[1]	اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ان ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور فرماتا ہے:

"وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"[2]۔	اور نہ میل کرو ظالموں کی طرف کہ تمہیں دوزخ کی آگ چھوئے گی۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3]۔	ان سے دور بھاگو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا تجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم و اذا مرضوا لاتعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولاتصلوا معھم[4]	نہ ان کے پاس بیٹھو، نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤ، نہ ان کے ساتھ پیو، بیمار پڑیں تو ان کی عیادت نہ کرو، مرجائیں تو ان کے جنازہ پر نہ جاؤ، نہ ان پر نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ"[5]۔	ان میں کبھی کسی کے جنازہ کی نماز نہ پڑھنا نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا۔

جو ان کے اقوال پر مطلع ہو کر ان سے محبت رکھے وہ انہیں کی طرح کافر ہے، قال تعالٰی:

"وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ"[6]۔	تم میں سے جو ان سے دوستی رکھے وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

[3] صحیح مسلم باب نھی عن الروایہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] کنزالعمال باب فضائل صحابہ حدیث ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۴۲، ۳۲۵۲۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲، ۴۰، ۵۲۹

[5] القرآن الکریم ۹/ ۸۴

[6] القرآن الکریم ۶/ ۵۱

اور اس کا حشر انہیں کافروں کے ساتھ ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب قوما حشرہ اللہ فی زمرتھم[1]۔	جو کسی قوم سے محبت رکھے گا اللہ تعالٰی اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر کرے گا۔

اور فرماتے ہیں: **من ھوی الکفرۃ فھو مع الکفرۃ**[2] جو کافروں سے محبت رکھے گا وہ انہیں کے ساتھ ہوگا اور جوان کو عالم دین یا پیر وسنت سمجھے قطعًا کافر ومرتد ہے۔ شفائے امام قاضی عیاض وذخیرۃ العقبٰی بحر الرائق ومجمع الانہر وفتاوٰی بزازیہ ودر مختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے: **من شك فی عذابه وكفره فقد كفر**[3] (جوان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جب ان کو مسلمان سمجھنا درکنار ان کے کفر میں شک کرنا موجب کفر ہے **تومعاذاللہ** انہیں عالم دین یا پیر وسنت سمجھنا کس قدر اخبث کفر ہوگا "**وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ**﴿۲۹﴾"[4] (اور ظالموں کی یہی جزا ہے۔ت) اللہ عزوجل سب خبثا کے شر سے پناہ دے اور مسلمان بھائیوں کی آنکھیں کھولے اور دوست دشمن پہچاننے کی تمیز دے، ارے کس کے دوست دشمن، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دوست ودشمن، افسوس افسوس ہزار افسوس کہ آدمی اپنے دوست دشمن کو پہچانے، اپنے دشمن کے سایہ سے بھاگے، اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اترے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمنوں، ان کے بدگویوں، انہیں گالیاں لکھ کر شائع کرنے والوں اور ان خبیثوں کے ہم مذہبوں ہم پیالوں سے میل جول رکھے، کیا قیامت نہ آئے گی، کیا حشر نہ ہوگا، کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو منہ دکھانا نہیں، کیا ان کے آگے شفاعت کے لئے ہاتھ پھیلانا نہیں! مسلمانو! اللہ سے ڈرو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حیا کرو۔ اللہ عزوجل توفیق دے۔ آمین! **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۶۳تا۱۶۹: از شہر محلہ روہیلی ٹولہ مسئولہ حاجی محمد خلیل الدین احمد صاحب یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) مشرکین سے اتحاد وو داد حلال ہے یا نہیں؟

(۲) مشرک کو اپنی حاجت دینیہ میں اپنا لیڈر یعنی ہادی وامام ورہبر بنانا کیسا ہے؟

---

[1] المعجم الکبیر للطبرانی حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

[2] مجمع الزوائد باب تحشر کل نفس علی ھواہا دار الکتاب بیروت ۱/ ۱۱۳

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[4] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

(۳) مشرک کی نسبت یہ کہنا کہ وہ ہمارے شہر کی خاک کو پاک کرنے کے لئے تشریف لائے ہیں، کیا حکم رکھتا ہے؟

(۴) مشرک کے لے بڑا مرتبہ اور عزت ماننا مطابق اسلام ہے یا نہیں؟

(۵) اور اس کے استقبال کو شاندار بنانے کے لئے مسلمانوں کا جانا اور مشرک کی تعظیم،

(۶) اور اس کی جے بولنا،

(۷) اور اس کو مہاتما کہنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) مشرکین سے اتحاد درکنار وداد حرام قطعی ہے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓىٕكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ"[1]۔	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جنہیں اللہ اور قیامت پر ایمان ہے کہ اللہ ورسول کے مخالف سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان اللہ نے لکھ دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی۔

اور فرماتا ہے جل وعلا:

"وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ"[2]۔	تم میں جو ان سے دوستی کرے گا وہ بیشک انہیں میں سے ہے۔

یہ ہیں قرآن عظیم کی شہادتیں کہ ان سے وداد واتحاد کفر ہے اور یہ کہ اس کے مرتکب نہ ہوں گے مگر کافر۔ مسلمانو! قرآن کریم سے بڑھ کر کس کا فتوٰی ہے، "وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۟"[3] اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہے۔

(۲) مشرک کو حاجت دینیہ میں ہادی بنانا امام ٹھہرانا قرآن عظیم کی صریح تکذیب ہے، قرآن عظیم میں

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

ہزارہا آیتیں گونج رہی ہیں کہ وہ گمراہ ہیں، ہدایت سے بالکل بیگانہ ہیں، یہاں تک کہ فرمایا:

" اِنۡ ہُمۡ اِلَّا کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ ہُمۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ﴿۴۴﴾ "[1]۔	وہ چوپایوں کی طرح نرے بے عقل ہی ہیں بلکہ ان سے بھی سخت تر گمراہ۔

توجو انہیں ہادی وامام بنائے گا قطعاً قرآن عظیم کو جھٹلائے گا اور قطعاً راہ ہلاک پائے گا۔

اذاکان الغراب دلیل قوم

سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کسی قوم کا رہنما کوا ہو تو وہ ان کو ہلاکت کی راہ چلائے گا۔ت)

اور روز قیامت ایسا گروہ اس مشرک ہی کے نام سے پکارا جائے گا قال اللہ تعالٰی: " یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ ۚ "[2] جس دن ہر گروہ کو ہم اس کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔

(۳) لاالٰہ الا اللہ عجب ان سے کہ مدعی اسلام ہوں اور اسلام کے پورے مدعی بن بیٹھیں، کیا قرآن عظیم کے رد ہی پر کمر باندھی ہے، واحد قہار فرماتا ہے: " اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ "[3] مشرک تو نہیں مگر نرے گندے، بلکہ عین نجاست عجب کہ نجاست اور مطہر، ہاں جب ہندو دھرم ہی اختیار کیا تو عجب نہیں کہ گوبر اور پوتر، لا واللہ اس سے بھی ہزار درجہ بدتر گوبر کی نجاست میں ائمہ کو اختلاف ہے اور مشرک کی نجاست پر قرآن کریم کا نص صاف ہے اور آمد سے زمین ناپاک کرنے میں نجاست باطن نجاست ظاہر سے کروڑ درجہ بدتر ہے، نجاست ظاہر ایک دھار پانی سے پاک ہوجاتی ہے اور نجاست باطن کروڑ سمندروں سے نہیں دھل سکتی جب تک صدق دل سے ایمان نہ لائے، ع

ہرچہ شوئی پلیدتر باشد

(جتنا دھوئے گا اتنا ہی زیادہ پلید ہوگا۔ت)

(۴) کیا قسم کھائی کہ قرآن عظیم کا کوئی جملہ سلامت نہ رکھیں، مشرک کے لئے ہرگز کوئی عزت نہیں اور بڑا درکنار ادنٰی سے ادنٰی، چھوٹے سے چھوٹا کوئی رتبہ نہیں، واحد قہار جل وعلا فرماتا ہے:

" وَ لِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَ لِرَسُوۡلِہٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ لٰکِنَّ	عزت تو صرف اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۴۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۱

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

"الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠"[1]	کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

عزیز مقتدر جل وعلا فرماتا ہے:

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ "[2]	بیشک اللہ ورسول کے جتنے مخالف ہیں سب ہر ذلیل سے بدتر ذلیلوں میں ہیں۔

عزیز منتقم، عزجلالہ فرماتا ہے: "ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ"[3] وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں۔ مخلوق میں کتا بھی ہے سور بھی ہے۔ قرآن عظیم شہادت دیتا ہے کہ مشرکین ان سے بھی بدتر ہیں، پھر رتبہ وعزت کے کیا معنی!

(۵) اس کی تعظیم سخت سے سخت کبیرہ اور قرآن عظیم کی مخالفت شدیدہ ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام[4]۔	جو کسی بدعتی بدمذہب کی تعظیم کرے اس نے اسلام کے ڈھادینے پر مدد دی۔

مبتدع کی تعظیم پر حکم یہ ہے مشرک کی تعظیم کس درجہ بیخ کنی اسلام ہوگی "وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠"[5] (مگر منافقوں کو خبر نہیں۔ت) استقبال کو شاندار بنانے کے لئے جانا تو عین تعظیم ہے جو صریح مخالفت قرآن عظیم ہے، اس جلوس نامانوس میں ویسے بھی شرکت حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من سود مع قوم فھو منھم**[6] جو کسی قوم کے جتھے میں شامل ہوا وہ انہیں میں سے ہے۔ دوسری حدیث میں ہے: **من کثر سواد قوم فھو منھم**[7] جو کسی قوم کا مجمع بڑھائے وہ انہیں میں سے ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[4] کنز العمال حدیث ۱۱۰۲ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۱۹، المعجم الاوسط حدیث ۶۷۶۸ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶

[5] القرآن الکریم ۶۳/ ۲۰

[6] کنز العمال حدیث ۲۴۶۸۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۱۰

[7] نصب الرایہ لاحادیث الھدایہ بحوالہ مسند ابو یعلی المکتبۃ الاسلامیۃ الریاض ۴/ ۳۴۶، کنز العمال حدیث ۲۴۷۳۵ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۹/ ۲۲

تیسری حدیث میں ہے:

من جامع المشرك وسكن معه فانه مثله[1]۔	جو مشرک کے ساتھ آئے اور اس کے ساتھ رہے وہ بیشک اسی کے مثل ہے۔

(۶) مشرک کی جے نہ بولے گا مگر مشرک۔ حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتز لذٰلك العرش[2]۔	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب غضب فرماتا ہے اور عرش الٰہی کانپ جاتا ہے۔

جب فاسق کی مدح پر یہ حکم ہے تو مشرک کہاں، اس کی مدح کس درجہ باعث غضب شدید رب عزوجل ہوگی!

(۷) مہاتما کے معنی ہیں "روح اعظم" جو خاص لقب سیدنا جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، مشرک کو اس سے تعبیر کرنا صریح مخالفتِ خدا ورسول ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقولو اللمنافق یا سید فانه ان یکن سید کم فقد اسخطتم ربکم عزوجل[3]۔	منافق کو "اے سردار" نہ کہو بیشک اگر وہ تمہارا سردار ہے، تو تم نے اپنے رب عزوجل کا غضب لیا۔

اب ادھر تو منافق ومشرک کا فرق دیکھو اور ادھر سردار وروح اعظم کا موازنہ کرو، انہیں نسبتوں سے اس پر اللہ عزوجل کا غضب اشد ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین، اللہ تعالٰی مسلمانوں کی آنکھیں کھولے مسلمان کرے، مسلمان رکھے، مسلمان مارے، مسلمان اٹھائے ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد آخر کتاب الجہاد آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹

[2] شعب الایمان حدیث ۴۸۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۲۳۰، اتحاف السادۃ باب الآفۃ الثامنہ عشر المدح دار الفکر بیروت ۷/ ۵۷۱

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب یقول المملوك الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴، مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت بریدۃ الاسلمی دار الفکر بیروت ۵/ ۳۴۶-۳۴۷

مسئلہ ۱۷۰: از موضع خورد منوڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افواہا سنا جاتا ہے کہ اکثر لوگ ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں کہ ریاضت کرتے ایسے واصل بخدا ہو جاتے ہیں کہ نماز روزہ ترک کردیتے ہیں (جبکہ **اظھر من الشمس** ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ کوئی مقرب تر نہیں ہوا اور نہ ہوسکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز روزہ بدرجہ اتم ادا فرماتے تھے) اور لوگ ان کی ولایت کے قائل ہوتے ہیں، چنانچہ تاریخ فرشتہ (اردو) جلد دوم میں لکھا ہے کہ "شیخ احمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حالت جذب میں نماز نہیں پڑھتے تھے"۔اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسے تارک نماز روزہ کے نسبت قرآن مجید وحدیث شریف میں کیا حکم ہے؟ آیا تارک نماز وروزہ ولی اللہ کہے جانے کے لائق ہوسکتا ہے اور ہے یا نہیں اور کوئی درجہ شریعت، طریقت، معرفت میں ایسا ہے کہ جہاں پہنچ کر روزہ نماز کا تارک گنہگار نہ ہو؟

الجواب:

کوئی شخص ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا جس سے نماز وروزہ وغیرہ احکام شرعیہ ساقط ہوجائیں جب تک عقل باقی ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾"[1]	مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت کر۔

سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ پیدا ہوئے کہ نماز وغیرہ عبادات چھوڑ دی ہے اور کہتے ہیں کہ شریعت تو راستہ ہے ہم پہنچ گئے ہمیں راہ کی حاجت نہیں فرمایا: "**صدقو القد وصلوا ولکن الٰی این الی النار**" وہ سچ کہتے ہیں ضرور پہنچ گئے مگر کہاں تک، جہنم تک۔ پھر فرمایا: اگر مجھے صدہا برس کی عمر دی جائے توفرض تو فرض جو نفل مقرر کرلئے ہیں ہرگز نہ چھوڑوں۔اس مسئلہ کا کامل بیان ہمارے رسالہ "**مقال عرفاء**" میں ہے، حالت جذب میں مثل جنون عقل سلامت نہیں رہتی، اس وقت وہ مکلّف نہیں، جو باوصف بقائے عقل واستطاعت قصداً نماز یا روزہ ترک کرے ہرگز ولی اللہ نہیں ولی الشیطان ہے قرآن وحدیث میں اسے مشرک وکافر تک فرمایا۔

قال اللہ تعالٰی "اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾"[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: نماز قائم رکھو اور مشرکوں سے نہ ہوجاؤ۔

[1] القرآن لاکریم ۱۵/ ۹۹

[2] القرآن الکریم ۳۰/ ۳۱

وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ترك الصلٰوۃ متعمدا فقد کفر جھارا[1]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے قصداً نماز چھوڑی وہ علانیہ کافر ہوگیا (ت)

مسئلہ ۱۷۱: از شہر محلّہ کوہاڑا پیر مسئولہ یوسف علی بیگ ۵ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اہل سنت و جماعت کو رافضیوں سے ملنا جلنا اور کھانا پینا اور رافضیوں سے سود سلف خرید نا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو شخص سنی ہو کر ایسا کرتا ہے اس کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ آیا وہ شخص دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہے یا نہیں؟ اور شخص مذکورہ بالا سے تمام مسلمانوں کو اپنے دینی و دنیوی تعلقات منقطع کرنا چاہئیں یا نہیں؟

الجواب:

روافض زمانہ علی العموم مرتد ہیں کما بیناہ فی ردالرفضۃ (جیسا کہ ہم نے اسے ردالرفضہ میں بیان کیا ہے) ان سے کوئی معاملہ اہلِ اسلام کا سا کرنا حلال نہیں، ان سے میل جول نشست و برخاست سلام کلام سب حرام ہے، **قال اللہ تعالٰی:**

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت)

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سیأتی قوم لھم نبز یقال لھم الرافضۃ یطعنون السلف ولایشھدون جمعۃ ولا جماعۃ فلاتجالسوھم ولا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تناکحوھم و اذا مرضوا فلا تعودوھم واذا ماتوا فلا تشھدوھم ولا تصلوا علیھم ولاتصلوا معھم[3]۔	عنقریب کچھ لوگ آنے والے ہیں ان کا ایک بدلقب ہوگا انہیں رافضی کہا جائے گا سلف صالحین پر طعن کرینگے اور جمعہ و جماعات میں حاضر نہ ہوں گے، ان کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان کے ساتھ کھانا کھانا، نہ ان کے ساتھ پانی پینا، نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنا، بیمار پڑیں تو انہیں پوچھنے نہ جانا، مرجائیں تو ان کے جنازے پر نہ جانا، ان پر نماز پڑھنا، نہ ان کے ساتھ نماز پڑھنا۔

---

[1] مجمع الزوائد باب فی تارك الصلٰوۃ دار الکتاب بیروت ۱/ ۲۹۵

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] کنز العمال حدیث ۳۱۶۳۷، ۳۲۵۴۲، ۳۲۵۲۹، ۳۲۴۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۲۵-۵۴۲، ۵۴۰، ۵۲۹، ۳۲۴

جو سنی ہو کر ان کے ساتھ میل جول رکھے اگر خود رافضی نہیں تو کم از اشد فاسق ہے، مسلمانوں کو ان سے بھی میل جول ترک کرنے کا حکم ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۷۲: از شہر بازار صندل خاں مسئولہ نیاز علی خاں ۶ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرع سے فتوٰی ہوا ہے کہ مشرک کی تعظیم کے جلوس اور اس کے لکچر کے جلسے میں جس میں سے واعظ مسلمین بنایا گیا ہو شرکت حرام ہے اس پر ایک شخص نے کہا کہ یہ بالکل ٹھیک نہیں اور فضول گھڑنت اور زبردستی کا لٹھ چلانا ہے ایسے شخص سے بیاہ شادی کرنا مسلمان کو جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص مسجد میں اذان کہے تو جائز ہے یا نہیں؟ سلام وکلام، میل جول رکھنا اور مسلمان کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کھانا پینا اس کے یہاں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو تو مہر کردی جائے اور ناجائز ہو تو مہر کردی جائے۔

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اس شخص نے حکم شریعت کی توہین کی اور شریعت کی توہین کفر ہے، عورت اس کے نکاح سے نکل گئی اس پر فرض ہے کہ از سر نو مسلمان ہو کر توبہ کرے کلمہ اسلام پڑھے، اس کے بعد اگر عورت راضی ہو تو اس سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سے میل جول حرام ہے اور بیاہ شادی محض زنا، اور اس کی اذان ناجائز، نہ اس سے سلام وکلام جائز، نہ اسے مسلمان کہنا جائز۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال باداست آنچہ مے گوید او قال تزویراست او قال من علم حیلہ رامنکرم ہذاکلمہ کفر کذافی المحیط [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ایک آدمی کہتا ہے جو علم انہوں نے سکھایا ہے وہ تمام کہانیاں ہیں یا کہتا ہے جو اسے بیان کیا ہے وہ تمام فریب ہے یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہوں، تو یہ کلمہ کفر ہے، جیساکہ محیط میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۳: از دہلی بازار چتلی قبر چھتا موم گران مسئولہ محمد سلیمان خاں سادیکار ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) قادیانی غیر مقلد، اہل قرآن، رافضی وغیرہ وغیرہ علاوہ سنیوں کے جتنے فرقے ہیں ان کے ساتھ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۰

کھانا پینا، سلام علیک کرنا، نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول خدا کی حدیث ہے کہ جس میں سو میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں اور ایک بات اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

(۲) ہندو انگریز وغیرہم کی ہم نوکری کرتے ہیں اور ملتے ہیں ان میں اور قادیانی ودیگر فرقوں میں کیا فرق ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) یہ فرقے اور اسی طرح دیوبندی و نیچری غرض جو بھی ضروریات دین سے کسی شے کا منکر ہو سب مرتد کافر ہیں، ان کے ساتھ کھانا پینا، سلام علیک کرنا، ان کی موت وحیات میں کسی طرح کا کوئی اسلامی برتاؤ کرنا سب حرام، نہ ان کی نوکری کرنے کی اجازت، نہ انہیں نوکر رکھنے کی اجازت کہ ان سے دور بھاگنے اور انہیں اپنے سے دور کرنے کا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔[1]	ان سے بچو، انہیں دور رکھو تاکہ وہ تمہیں نہ گمراہ کریں نہ فتنہ میں ڈال سکیں۔ (ت)

وہ حدیث جو سوال میں لکھی محض جھوٹ اور نری بناوٹ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افترا ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور قرآن حکیم کا حکم یہ ہے کہ ہزار باتیں اسلام کی کرتا ہو اور ایک کلمہ کفر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"یَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَاقَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ"[2]۔	اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے یہ بات نہ کہی اور بیشک ضرور انہوں نے کفر کا لفظ کہا اور اسکے سبب مسلمان ہونے کے بعد کافر ہوگئے۔

دین وعقل دونوں کا مقتضٰی تو یہ ہے کہ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کی ڈال دو سب پیشاب ہو جائے گا، مگر ان خبیثوں کا مذہب یہ ہے کہ ننانوے تولے پیشاب میں تولہ بھر ڈال دو سب گلاب ہو جائے گا، پاک ہے، حلال ہے چڑھا جاؤ۔

(۲) ہندو اور نصارٰی کافران اصلی ہیں اور یہ فرقے کافران مرتد اور شریعت مطہرہ میں مرتد کا حکم اصلی سے سخت تر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

[1] صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب باب نھی عن الروایۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

مسئلہ ۱۷۵: از بنارس محلّہ نواب گنج مسئولہ شیخ فریدن سوداگر ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقابلہ کفار میں جب کفار میں جب لشکر اسلام کو شکست ہو تو زید کفار کو ان کی فتح پر مبارکباد دے اور مسرت وخوشی کا اظہار کرے عند الشرع اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر یہ بات واقعی ہے کہ وہ **معاذ اللہ** کفر کی فتح اور اسلام کی شکست چاہتا تھا تو اس کے کفر میں شک نہیں،

قال اللہ تعالٰی " اِنۡ تَمۡسَسۡكُمۡ حَسَنَةٌ تَسُؤۡهُمۡ ۖ وَاِنۡ تُصِبۡكُمۡ سَيِّئَةٌ يَّفۡرَحُوۡا بِهَا ؕ " [1]۔	تمہیں کوئی بھلائی پہنچے تو انہیں برا لگے اور اگر تمہیں کوئی برائی پہنچے تو اس پر خوش ہوں۔ (ت)

ورنہ مرتکب اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں اور تجدید اسلام لازم، اس کے بعد تجدید نکاح کا حکم۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوفاسق شرب الخمر فجاء اقاربه ونثروا الدراهم عليه كفروا ولو لم ينثروا لكن قالوا مبارکباد كفروا ايضا [2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**	اگر کسی فاسق نے شراب پی اس کے رشتہ دار آئے اور انہوں نے اس پر روپے وارے تو وہ کافر ہو جائیں گے اور اگر پیسے نہ وارے مگر مبارکباد دی تب بھی کافر ہو جائیں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھساول مسئولہ عبدالباسط ۱۱ رمضان ۱۳۳۹ھ

ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے مگر پابند روزہ حج زکوٰۃ نہیں، اسکے علاوہ فریمشن بھی ہے، اور انگریزوں کے ہمراہ فریمشن کے مکان میں ہفتہ عشرہ جاکر وہاں جو کچھ ہوتا ہے اس میں شامل رہتا ہے، ایسے شخص کو مسلمان اپنے گھر کھانے کی دعوت کریں یا نہ کریں اور اس کی دعوت قبول کریں یا نہیں؟ مسلمانوں کے قبرستان میں اسے مرنے کے بعد دفن کریں یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نہ اسکی دعوت کرنا جائز نہ اس کی دعوت کھانا جائز، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، نہ اس کے ساتھ کوئی معاملہ موت وحیات اسلام کریں کہ فریمشن اسلام سے مرتد ہو جاتا ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

[2] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۲

مسئلہ ۱۷۷تا۱۸۱: ازرائے پور گول بازار ممالک متوسط مسئولہ مرزا محمد اسمٰعیل صاحب بیگ ۲۴شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، سرآمد علمائے متکلمین سرخیل کملائے دین جنید عصر شبلی دہر، حامی شریعت ماحی بدعت، مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا صاحب قبلہ **مدظلکم اللہ تعالٰی علی الفارقین المعتقدین**، پس از سلام سنت اسلام آنکہ عرصہ دراز سے کوئی عریضہ ارسال خدمت اقدس نہیں کیا مگر اکثر اوقات حضور کی صحتوری اور مزاج کی کیفیت کاجبل پور ودیگر مقامات کے کاٹھیاواری احباب سے جویاں رہا، موجودہ شورش نان کوآپریشن وہندو ومسلم اتحاد پر مقررین کی تقریریں سنیں اور حضور کے سکوت پر ہمیشہ یہی خیال کرتا رہاکہ دیوبندی اور دیگر فرق ضالہ کی شرکت کی وجہ سے حضور اس روش سے کنارہ کش ہیں اور **بحمداللہ** کہ میرا یہ خیال صحیح ہوا۔چند رسالے جبل پور سے آئے اور تحقیقات قادریہ آیہ "**اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ**"[1] جو تحقیق حضور نے فرمائی وہ حاکم علی صاحب بی اے دلائل پوروالے ماسٹر صاحب کو ترک موالات کے متعلق جو مفصل ومدلل فتوٰی ارسال فرمایا من وعن میری نظر سے گزرا میں ایک جاہل شخص ہوں لیکن اب تک **الحمدللہ** عقیدہ اہل سنت وجماعت پر قائم ہوں اور رہوں گا **ان شاء اللہ تعالٰی**، ان تمام رسائل اور اشتہارات کے دیکھنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ حضور کی تحقیق اور حضور کی وسعت نظر کامخالفین کو بھی ضرور اعتراف ہوگا، گو بظاہر وہ حضور کا خلاف کرتے ہیں، لیکن اب تک ایک خلش میرے دل میں اور باقی رہی جس کی وجہ سے یہ عریضہ بصورت استفتا بغرض طلب ہدایت ارسال خدمت ہے:

(۱) ان تمام رسائل اور اشتہارات سے یہ تو ثابت ہوچکا کہ موالات ہر کافر ومشرک سے قطعًا حرام ہے خواہ وہ ہند، چین، جاپان، غرض کہ دنیا کہ کسی حصہ کا کیوں نہ ہو لیکن اعزاز واقتدار خلافت قائم رکھنے کے لئے مسلمانانِ ہند کو خصوصًا اور مسلمانانِ دنیا کو عمومًا کون سا طرز عمل اختیار کرنا چاہئے جو حدود شرعیہ کے اندر ہو اور اس سے تجاوز نہ کرتا ہو۔

(۲) خلافت یا سلطنت اسلام کی بقا اور تحفظ کا کیا ذریعہ ہے؟

(۳) **الائمۃ من القریش**[2] (امام، قریش میں سے ہوں گے۔ت) کی حدیث پر حضور اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۹

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالك رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۹

(۴) اخبار واشتہار وچشم دید واقعات سے یہ ظاہر ہے کہ شریف مکہ نے حرمین شریفین **زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً** کی بے حرمتی کی یا کرائی، جزیرۃ العرب میں کفار ومشرکین کا داخلہ قبول کرلیا اس صورت میں شریف مکہ کے ساتھ کیا سلوک مسلمانوں کو کرنا چاہئے اور شریعت مطہرہ کا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟

(۵) مقامات مقدسہ کفار کے قبضہ میں بالواسطہ یا بلاواسطہ ہیں ان کفار کے اخراج کے لئے کیا طریقہ عمل ہونا چاہئے؟

ان چند امور پر حضور کی اجمالی یا تفصیلی تحقیق مجھے مطلوب ہے اور دیگر علماء سے مجھے کوئی اتنا زیادہ سروکار نہیں جتنا حضور سے، میں نے جب سے ہوش سنبھالا حضور ہی کو اپنا راہبر راہ حق سمجھتا رہا، نہ صرف یہی بلکہ میرے والد بزرگوار جناب مرزا فطرت بیگ صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس حضور ہی کی ہدایت پر ندوہ کی ممبری سے علیحدہ ہوئے جو اس خط سے واضح ہے جو مکتوبات علماء وکلام اہل صفا میں بنام حافظ یقین الدین صاحب مرحوم شائع کردیا گیا ہے، اس لئے مجھے فخر ہے کہ میں اس سے ہدایت یافتہ ہوں جو میرے والد مرحوم کے راہبر ہیں، انجمن رضائے مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قیام سے بیحد خوشی حاصل ہوئی اس شہر میں اس کی اشاعت کروں گا ان شاء اللہ تعالٰی، لیکن ایک دیوبندی محمد یسین کی وجہ سے اس میں کچھ رکاوٹ ہوگی، یہ وہی شخص ہے جس کے مدرسہ کے مقابل یہاں کے اہل سنت نے ایک مدرسہ قائم کرکے حضور کے توسط سے مولوی سید مصباح القیوم صاحب زیدی الواسطی کو بلایا ہے، مولوی صاحب نہایت نیک آدمی ہیں اور ان کی تحقیق مندرجہ بالاامور میں محدود ہے، اس لئے عرض ہے کہ ان پانچ سوالات کے جوابات حضور کے پاس سے آنے پر ان شاء اللہ میں حتی الامکان کوشش کروں گا کہ انجمن مذکور کی ترویج یہاں بھی ہو، پس عرض ہے کہ جواب باصواب سے جلد تر سرفراز فرمائیں: بینوا توجروا فقط حد ادب!

الجواب:

مکرمی کرم فرما اکرمکم اللہ تعالٰی، **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ. الائمۃ من القریش**[1] (امام، قریش میں سے ہوں گے۔ت) حدیث صحیح متواتر ہے اور اس کے مضمون پر صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اعلام تمام اہلسنت کا اجماع ہے کہ کتب عقائد وحدیث وفقہ اس مسئلہ کی روشن تصریحات سے مالامال ہیں، ہر سلطنت اسلام نہ سلطنت ہر جماعت اسلام نہ جماعت ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **الدین النصح لکل مسلم**[2] (دین ہر مسلمان کے لئے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل حدیث حضرت انس بن مالك رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۲۹

[2] صحیح البخاری باب الدین النصیحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

سراپا خیر خواہی ہے۔ت) ہر فرض بقدر قدرت ہے اور ہر حکم مشروط بہ استطاعت،

قال اللہ تعالٰی "لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی وسعت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا(ت)

جو شخص حفاظت اسلام و سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی استطاعت رکھتا ہے اور کاہلی سے نہ کرے مرتکب کبیرہ ہے یا کفار کی خوشامد و خوشنودی کے لئے تو مستوجب لعنت ہے یا دل سے ضرر اسلام پسند کرنے کے سبب تو کافر ہے اور جو استطاعت نہیں رکھتا معذور ہے، شریعت اس کام کا حکم فرماتی ہے جو شرعًا جائز اور عادۃً ممکن اور عقلاً مفید ہو، حرام یا ناممکن یا عبث، افعال حکم شرع نہیں ہو سکتے لہذا:

(۱) مسلمانانِ ہندو کو جہاد کا ہر گز حکم نہیں، **المحجة المؤتمنه** میں اسے واضح کر دیا ہے حتی کہ خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۲۷ میں ہے:

"میں کشت وخون کو خصوصًا مجتمع حملہ کی صورت جیسا کہ لشکر کرتا ہے غیر مفید سمجھتا ہوں کیونکہ اس کے اسباب مجتمع نہیں غیر قادرین پر فرض نہیں بدسگالی کی غرض سے کر سکتے ہیں اس کا ضرر ہوگا۔"

(۲) ہندوستان دارالاسلام ہے، اس میں فقیر کا رسالہ اعلام الاعلام مدتوں سے شائع ہے اور خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص ۱۷ میں ہے:

"ہم لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ ہندوستان دارالاسلام ہے"۔

اور شک نہیں کہ دارالاسلام سے ہجرت عامہ کا حکم ہر گز شرع مطہر نہیں فرماتی، نہ عادۃً وہ ممکن نہ کچھ مفید کہ سب مسلمان اپنی جائدادیں یونہی نصارٰی کے لئے چھوڑ جائیں یا کوڑیوں کے مول ہندوؤں کو دی جائیں اور خود کروڑوں ننگے بھوکے اور ملک کے مسلمانوں پر ڈھٹی دیں ان کی عافیت بھی تنگ کریں یا بھوکے مر جائیں اور اپنی مساجد و مزارات اولیاء پامالیِ کفار و مشرکین کے لئے چھوڑ جائیں اور یہ سب کچھ اوڑ بھی لیا جائے تو اس سے سلطنت اسلام کو کیا فائدہ، اور اماکن مقدسہ کا کیا نفع اور ہجرت بعض کا بے سود ہونا بھی عقلاً تو معلوم تھا ہی، اب تجربۃً مشہور بھی ہو لیا سوا ان غریب مسلمانوں کی بے سرو سامانی و آوارگی و پریشانی و حسرت و پشیمانی کے اور بھی کوئی فائدہ مترتب ہوا۔

(۳) مالی امداد البتہ ایک چیز ہے اگرچہ مولوی عبدالباری اس کے بھی منکر ہیں۔ رسالہ ہجرت ص ۵

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

پر ہے: "ہم اس وقت اعانت بمال کو مسلمانان ہند پر فرض نہیں سمجھتے بوجہ عدم استطاعت"۔یہ عذر کیسا بھی ہو مگر ذرائع وصول مہیا ہونا اور وصول پر وثوق کے ساتھ اطمینان ملنا بہت ضرور ہے نہ ایسا کہ لاکھوں کے چندے ہوئے اور باوصف کثرت تقاضا____اب تک حساب بھی نہیں دیتے۔

(۴) معاملت حرام کا ترک ہمیشہ سے واجب تھا اور نہ کیا اب جائز کا ترک بھی فرض کررہے ہیں، یہ شرع پر زیادت ہے پھر بھی جائز کا ترک ہر وقت جائز ہے جب کہ کسی محظور کی طرف منجر نہ ہو اس کا ناممکن یا نامفید ہونا المحجۃ المؤتمنہ ص۸۷ سے ۹۲ تک ملاحظہ ہو، باتیں وہ بتائی جاتی ہیں جن پر تمام ملک ہر گز کاربند نہ ہوگا، نہ صرف تمام مسلمان اور بفرض غلط سب مسلمان مان بھی لیں تو بجائے نفع مضر، پھر باطل و نامتوقع پر عام عمل اگر متخیل بھی ہو تو مدید وطویل مدتیں درکار، اور حاجت اس وقت فوری تاتریاق از عراق کی مثل ہے۔

(۵) فتنہ وفساد پھیلانے کی نامفیدی ظاہر، اب تک سواء بعرض ذلتوں کے کیا حاصل ہوا اور یہ کھلا پہلو اس کے شرعًا بھی ناجائز ہونے کا ہے، حدیث میں ہے:

"مسلمان کو روانہیں کہ اپنے آپ کو ذلت پر پیش کرے"۔

خود مولوی عبدالباری کے رسالہ ہجرت ص۷ میں ہے:

"اس میں شک نہیں کہ اہلاک نفس بلاضرورت جائز نہیں، قانون جن امور کو روکتا ہے ان کو نہ کرنے میں ہم کو عذر ہے"۔

(۶) رہی خالی چیخ پکار، آفتاب سے زیادہ آشکار کہ محض بے سود وبیکار، ملک چیخنے پکارنے سے واپس نہیں ہوتا وہ بھی اتنا وسیع، وہ بھی ہلال کا، وہ بھی صلیب سے، ورنہ اگلے علماء ومشائخ نے ہندوستان ہی چلاچلا کر پھیر لیا ہوتا، یا مولوی عبدالباری کے بزرگوں نے چیخ پکار کرہی ذراسی لکھنؤ کی پڑیا، کیا ان کو درد اسلام نہ تھا، تھا مگر عقل بھی تھی کہ مہمل شوروغل سے کیا حاصل ہوگا، خود آزاد کے الہلال جلد ۱۲ ص۱۶ میں ہے: "زبان سے نالہ وفریاد کرنے کی صورتیں اسی وقت تک کے لئے ہیں جب تک ان سے کشود کار ممکن ہو"۔

(۷) خیر یہاں تک تو تھا جو کچھ تھا، قیامت کا بند تو ہے کہ خلافت کی حمایت واماکن مقدسہ کا نام لے کر

مسلمان کہلانے والے مشرکوں میں فنا ہوگئے، مشرک کو پیشوا بنالیا آپ پس رو بنے، جو وہ کہے وہی مانیں، قرآن وحدیث کی تمام عمر اس پر نثار کردی، ترک موالات کا نام بدنام اور اللہ کے دشمن مشرکوں سے وداد محبت واتحاد بلکہ غلامی وانقیاد، ان کی خوشی کے لئے شعار اسلام کا انسداد، ان شناعات کے حلال کرنے کو آیات میں تحریف شریعت میں الحاد، نئی نئی شریعت کا دل سے ایجاد، جس کا بیان آپ کو المحجۃ المؤتمنہ میں ملے گا، یہ تو صراحۃً اسلام کو کند چھری سے ذبح کرنا ہے اس کا نام حمایت اسلام رکھنا کس درجہ صریح مغالطہ واغوا ہے، ندوہ میں بدمذہبوں ہی کی شرکت کا رونا تھا بظاہر کلمہ گو تو تھے انہوں نے سرے سے کلمہ ہی کو اٹھا کر بالائے طاق رکھ دیا، نہیں نہیں، بلکہ پس پشت پھینک دیا، مشرکوں کو روح اعظم بنایا، موسٰی بنایا نبی بالقوہ بنایا، مذکر **مبعوث من اللہ** بنایا، اس کی مدح خطبہ جمعہ میں داخل کی، اس کی تعریف میں کلام الٰہی کا مصرعہ:

خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ت)

گایا اور کیا کیا کفر وکفریات وضلالات اختیار کئے جن کا نمونہ آپ کو **المحجۃ المؤتمنۃ** کے ص ۴۴ و ۴۵ پر ملے گا جزیرۃ العرب میں کفار کی سکونت پچھلے سلاطین کے زمانے سے ہے، عدن میں انگریزی فوج وغیرہ میں نصرانی سفارتوں کے قیام مدتوں سے ہیں، حرمین محترمین کی بے ادبی شریف سے ہونے کا مجھے علم نہیں، اخباروں اشتہاروں کو میں خود اپنے معاملہ میں روزانہ دیکھ رہا ہوں کہ میری نسبت محض جھوٹ محض بہتان شائع کرتے اور قصداً لعنتِ الٰہی اپنے اوپر لے رہے ہیں اور ان کی تائید میں کذابین کی عینی شہادتیں ہوتی ہیں حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں اور وہ خود دل میں جان رہے ہیں کہ محض جھوٹ بکتے اور افترا بکتے ہیں "وَاللّٰہُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۝" [1] (اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ت) اگر بے ادبی حقیقۃً ثابت ہو تو جس حیثیت کی جس کی نسبت ثبوت پائے وہ اس قدر کے حکم شرعی کا مستحق ہوگا کسے باشد۔ فقط ۲۴ شعبان ۱۳۳۹ھ

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۱

المحجة المؤتمنة فی اٰیة الممتحنة ۱۳۳۹ھ

(سورۂ ممتحنہ کی آیت کریمہ کے بارے میں درمیانی راستہ)

مسئلہ ۱۸۲: از مرسلہ مولوی حاکم علی صاحب بی اے حنفی نقشبندی مجددی پروفیسر سائنس اسلامیہ کالج لاہور ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ
اللہ تعالٰی نے ہمیں کافروں اور یہود ونصارٰی کے تولی سے منع فرمایا ہے مگر ابوالکلام زبردستی تولی کے معنی "معاملت" اور ترک موالات کو "ترک معاملت" (نان کوآپریشن) قرار دیتے ہیں اور یہ صریح زبردستی ہے جو اللہ تعالٰی کے کلام پاک کے ساتھ کی جارہی ہے، مذکور نے ۲۰ اکتوبر ۱۹۲۰ء کی جنرل کونسل کی کمیٹی میں تشریف لاکر اطلاق یہ کردیا کہ جب تک اسلامیہ کالج لاہور کی امداد بند نہ کی جائے اور یونیورسٹی سے اس کا قطع الحاق نہ کیا جائے تب تک انگریزوں سے ترک موالات نہیں ہوسکتی اور اسلامیہ کالج کے لڑکوں کو فتوٰی دے دیا کہ اگر ایسا نہ ہو تو کالج چھوڑ دو، لہٰذا اس طرح سے کالج میں بے چینی پھیلادی کہ پھر پڑھائی کا سخت نقصان ہونا شروع ہوگیا۔ علامہ مذکور کا یہ فتوٰی غلط ہے یونیورسٹی

نقل خط مولوی صاحب: آقائے نامدار مؤید ملت طاہرہ مولٰینا وبالفضل اولٰینا جناب شاہ احمد رضا خاں صاحب دام ظلہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پشت ہذا (باقی برصفحہ آئندہ)

کے ساتھ الحاق قائم رہنے سے اور امداد لینے سے معاملت قائم رہتی ہے نہ کہ موالات جس کے معنی محبت کے ہیں نہ کہ کام کے۔جو کہ معاملت کے معنی ہیں،مذکور کی اس زبردستی سے اسلامیہ کالج تباہ ہو رہا ہے مولوی محمود حسن صاحب مولوی عبدالحہ صاحب تو دیوبندی خیالات کے ہیں زبردستی فتوے اپنے مدعا کے مطابق دیتے ہیں لہٰذا میں فتوے دیتا ہوں کہ یونیورسٹی کے ساتھ الحاق اور امداد لینا جائز ہے میرے فتوے کی تصحیح،ان اصحاب سے کرائیں جو دیوبندی نہیں مثلاً ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی شاہ احمد رضا خاں قاری صاحب بریلوی علاقہ روہیل کھنڈ اور مولوی اشرف علی تھانوی ممالک مغربی و شمالی

الجواب:

موالات و مجرد معاملت میں زمین و آسمان کا فرق ہے دنیوی معاملت میں جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وامثالہم کے کسی سے ممنوع نہیں۔ذمی تو معاملات میں مثل مسلم ہے:

لهم مالنا وعليهم ماعلينا۔	ان کے لئے ہے جو ہمارے لئے اور جو ان پر ہے ہم پر۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پر کافتوٰی مطالعہ گرامی کے لئے ارسال کرکے التجا کرتا ہوں کہ دوسری نقل کی پشت پر اس کی تصحیح فرما کر احقر نیاز مند کے نام بواپسی ڈاک اگر ممکن ہوسکے یا کم از کم دوسرے روز بھیج دیں،انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس بروز اتوار بتاریخ ۳۱ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو منعقد ہوتا ہے اس میں پیش کرنا ہے کہ دیوبندیوں اور نیچریوں نے مسلمانوں کو تباہ کرنے میں کوئی تامل نہیں کیا ہے ہندوؤں اور گاندھی کے ساتھ موالات قائم کرلی ہے اور مسلمانوں کے کاموں میں روڑہ اٹکانے کی ٹھان لی ہے للہ عالم حنفیہّ کو ان کے ہاتھوں سے بچائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔نیاز مند دعا گوے حاکم علی بی اے موتی بازار لاہور ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۰ء

جواب خط مولوی صاحب: مکرم کرم فرما جناب مولوی حاکم علی صاحب بی اے سلمہم بعد اہدائے ہدیہ مسنونہ ملتمس کل گیارہ بجے آپ کا فتوٰی آیا اس وقت سے شب کے بارہ بجے تک اہم ضروریات کے سبب ایک حرف لکھنے کی فرصت نہ ہوئی،آج صبح بعد وظائف یہ جواب املا فرمایا امید کہ مجموعہ فتاوٰی کی نقل کے بعد آج ہی کی ڈاک سے مرسل ہو،اور مولٰی تعالٰی قادر ہے کہ کل ہی آپ کو پہنچ جائے،مامول کہ وقت پر موصول ہونے سے مطلع فرمائیں والسلام فقیر مصطفٰی رضا قادری نوری عفی عنہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۲۹ھ۔

(یعنی دنیاوی منافع میں ہماری طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دنیوی مواخذہ ان پر بھی وہی ہوگا جو ایک مسلمان پر کیا جائے گا) اور غیر ذمی سے بھی خرید وفروخت، اجارہ واستیجار، ہبہ واستیہاب بشروطہا جائز اور خریدنا مطلقاً ہر مال کا کہ مسلمان کے حق میں متقوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب یا اہانت اسلام نہ ہو اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرنا جس میں مسلم پر اس کا استعلاء نہ ہو، ایسے ہی امور میں اجرت پر اس سے کام لینا یا اس کا کام کرنا بمصلحت شرعی اسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو، اس کا ہدیہ قبول کرنا جس سے دین پر اعتراض نہ ہو حتی کہ کتابیہ سے نکاح کرنا بھی فی نفسہٖ حلال ہے، وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرنا مگر وہ صلح کہ حلال کو حرام کرے یا حرام کو حلال، یونہی ایک حد تک معاہدہ و مواعدت کرنا بھی، اور جو جائز عہد کرلیا اس کی وفا فرض ہے، اور غدر حرام **الی غیر ذلک من الاحکام**۔ درمختار میں ہے:

والمرتدة تحبس ابدا ولا تجالس ولا تؤاکل حتی تسلم ولا تقتل اھ[1] **قلت** وھو العلة فانھا تبقی ولا تفنی وقد شملت المرتد فی اعصارنا وامصارنا لامتناع القتل۔	مرتد عورت دائم الحبس کی جائے گی اور نہ اس کے پاس کوئی بیٹھے نہ اس کے ساتھ کوئی کھائے یہاں تک کہ وہ اسلام لائے اور قتل نہ کی جائے گی، میں کہتا ہوں یہی ان احکام کا سبب ہے کہ وہ باقی چھوڑ دی جاتی ہے اور فنا نہیں کی جاتی اور اب اس ملک میں یہ سب مرتد کو بھی شامل ہوگیا کہ قتل نہیں کیا جا سکتا۔

محیط میں ہے:

اذا خرج للتجارة الی ارض العدو بامان فان کان امرالایخاف علیه منه وکانوا قوما یوفون بالعهد یعرفون بذلك وله فی ذلك منفعة فلاباس[2]۔	جب دشمن کے شہر کو امان لے کر تجارت کے لئے جائے اگر معاملہ ایسا ہو کہ اس پر اس سے اندیشہ نہیں اور وہ کافر عہد پورا کرنے میں مشہور ہوں اور اسے وہاں جانے میں نفع ہو تو حرج نہیں۔

ہندیہ میں ہے:

اذا اراد المسلم ان یدخل دار الحرب	جب مسلمان دارالحرب میں امان لے کر جانا چاہے

[1] الدرالمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۶۰

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ محیط کتاب الکراہیة الباب السادس والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۵

بامان للتجارة لم یمنع ذٰلك منه و کذٰلك اذا اراد حمل الامتعة الیهم فی البحر فی السفینة [1]۔	تو اس سے منع نہ کیا جائے گا اور یونہی جب کچھ اسباب دریائی سفر میں ان کی طرف کشتی میں لے جائے۔

اسی میں ہے:

قال محمد لاباس بان یحمل المسلم الی اهل الحرب ماشاء الاالکراع والسلاح فان کان خمرا من ابریسم اوثیابا رقاقا من القز فلاباس بادخالها الیهم ولا بأس بادخال الصفر والشبه الیهم لان هذ الا یستعمل للسلاح [2] (ملخصا)	امام محمد نے فرمایا مسلمان جو مال تجارت چاہے حربیوں کی طرف لے جاسکتا ہے مگر گھوڑے اور ہتھیار، تو اگر ریشمی دوپٹے یا دیبا کے باریک کپڑے ہوں تو انھیں ان کی طرف لے جانے میں حرج نہیں اور پیتل اور جست ان کی طرف لے جانے میں مضائقہ نہیں کہ ان سے ہتھیار نہیں بنتے۔ (ملخصا)

اسی میں ہے:

لایمنع من ادخال البغال والحمیر والثور والبعیر [3]۔	خچر اور گدھے اور بیل اور اونٹ دارالحرب میں لے جانا مضائقہ نہیں رکھتا۔

فتاوٰی امام طاہر بخاری میں ہے:

مسلم اجر نفسه من مجوسی لاباس به [4]۔	مسلمان کسی مجوسی کے یہاں مزدوری کرے تو حرج نہیں۔

ہدایہ میں ہے:

من ارسل اجیراله مجوسیا او خادما فاشتری لحما فقال اشتریته من یهودی اونصرانی اومسلم	جس نے اپنا نوکر یا غلام مجوسی بازار کو بھیجا اس نے گوشت خریدا اور کہا میں نے یہودی یا نصرانی یا مسلمان سے خریدا ہے اسے اس کے کھانے کی

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس فی المستامن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس فی المستامن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس فی المستامن الفصل الاول نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۳

[4] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الاجارات الفصل العاشر مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳/ ۱۵۹

وسعہ اکلہ[1]۔	گنجائش ہے (کہ معاملات میں کافر کا قول مقبول ہے)

درمختار میں ہے:

الکافر یجوز تقلیدہ القضاء لیحکم بین اھل الذمۃ ذکرہ الزیلعی فی التحکیم[2]۔	بادشاہ اسلام اگر کسی کافر کو قاضی بنائے کہ ذمی کافروں کے مقدمے فیصل کرے تو جائز ہے اسے زیلعی نے باب تحکیم میں ذکر کیا۔

محیط میں ہے:

قال محمد مایبعثہ ملك العدو من الھدیۃ الی امیر جیش المسلمین اوالی الامام الاکبر وھو مع الجیش فانہ لاباس بقبولھا ویصیر فیئا للمسلمین وکذلك اذا اھدی ملکھم الی قائد من قواد المسلمین لہ منعۃ ولوکان اھدی الی واحد من کبار المسلمین لیس لہ منعۃ یختص ھو بھا[3]۔	امام محمد نے فرمایا دشمنوں کا بادشاہ جو ہدیہ مسلمانوں کے سپہ سالار یا خلیفہ حاضر لشکر کو بھیجے اس کے قبول میں حرج نہیں تو وہ سب مسلمانوں کے لئے مشترک ہوجائے گا یونہی جب ان کا بادشاہ مسلمان کے کسی فوجی سردار کو ہدیہ بھیجے جس کے پاس فوج ہو اگر کسی اسلامی سردار کو کو بھیجا جس کے پاس اس وقت فوج نہیں تو ہدیہ خاص اسی سردار کی ملک ہوگا۔

اسی میں ہے:

لوان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلاباس بہ وکذلك لو ان امیر الثغور اھدی الی ملك العدو ھدیۃ و اھدی ملك العدو الیہ ھدیۃ[4]۔	اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور سردار لشکر کچھ ہدیہ دشمنوں کے بادشاہ کو بھیجے اس میں حرج نہیں اور یونہی اگر سرحدوں کا سردار دشمنوں کے بادشاہ کو کوئی ہدیہ بھیجے اور دشمنوں کا بادشاہ اسے ہدیہ بھیجے۔

[1] الھدایۃ کتاب الکراہیۃ مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۴۵۱

[2] الدرالمختار کتاب القضاء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۷۱

[3] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ المحیط الباب السادس الفصل الثالث نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶

وقال اللہ تعالٰی "وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ"[1] (وتمام تحقیقه فی فتاوٰنا) وقال اللہ تعالٰی "وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا"[2]۔ وقال اللہ تعالٰی "اِلَّا الَّذِیْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ثُمَّ لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْـًٔا وَّلَمْ یُظَاهِرُوْا عَلَیْکُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَیْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰی مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ ۝"[3] وقال تعالٰی "وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ کَانَ مَسْـُٔوْلًا ۝"[4] وعنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الصلح جائز بین المسلم الاصلحا احل حراما او حرم حلالا[5]۔ وقال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتغدروا[6]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اورحلال ہیں تمھارے لئے پارسا عورتیں ایمان والیوں میں سے اور ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی جب تم ان کے مہر دو (اور اس مسئلہ کی پوری تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے) اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف میل کرو۔ سب کافروں کو قتل کرو مگر وہ مشرک جن سے تمھارا معاہدہ ہولیا، پھر انھوں نے تمھارے حق میں کوئی تقصیر نہ کی اور تم پر کسی کو مدد نہ دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے عہد پورا کرو بیشک عہد پوچھا جائے گا، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت ہے مسلمانوں میں صلح جائز ہے مگر وہ صلح جو کسی حرام کو حلال یا حلال کو حرام نہ کرے، اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدعہدی نہ کرو۔

وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام و مخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں، ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا مگر یہ عدم جواز اس شرط یا لازم کے سبب سے ہوگا نہ بربنائے تحریم مطلق معاملت جس کے لیے شرع میں اصلا اصل نہیں اور خود ان مانعین کا طرز عمل ان کے کذب دعوی پر شاہد، ریل تار ڈاک سے تمتع کیا معاملت نہیں ہے، فرق یہ ہے کہ اخذ امداد میں مال

[1] القرآن الکریم ۵/۵
[2] القرآن الکریم ۸/ ۶۱
[3] القرآن الکریم ۹/ ۴
[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۴
[5] سنن ابی داوٗد کتاب القضاء باب فی الصلح آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰
[6] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۲

لینا ہے اور ان کے استعمال میں دینا عجب کہ مقاطعت میں مال دینا حلال ہو اور لینا حرام اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ریل تار ڈاک ہمارے ہی ملک میں ہمارے ہی روپے سے بنے ہیں۔ سبحان اللہ امداد تعلیم کا روپیہ کیا انگلستان سے آتا ہے وہ بھی یہیں کا ہے۔ تو حاصل وہی ٹھہرا کہ مقاطعت میں اپنے مال سے نفع پہنچانا مشروع اور خود نفع لینا ممنوع۔ اس الٹی عقل کا کیا علاج، مگر اس قوم سے کیا شکایت جس نے نہ صرف شریعت بلکہ نفس اسلام کو پلٹ دیا مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد فرض کیا، خوشنودی ہنود کے لئے شعار اسلام بند اور شعار کفر کا ماتھوں پر علم بلند، مشرکین کی جے پکارنا ان کی حمد کے نعرے مارنا، انھیں اپنی اس حاجت دینی میں میں جسے نہ صرف فرض بلکہ مدار ایمان ٹھہراتے ہیں یہاں تک کہ اس میں شریک نہ ہونے والوں پر حکم کفر لگاتے ہیں، اپنا امام وہادی بنانا مساجد میں مشرک کو لے جاکر مسلمانوں سے اونچا کرکے واعظ مسلمین ٹھہرانا، مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ میں لے جانا، مساجد کو اس کے ماتم گاہ بنانا، اس کے لئے دعا مغفرت ونماز جنازہ کے اشتہار لگانا وغیرہ وغیرہ ناگفتہ بہ افعال موجب کفر ومورث ضلال، یہاں تک کہ صاف لکھ دیا کہ اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلو تو اپنے خدا کو راضی کرلوگے، صاف لکھ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھادے گا اور سنگم وپریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا صاف لکھ دیا کہ ہم نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، یہ ہے موالات، یہ ہے حرام، یہ ہیں کفریات، یہ ہیں ضلال تام، **فسبحٰن مقلب القلوب والابصار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القہار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

جواب عــہ امام اہلسنت عین حق ہے **کلام الامام امام الکلام** دیوبندیوں سے منع استصواب حق وصواب، تھانوی صاحب کا استثناء عجب العجائب یہ سروسر غنہ دیوبند ہیں، افعی راکشتن وبچہ اش رانگاہ داشتن (سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا۔ت) کاحال معلوم نہ کہ بچگان کشتن وافعی گزاشتن (بچوں کو مارنا اور سانپ کو چھوڑ دینا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔** فقیر مصطفٰی رضا قادری مہتمم دارالافتائے اہلسنت وجماعت بریلی۔ ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ

عــہ: **بحمداللہ تعالٰی** مولوی صاحب کی دین پرستی کہ انھوں نے اس نصیحت کو قبول کیا اور فتوائے اصل جمعیت علمائے ہند ص ۴ و ۵ پر یہ مضمون چھاپ دیا، **الحمد والمنۃ** کہ یکم نومبر ۱۹۲۰ء عالیجناب موید ملت طاہرہ اعلٰیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی کا فتوٰی موصول ہوا اس سے مجھے ٹھیک پتا لگا کہ مولوی اشرفعلی صاحب توسروسرغنہ دیوبند ہیں یااللہ! میری توبہ، مجھ سے یہ غلطی میرے ایک دوست نے کرادی **استغفر اللہ تعالٰی ربی من کل ذنب** ۱۲۔

استثناء عجب العجاب یہ سروسر غنۂ دیوبند ہیں۔افعی را کشتن و بچہ اش رانگاہ داشتن (سانپ کع مارنا اور اس کے بچے کی حفاظت کرنا۔ت) کا حال معلوم نہ کہ بچگان کشتن وافعی گزاشتن (بچوں کو مارنا اور سانپ کو چھوڑ دینا۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔** فقیر مصطفٰی رضا قادری مہتمم دارالافتائے اہلسنت وجماعت بریلی۔ ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مسئلہ ۱۸۳: از لاہور بری بساط لکڑہارا اکبری منڈی مسئولہ چودھری عزیز الرحمٰن صاحب بی اے سابق ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول لائلپور ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

جناب حضرت قبلہ وکعبہ مجدد دوراں حضرت احمد رضاخاں صاحب **سلمہ اللہ تعالٰی ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔** بعد حمد وصلوٰۃ واضح رائے عالی ہو کہ حضور کا فتوی جو مسٹر حاکم علی بی اے پروفیسر ریاضی اسلامیہ کالج لاہور کے خط کے جواب میں حضور نے ارسال فرمایا پڑھ کر خاکسار کو بڑی حیرت ہوئی کیونکہ خاکسار آں حضور کو جیسا کہ لاکھوں کروڑوں پنجاب وہندوستان کے سنت وجماعت مجدد وقت مانتے ہیں اس زمانے کا مجدد مانتا ہے اور جب سے ہوش سنبھالا اسی عقیدے پر بفضل خدا رہا جس پر آپ اور دیگر بزرگان قوم وعلمائے کرام ہیں یا ہوتے آئے ہیں لیکن اس فتوے کو دیکھ کر میرے دل میں بڑا اضطراب پیدا ہوا ہے اور میں نے یہ جرات کی ہے کہ جناب سے مفصل طور پر دیافت کرلوں کہ ایسے زمانے میں جبکہ مسلمانوں پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں اندرونی وبیرونی دشمن اسلام کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور مسلمانوں کے مقامات مقدسہ کفار کی مدد سے باغیوں (شریف مکہ) نے چھین لئے ہیں اور کفار جزیرۃ العرب (جدہ وعدن وغیرہ) میں اپنا قدم جمائے بیٹھے ہیں اور خلافت ریزہ ریزہ کی گئی ہے اور ایک بڑی سلطنت کا وزیر اعظم اپنی تقریر میں صاف کھلے لفظوں میں برملا کہتا ہے کہ یہ لڑائی جو عراق عرب میں مسلمانوں سے ہوئی مذہبی لڑائی تھی اور اب ہم نے بیت المقدس ان کی گندگی سے پاک

کردیا ہے وغیرہ وغیرہ، غرض کہ ایسے وقت جبکہ اعداء اللہ اسلام کی عزت اور شوکت کی بیخ کنی میں کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، عراق، فلسطین اور شام جن کو صحابہ اور تابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے خون کی ندیاں بہا کر فتح کیا تھا، پھر کفار کی حریفانہ حوصلہ مندیوں کی جولانگاہ بن گئے ہیں خلیفۃ المسلمین دشمنوں کے نرغے میں پھنس کر بے دست و پا ہوچکے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والے اپنے گھروں (تھریس سمرنا وغیرہ) اور زرخیز علاقوں سے زبردستی نکالے جارہے ہیں، اور مسجدوں پر زبردستی قبضہ کرلیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے علماء قرآنی احکام ڈرتے ڈرتے بتاتے ہیں، جہاد کا تو نام ہی منہ پر آنا بس قیامت ہے، کیا ایسے وقت میں اسلامی حمیت وغیرت یہ چاہتی ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ نکل آئے جس سے انگریز افسر خوش ہوجائیں اور مسلمان تباہ ہوجائیں، مسٹر حاکم علی نے ایک پالیسی سے انگریز پرنسپل اور دوسرے انگریز افسروں اور غدار مسلمانوں کو خوش کرنے کے واسطے حضور سے ایک عجیب طرز میں فتوٰی پوچھا اور حضور نے اس کے مضمون کے مطابق صحیح صحیح فیصلہ جواب میں بھیج دیا، یہ بالکل درست ہے کہ موالات و مجرد معاملت میں زمین وآسمان کا فرق ہے لیکن دین کا نقصان کرکے دنیوی معاملت کہاں جائز ہے حضور نے بہت سی شرائط سے مشروط کرکے گول مول جواب عنایت فرمایا ہے لیکن اس وقت ضرورت ہے ایسے فتوے کی جو صاف صاف لفظوں میں حالات حاضرہ پر نظر کرکے بغیر کسی شرط کے لکھا جائے تاکہ ہر عالم وجاہل جو آپ کا پیرو ہے فوراً پڑھ کر جان لے کہ اس کے واسطے اب ایسا کرنا ضروری ہے، حالات حاضرہ حضور پر بخوبی روشن ہیں اور کچھ تھوڑے سے میں نے اوپر بیان کئے ہیں، کیا مسلمانوں کا بھرتی ہوکر فوج میں مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنے اور غلام بنانے کے لئے جانا اور دوسرے کلرکوں کا ان کی امداد کے لئے عراق وشام وغیرہ میں ملازمت ہوکر جانا جائز ہے، اگر جانا جائز نہیں تو پھر آپ جیسے بزرگ کیوں چپ چاپ بیٹھے ہیں۔ کیوں نہیں ایسے فتوے شائع کرتے اور اظہار حق میں دنیوی طاقت سے کیوں ڈرتے ہیں، موجودہ وقت کھینچ تان کر کفار سے تعلق رکھنے اور ان کی اعانت کرنے کا جواز ثابت کرنے کا نہیں ہے بلکہ سینہ سپر ہوکر بے خوف وخطر لوگوں کو صراط مستقیم بتانے کا ہے، حضور نے جو لکھا ہے کہ الحاق اور اخذ امداد جائز ہے، اگر کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ ہو، عالیجاہ! گورنمنٹ جو امداد سکولوں اور کالجوں کو دیتی ہے وہ خاص اغراض کو مدنظر رکھ کر دی جاتی ہے اور میرا خیال ہے کہ حضور کو سب حال روشن ہوگا لیکن اگر اس بارے میں ناواقفیت ہو تو میں عرض کرتا ہوں کہ اول تو امداد میں اس قسم کی شرط ضرور ہوتی ہے کہ کالج کا پرنسپل اور ایک دو پروفیسر انگریز ہوں، دوسرے مقررہ کورس پڑھائے جائیں جن میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ خلاف اسلام باتیں ہوتی ہیں بلکہ بعض میں تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے ہوئے ہوتے ہیں تیسرے دینی تعلیم

لازمی نہیں کوئی پڑھے یا نہ پڑھے لیکن جہاں دینی تعلیم پڑھائی جائے خاص وقت سے زیادہ نہ دیا جائے کیونکہ یونیورسٹی کی تعلیم کے لئے چار گھنٹے وقت ضرور خرچ ہوا گر چار گھنٹے سے کم ہوگا تو امداد نہیں ملے گی، پھر جو استاد دینیات پڑھائے گا اس کو امداد نہیں دی جائے گی پھر فلاں فلاں مضمون ضرور طالب علم کو لینے چاہئیں ورنہ امتحان میں شامل نہیں ہوسکتا، پھر ڈرل وغیرہ اور کھیلوں کی طرف جن میں ہر ایک طالب علم کو حصہ لینا ضروری ہوتا ہے آج کل جو ڈرل سکھائی جارہی ہے اس میں عجیب مخرب اخلاق باتیں کی جارہی ہیں امداد لینے اور الحاق یونیورسٹی سے رکھنے کے لئے ضروری ہے وہی ڈرل تمام اسکولوں میں کرائی جائے، کھیلوں میں آپ دیکھتے ہیں کہ عجب بے پردہ لباس پہنا جاتا ہے۔ فٹ بال اور ہاکی میں جو نیکر پہنے جاتے ہیں وہ ٹخنوں سے اوپر تک ننگا رکھتے ہیں، غرضیکہ کیا عرض کروں اسی الحاق وامداد کی خاطر معلّمین و متعلّمین کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن شریف ودینیات کا جو گھنٹہ رکھا ہوا ہے اس میں بھی انگریزی ہی کا سبق یاد کرادوں کیونکہ انسپکٹر نے انگریزی تو سننی ہے قرآن مجید تو نہیں سننا، جماعتوں میں جو ترقی دی جاتی ہے اس میں بھی اسی بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ انگریزی لڑکا جانتا ہے یا نہیں قرآن شریف خواہ ناظرہ بھی نہ پڑھ سکتا ہو نماز کا ایک حرف نہ جانتا ہو لیکن دسویں اور ایف اے اور بی اے پاس کرتا چلا جائے گا۔ یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کررہا ہوں دوسرے سکولوں اور کالجوں سے ہمیں کوئی تعلق نہیں یہ سب کس واسطے ہورہا ہے، اسی واسطے کہ ہم یونیورسٹی سے الحاق رکھنا چاہتے ہیں اور سرکاری امداد لینا چاہتے ہیں، اگر یہ خیال نہ ہو تو بالکل حالت بدل جائے کہ طالب علم پکے مسلمان بن جائیں ان میں حمیت وغیرت مذہبی پیدا ہوجائے ان کے اخلاق درست ہوجائیں نیچریت اور دہریت کا اثر ان کے دلوں سے دور ہوجائے، انگریزوں کی غلامی سے آزاد ہوجائیں اور لباس اور فیشن وغیرہ ہر بات میں تقلید نصارٰی کررہے ہیں اس سے چھوٹ جائیں غرض کہ ہزاروں طرح کی برکات حاصل کریں، میرا کچھ لکھنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے، حضور پر سب حال روشن ہے میں حضور سے یہ فتوٰی مانگتا ہوں، برائے مہربانی جواب باصواب سے خاکسار کو مشکور وممنون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ حالات حاضرہ پر نظر کرتے ہوئے گورنمنٹ سے ترک موالات (عدم تعاون) کرنا اسلامی حکم ہے یا نہیں اور گورنمنٹ سے اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کو امداد لینی اور یونیورسٹی سے الحاق کرنا اندریں حالات چاہئے یا نہیں؟ جواب باصواب سے عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔ **فقط والسلام**

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

مکرم کرم فرما سلمہ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، رب عزوجل فرماتا ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ﴿۱۷﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ "[1]	خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالٰی نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں

من وتو کی کیا حقیقت انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں:

اول سرے سے بات نہ سننا کہ:

"لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ "[2]۔	یہ قرآن سنو ہی نہیں اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید تم غالب آؤ۔

دوم سن کر مکابرانہ تکذیب کا منہ کھول دینا کہ: "اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ "[3] تم تو نہیں مگر جھوٹے۔

سوم ہدایت کو معطل بالغرض بتانا کہ: "اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ﴿۶﴾ "[4] اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔

چہارم حق کا باطل سے معارضہ کرنا:

"وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾ "[5]	کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اس سے حق کو زائل کردیں اور انھوں نے میری آیتوں اور ڈراوؤں کو ہنسی بنالیا ہے۔

مسلمان پر فرض ہے کہ ان سب طُرق سے پرہیز کرے اور اس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیت بشارت میں اس کے رب نے بتایا ہر تعصب وطرفداری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سنے اگر انصافا حق پائے اتباع کرے بارگاہ عزت سے ہدایت ودانشمندی کا خطاب ملے ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الھادی وولی الایادی۔

مدارس کے اقسام اور ان میں امداد لینے کے احکام:

(۱) ۱۰ محرم ۱۳۳۹ھ کی بنارس کچی باغ سے یہ سوال آیا: "مدرسہ اسلامیہ عربیہ

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۲۶

[3] القرآن الکریم ۳۶/ ۱۵

[4] القرآن الکریم ۳۸/ ۶

[5] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۶

جس میں پچیس سال سے گورنمنٹ سے امداد ماہوار ایک سو روپیہ مقرر ہے جس میں کتب فقہ واحادیث وقرآن کی تعلیم ہوتی ہے، ممبران خلافت کمیٹی نے تجویز کیا کہ امداد نہ لینا چاہئے، پس استفسار ہے کہ یہ امداد لینا جائز ہے یا نہیں؟ مدرسہ ہذا میں سوا تعلیم دینیات کے ایک حرف کسی غیر ملت وغیر زبان کی تعلیم نہیں ہوتی **فقط**"

اس کا جواب مطلق جواز ہوتا مگر پھر بھی احتیاطًا شکل شرط میں دیا گیا کہ "جبکہ وہ مدرسہ صرف دینیات کا ہے اور امداد کی بناء پر انگریزی وغیرہ اس میں داخل نہ کی گئی تو اس کے لینے میں شرعًا کوئی حرج نہیں تعلیم دینیات کو جو مدد پہنچتی تھی اس کا بند کرنا محض بے وجہ ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم**۔"

۲۲صفر **۱۳۳۹**ھ کو کراچی سبز بازار سے یہ سوال آیا: "ایک ایسے صوبے میں جس کی قریبا پچاس فیصدی آبادی اسلامی کاشتکاروں پر مشتمل ہے جس کے سالانہ محاصل کا ایک حصہ تعلیمی امداد کے ذیل وحصول کرکے حصہ رسدی مدارس مروجہ امدادیہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اس سے استفادہ جائز ہے یا ناجائز؟ خصوصا ایسے مدارس کے لئے جو کامل اسلامی اہتمام کے ماتحت جاری ہیں جن کی دینی تعلیم پر ارباب حکومت کسی نہج معترض نہیں ہوتے اور جن کی نصاب تعلیم کا سرکاری حصہ مروجہ تعلیم بھی خفیف سے خفیف شائبہ موانع شرعیہ سے جزًو کلًا پاک ہے فقط۔"

اس کا جواب دیا گیا: "جو مدارس ہر طرح سے خالص اسلامی ہوں اور ان میں وہابیت، نیچریت وغیرہما کا دخل نہ ہو ان کا جاری رکھنا موجب اجر عظیم ہے،ایسے مدارس کے لئے گورنمنٹ اگر اپنے پاس سے امداد کرتی لینا جائز تھا نہ کہ جب وہ امداد بھی رعایا ہی کے مال سے ہے،**واللہ تعالٰی اعلم**"

ندوہ کو بھی گورنمنٹ سے امداد ملتی تھی اور جہاں تک میرا خیال ہے اس پر ایسے قیود نہ تھے جو آپ نے ذکر کئے اور ضرور کچھ مدارس وہ بھی ہیں جن پر امداد امور خلاف شرع سے مقید یا ان کی طرف منجر ہو وہ بلاشبہہ ناجائز اگرچہ صرف اسی قدر کھیل میں بے ستری یا خلاف حیاء ومخرب اخلاق باتوں کی شرط ہو خصوصا وہ صورت جو آپ نے بیان کی کہ نصاب میں وہ کتابیں مقرر ہوں جن میں خلاف اسلام باتیں ہیں حتی کہ **معاذاللہ** توہین رسالت اس میں حرمت درکنار کفر نقد وقت ہے **والعیاذباللہ تعالٰی** مولوی حاکم علی صاحب کی تحریر میں کوئی تفصیل نہ تھی لہذا یہ جواب دینا ضرور ہوا: "وہ الحاق واخذ امداد اگر نہ کسی امر خلاف اسلام ومخالف شریعت سے مشروط نہ اس کی طرف منجر، تو اس کے جواز میں کلام نہیں ورنہ ضرور ناجائز وحرام ہوگا" یہ جواب دونوں صورتوں کو حاوی اور ناقابل تبدیل ہے حالات حاضرہ سے اس کی کسی شق میں تغیر نہ ہوا نہ یہاں کوئی جواب مطلق بلاشرط ہوسکتا ہے۔

لیڈر امداد چھڑاتے ہیں اور مخرب دین تعلیموں پر اب تک قائم ہیں:

(۲) انگریزوں کی تقلید و فیشن وغیرہ سے آزادی اور دہریت و نیچریت سے نجات بہت دل خوش کن کلمات ہیں خدا ایسا ہی کرے مگر یہ صرف ترک امداد والحاق سے حاصل نہیں ہو سکتے اس آگ کے بجھانے سے ملیں گے جو سید احمد خان نے لگائی اور اب تک بہت سے لیڈروں میں اس کی لپٹیں مشتعل ہیں انگریزی اور وہ بے سود و تضییع اوقات تعلیمیں جن سے کچھ کام دین تو دین دنیا میں بھی نہیں پڑتا جو صرف اس لئے رکھی گئی ہیں کہ لڑکے این وآں ومہملات پر مشغول رہ کر دین سے غافل رہیں کہ ان میں حمیت دینی کا مادہ ہی پیدا نہ ہو، وہ یہ جانیں ہی نہیں کہ ہم کیا ہیں اور ہمارا دین کیا۔ جیسا کہ عام طور پر مشہور ومعہود ہے، جب تک یہ نہ چھوڑی جائیں اور تعلیم و تکمیل عقائد حقہ وعلوم صادقہ کی طرف باگیں نہ موڑی جائیں دہریت و نیچریت کی بیخ کنی ناممکن ہے، کیا لیڈر اس میں ساعی ہیں؟ ہرگز نہیں صرف امداد والحاق ترک کراتے ہیں جو ظاہری تعلق ہیں اور تعلیمات کے گہرے تعلقات نہ چھڑاتے ہیں نہ چھوٹیں گے کیا انھیں میں وہ لوگ جن سے پوچھا جاتا کہ صاحبزادوں کو قرآن نہ پڑھایا تو جواب دیتے کیا ان سے سوم کے چنے پڑھوانے ہیں، کیا اب ان کے خیالات بدل گئے، کیا اب انھوں نے انگریزی کے سوا اور رزاق سمجھ لیا، کیا اب یہ جواب نہ دیں گے کہ پرانے علوم سیکھ کر کیا کھائیں گے، کیا اب انھیں شبلی کے شعر بھول گئے ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے	وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورت ملک ودین نئی ہے	افلاک نئے زمیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں ما سبق کو	گردوں نے الٹ دیا ورق کو
قائم جو وہ انجمن نہیں ہے	اس نقد کا اب چلن نہیں ہے
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم	یعنی کہ علوم نو کی تعلیم
تدبیر شفا جو ہے تو یہ ہے	اس دکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں	تہذیب کے دائرے میں آئیں
سیکھیں وہ مطالب نو آئیں	یورپ میں جو ہو رہے ہیں تلقیں
وہ گنج گراں دانش فن	وہ فلسفہ جدید بیکن
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی	نیوٹن کے مسائل یقینی

اور بفرض غلط ایسا ہو بھی تو اکثر لیڈر کہ انھیں تعلیمات فارغہ کے بل پر لیڈر بنے ہیں کس مصرف کے رہیں گے جب وہ مردود یہ خود مطرود، کیا اس وقت یہ شعر حالی ان کا ترجمان حال نہ ہوگا ؎

قلی یا نفر ہو تو کچھ کام آئے
مگر ان کو کس مد میں کوئی کھپائے [1]

لیڈر نصارٰی کی ادھوری غلامی چھوڑتے اور مشرکین کی پوری غلامی مناتے ہیں:

(۳) نصارٰی کی یہ غلامی کہ یہ پیر نیچر نے تھامی لیڈر جس کے اب زبانی شاکی ہیں اور دل سے پرانے حامی، اس کے نتائج تشبہ وضع و تحقیر شرع و شیوع دہریت وفروغ نیچریت مطابقے نہ تھے بلکہ التزامی اب اگر بعد خرابی بصر وآنکھیں کھلیں اور اسے چھوڑنا چاہتے ہیں مبارک ہو اور خدا سچ کرے اور راست لائے مگر للہ انصاف، وہ غلامی ادھوری تھی سید احمد خاں نے کسی پادری یا نصرانی کو امور دین میں صراحۃً اپنا امام وپیشوا نہ لکھا تھا آیات احادیث کی تمام عمر کو چرچ یا صلیب پر نثار کرنا نہ کہا تھا کسی پادری کو مساجد میں مسلمانوں کا واعظ وہادی نہ بنایا تھا نصرانیت کی رضا کو خدا کی رضا یا کسی پادری کو نبی بالقوہ نہ بنایا تھا اور اب مشرکین کی پوری غلامی ہورہی ہے ان کے ساتھ یہ سب کچھ اور ان سے بہت زائد کیا جارہا ہے یہ کون سا دین ہے نصارٰی کی ادھوری سے اجتناب اور مشرکین کی پوری میں غرقاب، **فر من المطر ووقف تحت المیزاب** ع

چلتے پرنالے کے نیچے ٹھہرے مینہ سے بھاگ کر

موالات ہر کافر سے حرام ہے:

(۴) موالات مطلقاً ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو، قال تعالٰی:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ" [2]	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باپ بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔

موالات صوریہ کے احکام:

حتی کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا۔ **قال تعالٰی:**

---

[1] مسدس حالی مطبوعہ نولکشور لاہور ص ۶۴

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ" [1]	اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمھارے پاس آیا۔

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ در بارہ سیدنا خاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم ہے کما فی الصحیح [2] البخاری ومسلم (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے۔ت) تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیه زجر شدید للمؤمنین عن اظهار صورة الموالاة لهم وان لم تکن موالاة فی الحقیقة [3]۔	اس آیہ کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑک ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صوریہ ضروریہ خصوصا باکراہ، قال تعالٰی:

"اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ" [4]۔	مگر یہ کہ تمھیں ان سے واقعی پورا ڈر ہو۔

وقال تعالٰی:

"اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ" [5]۔	مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔

مجرد معاملت کا حکم: اور معاملت مجردہ سوائے مرتدین ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں نہ کوئی اعانت کفر یا معصیت ہو نہ اضرار اسلام وشریعت ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر، قال تعالٰی:

"وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ۪" [6]	گناہ وظلم پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

[1] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب لاتتخذوا عدوی وعدوکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۶

[3] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) سورۃ/ ۱۵ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۸

[4] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[6] القرآن الکریم ۵/ ۲

غیر قوموں کے ساتھ جواز معاملت کی مجمل تفصیل اس عـــہ فتوے میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ہر معاملت کے ساتھ وہ قید لگا دی ہے جس کے بعد نقصان دین کا احتمال نہیں، ان احکام شرعیہ کو بھی حالات دائرہ نے کچھ نہ بدلا، نہ یہ شریعت بدلنے والی ہے۔

"لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۴۲﴾ "[1]	باطل نہیں آسکتا نہ اس کے آگے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سراہے گئے کا۔

احکام الٰہیہ میں لیڈروں کی طرح طرح کھینچ تان بلکہ کایا پلٹ:

(۵) للہ انصاف، اس میں کون سی کھینچ تان ہے، جتنی بات کہی گئی صاف صریح احکام شرعیہ وجزئیات منصوصہ ہیں کھینچ تان کر احکام شرعیہ میں تغییر کا وقت خادم شرع کے لئے نہ اب ہے نہ کبھی تھا نہ کبھی ہو، ہاں خادمان گاندھی کے لئے نہ صرف کھینچ تان بلکہ کلام الٰہی واحکام الٰہی کو یکسر کایا پلٹ کرکے فرضیت موالات کفار نباہنے کا وقت ہے، مسجد میں کسی دبے ہوئے ذمی کے ذلت خواری کے ساتھ آنے کے جواز کا اختلافی مسئلہ نکالیں اور مشرک کو بروجہ استعلاء مسجد میں لے جانا اور مسلمانوں کا واعظ وہادی بنانا، مسند سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جمانا اس پر ڈھالیں دبے ہوئے ملتجی بے قابو مشرک سے کوئی بالائی خدمت یازرہ خود بکتر عاریۃً لینے کے جواز کا مسئلہ دکھائیں اور اس سے خود سر خود غرض، زبردست، خونخوار مشرکوں کے دامن پکڑنا، ان کے سایہ میں پناہ لینا، ان صریح بدخواہوں کی رائے پر اپنے آپ کو سپرد کردینا منائیں کفار معاہدین یا بعض کے نزدیک قتال سے بالذات

عـــہ: خود محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کتاب الاثار میں فرماتے ہیں: **اخبرنا ابوحنیفہ عن حماد عن ابراہیم انہ قال فی التاجر یختلف الی ارض الحرب انہ لاباس بذٰلک مالم یحمل الیھم سلاحا، اوکراعا، وسلبا، قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ** [2] یعنی ہمیں امام اعظم نے امام حماد بن ابی سلیمن انھوں نے امام ابراہیم نخعی سے خبر دی کہ تجارت کے لئے دارالحرب میں تاجر کی آمد ورفت جائز ہے جب تک ان کی طرف ہتھیار یا گھوڑے یا قیدی نہ لے جائیں، امام محمد نے فرمایا اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی قول امام اعظم کا ہے، نیز مؤطا شریعت کی عبارت آتی ہے کہ مشرک مقاتل کو ہدیہ بھیجنے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو۔ اور یہی قول امام اعظم اور ہمارے عام فقہاء کا ہے [3] **انتہی ۱۲ منہ**

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

[2] کتاب الآثار امام محمد باب حمل التجارۃ الی ارض الحرب حدیث ۱۵۱ ادارۃ القرآن کراچی ص ۱۶۷

[3] مؤطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۷۱

عاجزین کے ساتھ کچھ مالی سلوک کی رخصت والی آیت سنائیں اور اسے خونخوار مشرکین سخت اعدائے اسلام و مسلمین کے ساتھ اتحاد وو داد بلکہ غلامی وانقیاد کی نہ صرف رخصت بلکہ اعظم فرضیت کی دلیل بنائیں، ان سب کا بیان بعونہ تعالٰی ابھی آتا ہے آپ انصاف کرلیں گے کس نے کھینچ تان کی، حاشانہ صرف کھینچ تان بلکہ کمال جسارت سے احکام الٰہیہ کا یا پلٹ کرکے قرآن وحدیث کی عمر بت پرستی پر قربان کی۔

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ؀" [1]	اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

تعلیم کے لئے امداد لینا اور لیڈروں کی دینی حالت کہ اسلام ان کو نہ جب مد نظر نہ تھا نہ اب ہے:

(۶) اور تعلیم دین کے لئے گورنمنٹ سے امداد قبول کرنا جو مخالف شرع سے مشروط نہ اس کی طرف منجر ہو یہ تو نفع بے غائلہ ہے جس کی تحریم پر شرع مطہر سے اصلا کوئی دلیل نہیں۔ دین پر قائم رہو مگر دین میں زیادت نہ کرو۔ کیا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالٰی عنہم نے سلاطین کفار کے ہدایا قبول نہ فرمائے، جو وجوہ شناعت آپ نے ان مدارس میں لکھیں کہ امور مخالف اسلام حتی کہ توہین حضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم داخل نصاب ہے بیشک جو اس قسم کے اسکول یا کالج ہوں ان میں نہ فقط اخذ امداد بلکہ تعلیم و تعلم سب حرام قطعی بلکہ مستلزم کفر ہے، آپ فرماتے ہیں یہ میں اسلامیہ اسکولوں اور کالجوں کا ذکر کررہا ہوں پھر غیر اسلامیہ کا کیا پوچھنا، مگر افسوس اور سخت افسوس یہ کہ آج آپ کو جتنے لیڈر دکھائی دیں گے وہ ان کے بازو اور ان کے ہم زبان عام طور پر انہیں اسکولوں کالجوں کے کاسہ لیس ملیں گے، انھیں سے بڑی بڑی ڈگریاں ایم اے، بی اے کی پائے ہوئے ہوں گے، کیا اس وقت تک ان میں یہ خباثتیں نہ تھیں، ضرور تھیں مگر ان صاحبوں کو مقبول اور منظور تھیں، اور اب بھی جو آنکھ کھلی تو صرف ایک گوشہ انگریزوں کی طرف کی اور وہ بھی شریعت پر زیادت کے ساتھ کہ ان سے مجرد معاملت بھی حرام قطعی بلکہ کفر اور مشرکوں کی طرف کی پہلے سے بھی زیادہ پٹ ہوگئی کہ ان سے وداد واتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی وانقیاد و فرض انھیں راضی کرلیا تو خدا کو راضی کرلیا تو ثابت ہوا کہ اسلام ان حضرات کو نہ جب مد نظر تھا ورنہ ایسی دین تعلیموں سے بھاگتے، نہ اب مد نظر ہے ورنہ مشرکوں کے اتحاد وانقیاد کے فتنے نہ جاگتے ع

نہ آغاز بہتر نہ انجام اچھا

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

موالات کی بحث

(۷) ترک معاملت کو ترک موالات بنا کر قرآن عظیم کی آیتیں کہ ترک موالات میں ہیں سوجھیں، مگر فتوائے مسٹر گاندھی سے ان سب میں استثنائے مشرکین کی پچر لگالی کہ آیتیں اگرچہ عام ہیں مگر ہندوؤں کے بارے میں نہیں، ہندو تو ہادیان اسلام ہیں، آیتیں صرف نصاری کے بارے میں ہیں اور نہ کل نصاری فقط انگریز، اور انگریز بھی کل تک ان کے مورد نہ تھے حالت حاضرہ سے ہوئے، ایسی ترمیم شریعت و تغییر احکام و تبدیل اسلام کا نام خیر خواہی اسلام رکھا ہے، ترک موالات قرآن عظیم نے ایک دو، دس بیس جگہ تاکید شدید پر اکتفاء نہ فرمائی بلکہ بکثرت جابجا کان کھول کھول کر تعلیم حق سنائی اور اس پر تنبیہ فرمادی کہ:

"قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ "[1]	ہم نے تمھارے لیے آیتیں صاف کھول دی ہیں اگر تمھیں عقل ہو۔

مگر توبہ، کہاں عقل اور کہاں کان، یہ سب تو وداد ہنود پر قربان، لاجرم ان سب سے ہندوؤں کا استثناء کرنے کے لیے بڑے بڑے آزاد لیڈروں نے قرآن عظیم میں تحریفیں کیں، آیات میں پیوند جوڑے، پیش خویش واحد قہار کو اصلاحیں دیں ان کی تفصیل گزارش ہو تو دفتر طویل نگارش ہو۔

آیۂ ممتحنہ کا روشن بیان

ایک آیہ کریمہ کے بیان پر اقتصار کروں کہ وہی ان سب چھوٹے بڑے لیڈروں کی نقل مجلس ہے یعنی کریمہ ممتحنہ "لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ" الایة" اس میں اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب عزوجل نے فرمایا ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمھیں ممانعت نہیں۔ امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنھم کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس ہی سمجھی جاتی ہے، فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عزوجل فرماتا ہے ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔ بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔ قول اکثر کی حجت حدیث بخاری و مسلم واحمد وغیرہ ہے کہ سیدتنا اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس ان کی والدہ قتیلہ بحالت کفر آئی اور کچھ ہدایا لائی، انھوں نے نہ اس کے ہدیے قبول کئے نہ آنے دیا کہ تم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

کافرہ ہو جب تک سرکار سے اذن نہ ملے تم میرے پاس نہیں آسکتیں۔ حضور میں عرض کی،اس پر آیہ کریمہ اتری کہ ان سے ممانعت نہیں،یہ واقعہ زمانہ صلح ومعاہدہ کاہے خصوصًا یہ توماں کا معاملہ تھا ماں باپ کے لیے مطلقًا ارشاد ہے "وَصَاحِبۡهُمَا فِی الدُّنۡیَا مَعۡرُوۡفًا ۫" [1] "دنیوی معاملوں میں ان کے ساتھ اچھی طرح رہ۔ظاہر ہے کہ قول امام مجاہد پر توآیہ کریمہ کو کفار سے تعلق ہی نہیں خاص مسلمانوں کے بارے میں ہے اور نہ اب وہ کسی طرح قابل نسخ،اور قول سوم یعنی ارادہ نساء وصبیان پر بھی اگر منسوخ نہ ہو ان دوستان ہنود کو نافع نہیں کہ یہ جن سے وداد واتحاد منارہے ہیں وہ عورتیں اور بچے نہیں، قول اول پر بھی کہ آیت اہل عہد وذمہ کے لیے ہے،اور یہی قول اکثر جمہور ہے آیہ کریمہ میں نسخ ماننے کی کوئی حاجت نہیں،لاجرم اکثر اہل تاویل اسے محکم مانتے ہیں،

آیۃ ممتحنہ میں حنفیہ کا مسلک:

اور اسی پر ہمارے ائمہ حنفیّہ نے اعتماد فرمایا کہ آیہ "لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ" در بارہ اہل ذمہ اور آیہ "یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ" حربیوں کے بارے میں ہے۔اسی بناپر ہدایہ ودرر وغیرھما کتب معتمدہ میں فرمایا:کافر ذمی کے لیے وصیت جائز ہے اور حربی کے لیے باطل وحرام،آیہ "لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ" نے ذمی کے ساتھ احسان جائز فرمایا اور آیہ "اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ" نے حربی کے ساتھ احسان حرام۔عبارت ہدایہ یہ ہے:

یجوز ان یوصی المسلم للکافر والکافر للمسلم فالاول لقولہ "لَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ لَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ" الایۃ،والثانی لانھم بعقد الذمۃ ساووا المسلمین فی المعاملات ولھذا جاز التبرع من الجانبین فی حالۃ الحیاۃ فکذا بعد الممات وفی الجامع الصغیر الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ لقولہ تعالٰی "اِنَّمَا یَنۡهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ" الایۃ۔[2]	جائز ہے کہ مسلمان (ذمی) کافر کے لیے وصیت کرے اور کافر مسلمان کے لیے،اول تواس دلیل سے کہ اللہ تعالٰی تمھیں ان سے منع کرتا جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک،اور دوم اس لیے کہ وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے اسی لیے زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ مالی نیک سلوک کرسکتا ہے تو یوں ہی بعد موت بھی،اور جامع صغیر میں ہے حربیوں کے لیے وصیت باطل ہے اس لیے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں آخر آیت تک،

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۵

[2] الہدایہ کتاب الوصایا مطبع یوسفی لکھنؤ ۴/ ۶۵۳

کافر عـــہ سے خاص ذمی مراد ہے بدلیل قولہ انھم بعقد الذمۃ ولہذا امام اکمل نے عنایہ میں اس کی شرح یوں فرمائی:

وصیۃ المسلم للکافر الذمی وعکسہا جائزۃ[1]۔	مسلمان کا کافر ذمی کے لئے وصیت کرنا اور اس کا عکس جائز ہے۔

امام اتقانی نے غایۃ البیان میں فرمایا:

اراد بالکافر الذمی لان الحربی لاتجوز لہ الوصیۃ علی مانبین۔[2]	عبارات ہدایہ میں کافر سے ذمی مراد ہے اس لئے کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

ایسا ہی جوہرہ نیرہ میں و مستصفی میں ہے کفایہ میں فرمایا:

ارادبہ الذمی بدلیل التعلیل وروایۃ الجامع الصغیر ان الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ[3]۔	صاحب ہدایہ نے کافر سے ذمی مراد لیا ایک تو ان کی دلیل اس پر گواہ ہے کہ فرمایا وہ ذمی ہونے کے سبب معاملات میں مسلمانوں کے برابر ہوگئے دوسرے جامع صغیر کی روایت کہ حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اسی کو وافی وکنز و تنویر وغیرہا متون میں یوں تعبیر فرمایا:

یجوز ان یوصی المسلم للذمی وبالعکس[4]۔	جائز ہے کہ مسلمان ذمی کے لئے وصیت کرے اور اس کا عکس بھی ۱۲

تفسیر احمدی میں ہے:

والحاصل ان الایۃ الاولی ان کانت	حاصل یہ ہے کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی

عـــہ: یہاں سے بعض مفتیان اجہل کی جہالت شدیدہ ظاہر ہوئی جنھوں نے عبارت ہدایہ کو مشرکین ہند پر جمایا طرفہ یہ کہ اپنی ہی نقل کردہ عبارت نہ سوجھی لانہم بعقد الذمۃ سوجھی، کیوں نہیں قصد عوام کو دھوکے دینے کی ٹھہرائی ۱۲۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] العنایۃ شرح الہدایۃ علی ہامش فتح القدیر کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۴۵۵

[2] الجوہرۃ النیرۃ (مفہوما) کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۹۱

[3] الکفایۃ مع فتح القدیر کتاب الوصایا مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۴۵۵

[4] کنز الدقائق کتاب الوصایا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۱۴

فی الذمی والثانیة فی الحربی کما ھوا لظاھر وعلیه الاکثرون کان دالاعلی جواز الاحسان الی الذمی دون الحربی، ولھذ اتمسك صاحب الھدایة فی باب الوصیة ان الوصیة للذمی جائزۃ دون الحربی لانه نوع احسان و لھذا المعنی قال فی باب الزکوٰۃ ان الصدقة النافلة یجوز اعطاء ھاللذمی دون الحربی [1]۔	حاصل یہ ہے کہ پہلی آیت جس میں نیک سلوک کی رخصت ہے اگر دربارہ ذمی ہو اور دوسری جس میں مقاتلین سے ممانعت ہے دربارہ حربی جیساکہ یہی ظاہر ہے اور یہی مذہب اکثر ائمہ ہے تو آیتیں دلیل ہوں گی کہ ذمی کے ساتھ نیک سلوک جائز ہے۔اور حربی کے ساتھ حرام، ولہذا صاحب ہدایہ نے باب الوصیة میں انھیں آیتوں کی سند سے فرمایا کہ وہ ایک طرح کا احسان ہے اور اسی کے سبب باب الزکوٰۃ میں فرمایا کہ نفلی صدقہ ذمی کو دینا حلال اور حربی کو دینا حرام ۱۲

نہایہ امام سغناقی وغایۃ البیان امام اتقانی وبحر الرائق وغنیہ علامہ شرنبلالی میں ہے:

واللفظ للبحر صح دفع غیر الزکوٰۃ الی الذمی لقوله تعالٰی "لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ" الاٰیة وقید بالذمی لان جمیع الصدقات فرضا کانت اوواجبة اوتطوعا لاتجوز للحربی اتفاقا کما فی غایة البیان لقوله تعالٰی یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ واطلقه فشمل المستامن وقد صرح به فی النھایة [2]۔	زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے: تمھیں اللہ ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں، ذمی کی قید اس لئے لگائی کہ حربی کے لئے جملہ صدقات حرام ہیں، فرض ہوں یا واجب یا نفل۔ جیساکہ غایۃ البیان میں ہے۔ اس لئے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں، حربی کو مطلق رکھا تو مستامن کو بھی شامل ہوا جو سلطان اسلام سے پناہ لے کر دارالاسلام میں آیا اسے بھی کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں۔ اور نہایہ میں اس کی صاف تصریح ہے۔

[1] التفسیرات الاحمدیة سورۃ الممتحنه المطبع الکریمی بمبئی ص ۷۰۰۔ ۶۹۹

[2] البحر الرائق باب المصرف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۴۲

تبیین الحقائق امام زیلعی پھر فتح اللہ المعین سید ازہری میں ہے:

لایجوز دفع الزکوٰۃ الی ذمی وقال زفر یجوز لقولہ تعالٰی "لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" صرف الصدقات کلھا الیھم بخلاف الحربی المستامن حیث لایجوز دفع الصدقۃ الیہ لقولہ تعالٰی "اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" واجمعوا علی ان فقراء اھل الحرب خرجوا من عموم الفقراء[1] (ملخصاً)	ذمی کو زکوٰۃ دینا تو جائز نہیں۔ اور امام زفر نے فرمایا تمام قسم کے صدقات دے سکتے ہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے نہیں روکتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔ بخلاف حربی اگرچہ مستامن ہو کہ اسے کسی قسم کا صدقہ دینا حلال نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے روکتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں، اور ائمہ امت کا اجماع ہے کہ قرآن عظیم میں جو صدقات فقراء کے لئے بتائے حربی فقیر ان سے خارج ہیں۔

جوہرہ نیرہ میں ہے:

انما جازت الوصیۃ للذمی ولم تجز للحربی لقولہ تعالٰی "لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ"۔ ثم قال "اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ"[2]۔ الآیۃ	خاص ذمی کے لئے وصیت جائز اور حربی کے لئے حرام اس وجہ سے کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تعالٰی تمھیں ان سے نیک سلوک کو منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں، اور تمھیں گھروں سے نہ نکالا پھر فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

کافی میں ہے:

یجوز ان یدفع غیر الزکوٰۃ الی ذمی وقال ابو یوسف و الشافعی لایجوز کالزکوٰۃ ولنا قولہ تعالٰی لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ	زکوٰۃ کے سوا اور صدقات ذمی کو دے سکتے ہیں اور امام ابو یوسف وامام شافعی نے فرمایا اور صدقات بھی ذمی کو نہیں دے سکتا جیسے زکوٰۃ ہماری دلیل

[1] تبیین الحقائق باب المصرف المبطعۃ الکبرٰی بولاق مصر ۱/ ۳۰۰

[2] الجوہرۃ النیرۃ کتاب الوصایا مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۳۹۱

"لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ "[1]	اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ اللہ تمھیں بھلائی میں ان سے منع نہیں فرماتا جو دین میں تم سے نہ لڑیں۔

فتح القدیر میں ہے:

الفقراء فی الکتاب عام خص منه الحربی بالاجماع مستندین الی قوله تعالٰی "اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ "[2]۔	قرآن عظیم میں فقراء کا لفظ عام ہے باجماع امت حربی اس سے خارج ہیں اجماع کی سند اللہ عزوجل کاارشاد ہے کہ اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑیں۔

عنایہ ومعراج الدرایہ ومحیط برہانی وجودی زادہ وشرنبلالی بدائع وسیر کبیر امام محمد کی عبارتیں عنقریب آتی ہیں، یہ ہے مسلک ائمہ حنفیہ جسے حنفی بننے والے لیڈریوں مسخ ونسخ کی دیوار سے مارتے ہیں اور اس سے حربی مشرکوں کے ساتھ نرا احسان مالی نہیں بلکہ وداد اتحاد بگھارتے ہیں۔

آیت میں نسخ کے اقوال

"يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝۷۵ "[3]	دیدہ دانستہ بات سمجھ کر اس کی جگہ سے پھیرتے ہیں۔

آیہ کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال وغلظت سے منسوخ ہے اجلہ ائمہ تابعین مثلاً امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں: "ما رأیت افضل من عطا" میں نے عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وعبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولٰی امیر المومنین عمر فاروق اعظم وقتادہ وتلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی، تفسیر کبیر میں ہے:

اختلفوا فی المراد من "الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ" فالاکثر علی انهم اهل العهد	اس میں اختلاف ہوا کہ "وہ جو تم سے دین میں نہ لڑیں" ان سے کون لوگ مراد ہیں، اکثر اہل تاویل اس پر ہیں

[1] کافی شرح وافی

[2] فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقه الخ مکتبہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۷۵

الذین عاھدوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی ترک القتال والمظاھرۃ فی العداوۃ، وھم خزاعۃ کانوا عاھدوا الرسول علی ان لایقاتلوہ ولایخرجوہ، فامر الرسول علیہ الصلٰوۃ والسلام بالبر والوفاء الی مدۃ اجلھم، وھذا قول ابن عباس ومقاتل ابن حیان ومقاتل ابن سلیمن ومحمد ابن سائب الکلبی، وقال مجاھد الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا وقیل ھم النساء والصبیان، وعن عبداللہ بن الزبیر انھا نزلت فی اسماء بنت ابی بکر قدمت امھا قتیلۃ علیھا وھی مشرکۃ بھدایا فلم تقبلھا ولم تاذن لھا بالدخول فامرھا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان تدخلھا وتقبل منھا وتکرمھا وتحسن الیھا، وقیل الاٰیۃ فی المشرکین وقال قتادۃ نسختھا اٰیۃ القتال [1]۔	کہ ان سے اہل عہد مراد ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ حضور سے لڑیں گے نہ دشمن کی مدد کریں گے، اور وہ بنی خزاعہ ہیں انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ نہ لڑیں گے نہ مسلمانوں کو مکہ معظّمہ سے نکالیں گے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک فرمائیں اور ان کا عہد مدت موعود تک پورا کریں، حضرت عبداللہ بن عباس ومقاتل بن حیان ومقاتل بن سلیمن ومحمد بن سائب کلبی کا یہی قول ہے اور امام مجاہد نے فرمایا: وہ مسلمانان مکہ مراد ہیں جنھوں نے ابھی ہجرت نہ کی تھی۔ اور بعض نے کہا عورتیں اور بچے مراد ہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں اتری ان کی ماں قتیلہ بحالت کفر ان کے پاس کچھ ہدیے لے کر آئیں انھوں نے نہ ہدیے کو قبول کئے نہ انھیں آنے کی اجازت دی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حکم فرمایا کہ اسے آنے دیں اور اس کے ہدیے قبول کریں اور اس کی خاطر اور اس کے ساتھ نیک سلوک کریں، اور بعض نے کہا آیت در بارہ مشرکین ہے، قتادہ نے کہا وہ آیت جہاد منسوخ ہوگئی۔

صحیح مسلم شریف میں اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۴۔ ۳۰۳

قدمت علی امی وھی مشرکۃ فی عھد قریش اذ عاھدھم فاستفیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلت قدمت علی امی وھی راغبۃ افاصل امی قال نعم صلی امك[1]۔	میری ماں کہ مشرکہ تھی اس زمانہ میں کہ کافروں سے معاہدہ تھا میرے پاس آئی میں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فتوٰی پوچھا کہ میری ماں طمع لے کر میری پاس آئی ہیں کیا میں اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کروں؟ فرمایا: ہاں اپنی ماں سے نیک سلوک کر۔

جمل میں قرطبی سے ہے:

ھی مخصوصۃ بالذین اٰمنوا ولم یھاجروا وقیل یعنی بہ النساء الصبیان لانھم من لایقاتل فاذن اللہ فی برھم حکاہ بعض المفسرین وقال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ واحتجوا بان اسماء بنت ابی بکر سألت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھل تصل امھا حین قدمت علیھا مشرکۃ قال نعم، اخرجہ البخاری ومسلم[2]۔	یہ آیت خاص ہے ان کے بارے میں جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی، اور بعض نے کہا اس سے عورتیں اور بچے مراد ہیں اس لئے کہ وہ لڑنے کے قابل نہیں، تو اللہ تعالٰی نے ان کے ساتھ مالی نیک سلوک کی اجازت دی، اسے بعض مفسرین نے نقل کیا۔ اور اکثر اہل تاویل نے کہا آیت محکم ہے، اور اس سے سند لائے کہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سوال کیا کیا اپنی ماں سے کچھ نیک سلوک کرے جب وہ ان کے پاس بحالت شرک آئی تھیں؟ فرمایا: ہاں، اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تفسیر در منثور میں ہے:

اخرج حمید وابن المنذر عن مجاھد فی قولہ "لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْكُمْ" الاٰیۃ قال ان تستغفروا وتبروھم وتقسطوا الیھم ھم	عبد بن حمید اور ابن المنذر نے امام مجاہد سے تفسیر کریمہ "لَا یَنْهٰىكُمْ" الخ میں روایت کیا، فرمایا معنی آیت یہ ہیں کہ اللہ تمہیں منع نہیں فرماتا کہ تم ان کی مغفرت کی دعا کرو اور ان سے نیک سلوک وانصاف کا

[1] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب فضل النفقۃ والصدقۃ علی الاقربین قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۴

[2] الفتوحات الالھیہ (الشھیر بالجمل) زیر آیہ لاینھکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

الذین اٰمنوا بمکۃ ولم یھاجروا اھ[1]۔	برتاؤ برتو اس سے مراد کون لوگ ہیں وہ جو مکہ میں ایمان لائے تھے اور ہجرت نہ کی۔

تفسیر جامع البیان میں بہ سند صحیح ہے:

حدثنی یونس قال اخبرنا ابن وھب قال قال ابن زید وسألتہ عن قول اللہ عزوجل "لَا یَنْھٰکُمُ اللہُ" الاٰیۃ فقال ھذا قد نسخ نسخہ القتال[2]۔	مجھ سے یونس نے حدیث بیان کی کہ مجھ کو ابن وھب نے خبر دی کہا جب میں نے امام ابن زید سے کریمہ "لَا یَنْھٰکُمُ اللہُ" کے بارے میں پوچھا، فرمایا یہ منسوخ ہے حکم جہاد نے اسے نسخ فرمادیا۔

تفسیر در منثور میں ہے:

اخرج ابوداؤد فی تاریخہ وابن المنذر عن قتادۃ "لَا یَنْھٰکُمُ اللہُ" الایۃ نسختھا "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ"[3]۔	ابوداؤد نے اپنی تاریخ اور ابن المنذر نے تفسیر میں قتادہ سے روایت کیا کریمہ "لَا یَنْھٰکُمُ اللہُ" کو اس آیت نے منسوخ فرمایا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

اسی میں ہے:

ابن ابی حاتم وابو الشیخ عن مقاتل فی قولہ تعالٰی "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً" قال نسخت ھذہ الاٰیۃ کل اٰیۃ فیھا رخصۃ[4]۔	ابن ابی حاتم وابوالشیخ نے اپنی تفسیروں میں مقاتل سے روایت کیا کہ اللہ عزوجل کے اس ارشاد نے کہ سب مشرکوں سے قتال کرو اس سے پہلے جتنی آیتوں میں کچھ رخصتیں تھیں سب منسوخ فرمادیں۔

تفسیر ارشاد العقل السلیم میں زیر کریمہ "یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ؕ" ہے:

قال عطاء نسخت[عہ] ھذہ الاٰیۃ کل	امام عطا رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کافروں کے

عہ: یہاں سے اس جاہل مفتی کی جہالت ظاہر ہوگئی جس نے آیہ کریمہ "لَا یَنْھٰکُمُ" کو کہا کہ "وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ ؕ" سے اس کو کسی نے منسوخ نہیں بتایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

[1] الدر المنثور (تفسیر) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[2] جامع البیان لابن جریر الطبری زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ مطبعۃ میمنہ مصر ۲۸/ ۴۱

[3] الدارلمنثور زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۶/ ۲۰۵

[4] الدر المنثور زیر آیہ وقاتلوا المشرکین کافۃ الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمی قم ایران ۳/ ۲۳۶

شیئ من العفو والصفح [1]۔	ساتھ معافی ودرگزر کی جتنی اجازتیں تھیں سب اس آیہ کریمہ نے منسوخ فرمادیں۔

تفسیر عنایۃ القاضی میں زیر کریمہ "لَا یَنْهٰكُمُ اللّٰهُ" ہے:

ھذہ الاٰیۃ منسوخۃ بقولہ تعالٰی "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ" الاٰیۃ [2]۔	یہ آیت اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ تلوار کے گھاٹ اتارو۔

تفسیر خطیب شربینی میں پھر فتوحات الالٰہیہ میں ہے:

کان ھذا الحکم وھو جواز موالاۃ الکفار الذین لم یقاتلوا فی اول الاسلام عنہ الموادعۃ وترك الامر بالقتال ثم نسخ بقولہ تعالٰی "فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ" [3]۔	یہ حکم کہ "جو کفار مسلمانوں سے نہ لڑیں ان کے ساتھ کچھ نیک سلوک کیا جائے" ابتداء میں تھا کہ لڑائی موقوف تھی اور جہاد کا حکم نہ تھا، پھر یہ حکم اسی آیہ کریمہ سے منسوخ ہوگیا کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ گردن مارو۔

جلالین شریف میں ہے:

ھذا مقابل الامر بالجھاد [4]۔	یہ اجازت اس وقت تک تھی کہ جہاد کا حکم نہیں ہوا تھا۔

اسی کے خطبہ میں ہے:

ھذا تکملۃ تفسیر القراٰن الکریم الذی الفہ الامام جلال الدین المحلی علی نمطہ من ذکر مایفھم بہ کلام اللہ تعالٰی والاعتماد علی ارجح الاقول [5] (ملخصا)	یہ امام جلال الدین محلّی کی تفسیر کا تکملہ اسی انداز پر ہے کہ اتنی بات بیان کی جائے جس سے کلام اللہ سمجھ میں آجائے اور جو قول سب سے راجح ہے اس پر اعتماد کیا جائے۔ (ملخصا)

جمل میں ہے:

---

[1] ارشاد العقل السلیم آیۃ یاایھاالنبی جاھد الکفار دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۴

[2] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی آیۃ لاینھکم اللہ عن الذین دار صادر بیروت ۸/ ۱۸۸

[3] الفتوحات الالٰھیہ (الشھیر بالجمل) آیۃ لاینھکم اللہ عن الذین مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

[4] تفسیر جلالین آیۃ لاینھکم اللہ عن الذین مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۵۵

[5] تفسیر جلالین خطبہ کتاب مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۲

ای الاقتصار علی ارجح الاقوال[1]۔	یعنی صرف وہ قول بیان کریں گے جو سب سے راجح ہے۔

زرقانی علی المواہب میں ہے:

الجلال قد التزام الاقتصار علی الاصح[2]۔	امام جلال نے التزام فرمایا ہے کہ صرف وہ قول لکھیں گے جو سب سے زیادہ صحیح ہے۔

یہاں مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں جو اس کی طرف بلاتے ہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں:

تنبیہ ضروری: یہ آیہ کریمہ کہ یہاں علماء وائمہ نے بیان ناسخ کے لئے تلاوت کی کہ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور اس مضمون کی اور آیات نیز وہ عبارات ہدایہ وغیرہا قریب آنے والیاں کہ جہاد میں پہل واجب ہے ان کا تعلق سلاطین اسلام وعساکر اسلام اصحاب خزائن واسلحہ واستطاعت سے ہے نہ کہ ان کے غیر سے، قال اللہ تعالٰی:

لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[3]۔	اللہ تعالٰی کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت بھر۔

وقال تعالٰی:

"لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا"[4]۔	اللہ کسی جان کو تکلیف نہیں دیتا مگر اتنے کی جس قدر کی استطاعت اسے دی ہے۔

وقال تعالٰی:

"لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ"[5]۔	اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

مجتبٰی وجامع الرموز وردالمحتار میں ہے:

یجب علی الامام ان یبعث	سلطان اعظم اسلام پر فرض ہے کہ ہر سال

[1] الفتوحات الالہیہ (الشہیر بالجمل) خطبہ کتاب مصطفی البابی مصر ۱/ ۷

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

[4] القرآن الکریم ۶۵/ ۷

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۵

سریة الی دارالحرب کل سنة مرة اومرتین وعلی الرعیة الا اذا اخذ الخراج فان لم یبعث کان کل الاثم علیه وهذا اذا غلب علی ظنه انه یکافیهم والا فلایباح قتالهم [1]۔	ایک یادو بار دارالحرب پر لشکر بھیجے اور رعیت پر اس کی مدد فرض ہے اگر ان سے خراج نہ لیا ہو تو سلطان اگر لشکر نہ بھیجے تو سارا گناہ اسی کے سر ہے، یہ سب اس صورت میں ہے کہ اسے غالب گمان ہو کہ طاقت میں کافروں سے کم نہ رہے گا ورنہ اسے ان سے لڑائی کی پہل ناجائز ہے۔

خصوصا ہندوستان میں جہاں اگر دس مسلمان ایک مشرک کو قتل کریں تو **معاذاللہ** دسوں کو پھانسی ہو ایسی جگہ مسلمانوں پر جہاد فرض بتانے والا شریعت پر مفتری اور مسلمانوں کا بدخواہ ہے، ہمارا مقصود اس قدر تھا کہ کریمہ ممتحنہ اگر جملہ مشرکین غیر محاربین کو عام ہے تو ضرور منسوخ ہے وہ **بحمدہ تعالٰی** بروجہ احسن ثابت ہوگیا۔

خود قرآن عظیم سے اس آیت کی منسوخی کا ثبوت اگر ہر غیر محارب بالفعل کو عام مانی جائے۔

وانا اقول: وباللہ التوفیق (اور میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) اگر وہ اکابر تابعین اس کے نسخ کی تصریح اور یہ امام جلیل اس کی ترجیح و تصحیح نہ فرماتے تو قرآن عظیم خود شاہد تھا کہ آیہ "لَا یَنْهٰكُمُ" اگر جملہ مشرکین غیر محاربین بالفعل کو عام ہے تو قطعاً منسوخ ہے، ممتحنہ کا نزول سورہ براءت سے یقینا پہلے ہے تصریح ائمہ نہ ہوتی تو خود اس کی آیہ کریمہ بتارہی ہیں کہ نزول تک مکہ معظّمہ قبض کفار میں تھا اور سورہ توبہ شریف کے ارشادات جگمگا رہے ہیں کہ اس کا نزول بعد فتح بلدالحرام و تسلط تام دین اسلام ہے وللہ الحمد، سورہ براءت میں ارشاد فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۷۳﴾" [2]۔	اے نبی! کافروں اور منافقوں پر جہاد فرمائیے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آئیے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا ہی بری پھرنے کی جگہ ہے۔

پھر اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِیْنَ	اے ایمان والو! اپنے پاس کے کافروں سے لڑو

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۷۳

"يَلُوۡنَكُمۡ مِّنَ الۡكُفَّارِ وَلۡيَجِدُوۡا فِيۡكُمۡ غِلۡظَةً "[1]	اور تم پر فرض ہے کہ وہ تم میں درشتی پائیں

یہ حکم بھی جمیع کفار کو عام ہے حکمت یہی ہے کہ پہلے پاس والوں کو زیر کیا جائے جب وہاں اسلام کا تسلط ہو جائے تو اب جو اس سے نزدیک ہیں وہ پاس والے ہوئے وہ زیر ہو جائیں تو اب جو ان سے قریب ہیں یونہی یہ سلسلہ شرقاً غرباً منتہائے زمین تک پہنچے اور بحمد اللہ ایسا ہی ہوا اور بعونہٖ تعالٰی ایسا ہی بروجہ اتم وکمال زمانہ امام موعود رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہونے والا ہے

سب کافروں سے قتال وغلظت کا حکم ہے اگرچہ محارب بالفعل نہ ہوں محارب بالفعل کی تخصیص منسوخ ہو گئی:

"حَتّٰى لَا تَكُوۡنَ فِتۡنَةٌ وَّيَكُوۡنَ الدِّيۡنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ "[2]۔	یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

یہاں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ارشاد ہوا کہ کفار پر درشتی کرو۔ مومنین کو حکم ہوا کافروں پر سختی کرو۔ اس میں نہ کوئی تقسیم ہے نہ تردید، نہ تخصیص نہ تقلید، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نیک سلوک اور سختی ودرشتی باہم متنافی ہیں، پہلے نیک سلوک کی اجازت تھی اب درشتی وسختی کا حکم ہوا تو وہ اجازت ضرور منسوخ ہو گئی، اجماع امت ہے کہ جہاد کفار محاربین بالفعل سے مخصوص نہیں مدافعانہ وجارحانہ قطعاً دونوں طرح کا حکم ہے اجازت کا مدافعانہ میں حصر پہلے تھا پھر قطعاً منسوخ ہو گیا، مبسوط شمس الائمہ سرخسی وکفایہ وعنایہ وتبیین وبحر الرائق وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

واللفظ للبابرتی قوله تعالٰی فان قاتلوكم فاقتلوهم منسوخ وبیانه ان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم كان فی الابتداء مأمورا بالصفح والاعراض عن المشركین بقوله "فَاصۡفَحِ الصَّفۡحَ الۡجَمِيۡلَ ۝" ،"وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۝" الاٰیة ثم امر بالدعاء الی الدین بالموعظة والمجادلة	یہ ارشاد کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو ان کو قتل کرو منسوخ ہے، بیان اس کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابتداء میں یہ حکم تھا کہ مشرکوں سے درگزر او ررو گردانی فرمائیں ارشاد تھا اچھی طرح درگزر کرو اور مشرکوں سے منہ پھیر لو۔ پھر حضور کو حکم ہوا کہ سمجھانے اور خوبی کے ساتھ دلیل قائم فرمانے سے دین کی طرف بلاؤ کہ ارشاد تھا اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ پھر

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۳

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

بالاحسن بقوله تعالٰی "اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ" الاٰیة. ثم اذن بالقتال اذا کانت البدائة منهم بقوله تعالٰی "اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ" الاٰیة وبقوله "فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡھُمۡ" ثم امر بالقتال ابتداء فی بعض الازمان بقوله تعالٰی "فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡھُرُ الۡحُرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِکِیۡنَ" الاٰیة ثم امر بالبدائة بالقتال مطلقا فی الازمان کلها وفی الاماکن باسرها فقال تعالٰی "وَقَاتِلُوۡھُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ" الاٰیة، "قَاتِلُوا الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ" الاٰیة [1]۔	اجازت فرمائی گئی کہ ان کی طرف سے قتال کی ابتدا ہو تو لڑو، ارشاد تھا کہ جن سے قتال کیا جائے انھیں پروانگی ہے، اور ارشاد تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو۔ پھر بعض اوقات ابتدا قتال کا حکم ہوا ارشاد فرمایا جب حرمت والے مہینے نکل جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو پھر مطلقًا ابتداء بالقتال کا حکم ہوا سب زمانوں اور سب مکانوں میں ارشاد ہوا ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے، اور فرمایا ان سے لڑو جو اللہ اور قیامت پر ایمان نہیں لاتے۔

کنز میں ہے:

الجهاد فرض کفایة ابتداء [2]۔	جہاد کی پہل کرنا فرض کفایہ ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

مفید لافترضه وان لم یبدونا للعمومات واما قوله تعالٰی فان قاتلوکم فاقتلوهم فمنسوخ [3]۔	یہ عبارت فائدہ دیتی ہے کہ جہاد فرض ہے اگرچہ کافر پہل نہ کریں کہ آیتیں عام ہیں اور وہ جو فرمایا تھا کہ اگر وہ تم سے لڑیں تو انھیں قتل کرو وہ منسوخ ہے

ہدایہ میں ہے:

قتال الکفار واجب وان لم یبدؤا للعمومات [4]۔	کافروں سے لڑنا واجب ہے اگرچہ وہ پہل نہ کریں کہ احکام عام ہیں۔

[1] کفایة وعنایه مع فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۹۳

[2] کنز الدقائق کتاب السیر والجهاد ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۸۳

[3] بحر الرائق کتاب السیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۷۱

[4] الهدایه کتاب السیر المکتبة العربیه کراچی ۲/ ۳۹ ۲

فتح القدیر میں ہے:

صریح قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الصحیحین وغیرھما امرت ان اقاتل الناس حتی یقولوالااله الا الله الحدیث یوجب ان نبدأھم بادنی تأمل [1] اھ اقول وکذا قولہ تعالٰی قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ [2] الآیۃ ثم فی العنایۃ رأیت کماتقدم عـــہ۔	صحیحین وغیرہما میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صاف ارشاد مجھے حکم ہوا کہ لوگوں سے قتال فرماؤں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہیں پوری حدیث ادنی غور سے واجب فرماتا ہے کہ ہم ان سے قتال کی پہل کریں، فتح القدیر کی عبارت تمام ہوئی اور میں کہتا ہوں یونہی رب العزت کا ارشاد کہ ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کے لئے ہو جائے، پھر میں نے عنایہ میں اسی دلیل کو دیکھا جیسا کہ گزر چکا۔

نیز اسی میں زیر حدیث رأی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرأۃ مقتولہ فقال ھاہ ماکانت ھذہ تقاتل [3] (نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت دیکھی تو فرمایا ارے یہ تو لڑنے کے قابل نہ تھی) ہے:

الحدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد علل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمقاتلۃ فثبت انہ معلول بالحرابۃ فلزم قتل ماکان مظنۃ لہ بخلاف مالیس ایاہ [4]۔	یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ قتل کی علت قتال ہے تو ثابت ہوا کہ قتل وہی کیا جائے جو لڑنے کے قابل شخص ہے تو جسے لڑنے کے قابل سمجھا جائے شریعت میں اس کا قتل لازم ہوا، بخلاف اس کے جو اس کے لائق ہی نہ ہو۔

عـــہ: مبسوط امام شمس الائمہ سرخسی میں ہے: لاتخرج بنیتھم من ان تکون صالحۃ للمحاربۃ وان کانوا لایشتغلون بالمحاربۃ کالمشتغلین بالتجارۃ والحراثۃ منھم بخلاف النساء والصبیان [5] کافر اگرچہ بالفعل نہ لڑیں ان کے بدن کی بناوٹ تو لڑنے کے قابل ہے جیسے ان کے سوداگر اور کسان، بخلاف زنان واطفال ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۱۹۳

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۹

[3]

[4] فتح القدیر باب کیفیۃ القتال مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۳

[5] المبسوط للسرخسی باب آخر فی القیٰمۃ دار المعرفۃ بیروت الجزء العاشر ص ۱۳۷

ہر ادنٰی خادم فقہ جانتاہے کہ حربی مقابل ذمی ہے نہ کہ خاص محارب بالفعل۔ ہدایہ وغیرہا کی عبارات ابھی گزریں توآیت قطعاً تمام حربیوں کو شامل خواہ بالفعل مصدر قتال ہوئے ہوں یا نہیں البتہ معاہدین کا استثناء ضروریات دین سے ہے جس پر نصوص قاطعہ ناطق، اور وہ اذہان مسلمین میں ایسا مرتکز کہ اصلا محتاج ذکر نہیں، یونہی حکم جہاد و قتال کے اعتبار سے اصحاب قول سوم کو بھی یہاں گنجائش اجماع واتفاق ہے کہ معاہدین وذراری محل جہاد ہی نہیں تو کلمہ جاھدوا قاتلوا سے ان کی طرف ذہن نہیں جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

وما الظن الا ان حرمة قتل النساء والصبیان اجماع [1]۔	گمان اس کے سوا کسی کی طرف نہیں جاتا کہ عورتوں اور بچوں کا قتل حرام ہونے پر اجماع ہے۔

غرض معاہد و ذمی ونساء وصبیان کو نص قتال ابتداء ہی شامل نہ ہوا کہ تخصیص کی حاجت ہو۔ بحر الرائق میں ہے:

نفس النص ابتداء لم یتعلق به لانه مقید بمن بحیث یحارب کقوله تعالٰی "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً" الاٰیة فلم تدخل المرأة [2]۔	سرے سے خود نص اسے متعلق نہ ہوا کہ وہ خاص ایسے کے بارے میں ہے جو لڑنے کے قابل ہو جیسے ارشاد الٰہی: سب مشرکوں سے لڑو تو یہ عورت کو شامل نہیں ہے۔

باقی تحقیق عنقریب آتی ہے ان شاء اللہ تعالٰی، بالجملہ آیہ کریمہ میں دو قول ہیں:

ایک قول اکثر اہل تاویل کہ سب کفار غیر محاربین بالفعل مراد نہیں بلکہ خاص اہل عہد وپیمان یا اطفال و زنان یا غیر مہاجر مسلمان، اس تقدیر پر آیہ کریمہ مشرکین ہند کو جن سے اتحاد وداد منایا جارہا ہے کسی طرح شامل ہی نہیں ہو سکتی کہ وہ نہ اہل ذمہ ہیں نہ عورتیں، بچے نہ مسلمان۔

دوسرا قول بعض کہ سب مشرکین غیر محاربین بالفعل مراد تھے۔

لیڈروں کو پہلا جواب:

اس طور پر وہ اولا یقینا منسوخ ہے اور منسوخ پر عمل کرنا ضلالت و گمراہی، کیا کوئی روا رکھے کہ شراب پئے اور کافروں کو بیٹیاں دے اور اپنی سگی بہن سے نکاح کرے　　ع

کہ بعہد قدیم نابود ست

(کہ یہ بے حیائی تو زمانہ (قدیم) جہالت میں روا نہیں رکھی گئی۔ت)

---

[1] فتح القدیر باب کیفیۃ القتال مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۲

[2] البحر الرائق کتاب السیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۷۰

لیڈر بننے والوں کا یہ ظلم عظیم ہے کہ ہندوؤں کو شامل کرنا لیا قول ثانی سے، اور اس کا غیر منسوخ عـــہ۱ ہونا لیا قول اول سے جمع بین المنافیین کرکے بیچارے جاہلوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

لیڈروں کو دوسرا جواب:

ثانیًا: اگر بفرض باطل ان کی یہ شتر گربگی مان بھی لی جائے تو عام عـــہ۲ مشرکین ہند کو "**لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ**" کا مصداق ماننا ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ لینا ہے، کیا وہ ہم سے دین پر نہ لڑیں، کیا قربانی گاؤ پر ان کے سخت ظالمانہ فساد پرانے پڑ گئے، کیا کٹارپور و آرہ اور کہاں کہاں کے ناپاک وہولناک مظالم جو ابھی تازے ہیں دلوں سے محو ہوگئے، بے گناہ مسلمان نہایت سختی سے ذبح کئے گئے، مٹی کا تیل ڈال کر جلائے گئے، ناپاکوں نے پاک مسجدیں ڈھائیں قرآن کریم کے پاک اوراق پھاڑے جلائے، اور ایسی ہی وہ باتیں جن کا نام لئے کلیجہ منہ کو آئے، "**اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾**" "**اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾**" "**اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾**"[1] سن لو اللہ کی لعنت ظالموں پر، اب کوئی درد رسیدہ مسلمان ان لیڈروں سے یہ کہہ سکتا ہے یا نہیں کہ اے اسٹیجوں پر مسلمان بننے والو، ہمدردی اسلام کا تانا تننے والو! کچھ حیا کا نام باقی ہے تو ہندوؤں کی گنگا میں ڈوب مرو، اسلام و مسلمین و مساجد و قرآن پر یہ ظلم توڑنے والے کیا یہی تمھارے بھائی، تمھارے چہیتے تمھارے پیارے۔

عـــہ۱: یہاں سے اس فتوائے جاہلانہ کا حال کھل گیا جس میں عبارت مذکورہ جمل "**قال اکثر اھل التاویل ھی محکمۃ**"[2] الخ اور عبارت روح البیان فی **الفتح الرحمن نسختھا فاقتلوا المشرکین والاکثر علی انھا غیر منسوخۃ**[3] سے استناد کرکے آیہ کریمہ کا قول اکثر میں غیر منسوخ ہونا بتا کر اسے ہندوؤں پر جمادیا اب یہ کون سمجھے کہ قول اکثر پر کسی طرح ہندو اس میں داخل نہیں اور قول دیگر پر بفرض غلط اگر داخل ہوسکتے ہیں تو یقینا منسوخ ہے حشمت علی عفی عنہ

عـــہ۲: اس تقریر کو خوب محفوظ رکھنا چاہئے کہ اس سے ان مفتیان اجہل کی جہالت وبیباکی بلکہ عیاری وچالاکی خوب روشن ہوتی ہے جنھوں نے کہا کہ "ہندوستان کے عام ہندو اہل اسلام سے مقاتلہ فی الدین نہیں کرتے اور عامہ نصارٰی **مقاتلہ فی الدین** کے مرتکب ومعاون ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ جانب نصارٰی میں معاون کا لفظ بڑھالیا کہ عامہ نصارٰی پر جما سکیں اور جانب ہنود میں اسے اڑادیا کہ عام ہنود اس میں نہ آسکیں۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] الفتوحات الالھیۃ الشھیر بالجمل آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ مصطفی البابی مصر ۴/ ۳۲۸

[3] روح البیان آیۃ لاینھٰکم اللہ الخ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبھا الریاض. الجزء الثامن والعشرون ص۴۸۱

تمھارے سردار، تمھارے پیشوا، تمھارے مددگار، تمھارے غمگسار مشرکین ہند نہیں جن کے ہاتھ آج تم بکے جاتے ہو، جن کی غلامی کے گیت گاتے ہو، اُف اُف اُف تُف تُف تُف۔

" اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْكٰفِرِیْنَ فِیْ جَهَنَّمَ جَمِیْعَا " [1]۔	بیشک اللہ تعالٰی منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا کرے گا۔

اور رہے ایمان اور پکا بے ایمان ہوگا وہ جو واحد قہار کو یکسر پیٹھ دے کر کہے یہ ملعون مظالم تو بعض بعض شہر کے بعض کفار نے کئے، اس سے سب تو " قٰتَلُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ " نہیں ہوگئے، بدعقلو بدمنشو! کوئی قوم ساری کی ساری نہیں لڑتی۔

تمام مشرکین ہند محارب بالفعل ہیں اور محارب بالفعل کے معنی کی تحقیق:

کفار زمانہ رسالت جن کی نسبت حکم ہوا: " وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ " [2] انھیں جہاں پاؤ قتل کرو۔ اور حکم ہوا: " وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً " [3] سب مشرکوں سے لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔ کیا ان کا ہر ہر فرد میدان جنگ میں آیا تھا، لڑائی دیکھی جاتی ہے اگر جو لڑے ان کی خاص کوئی ذاتی غرض ہے جس میں ساری قوم شریک نہیں تو وہ لڑائی خاص انھیں کی طرف منسوب ہوگی جو اس کے مرتکب ہوئے مثلاً کسی گاؤں کے دھرے مینڈھے پر بعض لوگوں سے جنگ ہو تو وہ انھیں کی ہے نہ تمام قوم کی، اور اگر لڑائی مذہبی ہے تو ان سب اہل مذہب کی ہے کہ باقی دامے درمے قلمے قدمے معین ہوں گے اور کچھ نہ ہو تو راضی ہوں گے اور اپنے مذہب کی فتح ہو تو خوش ہوں گے اور دوسرے کی ہو تو رنجیدہ ہوں گے۔ قال تعالٰی:

" اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ٘ وَ اِنْ تُصِبْكُمْ سَیِّئَةٌ یَّفْرَحُوْا بِهَا " [4]	اگر تمھیں بھلائی پہنچے تو انھیں بری لگے اور تمھیں برائی پہنچے تو اس پر شاد ہوں۔

تو وہ سب محاربین بالفعل ہیں خواہ ہاتھ سے یا زبان سے یا دل سے، یہ قربانی گاؤ کا مسئلہ ایسا ہی ہے کون سا ہندو ہے جس کے دل میں اس کا نام سن کر آگ نہیں لگتی کون سی ہندو زبان ہے جو گئور کھشا کی مالا

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱ و ۴/ ۹۱

[3] القرآن الکریم ۹ / ۳۶

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۲۰

نہیں چلتی۔ کون سا شہر ہے جہاں اس کی سبھا یا اس کے ارکان یا اس میں چندہ دینے والے نہیں، کیا یہ مقدس بیگناہوں کے خون، یہ پاک مساجد کی شہادتیں، یہ قرآن عظیم کی اہانتیں انھیں ناپاک رکھشاؤں انھیں مجموعی سفاک سبھاؤں کے نتائج نہیں، نہ سہی ع

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے

اب جس شہر جس قصبہ جس گاؤں میں چاہو آزما دیکھو، اپنی مذہبی قربانی کے لئے گائے پچھاڑو۔ اس وقت یہی تمھاری بائیں پسلی کے نکلے، یہی تمھارے سگے بھائی، یہی تمھارے منہ بولے بزرگ یہی تمھارے آقا یہی تمھارے پیشوا تمھاری ہڈی پسلی توڑنے کو تیار ہوتے ہیں یا نہیں۔ ان متفرقات کا جمع کرنا بھی جہنم میں ڈالئے وہ آج تمام ہندوؤں اور نہ صرف ہندوؤں تم سب ہندو پرستوں کا امام ظاہر و بادشاہ باطن ہے یعنی گاندھی صاف نہ کہہ چکا کہ مسلمان اگر قربانی گاؤ نہ چھوڑیں گے تو ہم تلوار کے زور سے چھڑادیں گے، اب بھی کوئی شک رہا کہ تمام مشرکین ہند دین میں ہم سے محارب ہیں پھر انھیں "لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ" میں داخل کرنا کیا نری بے حیائی ہے یا صریح بے ایمانی بھی، محاربہ مذہبی ہر قوم کا اس بات پر ہوتا ہے جسے وہ اپنے دین کی رو سے زشت و منکر جانے، اسی کے ازالہ کے لئے لڑائی ہوتی ہے، اور ازالہ منکر تین قسم ہے کہ موقع ہو تو ہاتھ سے ورنہ زبان سے ورنہ دل سے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من رأی منکم منکرًا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ [1]۔	تم میں جو کوئی کچھ خلاف شرع بات دیکھے اس پر لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے رد کرے، پھر اگر نہ ہوسکے تو زبان سے، اور یہ بھی نہ ہوسکے تو دل سے۔

یہ تینوں صورتیں ازالہ و تغییر کی ہیں اور سب اہل محاربہ سے محاربہ ہی ہیں بالفعل ہتھیار اٹھانا شرط نہیں جس کا ثبوت اوپر گزرا، اور اگر یہی ٹھہرے کہ اگرچہ لڑائی سرتاج قوم اور تمام افراد کی رضا سے ہو مگر "قٰتَلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ" میں صرف وہی داخل ہوں گے جنھوں نے میدان میں ہتھیار اٹھائے تو ذرا انگریزوں کے ساتھ اپنے بائیکاٹ کا مزاج پوچھ لیجئے، کیا ہر انگریز ترکوں کے ساتھ میدان جنگ میں گیا تھا ہرگز نہیں، لاکھوں یا شاید کروڑوں ہوں جنھوں نے اس میدان کی صورت تک نہ دیکھی خصوصا ہندوستان میں سول کے انگریز، تو یہ سب "لَمۡ یُقَاتِلُوۡكُمۡ فِی الدِّیۡنِ" ہوئے، اور تمھارا یہ ترک تعاون کا عام مسئلہ تمھارے ہی منہ سخت جھوٹا

[1] مسند احمد بن حنبل روایت ابوسعید الخدری دارالفکر بیروت ۳/ ۱۰، صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱

اور شریعت پر افتراء ٹھہرا کہ مقاطعہ کرو تو انھیں معدود سے کرو جو میدان میں ترکوں سے لڑے، غرض ؎

نے فروعت محکم آمد نے اصول

شرم بادت از خدا واز رسول

(نہ تیرے فروع قائم رہیں نہ اصول تو خدا اور سول سے شرم کھا۔ت)

قرآن عظیم سے مزعومات لیڈران کارد

تنبیہ جلیل: اقول: کریمہ "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً"[1] (اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں۔ت) کہ ابھی ہم نے تلاوت کی قطعاً اپنی ہر وجہ ہر پہلو پر لیڈران عنود پس روان ہنود پر رد شدید ہے، ان کا مزعوم دو۲ فقرے ہیں:

اول یہ کہ ہنود میں مقاتل فی الدین صرف وہی ہے جنھوں نے وہ مظالم کئے تو مقاتل نہیں مگر مقاتل بالفعل جس نے ہتھیار اٹھایا اور قتل کو آیا تاکہ عامہ ہنود کو "قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" سے بچالیں

دوم یہ کہ جو مقاتل بالفعل نہیں اس سے اظہار عداوت فرض نہیں تاکہ بزور زبان ان سے وداد واتحاد کی راہ نکالیں۔

اب آیہ کریمہ میں چار۴ احتمال ہیں:

اول: دونوں "کافۃ" مسلمانوں سے حال ہوں یعنی سب مسلمانوں مشرکوں سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔

دوم: دونوں "کافۃ" مشرکین سے حال ہوں یعنی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ سب تم سے لڑتے ہیں۔

سوم: پہلا "کافۃ" مشرکین سے حال ہو اور دوسرا منومنین سے یعنی تم بھی سب مشرکین سے لڑو جس طرح وہ تم سب سے لڑتے ہیں۔ یہ قول عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے منقول ہے۔

چہارم: اس کا عکس یعنی سب مسلمان مشرکوں سے لڑیں جس طرح وہ سب مشرک مسلمانوں سے لڑتے ہیں، کبیر میں اسی کو ترجیح دی اور لباب میں اسی پر اقتصار کیا، اور امام نسفی نے چاروں احتمالوں کا اشعار کیا، مفاتیح الغیب میں ہے:

فی قولہ تعالٰی کافۃ قولان، الاول	ارشاد الٰہی کافۃ میں دو قول ہیں، اول مراد یہ ہے

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۶

ان یکون المراد قاتلوھم باجمعکم مجتمعین علی قتالھم، کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ. یرید تعاونوا وتناصروا علی ذٰلك ولاتتخاذلوا ولاتتقاطعوا وکونوا عباداللہ مجتمعین متوافقین فی مقاتلہ الاعداء، والثانی قال ابن عباس قاتلوھم بکلیتھم ولا تحابوا بعضھم بترك القتال کما انھم یستحلون قتال جمیعکم، والقول الاول اقرب حتی یصح قیاس احد الجانبین علی الاخر[1]۔	کہ تم سب ان کے قتال پر اتفاق کرکے ان سے لڑو جس طرح وہ تم سے یونہی لڑتے ہیں، فرماتا ہے قتال مشرکین میں سب آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ایک دوسرے کو بے یار نہ چھوڑو نہ باہم علاقہ قطع کرو اور سب اللہ کے بندے ہو جاؤ، دشمنوں کے قتال پر یک دل ویک رائے ہو کر دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا کہ سب مشرکوں سے لڑو اور ان میں کسی سے ترک قتال میں محابہ نہ کرو جس طرح وہ تم سب سے قتال روا رکھتے ہیں اور پہلا قول زیادہ قریب ہے تاکہ ایک فریق کا دوسرے پر قیاس صحیح ہو۔

خازن میں ہے:

یعنی قاتلوا المشرکین باجمعکم مجتمعین علی قتالھم کما انھم یقاتلونکم علی ھذہ الصفۃ[2]۔	یعنی سب مل کر قتال مشرکین پر متفق الرائے ہو کر ان سے لڑو جس طرح وہ تم سے یونہی لڑتے ہیں۔

مدارک میں ہے:

کافۃ حال من الفاعل او المفعول[3]۔	کافۃ فاعل سے حال ہے یا مفعول سے۔

اس احتمال چہارم پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے لیڈروں کے پہلے فقرے کارد ہیں ظاہر ہے کہ سب مشرک میدان میں نہ آئے سب نے ہتھیار نہ اُٹھائے بلکہ کچھ ساعی تھے کچھ معاون کچھ راضی، اور آیت میں فرمایا کہ وہ سب تم سے لڑتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جمیع اقسام مقاتل فی الدین ہیں یونہی قطعاً تمام ہنود کہ منشا مظالم گئور کھشا ہے اور اس میں سب شریک، پھر مسلمانوں کو فرمایا تم سب لڑو اگر قتال قتال بالید سے خاص ہو تو جہاد مطلقاً فرض عین ہو جائے اور یہ بالاجماع باطل ہے نیز اس تقدیر پر یہ حکم صحابہ کرام سے آج تک کبھی بجانہ لایا گیا کون سے دن دنیا کے سب مسلمان ہتھیار لے کر میدان میں آئے تو معاذاللہ صحابہ کرام وجمیع امت کا اجماع ضلالت ومعصیت پر

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیہ قاتلوا المشرکین الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۶/ ۵۴

[2] لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ قاتلوا المشرکین الخ مصطفی البابی مصر ۳/ ۹۰

[3] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیہ قاتلوا المشرکین الخ دار الکتاب العربی بیروت ۲/ ۲۵

ہو اور یہ اول سے بڑھ کر باطل و کفر بائل (سخت) ہے لاجرم قتال معاونت ورضا سب کو عام ہے اب بیشک اس کا حکم شامل جملہ حکم اسلام ہے، اسی طرح احتمال اول پر آیہ کریمہ کے دونوں جملے فقرہ اولٰی کے رد ہیں، پہلے کا ابھی بیان ہوا اور دوسرا یوں کہ جب مشرکین سب مسلمانوں سے مقاتل ہیں تو سب مسلمان مشرکوں کے مقاتل کہ مفاعلہ جانبین سے ہے اور وہ نہیں مگر اسی طرح پر کہ فاعل و معاون وراضی سب مقاتل ہوں بعینہٖ اسی تقریر سے احتمال دوم وسوم بھی جیسا کہ فہیم پر مخفی نہیں۔ بالجملہ ہر پہلو پر آیہ کریمہ کا ہر جملہ ان کے فقرہ اولٰی کا رد ہے اور احتمال دوم وسوم پر کریمہ کا پہلا جملہ لیڈروں کے فقرہ دوم کا بھی رد ہے کہ عام فرمایا گیا سب مشرکوں سے قتال کرو، اور قتل وقتال سے بڑھ کر اور اظہار عداوت کیا ہے تو ثابت ہوا کہ مشرک مقاتل بالید ہو یا نہ ہر ایک سے اظہار عداوت فرض اور وداد واتحاد حرام،

"قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾" [1]	کہو حق آیا باطل کا دم ٹوٹا، بیشک باطل تو دم توڑنے ہی کو تھا
"بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾" [2]	بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینکتے ہیں کہ وہ باطل کا بھیجا نکال دیتا ہے جبھی وہ فنا ہو جاتا ہے اور تمھارے لئے خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو۔

اصح قول اکثر ہے کہ کریمہ ممتحنہ صرف معاہدین کے بارے میں ہے:

تنبیہ دوم: اقول یہاں سے روشن ہوا کہ آیہ ممتحنہ میں قول اکثر ہی راجح واصح ہے "لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" وہی ہو سکتے ہیں جو اہل عہد وذمہ ہیں کہ ان کے عہد نے صراحۃً انھیں مقاتلین سے جدا کرلیا، "**والصریح یفوق الدلالة**" تصریح دلالت پر مرجح ہے۔ باقی تمام حربی کفار مقاتل فی الدین ہیں اگرچہ ہتھیار نہ اُٹھائے ہوئے ہوں۔ قول آخر کے اصح ہونے کی وجہ یہی ہوئی کہ لفظ عام ہے اور جب ثابت ہوا کہ وہ اہل عہد وذمہ ہی پر صادق ہے تو حربیوں کی تعمیم ناموجہ ہے یونہی نساء وصبیان سے تخصیص کی وجہ نہیں، اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا، ورنہ صرف صلہ مادر وپدر یا غایت درجہ صلہ رحم کی اجازت نکلے نہ جملہ نساء وصبیان کو تعمیم مقبول کہ اگرچہ وہ حکم قتال سے مستثنیٰ ہیں مگر حکم غلظت سے مستثنیٰ نہیں، اہل عہد وذمی کی عورتیں بچے ان کے حکم میں رہیں گے اور غیر معاہد حربیوں کے زنان واطفال ان کے حکم میں، **قال تعالٰی**

"مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ" [3] مرد ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۵

یہاں کے کسی کافر فقیر کو بھیک دینا بھی جائز نہیں:

صحاح ستہ میں صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے زنان وصبیان کفار کے بارے میں فرمایا: **ھم منھم**[1] وہ انھیں میں سے ہیں، ولہذا ہمارے ائمہ کرام نے حربی کو صدقہ نافلہ دینے کی ممانعت سے ان کی عورتوں بچوں کسی کو مستثنٰی نہ فرمایا حکم عام دیا، جامع الصغیر امام محمد وبدایہ ودرر وعنایہ وکفایہ وجوہرہ ومستصفٰی پر نہایہ وغایۃ البیان وفتح القدیر وبحر الرائق وکافی وتبیین وتفسیر احمدی وفتح اللہ المعین وغنیہ ذوی الاحکام کتب معتمدہ کی عبارتیں اوپر گزریں، معراج الدرایہ میں ہے:

صلتہ لایکون برا شرعا ولذا لم یجز التطوع الیہ[2]۔	حربی سے نیک سلوک شرعا کوئی نیکی نہیں اس لئے اسے نفل خیرات دینا بھی حرام ہے۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

التصدق علیھم مرحمۃ لھم ومواساۃ وھی منافیۃ لمقتضی الاٰیۃ[3]۔	انھیں خیرات دینا ان پر ایک طرح کی مہربانی اور ان کی غمخواری ہے اور یہ حکم قرآن مجید کے خلاف ہے۔

امام برہان الدین صاحب ذخیرہ نے محیط پھر علامہ جوی زادہ پھر علامہ شرنبلالی نے غنیہ میں فرمایا:

لایجوز للمسلم بر الحربی[4]۔	حربی کے ساتھ نیک سلوک مسلمان کو حرام ہے۔

بحمداللہ تعالٰی ہمارے ائمہ کی نظر ایسی ہی غائر ودقیقہ رس ہے جب کبھی تنقیح تام کی جاتی ہے جو انھوں نے تحقیق فرمایا وہی گل کھلتا ہے **ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق**۔

مستامن کے لئے مسئلہ ہبہ ووصیت کی تحقیق:

تنبیہ سوم: مستامن کے بارے میں عبارات مختلف آئیں کثیر

---

[1] صحیح مسلم باب جواز قتل النساء والصبیان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴

[2] ردالمحتار بحوالہ معراج الدرایۃ باب المصرف داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۸

[3] العنایہ شرح الہدایہ مع فتح القدیر باب من یجوز دفع الصدقہ الیہ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۲۰۷

[4] غنیہ ذوی الاحکام حاشیۃ الدرر الحکام کتاب الوصایا مطبعۃ احمدی کامل الکائنۃ دار السعادت مصر ۲/ ۴۲۹

روایات مذکورہ میں مطلقًا حربی سے نیک سلوک کی ممانعت ہے جس میں مستامن بھی داخل، اور نہایہ و تبیین و بحرالرائق وابوالسعود کی عبارات میں اس سے ممانعت کی صاف تصریح گزری لیکن بعض روایات سے اس کے لئے رخصت ثابت، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

لاباس بان یصل الرجل المسلم المشرك قریبا کان اوبعیدا محاربا کان اوذمیا و اراد بالحارب المستامن واما اذا کان غیر المستامن فلاینبغی للمسلم ان یصله بشیئ کذا فی المحیط [1]۔	کوئی حرج نہیں کہ مسلمان مشرک سے کوئی مالی سلوک کرے خواہ رشتہ دار ہو یا اجنبی، حربی ہو یا غیر مستامن ہو تو مسلمان کو سزاوار نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی نیک سلوک کرے، ایسا ہی محیط میں ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع میں مستامن کے لئے وصیت کا جواز مبسوط سے نقل کیا پھر فرمایا، امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عدم جواز مروی ہوا اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے موافق تر ہے کہ وہ مستامن کے لئے صدقات حرام فرماتے ہیں، یونہی وصیت بھی، پھر فرمایا بعض نے کہا اس کے لئے جواز وعدم جواز صدقات میں ہمارے اصحاب سے دو۲ روایتیں ہیں تو وصیت بھی انھیں دونوں روایتوں پر ہوگی، عبارت یہ ہے شرائط وصیت باعتبار موصی لہ میں فرمایا:

ومنها ان لایکون حربیا غیر مستامن فان کان لا تصح الوصیة له من مسلم او ذمی وان کان مستامنا ذکر فی الاصل انه یجوز لانه فی عهدنا فاشبه الذمی، وروی عن ابی حنیفه رضی الله تعالٰی عنه انه لایجوز و هذه الروایة بقول اصحابنا رحمهم الله تعالٰی اشبه فانهم قالوا لایجوز صرف الکفارة والنذر وصدقة الفطر و الاضحیة الی المستامن ویجوز صرفها	ایک شرط جواز وصیت کی یہ ہے کہ حربی غیر مستامن نہ ہو ایسا ہو تو اس کے لئے وصیت باطل ہے مسلمان کرے خواہ ذمی، اور اگر حربی مستامن ہو تو امام محمد نے مبسوط میں ذکر فرمایا کہ جائز ہے اس لئے کہ وہ بھی ہمارے معاہدہ میں ہے تو ذمی سا ہوا اور امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حربی مستامن کے لئے بھی وصیت جائز نہیں اور یہی روایت ہمارے ائمہ کے قول سے زیادہ موافق ہے اس لئے کہ وہ فرماتے ہیں کہ حربی مستامن کو بھی نذر و کفارہ و صدقہ فطر و قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں۔ اور ذمی

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ الخ مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷

الی الذمی لانا ما نھینا عن براھل الذمة لقوله تعالٰی "لَا یَنْہٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ" وقیل ان فی التبرع علیه فی حال الحیاۃ بالصدقة و الھبة روایتین عن اصحابنا فالوصیة له علی تلك الروایتین ایضًا (ملخصا)[1]	کو جائز ہے اس لئے کہ ذمیوں کے ساتھ احسان کی ہمیں ممانعت نہ فرمائی گئی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے اللہ تمھیں ان سے منع نہیں فرماتا جو تم سے دین میں نہ لڑیں، اور کہا گیا کہ زندگی میں حربی مستامن کو کچھ ہبہ یا خیرات دینے میں ہمارے ائمہ سے دو روایتیں ہیں تو اس کے لئے وصیت بھی انہیں دو روایتوں پر رہے گی۔ (ملخصا)

اس پر تمام کلام و نقض وابرام ردالمحتار پر ہمارے حاشیہ جدالممتار میں مذکور جس سے اطالت کی یہاں حاجت نہیں سیر کبیر سے حربی کے لئے اشعار جواز نقل کیا گیا مگر اس میں حربی فی دارہ کے لئے تصریح ہے محیط پھر قاضی زادہ نے اس کی عبارت یہ نقل کی:

لواوصی مسلم لحربی والحربی فی دارالحرب لاتجوز فان خرج الحربی الموصی له الی دارالاسلام بامان واراداخذ وصیته لم یکن له من ذٰلك شیئ وان اجازت الورثة لان الوصیة وقعت بصفة البطلان فلا تعمل اجازۃ الورثة فیھا[2]۔	اگر مسلمان نے کسی حربی کے لئے وصیت کی اور حربی دارالحرب میں تھا جائز نہیں پھر اگر جس حربی کے لئے وصیت تھی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اپنی وصیت لینا چاہے اسے اس میں سے کچھ نہ ملے گا اگرچہ وارث اجازت بھی دے دیں کہ وصیت سرے سے باطل واقع ہوئی تو وارثوں کی اجازت اس میں کیا کام دے گی،

اقول: ہاں فی دارہ کی قید اور سیاق کلام سے مستامن کے لئے جواز نکلتا ہے "**کما لا یخفی وبه اندفع ایراد المحیط ثم نتائج الافکار علیھم**" (جیسا کہ مخفی نہیں اس سے محیط پھر نتائج الافکار کا ان پر اعتراض ختم ہوگیا۔ت) تو یہ اسی توفیق کی طرف مشیر جو علامہ مولی خسرو نے درر میں کی اور تنویر نے اسے متن میں لیا کہ مستامن کے لئے صحیح اور غیر مستامن کے لئے ناجائز، در میں اسے بحث درر ٹھہرایا حالانکہ منصوص ہے، وہی ہدایہ جس سے گزرا کہ حربی کے لئے وصیت باطل

[1] بدائع الصنائع کتاب الوصایا فصل واما شرائط الرکن الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[2] نتائج الافکار قاضی زادہ (شرح ہدایہ تکملہ فتح القدیر باب فی صفة الوصیة الخ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵

اسی میں ہے کہ مستامن کے لئے صحیح باب وصیۃ الذمی میں فرمایا:

اذا دخل الحربی دارنا بامان فاوصی له مسلم بوصیة جاز لانه مادام فی دار الاسلام فهو فی المعاملات بمنزله الذمی[1] (ملخصاً)	جب حربی امان لے کر دارالاسلام میں آئے اور اس وقت مسلمان اس کے لئے کچھ وصیت کرے تو جائز ہے اس لئے کہ وہ جب تک دارالاسلام میں ہے معاملات میں بمنزلہ ذمی ہے۔

اقول: اور یہی مفاد کریمتین متحنہ ہے کہ معاہد کے لئے رخصت اور غیر معاہد سے ممانعت اور مستامن بھی مثل ذمی معاہد ہے اگرچہ اس کا عہد موقت ہے **کما تقدم عن البدائع والهدایة** (جیسا کہ بدائع اور ہدایہ سے گزرا۔ت) اور وصیت [عـــہ۱] و صدقہ میں فرق کی کچھ وجہ نہیں کہ دونوں بر وصلہ ہیں خصوصاً کریمہ "لَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ" کا نزول ہی درباره مستامن ہوا تو ایسی تخصیص کہ اصل سبب کی نفی کردے کیونکر روا ہو جس طرح شرح سیر کبیر کا اطلاق کہ ہر گونہ حربی کے لئے جواز کا موہم ہے کیونکر مقبول ہوسکتا ہے کہ کریمہ "اِنَّمَا یَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ" کا صاف منافی ہے اور [عـــہ۲] یہ کہنا کہ اس میں موالات سے ممانعت ہے نہ کہ صلہ سے۔

اقول: یہ محض بے معنی ہے موالات ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگر صلہ ہر حربی کے لئے بھی جائز ہو تو فریقین میں فرق کیا رہا حالانکہ صریح نزول کریمتین اثبات فرق کے لئے ہے، تو قطعاً [عـــہ۳] کریمہ ثانیہ میں صلہ ہی کو موالات فرمایا اور اسی سے منع کیا، لاجرم اس کی صحیح تاویل وہی ہے جو ابھی محیط وہندیہ سے گزری کہ حربی سے مستامن یعنی معاہد مراد ہے، لاجرم اسی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے ہے:

ذکر الامام رکن الاسلام علی السغدی اذا کان حربیا فی دار الحرب وکان الحال حال صلح ومسالمة فلا باس بان یصله[2]۔	امام رکن الاسلام علی سغدی نے فرمایا: جب حربی دارالحرب میں ہو اور وہ وقت صلح معاہدہ التوائے جنگ کا وقت ہو تو اس سے مالی سلوک میں حرج نہیں۔

عـــہ۱: تعریض بما فی ردالمحتار ۱۲ منہ غفرلہ

عـــہ۲: تعریض بما فی بعض التفاسیر ۱۲ منہ غفرلہ

عـــہ۳: تفاسیر معالم وخازن وکبیر وتفسیر ابن عباس کے نصوص ابھی آتے ہیں۔

---

[1] الهدایة باب وصیة الذمی مطبع یوسفی لکھنو ۴/ ۶۸۶

[2] فتاوٰی ہندیة الباب الرابع عشر فی اہل الذمہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۷

اس تحقیق سے بہت عبارات میں توفیق ہو گئی جن میں حربی کے لئے مطلقًا ممانعت ہے جیسے ارشاد جامع صغیر و کتب کثیر ان میں حربی غیر معاہد مراد ہے، لاجرم کافی پھر درر پھر نتائج الافکار نے کلام جامع صغیر یوں نقل کیا:

الوصیۃ للحربی وھو فی دار الحرب باطلۃ لانھا بر وصلۃ وقد نھینا عن بر من یقاتلنا لقولہ تعالٰی انما ینھٰکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین [1]۔	حربی کہ دارالحرب میں ہو اس کے لئے وصیت باطل ہے اس لئے کہ وہ احسان و نیک سلوک ہے اور حربی کے ساتھ نیک سلوک سے ہمیں منع فرمایا گیا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اللہ تمہیں ان سے منع فرماتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔

جامع صغیر شریف کے متعدد نسخے حاضر، اس کی عبارت صرف اس قدر ہے:

الوصیۃ لاھل الحرب باطلۃ [2]۔	حربیوں کے لئے وصیت باطل ہے۔

اور یہی اس سے بدایہ متن ہدایہ میں منقول، نہ اس میں تعلیل ہے، نہ لفظ "ھو فی دارھم" ضرور، یہ بعض شروح جامع کی عبارت ہے جسے کافی نے حسب عادت علماء جامع کی طرف نسبت فرمایا تو شارح نے اطلاق جامع کو غیر مستامن پر حمل کیا اور جن میں مطلق جواز ہے جیسے عبارت شرح سیر کبیر جس کو محیط نے اسی عــہ عادت کی بناء پر سیر کبیر کی طرف نسبت کیا ان میں مستامن و معاہد مقصود جس طرح خود محیط نے تصریح کی کہ: اراد بالمحارب

عــہ: فلا علیك مما وقع فی زکٰوۃ [3] ش من عزوہ لمحمد فی السیر الکبیر فقد ابان الصواب فی الوصایا ناقلا عن العلامۃ جوی زادہ ان مراد ھم ما یدل علی الجواز ما ذکر فی شرح السیر الکبیر [4] للامام السرخسی منہ غفرلہ۔	شامی کی کتاب الزکوۃ میں سیر کبیر کے حوالہ سے جو امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہے وہ تجھے اشتباہ نہ دے اس لئے کہ شامی کے وصایا میں علامہ جوی زادہ سے درست و صحیح عبارت منقول ہے کہ جواز پر دلالت کرنے سے ان کی وہ دلیل مراد ہے جو امام سرخسی کی شرح سیر کبیر میں مذکور ہے۔ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام کتاب الوصایا مطبعہ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت مصر ۲/ ۴۲۹، نتائج الافکار تکملہ فی القدیر باب صفۃ الوصیۃ ما یجوز من ذٰلك مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۹/ ۳۵۵

[2] الجامع الصغیر باب الوصیۃ بثلث المال مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۷۰

[3] ردالمحتار مطبوعہ کوئٹہ ۲/ ۷۳

[4] ردالمحتار مطبوعہ کوئٹہ ۵/ ۴۶۳

المستأمن [1] حربی سے مستامن مراد لیا، اسی طرح عبارت موطائے امام محمد:

لاباس بالهدية الى المشرك المحارب مالم يهدااليه سلاح اودرع وهو قول ابی حنيفة والعامة من فقهائنا [2]۔	حربی مشرک کو ہدیہ دینے میں حرج نہیں جب تک ہتھیار یا زرہ کا بھیجنا نہ ہو اور یہی قول امام ابو حنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

وصیت بھی ہدیہ ہی ہے کہ تملیک عین مجانا ہے، اور امام محمد جامع صغیر میں صاف فرما چکے کہ ان کے لئے وصیت باطل تو ہدیہ کیسے جائز ہوسکتا ہے مگر اسی فرق سے کہ معاہد کے لئے جائز اور غیر معاہد کے لئے ناجائز، جس طرح خود امام نے سیر کبیر میں اشعار فرمایا اور کتاب الاصل میں ارشاد امام نے تو بالکل کشف حجاب فرمادیا کہ فرمایا حربی کے لئے باطل، پھر فرمایا: مستامن کے لئے جائز، ردالمحتار میں ہے:

نص محمد فی الاصل علی عدم جواز الوصية للحربی صريحا [3]۔	امام محمد نے اصل میں روشن تصریح فرمائی کہ حربی کے لئے وصیت جائز نہیں۔

بدائع امام ملک العلماء سے گزرا:

وان كان مستامنا ذكر فی الاصل انه يجوز [4]۔	امام محمد نے اصل میں فرمایا کہ کافر اگر مستامن ہو تو اس کے لئے وصیت جائز ہے۔

خانیہ امام فقیہ النفس میں ہے:

اوصی مسلم لحربی مستامن بثلث ماله ذكر فی الاصل انه تجوز وقيل هذا قول محمد وعن ابی حنيفة فی رواية لاتجوز وان لم يكن الحربی مستامنا لاتجوز فی قولهم [5]۔	کسی مسلمان نے حربی مستامن کے لئے اپنے تہائی مال کی وصیت کی، مبسوط میں فرمایا: یہ جائز ہے، بعض نے کہا: یہ قول امام محمد کا ہے، اور امام اعظم سے ایک روایت میں ہے کہ جائز نہیں اور اگر حربی مستامن نہ ہو تو بالاتفاق ناجائز ہے۔

---

[1] المحیط البرہانی

[2] مؤطا امام محمد باب مایکرہ من لبس الحریر والدیباج آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۷۱

[3] ردالمحتار کتاب الوصایا مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ ۵/ ۴۶۳

[4] بدائع الصنائع کتاب الوصایا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۳۴۱

[5] فتاوٰی قاضی خان فعل فیمن تجوز وصیة وفیمن لاتجوز وصیة الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۳۷

رہا شرح سرخسی میں یہ استدلال کہ قحط مکہ معظّمہ میں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پانسو اشرفیاں ابوسفیان وصفوان بن امیہ کو عطافرمائیں کہ فقرائے مکہ پر تقسیم کریں، **اقول:** واقعہ عین کے لئے عموم نہیں ہوتا۔ ممکن کہ وہ زمانہ صلح ومعاہدہ ہو معہذا ابوسفیان وصفوان رضی اللہ تعالٰی عنہما دونوں مؤلفۃ القلوب سے تھے، ممکن کہ اس مد سے عطافرمائی ہوں پھر بھی وہ عبارات باقی رہیں جن میں مستامن کے لئے بھی عدم جواز کا صریح ارشاد ہے یونہی وہ کہ حربی غیر معاہد کے لئے بھی جواز ان کا مفاد ہے، ہندیہ میں محیط سے ہے:

لو ان عسکرا من المسلمین دخلوا دار الحرب فاھدی امیرھم الی ملك العدو ھدیۃ فلا باس بہ[1]۔	اگر مسلمانوں کا کوئی لشکر دار الحرب میں داخل ہو اور سپہ سالار دشمنوں کے بادشاہ کو کچھ ہدیہ بھیجے کچھ مضائقہ نہیں۔

ائمہ لیڈروں پر سخت اشد عذاب:

ظاہر ہے کہ فَے وہی مال ہے کہ کافر سے بے لڑے قہرًا لیا جائے اور لڑ کر لیں تو غنیمت، اور ایام معاہدہ کے ہدایا قہر نہیں، شرح سیر کبیر میں ہے:

لووادع الامام قوما من اھل الحرب سنۃ علی مال دفعوہ الیہ جاز لو خیرا للمسلمین ثم ھذا المال لیس بفیئ ولاغنیمۃ حتی لا یخمس، ولکنہ کالخراج یوضع فی بیت المال لان الغنیمۃ اسم لمال یصاف بایجاف الخیل والرکاب والفیئ اسم لما یرجع من اموالھم الی ایدینا بطریق القھر وھذا یرجع الینا بطریق المراضاۃ[2]۔	اگر سلطان اسلام نے حربیوں کے کسی گروہ سے سال بھر کے لئے صلح کرلی اور اس پر کچھ مال ان سے لے لیا تو اگر یہ مسلمانوں کے حق میں بہتر ہو تو جائز ہے پھر یہ مال نہ فَے ہے نہ غنیمت، یہاں تک کہ اس سے خمس نہ لیا جائے گا، ہاں وہ خراج کی طرح ہے خزانہ مسلمین میں داخل کیا جائے گا، اس لئے کہ غنیمت اس مال کا نام ہے جو گھوڑے اونٹ دوڑا کر یعنی لڑ کر ملے اور فَے اس مال کا نام ہے جو ہمیں ان سے بطور غلبہ ہاتھ آئے اور یہ تو ہم کو بطور رضامندی حاصل ہوا۔

خیالات لیڈران کا قلع قمع اس توفیق انیق ہی سے ہوگیا، یہ دونوں قسمیں ان پر اشد ہیں ان کے دونوں مزعوم کا سخت تردد ہیں، قسم اول نے حربی معاہد کے ساتھ بھی ذرا سا سلوک مالی حرام فرمایا ان کے فقیر گداگر کو بھیک

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب السیر الفصل الثالث مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۳۶

[2] شرح السیر الکبیر

دینے تک منع بتایا اور لیڈروں نے غیر معاہد مشرکوں سے وداد واتحاد منایا بلکہ ان کی غلامی وانقیاد کا کلنک لگایا۔
قسم دوم نے خود محارب ونامعاہد حربیوں کو ہدیہ دینا لینا جائز ٹھہرایا، لیڈروں کے مطلقاً ترک تعاون کی فرضیت کا درباجلایا۔ خیر انھیں اسی طرح ہر طرف کی ضرب وجرح ورد وطرح میں چھوڑئے، جانب توفیق باگ موڑیئے،

سلوک مالی کی اقسام

فاقول: سلوک مالی تین طرح ہیں:

مرحمت، مکرمت، مکیدت

اول یہ کہ محض اسے نفع دینا خیر پہنچانا مقصود ہو یہ مستامن معاہد کے لئے بھی حرام ہے، امان ومعاہد وکفِ ضرر کے لئے ہے نہ کہ اعداء اللہ کو بالقصد ایصال خیر کے واسطے۔

دوم یہ کہ اپنی ذاتی مصلحت مثل مکافات احسان ولحاظ رحم کے لئے کچھ مالی سلوک، یہ معاہد سے جائز نامعاہد سے ممنوع۔

سوم یہ کہ مصلحت اسلام ومسلمین کے لئے محاربانہ چال ہو، یہ حربی محارب کے واسطے بھی جائز کہ حقیقت بروصلہ سے اسے علاقہ نہیں۔

موالات کی تقسیم اور اس کے احکام:

تحقیق مقام یہ ہے کہ موالات دو قسم ہیں:

اول حقیقیہ: جس کا ادنٰی [۱] رکون یعنی میلان قلب ہے، پھر [۲] وداد پھر [۳] اتحاد پھر اپنی خواہش سے بے خوف و [۴] طمع انقیاد پھر [۵] تبتل یہ بجمیع وجوہ ہر کافر سے مطلقاً ہر حال میں حرام ہے۔

میل طبعی کا حکم

قال اللہ تعالٰی:

"وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" [1]۔	ظالموں کی طرف میل عـــہ نہ کروکہ تمھیں آگ چھوئے۔

مگر میل طبعی جیسے ماں باپ اولاد یا زن حسینہ کی طرف کہ جس طرح بے اختیار ہو زیر حکم نہیں پھر بھی

عـــہ: جب مجرد میلان قلب کو حرام وموجب عذاب نار فرمایا تو وداد واتحاد وانقیاد وتبتل کس قدر سخت کبیرہ موجب عذاب اشد ہوں گے لیڈر وداد واتحاد وانقیاد سب خود قبول کررہے ہیں، **والعیاذ باللہ تعالٰی** ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

اس تصور سے کہ یہ اللہ و رسول کے دشمن ہیں ان سے دوستی حرام ہے، بقدر قدرت اس کا دبانا یہاں تک کہ بن پڑے تو فنا کر دینا لازم ہے کہ شے مستمر میں بقاء کے لئے حکم ابتدا ہے کہ اعراض ہر آن متجدد ہیں آنا بے اختیار تھا اور جانا یعنی ازالہ قدرت میں ہے تو رکھنا اختیار موالات ہوا اور یہ حرام قطعی ہے ولہٰذا جس غیر اختیاری کے مبادی اس نے باختیار پیدا کئے اس میں معذور نہ ہوگا جیسے شراب کہ اس سے زوال عقل اس کا اختیاری نہیں مگر جبکہ اختیار سے پی تو زوال عقل اور اس پر جو کچھ مرتب ہو سب اسی کے اختیار سے ہوا، قال تعالٰی:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(۲۳) "[1]۔	اے ایمان والو! اپنے باپ بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا وہی پکا ظالم ہوگا۔

تفسیر کبیر و نیشاپوری و خازن و جمل وغیرہا میں ہے:

انه تعالٰی امر المومنین بالتبری عن المشرکین و بالغ فی ایجابه، قالوا کیف تمکن هذه المقاطعة التامة بین الرجل وبین ابیه وامه واخیه، فذکر الله تعالٰی ان الانقطاع من الاٰباء والاولاد والاخوان واجب بسبب الکفر[2]۔	جب اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو مشرکوں سے بیزاری کا حکم دیا اور بتاکید شدید واجب فرمایا تو بعض مسلمانوں نے کہا آدمی کا اس کے باپ اور ماں اور بھائی سے یہ پورا انقطاع کیونکر ممکن ہے، اس پر رب عزوجل نے فرمایا کہ باپ اور اولاد اور بھائیوں سے ان کے کفر کے سبب پورا انقطاع ہی لازم ہے۔

موالات صوریہ کے احکام:

دوم صوریہ: کہ دل اس کی طرف اصلا مائل نہ ہو مگر برتاؤ وہ کرے جو بظاہر محبت و میلان کا پتا دیتا ہو، یہ بحالت ضرورت و بمجبوری صرف بقدر ضرورت و مجبوری مطلقًا جائز ہے۔ قال تعالٰی:

" اِلَّاۤ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةًؕ "[3]۔	مگر یہ کہ تمھیں ان سے پورا واقعی خوف ہو۔

بقدر ضرورت یہ کہ مثلاً صرف عدم اظہار عداوت میں کام نکلتا ہو تو اسی قدر پر اکتفا کرے اور اظہار محبت کی

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] مفاتیح الغیب (تفسیر الکبیر) آیہ قل ان کان آباء کم الخ کے تحت المطبعة البهیة المصریة مصر ۱۶/ ۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

ضرورت ہو تو حتی الامکان پہلودار بات کہے صریح کی اجازت نہیں اور بے اس کے نجات نہ ملے اور قلب ایمان پر مطمئن ہو تو اس کی بھی رخصت اور اب بھی ترک عزیمت، ابناء جریر و منذر وابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی:

نهی الله المومنین ان یلاطفوا الکفار و یتخذوهم ولیجة من دون المؤمنین الاان یکون الکفار علیهم ظاهرین اولیاء فیظهرون لهم اللطف ویخالفونهم فی الدین وذٰلك قوله تعالٰی الا ان تتقوا منهم تقٰة [1]۔	اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ کافروں سے نرمی کریں اور مسلمانوں کے سوا ان میں سے کسی کو راز دار بنائیں مگر یہ کہ کافران پر غالب ووالیان ملک ہوں تو اس وقت ان سے نرمی کا اظہار کریں اور دین میں مخالفت رکھیں اور یہ ہے مولٰی تعالٰی کا ارشاد مگر یہ کہ تم کو ان سے واقعی پورا خوف ہو۔

مدارک میں ہے۔

ای الا ان یکون للکافر علیك سلطان فتخافه علی نفسك ومالك فحینئذ یجوز لك اظهار الموالاة و ابطان المعاداة [2]۔	یعنی مگر یہ کہ کافر کی تجھ پر سلطنت ہو تو تجھے اس سے اپنے جان ومال کا خوف ہو اس وقت تجھے جائز ہے کہ اس سے دوستی ظاہر کرے اور دشمنی چھپائے۔

کبیر میں ہے:

وذٰلك بان لایظهر العداوة باللسان، بل یجوز ایضا ان یظهر الکلام الموهم للمحبة والموالاة، ولکن بشرط ان یضمر خلافه وان یعرض فی کل مایقول [3]۔	یہ یوں ہے کہ زبان سے دشمنی ظاہر نہ کرے بلکہ یہ بھی جائز ہے کہ ایسا کلام کہے جو محبت ودوستی کا وہم دلائے مگر شرط یہ ہے کہ دل میں اس کے خلاف ہو اور جو کچھ کہے پہلو دار بات کہے۔

صوریہ کی اعلٰی قسم ۶ مداہنت ہے اس کی رخصت صرف بحالت مجبوری واکراہ ہی ہے اور ادنٰی قسم ۷ مدارات یہ مصلحتاً بھی جائز،
قال اللہ تعالٰی:

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) القول فی تاویل قوله لایتخذ المومنون الکفرین الخ المطبعة المیمنه مصر ۳/ ۱۴۰

[2] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) آیہ ۳/ ۲۸ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۱۵۳

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیہ ۳/ ۲۸ المطبعة البهیة مصر ۸/ ۱۴

"وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى یَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ" [1] ۔	اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو تاکہ کلام الٰہی سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔

ظاہر ہے کہ اس وقت غلظت وخشونت منافی مقصود ہو گی۔

مدارات کا بیان

مدارات صرف اس ترک غلظت کا نام ہے اظہار الفت ورغبت پھر کسی قسم اعلیٰ میں جائے گا اور اسی کا حکم پائے گا، مدارات ومداہنت کے بیچ میں موالات صوریہ کی دو قسمیں اور ہیں: برواقساط اور معاشرت، یہ نو صورتیں موالات کی ہوئیں اور دس کی مکمل مجرد معاملت ہے، نہ کہ میلان پر مبنی نہ اس سے منبی، یہ سوائے مرتد ہونے کافر سے جائز ہے جب تک کسی محظور شرعی کی طرف منجر نہ ہو معاشرت کے نیچے افعال کثیرہ ہیں، سلام وکلام، مصافحہ، مجالست، مساکنت، مواکلت وتقریبوں میں شرکت، عیادت، تعزیت، اعانت، استعانت، مشورت وغیرہا ان سب کے صور وشقوق کی تفصیل اور ہر صورت پر بیان حکم ودلیل ایک مستقل رسالہ چاہے گا، یہاں برو صلہ سے بحث ہے جس کی ہم نے تین قسمیں بیان کیں، قسم اول کہ بے اپنی کسی غرض صحیح کے بالقصد ایصال نفع وخیر منظور ہو یہ بے رغبت ومیلان قلب متصور نہیں، تو موالات حقیقیہ ہے اور مطلقاً قطعاً حرام قطعی، باقی دو قسمیں کہ اپنی غرض ذاتی یا مصلحت دینی مقصود ہو تو موالات صوریہ کی ایک ہلکی قسمیں ہیں اگرچہ مجرد ترک غلظت پر ان میں شے زائد ہے، ان دو میں فرق یہ ہے کہ قسم دوم بھی اگرچہ حقیقت موالات سے بر کراں ہے اور صورۃً بھی کوئی قوی دلیل نہیں مگر معنی کچھ اس کی نفی وضد بھی نہیں، اور سوم حقیقۃً معادات وقصد اضرار ہے، لہٰذا حربی محارب سے بھی جائز ہوئی کہ اب وہ ظاہری صورت خدعہ اور چال رہ گئی **والحرب خدعة** [2] (لڑائی فریب ہے۔ت) کفار کو پیٹھ دے کر بھاگنا کیسا اشد حرام وکبیرہ ہے لیکن اگر مثلاً اس لئے ہو کہ وہ تعاقب کرتے چلے آئیں گے اور آگے اسلامی کمین ہے جب اس سے گزریں ان کے پیچھے سے کمین کا لشکر نکلے اور آگے سے یہ لوٹ پڑیں اور کافر گھر جائیں تو ایسا فرار بہت پسندیدہ ہے کہ یہ صورۃً فرار معنیً کرّار ہیں، قال تعالٰی:

"وَ مَنْ یُّوَلِّهِمْ یَوْمَىٕذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ" [3]	جہاد کے دن جو کوئی کافروں کو پیٹھ دکھائے گا سوا اس کے جو لڑائی کے لئے کنارہ کرنے یا اپنے جتھے میں جگہ

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶

[2] صحیح البخاری باب الحرب خدعة قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

[3]

"بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰىہُ جَہَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۶﴾"[1]	لینے کو جائے وہ بیشک اللہ کے غضب میں پڑا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ کیا ہی بری پھرنے کی جگہ ہے۔

حربی غیر معاہد سے موالات کی حالی صورت بھی حرام ہے:

اور دوم ان سے جائز نہیں کہ حقیقت معادات سے خالی اور صورت موالات حالی یہ صرف معاہدین کے لئے ہے "**تنزیلا للناس منازلھم**" ہر شخص کو اس کے مرتبے پر رکھنے کے لئے۔ اور غیر معاہد کے لئے یہ بھی موالات ممنوعہ ہی ہے اوپر گزرا کہ مولٰی عزوجل نے ان سے صوریہ کو بھی مثل حقیقیہ منع فرمایا اور اس کا نام بھی مودت ہی رکھا کہ "**تلقون الیھم بالمودۃ تسرون الیھم بالمودۃ**"[2] (تم انھیں خبریں پہنچاتے ہو دوستی سے تم انھیں محبت کا خفیہ پیغام پہنچاتے ہو۔ت) یہ ہے حقیقت انیق متکفل توفیق و تطبیق **والحمد للہ علی حسن التوفیق**۔

آیات ممتحنہ میں برومعاملات سے کیا مراد:

اس تحقیق سے روشن ہوا کہ کریمہ "لَا یَنْھٰکُمُ" میں بر سے صرف اوسط مراد ہے کہ اعلٰی معاہد سے بھی حرام اور ادنٰی غیر معاہد سے بھی جائز، اور آیت فرق کے لئے اتری ہے نیز ظاہر ہوا کہ کریمہ "اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ" میں "**تولوھم**" سے یہی برو صلہ مراد ہے تاکہ مقابلہ فرق ظاہر ہو لاجرم تفسیر معالم و تفسیر کبیر میں ہے:

ثم ذکر الذین ینھاھم عن صلتھم فقال "اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ" الاٰیۃ[3]۔	پھر اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کا بیان فرمایا جن سے نیک سلوک کی ممانعت ہے کہ فرمایا اللہ تمھیں ان سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑیں۔

تنویر المقباس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

(اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ) عن صلۃ الذین (ان تولوھم) ان تصلوھم[4] (ملخصاً)	اللہ تمھیں ان سے منع فرماتا ہے یعنی ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے کہ ان سے موالات یعنی نیک سلوک کرو۔

[1] القرآن الکریم ۸/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۶۰/ ۱

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیۃ انما ینھکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۲۹/ ۳۰۴

[4] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس القرآن الکریم انما ینھکم اللہ عن الذین الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

معنی اقساط کی تحقیق:

تنبیہ چہارم: معنی اقساط میں مفسرین تین وجہ پر مختلف ہوئے:

اول کشاف ومدارک وبیضاوی وابوالسعود وجلالین میں اسے بمعنی عدل ہی لیااولین میں اور واضح کردیا کہ ولاتظلموھم امام ابوبکر ابن العربی نے اس پر ایراد کیاکہ عدل و منع ظلم کاحکم معاہد سے خاص نہیں حربی محارب کو بھی قطعاً عام ہے اور وہ صرف رخصت نہیں بلکہ قطعاً واجب۔ **قال تعالٰی:**

"وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۫ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ "[1]	کسی قوم کی عداوت تمھیں عدل نہ کرنے پر باعث نہ ہو عدل کرووہ پرہیزگاری سے نزدیک ترہے

یہ تقریر ایراد ہے اور اسے قرطبی خطیب شربینی پھر جمل نے مقرر رکھا۔

دوم عدل سے صرف وفائے عہد مراد ہے اسے کبیر میں مقاتل سے نقل کیااور یہی تنویر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی:

(ان تقسطوا علیھم)تعدلوا بینھم بوفاء العھد(ان اللہ یحب المقسطین)العادلین بوفاء العھد[2]۔	ان کے ساتھ اقساط کی اجازت فرماتاہے یعنی جو معاہدہ ان کے ساتھ ہوااسے پورا کرو یہ عدل ہے بیشک اللہ تعالٰی اقساط والوں کو دوست رکھتاہے جو وفائے عہد سے عدل کرتے ہیں۔

اگر کہئے معاہد سے وفائے عہد بھی واجب ہے نہ صرف رخصت **اقول** وفا واجب ہے اتمام مدت واجب نہیں، مصلحت ہو تو نبذ جائز، **قال تعالٰی:** "فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ "[3] (ان کی طرف یکساں حالت پر نبذ کردو عـــہ۔ اب ایراد بھی نہ رہااور بر وقسط دو جدا چیزیں ہوگئیں، اور "اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۞ " یہاں بھی بلاتکلف ہے۔

عـــہ: جن کفار سے ایک مدت تک معاہدہ ہو اور مصلحت اسلام اس کاترک چاہے، فرض ہے کہ ان کو اطلاع کردی جائے ہوشیار ہوجاؤ اب ہم تم سے معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے اس کا نام نبذ ہے اس میں فرض ہے کہ اگر اس وقت وہ امن کی جگہ نہ ہوں تو اتنی مہلت دی جائے کہ وہ اپنی امان کی جگہ پہنچ جائیں، اور اگر (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۸

[2] تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ مصطفی البابی مصر ص ۳۵۱

[3] القرآن الکریم ۸/ ۵۸

اور اسے ماثور ہونے کا بھی شرف حاصل اگرچہ سند ضعیف ہے تو یہی اسلم واقوی ہے۔

سوم عدل سے مراد صرف عدل بالبر ہے، ابن جریر ومعالم وخازن میں ہے: **تعدلوا فیھم بالاحسان والبر**[1] (ان سے انصاف کا برتاؤ کرو بھلائی اور نیکی کے ساتھ۔ت) ابن العربی وقرطبی وشربینی ونیشاپوری وجمل نے اس کی یوں توجیہ کی اقساط قسط بمعنی حصہ سے یعنی اپنے مال سے کچھ دینا۔

وانا اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) ممکن ہے کہ عدل سے **عدل فی البر** مراد ہو نہ کہ **بالبر** اسماء بنت صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما کی ماں عہد معاہدہ میں آتی ہے یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس سے صلہ کا مسئلہ پوچھتی ہیں اس پر یہ آیہ کریمہ اترتی ہے وہ اگر کچھ ہدیہ نہ لاتی یہ اپنی طرف سے صلہ کرتیں یا جتنا وہ لاتی اس سے زائد یہ دیتیں تو کل یا قدر زائد۔ان کی طرف سے احسان ہوتا یہ بر ہے، اتنا ہی دیتیں تو دینے میں عدل یعنی مساوات ہوتی، یہ اقساط ہے، آیہ کریمہ نے معاہد سے دونوں صورتوں کی اجازت فرمائی اب یہ آیت زیادت ومساوات دونوں کی اجازت اور ان میں تقدیم ذکر زیادت میں آیت تحیت کی نظیر ہوگی "وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ ۸۵"[2] جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس سے زیادہ الفاظ جواب میں کہو یا اتنے ہی، **واللہ تعالٰی اعلم بمرادہ**، یہ ہے **بتوفیق اللہ تعالٰی**، تفسیر کریمہ ممتحنہ میں تمام کلام کہ ان اوراق کے غیر میں نہ ملے گا **والحمد للہ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا والہ وذویہ امین والحمد للہ رب العٰلمین**۔ بالجملہ عطر ارشادات ائمہ ونتیجہ تنقیحات ممہ یہ ہوا کہ کریمہ ممتحنہ میں اگر قتال سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) باطمینان معاہدہ وہ اپنے قلعے خراب کرچکے ہوں تو فرض ہے کہ اتنی مدت دی جائے جس میں وہ اپنے قلعے درست کرلیں یہاں سے یکساں حالت کے معنی کھل گئے یعنی یہ نہ ہو کہ اپنا سامان ٹھیک کرکے ان کی غفلت میں نبذ کردو اور انھیں درستی سامان کی مہلت نہ دو، یہ ہے اسلام کا انصاف **والحمد للہ ۱۲ منہ غفرلہ**۔

---

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاینھٰکم اللہ عن الذین الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۲۸/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۶

قتال بالفعل مراد ہو تو یقیناً آیات کثیرہ سے منسوخ جس کے نسخ پر تصریحات جلیلہ مذکورہ کے علاوہ مبسوط وعنایہ وکفایہ وتبیین وبحر الرائق وردالمحتار کے نصوص کا اور اضافہ ہوا یہ جواب اول تھا اور اگر مطلق قتال مقصود کہ ہر حربی غیر معاہد میں موجود، تو ضرور آیت محکم اور مشرکین ہند کو اس میں داخل نہ کرنا شدید ظلم وستم یہ جواب دوم ہوا، اور یہی مذہب جمہور ومشرب منصور ومسلک ائمہ حنفیّہ صدور ہے مسلم حنفی بننے والی ہندو پرستی نے نہ حنفیت قائم رکھی نہ حنیفیت، نہ مذہب ہی برقرار رکھا نہ شریعت، "ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۱﴾" ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، دو جواب تو ہوئے۔

لیڈروں کو تیسرا جواب

ثالثاً: وائے غربت اسلام وانصاف، کیا کوئی ان سے اتنا کہنے والا نہیں کہ ہندوؤں کے بالفعل محاربین سے بھی تمھیں عداوت کا اقرار رہا تھی کے دانت ہیں، کھانے کے اور دکھانے کے اور، کیا تمھیں نہیں ہو کہ جب وہ محاربین قاتلین ظالمین کافرین گرفتار ہوئے ان پر ثبوت اشد جرائم کے انبار ہوئے تمھاری چھاتی دھڑکی، تمھاری مامتا کی پھڑکی، گھبرائے، تلملائے، سٹپٹائے، جیسے اکلوتے کی پھانسی سن کر ماں کو درد آئے، فوراً گرما گرم دھواں دھار ریزولیوشن عـــہ پاس کیا ہے کہ ہے ہے یہ ہمارے پیارے ہیں۔ یہ ہماری آنکھ کے تارے ہیں، انھوں نے مسلمانوں کو ذبح کیا، جلایا پھونکا، مسجدیں ڈھائیں، قرآن پھاڑے، یہ ہماری ان کی خانگی شکر رنجی تھی، ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں، یہ ہمارے سگے ہیں کوئی سوتیاڈاہ نہیں، ماں بیٹی کی لڑائی دودھ کی ملائی، برتن ایک دوسرے سے کھڑک ہی جاتا ہے ان کے درد سے ہمیں غش پر غش آتا ہے۔ ان کا بال بیکا ہوا اور ہمارا کلیجہ پھٹا، اللہ ان کو معافی دی جائے، فوراً ان سے درگزر کی جائے، یہ ہے آیہ ممتحنہ پر تمھارا عمل، یہ ہے "الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ" سے تمھاری جنگ وجدل۔ یہ ہے واحد قہار کو تمھارا پیٹھ دینا، یہ ہے کلام جبار سے تمھارا مچیٹا لینا ان تمھارے سگوں نے قرآن مجید پھاڑے، تم نے اس کے احکام پاؤں تلے مل ڈالے، انھوں نے مسجدیں ڈھائیں، تم نے رب المسجد کے ارشاد دولتیوں سے کچل ڈالے، قرآن چھوڑا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منہ موڑا اور ان کے دشمنوں ان کے اعداء سے رشتہ جوڑا، یہ تمھیں اسلام کا بدلا ملا۔

عـــہ: بعض مفتیان بے انصاف اسے دیکھیں جنھوں نے لکھا تھا "اگر کوئی ہندو اس کے خلاف ہو تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے کہ محارب سے بر وقسط ناجائز۔ ع

یہی اقرار یہی قول، یہی وعدہ تھا۔ الخ حشمت علی عفی عنہ

اف " بِئۡسَ لِلظّٰلِمِیۡنَ بَدَلًا ﴿۵۰﴾ "[1]	اف ہے تم پر ظالموں نے کیا ہی برا عوض پایا۔

آفتاب کی طرح روشن ہوا کہ تمھیں آیہ ممتحنہ پڑھنے کا کیا منہ ہے تمھارا پڑھنا یقینا مصداق "رب تالی القرآن و القرآن یلعنه"[2] (بہتیرے وہ ہیں کہ وہ تو قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت فرما رہا ہے) ہے کیا اسی آیت کا تتمہ نہیں:

"وَ مَنۡ یَّتَوَلَّهُمۡ مِّنۡكُمۡ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۳﴾ "[3]	تم میں جو ان سے دوستی رکھے تو وہی پکے ظالم ہیں

جو ان سے موالات کرے وہی ظالم ہے تم نے خاص محاربین بالفعل مقاتلین فی الدین سے موالات کی تو تم بحکم قرآن ظالمین ہوئے یا نہیں، اور یہی قرآن فرماتا ہے:

" اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۸﴾ "[4]	سن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت۔

تو بحکم قرآن ایسے لوگ لعین ہوئے یا نہیں اب دو فتوے اب کرو آیہ ممتحنہ کا دعوٰی:

"وَ اللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰۹﴾ "[5] "وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ مَا هُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَ مَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَهُمۡ وَ مَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾ فِیۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۬ۙ بِمَا كَانُوۡا یَكۡذِبُوۡنَ ﴿۱۰﴾ "[6]	اور اللہ تعالٰی ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا کچھ لوگ کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور انھیں ایمان نہیں، اللہ تعالٰی اور مسلمانوں سے فریب کرتے ہیں اور حقیقت میں وہ اپنی ہی جانوں کو فریب میں ڈالتے ہیں اور انھیں خبر نہیں، ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ان کے جھوٹ کا بدلا۔

لیڈروں کو چوتھا جواب:

رابعًا: ان صاحبوں سے یہ بھی پوچھ دیکھئے کہ سب جانے دو کریمہ "لَا یَنۡهٰكُمُ" ہر مشرک غیر محارب کو عام ہو کر محکم ہی سہی اور مشرکین ہند میں کوئی بھی محارب بالفعل نہ سہی، اب دیکھو تمھارے ہاتھ میں قرآن سے کیا ہے، خالی ہوا۔

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۵۰

[2] المدخل لابن الحاج الکلام علی جمع القرآن دار الکتب العربی بیروت ۱/ ۸۵ و ۲/ ۳۰۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[5] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۹

[6] القرآن الکریم ۲/ ۸ تا ۱۰

"وَ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ؕ۝۴۳" [1] اور ان کے دل اڑے ہوئے ہیں۔

کریمہ " " لَا یَنۡهٰكُمُ نے کچھ نیک برتاؤ مالی مواسات ہی کی تو رخصت دی یا یہ ۱ فرمایا کہ انھیں اپنا انصار بناؤ، ۲ ان کے گہرے یار غار ہو جاؤ، ۳ ان کے طاغوت کو اپنے دین کا امام ٹھہراؤ، ۴ ان کی جے پکارو، ۵ ان کی حمد کے نعرے مارو، ۶ انھیں مساجد مسلمین میں بادب و تعظیم پہنچاکر ۷ مسند مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لے کا جاکر ۸ مسلمانوں سے اونچا اٹھاکر واعظ وہادی مسلمان بناؤ ۹ ان کا مردار جیفہ اٹھاؤ، ۱۰ کندھے پر ٹکٹکی زبان پر جے یوں مرگھٹ میں پہنچاؤ، ۱۱ مساجد کو ان کا ماتم گاہ بناؤ ۱۲ ان کے لئے دعائے مغفرت و ۱۳ نماز جنازہ کے اعلان کرو، ۱۴ ان کی موت پر بازار بند کرو سوگ مناؤ، ۱۵ ان سے اپنے ماتھے پر قشقے لگواؤ، ۱۶ ان کی خوشی کو شعار اسلام بند کراؤ، ۱۷ گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، ۱۸ کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ، ۱۹ اسے مثل سَور کے گناؤ، ۲۰ خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ، ۲۱ واحد قہار کے اسماء میں الحاد رچاؤ، ۲۲ اسے معاذاللہ رام عــہ یعنی ہر چیز میں رما ہوا ہر شے میں حلول کئے ہوا ٹھہراؤ۔

عــہ: یہاں سے صریح گمراہی ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے کہا کہ "اس میں کیا حرج ہے رام خدا ہی کو تو کہتے ہیں" اور جب تنبیہ کی گئی کہ رام لچھمن وسیتارام میں کون سے لکھا کہ "بظاہر رام ہنود کے یہاں خدا کو کہتے ہیں اور خدا کی دہائی دینا جائز ہے" اتحاد منانے کا اثر ہے کہ وہ جو شدید گالی رب العزت کو دینے میں مقبول وشیر مادر ہے، خدا کو تو رام بنالیا کیا اپنے آپ کو بھی مولوی کی جگہ پنڈت اور عبد مضاف باحد اسماء الٰہیہ کے بدلے رامداس اور اپنی مسجد کو شوالہ اور اپنے مدرسہ کو پاٹ شالا کہنا روا رکھیں گے، کیا ان لفظوں کی جگہ مولوی عبد۔۔۔ صاحب نے اپنے مدرسہ کی مسجد میں وعظ فرمایا یوں کہنے کی اجازت دیں گے کہ پنڈت رام داس جی نے اپنے پاٹ شالا کے شوالے میں کتھا بکھائی یا کم از کم اتنا کہ اپنے لئے مولوی صاحب السلام علیکم کے بدلے پنڈت جی نمتکار کہنا روا رکھیں گے، اور یہی نہیں اپنے جنازوں کے ساتھ کلمہ طیبہ کی جگہ رام رام ست پکاریں گے کہ آخر ہنود کے نزدیک رام خدا ہی تو ہے اور خدا ضرور حق ہے، نہ اجازت دیں گے تو کیوں اللہ کو رام کہنا جائز، اور تمھارے لئے ویسے ہی ترجمے کرنا حرام معلوم ہوا، اللہ عزوجل کی عظمت سے اپنی عظمت دل میں زائد اور بہت زائد ہے، یہ ترجمہ کا سلسلہ تو بہت اونچا چلتا ہے مگر بے ادبوں کی اسی قدر سزا ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۴/ ۴۳

۲۳قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں لے جاؤ ۲۴دونوں کی پوجا کراؤ، ۲۵ان کے سرغنہ کو کہو خدا نے ان کو تمھارے پاس مذکر بناکر بھیجا ہے، یوں معنی نبوت جماؤ، اللہ عزوجل عـــہ نے سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تو یہی فرمایا "اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌؕ ۟" [1] تم تو نہیں مگر مذکر۔ اور خدا نے مذکر بناکر بھیجا ہے اس نے معنی رسالت کا پورا نقشہ کھینچ دیا، ہاں لفظ بچایا ۲۶اسے یوں دکھایا نبوت ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے ۲۷اور امام و پیشوا و بجائے مہدی موعود تو صاف کہہ دیا بلکہ ۲۸اس کی حمد میں یہاں تک کہ اونچے اڑے کہ "خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست" ۲۹صاف کہہ دیا کہ "آج اگر تم نے ہندو بھائیوں کو خوش کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، صاف کہہ دیا کہ "ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھادے گا، ۳۰صاف کہہ دیا کہ "ایسا مذہب چاہتے ہیں جو سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرائے گا" ۳۱صاف کہہ دیا کہ "ہم نے قرآن مجید و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی" کیا کریمہ "لَا يَنْهٰىكُمُ" میں ان ملعونات و کفریات کی اجازت دی تھی۔

"وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍۚ" [2]	تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمھیں عذاب میں بھون دے
"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًاؕ اُولٰٓىٕكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یہ ہیں وہ لوگ کہ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے

عـــہ: یہاں سے صاف ظاہر ہوئی ان جاہل مفتیوں کی جنھوں نے لکھا "مذکر یاد دلانے کے معنی میں بولا جاتا ہے پس اگر کسی کو مذکر یعنی کوئی بات یاد دلانے کہا جائے تو جائز ہے" مسلمانو! للہ انصاف کہاں تو کوئی بات یاد دلانے والا اور کہاں یہ کہ "خدا نے ان کو مذکر بناکر تمھارے پاس بھیجا ہے گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بناکر بھیجا، یہ گلفشانی جدید لیڈر بننے والے جناب عبدالماجد بدایونی کی ہے جو جلسہ جمیعت علمائے ہند دہلی میں ہوئی اور اخبار فتح دہلی ۲۴ نومبر میں چھپی انھیں کی حمایت میں مفتی مذکور کا وہ فتوی ہے مگر معلوم نہیں ان مفتی صاحب فقیہ کی کتاب علم یا ان کے طور پر پنڈت رام داس جی شاستری کی ودیا پشتک میں مولوی عبدالماجد کو پانڈے شری داس کہنے کا بھی جواز ہے یا ان کے کھیلنے کے لئے صرف بارگاہ قہار بے نیاز ہے ۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

[1] القرآن الکریم ۸۸/ ۲۱

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

"الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ یَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ "س [1]	یہ ہیں وہ جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا سن لو ظالموں پر اللہ کی لعنت وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

دیکھی تم نے آئینہ ممتحنہ میں اپنی صورت:

"وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ " [2] " كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ " [3]	یہ سزا ہے ظالموں کی، عذاب ایسا ہوتا ہے اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے کیا اچھا ہوتا اگر وہ جانتے۔

لیڈروں سے ضروری سوال:

سوال ضروری لیڈران اور پارٹی کو اب تو کھلا کہ انھوں نے یقینا دشمنان خدا اور رسول سے وداد واتحاد منایا اور ان کا کوئی عذر بارد انھیں کام نہ آیا اب قرآن کریم سے اپنا حکم بتائیں، اوپر آیہ کریمہ تلاوت ہوئی:

" لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ " [4]	تم نہ پاؤ گے جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ مخالفان خدا ورسول سے وداد کریں۔

دوسری آیات میں فرمایا:

" تَرٰى كَثِیْرًا مِّنْهُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ فِی الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ النَّبِیِّ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ " [5]	تم ان میں بہت کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں بیشک کیا ہی بری چیز ہے جو خود انھوں نے اپنے لئے تیار کی، یہ کہ ان پر اللہ کا غضب اترا اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے اور اگر انھیں اللہ ونبی وقرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو دوست نہ بناتے مگر ہے کہ ان میں بہت سے فاسق ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸و۱۹

[2] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

[3] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[4] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[5] القرآن الکریم ۵/ ۸۰،۸۱

ترک موالات میں لیڈروں کی افراط و تفریط:

فرمایئے اللہ واحد قہار سچا کہ ہندوؤں سے وداد و اتحاد منانے والے ہر گز مسلمان نہیں انھیں اللہ و نبی وقرآن پر ایمان نہیں، یا معاذاللہ یہ سچے کہ ہم تو ٹکسالی مسلمان ہیں ہم تو قوم کے لیڈران وریفارمران ہیں، مسلمان تو یہی کہے گا کہ اللہ سچا" ومن اصدق من اللہ حدیثا"، غرض ترک موالات میں افراط کی تو وہ کہ مجرد معاملت حرام قطعی اور تفریط کی تو یہ کہ ہندوؤں سے وداد واتحاد واجب بلکہ ان کی غلامی وانقیاد فرض بلکہ مدار ایمان۔

فسبحٰن مقلب القلوب والابصار۔	پاکی ہے اسے جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتا ہے۔

اول میں تحریم حلال کی، دوم میں تحلیل حرام بلکہ افتراض حرام اور ان دونوں کے حکم ظاہر وطشت از بام۔

انگریزوں کو خوش کرنے کے لئے بہتانی الزام کا رد:

للہ انصاف! کیا یہاں اہل حق نے انگریزوں کے خوش کرنے کو معاذاللہ مسلمانوں کا تباہ کرنے والا مسئلہ نکالا یا ان کے اہل باطل نے مشرکین کے خوش کرنے کو صراحۃً کلام اللہ واحکام اللہ کو پاؤں کے نیچے مَل ڈالا، مسلمان کو خدا لگتی کہنی چاہئے، ہندوؤں کی غلامی سے چھڑانے کو جو فتوی اہلسنت نے دیئے کلام الٰہی واحکام الٰہی بیان کئے یہ توان کے دھرم میں انگریزوں کو خوش کرنے کے ہوئے وہ جو پیر نیچر کے دور میں نصرانیت کی غلامی اُبجی تھی جسے اب آدھی صدی کے بعد لیڈر، رونے بیٹھے ہیں۔ کیا اس کا رد علمائے اہل سنت نے نہ کیا، وہ کس کو خوش کرنے کو تھا، کیا بکثرت رسائل ومسائل اس کے رد میں نہ لکھے گئے، حتی کہ اس کے بچے ندوے کے رد میں پچاس ۵۰ سے زائد رسائل شائع کئے جن میں جابجا اس نیم نصرانیت کا بھی رد بلیغ ہے، یہ کس کے خوش کرنے کو تھا، کیا صمصام حسن میں نہ تھا۔

نیچریاں راست خدادر کمند	نیچر وقانون وراپائے بند
سر نتواند کہ زنیچر کشد	خط بخدائیش سنیچر کشد
کیست سنیچر سی وایس آئی ست	گول بکول آمدہ نیچر پست
چوں شدہ استارہ ہندآن دغل	نحس وبلند آمدہ ہمچوں زحل
عرش وفلک جن وملک حشر تن	نار وجنان جملہ غلط کرد وظن
کیست نبی پر دل پرجوش گو	وحی چہ باشد سخن جوش او
برزدہ برہم ہمہ از اصل وفرع	دین نوآورد ونوآورد شرع
ریش حرام ست ودم فرق فرض	حج سوئے انگلنڈ بود قطع ارض
گفت بیا قوم شنو قوم من	ہیں سوئے اعزاز بدو قومِ من

ذلت تان دین مسلمانی ست وائے برانکس کہ نہ نصرانی ست

(ترجمہ: خدا نیچریوں کی قید میں ہے، نیچر (طبیعت) اور قانون اس کو پابند کرنیوالے ہیں، وہ نیچر سے سر نہیں پھر سکتا۔ سنیچر اس کو خدائی پر لکیر کھینچ دیتاہے، سنیچر کون؟ سی، ایس آئی ہے، ایک بیوقوف نیچر پرست (سرسید) کول میں آیا ہے، جب سے وہ کھوٹا شخص ستارہ ہند ہوا (اسے تمغہ ملاہے) زحل کی طرح منحوس اور بلند ہوگیا ہے، اس نے عرش آسمان، فرشتے، حشر جسمانی، جنت دوزخ سب کو غلط اور ظنی قرار دیا ہے، (اس کے نزدیک) نبی کون ہے؟ بہادر اور شعلہ بیان خطیب ہے تمام اصول اور فروع کو اس نے درہم برہم کردیا ہے، دین نیا لایا ہے اور شریعت نئی لایا ہے، داڑھی حرام ہے اور (ٹیڑھی) مانگ کی دم فرض ہے، حج انگلینڈ کی طرف سفر کا نام ہے، اس نے کہا اے میری قوم! آ اور سن، اے میری قوم! عزت کی طرف دوڑ، دین اسلام تمھاری ذلت ہے، افسوس اس شخص پر جو نصرانی (عیسائی) نہیں ہے) یہ کس کی خوشی کو تھا، کیا مشرقستان اقدس میں نہ تھا۔

ندویا کیں جلوہ در اسپیچ ولکچر می کنند چوں بہ سنت می رسند آں کار دیگر می کنند
گہ روافض رابر سر برتاج لطف اللہ نہند گہ پوادر رابہ تخت عالماں بر می کنند
بخت ورخت تخت دیں بیں جلوہ باصدرش براں پاڈری وسکاٹ بامسٹری براڈری کنند
مفت مفتی یافت ایں عزت کہ اور اہمنشیں باماماں جج وجنٹ وکلکٹر می کنند
ساز وناز عالماں بیں نظم بزم دیں بدیں میز وا سٹیج وٹکٹ ہال وکلب گھر می کنند
زیں سگا لشا چہ نالشا کہ خود ایں سرکشا داور دادار را برٹش گور نرے کنند

(ترجمہ: ندوہ والے جو تقریر اور لیکچر میں جلوہ دکھاتے ہیں جب سنت تک پہنچے ہیں تو دوسرا کام کرتے ہیں، (یعنی سنت کی مخالفت)۔ یہ کبھی رافضیوں کے سر پر اللہ تعالٰی کے لطف وکرم کا تاج رکھتے ہیں کبھی پادریوں کو علماء کے سٹیج پر بٹھاتے ہیں۔ دین کے اسٹیج کی قسمت اور ساز وسامان دیکھئے کہ سوداڑھی منڈوں کے ساتھ پادری وسکاٹ اور مسٹر کو (اپنا) بھائی بناتے ہیں، مفتی کو مفت میں یہ عزت مل گئی کہ اسے اماموں، ججوں، جنٹوں، اور کلیکٹروں کا ہم نشین بنادیتے ہیں، علماء کے نازوانداز دیکھئے، مجلس دینی کا نظام دیکھئے، میز اسٹیج، ٹکٹ ہال اور کلب گھر بناتے ہیں، ان خوشامدوں پر کیا رونا کہ یہ سرکش لوگ برٹش گورنر کو حاکم اور منصف مقرر کرتے ہیں) یہ کس کی خوشی کو تھا، مولوی عبدالباری صاحب خدام کعبہ کی بانگی کے لئے مسجد کانپور کو عام سڑک اور ہمیشہ کے لئے جنب وحائض وکافر ومشرک کی پامال کرا آئے اور بکمال جرات اسے مسئلہ شرعیہ ٹھہرایا اس کے رد میں ابانۃ المتواری لکھا جس میں ان سے کہا گیا۔

دانم نہ رسی بکعبہ اے پشت براہ کیں رہ کہ تو میروی بانگلستانست

(کعبہ کی طرف پشت کرکے چلنے والے! میں جانتا ہوں تو کعبہ نہیں پہنچ سکے گا کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے وہ انگلستان کا راستہ ہے۔ت)

نیز ان کے شبہات واہیہ کے قلع قمع کو قامع الواہیات شائع ہوا، یہ کس کی خوشی کو تھا، بات یہ ہے ع

المرء یقیس علی نفسه

ع آدمی اپنے ہی احوال پہ کرتا ہے قیاس

لیڈروں اور ان کی پارٹی نے آج تک نصرانیت کی تقلید وغلامی، خوشنودی نصارٰی کو کی اب کہ ان سے بگڑی اس سے بدرجہا بڑھ کر خوشنودی ہنود کو ان کی غلامی لی، سمجھتے ہیں کہ معاذاللہ خادمان شرع بھی ایسا ہی کرتے ہوں گے حالانکہ اللہ ورسول جانتے ہیں کہ اظہار مسائل سے خادمان شرع کا مقصود کسی مخلوق کی خوشی نہیں ہوتا صرف اللہ عزوجل کی رضا اور اس کے بندوں کو اس کے احکام پہنچانا اور وللہ الحمد سنئے ہم کہیں واحد قہار اور اس کے رسولوں اور آدمیوں سب کی ہزار درہزار لعنتیں جس نے انگریزوں کے خوش کرنے کو تباہی مسلمین کا مسئلہ نکالا ہو، نہیں نہیں، بلکہ اس پر بھی جس نے حق مسئلہ نہ رضائے خدا اور سول نہ تنبیہ وآگاہی مسلمین کے لئے بتایا بلکہ اس سے خوشنودی نصارٰی اس کا مقصد ومدعا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ لیجئے کہ اللہ واحد قہار اور اس کے رسولوں اور ملائکہ اور آدمیوں سب کی ہزار درہزار لعنتیں ان پر جنھوں نے خوشنودی مشرکین کے لئے تباہی اسلام کے مسائل دل سے نکالے اللہ عزوجل کے کلام اور احکام تحریف وتغییر سے کایا پلٹ کر ڈالے شعار اسلام بند کئے شعار کفر پسند کئے، مشرکوں کو امام وہادی بنایا، ان سے وداد واتحاد منایا اور اس پر سب لیڈر مل کر کہیں آمین، ان کی یہ آمین ان شاء اللہ تعالٰی خالی نہ جائے گی اگرچہ دل میں بہت کی دعا نہ ہو "الافی ضلل"۔

مشرکین سے معاہدہ کا بیان اور لیڈروں کا ردّ بلیغ

(۸) لیڈر کہ احکام اسلام کو یکسر بدلنے اور بیچارے عوام کو جھوٹے من گھڑت احکام سنا کر چھلنے پر تلے ہیں محض فریب دہی کے لئے اس طرف چلے ہیں کہ ہندوؤں سے اور ہم سے اب جبکہ عہد موافقت ہوگیا تو ہم کو اس کا پورا کرنا لازمی ہے یہ شریعت پر محض افتراء ہے، **اول** کون سی شریعت میں ہے کہ مشرکوں سے عہد موافقت، کافروں سے معاہدہ شرعیہ ایک مدت تک بمصلحت شرعی التوائے قتال کا عہد ہے، نہ کہ موافقت کا جواب نصوص قطعیہ حرام ہے۔

لیڈران پر دوسرا ردّ:

دوم صرف موافقت ہی نہیں بلکہ لیڈران فرماتے ہیں اگر شرعی عــہ مصلحت ہو تو اتحاد پیدا کرنا بھی ممنوع نہیں۔

عــہ: عبارت گزشتہ اور یہ سب عبارات کہ اس بحث میں آتی ہیں جن پر خط ہے خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب جلسہ انجمن علمائے صوبہ متحدہ ۱۲رجب ۳۸ھ بمقام کانپور کی ہیں ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

مشرکوں سے اتحاد:

اللہ اکبر مشرک اور اتحاد جب تک یہ مشرک یا وہ مسلم نہ ہوجائیں دو ضدوں کا اتحاد کیونکر ممکن، ظاہر ہے کہ وہ مسلمان نہ ہوئے نہ یہ ان کو مسلمان مان کر ان سے متحد ہوئے تو ضرور صورت عکس ہے کہ انھیں نے شرک قبول کیا، لیڈر صاحبو! ممنوع ہے یا نہیں تمھاری خانگی پنچایتی بات نہیں "اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ"[1] حکم نہیں مگر اللہ کے لئے، خود لیڈران فرماتے ہیں خدا کے سوا کسی کو حاکم بنانا روا نہیں "لاحکم الا اللہ"، اور اس میں یہاں تک بڑھے کہ اگر رسول کی اطاعت لازم ہے تو اس صورت میں جبکہ مخالفت احکام الٰہیہ نہ ہو ورنہ "انما الطاعۃ فی المعروف" مشہور ہے۔

لیڈران کے نزدیک رسول اللہ بھی خلاف خدا حکم فرماسکتے ہیں:

اللہ اکبر واحد قہار تو یہ فرمائے کہ "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ"[2] جس نے رسول کی اطاعت کی بیشک اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور لیڈران فرمائیں رسول کی اطاعت اسی وقت تک ہے جب تک وہ احکام الٰہی کی مخالفت نہ کرے۔ جب رسول خلاف خدا حکم دے تو اس کی اطاعت نہیں، خیر، جب آپ کے یہاں رسول کا یہ مرتبہ ہے تو کیا قوم پر آپ کی اطاعت ہر طرح لازم ہے اگرچہ خلاف خدا وقرآن حکم دیجئے، ابھی تو آپ نے کہا کہ حکم نہیں مگر خدا کے لئے اب اگر خدائی دعوٰی تمھیں نہیں تو دکھاؤ خدا نے کہاں فرمایا ہے کہ مشرکوں سے اتحاد پیدا کرنا بمصلحت ممنوع نہیں۔

"هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ "[3]	لاؤ اپنی برہان اگر تم سچے ہو۔

قرآن عظیم کے صفحات مشرکین سے اتحاد و وداد حرام کرنے سے گونج رہے ہیں لیڈرو! "ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ"[4] مصلحت شرعی تم زیادہ جانو یا اللہ جو فرماتا ہے۔

"لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ "[5]	کسی غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۵۷ و ۱۲/ ۴۰ و ۱۲/ ۶۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۱

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۰

[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

اللہ اکبر ایسا کھلا افتراء اور واحد قہار پر، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ؕ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ" [1]	اپنی زبانوں کی جھوٹی بناوٹ سے نہ کہو کہ یہ حلال اور یہ حرام ہے تاکہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں فلاح نہ پائیں گے تھوڑے دنوں دنیا میں برت لیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

لیڈران پر تیسرا ردّ:

لیڈران فرماتے ہیں ہم نے خدا کی محبت کو اس اتحاد میں بھی ملحوظ رکھا ہے۔

لیڈران کے نزدیک دشمنان خدا سے اتحاد میں خدا کی محبت ہے:

اللہ اکبر اللہ کے دشمنوں سے اتحاد اور اس میں محبت خدا کا ادعا واقعی ان کے نزدیک اللہ کی محبت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے مل کر ایک ہوجائیں، امیر المومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

الاعداء ثلثة عدوك وعدو صديقك وصديق عدوك [2]۔	دشمن تین ہیں: ایک خود تیرا دشمن، دوسرا تیرے دوست کا دشمن، تیسرا تیرے دشمن کا دوست،

اللہ عزوجل فرماتا ہے: "فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِیْنَ" [3] بیشک اللہ کافروں کا دشمن ہے تم کہ اس کے دشمنوں سے متحد ہوئے کیونکر اللہ کے دشمن نہ ہوئے۔

تود عدوی ثم تزعم اننی

صدیقك لیس النوك عنك بعازب

(تو میرے دشمن سے محبت رکھتا ہے پھر یہ جھک مارتا ہے کہ میں تیرا دوست ہوں حماقت تجھ سے دور نہیں)

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶،۱۱۷

[2] نہج البلاغۃ مع شرح ابن ابی الحدید الجزء التاسع عشر دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۳۸۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۸

لیڈران پر چوتھا رد:

چہارم کافروں مشرکوں سے معاہدہ شرعیہ صرف اس وقت روا ہے جب معاذاللہ مسلمانوں کو اس کی احتیاج و ضرورت ہو، امام ملک العلماء بدائع میں فرماتے ہیں:

الموادعة رکنها فهو لفظ الموادعة او المسالمة او المصالحة والمعاهدة او ما یؤدی معنی هذه العبارات وشرطها الضرورة فلاتجوز عند عدم الضرورة[1] (ملخصاً)	معاہدہ صلح کا رکن یہ الفاظ ہیں موادعت، مسالمت، مصالحت، معاہدہ اور جو لفظ ان معنی کو ادا کرے اور معاہدہ کی شرط ضرورت ہے بے ضرورت حرام ہے۔

لیکن لیڈران اپنا بھاری جرم خود قبول نہیں کرتے ہیں کہ ہم کو احتیاج نے اتحاد برداران ہند کی جانب مائل نہیں کیا تمھارا معاہدہ اگر بفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی بے ضرورت ان کی طرف مائل ہونا حرام تھا ہر حال اس نے تمھیں واحد قہار کا نافرمان اور صریح بدخواہ مسلمانان و دین مسلمانان کردیا۔

لیڈران پر پانچواں رد:

پنجم کفار سے معاہدہ شرعیہ ایک قسم امان ہے اور شرط امان یہ ہے کہ کفار کو امان دہندہ سے خوف قتل و قتال ہو اور یہ ان پر قاہر ہو اگرچہ اپنی جماعت کے لحاظ سے اگرچہ نسبۃً پلہ انھیں کا بھاری ہو جنگ دوسر دار و حرب میں چرب کو بھی خوف ہوتا ہے جس سے انھیں اپنے قتل کا خوف نہ ہو اس کا امان دینا باطل اور معاہدہ کرنا مردود، بدائع ملک العلماء میں ہے:

اما حکم الموادعة فما هو حکم الامان المعروف لانها عقد امان ایضا[2]۔	معاہدہ کا حکم وہی ہے جو امان کا مشہور حکم ہے اس لئے کہ معاہدہ بھی ایک عقد امان ہے۔

ہدایہ میں ہے:

انه من اهل القتال فیخافونه اذهو من اهل المنعة فیتحقق الامان منه لملاقاته محله[3]۔	اس لئے کہ وہ اماں دہندہ اہل قتال سے ہے تو کافر اس سے ڈریں گے اس لئے کہ وہ حمایتی گروہ رکھتا ہے تو اس کا اماں دینا ٹھیک ہوگا اپنے محل پر واقع ہوا۔

---

[1] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب واما حکم الموادعة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸

[2] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب واما حکم الموادعة الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۹

[3] الهدایه باب الموادعة من یجوز امانه المکتبة العربیه کراچی ۲/ ۵۴۴

اسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر ولاتاجر یدخل علیھم لانھما لایخافونھا والامان یختص بمحل الخوف [1] (ملخصا)	قیدی یا تاجر کہ دارالحرب میں تجارت کو گیا ہو ان کی امان صحیح نہیں اس لئے کہ کافران سے نہ ڈریں گے اور امان وہیں ہو سکتی ہے جہاں خوف ہو۔ (ملخصا)

اسی میں ہے:

ومن اسلم فی دارالحرب ولم یھاجر الینا لایصح امانہ لمابینا [2]۔	جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور دارالاسلام میں ہجرت کرکے نہ آئے اس کا امان دینا بھی صحیح نہیں اسی دلیل سے کہ ہم بیان کرچکے۔

فتح القدیر میں ہے:

لما بینا من ان الامان یختص بمحل الخوف ولا خوف منہ حال کونہ مقیما فی دارہم لامنعۃ لہ ولاقوۃ دفاع [3]۔	ہماری بیان کی ہوئی دلیل یہ ہے کہ امان دینا اس کا صحیح ہے جس سے خوف ہو اور اس سے خوف نہیں کہ یہ انھیں کے ملک میں رہتا ہے، اس کے پاس نہ اپنی حمایت کرنے والا کوئی گروہ ہے نہ مدافعت کفار کی قوت۔

عنایہ امام اکمل میں ہے:

شرط جواز الامان ھوالایمان وعلتہ ھوالخوف لان الخوف انما یحصل ممن لہ قوۃ وامتناع [4]۔	امان جائز ہونے کی شرط ایمان ہے اور اس کی علت خوف اس لئے کہ خوف اسی سے ہوتا ہے جو زور رکھتا ہو اور اپنے آپ کو بچا سکتا ہو۔

کلام امام نسفی میں ہے:

صح امانہ لانہ من اھل القتال	اس کی امان صحیح ہے اس لئے کہ وہ قتال کے

[1] الھدایۃ باب الموادعۃ من یجوز امانہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۵۴۵

[2] الھدایۃ باب الموادعۃ من یجوز امانہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۵۴۵

[3] فتح القدیر باب الموادعۃ من یجوز امانہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۱۳

[4] عنایۃ مع فتح القدیر باب الموادعۃ من یجوز امانہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۱۳

ومنعة الاسلام فیخافونه فینفذ منه الامان الذی هوازالة الخوف [1]۔	لائق ہے اور اپنی حمایت کے لئے اسلامی گروہ رکھتا ہے تو کافر اس سے ڈریں گے توامان کہ خوف زائل کرنے کانام ہے اس سے نفاذ پائے گی۔

اسی میں ہے:

لایجوز امان اسیر وتاجر دخل علیهم ومسلم اسلم فی دار الحرب ولم یهاجر لان الامان یکون علی خوف ولاخوف لهم منه [2]۔	قیدی یا تاجر کہ دارالحرب میں داخل ہوا یاحربی کہ وہاں اسلام لایا اور دارالاسلام کی طرف ہجرت نہ کی ان کا امان دینا صحیح نہیں کہ امان ڈر میں ہوتی ہے اور کافران سے نہ ڈریں گے۔

تبیین امام زیلعی میں ہے:

لودخل مسلم فی عسکر اهل الحرب فی دار الاسلام و امنهم لایصح امانه الا اذا امنهم من یقاومهم بخلاف ما اذا امن عشرین اونحوهم فی دار الاسلام حیث لایجوز امانه لان الواحد وان کان مقهور اباعتبار نفسه حیث لایقاومهم لکنه قاهر ممتنع بقوة المسلمین فکان قاهرا لهم حکما [3]۔(ملخصا)	حربیوں کا لشکر دارالاسلام میں آیا ہوا ہے اور کوئی مسلمان ان کے لشکر میں جاکر امان دے آئے یہ امان صحیح نہیں ہاں جب اتنے مسلمان انھیں امان دیں جو اس لشکر کی مقاومت کرسکتے ہوں بخلاف اس کے مثلا بیس پچیس حربی دارالاسلام میں آئے اور ایک مسلمان نے ان میں جاکر انھیں امان دے دی، یہ امان صحیح ہوگئی کہ ایک اگرچہ بیس سے مغلوب ہے ان کی مقاومت نہیں کرسکتا مگر وہ مسلمانوں کے زور سے ان پر غالب ہے تو حکما غلبہ اسی کا ہوگا۔ (ملخصًا)

اسی میں ہے:

الامان ازالة الخوف ومن لم	امان خوف زائل کرنے کانام ہے اور وہ جو قتال

[1] کافی شرح وافی للنسفی

[2] کافی شرح وافی للنسفی

[3] تبیین الحقائق کتاب السیر المطبعة الکبری الامیریه بولاق مصر ۳/ ۲۴۷

یباشر القتال لایخافونه فکیف یصح امانه [1]۔	نہ کرے کافر اس نہ ڈریں گے تو اس کی امان کیسے صحیح ہو۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہنود پر قاہر تھے کیا ان کے قتل پر قادر تھے کیا ان کو تم سے خوف قتل تھا جسے تمھاری امان نے زائل کیا، اور جب یہ کچھ نہ تھا اور بیشک نہ تھا تمھارا معاہدہ اگر بفرض باطل، معاہدہ شرعیہ کی شکل میں ہوتا جب بھی قطعاً باطل ومردود تھا، اور مردود کو پورا کرنا لازمی بتانا اس سے بڑھ کر مردود۔

لیڈران پر چھٹا رد:

ششم کفار سے معاہدہ شرعیہ میں شرط اعظم یہ ہے کہ جتنی مدت تک ہو اس میں تہیہ قتال رکھیں اور اس کی آمادگی ودرستی سامان سے غفلت نہ کریں کہ التواء ومعاہدہ سے اصل مقصود یہی ہے ورنہ تارک فرض اہم ہوں گے اور مستحق نار جہنم، **والعیاذ باللہ تعالٰی**، بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المعاهدة شرطها الضرورة وهی ضرورة استعداد القتال لان الموادعة ترك القتال المفروض فلایجوز الا فی حال یقع وسیلة الی القتال [2]۔	معاہدہ جائز ہونے کی شرط ضرورت ہے اور وہ ضرورت یہ ہے کہ اس مدت میں سامان قتال درست کریں اس لئے کہ جہاد فرض ہے اور معاہدہ اس فرض کا ترک ہے تو اس حال میں حلال ہوسکتا ہے کہ یہ جہاد کے لئے وسیلہ پڑے۔

ایمان سے کہنا کیا تم ہندوؤں سے آمادگی قتال میں ہو اور اسی لئے ایک مدت تک ان سے معاہدہ کیا ہے کہ اس فرصت میں ان کے قتل کا سامان مہیا کرلو کیوں مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہو، بلکہ عالم الغیب والقلب کے ساتھ فریب کی راہ لیتے ہو۔

"وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ ۝" [3]	اور فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور انھیں شعور نہیں۔

طرح طرح ثابت ہوا کہ تمھارا یہ معاہدہ اگر بفرض غلط معاہدہ شرعیہ کی شکل میں بھی ہوتا جب بھی

[1] تبیین الحقائق کتاب السیر قبیل باب الغنائم المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۳/ ۲۴۸

[2] بدائع الصنائع کتاب السیر مطلب وامانوع الثانی وھوالامان الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۷/ ۱۰۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹

حرام و مردود وخلاف شرع ہوا، اب کیوں نہ یاد کریں لیڈران اپنا ہی قول کہ "خدا کے یہاں معاہدہ کا حیلہ بھی کارگر ہوتا ہے" یا دیکھئے کیا جواب ملتا ہے کوئی اگر معاہدہ کا دعوی بھی کرے تو خلاف شرع معاہدہ کیونکر مسلم ہوگا کیونکہ صلح حدیبیہ منسوخ ہوچکی ہے اور **الاما احل بہ حراما اوحرم بہ حلالا**[1] (مگر وہ معاہدہ جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنائے۔ت) کا استثناء حکم مستقل ہے"

لیڈران پر ساتوں رد:

ہفتم لیڈران کی بڑی کوشش اس میں ہے کہ مشرکین ہند کے شدید مظالم چھپائیں اور ان کو جیسے بنے "لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ" میں داخل ٹھہرائیں تاکہ انھیں زیر حکم "لَا یَنْھٰىکُمُ اللّٰہُ" لائیں یہ صاف کہہ رہا ہے کہ معاہدہ کا عذر محض جھوٹا ہے معاہدہ توحسب ضرورت شرعیہ مقاتلین سے خاص وقت قتال بھی جائز ہے پھر اگر معاہدہ ہوتا تو اس کھینچ تان کی کیا ضرورت پڑتی معلوم ہوا کہ جھوٹ کہتے ہیں اور قصداً بکتے ہیں اور دل میں خوب سمجھ رہے ہیں کہ نرا جھوٹ بکتے ہیں "وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۹۵﴾ "[2] (اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ت)

مشرکوں سے معاہدہ لیڈران کے اصل اغراض

(۹) لیڈران حاشا تمھارا معاہدہ ہنود سے نہ التوائے قتال کے لئے ہوا نہ اس کا کچھ ذکر تھا نہ تم ان پر قاہر تھے نہ انھیں تم سے اپنے قتل کا خوف تھا بلکہ دونوں تیسرے کے ہاتھ میں مقہور ہو، نہ ہرگز اس مدت معاہدہ میں تم قتل ہنود کا سامان کر رہے ہو نہ ہرگز تمھاری نیت نہ ہرگز تم ایسا کرسکتے ہو غرض معاہدہ شرعیہ سے ایسا ہی دور ہو جیسے مشرکین توحید سے یا تم شرع مجید سے بلکہ ناپاک معاہدہ چار باتوں کے لئے ہوا:

مشرکوں کا برادر بننا حرام ہے:

یکم: مشرکین سے عقد مواخات بھائی چارہ کہ برادران وطن ہندو بھائی، اللہ عزوجل فرمائے "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ"[3] مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ تم کہو "**نحن والمشرکون اخوۃ**" ہم اور مشرکین آپس میں بھائی ہیں، جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے:

---

[1] سنن ابن ماجہ ابواب الاحکام باب الصلح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۱۷۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۹۵

[3] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۰

"لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نَافَقُوْا یَقُوْلُوْنَ"[1]	کیا تم نے نہ دیکھا کہ منافقوں کو کہ اپنے بھائی کافروں سے کہتے ہیں۔

وہاں "من اھل الکتاب" تھا یہاں اس سے بڑھ کر "من الشرکین" ہوا۔

کافروں سے اتحاد کرنے والے بحکم قرآن کافر ہیں:

دوم: ان سے اتحاد، حالانکہ قرآن عظیم بیس سے زیادہ آیات میں اسے مردود وملعون فرما چکا اور جابجا صاف ارشاد فرمادیا کہ ایسا کرنے والے انھیں میں سے ہیں، "وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ"[2] ایسا کرنے والے مسلمان نہیں "لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ"[3] ایسا کرنے والوں کو اللہ ورسول وقرآن پر ایمان نہیں "وَلَوْ كَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِیَآءَ"[4]۔

کافروں کا حلیف بننا حرام ہے:

سوم: مشرکین کے حلیف بننا انھیں اپنا حلیف بنانا، حالانکہ حلیف بنانا منسوخ ہو چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تحدثوا فی الاسلام حلفا[5]، رواہ الامام احمد فی المسند ومحمد بن عیسٰی فی الجامع عن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنه بسند حسن۔	اب اسلام میں کوئی حلف پیدا نہ کرو۔ یہ حدیث امام احمد نے مسند اور امام محمد بن عیسٰی نے جامع میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کی۔

یہ منسوخات ہی کے عمل پر ہیں کل کو شراب بھی حلال کرلیں گے اور خدا جانے کہاں کہاں تک بڑھیں گے، رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۵۹/ ۱۱

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[4] القرآن الکریم ۵/ ۸۱

[5] جامع الترمذی ابواب السیر باب ماجاء فی الحلف امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۹۲، مسند احمد بن حنبل مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص دارالفکر بیروت ۲/ ۲۰۷۔ ۲۱۳

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(۵۷)"[1]	اے ایمان والو! وہ جو تمھارے دین کو ہنسی کھیل ٹھہراتے ہیں جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی اور باقی سب کافران میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالٰی سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیہ کریمہ کے تحت میں ہے:

یقول لاتتخذوهم ایها المؤمنون انصارا اواخوانا اوحلفاء فانهم لایألونکم خبالا وان اظهروالکم مودة وصداقة[2]۔	رب عزوجل فرماتا ہے اے مسلمانو! کافروں کو مددگار یا بھائی اور حلیف نہ بناؤ وہ تمھاری ضرر رسانی میں کمی نہ کریں گے اگرچہ تم سے دوستی و یارانہ ظاہر کریں۔

فقہ وحدیث کے حاوی امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی نے مشکل الآثار میں یہ تحقیق فرما کر کہ مشرکوں سے استعانت حرام کتابی سے ہوسکتی ہے اس پر حدیث سوم کہ فائدہ ثانیہ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ابن اُبی منافق کے چھ سو حلیف یہودیوں کو واپس کردیا اور انھیں مشرکین فرمایا اعتراضا وارد کی کہ دیکھو حضور نے یہود کو بھی مشرکین سے گنا اور ان سے استعانت کو بھی مشرکین سے استعانت قرار دیا اس کے جواب میں فرمایا اس کی وجہ ان کا اس مشرک منافق سے حلف ہے کہ حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں تو مشرک کے حلیف ہو کر وہ کتابی نہ رہے مرتد ہوگئے اور اسی طرح مشرک، عبارت یہ ہے:

جوابنا ان وجه قول رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لهؤلاء الیهود علی مابینهم وبین ابن ابی المنافق من الحلف والمحالفة هی الموافقة من الحالفین للمحالفین فکانوا بذٰلك خارجین من اهل الکتاب مرتدین عما کانوا علیه وصاروا مشرکین کمشرکی العرب[3] (ملخصا)

امام ابوالولید باجی نے مختصر پھر علامہ یوسف دمشقی نے معتصر میں اسے مقرر رکھا،

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۷

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیة ۵/ ۵۷ المطبعة المیمنة مصر ۶/ ۱۶۶

[3] مشکل الآثار للطحاوی کتاب الجهاد باب بیان مشکل ماروی عن رسول الله الخ دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

ان بنی قینقاع بمحالفتھم عبداللہ صاروا کالمرتدین فخرجوا بہ عن حکم اھل الکتاب فصاروا کالمشرکین فکان لھم حکمھم فلذلک منعوا وسموا مشرکین [1] (ملخصاً)	بنی قینقاع کے یہودی ابن اُبی کے حلیف بن کر مرتدوں کے مثل ہوگئے تو کتابیوں کے حکم میں نہ رہے اور مشرکوں کی طرح ہوگئے تو ان کا وہی حکم ہوا جو مشرکوں کا، اسی واسطے حدیث نے انھیں منع فرمایا اور ان کا نام مشرک رکھا۔(ملخصا)

سبحان اللہ! یہودی مشرک کے حلیف بن کر کتابی نہ رہے مرتد ومشرک ہوگئے حالانکہ "**الکفر ملۃ واحدۃ**" مگر کلمہ گو لیڈر مشرکین ہند کے حلیف پس رو غلام بن کر نہ مرتد ہوئے نہ مشرک، ہٹے کٹے مسلمان ہی بنے رہے ؎

مشرک ہے عہد باندھ کے مشرک ہوئے یہود
یہ مشرکوں کے عبد مسلمان ہی رہے

اقول: حلف جب دو۲ مساوی گروہوں میں ہو فریقین یکساں ہیں اور جب مغلوب وضعیف گروہ دوسرے کی پناہ لے کر اس کا حلیف بنے تو پوری موافقت کا بار اسی پر ہے اس کی طرف سے صرف قبول پناہ وہی ہے، ابن ابی خبیث نے بڑی سطوت پیدا کرلی تھی یہاں تک کہ اس کے لئے تاج تیار کیا جاتا تھا قریب تھا کہ اسے بادشاہ بنایا جائے تو یہود بنی قینقاع کا حلف اس کی شوکت سے مستفید ہی ہونے کو تھا، ولہٰذا امام نے فرمایا: **ھی الموافقۃ من الحالفین للمحالفین** [2] (حلف کرنے والے جس سے حلف کرتے ہیں اس کی موافقت قبول کرتے ہیں۔ت) نہ اختصار کی طرح **الموافقۃ بین المتحالفین** [3] (حلف کرنے والوں کے درمیان موافقت۔ت) پھر در بارہ ادیان حکم یہ ہے کہ نازل سے مجرد ارادہ موافقت نازل کردیتا ہے اور ضد کے لئے صرف ارادہ کافی نہیں، مسلمان اگر **معاذاللہ** ارادہ کفر کرے گا تو کافر ہوجائے گا۔ لیکن کافر محض ارادہ اسلام سے مسلمان نہ ہوگا جب تک اسلام قبول نہ کرے، یوں ہی کتابی صرف ارادہ موافقت مشرکین سے مشرک ہوسکے گا مشرک نرے ارادے سے کتابی نہ ہوجائے گا لہٰذا وہ یہودی مشرک ہوگئے، ابن ابی خبیث کتابی نہ ہوا، یونہی حلیفان مشرکین ہند پر

---

[1] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۳۰

[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

[3] المعتصر من المختصر کتاب الجہاد باب فی الاستعانۃ بالمشرک دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۳۰

امام کا یہ حکم نافذ ہوگا۔ مشرکین ہند مسلمان ہو جائیں گے۔

اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے اماکن مقدسہ اور ترکوں کا نام ٹٹی ہے:

چہارم: اصل مقصود سلف گورنمنٹ ہے جس کی صاف تصریح بڑے بڑے [عہ۱] لیڈران نے کردی اس میں اپنی کمزوری بلکہ عجز دیکھ کر مشرکوں کا دامن پکڑا اپنا یار وانصار بنایا اوروں کو چھوڑئے مولویوں میں گنے جانے والے لیڈر فرماتے ہیں "ہم [عہ۲] تو ہندوستان کی آزادی کو ایک فرض اسلامی سمجھتے ہیں اس کے لئے ضرورت ہے کہ عام اتحاد ہو اور پوری کوشش سے مقصد حاصل کیا جائے حالانکہ مشرکوں سے ایسی استعانت نص قرآنی کے خلاف اور قطعاً حرام بلکہ صراحۃً قرآن کریم کی تکذیب ہے۔ ہم اس بحث کو بعونہ چند فوائد میں روشن کریں:

مشرکوں سے استعانت کی بحث جلیل ہے:

فائدہ اولٰی آیات کریمہ: قرآن کریم نے منع موالات کفار کو بکثرت آیات میں ارشاد فرمایا وہ سب ان کو مددگار بنانے سے ممانعت ہیں یہ اعلٰی درجہ موالات میں ہے، ولہٰذا اکابر مفسرین نے جابجا ولی کو ناصر اور ولایت کو نصرت ومعونت ومظاہرت سے تفسیر کیا، مگر ہم یہاں صرف ان بعض آیات پر اقتصار کریں جو اپنے سوق نظم یا شان نزول سے اس مقصود کو بالخصوص افادہ فرمارہی ہیں:

استعانت بمشرکین کے حرام ہونے پر آیات قرآنیہ:

آیت نمبر۱:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ۝۱۱۸" [1]	اے ایمان والو! اپنے غیروں کو راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے اور بڑی ہے بیشک ہم نے تمھارے سامنے نشانیاں صاف بیان فرمادیں اگر تمھیں عقل ہو۔

عہ۱: مثل شوکت علی ومحمد علی وابوالکلام آزاد ۱۲ حمشت علی غفرلہ

عہ۲: وہی خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ۱۲ حشمت علی غفرلہ

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

لیڈران نے اس آیہ کریمہ کو کیسا کیسا رد کیا کس کس طرح جھٹلایا:

یہ آیہ کریمہ اپنے ایک ایک جملے سے اس طوفان بد تمیزی کو جو آج مشرکین ہند سے لیڈران برت رہے ہیں رد فرماتی ہے:

ا۔ حالت کمزوری وعجز میں مدد کے لئے جس کسی کی طرف التجا لائی جائے ضرور ہے کہ اسے اپنا رازدار بنایا جائے اور رب عزوجل فرماتا ہے: کسی کافر کو رازدار نہ بناؤ، یہ واحد قہار کی نافرمانی ہوئی،

ب۔ ظاہر ہے کہ اسے اپنا خیر خواہ سمجھا گیا کہ بدخواہ کے دامن میں کوئی نہ چھپے گا اور رب عزوجل فرماتا ہے: وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ اللہ تعالٰی کی تکذیب ہوئی۔

ج۔ مصیبت میں التجا واستمداد اسی سے ہوگی جسے جانا جائے کہ ہمیں مشقت سے بچائے گا، اور رب عزوجل فرماتا ہے: ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، یہ دوسری تکذیب ہوئی۔

د۔ چھپا دشمن جس سے اثر عداوت کبھی ظاہر نہ ہوا آدمی اس کے دھوکے میں آسکتا ہے اور جس کے منہ سے بغض کھل چکا اس سے قطعی احتراز کرے گا، رب عزوجل نے فرمادیا تھا کہ دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہوچکی پھر بھی ان کی محبت نے وہ اندھا بہرا کردیا کہ نہ اللہ تعالٰی کی سنی نہ ان کے منہ سے چھلکی یاد رہی۔

ہ۔ اگر ایک خفیف حد کی مخالفت ورنجش ظاہر ہوتی اور اطمینان ہوتا کہ دل میں اس سے زائد نہیں تو کچھ گنجائش ہوسکتی کہ یہ ہمارا اس حد کا بدخواہ نہیں جو ایسی بھاری مصیبت میں ساتھ نہ دے اس خیال ارذل کو رب عزوجل نے ان تینوں جملوں سے رد فرمادیا کہ وہ کوئی ہلکے مخالف نہیں تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، یہ گمان نہ کرنا کہ وہ کسی سخت سے سخت مصیبت میں تم پر کچھ ترس کریں گے ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو کوئی خفیف رنجش ان کے منہ سے ظاہر نہ ہوئی بلکہ بغض اور پوری دشمنی بَیر عداوت، اور اس پر چوتھا جملہ یہ ارشاد فرمادیا کہ اس پر بس نہ جانو کہ ان کے دلوں کی دبی اور سخت تر ہے مگر انھوں نے اس واحد قہار کریم مہربان پروردگار کی ایک نہ مانی اور جملے جملے کی تکذیب ہی ٹھانی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت نمبر ۲:

"بَشِّرِ الْمُنٰفِقِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِیْنَ[1]	اے محبوب! خوشخبری دو منافقوں کو کہ ان کے لئے

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۸

یَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ اَیَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ؕ ﴿۱۳۹﴾ "[1]	دردناک عذاب ہے، وہ جو مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار بناتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔

ظاہر ہے کہ کمزوری میں کسی کی مدد چاہنے کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ اس کے بل بازو سے ہمیں قوت ملے گی ہماری کمزوری وذلت، غلبہ وعزت سے بدلے گی، اللہ عزوجل فرماتا ہے: یہ ان کی بدعقلی ہے کافروں کی مدد سے غلبہ وعزت کی تمنا ہوس باطل ہے۔ اور فرماتا ہے کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تفسیر ارشاد العقل السلیم میں اسی آیہ کریمہ کے تحت ہے:

بیان لخیبة رجائهم ایطلبون بموالاة الکفر القوة و الغلبة (فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا) تعلیل لبطلان رأیهم فان انحصار جمیع افراد العزة فی جنابه عزوعلا بحیث لاینالها الا اولیاءه قال "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ" یقضی ببطلان التعزز بغیره واستحالة الانتفاع به (مختصرا)[2]	اس آیت میں ان کی نامرادی کا بیان ہے جو کافروں سے استعانت کرتے ہیں، فرماتا ہے کیا کافروں کی دوستی سے غلبہ وقوت چاہتے ہیں عزت تو ساری اللہ کے لئے ہے اس میں ان کی رائے فاسد ہونے پر دلیل فرمائی کہ جب تمام عزتیں حضرت عزت کے لئے خاص ہیں کہ اس کے دوستوں کے سوا کسی کو نہیں مل سکتیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے عزت صرف اللہ تعالٰی ورسول اور مسلمانوں کے لئے ہے تو اس سے واجب ہوا کہ غیروں سے عزت چاہنا باطل اور ان سے نفع پہنچنا محال (مختصرا)

آیت نمبر ۳:

"لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ "[3]	مسلمان، مسلمانوں کے سوا کافروں کو مددگار نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا اسے اللہ سے کچھ علاقہ نہیں۔

تفسیر لباب التاویل میں ہے: ان عبادة بن الصامت کان له حلفاء من الیهود فقال یوم الاحزاب یارسول اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۴/ ۱۳۹، ۱۳۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۴۴

[3] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

معی خسمائۃ من الیھود وقد رأیت ان استظھر بھم علی العدو فنزلت ھذہ الاٰیۃ وقولہ (لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ) الاٰیۃ یعنی انصارا واعوانا (مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ) یعنی من غیر المؤمنین والمعنی لایجعل المؤمن ولایتہ لمن ھو غیر مؤمن نھی اللہ المؤمنین ان یوالوا الکفار اویلاطفوھم لقرابۃ بینھم اومحبۃ اومعاشرۃ والمحبۃ فی اللہ والبغض فی اللہ باب عظیم واصل من اصول الایمان [1]۔

یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کچھ یہودی حلیف تھے غزوہ احزاب میں انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ساتھ پانسو یہودی ہیں میری رائے ہوتی ہے کہ دشمن پر ان سے مدد لوں، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری کہ مسلمان غیر مسلم کو مددگار نہ بنائیں کہ یہ مسلمانوں کو حلال نہیں اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کو منع فرمایا کہ رشتے، خواہ یارانے، خواہ نرے میل کے باعث کافروں سے دوستانہ برتیں یا ان سے لطف ونرمی کے ساتھ پیش آئیں اور اللہ تعالٰی کے لئے محبت اور اللہ تعالٰی کے لئے عداوت ایک عظیم باب اور ایمان کی جڑ ہے۔

مدارک شریف پارہ ٦ میں ہے:

ای لاتتخذوھم اولیاء تنصرونھم وتستنصرونھم وتؤاخونھم وتعاشرونھم معاشرۃ المؤمنین [2]۔

یعنی رب عزوجل فرماتا ہے کافروں کو دوست نہ بناؤ کہ تم ان کے معاون ہو، اور ان سے اپنے لئے مدد چاہو انھیں بھائی بناؤ، دنیوی برتاؤ ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا رکھو، اس سب سے منع فرماتا ہے۔

تفسیر کبیر پارہ ٦ میں ہے:

المراد ان اللہ تعالٰی امر المسلم ان لایتخذ الحبیب والناصر الامن المسلمین [3]۔

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ صرف مسلمانوں ہی کو اپنا دوست مددگار بنائیں۔ اسی میں ہے:

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیہ ٣/ ٢٨ مصطفی البابی مصر ١/ ٣٣٦

[2] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت آیۃ لاتتخذوا الیھود الخ دار الکتاب العربی بیروت ١/ ٢٨٧

[3] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ انما ولیکم اللہ ورسولہ الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ١٢/ ٣٠

یعنی لا تتخذوھم اولیاء ای لا تعتمدوا علی الاستنصار بھم ولا تتوددوا الیھم [1]۔

یعنی مراد آیت یہ ہے کہ کافروں کی مدد و یاری پر اعتماد نہ کرو۔

تفسیر ابی السعود و تفسیر فتوحات الٰہیہ میں زیر آیہ مذکورہ ہے: نھوا عن موالاتھم لقرابۃ او صداقۃ جاھلیۃ ونحوھما من اسباب المصادقۃ والمعاشرۃ وعن الاستعانۃ بھم فی الغزو وسائر الامور الدینیۃ [2]۔

یعنی مسلمان منع کئے گئے کافروں کی دوستی سے خواہ وہ رشتہ داری ہی ہو یا اسلام سے پہلے کا یارانہ یا کسی سبب یاری خواہ میل جول کے سبب اور منع کئے گئے اس سے کہ جہاد یا کسی دینی کام میں کافروں سے استعانت کریں۔

آیت نمبر ۴:

"فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا ﴿۸۹﴾" [3]	اگر کافر ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ قتل کرو اور ان میں کسی کو دوست نہ بناؤ نہ مددگار۔

اس آیہ کریمہ میں ولی کے ساتھ لفظ نصیر خود ہی صاف ارشاد ہے کہ انھیں دوست ٹھہرانا بھی حرام اور مددگار بنانا بھی حرام ہے۔ تفسیر مدارک التنزیل میں ہے:

(فَاِنۡ تَوَلَّوۡا) عن الایمان (فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ وَجَدۡتُّمُوۡهُمۡ ۖ وَلَا تَتَّخِذُوۡا مِنۡهُمۡ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيۡرًا) وان بذلوا لکم الولایۃ والنصرۃ فلا تقبلوا منھم (اِلَّا الَّذِيۡنَ يَصِلُوۡنَ اِلٰى قَوۡمٍ) ویتصلون بھم والاستثناء من قولہ فخذوھم واقتلوھم دون الموالاۃ [4]۔	اگر وہ ایمان لانے سے منہ پھیریں تو انھیں پکڑو اور جہاں پاؤ مارو اور ان میں کسی کو نہ دوست بناؤ نہ مددگار۔ اور اگر وہ بلا معاوضہ بھی تمھاری دوستداری ومددگاری بگھاریں جب بھی قبول نہ کرو مگر جو اہل معاہدہ سے ملے یہ پکڑنے اور قتل کرنے سے استثناء ہے نہ دوستی سے کہ وہ تو ہر کافر سے مطلقًا حرام ہے۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) زیر آیہ لا تتخذوا الیھود الخ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۲/ ۱۶

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) زیر آیہ لا یتخذ المؤمنون الکافرین اولیاء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۹

[4] مدارك التنزیل (تفسیر النسفی) زیر آیۃ ۴/ ۸۹ دار الکتب العربی بیروت ۱/ ۲۴۲

تفسیر بیضاوی میں ہے:

ای جانبوھم راسا ولاتقبلوا منھم ولایۃ ولانصرۃ[1]۔	یعنی ان سے بالکل دور رہو اور ان کی دوستی ومدد کچھ نہ قبول کرو۔

تفسیر ابی السعود میں ہے:

ای جانبوھم مجانبۃ کلیۃ ولاتقبلوا منھم ولایۃ ولانصرۃ ابدا[2]۔	یعنی کافروں سے بالکل کنارہ کش رہو اور کبھی ان کی دوستی ومدد قبول نہ کرو۔

تفسیر فتوحات الٰہیہ میں ہے:

ھذا مستثنی من الاخذ والقتل اما الموالاۃ فحرام مطلقا لاتجوز بحال[3]۔	یہ استثناء گرفتاری وقتل سے ہے، رہی کافر سے موالات وہ تو مطلقاً حرام ہے کسی حال میں جائز نہیں۔

تفسیر خازن میں ہے:

ھذا الاستثناء یرجع الی القتل لا الی الموالات لان موالاۃ الکفار والمنافقین لاتجوز بحال[4]۔	یہ استثناء قتل کی طرف پھرتا ہے نہ کہ موالات کی جانب، اس لئے کہ کافروں اور منافقوں سے موالات تو کسی حال میں حلال نہیں۔

تفسیر کرخی میں ہے:

استثناء من مفعول فاقتلوھم لامن قولہ ولاتتخذوا منھم ولیا ولانصیرا وان کان اقرب مذکور لان اتخاذ الولی منھم حرام بلااستثناء بخلاف قتلھم[5]۔	معاہدوں سے ملنے والوں کا استثناء ان سے ہے جن کی بابت حکم فرمایا تھا کہ انھیں قتل کرو، اس ارشاد سے استثناء نہیں کہ ان میں نہ کسی کو دوست بناؤ نہ مددگار اگرچہ ذکر میں یہی قریب تر ہے اس واسطے کہ کافروں سے کسی کو دوست بنانا بلا استثناء حرام ہے بخلاف ان کے قتل کے کہ

---

[1] انوار التنزیل مع القرآن الکریم (بیضاوی) زیر آیہ ۴/ ۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۳

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) زیر آیہ ۴/ ۸۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۲۱۳

[3] الفتوحات الھیہ (الشھیر بالجمل) زیر آیہ ۴/ ۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۹

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) زیر آیہ ۴/ ۸۹ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۷۱

[5] تفسیر کرخی

اس سے معاہدین مستثنٰی ہیں۔ تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

قال الطیبی لامن الضمیر فی ولاتتخذوا وان کان اقرب لان اتخاذ الولی منھم حرام مطلقا[1]۔	طیبی نے کہا دوست یا مددگار بنانے کی ممانعت سے استثناء نہیں اگرچہ وہ قریب تر ہے اس لئے کہ کافروں میں سے کسی کو دوست بنانا مطلقاً حرام ہے اگرچہ معاہد ہو۔

اقول: اس پر خود سیاق کریمہ دال کہ قتل وقتال ہی کے منع ورخصت کا ذکر ہے یونہی عموم حکم نفس استثناء کا مفاد کہ مجاہرین متصلین بالمعاہدین ومعاہدین غیر جانبدار طرفین مستثنٰی فرمائے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

استعانت بمشرکین کی تحریم پر صحیح حدیثیں:

فائدۂ ثانیہ: صحاح احادیث ناطق۔

حدیث ۱: صحیح مسلم وسنن اربعہ ومشکل الآثار امام طحاوی میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدر کو تشریف لے چلے سنگستان وبرہ میں (کہ مدینہ طیبہ سے چار میل ہے) ایک شخص جس کی جرات وبہادری مشہور تھی حاضر ہوا، اصحاب کرام اسے دیکھ کر خوش ہوئے، اس نے عرض کی: میں اس لئے حاضر ہوا کہ حضور کے ہمراہ رکاب رہوں اور قریش سے جو مال ہاتھ لگے اس میں سے میں بھی پاؤں، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **اتؤمن باللہ ورسولہ** کیا تم اللہ ورسول پر ایمان رکھتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "**فارجع فلن نستعین بمشرک**" تو پلٹ جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ چاہیں گے۔ پھر حضور تشریف لے چلے جب ذوالحلیفہ پہنچے (کہ مدینہ سے چھ میل ہے) وہ پھر حاضر ہوا، صحابہ خوش ہوئے کہ واپس آیا وہی پہلی بات عرض کی اور حضور نے وہی جواب ارشاد فرمایا کہ کیا تو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے؟ کہا: نہ۔ فرمایا: "**فارجع فلن نستعین بمشرک**" واپس جا ہم ہرگز کسی مشرک سے مدد نہ لیں گے، پھر حضور تشریف لے چلے جب وادی میں پہنچے وہ پھر آیا اور صحابہ خوش ہوئے اس نے وہی عرض کی۔ حضور نے فرمایا: کیا تو اللہ ورسول پر ایمان لاتا ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: **فنعم**

---

[1] عنایۃ القاضی علی تفسیر البیضاوی زیر آیۃ ۴/ ۸۹ دار صادر بیروت ۳/ ۱۶۵

اذن [1] ہاں اب چلو۔

حدیث ۲: امام احمد و امام اسحٰق بن راہویہ مسانید اور امام بخاری تاریخ اور ابو بکر بن ابی شیبہ مصنف میں اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر اور حاکم صحیح مستدرک میں خبیب بن اساف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک غزوہ عــہ۱ کو تشریف لئے جاتے تھے میں اور میری قوم سے ایک شخص حاضر ہوئے میں نے عرض کی: یارسول اللہ عــہ۲! ہمیں شرم آتی ہے کہ ہماری قوم کسی معرکہ میں جائے اور ہم نہ جائیں (یہ قوم خزرج سے تھے کہ انصار سے ایک بڑا گروہ ہے) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دونوں مسلمان ہوئے کہا: نہ۔ فرمایا: **فانالا نستعین بالمشرکین علی المشرکین** تو ہم مشرکوں سے مشرکوں پر مدد نہیں چاہتے۔ اس پر ہم دونوں اسلام لائے اور ہمراہ رکاب اقدس شریک جہاد ہوئے [2]۔

حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ یونہی تنقیح میں اس کے رجال کی توثیق کی۔

حدیث ۳: امام واقدی مغازی اور امام اسحٰق بن راہویہ مسند اور امام طحاوی مشکل الآثار اور طبرانی معجم کبیر و معجم اوسط میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روز احد تشریف لے چلے جب ثنیۃ الوداع سے آگے بڑھے ایک بھاری لشکر ملاحظہ فرمایا ارشاد ہوا: یہ کون ہیں؟ عرض کی گئی: یہودی بنی قینقاع قوم عبداللہ بن سلام خلفائے عبداللہ بن اُبی (یہ لفظ طحاوی ہیں اور لفظ ابن راہویہ یوں ہی عرض کی گئی یہ عبداللہ بن اُبی ہے اپنے حلیفوں کے ساتھ کہ قوم عبداللہ بن سلام کے یہود ہیں، اور لفظ واقدی میں ہے یہ ابن اُبی کے حلیف یہودی ہیں اور لفظ طبرانی میں ہے یہ عبداللہ بن اُبی ہے چھ سو یہودیوں کے ساتھ کہ اس کے

عــہ۱: یہ غزوہ غزوہ بدر ہے **کمافی اسدالغابہ** ۱۲منہ غفرلہ

عــہ۲: اقول: یہ لفظ مستدرک میں ہے اور مشکل الآثار و مسند احمد میں نہیں قبل اسلام اس کا کہنا باعتبار عرف مسلمین ہوگا یایوں کہ اس وقت بھی ایقان تھا اگرچہ اذعان بعد کو ہوا ۱۲منہ غفرلہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کراہیۃ الاستعانۃ فی الغزو الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸، مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دارصادر بیروت ۳/ ۲۳۷

[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دارصادر بیروت ۳/ ۲۳۹

حلیف ہیں فرمایا: کیا اسلام لئے آئے؟ عرض کی: نہ۔ وہ اپنے دین پر ہیں۔ فرمایا:

قل لھم فلیرجعوا فانا لانستعین بالمشرکین علی المشرکین[1]۔	ان سے کہہ دو لوٹ جائیں ہم مشرکوں پر مشرکوں سے مدد نہیں لیتے۔

اقول: یہ حدیث بھی حسن صحیح ہے مسند امام اسحٰق میں اس کی سند یوں ہے:

اخبرنا الفضل بن موسٰی عن محمد بن عمرو بن علقمۃ عن سعد بن المنذر عن ابی حمید الساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ[2]۔	ہمیں خبر دی فضل بن موسی نے محمد بن عمرو بن علقمہ سے انھوں نے سعد بن منذر سے انھوں نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔

فضل بن موسٰی و محمد بن عمرو بن علقمہ دونوں رجال جمیع صحاح ستہ سے ہیں ثقہ ثبت وصدوق اور یہ سعد بن منذر بن ابی حمید الساعدی ہیں کما فی مشکل الاٰثار، ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا، تقریب میں کہا مقبول ہیں۔ تہذیب التنذیب میں ہے:

روی عن جدہ وحمزۃ بن ابی اسید وعنہ محمد بن عمرو بن علقمۃ وعبدالرحمٰن بن سلیمن بن الغسیل ذکرہ ابن حبان فی الثقات[3]۔	انھوں نے اپنے دادا حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حمزہ بن اسید سے علم حاصل کیا اور ان سے محمد بن عمرو بن عقلمہ اور عبدالرحمٰن بن سلیمن ابن حضرت غسیل الملائکہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابن حبان نے انھیں ثقات میں ذکر کیا۔

لاجرم زرقانی علی المواہب میں ہے:

قدروی الطبرانی فی الکبیر والاوسط برجال ثقات عن ابی حمید الساعدی الحدیث(عہ[4]۔	یہ حدیث طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بہ سند صحیح ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۴: عبد بن حمید وابویعلی وابناء جریر ومنذر وابی حاتم اور بیہقی شعب الایمان میں

عــــہ: یہ طبرانی نے معجم کبیر و معجم اوسط میں بہ سند صحیح ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

---

[1] مشکل الاٰثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۱

[2] نصب الرایہ بحوالہ اسحاق بن راہویہ فی مسندہ کتاب السیر کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۳

[3] تہذیب التہذیب ترجمہ ۸۹۹ سعد بن منذر دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۴۸۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الاول غزوہ احد دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: **لاتستضیئوا بنار المشرکین**[1] مشرکوں کی آگ سے روشنی نہ لو۔ امام حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کے معنی پوچھے گئے، فرمایا: **لاتستشیروا المشرکین فی شیئ من امورکم قال الحسن وتصدیق ذٰلك فی کتاب اللہ "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا"**[2] ارشاد حدیث کے یہ معنٰی ہیں کہ مشرکوں سے اپنے کسی معاملہ میں مشورہ نہ لو، پھر فرمایا اس کی تصدیق خود کلام اللہ میں موجود ہے کہ فرمایا اے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے۔

اقول: یہ حدیث بھی اصول حنفیّہ کرام پر حسن ہے، طبری کے یہاں اس کی سند یہ ہے:

حدثنا ابوکریب ویعقوب بن ابراہیم قالا حدثنا ھشیم اخبرنا العوام بن حوشب عن الازہر بن راشد عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ[3]۔	ابوکریب اور یعقوب بن ابراہیم نے ہمیں حدیث بیان کی اور کہا ہمیں ہشیم نے انھوں نے کہا ہمیں عوام بن حوشب نے ازہر بن راشد سے انھوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ (ت)

ابوکریب سے عوام بن حوشب تک سب اجلہ مشاہیر ثقہ عدول، رجال جملہ صحاح ستہ سے ہیں اور ازہر بن راشد رجال سنن نسائی وتابعین سے ہیں ان پر کسی عـــہ امام معتمد سے کوئی جرح ثابت نہیں اور

عـــہ: اماتضعیف ابن معین فلازہر بن راشد الکاھلی لافی ھذا البصری الراوی عن انس وقد فرق بینھما ابن معین فضعف الکاھلی لاھذا کما بینہ الحافظ المزی فی تھذیبہ والحافظ	لیکن ابن معین نے ضعیف کہا ہے تو ازہر بن راشد کاہلی کو کہا ہے اس بصری راشد کو جو انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہے کی بابت نہیں کہا، ابن معین نے دونوں میں فرق کرتے ہوئے کاہلی کو ضعیف کہا ہے اس کو نہیں جیسا کہ حافظ مزی نے اپنی تہذیب (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[2] شعب الایمان حدیث ۹۳۷۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۰
[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) زیر آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ المطبعۃ المیمنۃ مصر ۴/ ۳۸

یہ کہ ان سے راوی صرف عوام بن حوشب ہیں جس کی بناء پر تقریب میں حسب اصطلاح محدثین نے مجہول کہا ہمارے نزدیک اصلاجرح نہیں خصوصاتابعین میں، مسلم الثبوت میں ہے:

لاجرح بأن له راویا واحدا وھو مجهول العین [1]۔ (ملتقطا)	یہ کوئی جرح کی بات نہیں کہ اس سے ایک ہی شخص نے روایت کی یااسے مجہول العین کہتے ہیں۔

فواتح الرحموت میں ہے:

وقیل لایقبل عندالمحدثین وھو تحکم [2]۔	اور بعض نے کہاایساروای محدثین کے نزدیک مقبول نہیں اور یہ نری زبردستی ہے۔

فصول البدائع میں ہے:

العدالة فیما بین رواة الحدیث ھی الاصل ببرکته وھو الغالب بینھم فی الواقع کما نشاھدہ فلذا قبلنا مجهول القرون الثلثة فی الروایة [3]۔	راویان حدیث میں حدیث کی برکت سے عدالت ہی اصل ہے اور مشاہدہ شاہد کہ واقع میں ثقہ ہوناہی ان میں غالب ہےاس لئے قرون ثلثہ کے مجہول کی روایت ہمارے ائمہ قبول کرتے ہیں۔

بعض روایات کہ استعانت میں پیش کی جاتی ہیں ان کا حال:

فائدہ ثالثہ: بعض روایات کہ ان احادیث صحیحہ بلکہ آیات صریحہ کے مقابل پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی صحیح ومفید مدعائے مخالف نہیں۔ محقق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) العسقلانی فی تقریبه واما قول الازدی منکر الحدیث فالازدی نفسه مجروح ضعیف بشدید التعنت فی الرجال معروف ثم قوله منکر الحدیث جرح مبھم غیر مفسر کما نصوا علیه ۱۲منه غفرله۔	میں اور حافظ عسقلانی نے اپنی تقریب میں بیان کیا ہے لیکن ازدی کااس کو منکر الحدیث کہنا معتبر نہیں اس لئے کہ ازدی خود مجروح، ضعیف اور رجال حدیث پر طعن کرنیوالا مشہور ہے پھر منکر الحدیث کہنا یہ غیر واضح مبہم جرح ہے جیسا کہ علماء نقد نے تصریح کی ہے ۱۲منہ غفرلہ (ت)

[1] مسلم الثبوت مسئلة معرف العدالة الشهرة مطبع انصاری دہلی ص ۱۹۲

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئله مجهول الحال منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۴۹

[3] فصول البدائع

علی الاطلاق نے فتح القدیر میں انھیں ذکر کرکے فرمایا:

ولاشك ان هذه لاتقاوم احاديث المنع فی القوة فكيف تعارضها [1]۔	کوئی شک نہیں کہ یہ روایتیں قوت میں احادیث منع کو نہیں پہنچتیں تو کیونکر انکے معارض ہو سکتی ہیں۔

خود ابوبکر حازمی شافعی نے کتاب الاعتبار میں حدیث صحیح مسلم در بارہ ممانعت روایت کرکے کہا:

ومايعارضه لايوازيه فی الصحة والثبوت فتعذر ادعاء النسخ [2]	اور اس کاخلاف جن روایتوں میں آیا ہے وہ صحت و ثبوت میں ان کے برابر نہیں تو ممانعت استعانت کو منسوخ ماننے کا ادعا ناممکن ہے۔

یہ اجمالی جواب بس ہے، اور مجمل کی تفصیل یہ کہ یہاں دو واقعے پیش کئے جاتے ہیں جن سے احادیث منع کو منسوخ بتاتے ہیں کہ وہ واقعہ بدر واُحد ہیں اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ خیبر میں کہ ان کے کئی برس بعد ہے بعض یہود بنی قینقاع سے یہود خیبر پر استعانت فرمائی پھر سنہ ۸ ہجری غزوہ حنین میں صفوان بن امیہ سے اور وہ اس وقت مشرک تھے تو اگر ان پہلے واقعات میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مشرک یا مشرکوں کو رد فرمانا اس بناء پر تھا کہ حضور کو رد قبول کا اختیار تھا جب تو حدیثوں میں کوئی مخالفت ہی نہیں اور اگر اس وجہ سے تھا کہ مشرک سے استعانت ناجائز تھی تو ظاہر ہے کہ بعد کی حدیث نے ان کو منسوخ کردیا یہ تمام وکمال کلام امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے کہ ان سے فتح اور فتح سے ردالمحتار میں نقل کیا اور ناواقفوں نے نہ سمجھا یہ بعینہٖ کتاب الاعتبار حازمی شافعی میں امام شافعی سے مروی ہے:

حيث قال قرأت علی روح بن بدر اخبرك احمد بن محمد بن احمد فی كتابه عن ابی سعيد الصير فی اخبرنا ابوالعباس انا الربيع انا الشافعی قال	میں نے روح بن بدر پر پڑھا کہ آپ کو احمد بن محمد بن احمد نے اپنی کتاب میں ابوسعید صیر فی سے خبر دی کہ انھوں نے کہا ہمیں ابوالعباس نے خبر دی کہ ہمیں ربیع نے خبر دی کہ ہمیں امام شافعی نے خبر دی

---

[1] فتح القدیر کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۴۳

[2] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

الذی روی مالك کما روی رد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مشرکا ومشرکین فی غزوۃ بدر وابی ان یستعین الا بمسلم ثم استعان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد بدر فی غزوۃ خیبر بیھود من بنی قینقاع کانوا اشداء واستعان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی غزوۃ حنین سنۃ ثمان بصفوان بن امیۃ وھو مشرك فالرد الاول ان کان بان لہ الخیار بان یستعین بمشرك وان یردہ"کما لہ رد المسلم "من معنی مخافۃ او لشدۃ بہ فلیس واحد من الحدیثین مخالفا للاخر وان کان ردہ لانہ لم یر ان یستعین بمشرك فقد نسخہ مابعدہ من استعانتہ بالمشرکین اذا خرجوا طوعا ویرضخ لھم ولا یسھم لھم ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اسھم لھم انتھی[1]۔	کہ وہ جو امام مالک نے روایت فرمایا وہ ویسا ہی ہے جیسا انھوں نے روایت فرمایا، غزوہ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مشرک اور دو مشرکوں کو واپس فرمادیا اور غیر مسلم سے استعانت کرنا قبول نہ فرمایا، پھر نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد غزوہ خیبر میں بنی قینقاع کے کچھ یہودیوں سے کام لیا کہ زورآور تھے اور سنہ ۸ ہجری غزوہ حنین میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صفوان بن امیہ سے جس وقت میں کہ وہ مشرک تھے کچھ امداد لی تو پہلا رد فرمادینا اگر اس بنا پر تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ کسی مشرک سے کام لیں یا اسے واپس فرمادیں جیسا کہ انھیں مسلمان کے واپس فرمادینے کا اختیار ہے اس پر کسی خوف یا مشقت کے باعث، جب تو حدیثوں میں باہم کچھ اختلافات ہی نہیں اور اگر وہ واپس فرمادینا اس بناء پر تھا کہ حضور نے مشرک سے مدد لینا ناجائز جانا تو بعد کے واقعہ نے کہ مشرکوں سے کام لیا اسے منسوخ کردیا اور اس میں کوئی حرج نہیں کہ مشرکوں سے لڑنے میں مشرکوں سے مدد لے جبکہ وہ اپنی خوشی سے لڑنے کو چلیں اور غنیمت میں سے انھیں کچھ تھوڑا سا دیا جائے پورا حصہ نہ دیا جائے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت نہیں کہ حضور نے انھیں پورا حصہ دیا ہو انتھی (یہ تمام کلام امام شافعی کا ہے)۔

اس کے بعد جو فقرہ فتح میں ہے وہ بھی زیر قال الشافعی داخل، اور انھیں کا قول ہے جسے بیہقی شافعی نے ان سے روایت کیا۔ نصب الرایہ میں ہے:

[1] نصب الرایۃ بحوالہ الحازمی فی کتاب الناسخ والمنسوخ فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

قال الشافعی ولعله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم انما رد المشرك الذی ردہ فی غزوۃ بدر رجاء اسلامه وقال و ذٰلك واسع للامام ان یرد المشرك اویاذن له انتھی وکلام الشافعی کله نقله البیہقی عنه[1]۔	امام شافعی نے فرمایا کہ وہ مشرک جسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں واپس فرمایا تھاشاید یہ اس امید کی بناپر ہو کہ وہ اسلام لے آئے گااور امام شافعی نے کہاسلطان اسلام کو گنجائش ہے چاہے مشرک کو واپس کردے یااجازت دے انتہی اور امام شافعی کا یہ سارا کلام بیہقی نے ان سے روایت کیا۔

یہود سے استعانت کے پانچ جواب:

واقعہ یہود بنی قینقاع کاجواب تو واضح ہے جو محقق علی الاطلاق اور خود حازمی شافعی نے ذکر کیاکہ وہ روایت کیااس قابل ہے کہ احادیث صحیحہ کے سامنے پیش کی جائے اس کا مخرج **الحسن بن عمارۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس** ہے قطع نظر انقطاع سے کہ حکم نے مقسم سے صرف چار حدیثیں سنیں جن میں یہ نہیں،اور امام شافعی کے نزدیک منقطع مردود ہے، حسن بن عمارہ متروک ہے **کما فی التقریب**،اور مرسل زہری مروی جامع الترمذی ومراسیل ابی داؤد ایک تومرسل کہ امام شافعی کے یہاں مہمل **اقول:** اور سند مراسیل میں ایک انقطاع حیوۃ بن شریح وزہری کے درمیان ہے، تہذیب التہذیب میں امام احمد سے ہے:

لم یسمع حیوۃ من الزہری[2]۔	حیوۃ نے زہری سے کوئی حدیث نہ سنی۔

دوسرے مرسل بھی زہری کا جسے محدثین پابرہوا کہتے ہیں تیسرے ضعیف بھی **کمافی الفتح** (جیسا کہ فتح میں ہے۔ت) یونہی بیہقی نے کہا:

اسنادہ ضعیف ومنقطع[3]۔	اس کی سند ضعیف اور بیچ میں کٹی ہوئی ہے۔

نصب الرایہ میں ہے: **انہا ضعیفۃ**[4] یہ سب روایتیں ضعیف ہیں۔**اقول** اور کچھ نہ ہو اس میں یہ تو ہے کہ:

---

[1] نصب الرایۃ کتاب التفسیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۴

[2] تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۳۵ حیوۃ بن شریح دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن بھارت ۳/ ۷۰

[3] نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۳/ ۴۲۲

[4] نصب الرایۃ بحوالہ البیہقی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۳/ ۴۲۳

اسھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقوم من الیھود قاتلوا معہ[1]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان یہودیوں کو جنھوں نے ہمراہ رکاب اقدس قتال کیا تھا حصہ عطافرمایا۔

اس سے استعانت کہاں ثابت، ممکن کہ انھوں نے بطور خود قتال کیا ہو، اور پانچواں جواب امام طحاوی سے آتا ہے کہ سرے سے قاطع استناد ہے۔

صفوان بن امیہ سے استعانت کے روشن جواب:

رہا قصہ صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ ان کا قبل از اسلام غزوہ حنین شریف میں ہمراہ رکاب اقدس ہونا ضرور ثابت ہے مگر ہر گزنہ ان سے قتال منقول نہ یہی کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے قتال کو فرمایا ہو صرف اس قدر ہے کہ سوزرہ خود بکتر اور ایک روایت میں چار سوان سے عاریۃً لئے اور وہ بطمع پرورش سرکار عالم مدار کہ مؤلفۃ القلوب سے تھے ہمراہ لشکر ظفر پیکر ہولئے ان کی مراد بھی پوری ہوئی اور اسلام بھی پختہ راسخ ہوگیا سرکار اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غنائم سے اتنا عطافرمایا اتنا عطافرمایا کہ یہ بے اختیار کہہ اٹھے:

واللہ ماطابت بھذا الا نفس نبی[2]۔	خدا کی قسم اتنی عطائیں خوش دلی سے دینا نبی کے سوا کسی کا کام نہیں۔

اشھدان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

امام ابن سعد طبقات پھر حافظ الشان عسقلانی اصابہ فی تمیز الصحابہ میں انہی صفوان رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت فرماتے ہیں:

لم یبلغنا انہ غزا مع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[3]۔	ہمیں روایت نہ پہنچی کہ انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسل کی ہمراہی میں جہاد کیا ہو۔

امام طحاوی مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

صفوان کان معہ لاباستعانتہ ایاہ منہ فی	یعنی صفوان خود ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی

[1] نصب الرایۃ کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۳/ ۴۲۲

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ باب ص ف ترجمہ ۴۰۷۳ دار صادر بیروت ۲/ ۱۸۷

[3] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ باب ص ف ترجمہ ۴۰۷۳ دار صادر بیروت ۲/ ۱۸۸

ذٰلك ففی ھذا مایدل علی انه انما امتنع من الاستعانة به وبامثاله ولم یمنعھم من القتال معه باختیارھم لذلك[1]۔	علیہ وسلم کے ساتھ ہولئے تھے حضور نے ان سے استعانت نہ فرمائی، اس میں دلیل ہے اس پر کہ حضور مشرکوں سے استعانت سے باز رہتے تھے اور وہ اپنے اختیار سے ہمراہی میں لڑیں تو اس میں منع نہ فرماتے تھے۔

اسی میں ہے:

حدثنا ابوامیة قال حدثناء بشر بن عمر الزہرانی قال قلت لما لك الیس ابن شھاب کان یحدث ان صفوان بن امیة سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فشھد حنینا والطائف وھو کافر قال بلی ولکن ھو سار مع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولم یأمرہ رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بذٰلك[2]۔	ہم سے ابوامیہ نے حدیث بیان کی کہ ہم سے بشر بن عمر زاہرانی نے حدیث بیان کی کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے گزارش کی کیا زہری یہ حدیث بیان نہ کرتے تھے کہ صفوان بن امیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس چل کر حنین وطائف کے غزووں میں بحالت کفر حاضر ہوئے، فرمایا ہاں مگر وہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمرکاب ہولئے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے نہ فرمایا تھا۔

علامہ جلال الدین ابوالمحاسن یوسف حنفی معتصر میں فرماتے ہیں:

لامخالفة بین حدیث صفوان و بین قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانستعین بمشرك لان صفوان قتاله کان باختیارہ دون ان یستعین به النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان الاستعانة بالمشرك غیر جائزۃ	یعنی حدیث صفوان اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں کہ ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے کچھ مخالفت نہیں کہ صفوان کا قتال کو جانا اپنے اختیار سے تھا، نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے استعانت فرمائی ہے مشرک سے استعانت حرام ہے لیکن وہ خود لڑیں تو لڑنے دینا

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۳۹

[2] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماروی فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۳۷

لکن تخلیتهم للقتال جائزة لقوله تعالٰی لاتتخذوا بطانة من دونکم والاستعانة اتخاذ بطانة وقتالهم دون استعانة بخلاف ذٰلك [1]۔(مختصرا)	جائز ہے اس لئے کہ رب عزوجل نے فرمایا غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ مشرک سے استعانت کرنا اسے رازدار بنانا ہے اور بلااستعانت خود اس کے لڑنے میں یہ بات نہیں۔(مختصرا)

استعانت جائز ہے تو صرف ذمی سے ہے حربی سے مطلقاً حرام

فائدہ رابعہ: **اقول** یہ مسئلہ کہ ذمی اگر مسلمانوں کے ہمراہ قتال کرے یا راستہ بتائے تو سلطان اسے غنیمت سے کچھ عطا فرمائے جو مسلمانوں کے حصہ سے کم ہو اور راہ بتانے میں بقدر اجرت تمام متون مثل ہدایہ ووقایہ وتحفۃ الفقہاء وکنز ووافی ومختار واصلاح وغرر وملتقی وتنویر اور ان کے سوا جن جن کتب میں اس کا ذکر ہے جیسے خزانۃ المفتین واشباہ والنظائر وغیرہا سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے حتی کہ علامہ محمد بن عبدالرحمٰن دمشقی نے رحمۃ الامہ اور امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الشریعہ میں اسے ائمہ اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے اسی قید کے ساتھ ذکر کیا، رحمۃ الامہ کی عبارت یہ ہے:

اتفقوا علی ان من حضر الغنیمة من مملوك اوامرأة اوصبی اوذمی فلهم الرضخ [2]۔	علماء کا اتفاق ہے کہ غلام یا عورت یا لڑکا یا ذمی جو غنیمت میں حاضر ہو تو انھیں کچھ دیا جائے گا پورا حصہ نہیں۔

بعض شراح نے اسی سے مسئلہ استعانت استنباط کیا، فتوائے شائع کردہ لیڈری نے درمختار کی یہ عبارت تو نقل کی:

مفاده جواز الاستعانة بالکافر عند الحاجة [3]۔	اس سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر سے مدد لینی جائز ہے۔

اور متن کی عبارت چھوڑ دی جو ضمیر مفادہ کا مرجع بتاتی کہ یہ کاہے کا مفاد ہے وہ عبارت یہ ہے:

لالعبد وصبی وامرأة وذمی ورضخ لهم	غلام اور لڑکے اور عورت اور ذمی کے لئے غنیمت

[1] المعتصر من المختصر "فی الاستعانة بالمشرک" دائرة المعارف العثمانیة حیدرآباد دکن ۱/ ۲۲۹

[2] رحمة الامة فی اختلاف الائمة کتاب السیر فصل اختلف الائمة هل یملك الکفار الخ مطابع قطر الوطنیة قطر ص ۳۸۷

[3] الدرالمختار فصل فی کیفیة القسمة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳

اذا باشروا القتال اوکانت المرأۃ تقوم بمصالح المرضی اودل الذمی علی الطریق [1]۔	کا حصہ نہیں ہاں کچھ دیا جائے گا اگر لڑیں یا عورت مریضوں کی تیمار داری کرے یا ذمی راستہ بتائے۔

اس کے متصل بلا فصل در مختار کی وہ عبارت ہے تو کافر سے مطلقاً وہی مراد جو متن میں مذکور ہے یعنی ذمی کہ حربی ہر گز اس کے معنی میں نہیں جس کے سبب بدلیل الویت یا مساوات تعمیم کرلی جائے اس کی نظیر ابھی عبارت قدوری وہدایہ سے گزری جن میں لفظ کافر تھا اور تمام اکابر نے تصریح فرمادی کہ کافر سے مراد ذمی ہے۔

ذمی میں بھی خاص کتابی سے استعانت جائز ہے مشرک سے مطلقاً حرام ہے:

فائدہ خامسہ: امام اجل زینت حنفیت سید نا احمد طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی عنہ نے اس میں اور تخصیص فرمائی اور اسی کو حضرت سید نا امام اعظم وجملہ ائمہ حنفیّہ کا مذہب بتایا کہ مسئلہ استعانت کا کتابی سے خاص ہے، جہاد میں وقت حاجت دبے ہوئے یہودی یا نصرانی سے مدد لے سکتے ہیں مشرک سے اصلا جائز نہیں مشکل الآثار میں استعانت بمشرک سے ممانعت کی حدیثیں روایت فرمائیں پھر استعانت بہ یہود کی حدیث اعتراضًا وارد کی پھر اس سے جواب میں فرمایا:

لیس فی ذٰلك مایخالف شیئا مما رویناہ فی ھذا الباب لان الیھود لیسوا من المشرکین الذین قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی الاٰثار الاول انه لانستعین بھم اولئك عبدۃ الاوثان وھؤلاء اھل الکتب والغلبة لنا لانا الاعلون علیھم وھم اتباع لنا وھکذا حکمھم الاٰن عند کثیر من اھل العلم منھم ابوحنیفة واصحابه رضی اللہ تعالٰی عنھم یقولون لاباس	وہ حدیثیں کہ اس باب میں ہم نے ذکر کیں یہ روایت ان سے کچھ مخالفت نہیں رکھتی اس لئے کہ یہود مشرک نہیں ہیں جن کے بارے میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اگلی حدیثوں میں فرمایا کہ ہم ان سے استعانت نہیں کرتے وہ بت پرست ہیں اور یہ کتابی ہیں اور یہ غلبہ ان پر ہمیں کو ہے کہ ہمیں ان پر بالادست ہیں اور وہ ہمارے تابع ہیں اور اب بھی اکثر علماء کے نزدیک ان کا یہی حکم ہے از انجملہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم

[1] الدر المختار فصل فی کیفیة القسمة مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳

بالاستعانۃ باھل الکتاب فی قتال من سواھم اذا کان حکمنا ھوالغالب ویکرھون ذٰلك اذاکان احکامنا بخلاف ذٰلك ونعوذ باللہ من تلك الحال[1]۔	وہ فرماتے ہیں کہ غیر کتابی کے مقابلہ میں کتابیوں سے مدد لینے میں حرج نہیں جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو اور کتابیوں سے بھی مدد لینے کو ناجائز رکھتے ہیں جبکہ حالت اس کے خلاف ہو یعنی وہ ہمارے تابع و پیرو نہ ہوں اور اس حالت سے اللہ کی پناہ۔

معتصر علامہ یوسف حنفی میں ہے:

الممتنع الاستعانۃ بالمشرك والیھود لیسوا من المشرکین ھکذا حکمھم عند ابی حنیفۃ واصحابہ اذا کان حکمنا ھوالغالب بخلاف ما اذا لم یکن غالبا نعوذ باللہ[2] (ملتقطا)	مشرک سے استعانت ناجائز ہے اور یہود مشرک نہیں امام اعظم اور ان کے تلامذہ کے نزدیک یہی حکم ہے جبکہ ہمارا ہی حکم غالب ہو بخلاف اس کے کہ معاذاللہ ہمارا حکم ان پر غالب نہ ہو۔ (ملتقطا)

تحقیق مقام استعانت کے اقسام اور ان کے احکام

فائدہ سادسہ: اقول: تحقیق مقام بتوفیق منعام یہ ہے کہ یہاں استعانت کی تین حالتیں ہیں:

التجا، اعتماد، استخدام

التجا: یہ کہ قلیل گروہ اپنے کو ضعیف وکمزور یا عاجز پاکر کثیر وقوی وطاقتور جتھے کی پناہ لے اپنا کام بنانے کے لئے اس کا دامن پکڑے یہ بداہۃً اپنے آپ کو ان کے ہاتھ میں دینا ہوگا اور انھیں خواہی نخواہی ان کے اشارے پر چلنا ان کی پس روی کرنی پڑے گی۔

اعتماد عـــہ: یہ کہ گروہ مساوی سے یارانہ گانٹھیں انھیں اپنا یار و یاور و معین ومددگار بنائیں ان کی مدد و موافقت سے اپنے لئے غلبہ وعزت وکامیابی چاہیں یہ اگرچہ اپنے آپ کو ان کے رحم پر چھوڑ دینا نہیں مگر ان کی ہمدردی وخیر خواہی پر اعتماد یقینا ہے کوئی عاقل خون کے پیاسے دشمن بدخواہ کو معین وناصر نہ بنائے گا، یہاں مساوات کے یہی معنی نہیں کہ ہر طرح قوت میں ہمارا ہم سنگ ہو بلکہ خود سر گروہ کہ ہمارے

عـــہ: اعتماد ہر استعانت میں ہے اور یہاں یہ مراد کہ صرف اعتماد ہے استیلاء نہ ان کا نہ اپنا ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] مشکل الآثار للطحاوی باب بیان مشکل ماوری فی الاستعانۃ من الکفار دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۰

[2] المعتصر من المختصر فی الاستعانۃ بالمشرك دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدر آباد دکن ۱/ ۲۲۹

ہاتھ میں مجبور نہیں اور ہمارے ساتھ اظہار بدخواہی کرسکتا ہے اسی شق میں ہے کہ باوصف خودسری اسے ناصر بنانا بے اعتماد نہ ہوگا۔ یہ دونوں صورتیں کفار کے ساتھ یقینا قطعاً نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حرام قطعی ہیں جن کی تحریم کو پہلی اور دوسری دو۲ ہی آیتیں کافی ووافی ہیں ہرگز کوئی مسلمان انھیں حلال نہیں کہہ سکتا۔

استخدام: یہ کہ کافر ہم سے دبا ہو اس کی چٹیا ہمارے ہاتھ میں ہو کسی طرح ہمارے خلاف پر قادر نہ ہو، وہ اگرچہ اپنے کفر کے باعث یقینا ہمارا بدخواہ ہوگا مگر بے دست وپا ہے ہم سے خوف وطمع رکھتا ہے خوف شدید کے باعث اظہار بدخواہی نہ کرسکے گا بلکہ طمع کے سبب مسلمان کے بارے میں نیک رائے ہوگا۔

الحمدﷲ! یہ تقریر غفرلہ القدیر نے تفقہاً لکھی تھی پھر امام شمس الائمہ سرخسی کی شرح سیر صغیر امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ دیکھی عظیم وجلیل تائید ملی، فائدہ خامسہ میں امام طحاوی وعلامہ یوسف حنفی کی عبارتیں سن چکے کہ جواز اس وقت ہے جب ہمارا ہی حکم غالب ہو اور امام ابوجعفر کا ارشاد کہ ہمیں بلند وبالا ہوں اور وہ ہمارے تابع، بعینہٖ یہی شرط سیر صغر میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے امام محمد نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا:

سالته عن المسلمین یستعینون باهل الشرك علی اهل الحرب. قال لاباس بذلك اذا كان حكم الاسلام هو الظاهر الغالب[1]۔	میں نے عرض کی کہ مسلمان اگر حربیوں پر مشرکوں سے مدد لیں تو کیسا ہے فرمایا مضائقہ نہیں بشرطیکہ اسلام ہی کا حکم روشن وزبردست ہو۔

مشرکوں سے ذمی مراد ہیں کہ اس سے دو ورق پہلے فرمایا:

لاباس بان یستعین اهل العدل بقوم من اهل البغی واهل الذمة علی الخوارج اذا كان حكم اهل العدل ظاهرا[2]۔	اہل عدل کا باغیوں اور ذمیوں سے خوارج کے خلاف مدد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اہل عدل کا حکم غالب ہو۔ (ت)

یہاں تو استخدام بتایا تھا مگر اس کی تعلیل وہ فرمائی جس نے استخدام کی پوری تصویر بھی کھینچ دی اور اس کی نوعیت بھی بتادی کہ کس طرح کا استخدام ہو۔

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمة دار المعرفة بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[2] المبسوط للسرخسی باب الخوارج دار المعرفة بیروت ۱۰/ ۱۳۴

کافر کو کتّا بنا کر استعانت جائز ہے جب وہ ہمارے ہاتھ میں کتے کی طرح مسخر ہو:

ارشاد ہوا: لان قتالھم بھذہ الصفۃ لاعزاز الدین والاستعانۃ علیھم باھل الشرك کالاستعانۃ بالکلاب [1]۔

دو ورق پہلے فرمایا: والاستعانۃ باھل الذمۃ کالاستعانۃ بالکلاب [2]۔

(یعنی اس لیے کہ جب وہ اس حالت پر ہوں تو ان کا لڑنا ہمارے ہی دین کے اعزاز کو ہوگا اور حربیوں پر ان ذمی مشرکوں سے استعانت ایسی ہوگی جیسے شکار میں کتوں سے مدد لیتے ہیں دوسرے یہ کہ وہ ہمارے ہاتھ میں کتوں کی طرح مسخر ہوں کہ ان کا فعل ہمارے ہی لئے ہو ہمارے ہی دین کے اعزاز کے واسطے ہو)

کتے سے شکار میں استعانت کب جائز ہوتی ہے جبکہ وہ وقت شکار سارا کام ہمارے ہی لئے کرے اس میں سے اپنے واسطے کچھ نہ کرے اگر شکار مارا اور ماشہ بھر اس کا گوشت کھالیا شکار حرام ہے، تو استخدام بتایا اور وہ بھی سب سے ذلیل تر یعنی جیسے کتے سے خدمت لیتے ہیں اور شرط فرمادی کہ وہ خود سری سے یکسر نکل کر محض ہمارے لئے آلہ بن گئے ہوں یہ نہ ہوگا مگر اسی صورت میں کہ ہم نے منقح کی وللہ الحمد۔

ذلیل و قلیل کافروں سے استعانت کی اجازت ہوگی نہ کہ انبوہ کثیر سے:

اقول: اور اس کے لئے ضرور ہے کہ وہ معدودے چند ذلیل قلیل ہوں کہ بڑا گروہ ہوا تو ممکن کہ میدان میں پہنچ کر کافروں کا لشکر دیکھ کر شرارت پر آئے اور پھن دکھائے ممکن کہ یہی حکمت ہو کہ روز احد چھ سو یہود کو واپس فرمادیا کہ یہ بڑا جتھا ہوا خصوصا اس حالت میں کہ مسلمان صرف سات سو ۷۰۰ اور مغلطائی کی روایت میں چھ ہی سو تھے اور غزوہ خیبر میں حسب عـــہ روایت واقدی صرف دس یہود کو ہمراہی کا حکم فرمایا کہ مسلمان ایک ہزار چار سو ۱۴۰۰ تھے

عـــہ: اخرج الواقدی فی مغازیہ عن | واقدی نے اپنے مغازی میں (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] المبسوط للسرخسی باب آخر فی الغنیمۃ دار المعرفۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[2] المبسوط للسرخسی کتاب السیر ۱۰/ ۲۳ باب الخوارج دار المعرفۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۴

اور غزوہ حنین میں تو صفوان جیسے ستر ؎ اسی ؎۸۰ بھی مان لیجئے تو کچھ نہ تھے کہ الٰہی لشکر بارہ ہزار تھا جس کی کثرت کا ذکر خود قرآن عظیم میں ہے اسی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے علماء ان مسائل میں ذمی وکافر بصیغہ مفرد لکھتے ہیں نہ بصیغہ جمع۔

استخدام کی چار صورتیں اور ان کے احکام کافر کو رازدار بنانا مطلقاً حرام ہے:

اب چار ؎۴ صورتیں ہیں:

اول اس سے ایسی استعانت جس میں وہ ہمارا راز دار ودخیل کار بنے یہ مطلقاً حرام ہے جس کے لئے پہلی آیہ کریمہ بس ہے، نیز فرماتا ہے جل وعلا:

"اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا یَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۱۶﴾ "[1]	کیا اس گھمنڈ میں ہو کہ یونہی چھوڑ دئے جاؤگے اور ابھی وہ لوگ علانیہ ظاہر نہ ہوئے جو تم میں سے جہاد کریں اور اللہ ورسول ومسلمین کے سوا کسی کو اپنا راز دار ودخیل کار بنائیں اور اللہ تعالٰی تمہارے کاموں سے خبردار ہے۔

کافروں کو محرری پر نوکر رکھنے کی ممانعت:

ولہٰذا احادیث چہارم میں ان سے مشورہ لینا ناجائز فرمایا، تفسیر کبیر میں کریمہ اولٰی کے تحت میں ہے:

ان المسلمین کانوا یشاورونھم فی امورھم ویؤانسونھم لماکان بینھم من الرضاع

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حرام بن سعد بن محیصه قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بعشرۃ من یھود المدینة غزابھم الی خیبر[2] ۱۲منه غفرله	حرام بن سعد بن محیصہ سے راوی کہ انھوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ کے دس یہود کو غزوہ خیبر میں ہمراہ لے گئے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۶

[2] کتاب المغازی للواقدی غزوہ خیبر منشورات موسسة الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۶۸۴

والحلف ظنا منهم انهم وان خالفوهم فی الدين فهم ينصحون لهم فی اسباب المعاش فنهاهم الله تعالٰی بهذه الاٰية عنه۔ فمنع المؤمنين ان يتخذوا بطانة من غير المومنين فيكون ذٰلك نهيا عن جميع الكفار وقال تعالٰی "ياايها الذين اٰمنوا لاتتخذوا عدوی وعدوكم اولياء" ومما يؤكد ذٰلك ماروی انه قيل لعمر رضی الله تعالٰی عنه ههنا رجل من اهل الحيرة نصرانی لايعرف اقوی حفظا واحسن خطا منه فان رأيت ان تتخذه كاتبا فامتنع عمر من ذٰلك وقال اذن اتخذت بطانة من غير المومنين [1]۔

یعنی کچھ مسلمان بعض یہود سے اپنے معاملات میں مشورہ کرتے اور باہم دل بہلاتے کہ کسی سے دودھ کی شرکت تھی کوئی کسی کا حلیف تھا یہ گمان کرتے تھے کہ وہ اگرچہ دین میں ہمارے خلاف ہیں دنیوی باتوں میں تو ہماری خیر خواہی کریں گے اس آیہ کریمہ میں رب العزت جل وعلا نے انھیں منع فرمایا اور حکم دیا کہ کسی غیر مسلم کو اپنا راز دار نہ بناؤ، تو یہ نہ صرف یہود بلکہ جملہ کفار سے ممانعت ہوئی اور اللہ تعالٰی عزوجل نے فرمایا: "اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمن کو یار نہ بناؤ" اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوئی کہ ان سے عرض کی گئی کہ شہر حیرہ میں ایک نصرانی ہے اس کا سا حافظہ اور عمدہ خط کسی کا معلوم نہیں حضور کی رائے ہو تو ہم اسے محرر بنائیں امیر المومنین نے اسے قبول نہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ایسا ہو تو میں غیر مسلم کو راز دار بنانے والا ٹھہروں گا۔ تفسیر لباب التاویل وغیرہ پارہ ۶ میں ہے:

روی ان اباموسٰی الاشعری رضی الله تعالٰی عنه قال قلت لعمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه ان لی كاتبا نصرانيا فقال مالك وله قاتلك الله الا اتخذت حنيفا يعنی مسلما اماسمعت قول الله عزوجل" يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ " قلت له دينه ولی كتابته فقال لااكرمهم	یعنی ابو موسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا کہ میں نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم سے عرض کی کہ میرا ایک محرر نصرانی ہے، فرمایا تمھیں اس سے کیا علاقہ خدا تمھیں سمجھائے کیوں نہ کسی کھرے مسلمان کو محرر بنایا کیا تم نے یہ ارشاد الٰہی نہ سنا کہ اے ایمان والو! یہود و نصارٰی کو یار نہ بناؤ، میں نے عرض کی اس کا دین اس کے لئے ہے مجھے تو اس کی محرری سے کام ہے، فرمایا میں

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ لاتتخذوا بطانۃ الخ کے تحت المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۸/ ۱۰ و ۲۰۹

اذا اھانھم اللہ،ولااعزھم اذا اذلھم اللہ ولاادنیھم اذا ابعدھم اللہ،قلت انہ لایتم امر البصرۃ الا بہ فقال مات النصرانی والسلام یعنی ھب انہ مات فما تصنع بعدہ فما تعملہ بعد موتہ فاعلمہ الاٰن واستغن عنہ بغیرہ من المسلمین[1]۔	کافروں کو گرامی نہ کروں گا جبکہ انھیں اللہ نے خوار کیا نہ انھیں عزت دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں ذلیل کیا نہ ان کو قُرب دوں گا جبکہ اللہ نے انھیں دور کیا، میں نے عرض کی بصرہ کا کام بے اس کے پورا نہ ہوگا۔فرمایا مرگیا نصرانی والسلام یعنی فرض کرلو کہ وہ مرگیا تو اس کے بعد کیا کروگے جو جب کروگے اب کرو اور کسی مسلمان کو مقرر کرکے اس سے بے پروا ہوجاؤ۔

کافر کی تعظیم حرام ہے:

دوم اسے بعض مسلمانوں پر کوئی عہدہ ومنصب دینا جس میں مسلم پر اس کا استعلاء ہو مثلا مسلمان فوج کے کسی دستے کا افسر بنانا یہ بھی حرام ہے، ابھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سن چکے کہ اللہ نے انھیں خوار کیا میں گرامی نہ کروں گا اللہ نے انھیں ذلت دی میں عزت نہ دوں گا، کتب حدیث میں یوں ہے کہ جب ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسے محرری پر مقرر کیا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان میں لکھا:

لیس لنا ان نأتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللہ ولاان نعزوھم وقد امرنا بان یعلم الجزیۃ عن ید وھم صاغرون[2]۔	ہمیں روانہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحٰنہ نے انھیں پستی دی، یا انھیں عزت دیں حالانکہ ہمیں حکم ہے کہ کافر ذلت وخواری کے ساتھ اپنے ہاتھ سے جزیہ پیش کریں۔

درمختار میں ہے:

یمنع من استکتاب ومباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین وتمامہ فی الفتح وفی الحاوی ینبغی ان یلازم الصغار بینہ وبین المسلم، فی کل شیئ وعلیہ فیمنع من القعود حال قیام المسلم عندہ بحر، ویحرم تعظیمہ[3]۔

[1] لباب التاویل(تفسیر الکبیر)زیر آیہ لاتتخذوا الیھود والنصارٰی اولیاء مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲

[2]

[3] الدرالمختار فصل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

یعنی ذمی کافر کو محرر بنانا یااور کوئی عمل ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو جائز نہیں، اس کا پوار بیان فتح القدیر میں ہے، حاوی میں ہے وہ مسلمان کے ساتھ ہر معاملہ میں دبا ہوا ذلیل رہے تو جب تک اس کے پاس کوئی مسلمان کھڑا ہوا سے بیٹھنے نہ دیں گے، یہ بحر الرائق میں ہے، اور اس کی تعظیم حرام ہے۔ ہدایہ میں ہے:

قالوا الاحق ان لایترکوا ان یرکبوا الا لضرورۃ واذا رکبوا للضرورۃ فلینزلوا فی مجامع المسلمین [1]۔	علماء نے فرمایا: سزاوارتر یہ ہے کہ انھیں سوار ہونے ہی نہ دیں مگر (مرض وغیرہ کی) ناچاری سے پھر جب مجبوری کو سوار ہو تو ضرور ہے کہ مسلمانوں کے مجمع میں اتر لیں۔

بے تعظیمی کے ساتھ بھی کافر سے استعانت صرف وقت حاجت جائز ہے:

سوم بے حاجت اس سے استعانت کرنا یہ بھی ناجائز ہے، خود فتوائے شائع کردہ لیڈران میں درمختار سے ہے:

مفادہ جواز الاستعانۃ بالکافر عند الحاجۃ [2]۔	اس عبارت سے سمجھا گیا کہ حاجت کے وقت کافر (ذمی) سے استعانت جائز ہے۔

اسی میں ردالمحتار سے ہے:

اما بدونھا فلا لانہ لایؤمن غدرہ [3]۔	حاجت نہ ہو تو جائز نہیں کہ کچھ اطمینان نہیں کہ وہ بدعہدی نہ کرے گا۔

کافر سے صرف اس صورت کی استعانت جائز ہے:

چہارم اب ایک صورت یہ رہی کہ ۱ دبے ہوئے مقہور کافر سے ۲ بشرط حاجت ایسی استعانت جس میں نہ ۳ اسے راز دار و دخیل کار بنانا ہو نہ ۴ کسی مسلمان پر اس کا استعلاء ہو یہ ہے وہ جس کی ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہم نے رخصت

[1] الہدایۃ باب الجزیۃ المکتبۃ العربیہ کراچی ۲/ ۵۷۸

[2] الدرالمختار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴۳

[3] ردالمحتار فصل فی کیفیۃ القسمۃ مکتبہ ماجدہ کوئٹہ ۳/ ۲۵۷

دی پچھلی دو قیدیں تو منتظر ثبوت بلکہ محتاج بیان بھی نہیں دین متین سے ضرورۃً معلوم ہیں جن کا کچھ بیان ابھی گزرا تو ان کی نظیر نماز کے لئے شرط وضو ہے کسی نماز کا مسئلہ بتائے تو یہ کہنا کچھ ضرور نہیں کہ بشرطیکہ باوضو پڑھی جائے، رہیں پہلی دو[۲]، وہ ہمارے ائمہ کی طرح امام شافعی نے بھی بتائیں امام اجل ابو زکریا نووی شافعی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قوله صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فارجع فلن استعین بمشرک، وقد جاء فی الحدیث الاخران النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم استعان بصفوان بن امیة قبل اسلامه فاخذ طائفة من العلماء بالحدیث الاول علی اطلاقه، وقال الشافعی واخرون ان کان الکافر حسن الرأی فی المسلمین ودعت الحاجة الی الاستعانة به استعین به والا فیکره حمل الحدیثین علی هذین الحالین[1]۔	نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کا ارشاد کہ واپس جا ہم ہر گز کسی مشرک سے استعانت نہ کریں گے، اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نے صفوان بن امیہ سے اس حال میں امداد لی کہ وہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے تو ایک جماعت علماء نے پہلی حدیث کا مطلق حکم اختیار کیا اور شافعی اور کچھ اوروں نے کہا کافر اگر مسلمانوں کے حق میں نیک رائے رکھتا ہو اور اس سے استعانت کی حاجت پڑے تو استعانت کی جائے ورنہ منع ہے، امام شافعی نے ان دونوں حدیثوں کو ان دونوں حالوں پر محمول کیا۔

شرط حاجت تو صاف ذکر فرمائی اور شرط اول کا یوں اشعار کیا کہ کسی کافر کی رائے مسلمانوں کے بارے میں اچھی ہو تو اس سے اس استعانت جائز ہے، اسی شرط کو حازمی نے یوں ذکر کیا:

والثانی ان یکونوا ممن یوثق بهم فلا تخشٰی نائرتهم فمتی فقد هٰذان الشرطان لم یجز للامام ان یستعین بهم[2]۔	یعنی حاجت کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ ان کافروں پر وثوق ہو کہ ان کی شرارت کا اندیشہ نہ رہے ان دونوں شرطوں میں سے کوئی کم ہوگی تو سلطان اسلام کو کافروں سے استعانت جائز نہ ہوگی۔

اقول: اللّٰه عزوجل فرماتا ہے: اور اللّٰه سب سے زیادہ سچا ہے "لَا یَاْلُوْنَكُمْ

[1] شرح صحیح مسلم مع مسلم کتاب الجهاد والسیر کراهیة الاستعانة فی الغزو بکافر الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۸

[2] الناسخ والمنسوخ للحازمی

خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ"[1] کافر تمھاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے تمھارا مشقت میں پڑنا ان کی دلی تمنا ہے۔ تو محال ہے کہ خود سر کافر مسلمانوں کے لئے کوئی اچھی رائے رکھیں ان کی خیر خواہی پر وثوق ہوسکے ان کا خود سر کافر ہونا ہی ان پر بے اطمینانی کا پورا موجب ہے، محقق علی الاطلاق فتح القدیر باب الموادعۃ میں فرماتے ہیں:

لعل خوف الخیانۃ لازم لعلم بکفر ھم وکونھم حربا علینا[2]۔	امید ہے کہ خوف خیانت آپ ہی لازم ہے کہ ان کا کافر اور ہم سے مقاتل ہونا معلوم ہے۔

تو مسلمانوں کے خیر خواہ و قابل وثوق نہیں ہوسکتے مگر معدود چند ذلیل قلیل مجبور مقہور کافر جن کو سرکشی کی مجال نہیں ولہذا تمام علماء نے مسئلہ رضخ کو ذمی کے ساتھ مقید فرمایا اور اسے مفرد ذکر کیا۔

ثم اقول: ان کا شروط و قیود سے مشروط استعانت سے نہ ان کو رازدار و دخیل کار بنانا ہے کہ آیت اولٰی کے خلاف ہو، نہ ان سے عزت چاہنا کہ آیت دوم کے مخالف ہوں، ذلیل قلیل سے کون عزت چاہے گا، نہ اسے کوئی ولی و نصیر بنانا کہے گا کہ باقی آیات کے خلاف ہو۔ یہ استعانت اگر ایسی نہیں جیسے **کتبت بالقلم** (میں نے قلم کی مدد سے لکھا۔ت) میں سے تو ایسی ضرور ہے جیسے لوگ چماروں کو پکڑا کر بیگار لیتے ہیں بلکہ جب انھیں کچھ مال دیا جاتا ہے تو ایسی جیسے چمار کو پیسہ دے کر جوتا گنٹھوالینا، کیا اسے کوئی کہے گا کہ چمار کو ولی و ناصر بنایا۔ لاجرم کلمات علماء مخالف آیات نہ ہوئے [عہ] **وللہ الحمد، ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔**

لیڈروں نے احکام شریعت کو کیسے بدلا:

فائدہ سابعہ: یہ تھا حکم شرعی جس کی تحقیق و تنقیح **بحمدہ تعالٰی** اس وجہ جلیل پر ہوئی کہ ان سطور کے غیر میں نہ ملے گی، اب لیڈران اپنی تحریفیں دیکھیں احکام دین کو کتنا کتنا بدلا، شرعی مسئلہ کیسا کیسا مسلا،

اولاً ذکر تھا ذمی کا، لے دوڑے حربی۔

ثانیاً بروایت امام طحطاوی حضرت امام اعظم وامام ابویوسف امام محمد جملہ ائمہ حنفیّہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک جواز کتابی سے خاص تھا یہ لے دوڑے مشرک۔

[عہ]: دربارہ استعانت احکام شریعت تو یہ تھے۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] فتح القدیر باب الموادعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۵/ ۲۰۶

ثالثاً: جواز باجماع قائلین حاجت سے مقید تھا اور یہ خود اپنا جرم قبولے کہ ہم [عہ۱] کو احتیاج نے اتحاد برادران ہند کی جانب مائل نہیں کیا۔

رابعا: انھیں راز دار و دخیل کار بنانا حرام قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر قطعی تھا یہ اس سے بھی بدرجہا بڑھ کر ان کے ہاتھ بک گئے انھیں اپنا امام و پیشوا بنالیا ان [عہ۲] کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں" وہی مانتا ہوں میرا حال تو سر دست اس شعر کے موافق ہے: "؎

عمرے کہ بآیات واحادیث گزشت

رفتی و نثار بت پرستی کردی

(وہ عمر کہ آیات واحادیث کے ساتھ گزری ختم ہو گئی، اور بت پرستی کی نذر کردی۔ت)

" كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "[1]	اللہ یونہی چھاپ لگادیتا ہے ہر مغرور ستمگر کے دل پر۔

خامسا: ان کی تعظیم انھیں مسلمانوں پر استعلاء دینا حرام قطعی تھا، انھوں نے صرف ظاہری سجدہ کسی مصلحت سے بچا رکھا باقی کوئی دقیقہ مشرکوں کی تعظیم واعلاء میں نہ چھوڑا مسلمان کہلانے والوں نے ان کی جیئیں پکاریں، بیل بن کر گئو پتروں کی گاڑیاں کھینچیں، ان کی مدح میں غلو واغراق کئے حتی کہ گاندھی کو کہہ بھاگے ع

"خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے ست" [عہ۳]

(تیری تعریف سے خاموش رہنا تیری تعریف کی انتہا ہے۔ت)

"نبوت [عہ۴] ختم نہ ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے" "ایک متلذر [عہ۵] ہزاروں کے مجمع میں اسٹیج پر چہکتا ہے کہ "اگر اللہ تعالٰی نے ان کو (گاندھی کی طرف اشارہ کرکے کہا) تمھارے لئے مزکر بنا کر بھیجا ہے"

عہ۱: خطبہ صدارت مولوی عبدالباری ص ۵۔ حشمت علی غفرلہ

عہ۲: خط مولوی عبدالباری صاحب جس کا فوٹو حسن نظامی نے چھاپا۔ ۱۲ حمشت علی عفی عنہ

عہ۳: انجمن اسلامیہ کی طرف سے گاندھی کا سپاسنامہ شعر ۱۸۔ حشمت علی

عہ۴: تقریر ظفر الملک در رفاہ عام لکھنؤ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے" اخبار اتفاق دہلی ۷ ۱۲ اکتوبر و دبدبہ سکندریہ یکم نومبر و پیسہ اخبار ۱۸ نومبر ۱۲ حشمت علی

عہ۵: تقریر عبدالماجد بدایونی جلسہ جمعیۃ العلماء ہند دہلی فتح اخبار دہلی جلد ۲ نمبر ۲۴۲۔ ۱۲ حشمت علی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف داخل کرنے کا رد:

دوسرا عــہ۱ جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے، نہیں نہیں خطبہ کی جگہ لکچر دیتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین وحسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے بدلے گاندھی کی مدح مقدس ذات ستودہ عــہ۲ صفات وغیرہا لفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے، اللہ تعالٰی فرمائے: "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ"[1] مشرک تو نہیں مگر ناپاک۔ یہ کہیں مقدس ذات۔ اللہ فرمائے: "اُولٰٓىٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِؕ۝۶"[2] وہ تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ یہ کہیں ستودہ صفات۔ غرض خطبہ جمعہ کیا تھا قرآن عظیم کا رد تھا۔ آج خطبہ جمعہ میں یہ ہوا کل نماز میں "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ" کی جگہ "اهدنا الصراط الگاندھی" پڑھیں گے اور کیوں نہ پڑھیں جسے جانیں کہ اس مقدس ذات ستودہ صفات کو اللہ تعالٰی نے مذکر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اس کی راہ آپ ہی طلب کیا چاہیں اور بالفرض یہ تبدیل نہ کریں، تو "صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ" میں تو گاندھی کو ضرور داخل مان چکے۔ اللہ جسے مقدس ذات ستودہ صفات کرے اور خلق کے لئے مذکر بنا کر بھیجے اس پر انعام الٰہی تام وکامل ہے، "الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ"[3] (وہ جن پر اللہ نے احسان کیا) کا بیان قرآن کریم نے "مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ"[4] (وہ کون ہیں نبی اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ) فرمایا ہے۔ یہ سب مقدس ذات ستودہ صفات ہیں لاکھوں شہداء وصالحین کو اللہ تعالٰی نے مذکر بنا کر مبعوث نہ فرمایا تو گاندھی جی اول نمبر کے "انعمت علیھم" ہوئے مگر قرآن تو کفار پر اپنا غضب اور لعنت بتاتا اور انھیں ہر مخلوق سے بدتر ہر ذلیل سے ذلیل تر فرماتا ہے اگر اس کا نام انعام ہے تو ضرور کفار سے بڑھ کر کوئی "انعمت علیھم" ہیں۔

"قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ٘ۚ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۝۳۰"[5] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) مشرک کو مسجد جامع میں مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے ہزارہا مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے مسند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جمایا جاتا ہے کیا مسئلہ استعانت

عــہ۱: اخبار مشرق گورکھپور ۱۳ جنوری ۲۱ء وعینی شہادت مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی رکن خلافت کمیٹی ۱۲ حشمت علی۔

عــہ۲: یہ مولوی صاحب شاہد عینی کا بیان ہے اور اخبار مشرق میں مقدس ذات پاکیزہ خیالات ہے۔ ۱۲ حشمت علی۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

[3] القرآن الکریم ۴/ ۶۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۶۹

[5] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

کا یہ مطلب تھا کیا در مختار میں اس کا جواز لکھا تھا، اجازت تھی تو استخدام کی، وہ بھی ایسا جیسے کتے سے جو پورا مسخر ہو لیا ہو۔ تم نے الٹی خدمت گاری بلکہ غلامی کی "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝" [1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت)

سادسا: مشرکوں پر اعتماد حرام قطعی بلکہ تکذیب کلام الٰہی تھا جس کا بیان زیر آیت اولٰی گزرا انھوں نے اعتماد در کنار قطعاً التجا کی، التجاء واعتماد کے جو معنی گزرے ان کے آئینہ میں ان کی صورتیں منقوش دیکھ لیجئے ۲۳ کروڑ ہندوؤں کو اپنا یارو یاور بنانا کیا دلی خیر خواہی پر پورے اعتماد کے بغیر ممکن ہے بداہت عقل کو مکرائے تو لیڈران کے گیت سن لیجئے جو مشرکین کو اپنا دلی خیر خواہ سمجھنے کے گائے ہیں "ان عـــہ۱ کی ہمدردی ہماری مصیبت کے وقت ظاہر ہوئی جس وقت کلمہ گو بھی معاونت حق سے گریزاں تھے ان کا دست اتحاد ہماری طرف بڑھا جب یار اغیار ہو گئے ہیں برادران وطن کو ان کی ہمدردی کی اجرت دے کر ان کے مرتبہ کو گھٹانا نہیں چاہتا وہ بہادر قوم ہماری مصیبت کے وقت خلوص کے ساتھ ہمدردی کرکے ہم ان کو اپنا دلی دوست بنانا چاہتی ہے نہ ہماری لفظی شکر گزاری کی محتاج ہے ہمارے دل میں ان کے اخلاص عـــہ۲ نے گھر کر لیا ہے۔" دیکھئے کیسی دل کھول کر قرآن کی تکذیبیں کیں، اب اتنا مسلمان دیکھ لیں گے کہ یہ سچے یا اللہ واحد قہار سچا کہ "لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا" [2] وہ تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے قل صدق اللہ "وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝" [3]۔

در بارہ استعانت فتوٰی میں لیڈران کی موت عـــہ۳

سابعا سب جانے دو اتنا تو مفتی لیڈران کو بھی مسلم کہ اگر ان کی طرف حاجت پڑے اور ان سے غدر کا امن ہو تو استعانت درست یعنی حاجت نہ ہو تو حرام اور ان کے غدر سے

عـــہ۱: خطبہ صدارت مولوی عبدالباری صاحب ۵و۶۔۱۲ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ۔

عـــہ۲: رسالہ قربانی گاؤ مولوی عبدالباری ۱۲ حشمت علی عفی عنہ۔

عـــہ۳: دربارہ استعانت جو فتوٰی شاہجہانپور لیڈران نے شائع کیا اس میں خود ان کی موت ہے مگر لیڈران کو نہیں سوجھتی۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۷۰

امن نہ ہو توحرام حاجت کاانکار خود لیڈران کو ہے اور ان کے غدر سے امن پر کیا دلیل قائم کرلی۔ کیا نرا وعدہ، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝" [1]	شیطان توانھیں وعدہ نہیں دیتامگر فریب سے۔

یا انھوں نے تمھارے خیر خواہ بنے رہنے کی قسمیں کھائی ہیں۔اللہ تعالٰی فرماتا ہے۔ "اِنَّهُمْ لَاۤ اَیْمَانَ لَهُمْ" [2] ان کی قسمیں کچھ نہیں، یا تمھیں وحی آئی کہ یہ جانی دشمن یہ دینی اعداء یہ خونخوار بدخواہ یہ کبھی دغا نہ کریں گے، اور اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ" [3]	اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے مجھے وحی ہوئی حالانکہ اسے کچھ بھی وحی نہ ہوئی۔

ان کے غدر سے امن کی توایک وہی صورت تھی کہ وہ ایسے ذلیل و قلیل ہمارے ہاتھ میں مجبور و مقہور ہوں کہ سرتابی کی قدرت ہی نہ رکھیں، کیا یہ ۲۳ کروڑ ہندو تمھارے ہاتھ میں ایسے ہی ہیں۔ جھوٹ جھوٹ جھوٹ اور پورے ۲۳ کروڑ جھوٹ، دیکھو تمھارے ہی شائع کردہ فتوے نے تمھیں گھر تک پہنچادیا اور اس استعانت میں تم پر فرد قرارداد جرم لگا کر مرتکب حرام ٹھہرا دیا احمق اسے شائع کروانے اور اپنی سند ٹھہراتے ہیں، اور نہیں جانتے کہ وہ انھیں پر رد ہے۔ہمارے دوست مفتی صاحب نے مروان کے خفیہ خط کی طرح ملتمس کا ساصحیفہ ان کے ہاتھ میں دے دیا جس میں ان کی موت ہے اور یہ خوشی خوشی لئے پھرتے ہیں، نہیں نہیں نرے نا مشخص نہیں سمجھتے ہیں مگر مقصود ہی دین کو بدلنا احکام کو کچلنا عوام کو چھلنا ہے، جاہل بیچارے اتنا دیکھ لیں گے کہ دیکھو "ج ائ ز" لکھا ہے اب اتنی سمجھ کسے کہ جسے جائز لکھا ہے لیڈران کی استعانت کو اس سے مس نہیں اور ان کی جو استعانت ہے فتوے میں ہرگز اسے جائز نہ لکھا بلکہ صاف عدم جواز کا اشعار کیا۔

مفتیوں کو ہدایت:

ہاں جب مفتی کو واقعہ معلوم، تو فتوی اگرچہ بجائے خود صحت سے موسوم ایسا غلط انگیز لکھنا مذموم جسے اہل باطل اپنے باطل پر ڈھالیں اور اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲

[3] القرآن الکریم ۶/ ۹۳

اپنی تقویت کی راہ نکالیں یہ سمجھ لینا کہ فتوے کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ ان کے غدر سے امن کی صورت یہاں متصور نہیں عوام جاہلوں کو میسر نہیں، عقود الدریہ میں ہے:

اذا علم المفتی حقیقة الامر ینبغی له ان لایکتب للسائل لئلا یکون معینا له علی الباطل [1]۔	مفتی کو جب اصل واقعہ معلوم ہو تو اسے سزاوار نہیں کہ سائل کو اس کے حوالے کے موافق فتوی لکھ دے تاکہ باطل پر اس کا مددگار نہ ہو۔

اسی میں اپنے شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر صفوری سے ہے:

ان بعض المبطلین اذا صار بیدہ فتوی صال بہا علی خصمه وقال المفتی افتی لی علیك بكذا، والجاهل اوضعیف الحال لایمکنه منازعة فی کون نصه مطابقا اولا [2]۔	بعض اہل باطل کے ہاتھ میں جب فتوی آجاتا ہے اپنے فریق پر اس سے حملہ کرتا ہے اور کہتا ہے مفتی نے میرے لئے تجھ پر فتوی دیا اور بے علم یا کمزور اس سے یہ بحث نہیں کرسکتا کہ اس کی عبارت صورت واقعہ سے مطابق بھی ہے یا نہیں۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے احباب کو باطل واعانت باطل واختلاط اہل باطل سے بچائے اور حق پر استقامت تامہ عطا فرمائے **والحمدﷲ رب العالمین۔**

مساجد میں مشرک کے لے جانے کا رد:

(۱۰) لیڈران نے شریعت مطہرہ پر ایسے ہی شدید ظلم مسئلہ دخول کافر بمسجد میں کئے ہیں،

اولا: یہ مسئلہ تمام متون مثل تحفۃ الفقہاء وہدایہ ووقایہ وکنز ووافی ومختار واصلاح وغرر وملتقی وتنویر اور ان کے سوا محیط سرخسی واشباہ والنظائر ووجیز کردری وخزانۃ المفتین وفتاوٰی ہندیہ سب میں ذمی کے ساتھ مقید ہے فتوی شائع کردہ لیڈران نے بھی یہاں عبارت درمختار میں گنجائش نہ پائی یونہی نقل کرنی پڑی کہ **جاز دخول الذمی مسجدا** [3] ذمی کا مسجد میں جانا جائز ہے۔ سب سے اجل واعظم خود محرر مذہب امام محمد کا جامع صغیر میں ارشاد ہے: **محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة لاباس بان یدخل اهل الذمة المسجد الحرام** [4]" یعنی امام محمد امام ابویوسف سے راوی

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ قبیل کتاب الطہارۃ حاجی عبدالغفار پسران قندھار افغانستان ۱/ ۳

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوٰی الحامدیۃ قبیل کتاب الطہارۃ حاجی عبدالغفار پسران قندھار افغانستان ۱/ ۳

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۶

[4] جامع الصغیر مسائل من کتاب الکراھیۃ مطبع یوسفی لکھنو ص ۱۵۳

کہ امام اعظم نے فرمایا رضی اللہ تعالٰی عنہم ذمیوں کا مسجد حرام میں جانا مضائقہ نہیں" ذمی مراد ہو اور کافر سے تعبیر کریں کیا بعید ہے ذمی بھی کافر ہی ہے اطلاق کی سندیں اوپر گزریں کہ "اراد بالکافر الذمی" کافر سے ذمی مراد ہے۔ یونہی مستامن مراد ہو اور حربی سے تعبیر کریں کیا عجب ہے مستامن بھی حربی ہے اطلاق کی سند محیط وعالمگیریہ سے گزری کہ "اراد بالمحارب المستامن" حربی سے مستامن مراد ہے۔ مگر ذمی بولیں اور اس سے حربی بھی مراد ہو یہ کس طرح منقول کہ اب تخصیص ذمی محض بے معنی وموجب غلط فہمی ہوگی کہ حربی ہرگز معنی ذمی میں نہیں، لاجرم علامہ سید احمد طحطاوی وعلامہ سید محمد محشیان درمختار کو اس میں تردد ہوا کہ مستامن کے لئے بھی جواز ہے یا نہیں پھر اس استدلال علماء بالحدیث سے سند لاکر بھی جزم نہ کیا اور کتب سے تحقیق کرنے کا حکم دیا دونوں کتابوں کی عبارت یہ ہے:

انظر هل المستامن ورسول اهل الحرب مثله و مقتضى استدلالهم على الجواز بانزال رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم وفد ثقيف فى المسجد جوازه ويحرر [1]۔	غور طلب ہے کہ مستامن اور حربیوں کا ایلچی بھی کہ وہ بھی مستامن ہوتا ہے اس حکم میں ذمیوں کے مثل ہے یا نہیں۔ علماء کہ جواز پر اس سے دلیل لائے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وفد ثقیف کو مسجد شریف میں اتارا یہ مستامن کے لئے جواز چاہتا ہے بات ہنوز تحقیق طلب ہے۔

اقول: مستامن کے لئے خود قرآن عظیم سے اشارہ نکال سکتے ہیں کہ:

"وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ" [2]۔	اے محبوب! اگر کوئی مشرک تم سے پناہ چاہے تو اسے پناہ دو کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔

حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کوئی مجلس نہ تھی سوا مسجد کریم کے ولہذا وفود یہیں حاضر ہوتے اور اس میں متون کا خلاف نہیں، ہدایہ سے گزرا کہ مستامن جب تک دارالاسلام میں ہے بمنزلہ ذمی ہے ذمہ مؤیدہ وموقتہ دونوں طرح ہوتے ہیں، کافی امام نسفی فصل امان میں ہے:

المراد بالذمة العهد مؤقتا كان او مؤبدا وذلك الامان وعقد الذمة [3]۔	ذمہ سے عہد مراد ہے ایک میعاد معین تک ہو یا ہمیشہ کے لئے، یہ امان وعقد ذمہ ہے۔

[1] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مکتبہ ماجد کوئٹہ ۵/ ۲۷۴

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶

[3] کافی للنسفی

یہی کہہ سکتے ہیں کہ ذمی وحربی برابر ہیں یعنی مستامن کہ اس کے لئے بھی ایک وقت تک ذمہ ہے بالجملہ جواز خاص ذمی کے لئے تھااور یہ حربی لے دوڑے۔

ثانیاً یہاں بھی امام بدرالدین محمود عینی وغیرہ اکابر کی روایت یہ ہے کہ ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ذمیوں میں جواز صرف کتابی کے لئے ہے یہ مشرک حربی لے دوڑے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے:

قال ابو حنیفة یجوز الکتابی دون غیرہ واحتج بما رواہ احمد فی مسندہ بسند[عــہ]	امام ابو حنیفہ نے فرمایا مسجد میں کتابی (ذمی) کا آنا جائز ہے اور کفار کا نہیں اور امام اس پر اس

عــہ: قول الامام العینی بسند جید **اقول:** ای علی اصولنا و مالنا ان نترك اصولنا الی اصول المحدثین فضلاعن قول عالم متاخر شافعی فلا علیك مما فی التقریب وذٰلك ان مخرجه اشعث بن سوار عن الحسن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنه واشعث من شیوخ شعبة و الثوری ویزید بن ھارون وغیرھم من الاجلاء وانتفاء شعبة فی من یأخذ منه معلوم قال الذھبی وحدث من اشعث لجلالته من شیوخ ابواسحٰق السبیعی [1] اھ وقد قال سفین اشعث اثبت من مجالدوقال ابن مھدی ھوارفع من مجالد ومجالد من رجال صحیح مسلم وقال ابن معین اشعث احب الی من

امام عینی کا قول جید سند سے **اقول:** (میں کہتاہوں) کہ یہ سند ہمارے قاعدہ پر جید ہے اور ہم محدثین کے اصول کی خاطر اپنے اصول نہ چھوڑیں گے چہ جائیکہ ایک متاخر شافعی عالم کے قول کی خاطر چھوڑیں تو تقریب میں مذکور بیان تمھارے خلاف نہیں ہے یہ اس لئے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بواسطہ حسن اس حدیث کی تخریج کرنے والے اشعث بن سوار ہیں جبکہ اشعث، شعبہ، ثوری، یزید بن ہارون وغیرہم کے اکابر شیوخ میں سے ہیں اور شعبہ کا انتخاب ان میں جن سے اس نے روایت کی ہے وہ معروف ہے ذہبی نے کہا اشعث کی جلالت شان کی وجہ سے اس کے شیوخ میں سے ابواسحٰق سبیعی نے اس سے حدیث روایت کی ہے اھ۔ اور سفیان نے کہا کہ اشعث مجالد کی نسبت زیادہ قوی ہے، اور ابن مہدی نے کہا وہ مجالد سے بلند ترین ہے جبکہ مجالد صحیح مسلم کے راویوں میں شمار ہیں اور (باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] میزان الاعتدال للذهبی ترجمہ ۹۹۶ اشعث بن سوار دار المعرفة بیروت ۱/ ۲۶۴

جید عن جابر رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم لایدخل مسجدنا هذا بعد عامنا هذا	حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے اپنی مسند میں کھری اسناد کے ساتھ جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اسمٰعیل بن مسلم .وقال الامام احمد و العجلی هو امثل فی الحدیث من محمد بن سالم وروی ابن الدورقی عن ابن معین انه ثقة وقال عثمن بن ابی شیبة صدوق وذکره ابن شاهین فی الثقات وقال ابن عدی لم اجد له فیما یرویه متنا منکرا وقال البزار لا نعلم احدا ترك حدیثه الامن هو قلیل المعرفة واختلاف قول ابن معین فی رجل یکون انه دون الثقة وفوق الضعیف و هذاهو شرط الحسن قال الذهبی فی محمد بن حفصة فیه شیئ ولهذا وثقه ابن معین مرة وقال مرة صالح ومرة لیس بالقوی ومرة ضعیف[1] اه ومحمد هذا من رجال الصحیحین و بالجملة وقد وثق اشعث ولم یرم بقادح قط بل لیس فیه جرح مفسر اصلافحدیثه حسن ولاشك لاجرم ان حکم العینی علی اسناده انه جید حق واللّٰه تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله

ابن معین نے کہا میرے نزدیک اشعث زیادہ محبوب ہیں اسمٰعیل بن مسلم سے،اور امام محمد اور عجلی نے کہا وہ محمد بن سالم سے حدیث میں زیادہ مقبول ہے،اور ابن دورقی نے ابن معین سے روایت کی کہ اشعث ثقہ ہے اور عثمان نے کہا وہ نہایت صادق ہے ابن شاہین نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا اور ابن عدی نے کہا میں نے اس کے روایت کردہ متن کو منکر نہیں پایا اور بزار نے کہا کہ اس کی مروی حدیث کو ترک کرنیوالا صرف وہی ہے جو خود معرفت میں کمزور ہے اور ابن معین کا اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے جو ثقہ نہ ہو اور ضعف سے بالاتر ہو اور یہی حدیث حسن کی شرط ہے،ذہبی نے محمد بن حفصہ کے متعلق کہا کہ اس میں کچھ ضعف ہے اس لئے ابن معین نے کبھی اس کی توثیق کی اور کبھی صالح کہا اور کبھی "لیس قوی" کہا اور کبھی ضعیف کہا اھ اور یہ محمد نامی صحیحین کے رجال میں رہے،خلاصہ یہ ہے کہ اشعث کی توثیق کی گئی اور کسی اعتراض کا نشانہ ہرگز نہیں بنایا گیا بلکہ کوئی مفسر جرح اس پر قطعاً نہ ہوئی لہٰذا اس کی حدیث حسن ہے تو بیشک لازم طور پر عینی کا اس کی سند کو جید کہنا حق ہے واللّٰه تعالٰی اعلم ۱۲ منه غفرله (ت)

---

[1] میزان الاعتدال للذهبی ترجمہ ۷۴۲۹ محمد ابن ابی حفصه دار المعرفة بیروت ۳/ ۵۲۵

مشرك الا اهل العهد وخدمهم [1]۔	فرمایا اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے سوائے ذمیوں اور ان کے غلاموں کے۔

غمز العیون والبصائر میں ہے:

لایمنع من دخول المسجد الذمی الکتابی بخلاف غیرہ واحتج الامام رحمه الله تعالٰی بمارواہ احمد عن جابر رضی الله تعالٰی عنه [2]۔	ذمی کتابی کو مسجد میں آنے سے نہ روکا جائے گا بخلاف اور کافر کے اور اس پر امام اعظم اس حدیث سے سند لائے جو امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

غایۃ البیان علامہ اتقانی کتاب القضاء میں ہے:

قال شمس الائمة السرخسی فی شرح ادب القاضی و قد ذکر فی السیر الکبیر ان الشرك یمنع من دخول المسجد عملا بقوله تعالٰی انما المشرکون نجس [3]۔	امام شمس الائمہ سرخسی نے شرح ادب القاضی میں فرمایا کہ امام محمد نے سیر کبیر میں فرمایا کہ مشرکوں کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے گا اس ارشاد الٰہی پر عمل کے لئے کہ مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اگر کہئے حدیث میں تو مطلق ذمی کا استثناء فرمایا کتابی کی تخصیص کہاں ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں۔ت) مشرکین عرب کو ذمی بنانا روانہ تھا ان پر صرف دو حکم تھے اسلام لائیں ورنہ تلوار تو وہاں ذمی نہ تھے مگر کتابی، تو استثناء منقطع ہے بلکہ ہم نے مسند میں دیکھا اور اخر مسند جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں حدیث اس طرح ہے کہ مذکور ہوئی اور اس سے ۲۷ ورق پہلے یوں ہے:

لایدخل مسجد نا ھذا مشرك بعد عامنا ھذا غیر اھل الکتاب وخدمهم [4]۔	اس سال کے بعد ہماری اس مسجد میں کوئی مشرک نہ آنے پائے سوائے کتابی اور ان کے غلام کے۔

تو یہاں خود کتابی کی تصریح ہے۔

---

[1] عمدۃ القاری باب الاغتسال اذا أسلم ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۴/ ۲۳۷

[2] غمز العیون والبصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثالث احکام الذمی ادارۃ القرآن کراچی ۲/ ۱۷۶و۱۷۷، ۵۷۷و۵۷۸

[3] غایۃ البیان کتاب القضاء

[4] مسند امام احمد بن حنبل مروی از جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۳۳۹

ثالثاً اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) ﷲ الحمد اس حدیث حسن نے صاف ارشاد فرمایا کہ اس سے پہلے جو کسی مشرک یا کافر غیر ذمی کے لئے اجازت تھی منسوخ ہو گئی کہ فرمایا "**بعد عامنا ھذا**" (اس سال کے بعد کوئی مشرک مسجد میں نہ آنے پائے سوا ذمیوں کے) مخالفین جتنی روایات پیش کریں ان کے ذمہ لازم ہے کہ اس واقعہ کے اس ارشاد کے بعد ہونے کا ثبوت دیں ورنہ سب جوابوں سے قطع نظر ایک سیدھا سا یہی جواب بس ہے کہ وہ منسوخ ہو چکا اور وہ ہر گز اس کا ثبوت نہیں دے سکتے "خصوصا **بعد عامنا ھذا** کا لفظ ارشاد فرمارہاہے کہ یہ ارشاد بعد نزول سورہ برات ہے غالبا اس کا یہ لفظ اس پاک ارشاد الٰہی "**اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا**"[1] (مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔ت) سے ماخوذ ہے تو پہلے کے وقائع پیش کرنا محض نادانی لیکن لیڈران تو ڈھونڈھ کر منسوخات ہی پر عمل کررہے ہیں کہ اس میں اپنا بچاؤ دیکھتے ہیں "**وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ**"[2] (اور باطل والوں کا وہاں خسارہ۔ت)

لیڈران کی بہی خواہی اسلام:

رابعا: یہ نہ سہی اختلاف احوال زمانہ وعادات قوم کو ہمیشہ مسائل تعظیم وتوہین میں دخل تام ہے پھر غیر اسلامی سلطنت اور کافروں کی کثرت میں اس کی اجازت اور اس کی اشاعت اور مساجد کو پامالی کفار کے لئے وقف کرنا کس قدر بہی خواہی اسلام ہے

ع اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ت)

لیڈران کی اسلامی غیرت:

خامسا: واقعی بندگی بیچارگی جب ہندوؤں کی غلامی ٹھہری پھر کہاں کی غیرت اور کہاں کی خودداری، وہ تمھیں ملیچھ جانیں، بھنگی مانیں، تمھارا پاک ہاتھ جس چیز کو لگ جائے گندی ہوجائے سودا بیچیں تو دور سے ہاتھ میں ڈال دیں، پیسے لیں تو دور سے، یا پنکھا وغیرہ پیش کرکے اس پر رکھوالیں حالانکہ بحکم قرآن خود وہی نجس ہیں اور تم ان نجسوں کو مقدس مطہر بیت اللہ میں لے جاؤ جو تمھارے ماتھا رکھنے کی جگہ ہے وہاں ان کے گندے پاؤں رکھواؤ تم کو اسلامی حس ہی نہ رہا محبت مشرکین نے اندھا بہرا کردیا۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۴۰/ ۷۸

لیڈران محض اغوا کے لئے مسئلہ دخول مساجد کا نام لیتے ہیں انہوں نے جو کیا بالاجماع حرام قطعی ہے:

سادسا: ان باتوں کا ان سے کیا کہنا جس پر **حبك الشیئ یعمی ویصم**[1] (تیرا کسی چیز سے محبت کرنا اندھا اور بہرکردیتا ہے) کا رنگ پھر گیا سب جانے دو خدا کو بھی منہ دکھانا ہے یا ہمیشہ مشرکین ہی کی چھاؤں میں رہنا ہے جواز تھا تو یوں کوئی کافر دبا لچا، ذلیل وخوار مثلا اسلام لانے یا اسلامی تبلیغ سننے یا اسلامی حکم لینے کے لئے مسجد میں آئے یا اس کی اجازت تھی کہ خود سرمشرکوں نجس پرستوں کو مسلمانوں کو واعظ بناکر مسجد میں لے جاؤ اسے مسند مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر بٹھاؤ مسلمانوں کو نیچا کھڑا کرکے اس کا واعظ بناؤ، کیا اس کے جواز کی کوئی حدیث یا کوئی فقہی روایت تمھیں مل سکتی ہے **حاشا ثم حاشا اللہ انصاف!** کیا یہ اللہ ورسول سے آگے بڑھنا شرع مطہر پر افتراء گھڑنا احکام الٰہی دانستہ بدلنا سؤر کو بکری بتاکر نگلنا نہ ہوگا۔ ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یصافح المشرکون او یکنوا او یرجب بھم[2]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مشرکوں سے مصافحہ کیا جائے یا انھیں کنیت سے یاد کریں یا آتے وقت مرحبا کہیں۔

یہ ادنٰی درجہ تکریم کا ہے کہ نام لے کر نہ پکارا، فلاں کا باپ کہا یا آتے وقت جگہ دینے کو آیئے کہا اللہ اکبر حدیث اس سے بھی منع فرماتی ہے اور ائمہ دین ذمی کافر کی نسبت وہ احکام تحقیر وتذلیل فرماچکے جن کا نمونہ ابھی گزرا کہ اسے محرر بنانا حرام کوئی کام ایسا سپرد کرنا جس سے مسلمانوں میں اس کی بڑائی ہو حرام اس کی تعظیم حرام، مسلمان کھڑا ہو تو اسے بیٹھنے کی اجازت نہیں، بیماری وغیرہ ناچاری کے باعث سواری پر ہو تو جہاں مسلمانوں کا مجمع آئے فورا اتر پڑے۔

بدایونی لیڈر بننے والے اپنے حق میں احکام ائمہ کرام دیکھیں:

حتی کہ فتاوٰی ظہیریہ واشباہ والنظائر وتنویر الابصار ودرمختار وغیرہا معتمدات اسفار میں ہے:

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۹۴

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۴۴۶ اسحٰق بن ابراہیم الحنظلی دارالفکر بیروت ۹/ ۲۳۶

لو سلم علی الذمی تبجیلا یکفرلان تبجیل الکافر کفر [1]۔	اگر ذمی کو تعظیما سلام کرے کافر ہوجائے گا کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔

فتاوٰی امام ظہیر الدین واشباہ در مختار وغیرہا میں ہے:

لوقال لمجوسی یااستاذ تبجیلا کفر [2]۔	اگر مجوسی کو بطور تعظیم "اے استاد" کہا کافر ہوگیا۔

اور یہاں حربی مشرک کی یہ کچھ تعظیم یہ کچھ مسلمانوں پر اس کی رفعت وتقدیم ہورہی ہے اور پھر کفر بالائے طاق ان کے جواز کو بھی ٹھیس نہیں لگتی، اس حرام قطعی کو حلال کی کھال پہنا کر فتوے اور رسالے لکھے جارہے ہیں، مجوسی کو تعظیما زبان سے استاد کہہ دینے والا کافر ہو لیکن مشرک بت پرست کو اسٹیج پر کھڑے ہو کر کہنے والا "کہ خدانے ان عـــہ کو مذکر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے "گاندھی کو پیشوا نہیں بلکہ قدرت نے تم کو سبق پڑھانے والا مدبر بنا کر بھیجا ہے ٹھیٹ مسلمان بنارہے ہیں سبق پڑھانے والا اور سبق بھی کسی دنیوی حرفت کا نہیں بلکہ صاف کہا کہ تمھارا فرض دینی یاد دلانے کو تو استاذ نے علم دین بتایا اور علم دین بھی کسی مستحب وغیرہ کا نہیں بلکہ خاص فرض دینی کا معلم استاذ بنایا اور کسی کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل۔ پہلو میں دل اور دل میں اسلام کی قدر ہو تو وہ ان لفظوں کو دیکھے کہ "خدا نے ان کو مذکر بنا کر تمھارے پاس بھیجا ہے "خدا لگتی کہنا یہ رسالت سے کے سیڑھی نیچے رہا ان لیڈر بننے والوں کا اسلام کیا ہے؟ ع

چوں وضوے محکم بی بی تمیز

(یہی جیسے بی بی تمیز کا محکم وضو ہو۔ت)

کہ کس طرح ٹوٹا کیا اس میں دراڑ تک نہ پڑتی "وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾ " [3] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت)

عـــہ: دیکھو اخبار فتح دہلی جلد ۲ نمبر ۲۴۲ جلسہ جمعیۃ العلماء ہند میں مولانا عبدالماجد بدایونی کی تقریر ص ۴ کالم اول ۱۲ حشمت علی

[1] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[2] الدر المختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

دربارہ مساجد لیڈران کا پیش کردہ شاہجہانپوری فتوٰی خود انہیں پر رد ہے:

سابعا: ائمہ دین نے صاف تصریحیں فرمائیں کہ کافر کا بطور استعلاء مسجد میں جانا مطلقاً حرام ہے، ہدایہ میں ہے:

الاٰیۃ محمولۃ علی الحضور استیلاء واستعلاء[1]۔	آیت اس پر محمول کی گئی ہے کہ وہ غلبہ وبلندی کے طورپر نہ آئیں۔

کافی امام نسفی میں ہے:

الاٰیۃ محمولۃ علی منعھم ان یدخلوھا مستولین وعلی اھل اسلام مستعلین[2]۔	آیت کے یہ معنی قرار دیئے گئے ہیں کہ ان کے ایسے آنے سے منع کیا جاتا ہے کہ بطور غلبہ آئیں اور مسلمانوں پر بلند ہوں۔

مگر ہدایہ وکافی کا ان لوگوں کے سامنے ذکر کیا جو قرآن عظیم کے نصوص قاہرہ نہیں سنتے، ہاں یہ کہئے کہ اگر حق مانیں تو لیڈران کی خوبی قسمت ورنہ سخت نصیبوں کی شامت کہ خود لیڈری شائع کردہ فتوے نے بحوالہ ردالمحتار یہی عبارت ہدایہ نقل کردی کہ قرآن عظیم نے مشرک کا بطور استعلاء مسجد میں آنا حرام فرمایا ہے، ہمارے دوست مفتی صاحب نے یہ دوسرا متلمس کا صحیفہ مروانی خط کی طرح ان کے ہاتھ میں دے دیا، مروانی خط ان کے ہاتھ تھا اور متلمس کا صحیفہ بند، ان کے ہاتھ میں کھلا ہوا فتوی دے دیا اور ان کو اپنی موت نہ سوجھی اسے شائع کراتے عوام کو بہلاتے بھلاتے ہیں۔

مفتی کو ہدایت:

ہاں اتنی شکایت دوستانہ مفتی صاحب سے بھی ہے کہ ذمی کا حکم حربیوں یا کتابی یا مشرکوں پر ڈھالنا درکنار صورت استعلاء اگر معلوم تھی کہ طشت از بام ہے تو اسے جانتے ہوئے باطل پرستوں کے ہاتھ میں فتوی دینا نہ چاہئے تھا جس سے وہ عوام کو بہکائیں اور اپنے حرام قطعی بلکہ اس سے بھی اشد کو حلال کر دکھلائیں، پھر عجب یہ کہ بیان حکم میں عدم استعلاء کی قید رہ جانے نے مطلقاً جواز کی سنائی اگرچہ عبارت کتاب سے اطلاق پر آئی کتاب کی عربی عبارت عوام کیا سمجھیں انھیں گمراہ کرلینے کی لیڈروں نے راہ پائی نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

---

[1] الھدایہ کتاب الکراھیۃ مسائل متفرقۃ مطبع یوسفی لکھنؤ الجزء الرابع ۲/ ۴۷۲

[2] کافی امام النسفی

شریعت کے ساتھ لیڈروں کی حالت:

مسلمانو! تم نے دیکھا یہ حالت ہے ان لیڈر بننے والوں کے دین کی، کیسا کیسا شریعت کو بدلتے مسلتے، پاؤں کے نیچے کچلتے، اور خیر خواہ اسلام بن کر مسلمانوں کو چھلتے ہیں، موالات مشرکین ایک، معاہدہ مشرکین دو، استعانت بمشرکین تین، مسجد میں اعلائے مشرکین چار، ان سب میں بلا مبالغہ یقینا قطعاً لیڈروں نے خنزیر کو دنبے کی کھال پہنا کر حلال کیا ہے، دین الٰہی کو پائمال کیا ہے، اور پھر لیڈر ہیں، ریفامر ہیں، مسلمانوں کے بڑے راہبر ہیں، جو ان کی ہاں میں ہاں نہ ملائے مسلمان ہی نہیں، جب تک اسلام کو کند چھری سے ذبح نہ کرے ایمان ہی نہیں۔

"رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ "[1]	اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔

آہ آہ آہ اناللہ وانا الیہ راجعون ٥ ع

اند کے پیش تو گفتم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار ست

(آپ کے سامنے تھوڑا سا غم دل پیش کیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ آپ کا دل آزردہ ہوگا ورنہ باتیں بہت ہیں۔ت)

ضروری عرض واجب اللحاظ

میں جانتا ہوں کہ میرا کلام انھیں برا لگے گا اور حسب معمول تحقیق حق واظہار احکام رب الانام کا نام گالیاں رکھا جائیگا ہمیشہ عاجزوں نے اپنا عجز یونہی چھپایا ہے احکام حق کو سختی بتا کر گالیاں ٹھہرا کر جواب سے گریز کا حیلہ بنایا ہے لہٰذا دست بستہ معروض کہ تھوڑی دیر نیچری تہذیب سے تنزل فرماکر وہ آیتیں کہ شروع فتوٰی میں تلاوت ہوئیں ان پر ایمان لاکر ان مباحث علمیہ واحکام الٰہیہ کو بغور سن لیجئے اگر بفرض باطل ہماری غلط فہمی ہے حق وانصاف سے بتادیجئے ہمیں بحمداللہ ہرگزوہ نہ پائے گا جو سمجھ لینے کے بعد باطل پر اصرار حق سے انکار نار پر عار اختیار کررہے ہیں، اور اگر سمجھ جاؤ سمجھ کیا جاؤگے تمھارے سمجھ وال سمجھ رہے ہیں کہ دیدہ ودانستہ حق سے الجھ رہے ہیں یہ حرام کو حلال، حلال کو حرام کا جامع پہنایا، اسلام کو کفر، کفر کو اسلام بنا کر دکھایا ہے تو ماننے نہ ماننے کا تمھیں اختیار ہے اور جزاء وحساب وکشف حجاب روز شمار۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۷و۹۸

جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔	"یَوۡمَ تُبۡلَی السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَہٗ مِنۡ قُوَّۃٍ وَّ لَا نَاصِرٍ ﴿۱۰﴾"[1]

ترک معاملت پر ایک نظر:

(۱۱) حضرات لیاڈر نے مسئلہ موالات میں سب سے بڑھ کر اودھم مچائی اوروں میں افراط یا تفریط ایک ہی پہلو پر گئے، اس میں دونوں کی رنگت رچائی، افراط وہ کہ نصارٰی سے نری معاملت بھی حرام قطعی، اور تفریط یہ کہ ہندوؤں سے اتحاد بلکہ ان کی غلامی فرض شرعی، پھر بھی ان کے اس افراط و تفریط میں اتنا فرق ہے کہ دوم نے بذاتہٖ دین کو برباد کردیا، اور اول پر عمل میں فی نفسہٖ ضرر اسلام نہ تھا، مباح کو کوئی حرام جان کر چھوڑے تو اس چھوڑنے میں حرج نہیں کہ مباح ہی تھا نہ کہ واجب، ضلالت ہے اس اعتقاد تحریم میں، لیکن حرام قطعی فرض مانا ایمان و عمل دونوں کا تباہ کن ہوا اور اپنے ہر پہلو سے اسلام کا برباد کرنے والا، لہٰذا اول سے بحث ضرور نہ تھی حکم بتادیا معاندوں کا عناد ان کے ساتھ ہے لیکن عملی حیثیت سے بھی اس خصوص میں مسلمانوں کو بہت ضرر پہنچتے دکھائی دیتے ہیں سخت مشکلات کا سامنا ہے جن کا حل ان بزعم خود گہری نگاہ والے انجام شناس لیاڈر الناس نے کچھ سوچ رکھا ہوگا، نظر بعادات و حالات کسی طرح عقل باور نہیں کرتی کہ ان کی چیخ پکار سے تمام ہندوسند و بنگال و برہما و افریقہ و جاوہ حتی کہ عدن تک کے مسلمان سب نوکریاں، ملازمتیں، زمینداریاں، تجارتیں یکلخت چھوڑ دیں، یہ شور شیں تو دو دن سے ہیں صدہا[عہ] حرام نوکریاں پہلے ہی سے کر رہے ہیں وہ تو چھوریں نہیں مباح نوکریاں اور

عــــہ: مثلاً حظر کی نوکری اعلاء کلمۃ اللہ کے سوا کسی مسلمان بادشاہ کی بھی جائز نہیں، یونہی خلاف ماانزل اللہ حکم کرنے کی، یونہی جس میں سود کا لینا دینا یا حساب کرنا ہو یا دستاویز سود کا کاتب یا شاہد بننا پڑے، بالجملہ حرام کام یا خود اعانت حرام کی ملازمت کی کہ اسلامی سلطنت وریاست کی بھی حرام ہے اور بلا ملازمت ایسے کاموں کا انجام دینا اور زیادہ شرع پر اُجرت، یہی حال کالجوں کی ملازمت اور ان کے تعلیم و تعلم کا ہے، جہاں تعلیم مخالف شرع واسلام ہو اگرچہ اسلامی کہلائے تعلم حرام، اور اس کی کسی طرح امداد حرام مگر جو دین رکھنے والا تعلیم دینیات پر یوں رہے کہ طلبہ کے عقائد کی حفاظت کرے ضلالتوں کا بطلان انھیں بتایا کرے وہ بازار میں ذکر الٰہی کرنے والے سے بھی زائد ہوگا جسے حدیث نے فرمایا مردوں میں زندوں کی طرح ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۹و۱۰

حلال تجارتیں، زمینداریاں کس طرح چھوڑدیں گے، ان جلسوں ہنگاموں، تبلیغوں کہراموں سے اگر سو دو سو نے نوکریاں یا دس بیس نے تجارتیں یا دو ایک نے زمینداریاں چھوڑ بھی دیں تو اس سے تُرکوں عـــہ۱ کا کیا فائدہ یا انگریزوں کا کیا نقصان، غریب نادار مسلمان کی کمائی کا ہزار ہا روپیہ ان تبلیغوں میں برباد جارہا ہے اور جائے گا اور محض بیکار و نامراد جارہا ہے اور جائے گا، ہاں لیڈروں مبلغوں کی سیر وسیاحت کے سفر خرچ اور جلسہ واقامت کے پلاؤ قورمے سیدھے ہوگئے اور ہوں گے، اگر یہ فائدہ ہے تو ضرور نقد وقت ہے اور سیر یورپ کے حساب کا راز تو روز حساب ہی کھلے گا،

"یَوْمَ تُبْلَى السَّرَآىِٕرُۙ(۹) فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّ لَا نَاصِرٍؕ(۱۰)"[1] (جس دن سب چھپی باتیں جانچ میں آئیں گی تو آدمی کو نہ کچھ زور ہوگا نہ کوئی مددگار۔ت) کیا لیڈر صاحبان فہرست دکھائیں گے کہ ان برسوں کی مدت اور لاکھوں روپے کی اضاعت میں اتنا فائدہ مرتب ہوا، اتنوں نے نوکریاں چھوڑیں اتنوں نے تجارتیں اتنوں نے زمینداریاں۔

اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے:

طرفہ یہ کہ ان کے خون گرم حامی ہمدم و محرم عـــہ۲ اخبارات اس ترک تعاون پر بڑے بڑے

عـــہ۱: تنبیہ، تنبیہ، تنبیہ: مسلمانو! ترکوں کی حمایت اماکن مقدسہ کی حفاظت سلطنت اسلامی کی اعانت یہ سب دکھانے کے دانت تھے کہ کسی طرح مسلمانوں میں اشتعال ہو لاکھوں روپے کا چندہ ہاتھ آئے ورنہ بڑے ساعی لیڈروں علی برادروں سے صاف منقول ہوا کہ "مسئلہ خلافت اب طے کر رکھو، ہندوستان کی آزادی کی فکر کرو ہم ہندو قوم پرست ہیں ہمارا فرض ہے کہ اگر ترکی بھی ہندوستان پر چڑھائی کرے تو ہم ان کے خلاف تلوار اُٹھائیں ہمارا نصب العین سلطنت کی خود اختیاری حاصل کرنا ہے ترک موالات اس کا ذریعہ ہے" ابوالکلام آزاد سے منقول ہوا: "لڑائی ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دلانے کے لئے ہے اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی اس وقت تک کہ ہم گنگا وجمنا کی مقدس زمین کو آزاد نہ کرالیں" مسلمانو! اب بھی تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور خلافت واماکن مقدسہ کے حیلہ پر فریب کھاتے رہو تو خدا حافظ، حشمت علی عفی عنہ

عـــہ۲: خصوصاً روزنامہ ہمدم لکھنؤ جس کے ہر پرچہ کی پیشانی پر یہ ساقط الوزن رباعی لکھی ہوتی ہے،

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو — حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر — لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/ ۹۔۱۰

زور لگارہے ہیں خود اپنے اخبارات و مطابع کیوں نہیں بند کرتے، ان صیغوں کو تو انگریزوں سے جو گہرے تعلقات ہیں دوسرے صیغوں کو کم ہوں گے کیا اوروں کے لئے شور و فغاں اور اپنے لئے نوشجاں،

لیڈران اوروں کو ترک تعاون کی طرف بلاتے ہیں اور خود ان کا عمل اس کے خلاف ہے:

اور ایک اخباری و مطابعی کیا کریں گے بڑے بڑے لیڈر بننے والے اسی مرض میں گرفتار ہیں دیگراں رانصیحت خود رافضیحت ع

حیرتے دارم ز دانشمند مجلس بازپرس توبہ فرمایاں چرا خود توبہ کمتر مے کنند

(مجھے حیرت ہے، مجلس کے دانشمند سے پھر پوچھو توبہ کا مشورہ دینے والے خود بہت کم توبہ کرتے ہیں۔ت)

ہجرت کا غل مچایا اور اپنے آپ ایک نہ سرکا جو اُبھارنے میں آگئے ان مصیبت زدوں پر جو گزری سو گزری یہ سب اپنے جورو بچوں میں چین سے رہے، ہر الگانہ پھٹکری، اور ترک تعاون میں بھی کیا کسی لیڈر یا مبلغ کے پاس زمینداری یا کسی قسم کی تجارت نہیں۔ نہ ان کا کوئی انگریزی یا ریاست میں ملازم ہے پھر انھیں کیوں نہیں چھوڑتے، کیا واحد قہار نے نہ فرمایا:

"لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝"[1]	کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اتباع ہوا کی اجازت دی جو اللہ کی راہ سے گمراہ کرنے والی ہے، قال تعالٰی: "وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ"[2] اپنی خواہش کا پابند نہ ہو کہ وہ تجھے اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی، خیر گمراہی تو ان صاحبوں کے یہاں بہت آسان بلکہ محبوب تر چیز ہے، مگر پچھلے مصرع پر اپنے لیڈروں اور کمیٹی کا فتوٰی لیں جس میں کہا کہ انگریزوں کے وفادار، ان کے حکم کے نیچے چلنے والے رہو اور اتنی تاکید ہے کہ ہر پیشانی پر اسی کی تجدید ہے اس سے مقاطعہ کیوں نہ فرض ہوا، اسے پارٹی بلکہ اسلام سے کیوں نہ خارج کیا، ہاں شاید ساقط الوزن کرنے میں اس نے اپنے لئے کچھ رات لگا رکھی ہو یعنی انگریزوں کے دکھانے کو اس طرح ہو اور لیڈروں کے سنانے کو یہ کہ آپ دیکھتے نہیں اس میں وزن ہی کہاں ہے یوں ہے: ع

لائل سبجکٹ تم نہ برٹش کے رہو حشمت علی عفی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۲، ۳

[2] القرآن الکریم ۳۸/ ۲۶

کیا خدا کا سخت دشمن بننا آسان سمجھا ہے کیا تمھارے یہاں سے نہ چھپا[عہ] کہ "اگر کسی مسلمان رئیس نے دباؤ یا خوشامد سے کوئی ایسی کارروائی کی جس سے ثابت ہو کہ وہ دشمنان اسلام کا ساتھ دیتے ہیں تو فوراً ان کا شمار مرتدین میں ہوگا اور مرتد کی سزا اسلام کے آئین میں کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے" کیا کوئی ریاست آپ کے نزدیک اسی سے بری ہے کیا اس میں سب سے پیش قدم سلطنت علیہ دکن نہیں، کیا اس کے احکام اور چھپے ہوئے فرمان ملاحظہ نہ ہوئے، کیا آپ کے لیڈروں میں اسی کے وظیفہ خوار نہیں، کیا مدخیرات سے گیارہ گیارہ روپے یومیہ پانے والوں نے اپنا یومیہ بند کرالیا، کیا جسے اوروں کے لئے حرام بتاتے ہو آپ خوشی سے کھاتے ہو۔

لیڈروں پر لیڈروں سے مقاطعہ فرض ہے:

بلا پس ہو ان کے منہ لگا حرام ان سے نہ چھوٹا، اور لیڈروں کا منہ کس نے بند کیا ان پر ان لیڈروں سے مقاطعہ واجب تھا یا قرآن مجید بدل کر جو احکام دل سے گھڑے ہیں وہ کس طرح لیڈروں کے لگ بھگ نہیں اوروں کے سر پڑے ہیں یہ قانون کے مستثنیات عامہ ہیں، اور جب لیڈر خود ہی اپنے کہے پر عامل نہیں تو ان کی چیخ و پکار اوروں سے کیا عمل کرائے گی۔ ع

اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند

(وہ تو خود گم ہے کس کی کیا رہبری کرے۔ ت)

مانا کہ تم میں وہ بھی ہوں جو ان تینوں علتوں سے بری ہیں، نہ زمینداری نہ تجارت نہ اجازت کہ مالگزاری یا ابواب یا ٹیکس یا چنگی دینی پڑے اور انگریزوں سے تعلق تعاون پیدا ہو کر حرمت قطعیہ کا حکم جڑے، فرض کردم کہ خود اس سے پاک ہیں نرے مفلس محتاج بے نواز ہیں پھر یہاں تو عام ذرائع رزق یہی ہیں، کیمیا تو نہ بناتے ہوں گے، اوروں کے سر کھاتے ہوں گے، ان کا مال انھیں وجوہ سے ہوگا جو تمھارے نزدیک علی الاطلاق حرام ہے، تو حرام ہی کھایا یا حرام ہی کمایا۔ ہر طرح گرفتار حرام ہی رہے، نجات کی صورت بتائے پھر ترک معاملت کی فرضیت گائے، اور یہ روپیہ کہ ان جلسوں میں صرف

عہ: دیکھو تقریر صدارت شیخ مشیر حسن قدوائی بیرسٹرایٹ لاء تعلقدار گدیا مطبوعہ لکھنؤ ص ۴۹ یہ بھی مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلّی کے ان مسائل میں امام ومتبوع ہیں، دیکھو خطبہ صدارت مولوی عبدالباری مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۰ "میں ان مسائل میں کبھی مشیر حسن صاحب کے خلاف مشورہ نہیں کرتا" آپ بیرسٹر بھی ہیں اور تعلقدار بھی، بھلا انگریزوں سے آپ کو کیا تعلق لہذا صرف اسلامی ریاستوں کو مرتد فرمایا۔ حشمت علی لکھنوی عفی عنہ

کررہے ہو یہ بھی تو اس حرام کا ہے، سچ کہنا کیا دل میں سمجھ لئے ہو اگرچہ زبان سے نہ کہو کہ ع

مال حرام بود بجائے حرام رفت

اور ریل تار، ڈاک کیا انگریزوں سے معاملت نہیں اس میں تو سب چھوٹے بڑے مبتلا ہو اگر کہو انھیں سہولت کے لئے رکھ چھوڑا ہے تو اعلان کردو کہ ہمارے یہاں سہولت کے لئے حرام روا ہے، اگر کہو کہ زمینداری و تجارت چھوڑیں تو کھائیں کیا، تو ملازم اگر ملازمتیں چھوڑیں تو کھائیں کیا، جو جواب تمھارا ہے وہ سب کا ہے، غرض یہ نہ چلی نہ چل سکتی ہے، نہ تم نے خود اس پر عمل کیا، نہ کرسکتے ہو، اس کی پوری تصویر یہی ہے کہ ع

وہ کرتے ہیں اب جو نہ کیا تھا نہ کریں گے

پھر بے معنی چیخ و پکار سے کیا حاصل سوا اس کے کہ ع

مغز ماخورد و حلق خود بدرید (مغز ہمارا کھایا اور حلق اپنا پھاڑ لیا۔ت)

ہندوؤں کی دیگ موافقت سے بانگی کا چاول:

اور بفرض غلط وبفرض باطل اگر سب مسلمان زمینداریاں تجارتیں نوکریاں تمام تعلقات یکسر چھوڑدیں تو کیا تمھارے جگری خیر خواہ جملہ ہنود بھی ایسا ہی کریں گے اور تمھاری طرح نرے ننگے بھوکے رہ جائیں گے، حاشا ہرگز نہیں، زنہار نہیں، اور جو دعوٰی کرے اس سے بڑھ کر کاذب نہیں مکار نہیں، اتحاد ووداد کے جھوٹے بھروں پر بھولے ہو منافقانہ میل پر پھولے ہو سچے ہو تو موازنہ نہ دکھاؤ کہ اگر ایک مسلمان نے ترک کی ہو تو ادھر پچاس ہندوؤں نے نوکری تجارت زمینداری چھوڑدی ہو کہ یہاں مالی نسبت یہی یا اس سے بھی کم ہے، اگر نہیں دکھاسکتے تو کھل گیا کہ ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

لاجرم نتیجہ کیا ہوگا یہ کہ تمام اموال کل دولتیں دنیاوی جمیع اعزاز جملہ وجاہتیں صرف ہندوؤں کے ہاتھ میں رہ جائیں اور مسلمان دانے دانے کو محتاج بھیک مانگیں اور نہ پائیں، ہندو کہ اب انھیں پکائے ڈالتے ہیں جب بے خوف وخطر کچا ہی چبائیں، یہ ہے لیڈر صاحبوں کی خیر خواہی یہ ہے حمایت اسلام میں جانکاہی، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

ہندو کیوں ملے ہیں، اس کا راز:

میں نے اپنی ایک تقریر میں اس ہندو الفت وگاندھی رغبت کا راز بیان کیا تھا جسے بعض احباب نے تحریر میں لیا، اس کا اعادہ موجب افادہ۔ مسلمانوں کا رب جل وعلا فرماتا ہے:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًاؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ(۱۱۸)"[1]	اے ایمان والو! کسی کافر کو اپنا ہم راز نہ بناؤوہ تمھارے نقصان رسانی میں کمی نہ کریں گے، ان کی دلی تمنا ہے تمھارا مشقت میں پڑنا، دشمنی ان کے مونہوں سے کھل چکی ہے اور وہ جو ان کے سینوں میں دبی ہے بہت بڑی ہے بیشک ہم نے تمھیں صاف صاف نشانیاں بتادیں اگر عقل رکھتے ہو۔

قرآن عظیم گواہ ہے اور اس سے بہتر کون گواہ "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا(۱۲۲)"[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ت) کہ مشرکین ہرگز ہماری خیر خواہی نہ کریں گے، خیر خواہی درکنار کبھی بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، پھر انھیں یار وانصار بنانا ان سے وداد واتحاد منانا ان کے میل سے نفع کی امید رکھنا صراحۃً قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں ہے، اور ضرور ہے، "وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ(۸۵)"[3] (مگر تمھیں نگاہ نہیں۔ت) آؤاب ہم تمھیں قرآن عظیم کی تصدیق دکھائیں اور ان کی طرف سے اس میل اور مَیل کا راز بتائیں، دشمن اپنے دشمن کے لئے تین باتیں چاہتا ہے:

اول: اس کی موت کہ جھگڑا ہی ختم ہو۔

دوم: یہ نہ ہو تو اس کی جلاوطنی کہ اپنے پاس نہ رہے۔

سوم: یہ بھی نہ ہوسکے تو اخیر درجہ اس کی بے پری کہ عاجز کر رہے۔

مخالف نے یہ تینوں درجے ان پر طے کر دئے اور ان کی آنکھیں نہیں کھلتیں خیر خواہی سمجھے جاتے ہیں

اولا: جہاد کے اشارے ہوئے اس کا کھلا نتیجہ ہندوستان کے مسلمانوں کا فنا ہونا تھا، **ثانیا:** جب یہ نہ بنی ہجرت کا بھرادیا کہ کسی طرح یہ دفع ہو ملک ہماری کبڈیاں کھیلنے کو رہ جائے یہ اپنی جائدادیں کوڑیوں کے مول ہمیں یایوں ہی چھوڑ جائیں، بہر حال ہمارے ہاتھ آئیں ان کی مساجد ومزارات اولیاء ہماری پامالی کو رہ جائیں، **ثالثا:** جب یہ بھی نہ نبھی تو ترک موالات کا جھوٹا حیلہ کرکے ترک معاملت پر ابھارا ہے کہ نوکریاں چھوڑدو کسی کونسل کمیٹی میں داخل نہ ہو، مالگزاری ٹیکس کچھ نہ دو خطابات واپس کردو امراخیر تو صرف اس لئے ہے کہ ظاہری نام کام دنیوی اعزاز بھی کسی مسلمان کے لئے نہ رہے اور پہلے تین اس لئے

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۵۶/ ۸۵

کہ ہر صیغہ وہر محکمہ میں صرف ہنود رہ جائیں، جہاں ہنود کا غلبہ ہوتا ہے حقوق اسلام پر جو گزرتی ہے ظاہر ہے، جب تنہاوہی رہ جائیں گے تو اس وقت کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے، مالگزاری وغیرہ نہ دینے پر کیا انگریز چپ بیٹھے رہیں گے؟ ہر گز نہیں، قرقیاں ہوں گی تعلیقے ہوں گے، جائدادیں نیلام ہوں گی اور ہندو خریدیں گے، نتیجہ یہ کہ مسلمان صرف قلی بن کر رہ جائیں، یہ تیسرا درجہ ہے، دیکھا تم نے قرآن عظیم کا ارشاد کہ "وہ تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے "ان کی دلی تمنا ہے کہ تم مشقت میں پڑو والعیاذ باللہ تعالٰی۔

منکر پر ردو انکار کس حالت میں فرض ہے اور کہاں اس کا حکم نہیں:

(۱۲) منکر کا ازالہ ضرور فرض ہے اپنے مراتب ثلاثہ پر جن میں تیسرا مرتبہ کہ تغییر بالقلب ہے یعنی دل سے اسے برا جاننا مطلقًا ہر حال میں فرض عین ہے، اور پہلے دونوں بشرط قدرت علی الترتیب فرض کفایہ مگر دوسرا یعنی تغییر باللسان اس حالت میں ہر گز فرض نہیں کہ مرتکب اس کی شناعت سے خود آگاہ ہو جان بوجھ کر اس کا مرتکب ہو اور امید واثق نہ ہو کہ منع کئے سے باز رہے گا ایسی حالت میں اس زبان یا قلم سے کہ وہ بھی ایک زبان ہے ردو انکار اصلا واجب نہیں رہتا خصوصا جبکہ مظنہ فتنہ وشورش ہو۔ فتاوٰی امام قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

انما یجب الامر بالمعروف اذا علم انهم یستمعون۔[1]	امر بالمعروف اسی وقت واجب ہے جب یہ جانے کہ وہ کان لگا کر سنیں گے۔

نصاب الاحتساب میں ہے:

المقصود منه الائتمار فاذا فات ذٰلك لایجب۔[2]	امر بالمعروف سے مقصود تو یہ ہے کہ لوگ مانیں جب اس کی امید نہ ہو تو وہ واجب نہیں۔

بستان امام فقیہ ابواللیث ومحیط وہندیہ وغیرہا میں ہے:

ان کان یعلم باکبر رأیه انه لو امر بالمعروف یقبلون ذٰلك منه و	اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ مان لیں گے اور بُری بات سے

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب السابع عشر فی الغناء واللهو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۵۳

[2] نصاب الاحتساب

یمتنعون عن المنکر فالامر واجب لایسعه ترکه ولو علم باکبر رأیه انه لو امرهم بذٰلك قذفوه وشتموه فترکه افضل ولو علم انهم لایقبلون منه ولایخاف منه ضربا ولاشتما فهو بالخیار والامر افضل[1]۔ (ملخصا)	باز آئیں گے تو امر بالمعروف واجب ہے اسے چھوڑنے کی گنجائش نہیں اور اگر اپنے غالب گمان سے جانتا ہو کہ امر بالمعروف کرے گا تو یہ لوگ پتھر پھینکیں گے گالی دیں گے تو اس وقت امر بالمعروف نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر جانیں مانیں گے تو نہیں مگر ان سے گالی کا بھی اندیشہ نہیں تو اختیار ہے چاہے امر بالمعروف کرے یا نہ کرے اور کرنا بہتر ہے۔

وجیز امام کردری وعالمگیریہ میں ہے:

اللحن حرام بلاخلاف فاذاقرأ بالالحان و سمعه انسان ان علم انه ان لقنه الصواب لایدخل الوحشة یلقنه وان دخله الوحشة فهو فی سعة ان لا یلقنه۔ فان کل امر بمعروف یتضمن منکرا یسقط وجوبه[2]۔	قرآن عظیم کا غلط پڑھنا بالاتفاق حرام ہے تو اگر کوئی شخص غلط پڑھ رہا ہو اور دوسرا سنے اگر یہ سننے والا جانے کہ اسے صحیح بتاؤں گا تو اسے وحشت پیدا نہ ہوگی تو بتائے، اور اگر بتانے سے اسے وحشت پیدا ہو تو اسے گنجائش ہے کہ نہ بتائے کہ جو امر بالمعروف کسی منکر کو متضمن ہو اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

مثلاً کوئی مسلمان نہیں جانتا کہ ناحق قتل یا غارت مسلم حرام وموجب عذاب نار ہے، کون نہیں جانتا کہ اس میں کسی طرح کی اعانت مطلقاً حرام ومستوجب غضب جبار ہے، کون نہیں جانتا کہ زنا حرام ہے، کون نہیں جانتا کہ شراب پینا سخت خبیث کام ہے اور ہزاروں لاکھوں اس کے مرتکب ہیں، پھر کبھی نہ سنا ہوگا کہ علماء یا ان کی تحریریں ہر چکلے ہر بھٹی کا گشت کریں اصلا ہرگز تمام جہان میں کوئی عالم بلکہ کوئی عاقل اس کا قائل نہیں، اور خود ان لیڈروں میں جو جامہ مولویت میں ہیں وہ بھی اس کے عامل نہیں، آخر یہ اس لئے کہ وہ لوگ دانستہ مرتکب ہیں، اور مظنون نہیں کہ منع سے مانیں بلکہ شورش وشر کا احتمال بیشتر کا ایسی جگہ جب تغییر بالید مقدور نہیں تغییر باللسان کچھ ضرور نہیں، غیر ضروری اور اس پر طرہ یہ کہ نامفید ایسا شور مچانا اور بلاوجہ شرعی شورشوں کے لئے مفید سپر ہو جانا کون سی شریعت نے واجب مانا، ایسے ہی مواقع کے لئے ارشاد الٰہی ہے:

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السابع فی الغناء واللھو الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۵۳۔ ۳۵۲

[2] فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراھیۃ الباب الرابع فی الصلوٰۃ الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۱۷

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ "[1]	اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو سنبھالے رہو دوسروں کا گمراہ ہونا تمھیں نقصان نہ دے گا جب تم راہ پر ہو۔

ہاں اگر کسی منکر شرعی پر گمراہان گمراہ گر فرقہ بندی کریں اور اسے بزور زبان وزور وبہتان معروف شرعی کا جامہ پہنائیں اور اس کے لئے آیات واحادیث واقوال ائمہ کی تحریف وتصحیف منائیں احکام الٰہیہ کو کایا پلٹ کرکے حرام کو حلال حلال کو حرام دکھائیں، جیسا اب گاندھی مت اور گاندھوی امت مسائل موالات مشرکین، ومعاہدہ مشرکین واستعانت مشرکین، ودخول مشرکین فی المساجد وغیرہا میں کر رہی ہے، تو اس وقت ان منکرات کبرٰی وواہیات عظمٰی کا ازالہ فرض اعظم ہوگا، خطیب بغدادی جامع میں راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا ظهرت الفتن اوقال البدع فلیظهر العالم علمه ومن لم یفعل ذٰلك فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین۔ لایقبل الله منه صرفا ولا عدلا[2]۔	جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں تو فرض ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے اور جو ایسا نہ کرے اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت، اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

یہ سعی ان معاندوں کے لئے نہیں جو دانستہ تغییر کلام اللہ وتبدیل احکام اللہ کر رہے ہیں بلکہ ان شبہات کے کشف کو ہے جن سے وہ احکام الٰہیہ کو بدلتے اور عوام مسلمین کو چھلتے ہیں اس امید پر کہ مولٰی عزوجل چاہے تو جو ان کے دھوکے میں آگئے حق کی طرف واپس آئیں اور جن پر ہنوز ان کا فریب نہ چلا بعونہٖ تعالٰی حفظ وپناہ پائیں "اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ﴿۱۹﴾ "[3]۔
" اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌۚ ﴿۲۰﴾ "[4] (بیشک یہ اللہ کو آسان ہے، بیشک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔ت) حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واللہ لان یهدی الله بك رجلا	خدا کی قسم بیشک یہ بات کہ اللہ تیرے سبب سے

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۵
[2] الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع حدیث ۱۳۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۸
[3] القرآن الکریم ۲۹/ ۱۹
[4] القرآن الکریم ۲۹/ ۲۰

واحد اخیرلك من ان یکون لك حمر النعم [1]۔رواہ البخاری ومسلم عن سهل بن سعدی رضی اللہ تعالٰی عنه جعل اللہ لنا السھل والسعدی فی القبل والبعد وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم۔	ایک شخص کو ہدایت فرمادے تیرے لئے سرخ اونٹوں کا مالک ہونے سے بہتر ہے،یہ حدیث بخاری ومسلم نے سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی (اللہ تعالٰی انھیں ہمارے اگلے پچھلوں کے لئے سہل اور مبارک بنائے وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا وآلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ وبارك وسلم۔ت)

سنانی جہاد کے احکام واقسام کا ذکر

تنبیہ: جہاد کہ اعظم وجوہ ازالہ منکر ہے اسی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) جنانی (۲) لسانی (۳)

جہاد جنانی: یعنی کفر وبدعت وفسق کو دل سے برا جاننا جو ہر کافر مبتدع وفاسق سے ہے اور ہر مسلمان کہ اسلام پر قائم ہو یہ کرتا ہے مگر جنھوں نے اسلام کو سلام اور اپنے آپ کو مشرکین وکفار کا غلام کیا ان کی راہ جدا ہے ان کا دین غیر دین خدا ہے۔

لسانی: کہ زبان وقلم سے رد،وہ ابھی سن چکے کہ ایسوں ہی پر سب سے اہم وآکد،یہ **بحمد اللہ تعالٰی** خادمان شرع ہمیشہ سے کررہے ہیں اور اللہ ورسول کی مدد شامل ہو تو دم آخر تک کریں گے، [1]وہابیہ، [2]نیاچرہ، [3]دیوبندیہ، [4]قادیانیہ، [5]روافض، [6]غیر مقلدین، [7]ندویہ، [8]آریہ [9]نصارٰی وغیرہم سے کیا اور اب ان گاندھویہ سے بھی وہی برسرپیکار ہیں حق کی طرف بلاتے اور باطل کو باطل کر دکھاتے اور مسلمانوں کو گمراہ گروں کے شر سے بچاتے ہیں **وللہ الحمد** آگے ہدایت رب عزوجل کے ہاتھ ہے۔

رہا **جہاد سنانی:** ہم اوپر بیان کرچکے ہیں کہ یہ نصوص قرآن عظیم ہم مسلمانان ہند کو جہاد برپا کرنے کا حکم نہیں اور اس کا واجب بتانے والا مسلمان کا بدخواہ مبین۔

یہاں کے مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں اور واقعہ کربلا سے لیڈران کا استناد اغوائے مسلمین:

بہکانے والے یہاں واقعہ کربلا پیش کرتے ہیں یہ ان کا محض اغوا ہے۔**اولاً** اس لڑائی میں ہر گز حضرت

[1] صحیح البخاری کتاب الجہاد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۱۳۔۴۲۲،صحیح مسلم باب من فضائل علی ابن ابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷۹

امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے پہل نہ تھی امام نے خبیث کوفیوں کے وعدہ پر قصد فرمایا تھا جب ان غداروں نے بد عہدی کی قصد رجوع فرمایا اور جب سے شروع جنگ تک اسے بار بار احباب واعداء سب پر اظہار فرمایا۔

(ا) جب حر بن یزید ریاحی تمیمی رحمہ اللہ تعالٰی اول بار ہزار سواروں کے ساتھ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مزاحم ہوئے امام نے خطبہ فرمایا: "اے لوگو! میں تمھارا بلایا آیا ہوں، تمھارے ایلچی اور خطوط آئے کہ تشریف لائیے ہم بے امام ہیں، میں آیا اب تم اگر عہد پر قائم ہو تو میں تمھارے شہر میں جلوہ فرما ہوں "**وان لم تفعلوا وکنتم بمقدمی کارھین انصرفت عنکم الی المکان الذی اقبلت منه الیکم**[1] "اور اگر تم عہد پر نہ رہو یا میرا تشریف لانا تمھیں ناپسند ہو تو میں جہاں سے آیا وہیں واپس جاؤں" وہ خاموش رہے۔

(ب) پھر بعد نماز عصر خطبہ فرمایا اور اس کے اخر میں بھی وہی ارشاد کیا کہ "**ان انتم کرھتمونا انصرفت عنکم**[2] اگر تم ہمیں ناپسند رکھتے ہو میں واپس جاؤں، حر نے کہا ہمیں تو یہ حکم ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک ابن زیاد کے پاس کوفے نہ پہنچادیں۔

(ج) امام نے اس پر بھی ہمراہیوں کو معاودت کا حکم دیا وہ بقصد واپسی سوار ہوئے حر نے واپس نہ ہونے دیا۔

(د) جب نیٹوی پہنچے حر کے نام ابن زیاد خبیث کا خط آیا کہ حسین کو پٹپر میدان میں اتارو جہاں پانی نہ ہو اور یہ میرا ایلچی تمھارے ساتھ رہے گا کہ تم میرا حکم بجالاتے ہو یا نہیں۔ حر نے حضرت امام کو ناپاک خط کا مضمون سنایا اور ایسی ہی جگہ اترنے پر مجبور کیا، فدائیان امام سے زہیر بن القین رحمہ اللہ تعالٰی نے عرض کی: اے ابن رسول اللہ! آگے جو لشکر آنے والے ہیں وہ ان سے بہت زائد ہیں ہمیں اذن دیجئے کہ ان سے لڑیں، فرمایا: "**ما کنت لابدأھم بالقتال**[3]" میں ان سے قتال کی پہل کرنے کو نہیں۔

(ہ) جب خبیث ابن طیب یعنی ابن سعد اپنا لشکر لے پہنچا حضرت امام سے دریافت کیا کیسے آئے؟ فرمایا: تمھارے شہر والوں نے بلایا تھا "**فاما اذ کرھونی فانی انصرف عنھم**[4]" اب کہ میں انھیں ناگوار ہوں واپس جاتا ہوں، ابن سعد نے یہ ارشاد ابن زیاد کو لکھا، اس خبیث نے نہ مانا، **قاتله اللہ**۔

(و) شب کو ابن سعد سے خلوت میں گفتگو ہوئی اس میں بھی حضرت امام نے فرمایا: "**دعونی**

---

[1] تاریخ الطبری ثم دخلت سنة احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/ ۲۲۸

[2] تاریخ الطبری ثم دخلت سنة احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/ ۲۲۸

[3] تاریخ الطبری ثم دخلت سنة احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/ ۲۳۲

[4] تاریخ الطبری ثم دخلت سنة احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/ ۲۳۴

ارجع الی المکان الذی اقبلت منه [1] " مجھے چھوڑو کہ میں مدینہ طیبہ واپس جاؤں، ابن سعد نے ابن زیاد کو لکھا اس بار وہ راضی ہوا تھا کہ شمر مردود خبیث نے باز رکھا۔

(ز) عین معرکہ میں قتال سے پہلے فرمایا:

ایھاالناس اذکرھتمونی فدعونی انصرف الی مأمنی من الارض [2]۔	اے لوگو! جبکہ تم مجھے پسند نہیں کرتے تو چھوڑو کہ اپنی امن کی جگہ چلا جاؤں۔

اشقیاء نے نہ مانا، غرض جب سے برابر قصد عود رہا مگر ممکن نہ ہوا کہ منظور رب یونہی تھا، جنت آراستہ ہوچکی تھی اپنے دولھا کا انتظار کررہی تھی، وصال محبوب حقیقی کی گھڑی آگئی تھی تو ہر گز لڑائی میں امام کی طرف سے پہل نہ تھی ان خبیثوں ہی نے مجبور کیا، اب دو صورتیں تھیں یا بخوف جان اس پلید کی وہ ملعون بیعت قبول کی جاتی کہ یزید کا حکم ماننا ہوگا اگرچہ خلاف قرآن وسنت ہو۔ یہ رخصت تھی ثواب کچھ نہ تھا قال تعالٰی: " اِلَّا مَنۡ اُکۡرِہَ وَ قَلۡبُہٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ " [3]۔ مگر جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔ یا جان دے دی جاتی اور وہ ناپاک بیعت نہ کی جاتی، یہ عزیمت تھی اور اس پر ثواب عظیم، اور یہی ان کی شان رفیع کے شایان تھی، اسی کو اختیار فرمایا، اسے یہاں سے کیا علاقہ!

ثانیا بالفرض اس بے سروسامانی میں امام کی طرف سے پہل بھی سہی تو یہاں ایک فرق عظیم ہے جس سے یہ جاہل غافل، فاسقوں پر ازالہ منکر میں حملہ جائز اگرچہ یہ تنہا ہو اور وہ ہزاروں اور سلطان اسلام جس پر اقامت جہاد فرض ہے اسے بھی کافروں سے پہل حرام جبکہ ان عـــہ کے مقابلہ کے قابل نہ ہو، مجتبٰی وشرح نقایہ وردالمحتار کی عبارت گزشتہ:

ھذا اذا غلب علی ظنه انه یکافیھم والا فلا یباح قتالھم۔	یہ اس وقت ہے جب گمان غالب ہو کہ ان کے مقابلہ کے قابل ہے ورنہ ان سے لڑنا حلال نہیں۔ (ت)

کے بعد ہے بخلاف الامر بالمعروف [4] (امر بالمعروف کا حکم اس کے خلاف ہے۔ت) شرح سیر میں اس کی وجہ بیان فرمائی:

ان المسلمین یعتقدون مایأمر به فلابد	امر بالمعروف میں مسلمانوں کو جو حکم دے گا وہ دل سے

عـــہ: اور شرط قدرت تو دفاع بلکہ کسی فرض اسلامی سے کبھی منفک نہیں بنصوص قطعیہ واجماع امت مرحومہ۔

---

[1] الکامل فی التاریخ ذکر مقتل حسین دار صادر بیروت ۴/ ۵۴و۵۵

[2] تاریخ الطبری ثم دخلت سنة احدی وستین دار القلم بیروت الجزء السادس ۶/ ۲۴۳

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[4] جامع الرموز کتاب الجهاد گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۵

ان یکون فعله مؤثرا فی باطنهم بخلاف الکفار [1]۔	اسے حق جانتے ہیں تو ضرور اپنے دل میں اس کے فعل سے متاثر ہوں گے بخلاف کفار،

دیکھو امام نے کیا کیا اور تم کیا کر رہے رہو، کیوں اسلام و کفر ملاتے ہو:

ثالثًا: حضرت امام رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نام پاک لیتے ہوئے شرم چاہئے تھی، کیا امام تو امام ان کے غلام ان کے در کے کسی کتے نے **معاذ اللہ** مشرکوں سے مدد مانگی، کیا کسی مشرک کا دامن تھاما، کیا کسی مشرک کے پس رو بنے، کیا مشرکوں کی جے پکاری، کیا مشرکوں سے اتحاد گانٹھا، کیا مشرکوں کے حلیف بنے، کیا ان کی خوشامد کے شعار اسلام بند کرنے میں کوشاں ہوئے، کیا قرآن عظیم و حدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی وغیرہ وغیرہ شنائع کثیرہ بہتر تن سے بیس ہزار فجار کا مقابلہ فرمایا۔ امام کا نام لیتے ہو تو کیا تم میں بہتر مسلمان بھی نہیں جب تیئس کروڑ مشرکین تمھارے ساتھ ہوں گے اس وقت تم میں بہتر مسلمانوں کا عدد پورا ہوگا، قرآن کو پیٹھ دینے والو! کیوں امام کا نام لیتے ہو، اسلام سے الٹے چلنے والو! کیوں مسلمانوں کو دھوکے دیتے ہو، دہلی میں فتوٰی چھاپ دیا کہ اس وقت جہاد واجب ہے بے سروسامانی کے جواب کو امام کی نظیر پیش ہوگئی اور حالت یہ کہ ذرا سی دھوپ سے بچنے کو گئو پتروں کی چھاؤں ڈھونڈھ رہے ہیں، کیا تم اپنے ہی فتوے سے نہ صرف تارک فرض و مرتکب حرام بلکہ راضی بہ غلبہ کفر و ذلت اسلام نہ ہوئے، امام کا توکل اللہ پر تھا اور تمھارا اعتماد اعداء اللہ پر، یقین جانو کہ اللہ سچا، اللہ کا کلام سچا "لَا یَاْلُوْنَکُمْ خَبَالًا" "مشرکین تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کریں گے وہ جھوٹا فتوٰی اور یہ پوچ بھروسا اور خادمان شرع پر الٹا غصہ کہ کیوں خاموش رہے کیوں سینہ سپر نہ ہوئے، یہ ہے تمھاری خیر خواہی اسلام یہ ہیں تمھارے دل ساختہ احکام، جن پر نہ شرع شاہد نہ عقل مساعد، مسلمان ہونے کا دعوٰی ہے تو اسلام کے دائرے میں آؤ، تبدیل احکام الرحمٰن و اختراع احکام الشیطان سے ہاتھ اٹھاؤ، مشرکین سے اتحاد توڑو، دیوبندیہ وغیرہم مرتدین کا ساتھ چھوڑو کہ جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن پاک اپنے سایہ میں لے، دنیا نہ ملے نہ ملے دین تو ان کے صدقے میں ملے۔

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً۪ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ	اے ایمان والو! اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ شیطان کے پس رو نہ ہو بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے

[1] شرح السیر الکبیر

مُّبِيْنٌ ﴿۲۰۸﴾ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۰۹﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۲۱۰﴾ "[1]	پھر اگر روشن دلیلیں آنے پر تمھارا قدم لغزش کرے تو جان لو اللہ غالب حکمت والا ہے کاہے کے انتظار میں ہیں سوا اس کے کہ گھٹاٹوپ بادلوں میں اللہ کا عذاب اور فرشتے آئیں اور کام تمام ہو اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

ربنا علیك توکلنا والیك انبنا والیك المصیر o ربنا لاتجعلنا فتنۃ للذین کفروا و اغفرلنا ربنا انك انت العزیز الحکیم o ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق وانت خیرا الفاتحین o امین یاارحم الراحمین o وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا وملجانا ومأونا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین دائما ابدا الاٰبدین، عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ فی کل اٰن وحین والحمدللہ رب العلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

فقیر احمد رضا قادری غفرلہ

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۸تا۲۱۰

انفس الفکر فی قربان البقر ۱۲۹۸ھ

(گائے کی قربانی کے بارے میں بہترین طریقہ)

مسئلہ ۱۸۴: عجیبہ عــہ از مراد آباد شوال ۱۲۹۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مذہب حنفیہ اس مسئلہ میں کہ گاؤ کشی کوئی ایسا امر ہے جس کے نہ کرنے سے کوئی شخص دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، یا اگر کوئی معتقد اباحت ذبح ہو مگر کوئی گائے اس نے ذبح نہ کی ہو یا گائے کا گوشت نہ کھایا ہو، ہر چند کہ اکل اس کا جائز جانتا ہے، تو اس کے اسلام میں کچھ فرق نہ آئے گا اور وہ کامل مسلمان رہے گا، گاؤ کشی کوئی واجب فعل ہے کہ جس کا تارک گنہ گار ہوتا ہے، یا اگر

عــہ: **اہم وضاحت:** (ذلك فضل الله یؤتیه من یشاء کا نمونہ و مصداق) ۱۲۹۸ ہجری کا ربع اخیر ہے شوال مکرم کا ماہ منیر ہے، اس لیے خاتمۃ المحققین امام المدققین والد ماجد حضرت مصنف علام مدظلہ وقدس سرہ الشریف کے وصال کو دس مہینے ہوئے ہیں بضرورت انتظام معاش جانب جائداد چند روز ابتدا میں توجہ کرنی ہوئی ہے اس لئے حضرت مصنف مدظلہ اپنے دیہات میں تشریف رکھتے ہیں کہ وہیں یہ سوال پہنچا اس وقت کھیتوں کا معاینہ تھا آدمی نے وہیں یہ سوال پیش کیا، بنگاہ اولین

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کوئی شخص گاؤ کشی نہ کرے صرف اباحت ذبح کا دل سے معتقد ہو تو وہ گنہ گار نہ ہوگا۔ جہاں بلاوجہ اس فعل کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس کے اندرونی مقصد کو پہچان لیا کہ اگرچہ یہاں بعض مسلمانون نے بھیجا مگر اصل سائل ہنود ہیں اور فوراً معلوم کیا کہ وہ اس سے کیا چاہتے ہیں، اور اہل اسلام کو کیسے نقصان پہنچانے کا ارادہ کرتے ہیں، عصر کا وقت تھا، فرمایا: صحیح جواب دیا جائے گا، دیہات میں کتابیں نہ تھیں، دوسرے دن وہ جواب تحریر فرمادیا، جو ناظرین نے ملاحظہ فرمایا، جس نے بحمداللہ تعالٰی فریب دینے والوں کے مکر کو خاک میں ملایا، والاحضرت حامی سنت مولٰنا مولوی محمد ارشاد حسین رامپوری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور علمائے رامپور نے اس پر تصدیقیں لکھیں، اور حضرت مولٰنا موصوف مرحوم نے مقاصد کو پہچان کر تصدیق میں تحریر فرمایا کہ "**الناقد بصیر**" یہ پرکھنے والا آنکھیں رکھتا ہے یعنی اس کا دیدہ بصیرت نور الٰہی سے منور ہے کہ مکاروں کے خفی مکر کی تہہ تک پہنچ گیا اور اس کا قلع قمع کیا،

"**ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ** ﴿۲۱﴾"[1] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے اللہ بڑے فضل والا ہے۔ت)

جب جناب مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کا فتوٰی ۱۳۰۵ھ میں چھپا اس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ یہ سوال اسی ماہ وسال میں ان کے پاس بھی گیا تھا، یہاں مراد آباد سے آیا، وہاں مرزا پور سے گیا تھا، اور عجب نہیں کہ مختلف مقامات سے اور علماء کے پاس بھی بھیجا ہوا، اوروں کا جواب تو کیا معلوم مگر جناب لکھنوی صاحب کا جواب چھپا جس سے ظاہر ہوا کہ عیاروں کا دھوکا ان پر چل گیا انھوں نے غور نہ فرمایا کہ سوال کے تیور کیا ہیں اس کا سائل کون ہونا چاہئے، اس سے اس کی غرض کیا ہے، سیدھا سادہ پاؤں تلے کا جواب لکھ دیا کہ:

"گاؤ کشی واجب نہیں، تارک گنہ گار نہ ہوگا، بقصد اثارت فتنہ گاؤ کشی نہ چاہئے بلکہ جہاں فتنہ کا ظن غالب ہو احتراز اولٰی ہے قربانی اونٹ کی بہتر ہے[2]۔ محمد عبدالحیّ"

وہیں کے اور دو۲ صاحبوں نے مہر کی، اس پر مسلمانوں کی ضرورت ہوئی کہ اہل افتا کو ہوشیار کریں انھیں دنیا کی حالت ملک کی رنگت دکھائیں خود اپنے جواب کو صحیح معنی کی طرف پھیرنے کی راہ بتائیں، لہٰذا اس پر دو سوال ہوئے:

سوال اول: "حضرت علماء سے جن کی مواہیر اس پرچہ پر ثبت ہیں استفسار ہے کہ جواب میں آپ کی مراد اس جملہ سے آیا یہ ہے کہ ابتدائے فتنہ اہل اسلام کی طرف سے نہ ہو یعنی (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۱

[2] مجموعہ فتاوٰی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۲ و ۲۸۳

ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہواور مفضی بہ ضرر اہل اسلام ہو، اور کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہواور عملداری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں بقصد فتنہ انگیزی گاؤکشی نہ کریں یا یہ کہ بلاد ہندوغیرہ میں جہاں ہمیشہ سے اہل اسلام گائے ذبح کرتے آئے اور کبھی ان کو مقصود فتنہ انگیزی نہ ہوئی بلکہ اجرائے حکم شریعت اب اگر مسلمان ان بلاد میں گائے ذبح کرے اور ہندو بنظر تعصب منع کریں تو مسلمان اس سے باز رہے"[1]

طبیعت میں حق کی طرف رجوع کا مادہ تھا اس سوال سے تنبہ ہوا اور حضرات علماء نے یہ **جواب** تحریر فرمایا: "گائے ذبح کرنا اگرچہ مباح ہے واجب نہیں، مگر ایسا مباح نہیں کہ کسی زمانہ یا بلاد خاص میں اس کا رواج ہو بلکہ یہ طریقہ قدیمہ ہے زمان آنحضرت صلعم عــــہ و صحابہ وتابعین وجملہ سلف صالحین سے تمام بلاد وامصار میں اور اسکی اباحت پر اجماع ہے تمام اہل اسلام کا، ایسے امر شرعی ماثور قدیم سے اگر ہنود روکیں تو مسلمان کو اس سے باز رہنا نہیں درست ہے بلکہ ہر گاہ ہنود کا ایک امر شرعی قدیم کے ابطال میں کوشش کریں، اہل اسلام پر واجب ہے کہ اس کے ابقاء واجراء میں سعی کریں، اگر ہنود کے کہنے سے اس فعل کو چھوڑیں گے تو گنہگار ہوں گے، اور مقصود اس جملہ میں جو جواب سابق میں ہے یہ ہے کہ بقصد برانگیختہ کرنے فتنہ وفساد کے گاؤکشی نہ چاہئے مثلاً جہاں عملداری ہنود کی ہو وہاں مسلمان بقصد ابتدائے مردم آزادی خواہ مخواہ ذبح کریں یا عیدالاضحیٰ میں کسی ہندو کے مکان کے قریب جاکے بایں خیال ذبح کریں کہ فتنہ قائم ہو ایسی صورتوں کا ارتکاب نہ چاہئے بلکہ ایسی حالت میں ترک، اولیٰ ہے اور بلاد ہندوستان وغیرہ میں ترک اولیٰ نہیں بلکہ اس کے ابقا میں سعی واجب ہے ہے[2]"

محمد عبدالحی
ابوالحسنات

سوال تو پہلے بھی ہندوستان ہی سے آیا تھا مگر اس وقت غور نہ فرمایا گیا۔ (باقی برصفحہ آیندہ)

عــــہ: استغفراللہ بلکہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۱۲ کاتب۔

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۸۳۔۲۸۲)

[2] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۳

اسلام بھی نہ ہو تو وہاں بدیں وجہ اس فعل سے کوئی باز رہے تو جائز ہے یا یہ کہ بلاسبب ایسی حالت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) "فی الواقع ان بلاد میں مسلمانوں کو گاؤ کشی باقی رکھنے میں کوشش لازم ہے اور مراد اس فقرہ سے یہ ہے کہ جہاں عملداری خاص ہنود کی ہے اور گاؤ کشی وہاں زینہار نہیں ہوتی اس جگہ باعلان گاؤ کشی کرنا بنظر فتنہ اولیٰ نہیں[1]"

محمد عبدالوہاب

"فی الواقع مقصود جملہ سابق سے یہ ہے کہ بارادہ برانگیختہ کرنے فساد کے عملداری خاص ہنود میں جہاں گائے ذبح نہ ہوتی ہو گاؤ کشی باعلان نہ چاہئے یا ہندو کے ہمسایہ میں علانیہ ذبح کرنا بارادہ فساد نہ چاہئے جن بلاد و مواضعات ہند میں رواج گاؤ کشی چلا آیا ہے اب کوئی ہندو بپاس تعصب مانع ہے تو مسلمانوں کو بپاس حمیت اسلامی ابقائے گاؤ کشی میں کوشش بلیغ لازم ہے زینہار ترک نہ کریں گاؤ کشی شعار مسلمانی ہے احتمال فساد ہو تو بذریعہ حکام رفع کرنا اس کا بابقائے رواج قدیم واجب ہے بخوف فساد ہنود ذبح گائے سے زینہار باز نہ رہیں، ذبح گاؤ شعائر اسلام سے ہے اہمال اس کا بلاوجہ وجیہ جائز نہیں[2]"

ابوالحیا محمد عبدالحلیم

"ہاں ابتداءً اثارت فتنہ نہ چاہئے اور یہی معنی ہیں فقرہ جواب سابق کے پس جن بلاد میں ذبح گاؤ مروج ہے منع کرنا ہنود کا ان کی جانب سے اثارت فتنہ وفساد ہوگا اس کو رفع کرنا مسلمان کو ضرور ہے[3]"

ابوالحسنا محمد عبدالحلیم ۱۰۹۳

سوال دوم:　　از بھاگل پور شوال ۱۲۹۸ھ

"اگر مسلمان گائے کی قربانی یا واسطے کھانے گائے ذبح کرنا چاہے اور ہنود بوجہ تعصب یا بنظر توہین اسلام روکیں تو مسلمانوں کو گائے کی قربانی یا گائے کے ذبح سے رکنا چاہئے یا کیا کرے، اگر از جانب ہنود فساد کا احتمال ہے مگر اس کا دفع بذریعہ حکام ممکن تو صرف بلحاظ فتنہ مذکور باز آنا چاہئے یا کیا کرے، یہ امر ظاہر ہے کہ اونٹ ان ملکوں میں کم ہیں (باقی برصفحہ آیندہ)

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۳
[2] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۴
[3] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۸۵۔۲۸۴

میں بقصد اثارت فتنہ وفساد ارتکاب اس کا واجب ہے، اور قربانی اونٹ کی بہتر ہے یا

اگر دستیاب بھی ہوئے تو بہت قیمت سے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سات بھیڑ کی قیمت ایک گائے سے زیادہ ہوتی ہے اور اگر ہنود کہیں تم گائے مت کرو اونٹ بھیڑ قربانی کرو، تو اس کو مان لینا واجب ہے یا نہیں؟[1] **بینوا توجروا**

جواب: گائے ذبح کرنے کا جواز قرآن وحدیث سے ثابت ہے، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ نے زمانہ آنحضرت صلعم [عہ۱] میں اور بعد آنحضرت صلعم [عہ۲] کے اس کو ذبح کیا ہے اس کے گوشت حلال اور ذبح جائز ہونے پر اتفاق ہے تمام مسلمانوں کا خواہ بروز عید ہو یا اور روز تو مسلمان کو باز آنا نہیں درست ہے، اور ہندو کی ممانعت تسلیم کرلینا نہیں جائز ہے، تسلیم کرنا موجب ان کے اعتقاد باطل کی تقویت وترویج کا ہوگا یہ کسی طرح شرع میں جائز نہیں۔ اونٹ اگرچہ گائے سے اولٰی ہے مگر کوئی شخص اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا علی الخصوص جب ہنود بغرض تعصب کہیں کہ خواہ مخواہ اونٹ یا بکری کرو، مسلمانوں کو ضرور ہے کہ قول ہنود تسلیم نہ کریں اور گاؤکشی کو کہ اسلام کا طریقہ قدیمہ ہے ترک نہ کریں بوجہ احتمال فساد ہنود گائے ذبح کرنے سے رکنا نہ چاہئے[2]"

"قربانی گائے کی شعار اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود معصیت ہے"

ابو الحسنات محمد عبدالحی | ابو الحیا محمد عبدالحلیم

"قربانی گائے کی شعار اسلام ہے اس کا موقوف کرنا بسبب ممانعت ہنود معصیت ہے۔"

عبدالرباب | ابو الغنا محمد عبدالمجید | ابو الاحیا محمد نعیم | ابو المکرم محمد اکرم

یہ مجموعہ فتاوٰی جلد دوم طبع اول ص ۱۴۸ تا ص ۱۵۵ کا اقتباس ہے، **الحمدللہ** کہ آخر میں وہی سمجھنا پڑا جو حضرت مصنف مدظلہ نے بنگاہ اولین خیال فرمالیا، **ذٰلك فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم**۔ ان فتاوی کی نقل سے یہ بھی مقصود ہے کہ حضرت مصنف مدظلہ کے حکم وجوب کی بعض تائیدات واضح ہوں تاکہ بعض عوام کو زیادت اطمینان ملے **وباللہ التوفیق**۔

کتبہ ابو العلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمدن النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ۱: اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

عہ۲: اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۲۸۵

[2] مجموعہ فتاوٰی عبدالحی کتاب الاضحیہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۲/ ۸۶۔۲۸۵

گائے کی؟ بینوا توجروا

الجواب:

واللہ سبحنہ موفق الصدق والصواب، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللھم صل وسلم وبارك علی سیدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، اللھم بك نستعین،

اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے دو ۲ امر ذہن نشین کرنا لازم :

اول: یہ کہ ہماری شریعت مطہر اعلیٰ درجہ حکمت ومتانت ومراعات دقائق مصلحت میں ہے، اور جو حکم عرف ومصالح پر مبنی ہوتا ہے انھیں چیزوں کے ساتھ دائر رہتا ہے، اور اعصار وامصار میں ان کے تبدل سے متبدل ہوجاتا ہے، اور وہ سب احکام شرع ہی قرار پاتے ہیں، مثلاً زمان برکت نشان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بوجہ کثرت خیر ونایابی فتنہ وشدت تقوی وقوت خوف خدا عورتوں پر ستر واجب تھا نہ حجاب، اور زنان مسلمین برائے نماز پنجگانہ مساجد میں جماعتوں کے لئے حاضر ہوتیں، بعد حضور کے جب زمانے کا رنگ قدرے متغیر ہوا ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا:

لوان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی من النساء مارأینا لمنعھن من المسجد کما منعت بنواسرائیل نسائھا [1] رواہ احمد وبخاری ومسلم۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے زمانے کی عورتوں کو ملاحظہ فرماتے تو انھیں مساجد جانے سے ممانعت کرتے جیسے بنی اسرائیل نے اپنی عورتوں کو منع کردیا تھا (اسے امام احمد وامام بخاری ومسلم نے روایت کیا۔ ت)

جب زمانہ رسالت سے اور بُعد ہوا ائمہ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی، جب اور فساد پھیلا، علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لئے اجازت نہ رکھی، درمختار میں ہے:

یکرہ حضور من الجماعۃ ولو لجمعۃ وعید ووعظ مطلقاً لوعجوزالیلا علی المذھب المفتی بہ لفساد الزمان [2]۔	رات کو عورتوں کا خواہ بوڑھی ہوں جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے اور اگر جمعہ، عید اور وعظ کی مجلس ہو تو مفتی بہ مذہب میں مطلقاً مکروہ ہے زمانہ کے فساد کی وجہ سے۔ (ت)

[1] مسند احمد بن حنبل مروی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا دارالفکر بیروت ۶/ ۹۱، صحیح بخاری باب خروج النساء الی المساجد باللیل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

فتح القدیر میں فرمایا:

عمم المتاخرون المنع العجائز والشواب فی الصلوات کلها لغلبة الفساد فی سائر الاوقات[1]۔	غلبہ فساد کی وجہ سے تمام اوقات کی نمازوں میں عموماً بوڑھی اور جوان عورتوں کا نکلنا متاخرین علماء نے منع فرمایا ہے۔ (ت)

حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا استأذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[2] رواه احمد والشیخان والنسائی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما	جب تم میں کسی کی عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرے (اسے احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں فرمایا:

لاتمنعوا اماء الله مساجد الله[3] رواه احمد ومسلم عن ابن عمر واحمد وابوداؤد عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه	اللہ کی کنیزوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔(اسے امام احمد اور مسلم نے ابن عمر سے اور احمد و ابوداؤد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

پھر ان ائمہ علماء کے یہ احکام ہر گز حکم اقدس کے خلاف نہ ٹھہرے بلکہ عین مطابق مقصود شرع قرار پائے،اس طرح رفتہ رفتہ حاملان شریعت وحکمائے امت نے حکم حجاب دیا اور چہرہ چھپانا کہ صدر اول میں واجب نہ تھا واجب کردیا۔ نہایہ میں ہے:

سدل الشیئ علی وجهها واجب علیها[4]۔	چہرے پر پردہ لٹکانا عورت پر واجب ہے۔(ت)

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۱۷

[2] صحیح بخاری باب استیذان المرأۃ زوجها بالخروج الی المسجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳

[3] صحیح مسلم باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳، سنن ابی داؤد باب خروج النساء الی المساجد آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۴

[4] المسلك المتقسط علی لباب المناسك بحوالہ النهایہ مع ارشاد الساری مع فصل فی احرام المرأۃ دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۸

شرح لباب میں ہے:

دلت المسئلة علی ان المرأة منهية عن اظهار وجهها للاجانب بلاضرورة[1]۔	یہ مسئلہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ عورت کو بلاضرورت اجنبی لوگوں پر اپنا چہرہ کھولنا منع ہے۔(ت)

تنویر میں ہے:

تمنع من کشف الوجه بین رجال لخوف الفتنة[2]۔	فتنہ کے خوف سے مردوں میں عورت کو چہرہ کھولنے سے روکا جائے۔(ت)

اسی قسم کے صدہا احکام ہماری شریعت میں ہیں "**ومن القواعد المقررة فی شریعتنا المطهرة ان الحکم یدور مع علته**" (ہماری شریعت مطہرہ کے مسلمہ قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ حکم اپنی علت کے ساتھ دائر ہوتا ہے۔ت)

دوم واجبات و محرمات ہماری شریعت میں دو قسم ہیں:

ایک لعینہٖ یعنی جس کی نفس ذات میں مقتضی ایجاب و تحریم موجود ہے، جیسے عبادت خدا کی فرضیت اور بت پرستی کی حرمت۔

دوسرے لغیرہٖ یعنی وہ کہ امور خارجہ کا لحاظ ان کی ایجاب و تحریم کا اقتضا کرتا ہے اگرچہ نفس ذات میں کوئی معنی اس کو مقتضی نہیں، جیسے تعلم صرف و نحو کا وجوب کہ ہمارے رب تعالٰی کی کتاب اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کلام زبان عربی میں ہے اور اس کا فہم بے اس علم کے متعذر، لہٰذا واجب کیا گیا، اور افیون اور بھنگ وغیرہا مسکرات کی حرمت کہ ان کا پینا ایک ایسی نعمت یعنی عقل کو زائل کر دیتا ہے جو ہر خیر کی جالب اور ہر فتنہ و شر سے بچانے والی ہے، اسی قبیل سے ہے شعار کہ مثلاً انگرکھے کا سیدھا پردہ ہماری اصل شریعت میں واجب نہیں۔ بلکہ ہمارے شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی انگرکھا نہ پہنا، نہ حضور کے ملک میں اس کا رواج تھا، مگر اب کہ ملک ہندوستان میں شعار مسلمین قرار پایا اور الٹا پردہ کفار کا شعار ہوا، تو اب سیدھا پردہ چھوڑ کر الٹا اختیار کرنا بلاشبہہ حرام، اسی طرح بوجہ عرف و قرارداد امصار و بلاد جس مباح کا فعل عزت و شوکت اسلام پر دلالت کرے اور اسے چھوڑ دینے میں اسلام کی توہین اور کفر کا غلبہ سمجھا جائے، قواعد شرعیہ بالیقین اس سے بازرہنے کی تحریم کرتے ہیں، اور مبنٰی اس کا وہی نظر مصالح و اعتبار عرف و مراعات اقتضائے امور خارجہ ہے، جسے ہم دونوں مقدمہ سابقہ میں بیان کر آئے۔

---

[1] المسلک المتقسط علی لباب المناسك بحواله النهاية مع ارشاد الساری فصل فی احرام المرأة دار الکتب العربی بیروت ص ۶۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۶

جب یہ امور منقح ہولئے تو اب اصل مسئلہ کا جواب لیجئے۔

گاؤ کشی اگرچہ بالتخصیص اپنے نفس ذات کے لحاظ سے واجب نہیں نہ اس کا تارک باوجود اعتقاد اباحت بنظر نفس ذات فعل گنہ گار نہ ہماری شریعت میں کسی خاص شیئ کا کھانا بالتعیین فرض، مگر ان وجوہ سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ گاؤ کشی جاری رکھنا واجب لعینہ، اور اس کا ترک حرام لعینہ نہیں، یعنی ان کے نفس ذات میں کوئی امر ان کے واجب یا حرام کرنے کا مقتضی نہیں، لیکن ہمارے احکام مذہبی صرف اسی قسم کے واجبات و محرمات میں منحصر نہیں، بلکہ جیسا ان واجبات کا کرنا اور ان محرمات سے بچنا ضروری و حتمی ہے یوہیں واجبات محرمات لغیرہا میں بھی امتثال اجتناب اشد ضروی ہے، جس سے ہم مسلمانوں کو کسی طرح مفر نہیں، اور ان سے بالجبر باز رکھنے میں بیشک ہماری مذہبی توہین ہے جسے حکام وقت بھی روا نہیں رکھ سکتے۔

ہم مذہب وملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں اگرچہ کسی شہر میں گاؤ کشی بند کردی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو کہ ہماری شرع ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی، یک قلم موقوف کیا جائے، تو کیا اس میں ذلت اسلام متصور نہ ہوگی۔ کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی، کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلی درجہ کی خوشی ظاہر کرکے ہمارے مذہب واہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا، کیا بلاوجہ وجیہ اپنے لئے ایسی دنائت وذلت اختیار کرنا اور دوسروں کو دینی مغلوبی سے اپنے اوپر ہنسوانا ہماری شرع جائز فرماتی ہے؟ حاشا وکلا ہرگز نہیں، ہماری شرع ہرگز ہماری ذلت نہیں چاہتی، نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں، اور دوسری طرف لفظ کی توہین وتذلیل روا رکھیں۔ سائل لفظ ترک لکھتاہے، یہ صرف مغالطہ اور دھوکا ہے، اس نے "ترك" اور "كف" میں فرق نہ کیا، کسی فعل کا نہ کرنا اور بات ہے اور اس سے بالقصد باز رہنا اور بات، ہم پوچھتے ہیں کہ اس رسم سے جس میں صدہا منافع ہیں، یک قلم امتناع آخر کسی وجہ پر مبنی ہوگا، اور وجہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ ہنود کی ہٹ پوری کرنا، اور مسلمانوں نہ صرف مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کے اسباب معیشت میں کمی و تنگی کردینا، ہم اہل اسلام کی ابتدائے عہد سے بڑی غذا جس کی طرف ہماری طبعیتیں اصل خلقت میں راغب اور اس میں ہمارے لئے ہزاروں منافع اور اس سے ہمارے خالق تبارک وتعالٰی نے قرآن عزیز میں جابجا ہم پر منت رکھی، گوشت ہے۔

قال ربنا تبارك وتعالٰی "وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۗ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ	ہمارے رب تبارک وتعالٰی نے فرمایا: اس نے تمھارے لئے بنائے اونٹ سے دو (نرومادہ)

اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ "[1] وقال تعالٰی "اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا یَاْكُلُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ۝ "[2]	اور گائے میں سے دو (ان کافروں سے) فرمادو اللہ تعالٰی نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ جو دونوں مادہ کے پیٹ میں ہیں۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا فرمائے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپاؤں کو ان کا مسخر کر دیا تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں، اوران کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیز تو کیا شکر نہ کریں گے الی غیر ذلك من الاٰیات۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث میں گوشت کو دنیا وآخرت کے سب کھانوں کا سردار اور سب سے افضل وبہتر فرمایا۔[3]

والحدیث مخرج بطریق عدیدۃ من عدۃ من الصحابۃ الکرام رضوان تعالٰی علیھم اجمعین۔	یہ حدیث متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے متعدد طرق سے تخریج شدہ ہے۔ (ت)

اور بیشک بکری کا گوشت دواماً ہمارے ہر امیر وفقیر کو دستیاب نہیں ہوسکتا، خصوصًا مسلمانان ہندوستان کہ ان میں ثروت بہت کم اور افلاس غالب ہے، غریبوں کی گزر بے گوشت گاؤ کے نہیں، اور کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات، نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان، اور بیشک اس کے کھانوں میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قوی کی افزائش ہیں اس کے غیر سے حاصل نہیں، اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چند روز متواتر کھانے سے طبیعت اس سے سیر ہو جاتی ہے اور

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴

[2] القرآن الکریم ۳۶ / ۷۱ تا ۷۳

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب اللحم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۴۵

زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے۔بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفر نہیں ہوتا۔معہذا گائے کی کھال وغیرہ سے جو ہزار ہا قسم کے منافع ملتے اور ان منفعتوں میں ہنود بھی ہمارے شریک ہوتے ہیں، اور چند اقوام کی تجارتیں اور ان کے رزق کے ظاہری سامان گاؤ کشی کا نتیجہ ہیں۔

تو سائل کا یہ قول کہ "کوئی فائدہ اس فعل پر مرتب نہ ہو" محض تصویر غلط ہے اور گائے کی قربانی خاص ہمارے شعائر دین سے ہے، ہمارا مالک و مولٰی تبارک وتعالٰی صریح ارشاد فرماتا ہے:

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ"[1]	اور اونٹ اور گائے کو کیا ہم نے تمھارے لئے خدا کے شعاروں میں سے۔

اور یقینًا معلوم کہ ہمارے ملک میں اونٹ ہماری غذا وادائے واجب قربانی کے لئے کفایت نہیں کرسکتے۔اول تو سخت گراں، دوسرے بہ نسبت گاؤ نہایت قلیل الوجود، اور اگر گاؤ کشی موقوف کرکے اونٹ پر کفایت کی جائے تو چند روز میں اونٹ کی قیمت دہ چند ہوجائے گی، اور یہ نفع عام جو ہمارے غرباء کو پہنچتا ہے ہرگز اس سے متوقع نہیں، اور عجب نہیں کہ رفتہ رفتہ بوجہ قلّت اونٹ حکم عنقا کا پیدا کرے، تو رفع حاجت دائمہ اس سے متوقع نہیں، اور بکری کا گوشت کھانے کے لئے بھی تھوڑے لوگوں کو ملتا ہے، اور قربانی کے واسطے بھی ہر شخص ایک بکری جداگانہ کرے کہ سال بھر سے کم کی نہ ہو، اور اس کے اعضاء بھی عیب و نقصان سے پاک ہوں۔بخلاف اس غریب پرور جانور یعنی گائے کے کہ ہمارے مسئلہ شرعیہ سے اس میں سات شخص شریک ہوسکتے ہیں، اور بیشک سات بکریاں ایک گائے سے ہمیشہ گراں رہتی ہیں۔معہذا ہمارے مذہب میں اس کا جواز اور ہنود کے یہاں ممانعت ایک پلہ میں نہیں، ہماری اصل شریعت میں اس کا جواز موجود، قرآن مجید میں ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ"[2]۔وشرائع من قبلنا اذا قصها الله تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا[3] (ملتقطا) کما نص علیه فی کتب الاصول۔	بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔(ت) ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرماکر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہوجاتی ہے (ملتقطا) جیسا کہ کتب اصول میں منصوص ہے (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] القرآن الکریم ۲ / ۶۷

[3] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

اور ہنود کے اصل مذہب میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، متاخرین نے خواہ مخواہ اس کی تحریم اپنے سر باندھ لی، بلکہ کتب ہنود گواہی دیتی ہیں کہ پیشوایان ہنود بھی گائے کا مزہ چکھنے سے محروم نہ گئے جسے اس کی تفصیل دیکھنی ہو "**سوط اللہ الجبار**" وغیرہ کتب میں رد ہنود کا مطالعہ کرے۔

علاوہ بریں ہم دریافت کرتے ہیں اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول:

ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتھیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں؟ کیا وہ جانور نہیں، کیا ان کی جان جان نہیں، کیا ان کی ایذا حرام نہیں، کیا ان کا قتل ہتھیا نہیں، اور خود کتب ہنود سے جو رام و لچھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اس ہتھیا کا کیا علاج، اور ایسا ہی ناراضی ہنود کا خیال کیجئے، تو اگر وہ ہتھیا کے حکم کو عام کردیں تو کیا شرع مطہر ہمیں ہر جانور کے ذبح و قتل سے باز رکھے گی، اور سانپ کہ انسان کی جان کا دشمن اور ہندوؤں کا دیوتا ہے ہرگز نہ مارا جائے گا، اور مسلمانوں کے اسباب و معیشت مفقود اور انسانوں کے ابواب عافیت مسدود کردئے جائیں گے، حاشا و کلا ہماری شرع ہرگز ایسا حکم نہیں فرماتی، نہ حکام وقت ان خرافات کو روا رکھیں کیا مزے کی بات ہے، ہندوؤں میں بعض قومیں ایسی ہیں کہ مطلقاً ہر جانور کا قتل حرام اور ہتھیا جانتی ہیں، بلکہ بعض کو تو اس قدر غلو و تشدد ہے کہ ہر وقت منہ پر کپڑا باندھے رہتے ہیں کہ مکھی یا بھنگا حلق میں جا کر مر نہ جائے، اور باقی طوائف ہنود ان لوگوں کا خیال اور ان کے مذہب کا لحاظ نہیں کرتے، مزے سے بکری، مرغی، مچھلی وغیرہ وغیرہ نوش جان کرتے اور مسلمانوں کی دیکھا دیکھی دیگچیوں کے بگھار کا لطف اڑاتے ہیں، جب ان کے آپس میں یہ کیفیت ہے تو ہم پر کیوں ہنود کا لحاظ اور ان کے مذہب کا ایسا خیال واجب کرکے گاؤ کشی بند کرنے کا فتوی دیا جاسکتا ہے **ان ھذا الا ظلم صریح او جھل قبیح** (یہ نہیں مگر نرا صریح ظلم یا قبیح جہالت۔ت) دوسری وجہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے۔ ہم کہتے ہیں کہ:

اولا: گئو ماتا کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں، اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول کر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تپا نچے کھائے

ثانیا: بغرض غلط اگر تعظیم ہے بھی تو صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہر تعظیم نہیں کرتے بلکہ اس پر سخت تشدد کرتے ہیں ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جابجا ان کے جسم زخمی ہوجاتے ہیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے بار برداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا، اور خون ڈال کر مر گئے، تو معلوم ہوا کہ بیل ان کے

یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہئے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں، ورنہ ان کا صریح مکابرہ او رہٹ دھرمی ہے۔

باقی رہا سائل کا یہ کہنا کہ "اس فعل کے ارتکاب سے ثوران فتنہ وفساد ہو" ہم کہتے ہیں جن مواضع میں مثل بازار وشارع عام وغیرہما گاؤکشی کی قانوناً ممانعت ^{عـــہ} ہے وہاں جو مسلمان گائے ذبح کرے گا البتہ اثارت فتنہ وفساد اس کی طرف منسوب ہوسکتی ہے اور قانونا مجرم قرار پائے گا، اور اس امر کو ہماری شریعت مطہرہ بھی روا نہیں رکھتی کہ ایسی وجہ سے مسلمانوں پر مواخذ ہے یا انھیں سزا ہو نا بیشک توہین اسلام ہے جن کا مرتکب یہ شخص ہوا، نظیر اس کی سب وشتم آلہہ باطلہ مشرکین ہے کہ شرع نے اس سے ممانعت فرمائی، اگرچہ اکثر جگہ فی نفسہ حرج متحقق نہ تھا۔

"وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ" [1]۔	اور انھیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔ (ت)

اور جہاں قانوناً ممانعت نہیں وہاں اگر ثوران فتنہ وفساد ہوگا تو لاجرم ہنود کی جانب سے ہوگا، اور جرم انھیں کا ہے کہ جہاں ذبح کرنے کی اجازت ہے وہاں بھی ذبح نہیں کرنے دیتے۔ کیا ان کے جرم کے سبب ہم اپنی رسوم مذہبی ترک کرسکتے ہیں، یہ حکم بعینہٖ ایسا ہوا کہ کوئی شخص اعتبار سے کہے تمہارا مال جمع کرنا باعث ثوران فتنہ وفساد وایذائے خلق اللہ ہے، کہ نہ تم مال جمع کرو نہ چور چرانے آئیں نہ وہ قید وبند کی سخت سخت سزائیں پائیں، اس احمق کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ چوری چور کا جرم ہے، اس کے سبب ہمیں جمع مال سے کیوں ممانعت ہونے لگی، اور اگر ایسا ہی خیال ہنود کے فتنہ وفساد کا شرع ہم پر واجب کرے گی تو ہر جگہ ہنود کو قطعاً اس رسم کے اٹھا دینے کی سہل تدبیر ہاتھ آئے گی، جہاں چاہیں گے فتنہ وفساد برپا کریں گے اور بزعم جہال شرع ہم پر ترک واجب کردے گی، اور اس کے سوا ہماری جس رسم مذہبی کو چاہیں گے اپنے فتنہ وفساد کی پناہ پر بند کرادیں گے، اور یہی واقعہ ان کے لئے نظیر ہوجائے گا، ایسی صورت میں تم پر اپنی رسم کا ترک شرعاً واجب ہوتا ہے۔

عـــہ: فی الحال یہی صورت حال ہے کہ مختلف حکومتوں نے اپنے اپنے صوبے میں ذبیحہ گاؤ کا مطلقاً خلاف قانون قرار دیا ہے لہٰذا باز رہا جائے۔ ۱۲ عبدالمنان

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

بالجملہ خلاصہ جواب یہ ہے کہ بازار وشارع عام میں جہاں قانوناممانعت ہے،براہ جہالت ذبح گاؤ کا مرتکب ہونا بیشک اسلام کی توہین وذلت کے لئے پیش کرنا ہے،کہ شرعا حرام اور اس کے سواجہاں ممانعت نہیں وہاں سے بھی بازرہنا اور ہنود کی بیجاہٹ بجارکھنے کے لئے یک قلم اس رسم کو اٹھادینا ہرگز جائز نہیں بلکہ انھیں مضرات ومذلات کا باعث ہے جن کا ذکر ہم اول کرآئے جنھیں شرع مطہر پر ہرگز گوارا نہیں فرماتی نہ کوئی ذی انصاف حاکم پسند کرسکے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۵: از مسلم لیگ ضلع بریلی مرسلہ سید عبدالودود جائنٹ سیکرٹری لیگ مذکور جمادی الاولٰی ۱۳۲۹ھ

نحمدہ ونصلی

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ آج کل ہنود کی طرف سے نہایت سخت کوشش اس امر کی ہورہی ہے کہ ہندوستان سے گاؤکشی کی رسم موقوف کرادی جائے اور اس غرض سے انھوں نے ایک بہت بڑی عرضداشت گورنمنٹ میں پیش کرنے کے لئے تیار کی ہے جس پر کروڑوں باشندگان ہندوستان کے دستخط کرائے جارہے ہیں،بعض ناعاقبت اندیش مسلمان بھی اس عرض داشت پر ہندوؤں کے کہنے سننے سے دستخط کررہے ہیں،ایسے مسلمانوں کی بابت شرع شریف کا کیاحکم ہے؟اور اس مذہبی رسم جو شعائر اسلام میں سے ہے کے بند کرانے میں مدد دینے والے گنہ گار اور عنداللہ مواخذہ دار ہیں یانہیں؟**بینوا الجواب بالتفصیل واللہ یھدی من یشاء الی سواء السبیل۔**

الجواب:

گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے۔

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ"[1]	اور اونٹ گائے بیل ہم نے ان کو کیا تمھارے لیے اللہ کی نشانیوں سے۔

مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ اس معاملہ کے انسداد میں شرکت ناجائز وحرام ہے**واللہ تعالٰی اعلم۔**

کتبہ عبیدالنبی نواب مرزا
عفی عنہ بمحمد المصطفٰی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(مہر: سنی حنفی نواب مرزا عبیدالنبی)

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

فی الواقع گاؤکشی ہم مسلمانوں کا مذہبی کام ہے جس کا حکم ہماری پاک مبارک کتاب کلام مجید رب الارباب میں متعدد جگہ موجود ہے، اس میں ہندوؤں کی امداد اور اپنی مذہبی مضرت میں کوشش اور قانونی آزادی کی بندش نہ کرے گا مگر وہ جو مسلمانوں کا بدخواہ ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

محمدی سنی حنفی قادری
من دست دامان آل رسول
عبدالمصطفٰی احمد رضا خان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

" اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً " [1] شرائع من قبلنا اذا قصھا اللہ تعالٰی علینا من دون انکار شرائع لنا [2] (ملتقطا) کما نص فی کتب الاصول۔	بیشک اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔ (ت) ہم سے پہلی شریعتوں کو جب اللہ تعالٰی بیان فرما کر منع نہ فرمائے تو وہ ہماری شریعت ہو جاتی ہے۔ (ملتقطا) جیسا کہ کتب اصول میں منصوص ہیں۔ (ت)

زراعت کے بہانے سے ہنود ہماری مذہبی رسم میں نہ صرف دست اندازی بلکہ اس کا پورا انسداد چاہتے ہیں، اور طرفہ یہ کہ اس پر مذہبی آزادی سے استناد کرتے ہیں، کیا مذہبی آزادی کے یہ معنی ہیں کہ ایک فریق کے خیالات کو کامیاب کرنے کے لئے دوسرے فریق کی دینی مذہبی رسوم بند کردی جائیں، ہندوستان میں روزانہ ہزاروں گائے ذبح ہوتی ہیں آج تک زراعت کو کون سا نقصان پہنچا جو آئندہ پہنچنے کی امید ہو، قدرت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اسے زیادہ پیدا فرماتی ہے، گاؤ کشی بند ہونے سے زراعت کو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا سوا اس کے کہ کھیت میں پڑ کر تیار کھیت کو کھا جانے والے اب دس ہیں تو جب سو ہونگے، ہاں گوشت کو نقصان عظیم پہنچے گا، مسلمان اور عیسائی بلکہ ہنود کی بعض اقوام بھی طبعی طور پر غذائے گوشت کے عادی ہیں، اسے بند کرکے صرف دال ساگ پر انھیں قانع کرنا ضرور ان کی عافیت میں خلل انداز ہوگا اور ہرگز ان کی صحت جسمانی ٹھیک نہیں رہ سکتی اور اس کے سوا عام حاجتوں کو سخت نقصان پہنچے گا، مثلاً "جوتا" ہے، کیا ہنود اس کے محتاج نہیں، کم لوگ ہیں کہ نری استر کا پہنتے ہوں، اور جب ادھوڑی استر کا بند ہو جائیگا تو غرباء تو پہن ہی نہ سکیں گے اور امراء کے لئے چہار چند قیمت ہو جائے گی، اور اس کے علاوہ ہزاروں کام جن پر چمڑے کے کارخانوں کی بنا ہے، اور لاکھوں روپے کی تجارت ہے اور ہزاروں

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۶۷

[2] اصول البزدوی باب شرائع من قبلنا نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۳۲

آدمیوں کا رزق، اور گورنمنٹی خزانے کے لئے لاکھوں کا محصول، یہ سب امور یکسر بند ہوجائیں گے، اور ملک کی رفاہ وآسائش میں عام انقلاب واقع ہوگا، جس کا ضرر نہ صرف مسلمانوں کو ہوگا بلکہ تمام اقوام کو پہنچے گا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

کتبہ ابوالعلا امجد علی الاعظمی
عفی عنہ بمحمد النبی الامی
صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ذلک کذلک
مصطفٰی رضا خان قادری ۱۳۲۸
آل الرحمٰن محمد عرف
ابوالبرکات محی الدین جیلانی

مسئلہ ۱۸۶: از مجلس دادخواہی مسلمانان بریلی ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

دعوٰی قربانی کے جواب میں ہنود نے اپنا یہ بیان پیش کیا ہے کہ قرآن شریف میں اس فعل کی اجازت نہیں، بنیاد مذہب مدعی کی اوپر قرآن شریف کے ہے، کتاب مذکور میں قربانی گاؤ کی ہدایت نہیں کرتا ہے، مدعی خلاف اس کے بحیلہ مذہب بغرض دل دکھانے مذہب ہنود کے جس کی دھرم شاستر میں سخت ممانعت ہے یہ فعل خلاف استحقاق کرنا چاہتا ہے فقط، چونکہ یہ بیان ان کا متعلق قرآن شریف ومسائل مذہب کے ہے، لہٰذا علماء کی خدمت میں استفتاء ہے کہ آیا یہ بیان ہنود صحیح ہے یا غلط؟

الجواب:

بیان ہنود سراسر غلط ہے۔ مسلمانوں کی آسمانی کتاب قرآن مجید اور ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات سے قربانی گاؤ کی اجازت بخوبی ثابت ہے:

(۱) اللہ تعالٰی قرآن مجید کے سترھویں پارہ، بائیسویں سورہ حج کے پانچویں رکوع میں فرماتا ہے:

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۳۶﴾"[1]۔	اور قربانی کے ڈیل دار جانوروں کو کیا ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیاں تمھارے لئے، ان میں بھلائی ہے، تو اللہ کا نام لو ان پر کھڑے ہوئے، پھر جب ان کی کروٹیں گر جائیں تو خود کھاؤ، اور صبر سے بیٹھنے والے اور مانگنے والے کو کھلاؤ، یوہیں ہم نے ان جانوروں کو تمھارے بس میں کردیا ہے کہ تم احسان مانو،

قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہیں، تفسیر قادری جو ہنود کے ایک معزز رئیس منشی نولکشور سی آئی ای نے اپنی فرمائش سے منجانب مطبع تصنیف کرائی اور داخل رجسٹری کراکر اپنے مطبع میں چھ بار

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

چھاپی، بیچی، اس کی جلد دوم طبع ششم سطر اخیر ص ۷۹ وسطر اول ص ۸۰ میں آیت کے ان لفظوں کا ترجمہ یوں لکھا: "**وَالْبُدْنَ** اور اونٹ اور گائے جو قربانی کے واسطے ہانکے لیے جاتے ہیں "**جعلنھا لکم**" کردیا ہم نے انھیں، یعنی ان کے ذبح کو تمھارے واسطے **مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ** دین الٰہی کے نشانیوں میں سے "[1] اور بیشک ہم حنفی مذہب والوں کے تینوں امام یعنی امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اور ان کے سب پیروؤں کا یہی مذہب ہے بُدنہ یعنی قربانی کے ڈیل دار جانور میں اونٹ اور گائے دونوں داخل ہیں۔ انھیں اماموں کا مذہب ہندوستان کے تمام شہروں میں رائج ہے، اور یہاں انھیں کے مذہب پر فتوٰی وعمل ہوتا ہے، ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا مشہور کتابیں اسی مذہب کی ہیں، درمختار میں ہے:

بدنۃ ھی الابل والبقر سمیت بہ لضخامتھا[2]۔	بدنہ اونٹ اور گائے ہے، ان کے ڈیل دار ہونے کے سبب ان کا یہ نام ہوا۔

ہدایہ میں ہے:

البدنۃ ھی الابل والبقر، قال الشافعی من الابل لنا ان البدنۃ تنبئ عن البدانۃ وھی الضخامۃ وقد اشترکا فی ھذا المعنی ولھذا یجزئ کل واحد منھما عن سبعۃ[3] اھ ملخصاً۔	اونٹ اور گائے دونوں بدنہ ہیں۔ شافعی نے کہا اونٹ، ہماری دلیل یہ ہے کہ بدنہ ڈیل دار ہونے سے خبر دیتا ہے، اور اس بات میں اونٹ اور گائے برابر ہیں، اس لئے وہ دونوں سات آدمیوں کی طرف سے کفایت کرتے ہیں۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے: البُدن من الابل والبقر[4] بُدنہ اونٹ اور گائے دونوں سے ہے، اور یہ مضمون حدیث سے بھی ثابت ہے کہ عنقریب مذکور ہوگی۔

(۲) اللہ تعالٰی اسی رکوع کے شروع میں فرماتا ہے:

"وَلِکُلِّ اُمَّۃٍ جَعَلْنَا مَنْسَکًا لِّیَذْکُرُوا اسْمَ اللّٰہِ	اور ہر گروہ کے لئے ہم نے مقرر کردی قربانی کہ اللہ کا

[1] تفسیر قادری آیۃ والبدن جعلنھا لکم کے تحت نولکشور لکھنؤ ۲/ ۷۹، ۸۰

[2] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۱

[3] الھدایۃ فصل مایتعلق بالوقوف المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۳-۷ـ۲۳۶

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی الھدی نورانی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۱

عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ؕ "[1]	نام لیں چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے انھیں دئے۔

یہاں فرمایا کہ چوپایوں کو اللہ تعالٰی نے قربانی کے لئے بنایا ہے اور آٹھویں پارہ چھٹی سورہ انعام کے سترھویں رکوع میں چوپایوں کی تفصیل یہ بیان فرمائی:

ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ "(الی قولہ تعالٰی)" وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ "[2]۔	چوپائے آٹھ نر ومادہ میں بھیڑ سے دو، اور بکری سے دو، اونٹ سے دو، اور گائے سے دو، تو کہہ کیا اللہ نے دونوں نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ، یا وہ جسے اپنے پیٹ میں رکھا دونوں مادہ نے۔

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری سب کی قربانی اللہ تعالٰی نے بتائی ہے، اس لئے تفسیر مذکور فرمائشی منشی نولکشور کی جلد دوم ص ۸۷ سطر ۱۱ و ۱۲ میں چوپایوں پر اللہ کا نام لینے کی تفسیر میں لکھا: "بے زبان چوپایوں سے یعنی اونٹ گائے بکرا، اس سے قربانی مراد ہے کہ خدا کے نام پر ذبح کریں[3]"

اور پچھلی آیت سے یہ بھی کھل گیا کہ گائے بیل، بچھیا، بچھڑا اس کا کھانا حلال ہے جس کی حلت خود قرآن شریف میں صراحۃً مذکور ہے:

(۳) اللہ تعالٰی پہلے پارے دوسری آیت سورت سورہ بقرہ کے آٹھویں رکوع میں فرماتا ہے:

"وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ "[4]	اور جب کہا موسٰی نے اپنی قوم سے بیشک اللہ تمھیں حکم فرماتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

اور ساتویں پارے چھٹی سورت سورہ انعام کے دسویں رکوع میں موسٰی وہارون وغیرہما انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کرکے مسلمانوں کو حکم دیتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۴

[2] القرآن الکریم ۶/ ۴۴۔۱۴۳

[3] تفسیر قادری آیۃ ۲۲ / ۲۸ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۸۷

[4] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

"اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ"[1]	یہ وہ لوگ ہیں جنھیں اللہ نے ٹھیک راستے چلایا تو تو انھیں کی راہ چل۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگلے انبیاء کی شریعت میں جو کچھ تھا وہی ہمارے لئے بھی ہے جب تک ہماری شریعت منسوخ نہ فرمادے، توگائے کی قربانی کرنے کی ہمیں اجازت یوں بھی ثابت ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کے حکم سے گائے کا ذبح کیا جانا آج کا نہیں بلکہ اگلی شریعتوں سے چلاآتا ہے۔ تفسیر مذکور فرمائشی نولکشور جلد اول کے ص ۱۷ سطر اخیر وص ۱۸ سطر اول میں اسی حکم الٰہی ذبح گاؤ کی حکمت یوں لکھی: "اس کے ذبح کرنے میں نکتہ یہ تھا کہ گئوسالہ پرستوں کی سرزنش ہو، انھیں دکھا دیا کہ جسے تم نے پوجا وہ ذبح کرنے کے قابل ہے، عبادت اور مدح کے لائق نہیں[2]"

(۴) ان سب کے علاوہ اگر فرض کیجئے کہ قرآن مجید میں گائے اور قربانی کا نام تک نہ آیا ہوتا جب بھی گائے کی قربانی قرآن مجید سے بخوبی ثابت تھی، قرآن مجید نے مذہب اسلام کی بنیاد صرف انھیں احکام پر نہیں رکھی جس کا خاص خاص بیان قرآن مجید میں آچکا، بلکہ خود قرآن مجید نے اپنے احکام اور نبی کے ارشادات دونوں پر بنائے اسلام رکھی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ"[3]	جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو، اور جس سے روکے اس سے بچو۔

اور فرماتا ہے:

"مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ"[4]۔	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

اور فرماتا ہے:

"وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۚ ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ﴿۴﴾"[5]	یہ نبی اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا وہ صرف خدا کا حکم ہے جو اسے بھیجا جاتا ہے۔

[1] القرآن الکریم ۶/ ۹
[2] تفسیر قادری آیہ ۲/ ۶۷ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۷و۱۸
[3] القرآن الکریم ۵۹/ ۷
[4] القرآن الکریم ۴/ ۸۰
[5] القرآن الکریم ۵۳/ ۳و۴

اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خود گائے کی قربانی کی، اور مسلمانوں کو ایک ایک گائے کی قربانی میں سات سات آدمیوں کے شریک ہونے کا حکم فرمایا، مذہب اسلام میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے احکام کی چھ کتابیں زیادہ مشہور ہیں جنھیں صحاح ستہ کہتے ہیں، ان سب کتابوں میں یہ مضمون صراحۃً موجود ہے، صحیح بخاری شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

ضحٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر [1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ:

امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان نشترك فی الابل والبقر کل سبعۃ منافی بدنۃ [2]۔	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اونٹ اور گائے ہر بدنہ میں سات سات آدمی شریک ہوجائیں۔

صحیح مسلم شریف میں انھیں سے روایت ہے:

اشترکنامع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الحج والعمرۃ کل سبعۃ فی بدنۃ فقال رجل لجابر أیشترك فی البقر مایشترك فی الجزور، فقال ماھی الا من البدن [3]۔	حج وعمرہ میں ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے ایک ایک ڈیل دار جانور میں سات سات آدمی شریک ہوئے، کسی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا گائے کی قربانی میں بھی اتنے ہی شریک ہوسکتے ہیں جتنے اونٹ میں، فرمایا: گائے بھی تو بدنہ ہی میں داخل ہے،

ترمذی ونسائی وابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے:

قال کنامع النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ	ہم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

[1] صحیح البخاری باب من ذبح ضحیۃ غیرہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۴

[2] صحیح مسلم باب جواز الاشتراك فی الھدٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۴

[3] صحیح مسلم باب جواز الاشتراك فی الھدٰی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۴

وسلم فی سفر فحضر الاضحٰی اشترکناہ فی البقرۃ عن سبعة[1]۔	میں تھے کہ بقر عید آئی تو ہم نے سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

سبحان اللہ! جو کام خود ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور ہمیں اس کا حکم دیا، اسے مذہب اسلام کے خلاف جاننا، یا مذہب اسلام میں اس کی اجازت وہدایت نہ ماننا کیسی کھلی ہٹ دھرمی ہے۔

(۵) اس بیان میں ایک بڑی ناانصافی یہ ہے کہ ہماری تو صرف کتاب آسمانی سے ثبوت چاہا۔ جو ہم روشن طور پر ادا کرچکے اور اپنے لئے شاستر کا دامن پکڑا وید کا نام کیوں نہ لیا جسے اپنے نزدیک کتاب آسمانی بتاتے ہیں، اگر سچے ہیں تو اب اپنے وید سے قربانی گاؤ کی ممانعت ثابت کریں، اور شاستر پر بنائے مذہب رکھتے ہیں، تو ہماری بھی کتب فقہ کو بنائے مذہب جانیں، ہدایہ، درمختار، قاضی خاں، عالمگیری وغیرہا ہزار دس ہزار کتابیں جو چاہیں دیکھ لیں جس میں قربانی کا باب مذکور ہے۔ ان سب میں قربانی گاؤ نہایت صریح طور پر مسطور ہے، تو اسے خلاف مذہب بتانا صریح دھوکا دینا ہے۔

(۶) یہ بات بھی یادرکھنے کے قابل ہے کہ اس بیان ہنود نے خوب ثابت کردیا کہ مورتی پوجن اور بتوں کے آگے گھنٹا بجانا، سنکھ پھونکنا، مہادیو پر پانی ٹپکانا، ہولی دیوالی وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں کہ ہنود نے اپنی مذہبی ٹھہرا رکھی ہیں جن کا ذکر ان کے وید میں نہیں سب ان کے خلاف مذہب ہیں کہ جس کتاب پر بنیاد مذہب ہنود ہے ان کا پتا نہیں دیتی پچھلے ہنود نے محض براہ حیلہ انھیں مذہبی بنا رکھا ہے۔

(۷) سب سے زائد یہ ہے کہ وید جس پر مذہب ہنود کی بنا ہے خود صاف صاف قربانی گاؤ کی اجازت دے رہا ہے، اخبار پانیر ص ۷ کالم ۴ مطبوعہ ۱۰ اپریل ۱۸۹۴ء میں ایک مضمون چھپا ہے کہ: "ہندوستان قدیم میں گائے کی قربانی"

اسی میں وید سے نقل کیا:

"اے اگنی! یہ پاک نذر صدق دل سے راگ کی صورت میں تیرے حضور پیش کرتے ہیں، اور تمنا ہے کہ یہ سانڈ اور گمنیاں تجھے پسند آویں۔"

رگ وید ۶: ۱۶۔ ۴۷ میں تہ دل سے سوما کا عرق پینے والی اگنی خالق کی، جسے گھوڑے اور سانڈ اور بیل اور گمنیاں اور منت کے مینڈھے چڑھائے جاتے ہیں ستائش کروں گا۔ رگ ۱۰: ۹۱۔ ۱۴۔

[1] جامع الترمذی ابواب الاضاحی کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۱۸۱

اسی اخبار میں برہمنہ پران، اور ستیار تھ پرکاش اور ترہنا جلد ۳ باب ۸، اور منو کی سامر تھی ۵: ۴۱ وغیرہا کتب میں مذہب ہنود سے ہندوؤں کا گائیں ذبح کرنا بخوبی ثابت کیا ہے، اسی طرح یہ امر مہابھارت وغیرہ سے بھی ثابت، فیصلہ ہائی کورٹ مقدمہ قربانی نمبری ۶۸۷ میں تاریخ ہنود زمانہ پیشیں سے حکام ہائی کورٹ نے ثابت کیا ہے کہ اگلے ہندو اپنی دینی رسوم میں گئو عید یعنی گائے کی قربانی کیا کرتے تھے، اور متقدمیں حکمائے ہنود نے اس کی تاکید کی تھی، تو ثابت ہوا کہ ہنود اپنے وید اور مذہبی کتابوں اور اگلے پیشواؤں سب کے خلاف بحیلہ مذہب صرف بغرض دل دکھانے مسلمانوں کے جن کے مذہب میں قربانی گاؤ کی صاف صریح اجازت ہے، امر مذہبی میں مزاحمت بیجا خلاف استحقاق کرنا چاہتے ہیں جس کا عقلاً عرفاً قانوناً کسی طرح انھیں اختیار نہیں، **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

مسئلہ ۱۸۷: از بنارس چوک جدید مسئولہ حاجی محمد امیر وعبدالکریم صاحبان گلٹ فروش ۲۹ صفر المظفر ۱۳۳۱ھ

ہمارے سنی حنفی علماء رحمہم اللہ تعالٰی اس میں کیا فرماتے ہیں کہ ہم مسلمانان ہند کو باوجود کفار کے گاؤ کی قربانی کے مٹانے پر کمر بستہ رہنے کے صرف ہندوؤں سے سلطانی چندہ وصول کرنے کی غرض و مصلحت سے گائے کی قربانی کو ہمیشہ کے لئے ترک کردینا، اور بغرض مذکور اس کے ترک کردینے کو تحریراً و تقریراً عام جلسوں میں یہ بیان کرنا اور شائع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

گائے کی قربانی ہندوستان میں اعظم شعائر اسلام سے ہے:

قال اللہ تعالٰی "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور قربانی کے ڈیل دار جانور اونٹ اور گائے ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے کئے۔ (ت)

اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ یہاں اس کی قربانی واجب ہے اور بلحاظ ہنود اس کا ترک ناجائز، کسی دینی کام کے لئے کفار سے چندہ لینا اول تو خود ہی ممنوع اور سخت معیوب ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **انا لانستعین بمشرك** [2] ہم کسی مشرک سے مدد نہیں لیتے، ولہذا علماء تصریح

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[2] سنن ابوداؤد باب فی المشرك یسهم له آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۹، سنن ابن ماجه باب الاستعانة بالمشرکین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۸

فرماتے ہیں کہ کسی کتابی کافر سے قربانی کا ذبح کرانا مکروہ ہے اگرچہ کتابی کا ذبیحہ جائز ہے، تنویر الابصار میں ہے: کرہ ذبح الکتابی [1] (کتابی کا ذبیحہ مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

لانہا قربۃ ولاینبغی ان یستعان بالکافر فی امور الدین [2]۔	کیونکہ یہ عبادت ہے اور دینی امور میں کافر سے مدد لینا مناسب نہیں۔(ت)

امام نسفی کافی میں فرماتے ہیں:

امر المسلم کتابیا بان یذبح اضحیۃ جاز، لانہ من اھل الذبائح والقربۃ ؏ ابانابتہ ونیتہ ویکرہ لان ھذا من عمل القرب وفعلہ لیس بقربۃ [3]۔	مسلمانوں نے کسی کتابی کافر کو قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو جائز ہے کیونکہ کتابی لوگ ذبح کے اہل ہیں۔(ت)

تو مشرک سے مسلمان مجاہدوں کے لئے چندہ لے کر اس کی نگاہ میں اسلام کو **معاذاللہ** محتاج وذلیل ٹھہرانے کے لئے اس کے مذہب باطل کو اپنے دین پر فتح دینا اور اسلام کا ایک بڑا شعار بند کردینا اسی کا کام ہوسکتا ہے جو سخت احمق اور اسلام کا نادان دوست یا صریح منافق اور اسلام کا چالاک دشمن ہو، **والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸۸: مسئولہ حافظ خورشید علی صاحب از مدرسہ خیر المعاد رہتک ۱۳ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی نبیہ الکریم۔

اللھم "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝" [4]۔	اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بیشک تو ہے بڑا دینے والا۔(ت)

؏: کافی سے مقابلہ نہ ہوسکا اس لئے یہاں کا کچھ لفظ رہ گیا ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الاضحیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۳۴

[2] ردالمحتار کتاب الاضحیۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۰۸

[3] کافی امام نسفی

[4] القرآن الکریم ۳/ ۸

کیافرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے دوسرے مسلمانوں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کے لئے ہندوؤں اور آریوں سے عقد محبت اور بھائی بندی مضبوط کیا، اور کافروں کے دباؤ سے محض ان کی خوشنودی اور اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے علی الاعلان پنچایت میں کہہ دیا کہ ہم گائے کی قربانی ہرگز نہیں کریں گے کیونکہ گائے کی قربانی کہیں نہیں آئی ہے۔ اب استفسار یہ ہے کہ گروہ مذکور اس عقد سے موافق آیہ ربانی:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِیَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِیْمَانِؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۲۳"[1]	اے ایمان والو اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔ (ت)

اور حدیث رسول: **من تشبه بقوم فهو منهم**[2] (جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہوگا۔ ت) خواہ تشبہ اعتقادیات میں ہو یا عملیات میں، یا دونوں میں کافر ہوا یا نہیں؟ علاوہ ازیں مسلمانوں کی ضد میں اپنے کئے پر جم جانے اور برتقدیر گناہ کبیرہ ہونے کے اس پر اصرار کرنے سے کافر ہوا یا نہیں؟ اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے، اور علماء کی شان میں کلمات بدکہنے، اور شریعت محمدیہ کی توہین سے یہ لوگ کافر ہوئے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ لوگ سخت اشد اخبث اشنع کبیرہ کے مرتکب ہیں گائے کی قربانی بلاشبہ قرآن عظیم سے ثابت ہے، جواز کے لئے تو آیات کثیرہ ہیں۔ مثلاً:

قال الله تعالٰی "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةًؕ"[3]۔	الله تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: بیشک الله تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے کہ گائے ذبح کرو۔

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] سنن ابوداؤد باب فی لبس الشهرة آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳، مسند احمد بن حنبل مروی از عبدالله بن عمر دارالفکر بیروت ۲/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۷

اور فرماتا ہے:

"وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ "[1]	اونٹ میں سے دو، اور گائے میں سے دو تم فرماؤ کیا اللہ نے اونٹ اور بیل حرام کئے ہیں، یا اونٹنی اور گائے یا بوتا اور بچھڑا۔

یعنی ان میں سے کچھ حرام نہ فرمایا، سب تمھارے لئے حلال ہیں، اور خاص عبادت قربانی کے لئے فرماتا ہے:

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ "[2]	قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنائے۔

خصوصا ہندوستان میں کہ یہاں تو بالخصوص گائے کی قربانی واجبات شرعیہ سے ہے جیسے ہم نے اپنے رسالہ "**انفس الفکر فی قربان البقر**" میں بدلائل واضحہ ثابت کیا ہے، خوشی ہنود کے لئے اس سے باز رہنے والا بلاشبہ بدخواہ اسلام و مسلمین ہے، دشمنان دین سے دوستی کرنے والا دشمن دین ہوتا ہے، اور روز قیامت ان کے ساتھ ایک رسی میں باندھا جاتا ہے،

قال تعالٰی "وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ "[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جو تم میں سے ان سے دوستی رکھے وہ انھیں میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **المرء مع من احب**[4] آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھے۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: **انت مع من احببت**[5] تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ دوستی رکھے۔ اور ایک حدیث میں ہے قسم کھا کر ارشاد فرمایا:

ما احب رجل قوما الاحشرہ اللہ فی زمرتھم[6] او کما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	جو کسی قوم کے ساتھ دوستی رکھے گا ضرور اللہ تعالٰی انھیں کے ساتھ اس کا حشر کریگا۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۴

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[3] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[4] صحیح البخاری باب علامۃ الحب فی اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۱۱

[5] صحیح البخاری باب مناقب عمر بن الخطاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۱

[6] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/ ۱۹

گناہ کبیرہ پر اصرار اگرچہ کفر نہیں، مگر دشمنان دین کی دوستی اگر آج کفر نہ ہو تو معاذاللہ مرتے وقت کافر اٹھاتی ہے کہ انھیں کے ساتھ حشر ہو، اور مطلقًا علمائے دین یا کسی عالم دین کی ان کے عالم ہونے کے سبب برا کہنا، یا شریعت مطہر کی ادنٰی توہین کرنا، یہ تو یقینا قطعًا کفر وارتداد ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹تا ۱۹۴: از رائے بریلی مقام مدرسہ رحمانیہ عربیہ مسئولہ مسلمانان رائے بریلی ۲۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لیڈران قوم جو علم شریعت سے ناواقف اور احکام شریعت سے بے بہرہ ہیں، انھوں نے ۷ جنوری ۱۳۱۰ھ کو بمقام ٹاؤن ہال ایک میٹنگ منعقد کرکے اہالیان شہر کو جمع کیا اور قوم ہنود کی ہمدردی کو اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ نہایت پر زور تقریر وتائید میں دکھلاتے ہوئے باوجود مقامی عالم دین کے اختلاف ومتفق الرائے نہ ہونے کے اس امر پر بے حد مصر ہوئے کہ قوم ہنود کی ہمدردی کے صلہ میں گائے کی قربانی جو ان کے سخت دل آزاری کا سبب، اور باہمی اتفاق اور اتحاد کے لئے سد باب اور رخنہ انداز ہے قطعاً چھوڑدینا چاہئے کیونکہ اس وقت ان کی محبت اور ہمدردی بالخصوص معاملت ترکی وخلافت عثمانیہ کے بارے میں بیحد ضروری ہے ان کی معیت معاملات مذکورہ میں قطعاً مفید، اور ان کی علیحدگی قطعاً مضر ہوگی، اور یہ بھی بیان کیا کہ شریعت نے ہم کو اختیار دیا ہے کہ گائے بکری، بھیڑ وغیرہ جس کی چاہیں قربانی کریں بلکہ مینڈھا کی قربانی افضل ہے، لہٰذا افضل کے ہوتے ہوئے گائے کی قربانی جس میں دل آزاری قوم ہنود کی ہے ہر گز نہ کرنا چاہئے، چنانچہ افسر علمائے ہند جناب مولانا عبدالباری صاحب نیز دیگر علمائے پنجاب نے ایساہی فتوٰی دے دیا ہے اور یہ بھی ظاہر کیا کہ وہ غرباء جو مثلا دس روپے کی گائے لے کر سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کرلیا کرتے تھے اب ان کے لئے یہ انتظام کیاجائے گا کہ ان سے دس روپیہ لے کر سات بکرا یا بھیڑ ہم لوگ بہم پہنچادیا کریں گے اور زائد روپیہ ہم لوگ اپنے پاس سے لگادیا کریں گے، یا بھیڑ اور بکری بہ نرخ بازار مثلا چار پانچ روپیہ راس ہم لوگ خرید کر فراہم رکھیں گے اور غرباء کو مثلا ایک روپیہ راس دیا کرینگے، جس کے لئے کچھ چندہ بھی کیاگیا ہے، مگر اس کے لئے نہ کوئی جائداد وقف کرتے ہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے کوئی رجسٹری کی صورت ہے، چونکہ اس امر پر پورا اعتماد ہے کہ یہ لوگ اس بار عظیم کو ہمیشہ نہ نباہ سکیں گے، لہٰذا ضرور اور اغلب ہے کہ اس میں قوم ہنود سے خفیہ یا صراحۃً ضرور امداد لیں گے۔

لیڈران قوم کا خیال ہے کہ جس قدر قربانیاں سالہائے گزشتہ میں گائے کی لوگوں نے کی ہیں انھیں کو امداد دی جائے گی، اور جو لوگ جدید قربانی کرنا چاہیں گے ان کو امداد نہ دی جائے گی، نیز جو لوگ

پیغمبر علیہ السلام یا اپنے دیگر بزرگوں کی طرف سے قربانیاں کیا کرتے تھے چونکہ یہ بلاضروت ہے اس لئے ان کو امداد نہ دی جائے، اور یہ بھی خیال ہے کہ قربانی ہی پر کیا منحصر ہے، بلکہ جملہ شادی وغمی وغیرہ وغیرہ میں گائے ذبح نہ کی جائے، بجائے اس کے بکری وغیرہ کا گوشت استعمال کیا جائے، اور رائے بریلی میں اس امر کا تجربہ بھی ہوچکا ہے کہ جن مقامات میں گائے کی قربانیاں ہوا کرتی ہیں اس جگہ ایک سال قربانی نہ ہونے سے پھر آئندہ سال اس جگہ قربانی میں سخت رکاوٹ پیدا ہوجاتی ہے، اور نہیں ہوسکتی، چنانچہ اس کی نظیر موجود ہے، اس موقع پر کسی قانون دان لیڈر کو حِس تک نہیں ہوتی کہ اس کو بمقتضائے قانون جاری کرادیوے، بلکہ فتنہ وفساد کے الفاظ سے مرعوب کرکے غرباء کو خاموش کردیا جاتاہے۔ لہٰذا امور ذیل دریافت طلب ہیں:

(۱) قوم ہنود کی ہمدردی گزشتہ وآئندہ کے صلہ میں اور باہمی اتحاد قائم رکھنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کردینا شرعا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) اور ان لوگوں کے وعدہ موہومہ مذکورہ پر بھروسہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور ان کے فراہم کردہ چندہ سے امداد لے کر اپنی طرف سے وجوبا خواہ استحبابا قربانی کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

(۳) ان لوگوں کے فراہم کردہ چندہ سے جس میں شبہ قوی ہے کہ ر قوم ہنود بھی شامل ہوں گی قربانی کرنا جائز ہوگا یا ناجائز؟

(۴) فی الواقع اگر مولوی عبدالباری صاحب وغیرہ کا اس کے متعلق فتوٰی ہوچکا ہے اس پر عمل کرنا چاہئے یا نہیں؟

(۵) اور ایسے محرکین کی کمیٹی میں شرکت کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اس کے محرک اور مرتکب عنداللہ ماجور رہوں گے یا گنہ گار؟

(۶) گائے بھیڑ بکری اونٹ وغیرہ میں منجانب شریعت مختار ہونا، اس کے کیا معنی ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) گائے کی قربانی شعار اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ"[1]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: قربانی کے اونٹ اور گائے ہم نے تمھارے لئے اللہ کی نشانیوں میں سے بنائے۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

دشمنانِ دین سے اتحاد منانے کو شعار اسلام بند کرنا بدخواہی اسلام ہے۔

(۲) ان صاحبوں کا وعدہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ القائے شیطان ہے۔

قال اللہ تعالٰی " وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: شیطان تو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے۔

ان سے چندہ سے مدد لے کر گائے کی قربانی چھوڑنا، شیطان کا داؤں چلالینا ہے، دو چار کو شیطان نے دھوکا دے لیا، اور مسلمان تو اپنی انکھیں کھلی رکھیں

(۳) اس کا جواب جواب دوم میں آگیا۔ اور اس سے اور بھی کھل گیا کہ یہ شیطان کا فریب ہے ہرگز کفار تمھارے دین کی خیر خواہی نہ کریں گے، قال اللہ تعالٰی " لَا یَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا "[2] (وہ تمھاری برائی میں کمی نہیں کرتے۔ت) ضرور ہے کہ جس میں وہ ساعی ہیں اس میں تمھارے دین کا ضرر ہے۔

قال اللہ تعالٰی " وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ "[3]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کی آرزو ہے کہ ایذا تمھیں پہنچے۔ (ت)

ان کے زبانی اتحاد پر پھولنا قرآن عظیم کو بھولنا ہے۔

قال اللہ تعالٰی " قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ "[4]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا اور وہ جو سینے میں چھپائے ہیں بڑا ہے۔ (ت)

اس اتحاد کی یک طرفہ تالی تو دیکھو، تم اپنا شعار دین بند کرو جسے تم ان سے بالکل مخفی کرتے ہو، اور وہ اتنا بھی نہ کریں کہ اتنے گھنٹے سنکھ ان مندروں سے بند کردیں، جہاں سے تمھیں یا کم از کم کسی مسجد کو وہ مکروہ ودلخراش آوازیں جائیں وہ اعلان نہ چھوڑیں اور تم مخفی سے بھی باز آؤ، یہ انھیں لیڈروں سے اسلام دوستی ہے۔

(۴) مولوی عبدالباری صاحب کے والد مرحوم مولانا عبدالوہاب صاحب، اور ان کے استاذ مولوی عبدالحہ صاحب اور دیگر علمائے فرنگی محل کا فتوٰی خود مجموعہ فتاوٰی مولوی عبدالحہ صاحب میں چھپ چکا ہے کہ بخاطر ہنود قربانی گاؤ بند کرنا معصیت ہے، ناجائز ہے، اس کا جاری رکھنا واجب ہے، "**انفس الفکر**" بھیجتا ہوں اس پر عمل چاہئے۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۰

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

(۵) محرکین کا حال قرآن عظیم کی آیتوں سے اوپر ظاہر ہوچکا کہ شیطان کے فریب میں ہیں، نادانستہ خواہ ان کے بعض دانستہ بدخواہی اسلام کررہے ہیں، اس کمیٹی میں شرکت حرام ہے کہ قرآن عظیم کو پیٹھ دینے کا مجمع ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸ [1]۔ وقال تعالٰی فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖۤ ﳲ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ " [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت) اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک وہ اور بات میں مشغول نہ ہوں ورنہ تم بھی انھیں جیسے ہو۔ (ت)

(۶) اس کی تفصیل "**انفس الفکر**" سے معلوم ہوگی، قربانی کا تمھیں اختیار ہے، مگر مخالفان اسلام کی خاطر سے شعائر اسلام بند کرنے کا کسی وقت تم کو اختیار نہیں۔

"وَ اللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۝۴ " [3]۔	اور اللہ جسے حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۵و۱۹۶: از فتحپور محلّہ ایرانیاں مرسلہ حکیم سید نعمت اللہ صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

مولانا المعظم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آج کل اخباروں میں علماء نے شائع فرمایا ہے کہ مصلحتاً ضرورت ہے کہ ہندوؤں سے اتفاق کیا جائے اور بجائے گائے کی قربانی کے بکری بھیڑ کی قربانی کی جائے، تو جناب والا اس کی نسبت کیا فرماتے ہیں کہ جو قربانی گائے کی کرتا ہے اس کو آجکل اس مصلحت سے گائے کی قربانی نہ کرنا کیسا ہے؟

(۲) اصل میں بکری بھیڑ کی قربانی افضل ہے یا گائے کی، فقط

الجواب:

یہاں گائے کی قربانی قائم رکھنا واجب ہے اور اس ناپاک مصلحت کے لئے اس کام کا چھوڑنا حرام، گائے کی قربانی اسلام کا شعار ہے، اور شعار اسلام بند کرنے کی وہی کوشش کرے گا جو اسلام کا بدخواہ ہے، ایسا شخص عالم نہیں ہوسکتا بلکہ ظالم ہے، اور کس پر ظلم ہوتا ہے، اسلام پر اور ہنود سے جیسا اتحاد منایا جارہا ہے حرام ہے حرام قطعی حرام ہے، نصوص قرآن عظیم سے حرام ہے اور اس کے جو نتائج ہورہے ہیں

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۴۰

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

کہ مسلمانوں نے قشقے لگوائے۔ رام لچھمن پر پھول چڑھائے، مشرک کی ٹکٹکی اپنے کندھوں پر اٹھا کر اس کی جے بولتے ہوئے مرگھٹ میں لے گئے۔ قرآن عظیم ایک ڈولے میں رامائن کی پوجا کراتے مندر میں لے گئے، ان کے بڑے لیڈر نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کردی، یہ فضائح کھلے ہوئے کفر نہیں رہے؟ مشرک سے اتحاد ہو کر یہ نتیجہ آپ ہی ضرور تھا، قرآن کریم میں صاف ارشاد فرمایا کہ تم میں جو ان سے دوستی رکھے گا، وہ سب انھیں میں سے ہے، آیہ کریمہ کارڈ پر نہیں لکھی جاسکتی، ترجمہ اس کا یہی ہے، پھر کیونکر ممکن تھا کہ مشرکوں سے اتحاد کرنے والے مشرک نہ ہوجاتے یہ یہاں ہے، اور اگر سچے دل سے تائب ہو کر باز نہ آئے تو صحیح حدیثوں کا ارشاد ہے کہ ان کا حشر بھی بت پرستوں کے ساتھ ہوگا، مولٰی عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے، ہدایت فرما کر دل نہ الٹے۔ راہ دکھا کر آنکھیں نہ پلٹیں **اِحۡفَظۡنَا یَا مُقَلِّبَ الۡقُلُوۡبِ وَالۡاَبۡصَارِ** (اے دلوں اور آنکھوں کو بدلنے والے! ہماری حفاظت فرما۔ت) **وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۷: از لکھنؤ کنٹونمنٹ روڈ کوٹھی ۳۳ مسئولہ مولوی عبدالحمید صاحب ۵ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

عالیجناب معلی القاب مولانا صاحب قبلہ ادام اللہ برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آج کل اہل ہنود جگہ جگہ میونسپلٹی کے ذریعہ سے انسداد گاؤ کشی کی کوشش کررہے ہیں، چنانچہ فیض آباد، ہاتھرس اور شہر لکھنؤ میں ہندو ممبران میونسپلٹی نے اپنی زیادتی تعداد کی وجہ سے تمامی مسلمانوں ممبروں کے خلاف انسداد گاؤ کشی کا قانون پاس کردیا ہے، اگر خدانخواستہ گاؤ کشی قانونا ممنوع قرار دی گئی تو عام مسلمانوں کو صرف اسی قدر نہیں کہ روز مرہ کی زندگی میں ان کو سخت مصائب کا سامنا کرنا پڑے گا بلکہ تقریبا تمام غیر مستطیع مسلمان جو تعداد میں نوے فیصدی سے بھی زائد ہیں ان سب کو عید الضحٰی میں قربانی کرنا بھی نصیب نہ ہوگا اس لیے کہ غریب مسلمان کسی طرح اس کی مقدرت نہیں رکھتے کہ وہ فردًا فردًا پندرہ بیس روپے کا بکرا ہر سال خرید سکیں، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں عام مسلمانوں کو خاموشی اختیار کرنی چاہئے یا انسداد گاؤ کشی کے خلاف ان کو بھی امکانی جدوجہد کرنی چاہئے، اور مذہبًا ان پر کیا واجب ہے؟

یہ ایک استفتاء ہے جس کا جواب براہ کرم وبرائے خدا ورسول اکرم (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) جلد تر عطا فرمائیں تاکہ مسلمانوں کے عام جلسہ میں جو کہ صرف پانچ چھ یوم میں ہونے والا ہے آنجناب کا شرعی حکم پھر سب کو پڑھ کر سنادیا جائے۔

الجواب:

مولٰنا المکرم وذوالمجد والکرم اکرمکم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

یہ مسئلہ بھی کچھ قابل سوال ہے، حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کان یجب ان یعلم منزلتہ عنداللہ فلینظر کیف منزلۃ اللہ عندہ۔فان اللہ ینزل العبد منہ حیث انزلہ من نفسہ [1]۔رواہ الحاکم فی المستدرک و الدارقطنی فی الافراد عن انس وابونعیم فی الحلیۃ عن ابی ھریرۃ وعن سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	جو یہ جاننا پسند کرے کہ اللہ کے نزدیک اس کا مرتبہ کتنا ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی قدر کیسی ہے کہ بندے کے دل میں جتنی عظمت اللہ کی ہوتی ہے اللہ اسی کے لائق اپنے یہاں اسے مرتبہ دیتا ہے (اسے حاکم نے مستدرک میں اور دارقطنی نے افراد میں انس وابونعیم نے حلیہ میں ابوہریرہ اور سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ت)

آدمی اگر اللہ ورسول کے معاملہ کو اپنے ذاتی معاملہ کے برابر ہی رکھے، تو دین میں اس کی سرگرمی کے لئے بس ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ انسان ذراسی نالی یا پرنالے کی ملک بلکہ مجرد حق کے لئے کس قدر جان توڑ عرق ریزیاں کرتا ہے اس کا مقدمہ منتہا تک پہنچا تا ہے، کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا، پیسہ کے مال پر ہزاروں اٹھادیتا ہے، دنیوی فریق کے مقابل کسی طرح اپنی دبتی گوارا نہیں کرتا، گائے کشی مسلمان کا دینی حق ہے، اور حق بھی کیسا، خاص شعار اسلام، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ" [2]۔	اونٹ اور گائے کی قربانی کو ہم نے تمھارے لئے دین الٰہی کے شعاروں سے کیا۔

امام محمد جامع صغیر میں فرماتے ہیں: وَالْبُدْنُ مِنَ الْاِبِلِ وَالْبَقَرِ [3] (اونٹ اور گائے بُدنہ ہیں۔ت) اور اگر شعار اسلام کو اور بھی خاص اعدائے اسلام کے مقابلہ میں اپنی ایک نالی کے برابر بھی نہ سمجھو، تو جان لو کہ اللہ واحد قہار ہے یہاں تمھاری قدر کتنی ہے اگر وہ ضرورت وضرر جو سوال میں مذکور ہوئے نہ بھی ہوتے بقدر قدرت کوشش لازم تھی،

حدیث میں ہے: **لیس منا من اعطی**

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الدعا دار الفکر بیروت ۱/ ۴۹۵۔۴۹۴

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۳۶

[3] الجامع الصغیر باب تقلید البُدن مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۳۱

الدنیۃ فی دیننا[1] ہمارے گروہ سے نہیں جو ہمارے دین کے معاملہ میں دبتی رکھنے دے کہ ان ضرورتوں اور ضرروں کے ہوتے ہوئے بیشک جواس میں بے پروائی وچشم پوشی برتے گااور حسب طاقت دین کی مدد نہ کرے گااور شعار اسلام کو نقصان پہنچنے دے گا، روز قیامت سخت بازپرس میں پکڑا جائے گااور اس کی جزایہ ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت میں اس کی شدید حاجت کے بوقت اسے بے یار ومددگار چھوڑے، جیسا اس نے دین کی مدد سے منہ موڑا، **قال اللہ تعالٰی "وَ كَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ "**[2] اس سے قیامت میں فرمایا جائے گا جیسا تونے دین کو بھلادیا تھا تو ایسا ہی آج تو بھلادیا جائے گا کہ کوئی تیری خبر نہ لے گا، **والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۹۸:　　ازپرولیا ضلع مان بھوم مسئولہ خلیفہ محمد جان شب　　۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ترک گاؤ کشی یاترک قربانی گاؤ مصلحت وقت سمجھ کر چھوڑ دیا جائے اس پر مذہبی نقصان ہے یا نہیں؟

الجواب:

گاؤکشی مباح قطعی ہے، مشرکین کی خاطر اسے بند کرنا مشرک کا بول بالا کرنا ہے، اور قربانی گاؤ شعار اسلام ہے، مشرکین کی خاطر اس کا بند کرنا حرام ہے، **وھو تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۱۹۹:　　ازشہر بریلی صدر بازار مکان ۷۸۹ مرسلہ حافظ بنے خاں صاحب　　مورخہ ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

قربانی گاؤ کے متعلق ہمارے علمائے دین کیافرماتے ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہندوستان میں قربانی گاؤ کا جاری رکھنا واجب ہے اور خوشنودی ہنود کے لئے اس کا بند کرنا حرام ہے،

"وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ "[3]۔	اللہ ورسول زیادہ اس سے مستحق ہیں کہ انھیں راضی کرو اگر تم مسلمان ہو۔

[1] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ۱/ ۳۸۰، مسند احمد بن حنبل فلم نعطی الدنیہ فی دیننا ۴/ ۳۳۰

[2] القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۶

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

والتفصیل فی رسالتنا"انفس الفکر فی قربان البقر" (تفصیل ہمارے رسالے "انفس الفکر فی قربان البقر" میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰و۲۰۱: از آنولہ ضلع بریلی مرسلہ چودھری رحیم بخش صاحب مورخہ ۷ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید گائے قربانی کے واسطے خرید کی، چونکہ قربانی گائے کی اہل ہنود کے واسطے باعث دل آزاری ہوگی اس لئے زید خوشنودی اہل ہنود کے واسطے گائے خرید کردہ سے بیل یا بھینس وغیرہ بدل کر قربانی کرنا چاہتا ہے تو عندالشرع یہ بدلنا درست ہے یا نہیں؟ اور گائے کی قربانی بوجہ اتحاد کے موقوف کردینا درست ہے یا نہیں؟
(۲) محض خوشنودی اہل ہنود کے لئے قربانی بجائے تین روز کے ایک ہی دن مقرر کریں، درست ہے یا نہیں؟ اور ایک دن مقرر کرلینے والوں کو عندالشرع کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) وہ گائے کہ بہ نیت قربانی خریدی، اس کا دوسری گائے سے بدلنا بھی منع ہے کہ اللہ کے واسطے اس کی نیت کرکے پھرنا معیوب ہے، اور ہندوؤں سے اتحاد حرام، اور اس کی وجہ سے گائے کی قربانی موقوف کرنا حرام، اور حرام موجب غضب جبار وعذاب نار، ایسا کرنے والوں کو حشر ہندوؤں کے ساتھ ہوگا، حدیث میں ارشاد ہوا کہ "میں قسم کھا کر فرماسکتا ہوں کہ جو جس سے اتحاد رکھے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا[1]" **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) یہ بھی حرام ہے، ہنود کی خوشنودی کے لئے اللہ ورسول کے حکم میں تنگی کرنا مسلمانوں کا کام نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۲۵۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۳/ ۱۹

مسئلہ ۲۰۲: مسئولہ حافظ سلیم اللہ بہاری پور بریلی ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بغیر پردہ عورتوں کر مرید کرتا ہے اور ان بے پردہ کو اپنے پاس بٹھلاتا ہے، بات بھی کرتا ہے بجائے داڑھی منڈانے کے خشخشی کرنے کا حکم دیتا ہے، عالموں کی غیبت کرتا ہے، اذان اور صلوٰۃ اور تکبیر اپنے کانوں سے سنے مگر نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتا ہے اور کہتا یہ ہے کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ خدا تک براہ راست پہنچادے گا، ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت کیا حکم دیتی ہے، ایسے پیر کا مرید ہونا کیسا ہے اور جو اس کے پیروکار ہیں ان کے واسطے اور ایسے پیر کے واسطے ہماری شریعت اہل سنت والجماعت کیا حکم دیتی ہے؟ کوئی بات خلاف نہیں ہے۔

الجواب:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں تو ایسے شخص کے ہاتھ پر بیعت جائز نہیں، ایسا شخص اور اس کے پیرو سب گمراہ ہیں، اور یہ کہنا کہ پیر رسول تک نہیں بلکہ براہ راست اللہ تک پہنچادیتا ہے اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ بے واسطہ رسول، اگر یہی مراد ہے تو صریح کفر ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۳: از بلنڈا ضلع پیلی بھیت مسئولہ محمد حسین صاحب ۴ ربیع الاخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تین شخصوں کو جو بستی کے تھے مسلمان کیا، اس پر اس بستی کے ایک مسلمان نے کہا کہ مسلمانوں کے کلمہ میں یہ طاقت ہے کہ سور کھانے والوں کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیتے ہیں تو ایسی حالت میں سور پر کلمہ پڑھ کر کیوں نہیں کھالیتے، ایسی حالت میں شرع اس پر کیا حکم لگاتی ہے، وہ شخص نماز نہیں پڑھتا روزہ نہیں رکھتا ہے نام کا مسلمان کہلاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم کو مسلمانوں سے واسطہ نہیں ہے ہم کو ہندوؤں سے کام ہے اور واسطہ ہے ہمارا روزگار ایسا ہے اور اس پر منع کیا گیا تو فوجداری پر آمادہ ہوگیا۔

الجواب:

اگر یہ بیان واقعی ہے تو وہ شخص کافر ہوگیا۔ اس کی عورت اس کے نکاح سے نکل گئی، مسلمانوں کو اس سے میل جول سلام کلام حرام ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۴: از شہر کہنہ محلّہ روہیلی ٹولہ مسئولہ محمد خلیل الدین صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ مسئولہ سید عرفان علی صاحب رکن انجمن خادم الساجدین رہڑی ٹولہ بریلی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ میں جو در بارہ مطلب و معنی آیہ شریفہ "**مَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً**"[1] (الی مقیتا) ہے اس بات پر منطقی دلائل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۸۵

قائم کرکے ایک بحث طویل کی جاسکتی ہے کہ فلاں مسلم یا نامسلم فلاں سلطنت مظلومہ اور فلاں ملک کے مظلوم مسلمانوں کی حمایت اور حفاظت کی کوشش بلیغ کررہا ہے اس کے جلسہ وجلوس اور وعظ وبیان کی شرکت اور اس کی تعظیم ومدح اور اس کی اقتداء وپیروی سب جائز بلکہ ضروری ہے اور جو اس بات سے احتراز کرے یا اس پر اعتراض کرے تو وہ آیہ شریفہ کے خلاف کام کرتا ہے اور گنہ گار ہے جو دوسروں کو امور متذکرہ بالا سے منع کرتا ہے یا روکتا ہے وہ آیہ شریفہ کے حصہ آخر یعنی شفاعت سیئہ کا مرتکب ہوا، امید کہ اس کی نسبت تصریح ووضاحت فرماکر ماجور ومشکور ہوں۔

الجواب:

آیہ کریمہ کی نسبت ایسا وسوسہ محض القائے شیطان رجیم ہے، قرآن عظیم میں اعمال حسنہ وسیئہ کی ایک عام میزان ومعیار مقرر فرمائی ہے کہ تمام فروع میں ملحوظ ومرعی ہے اللہ جل وعلا ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝۱۹"[1] جو آخرت چاہے اور اس کے قابل کوشش کرے اور شرط یہ ہے کہ ہو مسلمان تو ان لوگوں کی کوشش مشکور ہوگی۔ اور کافروں کی نسبت فرماتا ہے: "وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳"[2] یعنی کافر کچھ بھی عمل کرے ہم نے اس کو تباہ وبرباد کردیا ہے، کافر سے اصلاً کوئی حسنہ قبول نہیں بلکہ اس سے کوئی حسنہ متصور ومعقول نہیں، امور ثواب کے عمومات میں ہمیشہ صرف اہل اسلام مراد ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے:

"مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ۝۱۱"[3]	کون ایسا ہے جو اللہ کے لئے قرض حسن دے اللہ اسے دونا دون عطا فرمائے اور اس کے لئے عزت والا ثواب ہے۔

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کافر اگر کسی کو دو ایک روپے بے سود قرض دے دے وہ اس آیت میں داخل ہے اور اس کے لئے عزت کا ثواب ہے، صورت دائرہ نہ صورت شفاعت ہے نہ شفاعت حسنہ بلکہ بداہۃً سخت شناعت سیئہ ہے، مسلمان کہلانے والوں نے مشرکین سے وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد واختیار کیا، شعائر اسلام کی بندش میں کوشاں ہیں، اور شعار کفر قبول کرنے پر

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

[3] القرآن الکریم ۵۷/ ۱۱

نازاں، مشرکوں کی تعظیم کہ سخت مخالفت قرآن عظیم ہے اعلان کے ساتھ ہو رہی ہے ان کی جے پکاری جاتی ہے، انھیں اپنی مزعوم حاجت دینیہ میں پیشوا اور رہنما بنایا جاتا ہے آیات واحادیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کی جاتی ہے، مشرکوں کو مساجد میں لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنایا جاتا ہے مشرک کی ٹکٹکی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ تک لے گئے اس کے لئے دعائے مغفرت ونماز جنازہ کے اشتہار دئے جو صریح کفر ہے، صاف کہہ دیا کہ آج تم نے اگر اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا اور یہ کہ خدا کی رسی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے دنیا تو ضرور ملے گی، علانیہ چھاپ دیا کہ ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز موقوف کردے گا اور سنگم وپریاگ کو مقدس علامت بنائے گا، یہاں اس قول کے معنی کھلے جو خدا کی رسی کی نسبت کہا تھا، حبل اللہ قرآن عظیم ہے محال ہے کہ اسے مضبوط تھامنے سے دین نہ ملے، مگر یہ دین جو معابد کفار کو مقدس بنائے اور مسلم وکافر کا امتیاز اٹھائے البتہ قرآن عظیم سے نہیں مل سکتا، قرآن عظیم تو اس کا بیخ کن ہے۔

بیشک اللہ کے نزدیک سچا دین صرف اسلام ہے۔اور جو اسلام کے سوا کوئی بھی دوسرا دین چاہے وہ ہرگز قبول نہ ہوگا اور وہ شخص آخرت میں زیاں کار رہے گا۔	"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" [1] "وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۸۵﴾" [2]۔

لہٰذا تصریح کردی کہ قرآن عظیم کو مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین نہ ملے اور کہاں تک ان کے افعال واقوال ذکر کئے جائیں جن کے دل اللہ نے الٹ دئے اور آنکھیں پلٹ دیں **فسبحٰن مقلب القلوب والابصار** (پاک ومنزہ ہے وہ ذات جو دلوں اور آنکھوں کو پلٹ دیتی ہے۔ت) باقی امور تحریم تعظیم مشرکین وغیرہ بارہا بیان ہوچکے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۵: از لاہور بازار کٹڑہ کالج شرونوالہ مسئولہ خادم اسلام ملا محمد بخش حنفی چشتی سابق منیجر اخبار ہنر ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امر مشروع اور مباح شرعی کو کوئی شخص حرام شرعی اور ممنوع مذہبی بنانے کی طاقت رکھتا ہے یانہیں؟ غیر مشروع پر کوئی شخص مشروع اور

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

حلال شرعی بناسکتا ہے یا نہیں؟ جیسے کہ گائے کی قربانی مشروع اور مباح شرعی ہے کیا اس کو کوئی لیڈر قوم ممنوع شرعی کراسکتا ہے، ہنود کی مجالس اعیاد میں شرکت جو ممنوع اور حرام شرعی ہے کیا لیڈروں کی رائے سے وہ شرکت جائز اور حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ دین پاک اللہ واحد قہار نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تمام جہان کے لئے قیامت تک کے واسطے اتارا ہے۔

"تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ" [1] "قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا" [2]	بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو، تم فرماؤ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔ (ت)

اور ان سے نبوت کا دروازہ بند فرمادیا، محال ہے کہ ابدالآباد تک اب کوئی جدید نبی ہو۔

"وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ۠" [3]	ہاں اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (ت)

محال ہے کہ ان کی کتاب کا ایک حرف یا ان کی شریعت کا کوئی حکم کبھی بدل سکے

"لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝" [4]	باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اس کے آگے سے نہ اس کے پیچھے سے، اتارا ہوا ہے حکمت والے سب خوبیوں سراہے کا۔

ان کی شریعت کے کسی حلال کو جو حرام بتائے یا کسی حرام کو حلال بتائے وہ حلال حرام یا حرام حلال تو نہ ہو جائے گا بلکہ یہی کہنے والا الٹا کافر ہو جائے گا۔

"وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ	اور نہ کہو اسے جو تمھاری باتیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۱

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۸

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[4] القرآن الکریم ۴۱/ ۴۲

لَا يُفْلِحُوْنَ ۝ "[1] "مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ "[2] "قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝ "[3] "وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ۝ "[4]	بھلانہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی برا بچھونا، کیا اللہ نے اس کی تمھیں اجازت دی ہے یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو، تمھیں خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو وہ تمھیں عذاب سے ہلاک کردے اور بیشک نامراد رہا جس نے جھوٹ باندھا۔(ت)

قربانی گاؤ کی حلت اور مجالس اعیاد ہنود میں شرکت کی حرمت دونوں ضروریات دین میں سے ہیں جو اسے حرام یا حلال کہے وہ اللہ ورسول پر افتراء کرتا ہے اور بحکم قرآن اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور حکم کفر اس پر لازم والزم۔

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ "[5] نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔(ت) اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس طرح چھٹکارا پائیں گے، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت مانگتے ہیں، اللہ تعالٰی بلند و عظیم کی طاقت وتوفیق کے بغیر انسان نہ برائی سے پھر سکتا ہے اور نہ نیکی بجالاسکتا ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶: از قصبہ حافظ گنج ضلع بریلی مسئولہ عبداللہ رضوی عرف چھنگے ۱۳صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قصبہ حافظ گنج میں ہندوؤں کی جل بہار اٹھتی تھی مگر اب کی مرتبہ مسجد کے قریب کے راستہ سے گزرنا چاہا تھا تمام اہلسنت وجماعت نے کہا کہ ہماری مسجد کے سامنے سے نہیں نکلتی ہے، عمرو نے جو دیوبند کو اپنا پیشوا مانتا ہے ہندوؤں کے ہمراہ ہو کر تھانہ میں کہہ دیا کہ مسجد کے سامنے سے نکلتی ہے اس حالت میں عمرو برادری کے قابل ہے مسلمان

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۷

[3] القرآن الکریم ۱۰/ ۵۹

[4] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱

[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

مانا جائے یا نہیں، اور بی بی عمرو کی ہندو کے ہمراہ میلہ رام لیلا کو جائے شریعت سے اس کا نکاح جائز رہا یا نہیں؟

الجواب:

میلاء میں جانا تو حرام ہی ہے اگرچہ اس سے نکاح نہ کیا جائے اور کفار کے لئے جھوٹی گواہی دینی اور وہ بھی ایسی ناپاک بات میں، اور اس کے سبب مسجد کی توہین کرانی قریب بہ کفر ہے اگرچہ اس پر کفر مطلق کا حکم نہ بھی ہو، مگر جب وہ دیوبندیوں کا معتقد ہے تو اسی قدر اس کے کفر کے لئے کافی ہے، فتوٰی علمائے حرمین شریفین میں دیوبندیوں کی نسبت ہے:

من شك فی کفرہ وعذابه فقد کفر[1]۔	جو ان کے کافر ہونے اور ان کے عذاب کے بارے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔

بہرحال عمرو کی عورت اس کے نکاح سے باہر ہے، اور اس سے میل جول حرام ہے، اور اسے برادری سے خارج کرنا فرض، مگر جب اسلام لائے اور اپنے کفر اور ان کبائر سے توبہ کرے، اور دیوبندیہ و دیگر وہابیہ وجملہ کفار کو کافر مانے اس وقت برادری میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۷: از شہر محلّہ سوداگراں مسئولہ احسان علی صاحب طالب علم ۱۸صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید معاذاللہ یہ کہے کہ میں عیسائی یا وہابی یا کافر ہو جاؤں گا، نام ایک فرقہ کا لیا آیا وہ انھیں میں سے ہوگا یا نہیں؟ یا یہ کہے کہ جی چاہتا ہے کہ غیر مقلد ہو جاؤں یا یہ کہے کہ غیر مقلد ہونے کا جی چاہتا ہے، یہ قول کیسا ہے، اگرچہ کسی کو چھیڑنے یا مذاق کی غرض سے کہے، **بینوا توجروا**

الجواب:

جس نے جس فرقہ کا نام لیا اس فرقہ کا ہوگیا مذاق سے کہے یا کسی دوسری وجہ سے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰۸تا۲۱۲: از قصبہ تلہر ضلع شاہجہانپور محلّہ ہندوپٹی مسئولہ ضیاء الدین صاحب ۱۸صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام ادام فیضھم المولی العلام ان مسائل میں، **بینوا توجروا**

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

(۱) ایک صاحب مسمّٰی مولوی اشرف علی ساکن قصبہ تلہر ضلع شاہجہانپور دوسرے صاحب حکیم عبداللہ مقیم تلہر ہیں، حکیم صاحب کا بیان ہے کہ "یزید فاسق فاجر نہ تھا اس کو برا نہ کہا جائے اور سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس کے یہاں جانا نہ چاہئے تھا، کیوں گئے، اور یہ ملکی جنگ تھی" دوسرے یہ کہ نماز فجر کے بعد مسلمانوں نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا انھوں نے مصافحہ نہ کیا اور بدعت بتادیا، کیا حکیم صاحب کا یہ بیان سراسر غلط نہیں۔ کیا انھوں نے حضرت سیدالشہدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شان ارفع واعلٰی میں گستاخی نہ کی؟ داد کذب بیانی نہ دی؟ کیا مصافحہ سے دست کشی وانکار اس امر کو ثابت نہیں کرتا کہ اس کی مراد بدعت سے بدعت سیئہ ہے اور ان کا یہ فعل وہابیانہ ہے؟[1]

(۲) اول الذکر مولوی صاحب ایک زمانہ تک مدرسہ مولوی یسین واقع بریلی محلّہ سرائے خام کے مدرس رہ چکے ہیں، کیا ان کی وہابیت کو اسی قدر کافی نہیں کہ ایک بدمذہب کے مدرسہ میں ملازم رہ کر اس مدرسہ کے دستور العمل درس تعلیم کی پابندی کرکے درس دیا چہ جائیکہ علم غیب حبیب خدا سید ہر دوسرا علیہ افضل التحیۃ والثناء میں وہابیہ کا خیال مغویانہ قیل وقال، جو کوئی شخص صحیح العقیدہ علم حضور سراپا نور کو روز اول سے قیامت تک کے تمام اشیاء ذرہ ذرہ کو کلیۃً وجزیۃً محیط جانے اور ان کے واسطے **ماکان ومایکون** کا علم مانے اور قائل علم غیوب خمسہ ہو وہ شخص ان مولوی صاحب کے نزدیک مضل وضال قابل عقاب ونکال، اکابر علمائے اہلسنت کثرہم اللہ تعالٰی کی شان میں جن کی مدح وستائش میں مفتیان علام وعلمائے ذوی الاحترام حرمین طیبین وروم وشام وغیرہم مبالغہ فرمائیں اور ان کو پیشوا وسردار علمائے اہلسنت بتائیں، یہ صاحب بیہودہ الفاظ وناشائستہ کلمات زبان پر لائیں، ان صاحب کے تمام اوصاف میں باستثنائے مدرسی مدرسہ مذکورہ حکیم صاحب مذکور بھی شریک وہمخیال یہ دونوں صاحب مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ومولوی رشید احمد گنگوہی ومولوی اشرف علی تھانوی کو اپنا پیشوا جانتے اور سرتاج اہلسنت مانتے ہیں، کیا دونوں صاحب کم سے کم بدعتی وبدمذہب نہیں؟ کیا ان کے ساتھ ان احادیث واقوال کے مطابق عمل نہ کیا جائے جو فتاوٰی الحرمین طبع بمبئی میں مذکور ہیں:

فی صحیح مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔	صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان سے الگ رہو انھیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمھیں بہکا نہ دیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

و[۲] لابی داؤد عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان مرضوا فلا تعودوهم وان ماتوا فلا تشهدوهم[1]۔	ابوداؤد کی حدیث میں عبدالله ابن عمر رضی الله تعالٰی عنہما سے ہے نبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مرجائیں تو جنازے پر حاضر نہ ہو۔
[۳] زاد ابن ماجة عن جابر رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وان لقیتموهم فلا تسلموا علیهم[2]۔	ابن ماجہ نے بروایت جابر رضی الله تعالٰی عنہ اس قدر اور بڑھایا: جب انھیں ملو تو سلام نہ کرو۔ کھانا نہ کھاؤ، شادی بیاہ نہ کرو۔
و[۴] عند العقیلی عن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لاتجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم[3]۔ [۵] زاد ابن حبان عنه لاتصلوا علیهم و لاتصلوا معهم[4]۔	عقیلی نے انس رضی الله تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ان کے پاس نہ بیٹھو، ساتھ پانی نہ پیو، ساتھ ابن حبان نے انھیں کی روایت سے زائد کیا ان کے جنازے کی نماز نہ پڑھو، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔
[۶] الدیلمی عن معاذ رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم انی بریئ منهم وهم براء منی جهادهم کجهاد الترکیة والدیلم[5]۔	دیلمی نے معاذ رضی الله تعالٰی عنہ سے روایت کی نبی صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: میں ان سے بیزار ہوں وہ مجھ سے بے علاقہ ہیں ان پر جہاد ایسا ہے جیسا کہ کافران ترک و دیلم پر۔

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنه باب فی القدر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۸

[2] سنن ابن ماجه باب فی القدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

[3] الضعفاء الکبیر ترجمہ احمد بن عمران دارالکتب العلمیه بیروت ۱/ ۱۲۶

[4] کنز العمال حدیث ۳۲۵۲۹ موسسة الرساله بیروت ۱۱/ ۵۴۰، میزان الاعتدال ترجمه ۱۲۰۳ بشیر بن عبیدالله القیصر دار المعرفة بیروت ۱/ ۳۲۰

[5] فردوس الاخبار حدیث ۳۲۵۴ معاذ بن جبل دار الکتب العربی بیروت ۲/ ۴۴۹

و⁷ لابن عساکر عن انس رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا رأیتم صاحب بدعة فاکھروافی وجھه فان الله یبغض کل مبتدع ولایجوز احد منھم علی الصراط لکن یتھا فتون فی النار مثل الجرادوالذباب[1]۔	ابن عساکر انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے بررُو اس سے ترش روئی کرو اس لئے کہ اللہ تعالٰی ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آگ میں گر پڑیں گے جیسے ٹیری اور مکھیاں گرتی ہیں۔
و⁸ للطبرانی وغیرہ عن عبدالله بن بشیر رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من وقرصاحب بدعة فقداعان علی ھدم الاسلام[2]۔	(طبرانی وغیرہ عبداللہ بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ت) جو کسی بدمذہب کی توقیر کرے اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد دی۔
و⁹ له فی الکبیر ولابی نعیم فی الحلیة عن معاذ رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من مشی الی صاحب بدعة لیوقرہ فقد اعان علی ھدم الاسلام[3] وغیرہ من الاحادیث،	نیز طبرانی معجم کبیر اور ابونعیم نے حلیہ میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی بدمذہب کی طرف اس کی توقیر کرنے کو چلے اس نے اسلام کے ڈھانے میں اعانت کی، اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں،
¹⁰ قال العلماء فی کتب العقائد کشرح المقاصد وغیرہ ان حکم المبتدع البغض والاھانة والردوالطرد[4]۔	علماء کتب عقائد مثل شرح مقاصد وغیرہ میں فرماتے ہیں کہ بدمذہب کا حکم اس سے بغض رکھنا اسے ذلت دینا اس کا رد کرنا اسے دور ہانکنا ہے۔

[1] تذکرۃ الموضوعات للفتنی باب افتراق الامة علی ثلاث وسبعین فرقة کتب خانہ مجیدیہ ملتان ص ۱۵

[2] المعجم الاوسط مروی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حدیث ۶۷۷۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۷/ ۳۹۶، حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۱۷ حضرت خالد بن معدان دار الکتب العربی بیروت ۵/ ۲۱۸

[3] المعجم الکبیر از معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۱۸۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۰/ ۹۶، حلیۃ الاولیاء ترجمہ ۳۳۵-۳۶ دار العربی بیروت ۶/ ۹۷

[4] شرح المقاصد الفصل الرابع فی الامامۃ دار المعارف النعمانیۃ لاہور ۲/ ۲۷۰

وفی "غنیة الطالبین قال فضیل بن عیاض من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نورالایمان من قلبه واذا علم الله عزوجل من رجل انه مبغض صاحب بدعه رجوت الله تعالٰی ان یغفر ذنوبه وان قل عمله واذا رأیت مبتدعا فی طریق فخذ طریقا اٰخر اھ [1]۔	غنیۃ الطالبین میں ہے فضیل بن عیاض نے فرمایا جو کسی بدمذہب سے محبت رکھے اس کے عمل حبط ہو جائیں گے اور ایمان کا نور اسکے دل سے نکل جائے گا اور جب الله تعالٰی اپنے کسی بندے کو جانے کہ وہ بدمذہب سے بغض رکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ مولٰی سبحنہ وتعالٰی اس کے گناہ بخش دے اگرچہ اس کے عمل تھوڑے ہوں اور جب کسی بدمذہب کو راہ میں آتا دیکھو تو تم دوسری راہ لو، انتھی بقدر الضرورۃ۔

(۳) جب شرع مطہر نے ایسے لوگوں سے اس درجہ نفرت دلائی اور اس قدر برائی بیان فرمائی تو کیا مسلمانوں کا فرض مذہبی نہیں کہ ان کو مسجد میں آنے سے روکیں، ان سے ہر قسم کا قطع تعلق کرلیں، علی الخصوص وہ شخص جس کے ہاتھ میں مسلمانوں کا کام ہو اور مسلمان اس کو مانتے ہوں اور عزت ووقار کی نظر سے دیکھتے ہوں خواہ بباعث علم یا بجہت پیری مریدی یا بخیال تونگری وغیرہ اس پر سخت ضروری کہ ان کو خود دخول مسجد سے حتی الوسع روکے اور ان کے ساتھ میل جول سے مسلمانوں کو باز رکھے، جو شخص ان مولوی صاحب وحکیم صاحب کے خیالات باطلہ وحالات فاسدہ پر مطلع ہو کر ان دونوں کو امام بنائے اور ان کے پیچھے نماز پڑھے اور کہے یہ مولویوں کے جھگڑے ہیں ہمیں ان سے کیا سروکار آخر یہ دونوں عالم تو ہیں، کیا وہ شخص زیاں کار اور انھیں مفسدین فی الدین سے نہیں اور وہ نماز اس کی باطل ومردود نہیں؟ حالانکہ جن تین علمائے مذکورین کو یہ دونوں صاحب پیشوا جانتے ہیں ان کے بارے میں مفتیان وعلمائے مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ نے یہ حکم دیا جیساکہ فتاوٰی حسام الحرمین میں مذکور ہے:

ان ھٰؤلاء الفرق الواقعین فی السؤال غلام احمد القادیانی ورشید احمد و من تبعه کخلیل الانبھتی واشرف علی وغیرھم لاشبھة فی کفرھم بلامجال بل لاشبھة فی من شك بل فی	بیشک یہ طائفے جن کا تذکرہ سوال میں واقع ہے غلام احمد قادیانی اور رشید احمد اور جو اس کے پیرو ہوں جیسے خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی وغیرہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں اور نہ شک کی مجال، بلکہ جو ان کے کفر میں شک کرے بلکہ

[1] غنیة الطالبین فصل فی اعتقاد اہل السنة ان امة محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۸۰

من توقف فی کفرھم بحال من الاحوال [1]۔	کسی طرح کسی حال میں انھیں کافر کہنے میں توقف کرے اس کے کفر میں بھی شبہہ نہیں۔

اسی میں ہے:

اظھر فضائحھم القبیحۃ فی المعتمد المستند فلم یبق من نتائجھم الفاسدۃ بکل واضحۃ دامغۃ جلیلۃ لاسیما المتصدی لحل رایۃ ھذہ الفرقۃ المارقۃ التی تدعی بالوہابیۃ ومنھم مدعی النبوۃ غلام احمد قادیانی والمارق الاخر المنقص لشان الالوھیۃ والرسالۃ قاسم النانوتوی ورشید احمد الکنکوھی وخلیل احمد الانبھتی واشرف علی التانوی، ومن حذا حذوھم [2]۔ انتھی بقدر الضرورۃ۔	مصنف نے اپنی کتاب معتمد المستند میں اس گروہ کی بری رسوائیاں ظاہر کیں پس ان کے فاسد عقیدوں سے ایک بھی بغیر پوچ لچر کئے نہ چھوڑا تو اے مخاطب تجھ پر لازم ہے کہ اسی روشن رسالہ کا دامن پکڑے جسے مصنف نے بزدوی لکھ دیا تو ان گروہوں کے رد میں ہر ظاہر وروشن وسرکوب دلیل پائے گا خصوصا جو اس گروہ خارجی از دین کے باندھے ہوئے نشان کھول دینے کا قصد کرے، وہ گروہ خارج از دین کون ہے جسے وہابیہ کہا جاتا ہے اور ان میں مدعی نبوت غلام احمد قادیانی ہے اور دین سے دوسرا نکلنے والا شان الوہیت ورسالت گھٹانے والا قاسم نانوتوی اور رشید احمد گنگوہی اور خلیل احمد انبیٹھی اور اشرف علی تھانوی اور جو ان کی چال چلا، انتہی بقدر الضرورۃ۔

اسی میں ہے: وبالجملۃ ھٰؤلاء الطوائف کلھم کفار مرتدون خارجون عن الاسلام باجماع المسلمین وقد قال فی البزازیۃ والدرر والغرر والفتاوٰی الخیریۃ ومجمع الانھر والدر المختار وغیرہا من معتمدات الاسفار فی مثل ھؤلاء الکفار من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر اھ وقال فی الشفاء الشریف ونکفر من لم یکفر من دان بغیر ملۃ الاسلام من الملل اووقف فیھم شك اھ وقال فی بحر الرائق وغیرہ من حسن کلام اھل الاھواء او قال معنوی اوکلام لہ معنی صحیح ان کان ذٰلك کفرا من القائل کفر المحسن اھ وقال؛ الامام ابن حجر

[1] حسام الحرمین تقریظ اسمٰعیل بن خلیل مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۹

[2] حسام الحرمین تقریظ مفتی تاج الدین الیاس مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۰۷

فی الاعلام فی فصل الکفر المتفق علیہ بین ائمتنا الاعلام من تلفظ الکفر یکفر وکل من استحسنہ اورضی بہ یکفر اھ[1]۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طائفے سب کے سب (اسماعیلیہ، نذیریہ، امیریہ، قاسمیہ، مرزائیہ، رشیدیہ، اشرفیہ) مرتد ہیں، باجماع امت اسلام سے خارج ہیں اور بیشک بزازیہ اور درر غرر اور فتاوٰی خیریہ اور مجمع الانہر اور درمختار وغیرہا معتمد کتابوں میں ایسے کافروں کے حق میں فرمایا کہ جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے خود کافر ہے، اور شفا شریف میں فرمایا ہم اسے کافر کہتے ہیں جو ایسے کو کافر نہ کہے جس نے ملت اسلام کے سوا کسی ملت کا اعتقاد کیا یا ان کے بارے میں توقف کرے یا شک لائے، اور بحرالرائق وغیرہ میں فرمایا جو بددینوں کی بات کی تحسین کرے یا کہے کچھ معنی رکھتی ہے یا اس کلام کے کوئی صحیح معنی ہیں اگر اس کہنے والے کی وہ بات کفر تھی تو یہ جو اس کی تحسین کرتا ہے یہ بھی کافر ہوجائے گا، اور امام ابن حجر نے کتاب الاعلام کی اس فصل میں جس میں وہ باتیں گنائی ہیں جن کے کفر ہونے پر ہمارے ائمہ اعلام کا اتفاق ہے فرمایا جو کفر کی بات کہے وہ کافر ہے اور جو اس بات کو اچھا بتائے یا اس پر راضی ہو وہ بھی کافر ہے **انتہی**۔

تو موافق ارشاد علمائے مکہ مکرمہ ومدینہ ومطابق حکم معتمد المستند نذیر حسین دہلوی وامیر احمد سہسوانی و قاسم نانوتوی ومرزا غلام احمد قادیانی ورشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اور ان سب کے مقلدین ومتبعین وپیروان ومدح خوان باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جو ان کو کافر نہ جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے چہ جائیکہ پیشوا اور سردار جانیں **والعیاذ باللہ الکریم۔ وھو** "یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ﴿۱۴۲﴾"[2] (وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ چلاتا ہے۔ت) ہم کو چونکہ اختصار منظور تھا لہٰذا ان گمراہوں گمراہ گروں کافروں کے وہ اقوال ملعونہ ومردودہ جن پر حکم فسق وکفر لگایا گیا بالکل نقل نہیں کئے، اور ان اقوال پر علمائے حرمین نے جس قدر احکام لگائے ہیں ان میں صرف دس پانچ تحریر ہوئے، جو صاحب ان فرق باطلہ کے اقوال عقوبت مال اور ان احکام علمائے اہل کمال پر اطلاع چاہیں وہ فتاوٰی الحرمین وحسام الحرمین مطالعہ فرمائیں۔

(۴) ایسے نازک وقت میں کہ ہر چہار طرف سے دین حق پر حملے ہورہے ہیں اور تیغ کنان سخت یکبارگی

---

[1] حسام الحرمین کتاب المعتمد المستند مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۲ و ۲۱۳ و ۱۰/ ۲۵

ٹوٹ پڑے ہیں کیا علمائے اہلسنت پر واجب نہیں کہ اپنے علم کو ظاہر کریں اور میدان میں آکر تحریراً و تقریراً احیاء سنت اماتت بدعت ونصرت ملت فرمائیں اگر ایسانہ کریں سکوت وخاموشی سے کام لیں تو کیا اس حدیث شریف کے مورد نہ ہوں گے جو فتاوٰی الحرمین میں مذکور ہے۔

قال الامام ابن حجر المکی فی الصواعق المحرقۃ ان الحامل الداعی لی علی التالیف فی ذٰلك وان کنت قاصرا عن حقائق ماھنالك مااخرجه الخطیب البغدادی فی الجامع وغیرہ انه صلی اللّٰہ تعالٰی علیه وسلم قال اذا ظھرت الفتن او قال البدع وسب اصحابی فلیظھر العالم علمه فمن لم یفعل ذٰلك فعلیه لعنة اللّٰہ والملٰئکة والناس اجمعین لایقبل اللّٰہ منه صرفا ولاعدلا[1] اھ۔	امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں واضح ہو کہ اس تالیف پر میرے لئے باعث وسبب اگرچہ میرا ہاتھ یہاں کے حقائق سے کوتاہ ہے وہ حدیث ہوئی جو خطیب بغدادی نے جامع میں اور ان کے سوااور محدثین نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جب فتنے یا فرمایا بدمذہبیاں ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو بُرا کہا جائے تو واجب ہے کہ عالم اپنا علم ظاہر کرے جو ایسانہ کرے گا اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اس کا فرض قبول فرمائے نہ نفل۔

(۵) جو شخص مسجد میں آکر اپنی زبان سے لوگوں کو ایذادیتاہو اس شخص کو مسجد سے نکالنے کا حکم ہے، اس کے نکالنے کے بارے میں درمختار کا یہ قول نص صریح ہے یا نہیں؟

واکل نحوثوم ویمنع منه وکذا کل موذ ولو بلسانه[2]۔	یعنی مسجد میں داخل ہونے سے بدبودار چیزوں مثل کچا لہسن کھانے والے کو منع کیا جائے اور اسی طرح ہر ایذا دینے والا اگرچہ زبان سے دیتا ہو دخول مسجد سے روکا جائے۔

ردالمحتار میں تحت قول **واکل نحوثوم** فرمایا:

ای کبصل ونحوہ ممالہ رائحة کریھة للحدیث الصحیح فی النھی عن قربان اکل الثوم والبصل المسجد، قال	یعنی جیسے پیاز وغیرہ ان چیزوں سے جن میں بدبو ہو یہ حکم موافق حدیث صحیح ہے جو کچا لہسن اور پیاز کھانے والے کی ممانعت دخول مسجد میں ہے،

[1] فتاوٰی الحرمین جواب سوال تاسع مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ویکرہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۵

الامام العینی فی شرحه علی صحیح البخاری قلت علة النهی اذی الملئکة واذی المسلمین [1]۔	امام عینی نے اپنی شرح میں جو صحیح بخاری پر لکھی ہے فرمایا کہ میں کہتاہوں دخول مسجد سے ممانعت کا سبب ایذائے ملائکہ وایذائے مسلمانان ہے۔

والحمدلله رب العلمین وافضل الصلوات واکمل التسلیمات علی اشرف الانبیاء والمرسلین وعلی صحبه واله ومن تبعهم اجمعین۔

الجواب:

الحمدلله وحده والصلٰوة والسلام علی من لانبی بعده واله وصحبه المکرمین عنده وسائر المسلمین المتبعین سعده۔	سب تعریف الله تعالٰی کے لئے جو اکیلا ہے، صلٰوۃ وسلام اس ذات پر جس کے بعد نبی نہیں اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ہاں عزت والے ہیں اور باقی تمام مسلمانوں پر جو اس کی سعادت کے پیروکار ہیں۔(ت)

فاضل سائل بلکہ مجیب سلمہ القریب المجیب کا یہ سوال خود ہی جواب حق وصواب ہے "فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ" [2] (حق کے بعد گمراہی ہوتی ہے۔ت) ہمیں زید وعمرو کی شخصیت سے کام نہیں احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں جس سے یہ امر صادر ہو اس کا یہ حکم ہے کسے باشد خاک بود یا خسے باشد (خواہ کوئی ہو مٹی ہو یا تنکا۔ت) اسی عموم کے طور پر ہم کلام کریں گے اگر فلاں وفلاں اس کے مصداق تو ضرور وہی ان احکام کے استحقاق ہیں ورنہ جس پر صادق و مستحق ولائق۔

"وَاللّٰهُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾" [3] و "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾" [4]۔	اور الله حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے اور الله ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز ہے۔

(۱) یزید پلید علیه مایستحقه من العزیز المجید قطعاً یقینا باجماع اہلسنت فاسق وفاجر وجری علی الکبائر تھا اس قدر پر ائمہ اہل سنت کا اطباق واتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر ولعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی الله تعالٰی عنہ اور ان کے اتباع وموافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں اور اس آیہ کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں:

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ویکرہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۴۴۴

[2] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

"فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾" [1] ۔	کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ تعالٰی نے لعنت فرمائی تو انھیں بہرا کردیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلایا، حرمین طیبین وخود کعبہ معظّمہ وروضہ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بے اذان ونماز رہی، مکہ ومدینہ وحجاز میں ہزاروں صحابہ تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظّمہ پر پتھر پھینکے، غلاف شریف پھاڑا اور جلایا۔ مدینہ طیبہ کی پاکدامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کردیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب ودانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا، مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہوگئے، سر انور کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا۔ حرم محترم مخدرات مشکوئے رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا، ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق وفجور نہ جانے، قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر "لَعَنَهُمُ اللّٰهُ" [2] (ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) فرمایا۔ لہٰذا امام احمد اور ان کے موافقین ان پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لعن وتکفیر سے احتیاطًا سکوت فرمایا کہ اس سے فسق وفجور متواتر ہیں کفر متواتر نہیں، اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالٰی، "فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿٥٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ" [3] (تو عنقریب دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے مگر جو تائب ہوگئے۔ت) اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کے عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط واسلم ہے، مگر اس کے فسق وفجور سے انکار کرنا اور امام مظلوم پر الزام رکھنا ضروریات مذہب اہل سنت کے خلاف ہے اور ضلالت وبدمذہبی صاف ہے، بلکہ انصافا یہ اس قلب سے متصور نہیں جس میں محبت سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شمّہ ہو۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۷/ ۲۳-۲۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[3] القرآن الکریم ۱۹/ ۵۹

"وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾"[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) شک نہیں کہ اس کا قائل ناصبی مردود اور اہل سنت کا عدووعنود ہے، ایسے گمراہ بددین سے مسئلہ مصافحہ کی شکایت بے سود ہے، اس کی غایت اسی قدر کہ اس نے قول صحیح کا خلاف کیا اور بلاوجہ شرعی دست کشی کرکے ایک مسلمان کا دل دکھایا مگر وہ توان کلمات ملعونہ سے حضرت بتول زہرا وعلی مرتضٰی اور خود حضور سیدالانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کا دل دکھا چکا ہے، اللہ واحد قہار کو ایذا دے چکا ہے،

"وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۶۱﴾"[2] "اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾"[3]	اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے، بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

(۲) سوال نے یہاں بھی قطعیات کے ساتھ قرائن کو ضم کیا قطعی کے ہوتے قرینی باطنی کی کیا بحث کسی مدرسہ محلّہ سرائے خام کی نوکری یا علم **ماکان ومایکون** یا غیوب خمسہ میں کلام یا علماء اہل سنت کو سب ودشنام تفاصیل رکھتے ہیں جن کی اصلا حاجت نہیں جب علمائے حرمین طیبین **زادھما اللہ شرفا وتکریما** نانوتوی وگنگوہی وتھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرما چکے ہیں کہ یہ سب کفار مرتدین ہیں اور یہ کہ "**من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**"[4] جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر، نہ کہ ان کو پیشوا و سرتاج اہلسنت جاننا، بلاشبہہ جو ایسا جانے ہرگز ہرگز صرف بدعتی وبدمذہب نہیں قطعاً کافر ومرتد ہے اور ان تمام احادیث کا کہ سوال میں فتاوٰی الحرمین سے منقول ہوئیں مورد ہے، بلاشبہہ اس سے دور بھاگنا، اور اسے اپنے سے دور کرنا، اس سے بغض، اس کی اہانت، اس کا رد فرض ہے، اور توقیر حرام وہدم اسلام اسے سلام کرنا اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام، اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنائے خالص، اور بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت حرام، اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام، اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر، اس کا جنازہ اپنے

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

کندھوں پر اٹھانا، اس کے جنازے کی مشایعت حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام، اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

(۳) جواب سابق میں واضح ہو چکا کہ ان سے ہر قسم کا قطع تعلق فرض ہے، اور جب وہ تمام علمائے حرمین شریفین کے متفق علیہ فتوے سے کافر و مرتد ہیں تو مسجد میں ان کا کیا حق، حدیث ابن حبان مذکور فتاوٰی الحرمین میں ہے: **لاتصلوا معھم**[1] ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ ان کے پیچھے تو نماز باطل محض ہی ہے صف میں ان کا کھڑا ہونا بھی جائز نہیں کہ ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو عین نماز میں بالکل خارج از نماز ہیں تو ان کے کھڑے ہونے سے صف قطع کہ غیر نمازی حائل اور صف قطع کرنا حرام نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من قطع صفا قطعہ اللہ**[2] جو صف قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے، تو جو مسلمانوں میں سر برآوردہ ہو جو ان کے منع پر بلا فتنہ و فساد قدرت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ انھیں مسجد میں آنے سے روکے اور مسلمانوں کی نماز کو خراب ہونے سے بچائے، مسلمانوں کو نرمی و تفہیم اور جو نہ مانے اسے ہر جائز سختی و تشدد کے ساتھ ان کے میل جول سے باز رکھے کہ یہ نہی عن المنکر ہے اور نہی عن المنکر تا قدر قدرت فرض قطعی ہے اور جو نہ کرے وہ اسی مجرم کا اس کے عذاب میں ساتھی، اصحاب سبت پر جب عذاب الٰہی نازل ہوا کہ "**فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕیْنَ ۟**"[3] ہم نے ان سے فرمایا ہو جاؤ بندر دھتکارے ہوئے۔ جو انھیں منع نہ کرتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ بندر کردئے گئے منع کرنے والوں نے نجات پائی جو ان کے خیالات و حالات پر مطلع ہو کر انھیں عالم جانے یا قابل امامت مانے ان کے پیچھے نماز پڑھے وہ بھی انھیں کی طرح کافر و مرتد ہے کہ **من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**[4] جو ان کے کفر وعذاب میں شک کرے خود کافر ہے۔ ت) اس کے لئے حسام الحرمین کی وہ عبارتیں کہ سوال سوم میں مذکور ہوئیں کافی ہیں یونہی جو ان احکام ضروریات اسلام کو کہے کہ یہ مولوی کے جھگڑے ہیں وہ بھی کافر ہے، محیط و عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال آنہا کہ علم آموزند داستانہا است کہ می آموزند او قال بادست آنچہ می گویند	کوئی آدمی کہتا ہے یہ علم سیکھنے والے کہانیاں سیکھ رہے ہیں یا کہتا ہے جو کہتے ہیں یہ تمام جھوٹ ہے

[1] فتاوٰی الحرمین جواب سوال عاشر مکتبہ حامدیہ لاہور ص ۱۹

[2] سنن ابو داؤد کتاب الصلٰوۃ باب تسویۃ الصفوف آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۶۵

[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

او قال تزویر ست او قال من علم حیلہ را منکرم ھذا کلہ کفر[1]	یا کہتا ہے میں علم حیلہ کا منکر ہوں، یہ تمام کفر ہے۔ (ت)

(۴و۵) بلاشبہہ علمائے اہلسنت پر اعانت سنت واہانت بدعت تحریرًا و تقریرًا بقدر قدرت فرض اہم واعظم ہے اور رہر موذی کو مسجد سے نکالنا بشرط استطاعت واجب بلکہ اگرچہ صرف زبان سے ایذا دیتا ہو خصوصا وہ جس کی ایذا مسلمانوں میں بدمذہبی پھیلانا اور اضلال واغواہو ان کی سند میں وہی احادیث وروایات کہ سائل فاضل نے ذکر کیں کافی ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۳،۲۱۷: ازاسٹیشن بھوجی پورہ آر۔کے۔آر مسئولہ محمد صدیق دکاندار سگریٹ وبساط خانہ ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امامت کرتا ہے اور پڑھالکھا بھی ہے، لڑکوں کو پڑھاتا بھی ہے کچھ مسئلہ مسائل بھی جانتا ہے اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت کہتا ہے۔ بریلی میں جو جلسہ ۱۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو خلافت اسلامیہ کے نام سے ہوا جس میں شوکت ومحمد علی ومولانا ابولکلام آزاد ومسٹر گاندھی وغیرہ نے تقریریں کیں اس جلسہ میں وہ شریک ہوا، اس جلسہ کی وہ بہت تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ:

(۱) اس جلسہ میں بہت اچھا بیان ہوا اس جلسہ میں علماء تھے اس میں مکہ شریف مدینہ شریف اور عرب شریف سے ترکوں کی خلافت چلے جانے اور چھن جانے کے حالات بیان ہوئے اور یہ بھی بیان ہوا کہ ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن پاک سے ثابت ہے اور ان کے بیانات کا جلسہ کے لوگوں پر بہت اثر ہوا اکثر روتے تھے ساری خلقت ہزاروں آدمیوں کا جماؤ تھا، ہندو بھی شریک تھے اور مسلمانوں کا ساتھ دے رہے تھے، سب ایکہ کے ساتھ کارروائی ہورہی تھی، اور یہ بھی کہتا تھاؤ کہ

(۲) انگریزوں سے دوستی اور ان کی نوکری اور ان کے اسکولوں میں پڑھنے کی اور اسلامی مدرسے کھولنے کی منادی ہوگئی، یہ بھی کہتا ہے کہ

(۳) بریلی کے اعلٰیحضرت نے فتوی دیا ہے کہ ترکوں کی خلافت صحیح نہیں ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ اعلٰیحضرت نے فتوی دیا ہے کہ

(۴) جو کوئی جلوس وجلسہ خلافت میں جائے گا اس کی بیوی نکاح سے باہر ہوجائے گی وہ کافر ہوجائے گا، جب دیوبند کی بابت سوال کیا گیا تو کہتا ہے کہ

(۵) میں نہ اس کا مرید ہوں اور نہ برا کہتا ہوں دیوبند کے مدرسہ کی تعریف کرتا ہے، بہشتی زیور

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۰

وغیرہ کتابیں اس کے پاس موجود ہیں تواب علماء سے سوال یہ ہے کہ شخص جو کہ خلافت ترکی صحیح مانتا ہے اور شریف صاحب کو بوجہ ترکوں سے جدا ہونے کے برا سمجھتا ہے اور جس کی باتیں اور خیالات اوپر بیان ہوئے کیسا ہے، اس جملہ مذکورہ بالا میں شریک ہونا کیسا ہے اور اس شخص کے کون کون سے خیالات وعقیدے برے ہیں، خدا و خدا کے رسول کے نزدیک ایسے خیالات رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں تاکہ جو خیالات اس کے برے ہوں ان سے اہل سنت وجماعت بچنے کی کوشش کریں، جواب مہری و دستخطی ہونا چاہئے۔

الجواب:

جو شخص پڑھا لکھا ہو کر مدرسہ دیوبند کی تعریف کرے اور دیوبندیوں کی نسبت کہے کہ میں ان کو برا نہیں کہتا۔ اس قدر اس کے مسلمان نہ ہونے کو بس ہے، علمائے کرام حرمین طیبین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے، کہ یہ لوگ کفار مرتد ہیں، اور فرمایا: **من شك فی عذابه وکفره فقد کفر** [1] جو ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر، "ہندوؤں کی دوستی کرنا قرآن سے ثابت ہے" حالانکہ قرآن عظیم جابجا اس کے خلاف پر ناطق ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور اسے امامت سے علیحدہ کرنا فرض ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

جواب مسئلہ: مسئولہ حضرت مولانا سید سلیمان اشرف علی صاحب بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ کالج ۱۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

(۱) معاملہ **(۲)** مدارات **(۳)** بر واقساط **(۴)** معاشرت **(۵)** مداہنت **(۶)** رکون **(۷)** وداد **(۸)** اتحاد **(۹)** انقیاد **(۱۰)** تبتل

ان مدارج عشرہ میں ہر دوسرا پہلے سے زائد ہیں اور ہر پہلے میں دوسرے کی شرط کا انتفاء ملحوظ ہے، پہلا بشرط لاشیئ کے مرتبہ اور دوسرا بشرط شیئ کے مرتبہ میں۔

موالات کی دو [۲] قسمیں ہیں: حقیقی وصوری۔ حقیقی کی پانچ قسمیں رکون سے آخر تک یہ مطلقاً ہمشہ حرام ہیں ہر کافر سے، اور ہمیشہ حرام رہیں گی، اور صوری کی چار قسمیں مدارات سے مداہنت تک۔

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

تعظیم مشرک کے جلوس میں شریک ہونا ضرور حرام ہے، اس کی یہاں سے ممانعت پیش کی گئی اور یہ افتراء ہے کہ مطلقاً شریک ہونے والے کا نکاح باطل بتایا گیا مگر اس افتراء کا عجب کیا ہے جبکہ وہ خود اس مفتری جلسہ کو پسند کرتا ہے اور اس کے افتراء کا خود ناقل ہے کہ ان میں برواقساط معاہدین سے جائز حربی غیر معاہد سے حرام، یا بعض کے نزدیک ایک وقت میں حربی غیر محاربین سے حلال رکھا گیا تھا پھر حرام فرمادیا اور اب ابداً حرام ہے، اور چوتھی قسم مداہنت کسی وقت بھی حلال نہ تھی، غایۃ ضعف اضمحلال کے وقت ارشاد ہوا تھا: "وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۝۹"[1] (وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔ت) مگر حالت اکراہ میں اس کی رخصت ہوگی "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ"[2] (سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ت) اور معاشرت بضرورت ومجبوری جائز ورنہ حرام، اور جواز مدارات کے لئے ضرورت مجبوری درکار نہیں مصلحت ہی کافی ہے، یہ اقسام موالات میں ان سب سے خارج معاملہ ہے کہ ہر کافر سے ہر وقت جائز ہے مگر مرتدین سے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۱۸: وہ اب یہ بیان کرتے ہیں کہ میں کوٹہ میں مولانا کا فتوٰی دیکھ آیا اس کی رو سے مجھ پر ان اقوال کی وجہ سے **معاذاللہ** کفر عائد نہیں ہوتا وہ کہتے ہیں میں نے یہ اقوال صرف آریہ کا بھید لینے کو کہے تھے **الحرب خدعة**[3] (جنگ دھوکا ہے۔ت)

اور یہ ایک ایسے مضمون کے ساتھ ملحق تھے جس میں آریوں اور ان کے مذہب پر حملہ تھا جس کی وجہ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ یہ میں نے رضامندی سے نہیں کہے ان وجہوں کی بناپر آیا ان سے کفر ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور بہر تقدیر نکاح کے بارہ میں کیا حکم ہے اگر تجدید نہ کی جائے تو بھی نکاح سابق کسی صورت میں بحال ہے یا نہیں؟ میں امید کرتا ہوں کہ ان مسائل کے جواب اور اس فتوٰی کی نقل سے جو کوٹہ روانہ کیا جناب مجھ کو مطلع کریں گے، زیادہ آداب، محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ از لکھنؤ

(**نوٹ**: سوال کا ابتدائی حصہ دستیاب نہ ہوا)

الجواب:

حضرت گرامی دامت برکاتہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقیر ادھر مبتلائے حوادث رہا، شب بستم ذی الحجہ لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے حقیقی بھانجے مولوی حافظ واجد علی خاں مرحوم نے دو مہینے کی علالت میں انتقال کیا، ان کے تیسرے دن بست ودوم ذی الحجہ **یوم الخمیس** وقت ظہر میرے حقیقی بھتیجے نوجوان صالح مولوی فاروق رضاخاں مرحوم نے سترہ برس کی عمر میں بعارضہ وبائی صرف دوروز علیل رہ کر مفارقت

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] صحیح بخاری باب الحرب خدعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۲۵

کی اب شب بست و پنجم محرم الحرام لیلۃ الثلثاء بعد مغرب میرے احب احباب واعزاصحاب جوان صالح صاحب ورع، متقی، محب سنت واہل سنت عدو بدعت واہل بدعت سنی مستقل قائم مصداق "لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ" [1] (وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ت) دلاور حسین مرحوم مغفور ساکن جواہر پورے بعمرے ۳۳ سال بعارضہ وبائی صرف دس پہر علیل رہ کر داغ فراق دیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، انا للہ وانا الیہ راجعون للہ مااخذ وما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی اللھم اغفرلنا ولھم وارحمنا وارحمھم ولاتحرمنا اجورھم ولاتفتنا بعدھم وارحم المسلمین والمسلمات جمیعا یاارحم الراحمین، اٰمین بجاہ من ارسلتہ رحمۃ وبعثتہ نعمۃ صل وسلم وبارك علیك مع الاھل والصحب والامۃ عدد کل خلق وکلمۃ اٰمین، والحمد للہ رب العالمین۔	ہم اللہ کے ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں (تین دفعہ) اللہ تعالٰی جو چاہے لے لے اور جو چاہے عطا فرمائے ہر شے کا اس کے ہاں وقت مقرر ہے، اے اللہ! ہمیں معاف فرمادے اور ان مرحومین کو، ہم پر رحم فرما اور ان پر بھی، ان کے اجر سے ہمیں محروم نہ فرما، ان کے بعد ہمیں فتنہ میں نہ ڈال اے ارحم الراحمین! تمام مسلمان عورتوں اور مردوں پر رحم فرما اور اسے قبول فرما بوسیلہ اس ذات کے جسے تونے رحمت بناکر بھیجا ہے اور ان کی بعثت کو عظیم نعمت بنایا، آپ کی ذات پر صلوٰۃ وسلام اور برکات کا نزول فرما، آپ کے اہل، صحابہ اور امت پر تمام مخلوق کی اور کلمہ آمین کی مقدار تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (ت)

فتوٰی کہ فقیر نے کوٹہ بھیجا تھا اس کی نقل حاضر ہے اس کے کون سے حرف میں ان کے لئے حکم کفر سے نجات ہے اس میں دو شقیں کیں: اول یہ کہ کلمات دل سے کہے اس پر یہ لکھا کہ "جب تو اس کا کفر صریح ظاہر واضح ہے جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہیں ہوسکتا" اس کا مفہوم مخالف صرف اس قدر کہ اگر دل سے نہ کہے تو کفر ایسا واضح نہیں جس میں کسی جاہل کو بھی تامل نہ ہوسکے نہ یہ کہ دل سے نہ کہے تو کفر ہی نہیں کفر ضرور ہے اگرچہ اس درجہ شدت ظہور پر نہیں کہ کوئی جاہل بھی تامل نہ کرسکے بلکہ اس سے ظاہر یہ ہے کہ دل سے نہ کہے جب بھی اس کے کفر میں کوئی جاہل تامل کرسکے کسی اہل علم کو تامل نہیں ہوسکتا اور جاہلوں میں سب کو نہیں کسی کو، اور وہ بھی یقینا نہیں امکانًا یعنی دل سے نہ کہے کی حالت میں احتمال ہے کہ شاید کوئی جاہل

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۴

اس کے کفر میں تامل کرے اور دل سے کہے تو اتنا احتمال بھی نہیں۔

دوسری شق یہ کہ آریہ کو دھوکا دینے کے لئے استعمال کئے، دل سے ان کلمات ملعونہ کو پسند نہیں کرتا یہی وہ عذر ہے جو وہ اب بیان کرتے ہیں، ان کے بیان سے پہلے ہی فتوے میں اس کا رد موجود ہے کہ "دھوکے کا عذر محض جھوٹ اور باطل ہے" جب اس کے ساتھ وہ جملے ملحق تھے جن کے جواب سے آریہ عاجز ہیں تو وہ ایسے پاگل نہیں کہ اپنی موت انھیں نہ سوجھے اور کرے حملے کرنے والے کو سمجھ لیں کہ واقعی یہ دل سے وید کا عاشق اور ویدک دھرم کے لئے بے چین اور آریہ ہونے کو عزت وفخر وسرفرازی جاننے والا ہے آخر نہ دیکھا کہ انھوں نے ایک نہ سنی اور عاشق بے چین کو عزت وفخر وسرفرازی سے محروم رکھا اگر وہ ذرا بھی دھوکا کھاتے تو ایسے شخص کو جو عوام میں عالم مشہور اور دھڑلے کا واعظ اور اتنے اونچے عالی اعلٰی خاندان سے اور سور روپے ماہوار کی جائداد بھی دکھائے، شہد پر مکھیوں کی طرح گرتے لپٹتے پیان پوجتے، ڈنڈوت کرتے، کندھوں پر چڑھا کر سر بازار باجا بجاتے گروکل لے جاتے اور اسی مضمون کا لکچر دلواتے مگر انھوں نے منہ بھی نہ لگایا ایمان بھی گیا اور دھوکا بھی نہ ہوا حقیقۃً ابلیس لعین نے اسے دھوکا دے کر ایمان لے لیا کافر تو اس کے دھوکے میں نہ آئے مگر یہ اس کافر ملعون ابد کے دھوکے میں آگیا، اور بفرض غلط اگر اس میں آریہ کو دھوکا ہوتا بھی تو دھوکا دینا کیا ایسا ضرور ہے جس کے سبب کھلے کفر بکے:

"وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ" [1]	اور فرمادو کہ حق تمھارے رب کی طرف سے ہے، تو جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ (ت)

کیا بلاضرورت باختیار خود کفر بکنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا جب کہ دل سے نہ ہو، اس دل سے نہ ہونے کا عذر منافقین پیش کرچکے اور اس پر واحد قہار سے فتوائے کفر پاچکے،

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ" [2]	اور اے محبوب اگر تم ان سے پوچھو تو کہیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل میں تھے، تم فرماؤ کیا اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول سے ہنستے ہو۔ بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے مسلمان ہو کر۔

یہیں سے رضامندی نہ ہونے کا بھی جواب واضح ہوگیا کہ ہزل استہزاء میں بھی رضا بالحکم نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۵و۶۶

ہوتی ورنہ جد ہو نہ ہزل۔ ردالمحتار میں ہازل کی نسبت ہے:

انہ تکلم بالسبب قصدا فیلزمہ حکمہ وان لم یرض بہ[1]۔	اس نے قصداً سبب کا تکلم کیا لہٰذا اس پر حکم لازم ہوگا اگرچہ وہ اس سے راضی نہ تھا۔ (ت)

اور بفرض غلط اگر دھوکا دینا ضرور بھی ہو تو ہر ضرورت کفر سے نہیں بچاتی، یوں تو جو ننگے بھوکے پیٹ کی خاطر عیسائی ہو جاتے ہیں انھیں بھی کہئے کافر نہ ہوئے کہ بضرورت کفر اختیار کیا، یہاں وہ ضرورت معتبر ہے کہ حد اکراہ شرعی تک پہنچی اور یہ بداہۃً ظاہر کہ دھوکا دینا ضروری بھی سہی تاہم تو حد اکراہ تک کسی طرح نہیں پہنچ سکتا، کیا قائل اگر یہ دھوکا نہ دیتا تو کوئی اسے قتل کردیتا یا ہاتھ پاؤں کاٹ دیتا یا آنکھیں پھوڑ دیتا، کچھ بھی نہ ہوتا اس کے ایک رونگٹے کو بھی ضرر نہ پہنچتا تو یقیناً اس نے بلا اکراہ وہ کلمات کفر بکے اور واحد قہار عزجلالہ نے کلمہ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثناء فرمایا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے:

"اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَـئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ"[2]	سوا اس کے جو مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو۔ (ت)

یہاں اکراہ درکنار ایک رونگٹے کو بھی کچھ نقصان نہ پہنچتا تھا ایک دھیلا بھی گرہ سے نہ جاتا تھا اور بکے وہ کلمات کہ مجرد علامت کفر نہیں، بلکہ حقیقۃً خود کفر خالص ہیں تو قطعاً دل کھول کر کفر بکا ہوا اور یقیناً بنص قطعی قرآن کفر ہے ولہٰذا جو بلا اکراہ کلمہ کفر بکے بلا فرق نیت مطلقاً قطعاً یقیناً اجماعاً کافر ہے عورت اس کی نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے جب تک از سر نو اسلام نہ لائے اور اپنے کلمات ملعونہ سے براءت وتوبہ صادقہ نہ کرے ہر گز اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور اگر اسلام لے آئے توبہ کرے اور پھر نکاح سابق کی بنا پر عورت کو زوجہ بنائے تو قطعاً زنائے خالص ہے، فتاوٰی امام قاضی خاں وفتاوٰی عالمگیری میں ہے:

رجل کفر بلسانہ طائعا وقلبہ مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عنداللہ تعالٰی مومنا[3]۔	ایک شخص نے زبان سے حالت خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں مومن نہیں ہے۔ (ت)

حاوی میں ہے:

---

[1] ردالمحتار کتاب الطلاق داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۴۲۵

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۶

[3] فتاوٰی ہندیۃ باب المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۳

من کفر باللسان وقلبه مطمئن بالایمان فهو کافر وبلیس بمومن عندالله تعالٰی[1]۔	جس نے زبان سے کفر کیا حالانکہ دل ایمان پر تھا تو وہ کافر ہے اور وہ اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔(ت)

جواہر الاخلاطی اور مجمع الانہر میں ہے:

من کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان کان کافرا عندنا وعندالله تعالٰی[2]۔	جس نے زبان سے حالت خوشی میں کفر کا اظہار کیا حالانکہ اس کا دل ایمان پر تھا تو وہ کافر اور اللہ تعالٰی کے ہاں بھی مومن نہیں۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

اللسان ترجمان الجنان فیکون دلیل التصدیق وجودا وعدما فاذا بدله بغیره فی وقت یکون متمکنا من اظهاره کان کافر اوامااذا زال تمکنه من الاظهار بالاکراه لم یصر کافرا[3]۔	زبان دل کی ترجمان ہے تو یہ دل کی تصدیق یا عدم تصدیق پر دلیل ہوگی تو جب وہ اظہار ایمان پر قدرت کے باوجود عدم تصدیق کا اظہار کرتا ہے تو وہ کافر ہوگیا البتہ جب کسی جبر کی وجہ سے قدرت اظہار پر نہ ہو تو اب کافر نہ ہوگا۔(ت)

طریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے:

حکمه ای التکلم بکلمة الکفر ان کان طوعا ای لم یکرهه احد من غیر سبق لسان الیه، احباط العمل و انفساخ النکاح[4]۔	اگر کلمہ کفر کا تکلم خوشی سے ہے یعنی کسی چیز کا اکراہ وجبر نہیں جبکہ سبقت لسانی نہ ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ عمل ضائع اور نکاح ختم ہوجائے گا۔(ت)

یہ شرح ہے میرے ان الفاظ کی، کہئے اس میں کون سی ان کے لئے مفر ہے، ہاں اللہ مجھے معاف کرے اتنا قصور ضرور ہوا کہ لہجہ نرم تھا جس کے سبب گنجائش کا وہم گزرا وہ بے عقل یہاں سے سبق لیں جو سختی سختی پکارتے ہیں زمانہ کی حالت یہ ہے کہ ذرا نرم لفظوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، ایک بات اور بھی قابل گزارش ہے کہ حدیث

---

[1] حاوی

[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۸۸

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر باب الایمان ہو الاقرار والتصدیق مصطفی البابی مصر ص۸۶

[4] الحدیقۃ الندیۃ باب کلمۃ الکفر مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ۲/ ۹۸۔۱۹۷

میں ارشاد فرمایا:

اذا عملت سیئۃ فاحدث عندھا توبۃ السر بالسرو العلانیۃ بالعلانیۃ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ [1]۔	اگر کوئی برائی کر بیٹھو تو اس سے توبہ کرو، مخفی گناہ پر مخفی اور اعلانیہ گناہ پر اعلانیہ توبہ کرو (امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

بسند حسن علانیہ گناہ کی علانیہ توبہ کا حکم ہے اور انھوں نے اس کا یہاں تک اعلان کیا کہ اخبار میں شائع کرایا، اللہ تعالٰی ہدایت دے۔ والسلام

مسئلہ ۲۱۹: مرسلہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب از مارہرہ شریف بروز یک شنبہ ۵ جمادی الاولی ۱۳۳۳ھ

مولانا المعظم والمکرم دام مجدھم، پس از آداب سلام نیاز معروض ایک عورت کے منہ سے یہ کلام نکلا "اللہ میاں کو خبر نہیں فرشتے آئے روح نکالنے کو" وہ کہتی ہے میں نے اس سے مراد یہ لیا تھا کہ اللہ میاں نے حکم اور کی قبض روح کا دیا تھا یہ اور کی روح قبض کرنے کو غلطی سے آگئے، یہ مراد نہیں لیا تھا کہ **معاذاللہ** اللہ میاں جاہل ہیں، اس کی نسبت شرعی حکم کیا ہے؟ آیا یہ کلمہ اس مراد پر کیسا ہے؟ بہر حال جو حکم ہو اس سے فوراً مطلع فرمایا جاؤں، جلد ضرورت ہے اس وجہ سے جوابی کارڈ روانہ ہے۔ والسلام

الجواب:

حضرت گرامی دامت برکاتہم بعد ادائے تسلیم معروض یہ لفظ بہر حال کلمہ کفر ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس کے صاف معنی نفی علم ہیں اور اس کا کفر خالص ہونا ظاہر، اور تاویل کہ اس نے بیان کی وہ ان لفظوں سے علاقہ نہیں رکھتی وہ بھی یونہی بنے گی کہ جس کی روح قبض کرنے آئے اس کا حکم تو تھا یہ اپنی غلطی سے دوسرے کے پاس گئے جس کی اسے خبر نہیں، تو اب دوہرا کفر ہوگیا۔ ایک نفی علم مولٰی عزوجل دوسرا ملائک کی طرف براہ غلط خلاف حکم کرنے کی نسبت، اور اگر بالفرض اس سے قطع نظر بھی ہو تو اس دوم کا تو وہ خود اپنی تاویل میں اقرار کرتی ہے یہ کیا کفر نہیں۔

قال اللہ تعالٰی "وَیَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾" [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں

[1] المعجم الکبیر حدیث ۳۳۱ مکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۲۰/ ۱۵۹، کنز العمال حدیث ۱۵۱۸۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۲۰۹

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۵۰

قال تعالٰی "لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ" [1]۔	حکم ہو، اور اللہ تعالٰی نے فرمایا، بات میں اسے سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے حکم پر کاربند ہوتے ہیں۔ (ت)

فرض ہے کہ تائب ہو کر اسلام لائے، اگر شوہر رکھتی ہے تجدید نکاح کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۰: ۲۵ ذوالقعدہ ۱۳۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں، زاہد کی لڑکی نے زاہد کے پاس چند روپیہ امانۃً رکھا، چند روز کے بعد وقت ضرورت طلب کیا، زاہد نے انکار کیا تم کو روپیہ نہیں دوں گا، بے چاری مجبور ہو کر مولوی صاحب کے پاس سفارش کو گئی، مولوی صاحب سے سفارش کیا، مولوی صاحب نے آکر زاہد کو فرمایا لڑکی کا روپیہ ادا کردو، زاہد نے کہا آپ کی بات نہیں سنوں گا خدا کہے جب بھی نہیں سنوں گا، اس شخص پر کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

زاہد نئے سرے سے اسلام لائے توبہ کرے، کلمہ طیبہ پڑھے، بعد تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۱: از بنارس چھاؤنی محلّہ ڈیٹھوری محل تھانہ سکرور مولوی عبدالوہاب بروز چہار شنبہ ۲۱ صفر ۱۳۳۴ھ

یہ کہ یزید کی نسبت لفظ یزید پلید کا لکھنا یا کہنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ یزید کی نسبت رحمۃ اللہ علیہ کہنا درست ہے یا نہیں؟ **فقط**

الجواب:

یزید بیشک پلید تھا، اسے پلید کہنا اور لکھنا جائز ہے، اور اسے رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نہ کہے گا مگر ناصبی کہ اہل بیت رسالت کا دشمن ہے، **والعیاذ باللہ تعالٰی**

مسئلہ ۲۲۲: از برٹش گائناڈمرار اپٹرس ہال ونچ ایسٹ بنک مسئولہ عبدالغفور ۲۴ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ

اور جس نے کہا کہ تم لوگ سب یزید ہو اور وہ لوگ مسلمان ہیں تو اس کلمہ پر کیا

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۷

حکم ہے؟ فقط

الجواب:

اگر بلاوجہ شرعی کہا سخت گنہ گار ہوا،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اٰذی مسلماً فقد اٰذانی ومن اٰذانی فقد اذی اللہ [1] ۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: مسئولہ نبن خان ملازم اعلیحضرت قبلہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص امور شرعی کی بابت یہ الفاظ کہے کہ شرع کیا چیز ہے۔ آج کل شرع پر کون عمل کرتا ہے، یہ شرع بھی ایک بحث نکال رکھی ہے وہ شخص عندالشرع کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر اس نے واقعی طور پر یہ الفاظ کہے تو کافر ہوگیا اور اگر لوگوں پر طعن کے طور پر کہا یعنی آج کل لوگوں نے شرع کو ایسا سمجھ رکھا ہے تو سخت گنہ گار ہوا کہ عام کہا اور لفظ بھی معنی کفر کو موہم ہیں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۴: از کراچی بندر گاڑی کھاتہ آرام باغ حجرہ اسلامیہ مولوی احمد صدیق نقشبندی ۲۶ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

زید نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کے شروع میں عربی عبارت میں اس طرح لکھا ہے: **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الٰھنا محمد وھو معبود جل شانہ وعزبرہانہ ورسولنا محمد و ھو محمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم**۔ ان الفاظ کی کوئی تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے لکھنے والے پر شرعا کیا حکم ہے اور اس سے میل جول رکھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور ایسے اعتقاد والے سے نکاح وغیرہ پڑھوانا شرعا کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔ جواب مع عبارات تحریر فرمائیں۔

الجواب:

ہمارے ائمہ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۷۳

واجب ہے کہ احتمال اسلام پر کلام محمول کیا جائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو، پہلے جملہ میں محمد بفتح میم کیوں پڑھا جائے مُحَمِّد بکسر میم کہا جائے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بار بار بکثرت حمد وثنا کئے گئے، اور ان کا رب عزوجل ان کا محمد ہے بار بار بکثرت ان کی مدح وتعریف فرمانے والا، اب یہ معنی صحیح ہوگئے اور لفظ بالکل کفر سے نکل گیا اور اگر بفتح میم ہی پڑھیں اور معنی لغوی مراد ہیں یعنی ہمارا رب بکثرت حمد کیا گیا ہے جب بھی عند اللہ کفر نہ ہوگا مگر اب صرف نیت کا فرق ہوگا بہر حال ناجائز ہونے میں شبہہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع [1]۔	محض معنی محال کا وہم بھی منع کے لئے کافی ہوتا ہے۔(ت)

مصنف کو توبہ چاہئے اور اسے متنبہ کیا جائے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں مگر یہ کہ کوئی حالت خاصہ داعی ہو، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۲۵: مسئولہ معین الدین احمد میمن سنگھی بنگال پوسٹ نیکلا ساکن جیگاتلہ ۷ ربیع الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے غضبناک ہوکر علماء کی توہین اور حقارت کرے اور کہے کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا ہے حالانکہ اس جلسہ وگفتگو میں بہت سارے عوام الناس اور ایک مولوی صاحب بھی موجود تھے تو مولوی صاحب نے شخص مذکور سے دریافت کیا کہ تم نے خرابی کی نسبت تمام علماء کی طرف کی ہے یہ تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو تو شخص مذکور نے جواب دیا کہ عالم لوگوں نے دیس خراب کر دیا، پھر مولوی صاحب نے دریافت کیا کہ یہ بات تم ایمان کے ساتھ کہتے ہو تو اس شخص مسطور نے جواب دیا کہ میں ایمان کے ساتھ کہتا ہوں اور یہی شخص کہتا ہے کہ اس عالم نے مسئلہ ہذا کو جاری کیا، اس لئے کچھ نہیں کہا یہ عالم میری خواہر کا خاوند ہے اگر دوسرا کوئی عالم مسئلہ جاری کرتا تو سلامت جانے نہ دیتا اور کوئی ایسا ہی لفظ تشنیع کا کہے تو ایسی باتوں سے نکاح جاتا رہتا ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبرہ کے تحریر فرما دیں عند اللہ ماجور ہوں گے۔

الجواب:

علمائے دین کی توہین کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

من قال لعالم عویلم علی وجه	جس نے بے ادبی کرتے ہوئے عالم کو عویلم کہا

[1] ردالمحتار کتاب الحظر فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

الاستخفاف فقد کفر [1]۔	اس نے کفر کیا۔(ت)

اس شخص پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ تا ۲۲۹: از لکھنؤ احاطہ فقیر محمد خاں متصل دکان ظہور بخش ہیزم فروش مسئولہ حضرت محمد میاں صاحب ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

(۱) ایک مسلم جو نماز خلاف معمول بہت جلدی سے پڑھ لیتا تھا اس کو زجراً ایک اور مسلم نے کہا کیا تو نے نماز کو کھیل سمجھ رکھا ہے، اس پر ایک دوسرے نے کہا اور کیا بظاہر اس نے بھی زجراً کہا اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۲) بعض لوگ **لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم** پورا نہیں پڑھتے بلکہ عندالحاجت جب پڑھتے ہیں صرف لاحول یا لاحول ولاقوۃ الاباللہ پر بے وجہ اقتصار کرتے ہیں اگرچہ سخت قبیح و شنیع ہے مگر اس میں کفر تو کسی طرح کا بھی نہیں یا کیا اس پورے جملہ کا علم صرف جزو مدخول نفی مقرر کرنا کہنا کیسا ہے؟

(۳) نصارٰی وغیرہ کی کچہریوں اور ان حکام آج کل کے زمانہ والوں کو عدالت یا عادل کہنا اگرچہ سخت ہے اور فقہاء نے حکم کفر تک فرمایا اس سے احتراز ضرور ہے مگر بات دریافت طلب یہ ہے کہ آیا یہ حکم کفر مسئلہ مفتٰی بہا ہے کہ ایسا استعمال کرنے والے کافر ہو جائیں اور اگر ہے تو کیا قطعی کفر ان پر عائد ہے اور قطعی بھی ایسا کہ جو دوسرا کافر نہ سمجھے اس کے بھی ایمان میں خلل آئے۔

(۴) کاتب جو اُجرت پر کتابت کرے اور اس کتابت میں امر مخالف دین ہو اور اُجرت پر چھاپنے شائع کرنے والے اسے شائع کریں یا کوئی شخص بے اُجرت محض مروت سے ایسا کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟ یا کوئی شخص صفائی خط کے لئے کوئی قطعہ وغیرہ لکھے اور اس میں ایسے کلمات بھی نقل کر جائے یا ان سب صورتوں میں زبان سے پڑھے تو کیا حکم ہے؟

الجواب:

(۱) "اور کیا" کہنے والے پر الزام نہیں جب کہ اسے بھی اس سارق نماز پر زجر مقصود ہو۔

(۲) عندالحاجۃ صرف لاحول ولاقوۃ یالاحول پر اقتصار قبیح ہے کفر سے کوئی علاقہ نہیں کہ

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر الفصل الرابع فی الاستخفاف بالعلم داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

اپنے حول وقوت کی نفی کے لئے ہے علی ہذا صرف لاحول کہنا حرج نہیں رکھتا۔

(۳) عدالت بطور علم رائج ہے معنی وضعی مقصود نہیں ہوتے لہٰذا تکفیر ناممکن، البتہ عادل کہنا ضرور کلمہ کفر ہے مگر یہ محض بروجہ خوشامد ہوتا ہے لہٰذا تجدید اسلام ونکاح کافی، ہاں خلاف ماانزل کو اعتقادًا عدل جانے تو قطعاً وہی کفر ہے کہ **من شك فی کفرہ فقد کفر**[1] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ت)

(۴) **القلم احد اللسانین** (قلم بھی ایک زبان ہے۔ت) جو زبان سے کہے پر احکام ہیں، وہی قلم پر، اور ایسی اجرت حرام، اس کی اشاعت حرام، اور ایسی مروت فی النار، اعتقادًا نہ ہو تو کفر نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۰: مسئولہ مرزا محمد عثمان بیگ از موضع شہباز پور ڈاکخانہ محمود پور ضلع بریلی ۴ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مسلمان شخص نے اپنی زبان سے قصدا کہا کہ میں خدا ورسول کو نہیں جانتا ہوں کہ کون ہیں اور نہ مسجد کو جانتا ہوں کہ کیا چیز ہے، اور وہ شخص عمر کا بھی بالغ ہے، پس اس شخص کو کیا کہنا چاہئے؟ اور اس کا نکاح قائم رہا یا نہیں؟ اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے پوری بات نہ لکھی کہ کیا گفتگو تھی جس پر اس نے یہ کہا، اگر یہ کلمات بطور تحقیر کہے ہیں تو یقیناً کافر ومرتد ہے، عورت اس نکاح سے نکل گئی اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام، اور اگر اپنی حالت پر افسوس اور اپنے جہل کے بیان کے لئے کہا کہ میں ایسا جاہل کہ نہ خدا کی پہچان نہ رسول کی معرفت نہ مسجد ہی کی کوئی قدر شناسی مجھے ہوتی ہے تو اس پر الزام نہیں سوا اس کے کہ طرز ادا اچھی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۳۱: رحمت علی خادم درگاہ شاہ دانہ بتوسط مولوی نظام الدین یکے از طلباء مدرسہ اہلسنت بریلی محلّہ سوداگران ۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہت سے اشخاص نعت شریف پڑھتے ہوئے شاہ دانہ علیہ الرحمۃ کے مزار کی طرف آتے تھے اور ان کے ہمراہ چادر تھی کہ چند اشخاص نے کہا کہ

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

بیٹی چودوں نے چوپٹی سی مقرر کرلی ہے جو لئے پھرتے ہیں پس جن اشخاص نے یہ کلمہ کہا ہے ان پر شرع شریف میں کیا حکم ہے اوران کو توبہ کرنا کس طرح پر چاہئے؟ **فقط**

الجواب:

جس جس نے یہ ناپاک کلمہ کہا سب سخت گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ان سب پر فرض ہے کہ علانیہ توبہ کریں جس طرح علانیہ یہ کہا ہے اور مسلمانوں سے معافی مانگیں ورنہ حق العبد میں گرفتار رہیں گے، شریعت مطہرہ میں سلطنت اسلام کے یہاں ایسے کہنے والوں پر اسی اسی کوڑوں کی سزا کا حکم ہے، پھر ہمیشہ کو ان کی گواہی مردود، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۲: از نظام علی خاں ولد امام علی خاں پرگنہ سیوان ضلع بدایون بھوانی پور خیرو، ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

اس معمہ میں مسلمان ایک دوسرے کو کافر کہے تو شریعت اس کو کیا کہتی ہے؟

الجواب:

سوال صاف کرنا چاہئے معمہ میں کہنے کا کیا معنی، بات پوری لکھی جائے تو جواب دیا جائے، کیا کہا اور کسے کہا اور کس بنا پر کہا۔ **فقط**

مسئلہ ۲۳۳: مرسلہ میر سید امجد علی سنی حنفی ساکن علاقہ گورکھالی وارد حال ضلع بہرائچ محلّہ بڑی ہاٹ مکان مولوی ابو محمد صاحب ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک مسلمان سنی حنفی مسمّٰی گلزار خاں نے ایک عورت قوم مہتر سے تعلق ناجائز پیدا کرلیا عرصہ تک اس عورت کے مکان پر رہ کر اکل وشرب اس کے ساتھ کرتا رہا، کچھ عرصہ بعد بوجہ تائید غیبی یا شرم دنیاوی عورت سے اس نے قطع تعلق کرکے پانے افعال سابقہ سے ایک مجمع عام میں تائب ہوگیا، تائب ہونے کے بعد مسلمانان قُرب وجوار نے مسمّٰی گلزار کے ساتھ برابر بلا اکراہ مواکلت ومشاربت جاری کردی، متعدد لوگ ایسے ہیں جو گلزار اور اس کے ساتھ شریک مسلمانوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور جہلا کو اپنا ہم خیال کرتے اور بیان کرتے کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں رہ سکتا اور توبہ کوئی چیز نہیں۔

الجواب:

یہ متعدد لوگ محض خطا وظلم پر ہیں، مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے، اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، قرآن عظیم میں ہے:

"هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ	اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں

وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ"[1]	سے در گزر فرماتا ہے۔

اور فرماتا ہے:

"اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ"[2]	کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاہ اخوۃ متنصلا فلیقبل ذٰلک منه محقا کان او مبطلا فان لم یفعل لم یرد علی الحوض[3]۔ رواہ الحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت کرتا ہوا آئے اس پر لازم ہے کہ اس کا عذر قبول کرے چاہے وہ حق پر ہو یا ناحق پر اگر عذر قبول نہ کرے گا تو روز قیامت حوض کوثر پر میرے حضور حاضر ہونا نصیب نہ ہوگا۔ (اسے حکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان لوگوں کا کہنا کہ توبہ کوئی چیز نہیں اگر اس سے خاص گلزار کی یہ توبہ مقصود ہے یعنی اس نے دل سے توبہ نہیں کی تو مسلمان پر بدگمانی ہے اور وہ سخت حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۡ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ"[4]۔	اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[5]۔ رواہ الائمة مالك والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ (اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۰۴

[3] المستدرک للحاکم کتاب البر والصلة دار الفکر بیروت ۴/ ۱۵۴

[4] القرآن الکریم ۴۹/ ۱۲

[5] صحیح البخاری کتاب الادب باب قوله تعالٰی یاایھاالذین آمنوا اجتنبوا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۶

اور اگر یہ مراد ہو کہ سرے سے توبہ کوئی چیز نہیں تو معاذاللہ صریح کفر ہے نیز گلزار اور اس کے شریک مسلمانوں کو اسلام سے خارج سمجھنا کافرانہ خیال ہے اور یہ کہنا کہ گلزار خاں کسی طرح مسلمان نہیں ہو سکتا اللہ عزوجل وشرع مطہر پر افتراء ہے ان لوگوں پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور گلزار اور اس کے ساتھی مسلمانوں سے معافی چاہیں پھر ان کو چاہئے کہ تجدید اسلام کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۳۴تا۲۳۸: محمد قاسم کھوکھر مدرس مدرسہ دھاموں کی، محمد اقبال مدرس مدرسہ ترہاڑہ ونور محمد امام مسجد دروبکی

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس طائفہ کے حق میں جن کے اعتقادات، اقوال، افعال حسب ذیل ہوں:

(۱) مصلی کو نماز اور صائم کو روزہ رکھنے سے منع کریں بلکہ رمضان المبارک میں علانیہ بھنگ وچرس کا استعمال کریں اور بطور مسخری قبل از وقت افطار نداکریں کہ صائمین افطار کریں۔

(۲) مشرکین کی طرح مرد عورتوں کی سی صورت اور وضع بنائیں

(۳) اٹھتے بیٹھتے اپنے مرشدوں کو باسماء امام مہدی، رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اللہ تعالٰی موسوم کریں۔

(۴) علمائے دین کی توہین بایں کلمات کریں کہ ہم ان کی مقعد مارتے ہیں، نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو تمام اصحاب بلکہ خود پیغمبر خاتم نبوت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر فضیلت دیں

(۵) جو پیغمبر واولیاء وصال کرچکے ہوں ان کی روحانی زندگی سے انکار کریں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ جب تک خدا اور رسول کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھیں گے ان کی ہستی کے ہرگز قائل نہ ہوں گے، ایسوں سے اہل اسلام کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے؟

الجواب:

جتنی باتیں سوال میں ان لوگوں کی ذکر کیں وہ ان کے فسق وفجور وشیطنت واستحقاق جہنم کے لئے تو بہت کافی ہیں مگر ان میں چار باتیں صریح کفر وارتداد ہیں، اول اپنے پیروں کو خدا اور رسول کہنا، دوسرے شریعت مطہرہ کی نسبت وہ ملعون کلمہ، تیسرے وہ یہودیوں کی بات "لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً"[1] اللہ ورسول کو جب تک آنکھ سے نہ دیکھ لیں ایمان نہ لائیں گے۔ چوتھے امیرالمومنین مولی علی کرم اللہ وجہہ کو انبیائے کرام خصوصا سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے افضل ماننا مولا علی کو کسی ایک نبی سے افضل بتانا ہی کفر ہے نہ کہ سب انبیاء نہ کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، شک نہیں کہ یہ لوگ کفار ومرتدین ہیں، مسلمانوں کو ان سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۵۵

میل جول حرام، سلام وکلام حرام، ان کی موت میں شرکت حرام، بیمار پڑیں ان کی عیادت حرام، مرجائیں تو انھیں غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا حرام، مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، جب تک توبہ کرکے مسلمان نہ ہوں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹ و ۲۴۱: محمد عبدالحمید ساکن رولوشدہ مدی پارہ ضلع پترہ ڈاکخانہ سیف اللہ کنڈی ۱۹ رجب ۱۳۳۴ھ

(۱) بعضے ذاکرین اپنے مرشد کو خدا کہتے ہیں بایں نیت کہ مرشد اگر رہنمائی نہ کرے تو معرفت الٰہی کیسے حاصل ہوگی اور اکثر مرشد کے قدم پر سجدہ کرتے ہیں یہ فعل ان کے روا ہیں یا نہیں؟

(۲) بعضے نادان علماء کو حقارت کے ساتھ گالی دیا کرتے ہیں اور شریعت مطہرہ کی بھی اہانت کرتے ہیں تو اس پر شرعا کیا حکم ہے؟ اور اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر گالی دیوے تو کیا حکم ہے؟

(۳) ایک شخص جو کسی قدر علم رکھتا ہے مسجد کے بارے میں لوگوں کو کہتا ہے کہ تم لوگ مسئلہ کو لے کر یہاں کا جھگڑا فساد کرتے ہو مسجد ہی تو تمھارے لئے فساد گاہ ہے وہاں جاکر جو کرنا ہے کرو، اور وہ توبہ کے بارے میں کہتا ہے کہ فقط توبہ ہی سے گناہ معاف ہو جاتا ہے، یہ ہرگز نہیں ہوتا، اور وہ شخص مسئلہ کا جواب بلا تحقیق دیا کرتا ہے اور مکروہ کے بارے میں کہتا ہے کہ یہ تو مکروہ ہی ہے حرام تو نہیں مکروہ سے کیا ہوگا اور کوئی چیز مکروہ تحریمی ہو تو کہتا ہے کہ لاؤ مکروہ تحریمی کھالوں گا، ایسے شخص پر شرعا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پایئے۔ ت)

الجواب:

(۱) مرشد کو خدا کہنے والا کافر ہے اور اگر مرشد اسے پسند کرے تو وہ بھی کافر، مرشد برحق کی قدمبوسی سنت ہے اور سجدہ ممنوع۔

(۲) شریعت کی توہین کرنے والا کافر ہے۔

قال اللہ تعالٰی، "قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کہہ دے کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے مت بناؤ، تحقیق تم اپنے ایمان کے بعد کافر ہوگئے۔ (ت)

یونہی عالم دین سنی صحیح العقیدہ داعی الی اللہ کی توہین کفر ہے، مجمع الانہر میں ہے:

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵-۶۶

الاستخفاف بالعلماء والاشراف کفر[1]۔	علماء اور سادات کی توہین کفر ہے۔

اسی میں ہے: من قال للعالم عویلم فقد کفر[2] جو کسی عالم کو حقارت سے "مولویا" کہے وہ کافر ہے۔
مگر یہ اوپر بتادیا گیا اور واجب اللحاظ ہے کہ عالم دین وہی ہے جو سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہبوں کے علماء علمائے دین نہیں۔ یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اور نصارٰی میں پادری ہوتے ہیں اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے قال اللہ تعالٰی "اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ"[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا۔ت) ایسوں کی توہین کفر نہیں بلکہ تاحدِ مقدور فرض ہے، حدیث شریف میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اترعون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بمافیه یحذره الناس[4]۔	کیا تم فاجر کے ذکر سے گھبراتے ہو جب لوگ اسے جانتے ہوں فاجر کے فجور کا ذکر کرو تاکہ لوگ اس سے محفوظ رہیں۔(ت)

(۳) بے تحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے، اور مکروہ تحریمی مرتبہ واجب میں ہے اس کا ہلکا جاننا گمراہی وضلالت ہے، اور مسائل شرعیہ ومسجد کی توہین مذکور کفر ہے، اور یہ بھی اس کا شریعت پر افتراء ہے کہ توبہ سے گناہ معاف نہیں ہوتے، حدیث میں فرمایا:

التائب من الذنب کمن لاذنب له[5]۔	گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوجاتا ہے گویا گناہ کیا ہی نہ تھا۔

حق سبحنہ فرماتا ہے:

"هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ"[6]۔ واللہ اعلم۔	اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہوں سے درگزر کرتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الفاظ الکفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵
[3] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳
[4] سنن الکبرٰی کتاب الشہادات دارصادر بیروت ۱۰/ ۲۱۰، تاریخ بغداد ترجمہ ۴۵ ۷ ۳، ۷۵۱ ۳ دارالکتاب العربی بیروت ۷/ ۲۶۲ و ۲۶۸
[5] سنن ابن ماجہ کتاب الزہد باب ذکر التوبۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳
[6] القرآن الکریم ۹/ ۱۵۴

مسئلہ ۲۴۲: از پوپاری جنتا زن مار قوار محمد حبیب اللہ ۲۰ رجب ۱۳۳۴ھ

دین محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دن نقلی ہے یا اصلی؟ اور اصلی ہے تو نقلی کہنے والے کو کیا سمجھنا چاہئے؟

الجواب:

"اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ" [1] (بیشک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ت) اللہ کے یہاں یہی دین دین ہے اس کے سوا کوئی دین مقبول نہیں۔

"وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُۚ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ(۸۵)" [2]	اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہر گز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔(ت)

تو یہی دین اصلی ہے اور یہ نقلی بھی ہے بایں معنی کہ اس کے احکام شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہیں، فلاسفہ وغیرہم کی طرح عقلی ڈھکوسلے نہیں، اس معنی پر اگر نقلی کہا تو صحیح کہا، اور اگر نقلی بمقابلہ اصلی کہا یعنی معاذاللہ واقعی دین نہیں بلکہ کسی کی نقل اتاری گئی تو ایسا کہنے والا کافر، یہ بات اس وقت کے باہم محاورات سے واضح ہوگی، اور اگر واضح نہ ہو تو معنی صحیح بنتے ہوئے خواہی نخواہی معنی باطل پر حمل نہ کریں گے اور تکفیر جائز نہ ہوگی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۳تا۲۴۴: مسئولہ محمد احمد طالب علم مدرسہ اہل سنت یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) رب العزت جل جلالہ وتعالٰی شانہ کی نسبت میاں اور صاحب کہنا یعنی اللہ میاں اور اللہ صاحب جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہو جب تو لعدم المانع دلیل کی ضرورت نہیں، اور اگر ناجائز ہو تو دلیل درکار ہے، اس صورت میں جو اسے پسند کرے بلکہ فخر کرے کہ یہ الفاظ میرے مختصات میں سے ہیں، اس شخص کے واسطے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے؟

(۲) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں صاحب یعنی محمد صاحب کہنا کیسا ہے؟

الجواب:

حضرت رب العزت عزجلالہ پر لفظ صاحب کا اطلاق جائز، بلکہ حدیث میں وارد ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی المال والاھل[1]۔	اے اللہ! توہی سفر میں صاحب ہے، مال اور اہل کا توہی محافظ ہے۔(ت)

اور میاں کا اطلاق نہ کیا جائے کہ وہ تین معنی رکھتا ہے ان میں دو رب العزت کے لئے محال ہیں، میاں آقا اور شوہر اور مرد عورت میں، زنا کا دلال لہذا اطلاق ممنوع اور اس پر افتخار جہل۔

(۲) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اطلاق صاحب خود قرآن عظیم میں وارد:

"وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۚ"[2]	اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے، تمھارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔(ت)

مگر نام اقدس کے ساتھ اس طور پر لفظ صاحب کا ملانا آریوں اور پادریوں کا شعار ہے وہ اسے معروف تعظیم میں لاتے ہیں جو زید وعمر کے لئے رائج ہے کہ شیخ صاحب، مرزا صاحب، پادری صاحب، پنڈت صاحب، لہذا اس سے احتراز چاہئے، ہاں یوں کہا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہمارے صاحب ہیں آقا ہیں مالک ہیں مولٰی ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۵: مستفسرہ حافظ بنو علی ضلع بھنڈارہ محلّہ کمہ تالاب ملک متوسط ناگپور ۴ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کوئی شخص درود شریف اس طور پر پڑھے صلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد والہ واصحابہ اجمعین، ایک صاحب اس میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ نور عرشہ پڑھنا حرام ہے۔ فقط۔

الجواب:

جو اسے ناجائز بتاتا ہے شریعت پر افتراء کرتا ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ۚ"[3]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔(ت)

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب مایقول الرجل اذا سافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۹۔۵۰، سنن الکبرٰی کتاب الحج باب مایقول الرجل اذا رکب دار صادر بیروت ۵/ ۲۵۲

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۱۔۲

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

بلاشبہہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور عرش اللہ ہیں عرش انھیں کے نور سے بنا اور انھیں کے نور سے منور ہے[1]۔

کما فی حدیث رواہ عبدالرزاق فی مصنفه عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ حدیث میں ہے اسے امام عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۶: مسئولہ حبیب اللہ بنگالی ۱۵ شوال ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بہاء اللہ ایک فرقہ نکلا کہ مجموعہ قرآن مجید کو منسوخ کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ جیسے توریت اور انجیل اور زبور منسوخ ہوگئی ویسا ہی قرآن شریف بھی منسوخ ہے، اگر منسوخ نہ ہوتا اس کا حکم بموافق قرآن شریف کے جاری کیوں نہیں کیا جاتا ہے، جیسا کہ زنا کرتا ہے اور چوری کرتا ہے اور شراب پیتا ہے حد کیوں نہیں لگایا جاتا ہے، بہاء اللہ کے فرقہ سے ایک آدمی کا مظہر اللہ کرکے لقب ہے وہ کہتا ہے خداوند کریم نے لوح محفوظ سے میرے اوپر کتاب الاقدس نزول فرمایا ہے اس وقت اس کا حکم جاری ہے اور احادیث کو خبری کاغذ بتاتا ہے اور نہیں مانتا ہے، اور ائمہ اربعہ کو جھوٹ کہتا ہے یہ فرقہ مومن ہے یا نہیں؟ اور:

"یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ۝"[2]	کام کی تدبیر فرماتا ہے آسمان سے زمین تک پھر اسی کی طرف رجوع کرے گا اس دن کہ جس کی مقدار ہزار برس ہے تمھاری گنتی میں۔ (ت)

آیہ بالا کی شان نزول کیا ہے اور ناسخ ہے یا منسوخ؟ **فقط۔**

الجواب:

جس فرقہ کے یہ اقوال ہوں وہ کافر مرتد ملعون ہے ایسا کہ جو اسے مسلمان جانے بلکہ جو اس کے کفر میں شک کرے خود کافر ہے مرتد ہے، بزازیہ ومجمع الانہر ودر مختار میں ہے:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر[3]۔	جو ان کے عذاب وکفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

---

[1] المواہب اللدنیہ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول اول المخلوقات المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/ ۷۳۔۷۱

[2] القرآن الکریم ۳۲/ ۵

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

آیہ کریمہ حمد الٰہی میں ہے: شان نزول وہاں ذکر ہوتا ہے جو کسی حادثہ خاصہ میں اترے خبر منسوخ نہیں ہو سکتی **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۴۷ تا ۲۴۸: محمد ظہیر الدین صاحب ثمن برج وزیر آباد پنجاب ۱۳ ذوالقعدہ ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم غیر مقلد عقائد وعملیات، جو کہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کرجائے، اور اس کی نماز جنازہ ایک غیر مقلد پڑھائے، اور اس غیر مقلد کے پیچھے ایک عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد متوفی کے عمل کو اچھا اور غیر مقلد کے اقتداء کو جائز سمجھ کر نماز جنازہ پڑھی ______ حالانکہ وہ عالم حنفی المذہب قبل ازیں لوگوں کو عقائد غیر ملقدین سے منع کرتا رہا ہو پس اس حالت میں جب کہ عالم حنفی المذہب نے غیر مقلد کی نماز جنازہ غیر مقلد امام کے پیچھے جائز تصور کرکے ادا کی ہو تو اس پر از روئے شرع محمدی کیا تعزیر ہوتی ہے اور کیا بلاتوبہ واستغفار ایسے عالم حنفی کی اقتداء جائز ہے؟ عالم غیر مقلدین متوفی وامام غیر مقلد ائمہ اربعہ مجتہدین کے مسائل استنباط واجتہاد یہ کو خلاف حدیث سمجھتا اور اکثر ان کے برعکس فتوے دیتا اور عمل کرتا ہو مثلا:

(۱) نماز تراویح بیس رکعات سے کم ہرگز کسی امام کے نزدیک نہیں وہ آٹھ رکعت کا حکم دیتا اور عمل کرتا۔

(۲) مسئلہ طلاق ثلاثہ جو کہ فی کلمۃ واحدۃ اور جلسہ واحدۃ کے کہی گئی ہو اس طلاق ثلاثہ کو حکم رجعی طلاق کا دے کر بدون نکاح شوہر ثانی اس کے ساتھ نکاح کرادیتا ہو اور طلاق بالخلع کی عدت ایک حیض آنے کے بعد نکاح کرادیتا ہو اور تقلید شخصی سے بالکل انکار کرتا ہو، علاوہ ازیں آمین بالجہر کہنا امام کے پیچھے الحمد کا پڑھنا ہاتھ سینہ پر باندھنا سورہ فاتحہ میں ض کی جگہ ظ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جائز سمجھتا ہو۔

الجواب:

سائل نے جو فہرست گنائی وہ غیر مقلد کے بعض فرعی مسائل باطلہ واعمال فاسدہ کی ہے ان کے عقائد اور ہیں جن میں بکثرت کفریات ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل رسالہ **الکوکبۃ الشہابیۃ** میں ہے، جس میں ستر وجہ سے ان پر اور ان کے پیشواپر بحکم فقہاء کرام لزوم کفر ثابت کیا ہے کسی جاہل صحبت نایافتہ کی نسبت احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے عقائد ملعونہ سے آگاہ نہیں ظاہری صورت مسلمان دیکھ کر اقتدا کرلی اور نماز جنازہ پڑھ لی مگر جسے عالم ہونے کا دعوی ہو اور ان کے عقائد پر مطلع ہو لوگوں کو ان سے منع کرتا ہو اور خود انھیں اچھا جان کر ان کے جنازہ کی نماز پڑھے اور ان کی اقتدا کرے تو ضرور اس کے عقیدے میں فساد اور اس کے ایمان میں خلل آیا اور وہ بھی متہم شمار کیا جائے گا۔

قال اللہ تعالٰی "وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی

فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ "[1]۔	رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔(ت)

اب اس شخص کے پیچھے نماز ہر گز جائز نہیں اور اس پر توبہ و تجدید اسلام لازم ہے اور اگر عورت رکھتا ہے تو بعد توبہ و تجدید اسلام تجدید نکاح کرے۔

"وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ(۲۱۳) "[2]۔ "وَمَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ(۶) "[3]۔ "وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ(۹۷) "[4]۔ نسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے ہدایت سے نوازتا ہے اور جو ناشکری کرے تو بیشک اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا، اور جو منکر ہو تو اللہ تعالٰی تمام جہانوں سے مستغنی ہے، ہم اللہ تعالٰی سے عفو اور عافیت مانگتے ہیں کہ بلند و عظیم اللہ تعالٰی کی قوت اور توفیق کے بغیر نہ بُرائی سے بچا جا سکتا ہے اور نہ ہی نیکی کو بجالایا جا سکتا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۴۹و۲۵۹: از ملک کاٹھیاوار مقام اڑتیاں آمین احمد ۱۹ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

(۱) ہندو یا نصارٰی اس کو کافر بولنا کیسا ہے؟

(۲) ایک ہندو کو پھانسی کا حکم ہوا وہ اسی وقت مسلمان ہونا چاہتا ہے یہ مسلمان ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

(۱) گالی کے طور پر کافر کہنا اور بات ہے اور شرع کی اصطلاح یہ ہے کہ جو مسلمان نہیں اسے کافر کہا جاتا ہے بایں معنی جو کوئی اسلام میں نہ ہو شرع کے نزدیک کافر ہے۔

(۲) پھانسی ہو جانے سے ایک آن پہلے جو اسلام لائے مسلمان ہو جائے گا اور اس کی تجہیز و تکفین اور اس کے جنازہ کی نماز مسلمانوں پر فرض ہوگی۔

مسئلہ ۲۵۱: امام بخش زیدی از جام پور ضلع ڈیرہ غازی خان ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

وحدۃ الوجود حق ہے یا نہ؟

الجواب:

توحید ایمان ہے لاالٰہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ت) اور وحدت حق

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۳

[3] القرآن الکریم ۳۱/ ۱۲

[4] القرآن الکریم ۳/ ۹۷

"کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" [1] (اس کی ذات کے سواہر کوئی ہلاک ہونے والا ہے۔ت) سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشھد ان اللہ لارب غیرہ،

وانك مامون علی کل غائب [2]

(میں گواہی دیتاہوں کہ بیشک اللہ تعالٰی کے سواکوئی رب نہیں اور بیشک (یارسول اللہ!) آپ ہر غیب پر امین ہیں۔ت)

اور اتحاد باطل اور اس کاماننا الحاد:

"اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ۹۳" [3]	آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں سب اس کے حضور بندے ہو کر حاضر ہوں گے۔

وجود واحد ہے اور موجود احد، باقی سب ظل وعکوس،

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۳ [4] ۔واللہ تعالٰی اعلم۔	وہی اول وہی آخر وہی ظاہر وہی باطن، اور وہی سب کچھ جانتا ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۵۲: مسئولہ سید اولاد علی صاحب مراد آبادی ۷ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ "اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۱۲" [5] (بیشک وہ سب کچھ جانتا ہے۔ت) اور "فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ" [6] (تم جدھر منہ کرو اُدھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ)

---

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

[2] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب اسلام عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۷/ ۸، مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۶۹

[3] القرآن الکریم ۱۹/ ۹۳

[4] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

[5] القرآن الکریم ۴۲/ ۱۲

[6] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۵

اور "نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ "[1] (اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں۔ت) سے احاطہ اور قرب ذاتی مراد ہے یا صفاتی زید کہتا ہے کہ جمہور علماء کے نزدیک ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کا علم اور قدرت ہر شے کو محیط ہے نہ ذات، عمرو کہتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی کی ذات ہر شے کو محیط اور شہ رگ سے زیادہ قریب ہے کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو اور خدا ہر جگہ حاضر وناضر ہے اور اگر ان آیات سے احاطہ اور قرب صفاتی مراد لیا جائے گا تو گویا صفات خدا ذات باری سے بڑھ گئیں اور ذات باری محدود اور صفات سے چھوٹی ہو گی، اور جو شخص ان آیات سے احاطہ اور قرب صفاتی مراد لے وہ مشرک ہے اگر دنیا بھر کے عالم ایسا کہیں تو بھی ایک کی نہ مانوں گا اور سب کو مشرک کہوں گا اور اپنی دلیل میں شاہ امداد اللہ صاحب اور مولانا روم صاحب اور امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کے اقوال پیش کرتا ہے، ان دونوں میں کس کا قول صحیح ہے؟ اور اگر زید حق پر ہے تو عمرو کے واسطے شریعت مطہرہ میں کیا حکم ہے وہ اپنے اس قول سے کسی گناہ کا مرتکب ہے یا نہیں؟ **بینوا مع الدلائل من الکتاب توجروا من اللہ الوھاب** (کتب سے دلائل کے ساتھ بیان کیجئے اور اللہ وہاب سے اجر پائیے۔ت)

الجواب:

"رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ "[2]	اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں۔(ت)

آیات متشابہات میں اہل سنت حفظہم اللہ تعالٰی کے دو ۲ مسلک ہیں:

اوّل: تفویض کہ ہم ان کے معنی کچھ نہیں جانتے اللہ ورسول جانتے ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو معنی مراد الٰہی ہیں ہم اس پر ایمان لائے،

"اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۷﴾ "[3]۔	ہم اس پر ایمان لائے سب ہمارے رب کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۶

[2] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۸۔۹۷

[3] القرآن الکریم ۳/ ۷

یہی مسلک سلف ہے اور یہی صحیح و معتمد، اس تقدیر پر تو نہ احاطہ ذاتی کہا جائے نہ صفاتی کہا جائے، معنی سے کچھ بحث ہی نہ کی جائے، حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝ "[1] (رحمان نے عرش پر استواء فرمایا۔ ت) کے معنی دریافت کئے گئے فرمایا:

الاستواء معلوم والکیف مجھول والایمان بہ واجب والسوال عنہ بدعۃ[2]۔	استواء معلوم ہے اور کیف مجہول وراس پر ایمان فرض اور اس کی تفتیش بدعت۔

یہی جواب سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دیا، یہی مسلک ہمارے امام اعظم اور سائر ائمہ سلف کا ہے، ہاں ہم ایمان لائے ہیں کہ اللہ تعالٰی جسم وجہت ومکان سے پاک ومنزہ ہے، کسی مکان میں نہیں ہوسکتا، کسی جگہ نہیں ہوسکتا، کسی طرف نہیں ہوسکتا، اور طرف سب اس کے بنائے ہوئے ہیں، اور حادث ہیں، اور قدیم ازلی، ازل میں کسی جگہ کسی طرف نہ تھا کہ جگہ اور طرف تھے ہی نہیں تو اب کسی جگہ اور طرف میں نہیں، جیسا جب تھا ویسا ہی اب ہے، جگہ اور طرف کو بنا کر بدل نہ گیا، جگہ اور طرف بدلیں گے اور وہ بدلنے سے پاک ہے۔

دوم: تاویل کہ ایسی آیات کو حسب محاورہ معنی جائز پر حمل کریں جس سے نہ چین لینے والی طبیعتوں کو تسکین ہو اور ایمان سلامت رہے یہ مسلک خلف کا ہے اور اس طور پر احاطہ صفاتی مراد لیں گے، علم وقدرت الٰہی ہر شے کو محیط ہونے کے بھی یہ معنی نہیں کہ اس کے علم وقدرت ہر جگہ متمکن ہیں کہ جگہ یا طرف میں ہونا جسم وجسمانیت کی شان ہے اور وہ اور اس کے صفات ان سے متعالی بلکہ احاطہ علم کے معنی یہ ہیں کہ ہر شے واجب یا ممکن یا ممتنع معدوم یا موجود حادث یا قدیم اسے معلوم ہے، احاطہ قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر ممکن پر اسے قدرت ہے، اس سے صفات کا ذات سے بڑھ جانا نہ کہے گا مگر مجنون، عمرو کا وہ کہنا کہ کوئی مکان کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں ذات خدا موجود نہ ہو کلمہ کفر ہے کہ اس کی ذات کے لئے جگہ ثابت کرنا ہے، فتاوٰی تاتارخانیہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وفتاوٰی عالمگیری وجامع الفصولین وغیرہ میں اس پر حکم کفر فرمایا اور احاطہ صفاتی ماننے والے کو اس کا مشرک کہنا ہزاروں ائمہ خلف پر حکم شرک

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵

[2] لباب التاویل (تفسیر الخازن) ۷/ ۵۴ ثم استوٰی علی العرش کے تحت مصطفی البابی مصر ۲/ ۲۳۸، درمنثور بحوالہ مردویہ عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا ۷/ ۵۴ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ المعظمی قم ایران ۳/ ۹۱، مدارک التنزیل (تفسیر نسفی) ۲۰/ ۵ سورہ طٰہٰ دار الکتب العربی بیروت ۳/ ۴۸

لگانا ہے اور اس کا کہنا کہ "اگر تمام دنیا کے عالم ایسا کہیں تو میں سب کو مشرک کہوں گا" صریح کفر پر آمادگی ہے کہ تمام جہاں کے عالموں کو مشرک نہ کہے گا مگر کافر اور کفر پر آمادگی کفر ہے، عمرو پر توبہ فرض ہے اپنے عقیدہ باطلہ سے تائب ہو اور کلمہ اسلام پڑھے اور عورت رکھتا ہو تو بعد اسلام اس سے پھر نکاح کرے اگر وہ راضی ہو ہم چند سہل سہل باتیں لکھتے ہیں اگر اللہ تعالٰی کو اسے ہدایت کرنا ہے تو انھیں سے وہ سمجھ لے گا کہ اس نے کیسی ناپاک بات کہی اور اپنے معبود کو کیسے کیسے گھناؤنے داغ لگائے اور نظر انصاف سے نہ دیکھے اور تعصب وعناد برتے تو اللہ راہ نہیں دیتا ہے ظالموں کو، ذرا آنکھیں بند کرکے گردن جھکا کر رب عزوجل کی عظمت پر ایمان لاکر غور کرے کہ اس نے کیسی ذلیل چیز کا نام خدا رکھا ہے الحمد للہ معیت وقرب واحاطہ الٰہیہ پر مسلمان کا ایمان ہے مگر نہ ان معنی پر جو ان الفاظ سے لغوی وعرفی طور پر سمجھ آتے ہیں بلکہ ان پر جو مراد الٰہی ہیں اور ہمارے عقول سے وراء ہیں معاذاللہ اگر یہی ظاہری معنی لئے جائیں جس پر یہ کہا جائے کہ وہ بذاتہ ہر مکان ہر گوشہ میں موجود ہے تو اس سے زائد ذلیل تر کوئی عیب لگانا نہ ہوگا۔

(۱) جب کہ اس کے نزدیک اس کا وہی معبود بالذات ہر مکان ہر گوشہ میں موجود اور ہر شے کو بالذات محیط ہے تو پاخانہ میں بھی ہوگا، اس کی نجاست کو لپٹا ہوا بھی ہوگا، اس نجاست کے ساتھ اس کے بدترین مقام سے نکلا بھی۔

(۲) جو شے دوسری شے کو بالذات محیط ہو وہ یوہیں ہوگا کہ محیط کے اندر جوف ہو جو اس دوسری چیز کو گھیرے ہوئے ہے جیسے آسمان زمین کو محیط ہے تو اس کا معبود جوف دار کھکل ہوا اور اللہ واحد قہار صمد ہے جوف سے پاک ہے۔

(۳) سب اشیاء کو محیط ہونا بایں معنی ہے کہ اس کا معبود وہی تمام عالم کے باہر باہر ہے اور عالم اس کے اندر ہے جیسے فلک الافلاک کے اندر باقی کرّے جب تو شہ رگ سے زیادہ قریب کیسے ہوا بلکہ لاکھوں منزل دور ہوا اور اگر یوں ہے کہ ہر ذرہ ذرہ کو بذاتہ بلاواسطہ محیط ہے تو بلاشبہ وہ شے کہ مشرق کے کسی ذرہ کو محیط ہو قطعاً اس کی غیر ہوگی جو مغرب کے ذرہ کو محیط ہے تو ذروں کی گنتی پر خدا یا خدا کے ٹکڑے ہوئے اور وہ احد صمد اس سے متعالی ہے۔

(۴) جب کہ وہ ہر شے کو بالذات محیط ہے تو زمین کو بھی محیط ہوگا اور یہ جو تم چلتے ہو اور جوتیاں پہن کر پاؤں رکھتے ہو وہ تمھارے معبود پر ہوئیں تم جو پاخانہ پیشاب پھرتے ہو وہ تمھارے معبود پر گرا کیسا گھناؤنا معبود اور کیسے ناپاک عابد،

"ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ "[1] (کتنا کمزور چاہنے والا اور

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۷

جو چاہا گیا۔ت)

(۵) مثلاً کسی زید نے کسی عمرو کو جوتا مارا تو عمرو کو بھی اس کا معبود محیط ہے، اس جوتے پڑتے وقت وہیں قائم رہے گا یا ہٹ جائے گا اگر ہٹ گیا تو ہر شے کو محیط نہ رہا اگر قائم رہا تو اسی پر پڑا،

(۶) جس وقت زید نے جوتا اٹھایا اور ابھی عمرو کے بدن تک نہ پہنچا تو جوتے اور عمرو کے بدن میں جو فاصلہ ہے وہ بھی ایک شے اور وہ ایک جگہ ہے، وہ وہمی معبود بذات خود یہاں بھی موجود ہوگا یہاں سے وہاں تک جگہ اس سے بھری ہوئی ہے اب جوتا آگے بڑھا کہ بدن عمرو سے قریب ہو اس بڑھنے میں وہ وہمی معبود کہ یہاں سے وہاں تک بھرا ہوا تھا، پانی یا ہوا کی طرح چرے گا کہ جوتا اس میں ہوتا ہوا گزر جائے گا جب تو طرفہ معبود جسے جوتے نے پھاڑ دیا اور اگر نہ چرے گا بلکہ سمٹے گا جیسے پھولی ہوئی روئی سمٹتی ہے تو معبود کیا ہوا، بڑ ہوا، اور اگر نہ چرے گا نہ سمٹے گا تو ضرور ہے کہ جوتا دیکھ کر جگہ چھوڑ دے گا ہر جگہ موجود کہاں رہا؟

(۷) جب کہ ہر وہ شے کہ بذاتہ محیط ہے تو محیط جیسا شے کے اوپر ہوتا ہے ویسا ہی اس کے نیچے پاؤں کے تلے وہ جوتوں کے نیچے وہ پھر ایسے ذلیل کو رب اعلی کیسے کہا جا سکتا ہے!

تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون علوا کبیرا، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ العلی الاعلی علی الکریم المولی والہ وصحبہ وبارك وسلم ابدا امین، و استغفر اللہ العظیم والحمد للہ رب العٰلمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	جو کچھ ظالموں نے کہا اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند و بزرگ ہے نیکی بجالانا اور برائی سے پھرنا اللہ بلند و بزرگ کی توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا اور بلند و اعلٰی اللہ تعالٰی کی خصوصی رحمتیں ہوں کریم مولٰی پر اور اس کی آل اور اصحاب پر بھی، ہم اللہ تعالٰی سے معافی کے طلب گار ہیں، تمام حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہے، اللہ سبحانہ وتعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۵۳: مرسلہ مجیب الدین ساکن امسچور پوسٹ ٹوپیری بازی ضلع ڈھاکہ ۶ صفر ۱۳۳۵ھ

جو مذہب اور فقہ کا نہیں ماننے والا کتابی ہے یا خارجی؟

الجواب:

جو مسلمان کہلا کر فقہ کو اصلا نہ مانے نہ کتابی ہے نہ خارجی بلکہ مرتد ہے اسلام سے خارج اور اگر کوئی تاویل کرتا ہے تو کم از کم بددین گمراہ۔

قال اللہ تعالٰی "فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہو کہ ان کے

مِّنۡهُمۡ طَآىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوۡا فِى الدِّيۡنِ "[1] وفی الحدیث عنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من یرد اللہ به خیرا یفقهه فی الدین [2]۔واللہ تعالٰی اعلم۔	ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔(ت)اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے،اللہ تعالٰی جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۵۴: مرسلہ محمد الیاس صاحب واعظ خراسانی شہر جوناگڑھ ملک کاٹھیاوار　　۱۶صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس شخص کے بارہ میں جس کا عقیدہ یہ ہو کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے فرشتوں سے مشورہ کیا اگرچہ اس کی ضرورت نہیں مگر تعلیماً کہ ہم تم بھی مشورہ سے کام لیں،کیا ایسے شخص سے بامید نجات ابدی بیعت ہونا مفید ہے یا جو مرید ہوچکے ہیں کچھ فائدہ نہ اُٹھائیں گے۔**بینوا توجروا**(بیان کرو اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

اتنی بات ایسی نہیں جس کے سبب اس کے ہاتھ پر بیعت ناجائز ہوجائے خصوصاً کہ اس نے تصریح کردی کہ اسے حاجت مشورہ کی نہیں بندوں کے ارشاد کے لئے ایسا کیا تو جو اس سے وہم جاتا وہ بھی اس نے دفع کردیا،خود حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:**استشارنی ربی فی امتی ثلثا**[3] مجھ سے میرے رب نے میری امت کے بارہ میں تین بار مشورہ چاہا۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۵: مرسلہ سخاوت خاں نابینا مسجد ندی قصبہ مہد پور ریاست اندور ملک مالوہ　　یکم ربیع الاول ۱۳۳۵ھ

کوئی شخص سنت وجماعت میں سے نماز سے انکار کرے اور اس سے کہا جائے کہ نماز سے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

[2] صحیح البخاری کتاب العلم باب العلم قبل القول والعمل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶،صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳،المعجم الکبیر حدیث ۹۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۹/ ۳۸۹

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفہ بن الیمان دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۳،الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بان امۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۰۶

انکار کرنا کفر ہے اس کے جواب میں وہ کہے کہ میں کافر ہی سہی، ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ **فقط**

الجواب:

نماز سے انکار یہ بھی ہے کہ وہ کہے میں نہیں پڑھتا یا نہیں پڑھوں گا، اس قدر سے کافر نہ ہوگا جب تک نماز کی فرضیت سے انکار یا اس کا استخفاف نہ کرے، اگر شخص مذکور کا انکار اس حد کا نہ تھا تو جس نے اس کے انکار پر حکم کفر لگایا خاطی ہوا، اور اسی کی زیادتی اس شخص کو ایسے کلمہ مردودہ کی طرف لے گئی، بہر حال اپنے آپ کو یہ کہنا کہ کافر ہی سہی اس کا ظاہر **معاذاللہ** قبول کفر ہے، اور قبول کفر یقینا کفر ہے، مگر اس معنی کا بھی احتمال ہے کہ نزدیک کافر ہی سہی لہذا حکم تکفیر نہ کیا جائے گا البتہ تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۶ و ۲۵۷: مرسلہ حاجی قاسم میاں صاحب از گونڈل علاقہ کاٹھیاوار ۱۷ جمادی الآخر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین وعلمائے معتمدین اہل سنت **ایدھم اللہ تعالٰی ونصرھم اللہ**، کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس (جس کا جلسہ بمقام جوناگڈھ کاٹھیاوار بتاریخ ۲ و ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو ہوا) کے ان ارا کین کے حق میں ہادی بن کر اپنی تقریروں میں ذیل کے اقوال بیان کئے اور ان ارا کین کا حکم بھی بیان فرمائیں جنھوں نے ان کے اقوال گجراتی زبان میں بعینہٖ نقل کئے اور چھاپ کر مسلمانوں میں تقسیم کئے اور کرتے ہیں؟

(۱) گجراتی زبان میں دینی کتابوں کا انتظام کیا جائے، مسلمان بچوں کے لئے خاص گجراتی مدارس قائم کئے جائیں جن میں "مسلمان دھرم کی دنت کتھاؤں کا ذکر ہو" اور جن میں مسلمان بیرتروں کی تعریفیں کی ہوں، ایسی کتابیں رائج کی جائیں (نیز) "مسلمان لوگ جس دھرم کی دنت کتھا" اور جن حضرات کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں ان کا حقارت سے جس مروجہ کتب میں ذکر کیا گیا ہو اول درجہ کتب کو دیگر اقوام سے ملے ہوئے مدارس سے باطل کرنا (روداد تقریر صدر صفحہ ۲۹۰)

(۲) ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے "دیوتا کی باتوں کو" ان کے پیشواؤں کو عزت دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی ہی عزت ہماری طرف رکھیں ایسی بھی امید رکھتے ہیں (روداد تقریر صدر ص ۳۳) مگر گزارش آنکہ لفظ "دنت کتھا" کے معنی گجراتی زبان میں زبان کی بات وہ بات جس کی کوئی سند نہ ہوتی ہو، ہوتے ہیں۔

الجواب:

ایسے اقوال کے قائم ہادی نہیں ہو سکتے بلکہ مضل ہیں یعنی گمراہ کرنے والے اور گمراہی پھیلانے والے

اور مسلمانوں کو گمراہی کی طرف بلانے والے، اور جو ایسے اقوال کو شائع کرتے ہیں وہ مسلمانوں میں اشاعت فاحشہ کے محب اور ان قائلوں کی طرح غضب جبار و عذاب قہار کے مستوجب ہیں۔ بزرگان اسلام کے مناقب کو دنت کتھا یعنی بے اصل افسانہ کہنا ہی گمراہی کے لئے کافی تھا مگر کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا عزت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے، غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امر الکفار حسنا فقد کفر [2]۔	جس نے کسی کافر کے عمل کو اچھا گمان کیا وہ باتفاق مشائخ کافر ہے۔ (ت)

ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں، تجدید اسلام کریں، تجدید نکاح کریں، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۵۸: از اکبر آباد چھوٹی گلی حکیموں کی معرفت ڈاکٹر محمد نفیس صاحب مرسلہ مولانا مولوی دیدار علی صاحب الوری ۴ شعبان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اثنائے وعظ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت ان کلمات کا اطلاق کیا **نعوذ باللہ** آپ یتیم، غریب، بیچارے تھے اور جب چند اشخاص نے جاکر سمجھایا کہ غالباً آپ نے یہ الفاظ نہیں کہے ہوں گے، مناسب ہے کہ آپ اظہار انکار فرمادیں تو کہنے لگا کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ جل شانہ تو قرآن عظیم میں "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا" [3] فرمارہا ہے، بعدہ جب ایک نووارد مولوی صاحب نے ان سے دریافت کیا تو ان الفاظ کے کہنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ آپ سوچ بچار کر بات فرمایا کرتے تھے اس کو لوگوں نے غریب

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر باب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵

[3] القرآن الکرایم ۹۳/ ۷

بیچارہ کرکے کہہ دیا مولوی صاحب نے فرمایا غالبا ایسا ہی ہوگا مگر آپ یہ تو لکھ دیں کہ یہ الفاظ موجب توہین شان رسالت اور موجب کفر ہیں اور اسی طرح "وَوَجَدَكَ ضَآلًّا"[1] ایسے موقع پر کہتا ہے کہ بیشک تو اس لکھنے سے منکر ہوگیا اور لیت ولعل میں ٹال دیا۔ آیا بلاتوبہ اس کا وعظ سننا ملنا جلنا سلام علیک کرنا، اس کے معاونین سے نکاح پڑھوانا اور اس کے معاونین کے پیچھے نماز عید پڑھنا اور ان سے ملنا جلنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا جزاکم الله** (بیان کرو اجر پاؤ الله تعالٰی تمہیں جزا عطا فرمائے۔ت)

الجواب:

حضور اقدس **قاسم النعم، مالك الارض ورقاب الامم، معطی منعم، قثم، قیم، ولی، والی، علی، عالی، کاشف الکرب، رافع الرتب، معین کافی، حفیظ وافی، شفیع شافی، عفو عافی، غفور جمیل، عزیز جلیل، وہاب کریم، غنی عظیم، خلیفه مطلق حضرت رب، مالك الناس ودیان العرب، ولی الفضل جلی الافضال، رفیع المثل، ممتنع الامثال صلی الله تعالٰی علیه وسلم وآله وصحبه وشرف اعظم** کے شان ارفع واعلٰی میں الفاظ مذکورہ کا اطلاق ناجائز وحرام ہے، خزانۃ الاکمل مقدسی ورد المحتار اواخر شتّٰی میں ہے:

یجب ذکرہ صلی الله تعالٰی علیه وسلم باسماء معظمة فلایجوز ان یقال انه فقیر غریب مسکین[2]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تذکرہ باعظمت اسماء کے ساتھ کرنا لازم وفرض ہے، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر، غریب اور مسکین کہنا جائز نہیں۔(ت)

زرقانی علی المواہب میں ہے:

قال تعالٰی ووجدك عائلا فاغنی نص علی انه اغناہ بعد ذٰلك فزاله عنه ذٰلك الوصف فلایجوز وصفه به بعد[3]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک "اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محتاج پایا تو غنی کردیا" واضح طور پر شاہد ہے کہ اللہ تعالٰی نے آپ کو غنی کردیا ہے جس سے محتاجی والا وصف زائل ہوچکا ہے، لہٰذا اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یہ وصف بیان کرنا

---

[1] القرآن الکریم ۹۳/ ۷

[2] ردالمحتار مسائل شتی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۸۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب

ہر گز جائز نہیں۔(ت) اسی میں ہے:

الیتیم من الیتم موت الاب قبل بلوغ الولد اومن الانفراد کدرۃ یتیمۃ کما قیل فی قولہ تعالٰی الم یجدك یتیما ای واحدا فی قریش عدیم النظیر انتھی ومذہب مالك لایجوز علیہ ھذا الاسم[1]۔	لفظ یتیم، یتم سے ہے یعنی بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے باپ کا فوت ہونا، یا اس کا معنی منفرد اور یکتا ہونا ہے جیسے کہا جاتا ہے دریتیم (یکتا موتی) جیسا کہ اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی "کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا" کے تحت مفسرین نے کہا ہے یعنی قریش میں آپ کی مثال نہیں ملتی یکتا ہیں انتہی، امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کا فتوٰی ومذہب یہ ہے کہ اس نام (یتیم) کا اطلاق آپ پر جائز نہیں۔(ت)

نسیم الریاض جلد رابع ص ۴۵٠ میں ہے:

الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام لایوصفون بالفقر ولایجوز ان یقال لنبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر وقولھم عنہ الفقر فخری لااصل لہ کما تقدم[2]۔	تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو فقر کے ساتھ متصف نہیں کیا جاسکتا، ہمارے نبی وآقا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر کہنا جائز نہیں، باقی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں جو منقول ہے "الفقر فخری" (فقر میرا فخر ہے) اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ گزرا۔(ت)

اسی کے صفحہ ۳۸۷ میں ہے:

قال الزرکشی کالسبکی لایجوز ان یقال لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقیر اومسکین وھو اغنی الناس باللہ تعالٰی لاسیما بعد قولہ تعالٰی "وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی" وقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللھم احینی مسکینا ارادبہ المسکنۃ	امام زرکشی نے امام سبکی کی طرح فرمایا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر یا مسکین کہنا ہر گز جائز نہیں، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ تعالٰی نے تمام لوگوں سے بڑھ کر غنی بنایا ہے خصوصا اللہ تعالٰی کے اس فرمان کے بعد تو اس کی گنجائش ہی نہیں" پایا اس نے آپ کو محتاج تو غنی کردیا" باقی آپ صلی اللہ

[1] شرح الزرقانی علی المواہب

[2] نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض الوجہ الخامس ان لایقصد دار الفکر بیروت ۴/ ۴٠۵

القلبیة بالخشوع والفقر فخری باطل لااصل لہ کما قال الحافظ ابن حجر العسقلانی[1]۔	تعالٰی علیہ وسلم کی دعا "اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھ" سے قلبی خشوع ومسکنت مراد ہے۔اور یہ قول "فقر میرا فخر ہے" باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا۔(ت)

شفاء شریف امام اجل قاضی عیاض صدر باب اول قسم رابع میں ہے:

افتی فقہاء الاندلس بقتل ابن حاتم المتفقة الطلیطلی وصلبہ بما شھد علیہ من استخفافہ بحق النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و تسمیتہ ایاہ اثناء مناظرتہ بالیتیم وختن حیدر وزعمہ ان زھدہ علیہ الصلٰوة والسلام لم یکن قصدا ولو قدر علی الطیبات اکلھا الی اشباہ لھذا[2]۔	فقہاء اندلس نے ابن حاتم المتفقة الطلیطلی کے قتل اور پھانسی لٹکانے کا فتوی دیا اس کے خلاف یہ شہادت ملی کہ اس نے دوران مناظرہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقام کی بے ادبی کرتے ہوئے آپ کو یتیم اور حیدر کا سسر کہا،اور اس کا خیال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زھد اختیاری نہ تھا اگر آپ طیبات پر قادر ہوتے تو ضرور انھیں استعمال میں لاتے،اس کی مثل گستاخی کے دیگر اقوال۔(ت)

شرح علی قاری میں ہے:

یکفی امر واحد منھا فی تکفیرہ وقتلہ[3]۔	اس کی تکفیر اور قتل کے لئے ان مذکورہ اشیاء میں ایک ہی کافی ہے۔(ت)

نیز شفا شریف میں ہے:

افتی ابو الحسن القابسی فیمن قال فی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجمال یتیم ابی طالب بالقتل	امام ابو الحسن قابسی نے اس کے قتل کا فتوی دیا جو آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ابو طالب کا یتیم اونٹوں والا کہے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء باب فی بیان ماھو الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۳۶

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی الباب الاول فی بیان ماھو الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۱۰

[3] شرح الشفاء ملا علی قاری الباب الاول فی بیان ماھو الخ الحاج محرم آفندی ۲/ ۳۹۸

لظھور استھانتہ ف بذٰلك[1]۔	کے حق میں توہین ہے۔(ت)

شرح علی قاری میں ہے:

لعل الجمع بین الوصفین مطابق للواقع فی السوال والافکل واحد منھمایکفی فی تکفیر صاحب المقال[2]۔	دو چیزوں (اونٹوں والا، ابوطالب کا یتیم) کو شاید سوال میں جمع ذکر کرنے کی وجہ سے اکٹھا کردیا گیا ہے ورنہ ان دونوں میں سے ایک کا بھی قائل کافر ہے۔(ت)

نیز شفا شریف میں بیعت معری:۔

کنت موسی وافتہ بنت شعیب غیر ان لیس فیکما من فقیر[3]

(آپ موسٰی کی طرح ہیں جن کے پاس حضرت شعیب کی صاحبزادی آئی تھیں مگر بات صرف اتنی ہے کہ تم دونوں کوئی فقیر نہیں۔ت) پر ارشاد فرمایا:

اخر البیت شدید وداخل فی باب الازراء، والتحقیر بالنبی علیہ الصلٰوۃ والسلام وتفضیل حال غیرہ علیہ[4]۔	دوسرے شعر کا مصرعہ ثانی نہایت نامناسب اور گستاخی کے باب میں داخل ہے کیونکہ اس میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں تحقیر وتوہین ہے اور آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر دوسرے کو فضیلت دی گئی ہے۔(ت)

شرح علی قاری میں ہے:

ای عجز شدید فی القبح عند تدبرہ لان مضمونہ التعییر لموسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام بفقرہ[5]۔	یعنی اس شعر کے آخری مصرعہ میں اگر تدبر کیا جائے تو اس میں قباحت شدید ہے کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو فقیر کہہ کر عار دلائی گئی ہے جو کہ قباحت کا باعث ہے۔(ت)

نیز شفا شریف میں اور اشعار بیباکان بدزبان جو اس سے ہلکے ہیں ذکر کرکے فرمایا:

ھذہ کلھا وان لم تتضمن سباولااضافة	یہ تمام اشعار اگرچہ گستاخی اور فرشتوں اور

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی الباب الاول فی بیان ماہو فی قول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۰۹

[2] شرح الشفاء ملا علی قاری الباب الاول فی بیان ماہو فی قول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبع الحاج محرم آفندی ۲/ ۳۹۶

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۲۹

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل الوجہ الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۲۹

[5] شرح الشفاء ملا علی قاری الحاج محرم آفندی ۲/ ۴۴۲

ف: خط کشیدہ عبارت کتاب الشفاء مطبوعہ شرکت صحافیہ میں نہیں ہے۔ نذیر احمد

الی الملئکه والانبیاء علیهم الصلٰوۃ والسلام نقصاً ولست اعنی عجزی بیتی المعری ولاقصد قائلها ازراء وغضاً فما وقر النبوۃ ولاعظم الرسالة ولاعزر حرمة المصطفی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم[1] ۔	انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نقص پر مشتمل نہیں نہ ہی معری کے پورے کلام کو درست سمجھتا ہوں اور نہ ہی ان کے قائل نے بے ادبی اور طعن کا قصد کیا، تاہم ان اشعار میں نبوت کا وقار اور رسالت کی عظمت اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعزاز نہیں ہے۔(ت)

شرح علی قاری میں ہے:

(لست اعنی) بهذه النفی (عجزی بیتی المعری) فانه کفر واضح والحاد لائح[2] ۔	میں نہیں ہوں (اس نقص اور گستاخی کی) نفی میں معری کے شعروں کو درست قرار دینے والا کیونکہ یہ واضح کفر اور کھلا الحاد ہے۔(ت)

امام ابن حجر مکی شرح ہمزیہ مبارکہ میں زیر قول ماتن امام محمد بوصیری قدس سرہ

وسع العالمین علماً وحلماً فهو بحر لم تعیه الاعیاء
مستقل دنیاك ان ینسب الامساك منها الیه والاعطاء[3]

(آپ علم وحلم میں تمام جہانوں سے برتر ہیں، وہ ایسا سمندر ہے جسے کوئی عیب لگانے والا عیب نہیں لگاسکتا، آپ دنیا کو حقیر وذلیل جانتے ہیں برابر ہے آپ کو غیر مستحق سے دنیا کو روکنا اور مستحق کو عطا کرنا۔ت)

فرماتے ہیں:

فی السیف المسلول للتقی السبکی عن الشفاء واقره ان فقهاء الاندلس	امام تقی سبکی نے "السیف المسلول" میں "الشفاء" سے نقل کرکے اسے ثابت رکھا ہے کہ فقہاء اندلس

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل الوجه الخامس الخ مطبع شرکت صحافیہ ترکی ۲/ ۲۳۰

[2] شرح الشفاء ملا علی قاری فصل الوجه الخامس الخ الحاج محرم آفندی ۲/ ۴۴۵

[3] متن الهمزیه شرح الفتوحات الاحمدیة المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۴۶

افتوا باراقة دم من وصفه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم بالفقر فی اثناء مناظرته بالیتیم ثم زعم ان زهده لم یکن قصدا او لوقدر علی الطیبات اکلها و ذکر البدر الزرکشی من بعض الفقهاء المتاخرین انه کان یقول لم یکن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فقیر من المال ولاحاله حال الفقر بل کان اغنی الناس باللہ تعالٰی قد کفی امر دنیا فی نفسه وعیاله وکان یقول فی قوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اللهم احینی مسکینا ان المراد استکانة القلب لاالسکنة هی ان لایجد مایقع لوقعاس کفایته وکان یشدد التکبر علی من یعتقد خلاف ذٰلك اھ واماخبر الفقر فخری وبه افتخر فموضوع وقد صح انه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم استعاذ من فتنة الفقر کما استعاذ من فتنة الغنی [1]۔	نے اس شخص کے قتل کا فتوٰی جاری فرمایا جس نے دوران مناظرہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فقیر و یتیم کہا اور یہ عقیدہ رکھا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا زہد اختیاری نہ تھا اگر آپ اشیاء طیبہ پر قادر ہوتے تو انھیں استعمال میں لاتے، امام بدرزرکشی نے بعض متاخرین فقہاء سے نقل کیا کہ فرمایا کرتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات گرامی مال کے اعتبار سے فقیر نہیں اور نہ آپ کا حال، حال فقر ہے بلکہ اللہ تعالٰی نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام لوگوں سے غنی بنایا ہے آپ اپنی ذات اور عیال میں دنیا کے کسی معاملہ میں ہرگز محتاج نہیں اور یہ بھی فرماتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو ارشاد گرامی ہے "اے اللہ! مجھے حالت مسکینی میں زندہ رکھ" سے دل کی عاجزی مراد ہے نہ کہ وہ غریبی و محتاجی جو فقر کا مترادف ہے یعنی وہ محتاج جو قوت لایموت نہ رکھتا ہو، اور جو اس کے خلاف ذہن و عقیدہ رکھتا ہو اس پر سخت ناراض ہوتے۔ رہا معاملہ حدیث "فقر میرا فخر ہے اور اس پر میں فخر کرتا ہوں" کا، تو یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ فقر کے فتنہ سے پناہ مانگا کرتے جیسے کہ مالداری کے فتنہ سے پناہ مانگتے۔ (ت)

ان الفاظ کے ناجائز اور حرام ہونے پر یہ عبارات متظافرہ ہیں اور فتوائے فقہائے اندلس وامام ابوالحسن قابسی و تقریرات امام قاضی عیاض وامام تقی الملۃ والدین سبکی و توضیحات علی قاری میں ان پر حکم کفر ہے۔

اقول: وباللہ التوفیق، توفیق جامع و تحقیق لامع یہ ہے کہ ان اوصاف کا اطلاق بروجہ تقریر و اثبات خواہ حکم قصدی میں ہو یا وصف عنوانی میں اگر قول قائل کے سیاق یا سباق یا سوق یا مساق سے

[1] شرح الھمزیہ للامام ابن حجر مکی دستیاب نہیں یہ عبارت مختصرا الفتوحات الاحمدیہ ص ۷۴ مطبوعہ المکتبۃ التجاریۃ مصر پر ملاحظہ ہو۔

طرز تنقیص ظاہر وثابت ہو یقینا کفر ہے، اور اگر ایسا نہیں اور قائل جاہل ہے اور اس سے صدور نادر ہو اور وہ اس پر غیر مصر توہدایت وتنبیہ وزجر وتہدید کریں اور حاکم شرع اس کے مناسب حال تعزیر دے کہ وہ ضرور سزاوار سزا ہے۔ اور اگر قائل مدعی علم ہے یا ایسے کلمات کا عادی یا بعد تنبیہ بھی ان پر مصر تو مریض القلب بددین گمراہ و مستحق عذاب شدید ہے، سلطان اسلام اسے قتل کرے گا اور زمین کو اس کی ہستی ناپاک سے پاک اور عام مسلمانوں کو اس کی صحبت ومجالست سے احتراز لازم اور اسے واعظ یا امام نماز بنانا اس کا وعظ سننا اس کے پیچھے نماز ممنوع وحرام۔

وھذا ماقال الامام ابن حجر المکی ونقله فی النسیم مقراعلیه عند ذکر فتیا الامام ابی الحسن القابسی المذکورۃ الظاھر ان مذھبنا لایابی ذلك لمافی عبارته من الدلالة علی الازراء فان ذکر یتیم ابی طالب فقد لم یکن صریحا فی ذلك فیما یظھر نعم ان کان السیاق یدل علی الازراء کان کمالو جمع بین اللفظین [1] ۔اھ	یہ وہ ہے جو امام ابن حجر مکی نے فرمایا: صاحب نسیم الریاض نے اسے امام ابوالحسن القابسی کے فتوے مذکورہ کے ساتھ نقل کرکے اسے مؤید وثابت رکھا ظاہر یہی ہے کہ ہمارا مذہب اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ فقط یتیم ابوطالب کہنے میں ظاہرًا وصراحۃً توہین نہیں ہے ہاں جب کلام کا پس منظر توہین پر دال ہوگا تو یہ توہین بنے گا جیسا کہ اس صورت میں بنتا ہے جب دونوں (یتیم ابوطالب، اونٹ والا) کو جمع کردیا گیا ہو اھ (ت)

کلمات بے ادبی کا معاذاللہ خود کہنا درکنار دوسرے کا کہا ہوا بے غرض ردوانکار لوٹانے پر شفاء شریف میں فرمایا:

اماالاباحة لحکایة قوله لغیرھذین المقصدین فلااری لھامدخلافی ھذا الباب فلیس التفکه بعرض النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاحد بمباح وذکرھا علی وجه الحکایات واحادیث الناس والخوض فی قیل و	مباح ہونے کا ایک پہلو یوں بھی ہوسکتا ہے کہ قائل اپنے مقولہ کو ان دونوں مقاصد کے علاوہ کسی اور انداز کے ساتھ بیان کرے میرے خیال کے مطابق اس طرح اس کا تعلق ان امور میں باقی نہ رہے گا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت سے کسی کو کھیلنا مباح نہیں ہے ایسے کلمہ کا بطور حکایت یا لوگوں کی بات یا بطور بحث قیل وقال

[1] نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض الباب الاول دارالفکر بیروت ۴/ ۳۴۲

قال ومالایعنی فکل ھذا ممنوع و بعضہ اشد فی المنع والعقوبۃ فما کان من الحاکی لہ علی غیر قصد او معرفۃ بمقدار ماحکاہ اولم تکن عادتہ اولم تکن الکلام من البشاعۃ حیث ھو ولم یظھر علی حاکیہ استحسانہ واستصوابہ زجر عن ذٰلك ونھی عن العودۃ الیہ وان قوم ببعض الادب فھو مستوجب لہ وان کان لفظہ من البشاعۃ حیث ھو کان الادب اشد وان اتُّھِمَ ھذا الحاکی فیما حکاہ انہ اختلفہ ونسبہ الی غیرہ اوکانت تلك عادۃ لہ اوظھر استحسانہ لذٰلك فحکم ھذا حکم الساب نفسہ یؤاخذ بقولہ ولاتنفعہ نسبتہ الی غیرہ فیبادر بقتلہ ویجعل الی الھاویۃ امہ [1] (ملخصًا)	اور بے مقصد ذکر کرنا ممنوع ہے بعض طرز بیان ممانعت اور عقوبت میں زیادہ شدید ہے توحکایت کرنیوالے نے بے قصد اور بے علمی میں حکایت کی یا اس کی ایسی عادت نہیں یا وہ بات کھلی بے ادبی نہیں بایں طور کہ وہ اس کو پسند اور درست نہیں مانتا، تو اس کو زجر کیا جائے گا، اور آئندہ ایسا کرنے سے منع کیا جائے گا اور اگر بطور ادب اس کو کچھ سزا دی جائے تو وہ اس کا مستحق ہے اور اگر وہ الفاظ کھلی بے ادبی ہو تو سزا سخت ہوگی، اور اگر حکایت کرنے والا اس سے متہم ہو کر حکایت بیان کرتے ہوئے بناوٹ سے کام لیتاہے اور غیر کی طرف منسوب کرتے ہوئے حکایت بیان کرے یا اس کی عادت ایسی ہے یا وہ بات اس کے ہاں پسندیدہ ہو تو اس کا حکم وہی ہوگا جو سبّ کرنے کا حکم ہے، یہ اسی کی بات متصور ہوگی اور غیر کی طرف منسوب کرنا اس کو مواخذہ سے نہ بچاسکے گا لہذا فورًا قتل کیا جائے اور واصل جہنم کیا جائے (ملخصا) (ت)

ظاہر ہے کہ زید بے قید جس کے حال سے سوال ہے اگر قسم اول میں ہے تو ضرور اس پر حکم کفر ہے، سائل نے اس کا پورا کلام نقل نہ کیا جس کے سیاق وسباق سے حال کھلتاہے اور اگر اس قسم سے بچ بھی جائے تو قسم سوم سے ہونا یقینی کہ وہ مدعی علم بنتا وعظ کہتاہے پھر مسلمانوں کے ہدایت کرنے پر بھی باز نہ آیا مصر رہا، یہ سب اس کے تین الفاظ سابقہ پر ہے، رہا لفظ "بیچارہ" وہ ان سب سے سخت تر، بیچارہ وہ کہ کس بلا میں گرفتار اور بیکس، بے بس، بے یار ہو جو اس سے خلاص کا کوئی حیلہ نہ پائے۔

---

[1] کتاب الشفاء فصل الوجہ السادس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی ۲/ ۳۶-۲۳۵

یہ ضرور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے رب عزوجل پر افتراء اور قرآن عظیم کی تکذیب اور کفار ملاعنہ کی تصدیق ہے جنھوں نے بکا تھا، ان محمدا ودعه ربه [1] محمد (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو ان کے رب نے چھوڑ دیا، جس پر سورہ والضحٰی شریف نازل ہوئی۔

"وَالضُّحٰی ۙ﴿۱﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ۙ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی ؕ﴿۳﴾ وَ لَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ؕ﴿۴﴾" [2]	اے پیارے تمھارے روئے درخشاں کی قسم تمھاری زلف مشکیں کی قسم، نہ تمھیں تمھارے رب نے چھوڑا نہ بیزار ہوا، جو آن آگے آتی ہے تمھارے لئے گزشتہ آن سے بہتر ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

کیا معاذاللہ ان کو اس ناپاک لفظ سے تعبیر کیا جائے گا جن کا رب فرماتا ہے:

"اِلَّا تَنۡصُرُوۡہُ فَقَدۡ نَصَرَہُ اللّٰہُ" [3]	اگر تم کوئی ان کی مدد نہ کرو تواللہ واحد قہار ان کا مددگار۔

کیا معاذاللہ ان کو کہا جائے گا جن کے لئے ان کا مولٰی عزوجل فرماتا ہے:

"فَاِنَّ اللّٰہَ ہُوَ مَوۡلٰىہُ وَ جِبۡرِیۡلُ وَ صَالِحُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۚ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃُ بَعۡدَ ذٰلِکَ ظَہِیۡرٌ ﴿۴﴾" [4]۔	بیشک اللہ تعالٰی ان کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد فرشتوں کی فوجیں ان کی مدد کو حاضر ہیں۔

کیا معاذاللہ ان کو کہا جائے گا جو اس ظاہری تنہائی اور ایک جہاں برسر عداوت وپرخاش ہونے کی حالت میں اپنے یار غار سے فرماتے تھے: "لَا تَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا ۚ" [5] غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو یہ ملعون کلمہ ان پہلو سے بھی ملعون وخبیث تر ہے، زید بے قید خود بھی جانتا تھا کہ یہ سب سے بدتر ہے، ولہذا ایک بار کہ بناوٹ پر آیا اسی کو سوچ بچار بنایا اور اس سے بھی ہزار درجہ ملعون تر اس کا وہ ناپاک نجس گندا خبیث قول ہے کہ میں نے تو یہی کہا ہے، اللہ تعالٰی یوں فرمارہا ہے، اس سے کُھل گیا کہ وہ ضرور بددین گمراہ فاسد العقیدہ مختل الایمان بلکہ ظاہرًا بالقصد مرتکب توہین حضور سید الانس والجان ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اس کا وعظ سننا حرام اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس سے

---

[1] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ والضحٰی امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۷۰

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۱تا ۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۴۰

[4] القرآن الکریم ۶۶/ ۴

[5] القرآن الکریم ۹/ ۴۰

ملنا جلنا حرام، اسے سلام علیک کہنا حرام، اپنی تقریب میں اسے بلانا حرام، اپنا کوئی دینی کام اگرچہ صرف نکاح خوانی ہو اسے سپرد کرنا حرام،

قال اللہ تعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ت)

اس حالت میں شر وضلالت پر جو اس کے معاون ہیں سب اسی کی مثل ہیں اور ان سب کے یہی احکام۔

قال اللہ تعالٰی "وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ "[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی رکھے گا تو وہ انھیں میں سے ہے۔(ت)

طھر اللہ الارض من خبثھم وخبث امثالھم (اللہ تعالٰی ایسے لوگوں کے خبث سے زمین کو پاک کردے۔ت) ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اجمعین اٰمین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۵۹تا۲۶۰: از کاکوروی درگاہ تکیہ شریف کاظمیہ مرسلہ سید سبط احمد صاحب خادم درگاہ　　۲۳رمضان ۱۳۳۵ھ

(۱) اگر کوئی مسلمان قبل شروع رمضان المبارک یہ لفظ استعمال کرے کہ ہندو ہوتے تو بہتر یہ تیس روزے تو نہ رکھنا پڑتے۔

(۲) دوسرا شخص ایسے لفظ بصراحت یہ بیان کرے کہ اللہ پاک نے تیس روزے بنائے ہیں پوری قید ہے۔ بھوک پیاس لے کر آتے ہیں، بڑا ظلم ہے، رمضان کے روزے بڑے ظالم ہیں، لیکن جو ظلم کرتا ہے تھوڑے دن رہتا ہے۔

الجواب:

یہ دونوں شخص یقینا کافر ومرتد ہیں اگر عورت رکھتے ہوں تو ان کی عورتیں ان کے نکاح سے نکل گئیں، عورتوں کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہیں نکاح کرلیں، یہ کافر اگر توبہ نہ کریں از سر نو اسلام نہ لائیں، تو مسلمانوں کو ان سے میل جول حرام، سلام کلام حرام، بیمار پڑیں تو انھیں پوچھنے جانا حرام، مرجائیں تو ان کے جنازے میں شرکت حرام، انھیں غسل دینا حرام، ان پر جنازہ پڑھنا حرام، ان کا جنازہ کندھے پر رکھنا

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] القرآن الکریم ۵/ ۵۱

حرام، جنازے کے ساتھ جانا حرام، مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، ان کے اقارب اگر حکم شریعت مانیں تو ان کی موت پر ان کی لاشیں دفع عفونت کے لئے بھنگی چماروں سے ٹھیلے پر ڈلوا کر مسلمانوں اور کافروں سب کی مقابر سے جدا کسی گڑھے میں کتے کی طرح پھینکوا کر اوپر سے پاٹ دیں، "وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝" [1] (اور بے انصافوں کی یہی سزا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۱: از ملوک پور مرسلہ مولوی شفاعت اللہ صاحب طالب علم مدرسہ اہل سنت ۹ شوال ۱۳۳۵ھ

زید ایک مسجد کا امام ہے اور بکر بوجہ باہم شکر رنجی زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھتا تھا، بنائے شکر رنجی اول یہ ہے کہ زید داڑھی کترواتا ہے، دوم کہ زید بکر سے منافقانہ رسم رکھتا تھا کیونکہ ایک مرتبہ چند اہل محلّہ وغیرہم نے زید اور بکر کے درمیان اس شکر رنجی کو دفع کرکے صلح کرادی تھی، اور قرآن پاک درمیان میں دیا تھا، مگر قرآن پاک دینے پر بھی زید کا بغض نہ گیا، اور وہ وقتاً فوقتاً اپنے منافقانہ برتاؤ سے اپنا بغض ظاہر کرتا رہا، مگر اس مصالحت کے بعد زید نے چند دنوں کے لئے داڑھی چھوڑ دی جس پر بکر زید کے پیچھے نماز پڑھنے لگا، چند روز کے بعد زید نے بکر پر ایک الزام لگایا جس کو اہل محلّہ نے بعد تحقیق جھوٹا پایا، اس پر بکر نے زید سے دریافت کیا کہ میرے اور تمھارے درمیان کلام پاک دیا گیا تھا پھر تم نے مجھ سے کیوں بغض رکھا اور کیوں میرے اوپر تہمت لگائی، اس پر زید نے صریحا جواب دیا کہ ایک قرآن شریف کیا اگر دو قرآن شریف درمیان ہوجائیں گے تب بھی تیری جانب سے میرا بغض نہ جائے گا، ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

محبت وبغض قلبی حالت اختیار بشر میں نہیں۔

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا قسمی فیما املك فلا تؤاخذنی فیما لا املك [2]۔	آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے، یہ اس میں میرا حصہ ہے جس کا میں مالک ہوں پس اس میں مواخذہ نہ فرما جس کا میں مالک نہیں ہوں۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲۹

[2] اتحاف السادۃ المتقین واما اصحاب علیہ السلام فابوبکر رضی اللہ عنہ دارالفکر بیروت ۲/ ۲۲۹

زید کے اس قول کو اس پر محمول کرنا چاہئے کہ جب بھی میرا البغض نہ جائے گا کہا ہے نہ کہ جب بھی تیرا البغض نہ چھوڑوں گا، ہاں اگر بغض بلاوجہ شرعی ہے اور اس پر کارروائی کرتا ہے جیسے جھوٹی تہمتیں لگانا اور اس امر میں مشہور ہے تو فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۲: عبدالغنی رنگ ساز بریلی محلّہ عقب کوتوالی ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیر کے ساتھ مرید کو کیسا عقیدہ رکھنا چاہئے، آیا یہ کہنا چاہئے کہ میرا بخشنے والا وہی ہے، یا یہ کہ اس کے وسیلہ سے بخشا جاوے گا جیسا کہ ایک شخص (زید) ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے، اور عمرو یہ کہتا ہے کہ پیر بخشنے والا نہیں بلکہ ان کے وسیلہ سے ان کے مرید بخشے جائیں گے، اور بغیر وسیلہ پیر کے دربار خدا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک رسائی نہیں، اور اس امر میں زید ہمیشہ عمرو سے اختلاف رکھتا ہے اب فیصلہ فرمادیں کہ دونوں میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر؟ اور جو حق پر نہیں ہیے اس کو توبہ کرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

(بیان فرماؤ اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

عمرو حق پر ہے اور زید کے وہ الفاظ کہ بخشنے والا اور دینے والا پیر ہی ہے اپنے ظاہر پر بہت شنیع ہیں اور اگر اس کا ظاہر ہی اعتقاد قائل ہو تو صریح کفر بہرحال زید کو توبہ چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۳: لکھیم پور ضلع کھیری محلّہ نئی بستی مرسلہ محمد غفران الحق صاحب ۶ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا بسبیل تذکرہ، کیا اس کو خبر تھی تمھارے دل کی، یعنی کیا خدا جانتا تھا تمھارے دل کی بات کو۔ تو اس کے کہنے سے اس نے خدا کی صفت علم سے انکار کیا یا نہیں؟ اور اس کلمہ کے کہنے پر وہ عورت خارج از ایمان ہوئی یا نہیں؟ اور ایمان سے خارج ہونے کی وجہ سے اس مرد کے نکاح میں رہی یا منکر بصفت علم باری تعالٰی ہونے کی وجہ سے ایمان جاتا رہا، اور ایمان جانے کی وجہ سے اپنے خاوند کے جو کہ مسلمان ہے نکاح سے باہر ہوئی یا نہیں؟ اب وہ عورت توبہ کرکے بغیر عدت کے ایام گزارے اور بغیر دوسرے مرد سے نکاح کئے اپنے خاوند سے نکاح کرسکتی ہے؟ اور پہلا مہر خاوند کو دینا ہوگا یا ساقط ہوگیا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سائل نے ان زن وشو کا اول سے مکالمہ نہ لکھا جس سے اس قول زن کے معنی متعین ہوتے اس میں وہ پہلو بھی نکلتا ہے جس سے سلب علم نہ ہو مثلاً مرد نے دعوٰی کیا کہ فلاں وقت میرے دل میں یہ بات تھی عورت نے اس پر مرد سے یہ کہا کہ اللہ تعالٰی کو اپنے دل میں اس وقت یہ بات ہونے کا گواہ کرے لہذا یہ الفاظ کہے یعنی کیا تمھارے دل میں یہ ارادہ ہونا علم الٰہی میں تھا، اس صورت میں لزوم محظور نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اور وہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، تم فرماؤ ان کا نام تو لو یا اسے وہ بتاتے ہو جو اس کے علم میں ساری زمین میں نہیں۔ (ت)	"وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ"[1]۔

نیز ممکن ہے کہ استفہام تقریری ہو یعنی اس سے اقرار لینا چاہا کہ اللہ تعالٰی **علیم بذات الصدور** ہے، جب وہ اقرار کرتا تو آگے اس پر تفریع کرتی مثلاً یہ کہ جب وہ دلوں کی خبر رکھتا ہے کیوں فاسد ارادہ دل میں لاتے ہو تو ایسے مجمل سوال پر کوئی حکم نہیں دے سکتا، ہاں اگر ثابت و متحقق ہو کہ عورت نے وہ الفاظ **معاذاللہ** نفی علم کے لئے کہے تو بے شک کلمہ کفر تھے، اس روایت کی بناء پر جس پر اب فتوٰی ہے نکاح سے نہ نکلی، اگر وہ توبہ اور تجدید اسلام کرے تو نظر بظاہر الروایۃ دو گواہوں کے سامنے تجدید نکاح کرلیں اس سے زیادہ کی حاجت نہیں اور پہلا مہر کسی حال میں ساقط نہ ہوا، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۶۴: مرسلہ سید ایوب علی ساکن بریلی محلّہ کسگران ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بلا نکاحی عورت اپنے گھر میں رکھتا ہے چند مسلمان نے زید سے ہر چند کہا کہ تو اپنا نکاح کرلے، زید نے جھوٹ کہا کہ میرا نکاح ہو چکا ہے میں اب نہیں کروں گا، اور کسی کو اس کے نکاح کی خبر نہیں ہے، مسلمانوں نے کہا کہ تو مسلمان نہیں ہے جو شرعی حکم نہیں مانتا ہے زید نے جواب دیا کہ ہاں میں مسلمان نہیں ہوں لہذا سب مسلمانوں نے زید کو اپنی محفل سے اٹھا دیا بعد چندے زید کہتا ہے کہ آپ میرا نکاح کردو، لہذا سوال ہے کہ از روئے شرع شریف زید کے واسطے کیا حکم ہے؟ **والسلام**

الجواب:

وہ سب لوگ گنہ گار ہوئے جنھوں نے اسے کہا کہ تو مسلمان نہیں اور جب وہ ایک عورت کو بی بی کی

[1] القرآن الکریم ۱۳/ ۳۳

طرح گھر میں رکھتا اور کہتا تھا کہ میرا نکاح ہوچکا ہے تو اسے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہ تھی، نہ ان لوگوں کو نکاح نہ معلوم ہونے سے نکاح نہ ہونا لازم تھا ان لوگوں نے اپنی نادانی سے برخلاف شرع اسے اتنا تنگ کیا کہ آخر شیطان نے اس سے کہلوادیا کہ ہاں وہ شخص مسلمان نہیں ہے، اس کہنے سے اس کا ایمان جاتا رہا اور نکاح اگر کیا بھی تھا باطل ہوگیا اب وہ پھر مسلمان ہو کر اس کے بعد عورت کی رضامندی سے اس سے نکاح کرے اور یہ سب لوگ بھی توبہ کریں جنھوں نے ناحق تنگ کرکے یہاں تک نوبت پہنچائی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۵ و ۲۶۶: از شہر محلّہ ذخیرہ مسجد نیاریان مسئولہ مولوی محمد افضل صاحب طالبعلم درجہ اول مدرسہ اہل سنت وجماعت ۱۱ محرم ۱۳۳۶ھ

(۱) عرض این ست کہ شخصے وعظ گفت، گفت کہ شہید رابر نبی پنج فضیلت زیادہ دارد حدیث بیان کردہ راست ست یانہ؟ برامام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ بسیار تجاوز بیان کرد کہ در مصنف ابی الشکور تکذیب وے کردی یعنی سر بر چوگان وبرلاش مبارک اسپ راندن ومستورات رابے پردہ بردن وغیرہ راست ست یانہ؟ وگفتہ ابوالشکور در مصنف خود کہ یزید دوازدہ سردار خود راکشت کہ من شما امر نکردم بودم بقتل وے۔	**(۱)** عرض یہ ہے کہ ایک آدمی نے وعظ میں کہا شہید کو نبی پر پانچ درجے زیادہ فضیلت ہے، یہ بات درست ہے یا نہیں؟ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق زیادتی کرتے ہوئے کہا کہ ابوالشکور کے مصنف میں ان کی تکذیب کی گئی ہے یعنی ان کے سر اور لاشے پر گھوڑے دوڑائے گئے، خواتین کو بے پردہ کیا گیا یہ سب درست ہے یا غلط؟ ابوالشکور نے اپنے مصنف میں یہ بھی بیان کیا کہ یزید نے اپنے بارہ سردار یہ کہتے ہوئے قتل کروادئے کہ میں نے تمھیں قتل حسین کا حکم نہیں دیا تھا۔
(۲) دیگر گفت کہ شہادت ناقصہ امام حسن رادادہ شد وشہادت کاملہ امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ دادہ شد ورسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نشدہ وگفت دربیان ایں حدیث کہ برحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید فضیلت دارد معاذاللہ بواسطہ جناب راست ست یانہ؟	**(۲)** دوسرے یہ کہا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت ناقص اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہادت کاملہ دی گئی، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شہید نہیں اور اس نے اس حدیث کے بیان میں کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شہید کو فضیلت ہے **(معاذاللہ)** امام حسین کے واسطہ سے آپ بتائیں یہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(ا) غیر نبی رابر نبی تفضیل کفراست اگر فضل جزئی مراد دارد نیز بے ادب وبدزبان وبدخواہ مسلمانان وبرہم زن دین وایمان ست وتجاوز از حد ظلم ست وبغض او کفر وسائرش حرام، **قال تعالٰی** "**وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ**ؕ"[1] وہمچوں مظالم ملعونہ غیر ثابتہ وثابتہ از پہلوئے اہانت اہل بیت کرام راتہی نیست، فضائل ومناقب آنہا نشر باید نہ آنچنانکہ در شمار زبونان وخستگان وبیچارگاں باشمد۔

کردم از عقل سوالے کہ بگو ایمان چیست
عقل در گوش ولم گفت کہ ایمان اداب است

وما را بایزید وافعال واقوال ظالمانہ ومنافقانہ آں پلید کارے نیست، **اعاذنا اللّٰہ تعالٰی منہ وامثالہ۔**

(۲) سخن اول بے ادبی وسخن آخر کفر، **واللّٰہ تعالٰی اعلم۔**

(ا) غیر نبی کو نبی پر فضیلت دینا کفر ہے اگر جزئی فضیلت مراد ہو تو یہ بے ادبی، بدزبانی اور مسلمانوں کی بدخواہی اور دین وایمان کو جلانا ہے اور حد سے تجاوز کرنا ظلم ہے ان کا بغض وغیرہ کفر وحرام ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھا بیشک اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، اسی طرح غیر ثابت مظالم ملعونہ اور ثابتہ مذکورہ اہلبیت کرام کی اہانت سے خالی نہیں، اہلبیت کے فضائل ومناقب کا بیان ہونا چاہئے نہ یہ کہ ان کو بیچارگاں اور بے سہارا اور خستہ حال ثابت کیا جائے،

میں نے عقل سے پوچھا بتاؤ ایمان کیا ہے
تو عقل نے میرے دل کے کان میں کہا ایمان سراپا ادب ہے

اور ہمیں یزید پلید اور اس کے ظالمانہ افعال واقوال سے کوئی سروکار نہیں اللہ تعالٰی ہمیں اس سے اور اس کی امثال سے پناہ عطا فرمائے۔

(۲) پہلی بات بے ادبی اور دوسری کفر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ ۲۶۷: خدا ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

الجواب:

اللہ عزوجل جگہ سے پاک ہے، یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز

[1] القرآن الکریم ۶۵/۱

لازم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۶۸: از ریاست بہاولپور مقام فرید آباد ڈاک خانہ غوث پور مرسلہ مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھوالحق بشرط ملاحظہ عالیہ جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب بریلوی مد ظلہم العالی مجدد مائۃ حاضرہ، یاحضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، صد آداب نیاز مندانہ بجالاکر عارض ہوں کہ اس جگہ در بارہ مسئلہ وحدۃ الوجود سماع علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام واولیائے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاھلہ شرعًا درست ہے، ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتوٰی دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلا تخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب **معاذاللہ** ملعون وکافر ہے، اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں، فلہذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بواپسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرہ ایمانی بین المسلمین نہ آئے، **والاجر علی اللہ** (اجر اللہ کے پاس ہے۔ت)

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے، اور وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت، اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے، رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا وہ بھی خدا سب خدا ع

گر فرق مراتب نکنی زندیق ست

(اگر تو فرق مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔ت)

حاش للہ الہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الٰہ ہوسکتا ہے نہ الٰہ عبد، اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے:

"كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ"[1]	ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۲۸/ ۸۸

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

الصدق کلمۃ الشاعر کلمۃ لبید الاکل شیئ ماخلا اللہ باطل [1]۔	سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سواہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے سواد بن قارب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشھد ان اللہ لارب غیرہ   وانك مامون علی کل غائب [2]

(میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جمیع غیوب پر امین ہیں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول: یہاں فرقے تین ہیں:

اول: خشک اہل ظاہر کہ حق و حقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم: اہل حق و حقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم: اہل زندقہ وضلالت کہ الٰہ و مخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشے کی الوہیت کے مقر ہیں ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلٰی جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرماہے جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتاہے کہ ان میں ایک ہی شیئ کا عکس کس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتاہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتاہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ "وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ" [3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ت)

---

[1] الجامع الصحیح للبخاری کتاب الادب باب مایجوز من الشعر والرجز قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۸

[2] المستدرك للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ اسلام سواد بن قارب دارالفکر بیروت ۳/ ۶۰۹

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۶۰

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اول: نا سمجھ بچے، انھوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتا ہے جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہوجاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم، اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہوجائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہوجائیں گے، ہوکیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پر تو کی نمود ہے،

دوم: اہل نظر و عقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے موجود ایک ہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلا وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کرکے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، اور وہ سلطنت کا مالک یہ کوئی کمال نہیں رکھتے، حیاۃ، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام، سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہوسکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان نا سمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انھوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی، انھوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا، کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب و نقائص نقصان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا، جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انھیں ذمائم سے متصف ہے **تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا** (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند و بالا ہے۔ت)

انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان

کے صفات مثل کلام و سمع وبصر و علم وارادہ وحیات سے اصلا نام کو بھی کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عزجلالہ کے تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پر توڈالا یہ وجود اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ۔

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پر توآں

ہر کجامی نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے اس کی روشنی سے ہر جا بارونق ہے۔ت)

انھوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں: حقیقی، ذاتی، کہ متجلی کے لئے خاص ہے، اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے وہ حق حقیقت وعین معرفت وللہ الحمد۔

الحمدللہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولاان ھدانا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق، صلی اللہ تعالٰی علیھم وعلی سیدھم ومولاھم وبارك وسلم۔	سب حمد اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں اس کے لئے ہدایت دی جبکہ ہم خود راستہ پانے والے نہ تھے اگر اللہ تعالٰی ہماری رہنمائی نہ فرماتا یقینا ہمارے رب کے تمام رسول حق لائے اللہ تعالٰی ان سب پر اور ان سب کے آقا ومولا پر رحمتیں اور برکتیں اور سلامتی نازل فرمائے۔(ت)

سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور **معاذاللہ** صدیقین کی تکفیر کرنے والا کفر اخبث کا سزاوار ہے، اس کی تفصیل فتاوٰی فقیر خصوصا رسالہ "**اجل التحبیر**" میں ہے، ہاں مزامیر شرعًا ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالٰی عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: مزامیر حرام ست[1] (مزامیر حرام ہیں۔ت) اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۲۶۹: از کھنڈل ضلع اکیاب ملک برہما مرسلہ محمد بدیع الرحمٰن ۲۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۶ھ

اندریں کہ شخصے عالمے راد راثنائے سخن بدیں گونہ دشنام داد کہ چہ ذکر علم تحصیل نمودی وچہ ذکر عالم ہستی پس سب علم وعالم معاوانصاف آں	ایک شخص نے دوران گفتگو عالم دین کو اس طرح گالی دی ہے تو نے ذکر علم حاصل کیا ہے، تو ذکر عالم ہے، اس نے علم اور عالم کو ذکر اور آلہ تناسل سے

[1] فوائد الفواد نظام الدین

باذکر وآلہ تناسل توہین علوم دین وہتک عالم متین ست یانہ، بر شق اول بر شاتم موصوف چساں حکم حسب شرع محمدی عائد شود بینوا بالدلیل۔	متصف کیا، یہ علم دین وعالم متین کی توہین ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو شاتم پر شرح محمدی کا کیا حکم جاری ہتا ہے، دلیل کے ساتھ بیان فرمائیں (ت)

الجواب:

فقہائے کرام توہین عالم را کفر داشتہ اند، در مجمع الانہر ست: من قال للعالم عویلم علی وجہ الاستخفاف کفر [1]۔ آنجا اگر تاویل را راہی بود توہین علم دین خود کفر خالص است واللہ تعالٰی اعلم۔	فقہاء کرام نے عالم کی توہین کو کفر قرار دیا ہے، مجمع الانہر میں ہے، اگر کسی نے توہین کی نیت سے عالم کو عویلم (گھٹیا عالم) کہا تو یہ کفر ہے، اگر یہاں تاویل کریں تو علم دین کی توہین خالصتاً کفر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۷۰ تا ۲۷۲: از کشمیر خاص محلہ رنگریزاں بخانہ منشی چراغ ابراہیم براستہ جہلم مرسلہ محمد یوسف صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

(۱) کوئی شخص فقہ کا انکار کرے کہ میرا فقہ پر ایمان نہیں ہے تو کیا وہ مسلمان ہے یا کافر؟

(۲) اگر وعظ میں کوئی کہے کہ بعد خدا کے درجہ عالم کا ہے فقط، تو اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) اگر کوئی یوں کہے، کہ آدم علیہ السلام نے کپڑا بُنا ہے اور داؤد علیہ السلام نے آہن گروں کا کام کیا ہے اور فلاں پیغمبر نے حجام کا کام کیا، تو اس میں کیا بے عزتی نبیوں کی ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) فقہ کا انکار قرآن مجید کا انکار ہے،

قال اللہ تعالٰی "فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ" [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔ (ت)

اور قرآن مجید کا انکار کفر ہے۔

(۲) اگر اس نے عالم سے مراد یہی عرفی علماء لئے جنھیں مولوی کہتے ہیں تو یہ کلمہ کفر ہوگا کہ اس میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر علماء کی تفضیل لازم آتی ہے، اور اگر مطلق عالم مراد لیا کہ انبیاء

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۲

علیہم الصلٰوۃ والسلام کو بھی شامل ہے تمام عالم سے اعلی واعلم تو وہی ہیں، تو ضرور حق ہے اور جب بات محتمل ہے تو قائل پر کوئی حکم نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کے قرائن کلام سے متعین نہ ہوتا ہو۔

(۳) حجام کا کام انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی طرف نسبت کرنا تو اس شخص کا افتراء ہے، آدم علیہ الصلٰوۃ والسلام کو کپڑا بننا سکھایا گیا، داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام کے لئے لوہا نرم کیا گیا وہ اس سے زرہیں بناتے، یہ بیان اگر اس نے محل توہین میں کیا تو کافر مرتد ہے اور اگر کسی محل صحیح میں نیت صحیح سے کیا تو حرج نہیں، اور اگر نہ کوئی نیت فاسدہ تھی نہ صحیحہ ویسے ہی بے معنی حکایات کے طور پر بیان کیا تو بے ادب ہے اور قابل تعزیر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۲۷۳ و ۲۷۴: از شہر کہنہ محلّہ قاضی ٹولہ مرسلہ حاجی سعد الدین صاحب ۳۰ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

تفضل حسین نے ایک جلسہ عام میں منبر پر بیٹھ کر یہ کہا کہ آج میں ایک ایسی بات بیان کرتا ہوں جو آج تک حاضرین جلسہ نے نہ سنی ہو کیونکہ کسی عالم اور کسی فقیر نے آج تک بیان نہیں کیا وہ بات یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بی بی عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے دولت خانے پر تشریف لائے آپ کی سوئی گر گئی تھی وہاں اندھیرا تھا اس کو وہ تلاش کر رہی تھیں تاریکی کی وجہ سے نہ ملتی تھی حضور نے تبسم فرمایا دندان اقدس کی روشنی سے وہ سوئی مل گئی، حضور نے خیال فرمایا کہ میرے دانت ایسے روشن ہیں کہ آج تک کسی کے ایسے نہ ہوئے اس تکبر کی وجہ سے حضور کا دندان اقدس جنگ اُحد میں، شہید ہو گیا۔

(۲) حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رات رات بھر کھڑے ہو کر عبادت کرتے تھے اس وجہ سے پاؤں شریف پر ورم آگیا، کسی صاحب نے یہ عرض کیا کہ حضور پتھر آگ میں گرم کرکے سینکیں، حضور نے جس وقت پتھر آگ میں ڈالا اس نے اللہ تعالٰی سے فریاد کی حکم ہوا کہ ہم اس کا بدلہ تجھ کو دیں گے ان الفاظ سے توہین ہوئی یا نہیں۔ اور ہوتی ہے تو کس حد تک، یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں یا غلط؟ اس کے بیان کرنے والے کے لئے کیا حکم ہے اور سامعین پر اس کا گناہ ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو وہ کس طرح اس گناہ سے بری ہوں؟

الجواب:

پہلی روایت کہ تبسم فرمانے سے سوئی مل گئی، یہاں تک ٹھیک ہے، اس کے بعد جو اس بیان کرنے والے نے بڑھایا ہے وہ صریح کذب وافتراء ہے، اور اس کے ساتھ جو اس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت **معاذ اللہ** تکبر کا لفظ کہا وہ صریح کفر ہے وہ ایمان سے نکل گیا اور اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، جیسے مجمع میں اس نے وہ ناپاک ملعون لفظ کہا اسے حکم ہے کہ ویسے ہی

مجمع میں توبہ کریں اور اسلام لائے اگر نئے سرے سے مسلمان نہ ہو تو مسلمانوں کو اس سے سلام و کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کی شادی غمی میں شریک ہونا حرام بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو اس کے جنازے پر جانا حرام، اسے غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازہ کی نماز حرام، اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام، مرنے کے بعد اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، بلکہ اس کے کفر پر مطلع ہو کر جو کوئی اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا کوئی معاملہ کرے گا اور اسے مسلمان جانے گا بلکہ اس کے کفر میں شک کرے گا وہ خود کافر ہوجائے گا، شفائے امام قاضی عیاض و بزازیہ و ذخیرۃ العقبٰی و مجمع الانہر و درمختار میں ہے:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر [1]۔	جس نے اس کے عذاب و کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

(۲) اور وہ جو دوسری روایت پتھر کی اس نے بیان کی وہ بھی محض جھوٹ اور اس کا افتراء ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو وہ روایت اس پر جہنم کے پتھر برسائے گی وہ لوگ جو ایسے کو بیان کرنے کے لئے بٹھاتے ہیں اور اس کا بیان سنتے ہیں سب سخت گنہ گار ہیں اور اگر اس پہلی روایت کو سن کر پسند کیا تو وہ پسند کرنے والے سب اس کی مثل کافر ہوگئے اور ان کی عورتیں نکاح سے نکل گئیں، ان پر توبہ فرض ہے، اور ہدایت اللہ کے ہاتھ، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷۵: از کٹک بخشی بازار مرسلہ داور علی خان سہاوری ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ایک اشتہار بجنسہٖ روانہ خدمت کرتاہوں اس میں نمبر ۶ میں جو لکھا ہے اس سے مسلمانان کٹک بہت الجھن میں پڑگئے ہیں کیونکہ جس کتاب کے حوالے سے لکھا ہے وہ غیر مقلدین کی کتاب کا حوالہ ہے اس واسطے مکلّف ہوں کہ اس کا جواب دیجئے تاکہ مسلمانان کٹک جھٹلی ور ہو۔

Contents

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸

پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃ فِی الْفَتَاوٰی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد پانزدہم (۱۵)

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ______ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ______ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ، لاہور (۸)، پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون: ۷۶۵۷۳۱۴

نام کتاب ________ فتاوی رضویہ جلد پانزدہم
تصنیف ________ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ
ترجمہ عربی عبارات ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
پیش لفظ ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
ترتیبِ فہرست ________ حافظ عبد الستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور
مقدمہ ________ حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری
تخریج و تصحیح ________ مولانا نذیر احمد سعیدی، مولانا محمد اکرم اللہ بٹ
باہتمام وسرپرستی ________ مولانا مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی ناظم اعلٰی تنظیم المدارس اہلسنّت، پاکستان
کتابت ________ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پیسٹنگ ________ مولانا محمد منشا تابش قصوری معلم شعبۂ فارسی جامعہ نظامیہ لاہور
صفحات ________ ۷۴۴
اشاعت ________ محرم الحرام ۱۴۲۰ھ / اپریل ۱۹۹۹ء
مطبع ________
ناشر ________ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت ________

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس، جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمدُ للہ ! اعلحضرت امام المسلمین مولانا الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خزائن علمیہ اور ذخائر فقہیہ کو جدید انداز میں عصر حاضر کے تقاضوں کے عین مطابق منظر عام پر لانے کے لئے دارالعلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں رضا فاؤنڈیشن کے نام سے جو ادارہ مارچ ۱۹۸۸ء میں قائم ہوا تھا وہ انتہائی کامیابی اور برق رفتاری سے مجوزہ منصوبہ کے ارتقائی مراحل کو طے کرتے ہوئے اپنے ہدف کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اب تک یہ ادارہ امام احمد رضا کی متعدد تصانیف شائع کرچکا ہے مگر اس ادارے کا عظیم ترین کارنامہ "**العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ المعروف بہ فتاوٰی رضویہ**" کی ترجمہ وتخریج کے ساتھ عمدہ وخوبصورت انداز میں اشاعت ہے۔ فتاوٰی مذکورہ کی اشاعت کا آغاز شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ مارچ ۱۹۹۰ء میں ہوا تھا اور بفضلہٖ تعالٰی جل مجدہ، بعنایت رسول الکریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تقریبا نو سال کے مختصر عرصہ میں یہ پندرھویں جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے قبل **کتاب الطہارۃ، کتاب الصلوٰۃ، کتاب الجنائز، کتاب الزکوٰۃ، کتاب الصوم، کتاب الحج، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب الایمان، کتاب الحدود والتعزیر** اور **کتاب السیر** کے بعض حصے پر مشتمل چودہ جلدیں شائع ہوچکی ہیں جن کی تفصیل سنین، مشمولات، مجموعی صفحات اور ان میں شامل رسائل کی تعداد کے اعتبار سے حسب ذیل ہے۔

جلد	عنوان	جواباتِ اسئلہ	تعدادِ رسائل	سنینِ اشاعت	صفحات
۱	کتاب الطہارۃ	۲۲	۱۱	شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ ـــــ مارچ ۱۹۹۰ء	۸۳۸
۲	کتاب الطہارۃ	۳۳	۷	ربیع الثانی ۱۴۱۲ ـــــ نومبر ۱۹۹۱ء	۷۱۰
۳	کتاب الطہارۃ	۵۹	۶	شعبان المعظم ۱۴۱۲ ـــــ فروری ۱۹۹۲	۷۵۶
۴	کتاب الطہارۃ	۱۳۲	۵	رجب المرجب ۱۴۱۳ ـــــ جنوری ۱۹۹۳	۷۶۰
۵	کتاب الصّلوٰۃ	۱۴۰	۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۴ ـــــ ستمبر ۱۹۹۳	۶۹۲
۶	کتاب الصّلوٰۃ	۴۵۷	۴	ربیع الاوّل ۱۴۱۵ ـــــ اگست ۱۹۹۴	۷۳۶
۷	کتاب الصّلوٰۃ	۲۶۹	۷	رجب المرجب ۱۴۱۵ ـــــ دسمبر ۱۹۹۴	۷۲۰
۸	کتاب الصّلوٰۃ	۳۳۷	۶	محرم الحرام ۱۴۱۶ ـــــ جون ۱۹۹۵	۶۶۴
۹	کتاب الجنائز	۲۷۳	۱۳	ذیقعدہ ۱۴۱۶ ـــــ اپریل ۱۹۹۶	۹۴۶
۱۰	کتاب زکوٰۃ، صوم، حج	۳۱۶	۱۶	ربیع الاوّل ۱۴۱۷ ـــــ اگست ۱۹۹۶	۸۳۲
۱۱	کتاب النکاح	۴۵۹	۶	محرم الحرام ۱۴۱۸ ـــــ مئی ۱۹۹۷	۷۳۶
۱۲	کتاب نکاح، طلاق	۳۲۸	۳	رجب المرجب ۱۴۱۸ ـــــ نومبر ۱۹۹۷	۶۸۸
۱۳	کتاب طلاق، ایمان اور حدود وتعزیر	۲۹۳	۲	ذیقعدہ ۱۴۱۸ ـــــ مارچ ۱۹۹۸	۶۸۸
۱۴	کتاب السیر (ا)	۳۳۹	۷	جمادی الاخرٰی ۱۴۱۹ ـــــ ستمبر ۱۹۹۸	۷۱۲

پندرھویں جلد

یہ جلد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم مطبوعہ سنی دارالاشاعت مبارکپور اعظم گڈھ بھارت کے صفحہ ۱۶۹ سے ۳۱۴ تک ۸۱ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے۔ نئے شامل کردہ رسائل کے علاوہ اسی جلد کی عربی وفارسی عبارات کا ترجمہ فاضل شہیر مصنف کتب کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری مہتمم جامعہ اسلامیہ لاہور نے کیا ہے ۔ اس سے قبل چھٹی، ساتویں، آٹھویں، دسویں اور چودھویں جلد بھی علامہ موصوف کے ترجمہ کے ساتھ شائع ہوچکی ہیں۔ پیش نظر جلد بنیادی طور پر کتاب السیر کے مباحث جلیلہ پر مشتمل ہے تاہم متعدد ابواب فقہیہ وکلامیہ وغیرہ کے مسائل ضمناً زیر بحث آئے ہیں، مسائل ورسائل کی مفصل فہرست کے علاوہ مسائل ضمنیہ کی الگ فہرست بھی قارئین کرام کی سہولت کے لئے تیار کردی گئی ہے، انتہائی وقیع اور گرانقدر تحقیقات وتدقیقات پر مشتمل مندرجہ ذیل پندرہ رسائل بھی اس جلد کی

زینت ہیں:

(۱)الجبل الثانوی علی کلیۃ التھانوی (۱۳۳۷ھ)

کلمہ طیبہ اور درود شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی کی جگہ اشرف علی کہنے والے کا حکم شرعی۔

(۲)سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ)

اس بات کا بیان کہ کذب باری تعالٰی محال ہے اور اللہ تعالٰی کو محال پر قادر ماننا اس کو عیب لگانا ہے بلکہ اس کی الوہیت کا انکار ہے۔

(۳)دامان باغ سبحن السبوح (۱۳۰۷ھ)

نظریہ امکان کذب کا رد بلیغ

(۴)القمع المبین لآمال المکذبین (۱۳۲۹ھ)

مسائرہ، شرح مواقف اور حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی کی عبارت سے قائلین امکان کذب کے استدلال کا رد۔

(۵)السوء والعقاب علی المسیح الکذاب (۱۳۲۰ھ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات کفریہ کا رد۔

(۶)حجب العوار عن مخدوم بہار (۱۳۳۹ھ)

غیر مقلدوں کی طرف سے مخدوم بہار شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک غلط بات منسوب کرنے کا رد اور آپ کی ایک عبارت سے دفع شبہات۔

(۷)ابحاث اخیرہ (۱۳۲۸ھ)

علماء دیوبند اور مولوی اشرف علی تھانوی پر اتمام حجت

(۸)الدلائل القاھرہ علی الکفرۃ النیاشرہ (۱۳۳۵ھ)

نیچری کافروں کے خلاف زبردست دلائل

(۹)قھر الدیان علی مرتد بقادیان (۱۳۲۳ھ)

قادیانی مرتد پر قہر خداوندی

(۱۰)الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی (۱۳۴۰ھ)

قادیانی مرتد پر اللہ تعالٰی کی شمشیر برآں

(۱۱)جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ (۱۳۱۶ھ)

ختم نبوت کا انکار کرنے کی وجہ سے دشمن خدا پر جزائے خداوندی۔

(۱۲)الکوکبۃ الشہابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ (۱۳۱۲ھ)

امام الوہابیہ کے کفریات کے بارے میں چمکدار ستارہ

(۱۳)سل السیوف الہندیۃ علی کفریات باباء النجدیہ (۱۳۱۲ھ)

نجدی پیشواؤں کے کفریات پر لٹکتی ہوئی تلوار

(۱۴)تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ)

ترکی مسلمانوں کی حالت زار کا بیان اور مسلمانوں کی اصلاح کامیابی اور نجات کی عمدہ تدبیریں۔

(۱۵)باب العقائد والکلام (۱۳۳۵ھ)

اس بات کا بیان کہ کوئی کافر اللہ تعالٰی کو نہیں پہچانتا۔

پندرہ رسائل مذکورہ میں سے مقدم الذکر چھ رسائل تو پہلے سے فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم کتاب السیر میں موجود تھے اگرچہ ان میں سے رسالہ "حجب العوار" کو سابق کی جگہ سے تبدیل کردیا گیا ہے تاکہ رد مرزایت اور رد منکرین ختم نبوت سے متعلق رسائل یکجا ہوجائیں جبکہ آخر الذکر رسالہ یعنی "تدبر فلاح ونجات واصلاح" فتاوٰی رضویہ قدیم جلد دوازدہم میں شامل تھا، مگر اس کے مباحث جلیلہ کتاب السیر سے زیادہ مطابقت رکھتے ہیں لہٰذا اس کو جلد ہذا میں شامل کردیا گیا، اور رسالہ باب العقائد والکلام فتاوٰی رضویہ قدیم جلد اول کتاب الطہارۃ باب التیمم میں تھا وہاں سے خارج کیا گیا تھا اور وعدہ تھا کہ کسی مناسب مقام پر شامل کیا جائے گا، چنانچہ مضمون کے پیش نظر اسے بھی جلد ہذا میں شامل کردیا ہے، باقی سات رسائل اسی سے قبل فتاوٰی رضویہ میں شامل نہ تھے، موضوع کی مناسبت کے پیش نظر ان کو بھی اس جلد کی زینت بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ جلد ہذا میں مسئلہ نمبر ۷۵ دراصل فتاوٰی رضویہ قدیم جلد نہم مطبوعہ کراچی کے صفحہ ۸۹ تا ۹۷ مسائل کلامیہ سے منتقل کیا گیا ہے کیونکہ اس کا مضمون کتاب السیر سے مطابقت رکھتا ہے، یاد رہے کہ کتاب السیر کے بعد فتاوٰی رضویہ قدیم جلد ششم میں "کتاب المفقود" تھی جس کو کتاب الطلاق کے ساتھ منسلک کرکے تیرھویں جلد (جدید) میں شامل کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اب اگلی جلد یعنی جلد ۱۶ "کتاب المفقود" کی بجائے "کتاب الشرکۃ" سے شروع ہوگی۔ مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے اس جلد میں شامل ہونے سے رہ گئے۔

(۱)المجل المسدد ان سب المصطفٰی مرتد۔ (۲)البارقۃ اللمعاعلی ساعد من نطق بالکفر طوعا۔

(۳)المقال الباھر منکر الفقہ کافر۔

ذوالحجہ ۱۴۱۹ھ اپریل ۱۹۹۹ء

O حافظ محمد عبدالستار سعیدی

جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

فہرست مضامین

مولوی اشرفعلی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کو جانوروں، پاگلوں، بچوں کے علم سے تشبیہ دی جس پر علمائے حرمین شریفین نے انھیں کافر کہا۔	۸۴	جعلی اور وہابیوں کی طرف سے من گھڑت کتابوں کا جدول جو انھوں نے اعلیٰحضرت اور ان کے والد ماجد اور جد امجد قدست اسرار ہم اور سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب کیں۔	۹۰
○ رسالہ **ابحاث اخیرہ** (اس مبارک رسالہ نے ان وہابیوں، دیو بندیوں کی مناظرہ کی رَٹ اور تعلیوں کو خاک میں ملا دیا جو دعوتِ مناظرہ دے بیٹھے تھے اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ نے یہ مضمون حقائق مشحون بصیغہ رجسٹری ارسال فرمادیا جس کا تاریخی نام "ابحاثِ اخیرہ ہے"، اس کے پہنچتے ہی تھانوی، اجودھیاباشی اور چاند پوری وغیرہ کو سانپ سُونگ گیا، آج تک اس کی تابشوں سے دیابنہ ملاعنہ کی آنکھیں خیسر ہیں اور قیامت تک اس کا جواب ان سے ممکن نہیں)	۸۷	جدول میں مذکور کتابوں اور انکے جعلی مطابع کا جہاں بھر میں کہیں وجود نہیں۔	۹۱
حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے مصنف علیہ الرحمۃ کی ڈیوٹی۔	۸۷	تھانوی صاحب سے مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے دس ۱۰ استفسارات۔	۹۳
امر دین کے علاوہ مصنف علیہ الرحمہ پر جتنے ذاتی حملے ہوتے رہے انھوں نے کبھی اس کی پرواہ نہیں کی۔	۸۸	کاش یہ بات اُسی وقت طے ہو جاتی۔	۹۷
مولوی ثناء اللہ امرتسری ممکن و موجود میں فرق نہ جان سکے۔ مقدوراتِ الٰھیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا اور علم الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متامل بتایا۔	۸۸	اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے مولوی اشرفعلی تھانوی کو ۱۳۲۹ھ میں تحریر کردہ تاریخ خط جس میں آپ نے اتمامِ حجت کرتے ہوئے گستاخانہ عقائد و عبادات پر مناظرہ کی آخری دعوت دی۔	۹۷
مصنف علیہ الرحمۃ کا فرمان کہ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزتِ سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔	۸۸	رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نامِ اقدس تعظیم سے لینا فرض ہے۔	۹۹
مصنف علیہ الرحمہ کا اس پر اظہار مسرت کہ گستاخانِ رسول جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے اور بُرا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدگوئی اور منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں۔	۸۸	ترک تعظیم کے طور پر خالی رسول رسول کہنا کفر ہے اور بلا ضرورت ہو تو برکات سے محرومی۔	۹۹
تذکارات۔	۸۹	جو جلوس کسی غیر مسلم کے استقبال کے لئے ترتیب دیا جائے چند یا زیادہ مسلمانوں کی شرکت اس کو جائز نہ کردے گی۔ کفر کی محفلوں میں جو برضا و رغبت شریک ہو کافر ہو گیا اور باکراہ شرعی ہو تو معزور ہے۔	۱۰۰
		تعظیمِ مشرک کا جلوس حرام، اور فعلِ حرام کا تماشہ دیکھنا بھی حرام۔	۱۰۰

افعال باری سے صرف انھیں صفات کمال پر استدلال ممکن جن کو خلق و تکوین سے علاقہ ہے بقیہ صفات ثبوتیہ اور سلبیہ پر استدلال نہیں۔	۳۷۱	اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک اللہ تعالٰی کو عیب سے پاک اور منزہ ماننا، اور اس کو بے اختیار جاننا دونوں ہی ایک قسم کی گمراہی ہے (معاذاللہ)	۳۷۶
تمام صفاتِ الٰہی کا ثبوت دلیل سمعیہ سے نہیں۔	۳۷۱	دہلوی صدق کو اللہ تعالٰی کی صفتِ کمال بھی مانتا ہے اور اس کو اللہ کی قدرت و اختیار میں بھی مانتا ہے جبکہ تمام کتب کلامیہ میں تشریح ہے کہ تمام صفات کمالیہ بے توسط قدرتُ اختیار ہیں۔	۳۷۷
ان صفات کی وضاحت جو دلائل سمعیہ سے ثابت نہیں۔	۳۷۱	صفاتِ کمالیہ کا اختیاری نہ ہونا اجماعی مسئلہ ہے۔	۳۷۷
اللہ تعالٰی کے عیب سے پاک ہونے پر اہل اسلام کا اجماع ہے۔ اگر عیب سے ملوث مان لیا جائے تو یہ اجماع مقدوح ہوگا۔	۳۷۲	تنبیہ نبیہ۔	۳۷۸
وہابیہ اللہ تعالٰی کو حق سبحانہ بھی کہتے ہیں اور اس میں دُنیا بھر کے عیب بھی مانتے ہیں۔	۳۷۳	دہلوی علم الٰہی کو بھی اختیاری مانتا ہے۔	۳۷۸
الوہیت اور عیوب میں تناقض ہے۔	۳۷۳	امام اعظم کا ارشاد کہ صفاتہ تعالٰی فی الازل غیر محدثۃ۔ صدق کو اختیاری ماننے کا وبال یہ ہے کہ قرآن کو مخلوق ماننا پڑے گا۔	۳۷۹
اللہ تعالٰی کے لئے ظلم ممکن ماننے کا مطلب ہے اس کی خدائی کا زوال۔	۳۷۴	قرآن عظیم کے غیر مخلوق ہونے پر ائمہ اسلام کے ۳۲ ارشادات۔	۳۸۰
یہ بات کوئی سمجھدار کافر بھی نہیں کہہ سکتا ہے کہ خدا عیت تو کر سکتا ہے لیکن ترفعًا اور مصلحتًا اس سے بچتا ہے۔	۳۷۴	۹ صحابہ کا قول کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے۔	۳۸۰
وہابیہ کا یہ خیال کہ اگر خدا جُھوٹ نہ بولے تو عاجز ہوگا احمقانہ ہے کیونکہ جب بقول تمھارے سارے عیب اس میں ہو سکتے ہیں تو معاذاللہ ایک یہ عجز بھی سہی۔	۳۷۴	امام جعفر صادق رحمۃاللہ علیہ کا قول کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا قتل کیا جائے۔	۳۸۱
مُلائے دہلوی اللہ تعالٰی کو بالفعل نقائص سے ملوث مانتا ہے۔	۳۷۵	"قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے" علی ابن مدینی و امام مالک، یحیٰی ابن ابی طالب، امام احمد بن حنبل۔	۳۸۲
تنبیہ نبیہ۔	۳۷۶	"جو قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے" عبداللہ ابن ادریس	۳۸۲
اسماعیل دہلوی نے لکھا کہ "اللہ تعالٰی کو زمان و مکان سے پاک ماننا بدعتِ حقیقی ہے۔"	۳۷۶	"قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے"۔ وکیع ابن الجراح یحیٰی ابن معین، ابن ابی مریم، شبابہ ابن سواد و عبدالعزیز ابن امان۔	۳۸۲

فہرست ضمنی مسائل

جعلی اور وہابیوں کی طرف سے من گھڑت کتابوں کا جدول جو انھوں نے اعلحضرت اور ان کے والد ماجد قدست اسرار ہم اور سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب کیں۔	۹۰	مجنوں نبی عامر اولیاء اللہ سے تھا، لیلٰی جنون سے اس نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔	۳۰۶
جدول میں مذکور کتابوں اور ان کے جعلی مطابع کا جہان بھر میں کہیں وجود نہیں۔	۹۱	حجرت شبی سے کسی نے پُوچھا سلمٰی کی خبر دینے والا کوئی ہے، انھوں نے فرمایا دارین میں اس کی خبر دینے والا کوئی نہیں ہے۔	۳۰۶
اعلحضرت علیہ الرحمۃ کی طرف سے مولوی اشرفعلی تھانوی کو ۱۳۲۹ھ میں تحریر کردہ تاریخ خط جس میں آپ نے اتمام حجت کرتے ہوئے گستاخانہ عقائد وعبادات پر مناظرہ کی آخری دعوت دی۔	۹۷	ترک تقلید کا بیج ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے بویا۔	۵۲۱
موجودہ ساری دنیا حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔	۱۵۶	قادیانیوں نے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھپوایا جس میں علمائے حق کو گالیاں دینے کے بعد مناظرہ کا چلینج کیا گیا جس کے جواب میں رسالہ "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" کا اجرا ہوا جو دو عددوں پر مشتمل ہے۔	۵۹۶
روضہ انور کے پاس اونچی آواز سے بولنے والے کو فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ڈانٹ۔	۱۶۹	حضرت عزیر علیہ السلام کو بعد موت اللہ تعالٰی نے زندہ فرمایا۔	۶۱۳
یہ بات جھوٹ ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تُو خانہ کعبہ میں داخل ہو جا اور وہاں بچہ جَن۔	۱۹۳	چاروں طائر انِ خلیل علیہ السلام مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہوئے۔	۶۱۳
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اور اُن کے بارہ اساتذہ حدیث "ناد علی" کی سندیں لیتے، اجازتیں دیتے اور وظیفہ کرتے تھے۔	۲۱۷	مقوقس شاہ مصر کی تصدیق ولادت۔	۶۴۴
حاکم مکہ کے حکم سے علماء حرمین شریفین اور وہابی مولویوں کے درمیان مناظرہ کی کیفیت۔	۲۳۳	فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے گستاخ رسول کو طمانچہ مارا۔	۶۶۱
حضور کے وصال کے بعد بعض نام کے صحابہ مرتد ہوگئے تھے۔	۲۶۸	حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصال بچپن میں ہوا۔	۶۷۱
مذاہب کی کثرت اور گمراہیوں کے شیوع نے موجودہ علم کلام کی پناہ ڈالی۔	۴۷۰	مسیلمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جنھوں نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، وہ فرمایا کرتے "قتلت خیر الناس و شر الناس" میں نے بہتر شخص کو شہید کیا پھر سب سے بدتر کو مار۔	۶۷۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

کتاب السِّیَر

(حصّہ دوم)

مسئلہ ۱: از شہر مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے کہا کہ ایک ہندی مہاجر مدنی کی اہلیہ افغانی النسل مدنی بی بی صاحبہ ہندوستان تشریف لائی ہیں، وہ تعزیوں وغیرہ کے حالات سن کر فرماتی ہیں کہ ہندیوں نے یہ اسلامی بت بنائے ہیں، اس کو سن کر خالد نے نہایت غضبناک ہو کر کہا تعزیوں کو بت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو۔

الجواب:

تعزیے ناجائز ضرور ہیں مگر ان کو بت کہنا زیادت وغلو ہے، مسلمان ان کی پرستش نہیں کرتے، اور جس نے وہ کلمہ کہا کہ "بت کہنے والا خود کافر ہے اگرچہ عالم ہو" اس نے اس سے بھی ہزار درجے بدتر کہی سخت سزا کا مستحق ہے بلکہ توہین علماء کے سبب اس پر تجدید اسلام ونکاح لازم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲: از شہر مسئولہ محمد خلیل الدین احمد صاحب ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلہ میں کہ عمرو نے کہا تفضیلیہ کے پیچھے ہم نماز نہیں پڑھیں گے، بکر یہ سن طیش میں آگیا اور کہا ہم تو تفضیلیہ ہیں ہم کو دوسروں (غیر تفضیلیہ) سے کیا مطلب اگر وہ دو خدا کہیں تو ہم نہیں مانتے اگر وہ گوہ کھائیں تو ہم نہیں کھا سکتے، اسطرح عالم اہل سنت وجماعت پر کنایۃً تبرا کہا اور یہ بھی کہا کہ ہم خارجی کو نماز نہیں پڑھانے دیں گے، (مسجد کا امام ایک سید اہلسنت وجماعت ہے) اس طرح اہلسنت وجماعت کو خارجی کہا۔

الجواب:

تفضیلیہ گمراہ ہیں اور علماء کی توہین راہ جہنم ہے اور اہلسنت کو خارجی کہنا رافضیوں کا شعار ہے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳ تا ۷: از شہر کہنہ محلّہ کوٹ مسئولہ عنایت اللہ خاں یکم صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ [۱] جو شخص کہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو علم غیب نہ تھا اور [۲] معراج جسمانی نہ ہوئی اور [۳] جملہ شہداء واولیاء اللہ وبزرگان دین کی نیاز ونذر کرنا حرام

اور [۴] ان سے بذریعہ دعاامداد طلب کرنا شرک ہے، پس وہ (۵) شخص ونیز اس کے پیرو قابل امام ہیں یا نہیں ؟اور وہ کس فرقہ سے ہیں؟اور مسئلہ مندرجہ بالا کون سی بات جائز وناجائز ہے؟اور حضرت کو علم غیب تھا یانہ ؟اور معراج جسمانی ہوئی یانہ ؟

الجواب:

[۱] اللہ عزوجل نے روز اول سے روز اخر تک جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہے اور جو کچھ ہونے ولا ہے ایک ایک ذرہ کا تفصیل علم اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطافرمایا، ہزار تاریکیوں میں جو ذرہ یا ریگ کادانہ پڑا ہے حضور کا علم اس کو محیط ہے، اور فقط علم ہی نہیں بلکہ تمام دنیا بھر اور جو کچھ اس میں تا قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہے ہیں جیسا اپنی اس ہتھیلی کو۔آسمانوں اور زمینوں میں کوئی ذرہ ان کی نگاہ سے مخفی نہیں بلکہ یہ جو کچھ مذکور ہے ان کے علم کے سمندروں میں سے ایک چھوٹی سی نہر ہے، اپنی تمام امت کو اس سے زیادہ پہچانتے ہیں جیسا آدمی اپنے پاس بیٹھنے والوں کو، اور فقط پہچانتے ہی نہیں بلکہ ان کے ایک ایک عمل ایک ایک حرکت کو دیکھ رہے ہیں۔ دلوں میں جو خطرہ گزرتا ہے اس سے آگاہ ہیں، اور پھر ان کے علم کے وہ تمام سمندر اور جمیع علوم اولین وآخرین مل کر ہم علم الٰہی سے وہ نسبت نہیں رکھتے جو ایک ذرا سے قطرہ کو کروڑ سمندروں سے، "وَمَاقَدَرُوااللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ"[1] ظالموں نے اللہ ہی کی قدر نہ پہچانی کہ جو کچھ ہو گزرا اور قیامت تک ہونے ہونے والا ہے اس کا علم اس کی عطاسے اس کے محبوب کے لئے مانا اور کہہ دیا کہ یہ تو خدا سے برابری ہو گئ مشرک ہوگیا۔ بے ادبو! کیا خدا کا علم اتنا ہی ذرا سا ہے کہ دو حدوں میں محدود ہے، یہ تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے صدقہ میں اپنے غلاموں کو عطافرماتے ہیں، یہ سب آیات کریمہ واحادیث صحیحہ واقوال ائمہ وعلماء واولیاء سے ثابت جن کی تفصیل ہماری کتابوں "الدولة المکیه وانباء المصطفی وخالص الاعتقاد" وغیرہ میں ہے، [۲] معراج شریف یقینا قطعاً اسی جسم مبارک کے ساتھ ہوانہ کہ فقط روحانی جو ان کے عطاسے ان کے غلاموں کو بھی ہوتا ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ"[2] پاکی ہے اسے جو رات میں لے گیا اپنے بندہ کو، یہ نہ فرمایا کہ لے گیا اپنے بندہ کی روح کو۔ [۳] نیاز نذر کرنا جائز ہے، [۴] اور اولیاء سے طلب دعا مستحب ہے۔اور [۵] یہاں ان مسائل میں کلام کرنے والے نہیں مگر وہابی، اور وہابی مرتد ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل

[1] القرآن الکریم ۶ /۹۱

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱

محض جیسے گنگا پرشاد کے پیچھے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۸: از ایم، اے، او، کالج علی گڈھ نمبرے مارلیس کورٹ مسئولہ مقصود علی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱۱ اکتوبر کو مولانا شوکت علی و محمد علی صاحب علی گڑھ تشریف لائے اور انھوں نے ہم طالب علموں کو یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ مسلمانوں کی دشمن ہے اور چاہتی ہے کہ جزیرۃ العرب و مقامات مقدسہ پر اگر اپنی حکومت نہیں تو کم سے کم اثر رکھیں، تو اس حالت میں ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہئے، انھوں نے یہ بتایا کہ خلافت کمیٹی نے یہ طریقہ بتایا ہے کہ اس وقت گورنمنٹ سے ہم مسلمانان قطع تعلق کرلیں اور کالج کے طاطب علموں کو یہ بتایا کہ چونکہ کالج میں گورنمنٹ روپیہ دیتی ہے اور اس سے کالج کا تعلق ہے تو ہم طالب علم کالج چھوڑ دیں، توکیا یہ اس قت ہم لوگوں کا مذہبی فرض ہے کیااس کی عدول حکمی سے کفر عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کالج اور اس کی تعلیم میں جس قدر بات خلاف شریعت ہے اس سے بچنا ہمیشہ فرض تھا اور ہے جہاں تک مخالفت شرع نہ ہو اس سے بچنا کبھی بھی فرض نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۹: از خیر وپور ٹامے والی ریاست بہاولپوری مسئولہ مولوی عبدالرحیم خانقاہی ۲ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید بیانی ہے کہ مجھے فیصلہ شرح محمدی کا منظور وقبول نہیں ہے بلکہ رواج و قانون منظور ہے، یہ سخن بالادریغ عوام الناس میں کہہ دیا ہے عندالشریعۃ اس کے ساتھ یعنی زید کے ساتھ شریعت مبارک کا کیاارشاد ہے؟ صاف خوشخط استفتاء پر جواب فرماویں، اُجرت جواب پر دی جائے گی۔

الجواب:

یہاں فتوی پر کوئی اجرت نہیں لی جاتی نہ پہلے نہ بعد، نہ اپنے لئے نہ اسے روا رکھا جاتا ہے، بیان مذکورہ سوال اگر واقعی ہے تو زید پر تجدید اسلام واجب ہے توبہ کرے، اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے، اس کے بعد اپنی عورت سے نکاح جدید کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

رسالہ
الجبل الثانوی علٰی کلیۃ التھانوی ۱۳۳۷ھ
(تھانوی کے گُردے پر دوسرا پہاڑ)

مسئلہ ۱۰:

ماقولکم دام طولکم فی رجل یسمی اشرف علی کتب	تمھاری (اللہ تعالٰی تمھیں طویل عمر عطا فرمائے) اشرف علی نامی شخص کے بارے میں کیا رائے ہے

اليه بعض مجبيه انه رأى فى المنام انه يقرأ الكلمة الطيبة لكن يذكر فيها اسمكم)اى اسم اشرف على)مكان محمد(صلى الله تعالٰى عليه وسلم)ثم تذكرانه اخطأ فاعاد فلم يخرج من لسانه الا "اشرف على"رسول الله مكان محمد رسول الله (صلى الله تعالٰى عليه وسلم)هو دار ان هذا غير صحيح لكن لاينطلق اللسان الابهذا من غير اختيار قال فلما تكرر هذا رأيتكم تجاهى فخررت على الارض وصحت صياحا شديد اوخلت ان لم يبق فى باطنى قوة ثم استيقظت بيدان الغيبة عن الحس واثر عدم الطاقت كما هو،لكن لم يكن فى المنام ولافى اليقظة الاتصوركم تأملت فى اليقظة ماوقع من الغلط فى الكلمة الطيبة فاردت ان ادفع هذا الخيال عن القلب فجلست ثم اضطجعت على الجنب الاخر لتدارك الغلط الواقع فى الكملة الشريفة اردت الصلٰوة على النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فلا اقول الا اللهم صلى على سيدنا ونبينا ومولانا اشرف على،مع انى الاٰن يقظان غير وسنان ولكن خارج عن الاختيار ليس لى على اللسان اقتدار حتى بقيت هكذا طول النهار وبكيت من الغد بالاكثار وسوى هذه وجوه كثيرة

جس کی طرف اس کے کسی چاہنے والے نے لکھا کہ اس نے خواب میں کلمہ طیبہ پڑھا لیکن حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی محمد کی جگہ تیرانام (اشرف علی) پڑھا تو زبان اس کے بعد خیال آیا یہ تو غلط ہے دوبارہ کلمہ پڑھا تو زبان سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی جگہ "اشرف علی رسول اللہ" نکلتا ہے میں نے غور کیا یہ تو صحیح نہیں لیکن زبان سے بے اختیار یہی نکلتا ہے جب بار بار ایسا ہوا تو میں نے تمھیں سامنے دیکھا میں زمین پر گر پڑا اور سخت چیخ وپکار کی، اور مجھے خیال آتا ہے کہ میرے اندر باطنی قوت ختم ہو گئی ہے پھر میں جاگا مگر حس کا غائب ہونا اور ناطاقتی پہلے کی طرح ہی تھی مگر نیند اور بیداری میں صرف تمھارا ہی تصور تھا، بیداری کی حالت میں میں نے غور کیا کہ کلمہ طیبہ غلطی ہو گئی تو میں نے اس خیال کو دل سے نکالنے کی کوشش کی میں بیٹھ گیا پھر میں دوسری کروٹ لیٹ گیا، کلمہ طیبہ میں واقعی غلطی کے تدارک کے لئے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں _____ "اللهم صلى على سيدنا ونبينا ومولانا اشرف على" حالانکہ میں اب بیداری میں تھا نہ کہ حالت غفلت میں ونیند میں، لیکن یہ معاملہ بے اختیاری میں تھا، زبان پر میرا کنٹرول ختم ہو چکا تھا حتی کہ یہی عمل سارا دن رہا، دوسرے روز بہت رویا ہوں۔ ان وجوہ کے علاوہ دیگر کئی وجوہ نے بھی مجھے آپ

اوجبت لی محبتکم (اھ ما کتب الرجل) فکتبت الیہ اشر علی ان فی ھذہ الواقعۃ تسلیۃً لکم ان الذی ترجعون الیہ ھو متبع السنۃ اھ. وقد طبع ھذا کلہ واشاعہ اشرف علی نفسہ فی جریدۃ شھریۃ تسمی الامداد مبتھجابہ علی رؤس الاشھاد بل داعیا مریدیہ الی مثلہ من الغالات فی تعظیمہ وایثار فضلہ فان ھذا ھو مقصد الجریدۃ یحسبوھا فی ارشادھم رشدیۃ فما حکم الشریعۃ الغراء فیھما واشرف علی ھذا ھوالذی کتب فی رسیلۃ لہ لاتزید علی ثلاث وریقات فی ابطال نسبۃ علم الغیب الی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ ان ارید بہ کل العلوم بحیث لایشذ منھا شیئ فبطلانہ ظاھر عقلا ونقلا وان ارید البعض فای خصوصیۃ فیہ لہ فان مثل ھذا حاصل لزید وعمر وبل لکل صبی و مجنون بل لکل بھیمۃ وحیوان وقد حکم علیہ بقولہ ھذا اکابر علماء الحرمین المکرمین انہ کفر وارتد ومن شك فی کفرہ فقد کفر [1] کما ھوا مفصل فی حسام الحرمین افیدونا اجزل اللہ تعالٰی ثوابکم اٰمین!	کی محبت عطا کی ہے کہاں تک عرض کرو، اس شخص کا مکتوب ختم ہوا، اشر فعلی نے اسکے جواب میں لکھا اس واقعہ میں تمھارے لئے اس بات کی تسلی ہے کہ جس کی طرف تم رجوع کر رہے ہو وہ سنت کا متبع ہے اھ اور یہ تمام واقعہ اشرف علی نے خود اپنے ماہنامہ رسالہ الامداد میں اعلانیہ شائع کیا خوشیاں مناتے ہوئے بلکہ مریدین کو اپنی تعلیم اور بزرگی کی ترجیح میں غلو کی طرف بلاتے ہوئے، اس لئے کہ رسالہ کا مقصود ہی یہ ہے کہ مریدین سے انہی کی ہدایت میں راہ راست پر جائیں تو شریعت مبارکہ کا ان دونوں اشخاص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اور یہ وہی اشرف علی ہے جس نے اپنے ایک رسالہ (جو تین چھوٹے چھوٹے اوراق پر مشتمل ہے) میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف علم غیب کی نسبت کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا ہے اگر اس علم غیب سے مراد اس طرح کے تمام علوم ہیں کہ اس سے کوئی شیئ خارج نہیں تو اس کا باطل ہونا عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ اور اگر مراد بعض علوم غیبیہ ہیں تو اس میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کیا خصوصیت ہے کیونکہ یہ تو زید، عمرو بلکہ ہر بچے، پاگل بلکہ ہر چوپائے اور حیوان کو حاصل ہے۔ اس کی اس عبارت پر علماء حرمین شریفین نے یہ حکم جاری کیا کہ یہ شخص کافر مرتد ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ جیسا کہ حسام الحرمین میں تفصیلاً موجود ہے ہمیں اس کے جواب میں سے مطلع فرمائیں اللہ تعالٰی آپ کو اجر جزیل عطا فرمائیں، آمین!

[1] حسام الحرمین المقدمہ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور ص ۱۳

الجواب:

اللھم لك الحمد صلی علی نبیك نبی الحمد واٰله وصحبه العمد، رب انی اعوذبك من ھمزات الشیطین واعو ذبك رب ان یحضرون، ائمة الدین لم یقبلوا زلل اللسان فی الکفر والالاجتراء کل خبیث القلب ان یجاھر بسب اللہ وسب رسوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ویقول زلت لسانی قال الامام القاضی عیاض فی الشفاء الشریف "لایعذر احد فی الکفر بدعوی زلل اللسان [1]" اھ، وفیه ایضاً "عن ابی محمد بن ابی زید لایعذر احد بدعوی زلل اللسان فی مثل ھذا [2]" اھ "وفیه ایضاً "افتی ابوالحسن القابسی فیمن شتم النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی سکرہ یقتل لانه یظن به انه یعتقد ھذا ویفعله فی صحوہ [3]" اھ ثم الزلل ان کان انما یکون بحرف اوحرفین	اے اللہ! حمد تیرے لئے ہے۔ اپنے نبی محمد پر، ان کی آل واصحاب جو دین کی ستون ہیں پر رحمتوں کا نزول فرما، اے میرے رب! میں شیطان کے حملوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ مجھ پر وہ حملہ آور ہو۔ ائمہ دین کسی کفو میں زبان کا پھسل جانا قبول نہیں کرتے، ورنہ یہ ہوتا کہ جو خبیث القلب ہو وہ اعلانیہ اللہ تعالٰی اور اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سب وشتم کرکے کہہ دے میری زبان پھسل گئی، امام قاضی عیاض شفاء شریف میں فرماتے ہیں کسی آدمی کے کفر کے ارتکاب پر اس کا یہ عذر مقبول نہ ہوگا کہ میری زبان پھسل گئی اھ، اس میں یہ بھی ہے امام ابو محمد بن ابی زید نے فرمایا ایسی صورت میں کسی کا یہ عذر قبول نہیں کہ زبان قابوں میں نہ رہی اھ، اس میں یہ بھی ہے امام ابوالحسن القابسی نے اس شخص کے قتل کا فتوٰی جاری فرمایا جس نے نشہ کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سب وشتم کیا، کیونکہ اس سے متعلق خیال یہی ہے کہ وہ یہ اعتقاد رکھتا ہے اور وہ حالت ہوش میں بھی ایسا کہا کرتا ہے اھ، پھر زبان کا پھسلنا ہو تو ایک یا دو حرفوں میں ہو، یہ

[1] شفا بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم لکلام المطبعة الشرکة الصحافیه ترکی ۲ /۲۲۳

[2] شفا بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم لکلام المطبعة الشرکة الصحافیه ترکی ۲ /۲۲۳

[3] شفا بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم لکلام المطبعة الشرکة الصحافیه ترکی ۲ /۲۲۳

لا ان تزل اللسان طول النهار وهذا غیر مقبول ومعقول،قال فی جامع الفصولین الفصل لثامن والثلثین"ابتلی بمصیبات متنوعة فقال اخذت مالی وولدی واخذت کذا وکذا فماذا تفعل ایضا وماذا بقی لم تفعله وما اشبهه من الالفاظ کفر کذا حکی عن عبدالکریم فقیل له ارأیت لوان المریض قاله وجری علی لسانه بلا قصد شدة مرضه،قال الحرف الواحد یجری ونحوه قد یجری علی اللسان بلاقصد اشاره الی انه یحکم بکفره ولایصدق"[1] اھ فاذا لم یصدق فی نصف سطر کیف یصدق فیما کر رہ مناما ویقظة طول النهار بل هو قطعا مسرف کذاب الم تر ان الله تعالٰی جعل الجسد تحت ارادة القلب قال نبینا الحق المبین صلی الله تعالٰی علیه وسلم "الا ان فی الجسد مضغة اذاصلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی	تو نہیں ہوگا کہ سارادن زبان کنٹرول میں نہ رہے،ایساہونا غیر مقبول وغیر معقول ہے،جامع الفصولین کی اڑتیسیویں فصل میں ہے ایک شخص مختلف مصائب میں مبتلا ہوا اور وہ کہتاہے (اے اللہ!) تو نے میرا مال،میری اولاد اور یہ یہ چھین لیا اس کے بعد اور کیا کرے گا،اور باقی رہ ہی کیا گیا جو تو نے نہیں کیا،اور اس کی مثال دیگر الفاظ کہے تو یہ کفر ہے۔اسی طرح شیخ عبدالکریم سے منقول ہے کہ ان سے سوال ہوا کہ ایک مریض کی زبان سے شدت مرض کی وجہ سے بلاقصد ایسا کوئی کلمہ جاری ہوجائے وتو اس کا کیا حکم ہے؟فرمایا ایسا اگر کوئی حرف بھی جاری ہوجائے خواہ بلاقصد ہو تو اس پر کفر کا حکم ہی جاری کیا جائے گا اور زبان بہکنے کا عذر سچا نہ سمجھا جائے گا اھ جب نصف سطر میں اس کی بات نہیں مانی جائے گی تو وہاں کیسے تصدیق جائز ہوگی جب جواب میں اور سارادن بیداری میں ایسا بکتا رہا بلکہ یہ شخص تو یقینا ظالم،زیاتی کرنے والا اور کذاب وجھوٹا ہے،کیا تمھارے علم میں نہیں اللہ تعالٰی نے جسم کو ارادہ بدل کے تابع بنا رکھا ہے حق واضح فرمانے والے ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:سنو جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جب وہ درست رہے تو تمام جسم درست رہتاہے اگر وہ بگڑ جائے تو تمام

[1] جامع الفصولین فصل ۳۸ فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰

القلب [1]"فماافسد قوله ولسانه والا وقد فسد قبله قلبه وجنانه وھذا یدعی ان لسانه فی فیه حیوان مستقل بارادته غیرتابع للقلب کفرس جموح شدیدۃ الجموح تحت راکب ضعیف قوی الضعف یرید الیمین والفرس لاتنعطف الاالشمال حتی کلما اراد ردھاللیمین لم تاخذ الاذات الشمال حتی تنازع القلب واللسان طول النھار فلم یك الغلبة الااللسان ھذا غیر معقول ولا مسموع فلا شك انه محکوم علیه بالکفر حکماغیر مدفوع وھل سمعتم باحد یدعی الاسلام ویقول طول النھار فلان رسول اللہ مکان محمد رسول اللہ اویقول لابیه یاکلب ابن الکلب یاخنزیرا بن الخنزیر ویکررہ من الصباح الی المساء ثم یقول انما کنت اقول یا ابت یا سیدی فینازعنی اللسان ویذھب من الاب السید الی الکلب والخنزیر حاش للہ ماکان ھذا ولایکون ولن یقبله احد الامجنون ھذا حکم ذلك القائل	جسم بگڑ جاتا ہے سن لو وہ دل ہے۔زبان کا قول اس وقت ہی فاسد ہوگا جب اس سے پہلے دل فاسد ہوگا،مذکور شخص کادعوی یہ ہے کہ اس کے منہ میں زبان ایسا حیوان ہے جو اپنے ارادہ میں مستقل ہے دل کے تابع نہیں جیسے کوئی سخت سرکش گھوڑا نہایت ہی کمزور سوار کے تحت ہو وہ اس گھوڑے کو دائیں طرف لے جانا چاہے مگر وہ بے پروا ہو کر بائیں طرف چل پڑے جب بھی اسے وہ دائیں جانب لانے کی کوشش کرے وہ بائیں ہی کو جائے۔ حتی کہ سارا دن دل اور زبان میں جھگڑا رہا اور زبان کو غلبہ حاصل ہوگیا یہ بات و دعوی نہایت غیر معقول ہے اور ہر گز قابل سماعت و توجہ نہیں،اس پر بلاشبہ کفر کا ایسا حکم ہی صادر ہوگا جو ٹل نہیں سکتا کیا تم نے کبھی یہ سنا کوئی شخص اسلام کا دعوی کرتا ہے اور سارا دن محمد رسول اللہ کی بجائے فلاں رسول اللہ کہتا رہے یا اپنے والد کو اے کتے، کتے کے بیٹے یا خنزیر بن خنزیر کہتا رہے اور صبح تا شام اسکی زبان پر یہی جاری رہے پھر کہے میں تو یہ کہنا چاہتا تھا اے میرے اباجان،اے میرے سرادر، مجھ سے میری زبان جھگڑ پڑی اور اس نے اب اور سردار کی جگہ کلب اور خنزیر کہہ دیا،اللہ کی قسم یہ بات ہی غلط ہے،ایسی بات کو دیوانے کے علاوہ کوئی قبول نہیں کرے گا۔یہ تو اس قائل کا

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب فضل من استبرائه الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳

اما ما کتب الیه اشرفعلی فی الجواب، فاستحسان منه لذلك الکفر واستحسان الکفر کفر بلا ارتیاب وما هوا الالما رأی فیه من تعظیم نفسه ووصفه بانه رسول الله ذی القوة والصلوة علیه استقلالا بدل النبی صلی الله تعالٰی علیه وآله وسلم ومدحه بالنبوة فابتهج واجاز کل ذلك وجعله تسلیة لذلك الهالك ارأیت لوسبه وامه اوا باه احد طول النها ثم قال انما کنت ارید مدحك فلم یطع اللسان فی الخطاب وبقیت تسبك واباك وامك من الصباح حتی توارت بالحجاب هل کان اشرف علی او احد من اراذل الناس ولو خصافا او زبالا، اوارذل منهم یقبل هذه المعاذیر، ویقول له ان فی هذه تسلیة لکم ان الذی تحبونه وتسبونه انه لمن ضئضئ الخنازیر کلابل یحرق غیظا ویموت غنظا اویفعل به ماقدر علیه حتی القتل ان وجد سبیلا الیه فالتسلیة ههنا لیس الا لاستخفافه بمحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم و بمرتبة النبوة والرسالة	حکم ہے۔ رہا معاملہ اشرفعلی کا جو اس نے جواب میں لکھا تو اس میں اس کے کفر کی تعریف کی ہے اور بلاشبہہ کفر کو اچھا کہنا اور سمجھنا بھی کفر ہوتا ہے کیونکہ مجیب نے اس میں اپنی ذات کی تعظیم ووصف کو سمجھا ہے کہ وہ اللہ کا رسول صاحب قوت ہے اور حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بجائے ان پر درود وسلام اور نبوت کے ساتھ مدح کی گئی ہے وہ اس پر خوش ہوا ہے اور ہر یاک کو اس نے اس کی اجازت دی ہے اور اس تباہ وبرباد ہونے والے کے لئے اسے تسلی قرار دیا، تم ہی بتاؤ اگر اس تھانوی کو یا اس کی ماں کو یا اس کے والد کو سارا دن گالی دیتا اور پھر کہتا میں تو تمھاری مدح وتعریف کرنا چاہ رہا تھا لیکن زبان نہ مانی وہ صبح سے تجھے، تیرے والد اور تیری ماں کو گالی دیتی رہی تھی حتی کہ شام ہو گئی، کیا اشرف علی یا کوئی سب سے کمینہ اگرچہ وہ موچی، ماشکی یا کوئی اور گھٹیا آدمی ہو ان عذروں کو قبول کرلے گا اور اسے کہے گا تمھارے لئے اس میں تسلی ہے کہ جس سے محبت کرتے ہو اور تم اسے گالی دیتے ہو وہ اصل خنزیر ہے وہ ہر گز نہیں قبول کرے گا بلکہ وہ غیظ میں جل جائے گا غیرت سے مر جائے گا وہ کچھ کر گزرے گا جو اس کے بس میں ہو حتی کہ اگر اسے طاقت ہو تو وہ اسے قتل کردے گا تو یہاں تسلی دینا فقط رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی توہین اور مرتبہ نبوت ورسالت

وختم النبوة الاعظم واستحسان نسبتها الى نفسه الامارة بالسوء كثيرا
"لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ۝۲۱"[1] فلا ريب ان اشرف علی ومريده المذكور كلاهما كافر بالرب الغيور غرتهما الامانی وغرهما بالله الغرور، بل اشرف علی اشد كفرا واعظم وزرا فان المريد زعم ان ما يقول غلط صريح وباطل قبيح، وهذا لم يقبح القول ولاوبخ قائله بل استحسنه وجعله تسلية له ولكن لاغروفان من سب رسول الله محمدا صلی الله تعالٰی علیه وسلم بتلك السبة الفاحشة الماثورة فی السوال عنه المحكوم عليه لاجلها بالكفر والارتداد من اسيادنا علماء الحرمين الكريمين فبأی كفر يتعجب منه واذاكان عنده مثل علم محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالغیب حاصل لكل صبی ومجنون وبهيمة، ولاشك انه اعلم عنه من هٰؤلاء الاخساء الذميمة فكان بزعمه اعلم واكرام من محمد

اور خاتم الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بے ادبی اور تحقیر پر ہے اور اپنے نفس امارہ جو بکثرت اسے برائی کا حکم دیتا ہے کی طرف نبوت ورسالت کی نسبت کرنے کو پسند کیا ____ بیشک ان لوگوں نے تکبّر کیا اور اللہ کے بہت بڑے باغی قرار پائے، بلاشبہہ اشرف علی اور اس کا مذکور مرید دونوں رب غیور کے ساتھ کفر کرنیوالے ہیں انھیں ان کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان ان کی خواہشات نے فریب دیا اور شیطان دھوکہ باز نے انھیں اللہ سے دھوکے میں ڈالا، بلکہ اشر فعلی کفر اور جھوٹ کے اعتبار سے اشد و اعظم ہے کیونکہ مرید نے خیال کیا جو کچھ وہ کہہ رہاہے وہ واضح طور پر غلط اور نہایت ہی قبیح وبدتر ہے لیکن یہ اشر فعلی نہ تو اس قول کو برا کہہ رہاہے اور نہ اس کے قائل کو جھڑک رہاہے بلکہ اسے اچھا جان رہاہے اور اس کو اس کے لئے تسلی قرار دے رہاہے مگر اس پر کچھ تعجب نہیں جس نے واضح طور پر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وہ سب وشتم کیا ہے جس کا تذکرہ سوال میں ہے جس پر علماء حرمین کریمین نے اسے کافر اور مرتد قرار دیا تو اس سے کس کفر کا تعجب کیا جائے جبکہ اس کے نزدیک تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح علمِ غیب ہر بچے، مجنون اور چار پائے کو حاصل ہے حالانکہ بلاشبہ اس کا اپنا علم ان برے خسیسوں سے زیادہ ہوا، تو گویا اس کا گمان یہ ہے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۱

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فحق لہ ان یدعی النبوۃ والرسالۃ لنفسہ لا لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذلک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ولکن واللہ ان رب محمد لبالمرصاد لمن شاقہ عذاب النار واللہ اعلم بما یوعون o وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	سے اعلم واکرم ہے لہٰذا اس نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بجائے اپنے لئے نبوت ورسالت کا دعوی حق جانا، اللہ تعالٰی ایسے متکبر سرکش لوگوں کے دلوں پر مہر لگادیتا ہے، اللہ کی قسم رب محمد بھی ان کی گھات میں ہے اور جس نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کی اس کے لئے دوزخ کا عذاب ہے، اللہ تعالٰی جانتا ہے جو یہ ذہن میں رکھتے ہیں، عنقریب جان لیں گے ظالم یہ کہاں پہنچ جانے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

ابحاث اخیرہ ۱۳۲۸ھ

(یہ مبارک رسالہ وہ ہے کہ جس نے وہابیوں، دیوبندیوں کی مناظرہ کی رٹ اور تعلیوں کو خاک ملا دیا ہے، خورجہ کے دیوبندیوں نے دعوت مناظرہ دی تھی، بیچارے اپنی طواغید کی چالبازیوں سے ناواقف تھے دعوت مناظرہ دے بیٹھے، اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ مضمون حقائق مشحون وصیغہ رجسٹری ارسال فرمادیا جس کا تاریخی نام "**ابحاث اخیرہ**" ہے، اس کے پہنچتے ہی تھانوی واجودھیا باشی وچاندپوری وغیرہ کو سانپ سونگھ گیا اور آج تک اس کی تابشون سے دیا بنہ ملاعنہ کی آنکھیں خیرہ ہیں اور قیامت تک اس کا جواب ان سے ممکن نہیں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسول الکریم

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی!

الحمدللہ! اس فقیر بارگاہ غالب قدیر عزجلالہ، کے دل میں کسی شخص سے نہ ذاتی مخالفت نہ دنیوی خصومت، مجھے میرے سرکار ابد قرار حضور پرنور سید الابرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محض اپنے کرم سے اس خدمت پر مامور فرمایا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو ایسوں کے حال سے خبردار رکھوں جو مسلمان کہلا کر اللہ واحد قہار جل جلالہ اور محمد رسول اللہ ماذون مختار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس پر حملہ کریں تاکہ میرے عوام بھائی مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھولی بھالی بھیڑیں ان "ذیاب فی ثیاب"

کے جبوں، عماموں، مولویت، مشیخیت کے مقدس ناموں قال اللہ وقال الرسول کے روغنی کلاموں سے دھوکے میں آکر شکار گرگاں خونخوار ہو کر معاذاللہ سقر میں نہ گریں، یہ مبارک کام بحمد المنعام اس عاجز کی طاقت سے بدر جہا خوب تر وفزوں تر ہوا، اور ہوتا ہے، اور جب تک وہ چاہے گا ہوگا۔ ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس، والحمدللہ رب العالمین (ہم پر اور لوگوں پر یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ت) اس سے زیادہ نہ کچھ مقصود نہ کسی کی سب وشتم وبہتان وافتراء کی پروا، میرے سرکار نے مجھے پہلے ہی سنادیا تھا:

"وَ لَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْۤا اَذًى كَثِیْرًاؕ-وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ(۱۸۶)"[1]۔	بے شک ضرور تم مخالفوں کی طرف سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر صبر وتقوٰی کرو تو وہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

الحمدللہ! یہ زبانی ادعا نہیں۔ میری تمام کاروائیاں اس پر شاہد عدل ہیں، موافق اور مخالف سب دیکھ رہے ہیں کہ امر دین کے علاوہ جتنے ذاتی حملے مجھ پر ہوئے کسی کی اصلاً پروانہ کی، اصحاب فقیر نے آپ کی طرف سے ہر قابل جواب اشتہار کے لاجواب جواب دئے جو بحمدہ تعالٰی لاجواب رہے مگر جناب کے مہذب عالم مقدس متکلم مولوی مرتضی حسن صاحب دیوبندی چاند پوری کے کمال شستہ وشائستہ دشنام نامے (بریلی چپ شاہ گرفتار) کی نسبت قطعی ممانعت کردی، جس کا آج تک ادھر والوں کو افتخار ہے کہ ہمارا گالی نامہ لاجواب رہا، گرامی منش مولانا ثناء اللہ امرتسری ممکن وموجود میں فرق نہ جان سکے، مقدورات الٰہیہ کو موجودات میں منحصر ٹھہرایا، علم الٰہی کے نامحدود ہونے میں اپنے آپ کو متامل بتایا اور جاتے ہی رمضان جیسے مبارک مہینہ میں برعکس چھاپ دیا، میں ہرا آیا، ادھر اس پر بھی التفات نہ ہوا، عاقلاں نیکوں میدانند پر اکتفا کیا، یہاں تک وقائع مکہ معظّمہ میں کیسے کیسے معکوس اور مصنوع اکاذیب فاجرہ اخباروں میں کس آب وتاب سے چھپا کئے، ہر چند احباب کا اصرار ہوا، فقیر اتنا ہی شائع کرتا ہے کہ "یہ جھوٹ ہے" اتنا بھی نہ کیا، پھر جب چند ہی روز میں حضرات کے جھوٹ کھل گئے اور واحد قہار کے زبردست ہاتھوں نے ان کے منہ میں پتھر دے دئے، اسی پر بھی میں نے اتنا نہ کہا کہ "کیسا آپ صاحبوں کا جھوٹ کھلا" ایسے وقائع بکثرت ہیں، اور اب جو صاحب چاہیں امتحان لیں، ان شاء اللہ العزیز ذاتی حملوں پر کبھی التفات نہ ہوگا۔ سرکار سے مجھے یہ خدمت سپرد ہے کہ عزت سرکار کی حمایت کروں نہ کہ اپنی۔

میں تو خوش ہوں کہ جتنی دیر مجھے گالیاں دیتے، افتراء کرتے، برا کہتے ہیں اتنی دیر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بدگوئی، منقصت جوئی سے غافل رہتے ہیں، میں چھاپ چکا، اور پھر لکھتا ہوں میری آنکھ کی ٹھنڈک

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۶

اس میں ہے کہ میری اور میرے آباء کرام کی آبروئیں عزت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سپر رہیں، اللھم اٰمین!

تذکارات

(۱) آپ جانتے ہیں اور زمانہ پر روشن ہے کہ بفضلہٖ سالہا سال سے کس قدر رسائل کثیرہ عزیزہ آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی صاحب وغیرہ کے رد میں ادھر سے شائع ہوئے اور **بحمدہٖ تعالٰی** ہمیشہ لاجواب رہے۔

(۲) وہ اور آپ صراحۃً مناظرہ سے استعفاء دے چکے

(۳) سوالات گئے جواب نہ ملے، رسائل بھیجے داخل دفتر ہوئے، رجسٹریاں پہنچیں منکر ہو کر واپس فرمادیں،

(۴) اخیر تدبیر کو دیوبند جلسہ میں ان رئیسوں کے ذریعہ سے جن کا جناب پر بار ہے تحریک کی، اس پر بھی آپ ساکت ہی رہے۔

(۵) رئیسوں کا دباؤ تھا، ناچار دفعہ وقتی کو وہی چاندپوری صاحب آپ کے وکیل بنے، فقیر نے اپنے خط و قلم سے جناب کو رجسٹری شدہ کارڈ بھیجا۔ پھر کیا آپ مناظرہ معلومہ پر آمادہ ہوئے، کیا آپ نے چاند پوری صاحب کو اپنا وکیل مطلق کیا؟ سات ۷ مہینے سے زائد گزر گئے آپ نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ ظاہر ہے کہ اگر آپ واقعی آمادہ ہوئے ہوتے۔ واقعی آپ نے وکیل کیا ہوتا تو "ہاں" لکھ دینا دشوار نہ ہوتا۔ مردانہ وار اقرار سے فرار نہ ہوتا۔ یہ ہے وہ فرضی، لایعنی، غیر واقع، بے بھتی معاہدہ جس سے عدول کا ادھر الزام لگایا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! اپنے وکیل بالادعا کی وکالت آپ نہ مانیں اور عدول جانب خصم سے جانیں۔ ہاں جناب تو نہ بولے، سولہ ۱۶ دن بعد انھیں آپ کے موکل صاحب نے لب کھولے کہ ہم جو رؤسا کے سامنے اپنے منہ آپ ہی دعوی وکالت کرچکے ہیں۔ اب جناب تھانوی صاحب سے دریافت کرنا ذلت اور رسوائی، گردن کا طوق، ناپاک چالیں، بے شرمی کے حیلے ہیں (ملاحظہ ہو ان کا شریفانہ مہذب خط مورخہ ۳۰ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۸ھ) جو ان کی اعلٰی تہذیبوں سے نمونہ خروارے ہے۔ یہ خطاب محض اس جرم پر ہیں کہ تھانوی صاحب سے ہماری وکالت کا کیوں استفسار کیا، ان کے قبول وعدوں پر کیوں موقوف رکھا، ہماراز بانی اعا کیوں نہ مان لیا، جناب تھانوی صاحب لاکھ نہ مانیں ہم جو ان کے وکیل بن بیٹھے ہیں، اب نہ ماننا بے شرمی کا حیلہ ہے، ناپاک چال ہے، ذلت ہے، رسوائی ہے، طوق وبال ہے، جناب تھانوی صاحب! آپ اپنے موکل یعنی خود ساختہ وکیل صاحب کی بابت خود ہی فیصلہ فرماسکتے ہیں، آج تک ایسی وکالت کسی

غیر مجنون کے نزدیک قابل قبول ہوئی یا کوئی عاقل ایسے حضرات سے خطا روا رکھے گا۔

(۶) جلسہ دیوبند کے بعد جناب مولوی گنگوہی صاحب کے ایک شاگرد رشید مولوی علی رضا مودی نے آپ حضرات سے مناظرہ کرلینے کی تحریک کی، انھیں فورًا لکھا گیا، یہاں تو برسوں سے یہی درخواست ہے، جناب گنگوہی صاحب اپنی راہ گئے، جناب تھانوی صاحب بھی انھیں کی راہ پر مہر برلب ہیں۔ آپ ہی ہمت کیجئے اور تھانوی صاحب سے جواب لادیجئے، اس کے پہنچنے پر ان صاحب نے بھی ہمت ہاردی۔

(۷) اذناب جناب کے افتراء اعظم پر مسلمانوں نے پانچ سو روپے نقد کا اشتہار دیا اور آپ کو رجسٹری بھیجا، آپ نے نہ جواب دے سکے نہ ثبوت،

(۸) دوسرے اشد افتراء نامہ پر تین ہزار روپے کا اشتہار آپ کو دیا اور رجسٹری بھیجا، اگر تمام جماعت سے کچھ بن پڑتی تو اپنے مدرسہ دیوبند کے لئے اتنی بڑی رقم نہ چھوڑی جاتی مگر نہ جواب ہی ممکن ہوا نہ ثبوت ناچار چارہ کار وہی سکوت۔

(۹) یہ مانا کہ جب جواب بن ہی نہ پڑے تو کیا کیجئے، کہاں سے لائیے، کس گھر سے دیجئے، مگر جناب والا! ایسی صورتوں میں انصاف یہ تھا کہ اپنے اتباع کا منہ بند کرتے، معاملہ دین میں ایسی ناگفتنی حرکات پر انھیں لجاتے شرماتے، اگر جناب کی طرف سے ترغیب نہ تھی تو کم از کم آپ کے سکوت نے انھیں شہ دی یہاں تک کہ انھوں نے "سیف النقی" جیسی تحریر شائع کی جس کی نظیر آج تک کسی آریہ یا پادری سے بن نہ پڑی یعنی میرے رسائل قاہرہ کے قرض اتارنے کا یہ ذریعہ شنیعہ ایجاد کیا کہ میرے والد ماجد وجد امجد وپیر ومرشد قُدِّسَتْ اَسْرَارُھُمْ وخود حضور پر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اسمائے طیبہ سے کتابیں گھڑلیں، ان کے نام نہاد مطبع تراش لئے، فرضی صفحوں کے نشان سے عبارتیں تصنیف کرلیں جس کی مختصر جدول یہ ہے:

نام کتاب	اسمائے طیبہ مفتری علیہم	مطبع تراشیدہ	صفحہ تراشیدہ	خلاصہ عبارت تراشیدہ	صفحہ افتراء
ہدایۃ البریۃ	والد ماجد قدس سرہٗ	لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب	۱۱
"	"	"	۴۱	مسئلہ تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین	صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی صاحب	۳
ہدایۃ الاسلام	حضرت قدوۃ السالکین جد امجد قدس سرہٗ	"	۳۰	مسئلہ علم غیب خاص بحمایت تھانوی صاحب	۱۱
تحفۃ المقلدین	جد امجد قدس سرہٗ	لکھنؤ	۱۲	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۰
خزینۃ الاولیاء	اعلٰحضرت سیدنا حمزہ قدس سرہٗ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی صاحب	۱۱
ملفوظات	" " " " "	مصطفائی	۱۷	تبدیل گورستان بحمایت گنگوہی صاحب	۲۱
مراۃ الحقیقۃ	حضور پرنور غوث اعظم رضی اللہ عنہ	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب	۱۴

اور بے دھڑک لکھ دیا کہ تم یہ کہتے ہو اور تمھارے اکابر اپنی ان کتابوں میں ان مطابع کی مطبوعات میں ان صفحوں پر یہ فرماتے ہیں، حالانکہ ان کتابوں کا جہاں میں وجود، نہ ان مطابع کا کسی مطبع میں چھپی، نہ ان حضرات نے تصنیف فرمائی، نہ حوالہ دہندہ کے فرض وتراش کے باہر آئیں، جرأت پر جرأت یہ کہ صفحہ ۲۰ پر جو فرضی مطبع لاہور کی خیالی ہدایۃ البریہ سے ایک فتوی گھڑا اس کے آخر میں حضرت خاتم المحققین قدس سرہ، کی مہر بھی دل سے تراش لی جس میں ۱۳۰۱ھ لکھے حالانکہ حضرت والا کا وصال شریف ۱۲۹۷ھ میں ہو چکا، حضرات کی حیا! یہ سخت گندہ افترائی رسالہ جناب کے مدرسہ دیوبند سے شائع ہوا، صاحب مطبع کا بیان ہے کہ آپ کے ایک متکلم مصنف مولوی صغیر حسین صاحب دیوبندی نے چھپوایا، آپ کے وکیل مولوی مرتضی حسن دیوبندی نے اپنے ایک خط میں اسے افتخارًا پیش کیا کہ تحریر میں بھی اب آپ کی حقیقت دیکھنی ہے سیف النقی طبع ہو چکا ہے ملاحظہ سے گزرا ہوگا (ملاحظہ ہو خط ۳۰ ربیع الآخر ۱۳۲۸ھ) جب حیاء ودین وغیرت و دیانت و عقل وانسانیت کی نوبت یہاں تک مشاہدہ ہوئی ہر ذی فہم نے جان لیا کہ بحث کا خاتمہ ہوگیا، حضرات سے مخاطبہ کسی عاقل کا کام نہ رہا، الحمدللہ کتب ورسائل فقیر تو چھتیس سال سے لاجواب ہیں، اصحاب واحباب فقیر کے رسائل بھی بعونہٖ عزجلالہ، لاجواب ہی ہے۔ ادھر کے تازہ رسائل [۱]ظفر الدین الطیب و[۲]کین کش پنجہ پیچ و[۳]بارش سنگی و[۴]پیکان جانگداز و[۵]العذاب البئس اور[۶]ضروری نوٹس و[۷]نیاز مانہ و[۸]کشف راز و[۹]اشتہار چہارم وپنجم وہفتم وہشتم ہی ملاحظہ فرمائے، کس سے جواب ہوسکا؟ ان کے اعتراضوں مواخذون اور مطالبوں کا کس نے قرض ادا کیا؟ بات بدل کر ادھر اُدھر کی مہمل لچر اگر ایک آدھ پرچے میں کسی صاحب نے کچھ فرمائی اس کا جواب فورًا شائع ہوا کہ پھر ادھر مہر سکوت لگ گئی والحمدللہ رب العلمین، مگر آپ کی یہ تدبیر حضرات کو ایسی سوجھی جس کا جواب ایک میں اور میرے اصحاب کیا تمام جہاں میں کسی عاقل سے نہ ہوسکے، غریب مسلمان اتنی حیاء وغیرت ایسی بے تکان جرأت اتنی بیباک طبیعت کہاں سے لائیں کہ کتابوں کی کتابیں دل سے گھڑلیں، ان کے مطبع تراش لئے، ان کی عبارتیں ڈھال لیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سربازار چھاپ دیں کہ فلاں چھاپے کی فلاں کتاب فلاں صفحہ پر جناب مولوی گنگوہی صاحب

نے لکھا ہے کہ تھانوی صاحب کافر ہیں، فلاں مطبع کے فلاں رسالے فلاں سطر میں جناب مولوی تھانوی صاحب نے فرمایا ہے کہ گنگوہی صاحب مرتد ہیں، جو اتنا ہولے وہ حضرات سے مخاطبہ کا نام لے کر اور واقعی سوا اس طریقے کے اور کر ہی کیا سکتے تھے کہ حضرات چھتیس سال کے کتب ورسائل کے بار سے سبکدوش ہوتے۔

وقت ضرورت گر نماز گریز دست بگیر وسر شمشیر تیز

(مصیبت کے وقت جب انسان کو بھاگنے کی بھی طاقت نہیں رہتی تو وہ لڑائی کے لئے کمر بستہ ہو جاتا ہے۔ت)

(۱۰) الحمد للہ! حق تمام جہان پر واضح ہولیا اور ہر عاقل اگرچہ مخالف ہو خوب سمجھ گیا کہ کس نے مناظرہ سے برسوں فرار کیا۔ کس نے ہر بار مقابلہ جواب سے انکار کیا، کون اتنا عاجز آیا کہ حیاوانسانیت کا یکسر پردہ اٹھایا، اور مرتا کیا نہ کرتا کہ اس طرف چال برا با آیا جو آج تک کسی منکر اسلام کو بھی اسلام کے مقابل نہ سوجھی، مسلیمہ ملعون نے جواب قرآن عظیم کے نام سے وہ کچھ ناپاک خباثتیں ہزل فحش لغو جہالتیں بکیں مگر یہ اسے بھی نہ بن پڑی تھی کہ کچھ آیتیں سورتیں گھڑ کر قرآن عظیم ہی کی طرف منسوب کردیتا کہ مسلمانو! تم تو یوں کہتے ہو اور تمھارے قرآن میں یہ لکھا ہے، یہ خاتمہ کا بند اس اخیر دور میں "مدرسہ عالیہ دیوبند" اور اس کے ہواخواہوں ہی کا حصہ تھا۔ بایں ہمہ آپ کے بعض بیچارے نافہم عوام یہ امید کئے جاتے ہیں کہ آپ مناظرہ فرمائیں گے، اسی کے متعلق اب تازہ شگوفہ نے خورجہ سے خروج کیا ہے جو آپ کے کسی خلیفہ کلن صاحب کا کہلایا ہوا ہے۔ اگرچہ یہاں صدہا بار کا تجربہ ہے کہ آپ نہ بولے نہ بولیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں لکھ کر چھاپنی تھیں وہ چھاپ چکے اور بار بار چھاپی جارہی ہے۔ اس پر مسلمانان عرب وعجم مطالبہ کریں، آپ کو کیا عرض پڑی ہے کہ جواب دیں، کتنی بار خود آپ سے مطالبے ہوئے جواب غائب، جلسہ دیوبند میں خط بھیجا جواب غائب، تصدیق وکالت کے لئے رجسٹری گئی، جواب غائب، آپ کے یہاں کے شاگرد مودی ہمکے ان کو متوسط کیا، جواب غائب، جناب شیخ بشیر الدین وغیرہ رؤسائے میرٹھ کو متوسط کیا، جواب غائب، جب آپ کے آقایان نعمت کی وساطت پر بھی آپ نے جواب نہ دیا تو اب خورجہ والے آپ کو بلوائیں۔ یہ امید موہوم، بہت اچھا ہزار بارگنا بھول گئے ایک بار پھر سہی، آپ کے معتقدین خورجہ نے آپ حضرات کے اقوال سے ناتجربہ کاری یا اپنی سادگی سے لکھ دیا کہ جو صورت یہ فقیر بارگاہ مصطفوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پسند کرے منظور ہے۔ بہت خوب ادھر سے کتنی بار اصول اور اہم شرائط مناظرہ کی تصریح ہوچکی اور تعین مباحث کی گنتی ہی نہیں، فقیر نے جو خط جلسہ دیوبند میں بھیجا اس میں بھی ان کی یاددہانی تھی، ظفر الدین الطیب وضروری نوٹس ملاحظہ ہوں اور ان کے سوالوں کا جواب صاف صاف

خاص اپنے قلم و مہر و دستخط سے عطا ہو۔ تمام اشتہاروں، تمام مطالبوں میں اگرچہ آپ کو کافی ووافی مہلتیں دیں اور ہمیشہ بیکار گئیں کہ آپ تو اپنے ارادوں جیتے جی تک مہلت لئے ہوئے ہیں۔ پھر بھی ربط ضبط کے لئے تعین مدت لازم ہے۔ یہ سوالات کچھ غور طلب نہیں۔ تھوڑی عقل والا بھی ان فورًا ہاں یا نہ کہہ سکتا ہے، مگر بہ لحاظ استعداد جناب شرعی مہلت کہ ابلاغ اعذار کے لئے معین ہے پیشکش اور وصول خط سے تین دین کے اندر ہر سوال کا معقول جواب صاف صریح مہری عنایت ہو، یہ آخری بار ہے اس دفعہ بھی پہلو تہی فرمائی تو جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم اقدس میں ملایا انہی میں آپ کو ملادینے کی ہمارے لئے اجازت ہو۔

استفسارات

(۱) توہین اور تکذیب خدا ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے الزامات قطعیہ جو مدتوں سے آپ اور آپ کے اکابر جناب مولوی گنگوہی و نانوتوی صاحبان پر ہیں۔ کیا آپ ان میں اس فقیر سے مناظرہ پر آمادہ ہیں یا ہونا چاہتے ہیں؟

(۲) کیا آپ بحالت صحت نفس وثبات عقل بطوع ورغبت بلاجبر واکراہ اقرار فرماتے ہیں کہ حسام الحرمین و تمہید ایمان و بطش غیب وغیرہ کے سوالات واعتراضات کا جواب بالمواجہ مہری ودستخطی دیتے ہیں گئے یونہی ان جوابات پر جو سوالات وردپیدا ہوں ان کا یہاں تک کہ مناظرہ انجام کو پہنچے اور بفضلہٖ تعالٰی حق ظاہر ہوں۔

(۳) کیا آپ اسی پر اکتفا فرمائیں گے یا حسب ترتیب مذکور ظفر الدین الطیب اس کے بعد سبحان السبوع و کوکبہ شہابیہ وسل السیوف وغیرہا میرے رسائل کے مطالبات سے اپنے اکابر گنگوہی صاحب واسمٰعیل دہلوی صاحب کو سبکدوش کریں گے۔

(۴) اگر آپ اپنے ہی اقوال کے ذمہ دار ہوں اور اپنے اکابر جناب گنگوہی و نانوتوی دہلوی صاحبان پر سے دفع کفر وضلال کی ہمت نہ فرمائیں، تو اتنا ارشاد ہو کہ یہاں دو فریق ہیں: اول مسلمانان اہلسنت عرب وعجم، دوم صاحبان مذکور گنگوہی و نانوتہ ودہلی مع الاتباع والاذناب ومن بلی۔ جناب اگر فریق اول سے ہیں تو الحمد للہ ذلك ما كنا نبغ (الحمد للہ ہی ہم چاہتے ہیں۔ ت) تحریر فرمادیجئے کہ جنابان گنگوہی و نانوتوی ودہلوی سے بری ہوں وہ اپنے اقوال وکفر ضلال وتوہین وتکذیب رب ذوالجلال ومحبوب ذی الجمال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے باعث ویسے ہی ہیں جیسا ان کو علماء حرمین شریفین

لکھتے آئے اور جیسا ان کی نسبت حسام الحرمین وفتاوٰی الحرمین وغیرہما میں لکھا ہے، اس وقت بلاشبہ ان کے اقوال کا مطالبہ آپ ہی سے نہیں ہوسکتا بلکہ آپ خود بھی ان کے اتباع واذناب سے مطالبہ و مواخذہ میں شریک ہوں گے، اور اگر جناب فریق دوم سے ہیں تو ان کے اقوال خود آپ کے اقوال ہیں پھر جواب مطالبات سے پہلوں تہی کیا معنی؟ اور ظاہر اس کا مظنہ نہیں کہ جناب فریقین سے جدا ہو کر کسی تیسرے طائفہ مثلا رافضی، خارجی، قادیانی، نیچری وغیرہ میں اپنے آپ کو گنیں اور بالفرض ایسا ہو تو اس کی تصریح فرمادیجئے، یوں بھی اس مطالبہ سے آپ کو برات ہے۔

(۵) واقعی آپ نے اپنے یہاں کے متکلم اکبر چاندپوری صاحب کو جلسہ دیوبند میں مناظرہ مذکورہ کے لئے اپنا وکیل مطلق و مختار عام کیا تھا یا انھوں نے محض جھوٹ مشہور کردیا؟ برتقدیر اول کیا سبب کو اسی کی تصدیق کے لئے جو کارڈ رجسٹر شدہ گیا آج جناب کو آٹھواں مہینہ ہے کہ جواب نہ دیا۔

(۶) وہ آپ نے وکیل کیا یا چاندپوری خود بن بیٹھے؟ بہر حال آپ سے اس کی تصدیق چاہنا ویسا ہی جرم اور انھیں مہذب خطابوں کا مستحق ہے جو چاندپوری صاحب نے تحریر فرمائے یا ان کا وہ زعم محض ہذیان و مکابرہ و بے عقلی و جنون و زبان درازی و دریدہ دہنی ہے۔ برتقدیر اول شرع، عقل، عرف کس کا قانون ہے کہ زید جو محض اپنی زبان سے وکیل عمرو ہونے کا مدعی ہوا، اسی قدر سے اس کی وکالت ثابت ہوجائے اور تصرفات وہ جو عمرو کے مال واہل میں کرے نافذ وتام قرار پائیں اگرچہ عمرو ہرگز اس کی توکیل کا اقرار نہ دے۔ برتقدیر ثانی کیا ایسا شخص کسی عاقل کے نزدیک قابل خطاب علوم خصوصًا مسائل اصول دینیہ ہوسکتا ہے یا مردود و مطرود نالائق مخاطبہ ہے؟

(۷) سیف النقی کی نسبت بھی ارشاد ہو، آخر میں آپ بھی اللہ واحد قہار کا نام تو لیتے ہیں اسی واحد قہار جبار کی شہادت سے بتائے کہ یہ حرکات جو آپ کے یہاں کے علماء مناظرین کررہے ہیں صاف وصریح ان کے عجز کامل اور نہایت گندی حملہ بزدل کی دلیل روشن ہیں یا نہیں؟

(۸) جو حضرات ایسی حرکات اور اتنی بے تکلف اختیار کریں، جو ان کو چھپوائیں، بیچیں، بانٹیں، شائع اور آشکارا کریں، جو اُن کو پیش کریں، حوالہ دیں، ان پر افتخار کریں، جو امور مذکورہ کو روا رکھیں، ترک انسداد وانکار کریں، کسی عاقل کے نزدیک لائق خطاب ٹھہر سکتے ہیں؟ یا صاف ظاہر ہوگیا کہ مناظرہ آخر ہوگیا، مناظرہ مناظرہ کا جھوٹا نام لینے والے بے روح پھڑکتے بے جان سسکتے ہیں، "قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ تَزَکّٰی ﴿۱۴﴾"[1] (اس میں نہ وہ مرے نہ زندہ رہے۔ت)

(۹) اس واحد قہار جلیل وجبار کی شہادت سے یہ بھی بتادیجئے کہ وہ رسالہ ملعونہ جو خاص جناب کے

---

[1] القرآن الکریم ۸۷/ ۱۴

مدرسہ دیوبند سے اشاعت ہورہا ہے اور جس کے آخر میں آپ کے دیوبند مولوی کا اعلان لکھا ہے کہ بندہ کی معرفت رسالہ "سیف النقی علیٰ راس الشقی" بھی مل سکتا ہے قیمت ۲۰ آنہ۔اور مولٰنا محمد اشرف علی صاحب وغیرہ بزرگان دین کی جملہ تصانیف بھی مل سکتی ہیں۔راقم بندہ سید اصغر حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہانپور۔

اس اشاعت کی آپ کو اطلاع تو ظاہر مگر اس میں اس میں آپ کا شوری نہیں۔آپ کی شرکت ہے یا نہیں ؟ نہیں توآپ کی رضا ورغبت ہے یا نہیں ؟ نہیں تو آپ کو سکوت اور سکوت کا محصل اجازت ہے یا نہیں ؟ نہیں توآپ نے کیا انسداد کیا؟اور اس میں اپنی پوری قدرت صرف کی یا بے پروائی برتی ؟ بر تقدیر اول اثر کیوں نہیں ہوتا؟ بر تقدیر ثانی یہ بھی نیم اجازت ہے یا نہیں ؟

(۱۰) اسی عزیز، مقتدر، منتقم، متکبر عزجلالہ کی شہادت سے یہ بھی حسبۃً اللہ فرمادیجئے کہ حالات ومقالات جو ظفرالدین الجید تا اشتہار ہشتم ازنامہ حاضرہ مسمّٰی بہ ابحاث اخیرہ میں مذکور ہوئی سب حق وصواب ہیں یا ان میں سے کون ساخلاف واقع ہے؟اور جب سب حق ہیں تو مناظرہ کا طالب کون رہااور برابر فرار برفرار، گریز بر گریز پر کس نے قرار کیا؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کیجئے اجر پائے۔ت)

"رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ "[1]۔	اے میرے رب! حق فیصلہ فرمادے۔اور ہمارے رب رحمان ہی کی مدد درکار ہے ان باتوں پر جو تم بناتے ہو (ت)

جناب مولوی تھانوی صاحب! یہ دس سوال ہیں صرف واقعات یاآپ کے ارادہ وہمت سے استفسار یا صاف واضحات جن کا جواب ہر ذی عقل پر اشکار، بایں ہمہ جواب میں جناب کو تین دن کی مہلت دی گئی اگر جناب کے نزدیک یہ بھی کم ہے تو بے تکلف فرمادیجئے آپ جس قدر چاہیں فقیر توسیع کرنے کو حاضر ہے مگر جواب خود دیجئے،اب وکالت کا زمانہ گیا،وکلاء کا حال کھل گیا۔مدتوں جناب کو اختیار توکیل دیا کہ آپ گھبراتے ہیں تو جسے چاہیں اپنے مہر ودستخط سے اپنا وکیل بنائے، بار بار سائل واشتہارات میں اس کی تکرار کی مگرآپ نے خاموشی ہی اختیار کی،اور باآخر چاندپوری صاحب محض بروز زبان خود بخود آپ کے وکیل بنے جس کا انجام وہ ہوا،کیاآپ عالم نہیں۔کیاآپ وضوح حق نہیں چاہتے ؟کیاآپ ان کلمات کے قائل نہیں ؟کیاآپ پر خود اپنا تبریہ لازم نہیں ؟آپ دوسروں کا سہارا چھوڑئے اور اللہ کو مان کر تحقیق حق سے منہ نہ موڑئے، حیرانی وپریشانی میں عوام متقدین کادم نہ توڑئے،ہاں ہاں آپ سے مطالبہ ہے۔آپ پر مواخذہ ہے۔اورآپ جواب

[1] القرآن الکریم ۲۱ /۱۱۲

دیجئے، اپنے قلم وخط سے دیجئے، اپنے مہر ودستخط سے دیجئے، ورنہ صاف انکار کر دیجئے کہ عوام کی چپقلش تو جائے، حق اہل فہم پر ظاہر ہو چکا ہے۔آپ کے ان معتقدین پر بھی وضوح پائے پھر ان میں سے جسے توفیق ہو ضلالت چھوڑ کر ہدٰی پر آئے۔واللہ یھدی من یشآء الٰی صراط مستقیم، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا وناصرنا وماوٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العالمین O

O

دستخط

فقیر احمد رضاخاں قادری عفی عنہ

آج بستم ذی القعدہ ۱۳۲۸ھ روز چہار شنبہ کو فقیر نے خود لکھا

اور میری مہر ودستخط سے امضا ہوا۔

کاش یہ بات اسی وقت طے ہوجاتی!

ایک تاریخی خط

(بافاضہ حضرۃ علامہ مولانا حسنین رضا خاں بریلوی مدظلہ العالی)

علمائے دیوبند کی وہ دین سوز عبارتیں جن پر سارا عرب و عجم چیخ اٹھا تھا، دنیا کے بڑے بڑے علماء کرام و مفتیان عظام و مشائخ ذوی الاحترام و عوام لرز گئے تھے۔ ہر درد مند مخلص تڑپ رہا تھا کہ کسی صورت یہ فتنہ ختم ہو اور ملت اسلامیہ سکون واطمینان کا سانس لے۔
دین اور ملت اسلامیہ میں فتنہ اور افتراق کی یہ ہولناک آگ ایسی نہ تھی جس پر مجدد اعظم امام احمد رضا خاں
بریلوی قدس سرہ، خاموش تماشائی رہتے، اسلام کا انتہائی درد، مسلمانوں کی دنیا وآخرت کی تباہی کا خوف اور آپ کے منصب کی ذمہ داری نے آپ کو مضطرب اور بے چین کردیا، علماء دیوبند کو دعوت پر دعوت دی، بہت سے مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوط لکھے، رجسٹریاں بھیجیں کہ اے اللہ کے بندو! تمھاری ان عبارتوں سے اسلام کی بنیادوں پر ضربیں لگی ہیں، مسلمان سخت مشکلات میں پھنس گیا ہے، دنیا کے ساتھ اس کی آخرت بھی برباد ہورہی ہے۔ آؤ، ہم تم بیٹھ کر اس معاملہ کو صاف کرلیں اور اس راہ کو اختیار کریں جو اسلام کا عین منشاء اور مسلمانوں کے لئے صراط مستقیم ہو، مگر افسوس کہ اکابر دیوبند نے یا تو اس سے اجتناب کیا یا اگر وعدے بھی کئے تو ایفانہ کرسکے، خجالت اور شرمندگی دامنگیر رہی۔
علماء دیوبند کی اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس وقت کے اندیشوں کے مطابق یہ فتنہ آج اپنے عروج پر پہنچ گیا جس سے نہ صرف مسلمانوں کی دنیا کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے بلکہ ایک بہت بڑی جماعت اور اس کی مختلف شاخوں کی آخرت بھی برباد ہورہی ہے۔

ہم ذیل میں مجدد اعظم امام بریلوی قدس سرہ، کے ایک تاریخی خط کی نقل پیش کررہے جو آپ نے آج سے تقریبًا ستاسٹھ ۶۷ [1] سال قبل ۱۳۲۹ھ میں مولوی اشرف علی تھانوی کو لکھا تھا اور جو رسالہ "دافع الفساد عن مراد آباد" میں چھپ چکا تھا۔

معاوضہ عالیہ امام بریلوی قدس سرہ،

نقل

بنام

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم o نحمدہ، ونصلی علی رسولہ الکریم o

السلام علی من اتبع الھدٰی، فقیر بارگاہ عزیز قدیر عزجلالہ، تومدتوں سے آپ کو دعوت دے رہا ہے اب حسب معاہدہ قرار داد مراد آباد پھر محرک ہے کہ آپ سوالات و مواخذ حسام الحرمین کی جواب دہی کو آمادہ ہوں، میں اور آپ جو کچھ کہیں لکھ کر کہیں اور سنادیں اور وہی دستخطی پرچہ اسی وقت فریقین مقابل کو دیتے جائیں کے فریقین میں سے کسی کو کہہ کے بدلنے کی گنجائش نہ رہے۔ معاہدہ میں ۲۷ صفر ۱۳۱۹ھ) مناظرہ کے لئے مقرر ہوئی ہے، آج پندرہ کو اس کی خبر مجھ کو ملی، گیارہ روز کی مہلت کافی ہے۔ وہاں بات ہی کتنی ہے، اسی قدر کہ یہ کلمات شان اقدس حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں توہین ہیں یا نہیں؟ یہ بعونہ تعالٰی دو منٹ میں اہل ایمان پر ظاہر ہوسکتا ہے، لہٰذا فقیر اس عظیم ذوالعرش کی قدرت ورحمت پر توکل کرکے یہی ۲۷ صفر روز جان افروز دوشنبہ اس کے لئے مقرر کرتا ہے آپ فورًا قبول کی تحریر اپنی مہری دستخطی روانہ کریں اور ۲۷ صفر کی صبح مراد آباد میں ہوں۔ اور آپ بالذات اس امر اہم واعظم دین کو طے کرلیں اپنے دل کی آپ جیسی بتاسکیں گے وکیل کیا بتائے گا، عاقل بالغ مستطیع غیر مخدرہ کی توکیل کیوں منظور ہو؟ مع ہذا یہ معاملہ کفر واسلام کا ہے، کفر واسلام میں وکالت کیسی؟ اگر آپ خود کسی طرح سامنے نہیں آسکتے اور وکیل کا سہارا ڈھونڈلے تو یہی لکھ دیجئے، اتنا تو حسب معاہدہ آپ کو لکھنا ہی ہوگا کہ وہ آپ کا وکیل مطلق ہے اس کا تمام ساختہ وپرداختہ، قبول، سکوت، نکول، عدول سب آپ کا ہے، اور اس قدر اور بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ اگر بعون العزیز المقتدر عزوجلالہ، آپ کا وکیل مغلوب یا معترف یا ساقط یا فار ہوا تو کفر سے توبہ علی الاعلان آپ کو کرنی اور چھاپنی ہوگی کہ توبہ میں وکالت ناممکن ہے اور اعلانیہ کفر کی توبہ اعلانیہ لازم، میں عرض کرتا ہوں کہ آخر بار آپ ہی کے سر رہتا ہے کہ توبہ کرنی ہوئی تو آپ ہی پوچھے جائیں گے پھر آپ خود ہی دفع اختلاف کی ہمت کیوں نہ کریں؟ کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان اقدس میں

---

[1] موجودہ ۱۴۱۹ھ کے مطابق اب سے تقریبًا نوے ۹۰ سال قبل

گستاخی کرنے کو آپ تھے اور بات بنانے دوسرا آئے، **ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم**۔ آپ برسوں سے ساکت اور آپ کے حواری رفع خجلت کی سعی بے حاصل کرتے ہیں۔ ہر بار ایک ہی طرح کے جواب ہوتے ہیں، آخر تابہ کے، یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کرچکا، آئندہ کسی کے غوغہ پر التفات نہ ہوگا۔ منوادینا میرا کام نہیں اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم**۔

وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العلمین۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۵صفر المظفر روز چہار شنبہ ۱۳۲۹ھ

(مآل یہی ہوا کہ اکابر دیوبند گھبراتے رہے، خجالت و شرمندگی نبھاتے رہے،

رجوع واتحاد سے گریز کیا اور ایک بہت بڑا فتنہ باقی رہ گیا۔)

مسئلہ ۱۱: ازلائن مین بکسر اسٹیشن ڈاکخانہ گجادھر گنج مسئولہ حاجی عبداللہ خاں صاحب　　۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر ہو تو صرف یہ کہنا کہ رسول نے ایسا کیا رسول نے ایسا کہا، کیا مناسب ہے؟

الجواب:

نام اقدس تعظیم کے ساتھ لینا فرض ہے، خالی رسول رسول کہنا اگر بقصد ترک تعظیم ہے تو کفر ہے ورنہ بلاضرورت ہو تو برکات سے محرومی، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ ۱۲: از شہر محلا ملوکپور مسئولہ محمود الرحمٰن صاحب　　۲صفر ۱۳۳۹ھ

فتوٰی حضور والا کا دربارہ شرکت جلوس مسٹر شوکت علی وغیرہم فدویان نے مطالعہ کیا اور دوسرے لوگوں کو ہدایت کی مگر بعض آدمی جواب کے الفاظ پر یوں شبہ پیش کرتے ہیں ایسے جلوس میں شرکت مولانا شوکت علی و محمد علی صاحبان دو مسلمان ہیں اور مقاصد حال بھی مسلمانوں ہی کے ہیں پس تعظیم ہندو کے جلوس کی کیونکر ہوئی نیز لفظ **فھو منھم** (پس وہ انہی میں سے ہے۔ ت) بتلاتا ہے کہ شریک ہونے والے کافر ہوجائیں گے، کیا یہ الفاظ حقیقت پر محمول ہیں؟ مہربانی فرما کر ان دونوں شبہوں کا اور جواب عنایت فرمادیجئے تاکہ حیلہ گروں کو حیلہ کا موقع نہ رہے۔

الجواب:

اس میں جو لوگ مسلمان کہلاتے ہیں گاندھی کے تابع ہو کر آرہے ہیں، اشتہار کی سرخی میں صرف اس کی آمد ہے اور اس کی خدمات اور قربانیوں کا ذکر کرکے اس کے استقبال کو شاندار بنانے کا شد ومد ہے، باقی مسلم یا نامسلم اس کے ساتھی یا تابع رکھے گئے ہیں اور پیغام بھی اسی کا سنانا لکھا ہے، پھر یہ جلوس دوسرے کا کیونکر ہوسکتا ہے، حدیث کے ارشاد پر نکتہ چینی مسلمان کا کام نہیں، فعل کفر میں جو دل سے شریک ہو وہ ظاہرًا باطنًا کافر ہے، اور جو اکراہ واضطرار و مجبوری محض سے بظاہر شریک ہو اسے معافی ہے۔ مگر اکراہ صحیح شرعی درکار ہے، کسی کی خاطر وغیرہ سے مجبور ہونا شرعی مجبوری نہیں اور بلا اکراہ شرعی شرکت کفر پر بھی شریعت مطہرہ لزوم کفر و تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم دے گی۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۳: از شہر محلّہ لوکپور چھوٹا دروازہ مسئولہ سید رونق علی صاحب ۳صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خلافت اسلامیہ عرب کی کمیٹی کا جلسہ بریلی میں ہوگا، مولانا محمد علی و شوکت علی اور مہاتما گاندھی وغیرہ آئیں گے، بازار سجایا گیا ہے، ان سب کا جلوس دھوم دھام سے نکلے گا اور جلسہ میں مسلمان، ہندو، نیچری، وہابی، شیعہ سب شریک ہوں گے۔ ایسی حالت میں مسلمان اہلسنت وجماعت اس جلسہ میں شرکت کریں یا جلوس دیکھیں یا نہیں؟ اور اس جلسہ میں شرکت جائز ہے یا گناہ؟ کیسا گناہ؟ خدا کے واسطے حکم شریعت اس جلسہ میں چندہ دینے اور بیان سننے وغیرہ کا صاف صاف قرآن وحدیث سے بیان فرمایا جائے۔

الجواب:

تعظیم مشرک کے جلوس میں شرکت حرام ہے، اور حرام فعل کا تماشا دیکھنا بھی حرام ہے۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے: **التفرج علی المحرم حرام**[1] (حرام پر خوشی بھی حرام ہے۔ت) ایسے جلسوں میں شرکت گناہ کبیرہ ہے،

قال اللہ تعالٰی "فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸"[2]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: پس نصیحت و یاد دہانی کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھو(ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من سود مع قوم فھو منھم**[3] (جس نے جس

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار مقدمۃ الکتاب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] تاریخ بغداد حدیث ۵۱۶۷ عبداللہ بن عتاب دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۴۱

قوم کی کثرت بنائی وہ انہی میں سے ہے۔ت) حرام کاری میں چندہ دینا بھی حرام ہے۔

قال اللہ تعالٰی: وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ "[1]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔(ت)

اور نامسلم کو واعظ مسلمین بنا کر اس کا بیان سننا اشد سے اشد کبیرہ و بدخواہی اسلام ہے،

قال اللہ تعالٰی "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَیُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا۝" [2]۔	اللہ تعالٰی کا مقدس فرمان ہے: پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں اور ان کو تو حکم یہ تھا کہ اسے اصلًا نہ مانیں اور ابلیس یہ چاہتا ہے کہ انھیں دور بہکادے۔(ت)

سائل نے مہاتما لکھا یہ حرام ہے۔ مہاتما بمعنی روح اعظم ہے کہ خالص لقب افضل الملائکہ ہے علیہ و علیہم الصلٰوۃ والسلام، یوہیں جو لوگ ایسا مذہب نکالنا چاہیں کہ مسلم وکافر کا فرق اٹھادے، سنگم و پریاگ کو مقدس علامت ٹھہرادے جو لوگ کہیں کہ آج تم نے اپنے ہندو بھائیوں کو راضی کرلیا تو اپنے خدا کو راضی کرلیا، جو لوگ کہیں کہ خدا کی رسی مضبوط تھامنے سے اگرچہ دین ہاتھ سے جاتا رہے مگر دنیا تو ضرور ملے گی ایسوں کو مولانا کہنا حرام ہے، حدیث میں فرمایا:

لاتقولوا للمنافق یاسیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	منافق کو یاسندنا (اے ہمارے سردار) نہ کہو کیونکہ اگر وہ تمھارا سردار ہے تو تم نے اپنے رب کو یقینا اپنے سے ناراض کرلیا، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۲

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۰

[3] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدہ الاسلمی دار الفکر بیروت ۵/ ۳۴۶۔۴۷

رسالہ

الدلائل القاھرۃ علی الکفرۃ النیاشرۃ ۱۳۳۵ھ

(نیچری کافروں کے خلاف دلائل قاہرہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۱۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین پرور وفقہائے نامور (کثرھم اللہ تعالٰی ونصرھم) اس سوال میں کہ اس ملک کاٹھیاوار میں ایک مجلس بنام "کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس" اعنی کاٹھیاوار کے مسلمانوں کی تعلیمی مجلس قائم ہوئی ہے جن کے محرک ومختار متبعین ومتعلقین علیگڑھ کالج ہیں، ۱۲ اکتوبر ۱۹۱۶ء کوان کا پہلا جلسہ، جونا گڈھ (کاٹھیاوار) مقام پر ہوا جن کا صدر ڈاکٹر ضیاء الدین احمد پروفیسر علیگڑھ کالج وسکرٹری منشی غلام محمد بیریسٹر ایٹ لاء کاٹھیاواری ایجنٹ علیگڑھ کالج ومؤید آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس اور واعظ مولوی سلیمان پھلواروی جان جانان ندوہ مخذولہ قرار پائے، اس کانفرنس کا مقصد بھی آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ہے جن میں بلارعایت سنی ہر کلمہ گو رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم رکن (ممبر) ہوسکتے ہیں۔ ایسی مجلس (کانفرنس) کو بعض مسلمان اپنی دینی ودینوی ترقی کا سبب جان کر جان ومال سے امداد کرتے ہیں، اور دینی مفسدہ ومضرت سے آگاہ نہیں۔ اور بلا تفریق ورعایت اہل سنت تمام بے دینوں مرتدوں، مدعیان اسلام کو مسلمان سمجھ کر رکن (ممبر) بنائیں، بلکہ ان کے صدر اور سیکرٹری اور واعظ بنائے میں بھی خوف خدا نہ لائیں، اور کوئی نصیحت کرے کہ ایسی پچرنگی مسلم کانفرنس خلاف شرع شریف ہے تو یہ بہانا بتائیں

کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دینوی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہے جو ہمارا ملک تعلیم میں سب سے پیچھے ہے، آیا سنیوں کو ایسی کانفرنس کا قائم کرنا اور جان ومال سے اس کی مدد کرنا، اس کے جلسہ میں شریک ہونا بددین مرتدوں کو مسلمان سمجھنا اور ان سے میل جول پیدا کرنا اور ان سے ترقی کی امید رکھنا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ یہ ہمارے ائمہ دین (رحمہم اللہ تعالیٰ) وضاحت سے بیان کرکے ان سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہی کے گڑھے اور بدینوں کے ہتھکنڈوں سے بچا کر نعمائے دارین حاصل کریں، جواب آنے پر ان شاء اللہ تعالیٰ اس استفتاء کو چھپوا کر اس ملک کاٹھیاوار و گجرات و برما وغیرہا جگہ پر بغرض اشاعت مسلمانوں میں عام طور سے تقسیم کیا جائے گا۔ **فقط**

تاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۵ ہجریہ مقدسہ پنجشنبہ۔ راقم آثم خادم قاسم میاں عفی عنہ از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار

الجواب:

(۱) ایسی مجلس مقرر کرنا گمراہی ہے اور اس میں شرکت حرام، اور بدمذہبوں سے میل جول آگ ہے اور اس بڑی آگ کی طرف کھینچ کرلے جانے والا، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ "[1]	اور اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر پاس نہ بیٹھ ظالموں کے۔

تفسیرات احمدیہ میں ہے:

دخل فیه الکافر والمبتدع والفاسق والقعود مع کلهم ممتنع[2]۔	اس آیت کے حکم میں ہر کافر ومبتدع اور فاسق داخل ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنے کی اجازت نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ" [3]۔	ظالموں کی طرف میل نہ کرو کہ تمھیں آگ چھوئے گی۔

صحیح مسلم شریف کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم	ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[2] التفسیرات الاحمدیہ تحت آیۃ ۶/ ۶۸ مطبع کریمی بمبئی، انڈیا ص ۳۸۸

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

ولایفتنونکم [1] ۔	کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ ورسول سے زیادہ کوئی ہماری بھلائی چاہنے والا نہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جس بات کی طرف بلائیں یقینا ہمارے دونوں جہان کا اس میں بھلا ہے، اور جس بات سے منع فرمائیں بلا شبہ سراسر ضرر وبلا ہے۔ مسلمان صورت میں ظاہر ہو کر جوان کے حکم کے خلاف کی طرف بلائے یقین ضرور چکنی چکنی باتیں کرے گا اور جب یہ دھوکے میں آیا اور ساتھ ہولیا تو گردن مارے گا مال لوٹے گا شامت اس بکری کی کہ اپنے راعی کا ارشاد نہ سنے اور بھیڑیا جو کسی بھیڑ کی اون پہن کر آیا اس کے ساتھ ہولے، ارے! مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمھیں منع فرماتے ہیں وہ تمھاری جان سے بڑھ کر تمھارے خیر خواہ ہیں "حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ" [2] تمھارا مشقت میں پڑنا ان کے قلب اقدس پر گراں ہے "عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ" [3] واللہ وہ تم پر اس سے زیادہ مہربان ہیں جیسے نہایت چہیتی ماں اکلوتے بیٹے پر "بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴿۱۲۸﴾" [4]۔ ارے! ان کی سنو، ان کا دامن تھام لو، ان کے قدموں سے لپٹ جاؤ، وہ فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم [5] ۔	ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

ابن حبان وطبرانی وعقیلی کی حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تؤاکلوھم ولا تشاربوھم ولا تجالسوھم ولا تناکحوھم واذا مرضوا فلاتعودوھم واذاما توافلا تشھدوھم	ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو۔ وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مر جائیں تو جنازہ پر نہ جاؤ،

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۱

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

[4] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۸

[5] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

ولا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم [1]۔	نہ ان کی نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔

امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مسجد اقدس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نماز مغرب کے بعد کسی مسافر کو بھوکا پایا اپنے ساتھ کاشانہ خلافت میں لے آئے اس کے لئے کھانا منگایا، جب وہ کھانے بیٹھا کوئی بات بد مذہبی کی اس سے ظاہر ہوئی فورًا حکم ہوا کہ کھانا اٹھالیا جائے اور اسے نکال دیا جائے، سامنے سے کھانا اٹھوالیا اور اسے نکلوادیا۔ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کسی نے آکر عرض کی: فلاں شخص نے آپ کو سلام کہا ہے، فرمایا: **لاتقرأہ منی السلام فانی سمعت انہ احدث** میری طرف سے اسے سلام نہ کہنا کہ میں نے سنا ہے کہ میں نے کچھ بدمذہبی نکالی۔ سیدنا سعید بن جبیر شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کو راستہ میں ایک بدمذہب ملا، کہا کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، فرمایا سننا نہیں چاہتا۔ عرض کی ایک کلمہ اپنا انگوٹھا چھنگلیا کے سرے پر رکھ کر فرمایا **ولا نصف کلمۃ** آدھا لفظ بھی نہیں۔ لوگوں نے عرض کی اس کا کیا سبب ہے، فرمایا ازیشان منہم ہے، امام محمد بن سیرین شاگرد انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کے پاس دو بدمذہب آئے عرض کی کچھ آیات کلام اللہ آپ کو سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، عرض کی کچھ احادیث نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سنائیں، فرمایا میں سننا نہیں چاہتا، انھوں نے اصرار کیا، فرمایا تم دونوں اٹھ جاؤ یا میں اٹھا جاتا ہوں، آخر وہ خائب وخاسر چلے گئے، لوگوں نے عرض کی اے امام! آپ کا کیا حرج تھا اگر ہو کچھ آئتیں یا حدیثیں سناتے، فرمایا میں نے خوف کیا کہ وہ آیات واحادیث کے ساتھ اپنی کچھ تاویل لگائیں اور وہ میرے دل میں رہ جائے تو ہلاک ہو جاؤں۔ ائمہ کو یہ خوف تھا اور اب عوام کو یہ جرأت ہے **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ**۔ اور ایسی جگہ مال دنیاوی پسند کرے گا جو دین نہیں رکھتا س جو عقل سے بہرہ نہیں۔ یکے نقصان مایہ دگر شماتت ہمسایہ (ایک تو مال نقصان اور دوسرے ہمسایہ کی خوشی۔ت) ہمسایہ کون؟ وہ بئس القرین شیطان لعین کیسا خوش ہوگا کہ ایک ہی کرشمے میں دونوں جہان کا نقصان پہنچایا، مال بھی گیا اور اخرت میں عذاب کا بھی مستحق ہوا،

"خَسِرَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ⑪" [2]	دینا اور آخرت دونوں کا گھاٹا، یہی ہے صریح نقصان (ت)

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸، ۳۲۵۲۸، ۳۲۵۲۹، ۳۲۵۴۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹ و ۵۴۰ و ۵۴۲، الضعفاء الکبیر حدیث ۱۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۲۶، العلل المتناہیۃ حدیث ۲۶۰ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۶۲

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۱

دیکھو امان کی راہ وہی ہے جو تمھیں تمھارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بتائی:

ایا کم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم [1]۔	ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

دیکھو نجات کی راہ وہی ہے جو تمھارے رب عزوجل نے بتائی:

"فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۸﴾" [2]۔	یاد آئے پر پاس نہ بیٹھو ظالموں کے۔ (ت)

بھولے سے ان میں سے کسی کے پاس بیٹھ گئے ہو تو یاد آنے پر فورًا کھڑے ہو جاؤ، ان مضامین کی تفصیل میں تمام اکابر علمائے حرمین شریفین کا فتوٰی مسمی بہ فتاوٰی الحرمین برجف ندوۃ المین اور عامہ علمائے ہند کا فتوٰی مسمی بہ فتاوٰی السنۃ لالجام اھل الفتنۃ اور فتاوی القدوۃ اور النذیر الاحمد اور النذیر المبین وغیرہا پچاس سے زائد کتابیں چھپ کر شائع ہو چکیں، اور ہدایت اللہ عزوجل کے ہاتھ،

"وَاللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ ﴿۴﴾" [3]۔ "حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿۱۷۳﴾" [4]۔	اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے، اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز (ت)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ بالتبجیل، واللہ تعالٰی اعلم۔

فقیر احمد رضا قادری

(۲) صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
کتبہ محمد حامد رضا القادری البریلوی

---

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

(۳) الجواب صحیح والمجیب نجیح
حررہ مصطفٰی رضا القادری البریلوی

(۴) الجواب ھو الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب
ابو العلا امجد علی الاعظمی الرضوی عفاعنہ

(۵) الجواب صحیح
محمد ظہور الحسین الفاروقی الرامفوری
المدرس الاول المدرستہ اہل السنۃ والجماعۃ

(۶)

(۷) الجواب صحیح فقیر حمد اللہ کمال الدین القادری البشاوری عفی عنہ	(۸) الجواب صحیح محمد نعیم الدین عفاعنہ المعاصی
(۹) الجواب صحیح ابو نصر محمد یعقوب عفی عنہ حنفی قادری بلاسپوری	(۱۰) الجواب صحیح محمد عبد الرشید مظفر پوری
(۱۱) الجواب صحیح فقیر عزیز الحسن القادری الرضوی عفااللہ عن ذنبہ الخفی والجلی	(۱۲) الجواب صحیح رحم الٰہی مدرس مدرسہ اہلسنت
(۱۳) الجواب صحیح احمد حسین رامپوری عفی عنہ	(۱۴) الجواب صحیح والمخالف قبیح محمد اکرام الدین بخاری واعظ الاسلام خطیب وامام مسجد وزیر خاں مرحوم لاہور
(۱۵) الجواب صحیح واللہ تعالٰی اعلم عبد السلام غفرلہ قادری اعظم گڑھی	(۱۶) الجواب صحیح محمد رحیم بخش مظفر پوری
(۱۷) الجواب صحیح فقیر محمد حامد علی عفی عنہ فاروقی الآبادی	(۱۸) الجواب صحیح سردار علی خاں بریلی

(۱۹)اصاب من اجاب محمد حسنین رضا البریلوی مدرسہ پنجم مدرسہ اہل سنت وجماعت بریلوی	**(۲۰)اصاب من اجاب** فقیر ابوالظفر محمد ایوب غفرلہ اللہ الذنوب دربنگوی
(۲۱)اصاب من اجاب وھو مرشدی الفاضل البریلوی محمد خلیل الرحمٰن بہاری صدیقی رضوی مدرس منظر الاسلام	**(۲۲)الجواب قد کتب الحق وھکذا مذھب اھلسنتۃ والجماعۃ وانا اسلمہ ایضاً ومن خالف ھذا فھو من الوھابیۃ** سید عبداللہ الرضوی البہاری ثم البریلوی
(۲۳)الجواب صحیح عمر النعیمی المرادآبادی	

تصدیقات علمائے کلکتہ

(۲۴) الحمد للہ موفق اھل السنۃ للاھتداء بھدی الائمۃ المجتھدین مصابیح الظلم وھداۃ الامۃ والصلٰوۃ والسلام علی خاتم النبیین، سیدنا محمد بن عبداللہ قامع الکفرۃ والمبتدعین، وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین، واصحابہ البرزۃ الکرام المتقین، امابعد فقد اطلعت علی ماتضمنہ ھذا الجواب المستطاب من الادلۃ الواضحۃ والبراھین الساطعۃ التی لاعذر لاحد بجھلھا کیف لا والکتاب و السنتۃ یحرمان صریحاً وتلویحاً الاشتراک مع اھل البدع فی امر مادینیا کان اودنیویا ونقل ماوردفی ھذا المعنی یطول شرحہ والموفق یکفیہ	سب خوبیاں اللہ تعالٰی کو جس نے اہلسنت کو توفیق بخشی کہ ائمہ مجتہدین کی پیروی کریں کہ وہ تاریکیوں کے چراغ اور امت کے راہنما ہیں اور درود وسلام سب نبیوں کے ختم کرنیوالے ہمارے سردار محمد بن عبداللہ پر کہ کافروں اور بد مذہبوں کی بیخ کنی کرنے والے ہیں اوران کی آل طیب وطاہر اور ان کے اصحاب نیک وبزرگ وپرہیزگاروں پر، بعد حمد و نعت میں مطلع ہوا ان دلائل ظاہرہ اور براہین روشن پر جن پر یہ جواب مشتمل ہے کہ وہ ایسے نہیں کہ کوئی ان کے نہ جاننے میں معذور رہ سکے کیوں نہ ہو قرآن وحدیث صراحۃ واشارۃ بد مذہب کی شراکت کو حرام بتاتے ہیں کسی معاملہ میں ہو دینی ہو خواہ دینوی اور جو اس بارہ میں وارد ہو اس نقل کرنا طویل شرح چاہتاہے اور جسے توفیق ملی اسے وہ کافی ہے

مانقله مولانه الامام الهمام فی الجواب ولامخذول لایکفیه نقل الف کتاب منزلة من رب الارباب، قال الجلال فی تفسیر الایة التی نقلها مولانا حفظه الله وھی(لاترکنوا)تمیلوا(الی الذین ظلموا)بموادة اومداهنة اورضاباعمالهم(فتمسکم) تصیبکم (النار ومالکم من دون الله)ای غیره(من) زائدة (اولیاء)یحفظونکم منه(ثم لاتنصرون)تمنعون من عذابه[1] انتهی قال العلامة الصاوی فی حاشیة علی الجلالین(قوله الی الذین ظلموا)ای بالکفر اوالمعاصی (قوله بموادة)مصدر وادد کقاتل ای محبة(قوله او مداهنة)ای مصانعة فالمداهنة بذل الذین لاصلاح الدنیا(قول او رضا باعمالهم)ای تزیینالهم ولاعذر والاحتجاج بضرورة الدنیا فان الله هو الرزاق ذو القوة المین(قوله فتمسکم النار)ای لان المرء یحشر مع من احب(قول یحفظونکم منه)ای من عذاب النار[2] انتهت عبارته رضی الله عنه. **اقول:** قدتبین جلیا ان الاٰیة الشریفة صریحا فی النهی عن محبة المبتدعین ومعاونتهم وتکثیر سوادهم و مشارکتهم فی امور الدین والدنیا

جسے ہمارے مولٰی امام عالی ہمت نے نقل کیا اور جسے خدا نے بے مدد چھوڑا اس کے لئے خدا کی اتاری ہوئی ہزار کتاب کا نقل کردینا بھی کافی نہیں، جس آیت کو مولانا نے نقل فرمایا اس کی تفسیر میں امام جلال الدین فرماتے ہیں ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ ان سے دوستی یا چکنی چپڑیں بات کرو یا ان کے اعمال پر راضی ہو کہ تمھیں آگ پہنچے گی اور خدا کے سوا تمھارا کوئی مددگار نہیں کہ اس سے تمھیں بچائے پھر تمھاری مدد نہ ہوگی کہ اس کے عذاب سے روک دئے جاؤ انتہی، علامہ صاوی جلالین کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ ظالم سے مراد عام ہے کافر ہوں یا فاسق، مداہنت کے معنی کارستانی اور دین دے کر دینا سنوارنی ان کے اعمال پر راضی ہونا یعنی ان کے زینت بڑھانا اور ضرورت دینا کے ساتھ حجت لانا یہ عذر مسموع نہیں کہ اللہ ہی روزی دینے والا مضبوط وقت والا ہے، تمھیں آگ چھوئے گی، اس لئے کہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے محبت رکھے، **میں کہتاہوں** کہ بدمذہبوں کی محبت اور ان کی اعانت اور ان کی جماعت بڑھانے اور ان کی دینی ودنیوی شرکت سے ممانعت میں یہ آیت شریفہ صریح ہے خواہ ان کی بدمذہبی کفر کی حد کو پہنچی ہو یا معصیت کو، علاوہ اس کے ان میں وہ ہیں جن کی بد مذہبی کفر تک پہنچی ہوئی ہے جیسے نیچری وغیرہم اور وہ ہیں جن کی

[1] تفسیر جلالین تحت آیۃ ۱۱/ ۱۱۳ مطبع مجتبائی دہلی نصف اول ص ۱۷۸

[2] حاشیہ الصاوی علی الجلالین تحت آیۃ ۱۱/۱۱۳ المشهد الحسینی قم ایران ۲/ ۲۳۰

معا سواء كانت بدعهم بدع كفر اوعصيان على ان فيهم من بدعته مكفرة كالنيشرية ونحوهم ومن بدعته مفسقة كالوهابيه فيما يتعلق بغير اصول الدين فالمسئول عنهم جامعون لبدع الكفر والفسق وعلى كل هم من الذين ظلموا انفسهم وقد قال صلى الله تعالٰى عليه وسلم من مشى مع ظالم فقد اجرم رواه الديلمى[1] وقال عليه الصلوه والسلام من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام[2] رواه الطبرانى وبالجملة فالأيات و الاحاديث و اقوال ائمة الدين وفقهاء المذهب الاربعة فى هذا لمعنى يعسر حصرها، وفيما اجاب به مولانا المجيب كفاية لمن القى السمع وهو شهيد والله وحده المستعان به على المبتدعة اولياء الشيطان۔
قال بفمه ونقله بقلمه عبده المذنب احمد موسى مصرى المنونى امام وخطيب المسجد الجامع بكلكته۔

بدمذہبی میں فسق ہے جیسے وہ وہابیہ جن کی وہابیہ عــہ کا تعلق اصول دین کے ساتھ نہ ہو۔ تو جن کے بارے میں سوال ہے وہ جامع بدعت کفر وفسق ہیں اور ہر تقدیر پر وہ ان لوگوں میں ہیں جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور بے شک نبی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا کہ جو ظالم کے ساتھ چلا اس نے جرم کیا اس حدیث کو دیلمی نے روایت کیا اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا جو ظالم کے ساتھ چلا کہ اس کی اعانت کرے اور جانتا ہو کہ وہ ظالم ہے تو وہ السلام سے نکل گیا اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا، حاصل کلام آیات واحادیث اور ائمہ دین اور چاروں مذہبوں کے فقہاء کے اقوال اس بارے میں اتنے ہیں کہ ان کا شمار مشکل ہے اور مولانا مجیب کے جواب میں کفایت ہے اس کے لئے جو کان لگائے اور دل سے حاضر ہو اور ایک اللہ سے مدد چاہی جاتی ہے بدمذہبوں پر کہ شیطان کے دوست ہیں، اسے اپنے منہ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا اس کے بندہ گنہگار احمد موسٰی مصری منونی نے کہ مسجد جامع کلکتہ کا امام وخطیب ہے۔

عــــہ: رہے وہابیہ زمانہ کہ ضروریات دین کے منکر اور اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب توہین کرنے والے ہیں وہ قطعاً کافر ہیں جن کے بارے میں علماء حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا:

من شك فى كفره وعذابه فقد كفر[3]۔ ۱۲ مصحح۔ | جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک بھی کیا وہ کافر ہے ۱۲ مصحح (ت)

---

[1] کنز العمال بحواله الديلمى عن معاذ حدیث ۱۴۹۵۳ موسسته الرسالة بيروت ۸۵/۶
[2] المعجم الكبير حديث ۶۱۹ المكتبة الفيصلية بيروت ۱/ ۲۲۷
[3] حسام الحرمين على منحر الكفر والمين مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۳

(۲۵)الجواب صحیح

محمد لعل خاں عفی عنہ نائب صدر انجمن اصلاح عقائد ومدرسہ عثمانیہ اہلسنت وجماعت نمبر ۲۲ز کریا اسٹیٹ کلکتہ

محمد لعل خاں منشی

(۲۶)الجواب موافق بالصواب

ابوابراہیم محمد اسمٰعیل بہاری مدرس اول مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت سیالدہ کلکتہ

مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت

(۲۷)اقول وبالله التوفیق ماتقرر هکذا المجالس بین یدی سیدالانبیاء والمرسلین واصحابه واولیائه الکاملین والعلماء المحققین والمدققین فی حین من الان والاوان الحسرة فیه ان الرجال فهموا ان فیه اتساع الاسلام والامر لیس هکذا وکله من فتورعقلهم و نقص ایمانهم والله الموفق بالصواب والیه المرجع والماٰب۔

حررہ سید علی حسن بھاری غفرله الباری

میں کہتا ہوں اور خدا ہی سے توفیق ہے کہ ایسی مجلس کا تقرر نہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوا نہ صحابہ واولیاء علماء محققین ومدققین کے زمانوں میں، افسوس کی بات یہ ہے کہ لوگوں سمجھ رکھا ہے کہ اسلام کی اس میں اشاعت ہے حالانکہ یہ بات نہیں، یہ سب ان کی عقلوں کا فتور اور ایمان کا نقصان ہے اور اللہ صواب کی توفیق دینے والا ہے اور اسی کی طرف مرجع وبازگشت ہے۔

حررہ سید علی حسن بہاری غفرلہ الباری

(۲۸) الفتاوی التی صدرت من العلماء الکرام لاریب فیه الشرکة فی هذا المجلس بون من طرق رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم لان لیس فیه رائحة الاسلام ولوکان فی بادی النظر فارجون من الله تعالٰی ان یبعدنا من الشین الفطن ویحفظنا من البلاء والمحن ویثبتنا ویمیتنا علی ملة رسوله الکریم واٰله واصحابه العظیم .فقط

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــہ

الراجی الطریان فیضان الباری

حکیم سید محمد راحت حسین بہاری عفی عنہ مہتمم مدرسہ فیض عام اہلسنت وجماعت سیالدہ کلکتہ

جو فتوے علمائے کرام کی جانب سے صادر ہوئے ان میں کچھ شبہ نہیں۔اس مجلس میں شرکت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طریقہ سے دوری ہے کہ اس میں السلام کی بوتک نہیں اگرچہ بظاہر ہو، میں اللہ تعالٰی سے امید کرتا ہوں کہ ہم کو برائیوں اور فتنوں سے دور رکھے اور بلا اور محنتوں سے محفوظ رکھے اور اپنے رسول کریم اور ان کی آل واصحاب بزرگ کی ملت پر ہمیں ثابت رکھے اور اسی پر ہمیں موت دے۔

(۲۹) بسم اللہ الرحمن الرحیم * حامدا و مصلیا * "قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ" [1] (اے محبوب! تم فرمادو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔ت) خلاصہ کلام اگر محبوب بننا ہو تو اتباع شریعت سے کام لو اور ایسے خلاف مجالس سے پرہیز کرو کہ جس میں شرکت بھی منع ہے تو کجا امداد مالی اللہ الہادی، ان لوگوں کی باتوں اور لسانی سے دام فریب میں مت آؤ جیسا کہ فتوے میں تحریر ہے وہی درست ہے مولٰی تعالٰی عمل کی توفیق دے، اس فتوے پر م کچھ اور حوالہ دینا اپنی کم لیاقتی کا ثبوت ہے۔ ذلك كذلك انی مصدق لذلك

حررہ مور ضعیف فخر الحسن قادری غفرلہ مدرس عربی مدرسہ عثمانیہ کلکتہ

(۳۰) التائید و الشرکتہ فی مثل ھذہ المجالس بل المیلان الیھا مالیا کان او بدنیا بدلیل الکتاب والسنۃ وفقہ امام الائمۃ ممتنع ۱۲۔ الراقم فقیر ابو نعیم محمد ابراہیم عفی عنہ سلھٹی مدرس اول مدرسہ عثمانیہ کلکتہ۔ (۳۱) قد اصاب ما اجاب مولٰنا العلام مجدد مائۃ الحاضرۃ مصباح الدین احمد عفاعنہ۔ مٹیابرج کلکتہ۔	ایسی مجلسوں کی تائید و شرکت بلکہ میلان خواہ مالی ہو یا بدنی بدلیل قرآن وحدیث وفقہ امام اعظم حرام ہے ۱۲ الراقم فقیر ابو نعیم محمد ابراہیم عفی عنہ سلھٹی مدرس اول مدرسہ عثمانیہ کلکتہ (۳۲) الجواب صحیح والمجیب مصیب محمد فضل الرحمٰن غفرلہ المنان، مٹیابرج کلکتہ (۳۳) البتہ بد عقیدے کے لوگوں سے پرہیز واجب ہے۔ محمد اسمٰعیل عفنی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

تصدیقات علمائے جبل پور

(۳۴) بسمہٖ سبحٰنہ وتعالٰی عزوجل، اعلیحضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ بحر العلوم علامہ محقق بریلوی سلمہ اللہ القوی کا یہ مبارک فتوٰی جو گونڈل کاٹھیاوار سے ہمارے پاس بغرض تصدیق بھیجا گیا ہے اور اس وقت ہمارے پیش نظر ہے مسئلہ مستفسرہ میں یہ مقدس فتوٰی اعلٰی نصوص شریعت وفصوص حقیقت کا جامع سراپا حجت قاہرہ، اس کا ہر جملہ ہر فقرہ روشن دلیل وبرہان، حق وصداقت کا مہر درخشان، ہم ایسوں کی طرف مراجعات اور ہمارے مزید افادات سے مستغنی ہے، اور اس کے قبول وتسلیم میں وہی شخص تامل کرسکے گا

[1] القرآن الکریم ۳/ ۳۲

جو دین وایمان سے بے سروکار، حق وہدایت و سبیل مومنین سے بیزار، ندوہ مخذولہ کا فضلہ خوار، وہابیت و نیچریت سے ہمکنار، اشرار اہل بدع سے ہو، میرے نزدیک اس نورانی فتوے سے ہم ایسوں سے اضافہ چاہنا، یا بضمن تصدیق، تحریر کلمات توثیق وتائید کا خواستگار ہونا نصف النہار کے چمکتے ہوئے آفتاب کے آگے چراغ رکھوانا ہے، ہم اس وقت اپنے بعض محبان حضرات اہل سنت کی مخلصانہ استدعا پر مجبور ہر کر تعمیلا للحکم، اس محترم فتوے کی تصدیق میں صرف اس قدر عرض کر دیناکافی سمجھتے ہیں۔

ان ھذا الجواب ھو الصراط المستقیم وسبیل الشرع القویم والحمد اللہ الرب الرحیم وعلی حبیبه ونبیه الکریم واله وصحبه افضل الصلوۃ والتسلیم واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه عزمجدہ اتم واحکم۔ کتبـــــــــــــه الفقیر عبد الباقی محمـــــــــــــد برھان الحق الرضوی الجبلفوری غفرله	کہ یہ جواب ہی سیدھا راستہ اور شریعت کا مضبوط راستہ ہے۔(ت) (مہر: محمد عبد الباقی برہان الحق)
(۳۵) ان ھذا لھو الحق المبین، ومن اعتصم به فقد ھدی الی الصراط المستقیم المستبین، قلما یوصل الیه، فضلا عن المزید علیه، فنسئل اللہ تعالٰی ان یثبتنا علی الکتاب والسنة وان یمیتنا علی الایمان ویدخلنا به الجنة، اٰمین، والحمد اللہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی حبیبه سید المرسلین محمد واله واصحابه اجمعین۔ کتبه الراجی عفوربه عبد السلام السنی الحنفی القادری الرضوی الجبلفوری غفرله	بیشک یہی حق مبین ہے اور جس نے اس کے ساتھ تمسک کیا اسے سیدھے راستہ ظاہر کی طرف ہدایت ہوئی اس تک پہنچنا ہی کم ہے اس پر زیادتی تو کجا، اللہ تعالٰی سے ہم سوال کرتے ہیں کہ کتاب وسنت پر ہمیں ثابت قدم رکھے، اورایمان پر موت دے اور جنت میں داخل کرے آمین، سب خوبیاں خدا کے لئے جو پروردگار عالم ہے اور اللہ تعالٰی درود بھیجے اپنے حبیب رسولوں کے سردار محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر۔

تصدیقات علمائے بہار

(۳۶) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما، فقیر بارگارہ رضوی عبید المصطفٰی محمد ظفر الدین بہاری میجروی غفرلہ وحقق املہ مدرس اول مدرسہ عالیہ سہسرام ناصر الحکام اس مبارک سراپا ہدایت فتوے کی تائید وتصدیق کرتے ہوئے (نہ معاذاللہ اس خیال سے کہ اپنی تصدیق سے اس فتوے کو زینت دوں بلکہ حسب ارشاد احبا اس نیت سے کہ اپنی تصدیق کی اس فتوے سے عزت افزائی کروں) عرض گزار ہے کہ بلاشبہ اس قسم کی انجمنیں جس طرح دینی مضرتوں کی جالب گناہ کی موجب ہیں، یونہی دینوی حیثیت سے بھی اصلاً مفید نہیں سوا اس کے کہ غریب مسلمانوں کا بہت سے روپیہ صرف ہونے پر تین دن کی دل لگی رہے نئی نئی صورتیں دیکھنے میں آئیں، کچھ لکچر اور تقریر کا لطف رہے اللہ اللہ خیر صلا، بہت بڑا کار نمایہ اس قسم کی انجمنوں کا ریزولیوشن (RESOLUTION) پاس کرنا ہے، جب روداد دیکھئے یہی لکھا ہے یہ پاس ہوا وہ پاس ہوا مگر ان عقلمندوں کو اس کی خبر نہیں کہ اس زمانہ میں آدمی پاس ہو کر تو کچھ کر نہیں سکتا ریزولیوشن پاس ہو کر کیا کرلے گا۔ کہنے سے کام نہیں چلتا کرنے کی ضرورت ہے، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

الطیور تصحیح ولاتفعل، والبازی یفعل ولایصیح [1]	چڑیاں چیں چیں کرتی ہیں اور کچھ کرتی نہیں، اور باز کرتا ہے چیں چیں نہیں کرتا ہے،

اگر واقعی قومی ترقی مقصود ہے تو یہ تقریرات اور ریزولیوشن ہرگز کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے کام کرنے کی ضرورت ہے اور اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس وقت زیادہ نہیں تو مسلمان صرف انھیں چار باتوں پر کاربند ہو جائیں جو رسالہ مبارکہ "تدبیر صلاح ونجات وفلاح" میں مذکور ہیں پھر دیکھئے قوم کی کیسی ترقی ہوتی ہے اور ان کا آفتاب کس طرح بالائے افق ترقی بکمال اوج تاباں ہوتا ہے، اور اگر غور کیا جائے تو ان تمام ریزولیوشنوں میں بیکار امور اور رونا دھونا فلاں کے مرنے پر رنج، فلاں کی موت پر سوگ، اور فلاں کے انتقال پر ملال، اور فلاں کے عطیہ پر واہ واہ، اور فلاں کو فلاں خطاب ملنے پر اظہار مسرت سے قطع نظر کرکے سب کا لب لباب شاہراہ پر چلنے والوں کے لئے دن میں چراغ جلانا اور روز روشن میں روشنی کرنے کی ہدایت کرنا ہوتا ہے یعنی قوم ترقی میں سب سے پیچھے ہے اس لئے آگے بڑھو یعنی انگریزی پڑھو حالانکہ زمانہ کی گردش سے انگریزی کی طرف لوگوں کا میلان طبعی وعملی اس حد تک پہنچا ہوا ہے کہ اگر ان کو دھکے دے کر بھی باہر کیا جائے تو ہرگ ٹلنے والے نہیں، پڑھنے والوں کے لئے باوجودیکہ عربی مذہبی تعلیم

1

میں ہر طرح کی آسانیاں اور کار آمد نتائج ہیں مگر پھر بھی سیکڑے میں پندرہ کو اس کی طرف توجہ نہیں اور باوجود سیکڑوں موانعات ہزارہا وقت وزحمت کے انگریزی پر لوگ گرے پڑے ہیں، پھر ایسی حالت میں خاص اس غرض کے لئے انجمن قائم کرنا دینوی حیثیت سے بھی تحصیل حاصل اور تضییع اموال ومحاصل کے سوا اصلاً مفید نہیں۔

اللھم وفقنا لما تحب وترضی وصلی اللہ تعالٰی علی المصطفی المرتضی وعلی الہ وصحبہ رضی اللہ تعالٰی عنھم باحمد رضا۔	یااللہ احمد رضا کے طفیل ہمیں اپنی پسندیدہ رضا والی چیز کی توفیق عطافرما، اور درود ہو مصطفٰی مرتضی اور آپ کی آل و اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سب پر (ت)
کتبہ عبدہ العاصی ظفر الدین البھاری عفی عنہ بمحمد ن المصطفٰی النبی الامی	سنی حنفی قادری رضوی عبید المصطفٰی ظفر الدین احمد

(۳۷) لاریب فیہ فلیتنافس المتنافسون وانا عبدہ محمد ابوالحسن السھسرامی مدرس دوم مدرسہ عالیہ المرقوم ۷ فروری ۱۹۱۷ء	اس میں شک نہیں کہ رغبت کرنیوالوں کو اس کی رغبت کرنا چاہئے، عبدہ محمد ابوالحسن سہسرامی

(۳۸) ابوصالح ظہیر الدین احمد فریدی، مورخہ ۷ فروری ۱۹۱۷ء روز چہار شنبہ (انچارج مدرس دوم مدرسہ عالیہ) (۴۰) قد اصاب من اجاب کمترین فہیم الدین عفی عنہ مدرس پنجم عربی (۴۲) الجواب صحیح سید عبدالرشید مدرس مدرسہ شمس الہدی بانکی پور (۴۳) قد اصاب فی مااجاب مولی العلماء امام الفقھاء مجدد المائۃ الحاضرۃ الفاضل البریلوی متع اللہ المسلمین بطول بقائہ فی ھذہ المسئلۃ بان التائید والشرکۃ و	(۳۹) المجیب مصیب فرخندہ علی عفی عنہ مدرس چہارم مدرسہ سہسرام (۴۱) لقد اجاب المجیب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب محمد یحیٰی مدرس مدرسہ عالیہ سہسرام، المرقوم، فروری ۷ ۱۹۱۷ء سنی حنفی قادری ۱۳۳۲ عبدالرشید عظیم آباد عالموں کے پیشوا فقہاء کے امام اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی نے اللہ تعالٰی ان کو بقائے دراز سے مسلمانوں کو بہرہ یاب کرے اس مسئلہ میں جو جواب دیا ٹھیک دیا کہ اس جیسی بری مجلس کی تائید اور شرکت اور اس میں

الحضور فی مثل ھذا المجلس القبیحة حرام و المعاونة اثم والمقاربة فیھا سم قاتل للایمان فلیتنا فس المتنافسون وفقنا الله تعالٰی ایانا وجمیع المومنین للمفارقه والاجتناب عن مثل ھذا المجلس والتائید والشرکة فیه۔ حررة فقیر الی سید المرسلین ذی المنن المدعو به سید محمد غیاث الدین حسن الحنفی السنی الرجھتی البھاری عفی عنه الباری	حاضری حرام ہے اور اس کی اعانت گناہ اور اس میں قریب ہونا ایمان کے لئے زہر قاتل، رغبت کرنے والوں کو چاہئے کہ اس کی رغبت کریں، اللہ تعالٰی ہمیں اور سب مسلمانوں کو توفیق دے کہ اس سے جدا رہیں اور ایسی مجلس سے اور اس کی تائید وشرکت سے بچیں۔ ابوالذکا سید شاہ غیاث الدین حنفی سنی قادری رجھتی بہاری عفی عنہ بالنبی الامی

(۴۴) اصاب من اجاب فقیر محمد رحیم بخش حنفی قادری رضوی مدرس اول مدرسہ فیض الغرباء آگرہ

تصدیقات علمائے کان پور

(۴۵) الجواب صحیح وصواب والمجیب نجیح ومثاب نمقه الفقیر الی الله تعالٰی عبیدالله عفا عنه ماجناه المدرس بالمدرسة فیض احمدی فی الکانفور۔

(۴۶) اصاب من اجاب والله سبحنه اعلم بالصواب حقیق بان یکتب بالذھب علی القرطاس۔ نمقه محمد عبدالرزاق عفی عنه المدرس مدرسه امداد العلوم فی الکانفور محمد عبدالرزاق	جواب دینے والے نے درست فرمایا والله تعالٰی اعلم بالصواب، یہ جواب اس قابل ہے کہ اس کو کاغذ پر سونے سے لکھا جائے (ت)

(۴۷) الجواب صحیح والمجیب نجیح، حررہ الفقیر الی الله المنان المدعو محمد سلیمان الحنفی السنی النقشبندی المجددی الافاقی فضل رحمانی المدرس بالمدرسة درالعلوم فی الکانفور غفرله والمشائخه الغفور بحرمة صاحب التاج والمعراج واللواء العقود فی المقام المحمود علیه وآله واصحابه الصلوة والسلام من ملك المعبود۔

باران فضل رحمٰن بار بر سلیمان

تصدیقات علمائے سندھ حیدر آباد

(۴۹) فاضل مجیب نے جو تحریر فرمایا ہے وہ صحیح اور حق ہے واقعی اس قسم کی مجالس اور جو لوگ اہل بدعت و ہوا سے ہیں ان سے دور رہنا ضرور چاہئے اس واسطے کہ ان کی ملاقات اور ان کی مجالس میں جانا علامت ضعف ایمان اور آئندہ کو منجر طرف الحاد کے ہے۔ **نعوذ باللہ من ذلک، اللھم احفظنا منھم بجاہ نبیك المصطفی ورسولك المرتضی، اٰمین یا رب العالمین۔**

زنور محمد ۱۳۳۷ ست جہان روشن ا

تصدیقات علمائے محمود آباد ضلع سیتاپور

(۵۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد للہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لانبی بعدہ، امابعد بیشک ایسی مجلس مقرر کرنا جہنم خریدنا اور سخت حرام وناروا ہے۔ مسلمان کی ترقی ہر گز اس میں نہیں، ایک صحیح واقعہ پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور چٹائی پر آرام فرماتے ہیں کہ اس کے نشان بدن اقدس پر ظاہر ہو رہے ہیں امیر المومنین کو بے اختیار رونا آگیا عرض کی: یارسول اللہ! قیصر وکسرٰی کافران مجوس ونصارٰی اس ناز ونعمت میں اور حضور اللہ کے رسول اس تکلیف ومحنت میں، فرمایا: اے عمر! کیا تو راضی نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لے آخرت، خود امیر المومنین فاروق اعظم باوصف فتوحات عظیم کے جب بیت المقدس تشریف لے گئے ہیں کہ وہاں کے پادریوں نے آپ کو دیکھنے کے لئے بلایا تھا، حالت یہ ہے کہ پیش دشمنان اونٹ پر اور غلام سوار، اور جناب کے دست اقدس میں اونٹ کا مہار، بدن مبارک پر چمڑے کا کرتا جس میں متعدد سترہ پیوند، اگر ایسی مجلس کے لوگ جو درج سوال ہیں اور جان ومال سے انجمن ظلم میں شرکت کو تیار ہیں حضرات صحابہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے کس کس طرح ہنستے اور احمق سمجھتے بلکہ دل میں تو اب بھی کہتے ہوں گے کہ وہ ریگستانی جفاکش ناز ونعمت کے مزے کیا جانیں، یہ لطف عجیب اور نظم وترتیب وآراستگی وتہذیب کچھ دانایان یورپ ہی کو نصیب، ان خیالات فاسدہ کے دل میں نہ آنے کے لئے تو ہمارے سلطان ہفت کشور شافع روز محشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے، **لاتجالسوھم**[1] **الخ** ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے دور بھاگو، انھیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمھیں

---

[1] کنز العمال حدیث ۳۲۴۶۸ و۳۲۵۲۸ و۳۲۵۲۹ و۳۲۵۴۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۲۹، ۵۴۰، ۵۴۲

فتنہ میں نہ ڈال دیں[1]،معاذاللہ کہیں حضور کے خیال مقدس میں یہ بات نہ آئی تھی کہ ہمارے میل جول سے بدمذہب ہدایت پائیں گے راہ راست پر آئیں گے نہیں۔یہ منع فرمانا حضور کا ازاراہ شفقت تھا،جس طرح شفیق باپ ازراہ مہربانی اپنی پیاری اولاد کو آوارہ مزاجوں اور بد معاشوں کی صحبت و میل جول سے روکے،یہ چند حروف فقیر نے محض زبدہ ارباب سنت وعمدہ اصحاب جماعت اخی فی الدین قاسم میاں صاحب کے فرمانے سے لکھے ورنہ امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حماہ اللہ تعالٰی عن الشروالاعداء (اللہ تعالٰی ہر شر اور دشمنوں پر ان کی مدد فرمائے،ت) کے نورانی کلمات عوام تو عوام خواص کے لئے کافی ہیں،مسلمانوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے اور فقیر ضعیف کو بھی دعائے خیر سے یاد کرنا چاہئے،

ختم اللہ لنا ولکم بالخیر والحسنی ووفقنا لما یجب ویرضی وحشرنا فی ظلال حمایات الاولیاء امقربین وتحت لواء سید المرسلین وصلی اللہ تعالٰی وسلامہ علی خاتم النبیین محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین۔	اللہ تعالٰی ہمارا خاتمہ خیر اور بھلائی میں فرمائے اور ہمیں اپنی پسند و رضا کی توفیق دے اور حشر کے روز اولیاء مقربین کی حمایت اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے جھنڈے کا سایہ عطافرمائے،(ت)

محمد اسمٰعیل سنی حنفی قادری محمود آبادی الحال پیش امام رسالہ نمبر ۴ دہلی

(۵۱)ذلك کذلك رجب علی مدرس مدرسہ اسلامیہ محمود آباد

(۵۲)ذلك کذلك

خادم طلبہ محمد عبدالطیف مدرس مدرسہ اسلامیہ محمود آباد وپیش امام جامع مسجد محمود آباد۔

تصدیق حامی سنت ماحی بدعت جناب مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب احمد آبادی زیدت مکارمھم

(۵۳)الجواب صحیح

کتبہ عبدالرحیم بن پیر بخش السنی الحنفی القادری النقشبندی الاحمد آبادی المدرس الاول فی المدرسۃ القادریۃ

(مہر)

تصدیق ناصر سنت قامع بدعت مولانا مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب زید مجدہم

(۵۴)بسم اللہ الرحمن الرحیم .الحمدللہ العزیز الکریم والصلٰوۃ والسلام علی حبیبہ الرؤف الرحیم۔

[1] صحیح مسلم باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

فتوائے مبارکہ فرستادہ ناصر ملت حقہ، ناشر سنت سنیہ، قاطع اعناق بدعات شنیعہ، قامع بیخ محدثات قبیحہ، سرشکن فرق باطلہ من الندوۃ والوہابیۃ والنیاچرہ، ماحی وطغیان، حامی ودین وایمان جناب قاضی قاسم میاں امام جامع شہر گونڈل متعلق کاٹھیاوار **صانہ المولی الستار عن شرور الاشرار** (خدائے ستار انھیں اخترار کے شر سے محفوظ فرمائے۔ت) فقیر کی نظر سے گزرا خلعت صدق وثواب سے اراستہ زیور شدہ ہدایت سے پیراستہ پایا۔

جو کچھ لکھا ہے اس میں سراسر صواب ہے　　　اثبات مدعا پہ حدیث وکتاب ہے

ہر لفظ اس کا گوہر کان رشاد ہے　　　ہر سطر اس کی راہ حصول مراد ہے

کیونکر نہ ہو، یہ تحریر فرمایا ہوا اس بے نظیر کا ہے جس کی مثیل آج دنیا میں ملنا مشکل، جو فاضلوں کا فعل، جس کا فتوی تمام روئے زمین پر جاری، جس کے فیوض وبرکات ہر گوشہ عالم میں ساری، جو استاذوں کا استاذ مسلم، ہر عالم سے اعلم، مفتیوں کا سرتاج اکرم، سنیوں کا امام معظم، گلزار سنت کو شاداب فرمانے والا، داغ بد مذہبی و بدعت کا مٹانے والا، درخت کفر وشرک کا قاطع، شریعت وطریقت کا جامع جس کا تمام ہندوستان مدح خوان، جس کی توصیف میں علمائے حرمین شریفین رطب للسان، گمراہوں ا راہنما، ہمارا آقا، ہمارا مولیٰ ہمارا سردار، متقی، پرہیزگار، حکیم اُمت، اعلحضرت مولوی مفتی **احمد رضاخان** صاحب ادام فیضہ **اللہ** الواہب، یہ مسئلہ کیا ہے بہت بڑی کسوٹی حق و باطل کے پرکھنے، سنی وبدعتی کے جانچنے کی ہے، جو صاحب اس کو پڑھ کر یا سن کر بخندہ پیشانی تصدیق فرمائیں حق جانیں، حق مانیں ان کا ضرور اہل سنت میں شمار، ورنہ اہل بدعت وکلاب اہل النار میں معدود ہوں گے۔ ہمارے سنی بھائیوں پر لازم ہے کہ ایسی مجلس ایسی صحبت سے بچیں، ایسے لوگوں سے خلط ملط ہرگز پیدا نہ کریں، یہ بڑے شاطر وعیار ہوتے ہیں، وہ سبز باغ دکھاتے ہیں کہ خواہ نخواہ آدمی ان کا کلمہ پڑھنے لگتا ہے، جب اس کا دل اپنی طرف لبھایا اور اپنا مطعی ومسخر بنالیا پھر اس کا ایمان، دھن، دولت سب کچھ چھین لیا، دونوں جہان کے ٹوٹے میں ڈال دیا، **وباللہ التوفیق وھو یھدی من یشاء الی صراط مستقیم والصلٰوۃ والسلام علی حبیبہ الکریم وعلی الہ وصحبہ اجمعین** آمین!

حررہ محمد ضیاء الدین المکنی بابی المساکین عفی عنہ

تصدیق عالم جلیل فاضل نبیل جناب مولانا مولوی سید دیدار علی صاحب الوریٰ مفتی آگرہ

(۵۵) بسم اللہ الرحمن الرحیم، بلاشبہہ اس نازک وقت میں بہت سے علماء درویش طلب دنیائے دنی میں اتباع سنت ترک کرکے اتنے دیندار بن گئے کہ کوٹ پتلون والوں میں ان کی سی کہہ کران سے دنیا

حاصل کرتے ہیں اہل سنت میں لباس سنت پہن کر بزرگان دین مثل حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ مولٰنا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں، ان میں مل کر ان کو گمراہ کرتے ہیں جن کا سبق ہمہ تن دنیا ہی دنیا ہے گو اہل دین اور بانی شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مشابہ مسلمانوں کی صورت بھی نہ رہے سارے طریق سنت چھوٹ جائیں فقط برائے نام مسلمان رہ جائیں مگر تحصیل دنیا میں غیر قوموں سے پیچھے نہ رہیں، ایسی اغراض سے جو انجمنیں قائم کی گئی ہیں ایسی انجمنوں کے جو ممبر و سرگروہ ہیں ضرور ان سے مسلمانوں کو بچنا فرض ہے، ان کی میٹھی باتوں پر کبھی مسلمانوں کو فریفتہ نہ ہونا چاہئے، خواہ وہ قرآن پڑھیں خواہ خوش لحجگی سے مثنوی شریف، ان کی مجالس سے بچنا ہر مسلمان کا فرض ہے، مسلمانو! ان کے شہد میں زہر ملا ہوا ہے، مسلمانو! کبھی تم کو بذریعہ شہد ہلاک نہ کردیں، ان احادیث صحیحہ سے ان کی حالتوں کو مطابق کرکے دیکھ لو، اگر ان علامتوں مذکورہ احادیث سے ان میں کچھ بھی شائبہ پاؤ ان سے کوسوں جدا رہو، منتخب کنزالعمال میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال یأتی علی الناس زمان وجوھھم وجوہ الادمیین وقلوبھم قلوب الشیاطین سفاکین للدماء لایرعون عن قبیح ان تابعتھم اربوك وان ائتمنتھم خانوك صبیھم عارم وشابھیم شاطر وشیخھم لایامرو بالمعروف ولای نھی عن المنکر، السنۃ فیھم بدعۃ والبدعۃ فیھم سنۃ، وذوالامرء منھم غاو فعندذلك یسلط اللہ علیھم شرارھم فیدعو خیارھم فلایستجاب لھم۔ رواہ الخطیب[1]۔	ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ منہ تو اس وقت کے آدمیوں کے سے منہ ہونگے اور ہوں گے دل ان کے شیطانوں کے سے خونریز، لوگ نہ بچیں گے اور نہ بچائیں گے بری بات سے، اگر پیروی کرے تو ان کی، تباہ کردیں وہ تجھ کو، اور اگر امانت رکھے تو ان کے پاس خیانت کریں، بچے ان کے شوخ ہوں اور جوان ان کے چلاک اور بیباک، بڈھے ان کے نہ بھلی بات کا حکم کریں نہ بری بات سے منع کریں، سنت ان میں بدعت ہو اور بدعت ان میں سنت۔ اور جو ان میں سے صاحب حکم ہوں خواہ وہ عالم ہوں یا حاکم گمراہ ہوں، پس ایسے وقت میں غلبہ دے گا ان پر اللہ شریروں کو اور مقرر کرے گا ان پر شریر حاکموں کو، پس نیک لوگ جو ان میں ہوں پکاریں گے مگر کوئی ان کی نہ سنے گا۔

[1] منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الخطیب عن ابن عباس کتاب الفتن الباب الثانی دارالفکر بیروت ۵/ ۴۰۶

عن [۲] عابس الغفاری عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بادر وابالاعمال ستا امارۃ السفہا وکثرۃ الشرط وبیع الحکم واستخفافا بالدم وقطیعۃ الرحم ونشواء یتخذون القرآن مزامیر یقدمون احدھم یغنیھم وان کان اقلھم فقھا [1] رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

عابس رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ چھ باتوں کے ظہور سے پہلے عمل کرلو یعنی پھر نیک عمل کرنا دشوار ہوجائے گا، حکومت اور امارت بے عقلوں کی ہو، زیادتی چپراسیوں کی ہو، اور حکم حاکم بکے یعنی جس نے رشوت دے دی اپنے موافق حکم حاکم سے حاصل کرلیا، اور بیع الحکم بالکسر اگر پڑھا جائے یہ معنی ہوں گے کہ حکمت کی بات کو اہل حکمت بیچیں اور دین دنیا کے عوض بکے، خون کرنے کو ہلکی بات سمجھیں، خویش اور اقرباء سے قطع اور جدائی ہو، ایسی پیدائش پیدا ہو کہ قرآن کو بانسری کی آواز سمجھ کر، ایسے شخص کو اپنا پیشوا بنائیں کہ وہ گانے کے طور سے ان کو سنائے، خواہ سمجھ قرآن کی یعنی اسے نماز و روزہ حج زکوۃ بیع وشراء حلال وحرام میراث وغیرہ مسائل کے بیان کرنے پر ان سب میں سے بہت ہی کم سمجھ رکھتا ہو، اس سے سنیں گے اور جاننے والے عالم سے پرہیز کریں گے۔

عن [۳] عمر وعن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اتانی جبرئیل انفا فقال انا للہ و انا الیہ رٰجعون قلت اجل انا للہ و انا الیہ رٰجعون فمم ذلك جبرئیل فقال ان امتك مفتتنۃ بعدك بقلیل من الدھو غیر کثیر قلت فتنۃ کفر او فتنۃ ضلالۃ قال کل ذلك سیکون قلت ومن این ذاك وانا تارك فیھم کتاب اللہ قال بکتاب اللہ یضلون واول ذٰلك من قبل قرائھم و

حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس جبریل علیہ السلام نے آکر کہا انا للہ وانا الیہ رٰجعون یعنی تحقیق ہم واسطے اللہ کے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرنے والے ہیں یہ ایک کلمہ ہے جس کو تکلیف اور مصیبت کے وقت کہنا موجب دفع بلا اور ترقی حسنات ہے لہذا میں نے بھی کہا ہاں انا للہ وانا الیہ رٰجعون مگر اس وقت اس کے کہنے کی کیا وجہ ہے اے جبریل۔ کہا آپ کی امت آپ کے تھوڑے ہی زمانہ بعد فتنہ میں مبتلا ہوگی، میں نے کہا فتنہ کفر کا یا گمراہی کا، کہا سبھی کچھ ہوگا یعنی بعض مرتد بھی ہوجائیں گے اور بعض گمراہ بھی، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] منتخب کنز العمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ طب عن عابس الغفاری کتاب الفتن الباب الثانی دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۴ و ۳۹۵

امرائهم يمنع الامراء الناس حقوقهم فلا يطعونها فيقتتلوا ويتبع القراء اهواء الامراء فيمدون فی الغی ثم لايقصرون، قلت ياجبرئيل فبم سلم منهم قال بالكف والصبر ان اعطم الذی لهم اخذوه وان منعوا تركوه[1] رواه الحاکم۔	فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ دونوں فتنے کیونکر ہونگے میں تو ان میں اللہ کے کلام کو چھوڑ جاؤں گا، کہا کلام اللہ ہی سے گمراہ ہوں گے یعنی اس کے معنی من گھڑے جوڑ کر جماعت اہل اسلام میں توڑ پھوڑ کرینگے اور اول یہ فتنہ قاریوں سے یعنی قرآن کے جاننے والوں دنیادار مولویوں سے اور امیروں سے شروع ہوگا، امیر لوگوں کے حق نہ دیں گے اور بند کرینگے، مولوی بھی انھیں کی سی کہیں گے، حلال حرام کے بیان میں کرنے میں ان سے ڈرینگے اور ان کے پیچھے لگیں گے، پس گمراہی میں بڑھتے چلے جائیں گے پھر کمی نہیں کریں گے، میں نے کہاں اے جبریل! اس وقت ان سے بچاؤں کی کیاصورت ہے۔ کہا صبر، جو کچھ وہ دیں لے لیں اور نہ دیں تو چپ چاپ صبر کر بیٹھیں۔

اوراس سے زیادہ تصریح اس مضمون کی مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث میں ہے:

عن ۴ابن عباس قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان اناسامن امتی سیفقهون فی الدین ویقرءون القراٰن ویقولون نأتی الامراء فنصیب من دینا هم ونعتزلهم بدیننا ولایکون ذلك كما لا یجتنی من القتاد الاالشوك كذلك لا یجتنی من قربهم الایعنی الخطایا[2]۔ رواه ابن ماجه۔ عن۵علی کرم الله وجهه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم یأتی علی الناس زمان همتهم بطونهم وشرفهم متاعهم	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیشک بہت لوگ امت میری سے سمجھ حاصل کریں گے دین اور پڑھیں گے قرآن کو، اور مولوی بن کر کہیں گے کہ امیروں کے پاس آکر ان کی دنیا سے کچھ لیں اور اپنے دین کو ان سے بچالیں اور یہ ہو نہیں سکتا جس طرح کانٹے دار درخت سے نہیں چنے جاتے مگر کانٹے، ان کے قرب سے بھی نہیں حاصل ہو سکتا مگر یعنی خطائیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے، ایسازمانہ آئے گا کہ لوگوں کی تمام ہمت اپنے پیٹ بھرنے کی ہوگی جس کے

[1] منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الحکیم عن عمرو کتاب الفتن الباب الثانی دارالفکر بیروت ۵/ ۳۹۹

[2] منتخب کنزالعمال علی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ ابن ماجہ عن ابن عباس کتاب العلم الباب الثانی دارالفکر بیروت ۴/ ۴۱

قبلتھم نسائھم ودینھم دراھمھم ودینار ھم اولئك شرر الخلق لاخلاق لھم عنداللہ[1]۔ راوہ الدیلمی	پاس مال ومتاع دنیا زیادہ وہی سب میں بزرگ ہے، جورویں ان کا قبلہ اور درہم ودینار ان کا دین، یہ لوگ بری مخلوقات کے ہیں، ان کے واسطے اللہ تعالٰی کے پاس آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

اور اگر اس سے زیادہ تصریح منظور ہو، میرا رسالہ مختصر المیزان جس میں تقریباً چالیس حدیثیں مضمون کی ہیں کہ حضور نے فرمایا بڑی جماعت کی پیروی کرنا اور جو بڑی جماعت سے جدا ہو جہنم میں پڑے گا۔ اور چالیس کے قریب اس مضمون کی حدیثیں ہیں کہ میری سنت اور میرے اصحاب کی سنت پر عمل کرنے والا ناجی فرقہ وہی ہوگا جو سواد اعظم مومنین کا پیرو ہوگا، او جو بڑی جماعت سے جدا ہوا، جہنمی ہوگا، اور چند حدیثیں اس مضمون کی ہیں کہ ہر اخیر زمانہ میں ایسے لوگ ہوں گے کہ نماز تمھاری نماز سے اچھی پڑھیں گے اور قرآن بہت پڑھیں گے مگر دین سے بالکل خارج ہوں گے۔ پھر حدیثیں بدمذہب مولویوں کی علامات میں نقل کی گئی ہیں جن کو اگر ملاحظہ فرمائیں اور لوگوں کو دکھلائیں ان شاء اللہ تعالٰی مفید ہوگا۔

حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ ابو محمد دیدار علی الرضوی الحنفی المفتی فی جامع الاکبر آباد۔

تصدیقات علمائے کاٹھیاوار

(۵۶) الجواب صحیح والمجیب مصیب للہ درہ حیث اجاب مااجاب ماا جاب الامن کتاب اللہ تعالٰی عزوجل وحدیث المجیب صلی اللہ علیہ وسلم ولہ بذلك عند اللہ الجلیل الاجر الکثیر والثواب الجزیل، حررہ محمد اسمعیل عفی عنہ القریشی سنی حنفی ثم الفشاوری حالانزیل الجام جودھفور ملك کاتھیاوار۔	جواب صحیح، مجیب حق گو، اللہ تعالٰی بھلا کرے جس نے یہ جواب دیا یہ جواب قرآن وحدیث سے ماخوذ ہے، اللہ تعالٰی کے ہاں اس کے لئے اجر کثیر اور ثواب بھاری ہے، اسے سنی حنفی محمد اسمٰعیل عفی عنہ نے لکھا

(۵۷) بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمد اللہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلی الہ الکرام واصحابہ العظام، امابعد بے شبہہ ایسی مجلس مقرر کرنا اور اس میں دامے درمے قدمے معاونت کرنا اپنے ہاتھوں دروازہ دوزخ کھولنا اور عذاب خدا کو اپنی طرف بلانا ہے، پیارے سنی بھائیو !

[1] منتخب کنز العمال علٰی ہامش مسند احمد بن حنبل بحوالہ الدیلمی کتاب الفتن الباب الثانی دار الکفر بیروت ۵/ ۴۰۷

اگر انکھوں میں نور ایمان ہے تو یہ محترم فتوی دیکھو مقدس ومقبول فتوی علامہ دوران امام اہل ایمان جناب مولانا مفتی حاجی قاری حضرت شاہ احمد رضاخاں صاحب قبلہ بریلوی ادام اللہ تعالٰی فیوضاتہ ومتع المسلمین بطول حیاتہ کا تحریر شدہ ہے، یہ وہ رکن اعظم ہے اسلام ہے کہ ہمیشہ نصرت واحیائے دین متین میں فرید اوامانت وازالہ بدعت وضلالت کفر وشرک میں وحید ہے، آپ کے علم وفضل کی نہریں علاوہ ہندوستان کے اور ممالک میں بھی جاری ہیں، آپ کے فیوض جلیلہ کا آفتاب تمام عالم میں چمکتا ہے، کشتی دین واسلام کے آپ ناخدا ہیں، اہل سنت وجماعت کے پشت وپناہ میں، آپ نے اپنی عمر شریف کا اتنا حصہ حمایت مذہبی میں صرف کیا، خدمت دینی کے سواء ایک ساعت بھی کسی اور کام کی طرف توجہ نہیں فرماتے، اسلام ومسلمین کو فائدہ کثیرہ پہنچاتے ہیں، ہر مہینے دور دور سے سیکڑوں استفتاء آتے اور جواب باصواب سے مزین کرکے روانہ فرماتے ہیں، نامور علمائے مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ آپ کے فتاوے سے موافقت کرتے اور آپ کی جلالت وتبحر علمی کو مانتے ہیں، علامہ وحید فاضل فرید آپ کی جناب میں تحریر فرماتے ہیں اور موجودہ صدی کا مجدد مانتے ہیں، القاب جلیلہ سے ملقب کرتے، طرح طرح دعائیں دیتے، اور آپ کے مدائح سے جلیل القدر فضلائے عرب رطب اللسان رہتے ہیں، مولانا شیخ عبدالرحمٰن دہان مدرس حرم مکہ مکرمہ بعد بیان مدائح کثیرہ فرماتے ہیں:

الذی شھد له علماء البلد الحرام، بانه السید الفرد الامام، سیدی وملاذی الشیخ احمد رضاخاں البریلوی [1]۔	جس کے لئے علمائے مکہ مکرمہ گواہی دے رہے ہیں کہ وہ سردار ہے بے نظیر ہے امام ہے میرے سردار اور میرے جائے پناہ حضرت احمد رضاخاں بریلوی (ت)

مولانا سید اسمٰعیل بن خلیل آفندی حافظ کتب حرم مکہ معظّمہ بعد بہت سے مدائح وذکر اسم گرامی اعلحضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں:

وقد شھد له عالم مکة بذلك ولولم یکن بالمحل الارجع لما وقع منھم وذلك بل اقول لوقیل فی حقه انه مجدد ھذا القرن لکان حقا وصدقا [2]۔	علمائے مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اور اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علمائے مکہ ان کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے بلکہ میں کہتاہوں کہ اگر ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو البتہ حق وصحیح ہو۔ (ت)

[1] حسام الحرمین تصدیقات علماء مکہ مکرمہ مکتبہ نبویہ لاہور ص ۸۳

[2] حسام الحرمین تصدیقات علماء مکہ مکرمہ مکتبہ نبویہ۔ لاہور ص ۵۱

اسی طرح علمائے مدینہ منورہ بھی آپ کے مداح ہیں اور کئی جلیل القدر فاضلوں نے اہل حرمین سے کتنے ہی علوم میں آپ سے سندیں لیں اور کئی حضرات نے بیعت بھی فرمائی "ذلك فضل الله یوتیه من یشاء والله ذوالفضل العظیم "۔ یہ مسئلہ کیا ہے، بڑا امتحان خدا ہے جو سنی ہوگا وہ اس فتوے پر عامل رہ کر قہر مولی سے بچے گا۔ اور اگر نفس امارہ کی شامت یا انجان پنے سے کانفرنس میں شامل ہوا ہو اور فتوے دیکھنے کے بعد کانفرنس کی شرکت سے تائب ہوا تو ماشاء الله جیسا کہ اپنے ہاتھوں سے دروازہ دوزخ کھولا تھا، لاجرم امید قوی ہے کہ اس کی توبہ کو مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ مفتاح درجنت بنادے کہ یہ حدیث شریف میں وارد ہے:

التائب من الذنب کمن لا ذنب له [1]۔	گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ (ت)

بلکہ بمصداق اس آیت شریفہ کے:

" اِلَّا مَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىِٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا " [2]۔	مگر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھا کام کرے تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ تعالیٰ بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (ت)

خداوندا! تو توفیق رفیق گردان غربائے امت خصوصًا اہل سنت کے تئیں اس طوفان بے پایا سے بچا بجاہ سید الشافعین آمین یارب العالمین!

آج میری زہے قسمت کہ یہ مقدس فتوٰی شہر گونڈل کاٹھیاوار سے برادر دینی ومحب یقینی، اخی فی اللہ حامی سنت، ماحی فتن، نیچری فگن، ندوی شکن، دافع شکن، دافع الفتن مولانا محمد قاسم صاحب دام بالعزوالرفعۃ والجاہ ومن کل سوء وشر حماہ ووقاہ نے بغرض تصدیق وتصویب اس ناسزا سگ بارگاہ احمد رضا کے پاس بھیجا اور اپنے نامہ نامی وصحیفہ سامی میں تحریر فرمایا کہ ماقل ودل، اور اپنے مہر ودستخط کرکے سیدھا کلکتہ نزد محب سنت عدوبدعت، سرتاج اہل سنت، حامی دین متین، قاطع جیوش المبتدعین، جناب معلی القاب، حضرت منشی حاجی حکیم محمد لعل خاں صاحب کے رجسٹر کرکے بھیج دینا کہ وہاں طبع ہوجائے، واللہ فقیر اس پر انوار خورشید سے مقبول وچمکدار فتوے کی تحسین وتصویب کے کب لائق وحقدار، مگر مکرمی قاضی صاحب والا مناقب اعلیٰ مناصب دامسم بالمواہب کی تعمیل کے لئے اتنے پر کفایت کرتا ہوں۔

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب ذکر التوبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۷۰

ماأجاب المجیب المصیب العالم العلامة الدراکة الفهامة ذوالتحقیق الباهرة مجدد المائة الحاضرة مولانا احمد رضا خان فهو حق وصواب وذلك حکم السنة والکتاب جزاه الله تعالٰی عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء، ونفعنا وجمیع اهل السنة بعلومه الٰی یوم الجزاء، والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔	باصواب جواب دینے والے عالم نہایت فہم ودرک والے علامہ وسیع تحقیق والے، موجودہ صدی کے مجدد مولانا احمد رضاخاں نے جو جواب دیا رہ حق وصواب ہے، کتاب وسنت کا یہی حکم ہے، اللہ تعالٰی ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطافرمائے اور تمام ہم اہلسنت کو ان کے علم سے قیامت تک بہرور فرمائے، واللہ تعالٰی اعلم اس کا علم اتم واحکم ہے۔(ت)

عبدہ المذنب محمود جان سنی حنفی قادری البرکاتی الرضوی

الپیشاوری ثم الجامر جودھپوری کاٹھیاواری عفی عنہ کتبہ

بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

محمود جان حافظ ... رسول

(۵۸) ماکتب العلماء المحققون والفضلاء المدققون فی هذا الاستفتاء قد اجابوا بالحجج القویة وبالدلائل الصحیحة من عبارات الکتاب والسنة فاثابهم الله تعالٰی ثواب کثیرًا واجرًا وفیرًا فی یوم القیمة وقلع الله تعالٰی اساس المبتدعین ومحافل المنکرین المطرودین وسود الله وجوههم فی الدنیا والدین بحرمة سیدنا ومولانا سیدالمرسلین صلی الله تعالٰی علیه وسلم فالحق احق عندالحق۔	علمائے محققین اور فضلائے مدققین نے اس فتوے میں جو کچھ تحریر فرمایا وہ قوی حجتین اور صحیح دلائل عبارات قرآن و حدیث سے جواب دیا اللہ تعالٰی بروز قیامت ثواب کثیر اور اجر وافر عطافرمائے اور بدمذہبوں اور منکرین مردودوں کی محفل کی بنیاد قطع کرے اور ان کے منہ دنیا ودین میں سیاہ کرے بحرمت ہمارے سردار مولٰی سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے، تو حق خدا کے نزدیک زیادہ سزاوار ہے۔

حررہ الاثیم عبدالکریم ابن المولوی حامد صاحب مرحوم المغفور متوطن فی بلد دھوراجی

(۵۹) الحمد لله علٰی کل حال والشکر لله علی کل نواله والصلوة والسلام علی رسوله سیدنا ومولانا وسندنا محمد وعلٰی اله واصحابه اجمعین اٰمین وبه نستعین، امابعد **اقول:** کیاخوب جواب ان سوالوں کا عالم محقق وفاضل مدقق اعلحضرت مولانا حاجی الحرمین الشریفین احمد رضاخاں صاحب البریلوی نے

دئے ہیں جن کی تحریریں دیکھنے سے معلوم ہوا جو کچھ حق جواب کا تھا وہ لکھے۔اللہ پاک ایسے علمائے دین کو قائم وترقی درجات میں رکھے،**آمین ثم آمین**! چونکہ بمصداق **لولا العلماء لھلك الجھلاء** (اگر علماء نہ ہوتے تو جاہل ہلاک ہوجاتے۔ت) سچ تو یہ ہے کہ آج کل بدمذہب والوں کا اظہار ہورہاہے، یہ چوہے ہیں دین السلام کی کترنی کررہے ہیں،ایسے چوہوں کے سرکوب بلکہ نابود کرنے والے علمائے دین اہل سنت وجماعت جیسے یہ ہمارے اعلحضرت وغیرہم کہ ان کانفرنس کے توڑنے والے ہیں نے بدلائل قرآن شریف وباحادیث صحیح وباقول فقہائے فصیح کے چندیا اڑادی،ہاں ذرا غور کرکے دیکھو صاف کلام پاک صاحب لولاک شافع محشر کا ہمیں راہ راست بتلارہاہے،حدیث **افضل الاعمال الحب فی اللہ والبغض فی اللہ**[1] (بہترین عمل محبت اور بغض اللہ تعالٰی کی رضا کے لئے ہونا ہے۔ت) اللہ پاک جمیع مسلمانوں کو نیک ہدایت بخشے اور راہ راست جماعت پر مستقیم رکھے،**آمین ثم آمین**!

کتبہ خادم العلماء والفقراء احقر العباد عبدالحکیم خلف مولوی عبدالکریم ساکن دھوراجی بآباء واجداد۔

(۶۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم،الحمد للہ علی ماھدی والصلوۃ علی رسولہ المصطفی والہ المجتبٰی وعلمائہ الذین احکموا بنیان الحق والتقی،وقلعوا اساس البدع والھوی،اما بعد اس عاجز واحقر خادم العلماء نے تحقیق انیق مشفقان محبیان کی از ابتداء تاانتہاء دیکھی،خداوند کریم ان سب کو اجر عظیم نصیب کرے اور جناب قاضی وحاجی قاسم میاں کو جو خیر خواہ اور سچے عاشق اسلام اور اہل السلام ہیں جنھوں نے بڑی جانفشانی کی ہے اور ان کے ہواخواہوں کو بھی ثواب جمیل عطا کرے۔ **المجیب مصیب ولہ فی الاخرۃ نصیب**

حررہ احقر العباد محمد طاہر ولد مولوی ایوب عفی عنہا کاٹھیاوار دھوراجی

تصدیق جناب مولانا مولوی غلام محی الدین عرف فقیر صاحب ساکن راندیر ضلع سورت

(۶۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم،الحمد للہ وکفی والصلوۃ علی سیدنا محمد المصطفی وعلی الہ واھل بیتہ واصحابہ الذین اجتبٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی،اما بعد حمد وصلوۃ کے واضح ولائح کہ فقیر نے یہ تحقیق انیق محبیان ومصحبان شفیق کی ابتداء سے انتہاء تک دیکھی سو حق حقیق ہے اللہ جل شانہ وعم نوالہ ان سب کو اور خاص کرکے جناب برادر بلکہ از جان بہتر دین کے عاشق،اہل اسلام کے خیر خواہ،محب صادق جناب قاضی وحاجی قاسم میاں اور ان کے معاونوں سب کو جزائے خیر عطافرمائے حالاً ومالاً بیشک اس زمانہ

[1] سنن ابو داؤد کتاب السنۃ باب مجانبۃ اھل الاھواء وبغضھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۷۶

پر فتن میں اظہار کرنا اور حق کو حق کر دکھانا اور اپنے دینی برادروں کو بچانا، یہ ہر مسلمان باایمان کا فرض ہے اور یہ قرآنی حکم محکم ہے جو اس کو نہ مانے اور اصرار کرے وہ قابل جہنم ہے، دیکھو سورہ نساء پارہ پنجم:

"وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا" [1]۔	اور جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔ (ت)

پس یہ ندوہ اور کانفرنس اور ایسی ویسی خلاف شرع مجلسیں سم قاتل ہے، اس میں شریک ہونا مدد دینا گناہ کبیرہ ہے، خدا سب مسلمانوں کو بچائے اور توفیق نیک رفیق عطا فرمائے، آمین!

الراقم الحروف خادم خلق اللہ فقیر صاحب سید غلام محی الدین بن مولانا مولوی سید رحمت اللہ عفی عنہما بدست خود۔

(مہر)

(۶۲) بسم اللہ الرحمن الرحیم، الحمدللہ العلیم العلام وعلی نبیہ والہ وصحبہ الصلوۃ والسلام، اما بعد میں ناچیز اس لائق نہیں ہوں کہ ایسے علماء کے فتووں پر تصحیح لکھوں اور میری تحریر سے فتوٰی کچھ زیادہ معتبر ہو مگر دو باتوں نے مجھے لکھنے پر ابھارا اور جرأت دلوائی ایک تو برادر ایمانی کے اصرار نے اور دوسرے اس امید نے کہ علمائے راسخین کی متابعت اور مشابہت سے مجھ گناہ گار کا حشر بھی ان کے ساتھ ہو جائے اور ؎

ان کے پیچھے پیچھے جنت الماوٰی کروں

لہٰذا لکھواتا ہوں کہ:

ما افتی العلماء والعظام والفقہاء الکرام فھو حق وصحیح وانا اضعف عبد اللہ الجلیل المحمود ابن الحافظ الاسمعیل المغفور المرحوم تابع لاقوالھم و فتوٰھم فی ھذا المرام و الصلوۃ علی نبیہ والہ وصحبہ والسلام وکان ذلک فی ۲۵ من شھر ذی القعدۃ الحرام من السنۃ الھجریۃ۔	علماء وفقہاء کرام نے جو فتوٰی دیا وہ صریح حق ہے اور میں اللہ تعالٰی جلیل کا نہایت ضعیف بندہ محمود بن حافظ اسمٰعیل مرحوم، صلوٰۃ وسلام ہو اللہ تعالٰی کے نبی، ان کی آل واصحاب پر، ۲۵ ذی قعدہ سن ہجری میں تحریر کیا گا۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

تقریظ جناب مولانا مولوی غلام رسول صاحب ملتانی

(۶۳)قد اصاب ما جا مولانا العلام وحید العصر فرید الدھر امام الفقھاء راس الانقیاء مجدد المائة الحاضرة الفاضل البریلوی متع الله المسلمین والمومنین بطول بقائه فی ھذہ المسئلة بان التائید والشرکة فی مثل ھذا المجالس الشیعة ممنوع کما قال الله تعالٰی "لَا یَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْکٰفِرِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَلَیْسَ مِنَ اللّٰهِ فِیْ شَیْءٍ"[1]۔وفقنا الله تعالٰی ایانا ولسائر المسلمین و المومنین للمفارقة والشرکة من ھذہ المجالس و الیه التوفیق وھو احسن رفیق۔	درست ہے جو اس مسئلہ میں جواب دیا مولٰنا علام یکتائے زمانہ، تنہائے روزگار، فقہاء کے امام پرہیزگاروں کے سردار، اس صدی کے مجدد فاضل بریلوی نے اللہ تعالٰی مسلمین ومومنین کو ان کی درازی عمر سے متمتع کرے کہ اس جیسی بری مجلس کی تائید و شرکت ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ مسلمان مسلمان کے سوا کافروں کو درست نہ بنائی اور جو ایسا کرے وہ رحمت خدا سے کسی شیئ میں نہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں اور تمام مسلمین و مومنین کو توفیق دے کہ ان مجلسوں کی شرکت سے جدا رہیں اور اسی کی طرف توفیق ہے اور وہ اچھا ساتھی۔

حررہ العبد الجانی ابوالقبول غلام رسول الملتانی عفی عنہ

تقریظ علمائے مراد آباد

(۶۴)الحمد لله علی الخبیر سقطت والی العلیم ظفرت بیشک بلاارتیاب جواب صحیح و صواب، ایسے مجالس کا انعقاد بلانزاع حرام، جو دنیا کو دین پر ترجیح دیتے ہیں یہ ایسوں ہی کا کام، اس میں بذل جاہ ومال تو کجا نفس شرکت ہی ناروا، توہب تنجیر، تشیع کی معجون مرکب کہیں اپنے زہریلے اثر سے تجھے ہلاک نہ کردے، اپنے ایمان کی خبر لے، فرق مبتدعہ وہابیہ، نیاچرہ، مرزائیہ وغیرہ ضالہ کے ساتھ مجالست وموانست ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ جسے وہ ترقی سمجھے وہ عین تنزل ہے، دار فانی کے عیش وتفاخر کو پیش نظر رکھ کر نعیم آخرت کو بھلادیں، بیشک مسلمانوں کے لئے دنیاوآخرت میں وہی اصلح وانفع ہے جو ان کے لئے ان کے رب تبارک وتعالٰی اور حضور پر نور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جیساکہ مجیب معظم ومفخم ومصیب مدظلہم الاقدس نے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۲۸

مبرہن فرمایا، مفتی صاحب موصوف کا علم وفضل ظاہر واشکار، جس سے ہدایت کے چشمے اکناف عالم میں نمودار، اصل تو یہ ہے کہ حضرت والا کی ذات بابرکت ہر گز کسی واصف کے وصف اور مادح کے مدح کی محتاج نہیں جبکہ اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مبارک شہر مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ کے علمائے عظام وفضلائے کرام نے ایسا گہرا احترام فرمایا کہ جس کا بیان حیطہ تحریر سے باہر، میں یہ بھی کیوں کہوں یہ اکرام علمائے بلدامین نے فرمایا، نہیں نہیں بلکہ یقینا یہ مجد وشرف اسی آقائے نامدار سرکار ابد قرار فداہ روحی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وقار سے ہے جن کے صدقہ میں ہر ذی عزت ذی عزت بنا، جس کو جو ملا ان سے ملا، وہ وہی آفتاب رسالت ہیں جنھوں نے بعضے مقربان درگاہ علیہ متع اللہ المسلمین بقائہم کو عالم رؤیا میں اپنے نور بار جلو کی جھلک دکھا کر زبان فیض ترجمان سے ارشاد فرمایا کہ "احمدی رضا کی خدمتیں قبول ہیں"۔ والحمد اللہ علی ذلک، ارباب سنت پر لازم کہ حضرت ممدوح کے فتوے کے موافق عمل فرمائیں اور بدعقیدہ بدمذہبوں کی صحبت سے اجتناب رکھیں، اللہ تبارک وتعالٰی ہم سب کو ہدایت پر قائم رکھے آمین ثم آمین! واخر دعوٰنا ان الحمد اللہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام الاتمان الاکملان علی سید المرسلین شفیع المذنبین راحۃ العاشقین والہ وصحبہ الطیبین الطاھرین کلھم اجمعین الی یوم الدین۔

حررہ العبد المذنب ابوالمکارم محمد عماد الدین عفی عنہ

(مہر) محمد عماد الدین

(۶۵) الجواب صحیح والمجیب المعظم المکرم مصیب ومثاب فقیر ابوالبرکات عبید المصطفٰی سید احمد غفر اللہ الصمد

(۶۶) الجواب صحیح حقیر سید اولاد علی عفی عنہ

تصدیقات علمائے پیلی بھیت

(۶۷) جو کچھ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین عون الاحناف والدین، امام علمائے اہل سنت، عالم کتاب وملت، عارف باللہ، نائب رسول اللہ، مجدد مائۃ حاضرہ، صاحب حجۃ قاہرہ، مؤید ملت طاہرہ، سیدنا ومولانا الحاج اعلٰحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب دامت برکاتہم ومتع اللہ المسلمین بطول بقائہ نے دربارہ مسئلہ ہذا تحریر فرمایا ہے وہ سب حق وصواب ہے اور احق بالاتباع ہے، مسلمانوں کو اس پر عمل لازمی ضروری ہے۔ اور خلاف اس کا ضلالت وموجب ہلاکت، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وھو الھادی بحرمۃ النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فقیر قادری حکیم عبدالاحد الشہیر بسلطان الواعظمین خادم ومدرس مدسۃ الحدیث

پیلی بھیت ابن علامہ اوحدار شد فقیہ امجد حضرت مولانا وصی احمد صاحب قبلہ محدث سورتی قدس سرہ العلی۔

(۶۸) حضرت عظیم البرکت عالم اہل سنت قامع بدعت و محی سنت مولانا و بالفضل المولوی احمد رضاخاں صاحب متع اللہ المسلمین ببقائہ کا جواب صحیح ہے۔

حررہ العبد الحقیر ابوسراج عبدالحق رضوی عفی عنہ

(۶۹) الجواب صحیح والمجیب الفاضل نجیح۔

فقیر قادری حبیب الرحمٰن مدرس مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت۔

تصدیقات علمائے شاہجہان پور

(۷۰) بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔الحمد اللہ الاعلی والصلوۃ والسلام علی رسول المجتبٰی وعلی الہ واصحابہ الذین ھم اسانید الھدی ۔امابعد یہ فتوے عالم اکمل ، فاضل اجل ، حامی دین غراحضرت مولٰنا مولوی احمد رضاخاں صاحب بریلوی کا دیکھنے میں آیا ، نہایت صحیح اور درست پایا ، بلاشبہہ یہ مجلس منحوس ، مکر اور فریب سے دین اور دینا دونوں برباد کرنے والی ، اگر مسلمان ان کی صحت اور معاونت اور شرکت سے باز نہ آئیں گے تو بالیقین اپنے دین ودنیا دونوں خراب کریں گے ، چنانچہ فرمایا حق سبحانہ وتعالٰی نے :

" لَاتَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ " [1] ۔قال فی تفسیر روح البیان تحت ھذہ الایۃ الکریمۃ والمراد بمن حاد اللہ ورسول المنافقون والیھود والفساق والظلمۃ والمبتدعۃ والمراد بنفی الوجدان نفی الموادۃ علی معنی انہ لاینبغی ان یتحق ذلک ، وحقہ ان یمتنع ولایجود بحال [2] انتھی ، وایضا فیہ	تم ایسی قوم نہ پاؤگے جو اللہ تعالٰی اور آخرت پر ایمان لائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مخالفوں سے محبت کریں ، روح البیان میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرمایا : اللہ ورسول کے مخالف ، منافق ، یہود ، فساق ، ظالم ، بدعتی لوگ ہیں ، اور " نہ پائیں " سے مراد محبت و تعلق کی نفی ہے یعنی ایسا نہیں ہونا چاہئے اوراس سے بچنا لازم ہے ، بہر حال اس سے باز رہے ، ختم ہوا ، اوراس میں ہے

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] روح البیان (التفسیر) تحت آیۃ ۵۸/ ۲۲ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا الحاج الریاض ۹ /۴۱۲

عن سھل بن عبداللہ التستری قدس سرہ من صحح ایمانہ واخلص توحیدہ فانہ لایانس الٰی مبتدع والایجالسہ ولایواکلہ ولایشاربہ ولایصاحبہ ویظھر من نفسہ العداوۃ والبغضاء[1] انتھی،	سہل بن عبداللہ تستری قدس سرہ، سے منقول ہے کہ صحیح الایمان والاخالص توحید والا شخص نہ بدعتی لوگوں کی رغبت رکھے، نہ ان کے پاس بیٹھے، نہ ان کے ساتھ کھائے، نہ ان کی صحبت میں جائے اور ان سے عداوت وبغض کا مظاہرہ کرے، انتہی (ت)

اور یہ ان کا کہنا کہ یہ دینی کانفرنس کہاں ہے یہ تو دنیوی کے لئے قائم کی ہے بالکل فریب اور دھوکا دہی اور رہزنی ہے، کیونکہ اگر عزت اور ترقی دنیا کی پیدا کرنے کے واسطے ہے تب بھی ان سے اختلاط عـــہ، اور مداہنت ممنوع ہے، چنانچہ تفسیر روح البیان میں ہے:

ومن داھن مبتدعا سلبہ اللہ حلاوۃ السنن ومن تحبب الی مبتدع لطب عزفی الدنیا اوعرض منھا اذلہ اللہ بتلك العزۃ وافقراللہ بذلك الغنی[2] انتھی، و ایضا قال سبحنہ تعالٰی وتقدس "وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ"[3]۔ قال فی جواہر التنزیل تحت ھذہ الایۃ الکریمۃ وھی نار جھنم والرکون ھو المیل	جو بدعتی کے معاملہ میں کمزوری دکھائے اللہ تعالٰی اس سے سنت کی حلاوت کو سلب فرماتا ہے اور جو شخص بدعتی کی دعوت کو دنیاوی عزت یاسامان کی خاطر قبول کرتا ہے تواللہ تعالٰی اس کو اس غناء کے باوجود ذلیل وفقیر کردیتا ہے، اللہ تعالٰی نے یہ بھی فرمایا ہے ظالموں کی طرف میلان نہ کرو کہ آگ تمھیں چھوئے، جواہر التنزیل میں اس آیہ کریمہ کے تحت فرمایا یہ جہنم کی آگ ہے اور "رکون" تھوڑی میل ہے توجو ان کے ساتھ مکمل میلان رکھے اور ان کے

عـــہ: یعنی فرقہ باطلہ سے ۱۲۔

[1] روح البیان للحقی (التفسیر) تحت آیۃ ۲۲/۵۸ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج الریاض ۹/ ۴۱۲

[2] روح البیان للحق (التفسیر) تحت آیۃ ۵۸ /۲۲ المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبہا الحاج الریاض ۹/ ۴۱۲

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۱۳

الیسیر فما ظنك بمن یمیل الیهم كل المیل ویتهالك علی مصاحبتهم ویتعب قلبه وقالبه فی ادخال السرور علیهم ویستنهض الرجل والخیل فی جلب المنافع الیهم ویبتهج بالتزی بزیهم والمشاركة فی غیهم ویمد عینیه الی ماتمتعوا به من زهرة الدنیا الفانیة ویغبطهم بما اوتوا من القطوف الدانیة غافلا عن حقیقة ذلك ذاهلا عن منتهی ماهنالك وینبغی ان یعد مثل ذلك من الذین ظلموا[1] انتهی۔	ساتھی ہونے پر والہانہ انداز اپنائے اور ان میں شامل ہونے پر روحانی وجسمانی خوشی ظاہر کرے اور منافع حاصل کرنے کے لئے اس ٹولے کی طرف دوڑے اور ان کی شکل وصورت پر فخر کرے، ان کی گمراہی میں شرکت کرے، اور دنیاوی امیرانہ سہولیات پر امید لگائے اور ان کے موج میلے پر رشک کرتے ہوئے اس کی حقیقت نہ سمجھے اور نتائج سے بے فکر ہوجائے تو ایسے لوگوں کو ظالموں میں شمار کرنا مناسب ہے۔ (ت)

اس شاہجہان پور میں عرصہ چودہ پندرہ سال کا ہوا ہوگا کہ اس ندویہ نے مجلس قائم کی تھی مکروفریب دے کر ساٹھ ہزار روپیہ نقد اور زیورات اور جائیداد دیہات وغیرہ حاصل کیا کہ اتنا کسی شہر سے حاصل کرنے کا سنا نہیں گیا۔ اور سب خورد برد کر ڈالا یہاں تک کہ طلاب جو مدرسہ ندویہ میں پڑھنے جاتے تھے تو ان سے خوراک کی تنخواہ لے لیتے تب داخل کرتے، اسی وجہ سے مولوی مسیح الزمان خاں صاحب اور اعزاز حسین صاحب وغیرہ ان سے علیحدہ ہوگئے اور فقیر سے اور اہل ندویہ سے کئی گھنٹے مباحثہ رہا انھوں نے تسلیم کیا اور وعدہ کیا کہ ہم غیر مقلدوں اور وہابیوں اور رافضیوں اور نیچریوں کو اپنا شریک نہ کرینگے، اور پھر بھی انھوں نے شرکت ان فرقہ باطلہ کی قائم رکھی، اس سے بڑھ کر کیا فریب ہوگا، اب ان شہروں میں ان کا داؤں چلتا نہیں انجان شہروں میں جاکر فریب دہی دنیا اور دین کی اختیار کی، ان شاء اللہ تعالٰی سچے مسلمان تو بعد علم کے ان کے فریب میں ہرگز نہ آئیں گے۔

حررہ الخاطی محمد ریاست علی شاہجہان پوری عفی عنہ۔

(مہر: محمد ریاست علیخان)

(۷۱) اصاب من اجاب۔ العبد نور احمد عفی عنہ

[1] جواھر التنزیل

(۷۲)الجواب صحیح۔ محمد فراست اللہ عفی عنہ

(۷۳)الجواب صحیح۔ ظہور احمد شاہجہان پوری عفی عنہ

تصدیقات علمائے رامپور

(۷۴)الجواب صحیح۔

محمد نور الحسین الرامفوری المدرس الاول للمدرسۃ العثمانیہ الواقعۃ بلدۃ کلکتہ ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ الہجریۃ المقدسۃ

(۷۵)بسم اللہ الرحمن الرحیم ،الحمد اللہ علی الھدایۃ والرشاد ونعوذ باللہ من البغی والعناد،والصلٰوۃ والسلام علی نبییہ المصطفی والہ وصحبہ الذین اجتباہم واصطفی،اما بعد فقیر حضرت مجدد دین وملت، قامع شرکت وبدعت، مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ،امام اہلسنت حضرت فاضل بریلوی ادام اللہ وابقاہ کے حرف حرف سے متفق ہے، نیچری ایجوکیشنل کانفرنسیں یاان کے فضلے ندوۃ مخذولہ کی شرکت بدنی ہو یامالی قطعی حرام،اوراس کو حلال اور دینی خدمت سمجھنے والاکافرو بے دین ہے،ملعون نیچریوں نے خوشنودی نصارٰی کے لئے حب جاہ میں گرفتار ہو کر انگریزی تعلیم کا جال پھیلایا رکھاہے جس سے اس گروہ نابکار بندہ کفار کی غرض فاسد یہ ہے کہ جوہر ایمان مسلمان نادان بچوں کے سینے سے مٹ جائے مگر ان اشرار نانہجار کو اس رہزنی کے صلے میں کوئی منصب یا جہنمی خطاب مل جائے، ہنوز ایک ماہ نہیں گزرا کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس مدارس میں منعقد ہوئی جس کے صدر آنریبل خان بہادر عزیز الدین احمد سی،آئی،اے، کلکٹر آف ویلور نے خطبہ صدارت فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمان بچوں کو ابتداء میں قرآن خوانی سے جو نقصانات پیدا ہو جاتے ہیں آگے چل کر وہ انگریزی تعلیم میں حارج ہوتے ہیں،اگے چل کر فرماتے ہیں کہ جو مادر وطن کے فرزند،ایم۔اے، یابی۔اے کی ڈگریاں حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہوں توان کوایام رمضان میں روزہ بالکل نہ رکھنا چاہئے کیونکہ بوجہ صوم طالبعلموں کے قوائے عقلی وحسی کمزور پڑ جاتے ہیں،اناللہ وانا الیہ راجعون۔(ملاحظہ ہومزید کیفیت کے لئے اخبار وکیل)

جن خبیث کانفرنس و نیچری جلسوں میں ان کے معین ومدد گار بیٹھ کر خلاف نصوص قرآنی واحادیث محبوب ربانی ریزولیوشن پاس کرتے ہوں ان کانفرنسوں کی شرکت مسلمانوں کو قطعی حرام ہےایسی کفریہ کانفرنسوں میں اس گروہ شقاوت پژدہ کی شرکت کرنا یامالی مدد کرنا اسلامی بنیاد کو ڈھانا اور آتش کفر کا بھڑکانا ہے جس کاانجام جہنم ہے،

(۱)رب العزت ارشاد فرماتا ہیں:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ	اے ایمان والو! اپنے باپ اور اپنے بھائیوں کو

"وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۞" [1] (۲) "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ" [2]۔	دوست نہ سمجھو اگر وہ ایمان پر کفر پسند کریں اور تم میں جو کوئی ان سے دوستی کرے گا تو وہی ظالم ہیں۔(ت) اللہ مسلمانوں کو اس حال پر چھوڑنے کا نہیں جس پر تم ہو جب تک جدا نہ کردے گا گندے کو ستھرے سے (ت)

حدیث صحیح میں ارشاد ہوتا ہے:

اباھریرۃ یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکون فی اٰخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بمالم تسمعوا انتم واٰباؤکم ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم [3]۔ (۲) من اعرض عن صاحب بدعۃ بغضا لہ فی اللہ ملا اللہ قبلہ امنا وایمانا [4]۔ (۳) من مشی الی صاحب بدعۃ لیوقرھم فقد اعان علی ھدم الاسلام [5]۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں (ایک گروہ) فریب دینے والوں اور جھوٹ بولنے والوں کا ہوگا وہ تمھارے سامنے ایسی باتیں لائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سنا ہوگا نہ تمھارے باپ دادا نے، تو ایسے لوگوں سے بچو اور انھیں اپنے قریب نہ آنے دو تاکہ وہ تمھیں گمراہ نہ کریں اور فتنہ میں نہ ڈالیں۔(ت) جس نے بغض کی بنا پر بدمذہب سے اعراض کیا تو اللہ تعالٰی اس کا دل امن وایمان سے بھردے گا۔(ت) جو کسی بدعتی کی تعظیم کے لئے گیا اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔(ت)

غرض آیات واحادیث اس بارے میں مالا مال ہیں، خداوند کریم برادران اہل سنت کو ان خبیث جلسوں کی شرکت سے محفوظ رکھے اور گروہ ناپاک سے ہم مسلمانان اہل سنت کو بچائے، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین علیہ افضل الصلٰوۃ واکمل التسلیم۔ فیقر محمد شفاعت الرسول سنی حنفی قادری رضوی برکاتی کان اللہ رامپوری

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[3] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] تاریخ بغداد ترجمہ ۵۳۷۸ عبدالرحمن بن نافع دارالکتاب العربی بیروت ۱۰/ ۲۶۴

[5] کنزالعمال حدیث ۱۱۲۳ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۲۲

ابن شیر بشیہ سنت عمدۃ المتکلمین سیف المسلول حضرت ابوالوقت مولٰنا شاہ محمد ہدایت الرسول مرحوم مغفور رامپوری

(۷۶) تصدیق جناب مولانا مولوی محمد علیم صاحب میرٹھی زید مجدہ

مبسملًا وحامدًا محمدًا (جلا وعلا) ومصلیًا ومسلمًا محمدًا (سلم اللہ علیہ وصلی) امابعد کاٹھیاوار مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کاٹھیاوار کی ایک تعلیمی انجمن ہے، مسلمانوں میں علوم کی روشنی پھیلانا اور ان کو جہالت کے قعر مذلت سے نکالنا ایک ایسا ضروری واہم امر ہے جس کے متعلق قرآن عظیم میں یوں وارد ہوتا ہے۔

"وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" [1]۔	اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔ (ت)

نیز ارشاد ہوتا ہے:

"يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ" [2]۔	اللہ تمھارے ایمان والوں کے اور ان کے جن کو علم دیا گیا درجے بلند فرمائے گا (ت)

طلب علم کے متعلق فرمان حضور عالم ماکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوتا ہے کہ:

طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ [3]۔	علم طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے (ت)

نیز: اطلبوا العلم ولو بالصین [4] (علم حاصل کرو چاہئے چین جانا پڑے۔ ت) لیکن سب سے اہم سوال یہ ہے کہ یہاں علم سے مراد کون سا علم ہے کیونکہ مدینۃ العلم حضرت سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ:

العلوم خمسۃ الفقۃ للادیان والطب للابدان و الھندسۃ للبنیان والنحو للسان والنجوم للزمان [5] کذافی مدینۃ	علوم پانچ ہیں: فقہ، دین کے لئے، طب، بدن کے لئے۔ ہندسہ عمارت کے لئے، نحو زبان کے لئے، نجوم زمانہ کے لئے۔ جیسا کہ مدینۃ العلوم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۰۴

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

[3] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی مسئلہ الواجب علی الکفایۃ واجب علی الکل منشورات الرضی قم ایران ۱/ ۶۳

[4] کنزالعمال حدیث ۲۸۶۹۸، ۲۸۶۹۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۰/ ۱۳۸

[5] مدینۃ العلوم

العلوم، وقال الامام الشافعی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ العلم علمان علم الطب للابدان وعلم الفقہ للادیان[1]۔	میں مذکور ہے، امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: علم دو ہیں؛ علم طب، بدن کے لئے، اور علم فقہ، دین کے لئے (ت)

سوال مذکورۃ الصدر کا جواب آیات کلام عظیم واحادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مضامین کو ترتیب دینے سے بادنٰی توجہ معلوم ہوجاتا ہے کہ یہاں اس علم سے مراد دین ہی ہے، چنانچہ اسی پر مفسرین ومحدثین کا اجماع، اور اگر جیسا کہ بعض مأولین معانی آیات واحادیث کہتے ہیں کہ علوم ابدان بھی اسی میں داخل ہیں تو بھی یہ امر یقینی ہے کہ علوم دینی کو بہر نوع علوم ابدان پر اولیت ان مأولین کے نزدیک بھی مسلم ہوگی، اس لئے معاملات تعلیم وتعلم علوم پر غور کرنے والوں کے لئے منکم ہونا ہی نہیں بلکہ بفحوائے:

"فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝" [2]	تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہیں (ت)

اہل ذکر ہونا اور شان رفع کا مورد بننے کے لئے "الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" [3] (جو ایمان لائے۔ ت) کا ہونا نیز طلب علم کی فرضیت کا حکم پانے والوں کے لئے مسلم ومسلمہ کا ہونا لابد ہے، پس جہاں مسائل تعلم وتعلیم پر غور کرنے کے لئے امت مرحومہ کے وہ افراد جمع ہوں جو "یَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ" [4] اور "اَهْلَ الذِّكْرِ" [5] کے مصداق کہلائے جاسکیں اور تعلیمی مشورے میں "یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ" [6] کی آیت کو ملحوظ رکھ کر تحفظ ایمان واسلام واشاعت علوم دین کے فرض اہم واولین کو محسوس کرتے ہوئے ضمناً ضرورت زمانہ کے لئے تجارت وزراعت، صنعت وحرفت نیز ایسی السنہ وکتب کے تعلم وتعلیم کے متعلق بھی مشورہ کریں جن کے حصول سے دین میں نقصان آنے کا احتمال اضعف بھی نہ ہو تو ان کی انجمن محمود اور اس انجمن کی شرکت مسعود کہی جائے گی، البتہ اگر ارکان انجمن معراعن الدین والایمان ہوں، اور مبحث مشورہ تعلیم وتعلم علوم محزب دین وایمان تو وہ انجمن یقیناً مردود اس کی شرکت سے اہل ایمان کے لئے بہر نوع گریز واجب، جیسا کہ اکابر علماء کے فتاوے سے بوضاحت ثابت ہوچکا، واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اکمل واتم۔ فقیر محمد علیم رضا القادری غفرلہ

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۱

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۰۴

[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

[6] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۸

(۷۷) تصدیقات علمائے پنجاب

عنایت فرمائے من جناب قاسم میاں صاحب سلمہ اللہ تعالٰی ! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ یہاں پر استفسارات کے اجوبہ علمائے کرام مقیمان زیارت شریف لکھتے ہیں۔ آپ کا دعاگو عرصہ ممتدہ سے بوجہ کم فرصتی علیحدہ ہے۔ آپ کے استفسار کے متعلق جوابا گزارش ہے کہ اہل السنۃ کو اہل ہواوبدعت کے لئے اشاعتِ امور ہوائیہ وبدعیہ میں امداد دینی نہ چاہئے، میں چونکہ مفتی نہیں ہوں لہٰذا مہر بھی نہیں رکھتا۔

العبد الملتجی والمشتکی الی اللہ المدعو بمہر علیشاہ بقلم خود از گولڑہ

(۷۸) الجواب صحیح والمجیب مصیب۔

حررہ الراجی الٰی لطف ربہ القوی عبدالنبی الامی السید حیدر شاہ القادری الحنفی التوطن کچھ بھوج المعروف بہ پیر پھڑ والہ النزیل فی الکلکتہ المرقوم ۲۷ جمادی الاول ۱۳۳۶ھ

(۷۹) فرمان ہادی السبیل سید الانبیاء والملائکۃ والرسل رسول الکل عزیز از جان ودل حبیب لبیب پیارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعدما ھو المکتوب فی اللوح والقلم فی کل یوم ولیلۃ ولمحۃ وساعۃ ونفس الف الف مائتہ الف مرۃ الی یوم العلم، جزاہل السنت والجماعت کلھم فی النار ہو، پس ایسے مجمع میں شریک ہونا حرام ہے، ہاں ہاں جسے جہنمی رقعہ خرید کرنا ہو اسے جائز ہے کہ اپنا حال رائیگاں کرکے دنیا میں ناموری پائے اور گروہ مااناعلیہ واصحابی وسواد اعظم سے خارج ہو کر گروہ اہل البدعۃ والنار میں اپنا نام لکھوائے۔

"مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ"[1] الایۃ۔ "وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى"[2]۔	جو کچھ تمھیں رسول عطافرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو الآیۃ۔ اور جو اس زندگی میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے۔ (ت)

کتبہ خاکپائے سیدنا رسول الرب الغفور احقر عبدالشکور گیسو دراز ابن المرحوم المغفوری مولوی دادامیاں محمدی سنی حنفی چشتی صابری اویسی دھوراجوی عفا اللہ عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۹ /۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲

رسالہ
تدبیر فلاح ونجات واصلاح ۱۳۳۱ھ
(نجات، اصلاح معاشرہ اور کامیابی کی بہترین تدبیریں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

مسئلہ ۱۵: از کلکتہ کولوٹولہ اسٹریٹ نمبر ۶۵ مسئولہ جناب حاجی منشی لعل خاں صاحب ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

قبلہ وکعبہ حضرت مرشدی ومولائی دام ظلکم العالی، تمنائے قدمبوسی کے بعد مؤدبانہ گزارش، المؤید کے پرچے برائے ملاحظہ مرسل ہیں۔ ارشاد ہو کہ آج کل مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے اور امداد ترک کا کیا طریقہ ہے؟

الجواب:

بملاحظہ مکرمی حامی سنت ماحی بدعت برادر طریقت حاجی لعل خاں صاحب دام مجدہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، المؤید کے چھ پرچے آئے انھیں بالاستیعاب دیکھا گمان یہ تھا کہ شاید کوئی خبر خوشی کی ہو مگر اس کے برعکس اس میں رنج وملال کی خبریں تھیں، بے گناہ مسلمانوں پر جو مظالم گزر رہے ہیں اور سلطنت ان کی حمایت نہیں کر سکتی صدمہ کے لئے کیا کم تھے کہ اس سے بھی بڑھ کر ترکوں کی اس تازہ تبدیل روشن کا ذکر تھا جس نے میرے خیال کی تصدیق کر دی۔

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ" [1]۔	بیشک اللہ تعالٰی کسی قوم کو گردش میں نہیں ڈالتا جب تک وہ اپنی حالت خود نہ بدل ڈالیں۔

اللہ اکرم الاکرمین اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے طفیل سے ہماری اور ہمارے اسلامی بھائیوں کی آنکھیں کھولے، اصلاح قلوب واحوال فرمائے، خطاؤں سے در گزر کرے، غیب سے اپنی مدد اتارے، اسلام ومسلمین کو غلبہ قاہرہ دے، آمین الٰہ الحق آمین، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ مگر بے دل نہ چاہئے،

"لَا تَایْــٴَـسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِؕ اِنَّهٗ لَا یَایْــٴَـسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ" [2]	اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ۔(ت)

اللہ واحد قہار غالب علی کل اس دین کا حافظ وناصر ہے،

"وَ كَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ" [3] "وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ" [4]	اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا، تمھیں غالب آؤگے اگر ایمان رکھتے ہو۔(ت)

حضور سید نا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال طائفۃ من امتی ظاھرین علی الحق لایضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذلك غالبًا [5]۔	میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا ان کی مخالفت اور رسوائی کرنے والا ان کو ضرر نہ پہنچاسکے گا کہ وہ گروہ اس کا حکم آنے تک اس پر غالب رہے گا۔(ت)

یہاں امر اللہ وہ وعدہ صادقہ ہے جس میں سلطان شہید ہوں گے اور روئے زمین پر اسلامی

[1] القرآن الکریم ۱۳/۱۱

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۸۷

[3] القرآن الکریم ۳۰/ ۴۷

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۳۹

[5] صحیح البخاری کتاب المناقب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۴، صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا تزال امتی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۴۳، سنن ابوداؤد کتاب الفتن آفتاب عالم پریس لاہور ۲ /۲۲۸

سلطنت کا نام نہ رہے گا۔ تمام دنیا میں نصارٰی کی سلطنت ہوگی، اگر معاذاللہ وہ وقت آگیا ہے جب تو کوئی چارہ کار نہیں۔ شدنی ہو کر رہے گی، مگر وہ چند ہی روز کے واسطے ہے، اس کے متصل ہی حضرت امام کا ظہور ہوگا۔ پھر سیدنا روح اللہ عیسٰی مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام نزول اجلال فرمائیں گے اور کفر تمام دینا سے کافور ہوگا۔ تمام روئے زمین پر ملت ایک ملت اسلامی ہوگی، اور مذہب ایک مذہب اہلسنت، غیب کا علم اللہ عزوجل کو ہے، پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو، مگر فقیر جہاں تک نظر کرتا ہے ابھی ان شاء اللہ وہ وقت نہیں آیا اگر ایسا ہے تو ضرور نصرت الٰہیہ نزول فرمائے گی اور کفار ملاعنہ اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے، بہر حال بندگی بیچارگی دعا کے سوا کیا چارہ ہے، وہی جو ہمارا رب ہے ہماری حالت زار پر رحم فرمائے گا اور اپنی نصرت اتارے یعنی جھٹکے جو پہنچ گئے ہیں انھیں پر "زُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا ۝۱۱" [1] (خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ت) کو ختم فرمادے اور "اَلَاۤ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ ۝۲۱۴" [2] (سن لو بیشک اللہ کی مدد قریب ہے۔ت) کی بشارت سنادے، **حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔**

آپ پوچھتے ہیں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہئے، اس کا جواب میں کیا دے سکتا ہوں، اللہ عزوجل نے تو مسلمانوں کے جان ومال جنت کے عوض خریدے ہیں،

"اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ" [3]	بیشک اللہ نے مسلمانوں کے جان ومال خرید لئے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔(ت)

مگر ہم ہیں کہ مبیع دینے سے انکار اور ثمن کے خواستگار ہندی مسلمانوں میں یہ طاقت کہاں کہ وطن ومال واہل وعیال چھوڑ کر ہزاروں کوس دور جائیں اور میدان جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دیں مگر مال تو دے سکتے ہیں، اس کی حالت بھی سب آنکھوں دیکھ رہے ہیں وہاں مسلمانوں پر یہ کچھ گزر رہی ہے یہاں وہی جلسے وہی وہی رنگ، وہی تھیٹر وہی امنگ، وہی تماشے وہ بازیاں، وہی غفلتیں وہی فضول خرچیاں، ایک بات کی بھی کمی نہیں، ابھی ایک شخص نے ایک دنیاوی خوشی کے نام سے پچاس ہزار دئے ایک عورت نے ایک چینن وچنان جرگہ کو پچاس ہزار دئے، ایک رئیس نے ایک کالج کو ڈیڑھ لاکھ دئے، اور یونیورسٹی کے لئے تو تیس لاکھ سے زائد جمع ہوگیا، ایک رات میں ہمارے اس مفلس شہر سے اس کے لئے چھبیس ہزار کا چندہ ہوا، بمبئی میں ایک کم درجے

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۱۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۴

[3] القرآن الکریم ۹/ ۱۱۱

کے شخص نے صرف ایک کوٹھری چھبیس ہزار روپے کو خریدی فقط اس لئے کہ اس کے وسیع مکان سکونت سے ملحق تھی، جسے میں بھی دیکھ آیا ہوں، اور مظلوم اسلام کی مدد کے لئے جو کچھ جوش دکھائے جارہے ہیں آسمان سے بھی اونچے ہیں، اور جو اصلی کارروائی ہورہی ہے زمین کی تہہ میں ہے پھر کس بات کی امید کی جائے۔ بڑی ہمدردی یہ نکالی ہے کہ یورپ کے مال کا بائیکاٹ ہو، میں اسے پسند نہیں کرتا۔ ہرگز مسلمانوں کے حق میں کچھ نافع پاتا ہوں، اول تو یہ بھی کہنے کے الفاظ ہیں نہ اس پر اتفاق کریں گے نہ ہرگز اس کو نباہیں گے، اس عہد کے پہلے توڑنے والے جنٹل مین حضرات ہی ہوں گے جن کی گزر بغیر یورپین اشیاء کے نہیں۔ توسارا یورپ ہے پہلے صرف اٹلی کا بائیکاٹ ہوا تھا، اس پر کتنوں نے عمل کیا اور کتنے دن نباہا، پھر اس سے یورپ کو ضرر بھی کتنا، اور ہو بھی تو کیا فائدہ کہ وہ ہو سوترکیوں سے اس سے دہ گنا ضرر پہنچا سکتے ہیں، لہٰذا ضرر رسانی کا ارادہ صرف وہی مثل ہے کہ کمزور اور پٹنے کی نشانی، بہتر ہے کہ مسلمان اپنی سلامت روی پر قائم رہیں، کسی شریر قوم کی چال نہ سیکھیں، اپنے اوپر مفت کی بدگمانی کا موقع نہ دیں، ہاں اپنی حالت سنبھالنا چاہتے ہیں تو ان لڑائیوں ہی پر کیا موقوف تھا، ویسے ہی چاہئے تھا کہ:

اولاً: باستثناء ان معدود باتوں کے جن میں حکومت کی دست اندازی ہو اپنے تمام معاملات اپنے ہاتھ میں لیتے، اپنے سب مقامات اپنے آپ فیصل کرتے، یہ کروڑوں روپے جو اسٹامپ ووکالت میں گھسے جاتے ہیں گھر کے گھر تباہ ہوگئے اور ہوئے جاتے ہیں محفوظ رہتے۔

ثانیاً: اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے کہ گھر کا نفع ہی میں رہتا، اپنی حرفت وتجارت کو ترقی دیتے کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ والے چھٹانک بھر تانبا کچھ صناعی کی گھڑنت کرکے گھڑی وغیرہ نام رکھ کر کہ آپ کو دے جائیں اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں۔

ثالثاً: بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدرآباد وغیرہ کے تونگر مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کیلئے بنک کھولتے، سود شرع نے قطعی حرام فرمایا ہے، مگر اور سو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں جن کا بیان کتب فقہ میں مفصل ہے اور اس کا ایک نہایت آسان طریقہ "کتاب کفل افتیه الفاhامر" میں چھپ چکا ہے، ان جائز طریقوں پر بھی نفع لینے کہ انھیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں بنیوں کی نذر کو ہوئی چلی جاتی ہے ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر بنیوں کی جائداد ہی لی جاتی مسلمان ہی کے پاس رہتی یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنئے تنگے۔

رابعاً: سب سے زیادہ اہم، سب کی جان، سب کی اصل اعظم وہ دین متین تھا جس کی رسی مضبوط تھامنے نے اگلوں کو ان مدارج عالیہ پر پہنچایا، چار دانگ عالم میں انکی ہیبت کا سکہ بٹھایا، نان شبینہ کے محتاجوں کو

بلند تاجوں کا مالک بنایا۔اور اسی کے چھوڑنے نے پچھلوں کو یوں چاہ ذلت میں گرایا **فانا للہ وانا الیہ راجعون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

دین متین علم دین کے دامن سے وابستہ ہے، علم دین سیکھنا پھر اسی پر عمل کرنا اپنی دونوں جہاں کی زندگی چاہتے وہ انھیں بتادیتا، اندھو! جسے ترقی سمجھ رہے ہو سخت تنزل ہے، جسے عزت جانتے ہو اشد ذلت ہے،

مسلمان اگر یہ چار باتیں اختیار کریں تو **ان شاء اللہ العزیز** آج کی حالت سنبھل جاتی ہے، آپ کے سوال کا جواب تو یہ ہے، مگر یہ تو فرمائے کہ سوال وجواب سے حاصل کیا جب کوئی اس پر عمل کرنے والا نہ ہو، عمل کی حالت ملاحظہ ہو:

اول: پر یہ عمل ہے کہ گھر کے فیصلہ میں اپنے دعوے سے کچھ بھی کمی ہو تو منظور نہیں۔اور کچہری جاکر اگرچہ گھر کی بھی جائے ٹھنڈے دل سے پسند گرہ گرہ بھر زمین پر طرفین سے دو دو ہزار بگڑ جاتے ہیں کیا آپ ان حالتوں کو بدل سکتے ہیں، "**فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴿۹۱﴾**"[1] (توکیا تم باز آئے۔ت)

دوم: کی یہ کیفیت کہ اول تو خاندانی لوگ حرفت وتجارت کو عیب سمجھتے ہیں اور ذلت کی نوکریاں کرنے، ٹھوکریں کھانے، حرام کام کرنے، حرام مال کھانے کو فخر وعزت، اور جو تجارت کریں بھی تو خریدار کو اتنا حس نہیں کہ اپنی ہی قوم سے خریدیں اگرچہ پیسہ زائد سہی کہ نفع ہے تو اپنی بھائی کا ہے، اہل یورپ کو دیکھا ہے کہ دیسی مال اگرچہ ولایتی کی مثل اور اس سے ارزاں بھی ہو ہرگز لیں گے اور ولایتی گراں خریدلیں گے۔ادھر بیچنے والوں کی یہ حالت کہ ہندو آنہ روپیہ نفع لے، مسلمان صاحب چونی سے کم پر راضی نہیں اور پھر لطف یہ کہ مال بھی اس سے ہبلکہ بلکہ خراب، ہندو تجارت کے اصول جانتا ہے کہ جتنا تھوڑا نفع رکھے اتنا ہی زیادہ ملتا ہے اور مسلمان صاحب چاہتے ہیں کہ سارا نفع ایک ہی خریدار سے وصول کرلیں۔ناچار خریدنے والے مجبور ہو کر ہندو سے خریدتے ہیں۔کیا تم یہ عادتیں چھوڑ سکتے ہو "**فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴿۹۱﴾**"[2] (توکیا تم باز آئے۔ت)

سوم: کی یہ حالت کہ اکثر امراء کو اپنے ناجائز عیش سے کام ہے، ناچ رنگ وغیرہ بے حیائی یا بیہودگی کے کاموں میں ہزاروں لاکھوں اڑادیں وہ ناموری ہے ریاست ہے، اور مرتے بھائی کی جان بچانے کو ایک خفیف رقم دینا ناگوار، جنھوں نے بنیوں سے سیکھ کر لین دین شروع کیا وہ جائز نفع کی طرف توجہ کیوں کریں، دین سے کیا کام، اللہ ورسول کے احکام سے کیا غرض، ختنہ نے انھیں مسلمان کیا اور گائے کے گوشت نے مسلمانی قائم رکھی اس سے زائد کیا ضرورت ہے، نہ انھیں مرنا ہے، نہ اللہ وحدہ قہار کے حضور جانا، نہ اعمال کا

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۹۱

[2] القرآن الکریم ۵/ ۹۱

حساب دینا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر سود بھی لیں تو بنیا اگر بارہ آنے مانگے یہ ڈیڑھ دو سے کم پر راضی نہ ہوں، ناچار حاجتمند بنیوں کے ہتھے چڑھتے ہیں اور جائدادیں ان کی نذر کر بیٹھتے ہیں۔

چہارم: کا حال ناگفتہ بہ ہے کہ انٹر پاس کو رزاق مطلق سمجھا ہے وہاں نوکری میں عمر کی شرط، پاس کی شرط، پھر پڑھائی وہ مفید کہ عمر بھر کام نہ آئے، نہ اس کی نوکری میں اس کی حاجت پڑے، اپنی ابتدائی عمر کہ وہی تعلیم کا زمانہ ہے یوں گنوائی، اب پاس ہونے میں جھگڑا ہے، تین تین بار فیل ہوتے ہیں اور پھر لپٹے چلے جاتے ہیں، اور قسمت کی خوبی کہ مسلمان ہی اکثر فیل کئے جاتے ہیں، پھر تقدیر سے پاس بھی مل گیا تو اب نوکری کا پتا نہیں اور ملی بھی تو صریح ذلت کی، اور رفتہ رفتہ دنیوی عزت کی بھی پائی تو وہ کہ عندالشرع ہزار ذلت، کہئے پھر علم دین سکھنے اور دین حاصل کرنے اور نیک وبد میں تمیز کرنے کا کون سا وقت آئے گا۔ لاجرم نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین کو مضحکہ سمجھتے ہیں، اپنے باپ دادا کو جنگلی، وحشی، بے تمیز، گنوار، نالائق، بیہودہ، احمق، بے خرد جاننے لگتے ہیں، بفرض غلط اگر یہ ترقی بھی ہوئی تو نہ ہونے سے کروڑ درجے بدتر ہوئی، کیا تم علم دین کی برکتیں ترک کرو گے، "فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۝۹۱"[1] (تو کیا تم باز آئے۔ت)

یہ وجوہ ہیں یہ اسباب ہیں، مرض کا علاج چاہنا اور سبب کا قائم رکھنا حماقت نہیں تو کیا ہے، اس نے تمھیں ذلیل کر دیا اس نے غیر قوموں کو تم پر ہنسوایا، اس نے اس نے جو کچھ کیا وہ اس نے، اور آنکھوں کے اندھے اب تک اس اوندھی ترقی کا رونا روئے جاتے ہیں، "ہائے قوم وائے قوم یعنی ہم تو اسلام کی رسی گردن سے نکال کر آزاد ہوگئے، تم کیوں قلی بنے ہو" حالانکہ حقیقۃً یہ آزادی ہی سخت ذلت کی قید ہے جس کی زندہ مثال یہ ترکوں کا تازہ واقعہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اہل الرائے ان وجوہ پر نظر فرمائیں، اگر میرا خیال صحیح ہو تو ہر شہر وقصبہ میں جلسے کریں اور مسلمانوں کو ان چار باتوں پر قائم کردیں پھر آپ کی حالت خوبی کی طرف نہ بدلے تو شکایت کیجئے، یہ خیال نہ کیجئے کہ ایک ہمارے کئے کیا ہوتا ہے ہر ایک نے یونہی سمجھا تو کوئی کچھ نہ کرے گا، بلکہ ہر شخص یہی تصور کرے کہ مجھی کو کرنا ہے، یوں ان شاء اللہ تعالٰی سب کرلیں گے، چند جگہ جاری تو کیجئے پھر خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے، خدا نے چاہا تو عام بھی ہو جائے گا، اس وقت آپ کو اس کی برکات نظر آئیں گی، وہی آیہ کریمہ کہ ابتداء سخن میں تلاوت ہوئی "اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ"[2] الآیۃ جس طرح برے رویہ کی طرف اپنی حالت بدلنے پر تازیانے ہے یوں ہی نیک روش کی طرف

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۹۱

[2] القرآن الکریم ۱۳/ ۱۱

تبدیلی پر بشارت ہے کہ اپنے کرتب چھوڑو گے تو ہم تمھاری اس ردی حالت کو بدل دیں گے، ذلت کے بدلے عزت دینگے، اے رب ہمارے! ہماری انکھیں کھول اور اپنے پسندیدہ راستہ پر چلا صدقہ رسولوں کے سورج مدینہ کے چاند کا، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ وبارک وکرم آمین!

خیر یہ مرتبہ تو عمر کا ہے، مسلمانوں چار باتوں میں سے ایک کو بھی اختیار کرتے نہیں معلوم ہوتے، مگر ضروریات امداد ترک کی نسبت کہیئے مرثیے ہزاروں پڑھے گئے مگر سوا بعض غرباء کے امراء ورؤسا بلکہ دنیا بھر کے والیان ملک نے بھی کوئی قابل قادر حصہ لیا وہ جو فوجی مدد دے سکتے تھے وہ جو لاکھ پونڈ بھیج سکتے تھے وہ ہیں اور بے پروائی، گویا انھوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ انھیں جانے دیجئے، وہ جانیں اور ان کی مصلحت، آپ بیتی کہیئے، کتنا چندہ ہوا ہے جس پر ہمدردی اسلام کا دعوی ہے، مصارف جنگ کچھ ایسے ہلکے ہیں، جتنا چندہ جا چکا ہے ایک دن کی لڑائی میں اس سے زیادہ اڑ جاتا ہے، اب بھی اگر تمام ہندوستان کے جملہ مسلمان امیر فقیر غریب رئیس اپنے سچے ایمان سے ہر شخص اپنے ایک مہینہ کی آمدنی دے دے تو گیارہ مہینہ کی آمدنی میں بارہ مہینہ گزر کر لینا کچھ دشوار نہ ہو۔ اور اللہ عزوجل چاہے تو لاکھوں پونڈ جمع ہو جائیں، یونیورسٹی کے لئے جو غریبوں کے پیٹ کاٹ کر تیس لاکھ سے زیادہ جوڑ لیا اور اس پر سود مل رہا ہے کہ اس کی مقدار بھی چالیس ہزار سے زائد سے زائد ہو چکی ہے، اور وہ بنی بھی نہیں یہ روپے تو گھر سے دینا نہیں اس کو اللہ وحدہ قہار کی راہ بھیج دیجئے، اسلام باقی ہے تو یونیورسٹی نہ بننا ضرر نہ دے گا۔ اور اسلام نہ رہا تو یونیورسٹی کیا بخشوالے گا، بلکہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ وہ اس وقت ہرگز ہرگز بن بھی نہ سکے گی اس وقت جو گت ہو گی اس کا بیان پیش از وقت ہے اور بالفرض تنگ دل اور بخیل ہاتھ پرایا مال بھی یوں دینے کو نہ ہو تو یہ تمام وکمال روپے سلطنت اسلام کو بقائے اسلام کے لئے بطور قرض حسن ہی دیجئے، اور زیادہ کیا کہوں، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

کتب عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

مہر دار الافتاء مدرسہ اہلسنت وجماعت بریلی

تصحیح کردہ اعجاز الرضوی | از کاظمی مقیم دربار داتا صاحب

صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم۔ | الجواب صحیح

محمد رضا خان قادری عفی عنہ | فقیر حسین احمد العاشق النھواری عفی عنہ المولی القوی

اصاب المجیب جزاہ اللہ جزاء ویثیب (مجیب نے جواب درست دیا ہے اللہ تعالٰی مجیب کو جزا وثواب عطا فرمائے۔ت)
فقیر مصطفٰی رضا القادری النوری غفرلہ ولوالدیہ
صح الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (جواب صحیح ہے اور اللہ تعالٰی بہتر جاننے والا ہے۔ت)
فقیر امجد علی الاعظمی الرضوی عفی عنہ
وانا علی ذلک من الشاھدین (اور میں اس حوالے کے صحیح ہونے پر گواہ ہوں۔ت)
فقیر نواب مرزا رضوی بریلوی عفی عنہ المولی القوی

مسئلہ ۱۶: مسئولہ اختر حسین طالب علم مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۲۲صفر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص سامنے سے گزرا دوسرے سے کہا صلٰوۃ ہوگئی اور جماعت تیار ہے، اس نے کہا نماز پڑھنے والے پر لعنت بھیجتا ہوں، جب یہ ذکر ایک تیسرے شخص کے سامنے ہوا اور لوگوں نے کہا یہ کلمہ کفر ہے، تو اس نے کہا ایسی باتوں سے کفر نہیں عائد ہوا کرتا حالانکہ یہ شخص عاقل بالغ ہے اس شخص کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس کہنے سے وہ شخص کافر ہوگیا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اور یہ تیسرا بھی نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت سے اس کے بعد نکاح کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۷: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ سید عزیز احمد صاحب ۷ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وحامی شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک مکان درحقیقت دوسو روپیہ کو بیع کیامگر بیعنامہ ڈھائی سو روپیہ کالکھااور رجسٹری کے وقت حاکم کے سامنے دوسو روپیہ وصول پائے، باقی پچاس روپیہ اس سے قبل وصول پانے کا جھوٹا اقبال کیااور اس بارے میں عمرو کی شہادت پیش کی، عمرو نے باوجود اس کے کہ اس کواس امر کا اچھی طرح علم تھاکہ مکان حقیقت میں دوسو روپیہ کو بیع کیا گیا ہے اور کوئی رقم پچاس روپے کی اس سے قبل زید کو وصول نہیں ہوئی ہے اس امر کی شہادت دی کہ مکان واقعی ڈھائی سو روپے کو بیع کیا گیا ہے اور پچاس روپے زید کواس سے قبل وصول ہوچکے ہیں، جب لوگوں نے عمرو سے کہاکہ تم نے جھوٹی شہادت دی، عمرو نے اس کاجواب دیاکہ کچہری میں کون سا سچ کہا کرتا ہے جتنے جاتے ہیں سب جھوٹ ہی کہا کرتے ہیں اگر میں نے جھوٹ کہاتو کیا براکیا، اب سوال یہ ہے کہ عمرو اکثر اوقات نماز میں امامت بھی کرتا ہے تو ایسی حالت میں عمرو کی امامت نماز میں جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اس کی امامت ناجائز ہے، ایک تواس نے جھوٹی گواہی دی اور حدیث میں فرمایا:

"سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی، سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی، سن لو سن لو جھوٹی گواہی بتوں کے پوجنے کے برابر رکھی گئی[1]۔" دوسری حدیث میں فرمایا:

لن تزول قدماشاهد الزور حتی یوجب الله له النار[2]۔	جھوٹی گواہی دینے والا وہاں سے قدم ہٹانے نہیں پاتا کہ اللہ تعالٰی اس کے لئے نار جہنم واجب فرماتا ہے۔

[1] سنن ابو داؤد کتاب القضاء باب فی شهادت الزور آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۰، سنن ابن ماجه ابواب الشهادات باب شهادت الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

[2] سنن ابن ماجه ابواب الشهادات باب شهادة الزور ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۳

یہاں تک توگناہ کبیرہ ہی تھا جو آدمی کی ہلاکت وبربادی کو بس ہے آگے اس کا کہنا کہ "میں نے جھوٹ بولا توکیا برا کیا" صریح کلمہ کفر ہے، اس پر لازم ہے کہ تجدید اسلام کرے اور اگر عورت رکھتا ہے تو از سرنو اسلام لانے کے بعد اس سے تجدید نکاح ضرور ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۱۸: از موضع شمس آباد ضلع کیمل پور پنجاب مسئولہ مولوی غلام ربانی صاحب ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

ایک عالم سنی حنفی المذہب نے اپنے وعظ میں کہا کہ اللہ عزوجل نے ایک سو چار ۱۰۴ کتاب نازل فرمائی، اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب میں پروردگار نے فرمایا: "**اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ**"[1] الخ (اور اطاعت کرو اللہ تعالٰی کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ت) اے مسلمانو! آپ لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایک مثال دیتاہوں اس کے بعد آپ لوگ خیال کریں کہ قوت ایمانی میں کہاں تک ضعف ہوگیا ہے، دیکھو کسی حاکم کا چپراسی ثمن لے کر آتا ہے تو اس کا کس قدر خوف ہوتا ہے حالانکہ حاکم ایک بندہ مثل ماوشما، ثمن پیسہ آدھے پیسہ کا کاغذ جس میں معمولی مضمون ہوتا ہے، چپراسی پانچ چھ روپے کا ملازم ہوتا ہے، مگر یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے خوف کے مارے لوگ روپوش ہوجاتے ہیں، لاچاری سے لیناہی پڑتا ہے بعدہ وکیل کی تلاش اور روپے کا صرف کرنا وکذا وکذا، اور اللہ تعالٰی احکم الحاکمین کہ دم بھر میں تہہ وبالا کرسکتا ہے اس کا حکمنامہ یعنی قرآن پاک ومقدس کہ جس کے ایک ایک حرف پر دس بیس تیس نیکی کا وعدہ ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لائے کہ جن کی خاطر زمین وآسمان پیدا ہوا، اب بتاؤ کہ اس احکم الحاکمین اور اس قرآن مجید اور اس کے رسول کا فرمان ہم سب مسلمان لوگ کہاں تک بجالاتے ہیں ہمیشہ وعظ سنتے ہیں عمل نہیں کرتے الخ، اس پر دوسرے ایک عالم نے کہا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو چپراسی کہنا دین کا، یا اس سے مثال دینا، یا اس سے تشبیہ، تینوں صورتوں میں کفر ہے، اور کہنے والا سابی ہے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی اب عرض ہے کہ یہ تشبیہ ہے یا تمثیل، اور مثال کا فرق پورے طور سے بیان فرمائیے یہ سوال اگرچہ کوتاہ ہے مگر بڑا اہم اور ضروری ہے جس کے سبب سے ایک بڑا فتنہ وفساد برپا ہورہاہے، **بینوا توجروا**

الجواب:

حاش للہ اس میں نہ تشبیہ ہے نہ تمثیل، نہ اصلا **معاذ اللہ** توہین کی بو، یہ تو لوگوں کی زجر وتوبیخ ہے

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

کہ ایک ذلیل حاکم کا ذلیل فرمان ذلیل چپراسی لائے اس پر تو تمھاری یہ حالت ہوتی ہے اور ملک الملوک واحد قہار جل وعلا کا عزیز وعظیم وجلیل وکریم فرمان اعزالمسلمین اکرم المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لے کر تشریف لائے اس کی پروانہیں کرتے، اس سے اپنی قوت ایمانی کے حال کا اندازہ کرسکتے ہو، اس کی نظیر حضور بشیر ونذیر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

والذی نفسی بیدہ لویعلم احد ھم انہ یجد عرقا سمینا اومرماتین حسنتین لشھد العشاء [1]۔	قسم ہے اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ان میں کسی کو یہ معلوم ہوتا کہ کوئی فربہ ہڈی جس پر گوشت کا خفیف حصہ لپٹا رہ گیا ہو یا بکری کے اچھے دو کھُر ملیں گے (جن کے شگاف میں گوشت کا لگاؤ ہوتا ہے) تو ضرور نماز عشاء میں حاضر ہوتا۔

اور طبرانی نے معجم اوسط میں بسند صحیح انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لوان رجلا دعا الناس الی عرق اومرماتین لاجابوہ وھم یدعون الٰی ھذہ الصلوۃ فی جماعۃ فلا یاتونھا [2]۔	اگر کوئی شخص لوگوں کو پتلا گوشت لپٹی ہوئی ہڈی یا دو کھروں کی دعوت دے تو ضرور جائیں گے اور اس نماز کی جماعت کو بلائے جاتے ہیں تو نہیں آتے۔

کیا معاذاللہ یہ ثواب ورضائے الٰہی کو دو کوڑی کی ہڈی یا دو کھروں سے تشبیہ ہے، حاشا بلکہ ان کے حال کی تقبیح اور ان پر زجر وتوبیخ ہے کہ ایسی حقیر چیز کے لئے تو دوڑتے ہیں اور ایسی عظیم شئے کی پروانہیں کرتے، امام بدرالدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں اسی حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

المعنی لوعلم انہ لوحضر صلوۃ العشاء لوجد نفعا دنیویا وان کان خسیسا حقیرا لحضرھا لقصور ھمتہ و لا یحضرھا لما لھا من الاجوراو المثوبات (ای العقبی ونعیمھا [3])	مفہوم یہ ہے کہ اگر انھیں یہ علم ہو کہ نماز پر آنے سے دنیوی نفع ہو اگرچہ وہ حقیر وخسیس ہو وہ تب بھی آئیں کیونکہ ان کی منزل دنیا ہے اور اس کے لئے نہ حاضر ہوں گے جس میں ان کے لئے عقبٰی اور اس کے انعامات ہیں۔ (ت)

[1] صحیح البخاری کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم واہل الریب قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۷۲

[2] المعجم الاوسط للطبرانی حدیث انس بن مالک ۲۷۸۴ مکتبۃ المعارف الریاض ۳/ ۳۶۶

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری کتاب الاحکام باب اخراج الخصوم الخ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۴/ ۲۸۳

اور اگر یوں ہوتا کہ خدا ناترس و! اللہ ورسول سے اتنا ڈرو جتنا دنیوی حاکم اور اس کے سمن اور چپراسی سے ڈرتے ہو جب بھی اسے تمثیل و تشبیہ وتوہین سے علاقہ نہیں تو اب اس کی نظیر یہ حدیث ہوتی کہ ابن عدی نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

استحیی اللہ استحیائك من رجلین من صالحی عشیرتك[1]۔	اللہ تعالٰی سے ایسی شرم کر جیسی اپنے کنبے کے دونیک مردوں سے کرتا ہے۔

یہاں معاذاللہ، اللہ تعالٰی کو کنبے کے دو مردوں سے تشبیہ نہیں، نہ یہ کہ اللہ تعالٰی سے اتنی ہی حیا چاہئے جتنی دو مردوں سے بلکہ اس مقدار حیا کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ سے کرے تو معاصی سے روکنے کو کافی ہو، یو ہیں نہ یہاں معاذاللہ دنیوی حاکم اور سمن اور چپراسی سے تشبیہ ہے نہ یہ کہ اللہ ورسول وقرآن سے اتنا ہی ڈرو جتنا ان سے بلکہ اس مقدار خوف کی طرف ہدایت ہے کہ اللہ ورسول وقرآن سے ہو تو اتقاواجتناب معاصی کے لئے بس ہو، ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ساب مرتد ہے اور اس کے سب احکام مثل مرتد، مرتد اگر توبہ کرے تقبل ولا یقتل (قبول کریں گے اور قتل نہ کریں گے) کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالٰی فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) تشبیہ میں اگر وجہ شبہ امور متعددہ سے منتزع ہو تمثیل ہے جیسے کریمہ "کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ؕ"[2] (گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائے۔ت) ورنہ نہیں، اور کبھی تشبیہ مرکب کو تمثیل کہتے ہیں جس کے معنی میں مفرد کی مفرد سے تشبیہ ملحوظ نہیں بلکہ ہیأت مجموعی سے کریمہ "وَهِیَ تَجْرِیْ بِهِمْ فِیْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟"[3] (اور وہی انھیں لئے جارہی ہے ایسی موجوں میں جیسے پہاڑ۔ت) میں تشبیہ ہے۔ اور کریمہ "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ"[4] ۔الایۃ (ان کی کہاوت اس کی طرح ہے جس نے آگ روشن کی، الایۃ۔ت) میں تمثیل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹: ۲ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

وقایہ اہل السنہ میں موذن کو مثل چپراسی دربار حاکم کے کہا ہے، اور ترمذی میں ہے کہ

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ جعفر بن زبیر الشامی دمشق دار الفکر بیروت ۲/ ۵۶۰

[2] القرآن الکریم ۶۲/ ۵

[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۲

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۷

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی مباشرت اذان فرمائی ہے، غرض کہ حضور بھی علمی تقریر سے ثابت فرمائیں کہ تمثیلااس لفظ سے کوئی خرابی نہیں ہوتی۔

الجواب:

وقایہ اہل السنہ میں حاضری پکارنے کا ذکر ہے جو مسجد میں مؤذن کاکام ہے اور شاہی دربار میں چوبدار اور کچہریوں میں چپراسی کا،اس سے مؤذن چپراسی یا چوبدار کے مثل نہیں ہو سکتا، جس عالی شان کا دربار ویسا ہی اس کا خادم، نہ دربار عزت سے کسی دربار کو نسبت ہوسکتی ہے نہ مؤذن سے چوبدار و چپراسی کو، وقایہ میں مؤذن کو چپراسی نہ کہا اور کہا بھی جائے تو اسے یہاں سے علاقہ نہیں،اس خیال کو فورًا فورًا سر سے نکال دیجئے تعظیم شان اقدس کے تصور میں ڈوب جایئے آیہ مبارکہ

"**تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۖۗ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ** ﴿۱۵﴾"[1] (تم اسے سہل سمجھتے تھے،اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی بات ہے۔ت) چپراسی تو اسی حاضری پکارنے پر نوکر ہوتا ہے یونہی موذن اس پر مقرر ہوتا ہے اتفاقا اگر کسی گواہ یا فریق کوایک بار حاکم خود آواز دے لے چپراسی نہ ہوجائے گا اور اسے چپراسی کہنا ضرور اس کی توہین ہوگا ___ "**وَ لَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ** ﴿۳۳﴾"[2] (اور ہر گز تمھیں اللہ کے حکم پر فریب نہ دے وہ بڑا فریبی۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۰: **از** ڈاک خانہ جہت لور تحصیل مکودر ضلع جالندھر مسئولہ مولوی چراغ علی شاہ صاحب قادری ۱۳ جمادی الاآخر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بلااعتقاد فاعلیۃ بالذات حضرات صوفیہ کرام ومشائخ عظام سے استمداد طلب کرتا ہے مثلا یا شیخ عبدالقادر شیئا للہ اور یا علی مدد یا اغثنی یارسول اللہ اور سماع بالمزامیر سنتا ہے اور پیر کو تعظیما سجدہ کرتا ہے،ایسے شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں،ایک مولوی وہابی نجدی نے اس کا نکاح بغیر حلالہ درست کرکے نکاح کردیا، کہتا ہے کہ وہ شخص کافر اور مرتد ہوگیا ہے تین طلاقیں اس پر نہیں پڑتیں،اب آیا اس کا نکاح بغیر حلالہ درست ہے یا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟اس کی امامت وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۳۳ و ۳۵/ ۵

الجواب:

انبیاء واولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سے استمداد جائز ہے اور مزامیر سننا گناہ، اور سجدہ تعظیمی حرام مگر کفر نہیں جب تک نیت عبادت نہ ہو، عالمگیری میں ہے:

من سجد للسلطان علی وجه التحیة لایکفر ولکن یأثم لارتکابه الکبیرة، وان سجد بنیة العبادة فقد کفر کذا فی جواهر الاخلاطی [1]۔ملخصاً۔	جس نے کسی حاکم کو بطور تعظیم سجدہ کیا وہ کافر نہ ہوگا ہاں گناہگار ہے کیونکہ اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اگر اس نے سجدہ بطور عبادت کیا تو کافر ہوگا۔ جیسا کہ جواہر الاخلاطی میں ہے ملخصاً (ت)

تین طلاقیں بیشک ہو گئیں اور بغیر حلالہ نکاح ہر گز نہیں کر سکتا اگر کرے گا زنا ہوگا، وہابی کا فتوی جنون ہے، اگر وہ شخص کافر نہیں تو تین طلاقوں میں کیا شک اور بے حلالہ نکاح کیونکر حلال۔ اور اگر کافر ہے تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح کیونکر جائز، نہ بے حلالہ ہوسکے گا نہ بعد حلالہ، مگر ہے یہ کہ وہ کافر نہیں۔ وہابیہ خود کفار ہیں، جیسا کہ حسام الحرمین فتاوائے علمائے کرام حرمین شریفین سے ظاہر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک پر ہیزگار متقی اہلسنت سے کہ اس کی وہابی سے مذہبا کچھ حجت ہوئی وہابی نے کچھ اعتراض کیا اہل سنت نے جواب دیا کہ تمہارا جنازہ کے ساتھ کلمہ پڑھتے جانا بہتر نہیں ہے اس سے تو ڈھولکی اگر ہو تو بہتر ہے؟ اس میں اہل سنت مرتکب گناہ تو نہیں؟

الجواب:

بہت برا کیا، بہت بیجا کہا، توبہ لازم ہے، وہابی کا کلمہ پڑھنا اگرچہ بیکار ہے جب تک اسلام نہ لائے مگر ڈھولکی کلمہ سے بہتر نہیں ہوسکتی پھر بھی یہ تاویل ہے کہ ڈھولکی بجانے والا فاسق ہے اور وہابی مرتد، اور مرتد مورد لعنت، جنازہ کے ساتھ فاسق کے ہونے سے مرتد کا ہونا لاکھ بدتر ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب الثامن والعشرون نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۶۸-۶۹

مسئلہ ۲۲: از پور بندر کھاری مسجد مسئولہ محمد اسمٰعیل خاں ابن محمد اکبر خاں معرفت مولوی غلام محی الدین صاحب راندیری ۲۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کہ زید کہتا ہے کہ حضرت سیدنا محمد ن المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو احتلام ہوا ہے اور عمرو کہتا ہے کہ یہ کلمہ کہنا بہت ہی بڑی بے ادبی ہے اور نہیں ہوا ہے تو اس بات کو چھوڑ دے، لیکن زید ہر وعظ میں اور ہر جلسہ میں بیٹھ کر اس بات کو دہراتا ہے اور اس میں فتنہ وفساد بڑھتا چلا جاتا ہے، اس درمیان ایک دین دار سخی بہت ہی بھولا اور بہت عالم دوست لیکن بالکل ہی بے علم وبے عقل بلا خلل ایک نامی واعظ بکر کو اور جگہ سے بلالاتا ہے وہ آکر زید سے مل جاتا ہے اور رات کو وعظ میں سارے عوام کے آگے حضرت کے احتلام ہوا ہے ہاں ہوا ہے احتلام ہی ہوا ہے حضرت کو احتلام ہوا ہے، اور زید کی تائید کرتا ہے اور صحیح مسلم شریف اور شرح نووی کو دکھلاتا ہے۔ اور زید حق گو اور عمرو کو ناحق جتلاتا ہے لہٰذا اس مسئلہ کا جواب للہ حق عزوجل وعلا وحق الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم حق حق لکھ جتاویں اور فریقین کے فساد کو مٹاویں اور عنداللہ اجر عظیم پاویں۔

الجواب:

فی الواقع حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام احتلام سے پاک ومنزہ ہیں۔

قال اللہ تعالٰی: " اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ وَکِیۡلًا ﴿۶۵﴾ "[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو۔ (ت)

طبرانی معجم کبیر میں بطریق عکرمہ اور دینوری مجالس میں بطریق مجاہد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ فرمایا:

مااحتلم نبی قط وانما الاحتلام من الشیطان [2]۔	کبھی کسی نبی کو احتلام نہ ہوا، احتلام تو نہیں مگر شیطان کی طرف سے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۷/ ۶۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۵۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/ ۲۲۵

کعب احبار رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے جو مروی ہوا کہ یاجوج وماجوج نطفہ احتلام سیدنا آدم علیہ السلام سے بنے ہیں، اول کعب ہی سے اس کا ثبوت صحت کو نہ پہنچا اس کا ناقل ثعلبی حاطب لیل ہے کما فی عمدۃ القاری، نووی نے حسب عادت ان کا اتباع کیا۔ پھر کعب صاحب اسرائیلیات ہیں ان کی روایت کہ مقررات دین کے خلاف ہو مقبول نہیں۔ ہاں امام نووی وحافظ عسقلانی نے شروح صحیح مسلم و صحیح بخاری میں اس کی یہ تاویل نقل کی کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر فیضان زیادت فضلہ بسبب ابتلائے ادعیہ منع نہیں اور اسے مقرر رکھا **اقول:** مگر لفظ شنیع ومکروہ ہے اور حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حصر کے خلاف کہ احتلام نہیں مگر شیطان کی طرف سے، ولہذا عامہ علمائے کرام نے اسے مقبول نہ رکھا، فتح الباری بدء الخلق میں ہے:

ھو قول منکر جدا لا اصل لہ الا من بعض اھل الکتاب [1]۔	وہ سخت واجب الانکار بات ہے اس کی اصل نہیں مگر بعض اہل کتاب سے۔

امام علامہ بدر الدین محمود عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

حکاہ الثعلبی عن کعب الاحبار وحکاہ النووی ایضا فی شرح مسلم وغیرہ ولکن العلماء ضعفوہ وقال ابن کثیر وھو جدیر بذلك اذلا دلیل علیہ بل ھو مخالف لما ذکر وامن ان جمیع الناس الیوم من ذریۃ نوح علیہ الصلوۃ والسلام بنص القراٰن (قلت) جاء فی الحدیث ایضا امتناع الاحتلام علی الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام [2]۔	یعنی اسے ثعلبی نے کعب احبار سے حکایت کیا نیز نووی نے شرح مسلم وغیرہ میں، مگر علماء نے اسے ضعیف بتایا، اور امام ابن کثیر نے کہا وہ تضعیف ہی کے لائق ہے کہ بے دلیل محض ہے بلکہ اس ارشاد علماء کے مخالف ہے کہ آج بنص قطعی قرآن مجید تمام آدمی ذریت نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام سے ہیں، امام عینی نے فرمایا میں کہتا ہوں نیز حدیث وارد ہے کہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر احتلام محال ہے۔
قال اللہ تعالٰی "وَجَعَلۡنَا ذُرِّیَّتَہٗ	اللہ تعالٰی کا مبارک فرمان ہے: ہم نے نوح ہی

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری باب بدء الخلق مصطفی البابی مصر ۷/ ۱۹۵

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب بدء الخلق ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۵/ ۲۳۲

هُمُ الْبٰقِیْنَ۝ "[1]	کی اولاد باقی رکھی۔

فتح الباری کتاب الفتن میں ہے:

الاول المعتمد والا فاین کانوا حین الطوفان [2]۔ اقول وقد اجبنا عن هذا بجوابین فی کتابنا الفیوضات الملکیة احدهما مایدرینا لعل الله خمرها مددا متطاولة حتی خلقهم منها بعد الطوفان [3]۔	یاجوج وماجوج کا ذریت نوح علیہ الصلٰوۃ والسلام ہی سے ہونا معتمد ہے ورنہ طوفان کے وقت وہ کہاں رہے۔ ہم نے اپنی کتاب "الفیوضات الملکیة" میں اس کے دو جواب دئے ایک یہ ہے ہمیں کیا علم شاید الله تعالٰی نے اس نطفہ کو طویل مدت تک محفوظ رکھا ہو اور پھر اس سے ان کی تخلیق طوفان کے بعد فرمائی ہو (ت)

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری دونوں محل میں ہے:

وهذا لفظه فی بدء الخلق قال ابن کثیر وهذا القول غریب جدا ثم لادلیل علیه لامن عقل ولامن نقل، ولایجوز الاعتماد ههنا علی مایحکیه بعض اهل الکتاب لماعندهم من الاحادیث المفتعلة [4]۔ اما ما عزاه الامام النووی فی فتاواه لجماهیر العلماء انهم من ماء آدم لا من حواء، فاقول لا یثبت الاحتلام، فاولا قد تحصل النطفة بنحو التبطین	کتاب بدء الخلق میں ہے ان کے الفاظ یہ ہیں امام عماد نے فرمایا یہ قول سخت غریب ہے، پھر اس پر نہ عقل سے دلیل نہ نقل سے، اور یہاں بعض اہل کتاب کی حکایت پر اعتماد حلال نہیں کہ ان کے پاس بہتیری باتیں گھڑی ہوئی ہیں۔ امام نووی نے فتاوٰی میں جماہیر علماء کی طرف منسوب کیا کہ یہ نطفہ حضرت آدم کا تھا نہ کہ حضرت حواء کا، تو **میں کہتا ہوں** اس سے احتلام کہاں ثابت ہوتا ہے **اولاً** کبھی کبھی نطفہ حالت حیض میں شرمگاہ سے باہر

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۷۷

[2] فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الفتن باب یاجوج وماجوج مصطفی البابی مصر ۱۶/ ۲۲۱

[3] الفیوضات الملکیة حاشیه الدولة المکیة مطبع اہل السنة والجماعة بریلی ص ۷۸

[4] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب قصه یاجوج وماجوج دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۳۳۶

فی المحیض وثانیا ماکل نطفة تقبلها الرحم وثالثا ماکل النطفة تقبلها الرحم بل اذا قبلت ربما قبلت جزء منها ورمت بالباقی وقد ثبت الجواب عن حدیث الطوفان وقد یکون جوابا ایضا عن الذی ذکر ابن کثیر فان الکلام فی الموجودین اذذلك لان البقاء فرع الوجود علی ان الکلام فی ولدآدم قطعا، وھم لیسوا من ولده علی الاطلاق وان کانوا من ولده لانھم من مائه وذلك لان الولد ما عن صاحبته قال تعالٰی "اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ[1]"۔	پیٹ وغیرہ پر استعمال سے حاصل ہوتا ہے **ثانیا** ہر نطفہ کو رحم قبول نہیں کرتا **ثالثا** رحم ہر نطفہ کے تمام کو قبول نہیں کرتا بلکہ جزء کو قبول کرکے بقیہ کو پھینک دیتا ہے، اور یہ تین جواب حدیث طوفان سے ہیں اور یہ اس کا جواب بھی ہے جو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا کیونکہ کلام ان میں ہے جو وہاں موجود تھے کیونکہ بقا وجود کی فرع ہے، علاوہ ازیں گفتگو ان میں ہے جو یقینی طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہوں، اور یہ کامل طور پر ان کی اولاد نہیں اگرچہ ایک لحاظ سے اولاد ہیں کیونکہ ان کے نطفہ سے ہیں اور وہ اس لئے کہ ولد کے لئے بیوی کا ہونا ضروری ہے، اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کہاں ہے اس کے لئے اولاد حالانکہ اس کے لئے بیوی ہی نہیں۔ (ت)

بالجملہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر احتلام منع ہے اور خود حضور اقدس انور اطیب اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف اس کی نسبت اور اس کی تکرار اور اس پر اصرار کہ ہاں ہوا ہاں ہوا، یقینا حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر صریح افتراء ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء جہنم کا سیدھا راستہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر حدیث میں ہے:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار[2]۔	جو مجھ پر دانستہ جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

اہل سنت کسی کبیرہ کا ارتکاب کو کفر نہیں کہتے جب تک استحلال وغیرہ مکفرات کے ساتھ نہ ہو، مگر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کو امام ابو محمد جوینی والد امام الحرمین نے کفر بتایا____

[1] القرآن الکریم ۶ /۱۰۱

[2] صحیح مسلم باب تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷

خصائص کبرٰی میں ہے:

قال النووی وغیرہ الکذب علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الکبائر ولایکفر فاعلہ علی الصحیح وقول الجمہور وقال الجوینی ھو کفر[1]۔	امام نووی وغیرہ نے فرمایا: حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے البتہ کفر نہیں صحیح اور جمہور کے قول پر، اور امام جوینی نے کہا کہ یہ کفر ہے۔(ت)

اور درمختار وغیرہ میں ہے:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ(ای تجدید الاسلام اھ شامی) وتجدید النکاح[2]۔	جہاں باتفاق کفر ہو وہاں عمل ونکاح باطل اور اولاد اولاد زنا قرار پائے گی، اور جس میں اختلاف ہو وہاں توبہ استغفار کا حکم کیا جائے گا(یعنی تجدید اسلام کرنا ہوگی اھ شامی) اور تجدید نکاح بھی۔(ت)

زید وبکر پر فرض ہے کہ توبہ کریں مناسب ہے کہ تجدید اسلام کریں پھر اپنی عورتوں سے نکاح تازہ کریں خصوصا اس کلمہ خبیث میں کہ معاذاللہ پہلوئے توہین وتنقیص شان رکھتا ہے، والعیاذ باللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳: از کانپور فیل خانہ قدیم مکان مولوی سید محمد اشرف صاحب وکیل مسئولہ مولانا سید محمد آصف صاحب ۴رمضان ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

یاحبیب محبوب اللہ روحی فداک، قبلہ کونین وکعبہ دارین محی الملۃ والدین دامت فیوضھم، بعد تسلیمات فدویانہ تمنائے حصول سعادت آستانہ بوسی، التماس اینکہ بفضلہ تعالی فدوی بخریت ہے ملازمان سامی کی صحتواری مدام بارگاہ احدیت سے مطلوب، حضور نے جو کارڈ تحریر فرمایا تھا وہ بصد ادب ملازمان حضور کی خدمت میں حاضر کیا جاتا ہے اس صحیفہ میں تحریر ہے(کیا یہ مسلمان ہیں یا وہ ان میں کون مسلمان ہے) والسلام مع الاکرام۔

[1] خصائص الکبرٰی باب اختصاصہ بان الکذب علیہ لیس کالکذب علی غیرہ دار الکتب الحدیثیہ مصر ۳/ ۳۲۶

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹، ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۹

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ،

والا حضرت مولانا المکرم ذوالمجد والکرم مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب دامت فضائلھم ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، کارڈ میں بعض اعمال گاندھویہ کہ فقہا کفر ہیں جیسے قشقہ لگانا ، کافر کی جے پکارنا ، کافر کی تعظیم گنا کر ان کے فاعلوں کو کہا ہے کہ یہ مسلمان یا وہ ، ان میں کون مسلمان ہے ، بلاشبہ جس طرح کفر فقہی میں مبتلا ہوئے اور استحلال کریں تو کفر کلامی میں بعینہٖ یہی حالت فقہًا وکلامًا ان افعال واقوال کے مرتکبین کی ہے۔ **والسلام۔**

مسئلہ ۲۴: از شہر ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر حدیث کی تکرار کر رہے تھے ، تکرار کرتے ہوئے اس حدیث تک پہنچے جس میں یہ حکم دیا جو شخص لڑکے لڑکی بالغ کی شادی نہیں کرتا ہے اور لڑکے لڑکی سے کوئی فعل قبیح واقع ہو تو دونوں کے والدین ماخوذ گرفتار عذاب الیم ہوں گے لڑکے لڑکی نہیں ، اتفاقا اس حدیث کے بین السطور میں "**زجر**" کا لفظ لکھا ہوا تھا جس کے معنی جھڑکنے کے ہیں ، زید نے بکر سے کہا کہ والدین ماخوذ نہیں ہوسکتے خود لڑکی لڑکا ہوں گے ، دیکھو بین السطور میں زجر کا لفظ لکھا ہوا ہے جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ لڑکی لڑکا ماخوذ ہوگا والدین نہیں۔ بکر نے کہا کہ بین السطور حاشیہ ہے اس حدیث میں اور حدیث کا حاشیہ سب صحیح نہیں ہوتا ہے ، زید نے بکر سے بطور سوال کے پوچھا کہ کیا قرآن کی سب باتیں صحیح ہیں ، زید کہنا چاہتا تھا کہ کیا تفسیر کی سب باتیں صحیح ہیں ، مگر سہوا یہ الفاظ اثنائے تقریر میں نکل پڑے حالانکہ یہ نہ مقصود ہے زید کا ، نہ زید اس بات کا مقر ہے کہ **معاذ اللہ** قرآن مجید فرقان حمید کی سب باتیں صحیح نہیں ، ایک قابل مفتی صاحب نے زید پر فتوی دیا کہ زید کافر ہوگیا اور اس کو کافر سمجھ کر توبہ کرائی اور کلمہ شریف پڑھوایا ، دونوں کے لئے شرع مطہر سے کیا حکم نافذ کیا جائے گا؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اول: تو ذکر حدیث میں غلطیاں ہیں ، یہ حدیث دو طور پر آئی ایک کلام الٰہی اور دوسری کلام نبوی سے ، کلام الٰہی میں تو والدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف باپ کا ، اور ولدین کا ذکر نہیں بلکہ صرف دختر کا ، اور بلوغ کا ذکر نہیں بلکہ بارہ برس کی عمر کا۔ اور لڑکی پر گناہ نہ ہونے کا ذکر نہیں بلکہ باپ پر ہونے کا ، اور کلام نبوی میں نہ ماں کا ذکر ہے نہ اولاد پر گناہ ہونے کا ، حدیث اول کے الفاظ یہ ہیں جسے بیہقی نے شعب الایمان میں امیر المومنین عمر وانس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ

وسلم نے فرمایا:

مکتوب فی التوراۃ من بلغت لہ ابنۃ اثنتی عشرۃ سنۃ فلم یزوجھا فاصابت اثما فاثم ذلك علیہ [1]۔	توریت میں مرقوم ہے کہ جس کی لڑکی بارہ برس کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ اس کا نکاح نہ کرے اور لڑکی سے کچھ گناہ صادر ہو تو اس کا گناہ باپ پر ہے۔ حدیث کی سند صحیح ہے۔

اور حدیث دوم کے الفاظ یہ ہیں جسے انھیں بیہقی نے شعب الایمان میں ابوسعید وابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من ولد لہ ولد فلیحسن اسمہ وادبہ فاذا بلغ فلیزوجہ فان بلغ ولم یزوجہ فاصاب اثما فانما اثمہ علی ابیہ [2]۔	جس کے کوئی بچہ پیدا ہو وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے اچھا ادب دے، پھر جب وہ بالغ ہو اس کا نکاح کردے، اور اگر وہ بالغ ہو اور یہ اس کا نکاح نہ کرے اور اس سے کوئی گناہ صادر ہو تو بات یونہی ہے کہ اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے۔

اور باپ پر گناہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاد پر نہ ہو جب کہ وہ مکلّف ہو، خود حدیثوں میں موجود ہے، فاصابت اثما اور فاصاب اثما، اس کی نظیر دوسری حدیث صحیح ہے:

من سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الی یوم القیمۃ و لاینقص ذلك من اوزارھم شیئا [3]۔	جو اسلام میں کوئی بری راہ نکالے اس پر اس کا وبال ہے اور قیامت تک جو اس راہ پر چلیں گے سب کا وبال ہے بغیر اس کے کہ ان کے وبالوں میں سے کچھ کم کرے۔

[1] شعب الایمان حدیث ۸۶۶۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۰۲، کنز العمال ترجمہ ۴۵۴۱۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۶/ ۴۵۶۔۵۷

[2] شعب الایمان حدیث ۸۶۶۶ دار الکتاب العلمیہ بیروت ۶/ ۴۰۱

[3] صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب الحث علی الصدقۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲۷، صحیح مسلم کتاب العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۴۱، مسند امام احمد حدیث جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۵۷ تا ۳۶۱

زید کی زبان سے جو لفظ نکلا بلا شبہہ کلمہ کفر ہے اور اس پر تجدید اسلام لازم، اور مفتی کا حکم صحیح ہے المفتی انما یفتی بالظاھر واللہ یعلم السرائر (فتوٰی دینے والا ظاہر کا پابند ہوتا ہے دلوں کے رازوں سے تو اللہ تعالٰی ہی آگاہ ہے۔ت) واقع میں اگر اس کی زبان بہکی تو عنداللہ کفر نہ ہوا، مگر مفتی بلادلیل اس دعوٰی کو قبول نہ کرے گا۔ شفا شریف میں ہے:

لایعذر بدعوی زلل اللسان [1]، واللہ تعالٰی اعلم۔	زبان کے بہکنے کا دعوٰی عذر نہیں قرار دیا جاتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۲۵ تا ۲۶: از ریاست فرید کوٹ مسئولہ علیم الدین فراش کوٹھی بلبیسر گنج ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) حنفی نماز مدلل ص ۷ اور حواشی اور فتاوٰی بدیع الدین میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم باعمل سے بدزبانی اور فحش کلامی کرے تو کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت نزدیک امام محمد کے مطلقہ بطلاق بائن ہو جاتی ہے، تو ایسے شخص کو پھر اپنی عورت سے کس طرح نکاح کرنا چاہئے؟

(۲) حدیث میں ہے کہ "بڑھاؤ داڑھی کو اور کترواؤ مونچھوں کو" روایت کیا اس کو بخاری نے، حضور نے صیغہ امر سے دونوں حکم فرمائے اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں حکم واجب ہیں، اور واجب کا ترک کرنا حرام، پس داڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں، اس سے زیادہ دوسری حدیث میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: "جو شخص لبیں نہ لے وہ ہم سے نہیں" روایت کیا اس کو احمد و ترمذی و نسائی نے۔ جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہو گیا تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں اور داڑھی بڑھانے کو عیب مانتے ہیں بلکہ داڑھی والوں پر ہنستے ہیں اور اس کی ہجو کرتے ہیں، ان سب مجموع امور سے ایمان کا سالم رہنا دشوار ہے، ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں اور ایمان و نکاح کی تجدید کریں اور اپنی صورت موافق حکم اللہ و رسول بنائیں، ایک کتاب میں یہ مضمون دیکھا گیا کہ یہ واقعی درست ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ تجدید نکاح کا حکم دیا جائے۔ **بینوا توجروا**

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل قال القاضی تقدم الکلام المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ترکی ۲/ ۲۲۳

الجواب:

(۱) عالم کی توہین اگر بوجہ علم دین ہے بلا شبہ کفر ہے **کما فی مجمع الانھر** (جیسا کہ مجمع الانہر میں ہے۔ت) وگرنہ اگر بے سبب ظاہر کے ہے تو اس پر خوف کفر ہے **کما فی الخلاصۃ ومنح الروض** (جیسا کہ خلاصہ اور منح الروض میں ہے۔ت) ورنہ اشد کبیرہ ہونے میں شک نہیں۔

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاثۃ لایستخف بحقھم الامنافق بین النفاق ذوالشیبۃ فی الاسلام وذوالعلم والامام المقسط [1]۔ رواہ ابوالشیخ فی کتاب التوبیخ عن جابر بن عبد اللہ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	تین آدمیوں کی توہین منافق ہی کرے گا: مسلمان بوڑھا، صاحب علم اور عادل حاکم۔ اسے امام ابوالشیخ نے کتاب التوبیخ میں جابر بن عبداللہ سے اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جس سے صدور کفر ہو وہ توبہ کرے از سر نو اسلام لائے، اس کے بعد اگر عورت راضی ہو اس سے نکاح جدید بمہر جدید کرے۔

(۲) بلا شبہ داڑھی ایک قبضہ تک رکھنا ہے اور منڈوانا حرام، اور لبیں اتنی ترشوانا کہ لب بالا سے آگے نہ بڑھیں یہ بھی خصال فطرت وسنن موکدہ سے ہے۔ اور داڑھی پر ہنسنا ضرور کفر ہے کہ توہین سنت متوارثہ جمیع انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہے **وتفصیل المسئلۃ فی کتابنا لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی** (اور اس مسئلہ کی تفصیل ہماری کتاب لمعۃ الضحٰی فی اعفاء اللحی میں ہے۔ت) بلا شبہ استہزا کرنیوالے پر تجدید اسلام لازم ہے اور اس کے بعد اگر عورت کو رکھنا چاہے تو تجدید نکاح ضرور۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۷: از فیروز پور محلّہ پیراں والا مسئولہ عنایت اللہ شاہ دبیر انجمن تعلیم الدین والقرآن ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی نبیوں میں شمار ہیں یا نہیں، بصورت اول قسم کی توہین کی یا کلمہ بے ادبانہ ان کے حق میں کہنا ناجائز اور بصورت ثانیہ جب ان کی خطا معاف کی جاچکی ہے تو ان کی نسبت کلمات بے ادبانہ اور ناشائستہ زبان پر لانا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

[1] المعجم الکبیر حدیث ۷۸۱۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۸/ ۲۳۸

الجواب:

ان کی نسبت کلمات ناشائستہ لانا بہر حال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے **کما فی شرح الھمزیۃ للامام ابن حجر المکی رحمہ اللہ تعالٰی** (جیسا کہ امام ابن حجر مکی کی شرح ہمزیہ میں ہے۔ت) اور ظاہر قرآن عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے:

قال تعالٰی "اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِىَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَاۤ اُوْتِىَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝۱۳۶" [1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: یوں کہو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر جو ہماری طرف اترا اور جو اتارا گیا ابراہیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب اور ان کی اولاد پر، اور جو عطا کئے گئے موسٰی و عیسٰی اور جو عطا کئے گئے باقی انبیاء اپنے رب کے پاس ہم ان میں کسی پر ایمان میں فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہیں۔(ت)

اسباط یہی ابنائے یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام ہیں۔ اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ نبی اللہ کے ساتھ محبت شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی رب العزت نے معاف کردیا۔ اور یوسف علیہ الصلٰوۃ والسلام نے خود عفو فرمایا:

"قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۝۹۲" [2]۔	کہا آج تم پر کچھ ملامت نہیں اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔(ت)

اور یعقوب علیہ الصلٰوۃ والسلام نے فرمایا:

"سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝۹۸" [3]	جلد میں تمھاری بخشش اپنے رب سے چاہوں گا بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔(ت)

بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعث غضب ذوالجلال والاکرام ہے، رب عزوجل نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدید اسلام و تجدید نکاح

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۶

[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۹۲

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۹۸

کرے کہ جب ان کی نبوت میں اختلاف ہے اس کے کفر میں اختلاف ہوگا اور کفر اختلافی کا یہی حکم ہے، **کما فی الدر المختار و رد المحتار و غیرھما** (جیسا کہ در مختار اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۲۸: از بغداد شریف ۶ آمرڈ کاٹینک کور نمبر ۱۹۳۰ مسئولہ علی رضاخاں فٹر مستری ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ "**تقویۃ الایمان**" کا پڑھنا بعض لوگ برا بتاتے ہیں اور بعض اچھا کہتے ہیں، برا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں، ہم مشکوک ہیں جواب سے مطلع فرمائے، **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت وبے دینی اور کلمات کفر پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا زنا اور شراب خوری سے بدتر حرام ہے کہ ان سے ایمان نہیں جاتا۔اور یہ ایمان زائل کرنے والی ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی**، وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں گمراہ بددین بلکہ کفار مرتدین ہیں۔اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب **سل السیوف الھندیۃ** اور **الکوکبۃ الشھابیۃ** اور **الاستمداد علی اجیال الارتداد** اور **کشف ضلال دیوبند** وغیرہا انصاف وایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں مسلمان کا ایمان خود گواہی دے گا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے یعنی ایمان فوت کرنے والی، **والعیاذ باللہ تعالٰی۔واللہ تعالٰی اعلم۔**

رسالہ
الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوھابیۃ ۱۳۱۲ھ
(امام الوہابیہ کے کفریات کے بارے میں چمکدار ستارہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۲۹: از بدایوں مرسلہ مولٰنا مولوی محمد فضل المجید صاحب قادری فاروقی سلمہم اللہ تعالٰی ۲۲ جمادی الاول ۱۳۱۲ھ

بخدمت بابرکت مولٰنا مرجع الفتاوٰی والمفتین ملاذ العلماء المحققین جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب **اللھم ادم افاضاتھم وافاداتھم** (یااللہ! ان کے فیوض وافادات کو دائمی بنا۔ت) **السلام علیکم!**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو تقلید اربعہ کو شرک کہتے ہیں، جس مسلمان کو مقلد دیکھیں اسے مشرک بتاتے ہیں، دہلی والے اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان وصراط مستقیم وایضاح الحق ویک روزی وتنویر العینین کو اپنا امام وپیشوا بتاتے، اس کے اقوال کو حق وہدایت جانتے اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں، ہمارے فقہائے کرام وپیشوایان مذہب کے نزدیک ان پر اور ان کے پیشوا پر حکم کفر ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کیجئے اجر پایئے۔ت)

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ الذی ارسل عـــہ۱ رسولہ شاھدا و مبشرا و نذیرا لتؤمنوا عـــہ۲ باللہ

عـــہ۱: یہ خطبہ قرآنی آیتوں اور ایمانی ہدایتوں پر مشتمل ہے، تعمیم فائدہ کے لئے ان آیات اور زبان اردو میں ان ہدایات کی طرف اشارہ مناسب،

آیت۱: " اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًاۙ(۴۵) "[1] | بیشک ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا۔

کہ جو تمھاری تعظیم کرے اسے فضل عظیم کی بشارت دو اور جو معاذاللہ بے تعظیمی سے پیش آئے اسے عذاب الیم کا ڈر سناؤ، اور جب وہ شاہد و گواہ ہوئے اور شاہد کو مشاہدہ درکار، تو بہت مناسب ہوا کہ امت کے تمام افعال و اقوال واعمال واحوال ان کے سامنے ہوں، طبرانی کی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہٖ[2]۔ | بیشک اللہ تعالٰی نے میرے سامنے دنیا اٹھالی تو میں دیکھ رہا ہوں اسے اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲منہ مدظلہ۔

عـــہ۲: آیت ۲:

" لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُؕ "[3] عـــہ۔ | (یہ رسول کا بھیجنا کس لئے ہے خود فرماتا ہے اس لئے کہ) تم اللہ و رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔

معلوم ہوا کہ دین وایمان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم کا نام جو ان کی تعظیم میں کلام کرے اصل رسالت کو باطل وبیکار کیا چاہتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی ۱۲۔

عـــہ: قرئ تعززوہ بزائین معجمین ۱۲منہ۔(م) | آیہ کی تعززوہ دو زاء کے ساتھ بھی قرأت ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۵ و ۴۸/ ۸

[2] کنز العمال بحوالہ عن ابن عمر حدیث ۳۱۹۸۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۲۰

[3] القرآن الکریم ۴۸/ ۹

ورسوله و تعزروه وتوقروه بجنانکم ولسانکم *فجعل تعظیمه وتوقیره وتعزیره هو الرکن الرکین لدینکم الحق وایمانکم *وحرم عـــہ۱ علیکم ان ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی اوتجهر واله بالقول کجهر بعضکم لبعض فتحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون بخسرانکم *وجعل عـــہ۲ طاعته طاعته وبیعته عـــہ۳ بیعته فان بایعتم نبیکم فانما فوق ایدیکم یدرحمانکم *وقرن عـــہ۴ اسمه الکریم باسمه العظیم فی الاغناء عـــہ۵۔

عـــہ۱: آیت: "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝۲" [1]

اے ایمان والو! نہ بلند کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز پر اور اس کے حضور چلّا کر نہ بولو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہیں تمھارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمھیں خبر نہ ہو۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روضہ انور کے پاس کسی کو اونچی آواز سے بولتے دیکھا، فرمایا کیا اپنی آواز نبی کی آواز پر بلند کرتا ہے، اور یہی آیت تلاوت کی ۱۲۔

عـــہ۲: آیت ۴: "مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَۚ" [2]۔

جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۱۲۔

عـــہ ۳: آیت ۵: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْۚ" [3]۔

بیشک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کررہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ہے ان کے ہاتھوں پر ۱۲۔

عـــہ۴: اللہ عزوجل نے بے شمار امور میں اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک اپنے نام اقدس سے ملایا کہیں اصل شان اپنی تھی اس میں حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر بھی شامل فرمایا، کہیں اصل معاملہ حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تھا ان کے ساتھ اپنے ذکر والا سے اعزاز بڑھایا، آئندہ کی آٹھ آیتیں اسی کے بیان میں ہیں ۱۲منہ مدظلہ۔

عـــہ۵: آیت ۶: "اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖۚ" [4]۔

انھیں دولتمند کردیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے ۱۲

[1] القرآن الکریم ۴۹/ ۲
[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰
[3] القرآن الکریم ۴۸/ ۱۰
[4] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

والایتاء عـــہ۱ ورجاء العطاء والتقدیم عـــہ۲ والقضاء عـــہ۳ والمحادۃ عـــہ۴ والارضاء عـــہ۵

عـــہ۱: آیت ۷:

"وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ"[1]۔

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے اس پر جو انھیں دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے، اب دیتا ہے ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول ۱۲۔

عـــہ۲: آیت ۸:

"یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"[2]۔

اے ایمان والو! اللہ ورسول سے آگے نہ بڑھو ۱۲۔

عـــہ۳: آیت ۹:

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ﴿۳۶﴾"[3]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ عورت کو جب اللہ ورسول کوئی بات ان کے معاملہ میں ٹھہرادیں تو انھیں اپنے کام کا کچھ اختیار باقی رہے اور جو حکم نہ مانے اللہ ورسول کا وہ صریح گمراہ ہوا بہک کر ۱۲۔

عـــہ۴: آیت ۱۰:

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ ؕ"[4]۔

تو نہ پائے گا انھیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالف سے چاہے وہ اپنے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہی ہوں ۱۳۔

عـــہ ۵: آیت ۱۱: "وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۳﴾"[5]

اللہ ورسول زیادہ مستحق ہیں اس کے کہ یہ لوگ انھیں راضی کریں اگر ایمان رکھتے ہیں کیا انھیں خبر نہیں کہ جو مقابلہ کرے اللہ ورسول سے تو اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں ہمیشہ رہے گا اور وہی بڑی رسوائی ہے ۱۲۔

---

[1] القرآن الکریم ۹ /۵۹

[2] القرآن الکریم ۴۹ /۱

[3] القرآن الکریم ۳۳ /۳۶

[4] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[5] القرآن الکریم ۹/ ۶۲ و ۶۳

والنصح عـــہ۱ والایذآء عـــہ۲ فی قراٰنکم *ورفع شانہ مکانہ فمیز امرہ عن امور من عداہ فما کان لیوزن بمیزانکم *اتجعلون الحصی عـــہ۳ کالدر او الدم کالمسك ام تجعلون العصف کریحانکم *فقد ھدا کم ربکم ان لَا تَجْعَلُوْا عـــہ۴ "دُعَآءَالرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا" [1] من اب او مولی اوسلطانکم *وقال الذین ارسلوا السنتھم فی شانہ العظیم

عـــہ۱: آیت ۱۲: "اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ" [2]	جب خلوص رکھیں اللہ ورسول کے ساتھ۔
عـــہ۲: آیت ۱۳: "اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا" [3]	بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ ورسول کو اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا وآخرت میں، اوران کے لئے تیار کر رکھی ذلت کی مار۔

یہ معاملہ خاص حبیب کا ہے، اللہ کو کون ایذا دے سکتا ہے، مگر وہاں تو جو معاملہ رسول کے ساتھ برتا جائے اپنے ہی ساتھ قرار پایا ہے۔

عـــہ۳: یعنی جب تم خود کنکر کو موتی، خون کو مشک، بھس کو پھول کی طرح سمجھتے تو رسول کے معاملہ کااوروں پر کیا قیاس کرتے ہو، یہاں تو کوئی نسبت ہی نہیں ہو سکتی جب ان کے ابن مکرم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لاتقیسونی باحد ولاتقیسوا علی احدا [4]۔	مجھے کسی پر قیاس نہ کرونہ کسی کو مجھ سے نسبت دو۔

توخود حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کاذکر کیا ہے واللہ اکبر ۱۲۔

عـــہ۴: یہ آیت ۱۴ ہے کہ رسول کا پکارنا اپنے میں ایسانہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اب ایک دوسرے میں باپ اور مولااور بادشاہ سب آگئے، اسی لئے علماء فرماتے ہیں نام پاک لے کر ندا کرنا حرام ہے، اگر روایت میں مثلا یا محمد آیا ہو تو اس کی جگہ بھی یا رسول اللہ کہے، اس مسئلہ کا بیان عظیم الشان فقیر کے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں دیکھئے ۱۲ منہ

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۶۳

[2] القرآن الکریم ۹/ ۹۱

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[4] زبدۃ الآثار تلخیص بھجۃ الاسرار (اردو) مکتبہ نبویہ لاہور ص ۷۷

اَبِاللّٰهِ عــــہ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ "[1] "لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ "[2] *

عــــہ: یہ آیت ۱۵ ہے غزوہ تبوک کو جاتے وقت منافقوں نے تخلیہ میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خلاف شان کچھ کہا، جب سوال ہوا تو عذر کرنے لگے اور بولے ہم تو یونہی آپس میں ہنستے تھے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: "قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ"[3] الآیۃ اے نبی! ان سے فرمادے کیا اللہ تعالٰی اور اس کی آیتوں اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے تھے بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ایمان لاکر۔

اقول: اس آیت کے تین فائدے حاصل ہوئے:

اول: یہ کہ جو رسول کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہوجاتا ہے اگرچہ کیسا ہی کلمہ پڑھتا اور ایمان کا دعوی رکھتا ہو، کلمہ گوئی اسے ہر گز کفر سے نہ بچائے گی۔

دوم: یہ جو بعض جاہل کہنے لگتے ہیں کہ کفر کا تو دل سے تعلق ہے نہ کہ زبان سے، جب وہ کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے دل میں کفر ہونا معلوم نہیں تو ہم کسی بات کے سبب اسے کیونکر کافر کہیں، محض خبط اور نری جھوٹی بات ہے، جس طرح کفر دل سے متعلق ہے یونہی ایمان بھی، زبان سے کلمہ پڑھنے پر مسلمان کیسے کہا یونہی زبان سے گستاخی کرنے پر کافر کہا جائے گا، اور جب بغیر اکراہ شرعی کے ہے تو اللہ کے نزدیک بھی کافر ہوجائے گا اگرچہ دل میں اس گستاخی کا معتقد نہ ہو کہ بے اعتقاد کہنا ہزل وسخریہ ہے، اور اسی پر رب العزت فرماچکا کہ تم کافر ہوگئے اپنے ایمان کے بعد، اس کی تحقیق ہمارے رسالہ **البارقۃ اللمعا علی سامد نطق بالکفر طوعا** (۱۳۰۴ھ) میں ہے۔

سوم کھلے ہوئے لفظوں میں عذر تاویل مسموع نہیں، آیت فرماچکی کہ حیلہ نہ گھڑو تم کافر ہوگئے۔

تنبیہ: یہاں اللہ عزوجل نے انھیں کلمات گستاخی کو وجہ کفر بتایا اور ان کے مقابل کلمہ گوئی وعذر جوئی کو مردود ٹھہرایا یہاں ان کے کفر سابق مخفی کی بحث نہیں کہ "قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ" فرمایا ہے تم مسلمان ہو کر کافر ہوگئے۔ نہ کہ "**قد کنتم کافرین**" تم پہلے سے کافر تھے، یہ فائدے خوب یاد رکھنے کے ہیں **وباللہ التوفیق** ۱۲ منہ مدظلہ

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۵

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۶۵

فیاایہا المنافقون عـــہ۱ المردۃ الفاسقون الزاعم کبیر کم ان مدح عـــہ۲ الرسول کمدح بعضکم بعضاً بل اقل منہ فی حسبانکم قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ عـــہ۳ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ واللہ مخرج اضغانکم *

عـــہ۱: نفاق دو قسم ہے: عقدی و عملی، نفاق عملی کے بیان میں فقیر نے ایک رسالہ حافلہ مسمّٰی بہ ابناء الحذاق بمسالک النفاق (۱۳۰۹ھ) لکھااور آیات واحادیث کثیرہ وغزیرہ سے اس کے وجوہ وصور کوظاہر کیاجو اس رسالہ کے غیر میں مجموعانہ ملیں گی وہاں سے ان حضرات کے نفاق کا ثبوت لیجئے ۱۲منہ

عـــہ۲: اللہ توفرمائے رسول کے حضور چِلّا کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو، اللہ فرمائے رسول کا پکارنا ایک دوسرے کا سا پکارنا نہ ٹھہرالو، تقویۃ الایمان والا کہے رسول کی ایسی ہی تعریف کرو جیسی باھم ایک دوسرے کی کرتے ہو بلکہ اس میں بھی کمی کرو، انا للہ وانا الیہ راجعون o

عـــہ۳: قال اللہ تعالٰی:

"قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾[1] هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا یُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَیْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾"[2]

ظاہر ہوچکی ہے دشمنی ان کی باتوں سے اور وہ جو ان کے دلوں میں دبی ہے اس سے بھی زیادہ ہے ہم نے صاف بیان فرمادیں تمھارے لئے نشانیاں اگر تمھیں سمجھ ہو، دیکھو یہ جو تم ہو تم تو انھیں چاہتے ہو اور وہ تمھیں نہیں چاہتے اور تم پوری کتاب پر ایمان لاتے ہو اور جب وہ تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں تو تم پر غضب میں اپنی انگلیاں چباتے ہیں تو فرمادے مرجاؤ گھٹ گھٹ کر خدا خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔

اقول: اس آیت سے بھی دو۲ فائدے ملے:

ایک: یہ کہ دل کے بخار کے ساتھ زبانی اقرار کلمہ گوئی کی پکار کوئی چیز نہیں۔

دوسرے: یہ کہ دل کا بخار زبانی باتوں سے ظاہر ہوجاتا ہے ۱۲منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

استحوذ عــــہ۱ علیکم الشیطن فانساکم ذکر اللّٰہ وتعظیم الرسول وقد نطق القراٰن بخذلانکم * زادفاء کم الشیطن نقطاً من شینہ وتاء کم التدویر دائرۃ نونہ فاراکم تقویۃ الایمان فی تفویت ایمانکم * "مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِؕ "[1] وما اللّٰہ بغافل عن کفرانکم * فلاورب محمد لاتؤمنون عــــہ۲ حتی یکون احب الیکم من والدکم وولدکم والناس اجمعین والروح بین جسمانکم * صلی اللّٰہ تعالٰی وبارك وسلم علیہ والہ الکرام وصحبہ العظام وخادمی سنۃ القیام بردزیغکم و طغیانکم * ورزقناحبہ الصادق فی غایۃ الاعظام وادامۃ ذکرہ الی یوم القیام، وان کان فیہ رغم انوفکم واسخان اعیانکم * اٰمین یا ارحم الراحمین * والحمد للّٰہ رب العلمین وصلی اللّٰہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ واصحابہ اجمعین۔

عــــہ۱: قال اللّٰہ تعالٰی: " اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝۱۹ "[2]

غالب آگیا ان پر شیطان سو بھلادی ان کو خدا کی یاد وہ شیطان کے گروہ ہیں، سن لو شیطان ہی کے گروہ نقصان میں ہیں۔
علمائے مدینہ طیبہ نے وہابیہ کے حق میں یہی آیت لکھی اور خود حدیث صحیح بخاری سے ان کاقرن شیطان ہونا ثابت ہے ۱۲منہ

عــــہ۲: صحیح بخاری و صحیح مسلم ومسند امام احمد وسنن نسائی وابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین۔[3]

تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اور سارے جہان سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اللھم بحبہ لك وحبك اجعل حب احب الینامن حب الظمآن للماء البارد ومن حبنا انفسنایا ارحم الراحمین۔ اٰمین ۱۲منہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۱۹

[3] صحیح البخاری کتاب الایمان باب من الایمان ان یحب لاخیہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶، صحیح مسلم کتاب الایمان باب وجوب محبۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۹

ترجمہ خطبہ

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے اپنا رسول بھیجا گواہ اور خوشی اور ڈر سناتا ہوا، تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالٰی پر اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور تم اس کی تعظیم اور توقیر اپنے دل اور زبان سے بجالاؤ، تو اللہ تعالٰی نے ان کی تعظیم وتوقیر اور اعزاز کو تمھارے ایمان اور دین حق کا مضبوط رکن بنایا۔ اور تم پر حرام کیا ہے کہ تم اپنی آوازوں کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آواز پر بلند کرو یا تم ان کے حضور اس طرح چلا کر بولو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو، کہیں تمھارے اعمال اکارت نہ ہوجائیں اور تمھیں اپنے خسارے کی خبر نہ ہو، اور اللہ تعالٰی نے ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور ان کی بیعت کو اپنی بیعت بنایا تو اگر تم اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بیعت کرو تو تمھارے ہاتھ پر رحمان کا ہاتھ ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے اسم کریم کے ساتھ ان کا اسم پاک ملایا غنی کرنے، عطا کرنے، عطا کی امید کرنے، آگے ہونے، فیصلہ کرنے، مخالف ہونے، راضی ہونے اور خلوص وایذا میں تمھارے قرآن پاک میں، اور اللہ تعالٰی نے ان کی شان بلند فرمائی اور ان کی عظمت مکانی فرمائی، تو یوں اللہ تعالٰی نے ان کے معاملہ کو ان کے ماسوا سے ممتاز فرمایا۔ تو ان کی شان تمھارے ترازو سے ماوراء ہے، کیا تم کنکر کو موتی یا خون کو مشک یا بھس کو پھول قرار دوگے، تو بیشک تمھارے رب نے تمھیں راہنمائی دی ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو خواہ تمھارا باپ ہو یا آقا ہو یا بادشاہ ہو، اور اللہ تعالٰی نے ان لوگوں کے بارے میں جو زبان درازی ان کی شان میں کرتے ہیں فرمایا کیا تم اللہ تعالٰی اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے معاملہ میں ٹھٹھا کرتے ہو، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہوچکے ہو اپنے ایمان کے بعد، اے سرکش منافقو، فاسقو، تمھارے بڑے نے خیال ظاہر کیا کہ رسول اللہ کی مدح تمھاری آپس میں ایک دوسرے کی مدح کے مساوی بلکہ اس سے بھی کم ہے یہ تو تمھارے خیال میں ہے جبکہ بغض تمھارے منہ سے ظاہر ہوگیا ہے جو تمھارے دلوں میں ہے وہ اس سے بھی خطرناک ہے اور اللہ تعالٰی تمھارے حسد کو ظاہر فرمانے والا ہے، تم پر شیطان غالب آگیا ہے اس نے تم کو اللہ تعالٰی کی یاد اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم بھلادی ہے اور بلاشک قرآن نے تمھاری رسوائی بیان فرمادی پس شیطان نے تمھاری فاء پر اپنے شین کے نقطوں میں ایک نقطہ بڑھادیا اور تمھاری تاء کا دائرہ اپنے نون کے دائرہ سے بڑھادیا تو شیطان نے تمھیں ایمان کے ضائع کرنے میں، ایمان کی تقویت دکھائی، مومنوں کو اللہ تعالٰی اس حال پر نہ چھوڑے گا جس پر تم اب ہو جب تک خبیث کو طیب سے جدا نہ کردے اور اللہ تعالٰی تمھارے کفر سے غافل نہیں، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رب کی قسم تم مومن نہیں ہوسکتے جب تک وہ تمھارے والد۔ اولاد، تمام لوگوں اور تمھارے روحوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ صلی اللہ تعالٰی وبارک وسلم علیہ

وعلٰی آلہ الکرام وصحابتہ العظام اور ساتھ ہی تمھاری سرکشی اور غلط روی کے رد کرنے کی سنت پر قائم خدام پر سلام و برکات ہوں، اور اللہ تعالٰی ہمیں انتہائی تعظیم کے ساتھ آپ کی سچی محبت اور قیامت تک آپ کا دائمی ذکر عطافرمائے اگرچہ اس میں تمھاری ناکیں آلود اور تمھاری آنکھیں بیمار ہوں، آمین یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ (ترجمہ خطبہ ختم ہوا، یہاں سے جواب شروع ہے)

بلاشبہہ وہابیہ مذکورین اور ان کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیر قطعاً یقیناً کفر لازم اور حسب تصریحات جماہیر فقہائے کرام اصحاب فتاوٰی اکابر واعلام رحمہم اللہ الملک المنعام ان پر حکم کفر ثابت وقائم اور بظاہر ان کا کلمہ پڑھنا اس حکم کا نافی اور ان کو نافع نہیں ہوسکتا آدمی فقط زبان سے کلمہ پڑھے یا اپنے آپ کو مسلمان کہنے سے مسلمان نہیں ہوتا جبکہ اس کا قول یا فعل اس کے دعوے کا مکذب ہو گیا، اگر کوئی شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے کلمہ پڑھے بلکہ نماز وروزہ حج زکوٰۃ بھی ادا کرے بااینہمہ خدا اور رسول کی باتیں جھٹلائے یا خدا اور رسول وقرآن کی جناب میں گستاخیاں کرے یا زنار باندھے، بت کے لئے سجدے میں گرے تو وہ مسلمان قرار پاسکتا یا عادت کے طور پر وہ کلمہ پڑھنا اس کے کام آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہم ابھی حاشیہ خطبہ میں یہ مضمون آیات قرآنیہ سے ثابت کرچکے۔ درمختار مطبع ہاشمی ص ۳۱۸:

لواتی بھما علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یتبرأ[1]۔	اگر عادت کے طور پر کلمہ پڑھا تو نفع نہ دے گا جب تک اپنی اس کفری بات سے توبہ نہ کرے۔

امام الوہابیہ کا خود اپنے اقرار سے کافر ہونا نیز سب وہابیہ کا اپنے امام کی تصریح سے کافر ٹھہرنا

ان کے مذہبی عقیدوں اور ان کے پیشوائے مذہب کی کتابوں میں بکثرت کلمات کفریہ ہیں جن کی تفصیل کو دفتر درکار، اور ان کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں (جسے یہ لوگ معاذاللہ کتاب آسمانی کی مثل جانتے اور اپنے مذہب کی مقدس کتاب مانتے ہیں) اپنے اور اپنے سب پیرووں کے کھلم کھلا کافر ہونے کا صاف اقرار کیا ہے، میں پہلے ان کا وہ اقراری کفر نقل کروں پھر بطور نمونہ صرف ستر کفریات ان کے اور لکھوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ختم دنیا کا حال ارشاد فرمایا ہے کہ زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات وعزٰی کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وہ اٹھالیا جائے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور ہو جائے گی[2]۔

تقویۃ الایمان مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ ص ۴۴ پر یہ حدیث بحوالہ مشکوٰۃ نقل کی اور خود اس کا

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۵۶

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۸۱

ترجمہ کیا کہ:

"پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ اچھی، سو جان نکال لے گی جن کے دل میں ہوگا ایک رائی کے دانہ بھر ایمان، سو رہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں۔ سو پھر جائیں گے اپنے باپ دادوں کے دین پر۔"[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی صراحۃً ارشاد فرمایا تھا کہ "وہ ہوا خروج دجال لعین ونزول عیسی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آئے گی[2]۔

تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ الفاظ بھی خود ہی نقل کئے اور اس کا ترجمہ کیا ص ۴۵: "نکلے گا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسٰی بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈے گا اس کو، پھر تباہ کردے گا اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باؤ ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر مار ڈالے گی اس کو۔"[3]

باینہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔"[4]

اب نہ خروج دجال کی حاجت رہی نہ نزول عیسٰی کی ضرورت بلکہ ان کے نصیبوں کے لئے وہ ہوا بھی چل گئی، تمام مسلمانوں کے کافر مشرک بنانے کے لئے ختم دنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانہ موجودہ پر جمادی، اور کچھ پروانہ کی کہ جب یہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث نے خبر دی اور وہ ہوا چل چکی اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان تھا مر گیا اب تمام دنیا میں نرے کافر ہی کافر رہ گئے ہیں تو یہ شخص خود اور اس کے سارے پیرو کیا دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستے ہیں، یہ خود اپنے اقرار سے ٹھیٹ کافر پکے بت پرست ہیں، یہ خود ان کا اقراری کفر تھا، اب گنئے کہ علمائے کرام فقہائے عظام کی صریح تصریحوں سے ان پر کتنی وجہ سے کفر لازم:

کفریہ ۱: یہی اقرار کفر کہ جو اپنے کفر کا اقرار کرے وہ سچ کافر ہے، نوازل فقیہ ابواللیث، پھر خلاصہ، پھر تکملہ لسان الحکام مطبوعہ مصر ص ۵۷: رجل قال انا ملحد یکفر[5] جو اپنے الحاد کا اقرار کرے وہ کافر ہے۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۰

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس مطبع مجتبائی دہلی نصف ثانی ص ۴۸۱

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۱

[4] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۰

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ثانی جنس خامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

اشباہ فن ثانی کتاب السیر باب الردۃ:

قیل لھا انت کافرۃ فقالت انا کافرۃ کفرت[1]۔	کسی نے کہا تو کافرہ ہے، کہا میں کافرہ ہوں، وہ کافرہ ہو گئی۔

فتاوٰی عالمگیری مطبع مصر ۱۳۱۰ھ جلد ۲ ص ۲۷۹:

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ماعلمت انہ کفر لایعذر بھذا[2]۔	ایک مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے کافر ہو جائے گا اور اگر کہے کہ میں نہ جانتا تھا کہ اس میں مجھ پر کفر عائد ہوگا تو یہ عذر نہ سنا جائے۔

کفریہ ۲: اسی قول میں تمام امت کو کافر مانا، یہ خود کفر ہے، شفاء شریف امام قاضی عیاض ص ۳۶۲ و ص ۳۶۳:

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل بہ الی تضلیل الامۃ[3]۔	جو کوئی ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی طرف راہ نکلے وہ یقینا کافر ہے۔

کفریہ ۳: تقویۃ الایمان ص ۲۰: "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے، یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے۔"[4]۔ یہاں اللہ سبحنہ کے علم کو لازم وضروری نہ جانا اور **معاذاللہ** اس کا جہل ممکن مانا کہ غیب کا دریافت کرنا اسی کے اختیار میں ہے چاہے دریافت کرلے چاہے جاہل رہے۔ یہ صریح کلمہ کفر ہے، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۸:

یکفر اذا وصف اللہ تعالٰی بما لایلیق بہ اونسبہ الی الجھل اوالعجز اوالنقص[5] اھ	جو شخص اللہ تعالٰی کی ایسی شان بیان کرے جو اس کے لائق نہیں یا اسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

بحر الرائق مطبع مصر ج ۵ ص ۱۲۹، بزازیہ مطبع مصر ج ۳ ص ۳۲۳، جامع الفصولین

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۴۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۷۱

[4] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی ردالاشراك فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[5] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۸

مطبع مصر ج ۲ ص ۲۹۸:

لو وصف اللہ تعالٰی بما لا یلیق بہ کفر [1]۔	اگر اللہ تعالٰی کی شان میں ایسی بات کہی جو اس کے لائق نہیں کافر ہو گیا۔

کفریہ ۴: "جب چاہے دریافت کرنے" کا صاف یہ مطلب کہ ابھی تک دریافت ہوا نہیں ہاں اختیار ؏ ہے کہ جب چاہے دریافت کرلے تو علم الٰہی قدیم نہ ہوا اور یہ کھلا کفر ہے۔ عالمگیری ج ۲ ص ۲۶۲:

لو قال علم خدائے قدیم نیست یکفر کذا فی التتارخانیۃ [2] اھ ملخصا۔	جو علم خدا کو قدیم نہ مانے وہ کافر ہے ایسا ہی تاتارخانیہ میں ہے اھ ملخصا۔

کفریہ ۵: ایضاح الحق مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۷ھ ص ۳۵ و ۳۶:

تنزیہ او تعالٰی از زمان ومکان وجہت واثبات رؤیت بلاجہت ومحاذات (**الٰی قولہ**) ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ مے شمارد اھ ملخصا [3]۔	اللہ تعالٰی کو زمان ومکان اور جہت سے پاک قرار دینا اور اس کا دیدار بلاجہت وکیف ثابت کرنا (آگے یوں کہا) یہ تمام امور از قبیل بدعت حقیقیہ ہیں اگر کوئی شخص ان مذکورہ اعتقادات کو دینی اعتقاد شمار کرے اھ ملخصا (ت)

اس میں صاف تصریح کی ہے کہ اللہ تعالٰی کو زمان ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف ماننا بدعت وضلالت ہے اس میں اس نے تمام ائمہ کرام وپیشوایان مذہب اسلام کو بدعتی وگمراہ بتایا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ ص ۲۵۵ میں فرماتے ہیں:

عقیدہ سیز دہم آنکہ حق تعالٰی رامکان نیست واُورا جہتے از فوق وتحت متصور نیست وہمینست مذہب اہل سنت وجماعت [4]۔	تیرھواں عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے لئے مکان اور فوق وتحت کی جہت متصور نہیں ہے اور یہی اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے (ت)

؏: اس کے متعلق شرح عقائد وفقہ اکبر وشرح فقہ اکبر کی عبارات کفریہ ۱۰ کے رد میں دیکھئے ۱۲ منہ

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ بنوری ٹاؤن کراچی ۲/ ۲۹۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۲

[3] ایضاح الحق (مترجم اردو) فائدہ اول پہلا مسئلہ قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۷۷ و ۷۸

[4] تحفہ اثنا عشریہ باب پنجم در الٰہیات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۱

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۹، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۹:

یکفر باثبات المکان للہ تعالٰی [1] ۔	اللہ تعالٰی کے لئے مکان ثابت کرنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔

فتاوٰی قاضی خاں فخر المطابع ج ۴ ص ۴۳:

رجل قال خدائے بر آسمان میداند کہ من چیزے ندارم یکون کفرا لان اللہ تعالٰی منزہ عن المکان [2] ۔	کسی نے کہا کہ خدا آسمان پر جانتا ہے کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ کافر ہو گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے۔

خلاصہ کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲:

لو قال نردبان بنہ وبرآسمان برآئے و باخدائے جنگ کن یکفر لانہ اثبت المکان للہ تعالٰی [3] ۔	اگر کوئی یوں کہے کہ سیڑھی لگاؤ اور آسمان پر جا کر خدا سے جنگ کرو، تو کافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے اللہ تعالٰی کے لئے مکان مانا۔ (ت)

کفریہ ۶: رسالہ یکروزی فاروقی ص ۱۵۵:

بعد اخبار ممکن ست کہ ایشان رافراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر بتکذیب نصی از نصوص نگرددو سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست [4] ۔	خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی اسے بھلادے پس حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ہم مثل ثابت کرنا ہر گز نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب نہیں اور قرآن پاک کے نازل کرنے کے بعد اس کا سلب ہو جانا ممکن ہے۔ (ت)

اہل حق نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں حضور کا شریک وہمسر محال ہے، اور بعض علماء اس پر دلیل لائے تھے کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ

[1] بحر الرائق باب احکام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۰، فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۹

[2] فتاوٰی قاضی خاں کتاب السیر باب مایکون کفرا من المسلم الخ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۸۸۴

[3] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ۲ جنس ۲ مکتبۃ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۴

[4] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین فرمایا اگر حضور کا مثل بمعنی مذکور ممکن ہو تو معاذاللہ کذب الٰہی لازم آئے، اس کے جواب میں شخص مذکور نے وہ کفری بول بولا کہ اگر اللہ تعالٰی قرآن مجید دلوں سے بھلا کر ایسا کرے تو کس نص کی تکذیب ہوگی، یہاں صاف اقرار کردیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہوجانے میں تو حرج نہیں حرج اس میں ہے کہ بندے اس کے جھوٹ پر مطلع ہوں اگر انھیں بھلا کر اپنی بات جھوٹی کردے تو تکذیب کہاں سے آئیگی کہ اب کسی کو وہ نص یاد ہی نہیں جو جھوٹ ہوجانا بتائے غرض سارا ڈر بندوں کا ہے جب ان کی مت ماردی پھر پروا کیا **تعالی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا**۔ ظالموں کی باتوں سے اللہ تعالٰی بہت بلند ہے۔ت) شفاء شریف ص ۳۶۱:

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و نبوۃ نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابہ ادعی فی ذٰلك المصلحۃ بزعمہ اولم یدعہا فھو کافر باجماع[1]۔	جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت نبوت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو باینہمہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء کا کذب جائز ماننے والا بالاتفاق کافر ہوا اللہ عزوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر مرتد نہ ہوگا، اس مسئلے میں شخص مذکور اور اس کا کاسہ لیسوں کے اقوال سخت ہولناک وبیباک وناپاک ہیں جن کی تفصیل وتشریح اور ان کے رد بلیغ کی تنقیح ہماری کتاب **سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح** (۱۳۰۷ھ) سے روشن۔

کفریہ ۷: یکروزی ص ۱۴۵:

لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد چہ مقدمہ قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملٰئک وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والا لازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد[2]۔	اللہ تعالٰی کے لئے مذکور کذب کو ہم محال نہیں مانتے کیونکہ واقع کے خلاف کوئی قضیہ وخبر بنانا اور اس کو فرشتوں اور انبیاء پر القاء کرنا اللہ تعالٰی کی قدرت سے خارج نہیں ورنہ لازم آئیگا کہ انسانی قدرت اللہ تعالٰی کی قدرت سے زاید ہو جائے۔(ت)

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۹

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) فارقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

اس میں صاف تصریح ہے کہ جو کچھ آدمی اپنے لئے کرسکتا ہے وہ سب خدائے پاک کی ذات پر بھی روا ہے جس میں کھانا پینا، سونا، پاخانا پھرنا، پیشاب کرنا، چلنا، ڈوبنا، مرنا، سب کچھ داخل۔ لہٰذا اس قول خبیث کے کفریات حد شمار سے خارج۔

کفریہ ۸: یکروزی ص ۱۴۵:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحنہ میشمارند واورا جل شانہ بآں مدح می کنند برخلاف اخرس وجماد وصفت کمال ہمیں ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب دارد وبنابر رعایت مصلحت ومقتضائے حکمت بتنزہ از شوب کذب تکلم بکلام کاذب ننماید ہما شخص ممدوح می گردد بخلاف کسے کہ لسان او ماؤف شدہ یا ہر گاہ ارادہ تکلم بکلام کاذب نماید آواز بند گردد یا کسے دہن او رابند نماید ایں اشخاص نزد عقلا قابل مدح نیستند، بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعا عن عیب الکذب وتنزہا عن التلوث بہ از صفات مدح ست [1] اھ ملخصا۔	عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے لئے کمالات میں سے شمار کرتے ہیں اور عدم کذب کو گونگے اور جماد کے مقابلہ میں اللہ تعالٰی کی مدح بتاتے ہیں، اور جبکہ صفت کمال یہ ہے کہ کسی شخص کو جھوٹ بولنے پر قدرت ہو تو وہ مصلحت اور حکمت کی بناپر جھوٹی بات کہنے سے گریز کرے تو ایسا شخص مدح کا مستحق ہوتا ہے، اس کے برخلاف کوئی ایسا شخص کہ اس کی زبان ناکارہ ہو یا جب وہ جھوٹی بات کہنے کا ارادہ کرے تو اس کی آواز بند ہو جائے یا دوسرا کوئی اس وقت تک اس کا منہ بند کردے تو ایسے لوگ عقلاء کے ہاں مدح کے قابل نہیں ہوتے غرضیکہ جھوٹ کے عیب سے بچنا اور اپنے آپ کو جھوٹ میں ملوث نہ کرنا مدح کی صفات میں سے ہے اھ ملخصا (ت)

اس میں صاف اقرار ہے کہ اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا ممتنع بالغیر بلکہ محال عادی بھی نہیں کہ گونگے کا بولنا ہرگز نہ محال بالذات نہ ممتنع بالغیر، نہ ممتنع عقلی، نہ محال شرعی، صرف محال عادی ہے، اور وہ تصریح کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کا جھوٹ بولنا ایسا بھی نہیں جیسے گونگے کا بولنا کہ اللہ تعالٰی کی تو اس سے مدح کرتے ہیں اور گونگے کی نہیں، تو ضرور ہوا کہ کذب الٰہی محال عادی بھی نہ ہو یہ صریح کفر ہے اور اس میں ایمان ودین وشرائع سب کا ابطال کہ جب خدا پر جھوٹ ہر طرح روا ہے تو اس کی کسی بات پر اطمینان کیا ہے۔

کفریہ ۹: اسی قول میں صراحۃً مان لیا کہ اللہ تعالٰی میں عیب والائش کا آنا جائز ہے مگر مصلحۃً ترفع کے لئے

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) فارقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸۔۱۷

اس سے بچتا ہے یہ صراحۃً اللہ عزوجل کو قابل ہر گونہ نقص و عیب وآلودگی ماننا ہے کہ یہ بھی مثل کفریہ ہفتم ہزاروں کفریات کا خمیرہ ہے۔ عالمگیری قول مذکورہ در کفریہ ۳، اعلام بقواطع الاسلام مطبع مصر ۱۲۹۲ھ ص ۱۵:

من نفی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر [1]۔	جو اللہ تعالٰی کی شان میں کوئی ایسی بات نہ یا ہاں کہے جس میں کھلی منقصت ہو کافر ہو جائے۔

کفریہ ۱۰: اس قول میں صدق الٰہی بلکہ اس کی سب صفات کمال کو اختیاری مانا کہ مصلحت عیب وآلائش سے بچنے کو اختیار کیا ہے جس طرح کفریہ ۳ میں صفت علم غیب کو صراحۃً اختیاری کہا تھا اور جو چیز اختیاری ہو ضرور حادث ونو پیدا ہوگی، شرح عقائد النسفی طبع قدیم ص ۲۲:

الصادر عن الشیئ بالقصد والاختیار یکون حادثا بالضرورۃ [2]۔	جو کسی سے اس کے قصد و اختیار سے صادر ہو وہ بالبداہت حادث ہوگا۔ اور صفات الٰہی کو حادث ٹھہرانا کلمہ کفر ہے۔

فقہ اکبر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ وشرح فقہ اکبر ملا علی قاری طبع حنفی ۱۲۶۹ھ ص ۲۹:

صفاتہ فی الازل غیر محدثۃ ولا مخلوقہ فمن قال انھا مخلوقۃ او محدثۃ اووقف فیھا اوشك فیھا فھو کافر باللہ تعالٰی [3]	اللہ تعالٰی کی سب صفتیں ازلی ہیں، نہ وہ نو پیدا ہیں نہ مخلوق، تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا اس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

کفر ۱۱ تا ۱۹: اسی قول میں صاف بتایا کہ جن چیزوں کی نفی سے اللہ تعالٰی کی مدح کی جاتی ہے وہ سب باتیں اللہ عزوجل کے لئے ہو سکتی ہیں ورنہ تعریف نہ ہوتی، تو اللہ تعالٰی کے لئے "سونا، ۱۲ اونگھنا، ۱۳ بہکنا، ۱۴ بھولنا، ۱۵ جورو، ۱۶ بیٹا، ۱۷ بندوں سے ڈرنا، ۱۸ کسی کو اپنی بادشاہی کا شریک کرلینا، ۱۹ ذلت وخواری کے باعث دوسرے کو اپنا بازو بنانا وغیرہ سب کچھ روا ٹھہرا کہ ان سب باتوں کی نفی سے اللہ تعالٰی کی مدح کی جاتی ہے **آیت** "لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ" [4] نہ اسے اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ **آیت** "لَا یَضِلُّ رَبِّیْ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۸، اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۳۵۱

[2] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۲۳

[3] الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر الباری جل شانہ موصوف فی الازل الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۵

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵

وَ لَا یَنْسَی ﴿۵۲﴾ "[1] نہ میرا رب بہکے نہ بھولے۔ آیت "مَا اتَّخَذَ صَاحِبَۃً وَّ لَا وَلَدًا ﴿۳﴾ "[2] اللہ نے کسی کو اپنی جورو بنایا نہ بیٹا۔ آیت "وَ لَا یَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ "[3] اللہ کو ثمود کے پیچھے کا خوف نہیں۔ آیت "وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ" [4] نہ کوئی بادشاہی میں اس کا ساجھی نہ کوئی دباؤ کے سبب اس کا حمایتی۔ یہ سب صریح کفر ہیں۔

کفریہ ۲۰ و ۲۱: صراط مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص ۱۷۵:

نسبت پیر خود تا اینکہ روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ و چیزے رااز امور قدسیہ کہ بس رفیع بدیع بود پیش روے حضرت ایشاں کردہ فرمود کہ تراایں چنیں دادہ ام وچیز ہائے دیگر خواہم داد[5]۔	اپنے پیر کی نسبت یہاں تک کہ ایک روز ان کا دایاں ہاتھ اللہ نے اپنے خاص دست قدرت میں پکڑا اور امور قدسیہ کی بلند وبالا چیز کو ان کے سامنے پیش کرکے فرمایا کہ تجھے میں نے یہ چیز دے دی اور مزید چیزیں دوں گا۔ (ت)

ص ۱۳: مکالمہ ومسامرہ بدست مے آید[6] (مکالمہ اور گفتگو حاصل ہوگی۔ت)

ص ۱۵۴: گاہے کلام حقیقی ہم مے شود[7] عہ (اور کبھی کلام حقیقی بھی ہوتی ہے۔ت) شفاء شریف ص ۳۶۰:

من اعترف بالٰهیة اللہ تعالٰی ووحدانیتہ ولکنہ ادعی لہ ولد اوصاحبتہ فذلك کفر باجماع المسلمین وکذلك من ادعی مجالسة	جو اللہ تعالٰی کی الوہیت وتوحید کا تو قائل ہو مگر اس کے لئے جورو یا بچہ ٹھہرائے وہ باجماع مسلمین کافر ہے اسی طرح جو اللہ تعالٰی کے ساتھ ہمنشینی

عــــہ: یہ صراحۃً اپنے پیر وغیرہ کو نبی بتانا ہے ۱۲ سل السیوف۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲

[2] القرآن الکریم ۷۲/ ۳

[3] القرآن الکریم ۹۱/ ۱۵

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۱

[5] صراط مستقیم باب چہارم خاتمہ دربیان پارہ از واردات الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۴

[6] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب عشقی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۲

[7] صراط مستقیم باب سوم فصل چہارم تکملہ دربیان سلوك المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۳

اللہ تعالٰی والعروج الیہ ومکالمتہ [1] اھ ملخصاً۔	اس تک صعود اس سے باتیں کرنے کا مدعی ہو۔

ص ۳۶۲:

وکذلك من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ اوانہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمارھا ویعانق الحور العین فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [2]۔	اسی طرح جھوٹا متصوف دعوی کرے کہ اللہ تعالٰی اسے وحی کرتا ہے اگرچہ نبوت کا مدعی نہ ہو، یا یہ کہ وہ آسمان تک چڑھتا ہے جنت میں جاتا اس کے پھل کھاتا حوروں کو گلے لگاتا ہے یہ سب کافر ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے۔

حوروں سے اس معانقہ کے دعوے پر تو یہ حکم ہے خود رب العزت سے ہاتھ ملا کر مصافحہ پر کیا حکم ہوگا۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۹۹:

در حین بعثت بلکہ در حین مناجات ومکالمہ کہ اعلائے مراتب قرب بشری باجناب خداوندی ست [3]۔	نبی کی بعثت کے وقت بلکہ مکالمہ اور مناجات کے وقت جو کہ اللہ تعالٰی کے ہاں بشری قرب کا اعلٰی مرتبہ ہے۔ (ت)

اس ترقی سے صاف ظاہر کہ مکالمہ کا مرتبہ نفس نبوت سے خاص تر ہے تو دنیا میں کسی کے لئے اللہ عزوجل سے کلام حقیقی کا دعوی صراحۃً اس کی نبوت کا دعوی ہے، تفسیر عزیزی سورہ بقرہ مطبع کلکتہ ۱۲۴۹ھ ص ۴۲۳ زیر **قولہ تعالٰی "وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ"**:

منشائے ایں گفتگوے ایشاں جہل ست زیرا کہ نمی فہمند کہ رتبہ ہمکلامی باخدائے عزوجل بس بلند ست ہنوز بہ پایہ اولین آں کہ ایمان ست نرسیدہ اند وآں رتبہ مختص ست بملائکہ وانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وغیرہ ایشاں راہر گز میسر نمی شود پس فرمائش ہمکلامی باخدا گویا فرمائش آنست کہ تاہمہ راپیغمبراں	ان کی اس گفتگو کا منشاء جہالت ہے کیونکہ وہ یہ نہ سمجھے کہ اللہ تعالٰی کے ساتھ ہم کلامی کا رتبہ بہت بلند ہے یہ لوگ ابھی ایمان کی ابتداء کو نہیں پہنچے حالانکہ وہ رتبہ ہمکلامی فرشتوں اور انبیاء کو ہی حاصل ہے کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہے، تو اللہ تعالٰی سے ہمکلامی کی فرمائش کرنا گویا یہ فرمائش ہے کہ وہ

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۸

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۷۱-۲۷۰

[3] تحفہ اثنائے عشریہ باب ششم در بحث نبوت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۴

یافرشتہا سازد[1]۔	سب کو پیغمبر یا فرشتے بنادے (ت)

شرح عقائد جلالی مطبع مصر ص ۱۰۶ اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جو شخص دنیا میں اللہ عزوجل سے کلام حقیقی کا مدعی ہو کافر ہے۔ فرمایا:

المکالمة شفاھا منصب النبوة بل اعلی مراتبھا وفیه مخالفة لما ھو من ضروریات الدین وھوانه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم خاتم النبیین علیه افضل صلٰوۃ المصلین[2]۔	اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصب نبوت بلکہ اس کے مراتب میں اعلٰی مرتبہ ہے تواس کے دعوے کرنے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔

کفریہ ۲۲: صراط مستقیم ص ۱۲:

از جملہ آں شدت تعلق قلب ست بمرشد خود استقلالاً یعنی نہ بآں ملاحظہ کہ ایں شخص کہ ناوداں فیض حضرت حق وواسطہ ہدایت اوست بلکہ بحیثیت یہ کہ متعلق عشق ہماں می گردد چنانکہ یکے از اکابرایں طریق فرمود کہ اگرحق جل وعلا درغیر کسوت مرشد من تجلی فرماید ہرآئینہ مرابا اوالتفات درکار نیست[3]۔	ان میں سے ایک یہ کہ اپنے مرشد سے شدید قلبی مستقل تعلق یعنی یہ لحاظ نہ ہو کہ یہ مرشد اللہ تعالٰی کے فیض کا ذریعہ اور اس کی ہدایت کے لئے واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ عشق کا تعلق کے لئے واسطہ ہو چنانچہ اس طریقت کے ایک بڑے نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالٰی مجھ پر میرے مرشد کے لباس وشکل کے بغیر تجلی فرمائے تو مجھے اس کی طرف التفات درکار نہیں ہے۔ (ت)

شخص مذکورہ کے پیرووں سے استفسار ہے کہ اپنے اصول پر اس کلمہ کا حکم بتائیں یا خود اسی سے پوچھیں کہ وہ ہمیشہ ایک جگہ ایک بات کہنے دوسری جگہ آپ ہی اس کو کفر وضلالت بنادینے کا عادی ہے، تقویۃ الایمان ص ۱۵۶: "اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بیحواس ہوگئے پھر کیا کہئے

[1] فتح العزیزی (تفسیر عزیزی) سورہ بقرہ تحت آیۃ ۲/ ۱۱۸ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۷

[2] الدوانی علی العقائد العضدیۃ بحث توبہ سے قبل مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۶

[3] صراط مستقیم ہدایت ثالثہ افادہ ۲ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۱۱

ان لوگوں کو کہ اس مالک الملک سے ایک بھائی بندی کا رشتہ یا دوستی آشنائی کا سا علاقہ سمجھ کر کیا بڑھ بڑھ کر باتیں مارتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اگر میرا رب میرے پیر کے سوا کسی اور صورت میں ظاہر ہوں تو ہرگز اس کو نہ دیکھوں، اللہ پناہ میں رکھے ایسی ایسی باتوں سے ع

بے ادب محروم گشت از فضل رب [1] "ملخصًا

میں کہتا ہوں ہاتھ میں ہاتھ ملا کر باتیں ہونا تو بھائی بندی یا آشنائی کا سا علاقہ نہیں ع

بے ادب محروم ماند از فضل رب

کفریہ ۲۳: تقویۃ الایمان ص ۱۴:

" جتنے پیغمبر آئے سو وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اس کے سوا کسی کو نہ مانے " [2]

ص ۱۶ و ۱۷: "اللہ صاحب نے فرمایا کسی کو میرے سوا نہ مانیو " [3]

ص ۱۸: "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان۔" [4]

ص ۷: "اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔" [5]

یہاں انبیاء وملائکہ وقیامت وجنت ونار وغیرہا تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا اور اس کا افتراء اللہ تعالٰی اور اس کے رسولوں پر رکھ دیا، یہ کفریہ بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے، مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ عزوجل کا ماننا ضرور ہے یونہی ان سب کا ماننا جزء ایمان ہے ان میں جسے نہ مانے گا کافر ہے۔ ہر اردو زبان والا جانتا ہے کہ ماننا تسلیم وقبول واعتقاد کو کہتے ہیں ولہذا اہل زبان ایمان کا ترجمہ "ماننا" اور کفر کا ترجمہ "نہ ماننا" کرتے ہیں۔

آیت (بقرۃ): "ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝" [6]	موضح قرآن ترجمہ شاہ عبد القادر: تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے۔ [7]

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراك فی العادات مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۸

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰

[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۲

[4] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۲

[5] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

[6] القرآن الکریم ۲ /۶

[7] موضح القرآن ترجمہ شاہ عبد القادر تاج کمپنی کراچی ص ۴

آیت	موضح القرآن
آیت (یٰس) "لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ" [1]	موضح القرآن: ثابت ہوچکی بات ان بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے۔[6]
آیت (نساء) "یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ" [2]	موضح القرآن: سومانتے ہیں جو اترا تجھ پر۔[7]
آیت (اعراف) "وَ قَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ" [3]	موضح القرآن: اور پچھاڑی کاٹی ان کی جو جھٹلاتے تھے ہماری آیتیں اور نہ تھے ماننے والے۔[8]
آیت (انعام) "وَ اِذَا جَآءَكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ"۔[4]	موضح القرآن: اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے تو کہہ سلام ہے تم پر۔[9]
آیت (بقرہ) "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىٕكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ"[5]۔	موضح القرآن: مانا رسول نے جو کچھ اترا اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔[10]

دیکھو اللہ تعالٰی تو یہ فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں سب کو مانا، یہ شخص کہتا ہے اللہ نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانو۔

آیت	موضح القرآن
آیت (اعراف) "قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ" [11]	موضح القرآن: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔[12]

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۷

[2] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۵۳۰

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۶۲

[4] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۲۶

[5] القرآن الکریم ۷/ ۷۲

[6] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۳

[7] القرآن الکریم ۶/ ۵۴

[8] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۶۲

[9] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[10] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[11] القرآن الکریم ۷/ ۷۶

[12] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

تو اقوال مذکور کے صاف یہ معنی عـــہ ہوئے کہ اللہ تعالٰی کے سوا انبیاء ملائکہ کسی پر ایمان نہ لائے سب کے ساتھ کفر کرے اس سے بڑھ کر کفر کیا ہوگا۔

لطف یہ ہے کہ اسی تقویۃ الایمان کے دوسرے حصے تذکیر الاخوان مترجمہ سلطان خاں مطبع فاروقی ص ۳۷ میں ہے: "اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو ان کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔"[1]

سبحن اللہ! دوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی ہے جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ مشرک دوزخی، **کفی اللہ المومنین القتال** (مومنوں کو اللہ کافی ہے لڑائی میں۔ت)

کفریہ ۲۴: صراط مستقیم ص ۳۸:

صدیقی من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع پس اگر صدیق زکی القلب ست رضا و کراہیت حضرت حق در افعال و	صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ احکام شریعت میں محقق ہوتا ہے۔ اگر صدیق زکی القلب ہو تو اللہ تعالٰی کی رضا اور عدم رضا کو افعال و

عـــہ: اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنی اپنے جی سے گھڑیئے بھی تو **اولا** تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی، شفا شریف صفحہ ۳۲۲:

والتاویل فی لفظ صراح لایقبل[2]۔ صریح لفظ میں تاویل کا دعوی مقبول نہیں۔

ثانیا: وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کر چکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نہ رہی گھڑت ہے جو اسے خود قبول نہیں، تقویۃ الایمان ص ۵۸: "یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مرادی لیجئے معما اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ کہ باپ اور بادشاہ۔"[3]

یہ نفیس فائدہ ہر جگہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر حرکات مذبوحی کا جواب شافی ہے ۱۲ سل السیوف

---

[1] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر الصحابہ علیمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰۵

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی القسم الرابع الباب الاول المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانی ۲/ ۱۰۔۲۰۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس علیمی کتب خانہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۹

اقوال مخصوصہ وصحت وبطلان در عقائد خاصہ و محمودیت ومذمومیت در اخلاق وملکان شخصیہ بنور جبلی خود دریافت می نماید[1]۔	اقوال مخصوصہ میں اور صحت وبطلان کو عقائد خاصہ، پسندیدہ وناپسندیدہ کو اخلاق وعادات شخصیہ میں اپنے فطری نور سے جان لیتاہے۔(ت)

ص ۳۹:

پس احکام ایں امور مذکورہ اورابدو وجہ معلوم میشود یکے بشہادت قلب خود خصوصا ودیگر بسبب اندراج او در کلیات شرع عموما وعلم کہ بوجہ اول حاصل شدہ تحقیقی ست وثانی تقلیدی واگرزکی العقل ست نور جبلی او بسوئے کلیات اورا راہنمونی می فرماید پس علوم کلیہ شرعیہ اورا بدوواسطہ می رسد بوساطت نور جبلی و بوساطت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام در کلیات شریعت وحکم احکام ملت اوراشاگرد انبیاہم میتواں گفت وہم استاذ انبیاہم ونیز طریق اخذ آنہم شعبہ ایست از شعب وحی کہ انرا در عرف شرح بنفث فی الروع تعبیر میفرمایند وبعضے اہل کمال آں را بوحی باطنی مے نامند[2]۔	پس مذکور احکام اس کو دو طرح معلوم ہوتے ہیں،ایک خصوصی طور پر اپنے قلب کی گواہی سے اور دوسرا عموما شرعی کلیات میں داخل ہونے کی وجہ سے،اور پہلے طریقہ سے حاصل شدہ علم تحقیقی ہے اور دوسرا تقلیدی ہے،اور اگر ذکی العقل ہو تو اس کا فطری نور کلیات کی طرف اس کی رہنمائی کرتاہے،پس امور کلیہ شرعیہ اس کو دو طرح سے پہنچتے ہیں،ایک فطری نور کے ذریعہ سے،دوسرا انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے واسطہ سے،پس شرعی کلیات کااور حکم واحکام ملت میں اس کو انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں،اور ان کا ہم استاذ بھی کہہ سکتے ہیں،نیز ان کے اخذ کا طریقہ وحی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کو عرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں،اور بعض اہل کمال اس کو باطنی وحی کا نام دیتے ہیں۔(ت)

ص ۴۰:

ہمیں معنی رابامامت ووصایت تعبیر می کنند وعلم ایشاں راکہ بعینہٖ علم انبیاست لیکن بوحی ظاہری متلقی نشدہ بہ حکمت مے نامند[3]۔	اس معنی کو امامت اور وصایت سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کے علم کو جو کہ بعینہٖ انبیاء کو علم ہے لیکن ظاہری وحی سے حاصل نہیں ہوتا،اسکو حکمت کا نام دیتے ہیں۔(ت)

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۳و۳۴

[2] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۴

[3] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

ص ۴۱:

لابد اورا بمحافظتے مثل محافظت انبیاکہ مسمّٰی بہ عصمت ست فائز مے کنند[1]	ضروری ہے کہ اس کو محفوظ قرار دیا جائے جس طرح انبیاء کا محفوظ ہونا جس کو عصمت کہتے ہیں۔(ت)

ص ۴۲:

ندانی کہ اثبات وحی باطن وحکمت ووجاہت وعصمت مرغیر انبیاء رامخالف سنت واز جنس اختراع بدعت ست وندانی کہ ارباب ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[2] اھ ملخصا۔	یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی، حکمت، وجاہت اور عصمت کو غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا خلاف سنت اور از قبیل اختراع بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دنیا سے ختم ہوچکے ہیں اھ ملخصا(ت)

اس قول ناپاک میں اس قائل بیباک نے بے پردہ وحجاب صاف صاف تصریحیں کیں کہ ۱بعض لوگوں کو احکام شرعیہ جزئیہ وکلیہ بے وساطت انبیاء اپنے نور قلب سے بھی پہنچتے ہیں، ۲خاص احکام شرعیہ عــہ۱ میں انھیں وحی آتی ہے ایک طرح وہ انبیا کے مقلد ہیں اور ایک طرح ۳تقلید انبیاء سے آزاد احکام شرعیہ میں خود محقق، ۴وہ انبیاء کے شاگرد بھی ہیں اور ہم استاد بھی، ۵تحقیقی علم وہی ہے جو انھیں بے توسط انبیاء خود اپنی قلبی وحی سے حاصل ہوتاہے، انبیاء کے ذریعے سے جو ملتاہے وہ تقلیدی بات ہے، ۶وہ علم میں انبیاء کے برابر وہمسر ہوتے ہیں فرق اتنا ہے کہ انبیاء کو ظاہری وحی آتی ہے انھیں باطنی، ۷وہ انبیاء کے مانند معصوم ہوتے ہیں اسی مرتبہ کا نام حکمت ہے یہ کھلم کھلا غیر نبی کو نبی عــہ۲ بنانا ہے۔ جب ایک معصوم کو اعمال وعقائد وغیرہا امور شرعیہ میں احکام الٰہیہ

عــہ۱: **اقول** اوراحکام شریعت میں بھی کلیہ کی تصریح کردی ہے کہ کوئی ناواقف یہ دھوکا نہ کھائے کہ یہ لوگ مجتہدین امت سے ہیں۔ اگر بے وساطت انبیا حکم پہنچنا ہی اخراج مجتہدین کو بس تھا، مگر زیادت فرق وکمال صراحت کے لئے احکام کلیہ کا اونچا طرہ چمکتا پھندنا لٹکادیا کہ احکام کلیہ شرعیہ تو نبی ارشاد فرماتاہے کہ مجتہدین کی اتنی شان کہ ان سے احکام جزئیہ استنباط کرتاہے، یہاں ایسا نہیں بلکہ انھیں خود احکام کلیہ شریعت بے وساطت نبی بذریعہ وحی پہنچتے ہیں، مسلمانو! خدا کے واسطے اور نبی کسے کہتے ہیں ۱۲ سل السیوف۔

عــہ۲: اور نبی بھی کیسا صاحب شریعت ۱۲ سل السیوف۔

---

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

[2] صراط مستقیم ہدایت رابعہ دربیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۶

بے توسط انبیا خود بذریعہ وحی آئے پھر نبوت اور کس شے کا نام ہے فقط وحی باطنی ہونا کچھ منافی نبوت نہیں، بہت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو وحی الٰہی باطنی طور پر آتی، کہا جاتا ہے کہ سیدنا داؤد علیہ الصلٰوۃ والسلام کی وحی اس طرح کی تھی **کما نقله الامام البدر محمود فی عمدۃ القاری** (جیسا کہ امام بدر محمود نے عمدۃ القاری میں اسے نقل کیا۔ت) خود حضور اقدس سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بہت احکام اسی وحی باطنی سے آئے، جسے نفث فی الروع کہتے ہیں، علماء نے جو انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر وحی آنے کی سات ۷ صورتیں لکھیں ان میں یہ بھی ذکر فرمائی **کما فی العمدۃ والارشاد وغیرہما**، تو حقیقت نبوت مع لازم عصمت پوری پوری صادق آکر صرف وحی باطنی کی بنا پر نفی نبوت ممکن نہیں۔ مشکوٰۃ شریف مطبع انصاری ۱۳۰۲ھ ص ۴۴۴:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (فذکر الحدیث الی ان قال) وان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتی تستکمل رزقها[1] **۔الحدیث رواہ البغوی فی شرح السنة**[2] **قلت وبنحوہ رواہ الحاکم عنه البزار فی مسندہ عن حذیفة والطبرانی فی الکبیر عن الحسن بن علی غیر انه لم یذکر جبرئیل کالبیهقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنهم اجمعین۔**	ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک روح القدس نے میرے باطن میں وحی کی کہ کوئی جاندار نہ مرے گا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرے۔الحدیث۔(اس کو بغوی نے شرح السنۃ میں روایت کیا **قلت** (میں کہتا ہوں اور ایسی روایت امام حاکم نے ان سے کی اور بزار نے اپنی مسند میں حضرت حذیفہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حسن بن علی سے لیکن انھوں نے جبریل کا ذکر نہ کیا جس طرح بیہقی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے ذکر کیا ہے۔(ت)

شفاء شریف سے زیر کفر ۱۲ گزرا کہ صرف وحی کا مدعی کافر ہے، اگرچہ نبوت دعوٰی نہ کرے[3] تفسیر عزیزی عـــہ

عـــہ: زیادت جلیلہ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ ص ۲۱۱ میں فرماتے ہیں:

ھذا القول کفر لامحالة بالاجماع من	یہ قول یقینا باجماع امت بہت وجہ سے کفر ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح باب التوکل والصبر الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۵۲

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب التوکل والصبر الفصل الثانی مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۵۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعة الشرکة الصحافیة فی البلاد العثمانیه ۲/ ۲۷۰

ص ۴۴۲:

معرفت احکام شرعیہ بدون توسیط نبی ممکن نیست [1]۔	شرعی احکام کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔ (ت)

تحفہ اثنا عشریہ ص ۱۴۰:

آنچہ گفتہ است کہ فاطمہ بنت اسدرا وحی آمد کہ درخانہ کعبہ برود و وضع حمل نماید دروغیست پر بمیزہ زیرا کہ کسے از فرق اسلامیہ وغیر اسلامیہ قائل بہ نبوت فاطمہ بنت اسد نہ شدہ حجاج چہ قسم ایں را مسلم مے داشت [2]۔	جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تو خانہ کعبہ میں جا اور وہاں بچے کی پیدائش کر، یہ سب جھوٹ اور بے پر بات ہے کیونکہ کوئی بھی اسلامی اور غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنت اسد کی نبوت کا قائل نہیں ہے، حجاج اس کو کس طرح تسلیم کرسکتا ہے۔ (ت)

غرض اس ناپاک کلمے کے کلمہ کفر ہونے میں اصلاً شک نہیں اور اس میں اور جو خباثتیں ہیں مثلاً غیر نبی کو تقلید انبیاء سے من وجہ آزاد اور احکام شرعیہ میں خود محقق اور علوم انبیاء کا ہمسر وہم استاد اور بتقلید روافض مثل انبیاء معصوم ماننا ان کی شناعتیں ہر سچے مسلمان پر ظاہر ہیں۔ یہاں صرف ایک عبارت شاہ ولی اللہ پر اختصار کروں الدر الثمین شاہ صاحب مطبوع مطبع احمدی ص ۴ و ۵:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) وجوہ منہا دعوی تلقی الاحکام الشرعیۃ من اللہ تعالٰی بلاواسطۃ نبی وذلك دعوی نبوۃ [3] اھ مختصرًا۔	ازانجملہ یہ کہ اس میں اللہ تعالٰی سے بیوساطت نبی احکام شرعیہ لینے کا ادعا ہے اور یہ نبوت کا دعوی ہے اھ مختصرًا (ت)

امام الوہابیہ کے کفر اجماعی کا یہ خاص جزئیہ ہے والعیاذ باللہ رب العالمین ۱۲ منہ مدظلہ

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) بیان افراط فرقہ امامیہ پ الٓمٓ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۴۹

[2] الحدیقۃ الندیہ

[3] تحفہ اثنا عشریہ کید ہشتادو ۲ ہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۹

سألت صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم سوالا روحانیا عن الشیعة فاومی الی ان مذھبھم باطل وبطلان مذھبھم یعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندھم ھو المعصوم المفترض طاعة الموحی الیه وحیا باطنیا وھذا ھو معنی النبی فمذھبھم یستلزم انکار ختم النبوة قبحھم اللہ تعالٰی [1] ۔	میں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے رافضیوں کے بارے میں روحانی سوال کیا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کا بطلان لفظ امام سے ظاہر ہے جب مجھے ہوش آیا میں نے پہچانا کہ ان کے نزدیک امام وہ ہے جو معصوم ہو اور اس کی اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو، اور یہی معنی نبی کے ہیں تو ان کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے، اللہ ان کا بُرا کرے۔(ت)

دیکھو یہ وہی امامت وہی عصمت اور وہی وحی باطنی ہے جسے شاہ صاحب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم بتاتے ہیں، کیوں صاحب ان رافضیوں کو تو کہا گیا کہ اللہ ان کا بُرا کرے کیا اسے نہ کہا جائے گا کہ انکی طرح اس کا بھی بُرا کرے اور اسے ان کے ساتھ ایک زنجیر میں باندھے، آمین! غالبا اصل مقصود اپنے پیر رائے بریلی سید احمد کو کہ نواب امیر خاں کے یہاں سواروں میں نوکر اور بیچارے نرے جاہل سادہ لوح تھے نبی بنایا تھا اس کی یہ تمہیدیں اٹھائی گئی تھیں کہ بعض اولیاء اس طرح کے بھی ہوتے ہیں ادھر یہ وحی عصمت وغیرہ سب کچھ بگھار نبوت کا پورا خاکہ اتارا اخیر میں یہ بھی جمادی کہ اس مرتبہ کے لوگوں کو دنیا سے معدوم نہ جانیو قیامت تک ہوتے رہیں گے، پھر یہاں تو یہ بتادیا کہ اس مرتبہ کو حکمت کہتے ہیں ادھر ختم نبوت کتاب میں اپنے پیر کا خدا سے مکالمہ ومصافحہ اور بے تکلفی کی گفتگوئیں لکھ کر بچھلا نتیجہ دکھادیا کہ:

امثال ایں وقائع واشباہ ایں معاملات صدہا پیش آمد تا اینکہ کمالات طریق نبوت بذروہ علیائے خود رسید والہام وکشف بعلوم حکمت آنجامید انست [2] ۔	ان واقعات جیسے اور ان معاملات کے مشابہ سینکڑوں پیش آئے تاکہ نبوت کے راستے کے کمالات اپنے اعلٰی مقام تک پہنچ جائے اور علم حکمت کا الہام وکشف انجام پذیر ہو۔(ت)

بس کھل گیا کہ اس زمانے کے وہ وحی والے معصوم انبیاکے ہم استاد تقلید انبیا سے آزاد بیواسطہ انبیا احکام شریعت خدا سے پانے والے یہ پیر جی ہیں میں تو اس عیاری کا قائل ہوں کہ ابتداءً یوں نہ کہہ دیا

[1] الدر الثمین شاہ ولی اللہ

[2] صراط مستقیم خاتمہ دربیان پارہ از واردت ومعاملات المکتبة السلفیه لاہور ص ۱۶۵

پیر جی معصوم ہیں پیر جی پر وحی اترتی ہے بلکہ یوں پانی پاندھا کہ صدر کتاب میں بے غرضانہ بعض اولیاء کے لئے ان منصوبوں کا ثبوت مانا اور بنام حکمت مسمّٰی کیا پھر جمادیا کہ خبردار یہ نہ جاننا کہ اس زمانے میں ایسے کہیں نہیں بلکہ ہمیشہ رہیں گے پھر آخر کتاب میں پیر جی کے لئے درجہ حکمت ثابت کردیا یعنی بس سمجھ جاؤ یہ وہی منصب ہے جس کا ہم نام وحال سب کچھ اوپر بتاآئے ہیں غرض نیوتوں ساری جم گئی مگر تین کھٹکے رہ گئے تھے ایک سب سے بڑا یہ کہ آیہ کریمہ **خاتم النبیین** کا کیا جواب ہوگا۔اس کی فکر کو وہ مسئلہ گھڑا کہ اللہ تعالٰی کا جھوٹ بولنا کچھ دشوار نہیں۔ظاہر ہے کہ جب کلام الٰہی کا واجب الصدق ہونا قلوب عوام سے نکل جائے اس کی بات جھوٹی ہونی جائز وروا سمجھنے لگیں گے تو پھر آیت سے اعتراض کا محل نہ رہے گا۔دوسرا خدشہ پیر جی الف کے نام بے نہیں جانتے،اس پر کوئی طعن کر بیٹھا کہ نبی اور بے علم،یہ کیسا خبط بے ربط۔تو اس کا یہ سامان کرلیا کہ پیر جی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کمال مشابہت پر پیدا ہوئے ہیں اس لئے نرے امی رہے ص ۴:

از بسکہ نفس عالی حضرت ایشاں بر کمال مشابہت جناب رسالت مآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات در بدء فطرت مخلوق شدہ بناء علیہ لوح فطرت ایشاں از نقوش علوم رسمیہ وراہ دانشمندان کلام وتحریر وتقریر مصفٰے ماندہ بود[1]۔	چنانچہ ان حضرات کی عالی ذات کو جناب رسالتمآب علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ ابتداء فطرت میں کامل مشابہت دے کر پیدا کیا گیا اسی بناپر ان حضرات کی لوح فطرت رسمی علوم اور علماء کی راہ کلام وتحریر وتقریر سے مصفٰی رہی تھی۔ (ت)

افسوس پیر جی کا عیب چھپانے کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسی تشبیہ شفاء شریف میں ایسی تشبیہ دینے والے کی نسبت فرمایا ص ۳۳۶:

ماوقر النبوۃ ولا عظم الرسالۃ ولاعزر حرمۃ المصطفی (الی قولہ)فحق ھذا ان درئ عنہ القتل الادب والسجن[2]الخ۔	اس نے نہ نبوت کی توقیر کی نہ رسالت کی تعظیم نہ حرمت مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزت کی اگر اس سے قتل دفع کریں تو اس کی سزا تعزیر وقید ہے الخ (ت)

ص ۳۳۷:

کون النبی اُمّیًا آیۃ لہ وکون ھذا امیا نقیصۃ فیہ وجھالۃ[3]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا امی ہونا حضور کے لئے معجزہ ہے اور اس شخص کا امی ہونا اس میں عیب جہالت (ت)

---

[1] صراط مستقیم خطبہ کتاب المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۴

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل الوجہ الخامس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲ /۲۳۰

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل الوجہ الخامس المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۳۳

تیسرا بڑا اندیشہ یہ تھا کہ جاہل لوگ یہ سب کچھ گوارا کرکے براہ جہالت کوئی معجزہ مانگ بیٹھے یا کسی ذی علم ہی نے بقصد تفضیح وتعجیز فرمائش کردی تو کیسی بنے گی اس کی یوں بھاری پیش بندی کرلی گئی۔ تقویۃ الایمان حصہ دوم ترجمہ سلطان خان ص ۱۶ و ۱۷: "جس شخص سے کوئی معجزہ نہ ہو اس کو پیغمبر نہ سمجھنا یہ عادتیں یہود اور نصارٰی اور مجوس اور منافقوں اور مکہ والے اگلے مشرکوں کی ہیں پیغمبر خدا ایسی ہی باتوں کو مٹانے کے واسطے آئے پھر جو شخص ایسی عادتیں اختیار کرے اور مسلمانوں میں جاری کرے وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے مغضوب ہے راندا گیا خدا کے غضب میں گرفتار اور خدا کے دشمنوں میں شمار[1] اھ ملخصا۔"

ظاہر ہے کہ عوام بیچارے اتنے بھاری بھاری ڈراوے موٹے موٹے لغت سن کر کانپ جائیں گے پھر کوئی معجزہ، طلبی کا نام بھی زبان پر نہ لائے گا پیش خویش ان سب کارستانیوں سے کام پورا کرلیا تھا، پیر جی کی مہر کا کندہ اسمہ احمد قرار پایا تھا، خطبوں میں پیر جی کے نام صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنا شروع ہوگیا تھا مگر قہر الٰہی سے مجبور ہیں غیبی کوڑے نے سب بنے کھیل بگاڑ دئے پٹھانوں کے خنجر موذی کش نے چنے سور ما پچھاڑ دئے،

جی کی جی ہی میں رہی بات نہ ہونے پائی
وحی عصمت کی کرامات نہ ہونے پائی

"فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۵﴾"[2] (تو ظالم لوگوں کی جڑ کاٹ دی گئی۔ اور سب خوبیوں سراہا اللہ رب سارے جہاں کا۔ت)

کفریہ ۲۵: تقویۃ الایمان ص ۶۰، حدیث تو یہ لکھی:

أرأیت لو مررت بقبری اکنت تسجد له (بتاؤ اگر میری قبر پر گزر ہو تو تم اس کو سجدہ کروگے۔ت) خود ہی اس کا ترجمہ یوں کیا کہ: "بھلا خیال تو کر جو تو گزرے میری قبر پر کیا سجدہ کرے تو اس کو۔"

آگے جو گستاخی کی رگ اچھلے جھٹ آفت کی، (ف) لکھ کر فائدہ یہ جڑ دیا:

"یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"[3]

اس کے حامی اور اس کے پیرو ایمان سے بتائیں یہ حدیث کے کس لفظ کا مطلب ہے، کہاں تو وہ

---

[1] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵۷

[2] القرآن الکریم ۶/ ۴۵

[3] تقویۃ الایمان مع تذکیر الاخوان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۲

لفظ حدیث کہ اگر تو میری قبر سے گزرے، کہاں یہ فائدہ خبیث کہ مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ کیوں یہ کیسا کھلا افترا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من کذب علی متعمدا فلیتبوا مقعدہ من النار [1]۔	جو دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنالے۔

وہابی صاحبو! ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد پر اپنے پیشوا کا ٹھکانا بتاؤ، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء [2]۔	بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر حرام کیا ہے کہ پیغمبروں کے بدن کھائے۔

فائدہ: یہ حدیث ۱ ابوداؤد و ۲ نسائی و ۳ ابن ماجہ و ۴ امام احمد و ۵ ابن خزیمہ و ۶ ابن حبان و ۷ دار قطنی و ۸ حاکم وابونعیم ۹ وغیرہم ائمہ حدیث نے حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی امام الائمہ ۱ ابن خزیمہ و ۲ ابن حبان و ۳ دار قطنی نے اس کی تصحیح اور امام عبدالغنی وامام عبدالعظیم منذری نے تحسین کی حاکم نے کہا بر شرط بخاری صحیح ہے، ابن دحیہ نے کہا صحیح ہے محفوظ ہے ثقات عدول کے سلسلے سے آئی ہے

وہابی صاحبو! تمھارے پیشوا نے یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں کیسی عـــہ صریح گستاخی کی۔

عـــہ: **زیادت جلیلہ:** سبحان اللہ! رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾" [3]۔	جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱، صحیح مسلم تغلیظ الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ ۱/ ۷

[2] سنن ابو داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰، سنن النسائی کتاب الجمعۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۲۰۴، سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی فضل الجمعۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۷

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

زرقانی شرح مواہب مطبع مصر جلد اص ۱۰۶:

في الكامل للمبرد مما كفر به الفقهاء الحجاج انه رأى الناس يطوفون حول حجرته صلى الله تعالٰى عليه وسلم فقال انما يطوفون باعواد ورمة قال الدميرى كفروه بهذا لانه تكذيب لقوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم	ابوالعباس مبرد نے الکامل میں لکھا کہ ان باتوں میں جن کے سبب علماء کرام نے حجاج ظالم کو کافر کہا ایک یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو روضہ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف کرتے دیکھا بولا کچھ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کررہے ہیں۔ علامہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) اور فرماتے:

"لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَۙ۝۱۶۹ فَرِحِیْنَ"[1]۔ — خبردار شہیدوں کو مردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دئے جاتے ہیں شاد شاد۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبان خدا سے نفور خود حضور پرنور اکرم المحبوبین صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک لفظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذاللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک دن مرکر مٹی میں ملنے والا ہوں، قیامت میں ان شاء اللہ تعالٰی مرکر مٹی میں ملنے کا مزہ الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے "یعنی" کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افتراء کردیا حضور پر افتراء خدا پر افتراء ہے اور خدا پر افتراء جہنم کی راہ کا برابر۔

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَؕ۝۱۱۶"[2] "مَتَاعٌ قَلِیْلٌ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۝۱۱۷"[3] — بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا برتنا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

(النهى الاكيد عن الصلٰوة من وراء عدى التقليد من تصانيف المصنف العلامة قدس سره)

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹
[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۷

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء[1]۔رواہ ابوداؤد۔	کمال الدین دمیری نے فرمایا علماء نے اس قول پر اس وجہ سے تکفیر کی کہ اس میں ارشاد حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب ہے کہ بیشک اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔(اسے ابوداؤد نے روایت کیا۔ت)

فائدہ: یہ روضہ اقدس کا طواف کرنے والے تابعین یا اقل درجہ تبع تابعین تو ضرور تھے۔

کفریہ ۲۶: تقویۃ الایمان کی ابتداء میں شرک کی کچھ قسمیں اور ان کا اجمالی بیان گھڑا کہ یہ باتیں فلاں قسم سے شرک ہیں اس بیان کے بعد اسی اجمال کی تفصیل کی پانچ فصلیں مقرر کیں ان فصلوں میں جو کچھ ہے وہ اسی اجمالی بیان کی شرح ہے ص ۱۰ پر اسی بیان اجمالی میں لکھا:

"حاجتیں برلانی اللہ ہی کی شان ہے کسی انبیاء واولیاء کی یہ شان نہیں جو کسی کو مصیبت کے وقت پکارے وہ مشرک ہو جاتا ہے[2]۔"

اسی میں لکھا ص ۱۲: "جو کوئی انبیاء واولیاء کی اس قسم کی تعظیم کرے مشکل کے وقت ان کو پکارے ان باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے ان چاروں طرح کے شرک کا صریح قرآن وحدیث میں ذکر ہے اس لئے اس باب میں پانچ فصلیں کیں[3] اھ ملخصًا۔

غرض یہ اجمالی بیان ایک دعوی ہے اور آگے ساری کتاب اس دعوے کا بیان وثبوت، اب یہ دعوی تو یاد رکھئے کہ "جو کوئی انبیاء اولیاء کو پکارے وہ مشرک ہے" آگے ثبوت کی فصلوں میں اس کا بیان سنئے صفحہ ۲۹:

"اللہ سے زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارہ لوگوں کو ثابت کیجئے۔"[4]

یہ حضرات اولیاء وانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کو "ناکارے لوگ" کہا، کیا یہ ان کی جناب میں کھلی گستاخی نہیں، کیا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کفر خالص نہیں جس کی تفصیل شفاء شریف اور اسی کی

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الاول قصۃ الفیل دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۹۰

[2] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷

[3] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۹

[4] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۰

شرح وغیرہا کتب ائمہ میں ہے۔

کفریہ ۲۷: تقویۃ الایمان پہلی فصل میں اس دعوے کا کہ "انبیاء واولیا کو پکارنا شرک ہے" ثبوت سنئے ص ۱۹:

"ہمارا جب خالق اللہ ہے اور اس نے ہم کو پیدا کیا تو ہم کو بھی چاہئے کہ اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا تو وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے، دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوہڑے چمار کا تو کیا ذکر ہے۔"[1]

مسلمانو! ایمان سے کہنا حضرات انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کی نسبت ایسے ناپاک ملعون الفاظ کسی ایسے کی زبان سے نکل سکتے ہیں جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو، شاید اسی شخص نے اور طائفے کی نسبت سچ ہی کہا تھا کہ پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا کہ ان میں کوئی ایسا بھی نہ رہا جس کے دل میں دانہ خردل کے برابر ایمان ہو، اور حضرات انبیاء سے اسے کچھ کام نہ ہونا بہت ٹھیک ہے کہ جب اس کے میلے گندے مذہب میں ان کا ماننا ہی روا نہیں بلکہ کفر ہے تو دین تو یوں گیا، اور دنیا جو ایسوں کی غایت مرام و مبلغ علم ہے اس میں کسی نبی کی سرکار سے ٹکا مہینہ جمعہ کی روٹی ملنے کی بھی امید نہیں تو زال دنیا کے ایسے کمانے والے پوتوں کو انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام سے کام ہونے کا کیا باعث۔

کفریہ ۲۸و۲۹: یہ کفریہ اٹھائیس سب سے بدتر خبیث، صراط مستقیم ص ۹۵:

بمقتضائے ظلمت بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامع زوجہ خود بہتر ست وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود ست خیال آں با تعظیم و اجلال بسویداے دل انسان مے چسپد بخیال گاؤ و خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبود ونہ تعظیم بلکہ مہان و محقر میبود واین تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز	ظلمات بعضہا فوق بعض کی بناپر زنا کے وسوسہ سے اپنی بیوی سے مجامعت کا خیال بہتر ہے اور اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے۔ بخلاف گدھے اور گائے کے خیال میں نہ تو اس قدر چسپیدگی ہوتی ہے اور

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاول مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۳

ملحوظ و مقصود می شود بشرک میکشد[1]۔	نہ ہی تعظیم بلکہ ان کا خیال بے تعظیم اور حقیر ہوتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم واجلال نماز میں ملحوظ و مقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔

مسلمانو، مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے، اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے، ہاں واقعی رنڈی نے تو دل نہ دکھایا گدھے نے تو کوئی اندرونی صدمہ نہ پہنچایا، نیچا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم میں وخاتم النبیین پڑھ کر تازی نبوتوں کا دربار جلایا ان کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو ان کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو۔

مسلمانو! للہ انصاف، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکلنے کا ہے! حاش للہ! پادریوں پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انھوں نے بزعم خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں۔ شاید ان میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمھارے پیارے نبی سچے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں کہ انھیں مواخذہ دنیا کا اندیشہ ہے مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح عـــہ سب ودشنام کے لفظ لکھ دئے اور روز آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم وعذاب الیم کا اصلا اندیشہ نہ کیا۔

مسلمانو! کیا ان گالیوں کی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے انھیں ایذا نہ پہنچی، ہاں ہاں، واللہ واللہ انھیں اطلاع ہوئی، واللہ واللہ انھیں ایذا پہنچی، واللہ واللہ جو انھیں ایذا دے اس پر دنیا وآخرت میں اللہ جبار وقہار کی لعنت، اس کے لئے سختی کا عذاب شدت کی عقوبت۔ **آیت:**

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ	بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا وآخرت

عـــہ: اور ان کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے ۱۲ سل السیوف۔

[1] صراط مستقیم ہدایت ثانیہ در ذکر مخلات عبادات الخ افادہ نمبر ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

عَذَابًا مُّهِيْنًا ۞ "[1]	میں اور ان کے لئے بنار کھا ہے ذلت والا عذاب۔
آیت: " وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ "[2]۔	جو ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔

مسلمانو! پھر ان مقتدیوں کا ایمان دیکھئے، ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر اسلام کے کان میں انگلیاں دے کر یہ کچھ دیکھتے یہ کچھ سنتے ہیں اور پھر وہ ویسا ہی امام کا امام، یہ اس کے چیلے بیدام کے غلام، سبحان اللہ! یہ حرکات اور اسلام کا نام، مسلمان وہ ہیں جنھیں قرآن عظیم فرماتا ہے،

آیت: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ[3]۔	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اس کے رسول سے اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں یہ لوگ ہیں کہ نقش کردیا اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور مدد فرمائی ان کی اپنی طرف کی روح سے۔

وہابی صاحبو! مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت سویدائے دل کے اندر جماؤ جو ان کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے اگر تمھارا باپ بھی ہو الگ ہو جاؤ جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ، بہزار زبان وصد ہزار دل اس سے تبری کرو تحاشی کرو اس کے سایہ سے نفرت کرو اس کے نام محبت پر لعنت کرو، ورنہ اگر دوسرا تمھیں اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لیے جاؤ حقیقت اور چیز ہے، وائے بے انصافی اگر کوئی تمھارے باپ کو گالی دے تو اس کے خون کے پیاسے رہو صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو۔ بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ۔ وہاں نہ تاویلیں نکالو نہ سیدھی بات ہیر پھیر میں ڈالو، اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو۔ بلکہ اس کی امامت وپیشوائی کا دم بھرو، ولی جانو، جو اسے برا کہے الٹی اس سے دشمنی ٹھانو، بدلگام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو، رنگ رنگ کی تاویلیں ڈھالو، جیسے بنے کی بگڑی سنبھالو، اسی کی حمایت میں عظمت مصطفٰی

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۱

[3] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو، یہ کیا ایمان ہے، کیسا اسلام ہے، کیا اسلام اسی کا نام ہے۔

اے راہ روپشت بمنزل ہشدار

(اے منزل کی طرف پشت کرکے چلنے والے! ہوش کر۔ت)

مزہ یہ ہے کہ وہ خود تمھاری ساری بناوٹوں کا در باجلا گیا۔ تقویۃ الایمان:

"یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی لیجئے معما اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں۔ کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا، اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ۔"

اور انصاف کیجئے تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ نہیں میں جانتا ہوں تم یوں نہیں سمجھوگے ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھو اور آنکھیں بند کرکے بہ نگاہ انصاف غور کرو، اگر کوئی وہابی اپنے باپ کی نسبت کہے کہ تیرے کان گدھے کے سے ہیں تیری ناک بجو کی سی ہے، تو کیا اس نے اپنے باپ کو گالی نہ دی، یا کوئی سعادت مند نجدی اٹھ کر اپنے بدلگام مصنوعی امام کی نسبت کہے کہ ان کی آواز لطیف کتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی، ان کا دہن شریف سور کی تھوتھنی سے ملتا تھا، تو تم اسے کیسا سمجھوگے۔ کیا اپنے طائفے میں رکھوگے یا بسبب گستاخی پیشواذات سے باہر کردوگے۔ اب تمھیں ظاہر ہوگا کہ اس خبیث بددین نے جو ہمارے عزت والے رسول دوجہان بادشاہ عرش عالم پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت یہ لعنتی کلمات عہ لکھے۔ انھوں نے ہمارے اسلامی دلوں پر تیر و خنجر سے زیادہ کام کیا، پھر ہم اسے

عہ: یہاں اس کے پیروؤں کی غایت معذرت و سخن سازی جو کچھ ہے یہ ہے کہ کلام اس نے بقصد توہین نہ لکھا سوق سخن تاکید اخلاص کے لئے ہے مگر یہ بناوٹ اسی قبیل سے ہے کہ

لن یصلح العطاء ما افسدہ الدھر

(زمانے کے فساد کو یہ عطیہ ہرگز درست نہیں کرسکتا۔ت)

قصد قلب کلمات لسان سے ظاہر نہ ہوگا تو کیا وحی اترے گی کہ فلاں کے دل کا یہ ارادہ تھا اور صریح لفظ شنیع و قبیح میں سوق کلام خاص بغرض توہین ہونا کس نے لازم کیا، کیا اللہ و رسول کو برا کہنا اس وقت کلمہ کفر ہے جب بالخصوص اسی امر میں گفتگو ہو ورنہ باتوں باتوں میں جتنا چاہے برا کہہ جائے کفر و کلمہ کفر نہیں علت وہی ہے کہ ان حضرات کے دلوں میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت عظمت نہیں ان کی بدگوئی کو ہلکا جانتے ہیں اس میں طرح طرح کی شاخیں نکالتے ہیں جیسے بنے اپنے امام کے کفریات سنبھالتے ہیں، شفاء شریف ص ۳۳۰ (باقی اگلے صفحہ پر)

اپنے سچے پکے اسلامی گروہ میں کیونکر داخل کر سکتے ہیں، ذرا یہ فرق بھی دیکھتے جاؤ کہ ہم نے جو نظیریں دیں ان میں صرف تشبیہ پر قناعت کی، تم جانو جب نری تشبیہ ایسی ہو تو بدر جہا بد تر بتانے میں مسلمانوں کا کیا حال ہوا ہوگا الا لعنة اللہ علی اعداء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علٰی رسولہ واٰلہ وبارك وسلم۔

مسلمانو! اور ذرا اس ناپاک وجہ کو تو خیال کرو (خاکش بدہن) یہ "بدر جہا بد تر ہونا" اس لئے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آیا تو عظمت کے ساتھ آئیگا اور گدھے کا حقارت سے تو نماز عـــہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) تقدم الکلام فی قتل القاصد لسبہ الوجہ الثانی لاحق بہ فی الجلاء ان یکون القائل غیر قاصد للسب والازراء لامعتقد لہ ولکن تکلم فی جہتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکلمۃ الکفر ماھو فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم نقیصۃ مثل ان یاتی بسفہ من القول اوقبیح من الکلام و نوع من السب فی جہتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وان ظھر بدلیل حال انہ لم یقصد سبہ اما لجھالۃ او ضجر او سکر اوقلۃ ضبط لسانہ، او تھور فی کلامہ فحکم ھذا حکم الوجہ الاول قتل من دون تلعثم [1] اھ مختصرا۔	یعنی اس کا حال تو اوپر معلوم ہو چکا جو بالقصد تنقیص شان اقدس کرے، دوسری صورت اسی کی طرح روشن وظاہر یہ ہے کہ قائل نہ تنقیص و تحقیر کا قصد کرے نہ اس کا معتقد ہو مگر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معاملہ میں کلمہ کفر بول اٹھے جو حضور کے حق میں تنقیص شان ہو مثلا کوئی بے ادبی کا لفظ یا بری بات اور ایک طرح کی تنقیص بولے اگرچہ اس کے اس کے حال سے ظاہر ہو کہ اس نے مذمت و توہین کا ارادہ نہ کیا بلکہ جہالت یا جھنجھلاہٹ یا نشہ میں بک دیا یا بات کہنے میں زبان روکنے کی کمی یا بیباکی سے صادر ہوا، اس صورت کا حکم بعینہٖ وہی پہلی صورت کا حکم ہے فورا قتل کیا جائے بلا توقف ۱۲منہ۔

عـــہ: مکتوبات شیخ مجدد صاحب مطبوعہ لکھنؤ جلد ۲ مکتوب ۳ صفحہ ۴۶ خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند[2] الخ (پوری عبارت زیر کفر ۵۳ ص ۲۱۸ میں آتی ہے)

سبحان اللہ! کہاں تو اس شخص کا وہ کفری بول کہ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آیا اور خاکش بدہن شرک نے منہ پھیلایا یا فقط نماز برباد کہ ایمان ہی ابتر تف بروئے (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل قال القاضی تقدم الکلام المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۲۲

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰ بخواجہ محمد اشرف وحاجی محمد نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۶

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا تصور آنا اس شرک پسند کے نزدیک شرک تک پہنچائے گا۔

اقول: الحمد للہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت تو رفیع الدرجات ذوالعرش جل وعلا کی بنائی ہوئی ہے۔ کسی کافر یا کافر منش کے مٹائے نہ مٹے گی، چودھویں رات کے چاند کا چمکتا نور کہیں کتوں کے بھونکنے سے کم ہوا ہے ؎

مہ فشاند نور وسگ عو عو کند | ہر کسے بر خلقت خود مے تند

(چاند نور پھیلا رہا ہے اور کتا عو عو کرتا ہے، ہر ایک اپنی اپنی فطرت ظاہر کرتا ہے۔ت)

اس شخص کے نزدیک نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آنا موجب شرک کہ جب وہ آئے گا عظمت کے ساتھ آئے گا، مگر واللہ العظیم کہ شریعت رب العرش الکریم نے نماز بے ان کے خیال با عظمت وجلال کے ناقص ہے، اس سے کہو کہ اپنے شریکوں کو جمع کرے اور قہر والے عرش کے مالک سے لڑائی لے کہ تو نے کیوں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کافروشی وکفرمنشی ان کے (بدگویوں) کی طرف خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کے نہ صرف تصور بلکہ ہمہ تن اس میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر، اور کہاں شیخ طریقت وآقائے نعمت وخداوند دولت خاندان دہلی شیخ مجدد کا یہ واشگاف قول کہ تصور صورت شیخ سے غافل نہ ہو۔ نمازوں، عبادتوں، سب وقتوں حالتوں میں اسی کی طرف متوجہ رہو اگرچہ عین نماز میں اسی صورت کو سجدہ محسوس ہو وہ قبلہ عبادت ہے، نہ مسجود لہ جو اس قبلہ سے پھرا وہ بیدولت تباہ ہوا اس کا کام برباد ہوگیا، تصور شیخ کی ایسی دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے طالبان خدا کو اس کی بہت تمنا رہتی ہے، غرض وہ بول یہ قول باہم لڑے ہیں کفر وشرک کے عقاب پر تولے کھڑے ہیں، دیکھئے وہابی صاحب کدھر ڈھالتے ہیں ادھر جھکاتے یا ادھر ڈالتے ہیں ؎

یا دامن یار رفت از دست | یا ایں دل زار رفت از دست

(یار دامن ہاتھ سے جائے گا یا یہ آزردہ دل ہاتھ سے جائیگا۔ت)

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ [1]۔ ۱۲ سل السیوف الهندیة علی کفریات باباالنجدیة	مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ہے، کیا اچھا تھا کہ وہ جانتے، ۱۲ سل السیوف الهندیة علی کفریات باباالنجدیة

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اس میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ پڑھنا عرض کرنا لازم کیا۔

مسلمانو! کیا ان کے پڑھنے کا حکم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف خیال کرنے کا حکم نہ ہوا، بیشک ہوا، اور واقعی ان کا خیال مسلمان کے دل میں جب آئے گا عظمت وجلال ہی کے ساتھ آئے گا کہ اس کا تصور ان کے پاک مبارک تصور کو لازم بین بالمعنی الاخص ہے اور عرض سلام تو خاص بغرض ذکر واکرام ہی ہے تو یہاں نہ صرف ان کے خیال بلکہ خاص نماز میں ان کے ذکر وتکریم کا حکم صریح ولکن المنفقین لایعلمون (لیکن منافقین نہیں جانتے۔ت) احیاء العلوم مطبع لکھنؤ ج ا ص ۹۹:

احضر فی قلبك النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل سلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ[1]۔	التحیات میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر السلام علیک ایھا النبی ورحمہ اللہ وبرکاتہ،۔

میزان امام شعرانی مطبوعہ مصر جلد ا صفحہ ۱۳۹و۱۴۰:

سمعت سیدی علیاً الخواص رحمہ اللہ تعالٰی یقول انما امر الشارع المصلی بالصلٰوۃ والسلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی التشھد لینبہ الغافلین فی جلوسھم بین یدی اللہ عزوجل علی شھود نبیھم فی تلك الحضرۃ فانہ لایفارق حضرۃ اللہ تعالٰی ابدافیخاطبونہ بالسلام مشافیۃ[2]۔	میں نے اپنے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالٰی کو فرماتے سنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انھیں آگاہ فرما دے کہ اس حاضری میں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھیں اس لئے کہ حضور کبھی اللہ تعالٰی کے دربار سے جدا نہیں ہوتے پس بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام عرض کریں۔

[1] احیاء العلوم کتاب اسرار الصلٰوۃ بیان تفصیل ماینبغی ان یحضر القلب الخ مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/۱۲۹

[2] المیزان الکبرٰی للشعرانی باب صفۃ الصلٰوۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۶۷

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب صدیقی ص ۲۱۰:

ثم اختار بعدہ السلام علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تنویھا بذکرہ واثباتا للاقرار برسالتہ واداء لبعض حقوقہ [1]۔	پھر اس کے بعد التحیات میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام اختیار کیا ان کا ذکر پاک بلند کرنے کو اور ان کی رسالت کا اقرار ثابت اور ان کے حقوق سے ایک ذرہ ادا کرنے کے لئے۔

اولیائے عظام وعلمائے کرام نے اس عرض سے سلام کی جو حکمت ارشاد فرمائی ہے میں اسے مواہب لدنیہ وغیرہا ائمہ کتب سے نقل کروں اس سے بہتر کہ ان غیر مقلدوں کے امام آخر الزمان نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی کتاب سے سناؤں کہ یہ ان پر اشد وسخت تر ہے۔ مسک الختام نواب بھوپال مقام ص ۲۴۴:

نیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومنان وقرۃ العین عابدان ست درجمیع احوال واوقات خصوصا درحالت عبادات ونورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر ست وبعضے از عرفاء قدس سرہم گفتہ اند ایں کہ خطاب بجہت سریاں حقیقت محمدیہ است علیہ الصلٰوۃ والسلام در ذرائر موجودات وافراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیان موجود حاضر ست پس مصلی باید کہ ازیں معنی آگاہ باشد وازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب واسرار معرفت منور وفائز گرددآرے۔ درراہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست می بینمت عیاں دعا می فرستمت [2]	تمام احوال واوقات خصوصا عبادات کی حالتوں میں حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام مومنین کا نصب العین اور عابدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے ہیں، عبادات کے مواقع میں نورانیت اور انکشاف زیادہ قوی ہوتا ہے، بعض عارفین قدس اسرارہم نے فرمایا کہ نماز میں (السلام علیک کا) خطاب حقیقت محمدیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ہوتا ہے جو موجودات کے تمام ذرات اور ممکنات کے تمام افراد میں سرایت کئے ہوئے ہے لہذا حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہوتے ہیں اس لیے نمازی کو اس حقیقت سے آگاہ رہنا چاہئے اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اس موجودگی سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فائز ہوجائے، ہاں (شعر) عشق کی راہ میں قرب وبعد کا مرحلہ نہیں ہے۔ میں آپ کو واضح طور پر دیکھ رہا ہوں اور دعا پیش کرتا ہوں۔ (ت)

[1] حجۃ البالغہ الامور التی لابدمنہا فی الصلٰوۃ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۲/ ۶

[2] مسک الختام شرح ببلوغ المرام کتاب الصلٰوۃ باب صفۃ الصلٰوۃ مطبع نظامی کانپور ۱/ ۲۴۴

اس عبارت میں نواب بہادر فرمائشی شرکوں کے انبار لگاگئے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر عبادت میں مسلمانوں کے پیش نظر ہیں ایک شرک، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر نمازی کی ذات بلکہ ہر ہر ذرہ ممکنات میں موجود و حاضر ہیں ۲ دو شرک، نمازی نماز میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مشاہدے سے ہر گز غافل نہ ہوتا ہے کہ قرب الٰہی پائے، ۳ تین شرک، مگر یہ کہیے کہ اگلی پچھلی سلطنتوں میں بڑے لوگوں کو تین خون معاف ہوتے تھے گورنمنٹ وہابیت سے نواب بہادر کو تین شرک معاف ہیں ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اسی طرح وعلی عباداللہ الصلحین کیا شرک سے بچے رہے گا کہ امثال آں از معظمین سب کو شامل۔

مسلمانو! کیا ہر نماز کے ختم پر درود شریف پڑھنا سنت نہیں، اور حضرت امام شافعی وامام احمد عـــہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تو فرض ہے۔ پھر درود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یاد و تکریم نہیں تو کیا ہے۔ درود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خیال باعظمت وجلال سے انفکاک کیونکر ممکن! مسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام ومنفرد پر واجب اور ان غیر مقلدوں وہابیوں کے یہاں سب پر فرض ہے ان سے کہو اس میں "صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ"[1] نکال ڈالیں یعنی راہ ان کی جن پر تو نے انعام کیا۔ جانتے ہو وہ کون ہیں؟ ہاں قرآن سے پوچھو وہ کون ہیں:

"فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ"[2]	جن پر خدا نے انعام کیا وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں

جب "صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ"[3] پڑھ کر ان کی راہ مانگی جائے گی ضرور عظمت کے ساتھ ان کا خیال آئے گا اور وہ اس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اس شرک کے دور کرنے کی کوشش کریں صرف "غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ ۠"[4] رکھیں کہ انبیاء وصدیقین کی جگہ نماز میں یہود نصارٰی کی یادگاری رہے، بلکہ "اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ"[5] بھی رکھنے کے قابل نہیں کہ حدیث میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وصدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما مراد لئے گئے ہیں، فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی مصر ۹۵ھ ص ۳:

عـــہ: فی اشہر الروایتین اھ میزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ ۱۲ منہ۔ (م)	دونوں روایتوں میں سے مشہور روایت میں میزان الشعرانی ورحمۃ الامۃ ۱۲ منہ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۱/ ۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۹

[3] القرآن الکریم ۱/ ۶

[4] القرآن الکریم ۱/ ۷

[5] القرآن الکریم ۱/ ۵

الصراط المستقیم کتاب الله وقیل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وصاحباه[1]۔	صراط مستقیم سے مراد قرآن ہے اور بعض نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما مراد ہیں (ت)

مسلمانو! میں فقط الحمد کو کہتا ہوں۔ نہیں نہیں شاید دو ایک کے سوا قرآن عظیم کی کسی سورت کا نماز میں تلاوت کرنا اس وہابی شرک سے نہ بچے گا۔ جن سورتوں میں حضور پر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا دیگر انبیائے کرام یا ملائکہ عظام یا صحابہ کبار یا مہاجرین وانصار یا متقین ومحسنین وعباداللہ الصالحین کی صریح تعریفیں ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہے، یونہی وہ بھی جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلٰوۃ والثناء کے قصص مذکور ہیں کہ ان کا تصور جب آئے گا عظمت ہی سے آئے گا جس کا اس شخص کو خود اقرار ہے ان کے سوا گنتی ہی کی سورتیں حضور اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر صریح سے خالی ہوں گی اور کچھ نہ ہو تو کم سے کم حضور سے خطاب ہوں گے جب چاروں قل، "تبت" میں کھلا ہوا حضور قدس صلی کا ذکر لگا ہوا ہے کہ اس کی تلاوت میں ضرور خیال جائے گا کہ یہ بھاری انتقام اللہ عزوجل کس کی طرف سے لے رہا ہے، یہ سخت غضب الٰہی کس کی جناب میں گستاخی کرنے پر اتر رہا ہے "لایلف" شریف میں اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا صراحۃً ذکر نہیں تو کعبہ معظّمہ کا ذکر ہے اور وہ بھی کمال تعظیم کے ساتھ کہ اپنی ربوبیت کو اس کی طرف اضافت فرمایا اس کا تصور کب بے عظمت آئے گا بنظر ظاہر صرف سورہ تکاثر اس عالمگیر وبا سے بچے گی باقی تمام وکمال ہر سورۃ کی تلاوت شرک عـــہ میں ڈالے گی پھر تکاثر بھی

عـــہ: اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ عیاذًا باللہ ان شرکیات کی واجب وسنت وجائز کرنیوالی ہوئی، صحابہ سے آج تک تمام مسلمان کہ ان امور پر اجماع کیے ہوئے ہیں سب شرک میں گرفتار ٹھہرے اس سے بڑھ کر اور کیا کلمہ ہوگا، شفاء شریف ص ۳۶۲ و ۳۶۳:

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة[2]۔ ۱۲ سل السیوف الهندیة علی کفریات بابا النجدیة للمصنف العلامة مدظله	جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اسے کافر کہتے ہیں ۱۲ سل السیوف الہندیۃ علی کفریات بابا النجدیۃ للمصنف العلامۃ مدظلہ۔

---

[1] فتح الخبیر مع الفوز الکبیر الباب الخامس تکملہ الفوز الکبیر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۷

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماهو من المقالات المطبعة الشرکة الصحافیة فی البلاد العثمانیه ۲/ ۲۷۱

بچی تو صرف شرک سے معصیت یا کراہت سے اسے بھی نجات نہیں کہ مقابر وجحیم واموال ونعیم کا خیال اس میں بھی رکھا ہوا ہے یہ عظمت کے ساتھ نہ آکر خیال انبیاء واولیاء کے شرک میں نہ ملا تو خیال گاؤخر کی قباحت میں تو شریک ہوگا۔تف ہزار تف ایسے ناپاک اختراع پر۔

مسلمانو! میں صرف نماز ہی میں گفتگو کرتا ہوں، نہیں نہیں۔اس کے نزدیک بیرونی نماز بھی قرآن عظیم کی تلاوت شرک ہے کیافقط نماز ہی عبادت ہے نفس تلاوت نہیں کیااس عبادت میں شرک رواہے، حاشا کسی عبادت میں روانہیں۔اور قرآن کی سورتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت، ان کی ذکر، ان کی یاد، ان کی تعظیم، ان کی تکریم سے گونج رہی ہیں توعبادت تلاوت بے تصور عظمت سیدنا عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر متصور، تواس چوپائی شرک سے کدھر مفر، غرض اس دشنام صریح سے قطع نظریہ وجہ قبیح خود اقبح القبائح و مجموعہ صدہا کفریات وفضائح ہے۔

مسلمانو! تم نے دیکھا کیسی خبیث وناپاک وجہ کے حیلے سے اس شخص نے تمھارے پیارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالی دی اور ہنوز دعوی اسلام باقی ہے۔سبحان اللہ! یہ منہ اور یہ دعوی!

"رَّبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ "[1]	اے میرے رب تیری پناہ شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب تیری پناہ کہ وہ میرے پاس آئیں (ت)

تنبیہ: میں نے اس کفریہ ملعونہ کی تفضیح وتقبیح میں ذرااپنے قلم کو وسعت دی کہ یہ مقام اس شخص کی اشد شقاوت کا تھااور میں نے نہ دیکھا کہ ہمارے علماء نے یہاں کلام کو کامل رنگ تفصیل دیا ہو، اب اس قول خبیث اخبث الاقوال بلکہ ارجس الابوال کے بعد مجھے اس کے کفریات جزئیہ زیادہ گنانے کی حاجت نہیں کہ طول وجہ ملال ہے مگر اجمالاً اتنااور سن لیجئے کہ اس کے حصہ میں جزئیات کثیرہ کے علاوہ بعدد ابواب جہنم سات کلیات کفریاتکے ہیں:

دہلوی ملاکے یہاں کفریات کے سات کلیے

(۱) جابجاقرآن عظیم ایک بات فرمائے اور یہ صاف اسے غلط وباطل کہہ جائے۔شفاء شریف میں ص ۳۴۷، معین الحکام امام علاء الدین علی طرابلسی حنفی مطبع مصر ص ۲۲۹:

من استخف بالقراٰن اوبشیئ منه او حجده اوکذب بشیئ منه اواثبت مانفاه اونفی	جو شخص قرآن مجید یااس کے کسی حرف کی گستاخی یااس کاانکار یااس کی کسی بات کی تکذیب یاجس

[1] القرآن الکریم ۹۸/۲۳

ماا ثبته علی علم منه بذلك اوشك فی شیئ من ذٰلك فهو كافر عنداهل العلم بالاجماع [1]۔(ملخصا)	بات کی قرآن نے نفی فرمائی اس کا اثبات یاجس کا اثبات فرمایااس کی نفی کرے دانستہ یا اس میں کسی طرح کا شک لائے وہ باجماع تمام علماء کے کافر ہے۔(ملخصا)

(۲) اس کے طور پر قرآن عظیم میں جابجا شرک موجود۔

(۳) اس کے نزدیک انبیاء کرام علیہم الصلٰوۃ سے شرک صادر ہوئے۔

(۴) یونہی حضرات ملائکہ عظام علیہم الصلٰوۃ والسلام سے۔

(۵) یہی خیال خبیث حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت۔

(۶) جن باتوں کو یہ صاف صاف شرک بتاتا ہے وہ اس کے اکابر مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی اور ان کے والد ماجد شاہ ولی اللہ اور ان کے والد شاہ عبدالرحیم اور ان سب کے پیر سلسلہ جناب شیخ مجدد صاحب کی تصنیفات تحریرات میں اہلی گہلی پھر رہی ہیں تو اس کے نزدیک معاذاللہ وہ سب مشرک تھے پھر یہ انھیں امام وپیشواوولی خدا کہتا ہے اور بڑی لمبی چوڑی تعریفوں سے یاد کرتا ہے اور جو مشرکوں کو ایسا جانے خود کافر ہے تو یہ اس کا نیم اقراری کفریہ ہوا۔

(۷) کھلے شرکوں کے بھاری تودے خود اس کے کلام میں برساتی حشرات الارض کی طرح پھیلے ہیں ایک بات اس کتاب میں کفر دوسری میں ایمان، یہاں شرک وہاں عرفان، تو یہ پورا اقرار کفریہ ہے، میں ان سب کی پوری تفصیل کروں تو بلا مبالغہ ایک مجلد ضخیم لکھوں دوسرے سے پانچویں تک چار کلیے کے لئے بکثرت جزئیات فقیر نے اپنے رسالہ **اکمال الطامۃ علی شرك سوی بالامور العامۃ** (۱۳۱۱ھ) میں جمع کئے ثلثہ باقیہ کے جزئیات پر ہمارے بہت رسائل میں کلام ملے گا اور خود اسی رسالہ کی تقریرات سابقہ سے بعض کا پتا چلے گا یہاں بطور نمونہ ساتوں کلیے کی صرف ایک مثال لکھوں۔

کفریہ ۳۰: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾" [2]۔	ہم یہ کہاوتیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے لئے اور ان کی سمجھ نہیں مگر عالموں کو۔

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واعلم ان من استخف بالقرآن الخ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیہ ۲/ ۲۸۷و ۲۸۸

[2] القرآن الکریم ۲۹/ ۴۳

یہ شخص غیر مقلدی اور دین الٰہی میں ہر گونہ آزادی کا پھاٹک کھولنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے قرآن سمجھنے کو علم ہر گز درکار نہیں۔

تقویۃ الایمان ص ۳: "عوام الناس میں مشہور ہے کہ اللہ ورسول کا کلام سمجھنا بہت مشکل ہے اس کو بڑا علم چاہئے سو یہ بات بہت غلط ہے [1] اھ ملخصا۔

لطف یہ کہ اپنے اس گھڑے مطلب پر دلیل لایا آیہ کریمہ:

"هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ" [2]۔ سے، اور خود ہی اس کا ترجمہ کیا کہ: "وہ اللہ ایسا ہے کہ جس نے کھڑا کیا نادانوں میں ایک رسول ان میں سے کہ پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقل کی باتیں۔" [3] کیوں حضرت! جب قرآن کے سمجھنے کو علم درکار نہیں ہر جاہل نادان سمجھ سکتا ہے تو نبی کے سکھانے کی کیا حاجت تھی، سبحان اللہ! ردو اسدوا تو خود سمجھ لیں اور صحابہ کرام سکھانے کے محتاج۔

کفریہ ۳۱ و ۳۲: تقویۃ الایمان ص ۱۰: "روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست اور بیمار کردینا اقبال واد بار دینا، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب اللہ ہی کی شان ہے اور کسی انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالٰی نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے [4] اھ ملخصًا۔

کاش یہ ظالم صرف اس قدر کہتا کہ جو کسی کو قادر بالذات و متصرف بالاستقلال سمجھے مشرک ہے تو بیشک حق تھا مگر یوں مطلب کیا نکلتا کہ یہ معنی تو کسی کی نسبت کسی مسلمان کے خیال میں ہر گز نہیں تو تمام مسلمانوں کو

---

[1] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲

[2] القرآن الکریم ۶۲ /۲

[3] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳

[4] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷

کیونکر مشرک بنایا جاتا اور وہ کیونکر صادق آتا کہ ص ۵:

"شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب[1]۔"

صفحہ ۴۵: "سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا[2]" کہ تمام دنیا میں کوئی مسلمان نہ رہا لہٰذا یہ عام جبروتی حکم لگایا کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ہے[3]۔"

اب غور کیجئے کہ اس ناپاک وملعون قول پر انبیاء وملائکہ سے لے کر اللہ ورسول تک اور اس کے پیشواؤں سے لے کر خود اس ظلوم وجہول تک کوئی بھی حکم شرک سے نہ بچا۔

آیت: "اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ"[4]۔ آیت: "وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ"[5]۔	انھیں دولتمند کردیا اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے۔ اے عیسٰی تو تندرست کرتا ہے مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے۔

یہ معاذاللہ قرآن عظیم کے شرک ہیں اور "میرے حکم سے" کا لفظ بڑھا دینا شرک سے نجات نہ دے گا کہ تندرست کردینے کی قدرت اللہ ہی کے حکم سے سمجھے جب بھی تو اس شرک پسند کے نزدیک شرک ہے۔ **کفریہ ۳۳:**

آیت: "اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ"[6]۔	(عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا) میں مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہوں اور میں مُردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

یہ معاذاللہ عیسٰی مسیح کلمۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرک ہوا۔ **کفریہ ۳۴ تا ۳۸:**

"وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ"[7]۔	اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا آدم کو سجدہ کرو سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے۔

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴

[2] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۰

[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۷

[4] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[5] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

[6] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[7] القرآن الکریم ۲/ ۳۴

آیت: "وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا"[1]۔	یوسف نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بلند کیا اور وہ سب یوسف کے لئے سجدے میں گرے۔

یہ (خاک بدہن گستاخان) ۳۴اللہ تعالٰی اور ۳۵ملائکہ و ۳۶آدم و ۳۷یعقوب و ۳۸یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کا شرک ہوا، اللہ نے حکم دیا ملٰئکہ نے سجدہ کیا آدم راضی ہوئے یعقوب ساجد، یوسف رضامند۔

تقویۃ الایمان ص ۱۱: "جو کوئی کسی پیغمبر کو سجدہ کرے اس پر شرک ثابت ہے، خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم کرنے سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح کا شرک ہے[2] اھ ملخصا"۔

صفحہ ۸:

"شرک جیسے سجدہ کرنا گو کہ پھر اس کو اللہ سے چھوٹا ہی سمجھے اور اسی کا مخلوق اور بندہ اور اس بات میں انبیاء اور شیطان اور بھوت میں کچھ فرق نہیں[3] اھ ملخصا۔"

یوں تو اس گمراہ کا استاد شفیق شیطان لعین ہی اچھا رہا کہ خود کو بہتر فرمایا وہ شرک کے پاس نہ گیا اور یہاں فسخ کا جھگڑا پیش کرنا جہالت، شرک کسی شریعت میں حلال نہیں ہوسکتا، کبھی ممکن نہیں کہ اللہ تعالٰی شرک کا حکم دے اگرچہ اسے پھر کبھی منسوخ بھی فرمادے۔

کفریہ ۳۹و۴۰: حدیث: حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انه کان فقیر افاغناہ اللہ ورسوله[4]۔	ابن جمیل فقیر تھا اسے اللہ اور اس کے رسول نے غنی کردیا۔

یہ حدیث صحیح بخاری مطبع احمدی قدیم ج ۱ ص ۱۹۸ میں ابوھریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے رب جل وعلا سے عرض کرتے ہیں:

اللھم انی احرم مابین جبلیھا مثل ما حرم به ابراہیم علیه الصلوۃ والسلام	الٰہی! میں دونوں کوہ مدینہ کے درمیان کو حرم بناتا ہوں مثل اس کے جیسے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۱۰۰

[2] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸

[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ٦

[4] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۸

مکۃ [1]۔	نے مکہ کو حرم بنایا۔

صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۱: **واللفظ له عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه** (حدیث کے یہ لفظ صحیح مسلم کے ہیں۔ت)

حدیث: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرم مکۃ وانی حرمت المدینۃ مابین لابتیھا لایقطع عظاھھا ولایصاد صیدھا [2]۔	بیشک ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں نے مدینہ کو حرم کیا، نہ کاٹی جائیں اس کی ببولیں اور نہ پکڑا جائے اس کا شکار۔

صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۰ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اس مطلب کی حدیثیں صحاح وسنن ومسانید وغیرہا میں بکثرت ہیں جن میں حضور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صاف وصریح حکم فرمایا کہ مدینہ طیبہ اور اس کے گرد وپیش کے جنگل کا وہی ادب کیا جائے جو مکہ معظّمہ اور اس کے جنگل کا ہے۔ یہی مذہب ائمہ مالکیہ وشافعیہ وحنبلیہ اور بکثرت ائمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا ہے، ائمہ حنفیّہ اگرچہ اس باب میں اور احادیث پر عمل فرماتے ہیں جو شرح معانی الآثار امام طحاوی وغیرہ میں مع نظر مذکور مگر ترجیح یا تطبیق یا نسخ دوسری چیز ہے، کلام اس میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو صراحۃً مدینہ طیبہ کے جنگل کا ادب ارشاد فرمایا، اب اس شخص کی سنئے تقویۃ الایمان ص ۱۱: "گرد وپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت کے مکانوں کے گرد پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں کہ ان کی اس تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک [3] اھ ملخصًا۔

جان برادر! تو نے دیکھا کہ اس شخص کی ساری کوشش اسی میں تھی کہ اللہ اور رسول کو بھی مشرک کہنے سے نہ چھوڑے، تف ہزار تف بروئے بے دیناں۔

کفریہ ۱۴۱ تا ۱۴۶: تفسیر عزیزی پارہ عم شاہ عبدالعزیز صاحب مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۰:

[1] صحیح مسلم باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱

[2] صحیح مسلم باب فضائل مدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰

[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۸

بعض اولیاء کرام جنھوں نے اپنے آپ کو بنی نوع انسان کی رہنمائی اور تکمیل کے لئے متصرف کر رکھا ہے وہ (وفات کے بعد کی) حالت میں بھی دنیا میں تصرف کرتے ہیں اور کمال وسعت ادراک کی بناء پر ان کا استغراق اس طرف توجہ سے مانع نہیں بنتا اور اویسی خاندان باطنی کمالات کی تحصیل انہی اولیاء سے کرتے ہیں اور اہل حاجات ومشکلات انہی سے اپنی حاجات کا حل طلب کرتے ہیں اور مراد پاتے ہیں اور یہ اولیاء کرام زبان حال سے اس وقت یہ فرماتے ہیں: اگر تو جسمانی طور پر آیا ہے تو میں جان سے حاضر ہوں۔ (ت)	"بعضے از اولیاء اللہ راکہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود کرد انیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند واستغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمیگردد، اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہامی نمایند وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہامی طلبند ومے یابند زبان حال آنہا درآن قوت ہم مترنم بایں مقال است۔ من آیم بجان گر تو آئی بہ تن[1]"

یہ عبارت سراپا بشارت اس شخص کے مذہب ہمہ تن شرارت پر معاذ اللہ سرتا پا شرک جلی سے ملوث ہے، اولیائے کرام دنیا میں تصرف، بعد انتقال بھی ان کا تعلق باقی رہنا، ان کے علوم کی وسعت کہ ادھر بھی مستغرق ہیں ادھر بھی خبر رکھیں، اولیاء کا بعد وصال بھی فیض دینا، مریدوں کو مناصب عالیہ تک پہنچانا، حاجتمندوں کا اپنی حاجتیں ان کی پاک روحوں سے طلب کرنا ان کا حل مشکل فرمانا، نواب بہادر کی عبارت میں تو تین ہی شرک تھے حضرت شاہ صاحب کے کلام میں المضاعف ہیں، ہاں ہونا ہی چاہیے کہ وہ نواب تھے یہ شاہ ہیں کلام الملک ملک الکلام۔

کفریہ ۴۷ تا ۴۹: تحفہ اثناء عشریہ حضرت ممدوح ص ۳۹۶ و ۳۹۷:

تمام امت مریدوں کی طرح حضرت امیر (علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ان کی اولاد پاک کو مرشد تسلیم کرتی ہے اور تکوینی امور کو ان سے وابستہ مانتی ہے، اور فاتحہ، درود اور صدقات ونذر ونیاز ان کے نام رائج اور معمول ہے جس طرح کہ تمام اولیاء اللہ کے ساتھ یہ معاملہ رائج ہے۔ (ت)	حضرت امیر و ذریہ طاہرہ او را تمام امت بر مثال مریدان ومرشدان می پرستند وامور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند وفاتحہ ودرود وصدقات ونذر بنام ایشاں رائج ومعمول گردیدہ چنانچہ با جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2]۔

[1] فتح العزیز (تفسیری عزیزی) پ عم س انشقاق مطبع مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۳/ ۲۰۶

[2] تحفہ اثناء عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

وہابی صاحبو! یہ بھی اکٹھے تین ۳ شرک ہیں، ہر ایک ڈھائی من پختہ کا، شاہ صاحب کو دیکھئے کتنے بڑے شرک پسند، مشرک دوست، علی پرست، پیر پرست، اولیاء پرست ہیں کہ کاروبار عالم کو دامن ہمت حضرت مولی مشکل کشا واہلبیت کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے وابستہ مانتے اور پیروں کی طرح ان سب کی پرستش اور ان کے اور تمام اولیاء کے نام کی نذر منت جائز مانتے، اور نہ آپ ہی تنہا بلکہ تمام امت مرحومہ کو **استغفر اللہ** انھیں بلاؤں میں سانتے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح امت مرحومہ کو **معاذاللہ** امت ملعونہ لقب دیجئے،

تقویۃ الایمان ص ۸: "پیغمبر خدا کے وقت میں کافر بھی اپنے بتوں کو اللہ کے برابر نہیں جانتے تھے بلکہ اسی کا مخلوق اور اس کا بندہ سمجھتے تھے اور ان کو اس کے مقابل کی طاقت ثابت نہیں کرتے تھے مگر یہی پکارنا اور منتیں ماننی اور نذر ونیاز کرنی اور ان کو اپنا وکیل وسفارشی سمجھنا یہی ان کا کفر وشرک تھا سو جو کوئی کسی سے یہ معاملہ کرے گو کہ اس کو اللہ کا بندہ ومخلوق سمجھے سو ابوجہل اور وہ شرک میں برابر ہے[1]۔"

پانچویں فصل شرک فی العادۃ کی برائی کے بیان میں لکھا ص ۶۱:

"پیر پرست انے تئیں کہلوانا محض بے جا ہے اور نہایت بے ادبی[2]۔"

کفریہ ۵۰ تا ۵۲: شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے ظاہر کہ وہ خود اور ان کے بارہ اساتذہ حدیث وپیران سلسلہ

ناد علیا مظهر العجائب * تجده عونا لك فی النوائب * كل هم وغم سینجلی * بولایتك یا علی یا علی یا علی[3] *	پکار علی کو جن کی ذات پاک سے وہ خوارق وفیوض ظاہر ہوتے ہیں جنھیں دیکھ کر عقلیں اچنبھے میں ہیں جب تو انھیں ندا کرے گا تو انھیں مصائب وآفات میں اپنا مدد گار پائیگا ہر پریشانی ورنج اب دور ہوتا ہے آپ کی ولایت سے یا علی یا علی یا علی (ت)

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۶

[2] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ردالاشراك فی العادات مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۳

[3] الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ

کی سندیں لیتے، اجازتیں دیتے، وظیفہ کرتے۔

الحمدلله۔ ان شاہ صاحب اور ان کی پیروں استاذوں نے تو شرک کا پانی سر سے تیر کردیا یہاں بھی مثل سابق تین [۳] پہاڑ شرک کے ہیں: [۱] مصیبت میں مولا علی کے پکارنے کا حکم ایک شرک، [۲] انھیں مصیبتوں میں مددگار ماننا دو شرک، [۳] **یاعلی یاعلی یاعلی** کی لے باندھنا تین شرک۔ جسے ان نفیس وجانفزا کلام کی تفصیل دیکھنی ہو فقیر کے رسائل **انهار الانوار من یم صلٰوۃ الاسرار** (۱۳۰۵ھ) **وحیات الموات فی بیان سماع الاموات** (۱۳۰۵ھ) **و انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول الله** (۱۳۰۴ھ) **والا من والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء** (۱۳۱۱ھ) وغیرہا مطالعہ کرے۔

کفریہ ۵۳ تا ۵۵: تمام خاندان دہلی کے آقائے نعمت وخداوند دولت و مرجع ومنتہی ومفرغ وملجاو سید ومولٰی جناب شیخ مجدد صاحب کے مکتوبات مطبوعہ لکھنؤ جلد دوم مکتوب سیم ۳۰ ص ۴۶:

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ رانوشتہ بودند کہ بحدے استیلا یافتہ است کہ در صلوات آنرا مسجود خودمی دانندومی بیند واگر فرضا نفی کند منتفی نمیگردد محبت اطوار این دولت متمنائے طلاب ست از ہزاراں یکے رامگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ ست یحتمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات اور اجذب نماید رابطہ را چرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجودلہ چرا محاریب ومساجد رانفی نہ کنند ظہور ایں قسم دولت سعاد تمنداں رامیسر است تادر جمیع احوال صاحب رابطہ رامتوسط خود دانند ودر جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ دررنگ جماعہ بیدولت کہ خود را مستغنی دانند وقبلہ توجہ راازشیخ خود منحرف سازند ومعاملہ خود رابرہم زنند[1]۔	خواجہ محمد اشرف ورزش نے رابطہ (تصور شیخ) کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا اس حد تک غلبہ ہے کہ نمازوں میں اپنا مسجود جانتے اور دیکھتے ہیں اگر اس رابطہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی ختم نہیں ہوتا (تو اس پر آپ نے فرمایا) اس دولت کے حصول کی خواہش ہزاروں طالبوں کی تمنا ہے مگر کسی ایک کو عطا ہوتی ہے، اس کیفیت والا شیخ سے مکمل مناسبت کے لئے مستعد ہوتا ہے وہ امید کرتا ہے کہ اپنے مقتداء شیخ کی صحبت کی کمی اس کے تمام کمالات کو جذب کردے گی، لوگ رابطہ (تصور شیخ) کی نفی کیوں کرتے ہیں حالانکہ وہ مسجود الیہ ہے مسجودلہ نہیں ہے یہ لوگ محرابوں اور مسجدوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ مسجودالیہ ہیں) اس قسم کی دولت کا ظہور سعادت مندوں کو نصیب ہوتا ہے حتی کہ تمام احوال میں وہ صاحب رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس بے دولت جماعت کی طرح نہیں ہوتے جو اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی جانتے ہیں، اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ سے پھیر کر خود سر ہوجاتے ہیں۔ (ت)

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰ بخواجہ محمد اشرف وحاجی محمد نولکشور لکھنؤ ۲/ ۴۶

یہاں بھی تین ڈبل شرک ہیں، ہر ایک اگلے باٹوں سے ہزار من کا، مرید نے لکھاکہ تصور شیخ اس قدر غالب ہے کہ نمازوں میں اس کو اپنا مسجود جانتاہے صورت شیخ ہی کو سجدہ نظر آتا ہے، جناب شیخ مجدد نے فرمایا کہ یہ دولت سعادتمندوں کو ملتی ہے طالبان حق کو اس دولت کی تمنا ہوتی ہے، ایک شرک، اور کتنا بھاری شرک، تمام احوال میں شیخ کو اپنا متوسط جانو^{عــہ} دو شرک، نماز وغیرہ ہر حال وہر وقت میں پیر کی طرف متوجہ ہو تین شرک، اب یاد کر اپناوہ کفری بول کہ نماز میں پیر وغیرہ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانا چنیں وچناں ہے اور منجر بشرک، ناظرین! آپ نے جانا کہ وہ بے سعادت کون ہے جسے جناب مجدد صاحب بے دولت وتباہ کار بتارہے ہیں، ہاں وہ یہی بے دولت ہے، صراط مستقیم میں کہتا ہے ص ۱۳۰: از جملہ اشغال مبتدعہ شغل برزخ ست[1]۔

بدعت والے اشغال میں سے برزخ کا شغل بھی ہے (ت)

اسی میں ہے ص ۱۱: "صاحب صورت پرستی ست[2]" (یہ صاف صورت پرستی ہے۔ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے خاص اس مسئلہ میں ایک نفیس رسالہ مسمّٰی **الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقدالرابطۃ** (۱۳۰۹ھ) لکھا، اس میں جناب شاہ عبدالعزیز صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم کے بہت کلمات اور ائمہ کرام وعلمائے عظام کے تیس ۳۰ ارشادات سے اس شغل کا جواز ثابت کیا، اس بیدولت کے نزدیک وہ سب **معاذاللہ** بدعتی تصویر پرست ہیں جب تو جناب شیخ مجدد نے تباہ کار ومنحرف بتایا۔

کفریہ ۵۶: مکتوبات جناب موصوف ج ۱ مکتوب ۳۱۲ ص ۴۴۸:

مخدوما احادیث نبوی علٰی مصدرہا الصلوٰۃ والسلام	میرے مخدوم، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی احادیث

عــہ: تقویۃ الایمان ص ۷: جو بات سچی ہے کہ اللہ بندہ کی طرف سب سے زیادہ نزدیک ہے سو اس کو چھوڑ کر جھوٹی بات بنائی کہ اوروں کو حمایتی ٹھہرایا اور یہ جو اللہ کی نعمت تھی کہ وہ محض اپنے فضل سے بغیر واسطے کے کسی کے سب مرادیں پوری کرتا ہے سب بلائیں ٹال دیتا ہے سو اس کا حق نہ پہچانا اور اس کا شکرادانہ کیا یہ بات اوروں سے چاہنے لگے پھر اس الٹی راہ میں اللہ کی نزدیکی ڈھونڈتے ہیں سو اللہ ہر گز ان کو راہ نہیں دے گا ۱۲ منہ[3]

---

[1] صراط مستقیم باب سوم فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۸

[2] صراط مستقیم باب سوم فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۹

[3] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

در باب جواز اشارت بسابہ بسیار وارد شدہ اند وبعضے از روایات فقہیہ حنفیّہ دریں باب آمدہ [1]۔	شہادت کی انگلی سے اشارہ کی بابت بہت وادر ہیں اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس سلسلہ میں آئی ہیں۔(ت)

صفحہ ۴۴۹:

| وغیر ظاہر مذہب ست وآنچہ امام محمد شیبانی گفتہ کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یشیرو یصنع کما یصنع النبی علیه وعلی اله الصلوة والسلام ثم قال ھذا قولی و قول ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنهما از روایات نوادر ست نه روایات اصول وفی المحیط اختلف المشائخ فیه منهم من قال لایشیر ومنهم من قال یشیر وقد قیل سنة وقیل مستحب و الصحیح حرام، ہر گاہ درروایات معتبر حرمت اشارت واقع شدہ باشد بر کراہت اشارت فتوٰی دادہ باشند ما مقلدان رانمیر سد کہ بمقتضائے احادیث عمل نمودہ جرات در اشارت نمائیم مرتکب ایں امراز حنفیّہ یا علمائے مجتہدین راعلم احادیث معروفہ جواز اشارت اثبات می نماید یاانگارد کہ اینہا بمقتضائے ارائے خود برخلاف احادیث حکم کردہ اند ہر دوشق فاسد ست تجویز نکند آنرا مگر سفیہ یا معاند،ظاہر اصول اصحاب ما عدم اشارت ست سنت علمائے ماتقدم شدہ [2]۔ | اور وہ ظاہر مذہب پر نہیں ہیں اور امام محمد شیبانی رحمہ اللہ تعالٰی سے جو منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے،اور امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی بھی اسی طرح کرتے جس طرح حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کیا کرتے تھے،اور پھر انھوں نے فرمایا یہی میرا اور امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا قول ہے،یہ نقل نادر روایات میں سے ہے کہ اس میں مشائخ کا اختلاف ہے،بعض نے فرمایا اشارہ نہ کرے،اور بعض نے فرمایا اشارہ کرے اور اس کو سنت بھی کہا ہے بعض نے مستحب کہا ہے،اور صحیح یہ ہے کہ حرام ہے،ہر گاہ کہ معتبر روایات میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہے اور اشارہ کی کراہت پر فتوٰی دیا گیا ہے ہم مقلدین حضرات کو یہ حق نہیں کہ احادیث کے مقتضی پر عمل کریں اور اشارہ کرنے کی جرات کریں،اس چیز کے مرتکب کو چاہئے کہ احناف یا مجتہدین کو معروف احادیث سے اشارہ کے جواز کا اثبات کرے یا پھر واضح کرے کہ وہ اپنی رائے سے احادیث کے خلاف حکم کررہے ہیں جبکہ دونوں شقیں فاسد ہیں ان کو بیوقوف یا معاند کے بغیر کوئی بھی جائز نہیں کریگا،ہمارے |

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴۸

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴۹

	اصحاب کا ظاہر اصول اشارہ کرنا ہے پس عدم اشارہ ہی ہمارے متقدمین علماء کی سنت ہے۔ (ت)

صفحہ ۴۵۰:

احادیث رااین اکابر بیشتر از ما، می شناختند البتہ وجہ موجہ داشتہ باشند در ترک عمل بمتقضائے ایں احادیث علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام [1]۔	احادیث کو ہماری نسبت یہ اکابر زیادہ بہتر سمجھتے ہیں، یقینا وہ ان احادیث کے مقتضا کے ترک پر کوئی موثر وجہ پیش نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۵۱:

اگر گویند کہ علمائے حنفیّہ برجواز اشارت نیز فتوی دادہ اند گویم ترجیح عدم جواز راست [2] اھ ملخصا۔	اگر یوں کہیں کہ علمائے احناف اشارہ کے جواز کا فتوٰی دیتے ہیں توہم جواب میں کہیں گے کہ ترجیح عدم جواز کو ہے اھ ملخصا (ت)

اب ذرا حضرات غیر مقلدین کانوں سے ٹینٹ، آنکھوں سے جالے ہٹا کر یہ دھوم دھامی عبارت سنیں اور اسکے تیور دیکھیں جناب شیخ سلسلہ کو صاف اقرار ہے کہ در بارہ اشارہ میں احادیث حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکثرت آئی ہیں اور وہ حدیثیں معروف مشہور ہیں مگر ہمارے یہاں اصول مذہب میں اشارہ کا ذکر نہیں اور ہمارے علماء کی سنت عدم اشارہ ہے ہماری فقہ میں مکروہ ٹھہرا ہے لہٰذا ہمیں احادیث کے مطابق عمل کرنا جائز نہیں۔ معاذاللہ اس بھاری شرک تقلید کو کچھ کہئے کہ مذہب کے مقابل احادیث صحیحہ مشہورہ کو نہیں مانتے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جواب میں اپنے مولویوں کی سنت پیش کرتے ہیں اور جو حنفی مذہب حنفی کے خلاف کسی حدیث پر عمل کرے اسے بے عقل ہٹ دھرم بتاتے ہیں، مزہ یہ کہ یہ مسئلہ خود مذہب حنفی میں متفق علیہا نہیں، آپ ہی اقرار فرماتے ہیں کہ مشائخ کو اختلاف ہے جواز واستحباب وسنیت اشارہ کے بھی قائل ہوئے یہاں تک کہ ائمہ کا فتوی بھی حدیثوں کے موافق موجود حتی کہ خود امام مذہب امام محمد نے تصریح فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اشارہ فرمایا کرتے اور ہم وہی کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرتے تھے، اور فرماتے ہیں یہی مذہب میرا اور امام ابو حنیفہ کا ہے مگر از انجا کہ یہ روایت نوادر کی ہے اس پر بھی نظر نہ ہوگی، نہ اختلاف مشائخ وفتوی پر لحاظ ہوگا۔ صرف اس لئے کہ ظاہر روایۃ میں ذکر نہ آیا حرمت مرجح اور اس کے خلاف صحیح ومشہور حدیثوں پر ہمیں عمل نہیں پہنچتا، ایمان سے کہنا ایمان ترک تقلید کا

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۵۰

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۱۲ بمیر محمد نعمان نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۵۱

کہیں تسمہ بھی لگا رہا، اب شخص مذکور کے جبروتی احکام سنئے کہ خاص اپنے پیر سلسلہ حضرت شیخ مجدد کو بمقابلہ مذہب احادیث چھوڑنے اور سنت نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقابل سنت علماء کی سند پکڑنے پر کیا کیا جلی کٹی بے نقط سناتا ہے۔ تقویۃ الایمان ص ۴۲: "جو کوئی کسی امام یا مجتہد کی بات کو رسول کے فرمانے سے مقدم سمجھے حدیث کے مقابل قول کی سند پکڑے، سو ایسی باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے[1]۔"

ص ۲ و ۳: "اس زمانہ میں دین کی بات میں لوگ کتنی راہیں چلتے ہیں، کوئی پہلوں کی رسموں کو کوئی مولویوں کی باتوں کو جو انھوں نے اپنے ذہن کی تیزی سے نکالیں سند پکڑتے ہیں[2]۔"

صفحہ ۴: "رسولوں کو رسول سمجھنا اس طرح ہوتا ہے کہ اس کے سوا کسی کی راہ نہ پکڑے[3]۔"

صفحہ ۶: "اسی طرح کی خرافاتیں بکتے ہیں، سبب یہ کہ خدا اور رسول کے کلام کو چھوڑ کر غلط سلط رسموں کی سند پکڑی، پیغمبر خدا کے سامنے بھی کافر لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے[4]۔" تنویر العینین:

لیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول امام المقلد فان لم یترك قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشرك[5]۔	میں کیسے جانوں کہ ایک شخص کی تقلید کو لئے رہنا کیونکر حلال ہوگا جبکہ اپنے امام کے خلاف مذہب پر صریح حدیثیں پاسکے اس پر بھی امام کا قول نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا میل ہے۔

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۸ و ۲۹
[2] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲
[3] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳
[4] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴
[5] تنویر العینین

تنویر العینین:

اتباع شخص معین بحیث یتمسك بقوله وان ثبت علی خلافه دلائل من السنة والکتاب و یاول الی قوله شوب من النصرانیة وحظ من الشرك والعجب من القوم لایخافون من مثل هذا الاتباع یخیفون تارکه فما احق هذه الاٰیة فی جوابهم وکیف اخاف مااشرکتم ولایخافون انکم اشرکتم باللّٰه[1]۔	ایک امام کی پیروی کہ اس کی بات کی سند پکڑے اگرچہ اس کے خلاف حدیث وکتاب سے دلیلیں ثابت ہوں اور انھیں اس قول کی طرف پھیرے یہ نصرانی ہونے کا میل ہے اور شرک میں کاحصہ اور تعجب یہ کہ لوگ آپ تو اس تقلید سے ڈرتے نہیں بلکہ اس کے چھوڑنے والے کو ڈارتے ہیں تو کتنی ٹھیک ہے یہ آیت ان کے جواب میں کہ میں کیونکر ڈروں اس سے جسے تم نے اللہ کا شریک بنایا حالانکہ تم نہیں ڈرتے کہ تم نے اوروں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔

افسوس حضرت شیخ مجدد صاحب کو کیا خبر تھی کہ ہمارے سلسلہ میں ایسے فرزند دلبند سعادت مند پیدا ہونے والے ہیں جو ہماری معرفت وولایت بالائے طاق سرے سے اصل ایمان میں خلل بتائیں گے **معاذاللہ** کافر مشرک نصرانی بتائیں گے شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کیا جانتے تھے کہ ہماری نسل میں وہ ہونہار سپوت اٹھنے کو ہیں جو ہماری پیر پدری استادی در کنار **عیاذاباللہ** کفر وشرک سے قبر پاٹیں گے ہمیں سے پیدا ہوکر ہماری ہی مسلمانی کی جڑ کاٹیں گے از ماست کہ برماست (ہم سے ہی ہمارے خلاف ہے۔ت) اللہ تعالٰی گندہ کرنے والی مچھلی سے بچائے ع

بدنام کنندہ نکونامے چند

(بہت سے نیک ناموں کو تونے بدنام کیا۔ت)

زنان باردر گرمار زانید بہ از طفلے کہ ناہنجار زانید

(حاملہ عورتیں اگر سانپ جنیں تو ناہنجار بچہ جننے سے وہ بہتر ہے۔ت)

غرض کہاں تک گنئے انبیاء ومرسلین وملائکہ وصحابہ وائمہ وسائر مسلمین وتمام جہان وخود رب العالمین تک جو شرک کے چھینٹے پہنچے تھے خاندان دہلی کا ایک ایک بزرگ، عالم، صوفی پیشوا بوڑھا سب اسی ہولی کی پچکاریوں میں رنگا ہوا ہے، حضرات وہابیہ سے استفسار کہ اپنے امام کا ساتھ دے کر شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ ولی اللہ صاحب

[1] تنویر العینین

جناب شیخ مجدد صاحب سب کو کھلم کھلا مشرک مان لوگے۔ یا کچھ ایمان دھرم کا خیال کرکے اس مصنوعی امام کو گمراہ بد دین وکفر مسلمین ومورد لزوم ہزاراں کفر جانوگے، میں عبث تشقیق کرتاہوں بلکہ شق ثانی ہر طرح لازم، اگر اسی کو اختیار کیجئے اور خدا ایسا ہی کرے، جب تو ظاہر ورنہ شق اول پر جب وہ حضرات **معاذاللہ** مشرک ٹھہرے اور یہ ان کامداح، ان کا معتقد ان کا مرید، ان کا مقلد، انھیں امام سمجھے، پیشوا مانے، ولی کہے، مقبول خدا جانے، توآپ لزوم کفر سے کب محفوظ رہ سکتاہے کہ جو شخص مشرکین کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اس شخص پر کفر ہر طرح لازم رہا کہ کردکہ نیافت یہ اس کی جزاہے کہ مسلمانوں کو محض بے وجہ ناروا بات بات پر مشرک کہا تھا۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں ندارد کہ شب راسحر کند

(شمع کے پروانے کا ناحق خون تونے دیکھا، کچھ امن نہ دیا کہ شب کو سحر بنادیتا۔ت)

کفریہ ۵۷ تا ۶۱: صراط مستقیم ص ۳۶[1]:

ائمہ ایں طریق واکابر ایں فریق در زمرہ ملٰئکہ مدبرات الامر کہ در تدبیر امور از جانب ملاء اعلیٰ ملہم شدہ دراجرائے آں می کو شند معدود ند پس احوال ایں کرام بر احوال ملائکہ عظام قیاس باید کرد[1]۔	اس طریقہ کے ائمہ وراس گروہ کے اکابر حضرات کا شمار مدبرات الامر فرشتوں کے گروہ میں ہوتا ہے یہ فرشتے ملاء اعلیٰ کی طرف سے تدابیر امور کے لئے الہام پاتے ہیں اور پھر ان کے اجراء میں کوشاں ہوتے ہیں، پس ان بزرگوں کے احوال کو معظم فرشتوں کے احول پر قیاس کرنا چاہئے (ت)

ص[2] ۶۶:

قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشاں ست در سلطنت سلاطین وامارت امراہم ہمت ایشاں رادخلے ہست کہ برسیاحین عالم ملکوت مخفی نیست[2]۔	قطبیت وغوثیت وابدالیت وغیرہا یہ تمام مراتب حضرت علی مرتضی کے زمانہ باکرامت سے دنیا کے اختتام تک بواسطہ علی مرتضی حاصل ہوتے ہیں اور ان حضرات کو بادشاہوں کی سلطنت اور امراء کی امارت میں اہم دخل ہوتاہے جو عالم ملکوت کی سیر کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔(ت)

[1] صراط مستقیم باب اول ہدایت رابعہ افادہ ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۲

[2] صراط مستقیم باب دوم ہدایت ثانیہ افادہ ۱ المکتبہ السلفیہ لاہور ص ۵۸

صفحہ [3] ۱۱۲:

ان بلند منصب والے حضرات عالم والے حضرات علم امثال وشہادت میں تصرف کرنے میں مجاز مطلق ہوتے ہیں، ان طاقتوں اور بصیرت والے اکابرین کو اختیار ہے کہ تمام امور کلیہ اپنی طرف منسوب کرلیں، مثلا ان کو اختیار ہے کہ وہ عرش تا فرش اپنی سلطنت ہونے کا دعوی کریں۔ (ت)	ارباب ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در تصرف عالم مثال وشہادت مے باشند وایں کبار اولی الایدی والابصار رامے رسد کہ تمامی کلیات رابسوئے خود نیست نمایند مثلا ایشاں رامی رسد کہ بگویند کہ از عرش تا فرش سلطنت ماست [1]۔

صفحہ [4] ۵۴:

اسی مقام پر بعض حضرات خلیفۃ اللہ ہوتے ہیں خلیفۃ اللہ وہ شخص ہوتا ہے جو تمام مہمات کے انتظام پر مقرر ہوتا ہے اور نائب کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)	دریں مقام بعضے خلیفۃ اللہ مے باشند خلیفۃ اللہ آں کسے ست کہ برائے انصرام جمیع مہام او رامقرر کردہ مانند نائب سازند [2]۔

صفحہ [5] ۳۴:

اس کو اپنی ولایت کے پہلو میں لے کر اس کی تربیت کی کفالت خود کرتے ہیں اور تکوینی وتشریعی امور میں خود تصرف والا بناتے ہیں۔ (ت)	او رادر کیف ولایت خود گرفتہ وزیر سایہ کفالت تربیت خود آوردہ جارحہ تدبیر تکوینی تشریعی خودمے سازد [3]۔

ان پانچ شرکیات میں صاف صاف تصریحیں ہیں کہ ملائکہ واولیاء کاروبار عالم کے مدبر ہیں، اولیاء عالم کے کام جاری کرتے ہیں، اولیاء کو تمام عالم میں تصرف کا اختیار کلی دیا جاتا ہے، تمام کام ان کے ہاتھ سے انصرام پاتے ہیں، بادشاہوں کے بادشاہ بننے، امیروں کے امیری پانے میں مولا علی کی ہمت کو دخل ہے،

اب تقویۃ الایمان کی سنئے، اس کی ایک عبارت شروع کفریہ ۲۲ میں سن چکے بعض اور لیجئے ص ۷:

"اللہ صاحب نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی [4]۔"

---

[1] صراط مستقیم باب دوم فصل چہارم افادہ ۲ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۰۱

[2] صراط مستقیم باب سوم تکملہ دربیان سلوک المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۳

[3] صراط مستقیم باب اول ہدایت رابعہ افادہ ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۲۹

[4] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۵

صفحہ ۴۲: "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[1]۔"

صفحہ ۲۹: "کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں[2]۔"

صفحہ ۲۸: "جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل ہی سمجھ کر اس کو مانے سو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے[3]۔"

کفریہ ۶۲ تا ۶۸: صراط مستقیم ص[۶] ۱۲۱:

دریں حالت اطلاع بر امکنہ افلاک و سیر بعضے مقامات زمین کہ دور و دراز از جائے وے بود بطور کشف حاصل مے آید وآں کشفش مطابق واقع می باشد[4]۔	اس حالت میں وہ آسمانوں کے مقامات اور اپنے سے دور دراز تک زمین کے بعض مقامات کی سیر بطور کشف کرتے ہیں، اور ان کا کشف واقع کے مطابق ہوتا ہے۔(ت)

صفحہ[۷] ۱۲۴:

برائے انکشاف حالات سمٰوٰت و ملاقات ارواح و ملائکہ و سیر جنت و نار و اطلاع بر حقائق آن مقام و دریافت امکنہ آنجا و انکشاف امرے از لوح محفوظ ذکر یا حی یا قیوم ست (الی قولہ) و در سیر مختار ست بالائے عرش نماید یا زیر آں و در مواضع آسماں نماید یا بقاع زمین[5] الخ"	آسمانوں کے حالات پر آگاہی اور فرشتوں اور روحوں کی ملاقات، جنت و دوزخ کی سیر اور ان مقامات کے حقائق پر اطلاع اور وہاں کے مقامات کی دریافت اور لوح محفوظ کے امور پر آگاہی کے لئے یا حی یا قیوم کا ذکر ہے، (آگے یہاں تک) اور اس سیر میں وہ مختار ہے کہ عرش سے بالا یا زیر عرش یا آسمانوں میں کسی مقام پر یا زمین کے کسی خطے کو ملاحظہ کرے ۔(ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۸

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۰

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۹

[4] صراط مستقیم باب سوم فصل اول افادہ ۶ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۰۔۱۰۹

[5] صراط مستقیم فصل دوم افادہ ۱۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۳

صفحہ [۸] ۱۲۵:

برائے کشف قبور سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح مقررست [1]۔	کشف قبر کے لئے "سبوح قدوس رب الملئکۃ والروح" مقرر ہے۔(ت)

صفحہ [۹] ۱۲۸:

برائے کشف ارواح وملائکہ ومقامات آنہا وسیر امکنہ زمین وآسمان وجنت ونار واطلاع بر لوح محفوظ شغل دورہ کند و باستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ از زمین وآسمان وبہشت ودوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آن مقام واحوال آنجا دریافت کند وبااہل آں مقام ملاقات سازد [2]۔	ارواح، ملائکہ اور ان کے مقامات اور زمین وآسمان، جنت، دوزخ اور لوح محفوظ پر دورہ کا شغل کرے اور اس شغل کی مدد سے زمین وآسمان، بہشت ودوزخ جس مقام کی طرف چاہے متوجہ ہوتا ہے اور اس مقام کی سیر سے وہاں کے احوال دریافت کرتا ہے اور وہاں کے رہنے والوں سے ملاقات کرتا ہے۔(ت)

صفحہ [۱۰] ۱۲۹:

برائے کشف وقائع آئندہ اکابر ایں طریقہ طرق متعدد نوشتہ اند [3]۔	مستقبل کے واقعات کے کشف کے لئے اس طریقہ کے اکابر نے متعدد طرق لکھے ہیں۔(ت)

صفحہ [۱۱] ۱۵۸:

آں عزیز باوجود وجاہت عنداللہ کامل النفس قوی التاثیر صاحب کشف صحیح باشد [4]۔	وہ اللہ تعالٰی کے ہاں باوجاہت ہوتے ہوئے کامل النفس، قوی التاثیر اور صحیح کشف والا ہوتا ہے۔(ت)

صفحہ [۱۲] ۱۷۶، اپنے پیر کو لکھا:

کشف بعلوم حکمت آنجا میدانست [5]۔	علوم حکمت کے ذریعہ کشف ہوتا ہے۔(ت)

ان سات شرکیات میں صاف صاف کشف کی صحت کا اقرار ہے وہ بھی ایسا کہ اولیاء کو زمین کے دور ودراز

---

[1] صراط مستقیم باب سوم فصل دوم ہدایت ثانیہ افادہ ۲ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۳

[2] صراط مستقیم باب سوم فصل دوم ہدایت ثانیہ افادہ ۱ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۷

[3] صراط مستقیم باب سوم فصل دوم ہدایت ثانیہ افادہ ۲ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۱۷

[4] صراط مستقیم باب چہارم دربیان طریق سلوک راہ نبوت المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۷

[5] صراط مستقیم خاتمہ دربیان پارہ از واردات ومعاملات الخ المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۶۵

مقامات ظاہر ہوتے ہیں بلکہ زمین کیا آسمانوں کے مکانات اور ملائکہ وارواح اور ان کے مقامات اور جنت و دوزخ اور قبروں کے اندر کا حال اور آنے والے واقعات کھل جاتے ہیں یہاں تک کہ عرش فرش سب میں ان کی رسائی ہوتی ہے حتی کہ لوح محفوظ پر اطلاع پاتے ہیں وہ اپنے اختیار سے زمین وآسمان میں جہاں کا حال چاہیں دریافت کرلیں، اور ان سب باتوں کے حاصل کرنے کے طریقے خود ہی اس شخص نے بتائے کہ یوں کرو تو یہ رتبے مل جائیں گے یہ کشف یہ اختیار ہاتھ آئیں گے، اب تقویۃ الایمان کی پوچھئے ص ۲۷:

"جو کچھ کہ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا خواہ دنیا میں خواہ قبر میں خواہ آخرت میں سو ان کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو نہ اپنا حال نہ دوسرے کا[1]۔"

صفحہ ۲۵: "ان باتوں میں سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بیخبر ہیں اور نادان[2]۔"

صفحہ ۵۷ و ۵۸: "جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ ملادے مثلا کوئی شخص فلانے درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول جانے کیونکہ غیب کی

بات اللہ ہی جانتا رسول کو کیا خبر[3]"۔

سبحان اللہ! وہاں تو پیر جی کے ایک ایک مرید کو زمین وآسمان، جنت و دوزخ حتی کہ قبر کے حالات آئندہ کے واقعات لوح محفوظ و عرش اعظم غرض تن تلوک روشن تھے، عرش وفرش میں ہر جگہ کے حالات کا جان لینا اپنے اختیار میں تھا، خود ان پیر جی کو وہ طریقے معلوم تھے کہ یوں کرو تو یہ سب باتیں روشن ہوجائیں گی مگر **معاذاللہ** محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی انجانی یہاں تک ہے کہ آسمان کے تارے تو درکنار، کیا دخل کہ ایک پیڑ کے پتے جان لیں، اگر انھیں کوئی کہے کہ وہ کسی درخت کے پتوں کی گنتی جانتے ہیں تو اس نے انھیں اللہ کی شان میں ملادیا، وہاں تو بندگی کو وسعت تھی یہاں آکر خدائی اتنی تنگ ہوئی کہ ایک پیڑ کے پتے جاننے پر رہ گئی، حق فرمایا اللہ عزوجل نے: "مَاقَدَرُوااللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ"[4] اللہ ہی کی قدر نہ کی جیسی چاہئے تھی،

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۸

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۷

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۴۰

[4] القرآن الکریم ۶/ ۹۱ و ۳۹/ ۶۷

تقویۃ الایمان صفحہ ۵۲: "شرک سب عبادت کا نور کھو دیتا ہے کشف کا دعوی کرنے والے اس میں داخل ہیں[1]۔"
یعنی جیسے یہ شخص اور اس کے پیر کہ وہ اپنے اور یہ ان کے لئے کشف کا دعوی کرکے شرک میں ڈوبے۔

" كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ "[2]۔	مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ (ت)

کفریہ ۶۹: یہ نمونہ کفریات امام الطائفہ تھا، اتباع واذناب کہ اس کے عقائد کو صحیح وحق جانتے اور اسے امام وپیشوا مانتے ہیں لزوم کفر سے کیونکر محفوظ رہ سکتے ہیں، شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۰۱ مجمع الفتاوٰی سے:

من تکلم بکلمۃ الکفر وضحك بہ غیرہ کفر اولو وقبل القوم ذلك کفروا[3] الخ۔	جو کلمہ کفر کہے اور دوسرا اس پر ہنسے (یعنی راضی ہو اور انکار نہ کرے) دونوں کافر ہو جائیں اور اگر کوئی واعظ کلمہ کفر بولے اور لوگ اسے قبول کریں تو سب کافر ہوں۔

اعلام میں ہمارے علمائے اعلام سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول، ص ۳۱:

من تلفظ بلفظ الکفر یکفر (الی قولہ) وکذا کل من ضحك علیہ اواستحسنہ اورضی بہ یکفر[4]۔	جو کفر کا لفظ بولے کافر ہو اسی طرح جو اس پر ہنسے یا اسے اچھا سمجھے یا اس پر راضی ہو کافر ہو جائے۔

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴:

من حسن کلام اھل الاھواء اوقال معنوی اوکلام لہ معنی صحیح ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن[5]۔	جو بدمذہبوں کے کلام کو اچھا جانے یا کہے بامعنی ہے یا یہ کلام کوئی معنی صحیح رکھتا ہے اگر وہ اس قائل سے کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہو گیا۔

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۶

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[3] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر مطلب فی ایراد الفاظ المکفرۃ الخ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۵

[4] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ دا الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۶

[5] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۵

کفریہ ۷۰: ان صاحبوں کی قدیمی عادت دائمی خصلت کہ جس مسلمان کو کسی امام کا مقلد پائیں بے دھڑک اسے مشرک بتائیں بحکم ظواہر احادیث کثیرہ وصحیحہ وروایات فقہیہ مصححہ رجیحہ ان پر حکم کفر عائد ہونے کو بس ہے، طرفہ یہ کہ اس کوفرقہ ظاہر احادیث پر عمل بڑا دعوی ہے، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۱، صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۷ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد:

ایما امری قال لاخیہ کافر فقد باء بھا احدھما ان کان کما قال والا رجعت الیہ[1]۔	یعنی کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے اگر جسے کہا وہ سچ کافر تھا جب تو خیر، ورنہ یہ لفظ اسی کہنے والے پر پلٹ آئے گا،

صحیح بخاری ص ۸۹۳، صحیح مسلم ص ۵۷ ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تحدیث حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حدیث:

لیس من دعا رجلا بالکفر او قال عدواللہ ولیس کذلك الاحار علیہ[2]۔	جو کسی کو کفر پر پکارے یا خدا کا دشمن کہے اور وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو اس کا یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر ۱۲۷۶ھ ج ۲ ص ۱۵۶: **کذالك یا مشرك ونحوہ**[3] اسی طرح کسی کو مشرک یا اس کی مثل کوئی لفظ کہنا کہ وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔ میں کہتا ہوں یہ معنی خود انھیں حدیثوں سے ثابت کہ ہر مشرک دشمن خدا ہے، تقویۃ الایمان ص ۴۴: "مشرک ہیں اللہ سے پھرے ہوئے رسول کے دشمن[4] تو مشرک کہنا خدا کا دشمن کہنا ہوا اور اس کا پلٹنا خود حدیث میں فرمایا بلکہ اسی حدیث میں فرمایا کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو کہیں بدتر ہے۔ شرح الدور الغرر للعلامۃ اسمٰعیل النابلسی پھر حدیقہ ندیہ ج ۲ ص ۱۴۰ و ۱۵۶:

لو قال للمسلم کافر کان الفقیہ ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشائخ بلخ لایکفر	جو کسی مسلمان کو کافر کہے امام ابوبکر اعمش فرماتے تھے کافر ہوگیا، اور دیگر مشائخ بلخ فرماتے کافر نہ ہوا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان حال من قال لاخیہ المسلم یا کافر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ النوع العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۶

[4] تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۹

واتفقت هذا المسئلة ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه يكفر فرجع الجواب الى بلخ انه يكفر فمن افتى بخلاف قول الفقيه ابی بكر رجع الى قوله[1] اھملخصاً۔	پھر یہ مسئلہ بخارا میں واقع ہوا بعض ائمہ بخارا شریف نے حکم کفر دیا یہ جواب پلٹ کر بلخ میں آیا تو جو پہلے امام ابوبکر کے خلاف فتوے دیتے تھے انھوں نے بھی اسی طرف رجوع فرمائی۔

شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۲۰:

رجع الكل الى فتوٰى ابی بكر البلخی وقالوا كفر الشاتم[2]۔	سب ائمہ اسی فتوے ابوبکر کی طرف پلٹ آئے اور فرمایا مسلمان کو ایسی گالی دینے والا خود کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۸ ذخیرہ سے، برجندی شرح نقایہ مطبع لکھنؤ ج ۴ ص ۶۸ فصولی عمادی سے، حدیقہ ندیہ ص ۱۴۰ و ۱۵۶ احکام حاشیہ درر سے، خزانۃ المفتین ج ۱ کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر، جامع الفصولین ج ۲ ص ۳۱۱ قاضی خاں سے، بزازیہ ج ۳ ص ۳۳۱، ردالمحتار مطبع استنبول ج ۳ ص ۲۸۳ نہر الفائق وغیرہ سے:

المختار للفتوى فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان كان اراد الشتم ولايعتقده كافرا لايكفر وان كان يعتقده كافرا فخاطبه بهذا بناء على اعتقاده انه كافر يكفر[3]۔	اسی قسم کے مسائل میں فتوے کے لئے مختار یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کا کوئی لفظ کہنے والا اگر صرف دشنام ہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا اگر اپنے مذہب کی رو سے اسے کافر سمجھتا ہے اس بناء پر یوں کہا تو کافر ہو جائے گا۔

[1] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲، الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیہ النوع العاشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۱

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲، فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۸، شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الحدود نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۸، ردالمحتار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۳/ ۱۸۳

درمختار ص ۲۹۳ شرح وہبانیہ سے:

یکفر ان اعتقد المسلم کافرا بہ یفتی[1]۔	مسلمان کو کافر سمجھے تو خود کافر ہے اسی پر فتوٰی ہے۔

جامع الرموز عہ۱ مطبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ ج ۴ ص ۶۵۱:

المختار انہ لو اعتقد المخاطب کافرا کفر[2]۔	مختار یہ ہے کہ اسے اپنے مذہب میں کافر جان کر کافر کہا تو کافر ہوگیا۔

مجمع الانہر مطبع استنبول ج ۱ ص ۵۶۶:

لو اعتقد المخاطب کافرا کفر[3]۔	اپنے عقیدے میں ایسا سمجھ کر کہے تو کافر ہے۔

اس مذہب مختار وماخوذ للفتوٰی ومفتی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ پر صراحۃً کفر لازم کہ وہ قطعاً یقینا اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو مشرک کہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ان کی کتب عہ۲ مذہب میں صاف مصرح ہے تو باتفاق مذاہب مذکورہ فقہائے کرام انھیں لزوم کفر سے مفر نہیں۔ عہ۳

عہ۱: فصول عمادی سے ۱۲ سل السیوف

عہ۲: مثل تقویۃ الایمان وتنویر العینین وتصانیف بھوپالی وغیرہا جابجا مصرح ۱۲ سل السیوف

عہ۳: باقی تفصیل وتحقیق ہمارے رسائل النہی الاکید، الکوکبۃ الشہابیۃ حصہ اول مجلد ششم العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ میں ہے، لاجرم علمائے مکہ معظمہ کے سردار بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتم المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ کبراء البلد الامین شیخنا وبرکتنا وقدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنابہ وقدسنا بسرہ الملکی نے کتاب مستطاب الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ کہ خاص اسی طائفے کے رد میں تالیف فرمائی اور مطبع بہیہ مصر میں طبع ہوئی ان گمراہوں کی نسبت تصریحا ارشاد فرمایا صفحہ ۲۶: ھٰؤلاء الملحدۃ المکفرۃ للمسلمین[4] یہ ملحد کافر بے دین لوگ مسلمانوں کو کہنے والے۔

(باقی برصفحہ آیندہ)

---

[1] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

[2] جامع الرموز کتاب الحدود فصل القذف مکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر کتاب الحدود فصل فی التعزیر داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۱۰

[4] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ دار الشفقۃ ترکی ص ۳۸

" كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۟ "[1]	مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا کہ وہ جانتے۔(ت)

تذییل جلیل: یہ بطور نمونہ طائفہ حائفہ اور اس کے کفری اقوال اور ان پر کتب ائمہ دین سے احکام کفر و اشد الضلال تھے جن کا شمار بظاہر ستر کفریات تک پہنچا اور حقیقۃً تو بے شمار ہیں کہ ساتھ سے گیارہ تک پانچ کفریات کے کلمات میں ہر کلمہ صدہزار کفریہ کا خمیرہ ہے۔ یونہی کفریہ ۲۳و۲۹ بھی مجمع کفریات کثیرہ، یہ ستر کیا ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظاہر ہے کہ ملحد ایک فرقہ کفار ہے بلکہ جمیع فرق کفر کو شامل، ردالمحتار جلد ۳ صفحہ ۴۵۷ رسالہ علامہ ابن کمال پاشا ہے: **الملحد اوسع فرق الکفر حدا**[2] ملحد تمام فرق کفار سے وسعت معنی میں زیادہ ہے۔ نیز علامہ سید شریف ممدوح نے فرمایا ص ۳۰:

امر الشریف مسعود ان یناظر علماء الحرمین العلماء الذین بعثوھم فناظروھم فوجدوھم ضحکۃ وسخرۃ کحمر مستفرۃ فرت من قسورۃ ونظروا الی عقائدھم فاذا ھی مشتملۃ علی کثیر من الکفریات[3]۔	مکہ معظّمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علمائے حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو ان کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں، علماء کرام نے ان ملوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے ہنسنے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگ ہوں اور ان کے عقائد کو غور فرمایا تو ان میں بہت باتیں وہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔

اسی رسالہ مبارکہ میں ص ۳۳ سے ۳۵ تک حدیثیں نقل فرمائی جن میں اس فرقہ وہابیہ کے خروج کی خبر آئی ہے ان میں بھی جابجا ان کے کافر اور دین اسلام سے یکسر خارج ہونے کی تصریح ہے اسی میں ان کے معلم اول شیخ نجدی کی نسبت فرمایا ص ۲۷: " فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ "[4] مدہوش ہوگیا کافر ۱۲ سل السیوف تصنیف العلامۃ مد ظلہ العالی۔

---

[1] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

[2] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[3] الدرالسنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ دارالشفقۃ ترکی ص ۴۳ و ۴۴

[4] الدرالسنۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ دارالشفقۃ ترکی ص ۴۰

میں سے جس ایک کو چاہئے ستر ۷۰ کر دکھائے تواب کفریات کو خواہ ستر کہے خواہ ستر ہزار کفریات ٹھہرائے او کیوں نہ ہوں کہ وہاں عمر بھر یہی کمایا تھا پڑھا لکھا سب اسی میں گنوایا تھا مشقیں چڑھی تھیں مہارتیں بڑھی تھیں ایک ایک قول میں ہزار ہزار کفر بے بول جانا وہاں کیا بات تھی، یہاں قصد استیعاب آب دریا پیمودن ودانہائے ریگ شمرون کے تمیل سے ہے لہٰذا اس طرف سے عطف عنان کیجئے اور ان کے اقوال خاصہ پر خاک ذلت ڈال کر بہت مشائخ کرام کے نزدیک اس سارے فرقہ متفرقہ اور اس کے تمام طوائف سابقہ ولاحقہ اکا ایک کفریہ عامہ قدیمہ سن لیجئے کہ انھیں کافر کہنا فقہاً واجب ہے، واضح ہو کہ وہابیہ منسوب بہ عبدالوہاب نجدی ہیں، ابن عبدالوہاب ان کا معلم اول تھا، اس نے کتاب التوحید لکھی جس میں اپنے فرقہ خبیثہ کے سوا تمام اہل اسلام کو کھلم کھلا مشرک بنایا اور حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتکریما پر چڑھائی کرکے کوئی دقیقہ گستاخی وبے ادبی وشرارت وظلم وقتل غارت کا اٹھانہ رکھا۔ تقویۃ الایمان اسی کتاب التوحید کا ترجمہ ہے۔ اس کا حال کتاب مستطاب سیف الجبار کے مطالعہ سے کھلتا ہے، یہ فرقہ حادثہ گروہ خوارج کی ایک شاخ ہے جنھوں نے سب میں پہلے حضرت امیر المومنین مولی المسلمین سیدنا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خروج کیا اور اسد اللہ القہار کافر شکار سے دار البوار کا رستہ لیا جن کی نسبت حدیث میں آیا کہ وہ قیامت تک منقطع نہ ہوں گے۔ جب ان کا ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا یہاں تک کہ ان کا پچھلا طائفہ دجال لعین کے ساتھ نکلے گا بموجب اس وعدہ صادقہ کے یہ قوم مغضوب ہمیشہ فتنے اٹھایا کی تیرہ صدی کے شروع میں اس نے دیار نجد سے خروج کیا اور بنام نجدیہ مشہور ہوئی جن کا پیشوا نجدی تھا اسی کا مذہب میاں اسمٰعیل دہلوی نے قبول کیا اور اس کی کتاب کا ترجمہ بنام تویۃ الایمان کہ حقیقۃً تفویت الایمان ہے ان دیار میں پھیلایا اور بلحاظ معلم اول وہابیہ وبنظر معلم ثانی اسمعیلیہ لقب پایا اس طائفہ کا ہمیشہ سے یہی مذہب رہا ہے کہ دنیا میں وہی موحد ومسلم ہیں باقی سب **معاذ اللہ** کافر۔ ردالمحتار جلد ۳ ص ۴۷۸:

ویکفرون اصحاب نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علمت ان ھذا غیر شرط فی مسمی الخوارج بل ھو بیان لمن خرجوا علی سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ والا فیکفی فیھم اعتقادھم کفر من خرجوا علیہ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا	اصحاب رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ کافر کہنا کچھ خارجیوں کے لئے ضروری نہیں بلکہ خاص یہ ان خارجیوں کا بیان حال ہے جنھوں نے ہمارے آقا مولی علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خروج کیا تھا خارجی ہونے کو اتنا کافی ہے کہ جن پر خروج کریں انھیں اپنے عقیدے میں کافر جانیں جیسا ہمارے زمانے میں عبدلوہاب کے پیرووں سے واقع ہوا جنھوں نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر ظلماً قبضہ کیا اپنے آپ کو

یتحلون مذھب الحنابلة لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اھل السنة وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف [1]۔	حنبلی بتاتے تھے مگر ان کا مذہب یہ کہ صرف وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے خلاف مذہب میں مشرک ہیں اسی بناء پر انھوں نے اہل سنت وعلماء اہل سنت کا شہید کرنا حلال ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ان کی شوکت توڑی ان کے شہر ویران کئے مسلمان کے لشکر کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ھ بارہ سو تینتیس ہجری میں،

یہاں سے تو ان کی اصل نسل مذہب مشرب معلوم ہولئے، اب علمائے کرام سے ان کا حکم سنئے۔ بزازیہ جلد ۳ ص ۳۱۸:

یجب اکفار الخوارج فی الکفار ھم جمیع الامة سواھم [2]۔	خارجیوں کو کافر کہنا واجب ہے اس بناء پر کہ وہ اپنے سوا تمام امت کو کافر کہتے ہیں۔

ظاہر ہوا کہ یہ خصلت خبیثہ ان میں آج کی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ان کے اگلے پچھلے سب اسی مرضی میں گرفتار تھے جس پر مشائخ مذہب رحمہم اللہ تعالٰی نے انھیں کافر جانا، اور ان کی تکفیر کو فرض واجب مانا۔ لطف یہ کہ جناب شاہ عبدالعزیز صاحب بھی انھیں مشائخ کرام کی موافق فرماتے بلکہ تکفیر خوارج کو مجمع علیہ بتاتے ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۳۷:

محارب حضرت مرتضی اگر از راہ عداوت وبغض ست نزد اہل سنت کافرست بالاجماع وہمیں ست مذہب ایشاں درحق خوارج [3]۔	حضرت علی مرتضی سے جنگ کرنیوالا اگر ان سے عداوت وبغض کی وجہ سے کرتا ہے تو اہل سنت کے نزدیک بالاجماع وہ کافر ہے۔ اور خوارج کے متعلق ان کا یہی مذہب ہے (ت)

بالجملہ عــہ ماہ نیم ماہ ومہر نیمروز کی طرح ظاہر وزاہر کی اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسمعیلیہ اور اس کے امام نافرجام

عــہ: اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پژدہ پر ہزاروں وجہ سے کفر لازم اور جماہیر فقہائے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حاکم، نسأل اللہ تعالٰی العفو والعافیة فی الدنیا والاخرة (ہم اللہ سے دنیا وآخرت میں عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ت)

(باقی اگلے صفحہ پر)

[1] ردالمحتار باب البغاة دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۹

[2] فتاوٰی بزازیہ علی ہامش فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی المرتد نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۳۱۸

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب دوازدہم در تولا وتبرا سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۹۴

پر جزما قطعاً یقینا اجماعا بوجوہ کفر لازم، اور بلاشبہ جماہیر فقہائے کرام واصحاب فتوٰی اکابر واعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر باجماع ائمہ ان سب پر اپنے کفریات ملعونہ سے بالتصریح توبہ و رجوع اور ازسر نو کلمہ اسلام پڑھان فرض وواجب اگرچہ ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ مختار ومرضی ومناسب **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔**

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تنبیہ نبیہ: یہ حکم فقہیہ متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں بیحد برکتیں ہمارے علمائے کرام عظمائے اسلام معظمین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم الصلٰوۃ والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں نہ پاتے ہیں اس طائفہ تالفہ کاکے پیر وپیر سے ناحق ناروا بات بات پر سچے مسلمان خاص سنیوں کی نسبت حکم کو کفر وشرک سنتے، ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں، با ایہنمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑائی نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے، وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے، جب تک ضعیف ساضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے، فقیر غفرلہ تعالٰی نے اس مبحث کا قدرے بیان آخر رسالہ **سبحن السبوح عن عیب کذب مقبوح** ۱۳۰۷ھ میں کیا اور وہاں بھی باآنکہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتر[78] وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا کفر سے کف لسان ہی کیا، بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصا ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کہ محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا، ہاں یزید مرید اور انکے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں۔ اور ان حضرت سے یہ سب کلمات کفر اعلٰی درجے تواتر پر ہیں پھر اگرچہ براہ احتیاط سے زبان روکے ان کے خسار وبوار کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے اسلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم، **والعیاذ باللہ القیوم الدائم**، امام ابن حجر مکی قواطع میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی جماعتہ وکفی بھذا خسارا وتفریطا ۔[1]	ایک جماعت کے قول پر وہ کافر ہے اسی کے خسارے وذلت کو یہی کافی ہے۔ (ت)

اللہ عزوجل پناہ دے اور دین حق پر دینا سے اٹھائے آمین، **والحمد اللہ رب العالمین واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم** ۱۲ سل السیوف تصنیف العلامۃ المصنف مد ظلہ العالی۔

---

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

الحمد للہ کہ یہ اجمالی اجلالی جواب باصواب غرہ جمادی الآخرہ روز مبارک جمعہ فاخرہ ۱۳۱۲ ہجریہ طاہرہ کو بدر سمائے ختام اور بلحاظ تاریخ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوھابیۃ ۱۳۱۲ھ نام ہو۔

نسأل اللہ تعالٰی ان یدینا علی الایمان والسنۃ ویختم لنا علی دینہ الحق بعظیم المنۃ ویدخلنا بجاہ حبیبہ الکریم علیہ افضل الصلٰوۃ والتسلیم فرادیس الجنۃ، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد سید الانس والجنۃ وعلی اٰلہ وصحبہ واھلہ وحزبہ اجمعین و الحمد للہ رب العالمین۔	ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان وسنت پر دوام بخشے اور اپنے دین حق پر ہمارا خاتمہ فرمائے اپنے بڑے احسان سے اور حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام اپنے حبیب کریم کے وسیلہ سے ہمیں جنت الفردوس عطا فرمائے، وصلی اللہ تعالٰی علیہ ومولانہ محمد سید الانس والجنتہ وعلی الہ وصحبہ واہلہ وحزبہ اجمعین والحمد اللہ رب العالمین۔ (ت)

کتبــــــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

رسالہ
سل السیوف الھندیۃ علٰی کفریات بابا النجدیۃ ۱۳۱۲ھ
(نجدی پیشواؤں کے کفریات پر لٹکتی ہوئی ہندی تلواریں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

مسئلہ ۳۰: از بدایوں مرسلہ مولٰینا مولوی محمد فضل المجید صاحب قادری ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۲ھ

بخدمت بابرکت مولٰینا مرجع الفتاوی والمفتین ملاذ العلماء المحققین جناب مولوی احمد رضاخاں صاحب!

اللھم ادم افاضاتھم وافاداتھم، السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ غیر مقلدین جو تقلید ائمہ اربعہ کو شرک کہتے ہیں، اور جس مسلمان کو مقلد دیکھیں مشرک بتاتے ہیں، دہلی والے اسمٰعیل مصنف تقویۃ الایمان وصراط مستقیم وایضاح الحق ویکروزی وتنویر العینین کو اپنا امام وپیشوا بتاتے ہیں اور اس کے اقوال کو حق وہدایت جانتے ہیں اور اس کے مطابق اعتقاد رکھتے ہیں ہمارے فقہاء کرم پیشوایان مذہب کے نزدیک ان پر اور ان کے پیشوا پر حکم کفر لازم ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اجر حاصل کرو۔ت)

الجواب:

الحمد للہ علی دین الاسلام والسلام علی نبی السلام سلام المسلمین بعون السلام وعلٰی

الہٖ وصحبہ فی دار السلام، ایھا المسلمون! پیش از جواب اتنا عرض کروں کہ اس تحریر سے مقصود دو امر محمود:

اولا: عامہ مسلمین وبرداران دین پر اظہار مبین کہ مذہب وہابیہ ایسی ضلالتوں پر مشتمل، اور ان کا امام وطائفہ ایسی شناعتوں کو موجد و قائل،

ثانیا: کبرائے وہابیہ پر عرض ہدٰی وخوف خدا کہ دیکھوں کیسے کو امام بناتے ہو، اندھیری رات میں کس مضل مبین کے پیچھے جاتے ہو، تھوڑی دیر کا اندھیرا ہے، دم کے دم میں سویرا ہے ؎

بروز حشر شود ہمچو صبح معلومت　　　　　　　　که باکہ باختہ عشق درشب دیجور

(صبح کی حشر میں تجھے معلوم ہوجائے گا کہ اندھیری رات میں کس سے لڑاتے رہے۔ت)

غصے سے کام نہیں چلتا، بگڑنے سے مذہب نہیں سنبھلتا "اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ"[1] (میں صرف ایک نصیحت کرتا ہوں۔ت) ایک ذرا تعصب ونفسانیت وحمایت امام وحمیت جاہلیت سے جدا ہوکر للہ فی اللہ اس تحریر پر نظر کیجئے سب کتابوں کے نشان صفحات بتادئے ہیں جس میں شبہہ ہو تطبیق کرلیجئے، پھر اگر نگاہ انصاف میں تمھارے مذہب وامام مذہب پر یہ الزامات قائم ہوں تو خدا سے ڈرو، کفریات وضلالت پھر اصرار نہ کرو، بددین کی پیروی کا دم نہ بھرو۔ اور اگر اطاقت جواب ہے تو کیوں پیچ وتاب ہے، ہمیں گو وہمیں میدان، اظہار حق سے کیوں خائف وترساں آدمی بن کر اور کی سنی اپنی کہی، ایک مکابرہ عناد کی نہیں سہی، یہ ایک نمونہ ہے اس سے فارغ ہو تو اور سننا ہے اس سے بھی سلامت نکلے تو اور آگے چلئے یہاں تک کہ حق ایک طرف کھل جائے جید وردی میزان عمل میں تل جائے، اے رب میرے! ہدایت فرما انك انت السمیع القریب وما توفیق الا باللہ الیہ توکلت والیہ انیب (تو قریب وسمیع ہے، مجھے صرف اللہ سے توفیق حاصل ہے اور اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ت) بلاشبہہ گروہ مذکور اور اس کے پیشوائے مسطور پر بوجوہ کثیرہ قطعاً یقینا کفر لازم اور حسب تصریحات جماہیر فقہائے کرام اصحاب فتاوٰی اکابر واعلام ان پر حکم کفر ثابت وقائم، ان کے عقیدوں مکیدوں مذہبی رسالوں میں بکثرت کلمات کفریہ ہیں جن کی تفصیل کو ذخیرہ درکار، خود ان کے پیشوا نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں (جسے یہ لوگ معاذاللہ کتاب آسمانی کی مثل جانتے اور اپنے مذہب کی مقدس معصوم کتاب مانتے ہیں) اپنے اور اپنے سب پیرووں کے صریح کافر بت پرست ہونے کا صاف اقرار کیا، ہم نے اس سوال کے رد پر خاص اس باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بنام تاریخی الکوکبۃ الشھابیۃ فی کفریات ابی الوہابیۃ لکھا اور اس میں بطور نمونہ ان کے ستر کفریات کا شمار کیا کہ بحوالہ کتاب وصفحہ ان کے پیشوا کی کتابوں سے اقوال نقل کئے، پھر ائمہ کرام وعلمائے عظام کی تصانیف سے اسی طرح بہ نشان صفحات ان باتوں پر حکم کفر مع ترجمہ لکھے، بحمداللہ تعالٰی اس رسالہ نے اپنے ناظر کو اس امر کی تحقیق میں کوئی دقت باقی نہ رکھی، صرف اتنا کام رہا کہ جو اپنی انکھوں دیکھا چاہے اس کی کتابوں سے صفحہ کے

[1] القرآن الکریم ۳۴/ ۴۶

نشانوں سے وہ عبارتیں نکالے پھر ایسے ہی نشان سے کتب ائمہ وعلماء میں ان کی نسبت حکم کفر دیکھے دکھالے، وہ کتابیں جن سے ہم نے ان کے اقوال کا کلمات کفر ہونا ثابت کیا یہ ہیں:

(۱) قرآن عظیم (۲) صحیح بخاری شریف (۳) صحیح مسلم شریف (۴) فقہ اکبر تصنیف حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (۵) در مختار (۶) عالمگیری (۷) فتاوٰی قاضیخاں (۸) بحر الرائق (۹) نہر الفائق (۱۰) اشباہ والنظائر (۱۱) جامع الرموز (۱۲) برجندی شرح نقایہ (۱۳) مجمع الانہر (۱۴) شرح وہبانیہ (۱۵) ردالمحتار (۱۶) شرح الدرر والغرر للعلامۃ اسمٰعیل النابلسی (۱۷) حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ للعلامہ عبدالغنی النابلسی (۱۸) نوازل امام فقیہ ابو اللیث (۱۹) فتاوٰی ذخیرہ امام برہان محمود (۲۰) فتاوٰی خلاصہ (۲۱) فتاوٰی بزازیہ (۲۲) فتاوی تاتار خانیہ (۲۳) مجمع الفتاوٰی (۲۴) معین الحکام علامہ طرابلسی (۲۵) فصول عمادی (۲۶) خزانۃ المفتین (۲۷) جامع الفصولین (۲۸) جواہر الاخلاطی (۲۹) تکملہ لسان الحکام (۳۰) الاعلام بقواطع الاسلام للامام ابن حجر المکی الشافعی (۳۱) شفاء شریف للامام القاضی عیاض المالکی (۳۲) شرح الشفا للملا علی قاری (۳۳) نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی (۳۴) شرح المواہب للعلامہ الزرقانی المالکی (۳۵) شرح فقہ اکبر للعلامۃ القاری (۳۶) شرح العقائد العضدیہ للمحقق الدوانی الشافعی (۳۸) الدرر السنیہ للعلامۃ السید الشریف مولانا احمد زینی دحلان المکی الشافعی (۳۸) الدر الثمین للشاہ ولی اللہ دہلوی (۳۹) تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی (۴۰) تفسیر عزیزی شاہ صاحب موصوف (۴۱) موضح القرآن شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی برادر شاہ صاحب ممدوح (۴۲) یہاں تک کہ خود تقویۃ الامان اور (۴۳) اس کا دوسرا حصہ تذکیر الاخوان وغیرہا، اور (۴۴) نیز اس میں مدد لی گئی احیاء العلوم امام حجۃ الاسلام غزالی وشرح (۴۵) عقائد النسفی علامہ سعد تفتازانی و (۴۶) میزان الشریعۃ الکبرٰی امام عبدالوہاب شعرانی ومکتوبات (۴۷) جناب شیخ مجدد الف ثانی و (۴۸) حجۃ اللہ البالغہ و (۴۹) انتباہ فی سلاسل اولیاء ہر دو تصنیف شاہ ولی اللہ صاحب، یہاں تک کہ (۵۰) مسک الختام شرح بلوغ المرام تصنیف نواب صدیق حسن بھوپالی ظاہری آنجہانی وغیرہا سے، یہاں صرف سات (کفریہ) قول پر اکتفا کروں:

کفریہ اول: تقویۃ الایمان مطبع فاروقی دہلی ص ۲۰:

"غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے[1]۔"

اس کا صاف یہ مطلب کہ اللہ تعالٰی کو اختیار ہے جب چاہے غیب کی بات دریافت کرلے تو صراحۃ لازم کہ اسے بالفعل علم غیب حاصل نہیں۔ ہاں حاصل کرلینے کا اختیار رکھتا ہے، یہاں صراحۃ اللہ تعالٰی کی طرف

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الشراك فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

جہل نسبت کیا اور اس کے علم قدیم کو ازلی نہ مانااور اس کی صفت کو اختیاری جانا، یہ تینوں باتیں صریح کفر ہیں، عالمگیری مطبع مصر جلد ۲ ص ۲۹۸، بحر الرائق مطبع مصرج ۵ ص ۱۲۹، بزازیہ طبع مصرج ۳ ص ۳۲۳ جامع الفصولین مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۹۸:

یکفر اذاوصف اللّٰہ تعالٰی بمالایلیق بہ او نسبہ الی الجھل اوالعجز اوالنقص [1]۔	جو اللہ تعالٰی کی شان میں ایسی بات کہے جواس کے لائق نہیں یااسے جہل یا عجز یا کسی ناقص بات کی طرف نسبت کرے وہ کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۱۶۲:

لوقال علم خدائے قدیم نیست یکفر [2]۔	جو علم خدا کو قدیم نہ مانے وہ کافر ہے۔

شرح عقائد نسفی طبع قدیم ص ۲۱:

الصادر عن الشیئ بالقصد والاختیار یکون حادثا بالضرورۃ [3]۔	جو کسی سے اس کے قصد واختیار سے صادر ہو وہ ضرور حادث ونو پیدا ہوگا۔

فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ وشرح فقہ اکبر مطبع حنفی ۱۲۹۶ھ ص ۲۹:

صفاتہ فی الازل غیر محدثۃ ولامخلوقۃ فمن قال انھا محدثۃ او وقف فیھا اوشك فیھا فھو کافر باللّٰہ تعالٰی [4]۔	اللہ تعالٰی کی سب صفتیں ازلی ہے نہ وہ نو پیدا ہیں نہ مخلوق، توجو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یااس میں توقف یا شک کرے وہ کافر ہے۔

کفریہ دوم: بعض علماء دلیل لائے تھے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل تمام صفات کمالیہ میں شریک وہمسر اگر ممکن ہو تو معاذاللہ آیہ کریمہ وخاتم النبیین کی تکذیب لازم آئے، اس کے جواب میں شخص مذکور کا کلام سنئے، یکروزی مطبع فاروقی ص ۱۴۴:

بعد اخبار است کہ ایشان رافاموش گردانیدہ شود، پس قول بامکان وجود مثل اصلا منجر	خبر دینے کے بعد ممکن ہے کہ اللہ تعالٰی ان کی خبروں کو بھول جائے پس حضور علیہ السلام کی مثل کا وجود ممکن ہو ناہر کسی نص

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۵۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۲

[3] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ص ۲۳

[4] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الباری جل شانہ موصوف فی الازل بصفات الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۵

تکذیب نصی از نصوص نگردد و سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن است[1]۔	کی تکذیب کا سبب نہیں ہوسکتا جبکہ نزول قرآن کے بعد قرآن کا سلب ہوجانا ممکن ہے۔(ت)

یہاں صاف بے پردہ اقرار کردیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہوجائے تو کچھ حرج نہیں حرج اس میں ہے کہ بندے اس کے جھوٹ پر مطلع ہوں اگر انھیں بھلا کر اپنی بات جھوٹی کردے تو تکذیب کہاں سے آئے گی اب کسی کو وہ نص یاد ہی نہیں کہ جھوٹ پر اطلاع پائے۔ شفا شریف مطبع صدیقی ص ۳۶۱:

من دان بالوحدانیة وصحة النبوة ونبوة نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وعلی اله وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا به ادعی فی ذلك المصلحة بزعمه اولم یدعها فهو کافر باجماع[2]۔	جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت، نبوت کی حقانیت، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو اینمہ انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کیسی مصلحت کا ادعاء کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔(ت)

حضرات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والثناء کا کذب جائز جاننے والا بالاتفاق کافر ہوا اللہ عزوجل کا کذب جائز ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر و مرتد نہ ہوگا!

کفریہ سوم: صراط مستقیم مطبع ضیائی ۱۲۸۵ھ ص ۱۷۵ اپنے پیر کی نسبت لکھا:

روزے حضرت جل وعلا دست راست ایشاں رابدست قدرت خاص خود گرفتہ وچیزے را از امور قدسیہ کہ بس رفیع وبدیع بود پیش روئے حضرت ایشاں کردہ فرمودہ کہ ترا ایں چنیں دادہ ام وچیزہائے دیگر خواہم داد[3]۔	ایک روزہ اللہ تعالٰی نے اس حضرت کا دایاں ہاتھ اپنے دست قدرت میں پکڑا اور امور قدسیہ کی ایک بلند و بالا عجیب چیز کو پیش کرکے فرمایا تجھے یہ دیا اور اس کے علاوہ اور چیزیں بھی دیں گے۔(ت)

ص ۱۳: مکالمہ ومسامرہ بدست می آید[4] (ہم کلامی اور باتیں حاصل ہوئیں۔ت)

---

[1] رسالہ ایک روزہ (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعة الشرکة الصحافیة ۲/ ۲۶۹

[3] صراط مستقیم خاتمہ دربیان پارہ المکتبة السلفیه لاہور ص ۱۶۴

[4] صراط مستقیم ہدایت اربعه دربیان ثمرات حب المکتبة السلفیه لاہور ص ۱۲

ص ۱۵۴: گاہے کلام حقیقی ہم می شود[1] (کبھی حقیقی گفتگو بھی حاصل ہوتی ہے۔ت) یہ صراحۃً اپنے پیر وغیرہ کو نبی بنانا ہے۔ تفسیر عزیزی سورہ بقرہ شاہ عبدالعزیز صاحب مطبع کلکتہ ۱۲۴۹ھ ص ۴۲۳:

ہمکلامی باخدائے عزوجل مختص است بملائکہ وانبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وغیر ایشاں راہرگز میسر نمی شود، پس فرمائش ہمکلامی باخدا گویا فرمائش آن ست کہ ماہمہ راپیغمبراں یا فرشتہا سازد[2]۔	اللہ تعالٰی سے ہم کلامی صرف انبیاء اور فرشتوں کے لئے خاص ہے، علیہم الصلٰوۃ والسلام ان کے علاوہ کسی دوسرے کو ہرگز میسر نہیں ہوتی۔ پس اللہ تعالٰی سے ہم کلامی کی فرمائش کرنا گویا کہ اپنے کو پیغمبروں اور فرشتوں میں شمار کرنا ہے۔(ت)

شرح عقائد جلالی طبع مصر ص ۱۰۶، اس مسئلہ کی دلیل میں کہ دنیا میں اللہ تعالٰی سے ہمکلامی کا مدعی کافر ہے فرمایا:

المکالمۃ شفاھا منصب النبوۃ بل اعلی مراتبھا وفیہ مخالفۃ لماھو من ضروریات الدین وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی آلہ وسلم خاتم النبیین علیہ افضل صلٰوۃ المصلین[3]۔	اللہ عزوجل سے کلام حقیقی منصب نبوت بلکہ اس کے مراتب میں اعلٰی مرتبہ ہے تو اس کے دعوے میں بعض ضروریات دین یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار ہے۔

اسی طرح شفاء شریف میں مدعی مکالمہ کو بالاجماع کافر بتایا ص ۳۶۰، اسی میں ہے ص ۳۶۲:

وکذالك من ادعی منھم انہ یوحی الیہ وان لم یدع النبوۃ وانہ یصعد الی السماء ویدخل الجنۃ ویاکل من ثمارھا ویعانق الحور العین فھؤلاء کلھم کفار مکذبون للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[4]۔	اسی طرح جو جھوٹا متصوف دعوٰی کرے کہ اللہ تعالٰی اسے وحی کرتا ہے اگرچہ مدعی نبوت نہ ہو یا کہ وہ آسمان تک چڑھتا جنت میں جاتا اس کے پھل کھاتا حوروں کو گلے لگاتا ہے، یہ سب کافر ہیں اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے۔

[1] صراط مستقیم باب سوم تکملہ دربیان سلوك ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۱۴۳

[2] فتح العزیزی (تفسیر عزیزی) آیہ ۲/ ۱۱۸ کے تحت مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۲۷

[3] الدوانی علی العقائد العضدیہ بحث توبہ سے قبل مطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۶

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۷۱۔۲۷۰

حوروں سے اس معانقہ کے دعوی پر تو یہ حکم ہے رب العزۃ سے ہاتھ ملا کر مصافحہ پر کیا حکم ہوگا!

کفریہ چہارم: تقویۃ الایمان ص ۱۴:

"جتنے پیغمبر آئے وہ اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے[1]۔"

ص ۱۶ و ۱۷: "اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا کسی کو نہ مانیو[2]۔"

ص ۱۸: "اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[3]۔"

ص ۷: "اوروں کو ماننا محض خبط ہے[4]۔"

مسلمانوں کے مذہب میں جس طرح اللہ تعالٰی عزوجل کا ماننا رکن ایمان ہے یونہی اس کے انبیاء وملائکہ، کتابوں، جنت، نار وغیرہا ایمانیات کا ماننا ان میں سے ہے جسے نہ مانے گا کافر ہوگا۔ ماننا ترجمہ ایمان کا ہے اور نہ ماننا کفر کا تو یہ صراحۃً انبیاء وغیرہم کے ساتھ کفر کا حکم ہوا کہ خود کفر ہے اور اللہ تعالٰی ورسول پر اس کے حکم کا افتراء دوسرا کفر۔ **آیت** بقرۃ:

"ءَاَنۡذَرۡتَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تُنۡذِرۡهُمۡ"[5]	موضح قرآن: تو ڈراوے یا نہ ڈراوے وے نہ مانیں گے۔[6]

آیت اعراف:

"قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا بِالَّذِىۡۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ۝۷۶"[7]	موضح قرآن: کہنے لگے بڑائی والے جو تم نے یقین کیا سو ہم نہیں مانتے۔[8]

آیت آخر بقرۃ:

ا"اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	موضح قرآن: مانا رسول نے جو کچھ اترا اس کو اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے سب نے مانا اللہ کو

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاولی فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الاولی فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[3] تقویۃ الایمان الفصل الاولی فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[4] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۵

[5] القرآن الکریم ۲ /۶

[6] موضح القرآن ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۴

[7] القرآن الکریم ۷ /۷۶

[8] موضح القرآن ترجمہ وتفسیری شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۱۹۴

وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ" [1]	اور اس کے فرشتوں کو اور کتابوں کو اور رسولوں کو۔ [2]

دیکھو اللہ عزوجل تو فرماتا ہے کہ ایمان والوں نے اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، نبیوں سب کو مانا، یہ کہتا ہے "اللہ نے فرمایا میر سوا کسی کو نہ مانیو" اگر اس کے کلام کے کچھ نئے معنی اپنی جی سے گھڑے بھی تو **اول:** تو صریح لفظ میں تاویل کیا معنی! شفاء شریف ص ۳۲۳:

ادعاء التاویل فی لفظ صراح لایقبل [3]۔	صریح لفظ میں تاویل کا دعوی مقبول نہیں۔

ثانیا: وہ آپ سب تاویلوں کا دروازہ بند کرچکا تو اس کے کلام میں بناوٹ نری گھڑت جو اسے خود قبول نہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۵۵:

"یہ محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اس سے کچھ اور معنی مراد لیجئے، معما اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہیں، کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا اس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ [4]" یہ نفیس فائدہ ہے ہر جگہ ملحوظ خاطر رہے کہ اکثر حرکات مذبوحہ کا جواب شافی رہے۔

تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان مترجمہ سلطان خاں مطبع فاروقی ص ۷۳:

"اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت رکھنا ایمان کی نشانی ہے جو ان کو نہ مانے اس کا ٹھکانا دوزخ ہے [5]۔"

سبحن اللہ! دوسرے حصے والا کہتا ہے جو صحابہ کو نہ مانے وہ بدعتی جہنمی، پہلے والا کہتا ہے صحابہ تو صحابہ جو انبیاء کو مانے وہ بھی کافر دوزخی " كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ " [6] (اور اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی کفایت فرمادی۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۵

[2] موضح القرآن ترجمہ و تفسیر شاہ عبدالقادر تاج کمپنی لاہور ص ۶۱

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی الباب الاولی فی بیان ماھو حقہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ ۲/ ۲۱۰

[4] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۹

[5] تذکیر الاخوان حصہ دوم تقویۃ الایمان الفصل الرابع مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰۵

[6] القرآن الکریم ۳۳/ ۲۵

کفریہ پنجم: صراط مستقیم بعض اولیاء کی نسبت لکھا، ص ۳۷:

صدیق من وجہ مقلد انبیاء می باشد و من وجہ محقق در شرائع[1]۔	صدیق من وجہ انبیاء کا مقلد ہوتا ہے اور من وجہ احکام شریعت میں محقق ہوتا ہے۔ (ت)

ص ۳۹:

علوم کلیہ شرعیہ اور اہد و واسطہ می رسد بوساطت نور جبلی وبوساطت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام پس در کلیات شریعت وحکم واحکام ملت او راشاگرد انبیاء ہم می تواں گفتیم استاذ انبیاء ہم ونیز طریق اخذ آنھم شعبہ ایست از شعب وحی کہ آں رادر عرف شرح بہ نفث فی الروع تعبیر می فرمایند وبعضے اہل کمال آن را بوحی باطنی می نامند[2]۔	امور کلیہ شرعیہ اس کو دو طرح سے پہنچتے ہیں، ایک فطری نور کے ذریعہ سے، دوسرا انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے واسطہ سے، پس شرعیہ کلیات اور حکم واحکام ملت میں اس کو انبیاء کا شاگرد کہہ سکتے ہیں اور انبیاء کا استاذ بھی کہہ سکتے نیز ان کے اخذ کا طریقہ وحی کے اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کو عرف شرع میں نفث فی الروع سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض اہل کمال اس کو باطنی وحی کا نام دیتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۰:

ہمیں معنی را بامامت ووصایت تعبیر میکنند[3]۔	اس معنی کو امامت اور وصی سے تعبیر کرتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۱:

لابد او رابمحا فظتے مثل محافظت انبیاء کہ مسمّٰی بہ عصمت ست فائز مے کنند[4]۔	ضروری ہے کہ اس کو محفوظ قرار دیا جائے جس طرح انبیاء کا محفوظ ہونا جس کو عصمت کہتے ہیں۔ (ت)

ص ۴۲:

ندانی کہ اثبات وحی باطنی وعصمت مر غیر انبیاء را مخالفت سنت واز جنس اختراع بدعت	یہ نہ سمجھنا کہ باطنی وحی اور عصمت کو غیر انبیاء کے لئے ثابت کرنا خلاف سنت اور

[1] صراط مستقیم فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۳
[2] صراط مستقیم فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۴
[3] صراط مستقیم فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵
[4] صراط مستقیم فصل ثانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۵

است وندانی کہ ارباب ایں کمال از عالم منقطع شدہ اند[1]۔	از قبیل اختراع بدعت ہے اور یہ بھی نہ سمجھنا کہ اس کمال کے لوگ دنیا سے ختم ہو چکے ہیں۔(ت)

یہاں صاف تصریحیں ہیں کہ ان کے بعض خیال اولیاء کو احکام شریعت بے وساطت انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام وحی باطنی سے پہنچتے ہیں وہ احکام شریعت میں ایک وجہ سے خود محقق اور پیروی انبیاء سے مستغنی ہوتے ہیں وہ مثل انبیاء معصوم ہوتے ہیں۔

اقول: اور احکام شریعت میں بھی کلیہ کی تصریح کردی کہ کوئی ناواقف دھوکا نہ کھائے کہ یہ لوگ مجتہدین امت سے ہیں اگرچہ بے وساطت انبیاء حکم پہنچنا ہی اخراج مجتہد کو بس تھا مگر زیادت فرق وکمال صراحت کے لئے احکام کلیہ کا اونچا طرہ چمکتا پھند نا لٹکا دیا کہ احکام کلیہ شرعیہ تو نبی ارشاد فرماتا ہے مجتہد کی اتنی شان کہ ان سے احکام جزئیہ استنباط کرتا ہے، یہاں ایسا نہیں بلکہ انھیں خود احکام کلیہ شریعت بے وساطت نبی بذریعہ وحی پہنچتے ہیں مسلمانو! خدا کے واسطے اور نبی کسے کہتے ہیں یہ صراحۃً غیر نبی کو نبی بنایا کہ صریح کفر ہے اور نبی بھی کیسا صاحب شریعت۔ تفسیر عزیزی شاہ عبدالعزیز صاحب سورہ بقرہ ص ۴۴۳:

معرفت احکام شرعیہ بدون توسیط نبی ممکن نیست[2]۔	شرعی احکام کی معرفت انبیاء کی وساطت کے بغیر ممکن نہیں۔(ت)

تحفہ اثنا عشریہ شاہ صاحب موصوف مطبع کلکتہ ۱۲۴۳ھ ص ۱۴۰:

انچہ گفتہ است کہ فاطمہ بنت اسد را وحی آمد کہ درخانہ کعبہ برود ووضع حمل نماید دروغیست پر بیمزہ زیرا کہ کسے از فرق اسلامیہ وغیر اسلامیہ قائل بہ نبوت فاطمہ بنت اسد نشدہ[3]۔	جو کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت اسد کو وحی آئی کہ تو خانہ کعبہ میں جا اور وہاں بچے کی پیدائش کر یہ سب جھوٹ اور بے پر بات ہے کیونکہ کوئی بھی اسلامی اور غیر اسلامی فرقہ فاطمہ بنت اسد کی نبوت کا قائل نہیں ہے۔(ت)

الدر الثمین شاہ ولی اللہ صاحب مطبع احمدی ص ۵:

الامام عندھم ھو المعصوم المفترض	رافضیوں کے نزدیک امام وہ ہے کہ معصوم اور اس کی

[1] صراط مستقیم ہدایت رابعہ در بیان ثمرات حب ایمانی المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۳۶

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) بیان افراط فرقہ امامیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۴۹

[3] تحفہ اثناء عشریہ کید ہشتاد وہفتم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۹

طاعته الموحی الیه وحیاً باطنیاً وهذا هو معنی النبی فمذهبهم یستلزم انکار ختم نبوة قبحهم الله تعالٰی [1]۔	اطاعت فرض اور اس کی طرف وحی باطنی آتی ہو اور یہی معنی نبی کے ہیں تو ان کے مذہب سے ختم نبوت کا انکار لازم آتا ہے اللہ ان کا بُرا کرے

دیکھو یہ وہی امامت وہی عصمت، وہی وحی باطنی ہے جسے شاہ ولی اللہ صاحب ختم نبوت کے انکار کو مستلزم بتاتے ہیں، شفاء شریف کا قول گزرا کہ صرف وحی کا دعوی کفر ہے اگرچہ نبوت کا مدعی نہ ہو۔

کفریہ ششم: صراط مستقیم ص ۹۵:

صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق دو صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آن با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چپد وایں تعظیم واجلال غیر کہ در نماز ملحوظ ومقصود می شود بشرک می کشد [2]۔	اپنی ہمت کو شیخ اور ان جیسے معظم لوگوں خواہ جناب رسالتمآب ہوں کی طرف مبذول کرنا اپنے گائے اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بھی کئی گنا بدتر ہے کیونکہ ان کا خیال تعظیم اور اجلال کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائی میں چپک جاتا ہے اور یہ غیر کی تعظیم واجلال نماز میں ملحوظ ومقصود ہو تو شرک کی طرف کھینچ لیتی ہے۔(ت)

یہ صراحۃً حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فحش گالی دینا ہے اور ان کی شان میں ادنٰی گستاخی کفر، جس کی مبارک مقدس منور تفصیل شفا شریف اور اس کی شرح میں ہے۔للہ انصاف! بدر جہاں بدتر گناہ در کنار اگر تمہارا بیٹا یا نوکر یا غلام تمہاری کسی شے کو گدھے یا کتے سے صرف تشبیہ ہی دے کہ تمہاری فلاں بات گدھے کی سی ہے فلاں چیز کتے سے ملتی ہے تو کیا اس نے تمہیں گالی نہ دی؟ کیا تمہارے ساتھ شدید گستاخی نہ کی؟ ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھو تو جانو کہ اس ملعون قول نے مسلمانوں کے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کھلی دشنام دے کر ان کے دلوں پر کیسا زخم عظیم پہنچایا "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾" [3] (اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

"اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ	بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر

[1] الدر الثمین شاہ ولی اللہ

[2] صراط مستقیم باب دوم فصل سوم المکتبۃ السلفیہ لاہور ص ۸۶

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

"فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝" [1]	اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (ت)

اور یہ وجہ خبیث خود بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آئے گا تو عظمت کے ساتھ اور ان کی نوبت شرک تک پہنچے گی اس قائل کو لزوم کفر تک پہنچانے کے لئے بوجہ کافی کہ اس بناء پر التحیات میں السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاته، اور اشھدان محمدًا عبدہ ورسوله، پچھلے قعدہ میں اللھم صلی علی محمد وال محمد، ہر رکعت میں صراط الذین انعمت علیھم یوں ہی نمازوں میں وہ سورۃ وآیت جس میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا کسی نبی یا ملک یا کسی نیک بندے یا کعبہ وغیرہ معظمات دینیہ کا ذکر یا خطاب رہے، خلاصہ ی کہ الھکم التکاثر کے سوا الحمد وغیرہ کسی سورت کا پڑھنا سب معاذاللہ شرک کی راہ ہوا اور شریعت محمدیہ علی صاحبھا افضل الصلٰوۃ والتحیۃ عیاذًا باللہ ان شرکیات کی واجب وسنت وجائز کرنے والی ہوئی، صحابہ سے آج تک تمام مسلمان کہ ان امور پر اجماع کئے ہوئے ہیں سب شرک میں گرفتار ٹھہرے، اس سے بڑھ کر اور کیا کلمہ کفر ہوگا۔ شفاء شریف ص ۳۶۲ و ۳۶۳:

نقطع بتکفیر کل قائل قال قولا یتوصل به الی تضلیل الامة [2]۔	جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کے گمراہ ٹھہرنے کی راہ نکلتی ہو ہم بالیقین اسے کافر کہتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ دہلوی مطبع صدیقی ص ۲۱۰:

ثم اختار بعدہ السلام علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه واله وسلم تنویھا بذکرہ و اثباتا للاقرار برسالته واداءً لبعض حقوقه [3]۔	پھر اس کے بعد التحیات میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر سلام اختیار کیا ان کا ذکر پاک بلند اور ان کی وساطت کا اقرار ثابت اور ان کے حقوق کا ایک پارہ ادا کرنے کے لئے۔

مکتوبات جناب شیخ مجدد صاحب مطبو لکھنؤ ج ۲ مکتوب ۳۰ ص ۴۶:

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند کہ سجدے استیلا یافتہ است کہ در صلوٰۃ آنرا	خواجہ محمد اشرف ورزش نے رابطہ (تصویر شیخ) کی نسبت لکھا ہے کہ اس کا اس حد تک غلبہ ہے کہ نمازوں

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعة الشرکہ الصحافیہ ۲/ ۲۷۱

[3] حجۃ اللہ البالغہ الامور التی لابد منھا فی الصلٰوۃ المکتبہ السلفیہ لاہور ۲/ ۶

مسجود خود میداند وبیند واگر فرضا نفی کند منتفی نمیگردد محبت اطوارایں دولت متمنائے طلاب ست از ہزاران یکے رامگر بد ہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبۃ ست یحتمل کہ باندک صحبت شیخ متقدا جمیع کمالات او راجذب نماید رابطہ راچرا نفی کنند کہ او مسجود الیہ است نہ مسجود لہ چرامحاریب و مساجد رانفی نہ کنند وظہورایں قسم دولت سعاد تمندان رامیسر است تادر جمیع احوال صاحب رابطہ رامتوسط خود دانند ودر جمیع اوقات متوجہ او باشند نہ درنگ جماعہ بیدولت کہ خود رامستغنی دانند وقبلہ توجہ را از شیخ خود منحرف سازند و معاملہ خود رابرہم زنند[1]۔	میں اپنا مسجود جانتے اور دیکھتے ہیں اور اگر اس رابطہ کو ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی ختم نہیں ہوتا (تواس پر آپ نے فرمایا) اس دولت کے حصول کی خواہش ہزاروں طالبوں کی تمنا ہے مگر کسی ایک کو عطا ہوتی ہے، اس کیفیت والا شیخ سے مکمل مناسبت کے لئے مستعد ہوتا ہے وہ امید کرتا ہے کہ اپنے مقتدا شیخ کی صحبت کی کمی اسکے تمام کمالات کو جذب کردے گی لوگ رابطہ (تصور شیخ) کی نفی کیوں کرتے حالانکہ وہ مسجود الیہ ہے مسجود لہ نہیں ہے یہ لوگ محرابوں اور مسجودوں کی نفی کیوں نہیں کرتے (حالانکہ وہ مسجود الیہ ہیں) اس قسم کی دولت کا ظہور سعادتمندوں کو نصیب ہوتا ہے حتی کہ تمام احوال میں وہ صاحب رابطہ (شیخ) کو اپنا وسیلہ جانتے ہیں اور ہمہ وقت اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں اس بے دولت جماعت کی طرح نہیں ہوتے جو اپنے آپ کو شیخ سے مستغنی جانتے ہیں اور اپنی توجہ کا قبلہ شیخ سے پھیر کر خود سر ہوجاتے ہیں۔ (ت)

سبحان اللہ! کہاں تو اس شخص کا وہ کفری بول کہ نماز میں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خیال آیا اور خاکش بدہن شرک نے منہ پھیلایا، نہ فقط نماز برباد کہ ایمان ہی ابتر، تف بر روئے کافروش وکفران کے (بدگویوں کی) طرف خیال لے جانا اپنے بیل اور گدھے کے نہ صرف تصور بلکہ ہمہ تن اس میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر اور کہاں شیخ طریقت وآقائے نعمت وخداوند دولت خاندان دہلی حضرت شیخ مجدد کا یہ واشگاف قول کہ تصور صورت شیخ سے غافل نہ ہو نمازوں عبادتوں سب وقتوں حالتوں میں اسی کی طرف متوجہ رہو اگرچہ عین نماز میں اسی صورت کو سجدہ محسوس ہو کہ وہ قبلہ عبادت ہے، نہ مسجود لہ، جو اس قبلہ سے پھرا وہ بے دولت تباہ ہوا اس کا کام برباد ہوگیا تصویر شیخ کی ایسی دولت سعادت مندوں کو ملتی ہے طالبان خدا اس کو اس کی بہت تمنا رہتی ہے غرض وہ بول یہ قول باہم لڑے ہیں کفر وشرک کے عقاب پر تولے کھڑے ہیں، دیکھئے وہابی صاحب کدھر ڈھالتے ہیں ادھر جھکاتے ہیں یا ادھر ڈالتے ہیں۔

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۳۰ خواجہ محمد اشرف وحاجی محمد نولشکور لکھنؤ ۲/ ۴۶

یادامن یار رفت از دست یا ایں دل زار رفت از دست

(یار کادامن ہاتھ سے گیا یا یہ آزردہ دل سے ہاتھ گیا۔ت)

"كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۳ "[1]	مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے (ت)

کفریہ ہفتم: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ختم دنیا کا حال ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا وفات پائے گا زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہوجائے گی، تقویۃ الایمان ص ۴۴ پر حدیث بحوالہ مشکوٰۃ نقل کی اور خود اس کا ترجمہ کیا:

"پھر بھیجے گا اللہ ایک باد اچھی سو جان نکالے گی جس کے دل میں ہوگا رائی کے دانے بھر ایمان سو رہ جائیں گے وہی لوگ جن میں کچھ بھلائی نہیں سو پھر جاویں گے اپنے دادوں کے دین پر[2]"۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ بھی صراحۃ ارشاد فرمادیا تھا کہ وہ ہوا خروج دجال لعین ونزول حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آئے گی، تقویۃ الایمان میں حدیث کے یہ لفظ بھی نقل کئے اور ان کا ترجمہ لکھا ص ۴۵: "نکلے کا دجال سو بھیجے گا اللہ عیسٰی بیٹے مریم کو، سو وہ ڈھونڈھے گا اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک باد ٹھنڈی شام کی طرف سے، سو نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی کہ اس دل میں ذرہ بھر ایمان ہو مگر کہ مار ڈالے گی اس کو[3]۔"

بااینہمہ حدیث مذکور لکھ کر اسی صفحہ پر صاف لکھ دیا: "سو پیغمبر خدا کے فرمان کے موافق ہوا[4]۔"

اب نہ خروج دجال کا انتظار نہ نزول مسیح درکار، ان کے نصیبوں وہ ہوا ابھی چلی گئی تمام مسلمانوں کے کافر بت پرست بنانے کو ختم دنیا کی حدیث صاف صاف اپنے زمانہ موجودہ پر جمادی، یہ کھلم کھلا اپنے اور اپنے تمام پیرووں کے کفر شرک کا اقرار ہوا کہ جب یہ وہی زمانہ ہے جس کی اس حدیث نے خبر دی تو دنیا کے پردے پر کوئی مسلمان نہیں سب

---

[1] القرآن الکریم ۶۸ /۳۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۱

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۱

[4] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراك فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۳۰

کافر بت پرست ہیں جن میں یہ خود اور اس کے پیرو بھی داخل، اور جو کفر کا اقرار کرے آپ کافر ہے۔

خلاصہ وتکملہ لسان الحکام للعلامۃ ابراہیم الحلبی مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ ص ۵۷:

فی النوازل رجل قال انا ملحد یکفر [1]۔	نوازل میں ہے جو اپنے کفر کا اقرار کرے کافر ہے۔

عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۹:

مسلم قال انا ملحد یکفر ولو قال ما علمت انه کفر لایعذر بهذا [2]۔	جو مسلمان اپنے ملحد ہونے کا اقرار کرے کافر ہو جائے گا اور اگر کہے میں نہ جانتا تھا کہ اس میں مجھ پر کفر عائد ہوگا تو یہ عذر نہ سنا جائے گا۔

پھر اس میں تمام امت کو کافر بنایا، یہ دوسرا کفر ہے، شفاء شریف کی عبارت ابھی سن چکے، غرض اس کی کتابوں میں ایسے کفریات بکثرت ہیں جن پر بلامبالغہ صدہا نہیں ہزارہا وجہ سے کفر لازم، جسے یقین نہ آئے ہمارا رسالہ **الکوکبۃ الشہابیہ** یا دیگر تحریرات **رائقہ البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ** وغیرہا مطالعہ کرے۔ یہ طائفہ وہابیہ کہ اس کے پیرو، اس کے ہم مذہب اس کے کلمات کی تصحیح وتحسین کرتے اسے امام وپیشوا مقتدا مانتے ہیں، وہ سب کفریات ان پر بھی عائد، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے کرام سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول، مطبع مصر ص ۳۱:

من تلفظ بلفظ کفر یکفر وکذا کل من ضحك علیه اواستحسنه اورضی به یکفر [3]۔	جو کفر کا لفظ بولے کافر ہوا اسی طرح جو اس پر ہنسے یا اچھا سمجھے یا راضی ہو کافر ہو جائے۔

بحر الرائق ج ۵ ص ۱۲۴:

من حسن کلام اهل الاهواء وقال معنوی او کلام له معنی صحیح ان کان ذلك کفرا من القائل کفر المحسن [4]۔	جو بدمذہبوں کے کلام کو اچھا جانے یا کہے بامعنی ہے یا یہ کلام کوئی معنی صحیح رکھتا ہے اگر وہ اس قائل سے کلمہ کفر تھا تو یہ اچھا بتانے والا کافر ہو گیا۔

پھر ان کی عبادت دائمی کہ جس مسلمان کو مقلد پائے شرک بتائیں بحکم احادیث صحیحہ وروایات مصححہ فقہیہ ان پر لزوم کفر کے لئے بس ہے، صحیح بخاری مطبع احمدی قدیم ج ۲ ص ۹۰۱، صحیح مسلم افضل المطابع ج ۱ ص ۵۷:

ایما رجل اوقال الاخیه کافر فقد باء بها احدهما	حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر فصل ثانی جنس خامس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۷

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۹

[3] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ دار الشفقت استنبول ترکی ص ۳۶۶

[4] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۴

(زاد مسلم) ان کان کما قال والا رجعت علیه[1]۔	وسلم نے فرمایا جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے ان میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے اگر جسے کہا سچ کافر تھا، تو خیر ورنہ یہ لفظ کہنے والا پر پلٹ آئے گا۔

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبع مصر ۱۲۷۶ھ ج ۲ ص ۱۵۶:

کذلك یا مشرك ونحوہ[2]۔	اسی طرح کسی کو مشرک یا اس کے مثل کوئی لفظ کہنا کہ جسے کہا وہ مشرک نہ تھا تو کہنے والا خود مشرک ہوگیا۔

ہم نے الکوکبۃ الشھابیہ اور نیز النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ثابت کیا کہ یہ معنی خود احادیث سے ثابت اور تقویۃ الایمان اس دعوی کی مؤید، ۱عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۸: ۲ذخیرہ سے ۳برجندی شرح نقایہ مع لکھنو ج ۲ ص ۶۸، ۴جامع الرموز مطبع کلکتہ ۱۲۷۴ھ ج ۲ ص ۶۵۱ ۴ دونوں ۵فصول عمادی سے، ۶حدیقہ ندیہ ص ۱۴۰ و ۱۵۶ ۷احکام حاشیہ درر و غرر سے، ۸جامع الفصولین ج ۲ ص ۳۱۱ ۹قاضی خاں سے، ۱۰ردالمحتار مطبع استنبول ج ۳ ص ۲۸۳ ۱۱نہر الفائق سے ۱۲درمختار ص ۲۹۳، ۱۳شرح وہبانیہ سے ۱۴خزانۃ المفتین قلمی ج ۱ کتاب السیر آخر فصل الفاظ الکفر ۱۵بزازیہ ج ۳ ص ۳۳۱:

المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم و لایعتقده کافر ا لایکفر وان کان یعتقده کافرا فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر[3]۔	اسی قسم کے مسائل میں فتوے کے لئے مختار یہ ہے کہ مسلمان کو اس طرح کا کوئی لفظ کہنے والا اگر صرف دشنام دہی کا ارادہ کرے اور دل میں کافر نہ جانے تو کافر نہ ہوگا اور اگر اپنے مذہب کی رو سے اسے کافر سمجھتا ہے اس بنا پر یوں کہا تو کافر ہو جائے گا۔

درمختار: به یفتی[4] اسی تفصیل پر فتوی ہے۔ پر ظاہر کہ یہ لوگ اپنے مذہب واعتقاد کی رو سے مسلمانوں کو

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۷

[2] الحدیقه الندیه شرح الطریقة المحمدیه النوع الرابع مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۶

[3] فتاوٰی ہندیه الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۸، الحدیقه الندیه النوع الرابع من الانواع الستین السب الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۶، شرح النقایه للبرجندی کتاب الحدود نولکشور لکھنو ۴/ ۶۸، ردالمحتار باب التعزیر دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۸۳

[4] درمختار باب التعزیر مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۷

مشرک کہتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ان کی کتب مثل تقویۃ الایمان وتنویر العینین وتصانیف بھوپالی وغیرہا میں جابجا مصرح تو حسب تصریحات مذکورہ فقہائے کرام ان پر لزوم کفر میں اصلا کلام نہیں، باقی تفصیل ہمارے رسائل **النہی الاکید والکوکبۃ الشہابیہ** وحصہ اول مجلد ششم **العطایا النبویہ فی الفتاوٰی الرضویہ میں** ہے، لاجرم علمائے مکہ معظّمہ کے سردار بقیۃ السلف عمدۃ الابرار خاتمۃ المحققین شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ الکبراء البلد الامین شیخنا وبرکتنا وسیدنا وقدوتنا علامہ سید شریف احمد زینی دحلان مکی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنابہ وقدسنا بسرہ المکی نے کتاب مستطاب الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ میں کہ خاص اسی طائفہ کے رد میں تالیف فرمائی اور مطبع بہیہ مصر میں طبع ہوئی، ان گمراہوں کی نسبت تصریحا ارشاد فرمایا ص ۲۶:

ھٰؤلاء الملحدۃ المکفرۃ للمسلمین [1]۔	یہ ملحد کافر بے دین لوگ مسلمانوں کو کافر کہنے والے۔

ظاہر ہے کہ ملحد ایک فرقہ کفار ہے بلکہ جمیع فرق کفر کو شامل، ردالمحتار ج ۳ ص ۴۵۷ رسالہ علامہ ابن کمال پاشا سے:

الملحد اوسع فرق الکفر جدا [2]۔	ملحد تمام فرق کفار سے وسعت معنی میں زیادہ ہے۔

نیز علامہ سید شریف ممدوح نے فرمایا ص ۳۰:

امر الشریف مسعود ان یناظر علماء الحرمین العلماء الذین بعثوھم فناظروھم فوجدوھم ضحکۃ ومسخرۃ کحمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ ونظروا الی عقائدھم فاذا ھی مشتملۃ علی کثیر من المکفرات [3]۔	مکہ معظّمہ کے حاکم حضرت مسعود رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے علماء حرمین شریفین کو حکم دیا کہ وہابیوں کے مولویوں سے جو ان کے امام شیخ نجدی نے بھیجے ہیں مناظرہ کریں، علمائے کرام نے ان ملوں سے مناظرہ فرمایا تو انھیں پایا کہ نرے مسخرے ہنسنے کے قابل ہیں جیسے بھڑکے ہوئے گدھے کہ شیر سے بھاگے ہوں، اور ان کے عقائد کو غور فرمایا تو ان میں بہت باتیں وہ پائیں جن کا قائل کافر ہے۔

اسی رسالہ مبارکہ میں ص ۳۲ سے ۳۵ تک بہت حدیثیں نقل فرمائیں جن میں اسی فرقہ وہابیہ کے خروج کی خبر آئی ہے ان میں بھی جابجا ان کے کافر اور دین اسلام سے یکسر خارج ہونے کی تصریح ہے اس میں ان کے

[1] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ مکتبۃ دار الشفقت ترکی ص ۳۸

[2] ردالمحتار باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۹۶/۳

[3] الدرر السنیہ فی الرد علی الوہابیہ مکتبۃ دار لشفقت ترکی ص ۴۳ و ۴۴

معلم اول شیخ نجدی کی نسبت فرمایا ص ۲۷: "فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ" [1] مدہوش ہوگیا کافر۔

بالجملہ اس میں شک نہیں کہ اس گروہ ناحق پژدہ ہزاروں وجہ سے کفر لازم، اور جماہیر فقہائے کرام کی تصریحیں ان کے صریح کفر پر حکم۔

نسأل الله تعالٰی العفو والعافیه فی الدین والدنیا والاخرة۔	ہم اللہ تعالٰی سے دین اور آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔(ت)

تنبیہ نبیہ: یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا مگر اللہ تعالٰی کے بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام عظمائے اسلام معظمین کلمہ خیر الانام علیہ وعلیہم والسلام پر کہ یہ کچھ دیکھتے وہ کچھ سخت وشدید ایذائیں پاتے اس طائفہ کے پیر وپیرو سے ناحق ناروا بات پر سچے دل سے مسلمانوں خالص سنیوں کی نسبت حکم کفر وشرک سنتے، ایسی ناپاک وغلیظ گالیاں کھاتے ہیں باایںہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی، نہ ان نالائق ولایعنی خباثتوں پر قوت انتقام حرکت میں آتی ہے، وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے، فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ، نے اس مبحث کا قدرے بیان آخر رسالہ **سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح** ۱۳۰۷ھ میں کیا اور وہاں بھی باآنکہ اس امام وطائفہ پر صرف ایک مسئلہ امکان کذب میں اٹھتر ۷۸ وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دیا، حکم کفر سے کف لسان ہی لیا۔

بالجملہ اس طائفہ حائفہ خصوصا ان کے پیشوا کا حال مثل یزید پلید علیہ ماعلیہ ہے کے محتاطین نے اس کی تکفیر سے سکوت پسند کیا، ہاں یزید مرید اور ان کے امام عنید میں اتنا فرق ہے کہ اس خبیث سے ظلم وفسق وفجور متواتر مگر کفر متواتر نہیں اور ان حضرات سے یہ سب کلمات کفر اعلٰی درجہ تواتر پر ہیں، پھر اگرچہ ہم براہ احتیاط تکفیر سے زبان روکیں ان کے رخسار وبوار یہ کو یہ کیا کم ہے کہ جماہیر ائمہ کرام فقہائے السلام کے نزدیک ان پر بوجوہ کثیرہ کفر لازم، **والعیاذ باللہ القیوم الدائم**، امام ابن حجر مکی قواطع میں فرماتے ہیں:

انه یصیر مرتدا قول جماعة وکفی بهٰذا خسارا و تفریطا [2]۔	وہ ایک جماعت کے قول پر مرتد ہوجائیگا اور یہ اس کے خسارہ اور سرکشی کو کافی ہے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۸

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبۃ دار الشفقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

اللہ عزوجل پناہ دے اور دین حق پر دنیا سے اٹھائے، آمین! والحمد للہ رب العالمین، واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

الحمد للہ جواب مفصل سے یہ چند سطور کا التقاط مع بعض نفائس زیادات کہ غرہ جمادی الآخرہ روز جمعہ مبارکہ ۱۳۱۲ھ کو آغاز و انجام ہوا، بجائے خود بھی اس باب میں کافی ووافی کلام ہوا، لہٰذا بلحاظ تاریخ سل السیوف الھندیۃ علی الکفریات بابا النجدیۃ [عہ] نام ہوا،

صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا و مولٰینا محمد والہ وصحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔

کتبـــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب احمد رضا بریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبد المصطفٰی

حنفی قادری برکاتی بریلوی
۱۳۰۱ھ
عبد المصطفٰی احمد رضا خاں سنی

مسئلہ ۳۱: از جی آئی پی ریلوے اسٹیشن بھوساول مسئولہ عبدالباسط ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

مسلمانوں نے اتفاق کیا کہ جو مسلمان نماز نہ پڑھے گا وہ برادری سے خارج سمجھا جائے گا اس پر چند افراد جو نماز وروزہ وحج وزکوٰۃ کے پابند نہ ہوں عالم کے سمجھانے پر بھی نہ مانیں اور کہیں کہ پہلے شرابیوں اور زانیوں کو برادری سے خارج کرنا یہ ضرور اور فرض ہے سوااس کے نصیحت کرنے والے عالم کو کہیں کہ تم جھوٹے ہو اور تم پر خدا کی لعنت ہے حالانکہ وہ عالم ان کا امام ہے تو ایسے بے نمازیوں کو ابھارنے اور جرأت دینے والے اور باوجود تاکید عالم کو جھوٹا اور لعنتی بنانے والے مسلمان (بے نمازیوں) کو شرع شریف کے موافق کیا تنبیہ ہونی چاہئے؟ ایسا کہنے والے ایمان سے خارج ہو چکے اور انھیں تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرانا ضرور ہے یا نہیں؟ اگر ایسے اشخاص اپنی بات رکھنے کے لئے نادانی سے یا مغروری سے استفتاء

عـــہ: قال الصاحب جمال الدین بن مطروح:

ان کان بابا کم بذا راضیاء فرب غش قد اتی من تصیح

وقال غیرہ:

ورام بابا ھم مامورا

فاخلفت ظنہ المقادر

نقلھما فی حرف الباء من فوات الوفیات ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (م)

الصاحب (جمال الدین بن مطروحی نے کہا:
اگر تمھارا بابا اس پر راضی ہے تو بسا اوقات کھوٹا بھی کھری آواز دیتا ہے۔ اور کسی دوسرے نے کہا:
تمھارے بابا نے کسی مامور کا قصد کیا تو پیمانوں نے اس کا اندازہ غلط کیا۔
دونوں شعر فوات الوفیات کے حرف باء میں اس نے نقل کئے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

نہ پڑھیں نہ تجدید نکاح شرم سے کریں اور مرجائیں تو مسلمان ایسوں کی میت میں جائیں اور قبرستان میں دفن کریں یا نہیں؟
بینواتوجروا

الجواب:

وہ لوگ سخت اشد کبیرہ کے مرتکب ہوئے، مورد غضب جبار ہیں، مستحق نار ہیں، مستحق لعنت پروردگار ہیں، مگر اتنی بات پر صاف حکم کفر ان پر نہیں ہوسکتا، اگر مرجائیں تو ان کے ساتھ اسلامی برتاؤ فرض ہوگا ہاں اگر کوئی خاص مکالمہ ایسا تھا جس پر یہ جواب دینا موجب کفر ہو تو اس کا ذکر سائل نے نہ کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۲: از درنگر دایا مسانہ گجرات گاڑیکے دروازہ بنجارہ چاندا رسول کے پاس والا مکان مسئولہ عبدالرحیم احمد آبادی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ سید الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام لگانا اور ان کو اپنے جیسا جاننا کفر ہے یا نہیں؟ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جو وقت زید وعمر میں جھگڑا ہوا، عمرو نے زید کے پاس ایک رقعہ بھیجا جس کی نقل یہ ہے، قولک مجھ کو اس کا مطلق رنج نہیں، اقوال یہ بات تو سراسر غلط ہے کیونکہ سب وشتم اور براکہنے سے مانند مقناطیس کے جس طرح لوہے میں اثر پیدا کرتا ہے اسی طرح دل پر اثر ہوجاتا ہے، خواص ہوں یا عوام، نبی ہو یا ولی سب کے دل پر غم تو ضرور سرایت کرتا ہے، دیکھئے ہمارے پیشوا فخر عالم محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی تعالٰی علیہ وسلم کو کفار قریش کی ایذادہی وطعن زنی کی وجہ سے دل پر غم وحزن کا صدمہ از حد پہنچا تھا ہر وقت غم کی تسلی کے لیئے اللہ جل شانہ نے وقتاً فوقتاً جبریل علیہ السلام کی معرفت نازل فرمایا، جیسے قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"وَاصۡبِرۡ وَمَا صَبۡرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحۡزَنۡ عَلَيۡهِمۡ وَلَا تَكُ فِىۡ ضَيۡقٍ مِّمَّا يَمۡكُرُوۡنَ ۝" [1]۔	اور اے محبوب تم صبر کرو اور تمھارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان کا غم نہ کھاؤ اور ان کے فریبوں سے دل تنگ نہ ہو۔ (ت)

اب فرمایئے یہ الفاظ کفریہ ہے یا نہیں؟ **بینواتوجروا** (بیان فرمائے اجر پائے۔ ت)

الجواب:

سوال کی تفصیل سائل نے تحریر کی اس کے دیکھنے سے یہ الزام ثابت نہیں ہوتے کہ اس نے **معاذ اللہ** حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر الزام رکھنا چاہا، یا **عیاذاً باللہ** حضور کو اپنے جیسا جانا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۲۷

مسئلہ ۳۳۳: از مدراس بتوسط جناب سید شاہ مخدوم محی الدین صاحب قاری نائب متولی مسجد والاجاہی ترملکھیڑی مسئولہ جناب شاہ محمد حسین صاحب قادری نائب قاضی اہلسنت مدراس ۲۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا المحترم دام فیضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،، مزاج گرامی، ایک استفتاء بغرض جواب مرسل خدمت گرامی ہے، امید کہ جلد جواب باصواب مرحمت فرمائیں گے کیونکہ مدراس میں ایک شخص جو اپنے آپ کو قومی لیڈر کہلواتا ہے اور اپنے اخبار میں ہمیشہ بزرگان دین کی توہین کرتا ہے جس کے سبب قوم میں تفرقہ پڑرہا ہے اس کی تنبیہ اور خلق اللہ کی ہدایت کے لئے آپ کو تکلیف دی جاتی ہے امید کہ جواب سے سرفراز فرما کر عنداللہ ماجور رہوں گے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین کہ ایک مدراسی پرچہ نویس فاتحہ دلانے والوں پر شرانگیزی کرتا ہے جس کے خیالات یہ ہیں: "فاتحہ بدعت اور زیارت تربتہائے مطہرہ قبر پرستیاں اور اس کی تحریر سے حضرت غوث اعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فاتحہ دلانے والوں اور متبرک طعام کھانے والوں کو نام کی پوجا قبر کی پرستش کرنے والوں، خلافت کا خون پینے والے اور حضرت غوث الاعظم کی پاک ہڈیوں کو چبانے والے سنایا جارہا ہے، ۱۱ ربیع الآخر کے اخبار میں لکھا ہے: "آج اس کے مریدوں اور متعقدوں کو یہ حال ہے کہ نام کی پوجا اور قبر کی پرستش کررہے ہیں مگر خلافت کا خون پی رہے ہیں، حضرت غوث اعظم کی پاک ہڈیوں کو چبارہے ہیں، الخ" ۲ ربیع الاول کے پرچہ میں لکھا کہ: ان بدمعاشوں کو اس پر رونا نہیں آتا کہ حضرت شاہ بغداد کی روح کو کافروں نے ذلیل کیا ہے" اور ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کے پرچے میں لکھا ہے جس کا عنوان یہ ہے: " جادو وہ جو سرپر چڑھ کے بولے کہ اجل کا فرشتہ بندر بن کر شاہ یونان کو کاٹا۔" ۱۵ ماہ محرم ۱۳۳۷ھ کے پرچے میں لکھا ہے: "اذان میں **محمد** رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سن کر انگوٹھے چوم لینا یا موئے مبارک کی زیارت کرلینا یا آثار خانہ کے روبرو سے گزرتے ہوئے گردن جھکا دینا یا جمعہ یا جمعرات کو فاتحہ کرلینا یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اطاعت نہیں۔" ایسے شخص کے لئے شرع شریف میں کیا حکم کرتی ہے، ایسے شخص کو مولانا، فخر قوم، فخر مسلمانان، لیڈر قوم کا لقب دینا دائرہ اسلام میں کوئی خدمت عطا کرنا اس کی تائید واعانت کرنا اس سے راہ ورسم رکھنا اس کا وعظ کرانا اس کا اخبار خریدنا کیا حکم رکھتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

فاتحہ کو بدعت کہنا، زیارات مزاراتِ طاہرہ کو قبر پرستی بنانا، نیاز حضور پرنور سیدنا غوث الاعظم

رضی اللہ تعالٰی عنہ کو نام کی پوجا کہنا، تعظیم آثار شریفہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حضور کی اطاعت نہ ماننا، یہ سب شعار وہابیت ہیں اور وہابیہ گمراہ بددین بلکہ کفار و مرتدین ہیں، **کما حققناہ فی غیر ما کتاب** (جیسا کہ ہماری متعدد کتب میں اس کی تفصیل ہے۔ت) روح اقدس حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت وہ ناپاک کلمہ تذلیل لکھنا کذب و قبیح و توہین صریحہ ہے ان کے غلامان غلام کی روح کو تمام جہاں کے کفار و مشرکین و وہابیہ و مرتدین مل کر ذلیل نہیں کرسکتے۔

"وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۠ ۸" [1]۔	عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں (ت)

حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بندر کاٹنے کا لفظ ملک مقرب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ک توہین ہے کفر مبین ہے، ایسے شخص کو مولانا و فخر مسلمانان اور ہادی و رہبر قوم ماننا اگر اس کے اقوال پر اطلاع کے بعد ہے خود کافر و موجب غضب رب ہے،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتقولوا للمنافق سیدنا فانہ ان یکن سیدکم فقد اسخطتم ربکم [2]۔	منافق کو "اے ہمارے سردار" نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو تم نے اپنے رب کا غضب اپنے سر لیا۔

فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و در مختار وغیرہا میں ہے: **تبجیل الکافر کفر** [3] (کافر کی توقیر کفر ہے۔ت) انھیں میں ہے: **لو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر** [4] (اگر مجوسی کو "اے استاد" توقیرا کہا تو کفر ہے۔ت) اس کا واعظم کرانا حرام ہے، تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم	کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[2] مسند امام احمد بن حنبل حدیث بریدۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ دار الکفر بیروت ۵/ ۷-۳۴۶-۳۴۶، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب لایقول المملوک آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴

[3] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸، درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[4] الاشباہ والنظائر کتاب السیر باب الردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸، درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

اھانۃ شرعا[1]۔	مسلمانوں پر شرعا اس کی توہین لازم ہے۔(ت)

اسلام کی کوئی خدمت اسے سپرد کرنا جس میں وہ مسلمانوں کا راز دار یا بعض مسلمانون کا سردار بنے سخت حرام ہے

قال اللہ تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ"[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! غیر کو اپنا راز دار نہ بناؤ۔

ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب ایک کافر کو اپنا محرر بنانا چاہا امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں فرمان بھیجا:

لا اکرمھم اذا اھانھم اللہ و لا اعزھم اذا اذلھم اللہ ولا ادینھم اذا ابعدھم اللہ[3] وفی اخرٰی لیس لنا ان ناتمنھم وقد خونھم اللہ ولا ان نرفعھم وقد وضعھم اللہ[4]۔	میں کافر کو گرامی نہ کروں گا جب کہ انھیں اللہ نے خوار کیا، نہ انھیں عزت دوں گا جب کہ انھیں اللہ نے ذلیل کیا، نہ ان کو قرب دوں گا جب کہ انھیں اللہ نے دور کیا، دوسری روایت میں ہے ہمیں روا نہیں کہ کافروں کو امین بنائیں حالانکہ اللہ تعالٰی انھیں خائن بتاتا ہے یا ہم انھیں رفعت دیں حالانکہ اللہ سبحانہ، وتعالٰی نے انھیں پستی دی۔

در مختار میں ہے:

یمنع من استکتاب و مباشرۃ یکون بھا معظما عند المسلمین[5]۔	اسے کتابت اور ایسے کام سے روک دیا جائے گا جس کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے ہاں معظم ٹھہرے۔(ت)

اس کی تائید واعانت حرام ہے،

قال اللہ تعالٰی "وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ"[6]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: گناہ اور حد سے بڑھنے پر مدد نہ دو۔

---

[1] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

[2] القرآن الکریم ۳ /۱۱۸

[3] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۵ /۵۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲

[4] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت آیۃ ۵ /۵۱ مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۲

[5] درمختار باب فضل فی الجزیۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۲

[6] القرآن الکریم ۵/ ۲

حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خلع من عنقة ربقة الاسلام[1]۔	جو دانستہ کسی ظالم کے ساتھ اسے مدد دینے چلے بیشک اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔

اس سے راہ ورسم میل جول رکھنا حرام ہے،

قال اللہ وتعالٰی "وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾"[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اگر تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[3]۔	ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

اس کا اخبار بطور پسند خریدنا ہرگز جائز نہیں جب کہ وہ ایسی ناپاک و مخالف دین باتوں پر مشتمل ہوتا ہے

قال اللہ تعالٰی "وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ﳓ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۶﴾"[4]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی کا فرمان مبارک ہے کچھ لوگ لغو باتیں خریدتے ہیں کہ ان کے سبب بے راہ جہالت خدا کی راہ سے بہکادیں اور اسے ہنسی بنالیں ان کے لئے ہے ذلت دینے والا عذاب۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۱۹ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱/ ۲۲۷، شعب الایمان حدیث ۷۶۷۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۱۲۲
کنز العمال حدیث ۱۹۵۵۴ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۸۵، الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۷۰۹ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/ ۵۴۷

[2] القرآن الکریم ۶/ ۶۸

[3] صحیح مسلم باب نہی عن الروایۃ عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰

[4] القرآن الکریم ۳۱/ ۶

مسئلہ ۳۴: از پڑاوہ علاقہ ریاست ٹونک محلّہ سلطان پورہ مسئولہ ابراہیم ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھوں سے تعزیہ بناتا ہے اور پرستش جیسے افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں یعنی منت وغیرہ ماننا، اس شخص میں اور بت پرست میں کیا فرق ہے؟ اس کی زوجہ اس کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

تعزیہ بنانا ناجائز ہے مگر ہر گز کوئی مسلمان اس کی پرستش نہیں کرتا نہ اسے معبود جانتا ہے، یہ مسلمان پر شدید بدگمانی ہے اور بدگمانی حرام، اور وہ منتیں کہ مانی جاتی ہیں عرفی یا اختراعی ہیں شرعی نہیں، بلکہ خود نذر شرعی کے عبادت ہونے میں کلام ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں نذر ماننے سے منع فرمایا اور عبادت سے منع نہیں کیا جاتا۔ صحیحین میں ابوہریرہ وعبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتنذروا فان النذر لایغنی من القدر شیئا وانما یستخرج بہ من البخیل[1]۔	نذر نہ مانو تقدیر کے آگے نذر کچھ کام نہیں دیتی اس سے تو فقط اتنا ہوتا ہے کہ بخیل سے مال نکال لیا جاتا ہے۔

اولیاء کے لئے نذر عرفی ف صدہا سال سے مومنین وصالحین میں معمولی ہے جس کا بیان ہماری کتاب "**السنیۃ الانیقہ فی فتاوی افریقہ**" میں ہے غرض اس کی زوجہ کا اس کے نکاح میں نہ رہنا محض بلاوجہ خیال باطل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۵: از غازی پور یوپی مسئولہ قاضی محمود احمد صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کی امامت کے بارے میں جو خلافت اسلامیہ کی تباہی اور مقامات مقدسہ پر قبضہ ہونے اعدائے دین اسلام کی مسرت میں شرکت کرتا ہو اور مصیبت زدہ مسلمان کوئی ایسی تدبیر کرتے ہوں جس سے خلافت اسلامیہ کا وقار قائم ہوجائے اور جزیرۃ العرب پر اسلامی حکومت قائم ہوجائے تو مسلمانوں کے خلافت قائلان اسلام کی نہ صرف امداد کرتا ہو بلکہ ان کی

---

[1] صحیح مسلم کتاب النذر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۴۴

ف: نذر عرفی اور نذر فقہی کی وضاحت فتاوٰی رضویہ جلد ۱۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے ص ۵۹۷ پر مسئلہ ۲۴۹ کے تحت فتاوٰی افریقہ سے نقل کردی گئی ہے اسے وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے ۱۲

تحسین و تبریک اور ایسی مجالس میں شرکت کرتا ہوں جو خلافت کی تباہی و بربادی کے واسطے کی جاتی ہوں، اس سے تمام اہل اسلام کے قلوب متنفر ہوں کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر یہ باتیں واقعی ہیں کہ وہ معاذاللہ شکست اسلام پر مسرت کرتا ہے اور قاتلان مسلمین کی تحسین، تو اس کی قابلیت امامت درکنار اس کے اسلام ہی میں کلام ہے، باقی وہ ناجائز طریقے جو مدعیان حمایت نے نکال رکھے ہیں اور جس میں مشرکین سے محبت و وداد بلکہ اتحاد بلکہ غلامی وانقیاد برت رہے ہیں، وہ سب مخالف قرآن عظیم ہیں، مسلمانوں کو ان سے جدائی فرض ہے،

قال اللہ تعالٰی "لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اَبْنَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ ؕ"[1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: تم نہ پاؤ گے انھیں جو ایمان رکھتے ہیں اللہ وقیامت پر کہ اللہ ورسول کے مخالفوں سے دوستی کریں اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا عزیز ہوں۔

اور فرماتا ہے:

"وَلَوْ کَانُوْا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالنَّبِیِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مَا اتَّخَذُوْھُمْ اَوْلِیَآءَ"[2]۔	اور اگر انھیں اللہ اور نبی اور قرآن پر ایمان ہوتا تو کافروں کو اپنا دوست یا مددگار نہ بناتے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۳۶و۳۷:　از سہسرام محلّہ پرتالہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ صاحب　۵ شوال ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اثنائے تقریر میں کہا کہ غلاف کعبہ جلادیا گیا، دوسرے نے کہا کیا ہوا دوسرا غلاف آجائے گا۔ اس پر کہا گیا کہاں سے آئے گا، قسطنطنیہ سے تو نہیں آسکتا۔ تو اس نے جواب دیا کیا کعبہ کو جاڑا لگتا ہے، ایسا کہنے والے کے لئے عندالشرع کیا حکم ہے؟

(۲) خلیفۃ المسلمین کے لئے احکام کو ماننا یا ان کی مدد کرنا ان کے وقار کو قائم رکھنا اندر حدود والوں پر فرض ہے یا ہندوستانیوں پر بھی؟ **بینوا توجروا۔**

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۱

الجواب:

(۱) اس کے کلام سے استہزا مترشح ہوتا ہے اس پر توبہ فرض ہے، اور اگر معاذاللہ فی الواقع کعبہ معظّمہ سے استہزا مقصود ہو تو کفر ہے۔

(۲) احکام سلطانی اس کے قلمرو تک ہیں اور اعانت وحمایت ابتداءً اس ملک والوں پر ہے اور وہ عاجز ہوں یا نہ کریں تو قریب والوں پر یونہی منتہائے دنیا تک، مگر ہر فرض بقدر استطاعت ہے اور ہر مطالبہ بقدر قدرت، بحالت موجودہ ہندوستانیوں کو جہاد قائم کرنے کی اجازت شرع میں نہیں۔ **کما ھو مبین فی المحجہ المؤتمنۃ** (جیسا کہ **المحجۃ المؤتمنۃ** میں اس کا تفصیلی بیان ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۳۸: از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی مسئولہ حکیم غلام علی صاحب ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

اگر کوئی مولوی اپنے مدرسہ کے دروازے پر اور خلافت کے بورڈ پر اور خلافت کی ٹوپی پر اور خلافت کی رسید پر فقط اجمیر لکھے کیا اجمیر کے ساتھ شریف نہ لکھنا اور اصلی نام غلام معین الدین پر غلام نہ لکھا خلاف عقیدہ اہلسنت ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام کرنا اگر اس بنا پر ہے کہ حضور سید ناخواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری ومزار پرانوار کو (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

من عادٰی لی ولیًا فقد اٰذنتہ بالحرب [1]۔	جس نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔(ت)

اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتاہ قلمی ہے تو سخت بے برکتا اور فضل عظیم وخیر جسیم سے محروم ہے **کما افادہ الامام المحقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ فی الترضی** (جیسا کہ امام محقق محی الدین ابوزکریا قدس سرہ نے ترضی میں بیان فرمایا ہے۔ت) اور اس کا مبنٰی وہابیت ہے تو وہابیت کفر ہے، اس کے بعد ایسی باتوں کو کیا شکایت ع

[1] صحیح البخاری کتاب الرقاق قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳ و ۹۶۴

ماعلی مثلہ بعد الخطاء

(خطاء کے بعد اس کی مثل مجھ پر نہیں۔ت)

اپنے نام سے لفظ غلام اس بنا پر ہے کہ حضور خواجہ خواجگان رضی اللہ تعالٰی عنہ و عنہم کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدواللہ ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم، قال اللہ " اَلَیۡسَ فِیۡ جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡمُتَكَبِّرِیۡنَ ۝ "[1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: کیا نہیں جہنم میں ٹھکانا متکبرین کا۔ت) اور اگر بربنائے وہابیت ہے کہ غلام اولیائے کرام بننے والوں کو مشرک اور غلام محی الدین وغلام معین الدین کو شرک جانتاہے تو وہابیہ خود زندیق، بے دین، کفار ومرتدین ہیں "وَلِلۡكٰفِرِیۡنَ عَذَابٌ مُّهِیۡنٌ ۝ "[2] (اور کفار کے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۳۹: از رانی کھیت محکمہ ملٹری وائس مسئولہ ثناء اللہ سب اوورسیئر ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے کہا کہ تمھارا رکوع، سجود بالشرع نہیں ہے، اس پر اس نے فورًا یہ کہا یہ آج سے القط ہے، جو آج سے نماز پڑھے وہ مادر......... ہے اور اس سے کہا کہ تم نے داڑھی منڈوائی تو کہا کہ سنت ہے، ایسے شخص پر کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس کا دوسرا لفظ کہ داڑھی منڈوانے کے جواب میں کہا سنت ہے، اگر داڑھی منڈوانے کو سنت کہا تو ضرور کلما کفر ہے، اور اگر یہ مطلب تھا کہ داڑھی رکھنا صرف سنت ہے، فرض واجب نہیں کہ اس کے ترک سے میں نے گناہ کیا تو اگرچہ اس کا یہ جواب شیطانی ہے مگر کفر سے بچ جائے گا، لیکن وہ گالی جو اس نے نماز پڑھنے والے کو دی ضرور کلمہ کفر ہے اس پر فرض ہے کہ نئے سرے سے مسلمان ہو پھر عورت کو رکھنا چاہے تو اس سے دوبارہ نکاح کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۰: از قصبہ رچھا روڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں پر کسی فعل ناجائز کے سبب کفر کا فتوٰی دینا جائز ہے یا نہیں ہے؟ **بینوا توجروا**

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۶۰

[2] القرآن الکریم ۵۸/ ۵

الجواب:

فعل ناجائز کہ صرف گناہ ہو محض اس کی وجہ سے کفر کا فتوٰی دینا سید وغیر سید کسی پر بھی جائز نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۱ تا ۴۲: از جمشید پور ڈاک خانہ خاص ضلع سنگھ بھوم آفس کار کمپے مسئولہ حمید اللہ ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

(۱) مسلمان یا ہندو کسی مسلمان کا نام لے کر کہیں کہ فلاں شخص کی جے۔ جیسے شوکت علی محمد علی کی جے، یہ درست ہے یا نہیں؟

(۲) شوکت علی وغیرہ کے مجلسوں میں جانا درست ہے یا نہیں؟ اور لفظ مہاتما کہنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جے جو کافر بولتے ہیں جیسے گاندھی وغیرہ کی یا عام ہنود کی، یہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے، درمختار وغیرہ میں ہے: **تبجیل الکافر کفر**[1] (کافر کی تعظیم کفر ہے۔ت) یونہی جو نام کا مسلمان حد کفر تک پہنچ گیا ہو اس کی جے کا بھی یہی حکم ہے، اور مسلمان کی جے بولنا بھی منع ہے کہ کفار سے مشابہت ہے۔

(۲) مشرک کو مہاتما کہنا حرام ہے بلکہ بحکم فقہائے کرام کفر ہے اور ان کے جلسوں میں جانا ناجائز۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۳: از محلّہ سوداگران مسئولہ حضرت ننھے میاں صاحب مد ظلہم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے یہ رکوع "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ"[2] (اے اہل ایمان! ہو جاؤ اللہ تعالٰی کے مددگار۔ت) پڑھا پھر **من بنی اسرائیل** کی جگہ **منکم** کہہ گیا۔ زید نے بعد سلام کہا کہ قرآن عظیم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتا ہے: اللہ کے مددگار ہو جاؤ، پھر بنی اسرائیل کی حالت دکھائی جاتی ہے کہ ایک گروہ ان میں سے ہمارا فرمانبرادر ہوا اور ایک فرقہ نے کفر کیا منکم کی ضمیر گویا انصار اللہ ک طرف تم نے راجع کی تو **معاذاللہ** صحابہ کے دو گروہ ہو گئے

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۱۴

اس پر امام نے جواب دیا کہ قرآن عظیم عامہ مسلمین سے بھی خطاب فرماتا ہے کفار سے بھی خطاب فرماتا ہے اگر ایسا نہیں یعنی مخاطبہ اس کا صرف صحابہ کرام ہی سے ہو تو اوامر اونواہی سب اٹھ جائیں گے اور کوئی کافر کافر نہ رہے گا۔ اور یہ کہہ دے گا کہ ہم کو کوئی حکم نہیں پہنچا، اس پر زید نے کہا کیا ہم کمینے اس قابل نہیں کہ قابل نہیں کہ قرآن عظیم ہم سے مخاطبہ فرمائے، صحابہ سے اس نے خطاب فرمایا ان کے صدقہ میں ہم کو ملا، عالمگیر دنیا کا بادشاہ ایک چمار سے بات کرنے میں اپنی تذلیل سمجھے گا۔ ہماری نسبت قرآن عظیم سے وہ نہیں جو چمار کو علمگیر سے ہے، کافروں سے مخاطبہ نہیں بلکہ ان کو جھڑکیاں دینا ہے

"وَامْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّھَا الْمُجْرِمُوْنَ﴿۵۹﴾ "[1] (اور جدا ہو جاؤ آج کے دن اے مجرمو۔ ت) یہ جھڑکی ہے یا مخاطبہ، شہنشاہ مجرم بدمعاش بدکار کو حکم سزا سنایا کرتا ہے اس کو کلام نہیں کہتے، صحابہ کرام کے پاک ذکر میں طغیان کلام میں یہ بھی زید کے منہ سے نکل گیا کہ اگر وہ ایسی جان نثاری اور ایسی کوششیں نہ فرماتے تو مورخین تاریخ میں لکھ دیتے کہ ایک صاحب پیدا ہوئے اور انھوں نے یہ دعوی کیا، ان پر کتاب اتاری گئی اس کے سوا اور کچھ پتا نہ چلتا۔ یہ انھیں کی جانبازیوں کا نتیجہ ہے جو ہم مسلمان ہیں، ان کا احسان اسلام پر قرآن پر اور سب پر، اگر معاذاللہ احسان سے قائل کی نیت اس وقت غصہ یا حماقت کے سبب منت نہادن ہو تو اس کی نسبت کیا حکم ہوگا حالانکہ زید کے اندر کے دل کا اعتقاد یہ ہے کہ قرآن عظیم پر کسی کا احسان نہیں حتی کہ جس اکرم الاکرمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس نے نزول اجلال فرمایا ان کا بھی کوئی احسان اس پر نہیں بلکہ اسی کے احسانات بے نہایت ہیں، وہ اپنے عقیدے میں روح ایمان کے طریقہ پر رکھتا ہے کہ اس کی ایک آیت کریمہ خود حضور پر نور سید المرسلین نبی الانبیاء اور جمیع مخلوقات الٰہی سے افضل تر ہے کہ وہ باری عزوجلالہ کی صفت کریمہ ہے اور یہ مخلوق وہ قدیم ہے اور یہ حادث اور وہ نماز ہوئی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نماز تو یقینا ہو گئی، ضمیر منکم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پھرنی کچھ ضرور نہیں، التفات بھی ہو سکتا ہے، اور پھرے بھی تو حرج نہیں، بعض کہ اس وقت **الذین امنوا** اور بظاہر صحابہ میں داخل تھے **معاذاللہ** بعد کو مرتد ہو گئے جن سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے قتال فرمایا جس کا ذکر آیہ کریمہ :

"یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ	اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ

[1] القرآن الکریم ۳۶/ ۵۹

وَیُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۖ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۴﴾ "[1]	وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر سخت، اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی کی ملامت کرنے والے کی ملامت اندیشہ نہ کریں گے، یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ وسعت والا علم والا ہے۔

یہاں بھی یاایھاالذین اٰمنوا سے خطاب فرمایا اور انھیں میں سے بعض معاذاللہ مرتد ہوئے، او وہ اللہ کے پیارے صدیق اکبر اور ان کے پیرو ہوئے، زید کا کہنا کہ خطاب الٰہی صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے اور ہم بالطبع داخل ہیں بہت صحیح ہے، اور واقعی قرآن کریم کفار سے زجر کے سوا خطاب کم فرماتا ہے، غالبا اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ ان سے یوں فرمادو، "قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱﴾ "[2]، "قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ "[3]، "قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا "[4]، "قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا "[5] وغیر ذالک۔ پھر بھی بعض جگہ سوائے زجر بھی قرآن عظیم نے بنفس نفیس ان سے خطاب فرمایا ہے۔

قال تعالٰی "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۸﴾ "[6]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے وہ لوگوں جو موسی وعیسٰی پر ایمان کا نام لیتے ہو، یعنی یہود ونصاری اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تمھیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمھارے لئے نور کردے گا جس سے صراط پر چلو اور تمھارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

معالم شریف میں ہے:

یاایھاالذین اٰمنوا اتقوا اللہ. الخطاب لاھل الکتابین من الیھود والنصارٰی یقول یاایھا الذین اٰمنوا بموسی وعیسی	اے اہل ایمان! اللہ کا تقوٰی اختیار کرو، یہ یہود ونصارٰی اہل کتاب کو خطاب ہے فرمایا اے وہ لوگو! جو موسٰی وعیسی پر ایمان لائے

[1] القرآن الکریم ۵ /۵۴

[2] القرآن الکریم ۱۰۹ /۱

[3] القرآن الکریم ۳/ ۹۸

[4] القرآن الکریم ۶۲/ ۶

[5] القرآن الکریم ۳/ ۱۲

[6] القرآن الکریم ۵۷/ ۲۸

اتقوا اللہ فی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[1]۔	تمھیں حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بارے میں ڈرنا چاہئے۔(ت)

زید نے جو کچھ مدح صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کہا سب حق ہے اور سچی محبت صحابہ سے ناشی ہے اور وہ لفظ احسان کہ اس کی زبان سے نکلا اس کی توجیہ نہایت صاف وآسان ہے، قرآن مصحف کریم کو بھی کہتے ہیں، اس قرآن مجید کا ہدیہ کیا ہے، فلاں نے قرآن عظیم کو ہبہ کیا، یا فلاں مسجد پر وقف کیا، یا قرآن کریم کی جلد بندھواؤ، یا چولی چڑھاؤ، یا غلاف سی دو، ان تمام محاورات میں قرآن سے مصحف ہی مراد ہے، اور بلاشبہ یہ محاورہ عام شائع متعارف ہے اور مصحف یعنی یہ اوراق اور ان پر یہ نقوش ساتی روشنائی ضرور حادث وجنس مخلوق ہے، اور اجلہ کا اس سے افضل ہونا ممکن نہ ہو یہ کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ جب جنگ صفین میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کے حضور قرآن عظیم بلند کیا گیا فرمایا: **ھذا مصحف صامت وانا مصحف ناطق**[2]۔ یہ خاموش قرآن ہے اور میں قرآن ناطق ہوں۔ اگر قرآن سے زید کی یہی مراد تھی تو اس پر کچھ الزام نہیں اور اس کا وہ بیان کہ میں قرآن کو ایسا جانتا ہوں، استدراک ودفع وہم ہوگا، یعنی قرآن حقیقی کی نسبت تو میرا یہ اعتقاد ہے جو حرف بحرف ہے، مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اکرم الاولین کہنے کے اجازت نہیں، یہ نام پاک عرف میں رب العزت کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکرم الاولین والآخرین ہیں، غرض زید کی نسبت حکم فتوٰی تو یہ لکھا کہ اس کا کلام معنی صحیح رکھتا ہے، اور وہ کسی سخت الزام کا مورد نہیں ______ لیکن وہ اپنی نیت کو خوب جانتا ہے اور اس کا رب اس سے اعلم، اگر یہ کلمہ اس نے قرآن حقیقی قدیم ہی کی نسبت کہا ہو تو اس صورت میں ضرور حکم سخت ہوا، اس تقدیر پر تجدید اسلام لازم ہوگی پھر اس کے بعد تجدید نکاح وبیعت وحج کے احکام، قرآن عظیم غنی عن العلمین ہے، وہ اس سے پاک ومنزہ ہے کہ تمام عالم میں اس کا اس پر کچھ احسان ہو، اگر سارا جہان کفر کرتا اس کی عظمت میں ذرہ بھر فرق نہ آتا اور اگر سارا جہاں ایمان لے آئے اس کی عظمت میں ذرہ بھر اضافہ نہ ہو کہ اس کی عظمت نا محدود ہے اور نا محدود پر اضافہ محال، بالجملہ یہ معاملہ زید اور اس کے رب میں ہے شرعاً اس پر کوئی الزام نہیں کہ صاف تاویل موجود ہے، ہاں حفظ زبان کی احتیاط لازم، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

---

[1] معالم التنزیل علی ہامش الخازن تحت آیۃ یاایھاالذین آمنوا اتقوا اللہ الخ مصطفی البابی الحلبی المصر ۷/ ۴۰

[2]

مسئلہ ۴۴: از میرٹھ کوٹھی سید محمد حسین صاحب بیرسٹر مسئولہ محمد مجتبٰی خاں ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تبلیغ خلافت کی غرض سے جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا جس میں ہنود بھی شریک ہوئے، دوران تقاریر میں مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے اور ہنود نے بندے ماترم، مہاتما گاندھی کی جے، تلک مہاراج کی جے کے نعرے لگائے، کیا ہنود کو مساجد میں اس قسم کے نعرے لگانا جائز ہے؟ اور اگر بعض مسلمانوں نے خود اپنی زبان سے اسی مقام پر دوران تقاریر میں اہل ہنود کے ساتھ یا خود پیش قدمی کرتے ہوئے اس قسم کی جے کی آوازیں بلند کی ہوں تو ان کا کیا حکم ہے؟ **بینوا بالدلیل توجروا من الرب الجلیل** (دلیل کے ساتھ بیان کرو رب جلیل سے اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

مشرکین کی جے پکارنا ان کی تعظیم ہے اور کافروں کی تعظیم کفر ہے، فتاوٰی ظہیریہ واشباہ و در مختار میں ہے، **تبجیل الکافر کفر**[1] (کافر کی تعظیم کفر ہے۔ت) ایسے کلمہ گویوں پر لازم ہے کہ نئے سرے سے اسلام لائیں، پھر اپنی عورتیں رکھنا چاہیں تو ان سے از سر نو نکاح کریں، بلکہ ایسے جلسوں میں جو مضامین باطلہ و مخالف شرع ہوتے ہیں پر بہ نیت تحسین **اللہ اکبر** کہنا بھی حرام قطعی ہے کہ ذکر الٰہی کی توہین ہے۔ مشرکوں کو مسجد میں اس طرح لے جانا اور ان کا اپنے کلمات کفر بالاعلان کہنا اور مسلمان کہلانے والوں کا اسی پر راضی ہونا باجماع امت حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما بینت المساجد لما بنیت له[2] (وفی اخری) لذکر اللہ والصلوۃ وقراءۃ القراٰن[3]۔	مسجدیں تو صرف اس لئے بنیں جس لئے بنیں، دوسری روایت میں ہے وہ تو اللہ تعالٰی کی یاد اور نماز اور تلاوت قرآن کے لئے بنیں۔

[1] الاشباہ والنظائر کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۸۸، درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰۱

[3] صحیح مسلم باب وجوہ غسل البول الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۸، کنزالعمال حدیث ۲۰۷۹۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۶۶۱

یہاں تک کہ صحیح حدیثوں میں فرمایا: جو مسجد میں اپنی گمی چیز کو پوچھے اس سے کہو لا ردالله علیك ضالتك وان المساجد لم تبن لهذا[1] اللہ تیری گمی چیز کو تجھے نہ ملائے مسجدیں اس لئے نہ بنیں، نہ کہ کافروں کے لے جانے اور مشرکوں کی جے پکروانے کے لئے، مگر کیا کیجئے کہ ان لوگوں کے دل مسخ ہوگئے، انھوں نے مشرک کے غلام ہو کر اللہ ورسول کے سب احکام منسوخ کردیئے، احمق بے عقل وجاہلوں کی کیا گنتی ساری کمیٹی میں سب سے بڑے عالم کہلانے والے مولوی عبدالباری فرنگی محلّی ہیں جنھوں نے جلسہ مدراس میں اپنے منہ سے اپنے آپ کو نہ صرف عالم بلکہ بہت بڑا مجدد کہا وہ اقرار لکھ رہے ہیں کہ وہ بالکل پس روگاندھی کے ہیں اس کو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ۟" [2] (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت) اس کا نام دین ہے اس کا نام اسلام ہے حالانکہ رب عزوجل فرماتا ہے: اگر تم نے کافروں کا کہا مانا تو ضرور تم بھی مشرک ہو۔

"وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ۝" [3] "وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ۝" [4] واللہ تعالٰی اعلم۔	بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۵: از ماڈلے۔ برما رود نمبر ۲۹ زرباری مرسلہ حاجی حسین احمد صاحب ماسورتی سوداگر آہن

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنے وعظ میں کہا کہ فرعون نے ایک نماز میں خداوند کریم سے پانی کی دعا مانگی اور کہا میں تجھ کو وحدہ، لاشریك له جانتاہوں میری دعا قبول فرما، پس اس کی دعا قبول ہوئی آج کل کے مسلمانوں کا ایمان اگر فرعون جتنا بھی ہوتا سب جنت میں چلے جاتے، دوسری بات یہ کہی کہ ترک موالات پانچ بنائے اسلام سے بڑھ کر ہے، پس ایسے واعظ کے لئے کیا حکم ہے ایسے ملعونہ کلمات سے کافر ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو فاسق ہوا یا نہیں؟ اس کی امامت کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اس کی دونوں باتیں کفر ہیں، فرعون بالاجماع وبنص قطعی قرآن کافر تھا،

قال اللہ تعالٰی "كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ۝ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ۝ وَّ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ"	اللہ تعالٰی نے فرمایا: ان کافروں سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا نوح کی قوم اور رس والوں اور ثمود نے اور فرعون اور قوم لوط نے اور ایکہ والوں اور تبع

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع النھی عن البیع فی المسجد امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۵۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

[3] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

کُلٌّ کَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِیۡدِ ﴿۱۴﴾ "[1]	کی قوم نے ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تو تکذیب رسل پر ہم نے جو وعید فرمائی تھی ان سب پر ثابت ہو گئی۔

مسلمانوں کے ایمان کو اس کافر اکفر کے ایمان سے کم کہنا صریح کفر ہے، یہ کفر کو ایمان پر تفضیل دینا ہے، کافر میں ایمان کہاں اور وہ بھی مسلمانوں کے ایمان سے افضل، جس کا نام ان لوگوں نے ترک موالات رکھا ہے، اول تو وہ ہر گز ترک موالات نہیں، مشرکوں سے صراحۃً موالات کر رہے ہیں بلکہ ان کے غلام بن رہے ہیں، ان میں جذب ہو چکے، ان میں فنا ہو رہے ہیں، مشرک کے پس رو ہوئے، اسے اپنا رہنما بنالیا، جو وہ کہتا ہے وہی مانتے ہیں، ان کے سب سے بڑے عالم مولوی عبدالباری فرنگی محلّی نے صاف صاف ان باتوں کا اقرار کیا اور صراحۃً لکھ دیا کہ میں نے قرآن وحدیث کی تمام عمر بت پرستی پر نثار کر دی، قرآن عظیم نے بکثرت آیتوں میں تمام کفار سے موالات قطعاً حرام فرمائیں مجوس ہوں خواہ یہود ونصارٰی ہوں، خواہ ہنود، اور سب سے بدتر مرتدان ہنود، اور یہ مدعیان ترک موالات مشرکین مرتدین سے یہ کچھ موالات برت رہے ہیں۔ پھر ترک موالات کا دعوٰی، اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کوئی مشرک مہادیو کو پوجتا جائے اور کہے دیکھو شرک بہت بری چیز ہے سوا خدا کے کسی کو نہ پوجنا و غیر خدا کو سجدہ نہ کرنا، نصارٰی سے ترک معاملت جائز دنیویہ جس کا نام انھوں نے ترک موالات رکھا ہے وہ اسے فرض بلکہ مدار ایمان بتاتے ہر گز شریعت نے اسے واجب نہ کیا، یہ ان کا شریعت پر افتراء اور ان کا بلکہ ان کے رہنما گاندھی کا اختراع ہے، ان سب امور کی تفصیل ہماری کتاب **المحجۃ المؤتمنہ** میں ہے۔ اور بفرض غلط اگر یہ واجب بھی ہوتی تو اسے اسلام کی پانچوں بناؤں سے بڑھ کر کہنا صریح کفر تھا، اللہ عزوجل کو ایک اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کا رسول برحق ماننے کے برابر بھی کوئی فرض نہیں ہو سکتا، سب فرض اس کے نیچے ہیں اور اس کے سبب مقبول، یہ نہ ہو تو سب مردود،

قال اللہ تعالٰی "وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰی مَا عَمِلُوۡا مِنۡ عَمَلٍ فَجَعَلۡنٰہُ ہَبَآءً مَّنۡثُوۡرًا ﴿۲۳﴾ "[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو کچھ انھوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انھیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا۔ (ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰ /۱۲تا۱۴

[2] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

وقال تعالٰی " وَمَنۡ يَّبۡتَغِ غَيۡرَ الۡاِسۡلَامِ دِيۡنًا فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡهُ ۚ وَهُوَ فِى الۡاٰخِرَةِ مِنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝۸۵ " [1]۔	اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا وہ ہر گز اس سے قبول نہ کیا جائیگا اور وہ اخرت میں زیاں کاروں سے ہے۔(ت)

بالجملہ واعظ مذکور کے کفر میں کوئی شک نہیں اور اس کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسی گاندھی کے پیچھے، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی، اسے واعظ بنایا اس کا وعظ سننا درکنار مسلمانون کو اس سے میل جول اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا، اس سے سلام کلام، اس کی موت وحیات میں کوئی معاملہ اہل اسلام سب یکسر حرام جب تک وہ اپنے کلمات ملعونہ سے توبہ کرکے اسلام نہ لائے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۶: مسئولہ حکیم عبدالرحمٰن محلّہ جمال پورہ مقال سون پت ضلع رہتک ۱۱ شوال المعظم ۱۳۳۴ھ

منبع الفضل وبرکات الزمان مولانا احمد رضاخان ادامہ اللہ تعالٰی بالفیض والاحسان، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰی، امابعد واضح رائے عالی ہو کہ بسط البنان کے رد میں آنجناب کے دو رسالہ "ادخال السنان" اور "واقع اللسان" دیکھے جن کے مطالعہ سے تمام شکوک رفع ہوگئے اور اپ کی اقصی مراتب کی تحقیق سے دل خوش ہوا، اما ایک یہ شبہ باقی رہ گیا ہے امید ک اس معما کو عما فھم عبارت میں کارڈ ملصقہ پر حل فرماکر تشفی فرمائیں گے، شبہ یہ ہے کہ چونکہ "ادخال السنان" کے تمام دلائل سے تو حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات کا عالم الغیب ہونا بماکان وبمایکون کا پیش از وفات ہی باحسن طریقہ ثابت ہوگیا، لیکن مشکوۃ شریف کے باب الشفاعت میں صحیحین کی حدیث میں یلھمنی محامد احمدہ بھا لاتحضرنی الاٰن [2] (مجھے ایسے محامد کا الہام ہوگا جن کا اس وقت مجھے علم نہیں۔ ت) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامدہ وثنا مستثنٰی ہیں یعنی یہ محامد حضرت کو قیامت کے اس وقت خاص سے پیشتر نہیں عطا کئے گئے کیونکہ ترمذی شریف میں اسی باب میں لم یفتحہ علی احد قبلی [3] (مجھ سے پہلے کسی کو عطا نہیں کی گئیں۔ ت) فرمایا ہے۔ اور شیخ دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کی شرح اشعۃ اللمعات میں اسی طرح کی ہے:

ہم دران وقت نورے خاص از مقام قرب و معرفت در دل من افتد کہ علم آن محامد	مقام قرب و معرفت سے اس وقت میرے دل میں ایک نور خاص پیدا ہوا گا جو ان

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸۵

[2] مشکوۃ المصابیح باب الحوض والشفاعۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۸

[3] جامع الترمذی باب ماجاء من الشفاعۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۶۶

محامد کا اثر ہوگا۔(ت)	اثران باشد[1]۔

اور اس حدیث سے تیسری حدیث کے اس جملہ لم یفتحہ علی احد من قبلی کی شرح میں لکھتے ہیں:

مجھ سے پہلے ان کا کسی پر الہام نہ ہوگا بلکہ میں بھی اس سے پہلے ان کو نہ جانوں گا جیسا کہ سابقہ حدیث سے واضح ہے۔(ت)	نکشادہ الہام نکردہ برہیچ یکے پیش از من بلکہ بر من نیز پیش ازیں وقت چنانچہ از حدیث سابق لائح می شود[2]۔

اور شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ میں گویا اسی حدیث کو بیان فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لاکر سجدہ ریزی کرینگے اور اللہ تعالٰی کی ایسی محامد کریں گے جن سے اللہ تعالٰی آپ کو اس وقت نوازے گا اس سے پہلے وہ آپ کے علم میں نہ ہوں گی۔(ت)	فیاتی ویسجد ویحمد اللہ بمحامد یلھمہ اللہ تعالٰی ایاہ فی ذلك الوقت لم یکن یعلم قبل ذلك الوقت[3]۔

پس ان عبارات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ محامد اسی وقت تعلیم ہوں گے، اور یہ محامد بھی من جملہ مایکون سے ہے، تو گویا ابھی تک اس کا علم حضور کو نہیں۔ اور گویا بعض اشیاء کا علم نہ ہوا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہوا، تو تمام اشیاء کا علم نہ ہوا اور اس میں احتمال ذہول بھی نہیں رہتا کیونکہ خود اس سے انکار فرماتے ہیں کہ ہم کو اس کا علم عطا نہیں ہوا۔ امید کہ مفصل جواب عطا فرمائیں گے، اطمینان کے لئے دریافت ہے، اور مرقاۃ میں اس کی کیا شرح کی گئی ہے؟

الجواب:

مولانا المکرم اکرمکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کارڈ کے مطالعہ سے محظوظ ہوا، مولٰی تعالٰی آپ کو برکات دے، ایسی حق پسندی وحق جوئی نہایت قابل مسرت ہے۔ ماکان ومایکون جس کے ذرہ ذرہ کا احاطہ کلیہ قرآن عظیم واحادیث صحیحہ وارشادات ائمہ سے آفتاب روشن کی طرح ثابت ہے، اس کے معنی ماکان من اول یوم ویکون الی اخر الایام یعنی روز اول آفرینش سے روز قیامت تک جو کچھ ہوا اور ہونے والا ہے ایک ایک ذرے کا علم تفصیلی حضور کو عطا ہوا، شرق وغرب

[1] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ (فارسی) باب الحوض والشفاعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۸۸

[2] اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ (فارسی) باب الحوض والشفاعۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۳۸۹

[3] فتوحات مکیہ الباب الخامس والعشرون وثلثمائۃ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۸۷ و۴۰۳ و۳/ ۹۲ و۹۳

میں سمٰوات وارض میں عرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہیں۔ ذات و صفات حضرت عزت احاطہ و تناہی سے بری ہیں، ممکن نہیں کہ جمیع مخلوقات کا علم مل کر اس کی ذات علیہ یا کسی صفت کریمہ کو محیط ہوسکے کبھی کوئی اسے پورا جان سکے گا۔ مومنین واولیاء وانبیاء اور خود حضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلوات واکمل التسلیمات ابدالا باد تک اس کی معرفت میں ترقی فرمائیں گے، ہر روز اس کے وہ محارم معلوم ہوں گے جو کل تک نہ معلوم تھے اور یہ سلسلہ ابد تک رہے گا کبھی ختم نہ ہوگا۔ روزانہ بے شمار علوم متعلق ذات وصفات ان پر منکشف ہوں گے اور ہمیشہ ذات وصفات میں نامتناہی غیر معلوم رہے گا کہ وہ محیط کل ہے کسی کے احاطہ میں نہیں آسکتا۔ وہ حدیث متعلق بہ محامد علوم ذات وصفات میں ہے اور بیشک حق ہے اور دعوی اہل حق کو کچھ مضر نہیں۔ **وله الحمد وهو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۷: مسئولہ قاضی قاسم میاں از مقام گونڈل علاقہ کاٹھیاوار بروز چہار شنبہ ۴ ذی القعدہ ۱۳۳۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومشائخ عظام اس معاملہ میں کہ زید کہتا ہے کہ سوائے خدا کے کچھ نہیں یعنی یہ بھی خدا وہ بھی خدا، زید بھی خدا، بکر بھی خدا، علی ہذا القیاس، یعنی خالق ومخلوق نہیں، فعل فاعل مفعول خدا میں صورت بے صورت ہے، بے صورت صورت ہے، نہ یہ ہے نہ وہ ہے، نہ زید ہے نہ عمرو ہے نہ بکر ہے، خدا ہی خدا ہے، جن کی تائید میں یہ چن اشعار جو اپنے بنائے ہوئے ہیں وہ پیش کرتا ہے، اور چند اشعار دیوان جام جم مصنفہ طالب حسین صاحب فرخ آبادی کے جو فرخ آباد کے مطبع مورس کمپنی بزریہ میں چھپی ہے پیش کرکے اپنا مسلک بتلاتے ہیں جو بطور نمونہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ یہ اشعار بھی زید خود کے ہیں جن کا تخلص اطہر ہے:

بندے کو تو خدا کہوں اور اس کو کیا کہوں — بند کو بندہ اور نہ خدا کو خدا کہوں

اطہر ہی خدا ہے غرض دو میں ایک سے — زیور کو زر کہوں نہیں اور کیا کہوں

اگر سب بھول بیٹھا تو خدا بھی بھول جا اطہر کہ ہے یہ سب بڑا دھوکا خدا خود ہے خدا خود ہے

میں ہی مرسل میں ہی مرسل میں ہی اخبار اور قرآن — محمد اور میں ہی اللہ آہاہاہا، آہاہاہا

نہ مفتی ہے نہ خنجر ہے نہ حد ہے نہ شریعت ہے — خدا ہے تو اگر سچا انا الحق کہہ انا الحق کہہ

خدا ہو کر نہ بندہ بن زباں کھول دے پیارے — ہے یہ آزادی کا رستہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

نہ رکھ روزہ نہ کر سجدہ نہ جا کعبہ میں توجہ کو — نہ ہے روزہ نہ ہے سجدہ انا الحق کہہ انا الحق کہہ

خدا تھا کب محمد تھے شریعت تو ہے مفروضہ — نہیں ہے ما سوا حق کا انا الحق کہہ انا الحق کہہ

معوبود تو خدا کو کہے حور پر مرے — شہوت پرست گر نہ کہو اس کو کیا کہوں

اللہ کے سوا نہیں پھر بولتا ہے کون
اطہر تجھے خدا نہ کہوں اور کیا کہوں
اطہر تو برائے نام ہوں میں حیرت نہیں ہے اللہ ہوں میں
عارف ہے اگر تو شک مت لاؤ اور نہیں میں اور نہیں
آپ ہی عرش اور آپ ہی کرسی، آپ ہی دوزخ اور جنت
آپ مکیں ہے آپ مکان ہے کیا کیا شور مچایا ہے
کافر کو تو برا کہوں مومن کو کیا کہوں!
اچھا کہوں نہ اس کو نہ اس کو برا کہوں

مصنفہ طالب حسین فرخ آبادی:

بنا ایک وحدت کی تصویر میں ہوں
مرید آپ ہی، آپ ہی پیر میں ہوں
نہ دیکھا ہو جس نے اسے مجھ کو دیکھے
نہاں و عیاں اس کی تصویر میں ہوں
عذاب کس کا ثواب کیسا گناہ کہتے ہیں کس یارو
وہی ہے فاعل جو خیر و شر کا خطا ہے عطا خطا ہے
عجب معمہ ہے یہ عزیزو خلا ملا ہے ملا خلا ہے
برا بھلا اب کہوں میں کس کو بھلا برا ہے برا بھلا ہے

(۱) مذکورہ بالا عقیدہ کو حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سینہ کا علم بتاتا ہے جو آج تک سینہ بہ سینہ مشائخ طریقت میں چلا آتا ہے اور اسی کا نام وصول الی اللہ ہے۔

(۲) اور یہی زید ظاہر میں نماز کے لئے اٹھتا ہے تو اپنے مریدوں کے سامنے یہ بھی کہتا ہے کہ ذرا خدا کو دھوکا دے لوں، اسی طرح قولی اور فعلی کاروائی کرکے شریعت مطہرہ سے وہ وہ نفرتیں دلاتا ہے کہ مسلمان کے کلیجے پاش پاش ہو جاتے ہیں۔

(۳) اور یہی زید وعظ میں بھی پکار پکار کر کہتا ہے کہ شریعت تمہارے ماں باپ نے بھی سکھائی، شریعت تو تمہارے استادوں نے بھی سکھائی، شریعت تو تمہارے مولویوں نے بھی سکھائی مگر خدا کے ملنے کا تو رستہ کچھ اور ہے اور یہ تو منتر کچھ اور ہے اور اسی قسم کے دھوکے دے کر مسلمانوں کو اپنی مریدی کی طرف راغب کرتا ہے اور مرید کرکے مذکور عقیدہ اور یہی اللہ کی تعظیم کرتا ہے یعنی خالق مخلوق نہیں۔ اب التماس یہ ہے کہ اس زید کا عقیدہ کیسا ہے، مسلمان اس کے ساتھ کیا برتاؤ کریں، شرع شریف میں اس کے لئے تعزیزی بھی ہے یا نہیں، مسلمانوں کو اس کی مریدی سے خارج ہو کر بعد توبہ جدید نکاح کا ضرورت ہے یا نہیں؟ اگر جدید نکاح کی ضرورت ہے تو پہلا مہر کافی ہے یا نہیں، اگر اس جدید نکاح میں عورت قبول نہ کرے تو کیا صورت ہے؟ کتاب تذکرہ غوثیہ مسلمانوں کے پڑھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ براہ مہربانی اوپر کے سوالوں کے جوابات مفصل طور سے ارقام فرما کر عنداللہ ماجور ہوں و عندالناس مشکور ہوجئے گا۔ **فقط**

الجواب:

صورت مذکورہ میں زید یقینا کافر مرتد ہے، اس کے کلام سرتاپا کفر سے بھرے ہوئے ہیں، مثلا (۱) زید وعمر وبکر سب کو خدا کہنا (۲) خدا کو مخلوق اور مفعول کہنا (۳) بندہ کو خدا کہوں (۴) خدا کو خدا نہ کہوں دوسرا عـــہ شعر لکھنے میں سائل سے کچھ رہ گیا ہے (۵) تیسرے شعر میں خدا کے بھول جانے کی فرمائش اور کہ یہ بھی بڑا دھوکا ہے (۶) چوتھے شعر میں اپنے آپ کو اللہ کہنا (۷) رسول کہنا (۸) قرآن کہنا (۹) پانچویں شعر میں شریعت کا انکار (۱۰) اناالحق کہنے پر اصرار (۱۱) چھٹے شعر میں بھی یہی (۱۲) بندہ بننے کی ممانعت (۱۳) ساتویں میں وہی (۱۴) بروجہ انکار نماز روزے، حج کی ممانعت (۱۵) آٹھویں شعر میں خدا کی نفی (۱۶) شریعت کو فرضی وساختہ بتانا کہ سیاق وسباق سے یہی مراد متعین ہے۔ (۱۷) وہ ان الحق (۱۸) دسویں شعر میں خدا بننا (۱۹) گیارھویں میں بھی یہی (۲۰) تیرھویں میں مومن کو اچھا نہ کہنا کافر کو برا نہ کہنا، یہ بیس کفر تو زید کے کلمات مذکور میں کھلے کھلے ہیں۔ (۲۱) سولھویں شعر میں عذاب وثواب کا انکار (۲۲) سترھویں شعر میں بھلے کو برا، برے کو بھلا کہنا (۲۳) ان صریح عقائد کفر ملعون کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا (۲۴) کفر کو وصول الی اللہ بتانا (۲۵) نماز کے لئے اس کا کہنا کہ خدا کو دھوکا دے لوں اس کے کلمات سابقہ کے لحاظ سے لائق تاویل نہ رہا، معنی استہزاء میں متعین ہوگیا اور وہ کفر ہے (۲۶) شریعت سے نفرت دلانا (۲۷) شریعت کو راہ خدا نہ ماننا

بالجملہ زید ان کافروں میں ہے جن کو فرمایا گیا ہے **من شك فی عذابه وكفره فقد كفر** [1] جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ سلطنت اسلام ہوتی تو اس کی تعزیر یہ تھی کہ بادشاہ اسلام اسے قتل کرتا، اس کا اختیار غیر سلطان کو یہاں نہیں۔ مسلمانوں کو اس سے میل جول حرام، اس سے سلام کلام حرام، اس کے پاس بیٹھنا حرام، اس کا وعظ سننا حرام، وہ بیمار پڑے تو اسے پوچھنے جانا حرام، مرجائے تو غسل دینا حرام، کفن دینا حرام، جنازہ اٹھانا حرام، جنازہ کے ساتھ چلنا حرام، اس پر نماز حرام، اسے مسلمانوں کے گورستان میں دفن کرنا حرام، اسے مسلمانوں کی طرح دفن کرنا حرام، اس کے لئے دعائے بخشش کرنا حرام، اسے کچھ ثواب پہنچانا حرام، اسکی قبر پر جانا حرام، جو ان باتوں میں سے کوئی بات اسے مسلمان جان کر کرے گا یا اس کی موت کے بعد اس کے لئے دعائے بخشش کرے گا یا اسے

عـــہ: ظاہرًا یوں ہے ع اطہر ہے یا خدا ہے الخ۔

---

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

ثوب پہنچائے گا اگرچہ اسے کافر جان کر وہ خود کافر ہو جائے گا جو لوگ اس کے مرید اس کے ہو چکے ہیں ان پر فرض ہے کہ اس سے جدا ہوں دور بھاگیں کہ وہ بیعت اس کے ہاتھ پر نہیں ابلیس کے ہاتھ پر ہوئی، پھر ان مریدوں میں جو اس کے ان کفروں سے آگاہ تھے اور اس کے بعد مرید ہوئے یا بعد مریدی کے آگاہ ہوئے اور اس کی بیعت سے الگ نہ ہوئے وہ سب بھی اسلام سے خارج ہیں، ان پر بھی فرض کہ نئے سرے سے مسلمان ہوں، توبہ کریں، توبہ واسلام کے بعد ان کی عورتوں اگر ان سے دوبارہ نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان پر جبر نہیں۔ عورتیں جس سے چاہیں اگر عدت گزر چکی ہے تو ابھی ورنہ بعد عدت اپنا نکاح کرلیں اور اگر انھیں سے دوبارہ نکاح کریں، تو مہر جدید لازم آئیگا اور پہلا مہر بھی اگر باقی ہے دینا ہوگا۔ کتاب تذکرہ غوثیہ جس میں غوث علی شاہ پانی پتی کا تذکرہ ہے ضلالتوں، گمراہیوں بلکہ صریح کفر کی باتوں پر مشتمل ہے مثلاً غوث علی شاہ جگن ناتھ کی چوکی پراشنان کرتے ملے کسی نے پہچانا تو بولے کہ اس شخص کے دو باپ تھے، ایک مسلمان اس کی طرف سے حج کرآیا ہے، دوسرا باپ ایک پنڈت تھا اس کی طرف سے جگن ناتھ تیرتھ کرنے آیا ہے ایسی ناپاکی بے دینی کی کتاب کا دیکھنا حرام ہے جس مسلمان کے پاس ہو جلا کر خاک کردے، **واللہ الھادی الی صراط مستقیم** (اللہ تعالٰی ہی صراط مستقیم کی ہدایت دینے والا ہے۔ ت) **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۴۸: مسئولہ عبدالرحمٰن طالب علم مدرسہ چھیپوں احمد آباد گجرات ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک مرید نے اپنے پیر کی شان میں یہ قصیدہ پڑھا اور پیر نے اس قصیدہ کو سن کر پڑھنے والے کو کہا کہ تو میرا حبیب ہے اور اس کے بعد یہ قصیدے منبر پر پڑھے جاتے ہیں اور اس کے جواز کا حکم پیر نے دیا آیا شرعاً یہ قصیدہ جائز ہیں یا نہیں؟ قصیدہ مذکور یہ ہے:

مرحبا یا مرحبا یاشاہ لواری مرحبا	نور الہدٰی خیر الورٰی یاشاہ لواری مرحبا
یا امام العالمین و انتجاب اولین	ختم ولایت مقتدا یا شاہ لواری مرحبا
پیشوائے اولیا تو برگزیدہ ذوالجلال	شافع ہر دوسرا یا شاہ لواری مرحبا
کن عطا فضل وکرم امروز فردائے کریم	صامع بجز تو نیست کس یاشاہ لواری مرحبا
یابشیر ویا نذیر وائے شہ اولو العزم	ملجائے والا صفیا یا شاہ لواری مرحبا
منعم و مسجود قیوم و جہان بحر کرم	طالب ومطلوب ومصدر یاشاہ لواری مرحبا
ذات تو احد ولے میم موجودات او	خلق عالم را سبب یا شاہ لواری مرحبا

قاب قوسین توئی گفت مازاغ البصیر	جائے تورشک مدینہ یاشاہ لواری مرحبا
سید کونین سالار رسل گنج نہاں	یامحمدن الزمان یاشاہ لواری مرحبا
ہست مدعا مظہر ذات تو مسند نشیں	لایموت ولم یزل یاشاہ لواری مرحبا
مشکل کشااحمد زماں القاہ اللہ بہرما	آوارہ پرور حافظا یاشاہ لواری مرحبا

الجواب:

یہ خالص کفر ہے اور اس کا قائل اس کا اجازت دہندہ، اس کا پسند کنندہ سب مرتد ہیں، کسی امتی کو [۱]سرور عالم کہنا، [۲]علیہ الصلوٰۃ کہنا، [۳]مسجود و مخلوق کہنا، [۴]خیر الورٰی کہنا، [۵]انتخاب اولین کہنا، [۶]شافع ہر دوسرا کہنا، [۷]سید کونین کہنا تو حرام وجزاف تھا ہی یوہیں [۸]خلق عالم راسبب اور [۹]قاب قوسین اور [۱۰]مازاغ البصر اور [۱۱]جائے تورشک مدینہ کہنا، ان میں بہت کلمات موہم کفر یا منجر بکفر ہیں، [۱۲]مگر ذات تواحد اور [۱۳]سالار رسل اور [۱۴]مسند نشین لم یزل کہنا قطعاً یقینا کفر ہے۔ یوہیں فقہائے کرام نے [۱۵]قیوم جہاں غیر خدا کو کہنے پر تکفیر فرمائی۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق (جل وعلا) نحو القدوس والقیوم والرحمن وغیرہا یکفر [1] اھ. واللہ تعالٰی اعلم۔	اگر کوئی اللہ تعالٰی کی صفات مختصہ میں سے کسی صفت کا اطلاق مخلوق پر کرے، مثلاً اسے قدوس کے یا قیوم یارحمٰن کہے توکافر ہو جائے گا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۴۹: از کلکتہ محلّہ دہی ہٹہ ۸۱ مولوی ولی اللہ خاں صاحب ۵ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ بروز چہار شنبہ

حضرات علمائے کرام کچھ عرصہ سے ایک ضخیم کتاب گلزار وحدت مصنفہ پیرجی نجم الدین متوطن جھنجون ضلع جے پور طبع ہوئی جس میں جابجا ملحدانہ مولات مندرج ہیں مشتے نمونہ اخروار عرض ہے:

وہی وہی کوئی اور نہ دوجا	اس بن کوئی اور نہ سوجا
ہر رنگ سے بے رنگی آیا	ہر ہر بھیس سے آپ دکھایا
آپ ہی دیکھتے آپ ہی دکھاوے	پھر وہ آپ کو آپ سراوے
کہیں محمد ہو کر آیا	ہادی مہدی نام دھرایا
کہیں عارف ہوا گیانی	اپنی اپنے قدر پہچانی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد ثم ان الفاظ انواع داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

کہیں عاشق ہوئے پھرے دیوانا	کہیں معشوق محبوب یگانہ
کہیں عابد ہو کرے عبادت	کہیں زاہد ہو کرے ریاضت
کہیں مؤذن بانگ سناوے	آپ ہی آپ کو سیس نواوے
کہیں برہمن سنکھ بجایا	آپ ہی اپنا مرجس گایا
کہیں رند ہوا شرابی	راگ رنگ جنگ ربابی
کون ہے آدم کون ہے ابلیس	کون سلیمان اور بلقیس
یہ سب انچھر وہ ہے معنا	پہن لیا ہے ایسا بانا
یہ سب روپ اسی نے دھارے	ایک ایک سے بھی نیارے

ص ۴۳:

ایک نے اتنے نام دھرائے	ایک ایک سے بھی نیارے
اول ہو کر آخر ہوا	ظاہر ہو کر باطن بیا
کہیں واجب معبود کہلایا	کہیں ممکن بندہ بن آیا
جیسے جل کر برف بنائی	جل بن اس میں اور نہ کائی
جوں حباب دریا سے اٹھے	آخر اس کا اس میں میٹے
بیر نگی بہ رنگ لے آیا	ہر ہر نتھہ میں آپ پوجایا
مکھ پر چادر میم کی رکھ کر آپ غفور	احمد اپنا نام دھر جگ میں کیا ظہور
نجما دیکھ اس یار کی رمزوں کی دستور	ہر رنگ میں بیر نگ رہا دور کا دور

ص ۷۴: پھر جس شخص نے خلق اور خالق کو دو سمجھے اور ایک نہ جانا وہ مشرک ہے کہ مبتلا ہوا بیچ شرک خفی کے، اور جس شخص نے کہا ذات کو ساتھ فردیت کے یعنی خلق اور خالق کو ایک سمجھا وہ موحد ہے۔

ص ۵۹: اے عزیز چھٹا مرتبہ انسان کامل کا ہے وہ مشرک ہے مرتبوں ذاتی اور خلق میں یعنی اگر اس تعین بشریت کے خیال سے اس کو دیکھے تو آدمی اور اگر اس کی کمالیت فقر کی طرف دیکھے تو اللہ تعالٰی ہے بموجب اس قول کے، قول صوفیہ: **اذا تم الفقر فھو اللہ** (جب فقر مکمل ہوا تو اللہ ہوا۔ ت)

ص ۱۱۹ ص ۱۲۰: نقل ہے کہ جب حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے درس توحید شروع کیا اور مسئلہ وحدۃ الوجود کو ظاہر فرمانے لگے۔ چنانچہ یہ رباعی ان کی تصنیف ہے:

لا آدم فی الکون ولا ابلیس　　لا ملك سلیمان ولا بلقیس

فالکل عبارۃ وانت المعنی　　یامن ھو للقلوب مقناطیس

یعنی آدم ہے نہ شیطان ہے جہان میں نہ ملک سلیمان علیہ السلام کا نہ بلقیس کا، پھر یہ سب عبارت ہیں اور واس عبارت کے معنی ہے اسے وہ کوئی جو واسطے دلوں کے لوہ چکا ہے۔

ف: یعنی جس طرح پتھر لوہ چگی کا ہوہ کو اٹھالیتا ہے، اسی طرح دلوں مخلوق کو اپنے تابع کر رکھتے ہیں، غرضکہ شیخ مذکور نعرہ ہمہ اوست کا مارنے لگے، علماؤں نے اس میں صلاح اور مشورہ کئے، کرے اور بتلائے کہ یہ فقیر تو شریعت میں رخنہ ڈالنے لگا۔ اول تو اس کو قائل کرو، اگر نہ مانے گا تو اس کو ماریں گے، غرضکہ سب کی صلاح سے ایک شخص نے ان علماؤں سے آکر شیخ کے پاس عرض کیا کہ حضرت آپ کی دعوت ہے آپ ہی نے قبول کری، اس شخص نے کئ قسم کے کھانے پکائے اور ایک خوان میں جدا جدا برتنوں میں دھر لایا اور ایک رکابی میں پلیتی بھی بھر کر اس خوان میں لایا۔ آپ نے وے تمام کھانے جو نفیس تھے کھائے اور پاخانہ نہ کھایا، جب اس شخص نے کہا کہ حضرت اس کو بھی کھالوی بھی کوئی غیر نہیں ہے۔ وہ ہی ہے، شیخ نے فرمایا بہت اچھا ان کے مکان کے صحن میں ایک حوض پانی کا تھا آپ نے پانی میں غوطہ مار کر خوک کی صورت ہو کر نکلے اور اس پاخانہ کو کھالیا، اور پھر حوض میں غوطہ مارا اور آدمی کی شکل ہو کر نکل آئے اور فرمایا اے عزیز وہ طعام بھی میں نے کھایا اور یہ پاخانہ بھی میں نے کھایا مگر طعام واسطے صورت انسان کے تھی اور پاخانہ واسطے شکل خوک کے بنا کر آیا وہ میں ہی تھا کہ آدمی تھا اور خوک ہوگیا، حضرات اسی طرح تمام کتاب جو ۴۲۵ صفحوں پر لکھی گئی ہے مضامین الحادیہ سے مملو ہے، بارہا پیر جی مذکور کے متبعین سے جو ایک جماعت جہلا کی ہیے، کہا گیا کہ یہ کتاب سراسر عقائد کو خراب کرنے والی اور ناقابل عمل ہے مگر جواب یہی ملتا ہے کہ علمائے عظام حنفی المذہب سے اس کے متعلق استفسار کیا جائے جو ارشاد ہوگا اس کے مطابق عمل کیا جاوے گا۔ اس لئے یہ چند حوالہ جات معروضہ بالا مقالات مختلفہ سے نقل کرکے استدعا ہے کہ عندالشرع اس شخص کا معہ اس کے مریدین اور متبعین کے جو حکم ہو بوضاحت تحریر فرما کر مزین بمہر فرمائیں تاکہ جماعت جہلاء جو ان کے دام تزویر میں ہے رہائی پا کر راہ یاب ہوں۔ **واللہ تعالٰی ھو الموافق۔**

الجواب:

یہ کلمات الحاد ہیں اور حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت جو وہ ملعون حکایت نقل کی ہے محض کذب وافتراء وساختہ ابلیس لیعین ہے، توحید ایمان ہے، اور وحدۃ

وجود حق اور زعم اتحاد الحاد، صوفیہ کرام تو صاحب تحقیق ہیں اور ان کے ایسے مقلدین ملحد وزندیق ہیں، اس کتاب کا جس کے پاس ہو اس پر جلادینا فرض ہے اور سامنے دیکھنا حرام اور اس پر اعتقاد رکھنا کفر یہیں سے اس شخص کے مریدین اور متبعین کا حال ظاہر۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۰: از گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور ریاست بہاولپور مرسلہ محمد یار صاحب واعظ ۹ شعبان المعظم ۱۳۳۴ھ

قبلہ معتقدین دام ظلہ، از خاکسار محمد یار مشتاق دیدار بعد نیاز حسب اینکہ شب معراج آپ کا قصیدہ معراجیہ پڑھا گیا جس پر وہابیوں نے دولھا اور دولھن کے متعلق شور اُٹھایا کہ اللہ جل جلالہ و حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے حق میں ان الفاظ کا استعمال کرنا موجب کفر ہے، شب براءت یہاں یہاں گڑھی اختیار خاں میں ان الفاظوں کے متعلق وہابیوں کی طرف سے میرے ساتھ ایک طویل بحث ہونے والی ہے، اے مجدد بمن بے سروسامان مددے، قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے، ضرور مہربانی فرماکر دلائل قاطع سے اس تشبیہ کا ثبوت مدلل کرکے اسی ہفتہ میں بھیج کر مسلمانانِ اہلسنت وجماعت کو عزت بخشیں، حضور پر فرض سمجھی جارہی ہے، یہ فی سبیل اللہ بصدقہ روضہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کام کو سب کاموں پر مقدم فرماکر وہ تحریر فرمادیں کہ موجب اطمینان اہل اسلام ہو۔

الجواب:

اللہ عزوجل نے وہابیہ کی قسمت میں کفر لکھاہے، انھیں ہر جگہ کفر ہی کفر سوجھتا ہے، قصیدہ مذکورہ میں دو جگہ دولھن کا لفظ ہے اور چار جگہ دولھا کا، وہ اشعار یہ ہیں:

(۱) نئی دولھن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے آل تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے

(۲) نظر میں دولھا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلی ذات بحت کے تھے

(۳) دولھن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑرہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے

(۴) خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیونکر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولھا بنا رہے تھے

(۵) بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ وروغن
جنھوں نے دولھا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے
(٦) جھلک سی اک قدسیوں پہ آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولھا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے[1] (ملتقطا)

ان میں کون سی جگہ **معاذاللہ** اللہ عزوجل کو دولھا یا دولھن کہا گیا ہے **ولکن الوھابیۃ قوم یفترون** (لیکن قوم وہابیہ جھوٹ بولتی ہے۔ت) وہابیہ کی بنائے مذہب کذب وافترا پر ہے۔ اور کیونکر نہ ہو کہ ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی نے اپنے معبود کے لئے جھوٹا ہونا روا رکھا ہے، ہاں مشیخیت نبی رکھے نہ ہو کہ ان سے بنچتا ہے، اب اگر یہ بھی جھوٹ سے بچیں تو عابد ومعبود برابر ہو جائیں گے، اسی لئے ان کے دین میں نماز سے بھی بڑھ کر فرض ہوا کہ جھوٹ بکا کریں کہ کسی طرح اپنے ساختہ معبود سے تو کم رہیں " **ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ** "[2]، "**لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ** "[3] (کتنا کمزور چاہنے والا اور وہ جس کو چاہا، بیشک کیا ہی بُرا مولٰی اور بیشک کیا ہی بُرا رفیق۔ت)

شعر اول میں تو دولھن کسی کو نہ کہا اپنے معنی حقیقی پر ہے، زینت کعبہ کو نئی دولھن کی زیبائش سے تشبیہ دی ہے جس طرح ان حدیثوں میں جنت کی جنبش سرور کو دولھن کی نازش سے، خطیب نے تاریخ بغداد میں عقبہ بن عامر جہنی اور طبرانی نے معجم اوسط میں عقبہ اور انس دونوں اور ازدی نے عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے دریافت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب جنت کو دونوں شہزادوں امام حسن اور امام حسین علٰی جدہما الکریم وعلیہما الصلٰوۃ والتسلیم کا اس میں تشریف رکھنا معلوم ہوا **ماست الجنۃ میسا کما تمیس العروش فی خدرھا**[4] جنت خوشی سے جھومنے لگی جیسے نئی دولھن فرحت سے جھومے۔

شعر سوم میں کعبہ کو دولھن کہا اور مکان آراستہ کو دولھن کہنا محاورہ صحیحہ شائعہ ہے امام احمد

---

[1] حدائق بخشش قصیدہ معراجیہ مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی حصہ اول ص ۱۰۵تا۱۰۷
[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳
[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۳
[4] المعجم الاوسط حدیث ۱۷۱۶ المکتبۃ المعارف الریاض ۸/ ۵۹، اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ مناقب اہلبیت بحوالہ الخطیب دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۸۸

مسند میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عسقلان احدی العروسین یبعث منہا یوم القیٰمۃ سبعون الفاً لاحساب علیہم[1]۔	عسقلان دو دولہنوں میں کی ایک ہے روز قیامت اس میں سے ستر ہزار ایسے اٹھیں گے جن پر حساب نہیں۔

مسند الفردوس میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

طوبٰی لمن اسکنہ اللہ تعالٰی احدی العروسین عسقلان اوغزۃ[2]۔	شادمانی ہے اسے جسے اللہ تعالٰی دو دلہنوں میں سے ایک بسائے عسقلان یا غزہ۔

باقی چار اشعار ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دولھا کہا ہے اور وہ بیشک تمام سلطنت الٰہی کے دولھا ہیں، امام قسطلان مواہب لدینہ شریف میں نقل فرماتے ہیں:

انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی صورۃ ذاتہ المبارکۃ فی الملکوت فاذا ھو عروس المملکۃ[3]۔	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج عالم ملکوت میں اپنی ذات مبارکہ کی تصویر ملاحظہ فرمائی تو دیکھا کہ حضور تمام اہلسنت الٰہی کے دولھا ہیں (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

دلائل الخیرات شریف میں ہے:

اللھم صلی علی محمد وعلٰی اٰلہ بحر انوارك ومعدن اسرارك ولسان حجتك وعروس مملکتك[4]۔	الٰہی دورد بھیج محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کی آل پر جو تیرے انوار کے دریا اور تیرے اسرار کے معدن اور تیری حجت کی زبان اور تیری سلطنت کے دولھا ہیں۔

علامہ محمد فاسی اس کی شرح مطالع المسرات میں فرماتے ہیں:

---

[1] مسند امام احمد از حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ دار الفکر بیروت ۳/ ۲۲۵

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۹۴۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۵۰، کنز العمال حدیث ۳۵۰۷۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۸۹

[3] المواہب اللدنیہ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۵۷

[4] دلائل الخیرات منزل دوم جامع مسجد ظفریہ مرید کے شیخوپورہ ص ۱۰۵

مملكتك هوق موضع الملك شبه بمجتمع العرس ومافيه من الاحتقال والتناهى فى الصنيع والتانق فى محسناته وترتيب اموره وكونه جديدا ظريفا واهله فى فرح وسرور نعمة وحبور فرحين بعروسهم راضين به محبين مكرمين له،موتمرين لامره متنعمين له بانواع المشتهيات بدليل اثبات اللازم الذى هوا العروس،والمعهود تشبيه مجتمع العرس بالمملكة وعكس التشبيه هنا لاقتضاء المقام ذلك ليفيد ان سر المملكة ونكتتها ومعناها الذى لاجله كانت هو المصطفى صلى الله تعالٰى عليه وسلم كما ان سر مجتمع العرس ونكتته ومعناه الذى لاجله كان هو العروس والمصطفى صلى الله تعالٰى عليه وسلم هو الانسان الكبير الذى هو الخليفة على الاطلاق فى الملك والملكوت قد خلعت عليه اسرار الاسماء والصفات ومكن من التصرف فى البسائط والمركبات والعروس يحاكى شانه شان الملك والسلطان فى نفوذ الامر وخدمة الجميع له وتفرعنهم لشانه ووجدانه مايجب ويشتهى مع الراى واصحابه فى مؤنته وتحت اطعامه فتم التشبيه وتمكنت الاستعارة[1]۔

اس عبارت سراپا بشارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد بن سلیمان جزولی قدس سرہ الشریف نے اس درود مبارک میں سلطنت کو برات کے مجمع سے تشبیہ دی کہ اس میں کیسا اجتماع ہوتا ہے اور اس کی آرائش انتہاء کو پہنچائی جاتی ہیں، سب کام قرینے سے ہوتے ہیں۔ ہر چیز نئی اور خوش آئند لوگ اپنے دولھا پر شاداں وفرحاں اسے چاہنے والے اس کی تعظیم واطاعت میں مصروف اس کے ساتھ قسم قسم کی من مانتی نعمتیں پاتے ہیں۔ اور عادت یوں ہے کہ برات کے مجمع کو سلطنت اور دولھا کو بادشاہ سے تشبیہ دیتے ہیں یا اس کا عکس کیا کہ سمجھا جائے کہ جس طرح برات کے مجمع کا مغز وسبب دولھا ہوتا ہے یوہیں تمام مملکت الٰہی کے وجود کا سبب اور اس کے اصل راز ومغز ومعنٰی صرف مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں ع

دولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات ہے

[1] مطالع المسرات باب ابتداء اللہ تعالٰی مکتبہ نوریہ رضویہ لائلپور ص ۲۲۳

اس لئے کہ حضور تمام ملک وملکوت پر اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں جن کو رب عزوجل نے اپنے اسماء وصفات کے اسرار کا خلعت پہنایا اور ہر مفرد ومرکب ہیں تصرف کا اختیار دیا ہے، دولھا بادشاہ کی شان دکھاتا ہے، اس کا حکم برات میں نافذ ہوتا ہے، سب اس کی خدمت کرتے ہیں اور اپنے کام چھوڑ کر اس کے کام میں لگے ہوتے جس بات کو اس کا جی چاہے موجود کی جاتی ہے، چین میں ہوتا ہے، سب براتی اس کی خدمت میں اور اس کے طفیل میں کھانا پاتے ہیں، یوہیں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں بادشاہ حقیقی عزوجل کی شان دکھاتے ہیں، تمام جہاں میں ان کا حکم نافذ ہے، سب ان کی خدمت گار وزیر فرمان ہیں، جو وہ چاہتے ہیں اللہ عزوجل موجود کردیتا ہے **ما اٰری ربك الا یسارع فی ھواك**[1]۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں میں حضور کے رب کو دیکھتی ہوں کہ حضور کی خواہش میں شتابی فرماتا ہے، تمام جہاں حضور کے صدقہ میں حضور کا دیا کھاتا ہے کہ "**انما انا قاسم واللہ المعطی**"[2] صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر نعت کے دینے الا اللہ ہے اور بانٹنے والا میں ہوں۔ یوں تشبیہ کامل ہوئی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰہی کے دولھا ٹھہرے، **والحمد اللہ رب العالمین**۔

ان تقریرات سے واضح ہوا کہ ان معانی پر دولھن، دولھا، زوج، زوجہ کی طرح باہم مفہوم متضائف نہیں۔ عسقلان وعزہ کو حدیث نے دولھنیں فرمایا، دولھا کون ہے؟ بیہقی شعب الایمان میں امیر المومنین مولی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکل شی عروس وعروس القراٰن الرحمٰن[3]۔	ہر شے کی جنس میں ایک دولھن ہوتی ہے اور قرآن عظیم میں سورۃ الرحمٰن دولھن ہے۔

یہاں کسے دولھا ٹھہرائے گا؟ تو قصیدہ سے وہ مہمل ملعون خیال پیدا کرنا کسی ایسے ہی کا کام ہوگا مگر حدیثیں تو اس سے بڑھ کر اوہام باطلہ والوں پر قہر ڈھائیں گی، حاکم صحیح مستدرر اور امام الائمہ ابن خزیمہ اپنی صحیح اور بیہقی سنن میں حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶

[2] صحیح بخاری کتاب الاعتصام قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۸۷

[3] شعب الایمان حدیث ۲۴۹۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۹۰

ان اللہ تعالٰی یبعث الایام القیمة علی ھیأتھا ویبعث یوم الجمعة زھراء منیرة اھلھا یحفون بھا کالعروس تھدی الی کریمھا[1]۔	بیشک اللہ عزوجل قیامت کے دن سب دنوں کو ان کی شکل پر اٹھائے گا، اور جمعہ کو چمکتا روشن دیتا، جمعہ پڑھنے والے اس کے گرد جھرمٹ کئے ہوئے جیسے نئی دولھن کو اس کے گرامی شوہر کے یہاں رخصت کرکے لے جاتے ہیں۔(ت)

امام اجل ابو طالب مکی قوت القلوب اور حجۃ الاسلام محمد غزالی احیاء میں فرماتے ہیں:

قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان الکعبة تحشر کالعروس المزفوفة(قال الشارح الی بعلھا)وکل من حجھا یتعلق باستارھا یسعون حولھا حتی تدخل الجنة فیدخلون معھا[2]۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا بیشک کعبہ روز قیامت یوں اٹھایا جائے گا جیسے شب زفاف دولھن کو دولھا کی طرف لے جاتے ہیں، تمام اہل سنت جنھوں نے حج مقبول کیا اسکے پردوں سے لپٹے ہوئے اس کے گرد دوڑتے ہونگے یہاں تک کہ کعبہ اور اس کے ساتھ یہ سب داخل جنت ہوں گے۔

نہایہ امام ابن الاثیر میں ہے:

منه الحدیث "یزف علی بینی وبین ابراھیم علیه الصلوة والسلام الی الجنة" ان کسرت الزاء فمعناہ یسرع من زف فی مشیه وازف اذا اسرع وان فتحت فھو من زففت العروس ازفھا اذا احدیتھا الی زوجھا[3]۔	یعنی اسی باب سے ہے یہ حدیث کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مرتضی میرے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیچ میں جنت کی طرف خوش خوش تیز چلیں گے، یا میرے اور ان کے بیچ میں جنت کی طرف یوں لیے جائیں گے جیسے نئی دولھن کو دولھا کے یہاں لے جاتے ہیں،

امام اجل ابن المبارک وابن ابی الدنیا وابوالشیخ اور ابن النجار کتاب الدرر الثمینہ فی تاریخ المدینۃ

[1] المستدرك للحاکم کتاب الجمعه باب سید الایام یوم الجمعه دار الفکر بیروت ۱/ ۲۷۷

[2] احیاء العلوم کتاب اسرار الحج باب فضیلة البیت مطبعة المشهور الحئی القاہرہ مصر ۱/ ۲۴۱، اتحاف السادة التقین کتاب اسرار الحج باب فضیلة البیت دارلفکر بیروت ۴/ ۲۷۴، قوت القلوب کتاب الحج ذکر فضائل البیت الحرم دار صادر بیروت ۲/ ۱۲۱

[3] النھایه لابن الاثیر باب الزء مع الفاء المکتبة الاسلامیه الریاض ۲/ ۳۰۵

میں کعب احبار سے راوی کہ انھوں نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے سامنے بیان کیا اور کتاب التذکرہ میں امام ابو عبداللہ محمد قرطبی کے الفاظ یہ ہیں کہ:

روی ابن المبارك ن عائشة رضی الله تعالٰی عنها انها قالت ذکر وارسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وکعب الاحبار حاضر فقال کعب الاحبار [1]۔	یعنی امام ابن المبارک نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک تھا اور اس وقت کعب احبار حاضر تھے تو کعب احبار نے کہا

ہر صبح ستر ہزار فرشتے اتر کر مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طواف عــہ۱ کرتے اور اس کے گرد حاضر رہ کر صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے وہ چلے جاتے ہیں اور ستر ہزار اور اتر کر یوہیں طواف کرتے اور صلٰوۃ وسلام عرض کرتے رہتے ہیں، یوہیں ستر ہزار رات میں حاضر رہتے ہیں اور ستر ہزار دن میں۔

حتی اذا انشقت عنه الارض خرج فی سبعین الفاًمن الملئکة یزفون عــہ۲ صلی الله تعالٰی	جب حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار مبارک سے روز قیامت اٹھیں گے ستر ہزار ملائکہ کے ساتھ باہر

عــہ۱: فی المواهب الشریفة من فجر یطلع الانزل سبعون الفامن الملئکة حتی یحفون [2] الحدیث فقال العلامة الزرقانی ای یطوفون [3] الخ۔	مواہب شریف میں ہے ہر صبح ستر ہزار فرشتے آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یفون کا معنی یطوفون (طواف کرتے ہیں) ہے الخ (ت)
عــہ۲: هذا مافی المشکوة ومجمع بحار الانوار او المدارج الشریفة ولفظ التذکرة والمواهب یوقرونه صلی الله تعالٰی علیه وسلم [4] من التوقیر بمعنی التعظیم والکل صحیح، والله تعالٰی اعلم ۱۲منه	یہ مشکٰوۃ، مجمع بحاالانوار اور مدارج شریف کے الفاظ ہیں۔ تذکرہ اور مواہب میں ہے اس کا معنی یوقرون ہے کہ وہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ اور تمام معانی صحیح ہے، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ الدرر الثمینہ المقصد العاشر الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۸ /۳۴۹، التذکرۃ فی احوال الموتی باب فی بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قبرہ دار لحدیث مصر ص ۱۶۳ المواہب اللدینۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۲۵

[2] المواہب اللدینۃ المقصد العاشر الفصل الثالث المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۲۵

[3] شرح الزقانی علی المواہب الدینیۃ القصد العاشر دار المعرفۃ بیروت ۸/ ۳۴۹

[4] التذکرۃ فی احوال الموتی والآخرۃ باب فی بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قبرہ دار الحدیث مصر ص ۱۶۳

علیہ وسلم [1]۔	تشریف لائیں گے جو حضور کو بارگاہ عزت میں یوں لے چلیں گے جیسے نئی دولھن کو کمال اعزاز واکرام وفرحت وسرور وراحت وآرام وتزک احتشام کے ساتھ دولھا کی طرف لے جاتے ہیں۔

مجمع بحار الانوار میں بعلامت ط علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ سے بعد ذکر حدیث علی مثل عبارت مذکورہ نہایہ ہے:

ومنه فی الوجهین فی سبعین الفا عــه من الملئكة يزفونه صلى الله تعالٰى علیه وسلم [2]۔	ستر ہزار فرشتے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر آپ کا طواف کرتے ہیں (ت)

شیخ محقق محدث دہلوی قدس سرہ مدارج میں اسی حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

چوں مبعوث می گردد وآنحضرت از قبر شریف بیروں می آید میان ایں فرشتگان زفاف می کنند اورا و زفاف دراصل بمعنی بروں عروس بخانہ زوج ومراد ایں جالازم معنی ست کہ بردن محبوت ست پیش محب یعنی بردن آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدرگاہ عزت [3]۔	جب آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مزار اقدس سے باہر تشریف لائیں گے تو فرشتوں نے دولھا کی طرح آپ کو گھیرا ہوگا۔ زفاف کا معنی دولہن کا خانہ زوج سے باہر آنا ہوتا ہے، یہاں لازم معنی مراد ہے کہ محبوب کو محب کے پاس لے جانا یعنی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب اکرم کی بارگاہ اقدس میں لے جانا (ت)

اب وہابیہ بولیں کس کس کو کافر کہیں گے مگر ان کو اس پر تنبیہ بیکار، انکے مذہب کی بناء ہی اس پر ہے کہ اللہ ورسول تک کو مشرک بتاتے ہیں۔ پھر اور کس کی کیا گنتی، ان کے امام نے تقویت الایمان میں صاف لکھ دیا: "جو کہے اللہ ورسول نے دولتمند کردیا، وہ مشرک ہے [4]،" حالانکہ بعینہٖ یہی کلمہ خود اللہ عزوجل

عــه: سقط الفاظ الفا من نسخته الطبع فليستبنه ۱۲ منه	باخبر رہیں کہ مطبوعہ نسخہ میں "الفًا" کا لفظ ساقط ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] التذکرۃ فی احوال الموتی باب فی البعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الحدیث مصر ص ۱۶۳، مشکوٰۃ المصابیح باب الکرامات فضل الثالث مطبع مجتبائی دہلی ص ۵۴۶

[2] مجمع بحار انوار تحت لفظ زفف مطبع نولکشور لکھنو ۲/ ۶۳

[3] مدارج النبوت باب پنجم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۴۰

[4] تقویۃ الایمان

وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن عظیم وحدیث صحیح میں فرمایا ہے۔

قال اللہ تعالٰی "وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ" [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور انھیں کیا برا لگا یہی نا کہ اللہ ورسول نے انھیں دولتمند کردیا اپنے فضل سے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ماینقم ابن جمیل الا انہ ان کان فقیرا فاغناہ اللہ ورسولہ [2]۔	ابن جمیل کو کیا برا لگا آخر یہی کہ وہ محتارج تھا اللہ ورسول نے اس کو دولتمند کردیا۔

مسلمان دیکھیں کہ وہ بات جو اللہ جل جلالہ نے فرمائی اللہ کے رسول کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمائی، وہابیہ کا امام منہ پھیر کر کہہ رہا ہے کہ جو ایسا کہے مشرک ہے، پھر بھلا جس مذہب میں اللہ ورسول تک معاذاللہ مشرک ٹھہریں اس سے مسلمانوں کو کافر کہنے کی کیا شکایت!

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ" [3]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	اللہ تعالٰی عظیم کی توفیق وتوانائی کے بغیر نہ برائی سے پھرنے کی قوت اور نہ نیکی بجالانے کی طاقت، اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۵۱: از بمبئی چھاچھ محلّہ نمبر ۳ مرسلہ محمد ایوب ابن حاجی صدیق میمن صاحب ۳ شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

یہاں کے باشندے حضرت مولانا ممدوح کے بہت ہی معتقد ہیں اور ان کے فرمان کو بہت عزت اور قدر کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے زور قلم کا ہر شخص لوہا مانے ہوئے ہے، مولانا کی تحریر ہی پر گویا سارا دار ومدار ہے، مولانا صاحب میں خدا کی عنایت سے علاوہ عالم ہونے کے یہ بھی بڑا کمال ہے کہ آپ فن شعر اور نکات شاعری سے بخوبی واقف ہیں اور ماہر ہیں یہ بات دوسرے عالم میں نہیں پائی جاتی آپ ہی سے فیصلہ اس کا بھی اچھی طرح ہوسکتا ہے ثم التسلیم بالتکریم۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴

[2] صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فی قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۹۸

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

خیر طلب ہیچدان حیدر علی خاں عفی عنہ حیدر فرخ آبادی

جواب فورامع فتوٰی ود ستخطی ومہری حضرت مولانا مرشد آنا چاہئے۔

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ خالد سنی المذہب نے مندرجہ ذیل شعر کلمات شہادت کا ابتدائی ٹکڑا نظم کیا ہے جس سے پورا کلمہ شہادت مراد ہے، لیکن زید جو مذہبا شیعہ ہے اس سے پورا کلمہ شہادت مراد نہیں لیتا ہے بلکہ صرف **اشھد ان لا الہ** کے معنی سے خالد کو ملحد قرار دیتا ہے۔

اشھد ان لا الہ نقش ہے اس لوح پر
نیر توحید کب عاشق کی پیشانی نہ تھی

مندرجہ بالا شعر کی نسبت زید نے مندرجہ ذیل الفاظ لکھے ہیں: شعر کا پہلا مصرعہ الحادی کا سائن بورڈ ہے کیونکہ **اشھد ان لا الہ** کے تو یہ معنٰی ہوئے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا، پھر جس پیشانی پر یہ کفر کا کلمہ لکھا ہو اسے ہم الحاد کا سائن بورڈ نہ کہیں تو کیا کہیں۔ اسی طرح زید نے بکر سنی المذہب کے اس نعتیہ کی نسبت۔

پھر روضہ حضرت کی زیارت کو چل اخلاص
پھر چھوڑ دے تو بہر خداحب وطن کو

مندرجہ ذیل الفاظ تحریر کئے ہیں: اخلاص صاحب! کبھی کبھی تو ہش کی باتیں کیا کیجئے، آپ نے **حب الوطن من الایمان**[1] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ت) والی حدیث پڑھی نہیں تو کیا سنی بھی نہیں۔

فلہذا زید کا خالد کو ملحد اور بکر کو بے ایمان قرار دینا جائز اور مندرجہ بالا الفاظ زبان سے کہنا جائز ہے یا قلم سے لکھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو علمائے کرام وفضلائے عظام زید اور زید کے ان مؤیدین کی نسبت جو باوجود سنی ہونے کے زید کی تائید وتصدیق کررہے ہیں از روئے شرع شریف کیا فتوٰی صادر فرماتے ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

حاشا شعر مذکور سے خالد سنی المذہب پر کسی طرح حکم کفر والحاد ممکن نہیں۔ مگر اس کے نزدیک جو اس کلمہ طیبہ کو کہ مدار ایمان ہے **معاذاللہ** وہ ٹکڑے کفر واسلام پر منقسم کرے اور اس کا پہلا آدھا کفر خالص جانے اور یہ کس درجہ ناپاک وشنیع ہے۔

اولا: یوں ہو تو ہر مسلمان جتنی بار **لا الہ اللہ** کہے ہر بار اس کا کافر ہونا اور بعد کفر اسلام لانا ٹھہرے کہ جب تک پہلا جز کہا تھا اس معترض کے طور پر تو مطلقاً ہر الہ کی نفی تھی اور یہ بیشک کفر ہے، جب **الا اللہ** کہا تو اب اللہ عزوجل کی الوہیت مان کر مسلمان ہوا۔

[1] الدرالمنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرہ حدیث ۱۴۹ حرج الحاء المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

ثانیا: بلکہ اب بھی مسلمان ہونا بخیر کہ اس وقت الا اللہ کہہ لیا تو کیا ہوا، اس کا پھر ارادہ ہے کہ یہی کلمہ سرے سے پڑھے اور پہلے جز سے خدا کی نفی مطلق کرکے کافر ہو تو کفر سے رجوع کب ہوئی جب کہ پھر عزم کفر موجود ہے اور عزم کفر فی الحال کفر ہے۔

ثالثا: قرآن عظیم میں کس قدر کثرت سے لا الہ الا اللہ و لا الہ الا ھو وارد ہے، اگر پہلے جز میں نفی عام الوہیت ہر الہ ہے جیسے کہ معترض کا خیال تبع ہے تو معاذاللہ قرآن کریم نے صدہا بار الوہیت رب العزت کی نفی فرمائی اور ہر بار نفی کرکے اثبات فرما کر تناقضوں کی ٹھہرائی، **تعالی اللہ عن ذٰلك علوا کبیرا** [1] (اللہ تعالٰی اس سے بلند ہے۔ت)

رابعًا: معترض کے طور پر معاذاللہ سب کلمہ گو جن میں بزعم معترج خود معترض بھی داخل فاسد النکاح ہوں اور ان کی اولاد اولاد الزنا کہ جب پہلا جزء کہا کافر ہوگئے، نکاح ٹوٹ گئے اور الا اللہ کہنے سے اگرچہ اسلام عو بھی کرائے ٹوٹا نکاح تو نہیں جڑتا تب تک از سر نو نہ وہ اور وہ نہ ہوا تو سب بے نکاحی رہیں اور اولاد والد الحرام۔

خامسًا: معترض کے نزدیک نزع روح کے وقت کلمہ طیبہ کی تلقین سخت حرام وبدخواہی اہل اسلام ہو اپنے آپ تو کافر ہو ہو کر الا اللہ سے مسلمان ہو لئے اس پر کیا بھروسہ ہے کہ پہلے ہی جز پر روح پرواز کر جائے یا زبان بند ہو جائے تو معاذاللہ کافر مرے۔

سادسًا: اس کے یہ معنی سمجھنا اسلام پر کیسا سخت الزام پر عبارت صحیح بتانے سے معاذاللہ عجز کا اتہام ہے کہ ایمان کا آغاز کفر سے رکھا لا الہ اللہ کی جگہ کلمہ طیبہ یوں کیوں نہ بتایا ان اللہ ھو الا لہ وحدہ لاشریك لہ لیس غیرہ من الہ یہ خالص اسلام ہوتا اور معترض کا کفر والحاد راہ نہ پاتا۔

بالجملہ اس کے یہ معنی سمجھنا کہ نہیں ہے کوئی خدا، عاقل سے معقول نہیں بلکہ بلاشبہ اس کے معنی نفی الوہیت غیر خدا ہیں یقینا قطعاً مسلمان جس وقت اس سے تلفظ کرتا ہے یہی مراد لیتا ہے تو بحمداللہ تعالٰی اس کے دونوں جز عین ایمان ہیں، پہلا جز الوہیت غیر خدا کی نفی اور دوسرا جز الوہیت الٰہ حق کا اثبات اور دونوں ایمان ہیں۔ رضی نے کہ نحو وعربیت کا بڑا محقق اور مذہب کا شیعی تھا، اس کی تحقیق کی اور بتادیا کہ یہاں ہرگز نفی عام نہیں۔ ورنہ تناقص لازم آئے بلکہ ماوراء مستثنٰی کی نفی ہوتی ہے، شرح کافیہ میں

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی الوجود مفهوم واحد الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۷۴

اس کی عبارت با لتلخیص یہ ہے:

ان قلنا انہ داخل فی القوم والاء لاخراج زید منھم بعد الدخول کان المعنی جاء زید مع القوم ولم یجیئ زید وھذا تناقض ظاہر، ینبغی ان یجنب کلام العقلاء عن مثلہ، وقد ورد فی الکتاب العزیز من الاستثناء شیئ کثیر کقولہ تعالٰی فلبث فیھم تلد الخمسین عاما فیکون المعنی لبث الخمسین فی جملۃ الالف ولم یلبث تلك الخمسین تعالی اللہ عن مثلہ علوا کبیرا (الٰی ان قال) فزبدۃ الکلام ان دخول المستثنی منہ ثم اخراجہ بالا واخواتھا انما کان قبل اسناد الفعل اوشبھہ الیہ فلایلزم التناقض فی نحوجاء فی القوم الازیدا لانہ بمنزلۃ قولك القوم المخرج منھم زید جاؤنی وذلك لان المنسوب الیہ وان تأخر لفظا لابدلہ من التقدم وجودا علی النسبۃ التی یدل علیھا الفعل اذ المنسوب الیہ والمنسوب سابقان علی النسبۃ بینھما ضرورۃ ففی الاستثناء لما کان المنسوب الیہ ھو المستثنٰی منہ مع الا والمستثنٰی فلا بد من من وجود ھذہ الثلثۃ قبل النسبۃ فلا بد ذلك اذن من حصول الدخول والاخراج قبل النسبۃ فلا تناقض [1] اھ

(اگر ہم یہ کہیں کہ جاء نی القوم الازیدا میں زید قوم میں شامل ہے اور الا اس کو قوم میں شامل ہونے کے بعد نکالنے کے لئے ہے تو معنٰی یہ ہوگا، کہ زید قوم کے ساتھ آیا اور نہ آیا۔ یہ واضح تناقض ہے لہٰذا ایسا تناقص کلام عقلاء سے متصور نہیں ہوسکتا حالانکہ قرآن پاک میں یہ استثناء کثیر موجود ہے جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ہزار برس بغیر پچاس کے ٹھہرے، تومعنٰی یہ ہوئے کہ آپ پچاس سمیت مجموعہ ہزار ٹھہرے، اس واضح تناقص سے اللہ تعالٰی پاک ہے، آگے انھوں نے یہ تک کہا خلاصہ کلام یہ ہے کہ مستثنٰی منہ میں دخول اور الاّ اور دیگر حروف کے ساتھ پھر اس کو خارج کرنا فعل یا شبہ فعل کے اسناد سے قبل ہوتا ہے تو اب جاءنی القوم لا زیدا جیسی مثالوں میں تناقص لازم آئے گا، کیونکہ اب معنی یوں ہوا" قوم جس سے زید

[1] شرح الکافیہ للرضی بحث المستثنٰی دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۶۔۲۲۵

خارج ہے میرے پاس آئی، اس لئے کہ منسوب الیہ اگرچہ لفظی طور پر فعل سے موخر ہے لیکن وجودی طور پر فعل سے مقدم ہے کیونکہ منسوب اور منسوب الیہ اس نسبت سے مقدم ہوتے ہیں جو دونوں میں پائی جاتی ہے اور یہ نسبت وہ ہے جس پر فعل دال ہے تو استثناء میں جب منسوب الیہ یعنی مستثنٰی منہ اور الاّ اور مستثنٰی تین چیزیں ہیں تو لازمی طور پر یہ تین فعل والی نسبت سے پہلے ہوں گے لہٰذا اب دخول وخروج نسبت سے قبل ہوا تو تناقص نہ رہا۔ت)

اقول: حاصل یہ ہے کہ لفظ مافی النفس سے تعبیر ہوتے ہیں یہاں اگر یوں ہو کہ متکلم نے **اولاً** نفی عام بلا د استثناء کی اور جزء اول سے تعبیر کیا پھر اس عام میں سے مستثنٰی کو جدا کیا اور اس پر جزء استثنا سے دلالت کی تو صریح تناقص ہے کہ یہ دو حکم متنافی ہوئے لا سالبہ کلیہ تھا اور یہ موجبہ جزئیہ اور وہ دونوں نقیض ہیں، ایسا ہر گز نہیں بلکہ وہاں صرف حکم واحد ہے متکلم نے ایک مفرد کلی کو کہ مرتبہ لابشرط شے میں تھا مستثنٰی سے فارغ کرکے مرتبہ بشرط لاشی میں لیا اور اس مقید پر حکم واحد کیا بے ادخال لا والا سے معبر کیا لا حکم ہے اور الاّ قید مسند الیہ کہ اس کے مرتبہ بشرط لا پر دال تو یہ لا ہر گز نفی جمیع کے لئے نہیں بلکہ نفی ماورائے مستثنٰی کے لئے تو **مافی الذھن** یقیناً حق ہے، ہاں تقیید پر دلالت درکار، وہ اگر نفس کلام میں نہ ہوتی تو کلام کی ترکیب مشہور ومعروف کا مسلمان میں دائر وسائر، اور قائل کا مسلمان ہونا خود ہی دلالت کرتا کہ یہ تنگی شعر کے سبب بعض کلام پر اختصار ہے اور مراد یقیناً مجموع جیسے ہے بے تنگی کلام **قلیا** اور **لن تنا** کہتے ہیں اور مراد سورہ کافرون وپارہ چہارم، مسلمان اگر **ابنت الربیع البقل** (موسم بہار نے سبزہ اگایا۔ت) کہے تو اس کا سلام ہی تجوز پر قرینہ ہے، اس سے یہ گمان کہ اس نے خود فصل بہار کو سبزی کا خالق مانا ہے، ہر گز مسلم عاقل کو نہیں ہوسکتا **کما نصوا علیہ وصرح بہ فی الفتاوی الخیریہ** وغیرہا (جیسا کہ اس پر علماء نے تصریح موجود ہے اور فتاوٰی خیریہ وغیرہ میں یہ تصریح موجود ہے۔ت) نہ کہ یہاں نفسی کلام میں معنٰی صحیح کی صاف تصریح موجود ہے کہ مصرع دوم میں صاف توحید بتائی اور یہ ہی اول سے مراد ٹھہرائی، اگر **معاذاللہ** نفی مطلق ہوتی توحید کب رہتی تعطیل ہوتی، توحید تو ایک کا اثبات ہے نہ کہ **معاذاللہ** عام نفی تام، تو ثابت ہوا کہ اس پر حکم الحاد اگر از قبیل **کل اناء یترشح بما فیہ** (ہر برتن وہی کچھ باہر پھینکتا ہے جو اس میں ہو۔ت) نہ ہو تو جنون خالص ہے۔لاجرم جامع الفصولین فصل ۳۸ میں ہے:

جس نے لا الٰہ کہا الا اللہ ارادہ کے باوجود نہ کہہ	**من قال لاالٰہ وارادان یقول الا اللہ**

ولم یقل لایکفر لانه عقد علی ایمان [1]۔	سکا تو وہ کافر نہیں کیونکہ اس نے ایمان کے ارادے سے یہ کہا (ت)

اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے: آثر اعنه الی (عہ) لایکفر [2] (اسی کے عدم کفر کو ترجیح حاصل ہے۔ت)
اسی طرح فتاوٰی بزازیہ و شرح ملتقی الابحر میں ہے، ہاں شاعر نے اسی اقتصار میں تقصیر ضرور کی علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس لاکامد طویل نہ کرے کہ صورت نفی سے جلد جانب تصریح اثبات منتقل ہوجائے اس نے اتنی دیر کی کہ صورت نفی مصرع اول میں رکھی اور تصریح اثبات چھ لفظوں کے فاصلہ سے مصرع دوم میں اسے یوں کہنا تھا اشھدان الاالٰہ غیرہ ہے اس پر نقش۔

اسی طرح بکرسنی کے شعر مذکور پر اعتراض جہل فاضح یا عناد واضح ہے حب الوطن من الایمان [3] (وطن کی محبت ایمان کا حصہ ہے۔ت) نہ حدیث سے ثابت نہ ہرگز اس کے یہ معنی، اس کا یہ معنی امام بدرالدین زرکشی نے اپنے جز اور امام شمس الدین سخاوی نے مقاصد حسنہ اور امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے الدرالمنتشرہ میں بالاتفاق اس روایت کو فرمایا: لم اقف علیه [4] (میں اس سے آگاہ نہیں ہوسکا۔ت) امام سخاوی نے اس کی اصل ایک اعرابی بدوی اور حکیمان ہند کے کلام میں بتائی کما یظھر بالرجوع الیه (جیسا کہ اس کی طرف رجوع سے ظاہر ہے۔ت) اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں اپنے بندوں کی کمال مدح فرمائی جو اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت میں اپنا وطن چھوڑیں، یار و دیار سے منہ موڑیں، اور ان کی سخت مذمت فرمائی جو جب وطن لئے بیٹھے رہے اور اللہ ورسول کی طرف مہاجر نہ ہوئے۔

قال اللہ تعالٰی "اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْۤ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِؕ قَالُوْۤا اَلَمْ تَكُنْ	اللہ تعالٰی نے فرمایا: بیشک ملائکہ جن کی جان نکالتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کررہے تھے فرشتے کہتے ہیں تم کاہے میں تھے، کہتے ہیں ہم اس بستی میں

عہ: وھکذا فی الاصل لعله "انه"۔

[1] جامع الفصولین الفصل الثامن والثلاثون فی مسائل کلمات الکفر اسلامی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۹۸
[2] مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر باب المرتد داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۸۹
[3] الدار المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حرف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰
[4] المقاصد الحسنہ للسخاوی حدیث ۳۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۰۹، الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ حروف الحاء حدیث ۱۸۹ المکتب الاسلامی بیروت ص ۱۰۰

تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ "[1]	کمزور دبائے ہوئے تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کی زمین (مدینہ طیبہ) گنجائش والی نہ تھی کہ تم وطن چھوڑ کر اس میں جا رہتے ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور کیا ہی بُری پلٹنے کی جگہ مگر کمزور اور عورتیں بچے جنھیں کچھ بنائے نہ بنی نہ راہ ملی قریب ہے کہ اللہ تعالٰی ان کو معاف فرمائے، اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا بخشنے والا ہے اور جو اللہ تعالٰی کی راہ میں وطن چھوڑ کر اللہ ورسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے پھر اسے موت آجائے اس کا اجر اللہ کے ذمہ کرم پر ثابت ہولیا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جو مدینہ طیبہ کی حاضری پر حب وطن کو ترجیح دیں وہ ظالموں کی طرح ہیں اور جو حب وطن کو خاک بوسی آستان عرش نشان پر تصدق کریں وہ ان مقبولوں میں ہیں:

"قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ "[2]	تم فرماؤ سب اپنے کینڈے (طریقے) پر کام کرتے ہیں تو تمھارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔ (ت)

وہ وطن جس کی محبت ایمان سے ہے وطن اصلی ہے جہاں سے آدمی آیا اور جہاں جانا ہے۔

کن فی الدنیا کانك غریب او عابر سبیل [3]۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل [4]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	دنیا میں اس طرح رہو جیسے اجنبی ہو یا مسافر، اور ہمارے لئے اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہی سب کا کارساز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

[1] القرآن الکریم ۴/ ۹۷تا۱۰۰

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۴

[3] کنز العمال حدیث ۶۱۲۷ موسسة الرسالہ بیروت ۳/ ۱۹۶

[4] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۳

مسئلہ ۵۲تا۵۸: از ریاست رامپور مرسلہ معشوق علی صاحب ۷جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں مفصلہ تحت مضامین کی نظم یا نثر پڑھتے ہیں:

(۱) میم کی چادر مکھ پر ڈالے احمد بن کر آیا۔

(۲) شب وصل خدا نے نبی سے کہا تو اور نہیں میں اور نہیں

ہے میم کا پردہ کیا پردہ تو اور نہیں میں اور نہیں

(۳) کہیں لیلٰی بنا، کہیں مجنون، کہیں شریں بنا، کہیں فرہاد

ہے میم کا پردہ کیا پردہ تو اور نہیں میں اور نہیں

(۴) کہتا ہے یہ تجھ سے خدا دل میں نہ رکھ اپنے خودی تیرے نگین طبع پر میری حقیقت ہے کھدی

جب عین وحدت کی صفت خاص اپنی میں نے تجھ کو دی من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(۵) ترسیٹھ برس خدا مکہ اور مدینہ کی گلیوں میں پھرا کسی نے نہ پہچانا۔

(۶) محمد نے خدائی کی خدا نے مصطفائی کی۔

کوئی سمجھے تو کیا سمجھے، کوئی جانے تو کیا جانے

(۷) ایک روز جبریل علیہ السلام حضور سرور کائنات علیہ الصلٰوۃ والتحیات کی خدمت میں حاضر ہوئے آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے اخی! تم کو اپنے مقام سے یہاں تک آنے میں کتنا وقفہ ہوتا ہے؟ عرض کیا: حضور دستار مبارک کا پیچ تمام نہیں فرمانے پائیں گے کہ غلام اپنے مقام سے

یہاں حاضر ہو جائے گا، آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں سے تم کو حکم ملتا ہے وہاں پردہ پڑا ہے جاؤ اس کو اٹھا کر دیکھو، ادھر آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دستار مبارک زیب سر فرمانا شروع کی، جبریل علیہ السلام نے مقام مذکور پر پردہ اٹھا کر دیکھا تو حضور پٹکا زیب سر فرمارہے ہیں، پھر زمین پر آکر اسی طرح پٹکا زیب سر فرماتے ہوئے دیکھا۔ اسی استعجاب میں چند مرتبہ آئے گئے، حیران ہو کر عرض کیا کہ حضور! پھر مجھے کیوں دوڑایا جاتا ہے جب یہاں بھی آپ ہے وہاں بھی آپ، اور مثل ان کے، لہٰذا ایسے مضامین کا پڑھنا اور سننا شرع شریف میں کیا حکم رکھتا ہے؟ کسی سے اس بارے میں جھگڑا قصہ نہیں ہے۔ اپنا عقیدہ صاف کرنے کی غرض سے یہ تکلیف دی جاتی ہے۔

الجواب:

(ا) اگر آیا کی ضمیر حضرت عزت عزجلالہ، کی طرف ہے تو بیشک عوام کا ایسا بکنا صریح کلمہ کفر ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے تو بیشک احد واحد ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، دونوں حضور کے اسمائے طیبہ سے ہیں اور معنی یہ کہ حضور مظہر شان احدیت ہیں تجلی احدیت حضور کی عبدیت میں جلوہ گر ہے، اگر میم کہ طوق ف وکمر پرستش ہے ساتر نہ ہو تو عالم میں کوئی دیکھنے کی تاب نہ لائے پھر بھی ایسے لفظ سے بچنے ہی کا حکم ہے کہ عوام کا ذہن ایسی دقیق توجیہ کی طرف نہ جائے گا اور ان کے فساد عقیدہ یا اس بات کا موہم ہوگا کہ وہ قائل کو گمراہ جانیں۔ حدیث میں ہے:

ایاك ومایعتذر منه[1] فان الخیر لایعتذر منه۔	ہر اس شیئ سے بچو جس پر معذرت کرنی پڑے، اور خیر میں معذرت نہیں کرنا پڑتی۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے: ایاك ومایسوٴ الاذن[2] (ہر اس شے سے بچو جسے کان بُرا جانیں۔ ت) تیسری حدیث میں ہے: حدثوا الناس بمایعرفون[3] (لوگوں سے وہی بیان کرو جوان کے لئے معروف ہے۔ ت) چوتھی حدیث میں ہے:

ماانت بمحدث قوما حدیثا لا تبلغه عقولهم الاکان لبعضهم فتنة[4]۔	جب کوئی کسی قوم کو ایسی بات بیان کرے گا جہاں تک ان کی عقل کی رسائی نہیں تو وہ ان میں فتنہ کا سبب بنے گا (ت)

[1] المستدرك للحاکم کتاب الرقاق دارالفکر بیروت ۴/ ۳۲۷

[2] مسند امام احمد بن حنبل بقیه حدیث ابوالعادیة دارالفکر بیروت ۴/ ۷۶

[3] کنز العمال حدیث ۲۹۳۱۸ موسسة الرسالة بیروت ۱۰/ ۲۴۷

[4] صحیح مسلم باب النهی عن الروایة عن الضعفاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹

ف: اصل میں اسی طرح ہے مگر اعلٰحضرت کا خط نہیں اس لئے ناقل سے غالبًا سہو ہوا۔

(۲) یہ اللہ عزوجل پر افتراء ہے اور اس کا ظاہر کفر،

وقد قال اللہ تعالٰی "اِنَّمَا یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ" [1]۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جھوٹ بہتان وہی باندھتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔(ت)

(۳) بظاہر کفر ہے ف اور اس کا مقلد زندیق۔ عوام کو ایسا تفوہ کفر کا کھلا راستہ ہے، عوام سے مراد وہ ہیں کہ مقام حقائق تک نہ پہنچے اگرچہ علماء کہلاتے ہوں اور ان سے بدتر وہ مسخرگان شیطان کہ جاہل ہیں اور اور علم حقائق کے مدعی۔

(۴) فارسی شعر حضرت امیر خسرو قدس سرہ العزیز کا عاشقانہ غزل ہے اسے یوں نعت شریف میں لے جانا اور کلام الٰہی ٹھہرانا اور اللہ ورسول میں یوں اتحاد ماننا بلکہ حضور کو جان اور اللہ کو تن جاننا یہ صریح کفر وارتداد ہے۔

(۵) اس کا ظاہر بھی کلمہ کفر ہے،

ووقوع مثلہ فی کلام اللہ وکلام رسولہ کما یذکر عن التوراۃ جاء اللہ من طور سیناء واشرق من ساعیر واستعلن من فاران وحدیث یا موسٰی کنت مریضا فلم تعدنی کنت جائعا فلم تطعمنی [2] وامثال ذٰلک لایکون سندا للجواز فلیس للعبد ان یتعدی طورہ وعلیہ اتباع المحکمات دون ماتشابہ منہ۔	اس کا وقوع کلام الٰہی اور کلام رسول ایسا ہے جیسا کہ تورات سے ہے کہ اللہ تعالٰی طور سیناء سے آیا اور ساعیر اور فاران ان سے وہ چمکا، اور حدیث میں ہے: اے موسٰی! میں مریض تھا تم نے میری عیادت نہ کی، میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہ کھلایا۔ اور اس کے دیگر امثال یہ جواز کی سند ودلیل نہیں بن سکتے، بندے کو اپنی حد سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے بندے پر محکمات کی اتباع لازم اور متشابہات سے بچنا لازم ہے۔(ت)

(۶) پچھلا مصرع تو صحیح ہے اور پہلے کا نصف اخیر بھی صحیح ہے کہ کرنا بنانے پیدا کرنے کو کہتے ہیں: ؎

گفتم ایں جام جہاں بیں بتوکے داد حکیم ۔۔۔۔ گفت آں روز کہ ایں گنبد مینامی کرد

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

2

ف: اندازہ سے بنایا اصل میں بیاض ہے۔

(میں نے اسے کہا کہ یہ جہاں نما جام تجھے حکیم نے کب دیا؟ اس نے کہا کہ جس دن اس نے یہ گنبد (آسمان بنایا۔ت) یعنی اللہ عزوجل نے حضور کی مصطفائی پیدا کی حضور کو یہ مرتبہ بخشا، البتہ نصف اول بہت سخت ہے اس میں تاویل بعید یہ ہے کہ خدائی مخلوق کو کہتے ہیں ع

ساری خدائی اک طرف فضل الٰہی اک طرف

اور خدائی کی پیدائش بطفیل حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا **لولاك لما خلقت الدنیا**[1] (اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔ت) حضور تخم وجود واصل موجود ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو نسبت مجاز ہے جیسے **انبت الربیع البقل** بہار نے سبزہ اگایا۔ **وقال اللہ تعالٰی** "**مِمَّا تُنۡبِتُ الۡاَرۡضُ**"[2] (اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: زمین کی اگائی ہوئی چیزیں۔ت) اگانے والا زمین کو فرمایا، مگر حق یہ ہے کہ ایسی تاویل نہ لفظ کو کلمہ کفریہ ہونے سے بچائے نہ قائل کو اشد حرام ہے کے ارتکاب سے، بہار و زمین غیر ذوی العقول پر قیاس نہ ہوگا۔ اور ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایھام المعنی المحال کاف فی المنع[3]۔	منع کے لئے محض محال معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔(ت)

(**۷**) یہ روایت محض کذب و باطل و مردود و موضوع و افتراء و اختراع ہے **قاتل اللہ واضعھا** (اللہ تعالٰی ایسی روایت گھڑنے والے کو برباد کرے۔ت) اور اس کا ظاہر سخت کفر ملعون ہے۔ ایسے تمام مضامین کا پڑھنا سننا سب حرام ہے، **واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۵۹: ازرام پور مرسلہ معشوق علی صاحب ۷ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں:

(۱) اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں ۔۔۔ احد میں میم کو ضم کرکے صلی اللہ کہتے ہیں

(۲) ظہور ہو کرکے دنیا میں یہ فرمانا کہ بندہ ہوں ۔۔۔ تو سب ناسُوت میں حضرت رسول اللہ کہتے ہیں

(۳) ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے ۔۔۔ وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں

---

[1] الفوائد المجموعة باب فضائل النبی حدیث ۱۸ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۲۶، الاسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ حدیث ۷۵۵ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۱۹۴

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۱

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحة فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

(۴)جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا	تواس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں
(۵)الست مرتبہ لاہوت سمجھو ذات کا احمد	سب اس رتبہ میں آنحضرت کو عین کہتے ہیں
(۶)خدا فرمائے گا محشر میں بخشالو تم اب احمد	گنہ گاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں
(۷)نزول از تا عروج حضرت کالکھا ہے حقیقت سے	خدا پہچان سب سے حسن اللہ کہتے ہیں

الجواب:

ان اشعار کا پڑھنا حرام حرام سخت حرام ہے، ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگرچہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے، ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایهام المعنی المحال کاف فی المنع[1]۔	منع کے لئے محض محال کا معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔(ت)

ہاں بعض جیسے شعر چہارم وششم ایہام کفر سے خالی ہیں پھر بھی ششم میں مصرعہ دوم "گنہ گاران امت الخ" کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں، اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں۔ ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں:

ہزاران ہزار عاشق برآستانہ او(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سجدات می کنند وایں مرتبہ ہیچکس رانداده اند۔ مگر بطفیل ایں محبوب(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) برخے از اولیائے امت راشمہ محبوبیت آں نصیب شدہ مسجود خلائق ومحبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہما[2] (ملخصًا) **واللہ تعالٰی اعلم۔**	لاکھوں عشاق ان(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)کے مبارک آستاں پر سجدہ کرتے ہیں اور یہ مرتبہ جس کی بھی عطا کیا گیا ہے وہ اس محبوب(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی طفیل ہے۔ اولیائے امت میں سے جس کو اس محبوبیت سے حصہ ملا ہے وہ مخلوق کے مسجود ومحبوب ہوئے مثلا حضرت غوث الاعظم، سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (ملخصًا) **واللہ تعالٰی اعلم۔**(ت)

مسئلہ ۶۰: از ناگور مارواڑ دکان سید محمد صدیق لعل محمد سوداگران مرسلہ حضرات مذکورین ۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

---

[1] ردالمحتار کتاب الحضر والاباحۃ فصل فی البیع داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

[2] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم س الم نشرح مسلم بک ڈپو لال کنواں دہلی ۳۲۲

ہمارے سرورِ عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے
خدا سے ملنا چاہے تو محمد کو خدا جانے

یہ شعر عام طور پر حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محفل میلاد میں پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقینا کافر ہے۔ ہاں اگر بقرینہ مصرعہ اولٰی یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرتبہ کو اللہ ہی جانتا ہے تو یہ معنی صحیح ہے، مگر ایسا موہم لفظ بولنا جائز نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

مجرد ایہام المعنی المحال کاف فی المنع [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	منع کے لئے محض محال معنی کا ایہام ہی کافی ہوتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۶۱: از جودھپور مارواڑ مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمن صاحب متخلص بہ طالب مدرس درجہ اول سردار اسکول ۱۸ جمادی الآخر ۱۳۳۷ھ

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بتاریخ ۱۶ مارچ سنہ رواں بروز یک شنبہ جودھپور میں مشاعرہ تھا، مصرع طرح ہو ہذا: "شب عاشق سحر نہ ہوجائے" نمبر ۲ پر ایک غزل نعتیہ پڑھی گئی جس کا مطلع یہ ہے: ؎

نعت خیر البشر یہ نہ ہوجائے
دل حقیقت نگر نہ ہوجائے

کیا حضور! یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے؟ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا کوئی شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں۔ اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں۔ لہذا متکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امرِ حق ہو جواب سے سرفراز فرمادیں۔

الجواب:

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہ مطلع سخت باطل و ناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے، اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے، اگر

[1] ردالمحتار کتاب الحضر والاباحۃ فصل فی البیع دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۲۵۳

تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا فقیر کے دیوان میں اصلا کوئی شعر اس مضمون کا نہیں۔ **ولہ الحمد وھو تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۲: از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

حضور! مندرجہ ذیل اشعار کے متعلق یہاں کے مولویوں نے کہا ہے کہ اس کا جواب کوئی اہل اللہ دے گا، لہٰذا اس کا جواب حضور ہی دیں گے۔ **اشعار:**

(۱) چہ خوش گفت بہلول فرخندہ فال　　کہ من از خدا پیش بودم دو سال

(۲) من آں وقت کہ دم خدارا سجود　　کہ ذات و صفات خدا ہم نہ بود

الجواب:

دوسرا شعر ایسا مشکل نہیں، نبود سے نہ نفی مطلق مقصود نہ مفہوم بلکہ نفی مقید بوقت سجدہ یعنی جس وقت میں نے سجدہ کیا اس وقت میں ذات صفات نہیں۔ اور یہ حق ہے کہ ذات و صفات الٰہی وقت و زمانہ سے متعالی ہیں۔ وہ کسی وقت میں نہیں وقت سے پاک ہیں۔ جیسی کسی مکان میں نہیں مکان سے پاک ہیں، زمان و مکان سب حادث ہیں اور ذات و صفات الٰہی قدیم، جب زمان و مکان نہ تھے ذات و صفات ان سے جدا تھیں، ایسے ہی اب بھی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی، پہلے شعر میں از خدا لفظ پیش سے متعلق نہیں بلکہ بودم سے اور پیش کا متعلق ازیں محذوف ہے۔ جیسے عربی " كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝۲۶ "[1] یعنی قبل ہذا اردو میں پہلے کہہ چکا یعنی اس سے پہلے، یوہیں پیش بودم یعنی پیش ازیں۔ اس کا اشارہ حالت موجود کی طرف ہے یعنی عالم اجساد میں ہونا، اور سائل سے مراد زمانہ ممتمد کہ یہاں ہزار سال ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ میں اس عالم اجساد میں آنے سے دو ہزار برس پہلے خدا کی طرف سے وجود رکھتا تھا، موجود تھا، اور یہ حق ہے، حدیث میں ہے:

ان اللہ تعالٰی خلق الارواح قبل الاجسام بالفی عام[2]۔	اللہ تعالٰی نے روحیں جسموں سے دو ہزار برس پہلے بنائیں۔

باایں ہمہ دونوں شعر موہم معنی کفر ہیں اور ان کا اطلاق سخت اشد حرام، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۳ تا ۶۵: از شہر بریلی محلّہ سہسوائی ٹولہ متصل مسجد چپ شاہ مسئولہ لیاقت حسین طالبعلم ۶ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے شرع درباب اس شعر کے نعت رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **وھو ھذا:**

---

[1] القرآن الکریم ۵۲/ ۲۶

[2] الفوائد المجوعہ مناقب الخلفاء الاربعۃ الخ حدیث ۹۴ دارالکتب العلمیہ بیروت ص ۳۸۲، الموضوعات لابن جوزی حدیث ۵۷ دارالکفر بیروت ۱/ ۴۰۱

ے کردن مہمانی عشق محمد

جگر کے کوفتے دل کے پسندے

(جگر کے کوفتے اور دل کے کباب بناکر عشق محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی مہمانی کرنا۔ت)

(۱) آیا قابلیت نعت اور مولود خوانی کی رکھتا ہے یا نہیں؟

(۲) انسان کا گوشت حلال یا حرام؟

(۳) کس مقدس شخص کی مہمانی میں یا اس کے عشق کی مہمانی میں انسان کا گوشت پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

انسان کا گوشت انسان پر حرام ہے عشق پر حرام نہیں وہ ایک آگ ہے کہ ماسوائے محبوب کو جلادیتی ہے، گوشت گھلانا اس کا پہلا فعل ہے، ولہذا حدیث میں فرمایا:

ان اللہ یبغض الحبر السمین [1]۔	اللہ دشمن رکھتا ہے موٹے عالم کو۔

شعر میں "مہمانی عشق" ہی کہا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں پڑھ سکتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۶۶: از شہر کہنہ بریلی مسئولہ قاسم حسین رضوی مصطفائی ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مندرجہ ذیل اشعار آیا کفر میں داخل ہیں اور ان کا لکھنے والا کافر ہے یا نہیں؟ دلاور حسین میلاد خواں نے میرے سامنے بیان کیا کہ ایک عالم مجدد نے ایسے شاعر کو کافر فرمایا ہے اور تحریری فتوٰی میرے پاس موجود ہے اگر اس نے جھوٹ بولا اور ایک مسلمان پر کفر ثابت کرنے کے لئے ایک بزرگ پر اتہام رکھ کر ایسے غلط لفظ کہے تو کیا وہ کافر ہونے سے بری ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اشعار یہ ہیں:

۱ جوش کرم پر بحر ہے دیکھو یہ الٹی لہر ہے ہم بھولے بیٹھے ہیں انھیں ان کو ہماری یاد ہے

۲ ہے ہم سے غلاموں کا کعبہ تو در آقا اللہ مبارک کرے سجدے کا ادا کرنا

الجواب:

حاشا ان میں کوئی بات کفر تو کفر گمراہی کی بھی نہیں، ممکن کہ اور اشعار کی نسبت فتوٰی ہوا ہو اور دلاور حسین نے بے علمی کے سبب ان کے مضمون کو ویسا ہی گمان کرکے یہ کہہ دیا ہو، بہر حال جاہل کو احکام

[1] اتحاف السادۃ المتقین باب بیان فضیلۃ الجوع دار الکفر بیروت ۷/ ۳۸۸

شرح خصوصًا کفر واسلام میں جرات سخت حرام ہے کوئی ہو کسے باشد۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۷: از مراد آباد محلّہ شیدی سرائے مرسلہ صابر حسین صاحب ۲۲ جمادی الاولٰی ۷ ۱۳۳ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ شعر ہے:

سکھی پاپ کی گٹھری تو سیس دھری کہیں روس نہ جاویں سام ہری

کتے جاکے بروں کہاں ڈوب مروں سیاں سے حیا شرماوت ہے

اس میں سام ہری جو خدا کا نام رکھا ہے سو یہ عمرو کے نزدیک کفر ہے، آیا یہ قول عمرو کا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب:

جاہل احمق نادان شاعر نے جو ہندی زبان کی نظم کہی اس میں معبود برحق عزوجلالہ کی طرف انھیں لفظوں سے کنایا کیا جو ہندی میں مستعمل ہے ایسے کلام اس قبیل سے ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی فرماتے ہیں:

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں [1]

(وہ خوش بخت ہے جو دلبروں کے راز دوسروں کی زبان سے کہتا ہے۔ت)

اولیاء اشعار میں لیلٰی و سلمٰی باندھتے ہیں اور مطلب سعدی دیگر ست، نہ کہ **معاذاللہ** رب عزوجل کو ان ناموں سے تعبیر کیا بلکہ وہی گفتہ آید در حدیث دیگراں، سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

ان مجنون بنی عامر کان من احباء اللہ تعالٰی ستر شأنہ بجنون بلیلٰی [2]۔نقلہ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ من روضۃ العاشق لابن القیم واستغربہ۔	حضرت مجنون بنی عامر اولیاء سے تھے عشق لیلٰی کو پردہ کررکھا تھا (امام زرقانی نے شرح مواہب الشریفہ میں روضۃ العاشق لابن قیم سے اسے نقل کرکے غریب کہا۔ت)

سیدی ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا:

اسأل عن سلمی فھل من مخبر یکون لہ علم بھا این تنزل

میں سلمٰی کو پوچھتا ہوں ہے کوئی بتانے والا کہ وہ کہاں اترے گی، فرمایا واللہ مافی الدارین

[1] مثنوی مولوی معنوی دفتر اول بردن بادشاہ طبیب غیب رابر سر بیمار نورانی کتب خانہ پشاور ص ۸

2

عنہامخبر[1]۔خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی اس کی خبر دینے والا نہیں۔سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوتے سوتے گھبرا کر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ابھی مجھ سے رب عزوجل نے خواب میں فرمایا: ابوسعید تو لیلٰی و سلمٰی کے اشعار سنتا اور ان کے مضامین کو مجھ پر محمول کرتا ہے، اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا کہ نہ کیا ہوتا[2]۔

ھر زبان ہندی میں جو معبود برحق کے اسما سے ہے، جیسے ایشور، اور بظاہر اس میں کوئی معنی محال نہیں جیسے رام میں ہیں کہ ہر چیز پر رما ہونے اور سرایت وحلول پر دلیل ہے اور سیام کنھیا کا نام نہیں اس کا وصف اس سے کرتے ہیں کہ وہ سیہ فام تھا اور سیام سیاہ کر کہتے ہیں۔اور صوفیہ کرام فرماتے ہیں: تجلی ذات بحت کا رنگ خالص سیاہ ہوتا ہے، شاعر نے بڑی خطا کی بہت برا کیا اس پر توبہ لازم ہے، مگر حکم کفر غلو وغلط ہے،

لایخرج العبد من الایمان الاجحود ما ادخله فیه سواء صرح به اوجحد وجحد الجحود وھذا اخبث واعند العنود۔والعیاذ باللہ تعالٰی۔واللہ تعالٰی اعلم۔	بندہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا مگر جب کہ وہ ایسی چیز کا انکار کرے جس کے ذریعہ سے وہ ایمان میں داخل ہوا تھا خواہ وہ تصریح کرے یا انکار، اور انکار کا انکار یہ زیادہ خبیث اور سبب عناد ہے۔والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔(ت)

مسئلہ ۶۸تا۶۹: از موضع خورد مئوڈاک خانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مسئولہ سید صفدر علی صاحب ۲صفر ۱۳۳۹ھ

(۱) کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ اس شعر کا شاعر اور قائل شرعا کیسا ہے **وھو ھذا**: ؎

نہ مر بھوکا نہ رکھ روزہ نہ جا مسجد نہ کر سجدہ

وضو کا توڑ کر کوزہ شراب شوق پیتا جا

(۲) بے نمازی کو نہ جانو دیندار پیر ہو یا ہو مرید بابکار

الجواب:

(۱) یہ شعر کفر ہے۔**(۲)** یہ شعر ٹھیک ہے۔**واللہ تعالٰی اعلم۔**

1

2

مسئلہ ۷۰: انتظام علی خاں صاحب چھتہ شیخ بنگلور زیر جامع مسجد دہلی ۱۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

شعر اندرون غزل نعتیہ مصنفہ اکبر خاں مرئی:ے

عجب کھیل کھیلے عجب روپ بدلے زمانہ بہروپیا بن کے آیا

اس قسم کے شعر حضور کی شان کے خلاف ہیں کہ نہیں؟ اور ایسے شعر محافل میلاد شریف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں پڑھنا چاہئے کہ نہیں "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" اس سے مراد لی ہے کہ نمک میں ملی شے نمک ہوگئی، جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا۔ یہ شعر قابل اعتراض ہے کہ نہیں؟ اور مصرعہ بالا "اللہ اللہ گفتہ اللہ می شوی" سے مراد اور مطلب کیا حاصل ہونا چاہئے؟

الجواب:

بہروپئے والا شعر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح توہینوں پر مشتمل ہے، کھیل کھیلنا روپ بدلنا کہنا ہی توہین تھا، مصرع دوم نے کفر پر رجسٹری کردی **والعیاذ باللہ تعالٰی**، یہ کہنا کہ جو خدا میں ملا وہ خدا ہوگیا کفر ہے، اس مصرع سے احتراز لازم ہے، مراد یہ ہے کہ "فنافی اللہ می شوی"۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۷۱: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ خانقاہ برکاتیہ مسئولہ والاحضرت عظیم البرکت مولانا مولوی سید محمد میاں صاحب قادری دامت برکاتہم ۳۰ رجب ۱۳۳۹ھ

حضرت مولانا المعظم والمکرم والمحترم دامت برکاتہم العالیہ، پس از تسلیم مع التعظیم والتکریم معروض خدمت، جناب مولوی حسن رضا خاں صاحب مرحوم کے نگارستانِ لطافت میں ان کی ایک غزل میں ان کا ایک شعر یہ ہے:ے

شب اسرٰی کے دولھا پر نچھاور ہونے والی تھی

نہیں تو کیا غرض تھی اتنی جانوں کے بنانے سے

یہ شعر ان کے دیوان "ذوق نعت" میں بھی موجود ہے جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اتنی جانوں کے بنانے سے غرض یہ تھی کہ شب اسرٰی کے دولھا پر ان کی نچھاور کی جائے حالانکہ افعال مولٰی عزوجل معلل بالاغراض نہیں ہوا کرتے اس کا حل مجھے مطلوب ہے۔

الجواب:

والاحضرت عظیم البرکت دامت برکاتہم العالیہ، تسلیم مع التعظیم، یہاں طرز ادا دو[۲] ہیں: **اول:** ہم نے یہ کام زید کے لئے کیا ورنہ ہمیں کیا غرض تھی، **دوم** اور کیا غرض تھی، اول میں اپنی غرض کی نفی مطلق ہے

اور ثانی میں اس غرض کا اثبات اور غرض دیگر کی نفی۔ شعر میں طرز اول ہے نہ کہ دوم، تو اس میں مطلقاً نفی غرض ہے۔ بیان اس کا یہ ہے کہ فعل اختیاری کے لئے مصلحت یا غرض ضرور ہے ورنہ عبث ہوگا، اور مولٰی تعالٰی عبث سے پاک ہے، اس کے افعال مصالح سے مملو ہیں اور اغراض سے منزہ، وہ مصالح بھی راجع بعباد ہیں۔ مولٰی تعالٰی مصلحت ومفسدت سے پاک، مداح مرحوم مصلحت کا اس میں حصر کرتا ہے،

لحدیث خلقت الخلق لاعرفھم کرامتك و منزلتك عندی ولولاك ماخلقت الدنیا [1]۔ رواہ ابن عساکر عن سلمان فارسی۔	اس حدیث کی وجہ سے کہ میں نے مخلوق اس لئے پیدا فرمائی تاکہ میرے ہاں جو آپ کا مقام و شرف ہے اسے وہ جان لے، اور اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا پیدا نہ فرماتا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

تو عرض کرتا ہے کہ مصلحت یہ تھی ورنہ کیا کوئی غرض تھی کہ اگر غرض و مصلحت دونوں نہ ہوں تو عبث لازم آئے، اور وہ محال ہے۔ لیکن مولٰی تعالٰی غرض سے پاک ہے، لاجرم یہی مصلحت تھی، **وھو تعالٰی اعلم**۔

---

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر ما خص بہ وشرف بہ من بین الانبیاء دار الفکر بیروت ۲/ ۱۳۷

رسالہ

سُبحٰن السبوح عن کذب عیب مقبوح ۱۳۰۷ھ

(کذب جیسے بدترین عیب سے اللہ تعالٰی کی ذات پاک و منزہ ہے)

مسئلہ ۷۲: از ابو محمد صادق علی مداح عفی عنہ گڑھ مکٹیسری از میرٹھ بالائے کوٹ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین در بارہ مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی جس کا اعلان تحریری و تقریری علمائے گنگوہ و دیوبند اور ان کے اتباع آج کل بڑے زور و شور سے کر رہے ہیں، تحریراً کتاب "براہین قاطعہ" میں کہ مولوی خلیل انبیٹھی کے نام سے شائع کی گئی، جس کی لوح پر لکھا ہے: "بامر حضرت چنین وچنان مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی" اور خاتمہ پر ان کی تقریظ بایں الفاظ ہے: "احقر الناس رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب براہین قاطعہ کو اول سے آخر تک بغور دیکھا، الحق کہ یہ جواب کافی اور حجت وافی ہے اور مصنف کی وسعت نور علم اور فسحت ذکاء وفہم پر دلیل واضح۔ حق تعالٰی اس تالیف نفیس میں کرامت قبولیت عطا فرمائے اور مقبول مقبولین و معمول عاملین فرمائے[1]" (ملخصًا) جس سے ثابت کہ گویا کتاب ہی تالیف ان کی ہے، صفحہ ۳ پر یوں مکتوب ہے: "امکان کذب کا مسئلہ اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے: **ھل یجوز الخلف فی الوعید فظاھر**

---

[1] براہین قاطعہ خاتمہ کتب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۲۷۰

مافی المواقف والمقاصد ان الاشاعرۃ قائلون بجوازہ (کیاخلف وعید جائز ہے، مواقف اور مقاصد سے یہی واضح ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔ت) پس اس پر طعن کرنا پہلے مشائخ پر طعن کرنا ہے اور اس پر تعجب کرنا محض لاعلمی اور امکان کذب خلف وعید کی فرع ہے [1]۔"انتھی ملخصاً۔ تقریرا مولوی ناظر حسین دیوبندی مدرس اول مدرسہ عربی میرٹھ نے مسجد کوٹ پر بلند آواز سے چند مسلمان میں کہا کہ ہمارا تو اعتقاد یہ ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے مگر بول سکتا ہے، بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے تو کسی کا اجارہ نہیں، اور یہی امکان کذب ہے، انتھی۔

پس ایسا اعتقاد کیسا ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں جس کا عقیدہ ایسا ہے سچی بات بتاؤ اچھا اجر پاؤ۔

الجواب:

سبحٰن ربك رب العزۃ عما یصفون، وسلام علی المرسلین، و الحمد ﷲ رب العالمین، والحمد ﷲ المتعال شانہ عن الکذب والجھل والسفہ والھزل و العجز والبخل، وکل مالیس من صفات الکمال المنزہ عظیم قدرتہ بکمال قدوسیتہ وجمال سبوحیتہ عن وصمہ خروج ممکن او ولوج محال، قولہ الحق ووعدہ الصدق، ومن اصدق من اللہ قیلا، وکلامہ الفصل وماھو بالھزل فسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، لذاتہ القدم ولنعتہ القدم، فلاحادث	آپ کا رب رب العزت ہر اس عیب سے پاک ہے جو یہ مخالفین بیان کرتے ہیں، تمام رسولوں پر سلام ہو، تمام حمد اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، تمام حمد اللہ کے لئے جس کی شان اقدس ہر قسم کے کذب، جہل، بے عقلی، غیر سنجیدگی، بخل اور ہر اس وصف سے پاک ہے جو اس کے کمال منزہ کے خلاف ہے کمال قدوسیت اور جمال سبوحیت کی وجہ سے اس کی قدرت خروج ممکن اور دخول محال کے عیب سے پاک ومبرا ہے، اس کا فرمان حق اور اس کا وعدہ سچا اور قول کے اعتبار سے اس سے بڑھ کر کون سچا ہو سکتا ہے اس کا مقدس کلام حق و باطل میں فیصلہ کن ہے اور وہ ومذاق، ٹھٹھا نہیں ہے پس اللہ تعالٰی کی تسبیح ہے صبح وشام، اس کی ذات بھی قدیم اور صفات

[1] براہین قاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۳۵۲

يقوم ولاقائم يحول،وكلامه ازلى وصدقه ازلى،فلا الكذب يحدث ولاالصدق يزول،والصلاة والسلام على الصادق المصدوق سيد المخلوق النبى الرسول الاٰتى بالحق من عند الحق لدين الحق على وجه الحق والحق يقول فهو الحق وكتابه الحق بالحق انزل وبالحق نزل وعلى الحق النزول،واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريك له حقا حقا،واشهد ان محمد عبده ورسوله بالحق ارسله صدقًا صدقًا، صلوات الله وسلامه عليه وعلى اله وصحبه وكل من ينتمى اليه،وعلينا معهم وبهم ولهم ياارحم الراحمين،اٰمين اٰمين،اله الحق اٰمين،قال المصدق لربه بتوفيقه العظيم المسبح لمولاه عن كل وصف ذميم،عبدالمصطفى احمد رضا المحمدى السنى الحنفى القادرى البركاتى البريلوى،صدق الله تعالٰى قوله فى الدنيا والاخرة ومصدق فيه ظنه بالعفو والمغفرة،اٰمين،اللهم هداية الحق والصواب۔	بھی قدیم تو حادث قائم نہیں رہتا اور قائم متغیر نہیں ہوتا اور اس کا کلام ازلی ہے اور اس کا صدق ازلی ہے تو اسکے کلام میں کذب کا حدوث نہیں اور اس کے صدق کو زوال نہیں۔صلوٰۃ وسلام ہو اس ذات اقدس پر جو صادق ومصدوق، تمام مخلوق کے سردار نبی رسول، حق کی طرف بلانیوالے، بطریق حق، دین حق کے لئے حق لانے والے، حق کا فرمان ہے کہ وہ حق ہیں۔ان کی کتاب حق جو حق کے ساتھ نازل کیا اور نازل ہوئی اور اس کا نزول حق پر ہوا، میں شہادت دیتاہوں کہ اللہ وحدہ لاشریك ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ سراپا حق ہے، میں شہادت دیتاہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور ان کو حق وصدق دے کر بھیجا،ان پر اللہ تعالٰی کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو اور ان کی آل واصحاب اور ان کی طرف ہر منسوب پر، ساتھ ہم پر بھی ان کی وجہ سے ان کی خاطر ہو یا ارحم الرحمین آمین آمین الہ الحق آمین، اپنے رب کی تصدیق کرنے والے اس کی عظیم توفیق سے، ہر برے وصف سے اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرنے والا غلام مصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی کہتاہے اللہ تعالٰی اس کے قول کو دنیاوآخرت میں سچا فرمائے اور اس کا اپنے بارے میں اللہ تعالٰی سے عفو ومغفرت کے حسن ظن کو سچا فرمائے آمین، اے اللہ! تو ہی حق وصواب کی رہنمائی فرمانے والا ہے۔ (ت)

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ بحول وقوت رب الارباب،اس مختصر جواب موضح صواب ومزیح ارتیاب میں اپنے مولٰی جل وعلا کی تسبیح وتقدیس اور اس جناب رفیع وجلال منیع پر جرات وجسارت والوں کی تقبیح وتفلیس کے لئے کلام کو چار تنزیہوں پر منقسم اور ایک خاتمہ پر مختتم اور بنظر ہدایت عوام و ازاحت اوہام،

ایک ضروری مقدمہ ان پر مقدم کرتا ہے۔

تنزیہ ۱ اول: میں ائمہ دین وعلمائے معتمدین کے ارشادات متین جن سے **بحمد اللہ** شمس وامس کی طرح روشن ومبین کہ کذا الٰہی بالاجماع محال اور اسے قدیم سے ائمہ سنت میں مختلف فیہ ماننا عناوہ مکابرہ یا جاہلانہ خیال۔

تنزیہ ۲ دوم: میں بفضل ربانی دعوی اہل حق پر دلائل نورانی جن سے واضح ہو کر کذب الٰہی قطعاً مستحیل اور ادعائے امکان باطل وبے دلیل۔

تنزیہ ۳ سوم: میں امام وہابیہ ومعلم ثانی طائفہ نجدیہ مصنف رسالہ یکروزی کی خدمت گزاری اور ان حضرات کے اوہام باطلہ وہذیانات عاطلہ کی ناز برداری کہ یہی صاحب ان حضرات نو کے امام کہن اور ان کے مرجع وملجاوماخذ ومنتہی، انھیں کے سخن۔

تنزیہ ۴ چہارم میں جہالات جدیدہ کا علاج کافی اور اس امر حق کا ثبوت وافی کہ مسئلہ قدیمہ خلف وعید، اس مزلۃً حادثہ سے منزلوں بعید۔

خاتمہ میں جواب مسائل وحکم قائل، **والحمد اللہ مجیب السائل۔**

مقدمہ، اقول: وباللہ التوفیق وبه الوصول الی ذری التحقیق، مسلمان کا ایمان ہے کہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کے سب صفات، صفات کمال وبروجہ کمال ہیں، جس طرح کسی صفتِ کمال کا سلب اس سے ممکن نہیں یوہیں **معاذاللہ** کسی صفت نقص کا ثبوت بھی امکان نہیں رکھتا اور صفت کا بروجہ کمال ہونا یہ معنی کہ جس قدر چیزیں اس کے تعلق کی قابلیت رکھتی ہیں ان کا کوئی ذرہ اس کے احاطہ دائرہ سے خارج نہ ہو نہ یہ کہ موجود ومعدوم وباطل وموہوم میں کوئی شیئ ومفہوم بے اس کے تعلق کے نہ رہے اگرچہ وہ اصلا صلاحیت تعلق نہ رکھتی ہو اور اس صفت کے دائرہ سے محض اجنبی ہو۔ اب احاطہ دوائر کا تفرقہ دیکھئے:

(۱) خلاق کبیر جل وعلا فرماتا ہے: "خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ"[1] وہ ہر چیز کا بنانے والا ہے تو اسے پوجو۔ یہاں صرف حودث مراد ہیں کہ قدیم یعنی ذات وصفات باری تعالٰی عزمجدہ مخلوقیت سے پاک،

(۲) سمیع وبصیر جل مجدہ فرماتا ہے: "اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۝۱۹"[2] وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے، یہ

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۲

[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

تمام موجودات عـــہ قدیمہ وحادث سب کو شامل مگر معدومات خارج یعنی مطلقًا یا جس چیز نے ازل سے ابد تک

عـــہ: فائدہ: اعلم انه ربما یلمح کلام القاری فی منح الروض الی تخصیص بصارہ تعالٰی بالاشکال والالوان وسمعه بالاصوات والکلام، وقد صرح العلامة اللاقانی فی شرح جوھرة التوحید بعمومھما کل موجود، وتبعه سیدی عبدالغنی فی الحدیقة وھذا کلام اللاقانی قال لیس سمعه تعالٰی خاصًا بالاصوات بل یعم سائرا لموجودات ذوات کانت اوصفات فیسمع ذاته العلیة وجمیع صفاته الازلیة کما یسمع ذواتنا وما قام بنامن صفاتنا کعلومنا والواننا و ھکذا بصرہ سبحانه و تعالٰی لا یختص بالالوان ولا بالاشکال والاکوان فحکمه حکم السمع سواء بسواء فمتعلقھما واحد [1] انتھی۔ اما ماقال اللاقانی قبل ذٰلك حیث عرف السمع بانه صفة ازلیه قائمة بذاته تعالی تتعلق بالمسموعات اوبالموجودات [2] الخ

فائدہ: واضح ہو کہ "منح الروض" میں ملا علی قاری کے کلام سے اللہ تعالٰی کی بصارت کا اشکال والوان اور اس کی سمع کا اصوات وکلام کے ساتھ اختصاص کا اشارۃ معلوم ہوتا ہے حالانکہ علامہ علامہ لاقانی نے "جوہرۃ التوحید" کی شرح میں اللہ تعالٰی کی مذکورہ دونوں صفات کو تمام موجودات میں عام ہونے کی تصریح کی ہے اور علامہ عبدالغنی نابلسی نے حدیقہ میں ان کی اتباع کی ہے۔ اور علامہ لاقانی کا کلام یہ ہے، انھوں نے فرمایا اللہ تعالٰی کی سمع صرف اصوات کے ساتھ مختص نہیں کی بلکہ تمام موجودات کو عام ہے خواہ ذوات ہوں یا صفات، تو باری تعالٰی کو اپنی ذات وصفات کا سامع ہے جس طرح وہ ہماری ذوات اور ہماری صفات مثلا ہمارے علوم اور الوان کا سامع ہے یونہی سبحانہ وتعالٰی کی بصر کا معاملہ ہے کہ وہ بھی اکوان والوان واشکال کے ساتھ مختص نہیں اس کا معاملہ بھی سمع جیسا ہے اور دونوں صفات برابر ہیں تو دونوں کے متصلقات بھی ایک جیسے ہیں انتہی، (اور اس پر علامہ نابلسی کا کلام یہ ہے) لیکن علامہ لاقانی نے جو اس سے قبل فرمایا جہاں سمع کی تعریف یوں کی ہے کہ اللہ تعالٰی کی ازل صفت ہے جو اس کی (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] الحدیقة الندیه بحواله اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] الحدیقة الندیه بحواله اللاقانی ھی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاۃ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

کسوت وجود نہ پہنی نہ ابد تک پہنے کہ ابصار کی صلاحیت موجود ہی میں ہے جو اصلاہے ہی نہیں، وہ نظر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والبصر بانه صفتة ازليه تتعلق بالمبصرات او بالموجودات [1]الخ **فاقول:** لایجب ان یکون اشارة الی الخلاف بل اتی اولا بالمبصرات معتمدا علی بداهة تصوره ثم اردت بالموجودات فرارا عن صورة الدور، و لیس فی التعبیرین تناف الخاصلا،فان المبصر ما یتعلق به الابصار ولیس فیه دلالة علی خصوصیة شیئ دون شیئ فاذاکان الابصار یتعلق بکل شیئ کان المبصر والموجود متسادیین،نعم لماکان ابصارنا الدینوی العادی مختصا باللون ونحوه ربما یسبق الذهن الی هذا لخصوص فازال الوهم بقوله او بالموجودات آتیا بکلمة اولتخییرفی التعبیر۔وهذه نکتة اخری للارداف وانما لم یکتف به لان ذکر المبصرات ادخل فی التمیز۔

ثم اقول،تحقیق التقدم ان الابصار لاشك انه لیس کالارادة

ذات سے قائم ہے اور تمام مسموعات یا موجودات سے متعلق ہے الخ،اور اللہ تعالٰی کی بصر کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ اس کی ازل صفت ہے جو تمام مبصرات یا موجودات سے متعلق ہے الخ،**اقول:** اس سے متعلق میں کہتا ہوں "او" یعنی یا، سے تعبیر میں ضروری نہیں کہ یہ اختلاف کا اشارہ ہو بلکہ مبصرات کو پہلے ذکر کرکے اس کے تصور کی بداہت کو ظاہر کیا پھر موجوادت کو ساتھ ذکر کیا تاکہ دور لازم نہ آئے جبکہ مبصرات وموجودات دونوں تعبیرات میں کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ مبصر وہ چیز ہے جس سے ابصار کا تعلق ہوسکے جبکہ کسی شیئ سے خصوصیت پر کوئی دلالت نہیں ہے،تو جب ابصار کا تعلق ہر چیز سے ہے تو مبصر اور موجود دونوں مساوی ہوئے،ہاں ہماری دنیاوی عادی بصار چونکہ الوان وغیرہ سے مختص ہیں اس لئے ہوسکتا ہے کہ ذہن اس خصوصیت کو اپنائے اس لئے انھوں نے مذکورہ وہم کے ازلہ کے لئے "او بالموجودات" کلمہ "او" کو تعبیر میں اختیار دینے کے لئے لائے۔ تو مبصرات کے بعد موجودات کو ذکر کرنے کا دوسرا نکتہ ہوا،اور صرف موجودات پر اکتفاء اس لئے نہ کیا کیونکہ مبصرات کو امتیاز میں زیادہ دخل نہیں۔ پھر **میں کہتا ہوں** مقام کی (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] الحدیقة الندیه بحواله اللاقانی هی ای الصفات یعنی صفات المعانی الحیاة مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ا/ ۲۵۵

کیا آئے گا تو نقصان جانب قابل ہے نہ کہ جانب فاعل، شرح فقہ اکبر میں ہے:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موالقدرة والتکوین التی لایجب فعلیة جمیع التعلقات الممکنة لها بل هو امن صفات التی یجب ان تتعلق بالفعل بکل مایصلح لتعلقها کالعلم فعدم ابصار بعض مایصح ان یبصرہ نقص فیجب تنزیهه تعالٰی عنه کعدم العلم ببعض مایصح ان یعلم، وهذا ممالایجوز ان یتناطع فیه عنزان انما الشان فی تعبیر مایصح تعلق الابصار به فان ثبت القصر علی الاشکال والوان والاکوان فذاک، وان ثبت عموم الصحة بکل موجود وجب القول بتحقق عموم الابصار ازلًا وابدًا لجمیع الکائنات القدیمة والحادثة الموجودة فی ازمنتها المحققة اوالمقدرة لما عرف من انه لا یجوز هٰهنا شییٔ منتظر لکن الاول باطل للاجماع علی رؤیة المومنین ربهم تبارك وتعالٰی فی الدار الاٰخرة فکان اجماع علی ان صحة الابصار لاتختص بماذکر وقدصرح اصحابنا فی هذا المبحث ان مصحح

تحقیق یہ ہے کہ ابصار بیشک، ارادہ قدرت اور تکوین صفات جیسی نہیں۔ جن کا تمام ممکنہ تعلقات سے بالفعل متعلق ہونا واجب نہیں بلکہ ابصار ان صفات میں سے جن کا ممکن التعلق سے بالفعل متعلق ہونا واجب ہے جیسا کہ علم کا معاملہ ہے تو بعض وہ چیزیں جن کا ابصار ممکن اور صحیح ہو سکتا ہے ان کا عدم ابصار نقص ہوگا لہٰذا اللہ تعالٰی کا اس نقص سے پاک ہونا ضروری ہے جیسے س علم سے متعلق بعض اشیاء کا علم نہ ہونا نقص ہے جس سے وہ پاک ومنزہ ہے یہ وہ معاملہ ہے جس میں دو آراء نہیں ہو سکتیں، اب صرف یہ بحث ہے کہ ابصار کا تعلق کن چیزوں سے ہو سکتا ہے اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ابصار صرف اشکال والوان واکوان سے ہی متعلق ہو سکتی ہے تو یہی ہوگا اور اگر ثابت ہو جائے کہ اس کا تعلق تمام موجودات سے صحیح ہو سکتا ہے تو پھر ازلًا وابدًا تمام کائنات وحادثہ خواہ وہ اپنے زمانوں میں محقق ہوں یا مقدر ہوں سب سے ابصار کا تعلق ماننا اور بیان کرنا واجب ہوگا جیسا کہ واضح ہے کہ اب کوئی چیز انتظار کے مرحلہ میں نہ ہوگی، لیکن پہلی شق باطل ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لئے اللہ تعالٰی کی رؤیت پر اجماع ہے (حالانکہ اللہ تعالٰی اشکال والوان سے پاک ہے) تو ثابت ہوا کہ ابصار کا تعلق اشکال والوان سے مختص نہیں ہے جبکہ ہمارے اصحاب نے اس کے بحث میں تصریح (باقی برصفحہ آئندہ)

قد افتی ائمة سمرقند وبخارا علی انه (یعنی المعدوم) غیر مرئی، وقد ذکر الامام الزاهد الصفار فی اٰخر کتاب التلخیص ان المعدوم مستحیل الرؤیة، و کذا المفسرون ذکروا ان المعدوم لایصلح ان یکون مرئ الله تعالٰی، وکذا قول اسلف من الاشعریة و الماتریدیة ان الوجود علة جواز الرؤیة مع الاتفاق، علی ان المعدوم الذی یستحیل وجوده لایتعلق به برؤیته[1] سبحنه اھ۔	ائمہ سمرقند وبخارا نے یہ فتوٰی دیا کہ (معدوم) دکھائی نہیں دیتا، امام زاہد صفار نے کتاب التلخیص کے آخر میں لکھا معدوم کی رؤیت محال ہوتی ہے، اسی طرح مفسرین نے کہا معدوم اللہ تعالٰی کے دکھائی دینے کے قابل ہی نہیں۔ اسلاف اشعریہ اور ماتیریدیہ کا بھی قول یہی ہے کہ جواز رؤیت کی علت وجود ہے اور اس پر اتفاق ہے کہ ایسا معدوم جس کا وجود محال ہے اس کے ساتھ رؤیت باری کا تعلق نہیں ہوسکتا اھ (ت)

شرح السنوسی للجزائریہ میں ہے:

انهما (یعنی سمعه تعالٰی وبصره) لایتعلقان	ان دونوں (اللہ تعالٰی کے سمع وبصر) کا تعلق

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الرؤیة هو الوجود وقد اجمعوا کما فی المواقف انه تعالٰی یرٰی نفسه فتبین ان الحق هوا التعمیم وان قوله تعالٰی "اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾"[2] جار علی صرافة عمومه من دون تطرق تخصیص الیه اصلا هکذا ینبغی التحقیق والله ولی التوفیق ومن اتقن هذا تیسر له اجراء فی السمع بدلیل کلام الله سبحانه وتعالٰی فافهم والله سبحنهٗ وتعالٰی فافهم والله سبحنه وتعالٰی اعلم ۱۲ منه رضی الله عنه۔	کردی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالٰی کی رؤیت کا مدار صرف وجود ہے جبکہ ان کا اجماع ہے کہ اللہ تعالٰی اپنی ذات کو دیکھتا ہے جیسا کہ مواقف میں ہے، تو ابصار میں تعمیم ہی حق ہے، اور اللہ تعالٰی کے ارشاد "اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ﴿۱۹﴾" کا اجراء اپنے خالص عموم پر ہوگا جس میں کسی قسم کی تخصیص کا شائبہ نہ ہوگا۔ یوں تحقیق ہونی چاہئے جبکہ اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے جو بھی اس تحقیق پر یقین رکھے گا اس کے لئے صفت سمع میں بھی عموم کا اجراء آسان ہوگا جس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے پس سمجھو واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[1] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر باب یری الله تعالٰی فی الآخرة بلا کیف مصطفی البابی مصر ص ۸۴

[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۹

الابالموجود والعلم یتعلق بالموجود والمعدوم والمطلق والمقید [1] اھ۔	موجود سے ہوتا ہے اور علم کا تعلق موجود ومعدوم اور مطلق ومقید سے ہوتا ہے اھ (ت)

حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے:

المعدومات التی عـــہ ماارادھا اللہ تعالٰی ولاتعلقت القدرۃ بایجادھا فی ازمنتھا المقدرۃ لھا، ولاکشف عنھا العلم موجودۃ فی تلك الازمنۃ فلا یتعلق بھا السمع و البصر، وکذلك المستحیلات بخلاف العلم فانہ یتعلق بالموجودات والمعدوم [2]۔	وہ معدومات جن کا اللہ تعالٰی نے اردہ نہیں فرمایا اور از منہ مقررہ میں ان کی ایجاد کے لئے قدرت متعلق نہیں ہوتی اور نہ مقدرہ زمانہ میں موجود ہوکر تحت علم آتی ہیں تو ایسی معدومات سے اللہ تعالٰی کی سمع وبصر متعلق نہیں ہوتی اور محالات کا معاملہ بھی ایسا ہے۔بخلاف علم کہ اس کا تعلق موجود اور معدوم دونوں سے ہے۔(ت)

عـــہ:**اقول:** قولہ ماارادولا تعلقت ولاکشف عبارات شتّٰی عن معبر واحد وھو دوام العدم المناقض للوجود بالفعل فان کل ما اراداللہ تعالٰی فقد تعلقت القدرۃ بایجادہ بالفعل وبالعکس، وما کان کذلك فقد کشف العلم عنہ موجودا بالاطلاق العام وبالعکس وذلك لان العلم موجودا تابع اللوجود ولاوجود للمخلوق الابتعلق القدرۃ ولا تعلق للقدرۃ الا بترجیح الارادۃ، کما تقرر کل ذٰلك فی مقرہ، واللہ تعالٰی اعلم۔۱۲منہ

اقول: حدیقہ کا قول"ارادہ نہ فرمایا"قدرت کا تعلق نہ ہو، علم کا کشف نہ ہو، یہ مختلف عبارات ہیں جن کی مراد ایک ہے اور وہ یہ کہ دائمی جو عدم بالفعل وجود کے مناقض ہے کیونکہ اللہ تعالٰی جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کے ایجاد سے بالفعل قدرت کا تعلق بھی ہوتا ہے اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے جو چیز اس شان میں ہوگی اسی کے بالفعل موجود ہونے کا مطلقًا علم بالکشف ہوتا ہے اور عکس بھی، کیونکہ کسی موجود کا علم اس چیز کے وجود سے ہوتا ہے جبکہ مخلوق کاوجود قدرت کے تعلق کے بغیر نہیں ہوسکتا اور قدرت کا تعلق ارادہ سے ترجیح پائے بغیر نہیں ہوسکتا جیساکہ یہ تمام امور اپنے مقام میں ثابت شدہ ہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ (ت)

---

[1] الحدیقہ الندیہ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ ھی الصفات یعنی صفت المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

[2] الحدیقہ الندیہ بحوالہ شرح السنوسی للجزائریۃ ھی الصفات یعنی صفت المعانی الحیاۃ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۵

(۳) قوی قدیر جبّار وتعالٰی فرماتا ہے: "وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ"[1] وہ ہر چیز پر قدرت والا ہے، یہ موجود ومعدوم سب کو شامل، بشرط حدوث وامکان کہ واجب ومحال اصلا لائق مقدوریت نہیں، مواقف میں ہے: **القدیم لایستند الی القادر**[2] (قدیم کو قادر کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ت) شرح مقاصد میں ہے: **لاشیئ من الممتنع بمقدور**[3] (کوئی ممتنع مقدور نہیں ہوتا۔ت) امام یافعی فرماتے ہیں:

جمیع المستحیلات العقلیۃ لایتعلق للقدرۃ بہا[4]۔	تمام محالات عقلیہ کے ساتھ قدرت کا تعلق نہیں ہوتا۔(ت)

کنزالفوائد میں ہے:

خرج الواجب والمستحیل فلایتعلقان ای القدرۃ والارادۃ بہما[5]۔	واجب اور محال خارج ہوں گے ان کے ساتھ قدرت اور ارادہ کا تعلق نہیں ہوسکتا۔(ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے:

أقصاہا ان یمتنع بنفس مفهومه كجمیع الضدین وقلب الحقائق واعدام القدیم .وهذا لایدخل تحت القدرۃ القدیمۃ[6]۔	آخری مرتبہ وہ ہے جو نفس مفہوم کے اعتبار سے ممنوع ہو مثلا ضدین کا جمع ہونا، حقائق میں قلب، قدیم کا معدوم ہونا یہ قدرت قدیمہ کے تحت داخل ہی نہیں۔(ت)

(۴) علیم خبیر عزشانہ، فرماتا ہے: "وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ"[7] وہ ہر چیز کو جانتا ہے، یہ کلیہ واجب وممکن وقدیم وحادث وموجود ومعدوم ومفروض وموہوم غرض ہر شی ومفہوم کو قطعاً محیط جس کے دائرے سے اصلاً کچھ خارج نہیں۔ یہ ان عمومات سے ہے جو عموم قضیہ **مامن عام الاوقد خص منہ البعض**

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۲۰ و ۱۱/ ۴

[2] مواقف مع شرح المواقف المقصد الخامس منشورات الرضی قم ایران ۳/ ۱۷۸

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی القدرۃ الحادثۃ علی الفعل دارالمعارف نعمانیہ لاہور ۱/ ۲۴۰

[4]

[5] کنز الفوائد

[6] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر افعال العباد بعلمہ تعالٰی الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۶

[7] القرآن الکریم ۲/ ۲۹، ۶/ ۱۰۱

(ہر عام سے کچھ افراد مخصوص ہوتے ہیں۔ت) سے مخصوص ہیں، شرح مواقف میں فرمایا:

علمه تعالٰی یعم المفهوما کلها الممکنة والواجبة والممتنعة فهو اعم من القدرة لانها تختص بالممکنات دون الواجبات والممتنعات[1]۔	اللہ تعالٰی کا علم تمام مفہومات کو شامل ہے خواہ وہ ممکن ہیں یا واجب یا ممتنع، اور وہ قدرت سے عام ہے کیونکہ قدرت کا تعلق فقط ممکنات سے ہے واجبات اور ممتنعات کے ساتھ وہ متعلق نہیں ہوتی۔(ت)

اب دیکھئے لفظ چاروں ایک جگہ ہے یعنی کل شیئ، مگر ہر صفت نے اپنے ہی دائرے کی چیزوں کو احاطہ عــــہ فرمایا جو اس کے قابل اور اس کے احاطہ میں داخل تھیں، تو جس طرح ذات وصفات خالق کا دائرہ خلق میں نہ آنا **معاذاللہ** عموم خالقیت میں نقصان نہ لایا، نقصان جب تھا کہ کوئی مخلوق احاطہ سے باہر رہتا، یا معدومات کا دائرہ ابصار سے مہجور رہتا **عیاذًا باللہ**، احاطہ بصر الٰہی میں باعث فتور نہ ہوا، فتور جب ہوتا کہ کوئی مبصر خارج رہ جاتا۔ اسی طرح صفت قدرت کا کمال یہ ہے کہ جو شے اپنی

عــــہ: ای شملت مافی دائرتها وان لم یشمله اللفظ کما فی العلم ولم تشمل مالیس فیها وان شمله اللفظ کما فی الخلق وذٰلك ان الشیئ عندنا یخص بالموجود قال تعالٰی "اَوَلَا یَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ یَكُ شَیْــٴًـا ۝" [2] ویعم الواجب، قال تعالٰی "اَیُّ شَیْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ" [3]، فافهم ۱۲ منه رضی الله عنه۔	یعنی اپنے دائرہ کی ہر شی کو شامل ہے اگرچہ اس کو لفظ شامل نہ ہو جیسے علم میں، اور جو دائرہ میں نہ ہو اس کو شامل نہیں اگرچہ لفظ اس کو شامل ہو جیسے خلق میں، یہ اس لئے کہ ہمارے نزدیک صرف موجود ہی شی کہلاتی ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا کیا انسان کو یاد نہیں کہ ہم نے اسے پیدا کیا جبکہ اس سے قبل کوئی شیئ نہ تھا۔ اور شے واجب کو بھی شامل ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا۔ فرمادیجئے کون سی شیئ شہادت میں بڑی ہے؟ فرمادو اللہ، اسے سمجھو ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[1] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد الثالث منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۷۰

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۷

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

حدِ ذات عـــہ۱ میں ہونے کے قابل ہے۔اس سب پر قادر ہو، کوئی ممکن احاطہ قدرت سے جدا نہ رہے، نہ یہ کہ واجبات و محالات عقلیہ کو بھی شامل ہو جو اصلا تعلق قدرت کی صلاحیت نہیں رکھتے،سبحان اللہ محال کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی طرح موجود نہ ہوسکے،اور مقدور وہ کہ قادر چاہے تو موجود ہو جائے، پھر دونوں کیونکہ جمع ہو سکتے ہیں،اور اس کے سبب یہ سمجھنا کہ کوئی شے دائرہ قدرت سے خارج رہ گئی محض جہالت کہ محالات مصداق و ذات سے بہرہ ہی نہیں رکھتے، حتی کہ فرض و تجویز عقلی عـــہ۲ میں بھی تو اصلا یہاں کوئی شے تھی ہی نہیں جسے قدرت شامل نہ ہوئی یا

"اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾"[1] کے عموم سے رہ گئی۔ یہاں سے ظاہر ہو گیا کہ مغویان تازہ جو اسی مسئلہ کذب و دیگر نقائص وغیرہا کی بحث میں بے علموں کو بہکاتے ہیں کہ مثلا کذب یا فلاں عیب یا فلاں بات پر اللہ عزوجل کو قادر نہ مانا تو **معاذاللہ** عاجز ٹھہرا اور "اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۰﴾"[2] کا انکار ہوا۔یہ ان ہوشیاروں کی محض عیاری و تنزیر اور بیچارے عوام کو بھڑکانے کی تدبیر ہے،**ایہا المسلمون!** قدرت الٰہی صفت کمال ہو کر ثابت ہوئی ہے نہ معاذاللہ صفت نقص و عیب،اور اگر محالات پر قدرت مانئے تو بھی انقلاب ہوا جاتا ہے،وجہ سنئے،جب کسی محال پر قدرت مانی اور محال محال سب ایک سے معہذا تمھارے جاہلانہ خیال پر جس محال کو مقدور نہ کہئے اتنا ہی عجز و قصور سمجھئے تو واجب کہ سب محالات زیر قدرت ہوں،اور منجملہ محالات سلب قدرت الٰہیہ بھی ہے تو لازم کہ اللہ تعالٰی اپنی قدرت کھو دینے اور اپنے آپ کو عاجز محض بنالینے پر قادر ہو،اچھا عموم قدرت مانا کہ اصل قدرت ہی ہاتھ سے گئی،یونہیں منجملہ محالات عدم باری عزوجل ہے تو اس پر قدرت لازم،اب باری جل وعلا **عیاذًا باللہ** واجب الوجود نہ ٹھہرا، تعمیم قدرت کی بدولت الوہیت ہی پر ایمان گیا **تعالٰی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا** (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے۔ت)

پس **بحمد اللہ** ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا قطع نظر اس سے کہ خود قول بالمحال ہے،جناب

عـــہ۱: یشیر الی ان مصحح المقدوریۃ نفس الامکان الذاتی ۱۲منہ	اشارہ کیا کہ مقدوریت کی صحت کا مدار نفس امکان ذاتی پر ہے ۱۲ منہ (ت)
عـــہ۲: اوردہ تفسیر المراد بالفرض ۱۲منہ	فرض سے مراد کی تفسیر کے لئے ذکر کیا ہے ۱۲منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

باری عزاسمہ کو سخت عیب لگانا اور تعمیم قدرت کے پردے میں اصل قدرت بلکہ نفس الوہیت سے منکر ہوجانا ہے، للہ انصاف!
حضرات کے یہ تو حالات اور اہل سنت پر معاذاللہ عجز باری عزوجل ماننے کے الزامات، ہمارے دینی بھائی اس مسئلہ کو خوب سمجھ لیں کہ حضرات کے مغالطہ وتلبیس سے امان میں رہیں، **واللہ الموفق**۔

تنزیہ اول ارشادات علماء میں: اقول: وباللہ التوفیق میں یہاں ازالہ اوہام حضرات مخالفین کو اکثر عبارات ایسی نقل کروں گا کہ امتناع کذب الٰہی پر تمام اشعریہ و ماتریدیہ کا اجماع ثابت کریں جس کے باعث اس وہم عاطل کا علاج قاتل ہو کہ معاذاللہ یہ مسئلہ قدیم سے مختلف فیہا ہے حاش للہ! بلکہ بطلان امکان پر اجماع اہل حق ہے جس میں اہل سنت کے ساتھ معتزلہ وغیرہ فرق باطلہ بھی متفق، ناظر ماہر دیکھے گا کہ میرا یہ مدعا ان عبارتوں سے کن کن طور پر رنگ ثبوت پائے گا:

اول: ظاہر وجلی یعنی وہ نصوص جن میں امتناع کذب پر صراحۃً اجماع منصوص۔

دوم: اکثر عبارتیں علمائے اشعریہ کی ہوں گی تاکہ معلوم ہو کہ مسئلہ خلافی نہیں۔

سوم: وہ عبارات جن میں بنائے کلام حسن وقبح عقلی کے انکار پر ہو کہ یہ اصول اشاعرہ سے ہے، تو لاجرم مسئلہ اشاعرہ وماتریدیہ کا اجماعی ہوا اگرچہ عندالتحقیق صرف حسن وقبح بمعنی استحقاق مدح وثواب وذم وعقاب کی شرعیت و عقلیت میں تجاذب آرا ہے، نہ بمعنی صفت کمال وصفت نقصان کہ بایں معنی باجماع عقلا عقلی ہیں،

کما نصوا علیه جمیعا ونبه علیه ھٰھنا المولٰی سعد الدین التفتازانی فی شرح المقاصد والمولی المحقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الھمام وغیرھما من الجھابذۃ الکرام۔	جیسا کہ اس پر تمام نے تصریح کی ہے اور اس پر علامہ سعد الدین تفتازانی نے شرح المقاصد میں اور محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن ہمام اور دیگر کبار ماہرین علماء نے تنبیہ کی ہے۔(ت)

اب بتوفیق اللہ تعالٰی نصوص ائمہ وکلمات علماء نقل کرتا ہوں:

نص ۱: شرح مقاصد کے مبحث کلام میں ہے:

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[1] اھ ملخصًا۔	جھوٹ باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال اھ ملخصًا۔

نص ۲: اسی کی بحث وحسن وقبح میں ہے:

---
[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

قد بینا فی بحث الکلام امتناع الکذب علی الشارع تعالٰی[1]۔	ہم بحث کلام میں ثابت کر آئے کہ اللہ عزوجل پر کذب محال ہے۔

نص ۳: اسی بحث تکلیف بالمحال میں ہے:

محال ھو جھلہ کذبہ تعالٰی عن ذلك[2]۔	اللہ تبارک وتعالٰی کا جہل یا کذب دونوں محال ہیں، برتری ہے اسے ان سے۔

نص ۴: اسی میں ہے:

الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیہ مفاسد لاتحصٰی ومطاعن فی الاسلام لاتخفی منھا مقال الفلاسفۃ فی المعاد ومجال الملاحدۃ فی العناد وھٰھنا بطلان ماعلیہ الاجماع من القطع بخلود الکفار فی النار، فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی بہ فجواز الخلف وعدم وقوع مضمون ھٰذا الخبر محتمل، ولما کان ھذا باطلاقطعا علم ان القول بجواز الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی باطل قطعًا[3] اھ ملتقطًا۔	یعنی خبر الٰہی میں کذب پر بے شمار خرابیاں اور اسلام میں آشکارا طعن لازم آئیں گے فلاسفہ حشر میں گفتگو لائیں گے، ملحدین اپنے مکابروں کی جگہ پائیں گے کفار کا ہمیشہ آگ میں رہنا کہ بالاجماع یقینی ہے اس پر یقین اٹھ جائیں گے کہ اگرچہ خدا نے صریح خبریں دیں مگر ممکن ہے کہ واقع نہ ہوں۔ اور جب یہ امور یقینا باطل ہیں تو ثابت ہوا کہ خبر الٰہی میں کذب کو ممکن کہنا باطل ہے اھ ملتقطا۔

نص ۵: شرح عقائد نسفی میں ہے:

کذب کلام اللہ تعالٰی محال[4] اھ ملخصا۔	کلام الٰہی کا کذب محال ہے اھ ملخصا

نص ۶: طوالع الانوار کی فرع متعلق بمبحث کلام میں ہے:

الکذب نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال[5] اھ۔	جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

[1] شرح المقاصد قال وتمسکوا بوجوہ الاول ان حسن الاحسان وقبح العدوان دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۵۲

[2] شرح المقاصد المبحث الخامس التکلیف مالایطاق دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۵۵

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر اتفقت الامۃ علی العفو عن الصفاء دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۸

[4] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعت العربیہ قندھار، افغانستان ص ۷۱

[5] طوالع الانوار للبیضاوی

نص ۷: مواقف کی بحث کلام میں ہے:

انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا اما عند المعتزلہ فلان الکذب قبیح وھو سبحانہ لایفعل القبیح واما عندنا فلانہ نقص والنقص علی اللہ محال اجماعاً۔[1] (ملخصاً)	یعنی اہلسنت ومعتزلہ سب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے، معتزلہ تو اس لئے محال کہتے ہیں کہ کذب برا ہے اور اللہ تعالٰی برا فعل نہیں کرتا اور ہم اہلسنت کے نزدیک اس میں دلیل سے ناممکن ہے کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۸: مواقف وشرح مواقف کی بحث حسن وقبح میں ہے:

مدرك امتناع الکذب منہ تعالٰی عندنا لیس ھو قبحہ العقلی حتی یلزم من انتفاء قبحہ ان لایعلم امتناعہ منہ اذلہ مدرك اٰخر وقد تقدم اھ[2] ملخصاً۔	یعنی ہم اشاعرہ کے نزدیک کذب الٰہی محال ہونے کی دلیل قبح عقلی نہیں ہے کہ اس کے عدم سے لازم آئے کہ کذب الٰہی محال نہ جانا جائے بلکہ اس کے لئے دوسری دلیل ہے کہ اوپر گزری، یعنی وہ کہ جھوٹ عیب ہے اور اللہ تعالٰی میں عیب محال۔

نص ۹: انھیں کی بحث معجزات میں ہے:

قدم فی مسئلۃ الکلام من موقف الالٰھیات امتناع الکذب علیہ سبحانہ وتعالٰی[3]۔	یعنی ہم موقف الٰہیات سے مسئلہ کلام میں بیان کر آئے کہ اللہ تعالٰی کا کذب زنہار ممکن نہیں۔

نص ۱۰: امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیہ تعالٰی سمات النقص کالجھل والکذب[4]۔	جتنی نشانیاں عیب کی ہیں، جیسے جہل وکذب سب اللہ تعالٰی پر محال ہیں۔

نص ۱۱: علامہ کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف قدس سرہ، اس کی شرح مسامرہ میں فرماتے ہیں:

لاخلاف بین الاشعریۃ وغیرہم فی ان کل	یعنی اشاعرہ وغیرہ اشاعرہ کسی کو اس میں خلاف نہیں

---

[1] مواقف مع شرح المواقف المقصد السابع بحث انہ تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۰،۱۰۱

[2] مواقف مع شرح المواقف المرصد السادس المقصد الخامس منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۹۳

[3] مواقف مع شرح المواقف الموقف السادس فی السمعیات منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۲۴۰

[4] المسایرۃ متن المسامرۃ ختم المصنف کتابہ بیان عقیدہ اہلسنت اجمالا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۳

ماکان وصف نقص فالباری تعالٰی منزہ عنه وھو محال علیه تعالٰی والکذب وصف نقص اھ ملخصا[1]۔	کہ جو کچھ صفت عیب ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور وہ اللہ تعالٰی پر ت ممکن نہیں اور کذب صفت عیب ہے۔ (ملخصا)

نص ۱۲: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قول تعالٰی فلن یخلف الله عهده یدل علی انه سبحانه وتعالٰی منزہ عن الکذب وعدہ و عیدہ۔قال اصحابنا لان الکذب وصفة نقص والنقص علی الله تعالٰی محال، وقالت المعتزلة لان الکذب قبیح لانه کذب فیستحیل ان یفعله فدل علی ان الکذب منه محال[2] اھ ملخصًا۔	اللہ عزوجل کا فرمانا کہ اللہ ہر گز اپنا عہد جھوٹا نہ کریگا دلالت کرتا ہے کہ مولٰی تعالٰی سبحانہ اپنے ہر وعدہ و وعید میں جھوٹ سے منزہ ہے، ہمارے اصحاب اہل سنت وجماعت اس دلیل سے کذب الٰہی کو ناممکن جانتے ہیں کہ وہ صفت نقص ہے اور اللہ عزوجل پر نقص محال، اور معتزلہ اس دلیل سے ممتنع مانتے ہیں کہ کذب قبیح لذاتہ ہے تو باری تعالٰی عزوجل سے صادر ہونا محال، غرض ثابت ہوا کہ کذب الٰہی اصلا امکان نہیں رکھتا۔اھ (ملخصا)

نص ۱۳: اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ "[3]	پوری ہے بات تیرے رب کی سچ اور انصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں، اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سنتا جانتا ہے۔

امام ممدوح اس آیت کے تحت میں لکھتے ہیں:

اعلم ان هذه الاٰیة تدل علی ان کلمة الله موصوفة بصفات کثیرة (الٰی ان قال) الصفة الثانیة من صفات کلمة الله کونها صدقا والدلیل علی ان الکذب نقص والنقص علی الله تعالٰی محال[4]۔	یہ آیت ارشاد فرمائی ہے کہ کذب اللہ تعالٰی کی بات بہت صفتوں سے موصوف ہے، ازانجملہ اس کا سچا ہونا ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

[1] المسامرة شرح المسایرة اتفقوا علی ان ذلك غیر واقع المکتبة التجاریة الکبرٰی ص ۳۹۳

[2] مفاتیح الغیب تحت آیت فلن یخلف الله عهده المکتبة البهیه مصر ۳/ ۱۵۹

[3] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[4] مفاتیح الغیب تحت آیة وتمت کلمت ربك صدق وعدلًا المطبعة البهیة المصریة مصر ۱۳/ ۶۱۔۱۶۰

نص ۱۴: یہیں فرماتے ہیں:

صحة الدلائل السمعية موقوفة علی ان الکذب علی اللہ تعالٰی محال[1]۔	دلائل قرآن وحدیث کا صحیح ہونا اس پر موقوف ہے کہ کذب الٰہی محال مانا جائے۔

نص ۱۵: زیر قولہ تعالٰی:

"مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ "[2]۔	اللہ تعالٰی کی شان نہیں کہ وہ بیٹا بنائے وہ پاک ہے (ت)

بعض تمسکات معتزلہ کے رد میں فرماتے ہیں:

اجاب اصحابنا عنه بان الکذب محال علی اللہ تعالٰی[3]۔	اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال ہے۔

نص ۱۶: علامہ سعد تفتازانی شرح مقاصد میں انھیں امام ہمام سے ناقل:

صدق کلام تعالٰی لماکان عندنا ازلیا امتنع کذبه لان ماثبت قدمه امتنع عدمه[4]۔	کلام خدا کا صدق جب کہ ہم اہلسنت کے نزدیک ازلی ہے تو اس کا کذب محال ہوا کہ جس چیز کا قدم ثابت ہے اس کا عدم محال ہے۔

تنبیہ: انھیں امام علام کا ارشاد کہ "کذب الٰہی کا جواز ماننا قریب بکفر ہے، ان شاء اللہ تعالٰی تنزیہ چہارم میں آئے گا۔

نص ۱۷: تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾" انکار ان یکون احد اکثر صدقامنه فانه لایتطرق الکذب الٰی خبرہ بوجه لان نقص وھو علی اللہ تعالٰی محال[5]۔	اللہ تعالٰی اس آیت میں انکار فرماتا ہے اس لئے کہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا ہو کہ اس کی خبر تک تو کسی کذب کو کسی طرح راہ ہی نہیں کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ وتمت کلمت ربك الخ المطبعۃ البھیۃ العربیہ مصر ۱۳/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۵

[3] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیت ماکان اللہ ان یتخذ من ولد سبحنه المطبعۃ البھیۃ المصر ۲۱/ ۲۱۷

[4] شرح المقاصد المبحث الثانی العشر اتفقت الامۃ علی العفو الخ دار المعارف نعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

[5] انوار التنزیل واسرار التاویل (بیضاوی مع القرآن الکریم) تحت آیۃ ومن اصدق الخ مصطفی البابی مصر ص ۹۲

نص ۱۸: تفسیر مدارک شریف میں ہے:

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" تمييز وهو استفهام بمعنى النفى اى لااحد اصدق منه فى اخباره ووعده ووعيده لاستحالة الكذب عليه تعالٰى لقبحه عــه لكونه اخبارا عن الشيئ بخلاف ماهو عليه[1]۔	آیت میں استفہام انکاری ہے یعنی خبر وعدہ وعید کسی بات میں کوئی شخص اللہ سے زیادہ سچا نہیں کہ اس کا کذب تو محال بالذات ہے کہ خود اپنے معنی ہی کے رو سے قبیح ہے کہ خلاف واقع خبر دینے کا نام ہے۔

نص ۱۹: تفسیر علامۃ الوجود سیدی ابی السعود عمادی میں ہے:

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا" انكار لان يكون احد اصدق منه تعالٰى فى وعده وسائر اخباره وبيان لاستحالته كيف لاوالكذب محال عليه سبحٰنه دون غيره[2]۔	آیت میں انکار ہے اس کا کہ کوئی شخص اللہ تعالٰی سے زیادہ سچا ہو وعدہ میں یا کسی اور خبر میں، اور بیان ہے اس زیادت کے محال ہونے کا، اور کیوں نہ محال ہو کہ اللہ تعالٰی کا کذب تو ممکن ہی نہیں بخلاف اوروں کے۔

عــــه: **اقول:** استدل قدس سره بالقبح اما فى نظر الظاهر فلانه رحمه الله تعالٰى من ائمتنا الماتريدية ولذا عدلت عنه الاشاعرة كصاحب المواقف وصاحب المفاتيح كما سمعت نصهما واما عندالتحقيق فلان عقلية القبح بهذا المعنٰى من المجمع عليه بين العقلاء وھٰؤلاء شاعرة رحمهم الله تعالٰى انفسهم ناصون بذلك فلا عليك من ذهول من ذهل كما اومانا اليه فى صدر البحث والله تعالٰى اعلم ۱۲منه رضى الله تعالٰى عنه

اقول: علامہ قدس سرہ، نے قبح سے استدلال کیا ظاہر نظر میں تو اس لئے کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی ہمارے ائمہ ماتریدیہ میں سے ہے اسی لئے اشاعرہ نے قبح سے استدلال نہ کیا جیساکہ آپ نے صاحب مواقف اور صاحب مفاتیح کی نصوص سنیں، اور عندالتحقیق اس لئے کہ اس معنی میں قبح عقلی ہونا عقلاء اور اشاعرہ میں متفق چیز ہے جس کو خود اشاعرہ رحمہم اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا جیساکہ ہم نے بحث کی ابتداء میں اشارہ کیا ہے کسی کے ذہول سے تجھ پر کوئی اعتراض نہیں، واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

---

[1] مدارك التنزيل (تفسير النسفى) تحت آيه ومن اصدق من الله الخ دار الكتاب العربى بيروت ۱/ ۲۴۱

[2] ارشاد العقل السليم تحت آيه ومن اصدق من الله الخ دار احياء التراث العربى بيروت ۲ /۱۲-۲۱۱

نص ۲۰: تفسیر روح البیان میں ہے:

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا﴿۸۷﴾" انکار لان یکون احد اکثر صدقا منه فان الکذب نقص وھو علی الله محال دون غیرہ[1] اھ ملخصا۔	آیت اس امر کا انکار فرماتی ہے کہ کوئی شخص صدق میں اللہ تعالٰی سے زائد ہو کر کذب عیب ہے اور وہ خدا پر محال ہے، نہ اس کے غیر پر، اھ ملخصا۔

نص ۲۱: شرح السنوسیہ میں ہے:

الکذب علی الله تعالٰی محال لانه دناءۃ[2]۔	اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے کہ وہ کمینہ پن ہے۔

نص ۲۲: فاضل سیف الدین ابہری کی شرح موقف میں ہے:

ممتنع علیه الکذب اتفاقا لانه نقص والنقص علی الله تعالٰی محال اجماعا[3]۔	کذب الٰہی بالاتفاق محال ہے کہ وہ عیب ہے اور ہر عیب اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔

نص ۲۳: شرح عقائد جلالی میں ہے:

الکذب نقص والنقص علیه محال فلایکون من الممکنات ولاتشمله القدرۃ کسائر وجوہ النقص علیه تعالٰی کالجهل والعجز[4]۔	جھوٹ عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال، تو کذب الٰہی ممکنات سے نہیں، نہ اللہ تعالٰی کی قدرت اسے شامل جیسے تمام اسباب عیب مثل جہل وعجز الٰہی، کہ سب محال ہیں اور صلاحیت قدرت سے خارج۔

نص ۲۴: اسی میں ہے:

لایصح علی تعالٰی الحرکة والانتقال ولا الجهل ولا الکذب لانهما النقص والنقص علی الله تعالٰی محال[5]۔	اللہ تعالٰی پر حرکت وانتقال وجہل وکذب کچھ ممکن نہیں کہ یہ سب عیب ہیں اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

---

[1] تفسیر روح البیان تحت ومن اصدق من الله حدیثا المکتبة الاسلامیه الریاض ۲/ ۲۵۵

[2] شرح السنوسیه

[3] شرح المواقف سیف الدین ابہری (تلمیذ مصنف)

[4] الدوانی علی العقائد العضدیة بحث "علی" مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۳

[5] الدوانی علی العقائد العضدیة بحث "لیس" مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۶ و ۶۷

نص ۲۵: کنز الفوائد میں ہے:

قدس تعالٰی شانه من الکذب شرعا وعقلا اذاھو قبیح یدرك العقل قبحه من غیر توقف علی شرح فیکون محالا فی حقله تعالٰی عقلا وشرعا کما حققه ابن الھمام وغیره[1]۔	اللہ عزوجل بحکم شرح وبحکم عقل ہر طرح کذب سے پاک مانا گیا، اس لئے کہ کذب قبیح عقلی ہے کہ عقلی خود بھی اس کے قبح کو مانتی ہے بغیر اس کے کہ اس کا پہچاننا شرح پر موقوف ہیو تو جھوٹ بولنا اللہ تعالٰی کے حق میں عقلا وشرعا ہر طرح محال ہے جیسے کہ امام ابن الہمام وغیرہ نے اس کی تحقیق افادہ فرمائی۔

نص ۲۶: مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

الکذب علیه تعالٰی محال[2]۔	اللہ تعالٰی پر کذب محال ہے۔

نص ۲۷: مسلم الثبوت میں ہے:

المعتزله قالوا لولا کون الحکم عقلیا لم یمتنع الکذب منه تعالٰی عقلا، والجواب انه نقص فیجب تنزیھه تعالٰی عنه کیف وقدمر انه عقلی باتفاق العقلاء لان ماینافی الوجوب الذاتی من جملة النقص فی حق الباری تعالٰی ومن الاستحالات العقلیة علیه سبحنه[3] اھ ملخصا مع الشرح۔	خاص یہ کہ معتزلہ نے اہلسنت سے کہا اگر حکم عقلی نہ ہو تو اللہ تعالٰی کا کذب محال نہ رہے حالانکہ اسے ہم تم بالاتفاق محال عقلی مانتے ہیں اہلسنت نے جواب دیا کہ کذب اس لئے محال عقلی ہوا کہ وہ عیب ہے تو واجب ہوا کہ اللہ تعالٰی کو اس سے منزہ مانیں اس کے عقلی ہونے پر تمام عقلاء کا اجماع ہے وجہ یہ ہے کہ کذب الوہیت کی ضد ہے اور جو کچھ الوہیت کی ضد ہے وہ سب اللہ تعالٰی کے حق میں عیب ہے اور اس کی شان میں محال عقلی ہے اھ ملخصا مع الشرح۔

نص ۲۸: مولانا نظام الدین سہالی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

الکذب نقص لان ماینا فی الوجوب الذاتی من الاستحالات العقلیة بذالك اثبت الحکماء الذین ھم غیر متشرعین بشریعة	جھوٹ بولنا عیب ہے کہ جو کچھ خدا ہونے کے منافی ہے وہ سب محال عقلی ہے، اس پر دلیل سے وہ حکماء اسے محال جانتے ہیں جو کسی شریعت پر ایمان

[1] کنز الفوائد

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر الصفات الفعلیہ مصطفی البابی مصر ص ۲۳

[3] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی المقالۃ الثانیہ الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶، مسلم الثبوت الطبع الانصاری دہلی ص ۱۰

الاستحالۃ المذکورۃ فان الوجوب والکذب لایجتمعان کما بین فی اکلام[1] اھ ملخصًا۔	نہیں رکھتے کہ خدائی و دروغ گوئی جمع نہ ہوگی جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوچکا ہے اھ ملخصا۔

نص ۲۹: مولانا بحر العلوم عبد العلی ملک العلماء فواتح الرحموت میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالٰی صادق قطعا لا استحالۃ الکذب ھناك[2]۔ (ملخصا)	اللہ تعالٰی یقینا سچا ہے کہ وہاں کذب کا امکان ہی نہیں۔

نص ۳۰: افسوس کہ امام الوہابیہ کے نسبا چچا اور علما باپ اور طریقۃً دادا یعنی شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی نے بھی اس پسر نامور کی رعایت نہ فرمائی کہ تفسیر عزیزی میں زیر **قولہ تعالٰی** "فَلَنْ یُّخْلِفَ اللہُ عَھْدَہٗٓ"[3] (اللہ تعالٰی ہر گز اپنے عہد کے خلاف نہیں فرماتا۔ت) یوں تصریح کی ٹھہرائی:

خبر او تعالٰی کلام ازلی اوست وکذب در کلام نقصانے ست عظیم کہ ہر گز بصفات اوراہ نمی یابد در حق او تعالٰی کہ مبرا از جمیع عیوب ونقائص ست خلاف خبر مطلقا نقصان ست[4] اھ ملخصا۔	اللہ تعالٰی کی خبر ازلی ہے، کلام میں جھوٹ کا ہونا عظیم نقص ہے لہٰذا وہ اللہ تعالٰی کی صفات میں ہر گز راہ نہیں پاسکتا اللہ تعالٰی کہ تمام نقائص وعیوب سے پاک ہے اس کی حق میں خبر کے خلاف ہونا سراپا نقص ہے اھ ملخصا (ت)

مدعیان جدید سے پوچھا جائے جناب باری میں کہاں تک نقصان مانتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اللہ تعالٰی سچا ادب نصیب فرمائے۔ آمین!

یہاں نصوص ائمہ وتصریحات علماء میں نہایت کثرت اور جس قدر فقیر نے ذکر کئے، عاقل منصف کے لئے ان میں کفایت بلکہ ایسے مسائل میں ہنگام تنبہ یا ادنی تنبیہ پر سلامت عقلی ونور ایمان دو شاہد عدل کی گواہی معتبر،

واذ وعیت ما القی علیك الیراع وتبین الاجماع وبان ان لیس لاحد نزاع فلا علیك من اضطراب مضطرب الحمد للہ المنزہ عن الکذب۔	مذکورہ قیمتی گفتگو اگر قارئین نے محفوظ کرلی ہے تو واضح ہوگیا کہ یہ بات اجماعی ہے اور اس میں کسی کو اختلاف نہیں لہٰذا اضطراب ختم ہوجانا چاہئے، تمام تعریف اللہ تعالٰی کی جو کذب سے مبرا ہے۔ (ت)

---

[1] شرح مسلم الثبوت نظام الدین سہالی

[2] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المصطفی الباب الثانی فی الحکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۶۲

[3] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[4] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) تحت آیۃ فلن یخلف اللہ عھدہ پ آلم در الکتب لال کنواں دہلی ص ۳۰۷

تنزیہ دوم دلائل قاہرہ و حجج باہرہ میں: فقیر غفراللہ تعالٰی بتوفیق مولٰی سبحانہ وتعالٰی ان مختصر سطور میں بلحاظ ایجاز کذب باری عزاسمہ کے محال صریح اور توہم امکان کے باطل قبیح ہونے پر صرف تیس دلیلیں ذکر کرتا ہے جن سے خمسہ اولٰی کلمات طیبات ائمہ کرام وعلمائے عظام علیہم رحمۃ الملک المنعام میں ارشاد وانعام ہوئیں، اور باقی پچیس ہادی اجل وعزوجل کے فیض ازل سے عبد اذل کے قلب پر القاء کی گئیں **والحمد للہ رب العلمین۔**

دلیل اول: کہ نصوص سابقہ میں مکرر گزری جس پر [1]طوالع و شرح [2]مقاصد و [3]مسایرہ و [4]مسامرہ و [5]مفاتیح الغیب و [6]مدارک و [7]بیضاوی وارشاد [8]العقل و [9]روح البیان و [10]شرح سنوسیہ و [11]شرح ابہری و [12]شرح عقائد جلالی و [13]کنز الفوائد و [14]مسلم الثبوت و [15]شرح نظامی و [16]فواتح الرحموت وغیرہا کتب کلام وتفسیر واصول میں تاویل فرمائی کہ کذب عیب ہے اور ہر عیب باری عزوجل کے حق میں محال، اور فی الواقع یہ کلیہ اصول اسلام وقواعد علم کلام سے ایک اصل عظیم وقاعدہ جلیلہ ہے جس پر تمام عقائد تنزیہ بلکہ مسائل صفات ثبوتیہ بھی متفرع **کما لایخفی علی من طالع کلمات القوم** (جیسا کہ ہر اس شخص پر مخفی نہیں جو قوم کے کلمات سے آگاہ ہے۔ ت) شرح عقائد نسفی میں ہے:

الحی القادر العلیم السمیع البصیر الشائی المرید، لان اضدادھا نقائص یجب تنزیہ اللہ تعالٰی عنھا [1]۔ (ملخصا)	زندہ، قادر، جاننے والا، سمیع، بصیر، مشیت والا، ارادے والا ہے کیونکہ ان کے اضداد نقائص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا بری ہونا لازم ہے۔ (ت)

شرح سنوسیہ میں ہے:

اما برھان وجوب السمع والبصر والکلام للہ تعالٰی فالکتاب والسنۃ والاجماع وایضا لو لم یتصف بھا لزم ان یتصف باضدادھا وھی نقائص والنقص علیہ تعالٰی محال [2]۔	اللہ تعالٰی کے لئے سمع، بصر اور کلام کا ہونا لازم ہے اس پر دلیل کتاب، سنت اور اجماع ہے، اور یہ بھی اگر وہ ان سے متصف نہ ہو تو ان کی ضد سے متصف ہوگا اور وہ نقائص ہیں اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال ہے۔ (ت)

شرح مواقف میں ہے:

[1] شرح عقائد نسفی صفات باری تعالٰی دارالاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۳۰

[2] شرح السنوسیہ

لاطریق لنا الی معرفة عــــہ۱ الصفات سوی الاستدلال بالافعال والتنزیه عن النقائص [1]۔	ہمارے لئے معرفت صفات پر افعال اور نقائص سے تنزیہ کے ساتھ استدلال کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتاہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) بداہت عقل شاہد ہے کہ اللہ عزمجدہ جمیع عیوب ونقائص سے منزہ، اور اس کا ادراک عــــہ۲ شرح پر موقوف نہیں ولہذا بہت عقلائے غیر اہل ملت بھی تنزیہ باری جل مجدہ ہمارے موافق ہوئے۔

وان یثبتوا بجهلهم مایستلزم النقص غیر دارکین انه کذٰلك بل زاعمین عــــہ۳ انه هوالکمال والاعبرة بسخافات الحمقاء الذین لاعقل لهم ولادین اعاذنا اللہ تعالٰی من شرهم اجمعین۔	اگرانھوں نے اپنی جہالت کے سبب ایسی باتیں ثابت کیں جو نقص کو مستلزم تھیں، ہاں ان کا ارادہ نقص ثابت کرنے کا نہ تھا ان کے گمان میں یہ کمال تھا لیکن ایسے بوقوفوں کی لایعنی باتوں کا کیا اعتبار جن کے پاس عقل نہ دین، اللہ تعالٰی ان کے شر سے محفوظ رکھے، (ت)

یہاں تک کہ فلاسفہ نے بھی بزعم خود اس اصل اصیل پر مسائل متفرع کئے۔

منها مافی المواقف وشرحها قال جمهور الفلاسفة لایعلم الجزئیات المتغیرة والافاذا علم مثلا	ان میں سے ایک وہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل

عــــہ۱: ای عقلا اذفیه الکلام بدلیل الحصر فافادان التنزه عن النقائص واجب لذات الواجب عقلا فالاتصاف بشیئ منها محال عقلا ۱۲منه	یعنی عقلی طور پر کیونکہ کلام اسی میں ہے اس کی دلیل حصر ہے اس سے واجب تعالٰی کی ذات کا نقائص سے وجوبًا پاک ہونے کا عقلا فائدہ حاصل ہوا، تو نقائص سے متصف ہونا عقلا محال ہوگا ۱۲منہ (ت)
عــــہ۲: وقد صرح به فی الکنز وشرح المواقف اما الکنز فقد سمعت نصه واما السید فلما عرفت اٰنفا ۱۲منه	اس پر کنز الفوائد اور شرح مواقف میں تصریح کی ہے کنز کی نص آپ نے سن لی اور سید کی بات ابھی آپ نے معلوم کرلی ہے ۱۲منہ (ت)
عــــہ۳: کما قالوا فی صدور العالم بالایجاب کما سیأتی ۱۲منه	جیسا کہ فلاسفہ نے عالم کے صدور کو واجب کہا ہے جیسے عنقریب آئے گا ۱۲منہ (ت)

[1] شرح المواقف المقصد الثامن فی صفات اختلف فیها منشورات الشریف الرضی قم ایران ۴/ ۱۰۵

ان زیدا فی الدار الاٰن ثم خرج زید عنها فاما ان یزول ذٰلك ویعلم انه لیس فی الدار اویبقی ذٰلك العلم بحاله والاول یوجب التغیر فی ذاته من صفة الی اُخری والثانی یوجب الجهل وکلاهما نقص یجب تنزیهه تعالٰی عنه[1] اھ ومنها مافیه ایضا اما الفلاسفة فانکروا القدرة بالمعنی المذکور لاعتقادھم انه نقصان واثبتواله الایجاب زعما منهم انه الکمال التام[2]۔	ان میں سے ایک وہ ہے جو مواقف اور اس کی شرح میں ہے جمہور فلاسفہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی تبدیل ہونے والی جزئیات کا علم نہیں رکھتا ورنہ اگر وہ جانتا ہو مثلاً زید اس وقت دار میں ہے پھر وہ وہاں سے نکل گیا تو یا تو سابقہ علم زائل ہوجائے گا اور جان لے گا کہ وہ دار میں نہیں یا پہلا علم ہی بحال رہے گا پہلی صورت میں اس کی ذات اقدس میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف تغیر اور دوسری صورت میں جہل لازم آئے گا اور یہ دونوں باتیں نقص ہیں جن سے اللہ تعالٰی کا منزہ ہونا ضروری ہے اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ فلاسفہ نے معنی مذکورہ کے ساتھ قدرت کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے اعتقاد میں یہ نقص ہے اور انھوں نے اس کی ذات اقدس کے لئے یہ زعم کرتے ہوئے ایجاب کا ثبوت کیا ہے کہ یہ کمال تام ہے۔ (ت)

پھر شرع مطہر کی طرف رجوع کیجئے تو مسئلہ اعلٰی ضروریات دین سے ہے جس طرح قرآن وحدیث نے باری جل مجدہ کی توحید ثابت فرمائی یو ہیں ہر عیب ومنقصت سے اس کی تنزیہ وتقدیس اور خود کلمہ طیبہ **سبحانه الله** واسمائے حسنٰی سبوح وقدوس کے معنی ہی یہ ہیں ولہذا تسبیحات حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں وارد **سبحان الذی لاینبغی التسبیح الاله** (پاک ہے وہ ذات کہ پاکیزگی فقط اسی کے لئے ہے۔ت) جس کے باعث **توقروہ** پر وقف اور **تسبحوہ** کو اس سے فصل کیا گیا، پر مرتبہ اجمال میں اس پر اجماع اہل اسلام منعقد، کوئی **لا اله الا الله محمد رسول الله** (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہنے والا اپنے رب عزوجل پر عیوب ونقائص روا نہ رکھے گا۔

فالاجماع فی الدرجه الثالثة من الادلة لا انه العمدة فی اثبات المسئلة کما وقع عن بعض الاجلة فاعرف۔	دلائل شرعیہ میں اجماع کا تیسرا درجہ ہے یہ نہیں کہ اجماع اثبات مسئلہ کے لئے بہتر صورت ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے ہے اسے اچھی طرح سمجھ لیجئے۔ (ت)

[1] شرح المواقف المقصد الثالث فی علمه تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸ /۷۴

[2] شرح المواقف المقصد الثانی فی قدرته تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸ /۴۹

دلیل دوم: العظمۃ للہ اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو اسلام پر وہ طعن لازم آئیں کہ اٹھائے نہ اٹھیں، کافروں ملحدوں کو اعتراض ومقال وعناد وجدال کی وہ مجالیس ملیں کہ مٹائے نہ مٹیں۔ دلائل قرآن عظیم ووحی حکیم یک دست ہاتھ سے جائیں حشر ونشر وحساب وکتاب وجنت ونار وثواب وعذاب کسی پر یقین کی کوئی راہ نہ پائیں کہ آخر ان امور پر ایمان صرف اخبار الٰہی سے ہے جب معاذاللہ کذب الٰہی ممکن ہو تو عقل کو ہر خبر الٰہی میں احتمال رہے گا، شاید ہونہی فرمادی ہو، شاید ٹھیک نہ پڑے **سبحٰنہ وتعالٰی عما یصفون، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم** (پاک اور بلند ہے اللہ تعالٰی کی ذات جس کی عبارت سے جو وہ بیان کرتے ہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ت) یہ دلیل شرح مقاصد میں افادہ فرمائی جس کی عبارت نص چہارم میں گزری، اور امام رازی نے بھی تفسیر کبیر میں زیر قولہ تعالٰی وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا (پوری ہے بات تیرے رب کی سچ وانصاف میں۔ت) اس کی طرف اشعار کیا کذب الٰہی کے محال ہونے پر دلیل عقلی قائم کرکے فرماتے ہیں:

ولایجوز اثبات ان الکذب علی اللہ محال بالدلائل السمعیۃ لان صحۃ الدلائل السمعیۃ موقوفۃ علی ان الکذب علی اللہ محال فلو اثبتنا امتناع الکذب علی اللہ تعالٰی بالدلائل السمعیۃ لزم الدور وھو باطل[1]۔	اللہ تعالٰی سے کذب کے محال ہونے کو دلائل سمعیہ سے ثابت کرنا جائز ہی نہیں کیونکہ خود ان دلائل سمعیہ کی صحت اس پر موقوف ہے کہ کذب اللہ تعالٰی سے محال ہے اگر ہم اللہ تعالٰی کسے امتناعِ کذب کو دلائل سمعیہ سے ثابت کریں گے تو دور لازم آجائے گا جو باطل ہے۔ (ت)

اقول: وباللہ التوفیق۔ تنویر دلیل یہ ہے کہ عقل جس امر کو ممکن جانے گی اور ممکن وہی جسے وجود وعدم وجود دونوں سے یکساں نسبت ہو تو چاہئے وہ امر کیسا ہی مستعبد ہو مگر عقل از پیش خویش اس کے ازلاً ابداً عدم وقوع پر جزم نہیں کرسکتی کہ ہر ممکن مقدور اور ہر مقدور صالح تعلق ارادہ اور ارادہ الٰہیہ امر غیب ہے جس تک عقل کی اصلا رسائی نہیں پھر وہ بطور خود کیونکر کہہ سکتی ہے کہ اگرچہ کذب الٰہی زیر قدرت ہے مگر مجھے اس کے ارادہ پر خبر ہے کہ ازل سے ابد تک بولا نہ بولے، ارادہ پر حکم وہیں کرسکتے ہیں جہاں خود صاحب ارادہ جل مجدہ خبر دے کہ فلاں امر ہم کبھی صادر نہ فرمائیں گے، **کقولہ تعالٰی:**

"لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط"[2]۔	اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ (ت)

---

[1] مفاتیح الغیب تحت آیۃ وتمت کلمت ربك المطبعۃ البھیہ مصر ۱۳/ ۱۶۱

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

وقولہ تعالٰی:

"یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ۫" [1] ۔	اللہ تعالٰی تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تم پر تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا۔ (ت)

امام فخر الدین رازی تفسیر سورہ بقر میں زیر آیۃ کریمہ "اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۞" (یا تم اللہ تعالٰی کے بارے میں ایسی بات کہتے ہو جس کا تمھیں علم نہیں۔ ت) فرماتے ہیں:

الاٰیۃ تدل علی فوائد (الی ان قال) ثانیھا ان کل ما جاز وجودہ وعدمہ عقلا لم یجز المصیر الی الاثبات اوالنفی لابدلیل سمعی [2] ۔	یہ آیت مبارک ان فوائد پر دال ہے (آگے چل کر کہا) دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جس شیئ کا وجود ودم عقلا جائز ہو اس کے اثبات ونفی کے لئے سمعی کی طرف رجوع ضروری ہے۔ (ت)

اور تفسیر سورہ انعام میں زیر قول تعالٰی: قل اللہ شھید بینی وبینکم ۚ (فرمادیجئے اللہ تعالٰی میرے اور تمھارے درمیان گواہ ہے۔ ت) فرماتے ہیں:

المطالب علی اقسام ثلثۃ منھا ما یمتنع اثباتہ بالدلائل السمعیۃ، فان کل ما یتوقف صحۃ السمع علی صحت امتنع اثباتہ بالسمع والالزم الدور، ومنھا ما یمتنع اثباتہ بالعقل وھو کل شیئ یصح وجودہ ویصح عدمہ عقلا فلا امتناع فی احد الطرفین اصلا فالقطع علی احد الطرفین بعینہ لایمکن الا بالدلیل السمعی [3] الخ۔	مطالب کی تین اقسام ہیں: ایک جن کا اثبات دلائل سمعیہ سے ممتنع ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس کا اثبات صحت سمع پر موقوف ہے اس کا اثبات سمع سے نہیں ہوسکتا ورنہ دور لازم آئے گا، دوسرا جن کا اثبات عقل سے ممتنع ہے اور وہ ہر شی ہے جس کا وجود وعدم عقلا صحیح ہو وہ دونوں میں سے کوئی ممتنع نہ ہو تو اب ایک جانب میں یقین دلیل سمعی کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

امام الحرمین قدس سرہ کتاب الارشاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلموا وفقکم اللہ تعالٰی ان اصول العقائد	جان لو (اللہ تعالٰی تمھیں توفیق دے) اصول عقائد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۸۵

[2] مفاتیح الغیب تحت آیۃ ام تقولون علی اللہ مالاتعلمون المطبعۃ البھیہ مصر ۳/ ۱۶۰

[3] مفاتیح الغیب قل ای شیئ اکبر شھادۃ الخ المطبعۃ البھیہ مصر ۱۲/ ۱۷۶

تنقسم الی مایدریك عقلا ولایسوغ تقدیر ادراکه سمعا. الی مایدریك سمعا ولایتقدر ادارکه عقلاو الی مایجوز ادراکه سمعا وعقلا فاما مالایدرك الاعقلا فکل قاعدۃ فی الدین یتقدم علی العلم بکلام الله تعالٰی ووجوب اتصافه بکونه صدقا اذا السمعیات تستندالی کلام الله تعالٰی وماسبق ثبوته فی المرتبة علی ثبوت الکلام وجوبا فیستحیل ان یکون مدرکه السمع واماما لایدرك الاسمعا فهو القضاء بوقوع مایجوز فی العقل فلایتقدرالحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما یتقدر الحکم بثبوت الجائز ثبوته فیما غاب عنا الابسمع[1] الخ۔	کی تقسیم یوں ہے کچھ چیزیں وہ ہیں جن کاادراک عقل ہے ان کاادراک سمعی جائز ہی نہیں، کچھ ایسی چیزیں ہیں جن کاادراک سمعی ہے ان کا ادارک عقلی نہیں ہوسکتا، کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ادراک عقلا اور سمعا دونوں طرح جائز ہوتاہے، وہ چیزیں جن کا ادراک فقط عقلا ہے تو دین کا ہر وہ قاعدہ جو اللہ تعالٰی کے کلام اور صدق سے اس کے وجوبی اتصاف سے پہلے ہے کیونکہ دلائل سمعیہ کا اعتماد اثبات کلام الٰہی سے ہوتا ہے تو جس کے مرتبہ کا ثبوت کلام کے ثبوت سے پہلے ہونا لازم ہے تواب محال ہے کہ اس کا سبب ادراک سمع ہو اور جن چیزوں کا ادراک فقط سمع سے ہے تو وہ عقلی طورپر جائز الوجود چیز کے وقوع کافیصلہ ہے تو سمع کے بغیر کسی جائز الوجود چیز جو ہم سے غائب ہے کے ثبوت کا حکم جائز الوجود چیز سے نہیں ہوسکتا الخ (ت)

شرح عقائد نسفی میں ہے:

القضایا منها ماهی ممکنات لاطریق الی الجزم باحدجانبها فکان من فضل الله ورحمته ارسال الرسل لبیان ذٰلک[2] اھملخصا۔	کچھ چیزیں ان میں سے ممکن ہیں ان کی کسی ایک جانب کا جزم نہیں ہوسکتا تواس کے بیان کے لئے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالٰی کا فضل ورحمت ہے اھ ملخصا (ت)

میں کہتاہوں اب آدمیوں ہی میں دیکھ لیجئے کہ جوکام زید کی قدرت میں ہے دوسرا ہر گزاس پر جزم نہیں کرسکتا کہ وہ کبھی اسے نہ کرے گا پھر یہاں بعد اخبار زید بھی جزم و تیقن کی راہ نہیں۔ مثلاً زید کہے بلکہ قسم بھی کھائے کہ میں اس سال ہر گز سفر نہ کروں گا تاہم دوسرا اگرچہ صدق زید کا کیسا ہی معتقد ہو قسم نہیں کھا سکتا کہ زید اس سال یقینا سفر نہ کرے گا اور کھائے تو سخت جری وبیباک اور نگاہ عقلاء میں ہلکا ٹھہرے گا تو وجہ کیا، وہی کہ غیب کا حال

---

[1] الارشاد فی الکلام

[2] شرح العقائد النسفیه بیان ارسال رسل دار الاشاعة العربیه قندھار افغانستان ص ۹۸

معلوم نہیں اور زید کی بات سچی ہی ہونی کیا ضرور ممکن کہ فرق پڑ جائے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو لیا اور اب تم نے کذب الٰہی کہ زیر قدرت مانا تو عقلا ہر خبر میں احتمال کذب ہوا ہی رہا یہ کہ خبر الٰہی یقین دلائے کہ اللہ عزوجل اگرچہ جھوٹ بولنے پر قادر ہے، مگر نہ کبھی بولا، نہ بولے ہیہات اس یقین کی طرف بھی کوئی راہ نہیں کہ آخر یہ کلام الٰہی سے خود ایک کلام ہوگی تو عقلا ممکن کہ یہی بروجہ کذب صادر ہوئی ہو پھر وہ کون سا ذریعہ وثوق رہا جس کے سبب عقل یقین کرسکے یہ ممکن جو قدرت الٰہی میں تھا واقع نہ ہوا خلاصہ یہ کہ جب کذب عقلا ممکن تو استحالہ عقلی تو تم خود نہیں مانتے، رہا استحالہ شرعی وہ دلیل شرع سے مستفاد ہوتا ہے اور دلائل شرع سب کلام الٰہی کی طرف **منتھی۔ کما مر من ارشاد امام الحرمین** (جیسا کہ امام الحرمین کے ارشاد سے گزرا۔ ت) تو جس کلام الٰہی سے کذب الٰہی کا استحالہ ثابت کیجئے پہلے خود اسی کلام الٰہی کا وجوب صدق شرعا ثابت کیجئے، لاجرم دور یا تسلسل سے چارہ نہیں، اب عقلی وشرعی دونوں استحالے اٹھ گئے اور اللہ تعالٰی کی بات **معاذاللہ** زید وعمرو کی سی بات ہو کر رہ گئی **تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا** (یہ جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے نہایت ہی بلند ہے۔ ت) پھر حشر ونشر وجنت ونار وغیرہا تمام سمعیات پر ایمان لانے کا کیا ذریعہ ہے، **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم، ھذا ماعندی فی تقریر دلیل ھٰؤلاء الاعلام وفی المقام ابحاث طوال تعرف بالغوص فی الجج الکلام** (میرے نزدیک ان علماء اعلام کی دلیل کی وضاحت وتفصیل یہی ہے اس مقام پر بڑے تفصیل مباحث ہیں جو کلام کے سمندر میں غوطہ زن ہونے سے معلوم ہوتے ہیں۔ ت) **دلیل سوم:** مواقف وشرح مواقف میں ہے:

اما امتناع الکذب علیه تعالٰی عندنا فثلثة اوجه (الٰی ان قال) وایضا فیلزم علی تقدیر ان یقع الکذب فی کلامه سبحانه ان نکون نحن اکمل منه فی بعض الاوقات اعنی وقت صدقنا فی کلامنا[1]۔	یعنی کذب الٰہی کا محال ہونا ہم اہلسنت کے نزدیک تین دلیل سے ہے ایک یہ کہ اس کے کلام میں کذب آئے تو بعض وقت ہم اس سے اکمل ہوجائیں یعنی جس وقت ہم اپنے کلام میں سچے ہوں۔

اقول: تقریر دلیل یہ ہے کہ ہر محکی عنہ میں امکان کہ انسان اسے بروجہ صحیح حکایت کرے اور شک نہیں کہ جس حکایت میں جو سچا ہو وہ اس میں جھوٹے پر خاص اس وجہ کی رو سے فضل رکھتا ہے اگرچہ اور کروڑوں وجہ سے مفضول ہو، اب اگر کذب الٰہی ممکن ہو تو **معاذاللہ** جس وقت وہ جھوٹ بولے اور انسان اسی بات کو

[1] شرح المواقف المقصد السابع فی انه تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۱

مطابق واقع ادا کرے تو لازم کہ آدمی اس وجہ سے افضل ہو جائے اور باری عزوجل پر کسی جہت سے کسی مخلوق کو کسی طرح کا فضل جزئی بھی اگرچہ نہایت ضعیف و مضمحل ہو ملنا محال، تو ثابت ہوا کہ مکان کذب باطل خیال ہے **فافهم والعزة لله ذی الجلال** (پس غور کیجئے اور عزت اللہ ذوالجلال کے لئے ہے۔ت)

ثم اقول: اس دلیل کی ایک مختصر تقریر یوں ممکن ہے کہ اگر کذب خالق ممکن ہو تو کتنی بڑی شناعت ہے کہ خلق سچی اور خالق جھوٹا، **العیاذ باللہ رب العالمین**، لیکن صدق خلق محال نہیں تو کذب خالق ممکن نہیں۔

دلیل چہارم: جس کی طرف امام فخر الدین رازی نے نص ۱۶ میں اشارہ فرمایا کہ جب اہلسنت کے نزدیک اللہ عزوجل کا صدق ازلی تو کذب محال کہ ہر ازلی ممتنع الزوال، **اقول: وباللہ التوفیق** تصویر دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل پر اسم صادق کا طلاق قطع نظر اس سے کہ قرآن عــــہ وحدیث واجماع سے ثابت، مخالفان عنید یعنی طائفہ جدید کو بھی مقبول کہ وہ بھی اللہ عزوجل کو صادق بالفعل تو مانتے ہیں اگرچہ صادق بالضرورۃ ہونے سے انکار کرتے ہیں کہ

عــــہ: اما القرآن فقوله تعالٰی ذٰلك جزینٰهم ببغیهم وانا "ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ" [1] وقول تعالٰی "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا" [2] فان المعنی ان الله تعالٰی اصدق قائل وحمل الاصدق حمل الصادق مع زیادة واما الحدیث فقد عد الصادق من الاسماء الحسنٰی فی حدیث ابن ماجة [3] وحدیث الحاکم فی المستدرك وابی الشیخ و ابن مردویة فی تفسیریهما وابی نعیم فی کتاب الاسماء الحسنٰی کلهم عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم واما الاجماع فظاهر لاینکر ۱۲منه۔

قرآن میں اللہ تعالٰی کا فرمان ہے یہ ہم نے ان کی بغاوت کی سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں، دوسرے مقام پر فرمایا: اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون زیادہ سچا ہے، معنی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی سب سے بڑھ کر صادق ہے، اور اصدق کا حمل صادق مع زیادۃ کا حمل ہے رہی حدیث تو حدیث میں اسماء حسنٰی میں صادق کو شمار وشامل کیا گیا ہے، اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور اسے ابن ماجہ، حاکم نے مستدرک میں، ابوالشیخ اور ابن مردویہ نے اپنی تفاسیر اور امام ابو نعیم نے "کتاب الاسماء الحسنی" میں ذکر کیا، رہا اجماع تو واضح ہے، اس کا انکار کیا ہی نہیں جاسکتا ۱۲منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۶

[2] القرآن اکریم ۴/ ۱۲۲

[3] سنن ابن ماجہ ابواب الدعاء باب اسماء اللہ عزوجل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۸۳

جب کذب ممکن جانا اور امکان نہیں مگر جانب مخالف سے سلب ضرورت تو لاجرم باری تعالٰی کے صادق ہونے کو ضروری نہ مانا مگر جاہل کہ صادق بالفعل ماننا ہی ان کے مذہب نامہذب کا استیصال کر گیا کہ جب وہ صادق ہے اور صدق مشتق قیام مبدء کو مستلزم، تو واجب کہ صدق اس کی ذات پاک سے قائم اور ذات الٰہی سے قیام حوادث محال، تو ثابت کہ صدق الٰہی ازلی ہے بعینہٖ اسی طریقہ سے ہمارے ائمہ کرام نے تکوین وغیرہ کا صفات ازلیہ سے ہونا ثابت فرمایا۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

(التکوین صفة)لله تعالٰی لاطباق العقل و النقل علٰی انه تعالٰی خالق للعالم مکون له وامتناع اطلاق الاسم المشتق علی الشیئ من غیر ان یکون ماخذ الاشاق وصفاله قائمه به(ازلیة)بوجوه الاول انه یمتنع قیام الحوادث بذاته تعالٰی لمامر [1] اھملخصا۔	(تکوین صفت ہے)اللہ تعالٰی کی، کیونکہ عقل و نقل اس پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالٰی جہاں کا خالق اور بنانے والا ہے اور کسی شے، پر اسم مشتق کا اطلاق اس وقت تک ممتنع ہوتا ہے جب تک مادہ اشتقاق اس کا وصف اور اس کے ساتھ قائم نہ ہو (ازلی ہے)اس پر متعدد دلائل ہیں، اول یہ کہ اللہ تعالٰی کی ذات اقدس کے ساتھ حوادث کا قیام ممتنع ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اھ ملخصا (ت)

اسی میں ہے:

الله تعالٰی متکلم بکلام هو صفةله ضرورة امتناع اثبات المشتق لشیئ من غیرقیام ماخذ الاشتقاق به [2]۔	اللہ تعالٰی متکلم بکلام ہے اور یہ اس کی صفت ہے کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کسی شیئ کے لئے مشتق کا اثبات اس کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے قیام کے بغیر ممتنع ہوتا ہے۔ (ت)

منح الروض میں مسامرہ سے ہے:

الایمان من صفات الله تعالٰی من اسمائه الحسنی "المؤمن"کما نطقق به الکتاب العزیز .وایمانه هو تصدیقه	ایمان، اللہ تعالٰی کی صفات میں سے ہے کیونکہ اس کے اسماء حسنٰی میں "المؤمن" بھی ہے جیسا کہ قرآن عزیز اس پر ناطق ہے اور اس کا ایمان ازل

[1] شرح العقائد النسفیه بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعة العربیه قندھار افغانستان ص ۵۰

[2] شرح العقائد النسفیه بیان صفات باری تعالٰی دار الاشاعة العربیه قندھار افغانستان ص ۴۴

فی الازل بکلامه القدیم ولایقال ان تصدیقه محدث ولامخلوق تعالی الله ان یقوم به الحادث [1] اھ ملخصاً۔	میں کلام قدیم کی تصدیق ہے، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی تصدیق محدث و مخلوق ہے کیونکہ وہ اس سے بلند ہے کہ اس کے ساتھ کوئی حادث قائم ہو اھ ملخصا (ت)

اور جب صدق الٰہی ازلی ہوا تو امکان کذب کا محل نہ رہا کہ اس کا وقوع بے انعدام صدق ممکن نہیں **تحقیقا لمعنی التضاد** (کیونکہ ان میں تضاد پایا جاتا ہے، ت) اور انعدام صدق محال ہے کہ علم کلام میں مبین ہو چکا کہ قدیم اصلا قابل عدم نہیں **فتبصر۔**

دلیل پنجم: اگر باری عزوجل کذب سے متصف ہوسکے تو اس کا کذب اگر ہوگا تو قدیم ہی ہوگا کہ اس کی کوئی صفت حادثہ نہیں، اور جو قدیم ہے معدوم نہیں ہوسکتا، تو لازم کہ صدق الٰہی محال ہو جائے حالانکہ یہ بالبداہۃ باطل، تو کذب سے اتصاف ناممکن، یہ دلیل تفسیر کبیر و مواقف و شرح مقاصد میں افادہ فرمائی، امام کی عبارت یہ ہے زیر قولہ تعالٰی **"وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾"** [2] (اللہ تعالٰی سے بڑھ کر کون سے سچی بات فرمانے والا۔ ت) امتناع کذب الٰہی پر اہل سنت کی دلیل بیان کرتے ہیں:

اما اصحابنا فدلیلهم انه لوکان کاذبا لکان کذبه قدیما، ولو کان کذبه قدیما لامتنع زوال کذبه لامتناع العدم علی التقدیم، ولوامتنع زوال کذبه قدیما لامتنع کونه صادقا، لان وجود احد الضدین یمنع وجود الضد الاٰخر فلو کان کاذبا لامتنع ان یصدق لکنه غیر ممتنع، لانا نعلم بالضرورۃ ان کل من علم شیئا فان لایمتنع علی ان یحکم علیه بحکم مطابق للمحکوم علیهم والعلم بهذه الصحة ضروری، فاذاکان امکان الصدق قائماکان امتناع الکذب	ہمارے علماء کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کاذب ہے تو اس کا کذب قدیم ہوگا اور اس کا کذب قدیم ہے تو اس کے کذب کا زوال ممتنع ہوگا کیونکہ قدیم پر عدم، ممتنع ہوتا ہے، اور اگر سا کے کذب کا زوال قدیما ممتنع ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا کیونکہ ضدین میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کے لئے امتناع کا سبب ہوتا ہے، تو اگر وہ کاذب ہے تو اس کا صادق ہونا ممتنع ہوگا لیکن یہ تو ممتنع نہیں کیونکہ ہم بداہۃ جانتے ہیں کہ جو شخص کسی شی کے بارے میں علم رکھتا ہو اس کے لئے اس شے پر محکوم علیہ کے مطابق حکم لگانے

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ الکبر باب الایمان مخلوق اولا مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

حاصلا لامحالۃ[1]۔	میں کوئی امتناع نہیں اور اس ضابطہ کی صحبت کا علم و یقین ضروری ہے جب امکان صدق قائم ہے توکذب کا حصول ہر صورت میں ممتنع ہوگا۔(ت)

اقول: وباللہ التوفیق تحریر دلیل یہ ہے کہ تم نے باری عزوجل کا تکلم بکلام کذب تو ممکن مانا اس کا کاذب و متصف بالکذب ہونا بھی ممکن مانتے ہو یا نہیں؟ اگر کہئے نہ تو قول بالمتناقضین اور بداہت عقل سے خروج ہے کہ کاذب و متصب بالکذب نہیں مگر وہی جو تکلم بکلام عـــہ کذب کرے اسے ممکن کہہ کر اسے محال ماننا نرا جنون ہے۔اور اگر کہئے ہاں، تو اب ہم پوچھتے ہیں یہ انصاف صرف لم یزل میں ممکن یا ازل میں بھی شق اول باطل کہ امکان قیام حوادث کو مستلزم اور شق ثانی پر جب ازلیت کذب ممکن ہوئی تو اس کا ممتنع الزوال ہونا ممکن ہوا کہ ہر ازلی واجب الابدیۃ اور کذب کا امتناع زوال استحالہ صدق کو مستلزم کہ کذب وصدق کا اجتماع محال، جب اس کا زوال محال ہوگا اس کا ثبوت ممتنع ہوگا، اور امکان وجود ملزوم امکان وجود لازم کو مستلزم، **تحقیقاً لمعنی اللزوم حیث کان ذاتیا لالعارض کما ھٰھنا** (معنی لزوم کے ثبوت کی وجہ سے ذاتی ہے نہ کہ کسی عارض کی وجہ سے، جیسا کہ یہاں ہے۔ت) تو لازم آیا کہ صدق الٰہی کا محال ہونا ممکن ہو اور استحالہ اسی شے کا ممکن ہوگا جو فی الواقع محال ہو بھی کہ ممکن کا محال ہو جانا ہر گز ممکن نہیں ورنہ انقلاب لازم آئے اور وہ قطعاً باطل۔ تو ثابت ہوا کہ اگر باری تعالٰی کا امکان کذب مانا تو اس کا صدق محال ہوگا لیکن وہ بالبداہۃ محال نہیں تو امکان کذب یقینا باطل، اور استحالہ کذب قطعاً حاصل۔

و الحمد للہ اصدق قائل الدلائل الفائضۃ علی قلب الفقیر بعون القدیر عز جدہ وجل مجدہ۔	تمام تعریف اللہ تعالٰی کی ان سچے دلائل پر جو قدیر عزجدہ وجل مجدکی مدد سے فقیر کے دل پر وارد ہوئے۔(ت)

دلیل ششم: اقول: وبحول اللہ اصول (میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے بیان کرتا ہوں (کلام الٰہی

عـــہ: ای انشاء لاحکایۃ اذلاکلام فیہا کما لایخفی ففی القراٰن العظیم جمل عن الکفار من اراجیفھم الباطلۃ ۱۲ منہ	یعنی بطور انشاء نہ کہ بطور حکایت کیونکہ اس میں کلام ہی نہیں جیسا کہ واضح ہے تو قرآن میں ایسے جملے موجود ہے جن میں کفار کی باطل اداکا تذکرہ ہے ۱۲منہ (ت)

[1] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) تحت آیۃ و من اصدق من اللہ حدیثاً المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۰/ ۲۱۷، ۲۱۸

ازل میں بایجاب کلی حق تھا، معاذاللہ اس کا بعض باطل یانہ حق نہ باطل شق ثانی تو کفر صریح عہ۱ اور ثالث میں مطابقت ولا مطابقت دونوں کا ارتفاع اور وہ قطعاً محال، **اولا** عہ۲ بالبداہۃ۔

فان ارتفاع محمول الانفصال الحقیقی عن الموضوع کارتفاع النقیضین۔	کیونکہ انفصال حقیقی کے دونوں محمول کا موضوع سے ارتفاع نقیضین کے ارتفاع کی طرح ہوتا ہے۔ (ت)

ثانیا: باجماع عقلاء،

حتی الجاحظ المعتزلی وانما نزاعہ عہ۳ فی مجرد السمیۃ۔	حتی کہ جاحظ معتزلی بھی قائل ہے نزاع محض نام میں ہے۔ (ت)

عہ۱: ای فلا یرضی بہ المخالف ایضا فلاینافی عقلیۃ البرھان وانما اکتفی بہ قصرا للمسافۃ والافلہ طریق قدعرفت وھو وجوب الکذب وامتناع الصدق الباطل ببداھۃ العقل ۱۲منہ

یعنی اس پر مخالف بھی راضی نہ ہوگا اور یہ عقلی برہان کے منافی نہیں اختصاراً اس پر اکتفاء کر لیا گیا ورنہ اس کے لئے وہ طریق جو جان چکا کہ وہ کذب کا وجوب اور صدق کا امتناع ہے جو بداہۃ عقل سے باطل ہے ۱۲منہ (ت)

عہ۲: فیہ المقنع وحدیث الاجماع والنص تبرعی ۱۲ منہ۔

یہی کافی ہے اجماع اور نص کی بات بطور تبرع ونفل ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۳:الخبر عند الجمھور اما صادق او کاذب لانہ امامطابق للواقع الذی ھو المخبر عنہ وھو الصادق، اولا مطابق وھو الکاذب وھذہ المنفصلۃ حقیقیۃ دائرۃ بین النفی والاثبات ونزاع من نازع لیس الافی اطلاق لفظ الصدق والکذب لغۃ ھل ھما لھذین المعنین لافی صدق ھذہ المنفصلۃ [1] اھ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ ۱۲منہ۔

جمہور کے نزدیک خبر صادق ہے یا کاذب، کیونکہ اگر وہ واقع کے مطابق نہیں تو کاذب، اور یہ منفصلہ حقیقیہ ہے جو نفی واثبات کے درمیان دائر ہے اور جس نے بھی اس میں نزاع کیا ہے وہ صرف لغۃً لفظ صدق وکذب کے اطلاق میں کیا ہے کہ کیا وہ ان دونوں معنی کے لئے ہیں منفصلہ حقیقہ جس کے دونوں محمول مرتفع ہوں، کے صدق میں نہیں، اھ، مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت لمولانا بحر العلوم قدس سرہ، ۱۲منہ (ت)

[1] فواتح الرحموت شرح المسلم الثبوت بذیل المستصفی الاصل الثانی السنہ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۷

ثالثاً: خود قرآن عظیم نفی واسطہ پر ناطق،

قال مولانا ذو الجلال فماذا بعد الحق الا الضلل [1]۔	ہمارے مالک صاحب جلال کا فرمان ہے پھر حق کے بعد کیا ہے مگر گمراہی۔(ت)

تو لاجرم شق اول متعین اور شاید مخالف بھی اس سے انکار نہ رکھتا ہو اب ہم پوچھتے ہیں کذب ممکن علی فرض الوقوع صرف کسی کلام نقل کو عارض ہوگا یا نفیس کو بھی، اول محض بے معنی کہ صدق و کذب حقیقۃً موصوف معنی ہے نہ صفت عبارت، ولہٰذا شرح مقاصد میں فرمایا:

طریق اطراد ھذا الوجہ فی کلام المتنظم من الحروف المسموعہ انہ عبارۃ عن کلامہ الازلی ومرجع الصدق والکذب الی المعنی [2]۔	یہ تو ایسی کلام میں جاری ہو رہا ہے جو صرف مسموعہ سے بنی ہے اور یہ کلام ازلی سے عبارت ہے اور صدق و کذب کا مرجع معنی ہے۔(ت)

بر تقدیر ثانی یہ کلام نفسی وہی کلام قدیم ہے یا علی تقدیر التجزی اس کا بعض ہوگا جو ازل میں ایجاباً کلیاً صادق تھا یا اس کا غیر شق ثانی پر قیام حوادث لازم اور اول میں انقلاب صدق بکذب کہ کلامِ بشر میں بھی محال، سچی بات کبھی جھوٹی عـــہ

عـــہ: یہاں بعض اذہان میں یہ شبہہ گزرتا ہے کہ زید آج قائم ہے تو قضیہ زید قائم حق ہے، کل قائم نہ رہا تو زید لیس بقائم حق ہوگیا اور اس کی حقیقت اس کے کذب کو مستلزم، **اقول:** ان صاحبوں نے فعلیہ ودائمہ میں فرق نہ کیا یا نہ جانا کہ دو مطلقہ عامہ میں تناقص نہیں، مسلم الثبوت میں ہے:

الخبر الصادق صادق دائما والکاذب کاذب دائما [3]۔	خبر صادق ہمیشہ صادق اور خبر کاذب ہمیشہ کاذب ہوتی ہے۔(ت)

مولانا قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

ولایکن ان یدخلا فی شیئ من الاخبار، وفرق بین تحقق مصداق الخبر وصدقہ فان الاول قد یختلف بحسب الاوقات واما	دونوں کا کسی خبر میں جمع ہونا ممکن نہیں، اور خبر کے مصداق کے تحقق اور اس کے صدق میں فرق ہے کیونکہ پہلا اوقات کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے، (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۲

[2] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

[3] مسلم الثبوت الاصل الثانی السنۃ مطبع انصاری دہلی ص ۱۷۶

نہیں ہو سکتی، نہ جھوٹی کبھی سچی، ورنہ مطابقت ولا مطابقت میں تصادم لازم آئے اور نقیضین باہم نقیضین نہ رہیں،
بالجملہ کلام صادق کے لئے ثبوت صدق ضروری، تو سلب ضرورت ضرورۃً مسلوب، وھو المطلوب۔

وانت تعلم ان صدور الکلام القدیم منه سبحانه و تعالٰی لیس علی وجه الاختیار فان القدیم لایستند الی المختار من حیث ھو مختار والقراٰن کلام الله غیر مخلوق ولافی اقتدار فلایستزلك الشیطان ان الاستحالة انماجاءت من ان المولی سبحانه وتعالٰی لم یصدر فی الازل الاکلاما صادقًا وھو لایقدر ان ان یخلق لنفسه صفة حادثة فبقی الامکان فی بدو الامر علی ماکان۔	اور تم جانتے ہو اللہ تعالٰی سبحانہ سے کلام قدیم کا صدور اختیاری نہیں کیونکہ قدیم کسی مختار من حیث مختار کی منسوب نہیں ہوسکتا، قرآن اللہ تعالٰی کا کلام ہے جو مخلوق نہیں اور تحت قدرت نہیں ـــــ تمھیں شیطان اس بات سے نہ پھسلادے کہ استحالہ یہاں سے لازم آیا کہ اللہ تعالٰی سے ازل میں کلام صادق ہی صادر ہوا، اور وہ اس بات پر قادر نہیں کہ اپنی ذات کے لئے صفت حادثہ پیدا کرے تو ابتدائی امر میں امکان باقی رہا جیسا کہ تھا۔ (ت)

دلیل ہفتم: **وھو اختصر واظھر اقول وبالله التوفیق** (جو نہایت مختصر اور بہت ہی واضح ہے، میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ سے ہے۔ت) امکان کذب اس کی فعلیت بلکہ ضرورت کو مستلزم کہ اگرم کلام نفسی ازلی ابدی واجب للذات مستحیل التجدد وکذب پر مشتمل نہ ہو تو کلام لفظی کا کذب ممکن نہیں ورنہ وجود دال بلامدلول عــــه

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صدق خبر فدائم فان صدق المطلقة دائم فالصادق دائما فلایدخله الکذب اصلا ولا اجتمعا والکذب کاذب دائما فلایدخله الصدق[1] اھ ملخصا ۱۲ منه سلمه الله تعالٰی۔

رہا صدق خبر تو وہ دائمی ہے کیونکہ مطلقہ کا صدق دائمی ہوتا ہے لہٰذا صادق ہمیشہ صادق ہی ہوگا اور اس میں کبھی بھی کذب داخل نہیں ہوسکتا ورنہ دونوں کا اجتماع ہو جائے گا اور کاذب ہمیشہ کاذب ہی رہے گا اس میں صدق داخل نہیں ہو سکتا اھ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

عــــه: المدلول ھو المعنی فلانقض بالمعدوم ۱۲ منه

عــــه: مدلول وہ معنی ہی ہے لہٰذا معدوم کے ساتھ کوئی اعتراض نہیں ہوگا ۱۲ منہ (ت)

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفٰی الاصل الثانی السنة منشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۲

یا کذب دال مع صدق المدلول لازم آئے اور یوں دونوں بالبداہۃ محال، اور جب کلام لفظی میں کذب ممکن نہ ہو تو نفسی میں ممکن نہیں، ورنہ باری عزوجل کا عجز عن التعبیر لازم آئے تو لاجرم امکان کذب ماننے والا اپنے رب کو واقعی کاذب مانتا ہے اور اس کے کلام نفسی میں کذب موجود بالفعل جانتا ہے اور وہاں فعل و دوام و وجوب متلازم و بوجہ آخر او ضح واز ہر۔

اقول: وباللّٰه التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) تمھارے دعوی کا حاصل یہ کہ **بعض ماھو کلام اللّٰه تعالٰی فھو ممکن الکذب بالضرورۃ** (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور ممکن الکذب ہے۔ت) اور شک نہیں کہ **کل ماھو ممکن الکذ کاذب بالضرورۃ** (اور جو ممکن الکذب ہو وہ ضرور کاذب ہوتا ہے۔ت) کہ کلام واحد میں امکان کذب بے فعلیت کذب متصور نہیں اور فعلیت کذب امتناع صدق اور امتناع صدق ضرورت کذب ہے، نتیجہ نکلا **بعض ماھوا کلام اللّٰه تعالٰی کاذب بالضرورۃ** (اللہ تعالٰی کے کلام کا بعض ضرور کاذب ہے۔ت) اب اس میں وصف عنوانی کا صدق خواہ بالفعل **لو کماھو المشھور** (جیسا کہ یہ مشہور ہے۔ت) خواہ بالامکان **لو کما ھو عند الفارابی** (جیسا کہ فارابی کے ہاں ہے۔ت) ہر طرح باری عزوجل کا **معاذاللّٰه** کاذب بالفعل ہونا لازم۔ بر تقدیر اول تو لزوم بدیہی، اور بر تقدیر ثانی اس قضیہ یعنی **بعض ما ھو کلام اللّٰه بالامکان العام کاذب بالضرورۃ** (جو اللہ تعالٰی کا کلام بامکان العام ہے وہ ضرور کاذب ہے۔ت) کو کبرٰی کیجئے اور قضیہ **کل ماھو کلام اللّٰه بالامکان العام فھو کلام اللّٰه بالفعل** (ہر کلام جو کلام اللہ بامکان والعام ہے وہ بالفعل کلام اللہ ہے۔ت) کو صغرٰی ثبوت صغرٰی یہ کہ باری تعالٰی کے لئے کوئی حالت منتظرہ نہیں۔ شکل ثالث کی ضرب خامس پھر وہی نتیجہ دے گی کہ **بعض ماھو کلام اللّٰه بالفعل کاذب بالضرورۃ** (بعض کلام اللہ بالفعل ضرور کاذب ہے۔ت) **والعیاذ باللّٰه تعالٰی**، بلکہ حقیقۃً یہ وجہ دلیل عــــہ مستقل ہونے کے قابل، کما لایخفی علی المتامل۔

عــــہ: **حاصل الوجه الاول ان علی قول الامکان لابد من فعلیة فی الکلام النفسی و الا لامتنع فی اللفظی لانه لا یکون الا تعبیرا عن نفسی ولا امکان ھھنا لنفسی اٰخر غیر ھٰذا الموجود المفروض ان لا کذب فیه**

پہلی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ قول امکان پر کلام نفسی میں فعلیت ضروری ہے ورنہ کلام لفظی میں امتناع ہوگا، جب لفظی میں امتناع ہوگا تو نفسی میں امتناع ضرور ہوگا کیونکہ لفظی صرف نفسی کی تعبیر ہے جبکہ اس موجود نفسی جس میں کذب نہ ہونا مفروض ہے کے علاوہ کسی اور نفسی کا امکان نہیں اور صادق کی کاذب

(باقی اگلے صفحہ پر)

واللہ الموفق لابطال الباطل (جیسا کہ کسی صاحب فکر پر مخفی نہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی ابطال باطل کی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

دلیل ہشتم: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالیٰ سے ہے۔ت) صدق الٰہی صفت قائمہ بذات کریم ہے ورنہ مخلوق ہوگا کہ ذات وصفات کے سوا سب مخلوق اور ہر مخلوق عدم سے مسبوق تو لازم کہ غیر متناہی دور ازل میں اللہ تعالیٰ سچا نہ ہو، تعالیٰ عن ذلک علوا کبیرا (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے۔ت) اور جب صدق صفت قائمہ بالذات ہے اور صفات مقتضائے ذات اور مقتضائے ذات میں تغیر محال کہ تغیر مقتضی تغیر مقتضی کو مقتضی اور تغیر ذات عموما محال خصوصا جناب عزت میں جہاں تغیر صفت بھی مستحیل تو لاجرم کذب منافی ذات ہوا اور منافی ذات کا وقوع نافی ذات اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ متصور۔

دلیل نہم: اقول: وباللہ التوفیق ہم زیر دلیل چہارم وہشتم بدلائل ثابت کر آئے کہ صدق صفت قائمہ بالذات ہے تو کذب بھی اگر ممکن ہو صفت ہی ہو کر ممکن ہوگا۔ فانہما ضدان والتضاد مایکون

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

والتعبیر عن الصادق بالکاذب محال واذا متنع فی اللفظی فی النفسی والالزم العجز عن التعبیر فلو لم یوجد فی النفسی بالفعل لامتنع اصلا لکنہ ممکن عندك فیجب ان یوجد فیدوم فیجب وحاصل الثانی ان لو امکن فی کلام لہ لوجد ذلك الکلام لعدم الانتظار فیکون بعض ماھو کلامہ بالفعل ممکن الکذب ولایمکن کذب کلام الا اذا کان کاذبًا و الکاذب کاذب بالضرورۃ وظاہر ان بین الوجھین بونًا بینًا فھما دلیلان مستقلان حقیقۃ والحمد للہ وبہ التوفیق ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

کے ساتھ تعبیر محال ہے اور جب لفظی میں امتناع ہے تو نفسی میں بھی ہوگا ورنہ تعبیر سے عجز لازم آئے گا، اور اگر وہ نفسی میں عملا موجود نہیں تو وہ اصلا موجود نہ ہوگا لیکن وہ تمہارے نزدیک ممکن ہے تو اس کا موجود ہونا ضروری ہوگا پس وہ دائمی اور واجب ہوگا اور ثانی وجہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر یہ کلام میں ممکن ہوا تو عدم انتظار کی وجہ سے وہ کلام موجود ہوگا تو بعض کلام عملًا ممکن الکذب ہوگا اور کذب کلام اس وقت ممکن ہوگا جو وہ کاذب ہو، اور کاذب بالضرورۃ کاذب ہی ہوگا، تو بعض کلام عملا بالضرورۃ کاذب ہوگا تو دو دلیلوں کے درمیان واضح بعد ہے لہذا یہ دونوں حقیقۃ مستقل دلیلیں ہیں، تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے اور توفیق اس سے ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالیٰ (ت)

بحسب الورود علی محل واحد (یہ دونوں ضدیں ہیں اور تضاد جو ایک محل پر ورود کی صورت میں ہوتا ہے۔ت) اب **مخالف متعسف وفوراستحالات دیکھئے: اولا** لازم کہ کذب الٰہی موجود بالفعل ہو کہ صفات باری میں کوئی صفت منتظرہ غیر واقعہ ماننا باطل ورنہ تاثر [عہ۱] بالغیر یا تخلف [عہ۲] مقتضی یا تاخر [عہ۳] اقتضا یا حدوث [عہ۴] مقتضی لازم آئے، تعالٰی اللہ عنہ علوا کبیرا (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ت)

ثانیا واجب کہ کذب واجب ہو کہ صفات الٰہیہ سب واجب للذات ہیں۔

ثالثا صدق [عہ] الٰہی محال ٹھہرے کہ وجوب کذب امتناع صدق ہے۔

رابعا کذب صفت کمال ہو کہ صفات باری سب صفات کمال۔

عہ۱: ان کان الاتصاف لامن الذات **اقول**: ولو لتعلق الارادۃ فان التعلق حادث و الحادث غیر فافھم فانہ علم فی نصف سطر ۱۲ منہ۔

اگر اتصاف ذات کے اعتبار سے نہ ہو، **اقول** اگرچہ تعلق ارادہ کے اعتبار سے ہو کیونکہ تعلق حادث ہے اور حادث غیر ہے، اسے اچھی طرح جان لو کیونکہ اس نصف سطر میں سارا علم ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: ان اقتضی الذات ازلا ولم یتحقق ۱۲ منہ مدظلہ وزید فیضہ القوی۔

اگر ذات ازلا تقاضا کرے اور وہ متحقق نہ ہو ۱۲ منہ مدظلہ وزید فیضہ القوی (ت)

عہ۳: ان اقتضی فیما لایزال لافی الازل ۱۲ منہ

اگر وہ تقاضا کرے مگر ازل میں نہ ہو ۱۲ منہ (ت)

عہ۴: ان فرعن الکل والترم تصاحب المقتضی والمقتضی ۱۲ منہ

اگر سب سے فرار کرے اور متقضی اور متقضی کے ساتھ رہنے کا التزام کرے ۱۲ منہ (ت)

عہ: فرق بین بناء الکلام علی قدم الصفۃ وان ما ثبت قدمہ استحال عدمہ وھی مقدمۃ عویصۃ الاثبات وبین بناء علی وجوبھا وامتناع ضدھا للذات وھو من اجلی الواضحات والحمد للہ رب البرایات ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔

کلام کی بناء پر صفت کے قدیم ہونے پر اور واجب ہونے پر اس میں فرق ہے، اول کا مقدمہ کہ جس کا قدم ثابت ہوا اس کے عدم محال ہے، اس کا اثبات پیچیدہ ہے، دوسرے کا مقدمہ کہ جو واجب ہو اس کی ضد ذات کے لئے ممتنع ہوتی ہے، یہ بہت واضح ہے، تمام تعریفیں کائنات کے رب کے لئے ہیں ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

خامساً صدق صفت نقصان ہو کہ وہ عدم کذب کو مستلزم، اور اب عدم کذب عدم کمال، اور عدم کمال عین نقصان۔

سادساً۔ سابعاً، ثامناً: صدق [عہ۵] کل و کذب [عہ۶] جزئی، جب دونوں صفت [عہ۷] اور دونوں ممکن [عہ۸] تو دونوں واجب [عہ۹] تو دونوں محال [عہ۱۰] تو اجتماع [عہ۱۱] نقیضین وارتفاع نقیضین واجتماع وارتفاع، سب حاصل، تاسع عشر، حادی عشر، بعینہٖ اسی طریقہ سے دونوں کمال، تو دونوں نقصان، تو دونوں مجمع کمال و نقصان، ثانی عشر، ثالث عشر، رابع عشر، جب دونوں صفت تو دونوں مقتضی، تو دونوں منافی، تو دونوں جامع اقتضاء و تنافی، خامس عشر جب دونوں مقتضی تو وجود ذات مستلزم اجتماع نقیضین، اور جس کا وجود مستلزم محال ہو تو خود محال، تو بر تقدیر امکان کذب وجود باری معاذاللہ محال ٹھہرتا ہے، مدعی معاند دیکھے کہ اس کی سلگائی آگ نے بھڑک کر کہاں تک پھونکا، یہ سردست پندرہ [۱۵] استحالے ہیں اور ہر استحالہ بجائے خود ایک دلیل مستقل، تو اب تک آٹھ [۸] اور پندرہ [۱۵] تیئس [۲۳] دلیلیں ہوئیں،

دلیل بست وچہارم: اقول: وباللہ التوفیق، بالفرض اگر کذب کو عیب ومنقصت نہ مانئے تو اتنا بالضرورۃ ضرور کہ کوئی کمال نہیں ورنہ مولٰی تعالٰی کے لئے واجب الثبوت ہوتا اور عقل سلیم شاہد کہ باری عزوجلہ کے لئے ایسی شی کا ثبوت بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ ہو، علامہ سعد الدین

عہ۵: یعنی ہر خبر میں صادق ہونا کہ بالفعل موجود ۱۲منہ

عہ۶: یعنی بعض اخبار میں صادق نہ ہونا کہ مخالف ممکن مانتا ہے ۱۲منہ

عہ۷: الاولی لما فی الدلیل الرابع والثامن والثانی لما مر انفا ۱۲ منہ۔ اول جیسا کہ چھوتی، آٹھویں اور دوسری میں ابھی گزرا ۱۲منہ (ت)

عہ۸: ای بالامکان العام اما الاول فللوجود اما الثانی فبالفرض ۱۲ منہ۔ یعنی امکان عام کے ساتھ پہلا وجود کی وجہ سے اور دوسرا بالفرض ۱۲ منہ (ت)

عہ۹: وان کل صفۃ تجب للذات ۱۲منہ۔ کیونکہ ہر صفت ذات کے لئے لازم ہے ۱۲منہ (ت)

عہ۱۰: فان وجوب کل یستلزم استحالۃ الاخر کما مر مرار ۱۲ منہ۔ کیونکہ ہر ایک کا وجوب دوسرے کے محال ہونے سے مستلزم ہے جیسا کہ کئی دفعہ گزرا ۱۲منہ (ت)

عہ۱۱: فان الصدق الکلی یستلزم عدم الکذب والکذب الجزئی عدم الصدق الکلی ۱۲منہ۔ کیونکہ صدق کلی عدم کذب کو اور کذب جزئی عدم صدق کلی کو مستلزم ہے ۱۲منہ (ت)

تفتازانی مبحث رابع فصل تنزیہات شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان لم یکن من صفات الکمال امتنع اتصاف الواجب بہ للاتفاق علی ان کل مایتصف ھو بہ یلزم ان یکون صفۃ کمال [1]۔	اگر وہ صفات کمالیہ یں سے نہیں تو اس کے ساتھ واجب کا اتصاف ممتنع ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ واجب جس کے ساتھ متصف ہوگا اس کا صفت کمال ہونا ضروری ہے۔(ت)

علامہ ابن ابی شریف مسایرہ میں فرماتے ہیں:

یستحیل علیہ تعالٰی کل صفۃ لاکمال فیھا ولانقص لان کلا من صفات الالٰہ صفۃ کمال [2]۔	اللہ تعالٰی کے لئے ہر وہ صفت محال ہے جس میں نہ کمال ہو اور نہ نقص ہو کیونکہ اللہ تعالٰی کی ہر صفت صفت کمال ہے،(ت)

دلیل بست وپنجم: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتاہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) بداہت عقل شاہد عدل کہ جو مطلق کذب پر قادر ہوگا کذب مطلق پر بھی قدرت رکھے گا کہ بعض کلام میں کذب پر قادر اور بعض میں اس سے عاجز ہونے کے کوئی معنی نہیں، اور قرآن کلام اللہ قطعاً حق جس کے بعض قضایا مثل **قولہ تعالٰی لاالٰہ الا اللہ وقولہ تعالٰی محمد رسول اللہ** وغیرھما کے صدق پر عقل صرف بے توقف شرع وتوقیف سمع خود حکم کرتی ہے تو واجب کہ قرآن عظیم مقتضائے ذات نہ ہو، اور نہ کذب مطلق مقدور نہ رہے گا کہ کلام ہر گز کاذب نہیں ہوسکتا اور جو کچھ ذات نہ مقتضائے ذات وہ قطعاً حادث ومخلوق توکذب الٰہی کا ممکن ماننا قرآن عظیم کلام اللہ کے حادث ومخلوق ماننے کو مستلزم اب بعد تنبیہ بھی اصرار کرو تواب معتزلی کرامی گمراہ ہونے سے کیوں انکار کرو۔

دلیل بست وششم: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتاہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) جب بر تقدیر امکان کذب، بوجہ بطلان ترجیح بلامرجح ونیز بحکم بداہت غیر مکذوبہ، ہر فرد کذب قدرت الٰہی میں ہوا تو ہر فرد صدق مقدور ہوگا ورنہ صدق البعض واجب یا محال ہوگا۔ تو کذب فی البعض محال یا واجب حالانکہ ہر فرد کذب مقدور مانا تھا، "**ھذا خلف**" پس صدق وکذب کا ہر ہر فرد و مقدور ہوا اور ہر مقدور حادث تو کلام الٰہی سے مطابقت ولا مطابقت دونوں مرتفع، اور یہ بداہۃ محال۔

دلیل بست وہفتم: اقول: وباللہ التوفیق کتب حدیث وسیر مطالعہ کیجئے بہت خوش نصیب ذی عقل

---

[1] شرح المقاصد المبحث الرابع فی امتناعی اتصافہ بالحادث دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۷۱

[2] المسامرۃ شرح المسایرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہل سنت اجمالا المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی المصر ص ۳۹۳

لبیب صرف جمال جہاں آرائے حضور پرنور سید عالم سرور اکرم مولائے اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دیکھ کر ایمان لائے، کہ **لیس ھذا وجہ الکذابین** یہ منہ جھوٹ بولنے والے کا نہیں۔اے شخص! یہ اس کے حبیب کا پیارا منہ تھا جس پر خوبی وبہار دوعالم نثار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ۳ پاکی وقدوسی ہے اس کے وجہ کریم کے لئے، واللہ! اگر آج حجاب اٹھاویں تو ابھی کھلتا ہے کہ اس وجہ کریم پر امکان کذب کی تہمت کس قدر جھوٹی تھی، مخالف اسے دلیل خطابی کہے مگر میں اسے حجت ایقانی لقب دیتا اور مسلمانوں کی ہدایت ایمانی سے انصاف لیتا اور اپنے رب کے پاس اس دن کے لئے ودیعت رکھتا ہوں۔

"یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ" [1]، "یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّ لَا بَنُوْنَ ۙ ﴿۸۸﴾" [2]۔ "اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ﴿۸۹﴾" [3]۔	وہ دن جس میں سچوں کو ان کا سچ کام آئے گا، جس دن نہ مال کام آئے گا نہ بیٹے، مگر وہ جو اللہ کے حضور حاضر ہوا سلامت دل لے کر۔ (ت)

بااین ہمہ اگر مجال باز نہ آئے تو دلیل ہفتم میں وجہ دوم کہ بجائے خود دلیل مستقل تھی، اس کے عوض معدود جانے بہرحال تیس کا عدد کامل مانے۔

دلیل بست وہشتم: قال عزوجل: "وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾" [4] (اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے) **اقول: وباللہ التوفیق** آیہ کریمہ نص جلی کہ کذب الٰہی محال عقلی ہے، وجہ دلالت سنئے خادم تفسیر وحدیث وواقف کلمات فقہاء پر روشن کہ امثال عبارات اگرچہ بظاہر نفی مزیت غیر کرتی ہیں مگر حقیقۃً تفصیل مطلق ونفی برتر وہمسر کے لئے مسوق ہوتی ہیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے افضل کوئی نہیں یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے افضل ہیں "وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫" [5] یعنی صبغۃ اللہ سب سے احسن ہے، "وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ" [6] **ای ھوا احسن قولا من کل من عداہ** (اور اس سے زیادہ کس کی بات اچھی جو اللہ کی طرف بلائے، یعنی وہ دوسرے تمام سے قول میں خوبصورت ہے۔ت) علامۃ الوجود سیدی ابوالسعود علیہ الرحمۃ الودود در تفسیر ارشاد میں زیر **قولہ تعالٰی عزوجل** "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۹

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۸

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۸۹

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۳۸

[6] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۳

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا" [1] (اللہ تعالٰی پر جھوٹ افترا بولنے والے سے کون بڑا ظالم ہے۔ت) فرماتے ہیں:

هو انکار واستبعاد لان یکون احد اظلم ممن فعل ذٰلك او مساویا له وان کان سبك التركيب غير معترض لانكار المساواة و نفيها يشهد به العرف الفاشی والاستعمال المطرد، فانه اذا قيل من اكرم من فلان اولا افضل من فلان فالمراد به حتما انه اكرم من كل كريم وافضل من كل فاضل، الاترى الى قوله عزوجل "لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾" بعد قوله تعالٰی "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا" الخ والسر فی ذٰلك ان النسبة بين الشيئين انما تتصور غالبا لاسيما فی باب المغالبة بالتفاوت زيادة ونقصانا فاذا لم يكن احدهما ازيد يتحقق النقصان لامحالة [2]۔

یہ انکار واستبعاد ہے کہ اس سے بڑھ کر یا اس کے مساوی کوئی ظالم نہیں ہو سکتا اگرچہ بظاہر ترکیب انکار و نفی مساوات پر ضرب نہیں لیکن اس پر مشہور عرف اور مسلمہ استعمال شاہد ہے مثلا جب یہ کہا جاتا ہے فلاں فلاں زیادہ بزرگ ہے یا فلاں سے کوئی افضل نہیں، تو اس سے یقینا مراد یہ ہے کہ ہر کریم سے اکرم اور ہر فاضل سے افضل ہے کیا رائے ہے اللہ تعالٰی کے اس فرمان مبارک میں "وہ یقینا آخرت میں خسارے میں ہیں" جس کے بعد فرمایا ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا، اور اس میں راز یہ ہے کہ نسبت غالبا دو چیزوں کے درمیان خصوصا غلبہ میں تفاوت کے باب میں زیادتی اور نقصان میں متصور ہوتی ہے جب ان میں سے کوئی ایک زیادہ نہ ہو تو بہر حال نقصان کا ہی تحقق ہوگا۔(ت)

تو لاجرم معنی آیت یہ ہیں کہ مولٰی عزوجل کی بات سب کی باتوں سے زیادہ صادق ہے جس کے صدق کو کسی کلام کا صدق نہیں پہنچتا اور پر ظاہر کہ صدق ^{عـــہ} کلام فی نفسہ اصلا قابل تشکیک نہیں کہ باعتبار ذوات قضایا خواہ اختلاف قدم وحدوث کلام یا بقا وفنائے سخن یا کمال ونقصان متکلم خواہ کسی وجہ سے اس میں تفاوت مان سکیں، سچی سچی باتیں مطابقت واقع میں سب یکساں اگر ذرا بھی فرق ہوا تو سرے سے

عـــہ: الصدق تارة ینسب الی القول واخری الی القائل والکلام ھٰھنا فی المعنی الاول فلا یذھبن ھذا عنك ۱۲ منه۔

صدق کبھی قول کی طرف منسوب ہوتا ہے اور کبھی قائل کی طرف، واضح رہے یہاں گفتگو معنی اول میں ہے یہ بات ذہن نشین رہے ۱۲ منہ (ت)

[1] القرآن الکریم ۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت آیۃ ۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۱۹

سچ ہی نہ رہا، اصدق وصادق کہاں سے صادق آئے گا، یہ معنی اگرچہ فی نفسہٖ بدیہی ہیں مگر کلام واحد میں لحاظ کرنے سے ان اغبیاء پر بھی انکشاف تام پائیں گے جنھیں بدیہیات میں بھی حاجت شانہ جنبانی تنبیہ ہوتی ہے، قرآن عظیم نے فرمایا محمد رسول اللہ کہ ہم کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کیا وہ جملہ محمد رسول اللہ کہ قرآن میں آیا زیادہ مطابق واقع ہے اور ہم نے جو محمد رسول اللہ کہا کم مطابق ہے، حاشا کوئی مجنون بھی اس میں تفاوت گمان نہ کرے گا یا متعدد باتوں میں دیکھئے تو یوں نظر کیجئے، فرقان عزیز نے فرمایا: "وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا" [1] (اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں ہے۔ت) ہم کہتے ہیں لا الہ الا اللہ الملك الحق المبین (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی مالک حق واضح ہے۔ت) کیا وہ ارشاد کہ بچے کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوٹنا تیس مہینے میں ہے، زیادہ سچا ہے، اور اس قول کے صدق میں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں معاذاللہ کچھ کمی ہے تو ثابت ہوا کہ اصدقیت بمعنی اشد مطابقۃ للواقع غیر معقول ہے، ہاں نظر سامع میں ایک تفاوت متصور اور اس تشکیک اصدق وصادق میں وہی مقصود معتبر جسے دو عبارتوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، ایک یہ کہ وقعت وقبول میں زائد ہے مثلاً رسول کی بات ولی کی بات سے زیادہ سچی ہے یعنی ایک کلام کہ ولی سے منقول اگر وہی بعینہٖ رسول سے ثابت ہوجائے قلوب میں وقعت اور قبول کی قوت اور دلوں میں سکون وطمانیت ہی اور پیدا کرے گا کہ ولی سے ثبوت تک اس کا عشر نہ تھا اگرچہ بات حرف بحرف ایک ہے۔ دوسرے احتمال کذب سے ابعد ہونا مثلاً مستور کی بات سے عادل کی بات صادق تر ہے یعنی بہ نسبت اس کے احتمال کذب سے زیادہ دور ہے اور حقیقۃً تعبیر اول اسی تعبیر دوم کی طرف راجع کہ سامع کے نزدیک جس قدر احتمال کذب سے دوری ہوگی اسی درجہ وقعت ومقبولیت پوری ہوگی جب یہ امر ممہد ہوگیا تو آیہ کریمہ کا مفاد یہ قرار پایا کہ اللہ عزوجل کی بات ہر بات سے زیادہ احتمال کذب سے پاک ومنزہ ہے، کوئی خبر اور کسی کی خبر اس امر میں اس کے مساوی نہیں ہوسکتی اور شاید حضرات مخالفین بھی اس سے انکار کرتے کچھ خوف خدا دل میں لائیں، اب جو ہم خبر اہل تواتر کو دیکھتے ہیں تو وہ بالبداہۃ بروجہ عادت دائمہ بدیہ غیر متخلفہ علم قطعی یقینی جازم ثابت غیر محتمل النقیض کو مفید ہوتی ہے جس میں عقل کسی طرح تجویز خلاف روا نہیں رکھتی اگرچہ بنظر نفس ذات خبر ومخبر امکان ذاتی باقی ہے کہ ان کا جمع علی الکذب قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں، تلویح میں ہے:

المتواتر یوجب علم الیقینی بمعنی ان العقل	متواتر سے علم یقین حاصل ہونے کا معنی یہ ہے کہ عقل یہ حکم

[1] القرآن الکریم ۴۶/ ۱۵

یحکم حکما قطعیا بانھم لم یتواطؤا علی الکذب وان ما اتفقوا علیہ حق ثابت فی نفس الامر غیر محتمل للنقیض لابمعنی سلب الامکان العقلی عن تواطئھم علی الکذب[1] اھملخصًا۔	لگاتی ہے کہ ایسے لوگوں کا اتفاق کذب پر یقینًا نہیں ہوسکتا، جس پر ان کا اتفاق ہوا ہے وہ حق اور نفس الامر میں ثابت ہے اس میں نقیض کا احتمال نہیں ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ ان کے جھوٹ پر جمع ہونے کا امکان عقلی کا سلب ہوگیا ہے۔(ت)

مگر ایسا امکان منافی قطع بالمعنی الاخص بھی نہیں ہوتا کما حققہ فی المواقف وشرحھا واشار الیہ فی شرح المقاصد و شرح العقائد وغیرھما (جیسا کہ مواقف اور اس کی شرح میں ہے اور اس کی طرف شرح مقاصد اور شرح عقائد وغیرہ میں اشارہ ہے۔ت) اسے پیش نظر رکھ کر کلام باری تعالٰی کی طرف چلئے، امکان کذب ماننے کے بعد مباحث مذکورہ دلیل دوم وفرق امور عادیہ وارادہ غیبیہ سے قطع نظر بھی ہو تو غایت درجہ اس قدر کے کلام ربانی وخبر اہل تواتر کانٹے کی تول ہم پلہ ہوں گے، جیسا کہ احتمال کذب یعنی نافی قطع ومنافی جزم اس کلام پاک میں نہیں اس سے خبر تواتر کا بھی دامن پاک اور بنظر امکان ذاتی جو احتمال عقلی خبر تواتر میں ناشی وہ بعینہ کلام الٰہی میں بھی باقی، پھر کلام الٰہی کا سب کلاموں سے اصدق ہونا، اور کسی کی بات اس سے صدقًا بھی ہمسری نہ کرسکنا کہ مفاد آیہ کریمہ تھا معاذاللہ کب درست آیا بخلاف عقیدہ مجیدہ اہلسنت وقایۃ اللہ لھم دامت (ان کو اللہ تعالٰی کی حفاظت دائمی ہو۔ت) یعنی امتناع عقلی کذب الٰہی کہ اس تقریر پر کلام مولٰی جل وعلا میں کسی طرح احتمال کذب کا امکان نہیں بخلاف خبر تواتر کہ احتمال امکانی رکھتی ہے اور یہ بات قطعاً صرف اسی کے کلام پاک سے خاص، محال ہے کہ کوئی شخص ایسی صورت نکال سکے کہ کسی غیر خدا پر کذب محال عقلی ہوجائے عصمت اگر بمعنی امتناع صدور وعدم قدرت ہی لیجئے تاہم امتناع ذاتی نہیں کہ سلب عصمت خود زیر قدرت، اب بحمد اللہ شمس تابندہ کی طرح روشن درخشندہ صادق آیا کہ "مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیۡلًا ﴿۱۲۲﴾"[2] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ت) اور العزۃ اللہ کیوں نہ صادق آئے کہ آخر "مَنۡ اَصۡدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیۡثًا ﴿۸۷﴾"[3] (اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی۔ت) یہ دیکھو یہ منشاء تھا علماء کے اس ارشاد کا کہ زیر آیت کریمہ استدلال میں فرمایا کہ کوئی اس سے کیونکر اصدق ہوسکے کہ اس پر تو کذب محال اوروں پر ممکن والحمد اللہ رب العالمین۔

---

[1] التلویح والتوضیح متن التنقیح الرکن الثانی فی السنۃ مصطفی البابی مصر ۲/ ۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۸۷

دلیل بست ونہم: قال المولٰی سبحانہ وتعالٰی: "قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۟ "[1] (اے نبی! تو کافروں سے پوچھ کون ہے جس کی گواہی سب سے بڑی ہے۔ تو خود ہی فرما کہ اللہ)

اقول: اللہ کے لئے حمد ومنت کہ یہ آیہ کریمہ آیہ سابقہ سے بھی جلی واظہر، اور افادہ مراد میں اجلٰی وازہر، وہاں ظاہر نظر نفی اصدقیت غیر تھا اور اثبات اصدقیت کلام اللہ بحوالہ عرف یہاں صراحۃ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل کی گواہیوں سے اکبر واعظم واعلٰی ہے، اب اگر **معاذاللہ** امکان کذب کو دخل دیجئے تو ہرگز شہادت الٰہی کو شہادت اہل تواتر پر تفوق نہیں کہ جو یقین اس سے ملے گا اس سے بھی مہیا اور جو احتمال اس میں باق اس میں بھی پیدا تو قرآن پر ایمان لانے والے کو یہی چارہ کہ مذہب مہذب اہل سنت کی طرف رجوع کرے اور جناب عزت کے امکان کذب سے براءت پر ایمان لائے، باقی تقریر دلیل مثل سابق ہے، **فافهم واعلم اللہ اعلم۔**

دلیل سیم: قال ربنا عز من قائل:

"وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ "[2]	اور پورا ہے تیرے رب کا کلام صدق وانصاف میں کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتوں کا، اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔

علماء فرماتے ہیں یعنی باری عزوجل کا کلام انتہادرجہ صدق وعدل پر ہے، جس کا مثل ان امور میں متصور نہیں، بیضاوی میں ہے:

بلغت الغاية اخباره واحكامه ومواعيده صدقا فی الاخبار والمواعيد وعدلا فی الانقضية والاحكام[3]۔	اللہ تعالٰی کی اخبار، احکام اور مواعید انتہائی کامل ہیں، اخبار مواعید صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام عدل کے اعتبار سے۔ (ت)

ارشاد العقل السلیم میں ہے:

المعنی انها بلغت الغاية القاصية صدقا فی الاخبار والمواعيد وعدلا فی الاقضية	مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلمات اخبار ومواعید میں صدق کے اعتبار سے اور قضایا واحکام میں

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۹

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۱۵

[3] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) مع القرآن الکریم تحت ۶/۱۱۵ النصف الاول مصطفی البابی مصر ص ۱۴۳

والاحکام لا احد یبدل شیئا من ذٰلك بما ھو اصدق واعدل ولا بماھو مثله [1]۔	عدل کے اعتبار سے انتہائی درجہ پر ہیں اس سے بڑھ کر کوئی اصدق واعدل نہیں جو ان میں سے کسی حکم کو بدل ڈالے بلکہ ان کے مماثل بھی کوئی نہیں۔(ت)

اقول: وبالله التوفیق (میں کہتاہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) صدق قائل کے لئے سات ٧ درجات ہیں:

درجہ اول: روایات وشہادات میں قطعاً کذب سے محترز ہو اور مخالف میں بھی زنہار ایسا جھوٹ روانہ رکھے جس میں کسی کا اضرار ہو اگرچہ اسی قدر کہ غلط بات کا بار کرانا مگر مزاحا یا عبثا ایسے کذب کا استعمال کرے جو نہ کسی کو نقصان دے نہ سننے والا یقین لاسکے مثلاً آج زید نے منوں کھایا، آج مسجد میں لاکھوں آدمی تھے، ایسا عــه شخص کاذب نہ گنا جائے گا یا آثم ومردود الروایۃ نہ ہوگا تاہم بات خلاف واقع ہے اور محض فضول وغیر نافع، اگرچہ نفس کلام میں حکایت واقع، مراد نہ ہونے پر دلیل قاطع، ولہذا حدیث میں ارشاد فرمایا:

قال بعض اصحابه فانك تداعبنا یارسول الله	آپ کے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ

عــه: قال الامام حجة الاسلام محمد بن الغزالی قدس سرہ العالی فی منکرات الضیافة من کتاب الامر بالمعروف من احیاء العلوم کل کذب لایخفی انه کذب ولا یقصد به التلبیس فلیس من جملة المنکرات کقول الانسان مثلا طلبتك الیوم مائة مرة، واعدت علیك الکلام الف مرة، ومایجری مجراہ ممایعلم انه لیس یقصد به التحقیق فذلك لایقدح فی العدالة ولا ترد الشهادة به [2]۔ ۱۲منه	حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم کی کتاب الامر بالمعروف میں منکرات ضیافت پر گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہر وہ کذب جس کا کذب ہونا مخفی نہ ہو اور اس سے کوئی فریب ودھوکا متصور نہ ہو تو وہ منکرات میں سے نہیں ہوگا مثلا انسان کہتاہے میں نے آج تجھے سو دفعہ تلاش کیا، میں نے آج تجھے ہزار دفعہ کہاہے یا ان کے قائم مقام الفاظ جن سے معلوم ہو کہ مقصود تحقیق نہیں تو یہ چیز عدالت پر قادح نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے ایسے شخص کی شہادت مردود ہوگی ۱۲منہ (ت)

[1] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) تحت ٦/ ١١٥ دار احیاء التراث العربی بیروت ٣/ ١٨٧

[2] احیاء العلوم کتاب الامر بالمعروف الباب الثالث مطبعة المشهد الحسینی القاہرہ ٢/ ٣٤١

فقال انی لا اقول الا حقا [1]۔اخرجه احمد والترمذی باسناد حسن عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	(صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)! آپ ہم سے مزاح فرماتے ہیں، آپ نے فرمایا: میں صرف حق ہی کہتاہوں،امام احمد اور ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرۃ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔(ت)

درجہ ۲: ان لغو وعبث جھوٹوں سے بھی بچے مگر نثر یا نظم میں خیالات شاعرانہ ظاہر کرتا وہں جس طرح قصائد کی تشبیبیں ع

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول

(سعاد کی جدائی پر آج میرا دل مضطرب ہے۔ت)

سب جانتے ہیں کہ وہاں نہ کوئی عورت سعاد نامی تھی نہ حضرت کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ اس پر مفتون،نہ وہ ان سے جدا ہوئی نہ یہ اس کے فراق میں مجروح، محض خیالات شاعرانہ ہیں، مگر نہ فضول بحث کہ تشحید خاطر و تشویق سامع وترقیق قلب وتزئین سخن کا فائدہ رکھتے ہیں تاہم ازانجا کہ حکایت بے محکی عنہ ہے: ارشاد فرمایا گیا: "وَمَا عَلَّمۡنٰهُ الشِّعۡرَ وَمَا يَنۡۢبَغِىۡ لَهٗ ؕ" [2] نہ ہم نے اسے شعر سکھایا نہ وہ اس کی شان کے لائق۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

درجہ ۳: ان سے بھی تحریر مگر مواعظ وامثال میں ان امور کا استعمال کرتا ہوں جن کے لئے حقیقت واقعہ نہیں جیسے کلیلہ دمنہ کی حکایتیں، منطق الطیر کی روایتیں، اگرچہ کلام قائل بظاہر حکات واقع ہے مگر تغلیظ سامع نہیں کہ سب جانتے ہیں وعظ ونصیحت کے لئے یہ تمثیل باتیں بیان کردی گئی ہیں جن سے دینی منفعت مقصود، پھر بھی انعدام مصداق موجود، ولہٰذا قرآن عظیم کو "اَسَاطِيۡرُ الۡاَوَّلِيۡنَ ۝۲۵" [3] (پہلوں کے قصے۔ت) کہنا کفر ہوا جیسے آج کل کے بعض کفار لئام،مدعیان اسلام، نئی روشنی کے پرانے غلام دعوی کرتے ہیں کہ کلام عزیز میں آدم وحوا کے قصے شیطان وملک کے افسانے سب تمثیل کہانیاں ہیں جن کی حقیقت مقصود نہیں،

---

[1] جامع الترمذی ابواب البر والصلہ باب ماجاء فی المزاح امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۰،مسند امام احمد از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۴۰

[2] القرآن الکریم ۳۶/ ۶۹

[3] القرآن الکریم ۶/ ۲۵

تعالٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا (ظالم جو کچھ کہتے ہیں اللہ تعالٰی کی ذات گرامی اس سے کہیں بلند ہے۔ت)

درجہ ۴: ہر قسم حکایت بے محکی عنہ کے تعمد سے اجتناب کلی کرے اگرچہ برائے سہو وخطا حکایت خلاف واقع کا وقوع ہوتا ہو یہ درجہ خاص اولیاء اللہ کا ہے۔

درجہ ۵: اللہ عزوجل سہوا وخطا بھی صدور کذب سے محفوظ رکھے مگر امکان وقوعی باقی ہو یہ مرتبہ اعاظم صدیقین کا ہے کہ:

ان اللہ تعالٰی یکرہ فوق سمائہ ان یخطأ ابوبکر الصدیق فی الارض[1]۔رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر والحارث فی مسندہ وابن شاھین فی السنۃ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	اللہ تعالٰی آسمان کے اوپر اس بات کو نا پسند فرماتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ زمین پر غلطی کریں، اسے طبرانی نے معجم الکبیر میں، شیخ حارث نے مسند میں اور ابن شاھین نے السنۃ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ت)

درجہ ۶: **معصوم من اللہ ومؤید بالمعجزات** ہو کہ کذب کا امکان وقوع بھی نہ رہے مگر بنظر نفس ذات امکان ذاتی ہو یہ رتبہ حضرات انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اجمعین کا ہے۔

درجہ ۷: کذب کا مکان ذاتی بھی نہ ہو بلکہ اس کی عظمت جلیلہ وجالت عظیمہ بالذات کذب وغلط کی نافی ہو اور اس کی ساحت عزت کے گرد اس گردلوث کا گزر محال عقلی بہ نہایت درجات صدق ہے جس سے مافوق متصور نہیں اب آیہ کریمہ ارشاد فرمارہی ہے کہ تیرے رب کا صدق وعدل اعلٰی درجہ منتہی پر ہے تو واجب کہ جس طرح اس صدور ظلم وخلاف عدل باجماع اہلسنت محال عقلی ہے یونہی صدور کذب وخلاف صدق بھی عقلا ممتنع ہو، ورنہ صدق الٰہی غایت ونہایت تک نہ پہنچا ہوگا کہ اس کے مافوق ایک درجہ اور بھی پیدا ہوگا یہ خود بھی محال اور قرآن عظیم کے خلاف، **فثبت المقصود والحمد اللہ العلی الودود** (مقصود ثابت ہوگیا اور حمد اللہ بلند اور محبت فرمانے والے کے لئے ہے۔ت)

[1] کنزالعمال بحوالہ الحارث عن معاذ بن جبل حدیث ۳۲۶۳۱ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۵۸، المعجم الکبیر بحوالہ الحارث حدیث ۱۲۴ المکتبۃ الفیصلیہ البیروت ۲۰/ ۶۸

تنبیہ: اقول: فرق ہے دلیل سمعی کے مناط استحالہ ومظہر استحالہ ہونے میں اول کے یہ معنی کہ استحالہ صدق آیت پر موقوف ہے یعنی ورود دلیل نے محال کردیا اگر سمع میں نہ آتا عقلاً ممکن تھا یہ استحالہ شرعی ہوگا، اور ثانی کا یہ حاصل کہ صدق آیت ماننا استحالہ پر موقوف یعنی اگر محال عقلی نہ مانئے تو مفاد آیت صادق نہیں آتا یہ استحالہ عقلی ہوگا، فقیر نے ان تینوں دلیل آخیرین میں یہی طریقہ برتا ہے، غایت یہ کہ کلام مقدمات مسلمہ پر مبنی ہوگا اس قدر دلیل کو عقلیت سے خارج نہیں کرتا **کما لایخفی** (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) خلاصہ یہ کہ آیات ان اثبات ہیں نہ لم ثبوت، **والحمد ﷲ مالك الملکوت** (تمام حمد ملکوت کے مالک کی ہے۔ت) یہ بحمد اللہ تیس ۳۰ دلیلیں ہیں کہ عجالۃً حاضر کی گئیں، اور اگر غور استقصا کی فرصت ہوتی تو باری عزوجل سے امید زیادت تھی پھر بھی ع

درنہ خانہ اگر کسی ست یک حرف بس ست

(اگر خانہ میں کچھ ہے تو ایک حرف ہی کافی ہے۔ت)

واللہ الھادی الی الحق المبین والحمد ﷲ رب العالمین۔	اللہ تعالٰی ہی واضح حق کی طرف رہنمائی فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔(ت)

تنزیہ سوم [عہ] رد ہذیانات امام وہابیہ میں

یامعشر المسلمین! ان ہمارے عنایت فرما مخالفین **ھداھم اللہ تعالٰی الی الحق المبین** (اللہ تعالٰی حق مبین کی طرف ان کی رہنمائی فرمائے۔ت) کا معاملہ سخت نازک مجہلہ۔ براہ سادگی ایک شخص کو امام بنالیا

عــــہ: **تنبیہ ضروری:** قطع نظر اس سے کہ ان کے امام کارد اُن کے ردکا امام ہے، بنظر نفس واقعہ فتنہ براہین بھی جس کے باعث یہ استفتاء میرٹھ سے آیا اور حضرت مولانا دام ظلہ العالی نے یہ جواب ہادی صواب رقم فرمایا اس تنزیہ کا لکھنا نہایت ضروری تھا کہ اس براہین قاطعہ **مالارادبہ ان یوصل** (جس کی مطلوب تک رسائی نہیں۔ت) کا یہ قول اسی امام الوہابیہ کی حمایت میں ہے انوار ساطعہ نے اس شخص کی طرف اشارہ کیا تھا کہ کوئی جناب باری عزاسمہ کو امکانِ کذب کا دھبا لگاتا ہے[1] "اور براہین قاطعہ نے اسی کے درد حمایت وحمیت جاہلیت میں لکھا "مکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا[2] **الی آخر الجھالۃ الفاحشہ**"، تو اولاً بپاس امامت، ثانیاً بشرم حمایت ہر طرح ملاگنگوہی صاحب پر (بشرطیکہ یہ رسالہ قدسیہ دیکھ کر ہدایت نہ پائیں اور بعلت (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] البراہین القاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲

[2] الانوار الساطعہ مع البراہین القاطعۃ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے بلاساڈھور ص ۲، ۳

اور پیش خویش آسمان بریں پر اٹھا کر رکھ دیا، اب اسکے خلاف کسی کی بات قبول ہونی تو بڑی بات، کان تک آئی اور طبیعت نے آگ لی، آہٹ ہوئی اور غصہ نے باگ لی، سننے سے پہلے ٹھہرایا کہ ہرگز نہ سنیں گے، بگڑنے کی قسم بنائے نہ بنائیں گے، ان ہٹوں کا پاس ہدایت سے یاس دلا رہا ہے، مگر پھر بھی اظہار حق کے بغیر چارہ کیا ہے۔

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

(بات کا پہنچانا ضروری ہے میں نے وہ کردیا اب تو میری بات سے نصیحت حاصل کرلے یا غصہ کرلے۔ت)

کاش خدا اتنی توفیق دے کہ اک ذرا دیر کے لئے تعصب و نفسانیت کو پان رخصت ملے قائل امام طریق ہے، معترض خصم فریق، ان حیثیتوں کے لحاظ سے نظر بچ کر چلے، پھر گوش ہوش کو اجازت شنیدن ہو، پھر میزان خرد کو حکم سنجیدن، اب اگر قول خصم قابل قبول ہو تو اتباع حق سے کیوں ناحق عدول ہو، ورنہ پھر وہی تو وہی تمھارے امام جو بادہ آج بکام ہے کل بھی در جام، اس چند ساعت میں نہ کچھ بنے بگڑے نہ رنگ امامت جما ہوا اکھڑے، ہاں اے وہ سوراخو جو سر کے دونوں جانب گوہر سماعت کے کان بنے ہو، جن پر ہوا کی موجیں نیسانِ سخن سے بارور ہو کر مہین مہین پھوہار سے آوازوں کا جھالا برساتی اور ان قدرتی سیپوں میں ان ننھی ننھی بوندیوں سے سننے کے موتی بناتی ہیں، کیا کوئی تم میں "اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ ۝"[1] (کان لگائے اور متوجہ ہو۔ت) کے قابل نہیں۔ ہاں اے گوشت کے وہ صنوبری ٹکڑوں جو سینوں کے بائیں پہلوؤں میں ملک بدن کے تخت نشین ہو جن کی سرکار میں آنکھوں کے عرض بیگی کانوں کے جاسوس بیرونی اخبار کے پرچے سناتے اور خرد کے وزیر فہم کے مشیر اپنی روشن تدبیر سے نظم و نسق کے بیڑے اٹھاتے ہیں، کیا تم میں کوئی "یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ"[2] (کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) نجدیت نجدت و تہمت مکابرہ پر آئیں) اس تنزیہ کا جواب دینا بھی (اگر نفخ صور سے پہلے دے سکیں) نہایت ضروری و لازم ہے یہ تو کوئی مقتضائے غیرت نہیں کہ گھر بیٹھے حمایت امام کا بیڑا اٹھائے اور جب شیر شرزہ کا نعرہ جانگداز سنئے امام کو چھوڑ کر حمایت سے منہ موڑئے اور "اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ"[3] (میں تجھ سے بری ہوں مجھے ڈر ہے۔ت) کی ٹھہرائیے، والسلام ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰ /۳۷

[2] القرآن الکریم ۳۹ /۱۸

[3] القرآن الکریم ۵۹ /۱۶

کا قائل نہیں؟ جان برادر! یقین جان تعصب باطل واصرار عاطل کا وبال شدید ہے، آج نہ کھلا تو کل کیا بعید ہے، شب درمیان فردا "لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ"[1] (اگر ہم سنتے یا سمجھتے۔ت) کا، "هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ"[2] (یہ بڑی سختی کا دن ہے۔ت) الا "اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ"[3] (بیشک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔ت) اس دن "رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا"[4] (اے میرے رب مجھے واپس پھیر دیجئے شاید اب میں کچھ بھلائی کماؤں۔ت) کا جواب "كَلَّا"[5] (ہرگز نہیں۔ت) ہوگا اور طعن بے امان "اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ"[6] (کیا تمھارے پاس کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا تھا۔ت) کے جگر دوز تیر میں بلا کا پلا، ابھی سویرا ہے ہوش سنبھالو، آنکھیں مل ڈالو، راستہ سوجھنے کی راہ نکالو، چل تو دیئے، یہ بھی دیکھتے ہو کہ اس جھکی اندھیری میں کس کے پیچھے ہو، جس نے نہ صرف ایک مسئلہ کذب باری بلکہ خوارج، روافض، معتزلہ، مریسیہ، ظاہریہ، کرامیہ وغیرہم طوائف ضالہ کی بدعات شنیعہ اور ان کے علاوہ صدہا ضلالات قبیحہ قطعیہ کی خندقیں جھنکائیں، اور تمھیں ان قہروں ٹھوکروں ستم لغزشوں کی خبر تک نہ ہوئی، چشم فہم میں وہ بلا کی نیندیں جھک آئیں اور پھر گمان یہ کہ اس بیسٹر راہ کا ہدایت مآل ہیہات ہیہات کہاں ہدایت اور کہاں یہ چال،

؎ اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب کوّا کسی قوم کا رہبر ہو تو وہ انھیں ہلاکت کی راہ پر ہی لے جائیگا۔ت)

للہ اپنی حالت پر رحم کرو قبل اس کے کہ پھر معذرت "رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا"[7] (اے ہمارے رب! انھوں نے ہم کو بہکایا تھا۔ت) کام نہ آئے اور "لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ"[8] (میرے پاس نہ جھگڑو۔ت) کی غضب جھنجھلاہٹ "اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا"[9] (جب بیزار ہوں گے پیشوا اپنے پیرووں سے۔ت) کا رنگ دکھائے "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ"[10] (اے ہمارے رب! ہم میں اور ہماری قوم میں حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔ت) فقیر اس تمہید حمید وتہدید رشید کو اپنا شفیع بنا کر مجال مقال میں قدم دھرتا اور دوڑتے دوڑتے نازک طبعوں گراں سمعوں، چیں بجبینوں، ناتواں بینوں سے کچھ

---

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۰
[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۷۷
[3] القرآن الکریم ۱۱/ ۸۱
[4] القرآن الکریم ۲۳/ ۹۹و۱۰۰
[5] القرآن الکریم ۲۳/ ۱۰۰
[6] القرآن الکریم ۶۷/ ۸
[7] القرآن الکریم ۷/ ۳۸
[8] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۸
[9] القرآن الکریم ۲/ ۱۶۶
[10] القرآن الکریم ۷/ ۸۹

عرض کرتا ہے ؎

کہنے کو ان سے کہتا ہوں احوال دل مگر
ڈر ہے کہ شان ناز پہ شکوہ گراں نہ ہو

یا ایہا القوم! ان حضرت امام اول وہابیت ہندیہ معلم ثانی طوائف نجدیہ کو اپنی اپج کامزہ مقدم تھا بیباک روی میں اپلے کا عالم تھا، زبان کے آگے بارہ ہل چلتے، جب ابلتے پھر کیا کسی کے سنبھالے سنبھلتے، جدھر جا نکلے مسجد ہو یا دیر لگی رکھنے سے پورا بیر ؎

گہ بت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش   از مذہب تو کافر مسلمان گلہ دارد

(کبھی تو بت توڑتا ہے اور کبھی مسجد جلاتا ہے، تیرے مذہب سے کافر و مسلمان دونوں کو گلہ ہے، ت)

اسی لئے حضرت کی ایک کتاب میں جو کفر ہے دوسری میں ایمان، آج جو ولی ہے کل پکا شیطان، ایک آنکھ سے راضی دوسری سے خفا، ایک پر میں زہر دوسرے میں شفاء، دور کیوں جائیے ایک ہاتھ پر صراط ایک پر تقویت رکھ لیجئے، ایک دوسری کا رد کردے تو سہی اب ایک بڑی مصلحت سے جس کے لئے حضرت نے اپنی تصانیف میں بڑے بڑے پانی باندھے، اور پیش خویش آہستہ آہستہ سب سامان کرلئے، جسے فقیر نے اپنے مجموعہ مبارکہ "**البارقۃ الشارقۃ علی المارقۃ المشارقۃ**" مجلد سوم [عہ۱] فتاوٰی فقیر مسمی به **العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویہ** میں مفصل ومدللہ بیان کیا۔ یہ سُوجھی کہ وہ مطلب نہ نکلے گا جب تک اللہ تعالٰی کا وجوب صدق باطل نہ ہو لہذا رسالہ "**یکروزی**" میں امکان کذب کے قائل ہوئے اور اس بیہودہ دعوے کے ثبوت کو بہزار جان کنی دو [۲] ہذیان **بین البطلان** ظاہر کئے:

ہذیان اول امام وہابیہ: اگر کذب [عہ۲] الٰہی محال ہو اور محال پر قدرت نہیں تو اللہ تعالٰی جھوٹ

عہ۱: اب **الحمدللہ** وہ بارھواں ہے ۱۲

عہ۲: علمائے دین جوارشاد فرمایا کہ کذب عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال، حضرت اس کے رد میں یوں اپنا خبث نفس ظاہر کرتے ہیں:

قولہ وھو محال لانہ نقص والنقص علیہ تعالٰی محال۔
اقول: اگر مراد از محال ممتنع لذاتہ است کہ تحت قدرت الٰہیہ داخل نیست پس لانسلم کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور باشد

قولہ یہ محال ہے کیونکہ نقص ہے اور اللہ تعالٰی پر نقص محال ہے۔
اقول: اگر محال سے مراد محقق لذاتہ ہے جو قدرت الٰہیہ کے تحت داخل نہیں تو ہم نہیں مانتے کہ کذب مذکور محال بمعنی مسطور ہوگا کیونکہ (باقی برصفحہ آئندہ)

بولنے پر قادر نہ ہوگا حالانکہ اکثر آدمی اس پر قادر ہیں، تو آدمی کی قدرت اللہ سے بڑھ گئی، یہ محال ہے، تو واجب کہ اس کا جھوٹ بولنا ممکن ہو،

ایھا المسلمون! حماکم اللہ شر المجون (اے اہل اسلام! اللہ تعالٰی اس خطرناک شر سے محفوظ فرمائے۔ت) للہ! بنظر انصاف اس اغوائے عوام وطغوائے تمام کو غور کرو کہ اس بس کی گانٹھ میں کیا کیا زہر کی پڑیا بندھی ہیں۔

اولا: دھوکا دیا کہ آدمی تو جھوٹ بولتے ہیں خدا نہ بول سکے تو قدرت انسانی اس کی قدرت سے زائد ہو حالانکہ اہل سنت کے ایمان میں انسان اور اس کے تمام اعمال واقوال واوصاف واحوال سب جناب باری عزوجل کے مخلوق ہیں، قال المولی سبحانہ وتعالٰی:

"وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾"[1]۔	تم اور جو کچھ تم کرتے ہو سب اللہ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے۔

انسان کو فقط کسب پر ایک گونہ اختیار ملا ہے، اس کے سارے افعال مولٰی عزوجل ہی کی سچی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، آدمی کی کیا طاقت کہ بے اس کے ارادہ وتکوین کے پلک مار سکے، انسان کا صدق وکذب کفر ایمان طاعت عصیان جو کچھ ہے سب اسی قدیر مقتدر جل وعلا نے پیدا کیا، اور اسی کی عمیم قدرت عظیم ارادت سے واقع ہوجاتا ہے،

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر ملائکہ وانبیاء خارج از قدرت الٰہیہ نیست والالازم آید کہ قدرت انسانی ازید از قدرت ربانی باشد چہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع والقائے آں بر مخاطبین در قدرت اکثر افراد انسانی ست، کذب مذکور آرے منافی حکم اوست پس ممتنع بالغیر ست، ولہٰذا عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ بیشمارند[2] الخ

یہ قضیہ غیر مطابق للواقع ہے اور اس کا القاء ملائکہ اور انبیاء پر قدرت الٰہیہ سے خارج نہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہوجائے کیونکہ قضیہ غیر مطابق للواقع، اور اس کا القاء مخاطبین پر اکثر افراد انسانی کی قوت میں ہے، ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہٰذا یہ ممتنع بالغیر ہے اور اسی لئے عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں الخ۔ (ت)

بقیہ عبارت سراپا شرارت زیر ہذیان دوم آئے گی ۱۲ **عفا اللہ تعالٰی عنہ**۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

"وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۹﴾ "[1]	تم نہ چاہوں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے جو پروردگار ہے سارے جہاں کا۔

ع اس کا چاہا ہوا ہمارا نہ ہوا

ماشئت کان وماتشاء یکون لامایشاء الدھر والافلاک

(جو توں نے چاہا ہو گیا، جو آپ چاہیں گے وہ ہو جائے گا، نہیں ہو گا جو دہر اور افلاک چاہیں گے۔ت)

پھر کتنا بڑا فریب دیا ہے کہ آدمی کا فعل قدرت الٰہی سے جدا ہے یہ خاص اشقیائے معتزلہ کا مذہب نامہذب ہے قرآن عظیم کا مردود و مکذب۔

ثانیاً اقول: اس ذی ہوش سے پوچھو انسان کو اپنا بڑا جھوٹ بولنے پر قدرت ہے **یا معاذ اللہ** اللہ عزوجل سے بلوانے پر، پھر قدرت عــــہ بڑھنا تو جب ہوتا کہ اللہ تعالٰی آدمی سے جھوٹ بلوانے پر قابو نہ رکھتا اپنے کذب پر قادر نہ ہو تو انسان کو اس عزیل جلیل کے کذب پر کب قدرت تھی کہ قدرت الٰہی سے اس کی قدرت زائد ہو گئی ولکن

"وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ "[2] (لیکن "جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں"۔ت)

عــــہ: **فائدہ عائدہ ضروری الملاحظہ: ایہا المسلمون** پر ظاہر کہ قدرت بڑھنے کے یہ معنی کہ ایک شے پر اسے قدرت ہے اسے نہیں، نہ یہ کہ اسے جس شے پر قدرت ہے وہ تو اس کی قدرت میں بھی داخل، مگر ایک اور چیز اس کی قدرت سے خارج جو ہر گز اس کی قدرت میں بھی داخل نہ تھی اسے قدرت بڑھنا کوئی مجنون ہی سمجھے گا، یہاں بھی دو چیزیں ہیں: **ایک** کذب انسان، وہ قدرت انسانی میں مجازاً ہے اور قدرت ربانی میں حقیقۃً، **دوم** کذب ربانی، اس پر قدرت انسانی نہ قدرت ربانی، تو انسان ک قدرت کس بات میں، معاذاللہ مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی قدرت سے بڑھ گئی، ہوا یہ کہ ملاجی نے بغایت سفاہت وغباوت کہ تمغائے عامہ اہل بدعت ہے، یوں خیال کیا کہ انسان کو اپنے کذب پر قدرت ہے، اور بعینہٖ یہی لفظ جناب عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے ورنہ جو چیز مقدور انسان بھی ہو مقدور رحمٰن نہ ہوئی، ختم الٰہی کا ثمرہ کہ دونوں جگہ اپنے اپنے کا لفظ دیکھ لیا اور فرق معنی اصلاً نہ جانا، ایک جگہ اپنے سے مراد ذات انسان ہے، دوسری جگہ ذات رحمٰن جل وعلا، پھر جو شے قدرت انسانی میں تھی قدرت ربانی سے کب خارج ہوئی، " كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "[3] ۱۲منہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۱/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

[3] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

ثالثاً: حضرت کو اسی "یکروزی" میں یہ تسلیم روزی کہ کذب عیب ومنقصت ہے اور بیشک باری عزوجل میں عیب ونقصان آنا محال عقلی، اور ہم اسی رسالہ کے مقدمے میں روشن کرچکے محال پر قدرت ماننا اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانا بلکہ اس کی خدائی سے منکر ہو جانا ہے، حضرات مبتدعین کے معلم شفیق ابلیس خبیث علیہ اللعن نے یہ عجز وقدرت کا نیا شگوفہ ان دہلوی بہادر سے پہلے ان کے مقتدا ابن حزم فاسد العزم فاقد الجزم ظاہر المذہب ردی المشرب کو بھی سکھایا تھا کہ اپنے رب کا ادب واجلال یکسر پس پشت ڈال کتاب الملل والنحل میں بک گیا کہ انہ تعالٰی قادر ان یتخذ ولدا اذلو لك یقدر لکان عاجزا [1] یعنی اللہ تعالٰی اپنے لئے بیٹا بنانے پر قادر ہے کہ قدرت نہ مانو تو عاجز ہوگا۔

تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا "لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمٰنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾" [2]	ظالم جو کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے، بیشک تم حد کی بھاری بات لائے، قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں ڈھے کر اس پر کہ انھوں نے رحمٰن کے لئے اولاد بتائی اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے۔ (ت)

سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ، القدسی مطالب الوفیہ میں ابن حزم کا یہ قول نقل کرکے فرماتے ہیں:

فانظر اختلال ھٰذا المبتدع کیف غفل عما یلزم علی ھذہ المقالۃ الشنیعۃ من اللوازم التی لاتدخل تحت وھم وکیف فاتاہ ان العجز انما یکون لوکان القصور جاء من ناحیۃ القدرۃ عما اذاکان لعدم قبول المستحیل تعلق القدرۃ فلایتوھم عاقل ان ھذا عجز [3]۔	یعنی اس بدعتی کی بدحواسی دیکھنا کیونکر غافل ہوا کہ اس قول شنیع پر کیا کیا قباحتیں لازم آتی ہیں جو کسی وہم میں نہ سمائیں اور کیونکر اس کے فہم سے گیا کہ عجز توجب ہو کہ قصور قدرت کی طرف سے آئے اور جب وجہ یہ ہے کہ محال خود ہی تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا تو اس سے کسی عاقل کو عجز کا وہم نہ گزرے گا۔

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۸۹ تا ۹۲

[3] المطالب الوفیہ لعبد الغنی النابلسی

اسی میں فرمایا:

وبالجملة فذلك التقدير الفاسد يؤدى الى تخليط عظيم لا يبقى معه شيئ من الايمان ولامن المعقولات اصلا[1]۔	یعنی یہ تقدیر فاسد (کہ باری عزوجل محالات پر قادر ہے) وہ سخت درہمی وبرہمی کا باعث ہوگی جس کے ساتھ نہ ایمان کا نام ہے نہ اصلا احکام عقل کا نشان۔

اسی میں فرمایا:

وقع ھٰهنا لابن حزم هذيان بين البطلان ليس له قدوة ورئيس الاشيخ الضلالة ابليس[2]۔	یعنی سومسئلہ قدرت میں ابن حزم سے وہ بہکی بہکی بات کھلی باطل واقع ہوئی جس میں اس کا کوئی پیشوا نہ رئیس مگر سردار گمراہی ابلیس۔

کنزالفوائد میں فرمایا:

| القدرة والارادة صفتان مؤثرتان و المستحيل لا يمكن ان يتأثر بهما اذ يلزم ح ان يجوز تعلقها باعدام نفسها واعدام الذات العالية واثبات الالوهية لما لايقبلها من الحوادث و سلبها عن مستحقها جل وعلا فاى قصور وفساد ونقص اعظم من هذا وهذا التقدير يودى الى تخليط عظيم وتخريب جسيم لايبقى معه عقل ولانقل ولاايمان ولا كفر ولعماءة بعض الاشياء من المبتدعة من هذا صرح بنقيضه فانظر عماهذا المبتدع كيف عمى يلزم على هذا القول | یعنی قدرت اور ارادہ دونوں صفتیں مؤثر ہیں، اور محال کا ان سے متاثر ہونا ممکن نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت وارادہ اپنے نفس کے عدم اور خود اللہ تعالٰی کے عدم اور مخلوق کو خدا کردینے اور خالق سے خدائی چھین لینے ان سب باتوں سے متعلق ہوسکے اس سے بڑھ کر کون سا قصور وفساد ونقصان ہوگا اس تقدیر پر وہ سخت درہمی اور عظیم خرابی لازم آئے گی، جس کے ساتھ نہ عقل رہے نہ نقل نہ ایمان نہ کفر، اور بعض اشقیائے بدمذہب کو جو یہ امر نہ سوجھا تو صاف لکھ گیا کہ ایسی بات پر خدا قادر ہے اب اس بدعتی کا اندھا پن دیکھو کیونکر اسے نہ سوجھیں وہ شناعتیں جو اس برے قول پر لازم آئیں گی جن کی طرف |

[1] المطالب الوفية لعبد الغنى النابلسى

[2] المطالب الوفية لعبد الغنى النابلسى

الشنیع من اللوازم التی لایتطرق الیھا الوھم [1]۔	وہم کو بھی راستہ نہیں۔

مسلمان انصاف کرے کہ یہ تشنیعیں جو علماء نے اس بدمذہب ابن حزم پر کیں اس بدمشرب عدیم الحزم سے کتنی بچ رہیں،

"كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ" [2] "وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾" [3]۔	ان سے اگلوں نے بھی ایسی ہی کہی ان کی سی بات، ان کے ان کے دل ایک سے ہیں، اور اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا۔(ت)

رابعا اقول: العزۃ للہ، اگر دہلوی ملاکی یہ دلیل سچی ہو تو دو خدا، دس خدا، ہزار خدا، بیشمار خدا ممکن ہو جائیں، وجہ سنئے جب یہ اقرار پایا کہ آدمی جو کچھ کر سکے خدا بھی اپنی ذات کے لئے کر سکتا ہے، اور معلوم کہ نکاح کرنا، عورت سے ہم بستر ہونا، اس کے رحم میں نطفہ پہنچانا قدرت انسانی میں ہے تو واجب کہ ملاجی کا موہوم خدا بھی یہ باتیں کر سکے ورنہ آدمی کی قدرت تو اس سے بھی بڑھ جائے گی، اور جب اتنا ہو چکا تو وہ آفتیں جن کے سبب اہل اسلام اتخاذ ولد کو محال جانتے تھے، امام وہابیہ نے قطعاً جائز مان لیں۔ آگے نطفہ ٹھہرنے ور بچہ ہونے میں کیا زہر گھل گیا ہے، وہ کون سی ذلت وخواری باقی رہی ہے جن کے باعث انھیں ماننے جھجکنا ہوگا بلکہ یہاں آکر خدا کا عاجز رہ جانا تو سخت تعجب ہے کہ یہ تو خاص اپنے ہاتھ کے کام ہیں جب دنیا بھر میں بزعم ملاجی سب کے لئے اس کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں تو کیا اپنی زوجہ کے بارے میں تھک جائیگا اخر بچہ نہ ہونا یوں ہوتا ہے کہ نطفہ استقرار نہ کرے اور خدا استقرار پر قادر ہے، یا یوں کہ منی ناقابل عقد وانعقاد یا مزاج رحم مس کوئی فساد یا خلل آسیب مانع اولاد تو جب خدائی ہے کیا ان موانع کا ازالہ کر سکے گا، بہر حال جب امور سابقہ ممکن ٹھہرے تو بچہ ہونا قطعاً ممکن اور خدا کا بچہ خدا ہی ہوگا، **قال اللہ تعالٰی**:

قُلْ اِنْ عـــہ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ	تو فرما اگر رحمان کے لئے کوئی بچہ ہے تو میں سب سے پہلے

عـــہ: حمله السدی علی الظاھر وعلیه ھول فی تکملة المفاتیح والبیضاوی والمدارك وارشاد العقل وغیرھا ولاشك انه صحیح صاف لاغبار علیه فای حاجة الی ارتکاب تاویلات بعیدة ۱۲ منه	سدی نے اسے ظاہر پر محمول کیا اور اسی پر اعتماد ہے تکملۃ المفاتیح، بیضاوی، مدارک اور ارشاد العقل وغیرہا میں، اور بیشک یہ صحیح صاف ہے اس پر کچھ غبار نہیں تو پھر تاویلات بعیدہ کے ارتکاب کی کیا حاجت ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] کنز الفوائد

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۱۸

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۲

الْعٰبِدِیْنَ ۝ "[1]	پوجنے والا ہوں۔

تو قطعاً دو خدا کا امکان ہوا اگرچہ منافی گیر ہو کر امتناع بالغیر ٹھہرے اور جب ایک ممکن ہو تو کروڑوں ممکن کہ قدرت خدا کو انتہا نہیں ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

خامساً ملائے دہلی کا خدائے موہوم کہاں کہاں آدمی کی حرص کرے گا، آدمی کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے، پاخانہ پھرتا ہے، پیشاب کرتا ہے، آدمی قادر ہے کہ جس چیز کو دیکھنا نہ چاہے انکھیں بند کرلے، سننا نہ چاہے کانوں میں انگلیاں دے لے، آدمی قادر ہے کہ آپ کو دریا میں ڈوبو دے آگ سے جلالے، خاک پر لیٹے کانٹوں پر لوٹے، رافضی ہوجائے، وہابی بن جائے، مگر ملائے ملوم کا مولائے موہوم یہ سب باتیں اپنے لے کرسکتا ہوگا، ورنہ عاجز ٹھہرے گا اور کمال قدرت میں آدمی سے گھٹ رہے گا،

اقول غرض خدائی سے ہر طرح ہاتھ دھو بیٹھنا ہے نہ کرسکا تو حضرت کے زعم میں عاجز ہوا اور عاجز خدا نہیں کرسکا تو ناقص ہوا ناقص خدا نہیں۔ محتاج ہوا محتاج خدا نہیں۔ ملوث ہوا ملوث خدا نہیں۔ تو شمس و مس کی طرح اظہر و ازہر کہ دہلوی بہادر کا یہ قول ابتر حقیقۃً انکار خدا کی طرف منجر،

"مَاقَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ؕ "[2]، والعیاذ باللہ من اضلا الشیطن۔	انھوں نے اللہ تعالٰی کی صحیح قدر نہیں کی، اور شیطان کی گمراہی سے اللہ تعالٰی کی پناہ۔ (ت)

مگر "سبحان ربنا" ہمارا سچا خدا سب عیبوں سے پاک اور قدرت علی المحال کی تہمت سراپا ضلال سے کمال منزہ عالم اور عالم کے اعیان اعراض، ذوات، صفات، اعمال، اقوال، خیر شر صدق کذب حسن قبیح سب اسی کی قدرت کاملہ وارادہ الیہ سے ہوتے ہیں نہ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہ کسی کی قدرت اس کی قدرت کے ہمسر نہ اپنے لئے کسی عیب پر قادر ہونا اس کی شان قدوسی کے لائق و درخور،

تعالٰی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا ٥ وسبحن اللہ بکرۃ واصیلا، والحمد للہ حمد کثیرا۔	اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں، صبح وشام اللہ تعالٰی کی تقدیس و پاکیزگی ہے اور تمام اور کثیر حمد اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ (ت)

ثم اقول: ذہن فقیر میں ان پانچ کے علاوہ ہذیان مذکور پر اور ابحاث دقیقہ کلامیہ ہیں جن کے ذکر کے لئے مخاطب قابل فہم دقائق درکار نہ وہ حضرات جن میں اجلہ واکابر کا مبلغ علم سیدھی سیدھی

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۱

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۴

نفس عبارت مشکوٰۃ وغیرہ سن سنا کر اجازت وسند کی داد وستد تابہ اذلہ واصاغر چہ رسد، **امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم واللہ الھادی وولی الایادی** (ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم لوگوں کی عقل کے مطابق کلام کریں، اللہ تعالٰی ہی ہادی اور مدد کا مالک ہے۔ت)

ہذیان دوم مولائے نجدیہ:

عدم کذب را از کمالات حضرت حق سبحانہ می شمارند و اورا جل شانہ بآں مدح می کنند بخلاف اخرس و جماد کہ ایشاں راکسے بعدم کذب مدح نمی کند وپرظاہر ست کہ صفت کمال ہمین ست کہ شخصے قدرت بر تکلم بکلام کاذب میدارد وبنابر رعایت مصلحت و مقتضی حکمت بتنزہ از شوت کذب تکلم بکلام کاذب نمی نماید ہماں شخص ممدوح می گردد وبسلب عیب کذب و اتصاف بکمال صدق بخلاف کسے کہ لسان اوماؤف شدہ باشد و تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابقہ للواقع نمی تواند کرد یا شخصے کہ ہرگاہ کلام صادق مے گوید کلام مذکور از وصادر می گردد و ہرگاہ کہ ارادہ تکلم بکلام کاذب می نماید آواز او بند مے گردد یا زبان او ماؤف می شود یا کسے دیگر دہن اور ابند می نماید یا حلقوم اور اخفہ می کنند یا کسے کہ چند قضایا صادقہ رایاد گرفتہ است واصلہ پر ترکیب قضایائے دیگر قدرت نمی دارد و بناء علیہ کلام کاذب از وصادر نمے گردد ایں اشخاص مذکورین نزد عقلا قابل مدح می نشیند بالجملہ عدم تکلم کلام کاذب ترفعا عن عیب الکذب و تنزہا عن التلوث بہ از صفات مدح ست وبنا عجز از تکلم بکلام کاذب ہیچ گونہ از صفات مدائح نیست یا مدح آں بسیار	عدم کذب کو اللہ تعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں اور اس جل شانہ کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہیں بخلاف گونگے اور جماد کے، ان کی کوئی عدم کذب سے مدح نہیں کرتا اور یہ بات نہایت ظاہر ہے کہ کمال یہی ہے کہ ایک شخص جھوٹے کلام پر قادر تو ہو لیکن بنابر مصلحت اور بتقاضائے حکمت تقدس جھوٹے کلام کا ارتکاب اور اظہار نہ کرے ایسا شخص ہی سلب عیب کذب سے ممدوح اور کمال صدق سے متصف ہوگا بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور جھوٹا کلام کر ہی نہیں سکتا یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کر قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہیں کرسکتا یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے، اس سے وہ صادر ہوتی ہے اور جس جگہ جھوٹا کلام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کی آواز بند ہوجاتی ہے یا اس کی زباں ماؤف ہوجاتی ہے، یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا اس کا کوئی گلا دبا دیتا ہے یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں اور وہ دیگر جملوں پر کوئی قدرت ہی نہیں رکھتا اور اس بناء پر اس سے جھوٹ صادر ہی نہیں ہوتا، یہ مذکور لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں ہیں بالجملہ عیب کذب سے بچنے اور اس میں ملوث ہونے سے محفوظ رہنے کے لئے جھوٹی کلام کا عدم تکلم صفات مدح میں سے ہے اور

ادون ست از مدح اول[1] انتھی بلفظ الرکیک المختل۔	عاجز ہونے کی وجہ سے کلام کاذب سے بچنا کوئی صفات مدح میں سے نہیں یا اس کی مدح ہو بھی تو پہلے سے کم ہوگی (رکیک خلل پذیر عبارت ختم ہوئی)(ت)۔

اس تلمیع باطل وطویل لاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ عدم کذب اللہ تعالٰی کے کمالات و صفات مدائح سے ہے اور صفت کمال و قابل مدح یہی ہے کہ متکلم باوجود قدرت بلحاظ مصلحت عیب وآلائش سے بچنے کو کذب سے باز رہے، نہ کہ کذب پر قدرت ہی نہ رکھے، گونگے یا پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا تو لازم کذب الٰہی مقدور و ممکن ہو۔

اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) اس ہذیان شدید الطغیان کے شنائع و مفاسد حد شمار سے زائد مگر ان توسنیوں بدلگامیوں پر جو تازیانے بنگاہ اولین ذہن فقیر میں حاضر ہوئے پیش کرتا ہوں **وباللہ العصمۃ فی کل حرف وکلمۃ** (ہر حرف اور کلمہ میں اللہ کی عصمت ہے۔ت)

تازیانہ ۱: اقول: العزۃ للہ والعظمۃ للہ واللہ الذی الا الہ الا ھو (عزت اللہ تعالٰی کے لئے اور عظمت اللہ تعالٰی کے لئے ہے، اللہ کی ذات وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ت) "کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝" [2] (کتنا بڑا بول ہے کہ ان کے منہ سے نکلتا ہے نرا جھوٹ کہہ رہے ہیں۔ت) للہ! یہ ظلم شدید وضلال بعید تماشا کردنی کہ جابجا خود اپنی زبان سے کذب کو عیب ولوث کہا جاتا ہے پھر اسے باری عزوجل کے لئے ممکن بتاتا اور اللہ کے جھوٹ نہ بولنے کی وجہ یہ ٹھہراتا ہے کہ حکیم ہے اور مصلحت کی رعایت کرتا ہے لہٰذا **ترفعا عن عیب الکذب وتنزھا عن التلوث بہ** یعنی اس لحاظ سے کہ کہیں عیب دلوث سے آلودہ نہ ہوجاؤں کذب سے بچتا ہے، دیکھو صاف صریح مان لیا کہ باری عزوجل کا عیب دار وملوث ہونا ممکن، وہ چاہے تو ابھی عیبی وملوث بن جائے، مگر یہ امر حکمت و مصلحت کے خلاف ہے اس لئے قصداً پرہیز کرتا ہے **تعالٰی اللہ عما یقولون علوا کبیرا** (اللہ تعالٰی اس سے کہیں بلند ہے جو یہ کہتے ہیں۔ت) اور خود سرے سے اصل مبنائے خود سری دیکھئے، ملائے مقبوح کا یہ املائے مقدوح اس کلام آئمہ کے رد میں ہے کہ کذب نقص ہے اور نقص باری تعالٰی پر محال، اس کے جواب میں فرماتے ہیں، محال بالذات ہونا ہمیں تسلیم نہیں بلکہ ان دلیلوں (یعنی دونوں ہذیانوں) سے ممکن ہے تو کیسی صاف روشن تصریح ہے کہ نہ صرف کذب بلکہ ہر عیب وآلائش کا خدا میں آنا ممکن، واہ بہادر! کیا نیم گردش چشم میں تمام عقائد تنزیہ و تقدیس کی جڑ کاٹ گیا، عاجز، جاہل،

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷، ۱۸

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۵

احمق، جاہل، اندھا، بہرا، ہکلا، گونگا سب کچھ ہونا ممکن ٹھہرا، کھانا، پینا، پاخانہ پھرنا، پیشاب کرنا، بیمار پڑنا، بچہ جننا، اونگھنا، سونا بلکہ مرجانا، مرکے پھر پیدا ہونا سب جائز ہوگیا، غرض اصول اسلام کے ہزاروں عقیدے جن پر مسلمانوں کے ہاتھ میں یہی دلیل تھی کہ مولٰی عزوجل پر نقص وعیب محال بالذات ہیں، دفعۃً سب باطل وبے دلیل ہو کر رہ گئے، فقیر تنزیہ دوم میں زیر دلیل اول ذکر کر آیا کہ یہ مسئلہ کیسی عظمت والا اصل دینی تھا جس پر ہزارہا مسئلہ ذات وصفات بار عزوجل متفرع ومبنی، اس ایک کے انکار کرتے ہی وہ سب اڑ گئے، وہیں شرح مواقف سے گزرا کہ ہمارے لئے معرفت صفات باری کی طرف کوئی راستہ نہیں مگر افعال الٰہی سے استدلال یا یہ کہ اس پر عیوب ونقائص محال، اب یہ دوسرا راستہ تو تم نے خود ہی بند کردیا، رہا پہلا یعنی افعال سے دلیل لانا کہ اس نے ایسی عظیم چیزیں پیدا کردیں اور ان میں یہ حکمتیں ودیعت رکھیں، تو لاجرم ان کا خالق بالبداہۃ علیم وقدیر وحکیم ومرید ہے،

اقول اولا: یہ استدلال صرف انھیں صفات کمال میں جاری جن سے خلق وتکوین کو علاقہ داری باقی ہزار ہا مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ پر دلیل کہاں سے آئے گی، مثلا مصنوعات کا ایسا بدیع ورفیع ہونا ہر گز دلالت نہیں کرتا کہ ان کا صانع صفت کلام یا صفت صدق سے بھی متصف، یا نوم واکل وشرب سے بھی منزہ ہے،

ثانیا: جن صفات پر دلالت افعال وہاں بھی صرف ان کے حصول پر دال، نہ یہ کہ ان کا حدوث ممنوع یا زوال محال، مثلا اس نظم حکیم وعظیم بنانے کے لئے بیشک علم وقدرت وارادہ وحکومت درکار مگر اس سے صرف بناتے وقت ان کا ہونا ثابت ہمیشہ سے ہونے اور ہمیشہ رہنے سے دلیل ساکت، اگر دلائل سمعیہ کی طرف چلیے،

اقول اولا: بعض صفات سمع پر متقدم تو ان کا سمع سے اثبات دور کو مستلزم۔

ثانیا: سمع بھی صرف گنتی کے سلوب وایجابات میں وارد ان کے سوا ہزاروں مسائل کس گھر سے آئیں گے مثلا نصوص شرعیہ میں کہیں تصریح نہیں کہ باری عزوجل اعراض وامراض وبول وبراز سے پاک ہے، اس کا ثبوت کیا ہوگا۔

ثالثا: نصوص بھی فقط وقوع وعدم پر دلیل دیں گے، وجوب استحالہ وازلیت وابدیت کا پتا کہاں چلے گا مثلا "بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۹﴾"[1] "عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾"[2] (سب کچھ جانتا ہے، ہر شی پر قادر ہے۔ت) سے بیشک ثابت کہ اس کے لئے علم وقدرت ثابت یہ کب نکلا کہ ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے، اور ان کا زوال اس سے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۰

محال، یونہی "وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ"[1]۔ (اور وہ کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے۔ت) اور لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ"[2] (اسے نہ اونگھ آئے نہ نیند۔ت) کا اتنا حاصل کہ کھاتا پیتا سوتا اونگھتا نہیں، نہ یہ کہ یہ باتیں اس پر ممتنع، ہاں ہاں ان سب امور پر دلالت قطعی کرنے والا ان تمام دعوائے ازلیت وابدیت ووجوب وامتناع پر بوجہ کامل ٹھیک اترنے والا ہزاروں ہزار مسائل صفات ثبوتیہ وسلبیہ کے اثبات کا یکبارگی سچا ذمہ لینے والا، مخالف ذی ہوش غیر مجنون ومدہوش کے منہ میں دفعۃً بھاری پتھر دے دینے والا نہ تھا مگر وہی دینی یقینی عقلی بدیہی اجماعی ایمانی مسئلہ کہ باری تعالٰی پر عیب ومنقصت محال بالذات۔ جب یہی ہاتھ سے گیا سب کچھ جاتا رہا، اب نہ دین ہے نہ نقل نہ ایمان نہ عقل،

" اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ "[3] " كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "[4]	ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے، اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔(ت)

ہاں وہابیہ نجدیہ کو دعوت عام ہے اپنے مولائے مسلم وامام مقدم کا یہ ہذیان امکان ثابت مان کر ذرا بتائیں تو کہ ان کا معبود بول وبراز سے بھی پاک ہے یا نہیں۔ حاش للہ! امتناع تو امتناع عدم وقوع کے بھی لالے پڑیں گے، آخر قرآن وحدیث میں تو کہیں اس کا ذکر نہیں، نہ افعال الٰہی اس نفی پر دلیل، اگر اجماع مسلمین کی طرف رجوع لائیں اور بیشک اجماع ہے مگر جان برادر! یہ بیشک ہم نے یونہی کہا کہ یہ عیب ہیں اور عیب سے تنزیہ ہر مسلمان کا ایمان تو قطعاً کوئی مسلم ان امور کو روانہ رکھے گا، جب عیب سے تلوث ممکن ٹھہرا تو اب ثبوت اجماع کا کیا ذریعہ رہا، کیا نقل وروایت سے ثابت کروگے، حاشا نقل اجماع درکنار سلفا وخلفا کتابوں میں اس مسئلے کا ذکر ہی نہیں، اگر کہئے بول وبراز کا وقوع ایسے آلات جسمانیہ پر موقوف جن سے جناب باری منزہ، **تو اولا:** ان آلات کے بطور آلات نہ اجزائے ذات ہونے کے استحالہ پر سوا اس وجوب تنزہ کے کیا دلیل جسے تمھارا امام و مولٰی رو بیٹھا۔

ثانیا: توقف ممنوع آخر بے آلات زبان ومردمک وپردہ گوش کلام بصر وسمع ثابت، یونہی بے آلات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۴
[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۵
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶
[4] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

بول وبراز سے کون مانع، اسی طرح لاکھوں کفریات لازم آئیں گے کہ تمھارے امام کا وہ بہتان امکان تسلیم ہو کر قیامت تک ان سے مفر نہ ملے گی۔

کذلک، "لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۚ" [1]	اسی طرح کہ سچ کو سچ کرے اور جھوٹ کو جھوٹا اگرچہ برا مانیں مجرم (ت)

مسلمانوں نے دیکھا کہ اس طائفہ تالفہ کے سردار وامام مدعی اسلام نے کیا بس بویا اور کیا کچھ کھویا اور لاکھوں عقائد اسلام کو کیسے ڈبویا، ہزاروں کفر شنیع وضلال کا دروازہ کیسا کھولا کہ اس کا مذہب مان کر کبھی بند نہ ہوگا۔ پھر دعوی یہ ہے کہ دنیا بھر میں ہمیں موحد ہیں باقی سب مشرک، سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعوی، اور ناقص وعیبی وملوث خدا کے پوجنے والے! کس منہ سے اپنے تراشیدہ موہوم کو حضرت سبحانہ کہتا ہے، سبحان اللہ وہی تو سبحانہ کے قابل جس میں دنیا بھر کے عیبوں آلائشوں کا امکان حاصل، العزۃ للہ میں اپنے رب ملک سبوح قدوس عزیز مجید عظیم جلیل کی طرف بہزار جان وصد ہزار جان براءت کرتا ہوں تیرے اس عیبی آلائش تراشیدہ معبود اور اس کے سب پوجنے والوں سے، مسلمانو! تمھارے رب کی عزت وجلال کی قسم کہ تمھارا سچا معبود جل وعلا، وہ پاک ومنزہ وسبوح وقدوس ہے جس کے لئے تمام صفات کمالیہ ازلًا ابدًا واجب للذات اور اصلا کسی عیب دلوث سے ملوث ہونا جزمًا قطعاً محال بالذات اس کی پاک قدرت اس ناپاک شناعت سے بری ومنزہ کہ معاذاللہ اپنے عیبی وناقص بنانے پر حاصل ہو، "فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝" [2] (کیا ہی اچھا مولا اور کیا ہی اچھا مددگار۔ت) یہ ملائے ملوم کا مولائے موہوم تھا جو اپنے لئے عیوب وفواحش پر قدرت تو رکھتا ہے مگر لوگوں کے شرم ولحاظ یا ہمارے سچے خدا کے قہر وغضب سے ڈر کر باز رہتا ہے۔

"ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝" [3] "لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ۝" [4]۔	کتنا کمزور چاہنے والا اور جس کو چاہا، بیشک کیا ہی برا مولٰی اور بیشک کیا ہی برا رفیق۔ (ت)

او سفید ملوم کذب ظلوم الوہیت ومنقصت باہم اعلٰی درجہ تنافی پر ہیں، الٰہ وہی ہے جس کے لئے جمیع صفات

---

[1] القرآن الکریم ۸/۸

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۸

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۷۳

[4] القرآن الکریم ۲۲/ ۱۳

کمال واجب لذاتہ تو کسی عیب سے اتصاف ممکن ماننا زوال الوہیت کو ممکن جاننا ہے پھر خدا کب رہا،

"وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝" [1] (بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ت) عنقریب ان شاء اللہ تعالٰی تفسیر کبیر سے منقول ہوگا کہ باری تعالٰی کے لئے امکان ظلم ماننے کا یہی مطلب کہ اس کی خدائی ممکن الزوال ہے میں گمان نہیں کرتا کہ اس بیباک کی طرح (مسلمانوں کی تو خدا امان کرے) کسی سمجھ وال کافر نے بھی بے دھڑک تصریح کردی ہو کہ عیب دلوث خدا میں تو آسکتے ہیں مگر بطور ترفع یعنی مشیخت بنی رکھنے کے لئے ان سے دور رہتا ہے ___ صدق اللہ (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

"وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝" [2] "فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ ۝" [3] والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی۔	اور اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، بیشک آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔ (ت)

ثم اقول: طرفہ تماشا ہے کہ خدا کی شان معلم طائفہ کا تو وہ ایمان کہ خدا کے لئے ہر عیب کا امکان اور ارباب طائفہ یوں بے وقت کی چھیڑ کرنا حق ہلکان "کہ تمام امت[عـــہ] کے خلاف حق تعالٰی کے عجز پر عقیدہ ٹھہرانا تو مؤلف کے پیشوایان دین کا ہے مؤلف اس پر اظہار افسوس نہیں کرتا[4]"۔ حضرت! ذرا گھر کی خبر لیجئے وہاں مولائے طائفہ عجز و جہل و ظلم و بخل وسفہ وہزل وغیرہا دنیا بھر کے عیب نقائص کے امکان کا ٹھیکا لے چکے ہیں پھر بفرض غلط

عـــہ: یہ عبارت براہین کے اسی صفحہ ۳ کی ہے جس کا خلاصہ صدر استفتاء میں گزرا یہاں ملا گنگوہی صاحب جناب مؤلف یعنی مکرمنا مولوی عبدالسمیع صاحب مؤلف انوار ساطعہ پر یوں منہ آتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کا عجز مانتے ہو جو محال پر اسے قادر نہیں جانتے ہو اور ہم تو اس کے لئے جھوٹ وغیرہ سب کچھ جائز رکھتے ہیں تو عجز تو نہ ہوا اگرچہ خدائی گئی، ہزار تف اس بھونڈی سمجھ پر، رہا اس مغالطہ عجز کا دنداں شکن حل، وہ اس رسالہ مبارکہ میں جابجا گزرا، سبحان اللہ! محال پر قدرت نہ ہونے کو عجز جاننا الٰہی کیسے نامشخص کی تشخیص ہے، واللہ الھادی ۱۲ عفی عنہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۳۳

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲

[3] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[4] البراہین القاطعہ مسئلہ خلف وعید قدماء میں مختلف فیہ ہے مطبع لے ساڈھور ص ۳

اگر کسی نے ایک جگہ عجز مان لیا تو تمھارے امام کے ایمان عـــہ۱ پر کیا بے جا کیا، ایک امر کہ خدا کے لئے اس سے کروڑ درجہ بدتر ممکن تھا، اس نے خرمن سے ایک خوشہ تسلیم کرلیا پھر کیا قہر کیا مگر تمھارا امام جو خدا کے ناقص عیبی ملوث آلائشی ہوسکنے پر ایمان لایا نہ یہ قابل افسوس نہ خلاف امت ہے، یہ تمھارے پیشوایان دین کی مت ہے، **معاذاللہ** اس امام کی بدولت طائفہ بیچارے کی کیا بری گت ہے،

ثم اقول: اس سے بڑھ کر مظلمہ حائفہ تناقض صریح امام الطائفہ اسی منہ سے خدا کے لئے عیب و تلوث ممکن مانتا ہے، اسی منہ سے کہتا ہے جھوٹ نہ بول سکے تو قدرت جو گھٹ جائے گی، جی گھٹ جائے گی تو کیا آفت آئے گی، آخر جہاں ہزار عیب ممکن تھے اینہم برعلم بس عـــہ۲ ہے یہ کہ رب کریم رؤف ورحیم عزہ مجدہ اپنے اضلال سے پناہ میں رکھے اٰمین اٰمین بجاہ سید الھادین محمد ﷺ الصادق الحق المبین، صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین۔

تازیانہ ۲: اقول: وباللہ التوفیق، ایھا المسلمون! حاشا یہ نہ جاننا کہ باری عزوجل کا عیوب و نقائص سے ملوث ہونا اس شخص کے نزدیک صرف ممکن ہی نہیں ہے، نہیں نہیں بلکہ یقیناً اسے بالفعل ناقص جانتا اور کمال حقیقی سے دور مانتا ہے، اے مسلمان! کمال حقیقی یہ ہے کہ اس صاحب کمال کی نفس ذات مقتضی جملہ کمالات ومنافی تولثات ہو اور قطعاً جو ایسا ہوگا اسی پر ہر عیب ونقصان محال ذاتی ہوگا کہ ذات سے مقتضائے ذات کا ارتفاع یکاذات یا منافی ذات کا اجتماع دونوں قطعاً بدیہی الامتناع، اور بیشک ہم اہلسنت اپنے رب کو ایسا ہی مانتے ہیں، اور بیشک وہ سچے کمال والا ایسا ہی ہے، اس شخص نے کہ اس عزیز جلیل پر عیب و نقصان کا امکان مانا تو قطعاً کمالات کو اس کا مقتضائے ذات نہ جانا تو یہ کمال حقیقی سے بالفعل خالی اور حقیقۃً ناقص وفاقد مرتبہ عالی ہوا، آج وجہ معلوم ہوئی کہ یہ طائفہ تالفہ اپنے آپ کو موحد اور اہلسنت کو مشرک کیوں کہتا ہے، اس کے زعم میں اللہ عزوجل کے لئے اثبات کمالات واجبہ للذات شرک ہے کہ لفظ وجوب جو مشترک ہوجائے گا اگرچہ وجوب بالذات ووجوب للذات کا فرق اس طفل مکتب پر بھی مخفی نہیں جو اربعہ وزجیت کی حالت جانتا ہے، ولہٰذا اس فرقہ ضالہ نے باتباع کرامیہ کمالات الٰہیہ کو مقتضائے

عـــہ۱: وانتظر ماسنلقی علیك ان السفیه قائل با لامکان الوقوعی بالوقوع لابمجرد الامکان الذاتی ۱۲ منه سلمه الله تعالٰی

ہماری آئندہ گفتگو کا انتظار کرو یہ بیوقوف امکان وقوعی بلکہ وقوع کا قائل ہے نہ کہ محض امکان ذاتی کا، ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی۔ (ت)

عـــہ۲: ولاتنس مااشرناك الیه ۱۲منه۔

جس کی طرف ہم نے تمھیں متوجہ کیا ہے اسے مت بھولنا ۱۲منہ (ت)

ذات نہ ٹھہرایا تو جیسے معتزلہ نے تعدد قدماء سے بچنے کو نفی صفات کی اور اپنا نام اصحاب التوحید رکھا، یونہی اس طائفہ جدیدنے اشتراک لفظ وجوب سے بھاگنے کو نفی اقتضائے ذات کی اور اپنا نام موحد تراشا، **وفی ذلك اقول**: ؎

خَسِرَ الَّذِیْنَ بِالْاِعْتِزَا	لِ وَبِالتَّوَهُّبِ جَاءُوا
ذَا اَهْلُ تَوْحِیْدٍ وَذَا	كَ مُوَحِّدٌ غَوَاء
نعم القلوب تشابهت	فتناسب الاسماء [1]

(خسارے میں مبتلا ہیں جو معتزلی اور وہابی بنے، معتزلی اہل توحید اور وہابی موحد گمراہ، ان کے دل ایک جیسے ہیں اور ناموں میں بھی مناسب ہے۔ت)

تنبیہ نبیہ: جہول سفیہ کو جب کہ اس کے استاذ قدیم ابلیس رجیم علیہ اللعن نے یہ نقصان و تلوث باری عزوجل کا مہلکہ سکھایا، تو دوسری کتاب افصاح الباطل مسمّٰی بہ ایضاح الحق میں ترقیق ضلال و شدت نکال کا رستہ دکھایا، یعنی اس میں نہایت دریدہ دہنی مسائل و تقدیس باری تعالٰی عزوجل کو جن پر تمام اہلسنت کا اجماع قطعی ہے صاف بدعت حقیقۃ بتایا، جری بیباک کی وہ عبارتِ ناپاک یہ ہے:

تنزیہ اوتعالٰی اززمان ومکان وجہت واثبات رؤیت بلاجہت ومحاذات وقول بصدور عالم بر سبیل ایجاب واثبات قدم عالم وامثال آں ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد [2] اھ ملخصا۔	زمان، مکان، جہت اور رؤیت بلاجہت ومحاذات سے اللہ تعالٰی کو پاک کہنا اور جہاں کا صدور بطور ایجاب وعالم کا قدم ثابت کرنا اور ایسے دیگر امور یہ تمام حقیقی بدعات ہیں جبکہ مذکور اعتقاد والے لوگ ان مذکورہ امور کو دینی عقائد میں شمار کرتے ہیں اھ ملخصا (ت)

دیکھو کیسا بے دھڑک لکھ دیا کہ اللہ عزوجل کی یہ تنزیہیں کہ اسے زمانہ ومکان وجہت سے پاک جاننا اور اس کا دیدار بلاکیف حق ماننا سب بدعت حقیقیہ ہیں، سچ ہے جب اللہ تعالٰی کے لئے ہر عیب وآلائش کو ممکن ماننا سنت ملعونہ امام نجدیہ ہے تو اس عزیز مجید جل مجدہ کی تنزیہ وتقدیس آپ ہی بدعت حقیقیہ شریعت

---

[1] الدیوان العربی بساتین الغفران رضا دار الاشاعت لاہور ص ۱۴۷

[2] ایضاح الحق الصریح (مترجم اردو) فائدہ اول ان امور کا بیان جو بدعت حقیقیہ میں داخل ہیں قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۷۸، ۷۷

وہابیہ ہوگی، وہی حساب ہے ع

کہ تو ہم در میان ما تلخی

(کہ تو بھی مصیبت میں مبتلا ہے۔ت)

مشرکین بھی تو دین اسلام کو بدعت بتاتے تھے،

"مَاسَمِعْنَابِهٰذَافِي الْمِلَّةِالْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۚ" [1]	یہ تو ہم نے سب سے پچھلے دین نصرانیت میں بھی نہ سنی یہ تو نری نئی گھڑت ہے(ت)

خیر یہاں تک تو نری بدعت ہی بدعت تھی، آگے شراب ضلالت تیز و تند ہو کر اونچی چڑھی اور نشے کی ترنگ کیف کی امنگ دون پر آکر کفر تک بڑھی کہ اللہ عزوجل کا پاک ومنزہ اور دیدار الٰہی کو بے جہت ومقابلہ ماننے کو مخلوقات کے قدیم جاننے اور خالق کو بے اختیار ماننے کے ساتھ گنا اور اسے ان ناپاک مسئلوں کے ساتھ کہ باجماع مسلمین کفر محض ہیں، ایک حکم میں شریک کیا، اب کیا کہا جائے سوا اس کے کہ "وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" [2] (اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے،ت) **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**، اچھے امام اور اچھے ماموم ع

مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

تازیانہ ۳: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) سفیہ سحیق کی اور جہالت وضلالت دیکھئے خود مانتا جاتا ہے کہ صدق اللہ عزوجل کی صفات کمالیہ سے ہے، حیث قال صفت کمال ہمیں ست [3] الخ (جہاں اس نے یہ کہا صفت کمال یہی ہے الخ۔ت) پھر اسے امر اختیاری جانتا ہے کہ باری تعالٰی نے باوجود قدرت عدم برعایت مصلحت بطور ترفع اختیار فرمایا، اہل سنت کے مذہب میں اللہ عزوجل کے کمالات اس کے یا کسی کے قدرت واختیار سے نہیں بلکہ باقتضائے نفس ذات بے توسط قدرت وارادہ واختیار اس کی ذات پاک کے لئے واجب ولازم ہیں نہ کہ **معاذاللہ** وہ اس کی صنعت یا ان کا عدم اسکے زیر قدرت، تمام کتب کلامیہ اس کی تصریح سے مالا مال، وہ احادیث وآثار تمھارے کان تک بھی پہنچے ہوں گے جن میں کلام الٰہی کو باختیار الٰہی ماننے والا کافر ٹھہرا ہے، اور عجب نہیں کہ بعض ان میں سے ذکر کروں، مجھے یہاں حیرت ہے کہ اس بیباک بدعتی کو کیونکر الزام دوں، اگر یہ کہتا ہوں کہ صفات کمالیہ الٰہی کا اختیاری اور ان کے عدم کا زیر قدرت

---

[1] القرآن الکریم ۳۸/ ۷

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] رسالہ یکروزی (فارسی) فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

باری نہ ہونا ائمہ اہلسنت کا مسئلہ اجماعی ہے تو اس نے جیسے اوپر مسائل اجماعیہ تنزیہ وتقدیس کو بدعت حقیقیہ لکھ دیا یہاں کہتے کون اس کی زبان پکڑتا ہے کہ ائمہ اہل سنت سب بدعتی تھے، اور اگریوں دلیل قائم کرتا ہوں کہ صفت کمال کا اختیاری اور اس کے عدم کا زیر قدرت ہونا مستلزم عیب ومنقصت ہے کہ جب کمال اختیاری ہوا کہ چاہے حاصل کیا یا نہ کیا تو عیب ونقصان روا ٹھہرا اور مولٰی سبحانہ وتعالٰی کا موصوف بصفات کمالیہ ہونا کچھ ضروری نہ ہوا تو یہ اس بدمشرب کا عین مذہب ہے وہ صاف لکھ چکا کہ باری عزوجل میں عیب وآلائش کا ہونا ممکن، مگر ہاں ان پیروؤں سے اتنا کہوں گا کہ آنکھ کھول کر دیکھتے جاؤں کس معتزلی کرامی کو امام جانتے ہو جو صراحۃً عقائد اجماعیہ اہل سنت وجماعت کو رد کرتا جاتا ہے، پھر نہ کہنا کہ ہم سنی ہیں۔

تنبیہ نبیہ: حضرت نے صفات کمالیہ باری جل وعلا کا اختیاری ہونا کچھ فقط صفت صدق ہی میں نہ لکھا بلکہ مستلزم علم الٰہی میں بھی اس کی تصریح کی، کتاب تقویۃ الایمان مسمّٰی بہ تقویت الایمان، ع

بر عکس نہند نام زنگی کافور

(سیاہ حبشی کا نام الٹ کر کافور رکھتے ہیں۔ت)

میں صاف لکھ دیا: "غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہیئے کرلیجئے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے"[1]

حاشا اللہ! اللہ عزوجل پر صریح بہتان ہے، دیکھو یہاں کھلم کھلا اقرار کرگیا کہ اللہ تعالٰی چاہے تو علم حاصل کرلے چاہے جاہل رہے، شاباش بہادر، اچھا ایمان رکھتا ہے خدا پر، اہل سنت کے مذہب میں ازلاً ابداً ہر بات کو جاننا ذات پاک کو لازم ہے کہ نہ وہ کسی کے ارادہ واختیار سے نہ اس کا حاصل ہونا یا زائل ہوجانا کسی کے قابو واقتدار میں، پیروصاحبو! ذرا پیر طائفہ کی بدمذہبیاں گنتے جاؤ اور اپنے امام معظم کے لئے ہم اہلسنت کے امام اعظم ہمام امام الائمہ سراج الامہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ارشاد واجب الانقیاد کا تحفہ لو، فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

صفاته تعالٰی فی الازل غیر محدثة ولامخلوق فمن قال انها مخلوقة او محدثة اووقف فیها اوشك فیها فهو کافر باللّٰه تعالٰی[2]۔	صفات الٰہی ازلی ہیں، نہ حادث نہ کسی کے مخلوق تو جو انھیں مخلوق یا حادث بتائے یا ان میں تردد کرے یا شک لائے وہ کافر ہے اور اللہ تعالٰی کا منکر۔

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی ردالاشراك فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۴

[2] الفقۃ الاکبر مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۴

اقول: وجہ اس کی وہی ہے کہ صفات مقتضائے ذات توان کا حادث وقابل فنا ہونا ذات کے حدوث وقابلیت کو مستلزم، اور یہ عین انکار ذات ہے، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

تازیانہ ۴: اقول: وباللہ التوفیق جب صدق الٰہی اختیاری ہوا اور قرآن عظیم قطعًا اس کا کلام صادق، تو واجب کہ قرآن مجید اللہ تعالٰی کا مقتضائے ذات نہ ہو، ورنہ قرآن لازم ذات ہوگا اور صدق لازم قرآن اور لازم لازم لازم، اور لازم کا اختیاری ہونا بداہۃ باطل اور باجماع مسلمین جو کچھ ذات ومقتضائے ذات کے سوا ہے، سب حادث ومخلوق تو دلیل قطعی سے ثابت ہوا کہ مولائے وہابیہ پر قرآن عظیم کو مخلوق ماننا لازم، اس بارے میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود عـــہ[1] وعبداللہ بن عباس عـــہ[2]، وجابر بن عبداللہ عـــہ[3]، وابو درداء عـــہ[4]، وحذیفہ بن الیمان عـــہ[5]، وعمر بن حصین عـــہ[6]، ورافع بن خدیج عـــہ[7]، وابو حکیم شامی عـــہ[8]، وانس بن مالک عـــہ[9]، وابوہریرہ عـــہ[10] دس صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کی حدیثوں سے مروی ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قرآن مجید

عـــہ۱: الشیرازی فی الالقاب والخطیب ومن طریقہ ابن الجوزی بوجہ اٰخر ۱۲ منہ
شیرازی نے القاب میں، خطیب نے اور ابن جوزی نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۲: ابو نصر السجزی فی الابانۃ عن اصول الدیانۃ ۱۲ منہ۔
ابو نصر السجزی نے الابانۃ عن اصول الدیانۃ میں ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۳: اخرج عنہ الخطیب ۱۲ منہ
ان سے خطیب نے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۴: الدیلمی فی مسند الفردوس ۱۲ منہ۔
دیلمی نے مسند الفردوس میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۵: الشیرازی فی الالقاب والدیلمی فی مسند الفردوس بوجہ اٰخر ۱۲ منہ
شیرازی نے القاب میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔ ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۶: الدیلمی من طریق الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ۱۲ منہ
دیلمی نے امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی سند سے نقل کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۷: کالذی قبلہ ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی
یہ پہلے کی ہی مثل ہے ۱۲ منہ سلمہ اللہ تعالٰی (ت)

عـــہ۸: روی عنہ الخطیب ۱۲ منہ
خطیب نے ان سے نقل کیا ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۹: الدیلمی وھو عند الخطیب بوجہ اٰخر ۱۲ منہ۔
دیلمی میں ہے اور خطیب نے اسے ایک اور سند سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۱۰: ابن عدی فی الکامل ۱۲ منہ
ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

کے مخلوق کہنے والے کو کافر بتایا، مگر از انجا کہ ائمہ محدثین کو ان عــہ احادیث میں کلام شدید ہے، لہٰذا آثار و اقوال صحابہ کرام و تابعین عظام وائمہ اعلام علیہم رضا المنعام استماع کیجئے۔

(ارشاد ۱ تا ۱۰) امام لالکائی کتاب السنہ میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں:

انبأنا الشیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ انبأنا عمر بن احمد الواعظ حدثنا محمد بن ھارون الحضرمی حدثنا القاسم بن العباس الشیبانی حدثنا سفیان بن عیینة عن عمرو بن دینار قال ادرکت تسعة من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقولون من قال القراٰن مخلوق فھو کافر [1]۔	ہمیں خبر دی شیخ ابو حامد بن ابی طاہر الفقیہ نے انھیں خبر دی عمر بن احمد الواعظ نے انھیں خبر دی محمد بن ہارون الحضرمی نے انھیں خبر دی قاسم بن عباس الشیبانی نے ان سے بیان کیا سفیان بن عیینہ نے کہ حضرت عمرو بن دینار فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نو صحابہ کو پایا کہ فرماتے تھے جو قرآن کو مخلوق بتائے وہ کافر ہے۔

عــہ: البیھقی فی الاسماء والصفات اسانیدہ مظلمة لا ینبغی ان یحتج بشیئ منھا ولا ان یستشھد بھا [2] ابن الجوزی فی الموضاعات موضوع [3] الذھبی فی المیزان والحافظ فی اللسان والسخاوی فی المقاصد باطل [4] القاری فی المنح لااصل لہ [5] السیوطی فی اللاٰلی فما رأیت لھذا الحدیث من طب [6] ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔	بیہقی نے "الاسماء والصفات" میں کہا ان میں سے کسی کے ساتھ بھی استدلال واستشہاد درست نہیں، ابن جوزی نے موضاعات میں موضوع قرار دیا ذہبی نے میزان میں اور حافظ نے لسان میں اور سخاوی نے مقاصد میں باطل کہا، علی قاری نے المنح میں کہا اس کی کوئی اصل نہیں، سیوطی نے اللآلی میں کہا میں نے اس حدیث کی کوئی صحت نہ پائی ۱۲ منہ سلمہ ربہ (ت)

---

[1] اللآلی المصنوعة بحوالہ اللالکائی فی السنة کتاب التوحید دار المعرفة بیروت ۱/ ۸

[2] المقاصد الحسنہ بحوالہ الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[3] موضوعات ابن الجوزی کتاب التوحید دار الفکر بیروت ۱/ ۱۰۸

[4] المقاصد الحسنہ حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۴

[5] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر القرآن غیر مخلوق الخ مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[6] اللآلی المصنوعة کتاب التوحید دار المعرفة بیروت ۱/ ۶

(۱۱) بیہقی کتاب الاسماء والصفات میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن آباءہ الکرام سے راوی کہ مخلوقیت قرآن ماننے والے کی نسبت فرماتے، **انہ یقتل ولایستتاب**[1] اسے قتل کیا جائے اور اس سے توبہ نہ لیں۔

(۱۲) اسی میں امام علی بن مدینی سے منقول: **انہ کافر**[2] (وہ کافر ہے۔ت)

(۱۳) اسی میں امام مالک سے مروی: **کافر فاقتلوہ**[3] کافر ہے اسے قتل کرو۔

(۱۴) جزء الفیل میں یحیٰی بن ابی طالب سے رایت:

من زعم ان القرآن مخلوق فھو کافر[4]۔ ذکر ھذہ الاربع مام السخاوی فی المقاصد الحسنۃ۔	جو قرآن کو مخلوق کہے کافر ہے، (ان چاروں کا ذکر امام سخاوی نے "المقاصد الحسنہ" میں کیا ہے۔ت)

(۱۵) ابن امام احمد کتاب السنہ میں فرماتے ہیں:

من قال القراٰن مخلوق فھو عندنا کافر لان القراٰن من صفۃ اللہ[5]۔	قرآن کو مخلوق کہنے والا ہمارے نزدیک کافر ہے کہ قرآن خدا کی صفتوں سے ہے۔

(۱۶) امام عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:

من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق[6]۔	جو قرآن کو مخلوق کہے وہ بے دین ہے۔

(۱۷) امام سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ من قال مخلوق فھو کافر[7].	قرآن کلام الٰہی ہے جو اسے مخلوق کہے کافر ہے۔

(۱۸) عبداللہ بن ادریس کے سامنے خلق قرآن ماننے والوں کا ذکر ہوا کہ اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں

---

[1] المقاصد بحوالہ البیہقی فی الاسماء والصفات تحت حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵

[2] المقاصد الحسنہ بحوالہ علی ابن مدینی تحت حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵

[3] المقاصد الحسنہ بحوالامام مالك تحت حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵

[4] المقاصد الحسنہ بحوالہ جزء الفیل عن یحیٰی بن ابی طالب تحت حدیث ۷۶۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۳۰۵

[5] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ کتاب السنۃ القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

[6] الحدیقہ الندیہ عبداللہ ابن مبارك کتاب السنۃ القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

[7] الحدیقۃ الندیۃ سفیان بن عینیہ کتاب السنۃ القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

فرمایا:

کذبوا لیس ھؤلاء بموحدین ھؤلاء زنادقۃ من زعم ان القراٰن مخلوق فقد زعم ان اللہ مخلوق ومن زعم ان اللہ مخلوق فقد کفر ھؤلاء زنادقۃ[1]۔	جھوٹے ہیں وہ موحد نہیں زندیق ہیں جس نے قرآن کو مخلوق کہا اس عــہ نے خدا کو مخلوق کہا اور جس نے خدا کو مخلوق کہا کافر ہوا، یہ بے دین ہیں۔

(۱۹تا۲۱) وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین فرماتے ہیں: **من قال القراٰن مخلوق فھو کافر**[2] (جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ت)

(۲۲) ابن ابی مریم نے فرمایا: **من زعم ان القراٰن مخلوق فھو کافر**[3] (جو قرآن کو مخلوق مانے وہ کافر ہے۔ت)

(۲۳و۲۴) شبابہ بن سور وعبدالعزیز بن ابان قرشی فرماتے ہیں:

القرآن کلام اللہ ومن زعم انہ مخلوق فھو کافر[4]۔	قرآن کلام اللہ ہے جو اسے مخلوق مانے کافر ہے۔

(۲۵) امام یزید بن ہارون نے فرمایا:

واللہ الذی لا الٰہ الا ھوا لرحمٰن الرحیم عالم الغیب والشھادۃ من قال القراٰن مخلوق فھو زندیق[5]۔ اورد ھذہ الاواخر فی	قسم اللہ کی جس کے سوا کوئی سچا معبود نہیں بڑا مہربان رحمت والا حاضر غائب سب سے خبردار کہ جو کوئی قرآن کو مخلوق کہے زندیق ہے (ان آخری اقوال کا

عــہ: **اقول:** وجہ ملازمت ظاہر ہے کہ ہر مخلوق حادث اور قرآن لازم ذات اور حدوث لازم حدوث ملزوم کو مستلزم اور ہر حادث مخلوق تو خلق صفت ماننے کو خلق ذات ماننا لازم، حضرات نجدیہ غور کریں لازم شنیع یعنی **معاذاللہ** ذات باری کا حادث و مخلوق ہونا ان کے امام پر بھی لازم آیا یا نہیں غنیمت جانیں کہ لازم قول قول نہیں ہوتا ۱۲ **منہ دام فیضہ**

---

[1] الحدیقۃ الندیہ بحوالہ عبداللہ بن ادریس القرآن کلام اللہ تعالٰی غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۷

[2] الحدیقۃ الندیہ بحوالہ وکیع بن الجراح ومعاذ بن معاذ ویحیٰی بن معین مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۸، ۲۵۷

[3] الحدیقۃ الندیہ بحوالہ ابن ابی مریم القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۸

[4] الحدیقۃ الندیہ بحوالہ شبابہ بن سوار وعبدالعزیز بن ابان القرشی القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۸

[5] الحدیقۃ الندیہ بحوالہ یزید بن ہارون القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۵۸، ۲۵۷

الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية للعلامة النابلسی۔	تذکرہ علامہ نابلسی نے الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ میں کیا۔ت)

(۲۶) سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وصایا میں فرماتے ہیں:

من قال ان کلام اللہ مخلوق فهو کافر باللہ العظیم [1]۔	جو قرآن کو مخلوق کہے اس نے عظمت والے خدا کے ساتھ کفر کیا۔

(۲۷) امام فخر الاسلام فرماتے ہیں:

قد صح عن ابی یوسف انه قال ناظرت اباحنیفة رحمه الله تعالٰی فی مسئلة خلق القراٰن فاتفق رأیي ورأیه علی ان من قال بخلق القراٰن فهو کافر [2]۔	امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ انھوں نے فرمایا میں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ خلق قرآن میں مناظرہ کیا بالاخر میری اور ان کی رائے متفق ہوئی کہ خلق قرآن ماننے والا کافر ہے۔

(۲۸) مولانا علی قاری شرح فقہ اکبر میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

صح هذا القول ایضا عن محمد [3]۔	یہ قول امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی سے بھی بسند صحیح مروی ہوا۔

(۲۹و۳۰) فصر عمادی پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فهو کافر [4] الخ۔	جس نے قرآن کے مخلوق ہونے کا قول کیا وہ کافر ہے۔(ت)

(۳۱) خلاصہ میں ہے:

معلم قال تا قرآن آفریدہ شدہ است پنج شنبی نہادہ شدہ است یکفر [5] الخ۔	اگر معلم نے کہا جب سے قرآن پیدا کیا گیا جمعرات بنائی گئی تو کافر ہوجائے گا الخ۔(ت)

[1] وصیت نامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ملک سراج الدین اینڈ سنز کشمیری بازار لاہور ص ۲۹و۳۰

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر بحوالہ فخر الاسلام القرآن کلام اللہ غیر مخلوق مصطفی البابی مصر ص ۲۶

[4] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۶

[5] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الفاظ الکفر الجنس التاسع فی القرآن مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۴/ ۳۸۸

(۳۲) خزانۃ المفتین میں ہے:

من قال بخلق القراٰن فھو کافر .سئل نجم الدین النسفی عن معلمۃ قالت تاقراٰن افریدہ شد است سیم پنچ شنبی استادنہادہ شدہ است،ھل یقع فی نکاحہا شبھۃ قال نعم لانہا قالت بخلق القرآن [1] ۔	جس نے خلق قرآن کا قول کیا تو وہ کافر ہے۔امام نجم الدین نسفی سے ایک معلّمہ کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کہا جب قرآن پیدا کیا گیا تیسویں جمعرات استاد رکھا گیا اس معلّمہ کے نکاح میں کوئی شبہ واقع ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے خلق قرآن کا قول کیا ہے۔(ت)

ایہا المسلمون! امام وہابیہ کے صرف ایک قول کے متعلق صحابہ وتابعین وائمہ مجتہدین وعلمائے دین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے یہ بتیس فتوے ہیں جن کی رو سے اس پر کفر لازم عـــہ، اور اس کے بہت سے اقوال کہ اس کے مثل یا اس سے بھی شنیع تر ہیں، ان کا کہنا ہی کیا ہے ع

قیاس کن زگلستان او بہارش را

(باغ پر اس کی بہار کو قیاس کرو۔ت)

اللہم انا نسئلک الختام علی الایمان والسنۃ،اٰمین اٰمین یاعظیم المنۃ۔	اے اللہ! ہم تجھ سے ایمان اور سنت پر خاتمہ مانگتے ہیں، اے عظیم احسان فرمانے والے! قبول فرما، قبول فرما! (ت)

یہ چار تازیانے خاص اس امر کے اظہار میں تھے کہ مولائے نجدیہ نے اس ایک قول میں کتنی کتنی بدمذہبیاں کیں، معتزلیت کرامیت وغیرہما کس کس طرح کی ضلالتیں لیں، کیسا کیسا عقائد اجماعیہ اہل سنت کو جھٹلایا، اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی وبے ادبی کو کس نہایت تک پہنچایا، جب بحمد اللہ تضلیل متدل سے فراغت پائی

عـــہ: لیحمدوا ان المحققین فرقوا بین اللزوم و الالتزام ثم الایکفیہ مافی ھذا من خسار کامل وبوار تام والعیاذ باللہ ذی الجلال والاکرام ۱۲منہ۔	محققین نے لزوم اور التزام کے درمیان فرق کیا ہے یہ غنیمت جانیں پھر کیا اسی میں کامل خسارہ اور مکمل ہلاکت کافی نہیں صاحب جلال واکرام ہی کی پناہ ہے ۱۲منہ (ت)

[1] خزانۃ المفتین فصل فی الفاظ الکفر قلمی نسخہ ۱/ ۱۹۷

بتوفیق تعالٰی تذلیل دلیل کی طرف چلئے یعنی اس ہذیان دوم میں جو اس نے امکان کذب باری پر ایک فریبی مغالطہ دیا، اس کا رد بلیغ سنئے، ذرا اس کی تقریر مغالطہ پر پھر ایک نظر ڈال لیجئے کہ تازہ ہو جائے، حاصل اس کلام پریشان کا یہ تھا کہ عدم کذب باری تعالٰی کہ صفات کمال سے ہے، جس سے اس کی مدح کی جاتی ہے، در صفت عـــہ۱ کمال و قابل مدح ہے کہ کذب پر قادر ہو کر اس سے بچے، سرے سے قدرت ہی نہ ہوئی، تو عدم کذب میں کیا خوبی ہے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ جھوٹ نہیں بولتا۔ یوہیں جو کذب کا ارادہ کرے مگر کسی مانع کے سبب بول نہ سکے عقلا اس کی بھی مدح نہ کریں گے۔ اب بتوفیق اللہ تعالٰی پہلے تقوض اجماع لیجئے، پھر حل مغالطہ کا مژدہ دیجئے۔ واللہ الھادی وولی الایادی (اللہ تعالٰی ہی ہادی ہے اور مدد کا مالک ہے۔ ت)

تازیانہ ۵: رب عزوجل فرماتا ہے: "وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ" [1] میں بندوں کے حق میں ستمگر نہیں۔ اور فرماتا ہے: "وَلَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا" [2] تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اور فرماتا ہے: "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ" [3] بیشک اللہ تعالٰی ایک ذرے برابر ظلم نہیں فرماتا۔

اقول: ان آیات میں مولٰی عزوجل نے عدم ظلم سے اپنی مدح فرمائی، کیوں عـــہ۲ ملاجی! بھلا جو ظلم پر

عـــہ۱: **اقول:** اس احمق کا سارا ہذیان دفع کرنے کو صرف اتنا جملہ کافی جو تنزیہ دوم میں زیر دلیل بست وچہارم گزرا کہ اللہ عزوجل پر ہر وہ شے بھی محال جو کمال سے خالی ہو اگرچہ نقص نہ رکھتی ہو ظاہر ہے کہ نفی کمال سے مدح ہونے سے رہی مدح اس کی نفی سے ہوگی جو کمال نہیں، اور جو کچھ نہیں وہ باری عزوجل کے لئے محال، ایمان ٹھیک ہو تو یہی دو حرف بس ہیں ۱۲ منہ

عـــہ۲: **بحمد اللہ** یہ نقض نہ رفیع بدیع ملائے شفیع کی ساری تقریر فظیع کو سراپا حاوی جس سے اس کے ہذیانوں کا ایک حرف نہ بچ سکے، اس تقریر پریشان کو پیش نظر رکھ لیجئے اور یوں کہہ چلئے ظلم الٰہی محال نہیں ورنہ لازم آئے کہ قدرت انسانی قدرت ربانی سے زائد ہو کہ ظلم و ستم اکثر آدمیوں کی قدرت میں ہے، ہاں ظلم خلاف حکمت ہے تو ممتنع بالغیر ہو، اسی لئے عدم ظلم کو کمالات حضرت حق سبحانہ سے گنتے اور اس سے اس کی تعریف کرتے ہیں۔ بخلاف شجر و حجر کہ انھیں کوئی عدم ظلم سے ستائش نہیں کرتا اور ظاہر ہے کہ صنعت کمال یہی ہے کہ ظلم پر قدرت تو ہو مگر برعایت مصلحت ومقتضائے حکمت الائش ستمگاری سے بچنے کو ظلم نہ کرے، ایسا ہی (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[2] القرآن الکریم ۱۸/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۴/ ۴۰

قدرت ہی نہ رکھے اس کی بے ظلمی کی کیا تعریف، یوں تو پتھر کی بھی ثنا کیجئے کہ ظلم نہیں کرتا، اسی طرح جو صوبہ چاہے مگر حاکم بالا کا خوف مانع آئے اسکی بھی مدح نہ کریں گے۔ تولاجرم باری عزوجل کو ظلم پر قادر رکھئے گا، **سبحان اللہ!** تم سے کیا دور جب کذب وغیرہ وآلائش پر قدرت مان چکے تو ظلم میں کیا ستم رکھا ہے مگر اتنا سمجھ لیجئے کہ ظلم کہتے ہیں ملک غیر میں تصرف بے جا کو، جب باری سبحانہ و تعالیٰ کو اس پر قادر مانئے گا تو پہلے بعض اشیاء کو اس کی ملک سے خارج اور غیر کی ملک مستقل مان لیجئے، مسلمانوں کو تو بزور زبان زور و بہتان مشرک کہتے ہو خود سچے پکے کافر بن جائے، **قال تعالیٰ**:

"لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" [1] اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں۔ **وقال تعالیٰ**:

"قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قُلْ لِّلّٰهِ" [2] تو فرماؤ کس کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تو فرماؤ اللہ تعالیٰ کا ہے، **وقال تعالیٰ**: "اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ" [3] کیا ان کا ساجھا ہے آسمانوں میں، ولہٰذا اہل سنت وجماعت کا اجماع قطعی قائم کہ باری جل مجدہ سے ظلم ممکن ہی نہیں۔ شرح فقہ اکبر میں ہے:

لایوصف اللہ تعالیٰ بالقدرۃ علی الظلم لان المحال لایدخل تحت القدرۃ وعند	باری تعالیٰ کو ظلم پر قادر نہ کہا جائے گا کہ محال زیر قدرت نہیں آتا، اور معتزلہ کے نزدیک قادر

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) شخص سلب عیب ظلم واتصاف کمال عدل سے ممدوح ہوگا بخلاف اس کے جس کے اعضاء وجوارح بیکار ہوگئے ہوں کہ ظلم کر ہی نہیں سکتا یا قوت متفکرہ فاسد ہوگئی ہے کہ معنی ظلم سمجھنے اور اس کا قصد کرنے ہی سے عاجز ہے یا وہ شخص کہ جب عدل وانصاف کا حکم دے تو یہ حکم اس سے صادر ہو اور جب ظلم کا حکم چاہے آواز بند ہوجائے یا زبان نہ چلے یا کوئی منہ بند کرلے یا گلا دبادے یا ایک شخص کسی سے سیکھ کر حکم کرتا ہے آپ حکم دینا جانتا ہی نہیں اور وہ بتانے والا اسے احکام عدل وانصاف ہی بتاتا ہے اس وجہ سے ظلم صادر نہیں ہوتا، یہ لوگ عقلاء کے نزدیک قابل مدح نہیں بالجملہ عیب ظلم سے ترفع اور اس کی آلائش سے تنزہ کے لئے ظلم نہ کرنا ہی صفت مدح ہے اور عجز ہو تو کچھ مدح نہیں، یا اسکی مدح پہلے کی مدح سے بہت کم ہے **انتہٰی** ملاحظہ کیجئے نقص اسے کہتے ہیں کہ نام کو لگی نہ رکھے **واللہ الموفق ۱۲ منہ سلمہ**

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۴ و ۴/ ۱۲۶

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۲

[3] القرآن الکریم ۳۵/ ۴۰ و ۴۶/ ۴

المعتزلۃ انہ یقدر ولایفعل[1]۔	ہے اور کرتا نہیں۔

بیضاوی وعمادی وغیرہما تفاسیر میں ہے:

الظلم یستحیل صدورہ عنہ تعالٰی[2] اھ ملخصاً۔	اللہ تعالٰی سے ظلم صادر ہونا محال ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے: الظلم محال منہ تعالٰی[3] اللہ تعالٰی سے ظلم محال ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے:

الذی یدل علی ان الظلم محال من اللہ تعالٰی ان الظلم عبارۃ عن التصرف فی ملك الغیر، والحق سبحانہ لایتصرف الافی ملك نفسہ فیمتنع کونہ ظالما وایضاً الظالم لایکون الھا والشیئ لایصح الااذا کانت لوازمہ صحیحۃ فلوصح منہ الظلم لکان زوال الٰھیتہ صحیحاً وذٰلك محال[4] اھ ملخصاً۔	ظلم الٰہی محال ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ظلم ملک غیر میں تصرف عـــہ۱ سے ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالٰی جو تصرف کرے یا اپنی ہی ملک میں کرتا ہے تو اس کا ظلم ہونا محال اور نیز ظالم عـــہ۲ خدا نہیں ہوتا اور شے جبھی ممکن ہوتی ہے کہ اس کے سب لوازم ذاتیہ ممکن ہوں، تو اگر ظلم الٰہی ممکن ہو تو لازم ظلم یعنی زوال الوہیت بھی ممکن ہو یہ محال ہے اھ ملخصاً۔

اسی میں زیر قولہ تعالٰی "وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ"[5] الاٰیۃ لکھتے ہیں:

الظالم سفیہ خارج عن الاُلھیۃ فلوصح	ظالم بے وقوف ہے خدائی سے خارج تو اگر خدا سے

عـــہ۱: لایخفی علی الفطن الفاھم فرق بین تعبیر الاصل وعبارۃ العبد المترجم ۱۲ منہ	صاحب ذہن وفہم کے لئے اصل اور مترجم کی عبارت میں فرق واضح ہے ۱۲ منہ (ت)

عـــہ۲: یعنی ظلم والوہیت کا جمع ہونا ناممکن کہ ظلم عیب ہے اور الوہیت ہر عیب کو منافی تو صدور ظلم کو عدم الوہیت لازم ۱۲ منہ۔

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر باب لایوصف اللہ تعالٰی بالقدرۃ علی الظلم مصطفی البابی مصر ص ۱۳۸

[2] انوار التنزیل (بیضاوی) آل عمران آیۃ وما اللہ یرید ظلماً للعلمین (نصف اول) مصطفی البابی مصر ص ۶۹

[3] روح البیان تحت آیۃ وما انا بظلام للعبید المکتبۃ الاسلامیہ لصاحبھا الریاض جزء ۲۶ ص ۱۲۶

[4] مفاتیح الغیب (تفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرہ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۱۰/ ۱۰۲

[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۴۷

منه الظلم لصح خروج عن الالٰهية [1]۔	ظلم ممکن ہو تو اس کا خدائی سے نکل جانا ممکن ہو،

تفسیر کبیر کی وہی عبارت ہے جس کا ہم تازیانہ اول میں وعدہ کر آئے تھے۔

تازیانہ ۶: قال ربنا تبارك وتعالٰی:

وقول "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا" [2]۔	تو کہہ سب تعریفیں اس خدا کو جس نے اپنے لئے بیٹا نہ بنایا۔

وقال تعالٰی حاکیا عن الجن:

"وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ۟ۙ" [3]۔	بے شک بڑی شان ہے ہمارے رب کی جس نے اپنے لئے نہ عورت اختیار کی نہ بچہ۔

اقول: ان آیات میں سبوح قدوس جل جلالہ نے یوں اپنی تعریف فرمائی، اب بھلا میاں جی کہیں اپنی دلیل سے چوکتے ہیں، ضرور کہیں گے کہ ان کا خدائے موہوم چاہے تو بیاہ کرے، بچے جنائے، مگر عیب ولوث سے بچنے کو فرد رہتا ہے، جب تو صفت مدح ٹھہری ورنہ سرے سے قدرت ہی نہ ہو تو خوبی ہی کیا ہے، یحیٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو فرمایا گیا: "سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا" [4] سردار اور عورتوں سے پرہیز رکھنے والا، احیز نامرد کی کون تعریف کرے گا کہ عورتوں سے بچتا ہے۔"

تازیانہ ۷: قال المولٰی سبحانه وتعالٰی: "وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا ۟ۚ" [5] تیرا رب بھولنے والا نہیں،

اقول: اب دہلوی ملا اپنی ہذیانی دلیل کو آیہ کریمہ میں جاری کر دیکھئے، "رب تعالٰی ذکرہ، نے عدم نسیان سے اپنی مدح فرمائی اور صفت کمال و قابل مدح یہی ہے کہ باجود امکان نسیان عیب ولوث سے بچنے کو اپنے علوم حاضر رکھے، پتھر کی کوئی تعریف نہ کرے گا کہ یہ بات نہیں بھولتا حالانکہ عدم نسیان قطعاً اسے بھی حاصل، یونہی اگر ایک شخص بالقصد کسی مسئلہ کو بھلا دینا چاہتا ہے اور عمداً اپنے دل کو اس کی یاد سے پھیرتا ہے، مگر جب بھولنے پر آتا ہے کوئی یاد لاتا ہے یوں بھلانے پر قدرت نہیں پاتا عقلاً ایسے شخص کو بھی عدم نسیان سے مدح نہ کریں گے تو لاجرم

---

[1] المفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) آیہ نضع الموازین القسط یوم القیٰمۃ المطبعۃ البہیۃ المصریۃ مصر ۳۱/۱۷۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۱۱۱

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۳

[4] القرآن الکریم ۳/ ۳۹

[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۶۴

واجب کہ باری سبحانہ کا نسیان ممکن ہو اور وہ اپنے علوم بھلا دینے پر قادر "**تعالٰی اللہ عن ذٰلك علوا کبیرا** (اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ت)

تازیانہ ۸: آیہ کریمہ "لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَ لَا یَنْسَی ۟" [1] میرا رب نہ بہکے نہ بھولے، **اقول:** موسٰی کلیم علی سیدہ وعلیہ الصلٰوۃ والتسلیم نے عدم ضلال سے اپنے رب کی ثنا کی "اگر دہلوی میانجی کی دلیل سچی ہو تو لازم کہ باری عزوجل کا بہکنا ممکن ہو کہ مدح اسی میں ہے کہ باوصف امکان عیب ولوث سے بچنے کو ضلال میں نہ پڑے، اگر ضلالت پر قدرت ہی نہ پائی تو مجبوری کی بات میں تعریف کاہے کی، پتھر کو کوئی نہ کہے گا کہ یہ راہ نہیں بھولتا یا جب پھینکتے ہیں تو سیدھا زمین ہی پر آتا ہے، کبھی بہک کر آسمان کو نہیں چلا جاتا، اسی طرح جب کوئی شخص بہکنے کو ہو تو راہ بتادی جائے، یوں بہکنے نہ پائے، اس میں بھی کوئی تعریف نہیں" یہ چار تازیانے نقض کے لئے بس ہیں، اور جو شخص طرز تصویر سمجھ گیا اس پر راہ اور نقوض کثیرہ کا استخراج [عــــہ] آسان۔

مگر انصاف یہ ہے کہ جو گستاخ دہن دریدہ حیا پریدہ اپنے رب کے لئے دنیا بھر کے عیب وآلائش روا کرچکا، اس سے ان استحالوں کا ذکر بے حاصل کہ وہ سہو وضلالت وجماع وولادت سب کچھ گوارا کرلے گا۔

تیر بر جاہ انبیا انداز ۔۔۔ طعن در حضرت الٰہی کن

بے ادب زی وآنچہ دانی گوئے ۔۔۔ بیحیا باش وہرچہ خواہی کن

(انبیاء علیہم السلام کے رتبہ پر تیر برسا، بارگاہ الٰہی میں طعن کر، بے ادب ہو جا پھر جو چاہے کہہ بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ت)

تازیانہ ۹: اقول: ع

عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگوئے

(اس کے تمام عیوب بیان کئے اب اسکے ہنر بھی بیان کر۔ت)

عــــہ: مثلا قال اللہ تعالٰی: "وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۟" [2] اللہ غافل نہیں تمھارے کاموں سے، تو ملاجی کے مسلک پر لازم کہ اس کی غفلت ممکن ہو، وقال اللہ تعالٰی:

"اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ" [3] الایۃ۔	کیا انھوں نے نہ دیکھا کہ وہ اللہ جس نے آسمان اور زمین بنائے اور نہ تھکا ان کے بنانے سے،

اب ملّاجیل کہیں گے کہ خدا کا تھکنا بھی ممکن، وعلی ہذا القیاس ۱۲ منہ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۵۲

[2] القرآن الکریم ۲/ ۸۵ و ۱۴۰ و ۱۴۹ و ۳/ ۹۹

[3] القرآن الکریم ۴۶/ ۳۳

جامعیت اوصاف عجب چیز ہے، اور مجموعہ کا فضل آحاد پر ظاہر، دہلوی ملا کو بھی اللہ عزوجل نے جامعیت اصناف بدعت عطا فرمائی تھی، دنیا بھر میں کم کوئی طائفہ ارباب ضلالت نکلے گا جس سے ان حضرت نے کچھ تعلیم نہ لی ہو، پھر ایجاد بندہ اس پر علاوہ، تو اس نئے فتنہ کو چاہے عطر فتنہ کہئے یا ضلالت کی گھانیوں کا عطر مجموعہ، اب یہ نفیس دلیل جو حضرت نے امکان کذب باری عزوجل پر قائم کی، حاشا ان کی اپنی تراشی نہیں کہ وہ دین میں نئی بات نکالنے کو بہت برا جانتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ کاملہ حضرات معتزلہ خذلہم اللہ تعالٰی سے سیکھ کر لکھی ہے، ان خبیثوں نے بعینہٖ حرف بحرف اس دلیل سے مولٰی تعالٰی کا امکان ظلم نکالا تھا اور جو نقص فقیر نے ان حضرت پر کئے بعینہٖ ایسے ہی نقصوں سے ائمہ اہل سنت نے ان باپاکوں کا رد فرمایا، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں زیر قولہ عزوجل ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ فرماتے ہیں:

قالت المعتزلہ الاٰیۃ تدل علی انہ قادر علی الظلم لانہ تمدح بترکہ ومن تمدح بترك فعل قبیح لم یصح منہ ذٰلك التمدح الااذاکان ھو قادرًا علیہ الاتری ان الزمن لایصح منہ ان یتمدح بانہ لایذھب فی اللیالی الی السرقۃ والجواب انہ تعالٰی تمدح بانہ لاتاخذہ سنۃ ولانوم ولم یلزم ان یصح ذلك علیہ وتمدح بانہ لاتدرکہ الابصار ولم یدل ذٰلك عند المعتزلۃ عـــہ علی انہ یصح ان تدرکہ الابصار[1]۔	یعنی معتزلہ نے کہا آیت مذکورہ دلالت فرماتی ہے کہ اللہ تعالٰی ظلم پر قادر ہے، اس لئے کہ رب عزوجل نے اس میں ترک ظلم سے اپنی مدح فرمائی ور کسی فعل قبیح کے ترک پر مدح جب ہی صحیح ہوگی کہ اسے اس کے کرنے پر قدرت ہو آخر نہ دیکھا کہ لنجھا اپنی تعریف نہیں کرسکتا کہ میں راتوں کو چوری کے لئے نہیں جاتا، اسکا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مدح میں فرمایا کہ اسے نیند آئے نہ غنودگی، حالانکہ معتزلہ کے ہاں بھی اللہ تعالٰی کے لئے یہ ممکن نہیں۔ اور اپنی مدح میں یہ بھی فرمایا کہ ابصار اس کا احاطہ نہ کرسکیں، حالانکہ یہ بھی ان کے ہاں ممکن نہیں (ت)

مسلمان دیکھیں کہ معتزلہ ذلیل کی یہ بیہودہ دلیل بعینہٖ وہی ہذیان ملائے ضلیل ہے یا نہیں۔ فرق یہ ہے کہ انھوں نے اس قدیم العدل پر تہمت ظلم رکھی، انھوں نے اس واجب الصدق پر افترائے کذب اٹھایا،

عـــہ: **اقول:** بل وعندنا ایضاً اذاکان الادراك بمعنی الاحاطۃ ۱۲منہ	میں کہتا ہوں بلکہ ہمارے نزدیک بھی جب ادراک بمعنی احاطہ ہو ۱۲ منہ (ت)

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر کبیر) آیۃ ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ الخ المطبعۃ البہیۃ المصریہ مصر ۱۰۲/۵

انھوں نے بر تقدیر تنزہ اپنے رب کو لنجھے سے تشبیہ دی انھوں نے گونگے اور پتھر سے ملادیا، وفی ذلك **اقول**: (اسی میں میں نے کہا۔ت)۔

ھم اٰمنوا ظلما ملیکھم ذاقائل کذبا بکذب عـــہ الٰھه

لاغر وفیه اذالقلوب تشابھت فالشبه نزاع الی اشباھه [1]

(وہ ظالم اپنے مالک کے بارے میں ظلم پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ اپنے الہ کو کذاب کہتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے دل ایک جیسے ہیں اور وجہ شبہ اپنے مشابہات کی طرف کھینچنے والا ہوتا ہے۔ت)

اب ائمہ اہل سنت کا جواب سنئے، امام ممدوح فرماتے ہیں اس دلیل سے جواب یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے اپنی تعریف فرمائی کہ اسے غنودگی وخواب نہیں آتی اس سے یہ لازم نہ آیا کہ **معاذاللہ** یہ چیزیں اس کے لئے ممکن بھی ہوں اور اس نے اپنی تعریف فرمائی کہ نگاہیں اسے نہیں پاتیں اس سے معتزلہ کے نزدیک اس پر نظر پہنچنے کا امکان نہ نکلا **انتھی** کیوں ہم نہ کہتے تھے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(تمام جو اوصاف رکھتے ہیں تو تنہا ان سے جامع ہے۔ت)

تازیانہ ۱۰: ھو الحل اقول وباللہ التوفیق

صفات مدائح کے درجات متفاوت ہیں بعض مدائح اولٰی ہوتے ہیں یعنی اعلٰی درجہ کمال، اور بعض تنزلی یعنی فائت الکمال کے مبلغ کمال، پھر یہ اسی کے حق میں مدح ہوں گے جو مدائح اولی نہیں رکھتا، صاحب کمال تام کا اس پر قیاس جہل و وسواس، مثلا عبادت وتذلل وخشوع وخضوع وانکسار وتواضع انسان کے مدائح جلیلہ سے ہیں اور باری جل شانہ پر محال، کہ ان کا مدح ہونا فوت کمال حقیقی یعنی معبودیت پر مبنی تھا، معبود عالم عزجلالہ کے حق عیب ومنقصت ہیں بلکہ اس کے لئے مدح تعالٰی وتکبر ہے جل وعلا سبحانہ وتعالٰی، یوہیں ترک نقائص ومعائب میں مخلوق کی مدح بالقصد باز رہنے پر مبتنی ہونا بھی اسکے نقصان ذاتی پر مبنی کہ وہ اپنی ذات میں سبوح وقدوس وواجب الکمال ومستحیل النقصان نہیں بلکہ جائز العیوب والقبوح ہے اور بنظر نفس ذات کے عیوب و نقائص سے

عـــہ: قدمر ان القول بالامکان قول بالوقوع بل بالوجوب ۱۲منه

گزر چکا ہے کہ امکان کذب کا قول کذب کے وقوع بلکہ اس کے وجوب کو مستلزم ہے ۱۲منہ (ت)

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین فی الرد علی القائل بامکان کذب اللہ تعالٰی دار الاشاعت لاہور، مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۰۴

منافات نہیں رکھتا تو غایت مدح اس کے لئے یہ ہے کہ جہاں تک بنے اس ممکن سے بچے اور تلوث سے بھاگے، ولہذا جہاں بوجہ فقدان اسباب وآلات بعض معائب وفواحش کی استطاعت نہ رہے وہاں مدح بھی نہ ہوگی جیسے نامرد لنجھے اپاہج گونگے کا زنا کرنا، چوری کو نہ جانا، جھوٹ بولنا کہ مناط مدح کے دور بھاگنا اورت اپنے نفس کا باز رکھتا تھا یہاں مفقود، اور جب امکان ہے تو کیا معلوم کہ عصمت بی بی از بیچاری نہیں شاید اسباب سالم ہوتے تو مرتکب ہوتا، سفیہ جاہل نے اپنے رب جل وعلا کو بھی انھیں گونگوں لنجھوں بلکہ اینٹوں پتھروں پر قیاس کیا اور جب تک عیب ونقصان سے متصف نہ ہوسکے عدم عیب کو مدح نہ سمجھا حالانکہ یہ مدح اول وکمال حقیقی تھا کہ وہ اپنے نفس ذات میں متعالی وقدوس وسبوح وواجب الکمالات ومستحیل القبوح ہے تعالٰی وتقدس تو یہاں عیب ممکن سے باز رہنے اور بطور ترفع بالقصد بچنے کی صورت ہی متصور نہیں، نہ حاش للہ یہ اس کے حق میں مدح بلکہ کمال مذمت وقدح ہے، **واللہ العزۃ جمیعا** (تمام عزت اللہ تعالٰی کے لئے ہے۔ت) **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

تنبیہ نفیس: ایھا المسلمون! ایک عام فہم بات عرض کروں، سفیہ جاہل کا سارا مبلغ یہ ہے کہ کذب پر قدرت پاکر ہی اس سے بچنا صفت کمال ہے نہ کہ کذب ممکن ہی نہ ہوا، **اقول:** جب کذب ممکن ہوا تو صدق ضروری نہ رہا، اور جو ضروری نہیں وہ ممکن الزوال، تو حاصل یہ ہوا کہ کمال وہی ہے جسے زوال ہوسکے اور جو ایسا کمال ہو، جس کا زوال محال تو کمال ہی کیا ہے، سبحان اللہ! یہ بھی ایک ہی ہوئی، او احمق! کمال حقیقی وہی ہے جس کا زوال امکان ہی نہ رکھے، ہر کمال قابل زوال عارضی کمال ہے نہ ذاتی کمال، مسلمانو! للہ انصاف! باری عزوجل کا مصدق یوں ماننا کہ ہے تو سچا مگر جھوٹا بھی ہوسکتا ہے، یہ کمال ہوا یا یوں کہ وہ سبوح قدوس تبارک وتعالٰی ایسا سچا ہے جس کا جھوٹا ہونا قطعاً محال، اہل اسلام ان دونوں باتوں کو میزان ایمان میں تول کر دیکھیں کہ کون گستاخ بے ادب اپنے رب کی تنزیہہ کو بدعت وضلالت جاننے والا بحیلہ مدح اس کی مذمت وتنقیص پر اترتا ہے اور کون سچا مسلمان صحیح الایمان اپنے مولٰی کی تقدیس کو اصل دین ماننے والا اس کے صدق ونزاہت وجملہ کمالات کو علی وجہ الکمال ثابت کرتا ہے **والحمد اللہ رب العالمین وقیل بعدا للقوم الظلمین۔**

للہ الحمد اس عشرہ کاملہ نے ہذیان ناپاک گستاخ بیباک کی دھجیاں اڑادیں مگر ہنوز ان کی نزاکتوں کو تو بس نہیں ع

صدہا سال می تواں سخن از زلف یار گفت

(زلف محبوب کے بارے میں سو سال بھی گفتگو کی جاسکتی ہے۔ت)

ابھی حضرت کی اس چار سطری چار دیواری میں شواہد وزوائد وغیر ہامفاسد سے بہت ابکار افکار ستم کیش عیار، آہوان مردم شکار کی چھلبل نظر آتی ہے، جنھیں بے خدمت کامل تسکین بالغ ناشاد نامراد، سسکتا بلکتا چھوڑ جانا خلاف مروت وفتوت ذاتی ہے، لہٰذا اپنے سمند رَہوار، غضنفر خونخوار، صاعقہ برق بار کی دوبارہ عنان لیتا اور خامہ پختہ کار، شہزور شہسوار، شیر گیر ضیغم شکار کو از سر نو رخصت جولان دیتا ہوں **وباللہ التوفیق۔**

تازیانہ ۱۱: قولہ عدم کذب راز کمالات حضرت حق سبحانہ، می شمارند[1] (عدم کذب کو اللہ تعالٰی سبحانہ وتعالٰی کے کمالات سے شمار کرتے ہیں۔ت)

اقول: اس ہوشیار عیار کی چالاکی دیدنی، صدق کو چھوڑا، عدم کذب پر مباحثہ چھیڑا تاکہ جماد وغیرہ کی نظریں جماسکے، ظاہر ہے کہ پتھر کو سچا نہیں کہہ سکتے مگر یہ بھی ٹھیک ہے کہ جھوٹا نہیں حالانکہ قلب حاضر اور عقل ناظر ہو تو فقیر ایک نکتہ بدیعہ القاء کرے سلب کیسی شی کا بنفسہ ہر گز صفت کمال نہیں ورنہ لازم آئے کہ معدومات کروڑوں اوصاف کمال سے موصوف اور اعلٰی درجہ مدح کے مستحق بلکہ باری تعالٰی کی تنزیہ وتقدیس میں اس کے شریک ہوں کہ بحالت عدم موضوع سب سالبے سچ ہیں جو سرے سے موجود ہی نہیں، وہ جسم بھی نہیں، جہت میں بھی نہیں، زمان میں بھی نہیں، مکان میں بھی نہیں۔ مصور بھی نہیں۔ محدود بھی نہیں۔ مرکب بھی نہیں، متجزی بھی نہیں، حادث بھی نہیں، متناہی بھی نہیں۔ کاذب بھی نہیں۔ ظالم بھی نہیں، مخلوق بھی نہیں، فانی بھی نہیں، ذی زوجہ بھی نہیں، ذی ولد بھی نہیں، اسے خواب بھی نہیں، اونگھ بھی نہیں، بلکنا بھی نہیں، بھول بھی نہیں۔ بیس یہ اور ان جیسے صدہا، اور سب صادق ہیں، مگر کوئی مجنون معرض مدح وبیان کمال میں آتا ہے جب کسی صفت کمال کے ثبوت پر مبنی اور صفت مدح سے منبئی ہو، ولہٰذا قضایائے مذکورہ باری عزوجل کے مدائح سے ہیں کہ ان چیزوں کا سلب اعظم صفات کمال یعنی وجوب کے ثبوت سے ناشی اور ان کے بیان سے اس کا سبوح وغنی وقدوس ومتعالی ہونا ظاہر، باری عزوجل کو کہنا کہ متجزی نہیں، بیشک مدح ہے کہ اس سے اس کا غنا سمجھا گیا اور نکتہ کو کہنے میں کچھ تعریف نہیں کہ اس کے لئے خوبی نہ نکلی کہ وہاں غنا درکنار متجزی محتاج کے محتاج المحتاج کی محتاجی ہے وعلی ہذا القیاس، جب یہ امر ممہد ہولیا تو ظاہر ہوگیا کہ حقیقۃً صدق صفت کمال ہے نہ مجرد عدم کذب جو معدومات بلکہ محالات کے بارے میں بھی صادق البتہ سلب کذب وہاں مفید مدح جہاں اس کا سلب ثبوت صدق کو مستلزم مثلاً زید عاقل ناطق کی تعریف کیجئے کہ جھوٹا نہیں۔ بیشک تعریف ہوئی کہ جھوٹا نہیں تو آپ ہی سچا ہوگا اور سچا ہونا صفت کمال، تو اس سلب نے ایک صفت کمال کا ثبوت بتایا، لہٰذا محل مدح میں آیا، جہاں ایسا نہ ہو وہاں زنہار مفید مدح مظہر کمال، یہ نکتہ بدیعہ ملحوظ رکھئے، پھر دیکھئے کہ عیار بہادر کی دی ہوئی نظیریں کیا کیا کئے کو پہنچتی ہیں۔ **واللہ الموفق۔**

---

[1] رسالہ یکروزی (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

تازیانہ ۱۲و۱۳: قولہ اخرس وجماد کہ کسے ایشاں رابعدم کذب مدح نمی کند[1] (گونگے اور جماد کی مدد عدم کذب سے کوئی نہیں کرتا۔ت)
اقول: دونوں نظیروں پر پتھر پڑے ہیں، گنگ وسنگ کی کیوں مدح کریں کہ وہاں سلب کذب ثبوت صدق سے ناشی نہیں، گونگہ یا پتھر اگر جھوٹا اگر جھوٹا نہ ہوا تو کیا خوبی کہ سچا بھی نہیں، تو وہ استلزام صفت کمال جو مبنائے مدح تھا منتفی، سر یہ ہے کہ منفصلہ حقیقیہ کے مقدم وتالی میں جب دو صفت مدح وذم محمول ہوں تو جس فرد موضوع سے ذمیہ کو سلب کیجئے مدحیہ ثابت ہوگی کہ یہاں ہر ایک کا رفع دوسری کے وضع کو منتج بخلاف ان چیزوں کے جو زیر موضوع مندرج ہی نہیں، کہ ان سے دونوں محمول کا ارتفاع معقول، پھر سلب ذم ثبوت مدح پر کیونکر محمول، یہاں قضیہ **کل متکلم مخبر اما صادق واما کاذب** (ہر متکلم خبر دینے والا یا وہ صادق ہوگا یا کاذب۔ت) تھا اخرس وجماد پر سرے سے وصف عنوانی ہی صادق نہیں، پھر عدم کذب ان کے لئے کیا باعث مدح ہو، دیکھو او ذی ہوش! یہ فارق ہے نہ وہ کہ جب تک عیب ممکن نہ ہو کمال حاصل ہی نہیں **ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**
تکمیل جمیل: اقول: او جھوٹی نظیروں سے بیچارے عوام کو چھلنے والے! اس تفرقہ کی سچی نظیر دیکھ مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پورا گنا کر کہئے رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قادری، ناصبی وغیرہ نہیں تو بیشک اس کی بڑی تعریف ہوئی، اور بعینہٖ یہی کلمات کسی کافر کے حق میں کہئے تو کچھ تعریف نہیں حالانکہ یہ سالبہ قضیے دونوں جگہ قطعاً صادق، تو کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان باوجود قدرت رافضی وہابی ہونے سے بچا لہٰذا محمود ہوا اور دونوں اس کافر کو رافضی وہابی ہونے پر قدرت ہی نہ تھی لہٰذا مدح نہ ٹھہرا، کوئی جاہل سے جاہل یہ فرق سمجھے گا بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی لہٰذا اعظم مدائح سے ہوا اور کافر سرے سے مقسم یعنی کلمہ گوہی سے خارج، تو ان کی نفی سے کیس وصف محمود کا اس کے لئے اثبات نہ نکلا، ولہٰذا مفید مدح نہ ٹھہرا، **والحمد للہ علٰی اتمام الحجۃ ووضوح المحجۃ** (اتمام حجت اور غلبہ پر اللہ تعالٰی کی حمد ہے۔ت)
تازیانہ ۱۴: قولہ بخلاف کسے کہ لسان اوماؤف شدہ باشد تکلم بکلام کاذب نمی تواند کرد[2] (بخلاف اس کے جس کی زبان ہی ماؤف ہو اور وہ جھوٹا کلام کر ہی نہ سکے۔ت) **اقول** اچھا ہوتا کہ تم بھی اسی کس کے مثل ہوتے کہ ایسے کاذب کلاموں کے بس تو نہ ہوتے، اے عقلمند! وہ ماؤف اللسان تکلم، بکلام صادق بھی نہ کرسکے تو عدم مدح کی وہی وجہ کہ سلب کذب سے ثبوت صدق نہیں۔
تازیانہ ۱۵: قولہ یا قوت متفکرہ او فاسد شدہ باشد کہ عقد قضیہ غیر مطابق للواقع نمی تواند کرد[3] (یا اس کی سوچ وفکر کی قوت فاسد ہو کر قضیہ غیر مطابق للواقع کا انعقاد نہ کرسکے۔ت) **اقول:** تم سے بڑھ کر

---

[1] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷و۱۸
[2] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷و۱۸
[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷و۱۸

فاسد المتفکر کون ہوگا، پھر کتنے قضایائے باطلہ عقد کررہے ہو، بھلا حضرت کیا فساد متفکرہ صرف قضایائے کاذبہ ہی کے لئے ہوگا اور جب مطلقًا ہے تو عقد قضیہ پر بھی قدرت نہ ہوگی تو صراحۃً وہی فارق اور وہم زاہق، ہاں جس تام العقل سالم النطق کو لطف الٰہی صدق محض کی استطاعت دے کہ وجہ مانع غیبی اصدار کذب سے ممنوع ومصروف ہو تو یہ عدم کذب بیشک مدح عظیم ہوگا اسی وجہ سے کہ اب ثبوت صادقیت کبرٰی سے مبنٰی اور کمال جلیل یعنی عصمت من اللہ پر مبنی خلاصہ یہ کہ شخص مذکور اس طور پر زیر موضوع مندرج اور بطور فساد تفکر خارج، **فظھر التفرقۃ وذھب الوسوسۃ** (فرق ظاہر اور وسوسہ ختم ہوا۔ت)

تازیانہ ۱۶تا۱۹: قولہ یا شخصے کہ کلام صادق از وصادر می گردد وہرگاہ ارادہ کلام کاذب نماید آواز او بند میگردد یا زبان اوماؤف میشود یا کسے دہن او بند یا حقوق خفہ کند [1] (یا ایسا شخص ہے جو کسی جگہ سچا کلام کرتا ہے وہ اس سے صادر ہوتا ہے اور جب جھوٹا کلام کرتا ہے تو آواز بند ہوجاتی ہے یا زبان ماؤف ہوجاتی ہے یا کوئی اس کا منہ بند کردیتا ہے یا گلا دبادیتا ہے۔ت)

اقول: ایسا تو کیا کہوں جو آپ کی طبع نازک کو بلکل خفہ کند، ہاں اتنا کہوں گا کہ اب کی تو اچھل کر تارے ہی توڑ لائے، یہ چار نظیریں وہ بے نظیر دی ہیں کہ باید وشاید، او عقل کی پڑیا! جب وہ عزم تکلم بکذب کرچکا تو کلام نفسی میں کاذب ہوچکا اگرچہ بوجہ مانع صادر نہ ہوسکا ت واس کے عدم سے حکم کذب کیونکر درکار، کذب حقیقۃً صفت معانی ہے نہ وصف الفاظ پھر اس کی مدح کیا معنی قطعاً مذموم ہوگا بھلا لے دے کر اگلی نظیروں میں عدم کذب کی صورت تو تھی یہاں اللہ کی عنایت سے وہ بھی نہ رہی صریح کذب متحقق وموجود اور عدم کذب کی نظیروں میں معدود، جبھی تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی جب گمراہ کرتا ہے عقل پہلے لے لیتا ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔

تازیانہ ۲۰: قولہ یا کسے کہ چند قضایائے صادقہ یاد گرفتہ واصلًا بر ترکیب قضایائے دیگر قدرت ندارد بناء علیہ تکلم بکاذب از وصادر نہ گرد [2] (یا کسی نے چند سچے جملے رٹ لئے ہیں دیگر جملوں پر وہ قدرت نہیں رکھتا ہے اس بناء پر اس سے جھوٹ صادر نہیں ہوتا ہے۔ت)

اقول یہ صورت بھی ویسا ہی فساد عقل کی ہے جس سے فقط حفظ صوادق کا شعبہ بڑھایا، مگر کام نہ آیا قطع نظر اس سے کہ یہ تصویر کیسی اور ایسے شخص سے حفظ قضایا معقول بھی ہے یا نہیں۔

اولا: انسان مرتبہ عقل بالملکہ میں بالبداہۃ ترکیب قضایا پر قادر، تو سرے سے تصویر ہی باطل، اور عقل ہیولانی میں کہ تعقل انطباعی نہیں ہوتا، اگر تعقل نسبت خبریہ معقول بھی ہو تاہم حکایت وقصد افادۃ قطعاً غیر معقول اور صدق کذب باعتبار حکایت ہی میں، نہ باعتبار مجرد علم، ورنہ **معاذاللہ** علم کو اذب کاذب ٹھہرے، تو یہاں بھی سلب کذب سے ثبوت لازم نہ ہوا اور وہی فارق پیش آیا۔

---

[1] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

[2] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۸

ثانیا جو اصلا کسی قضیہ کا حتی کہ قضایائے وہمیہ واحکام شخصیہ بدیہیہ حسیّہ پر بھی قادر نہ ہو قطعاً مجانین بلکہ حیوانات سے بھی بدتر اور جماد سے ملحق تو اس کا کلام کام نہ ہوگا، صورت بے صورت ہوگا اور صدق وکذب اولا بالذات صفت معانی ہے، نہ وصف عبارات، تو بات اگرچہ بایں معنی سچی ہو کہ سامع اس سے ادراک معنی مطلق للواقع کرے مگر اس سے اس جمادی آواز کرنے والے کا صدق لازم نہیں کہ معنی متصف بالصدق اس کے نفس سے قائم نہیں حتی کہ علماء نے کلام مجنون کو بھی خبریت سے خارج کیا، اور پر ظاہر کہ صدق وکذب اوصاف خبر ہیں، نہ شامل مطلق آواز، مولانا بحر العلوم قدس سرہ فواتح میں فرماتے ہیں:

الکلام الصادر عن المجنون لایکون مقصودا بالافادۃ فلایکون حکایۃ عن امر حتی یکون خبر[1]۔	پاگل سے صادر ہونے والا کلام مقصود کے لئے مفید نہیں ہوتا لہٰذا کسی امر (واقع) سے حکایت ہی نہیں حتی کہ اسے خبر قرار دیا جائے۔(ت)

تنبیہ دائر وسائر بہ تسفیہ جلہ نظائر: **اقول: ایھا المسلمون!** سفیہ جاہل نے حتی الامکان اپنے رب میں راہ کذب نکالنے کو نو نظیریں دیں، مگر بحمد اللہ سب نے معنًی ہم نے اس وقت تک ان کے رد میں اس مر پر بنائے کار رکھی کہ عدم کذب بنفسہ کمال نہیں۔ جب تک ثبوت کمال پر مبنی نہ ہو، اور یہاں ایسا نہیں اس کی سزا کو اسی قدر بس تھا۔ مگر غور کروکیجئے تو معاملہ اور بھی بالکل معکوس اور عقل مستشد کا کاسہ منکوس اور تمام نظائر روبہ قفا ہیں یعنی یہاں عدم قدرت علی الکذب کا بربنائے کمال ہونا بالائے طاق الٹا بربنائے عیوب ونقائص ہے، کہیں عدم عقل کہیں عجز آلات، کہیں لحوق مغلوبی کہیں عروض آفات، پھر ایسا عدم کذب اگر ہوگا تو مورث ذم ہوگا نہ باعث مدح، یہ وجہ ہے کہ ان صور میں سلب کذب سے تعریف نہیں کرتے نہ وہ جاہلانہ وسفیہانہ خیال کہ عیب پر قدرت نہ ہونا مانع کمال، اب ختم الٰہی کا ثمرہ کہ سفیہ جاہل کہ خدا و جماد میں فرق نہ سوجھا، اس کا عدم کذب اس کے کمال عالی یعنی سبوحیت وقدوسیت بلکہ نفس الوہیت سے ناشی کہ الوہیت اپنی حد ذات میں ہر کمال کی مقتضی اور ہر نقص کی منافی اور ان کا کذب عیوب ونقائص پر مبنی پھر کیسی پرلے سرے کی کوری یا سینہ زوری کہ عین کمال کو کمال نقص پر قیاس کرے اور اینٹوں پتھروں کے عیوب ونقائص باری جل مجدہ کے ذمے دھرے، جاہل پر ایسی نظیر دینی لازم تھی جس میں عدم کذب باآنکہ کمال سے ناشی ہوتا پھر بھی بحالت عدم امکان مدح نہ سمجھا جاتا "وانی لہ ذلک" اب جو اس کا حامی بنے سب کو دعوت عام دیجئے کہ ایسی نظیر ڈھونڈ کر لاؤ، "فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا"[2] الایۃ (پھر اگر نہ کرسکو گے اور ہرگز نہ کرسکو گے۔ت)

---

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الاصل الثانی السنۃ مشورات الشریف الرضی قم ایران ۲/ ۱۰۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۴

تنبیہ دوم: اقول: اس سے زائد قہر یہ ہے کہ اپنا لکھا خود نہیں سمجھتا، نظیریں دے کر بالجملہ کہہ کر آپ ہی خلاصہ مطلب یہ نکلتا ہے کہ عدم کذب اگر بربنائے عجز ہو تو مورث مدح نہیں، معلوم ہوا کہ ان نظائر میں تحقیق عجز و قصور پر مطلع ہے، پھر باری عزوجل کے عدم کذب کو ان سے ملاتا ہے حالانکہ وہاں عیب ومنقصت پر عدم قدرت زنہار عجز نہیں بلکہ عین کمال و مدحت، اور **معاذاللہ** داخل قدرت ماننا ہی صریح نقص ومذمت، یہ تقریر کافی ووافی طور پر مقدمہ رسالہ ونیز رد ثالث، ہذیان اول میں گزری اور وہیں یہ بھی بیان ہوا کہ عجز جب ہے کہ جانب فاعل قصور و کمی ہو جیسے اے سفیہ! ان تیری نظیروں کہ گنگ وسنگ اپنے نقصان کے باعث جھوٹ سچ کچھ نہیں بول سکتے، نہ یہ کہ جانب قابل نالائق ہو کہ تعلق قدرت کی قابلیت نہیں رکھتا، جس طرح جناب باری عزوجل کا کذب وغیرہ تمام عیوب سے منزہ ہونا اسے ہر گز کوئی مسلم عاقل عجز گمان نہ کرے گا، یارب مگر ابن حزم سا کوئی ضال اجہل یا ان حضرت سا جاہل اضل، **وباللہ العصمۃ عن موقع الزلل والحمد للہ الاعز الاجل** (پھسلنے کے مواقع سے اللہ ہی کی طرف سے حفاظت ہوتی ہے اور تمام حمد اللہ غالب وبزرگ تر کے لئے ہے۔ت)

بحمداللہ یہ صرف نظار پر تازیانوں کا دوسرا عشرہ کاملہ تھا، بلکہ خیال کیجئے تو یہاں تک اسی مسئلہ کے متعلق سفاہات شریفہ پر سات تازیانے اور گزرے، تازیانہ [۱] اول دوسرا، **ثم اقول:** (میں پھر کہتا ہوں۔ت) جس نے حضرت کا تناقص بتایا، اور [۲] دوم [۳] سوم و [۴] دہم کے بعد کی تنبیہات اور [۵] بستم کا ثانیا اور اس کے بعد کی دو [۶] تنبیہیں، یہ ساتوں جداگانہ تازیانے تھے، توحقیقۃ عشرہ اولیٰ میں چودہ [۱۴] اور ثانیا میں تیرہ [۱۳] کل ستائیس [۲۷] تازیانے یہاں تک ہوئے چلتے وقت کے تین [۳] اور لیتے جایئے کہ تیس [۳۰] کا عدد جو دونوں تنزیہ سبق میں بھی ملحوظ رہا ہے پورا ہو جائے، خصوصا ان میں ایک تو ایسا شدید کامل جس سے جان بچانی مشکل جو آپ کا خلاصہ طلب کھولے اصل مذہب سر چڑھ کر بولے **وباللہ التوفیق واضافۃ التحقیق** (توفیق اور حصول تحقیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ت)

تازیانہ ۲۸: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت) شاطر عیار نے اگرچہ بظاہر اغوائے جہال کہ عوام اہل اسلام اپنے رب ذوالجلال والاکرام کے حق میں صریح دشنام سن کر بھڑک نہ جائیں، مطلب دل کے روئے زشت پر پردہ ڈالنے کو براہ تقیہ کہ روافض سے بڑھ کر اصل اصیل مذہب نجدیہ ہے، یہ کلمات بڑھادئے کہ "کذب مذکور آرے منافی حکمت اوست پس ممتنع بالغیر ست [1]" (ہاں کذب مذکور اس کی حکمت کے منافی ہے لہٰذا یہ کذب ممتنع بالغیر ہے، ت) مگر اس کے ساتھ ہی جوم ذہب خفیہ جوش پر آیا اور نظیریں دینے کا شوق گرمایا تو کھلے بندوں علانیہ بتایا کہ کذب الٰہی میں اصلا امتناع بالغیر کی بو بھی نہیں قطعاً جزما جائز وقوعی ہے جس کے وقوع میں استحالہ عقلی وشرعی درکنار استعباد عادی کا بھی

---

[1] رسالہ یکروزہ شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

نام ونشان نہیں۔ ثبوت لیجئے اگر اس کے مذہب میں کذب الٰہی ممکن بالذات و ممتنع بالغیر ہوتا تو نظیریں وہ دیتا جن میں ممتنع بالذات ہو کہ دیکھو جہاں امتناع ذاتی ہوتا ہے عدم کذب باعث مدح نہیں ہوتا اور باری عزوجل کے لئے مدح ہے تو اس کے حق میں امتناع ذاتی نہیں، مگر برخلاف اس کے مثالیں وہ دیں جن میں امتناع ذاتی کا پتہ نہیں، مثلاً جس کا منہ بند کرلیں یا گلا گھونٹ دیں اور اس وجہ سے وہ جھوٹ نہ بول سکے تو پر ظاہر کہ بولنے پر یقیناً قادر، اگر بالفرض امتناع ہے تو اس عارض کی وجہ سے تو نہ ہوا مگر امتناع بالغیر امام نجدیہ اسے بھی مانع مدح جان کر باری عزوجل سے صراحۃً سلب کرتا ہے پھر کیوں منافقانہ کہا تھا، "ممتنع بالغیر ست" (کذب باری تعالٰی ممتنع بالغیر ہے۔ت) صاف کہا ہوتا "اصلاً از امتناع بالغیر ہم بہرہ ندارد" (امتناع بالغیر سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ت) اے حضرت! دور کیوں جائیے پہلی بسم اللہ اخرسی و جمادہی کی نظیر لیجئے بھلا اخرس تو انسان ہے، جماد کے لئے بھی کلام محال شرعی تک نہیں صرف محال عادی ہے کتب حدیث دیکھئے بطور خرق عادت ہزار بار پتھروں جمادوں سے کلام واقع ہوا اور ہزار ہا بار ہوگا قریب قیامت آدمی سے اس کا کوڑا باتیں کرے گا، جب اہل اسلام یہود عنود کو قتل کریں گے اور وہ پتھروں درختوں کی آڑ لیں گے شجر و حجر مسلمان سے کہیں گے اے مسلمان آیہ میرے پیچھے یہودی ہے، اسی طرح سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے گونگے کا کلام کرنا احادیث میں وارد، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ"[1]	کافر اپنی کھالوں سے بولیں گے تم نے کیوں ہم پر گواہی دی، وہ بولیں گی ہمیں اس اللہ نے بلوایا جس نے ہر چیز کو گواہی بخشی۔

اگر کلام جماد واخرس ممتنع بالغیر یا محال شرعی ہوتا زنہار وقوع کا نام نہ پاتا کہ ہر ممتنع بالغیر کا وقوع اس غیر یعنی ممتنع بالذات کے وقوع کو مستلزم، تو وقوع نے ظاہر کردیا کہ صرف خلاف عادت ہے جب وقوع کلام ثابت اور ان کے استحالہ کذب پر ہرگز کوئی دلیل عقلی نہ شرعی، تو یقیناً اس کے لئے بھی جواز قوی جو امتناع بالغیر کا منافی قطعی، اب جیوٹ بہادر استدلال کرتا ہے کہ ایسا عدم کذب مفید مدح نہیں ہوتا، اور باری عزوجل میں مدح ہے، تولاجرم وہاں ایسا عدم بھی نہ ہوگا، اتنا تو اس کے کلام کا منطوق صریح ہے، آگے خود دیکھ لیجے کہ اخرس وجماد میں کیسا عدم تھا جس کو باری عزوجل میں نہیں مانتا، زنہار نہ امتناع عقلی تھا نہ استحالہ شرعی بلکہ صرف استبعاد عادی تو بالضرور ملائے بیباک اپنے رب میں کذب کو مستبعد بھی نہیں جانتا، العظمۃ للہ! اگر لازم قول قول ٹھہرنے تو اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہے، مگر یہ حسن احتیاط اللہ عزوجل نے ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا، اہل بدعت خصوصاً نجدیہ کہ

---

[1] القرآن الکریم ۴۱/۲۱

یہ شخص جن کا معلم وامام ہے کفر وشرک کو ٹکے سیر کئے ہوئے ہیں، بات پیچھے اور کفر شرک پہلے، اگر "**جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا**"[1] (اور برائی کا بدلہ اسی کی برابر برائی ہے، ت) کی ٹھہرے تو کیا ہم ان کے ایسے صریح کفریات پر بھی فتوٰی کفر نہ دیتے، مگر **الحمد للہ** یہاں "**اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ**"[2] (برائی کو بھلائی سے ٹال۔ت) پر عمل اور کلمہ طیبہ کا ادب پیش نظر ہے کہ **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے والے کو حتی الامکان کفر سے بچاتے ہیں، **والحمد للہ رب العالمین**۔

تازیانہ ۲۹: اقول: مناجات حکمت کے سبب کذب کو زبانی ممتنع بالغیر کہنا اس سفیہ کا صریح تناقص ہے شے ممتنع بالغیر جب ہو سکتی ہے کہ کسی محال بالذات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن کا ممکن کو ناممکن کرنا لازم آئے اور انتفائے حکمت اگرچہ اہل سنت کے نزدیک ممتنع بالذات مگر ان حضرات کے دین میں بالیقین ممکن کہ اخر سلب حکمت ایک عیب ہے ومنقصت ہے اور وہ تمام عیوب ونقائص کو ممکن مان چکا پھر کس منہ سے کہتا ہے کہ منافات حکمت باعث امتناع بالغیر ہوئی، **الحمد للہ** اہل بدعت کے بارے میں اس طرح سنت باری تعالٰی ہے کہ انھیں کے کلام سے انھیں کے کلام پر حجت والزام قائم فرماتا ہے ع

ومنها علی بطلانها لشواهد

(ان میں سے ان کے بطلان پر شواہد موجود ہیں۔ت)

سچ کہا ہے:

دروغ گو را حافظہ نباشد

(جھوٹے شخص کا حافظہ نہیں ہوتا۔ت)

تازیانہ ۳۰: اقول: سبحان اللہ! ہم یہ ثابت کر رہے ہیں کہ امام الطائفہ نے امتناع بالغیر محض تقیۃً مانا حقیقۃً اس کا مذہب جواز وقوعی ہے، مگر غور کیجئے تو وہاں کچھ اور ہی گل کھلا ہے، امام وماموم، خادم ومخدوم سارا طائفہ ملوم کذب الٰہی کو واقع اور موجود گا رہا ہے، صراحۃً کہتے ہیں کہ کذب مقدور اور فر بلاشبہہ مقدوریت کذب مقدوریت صدق کو مستلزم، **کما دللنا علیه فی الدلیل السادس والعشرین** (جیسا کہ اس پر ہم نے چھبیسویں دلیل میں اشارہ کیا ہے۔ت) اور امام الطائفہ نے توصاف بتادیا کہ برعایت مصلحت صدق اختیار فرمایا، اب کتب عقائد ملاحظہ کیجئے، ہزار در ہزار قاہر تصریحیں

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۴۰

[2] القرآن الکریم ۴۱/ ۳۴

ملیں گے کہ جو کچھ باختیار صادر ہو قدیم نہیں تولاجرم صدق الٰہی حادث ٹھہرااور ہر حادث ازل میں معدوم اور ازل کیلئے نہایت نہیں تو بالیقین لازم کہ ازل غیر متناہی میں مولیٰ تعالیٰ سچانہ رہا ہوا اور جب سچا نہ تھا تو معاذاللہ ضرور جھوٹا تھا **للانفصال الحقیقی بینھما** (کیونکہ ان دونوں کے درمیان انفصال حقیقی ہے۔ت) پھر ضلال پلشت کا چہرہ زشت چھپانے کو کیوں کہتے ہو کہ کذب الٰہی ممکن ہے، کیوں نہیں کہتے کہ خدایئے موہوم طائفہ ملوم کروڑوں برس تک جھوٹا رہ چکا ہے، پھر اب بھی اپنی پرانی آن پر آئے تو کیا ہے، **تعالی اللہ عما یقولون علوا کبیرا** (اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالا ہے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔ت)

تازیانہ ۳۱: میں نے بارہا قصد کیا کہ تازیانوں میں دس بیس تیس پر بس کروں مگر جب ان حضرت کی شوخیاں بھی مانیں وہاں تو ع

زفرق تابقدم ہر کجاکہ مے بنگرم　　　کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاایں جاست

(سر کی مانگ سے لے کر قدم تک ہر جگہ پر نظر ڈالو دامن دل ہر جگہ کے بارے میں کہے گا جگہ یہی ہے۔ت)

اسی رسالہ **یکروزی** میں عبارت مذکورہ سے دو سطر اوپر جو نظر کروں تو وہاں تو خوب ہی سانچے میں ڈھلے ہیں یہاں عروس مذہب کے جمال مطلب پر پردہ تقیہ تھا وہاں حضرت بے نقاب چلے ہیں، اعتراض تھا کہ اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام اوصاف کمالیہ میں حضور کا شریک **من حیث ھو شریك** ممکن ہو تو خبر الٰہی کا کذب لازم آئے کہ وہ فرماتا ہے:

"وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَؕ"[1]۔	لیکن اللہ کے رسول اور انبیاء کے آخری ہیں۔(ت)

اور وصف خاتمیت میں شرکت ناممکن، حضرت اس کا ایک جواب یوں دیتے ہیں:

بعد اختیار ممکن ست کہ ایشاں رافراموش گردانیدہ شود پس قول بامکان وجود مثل اصلا منتج بتکذیب نص از نصوص نگردد وسلب قرآن مجید بوصف انزال ممکن ست داخل تحت قدرت الٰہیہ، **کما قال اللہ تعالٰی** "وَلَىِٕنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ	اختیار کے بعد یہ ممکن ہے کہ اس آیہ کریمہ کی بھول ہو جائے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل کے وجود کے امکان والی بات نصوص میں سے کسی نص کی تکذیب بالکل نہ ہوگی جبکہ نازل شدہ قرآن کا سلب ممکن ہے جو اللہ کی قدرت کے تحت داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر ہم چاہیں تو آپ کی طرف کی ہوئی وحی کو اٹھالیں پھر آپ ہمارے

[1] القرآن الکریم ۳۳/۴۰

پاس کوئی وکالت کرنے والا نہ پاتے۔(ت)	بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۝ "[1]

حاصل یہ کہ امکان کذب ماننا تکذیب قرآن کو اسی صورت میں مستلزم کہ آیات قرآن محفوظ رہیں حالانکہ ممکن کہ اللہ تعالٰی قرآن ہی کو فنا کردے، پھر تکذیب کاہے کی لازم آئے۔

اقول: ایھا المؤمنون! دیکھو صاف صریح مان لیا کہ خدا کی بات واقع میں جھوٹی ہوجائے تو ہو جائے اس میں کچھ حرج نہیں، حرج تو اس میں ہے کہ بندے اسے جھوٹا جانیں، یہ اسی تقدیر پر ہوگا کہ آیات باقی رہیں جن کے ذریعہ سے ہم جان لیں گے کہ خدا کی فلانی بات جھوٹی ہوئی اور جب قرآن ہی محو ہوگیا پھر جھوٹی پڑی تو کسی کو جھوٹ کی خبر بھی نہ ہوگی تکذیب کون کرے گا، غرض سارا ڈر اس کا ہے کہ بندوں کے سامنے کہیں جھوٹا نہ پڑے واقع میں جھوٹا ہوجائے تو کیا پروا، **انا للہ وانا الیہ راجعون** (ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت) اے سفیہ ملوم! یہ تیرا خدائے موہوم ہوگا جو بندوں کے طعنوں سے ڈر کر جھوٹ سے بچنے اور ان سے چرا چھپا بھلا بھلا کر خوب پیٹ بھر کر بولے ہمارا سچا خدا بالذات ہر عیب و منقصت سے پاک ہے کہ کذب وغیرہ کسی میں نقصان کو اس کے سراپردہ عزت تک بار ممکن نہیں، اور جو افعال اس کے ہیں حاشا وہ ان میں کسی نہیں ڈرتا، "**يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ** ۝" [2] (اللہ جو چاہے کرے۔ت) "**يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ** ۝" [3] (حکم فرماتا ہے جو چاہے۔ت) اس کی شان ہے اور "**لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ** ۝" [4] (اس سے نہیں پوچھا جاتا جو وہ کرے اور ان سب سے سوال ہوگا۔ ت) اس کے جلال عظیم کا بیان "**لَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**" [5] "**سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ** ۝" [6] (اور اس کے لئے بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں پاکی اور برتری ہے اس کو ان کی باتوں سے۔ت)

تازیانہ ۳۲: رب جلیل کو خلق کا خوف ماننا حضرت کا قدیمی مسلک ہے تقویت الایمان میں بھی بحث شفاعت میں فرماگئے: "آئین بادشاہت کا خیال کرکے بے سبب در گزر نہیں کرتا کہ کہیں لوگوں کو

---

[1] رسالہ یکروزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱

[4] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۳

[5] القرآن الکریم ۴۵/ ۳۷

[6] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۰

دلوں میں اس آئین کی قدر گھٹ نہ جاوے[1]" **العظمۃ للہ!** سفیہ جہول نے خدا کو بھی دارا و سکندر یا ہمایوں و اکبر سمجھا ہے کہ اپنی مرضی پوری کرنے کو لوگوں کے لحاظ سے حیلے ڈھونڈتا ہے: الا "بُعۡدًا لِّلۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۴۴﴾"[2] (دور ہوں بے انصاف لوگ۔ت)

تازیانہ ۳۳: قولہ "سلب قرآن مجید بعد انزال ممکن ست"[3] (نزول قرآن مجید کا سلب ممکن ہے۔ت)

اقول: اے طرفہ معجون جملہ بدعات قرآن مجید اللہ عزوجل کی صفت قدیمہ ازلیہ ابدیہ ممتنع الزوال ہے، نہ اس کا وجود اللہ عزوعلا کے ارادہ واختیار و خلق ایجاد سے نہ اس کا سلب واعدام اللہ تعالٰی کی قدرت میں ورنہ اپنی ذات کریم کو بھی سلب کرسکے مقتضائے ذات بے انتفائے ذات منتفی نہیں ہوسکتا۔

تازیانہ ۳۴: قولہ کما قال اللہ تعالٰی (اس کا قول: جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے، ت)

اقول: کیا خوب، کہاں ذاہب کہاں مسلوب، مگر آپ کو تحریف معنوی مرغوب،

تنبیہ: ہیہات یہ گمان نہ کرنا کہ سلب سے مراد قلب سے زوال ہے، **اولا** جس ضرورت سے اس طرف جائے وہ حضرت کے بالکل خلاف مذہب کہ یہ شخص صفات باری کو علانیہ مخلوق واختیاری مانتا ہے، جیسا کہ علم الٰہی و صدق ربانی کے بارے میں اس کی تصریحیں ہم نے نقل کیں، اور بیشک وہ چیزیں جو مخلوق و مقدور ہے اس کی ذات کا سلب بھی ممکن، تو برخلاف مسلک قائل تاویل قول غلط و باطل۔

ثانیا: ہم نے تنزیہ دوم میں بدلائل ثابت کردیا کہ صدق کو اختیاری ماننے والا قطعاً قرآن عظیم کو حادث مانتا ہے اور بیشک ہر حادث قابل فنا پھر اس کے نزدیک فنائے قرآن یقینا جائز۔

ثالثا: خاص یہاں بھی حضرت کا مطلب ان کی جاہلانہ نظر میں جبھی نکلے گا کہ قرآن مجید فی نفسہٖ معدوم ہوسکے کہ جب خبر ہی نہ رہی تو کاذب کیا ہوگی، ورنہ مجرد سہو ہوجانا ہرگز منافی نہیں ہوسکتا، **کما لایخفی فاعرف** (جیسا کہ مخفی نہیں پس اسے اچھی طرح جان لو۔ت)

تازیانہ ۳۵: اقول: بفرض محال اگر سلب قرآن ممکن بھی ہو، تاہم جناب سفاہت مآب کا جواب عجاب قطعاً ناصواب، معترض نے لزوم کذب سے استحالہ قائم کیا تھا نہ لزوم تکذیب سے اور بیشک اس تقدیر لزوم کذب سے اصلا مفر نہیں کہ خبر جب خلاف واقع ہو تو اس کا صفحہ عالم سے انعدام مانع کذب قائل نہ ہوگا۔ مانا کہ خبر معدوم ہوگئی، اس کے بعد اس کا خلاف واقع ہونا تو غایت یہ کہ ظہور کذب کا وقت نہ تھا

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التصرف مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۲

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۴

[3] رسالہ یک روزہ (فارسی) شاہ محمد اسمٰعیل فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۷

کہ کذب اس وقت اسے عارض ہوتا ہے جس کے لئے وجود معروض درکار تھا، وہ جس وقت موجود تھی اسی وقت بوجہ مخالفت واقع کاذب تھی گو ظہور کذب بعد کی ہو یا کبھی نہ ہو، اب انسان ہی میں دیکھئے اس کا کلام کہ عرض ہے اور عرض علمائے عـــہ متکلمین کے نزدیک صالح بقا نہیں فورا موجود ہوتے ہی معدوم ہوجاتا ہے، بااین ہمہ جب اس کا خلاف واقع ہوتا، کہتے ہیں کہ فلاں کی بات جھوٹی تھی، غرض اس نفیس جواب ملائے عجاب اور ان دو ہذیان تباہ وخراب کی قدران کے مثل مجانین ہی جانتے ہوں گے، یامعاذاللہ عفوالٰہی بشرط صلاحیت کام نہی فرمائے تواس کی سچی قدر اس دن کھلے گی "یَّوۡمَ یَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ؕ" [1] (جس دن سب لوگ رب لعالمین کے حضور کھڑے ہوں گے۔ت)

الحمدللہ! یہ حضرت کی چند سطری تحریر پر بالفعل پنتیس کوڑے ہیں اور پانچ ہذیان اول پر گزرے توپورے چالیس تازیانے ہوئے، واقعی معلم طائفہ نے بغلامی معلم الملکوت ہمارے مولٰی پر کذب وعیوب کا افترائے ممقوت کیا، اور شرعی میں افتراء کی سزا اسی کوڑے مگر غلام کے حق میں آدھی "فَعَلَیۡہِنَّ نِصۡفُ مَا عَلَی الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ؕ" [2] (تو ان پر اس کی سزا آدھی جو آزاد عورتوں پر ہے۔ت) توچالیس کوڑے نہایت بجاواقع ہوئے۔ اللہ عزوجل سے آرزو کہ قبول فرمائے اور ان تازیانوں کو متبوع کے حق میں نکال وعقوبت تابع کے لئے ہدایت وعبرت، اہل سنت کے واسطے قوت واستقامت بنائے، آمین یاارحم الراحمین! بیشک ہماری طرف کے علماء "شکراللہ مساعیہم الجمیلہ" نے حضرت کے ہذیان دوم کی بھی ضرور دھجیاں لی ہوں گی مگر اس وقت تک فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی تحریر نہ گزری جو کچھ حاضر کیا بحمداللہ القائے ربانی ہے کہ عبدضعیف پر فیض لطیف سے فائض ہوا، امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اس بسط جلیل ووجہ جمیل پر نقد جزیل حصہ خاص فقیر ذلیل ہے۔

عـــہ: بلکہ مذہب بقاپر بھی مدعا حاصل، لفظی غیر قار کاانعدام توظاہر اور نفسی نسبت مخلوط بالارادہ ملحوظ بقصد الافادہ کا نام ہے، پرظاہر کہ ارادہ افادہ ادائم نہیں، اور جو کچھ بعد کو محفوظ رہے صورت علمیہ ہے، نہ کلام نفسی، معہذا بحالت نسیان وہ بھی زائل، علاوہ بریں روح انسانی اگرچہ اہل سنت کے نزدیک فنانہ ہوگی مگر قطعاً ممکن الانعدام اس کے ساتھ اس کے سب صفات معدوم ہوسکتے ہیں ۱۲منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] القرآن الکریم ۸۳ /۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۲۵

فللّٰہ المنۃ فی کل اٰن وحین والحمد للہ رب العالمین والصلٰوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد واٰلہ و صحبہ اجمعین۔ آمین!	ہر وقت وہر گھڑی اللہ تعالٰی کی ہی حمد ہے اور حمد ہے تمام جہانوں کے پروردگار کی، صلٰوۃ والسلام رسولوں کے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور آپ کے آل واصحاب تمام پر، آمین! (ت)

تنزیہ چہارم [عہ] علاج جہالات جدیدہ میں

اقول: وبحول اللہ اصول ایھا المسلمون (میں اللہ کی توفیق سے کہتاہوں اے اہل ایمان سلام! ت) امکان کذب الٰہی کو خلف وعید کی فرع جاننااور اس میں اختلاف ائمہ کو وجہ سے امکان کذب کو مختلف فیہ مانناایک تو افتراء دوسرے کتنا بے مزہ۔ بیشک مسئلہ خلف وعید میں بعض علماء جانب جواز گئے، اور محققین نے منع وانکار فرمایا، مگر حاشانہ اس سے امکان کذب ثابت، نہ یہ علمائے مجوزین کا مسلک بلکہ وہ اس سے بہزار زبان تبری وتحاشی کرتے ہیں، پھر ان کی طرف امکان کذب کی نسبت سخت کذب وستم جسارت جس کے بہتان واضح البطلان ہونے پر حج قاہرہ قائم،

حجت اولٰی: یہی نصوص قاطعہ کہ تنزیہ اول میں گزرے جن سے واضح کہ کذب باری محال ہونے پر اجماع قطعی منعقد تمام کتب کلامیہ میں جہاں اس مسئلے کا ذکر آیا ہے صاف تصریح فرمادی کہ اس پر اجماع واتفاق علماء ہے یا بے حکایت خلاف اس پر جزم کیا فرمایا ہے۔

حجت ثانیہ: اقول: طرفہ یہ کہ جو علماء مسئلہ خلف وعید میں خلاف بتاتے ہیں وہی استحالہ کذب پر اجماع نقل فرماتے ہیں، جس شرح مقاصد میں ہے:

ان المتاخرین منھم یجوزون الخلف فی الوعید [1]۔	ان میں کے متاخرین خلف وعید جائز مانتے ہیں۔

اسی شرح مقاصد میں ہے:

[عہ]: **تنبیہ ضروری:** خوب یاد رہے کہ اس ساری تنزیہ اور اس کے مناسب تمام مواضع رسالہ میں ہمارا روئے سخن ان ناقصوں خاسروں کی طرف نہیں جنھیں عروسان منصہ امامت طائفہ نے اپنے بھولے چہروں کا نقاب بنایا ہو بلکہ صرف مخاطبہ ان نئے متبدعوں، تازہ مقتداؤں سے ہے جو کتاب پر تفریظ لکھیں اور اس کے حرف بحرف صحیح ومسلم ہونے کی تصریح کریں **والسلام ۱۲ منہ**

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی اتفقت الائمۃ علی العفو عن الصغار دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۷

الکذب وھو محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ علی مح[1]۔	کذب الٰہی باجماع علماء محال ہے کہ وہ باتفاق عقلاء عیب ہے اور عیب اس پاک بے عیب پر قطعاً محال۔

مگر علماء کو خبر نہ تھی کہ امکان کذب جواز خلف وعید پر متفرع تو ہم اسے مختلف فیہ لکھ کر کیونکر اجماع بتائے دیتے ہیں، اب چودھویں صدی میں آکران حضرات کواس تفریع کی خبر ہوئی،

حجت ثالثہ: اقول: طرفہ تریہ کہ جو علماء خلف وعید کا جواز مانتے ہیں خود ہی کذب الٰہی کو محال واجماعی جانتے ہیں، جس مواقف میں ہے:

لایعد الخلف فی الوعید نقصا[2]۔	خلف وعید تنقص نہیں گنا جاتا۔

اسی مواقف میں ہے:

انہ تعالٰی یمتنع علیہ الکذب اتفاقا[3]۔	کذب باری بالاتفاق محال ہے۔

جس شرح طوالع میں ہے:

الخلف فی الوعید حسن[4]۔	وعید میں خلف حسن ہے۔

اسی میں ہے:

الکذب علی اللہ تعالٰی محال[5]۔	اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے۔

جن علامہ جلال دوانی نے شرح عقائد میں لکھا:

ذھب بعض العلماء الی ان الخلف فی الوعید جائز علی اللہ تعالٰی لافی الوعد وبھذا وردت السنۃ[6]۔	بعض علماء اس طرف گئے کہ وعید میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز ہے نہ وعدہ میں اور یہی مضمون حدیث میں آیا۔

---

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۰۴

[2] شرح المواقف المقصد السادس فی تقریر اصحابنا منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۰۷

[3] شرح المواقف المقصد السابع فی انہ تعالٰی متکلم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۰

[4] شرح طوالع الانوار

[5] شرح طوالع الانوار

[6] الدوانی علی العضدیہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۴

پھر بعد ذکر حدیث اسے عرف وکلام سے مؤید کیا **کما نقله افندی اسماعیل حقی فی روح البیان** (جیسا کہ امام اسمٰعیل حقی آفندی نے روح البیان میں اسے نقل کیا ہے۔ت) وہی علامہ جلال فرماچکے:

الکذب علیه تعالٰی محال لاتشتمله القدرة [1]۔	اللہ تعالٰی کا کذب محال ہے قدرت الٰہی میں داخل نہیں۔

مگر یہ علماء خود اپنا لکھا نہ سمجھے تھے کہ باہم متلازم چیزوں میں ایک کا جواز دوسرے کا استحالہ کیونکر مان لیتے اور اپنے کلام سے آپ ہی تناقض کرتے ہیں۔اب صدہا سال کے بعد ان حضرات کو کشف ہوا کہ مذہب کے معنی وہ تھے جو خود اہل مذہب کی فہم نہ تھے۔

حجت رابعہ: اقول: افسوس ان ذی ہوشوں نے اتنا ہی دیکھا کہ علماء مسلک جواز کا محصل ومبنٰی کیا ٹھہراتے اور اس تفریع شنیع یعنی امکان کذب کو کیوں کر طرح طرح سے دفع فرماتے ہیں یہاں ان سے بعض وجوہ نقل کرتا ہوں:

وجہ ۱: وعید سے مقصود انشائے تخویف وتہدید ہے، نہ اخبار، توسرے سے احتمال کذب کا محل ہی نہ رہا، مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

الخلف فی الوعید جائز فان اھل العقول السلیمة یعدونه فضلاء لانقصا دون الوعد فان الخلف فیه نقص مستحیل علیه سبحانه ورد بان ایعاد اللہ تعالٰی خبر فھو صادق قطعا لاستحاله الکذب ھناک، و اعتذر بان کونه خبرا ممنوع بل ھو انشاء للتخویف فلا باس ح فی الخلف [2]۔(ملخصًا)	یعنی وعید میں خلف جائز ہے کہ سلیم عقلیں اسے خوبی گنتی ہیں، نہ عیب، اور وعدہ میں جائز نہیں کہ اس میں خلف عیب ہے اور عیب اللہ عزوجل پر محال اس پر اعتراض ہوا کہ اللہ تعالٰی کی وعید بھی ایک خبر ہے تو یقینا سچی باری جل وعلا کا کذب محال، اور عذر کیا گیا کہ ہم اسے خبر نہیں مانتے بلکہ انشائے تخویف ہے تو اب خلف میں حرج نہیں۔(ملخصًا)

دیکھو! خلف وعید جائز ماننے والوں سے استحالہ کذب الٰہی کا صراحۃً اقرار اور اس کے امکان سے بہزار زبان اجتناب وانکار کیا، اور اپنے مذہب کی وہ توجیہ فرمائی جس نے اس احتمال باطل کی گنجائش ہی نہ رکھی، پھر **معاذاللہ** امکان کذب ماننے کو ان کے سر باندھنا کیسی وقاحت وشوخ چشمی ہے۔

[1] الدوانی علی العضدیۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۳

[2] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الباب الثانی فی الحکم منشورات الرضی قم ایران ۱/ ۶۲

وجہ ۲: فرماتے ہیں آیات عفو سے مخصوص ومقید ہیں، یعنی عفو و وعید دونوں میں وارد، توان کے ملانے سے آیات وعید کے یہ معنی ٹھہرے کہ جنھیں معاف نہ فرمائے گا وہ سزا پائیں گے، جب یہ معنی خود قرآن عظیم ہی نے ارشاد فرمائے توجواز خلف کو **معاذ اللہ** امکان کذب سے کیا علاقہ رہا، امکان کذب توجب نکلتا کہ جزمًا حتمًا وعید فرمائی جاتی، اور جب خود متکلم جل وعلا نے اسے مقید بعدم عفو فرمادیا ہے تو چاہے وعید واقع ہو یا نہ ہو ہر طرح اس کا کلام یقینا صادق جس میں احتمال کذب کو اصلا دخل نہیں، یہ وجہ اکثر کتب علماء مثل تفسیر بیضاوی انوار التنزیل و تفسیر عمادی ارشاد العقل السلیم و تفسیر حقی روح البیان وشرح مقاصد وغیرہا میں اختیار فرمائی، لطف یہ ہے کہ خود ہی ردالمحتار جس سے مدعی جدید غیر مہتدی و رشید نے مسئلہ خلف میں خلاف نقل کیا، اسی ردالمحتار میں اسی جگہ اسی قول جواز کے بیان میں فرمایا:

حاصل ھذا القول جواز التخصیص لما دل علیہ اللفظ بوضعہ اللغوی من العموم فی نصوص الوعید[1]۔	اس قول کا حاصل یہ ہے کہ نصوص وعید میں جو ظاہر لفظ اپنے معنی لغوی کی رو سے عموم پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے گا یہ سزا پائے گا، اس میں تخصیص جائز ہے۔

یعنی عام مراد نہ ہو بلکہ ان لوگوں کے ساتھ خاص ہو جنھیں مولٰی تعالٰی عذاب فرمانا چاہے، ایمان سے کہنا اسی ردالمحتار میں یہیں یہیں یہ تصریح تو نہ تھی جس نے اس تفریع خبیث وقبیح کی صاف بیخ کنی کردی، آج تک کسی عاقل نے عام مخصوص منہ البعض کو کذب کہا ہے، ایسے عام تو قرآن عظیم میں اس وقت بکثرت موجود، پھر امکان کذب کیوں مانو! صاف نہ کہہ دو کہ قرآن مجید میں (خاک بدہن گستاخان) جابجا کذب موجود ہے، واہ شاباش! ردالمحتار کی عبارت سے اچھا اسناد کیا کہ آدھی نقل اور آدھی عقل، پھر بھی دعوی رشد ودیانت باقی ہے، ذرا آدمی سے تو حیا کرے **والاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

وجہ ۳: اگر بالفرض کوئی نص مفید تخصیص وعید نہ بھی آتا تاہم کریم کی شان یہی ہے کہ غیر متمرد غلاموں کے حق میں وعید بنظر تہدید فرمائے اور اس سے یہی مراد لے کہ اگر ہم معاف نہ فرمائیں تو یہ سزا ہے، خلاصہ یہ کہ قرینہ کرم تخصیص وتقید وعید کے لئے بس ہے اگرچہ مخصص قولی نہ ہو۔

اقول وبہ یحصل قران المخصص بالمخصص بخلاف ماسبق فھو خاص بمذہب	**میں کہتاہوں** اس سے مخصص کا قرینہ حاصل ہوگیا بخلاف ماسبق کے، وہ صرف اس شخص کے مذہب کے

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۳۵۱

من یجیز التراخی والانفصال وھذا جارٍ علی مذھب الکل۔	موافق ہے جس نے تراخی وانفصال کو جائز رکھا ہے اور یہ تمام مذہب پر جاری ہے۔(ت)

یہ وجہ وجیہ فقیر غفراللہ تعالٰی کے خیال میں آئی تھی یہاں تک کہ علامہ خیالی رحمہ اللہ تعالٰی کو دیکھا کہ حاشیہ شرح عقائد میں اس کی تصریح فرمائی:

حیث قال لعل مرادھم ان الکریم اذا اخبر بالوعید فاللائق بشانہ ان یبنی اخبارہ علی المشیۃ وان لم یصرح بذلك بخلاف الوعد فلا کذب ولاتبدیل [1]۔	یعنی امید ہے کہ خلف وعید جائز ماننے والے یہ مراد لیتے ہیں کہ کریم جب وعید کی خبر دے تو اس کی شان کے لائق یہی ہے کہ اپنی خبر کو مشیت پر مبنی رکھے اگرچہ کلام میں اس کی تصریح نہ فرمائے بخلاف وعدہ کے تو خلف وعید میں نہ کذب ہے نہ بات بدلنا۔

مسلمانو! دیکھا کہ خلف وعید جائز ماننے والے اس تفریع ناپاک سے جو مدعی بیباک نے گھڑی کس قدر دور بھاگتے اور کس کس وجہ سے اسے علانیہ رد کرتے ہیں، پھر اپنی جھوٹی بات بنانے کے لئے ناکردہ گناہ ان کے سر ایسا الزام شدید باندھنا کس درجہ جرات وبے حیائی ہے، قال اللہ سبحانہ وتعالٰی:

"وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓــٴَـةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓــٴًـا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۠(۱۱۲)" [2]۔	اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اسے کسی بے گناہ پر تھوپ دے اس نے ضرور بہتان اور کھلا گناہ اٹھایا۔(ت)

حجت خامسہ: اقول: مجوزین خلف وعید اپنے مذہب پر بڑی دلیل پیش کرتے ہیں کہ باری عزاسمہ نے فرمایا:

"اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج" [3]	بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔

اسی ردالمحتار میں اسی مقام پر اسی مسئلہ کے بیان میں آپ کی منقولہ عبارت سے چار ہی سطر بعد فرمایا:

ادلۃ المثبتین التی من انصھا قولہ تعالٰی	اثبات کرنیوالوں کی مضبوط ترین دلیل اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے

---

[1] حاشیہ الخیالی علی شرح العقائد النسفیہ مطبع اصح المطابع بمبئی (انڈیا) ص ۱۳۱

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۲

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۶

بیشک اللہ تعالٰی کفر کو معاف نہیں فرماتا اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے گا بخش دے گا۔ (ت)	"اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ"[1]۔

یوں ہی اس کی ماخذ حلیہ شرح منیہ میں امام محقق ابن امیر الحاج میں ہے اور پر ظاہر کہ دعوی دلیل پر متفرع اور اس کے مفاد کا تابع ہوتا ہے، سبحان اللہ! جب جواز خلف خود ارشاد متکلم بالوعید جل مجدہ کی طرف مستند کہ اس نے فرمادیا "ہم جسے چاہیں گے بخش دیں گے" تو دلیل امکان کذب کو اصلاراہ نہیں دیتی مگر مدلول میں زبردستی خدا واسطے کو مان لیا جائے گا اس جہالت کی کوئی حد ہے آپ کے نزدیک یہ علماء اپنے دعوی ودلیل کی بھی سمجھ نہ رکھتے تھے کہ خلف تو اس معنی پر جائز مانیں جسے امکان کذب لازم، اور دلیل وہ پیش کریں جو اس معنی کی بالکل قاطع وحاسم، خدارا اپنی جہالتیں، سفاہتیں علماء کے سر کیوں باندھتے ہو،
ع

اس آنکھ سے ڈریئے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

للہ! انصاف! اگر بادشاہ حکم نافذ کرے کہ جو یہ جرم کرے گا یہ سزا پائے گا اور ساتھ ہی اسی فرمان میں یہ بھی ارشاد فرمایئے کہ ہم جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے تو کیا اگر وہ بعض مجرموں سے درگزر کرے تو اپنے پہلے حکم میں جھوٹا پڑے گا یا اس آئین کی قدر لوگوں کے دلوں سے گھٹ جائے گی، جیسا کہ وہ احمق جاہل دعوی کرتا ہے یا اگر کوئی شخص بدلیل اس دوسرے ارشاد کے ثابت کرے کہ بادشاہ نے جو سزا مقرر فرمائی ہے کچھ ضرور نہیں کہ ہو ہی کر رہے بلکہ ٹل بھی سکتی ہے تو کیا اس کے قول کا حاصل یہ ہوگا کہ وہ بادشاہ کا کذب محتمل مانتا ہے، ذرا آدمی سمجھ سوچ کر تو بات منہ سے نکالے، سبحٰن اللہ! جس ردالمحتار سے سند لائے اسی میں وہیں اسی بیان میں اسی صفحہ میں وہ صاف وروشن تصریحیں موجود ہیں جن سے اس تفریع ناپاک کی پوری قلعی کھلتی ہے، حضرت ایک ذرا سا ٹکڑا نقل کر لائیں اور باقی بالکل ہضم، گویا دیکھا ہی نہیں۔ اسی کا نام دین ودیانت ہے۔ اسی پر دعوی رشد وہدایت ہے۔ مگر حضرات وہابیہ عادت سے مجبور ہیں، نقل عبارت میں قطع وبرید اب صاحبو کا داب قدیم رہا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے متکلمین نے رسالے کے رسالے جی سے گھڑ کر علمائے سابقین کی طرف نسبت کر دیئے۔ انتھی یہ کہ عالم و امام دل سے تراشے کہ باوجود تکرار مطالبہ تمام عالم میں ان کے وجود کا پتا نہ دے سکے۔ فقیر کے بعض احباب سلمہم اللہ تعالٰی نے رسالہ "**سیف المصطفی علی ادیان الافتراء**" اسی باب میں لکھا اور اس میں ان حضرات کے عمائد واکابر کی ڈیڑھ سو سے زیادہ ایسی ہی عبارتوں، بددیانتوں کا ثبوت دیا۔ واقعی حضرات نجدیہ نے ایک حدیث صحیح عمر بھر کے عمل کو بس سمجھی ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

اذالم تستحیی فاصنع ماشئت[1] (جب کوئی بے حیا ہوجائے تو وہ چاہے کرے۔ت) ع

بے حیا باش وانچہ خواہی کن

(بے حیا ہو جا پھر جو چاہے کرتارہ۔ت)

حجت سادسہ: اقول: امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

قال ابوعمر وبن العلا لعمر وبن عبید، ماتقول فی اصحاب الکبائر؟ قال **اقول**: ان اللہ منجز ایعادہ کما ھوا منجز وعدہ، قال ابو عمر وانك رجل اعجم، لا اقول اعجم اللسان ولکن اعجم القلب، ان العرب تعدا لرجوع عن الوعدلؤماوعن الایعاد کرماء والمعتزلۃ حکوا ان اباعمروبن العلاء لما قال ھذا الکلام قال لہ عمرو بن عبید یااباعمرو فھل یسمی اللہ مکذب نفسہ فقال لا فقال عمرو بن عبید فقد سقطت حجتک، قالوا فانقطع ابوعمرو بن العلاء، وعندی انہ کان لابی عمرو ان یجیب عن ھذا السؤال ان ھذا انما یلزم لوکان الوعید ثابتا جزمًا من غیر شرط، وعندی جمیع الوعیدات مشروطۃ بعدم العفو، فلایلزم من ترکہ دخول الکذب فی الکلام اللہ تعالٰی اھملخصًا۔[2]	یعنی امام ابو عمرو بن العلاء رحمہ اللہ تعالٰی نے عمرو بن عبید پیشوائے معتزلہ سے فرمایا اہل کتاب کبائر کے بارے میں تیرا کیا عقیدہ ہے؟ کہا میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی اپنی وعید ضرور پوری کرے گا جیسا کہ اپنا وعدہ بیشک پورا فرمائے گا۔ امام نے فرمایا تو عجمی ہے میں نہیں کہتا کہ زبان کا عجمی بلکہ دل کا عجمی ہے، عرب وعدہ سے رجوع کو نالائقی جانتے ہیں اور وعید سے در گزر کو کرم، معتزلہ حکایت کرتے ہیں۔ اس پر عمرو نے جواب دیا کیا خدا کو اپنی ذات کا جھٹلانے والا ٹھہرائے گا۔ امام نے فرمایا نہ، عمرو نے کہا تو آپ کی حجت ساقط ہوئی، اس پر امام بند ہوگئے۔ امام رازی فرماتے ہیں میرے نزدیک امام یہ جواب دے سکتے تھے کہ اعتراض تو جب لازم آئے کہ وعید یقینی بلاشرط ہو اور میرے مذہب میں تو سب وعیدیں عدم عفو سے مشروط ہیں تو خلف وعید سے معاذاللہ کلام الٰہی میں کذب کہاں سے لازم آیا۔

اب عاقل بنظر انصاف غور کرے۔ **اولاً:** اگر تجویز خلف امکان کذب ماننا ہی ہوتی تو بر تقدیر صدق حکایت امام کا بند ہونا کیا معنی انھیں صاف کہنا تھا میں جواز خلف مانتا ہوں تو امکان کذب میرا عین مذہب اور

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ بن مسعود حدیث ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ اللہ لا یخلف المیعاد المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۷

بر تقدیر کذب معتزلہ علمائے اہلسنت کیوں نہیں فرماتے کہ تم نے وہ حکایت گھڑی جو آپ ہی اپنے کذب کی دلیل ہے، مجوزین خلف توامکان کذب مانتے ہیں پھر امام اس الزام پر بند کیوں ہو جاتے۔

ثانیًا: آگے چل کر امام رازی امام ابن العلاء کی طرف سے اچھا جواب دیتے ہیں کہ میرے مذہب میں سب وعیدیں مقید ہیں۔سبحان اللہ! جب وعیدیں مقید ہوں گی تو امکان کذب کدھر جائے گا۔ کیوں نہیں کہتے کہ میرے مذہب میں کذب ممکن تو الزام ساقط، غرض بے شمار وجوہ سے ثابت کہ مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے علماء کرام پر جیتا طوفان باندھا۔

حجت سابعہ، **اقول:** آپ کی یہی ردالمحتار جس سے آدھا فقرہ نقل کرکے ائمہ دین پر پوری تہمت کردی، اس مبحث میں حلیہ امام علامہ ابن امیر الحاج ناقل ہے شروع عبارت یوں ہے:

واقفه علی الاول صاحب الحلیة المحقق ابن امیر الحاج وخالفه فی الثانی وحقق ذٰلك بانه مبنی علی مسئلة شهیرة وهی انه هل یجوز الخلف فی الوعید فظاهر مافی المواقف[1] الخ۔	صاحب حلیہ محقق ابن امیر الحاج نے اول میں اس کی موافقت کی ہے اور ثانی میں مخالف، اور ثابت کیا کہ اس کامدار ایک مشہور مسئلہ پر ہے اور وہ یہ ہے کہ کیا خلف وعید جائز ہے۔تو مواقف میں جو کچھ ہے تو وہ ظاہر ہے الخ۔(ت)

اور ختم یوں ہذاخلاصة مااطال به فی الحلیة[2] (یہ حلیہ میں ان کی طویل گفتگو کا خلاصہ ہے۔ت) اور یہ صاحب حلیہ خود مسلمانوں کے حق میں جواز خلف کو ترجیح دیتے ہیں، اسی ردالمحتار میں ان سے منقول:

الاشبة ترجح جواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصة دون الکفار[3]۔	اشبہ ومختار یہ ہے کہ خلف وعید کا جواز خاص مسلمانوں کے حق میں ہے نہ کہ کفار کے حق میں ہیں۔(ت)

اب ملاحظہ ہو کہ یہی امام قائل جواز خود آپ کی اس تفریح شنیع یعنی امکان کذب سے کیسی سخت تحاشی کرتے ہیں۔اسی حلیہ میں بعد ختم بحث کے فرمایا:

وحاش لله ان یراد بجواز الخلف فی الوعید ان لایقع عذاب من ارادالله الاخبار	یعنی حاشا للہ خلف وعید جائز ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ عزوجل نے جس کے عذاب کی خبر دینی چاہی

[1] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[2] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[3] ردالمحتار کتاب الصلٰوۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

بعذابہ فانہ محال علی اللہ تعالٰی قطعا، کما ان عدم وقوع نعیم من ارادالله الاخبار عنه بالنعیم محال علیہ قطعاً کیف لا وقد قال تعالٰی "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾" "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾" "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ" [1] ۔	اس کا عذاب واقع نہ ہو یہ اللہ تعالٰی پر قطعاً محال ہے جس طرح یہ بالیقین ممکن نہیں کہ اس نے جس کے لئے نعیم کی خبر دی ہو اس کے لئے نعیم واقع نہ ہو اور کیوں کر نہ ہو اس کی خبر کا کذب محال ہے۔ حالانکہ وہ خود فرماتا ہے اللہ سے کس کا قول سچا ہے، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی ہے۔ تیرے رب کی باتیں سچ اور عدل میں کامل ہیں، کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا نہیں۔

کیوں ایمان سے کہنا یہ وہی علماء ہیں جن پر تم امکان کذب ماننے کا بہتان کرتے ہو۔ اللہ حیا دے۔

حجت ثامنہ بقطع عرق ضلالت ضامنہ۔ اقول: **وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق** (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اور اسی کی توفیق سے تحقیقی بات کو پایا جاسکتا ہے۔ت) علمائے مجوزین کے طریق استدلال ومناظرہ وجدال شاہد عدل ہیں کہ ان کے نزدیک خلف وعید وعفو ومغفرت میں نسبت تساوی اور دونوں جانب سے ترفق کلی ہے، ثبوت سنئے قریب گزرا کہ انھوں نے اپنے دعوے پر آیہ کریمہ "وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ" [2] (اور کفر سے نیچے جتنے گناہ ہیں جسے چاہے بخش دے گا۔ت) سے استدلال کیا۔ اور حلیہ پھر ردالمحتار میں جس سے آپ ہمیشہ کے لئے اپنے پیچھے ایک آفت لگانے کو ذرا سا ٹکڑا نقل کرلائے۔ اس دلیل کو انص واظہر دلائل مجوزین کہا اور پر ظاہر کہ آیت صرف جواز مغفرت ارشاد فرماتی ہے اسی کو انھوں نے جواز خلف پر دلیل ٹھہرایا تو ان کا استدلال برہان قاطع کہ وہ مغفرت کو خلف سے عام نہیں مانتے کہ جواز اعم ہرگز جواز اخص کا مثبت نہیں ہوسکتا اور عنقریب آتا ہے کہ معتزلہ نے امتناع عفو پر آیات وعید سے تمسک کیا۔ اس پر ان علماء نے جواب دیا کہ خلف جائز ہے تو لاجرم جواز خلف کو امتناع عفو کا رد مانا اور زنہار جواز اعم امتناع اخص کا نافی نہیں ہوسکتا۔ تو ان کا یہ جواب دلیل ساطع کو وہ خلف کو مغفرت سے عام نہیں مانتے۔ رہا تباین وہ بالبداہۃ اور خود اس رد واثبات سے سے بین البطلان پس تساوی متعین اور مراد متبین، یعنی ظاہر ہوگیا کہ وہ صرف عدم وقوع وعید بوجہ عفو کو خلف سے تعبیر فرماتے اور جائز

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۶

ٹھہراتے ہیں کہ یہی مغفرت سے مساوی ہے نہ کہ معاذاللہ تبدیل وتکذیب خبر کہ عفو سے عموم وخصوص دونوں رکھتی ہے مثلاً در گزر بربنائے تخصیص نصوص وتقیید وعید واقع ہوئی تو عفو موجود اور تبدیل مفقود، کسی جرم پر ایک سزائے شدید کی وعید حتمی اور ایقاع کے وقت اس میں کمی کی تو عفو عــــہ مفقود اور تبدیل موجود۔ اور اگر عفو تخفیف کو شامل کیجئے تو عام مطلقاً سہی بہر حال خلف کہ اس کا مساوی ہے کذب سے قطعاً عام مطلقاً یا من وجہ اب تو اپنی جہالت فاحشہ پر متنبہ ہوئے کہ جواز اعم امکان اخص کا مستلزم مان رہے ہو فالحمد للہ علی اتمام الحجۃ وایضاح المحجۃ۔

حجت تاسعہ قاہرہ قالعہ قاتلہ قارعۃ بارعۃ التبیین دامغۃ الکذابین: اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ایہاالمسلمون! ذرا قلب حاضر درکار اسی مدعی جدید غیر مہتدی ورشید نے کذب باری عزوجل کا صرف امکان عقلی ہی ائمہ دین کی طرف نسبت نہ کیا۔ بلکہ معاذاللہ انھیں کفر صریح کا قائل قرار دیا۔ پھر الحمد اللہ ان کا دامن سنت مامن تو کفر وضلالت کے ناپاک دھبوں سے پاک ومنزہ مگر حضرت خود ہی اپنے ایمان کی خیر منائیں۔ یوں نہ مانیں تو مفصل جانیں۔ اصل مراد یہ ہے کہ خلف بایں معنی کہ متکلم بایک بات کہہ کر پلٹ جائے اور جو خبرت دی تھی اس کے خلاف عمل میں لائے۔ بلاشبہہ اقسام کذب سے ہے کہ کذب نہیں مگر خلاف واقع خبر دینا تو اس معنی پر خلف کو ممکن یا سائغ یا واقع یا واجب جو کچھ مانئے بعینہ وہی حکم کذب کے لئے ثابت ہوگا کہ یہ جانب وجود ہے اور جانب وجود میں قسم مقسم کو مستلزم اور عقل احکام قسم سے مقسم پر حاکم کہ اس کا وجود بے اس کے محال وناممکن تو لاجرم اس کا امکان اس کے جواز اور اس کا وجود اس کے وقوع اور اس کا وجوب اس کی ضرورت کو لازم۔ حضرت مدعی جدید نے اپنی جہالت وضلالت سے کلام علماء میں خلف کے یہی معنی سمجھے کہ باری تعالٰی عیاذاً باللہ بات کہہ کر پلٹ جائے خبر دکر غلط کردے لہٰذا جواز خلف پر امکان کذب کو متفرع کیا حالانکہ حاشاللہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل نہیں بلکہ وہ صراحۃً اس معنی مردود مخترع عنود کا رد بلیغ فرماتے او جواز خلف کو تخصیص نصوص وتقیید وعید وغیرہما ایسے امور پر بربنا کرتے ہیں جن کے بعد نہ معاذاللہ کہہ کر پلٹنا نہ بات کا بدلنا ہو اس امر پر دلائل قاہرہ وتصریحات باہر سن ہی چکے ہیں مگر ان حضرت کو

عــــہ: المغفرۃ وقایۃ شر الذنوب بالکلیۃ[1] اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ۔

مغفرت گناہوں کے شر سے کلیۃً محفوظ رہنا ہے اھ ۱۲ رضی اللہ عنہ (ت)

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

یہ مسلم نہیں خواہی نخواہی خلف اسی معنی پر ڈھالتے ہیں جو ایک قسم کذب ہے تاکہ اسکے جواز سے امکان کذب کی راہ نکالیں بہت اچھا اگر یہی معنٰی مراد ہوں تو اب نظر کیجئے کہ جواز خلف کے کیا معنی ہیں اور وہ اپنے کس معنی پر ائمہ میں مختلف فیہ۔ حاشا جواز صرف بمعنی امکان عقلی محل خلاف نہیں بلکہ عـــہ۱ قطعاً جواز شرعی وامکان وقوعی میں نزاع

عـــہ۱: **اقول**: ھل عیست ان تتفطن مما القینا ونلقی علیك من الابحاث ونقلنا وننقل لك من کلمات العلماء ان الکلام فی مطلق الخلف فی حق العصاۃ لا الخلف المطلق فیھم ولا الخلف فی الکفار لوفاق اھل السنۃ الوعیدیۃ علی استحالتہ شرعا اما الثانی فظاھر واضح وقد نص علیہ القراٰن العزیز واجمعت علیہ الامۃ جمیعا واما الاول فنقل علیہ ایضا غیر واحد الاجماع وھو الصواب من حیث النظر وان نقل العلامۃ فی حاشیہ العلائی خلافہ ففی ھذین ان کان الخلاف فلایکون الا فی الامکان العقلی ولذا حمل علیہ العلامۃ ش بید انی لا اعلم خلافا بین اھل السنۃ فی جواز الاول عقلا والثانی وان وقع فیہ خلاف ولکن المحققین ھٰھنا علی الجواز ولم یخالف فیہ الا اقل قلیل کما سیأتی فالذی عـــہ۲ وقع عن العلامۃ ش

اقول (میں کہتا ہوں) آپ نے ہماری اس گفتگو سے جو کی اور کریں گے اور علماء کے منقولہ کلمات سے سمجھ لیں گے کہ کلام گنہ گاروں کے حق میں مطلق خلف میں ہے۔ نہ خلف مطلق میں اور نہ ہی حق کفار میں خلف ہے کیونکہ وعیدی اہلسنت کا اتفاق ہے کہ ایسی خلف وعید شرعًا محال ہے، دوسری بات (حق کفار میں) تو ظاہر واضح ہے اس پر قرآن عزیز کی تصریح ہے اور تمام امت کا اس پر اتفاق ہے۔ رہی پہلی بات تو اس پر بھی متعدد اہل علم نے اجماع نقل کیا ہے، دلیل کے اعتبار سے یہی صواب ہے، اگرچہ علامہ نے حاشیہ علائی میں اس کے خلاف نقل کیا ہے ان دونوں میں اگر اختلاف ہو بھی تو محض بطور امکان عقلی ہو ہوگا اس لئے علامہ ش نے اسے اس پر محمول کیا مگر میں اول کے جواز عقلی میں اہلسنت کا اختلاف نہیں جانتا، اور دوسری میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن محققین یہاں بھی جواز پر ہیں اگرچہ اس کی مخالفت بہت ہی کم لوگوں نے کی ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

عـــہ۲: قولہ فالذی وقع حیث نقل النزاع المشھور وکون المحققین علی المنع

قولہ والذین وقع. کیونکہ انھوں نے جہاں نزاع مشہور نقل کیا ہے اور محققین کا اس کے کلام میں دونوں خلفوں (باقی برصفحہ آئندہ)

ہے جس کے بعد امتناع بالغیر بھی نہیں رہتا۔ **دلائل سنئے:**

(بقیہ حاشیہ عـــہ۱صفحہ گزشتہ)

اشتباہ یجب التنبیہ لہ وقد اوضحناہ علی ہامشہ ولو لا ان عرضنا فی المقام لایتعلق بنقد ذٰلك لاتینا بالتحقیق فیما ھنالکن ثم من البدیھی ان امکان عدم التعذیب عقلا مع استحالتہ شرعا ادخل فی الرد علی ھٰؤلاء الجھلۃ کما لایخفی علی عاقل فضلا عن فاضل و سنلقی علیك تحقیقہ فیما سیأتی فی رد الوھابیۃ الدیوبندیۃ فانتظر واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲منہ قدس سرہ۔

علامہ ش سے جو واقع ہوا یہ اشتباہ ہے جس پر تنبیہ ضروری ہے اور ہم نے اس کے حاشیہ پر اس کی وضاحت کردی ہے اگر ہماری غرض اس مقام پر تنقید کرنا ہوتی تو ہم اس تحقیق کو یہاں کردیتے۔ پھر یہ بات بدیہی ہے کہ عقلا عدم عذاب کا محض امکان جو شرعا محال ہے ان جہال کے رد کا ذریعہ بنتا ہے جیسا کہ کسی عاقل پر مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی ہو۔ عنقریب اس کی تفصیل و تحقیق وہابیہ دیوبندیہ کے رد میں آرہی ہے تھوڑا سا انتظار کرو۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم ۱۲منہ قدس سرہ،(ت)

(بقیہ حاشیہ عـــہ۲صفحہ گزشتہ)

فی کلامہ علی ھٰذین الخلفین وزعم تبعا فالحق ان محل النزاع المشھور ھوالجواز الشرعی وکلامھم انما ھو فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصلہ ماسنلقی علیک واللہ الھادی ۱۲منہ رضی اللہ عنہ۔ للحلیۃ ان الاشبہ ترجح جواز الاول عقلا فاوھم ان جوازہ العقلی مختلف فیہ واوھم ایھا مًا اشد واعظم ان المحققین علی انکارہ وان کان الاشبہ عندہ ترجح الجواز مع انا لانعلم فیہ نزاع اصلا ولانظنہ محل نزاع وان کان فلا شك ان عامۃ الائمۃ علی الجواز ثم اوھم بل صرح اٰخر ان الصحیح عن المحققین منع الثانی عقلا مع ان الامر بالعکس

پر منع مذکور ہوا اور حلیہ کی اتباع میں اس نے عقلا جواز اول کی ترجیح کو مختار محسوس کرلیا تو اسے یہ وہم ہوگیا کہ اس کے جواز عقلی میں اختلاف ہے یہ وہم شدید ہے محققین تو اس کا انکار کررہے ہیں اگرچہ اس کے ہاں مختار جواز کو ترجیح دینا ہے حالانکہ ہم تو اس میں نزاع کا علم نہیں رکھتے اور نہ ہی محل نزاع کا گمان کرتے ہیں اور اگر ہے تو بلاشبہہ اکثر ائمہ جواز پر ہیں پھر وہم میں پڑتے ہوئے آخر تصریح کی کہ محققین کے ہاں صحیح یہ ہے کہ دوسری صورت عقلا منع ہے حالانکہ معاملہ برعکس (باقی اگلے صفحہ پر)

اولا اہلسنت بالاجماع اور معتزلہ کا ایک فرقہ مغفرت عاصیان کبائر کردگان وبے توبہ مردگان کے امکان عقلی پر متفق ہیں یعنی کچھ عقلی محال نہیں جانتی کہ اللہ تعالٰی ان سے مواخذہ نہ فرمائے مگر امکان شرعی میں اختلاف پڑا اہلسنت بالاجماع شرعا بھی جائز بلکہ واقع اور یہ فرقہ وعیدیہ سمعا ناجائز اور عذاب واجب مانتے ہیں۔انھوں نے آیات وعید سے استناد کیا اس کے جواب میں جواز خلف کا مسئلہ پیش ہوا یعنی اے معتزلہ! تمھارا استدلال تو جب تمام ہو کہ ہم وقوع وعید شرعا واجب مانیں وہ خود ہمارے نزدیک جائز الخلف ہے تو عفو پھر جائز کا جائز ہی رہا اور شرعا وجوب عذاب کہ تمھارا دعوٰی تھا ثابت نہ ہوا۔امام علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

البحث الثانی عشر اتفقت الامۃ ونطق الکتاب والسنۃ بان اللہ تعالٰی عفو غفور یعفو عن الصغائر مطلقًا وعن الکبائر بعد التوبۃ ولایعفو عن الکفر قطعا.واختلفوا فی العفو عن الکبائر بدون التوبۃ فجوزہ الاصحاب بل اثبتوہ خلافاللمعتزلۃ.تمسك القائلون بجواز العفو عقلا وامتناعہ سمعا وھم البصریون من المعتزلۃ وبعض البغدادیۃ بالنصوص الوارۃ فی وعید الفساق واصحاب الکبائر، واجیب بانھم داخلون فی عمومات الوعد بالثواب ودخول الجنۃ علی مامر والخلف فی الوعد لئوم لایلیق بالکریم وفاقابخلاف الخلف فی الوعید فانہ	بارھویں،امت کا اتفاق اور کتاب وسنت اس پر ناطق ہیں کہ اللہ تعالٰی معاف فرمانے والا غفور ہے۔وہ صغائر تو ہر حال میں معاف فرمادیتا ہے اور کبائر کو توبہ کے بعد،کفر کو قطعاً معاف نہیں فرماتا۔بغیر توبہ کبائر کی بخشش میں اختلاف ہے ہمارے اصحاب (اہل سنت) اس کے جواز کے قائل بلکہ اس کو دلائل سے ثابت کرنے والے ہیں اس میں معتزلہ کا اختلاف ہے ان میں سے کچھ نے کہا عقلا عفو کا جواز ہے مگر شرعا ممتنع ہے۔یہ بصری معتزلہ کی رائے ہے۔بغدادی معتزلہ ان کی نصوص سے استدلال کرتے ہیں جو فساق اور اصحاب کبائر کے بارے میں وعیدیں آئی ہیں۔ان کو جواب یہ دیا گیا ہے کہ وہ وعدہ ثواب ودخول جنت کی عمومی نصوص میں داخل ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) فالحق ان محل النزاع المشھور ھوالجواز الشرعی وکلامھم انما ھو فی مطلق الخلف وتحقیق الحق فی محصلہ ماسنلقی علیك واللہ الھادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ۔

ہے تو حق یہ ہے کہ نزاع مشہور کا محل جواز شرعی ہے،علماء کا کلام مطلق خلف میں ہے حق کی تحقیق ہم آپ پر عنقریب بیان کریں گے۔واللہ الھادی ۱۲ منہ رضی اللہ عنہ (ت)

ربما یعد کرما[1] اھ ملتقطا۔	جیسا کہ گزر چکا ہے۔اور وعدہ میں خلف ایسا قابل ملامت عمل ہے جو بالاتفاق کریم کے مناسب ولائق نہیں بخلاف خلاف وعید کے کہ اسے اکثر کرم ہی شمار کیا جاتا ہے اھ ملتقطا۔(ت)

دیکھو علماء اس جواز خلف سے عذاب کے وجوب شرعی کو دفع فرماتے ہیں اور وجوب شرعی کا مقابل نہیں مگر جواز شرعی اگر صرف امکان عقلی مراد ہو تو وہ ان معتزلہ کے مذہب سے کیا منافی اور ان کی دلیل کا کیونکر نافی ہو گو وہ کب کہتے تھے کہ واجب عقلی ہے جو تم امکان عقلی کا قصہ پیش کرو۔تو ثابت ہوا کہ یہ علماء بالیقین خلف وعید کو شرعا جائز مانتے ہیں۔

ثانیًا: محققین کہ جواز خلف نہیں مانتے۔آیہ کریمہ "مَایُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ"[2] (میرے ہاں قول میں تبدیلی نہیں کی جائے گی۔ت)استدلال کرتے ہیں کما فی شرح عقائد النسفی وشرح الفقه الاکبر وغیرهما (جیسا کہ شرح عقائد نسفی، شرح فقہ اکبر اور دیگر کتب میں ہے۔ت) اور پر ظاہر کہ آیت میں نفی وقوع صرف استحالہ شرعی پر دلیل ہوگی نہ کہ امتناع عقلی پر، تولازم کہ وہ علماء جواز شرعی مانتے ہوں ورنہ محققین کی دلیل محل نزاع سے محض اجنبی اور امر نزاع کی نافہمی پر مبتنی ہوگی وہ نہ کہہ دیں گے کہ اس سے صرف استحالہ شرعی ثابت ہوا وہ امکان عقلی کے کب خلاف ہے جس کے ہم قائل ہیں۔

ثالثًا: واحدی نے بسیط میں آیہ کریمہ "اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ۝۱۹۴"[3] (بیشک تو وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ت) سے صرف وعدہ مراد لیا اور وعید پر حمل کرنے سے انکار کیا کہ اس میں تو خلف جائز ہے۔ تفسیر کبیر میں فرمایا:

احتج الجبائی بهذه الاٰیة علی القطع بوعید الفساق (ثم ذکر احتجاجة والاجوبة عنه الی ان قال)وذکر الواحدی فی البسیط طریقة اُخریٰ۔فقال لم لایجوز ان یحمل هٰذا علی میعاد الاولیاء دون وعید الاعداء	جبائی نے وعید فساق کی قطعیت پر اسی آیہ مبارکہ سے استدلال کیا(پھر اس کا استدلال اور اس کے جوابات ذکر کئے پھر کہا)اور واحدی نے بسیط میں ایک اور طریقہ ذکر کرتے ہوئے کہا یہ کیوں جائز نہیں کہ اسے وعدہ اولیاء پر محمول کرلیا جائے نہ کہ وعید اعدا پر

[1] شرح المقاصد المبحث الثانی عشع دار المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۲۳۵تا ۲۳۷

[2] القرآن الکریم ۵۰/ ۲۹

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۹۴

لان خلف الوعید کریم عندالعرب[1] الخ۔	کیونکہ خلف وعید عربوں کے ہاں سراپا کریم ہوتا ہے۔(ت)

ظاہر ہے کہ علمائے مجوزین اگر صرف امکان عقلی مانتے تو آیت میں اس حمل کی انھیں کیا حاجت تھی کہ انتفائے شرعی جواز عقلی کے کچھ منافی نہیں۔

رابعا: قائلان جواز کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ خلف وعید صرف بحق مسلمین جائز ہے نہ بحق کفار۔ عبارت حلیہ:

الاشبہ ترجح القول بجواز الخلف فی الوعید فی حق المسلمین خاصۃ دون الکفار[2]۔	مختار یہ ہے کہ خلف وعید کا قول مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے نہ کہ کفار کے لئے۔(ت)

ابھی بحوالہ ردالمحتار گزری مگر میں نے اس کی جگہ اور تحفے پیش کروں، مختصر العقائد میں ہے:

الملك لله والناس عبیدہ ولہ ان یفعل بھم مایرید ولکن وعدان لایعذب احدا بغیر ذنب وان لایخلف المؤمن المذنب فی النار ویستحیل ان یخلف فی میعادہ وکذا اوعد ان یعذب المؤمن المذنب زمانا والکافر موبدا وکن قد یعفو عن المؤمن المذنب ولایعذبہ لانہ تکرم وتفضل فیترك الوعید، اما فی حق الکفار فلایکون العفو وان کان تکرما وتفضلا قال اللہ تعالٰی ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھداھا، ولکن حق القول منی الایۃ، اخبر انہ لایفعل مع الکفار الابطریق العدل[3]۔	ملک اللہ کا ہے تمام لوگ اس کے غلام ہیں اللہ تعالٰی ان کے بارے میں جو اپنے ارادہ کے مطابق کرسکتا ہے لیکن اس نے وعدہ فرمایا وہ کسی کو گناہ کے بغیر عذاب نہیں دے گا۔ کسی مومن گنہگار کو ہمیشہ دوزخ میں نہیں ڈالے گا اور اس سے وعدہ کی خلاف ورزی محال ہے۔اس طرح اس نے مومن گنہگار کو کچھ وقت کے لئے اور کافر کو ہمیشہ کے لئے عذاب دینے کی وعید فرمائی ہے لیکن اگر وہ کسی مومن کو معاف فرما دیتاہے اور اسے عذاب نہیں دیتا تو یہ اس کا سراپا کرم وفضل ہے تو وعید کو ترک فرمادیتاہے رہا کفار کا معاملہ تو اس میں عفو نہیں اگرچہ عفو کرم وفضل ہی ہوتا ہے اللہ تعالٰی کا فرمان ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ہر نفس کو ہدایت دیں لیکن میرا قول حق ہے۔ الآیہ اس میں اللہ تعالٰی نے خبر دی ہے کہ کفار کے ساتھ صرف عدل کا معاملہ فرمائے گا۔(ت)

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت آیۃ ان اللہ لایخلف المیعاد المطبعۃ البھیۃ المصریۃ مصر ۷/ ۱۹۶

[2] ردالمحتار بحوالہ الحلیۃ مطلب فی خلف الوعید وحکم الدعاء بالمغفرۃ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

[3] مختصر العقائد

روح البیان میں ہے:

اللہ تعالٰی لایغفر ان یشرك بہ فینجز وعیدہ فی حق المشرکین ویغفر مادون ذٰلك لمن یشاء فیجوز ان یخلف وعیدہ فی حق المومنین[1]۔	اللہ تعالٰی مشرک کو معاف نہیں فرماتا تو مشرکین کے حق میں وعید جاری وساری رہے گی اور اس سے نیچے کو معاف فرمادیتا ہے جس کو چاہے تو اہل ایمان کے حق میں خلف وعید جائز ہوگی۔(ت)

سبحان اللہ! اگر صرف امکان عقلی میں کلام ہوتا تو وہ باجماع اشاعرہ بلکہ جماہیر اہلسنت حق کفار میں بھی حاصل وھو التحقیق یفعل اللہ مایشاء ویحکم مایرید (اور یہی تحقیق ہے اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے فیصلہ فرماتا ہے۔ت) شرح مقاصد الطالبین فی علم اصول دین میں ہے:

اتفقت الامۃ ان اللہ تعالٰی لایعفو عن الکفر قطعاوان جاز عقلا ومنع بعضھم الجواز العقلی ایضا لانہ مخالف لحکمۃ التفرقۃ بین من احسن غایۃ الاحسان ومن اساء غایۃ الاساءۃ وضعفہ ظاھر[2] اھ ملخصا۔	امت کا اتفاق ہے کہ کفر کو قطعاً معاف نہیں کیا جائے گا اگرچہ اس کا عقلی جواز ہے اور بعض نے تو جواز عقلی کا بھی انکار کیا ہے کہ انتہائی نیکی کرنے والے اور انتہائی برائی کرنے والے کے درمیان فرق کرنے کی حکمت کے خلاف ہے اور اس کا ضعف ظاہر ہے اھ ملخصا(ت)

اسی میں ہے:

عند شرذمۃ لایجوزون العفو عنھم فی الحکمۃ[3]۔	ایک گروہ کے ہاں یہ ہے کہ وہ حکمت کے طور پر کفار سے معافی کو جائز نہیں کہتے۔(ت)

لاجرم بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ قائلین جواز جواز شرعی لیتے ہیں اور خلف کے امتناع بالغیر سے بھی انکار رکھتے ہیں، اب تم نے خلف کے وہ معنی لیے جو ایک قسم کذب ہے تو قطعاً لازم کہ تمھارے زعم باطل میں ان علماء کے نزدیک کذب الٰہی نہ صرف عقلا بلکہ شرعا بھی جائز ہو جسے امتناع بالغیر سے بھی بہرہ نہیں یہ صریح کفر ہے **والعیاذ باللہ رب العالمین**۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ، شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من دان بالوحدانیۃ وصحۃ النبوۃ و	جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت اور نبوت کی حقانیت اور

[1] روح البیان الجزء السادس والعشرون سورۃ ق مایبدل القول کے تحت المکتبۃ الاسلامیہ ریاض ۹/ ۱۲۵

[2] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۵

[3] شرح المقاصد المبحث الثانی عشر دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۲۳۸

نبوة بنبینا صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا به ادعی فی ذٰلك المصلحة بزعمه امر لم یدعها فهو کافر باجماع[1]۔	ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعتقاد رکھتا ہو باایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ان باتوں میں کہ وہ اپنے رب کے پاس سے لائے کذب جائز مانے خواہ بزعم خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے۔ ہر طرح بالاجماع کافر ہے۔ (ت)

سبحان اللہ! حضرت انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء پر کذب جائز ماننے والا باتفاق کافر ہوا۔ جناب باری عزوجل کا جواز کذب ماننے والا کیونکر بالاجماع کافر ومرتد نہ ہوگا۔ اب تو جانا کہ تم نے اپنی جہالت و قاحت سے کفر واسلام میں تمیز نہ کی اور کفر خالص پر معاذاللہ ائمہ دین میں نزاع ٹھہرادی، سبحان اللہ! یہ فہم فقاہت یہ دین ودیانت اور اس پر عالم رشید بلکہ شیخ مرید بننے کی ہمت ع

آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

(آدم ختم ہوگئے اور اللہ تعالٰی کے ملک پر گدھے نے قبضہ کرلیا۔ ت)

ذرا یہ مقام یاد رکھئے کہ آپ کو خاتمہ اس سے کام پڑتا ہے **واللّٰه المستعان علی ماتصفون، لاحول ولاقوۃ الا باللّٰه العلی العظیم**

حجت عاشرہ ظاہرہ باہرہ زاہرہ قاہرہ امر وادھی من قرینتھا الاولی۔

اقول: وباللّٰه التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) ہنوز بس نہیں اگرچہ علماء مسئلہ خلف میں بلفظ جواز تعبیر کررہے ہیں مگر عقلی صافی و نظر وافی نصیب ہو تو کھل جائے کہ وہ جس معنی پر خلف جائز کہتے ہیں اس معنی پر نہ صرف جائز بلکہ بالیقین واقع مانتے ہیں تو تمھارے زعم خبیث پر قطعاً لازم کہ ائمہ دین کذب الٰہی کو یقینا واقع وموجود بالفعل جانتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کفر جلی اور کیا ہوگا، دلائل لیجئے۔

اولا: ہم ثابت کرآئے کہ خلف وعفو ان کے نزدیک مساوی ہیں۔ اور ایک مساوی کا وقوع مساوی دیگر کو قطعاً مستلزم خواہ تساوی **فی التحقق** ہو یا **فی الصدق** کہ اول کا توعین منطوق تلازم فی الوجود اور ثانی اس سے بھی زیادہ ادخل فی المقصود، **فان الانفکاك فی الوجود فی الصدق مع شی زائد** (کیونکہ وجود میں انفکاک، صدق میں انفکاک ہی ہے بلکہ شی زائد کے ساتھ ہے۔ ت) لیکن عفو بالیقین واقع ابھی شرح مقاصد

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماهو من المقالات المطبعة الشرکة الصحافیة ۲/ ۲۶۹

سے گزرا"جواز الاصحاب بل ائبتوه [1]" (اصحاب اسے جائز بلکہ اسے ثابت کرتے ہیں۔ت) تو ثابت ہوا کہ وہ علماء جسے خلف وعید کہتے ہیں یقینا واقع، اب تم خلف کو اس معنی ناپاک پر حمل کرتے ہو تو معاذاللہ الٰہی کے بالیقین واقع و موجود ہونے میں کیا کلام رہا، صدق اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا۔ت):

" فَاِنَّهَا لَا تَعۡمَى الۡاَبۡصَارُ وَلٰـكِنۡ تَعۡمَى الۡقُلُوۡبُ الَّتِىۡ فِى الصُّدُوۡرِ ۝٤٦ " [2]۔	بیشک آنکھیں اندھی ہوتیں وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔والعیاذباللہ سبحانہ وتعالٰی (اللہ سبحانہ وتعالٰی کی پناہ۔ ت)

ثانیًا: تعیین تساوی سے قطع نظر بھی کیجئے تاہم آیہ کریمہ "وَيَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰ لِكَ" [3] (شرک سے نیچے معاف فرمادے گا۔ت) سے ان کا استدلال دلیل قاطع کو خلف عفو س خاص یامباین نہیں لاجرم مساوی نہ سہی تو عام ہوگا۔ بہر حال وقوع مغفرت وقوع خلف اور تمہارے طور پر وقوع خلف وقوع کذب کو مستلزم ہو کر کذب الٰہی یقینی الوقوع ٹھہرے گا اور کیا گمراہیوں کے سر پر سینگ ہوتے ہیں۔

ثالثًا: مختصر العقائد کی عبارت گزری کچھ دیر نہ ہوئی جس میں خلف وعد کو محال لکھ کر وعید مسلمین کے بارے میں دیکھ لیجئے کیا لفظ لکھایجوز ان یترك الوعید (وعید کاترک کرنا جائز ہے۔ت) نہ کہا بلکہ صاف صاف یترك الوعید [4] (وعید کو ترک کردیا۔ت) مرقوم کیا۔ پھر ثبوت مدعا میں کیا کلام رہا۔

رابعًا: ان دلائل قاطعہ کے بعد تمہاری سمجھ کے لائق قاطع نزاع وواقع شغب یہ ہے کہ امام محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسی حلیہ میں جواسی ردالمحتار کی جس سے آپ ناقل (اس مقام میں) ماخذ صاف بتادیا کہ خلف وعید صرف عفو سے عبارت ہے۔اب آپ ہی بولئے کہ آپ کے مذہب میں عفو بالیقین واقع ہے یا نہیں۔اگر ہے تو وہی خلف ہے اور تم خلف کو اصل کذب سمجھے تو اپنے خدا کو یقینا کاذب کہہ چکے یا نہیں۔ حلیہ کی عبارت میں ہے:

الدعاء المذکور یستلزم انه یجوز الخلف فی الوعید وظاهر المواقف والمقاصد	دعا مذکور اس بات کو مستلزم ہے کہ خلف وعید جائز ہے۔ مواقف اور مقاصد کے ظاہر سے ہی

[1] شرح المقاصد المبحث فی عشر دار المعارف النعمانیہ بیروت ۲/ ۲۳۵

[2] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۶

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۶

[4] مختصر العقائد

ان الاشاعرۃ قائلۃ بہ لانہ لایعد نقصاً بل جود او کرماً ولھذامدح بہ کعب بن زھیر رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حیث قال۔ نبئت ان رسول اللہ اوعدنی والعفو عند رسول اللہ مأمول[1]	معلوم ہوتا ہے کہ اشاعرہ اس کے قائل ہیں کیونکہ اسے نقص نہیں بلکہ جود وکرم شمار کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اس کے ساتھ مدح کرتے ہوئے کہا۔ مجھے بتایا گیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علہ وسلم نے وعید سنارکھی ہے مگر سول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عفو کی ہی امید ہے۔(ت)

دیکھو صراحۃً مدح بالعفو کو مدح بخلف وعید قرار دیا۔ اسی طرح ختم نبوت میں قول ابن نباتہ مصری:

الحمدللہ الذی اذاوعدی وفاواذا اوعد عفا[2]۔	تمام حمد اللہ کی جو وعدہ کرکے وفا فرماتا ہے اور تو جب وعید سناتا ہے تو معاف فرمادیتا ہے۔(ت)

کو اسی باب سے ٹھہرایا اب بھی وضوح حق میں کچھ باقی رہا۔ یہ دوسرا مقام یاد رکھنے کا ہے کہ تم نے صراحۃً وقوع ووجود کذب الٰہی کو ائمہ اہلسنت کا مذہب جانا اور ایسے کفر شنیع وارتداد فظیع کو اہل حق کا ایک اختلافی مسئلہ مانا،

کذلك یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القھار۔	یوں ہی اللہ تعالٰی ہر متکبر اور جابر دل پر مہر ثبت فرماتا ہے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ الواحد القھار(ت)

بالجملہ بحمداللہ بحجج قاہرہ وبینات باہرہ شمس وامس سے زیادہ روشن وابین ہوگیا کہ علماء جس معنی پر خلف جائز مانتے ہیں، حاش للہ! اسے امکان کذب اصلاعلاقہ نہیں، ان کے نزدیک خلف بمعنی عدم ایقاع وعید بوجہ تجاوز وکرم ہے کہ عین عفو یا عفو کا مساوی وملازم، اور یہ معنی نہ صرف جائز بلکہ باجماع اہلسنت بلاشبہہ واقع رہا۔ خلف بمعنی تبدیل وتکذیب خبر جس کے جواز پر امکان کذب متفرع ہوسکے۔ ہر گز ان علماء کی مراد نہ عالم میں کوئی عالم اس کا قائل بلکہ وہ بالاتفاق یک زبان ویک دل اس سے تبری وتحاشی کامل کرتے ہیں اور کذب الٰہی کے استحالہ قطعی وامتناع عقلی پر اجماع تام رکھتے ہیں۔ اول سے آخر تک ان کے تمام کلمات ومحاورات وجوہ مناظرہ طریق رد واثبات ہزار درہزار طور سے اس امر پر شاہد عدل وناطق فصل **وقد ظھر علی کل**

---

[1] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

ذی عقل (اور یہ ہر عقلمند پر ظاہر ہے۔ت) اور امام ابن امیر الحاج نے تو بحمد اللہ یہ امر باتم وجوہ منجلی کردیا کہ خود جواز خلف کو راجح مان کر اس معنی ناپاک تراشیدہ مدعی بیباک کی وہ بیخ کنی فرمائی جس کی غرب سے شرق تک خبر آئی۔یونہی امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں باآنکہ کلام امام ابو عمر وابن العلاء قائل جواز خلف کی وہ کچھ تائید کی جو اوپر گزر چکی۔جب معنی تبدیل کی نوبت آئی جس پر ان حضرات نے تفریع کی ٹھہرائی اس پر وہ شدید و عظیم نکیر فرمائی کہ کج فہمی جاہل پر قیامت ڈھائی،اسی تفسیر میں فرماتے ہیں:

الخبرا ذاجواز علی اللّٰہ الخلف فیه فقد جوز الکذب علی اللّٰہ تعالٰی وھذا خطاء عظیم بل یقرب من ان یکون کفرافان العقلاء اجمعوا علی انه تعالٰی منزہ عن الکذب ومعلوم ان فتح ھذا الباب یقضی الی الطعن فی القراٰن وکل الشریعة اھملخصا[1]۔	یعنی جب خبر میں خلف اللہ تعالٰی پر جائز رکھا جائے تو بیشک کذب الٰہی کو جائز ماننا ہوگا اور یہ سخت خطا ہے بلکہ قریب ہے کہ کفر ہوجائے اس لئے کہ تمام عقلاء (یعنی نہ صرف اہل اسلام بلکہ سمجھ والے کافر بھی) اتفاق کئے ہوئے ہیں کہ باری تعالٰی کذب سے منزہ ہے۔اور معلوم ہے کہ اس دروازے کا کھولنا قرآن مجید اور تمام شریعت میں طعن تک لے جائیگا اھ ملخصا۔

بس خدا کی شان ہی شان نظر آتی ہے کہ واضح روشن،ایمانی اجماعی مسائل ہیں مدعیان علم ودیانت ورشد و مشیخت اغوائے عوام وتلبیس مرام کو یوں دیدہ ودانستہ کو یہ مفتری بن جاتے ہیں اور خوف خالق و شرم خلائق سب کو یک دست سلام کرکے ائمہ دین پر یوں کھلے بہتان جیتے طوفان اٹھاتے ہیں۔

چشم بازو گوش بازو ایں ذکا　　　خیرہ ام در چشم بندے خدا

(آنکھیں کھولو،کان کھولو،اے بندہ خدا! اس سے آنکھیں خیرہ ہیں۔ت)

فان کنت لاتدری فتلك مصیبة　　　وان کنت تدری فالمصیبة اعظم

(اگر تم نہیں جانتے تو یہ مصیبت وپریشانی ہے اور اگر جانتے ہو تو اس سے بڑھ کر آزمائش ہے۔ت)

بس زیادہ نہ کہو سوا اس کے کہ اللہ ہدایت دے آمین!

تنبیہ نبیہ: الحمد للہ تحقیق ذروہ علیا کہ پہنچی اور عیارون طراروں کی افترابندی اپنی سزا کو،اب صرف یہ امر قابل تنقیح رہا کہ جب خلف بمعنی تبدیل کے استحالہ پر اجماع قطعی قائم اور بمعنی مساوی عفو بالاجماع جائز بلکہ واقع تو علمائے مجوزین و محققین مانعین میں نزاع کس امر پر ہے۔**اقول:** **وباللّٰہ التوفیق وبه العروج علی**

---

[1] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر

اوج التحقیق علی الخبیر سقطت (میں کہتاہوں اللہ کی توفیق سے، اور اس توفیق سے باخبر کو تحقیق کی بلندیوں پر عروج حاصل ہوتاہے۔ت) ہاں منشاء نزاع اس اطلاق کی تجویز ہے مجوزین نے خیال کیا کہ خلف وعید **معاذاللہ** کسی عیب ومنقصت کا نشان نہیں دیتا بلکہ عفو وکرم پر دلیل ہوتاہے اور محل مدح وستائش میں بولا جاتاہے ولہذا جابجا عرف عرب سے اس پر استناد کرتے ہیں۔**قائل قائلھم** (ان میں سے کسی کا قول ہے۔ت) ؎

وانی وان اوعدته او وعدته　　　　لمخلف ایعادی ومنجز موعدی

(اگر میں نے اسے وعید سنائی یا اس سے وعدہ کیا تو اپنے وعید کا خلاف اور وعدہ کو پورا کرنیوالا ہوں۔ت)

وقال اٰخر (اور دوسرے نے کہا۔ت) :؎

اذا وعد السراء انجز وعده　　　　وان اوعد افالعفو مانعه

(جب خوشحال لوگوں سے وعدہ کیا تو وعدہ پورا کردیا اور جب فقراء کو وعید سنائی تو عفو اس کے مانع ہوگیا۔ت)

بنابراں خلف وعید کی تجویز کی۔ محققین نے دیکھا کہ لفظ معنی محال یعنی تبدیل کا موہوم اور یہاں ایہام محال بھی منع میں کافی، **کما نصوا علیه فی مسئلة معقد العز** (جیسا کہ انھوں نے مسئلہ معقد العز میں اس پر تصریح کی ہے۔ت) اور اس کے ساتھ وقوع تمدح صرف مخلوق میں ہے خالق عزوجل کا ان پر قیاس صحیح نہیں لاجرم اس تجویز سے تحاشی کی۔

خلاصہ یہ کہ آیات وعید میں بنظر ظاہر عموم عدم ایک صورت خلف میں ہے اگرچہ بنظر تخصیص وتقیید حقیقت خلف سے قطعاً منزہ، مجوزین اسی خلف صوری کو خلف وعید سے تعبیر کرتے اور اسے جائز رکھتے ہیں کہ مفید مدح ہے اور محققین منع فرماتے ہیں کہ موہم نقص وقدح ہے ورنہ اگر خیال معنی کیجئے تو بلاشبہہ وہ جس امر کو خلف کہتے ہیں قطعاً بالاجماع جائز وواقع، ولہذا علامہ شہاب الدین خفاکی مصری نے نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں مسئلہ خلف کو اہلسنت کا اتفاقی قرار دیا اور اس میں خلاف صرف معتزلہ کی نسبت کیا،

حیث قال الوعید لایجوز تخلفه عند المعتزله لقولهم بانه یجب علی اللہ تعالٰی تعذیب العاصی [1]۔	جہاں کہاں کہ وعید کا تخلف معتزلہ کے ہاں جائز نہیں کیونکہ ان کا یہ مذہب ہے کہ خاص کو عذاب دینا اللہ تعالٰی پر لازم ہے۔(ت)

[1] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر الخ دار الفکر بیروت ۴/ ۵۳۱

پر ظاہر کہ اس نسبت کا منشا وہی نظر معنی ہے کہ معنی مقصود مجوزین کے جواز میں واقعی اشقیائے معتزلہ ہی کو خلاف ہے اہلسنت میں کوئی اس کا منکر نہیں۔ جس طرح معنی کذب و تبدیل کے بطلان وامتناع پر اہلسنت بلکہ اہل ملل بلکہ اہل عقل کا اجماع ہے جس میں کسی فرقہ کا خلاف معلوم ظاہر نہیں۔ یہ ہے بحمد اللہ محل نزاع کی تحریر انیق و تقریر رشیق، **والحمد الله ولی التوفیق علی الھام التحقیق وارشاد الطریق** (حمد ہے اللہ تعالٰی میں جو عطاء تحقیق اور رہنما طریق کی توفیق کا مالک ہے۔ت) امام محقق مدقق علامہ حلبی نے اسی حلیہ میں جواز خلف مان کر معنی کذب و تبدیل سے وہ تحاشی عظیم فرمائی جس کی نقل حجت سابعہ میں گزری پھر تصریح مراد کی یوں ارشاد کی:

المراد بالوعید صورۃ العموم بالوعید من ارید بالخطاب[1]۔	مسئلہ جواز خلف میں وعید سے صورت عموم مراد ہے کہ بظاہر حکم سب مخاطبوں کو شامل نظر آتا ہے۔

یعنی تنہا الفاظ وعید پر نظر کیجئے تو صاف یہی حکم ہے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں ایسا کریں گے سب سزا پائیں گے پھر جبکہ بدلائل قاطعہ ثابت ہوا کہ بعض کو نہ ہوگی تو بظاہر وعید متخلف ہوئی حالانکہ وہ عموم صرف صوری تھا۔نہ حقیقی کہ حقیقت میں عمومات وعید آیاتِ مشیت سے مکتسب تقیید، جن کا حاصل یہ ہے کہ ہم معاف نہ فرمائیں تو سزا ہوگی بس اس قدر محصل خلف ہے جسے معاذاللہ کذب و تبدیل سے کچھ علاقہ نہیں۔ پھر اس مراد و مقصود کی تحقیق فرما کر ارشاد کرتے ہیں:

ثم حیث کان المراد ھذا فالوجه ترك اطلاق جواز الخلف فی الوعد والوعید دفعا لایھام ان یکون المراد منه ھذا المحال[2]۔	یعنی جب معلوم ہوگیا کہ جواز خلف سے صرف اس قدر مراد ہے نہ وہ کہ معاذاللہ امکان کذب کو راہ دے کہ کذب و تبدیل تو یقینا اللہ تعالٰی پر مستحیل، تو مناسب یہی ہے کہ وعدہ یا وعید کسی میں جواز خلف کا لفظ نہ بولیں کہ اس سے کسی کو اس معنی محال کا وہم نہ گزرے.

واقعی امام ممدوح کا گمان بجا تھا۔ آخر دیکھئے ناکہ اس چودھویں صدی میں جہال سفہاء کو وہ وہم آڑے ہی آیا۔ والعیاذ باللہ سبحانہ وتعالٰی پھر فرماتے ہیں:

وانما وافقناھم علی الاطلاق لشھرۃ المسئلة بینھم بھذہ الترجمة و	ہم نے جو اس لفظ کے اطلاق میں علمائے سابقین کا ساتھ دیا اس پر باعث یہ تھا کہ مسئلہ ان میں سے اسی

---

[1] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

نستغفر اللہ العظیم من کل مالیس فیہ رضاہ [1]۔	نام سے شہرت رکھتا ہے اور ہم اللہ عزوجل سے مغفر چاہتے ہیں ہر اس بات کی جو اسے پسندیدہ نہیں۔

سفیہ جاہل دیکھے کہ اس کے امکان کذب کے شوشے کدھر گئے۔

" قُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَهَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ كَانَ زَهُوۡقًا ۝۸۱ " [2]۔	فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔ (ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی نے بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی اس مقام کی زیادہ تحقیق حواشی شرح عقائد وشرح مواقف پر ذکر کی اگر مخافت تطویل نہ ہوتی توان نفائس جلیلہ کو زیور گوش سامعین کرتا۔ **وفیما ذکرنا کفایۃ و الحمد اللہ ولی الھدایۃ** (جو کچھ ہم نے ذکر کردیا وہی کافی ہے۔ حمد ہے اللہ تعالٰی کی جو ہدایت کا مالک ہے۔ت) غرض اس مقدار سے زائد کسی امر کو محل نزاع ٹھہرانا خود ان کے مقتضائے کلام ومقال وتمسک واستدلال سے جدا پـڑنا اور توجیہ القول بالایرضی بہ قائلہ کرنا اوران کے اجماعیات قاطعہ سے منکر ہونا اوران مہالک شنیعہ ونتائج فظیعہ کاان کے ذمے باندھنا ہے جن سے ہو ہزار جگہ بتصریح صریح تبری کرتے ہیں۔اور واقعی بحمد اللہ بارہا دیکھا ہے کہ ائمہ اہلسنت میں جو مسئلہ اصول مختلف فیہ رہاہے اگرچہ بعض ناظرین ظواہر الفاظ سے دھوکا کھائیں مگر عندالتحقیق اس کاحاصل نزاع لفظی یاایسی ہی کسی ہلکہ بات کی طرف راجع ہواہے۔ پھرایک فریق کے دوسرے پر الزامات حقیقۃً اپنے معنی مراد پر الزام ہیں جس سے دوسرے کاذہن خالی نہ اس کی مراد سے انھیں تعلق نہ اسے دیکھ کر کوئی عاقل یہ وہم کرسکتاہے کہ وہ امر جس کاالزام دیا گیافریقین میں مختلف فیہ ہے بلکہ یہ توعامہ نزاعات حقیقیہ معنویہ میں بھی نہیں ہوتاچہ جائے صوریہ ولفظیہ میں الزام اسی امر سے دیتے ہیں جس کابطلان متفق علیہ ہو مختلف فیہ سے مختلف فیہ پر احتجاج یعنی چہ خصوصاجب کہ ایک امر میں اختلاف دوسرے میں تنازع کی فرع ہو کہ اس تقدیر پر فرع سے الزام مصادرہ علی المطلوب ہے۔یہ نکتہ بھی یادرکھنے کے قابل کہ طرف مقابل سخت ابلہ وجاہل، خیر بات دور پہنچی نظائر لیجئے۔مثلاایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق،امام عارف باللہ حارث محاسبی وجعفر بن حرب وعبداللہ بن کلاب وامام المتکلمین عبدالعزیز مکی وائمہ سمرقند اول کے قائل اور اسی طرف امام ہمام ابوالحسن اشعری قدس سرہ،مائل،بلکہ اسی پر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا نص شریف دلیل کامل،اور امام عماد السنہ احمد بن حنبل وغیرہ جماعت محدثین سے قول منقول اور یہی ائمہ بخارا

---

[1] حلیہ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۱

"**ومن وافقهم**" کے نزدیک مختار و منصور و معتمد مقبول، اس پر ائمہ سمر قند و بخارا میں نزاع کو جو طول ہوا مخفی نہیں انہوں انھوں نے ان پر مخلوقیت قرآن کا الزام رکھا انھوں نے ان پر نا مخلوقیت افعال عباد کا طعن کیا اور حقیقت دیکھئے تو بات کچھ بھی نہیں اپنی اپنی مراد پر دونوں سچ فرماتے ہیں ایمان مخلوق بیشک مخلوق کہ مخلوق و صفات مخلوق سب مخلوق اور ایمان کہ صفت خالق عزوجل ہے جس پر اسمائے حسنٰی سے پاک مومن دلیل یعنی اس ملک جلیل جل جلالہ کا ازل میں اپنے کلام کی تصدیق فرمانا وہ قطعاً غیر مخلوق کہ خالق وصفات خالق مخلوقیت سے منزہ۔

هكذا قرره الفاضل العلامة كمال الدين بن ابی شريف القدسی فی المسامرة شرح المسايرة۔	اسی طرح اس کی تفصیل فاضل علامہ کمال الدین بن ابی شریف المقدسی نے المسامرۃ شرح المسایرۃ میں کی ہے۔ (ت)

اب کیا کوئی احمق جاہل اس نزاع کو دیکھ کر یہ گمان کرے گا کہ بعض صفات خالق کا مخلوق یا بعض افعال مخلوق کا نا مخلوق ہونا ائمہ اہل سنت میں مختلف فیہ ہے۔ حاشاہ کلا یوں ہی مسئلہ زیادت و نقصان ایمان کہ قدیم سے مختلف فیہا ہے۔ امام رازی وغیرہ بہت محققین اسے بھی نزاع لفظی پر اتارتے ہیں۔ منح الروض میں ہے:

ذهب الامام الرازی وكثير من المتكلمين الی ان هذا الخلاف لفظی راجع الی تفسير الايمان [1]۔	امام رازی اور بہت سے متکلمین اس طرف گئے ہیں یہ اختلاف لفظی ہے جو ایمان کی تفسیر کی طرف لوٹتا ہے۔ (ت)

پھر کہا:

هذا هو التحقيق الذی يجب ان يعول عليه [2]۔	یہ وہ تحقیق ہے جس پر اعتماد لازم ہے (ت)

اسی طرح اور مسائل پائے گا۔ اگر اس پر حمل کیجئے جب تو امر نہایت ایسر کہ مجوزین بمعنی مساوی عفہ لیتے ہیں اور مانعین بمعنی تبدیل قول دونوں سچ کہتے ہیں اور دونوں اجماع باتیں ہیں مگر فقیر نے **بحمد الله** جو تنقیح مناط کردی اس پر نزاع بھی معنوی رہی اور قول مانعین کا محقق وراج ہونا بھی کھل گیا اور جہالت جاہلین کا علاج بھی **بحمد الله** بروجہ کافی ہولیا،

ذٰلك من فضل الله علينا وعلى الناس	یہ اللہ کا فضل ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ومنہا ان الایمان لایزید وینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۳۵

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر ومنہا ان الایمان لایزید وینقص مصطفی البابی مصر ص ۱۳۵

ولکن اکثر الناس لایشکرون o اللھم لك الشکر الابدی والمن السرمدی، والحمدللہ رب العالمین۔	شکر نہیں بجالاتے۔اے اللہ! شکر ابدی اور احسان دائمی تیرے لئے ہے اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔(ت)

تسجیل جلیل وتکمیل جمیل:اقول: وباللہ التوفیق(میں اللہ کی توفیق سے کہتاہوں۔ت)مدعی جدید بیچارے کی حالت نہایت قابل رحم غریب نے امام الطائفہ کی بات بنانے کو عقل ودیانت کو پان رخصت دیا۔اپنے رب کو جیسے بنے لائق کذب کردینے کا ذمہ لیا۔ائمہ امت وسادات ملت پر کھلی آنکھوں جیتا بہتان کیا،غرض لاکھ جتن کو چھوڑے مگر کال نہ کٹا یعنی امام کی پیشانی سے داغ ضلالت مٹنا تھا نہ مٹا۔آپ کو یاد ہو کہ اصل بات کاہے پر چھڑی تھی،ذکر یہ تھاکہ حضورپرنور سید المرسلین خاتم النبیین اکرم الاولین والاخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل وہمسر حضور کی جملہ صفات کمالیہ میں شریک.برابر محال ہے کہ اللہ تعالٰی حضور کو خاتم النبیین فرماتاہے اور ختم نبوت ناقابل شرکت توامکان مثل مستلزم کذب الٰہی اور کذب الٰہی محال عقلی ؎

منزہ عن شریك فی محاسنہ　　　فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

(اپنے محاسن میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کسی شریک سے بالاہیں آپ کو ہر حسن تقسیم نہیں کیاگیا۔ت)

اس پر اس سفیہ نے جواب دیا کہ کذب الٰہی محال نہیں۔ ممکن ہے کہ خدا کی بات جھوٹی ہوجائے اور اس پر جو ہذیانات بکے ان کی خدمت گزاری توآپ سن ہی چکے اب یہ حضرت اس کی حمایت میں خلف وعید کامسئلہ پیش کرتے ہیں یعنی ان کے امام نے نئی نہ کہی بلکہ اس کا قول ایک گروہ ائمہ کے موافق ہے۔اے سبحان اللہ! ؎

اماچنیں مقتدے چناں　　　جہاں چوں نہ بیند بدلے چناں

(ایسے امام اور ایسے مقتدی،جہاں نے ایسے بدنہ دیکھے ہوں گے۔ت)

اے حضرت! سب کچھ جانے دیجئے مگر یہ آیہ کریمہ "وَلٰکِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ"[1] ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) بھی معاذاللہ کوئی وعید ہے جس کے امکان کذب کو جواز علت پر متفرع کیجئے گا یہ تو وعدہ ہے یعنی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بشارت عظیمہ کو تمھیں اس فضل جلیل سے مشرف کیاگیا تمھاری شریعت مطہرہ کو شرف افضلیت بخشاتم ناسخ ادیان ہوئے تمھارے دین متین کا ناسخ کوئی نہ آئے گا تم سب سے بلند وبرتر تم سے بالا کوئی ہوا نہ ہوگا۔اس میں خلف تو

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

ہر طرح بالا جماع محال ہے پھر تمھارے امام کا کیا کام نکلا اور مخالف اجماع مسلمین واحداث بدعت ضالہ فی الدین کا داغ کیونکر مٹا۔ہاں یہ کہ اس کی اور ساتھ لگے تمھاری عقل ودیانت کا کام تمام ہوا، اسے کام نکلنا سمجھ لیجئے چاہئے کام ہو جانا قسمت کا بدا کہ دین ودیانت سے یوں کٹی چھٹی اور امام بیچارے کی بات نہ بنی ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم　　　حبك الشیٔ یعمی ویصم

(تجھے شَی کی محبت اندھا اور بہرہ کردے گی۔ت)

؎ ذلیل وخوار وخراب وخستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

بہک گئے دین حق کا رستہ نہ اس سے ملتے نہ ایسے ہوتے

صدق القائل(کہنے والے نے سچ کہا۔ت)۔

اذاکان الغراب دلیل قوم　　　سیھدیھم طریق الھالکینا

(جب قوم کا رہنما کوّا ہو تو اس کو ہلاکت والے راستہ ہی کی رہنمائی کرے گا۔ت)

الحمد الله! یہ بظاہر دس حجج باہرہ اور حقیقۃً اکیس دلائل قاہرہ ہیں کہ حجت رابعہ میں [11]وجہ ۲ و [12]وجہ ۳ حجت سادسہ میں [13]ثانیا، حجت تاسعہ وعاشرہ دونوں میں [14] [15]ثانیا [16] [17]ثالثا [18] [19]رابعا، بالجملہ کے بعد [20]عبارت امام رازی تنبیہ نبیہ میں کلام [21]امام حلبی، یہ گیارہ مستقل حجتیں تھیں۔انھیں مدعی جدید پر اکیس کوڑے سمجھئے تو بائیسواں [22]تازیانہ تسجیل جلیل کا ہوا، اوپر کے سو [100] ملا کر ایک سو بائیس [122] کوڑے انھیں جمع رکھئے اور آگے چلئے کہ سائل کے بقیہ سوال کو اظہار جواب و تحقیق صواب کا انتظار کرتے دیر گزری، اب وقت وہ آیا کہ ادھر عطف عنان کروں اور بیان حکم قائل کے لئے میدان بدیع تحقیق رفیع میں قدم دھروں:

واللہ الھادی ولی الایادی والصلٰوۃ علی حبیبہ سراج النادی۔رہنمائی فرمانے والا اللہ ہے اور وہی مدد کا مالک ہے اس کے محبوب پر صلٰوۃ والسلام ہو جو مجلس کائنات کے چراغ ہیں۔(ت)

خاتمہ تحقیق حکم قائل میں

اقول: وباللہ التوفیق اللھم اغفروقنا الضلال والکفر (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں اے اللہ! ہمیں معاف فرمادے اور ہمیں گمراہی اور کفر سے محفوظ فرما۔ت) جان برادر! یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ امام وماموم پر ایک جماعت ائمہ کے نزدیک

کتنی وجہ سے کفر آتا ہے۔**حاش للہ حاش للہ** ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہر گز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی ہم حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے کوئی ضعیف ساضعیف محمل بھی نہ رہے **فان الاسلام یعلو ولایعلی** (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہون کہ بلاریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علماء کے مذہب میں بوجہ کثیرہ کفر لازم۔**والعیاذ باللہ ذی الفضل الدائم** (دائمی فضل والے اللہ کی پناہ۔ت) میرا مقصود اس بیان سے یہ ہے کہ ان عزیزون کو خواب غفلت سے جگاؤں اور ان کے اقوال باطلہ کی شناعت بائلہ انھیں جتاؤں کہ او بے پروا بکریو! کس نیند سورہی ہو، گلا دور پہنچا، سورج ڈھلنے پر آیا گرگ خونخوار بظاہر دوست بن کر تمھارے کان پر تھپک رہا ہے کہ ذرا جھٹپٹا اور اپنا کام کرے چوپایوں میں تمھاری بیجاہٹ کے باعث اختلاف پڑ چکا ہے بہت حکم لگاچکے کہ یہ بکریاں ہمارے گلے سے خارج ہیں بھیڑیاں کھائے شیر لے جائے ہمیں کچھ کام نہیں اور جنھیں ابھی تک تم پر ترس باقی ہے وہ بھی تمھاری ناشائستہ حرکتوں سے ناراض ہو کر اپنی خاص گلے میں تمھارا آنا نہیں چاہتے ہیہات ہیہات اس بیہوشی کی نیند اندھیری رات میں جسے چوپان سمجھ رہے ہو واللہ وہ چوپان نہیں خود بھیڑیا ہے کہ ذیاب فی ثیاب کے کپڑے پہن کر تمھیں دھوکا دے رہا ہے پہلے [عـــہ۱] وہ بھی تمھارے طرح اس گلے کی بکری تھا، حقیقی بھیڑیے [عـــہ۲] نے جب اسے اسے شکار کیا اپنے مطلب کا دیکھ کر دھوکے کی ٹٹی بنالیا اب وہ بھی اکے دکے کی خیر مناتا اور بھولی بھیڑوں کو لگا کر لے جاتا ہے للہ اپنی حالت پر رحم کرو۔اور جہاں تک دم رکھتے ہو ان گرگ ونائب گرگ سے بھاگو جیسے بنے اس مبارک گلے میں جس پر خدا کا ہاتھ ہے کہ **یداللہ علی الجماعۃ** (جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) اور اس کے سچے راعی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں آکر ملوں کہ امن چین کا رستہ چلو اور مرغ زار جنت میں بے خوف چرو۔اے رب میرے ہدایت فرما، آمین!

عـــہ۱: یعنی امام الوہابیہ ۱۲

عـــہ۲: یعنی شیطان ۱۲

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے۔

ادامه الله لنا حتی نلقاه به یوم القیام وندخل به بفضل رحمته دار السلام اٰمین!	اللہ تعالٰی اس پر ہمیں دوام عطا فرمائے حتی کہ ہماری روز قیامت آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملاقات ہو اور اللہ تعالٰی اپنی رحمت سے دارالسلام میں آپ کے ساتھ داخلہ عطا فرمائے۔(ت)

اور معاذاللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنٰی شک لانا کفر،

اعاذنا الله منه بحفظه العظیم ورحم عجزنا وضعنا بلطفه الفخیم، انه هو الغفور الرحیم اٰمین اٰمین اِلٰهَ الحق اٰمین!	اپنے حفظ عظیم سے اللہ تعالٰی ہمیں اپنی پناہ عطا فرمائے اور ہمارے عجز اور کمزوری پر لطف عظیم سے رحم فرمائے وہی غفور رحیم ہے، آمین آمین اے معبود برحق آمین! (ت)

پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے، لزومی والالتزامی، التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شیئ کا تصریحات خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوی کرے۔ کفر التزامی کے یہی معنی نہیں بلکہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں۔ یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا ہم نے دیکھا ہے بہیترے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعوی کیا وہ بعینہٖ کفر و مخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک و جن و شیطان وآسمان و نار وجنان و معجزات انبیاء علیہم افضل الصلٰوۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ وتوہمات عاطلہ کو لے مرنا نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام وہمدردی قوام کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝" [1] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضرور دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلاف حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انکار کرنا کہ تضلیل

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۳۰ و ۶۳/ ۴

جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہلبیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاھم وعلیہم الصلٰوۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافت صدیقی وفاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں اس قسم کے کفر میں علماء اہلسنت مختلف ہوگئے جنھوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعوت وبدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین (اللہ رب العالمین کی پناہ۔ ت) امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی شفا شریف میں فرماتے ہیں:

من قال بالمآل یؤدی الیہ قول ویسوقہ الیہ مذھبہ، کفرہ، فکانھم صرحوا عندہ بما ادی الیہ قولھم، ومن لم یر اخذھم بمآل قولھم ولا الزمھم موجب مذھبھم لم یرا کفارھم قال لانھم اذاوقفوا علی ھذا قالوا لا نقول بالمآل الذی الزمتموہ لنا۔ و نعتقد ونحن وانتم انہ کفر، بل نقول ان قولنا لا یؤل الیہ علی ما اصلنا، فعلی ھذین المأخذین اختلف الناس فی الکفار اھل التاویل والصواب ترک اکفارھم[1] اھ ملخصا۔	جس نے اس مآل کی طرف دیکھا جس کی طرف اس کا قول مؤدی تھا جس کی طرف اس کا مذہب چلا جاتا ہے تو اس نے اس کی تکفیر کی گویا اس نے ان کے مؤدی قول کو سمجھا ہے اور جنھوں نے ان کے مآل کو نہ دیکھا اور نہ ان کے تقاضا مذہب کا لزوم دیکھا انھوں نے تکفیر نہیں کی اس لئے جب وہ اس سے اگاہ ہوگئے تو انھوں نے کہا ہم اس مآل کا قول دونوں اسے کفر تصور کرتے ہیں بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ہمارے اصل کے مطابق ہمارے قول کا وہ مآل ہی نہیں، ان دونوں ماخذوں کی وجہ سے اہل تاویل کے کفر میں لوگوں کا اختلاف ہوا اور درست رائے یہی ہے کہ ان کے کفر کا قول نہ کیا جائے اھ ملخصا (ت)

جب یہ امر ہو لیا تو اب ان امام وماموم کے کفریات لزومیہ ہوگئے۔ امام کے کفروں کا شمار ہی نہیں اس نے تو صرف انھیں چند سطروں میں جو تنزیہ سوم میں اس سے منقول ہوئیں کفروی لزومی کی ساتھ اصلیں تیار کیں جن میں ہر اصل صدہا کفر کی طرف منجر اور اس کا مذہب مان کر ہرگز ان سے نجات نہ مفر، والعیاذ باللہ العلی الاکبر۔

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفی فصل فی بیان ماھو من المقالات المطبعۃ الشرکۃ الصحافیہ بیروت ۲/ ۲۷۸

اصل اول: جو کچھ انسان کر سکے خدا اپنی ذات کریم کے لئے کر سکتا ہے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائیگی (دیکھو ہذیان اول) اس اصل کے کفروں کی گنتی نہیں مگر میں اسی قدر شمار کروں جو اوپر گن آیا ہوں یقینا قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے مذہب پر (۱) اس کا معبود کھانا کھا سکتا ہے (۲) پانی پی سکتا ہے (۳) پاخانہ پھر سکتا ہے (۴) پیشاب کر سکتا ہے (۵) اپنا سمع روک سکتا ہے (۶) بصر روک سکتا ہے (۷) دریا میں ڈوب سکتا ہے (۸) آگ میں جل سکتا ہے (۹) خاک پر لیٹ سکتا ہے (۱۰) کانٹوں پر لوٹ سکتا ہے (۱۱) وہابی ہوسکتا ہے (۱۲) رافضی ہوسکتا ہے (۱۳) اپنا نکاح کر سکتا ہے (۱۴) اجماع کر سکتا ہے (۱۵) عورت کے رحم میں اپنا نطفہ پہنچا سکتا ہے (۱۶) اپنا بچہ جنا سکتا ہے (۱۷) نیز اس اصل پر لازم کہ خدا خدا نہیں (۱۸) ہزاروں کروڑوں خدا ممکن ہیں (۱۹) آیہ کریمہ "**وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾**"[1] (اور اللہ نے تمھیں پیدا کیا اور تمھارے اعمال کو۔ت) حق نہیں ان سب امور کا ثبوت ہذیان مذکور کے ردوں میں ہدیہ ناظرین ہوا۔

اصل دوم: خدا کے لئے عیوب ونقائص محال نہیں بلکہ مصلحت کے لئے ان سے قصداً بچتا ہے (ہذیان دوم) اس اصل کفر اصل اول سے صدہا درجے فزوں جس سے لازم کہ اس بیباک کے مذہب ناپاک پر (۲۰) اہل اسلام کے عامہ عقائد تنزیہی وتقدیس کہ ان کے نزدیک ضروریات دین سے ہیں سب باطل وبے دلیل (۲۱) اس نامسعود کا وہمی معبود عاجز (۲۲) جاہل (۲۳) احمق (۲۴) کاہل (۲۵) اندھا (۲۶) بہرا (۲۷) ہکلا (۲۸) گونگا سب کچھ ہوسکتا ہے (۲۹) کھانا کھائے (۳۰) پانی پیئے (۳۱) پاخانہ پھرے (۳۲) پیشاب کرے (۳۳) بیمار پڑے (۳۴) بچہ جنے (۳۵) اونگھے (۳۶) سوئے (۳۷) مر جائے (۳۸) مر کر پھر پیدا ہو سب کچھ روا ہے (۳۹) اللہ کے علم (۴۰) قدرت (۴۱) سمع (۴۲) بصر (۴۳) کلام (۴۴) مشیت وغیرہا صفات کمال کے (ازلی) ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۴۵ تا ۵۰) ان کے ابدی ہونے کا کچھ ثبوت نہیں (۵۱) اس کی الوہیت قابل زوال، ان سب لزوم کا بیان تازیانہ اول میں گزرا بلکہ (۵۲) خود اس اصل کا ماننا درحقیقت بالفعل اللہ عزوجل کو ناقص جانتا ہے (دیکھو تازیانہ ۲) اور بیشک جو اللہ عزوجل کی طرف نقص کی نسبت کرے قطعاً کافر، اعلام بقواطع الاسلام میں ہے: **من نفی او اثبت ماھو صریح فی النقص کفر**[2] الخ۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۹۶

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ فصل اول مکتبۃ حقیقۃ استنبول ترکی ص

اصل سوم: جن باتوں کی نفی سے خدا کی مدح کی گئی وہ سب خدا کے لئے ممکن ہیں (ہذیان ۲) اس کے کفر بھی بکثرت ہیں قطعاً لازم کہ اس سفیہ کے طور پر (۵۳) اس کے معبود کی جورو ہو سکتی ہے۔ (۵۴) بیٹا ہو سکتا ہے (۵۵) بھول سکتا ہے (۵۶) بہک سکتا ہے (۵۷) بعض اشیاء اس کی ملک سے خارج ہیں الی غیر ذٰلک من الکفریات (اس کے علاوہ دیگر کفریات۔ت) (دیکھوت ۵ تا ۸)

اصل چہارم: صدق الٰہی اختیاری ہے (ھ ۲) اس سے لازم کہ سفیہ کے مذہب پر (۵۸) قرآن مجید مخلوق ہے جس کے کفر پر ۳۲ فتوے گزرے (۵۹) اس کا معبود ازل میں کاذب تھا (۶۰) اب بھی کاذب ہے (۶۱) کبھی صادق نہیں ہو سکتا (۶۲) قرآن مجید کا جملہ جملہ غلط ہے (۶۳) اللہ مخلوق ہے (۶۴) بلکہ محال ہے الی غیر ذٰلک وہ کفریات کثیرہ کہ مواضع متعددہ میں جن کا الزام گزرا۔

اصل پنجم: علم الٰہی اختیاری ہے (تنبیہ بعد ت ۳) اس پر لازم کہ جاہل کے نزدیک (۶۵) علم الٰہی مخلوق وحادث ہے جس کے کفر پر فتوی امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ گزرا (اللہ تعالٰی ازل میں جاہل تھا (۶۷) جب چاہے جاہل بن جائے (۶۸) اللہ حادث ہے (۶۹) قابل فنا ہے الی غیر ذٰلک۔

اصل ششم: کذب الٰہی ممکن ہے اور ثابت کر آئے کہ اس کا کلام نہ صرف امکان عقلی بلکہ امکان وقوعی بلکہ عدم استبعاد عادی میں نص صریح ہے اور (۷۰) یہ خود کفر ہے، پھر اس تقدیر پر قطعاً یقینا (۷۱) شریعت سے یکسر مان مرتفع (۷۲) خدا کی خبر سے یقین مندفع (۷۳) اسلام پر مطاعن جن سے جواب ناممکن۔

اصل ہفتم: (۷۴) اللہ تعالٰی بندوں سے چرا چھپا کر، بہلا بھلا کر آیات قرآنیہ جھوٹی کردے تو کچھ حرج نہیں (ت ۳۱) ہیہات یہ تو اس نے صاف صریح کہا تھا میں متحیر ہوں اسے لزوم میں داخل کروں یا التزام میں، پھر اس پر (۷۵) حشر نشر، حساب کتاب، جنت نار، عذاب، ثواب کس چیز پر ایمان نہ رہا کہ ہر چیز میں صاف صریح احتمال نقص باقی تو یقین کیسا تو ایمان کہاں۔ والعیاذ باللہ رب العالمین ہماری تقریرات سابقہ و تقریرات لاحقہ دیکھنے والا اس امام نجدیہ کے کفریات لزومیہ کو صدہا تک پہنچا سکتا ہے۔ بلکہ جس قدر اوپر مذکور ہوئے وہ بھی یہاں پورے نہ گنے گئے پھر بھی **معاذاللہ** پچھتّر کفر کیا کم ہیں، پھر یہ تو صرف ایک ہی قول پر ہیں باقی کفریات، تفویت الایمان وصرام المستقیم کی گنتی ہی کیا ہے پھر وہ اقبالی کفر علاوہ رہے جو ایمان تفویۃ الایمان پر صراط مستقیم میں اہلے گہلے پھر رہے ہیں۔ غرض حضرت کے کفریات لزومیہ واقبالیہ کی تفصیل کرتے فی کفر ایک نقطہ ان کی قبر پر دیتے جائے تو غالبا دم بھر میں ساری قبر کا منہ کالا ہو جائے، یہ اس کی سزا ہے کہ کفر و شرک دھڑی دھڑی کرکے بیچا محض بلاوجہ سچے مسلمانوں کو کافر مشرک کہا یہاں تک کہ ان کے طور پر صحابہ وتابعین سے لے کر شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب تک کوئی کفر وشرک سے نہ بچا گویا حضرت کے نزدیک کفر امور عامہ

سے تھا پھر یہ خود اس سے بچ کر کہا جاتے کہ کرد کہ نیافت کما تدین تدان [1] (جو کیا تھا نہ پایا، جو کرے گا اس کا بدل دیا جائے گا۔ت)۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را　　　چنداں اماں نداد کہ شب را سحر کند

(تم نے دیکھا نہیں کہ پروانہ کا خون ناحق شمع کو اسی طرح امان نہیں دیتا کہ رات کو سحری کردے۔ت)

" كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ " [2] اللھم احفظ لنا الایمان واعصمنا من شر الشیطان بجاہ حبیبك سیدنا محمد سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہ و صحبہ شرف وکرم اٰمین والحمد للہ رب العلمین۔	اسی طرح عذاب ہے، اور آخرت کا عذاب سب سے بڑا ہے، کاش یہ اسے جانیں، اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، شر شیطان سے ہمیں محفوظ فرما بوسیلہ اپنے حبیب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جو انس وجن کے سردار ہیں آپ پر اور آپ کی آل واصحاب پر شرف وکرم ہو آمین والحمد للہ رب العالمین۔(ت)

ان امام صاحب پر چالیس بلکہ سوتازیانے اور پر گزرے تھے پچھتّر یہ ہوئے کہ ایک جماعت ائمہ کے نزدیک تم پچھتّر وجہ سے کافر ہو، امام الطائفہ پر ایک ہی قول میں پونے دو سو کوڑے یادرکھے، اب مقتدی صاحبوں کی طرف چلئے ان میں دیوبندی عـــہ تقلید نے تو دیوبندگی یعنی اس عوام مغوی امام کی پیروی سے قدم آگے نہ بڑھایا

عـــہ: **تنبیہ ضروری**: واقف منصب افتاء جانتاہے کہ مفتی سے جس کلام باطل وضلال کی نسبت سوال سائل ہو اس پر اس کلام کی شناعتوں کا اظہار، قباحتوں کا ایضاح واجب اگرچہ قائل محض عامی وجاہل ہو کہ اتمام جواب واحکام صواب اس پر موقوف اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قابل مخاطبہ ٹھہرا، پس اگر حضرت دیوبندی مثل مدعیان جدید کوئی اکابر ومتبوعین طائفہ سے ہیں جب تو اس رد بلیغ کا ہدیہ مبارک یا اگر مثل صاحب نسبت۔براہین قاطعہ نقاب عارض امامت کامنہ ہیں تو خطاب متعدد اور مخاطب واحد ورنہ کلام فقیر بضرورت افتاء محض جانب کلام من حیث ہو کلام معطوف اور خصوصی متکلم سے نظر مصروف ۱۲منہ۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ عد عن ابن عمر حدیث ۴۳۰۳۲ موسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

[2] القرآن الکریم ۶۸ /۳۳

یعنی کوئی ایسی نئی بات پیش نہ کی جس پر الزام کفر سے جدید حصہ پاتا صرف انھیں احکام امام کا ترکہ پایا اور اس کی باقی خرافات بشدت اہمال قابل التفات اہل علم نہیں تاہم معرض بیان میں سکوت نا محمود لہذا بطور اجمال تعرض مقصود، قولہ ہمارا اعتقاد ہے کہ خدا نے کبھی جھوٹ بولا نہ بولے۔

اقول: یہ زبانی اظہار محض بے بنیاد و ناپائیدار کہ جب کذب ممکن بلکہ جائز وقوعی ہوا جیسا کہ تمھارے امام کا مشرب، تو ہرگز اس اعتقاد کی طرف کوئی راہ نہیں بلکہ صراحۃً "اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ۝" [1] (یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا علم تمھیں نہیں۔ت) میں داخل ہونا ہے۔ وہ تقریریں کہ فقیر نے دلیل دوم تنزیہ دوم میں حاضر کیں یہاں بہنایت وضوح وانجلا جاری، جنھیں **بحمداللہ** اس اظہار باطل کی ذلت وخواری کی پوری ذمہ داری، سچا ہے تو کذب الٰہی جائز رکھ کر اپنے اعتقاد پر دلیل تو قائم کرے اور جب نہ قائم کرسکے تو واضح ہوجائے گا کہ یہ زبانی استمالت بھی صرف خاطر داری عوام کے لئے تھی آخر اس کا امام صراحۃً لکھ ہی چکا کہ چراچھپا کر خدا جھوٹ بول لے تو کچھ حرج نہیں،

اللھم انی اعوذبك من اضلال الشیاطین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔	اے اللہ! میں شیطان کی گمراہی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، اللہ رب العالمین کی پناہ ہے۔(ت)

قولہ مگر بول سکتا ہے، **اقول:** "اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ كَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا۝" [2] (دیکھو کیسا اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور یہ کافی ہے صریح گناہ۔ت)

قولہ۔ بہشتیوں کو دوزخ اور دوزخیوں کو بہشت میں بھیج دے، **اقول:** قطع نظر اس سے کہ مومن مطیع کی تعذیب ہمارے ائمہ کرام ماتریدیہ اعلام قدست اسرارہم کے نزدیک محال عقلی مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت میں ہے:

امتناع تعذیب الطائع مذھبنا معشر الماتریدیۃ فانہ نقص مستحیل علیہ سبحانہ وتعالٰی عقلا [3] اھ ملخصا۔	مومن مطیع کے عذاب کا ممتنع ہونا ہم ماتریدیہ کا مذہب ہے کیونکہ یہ نقص ہے جو اللہ تعالٰی پر محال عقلی ہے، اھ ملخصا۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۰

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۰

[3] فواتح الرحموت بذیل المستصفی الباب الاول فی الحاکم منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۶

اور امام نسفی وغیرہ عـــہ۱ بعض علماء نے عفو کافر کو بھی عقلاً ناممکن جانا، امام ابن الہمام مسایرہ میں فرماتے ہیں،

صاحب العمدۃ اختار ان العفو عن الکفر لا یعفو من الکفر ال یجوز عقلا۔[1]	صاحب عمدہ کا مختار یہ ہے کہ کفر سے عفو عقلاً جائز نہیں۔(ت)

اس قائل سے پوچھئے انبیاء و اولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کا جنھوں نے کبھی اطاعت کے سوا کچھ گناہ نہ کیا معاذ اللہ دوزخ میں جانا اور کافروں مشرکوں کا جنت میں آنا محال شرعی بھی مانتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو اپنے ایمان کی فکر کرے اور علماء سے اپنا حکم پُوچھ دیکھئے اور اگر ہاں تو ممتنع بالغیر ہو اور ممتنع بالغیر وہی جس کا وقوع ماننا کسی ممتنع بالذّات کی طرف منجر ہو ورنہ لزوم ممکن سے استحالہ ممکن محض ناممکن، اب وہ غیر کیا ہے، یہی لزوم کذب باری عزوجل، توآپ ہی کی دلیل عـــہ۲ سے ثابت ہوا کہ کذب بار محال ذاتی ہے، اسے ذی ہوش!

عـــہ۱: طرفہ یہ کہ وہ ردالمحتار جس سے مدعیان جدید اس مسئلہ میں جہلا متمسک اس میں بھی یہی قول اختیار کیا اور اسی کو صحیح و معتمد قرار دیا،

حیث قل لکنه مبنی علٰی جواز العفو عن الشرك عقلاع وعلیه یبتنی القول بجواز الخلف فی الوعید، و قد علمت ان الصحیح خلافه فالدعاء به کفر لعدم جوازہ عقلا و شرعا[2]۔	انھوں نے کہا یہ اس پر مبنی ہے کہ شرک کا عفو عقلاً جائز ہے اور خلف وعید کا قول بھی اسی پر مبنی ہے اور آپ جان چکے صحیح قول اس کے خلاف ہے لہٰذا اس کا دعوٰی کفر ہے کیونکہ اس کا جواز نہ عقلاً ہے نہ شرعاً(ت)

اور اس طرف اس کے ماخذ حلیہ کا کلام ناظرہ،

کمالا یخفی علٰی من طالعه بامعان النظر واللہ الموفق ۱۲ منه رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جیسا کہ مخفی نہیں ہر اس شخص پر جس نے گہری نظر سے مطالعہ کیا ہو اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔(ت)
عـــہ۲: فان قلت لم لا یجوز ان یکون هذا ایضاً	اگر یہ اعتراض کریں یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ یہ بھی محال لغیرہ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] المسایرہ مع المسامرۃ الرکن الرابع فی السفیہات المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۲۵۵

[2] ردالمحتار مطلب فی خلف لاوعید الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۵۱

ورودِ نص کے سبب خلاف منصوص کو محال شرعی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقوع محال عقلی یعنی کذبِ الٰہی کو مستلزم، شرح عقائد میں ہے:

لو وقع لزم کذب کلام الله تعالٰی وھو محال [1]۔	اگر قوع ہو جائے تو الله تعالٰی کے کلام کا کذب لازم آتا ہے جو محال ہے (ت)

شرح فقہ اکبر میں ہے،

قال الله تعالٰی، لا یکف الله نفسا الا وسعھا، وعن ھذا النص ذھب المحققون ممن جوزہ عقلا من الاشاعرۃ الی امتناعہ سمعا وان جاز عقلا ای والا لزم وقوع خلاف خبرہ سبحانہ [2]۔	الله تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے، الله کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، اسی نص کی بنا پر ان اشاعرہ میں سے محققین اس طرف گئے ہیں جو اسے عقلا جائز سمجھتے تھے کہ شرعا محال ہے اگرچہ عقلا جائز ہے یعنی ورنہ الله تعالٰی کی خبر کے خلاف وقوع لازم آئے گا۔ (ت)

سبحان الله! یہ تو عقل وفہم اور الٰہیات میں بحث کا وہم قولہ تو کسی کا اجارہ نہیں **اقول:** یوں تو تم

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

محالا لغیرہ وذٰلک الغیر المستحیل بالذات شیئا اٰخر قلت لم لا یجوزان یکون ھذا ھو ذٰلک الغیر الا محال بالذات ولاجلہ سار ملزومہ محالا بالغیر فان تشبثت باحتمال تشبثنا باٰخر وکنا مصیبین وکنت من الخاطئین لانک مستدل بھذا الدلیل علی امکان الکذب اما مدعیا واما غاصبا فکیف یکفیک عسی ولعل ۱۲ منہ رضی الله تعالٰی عنہ۔	ہو اور یہ غیر جو محال بالذات ہو دوسری شیئ ہے میں کہوں گا یہ کیوں جائز نہیں کہ یہ غیر محال بالذات یہی ہو اور اس کی وجہ سے اسکا ملزوم محال بالغیر ہو اور اگر تم کسی اور احتمال سے استدلال کرو تو ہم مصیب اور تم خاطی ٹھہرو گے کیونکہ تم اس دلیل سے امکان کذب پر استدلال کیا تو تم یا تو مدعی ہو یا غاصب اب تمھارے لئے شاید یہ ہو امید ہے کہ ہو، کیسے کام آسکتا ہے ۱۲ منہ رضی الله تعالٰی عنہ (ت)

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ الاعربیۃ قندھار افغانستان ص ۷۱

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر معنی قرب الباری من مخلوقاتہ وبعدہ عنھم البابی مصر ص ۱۰۷

اپنے امام کی طرف سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہہ سکتے ہو اگر باری تعالٰی اپنے آپ کو ناقص و ملوث و عیبی بنالے تو کسی کا اجارہ نہیں، اپنی ذات یا قدرت یا علم یا الوہیت کو فنا کردے تو کسی کا اجارہ نہیں، ظاہر ہے کہ ان محالات کے فرض پر بھی اس کا اجارہ ثابت نہ ہوگا کہ بے علاقہ ملازمت معقول نہیں پھر اسی نفی اجارہ سے ثبوت امکان کیونکر ہو، اور اگر یہ مقصود کہ ایسا کرے تو کچھ حرج نہیں، اور بیشک عرف میں یہ کلام اسی معنی کو مفید ہوتا ہے تو محض غلط و باطل، اور اجماعِ امت و نصوص قاطعہ کے خلاف بیشک کتنا بڑا حرج ہے کہ سارے جہان کا سچّا مالک **معاذاللہ** جھُوٹا ٹھہرے جس کے استحالہ پر نصوص بے شمار سُنتے آئے اور حلیہ کا کلام تازہ گزرا اور شرح عقائد و شرح فقہ اکبر کی آوازیں تو ابھی تمھارے کان مین گونجتی ہو گی، مگر ہاں تمھارے نزدیک اللہ عزوجل کے جھُوٹے ہونے میں کیا حرج ہوتا تھا، امام تو صاف کہہ چکا کہ اس پاک بے عیب میں دنیا بھر کے عیب آسکتے ہیں پھر انیہم بر علم اللہ ایمان و حیا بخشے۔ قولہ یہی امکانِ کذب ہے۔ **اقول:** ؎ محض تمھارا کذب ہے ہر ممتنع بالغیر محال بالذات کو مستلزم، اور باوجود اس کے خود ممکن بالذات ہوتا ہے، اسکا امکان ذاتی اس محال بالذات کے امکان ذاتی کو مستلزم ہو محال بالذات اور کو مستلزم ہونا محال بالذات اور لمَ یہ کہ ان میں استلزام ہی عارضی تھا نہ کہ ذاتی ورنہ محال بالذات ہوتا نہ کہ بالغیر، یُوں تو لازم کہ باری تعالٰی و تقدس واجب الوفود نہ رہے یا تمام موجودات واجب بالذات ہو جائیں، وجہِ ملازمت سُنئے زید آج موجود ہوا اس کا وقت وجود علم الٰہی سبحانہ و تعالٰی میں تھا یا نہیں، اگر نہیں تو علم محیط باری جل وعلا منتفی ہوا اور انتفائے علم کہ مقتضائے ذات ہے انتفائے مقتضی کو مقتضی تو باری عزوجل **معاذاللہ** معدوم ہُوا اور اگر تھا تو اس وقت اس کا عدم بھی ممکن ذاتی تھا یا نہیں، اگر نہیں تو زید واجب بالذات ہُوا اور وہاں تو اس کا اس وقت عدم کہ ممکن بالذات ہے۔ عدم علم اور عدم عالم کو مستلزم تو تمھارے طور پر عدم ذات ممکن تو باری جل جلالہ واجب الوجود نہ ہوا، اب تو آپ کو اپنی جہالت پر یقین آیا، واقعی تم بیچارے معذور ہو کہ حقائقِ علوم و دقائق فہوم میں بیچاری گنگوہی تعلیم کا حصہ رکھا ہی نہ گیا، ذرا کلمات علماء پر

؎: **واقول:** ایضا بلکہ اوجاہل! اگر یہ تیر دلیل جہالت تام ہو تو باری عزوجل کا **معاذاللہ** جہل بھی ممکن ٹھہرے کہ اس نے بہشتیوں کے بہشت، دوزخیوں کے دوزخ جانے کی صرف ہم کو خبر ہی نہ دی بلکہ اس کے علم میں بھی ایسا ہی ہے بااینہمہ وُہ خلاف پر قادر، اس تقدیر پر اس کا علم غلط پڑے گا اور یہی امکان جہل ہے تعالٰی عن ذلک علو کبیر اللہ تعالٰی اس سے بڑھ کر بلند ہے۔ ت) ہاں اے جاہل! اب تو یا تو امکان جہل بھی مان یا امکانِ کذب پر ان جُھوٹے شوشوں سے در گزر، اللہ تعالٰی ہدایت بخشے آمین! ۱۲منہ رضی اللہ عنہ۔

نظر کیجئے تو آپ کو اپنی دانشمندی پر یقین کامل آئے۔ علّامہ سعد الدین تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی لما اوجد العالم بقدرتہ اختیارہ فعدمہ ممکن فی نفسہ مع انہ یلزم من فرض وقوعہ تخلف المعلوم عن علتہ التامۃ وہو محال والحاصل ان الامکن لایلزم من فرض وقوعہ محال بالنظر الٰی ذاتہ واما بالنظر الٰی امر زائد علٰی نفسہ فلا نسلم انہ لایستلزم المحال۔[1]	اللہ تعالٰی نے جہان کو اپنی قدرت واختیار سے تخلیق فرمایا اس کا فی ذاتہ عدم ممکن ہے باوجودیکہ اسکے وقوع کے فرض سے معلول کا اپنی علت تامہ سے تخلف لازم آتا ہے اور یہ محال ہے، حاصلیہ ہے کہ ممکن وُہ ہوتا ہے جی زاتہ جس کے وقوع کے فرج کرنے سے مال لازم نہ آئے لیکن کسی امر زائد کی بنسبت ہم نہیں مانتے کہ محال کو مستلزم نہیں (ت)

شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

ان قیل ماعلم اللہ او اخبر بعدم بوقوعہ یلزم من فرض وقوعہ محال ہو جہلہ او کذبہ تعالٰی عن ذٰلك و کل مایلزم من فرض وقوعہ محال فہو محال ضرورۃ امتناع وجود الملزوم بدون اللازم، فجوابہ منع الکبری وانما یصدق لوکان لزوم المحال لذاتہ امالو کان لعارض کالعلم اوالخبر فیما نحن فیہ فلا لجواز ان یکون ہو ممکنا فی نفسہ ومنشاء لزوم المحال ہو ذٰلك العارض۔[2]	اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالٰی نے جس چیز کے عدم وقوع کو جانا یا اُس کی خبر دی ہو تو اس کے وقوع کے فرض سے محال لازم آئے گا وہ جہالت یا اس کا کذب ہے تو جب اس فرض وقوع سے محال لازم آئے گا تو یہ بہر حال محال ہو گا کیونکہ لازم کے بغیر ملزوم کا وجود ممتنع ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ کبرٰی نہیں مانتے، یہ تب سچّا ہے کہ اگر لزوم محال لذاتہ ہو اور اگر کسی عارضہ کی وجہ سے ہو مثلاً وُہ زیر بحث علم یا خبر ہو تو اس میں محال نہیں کیونکہ یہ فی نفسہٖ ہو سکتا ہے ممکن ہے اور لزوم محال کی علّت وہ عارض بن رہا ہو۔ (ت)

غرض استحالہ ناشیہ عن نفس الذات وعن خارج میں فرق نہ کرکے بعض نے استلزام عارضی میں بھی استحالہ لازم بالذات سے استحالہ ملزوم بالذات کا حکم کیا جس کا محققین نے یوں حل کر دیا مگر ایسی جگہ امکان ملزوم سے

[1] شرح العقائد النسفیہ دار الاشاعۃ العربیہ قندھار افغانستان ص ۷۱ و ۷۲

[2] شرح المقاصد المبحث الرابع لاقبیح من اللہ تعالٰی دار المعارف النعمانیہ لاہور ۶/ ۱۵۵

امکان لازم مستحیل بالذّات کا حکم آپ ہی کی عقل شریف کا حصّہ خاصہ تھا کہ اس کے رد میں علماء کا وہ حل کافی ووافی ہوا، سبحان اللہ! میں اپنے علماء سے کیوں استناد کروں۔ آپ اپنے ہی امام کا قول نہ سُنئے، اسی مبحث کذب والی یکروزی میں کیا کہتا ہے:

اگر مقصوداین ست کہ وقوع مذکور بالفعل (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) مستلزم کذب ست پس آن مسلم ست وکسے دعوی وقوع مذکور بالفعل نکردہ اگر مقصودش این ست کہ امکان وقوع مذکور مستلزم کذب نصی ست از نصوص قرآنیہ پس آں نص را تلاوت باید کرد تا واضح گردد کہ کدام نص بر نفی امکان وجودمذکور دلالت میکند واگر مقصوداین ست کہ امکان وجود مذکور مستلزم امکان کذب ست پس ملازمت ممنوع ست زیرا کہ عدم وجود مذکور معلول صدق نص ست پس تحقق عدم مذکور البتہ مستلزم تحقق امکان صدق نص مذکور ست وزوال عدم مذکور بالفعل مستلزم کذب ست واما امکان زوال عدم مذکور پس مستلزم امکان زوال صدق نیست یعنی امکان وجود مثل مذکور مستلزم امکان کذب نیست چہ امکان زوال معلول مستلزم امکان زوال علت نیست والا لازم آید کہ امکان زوال عقل اول مستلزم امکان زوال واجب باشد پس امکان زوال عقل اول ممتنع باشد پس عقل اول واجب لذآ باشد، حاصلش آنکہ ملازم درمیان علت و معلوم درفعلیت وجود و عدم ست نہ درامکان ذاتی والا لازم آید کہ واجب لذاتہ ممکن لذاتہ اگردد، چہ معلولات او	اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور بالفعل ہے (جیسے یہاں اپنی بحث میں وقوع تعذیب مطیع و مغفرت کافر فرض کیجئے) تو یہ کذب کو مستلزم ہے پس یہ تسلیم شدہ ہے اور کسی نے وقوع مذکورہ بالفعل کا دعوی نہیں کیا، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع مذکور کا امکان قرآنی نص کے کذب کو مستلزم ہے تو اس نص کی تلاوت کی جائے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون سی نص وجود مذکور کے نفی امکان پر دلالت کر رہی ہے، اور اگر مقصود یہ ہے کہ وجود مذکور کا امکان امکانِ کذب کو مستلزم ہے تو یہ لزوم ممنوع ہے کیونکہ وجودمذکور کا عدم صدق نص کا معلول ہے تو عدم مذکور کا تحقق یقینا صدق نص مذکور کے امکان کے تحقق کو مستلزم ہے، عدم مذکور کا بالفعل زوال، کذب کو مستلزم ہے لیکن زوال عدم مذکور کا امکان، زوال صدق کے امکان کو مستلزم نہیں یعنی امکان وجودمذکور، امکان کذب کو مستلزم نہیں کیونکہ زوال معلول کاامکان، امکان زوال علت کو مستلزم نہیں ورنہ لازم آئے گا زوال عقل اول کا امکان، زوال واجب کے امکان کو مستلزم ہو تو زوال عقل اول کاامکان ممتنع ہو تو عقل اول واجب لذاتہ ہو گی۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ علت و معلول کے درمیان تلازم فعلیت وجود عدم میں ہے نہ کہ امکان ذاتی میں، ورنہ ازم آئے گا کہ واجب لذاتہ، ممکن

ہمہ ممکنات اند اھ ملخصا۔[1]	لذاتہ ہو جائے کیونکہ اس کے تمام معلولات ممکن ہیں اھ ملخصًا (ت)

اگراس کی یہ تقریر پریشان طویل الذیل جس میں اس نے خواہی نہ خواہی ذراسی بات کو بیگھوں میں پھیلایا ہے، تمھاری مقدس سمجھ میں نہ آئے تو اسی کادوسرابیان مختصر سنواِسی یکروزی میں لکھتاہے:

اگر مقصود این ست کہ از وقوع ممکن ہیچگونہ محال ناشی نمی گرددلا بالنظر الٰی ذاتہ ولا بالنظر الی الامور الخارجیۃ پس این مقدمہ ممنوع ست چہ بریں تقدیر لازم می آید کہ وجود ہر معدوم و عدم ہر موجود محال باشد زیراکہ مستلزم محال ست یعنی کذب علم ازلی[2]۔	اگر مقصود یہ ہے کہ وقوع ممکن سے کوئی محال لازم نہیں آتا، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ امور خارجی کے اعتبار سے، تو یہ مقدمہ ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر معدوم کا وجود اور ہر موجود کاعدم محال ہو کیونکہ یہ محال کو مستلزم ہے یعنی علم ازلی میں کذب۔(ت)

دیکھو باوجود امکان ملزوم لازم کو محال مانتا ہے، پھر تمھاری جہالت کہ تعزیب مطیع و عفو کافر کے امکان سے امکان کذب پر استدلال کرتے ہو، غرض حق یہ ہے کہ یہ نفیس استدلال کسی ایسے ہی مقدس آدمی کاکام ہے جسے دیو جہالت کی بند وقید میں کبھی علم وفہم کی ہوانہ لگی ہو، واللہ الھادی خیر یہ تو وہ تھے جنھوں نے تقلید امام سے تجاوز نہ کیا تھا، رہے امام عنید کے مرید رشید، انھوں نے بیشک ہمت فرماکر وُہ طرفہ ابکار افکار ہدیہ انظار فحول نظار کیں یعنی یہی جواز خلف کی تقریر نازنین جس کے باعث اُن پر لزوم کفر کی تین وجہیں اور بڑھیں:

اولا: وہ وجہ ہائل کہ تمام مقلدین امام طائفہ کو عموماشامل یعنی یہ اس کے قول مذکور و جمیع اقوال کفریہ میں مقلد اور بیشک جو کفریات میں تقلید کرے قطعاً لزومِ کفر سے حصّہ پائے۔

ثانیا: ان حضرت نے جواز خلف بمعنی کذب، ائمہ دین کی طرف نسبت کیااور ہم بدلائل قاطعہ مبرہن کرآئے کہ وُہ جس معنی پر خلف جائز فرماتے ہیں اسے قطعاً جائز و قوعی بلکہ واقع ٹھہراتے ہیں، توان حضرت نے مولٰی سبحانہ و تعالٰی کا کاذب بالفعل ہونا کہ قطعاً اجماعاکفر خالص ہے، ایک جماعت ائمہ دین کامذہب جانا اور اسے اس قدر ہلکا سمجھاکہ ائمہ اہل سنت کااختلافی مسئلہ مانا اور اس پر طعن کو بیجا بتایا اور اس سے تعجب کار جہلا ٹھہرایا اور بیشک جو شخص کسی عقیدۂ کفر کو ایسا سمجھے خود کافر ہے، اعلام بقواطع الاسلام میں ہمارے علمائے اعلام

[1] رسالہ یک روزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۵و۱۶

[2] رسالہ یک روزی (فارسی) مطبوعہ فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۱۶

سے کفر متفق علیہ کی فصل میں منقول،

او صدّق کالم اهل الا هواء عـــہ اوقال عندی کلام مهم کلام معنوی اومعناه صحیح [1] الخ۔	یا وُہ تصدیق کرے کلام اہل بدعت کی، یا کہے میرے ہاں ان کا کلام بامقصد ہے، یا کہے اس کا معنی درست ہے الخ (ت)

فقیر نے اس مسئلہ کی قدرے تفصیل اپنے رسالہ مبارکہ مقامع الحدید علی خدا المنطق الجدید میں ذکر کی **واللہ الموفق۔**

ثالثًا: الحمد للہ کہ علمائے اہلسنت ان نے جہلا کی جہالت فاحشہ سے پاک نرالے اور ان کے بہتانی خیالوں، شیطانی ضلالوں پر سب سے پہلے تبرا ّ کرنے والے مگر ان کی قوتِ واہمہ نے جو انھیں امام الطائفہ کے ترکہ میں ملی، ائمہ متقدمین میں کچھ علماء ایسے تراشے جو کذب الٰہی کے جواز و قوعی بلکہ وقوع بالفعل کے قائل ہوئے تو وہ تراشیدہ علماء ساختہ ائمہ (جن کا ان جہال کے وہم وخیال کے سوا کہیں وجود نہیں) قطعاً جماعا کافر مرتد تھے، اب انھوں نے ان وہمی موجودوں یقینی مرتدوں کو کافر نہ جانہ بلکہ مشائخِ دین و علمائے معتمدین مانا تو خود ان پر کفر وارتداد لازم آنے میں کیا کلام رہا کہ جو کسی منکرِ ضروریات دین کو کافر نہ کہے آپ کافر ہے۔ امام علامہ قاضی عیاض قدس سرہ سفا شریف میں فرماتے ہیں:

الاجماع علی کفر من لم یکفر احدا من النصاری و الیهود و کل من فارق دین المسلیمن او وقف فی تکفیر هم او شک. قال القاضی	یعنی اجماع ہے اس کے کفر پر جو یہود و نصارٰی یا مسلمانوں کے دین سے جدا ہونیوالے کافر نہ کہے یا اس کے کافر کہنے میں توقف کرے یا شک لائے، امام قاضی

عـــہ: حمل العلامة ابن حجر اهل الاهواء علی الذین نکفر هم ببد عتهم قلت وهو کما افاد ولا یستقیم التخریج علی قول من اطلق الاکفا ر بکل بدعة فانه الکالم فی الکفر المتفق علیه فلیتبنه ۱۲۔	علامہ ابن حجر اہل ہوا سے مراد وہ لوگ لیتے ہیں جنھیں ان کی بدعت کی وجہ سے کافر کہا گیا ہے، میں کہتا ہون بات وہی ہے جو انھوں نے کہی اسے یہ حوالہ اس قول پر صحیح نہیں جو مطلقاً ہر بدعت کو کفر کہتے ہیں کیونکہ گفتگو اس کفر میں ہو رہی ہے جس پر اتفاق ہو اسے یاد رکھ ۱۲ (ت)

[1] علامہ بقواطع الاسام مع سبل النجاۃ فصل کفر متفق علیہ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۷۱

ابو بکر لا ن التوقیف والا جماع اتفقا علی کفرھم فمن وقف فی ذٰلك فقد کذب النص و التوقیف اوشك فیه، والتکذیب والشك فیه لا یقع الامن کافر۔[1]	ابو بکر باقلانی نے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ نصوص شرعیہ واجماعِ امت ان لوگوں کے کفر پر متفق ہیں توجو ان کے کفر میں توقف کرتا ہے وُہ نص و سریعت کی تکذیب کرتا ہے یا اس میں شک رکھتا ہے اور یا امر کافر ہی سے صادر ہوتا ہے۔

اسی میں ہے:

یکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام اووقف فیھم اوشك اوصحح مذ ھبھم وان اظھر الاسلام واعتقد ابطال کل مذھب سواہ فھو کافر باظھار ما اظھر من خلاف ذٰلك[2] اھملخصا۔	یعنی کافر ہے جو کافر نہ کہے ان لوگوں کو کہ غیر ملت اسلام کا اعتقاد رکھتے ہیں یا ان کے کفر میں شک لائے یا ان کے مذہب کو ٹھیک بتائے اگرچہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا اور مذہب اسلام کی حقانیت اور اس کے سواسب مذہبوں کے بطلان کا اعتقاد ظاہر کرتا ہو کہ اس نے بعض منکر ضروریات دین کو جب کہ کافر نہ جانا تو اپنے اس اظہار کے خلاف اظہار کر چکا اھ ملخصا۔

آپ کو یاد ہو کہ ان مدعیان جدید نا مہتدی ورشید پر ایک سو بائیس ۱۲۲ کوڑے اوپر جوڑے اور ان کے امام کا وبال انھیں کب چھوڑے کہ یہ آخر اسی کے مقلد اور اسکے اقوال کے پورے معتقد، معہذا جب ضرب الغلام اھانة المولی (غلام کی ضرب مولٰی کی اہانت ہے۔ت) توضرب المولی اھانة الغلام (مولٰی کی ضرب غلام کی اہانت۔ت) بدرجہ اولٰی بہر حال یہ پچھتّر ۷۵ کوڑے جو امام الطائفہ پر تازے پڑے، ان کے حصّے میں بھی یقینا جڑے، کُل ایک سو ۱۹۷ ستانوے ہوئے اور تین خاص ان کے دم پر سوار تو اس مختصر رسالے موجز عجالے میں مدعیان جدید پر پُورے دو سو ۲۰۰ کوڑوں کی کامل بوچھار،

"کَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۠ ﴿۳۳﴾"[3]	مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخر کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وُہ جانتے۔(ت)

میں نے جس طرح اس رسالہ کا تاریخی نام "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" رکھا یونہی

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاولین المطبعة الشرکة الصحافیه ۲ /۲۹۷

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل جی بیان ماھو من المقالات کفر المطبعة الشرکة الصحافیه ۲ / ۲۷۱

[3] القرآن الکریم ۶۸ / ۳۳

ان تازیانوں کا عدد رخواست کرتا ہے کہ اس کا تاریخی لقب "دوصد تازیانہ بر فرق جہول زمانہ" رکھوں، بالجملہ آفتاب روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ ایک مذہب علمائے دین پر یہ امام و مقتدی سب کے سب نہ ایک دو کفر بلکہ صدہا کفر سراپا کفر میں ڈوبے ہوئے ہیں **وفی ذٰلک اقول**: (اس میں میں نے کہا۔ت) ؎

فکفر فوق کفر فوق کفر کان الکفر من کثر و وفر

کماء اٰسنٍ فی نتین دفر تتابعَ قطرہ من تقب کفر [1]

(کفر ہر کفر سے بڑھ کر کفر، ہر کثیر سے بڑھ کر کثیر، جیسا کہ کھڑا پانی بدبودار پانی ملنے سے خوب بدبودار ہو جاتا ہے۔ت)

معاذاللہ! اس قدر ان کے خسار وبوار کو کیا کم ہے اگرچہ ائمہ محققین وعلمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے،

وھو الجواب وبہ یفتی و علیہ الفتوی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ وفیہ السداد۔	جواب یہی ہے، اس کے ساتھ فتوٰی دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، یہی مذہب اور اسی پر اعتماد ہے، اسی میں سلامتی اور یہی درست ہے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی اعلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علٰی قول جماعۃ و کفٰی بھٰذا خسارا [2]	وُہ ایک جماعت علماء کے قول پر مرتد ہو گیا اور اس قدر خسران وزیان میں بس ہیں۔

والعیاذ باللہ خیرا الحافظین (اور بہتر حفاظت کرنے والے کی پناہ۔ت) پھر جب کہ ائمہ دین ان کے کفر میں مختلف ہوگئے تو راہ یہ ہے کہ اگر اپنا بھلا چاہیں جلد از سر نو کلمہ اسلام پڑھیں اور اپنے مذہب نامہذب کی تکذیب صریح اور اس کے رد و تقبیح کی صاف تصریح کریں ورنہ بطور عادت کلمہ شہادت کافی نہیں کہ یہ تو وہ اب بھی پڑھتے ہیں اور اسے اپنے مذہب کا رد نہیں سمجھتے۔ بحر الرائق میں بزازیہ و جامع الفصولین سے ہے:

لواتی بالشھادتین علی وجہ العادۃ لم ینفعہ مالم یرجع عما قال۔ [3]	اگر معمول کے مطابق وہ کلمہ شہادت پڑھتے تو اسکو وہ نافع نہیں جب تک وہ اپنے قول سے رجوع نہ کرے (ت)

---

[1] الدیوان العربی الموسوم بساتین الغفران فی الرد علی القائلین بامکان کذب اللہ الخ رضا دار الاشاعۃ لاہور ص ۱۹۲

[2] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مکتبہ حقیقیہ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[3] بحر الرائق باب احکام المرتدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۵/ ۱۲۸

اور جس طرح اس مذہب خبیث کا اعلان کیا ہے ویسے ہی توبہ و رجوع کا صاف اعلان کریں کہ توبہ نہاں کی نہاں ہے اور عیاں کی عیاں۔ حضور پر نور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا عملت سیئة فاحدث عندها توبة السر بالسر والعلانیة بالعلانیة۔[1] رواہ الامام احمد فی کتاب الزھد والطبرانی فی المعجم الکبیر بسند حسن علی اصولنا عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر، پوشیدہ کی پوشیدہ اور ظاہر کی ظاہر۔ (اسے امام احمد نے کتاب الزہد میں، طبرانی نے المعجم الکبیر مین سند صحیح سے ہمارے اصولوں کے مطابق حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

اس سب کے بعد اپنی عورتوں سے تجدید نکاح کریں کہ کفر خلافی کا حکم یہی ہے، علامہ حسن شرنبلالی شرح وہانیہ پھر علامہ علائی شرح تنویر میں فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی وما فیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة و تجدید النکاح[2]۔	جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہو جاتے ہیں تمام اولاد، اولاد زنا قرار پا جاتی ہے اور جس میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کروایا جائے گا۔ (ت)

پس اگر مولیٰ سبحانہ و تعالیٰ ہدایت فرمائے اور اس کے کرم سے کچھ دُور نہیں، یعنی یہ حضرات اپنے مذہب مردود سے باز آئیں اور علانیہ اب العالمین کی طرف توبہ لائیں "فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ"[3] تمھارے دینی بھائی ہیں، ورنہ اہل سنت پر لازم کہ ان سے الگ ہو جائیں، ان کی صحبت کو آگ سمجھیں، ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں اگر نادانستہ پڑھ لی ہو اعادہ کرلیں کہ نماز اعظم عباداتِ ربِّ بے نیاز ہے اور تقدیم وامامت ایک علٰی اعزاز، اور فاسق مجاہر، واجب التوہین، نہ کہ بدعتی گمرہ فاسق فی الدّین، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ فقیر عفر اللہ تعالیٰ لہ نے ان مسائل کے قدرے تحقیق و تفصیل اپنے رسالہ النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں ذکر کی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھة تحریم وکذا	یعنی فاسق وبدمذہب کی امامت مکروہ تحریمی

---

[1] المعجم الکبیر حدیث معاذ بن جبل حدیث ۳۳۱ المکتبة الفیصلیة بیروت ۲۰ /۱۵۹، الزھد الکبیر حدیث ۹۵۴ دار القلم کویت ص ۳۶۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی ۱/ ۳۵۹

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵

المبتدع[1] اھملخصاً۔	قریب بحرام ہے اھ ملخصا۔

جس کے سبب نماز کا پھیرنا واجب، یہ ہے حکم، وللّٰہ الحکم والیہ ترجعون o والحمد للّٰہ رب العٰلمین (اور اللہ ہی کے لئے حکم ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو دونوں جہانوں کا پالنے والا ہے۔ ت)

التماس ہدایت اساس: میں جانتا ہوں کہ فقیر کے اس رسالے پر حسب معمول سخن پروری و بحکم دستور تعصب و خود سری اگر بعض سلیم خاطرین شرمائیں گی، قبول وانصاف کو کام فرمائیں گی، تو بہت عنادی طبیعتیں گرمائیں گی، جبلی نزاکتیں غصہ لائیں گی، جاہلی حمیتیں جوش دکھائیں گی، تعصبی حمائتیں ہمت پر آئیں گی، وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل، نعم المولٰی ونعم الکفیل (ہمارے لئے اللہ کافی اور وہ سب سے بڑا کارساز، سب سے بہتر آقا اور سب سے بہتر کفالت فرمانے والا ہے۔ ت) یہ سب کچھ قبول، کھسینا عاجزوں کا قدیمی معمول، مگر "اِنَّمَاۤ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ"[2] (میں تمھیں ایک نصیحت کرتا ہوں۔ ت) حق اسلام یاد دلا کر اتنا ماموں کر چند ساعت کے لئے تعصب و نفسانیت کو راہ بتائیں، مثنٰی و فرادٰی، تنہا یا دو دو صاحب بیٹھ کر غور فرمائیں اگر کلام خصم حق و صواب ہو تو اللہ! حق سے کیوں اجتناب ہو، کیا قرآن نے نہ سنایا کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا سَیَذَّكَّرُ مَنْ یَّخْشٰى ۙ﴿۱۰﴾ وَ یَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۙ﴿۱۱﴾"[3] (عنقریب نصیحت مانے گا جو ڈرتا ہے اور اس سے وہ بڑا بدبخت دور رہے گا۔ ت) اے میرے پیارے بھائیو! کلمہ اسلام کے ہمراہیو! اگر نفس امّارہ رہزن عیّارہ اور شیطان لعین اس کا معین، ولہٰذا خطا کا اقرار آدمی کو ناگوار، مگر واللہ! "وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ"[4] اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔ ت) کی آفت سخت شدید، "اَلَیْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ ﴿۷۸﴾"[5] (کیا تم میں ایک آدمی بھی نیک چلن نہیں۔ ت) خدارا ذرا انصاف کو کام فرماؤ، خلق کا کیا پاس خالق سے شرماؤ، کچھ دیکھا بھی کس پر امکانِ کذب کی تہمت دھرتے ہو، کس پاک بے عیب میں عیب آنے کا احتمال کرتے ہو، العظمۃ للّٰہ! ارے وہ خدا ہے سب خوبیوں والا ہر عیب و نقصان سے پاک نرالا، ذرا تو گریبان میں منہ ڈالو جس نے زبان عطا فرمائی اس کے بارے میں تو زبان سنبھالو، وائے

---

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۔۵۱۳

[2] القرآن الکریم ۳۴ / ۴۶

[3] القرآن الکریم ۸۷ / ۱۰و۱۱

[4] القرآن الکریم ۲ / ۲۰۶

[5] القرآن الکریم ۱۱/ ۷۸

بے انصافی تمھیں کوئی جھُوٹا کہے تو آپے میں نہ رہو اور ملک جبار واحد قہار کا جھُوٹا ہونا یو ممکن کہو، یہ کون سی دیانت ہے، کیا انصاف ہے، اس پر یہ قہر اصرار یہ بلااعتساف ہے،

اے طائفہ حائفہ اے قوم مفتون! مانو تو ایک تدبیر تمھیں بتاؤں، میرا رسالہ تنہائی میں بیٹھ کر بغور دیکھو، ان دو سو[۲۰۰] دلائل و اعتراضات کو ایک ایک کرکے انصاف سے پرکھو، فرض کر دم کہ دہ سو[۲۰۰] میں استحالہ کذبِ الٰہی پر صرف ایک دلیل اور تمھارے خیال اور تمھارے امام کے ہذیانی اقوال پر فقط ایک ایک اعتراض قاطع ہر قال و قیل باقی رہ گیا، باقی سب تم نے جواب دے لیا، تو جان برادر! احقاقِ حق کو ایک دلیل کافی، ابطال باطل کو ایک اعتراض وافی، نہ کر دلائل باہرہ اعتراضیات قاہرہ صد ہانسو اور ایک نہ گِنو۔ دل میں جانتے جاؤ کہ دلائل باصواب اور اعتراض لاجواب، مگر ماننے کی قسم' توبہ کی ااِن بلکہ اُلٹے تائید باطل کی فکر سامان، یہ تو حق پرستی نہ ہُوئی بادبدستی، نشہ تعصب میں سیاہ مستی ہوئی، پھر قیامت تو نہ آئے گی، حساب تو نہ ہوگا، خدا کے حضور سوال وجواب تو نہ ہوگا، اے رب میرے! ہدایت فرما اور ان لجیلی آنکھوں کو کُچھ تو شرما۔

می توانی کہ دہی اشک مرا حسن قبول اے کہ دُر ساختہ قطرہ بارانی را

(اے اللہ! تُو میرے آنسوؤں کو حسنِ قبول دے سکتا ہے جیسا کہ تو بارس کے قطرہ کو موتی بنادیتا ہے۔ت)

اور یہیں سے ظاہر کہ جو صاحب قصد جواب کی ہمت رکھیں ایک ایک دلیل ایک ایک اعتراض کا تفصیلی جواب سمجھ کر لکھیں، یہ نہ ہو کہ ابقائے مشیخت، رفع مزامت، فریب عوام، جواب کے نام کو کہیں، کچھ اعتراج باقی سے اعراض، یہ کلا خصم کارد نہ کرے گا، الٹا تمھیں پر صاعقہ بن کر گرے گا کہ جب حجت خصم مٹا نہ سکے مذہب سے اعتراض ہٹا نہ سکے تو ناحق تکلیف خامہ اٹھائی، مصیبت سیاہی نامہ اٹھائی، اپنے ہی عجز کا اظہار کیا، بطلان مذہب کا اقرار کیا، للہ کُچھ دیر تو حق وانصاف کی قدر سمجھو، زنجیر تعصب کی قید سے سلجھو، خار زار تکبّر میں اتنا نہ اُلجھو، افسوس کہ حق کا چاند جلوہ نما اور تمھارے نصیب کی وہی کالی گھٹا، ہمارے ہُمایُوں سایہ فگن اور تمھارا تاج وہی بالِ زغن، اے سچّے خدا سچ سے موصوف جھُوٹ سے نرالے، سچے رسول پر سچی کتاب اتارنے والے! اپنے سچے حبیب کی سچی وجاہت کا صدقہ آمت مصطفٰی کو سچّی ہدایت نصیب فرما،

صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وسلم وعلٰی اٰلہ و صحبہ و شرف کرمہ مانجی الصادق و ھلك الکاذب و نھی الصدق عن تعاطی الکواذب قولك الحق و	اے اللہ! رحمتیں نازل فرما اور آپ کے شرف وبزرگی میں مزید اضافہ فرما جو حبیب ہیں جب تک صادق نجات پاتے رہیں، کاذب ہلاک ہوتے رہیں، جنھوں نے تمام کواذب سے منع فرمایا، تیرا قول حق

وعدك الصدق ولك الحمد واليك المصير انك علٰی كل شئی قدير و صلی الله تعالٰی علٰی سیدّ الصادقين محمد و آله و صحبه اجمين اٰمين اٰمين اله الحق اٰمين !	تیرا وعدہ سچّا حمد تیرے لئے، تمام کا لوٹنا تیر طرف اور تو ہر شیئ پر قادر ہے، اللہ تعالٰی کی رحمت ہو سید الصادقین حضرت محمد، آپ کی آل اور اصحاب سب پر، آمین آمین الٰہ الحق آمین! (ت)

الحمدللہ کہ یہ مبارک رسالہ موجز عجالہ باوجود کثرت اشغالِ تحریر مسائل وترتیب رسائل، تیرہ ۱۳ دن کے متفرق جلسوں میں مسودہ اور تئیس ۲۳ دن میں صاف وبیضہ ہو کر دوازدہم ماہ مبارک و فاخر شہر ربیع الآخر روز ہمایوں جمعہ ۱۳۰۷ھ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ کو بہم وجوہ بدر سمای تمام و شمع بزمِ ہدایت انام ہوا۔

للہ الحمد والمنہ کہ آج اس مبارک رسالے، سنّت کے قبالے، رنگ صدق جمانے والے، زنگِ کذب گمانے والے سے علومِ دینیہ میں تصانیفِ فقیر نے سو ۱۰۰ کا عدد کامل پایا،

والحمد لله وهّاب العطايا، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم o والحمد لله رب العٰلمين والصلاة و السلام علٰی سيد المرسلين محمد و اله وصحبه اجمعين، سبحٰن ربك رب العزة عمّا يصفون، و سلام علی المرسلين، والحمد لله رب العٰلمين، تمّت و بالخير عمّت بعون من قال وقوله الحق "تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾" الحمد لله الذی بنعمه وجلاله تتنم الصالحات، والصلٰوة والسلام علی سيدنا ومولانا محمد سيد الكائنات و اٰله و صحبه وامته و حزبه الجمعين، و الحمد لله رب العٰلمين۔	تمام حمد اللہ تعالٰی کی ہے جو تمام انعامات کا اعطا کرنیوالا ہے، اے ہمارے رب! ہماری طرف سے قبول فرما بلا شبہ تُو سننے والا ہے، تمام حمد اللہ کی جو جہانوں کا پروردگار ہے، صلٰوۃ وسلام نازل ہو تمام رسولوں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر آپ کی آل و اصحاب تمام پر، سلام علی المرسلین والحمد للہ رب العٰلمن۔ رسالہ تام ہوا اور خیر کے ساتھ وسیع ہوا اس ذات کی مدد سے جس نے فرمایا جبکہ اس کا فرمان بر حق ہے "ترے رب کے کلمات صدق و عدل میں تام ہیں کوئی ان کو تبدیل کرنے والا نہیں وہی سننے جاننے والا ہے۔" تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کی جس کی نعمت و جلال سے خوبیا تام ہوتی ہیں اور صلٰوۃ ولام ہمارے آقا مولٰی سید کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آل واصحاب واُمت اور ان کی سب جماعت پر، والحمد رب العالمین (ت)

کتبـــــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

تحریر جناب مولانا گلام دستگیر علیہ الرحمۃ من ربنا القدیر بر رسالہ مبرکہ "سُبحٰن السبوح من عیب کذب المقبوح فقیر غلام دستگیر قصوری کان اللہ لہ جمادی الاول ۱۳۰۸ھ میں بریلی میں وارد ہُوا اور اس مبارک رسالہ کے دیکھنے کا اتفاق پڑا، چونکہ مدتِ دراز کے بعد یہاں آنے کا اتفاق ہوا ہے اور ملاقات احباب اور نیز مشورہ امر دینی کے سبب جو وکلاء سے کرنا تھا اس قدر کم فرصتی ہُوئی کہ معمولی وظائف جو کبھی سفر و حضر میں ترک نہیں ہوئے تھے ان چار روز میں وُہ بھی پُورے نہ ہوسکے، اس کشاکش میں اس رسالہ سلالہ کو فقیر بالاستیعاب کیا کچھ حصّہ معتد بہا بھی نہ دیکھ سکا مگر ابتدا اور درمیان اور انتہا سے جو دیکھا تو مسئلہ امکان کذب باری تعالٰی کا رَد پایا اور اس کا آنکھوں سے لگایا الحمد للہ حمدا کثیرا کہ اس کے مولف علامہ فہامہ نے جو ایک علم اور فضل کے خاندان سے عمدۃ الخلف وبقیۃ السلف ہیں اس بارے میں بھی اپنے عزیز واقارب کو جو ہمیشہ کارِ خیر اشاعت علوم دینیہ میں مصروف ہیں صرف فرمایا جزاہ اللہ الشکور عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء واوصلہ الی غایۃ ما یحب و یرضی، اللھم تقبل منا انك انت السمیع العلیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ و مظھر لطفہ و احسانہ سیدنا محمد و عترتہ اجمعین اللھم ارحمنا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین!

۱۵ جمادی الاول روز روانگی وطن پر چند حروف لکھے گئے وللہ ھو المسیر للصعاب۔

رسالہ
دامان باغ سبحٰن السبوح
(سبحٰن السبوح کے باغ کا دامن ۱۳۰۷ھ)

مسئلہ ۷۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کی دیو بند کا پڑھا ہُوا ایک مولوی کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی جُھوٹا ہو سکتا ہے اور اس پر دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ آدمی جُھوٹ بول سکتا ہے تو اگر اللہ تعالٰی نہ بول سکے تو آدمی کی قدرت خدا کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام ایسا نکلا کہ آدمی تو کر سکتا ہے اور خدا نہیں کر سکتا، یہ ظاہر بات ہے کہ خدا کی قدرت بے انتہا ہے آدمی جس جس بات پر قادر ہے خدا ضرور ان سب باتوں پر قادر ہے اور ان کے سوا بے انتہا چیزوں پر قدرت رکھتا ہے جن پر آدمی کو قدرت نہیں انسان کو اپنے کذب پر قدرت اور خدا کو اپنے کذب پر قدرت نہ ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے، اور اس دلیل کو کہتا ہے کہ یہ ایسی قاطع دلیل ہے کہ جس کا جواب نہیں ہو سکتا ہے امید کہ اس بارہ میں جو حق ہو تحریر فرمائیں اور مسلمانوں کو گمراہ ہونے سے بچائیں۔ **بیّنوا توجروا** (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ت)

الجواب:

سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت) اللہ عزوجل سلمانوں کو شیطانوں کے وسوسوں سے بچائے، دیو بندی نہ دیو بندی کہ دیو بندیوں نہ دیو بندیوں کہ ان کے امام اسمٰعیل دہلوی کا یہ قول صریح ضلالت وگمراہی وبد دینی ہے جس میں بلا مبالغہ ہزار ہا وجہ سے کفر لزومی ہے، جمہور فقہائے کرام کے طور پر ایسی ضلالت کا قائل صریح کافر ہو جاتا ہے اگر ہم باتباع

جمہور متکلمین کرام صرف لزوم پر بے التزام کافر کہنا نہیں چاہتے اور ضال مضل بد دین کہنے پر قناعت کرتے ہیں۔

اس مسئلہ میں فقیر کا یک کافی وافی رسالہ مسمّٰی بہ **سبحٰن السبوح عن کذب مقبوح** مدت ہوئی چھپ کر شائع ہو چکا اور گنگوہیوں دیو بندیوں وغیر ہم وہابیوں کسی سے اس کا جواب نہ ہو سکا نہ ان شاء اللہ العزیز قیامت تک ہو سکے،

حقت علیھم کلمۃ العذاب بما کذبوا ربھم وبما کانو یفسقون اولٰئك اصمھم اللہ واعمٰی ابصارھم فھم طغیانھم یعمھون○	عذاب کا قول ان پر ٹھیک اترا بسبب اس کے کہ انھوں نے اپنے رب کی طرف جھوٹ منسوب کیا اور اس سبب سے کہ وہ حکم عدولی کرتے تھے یہی لوگ ہیں جنھیں اللہ تعالٰی نے بہرہ کردیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا پس وُہ اپنی سرکشی میں سرگرداں رہتے ہیں (ت)

میں نے اس رسالے میں تیس ۳۰ نصوص اور تیس دلائل قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالٰی کا کذب محال بالذات ہے اور یہ کہ اس کے محال بالذات ہونے پر تمام ائمہ امت کا اجماع ہے۔ مسلمان جس کے دل میں اس کے رب کی عظمت اور اس کے کلام کی تصدیق ہو اگر کچھ بھی سمجھ رکھتا ہے تو اس کے لئے یہی دو حرف کافی ہیں، اول یہ کہ کذب ایسا گندا ناپاک عیب ہے جس سے ہر تھوڑی ظاہری عزّت والا بھی بچنا چاہتا ہے اور ہر بھنگی چمار بھی اپنی طرف اس کی نسبت سے عار رکھتا ہے، اگر وہ اللہ عزوجل جلالہ کے لئے ممکن ہوا تو وہ عیبی ناقص ملوث گندی گھناوئی نجاست سے آلودہ ہو سکے گا، کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے، مسلمان تو مسلمان کہ اس کے لئے اسکے رب کی امان، ادنٰی سمجھ وال یہودی نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہ کرے گا، پاکی ہے اسے جس کے سراپردہ عزت وجلال کے گرد کسی عیب و نقص کا گزر قطعاً محال بالذات ہے، جس کی عظمت و قدوسیت کو ہر لوث وآلودگی سے بالذات منافات ہے۔ شرح مقاصد میں ہے:

الکذب محال باجماع العلماء لان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[1]۔	یعنی جُھوٹ باجماعِ علماء محال ہے کہ وُہ بالاتفاق عقلا عیب ہے اور عیب اللہ تعالٰی پر محال۔

نیز مقصد سادس فصل ثالث مبحث سابع جملہ اہلسنت کے عقائد اجماعیہ میں فرماتے ہیں:

طریقۃ اھل السنۃ ان العالم حادث و	اہلسنت کا مذہب یہ ہے کہ تمام جہان حادث و

[1] شرح المقاصد المبحث السادس فی انہ تعالٰی متکلم دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲ / ۱۰۴

الصانع قدیم متصف بصفات قدیمة والا یصح علیه الجهل ولا الکذب ولا النقص[1]۔	نو پیدا ہے، اور اس کا بنانے ولا قدیم اور صفاتِ قدیمہ سے موصوف ہے، نہ اس کا جہل ممکن ہے نہ کذب ممکن ہے نہ اس میں کسی طرح کے عیب ونقص کا امکان ہے۔

دوم: یہ کہ جب اس کا کذب ممکن ہو تو اس کا صدق ضروری نہ رہا، جب اس کا صدق ضروری نہ رہا تو اس کی کون سی بات پر اطمینان ہوسکے گا، ہر بات میں احتمال رہے گا کہ شاید جُھوٹ کہہ دی ہو، جب وُہ جُھوٹ بول سکتا ہے تو اس یقین کا کیا ذریعہ ہے کہ اس نے کبھی نہ بولا، کیا اس کسی کا ڈر ہے یا اس پر کوئی حاکم وافسر ہے جو اسے دبائے گا اور جو بات وہ کرسکتا ہے نہ کرنے دے گا، ہاں ذریعہ صرف یہی ہو سکتا تھا کہ خود اس کا وعدہ ہو کہ ہمیشہ سچ بولوں گا یا اس نے فرمادیا ہے کہ میرا سب باتیں سچی ہیں مگر جب اس کا جھوٹ ممکن ٹھہرالو تو سرے سے اس وعدہ وفرمان ہی کے صدق پر کیا اطمینان رہا، ہو سکتا ہے کہ پہلا جُھوٹ یہی بولا ہو، غرض معاذاللہ اس کا کذب ممکن مان کر دین وشریعت واسلام وملّت کسی کا اصلاً پتا نہیں لگا رہتا، جزاو سزا وجنت ونارہ حساب و کتاب وحشر ونشر کسی پر ایمان کا کوئی ذریعہ نہیں رہتا،

تعالٰی اللہ عما یقولون الظلمون علوا کبیرا۔	اللہ تعالٰی بہت بلند ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں۔ (ت)

علّامہ سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں فرماتے ہیں:

الکذب فی اخبار اللہ تعالٰی فیه مفاسد لا تحصی و مطاعن فی الاسلام لا تخفی، منها مقال الفلاسفة فی المعاد ومجال الملاحدة فی العناد و بطلان ماعلیه الاجماع من القطع بخلود الکفار فی نار فمع صریح اخبار اللہ تعالٰی به، فجواز عدم وقوع مضمون ھٰذا الخبر محتمل ولما کان ھٰذا باطلا قطعا	اخبارِ الٰہیہ میں امکان کذب ماننے سے بے شمار خرابیاں اور اسلام میں ایسے طعنے سر اٹھائیں گے جو پوشیدہ نہیں منجملہ ان کے معاد کے بارے میں فلاسفہ کا کلام، عناد پر مبنی بے دینوں کی جسارت اور کفار کے ہمیشہ جہنم میں رہنے جیسے اجماعی نظریات کا بطلان ہے باوجودیکہ اس بارے میں اللہ تعالٰی کی تصریح وارد ہے، چنانچہ اس خبر کے مضمون کے عدم وقوع کا جائز ہونا محتمل ہوا، اور جب یہ قطعاً

[1] شرح المقاصد فصل ثالث مبحث ثامن دارا المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۲۷۰

علم ان القول بجواز الکذب جی اخبار اللہ تعالٰی باطل قطعا[1] (ملتقطا)۔	باطل ہے تو معلوم ہُوا کہ اخبار الٰہیہ میں امکان کذب کا قول قطعاً باطل ہے (ملتقطا) (ت)

رہی دیوبندی کی دلیل ذلیل وہ اس کی اپنی ایجاد نہیں، امام الوہابیہ کی اختراع خبیث ہے، سبحٰن السبوح میں اسکے ہذیانوں کی پوری خدمت گزاری کر دی ہے، یہاں چند حرف گزارش،

اوّلا: جب یہ ٹھہرا کہ انسان جو کچھ اپنے لئے کر سکتا ہے وہابیہ کا خدا بھی خود اپنے واسطے کر سکتا ہے، تو جائز ہُوا کہ اُن کا خدا زنا کرے، شراب پیئے، چوری کرے، بُتوں کو پُوجے، پیشاب کرے، پاخان پھرے، اپنے آپ کو آگ میں جلائے، دریا میں ڈبائے، سرِ بازار بدمعاشوں کے ساتھ دھول چھکڑ لڑے، جوتیاں کھائے وغیرہ وغیرہ وہ کون سی ناپاکی، کون سی ذلت، کونسی خواری ہے جو ان کے خدا سے اُٹھ رہے گی۔

ثانیا: بے دین اس گھمنڈ میں ہیں کہ انھوں نے خدا کا عیبی ہونا فقط ممکن کہا ہے کوئی عیب بالفعل تو اسے نہ لگایا، حالانکہ اوّل تو یہی ان کا گدھا پن ہے اُس جلیل جمیل سبوّح قدوس کی شان جلال کے لئے فقط امکان عیب ہی خود بڑا بھاری ہے فی سبحٰن السبوح واوضحناہ اللغواۃ مع مالہ من الواضوح (جیسا کہ ہم نے اس کو سبحٰن السبوح میں بیان کیا اور گمراہوں کے لئے اس کی خوب وضاحت کی۔ت) خیر یہ تو ایمان والے جانتے ہیں، میں وُہ بتاؤں جسے یہ عیب لگانے والے بھی سمجھ جائیں کہ بیشک انھوں نے خدا کو بالفعل عیبی مانا اور کتنا سخت سے سخت عیبی جانا بلکہ اس کے حق میں کچھ لگی نہ رکھی صاف صاف اس کی الوہیت ہی باطل کر دی، وجہ سُنئے جب ٹھہری کہ آدمی جو کچھ کرتا ہے خدا بھی اپنے لئے کر سکتا ہے، اور ظاہر ہے کہ آدمی قادر ہے کہ اپنی ماں کی تواضع وخدمت کے لئے اس کے تلووں پر اپنی آنکھیں ملے، اپنے باپ کی تعظیم وغلامی کے لئے اس کے جُوتے اپنے سر پر رکھ کر چلے تو ضرور ہے کہ وہابیہ کا خدا بھی اپنے ماں باپ کے ساتھ ایسی تعظیم وتواضع وخدمت وغلامی پر قادر ہو ورنہ انسان کی قدرت جو اس کی قدرت سے بڑھ جائے گی کہ ایک کام وہ نکلا جو انسان کر سکا اور خدا سے نہیں ہو سکتا، اگر کہئے اسے اس کام پر اس وجہ سے قدرت نہ ہوئی کہ اس کے ماں باپ ہی نہیں تو اس میں اس زخم کا کیا علاج ہُوا، مطلب تو اتنا تھا کہ ایک کام ایسا نکلا جسے بعض انسان کر رہے ہیں اور خدا سے نہیں ہو سکتا خواہ نہ ہو سکنے کی کوئی وجہ ہو، لاجرم تمھارے طور پر ضرور ہے کہ خدا کے ماں باپ ہوں تاکہ وُہ بھی ایسی سعادت مندی کر سکے جیسی انسان کر رہا ہے، اور ظاہر کہ جو ماں باپ سے پیدا ہو وہ حادث ہو گا اور حادث خدا نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی خالق ہوگا اور مخلوق خدا نہیں ہو سکتا، اب تو تم سمجھے کہ تم خدا کو

[1] شرح المقاصد المحث الثانی عشر دارالمعارف النعمانیہ لاہور ۲ / ۲۳۸

بالفعل عیبی مانتے اور سرے سے اس کی الوہیت ہی باطل کر رہے ہو۔ہاں ایک صورت نکل سکتی ہے کہ بالفعل خدا کے ماں باپ نہ ہوں اور پھر بھی اسے ان سعاد تمندیوں پر قدرت ہو، کہو تو بتادیں، وہ یہ کہ وہابیہ کا خدا کسی دن اپنے آپ کو موت دے اور آواگون کے ہاتھوں کسی پُرش کے بھوگ سے کسی استری کے گربھ میں دوسرا جنم لے اپنے ان آئندہ ماں باپوں کی غلامی کرے، مگر الوہیت تو یُوں بھی گئی کہ جو مر سکا وُہ خدا کہاں!

ثالثاً: احمق بددین نے اگرچہ مسلمانوں کا دل رکھنے کو اپنے رسالہ یکروزی میں جہاں یہ ناپاک دلیل ذلیل لکھی ہے یہ اظہار کیا کہ خدا کا کذب ممکن بالذات ہونے پر بھی ممتنع بالغیر ضرور ہے مگر دلیل وہ پیش کی جس نے امتناع بالغیر کو بھی صارف اڑادیا، ظاہر ہے کہ انسان کا کذب نہ ممتنع بالذات نہ ممتنع بالغیر، بلکہ ہر روز و سب ہزاروں بار واقع تو کذب پر اس کی قدرت آزاد ہوئی جس پر کوئی روک نہیں اور برابر کام دے رہی ہے، مگر خدا کی قدرت بستہ و مسدود ہے کہ واقع کرنے کی مجال نہیں اور شک نہیں کہ آزاد قدرت مسدود قدرت پر صریح فوقیت رکھتی ہے تو یوں کیا انسانی قدرت اس کی قدرت سے فائق نہ رہی باعتبار مقدورات کمّاً نہ سہی تو باعتبار نفاذ کیفاً سہی، ناچار تمھیں ضرور ہے کہ امتناع بالغیر بھی نہ مانو کہ انسانی قدرت سے شرمانا تو نہ پڑے۔

رابعاً: اس قول خبیث کی خباثتیں کہاں تک گنیں کہ وُہ تو بلا مبالغہ کروڑوں کفریات کا خمیرہ ہے، ہاں وہ پوچ بے حقیقت گرہ کھولیں جو اس نے اپنا جادو پھونک کر لگائی اور حماقت سے بہت کرّی گتھی جانی، یہ چار طور پر ہے **بعضھا قریب من بعض**:

اوّل: ساری بات یہ ہے کہ احمق نے افعال انسانی کو خدا کی قدرت سے علیحدہ سمجھا ہے کہ آدمی اپنے کام اپنی قدرت سے کرتا ہے یہ رافضیوں معتزلیوں فلسفوں کا مذہب ہے، اہلسنت کے نزدیک انسانی حیوانی تمام جہان کے افعال اقوال اعمال احوال سب اللہ عزوجل ہی کی قدرت سے واقع ہوتے ہیں، اور وں کی قدرت ایک ظاہری قدرت ہے جسے تاثیر وایجاد میں کچھ دخل نہیں تمام کائنات وممکنات پر قدرت موثرہ خاص اللہ عزوجل کے لئے ہے، تو کذب ہو یا صدق، کفر ہو یا ایمان، حسن ہو یا قبح، طاعت ہو یا عصیان، انسان سے جو کچھ واقع ہوگا وہ اللہ ہی کا مقدور اللہ ہی کا مخلوق ہوگا، اسی کی قدرت اسی کی ایجاد سے پیدا ہوگا، پھر کیونکر ممکن کہ انسان کو فعل قدرتِ الٰہی سے جُدا کرسکے جس کے لئے وزن برابر کرنے کو خدا کو خود اپنے لئے بھی کرسکنا پڑے، اس ضلالت وبددینی کی کوئی حد ہے مقاصد میں ہے:

فعل العبد واقع بقدرۃ اللہ تعالٰی انما للعبد الکسب والمعتزلۃ بقدرۃ	یعنی بندے کا ہر فعل اللہ تعالٰی ہی کی قدرت سے واقع ہوتا ہے بندہ کا فقط کسب ہے اور معتزلہ وفلاسفہ

العبد صحۃ الحکماء ایجابا[1]۔	کہتے ہیں کہ بندے کا فعل خود بندے کی قدرت سے ہوتا ہے، معتزلہ کے نزدیک امکانی طور پر کہ قدرت بندہ سے وقوعِ فعل ممکن ہے واجب نہیں اور فلاسفہ کے نزدیک وجوبی طور پر کہ تخلف ممکن نہیں۔

دوم: اندھے سے پوچھو انسان کو کس کے کذب پر قدرت ہے، اپنے یا خدا کے۔ ظاہر ہے کہ انسان قادر ہے تو صرف کذبِ انسانی پر نہ کہ **معاذاللہ** کذبِ ربّانی پر۔ اور شک نہیں کہ کذب انسانی ضرور قدرت ربانی میں ہے، پھر اگر کذب ربانی قدرت ربانی میں نہ ہُوا تو قدرت انسانی کیونکر بڑھ گئی، وہ کذب ربانی پر کب تھی اور جس پر تھی یعنی کذب انسانی، اسے ضرور قدرت ربانی محیط ہے، مگر خدا جب دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے، دل کے اندھے نے یہ خیال کیا کہ انسان اپنے کذب پر قادر ہے، اور یہی لفظ بارگاہِ عزت میں بول کر دیکھا کہ اسے بھی اپنے کذب پر قدرت چاہئے اور نہ سُوجھا کہ وہاں اپنے سے انسان مراد تھا اور اب خدا مراد ہو گیا، اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ اسی کی طرح کا کوئی کور باطن خیال کرے کہ انسان اپنے خدا کی تسبیح کر سکتا ہے تو چاہئے کہ خدا بھی اپنے خدا کی تسبیح کر سکے ورنہ قدرت انسانی بڑھ جائے گی، تو خدا کے لئے اور خدا درکار ہوا،

وھلم جرا الی غیر نہایۃ و غیر قرار، کذٰلك یطبع اللہ علٰی کل قلب متکبر جبار۔	اور کھینچتا چل مالا نہایۃ تک، یونہی اللہ تعالٰی ہر متکبر سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے (ت)

سوم: ہم پُوچھتے ہیں قدرتِ انسانی بڑھ جانے سے کیا مراد ہے، آیا یہ کہ انسان کے مقدورات گنتی میں خدا کے مقدورات سے زائد ہو جائیں گے، یہ تو بداہۃً استحالہ کذب کو لازم نہیں کہ کذب و جملہ نقائص سرکار عزت کے لئے سرکار عزت کی قدرت میں نہ ہونے پر بھی اس کے مقدورات غیر متناہی ہیں اور انسان کتنی ہی ناپاکیوں پر قادر ہو آخر اس کے مقدورات محدود ہی رہیں گے اور متناہی کو نامتناہی سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی، ہاں یہ کہئے کہ ایک چیز بھی ایسی نکلنا جو انسان کے زیر قدرت ہو اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ ہو محال ہے (اور بیشک ایسا ہی ہے) اسی کو زیادت قدرت سے تعبیر کیا ہے تو اب ہم دریافت کرتے ہیں یہ خاص کذب کہ انسان سے واقع ہوا قدرتِ خدا سے ہوا یا قدرتِ خدا سے جدا، بر تقدیر اول وہ کون سی چیز نکلی جو انسان کے زیر قدرت تھی اور رحمٰن کے زیر قدرت نہ تھی کہ یہ جو قدرت انسان سے ہوا خود مانتے ہو کہ قدرت رحمٰن سے ہوا پھر زیادت کہاں، بر تقدیر دوم رحمٰن اگرچہ **معاذاللہ** اپنے کروڑ کذبوں پر قادر ہو وہ کذب اس کذب کے عین نہ ہوں گے جو انسان سے

[1] المقاصد مع شرح المقاصد الفصل الخامس دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۲۰

واقع ہُوا بلکہ کذب ہونے میں اس کے مثل ہوں گے اور مثل پر قدرت شے پر قدرت نہیں، وُہ خاص کذب انسانی جو قدرت انسانی سے واقع ہوا اسے صراحةً قدرتِ خدا سے جدا کہہ رہے ہو تو خدا کا کذب ممکن بلکہ اب تازہ ایمان گنگوہی پر **معاذاللہ** واقع مان کر بھی وُہ کال تو نہ کٹا کہ ایک شیئ جو زیر قدرت انسانی تھی زیر قدرت رحمانی نہ ہوئی اس کی نوع مقدورِ خدا ہوئی نہ کہ خود وہ فرد، تو تو نے خدا اور انسان کو درباره کذب. برابر کے دو عاجز مانا کہ نوع کذب کے افراد سے جس فرد پر انسان قادر ہے اور جس فرد پر خدا قادر ہے انسان قادر نہیں۔ دہلوی کے بندو! اسی پر اس مسئلہ میں "اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" [1] (بیشک اللہ تعالٰی ہر شیئ پر قادر ہے۔ت) پڑھتے اور کذب الٰہی محال جاننے والے مسلمانوں پر عجز ماننے کی تہمت رکھتے ہو، حالانکہ تم خود ہی وُہ ہو کہ خدا کو افراد مقدورہ عبد پر قادر نہیں مانتے جب تو وزن برابر کرنے کو امثال مقدورات عبد خود اس کے نفس کریم میں گھڑنا چاہتے ہو **قاتلکم اللہ** (اللہ تعالٰی تمھیں ہلاک کرے۔ت) کسی مذہب خبیث کی بھی تقلید چھوڑو گے یا سب میں سے ایک ایک حصّہ لوگے، یہ طوائف معتزلہ سے طائفہ جبائیہ کا مذہب ہے کہ اللہ تعالٰی نفس مقدورات عبد پر قادر نہیں۔ مواقف میں ہے:

الجبائیۃ قالوا لایقدر علی عین فعل العبد [2] **الخ۔**	جبائیہ نے کہا کہ اللہ تعالٰی عین فعل عبد پر قدرت نہیں رکھتا الخ (ت)

ہم اہلسنّت کے نزدیک اللہ تعالٰی عین مقدورات عبد پر بھی قادر ہے کہ وہ اسی کی قدرت کاملہ سے واقع ہوتے ہیں اور ان کے امثال پر بھی کہ امثال عبد سے امثال فعل صادر کراسکتا ہے، مگر ایسے امثال پر قدرت کہ خود اپنے نفس کریم سے ویسی ناپاکیاں صادر کر دکھائے اس سے وُہ پاک و متعالی ہے، **سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون** (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت)

اس کی مثال یُوں سمجھو کہ زید و عمرو دونوں اپنی اپنی زوجہ عہ۱ کو طلاق عہ۲ دینے پر قادر ہیں مگر ایک دوسرے کی

عہ۱: یہ فہم امام الوہابیہ کے قابل واضح تغایر لکھا ہے ورنہ مخلوق میں کسی فعل بعینہٖ پر دوسرے کو قدرت نہیں ہوسکتی کہ فعل فاعل سے تعین پاتا ہے تو وہ فعل مثلاً روٹی کھانا، پانی پینا یا اٹھنا بیٹھنا وغیرہ وغیرہ جو زید سے صادر ہوا عمرو سے صادر نہیں ہوسکتا اس کی نظیر اس سے صادر ہوگی ۱۲ منہ مدظلہ

عہ۲: یعنی ایسی طلاق جس میں اصیل خود مختار ہو ۱۲ منہ

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۷۷

[2] المواقف مع شرح المواقف المرصد الرابع فی الصفات الوجودیۃ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۶۴

زوجہ کو طلاق عـــہ نہیں دے سکتا تو ہر ایک دوسرے کے مقدور پر قادر نہیں بلکہ اس کی نظیر پر قادر ہے، لیکن حق جل مجدہ دونوں پر قادر ہے کہ ان میں جو اپنی زوجہ کو طلاق دے گا وُہ طلاق اللہ ہی کی قدرت سے واقع و موجود و مخلوق ہو گی تو اللہ تعالٰی زید و عمرو ہر ایک کے عین فعل پر بھی قادر ہے اور مثل فعل پر بھی کہ ایک کا فعل دوسرے کا مثل تھا، مگر امام الوہابیہ کی ضلالت نے اسے خدا کی قدرت نہ جانا بلکہ قدرت کے لئے یہ لازم سمجھا کہ جیسے وہ اپنی اپنی جورو کو طلاق دے سکتے ہیں خدا خود بھی اپنی جورو مقدسہ کو طلاق دے سکے، اس گدھے پن کی حد ہے؟ اس بے ایمانی کا ٹھکانہ ہے؟ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

چہارم: یہ قضیہ بیشک حق تھا کہ جس پر انسان قادر ہے اس سب اور اس کے علاوہ نامتناہی اشیاء پر مولٰی عزوجل قادر ہے وہ بقدرت ظاہر یہ عطائیہ اور حق بقدرت حقیقیہ ذاتیہ مگر اس حق کو یہ ناحق کوش کس طرح باطل محض کی طرف لے گیا انسان کا کسی فعل کو کرنا کسب کہلاتا ہے انسان کی قدرت ظاہر یہ صرف اس قدر ہے، قدرت حقیقیہ خلق و ایجاد میں اس کا حصہ نہیں وہ خاص مولٰی عزوجل کی قدرت ہے تو اس کلمہ حق کا حاصل یہ تھا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے اللہ عزوجل اسکے خلق اور پیدا کرنے پر قادر ہے کہ وہ کسب نہ ہو گا مگر بقدرت خدا اس دل کے اندھے نے یہ بنا لیا کہ انسان جس چیز کے کسب پر قادر ہے، رحمٰن بھی خود اپنے لئے اس کے کسب پر قادر ہے **سبحٰن اللہ رب العرش عما یصفون** (پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت) اندھے نے نہ جانا کہ کسی کا کسی شے پر قادر ہونا "**صحۃ الشیئ منہ**" ہے نہ کہ "**صحۃ الشیئ علیہ**"، اور صاف گھڑ لیا کہ "**ما یصح علی العبد یصح علی اللہ**" جو بندے پر جاری ہو سکے خدا پر بھی جاری ہو سکتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ضلالت و شیطنت بے انتہا ہے،

"وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ ۝" [1]	اور عنقریب ظالم جان لیں گے کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے (ت)

دیوبندی اسے قطعی دلیل کہتا ہے، ہم ایک فائدہ عجیبہ بتائیں، میں کہتا ہوں ہاں وہ ضرور قطعی دلیل ہے مگر کاہے پر، وہابیہ امام الوہابیہ کے ایک ایک قول ایک ایک فقرے ایک ایک حرف وہابیت کے ابطالِ صریح پر، اس حجت عامۃ الظہور لامعۃ النور کی تقریر ایک مقدمہ واضحہ کے بیان سے روشن و منیر،

عـــہ: بمعنی مذکور ۱۲ منہ

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

وُہ مقدمہ یہ کہ جس بات کا حق جاننا خدا پر جائز و روا ہے وُہ ضرور فی الواقع حق و بجا ہے ورنہ خدا پر جہل مرکب جائز ہو کہ اپنی غلط فہمی سے ناحق کو حق جان لے باطل کو صحیح مان لے، امام الوہابیہ نے اگرچہ اس کا کذب ممکن کہا مگر وُہ یُوں تھا کہ اس کے علم میں ٹھیک بات ہے اور دوسروں سے اس کے خلاف کہے نہ یہ کہ خود اس کا علم ہی باطل وخلافِ حق ہو اس کے امکان کی اس نے تصریح نہ کی، دیوبندیوں نے اگرچہ امکان جہل عـــہ صراحۃً اوڑھ لیا مگر وہ جہل بسیط تھا کہ ایک بات معلوم نہ ہونا، نہ کہ جہل مرکب کہ باطل کو حق اعتقاد کرنا، اس کا امکان ان سے بھی مسموع نہیں، رہے ہم اہل اسلام، ہمارے نزدیک تو بحمد اللہ تعالٰی یہ مقدمہ اجلی بدیہیات واعلٰی ضروریات دین سے ہے، اگر خدا کا علم جائز الخطا ہو تو قیامت و حشر و نشر و جنت و نار وغیرہا جملہ سمعیات باطل محض ہو جائیں کہ ان کی طرف عقل کو آپ تو راہ ہی نہیں کہ کسی دلیل کسی تعلیل، کسی استقراء، کسی تمثیل سے ان پر اعتقاد کر سکے ان کا اعتقاد محض بربنائے کلام الٰہی تھا اب اس کی جانچ واجب ٹھہری کہ ایک جائز الخطاء کی بات ہے، جانچ کا ہے سے ہوگی عقل سے، عقل وہاں چل سکتی ہی نہیں تو محض مہمل و بے ثبوت جاننا اور ان سب کا چھوڑ دینا لازم ہُوا کذب نے تو بات ہی میں شبہ ڈالا تھا جہل مرکب نے جڑ سے لگی نہ رکھی بلکہ نظر بمذہب وہابیہ اس تقدیر پر نہ صرف ایمانیات معاد بلکہ خود اصل ایمان اعنی توحید الٰہی پر بھی ایمان ہاتھ سے جائے گا، وجہ سُنئے وہابیہ کے طور پر خدا کے لئے بیٹا ہونا عقلاً محال نہیں ان کا امام صاف مان رہا ہے کہ جو کچھ انسان کر سکتا ہے خدا بھی اپنے لئے کر سکتا ہے تو واجب ہُوا کہ خدا عورت سے نکاح بعدہ جماع بعدہ اس کے رحم میں اپنے نطفے کا ایقاع کر سکے ورنہ قدرت میں انسان سے گھٹ جو رہے گا، اور جب یہاں تک ہو لیا تو اب نطفہ ٹھہرانے اور بچّہ بنانے اور پیدا کرانے میں کیا زہر گھُل گیا کہ ان سے عاجز رہے گا دنیا بھر کی ماؤں کے ساتھ یہ افعال کر رہا ہے، اپنی زوجہ کے بارے میں کیوں تھک رہے گا، آخر وہابیہ کا ایک پُرانا امام ابن حزم غیر مقلّد ظاہری المذہب مدعی عمل بالحدیث منہ بھر کر

عـــہ: مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری مرحوم مصنف تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل وغیرہ نے جو اس ہذیان امام الوہابیہ پر لزوم امکان جہل وغیرہ شناعات سے نقص کیا تھا، مولوی محمود حسن دیوبندی وغیرہ پارٹی دیوبند نے عقائد گنگوہی کے بیان وحمایت میں اس کا جواب اخبار نظام الملک پرچہ ۲۵ / اگست ۱۸۸۹ء میں یہ چھاپا "چوری شراب خوری، جہل، ظلم سے معارضہ کم فہمی معلوم ہوتا ہے، غلام دستگیر کے نزدیک خدا کی قدرت بندہ سے زائد ہونا ضروری نہیں حالانکہ یہ کلیہ ہے جو مقدور العبد ہے مقدور اللہ ہے۔" دیکھو کیسا صاف اقرار ہے کہ وہابیہ کا معبود چوریاں کرے شرابیں پیئے، جاہل بنے، ظلم میں سے سب کچھ روا ہے، **اعوذباللّٰہ من الخذلان** اس پرچہ کی خرافات ملعونہ کا رد آخر کتاب مستطاب سبحٰن السبوح میں چھپا ہے وہاں ملاحظہ ہو ۱۲منہ۔

بک گیا کہ خدا کے بیٹا ہو سکتا ہے، ملل ونحل میں کہتا ہے:

انه تعالٰی قادر ان یتخذ ولد اذلو لم یقدر لکان عاجزا [1]	بیشک اللہ تعالٰی اس بات پر قادر ہے کہ اولاد رکھے کیونکہ اگر اس پر قادر نہ ہوا تو عاجز ہوگا (ت)

اس کا رد سبحٰن السبوح صفحہ ۳۴ و ۳۵ میں ملاحظہ ہو، اور شک نہیں کہ خدا کا بیٹا ہوگا تو ضرور وہ بھی مستحقِ عبادت ہوگا، قال اللہ تعالٰی:

"قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾" [2]	تم فرمادو کہ رحمٰن کے کوئی بچہ ہے تو سب سے پہلے اس کا پُوجنے والا میں ہوں۔

تو ثابت ہُوا کہ وہابیہ کے نزدیک ہزاروں خدا مستحقِ عبادت ممکن ہیں، عقلی استحالہ تو یُوں یا، رہا شرعی اس کے کھونے کو امکان کذب کیا تھوڑا تھا کہ اب خدا کی بات سچّی ہونی ضرور نہیں، جہل مرکب ممکن مانا گیا، تو پوری رجسٹری ہو جائے گی کہ ممکن کہ ادعائے توحید ومذمت شرک سے جو تمام قرآن گونج رہا ہے سب بر بنائے جہل مرکب وغلط فہمی ہو۔ اب لا الٰہ الّا اللہ بھی ہاتھ سے گیا والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی، بالجملہ اللہ عزوجل پر جہل مرکب محال بالذات ہونے میں وہابیہ کو بھی اہل اسلام کا ساتھ دینے سے چارہ نہیں تو یہ مقدمہ کہ "جس بات کا حق جاننا خدا پر روا ہے وُہ ضرور حق وبجا ہے۔" برہانی ایقانی بھی ہے اور مخالف کا تسلیمی اذعانی بھی، اس کا نام مقدمہ ایمانیہ رکھئے۔

اب خلاف وہابیہ ووہابیت جو بات چاہئے فرض کرلیجئے خواہ وہ ہمارے موافق ہو یا ہمارے احکام سے بھی زائد مثلاً:

(۱) اسمٰعیل دہلوی نرا کافر تھا۔

(۲) گنگوہی، دیوبندی، نانوتوی، انبٹھی، تھانوی وغیرہم وہابی سب کھلے مرتد ہیں۔

(۳) جو کذبِ الٰہی ممکن کہے ملحد ہے۔

(۴) تقویۃ الایمان، تنویر العینین، ایضاح الحق، صراطِ مستقیم تصانیف اسمٰعیل دہلوی، معیار الحق تصنیف نذیر حسین دہلوی، تحذیر الناس تصنیف نانوتوی، براہین قاطعہ تصنیف گنگوہی وغیرہا جملہ نباحات انبوہی سب کفری بول نجس تراز بول ہیں، جو ایسا نہ جانے زندیق ہے۔

---

[1] الملل والنحل لابن حزم

[2] القرآن الکریم ۴۳ / ۸۱

(۵) جو باوصف اطلاع اقوال ان میں سے کسی کا معتقد ہو ابلیس کا بندہ جہنم کا کندہ ہے۔
(۶) ان سفہا اور اُن کے نُظرا تمام خبثا جنھوں نے شانِ اقدس وارفع رب العالمین و حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تنقیص کی، جو شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورب العزت جل جلالہ کے مقابل ان ملحدوں کی حمایت مروت رعایت کرے ان کی باتوں کی تحسین، توجیہ تاویل کرے وہ عدوِ خدا دشمنِ مصطفٰی ہے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔
(۷) غیر مقلدین سب بے دین پکّے شیاطین پورے ملاعین ہیں۔
سات یہ اور سات ہزار اور، جو بات لو کیا انسان اس کا اعتقاد نہیں کر سکتا ہر شخص بداہۃً جانتا ہے کہ آدمی ضرور ان میں سے ہر بات کے اعتقاد عـــہ پر قادر ہے، یہ مقدمہ بدیہیہ عامۃ الورود محفوظ رکھئے کہ "اس امر کا اعتقاد انسان کر سکتا ہے"۔ مسلمانو! (اس) میں آپ کو اختیار رہا، ردّ وہابیہ کی جس بات کو چاہئے اس کا مشار الیہ بنائیے، اب اس مقدمہ بدیہیہ کو صغری کیجیے اور مقدمہ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کا وہ دعوی ذلیل کہ "جو کچھ انسان کر سکتا ہے خدا کر سکتا ہے" اسے کبرٰی بنائیے، شکل اوّل بدیہی الانتاج سے نتیجہ نکلا کہ "اس امر کا اعتقاد خدا کر سکتا ہے" اب اس نتیجہ صغری کیجیے اور مقدمہ ایمانیہ کو کبری کہ "ہر وہ امر جس کا اعتقاد خدا کر سکتا ہے قطعاً یقینا حق ہے، شکل اول کا نتیجہ بدیہیہ ہوگا کہ یہ امر قطعاً یقینا حق ہے، وہابیہ کو یہاں معارضہ بالقلب کی گنجائش نہیں کہ اپنے عقاید باطلہ کو کہیں انسان ان کا بھی اعتقاد کر سکتا ہے تو خدا بھی کر سکتا ہے تو یہ بھی حق ہیں کہ بنائے دلیل مقدمہ وہابیہ ہے اور وہ ان پر حجت کہ ان کا اور ان کے امام کا ایمان ہے، ہمارے نزدیک وُہ باطل محض ہے تو کبرٰی قیاس اول مردود ہو کر پہلا ہی نتیجہ باطل ہوگا، اب کہئے مفر کدھر، تین ہی احتمال ہیں:
اول: مقدمہ ایمانیہ کا انکار کرو اور اپنے خدا کا جہل مرکب میں گرفتار ہونا بھی جائز جانو، جب تو قیامت و حشر و نشر و جنت و نار جملہ سمعیات اور خود اصل اصول دین لا الٰہ الا اللہ (پر ایمان کو استعفاء دو اور کھلے کافر بنو۔
دوم: اقرار کرو کہ مقدمہ وہابیہ یعنی دہلوی ضلیل کی دلیل ذلیل کا وہ شیطانی کلیہ مردود و ملعون و مطرود تھا

عـــہ: ظاہر ہے کہ کوئی خبر بھی ہو حق ہوگی یا باطل، اور سب جانتے کہتے مانتے ہیں کہ حق کا اعتقاد فرض یا کم از کم جائز اور باطل کا اعتقاد حرام و ممنوع، اور فرض و حرام و ممنوع وہی شے ہوگی جس پر انسان کو قدرت ہو، یہی یہاں ملحوظ ہے ۱۲ منہ رضی اللہ تعالٰی عنہ

ہیہات اول تو اسے تمھارا دل کب گوارا کرے ؎

انی لکم الی الھدیٰ تہویل قد اشرب فی القلوب اسمٰعیل

(تمھیں ہدایت کی طرف پلٹنا کہاں نصیب ہوگا، تحقیق تمھارے دلوں میں اسمٰعیل (کی محبت) رچ گئی ہے۔ت)

اور خدا کا دھرا سر پر، براہ ناچاری اس کے انکار پر آؤ بھی تو تمھارا خصم کب مانے وہ کہے گا میرا استدلال اسی مقدمہ کی بنا پر الزامی تھا، اور خصم جب دلیل الزامی قائم کرے تو فریق کو اپنے مقدمہ مسلمہ سے پلٹ جانے کی گنجائش نہیں، **کما صرح** عــــہ **به العلماء الکرام** (جیسا کہ علماءِ کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ت) ورنہ کوئی دلیل الزامی قائم ہی نہ ہوسکے، ہمیشہ مغلوب کے لئے یہ بھاگنے کا رستہ کُھلا رہے کہ دلیل جس مقدمہ مسلمہ پر مبنی ہو اس سے انحراف کر جائے اور بالفرض وُہ بھی درگزر کرے تو کیا یہ اقرار نرے قول کی ضلالت پر اقتضاء ہوگا، نہیں نہیں صاف صاف کہنا پڑے گا کہ امام الوہابیہ باری سبوح قدوس عزوجل کو ایسی شنیع ناپاک گالی کہ کروڑوں گالیوں پر مشتمل ہے دے کر صریح ضال مضل بے دین ہوا اور تم اور فلاں و فلانی اس کے سارے معتقدین بھی اس کی طرح گمراہ بددین ہوں۔

سوم اگر ان دونوں سے فرار کرو تو اب نہ رہا مگر یہ تیسرا کہ ان سب نتائج کو جو تمھارے امام ہی کے

عــــہ: **فی مسلم الثبوت و شرحه فواتح الرحموت للمولی بحر العلوم لو تم هذا لم یکن الدلیل الجدلی مفیدا للالزام اصلا، اذ یمکن اعتراضه بالخطاء فی تسلیم احدی المسلمات و لم تکن القضایا المسلمة من مقاطع البحث والکل باطل علی ما تقرر فی محله والحق ان المسلّمه کالمفروض فی حکم الضروری لا یصح انکاره فانکاره اشد من الالزام** [1] **اھ باختصار ۱۲ منه رضی الله تعالٰی عنه۔**

مسلم الثبوت اور اس کی شرح فواتح الرحموت تصنیف مولانا بحر العلوم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ میں ہے کہ اگر یہ تام ہو جائے تو پھر دلیل جدلی بالکل مفید الزام نہ رہے گی کیونکہ ممکن ہوگا کہ خصم قضائے مسلمہ میں سے کسی کو خطا مان لے اور مسلمات بحث کے خاتمہ کا ذریعہ نہ رہینگے اور یہ سب باطل ہے جیسا کہ ہم اس کو اپنے محل میں ثابت کر چکے ہیں، اور حق یہ ہے کہ مسلّم، حکم ضرورۃ و بداہۃ میں مفروض سمجھا جاتا ہے جس کا انکار صحیح نہیں، پس اس کا انکار الزام سے شدید تر ہے اھ باختصار رضی اللہ تعالٰی عنہ (ت)

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت مع بذیل المستصفٰی

گھر سے پیدا ہوئے حق جانو اور دہلوی عــہ۱ اول و دہلوی عــہ۲ آخر و گنگوہی و نانوی وانبیٹھی و تھانوی و دیوبندی اور خود اپنے آپ اور جملہ وہابیہ اور سارے غیر مقلدین سب کو کافر مرتد اور تقویۃ الایمان و براہین قاطعہ و تحذیر الناس و معیار الحق وغیر تمام تصانیف وہابیہ کو کفری قول اور پیشاب سے زیادہ نجس و بد مانو، فرمایئے ان میں کون سا آپ کو پسند ہے جسے اختیار کیجئے اپنے اور اپنے امام سب کے کفرونی یا کم از کم گمراہی و بددینی کا اقرار کیجئے، کہو کچھ جواب فرماؤگے یا آج ہی سے "مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ "[1] (تمھیں کیا ہوا آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے بلکہ وہ آج گردن ڈالے ہیں۔ت) کا رنگ دکھاؤگے کیوں،

هل ثوب الفجار ماكانو ايا فكون والحمد لله رب العٰلمين وصلی الله تعالٰی علٰی سيدنا و مولانا محمد و اٰله وصحبه اجمعين والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔	کیا کچھ بدلہ فاجروں کو اس کا ملا جو وہ جھوٹ بولے تھے، اور تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی اور ان کے تمام آل و اصحاب پر درود نازل فرمائے، اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس کا علم اتم واحکم ہے (ت)

عــہ۱: اسمٰعیل ۱۲ عــہ۲: نذیر حسین ۱۲

[1] القرآن الکریم ۳۷/ ۲۵و ۲۶

رسالہ

القمع المبین لاٰمال المکذبین ۱۳۲۹ھ

(مسایرہ وشرح مواقف وسیالکوٹی کی عبارات میں مکذّبوں کی سرشکنی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۷۴: از نگلہ اروہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع اکبر آباد، مرسلہ محمد صادق خاں، شوال ۱۳۲۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

قلت الکذب نقص والنقص علیه تعالٰی محال، فلا یکون من الممکنات الخ قوله والنقص علیه الخ لا یخفی انه موقوف علٰی کونه ممتنعا بالذات ولا نسلم ذٰلك اذلوکان ممتنعا لما وقع الکذب من احد فهو ممتنع بواسطة انه مناف لکماله تعالٰی فیکون ممتنعا بالغیر والامتناع بالغیر	**میں کہتا ہوں،** جھوٹ نقص ہے، اور نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال، لہذا یہ ممکنات میں سے نہیں ہے الخ اس کا قول، کہ نقص اللہ تعالٰی کے لئے محال الخ، مخفی نہ رہے کہ یہ بات کذب کے ممتنع بالذات ہونے پر موقوف ہے، جبکہ یہ ہم تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اگر یہ محال بالذات ہوتا تو پھر کسی سے بھی کذب صادر نہ ہوتا، لہذا یہ اللہ تعالٰی کمال کے منافی ہونے کے واسطہ سے ممتنع ہے تو ممتنع بالغیر ہُوا جو امکان

لاینافی الامکان الذاتی۔ حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی	ذاتی کے منافی نہ ہوا۔ (ت) حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ الواجب الصدق المستحیل الکذب المحال علیہ بذاتہ لذاتہ کل نقص و شین، فمن تقول علیہ بامکان کذبہ وتفرق الیہ بخلف وعیدہ فقد استوجب لعنۃ اللہ علیہ فی الدارین، "قُلْ صَدَقَ اللّٰہُ"[1] "وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا ﴿۱۲۲﴾"[2] "عـــہ وَمَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾"[3] "وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ"[4] "اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾"[5] "[6] "وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ"[7] "اُولٰٓىٕكَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾"[8] ھُوَ

بسم اللہ الرحمن الرحیم، سب تعریفیں اس اللہ تعالٰی کے لئے جو واجب، صادق، کذب جس کے لئے محال بذاتہ ہے، جس کی ذات کے لیے ہر نقص اور عیب محال بذاتہ ہے، اور جو شخص اس کے لئے امکانِ کذب کا قول کرے اور خلفِ وعید کے ذریعہ اس کا راستہ بنائے تو بیشک وہ دونوں جہانوں میں اللہ تعالٰی کی لعنت کا مستحق ہوا، فرمادیجئے اللہ تعالٰی نے سچ فرمایا، اللہ سے زیادہ کس کی بات سچی، جو یہاں اندھا ہو آخرت میں اندھا اور زیادہ گمراہ ہے، تمھاری خرابی اللہ پر کذب کی تہمت نہ باندھو کہ تمھیں عذاب سے پیس ڈالے گا، بیشک جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھتے ہیں انھیں چھٹکارانہ ملے گا دنیا میں تھوڑا برتنا ہے اور آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب، اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر کذب کی تہمت رکھے یا اس کی آیتیں جھٹلائے یہ لوگ اپنے رب کے حضور پیش کئے جائیں گے اور گواہ کہیں گے کہ یہ ہیں جنھوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا سنتا ہے اللہ کی لعنت ان ظالموں

عـــہ: آیۃ ھذا سے جناب گنگوہی کا فوٹو ملا دیکھئے ۱۲ س عفاعنہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۹۵
[2] القرآن الکریم ۴/ ۱۲۲
[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۷۲
[4] القرآن الکریم ۲۰/ ۶۱
[5] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶
[6] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۷
[7] القرآن الکریم ۶/ ۲۱
[8] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

"الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَ دِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ ۙ وَ لَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾ "[1] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ و صحبہ وبارك وکرم کلما ذکرہ الذاکرون وکلما غفل عن ذکرہ الغافلون، والحمد للہ رب العٰلمین۔	پر، اور اللہ تعالٰی وُہ ذات ہے جس نے اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو تمام ادیان پر غالب کردے اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت فرمائے اس رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کے صحابہ پر، اور ان پر برکتیں اور کرامتیں نازل فرمائے جب تک اس کو یاد کرنے والے یاد کرتے رہیں اور جب تک اس کے ذکر سے غافل لوگ غفلت کرتے رہیں، اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی سب جہانوں کے پالنے والے کے لئے۔ (ت)

اللہ عزوجل کے غضب سے اسی کی پناہ، پھر اس کے حبیب اکرم رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی پناہ، جب غضب الٰہی کسی قوم سے دین لیتا ہے عقل پہلے چھین لیتا ہے کہ عقل سلیم بفضل کریم باطل کو قبول نہیں کرتی، اور اگر کبھی شیطان نے کچھ دھوکا دینا چاہا " تَذَکَّرُوۡا فَاِذَا ہُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰۱﴾ "[2] (یاد دلاؤ تو جلد ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں) مگر جب عقل نہ رہی (یعنی دین متین کی سمجھ اگرچہ دنیا و دیگر علوم و فنون کی کتنی ہی دانش ہو " لَا یَعۡقِلُوۡنَ شَیۡـًٔا وَّ لَا یَہۡتَدُوۡنَ ﴿۱۷۰﴾ "[3] (نہ کسی چیز کو سمجھتے ہیں اور نہ ہدایت پاتے ہیں۔ ت) اس وقت انسان شیطان کا مسخرہ ہو جاتا ہے کہ صورت میں آدمی اور باطن میں گدھا ہے " کَمَثَلِ الۡحِمَارِ یَحۡمِلُ اَسۡفَارًا ؕ "[4] " کَاَنَّہُمۡ حُمُرٌ مُّسۡتَنۡفِرَۃٌ ﴿۵۰﴾ ۙ "[5] (گدھے کی مثل کتابوں کا بوجھ اٹھائے ہُوئے ہیں، گویا بھاگتے ہوئے گدھے ہیں۔ ت) اپنی اغراض فاسدہ کے لئے اس کی کتاب بینی کی مثال بالکل سوئر اور سیرِ باغ کی ہوتی ہے، پُھول مہکیں، کلیاں چٹکیں، تختے لہکیں، فوارے چھلکیں، بلبلیں چہکیں، اسے کسی لطف و سرور سے کام نہیں وہ اس تلاش میں پھرتا ہے کہ کہیں نجاست پڑی ہو تو نوشِ جان کرے بعینہٖ یہی حالت گمراہ بددین کی ہوتی ہے ہزار ورق کی کتاب میں لاکھ باتیں نفیس و جلیل فوائد کی ہوں ان سے اسے بحث نہ ہوگی، کتاب بھر میں اگر کوئی غلط و باطل وخطا جملہ اپنے مطلب کا سمجھے گا اسی کو پکڑ لے گا اگرچہ واقع میں وہ اس کے مطلب کا بھی نہ ہو اتنی بات اس میں خنزیر سے بھی بڑھ کر ہوئی کہ وہ نجاست لے گا تو اپنے مطلب کی اور اسے اس کی بھی تمیز نہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کے سوا کوئی بشر معصوم نہیں اور غیر معصوم سے کوئی نہ کوئی کلمہ یا بیجا صادر ہونا کچھ نادر کالعدم نہیں پھر سلف صالحین و

---

[1] القرآن الکریم ۹ / ۳۳
[2] القرآن الکریم ۷/ ۲۰۱
[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۷۰
[4] القرآن الکریم ۶۲ / ۵
[5] القرآن الکریم ۷۴/ ۵۰

ائمہ دین سے آج تک اہل حق کا یہ معمول رہا ہے،

کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔	اس روضہ پاک والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سوا ہر ایک کا قول لیا جاسکتا ہے اور اس پر رد بھی کیا جاسکتا ہے۔(ت)

جس کی جو بات خلاف اہل حق و جمہور دیکھی وہ اسی پر چھوڑی اور اعتقاد وہی رکھا جو جماعت کا ہے کہ ید اللہ علی الجماعۃ اتبعو السوادالاعظم اللہ تعالٰی کی حمایت جماعت کو حاصل ہے سواد اعظم کی پیروی کرو۔ت) نہ کہ اجماع امت کے خلاف کسی نے محض بطور بحث منطقی کوئی شگوفہ چھوڑ دیا اور دل کی میچ کر اس کے پیچھے ہوئے یا اندھے ملاعین کا طریقہ ہوتا ہے یا اوندھے شیاطین کا کہ رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ﴿۱۴۶﴾"[1]	اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور گمراہی کا رستہ نظر پڑے تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں یہ اس لئے کہ وُہ ہمارے کلام کی طرف کذب کی نسبت کرتے اور ہماری آیتوں میں غافل ہیں۔

اس وصف میں تمام طوائف گمراہان میں طائفہ وہابیہ اور طوائف وہابیہ میں خاص طائفہ دیوبندیہ سب سے ممتاز ہیں، اور ہوا ہی چاہیں کہ قرآن عظیم فرماتا ہے یہ اس کذب کی شامت ہے جو وُہ ہمارے کلام کی طرف نسبت کرتے ہیں اور اللہ کی طرف نسبتِ کذب میں وہابیہ سب سے پیش قدم ہیں کہ ان کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی صاحب نے یک روزی میں اس کی چنائی چنی اور وہابیوں میں دیوبندی اس میں اگوا ہیں کہ ان کے پیر گنگوہی صاحب نے براہین میں اس پر استر کاری کی، نیز جناب موصوف کی تقلید سے ماشاء اللہ اندھے ہونے میں بھی اس طائفہ کو دنیا بھر کے دلی اندھوں پر ترجیح ہے اگر ایک آدھ آنکھ آدھی چوتھائی بھی کھلی ہوتی تو یہ نہ سوجھتا کہ سیالکوٹی ملا تو جس کذب میں یہاں ممکن بالذات کہہ رہے ہیں اسے نہ صرف ممکن بلکہ واقع بتارہے ہیں یعنی نفس کذب کسی کا ہو جنگلی کا یا کوہی کا، دہلوی کا یا گنگوہی کا، اور اس کے ممکن بلکہ روزانہ لاکھوں کروڑوں بار واقع ہونے میں کیا کلام ہے ان کے لفظ دیکھئے کہ "لوکان ممتنعا لما وقع الکذب من احد" یعنی جس طرح اجتماع نقیضین وارتفاع نقیضین اپنی ذات میں محال ہیں یوں ہی اگر مطلق جُھوٹ خود اپنی ذات میں محال ہوتا تو کبھی کوئی شخص جھوٹ نہ بول سکتا مگر کروڑوں لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، تو معلوم ہوا کہ جھوٹ خود اپنی حد ذات میں محال نہیں، ہاں

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۴۶

جب اسے اللہ عزوجل کی طرف نسبت کرو تو ضرور محال ہے کہ ذات الٰہی بالذات مقتضی جملہ کمالات و منافی جملہ نقائص ہے تو اس پر کذب محال بالذات ہے یہ استحالہ جانب باری سے بالذات ہوا کہ اس کی ذات کریم ہر عیب کے منافی ہے، مگر مطلق کذب جو کلّیِ عام شامل ہر کذب اور ہر شخص کے کذب کو تھا اس فرد کے استحالہ سے اسے بھی ایک استحالہ عارض ہوا کہ ہر فرد کا حکم طبیعت من حیث کی طرف ساری ہوتا ہے یہ استحالہ مطلق کذب کے حق میں ذاتی نہ ہوا کہ خود مطلق کذب کی ذات سے پیدا نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل کی ذات سے، بعینہٖ اس کی مثال وہی اجتماع نقیضین ہے، مطلق اجتماع کسی کا ہو اپنی حد ذات میں محال نہیں ورنہ کبھی کوئی دو ۲ چیزیں جمع نہ ہو سکتیں ہاں نقیضین کا اجتماع محال بالذات ہے کہ ذات نقیضین منافی اجتماع ہے، مگر مطلق اجتماع کہ ہر دو شَے کے جمع ہونے کو عام شامل تھا وہ جو اس مادہ خاصہ میں آکر محال ہوا تو یہ استحالہ اس کے لئے ذاتی نہیں بلکہ خصوص نقیضین کے باعث ہے تو مطلق اجتماع کہ ماہیت مطلقہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ لاکھوں جگہ موجود اور اس کے سبب اجتماع نقیضین ممکن نہیں ہو سکتا وہ قطعاً محال بالذات ہے یونہی مطلق کذب کہ طبیعت مرسلہ ہے ضرور ممکن بالذات بلکہ ہزاروں جگہ موجود اس کے سبب معاذاللہ کذب باری ممکن نہیں ہو سکتا وہ یقینا محال بالذات ہے، یہ ہے اس عبارت کی تقریر جس سے اعتراض ملّا سیالکوٹی صاحب کی تشریح بھی ہو گئی اور اس سے جواب کی خوب توضیح بھی کہ یہاں کلام کذب خاص میں ہے نہ کہ مطلق طبیعت کذب میں، اور کلی کا امکان اس کے ہر فرد کے امکان کو مستلزم نہیں، یہاں ملّا سیالکوٹی کی تو اتنی ہی خطا تھی کہ محلِ نزاع میں فرق نہ کیا امکانِ فرد میں بحث تھی اور لے کر چلے امکان طبیعت، مگر دیوبندی اپنے کفر سے کب باز آتے ہیں، وہ اسی کو معاذاللہ امکان باری پر دلیل بتاتے اور اپنے کفریات ان کے سر منڈھا چاہتے ہیں، بہت خوب اب دیوبندی سنبھل کر بتائیں کہ یہ سیالکوٹی تقریر جس طرح تم بتاتے ہو تمھارے نزدیک حق ہے یا باطل، اگر باطل ہے تو کیوں دانستہ اوندھے چلتے اور ناواقف مسلمانوں کو چھلتے ہو، اور حق ہے تو تمھارے ہی منہ ثابت ہو کہ تم مشرک ہی نہیں بلکہ نرے بت پرست ہو کہ اللہ عزوجل کو مانتے ہی نہیں صرف اپنے ساختہ ٹھاکر کو پُوجتے ہو، یُوں نہ مانو ہم ثابت کر دیں تو سہی، جس تقریر سے اس کا کذب معاذاللہ ممکن ٹھہرایا، بعینہٖ بلاتفاوت اسی تقریر سے اس کا شریک بھی ممکن ہے کہ شریک اگر محال ہوتا تو کوئی کسی کا شریک نہ ہو سکتا تو شریک باری اس واسطے سے محال ہوگا کہ اس کے کمال کے منافی ہے تو ممتنع بالغیر ہوا اور امتناع بالغیر امکان ذاتی کا منافی نہیں، بعینہٖ بلاتفاوت اسی تقریر سے اس کی موت و فنا بھی ممکن ہے کہ موت محال ہوتی تو کوئی کبھی نہ مرتا تو موتِ باری اس واسطے محال ہوئی کہ منافی کمال ہوئی تو امتناع بالغیر رہا تو اس کا مرنا فنا ہو جانا ممکن بالذات ہوا تو وہ واجب الوجود نہ ہوا تو الٰہ نہ ہوا بلکہ کوئی تمھارا ساختہ ٹھاکر ہُوا، " اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۟ " [1] (خبردار ظالموں پر

---

[1] القرآن الکریم ۱۱ / ۱۸

اللہ کی لعنت ہے۔ت)

اس عبارت کے جواب کو تو اسی قدر بس ہے مگر فقیر بعون القدیر چاہتا ہے کہ اس بحث کو اعلٰی درجہ کمال پر پہنچائے اور گنگوہی و دیو بندی مکذّ بانِ الٰہی نے مسایرہ و شرح مواقف کی دو عبارتوں سے جو مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہا ہے ایک ضربتِ حیدری و صولتِ فاروقی سے اس کی بھی پردہ دری ہو جائے، و باللہ التوفیق ان عبارتوں سے استناد اس سے زیادہ پوچ ولچر ہے، جیسا اس عبارت سیالکوٹی سے تھا، مگر اللہ کے مکذّبوں کا مقصود مردود تو صرف عوام کو دھوکے دینا اور یہود کے **تلبسوا الحق بالباطل و تکتموا الحق** (حق کو باطل سے ملاتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو۔ت) سے پُورا اتر کر لینا ہے۔

"وَسَيَعۡلَمُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَىَّ مُنۡقَلَبٍ يَّنۡقَلِبُوۡنَ۝۲۲۷" [1] ظالم لوگ عنقریب معلوم کرلیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں (ت)

فاقول: و باللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ت) مسلمانو! عقائد وہ سنت ہیں جو حضور پُر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و صحابہ و تابعین و سلف صالحین رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے ثابت ہیں انھیں کے بیان کے لئے کتب عقائد کے متون موضوع ہوتے ہیں، زمانہ خیر میں یہ عقائد صدور و السنہ ائمہ سے تلقی کئے جاتے تھے، اور مسلمان اپنی سلامت صدر سے ان پر ایمان لاتے تھے انھیں چون وچرا و لِمَ و **لانسلم** کی علّت نہ تھی، جب بدمذہبوں کا شیوع ہُوا اور گمراہ مکلبوں نے عام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی و نقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے تو علمائے سنت و جماعت کو حاجت ہُوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رَد کریں اپنے عقائد حقّہ پر دلائل قائم فرمائیں، یہاں سے کلام متاخرین کی بناپڑی اب کہ استدلال و بحث و مناظرہ کا پھاٹک کُھلا خود اپنے دلائل وجوابات کی جانچ پرکھ کی بھی حاجت ہوئی، اذہان مختلف ہوتے ہیں اور بحث واستخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ایک نے مذہب پر ایک دلیل قائم فرمائی یا مخالفت کی یا کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کردی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف سے اس کا رَد یہ ہو سکتا ہے، یا اعتراض کا یہ جواب کافی نہیں مخالف اس میں یوں کہہ سکتا ہے، اس رَد و بحث کا اثر فقط اسی دلیل وجواب تک ہوتا ہے عام ازیں کہ اس دلیل وجواب ہی میں قصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے، یا خود اس باحث کی نظر نے خطا کی دلیل وجواب صحیح و صواب ہو، بہر حال **معاذاللہ** اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے، ہر عاقل جانتا ہے کہ

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ / ۲۲۷

کسی کی قائم کی ہُوئی ایک دلیل یا دیا ہُوا جواب بگڑ جانے سے اصل مسئلہ باطل نہیں ہوسکتا نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلتا اور مذہب اہلسنّت کو باطل جان کر اس سے باہر نکلتا ہے یہ ایک ایسی بات ہے جسے نہ فقط اہلسنت بلکہ ہر مذہب وملّت والا اپنے یہاں دیکھتا جانتا ہے، پھر بھی جب تک زمانہ خیر کا قرب تھا اس رَدوکد میں ایک اعتدال باقی تھا جب فن کلام فلسفہ دانان متاخرین کے ہاتھ پڑا اب تو بات بات میں وجہ بے وجہ نکتہ چینی کی لَے بڑھی جس سے مقصود صرف بردومات ورَدّواثبات و منع ونقض واخذ میں ذہن آزمائی اور اپنی طاقت سخن کی رونمائی ہوتی ہے وبس، نہ کہ معاذ اللہ مذہب سے پھریں دین وعقائد کو باطل کریں حاشاللہ یہاں سے ہر ذی انصاف پر ظاہر کہ یہ متاخر شارح محشیٰ جو کچھ بحث میں لکھ جایا کرتے ہیں وہ مطلقًا خود ان کا اپنا بھی اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنت وجماعت کا عقیدہ، عقیدہ وُہ ہوتا ہے جو متون ومسائل میں بیان کردیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں، مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں جن کا خود انھیں اقرار ہے کہ ان میں قواعد اہل حق کی پابندی نہیں کی جاتی اور معرفتِ سامع پر چھوڑا جاتا ہے کہ عقیدہ اہل حق اسے معلوم ہے اس کی مراعات کرلے گا، مواقف میں ہے:

انت تعرف مذهب اهل الحق و انما لا نتعرض لا مثاله للاعتماد علی معرفتك بها فی مواضعها۔[1]	تم اہل حق کا مذہب جانتے ہو اور تمھاری اس معرفت کی بنا پر ہی ہم ایسے مقامات میں اس سے تعرض نہیں کرتے۔(ت)

شرح میں ہے:

فعلیك برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع الباحث وان لم نصرح بها۔[2]	تو تجھ پر لازم ہے کہ تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کا پاس کرے اگرچہ ہم وہاں یہ تصریح نہ کریں۔(ت)

شرح مقاصد میں ہے:

کثیر اما توردالا راء الباطلة للفلا سفة من غیر تعرض لبیان البطلان الافیما یحتاج الی زیادة بیان[3]	عام طور پر فلاسفہ کی باطل آراء کو ان کا بطلان ذکر کئے بغیر وارد کردیا جاتا ہے ہاں جہاں کسی زائد بیان کی ضرورت ہو تو وہاں ان کا بطلان واضح کردیا جاتا ہے۔(ت)

[1] المواقف شرح المواقف القسم الاول المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۴۴

[2] المواقف شرح المواقف القسم الاول المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۵/ ۲۴۴

[3] شرح المقاصد المقصد الثالث الفصل الثالث القسم الاول النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۱۶

بعینہٖ اسی طرح حسن چلپی علی السید میں ہے تو عقائد ان کے وہی ہیں جو متون خود اور ان کے کلام میں جابجا مصرح ہیں اگرچہ بحث مباحث میں کچھ کہیں، خصوصاً وُہ جن پر فلسفہ کا رنگ چڑھا اُن کو تولِمَ ولا نسلم کا وہ لپکا بڑھا جس کے آگے کھائی، خندق، دریا، پہاڑ سب یکساں ہیں مطارحات میں وہ باتیں کہہ جاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، شرح فقہ اکبر میں ہے سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لقد اطلعت من اھل الکلام علٰی شیئ ماظننت مسلما یقولہ۔[1]	میں نے اہل کلام سے بعض باتیں وہ سنیں کہ مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان ایسا کہتا۔

وُہ تو سمجھ لئے کہ بحث مذہب پر حاکم نہیں، ہمارے عقائد معلوم و معروف ہیں لِمَ ولانسلم میں جو بات اس کے خلاف ہو گی ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے اور ان کے متعدد اکابر نے اس پر تنبیہ بھی کر دی، مگر مضل مغوی کا کیا علاج وُہ تو ایسے ہی موقع کی تاک میں رہتا ہے ادھر عامی بیچارہ مارا پڑا یا وادی حیرت میں سر گرداں رہا اسے ہر بات میں قاعدہ اہل حق کہاں معلوم کہ اس کی مراعات کرلے گا، یہی وُہ باتیں ہیں جنھوں نے اس قسم کے کلام متاخرین کو ائمہ دین کی نگاہ میں سخت ذلیل و بے قدر بنا دیا، یہاں تک کہ امام ابویوسب رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

من طلب العلم بالکلام تزندق۔[2]	جس نے علم کلام کے ذریعہ علم حاصل کرنے کی کوشش کی تو وہ زندیق بنا۔ (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو مال علماء کے لئے وصیّت کیا گیا ہو متکلمین کا اس میں حصہ نہیں، نہ کتبِ کلام کتبِ علم میں داخل، ہندیہ میں محیط سے ہے:

لایدخل فی ھذہ الوصیۃ المتکلمون۔[3]	اس وصیت میں متکلمون (علم کلام والے) داخل نہ ہوں گے۔ (ت)

انھیں میں امام ابوالقاسم صفار رحمۃ اللہ تعالٰی سے ہے: کتب الکلام لیست کتب العلم[4] (کلام کی کتب علم کی کتب نہیں۔ ت) منح الروض الازہر میں فتاوی ظہیریہ سے ہے:

---

[1] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ص ۴

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ص ۴

[3] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۱

[4] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس نورانی کتب خانہ پشاور ۶/ ۱۲۱

اوصی لعلماء بلدہ لا یدخل المتکلمون ولو اوصی انسان ان یوقف من کتبہ کتب العلم فافتی السلف انہ یباع مافیہا من کتب الکلام۔[1]	کسی نے علاقہ کے علماء کے لئے کچھ وصیت کی تو اس میں متکلمون (علم کلام والے) داخل نہ ہوں گے،اور اگر کسی نے وصیت کی کہ میری کتب میں سے علم کی کتب کو وقف کیا جائے تو اسلاف کا فتوی ہے کہ علم کلام کی کتب کو ان میں سے فروخت کیا جائے (یعنی یہ علم کی کُتب نہیں ہیں)۔(ت)

طریقہ محمدیہ میں بحوالہ تاتارخانیہ امام حافظ ابواللیث سمرقندی سے ہے:

من اشتغل بالکلام محی اسمہ علی العلماء۔[2]	جو شخص کلام میں مشغول ہوا تو اس کا نام علماء کی فہرست سے خارج قرار دیا جائے گا۔(ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے: **فلا یقال لہ عالم**[3] (اس کو عالم نہ کہا جائے گا۔ت) اس کے نظائر نظرِ فقیر میں کثیر ووافر،سرِ دست انھیں تین کتابوں سے نظائر لیجئے کہ مکذّبانِ خدانے قرآن عظیم و نصوص صریحہ متون و عقائد و اجماعِ قطعی ائمہ سلف و خلف کو یکسر چھوڑ کر ابحاث زائدہ میں ان کی تراشیدہ تقریروں کا دامن پکڑا ہے یعنی مسایرہ و شرح مواقف جن کی دو عبارتیں دیوبندیوں کی پُرانی دست مال ہیں،اور تیسری حاشیہ سیالکوٹی کی یہ عبارت کہ سوال میں گزری،ان کے بعد **بحمد اللہ تعالٰی** مکذبوں کا ہاتھ بالکل خالی رہ جائیگا اور وسوسہ ابلیس مردود و مطرود ہو کر "وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۰﴾"[4] (اس روز جھٹلانے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔ت) کا نقشہ ان پر یہیں سے نظر آئے گا **وباللہ التوفیق**۔

نظیر اوّل: مُلّا عبدالحکیم سیالکوٹی کی سُنئے،منہیہ خیالی سے منقول ہُوا کہ اس میں باری عزوجل کے علم کا امور متناہیہ سے تفصیلا متعلق ہونا ممنوع کہہ دیا،مُلّا نے خیالی کا خیال خبالی نقل کرکے اس پر رجسٹری کردی:

حیث قال قولہ فتامل نقل عنہ وجہ التامل ان علمہ تعالٰی الشامل انما یشتمل مالا یمتنع	جہاں انہوں نے کہا قولہ فتامل (اس کا قول کہ تامل کرو) وہاں انھوں نے وجہ تامل ان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالٰی کا شامل علم ان چیزوں کو مشتمل ہوگا جن کا وجود ممتنع نہ ہوگا جس طرح اس کی شامل قدرت ان چیزوں کو

[1] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ص ۴

[2] طریقہ محمدیۃ النوع الثانی فی المنہی عنہا مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۱/ ۹۳ و ۹۴

[3] الحدیقۃ الندیۃ بحوالہ تاتارخانیہ النوع الثانی فی العلوم المنہی عنہا فیصل آباد ۱/ ۳۳۰

[4] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۷

وجودہ و امکان تعلق العلم بالمراتب الغیر المتناھیۃ مفصلۃ ممنوع انتھی فان قیل فیلزم الجھل علی اللہ قلت الجھل عدم العلم بما یصح تعلق العلم بہ کما ان العجز عدم تعلق القدرۃ بما یصح ان تتعلق بہ فتأمل اھ۔[1]	مشتمل ہے جن کا وجود ممتنع نہ ہو، اور مفصل طور پر غیر متناہی مراتب میں علم کے تعلق کا امکان ممنوع ہے **انتھٰی**، اگر اعتراض کیا جائے کہ اس سے اللہ تعالٰی کا جہل لازم آئے گا، تو **میں کہتا ہوں** جن چیزوں سے علم کا تعلق صحیح ہو ان کو نہ جاننا جہل ہے، جس طرح جن چیزوں سے قدرت کا تعلق صحیح ہو ان چیزوں کی قدرت نہ ہونا عجز کہلاتا ہے، غور کر اھ۔ (ت)

ممنوع کہتے تو کہہ گئے لیکن نظر کرتے کہ یہ وسوسہ باطلہ جو عدد مبین **اعاذنا اللہ تعالٰی من شرہ المھین** نے القا کیا، اس کی تہ میں کیا کیا آفات قاہرہ ہیں، تو ہرگز خامہ و نامہ کو اس سے آلودہ کرنا روانہ رکھتے،

فاقول اوّلاً: (دونوں ملّا صاحب فرمائیں تو کہ سلسلہ اعداد سے کس قدر پر مولٰی عزوجل کا علم جا کر رُک گیا کہ اس سے آگے کا عدد خدا کو معلوم نہیں، سلسلہ ایّام آخرت سے کتنے دن خدا کو معلوم ہیں، آگے مجہول نعیم جنان و عذاب نیران سے کتنی مقدار علم الٰہی میں ہے زیادہ کی اسے خبر نہیں، کیا کوئی عاقل مسلم سوچ سمجھ کر ایسی بات کہہ سکتا ہے، حاشا وکلّا دیکھو کیسی صریح تصدیق ہے امام شافعی کے اس ارشاد کی کہ **ماظننت مسلماً یقولہ**[2] (مجھے گمان نہ تھا کہ کوئی مسلمان یہ بات کہے گا۔ت)، ہاں انھوں نے **اطلعت علٰی شیئ**[3] (میں نے کسی چیز پر اطلاع پائی۔ت) فرمایا،

"وقد اطلعنا علٰی اشیاء اذفسد الزمان و الی اللہ المشتکی وعلیہ التکلان"۔	جبکہ ہم نے فساد زمان کی وجہ سے بہت سی چیزوں پر اطلائی پائی جبکہ شکایت اللہ تعالٰی کے دربار میں ہے اور اسی پر توکل ہے (ت)

ثانیاً: جو حد مقرر کیجئے وہاں فارق بتائیے کہ حد بندی کرے، کیا سبب کہ یہاں تک کا علم ہوا بعد کا نہیں، علم کے لئے معلوم کا وجود خارجی درکار ہو تو آخرت درکنار معاذاللہ کل آئندہ کا علم نہ ہو بلکہ ازل میں جملہ ماوراسے **عیاذاً باللہ** جہل مطلق ہو پھر خلق کیونکر ہو اور جب وجود ضرور نہیں تو معدوم معدوم سب یکساں، کسی حدِ خاص پر رُکنا ترجیح بلامرجح ہے، بخلاف علوم عالم کہ وہاں مرجح ارادہ الٰہیہ ہے، جسے جتنا دیا اُتنا ملا "لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ"[4] (اللہ تعالٰی کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر صرف جتنا اللہ تعالٰی

[1] حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۶۵

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ص ۴

[3] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر خطبۃ الکتاب مصطفٰی البابی مصر ص ۴

[4] القرآن الکریم ۲ / ۲۵۵

چاہیے۔ت)

ثالثًا: جو حد مقرر کیجئے یقینا معلوم کہ ایام وایلام وانعام اس سے آگے بڑھیں گے کہ "لاتقف عند" حد ہیں، اب جو بعد کو آئے ان کا علم باری عزوجل کو ہو گا یا نہیں، اگر نہیں تو جہل موجود، اور جو عذر کیا تھا زا ہق و مردود، کہ اب تو وہ خود عباد کو معلوم و مشہود، معہذا انھیں پیدا کون کرے گا، وہی خبیر شہید، تو نہ جاننا کیا معنی!

کیا وہ نہ جانے جس نے پیدا کیا اور وہی ہے ہر باریکی جانتا خبر دار۔(ت)	"اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾ "[1]

اور اگر وہاں تم نے اور مانا کہ ان کا علم پہلے نہ تھا تو اس کا علم معاذاللہ حادث ہُوا، متجدد ہوا، کیا یہ عقیدہ اہلسنّت کا ہے جو ہمارے رب عزوجل نے فرمایا "وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ﴿۲۶﴾ "[2] (اللہ تعالٰی ہر شیئ کا عالم ہے۔ت)

عقیدہ وُہ ہے جو خود سیالکوٹی نے حاشیہ شرح عقاید جلالی میں لکھا:

معلوماتِ باری تعالٰی اپنی ذات میں غیر متناہی ہیں کیونکہ موجودات اور معدومات سب کو شامل ہیں۔(ت)	المعلومات فی انفسہا غیر متناھیۃ لشمولھا الموجوات والمعدومات۔[3]

خود شرح میں ہے:

واضح رہے علم کلام والے ذہنی وجود کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کے لئے غیر متناہی حوادث کا علم ثابت کرتے ہیں(ت)	اعلم ان المتکلمین ینفون الوجود الذھنی ویثبتون علم اللہ تعالٰی بالحوادث الغیر المتناھیۃ۔[4]

بلکہ خود اسی حاشیہ سیالکوٹی علی الخیالی میں ہے:

یہ تعلقات تفصیلی طور پر غیر متناہی قدیم ہیں یہ اس وجہ سے ضروری ہے کہ ان کے متعلقات غیر متناہی ہیں، یعنی تمام وُہ امور جن کو جانا جاسکتا ہے کلیات، جزئیات، ازلیہ ہوں یا حادثہ، کیونکہ یہ علم ممکنات،	ھذہ التعلقات قدیمۃ غیر متناھیۃ بالفصل ضرورۃ عدم تناھی متعلقاتھا اعنی جمیع مایمکن ان یعلم من الامور الکلیۃ والجزئیۃ الازلیۃ والمتجددۃ لشمولہ

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

[2] القرآن الکریم ۴۸/ ۲۶

[3] حاشیہ شرح عقاید جلالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱

[4] شرح الدوانی علی العقاید العضدیۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۱

الممکن والممتنع والواجب۔[1]	محالات اور واجبات سب کو شامل ہے(ت)

عقیدہ وہ ہے جو مقاصد و شرح میں فرمایا:

علمه تعالٰی لا یتناھی و محیط بما لا یتناھی کالا عداد والاشکال)ونعیم الجنان و شامل لجمیع الموجودات والمعدومات الممکنة والممتنعة وجمیع الکلیات و الجزئیات سمعاو عقلا۔[2]	اللہ تعالٰی کا علم غیر متناہی ہے اور اعداد واشکال اور جنّت کی نعمتوں جیسی غیر متناہی اشیاء کو محیط اور تمام موجودات و معدومات و ممکنات و ممتنعات کو اور تمام کلیات و جزئیات کو نقلا و عقلا شامل ہے۔(ت)

عقیدہ وُہ ہے جو مواقف و شرح میں بیان فرمایا:

علمه تعالٰی یعم المفهومات کلها الممکنة والواجبة والممتنعة والمخالف فی هذا الفصل فِرَ ق الاولٰی من قال لا یعلم نفسه(الٰی ان قال)الرابعة من قال لا یعقل غیر المتناهی۔[3]	اللہ تعالٰی کا علم تمام ممکنہ،واجبہ اور محال مفہومات کو شامل ہے،اس بحث میں کچھ مخالف فرقے ہیں،پہلا وُہ جو کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو اپنی ذات کا بھی علم نہیں ہے،اور یہاں تک کہا کہ چوتھا فرقہ وُہ ہے جو کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو غیر متناہی امور کا علم نہیں ہے۔(ت)

عقیدہ وُہ ہے جو حدیقہ ندیہ میں فرمایا:

المعلومات موجودة او معدومة محالة او ممکنة قدیمة اوحادثة متناهیة اوغیرمتناهیة جزئیة اوکلیة وبالجملة جمیع مایمکن ان یتعلق به العلم فهو معلوم لله تعالٰی۔[4]	موجود اور معدوم محال یا ممکن ہوں،قدیم و حادث،متناہی،غیر متناہی،جزئی یا کُلّی غرضیکہ جس چیز سے بھی علم کا تعلق ہو سکتا ہے وہ سب اللہ تعالٰی کو معلوم ہے۔(ت)

عقیدہ وُہ ہے جو اس فقیر ربِّ قدیر نے الدولۃ المکیہ میں لکھا اور علمائے کرام حرمین طیبین نے

[1] حاشیہ عبدالحکیم سیالکوٹی علی الخیالی مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۲
[2] مقاصد و شرح المقاصد خاتمہ علمه لایتناہی الخ دار المعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۹۰
[3] مواقف و شرح المواقف المقصد الثالث فی علمه تعالٰی منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۷۰
[4] الحدیقة الندیة شرح الطریقه المحمدیة مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۲۵۴

مزیّن بتصدیقاتِ جلیلہ کیا:

ان ربنا تبارك وتعالٰی یعلم ذاته الکریمة و وصفاته الغیر المتناھیة والحوادث التی وجدت والتی توجد غیر متناھیة الٰی ابد الا بد والممکنات التی لم توجد ولن توجد بل والمحالات باسرھا فلیس شیئ من المفاھیم خارجا عن علمه سبحٰنه وتعالٰی یعلمھا جمیعا تفصیلا تا ما ازلا ابدا وذاته سبحٰنه وتعالٰی غیر متناھیة وصفاته غیر متناھیات وکل صفة منھا غیر متناھیة وسلاسل الاعداد غیرمتناھیة وکذا ایام الابد وساعاته واٰناته وکل نعیم من نعم الجنة وکل عذاب من عقوبات جھنم و انفاس اھل الجنة واھل النار ولمحاتھم وحرکاتھم وغیر ذٰلك کلھاغیر متناہ والکل معلوم ﷲ تعالٰی ازلا و ابدًاباحاطة تامة تفصیلیة ففی علمه سبحٰنه وتعالٰی سلاسل غیر المتناھیات بمرات غیرمتناھی بل له سبحانه وتعالی فی کل ذرة علوم لا متناھی لان لکل ذرة مع کل ذرة کانت اوتکون اویمکن ان تکون نسبة بالقرب والبعد والجھة مختلفة فی الا زمنة باختلاف الا مکنة الواقعة والممکنة من اول یوم الٰی مالا اٰ خر له والکل معلوم له سبحٰنه وتعالٰی بالفعل فعلمه عز جلاله غیر متناہ غیر متناہ فی غیر متناہ کانه معکب غیر المتناھی علی اصطلاح الحساب وھذا جمیعا واضح عند من له من الا سلام	ہمارے رب تعالٰی اپنی ذات کریمہ و صفات غیر متناہیہ اور حوادث جو موجود ہیں یا ہو سکیں خواہ ابدالا بد تک غیر متناہی ہوں اور ممکنات غیر موجودہ اور جو موجود نہ ہو سکیں اور محالات تمام ان مفہومات میں سے کوئی بھی اللہ تعالٰی کے علم سے خارج نہیں، ان تمام کو تفصیلا کاملًا ازل و ابد سے جانتا ہے، اللہ تعالٰی کی ذات پاک لا محدود اور اس کی صفات غیر متناہی ہیں اور پھر اس کی ہر صفت غیر متناہی ہے، اعداد کا سلسلہ اور یونہی ابد تک ایّام، ان کے گھنٹے، ان کی آنات اور جنت کی نعمتیں، اور پھر ہر نعمت، یونہی جہنم کی سزاؤں کے عذاب، اور جنتی اور جہنمی لوگوں کے سانس، ان کے لمحات، حرکات وغیرہا یہ تمام غیر متناہی ہیں اور اللہ تعالٰی کا علم ازلا وابدا ان سب کو محیط تام ہے اور تفصیلا ہے، تو اللہ تعالٰی کے علم میں غیر متناہی سلسلے غیر متناہی طور پر داخل ہیں بلکہ ہر ذرّہ کے متعلق اللہ تعالٰی کے معلومات ہیں کیونکہ ہر ذرّہ کو ذرّہ کے ساتھ خواہ وہ موجود ہو یا ہو سکتا ہو یا اس کی نسبت قُرب وبُعد اور زمانہ کی مختلف جہات سے باعتبار اختلاف مکانات وزمانات اول تا غیر منتہی، ضرور نسبت حاصل ہے، اور تمام کا اللہ تعالٰی کو بالفعل علم ہے تو اللہ تعالٰی کا علم غیر متناہی، غیر متناہی میں غیر متناہی ہے، گویا کہ حساب والوں کی اصطلاح میں غیر متناہی معکب ہے اور تمام بیان کردہ اس شخص کے ہاں واضح ہے جس کو اسلام

نصیب۔[1]	نصیب ہے۔(ت)

عقیدہ وُہ ہے جو فقیر نے اس کی تعلیقات الفیوضات الملکیہ میں نقل کیا:

حیث کتبت علٰی قولی بل لہ سبحٰنہ فی کل ذرّۃ علوم لامتناھی ما نصہ الحمد ﷲ ھذاالذی کتبتہ من عندی ایمانا بربی ثم رأیت التصریح بہ فی التفسیر الکبیر اذ یقول تحت کریمۃ وکذٰلك نری ابرٰھیم، سمعت الشیخ الامام الوالد عمر ضیاء الدین رحمہ اﷲ تعالٰی قال سمعت الشیخ ابا القاسم الانصاری یقول سمعت امام الحرمین یقول معلومات اﷲ تعالٰی غیر متناھیۃ ومعلوماتہ فی کل واحد من تلك المعلومات ایضاً غیر متناھیۃ وذٰلك لان الجوھر الفرد یمکن وقوعہ فی احیاز لانھایۃ لھا علی البدل ویمکن اتصافہ بصفات لانھایۃ لھا علی البدل الخ۔[2]	جہاں میں نے اپنے مذکور قول "بلکہ اللہ تعالٰی سبحٰنہ کے ہر ذرّہ میں علوم غیر متناہی ہیں" پر یہ عبارت لکھی ہے، الحمدﷲ یہ جو کچھ ُمیں نے لکھا ہے یہ میں نے اپنی طرف سے اپنے رب پر اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے'اس کے بعد میں نے تفسیر کبیر میں اس کی تصریح پائی، جہاں آیہ کریمہ "وکذٰلک نری ابراھیم"کے تحت فرمایا کہ میں نے اپنے والد شیخ امام عمر ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالٰی سے سُنا اُنھوں نے فرمایا میں نے شیخ ابوالقاسم انصاری سے انھوں نے فرمایا میں نے امام الحرمین سے سُنا کہ فرمارہے تھے کہ اللہ تعالٰی کے معلومات غیر متناہی اور ان معلومات میں سے ہر ایک کے معلومات بھی غیر متناہی ہیں یہ اس لئے کہ جو ہر فرد کا غیر متناہی احیاز میں علٰی سبیل البدل پایا جانا ممکن ہے اور یُونہی اس کا بدل کے طور پر غیر متناہی صفات سے متصف ہونا ممکن ہے الخ۔ (ت)

نظیر دوم: مسایرہ میں اصل عقیدہ تو وہی لکھا جو ائمہ اہلسنّت وجماعت کا ہے کہ اللہ کے سوا اصلاً کسی شے کا کوئی خالق نہیں، بندوں کے افعال اختیاریہ بھی تمام وکمال اسی کے مخلوق ہیں، بندہ صرف کاسب ہے، اور اسے دلائل عقلیہ ونقلیہ سے روشن کیا:

حیث قال الاصل الاول العلم بانہ تعالٰی لا خالق سواہ فھو سبحٰنہ الخالق لکل حادث جوھر او عرض کحرکۃ	جہاں اُنھوں نے فرمایا کہ پہلا ضابطہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے متعلق یہ علم ہے کہ وُہ خالق ہے اور اس کے بغیر کوئی بھی خالق نہیں، تواللہ تعالٰی ہر حادث

[1] الدولۃ المکیۃ القسم الاوّل مطبعہ اہل السنۃ والجماعت بریلی ص ۷

[2] الفیوضات الملکیۃ تعلیقات الدولۃ المکیۃ مطبعہ اہل السنۃ والجماعت بریلی ص ۹

کل شعرۃ وکل قدرۃ و فعل اضطراری کحرکۃ المرتعش والنبض اواختیاری کا فعال الحیوانات المقصود لھم ،واصله من النقل قوله تعالٰی الله خالق کل شیئ وقوله تعالٰی والله خلقکم وما تعملون ومن العقل ان قدرته تعالٰی صالحة للکل لا قصورلھا عن شیئ منه فوجب اضافتھا الیه بالخلق اھ[1] مختصرًا۔	خواہ وہ جوہر ہو یا عرض جیسے ہر بال کی حرکت، ہر طاقت و قدرت اور ہر فعل خواہ اضطراری ہو جیسے رعشہ والے اور نبض کی حرکت، یا فعل اختیاری ہو جیسا کہ اپنے مقصد کے لئے ہر حیوان کی حرکت کا خالق ہے،اور یہ ضابطہ، اللہ تعالٰی کے قول "خالق کل شیئ"، اور اس کے قول "والله خلقکم وما تعملون" سے ماخوذ ہے،اور یہ عقلی تقاضا ہے کہ اللہ تعالٰی کی قدرت کاملہ ہے وُہ کسی چیز کے متعلق ناقص نہیں ہے لہٰذا ہر چیز اللہ تعالٰی کی صفت خلق کی طرف منسوب ہے اھ مختصرًا (ت)

پھر جب عادت متاخرین اہل کلام بحث کے طور پر ایک بات لکھ گئے اگر مسلّم ہو تو اس بحرِ عمیق مسئلہ قدر میں شناوری اور سرِ الٰہی کی جلوہ گری چاہے جس میں بحث سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ممانعت فرمائی اور آخر نتیجہ وہی ہُوا جو ہونا چاہئے کہ گوہر کی جگہ خزف پر ہاتھ پڑے اور وہ بھی محض "لَّا یُسۡمِنُ وَ لَا یُغۡنِیۡ مِنۡ جُوۡعٍ ؕ"[2] (نہ فربہ کرے اور نہ بُھوک ختم کرے۔ت) وُہ بحث یہ کہ عزم کو نصوص سے مخصوص مان لیجئے اس کا آغاز لقائل ان یقول (سے کیا یعنی کوئی کہنے والا یُوں کہہ سکتا ہے اور وہی شبہات جو معتزلہ پیش کرتے ہیں اس کی تقریر میں بیان کرکے کہا:

فلنفی الجبر المحض و تصحیح التکلیف وجب التخصیص وھو لا یتو قف علٰی نسبة جمیع افعال العباد الیھم بالایجاد(ای کما فعلت المعتزلة)بل یکفی ان یقال جمیع ما یتو قف علیه افعال الجوارح من الحرکات وکذاالتروك التی ھی افعال النفس من المیل و الداعیة والاختیار بخلق الله تعالٰی	بندے کے مجبور محض ہونے کی نفی اور اس کی تکلیف کی صحت کے لئے تخصیص واجب ہے اور یہ اس بات پر وقوف نہیں کہ بندوں کے تام افعال کا ایجاد، بندوں کی طرف منسوب ہو، یعنی جیسا کہ معتزلہ نے کیا ہے، بلکہ اس کے لئے اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ چیز جس پر بندہ کے افعال جوارح حرکات اور تروک وغیرہ نفس کے افعال مثلًا میلان، دواعی اور اختیارات وغیرہ ہیں یہ سب کے سب اللہ تعالٰی کی تخلیق سے ہیں

[1] المسایرہ متن المسامرۃ الاصل الاول المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص۹۶ تا ۱۰۵

[2] القرآن الکریم ۸۸/ ۷

لاتاثیر لقدرۃالعبد فیه وانما محل قدرته عزمه عقیب خلق الله تعالٰی هذه الا مور فی باطنه عزما مصمما بلاترددو توجهه توجها صادقا للفعل طالبا ایاہ فاذاوجد العبد ذٰلك العز م خلق الله له الفعل فیکون منسوبا الیه تعالٰی من حیث هو حرکة والی العبد من حیث هو زنا و نحوہ(الٰی ان قال)وکفی فی التخصیص لتصحیح التکلیف ھذا الامر الواحد اعنی العزم المصمم وما سواہ مما لا یحصی من الافعال الجزئیة والتروك کلهامخلوقةلله تعالٰی متأ ثرۃ عن قدرته ابتداء بلا واسطة القدرۃ الحادثة المتأثرۃ عن قدرته تعالٰی والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم[1] (ملخصًا)	اور ان امور میں بندے کی قدرت کی کوئی تاثیر نہیں ہے، اور بندے کی قدرت صرف اس کے عزم میں ہے جو اللہ تعالٰی کی طرف سے ان امور کی تحقیق کے بعد اس کے باطن میں عزم صمیم بلا تردّد پیدا ہوتا ہے اور اس کی توجہ صادق اور طلب برائے فعل سے حاصل ہوتا ہے، تو جب بندہ اپنے اس عزم کو بروئے کار لاتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے لئے فعل کو پیدا فرمادیتا ہے تو یہ فعل اللہ تعالٰی کی طرف حرکت ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے اور بندے کی طرف مثلاً زنا وغیرہ ہونے کے لحاظ سے منسوب ہوتا ہے، آگے یہاں تک فرمایا، اور بندے کی تکلیف کی صحت کے لئے یہی ایک امر یعنی عزم مصمم کافی ہے، اسکے علاوہ باقی تمام افعال جزئیہ اور تروک وغیرہ اللہ تعالٰی کی مخلوق ہیں اور براہِ راست اللہ تعالٰی کی قدرت سے متأثر ہیں جبکہ اس تاثیر کے لئے اور جدید تاثیر کی ضرورت نہیں ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی (ملخصًا)۔(ت)

مسایرہ کے بیان سے کسی نافہم کو دھوکا نہ ہو کہ یہ حنفیّہ کا مذہب ہے، حاشا بلکہ ان کا مذہب وہ ہے جو ان کے امام امام الائمۃ الانام سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فقہ اکبر ووصایائے شریفہ میں تصریح فرمائی کہ افعال عباد جمیع و تمام و کمال بلا تخصیص و بلا استثناء مخلوق الٰہی ہیں، خود مسایرہ کے لفظ صاف بتارہے ہیں کہ یہ ایک طبع زاد بحث ہے نہ کہ مذہب منقول، بلکہ فی الواقع یہ صاحبِ مسایرہ کا بھی عقیدہ نہیں، بحث عقیدہ نہیں ہوتی، عقیدہ یُوں نہیں کہا جاتا کہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے، ان کا عقیدہ وہی ہے جو اصل مسئلہ یہاں بیان کیا اور آخر کتاب میں عقیدہ اہلسنّت و جماعت کی فہرست میں لکھا یہ عبارات عنقریب اِن شاء اللہ مذکور ہوتی ہیں، یہاں مجھے اس بحث کا ناموجّہ و بیحاصل ہونا بتانا ہے، جو ضرورت اس بحث کی بیان کی، اس کا باذنہ تعالٰی شافی و کافی جواب فقیر کے رسالہ "ثلج الصدر لایمان القدر ۱۳۳۵ھ" سے کہ تحفہ حنفیّہ میں طبع ہُوا ملے گا اور اس

[1] المسایرۃ متن المسامرۃ الاصل الاول العلم بانه تعالٰی الخ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۱۹تا ۱۲۳

بحث کا نامفید بے ثمر ہونا اس حاشیہ سے واضح جو فقیر نے یہاں ہامشِ مسایرہ پر لکھا، وہ یہ ہے:

قوله فاذا اوجد العبد ذٰلك العزم اقول: معاذالله ان يقول بان العبد يخلق شيئا واحدا ولا عشر عشير معشار شيئ الا له الخلق والامر تبارك الله رب العٰلمين افمن يخلق كمن لا يخلق ما كان لهم الخيرة هل من خالق غير الله و كون هذا قليلا بالنسبة الى مقدورات الله تعالٰى لا يجدى نفعا فانه كثير بثير فى نفسه جدا فان الانسان لا يحصى ماله من العزمات فى يوم واحد فكيف فى عمره فكيف عزائم الاولين والاٰخرين من الانس والجن والملك وغيرهم فتخرج هٰذه الكثرة التى تفنى دون عد بعضها الا عمار عن مخلوقات العزيز الغفار بلا واسطة وتدخل فى مخلوقات العبيد فيكون جواب هل من خالق غير الله بالايجاب والعياذ بالله اى بلٰى هناك الوف مؤلفة خالقون غير الله ولم تبثت المعتزلة اكثر من هذا اذ شنع عليهم ائمتنا من مشائخ ماوراء النهر وغيرهم رحمهم الله تعالٰى قائلين انهم اقبح من المجوس حيث ان المجوس لم يقولوا الا بخالقين اثنين	**قوله اذا اوجد العبد ذٰلك العزم** (جب بندہ اس عزم کو ایجاد کرتا ہے) **اقول:** (میں کہتا ہوں) معاذاللہ کہ ہم یہ کہیں کہ بندہ کسی ایک چیز کو پیدا کرتا ہے جبکہ کسی بھی چیز کا عشر عشیر صرف اللہ تعالٰی کی تخلیق اور حکم سے ہوتا ہے اللہ تبارک تعالٰی ہی رب العالمین ہے، کیا خالق غیر خالق کی طرح ہے جو کوئی اختیار نہیں رکھتے، کیا اللہ تعالٰی کے سوا کوئی خالق ہو سکتا ہے، اس عزم کا اللہ تعالی کی مقدورات کی نسبت قلیل ہونا کسی طرح مفید نہیں، کیونکہ یہ فی نفسہ کثیر و وسیع ہے کیونکہ انسان ایک دن کے اپنے عزمات کا شمار نہیں کر سکتا تو اپنی عمر بھر کے عزمات کا احاطہ کیسے کر سکتا ہے تو اولین وآخرین انسانوں، جنات اور فرشتوں وغیرہم کے عزمات کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے، تو اس عظیم کثرت جس کے کچھ حصّہ کو شمار کرنے میں عمریں ختم ہو جائیں، کو تم اللہ تعالٰی عزیز غفار کی مخلوقات سے براہِ راست خارج کر دو اور اس کو بندے کی مخلوقات بنا دو تو لازم آئیگا کہ "**هل خالق من غير الله**" (کیا اللہ کے ماسوا کوئی خالق ہے) کا جواب ایجاب میں ہوگا (کہ ہاں اور خالق ہے) **والعياذ بالله تعالٰى** (پھر یوں کہنا ہوگا) ہاں یہاں ہزاروں ہزار ماسوا اللہ خالق ہیں، معتزلہ بھی تو اتنا ہی کہتے ہیں جبکہ ماوراء النہر کے ہمارے ائمہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی نے ان پر زبردست تشنیع کی ہے اور انھوں نے ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ معتزلہ لوگ مجوس سے بدتر ہیں کیونکہ مجوس نے دو خالقوں

فما اثبتوا الا شریکا واحدا والمعتزلة اثبتوا شرکاء لا تحصی و ذٰلك انها انما قالت بخلق العبد فعله الا ختیاری و کل فعل اختیاری لا بد له من عزم فعدد العزمات والا فعال سواء بل ربما تکون العزمات اکثر اذ قد یعزم العبد علی فعل ثم یصرف عنه فلا یقع قال سیدنا علی کرم الله تعالٰی وجهه عرفت ربیّ بفسخ العزائم فان کانت العزمات یشملها اسم واحد وهو العزم فکذٰلك الافعال ینتظمها اسم واحد وهو الفعل، فلا طائل تحت ما قدم الشارح و یأتی اٰ نفًا للمصنف انه یکفی اسناد جزئی واحد الی العبد وهو العزم، بل لو فرضنا انه واحد بالشخص فالله تعالٰی متعال عن ان یشارکه احد فی خلق شیئ ولو جزئیا واحدا اما اعتذار المصنف بان البراهین ای الاٰ یات الناصة باختصاص الخلق به تعالٰی عمو مات تحتمل التخصیص وقد اوجبه العقل اذ ارادة العموم فیها تستلزم الجبر المحض المستلزم لضیاع التکلیف و بطلان الامر و النهی و تعلق القدرة بلا تأ ثیر ای کما تقو له الا شاعرة لا ید فعه لا ن موجب الجبر لیس	کا قول کیا ہے یعنی اللہ تعالٰی کے ساتھ ایک اور شریک بنادیا ہے جبکہ معتزلہ نے اللہ تعالٰی کے بے شمار شریک بنا دئے یہ اس طرح کہ انھوں نے کہا کہ بندہ اپنے افعال اختیار یہ کا خود خالق ہے جبکہ ہر اختیاری فعل کے لئے عزم ضروری ہے تو اس طرح افعال اور عزمات کی تعداد مساوی ہُوئی بلکہ عزمات کی تعداد بڑھ جاتی ہے کیونکہ بندہ کبھی ایک فعل کا عزم کرکے اس فعل کو ترک کر دیتا ہے، جس سے فعل وجود میں نہیں آتا جیسا کہ علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو عزائم کے ناکام ہونے سے پہچانا ہے، اگر تمام عزائم کو ایک عزم کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اس طرح تو تمام افعال کو بھی ایک فعل کے نام سے تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ یہ ایک سب کو شامل ہے، تو یہ بات شارح کی گزشتہ اور مصنّف کی آئندہ گفتگو کہ بندہ کی طرف ایک جزئی چیز یعنی عزم کی نسبت اس کے مکلّف ہونے کے لئے کافی ہے، کو مفید نہیں، بلکہ اگر ہم فرض بھی کرلیں کہ یہ واحد شخصی ہے تب بھی اللہ تعالٰی اپنی تخلیق میں اس ایک شریک سے بھی پاک ہے اگرچہ یہ ایک جزئی ہو، مصنّف کا یہ عذر کہ وہ آیات جن میں تخلیق کو اللہ تعالٰی کا خاصہ بیان کیا گیا ہے وہ ایسے عمومات ہیں جن میں تخصیص کا احتمال ہے اور اس تخصیص کو عقل نے لازم کیا ہے کیونکہ ان آیات کا عموم انسان کے مجبور محض ہونے کو مستلزم ہے جس سے مکلّف ہونے اور امر و نہی کا بطلان اور انسانی قدرت کا غیر مؤثر ہونا لازم آتا ہے اور اشاعرہ کا اس کے متعلق موقف کو ختم

سوٰی ان لا تاثیر لقدرۃ العبد فی ایجاد فعل اھ ملخصًا.[1] فاعترضه القاری فی منح الروض بان ذٰلك العزم المصمم داخل تحت الحکم المعمم اھ۔[2]	نہیں کرتا کیونکہ جبر کا موجب صرف یہی ہے کہ اس کے فعل کے ایجاد میں انسان کی اپنی قدرت کی تاثیر نہیں ہے اھ ملخصا، تو اس عذر پر ملا علی قاری نے منح الروض میں اعتراض کیا ہے کہ انسان کا یہ عزم صمیم خود ان آیات کے عموم میں داخل ہے اور وہ اللہ تعالٰی کا مخلوق ہے اھ۔
اقول: ھذا من اعجب ما تسمع من الرد فابن الھمام متی انکر د خوله تحت العام ولو انکرہ فما کان یحوجه الی التخصیص بل النظر فیه بما ستسمع بتو فیق اللہ تعالٰی.	**اقول:** (میں کہتا ہوں) تیری شنید میں یہ پسندیدہ رَد ہے، تو علّامہ ابن ھمام نے عزم کو کب آیات کے عموم میں داخل ہونے سے انکار کیا ہے، اگر انکار کیا ہوتا تو پھر تخصیص کی ان کو ضرورت پیش نہ آتی، بلکہ اس میں قابل غور وُہ بات ہے جو آپ ابھی اللہ تعالٰی کی توفیق سے سُنیں گے۔
فاقول اولا: بل الاٰیات عمومات لا تحتمل التخصیص لا جماع ائمة السنة علٰی اجرائھا علٰی سنتھا وان الخلق مختص باللہ تعالٰی لا حظ فیه للعبد فما ذا ینفع کون اللفظ فی ذاته محتملا للخصوص مع الا جماع علٰی ان لا خصوص و من کان فی ریب مما قلنا فلیأ تنا بنقل من الصحا بة والتا بعین اومن بعد ھم من ائمة السنة المتقدمین	**فاقول:** (تو میں کہتا ہُوں) کہ یہ آیات اپنے عموم پر ہیں ان میں کسی تخصی-ص کا احتمال نہیں کہ اہلسنّت کے ائمہ کا اجماع ہے کہ یہ آیات اپنے عمومی اقتضاء پر جاری ہیں اور یہ کہ خلق کی صفت صرف اللہ تعالٰی سے خاص ہے اس میں بندے کا کوئی دخل نہیں ہے، تو لفظ کا فی نفسہ محتمل تخصیص ہونا کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ اجماع یہ ہے کہ یہاں تخصیص نہیں ہے، اور اگر ہمارے اس بیان میں کسی کو شک ہو تو اسے چاہیئے کہ وُہ صحابہ کرام، تابعین اور ان کے بعد والے متقدمین ائمہ اہلسنّت میں سے کوئی نقل پیش کرے،

[1] المسایرۃ مع المسامرۃ العلم بانه تعالٰی لاخالق سواہ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۱۶ و ۱۱۷

[2] منح الروض الازہر شرح الفقه الاکبر افعال العبد کسبھم الخ مصطفٰی البابی مصر ص ۵۲

قبل حدوث ھٰؤلا المتأ خرین یکون فیه ان للعبد ایضاً قسطاً من الخلق والایجاد ولن یاتی به حتی یوب القار ظان ویمکن التکلف بارجاع ماللقاری الی ھذا ای الاجماع قائم علی عدم التخصیص فذلك العزم ایضاً غیر مخرج من الحکم۔

ثانیًا: لا حاجة بنا الی تخصیص النصوص و اثبات منصب افاضة الوجود لمن لا وجود له فی حد ذاته بل تندفع الحاجة علی وزان ماتز عمون اندفاعھا ھٰھنا باثبات تاثیر القدرة الحادثة فی شیئ دون الوجود کما ھو مذھب الامام ابی بکر الباقلانی ان للانسان قدرة مؤثرة لکن لا فی الوجود بل فی حال زائدة علی الوجود وقد ارتضاہ جمع من المحققین ذاھبین الی ان تاثیر ھا فی القصد والقصد حال لا موجود ولا معدوم ای ھو من الامور الاعتباریة التی وجودھا بمنا شیھا والخلف فی الحال لفظی کما فی الفصول البدائع وغیرھا، فلیس افاضتھا خلقاً فانه افاضة الوجود بل ھو احداث والاحداث اھون من الخلق کما فی المسلم وفواتح وعلیه تدور کلمات الامام

جس میں یہ ہو کہ بندے کے لئے کبھی خلق وایجاد میں دخل ہے ان سے قبل کسی امام سے کوئی نقل پیش نہیں کی جاسکتی حتی کہ قارظان واپس لوٹ آئیں، اور علامہ قاری کی کلام کو تکلف سے اسی عدم تخصیص کے اجماع کی طرف راجع کیا جائے گا کہ یہ عزم صمیم بھی ان آیات کے عموم سے خارج نہیں ہے۔

ثانیا: ہمیں ان نصوص کے عموم میں تخصیص کرنے اور ایجاد کا منصب ایسی ذات کے لئے ثابت کرنے کی حاجت نہیں جس کا اپنا وجود ذاتی نہیں ہے بلکہ بندے کے مجبور محض کو دفع کرنے کی حاجت ان کے اس اندفاع سے پُوری ہو جاتی ہے جس کو انھوں نے اپنے خیال میں اندفاع قرار دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ اللہ تعالٰی کی قدرت کی تاثیر کے بعد بندے کی نئی تاثیر کا تعلق وجود میں نہیں بلکہ اور چیز میں ہے جیسا کہ امام ابو بکر باقلانی کا مذہب ہے، کہ انسان کی قدرت مؤثر ہے لیکن وجود میں نہیں بلکہ وجود سے زائد ایک حال میں ہے جس کو بہت سے محققین نے پسند کرتے ہوئے کہا کہ انسان کی تاثیر کا تعلق قصد سے ہے اور یہ قصد ایک حال ہے جو نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے یعنی وہ ایک ایسی اعتباری چیز ہے جس کا وجود صرف اس کے منشاء کے تابع ہے اور اس حال میں اختلاف صرف لفظی جیسا کہ الفصول البدائع وغیرہ میں ہے تو اس قصد کو بروئے کار لانا بطور خلق نہیں ہوتا بلکہ خلق اور وجود کا فیضان ہے جس کو احداث کہا جاتا ہے اور احداث کی شان خلق سے کمزور ہے جیسا کہ مسلم الثبوت اور فواتح میں ہے اور امام محقق

المحقق صدر الشریعۃ فی التو ضیح والعلامۃ الشمس الفناری فی الفصول البدائع و تبعہ العلامۃ قاسم تلمیذ المحقق ابن الھما م فی تعلیقاتہ علی المسایرۃ وغیرھم رحمھم اللہ تعالٰی وھم مع تنوع منازعھم یر جعون الٰی ذٰلك الحرف الواحد ولم ار احد منھم یر ضی بتخصیص العمومات، اللھم الا ماحکی عن الامام ابی المعالی علی الاضطر اب فیہ فتارۃ یثبتہ و تا رۃ ینفیہ کما فی الیواقیت عن الشیخ ابی طاھر القزوینی بل الکلام فی ثبوتہ عنہ کما سیأتی، والمنقول عن الحنفیۃ فی کتب المتا خرین ھو ھذا القدر اعنی ان للقدرۃ الحادثۃ اثرا فی القصد اما انہ خلق وایجاد او النصوص مخصصۃ فکلا لا یو جد ھذا الا للمحقق و قد قال الا ما م صدر الشریعۃ فی التو ضیح بعد ما استفرغ و سعہ فی التو ضیح والتنقیح فالحاصل ان مشایخنا رحمھم اللہ تعالٰی ینفون عن العبد قدرۃ الا یجاد والتکوین فلا خالق ولا مکون الا اللہ تعالٰی لکن یقولون ان للعبد قدرۃ ما علی وجہ لا یلزم منہ وجود امر حقیقی لم یکن بل انما یختلف بقدرتہ النسب والا ضافات فقط کتعین احد المتسا ویین و ترجیحہ[1] اھ فھذا نص

صدر الشریعۃ کا توضیح اور علامہ شمس فناری کا الفصول البدائع میں کلام اسی پر دائر ہے، اور علامہ قاسم شاگرد رشید محقق ابن ہمام نے مسایرہ پر اپنی تعلیقات میں اس کی اتباع کی ہے اور مذکور حضرات کے غیر رحمہم اللہ تعالٰی باوجودیکہ وُہ اپنے اپنے بیان میں مختلف ہیں وہ سب اس ایک بات پر متفق ہیں، میں نے اس میں سے کسی کو بھی عمومات میں تخصیص پر راضی نہیں پایا، صرف امام ابو المعالی سے اس میں اضطراب منقول ہے کہ کبھی وہ تخصیص کو ثابت اور کبھی اسکی نفی کرتے ہیں جیسا کہ یواقیت میں شیخ ابو طاہر قزوینی سے منقول ہے بلکہ ان سے ثبوت میں کلام ہے جیسا کہ آرہا ہے، اور متاخرین کی کتب میں جو کچھ احناف سے منقول ہے وُہ صرف یہ ہے کہ انسان کی قدرت حادثہ کا اثر قصد میں ہے لیکن یہ کہ وُہ خلق وایجاد ہے یا آیات میں تخصیص ہے اس کا ہر گز کہیں وجود نہیں، ہاں صرف محقق مذکور نے ذکر کیا ہے جبکہ امام صدر الشریعۃ نے توضیح میں مکمل توضیح و تنقیح سے فراغت کے بعد فرمایا، کہ حاصل یہ ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہم اللہ تعالٰی بندے کی قدرت خلق وایجاد اور تکوین کی نفی کرتے ہیں لہٰذا اللہ تعالٰی کے ماسوا کوئی خالق اور مکوّن نہیں ہے لیکن اس کے باوجود وُہ بندے کی قدرت کے اس طرح قائل ہیں کہ اس سے کسی معدوم چیز کے حقیقی وجود کا قول لازم نہ آئے بلکہ انسانی قدرت سے صرف نسبت و اضافت تبدیل ہوتی ہے مثلاً دو مساوی چیزوں میں سے ایک کا تعین اور ترجیح

[1] التوضیح مع التلویح فصل فی مسائل الجبر والقدر المطبعۃ الخیریۃ مصر ۲/ ۱۵۵

صریح فی ان مذھب الحنفیة علی خلاف ما بحث المحقق ولو لا نسحب الکلام علٰی منوال الا لتزا م لقلت انه ابداہ نقضا علی القدریة اللئام بانه لو سلم ان الحاجة الٰی تصحیح التکلیف والجزاء تؤ دی الٰی ذٰلك ولا بد فھی تندفع بشیئ واحد وھو القصد فلم قلتم فی جمیع الافعال بخالقیة العبد، ولعمری ھذا قاطع لھم لا یمکنھم الخروج عنه۔ھذا وقال الامام محمد السنوسی رحمه الله تعالٰی فی شرح ام البراھین مقدمته فی التوحید وبالجملة فلیعلم ان الکائنات کلھا یستحیل منھا الاختراع لا ثر ما، بل جمیعھا مخلوق لمو لٰنا جل و عز و مفتقر الیه اشد الا فتقار ابتداء ودوا ما بلا واسطة فبھذا شھد البرھان العقلی و دل علیه الکتاب والسنة واجماع السلف الصالح قبل ظھور البدع، ولا تصغ باذ نیك لما ینقله بعض من اولع ینقل الغث والسمین عن مذھب بعض اھل السنة ممایخالف ماذ کر ناہ لك فشد یدك علٰی ماذ کر ناہ فھو الحق الذی لا شك فیه ولا یصح غیرہ واقطع تشرفك الی سماع الباطل تعش سعیدا و تمت ان شاء الله تعالٰی

ہو جائے اھ تو یہ صریح نص ہے کہ احناف کا مسلک محقق مذکور کی بحث کے خلاف ہے، اگر محقق مذکور کے کلام کو ان کے التزام پر محمول نہ کریں تو میں کہوں گا کہ انھوں نے یہ گفتگو قدریہ ملعون فرقے پر بطور نقض ذکر کی ہے کہ اگر بقول قدریہ یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ انسان کے مکلّف ہونے اور علم کی جزادئے جانے کی بنا پر اس چیز کی حاجت ہے تو بھی یہ حاجت صرف ایک قصد کے ایجاد سے پُوری ہو جاتی ہے تو پھر تم تمام افعال کے لئے بندے کی خالقیت کا قول کیوں کرتے ہو تو یقیناً محقق مذکور کا یہ موقف قدریہ کے موقف کا قاطع ہے جس سے ان کو فرار ممکن نہیں ہے، اس کو محفوظ کرو۔امام سنوسی رحمہ اللہ تعالٰی نے ام البراہین کے مقدمہ فی التوحید میں فرمایا خلاصہ یہ کہ معلوم ہونا چاہئے کہ تمام کائنات میں کسی اثر سے اختراع محال ہے بلکہ پوری کائنات اللہ تعالٰی مولٰی عزوجل کی مخلوق ہے اور ابتداء و دوام میں بلا واسطہ اسی کی سخت محتاج ہے عقلی دلیل کی یہی شہادت ہے اور کتاب و سنّت اور اجماع سلف صالحین کا یہی مدلول ہے اور بدعات کے ظہور سے قبل یہ مسلم ہے، لہٰذا بعض ایسے لوگوں کی بات مت سُنو جو مذہب اہل سنت و جماعت کے متعلق ضعیف و قوی ہر قسم کی بات ہمارے ذکر کردہ کے خلاف نقل کردیتے ہیں، لہٰذا ہمارے ذکر کردہ پر ہاتھ کو مضبوط کر، یہی حق ہے جس میں شک کی گنجائش نہیں ہے اور اس کے علاوہ سب نادرست ہے اس لئے باطل کی طرف اپنی توجہ کو مبذول مت کر ان شاء اللہ

طیبا رشیدا واللہ المستعان[1] اھ، قال محشیه الفاضل محمد الدسوقی اشار بھذاالٰی ثلثة اقوال نقلت عن اھل السنة قول القاضی بتاثیر قدرة العبد فی حال الفعل و قول الاستاذالاسفرائنی توثر فی اعتبار لان الاستاذ لایقول بالاحوال و قول امام الحرمین فی ذات الفعل علٰی وفق مشیئة الرب وھذہ الاقوال غیر صحیحة لمخالفتھا لاجماع السلف الصالح فان قلت کیف یصح من ھٰؤلاء الائمة مخالفة الاجماع قلت قال فی شرح الکبرٰی لایصح نسبتھا لھم بل ھی مکذوبة عنھم ولئن صحت فانما قالوہ فی مناظرة مع المعتزلة جرالیھا الجدل اھ[2] ملخصًا۔

سعادت مند زندگی پائے گا اور پاکیزہ کامیاب موت پائے گا جبکہ اللہ تعالٰی ہی مستعان ومددگار ہے اھ اس کے محشّی فاضل محمد دسوقی نے یہاں کہا کہ انھوں نے بعض ناقلین کہہ کر تین اقوال کی طرف اشارہ کیا ہے جو اہلسنت و جماعت کی طرف منسوب ہیں جن میں ایک قاضی کا قول ہے کہ بندے کی قدرت فعل کے حال میں تاثیر کرتی ہے اور دوسرا قول استاذ اسفرائنی کا ہے کہ بندے کی قدرت اعتبار میں مؤثر ہے، کیونکہ یہ استاذ احوال کے قائل نہیں، اور تیسرا قول امام الحرمین کا ہے کہ بندے کی قدرت کی تاثیر نفسِ فعل میں اللہ تعالٰی کی مشیت کے مطابق ہوتی ہے، یہ تینوں اقوال نادرست ہیں کیونکہ یہ سلف صالحین کے اجماع کے خلاف ہیں۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ ان ائمہ کرام کے اقوال اجماع کے خلاف کیونکر صادر ہوئے، تو اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ شرح کبرٰی میں فرمایا کہ ان اقوال کی نسبت ان ائمہ کی طرف درست نہیں ہے بلکہ یہ ان پر جھوٹ کہا گیا ہے اور اگر یہ نسبت درست بھی ہو تو انھوں نے یہ بات معتزلہ کے ساتھ مناظرہ میں بطور ارخاء عنان کہی ہے اھ ملخصا۔

اقول: اما مخالفة مانقل عن ابی المعالی للاجماع فظاھر وقد صح خلافه

اقول (میں کہتا ہوں) ابو المعالی سے جو منقول ہے اس کا اجماع کے مخالف ہونا ظاہر ہے حالانکہ ان سے اس کا خلاف صحیح ثابت ہے جیسا کہ

[1] شرح ام البراہین للامام محمد السنوسی

[2] حاشیه شرح ام البراہین للفاضل الدسوقی

کما ستسمع اما قول امام اھل السنة الباقلانی والاستاذ الامام ابی اسحٰق علی مانقل ھٰھنا فلیس فیہ رائحة خلاف ما اسقر علیہ الاجماع والاتفاق لما علمت انہ لیس فی شیئ من الایجاد والتکوین علی الاطلاق و قال العلامة فی شرح المقاصد المشھور فیما بین القوم والمذکور فی کتبھم ان مذھب امام الحرمین ان فعل العبد واقع بقدرتہ وارادتہ کما ھو رأی الحکماء وھذا خلاف ما صرح بہ الامام فیما وقع الینا من کتبہ قال فی الارشاد اتفق ائمة السلف قبل ظھور البدع والاھواء علی ان الخالق ھو الله ولا خالق سواہ ان الحوادث کلھا حدثت بقدرة الله تعالٰی من غیر فرق بین ما یتعلق قدرة العباد بہ و بین ما یتعلق فان تعلق الصفة بشیئ لا یستلزم تاثیرھا فیہ کالعلم بالمعلوم والارادة [عہ] بفعل الغیر فالقدرة

عنقریب آپ سنیں گے، لیکن امام اہلسنت باقلانی اور استاذ امام ابو اسحٰق اسفرائنی سے جو یہاں ان کے اقوال نقل کئے گئے ہیں اس میں اجماع اور اتفاق کے خلاف بُو تک بھی نہیں ہے کیونکہ انکے کلام میں ایجاد و تکوین کے متعلق علی الاطلاق کوئی بات نہیں ہے، اور شرح مقاصد میں علّامہ نے فرمایا کہ قوم میں مشہور اور ان کی کُتب میں مذکور ہے کہ امام الحرمین کا مذہب یہ ہے کہ بندے کا فعل اس کی اپنی قدرت اور ارادہ سے واقع ہوتا ہے جیسا کہ حکماء کی رائے ہے، حالانکہ یہ بات امام کی اس تصریح کے خلاف ہے جو انھوں نے اپنی ان کتب میں کی ہے، جو ہمارے پاس پہنچی ہیں انھوں نے ارشاد میں فرمایا کہ بدعات و گمراہی کے ظہور سے قبل ائمہ سلف کا اتفاق ہے کہ خالق صرف الله تعالٰی ہے اس کے سوا کوئی خالق نہیں ہے اور تمام حوادث کا وجود الله تعالٰی کی قدرت سے ہوتا ہے خواہ ان کے ساتھ بندوں کی قدرت کا تعلق ہو یا نہ ہو ان میں کوئی فرق نہیں، کیونکہ کسی چیز کے ساتھ صفت کے تعلق سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس صفت کی تاثیر اس چیز میں پائی جائے جیسا کہ علم کا تعلق معلوم سے اور ارادہ کا تعلق

عہ: **اقول:** ارادة فعل الغیر وان لم تکن من الارادة المبحوث عنھا اعنی صفة من شانھا تخصیص احد المقدورین کما لا یخفی بل بمعنی المحبة والھوی لکنہ

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) غیر کے فعل کا ارادہ وُہ ارادہ نہیں جو زیر بحث ہے یعنی وُہ صفت جو مقدورین میں سے ایک کو خاص کرے، یہ مراد نہیں کما لایخفی بلکہ یہاں بمعنٰی محبت اور خواہش کے ہے، دوسری صفت کے ذکر سے (باقی اگلے صفحہ پر)

الحادثة لا تؤ ثر فی مقدورھا	غیر کے فعل سے ہوتا ہے تو قدرت حادثہ اپنی مقدورات میں ہر گز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یریدا الاستیضاح بصفات اخرٰی الاترٰی انہ ذکر العلم ثم التقیید الفعل الغیر لیکون اوضح واظھر والا فارادۃ فعل نفسہ ایضا غیر مؤ ثرۃ فی الفعل انما شانھا التخصیص والتاثیر شان القدرۃ کما نص علیہ فی المسا یرۃ غیرانہ یتجہ لھم الجواب بان الکلام فی القدرۃ ولیس من شانھا الا التاثیر عند تعلق الا رادۃ اما العلم والا رادۃ فبمعزل عن التاثیر وکانہ لھذا عدل عنہ الامام حجۃ الاسلام فی قواعد العقائد فاستند بنفس القدرۃ اذ یقول ولیس من ضرورۃ تعلق القدرۃ بالمقدوران یکون بالا ختراع فقط۔اذ قدرہ اللہ تعالٰی فی الا زل قد کانت متعلقۃ با لعالم ولم یکن الاختراع حاصلا بھا وھی عندالا ختراع متعلقۃ بہ نو عا اٰخر من التعلق فیہ فبطل ان القدرۃ تختص بایجاد المقدر اھ[1]

ان کا مقصد صرف وضاحت کرنا،آپ غور نہیں کرتے کہ انھوں نے صفتِ علم ذکر کی اور پھر ارادہ کو غیر کے فعل سے مقید کیا تاکہ زیادہ وضاحت واظہار ہوسکے، ورنہ تو اپنے فعل کا ارادہ بھی غیر مؤثر ہوتا ہے جس کی شان صرف تخصیص کرنا ہے جبکہ تاثیر صرف قدرت کی شان ہوتی ہے جیسا کہ اس پر مسایرہ میں نص کی گئی ہے،علاوہ ازیں وہ معتزلہ کو جواب دے رہے ہیں کہ بحث قدرت میں ہو رہی ہے جو صرف اس وقت تاثیر کرتی ہے جب ارادہ کا تعلق ہو، لیکن محض علم اور ارادہ کا تاثیر میں کوئی دخل نہیں ہے، گویا کہ اسی لئے امام حجۃ الاسلام نے اس انداز کو تبدیل کرتے ہُوئے قواعد العقائد میں نفس قدرت کو دلیل میں اختیار کیا جب انھوں نے فرمایا کہ مقدور کے ساتھ قدرت کے تعلق کو یہ لازم نہیں ہے کہ وہ تعلق صرف ایجاد واختراع کے لئے ہو کیونکہ ازل میں اللہ تعالٰی کی قدرت کا تعلق تمام عالم سے ہُوا حالانکہ اس وقت اختراع وایجاد اس تعلق سے نہ ہُوا جبکہ اختراع کے وقت ایک اور تعلق ہُوا تو اس سے یہ کہنا باطل ٹھہرا کہ قدرت صرف ایجاد مقدِر سے مختص ہے اھ، (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] احیاء العلوم کتاب قواعد العقائد الفصل الثالث مطبعۃ المشھد الحسینی قاہرہ ۱/ ۱۱۱

اصلا و اتفقت المعتزلة ومن تابعهم من اهل الزیغ	مؤثر نہیں ہوتی جبکہ معتزلہ اور انکے متبعین گمراہ حضرات

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانت تعلم ان القدرة انما تؤثر علی وفق الارادة وانما تعلقت الارادة فی الازل ان توجد الکائنات فی اوقاتها المخصوصة فیمالایزال فلانسلم ان القدرة تعلقت مع العراء عن الاختراع بل اثرت واخترعت علی وفق الارادة اماههنا فتعلق بلا تاثیر اصلافلم تکن الااسما بلا مسمی ولفظا بلا معنی وهذاما حصل ماناقشه به فی المسایرة۔

اقول: ولا اری هذه العقدة تنفك الاباحدامرین **الاول** لیست القدرة ماتؤثر حتما ولامع الارادة ولامحید عنه للمعتزلة ایضا الاتری ان الکفرة بذلوا جهدهم فی ایذاء النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وهموابمالم ینالوا ورد الله الذین کفروا بغیظهم فانّما القدرة صفة من شانها التاثیر وتؤثر مع الارادة لولامانع وقد قال فی المسامرة شرح المسایرة اعلم ان الاشعریة لاینفون عن القدرة الحادثة

آپ جانتے ہیں کہ قدرت کی تاثیر ارادہ کے موافق ہوتی ہے توازل میں اس ارادہ کا تعلق ہوا کہ کائنات اپنے مخصوص اوقات میں یعنی لایزال میں موجود ہو، اس لئے ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ قدرت کا تعلق اختراع سے خالی ہو سکتا ہے بلکہ قدرت ارادہ کے موافق تاثیر کرتی ہے اور اختراع کرتی ہے، لیکن یہاں بندے کے معاملہ میں قدرت کا تعلق ہرگز تاثیر کے لئے معنٰی نہیں، مسایرہ میں جو مناقشہ بیان کیا ہے یہ اس کا ماحصل ہے۔

اقول: (میں کہتاہُوں) اور یہ عقدہ میری رائے میں صرف دو امور میں سے ایک کے ساتھ حل ہو گا، اوّل یہ کہ کوئی بھی قدرت اگرچہ ارادہ کے ساتھ بھی ہو حتمی طور پر موثر نہیں ہے اور معتزلہ کو بھی اس سے فرار نہیں ہے، کیاآپ نہیں دیکھتے کہ کفار نے حضور نبی پاک صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ایذارسانی میں مکمل جدوجہد کی اور پورا عزم کیا جو حاصل نہ کر پائے اور اللہ تعالٰی نے کفار کے غیظ وغضب کو مردود کر دیا، لہٰذا قدرت ایک ایسی صفت ہے جس کی شان صرف تاثیر کرنا ہے اور وُہ ارادہ کے ساتھ تاثیر کرتی ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، چنانچہ مسامرہ شرح مسایرہ میں کہا ہے کہ اشعری حضرات قدرت حادثہ کی تاثیر بالفعل کی نفی کرتے ہیں اس کی (باقی اگلے صفحہ پر)

علٰی ان العباد موجدون لافعالھم	اس پر متفق ہیں کہ بندے اپنے فعال کے موجد ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الا التاثیر بالفعل لا بالقوۃ لان القدرۃ الحادثۃ عندھم صفۃ شانھا التأثیر والایجاد ولکن تخلف اثرھا فی افعال العباد لمانع ھو تعلق قدرۃ اللہ تعالٰی بایجادھا، کما حقق فی شرح المقاصد وغیرہ اھ [1] **قلت** وصرح بہ الامدی ثم رأیت فی شرح المقاصد من بحث القدرۃ الحادثۃ من مقصد الاعراض نسبہ لہ ولم یأت بتحقیق یزید علی مامر۔

اقول: وفیہ حزازۃ والقلب لا یطمئن بہ ولا یسکن الیہ والالکان کل حیوان ولواخس مایکون واضعہ قادرا علی الخلق والایجاد وان لم یتفق لہ ذٰلك لعروض مانع وھو سبقۃ الخلق الالٰھی وماذا تفعل الاشاعرۃ الاقدمون ح بدلیلھم ان لوقدر العبد علی فعلہ لقدر علی خلق الاجسام والجواھر

بالقوۃ تاثیر کی نفی نہیں کرتے، کیونکہ ان کے ہاں حادث قدرت ایسی صفت ہے جس کی شان تاثیر کرنا ہے لیکن بندوں کے افعال میں اس کا اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ وہاں مانع موجود ہے اور وہ اللہ تعالٰی کی قدرت کا تعلق جو ان کے افعال کے ایجاد میں مؤثر ہے، کا موجود ہونا، جیسا کہ شرح مقاصد وغیرہ میں اس کی تحقیق ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) اس بیان کی تصریح آمدی نے کی ہے پھر میں نے شرح مقاصد کی بحث قدرت حادثہ جو اعراض کے مقصد میں ہے، اس بحث کو ان کی طرف منسوب پایا جس میں گزشتہ تحقیق سے کچھ زائد نہیں ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اس میں خلش ہے اور دل کو اطمینان و سکون اس سے حاصل نہ ہو سکا، ورنہ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ہر انسان بلکہ خسیس ترین اور ضعیف ترین حیوان بھی خلق و ایجاد پر قادر ہو جائے اگرچہ اس کو مانع کی وجہ سے اتفاق نہ ہو سکے اور وہ مانع اللہ تعالٰی کی تخلیق کا پہلے موجود ہونا ہے، اور اشاعرہ متقدمین اس وقت اپنی اس دلیل کو کیسے بیان کریں گے کہ اگر بندہ اپنے فعل پر قادر ہو تو پھر وُہ اجسام و جواہر کے خلق پر بھی قادر ہو گا کیونکہ فعل اور اجسام دونوں (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] المسامرۃ شرح المسایرۃ العلم بانہ تعالٰی لا خالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۱۱۲

مخترعون لها بقدرتهم ثم المتقدمون	اور اپنی قدرت سے ان کو سرزد کرتے ہیں پھر معتزلہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اذلامصحح سوی الحدوث والامکان وهمامشترکان افتراهم قائلین ان کل انسان وحیوان حتی الخناس والدیدان یقدر علٰی خلق السمٰوٰت والارض وان لم یقع لهم لسبقة خلق الله تعالٰی، وقدنص الاشعریة ان لیس للعبد من الفعل الاالمحلیة فتدبروا نصف، **والثانی** ان الحادثة تحدث ولا تخلق وکفی به تاثیرا وهذاهوالذی حمل الحنفیة والقاضی والاستاذوجمعامن المحققین علی القول بان للحادثة تاثیرافیمادون الوجودوالحق ان العقل لایستقل بادراك تلك الحقائق فنؤمن بما اتی به القراٰن وشهدت به الضرورة وادی الیه البرهان ان الفرق بین الانسان والحجروبین حرکتی البطش والارتعاش والصعود والهبوط والوثبة والسقوط بدیهی، وان لیس للانسان الاماسعی ولان لاخالق لشیئ الا العلی الاعلی وان لامشیئة للانسان الابمشیئة الله تعالٰی ولانزید علی هذاولانقتحم

حدوث وامکان میں مساوی طور پر مشترک ہیں اور یہی حدوث و امکان ہی خلق وایجاد کی صحت کا معیار ہیں تو کیا اشعریہ کو اس بات کا قائل تصور کروگے کہ ہر انسان اور حیوان حتٰی کہ کیڑے مکوڑے زمین وآسمان کی تخلیق پر قادر ہیں اگرچہ اس تخلیق کا ان کو اتفاق نہ ہوا کہ اللہ تعالٰی کا خلق پہلے موجود ہے حالانکہ اشعریہ کی صریح نص ہے کہ فعل میں بندے کا دخل صرف محلیۃ کا ہے، تو غور اور انصاف کرو۔ دوسرا یہ کہ قدرت حادثہ صرف حدوث کر سکتی ہے خلق نہیں کر سکتی اس کے لئے اتنی تاثیر ہی کافی ہے، یہی وُہ حقیقت ہے جس نے احناف قاضی، استاذ ار محققین کی جماعت کو اس قول پر مجبور کیا کہ حادث قدرت کی تاثیر ہے لیکن وجود کے لئے مؤثر نہیں ہے، حق تو یہ ہے کہ ان حقائق کے ادراک میں عقل کو استقلال نہیں ہے لہٰذا قرآن کے بیان کردہ اور بداہت کی شہادت اور جہاں تک دلائل کی رسائی ہے کہ انسان اور پتھر، ارادی اور رعشہ کی حرکتوں، اٹھنے اور کُودنے، گرنے اور اترنے میں بدیہی فرق پر ہم ایمان رکھیں اور انسان کے بس میں صرف سعی کرنا ہے اور اللہ تعالٰی کے بغیر کسی چیز کا کوئی خالق نہیں اور انسان کی مشیئت اللہ تعالٰی کی مشیئت کے تابع (باقی اگلے صفحہ پر)

منهم كانوا يمنعون من تسمية العبد خالقاًلقرب عهد همم باجماع السلف علٰى انه لا خالق الاالله تعالٰى واجترأ المتأ خرون فسموا العبد خالقا على الحقيقة هذا كلامه ثم اورد ادلة الاصحاب واجاب عن شبه المعتزلة وبالغ فی الردعليهم وعلى الجبرية واثبت للعبد كسباً وقدرة مقارنة للفعل غير مؤثرفيه [1] اه فهذا اصرح نص على ان معتقده رحمه اللهتعالٰى هواهل السنة سواء بسواء فلم يبق احد تسايره المسايرة.

اقول: ولكن العجب كل العجب من العلامة بحرالعلوم الكنوى عفااللهتعالٰى عنا وعنه جنح فی الفواتح الى مافی المسايرة مع تصريحه فيهاقبله باسطربما نصه(وما فهموا)ادی المعتزلة بل هؤلاء الجهلة ايضاً(ان الامكان ليس من شانه افاضة الوجود)

کے متقدمین حضرات اجماع سلف سے قریب زمانہ کی بنا پر بندے پر خالق کا اطلاق نہ کرتے تھے اور لا خالق الا اللہ پر اجماع کے خلاف قول نہ کرتے اور انکے متاخرین نے جرات کرتے ہوئے بندے پر حقیقی خالق کا اطلاق شروع کر دیا، امام نے اپنے اس کلام کے بعد معتزلہ کے دلائل کا رَد اور ان کے شبہات کا جواب دیا انھوں نے ان کا اور جبریہ کا خُوب رَد فرمایا اور یہ ثابت کیا کہ بندے کا صرف کسب ہوتا ہے اور فعل کے مقارن اس کو ایک قسم کی قدرت حاصل ہوتی ہے جو کہ غیر مؤثر ہوتی ہے اھ، تو ان کیطرف سے یہ واضح نص ہے کہ انکا عقیدہ وہی ہے جو اہلسنت کا عقیدہ ہے اور کوئی فرق نہیں ہے تو مسایرہ کی راہ چلنے والا کوئی بھی نہ ہُوا،

اقول: (میں کہتا ہُوں) لیکن تعجب ہے کہ علامہ بحرالعلوم لکھنوی (ہمیں اور انھیں اللہ تعالٰی معاف فرمائے) نے فواتح میں مسایرہ میں مذکور کی طرف میلان فرمایا، حالانکہ انھوں نے خود فواتح میں چند سطر قبل ازیں تصریح کی ہے جس کی عبارت یُوں ہے کہ (ومافهموا) یعنی معتزلہ اور ان جاہلوں نے بھی نہ سمجھا کہ (ممکن کی یہ شان نہیں کہ وُہ وجود عطا کرے)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بحرا لانقدر علٰى سباحته والله الهادی ۱۲منه۔

ہے، پر پختہ یقین کریں اور اس پر مزید کوئی بات نہ کریں، اور ایسے سمندر میں چھلانگ نہ لگائیں جس میں تیرنے کی ہمیں قدرت نہیں ہے اور اللہ تعالٰی ہی ہدایت دینے والا ہے ۱۲منہ (ت)

[1] شرح المقاصد الفصل الخامس فی افعال البحث الاول فعل العبد الخ دارا لمعارف النعمانیہ لاہور ۲/ ۱۲۶

فان من هو فی نفسه باطل الذات محتاج فی الواقعیة الی الغیر وکلٌّ عــــہ علی مولاہ کیف یقدر علٰی ایجاد الافعال من غیر اختلال بالنظام الاجود، وھذا ظاھر لمن له اقل حدس من اصحاب العنایة الالٰھیة، لکن من لم یجعل الله له نورفماله من نور(وعند اھل الحق)اصحاب العنایة الذین ھم اھل السنة الباذلون انفسھم فی سبیل الله بالجھادالاکبر(له قدرة کاسبة)فقط لا خالقة [1] الخ فکیف رضی مع ھذا بان جعل الممکن الباطل الذات خالقالعزائمه مع ان قول التاثیرفی امر اعتباری کان بمرأی عینیه و قد کان بینه ھو بنفسه علی وجه کاف و لم یتعقبه فان کان مختار اولا بدفکان اختیار ماعلیه جمع من المحققین ولبس	کیونکہ جو چیز فی نفسہ اپنی ذات میں باطل اور اپنے وجود میں غیر کی محتاج ہو اور اپنے مالک پر بوجھ قرار پائے، وُہ بہترین نظام عالم میں خلل انداز ہو کر افعال کو کیسے ایجاد کر سکتی ہے اور یہ حقیقت ہر اس شخص پر عیاں ہے جس کو اللہ تعالٰی کی طرف سے عنایت پر معمولی سی سمجھ ہے، لیکن جس کو اللہ تعالٰی نورِ علم نہ عطافرمائے اس کو نور کیسے نصیب ہو سکتا ہے (اور اہل حق کے ہاں) یعنی اللہ تعالٰی کی عنایت والے لوگ وُہ اہل سنت و جماعت ہیں جو اللہ تعالٰی کے راستے میں جہاد اکبر کرتے ہُوئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں (بندہ کو صرف قدرت کاسبہ حاصل ہے) نہ کہ قدرت خالقہ الخ، تواس تصریح کے باوجود انھوں نے ممکن باطل الذات کو کیسے اپنے عزائم کا خالق کہہ دیا حالانکہ انکا مطمح نظر یہ ہے کہ بندے کی تاثیر صرف اعتباری چیز میں ہوتی ہے اس کو انھوں نے خود کافی تفصیل سے بیان کیا اور پھر اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، اگر یہی ان کا مختار ہے اور ہونا بھی ضروری ہے تو یہ تمام محققین کا اجماعی مختار ہے اور اس میں نہ کسی نص کی

عــــہ:استعمله بمعنی المحتاج وانماھو بمعنی التقیل والله متعال ان یکون احد کلا علیه ۱۲منه۔	کلٌّ "کالفظ انھوں نے یہاں محتاج کے معنٰی میں استعمال کیا ہے اور اس کا معنٰی بوجھ ہے جبکہ اللہ تعالٰی اس سے پاک ہے کہ کوئی اس پر بوجھ بنے ۱۲منہ (ت)

[1] فواتح الرحموت بذیل المستصفی فائدہ فی تحقیق صدور الافعال الخ منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۴۰ و۴۱

فیه مخالفة نص ولا اجماع وهو اولی واحری ولکن الله یفعل مایرید هذا وتلمیذ المحقق العلامة الکمال بن ابی شریف وان سایر ههنا شیخه رحمهما الله تعالٰی لکنه اشار بعده الی ان هذا خلاف ما علیه اهل السنة حیث قال فی المسامرة عند قول المصنف قد منا ان للمکلف اختیارا اوعزما یصمم مانصه (اختیارا) علی ما علیه اهل السنة (اوعزما) علی مااختاره المصنف[1] اھ وتلمیذه الاٰخر العلامة الذین بن قطلوبغا فی تعلیقه علی المسایرة لم یرض به من اول الامر وقال للطریق الذی سبلکه المصنف انه المرضی عنده الرفع للجبر فلم یندفع به سأنبه علیه ثم اوردطریقا اختاره العلامة الفناری فی الفصول واقره ومحصله هو التاثیر فی الا عتباری ولو لاغرابة المقام لاوردته مع مایرد علیه. **اقول:** وبما ذکرنا ظهران الفرق بین ما سارہ فی المسایرة

مخالفت ہے نہ اجماع کی، یہی مناسب اور اولی ہے، لیکن اللہ تعالٰی جو چاہتا ہے کرتا ہے اسے محفوظ کرو، ار محقق مذکور کے شاگرد علامہ کمال بن ابی شریف اگرچہ یہاں انھوں نے اپنے شیخ کی موافقت کی ہے لیکن اس کے بعد انھوں نے اشارہ دیا کہ یہ بات اہلسنّت کے مسلک کے خلاف ہے، جہاں انھوں نے مسامرہ میں مصنّف کے قول (کہ ہم نے پہلے ذکر کیا کہ مکلّف کو اختیار یا عزم صمیم حاصل ہے) پر کہا جس کی عبارت یوں ہے (اختیار حاصل ہے) جیسا کہ اہلسنّت کا مؤقف ہے (یا عزم صمیم حاصل ہے) جیسا کہ مصنف نے خود پسند کیا اھ، اور محقق مذکور کے دوسرے شاگرد (علامہ زین بن قطلوبغا مسایرہ پر اپنی تعلیقات میں ابتداہی اپنے استاذ کے موقف پر راضی نہ ہوئے اور یوں کہا جس راستہ پر مصنف چلے وہ انکا اپنا پسندیدہ ہے اور وہ جبر کو ختم کرنے کے لئے کہا جبکہ اس سے جبر مندفع نہ ہوا میں اس پر عنقریب تنبیہ لاؤں گا، اس کے بعد انھوں نے علامہ فناری کا راستہ اپنایا جس کو انھوں نے فصول میں بیان کرکے اس پر ثابت قدم رہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بندے کی تاثیر اعتباری چیز میں ہوتی ہے، اگر یہ مقام غرابت کا حامل نہ ہوتا تو میں اس کو اور اس پر اعتراض کو ذکر کرتا، **اقول:** (میں کہتاہوں) ہمارے ذکر کردہ سے مسایرہ کی روش

[1] المسامرة شرح المسایرة فعل العبد الخ المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۱۴۳

وماقضٰی به القاضی کالفرق بین الغرب والشرق فماقال فی المسامرۃان حاصل کلام المصنف رحمه الله تعالٰی تعویل علٰی مذھب القاضی الباقلانی [1] الخ وتبعه علی القاری فی منح الروض الا زھرفقال ما اختارہ ھوقول الباقلانی من ائمۃ اھل السنۃ [2] الخ فهما لا وجه له نعم انما وافقه فی لفظ وھوانه یکون منسوبًاالیه تعالٰی من حیث ھوحرکۃ والی العبد من حیث ھوزنا ونحوہ وقال القاضی قدرۃ اللهتعالٰی تتعلق باصل الفعل،وقدرۃ العبد بوصفه من کونه طاعۃ اومعصیۃ.فمتعلق تاثیرالقدرتین مختلف کمافی لطم الیتیم تادیبااوایذاء فان ذات اللطم واقعۃ بقدرۃاللهتعالٰی وتاثیرہ،وکونه طاعۃ علی الاول ومعصیۃعلی الثانی بقدرۃالعبدوتاثیرہ لتعلق ذٰلك بعزمه المصمم [3] اھفانماالاشتراك فی نسبۃ	اور قاضی باقلانی کے فیصلہ میں فرق واضح ہو گیا یہ مغرب و مشرق جیسا فرق ہے، مسامرہ میں جو کہا کہ مصنّف رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کا ماحصل قاضی باقلانی کے مذہب پر اظہار اعتماد ہے الخ،اور ملا علی قاری نے منح الروض الازہر میں اس کی اتباع کرتے ہوئے کہا کہ مصنّف نے جسے اختیار کیا وُہ اہلسنّت کے ایک امام قاضی باقلانی کا قول ہے الخ،حالانکہ ان دونوں کی بات میں کوئی وزن نہیں ہے،ہاں اتنا ضرور ہے کہ فعل سے دو۲ قسم کی تاثیروں کے تعلق میں دونوں کا لفظی اشتراک ہے، مصنّف نے کہا کہ فعل حرکت ہونے کے اعتبار سے اللہ تعالٰی کی طرف منسوب ہے اور مثلًا زنا وغیرہ ہونے کے اعتبار سے بندے کی طرف منسوب ہے اور قاضی نے فرمایا اللہ تعالٰی کی قدرت کا تعلق اصل فعل سے ہے اور بندے کی قدرت کا تعلق فعل کی صفت کہ طاعت یا معصیت ہونے سے ہے تو دونوں قدرتوں کی تاثیر کا تعلق مختلف ہے، جیسا کہ یتیم بچے کو تھپڑ مارنا تربیت اور ایذا بھی ہوتا ہے تو تھپڑ کالگنا اللہ تعالٰی کی قدرت اور تاثیر سے ہوتا ہے اور طاعت کے لحاظ سے نیکی اور اذیت کے لحاظ سے گناہ ہونا یہ بندے کی قدرت اور تاثیر سے ہے جو اس کے عزم مصمم کے تعلق کی وجہ سے ہُوئی اھ، تو یہاں

---

[1] المسامرۃ العلم بانه تعالٰی لا خالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۱۴۳

[2] منح الروض الازھر شرح الفقه الاکبر افعال العبد کسبهم الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

[3] منح الروض الازھر شرح الفقه الاکبر افعال العبد کسبهم الخ مصطفی البابی مصر ص ۵۲

صفة الفعل الٰی تاثیر قدرة العبد واین ما ادعی المحقق من خلقه عزمه۔	اشتراک صرف فعل کی صفت کو بندے کی قدرت کی طرف منسوب کرنے میں ہے جبکہ محقق مذکور کا یہ دعوٰی کہ بندہ اپنے عزم کا خالق ہے، وہ کہاں ہے۔
اقول: ماذکر من ان الصفة اثر قدرة العبد حق بلا مریة لکن لاعلی الوجه الذی قرر المصنّف بل الا مر ان المولٰی تعالٰی اجری سنته بان العبد اذا اراد فعلا یخلقه اللّٰه تعالٰی فیه فالارادة بخلق اللّٰه تعالٰی والفعل بخلق اللّٰه تعالٰی ولیس للعبد من الخلق شیئ لکن کون الفعل ارادیا یتوقف علی ارادة العبد توقفا عقلیا قطعیا اذلو خلق اللّٰه فیه الفعل من دون ان یخلق فیه ارادة له لکان کحرکة الحجر بالتحریك فلم یکن ارادیا والفعل لایکون طاعة ولامعصیة الا اذا کان ارادیا فهٰذه الصفة للفعل لاتحصل الا بارادتنا ای لکونه مصحوبا لارادة خلقها اللّٰه تعالٰی فینا ولولا ذٰلك لم یکن طاعة ولامعصیة قطعًا، ثمّ انیّ رأیت المحقق ذکر فی التحریر اما الحنفیة فالکسب صرف القدرة المخلوقة الی القصد المصمم فاثرها فی القصد ویخلق سبحٰنه الفعل عنده بالعادة	**اقول:** (میں کہتا ہوں) قاضی کا یہ کہنا کہ فعل کی صفت بندے کی قدرت کا اثر ہے بلا شک یہ حق ہے لیکن اس طور پر نہیں جس طرح مصنّف نے اس کی تقریر کی بلکہ معاملہ یُوں ہے کہ اللہ تعالٰی کی یہ سنت جاریہ ہے کہ بندہ جب کسی فعل کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالٰی اس کے ارادہ پر فعل کی تخلیق فرماتا ہے لہٰذا ارادہ اور فعل دونوں اللہ تعالٰی کی مخلوق ہوئے اور بندے کا خلق میں کسی قسم کا کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن کسی فعل کے ارادی ہونے کا دار ومدار بندے کے ارادے پر ہے یہ دار ومدار عقلی اور قطعی ہے کیونکہ اگر اللہ تعالٰی بندے کے ارادہ کے بغیر فعل کی اس میں تخلیق کر دے تو پھر یُوں ہُوا جیسے پتھر کو حرکت دی جائے تو وہ حرکت کرتا ہے، تو اس طرح فعل نہ ارادی ہوگا نہ طاعت و معصیت ہوگا، یہ جبھی ممکن ہے وُہ فعل ارادی ہو تو فعل کی یہ صفت ہمارے ارادے سے حاصل ہُوئی، یعنی یہ صفت اللہ تعالٰی کی طرف سے ارادہ کی تخلیق کے ساتھ حاصل ہُوئی، اگر یہ نہ ہو تو وہ فعل قطعًا طاعت و معصیت نہ بنے گا۔ پھر میں نے محقق ابن ہمام کو تحریر میں یہ ذکر کرتے ہوئے پایا کہ حنفی حضرات کے ہاں کسب یہ ہے کہ مخلوق قدرت کو مصمم قصد کے لئے صرف کرنا اس مخلوق قدرت کا اثر قصد میں ہوتا ہے تو اللہ تعالٰی اس وقت اپنی عادت کریمہ کے مطابق فعل کو پیدا فرماتا ہے

فان کان القصد حالا غیر موجود و لا معدوم فلیس بخلق وعلیه جمع من المحققین وعلٰی نفیه فکذٰلك (ای لیس الکسب بخلق ایضا) علٰی ما قیل (ای قول صدر الشریعة) الخلق یقع به المقدور لا محل فی القدرة و یصح انفراد القادر بایجاد المقدور و الکسب یقع به فی محلها ولا یصح انفراده بایجاده ولو بطلت ھٰذه التفرقة (بین الخلق و الکسب) علٰی تعذره (ای بطلانها) وجب تخصیص القصد المصمم من عموم الخلق بالعقل اھ[1] باختصار، مزیدا ما بین الھلالین من شرحه التقریر والتحبیر لتلمیذه المحقق ابن امیر حاج رحمهما الله تعالٰی فقد ابان البون البین بین مابحثه فی المسایرة وبین ماذھب الیه الامام القاضی وظھرت بحمد الله تعالٰی منه علیّ فائدة نفسیة وھوانی کنت کتبت علی المسایرة قبل ھذا بنحو اربع سنین مانصه نرجوان المصنف رحمه الله تعالٰی رجع عنه اذلم یذکره فی فکذٰلك مایعتقده الا ما علیه اھل السنة کما سیأتی و نرجوان المولٰی سبحٰنه وتعالٰی

تو اگر قصد صرف ایسا حال ہو جو نہ معدوم اور نہ موجود ہو تو مخلوق نہ بنے گا۔ قصد کے مخلوق نہ ہونے اور اس کے حال ہونے کی نفی محققین کی ایک جماعت کا موقف ہے اوریُوں ہی کسب بھی مخلوق نہیں ہے ایک قول کے مطابق یعنی صدر الشریعہ کے قول پر کہ خلق سے مقدور کا وجود محل قدرت کے بغیر ہوتا ہے اور اس میں قادر کا مقدور کے ایجاد میں منفرد ہونا صحیح ہوتا ہے اور کسب سے مقدور کا وجود محل قدرت (قصد) کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس کے بغیر ایجاد میں منفرد ہونا صحیح نہیں ہوتا، اور اگر (خلق اور کسب کا یہ فرق) باطل ہو جائے جبکہ یہ فرق متعذر ہے یعنی یہ فرق باطل ہے، تو پھر عموم خلق میں سے قصد مصمم کی تخصیص ضروری ہو گی اھ اختصارا، اور ہلالین میں اسکی شرح التقریر والتحبیر سے اضافہ ہے، یہ شرح ان کے شاگرد محقق ابن امیر الحاج (رحمہا اللہ تعالٰی) کی ہے، تو انھوں نے اپنی مسایرہ کی بحث اور امام قاضی کے مذہب میں واضح فرق کر دیا ہے اور میرے لئے بحمد اللہ تعالٰی یہاں ایک نفیس فائدہ ظاہر ہُوا، وہ یہ کہ میں نے مسایرہ پر چار سال قبل حاشیہ لکھا تھا جس کی عبارت یہ ہے، ہمیں امید ہے کہ مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے اسی سے رجوع کر لیا ہو گا کیونکہ انھوں نے تشبیہ (فکذٰلک) (میں اپنا عقیدہ ذکر کئے بغیر صرف اہلسنت کا موقف ذکر فرمایا ہے، کما سیأتی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالٰی

[1] التحریر فی اصول الفقه الباب الاول الفصل الثانی فی الحکم مصطفی البابی مصر ص ۲۲۸

جعل هذه الزلة الواحدة وان عظمت مغمورة فيما اولاه من بحار الحسنات الجميلة ونسأل الله الثبات على الحق وهداية الصواب فى كل باب وصلى الله تعالٰى على سيدنا محمد واٰله وسلم ابدًا اٰمين[1] اھ. فبحمد الله تعالٰى قد حقق الله رجائى وظهر رجوع المحقق عن اختيار ما بحثه، اذ علقه ھٰهنا على تعذر التفرقة بين الخلق والكسب وصرح ببطلان التعذر فاذا بطل المبنى وجب تهدم البناء ولله الحمد وتصنيف التحرير متأخر عن تاليف المسايرة كما لا تخفى على من طالعه وذٰلك قوله تعالٰى يثبت الله الذين اٰمنوا بالقول الثابت فى الحيٰوة الدنيا والاٰخرة[2] والحمد لله ربّ العٰلمين، **امّا** ما اورد الشيخ القزوينى على الامام ابى بكر الباقلانى كما نقله فى اليواقيت لامام الشعرانى مقرا عليه انه يقال له هذه الحال مقدورة لله تعالٰى ام لا على الثانى لا محالة تكون مقدورة للعبد وهو مذهب المعتزلة بعينه وعلى الاول لم يكن للعبد شيئ البتة وذٰلك هو مذهب الجبرية بعينه

ان کی اس ایک خطا کو (اگرچہ یہ گراں ہے) انکو عطا کردہ نیکیوں کے دریاؤں میں غوطہ زن کردے گا اور ہم اللہ تعالٰی سے ثابت قدمی کے سائل ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ میں حق اور صواب کی رہنمائی فرمائے وصلی اللہ تعالٰی علٰی حبیبہ محمد وآلہ وسلم ابدًا، آمین، اھ۔ اللہ تعالٰی کا شکر ہے کہ اس نے میری امید کو پُورا فرمادیا اور محقق مذکور نے اپنی بحث کو مختار قرار دینے سے رجوع فرمالیا جب انھوں نے خلق اور کسب میں فرق کے متعذر ہونے پر حاشیہ لکھ کر اس تعذر کو باطل قرار دیا، توجب مبنٰی باطل ہو گیا تو اس پر بنی ہوئی عمارت بھی گر گئی، وللہ الحمد، اور انکی کتاب التحریر مسایرہ سے بعد کی تصنیف ہے جیسا کہ مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے، اور یہ اللہ تعالٰی کے ارشاد کہ "اللہ تعالٰی ایمان والوں کو دُنیا وآخرت میں حق پر ثابت قدمی عطا فرماتا ہے" کا مظہر ہے الحمد للہ رب العالمین، لیکن شیخ قزوینی کا امام ابو بکر باقلانی پر وہ اعتراض جس کو امام شعرانی نے یواقیت میں نقل کرکے ثابت رکھا یعنی اس حال (قصد) کے متعلق ان سے سوال کیا گیا کہ یہ اللہ تعالٰی کا مقدور ہے یا نہیں، اور اگر نہیں، تو پھر لا محالہ یہ بندے کا مقدور ہو گا جبکہ معتزلہ کا بعینہٖ یہی مذہب ہے اور اوّل صورت یعنی اگر اللہ تعالٰی کا مقدور ہے تو پھر بندے کے لئے کچھ مقدور نہ ہُوا جبکہ یہ بعینہٖ جبریہ کا

[1] حاشیہ اعلیحضرت علی المسایرۃ

[2] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

فلا فائدة لتمسك بالحال[1] اھ باختصار۔

اقول: و تلك شكاة ظاهر عنك عارها، و لما يترأى ظاهر ان هٰذا سوال عام الورود لا محيص عنه لشيئ من الاقوال فشان من اثبت للقدرة الحادثة تاثيرا ما فی شيئ من عين اوحال فيقال له كما قلتم فان قال ان ذلك الشيئ ليس مقدور الله تعالٰی فهو الاعتزال اوقال مقدور له فلم يبق للعبد شيئ وهو الجبر ومن لم يثبت كسادتنا الا شعرية فقد افصح بالشق الا خير من الاول فيقال اذن لا شيئ للعبد البتة فهو الجبر بعينه و ذٰلك لا نه انما يريد انكم لجأتم الٰی هٰذا نفيا للجبر فاذا اعترفتم انه واقع بقدرة الله تعالٰی لا بقدرة العبد لا ستحالة اجتماع مؤثرين علٰی اثر فقد انتفٰی الملجأ ولزم القرار علٰی ما منه الفرار فالمعنی هو الجبر بعينه عندكم بل لما **اقول** يختار انه مقدور الله تعالٰی بل و مراده ايضا لكن ارادان يريد العبد فيكون فلا جبر ولا اعتزال

مذہب ہے، لہٰذا حال کا سہارا لینا بیکار ہوا اھ اختصارًا

اقول (میں کہتا ہوں) یہ ایسی شکایت ہے جس کی عار آپ کی طرف سے ظاہر، اور ظاہرًا نظر آرہا ہے کہ یہ سوال عام الورود ہے اس سے کسی قول کو بھی چھٹکارا نہیں ہے، تو جو بھی حادث قدرت کے لئے کسی قسم کی تاثیر کسی عین چیز یا حال میں ثابت کرے گا تو اس پر تمھارا یہی اعتراض وارد ہوگا کہ اگر یہ چیز اللہ تعالٰی کا مقدور نہیں تو اعتزال لازم آئے گا، اور اگر اللہ تعالٰی کا مقدور ہو تو پھر بندے کا کچھ دخل نہ رہا، تو یہ جبر ہے، اور جو لوگ اس قدرت کے لئے کوئی تاثیر ثابت نہ مانیں جیسا کہ ہمارے سادات اشعریہ کا موقف ہے تو ان پر پہلی دو ۲ شقوں میں سے دوسری شق والا اعتراض ہوگا کہ بندے کی کوئی تاثیر نہیں تو یہ بعینہٖ جبر ہے، بندے کے لئے تاثیر نہ ماننے والوں کی مراد یہ ہے کہ بندے کی تاثیر ماننے والوں کو اس بات پر جبر کی نفی کرنے کے لئے مجبور ہونا پڑا، تو ان سے کہا جائے گا کہ تم نے بندے کی تاثیر ماننے کے باوجود جب یہ اعتراف کرلیا کہ اللہ تعالٰی کی قدرت سے بندے کا فعل ہوتا ہے اور بندے کی قدرت سے نہیں کیونکہ ایک اثر کے لئے دو موثر محال ہیں تو اس سے تمھارا مقصد (یعنی جبر کی نفی) فوت ہوگیا اور جس سے فرار تھا اسی پر قرار ہُوا، یہی فعل کا اللہ تعالٰی کی قدرت سے ہونا تمھارے ہاں بعینہٖ جبر ہے، تو

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والعشرون الخ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۰

والٰی منحی ھذا ینحو مافی المسایرۃ غایۃ مافیہ انہ تعالٰی قدرہ علی بعض مقدوراتہ تعالٰی کما انہ اعلمنا بعض معلوماتہ سبحٰنہ تفضلا [1] الخ وبالجملۃ لاتنافی بین کونہ مقدوراللہ تعالٰی ومقدور العبد باقدارہ حتی یقال لم یکن للعبد شیئ وایضًا لایلزم من کونہا مقدورۃ للعبد الاعتزال لانہم یقولون بخالقیۃ العبد والخلق افاضۃ الوجود والحال غیر موجود ھذا، ولیعلم انی لاارید بالدفاع عن ھذاالقول ان اقول بہ انما اقول انی لااعلم مایردہ من نص اواجماع وقد رأوا ان ھٰھنا ثلثۃ اشیاء حال بین عینین ارادۃ العبد وفعلہ وتعلقھا بہ فان	کوئی قول بھی مذکورہ اعتراض سے نہ بچ سکے گا بلکہ یہ اعتراض ختم ہوگا تو میرے اس قول سے ہوگا کہ بندے کا فعل اللہ تعالٰی کا مقدور ہے بلکہ اسکی مراد بھی ہے لیکن اللہ تعالٰی ارادہ فرماتا ہے کہ بندہ اس فعل کا ارادہ کرے تو پایا جائے، تو اس طرح نہ جبر لازم آیا اور نہ ہی اعتزال ہوا میرے کلام کے انداز پر ہی مسایرہ کا یہ بیان ہے، اس میں انتہائی قابل اعتراض بات یہ ہوگی کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بعض مقدورات پر بندے کو قادر بنادیا (جبکہ واقع میں ایسا ہے) جیسے اللہ تعالٰی اپنے بعض معلومات کا ہمیں علم دیتا ہے اور یہ اس کا فضل ہے الخ، خلاصہ یہ کہ اللہ تعالٰی کے مقدور اور اللہ تعالٰی کے قادر بننے پر بندے کے مقدور، میں کوئی منافات نہیں تاکہ یہ کہا جائے کہ بندے کی کوئی قدرت نہیں، نیز فعل کا اللہ تعالٰی کی قدرت سے بندے کا مقدور ہوجانے سے اعتزال بھی لازم نہ آئے گا، کیونکہ معتزلہ بندے کی خالقیت کا قول کرتے ہیں، جبکہ خلق وجود عطا کرنے کا نام ہے حالانکہ حال (قصد) موجود نہیں ہوتا، اسے محفوظ کرو۔ معلوم ہونا چاہئے کہ حال (قصد) میں بندے کی تاثیر والے قول کے دفاع سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں اس کا قائل ہوں، میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ اس قول کے رد میں کوئی نص یا اجماع میرے علم میں نہیں ہے، جبکہ ان کے خیال میں یہاں تین

[1] المسایرۃ متن المسامرۃ العلم بانہ تعالٰی لاخالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص۱۱۷۔۱۱۸

لم یکن للعبد مدخل فی شیئ من ذٰلك خرج من البین قطعًا وهوالجبر حقاکما لازم به الحنفیة الاشعریة بل قدنصت الاشاعرة انفسهم فی بحث عقلیة الحسن والقبح ان فعل العبد اضطراری غیر اختیار فوجب ان لایوصف بحسن ولاقبح عقلا، ونص الامام ابوالحسن الاشعری ان العبد محل الفعل فحسب وصرح کبراء الاشاعرة کالامام الفخر والعلامة سعدالدین فی اٰخرین ان المآل هو الجبر وان العبد مجبور فی صورة مختار وتبعهم القاری فی منح الروض فجعله الانصاف،ومن المعلوم قطعًا اجماعًا وسمعًا ان لیس للعبد شیئ من الایجاد فارادته کقوله لیست الاخلق ربه تبارك وتعالٰی فلم یبق الاالتعلق المسمی بالقصد فقالوا هذاماأقدره علیه ربه ولیس من الخلق فی شیئ کما عرفت،فهذا نزاع ساداتنا الحنفیة فی هذاالباب اما انا فکما ذکرت فی الفیوض الملکیة تعلیقات کتابی الدولة المکیة لست ممن یخوض فی هذاوانما ایمانی و للّٰه الحمد ماثبت بالقراٰن

امور ہیں، بندے کے فعل اوراس کے ارادے کے درمیان ایک حال اور بندے کے ارادے کا اس سے تعلق ان تینوں امور میں اگر بندے کا کوئی دخل نہیں تو بندہ بالکل الگ تھلگ رہا تو یہ قطعًا جبر ہے جس کا اشعری حنفی لوگ الزام دیتے ہیں، بلکہ اشاعرہ نے حسن وقبح کے عقلی ہونے کی بحث میں خود تصریح کی ہے کہ بندے کا فعل اضطراری غیر ارادی ہے تو وہ کیسے حسن وقبح سے عقلاً موصوف ہوسکتا ہے،امام ابوالحسن اشعری نے یہ تصریح کی ہے کہ بندہ تو صرف فعل کا محل ہے اور بس،اور امام فخر الدین اور علامہ سعدالدین جیسے بڑے اشاعرہ نے آخری دور میں تصریح کی ہے کہ نتیجۃً جبر لازم ہے اور بندہ مختار کی صورت میں مجبور ہے اور ملا علی قاری نے منح الروض میں ان کی اتباع کرتے ہوئے اسی کو انصاف قرار دیا ہے،اور یہ بات قطعًا اجماعی اور سماعی طور پر معلوم ہے کہ بندے کو ایجاد میں کوئی دخل نہیں ہے تو اس کا ارادہ اس کے قول کی طرح صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی مخلوق ہے اب صرف ارادے کا فعل سے تعلق باقی ہے جس کو قصد کا نام دیا جاتا ہے تو اس کے لئے انہوں نے کہا ہے کہ اس پر اللہ تعالٰی نے بندے کو قادر فرمایا ہے اور یہ قصد کسی شئے کے خلق میں دخیل نہیں ہے جیسا کہ تو معلوم کرچکا ہے تو اس باب میں ہمارے سادات احناف کا یہ نزاع ہے۔لیکن میرا معاملہ تو وہ ہے جو میں نے اپنی کتاب الدولۃ المکیہ کے حاشیہ الفیوض الملکیہ میں ذکر کردیا ہے کہ میں اس گہرائی میں نہیں پڑتا، میرا تو صرف وہ ایمان ہے (وللّٰہ الحمد) جس کو قرآن نے

واجمع علیه الفریقان، شهدت به البداهة وادی الیه البرهان، ان لاجبرولاتفویض ولکن امر بین امرین، (وسرت اسرد فیه الکلام الی ان قلت) فالتکلیف حق، والجزاء حق، والحکم عدل، و الاعتراض کفر، والاستبداد ضلال، والتحج رجنون، والجنون فنون، ولا حجة لاحد علی اللہ تعالٰی مهما فعل وللہ الحجة البالغة، لایسئل عما یفعل وهم یسئلون، فهٰذا ایماننا ولانزید علیه وان سئلنا عما ورائه قلنا لا ندری ولاکلفنا به ولا نخوض بحرا لانقدر علی سباحته نسأل اللہ الثبات علی دین الحق وسذا جته، والحمد للہ رب العٰلمین اھ[1]

وثالثًا: الخلق لغة وعرفا وشرعا هوالایجاد بالاختیار، قال تعالٰی "اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ"[2]، فافادان العلم لازم للخلق وذٰلك هوالایجاد بالقصد فان الموجب لایجب ان یعلم الموجب من جهة کونه موجبا

ثابت کیا، جس پر دونوں فریق متفق ہیں، جس پر بداہت شاہد ہے اور جس پر دلیل وبرہان نے آگاہی دی ہے کہ نہ جبر ہے نہ تفویض ہے بلکہ ان دونوں چیزوں کے بین بین ایک امر ہے، میں نے اپنا کلام جاری رکھتے ہوئے آخر میں یہ کہا کہ تکلیف حق ہے، جزاء حق ہے اور حکم عدل اور انکار کفر ہے، بندہ کو مستقل بنانا گمراہی ہے اور اس کو پتھر بنانا جنون ہے اور جنون کئی قسم ہے اور اللہ تعالٰی جو کرتا ہے اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، کامل حجت اللہ تعالٰی کی ہے وہ جو کرے اس پر اعتراض نہیں، لوگ جو کریں ان سے پوچھ ہوگی، پس ہمارا تو یہ ایمان ہے اور بس، اس سے زائد کوئی ہم سے سوال کرے تو کہہ دیں گے، کہ ہم نہیں جانتے اور نہ ہم اس کے مکلّف ہیں، ہم اس سمندر میں غوطہ زن نہ ہونگے جس میں تیراکی نہیں کرسکتے، ہم تو اللہ تعالٰی سے اس کے دین پر ثابت قدمی اور سادہ فہمی کی دعا کرتے ہیں والحمدللہ رب العالمین اھ

ثالثًا: لغت، عرف اور شرع میں خلق کا معنٰی "اختیار سے کسی چیز کو ایجاد کرنا" ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے **الایعلم من خلق** یعنی کیا تخلیق کرنے والا علم نہیں رکھتا، تو اس آیہ کریمہ نے یہ فائدہ دیا کہ خلق کو علم لازم ہے جبکہ یہی ایجاد بالقصد ہے، اس کے برخلاف موجب کے لئے ضروری نہیں کہ وہ موجب ہونے کی حیثیت سے موجب کو جانے،

[1] الفیوضات الملکیة تعلیقات الدولة المکیة مطبعة اہل السنة والجماعت بریلی ص ۲۲
[2] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

وان علم علمه من جهة اخری واما ما نوزع فیه بان الدلالة بالتتمة "وَهُوَاللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ"[1]، فاقول: کونه لطیفا خبیرا کاف فلولم یکف للخالقیة لکان اقحام من خلق مستدرکا،علی انه قد تواتر من القراء الوقف علی من خلق فهی جملة مستقلة ولا توقف لها علی مابعدها والحق ان الکل دلیل مستقل، فلوکان قصدنا بخلقنا لکان بقصد نا وکل احد یعلم من وجدانه انما یرید الفعل لاانه یرید ان یرید ثم یرید۔	اگر وہ اسے جانے گا تو دوری جہت سے جانے گا اور یہ نزاع کہ علم پر اس آیہ کریمہ کا تتمہ دلالت کررہا ہے تو **میں کہتا ہوں** کہ اللہ تعالٰی کا لطیف و خبیر ہونا خالقیت کے لئے کافی ہے اور اگر یہ خالقیت کیلئے کافی نہ ہو تو پھر اس آیہ کریمہ کے درمیان "**من خلق**"کا ذکر زائد قرار پائے گا،اس کے علاوہ قراء حضرات کا"**من خلق**"پر وقت تواتر سے منقول ہے لہٰذا یہ مستقل جملہ ہے جس کا معنٰی مابعد پر موقوف نہیں ہے،اور حق تو یہ کہ یہ دونوں جملے خالق کے عالم ہونے پر مستقل دلیل ہیں تو اگر ہمارا قصد ہمارے خلق سے ہو تو وہ بھی ہمارے قصد سے ہوگا اور ہر ایک اپنے وجدان سے جانتا ہے کہ یہ فعل کا قصد اور ارادہ ہے نہ کہ یہ ارادے کا ارادہ ہے اور پھر اس ارادے کے لئے ارادہ کرنا ہوگا(تو اگر یہ قصدوارادہ فعل کیلئے نہ ہوبلکہ ارادے کے لئے ہو تو یوں ارادہ درارادہ سے تسلسل لازم آئے گا)
ورابعًا،لایخالف ملاً حتی المعتزلی ان الارادة الکلیة فینا لیس بخلقنا بل خلق ربنا خالق القول والقدر، فلا یکون لنا ان کان الاالقصد الجزئی۔	**رابعًا**،کوئی گروہ حتی کہ معتزلہ حضرات بھی اس بات سے انکاری نہیں ہیں کہ ہمارا کلی ارادہ ہمارا خلق نہیں ہے بلکہ یہ ارادہ کلیہ ہم میں اللہ تعالٰی کا خلق ہے،اور ہمارا رب خالق قول اور خالق قدر ہے،تو یہ ارادہ کلیہ ہمارا خلق نہیں،اگر ہمارا ہے تو صرف جزئی ارادہ ہے۔
اقول: ولیست کلیة الارادة المخلوقة فی عبدانها نوع تحته افراد بل هی صفة شخصیة قائمة بشخص وانما کلیتها بمعنی الاطلاق	**اقول**: (میں کہتا ہوں) بندے میں پیدا شدہ ارادہ اس معنی میں کلیہ نہیں کہ اس کے تحت کئی افراد ہوں بلکہ یہ ایک صفت ہے جو شخصی ہے اور ایک شخص سے قائم ہے،اس ارادے کی کلیت اس معنی میں ہے کہ یہ ارادہ تمام

[1] القرآن الکریم ۶۷/ ۱۴

عن التعلقات فکلما تعلقت بمقدور معین سمیت جزئیة .فما القصد الجزئی الاخصوص تعلق تلك الصفة الشخصیة بفعل شخصی والتعلق امر اضافی لاوجودله فی الاعیان فان اسند الی العبد لم یکن فی شیئ من الخلق فلم عدلتم عن قول الحنیفة وملتم الی تخصیص النصوص۔ وخامسًا عـــه هب ان القصد بالقصد	تعلقات سے خالی ہے توجب اس کا تعلق کسی جزئی اور معین مقدور سے ہوتا ہے تو وہی ارادہ جزئی کہلاتا ہے لہٰذا جزئی قصد وارادہ صرف اسی معنٰی میں ہے کہ اس شخصی صفت کا شخصی فعل سے خصوصی تعلق ہوتا ہے جبکہ یہ تعلق ایک نسبت و اضافت ہے جس کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے، لہٰذا اگر اس قصد جزئی کو بندے کی طرف منسوب کیا جائے تو کسی بھی چیز کا خلق نہ ہوگا (کیونکہ یہ خاص تعلق ہے جس کا کوئی وجود نہیں ہے) تو آپ حضرات نے کس خاطر احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول سے اعراض کیا اور کیوں نصوص میں تخصیص کا تکلف کیا۔ **خامسًا**، تسلیم کرلیں کہ قصد وارادہ کے لئے

عـــه: **اقول** وهنا دلیلان اٰخران یمکن له الجواب عنهما۔ **سادسًا**: "وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ" [1] فمشیتنا لیست بمشیتنا بل بمشیة ربنا۔ **سابعًا**: ورد مرفوعا وانعقد اجماع المسلمین علی قولهم ماشاء الله	**اقول** (میں کہتا ہوں) یہاں دو دلیلیں اور ہیں، ان کا جواب ممکن ہے، پہلی سادسًا اور دوسری سابعًا ہے۔ **سادسًا**، اللہ تعالٰی کے ارشاد "تم نہیں چاہو گے سوائے اس کے کہ اللہ تعالٰی چاہے" کی رو سے ہماری کوئی مشیت نہیں ہے اگر ہے تو اللہ تعالٰی کی مشیت سے ہے (توبندے کا مجبور ہونا ثابت ہے) **سابعًا**، مرفوع حدیث اور اجماعِ مسلمین سے ثابت ہے کہ یہ مسلم قول ہے جو اللہ تعالٰی چاہے گا وہ (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] القرآن الکریم ۷۶ /۳۰

فلابد من الانتهاء الی قصد لیس بالقصد والا تسلسل فی الاعیان لانه وجودی عندکم، واذا انتهی الامر الی الایجاب انتهٰی الاختیار لزم القرار علی ماکان منه الفرار ماقولهم الوجوب بالاختیار لا ینافی الاختیار بل یحققه، **اقول**:لیس هذا وجوبا بالاختیار بل اختیار بالوجوب ای لایستطیع ان لا یختار وهو ینافی الاختیار بمعنی التمکن من الترك قطعًا فیعود المحذور وارداعلی القائلین بالتاثیر فی الحال ایضاولا محیص بماقالوا

بھی قصد ضروری ہے تو لازمًا آخر میں ایسا قصد ہوگا ورنہ تو خارج میں تسلسل کا وجود لازم آئے گا کیونکہ تمہارے ہاں قصد وجودی چیز ہے، توجب آخر میں قصد خود بخود بغیر قصد پایا گیاتو یہ بطور ایجاب ہوگااور اختیاری نہ ہوگا یہی وہ جبر ہے، تو نے جس سے فرار اختیار کیا وہی پیش آیا، لیکن یہاں ان کا یہ کہنا کہ یہ وجوب بالاختیار ہے جو اختیار کے منافی نہیں بلکہ اس کے بندے کا اختیار ثابت ہوتا ہے، **اقول**: (میں کہتا ہوں) یہ وجوب بالاختیار نہیں بلکہ اختیار بالوجوب ہے یعنی بندہ کو اس کے اختیار نہ کرنے کی استطاعت نہ ہوگی، یہ تو قطعاً اختیار بمعنی قدرت ترک کے منافی ہے توخرابی کا عود لازم آیا جو بندے کے لئے حال میں تاثیر کے قائل ہیں ان پر بھی یہ اعتراض وارد ہوگا، اور ان کا یہ کہنا کہ قصد اعتباری چیز ہے جس میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کان ومالم یشاء لم یکن فلولم یشاء مشیتنالما کانت لکن کانت فقد شاء ها والجواب عنهما مشیتنا بمشیتنا لمشیته ان تکون بمشیتنا ویخص الاول ان المعنی لاتشاؤن شیئا من افعالکم الاماشاء الله ان یخلقه عند مشیتکم ۱۲منه۔

ہوگا اور جو نہ چاہے گا نہ ہوگا، تو اگر اللہ تعالٰی ہماری مشیئت کو نہ چاہے تو نہ ہوگی، لیکن ہماری مشیئت پائی جاتی ہے لہٰذا اللہ تعالٰی نے اس کی مشیئت فرمائی ہے(تو بندے کے لئے جبر ثابت ہے) دونوں دلیلوں کاجواب یہ ہے کہ ہماری مشیئت کا وجود ہماری مشیئت سے ہے کہ اللہ تعالٰی کی مشیئت ہے کہ بندے کی مشیئت پائی جائے، اور پہلی دلیل میں آیہ کریمہ میں تخصیص یوں ہوگی تم اپنے افعال سے کچھ نہ چاہوگے مگر جب اللہ تعالٰی تمہاری مشیت سے اس کو پیدا کرنا چاہے گا ۱۲منہ (ت)

ان القصد اعتباری فلیتسلسل وذٰلك لانه فی المبدء محال ولوفی الاعتباریات **اقول** لان سر تجویزه هو انقطاعه بانقطاع الاعتبار وھٰهنا حیث انقطع انقطع ماتحته لانعدام العلة فینعدم الفعل. ولابان قصد القصد عین القصد فان المحتاج کیف یکون عین المحتاج الیه ولا بانه عدمی فلایحتاج الی مؤثر فان کل متجدد لاغناء له عن مؤثر ولو عدمیا کالعمی ولابان اختیار المختار لایعلل کایجاب الموجب، **اقول** نعم لایسأل لم خصص ھذا لاذاك کما حققته فی رسالة"الافهام المصحح للترجیح بدون مرجح"التی الفتها بعد ورود ھذاالاستفتاء امانفس التخصیص فمتجدد ولیس له عن المؤثر محیص، فان قال الکل لانرید بالاختیاری الامایقع بالاختیار او عند الاختیار وان لم یکن الاختیار بالاختیار	تسلسل ہو سکتا ہے (یہ قول بھی اس اعتراض سے ان کو نجات نہیں دے سکتا) کیونکہ اس تسلسل کے مبدء میں (بلاقصد ہونا) ایک محال چیز ہے اگرچہ یہ اعتباری چیزوں کا تسلسل بھی ہو **اقول**: (میں کہتا ہوں) اعتباریات میں تسلسل کے جواز کا قول اس بنیاد پر تھا کہ یہ اعتبار کے انقطاع سے منقطع ہو جاتا ہے تو یہاں جب اعتباری قصد منقطع ہوگیا تو تسلسل بھی ختم ہوگیا کیوں کہ علت (قصد) جب ختم ہو گئی تو فعل ختم ہو جائے گا، اس تسلسل کے جواز کی بنیاد یہ نہیں کہ قصد کا قصد عین وہی قصد ہوتا ہے کیونکہ یہ غلط ہے اس لئے دوسرا قصد پہلے کی طرف محتاج ہے اور پہلا محتاج الیہ ہے تو محتاج کا عین محتاج الیہ ہونا کیونکر ہو سکتا ہے، اور اس کے جواز کی بنیاد یہ بھی نہیں، کہ قصد عدمی ہے تو عدمی کسی مؤثر کا محتاج نہیں ہوتا، یہ اس لئے غلط ہے کہ قصد متجدد ہوتا ہے تو متجدد چیز مؤثر سے مستغنی نہیں ہو سکتی اگرچہ وہ متجدد عدمی ہو، جیسا کہ بینانہ ہونا، اور اس کے جواز کی وجہ یہ بھی نہیں کہ مختار کے اختیار کے لئے کسی اور علت کی ضرورت نہیں، جیسا کہ موجبِ کے ایجاب کے لئے ضرورت نہیں، **اقول** یہ اس لئے غلط ہے کہ مختار کے اختیار سے تخصیص ہوتی ہے تو اس تخصیص کے متعلق وجہ نہیں پوچھی جا سکتی کہ اس کو کیوں خاص کیا یا اسکو کیوں خاص نہ کیا مختار کو اختیار تخصیص کی تحقیق میں نے اپنے رسالہ **الافهام المصحح للترجیح بدون المرجح** میں کی ہے جس کو میں نے اس استفتاء کے بعد تالیف کیا ہے لیکن

قلنا ان دفع قول الاشعری ان فعل العبد اضطراری ولکن این المحیص من ثبوت الحجة للعبد فی المعاصی فانه یقول ماخلقت وانما قصدت وماکان قصدی ایضًا باختیاری فماذنبی، **واعلم** ان الکلام ھٰھنا ینجر الی حویصة اخری امر وادھی، لاتنحل بانامل الافکار الابتوفیق العزیز الغفار ولعصوبة ھذا سکت عنه مثل السید الشریف فی موضعین من شرح المواقف والتزم مصیبته البحر فی الفواتح والعیاذ باللّٰه تعالٰی وتتبعت کلمات المتکلمین و الاصولیین من جمیع مظان ھذا البحث الیھا فاجتمعت لی منھا ثمانیة اجوبة لاغناء فی شیئ منھا ثم المولٰی سبحٰنه وتعالٰی فتح بفضله وھدانی للجواب الحق کما اوردت کل ذٰلك فی رسالتی "تحبیر الحبر بقصم الجبر ۱۳۲۹ھ" التی الفتھا بعد ورود ھذا الاستفتاء قبل ان انھی الجواب عنه فنکل ھذا البحث قبل ان انھی الجواب عنه فنکل ھذا البحث الیھا ونفیض فیما کنا فیه فنقول لھم تبین ان

نفسِ تخصیص تو متجدد ہے جس کو مؤثر سے غنٰی نہیں، اور تمام مذکور حضرات یہ کہیں کہ اختیاری سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ مختار سے یا اختیار پر صادر ہوا اگرچہ وہ اختیار اختیاری نہ ہو، تو ہم کہیں گے کہ یہ بات اگرچہ اشعری کے اس قول کے لئے دافع ہوجائیگی کہ بندے کا فعل اضطراری ہے، لیکن قیامت کے روز گناہوں پر جواب طلبی کے وقت بندے کی اس حجت، کہ میں نے گناہ کے فعل کی تخلیق نہ کی صرف قصد کیا، اور میرا قصد اختیاری بھی نہ تھا تو گناہ میرا کیسے ہوگیا، کا جواب کیسے بنے گا تو خلاصی نہ ہوئی، اور معلوم ہونا چاہئے کہ یہاں کلام ایک نئی مشکل میں پڑگیا ہے جو مشکل ترین ہے اور اللہ تعالٰی العزیز الغفار کی توفیق کے بغیر افکار کے ذریعہ حل نہیں ہوسکتی بحث کی اس صعوبت کی بناء پر سید شریف نے شرح المواقف کے دو مقام پر خاموشی اختیار کرلی، اور بحر العلوم نے فواتح میں اس کو مصیبت تسلیم کیا ہے، **والعیاذ باللّٰه تعالٰی**، اس معاملہ میں متکلمین اور اصولیین کے مواقعِ بحث کی میں نے چھان بین کی تو مجھے وہاں سے آٹھ جواب ملے جن سے کوئی تسلی بخش اطمینان نہ ملا، پھر مولٰی تعالٰی نے اپنے فضل اور رہنمائی سے حق جواب کا راستہ کھول دیا، جیسا کہ میں نے اس تمام بحث کو اپنے رسالہ "تحبیر الحبر بقصم الجبر" میں لایا ہوں، اس رسالہ کو میں نے اس استفتا کے ورود کے بعد اور اس کے جواب کو مکمل کرنے سے قبل تالیف کیا ہے، تو میں اس بحث کو اس کے سپرد کرتا ہوں اور اپنی جاری کلام میں چل رہا ہوں، تو ہم ان سے

ما زعمتم ان الحاجة تندفع به فماحملکم علٰی تخصیص النصوص،وانت تعلم ان ھذا کما یکفی للرد علی المحقق رحمه الله تعالٰی کذٰلك لرد کل مایدعی العبد خالقاله من فعل اوعزم اوغیر ذٰلك للخلاص من ھذہ الورطة الظلماء،فان الکلام یجری فی الکل،ولایزال یتسلسل الابالانھاء الی الالجاء، وھذامانقل فی شرح المقاصد وغیرہ عن المحققین ان المآل ھوالجبر فثبت بالبرھان اسناد خلق شیئ ماالی العبد مع کونه مخالفًاللقراٰن العظیم والاجماع القدیم والدین القویم لایسمن ولایغنی من جوع، فوجب حمل کلام الله تعالٰی علٰی عمومه والایمان بان لاخالق الاالله تعالٰی،ثم البداھة شاھدة بالفرق بین البشروالحجر فلاجبر ولا تفویض ولکن امربین امرین، ولا یلزم للعلم بحقیقة شیئ العلم بحقیقته کما بینته فی"ثلج الصدر لایمان القدر"وھذا ھو العلم الموروث عن رسول الله صلی الله تعالٰی	گزارش کررہے ہیں کہ واضح ہوچکا ہے کہ تمہاری مجبوری والی حاجت اس سے ختم ہوگئی ہے تو پھر کس لئے تم نصوص کی تخصیص کررہے ہو۔آپ جانتے ہیں کہ جس طرح یہ بیان محقق رحمہ اللہ تعالٰی کے رد کے لئے کافی ہے اسی طرح ان تمام لوگوں کے رد کے لئے کافی ہے جو بندے کو فعل یا عزم وغیرہ کیلئے خالق ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اس اندھیری نگری سے خلاصی دینے کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ کلام تمام لوگوں کے موقف پر جاری ہوتا ہے اور یہ سلسلہ کلام جاری رہے گا تاوقتیکہ جبر تک انتہا نہ ہوجائے،اور یہی کچھ ہے جو شرح المقاصد وغیرہ میں محققین سے منقول ہے کہ باالآخر معاملہ جبر پر ختم ہوتا ہے،تو برہان سے ثابت ہوگیا ہے کہ بندے کی طرف کسی چیز کے خلق کو منسوب کرنا باوجودیکہ،قرآن قدیم،اجماع اور دین قویم کے مخالف ہے،نہ کسی طرح مفید ہے اور نہ ہی کسی حاجت میں کارآمد ہے،تو ضروری ہے کہ اللہ تعالٰی کے کلام کو اس کے عموم پر محمول کیا جائے اور اللہ تعالٰی کے سوا کسی کے خالق نہ ہونے پر ایمان رکھا جائے،پھر بداہت اس بات پر شاہد ہے کہ بشر اور حجر میں فرق ہے لہٰذا جبر کا قول نہ کیا جائے اور نہ ہی تفویض کی بات کی جائے بلکہ ان دونوں کے درمیان معاملہ ہے،اور کسی چیز کے حق ہونے کے علم سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی حقیقت کا علم ہوجائے جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ "ثلج الصدر لایمان بالقدر" میں بیان کیا ہے یہی وہ علم ہے

<table>
<tr>
<td>
علیه وسلم ومن رام فوقه فانما یروم خرط القتاد۔
اقول: ومن الدلیل القاطع علی بطلان کل کلام ارید به حل هذه العقدة ما تواتر عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من نهیه الامة حتی اجلة صحابة الکرام الذین کانوا اعقل واعلم وافهم من کل من بعدهم عن الخوض فیه وقد اخرج الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ثوبان رضی الله تعالٰی عنه مولٰی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال اجتمع اربعون من الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ینظرون فی القدر والجبر فیهم ابوبکر وعمر رضی الله تعالٰی عنهما، فنزل الروح الامین جبرئیل علیه الصلٰوة والسلام فقال یا محمد اخرج علی امتك فقد احدثوا، فخرج صلی الله تعالٰی علیه وسلم ملتمعا لونه متوردة وجنتاه کانما تفقأ بحب الرمان الحامض، فنهضوا الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم حاسرین اذرعهم ترعد اکفهم واذرعهم، فقالوا
</td>
<td>
جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے اور جو شخص اس سے زائد کا متلاشی ہے وہ ناممکن کا متلاشی ہے۔
اقول: (میں کہتا ہوں) اس پیچیدہ بحث میں ہر کلام کے بطلان پر ایک قاطع دلیل وہ ہے جو تواتر کے ساتھ حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام سے منقول ہے کہ آپ نے اپنی امت حتی کہ اجلہ صحابہ کرام جو کہ اپنے بعد والے لوگوں سے ہر طرح زیادہ عقل، زیادہ علم اور زیادہ فہم والے تھے، کو اس خطرناک بحث سے منع فرمایا چنانچہ امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ جو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے آزاد کردہ تھے، سے روایت کیا کہ چالیس صحابہ کرام جن میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے جمع ہو کر جبر وقدر میں بحث کرنے لگے تو روح الامین جبرائیل علیہ الصلٰوۃ والسلام حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے دربار میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم! آپ باہر اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں انہوں نے ایک نیا کام شروع کر دیا ہے، تو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام باہر اس حال میں تشریف لائے کہ غصہ سے آپ کا چہرہ مبارک سرخی میں اس طرح نمایاں تھا جیسے سرخ انار کا دانہ آپ کے رخسار مبارک پر نچوڑا گیا ہو، تو صحابہ کرام حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کی اس کیفیت کو دیکھ کر کھلے بازو حضور علیہ الصلٰوۃ والسلام کے استقبال
</td>
</tr>
</table>

تبنا الی اللہ ورسولہ،فقال اولٰی لکم ان کدتم لتوجبون، اتانی الروح الامین فقال اخرج الی امتك یامحمد فقد احدثت[1] اھ افتری ان ھذا الغضب الشدید والنھی الاکید کان لان ابابکر وعمر وسائر الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم لم یکونوا اھلالان یعرفواکلمۃ سھلۃ خفیفۃ ان العزم لکم والباقی لربکم اوغیر ذٰلك ممایزعمہ زاعم کلابل ھو دلیل قاطع علی ان الامر سر لاتبلغہ العقول ولایحیط بہ البیان،وان لاخیر للامۃ فی کشفہ علیھم والالماضن اللہ بہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالحق الناصع ماعلیہ ائمۃ السلف ان الامر بین لاولا ولا مصدر لنا الاٰن فوق ذٰلك ومانحن من المتکلفین الحمدللہ رب العٰلمین

کے لئے آگے بڑھے درانحالیکہ ان کے ہاتھ اور بازو کانپ رہے تھے اور عرض کی ہم نے اللہ تعالٰی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دربار میں توبہ پیش کی توآپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایاقریب تھاکہ تم اپنے پر جہنم کوواجب کرلیتے، میرے پاس جبرائیل امین تشریف لائے اور کہا کہ آپ باہر امت کے پاس جائیں انہوں نے حادثہ کردیا ہے، الخ،آپ نے یہ شدید غضب اورپُرتاکید نہی دیکھ لی اور کیا یہ اس وجہ سے تھی کہ ابوبکر اور عمر فاروق و دیگر صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین معمولی سی اس بات کو سمجھنے کے اہل نہ تھے کہ عزم بندے کاخلق ہےاور باقی سب اللہ تعالٰی کی مخلوق ہے یا جیساکہ گمان کرنے والوں نے یہ گمان کیاہر گزہرگز یہ بات نہ تھی بلکہ یہ اس بات پر قطعی دلیل تھی کہ جبر وقدر کا معاملہ ایک راز ہے جس تک عقلوں کی رسائی نہیں اور جس کو احاطہ بیان میں نہیں لایا جاسکتااور اس راز کو عیاں کرنے میں امت کے لئے بھلائی نہیں ورنہ اللہ تعالٰی اور اس کارسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے بیان پر بخیل نہ تھے،توخالص حق وہی ہے جس پر ائمہ سلف قائم رہے کہ یہ معاملہ نہ جبر ہے نہ قدر ہے بلکہ دونوں کے درمیان ایک امر ہے جس کو اب تک ہم پر اس سے زائد واضح نہیں کیا گیااور نہ ہی ہم تکلف میں مبتلاہوں گے،الحمدرب العٰلمین۔(ت)

[1] العجم الکبیر حدیث ۱۴۲۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۵و۹۶

بالجملہ یہ بحث کہ نصوص کے خلاف، اجماع کے خلاف، اشعریہ کے خلاف، حنفیّہ کے خلاف، وجدان کے خلاف، برہان کے خلاف، کیا عقیدہ اہلسنت ہو سکتی ہے، یا امام ابن الہمام کا یہ عقیدہ ہے حاش للہ، **عقیدہ** وہی ہے جو خود ہمارے رب عزوجل نے فرمایا: "**هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللهِ**"[1] (کیااللہ تعالٰی کے بغیر کوئی خالق ہے۔ت) اور فرمایا: "**اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ**"[2] (صرف اسی کے لئے خلق اور امر ہے۔ت) اور فرمایا: "**اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ**"[3] (توکیا پیدا کرنے والا اس کی طرح ہے جو پیدا نہیں کرتا۔ت) اور فرمایا: "**لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ**"[4] (وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے جبکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ت)

عقیدہ وہی ہے جو خود امام ابن الہمام نے اسی اصل کے آغاز میں لکھا کہ **ان اللہ لاخالق سواہ**[5] (بیشک اللہ تعالٰی کے سوا کوئی خالق نہیں۔ت)

عقیدہ وہی ہے جو خود امام ممدوح نے اسی کتاب مسایرہ کے آخر میں لکھا، جہاں عقائد اہلسنت کی فہرست دی اور تادمِ مرگ اس پر اپنے ثابت قدم رہنے کی دعا کی کہ فرماتے ہیں:

ولنختم الکتاب بایضاح عقیدۃ اھل السنۃ و الجماعۃ، وھی انہ تعالٰی واحد لاشریك لہ، منفرد بخلق الذوات وافعالھا،[6] (الٰی ان قال علیہ رحمۃ ذی الجلال) واللہ سبحٰنہ نسألہ من عظیم جودہ وکبر منہ ان یتوفانا علٰی یقین ذٰلك مسلمین انہ ذو الفضل العظیم، وھو	ہم اپنی کتاب کو اہلسنت وجماعت کے عقیدہ کی وضاحت پر ختم کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی واحد لاشریک ہے وہ ذات اور افعال کے پیدا کرنے میں منفرد ہے، اور ان رحمہ اللہ تعالٰی نے آخر میں یوں فرمایا، اور اللہ سبحانہ وتعالٰی کے جودو کرم اور اس کی کبریائی سے ہم سوالی ہیں کہ وہ ہمیں اس پختہ یقین حالت اسلام میں وفات نصیب فرمائے، وہ بڑے فضل والا ہے، اور وہی

[1] القرآن الکریم ۳۵/ ۳

[2] القرآن الکریم ۷/ ۵۴

[3] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۷

[4] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۰

[5] المسایرۃ متن المسامرۃ العلم بانہ تعالٰی لاخالق سواہ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص۹۶

[6] المسایرۃ متن المسامرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدہ اہلسنت المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص۳۹۰

حسبنا ونعم الوکیل،ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم [1]۔	ہمیں کافی ہے اور بہترین وکیل ہے،ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔(ت) **عقیدہ** وہ ہے جو امام صدر الشریعۃ کی توضیح سے گزرا، (یہ رسالہ ناقص ملا)

مسئلہ ۷۵: از ڈیرہ غازی خاں، بلاک ۱۲، مرسلہ مولوی احمد بخش صاحب　　۲۱ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

حضرت ملک العلماء والفضلاء ثقتی رجائی **ادام اللہ تعالٰی ظلہ علی رؤس المستفیضین**! نیاز بے انداز وشوقِ زیارت کے بعد جن کا کوئی حد وانداز نہیں، گزارش، میں دیوبندیوں کو امکان کذب کے متعلق سخت مبغوض اور ملحد جانتا تھا ان ایام میں جہد المقل مؤلفہ محمود حسن دیوبندی کا اتفاقِ مطالعہ ہوا تو عقلی دلائل کی پرواہ نہ کرکے کتب معتبرہ کی نقول وروایات جو اس میں موجود ہیں سخت مخالف عقیدہ خود ثابت ہوئی ہے، سوا اس کے کوئی چارہ نہ ملا کہ حضور کی خدمت میں دریافت کرنے سے یہ مشکل حل ہو، اگر کوئی جہد المقل کا جواب مفصل یا کوئی اور تسلی بخش رسالہ یا کتاب چھپی ہو تو کسی خادم کے نام حکم فرماکر کہ وی پی بھیج دیں ممنون فرمائیں، ورنہ مجھے مطمئن فرمادیں کہ شرح مقاصد وشرح مواقف وشرح طوالع ومسائرہ وغیرہ کتبِ کثیرہ کی عبارات کا کیا جواب ہے جن میں صاف طور پر موجود ہے کہ خدائے پاک جل شانہ سے صدور قبائح ممکن ہے، **فقط**۔

الجواب:

بملاحظہ **مولٰینا المکرم ذی المجد الاتم والفضل والکرم دامت معالیہ وبورکت ایامہ ولیالہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،**

نامی نامہ بریلی سے واپس ہوکر یہاں آیا، فقیر ۱۲ ربیع الاول شریف کی مجلس مبارک پڑھ کر شام سے سخت علیل ہوا کہ ایسا مرض کبھی نہ ہوا تھا، میں نے وصیت نامہ لکھوادیا، بارے بحمدہٖ تعالٰی مولٰی عزوجل نے شفا بخشی ولہ الحمد۔ اسی دوران میں آپ کا قصیدہ حمیدہ نعتیہ آیا تھا مجھ میں دیکھنے کی قوت کہاں تھی وہ کاغذات میں مل گیا اور مہینوں گم رہا، مجھے زیادہ ندامت اس کی تھی کہ جناب نے تحریر فرمایا کہ اس کا مثنی یہاں نہیں، اب **الحمد للہ** مہینوں کے بعد مل گیا، زوال مرض کو مہینے گزرے مگر جو ضعف شدید اس سے پیدا ہوا تھا اب تک بدستور ہے۔ فرض و وتر اور صبح کی سنتیں بدقت کھڑے ہوکر پڑھتا ہوں باقی سنتیں بیٹھ کر۔ مسجد میرے دروازے سے دس بارہ قدم ہے وہاں تک چار آدمی کرسی پر بٹھا کرلے جاتے اور لاتے، اور باقی امراض کہ کئی برس سے کاللازم ہیں بدستور ہیں، کبھی ترقی کبھی تنزل،

والحمدللہ علٰی کل حال واعوذ باللہ من حال اھل النار۔	تمام تعریفیں ہر حال میں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور دوزخیوں کے حال سے میں اللہ تعالٰی کی پناہ مانگتا ہوں (ت)

[1] المسایرۃ متن المسامرۃ ختم المصنف کتابہ ببیان عقیدۃ اہلسنت اجمالاً المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳۹۵

حاش للہ استغفر اللہ معاذ اللہ یہ بطور شکایت نہیں بلکہ صرف معذرت کیلئے اظہار واقعیت، اس کی وجہ کریم کو حمد ابدی ہے بعزتہ وجلالہ سر سے پاؤں تک ایک ایک رونگٹے پر کروڑوں بے شمار نعمتیں ہیں لاکھوں بے حساب عافیتیں ہیں۔

ولہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی ملأ السمٰوٰت وملأ الارض وملأ ماشاء من شیئ بعد والحمد للہ رب العالمین۔	حمد اسی کے لئے ہے ایسی حمد جو بہت زیادہ پاک، برکت والی ہے جیسے ہمارا رب چاہے آسمان بھر، زمین بھر اور ہر وہ شیئ بھر جو وہ چاہے، اور تمام تعریفیں اس معبود کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (ت)

ان حالات میں شدت گرما سے گھبرا کر رمضان شریف کرنے اور گرمیاں گزارنے ۲۹ شعبان سے یہاں پہاڑ پر آیا، طالب دعا ہوں، یہ کمزوری یہ قوت ضعف یہ علالتیں پھر میری تنہائی اور اس پر اعدائے دین کا چاروں طرف سے نرغہ، اسی کی پھر اس کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدد ہے کہ برابر دفع اعداءِ دین ودشمنانِ اسلام میں وقت صرف ہوتا ہے،

تقبل المولٰی بکرمہ ولہ الحمد علی نعمہ۔	مولا تعالٰی اپنے کرم سے قبول فرمائے اور اس کی نعمتوں پر اسی کے لئے حمد ہے (ت)

یہاں آکر بھی پانچ رسالے رد خبثاء میں تصنیف ہو چکے ہیں اور چھٹا زیرِ تصنیف ہے۔ یہ سوال کہ جناب نے فرمایا مدت ہوئی اس کے جواب میں بھی ایک مستقل رسالہ "القمع المبین لآمال المکذبین" تصنیف کر چکا ہوں جو میرے رسالہ "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح" کے آخر میں طبع ہونا شروع ہوا تھا مگر افسوس کہ اب تک پورا نہ چھپا، میں مطبع کو لکھتا ہوں کہ وہ جس قدر بھی چھپا ہے حاضر خدمت کرے۔ اجمالاً یہاں بھی دو حرف گزارش کروں کہ جناب جیسے فاضل کامل کے لئے بعونہ عزوجل کافی ووافی ہوں گے۔ ان عبارتوں کے جواب کو اربابِ دین وانصاف کے لئے بحمدہٖ تعالٰی ایک نکتہ بس ہے۔ عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون، یا تراجم ابواب وفصول، یا فہرست وفذ بلکہ عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہ ہی خود ان علماء کا دین معتمد ہوتا ہے۔ ہنگامِ ذکر دلائل وابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمناً لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود انکا اعتقاد ہے، اور تو اور خود سب سے اعلٰی واجلٰی مسئلہ توحید میں ملاحظہ فرمائیے۔ اس کلام محدث میں اس کے دلائل پر کیا کیا نقض وارد کئے ہیں۔ دلائل عقلیہ بالائے طاق رکھئے خود برہان قطعی یقینی ایمانی قرآنی:

"لَوْ کَانَ فِیْہِمَآ اٰلِہَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا" [1]۔	اگر زمین وآسمان میں اللہ تعالٰی کے سوا اور خدا ہوتے تو ضرور تباہ ہو جاتے (ت)

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۲۲

پر کیا کچھ شور و شغب نہ ہوا، حتی کہ علامہ سعد الدین تفتازانی نے اسے محض اقناعی لکھ دیا جس پر نوبت کہاں تک پہنچی، کیا معاذ اللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کو توحید پر ایمان نہیں یا اس میں کچھ شک ہے، نہیں یہ صرف طبع آزمائیاں اور بحث و مباحثہ کی خامہ فرسائیاں ہیں، جو گمراہوں کے لئے باعثِ ضلال و دستاویز اضلال ہو جاتی ہیں، اور اہل متانت و استقامت جانتے ہیں کہ:

"مَاضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ "[1]۔	انہوں نے تم سے یہ نہ کہی مگر ناحق جھگڑنے کو بلکہ وہ ہیں جھگڑالو لوگ (ت)

ولہٰذا ائمہ دین و کبرائے ناصحین ہمیشہ سے اس کلام محدث کی مذمت اور اس میں اشتغال سے ممانعت فرماتے آئے یہاں تک کہ سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

من طلب العلم بالکلام تزندق[2]۔	جس نے علم کلام حاصل کیا وہ زندیق ہوگیا (ت)

فقہائے کرام نے فرمایا جو وصیت علماء کے لئے کی جائے متکلمین اس سے کچھ حصہ نہ پائیں گے، میں نے "القمع المبین" میں متعدد نظائر اس کے ذکر کئے ہیں کہ ایمان و عقیدہ کچھ ہے، اور بحث و مباحثہ میں کچھ کا کچھ، حتی کہ کفر صریح تک لکھتے ہیں، مولوی نے حاشیہ خیالی میں خود خیالی سے کیسا ناپاک خیال نقل کیا اور خود اسے مسلم و مقرر رکھا کہ باری عزوجل کا علم متناہی ہے "اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ "[3] (ہم اللہ کے مال ہیں ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ت) یہ صریح مناقض ایمان ہے۔ علامہ سید شریف قدس سرہ کے استاد سید مبارک شاہ نے شرح حکمۃ العین میں لکھ دیا کہ واجب صرف اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا اپنے تعین و تشخص میں دوسرے کا محتاج ہو تو کیا حرج ہے، کیا یہ دین ہے، کیا یہ اسلام ہے، کلا واللہ، اور اتنا بھی خیال نہ کیا کہ اس کے تعین و وجود تو ایک ہی ہیں کہ اسکے ذات کریم کے عین ہیں، معاذ اللہ تعین میں محتاج ہوا تو نفس وجود میں محتاج غیر ہوا پھر واجب الوجود کیسے رہا ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقائد معلوم و متعین ہو چکے ابحاث و مشاجرات وغیرہا میں جو کچھ ہم لکھیں اس پر اعتماد نہ کرو۔ عقیدہ سے مطابقت سے و مخالفت دیکھ لو پھر بھی اگر "الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ "[4] (وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے) بگڑیں "فَیَتَّبِعُوْنَ

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۵۸

[2] منح الروض الازہر شرح الفقہ الاکبر عن ابی یوسف مصطفی البابی مصر ص ۴

[3] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۶

[4] القرآن الکریم ۳/ ۷

مَاتَشَابَہَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ"[1] (وہ تو اشتباہ والی آیتوں کے پیچھے پڑتے ہیں گمراہی چاہنے کو۔ت) پر اڑیں تو یہ ان کی بدنصیبی و بے ایمانی۔ شرح مقاصد میں فرمایا:

کثیر ماتوردالاراء الباطلة للفلاسفة من غیر تعرض لبیان البطلان الافیمایحتاج الی زیادة بیان[2]۔	بسااوقات فلاسفہ کی آراء باطلہ ذکر کردی جاتی ہیں اور ان کے بطلان کے بیان سے تعرض نہیں کیا جاتا سوائے اس کے جس کے بیان کی زیادتی اور تفصیل کی محتاجی ہو۔(ت)

اسی طرح حسن چلپی علیٰ شرح المواقف میں ہے ___ خود مواقف میں فرمایا:

انمالانتعرض لامثاله للاعتماد علی معرفتك بهافی موضعها[3]۔	ہم اس مباحث کا تعرض نہیں کرتے اس اعتماد پر کہ تو ان کو ان کی جگہوں پر پہچان چکا ہے(ت)

شرح مواقف میں فرمایا:

علیك برعایة قواعد اهل الحق فی جمیع المباحث وان لم یصرح بها۔[4]	تجھ پر تمام مباحث میں اہل حق کے قواعد کی رعایت لازم ہے اگرچہ ان کی تصریح نہ کی گئی ہو(ت)

فتح القدیر و نہر الفائق و در مختار کتاب النکاح میں ہے:

الحق عدم تکفیر اهل القبلة وان وقع الزامًا لهم فی المباحث۔[5]	حق اہل قبلہ کی عدم تکفیر ہے اگرچہ مباحث میں الزامی طور پر تکفیر واقع ہوئی ہے(ت)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں میرا مذہب نہ سمجھا جائے میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے جدھر لیجاتے ہیں جانا پڑتا ہے، بالجملہ مباحث کلام و مناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں کہ محل بیان عقائد میں جو لکھا ہے وہ عقیدہ ہے، یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے، یا اسے تصریحًا عقیدہ اہلسنت کہا جائے، یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے ایسے مواقع پر ملاحظہ فرمائے کتب مذکورہ میں کیا لکھا ہے، شرح مقاصد میں ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۷

[2] شرح المقاصد المقصد الثالث النوع الثالث المسموعات دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱/ ۲۴۲

[3] المواقف مع شرح المواقف القسم الاول فی الالوان المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی ۵/ ۲۴۲

[4] شرح المواقف القسم الاول فی الالوان المقصد الثانی منشورات الشریف الرضی ۵/ ۲۴۲

[5] درمختار کتاب النکاح فصل فی المحرمات مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۸۹

طریقة اھل السنة ان العالم حادث والصانع قدیم متصف بصفات قدیمة لیست عینه ولاغیرہ، وواحد لاشبة له ولاضد ولاند ولانھایة له ولاصورة ولاحد ولایحل فی شیئ ولایقوم به حادث ولایصح علیه الحرکة والانتقال ولاالجھل ولا الکذب ولاالنقص وانه یری فی الاٰخرة[1]۔	اہل سنت وجماعت کا راستہ یہ ہے کہ بے شک عالم حادث ہے اور صانع عالم قدیم ایسی صفات قدیمہ سے متصف ہے جو نہ اس کا عین ہیں نہ غیر۔ وہ واحد ہے، نہ اس کی کوئی مثل ہے، نہ مقابل، نہ شریک، نہ انتہا، نہ صورت، نہ حد، نہ وہ کسی میں حلول کرتا ہے، نہ اسکے ساتھ کوئی حادث قائم ہوتا ہے، نہ اس پر حرکت صحیح، نہ انتقال، نہ جہالت، نہ جھوٹ اور نہ نقص۔ اور بیشک آخرت میں اس کو دیکھا جائے گا۔ (ت)

اسی میں ہے:

الکذب محال، اما **اولاً** فباجماع العلماء واما **ثانیاً** فبما تواتر من اخبار الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام واما **ثالثاً** فلان الکذب نقص باتفاق العقلاء وھو علی اللہ تعالٰی محال[2] الخ۔	اللہ تعالٰی کے لئے جھوٹ محال ہے، **اولاً** اس لئے کہ اس پر علماء کا اجماع ہے، اور **ثانیاً** اس لئے کہ اس میں پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متواتر خبریں منقول ہیں، اور **ثالثاً** اس لئے کہ جھوٹ نقص ہے جس پر تمام عقلمندوں کا اتفاق ہے اور نقص کا اللہ تعالٰی میں ہونا محال الخ (ت)

مواقف وشرح مواقف میں ہے:

(تفریع علی) ثبوت (الکلام) للہ تعالٰی وھو انه (یمتنع علیه الکذب اتفاقاً، اما عندنا فثلثة اوجه الاول انه نقص والنقص علی اللہ تعالٰی محال) اجماعاً[3]۔	یہ اللہ تعالٰی کے لئے ثبوت کلام پر متفرع ہے اور وہ یہ کہ بیشک بالاتفاق اللہ تعالٰی کے لئے جھوٹ ممتنع ہے، ہمارے نزدیک اس کی تین وجوہ ہیں، پہلی وجہ یہ کہ جھوٹ نقص ہے اور نقص اللہ تعالٰی پر بالاجماع محال ہے۔ (ت)

---

[1] شرح المقاصد المبحث الثامن حکم المومن الخ دار المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۲۷۰

[2] شرح المقاصد المبحث السادس فی انه متکلم دار المعارف النعمانیه لاہور ۲/ ۱۰۴

[3] شرح المواقف المرصد الرابع المقصد السابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۱۰۱۔۱۰۰

انہیں میں آخر کتاب فذلکہ عقائد اہلسنت میں ہے:

الفرق الناجیة اهل السنة والجماعة فقد اجمعوا علی حدوث العالم ووجود الباری تعالٰی، وانه لاخالق سواه وانه قدیم لیس فی حیز ولاجهة ولایصح علیه الحرکة والانتقال ولاالجهل ولایصح الکذب ولا شیئ من صفات النقص۔[1] (ملخصًا)	ناجی فرقے یعنی اہلسنت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ عالم حادث ہے اور باری تعالٰی موجود ہے اور یہ کہ اس کے بغیر کوئی خالق نہیں اور یہ کہ وہ قدیم ہے، نہ وہ کسی جہت میں ہے نہ حیز میں، اس پر حرکت وانتقال اور جہل وکذب صحیح نہیں، اور نہ ہی کوئی صفت نقص اس کے لئے صحیح ہے(ت)

انہیں میں بیان فرقہ ضالہ میں ہے:

(المزداریة هوابوموسٰی عیسٰی بن صبیح المزدار تلمیذ بشر)اخذ العلم عنه وتزهد حتی سمی راهب المعتزلة(قال الله قادر علی ان یکذب ویظلم)ولوفعل لکان الهاکاذباظالمًاتعالٰی الله عماقاله علوا کبیرا[2]۔	(مزداریہ، وہ ابوموسٰی عیسٰی بن صبیح مزدار شاگرد ہے بشر کا) اس سے علم حاصل کیااور زہد اختیار کیا حتی کہ اس کا نام راہب معتزلہ پڑگیا(اس نے کہا کہ اللہ تعالٰی جھوٹ اور ظلم پر قادر ہے)اگر وہ ایسا کرلے تو وہ جھوٹا ظالم معبود ہوگا، حالانکہ اللہ تعالٰی بہت بلند ہےاس سے جو کچھ اس نے کہا۔(ت)

مسایرہ امام ابن الہمام میں ہے:

یستحیل علیه تعالٰی سمات النقص والجهل والکذب[3]۔	اللہ تعالٰی پر نقص، جہل اور جھوٹ کی علامات محال ہیں۔ (ت)

اس کی شرح مسایرہ میں ہے:

لاخلاف بین الاشعریة وغیرهم فی ان کل ماکان وصف نقص فالباری تعالٰی عنه منزه، وهو محال علیه تعالٰی والکذب وصف	اشاعرہ اور ان کے غیر میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں جو بھی وصف نقص ہے باری تعالٰی اس سے پاک ہے اور ایسا وصف اس پر محال ہے اور جھوٹ

[1] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامة منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۴۰۰

[2] شرح المواقف المرصد الرابع فی الامة منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۸۱

[3] المسایرہ مع المسامرۃ ختم المصنف کتابه ببیان عقیدہ اہل سنة اجمالا المکتبة التجاریة الکبرٰی مصر ص ۳۹۳

نقص [1]۔	وصف نقص ہے۔(ت)

یونہی مسایرہ میں تلخیص عقائد اہلسنت میں اس کی تصریح فرمائی۔ مسایرہ کی یہ عبارت میرے پاس منقول نکل آئی، کتاب وطن میں ہے۔ یونہی شرح طوالع یہاں پاس نہیں ورنہ اور عبارتیں بھی حاضر کرتا اور انصافاً کسی مسلم صحیح الاعتقاد کو یہاں عبارات کی کیا حاجت، اگر بفرض غلط علماء تصریح نہ بھی فرماتے تو اپنا ایمان بھی کوئی چیز ہے جس میں **معاذ اللہ** نقص کی گنجائش، وہ سبوح وقدوس کیونکر ہوا اور اس کی تسبیح کیسی، **تعالٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا** (جو کچھ ظالم کہتے ہیں اللہ تعالٰی اس سے بہت بلند ہے۔ت) اور دیوبندیوں سے تو اب امکان کذب کی بحث ہی فضول ہے، ان کے پیشوا گنگوہی نے صراحۃً وقوعِ کذب مان لیا اور تصریح کردی کہ جو "اللہ تعالٰی کو **معاذ اللہ** کاذب بالفعل کہے اسے کافر یا گمراہ یا فاسق کہنا کیا معنی، کوئی سخت لفظ نہ کہنا چاہئے، اس کا اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے"، اس بیان کے لئے میرے قصیدہ الاستمداد صفحہ ۲۴ کے پہلے تین شعر، پھر ص۲۵ پر ان کا حاشیہ نمبری ۱۷۶ تا ۱۸۰ پھر اس کی تکمیلات میں ص۹۱ سے ص۹۴ تک تکمیل ۵۹ ملاحظہ فرمائیے۔ جہد المقل کا مصنف اللہ عزوجل کا نہ صرف کاذب ہونا ممکن جانتا تھا بلکہ اسے بالامکان ظالم، چور، شرابی بھی جانتا تھا۔ یوں کروڑوں خدا موجود بالفعل مانتا تھا اس کے بیان کے لئے قصیدہ الاستمداد صفحہ ۲۲ پر ع چور شرابی ظالم جاہل، یہاں سے چار شعر تک، اور اسی صفحہ پر اس کا حاشیہ نمبری ۱۵۴ تا ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰ اور تکمیلات آخر صفحہ ۸۱ سے ص۸۲ تک تکمیل ۵۰ و۵۱، اور اس کے متعلق رسالہ اڈیٹر شکن کہ ص۸۲ سے ص۹۰ تک نوٹ میں ملاحظہ ہو، میں مطبع کو لکھ دوں گا کہ یہ اور سبحٰن السبوح ہدیۃً خدمت میں بنظرِ احتیاط بیرنگ حاضر کرے، والسلام مع الاکرام۔

تحریر عـــہ فہرست عقائد دیوبندیان مرتبہ مولوی رکن الدین صاحب الوری پیش کردہ مولوی حاکم علی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور غرہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی سلام علی عبادہ الذین اصطفی لاسیما علی حبیبہ المصطفی

فہرست نظر سے گزری جزی اللہ من حررہ ووصف بہ وقدرہ حضرات کفر سمات گنگوہ ونانوتہ وانبٹھ وتھانہ بھون

عـــہ: اصل میں۔

[1] المسامرۃ شرح المسایرۃ اتفقوا علی ان ذلک غیر واقع المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص۲۰۶

وسائر وہابیہ (اخذھم اللہ تعالٰی اخذۃ الرابیہ) کے کفر وضلال حد شمار سے خارج ہیں جسے انموذج وافر ووافی پر اطلاع منظور ہو فقیر کا قصیدہ الاستمداد علٰی اجیال الارتداد اس کی شرح کشف ضلال دیوبند مطالعہ فرمائے جس میں بحوالہ کتب وصفحات ان کے دو سو تیس اقوال کفر وضلال ہیں یہ پندرہ سولہ کہ یہاں شمار ہوئے بلکہ ان میں سے صرف دو ایک "علم شیطان کا علم نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زائد ہونا[1] "کہ براہین قاطعہ گنگوہی میں ہے،

دوسرا "حضور کا سالم علم غیب ہر پاگل ہر چوپایہ ہر جانور کو حاصل ہونا[2] کہ حفظ الایمان تھانوی میں ہے"۔ ہر مسلمان کے سمجھنے کو یہی بس ہیں۔

یہ دونوں کفر قطعی وارتداد یقینی ہیں، ان پر علمائے حرمین شریفین نے بحوالہ شفا شریف وبزازیہ ومجمع الانہر ودر مختار وغیرہا حکم فرمایا کہ:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[3]۔	ان قائلوں کے کافر ہونے میں جو شک کرے وہ بھی کافر۔

(ا) ابن عبدالوہاب نجدی کے کفر عام آشکار ہیں، اکابر عرب وعجم نے دفتر کے دفتر اس کی تکفیر وتضلیل میں تصنیف فرمائے۔ وہ روضہ انور کو صنم اکبر کہتا اور چھ سو برس کے تمام ائمہ واکابر کو کافر اکفر۔ اور کچھ نہ ہوتا تو یہی اس کے کفر کو کیا کم تھا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وسیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خالی اسماء طیبہ بلا تعظیم لکھ کر کہا کہ یہ سب جہنم کی راہیں ہیں۔

الالعنۃ اللہ علی الظلمین (خبردار ظالموں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے۔ت) گنگوہی صاحب اسے اچھا اور اس کے عقائد کو عمدہ کیوں نہ بتائیں کہ وہ ان کے دشمن محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سخت گالیاں دینے والا تھا۔ طرفہ یہ کہ گنگوہی صاحب کو اس پر ایمان بالغیب ہے، ان کے فتاوٰی حصہ اول ص ۶۴ میں ہے: "محمد بن عبدالوہاب کے عقائد کا حال مجھ کو معلوم نہیں[4] "۔ پھر بھی ص ۸ پر لکھتے ہیں:"

محمد بن عبدالوہاب کے عقائد عمدہ تھے وہ اور ان کے مقتدی اچھے ہیں[5] "۔

یعنی اتنا اجمالاً معلوم تھا کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سخت گالیاں دیتا، بس اتنا ہی اس کے اچھے

---

[1] براہین قاطعہ بحث علم غیب مطبع لے بلاساواقع ڈھور ص ۵۱

[2] حفظ الایمان مع بسط البنان کتب خانہ اعزازیہ دیوبند سہانپور ص ۸

[3] حسام الحرمین مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۳

[4] فتاوٰی رشیدیہ کتاب الایمان والکفر قرآن محل کراچی ص ۴۴

[5] فتاوٰی رشیدیہ مسائل مشورہ قرآن محل کراچی ص ۲۳۵

اور اس کے عقائد عمدہ ہونے کے لئے کافی ہے، زیادہ تحقیقات کی کیا حاجت ہے دیگ سے ایک ہی چاول دیکھ لینا بس ہے۔

(۲) قول دوم میں وہابیہ غیر مقلدین کے ساتھ عقائد میں اپنا اتحاد اور اعمال میں خلاف بتایا پہلا جملہ ضرور صحیح ہے بیشک وہابیہ مقلدین وغیر مقلدین یقینا تمام عقائد کفر وضلال میں متحد ہیں اور اگر کچھ اختلاف ہوتا تو نہ ہوتا کہ "**الکفر ملة واحدة**"، عجب کہ گنگوہی صاحب جو اپنے رب کو کاذب مانتے ہیں، خود یہاں سچ بول گئے مگر **الکذاب قد یصدق** (بہت بڑا جھوٹا کبھی کبھار سچ بول دیتا ہے۔ت) دوسرا جملہ کہ اعمال میں اختلاف ہے جھوٹ ہے صوری اختلاف ہو معنوی کچھ نہیں کہ براہین قاطعہ ص ۱۳۷ میں صاف لکھا ہے کہ؛

"مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہوجاتا ہے[1]"۔

اور فتاوٰی حصہ اول ص ۵ میں ہے: "حدیث پر عمل کرنا لوجہ اللہ تعالٰی اچھا ہے[2]"

ص ۶ پر رفع یدین وآمین بالجہر کرنے والے کو کہا: "تعصب اچھا نہیں وہ بھی عامل بحدیث ہے"[3]۔

بلکہ کہا: "اگرچہ نفسانیت سے کرتا ہے مگر فعل تو فی حد ذاتہ درست ہے"[4]۔

صفحہ ۵ پر تھا: "سب حدیث پر ہی عامل ہیں مقلد ہو یا غیر مقلد[5]"۔

(۳) ترک تقلید کا بیج ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے بویا جیسا کہ اس کی تقویۃ الایمان اور تنویر العینین سے ظاہر ہے۔ گنگوہی صاحب کا اس پر ایمان قرآن عظیم پر ایمان سے بہت زائد ہے۔

فتاوٰی حصہ اول ص ۱۲۲ میں کہتے ہیں: "اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے"[6]

---

[1] البراہین القاطعۃ تحقیق مسئلہ اجرۃ تعلیم القرآن الخ مطبع لے بلاساواقع ڈھورہ ص ۱۳۷

[2] فتاوٰی رشیدیہ کتاب التقلید والجہاد قرآن محل کراچی ص ۱۷۹

[3] فتاوٰی رشیدیہ کتاب التقلید والجہاد قرآن محل کراچی ص ۱۸۰

[4] فتاوٰی رشیدیہ کتاب التقلید والجہاد قرآن محل کراچی ص ۱۸۰

[5] فتاوٰی رشیدیہ کتاب التقلید والجہاد قرآن محل کراچی ص ۱۷۹

[6] فتاوٰی رشیدیہ کتاب الایمان والکفر قرآن محل کراچی ص ۴۱

ہر شخص جانتا ہے کہ عین کی نفی ضد کا ثبوت ہے، جب تقویۃ الایمان کاپڑھنا عین اسلام ہے تو نہ پڑھنا قطعاً کفر ہے، حالانکہ کروڑوں مسلمان ہیں جو قرآن عظیم پڑھے ہوئے نہیں وہ کافر نہ ہوئے جب تقویۃ الایمان کارکھنا عین اسلام ہے تو نہ رکھنا کفر ہے، حالانکہ کروڑوں مسلمانوں کے پاس قرآن نہیں ہوتا وہ کافر نہ ہوئے لیکن تقویۃ الایمان وہابیہ ضرور پاخانہ میں لیجاتے ہوں گے کہ جس وقت نہ رکھی عین اسلام سے چھٹے اور کافر ہوئے غالباً گنگوہی صاحب کی قبر میں بھی رکھ دی گئی ہوگی کہ مر کر تو کافر نہ ہوں۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ انہیں مٹی میں ملے پندرہ سال سے زائد ہوئے کتاب بھی گل گئی ہوگی، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دشمن ان کے نزدیک مر کر مٹی میں مل گئے تو وہ ناپاک کتاب کیا رہی ہوگی، بہر حال گنگوہی صاحب اب تو اپنے حکم سے بھی کافر ہوئے ہونگے۔ خیر، کہنا یہ ہے کہ جب ایک ایسی کتاب نے غیر مقلدی بوئی تو گنگوہی صاحب اس کی اجازت کیوں نہ دیں ثابت ہوا کہ ان کے نزدیک مقلدین ائمہ معاذ اللہ کفار تھے اور ہیں کہ تقلید کرکے تقویۃ الایمان کا خلاف کیا اور اس پر عمل عین اسلام تھا تو ضرور کافر ہوئے، اور اگر کہئے کہ یوں تو گنگوہی و نانوتوی و تھانوی و دیوبندی صاحبان سب کفار ٹھہرینگے کہ ظاہراً ان سب کا عمل تقلید پر ہے تو گنگوہی صاحب تقیہ کا حکم دے کر اس کا علاج کر گئے ہیں وہ کہہ دیں گے کہ ہمارا اور ان کا تقلید پر عمل تقیۃً ہے تو صورۃً کافر ہوئے دل میں تو کفر نہیں غیر مقلدی بھری ہے۔

(۴) امکان کذب کا اب ذکر فضول ہے گنگوہی اور ان کے اتباع صراحۃً وقوعِ کذب لکھ چکے اس کی تفصیل کشفِ ضلالِ دیوبند میں ص۹۱ سے ص۹۴ تک دیکھئے۔

(۵) وصف کریم رحمۃ للعالمین مسلمانوں کے نزدیک تو ضرور خاصہ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مگر گنگوہی صاحب اسے کیونکر مانتے کہ اس سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مثل محال ہوجاتا کہ آیہ کریمہ

"وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝" [1] (اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت تمام جہانوں کیلئے۔ت) تمام ماسوا اللہ کو حضور کی رسالت عام کررہی ہے، سب ماسوا اللہ حضور کے امتی ہیں اور امتی کا مثل نبی ہونا بداہۃً محال، لہٰذا عالمین کے عموم قطعی کو رد کرکے اس وصف کریم کو گلی گلی کے ملوں میں متبذل کردیا۔

(۶) اس کی نسبت اوپر گزرا کہ کفر قطعی ہے مگر گنگوہی صاحب سے اس کی شکایت نہ چاہئے ہر شخص اپنے بڑے کی بڑائی چاہتا ہے۔

(۷) مجلس میلاد مبارک کی نسبت جو مبشرات علمائے کرام و صلحائے عظام نے دیکھے کہ حضور اقدس

---

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس عمل مبارک سے شاد ہیں۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: "**من فرح بنافرحنابہ**[1] "جو ہماری خوشی کرتا ہے ہم اس سے خوش ہوتے ہیں۔ یونہی ولی اللہ صاحب کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی نیاز سالانہ پر شاد وفرحاں دیکھا، ان خوابوں کے جواب میں ان کے متکلمین کہتے ہیں کہ خواب کا کیا اعتبار، یہاں تک کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کی خواب مروی صحیح بخاری شریف کہ شادی ولادتِ اقدس پر ابولہب ملعون پر روز دوشنبہ قدرے تخفیف ہوتی ہے، اسے بھی مہمل بتاتے اور یہ شعر گاتے ہیں۔

چو غلام آفتابم ہمہ زآفتاب گویم　　　نہ شبنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم[2]

(جب میں آفتاب کا غلام ہوں تو میں یہ کہتا ہوں کہ سب کچھ آفتاب سے ہے، میں شبنم وشب پرست نہیں کہ خواب کی بات کروں۔ت)

سبحان اللہ! غلام محمد وغلام نبی شرک، اور غلامِ آفتاب ہونے کا خود اقرار، اس کا ترجمہ عربی میں عبدِ شمس اور ہندی میں سورج داس ہی ہوا یا کچھ اور، وہاں تو خوابوں کی یہ کیفیت اور اپنے سے استاذی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فخر ثابت کرنے کے لئے ایک جعلی خواب سے تمسک، مگر ہونا ضرور تھا "**لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾**"[3] (ضرور تم منزل بمنزل چڑھوگے۔ت)، ان کے اگلوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا کہا تھا "**قَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾**"[4] پڑھایا ہوا دیوانہ، انہوں نے پڑھائے کی تصدیق اس خواب سے کی اور دیوانہ کی تکمیل تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کہ "ان کا سا علم غیب ہر مجنون کو ہے[5] "**وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾**"[6] (عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت)

(۸) وہ مجلس مبارک جنم کنھیا سے تشبیہ کیوں نہ دیں جو قرآن عظیم کو ویداشلوک سے تشبیہ دے چکے ہیں دیکھو براہین قاطعہ ص۷۹۔

(۹و۱۰) نفسِ میلاد وعرس سے انکار کا کیا گلہ جب کہ انہیں نفسِ انبیاء واولیاء اور خود حضور سید الانبیاء

1

2

[3] القرآن الکریم ۸۴/ ۱۹

[4] القرآن الکریم ۴۴/ ۱۴

[5] حفظ الایمان مع بسط البنان کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارن پور ص۸

[6] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

علیہم الصلٰوۃ والسلام سے صاف انکار ہے اور ان کا ماننا نرا خبط ٹھہراتے ہیں۔ ان کے قرآن بلکہ ان کے نزدیک قرآن سے اعظم تقویت الایمان مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ ص۲۱ میں ہے: اللہ کے سوا کسی کو نہ مان[1]۔"

ص۸: "اوروں کا ماننا محض خبط ہے"[2]۔

ص۱۹: "اللہ صاحب نے فرمایا میرے سوا نہ مانیو۔[3]"۔

ص۱۷: "جتنے پیغمبر آئے سواللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو ماننے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے[4]"۔

(۱۱) ایصال ثواب کے طریقوں کو بدعت سیئہ وحرام کیوں نہ کہیں۔

جگ بیتی سے کیا مطلب ہے　　　اپنی بیتی سناتے یہ ہیں

ان کی میت کو ثواب پہنچنا محال کہ "مَالَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۝" [5] (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔ت) ان کے قاری کو ثواب ملنا محال کہ "قَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا۝" [6] (جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کردیا یعنی برباد کردیا۔ت)

(۱۲) سالگرہ دو طرح ہوتی ہے، ایک میں کچھ قرآن مجید ودرود شریف پڑھ کر حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسیدنا غوث اعظم وغیرہ اولیائے کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کی نیاز اور احباب وفقراء کو کچھ تقسیم، گنگوہی صاحب اسے ہرگز جائز نہیں کہہ سکتے کہ اس میں تو دن کی تعیین بھی ہے اور ہر سال کا التزام بھی، اور ان کے دشمنوں کی نیاز بھی، اسے جائز کہہ کر وہابیت میں کس دین کے رہتے۔ دوسری وہ جو کہ کفار وفجار کرتے ہیں کہ جس میں لہو لعب ناچ رنگ وغیرہا شیطنتیں ہوتی ہیں، گنگوہی صاحب اسے جائز فرماتے ہیں

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[2] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۵

[3] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

[4] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراك مطبع علیمی لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۰

[5] القرآن الکریم ۲/ ۲۰۰

[6] القرآن الکریم ۲۵/ ۲۳

توان پر اعتراض بیجا ہے، رہا یہ کہ اس میں بھی تعیین والتزام ہے، ہوا کرے، تعیین توالتزام ہی کے لئے ہوتی ہے اور ان کے یہاں حسنات ہی کا التزام حرام ہے نہ کہ سیئات، بلکہ بسااوقات سیئات کا التزام ان کے یہاں فرض قطعی بلکہ مدارِ ایمان ہے، جیسا ان کے قرآن تقویۃ الایمان سے عیاں ہے۔ ص ۱۲ میں ہے :

"اس کے گھر دور دور سے قصد کرکے سفر کرنا اور راستے میں نامعقول باتیں کرنے سے بچنا یہ کام عبادت کے ہیں جو کسی پیغمبر یا بھوت کو کرے اس پر شرک ثابت ہے[1]"۔ (ملخصًا)

توثابت ہوا کہ مدینہ طیبہ کے راستے میں نامعقول باتیں کرنا فرض بلکہ مدارِ ایمان ہیں اگر نہ کرے گا مشرک ہوجائیگا، اور نہ ایک مدینہ طیبہ بلکہ سفر حج کے سوا گنگوہ یا دیوبند یا تھانہ بھون جہاں کہیں جاتے ہوئے بھی نامعقول باتیں اور جنگ وجدال بلکہ فسق وفجور بھی نہ کرے گا مشرک ہوجائے گا کہ آیت نے سب کو ایک نسق میں بیان فرمایا ہے کہ :

"فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ ؕ"[2]۔	تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو، نہ کوئی گناہ، نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت (ت)

(۱۳) دادا پیر سے بغض کی کیا شکایت جب خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے شدید بغض رکھتے ہیں جن کی تفصیل کتب کثیرہ میں ہوچکی اور پھر آپس میں اپنا اصطلاحی فیض بانٹ رہے ہیں، الحق یہ فیض شیطانی ہے، اور محبوبوں کے بغض ہی سے ملتا ہے، تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے انقطاع سلسلہ جو بغض مشائخ سلسلہ سے حاصل ہوگا، مضر نہیں بلکہ ضرور ہے۔

(۱۴) اوپر گزرا کہ یہ ملعون اخبث قول کفر قطعی وارتداد یقینی ہے **لعن اللہ قائلہ وقابلہ** (اللہ تعالٰی لعنت کرے اس کے قائل اور اس کو قبول کرنے والے پر۔ت) ان مرتدین سے کیا شکایت عجب ان سے جو مسلمان کہلاتے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں ایسی شدید ناپاک گالیاں سنتے اور پھر ان کی تاویل کرتے یا قائل کو کافر کہتے ہچکچاتے ہیں لاواللہ وہ خود اپنا ایمان اس دشنام دہندہ پر لٹاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے :

"لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ	تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ ورسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے

[1] تقویۃ الایمان مقدمہ کتاب مطبع علیمی لاہاری دروازہ لاہور ص ۷و۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

یا بھائی یا عزیز ہوں۔	اَوۡ عَشِیۡرَتَھُمۡ ؕ "[1]

(۱۵) تقیہ کی اجازت بلکہ حکم دینے کی کیا شکایت کہ آخر ان بڑوں کی وراثت ہے جو بارگاہِ اقدس میں حاضر آکر شدید غلیظ قسمیں کھا کر کہا کرتے: "نَشۡهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوۡلُ اللّٰهِ‌ ۘ "[2] ہم گواہی دیتے ہیں کہ بیشک حضور یقینا اللہ کے رسول ہیں۔ رب العزت نے اس پر ارشاد فرمایا کہ اللہ خوب جانتا ہے بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ خبیث جھوٹے ہیں، زبانی ادعایہ تھا اور دل کی خباثت وہ کہ "لَٮِٕنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ"الآیۃ[3] (کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ گئے الآیۃ۔ت) یہی حال ان صاحبوں کا ہے مسلمانوں کے دکھاوے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریفیں کرینگے بات بات پر "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کہیں گے اور دلی خباثتیں وہ کہ چوڑھا چمار ہر ذرہ ناچیز سے کمتر، ان کی سرداری ایسی جیسے گاؤں کا چودھری، عاجز ناکارے، مر کر مٹی میں مل گئے وغیرہ وغیرہ۔

خبردار ظالموں پر اللہ کی لعنت۔ بیشک وہ لوگ جو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالٰی اور اس کے رسول کو ان پر دنیا وآخرت میں اللہ تعالٰی کی لعنت اور اللہ نے ان کیلئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔(ت)	" اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَۙ‏ ۝۱۸ "[4] " اِنَّ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمۡ عَذَابًا مُّهِيۡنًا‏ ۝۵۷ "[5]

(۱۶) سبحان اللہ وہ جو اللہ ورسول کو شدید گالیاں دے چکے ان سے کوّا کھانے بلکہ اسے ثواب بتانے کی کیا شکایت۔ سنن ابن ماجہ شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ فرمایا:

کوا کون کھائے گا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تو اس کا نام فاسق رکھا ہے خدا کی قسم وہ پاک چیزوں سے نہیں۔	من یاکل الغراب وقد سماہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاسقا واللہ ماھو من الطیبات[6]۔

یہی مجانست وجہ موانست ہوئی، شاعر کا قول ؎

پردہم جنس باہم جنس درزاغ کبوتر باکبوتر زاغ بازاغ

(ہر جنس اپنی جنس کے ساتھ پرواز کرتی ہے۔ کبوتر کبوتر کے ساتھ، کوا کوے کے ساتھ۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۲

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۱

[3] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[4] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[5] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[6] سنن ابن ماجہ ابواب الصید اب الغراب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص۲۴۱

اگر نہ مانے تو کیا اللہ عزوجل کا ارشاد بھی نہ مانیں گے کہ "اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ"[1] (گندیاں گندوں کے لئے اور گندے گندیوں کے لئے ہیں۔ت) تمام کتب مذہب متون وشروح وفتاوٰی مملو ہیں کہ غراب ابقع یعنی دورنگا کوا حرام ہے۔ گنگوہی صاحب اگراب آنکھوں سے معذور ہوگئے تھے تو مادرزاد داندھے تو نہ تھے کہ دیسی کوے میں دورنگ نظر نہ آئے بڑی دلیل یہ لاتے ہیں کہ وہ صرف نجاست نہیں بلکہ دانہ بھی کھاتا ہے تو مرغی کی طرح ہوا۔یوں تو پہاڑی کوا بھی حلال کرلیں وہ بھی بکثرت دانہ کھاتا ہے کھیتوں پر کثرت سے گرتا ہے اور کتا تو روٹی اور گوشت سب کھاتا ہے، یہ مرغی کے دانہ کھانے پر گئے اور نہ دیکھا کہ وہ فاسق نہیں جیفہ خوار نہیں اور کوا فاسق وجیفہ خوار ہے، بہر حال ان باتوں میں ان سے بحث بیکار ہے کہ ان کو نفسِ اسلام ہی سے انکار ہے،

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ" ۔ سیعلم الذین اجرموا ای منقلب ینقلبون۔ نسأل اللہ العافیة، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وبارك وسلم ومجد وکرم۔واللہ تعالٰی اعلم۔	اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ اور عنقریب جان لیں گے مجرم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ اور ہم اللہ تعالٰی سے عافیت مانگتے ہیں۔گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی قوت نہیں سوائے اللہ تعالٰی کی مدد کے۔اللہ تعالٰی ہمارے آقا و مولٰی محمد مصطفٰی، آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر درود، برکت اور سلام نازل فرمائے اور انہیں بزرگی و کرم سے نوازے (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۲۶

رساله
باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ
(عقائد و کلام کا باب)

مسئلہ ۷۶: کفار اللہ تعالٰی کو جانتے ہیں یا نہیں؟

رسالہ باب العقائد والکلام جس کا رسالہ حسن التعمم میں وعدہ عـــہ تھا، یہ بیان اگرچہ مسائل تیمّم و طہارت ظاہری سے جدا ہے مگر باذنہٖ تعالٰی طہارت باطن کا اعلٰی ذریعہ ہے، جس طرح قرآن عظیم نے مسائل طلاق کے وسط میں تاکیدِ نماز کا ذکر فرمایا کہ:

"حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِیْنَ ﴿۲۳۸﴾"[1]۔	نگاہداشت کرو نمازوں اور خصوصًا نماز اوسط کی اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے ہو۔

اسی سنتِ کریمہ کے اتباع سے یہ مسائل تیمّم کے وسط میں عقائد اسلام کی یاددہانی ہے، مولٰی تعالٰی قبول فرمائے

عـــہ: مصنف علیہ الرحمۃ کی طرف سے یہ نوٹ اس صورت میں ہے جبکہ یہ رسالہ جلد اول قدیم، کتاب الطہارت، باب التیمم (از صفحہ ۷۳۵ تا صفحہ ۷۴۹) پر تھا، اب اسے باقی رکھتے ہوئے وہاں سے خارج کرکے مضمون کی مناسبت سے یہاں شامل کیا جارہا ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۳۸

اور مسلمانوں کے لئے ذریعہ ثبات ایمان بنائے، اور اس کے کرم پر دشوار نہیں کہ بعض مخالفین کو بھی اس سے راہِ ہدایت دکھائے **وباللہ التوفیق۔**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للذی ھدانا للایمان: واٰتانا القراٰن والفرقان: والصلوۃ والسلام الاتمان الاکملان: علی من اعطانا العلم بربنا فصح لنا الایمان: وعلٰی اٰلہ وصحبہ وتابعیھم باحسان:

جانا جس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ اللہ عزوجل کو جاننا **بحمدہ تعالٰی** مسلمانوں کے ساتھ خاص ہے، کوئی کافر کسی قسم کا ہو ہر گز اسے نہیں جانتا، کفر کہتے ہی جہل باللہ کو ہیں، یہاں ناواقفوں کو ایک شبہہ گزرتا ہے جس کا جواب کاشف صواب ورافع حجاب **والتوفیق من اللہ الوھاب۔**

تقریر شبہہ: کافروں کے صدہا فرقے اللہ تعالٰی کو جانتے بلکہ مانتے بھی ہیں،

فلاسفہ تو اس کی توحید پر دلائل قائم کرتے ہیں، یہود ونصارٰی توراۃ وانجیل، اور مجوس اپنے زعم میں ژندواستا کو اسی کا کلام جان کر اعتقاد رکھتے ہیں، آریہ اگرچہ وید کو اس کا کلام نہیں جانتے مگر بزعم خود اسی کا الہام مانتے اور اسی کو مالک وخالق کل اعتقاد کرتے اور توحید کا محض جھوٹا دم بھرتے ہیں، ہنود وغیر ہم بت پرست تک کہتے ہیں کہ سارے جہاں کا مالک سب خداؤں کا خدا ایک ہی ہے، عرب کے مشرک کہا کرتے

"مَانَعۡبُدُھُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ"[1]	یعنی وہ تو ان بتوں کو صرف اس لئے پوجتے ہیں کہ بت انہیں اللہ سے قریب کردیں۔

اور لبیک میں کہا کرتے:

لبیك لاشریك لك الاشریکا ھولك تملکه وماملک[2]۔	ہم تیری خدمت کو حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک کہ تیرا ہی مملوک ہے تو اس کا بھی مالک اور اس کی ملک کا بھی مالک۔

جب وہ لاشریک لک تک پہنچتے کہ تیرا کوئی شریک نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے: **ویلکم قدقد**[3] تمہیں خرابی ہو بس بس، یعنی آگے نہ بڑھو استثناء نہ گھڑو، رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۳

[2] صحیح مسلم باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۶

[3] صحیح مسلم باب التلبیۃ وصفتھا ووقتھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۶

"وَ لَئِنۡ سَاَلۡتَہُمۡ مَّنۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ لَیَقُوۡلُنَّ اللّٰہُ ؕ "[1]	اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے بنائے، ضرور کہیں گے اللہ نے۔

اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وہ تو نبی وقرآن سبھی کو جانتے **قال اللہ وقال الرسول** سے سند لاتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، وہابی، رافضی، دیوبندی، غیر مقلد **خذلھم اللہ تعالٰی اجمعین**، پھر کیونکر کہا جائے کہ یہ اللہ عزوجل کو جانتے ہی نہیں، ہاں نرے دہریوں کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے جو اللہ تعالٰی کو مانتے ہی نہیں۔

تقریر جواب: بعون الوھاب اقول وباللہ التوفیق ایجاب وسلب متناقض ہیں جمع نہیں ہوسکتے وجود شیئ اس کے لوازم کے وجود کا مقتضی اور ان کے نقائض ومنافیات کا نافی ہے کہ لازم کا منافی موجود ہو تو لازم نہ ہو اور لازم نہ ہو تو شیئ نہ ہو، تو ظاہر ہوا کہ سلب شے کے تین طریقے ہیں:

اول: خود اس کی نفی مثلاً کہے انسان ہے ہی نہیں۔

دوم: اس کے لوازم سے کسی شیئ کی نفی مثلاً کہے انسان تو ہے لیکن وہ ایک ایسی شیئ کا نام ہے جو حیوان یا ناطق نہیں۔

سوم: ان کے منافیات سے کسی شیئ کا اثبات مثلاً کہے انسان حیوان ناہق یا صاہل سے عبارت ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں پچھلوں نے اگرچہ زبان سے انسان کو موجود کہا مگر حقیقۃً انسان کو نہ جانا وہ اپنے زعم باطل میں کسی ایسی چیز کو انسان سمجھے ہوئے ہیں جو ہرگز انسان نہیں، تو انسان کی نفی اور اس سے جہل میں یہ دونوں اور وہ پہلا جس نے سرے سے انسان کا انکار کیا سب برابر ہیں فقط لفظ میں فرق ہے۔

مولٰی عزوجل کو جمیع صفات کمال لازم ذات، اور جمیع عیوب ونقائص اس پر محال بالذات کہ اس کے کمال ذاتی کے منافی ہیں، کفار میں ہرگز کوئی نہ ملے گا جو اس کی کسی صفتِ کمالیہ کا منکر یا معاذاللہ اس کے عیوب ونقص ونقص کا مثبت نہ ہو، تو دہریے اگر قسم اول کے کے منکر ہیں کہ نفس وجود سے انکار رکھتے ہیں، باقی سب کفار دو قسم اخیر کے منکر ہیں کہ کسی کمال لازم ذات کے نافی یا کسی عیب منافی ذات کے مثبت ہیں، بہرحال اللہ عزوجل کو نہ جاننے میں وہ اور دہریے برابر ہوئے وہی لفظ وطرزِ ادا کا فرق ہے، دہریوں نے سرے سے انکار کیا اور ان قہریوں نے اپنے اوہام تراشیدہ کا نام خدا رکھ کر لفظ کا اقرار کیا، مولٰی سبحٰنہ وتعالٰی فرماتا ہے:

---

[1] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۵

"اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـہَہٗ ھَوٰىہُ"[1]	دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو خدا بنالیا۔

ولہٰذا کریمہ "لیقولن اللہ" کے تتمہ میں ارشاد ہوا: "قُلِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۵﴾"[2]۔ اگر ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے، کہیں گے "اللہ قل الحمد للہ" تم کہو حمد اللہ کو کہ اس کے منکر بھی ان صفات میں اسی کا نام لیتے ہیں اپنے معبودان باطل کو اس لائق نہیں جانتے، مگر کیا اس سے کوئی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو جانتے ہیں، نہیں نہیں بل اکثر ھم لایعلمون o بلکہ اکثر اسے جانتے ہی نہیں،[3] وہ تو یونہی اپنی سی اٹکلیں دوڑاتے ہیں، جیسے اور بہتیرے معبود گھڑلئے کہ:

"اِنۡ ھِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡھَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُکُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ بِھَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ"[4]۔	وہ تو نرے نام ہیں کہ تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے دھر لئے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری۔

یونہی اپنی اندھی اٹکل سے ایک سب سے بڑی ہستی خیال کرکے اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے حالانکہ وہ اللہ نہیں کہ جس صفات کی اسے بتاتے ہیں اللہ عزوجل ان سے بہت بلند وبالا ہے، تعالٰی اللہ عما یقول الظٰلمون علوا کبیرا o سبحٰن رب العرش عما یصفون o رہا یہ کہ یہاں اکثر سے نفی علم فرمائی **اقول اولاً**: دفع شبہہ کو اتنا ہی کافی کہ آخر یہ ان کے اکثر سے نفی ہے جو اقرار کرتے تھے کہ آسمان وزمین کا خالق اللہ ہی ہے، معلوم ہوا کہ ان کا اقرار باللہ منافی جہل باللہ نہیں اور ہمارے سالبہ کلیہ کی نفی نہ فرمائے گا کہ یہ مفہوم لقب سے استدلال ہوا اور وہ صحیح نہیں اکثر سے نفی سلب جزئی ہوئی اور سلب جزئی کلی کو لازم ہے نہ کہ اس کا منافی۔ **ثانیاً**: ایسی جگہ اکثر پر حکم فرمانا قرآن عظیم کی سنت کریمہ ہے حالانکہ وہ احکام یقیناً سب کفار پر ہیں

"اَوَ کُلَّمَا عٰھَدُوۡا عَھۡدًا نَّبَذَہٗ فَرِیۡقٌ مِّنۡھُمۡ ؕ بَلۡ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾"[5] "وَ اَنَّ اَکۡثَرَکُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۵۹﴾"[6] "وَلٰکِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ وَ اَکۡثَرُھُمۡ لَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۳﴾"[7] "وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَھُمۡ یَجۡھَلُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾"[8] "یُرۡضُوۡنَکُمۡ بِاَفۡوَاھِھِمۡ وَ تَاۡبٰی قُلُوۡبُھُمۡ ۚ وَ اَکۡثَرُھُمۡ فٰسِقُوۡنَ ۚ﴿۸﴾"[9] "یَعۡرِفُوۡنَ نِعۡمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنۡکِرُوۡنَھَا وَ اَکۡثَرُھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ ﴿۸۳﴾"[10] کافروں کو" فرمایا ان میں اکثر ایمان نہیں رکھتے، ان کے اکثر فاسق ہیں، ان کے

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳
[2] القرآن الکریم ۳۱/ ۲۵
[3] القرآن الکریم ۴۳/ ۲۰
[4] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۳
[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۰
[6] القرآن الکریم ۵/ ۵۹
[7] القرآن الکریم ۵/ ۱۰۳
[8] القرآن الکریم ۶/ ۳۷
[9] القرآن الکریم ۹/ ۸
[10] القرآن الکریم ۱۶/ ۸۳

اکثر بے عقل ہیں، ان کے اکثر جاہل ہیں، ان کے اکثر کافر ہیں، حالانکہ وہ سب ایسے ہی ہیں۔ یونہی یہاں فرمایا کہ ان کے اکثر نہیں جانتے حالانکہ ان میں کوئی بھی نہیں جانتا یہاں تک کہ شیاطین کے بارے میں فرمایا "یُلْقُوْنَ السَّمْعَ وَ اَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ؕ ۝۲۲۳ "[1] ان میں اکثر جھوٹے ہیں حالانکہ یقیناً وہ سب جھوٹے ہیں اور ان کے سوا اور آیاتِ کثیرہ، اب یا تو یہ کہ اکثر سے کل مراد ہے جیسے کبھی کل سے اکثر مراد ہوتا ہے کریمہ "**ومایتبع اکثرھم الاظنا**" کے تحت میں مدارک التنزیل میں ہے: **المراد بالاکثر الجمیع**[2] اکثر سے مراد کل ہے۔ت) معالم التنزیل میں ہے: **اراد بالاکثر جمیع من یقول ذٰلک**[3]۔ اکثر سے مراد وہ سب جو یہ کہتے ہیں (ت) شہاب علی البیضاوی میں ہے:

یعنی ان الاکثر یستعمل بمعنی الجمیع کما یرد القلیل بمعنی العدم، وحمل النقیض علی النقیض حسن وطریقة مسلوکة[4] اھ۔ **اقول:** لکن لاشك ان منھم من لایتبع ظنا ولاوھما ولاادنی شبھة انما یتبع ھوی نفسه عنادا واستکبارا "یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ "[5]، "فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ ۝۸۹ "[6] "وَ جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَیْقَنَتْهَاۤ	یعنی اکثر بمعنی کل ہے جیسے قلیل بمعنی معدوم استعمال ہوتا ہے اور ایک نقیض کی مراد پر دوسری نقیض کو مراد لینا اچھا اور مروج طریقہ ہے اھ۔ **میں کہتا ہوں**، لیکن اس میں شک نہیں کہ ان کے بعض ظن اور وہم اور کسی ادنٰی شبہ میں مبتلا نہیں وہ تو قطعاً عناد اور تکبر کی بنا پر نفسانی خواہش کے پیروکار ہیں (جس کو قرآن میں ہم نے یوں بیان فرمایا) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو وہ خوب جانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں (اور فرمایا) جب انکی پہچان کے مطابق وہ تشریف لائے تو انہوں نے اس کا انکار کردیا تو

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۳

[2] مدارك التنزیل سورۃ یونس آیۃ ومایتبع اکثرھم الاظنا کے تحت دارالکتاب العربی بیروت ۲/ ۱۶۳

[3] معالم التزیل علی ہامش الخازن سورۃ یونس آیۃ ومایتبع اکثرھم الاظنا کے تحت مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۹

[4] حاشیۃ الشھاب علی البیضاوی سورۃ یونس آیۃ ومایتبع اکثرھم الاظنا کے تحت دار صادر بیروت ۵/ ۲۸

[5] القرآن الکریم ۲/ ۱۴۲ و ۶/ ۲۰

[6] القرآن الکریم ۲/ ۸۹

Arabic	Urdu
اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّ عُلُوًّا " [1] ، وقد سلفت الاٰیة یعرفون نعمة الله ثم ینکرونها، نعمة الله محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم [2] قاله ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	کافروں پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے (نیز فرمایا) انہوں نے ان کا انکار کردیا باوجودیکہ دلی طور پر وہ یقینی سمجھتے تھے یہ انکار ظلم اور تکبر کی بناء پر کیا۔ پہلے آیہ کریمہ گزری کہ اللہ تعالٰی کی نعمت کو پہچانتے ہیں اور پھر اس کا انکار کردیتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول کے مطابق نعمۃ اللہ سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ت) یا یہ کہ ان میں سے جو علمِ الٰہی میں ایمان لانے والے ہیں ان کا استثناء فرمایا جاتا ہے۔

Arabic	Urdu
وھو مسلك حسن نفیس ذھب الیه خاطری بحمد الله تعالٰی اول وھلة ثم رأیت العلامة ابا السعود اشار الیه فی "ارشاد العقل السلیم" حیث قال تخصیص اکثرھم للتلویح بما سیکون من بعضھم من اتباع الحق والتوبة [3]۔	یہ نفیس اور خوب مسلک ہے، ابتداءً ہی میرا دل اس کی طرف مائل ہوا، پھر میں نے علامہ ابوالسعود کو "ارشاد العقل السلیم" میں اس کی طرف اشارۃ کرتے ہوئے پایا جہاں انہوں نے فرمایا کہ خصوصیت سے اکثر کفار کا ذکر اس لئے کہ ان میں سے بعض حق کی اتباع اور توبہ کو پالیں گے (ت)

مشرکین کا جہل باللہ تو اسی کریمہ سے ثابت جس سے ان کے جاننے پر شبہہ میں استدلال تھا مدعیانِ توحید پر کلام کیجئے جن میں نصارٰی بھی باوصف تثلیث اپنے آپ کو شریک کرتے ہیں اور شرع مطہر نے بھی ان کے احکام کو احکام مشرکین سے جدا فرمایا: **فاقول:** وباللہ التوفیق پس میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت)

(۱) فلاسفہ کے جھوٹے خدا

فلاسفہ ایسے کو خدا کہتے ہیں جو صرف ایک عقل اول کا خالق ہے، دوسری چیز بنا ہی نہیں سکتا، تمام جزئیاتِ عالم سے جاہل ہے،

---

[1] القرآن الکریم ۲۷/ ۱۴

[2] الجامع لاحکام القرآن بحوالہ السدی دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/ ۱۶۱

[3] ارشاد العقل السلیم سورہ یونس آیۃ ومایتبع اکثرہم الاظنا دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۱۴۵

اپنے افعال میں مختار نہیں، اجسام کو معدوم کرکے پھر نہیں بنا سکتا، ولہذا حشر جساد کے منکر ہیں، آسمان اس نے نہ بنائے بلکہ عقلوں نے، اور ایسے مضبوط گھڑے کہ فلسفی خدا انہیں شق نہیں کرسکتا، ولہذا قیامت کے منکر ہیں وغیرہ وغیرہ خرافاتِ ملعونہ، کیا انہوں نے خدا کو جانا، **حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون۔**

(۲) آریہ کے جھوٹے خدا

آریہ ایسے کو ایشر کہتے ہیں جس کے برابر کے ہم عمر دو واجب الوجود اور ہیں روح ومادہ۔ ایشر نہ کا خالق نہ ان کے مالک اور ناحق ناروا انہیں دبا بیٹھا ان پر ظالمانہ حکم چلارہا ہے۔ ایسے کو جس کا اصلاً کوئی ثبوت ہی نہیں آریہ نے زبردستی مان رکھا ہے۔ جب روح ومادہ بے کسی کے بنائے آپ ہی ازل سے موجود ہیں تو کیا آپ ہی اپنا میل نہیں کرسکتے تو جونون کے بننے میں بھی اس کے وجود پر دلیل نہیں، رہا جونون کا بدلنا وہ کرم کے ہاتھ ہے ایشور کی کیا حاجت اور اس کے ہونے پر کیا دلیل، ایسے کو جو عـــہ[۱] ماں رکھتا ہے، اور وہ اس کی جان کی حفاظت کرتی ہے تو باپ بھی ضرور ہوگا کہ خود آریہ ولادتِ مسیح علیہ الصلٰوۃ والسلام پر کہتے ہیں کہ بے باپ ولادت نرا مضحکہ ہے، جب ایشور کے ہوتے ہوئے بے باپ ولادت نہیں ہوسکتی تو جب ایشور بھی نہ تھے ان کی ماتا آپ سے آپ کیسے گربھ کرلاتی۔ اور خاکی انڈا ہو بھی تو گندا۔ ایسے کو جو بستر عـــہ[۲] پر بیمار پڑا اور اپنی ماں کو دوا کے لئے پکار رہا ہے وید آتے اور اس کا تنگ حال دیکھ کر سخت کڑھتے اور سر ہلاتے ہیں، ایسے کو جس سے زیادہ علم وعقل والے موجود ہیں یہ اپنی بیماری میں جن کی دوہائی دیتا اور چیخ رہا ہے کہ او سیکڑوں طرح کے عقل وعلم والو! تمہاری ہزاروں بوٹیاں عـــہ[۳] ہیں ان سے میرے شریر کو نروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر، ایسے کو جو گونگا ہے اصلاً بول نہیں سکتا (اور یہ دوا کے لئے دوہائی تہائی کون مچارہا تھا) بات تو یوں نہیں کرتا کہ انسان کی مشابہت نہ پیدا ہو، مگر وید اتارنے کے لئے رشیوں کو بینڈ باجے کی طرح بجاتا اور کٹھ پتلیوں کی مانند نچاتا ہے فضیلت انسانی میں مشابہت گوارانہ ہوئی اور بجانے نچانے کے رذیل

عـــہ۱: دیکھو یجر وید ۱۲

عـــہ۲: یجر وید ادھیا نمبر ۱۲ و ۱۴

عـــہ۳: یہ سمجھ میں آنے کی بات نہیں کہ بوٹی بواؤ معروف اور ان کے پاس ہو ایشر جی کے پاس نہ ہو، دیکھنا کہیں یہ بوٹی بواؤ مجہول تو نہیں، تو یہ ضرور ایشر جی کے یہاں کہاں کہ ان کے ہوم کرنے والے ماس سے بہت برامانتے ہیں عجب نہیں کہ بیماری میں طاقت آنے کے لئے مسلمانوں سے گوشت کی بوٹیاں مانگتے ہوں ۱۲ اعجب العقاب تصنیف مولوی نواب مرزا صاحب قادری برکاتی رضوی۔

کاموں میں شرکت کی ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت بھر ہوتی ہے۔ت)

اس بجنے ناچنے میں جو کچھ رشیوں کے سُر کے بولے وہ اس کی الہامی کتاب وید ہے، ایسے کو جس نے نیوگ جیسی بیحیائی کو ذریعہ نجات کیا ہے، ایسے کو جس کے عـــہ[1] ہزار سر ہیں دو[۲] مُونھے سانپ سے پانسو حصے سوا ہزار آنکھ ہیں ہر سر میں ایک ☆ ہر منہ سے کانا، یا بعض چہروں میں کئی کئی باقی چہروں سے اندھا، ہزار پاؤں ہیں کنکھجورا تو نہیں جسے ہزار پا کہتے ہیں۔ ایسے کو جو زمین پر ہر جگہ ہے اُلٹا سیدھا، نٹ کی کلا کو بھی مات کیا، اور کلام حرام کہ انسان سے مشابہت نہ ہو، پھر جگہ پاخانہ بھی ہے سیدھا ہوتا تو پاؤں ہی بھرتے، الٹا بھی ہے تو سَر بھی سَنا تب بھی دس[۱۰] انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے تو ہر جگہ کب ہُوا پھر دو[۲] آدمی آمنے سامنے دس[۱۰] انگل کے فاصلے سے ہوں تو ان میں ہر ایک ایشور کا جگہ میں شریک ہُوا، اور دو[۲] انگل کے فاصلے پر ہوں تو ایشور آٹھ آٹھ انگل ہر ایک کے پیٹ میں گُھسا ٹھہرا، ایسے کہ جو سر و بیاپک ہے ہر چیز میں حلول کئے ہوئے ہے ہر مادہ کی فرج ہر شخص کی مقعد ہر پاخانے کی ڈھیری میں نجاست کا کیڑا بھی اتنا گھناؤنا تو نہیں ہوتا۔ پھر یہ سب جگہ رما ہُوا ایک ہی ایشور ہے یا ہر جگہ نیا، بر تقدیر دوم ایشوروں کی گنتی تمام مخلوقات کے شمار سے بڑھ نہ گئی تو برابر ضرور رہی اس پر توحید کا دم بھرتے ہیں، بر تقدیر اول ایشور کے سنکھوں مہا سنکھوں ٹکڑے ہُوئے کہ ذرّے ذرّے بھر جگہ میں اس کا نیا ٹکڑا ہے تو ایشور مرکب ہُوا اور ہر مرکب محتاج ہے کہ جب تک اس کے سب اجزا اکٹھے نہ ہوں نہیں ہو سکتا، تو ایشور محتاج ہوا، پھر جب ہر جگہ رما ہوا ہے فرض کرو ایک شخص نے دُوسرے کے جُوتا مارا تو یہ فضا جس میں جُوتا چل کر اُس کے بدن تک گیا اس میں بھی ایشور تھا یا نہیں، نہ کیونکر ہوگا وہ سب جگہ ہے اور جب یہاں بھی تھا تو جُوتا آتے ہوئے دیکھ کر ہٹ گیا یا جُوتا اس کے اندر ہوتا ہُوا گزر گیا ہٹ تو سکتا نہیں ورنہ ہر جگہ کب رہا یہ جگہ خالی ہو جائے گی ضرور جُوتا اُس میں ہو کر گزرا عجب ایشور کے جُوتے سے بَھٹ گیا، پھر اُس شخص کے جس حصہ بدن پر جوتا پڑا وہاں بھی ایشور تھا یا نہیں، نہ کیسے ہوگا ورنہ ہر جگہ نہ رہے گا اور جب وہاں بھی تھا تو اب بتاؤ کہ یہ جُوتا کس پر پڑا، کاش نرا الٹا ہوتا تو پاؤں پر لگتا، سیدھا بھی ہے تو سر پر پڑا، یہ ہیں آریہ اور اُن کا ایشور، کیا اُنھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون O

عـــہ[1]: یہاں سے اُن الفاظ تک کہ ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے جس جس عبارت پر خط ہے یہ مضمون یجر وید ادھیا ۳۱ منتر اول کا ہے ۱۲۔

(۳) مجوس کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتے ہیں جس کے برابر کی چوٹ کا دوسرا خالق شیطان ہے، پھر بعض کے نزدیک تو شیطان اُس کا مخلوق ہی نہیں اُسی کی طرح واجب الوجود ہے خود بخود موجود ہے جب تو شیطان اُس کا ہمسر ہونا ظاہر، اور جن کے نزدیک وُہ بھی اسی سے پیدا ہوا وہ اور سخت اعجوبہ ہے یزدان سے کوئی جزئی شر تو اس لئے نہ بن سکا کہ وہ خیر محض ہے اُس سے شر کیونکر پیدا ہو، مگر اہرمن کی ہر شر کی جڑ اور کلی شر ہے اس سے پیدا ہوگیا اور جب سب شر اہرمن سے پیدا ہیں اور اہرمن یزدان سے تو جملہ شرور کا ٹیکا یزدان ہی کے ماتھے رہا، ایسے کو جسے بیٹھے بٹھائے ایک دن فکر ہوئی کہ اگر کوئی میرا مخالف ہو تو کیسا ہو، اس خیال فاسد سے ایک دُھواں اُٹھا جو شیطان بنا اور اس نے قوت پکڑی یہاں تک کہ لشکر جوڑ کر یزدان کے مقابل ہُوا مجوس کا یزدان اُس کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر بھاگا اور جنت میں قلعہ بند ہوا، اہرمن تین ہزار برس جنت کا محاصرہ کئے رہا، یزدان اس کا کچھ نہ بگاڑ سکا، آخر فرشتوں نے بیچ بچاؤ کرکے تصفیہ کرادیا کہ سات ہزار برس دنیا میں شیطان سلطنت کرے پھر ملک یزدان کو سونپ دے، مجوس کا یزدان طول محاصرہ سے عاجز آچکا تھا جبرًا و قہرًا قبول کیا اور اب اس سے دعا فضول کی کہ وُہ دنیا کی سلطنت سے معزول، ایسے کو جس نے بیٹے کے لئے ماں باپ کے لئے بیٹی جیسی بیحیائیاں حلال کی ہیں، کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون٥

(۴) یہود کے جھوٹے خدا

یہود ایسے کو خدا کہتے ہیں جو آسمان و زمین بنا کر اتنا تھکا کہ عرش پر جا کر پاؤں پر پاؤں رکھ کر چت لیٹ گیا، ایسے کو جو ان میں بعض کے نزدیک عزیر کا باپ ہے ایسے کو جو ایک حکم دے کر اس کا پابند ہو جاتا ہے زمانہ و مصالح کتنے ہی بدلیں اس کے بدلے دوسرا حکم نہیں بھیج سکتا و لہذا نسخ کے منکر ہیں اور شریعتِ موسوی کو ابدی کہتے اور اس صریح کذب کا افترا اپنے معبود کے سر دھرتے ہیں، ایسے کو جس نے آپ ہی قومِ نوح پر طوفان بھیجا پھر اپنی اس حرکت پر ایسا نادم ہُوا اتنا رویا کہ آنکھیں دُکھ آئیں، نسخ تو پچتانا ٹھہر کر محال، حالانکہ اُسے پچتانے سے کوئی تعلق نہیں، رات کو دن کرتا ہے پھر دن کو رات کر دیتا ہے، کوئی مجنون ہی اسے پچتانا کہے گا، جب احکامِ تکوینیہ میں یہ ہے احکامِ تشریعیہ میں کون مانع ہے، خیر وُہ تو پچتانے کے خوف سے نہ بدل سکے مگر آدم کو بنا کر پچتایا اور طوفان بھیج کر تو پچتانے کا وُہ طوفان آیا جس نے رُلا رُلا کر آنکھوں کا یہ دن کر دکھایا، ایسے کو جس نے یہودی کے لئے اسکی سگی بہن حلال کی اور توراۃ میں اسکی حرمت غلط لکھ دی اس لئے کہ شریعت آدم میں یقینا حلّت تھی اب حرام کرے تو منسوخی حکم سے پچتانا ٹھہرے ایسے کو جس نے خلیل و اسمٰعیل علیہما الصلوٰۃ والسلام کی دُعا قبول کی اور ان سے کہا کہ میں نے اسمٰعیل و اولاد اسمٰعیل کو برکت دی اور تمام خیر و خُوبی اُن میں رکھی عنقریب تمام اُمتوں پر اُنھیں غالب کروں گا اور اُن میں اُنھیں میں سے اپنا رسول اپنے کلام کے ساتھ بھیجوں گا، پھر کیا کچھ نہیں بلکہ ان کا عکس کیا جیسا یہود بکتے ہیں۔ ایسے کو کہ نہ تورات اُس کی کتاب

نہ موسٰی سے اُس کا کلام، یہ سارے کرشمے ایک فرشتے کے ہیں۔ کیا انھوں نے خدا کو جانا، **حاش ﷲ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون**O

(۵) نصارٰی کے جھوٹے خدا

نصارٰی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو مسیح کا باپ ہے اور مزہ یہ کہ اُس کے بھائیوں عــــہ۱ کا بھی باپ ہے، اُس عــــہ۲ کے شاگردوں کا باپ ہے، اُس عــــہ۳ کے چھوٹے جھنڈ کا باپ ہے۔ ہر عیسائی عــــہ۴ کا باپ ہے، پھر عــــہ۵ ہر مصلح کا باپ ہے، خود عــــہ۶ آدمیوں کے باپ آدم کا باپ ہے، تو ہر بشر کا باپ ہے یہاں تک کہ حکم عــــہ۷ ہے کہ زمین پر کسی کو اپنا باپ مت کہو کیونکہ تمھارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے، یہ کچھ تو نات پودھ پھیلی ہُوئی ہے اور پھر اکیلا مسیح اُس کا اکلوتا، ایسے کو جو اپنے اکلوتے کو سُولی سے نہ بچا سکا، ایسے کو کہ جب اس کا بیگناہ اکلوتا یہاں کی مصیبت جھیل کر ہاں ہاں عیسائیوں کا خدا مخلوق کے مارے سے دَم گنوا کر باپ کے پاس گیا اُس نے اکلوتے کی یہ عزت کی اُس کی مظلومی و بیگناہی کی یہ داد دی کہ اُسے عــــہ۸ دوزخ میں جھونک دیا اوروں کے بدلے اسے تین دن جہنم میں بُھونا، ایسے کو عــــہ۹ جو روٹی اور گوشت کھاتا ہے اور سفر سے آکر اپنے پاؤں دُھلوا کر درخت کے نیچے آرام کرتا ہے درخت اونچا اور وُہ نیچا ہے، ایسے کو جو فقط زندوں عــــہ۱۰ کا خدا ہے مُردوں کا نہیں جو جو مرتے جاتے ہیں اس کی خدائی سے نکلتے جاتے ہیں، ایسے کو جو اپنے ایک بندے عــــہ۱۱ سے رات کو صبح ہونے تک کشتی لڑا اور اُسے گرانہ سکا جب دیکھا کہ میں اس پر غالب نہیں آتا اُس کے پاؤں کی نس چڑھا کر کمزور کیا، ایسے کو جس کا عــــہ۱۲ بیٹا اُسے جلال بخشتا ہے آریوں کے ایشور کی تو ماں اس کی جان کی حفاظت کرتی تھی عیسائیوں کے خدا کا بیٹا اُسے عزت بخشتا ہے، کیوں نہ ہو سپوت ایسے ہی ہوتے ہیں، اس پر پھر اسے بے خطا جہنم میں جھونکنا کیسی محسن کشی ناانصافی ہے۔ ایسے کو جو عــــہ۱۳ یقینا دغا باز ہے پچھتاتا عــــہ۱۴ بھی ہے،

عــــہ۱: انجیل یوحنا باب ۲۰ درس ۱۷، عــــہ۲: انجیل متی باب ۵ درس ۴۵ و ۴۸ و باب ۶ درس ۲ و ۴ و ۱۵ و ۱۸ و ۲۶ و ۳۲ و باب، درس ۱۱۔ و انجیل لوقا باب ۱۱ درس ۲ و باب ۱۲ درس ۳۰۔ عــــہ۳: انجیل لوقا باب ۲ درس ۳۲۔ عــــہ۴: پولس کا خط گلتیوں کو باب ۳ درس ۲۶۔ عــــہ۵: انجیل متی باب ۵ درس ۹۔ عــــہ۶: انجیل لوقا باب ۳ درس ۳۸۔ عــــہ۷: انجیل متی باب ۲۳ درس ۹۔ عــــہ۸: مسئلہ کفارہ ۱۲۔ عــــہ۹: پیدائش باب ۱۸ درس ۴ تا ۸۔ عــــہ۱۰: انجیل متی باب ۲۲ درس ۳۲۔ عــــہ۱۱: موسٰی کی پہلی کتاب باب ۳۲ درس ۵ و ۲۴۔ عــــہ۱۲: انجیل یوحنا باب ۱۷ درس اول۔ عــــہ۱۳: کتاب یرمیاہ نبی باب ۴ درس ۱۹۔ عــــہ۱۴: کتاب یرمیاہ باب ۱۵ درس ۶۔

تھک جاتا بھی ہے، ایسے کو عــہ۱ جس کی دو ۲ جورو ہیں ہیں دونوں پکّی زناکار حد بھر کی فاحشہ، ایسے کو جس عــہ۲ کے لئے زنا کی کمائی فاحشہ کی خرچی، کمال مقدس پاک کمائی ہے، ایسے کو جس عــہ۳ نے باندی غلام بنانا جائز رکھ کر نصارٰی کے دھرم میں حد درجے کی ناپاک ظالمانہ وحشیانہ حرکت کی، اور پھر خالی عــہ۴ کام خدمت ہی کے لئے نہیں بلکہ موسٰی کو حکم دیا کہ مخالفوں کی عورتیں پکڑ کر حرم بناؤ اُن سے ہم بستری کرو، ایسے کو جس عــہ۵ کی شریعت محض باطل ہے اُس سے راستبازی نہیں آتی اُسے ایمان عــہ۶ سے کچھ علاقہ نہیں جو اس کی شریعت عــہ۷ پر عمل کرے ملعون ہے بلکہ اس کا اکلوتا عــہ۸ بیٹا خود ہی ملعون ہے پھر بھی ایسی لعنتی شریعت عــہ۹ پر عمل کا حکم دیتا، بندوں سے اس کا التزام مانگتا اُسکے ترک عــہ۱۰ پر عذاب کرتا ہے، ایسے کو عــہ۱۱ جو اتنا جاہل کہ نہایت سیدھا سا حساب نہ کر سکا بیٹے کو باپ سے عمر میں بڑا بتایا گیا، ایسے کو جو عــہ۱۲ اتنا بھلکّڑ کہ اپنے اکلوتے کے باپوں کی صحیح گنتی نہ گنا سکا، کہیں داؤد تک اس کے ستائیس ۲۷ باپ، کہیں پندرہ ۱۵ بڑھا کر بیالیس ۴۲ باپ وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا۔ **حاش ﷲ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون**o

(۶) نیچریوں کے جھوٹے خدا

نیچری ایسے کو خدا کہتا ہے جو نیچر کی زنجیروں میں جکڑا ہے اس کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا اور نیچر بھی اُتنا جو نیچری کی سمجھ میں آئے جو اس کی ناقص عقل سے وراء ہے معجزہ ہو یا قدرت سب پادَر ہوا ہے، ایسے کو جس نے (خاک بدہن ملعونان) جھوٹا دین اسلام بھیجا کہ اس میں باندی غلام حلال کیا (اگرچہ پیر نیچر کے نزدیک ابتدا ہی میں) عــہ۱۳ اور وہ دین جس

عــہ۱: کتاب حزقیل نبی باب ۲۳ درس ۱ تا ۲۳ عــہ۲: کتاب یسیعاہ نبی باب ۲۳ درس ۱۸۔ عــہ۳: خروج باب ۱۲ درس ۱ و ۴ تا ۶ و پیدائش باب ۱۶ درس ۱ تا ۶ وغیرہ۔ عــہ۴: استثنا باب ۷ درس ۲ باب ۲۱ درس ۱۰ و ۱۱۔ عــہ۵: پولس کا خط گلتیوں کو باب ۳ درس ۱۱۔ عــہ۶: ایضًا درس ۱۲۔ عــہ۷: ایضًا درس ۱۰ و ۱۳۔ عــہ۸: ایضًا درس ۱۳۔ عــہ۹: انجیل متی باب ۲۳ درس ۲۳۔ عــہ۱۰: کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲ تا ۱۶۔ عــہ۱۱: تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۲ درس ۲ مع باب ۲۱ درس ۲۰۔ عــہ۱۲: انجیل لوقا درس ۲۳ تا ۳۱ مع انجیل متی درس ۶ تا ۱۷۔

عــہ۱۳: رسالہ سید احمد خان پیر نیچر ابطال غلامی صفحہ ۱۳ ایسی حالت صانع کی مرضی نہیں ہوسکتی صاف عیاں ہے کہ غلامی اس قادر مطلق کی مرضی اور قانون قدرت دونوں کے برخلاف ہے صفحہ ۲۰ غلامی خدا کی مرضی کے مطابق نہیں ہوسکتی کیا پاک پروردگار ہی ناپاک چیز کو انسان کے حق میں جائز کرتا اصلی ظلم اور ٹھیٹ ناانصافی ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

میں باندی غلام بنانا حلال ہوا ہو نیچری کے نزدیک خدا کی طرف سے ہر گز نہیں ہو سکتا، ایسے کو جس نے مدتوں اسلام میں اپنی خلاف مرضی باتیں ناپاک چیزیں، اصلی ظلم، ٹھیٹ ناانصافی روا رکھی، ایسی بد باتیں بہائم کی حرکتیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات مانی نہیں جاسکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اُس میں ایسے امور جائز ہوں۔ ایسے کو جو ان سخت ظالموں، ٹھیٹ ناانصافوں جانور سے بدتر وحشیوں کو جن کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)
خدا ایسے قصور کا تقصیر وار نہیں ہو سکتا صفحہ ۲۴ جو امور لونڈیوں اور قیدی عورتوں کے ساتھ جائز سمجھے جاتے ہیں کیا حرکات بہائم سے کچھ زیادہ رتبہ رکھتے ہیں، کیا وہ کسی مذہب کے سچے اور خدا کے دئے پر دلیل ہو سکتے ہیں، حاشا وکلا ایک لمحہ کے لئے بھی یہ بات مانی نہیں جا سکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اس میں ایسے امور جائز ہوں، صفحہ ۲۵ یہودی مذہب نے غلامی کے قانون کو جائز سمجھا، اور عیسٰی مسیح نے اس کی نسبت کچھ نہ کہا مگر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جو کچھ کہا اس کو کسی نے نہ سمجھا، صفحہ ۲۹ زمانہ اسلام میں بھی غلامی کی رسم پر جب تک آیتِ حُریت نازل نہ ہُوئی کچھ تھوڑا سا عملدرآمد ہُوا، اس میں کُچھ شک نہیں کہ قبلِ نزولِ آیتِ حریت جو غلام موجود تھے ان کو اسلام نے دفعۃً آزاد نہ کیا، نہ ان کے تعلقات کو توڑا، ملاحظہ ہو موسوی، عیسوی، محمدی تینوں دین باطل کر دئے، مُوسوی تو یوں کہ اس نے غلامی کے قانون کو جائز رکھا، اور عیسوی یُوں کہ عیسٰی مسیح نے اسی شدید بیحیائی ٹھیٹ ظلم پر کچھ نہ کہا نبی کا کسی بات پر سکوت بھی اسے جائز کرنا ہے، اسلام یوں کہ صدر اسلام میں غلامی کی رسم پر عملدرآمد رہا پھر جب اس مرتد کے زعم میں آیت آزادی اُتری اس نے بھی اگلے حکموں کو برقرار رکھا، ان بے حیائیوں کو معدوم نہ کیا۔ سود منع فرمایا جب تو یہ حکم دیا کہ پہلے کا جو باقی رہا ہو وہ ابھی چھوڑ دو ورنہ اللہ و رسول سے لڑائی کو تیار ہو جاؤ، اور یہاں موجودہ ظلموں بے حیائیوں کو قائم رکھا جائز کر دیا فقط آئندہ کے لئے اس کے زعمِ ملعون میں منع کیا، بہر حال تینوں دینوں میں ہمیشہ یا ایک زمانہ دراز تک رسمِ غلامی جائز رہی، اور خود کہہ چکا کہ ایک لمحہ کے لئے یہ بات نہیں مانی جا سکتی کہ سچا مذہب جو خدا کی طرف سے اترا ہو اس میں ایسے امور جائز ہوں کیسا صاف صریح کہہ دیا کہ موسوی، عیسوی، محمدی تینوں دین باطل، اور پھر عجب ہے کہ اس کے پیرو اُسے نہ صرف مسلمان بلکہ اسلام کا سنورانے والا بتاتے ہیں کلا واللہ بلکہ "اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ" [1]، "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ" [2] (منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا، عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) ۱۲ منہ علیہ الرحمۃ۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۳۴

[2] القرآن ۲۶ / ۲۲۷

چھوٹا بڑا اوّل سے آج تک اُن ناپاکیوں پر اجماع کئے ہوئے ہے خیر الامم کا خطاب دیتا اور اپنے چُنے ہوئے بندے کہتا ہے۔ایسے کو جس نے کہا تو یہ روشن آیتیں بھیجتا ہوں تمھیں اندھریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہوں اور کیا یہ کہ جو کہی کہہ مکرنی کہی تمثیلی داستان پہیلیاں چیستاں لفظ کچھ مراد کچھ جو لغۃً عرفاً کسی طرح اُس کا مفہوم نہ ہو۔فرشتے، آسمان، جن، شیطان، بہشت، دوزخ، حشر اجساد، معراج، معجزات سب باتیں بتائیں اور بتائیں بھی کیسی ایمانیات ٹھہرا ہیں اور من میں یہ کہ در حقیقت یہ کچھ نہیں یو ہیں طوطا مینا کی سی کہانیاں کہہ سُنائیں وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔کیا انھوں نے خدا کو جانا۔حاش للہ سبحٰن رب العرش عمّا یصفونo

(۷) چکڑالوی کے جُھوٹے خدا

چکڑالوی ایسے کو خدا کہتا ہے جس کے رسول کی قدر ایک ڈاکئے سے زیادہ نہیں جس نے اپنے نبی کا اتباع کچھ نہ رکھا، ایسے کو جس نے کہا تو یہ، کہ میری کتاب میں ہر شیئ کا روشن بیان ہے ہر چیز کی پُوری تفصیل ہے ہم نے اس میں کوئی بات نہ اٹھا رکھی اور حالت یہ کہ نماز فرض کی اور یہ بھی نہ بتایا کہ کَے وقت کی، یہ بھی نہ بتایا کہ ہر وقت میں کَے رکعتیں، یہ بھی نہ بتایا کہ اُس کے پڑھنے کی ترکیب کیا ہے اس کے ارکان کیا ہیں، اگر رکوع سجود قیام قرات اس کے رکن مانے بھی جائیں اگرچہ اس نے کہیں اس کا اظہار نہ کیا تو ان میں آگے کیا ہو پیچھے کیا، اس کے مفسدات کیا کیا ہیں، کیونکر جاتی ہے، کیونکر ہوتی ہے سب سے بڑا فرض ایمان، اُس میں تو یہ گول مجمل بے سود بیان جس سے کچھ پتا ہی نہ چلے اور دعوی وُہ ہے کہ جملہ اشیاء کا روشن بیان، مزہ یہ کہ متواترات کی جڑ کاٹ دی کہ سوا میری کتاب کے کچھ حجت نہیں، اپنی کتاب کیا وہ خود ہمارے ہاتھ میں دے گیا یہ بھی تو ہم کو تواتر ہی سے ملی، جب تواتر حجت نہیں، یہ بھی حجت نہیں، غرض ایمان اسلام سب بر باد و ناکام وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔کیا اس نے خدا کو جانا۔حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفونo

(۸) قادیانی کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتا ہے جس [عہ۱] نے چار سو جھوٹوں کو اپنا نبی کیا اُن سے جھوٹی پیشین گوئیاں کہلوائیں جس نے ایسے [عہ۲] کو ایک عظیم الشان رسول بنایا جس کی نبوت پر اصلاً دلیل نہیں بلکہ اُس کی نفیِ نبوت پر دلائل قائم جو (خاک بدہن ملعونان) ولد الزنا [عہ۳] تھا جس کی تین دادیاں نانیاں زناکار کسبیاں تھیں۔ایسے کو جس [عہ۴] نے ایک بڑھئی کے

عہ۱: ازالہ ص ۶۲۹۔ عہ۲: اعجاز احمدی ص ۱۳۔ عہ۳: ضمیمہ انجام آتھم ص ۷۔ عہ۴: رسالہ کشتی نوح ص ۱۶ مع نوٹ۔

بیٹے کو محض جُھوٹ کہہ دیا کہ ہم نے بن باپ کے بنایا اور اس پر یہ فخر کی جھوٹی ڈینگ ماری کہ یہ ہماری قدرت کی کیسی کُھلی نشانی ہے۔ ایسے کو جس نے [عہ۱] ایک بد چلن عیاش کو اپنا نبی کیا جس نے ایک [عہ۲] یہودی فتنہ گر [عہ۳] کو اپنا رسول کرکے بھیجا جس کے پہلے ہی فتنہ نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ ایسے کو جو [عہ۴] اسے ایک بار دنیا میں لاکر دوبارہ لانے سے عاجز ہے وہ جس نے ایک شعبدہ باز [عہ۵] کی مسمریزم والی مکروہ حرکات قابلِ نفرت حرکات جھوٹی بے ثبات کو اپنی آیات بینات بتایا، ایسے کو جس کی آیات بینات لہو لعب ہیں اتنی بے اصل کہ عام لوگ ویسے عجائب کرلیتے تھے اور اب بھی کر دکھاتے ہیں بلکہ آجکل کے کرشمے اُن سے زیادہ بے لاگ ہیں اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔ ایسے کو جس نے اپنا [عہ۶] سب سے پیارا بروزی خاتم النبیین دوبارہ قادیان میں بھیجا مگر اپنی جُھوٹ فریب تمسخر ٹھٹول کی چالوں سے اُس کے ساتھ بھی نہ چوکا، اُس سے کہہ دیا کہ تیری جورو کے اس عمل سے بیٹا ہوگا جو انبیاء کا چاند ہوگا بادشاہ اُس کے کپڑوں سے برکت لیں گے۔ بروزی بیچارہ اس کے دھوکے میں آکر اُسے اشتہاروں میں چھاپ بیٹھا اسے تو یُوں ملک بھر میں جُھوٹا بننے کی ذلّت ورسوائی اوڑھنے کے لئے یہ جُل دیا اور جھٹ پٹ میں اُلٹی کَلْ پھرا دی بیٹی بنادی۔ بروزی بیچارہ کو اپنی غلط فہمی کا اقرار چھاپنا پڑا اور اب دوسرے پیٹ کا منتظر رہا اب کی یہ مسخرگی کی کہ بیٹا دے کر امید دلائی اور ڈھائی برس کے بچے ہی کا دم نکال دیا، نہ نبیوں کا چاند بننے دیا نہ بادشاہوں کو اُس کے کپڑوں سے برکت لینے دی، غرضکہ اپنے چہیتے بروزی کا جھوٹا کذاب ہونا خوب اُچھالا اور اُس پر مزہ یہ کہ [عہ۷] عرش پر بیٹھا اُس کی تعریفیں گارہا ہے، اس پر بھی صبر نہ آیا بروزی کے چلتے وقت کمال بے حیائی کی ذلت ورسوائی تمام ملک میں طشت از بام ہونے کے لئے اُسے یوں چاؤ دلایا کہ اپنی بہن احمدی کی بیٹی محمدی کا پیام دے۔ بروزی بیچارے کے مُنہ میں پانی بھر آیا، پیام پر پیام، لالچ پر لالچ، دھمکی پر دھمکی، اُدھر احمدی کے دل میں ڈال دیا کہ ہرگز نہ پسیج، یوں لڑائی ٹھنوا کر اپنے امدادی وعدوں سے بروزی کی امیدوار بڑھائی کہ دیکھ احمدی کا باپ اگر دوسری جگہ اس کا

عہ۱: ضمیمہ مذکورہ صفحہ ۷۔ عہ۲: مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۲۔ عہ۳: دافع البلا صفحہ ۱۵۔ عہ۴: ایضًا عبارت مذکورہ۔
عہ۵: ازالہ آخر صفحہ ۱۵۱ تا آخر صفحہ ۱۶۲۔ عہ۶: دافع البلا صفحہ ۳ و صفحہ ۹ وغیرہ۔ عہ۷: اعجاز احمدی ص ۶۹۔

نکاح کردے گا تو ڈھائی برس میں وہ مرے گا، اور تین برس میں وُہ شوہر، یا بالعکس، بروزی جی تو ہمیشہ اُس کی چالوں میں آجاتے تھے اسے بھی چھاپ بیٹھے یہاں تک تو وہی جُھوٹی پیشن گوئیاں رہتیں جو سدا کی تھیں۔ اب اُس قادیانی کے ساختہ خدا کو اور شرارت سوجھی جھٹ بروزی کو وحی پھنٹادی کہ "زوجنا کھا" محمدی سے ہم نے تیرا نکاح کردیا۔ اب کیا تھا بروزی جی ایمان لے آئے کہ اب محمدی کہاں جاسکتی ہے یُوں جُل دے کر بروزی کے منہ سے اُسے اپنی منکوحہ چھپوادیا، تاکہ وُہ حد بھر کی ذلت جو ایک چمار بھی گوارانہ کرے کہ اُس کی جورو اور اُس کے جیتے جی دوسرے کی بغل میں، یہ مرتے وقت بروزی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکا ہو، اور رہتی دنیا تک بیچارے کی فضیحت و خواری و بے عزّتی و کذابی کا ملک میں ڈنکا ہو، ادھر تو عابد و معبود کی یہ وحی بازی ہُوئی اُدھر سلطان محمد آیا اور نہ عابد کی چلنے دی نہ معبود کی، بروزی جی کی آسمانی جورو سے بیاہ کر ساتھ لے، یہ جا، وہ جا، چلتا بنا، ڈھائی تین برس پر موت دینے کا وعدہ تھا وُہ بھی جُھوٹا گیا، اُلٹے بروزی جی زمین کے نیچے چل بسے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے قادیانی اور اُس کا ساختہ خدا۔ کیا وُہ خدا کو جانتا تھا یا اب اس کے پیرو جانتے ہیں **حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون**o

(۹) رافضیوں کے جھوٹے خدا

ایسے کو خدا کہتا ہے جو حکم کرکے پچھتاتا ہے جو مصلحت[عہ] سے جاہل رہ کر ایک حکم کرتا ہے جب مصلحت کا علم آیا اُسے بدل دیتا ہے، اس سے تو یہودی خدا غنیمت تھا کہ پچھتانے کے عیب سے بچنے کو نسخ تک نہ کرسکا، ایسے کو جو وعدے کا جُھوٹا یا بندوں سے عاجز ہے کہ اپنا کلام اتارا اور اُس کی حفاظت کا ذمہ دار بنا مگر عثمان غنی وغیرہ صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم واہلسنت نے اس کی آیتیں اُلٹ پُلٹ کردیں سُورتوں کی سورتیں کترلیں اور وہ یا تو وعدہ خلافی سے چپکا، دیکھا کیا اور کچھ نہ کہا، یا گھٹانے والوں کے آگے کچھ نہ چل سکی، دم سادھ گیا۔ ایسے کو جس نے کہا تو یہ کہ میں یہ دین سب پر غالب کرتا ہوں، اور کیا یہ کہ خود ہی اُسے ملیا میٹ کر دیا، اپنی کتاب ہی کا آپ ہی تھل بیڑا نہ رکھا، فاسقوں کی روایت بے تحقیق ماننے سے منع کیا اور اپنی کتاب کی روایت کا سلسلہ (خاک بدہن ملعونان) کافروں سے رکھا، اور کافر بھی وُہ جن کا ایک گروہ ایک جتھا خیانت میں طاق، اور عداوت اہلبیت میں تحریف واخفائے آیات پر سب کا اتفاق، کیا معلوم کہ اُنھوں نے کتنا بدلا، کیا کچھ چھپایا، آیتوں کی ترتیب بدل کر کہاں کا حکم کہاں لگایا، ایسے کو جو بندوں سے عاجز تر ہے وہ بندے سے نیکی چاہے اور بندہ بدی چاہے تو بندہ ہی کا چاہا ہوتا ہے اُس کی ایک نہیں چلتی۔ ایسے کو کہ ہر چمار ہر کافر ہر کُتّا ہر سوئر خالقیت میں اُس کا شریک ہے، وہ اعیان گھڑتا ہے یہ اپنی

عہ۱: فتوائے مجتہد لکھنو مجموعہ تکملہ ردّ روافض ۱۲۔

قدرت سے اپنے افعال، اور پھر اس پر یہ دعوٰی کہ ہے میرے سوا کوئی خالق۔ ایسے کو جس نے بہتیرا چاہا کہ میرے نائب کے بعد میرا شیر مسند پر بیٹھے مگر امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک نہ چلنے دی، آیت [عہ] اتاری وُہ کتر لی اور سب نے اُس کے کترنے پر اتفاق کیا آج تک ویسی ہی کتری ہوئی چلی آتی ہے، اس کے رسول نے تمام صحابہ کے مجمع میں اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑ کر دکھایا اور عمامہ باندھ کر اپنا ولیعہد بنایا مگر رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی بالاتفاق تمام صحابہ نے وہ عہد و پیمان پاؤں کے نیچے مَل ڈالا اور کمیٹی کرکے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مسند نشین کردیا اور شیر مُنہ دیکھتا رہ گیا نہ اُسکی چلی نہ رافضی صاحبوں کے ساختہ خدا کی۔ ایسوں کے ہاتھ میں قرآن رکھا اچھا حفاظت کا وعدہ نباہا۔ ایسا بے اعتبار قرآن شائع کیا، اچھا دین کو غلبہ دیا اپنے نبی کی صحبت اور اُس کے دین کی روایت کو چھانٹ چھانٹ کر ایسے چنے لطف وعدل و اصلح کا واجب خوب ادا کیا، ایسے کو جس کا شیر اور شیر بھی کیسا غالب شیر ہمیشہ دشمنوں کا مطیع وفرمانبردار رہا (خاک بدہن ملعونان) کافروں کے پیچھے نماز پڑھا کیا، کافروں کے جھنڈے کے نیچے لڑا کیا، بُزدلی سے دو رویہ و منافق ہو کر دشمنوں کی بڑی بڑی تعریفیں گاتا رہا، اہلبیتِ رسالت پر کرّے کرّے گھنونے گھنونے ظُلم دیکھتا، اور ڈر کے مارے دَم نہ مارتا بلکہ اپنی مدح وستائش سے اور مدد کرتا، یہاں تک کہ کافر لوگ اُس کی سگی بیٹی چھین کرلے گئے اور بی بی بنایا اور وہ تیوری پر میل نہ لایا، ویسا ہی اُن کا خادم و ہمدم بنا رہا، اور وُہ کیا کرے رافضی دھرم میں رسول ہی کو یہ توفیق تھی کہ بیٹیاں لے تو کافروں منافقوں سے، اور بیٹیاں دے تو کافروں منافقوں کو، اور اپنا یار وانیس و وزیر و جلیس بنائے تو کافروں منافقوں کو، اور وُہ بھی کیا کرے روافض کا خدا ہی اُن ظالموں کافروں کے بڑے بڑے مناقب اپنے کلام میں اتارتا رہا، جسے لاکھ کے مجمع میں مقبول تو فقط چار چھ، باقی سب دشمن اور وہ اُس بھری جماعت میں بلاتعیین عام صیغوں سے عام وصفوں سے مہاجرین وانصار وصحابہ کہہ کر تعریفیں کرتا بندوں کو دھوکے دیتا، دوٹوک بات نہ کہنی تھی نہ کہہ سکا، ایسے کو جس نے اُن موجود حاضروں میں اپنے نیک بندوں کو مخاطب کرکے وعدہ دیا کہ ضرور ضرور تمھیں اس زمین کی خلافت دُوں گا اور تمھارا دین تمھارے لئے جماؤں گا اور تمھارا خوف امن سے بدل دوں گا، کاش وہ کسی کے لئے ان میں سے کچھ نہ کرتا تو نرا وعدہ خلاف ہی رہتا۔ نہیں اُس نے کی اور اُلٹی کی اپنے نیک بندوں کے بدلے (خاک بدہن ملعونان) کافروں کو زمینِ عرب کی خلافت دی اور اُنھیں کا دین خوب جمادیا اور انھیں کے خوف کو امن سے بدل دیا۔ رہے

عہ: یا ایها النبی بلغ ما انزل الیك من ربك ان علیا ولی المؤمنین قرآن عظیم میں اتنا ٹکڑا روافض زیادہ مانتے ہیں اور یہ کہ صحابہ نے اسے گھٹادیا ۱۲۔

چار چھ نیک بندے بے بس بیچارے ترساں ہراساں خوف کے مارے انھوں نے ان کی خدمتگاری فرمانبرداری کرتے دن گزارے، جس نے روشن کردیا کہ کافر ہی اُس کے نیک بندے ہیں تو وعدہ خلاف دغا باز حق کا چھپانے والا باطل کا چمکانے والا بندوں کو دھوکے دے کر اُلٹی سمجھانے والا سب کچھ ہُوا، ایسے کو جو خود مختار نہیں بلکہ اُس پر واجب ہے کہ یہ یہ کرے اور یہ یہ نہ کرے، اور مزہ یہ کہ اس پر واجب تھا بندوں کے حق میں بہتر کرنا یہ بندوں کے حق میں بہتر تھا کہ ان کی ہدایت کو جو کتاب اتری ظالموں کے پنجے میں رکھی جائے کہ وہ اسے کتریں بدلیں اور اصل ہدایت پہاڑ کی کھوہ میں چھپادی جائے جس کی وہ ہوا نہ پائیں یہ بندوں کے حق میں اصلح تھا کہ اعداء غالب محبوب مغلوب، باطل غالب حق مغلوب، اچھا واجب ادا کیا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، یہ ہے رافضیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے تعالیٰ اللہ کیا وہ خدا کو جانتے ہیں، حاش للہ سبحٰن رب العرش عما یصفون ٥

(۱۰) وہابیوں کے جھوٹے خدا

وہابی ایسے کو خدا کہتا ہے جسے عـــہ۱ مکان، زمان، جہت، ماہیت، ترکیب عقلی سے پاک کہنا بدعت حقیقیہ کے قبیل سے اور صریح کفروں کے ساتھ گننے کے قابل ہے جس کا سچا ہونا کچھ ضرور نہیں جھوٹا بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے کہ عـــہ۲ جس کی بات پر اعتبار نہیں، نہ اُس کی کتاب قابلِ استناد نہ اُس کا دین لائق اعتماد، ایسے کو جس عـــہ۳ میں ہر عیب و نقص کی گنجائش ہے جو اپنی مشیخت بنی رکھنے کو قصداً عیبی بننے سے بچتا ہے، چاہے تو ہر گندگی میں آلودہ ہو جائے، ایسے کو جس عـــہ۴ کا علم حاصل کئے حاصل ہوتا ہے اس کا علم اس کے اختیار میں ہے چاہے تو جاہل رہے، ایسے کو جس عـــہ۵ کا بہکنا، بھولنا، سونا، اونگنا، غافل رہنا، ظالم ہونا حتی کہ مر جانا سب کچھ ممکن ہے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ پھرنا، ناچنا، تھرکنا، نٹ کی طرح کلا کھیلنا، عورتوں سے جماع کرنا، لواطت جیسی خبیث بیحیائی کا مرتکب ہونا حتّٰی کہ مخنّث کی طرح خود مفعول بننا، کوئی خباثت کوئی فضیحت اُس کی شان عـــہ۶

عـــہ۱: ایضاح الحق اسمٰعیل دہلوی مطبع فاروقی ۱۲۹۷ھ دہلی مع ترجمہ صفحہ ۳۵ و ۳۶۔

عـــہ۲: دیکھو سبحٰن السبوح تنزیہ دوم دلیل دوم۔ عـــہ۳: رسالہ یکروزی اسمٰعیل دہلوی ص ۱۴۵۔

عـــہ۴: تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی مطبع فاروقی دہلی ۱۲۹۳ھ ص ۲۰۔

عـــہ۵: دیکھو یکروزی ص ۱۴۵ مع کوکب شہابیہ ۱۵ و سبحٰن السبوح طبع بار سوم ص ۶۴ تا ۶۷ و دامان باغ سبحٰن السبوح ص ۱۵۴ تا ۱۵۶ و پیکان جانگداز ص ۱۶۱ وغیرہ۔ عـــہ۶: یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

کے خلاف نہیں، وُہ کھانے [عہ۱] کا مُنہ اور بھرنے کا پیٹ اور مردی وزنی کی دونوں علامتیں بالفعل رکھتا ہے صمد نہیں جوف دار کھگل ہے، سبوح قدوس نہیں، خنثٰی مشکل ہے یا کم از کم اپنے آپ کو ایسا بناسکتا ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو [عہ۲] جلا بھی سکتا ہے ڈبو بھی سکتا ہے زہر کھا کر یا اپنا گلا گھونٹ کر بندوق مار کر خودکشی بھی کر سکتا ہے اُس کے ماں باپ جورو بیٹا سب [عہ۳] ممکن ہیں بلکہ ماں باپ ہی سے [عہ۴] پیدا ہوا ہے ربڑ کی طرح پھیلتا [عہ۵] سمٹتا ہے برمھا کی طرح چومکھا [عہ۶] ہے، ایسے کو جس [عہ۷] کا کلام فنا ہو سکتا ہے جو بندوں کے خوف کے باعث جھوٹ [عہ۸] سے بچتا ہے کہ کہیں وُہ مجھے جُھوٹا نہ سمجھ لیں، بندوں سے پُرا چھپا کر پیٹ بھر کر جھوٹ بک سکتا ہے، ایسے کو جس کی خبر کچھ ہے [عہ۹] اور علم کچھ، خبر سچی ہے تو علم جھوٹا، علم سچا ہے تو خبر جُھوٹی۔ ایسے کو جو سزا [عہ۱۰] دینے پر مجبور ہے نہ دے تو بے غیرت ہے، معاف کرنا چاہے تو حیلے ڈھونڈھتا ہے، خلق کی آڑ لیتا ہے، ایسے کو جس کی خدائی کی اتنی حقیقت کہ جو شخص ایک پیڑ کے پتّے گن دے اُس کا شریک ہو جائے، جس نے اپنا سب سے بڑھ کر

عہ۱: دیکھو مضمون محمود حسن دیوبندی مطبوع پرچہ نظام الملک ۲۵ اگست ۸۹ء مع رسالہ الهیبة الجباریه علی جهالة الاخباریه و پیکان جانگداز وغیرہ۔

عہ۲: یکروزی مردود مع مذکورہ ردود۔

عہ۳: ایضًا یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع سبحٰن السبوح صفحہ ۷۴ و ۸۴ و ۶۶ و دامان باغ صفحہ ۵۸ او غیر ہما، اور جورو بیٹے کا امکان ایک دیوبندی اپنے رسالہ ادلہ واہیہ صفحہ ۱۴۲ میں صراحتًہ مان گیا دیکھو پیکان جانگداز صفحہ ۱۷۶۔

عہ۴: یکروزی و مضمون محمود حسن دیوبندی مع دامان باغ سبحٰن السبوح ص ۱۸۷

عہ ۵: یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز ص ۱۷۵۔

عہ۶: یکروزی و محمود حسن مع پیکان جانگداز ۱۷۶۔

عہ۷: یکروزی مع سبحٰن السبوح ص ۸۳۔

عہ۸: یکروزی مع سبحٰن السبوح ص ۸۲

عہ۹: رسالہ تقدیس دیوبندی ص ۳۶۔

عہ۱۰: یہاں سے شروع بیان دیوبندیاں تک سب اقوال تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی کے ہیں جو بارہا دکھا کر رَد کر دئے گئے ۱۲

مقرب ایسوں کو بنایا جو اس کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو چُوڑھوں چماروں سے لائق تمثیل ہیں، ایسے کو جس نے اپنے کلام میں خود شرک بولے اور جا بجا بندوں کو شرک کا حکم دیا۔ قرآن عظیم تو فرمائے "اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ"[1] انھیں اللہ و رسول نے اپنے فضل سے دولتمند کردیا اور مسلمانوں کو اس کہنے کی ترغیب دے کہ "حَسْبُنَا اللّٰهُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ"[2] ہمیں اللہ کافی ہے اب دیتے ہیں اللہ و رسول ہمیں اپنے فضل سے۔ اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کے کان میں پھونک جائے کہ ایسا کہنے والا مشرک ہے، قرآن عظیم تو جبریل امین کو بیٹا دینے والا فرمائے کہ اُنھوں نے حضرت مریم سے کہا: "اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖۗ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا"[3] "میں تو تیرے رب کا رسول ہُوں اس لئے کہ میں تجھے سُتھرا بیٹا دُوں۔ یعنی مسیح علیہ الصلٰوۃ والتسلیم رسول بخش ہیں، اور وہابیہ کا خدا اُن کے کان میں ڈال جائے کہ رسول بخش کہنا شرک قرآن عظیم تو اس گستاخ پر جس نے کہا تھا رسول غیب کیا جانے حکم کفر فرمائے کہ:

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ"[4]	بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے اپنے ایمان کے بعد۔

اور وہابیہ کا خدا اسمٰعیل دہلوی کو یہی ایمان سُجھائے کہ رسول غیب کیا جانے اور وہ بھی اس تصریح کے ساتھ کہ اللہ کے دئے سے مانے جب بھی شرک ہے۔ اب کہئے اگر رسول کو غیب کی خبر مانے تو وہابی خدا کے حکم سے مشرک، نہ مانے تو قرآن عظیم کے حکم سے کافر، پھر مفر کدھر، یہی مانتے بنے گی کہ یہ مسلمانوں کے خدا کے احکام ہیں جس نے قرآن کریم محمد رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اتارا اور وہ وہابیہ کے خدا کے جس نے تقویۃ الایمان اسمٰعیل دہلوی اتاری، ہاں وہابیہ کا خدا وُہ ہے جس کے سب سے اعلٰی رسول کی شان اتنی ہے جیسے قوم کا چودھری یا گاؤں کا پدھان جس نے حکم دیا ہے کہ رسولوں کو ہرگز نہ مانا رسولوں کا ماننا نرا خبط ہے وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ۔ یہ ہے وہابیوں کا خدا، کیا خدا ایسا ہوتا ہے لا الٰہ الّا اللہ کیا وُہ خدا کو جانتے ہیں، حاش للہ سبحٰن رب العرش عمّا یصفون ○

(۱۱) دیوبندیوں کے جھوٹے خدا

دیوبندی ایسے کو خدا کہتے ہیں جو وہابیہ کا خدا ہے جس کا بیان ابھی گزر چکا ہے اور اتنے وصف اور رکھتا ہے کہ

[1] القرآن الکریم ۹/ ۷۴
[2] القرآن الکریم ۹/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۱۹/۱۹
[4] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

علمِ ذاتی عــہ۱ میں اس کی توحید یقینی، دوسرے کو اپنی ذات سے بے عطائے خدا عالم بالذات کہنا قطعًا کفر نہیں، ہاں وہ جو بالفعل جُھوٹا ہے جس عــہ۲ کے لئے وقوعِ کذب کے معنے درست ہو گئے جو اسے جھٹلائے مسلمان عــہ۳ سنی صالح ہے اسے کوئی سخت کلمہ نہ کہنا چاہئے، دیوبندی خدا عــہ۴ چوری بھی کرسکتا ہے وہ تمام جہان عــہ۵ کا تنہا مالک نہیں اُس کے سوااور بھی مالک مستقل ہیں جن کی ملک میں وہ چیزیں ہیں جو دیوبندی خدا کی ملک میں نہیں اُن پر للچائے تو چاہے ٹھگوں لٹیروں کی طرح جبرًا غصب کر بیٹھے کیونکہ وہ ظالم بھی عــہ۶ ہوسکتا ہے اُچکّوں چوروں کی طرح مالکوں کی آنکھ بچا کر لے بھاگے کیونکہ وہ چوری کر سکتا ہے، ہاں وُہ جس کی توحید باطل ہے کہ ایک وہی خدا ہوتا تو دوسرا مالک مستقل نہ ہوسکتا اور دوسرا مالک مستقل نہ ہوتا تو دیو بندی خدا چوری کیسے کرسکتا کہ اپنی ملک لینے کو چوری نہیں کہہ سکتے اور اگر وہ چوری نہ کرسکتا تو دیوبندی بلکہ عام وہابی دھرم میں علٰی کل شیئ قدیر نہ رہتا انسان اُس سے قدرت میں بڑھ جاتا کہ آدمی تو چوری کرسکتا ہے اور وہ کر نہ سکا اور یہ محال ہے۔لا جرم ضرور ہے کہ دیوبندی خدا چوری کرسکے تو ضرور ہے کہ اس کے سوااور بھی مالک مستقل ہوں تو لازم ہے کہ دیوبندی خدا کم از کم مجوسی خداؤں کی طرح دو۲ ہوں، نہیں نہیں بلکہ قطعًا لازم کہ کروڑوں ہوں کہ آدمی کروڑوں اشخاص کی چوری کرسکتا ہے دیوبندی خدا نہ کرسکے تو آدمی سے قدرت میں گھٹ رہے، لاجرم ضرور ہے کہ کروڑوں خدا ہوں جن کی چوری دیوبندی خدا کرسکے، رہا یہ کہ وہ سب کے سب اسی کی طرح چوٹے بدمعاش ہیں یا صرف یہ، اس کا فیصلہ تھانوی صاحب کے سر ہے۔ہاں دیو بندی خدا وُہ ہے کہ علم عــہ۷ میں شیطان اس کا شریک ہے سب سے بدتر

عــہ۱: یہ قول رشید احمد گنگوہی کا ہے، فتاوٰی گنگوہی جلد اول ص ۳ ۸ "جو یہ عقیدہ ہو کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاع حق تعالٰی کے تو اندیشہ کفر کا ہے امام نہ بنانا چاہیے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان روکے" تھانوی صاحب وغیرہ علمائے وہابیہ سے استفتا ہے کہ علم ذاتی بے عطائے الٰہی کسی مخلوق کے لئے ماننا ضروریات دین کا انکار ہے یا نہیں، ہے تو ایسے کے کفر میں شک کرنا بلکہ کفر نہ ماننا صرف اندیشہ کفر جاننا کفر ہے یا نہیں، ہے تو جناب گنگوہی صاحب کافر ہُوئے یا نہیں، نہیں تو کیوں ۱۲۔

عــہ۲: فتوائے گنگوہی ۱۲۔ عــہ۳: فتوائے گنگوہی ۱۲۔

عــہ۴: مضمون محمود وحسن دیوبندی پرچہ مذکورہ نظام الملک ۱۲

عــہ۵: دیکھو مضمون مذکور دیوبندی مع پیکان جانگداز ص ۱۷۲۔ عــہ۶: مضمون مذکور

عــہ۷: براہین قاطعہ ایمان گنگوہی صاحب ص ۴۷۔

مخلوق عــہ۱ شیطان کا علم اُس کے سب سے اعلیٰ رسول کے علم سے وسیع تر ہے اور ہونا ہی چاہئے کہ رسول اس کے برابر کیسے ہو سکے جو خدا کا شریک ہے، اُس نے جیسا عــہ۲ علم اپنے حبیب کو دیا اور اُسے اپنا بڑا فضل کہا اور اس پر اعلیٰ درجہ کا احسان جتایا اُس کی حقیقت اتنی کہ ایسا تو ہر پاگل ہر چوپائے کو ہوتا ہے، ہاں دیوبندی خدا وُہ ہے جسے قادر مطلق کہنا اسی دلیل سے باطل ہے کہ جمیع اشیاء پر قدرت تو عقلاً و نقلاً باطل ورنہ خود وہ بھی مقدور ہو تو ممکن ہو تو خدا نہ رہے اور اگر بعض مراد تو اس میں اُس کی کیا تخصیص، ایسی قدرت تو ہر پاگل چوپائے کو ہے۔ دیوبندی خدا وہ ہے جس عــہ۳ نے ایسے کو اپنا سب سے اعلیٰ رسول چُنا جو اُس کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھتا خیالات عوام کے لائق اُس کی سمجھ تھی جس کی خطا اہل فہم پر روشن تھی، پھر یہ دیوبندی خُدا اُسے اس فاحش غلطی پر بھی نہ روکتا یا شاید خود بھی اپنا کلام نہ سمجھتا کیونکہ وہ عــہ۴ جاہل بھی ہو سکتا ہے، دیوبندی خدا وُہ ہے کہ جس دلیل سے اس کے خاتم النبیین کے سوا چھ عــہ۵ خاتم النبین اور ماننا خاتم کی شان بڑھانا ہے یو ہیں اُسے تنہا خدا کہنا اُس کی شان گھٹانا ہے اُس کی بڑی بڑائی یہ ہے کہ بہت سے خداؤں کا خدا ہے کیا خدا ایسا ہوتا ہے، حاش ﷲ سبحٰن رب العرش عما یصفون O

(۱۲) غیر مقلدوں کے جھوٹے خدا

غیر مقلد کا خدا یہ سب کچھ ہے جو دیوبندی وہابی کا، قال اللہ تعالٰی "بَعۡضُهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡضٍ ۘ"[1] (اور وہ بعض نزاکتیں اور زیادہ رکھتا ہے ایسا کہ جس عــہ۶ کے دین میں کُتّا حلال، سوئر کی چربی حلال، سوئر کے گُردے حلال، سوئر کی تلی حلال، سوئر کی کلیجی حلال، سوئر کی اوجھڑی حلال، سوئر کی کھال کا ڈول بنا کر اس سے پانی پینا حلال وضو کرنا

عــہ۱: براہین قاطعہ ایمان گنگوہی صاحب ص ۴۷۔ عــہ ۲: حفظ الایمان تھانوی صاحب ص ۷۔

عــہ ۳: تحذیر الناس قاسم نانوتوی صاحب ص ۲ مع حدیث متواتر "انا خاتم النبیین لانبی بعدی"۔

عــہ۴: تقویۃ الایمان ص ۲۰ وتصریح صریح مضمون مذکور محمود حسن دیوبندی۔ عــہ۵: تحذیر الناس نانوتوی ص ۳ و ۳۸۔

حلال۔ عــہ۶: آیہ کریمہ "قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُهٗۤ"[2] میں کھانے کی صرف چار ۴ چیزوں میں حرمت کا حصر ہے جن میں کُتّا نہیں، اور سوئر کا گوشت ہے چربی گردے تلی کلیجی کھال نہیں، اور انکی حرمت میں کوئی صحیح صریح حدیث بھی نہیں اور ہو تو آیت کا رد نہیں کر سکتی لہٰذا غیر مقلدی دھرم میں یہ سب چیزیں حلال و شیر مادر ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۶۷

[2] القرآن الکریم ۶/ ۱۴۵

حلال، گندی خبیث عـــہ۱ شراب سے نہا کر سارے کپڑے اس میں رنگ کر نماز پڑھنا حلال ایک وقت میں ایک عورت عـــہ۲ متعدد مردوں پر حلال، وُہ جس نے آپ ہی تو عـــہ۳ حکم دیا کہ خود نہ جانو تو جاننے والوں سے پوچھو، اپنے علماء کی اطاعت کرو، اپنے نیکوں کی پیروی کرو، جب پوچھا اور اطاعت و پیروی کی تو شرک کی جڑ دی۔ وُہ جس نے ائمہ دین کی تقلید حرام و شرک ٹھہرائی اور پُوربی عـــہ۴ بنگالی پنجابی بھوپالی کی فرض۔ وہ جس نے اپنے اور رسولوں کے سوا کسی کی بات حجت نہ رکھی اور بیچ میں چند محدثوں عـــہ۵ اور جارحوں معدلوں کو کھڑا کرکے ان کے قول کو کتاب وسنت کے برابر ٹھہرا کر حجیت دی یعنی یہ شریک الوہیت نہیں تو شریک رسالت ضرور ہیں، نہیں نہیں بلکہ شریک الوہیت ہی ہیں کہ

"اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"[1] (انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ

عـــہ۱: روضہ ندیہ صدیق حسن بھوپالی ص ۱۲۔ عـــہ۲: دیکھو ضمیمہ النیر الشابی ص ۳۴ تا ۳۶۔

عـــہ۳: قال اللہ تعالٰی

"فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ"[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا، تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم کو علم نہیں (ت)

وقال تعالٰی "اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ"۔[3] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حکم والوں کی جو تم میں سے ہوں (ت)

وقال تعالٰی "وَّ اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ"۔[4] ۱۲ (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا (ت)

عـــہ۴: کہ جو کچھ یہ کہہ دیں کہ قرآن حدیث سے ثابت ہے ان کے جاہلوں پر اس کا ماننا فرض ۱۲

عـــہ۵: بخاری و مسلم فلاں فلاں نے حدیث، روایت کردی صحیح ہو گئی، یحیٰی، نسائی، دارقطنی فلاں فلاں نے راوی کو ثقہ کہہ دیا، ضعیف کہہ دیا ضعیف ہے۔ اگرچہ یحیٰی وغیرہ تک سند خود مقطوع ہو، ذہبی وابن حجر نے قال کہہ دیا سند صحیح ہے رُوی کہا ضعیف ہے، یہ سب نری تقلید جامد ہے جس پر اللہ نے کوئی سند نہ اتاری، قرآن وحدیث سے اسکا کہیں ثبوت نہیں ۱۲

---

[1] القرآن الکریم ۹ / ۳۱

[2] القرآن الکریم ۱۶ / ۴۳

[3] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

[4] القرآن الکریم ۳۱ / ۱۵

کے سواخدا بنالیا۔ت) نہ کہ رسلا من دون النبی (نبی کے سوا رسول۔ت) ہاں وہ جس نے آپ ہی تو عـــہ اتباع ظن حرام اور افادہ حق میں محض ناکام کیا پھر ان چند کی ظنی روایات ظنی جرح و تعدیلات کا اتباع عین دین کر دیا، تو بات کیا وہی کہ یہ مثل انبیاء معصوم ہیں، نہیں نہیں بلکہ دین غیر مقلدی کے اربابا من دون اللہ جُھوٹے خدا ہیں، وُہ جس نے چند جاہلان عالم نما کے سوا جوابو حنیفہ و شافعی پر منہ آتے اور اُن کے احکام پر رکھنے کی اپنے میں طاقت بتاتے ہیں تمام عالم کو بے نتھا بیل کیا ہے کیونکہ وُہ آپ دلیل نہیں سمجھ سکتے اور دُوسرے کی کہی ہُوئی اگرچہ بنگالی بھوپالی دہلوی امرتسری کی مان لیں کہ دلیل سے یہ ثابت ہے، یہ تو وہی تقلید ہُوئی جو شرک ہے لہٰذا ضرور بے نتھے بیل ہیں، وُہ کہ عام جہاں پر جس کے لئے کوئی حجت قائم نہیں ہو سکتی کہ حجت قائم ہو دلیل سے، دلیل وُہ خود سمجھ نہیں سکتے اور دُوسرے کی سمجھ پر اعتماد شرک۔ وہ جس نے (خاک بدہن خبثا) کُھلے مشرکوں کو خیرامۃ کہا اور ان کے تین قرنوں کو خیر القرون (کہلوایا جن کا روز اول سے آج تک یہی معمول کہ عامی کو جو مسئلہ پُوچھنا ہوا عالم سے پُوچھا، عالم نے حکم بتادیا سائل نے مانا اور کاربند ہُوا صحابہ سے آج تک کبھی دلیل بتانے اور اُسے عامی کے اس قدر ذہن نشین کرنے کا کہ وُہ خود سمجھ لے کہ واقعی یہ حکم قرآن و حدیث سے ثابت بروجہ صحیح غیر معارض و غیر منسوخ ہے، ہرگز نہ دستور تھا نہ ہُوا نہ ہے، تو پوچھنے والے بے علم دلیل تفصیلی اُن کا فتوٰی مانا کئے اور یہی تقلید ہے، اور تقلید شرک تو عہد صحابہ سے آج تک سب

عـــہ: قال اللہ تعالٰی

"وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ "[1]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا اور ان میں اکثر تو نہیں چلتے مگر گمان پر، بیشک گمان حق کا کچھ کام نہیں دیتا (ت)

قال تعالٰی

" اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ "۔[2]

(اللہ تعالٰی نے فرمایا: وہ تو نرے گمان کے پیچھے ہیں اور بیشک گمان یقین کی جگہ کُچھ کام نہیں دیتا (ت)

وقال تعالٰی "وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ "[3]۔۱۲

(اور اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں (ت)

[1] القرآن الکریم ۱۰/ ۳۶

[2] القرآن الکریم ۵۳/ ۲۸

[3] القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶

مفتیان وعلماء مشرک گر وشرک دوست ہُوئے اور ہر مشرک گر خود مشرک اور مشرکوں سے بد تر، تو غیر مقلد کے دھرم میں صحابہ سے اب تک تمام اُمت مشرک، لیکن غیر مقلد کا خدا انھیں کو **خیر الامۃ** اور **خیر القرون** کہتا کہلواتا ہے، پھر اس کی کیا شکایت کیہ ایسوں کو کہا جو غیر مقلدی دھرم میں "**فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِیَعًا**"[1] تھے جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور جُدا جدا گروہ ہوگئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن سے فتوٰی لیتے اور اس پر چلتے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن کی طرف تھے، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے اتباع اُن کے ساتھ تھے اور وُہ اختلاف آج تک برابر قائم رہے، سب فریق مشورہ کرکے ایک بات پر عامل نہ ہونے تھے نہ ہوئے، قرآن عظیم میں ہمیشہ پڑھا کئے:

"**فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ**"۔[2]	(جب تم میں کسی بات میں اختلاف ہو تو اُسے اللہ ورسول کی طرف رجوع کرو۔

اس پر نہ عمل کرنا تھا نہ کیا، اس پر عمل کرتے تو سب ایک نہ ہو جاتے کہ اللہ ورسول کا حکم ایک ہی تھا، مگر وُہ اپنے ہی عالموں کے قول پر اڑے رہے مسعودی عمری عباسی نام نہ کہلانا کوئی چیز نہیں کام وہی رہا جو حنفی شافعی مالکی حنبلی نے کیا کام کام سے ہے نہ کہ نام سے۔ دین کے ایسے ٹکڑے کرنے والوں کو "**خیر امۃ و خیر القرون**" ٹھہرایا وغیرہ وغیرہ خرافات ملعونہ، کیا انھوں نے خدا کو جانا، حاش للہ "**مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾**"[3]
"**سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾**"[4] (انھیں اس کی حقیقت کچھ معلوم نہیں یُونہی اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ پاکی ہے عرش کے رب کو ان باتوں سے جو یہ بناتے ہیں۔ت)

تنبیہ: مسلمانو! تم نے دیکھا یہ ہیں گمراہ فرقے، اور یہ ہیں ان کے ساختہ خدا "**مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ**"[5] (اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ت) اور ایک عام بات یہ ہے کہ کفر کیا ہے اُس بات کی تکذیب جو بالقطع والیقین ارشاد الٰہی عزوجل ہے اب یہ تکذیب کرنے والا اگر اُسے ارشاد الٰہی عزوجل نہیں مانتا تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کا یہ ارشاد نہیں حالانکہ خدا وُہ ہے جس کا یہ ارشاد ہے تو اُس نے خدا کو کہاں جانا اور اگر اس کا ارشاد مان کر تکذیب کرتا ہے تو ایسے کو خدا سمجھا ہے جس کی بات

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۵۹
[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹
[3] القرآن الکریم ۴۳/ ۲۰
[4] القرآن الکریم ۴۳/ ۸۲
[5] القرآن الکریم ۶/ ۹۱

جھٹلانا رواہے اور خدااس سے پاک و وراء و بلند و بالا تو اس نے خدا کو کب جانا، حاصل وہی ہوا کہ "اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ"[1] (اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ ت) اور یہاں سے ظاہر ہُوا کہ اس جہل باللہ میں نِرے دہریوں کے بعد جو سرے سے وجود خدا کے منکر ہیں سب سے بھاری حصہ ان وہابیوں اسمٰعیلیوں خصوصا دیوبندیوں کا ہے کہ اور کافر تو اس سے کافر ہوئے کہ انھوں نے خدا کو جھٹلایا خدا کو عیب لگایا مگر اُن میں ایسا کُھلا بیباک مشکل سے نکلے گا جو اپنی زبان سے خود ہی کہے کہ ہاں ہاں اُس کا خدا جُھوٹا ہونے اور نہ صرف جُھوٹ بلکہ ہر سڑے سے سڑے عیب ہر ناپاک سی ناپاک گندگی میں سننے کے قابل ہے یہودی نصرانی بھی شایداسے کہتے جھجکیں گے، یہ دھوئی دھائی دیدے کی صفائی، انہی صاحبوں کے حصہ میں آئی کہ اپنے معبود کے کذاب عیبی آلودہ ہونے کو دھڑلے سے جائز کریں اور اُس پر تحریر کریں لکھیں چھاپیں اسی پر کمالِ اسلام کا مدار جانیں

"وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ"[2] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

تنبیہ: ان چند اوراق میں جو کچھ بیان ہُوا کتب ورسائل فقیر واصحاب فقیر میں بحمدہ تعالٰی مبسوط و مبرہن ہیں، مسلمان انھیں حروف کو یاد رکھیں تو ضرور ضرور ان تمام بے دینوں کے سائے سے بچیں، انکی پرچھائیں سے دُور بھاگیں انکے نام سے گھن کریں، انکے قال اللہ وقال الرسول کے مکر کے جال میں نہ پھنسیں، "يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" تو بعونہ تعالٰی یہیں روشن ہوا اور ان شاء اللہ الکریم، ان شاء اللہ الکریم، ان شاء اللہ الکریم، ان شاء اللہ الکریم وفی الاخرۃ[3] کل کے دن پر وہ برافگن ہو یعنی ثابت رکھے اللہ ایمان والوں کو حق دین پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں، واللہ قدیر واللہ غفور رحیم o وللہ الحمد۔ والیہ الصمد۔ وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقہ محمد واٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین۔ اٰمین والحمد للہ ربّ العٰلمین o

---

[1] القرآن الکریم ۴۵/ ۲۳

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] القرآن الکریم ۱۴/ ۲۷

رسالہ
حجب العوار عن مخدوم بہار ۱۳۳۹ھ
(مخدوم بہار سے عیب کو روکنا)

مسئلہ ۷۷: از داناپور مرسلہ محمد حنیف خان ۸ شعبان ۱۳۳۹ھ

بخدمت فیضدرجت جناب اعلیحضرت مولانا مولوی احمد رضاخاں صاحب مدظلہ العالی، گزرارش ہے کہ اسمٰعیل نے چمار سے مثال دی، یہاں کے غیر مقلد کہتے ہیں کہ مخدوم صاحب نے مینگنی سے مثال دی ہے اس کا کیا جواب ہے حضور کا کوئی رسالہ یا فتوٰی ہے اس بارے میں ہے یا نہیں؟

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اولا: کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام سے منسوب ہونا اس سے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں، بہت رسالے خصوصا اکابر چشت کے نام منسوب ہیں جس کا اصلا ثبوت نہیں۔

ثانیا: کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں، بہت اکابر کی کتابوں میں الحاقات ہیں جن کا مفصل بیان کتاب الیواقیت والجواھر امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہے خصوصا حضرت شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں توالحاقات کی گنتی نہیں، کھلے ہوئے صریح کفر بھردئے ہیں، جس پر درمختار ابوالسعود سے نقل کیا:

تیقنا ان بعض الیھود افتراھا علی الشیخ قدس اللہ سرّہ [1]۔	ہم کو یقین ہے کہ شیخ قدس سرہ پر یہ عبارتیں بعض یہودیوں نے گھڑدی ہیں۔

حضرت مخدوم صاحب ہی کی کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام میں ہے:

قریش اعلیٰ جد مصطفیٰ بود واودو پسر داشت یکے را نام ہاشم بود ودوم رانام تیم پیغامبر از نسل ہاشم است وابوبکر از نسل تیم است [2]۔	ہاشم کے باپ کا نام قریش اور ان کے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم، پیغامبر ہاشم کی نسل سے اور ابوبکر تیم کی نسل سے ہیں۔

کوئی جاہل سے جاہل ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ ہاشم کے باپ کا نام قریش تھا، اور انکے دو بیٹے تھے، ایک ہاشم دوسرا تیم۔ ہم ہرگز ایسی نسبت بھی مخدوم صاحب کی طرف نہیں مان سکتے ضرور کسی جاہل کا الحاق ہے نہ کہ **معاذاللہ** توہین شان رسالت یہ وہابیہ ہی میں سے کسی کا الحاق ہے۔

ثالثاً: امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں:

لاتجوز نسبۃ مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال قتل ابن ملجم علیا وقتل ابو لؤلوء عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فان ذلك ثبت متواترا فلا یجوزان یری المسلم بفسق او کفر من غیر تحقیق [3]۔	یعنی کسی مسلمان کی طرف کسی کبیرہ کی نسبت بلاتحقیق حرام ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابوملجم نے مولا علی اور ابولولؤ نے امیرالمومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شہید کیا کہ یہ تواتر سے ثابت ہے، تو کسی مسلمان کی طرف بلاتحقیق کفر یا فسق کی نسبت اصلا جائز نہیں۔

اس کے بعد وہ احادیث ذکر فرمائیں جن سے ثابت ہے کہ کسی کو کافر کہنے والا خود کافر ہوجاتا ہے اگر وہ کافر نہ تھا۔ یوں ہی فسق کی طرف نسبت کرنے والا فاسق ہوجاتا ہے اگر وہ فاسق نہ تھا۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کردیتا کہ چھاپے کا اصل وہ نسخہ ہے جو کسی المار ی میں ملا اس سے نقل کرکے کاپی ہوئی سیدھی صاف باتوں میں کسی کتاب سے کہ ظنی طور پر کسی بزرگ کی طرف منسوب ہو۔ اسناد اور بات ہے، اور ایسے

[1] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۸

[2] کتاب عقائد ترجمہ عمدۃ الکلام

[3] احیاء العلوم والدین کتاب آفات اللسان الآفۃ الثامنۃ اللعن مطبعۃ المشھد الحسینی القاہرہ ۳/ ۱۲۵

امر میں جسے مسند کلمہ کفر بنایا اور اس سے توہین شانِ رسالت کے جواز پر سند لانا ہے، اس پر اعتماد اور بات، علما کے نزدیک ادنٰی درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو، خطیب بغدادی بطریق الرحمان سلمی امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا:

اذا وجد احدکم کتابا فیه علم لم یسمعه عن عالم فلیدع باناء وماء فلینقعه فیه حتی یختلط سواده فی بیاضه [1]۔	جب تک تم میں کوئی ایک کتاب پائے جس میں علم کی بات ہے اور اسے کسی عالم سے نہ سنا تو برتن میں پانی منگا کر وہ کتاب اس میں ڈبودے کہ سیاہی سپیدی سب ایک ہو جائے۔

فتاوٰی حدیثیہ امام زین الدین عراقی سے ہے:

نقل الانسان مالیس له به روایة غیر سائغ بالاجماع عند اهل الدرایة [2]۔	یعنی علمائے کرام کا اجماع ہے کہ آدمی جس بات کی سند متصل نہ رکھتا ہو اس کا نقل اسے حلال نہیں۔

ہاں اگر اس کے پاس نسخہ صحیحہ معتمدہ ہو کہ خود اس نے یا کسی ثقہ معتمد نے خود اصل نسخہ مصنف سے مقابلہ کیا یا اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا وسائط زیادہ ہوں تو سب کا اسی طرح کے متعمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخہ کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز، فتاوٰی حدیثیہ میں ہے:

قالوا ماوجد فی نسخة من تصنیف فان وثق بصحة النسخة بان قابلها المصنف اوثقه غیره بالاصل او بفرع مقابل بالاصل وهکذا جاز الجزم بنسبتها الی صاحب ذلك الکتاب وان لم یوثق لم یجزم [3]۔	یعنی علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے کسی نسخہ میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخہ سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، جب تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔

[1] الفتاوٰی الحدیثیه بحواله الخطیب مطلب فی ان الانسان لایصح له الخ المطبعة الجمالیه مصر ص ۶۵
[2] الفتاوٰی الحدیثیه بحواله الخطیب مطلب فی ان الانسان لایصح له الخ المطبعة الجمالیه مصر ص ۶۴
[3] الفتاوٰی الحدیثیه بحواله الخطیب مطلب فی ان الانسان لایصح له الخ المطبعة الجمالیه مصر ص ۶۵

مقدمہ امام ابوعمرو بن الصلاح میں عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے ہشام سے فرمایا: تم نے لکھ لیا؟ کہا: ہاں۔ مقابلہ کرلیا؟ کہا: نہ۔ فرمایا: **لم تکتب**[1] تم نے لکھا ہی نہیں۔ اسی میں امام شافعی ویحیٰی بن ابی کثیر سے ہے کہ دونوں صاحبوں نے فرمایا:

من کتب ولم یعارض کمن دخل الماء ولم یستنج[2]۔	جس نے لکھا اور مقابلہ نہ کیا وہ ایسا ہے کہ پانی میں داخل ہے اور استنجا نہ کیا۔

اسی میں ہے:

اذا اراد ان ینقل من کتاب منسوب الی مصنف فلا یقل "قال فلان کذا وکذا" الا اذا وثق بصحة النسخة بان قابلها هو او ثقة غیرہ باصول متعددة[3]۔	جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صحت عامہ نسخہ پر اعتماد نہ ہو یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ نے اس متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہو۔

اسی میں ہے:

یطالع احدهم کتابا منسوبا الی مصنف معین وینقل منه عنه من غیر ان یثق بصحة النسخة قائلا "قال فلان کذا وکذا او ذکر فلان کذا وکذا" والصواب ماقدمناه اھ[4] ولفظ الفتاوی الحدیثیة عنه والصواب ان ذلك لایجوز[5]۔	کسی معین مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت دیکھ کر آدمی نقل کردیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا حالانکہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلاواسطہ یا بوساطت ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں مثلاً یوں کہے کہ فلاں نے یوں یوں کہا یا فلاں نے یوں یوں ذکر کیا، حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے۔

[1] مقدمہ ابن الصلاح النوع الخامس والعشرون فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۹۲
[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الخامس والعشرون فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۹۲
[3] مقدمہ ابن الصلاح النوع الرابع والعشرون فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸۷
[4] مقدمہ ابن الصلاح النوع الرابع والعشرون فاروقی کتب خانہ ملتان ص ۸۷
[5] الفتاوی الحدیثیه مطلب ان الانسان لایصح له ان یقول الخ المطبعة الجمالیة مصر ص ۶۵

امام نووی نے تقریب میں فرمایا:

فان قابلها باصل محقق معتمد اجزاه[1]۔	اگر ایک اصل تحقیق معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے۔

یعنی اصول معتمدہ متعدد سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے، یہ اتصال سند اصل وہ شیئ ہے جس پر اعتماد کرکے مصنف کی طرف نسبت جائز ہوسکے، اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغییر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے مقدمہ امام ابو عمرو نوع اول میں ہے:

اٰل الامران الاعتماد علی مانص علیه فی تصانیفهم المعتمدة المشهورة التی یؤمن فیها لشهرتها من التغییر و التحریف[2] (ملخصاً)	یعنی آخر قرار داد اس پر ہوا کہ اعتماد اس پر ہے جو ایسی مشہور و معتمد کتابوں میں ہو جن کی شہرت کے سبب ان میں تغییر و تحریف سے امان ہو۔ (ملخصا)

فتح القدیر و بحر الرائق و نہر الفائق و منح الغفار میں فرمایا:

علی هذا لو وجدنا بعض نسخ النوادر فی زماننا لایحل عزوما فیها الی محمد والا الی ابی یوسف لانها لم تشتهر فی دیارنا ولم تتداول[3]۔	یعنی اگر کتب ستہ کے سوا اور کتب تلامذہ امام کے بعض نسخے پائیں تو حلال نہیں کہ ان کے اقوال کو امام محمد یا امام ابو یوسف کی طرف نسبت کریں کہ وہ کتابیں ہمارے دیار میں مشہور و متداول نہ ہوئیں۔

تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس وتدریس یا نقل وتمسک یا ان کی مطمح نظر رہی ہو، جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات ومقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کئے، زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پرظاہر کہ یہاں دونوں باتیں مفقود، تداول درکنار کوئی سند متصل بھی نہیں، نہ کہ تواتر جو ایسی نسبت کے لئے لازم ہے، رہا وجود نسخ، انصافا متعدد بلکہ کثیر ووافر قلمی نسخے موجود ہونا بھی ثبوت تواتر کو بس نہیں، جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کئے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے ورنہ ممکن کہ بعض نسخ محرفہ ان کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہوا اور یہ ان سے نقل ونقل در نقل ہو کر کثیر ہوگئے، جیسے آج کل کی

[1] تقریب النووی مع تدریب الراوی النوع الاول الصحیح دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱/ ۱۵۰

[2] مقدمہ ابن الصلاح النوع الاول الصحیح فاروقی کتب خانہ ملتان ص۹

[3] فتح القدیر کتاب الحوالہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/ ۳۶۰

محرف بائبل کے ہزار در ہزار نسخے، فتوحات مکیہ کے تمام مصری نسخے نسخہ محرفہ سے منقول ہوئے اور اس کی نقلیں مصر میں چھپیں اور اب وہ گھر گھر موجود ہیں، حالانکہ تواتر در کنار ایک سلسلہ صحیحہ آحاد سے بھی ثبوت ہیں، "وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ﴿۴﴾ "[1] (اور اللہ حق فرماتا ہے اور وہی راہ دکھاتا ہے۔ت) علامہ شامی کا ظن پر اکتفا صاف باتوں کے لئے وجہ ہے مگر ایسے امور میں اس پر قناعت قطعاً حرام، ورنہ معاذاللہ اکابر ائمہ واعاظم علماء کی طرف نسبت کفر ماننی پڑے، ہماری نظر میں ہیں وہ کلمات جو اکابر اولیاء سے گزر کر اکابر علماء معتمدین مثل امام ابن حجر مکی وملا علی قاری وغیرہما کی کتب مطبوعہ میں پائے جاتے ہیں، اور ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ الحاقی ہیں، ایک ہلکی نظیر علی قاری کی شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۴ پر ہے:

ماسمی به الرب نفسه وسمی به مخلوقاته مثل الحی والقیوم والعلیم والقدیر[2]۔	نام کہ رب تعالٰی نے اپنے لئے اور مخلوق کے لئے مقرر فرمائے وہ مثل حی، قیوم، علیم، قدیر ہیں۔(ت)

اس میں مخلوقات پر قیوم کے اطلاق کا جواز ہے حالانکہ ائمہ فرماتے ہیں کہ غیر خدا کو قیوم کہنا کفر ہے۔ مجمع الانہر میں ہے:

اذا اطلق علی المخلوق من الاسماء المختصة بالخالق نحو القدوس والقیوم والرحمٰن وغیرها یکفر[3]۔	جو اللہ تعالٰی کے مخصوص ناموں میں سے کسی نام کا اطلاق مخلوق پر کرے، جیسے قدوس، قیوم اور رحمٰن وغیرہ تو وہ کافر ہوجائے گا۔(ت)

اسی طرح اور کتابوں میں ہے۔ حتی کہ خود اسی شرح فقہ اکبر صفحہ ۲۴۵ میں ہے:

من قال لمخلوق یاقدوس اوالقیوم اوالرحمٰن کفر[4]۔	جو کسی مخلوق کو قدوس یا قیوم یا رحمٰن کہے کافر ہوجائے۔

پھر کیونکر مان سکتے ہیں کہ وہ صفحہ ۷۴ کی عبارت علی قاری کی ہے ضرور الحاق ہے اگرچہ کتاب اجمالا مشہور ومعروف ہے، بخلاف کلمات اسمٰعیل کہ موافق ومخالف کے نزدیک اس سے متواتر ہیں، مخالفین رد کرتے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴

[2] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر اللہ سبحانہ اوجد المخلوقات مصطفی البابی مصر ص ۳۹

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۹۰

[4] منح الروض الازھر شرح الفقہ الاکبر فصل فی الکفر صریحا وکنایة مصطفی البابی مصر ص ۱۹۳

موافقین تاویلیں کرتے ہیں، اب یہیں دیکھئے اس چمار والے کلام پر سے دفع ایراد کہ یہ عبارت پیش کی، خود اسمٰعیل کی زندگی میں اس پر مواخذے ہوئے، جامع مسجد دہلی میں شاہ عبدالعزیز کے اعزہ واخص تلامذہ مثل مفتی رشید الدین خاں صاحب وشاہ موسٰی صاحب نے مناظرے کئے الزام دئے، نہ اس نے کہا کہ یہ کلمات میرے نہیں، نہ اس کے ہواخواہوں نے، جب سے آج تک، تواس سے ثبوت یقینی ہے اور وہابیہ کہ بحالت موجودہ اسے مثل قرآن وعین ایمان مان رہے ہیں ان پر رد تو کسی ثبوت کی بھی حاجت نہیں **کمالایخفی** (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ت)

رابعًا: ایسی جگہ خلق سے مراد وہ ہوتے ہیں جو عظمت دینی سے اصلا حصہ نہیں رکھتے شیخ سعدی قدس سرہ فرماتے ہیں: ؎

نگہدار دآں شوخ در کیسہ در   کہ داند ہمہ خلق راکیسہ بر[1]۔

(موتیوں کی بات ایسے شوخ سے ہوشیار رہو جو تمام لوگوں کو جیب کترا سمجھتا ہے۔ت)

ابلیس ہوگا وہ جو کہے کہ اس سے عام مراد ہے کہ انبیاء واولیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کو بھی معاذاللہ گرہ کاٹ جانے، حقیقت امر یہ ہے کہ مخلوق دو قسم ہے:

اول: وہ کہ عظمت دینی رکھتے ہیں جن کے سروسرور مطلق حضور سید المرسلین ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وبارک وسلم، پھر باقی حضرات انبیاء وملائکہ واولیاء واہلبیت وصحابہ، پھر دیگر علماء وصلحاء واتقیاء، پھر سلاطین اسلام، پھر عام مومنین، نیز صحائف دینیہ مثل مصحف شریف وکتب فقہ وحدیث، صفات جمیلہ مثل ایمان وعمل، اعمال صالحہ مثل نماز وحج، اخلاق فاضلہ مثل زہد وتواضع، اماکن مقدسہ مثل کعبہ مکرمہ وروضہ منورہ، غرض جملہ اشخاص واشیاء جن کو مولٰی عزوجل سے علاقہ قرب ہے۔اس علاقہ کے سبب ان کی تعظیم اللہ عزوجل ہی کی تعظیم ہے اور ان کی عزت اس کی عزت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان من اجلال اللہ اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القراٰن غیر الغالی فیہ والجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط[2]۔	بیشک اللہ کی تعظیم سے ہے بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی، اور حافظ قرآن کی کہ نہ اس میں حد سے بڑھے نہ اس سے دوری کرے، اور حاکم عادل کی۔

[1] بوستان سعدی باب اول منشی گلاب سنگھ لکھنؤ ص ۱۲۸

[2] سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فی تنزیل الناس منازلھم آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

(اسے ابوداؤد نے سند حسن کے ساتھ ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت)	رواہ ابوداؤد بسند حسن عن ابی موسٰی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه۔

مولٰی عزوجل فرماتا ہے: "فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ﴿۱۳۹﴾"[1] عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے، اور خود فرماتا ہے:

عزت اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لئے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔	"وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾"[2]۔

رسول اور مسلمانوں کی عزت اگر عزت الٰہی سے جدا ہوتی تو عزت کے حصے ہو جاتے۔ ایک حصہ اللہ کے لئے، ایک رسول کا، ایک مومنین کا، حالانکہ رب عزوجل فرما چکا کہ عزت ساری اللہ ہی کے لئے ہے، تو قطعًا ان کی عزت اللہ ہی کی عزت سے ہے اور ان کی تعظیم اللہ ہی کی تعظیم۔ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کرنے والوں کو قرآن عظیم کافر فرماتا ہے، ایک قوم کا حال ارشاد فرمایا:

اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنی چاہتے ہیں۔	"یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ"[3]۔

پھر فرمایا: "اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا"[4] یہی پکے کافر ہیں۔ رسولوں کی عزت رسولوں کی عظمت اللہ عزوجل کی عزت وعظمت سے جدا ماننی، اللہ اور اس کے رسولوں میں جدائی ڈالنی ہے۔

خاصان خدا خدا نباشند　　لیکن ز خدا جدا نباشند

(اللہ تعالٰی کے خاص بندے خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ت)

وللہذا ان کی تعظیم مدار ایمان ہوئی، اور ان کی ادنٰی توہین کفر، ارسال رسول کا ایک مقصد اعلٰی تعظیم وتوقیر رسول ہے،

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تاکہ اے لوگو! تم اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو۔	قال اللہ تعالٰی "اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۸﴾ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ"[5]۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۱۳۹

[2] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۰

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۱

[5] القرآن الکریم ۴۸/ ۸و۹

^۲^دوم وہ کہ عظمت دینی سے اصلاً بہرہ نہیں رکھتے کہ اللہ عزوجل سے انھیں کوئی علاقہ قرب نہیں ہے، تو بعد ہی ہے، ان کے بد تر وذلیل تر کفار ومشرکین ومرتدین مثل وہابیہ دیوبندیہ وغیر مقلدین ہیں، پھر باقی ضالین، نیز صفات رذیلہ مثل کفر وضلال، اعمال خبیثہ مثل زنا وشرب خمر، اخلاق رذیلہ مثل تکبر وعجب، اماکن نجسہ مثل معابد کفار غرض دنیا ومافیہا جس کو اللہ عزوجل سے علاقہ قرب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الدّنیا ملعونة ملعون مافیها الاما کان منها للّٰه عزوجل [1]۔ رواہ ابو نعیم فی الحلیة والضیاء فی المختارة عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه تعالٰی عنهما بسند حسن۔	دنیا ملعون ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے ملعون ہے مگر وہ جو اس میں سے اللہ عزوجل کے لئے ہو (اسے ابو نعیم نے حلیہ میں اور ضیاء نے مختارہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونة ملعون مافیها الاذکر اللّٰه وماوالاہ وعالمًا اومتعلمًا [2] رواہ ابن ماجة عن ابی هریرة و الطبرانی فی الاوسط عن ابی مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔	دنیا پر لعنت ہے اور دنیا میں جو کچھ ہے سب پر لعنت ہے مگر اللہ کا ذکر اور جسے اس سے علاقہ قرب ہے اور عالم یا طالب علم دین (اس کو ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الدنیا ملعونة ملعون مافیها الاما ابتغی به وجه اللّٰه تعالٰی [3]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	دنیا لعینہ ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب لعین ہے مگر جس سے رضائے الٰہی مطلوب ہو (اس کو طبرانی نے کبیر میں ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

رب عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] حلیة الاولیاء ترجمہ ۲۳۰ محمد بن المنکدر دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۵۷

[2] سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب مثل الدنیا ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳-۳۱۲

[3] مجمع الزوائد بحوالہ المعجم الکبیر کتاب الزہد باب ماجاء فی الریاء دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۲۲۲

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحَآدُّوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗۤ اُولٰٓئِکَ فِی الۡاَذَلِّیۡنَ ﴿۲۰﴾"[1]	بیشک اللہ ورسول کے مخالف وہی سب ذلیلوں سے ذلیل تروں میں ہیں۔

اور فرماتا ہے تبارک وتعالٰی:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۷﴾"[2]	بیشک تمام کافر کتابی ومشرک جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بدتر ہیں (اونٹ کی مینگنی سے بدتر، کتے سور کے غلیظ سے بدتر) بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہ تمام مخلوق الٰہی سے بہتر ہیں (کعبہ وعرش سے بہتر، ملائکہ سے بہتر)

جب یہ دونوں قسمیں معلوم ہو گئیں اور واضح ہوا کہ قسم اول سے جدا نہیں بلکہ بعینہٖ اسی کی تعظیم، تو محل تحقیر میں غیر اللہ یا خلق سے یقیناً وہی مراد ہوتا ہے جسے مولٰی عزوجل سے علاقہ قرب نہیں۔ علاقہ قرب والے تو جانب خالق میں ہیں نہ کہ جانب غیر میں، دیکھو علماء فرماتے ہیں غیر خدا کے لئے تواضع حرام ہے، ملتقط پھر درمختار میں قبیل فصل فی البیع نیز فتاوٰی عالمگیریہ باب ۲۸ میں ہے: التواضع لغیر اللہ حرام[3] (غیر اللہ کے لئے تواضع حرام ہے۔ت) حالانکہ ماں باپ کے لئے تواضع کا قرآن عظیم میں حکم ہے:

"وَ اخۡفِضۡ لَہُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَۃِ"[4]	ماں باپ کے لئے نرم دل سے ذلت کا بازو بچھا۔

اپنے استاد بلکہ شاگردوں کے لئے بھی تواضع کا حدیث میں حکم ہے:

تواضعوا لمن تعلمون منه وتواضعوا لمن تعلمونه ولاتكوا جبابرة العلماء[5]۔ رواه	جس سے علم سیکھتے ہو اس کے لئے تواضع کرو، اور جسے سکھاتے ہو اس کے لئے تواضع کرو۔ اور گردن کش عالم

[1] القرآن الکریم ۵۸/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۹۸/ ۶ و ۷

[3] الدرالمختار کتاب الحظر والاباحۃ باب الاستبراء مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[4] القرآن الکریم ۱۷/ ۲۴

[5] الجامع لاخلاق الراوی عن عمر باب ذکر ماینبغی للراوی والسامع دارالکتب العلمیہ بیروت ص۱۹۱، اتحاف السادہ عن ابی ہریرہ فضیلۃ الحلم دارالفکر بیروت ۸/ ۲۷

الخطیب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نہ بنو (اسے خطیب نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب عزوجل نے صحابہ کی تواضع فرمانے کا حکم دیا ہے:

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ "[1] مومنوں کے لئے اپنا پہلو جھکائے۔اور فرمایا:

"وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾ "[2]۔	اپنے پیرو ایمان والوں کے لئے اپنا بازو نرم فرمایئے۔

بات وہی ہے کہ ایسی جگہ غیر اللہ سے وہی مراد جسے اللہ سے علاقہ نہ ہو، ولہذا ردالمحتار میں اس عبارت درمختار کی شرح کی: ای اذلال النفس لنیل الدنیا[3] یعنی تواضع لغیر کا یہ مطلب ہے کہ دنیا ملنے کے لئے اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلیل کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ[4]، رواہ احمد ومسلم و النسائی عن امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ۔	اللہ کی لعنت اس پر جو غیر خدا کے لئے ذبح کرے (اسے احمد اور مسلم اور نسائی نے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا۔ت)

حالانکہ خود حدیث کا ارشاد ہے:

من ذبح لضیفہ ذبیحۃ کانت فداءہ من النار[5]۔رواہ الحاکم فی تاریخہ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو اپنے مہمان کے لئے جانور ذبح کرے وہ دوزخ سے اس کا فدیہ ہوجائے (اسے حاکم نے اپنی تاریخ میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تو وجہ وہی ہے کہ اکرام مہمان اخلاق سے تھا اور مکارم اخلاق سے رضائے الٰہی مطلوب، مہمان کے لئے ذبح کرنا غیر اللہ کے لئے ذبح نہ ہوا بلکہ اللہ عزوجل ہی کے لئے، صوفی کہ غیر خدا کی تحقیر کرے اور اسے اونٹ کی

---

[1] القرآن الکریم ۱۵/ ۸۸

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۱۵

[3] ردالمحتار کتاب الحظر و لاباحۃ باب الاستبراء داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/۲۴۶

[4] صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب تحریم الذبح لغیر اللہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۶۰

[5] السیاق فی ذیل التاریخ نیشاپور

مینگنی سے حقیر تر جانے قطعاً اسی کی تحقیر کرتا ہے جس کی تعظیم تعظیم الٰہی نہیں۔ جسے مولٰی عزوجل سے علاقہ نہیں ورنہ جانب خالق کی تحقیر کرے تو وہ خود رب عزوجل کی تحقیر کرے گا۔ یہ صوفی کا کام ہو گا یا ابلیس لعین کا۔ ملعون ملعون ہے وہ کہ اس سے یہ سمجھے کہ مصحف شریف وانبیاء کرام کو مینگنی سے حقیر تر بتایا ہے، کیا ایسا بتانے والا قرآن عظیم کی تکذیب نہیں کرتا، کیا خود اللہ عزوجل کو گالی نہیں دیتا۔ کیا تمام دین وشریعت واسلام پائمال نہیں کرتا۔ قرآن وحدیث وشریعت ودین واسلام وایمان جن کی تعظیم کے حکم سے مملو ہیں، جن کی ادنٰی توہین کو کفر بتا رہے ہیں۔ کیا ان کی ایسی تحقیر کرنیوالا بجھنم عـــہ) اس مردود کو مسلمان جاننے والا مسلمان رہ سکتا ہے۔

کلا واللہ "بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾" [1]۔	بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں۔ (ت)

حضرت مخدوم صاحب تو معاذ اللہ اس معنی ملعون کے وہم سے بھی پاک ہیں۔ ہاں یہی کافر وملعون ومرتد وشیطان وابلیس ہیں جو ان کے کلام کو (اگر ان کا کلام ہے) ایسے گندے کفر پر ڈھالتے ہیں "وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ" [2] (سلیمان نے تو کفر نہ کیا ہاں یہ شیطان ہی کافر ہوئے۔ "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾" [3] (اللہ انھیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت) بخلاف ذلیل ضلیل دہلوی اسمٰعیل علیہ اللوم والتذلیل کہ اس نے چوڑھے، چمار سے بھی ذلیل اور ناکارے لوگ اور ذرہ ناچیز سے کم تر یہ ناپاک الفاظ صراحۃً تمام انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم الصلٰوۃ والسلام کو کہے، اس نے شرک کی چار قسمیں گھڑیں اور ان میں صراحۃً انبیاء واولیاء وبھوت پری سب کو یکساں رکھا۔ تفویت الایمان مطبع صدیقی دہلی ۱۲۷۰ھ ص ۹ "مشکل کے وقت پکارنا شرک ہے "اس بات میں اولیاء انبیاء شیطان، بھوت میں کچھ فرق نہیں جس سے معاملہ کرے گا مشرک ہو جائے گا خواہ انبیاء واولیاء سے کرے خواہ بھوت سے [4]۔

صفحہ ۱۲ جو کوئی کسی پیر پیغمبر بھوت کو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو یا دور سے قصد کرکے جاوے یا وہاں روشنی

عـــہ: کذا فی الاصل لعلہ "بجھنم نہیں"

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۸۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

[3] القرآن الکریم ۹/ ۳۰

[4] تقویۃ الایمان باب اول توحید وشرک کے بیان میں مطبع لوہاری گیٹ لاہور ص ۶

کرے، ان کی قبر پر شامیانہ کھڑا کرے، وہاں کے گردو پیش کے جنگل کا ادب کرے اس پر شرک ثابت ہے،[1]۔
صفحہ ۲۵ "جو کوئی کسی نبی ولی بھوت پری کو ایسا جانے وہ مشرک ہے"[2]
صفحہ ۵۱ کسی مخلوق کے نام کا کر دیجئے ولی نبی بھوت پری کا سب حرام ہے اور ناپاک اور کرنیوالے پر شرک ثابت[3]
وغیر ذلک مقامات۔ تو اس کا کلام قطعاً ماسوی اللہ کو عام اور خود حضرات انبیاء واولیاء کے بالخصوص نام انھیں بیانات ص ۹، ۱۱، ۱۲ کے ثبوت میں اس نے پانچ فصلیں باندھیں جن میں سے فصل اول ص ۲۲ میں کہا: "ہمارا خالق جب اللہ ہے تو ہم کو بھی چاہئے اپنے ہر کاموں پر اسی کو پکاریں اور کسی سے ہم کو کیا کام، جیسے جو کوئی ایک بادشاہ کا غلام ہو چکا وہ اپنے ہر کام کا علاقہ اسی سے رکھتا ہے دوسرے بادشاہ سے بھی نہیں رکھتا اور کسی چوڑھے چمار کا کیا ذکر[4]"
ص ۱۶ میں کہا: "جس نے اللہ کا حق مخلوق کو دیا تو بڑے کا حق ذلیل سے ذلیل کو دیا۔ جیسے بادشاہ کا تاج چمار کے سر پر، اور یہ یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے[5]"
فصل سوم ص ۳۵ پر کہا: "ایسے عاجز لوگوں کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہ پہنچا سکتے۔ محض بے انصافی ہے کہ ایسے بڑے شخص کا مرتبہ ایسے ناکارے لوگوں کو ثابت کیجئے[6]"
فصل پنجم ص ۴۷ پر کہا: "سب انبیاء واولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں[7]"
ان صریح ملعون کلاموں کی سند میں وہ عبارت پیش کرنی کیسی شدید کھلی بے ایمانی ہے، مخدوم صاحب نے اگر کہا تو دنیا اور دنیا کی چیزوں کو کہا، جن کو اللہ سے علاقہ نہیں بیشک وہ مینگنی سے حقیر تر ہیں۔ اور اس گمراہ نے صاف صاف یہ چوہڑے چمار سے ذلیل ناکارے لوگ ذرہ ناچیز سے کمتر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء اور خود سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کہا "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾"[8] (اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھاتے ہیں۔ ت)

---

[1] تقویۃ الایمان باب اول توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۸
[2] تقویۃ الایمان الفصل ثانی فی ردالاشراک فی العلم مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۵
[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراک فی العبادات مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۸
[4] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۳
[5] تقویۃ الایمان الفصل الاول فی الاجتناب عن الاشراک مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۱۰
[6] تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر ردالاشراک فی التصرف مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۲۰
[7] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی ردالاشراک فی العادات مطبع علیمی لوہاری گیٹ لاہور ص ۳۸
[8] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

خامسًا وہابیہ ان میں سے کچھ نہیں مانتے خواہی نخواہی مدعی ہیں کہ حضرت مخدوم نے ایسافرمایااور یہ کہ تمام انبیاء واولیاء وحضور سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثناء سب کو کہا **والعیاذ باللہ تعالٰی**۔اب ان سے پوچھئے کہ یہ کہنا تمھارے نزدیک حق ہے یا باطل،اگر باطل ہے تو باطل سے سند لانیوالا مکار عیار اور اس سے توہین شان رسالت کا ہلکا پن چاہنے والا کافر بے دین فی النار ہے یا نہیں۔اور اگر کہیں کہ ہاں وہ حق ہے،۔اور حضرات انبیاء سید الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم معاذاللہ اس ناپاک مثال کے لائق ہیں توپردہ کھل گیا،ہر بچہ ہر بے علم ہر ناخواندہ بشرطیکہ مسلمان ہو اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت پر ایمان سے اس کا دل کچھ بھی حصہ رکھتا ہو وہ تین باتوں پر فوراً یقین کرے گا:

(۱) یہ جو انبیاء کرام واولیاء عظام وخود حضور اقدس سید الانام علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس ناپاک گندی مثال کے لائق بتارہے ہیں قطعاً کافر ہیں۔اور اللہ ورسول کے کھلے دشمن،کیا اسلام نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہی عظمت سکھائی ہے۔" اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ۙ۱۸ "[1] (ارے ظالموں پر خدا کی لعنت۔ت)

(۲) اسے صاف روشن ہوجائے گا کہ ہر گز حضرت مخدوم صاحب نے ایسی ملعون بات نہ فرمائی نہ وہ یا کوئی مسلمان ایسا کہہ سکتا ہے،جن کے غلامان غلام کے غلامان غلاموں کی عمر بھر کفش برداری سے حضرت مخدوم صاحب حضرت مخدوم صاحب ہوئے اگر انھیں کو ایسا ناپاک بتاتے تو خود کہاں رہتے۔اور اپنے آپ اس سے کتنے لاکھ درجے بدتر گندی گھناؤنی ذلیل ناپاک مثال کے قابل ہوتے نہ کہ سند لانے کے لائق،مگر حاشاللہ بات وہی ہے کہ "وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّیٰطِیْنَ كَفَرُوْا"[2] (اور سلیمان نے کفر نہ کیاہاں شیطان کافر ہوئے۔ت) حضرت مخدوم صاحب نے تو کفر نہ کیا یہ شیاطین ہی کفر کررہے ہیں۔

(۳) کھل جائیگا کہ اسمٰعیل دہلوی کے نجس اقوال ایسے ہی خبیث وناپاک ہیں کہ ان کے بنانے کے لئے انبیاء واولیاء وخود محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم کو ایسی گندی مثال ایسی سڑی دشنامیں دینے کی حاجت ہوتی ہے۔پھر وہ گالیاں اللہ رسول پر تو چسپاں ہو نہیں سکتیں۔وہ پاک ومنزہ ہیں۔انھیں اسمٰعیل پرستوں کے کفر خبیث پر اور رجسٹری ہوتی ہے کہ ان کے دل میں اتنی قدر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۲

اللہ واحد قہار کے حبیب اکرم وخلیفہ اعظم محمد رسول اللہ کی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

واخذ اعداءہ باشد النقم اٰمین ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اللہ تعالٰی آپ کے دشمنوں سے سخت انتقام لے،ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔واللہ تعالٰی اعلم۔اس جل مجدہ کا علم اتم واکمل ہے۔(ت)

کتب عبدہ المذنب احمد رضاخاں البریلوی عفی عنه

بمحمدن المصطفی النبی الامی صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسالہ

السوء والعقاب علی المسیح الکذاب ۱۳۲۰ھ

(جھوٹے مسیح پر وبال اور عذاب)

مسئلہ ۷۸: از امر تسر، کٹرہ گر باسنگھ، کوچہ ٹنڈاشاہ، مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب واعظ ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

باسمہٖ سبحانہ مستفتی نے ظاہر کیا کہ ایک شخص نے درآنحالیکہ مسلمان تھا ایک مسلمہ سے نکاح کیا، زوجین ایک عرصہ تک باہم مباشرت کرتے رہے، اولاد بھی ہوئی، اب کسی قدر عرصہ سے شخص مذکور مرزا قادیانی کے مریدوں میں منسلک ہو کر صبغ عقائد کفریہ مرزائیہ سے مصطبغ ہو کر علٰی رؤس الاشہاد ضروریاتِ دین سے انکار کرتا رہتا ہے، سو مطلوب عن الاظہار یہ ہے کہ شخص مذکور شرعاً مرتد ہوچکا اور اس کی منکوحہ اس کی زوجیت سے علٰیحدہ ہوچکی اور منکوحہ مذکورہ کا کل مہر معجّل، مؤجل مرتد مذکور کے ذمّہ ہے، اولادِ صغار اپنے والد مرتد کی ولایت سے نکل چکی یا نہ؟ **بَیِّنُوْا تُؤْجَرُوْا** (بیان کرکے اجر حاصل کیجئے۔ت)

خلاصہ جواباتِ امر تسر:

(۱) شخص مذکور بباعث آنکہ بہم عقیدہ مرزا کا ہے جو باتفاق علمائے دین کافر ہے، مرتد ہوچکا، منکوحہ

زوجیت سے علیحدہ ہو چکی، کل مہر بذمہ مرتد واجب الادا ہو چکا، مرتد کو اپنی اولادِ صغار پر ولایت نہیں۔
(ابو محمد زبیر غلام رسول الحنفی القاسمی عفی عنہ)

(۲) شک نہیں کہ مرزا قادیانی اپنے آپ کو رسول اللہ، نبی اللہ کہتا ہے اور اس کے مرید اس کو نبی مرسل جانتے ہیں، اور دعوی نبوت کا بعد رسول اللہ کے بالاجماع کفر ہے، جب اس طائفے کا ارتداد ثابت ہوا، پس مسلمہ ایسے شخص کے نکاح سے خارج ہو گئی ہے، عورت کو مہر ملنا ضروری ہے، اور اولاد کی ولایت بھی ماں کا حق ہے، عبدالجبار بن عبداللہ الغزنوی۔

(۳) لا یشك فی ارتداد من نسب المسمریزم الذی هو من اقسام السحر الی الانبیاء علیهم السلام واهان روح الله عیسٰی بن مریم علیهما السلام وادعی النبوة وغیرها من الکفریات کالمرزا فنکاح المسلمة لا شك فی فسخه لکن لها المهر والاولاد الصغائر .ابو الحسن غلام مصطفی عفی عنه۔	ترجمہ: بیشک جو شخص جادو کی قسم مسمریزم کو انبیاء علیہم السلام کی طرف منسوب کرے اور حضرت روح اللہ عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی توہین کرے اور نبوت کا دعوی وغیرہ کفریات کا ارتکاب کرے جیسے مرزا قادیانی، تو اس کے مرتد ہونے میں کیا شک ہے، تو مسلمان عورت کا اس سے نکاح بلا شک فسخ ہو جائے گا لیکن اس مسلمان عورت کو مہر و اولاد کا استحقاق ہے۔ (ابوالحسن غلام مصطفٰی عفی عنہ۔ت)

(۴) شک نہیں کہ مرزا کے معتقدات کا معتقد مرتد ہے، نکاح منفسخ ہوا، اولاد عورت کو دی جائے گی، عورت کامل مہر لے سکتی ہے۔ (ابو محمد یوسف غلام محی الدین عفی عنہ)

(۵) انچہ علمائے کرام از عرب وہند و پنجاب در تکفیر مرزا قادیانی و معتقدان وے فتوی دادہ اند ثابت و صحیح ست قادیانی خود را نبی و مرسل یزدانی قرار میدہد، وتوہین و تحقیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وانکارِ معجزات شیوہ اوست کہ از تحریر اتش پر ظاہر ست (نقل عبارات ازالہ رسائل مرزاست)۔ (احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبدالغنی)	علماء عرب وہند و پنجاب نے مرزا قادیانی اور اس کے معتقدین کی تکفیر کا جو فتوی دیا ہے وہ صحیح و ثابت ہے، مرزا قادیانی اپنے کو نبی و رسول یزدانی قرار دیتا ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی توہین و تحقیر کرنا اور معجزات کا انکار کرنا اس کا شیوہ ہے۔ جیسا کہ اس کی تحریروں سے ظاہر ہے (یہ عبارات ازالہ اوہام میں منقول ہیں جو کہ مرزا کے رسائل میں سے ایک رسالہ ہے) احقر عباد اللہ العلی واعظ محمد عبدالغنی (ت)

(۶) احقر العباد خدا بخش امام مسجد شیخ خیر الدین۔

(۷) شک نہیں کہ مرزا قادیانی مدعیِ نبوت ورسالت ہے (نقل عبارات کثیرہ ازالہ وغیرہا تحریرات مرزا) پس ایسا شخص کافر تو کیا میرا وجدان یہی کہتا ہے کہ اس کو خدا پر بھی ایمان نہیں، ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ مصنّف تفسیر ثنائی امرتسری۔

(۸) قادیانی کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ضروریاتِ دین سے انکار ہے نیز دعوی رسالت کا بھی چنانچہ (ایک غلطی کا ازالہ) میں اس نے صراحتًا لکھا ہے کہ میں رسول ہوں۔ للہذا غلام احمد اور اس کے معتقدین بھی کافر بلکہ اکفر ہوئے، مرتد کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، اولادِ صغار والد کے حق سے نکل جاتی ہے، پس مرزائی مرتد سے اولاد لے لینی چاہیے اور مہر معجّل اور موجل لے کر عورت کو اس سے علیحدہ کرنا چاہیے۔ (ابوتراب محمد عبدالحق بازار صابونیاں)

(۹) مرزائی مرتد ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منکر معجزات کو مسمریزم تحریر کیا ہے، مرزا کافر ہے، مرزا سے جو دوست ہو یا اس کے دوست سے دوست وہ بھی کافر مرتد ہے۔

(صاحبزادہ صاحب سید ظہور الحسن قادری فاضلی سجادہ نشین حضرات سادات جیلانی بٹالہ شریف)

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد نبوت ورسالت کا دعوی اور ضروریات دین کا انکار بیشک کفر وارتداد ہے ایسے شخص پر قادیانی ہو یا غیر، مرتدوں کے احکام جاری ہوں گے۔ (نور احمد عفی عنہ)

از جناب مولانا مولوی محمد عبدالغنی صاحب امرتسری باسم سامی حضرت عالم اہلسنّت دام ظلہم العالی

بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد و بدعات دافع جہالت وضلالات مفخر العلماء الحنفیہ قاطع اصول الفرقۃ الضالۃ النجدیہ مولانا مولوی محمد احمد رضاخاں صاحب متعنا اللہ بعلمہ تحفہ تحیات وتسلیمات مسنونہ رسانیدہ مکشوف ضمیر مہر انجلا، آنکہ چوں دریں بلاد از مدّت مدیدہ بہ ظہور دجّال کذّاب قادیانی فتور وفساد برخاستہ است بموجب حکم آزادگی بہ ہیچ صورتے درچنگ علما آں دہری رہزن دین اسلام نمی آید، اکنوں ایں واقعہ درخانہ	بخدمت شریف جناب فیض مآب قامع فساد وبدعات، جہالت وگمراہی کو دفع کرنے والے، حنفی علماء کا فخر، گمراہ نجدی فرقہ کے اصول کو مٹانے والے مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب، اللہ تعالٰی ہمیں اس کے علوم سے بہرہ ور فرمائے، سلام وتحیت مسنونہ پیش ہوں، دلی مراد واضح ہو کہ جب سے اس علاقہ میں قادیانی فتور وفساد برپا ہوا ہے قانونی آزادی کی وجہ سے اس بے دین اسلام کے ڈاکو پر علماء کی گرفت نہ ہوسکی ابھی ایک واقعہ حنفی شخص کے ہاں ہوا ہے کہ اس کے نکاح میں مسلمان عورت

یک شخص حنفی شد کہ زنے مسلمہ در عقد شخصے بودہ آں مرد مرزائی گردید زن مذکورہ ازوے ایں کفریات شنیدہ گریز نمودہ بخانہ پدر رسید، للذا برائے آں و برائے سد آیندہ وتنبیہ مرزائیاں فتوی ہذا طبع کردہ آید امید کہ آں حضرت ہم بمہر ودستخط شریف خود مزین فرمایند کہ باعثِ افتخار باشد سفیر ازند وہ کدام مولوی غلام محمد ہوشیار پوری وارد امر تسر ازمدت دو ماہ شدہ است فتوائے ہذا نزد وے فرستادم مشار الیہ دستخط ننمود وگفت اگر دریں فتوی دستخط کنم ندوہ از من بیزار شود خاکش بدہن، ازیں جہت مردماں بلدہ رابسیار بد ظنی درحق ندوہ می شود زیادہ چہ نوشتہ آید جزاکم اللہ عن الاسلام و المسلمین۔ الملتمس بندہ کثیر المعاصی واعظ محمد عبدالغنی از امر تسر کڑہ گر باسنگھ کوچہ ٹنڈاشاہ۔	تھی وہ شخص مرزائی ہوگیا اس کی مذکورہ عورت نے اس کے کفریات سن کر اس سے علیحدگی اختیار کرکے اپنے والد کے گھر چلی گئی، للذا اس واقعہ اور آئندہ سدِّ باب اور مرزائیوں کی تنبیہ کے لئے یہ فتوی طبع کرایا ہے امید ہے کہ آپ بھی اپنی مہر اور دستخط سے اس کو مزین فرمائیں گے جو کہ باعثِ افتخار ہوگا۔ ندوہ کا ایک نمائندہ مولوی غلام محمد ہوشیارپوری دو ماہ سے امر تسر میں آیا ہوا ہے میں نے یہ فتوی اس کے پاس بھیجا تاکہ وہ دستخط کردے تو اس نے کہا اگر میں نے اس فتوی پر دستخط کئے تو ندوہ والے مجھ سے ناراض ہوجائیں گے اس کے منہ میں خاک ہو، اس کی اس بات کی وجہ سے شہر کے لوگ ندوہ والوں سے نہایت بدظن ہوگئے ہیں۔ مزید کیا لکھوں، اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزاء عطا فرمائے، الملتمس گنہگار بندہ واعظ محمد عبدالغنی از امر تسر کڑہ گر باسنگھ کوچہ ٹنڈاشاہ۔ (ت)

الجواب:

الحمدللّٰہ وحدہ والصلٰوۃ والسلام علٰی من لا نبی بعدہ وعلٰی اٰلہ و صحبہ المکرمین عندہ رب انی اعوذ بك من ھمزات الشیطین واعوذبك رب ان یحضرون۔	(تمام تعریفیں اللہ وحدہ لاشریک کے لئے ہیں، اور صلٰوۃ و سلام اس ذات پر جس کے بعد نبی نہیں ہے اور اس کی آل و اصحاب پر جو عزّت و کرامت والے ہیں، اے رب! میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی کھلی بدگوئیوں سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں انکے حاضر ہونے سے۔ ت)

اللہ عزوجل دین حق پر استقامت عطا فرمائے اور ہر ضلال و وبال و نکال سے بچائے، قادیانی مرزا کا اپنے آپ کو مسیح و مثل مسیح کہنا تو شہرہ آفاق ہے اور بحکم آنکہ ع

عیب می جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو
(شراب کے تمام عیب بیان کئے اب اس کے ہنر بھی بیان کر۔ت)

فقیر کو بھی اس دعوی سے اتفاق ہے، مرزا کے مسیح و مثل مسیح ہونے میں اصلاً شک نہیں مگر لا واللہ نہ مسیح کلمۃ اللہ علیہ صلوٰۃ اللہ بلکہ مسیح دجّال علیہ اللّعن والنّکال، پہلے اس ادعائے کاذب کی نسبت سہارن پور سے سوال آیا تھا جس کا ایک مبسوط جواب ولد اعز فاضل نوجوان مولوی حامد رضا خاں محمد حفظہ اللہ تعالٰی نے لکھا اور بنام تاریخی "الصّارم الربانی علٰی اسراف القادیانی" مسمّٰی کیا۔ یہ رسالہ حامی سنن، ماحی فتن، ندوہ شکن، ندوی فگن، مکر منا قاضی عبدالوحید صاحب حنفی فردوسی صین عن الفتن نے اپنے رسالہ مبارکہ تحفہ حنفیہ میں کہ عظیم آباد سے ماہوار شائع ہوتا ہے طبع فرمادیا، بحمد اللہ تعالٰی اس شہر میں مرزا کا فتنہ نہ آیا، اور اللہ عزوجل قادر ہے کہ کبھی نہ لائے۔ اس کی تحریرات یہاں نہیں ملتیں، مجیب ہفتم نے جو اقوال ملعونہ اس کی کتابوں سے بہ نشان صفحات نقل کئے مثیل مسیح ہونے کے ادعا کو شناعت و نجاست میں ان سے کچھ نسبت نہیں ان میں صاف صاف انکار ضروریاتِ دین اور بوجوہ کثیرہ کفر وارتداد مبین ہے فقیر ان میں سے بعض کی اجمالی تفصیل کرے۔

کفر اوّل: مرزا کا ایک رسالہ ہے جس کا نام "ایک غلطی کا ازالہ" ہے، اس کے صفحہ ۶۷۳ پر لکھتا ہے: میں احمد ہوں جو آیت "مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ" میں مراد ہے۔[1] آیہ کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ سیدنا مسیح ربّانی عیسٰی بن مریم روح اللہ علیہما الصلوٰۃ والسلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ مجھے اللہ عزوجل نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے توریت کی تصدیق کرتا اور اس رسول کی خوشخبری سناتا جو میرے بعد تشریف لانے والا ہے جس کا نام پاک احمد ہےؐ۔ ازالہ کے قول ملعون مذکور میں صراحتًا ادّعا ہوا کہ وہ رسول پاک جن کی جلوہ افروزی کا مژدہ حضرت مسیح لائے معاذ اللہ مرزا قادیانی ہے۔

کفر دوم: توضیح مرام طبع ثانی صفحہ ۹ پر لکھتا ہے کہ "میں محدث ہوں اور محدث عـــه بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے۔[2]

عـــه: **لا الٰہ الا اللہ لقد کذب عدوّ اللہ ایہا المسلمون** (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، دشمن خدا نے جھوٹ بولا اے مسلمانو!۔ت) سید المحدثین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں کہ انہیں کے (باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] توضیح المرام مطبوعہ ریاض الہند امرتسر، ص۱۶

[2] توضیح المرام مطبوعہ ریاض الہند امرتسر، ص۱۶

کفر سوم: دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند صفحہ ۹ پر لکھتا ہے "سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا[1]

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) واسطے حدیث محدثین آئی۔ انھیں کے صدقے میں ہم نے اس پر اطلاع پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

قد کان فیما مضی قبلکم من الامم اناس محدثون فان یکن فی امتی منھم احد فانہ عمر بن الخطاب[2] رواہ احمد والبخاری عن ابی ھریرۃ واحمد ومسلم والترمذی والنسائی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اگلی امتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے یعنی فراست صادقہ و الہام حق والے، اگر میری امت میں ان میں سے کوئی ہوگا تو وہ ضرور عمر بن خطاب ہے رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے احمد اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور احمد، مسلم، ترمذی اور نسائی نے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ت)

فاروق اعظم نے نبوت کے کوئی معنی نہ پائے صرف ارشاد فرمایا:

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب[3] رواہ احمد و الترمذی والحاکم عن عقبۃ بن عامر والطبرانی فی الکبیر عن عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو عمر ہوتا، (اسے احمد و ترمذی اور حاکم نے عقبہ بن عامر سے اور طبرانی نے کبیر میں عصمۃ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے، ت)

مگر پنجاب کا محدث حادث کہ حقیقۃً نہ محدث ہے نہ محدث، یہ ضرور ایک معنی پر نبی ہوگیا **الا لعنۃ اللہ علی الکٰذبین** (خبردار، جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ت) **والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔**

---

[1] دافع البلاء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ص ۲۶

[2] صحیح البخاری مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۱، جامع الترمذی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ امین کمپنی مکتبہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۱۰

[3] صحیح البخاری مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰، المستدرک للحاکم معرفتہ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/ ۸۵، جامع الترمذی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۲۰۹

کفر چہارم: مجیب پنجم نے نقل کیا، ونیز میگوید کہ خدائے تعالٰی نے براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا ہے اور نبی بھی، ان اقوال خبیثہ میں **اوّلاً:** کلامِ الٰہی کے معنی میں صریح تحریف کی کہ معاذاللہ آیہ کریمہ میں یہ شخص مراد ہے نہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ **ثانیا:** نبی اللہ ورسول اللہ وکلمۃ اللہ عیسٰی روح اللہ علیہ الصلٰوۃ والسلام پر افتراء کیا وہ اس کی بشارت دینے کو اپنا تشریف لانا بیان فرماتے تھے۔ **ثالثاً:** اللہ عزوجل پر افتراء کیا کہ اس نے عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو اس شخص کی بشارت دینے کے لئے بھیجا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾"[1]	بیشک جو لوگ اللہ عزوجل پر جھوٹ بہتان اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے۔

اور فرماتا ہے:

"اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ"[2]	ایسے افتراء وہی باندھتے ہیں جو بے ایمان کافر ہیں۔

رابعًا: اپنی گھڑی ہوئی کتاب براہین غلامیہ کو اللہ عزوجل کا کلام ٹھہرایا کہ خدائے تعالٰی نے براہین احمدیہ میں یوں فرمایا، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"فَوَیۡلٌ لِّلَّذِیۡنَ یَکۡتُبُوۡنَ الۡکِتٰبَ بِاَیۡدِیۡهِمۡ ٭ ثُمَّ یَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ لِیَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ؕ فَوَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا کَتَبَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ وَ وَیۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۷۹﴾"[3]	خرابی ہے ان کے لئے جو اپنے ہاتھوں کتاب لکھیں پھر کہہ دیں یہ اللہ کے پاس سے ہے تاکہ اس کے بدلے کچھ ذلیل قیمت حاصل کریں، سو خرابی ہے ان کے لئے ان کے لکھے ہاتھوں سے اور خرابی ہے ان کے لئے اس کمائی سے۔

ان سب سے قطع نظر ان کلمات ملعونہ میں صراحۃً اپنے لئے نبوت ورسالت کا ادعائے قبیحہ ہے اور وہ باجماعِ قطعی کفر صریح ہے، فقیر نے "رسالہ جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ ۱۳۱۷ھ" خاص اسی مسئلے میں لکھا اور اس میں آیت قرآن عظیم اور ایک سو دس ۱۱۰ حدیثوں اور تیس ۳۰ نصوں کو جلوہ دیا، اور ثابت کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۱۶

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۷۹

تعالی علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا، ان کے زمانہ میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقینا قطعاً محال و باطل جاننا فرض اجل وجزءِ ایقان ہے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ"[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے پچھلے۔ت) نص قطعی قرآن ہے اس کا منکر، نہ منکر بلکہ شک کرنے والا، نہ شاک کہ ادنٰی ضعیف احتمال خفیف سے توہم خلاف رکھنے والا قطعاً اجماعاً کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے اس عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی، کافر ہونے میں شک وتردّد کو راہ دے وہ بھی کافر ہیں، الکفر جلی الکفران ہے، قول دوم وسوم میں شائد وہ یا اس کے اذناب آج کل کے بعض شیاطین سے سیکھ کر تاویل کی آڑ لیں کہ یہاں نبی و رسول سے معنی لغوی مراد ہیں یعنی خبردار یا خبر دہندہ اور فرستادہ مگر یہ محض ہوس ہے۔

اوّلاً: صریح لفظ میں تاویل نہیں سنی جاتی، فتاوٰی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہے:

والفاظ للعمادی لو قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیۃ من پیغمبرم یرید بہ من پیغام می برم یکفر[2]	یعنی اگر کوئی اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے یا بزبان فارسی کہے میں پیغمبر ہوں اور مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں کافر ہو جائے گا۔

امام قاضی عیاض کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

قال احمد بن ابی سلیمٰن صاحب سحنون رحمھما اللہ تعالٰی فی رجل قیل لہ لا وحق رسول اللہ فقال فعل اللہ برسول اللہ کذاوذکر کلاما قبیحا، فقیل لہ ما تقول یا عدو اللہ فی حق رسول اللہ فقال لہ اشد من کلامہ الاول ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فقال ابن ابی سلیمٰن للذی سألہ اشھد علیہ وانا شریکك یرید فی	یعنی امام احمد بن ابی سلیمان تلمیذ ورفیق امام سحنون رحمہما اللہ تعالٰی سے ایک مردک کی نسبت کسی نے پوچھا کہ اس سے کہا گیا تھا رسول کے حق کی قسم اس نے کہا اللہ رسول اللہ کے ساتھ ایسا ایسا کرے اور ایک بدکلام ذکر کیا کہا گیا اے دشمن خدا! تو رسول اللہ کے بارے میں کیا بکتا ہے تو اس سے بھی سخت تر لفظ بکا پھر بولا میں نے تو رسول اللہ سے بچھّو مراد لیا تھا۔ امام احمد بن ابی سلیمان نے مستفتی سے فرمایا تم اس پر گواہ ہو جاؤ اور اسے سزائے موت دلانے اور

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۳

قتله و ثواب ذٰلک.قال حبیب بن الربیع لان ادعاء التاویل فی لفظ صراح لا یقبل[1]۔	اس پر جو ثواب ملے گا اس میں میں تمہارا شریک ہوں، (یعنی تم حاکم شرع کے حضور اس پر شہادت دو اور میں بھی سعی کروں گا کہ ہم تم دونوں بحکم حاکم اسے سزائے موت دلانے کا ثوابِ عظیم پائیں) امام حبیب بن ربیع نے فرمایا یہ اس لئے کہ کھلے لفظ میں تاویل کا دعوی مسموع نہیں ہوتا۔

مولانا علی قاری شرح شفاء میں فرماتے ہیں:

ثم قال انما اردت برسول اللہ العقرب فانه ارسل من عندا لحق وسلط علی الخلق تاویلا للرسالة العرفیة بالارادة اللغویة وهو مردود عند القواعد الشرعیة[2]	یعنی وہ جو اس مردک نے کہا کہ میں نے بچھّو مراد لیا، اس طرح اس نے رسالت عرفی کو معنی لغوی کی طرف ڈھالا کہ بچھّو کو بھی خدا ہی نے بھیجا اور خلق پر مسلّط کیا ہے، اور ایسی تاویل قواعدِ شرع کے نزدیک مردود ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

هذا حقیقة معنی الارسال وهذا مما لا شك فی معناه وانکاره مکابرة لکنه لا یقبل من قائله وادعاؤه انه مراده لبعده غایة البعد.وصرف اللفظ عن ظاهره لا یقبل کما لو قال انت طالق قال اردت محلولة غیر مربوطة لا یلتفت لمثله ویعد هذیانا اھ ملتقطا۔[3]	یعنی یہ لغوی معنی جن کی طرف اس نے ڈھالا ضرور بلا شک حقیقی معنی ہیں اس کا انکار ہٹ دھرمی ہے بایں ہمہ قائل کا ادعا مقبول نہیں کہ اس نے یہ معنی لغوی مراد لئے تھے، اس لئے کہ یہ تاویل نہایت دور از کار ہے اور لفظ کا اس کے معنی ظاہر سے پھیرنا مسموع نہیں ہوتا جیسے کوئی اپنی عورت کو کہے تو طالق ہے اور کہے میں نے تو یہ مراد لیا تھا کہ تو کھلی ہوئی ہے بندھی نہیں ہے (کہ لغت میں طالق کشادہ کو کہتے ہیں) تو ایسی تاویل کی طرف التفات نہ ہوگا اور اسے ہذیان سمجھا جائے گا۔

ثانیا: وہ بالیقین ان الفاظ کو اپنے لئے مدح و فضل جانتا ہے، نہ ایک ایسی بات کہ

دندان تو جملہ در دہانند چشمان تو زیر ابروانند

(تیرے تمام دانت منہ میں ہیں، تیری آنکھیں ابرو کے نیچے ہیں۔ت)

---

[1] الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی القسم الرابع الباب الاول مطبع شرکة صحافیة فی البلاد العثمانیه ۲/ ۲۰۹

[2] شرح الشفاء لملّا علی قاری مع نسیم الریاض الباب الاول دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴۳

[3] نسیم الریاض شرح الشفاء للقاضی عیاض الباب الاول دار الفکر بیروت ۴/ ۳۴۳

کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محلِ مدح میں ذکر نہ کریگا نہ اس میں اپنے لئے فضل وشرف جانے گا بھلا کہیں براہین غلامیہ میں یہ بھی لکھا کہ سچا خدا وہی ہے جس نے مرزا کی ناک میں دو۲ نتھنے رکھے، مرزا کے کان میں دو۲ گھونگے بنائے، یا خدا نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی ناک ہونٹوں سے اوپر اور بھوؤں کے نیچے ہے، کیا ایسی بات لکھنے والا پورا مجنون پکّا پاگل نہ کہلایا جائے گا۔ اور شک نہیں کہ وہ معنی لغوی یعنی کسی چیز کی خبر رکھنا یا دینا یا بھیجا ہوا ہونا، ان مثالوں سے بھی زیادہ عام ہیں بہت جانوروں کے ناک کان بھویں اصلاً نہیں ہوتیں مگر خدا کے بھیجے ہوئے وہ بھی ہیں، اللہ نے انہیں عدم سے وجود نر کی پیٹھ سے مادہ کے پیٹ سے دنیا کے میدان میں بھیجا جس طرح اس مردک خبیث نے بجّھو کو رسول بمعنی لغوی بنایا۔ مولوی معنوی قدس سرہ القوی مثنوی شریف میں فرماتے ہیں:

۱۔	**کل یوم ھو فی** شان بخواں	مرورا بیکار و بے فعلے مداں
۲۔	کمتریں کارش کہ ہر روز ست آں	کُو سہ لشکر روانہ میکند
۳۔	لشکرے زاصلاب سوئے امہات	بہر آں تا در رحم روید نبات
۴۔	لشکرے زار حام سوئے خاکدان	تاز نر و مادہ پر گردد جہاں
۵۔	لشکرے از خاکداں سوئے اجل	تا بہ بیند ہر کسے حسنِ عمل[1]

((۱) روزانہ اللہ تعالٰی اپنی شان میں، پڑھ اس کو بیکار اور بے عمل ذات نہ سمجھ۔ت) (۲) اس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے کہ روزانہ تین لشکر روانہ فرماتا ہے۔ت) (۳) ایک لشکر پشتوں سے امہات کی طرف، تاکہ عورتوں کے رحموں میں پیدائش ظاہر فرمائے۔ت) (۴) ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے زمین کی طرف، تاکہ نر و مادہ سے جہان کو پُر فرمائے۔ت) (۵) ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب تاکہ ہر ایک اپنے عمل کی جزا کو دیکھے۔ت) حق عزوجل فرماتا ہے:

"فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ "[2]	ہم نے فرعونیوں پر بھیجے طوفان اور ٹڈیاں اور جُوئیں اور مینڈکیں اور خون۔

کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹڈی اور مینڈک اور جُوں اور کتے اور سوئر سب کو شامل مانے گا، ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت سے علوم سے خبر دار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت،

[1] المثنوی المعنوی قصہ آنکس کہ دریارے بکوفت گفت الخ نورانی کتب خانہ پشاور، دفتر اول ص۷۹

[2] القرآن الکریم ۷/ ۱۳۳

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی ان کی طرف سے فرماتے ہیں: ؎

ما سمیعیم وبصیریم وخوشیم   باشما نامحرماں ماخامشیم [1]

ہم آپس میں سننے، دیکھنے والے اور خوش ہیں، تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ؕ " [2]	کوئی چیز ایسی نہیں جو اللہ کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر ان کی تسبیح تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من شیئ الاّ یعلم انّی رسول اللہ الا کفرۃ او فسقۃ الجن والانس [3] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن یعلی بن مرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ وصححہ خاتم الحفاظ۔	کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے اللہ کا رسول نہ جانتی ہو سوا کافر جن اور آدمیوں کے۔ (طبرانی نے کبیر میں یعلٰی بن مرہ سے روایت کیا اور خاتم الحفاظ نے اسے صحیح کہا۔ ت)

حق سبحانہ تعالٰی فرماتا ہے:

" فَمَكَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ ﴿۲۲﴾ " [4]	کچھ دیر ٹھہر کر ہدہد بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھے ایک بات وہ معلوم ہوئی ہے جس پر حضور کو اطلاع نہیں اور میں خدمت عالی میں ملک سبا سے ایک یقینی خبر لے کر حاضر ہوا ہوں۔

حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما من صباح ولا رواح الا وبقاع الارض ینادی بعضھا بعضا، یا جارۃ ھل مربك الیوم عبد صالح صلّی علیك او ذکر اللہ؟	کوئی صبح اور شام ایسی نہیں ہوتی کہ زمین کے ٹکڑے ایک دوسرے کو پکار کر نہ کہتے ہوں کہ اے ہمسائے! آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر

[1] المثنوی المعنوی حکایت مارگیرے کہ اژدہائے افسردہ الخ نورانی کتب خانہ پشاور دفتر سوم ص ۲۷

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۴۴

[3] المعجم الکبیر حدیث ۶۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۲۶۲، الجامع الصغیر حدیث ۸۰۴۸ دار الکتب العلمیہ بیروت الجزء الثانی ص ۴۹۲

[4] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۲

فان قالت نعم رأت ان لها بذٰلك فضلا [1]۔رواہ الطبرانی فی الاوسط وابونعیم فی الحلیة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا، اگر وہ ٹکڑا جواب دیتا ہے کہ ہاں تو وہ پوچھنے والا ٹکڑا اعتقاد کرتا ہے کہ اسے مجھ پر فضیلت ہے۔ (اسے طبرانی نے اوسط میں اور ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

تو خبر رکھنا، خبر دینا سب کچھ ثابت ہے۔ کیا مرزا ہر اینٹ پتھر، ہر بت پرست کافر، ہر ریچھ بندر، ہر کتے سؤر کو بھی اپنی طرح نبی و رسول کہے گا؟ ہرگز نہیں، تو صاف روشن ہوا کہ معنی لغوی ہرگز مراد نہیں بلکہ یقیناً وہی شرعی و عرفی رسالت و نبوت مقصود اور کفر وارتداد یقینی قطعی موجود۔

وبعبارۃ اخری معنی کے چار ہی قسم ہیں، لغوی، شرعی، عرفی، عام یا خاص، یہاں عرف عام تو بعینہٖ وہی معنی شرعی ہے جس پر کفر قطعًا حاصل، اور ارادہ لغوی کا ادعاء یقینًا باطل، اب یہی رہا کہ فریب دہی عوام کو یوں کہہ دے کہ میں نے اپنی خاص اصطلاح میں نبی و رسول کے معنی اور رکھے ہیں جن میں مجھے سگ وخوک سے امتیاز بھی ہے اور حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وصفِ نبوت میں اشتراک بھی نہیں، مگر حاش للہ! ایسا باطل ادعاء اصلاً شرعًا عقلاً عرفاً کسی طرح بادشتر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا، ایسی جگہ لغت وشرع وعرف عام سب سے الگ اپنی نئی اصطلاح کا مدعی ہونا قابل قبول ہو تو کبھی کسی کافر کی کسی سخت سے سخت بات پر گرفت نہ ہوسکے کوئی مجرم کسی معظم کی کیسی ہی شدید توہین کرکے مجرم نہ ٹھہرسکے کہ ہر ایک کو اختیار ہے اپنی کسی اصطلاح خاص کا دعوی کردے جس میں کفر و توہین کچھ نہ ہو، کیا زید کہہ سکتا ہے خدا دو ہیں جب اس پر اعتراض ہو کہہ دے میری اصطلاح میں ایک کو دو کہتے ہیں، کیا عمرو جنگل میں سؤر کو بھاگتا دیکھ کر کہہ سکتا ہے وہ قادیانی بھاگا جاتا ہے، جب کوئی مرزائی گرفت چاہے کہہ دے میری مراد وہ نہیں جو آپ سمجھے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے یا جنگلی کو قادیانی کہتے ہیں، اگر کہئے کوئی مناسبت بھی ہے تو جواب دے کہ اصطلاح میں مناسبت شرط نہیں لا مشاحة فی الاصطلاح (اصطلاح میں کوئی اعتراض نہیں) آخر سب جگہ منقول ہی ہونا کیا ضرور، لفظ مرتجل بھی ہوتا ہے جس میں معنی اوّل سے مناسبت اصلاً منظور نہیں، معہذا قادی بمعنی جلدی کنندہ ہے یا جنگل سے آنے والا۔ قاموس میں ہے:

قدت قادیة جاء قوم قدا قحموا	قوم جلدی میں آئی، قدت قادیۃ کا ایک معنی

[1] المعجم الاوسط حدیث ۵۷۶ مکتبہ المعارف الریاض ۱/ ۳۳۶

من البادیة والفرس قدیاناا سرع [1]	قدت من البادیۃ یا قدت الفرس جنگل سے آیا، یا گھوڑے کو تیز کیا۔

قادیان اس کی جمع اور قادیانی اس کی طرف منسوب یعنی جلدی کرنے والوں یا جنگل سے آنے والوں کا ایک، اس مناسبت سے میری اصطلاح میں ہر بھگوڑے جنگلی کا نام قادیانی ہوا، کیا زید کی وہ تقریر کسی مسلمان یا عمرو کی یہ توجیہ کسی مرزائی کو مقبول ہو سکتی ہے، حاشا وکلّا کوئی عاقل ایسی بناوٹوں کو نہ مانے گا بلکہ اسی پر کیا موقوف، یوں اصطلاح خاص کا ادعاء مسموع ہو جائے تو دین و دنیا کے تمام کارخانے درہم برہم ہوں، عورتیں شوہروں کے پاس سے نکل کر جس سے چاہیں نکاح کرلیں کہ ہم نے تو ایجاب وقبول نہ کیا تھا، اجازت لیتے وقت ہاں کہا تھا، ہماری اصطلاح (ہاں) بمعنی (ہوں) یعنی کلمہ جزر وانکار ہے، لوگ بیع نامے لکھ کر رجسٹری کرا کر جائدادیں چھین لیں کہ ہم نے تو بیع نہ کی تھی بیچنا لکھا تھا، ہماری اصطلاح میں عاریت یا اجارے کو بیچنا کہتے ہیں الٰی غیر ذٰلک من فسادات لاتحصٰی (ایسے بہت سے فسادات ہوں گے۔ت) تو ایسی جھوٹی تاویل والا خود اپنے معاملات میں اسے نہ مانے گا، کیا مسلمانوں کو زن ومال اللہ ورسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) سے زیادہ پیارے ہیں کہ جورو اور جائداد کے باب میں تاویل سنیں اور اللہ ورسول کے معاملے میں ایسی ناپاک بناوٹیں قبول کرلیں لا الٰہ الا اللہ مسلمان ہر گز ایسے مردود بہانوں پر التفات بھی نہ کریں گے انہیں اللہ ورسول اپنی جان اور تمام جہان سے زیادہ عزیز ہیں وللہ الحمد جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خود ان کا رب جل وعلا قرآن عظیم میں ایسے بیہودہ عذروں کا دربار جلا چکا ہے، فرماتا ہے:

"لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ ؕ" [2]	ان سے کہہ دو بہانے نہ بناؤ بیشک تم کافر ہوچکے ایمان کے بعد۔ والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔

ثالثًا: کفر چہارم میں امتی و نبی کا مقابلہ صاف اسی معنی شرعی و عرفی کی تعیین کر رہا ہے۔

رابعًا: کفر اول میں تو کسی جھوٹے ادعائے تاویل کی بھی گنجائش نہیں، آیت میں قطعًا معنی شرعی ہی مراد ہیں نہ کہ لغوی، نہ اس شخص کی کوئی اصطلاح خاص، اور اسی کو اس نے اپنے نفس کے لئے مانا تو قطعًا یقینًا بمعنی شرعی ہی اپنے نبی اللہ و رسول اللہ ونے کا مدعی اور "وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ" [3]

---

[1] القاموس المحیط باب الواؤ فصل القاف مصطفی البابی مصر ۴/ ۷۹ ۳

[2] القرآن الکریم ۹/ ۶۶

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

(ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ت) کا منکر اور باجماع قطعی جمیع امت مرحومہ مرتد و کافر ہوا، سچ فرمایا سچے خدا کے سچے رسول سچے خاتم النّبیین محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد آئیں گے **ثلٰثون دجّالون کذّابون کلھم یزعم انہ نبی** تیس ۳۰ دجال کذاب کہ ہر ایک اپنے کو نبی کہے گا **وانا خاتم النبیین لا نبی بعدی**[1] حالانکہ میں **خاتم النبیین** ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں، اٰمنت اٰمنت صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔ میں ایمان لایا میں ایمان لایا، اللہ تعالٰی آپ پر صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے۔ت) اسی لئے فقیر نے عرض کیا تھا کہ مرزا ضرور مثیل مسیح ہے صَدَق بلکہ مسیح دجّال کا کہ ایسے مدعیوں کو یہ لقب خود بارگاہ رسالت سے عطا ہوا **والعیاذ باللہ رب العٰلمین**۔

کفر پنجم: دافع البلاء ص ۱۰ پر حضرت مسیح علیہ السلام سے اپنی برتری کا اظہار کیا ہے[2]

کفر ششم: اسی رسالے کے صفحہ ۷ پر لکھا ہے:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو

اس سے بہتر غلام احمد ہے[3]

کفر ہفتم: اشتہار معیار الاخیار میں لکھا ہے میں بعض نبیوں سے بھی افضل ہوں۔ یہ ادعاء بھی باجماعِ قطعی کفر وارتداد یقینی ہیں، فقیر نے اپنے فتوٰی مسمّٰی بہ ردّالرفضۃ میں شفاء شریف امام قاضی عیاض و روضہ امام نووی وارشاد الساری امام قسطلانی وشرح عقائد نسفی وشرح مقاصد امام تفتازانی واعلام امام ابن حجر مکی و منح الروض علامہ قاری وطریقہ محمدیہ علامہ برکوی وحدیقہ ندیہ مولٰی نابلسی وغیرہا کتب کثیرہ کے نصوص سے ثابت کیا ہے کہ باجماعِ مسلمین کوئی ولی کوئی غوث کوئی صدیق بھی کسی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا، جو ایسا کہے قطعًا اجماعًا کافر ملحد ہے، ازاں جملہ شرح صحیح بخاری شریف میں ہے:

النبی افضل من الولی وھو امر مقطوع بہ والقائل بخلافہ کافر کانہ معلوم من	یعنی ہر نبی ہر ولی سے افضل ہے اور یہ امر یقینی ہے اور اس کے خلاف کہنے والا کافر ہے کہ

[1] جامع ترمذی ابواب الفتن باب لاتقوم الساعۃ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۴۵، مسند احمد بن حنبل دار الفکر بیروت ۵/ ۳۹۶

[2] دافع البلاء ضیاء الاسلام قادیان ص ۳۰

[3] دافع البلاء ضیاء الاسلام قادیان ص ۳۰

الشرع بالضرورة[1]	یہ ضروریاتِ دین سے ہے۔

کفر ہفتم: میں ایسے ایک لطیف تاویل کی گنجائش تھی کہ یہ لفظ (نبیوں) بتقدیم نون نہیں بلکہ (بنیوں) بہ تقدیم با ہے یعنی بھنگی درکنار کہ خود ان کے تو لال گرو کا بھائی ہوں ان سے تو افضل ہوا ہی چاہوں میں تو بعض بنیوں سے بھی افضل ہوں کہ انہوں نے صرف آٹے دال میں ڈنڈی ماری اور یہاں وہ ہتھ پھیری کی بیسیوں کا دین ہی اڑ گیا، مگر افسوس کہ دیگر تصریحات نے اس تاویل کی جگہ نہ رکھی۔

کفر ہشتم: ازالہ صفحہ ۳۰۹ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جن کا ذکر خداوند تعالٰی بطور احسان فرماتا ہے مسمریزم لکھ کر کہتا ہے: اگر میں اس قسم کے معجزات کو مکروہ نہ جانتا تو ابن مریم سے کم نہ رہتا[2] یہ کفر متعدد کفروں کا خمیرہ ہے معجزات کو مسمریزم کہنا ایک کفر کہ اس تقدیر پر وہ معجزہ نہ ہوئے بلکہ **معاذ اللہ** ایک کسبی کرشمے ٹھہرے، اگلے کافروں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

"اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۫ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۱۰﴾"[3]	جب فرمایا اللہ سبحانہ نے اے مریم کے بیٹے! یاد کر میری نعمتیں اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تجھے قوت بخشی لوگوں سے باتیں کرتا پالنے میں اور پکی عمر کا ہو کر اور جب میں نے تجھے سکھایا لکھنا اور علم کی تحقیقی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی سی شکل میری پروانگی سے پھر تو اس میں پھونکتا تو وہ پرند ہو جاتی میرے حکم سے اور تو چنگا کرتا مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری اجازت سے، اور جب تو قبروں سے جیتا نکالتا مردوں کو میرے اذن سے اور جب میں نے یہود کو تجھ سے روکا جب تو ان کے پاس یہ روشن معجزے لے کر آیا تو ان میں کے کافر بولے یہ تو نہیں مگر کھلا جادو۔

مسمریزم بتایا یا جادو کہا، بات ایک ہی ہوئی یعنی الٰہی معجزے نہیں کسبی ڈھکوسلے ہیں، ایسے ہی

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العلم باب ما یستحب للعالم الخ دار الکتاب العربی بیروت ۱/ ۲۱۴

[2] ازالہ اوہام، ریاض الھند امرتسر، بھارت، ص ۱۱۶

[3] القران الکریم ۵/ ۱۱۰

منکروں کے خیال ضلال کو حضرت مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علی سیّدہ وعلیہ وسلم نے بار بار بتاکید رد فرمادیا تھا اپنے معجزات مذکورہ ارشاد کرنے سے پہلے فرمایا:

"اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ "[1] الاٰیۃ۔	میں تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزے لایا کہ میں مٹی سے پرند بناتا اور پھونک مار کر اسے جِلاتا اور اندھے اور بدن بگڑے کو شفا دیتا اور خدا کے حکم سے مردے جِلاتا اور جو کچھ گھر سے کھا کر آؤ اور جو کچھ گھر میں اٹھار کھو وہ سب تمہیں بتاتا ہوں۔

اور اس کے بعد فرمایا:

"اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿ۚ۴۹﴾ "[2]	بیشک ان میں تمہارے لئے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان لاؤ۔

پھر مکرر فرمایا:

"جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۵۰﴾ "[3]	میں تمہارے رب کے پاس سے معجزہ لایا ہوں تو خدا سے ڈرو اور میرا حکم مانو۔

مگر جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے رب کی نہ مانے وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی کیوں ماننے لگا، یہاں تو اسے صاف گنجائش ہے

کہ اپنی بڑائی سبھی کرتے ہیں ع

کس نہ گوید کہ دروغ من ترش ست

(کوئی نہیں کہتا کہ میرا جھوٹ ترش ہے۔ت)

پھر ان معجزات کو مکروہ جاننا دوسرا کفریہ کہ کراہت اگر اس بناپر ہے کہ وہ فی نفسہٖ مذموم کام تھے جب تو کفر ظاہر ہے قال اللہ تعالٰی:

تِلۡکَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَہُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ۘ [4]	یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دی۔

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[3] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

اور اسی فضیلت کے بیان میں ارشاد ہوا:

"وَ اٰتَیۡنَا عِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ الۡبَیِّنٰتِ وَ اَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ؕ"[1]	اور ہم نے عیسٰی بن مریم کو معجزے دئے اور جبرئیل سے اس کی تائید فرمائی۔

اور اگر اس بنا پر ہے کہ وہ کام اگرچہ فضیلت کے تھے مگر میرے منصب اعلٰی کے لائق نہیں تو یہ وہی نبی پر اپنی تفضیل ہے ہر طرح کفر وارتداد قطعی سے مفر نہیں، پھر ان کلمات شیطانیہ میں مسیح کلمۃ اللہ صلی اللہ تعالٰی علٰی سیّدہ وعلیہ وسلم کی تحقیر تیسرا کفر ہے اور ایسی ہی تحقیر اس کلام ملعون کفر ششم میں تھی اور سب سے بڑھ کر اس کفر نہم میں ہے کہ ازالہ صفحہ ۱۶۱ پر حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لکھا" بوجہ مسمریزم کے عمل کرنے کے تنویر باطن اور توحید اور دینی استقامت میں کم درجے پر بلکہ قریب ناکام رہے"[2]

انا للہ وانّا الیہ راجعون، الا لعنۃ اللہ علٰی اعداء انبیاء اللہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی انبیائہ وبارك وسلم۔	(ہم اللہ کی ملکیت اور ہم اس کی طرف ہی لوٹنے والے ہیں، انبیاء اللہ کے دشمنوں پر اللہ تعالٰی کی لعنت، اللہ تعالٰی کی رحمتیں اس کے انبیاء علیہم السلام پر اور برکتیں اور سلام۔ت)

ہر ۱ نبی کی تحقیر مطلقًا کفر قطعی ہے جس کی تفصیل سے شفاء شریف وشروح شفاء وسیف مسلول امام تقی الملۃ والدین سبکی وروضہ امام نووی ووجیز امام کردری واعلام امام حجر مکّی وغیرہا تصانیف ائمہ کرام کے دفتر گونج رہے ہیں نہ کہ ۲ نبی بھی کون نبی مرسل نہ کہ ۳ مرسل بھی کیسا ۴ مرسل اولوالعزم نہ کہ تحقیر بھی کتنی کہ مسمریزم کے سبب نور باطن نہ نور ۵ باطن بلکہ دینی استقامت نہ ۶ دینی استقامت بلکہ نفس توحید میں ۷ کم درجہ بلکہ ناکام رہے اس ملعون قول **لعن اللہ قائلہ وقابلہ** (اسے کہنے والے اور قبول کرنے والے پر اللہ کی لعنت) نے اولوالعزمی ورسالت ونبوت درکنار اس عبداللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ وصلوٰۃ اللہ وسلام وتحیات اللہ کے نفس ایمان میں کلام کردیا اس کا جواب ہمارے ہاتھ میں کیا ہے سوا اس کے کہ:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا ﴿۵۷﴾"[3]	بیشک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ نے لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے ذلّت کا عذاب۔

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۳

[2] ازالہ اوہام ریاض الہند امرتسر، بھارت ص ۱۱۶

[3] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

کفر دہم: ازالہ صفحہ ۶۲۹ پر لکھتا ہے: ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط عـــہ ہوئی اور وہ جھوٹے۔[1] یہ صراحۃً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی تکذیب ہے عام اقوام کفار لعنھم اللہ کا کفر حضرت عزت عزّجلالہ نے یوں ہی تو بیان فرمایا:

"كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾ "[2] "كَذَّبَتْ عَادُ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ "[3] "كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ "[4] "كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ﹰالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ "[5] "كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْــٴَـیْكَةِ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۷۶﴾ "[6]	(نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، عاد نے رسولوں کو جھٹلایا، ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا، لوط کی قوم نے رسولوں کو جھٹلایا، بَن والوں نے رسولوں کو جھٹلایا۔ت)

ائمہ کرام فرماتے ہیں، جو نبی پر اس کی لائی ہوئی بات میں کذب جائز ہی مانے اگرچہ وقوع نہ جانے باجماع کفر ہے نہ کہ معاذاللہ چار سو انبیاء کا اپنے اخبار بالغیب میں کہ وہ ضرور اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ واقع میں جھوٹا ہو جانا، شفا شریف میں ہے:

من دان بالوحدانیة وصحة النبوة و نبوة بنبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوا به ادعی فی ذٰلك المصلحة بزعمه اولم یدعها فھو کافر باجماع[7]	یعنی جو اللہ تعالٰی کی وحدانیت نبوّت کی حقانیت ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نبوت کا اعتقاد رکھتا ہو بایں ہمہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر انکی باتوں میں کذب جائز مانے خواہ بزعمِ خود اس میں کسی مصلحت کا ادعا کرے یا نہ کرے ہر طرح بالاتفاق کافر ہے۔

عـــہ: یہ اس کی پیش بندی ہے کہ یہ کذّاب اپنی بڑ میں ہمیشہ پیشگوئیاں ہانکتا رہتا ہے اور بعنایت الٰہی وہ آئے دن جھوٹی پڑا کرتی ہیں تو یہاں یہ بتانا چاہتا ہے کہ پیشگوئی غلط پڑی کچھ شان نبوت کے خلاف نہیں معاذاللہ اگلے انبیاء میں بھی ایسا ہوتا ہے۔ (اینہم بر علم)

---

[1] ازالہ اوہام ریاض الھند امرتسر بھارت ص ۲۳۴

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۰۵

[3] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۲۳

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۴۱

[5] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۶۰

[6] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۷۶

[7] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی فصل فی بیان ما ھو من المقالات مکتبہ شرکۃ صحافیہ فی بلاد العثمانیہ ۲/ ۲۶۹

ظالم نے چار سو کہہ کر گمان کیا کہ اس نے باقی انبیاء کو تکذیب سے بچالیا حالانکہ یہی آیتیں جو ابھی تلاوت کی گئی ہیں شہادت دے رہی ہیں کہ اس نے آدم نبی اللہ سے محمد رسول اللہ تک تمام انبیائے کرام علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کو کاذب کہہ دیا کہ ایک رسول کی تکذیب تمام مرسلین کی تکذیب ہے۔

دیکھو قوم نوح وہود وصالح ولوط وشعیب علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک ہی نبی کی تکذیب کی تھی مگر قرآن نے فرمایا: قوم نوح نے سب رسولوں کی تکذیب کی، عاد نے کل پیغمبروں کو جھٹلایا، ثمود نے جمیع انبیاء کو کاذب کہا، قوم لوط نے تمام رسل کو جھوٹا بتایا، ایکہ والوں نے سارے نبیوں کو دروغ گو کہا، یونہی واللہ اس قائل نے نہ صرف چار سو بلکہ جملہ انبیاء و مرسلین کو کذاب مانا۔

فلعن اللہ من کذب احدا من انبیائہ وصلی اللہ تعالٰی علٰی انبیائہ ورسلہ والمؤمنین بھم اجمعین، وجعلنا منھم وحشرنا فیھم وادخلنا معھم دار النعیم بجاھھم عندہ وبرحمتہ بھم ورحمتھم بنا انہ ارحم الراحمین والحمد للہ رب العٰلمین۔	(اللہ تعالٰی کے کسی نبی کو جھوٹا کہنے والے پر اللہ تعالٰی کی لعنت اور اللہ تعالٰی اپنے انبیاء ورسولوں پر اور ان کے وسیلہ سے تمام مومنین پر رحمت فرمائے اور ہمیں ان میں بنائے، ان کے ساتھ حشر اور ان کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے، ان کی اپنے ہاں وجاہت اور ان پر اپنی رحمت اور انکی ہم پر رحمت کے سبب وہ برحق بڑا رحیم ورحمٰن ہے سب حمدیں اللہ تعالٰی کے لئے جو سب جہانوں کا رب ہے۔ت)

طبرانی معجم کبیر میں وَبَر حنفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی اشھد عدد تراب الدنیا ان مسیلمۃ کذّاب[1]	بیشک میں ذرّہ ہائے خاک تمام دنیا کے برابر گواہیاں دیتا ہوں کہ مسیلمہ (جس نے زمانہ اقدس میں ادعائے نبوت کیا تھا) کذاب ہے۔

وانا اشھد معك یارسول اللہ (یارسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں) اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ عالم پناہ کا یہ ادنٰی کتا بعدد دانہائے ریگ وستارہائے آسمان گواہی دیتا ہے اور میرے ساتھ تمام ملائکہ سمٰوٰت وارض وحاملانِ عرش گواہ ہیں اور خود عرش عظیم کا مالک گواہ ہے "وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾"[2] (اور اللہ کافی ہے گواہ۔ت) کہ ان اقوال مذکورہ کا قائل بیباک کافر مرتد ناپاک ہے۔

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۴۱۲ از وبر بن مشھر الحنفی المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۲۲/ ۱۵۴

[2] القران الکریم ۴۸/ ۲۸

اگر یہ عــہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو واللہ واللہ وہ یقینا کافر اور جو اس کے ان اقوال یا ان کے امثال پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے وہ بھی کافر، ندوہ مخذولہ اور اس کے ارا کین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدارِ اسلام رکھتے اور تمام بددینوں گمراہوں کو حق پر جانتے، خدا کو سب سے یکساں راضی مانتے، سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں جیسا کہ ندوہ کی روداد اوّل و دوم و رسالہ اتفاق وغیر ہا میں مصرح ہے ان اقوال پر بھی اپنا وہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں اس کی تکفیر میں چون وچرا کریں تو وہ بھی کافر، وہ ارا کین بھی کفار، مرزا کے پیرو اگرچہ خود ان اقوال انجس الابوال کے معتقد نہ بھی ہوں مگر جب کہ صریح کفر و کھلے ارتداد دیکھتے سنتے پھر مرزا کو امام و پیشوا و مقبول خدا کہتے ہیں قطعًا یقینا سب مرتد ہیں سب مستحقِ نار۔ شفاء شریف میں ہے:

نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة المسلمین من الملل اووقف فیھم اوشک[1]	یعنی ہم ہر اس شخص کو کافر کہتے ہیں جو کافر کو کافر نہ کہے یا اسکی تکفیر میں توقف کرے یا شک رکھے۔

شفاء شریف نیز فتاوٰی بزازیہ و درر و غرر و فتاوٰی خیریہ و در مختار و مجمع الانہر وغیر ہا میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2]۔	جو اس کے کفر و عذاب میں شک کرے یقینا خود کافر ہے۔ (ت)

اور جو شخص باوصف کلمہ گوئی وادعائے اسلام، کفر کرے وہ کافروں کی سب سے بدتر قسم مرتد کے حکم میں ہے، ہدایہ و در مختار و عالمگیری و غرر وملتقی الابحر و مجمع الانہر وغیر ہا میں ہے:

صاحب الھوٰی ان کان یکفر فھو بمنزلة المرتد[3]	(بدعتی اگر کفر کرے تو وہ مرتد کے حکم میں ہے۔ت)

فتاوٰی ظہیریہ وطریقہ محمدیہ وحدیقہ ندیہ وبرجندی شرح نقایہ وفتاوٰی ہندیہ میں ہے:

عــہ: یہ اقوال دوسرے کے منقول تھے اس فتوے کے بعد مرزا کی بعض نئی تحریریں خود نظر سے گزریں جن میں قطعی کفر بھرے ہیں بلا شبہ وہ یقینا کافر مرتد ہے ۱۲۔

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم فصل فی بیان ماھو من المقالات مکتبہ شرکۃ صحافیہ فی البلاد والعثمانیہ ۲/ ۲۵

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵۶

[3] درمختار فصل فی وصایا الذمی وغیرہ مطبع مجتبائی دہلی، ۲/ ۳۳۳

ھٰؤلاء القوم خارجون عن ملّة الاسلام واحکامھم احکام المرتدین[1]	یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں اور انکے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں۔

اور شوہر کے کفر کرتے ہی عورت نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے، اب اگر بے اسلام لائے اپنے اس قول ومذہب سے بغیر توبہ کئے یا بعد اسلام وتوبہ عورت سے بغیر نکاح جدید کئے اس سے قربت کرے زنائے محض ہو جو اولاد ہو یقینا ولد الزنا ہو، یہ احکام سب ظاہر اور تمام کتب میں دائر وسائر ہیں۔

فی الدر المختار عن غنیة ذوی الاحکام مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنا[2]	درمختار میں غنیۃ ذوی الاحکام سے منقول ہے جو بالاتفاق کفر ہو وہ عمل، نکاح کو باطل کردیتا ہے اسکی اولاد ولد الزنا ہے۔

اور عورت کا کل مہر اس کے ذمّہ عائد ہونے میں بھی شک نہیں جب کہ خلوت صحیحہ ہوچکی ہو کہ ارتداد کسی دَین کو ساقط نہیں کرتا۔

فی التنویر وارث کسب اسلامہ وارثہ المسلم بعد قضاء دین اسلامہ وکسب ردتہ فی بعد قضاء دین ردتہ[3]	تنویر میں ہے قرضہ کی ادائیگی کے بعد اس کے اسلامی وقت کی کمائی کا وارث مسلمان ہے اور اس کے ارتدادی دور کی کمائی بیت المال میں جمع ہوگی۔

اور معجّل تو فی الحال آپ ہی واجب الادا ہے، رہا مؤجل، وہ ہنوز اپنی اجل پر رہے گا، مگر یہ کہ مرتد بحال ارتداد ہی مرجائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور حاکم شرع حکم فرمادے کہ وہ دارالحرب سے ملحق ہوگیا اس وقت مؤجل بھی فی الحال واجب الادا ہوجائے گا اگرچہ اجل موعود میں دس بیس برس باقی ہوں۔

فی الدر ان حکم القاضی بلحاقہ حل دینہ[4] فی رد المحتار لانہ باللحاق صار من اھل الحرب وھم اموات فی حق احکام الاسلام فصار کالموت، الا	(درمختار میں ہے کہ اگر قاضی نے مرتد کو دارالحرب سے ملحق ہونے کا فیصلہ دے دیا تو اس کا دَین لوگوں کو حلال ہے، ردالمحتار میں ہے کیونکہ دارالحرب سے لاحق ہونے پر حربی ہوگیا اور حربی اسلام کے احکام میں مُردوں

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[3] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[4] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

انه لا یستقر لحاقه الا بالقضاء لا حتمال العود، واذا تقرر موته تثبت الاحکام المتعلقة به کما ذکر نهر [1]	کی طرح ہوتے ہیں مگر اس کا طوق قاضی کے فیصلہ پر دائمی قرار پائے گا کیونکہ قبل ازیں اس کے واپس دارالاسلام آنے کا احتمال ہے، تو جب اس کی موت ثابت ہوگئی تو موت سے متعلقہ تمام احکام نافذ ہوجائیں گے جیسا کہ نہر نے ذکر کیا۔ ت)

اولاد صغار ضرور اس کے قبضے سے نکال لی جائے گی،

حذرا علی دینهم الاتری انهم صرحوا بنزع الولد من الام الشفیقة المسلمة ان کانت فاسقة والولد یعقل یخشی علیه التخلق بسیرها الذمیة فما ظنك بالاب المرتد والعیاذ بالله تعالٰی قال فی ردالمحتار الفاجرة بمنزلة الکتابیة فان الولد یبقی عندها الی ان یعقل الادیان کما سیاتی خوفا علیه من تعلمه منها ما تفعله فکذا الفاجرة [2] الخ وانت تعلم الولد لا یحضنه الاب الا بعد ما بلغ سبعا او تسعا وذلك عمر العقل قطعا فیحرم الدفع الیه ویجب النزع منه وانما احوجنا الی هذا لان الملك لیس بید الاسلام والا عــــه فالسلطان این یبقی	نابالغ بچوں کے دین کے خطرے کی وجہ سے، کیا آپ نے نہ دیکھا کہ فقہاء نے مسلمان شفیق ماں اگر فاسقہ ہو تو اس سے بچے کو الگ کرنے کی تصریح کی ہے بچے کے سمجھدار ہونے پر اس کی ماں کے بُرے اخلاق سے متاثر ہونے کے خوف کی وجہ سے، تو مرتد باپ کے بارے میں تیرا کیا گمان ہوگا، والعیاذ باللہ تعالٰی، ردالمحتار میں فرمایا کہ فاجر عورت اہلِ کتاب عورت کے حکم میں ہے کہ اس کے پاس بچہ صرف اس وقت تک رہے گا جب تک دین سمجھنے نہ پائے جیسا کہ بیان ہوگا، اس خوف سے کہ کہیں بچہ اس کے اعمال سے متاثر نہ ہوجائے، تو فاجرہ عورت کا بھی یہی حکم ہے الخ، اور تجھے علم ہے کہ والد بچے کو سات یا نو سال کے بعد ہی اپنی پرورش میں لیتا ہے اور یہ سمجھ کی عمر ہے لہٰذا بچے کو اس کے سپرد کرنا حرام ہے اور اس سے الگ کرلینا ضروری ہے اور

عــــه: فان سلطان الاسلام مامور بقتله لایجوز له ابقاؤه بعد ثلثة ایام ۱۲ منه	کیونکہ اسلامی حکمران کو مرتد کے قتل کا حکم ہے تو اسے جائز نہیں کہ مرتد کو تین دن کے بعد باقی رکھے۔ ۱۲ منہ

[1] ردالمحتار باب المرتد دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۳۰۰

[2] ردالمحتار باب الحضانة دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۶۳۴

المرتد حتی یبحث عن حضانته الاتری الی قولهم لا حضانة لمرتدة لانها تضرب وتحبس کالیوم فانی تتفرغ للحضانة فاذا کان هذا فی المحبوس فما ظنك بالمقتول ولکن انا لله وانا الیه راجعون ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔	ہم نے یہ ضرورت اس لئے محسوس کی کہ یہ ملک مسلمان کے اختیار میں نہیں ورنہ اسلامی حکمران مرتد کو کب چھوڑے گا کہ مرتد کی پرورش کا مسئلہ زیر بحث آئے، آپ نے غور نہیں کیا کہ فقہاء کا ارشاد ہے کہ مرتدہ کو حق پرورش نہیں ہے کیونکہ وہ قید میں سزا یافتہ ہوگی جیسا کہ آج ہے لہٰذا وہ پرورش کرنے کی فرصت کہاں پا سکتی ہے تو یہ حکم قیدی کے متعلق ہے تو مقتول مرتد کے متعلق تیرا کیا گمان ہو سکتا ہے، لیکن ہم اللہ تعالٰی کا مال اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔ ت

مگران کے نفس یا مال میں بدعوے ولایت اس کے تصرفات موقوف رہیں گے اگر پھر اسلام لے آیا اور اس مذہب ملعون سے توبہ کی تو وہ تصرف سب صحیح ہوجائیں گے اور اگر مرتد ہی مر گیا یا دارالحرب کو چلا گیا تو باطل ہوجائیں گے۔

فی الدر المختار یبطل منه اتفاقا ما یعتمد الملة وهی خمس النکاح والذبیحة والصید والشهادة والارث و یتوقف منه اتفاقا ما یعتمد المساواة وهو المفاوضة. او ولایة متعدیة وهو التصرف علی ولده الصغیر. ان اسلم نفذ وان هلك اولحق بدارالحرب وحکم بلحاقه بطل[1] اه مختصرا. نسأل الله الثبات علی الایمان وحسبنا الله ونعم الوکیل وعلیه التکلان ولا حول ولا قوة الّا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد واٰله وصحبه اجمعین. اٰمین	(درمختار میں ہے مرتد کے وہ تمام امور بالاتفاق باطل ہیں جن کا تعلق دین سے ہو اور وہ پانچ امور ہیں: نکاح، ذبیحہ، شکار، گواہی اور وراثت، اور وہ امور بالاتفاق موقوف قرار پائیں گے جو مساوات عمل مثلاً لین دین اور کسی پر ولایت اور یہ نابالغ اولاد کے بارے میں تصرفات ہیں، اگر وہ دوبارہ مسلمان ہوگیا تو موقوف امور نافذ ہوجائیں گے، اور اگر وہ ارتداد میں مر گیا یا دارالحرب پہنچ گیا اور قاضی نے اس کے طوق کا فیصلہ دے دیا تو وہ امور باطل ہوجائیں گے، اھ مختصراً، ہم اللہ تعالٰی سے ایمان پر ثابت قدمی کے لئے دعا گو ہیں، ہمیں اللہ تعالٰی کافی ہے اور وہ اچھا وکیل ہے اور اس پر ہی بھروسا ہے، لاحول

[1] درمختار، باب المرتد، مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

واللہ تعالٰی اعلم۔	ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، آمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ت)

محمد وصی احمد　　　عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عبد المصطفٰی

ناصر دین　　　احمد رضا خاں عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامّی

محمدی سُنّی حنفی قادری

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم

رسالہ

قھرالدّیان علٰی مرتدٍّ بقادیان ۱۳۲۳ھ

(قادیانی مرتد پر قہر خداوندی)

الحمدللہ وکفٰی، سمع اللہ لمن دعا، لیس وراء اللہ منتھٰی، ان ربی لطیف لما یشاء، صلوات العلی الاعلٰی، وتسلیماتہ المنزھۃ عن الانتھاء، وبرکاتہ التی تنمی وتنمٰی، علی خاتم النبیین جمیعا، فمن تنبّأ بعدہ تامّا اوناقصا فقد کفر وغوٰی، اللہ اکبر علٰی من عاث وعتا، ومرد وعصٰی، وفی ھوۃ ھواہ ھوٰی، اللھم اجرنا من ان نذل ونخزٰی، او نزلّ ونشقٰی، ربنا وانصرنا بنصرك علٰی من طغٰی وبغٰی،	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے، دعا کرنے والے کیلئے کفایت فرماتا اور سنتا ہے، اللہ تعالٰی کے بغیر کو منتہٰی نہیں بیشک میرا رب جس پر چاہے لطف فرماتا ہے، اللہ تعالٰی کی صلوٰتیں، تسلیمات اور برکتیں جو بڑھتی ہیں اور انتہا سے پاک ہیں تمام انبیاء کے خاتم پر، تو جو آپ کے بعد تام یا ناقص نبوت کا مدعی ہوا تو وہ کافر ہوا اور گمراہ، اللہ تعالٰی ہر سرکش، باغی، کھلے نافرمان اور اپنی خواہش کے گڑھے میں گرنے والے پر غالب و بلند ہے، اے باری تعالٰی! ہمیں ذلّت، رسوائی، پھسلنے اور بدبختی سے محفوظ فرما۔ یا اللہ! ہماری اپنی خاص مدد فرما ہر باغی اور سرکش اور

وضل واضل عن سبیل الاھتداء ،صل علی المولٰی واٰله وصحبه ابدا ابدا ،واشھد ان لا اله الّا اللّٰه وحدہ لا شریك له احدا صمدا ،وان محمدا عبدہ ورسوله بالحق ودین الھدٰی ،صلی اللّٰه تعالٰی علیه وعلٰی اٰله وصحبه دائما سرمدا۔	جو بھی گمراہ ہو اور گمراہ کرتا ہو سیدھے طریقے سے ان سب کے خلاف۔اور رحمت نازل فرما ہمارے آقا پر اور ان کی آل واصحاب پر ہمیشہ ہمیشہ،اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی برحق معبود نہیں،وہ وحدہ لاشریک احد صمد ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور برحق رسول ہیں اور اس کا دین ہدایت ہے۔اللہ تعالٰی کی رحمت نازل ہو ان پر اور ان کے آل واصحاب پر دائمی۔ت

اللّٰہ اکبر علٰی من عتا وتکبر

(اللہ تعالٰی ہر سرکش اور متکبر پر غالب وبلند ہے۔ت)

مدّتے ایں مثنوی تاخیر شُد مُلتے بایست تاخُوں شیر شد

(اس مثنوی کو ایک مدّت تاخیر ہوئی،خون کے دودھ بننے کے لئے مدت چاہیے۔ت)

اللہ عزوجل اپنے دین کا ناصر،اپنے بندوں کا کفیل،وحسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل،رسالہ ماہواری رَدِّ قادیانی کی ابتداء حکمتِ الٰہیہ نے اس وقت پر رکھی تھی کہ یہاں دو چار جاہلان محض اس کے مرید ہو آئے، مسلمانوں نے حسب حکم شرع شریف ان سے میل جول،ارتباط،سلام،کلام یک لخت ترک کردیا۔دین میں فساد، مسلمانوں میں فتنہ پیدا کرنے والوں نے یہ "الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ"[1] (بڑے عذاب سے قبل دنیاوی چھوٹا عذاب چکھا) مسلمانوں پر حملے میں اپنی چلتی میں کوئی گئی نہ کی، بس نہ چلا تو متواتر عرضیاں دیں کہ ہمارا پانی بند ہے،ہم پر زندگی تلخ ہے،بیدار مغز حکومت ایسی لغویات کو کب سنتی،ہر بار جواب ملا کہ مذہبی امور میں دست اندازی نہ ہوگی،سائلان آپ اپنا انتظام کریں،آخر بحکم آنکہ

ع دست بگیرد سرِ شمشیر تیز

(تیز تلوار کا سرا ہاتھ میں پکڑا۔ت)

ایک بے قید پرچے روہیل کھنڈ گزٹ میں اشتہار چھاپا کہ عمائدِ شہر اگر علمائے طرفین سے مناظرہ کرائیں اور وہ

[1] القرآن الکریم ۳۲/ ۲۱

بھی اس شرط پر کہ دونوں طرف سے خود وہی منتظم رہیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ ہم بھی مرزائی ملانوں کو بلالیں اور اس میں علمائے اہلسنّت کی شان میں کوئی دقیقہ بدزبانی واکاذیب بہتانی وکلماتِ شیطانی کا اٹھانہ رکھا، یہ حرکت نہ فقط ان بے علم بے فہم مرزائیوں بلکہ بعونہ تعالٰی خود مرزا کے حق میں **کالباحث عن حتفه بظلفه**(اس کی طرح جو اپنی موت اپنے کُھر سے کرید کر نکالے۔ت) سے کم نہ تھی۔

ست بازو بجہل میفگند پنجہ با مردِ آہنیں چنگال

(ہر فاہم وجاہل کو چھیڑا، آہنی پنجے والے مرد سے پنجہ آزمائی کی۔ت)

مگر از انجا کہ "**عَسٰۤی اَنۡ تَکۡرَهُوۡا شَیۡـًٔا وَّهُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ**"[1]۔ قریب ہے کہ تم ناگوار سمجھو گے بعض چیزیں اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوں گی۔ت)

ع خدا شرّے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد

(اللہ تعالٰی ایسا شر لاتا ہے جس میں ہماری خیر ہو۔ت)

یہ ایک غیبی تحریک خیر ہوگئی جس نے اس ارادہ رسالہ کی سلسلہ جنبانی فرمادی، اشتہار کا جواب اشتہاروں سے دیا گیا۔ مناظرہ کے لئے ابکار افکار مرزا قادیانی کو پیام دیا، اس کے ہولناک اقوال اِدّعائے رسالت و نبوت وافضیلت من الانبیاء وغیرہا کفر وضلال کا خاکہ اڑایا، گالیوں کے جواب میں گالی سے قطعی احتراز کیا، صرف اتنا دکھا دیا کہ تمہاری آج کی گالی نرالی نہیں، قادیانی تو ہمیشہ سے اللہ ورسول وانبیائے سابقین وائمہ دین سب کو گالیاں سناتا رہا ہے، ہر عبارت اس کی کتابوں سے بحوالہ صفحہ مذکور ہوئی، مضمون کثیر تھا، متعدد پرچوں میں اشاعت منظور ہوئی، "ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری" نام رکھا گیا، اس میں دعوتِ مناظرہ، شرائط مناظرہ، طریق مناظرہ، مبادی مناظرہ سب کچھ موجود ہے۔ اس مختصر تحریر نے اپنی سلک منیر میں متعدد سلاسل لئے، سلسلہ دشنام ہائے قادیانی بر حضرتِ ربّانی و رسولانِ رحمانی ومحبوبانِ یزدانی، سلسلہ کفریات وضلالاتِ قادیانی، سلسلہ تناقضات وتہافتات قادیانی، سلسلہ دجّالی وتلبیسات قادیانی، سلسلہ جہالات وبطالاتِ قادیانی، سلسلہ تاصیلات، سلسلہ سوالات اور واقعی وقتی ضرورات مختلف مضامین پر کلام کی مقتضی ہوتی ہیں اور اس کے اکثر رسائل الٹ پھیر کر انہیں ڈھاک کے تین پات کے حامل، لہٰذا ہر رسالے کے جداگانہ روسے انہیں سلاسل کا انتظام احسن واولٰی۔

اب بعونہٖ تعالٰی اسی ہدایت نوری سے ابتدائے رسالہ ہے اور مولٰی تعالٰی مدد فرمانے والا ہے، اس کے

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۱۶

بعد وقتاً فوقتاً رسائل و مضامین میں حسبِ حاجت اندراج گزین مناسب، کہ جو کلام جس سلسلے کے متعلق آتا جائے بہ شمار سلسلہ اسی کی سلک میں انسلاک پائے جو نیا کلام اس سلاسل سے جدا شروع ہو اس کے لئے تازہ سلسلہ موضوع ہو۔اعتراضات کے تازیانے جن کا شمار خدا جانے اوّل تا آخر ایک سلسلہ میں منضود اور ہر اعتراض حاشیہ پر تازیانہ یا اس کی علامت "ت" لکھ کر جُدا معدود۔

مسلمانوں سے تو بفضلہٖ تعالٰی یقینی امید مدد و موافقت ہے، مرزائی بھی اگر تعصّب چھوڑ کر خوف خدا اور روز جزاء سامنے رکھ کر دیکھیں تو بعونہٖ تعالٰی امید ہدایت ہے **وماتوفیقی الاّ باللّٰہ علیہ توکّلت والیہ انیب وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد واٰلہٖ وصحبہ انہ ھو القریب المجیب۔**

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم خاتم النبیین واٰلہ وصحبہ اجمعین ط

اس میں قادیانی کو دعوتِ مناظرہ اوراس کے بعض سخت ہولناک اقوال کاتذکرہ ہے۔

اللّٰہ عزوجل مسلمانوں کو دین حق پر استقامت اور اعدائے دین پر فتح و نصرت بخشے، آمین!

روہیل کھنڈ گزٹ مطبوعہ یکم جولائی ۱۹۰۵ء فقیر غفرلہ میں تصور حسین نیچہ بند کے نام سے ایک مضمون بعنوان "اطلاع ضروری" نظر سے گزرا جس میں اوّلاً علمائے اہلسنّت **نصرھم اللّٰہ تعالٰی** پر سخت زبان درازی وافتراء پردازی کی ہے، کوئی دقیقہ توہین کا باقی نہ رکھا اور آخر میں عمائدِ شہر کو ترغیب دی ہے کہ علمائے طرفین میں مناظرہ کرادیں کہ حق جس طرف ہو ظاہر ہوجائے

ہر ذی عقل جانتا ہے کہ نیچہ بند صاحب جیسے بے علم فاضل، کیا کلام وخطاب کے قابل، بلکہ فوج کی اگاڑی آندھی کی پچھاڑی مشہور ہے، جس فوج کی یہ اگاڑی یہ ہراوّل، اس کی پچھاڑی معلوم از اوّل، مگر اپنے دینی بھائیوں سے دفعِ فتنہ لازم، للہٰذا دونوں باتوں کے جواب کو یہ ہدایت نوری دو عدد پر منقسم، آئندہ حسبِ حاجت اس کے شمار کااللّٰہ عالم (پہلے عدد میں) ان گالیوں کا جوابِ متین جو علمائے اہلسنّت کو دی گئیں۔

پیارے بھائیو! عزیز مسلمانو! کیا یہ خیال کرتے ہو کہ ہم گالیوں کا جواب گالیاں دیں؟ **حاشاللّٰہ** ہر گز نہیں بلکہ ان دل کے مریضوں اور ان کے ساختہ مسیح مرزا قادیانی کو گالی کے جواب میں یہ دکھائیں گے، ان کی آنکھیں صرف اتنا دکھا کر کھولیں گے کہ شُستہ دہنو! تمہاری گندی گالی توآج کی نئی نرالی نہیں، قادیانی بہادر

ہمیشہ سے علماء وائمہ کو سڑی گالیاں دینے کا دھنی ہے، استغفر اللہ! علماء وائمہ کی کیا گنتی، وہ کون سی شدید خبیث ناپاک گالی ہے جو اس نے اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں بلکہ خود اللہ واحد قہار کی شان میں اٹھا رکھی ہے، یہ اطلاع ضروری کی پہلی بات کا جواب ہوا۔

(دوسرے عدد) میں بعونہ تعالیٰ قادیانی مرزا کو دعوتِ مناظرہ ہے، اس میں شرائط مناظرہ مندرج ہیں اور نیز اس کا طریق مذکور ہے جو نہایت متین ومہذّب اور احتمالِ فتنہ سے یکسر دور ہے اس میں قادیانی کی طرح فریق مقابل پر شرائط میں کوئی سختی نہ رکھی گئی بلکہ قادیانی کی باگ ڈھیلی کی اور اس کی تنگی کھول دی گئی ہے، اس میں بحولہٖ تعالیٰ شرائط کے ساتھ مبادی بھی ہیں جو کمال تہذیب ومتانت سے ضلالتِ ضال کے کاشف اور مناظرہ حسنہ کے بادی بھی ہیں۔

ایک مُدعی وحی کو لازم کہ اپنے وحی کنندوں کو جو رات دن اس پر اترتے رہتے ہیں جمع کر رکھے اور اپنی حال کی اور پچھلی قوت سب حق کا وار سہارنے کے لئے ملالے۔ ہاں ہاں قادیانی کو تیار ہو رہنا چاہیے اس سخت وقت کے لئے جب واحد قہار اپنی مدد مسلمانوں کے لئے نازل فرمائے گا اور جھوٹی مسیحی جھوٹی وحی کا سب جال پیچ بعونہ کھل جائے گا۔

وما ذٰلك علی اللہ بعزیز لقد عز نصر من قال وقوله الحق ان جندنا لهم الغٰلبون ولن یجعل اللہ للکٰفرین علی المؤمنین سبیلا والحمد للہ ربّ العٰلمین۔	(اور یہ اللہ تعالیٰ پر گراں نہیں، اس ذات کی مدد غالب جس نے فرمایا اور اس کا فرمان برحق ہے کہ ہمارا تیار کردہ لشکر ہی ان پر غالب رہے گا، اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ نہ دے گا، الحمد للہ رب العالمین۔ت)

یہ دوسرا عدد بحولہٖ تعالیٰ اس کے متصل ہی آتا ہے، اب بعونہٖ تعالیٰ پہلے عدد کا آغاز ہوتا ہے۔

وما توفیقی الاّ باللہ علیه توکلت والیه انیب۔	(اور مجھے صرف اللہ تعالیٰ سے توفیق ہے اور اسی پر بھروسا ہے اور اسی کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ت)

عددِ اوّل

اللہ کے محبوبوں، اللہ کے رسولوں حتّٰی کہ خود اللہ عزوجل پر قادیانی کی لچھے دار گالیاں

مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہارا مالک ومولیٰ تمہیں کفر وکافرین کے شر سے بچائے، قادیانی نے سب سے زیادہ اپنی گالیوں کا تختہ مشق رسول اللہ وکلمۃ اللہ وروح اللہ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسّلام کو

بنایا ہے اور واقعی اسے اس کی ضرورت بھی تھی، وہ مثیل عیسٰی بلکہ نزول عیسٰی یا دوسرے لفظوں میں عیسٰی کا اتار بنا ہے، عیسٰی کے تمام اوصاف اپنے میں بتاتا ہے اور حقیقت دیکھئے تو مسیح صادق کی جمیع اوصاف حمیدہ سے اپنے آپ کو خالی اور اپنے تمام شنائع ذمیمہ سے اس پاک مبارک رسول کو منزّہ پاتا ہے لہٰذا ضرور ہوا کہ ان کے معجزات، ان کے کمالات سے یک لخت انکار اور اپنی تمام شنیع خصلتوں، ذمیم حالتوں کی ان پر بوچھاڑ کرے جب تو اتار بننا ٹھیک اترے۔ میں یہاں اس کی گالیاں جمع کروں تو دفتر ہو لہٰذا اس کی خروار سے مُشتِ نمونہ پیش نظر ہو۔

فصل اول

رسول اللہ عیسٰی بن مریم اور انکی ماں علیہما الصلوٰۃ والسلام پر قادیانی کا گالیاں

تازیانہ ۱تا۳ (۱): اعجاز احمدی ص ۱۳ پر صاف لکھ دیا کہ: "یہود عیسٰی کے بارے میں ایسے قوی اعتراض رکھتے ہیں کہ ہم بھی جواب میں حیران ہیں، بغیر اس کے کہ یہ کہہ دیں کہ ضرور عیسٰی نبی ہے کیونکہ قرآن نے اس کو نبی قرار دیا ہے اور کوئی دلیل ان کی نبوت پر قائم نہیں ہو سکتی بلکہ ابطالِ نبوت پر کئی دلائل قائم ہیں۔ یہاں عیسٰی کے ساتھ قرآن عظیم پر بھی جڑ دی کہ وہ ایسی باطل بات بتارہا ہے جس کے ابطال پر متعدد دلائل قائم ہیں"۔

ت ۴و۵۔ (۲): ایضًا ص ۲۴: "کبھی عــہ آپ کو شیطانی الہام بھی ہوتے تھے۔"

ت ۶۔ (۳): ایضًا ص ۲۴: "ان کی اکثر پیشگوئیاں غلطی سے پر ہیں۔" یہ بھی صراحۃً نبوت عیسٰی سے انکار ہے کیونکہ قادیانی خود اپنی ساختہ کشتی ص ۵ پر کہتا ہے: "ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشین گوئیاں ٹل جائیں۔"

ت ۷: نیز پیشگوئی لیکھرام آخر دافع الوساوس ص ۷ پر کہتا ہے: "کسی انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔"

ت ۸: ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۷ پر کہا: "کیا اس کے سوا کسی اور چیز کا نام ذلت ہے کہ جو کچھ اس نے کہا وہ پورا نہ ہوا۔"

ت ۹: اور کشتی ساختہ میں اپنی نسبت یوں لکھتا ہے ص ۶: "اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی

عــہ: یہ خود ان کا اپنا عقیدہ ہے بظاہر انجیل کے سر تھوپا ہے، خود اسے اپنے یہاں حدیث سے ثابت مانتا ہے۔ اس کا بیان ان شاء اللہ آگے آتا ہے۔

پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اسے نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔" تو مطلب یہ ہوا کہ اس کے لئے تو بھاری عزت ہے اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وہ خواری و ذلّت ہے جس سے بڑھ کر کوئی رسوائی نہیں۔ **الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین۔**

ت ۱۰ تا ۱۲ (۴): دافع البلاء ٹائیٹل پیج ص ۳: "ہم مسیح کو بیشک راستباز آدمی جانتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اکثر لوگوں سے البتہ اچھا تھا، **واللہ اعلم**، مگر وہ حقیقی منجی نہ تھا"۔

رسول اللہ اور وہ بھی ان پانچ مرسلین اولوالعزم سے کہ تمام رسولوں سے افضل ہیں یعنی ابراہیم و نوح و موسٰی و عیسٰی و محمد صلی اللہ علیہ وعلیہم وسلم اس کی صرف اتنی قدر ہے کہ ایک راستباز آدمی تھا جو ان کی خاک پاکے ادنٰی غلاموں کا بھی پورا وصف نہیں تو بات کیا، وہی کہ عیسٰی کی نبوّت باطل ہے فقط ایک نیک شخص تھا وہ بھی نہ ایسا کہ دوسرے کو نجات ملنے کا واقعی سبب ہوسکے بلکہ حقیقی نجات دہندہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھے، اور اب قادیانی ہے کہ اسی کے متصل کہتا ہے کہ " حقیقی منجی وہ ہے جو حجاز میں پیدا ہوا تھا اور اب آیا مگر بروز کے طور پر خاکسار غلام احمد از قادیان"۔

ت ۱۳۔ (۵): پھر یہاں تک تو عیسٰی کا ایک راستباز آدمی اور اپنے بہت اہل زمانہ سے اچھا ہونا یقینی تھا کہ بیشک اور البتہ کے ساتھ کہا، نوٹ میں چل کر وہ یقین بھی زائل ہوگیا، اسی صفحہ پر کہا "یہ ہمارا بیان محض نیک ظنی کے طور پر ہے ورنہ ممکن ہے کہ عیسٰی کے وقت میں بعض راستباز اپنی راستبازی میں عیسٰی سے بھی اعلٰی ہوں۔" **اے سبحٰن اللہ!**

ایماں یقین شعار باید　　　حسنِ ظن تو چکار آید

(پختہ ایمان انسان کا شعار ہونا چاہیے صرف اچھا گمان تیرے کیا کام آئے گا۔ت)

ت ۱۴۔ (۶): پھر ساتھ لگے خدا کی شریعت بھی ناقص وہ تمام ہوگئی، اسی کے ص ۴ پر کہا "عیسٰی کوئی کامل شریعت نہ لائے تھے"۔

ت ۱۵ تا ۱۷۔ (۷): عیسٰی کی راستبازی پر شراب خوری اور انواع انواع بد اطواری کے داغ بھی لگ گئے، ایضا ص ۴۔ مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسرے راستبازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ (یعنی یحیٰی) شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہ سنا کہ کسی فاحشہ عورت نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی، اسی وجہ سے قرآن میں یحیٰی کا نام حصور رکھا گیا مگر مسیح کا نہ رکھا کیونکہ ایسے قصّے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔

ت۱۸تا۲۰۔(۸): اسی ملعون قصے کو اپنے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ میں یوں لکھا: "آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدّی مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسٰی بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سرپر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سرپر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔"

ت۲۱تا۳۶: اسی رسالہ ص ۴ سے ص ۸ تک مناظرہ کی آڑلے کر خوب ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔ اللہ عزوجل کے سچے مسیح عیسٰی بن مریم کو نادان[۹] اسرائیلی، شریر[۱۰]، مکار[۱۱]، بدعقل[۱۲]، زنا نے خیال والا[۱۳] فحش گو[۱۴]، بدزبان[۱۵]، کٹیل[۱۶]، جھوٹا[۱۷]، چور[۱۸]، علمی[۱۹] عملی[۲۰] قوت میں بہت کچا، خلل دماغ والا[۲۱]، گندی گالیاں دینے والا[۲۲]، بدقسمت[۲۳]، نرافریبی[۲۴]، پیروِ شیطان[۲۵] وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجّال نے دیئے۔

ت ۳۷(۲۶): صاف لکھ دیا ص ۶ "حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔"

ت۳۸(۲۷): "اس زمانے میں ایک تالاب سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے، آپ سے کوئی معجزہ ہوا بھی ہو تو آپ کا نہیں اس تالاب کا ہے، آپ کے ہاتھ میں سوا مکروفریب کے کچھ نہ تھا۔"

ت۳۹و۴۰۔(۲۸): انتہاء یہ کہ ص ۷ پر لکھا: آپ کا خاندان بھی نہایت پاک و مطہر ہے، تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ **انّا للہ وانّآ الیہ راجعون**۔ خدائے قہار کا حلم کہ رسول اللہ کو بحیلہ[عــــه] وبے حیلہ یہ ناپاک گالیاں دی جاتی ہیں اور آسمان نہیں پھٹتا۔ ان شدید ملعون گالیوں کے آگے ان لچھے دار شرافتوں کا کیا ذکر جو نیچہ بند صاحب نے علماء اہلسنّت کو دیں ان کا پیر تو نانی دادی تک کی دے چکا۔ **الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین**۔

ت۴۱تا۴۴۔(۲۹): وہ پاک کنواری مریم صدیقہ کا بیٹا کلمۃ اللہ جسے اللہ نے بے باپ کے پیدا کیا نشان سارے جہان کے لئے۔ قادیانی نے اس کے لئے دادیاں بھی گنا دیں، اور ایک جگہ اس کا دادا بھی لکھا ہے اور اس کے حقیقی بھائی سگی بہنیں بھی لکھی ہیں، ظاہر ہے کہ دادا، دادی، حقیقی بہنیں، سگے بھائی اسی کے ہو سکتے ہیں جس کے لئے باپ ہو، جس کے نطفے سے وہ بنا ہو، پھر بے باپ کے پیدا ہونا کہاں رہا؟ یہ قرآن عظیم کی تکذیب اور طیبہ طاہرہ مریم کو سخت گالی ہے۔

ت۴۵: کشتی ساختہ ص ۱۶ پر لکھا: "مسیح تو مسیح ہیں اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں۔ مسیح کی

عــــه: خبیث حیلہ مناظرہ کا ہے اس کا رد عنقریب آتا ہے۔

دونوں ہمشیروں کو بھی مقدسہ سمجھتا ہوں"۔اور خود ہی اس کے نوٹ میں لکھا"یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں، یہ سب یسوع مسیح کے حقیقی بھائی اور حقیقی بہنیں تھیں یعنی یوسف اور مریم کی اولاد تھے۔"

ت۴۶: دیکھو کیسے کھلے لفظوں میں یوسف بڑھئی کو سید نا عیسٰی کلمۃ اللہ کا باپ بنادیا اور اس صریح کفر میں صرف ایک پادری کے لکھ جانے پر اعتماد کیا۔ہاں ہاں یقین جانو آسمانی قہر سے واحد قہار سے سخت لعنت پائے گا اور جو ایک پادری کی بے معنی زٹل سے قرآن کو رد کرتا ہے۔

ت۴۷۔(۳۰): نیز اسی دافع البلاء کے ص ۱۵ پر لکھا"خدا ایسے شخص (یعنی عیسٰی) کو کسی طرح دوبارہ دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے نے ہی دنیا کو تباہ کردیا۔" یہ ان گالیوں کے لحاظ سے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ہلکی سی گالی ہے کہ اس کے فتنے نے دنیا تباہ کردی مگر اس میں دو شدید گالیاں اور ہیں کہ ان شاء اللہ تعالٰی فصل سوم میں مذکور ہوں گی۔

ت۴۸(۳۱): اربعین نمبر ۲ ص ۱۳ پر لکھا"کامل مہدی نہ موسٰی تھا نہ عیسٰی۔ان مرسلین اولوالعزم کا کامل ہادی ہونا بالائے طاق، پورے مہدی بھی نہ ہوئے۔اور کامل کون ہیں، جناب قادیانی۔" دیکھو اسی کا ص ۱۲ و ۱۳۔

ت۴۹ و۵۰(۳۲) مواہب الرحمٰن پر صاف لکھ دیا کہ عیسٰی یہودی تھا **لو قدر اللہ رجوع عیسی الذی ھو من الیھود لرجع العزۃ الی تلک الیوم** (اگر اللہ تعالٰی نے یہودی عیسٰی کا دوبارہ آنا مقدر کیا تو عزت اس دن لوٹ آئے گی۔)ت ظاہر ہے کہ یہودی مذہب کا نام ہے نہ کہ نسب کا، کیا مرزا کہ پارسیوں کی اولاد ہے مجوسی ہے۔

قادیانی نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کردی۔

ت۵۲(۳۳): حد یہ کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکفیر کردی۔ مسلمانو! وہ اتنا احمق نہیں کہ صاف حرفوں میں لکھ دے عیسٰی کافر تھا بلکہ اس کے مقدمات متفرق کرکے لکھے، یہ تو دشنام سوم میں سن چکے کہ عیسٰی کی سخت رسوائیاں ہوئیں، اور کشتی ساختہ ص ۱۸ پر کہتا ہے"جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے، کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں" دیکھو کیسا صاف بتادیا کہ جسے خدا پر ایمان ہے ممکن نہیں کہ اسے خدا رسوا کرے لیکن عیسٰی کو رسوا کیا تو ضرور اسے خدا پر ایمان نہ تھا اور کیا کافر کہنے کے سرپر سینگ ہوتے ہیں۔**الا لعنۃ اللہ علی الکفرین۔**

قصد تھا کہ فصل اوّل یہیں ختم کی جائے کہ اتنے میں قادیانی کی"**ازالۃ الاوھام**"ملی، اس کی برہنہ گوئیاں بہت بے لاگ اور قابلِ تماشا ہیں۔

معجزات مسیح کی تحقیر وانکار۔

ت۵۳تا۵۷(۳۴): یہ جو مثیل مسیح بنا اور اس پر لوگوں نے مسیح کے معجزے مثلاً مردے جِلانا اس سے طلب کئے تو صاف جواب دیتا ہے ص ۳"احیاء جسمانی کچھ چیز نہیں، احیاء روحانی کے لئے یہ عاجز آیا ہے"۔دیکھو

وہ ظاہر باہر قاہر معجزہ جسے قرآن عظیم نے جا بجا کمال تعظیم کے ساتھ بیان فرمایا اور آیۃ اللہ ٹھہرایا، قادیانی کیسے کھلے لفظوں میں اس کی تحقیر کرتا ہے کہ وہ کچھ نہیں، پھر اس کے متصل کہتا ہے ص ۴۔ "ماسوائے اس کے اگر مسیح کے اصلی کاموں کو ان حواشی سے الگ کرکے دیکھا جائے جو محض افتراء یا غلط فہمی سے گھڑے ہیں تو کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا بلکہ مسیح کے معجزات پر جس قدر اعتراض ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق پر ایسے شبہات ہوں، کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا"۔

دیکھو "کوئی اعجوبہ نظر نہیں آتا" کہہ کر ان کے تمام معجزات سے کیسا صاف انکار کیا اور تالاب کے قصّے سے اور بھی پانی پھیر دیا اور آخر میں لکھا ص ۴ و ۵ "زیادہ تر تعجب یہ ہے کہ حضرت مسیح معجزہ نمائی سے صاف انکار کرکے کہتے ہیں کہ میں ہر گز کوئی معجزہ دکھا نہیں سکتا مگر پھر بھی عوام الناس ایک انبار معجزات کا ان کی طرف منسوب کررہے ہیں۔"

غرض اپنی مسیحیت قائم رکھنے کو نہایت کھلے طور پر تمام معجزاتِ مسیح وتصریحاتِ قرآن عظیم سے صاف منکر ہے اور پھر مہدی و رسول و نبی ہونے کا ادّعا، مسلمان تو مکذّبِ قرآن کو مسلمان بھی نہیں کہہ سکتے، قطعًا کافر مرتد زندیق بے دین ہے نہ کہ نبی ورسول بن کر اور کفر پر کفر چڑھے **الا لعنۃ اللہ علی الکفرٰین** (خبردار! کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ت) اور اس کذاب کا کہنا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام خود اپنے معجزے سے منکر تھے، رسول اللہ پر محض افتراء اور قرآنِ عظیم کی صاف تکذیب ہے، قرآنِ عظیم تو مسیح صادق سے یہ نقل فرماتا ہے کہ:

"اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾" [1]	بیشک میں تمہارے پاس تمہارے رب سے یہ معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں، وہ خدا کے حکم سے پرند ہوجاتی ہے اور میں بحکم خدا مادر زاد اندھے اور بدن بگڑے کو اچھا کرتا اور مردے زندہ کرتا ہوں، اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں اٹھار کھتے ہو، بیشک اس میں تمہارے لئے بڑا معجزہ ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

پھر مکرّر فرمایا:

"وَ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيۡعُوۡنِ ﴿۵۰﴾"[1]	میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے بڑے معجزات لے کر آیا تو اللہ سے ڈرو اور میرا حکم مانو اور یہ قرآن کا جھٹلانے والا ہے کہ انہیں اپنے معجزات سے انکار تھا۔

کیوں مسلمانو! قرآن سچا یا قادیانی؟ ضرور قرآن سچا ہے اور قادیانی کذّاب جھوٹا، کیوں مسلمانو! جو قرآن کی تکذیب کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ ضرور کافر ہے، ضرور کافر بخدا۔

ت۵۸و۵۹: (۳۵) اسی بکر فکر قادیانی کے ازالہ شیطانی میں آخر ص ۱۶۱ سے آخر ۱۶۲ تک تو نوٹ میں پیٹ بھر کر رسول اللہ و کلمۃ اللہ کو وہ گالیاں دیں اور آیات اللہ و کلام اللہ سے وہ مسخریاں کیں جن کی حد و نہایت نہیں، صاف لکھ دیا کہ جیسے عجائب انہوں نے دکھائے عام لوگ کر لیتے تھے۔ اب بھی لوگ ویسی باتیں کر دکھاتے ہیں۔

ت۶۰ (۳۶): بلکہ آجکل کے کرشمے ان سے زیادہ بے لاگ ہیں۔

ت۶۱ و ۶۲ (۳۷): وہ معجزے نہ تھے، کل کا دَور تھا عیسٰی نے اپنے باپ بڑھئی کے ساتھ بڑھئی کا کام کیا تھا، اس سے یہ کلیں بنانی آگئی تھیں۔ **ت۶۳ (۳۸)**: عیسٰی کے سب کرشمے مسمریزم سے تھے۔

(۳۹): وہ جھوٹی جھلک تھی۔

(۴۰): سب کھیل تھا، لہو ولعب تھا۔ **ت۶۴ (۴۱)**: سامری جادوگر کے گئوسالے کے مانند تھا۔

ت۶۵ (۴۲): بہت مکروہ و قابلِ نفرت کام تھے۔ **ت۶۶ (۴۳)**: اہل کمال کو ایسی باتوں سے پرہیز رہا ہے۔

ت۶۷ (۴۴): عیسٰی روحانی علاج میں بہت ضعیف اور نکمّا تھا۔

ت۶۸: وہ ناپاک عبارات بروجہ التقاط یہ ہیں ص ۱۵۱: انبیاء کے معجزات دو قسم ہیں، ایک محض سماوی جس میں انسان کی تدبیر و عقل کو کچھ دخل نہیں جیسے شق القمر، دوسرے عقلی جو خارقِ عادت عقل کے ذریعہ سے ہوتے ہیں جو الہام سے ملتی ہے جیسے سلیمان کا معجزہ **صرح ممرد من قواریر**[2] (شیشے جڑا صحن ہے۔ت) بظاہر مسیح کا معجزہ سلیمان کی طرح عقلی تھا۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دونوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے، وہ لوگ جو سانپ بنا کر دکھلادیتے اور کئی قسم کے جانور تیار کرکے

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۴۴

زندہ جانوروں کی طرح چلادیتے، مسیح کے وقت میں عام طور پر ملکوں میں تھے سوکچھ تعجب نہیں کہ خدائے تعالٰی نے مسیح کو عقلی طور سے ایسے طریق پر اطلاع دے دی ہو جو ایک مٹی کا کھلونا کسی کل کے دبانے یا پھونک مارنے پر ایسا پرواز کرتا ہو جیسے پرندہ یا پیروں سے چلتا ہو کیونکہ مسیح اپنے باپ [عہ۱] یوسف کے ساتھ بائیس ۲۲ برس تک نجاری کرتے رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑھئی کا کام در حقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کے ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے پس کچھ تعجب نہیں کہ مسیح نے اپنے دادا [عہ۲] سلیمان کی طرح یہ عقلی معجزہ دکھلایا ہو، ایسا معجزہ عقل سے بعید بھی نہیں، حال کے زمانہ میں اکثر صنّاع ایسی چڑیاں بنالیتے ہیں کہ بولتی بھی ہیں، ہلتی بھی ہیں۔ دم بھی ہلاتی ہیں، اور میں نے سنا ہے کہ بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز بھی کرتی ہیں، بمبئی اور کلکتے میں ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں اور ہر سال نئے نئے نکلتے آتے ہیں [عہ۳] ماسوااس کے یہ قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز عمل الترب یعنی مسمریزی طریق سے بطور لہو ولعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکیں کیونکہ مسمریزم میں ایسے ایسے عجائبات ہیں، سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اس فن میں مشق والا مٹی کا پرند بنا کر پرواز کرتا دکھادے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ کیا گیا کہ اس فن کی کہاں تک انتہا ہے [عہ۴] سلبِ امراض عمل الترب (مسمریزم) کی شاخ ہے، ہر زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس عمل سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں، بعض نقشبندی وغیرہ نے بھی ان کی طرف بہت توجہ کی تھی، محی الدین ابن عربی کو بھی اس میں خاص مشق تھی، کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں، اور یقینی طور پر ثابت ہے کہ مسیح بحکم الٰہی اس عمل (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں، اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابلِ نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمائیوں میں ابن مریم سے کم نہ رہتا، اس عمل کا ایک نہایت. براخاصہ یہ ہے کہ جو اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے وہ روحانی تاثیروں میں جو روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں، بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ گو مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت و توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم

عہ۱: اس کا باپ، دیکھئے مسیح و مریم دونوں کو سخت گالی ہے۔

عہ۲: اس کا دادا، دیکھئے وہی مسیح و مریم کو گالی ہے۔

عہ۳: یہاں تک تو مسیح کا معجزہ کل دبانے سے تھا، اب دوسرا پہلو بدلتا ہے کہ مسمریزم تھا۔

عہ۴: یہاں تک مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرند بنانے پر استہزاء تھے اب اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنے پر مسخرگی کرتا ہے۔

کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ قریب قریب ناکام رہے، جب یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ان پرندوں میں صرف جھوٹی حیات جھوٹی جھلک نمودار ہوجاتی تھی تو ہم اس کو تسلیم کرچکے ہیں، ممکن ہے کہ عمل الترب (مسمریزم) کے ذریعہ سے پھونک میں وہی قوت ہوجائے جو اس دخان میں ہوتی ہے جس سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ مسیح جو جو کام اپنی قوم کو دکھلاتا تھا وہ دعا کے ذریعہ سے ہرگز نہ تھے بلکہ وہ ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے صاف فرمادیا ہے کہ وہ ایک فطری طاقت تھی جو ہر فردِ بشر میں ہے، مسیح کی کچھ خصوصیت نہیں، چنانچہ اس کا تجربہ اس زمانے میں ہورہا ہے، مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق وبے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہرِ عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم مفلوج مبروص ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہوجاتے تھے لیکن بعض بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے، اس وقت تو کوئی تالاب بھی نہ تھا، یہ بھی ممکن عـــہ ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر تھی، بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل تھا جیسے سامری کا گوسالہ۔

مسلمانو! دیکھا کہ اس دشمن اسلام نے اللہ عزوجل کے سچے رسول کو کیسی مغلظ گالیاں دیں، کون سی ناگفتنی اس ناشدنی نے ان کے حق میں اٹھا رکھی، ان کے معجزوں کو کیسا صاف صاف کھیل اور لہو ولعب و شعبدہ و سحر ٹھہرایا، ابرائے اکمہ وابرص کو مسمریزم پر ڈھالا اور معجزہ پرند میں تین احتمال پیدا کئے، بڑھئی کی کل یا مسمریزم یا کراماتی تالاب کا اثر، اور اسے صاف سامری کا بچھڑا بتادیا بلکہ اس سے بدتر کہ سامری نے جو اسپِ جبریل کی خاک سُم اٹھائی وہ اسی کو نظر آئی دوسرے نے اطلاع نہ پائی، قال اللہ تعالیٰ:

"قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾"[1]	سامری نے کہا میں نے وہ دیکھا جو انہیں نظر نہ آیا تو میں نے اسپِ رسول کی خاک قدم سے ایک مٹھی لے کر گوسالے میں ڈال دی کہ وہ بولنے لگا نفس امارہ کی تعلیم سے مجھے یونہی بھلا معلوم ہوا۔

مگر مسیح کا کرتب ایک دست مال تھا جس سے دنیا جہان کو خبر تھی، مسیح پیدا بھی نہ ہوئے تھے جب تالاب کی کرامات شہرہ آفاق تھیں، تو اللہ کا رسول یقینا اس کافر جادوگر سے بہت کم رہا، اور مزہ یہ ہے کہ مسیح کے وقت میں بھی ایسے شعبدے تماشے بہت ہوتے تھے پھر معجزہ کدھر سے ہوا، اللہ اللہ رسولوں کو گالیاں، معجزات کے انکار،

عـــہ: یہ تیسرا پہلو ہے کہ حضرت مسیح اس مٹی کے پرند میں تالاب کی مٹی ڈال دیتے جس میں روح القدس کا اثر تھا، اس کے زور سے حرکت کرتا جیسے سامری نے اسپِ روح القدس کے پاؤں تلے کی خاک بچھڑے میں ڈال دی بولنے لگا۔

[1] القرآن الکریم ۲۰/ ۹۶

قرآن کی تکذیبیں اور پھر اسلام باقی ہے ع

چوں وضوئے محکم بی بی تمیزہ

(جیسے تمیزہ بی بی کا وضوئے محکم ہو۔ت)

اس سے تعجب نہیں کہ ہر مرتد جو اتنے بڑے دعوے کرکے اٹھے اسے ایسے کفروں سے چارہ نہیں، اندھے تو وہ ہیں جو یہ کچھ دیکھتے ہیں پھر اتنے بڑے مکذبِ قرآن و دشمنِ انبیاء وعدوّالرحمٰن کو امامِ وقت مسیح و مہدی مان رہے ہیں۔

ع گر مسیح ایں ست لعنت بر مسیح

(اگر یہی مسیحیت ہے ایسی مسیحیت پر لعنت۔ت)

اور ان سے بڑھ کر اندھا وہ ہے جو شد بد پڑھ لکھ کر اس کے ان صریح کفروں کو دیکھ بھال کر کہے میں جناب عـــہ مرزا صاحب کو کافر نہیں کہتا خطا پر جانتا ہوں، ہاں شاید ایسوں کے نزدیک کافر وہ ہوگا جو انبیاء اللہ کی تعظیم کرے، کلام اللہ کی تصدیق و تکریم کرے ولا حول ولا قوۃ الاّ باللہ العلی العظیم۔

" كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ "[1]	اللہ یوں ہی مہر کر دیتا ہے متکبر سرکش کے سارے دل پر۔

تنبیہ: ان عباراتِ ازالہ سے **بحمد اللہ تعالٰی** اس جھوٹے عذر معمولی کا ازالہ بھی ہوگیا جو عبارات ضمیمہ انجام آتھم کی نسبت بعض مرزائی پیش کرتے ہیں کہ یہ تو عیسائیوں کے مقابلہ میں حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گالیاں دی ہیں۔

عـــہ: ایسوں کو شاید اتنی بھی خبر نہیں کہ جو مخالفِ ضروریات دین کو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔

من شك فی كفرہ وعذابہ فقد كفر[2]۔	جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہے۔

جب تکذیب قرآن و سب و شتم انبیاء کرام بھی کفر نہ ٹھہرے تو خدا جانے آریہ و ہنود و نصارٰی نے اس سے بڑھ کر کیا جرم کیا ہے کہ وہ کفار ٹھہرائے جائیں، یا شاید ایسوں کے دھرم میں تمام دنیا مسلمان ہے کافر کوئی تھا نہ ہے نہ ہو، یہ بھی معجزاتِ مسیح کی طرح قرآن کے بے اصل کہ فلانا مسلم فلانا کافر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵

[2] درمختار باب المرتد، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵۶

اولاً ان عبارات کے علاوہ جو گالیاں اس کے اور رسائل مثل اعجاز احمدی و دافع البلاء و کشتی نوح و اربعین و مواہب الرحمٰن وغیرہ میں اہلی و گہلی پھر رہی ہیں، وہ کس عیسائی کے مقابلہ میں ہیں، مثل مشہور ہے، دلہن کا منہ کالا، مشاطہ کب تک ہاتھ دئے رہے گی۔
ثانیا: کس شریعت نے اجازت دی ہے کہ کسی بد مذہب کے مقابل اللہ کے رسولوں کو گالیاں دی جائیں؟
ثالثاً: مرزا کو ادّعا ہے کہ اگرچہ اس پر وحی آتی ہے مگر کوئی نیا حکم جو شریعتِ محمدیہ سے باہر ہو، نہیں آسکتا، ہم تو قرآن عظیم میں یہ حکم پاتے ہیں کہ:

" لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ[1]	کافروں کے جھوٹے معبودوں کو گالی نہ دو کہ وہ اس کے جواب میں بے جانے بوجھے دشمنی کی راہ سے اللہ عزوجل کی جناب میں گستاخی کریں گے۔

مرزا اپنی وہ وحی بتائے جس نے قرآن کے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔
رابعًا: مرزا کو ادّعا ہے کہ وہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم بقدم چل رہا ہے، التبلیغ ص ۸۳ ؎ پر لکھتا ہے:

من اٰیات صدق انه تعالٰی وفقنی باتباع رسوله واقتداء نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فما رأیت اثرا من اٰثار النبی الاقفوته۔	(میری سچائی کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے اپنے رسول کی اتباع اور نبی کی اقتداء پر توفیق دی میں نے نبی کا جو بھی نشان دیکھا اس پر قدم رکھا۔ت)

بتائے تو کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس دن عیسائیوں کے مقابل **معاذ اللہ** عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ کو گالیاں دی ہیں۔
خامسًا: مرزا کے ازالہ نے مرزائیوں کی اس بکر فکر کا کامل ازالہ کر دیا، ازالہ کی یہ عبارتیں تو کسی عیسائی کے مقابل نہیں، ان میں وہ کون سی گالی ہے جو ضمیمہ انجام آتھم سے کم ہے حتی کہ چور اور ولد الزنا کا بھی اثبات ہے وہاں چوری کسی مال کی نہ بتائی تھی بلکہ علم کی، ضمیمہ انجام ص ۶، نہایت شرم کی یہ بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا کہ گویا یہ میری

---
[1] القرآن الکریم ۶/ ۱۰۸

تعلیم ہے۔

ازالہ میں اس سے بدتر چوری معجزہ کی چوری مانی کہ تالاب کی مٹی لاکر بے پر کی اڑاتے اور اپنا معجزہ ٹھہراتے، رہی ولادتِ زناوہ اس نے اس بائیبل محرف کے بھروسے پر لکھی، برائے نام کہہ سکتا تھا کہ عیسائیوں پر الزاماً پیش کی اگرچہ مرزا کی عملی کارروائی صراحۃً اس کی مکذّب تھی کہ وہ اپنے رسائل میں بکثرت مسلمانوں کے مقابل اسی بائیبل محرف کو نزول الیاس وغیرہ کے مسئلہ میں پیش کرتا ہے مگر ازالہ میں تو صاف تصریح کردی کہ قرآن عظیم اسی بائیبل محرف کی طرف رجوع کرنے اور اس سے علم سیکھنے کا حکم دیتا ہے، ازالہ ص ۳۰۸ "آیت ہے "فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟" یعنی تمہیں علم نہ ہو تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو، ان کی کتابوں پر نظر ڈالو، اصل حقیقت منکشف ہو، ہم نے موافق حکم اس آیت کے یہود و نصارٰی کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ مسیح کے فیصلے کا ہمارے ساتھ اتفاق ہے دیکھو کتاب سلاطین و کتاب ملاکی نبی اور انجیل"۔ تو ثابت ہوا کہ یہ توریت وانجیل بلکہ تمام بائیبل موجودہ اس کے نزدیک سب بحکم قرآن مستند ہیں تو جو کچھ اس سے لکھا ہرگز الزاماً نہ تھا بلکہ اس کے طور پر قرآن سے ثابت، اور خود اس کا عقیدہ تھا، اور اللہ تعالٰی دجّالوں کا پردہ یونہی کھولتا ہے **والحمد ﷲ رب العٰلمین**۔

رسالہ

الجُراز الدّیانی علی المرتدّ القادیانی ۱۳۴۰ھ

(قادیانی مرتد پر خدائی خنجر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ ۷۹۔۸۰: از پیلی بھیت مسؤلہ شاہ میر خاں قادری رضوی　　　۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ

اعلیٰ حضرت مد ظلکم العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اس میں شک نہیں آپ کی خدمت میں بہت سے جواب طلب خطوط موجود ہوں گے لیکن عریضہ ہذا بحالت اشد ضرورت ارسالِ خدمت ہے امید کہ بواپسی جواب سے شرف بخشا جائے۔

(۱) آیت کریمہ:

"وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٢١﴾ "[1]	(اور اللہ کے سوا جن کی عبادت کرتے ہیں وہ کچھ بھی نہیں بناتے اور وہ خود بنائے ہوئے ہیں، مردے ہیں زندہ نہیں، اور انہیں خبر نہیں لوگ کب اٹھائے جائیں گے۔ ت)

یہ ظاہر کرتی ہے کہ ماسوا اللہ تعالیٰ کے جس کسی کو خدا کہا جاتا ہے وہ خالق نہ ہونے اور مخلوق ہونے کے علاوہ

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۰و۲۱

مردہ ہے زندہ نہیں۔

بنابریں عیسٰی علیہ السلام کو بھی جبکہ نصارٰی خدا کہتے ہیں تو کیوں نہ ان کو مردہ تسلیم کیا جائے اور کیوں ان کو آسمان پر زندہ مانا جائے؟

(۲) صاحبِ بخاری بروایت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا ارقام فرماتے ہیں۔ (منقول از مشارق الانوار، حدیث ۱۱۱۸):

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَہُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِہِمْ مَسٰجِدَ [1]	اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنالیا۔ (ت)

اس سے ظاہر ہے کہ نبیِ یہود حضرت موسٰی و نبیِ نصارٰی حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی قبریں پوجی جاتی تھیں۔

حسب ارشاد باری تعالٰی عزّاسمہ "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ" [2] (پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے تو اسے اللہ ورسول کے حضور رجوع کرو۔ت) آیاتِ الٰہیہ، احادیث نبویہ ثبوتِ مماتِ عیسٰی علیہ السلام میں موجود ہوتے ہوئے کیونکر ان کو زندہ مان لیا جائے؟ میں ہوں حضور کا ادنٰی خادم شاہ میر خاں قادری رضوی غفرلہ ربّہ ساکن پیلی بھیت ۳ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ

الجواب:

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ط

(۱) قبلِ جواب ایک امر ضروری کہ اس سوال وجواب سے ہزار درجہ اہم ہے، معلوم کرنا لازم، بے دینوں کی بڑی راہِ فرار یہ ہے کہ انکار کریں ضروریاتِ دین کا، اور بحث چاہیں کسی ہلکے مسئلے میں جس میں کچھ گنجائش دست و پازدن ہو۔

قادیانی صدہا درجہ سے منکر ضروریاتِ دین تھا اور اس کے پس ماندے حیات و وفاتِ سیدنا عیسٰی رسول اللہ علٰی نبیّنا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ کی بحث چھیڑتے ہیں، جو ایک فرعی مسئلہ خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں (فائدہ نمبر ۴ میں آئے گا کہ

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۷۷

[2] القرآن الکریم ۴/ ۵۹

نزول حضرت عیسٰی علیہ السلام اہلسنّت کا اجماعی عقیدہ ہے) نہ ہرگز وفاتِ مسیح ان مرتدین کو مفید، فرض کردم کہ رب عزوجل نے ان کو اس وقت وفات ہی دی، پھر اس سے انکا نزول کیونکر ممتنع ہوگیا؟ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت محض ایک آن کو تصدیق وعدہ الٰہیہ کے لئے ہوتی ہے، پھر وہ ویسے ہی حیاتِ حقیقی دنیاوی و جسمانی سے زندہ ہوتے ہیں جیسے اس سے پہلے تھے، زندہ کا دوبارہ تشریف لانا کیا دشوار؟ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ [1]	انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں، نماز پڑھتے ہیں۔

(۲) معاذاللہ کوئی گمراہ بددین یہی مانے کہ ان کی وفات اوروں کی طرح ہے جب بھی ان کا دوبارہ تشریف لانا کیوں محال ہوگیا؟ وعدہ "وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَاۤ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۝۹۵" [2] (اور حرام ہے اس بستی پر جسے ہم نے ہلاک کردیا کہ پھر لوٹ کر آئیں۔ت) ایک شہر کے لئے ہے، بعض افراد کا بعد موت دنیا میں پھر آنا خود قرآن کریم سے ثابت ہے جیسے سیدنا عزیر علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ **قال اللہ تعالٰی**:

"فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ" [3]	(تو اللہ نے اسے مردہ رکھا سو برس، پھر زندہ کردیا۔ت)

چاروں طائرانِ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام، **قال اللہ تعالٰی**:

"ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ" [4]	(پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ہر پہاڑ پر رکھ دے، پھر انہیں بلا، وہ تیرے پاس چلے آئیں گے دوڑتے ہوئے۔ت)

ہاں مشرکین ملاعنہ منکرین بعث اسے محال جانتے ہیں اور دربارہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام قادیانی بھی اس قادر مطلق عزّجلالہ کو **معاذاللہ** صراحۃً عاجز مانتا اور دافع البلاء کے صفحہ ۳۴ پر یوں کفر بکتا ہے: خدا ایسے شخص کو پھر دنیا میں نہیں لاسکتا جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو تباہ کردیا ہے [5]۔ مشرک و قادیانی دونوں کے رد میں اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ؕ بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ	(تو کیا ہم پہلی بار بنا کر تھک گئے بلکہ وہ نئے بننے سے

[1] مسند ابو یعلٰی مروی از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۳۴۱۲، موسسہ علوم القرآن بیروت ۳/ ۳۷۹

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۹۵

[3] القرآن الکریم ۲/ ۲۵۹

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۶۰

[5] دافع البلاء مطبوعہ ربوہ ص ۳۴

شُبہ میں ہیں۔ت)	خَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۵﴾ "[1]

جب صادق و مصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے نزول کی خبر دی اور وہ اپنی حقیقت پر ممکن و داخل زیر قدرت و جائز، تو انکار نہ کرے گا مگر گمراہ۔

(۳) اگر وہ حکم افراد کو بھی عام مانا جائے تو موت بعدِ استیفائے اجل کے لئے ہے، اس سے پہلے اگر کسی وجہ خاص سے اماتت ہو تو مانع اعادت نہیں بلکہ استیفائے اجل کے لئے ضرور اور ہزاروں کے لئے ثابت ہے، **قال اللہ تعالٰی**:

(اے محبوب! کیا تم نے نہ دیکھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے، تو اللہ نے ان سے فرمایا مر جاؤ، پھر انہیں زندہ فرمادیا۔ت)	"اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاهُمْ "[2]

قتادہ نے کہا:

(اللہ تعالٰی نے ان کو سزا کے طور پر موت دی پھر زندہ کردیئے گئے تاکہ اپنی مقررہ عمر کو پورا کریں، اگر ان کی مقررہ عمر پوری ہوجاتی تو دوبارہ نہ اٹھائے جاتے۔ت)	اَمَاتَهُمْ عُقُوْبَةً ثُمَّ بُعِثُوْا لِیَتَوَفَّوْا مُدَّةَ اٰجَالِهِمْ وَلَوْ جَاءَتْ اٰجَالُهُمْ مَا بُعِثُوْا۔(معنًا)[3]

(۴) اس وقت حیات و وفاتِ حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسئلہ قدیم سے مختلف چلا آتا ہے مگر آخر زمانے میں ان کے تشریف لانے اور دجّال لعین کو قتل فرمانے میں کسی کو کلام نہیں، یہ بلا شبہ اہلسنّت کا اجماعی عقیدہ ہے تو وفات مسیح نے قادیانی کو کیا فائدہ دیا اور مغل بچہ، عیسٰی رسول اللہ بے باپ سے پیدا ابن مریم کیونکر ہوسکا؟ قادیانی اس اختلاف کو پیش کرتے ہیں، کہیں اس کا بھی ثبوت رکھتے ہیں کہ اس پنجابی کے ابتداع فی الدین سے پہلے مسلمانوں کا یہ اعتقاد تھا کہ عیسٰی آپ تو نہ اتریں گے کوئی ان کا مثیل پیدا ہوگا، اسے نزول عیسٰی فرمایا گیا اور اس کو ابن مریم کہا گیا؟ اور جب یہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے تو آیہ:

(مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کرینگے اور کیا ہی بُری جگہ پلٹنے کی۔ت)	"یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ "[4]

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۲/ ۲۴۳

[3] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تأویل قولہ تعالٰی الم تر الی الذین الآیۃ المطبعۃ المیمنہ مصر ۲/ ۳۴۷

[4] القرآن الکریم ۴/ ۱۱۵

کا حکم صاف ہے۔

(۵) مسیح سے مثیل مسیح مراد لینا تحریف نصوص ہے کہ عادتِ یہود ہے، بے دینی کی بڑی ڈھال یہی ہے کہ نصوص کے معنی بدل دیں "یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ"[1] (اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدل دیتے ہیں۔ت) ایسی تاویل گھڑنی نصوصِ شریعت سے استہزاء اور احکام وارشادات کو درہم برہم کر دینا ہے، جس جگہ جس شیئ کا ذکر آیا، کہہ سکتے ہیں وہ شیئ خود مراد نہیں اس کا مثیل مقصود ہے، کیا یہ اس کی نظیر نہیں جو اباحیہ مُلاعِنہ کہا کرتے ہیں کہ نماز و روزہ فرض ہے نہ شراب وزنا حرام بلکہ وہ کچھ اچھے لوگوں کے نام ہیں جن سے محبت کا ہمیں حکم دیا گیا اور یہ کچھ بدوں کے جن سے عداوت کا۔

(٦) بفرضِ باطل اینہم بر عَلَم پھر اس سے قادیان کا مرتد، رسول اللہ کا مثیل کیونکر بن بیٹھا؟ کیا اس کے کفر، اس کے کذب، اس کی وقاحتیں، اس کی فضیحتیں، اس کی خباثتیں، اس کی ناپاکیاں، اس کی بیباکیاں کہ عالم آشکار ہیں، چھپ سکیں گی؟ اور جہان میں کوئی عقل و دین والا ابلیس کو جبریل کا مثیل مان لے گا؟ اس کے خروارِ ہزار ہا کفریات سے مُشتے نمونہ، رسائل السوء والعقاب علی المسیح الکذاب وقہر الدیان علیٰ مرتد بقادیان و نور الفرقان و باب العقائد والکلام وغیرہا میں ملاحظہ ہوں کہ یہ نبیوں کی علانیہ تکذیب کرنے والا، یہ رسولوں کو فحش گالیاں دینے والا، یہ قرآن مجید کو طرح طرح رد کرنے والا، مسلمان بھی ہونا محال، نہ کہ رسول اللہ کی مثال، قادیانیوں کی چالاکی کہ اپنے مسیلمہ کے نامسلم ہونے سے یوں گریز کرتے اور اس کے ان صریح ملعون کفروں کی بحث چھوڑ کر حیات و وفات مسیح کا مسئلہ چھیڑتے ہیں۔

(۷) مسیح رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشہور اوصافِ جلیلہ اور وہ کہ قرآن عظیم نے بیان کئے، یہ تھے کہ اللہ عزّوجل نے ان کو بے باپ کے کنواری بتول کے پیٹ سے پیدا کیا نشانی سارے جہان کے لئے:

" قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ "[2]	بولی میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا، نہ میں بدکار ہوں، کہا یونہی ہے، تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ امر ٹھہر چکا ہے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۳

[2] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۰و۲۱

انہوں نے پیدا ہوتے ہی کلام فرمایا:

"فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَاۤ اَلَّا تَحْزَنِیْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِیًّا ﴿۲۴﴾ " الآیۃ۔[1] على قراءة من تحتها بالفتح فيهما وتفسيره بالمسيح عليه الصلوٰة والسلام (معنًا)[2]	تو اس کے نیچے والے نے اسے آواز دی کہ تو غم نہ کر، تیرے رب نے تیرے نیچے نہر بہادی ہے۔ اس قرات پر جس میں مَنْ کی میم مفتوح اور تَحْتَهَا کی دوسری تاء مفتوح ہے اور اس کی تفسیر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کی گئی ہے۔

انہوں نے گہوارے میں لوگوں کو ہدایت فرمائی۔

"یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا" [3]	لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے میں اور پکی عمر میں۔ (ت)

انہیں ماں کے پیٹ یا گود میں کتاب عطا ہوئی، نبوت دی گئی،

"قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ﳴ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ "[4]	بچہ نے فرمایا میں ہوں اللہ کا بندہ، اس نے مجھے کتاب دی اور مجھے غیب کی خبریں بتانے والا (نبی) کیا۔

وہ جہاں تشریف لے جائیں برکتیں ان کے قدم کے ساتھ رکھی گئیں۔

"وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۪ "[5]	اس نے مجھے مبارک کیا میں کہیں ہوں۔ (ت)

برخلاف کفرِ طاغیہ قادیان کہ کہتا ہے جس کے پہلے فتنے ہی نے دنیا کو تباہ کر دیا۔ انہیں اپنے غیبوں پر مسلّط کیا،

"عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ"[6]۔	غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلّط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ (ت)

جس کا ایک نمونہ یہ تھا کہ لوگ جو کچھ کھاتے اگرچہ سات کوٹھڑیوں میں چُھپ کر، اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ

---

[1] القرآن الکریم ۱۹/ ۲۴

[2] جامع البیان (تفسیر ابن جریر طبری) القول فی تاویل قولہ تعالٰی فناداہا من تحتہا الخ مطبعہ میمنہ مصر ۱۶/ ۴۵

[3] القرآن الکریم ۳/ ۴۶

[4] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۰

[5] القرآن الکریم ۱۹/ ۳۱

[6] القرآن الکریم ۷۲/ ۲۶،۲۷

رکھتے اگرچہ سات تہ خانوں کے اندر، وہ سب ان پر آئینہ تھا۔

"وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ "[1]	اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ (ت)

انہیں توراتِ مقدس کے بعض احکام کا ناسخ کیا،

"وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ "[2]	اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توارت کی اور اس لئے کہ حلال کروں تمہارے لئے کچھ وہ چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔ (ت)

انہیں قدرت دی کہ مادرزاد اندھے اور لاعلاج برص کو شفا دیتے،

"وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ "[3]	اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا۔ (ت)

انہیں قدرت دی کہ مردے زندہ کرتے،

"وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِیْ ۚ "[4] "وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ "[5]	اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ نکالتا۔ اور میں مردے جِلاتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ (ت)

ان پر اپنے وصفِ خالقیت کا پرتو ڈالا کہ مٹی سے پرند کی صورت خلق فرماتے اور اپنی پھونک سے اس میں جان ڈالتے کہ اُڑتا چلا جاتا،

"وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِیْ "[6]	اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ قادیانی میں ان میں سے کچھ نہ تھا پھر وہ کیونکر مثیل مسیح ہوگیا؟

اخیر کی چار یعنی مادرزاد [۱] اندھے اور [۲] ابرص کو شفاء دینا، [۳] مردے جِلانا، مٹی کی مورت میں پھونک سے [۴] جان ڈال دینا، یہ قادیانی کے دل میں بھی کھٹکے کہ اگر کوئی پوچھ بیٹھا کہ تو مثیل مسیح بنتا ہے ان میں سے

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[2] القرآن الکریم ۳/ ۵۰

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

[5] القرآن الکریم ۳/ ۴۹

[6] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

کچھ کر دکھا اور وہ اپنا حال خوب جانتا تھا کہ سخت جھوٹا ملوم ہے اور الٰہی برکات سے پورا محروم، للذا اس کی یوں پیش بندی کی کہ قرآن عظیم کو پسِ پشت پھینک کر رسول اللہ کے روشن معجزوں کو پاؤں تلے مل کر صاف کہہ دیا کہ معجزے نہ تھے مسمریزم کے شعبدے تھے، میں ایسی باتیں مکروہ نہ جانتا تو کر دکھاتا، وہی ملاعنہ مشرکین کا طریقہ اپنے عجز پریوں پردہ ڈالنا کہ "لَوۡ نَشَآءُ لَقُلۡنَا مِثۡلَ هٰذَاۤ"[1] اگر ہم چاہتے تو ایسا کلام کہتے۔ ہم چاہتے تو اس قرآن کا مثل تصنیف کر دیتے، ہم خود ہی ایسا نہیں کرتے، الا لعنۃ اللہ علی الکٰفرین۔

قادیانی خَذَلَہُ اللہ کے ازالہ اوہام ص ۵، ۴، ۳ ونوٹ آخر میں ۱۵۱ تا آخر صفحہ ۱۶۲ ملاحظہ ہوں جہاں اس نے پیٹ بھر کر یہ کفر بکے ہیں یا ان کی تلخیص رسالہ قہر الدیان ص ۱۰ تا ۱۵ مطالعہ ہوں، یہاں دو چار صرف بطور نمونہ منقول:

ملعون ازالہ ص ۳: [1]احیاءِ جسمانی کچھ چیز نہیں۔

ملعون ازالہ ص ۴: کیا [2]تالاب کا قصّہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔

ملعون ازالہ ص ۱۵۱: عـــہ [3]شعبدہ بازی اور [4]دراصل بے سود، [5]عوام کو فریفتہ کرنے والے [6]مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس [22] برس تک نجاری کرتے رہے، [7]بڑھئی کا کام در حقیقت ایسا ہے جس میں کلوں کے ایجاد میں عقل تیز ہو جاتی ہے، [8]بعض چڑیاں کل کے ذریعہ سے پرواز کرتی ہیں، [9]بمبئی کلکتہ میں [10]ایسے کھلونے بہت بنتے ہیں، یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجاز [11]مسمریزمی [12]بطور لہو و لعب نہ [13]بطور حقیقت ظہور میں آسکیں، [14]سلبِ امراض مسمریزم کی شاخ ہے ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں جو اس سے سلبِ امراض کرتے ہیں، مبروص ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں، [15]مسیح مسمریزم میں کمال رکھتے تھے، یہ [16]قدر کے لائق نہیں، یہ [17]عاجز اس کو مکروہ قابل نفرت نہ سمجھتا تو ان عجوبہ نمائیوں میں [20]ابن مریم سے کم نہ رہتا، اس عمل کا ایک نہایت بُرا خاصہ ہے جو اپنے تئیں اس میں ڈالے روحانی تاثیروں میں بہت [22]ضعیف اور [23]نکما ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مسیح جسمانی بیماریوں کو اس [24]عمل (مسمریزم) سے اچھا کرتے، مگر [25]ہدایت توحید اور دینی استقامتوں کے دلوں میں قائم کرنے میں ان کا نمبر ایسا کم رہا کہ [26]قریب قریب ناکام رہے، ان پرندوں میں صرف [27]جھوٹی حیات،

عـــہ: ازالہ اوہام، مطبع ریاض الہند ص ۱۲۱۔ ۱۱۳

---

[1] القرآن الکریم ۸/ ۳۱

۲۸ جھوٹی جھلک نمودار ہو جاتی تھی، ۲۹ مسیح کے معجزات اس تالاب کی وجہ سے ۳۰ بے رونق ۳۱ بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے پہلے مظہرِ عجائبات تھا، بہر حال یہ معجزہ صرف ایک ۳۲ کھیل تھا جیسے ۳۳ سامری کا گوسالہ۔

مسلمانو! دیکھا، ان ملعون کلمات میں وہ کون سی گالی ہے جو رسول اللہ کو نہ دی اور وہ کونسی تکذیب ہے جو آیاتِ قرآن کی نہ کی، اتنے ہی جملوں میں تینتیس ۳۳ کفر ہیں۔

بہر حال یہ تو ثابت ہوا کہ یہ مرتد مثیل مسیح نہیں، مسلمانوں کے نزدیک یوں کہ وہ نبی مرسل اولوا العزم صاحب معجزات وآیات بینات، اور یہ مردود و مطرود و مرتد و موردِ آفات، اور خود اس کے نزدیک یوں کہ **معاذ اللہ** وہ شعبدہ باز بھانمتی مسمریزمی تھے، روحانی تاثیروں میں ضعیف نکمّے اور یہ ڈال کا ٹوٹا مقدس مہذب بر گزیدہ ہادی، **الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین** خبردار! ظالموں پر خدا کی لعنت۔ (ت)

ہاں ایک صورت ہے، اس نے اپنے زعمِ ملعون میں مسیح کے یہ اوصاف گنے، دافع البلاء ص ۴: مسیح کی راستبازی اپنے زمانے میں دوسروں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیٰی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ (**یحیٰی**) ۳۴ شراب نہ پیتا تھا، کبھی نہ سنا کہ کسی ۳۵ فاحشہ نے اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا یا ۳۶ ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا یا کوئی ۳۷ بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی، اسی وجہ سے خدا نے یحیٰی کا نام حصور رکھا مسیح نہ رکھا کہ ۳۸ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔[1]

ضمیمہ انجام آتھم ص ۷: آپ (یعنی عیسٰی) کا ۳۹ کنجریوں سے میلان اور ۴۰ صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی ۴۱ مناسبت درمیان ہے (یعنی عیسٰی بھی ایسوں ہی کی اولاد تھے) ۴۲ ورنہ کوئی پرہیزگار ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگائے، ۴۳ زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے، ۴۴ اپنے بال اس کے پیروں پر ملے، سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا ۴۵ انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔

ص ۶: ۴۶ حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہ ہوا۔

ص ۷: آپ کے ہاتھ میں سوا ۴۷ مکر و ۴۸ فریب کے کچھ نہ تھا، آپ کا ۴۹ خاندان بھی نہایت ناپاک ہے، تین ۵۰ دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ہوا۔ یہ پچاس ۵۰ کفر ہوئے۔

نیز اسی رسالہ ملعونہ میں ص ۴ سے ۸ تک بحیلہ باطلہ مناظرہ خود ہی جلے دل کے پھپھولے پھوڑے، اللہ عزوجل کے سچے رسول مسیح عیسٰی بن مریم کو ۵۱ نادان، ۵۲ شریر، ۵۳ مکار، ۵۴ بد عقل، ۵۵ زنانے خیال والا، ۵۶ فحش گو، ۵۷ بدزبان، ۵۸ کٹیل، ۵۹ جھوٹا،

[1] دافع البلاء مطبع ضیاء الاسلام، قادیان ص ۶۔۵

۶۰چور، ۶۱علمی ۶۲عملی قوت میں بہت کچّا، ۶۳خلل دماغ والا، ۶۵گندی گالیاں دینے والا، ۶۶بدقسمت، ۶۷نرافریبی، ۶۸پیرِ وشیطان وغیرہ وغیرہ خطاب اس قادیانی دجّال نے دیئے اور اس کے تین کفر اوپر گزرے کہ اللہ مسیح کو دوبارہ نہیں لاسکتا، ۶۹مسیح فتنہ تھا، ۷۰مسیح کے فتنے نے تباہ کردیا۔ یہ سب ستر ۷۰ کفر ہوئے اور ہزاروں ستر کی گنتی کیا، غرض تیس ۳۰ سے اوپر اوصاف اس دجّال مرتد نے اپنے مزعوم مسیح میں بتائے، اگر قادیانی خود اپنے لئے ان میں سے دس وصف بھی قبول کرلے کہ یہ شخص یعنی یہی قادیانی ۱بدچلن، ۲بدمعاش، ۳فریبی، ۴مکّار، ۵زنانے خیال والا، ۶کٹیل بھی جھوٹا، ۷چور، ۸گندی گالیوں والا، ۹ابلیس کا چیلہ، ۱۰کنجریوں کی اولاد، کسبیوں کا جنا ہے، زنا کے خون سے بنا ہے، تو ہم بھی اس کی مان لیں گے کہ یہ ضرور مثیل مسیح ہے مگر کون سے مسیح کا؟ اسی مسیح قبیح کا جو اس کا موہوم ومزعوم ہے، **الالعنۃ اللہ علی الظّٰلمین**۔

مسلمانو! یہ سات فائدے محفوظ رکھئے، کیسا آفتاب سے زیادہ روشن ہوا کہ قادیانیوں کا مسئلہ وفات وحیاتِ مسیح چھیڑنا کیسا ابلیسی مکر، کیسی عبث بحث، کیسی تضییع وقت، کیسا قادیانی کے صریح کفروں کی بحث سے جان چھڑانا اور فضول زق زق میں وقت گنوانا ہے!

اس کے بعد ہمیں حق تھا کہ ان ناپاک وبے اصل وپا، در ہوا شبہوں کی طرف التفات بھی نہ کرتے جو انہوں نے حیاتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش کئے، ایسی مہمل عیاریوں کیادیوں کا بہتر جواب یہی تھا کہ ہشت۔ پہلے قادیانی کے کفر اٹھاؤ یا اسے کافر مان کر توبہ کرو، اسلام لاؤ، اس کے بعد یہ فرعی مسئلہ بھی پوچھ لینا مگر ہم ان مرتدین سے قطع نظر کرکے اپنے دوست سائل سُنّی المذہب سے جوابِ شبہات گزارش کرتے ہیں، **وَبِاللہِ التَّوْفِیق**۔

پہلا شُبہ: کریمہ والذین یدعون من دُون اللہ الاٰیۃ۔

اقول اولاً: یہ شبہ مرتدانِ حال نے کافرانِ ماضی سے ترکہ میں پایا ہے، جب آیہ کریمہ: "**اِنَّکُمْ وَمَاتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾**"[1] نازل ہوئی کہ بیشک تم اور جو کچھ تم اللہ کے سوا پوجتے ہو سب دوزخ کے ایندھن ہو تمہیں اس میں جانا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ملائکہ اور عیسٰی اور عزیر بھی تو اللہ کے سوا پوجے جاتے ہیں، اس پر رب عزوجل نے ان جھگڑالو کافروں کو قرآن کریم کی مراد بتائی کہ آیت بتوں کے حق میں ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۱ / ۹۸

"اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَہُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی ۙ اُولٰٓئِکَ عَنۡہَا مُبۡعَدُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَہَا ۚ "[1]	بیشک وہ جن کے لئے ہمارا بھلائی کا وعدہ ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں وہ اس کی بھنک تک نہ سنیں گے۔

قرآن کریم نے خود اپنا محاورہ بتایا جب بھی مرتدوں نے وہی راگ گایا۔ ابوداؤد کتاب الناسخ والمنسوخ میں اور فریابی عبد بن حمید وابن جریر وابن ابی حاتم طبرانی وابن مردویہ اور حاکم مع تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

لمّا نزلت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم انتم لھا واردون فقال المشرکون الملئکۃ وعیسٰی وعزیر یعبدون من دون اللہ فنزلت ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی اولئك عنھا مُبعدون[2]	جب یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّکُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ (الآیۃ) تو مشرکین نے کہا ملائکہ، حضرت عیسٰی اور حضرت عزیر کو بھی اللہ تعالٰی کے سوا پوجا جاتا ہے تو یہ آیت نازل ہوئی ان الذین سبقت (الآیۃ) بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں۔

ثانیًا یدعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللہِ یقینا مشرکین ہیں اور قرآنِ عظیم نے اہل کتاب کو مشرکین سے جدا کیا، ان کے احکام ان سے جدا رکھے، ان کی عورتوں سے نکاح صحیح ہے مشرکہ سے باطل، ان کا ذبیحہ حلال ہو جائے گا، اُن کا مردار، **قال اللہ تعالٰی:**

"لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ۙ﴿۱﴾ "[3]	(کتابی کافر اور مشرک اپنا دین چھوڑنے کو نہ تھے جب تک ان کے پاس دلیل نہ آئے۔ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ شَرُّ الۡبَرِیَّۃِ ؕ﴿۶﴾ "[4]	بیشک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے، وہی تمام مخلوق سے بدتر ہیں۔ (ت)۔

[1] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۱و۱۰۲

[2] المستدرك کتاب التفسیر تفسیر سُورہ انبیاء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۸۵

[3] القرآن الکریم ۹۸/ ۱

[4] القرآن الکریم ۹۸/ ۶

وقال اللہ تعالٰی: "مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِکِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ؕ"[1]	(وہ جو کافر ہیں کتابی یا مشرک، وہ نہیں چاہتے کہ تم پر کوئی بھلائی اترے تمہارے رب کے پاس سے۔ت)

وقال اللہ تعالٰی:

"لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَھُوْدَ وَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰی ؕ"[2]	ضرور تم مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤگے اور ضرور تم مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان کو پاؤگے جنہوں نے کہا کہ بیشک ہم نصارٰی ہیں ت۔

وقال اللہ تعالٰی:

"اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ ۪ وَ طَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ ۫ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ"[3] "وَ لَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ ؕ"[4]	(آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے اور پارسا عورتیں مسلمان اور پارسا عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی۔ت) (اور شرک والی عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک مسلمان نہ ہوجائیں۔ت)

جب قرآن عظیم "یدعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللہِ" میں نصارٰی کو داخل نہیں فرماتا اس "اَلَّذِین" میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کیونکر داخل ہوسکیں گے؟

ثالثًا: سورت مکیہ ہے اور سوائے عاصم، قُراءِ سبعہ کی قرأت "تَدْعُوْنَ" بہ تائے خطاب، توبُت پرست ہی مراد ہیں اور "اَلَّذِین یدعُونَ اَصْنَامٌ" (جنہیں وہ پوجتے ہیں وہ بُت ہیں۔ت)

رابعًا: خود آیہ کریمہ طرح طرح دلیل ناطق کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء عمومًا اور حضرت مسیح

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۰۵

[2] القرآن الکریم ۵/ ۸۲

[3] القرآن الکریم ۵/۵

[4] القرآن الکریم ۲/ ۲۲۱

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خصوصًا مراد نہیں، جہاں فرمایا اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ[1] (مردے ہیں زندہ نہیں۔ت) اموات سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ پہلے زندہ تھے پھر موت لاحق ہوئی للذا ارشاد ہوا "غَیر اَحْیاءٍ" یہ وہ مردے ہیں کہ نہ اب تک زندہ ہیں نہ کبھی تھے نرے جماد ہیں، یہ بتوں ہی پر صادق ہے، تفسیر ارشاد العقل السلیم میں ہے:

حیث کان بعض الاموات ممّا یعتریہ الحیاۃ سابقا اولاحقا کاجساد الحیوان والنطف التی ینشئھا اللہ تعالٰی حیوانا احترز عن ذٰلک فقیل غیر احیاءٍ ای لا یعتریھا الحیٰوۃ اصلا فھی اموات علی الاطلاق[2]	بعض اموات وہ تھے جنہیں زندگی حاصل تھی جیسے مردہ حیوان کا جسم، اور بعض وہ ہیں جنہیں زندگی ملنے والی ہے مثلًا نطفہ جسے اللہ تعالٰی مستقبل میں حیوان بنائے گا اس لئے ایسے اموات سے احتراز کیا اور فرمایا غیر احیاء یعنی یہ وہ اموات ہیں جنہیں زندگانی (ماضی یا مستقبل میں) بالکل حاصل نہیں للذا یہ علی الاطلاق اموات ہیں۔

خامسًا رب عزوجل فرماتا ہے:

"وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ یُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰىہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ"[3]	خبردار! شہیدوں کو ہرگز مردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے یہاں زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، اللہ نے جو اپنے فضل سے دیا اس پر خوش ہیں۔

اور فرماتا ہے:

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾"[4]	جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں تمہیں خبر نہیں۔

محال ہے کہ شہید کو تو مردہ کہنا حرام، مردہ سمجھنا حرام اور انبیاء **معاذ اللہ** مردے کہے سمجھے جائیں، یقینا قطعًا ایمانًا وہ "اَحْیاء غَیر اَمْوَاتٍ" (زندہ ہیں مردے نہیں۔ت) ہیں نہ کہ **عیاذًا باللہ** "اموات غَیر اَحْیاءٍ" (مردے ہیں زندہ نہیں۔ت) جس وعدہ الٰہیہ کی تصدیق کے لئے ان کو عروضِ موت ایک آن کے لئے لازم ہے قطعًا شہداء کو بھی لازم ہے۔ "کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْتِ ؕ"[5] (ہر جان کو موت کا

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۱

[2] ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) آیۃ ۱۶/ ۲۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۱۰۶

[3] القرآن الکریم ۳/ ۱۶۹

[4] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۴

[5] القرآن الکریم ۲۱/ ۳۵

مزہ چکھنا ہے۔ت) پھر جب یہ "اَحیاءٌ غَیر اَمْوَاتٍ" ہیں وہ یقیناً ان سے لاکھوں درجے زائد "اَحیاء غَیر امواتٍ" ہیں نہ کہ "اَمْوات غَیر اَحیاءٍ"۔

سادسًا: آیہ کریمہ میں "وَهُمْ قَدْ خُلِقُوْا" بصیغہ ماضی نہیں بلکہ "وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿٢٠﴾"[1] بصیغہ مضارع ہے کہ دلیل تجدّد و استمرار ہو یعنی بنائے گھڑے جاتے ہیں اور نئے نئے بنائے گھڑے جائیں گے، یہ یقیناً بُت ہیں۔

سابعًا: آیہ کریمہ میں ان سے کسی چیز کی خلق کا سلبِ کُلّی فرمایا کہ "لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا"[2] (وہ کوئی چیز نہیں بناتے۔ت) اور قرآن عظیم نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بعض اشیاء کی خلق ثابت فرمائی، "وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ"[3] (اور جب تو مٹی سے پرند کی مورت بناتا) اور ایجاب جزئی نقیض سلبِ کُلّی ہے تو عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صادق نہیں، نامناسب سے قطع نظر ہو تو اَمْوَات قضیہ مطلقہ عامہ ہے یا دائمہ برتقدیر ثانی یقیناً انس و جن و ملک سے کوئی مراد نہیں ہوسکتا کہ ان کیلئے حیات بالفعل ثابت ہے نہ کہ ازل سے ابد تک دائم موت، برتقدیر اوّل قضیہ کا اتنا مفاد کہ کسی نہ کسی زمانے میں ان کو موت عارض ہو، یہ ضرور عیسٰی وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام سب کے لئے ثابت، بیشک ایک وقت وہ آئے گا کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام وفات پائیں گے اور روز قیامت ملائکہ کو بھی موت ہے، اس سے یہ کب ثابت ہوا کہ موت ہوچکی، ورنہ "يدعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" میں ملائکہ بھی داخل ہیں، لازم کہ وہ بھی مرچکے ہوں، اور یہ باطل ہے۔ تفسیر انوار التنزیل میں ہے:

(اَمْوَات) حالًا اومالًا غیر احیاءٍ بالذّاتِ لیتناول کُلَّ معبودٍ[4]	(مردے حال میں یا آئندہ غیر زندے بالذات تاکہ ہر معبود کو شامل ہو۔ت)

تفسیر عنایۃ القاضی میں ہے:

فالمراد مالا حیٰوۃ لہ سواء کان لہ حیٰوۃ ثم مات کعزیر او سیموت کعیسٰی والملئکۃ علیہم السلام اولیس من شانہ الحیٰوۃ کالا صنام[5]	یعنی ان اموات سے عام مراد ہے خواہ اس میں حیات کی قابلیت ہی نہ ہو جیسے بت، یا حیات تھی اور موت عارض ہوئی جیسے عزیر، یا آئندہ عارض ہونے والی ہے جیسے عیسٰی وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

منکرین دیکھیں کہ ان کا شبہ ہر پہلو پر مردود ہے، وللہ الحمد۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۰

[2] القرآن الکریم ۱۶/ ۲۰

[3] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

[4] انوار التنزیل (تفسیر بیضاوی) آیۃ ۱۶/ ۲۱ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۲۷۰

[5] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی آیۃ ۱۶/ ۲۱، دار صادر بیروت ۵/ ۳۲۲

شُبہ دوم: لَعَنَ اللہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی[1] اللہ تعالٰی یہود و نصارٰی پر لعنت فرمائے۔ **اقول:** وَالْمِرْزَائِیَۃ لَعَنَھُمْ لَعْنًا کَبِیْرًا (میں کہتا ہوں کہ مرزائیوں پر بھی بڑی لعنت ہو) **اوّلاً:** اَنْبِیَائِھِمْ[2] میں اضافت استغراق کے لئے نہیں کہ موسٰی سے یحیٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام تک ہر نبی کی قبر کو یہود و نصارٰی سب نے مسجد کرلیا ہو، یہ یقیناً غلط ہے، جس طرح "وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ"[3] (انہوں نے انبیاء کو ناحق شہید کیا۔ت) میں اضافت ولام کوئی استغراق کا نہیں کہ نہ سب قاتل اور نہ سب انبیاء شہید کئے، قال اللہ تعالٰی:

"فَفَرِیْقًا كَذَّبْتُمْ٘ وَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ۝۸۷"[4]	(انبیاء کے ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہو۔ت)

اور جب استغراق نہیں تو بعض میں مسیح علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا داخل کرلینا ادّعائے باطل و مردود ہے، یہود کے سب انبیاء نصارٰی کے بھی انبیاء تھے، یہود و نصارٰی کا ان میں بعض قبورِ کریمہ کو (مسجد بنالینا) صدقِ حدیث کے لئے بس اور اس سے زیادہ مرتدین کی ہوس۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں یہ اشکال ذکر کرکے کہ نصارٰی کے انبیاء کہاں ہیں، ان کے تو صرف ایک عیسٰی نبی تھے ان کی قبر نہیں، ایک جواب یہی دیا جو بتوفیقہ تعالٰی ہم نے ذکر کیا کہ:

اوالمراد بالا تخاذ اعم من ان یکون ابتداعًا او اتباعًا فالیھود ابتدعت والنصارٰی اتبعت، ولا ریب ان النصارٰی تعظم قبور کثیر من الانبیاء الذین تعظمھم الیھود[5]	انبیاء کی قبروں کو مسجد بنانا عام ہے کہ ابتدًا ہو یا کسی کی پیروی میں، یہودیوں نے ابتداء کی اور عیسائیوں نے پیروی کی، اور اس میں شک نہیں کہ نصارٰی بہت سے ان انبیاء کی قبروں کی تعظیم کرتے ہیں جن کی یہودی تعظیم کرتے ہیں۔

ثانیاً: امام حافظ الشان (ابن حجر) نے دوسرا جواب یہ دیا کہ اس روایت میں اقتصار واقع ہوا، واقع یہ ہے کہ یہود اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد کرتے اور نصارٰی اپنے صالحین کی قبروں کو، ولہٰذا صحیح بخاری حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں دربارہ قبور انبیاء تنہا یہود کا نام ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قاتل اللہ الیھود اتخذوا قبور	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ تعالٰی یہودیوں کو ہلاک فرمائے انہوں نے اپنے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۷۷
[2] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب مایکرہ من اتخاذ المسجد علی القبور، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۱۷۷
[3] القرآن الکریم ۴/ ۱۵۵
[4] القرآن الکریم ۲/ ۸۷
[5] فتح الباری شرح صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۴۴

انبیائهم مساجد [1]	انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیا۔

اور صحیح بخاری حدیث اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا میں جہاں تنہا نصارٰی کا ذکر تھا صرف صالحین کا ذکر فرمایا، انبیاء کا نام نہ لیا کہ:

قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اولئك قوم اذا مات فیهم العبد الصالح اوالرجل الصالح بنوا علٰی قبره مسجدًا وصَوَّرُوْا فیه تلك الصُّوَر [2]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نصارٰی وہ قوم ہے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس میں تصویریں بناتے۔

اور صحیح مسلم حدیث جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یہود و نصارٰی دونوں کو عام تھا انبیاء و صالحین کو جمع فرمایا کہ:

سمعت النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال الاوان من كان قبلكم كانوا یتخذون قبور انبیائهم وصالحیهم مساجدا [3]	میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا خبردار! تم سے پہلے لوگ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنالیتے تھے۔ ہمیشہ جمع طرق سے معنی حدیث کا ایضاح ہوتا ہے۔

ثالثًا اقول: چالاکی بھی سمجھئے! یہ فقط قبرِ عیسٰی ثابت کرنا نہیں بلکہ اس میں بہت اہم راز مضمر ہے، قادیانی مدعیِ نبوت تھا اور سخت جھوٹا کذاب جس کے سفید چمکتے ہوئے جھوٹ وہ محمدی والے نکاح، اور انبیاء کے چاند والے بیٹے قادیان و قادیانیہ کے محفوظ از طاعون رہنے کی پیشین گوئیاں وغیرہا ہیں، اور ہر عاقل جانتا ہے کہ نبوت اور جھوٹ کا اجتماع محال، اس سے قادیانی کا سارا گھر ہر عاقل کے نزدیک گھروندا ہوگیا اس لئے فکر ہوئی کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو **معاذ اللہ** جھوٹا ثابت کریں کہ قادیانی کذاب کی نبوت بھی بن پڑے، اس کا علاج خود قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام ص ۶۲۹ پر یہ کیا کہ ایک زمانے میں چار سو نبیوں کی پیشگوئی غلط ہوئی اور وہ جھوٹے، یہ اس مرتد کے اکٹھے چار سو کفر کہ ہر نبی کی تکذیب کفر ہے، بلکہ کروڑوں کفر ہیں کہ ایک نبی کی تکذیب تمام انبیاء اللہ کی تکذیب ہے، **قال اللہ تعالٰی:** "كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِالْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۰۵﴾" [4] (نوح کی قوم نے پیغمبروں کو

[1] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ، قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۱/ ۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب الصلوٰۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ۱/ ۶۲

[3] صحیح مسلم کتاب المساجد، باب: النهی عن بناء المسجد علی القبور، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۱/ ۲۰۱

[4] القرآن الکریم ۲۶/ ۱۰۵

جھٹلایا۔ت) تو اس نے چار سو ہر نبی کی تکذیب کی، اگر انبیاء ایک لاکھ عـــہ۱ چوبیس ہزار ہیں [1] تو قادیانی کے چار کروڑ چھیانوے لاکھ کفر، اور اگر دو لاکھ عـــہ۲ چوبیس ہزار [2] ہیں تو یہ اس کے آٹھ کروڑ چھیانوے لاکھ کفر ہیں، اور اب ان مرزائیوں نے خود یا اسی سے سیکھ کر اندارج کفر میں اور ترقی معکوس کرکے اسفل سافلین پہنچنا چاہا کہ معاذاللہ سید المرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلیہم اجمعین کا جھوٹ ثابت کریں، اس حدیث کے یہ معنے گھڑے کہ نصارٰی نے عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کو مسجد کرلیا، یہ صریح سپید جھوٹ ہے، نصارٰی ہر گز مسیح کی قبر ہی نہیں مانتے اسے مسجد کرلینا تو دوسرا درجہ ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ دیکھو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کے دشمنوں) نے (خاک بدہنِ ملعونان) کیسی صریح جھوٹی خبر دی پھر اگر ہمارا قادیانی نبی جھوٹ کے پھنکے اڑاتا تھا تو کیا ہوا قادیانی مرتدین کا اگر یہ مطلب نہیں تو جلد بتائیں کہ نصارٰی مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر کب مانتے ہیں، کہاں بتاتے ہیں، کس کس نصرانی نے اس قبر کو مسجد کرلیا جس کا مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر کیا، اس مسجد کا روئے زمین پر کہیں پتا ہے؟ ان نصرانیوں کا دنیا کے پردے پر کہیں نشان ہے؟ اور جب یہ نہ بتاسکو اور ہرگز نہ بتاسکوگے تو اقرار کرو کہ تم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذمّے **معاذ اللہ** دروغ گوئی کا الزام لگانے کو حدیث کے یہ معنی گھڑے اور:

" اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ	(بیشک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت دنیا اور آخرت میں اور اللہ نے

عـــہ۱: کما رواہ احمد وابن حبان والحاکم والبیھقی وغیرھم عن ابی ذر وھٰؤلاء وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما ۱۲ منہ غفرلہ(م)

(جیسا کہ احمد ابن حبان، حاکم، بیہقی وغیرہم نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نیز انہوں نے اور ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۱۲ منہ غفرلہ۔ت)

عـــہ۲: کما فی روایۃ علٰی ما فی شرح عقائد النسفی للتفتازانی قال خاتم الحفاظ لم اقف علیھا ۱۲ منہ غفرلہ(م)

(جیسا کہ دوسری روایت میں ہے جس کو علامہ تفتازانی نے شرح عقائد نسفی میں ذکر فرمایا، خاتم الحفاظ نے فرمایا میں اس پر واقف نہیں ہوا ۱۲ منہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل، حدیث ابو امامۃ الباہلی، دار الفکر بیروت، ۵/ ۲۶۶

[2] شرح عقائد النسفی دار اشاعۃ العربیۃ قندھار، افغانستان، ص ۱۰۱

عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ "[1]	ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ت)

کی گہرائی میں پڑے الا لعنۃ اللہ علی الظّٰلمین، کیوں، حدیث سے موت عیسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام پر استدلال کا مزا اچّھا؟

" كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ "[2] (واللہ تعالٰی اعلم)	(مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے۔ت) (واللہ تعالٰی اعلم)

کتبــــــــــــــــــــــــــــــــــہ

العبد المذنب

احمد رضا البریلوی عفی عنہ

بمحمد ن المصطفٰی

صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہ وسلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۷

[2] القرآن الکریم ۶۸/ ۳۳

رسالہ

جزاء اللّٰہ عدُوّہ بابائہٖ ختم النبوّۃ [۱۳۱۶ھ]

(دشمنِ خدا کے ختم نبوت کاانکار کرنے پر خدائی جزاء)

مسئلہ ۸۱: از شیخ خدا بخش اہلسنّت والجماعت محلّہ سوئی گری کی پول، ۱۹ رجب ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ولید ساکن مشہد کہ اپنے آپ کو سید کہلواتا، اپنا عقیدہ بایں طور پر رکھتا ہے کہ حضرت علی و فاطمہ وحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم کو انبیاء ورسول کہنا ثابت ہے اور اپنے زعم میں اس کا ثبوت حدیثوں سے بتاتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان سنت و جماعت اولیائے کاملین سے ہے یا غالی رافضی کافر اولیائے شیاطین سے؟ اور جو شخص عقیدہ کفریہ رکھے وہ سید ہو سکتا ہے، یا نہیں؟ اور اسے سید کہنا روا ہے یا نہیں؟ **بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا** (بیان کیجئے اجر حاصل کیجئے۔ت)

الجواب:

الحمد للّٰه رب العٰلمین وسلام علی المرسلین، ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللّٰه و خاتم النبیین وکان اللّٰه بکلّ شیئ علیما،	تمام خوبیاں اللہ تعالٰی رب العالمین کو اور سلام تمام رسولوں پر، محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم میں سے کسی ایک مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے پچھلے، اور اللہ تعالٰی ہر شیئ کا عالم ہے

یا من یصلی علیه هو وملئکته صل علیه وعلی اله و صحبه وبارك وسلم تسلیما اٰمین، ربّ انی اعوذبك من همزات الشیطین واعوذبك ربّ ان یحضرون و صلی الله تعالٰی علٰی خاتم المرسلین اول الانبیاء خلقًا واٰخرهم بعثًا واٰله وصحبه والتابعین ولعن وقتل واخزی وخذل مردة الجن وشُیطین الانس و اعاذنا ابدامن شرهم اجمعین اٰمین۔	اے وہ ذات جس پر اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتوں کے درود اور اس کے آل واصحاب پر اور سلام کامل۔ آمین۔ اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں شیاطین کے وسوسوں سے، اور اے میرے رب میں تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں، اور صلوٰۃ اللہ خاتم المرسلین پر جو تمام انبیاء سے پیدائش میں اول اور بعثت میں ان سے آخر اور اس کی آل واصحاب اور تابعین پر، اور لعنت اور ہلاکت، رسوائی اور ذلت ہو اللہ تعالٰی کی طرف سے سرکش جنّوں اور انسانی شیطانوں پر، اور ان سب کے شر سے ہمیشہ ہمیں پناہ دے، آمین۔ ت)

اللہ عزوجل سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا اله الا الله ماننا اللہ سبحٰنه وتعالٰی کو احد صمد لا شریك له جاننا فرضِ اوّل ومناط ایمان ہے یونہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننا ان کے زمانے میں خواہ ان کے بعد کسی نبی جدید کی بعثت کو یقینا محال وباطل جاننا فرض اجل وجزء ایقان ہے "وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ"[1] (ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے۔ ت) نص قطعی قرآن ہے، اس کا منکر نہ منکر بلکہ شبہ کرنے والا نہ شاک کہ ادنٰی ضعیف احتمال خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعًا اجماعًا کافر ملعون مخلد فی النیران ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہو بلکہ جو اس کے عقیدہ ملعونہ پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر، جو اس کے کافر ہونے میں شک وتردّد کو راہ دے وہ بھی کافر بین الکافر جلی الکفران ہے، ولید پلید جس کا قول نجس تراز بول، سوال میں مذکور، ضرور ولی ہے بیشک ضرور مگر حاشانہ ولی الرحمٰن بلکہ عدو الرحمٰن ولی الشیطان ہے، یہ جو میں کہہ رہا ہوں میرا فتوی نہیں اللہ واحد قہار کا فتوی ہے، خاتم الانبیاء الاخیار کا فتوی ہے، علی مرتضٰی وبتول زہرا وحسن مجتبٰی وشہید کربلا تمام ائمہ اطہار کا فتوی ہے صلی الله تعالٰی علٰی سیدهم ومولاهم وعلیهم وسلّم۔ شفاء شریف واعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

یکفر ایضامن کذب بشیئ مماصرح	نیز تکفیر کی جائیگی جس نے قرآن کے صریح حکم یا خبر

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۴۰

فی القراٰن من حکم او خبر، او اثبت ما نفاہ او نفی ما اثبته علٰی علم منه بذٰلک، اوشك فی شیئ من ذٰلک[1]	کی تکذیب کی، یا جس نے علم کے باوجود اس کی نفی کردہ کا اثبات کیا یا اس کے ثابت کردہ کی نفی کی، یا جس نے اس میں شک کیا۔ت۔

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

الترددفی المعلوم من الدین بالضرورۃ کالانکار[2]	بدیہی ضروری دینی معلوم چیز میں تردد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کا انکار کرنا ہے۔ت

شفاء میں ہے:

وقع الاجماع علٰی تکفیر کل من دافع نص الکتاب او خص حدیثا مجمعا علٰی نقله مقطوعا به مجمعا علی حمله علی ظاهرہ ولهذا نکفر من لم یکفر من دان بغیر ملة الاسلام اووقف فیهم اوشک (فی کفرهم) اوصحح مذهبهم، وان اظهر الاسلام واعتقدہ واعتقد ابطال کل مذهب سواہ فهو کافر باظهار ما اظهر من خلاف ذٰلک اھ[3] مختصرا مزیدا من نسیم الریاض ما بین الهلالین۔	ایسے شخص کے کفر پر امت مسلمہ کا اجماع ہے جو کتاب اللہ کی نص کا انکار کرے یا ایسی حدیث جس کے نقل پر یقین ہے اس کی تخصیص کرے حالانکہ اجماع کے مطابق اپنے ظاہری معنی پر محمول ہے۔ اسی لئے ہم ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اسلام کے غیر کسی دین والے کی تکفیر نہ کرے یا توقف یا شک کرے (ان کے کفر میں) یا ان کے مذہب کو صحیح سمجھے، اگرچہ ایسا شخص اسلام کا اظہار کرے اور عقیدہ رکھے اور اسلام کے سوا ہر مذہب کے بطلان کا عقیدہ رکھے اس سبب سے کہ وہ اپنے ظاہر کئے کا خلاف ظاہر کرتا ہے لٰہذا وہ کافر ہے اھ مختصرًا، ہلالین کے درمیان نسیم الریاض کی طرف سے زائد ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

اجماع علٰی کفر من لم یکفر کل من	اسلام سے علیحدگی اختیار کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ، فصل آخر فی الخطاء مکتبۃ الحقیقیۃ استنبول، ص ۳۸۱

[2] فتاوٰی حدیثیه، باب اصول الدین، مطبعه جمالیه مصر، ص ۱۴۶

[3] الشفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ما هو من المقالات، مطبعة شرکة صحافیة فی البلاد العثمانیة ۲ /۲۷۱، نسیم الریاض شرح الشفاء فصل فی بیان ما هو من المقالات، دار الفکر بیروت، ۴/ ۱۰-۵۰۹

فارق دین المسلمین اووقف فی تکفیر ھم اوشک[1] مختصرًا۔	یا ان کی تکفیر میں توقف یا شک کرنے والے کی تکفیر نہ کرنے والے کے کفر پر اجماع ہے، مختصرًا۔ (ت)

بزازیہ و درمختار وغیرہما میں ہے:

من شك فی کفرہ وعذابہ فقد کفر[2]	جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ کافر ہے۔ (ت)

بلکہ شخص مذکور پر لازم و ضرور ہے کہ اپنے آپ ہی اپنے کفر والحاد و زندقہ و ارتداد کا فتوٰی لکھے، آخر یہ تو بداہۃً ضرورۃً موافقین ومخالفین حتی کہ کفار ومشرکین سب کو معلوم و مسلم کہ حضرات حسنین اور ان کے والدین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہم مسلمان تھے، قرآن عظیم پر ایمان رکھتے اور بلاشبہ اسے کلام اللہ جانتے، اس کے ایک ایک حرف کو حق مانتے، اور اسی قرآن کا ارشاد ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں تو قطعًا وہ بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو خاتم النبیین اعتقاد کرتے تو قطعًا یقینا اپنے آپ کو نبی ورسول نہ جانتے اور اس ادعائے ملعون کو باطل وملعون ہی مانتے کہ قول بالمتنافیین کسی عاقل سے معقول نہیں، اب یہ شخص کہ انہیں نبی ورسول مانتا ہے خود اپنے ہی ساختہ رسولوں کو کاذب ومبطل جانتا ہے اور رسولوں کی تکذیب کفرِ ظاہر ہے تو خود ہی اپنے عقیدے کی رو سے کافر ہے، غرض انہیں رسول کہہ کر اعتقاد ختم نبوت میں سچا جانا تو اس ایمانی عقیدے کا منکر ہو کر کافر ہوا، اور جھوٹا مانا تو اپنے ہی رسولوں کی آپ تکذیب کرکے کافر ہوا مفر کدھر، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الاکبر۔

ولید کے مقابل ذکرِ احادیث ونصوص علمائے قدیم وحدیث کا کیا موقع کہ جو نص قطعی قرآن کو نہ مانے حدیث وعلماء کی کیا قدر جانے، مگر بحمد اللہ تعالٰی مسلمانوں کے لئے متعدد منافع ظاہر وبین ہیں، قرآن وحدیث دونوں ایمانِ مومن ہیں، احادیث کا بار بار تکرار اظہار دلوں میں ایمان کی جڑ جمائے گا، آیہ کریمہ میں وساوسِ ملعونہ

ف: اہل بیت کرام خواہ کسی امتی کو نبی ماننے والا خود اپنے اقرار سے بھی کافر ہے۔

[1] الشفاء للقاضی فصل فی تحقیق القول فی اکفار المتاؤلین، مطبعۃ شرکۃ صحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۲/۲۶۷

[2] درمختار، باب المرتد، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۵۶

بعض شیاطین نجدیہ کا استیصال فرمائے گا، ختم نبوت و خاتم النّبیین کے صحیح و نجیح معنی بتائے گا، بعض قاسمان کفر و مجون کے اختراع جنون کو مردود و ملعون بنائے گا۔

ولید پلید کے ادعائے خبیث ثبوت بالحدیث کا بطلان دکھائے گا، نصوصِ ائمہ سے اہلِ ایمان کو صحت فتوی پر زیادہ تر اعتبار و اعتماد آئے گا معہذا ذکر محبوب راحتِ قلوب ہے، ان کی یاد سے مسلمانوں کا دل چین پائے گا۔

بریت آدم اور ختم نبوّت:

فاقول: وبحول اللہ احول (ارشادات الٰہیہ)

طبرانی معجم کبیر میں اور حاکم بافادہ تصحیح اور بیہقی دلائل النبوۃ میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش واقع ہوئی عرض کی یارب **اسئلك بحق محمد ان غفرت لی** (الٰہی! میں تجھے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما) ارشاد ہوا: اے آدم! تو نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کو کیونکر پہچانا حالانکہ میں نے ابھی اسے پیدا نہ کیا؟ عرض کی: الٰہی! جب تو نے مجھے اپنی قدرت سے بنایا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لکھا پایا **لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ** تو میں نے جانا تو نے اسی کا نام اپنے نام پاک کے ساتھ ملایا ہوگا جو تجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا:

صدقت یاٰدم انہ لاحب الخلق الیّ واذ سألتنی بحقہ فقد غفرت لك ولو لا محمد ما خلقتک [1]۔ زاد الطبرانی وھو اٰخر الانبیاء من ذرّیتک [2]	اے آدم! تو نے سچ کہا بیشک وہ مجھے تمام جہان سے زیادہ پیارا ہے اور جب تو نے مجھے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا تو میں نے تیرے لئے مغفرت فرمائی، اگر محمد نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ طبرانی نے یہ اضافہ کیا: وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا نبی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضرت موسٰی علیہ السلام اور ختم نبوّت:

ابو نعیم ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان موسٰی لما نزلت علیہ التوراۃ وقرأھا	جب موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر توریت اتری اسے

---

[1] المستدرك للحاکم کتاب التاریخ، استغفار آدم علیہ السلام بحق محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الفکر بیروت، ۲/ ۶۱۵، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ما جاء فی تحدّث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۵/ ۴۸۹

[2] المعجم الاوسط للطبرانی، حدیث ۶۴۹۸، مکتبۃ المعارف ریاض، ۷/ ۲۵۹

وجد فیھا ذکر ھذہ الامۃ فقال یارب انی اجد فی الالواح امۃ ھم الاٰخرون السابقون فاجعلھا امتی قال تلك امّۃ احمد [1]	(پڑھا تو اس میں اس امّت کا ذکر پایا عرض کی: اے رب میرے! میں ان لوحوں میں ایک امت پاتا ہوں کہ وہ زمانے میں سب سے پچھلی اور مرتبے میں سب سے اگلی، تو یہ میری امت کر، فرمایا: یہ امت احمد کی ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔)

حضرت آدم علیہ السلام اور سرکار دو عالم:

ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما خلق اللہ اٰدم اخبرہ ببنیہ فجعل یرٰی فضائل بعضھم علٰی بعض فراٰی نورًا ساطعا فی اسفلھم، فقال یا رب من ھذا قال ھذا ابنك احمد و ھو الاول وھو الاٰخر وھو اول شافع واول مشفع [2]	جب اللہ تعالٰی نے آدم علیہ الصلوۃ والسلام کو پیدا کیا انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا، وہ ان میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کئے تو ان سب کے آخر میں بلند و روشن نور دیکھا، عرض کی، الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے یہی اوّل ہے اور یہی آخر ہے اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

خاتم النبیین:

نیز بطریق ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، فرمایا:

بین کتفی اٰدم مکتوب، محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ [3]	آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے دونوں شانوں کے وسط میں قلم قدرت سے لکھا ہوا ہے محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

محمد اور دروازہ جنت:

ابن ابی شیبہ مصنف میں بطریق مصعب بن سعد حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم ذکر الفضیلۃ الرابعۃ، عالم الکتب بیروت ۱/ ۱۴

[2] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر باب ماورد فی اصطفائہ علی العالمین الخ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۱۱، کنز العمال حدیث ۳۲۰۵۲، موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۴۳۷

[3] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر باب ذکر ما خص بہ و شرف بہ الخ عالم الکتب بیروت ۲/ ۱۳۷

انه قال اول من یاخذ بحلقة باب الجنة فیفتح له محمد صلی الله تعالٰی علیه و سلم ثم قرأ اٰیة من التوراة اٰخرا باقدما یا نحن الاخرون الاولون [1]	یعنی انہوں نے کہا سب سے پہلے جو دروازہ جنت کی زنجیر پر ہاتھ رکھے گا پس اس کے لئے دروازہ کھولا جائے گا، وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، پھر توریت مقدس کی آیت پڑھی کہ سب سے پہلے مرتبے میں سابق زمانے میں لاحق، یعنی امتِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

خاتم الانبیاء کی بشارت:

ابن سعد عامر شعبی سے راوی، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحیفوں میں ارشاد ہوا:

انه کائن من ولدك شعوب وشعوب حتی یاتی النبی الامیّ الذی یکون خاتم الانبیاء [2]	بیشک تیری اولاد میں قبائل در قبائل ہوں گے یہاں تک کہ نبی امّی خاتم الانبیاء جلوہ فرما ہو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یعقوب علیہ السلام و خاتم الانبیاء:

محمد بن کعب قرظی سے راوی:

اوحی الله تعالٰی الی یعقوب انی ابعث من ذریتك ملوکا وانبیاء حتی ابعث النبی الحرمی الذی تبنی امته هیکل بیت المقدس، وهو خاتم الانبیاء، واسمه احمد [3]	اللہ عزوجل نے یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی میں تیری اولاد سے سلاطین وانبیاء بھیجتا رہا کروں گا یہاں تک کہ ارسال فرماؤں اس حرم محترم والے نبی کو جس کی امت بیت المقدس کی بلند تعمیر بنائے گی اور اس کا نام احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہے۔

اشعیاء اور احمد مجتبیٰ:

ابن ابی حاتم وہب بن منبہ سے راوی:

قال اوحی الله تعالٰی الی اشعیاء انی باعث	اللہ عزوجل نے اشعیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الفضائل ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱۱/ ۴۳۴

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من تسمی فی الجاہلیه بمحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم دار صادر بیروت، ۱/ ۱۶۳

[3] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من تسمی فی الجاہلیه بمحمد دار صادر بیروت، ۱/ ۱۶۳

نبیا امیا افتح بہ آذانا صما وقلوبا غلفا واعینا عمیا، مولدہ بمکۃ ومھاجرہ بطیبۃ وملکہ بالشام (وساق الحدیث فیہ) الکثیر الطیب من فضائلہ و شمائلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم الٰی ان قال ولاجعلن امتہ خیر امۃ اخرجت للناس (وذکر صفاتھم الٰی ان قال) اختم بکتابھم الکتب بشریعتھم الشرائع و بدینھم الادیان [1] الحدیث الجلیل الجمیل۔	میں نبی اُمی کو بھیجنے والا ہوں، اس کے سبب بہرے کان اور غافل دل اور اندھی آنکھیں کھول دوں گا، اس کی پیدائش مکّے میں ہے اور ہجرت گاہ مدینہ اور اس کا تخت گاہ ملک شام، میں ضرور اس کی امت کو سب امتوں سے جو لوگوں کے لئے ظاہر کی گئیں بہتر و افضل کروں گا، میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم فرماؤں گا اور ان کی شریعت پر شریعتوں اور ان کے دین پر سب دینوں کو تمام کروں گا۔

کتب سماوی میں اسم محمد:

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یسمّٰی فی الکتب القدیمۃ احمد و محمد والماحی والمقفی ونبی الملاحم وحمطایا وفارقلیطا وماذماذ [2]	نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اگلی کتابوں میں میرے یہ نام تھے، احمد، محمد، ماحی (کفر و شرک کو مٹانے والے)، **مقفی** (سب پیغمبروں سے پیچھے تشریف لانے والے) **نبی الملاحم** (جہادوں کے پیغمبر)، حمطایا (حرم الٰہی کے حمایتی)، **فارقلیطا** (حق کو باطل سے جدا کرنے والے)، **ماذ ماذ** (ستھرے، پاکیزہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ والہ وسلم:

سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ھبط جبریل فقال ان ربك یقول قد ختمت بك الانبیاء وما خلقت خلقا اکرم علی منك وقرنت اسمك مع اسمی	جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی حضور کا رب فرماتا ہے بیشک میں نے تم پر انبیاء کو ختم کیا اور

[1] الخصائص الکبرٰی، بحوالہ ابن ابی حاتم وابو نعیم باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ دار الکتب الحدیثیہ ۱/ ۳۲، ۳۳، الدر المنثور، بحوالہ ابن ابی حاتم وابو نعیم آیۃ الذی یجدونہ مکتوبا فی التوراۃ الخ منشورات مکتبہ آیۃ اللہ العظمٰی قم ایران، ۳/ ۱۳۴

[2] الخصائص الکبرٰی، بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب الحدیثیہ شارع الجمھوریہ، بعابدین ۱/ ۱۹۲

فلا اذکرنی موضع حتی تذکر معی، ولقد خلقت الدنیا واھلھا لا عرفھم کرامتك علی ومنزلتك عندی، ولو لاك ما خلقت السمٰوٰت والارض وما بینھما لولاك ما خلقت الدنیا ھذا مختصر [1]	کوئی ایسا نہ بنایا جو تم سے زیادہ میرے نزدیک عزت والا ہو، تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ یاد نہ کئے جاؤ، بیشک میں نے دنیا واہل دنیا سب کو اس لئے بنایا کہ تمہاری عزت اور اپنی بارگاہ میں تمہارا مرتبہ ان پر ظاہر کروں، اور اگر تم نہ ہوتے تو میں آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اصلًا نہ بناتا، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آخر النبیین:

خطیب بغدادی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لما اسری بی الی السماء قربنی حتی کان بینی وبینہ کقاب قوسین او ادنٰی، وقال لی یا محمد ھل غمك ان جعلتك اٰخر النبیین، قلت لا، قال فھل غم امتك ان جعلتھم اٰخر الامم قلت لا، قال اخبر امتك انی جعلتھم اٰخر الامم لافضح الامم عندھ ولا افضحھم عند الامم [2]۔	شب اسرٰی مجھے میرے رب عزوجل نے نزدیک کیا یہاں تک کہ مجھ میں اور اس میں دو کمان بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہا اور مجھ سے فرمایا: اے محمد! کیا تجھے اس کا غم ہوا کہ میں نے تجھے سب پیغمبروں کے پیچھے بھیجا، میں نے عرض کی نہ۔ فرمایا: کیا تیری امت کو اس کا رنج ہوا کہ میں نے انہیں سب امتوں کے پیچھے رکھا، میں عرض کی نہ۔ فرمایا: اپنی امت کو خبر دے دے کہ میں نے انہیں سب سے پیچھے اس لئے کیا کہ اور امتوں کو ان کے سامنے رسوا کروں اور انہیں اوروں کے سامنے رسوائی سے محفوظ رکھوں، والحمد للہ رب العالمین!

رحمۃً للعٰلمین:

ابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وبزار وابو یعلٰی وبیہقی بطریق ابوالعالیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل اسرامیں راوی:

ثم لقی ارواح الانبیاء، فاثنوا علی	یعنی پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

[1] مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ذکر ما خصّ بہ وشرف بہ من بین الانبیاء دار الفکر بیروت، ۲/ ۱۳۷۔۱۳۶

[2] تاریخ البغداد ترجمہ ۷۲۵۵، ابو عبداللہ احمد بن محمد النزلی، دار لکتب العربی، بیروت، ۵/ ۱۳۰

ربھم فقال ابراھیم ثم موسٰی ثم داؤد ثم سلیمٰن ثم عیسٰی ثم ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اثنٰی علی ربہ فقال کلکم اثنی علی ربہ وانی مُثن علی ربی الحمد للہ الذی ارسلنی رحمۃ للعٰلمین وکافۃ للناس بشیرا ونذیرا و انزل علی الفرقان فیہ تبیان لکل شیئ وجعل امتی خیر امۃ اخرجت للناس وجعل امۃ وسطا وجعل امتی ھم الاولون وھم الاٰخرون ورفع لی ذکری وجعلنی فاتحاو خاتما فقال ابراھیم بھذا فضلکم محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ثم انتھٰی الی السدرۃ فکلمہ تعالٰی عند ذٰلک فقال لہ قد اتخذتک خلیلا وھو مکتوب فی التوراۃ حبیب الرحمن ورفعت لک ذکرک فلا اذکر الا ان ذکرت معی وجعلت امتک ھم الاولون والاٰخرون وجعلتک اوّل النبیین خلقا واٰخرھم بعثا وجعلتک فاتحاو خاتما[1] ھذا مختصر ملتقطا۔

ارواح انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملے، پیغمبروں نے اپنے رب عزوجل کی حمد کی، ابراہیم پھر موسٰی پھر داؤد پھر سلیمان پھر عیسٰی علیہم الصلوٰۃ بترتیب حمد الٰہی بجا لائے اور اس کے ضمن میں اپنے فضائل و خصائص بیان فرمائے سب کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب جل جلالہ کی ثنا کی اور فرمایا تم سب اپنے رب کی تعریف کرچکے اور اب میں اپنے رب کی حمد کرتا ہوں سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور تمام آدمیوں کی طرف بشارت دیتا اور ڈر سناتا مبعوث کیا اور مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر شیئ کا روشن بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی اور انہیں عدل و عدالت و اعتدال والی امت کیا اور انہیں کو اوّل اور انہیں کو آخر رکھا اور میرے واسطے میرا ذکر بلند فرمایا اور مجھے فاتحہ دیوان نبوت و خاتمہ دفتر رسالت بنایا، ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا ان وجوہ سے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تم سے افضل ہوئے پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرہ تک پہنچے، اس وقت رب عزجلالہ نے ان سے کلام کیا اور فرمایا میں نے تجھے اپنا خالص پیارا بنایا اور تیرا نام توریت میں حبیب الرحمٰن لکھا ہے، میں نے تیرے لئے تیرا ذکر اونچا کیا کہ میرا ذکر نہ ہو جب تک میرے ساتھ تیری یاد نہ آئے اور میں نے تیری امت کو یہ فضل دیا کہ وہی سب سے اگلے اور وہی سب سے پچھلے اور میں نے تجھے سب پیغمبروں سے پہلے پیدا کیا اور سب کے بعد بھیجا اور تجھے فاتح وخاتم کیا۔

[1] جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ سبحان الذی اسرٰی الخ، المطبعۃ المیمنۃ مصر، ۱۵/ ۷ تا ۹

ارشاداتِ انبیاء و ملائکہ واقوال علماءِ کتب سابقہ

حدیث شفاعت:

امام احمد وابو داؤد طیالسی مطولاً اور ابن ماجہ مختصراً اور ابو یعلٰی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث طویل شفاعتِ کبرٰی میں فرماتے ہیں:

فیأتون عیسٰی فیقولون اشفع لنا الٰی ربك فلیقض بیننا فیقول انی لست هنا کم انی اتخذت الٰھًا من دون الله، وانه لا یھمنی الیوم الانفسی ولکن ان کل متاع فی وعاء مختوم علیه أکان یقدر علی ما فی جوفه حتی یفض الخاتم، فیقولون لا فیقول ان محمدا صلی الله تعالٰی علیه وسلم فیأتونی فاقول انا لھا فاذا اراد الله ان یقضی بین خلقه نادی مناد این احمد و امته فنحن الاخرون الاولون نحن اٰخر الامم واول من یحاسب، فتفرج لنا الامم عن طریقنا [1] الحدیث هذا مختصر۔	یعنی جب لوگ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے مایوس ہو کر پھریں گے تو سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے، مسیح فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے مگر ہے یہ کہ جو چیز کسی سر بمہر برتن میں رکھی ہو کیا بے مہر اٹھائے اسے پاسکتے ہیں، لوگ کہیں گے نہ، فرمائیں گے تو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور یہاں تشریف فرما ہیں، لوگ میرے حضور حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے میں فرماؤں گا میں ہوں شفاعت کے لئے، پھر جب اللہ عزوجل اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد اور ان کی امت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو ہمیں پچھلے ہیں اور ہمیں اگلی سب امتوں سے پیچھے آئے اور سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا اور سب امتیں عرصاتِ محشر میں ہمارے لئے راستہ دیں گی۔

انبیاء کا التجائے شفاعت:

احمد وبخاری ومسلم وترمذی حدیث طویل شفاعت میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فیأتون محمدا فیقولون یا محمد	اولین وآخرین حضور خاتم النبیین افضل المرسلین

[1] مسند ابو یعلٰی حدیث ۲۳۲۴ عبداللہ ابن عباس، مؤسسة علوم القرآن بیروت، ۳/ ۶

انت رسول اللہ وخاتم الانبیاء [1]	صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور آکر عرض کرینگے حضور اللہ تعالٰی کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں ہماری شفاعت فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام اور اذان اوّل:

ابونعیم حلیۃ الاولیا اور ابن عساکر دونوں بطریق عطاء حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نزل اٰدم بالھند واستوحش فنزل جبریل فنادی بالاذان اللہ اکبر اللہ اکبر، اشھد ان لا الٰہ الااللہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، اشھد ان محمدا رسول اللہ، قال اٰدم من محمد، قال اٰخر ولدك من الانبیاء [2]	جب آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام بہشت سے ہند میں اترے تو گھبرائے، جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اتر کر اذان دی، جب نام پاک آیا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: محمد کون ہیں، کہا: آپ کی اولاد میں سب سے پچھلے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

انشراح صدر:

ابونعیم دلائل میں یونس بن میسرہ بن حلبَس سے مرسلًا اور دارمی وابن عساکر بطریق یونس ھذا عن ابی ادریس الخولانی عبد الرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولًا راوی وھذا لفظ المرسل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: فرشتہ سونے کا طشت لے کر آیا اور میرا شکم مبارک چیر کر دل مقدس نکالا اور اسے دھو کر کچھ اس پر چھڑک دیا، پھر کہا:

انت محمد رسول اللہ المقفی الحاشر [3] (الحدیث ھذا مختصر)	حضور محمد رسول اللہ ہیں سب انبیاء کے بعد تشریف لانے والے تمام عالم کو حشر دینے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث متصل میں یوں ہے: جبریل نے اتر کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شکم چاک کیا، پھر کہا:

قلب وکیع فیہ اذنان سمیعتان و عینان بصیرتان محمد رسول اللہ	مضبوط و محکم دل ہے اس میں دو کان ہیں شنوا اور دو آنکھیں ہیں بینا، محمد اللہ کے رسول ہیں۔

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر، سورہ بنی اسرائیل، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/ ۶۸۵

[2] حلیۃ الاولیاء ترجمہ عمرو بن قیس الملائی، دارالکتاب العربی بیروت، ۵/ ۱۰۷

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن یونس باب ما جاء فی قلبہ الشریف دارالکتب الحدیثۃ، ۱/ ۱۶۲

المقفی الحاشر[1] (الحدیث)	انبیاء کے خاتم اور خلائق کو حشر دینے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

بشارت میلاد الرسول:

ابونعیم بطریق شہر بن حوشب اور ابن عساکر بطریق مسیب بن رافع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی، انہوں نے فرمایا، میرے باپ اعلم علمائے توراۃ تھے، اللہ عزوجل نے جو کچھ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا، وہ اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے، جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا: اے میرے بیٹے! تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی چیز تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق رکھے ہیں ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آپہنچا میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو، تو اس کی پیروی کرلے یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں وہ اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگادی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا، نہ انہیں دیکھنا جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تعالٰی تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہوجائے گا، یہ کہہ کر وہ مرگئے ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دونوں ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا، میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے:

محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ ومھاجرہ بطیبۃ[2] (الحدیث)	محمد اللہ کے رسول ہیں، سب انبیاء کے خاتم، ان کے بعد کوئی نبی نہیں، ان کی پیدائش مکے میں اور ہجرت مدینے کو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

راہب کا استفسار:

بیہقی وطبرانی وابونعیم اور خرائطی کتاب الہواتف میں خلیفہ بن عبدہ سے راوی، میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا جاہلیت میں کہ ابھی اسلام نہ آیا تھا تمہارے باپ نے تمہارا نام محمد کیونکر رکھا، کہا میں نے اپنے باپ سے اس کا سبب پوچھا، جواب دیا کہ بنی تمیم سے ہم چار آدمی سفر کو گئے تھے، ایک میں اور سفیان بن مجاشع بن دارم اور عمر بن ربیعہ اور اسامہ بن مالک، جب ملک شام میں پہنچے ایک تالاب پر اترے جس کے کنارے پیڑ تھے، ایک راہب نے

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ما جاء فی قلبہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین، ۱/ ۱۶۲

[2] الخصائص الکبرٰی باب ما جاء فی قلبہ الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین، ۱/ ۱۶۲، تہذیب تاریخ دمشق، باب تطہیر قلبہ من انعل الخ، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/ ۳۷۹، الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل، دار الحدیثہ شارع الجمہوریہ بعابدین، ۱/ ۳۶

اپنے دیر سے ہمیں جھانکااور کہاتم کون ہو؟ ہم نے کہااولادِ مضر سے کچھ لوگ ہیں۔ کہا:

اما انه سوف یبعث منکم و شیکا نبی فسارعوا الیه و خذوا بحظکم منه ترشدوا فانه خاتم النبیین۔	سنتے ہو عنقریب بہت جلد تم میں سے ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے تم اس کی طرف دوڑنا اور اس کی خدمت واطاعت سے بہرہ یاب ہونا کہ وہ سب میں پچھلا نبی ہے۔

ہم نے کہااس کا نام پاک کیا ہوگا؟ کہا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے سب کے ایک ایک لڑکا ہوا اس کا نام محمد رکھا[1]۔ انتھی، واللہ اعلم حیث یجعل رسالته۔

قبل از ولادت شہادت ایمان:

زید بن عمرو بن نفیل کہ احد العشرۃ المبشرۃ سیدنا سعید بن زید کے والد ماجد ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم وعنہ موحدان و مومنان عہد جاہلیت سے تھے طلوعِ آفتاب عالمتاب اسلام سے پہلے انتقال کیا مگر اسی زمانے میں توحید الٰہی و رسالت حضرت ختم پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شہادت دیتے، ابن سعد وابونعیم حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، میں زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملا مکہ معظّمہ سے کوہ حرا کو جاتے تھے، انہوں نے قریش کی مخالفت اور ان کے معبودانِ باطل سے جدائی کی تھی، اس پر آج ان سے اور قریش سے کچھ لڑائی رنجش ہوچکی تھی، مجھے دیکھ کر بولے اے عامر! میں اپنی قوم کا مخالف اور ملت ابراہیم کا پیرو ہوا اسی کو معبود مانتا ہوں جسے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پوجتے تھے، میں ایک نبی کا منتظر ہوں جو بنی اسمٰعیل اور اولاد عبدالمطلب سے ہوں گے ان کا نام پاک احمد ہے میرے خیال میں میں ان کا زمانہ پاؤں گا میں ابھی ان پر ایمان لاتا اور ان کی تصدیق کرتا ان کی نبوت کی گواہی دیتا ہوں، تمہیں اگر اتنی عمر ملے کہ انہیں پاؤتو میرا اسلام انہیں پہنچانا، اے عامر! میں تم سے ان کی نعت و صفت بیان کئے دیتا ہوں کہ تم خوب پہچان لو، درمیانہ قد ہیں، سر کے بال کثرت و قلّت میں معتدل، ان کی آنکھوں میں ہمیشہ سرخ ڈورے رہیں گے، ان کی شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے، ان کا نام احمد، اور یہ شہر ان کا مولد ہے، یہیں ان کی رسالت ظاہر ہوگی، ان کی قوم انہیں مکے میں نہ رہنے دے گی کہ ان کا دین اسے ناگوار ہوگا، وہ ہجرت فرما کر مدینے جائیں گے، وہاں سے ان کا دین ظاہر وغالب ہوگا، دیکھو تم کسی دھوکے فریب میں آکر ان کی اطاعت سے محروم نہ رہنا۔

فانی بلغت البلاد کلھا اطلب دین ابراھیم،	کہ میں دین ابراہیمی کی تلاش میں شہروں شہروں پھرا

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی والطبرانی والخرائطی باب اخبار الاحبار الخ دارالکتب الحدیثہ شارع الجمہوریۃ، بعابدین ۱/ ۵۷۔۵۸

وکل من اسأل من الیهود والنصارٰی و المجوس یقول هذا الدین وراء ک، وینعتونه مثل ما نعته لک، و یقولون لم یبق نبی غیره۔	یہود و نصارٰی مجوس جس سے پوچھا سب نے یہی جواب دیا کہ یہ دین تمہارے پیچھے آتا ہے اور اس نبی کی وہی صفت بیان کی جو میں تم سے کہہ چکا اور سب کہتے تھے کہ ان کے سوا کوئی نبی باقی نہ رہا۔

عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جب حضور خاتم الانبیاء علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت ظاہر ہوئی میں نے زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی یہ باتیں حضور سے عرض کیں، حضور نے ان کے حق میں دعائے رحمت فرمائی اور ارشاد کیا قد رأیته فی الجنة یسحب ذیله[1] میں نے اسے جنت میں دامن کشاں دیکھا۔

انکار ختم نبوّت کی وجوہات:

اللہ اللہ اس زمانے کے یہود و نصارٰی و مجوس نے تو بالاتفاق حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوجانے کی شہادتیں دیں اور آج کل کے کذاب بدلگام مدعیان اسلام یہ شاخسانے نکالیں مگر ہے یہ کہ اس وقت تک ان فرقوں کو نہ حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بغض وحسد تھا، نہ اپنے کسی پیشوائے مردود کا سخن مطرود بنانا مراد و مقصد، نہ اپنے کسی سگے بھائی کی بات رکھنی نہ بعد ظہور نور خاتمیت اپنے باپ دادا کی نبوت گھڑنی، وہ کیوں جھوٹ بولتے جو کچھ علوم انبیاء واخبار احبار ورہبان وعلماء سے پہنچا تھا صاف کہتے تھے، بعد ظہور اسلام ان ملاعنہ کے دل میں حسد و عناد کا پھوڑا پھوٹا اور ان مدعیان اسلام پر قہر ٹوٹا کہ کسی خبیث کا پیشوا خبیث معاذ اللہ آیہ کریمہ وخاتم النبیین میں خدا کا جھوٹ ممکن لکھ گیا، اب یہ جب تک اپنی سینہ زوری سے کچھ خاتم الانبیاء گھڑ کر نہ دکھائیں اگرچہ زمین کے اسفل السافلین طبقے میں تو گروجی پیشوا کی خدمت ہی کیا ہوئی، ہونہار سپوتوں کی سعادت ہی کیا ہوئی، کسی قاسم کفر وضلالت قسیم و مباین حق وہدایت کا کوئی بھائی لگتا ان نئے مرتدوں کے ہاتھ بک گیا۔ ساتھ خاتم النبیین کا فتوٰی لکھ گیا، اب یہ اگر تازی نبوتوں کا ٹھیکہ نہ لیں ختم نبوت کے معنی متواتر کو مہمل نہ کہیں تو اکلوتے بھیا کی حمایت ہی کیا ہوئی، اختراعی طبیعت کی جودت ہی کیا ہوئی، کسی مردک کو یہ دھن سمائی کہ سید بنے تو کیا بنے، کوئی گنے تو نبی کا نواسا ہی گنے، پاپچے کا رشتہ کوئی بات نہیں، پیرجی پوتے نہ بن بیٹھے تو کچھ کرامات نہیں "وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۠ ﴿۲۲۷﴾ "[2] اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن سعد وابی نعیم عن عامر بن ربیعہ، باب اخبار الاحبار الخ، دار الکتب الحدیثہ شارع الجمہوریۃ بعابدین ۱/ ۶۲۔۶۱

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

مقوقس شاہ مصر کی تصدیق ولادت:

امام واقدی وابو نعیم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل ملاقات مقوقس بادشاہ مصر میں راوی، جب ہم نے اس نصرانی بادشاہ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مدح وتصدیق سنی اس کے پاس سے وہ کلام سن کر اٹھے جس نے ہمیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے ذلیل وخاضع کر دیا ہم نے کہا سلاطین عجم ان کی تصدیق کرتے اور ان سے ڈرتے ہیں حالانکہ ان سے کچھ رشتہ علاقہ نہیں اور ہم تو ان کے رشتہ دار ان کے ہمسائے ہیں وہ ہمارے گھر ہمیں دین کی طرف بلانے آئے اور ہم ابھی ان کے پیرو نہ ہوئے، پھر میں اسکندریہ میں ٹھہرا کوئی گرجا کوئی پادری قبطی خواہ رومی نہ چھوڑا جہاں جا کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت جو وہ اپنی کتاب میں پاتے ہیں نہ پوچھی ہو، ان میں ایک پادری قبطی سب سے بڑا مجتہد تھا اس سے پوچھا: ھل بقی احد من الانبیاء "آیا پیغمبروں میں سے کوئی باقی رہا؟ وہ بولا:

نعم وھو اٰخر الانبیاء لیس بینه وبین عیسٰی نبی قد امر عیسٰی باتباعه وھو النبی الامی العربی اسمه احمد۔	ہاں ایک نبی باقی ہیں وہ سب انبیاء سے پچھلے ہیں ان کے اور عیسٰی کے بیچ میں کوئی نبی نہیں، عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کی پیروی کا حکم ہوا ہے وہ نبی امّی عربی ہیں ان کا نام پاک احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

پھر اس نے حلیہ شریفہ ودیگر فضائل لطیفہ ذکر کئے، مغیرہ نے فرمایا: اور بیان کر۔ اس نے اور بتائے، ازانجملہ کہا:

یخص بمالم یخصّ به الانبیاء قبله کان النبی یبعث الی قومه وبعث الی الناس کافة۔	انہیں وہ خصائص عطا ہوں گے جو کسی نبی کو نہ ملے ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا وہ تمام لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

مغیرہ فرماتے ہیں میں نے یہ سب باتیں خوب یاد رکھیں اور وہاں سے واپس آکر اسلام لایا[1]

میلاد النبی پر خاص تارے کا طلوع:

ابو نعیم حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، میں سات برس کا تھا ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا ہے لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے وہ بولا:

ھذا کوکب احمد قد طلع ھذا الکوکب	یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا، یہ ستارہ کسی

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الخامس عالم الکتب بیروت، ص۲۱و۲۲

لا يطلع الا بالنبوة و لم يبق من الانبياء الا احمد [1]	نبی ہی کی پیدائش پر طلوع کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد کے کوئی باقی نہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

یہودی علماء کے ہاں ذکر ولادت:

امام واقدی وابو نعیم حضرت حویصر بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی:

قال كنا و يهود فينا كانوا يذكرون نبيا يبعث بمكة اسمه احمد و لم يبق من الانبياء غيره وهو فی كتبنا [2] الحديث	یعنی میرے بچپن میں یہود ہم میں ایک نبی کا ذکر کرتے جو مکے میں مبعوث ہوں گے ان کا نام پاک احمد ہے اب ان کے سوا کوئی نبی باقی نہیں وہ ہماری کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں۔

احبار کی زبان پر نعتِ نبی:

ابو نعیم سعد بن ثابت سے راوی:

قال كان احبار يهود بنی قريظة والنضير يذكرون صفة النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم، فلما طلع الكوكب الاحمر اخبروا انه نبی و انه لا نبی بعده اسمه احمد و مهاجره الی يثرب فلما قدم النبی صلی اللہ تعالی علیه وسلم المدينة و نزلها انكروا و حسدوا و بغوا [3] " فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۫ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ	یہود بنی قریظہ و بنی نضیر کے علماء حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صفت بیان کرتے جب سرخ ستارہ چمکا تو انہوں نے خبر دی کہ وہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں ان کا نام پاک احمد ہے، ان کی ہجرت گاہ مدینہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، جب حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لا کر رونق افروز ہوئے یہود براہِ حسد و بغاوت منکر ہوگئے۔ توجب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے

[1] دلائل النبوة لابی نعیم، الفصل الخامس، عالم الکتب بیروت، ص ۱۷، الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین، ۱/ ۶۴

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثۃ شارع الجمہوریۃ بعابدین، ۱/ ۶۴، دلائل النبوة لابی نعیم، الفصل الخامس، عالم الکتب بیروت، ص ۱۷

[3] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم باب اخبار الاحبار الخ دار الکتب الحدیثہ شارع الجمہوریہ بعابدین، ۱/ ۶۷

الْكٰفِرِيْنَ۝۸۹ "[1]	منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پر۔ (ت)

اہل یثرب کو بشارت میلاد النبی:

زیاد بن لبید سے راوی، میں مدینہ طیبہ میں ایک ٹیلے پر تھا ناگاہ ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

یا اھل یثرب قد ذھبت واللہ نبوۃ بنی اسرائیل، ھذا نجم قد طلع بمولداحمد وھو نبی اٰخرالانبیاء و مھاجرہ الیٰ یثرب[2]	اے اہل مدینہ! خدا کی قسم بنی اسرائیل کی نبوت گئی، ولادتِ احمد کا تارا چمکا، وہ سب سے پچھلے نبی ہیں، مدینے کی طرف ہجرت فرمائیں گے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یوشع کی زبان پر نعتِ رسول:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی میں نے مالک بن سنان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل میں بات چیت کرنے گیا، یوشع یہودی بولا اب وقت آگیا ہے ایک نبی کے ظہور کا جس کا نام احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم سے تشریف لائیں گے ان کا حلیہ ووصف یہ ہوگا، میں اس کی باتوں سے تعجب کرتا اپنی قوم میں آیا وہاں بھی ایک شخص کو ایسا ہی بیان کرتے پایا، میں بنی قریظہ میں گیا وہاں بھی ایک مجمع میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر پاک ہو رہا تھا ان میں سے زبیر بن باطا نے کہا:

قد طلع الکوکب الاحمر الذی لم یطلع الا لخروج نبی وظھورہ ولم یبق احد الا احمد وھذہ مھاجرہ[3]	بیشک سرخ ستارہ طلوع ہو کر آیا یہ تارا کسی نبی ہی کی ولادت و ظہور پر چمکتا ہے اور اب میں کوئی نبی نہیں پاتا سوا احمد کے، اور یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تذییل:

ابن سعد و حاکم و بیہقی وابونعیم حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی مکہ معظّمہ میں ایک یہودی بغرض تجارت رہتا جس رات حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوئے قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا کیا آج تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا انہوں نے کہا ہمیں نہیں

---

[1] القرآن الکریم ۲ / ۸۹

[2] الخصائص الکبرٰی باب اخبار الاحبار بحوالہ ابی نعیم دار الکتب الحدیثہ شارع الجمھوریۃ بعابدین، ۱/ ۶۸

[3] الخصائص الکبرٰی باب اخبار الاحبار بحوالہ ابی نعیم دارا کتب الحدیثہ شارع الجمھوریۃ بعابدین، ۱/ ۶۶۔۶۵، دلائل النبوۃ، الفصل الخامس، عالم الکتب بیروت، ص ۸

معلوم، کہا:

احفظوا ما اقول لکم، ولد ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ الامۃ الاخیرۃ بین کتفیہ علامۃ[1] الحدیث	جو تم سے کہہ رہا ہوں اسے حفظ کر رکھو آج کی رات اس پچھلی امت کا نبی پیدا ہوا اس کے شانوں کے درمیان علامت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادات حضور ختم الانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء

وفیہا انواع فی اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اسماء النّبی:

اجلّہ ائمہ بخاری و مسلم وترمذی ونسائی وامام مالک و امام احمد وابوداؤد طیالسی وابن سعد و طبرانی وحاکم و بیہقی وابو نعیم وغیرہم حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد و انا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر الناس علٰی قدمی وانا العاقب الذی لیس بعدہ نبی[2]	بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے سبب سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر ہوں میرے قدموں پر لوگوں کا حشر ہوگا، میں عاقب ہوں اور عاقب وہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سبعہ اخیرہ الاالطبرانی کی روایت میں والخاتم[3] زائد ہے یعنی اور میں خاتم ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

انا محمد واحمد:

امام احمد مسند اور مسلم صحیح اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد والمقفی والحاشر	میں محمد ہوں اور احمد اور سب انبیاء کے بعد

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن سعد و الحاکم والبیہقی وابی نعیم، باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ، دار الکتب الحدیثہ، بعابدین ۱/ ۱۲۳

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/ ۲۶۱، شعب الایمان للبیہقی، فصل فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث ۱۳۹۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲/ ۱۴۱

[3] شعب الایمان للبیہقی فصل فی اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۱۳۹۸، دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۱۴۱، الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۲/ ۱۰۴

ونبی التوبۃ ونبی الرحمۃ[1]	آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نام مبارک **نبی التوبۃ** عجب جامع وکثیر المنافع نام پاک ہے، اس کی تیرہ توجیہیں فقیر غفرلہ المولی القدیر نے شرح صحیح مسلم للامام النووی وشرح الشفا للقاری والخفاجی ومرقاۃ واشعۃ اللمعات شروح مشکوٰۃ وتیسیر وسراج المنیر وحفنی شروح جامع صغیر وجمع الوسائل شرح شمائل ومطالع المسرات ومواہب وشرح زرقانی ومجمع البحار سے التقاط کیں اور چار بتوفیق اللہ تعالٰی اپنی طرف سے بڑھائیں سب سترہ ہوئیں، **بعضہا املح من بعض واحلی** (ان میں ہر ایک دوسری سے لذیذ اور میٹھی ہے۔ت)

خصائص مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

(۱) حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہدایت سے عالم نے توبہ ورجوع الی اللہ کی دولتیں پائیں حضور کی آواز پر متفرق جماعتیں، مختلف امتیں اللہ عزوجل کی طرف پلٹ آئیں[2]۔

ذکرہ فی مطالع المسرات وقاری فی شرح الشفاء والشیخ المحقق فی اشعۃ اللمعات وعلیہ اقتصر فی المواھب اللدنیۃ شرح الاسماء العلیۃ وقبلہ شارحھا الزرقانی عند سردھا۔	(اس کو مطالع المسرات میں اور ملا علی قاری نے شرح شفاء میں، شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں ذکر کیا۔ اور اسی پر مواہب لدنیہ کے شرح اسماء مبارکہ میں اور اس سے قبل اپنے بیان میں شارح زرقانی نے انحصار کیا۔ت)

(۲) ان کی برکت سے خلائق کو توبہ نصیب ہوئی[3]۔ **الشیخ فی اللمعات والاشعۃ۔ اقول: ولیس بالاول فان الھدایۃ دعوۃ وارائۃ وبالبرکۃ توفیق الوصول** (اقول یہ چیز اول یعنی ہدایت سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ہدایت دعوت، راستہ دکھانے اور برکت سے وصول مقصود کی توفیق کا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۲۶۱

[2] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ص ۱۰۱، شرح الشفا لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الفکر بیروت، ۲/ ۳۹۳، شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثانی، الفصل الاول حرف ن، دار المعرفۃ، بیروت، ۳/ ۱۴۹

[3] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب اسماء النبی وصفاتہ الخ فصل نمبر ۱، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۴/ ۴۸۲

نام ہے)

(۳) ان کے ہاتھ پر جس قدر بندوں نے توبہ کی اور انبیائے کرام کے ہاتھوں پر نہ ہوئی **الشیخ فی اللمعات واشار الیہ فی الاشعۃ حیث قال بعد ذکر الاولین** (شیخ نے لمعات میں اسے ذکر کیا اور اشعہ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا جہاں انہوں نے پہلے دونوں کا ذکر کیا وہاں یہ ہے۔ت)

ایں صفت در جمیع انبیاء مشترک ست و در ذات شریف آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم از ہمہ بیشتر و وافر و کامل ترست [1]	تمام انبیاء میں یہ صفت مشترک ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات میں یہ سب سے زیادہ اور وافر اور کامل تر ہے۔

صحیح حدیثوں سے ثابت کہ روز قیامت یہ امت سب امتوں سے شمار میں زیادہ ہوگی، نہ فقط ہر ایک امت جداگانہ بلکہ مجموع جمیع امم سے، اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں بحمداللہ تعالٰی اسی ۸۰ ہماری اور چالیس ۴۰ میں باقی سب امتیں، **والحمدللہ رب العالمین۔**

(۴) وہ توبہ کا حکم لے کر آئے [2] **(الامام النووی فی شرح صحیح مسلم والقاری فی جمع الوسائل والزرقانی فی شرح المواھب** (اسے امام نووی نے شرح مسلم، ملا علی قاری نے جمع الوسائل اور زرقانی نے شرح مواہب میں ذکر کیا۔ت)

(۵) اللہ عزوجل کے حضور سے قبول توبہ کی بشارت لائے [3] **شرح المواھب والمناوی فی التیسیر۔**

(۶) اقول بلکہ وہ توبہ عام لائے ہر نبی صرف اپنی قوم کے لئے توبہ لاتا ہے وہ تمام جہان سے توبہ لینے آئے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۷) بلکہ توبہ کا حکم وہی لے کر آئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء سب ان کے نائب ہیں تو روز اول سے آج تک اور آج سے قیامت تک جو توبہ خلق سے طلب کی گئی یا کی جائے گی، واقع ہوئی یا وقوع پائے گی۔ سب کے نبی، ہمارے نبی توبہ ہیں [4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، **الفاسی فی مطالع المسرات فجزاہ اللہ معانی المبرات وعوالی المسرات** (یہ علامہ فاسی نے مطالع المسرات میں ذکر کیا، اللہ تعالٰی ان کو نیکیوں کا ذخیرہ اور بلند خوشیاں جزا میں عطا فرمائے۔ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب اسماء النبی وصفاتہ الخ فصل نمبر ا، مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، ۴/ ۴۸۲

[2] شرح صحیح مسلم للنووی کتاب الفضائل باب فی اسمائہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی۔ ۲/ ۲۶۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث انا محمد واحمد الخ مکتبہ امام الشافعی ریاض، ۱/ ۳۷۶

[4] مطالع المسرات، ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۱۰۲۔۱۰۱

(۸) توبہ سے مراد اہل توبہ ہیں[1]۔ **ای علی وزان قولہ تعالٰی واسئل القریۃ** (اللہ تعالٰی کے قول واسئل القریۃ کے انداز پر)(ت) یعنی توابین کے نبی، **مطالع المسرات مع زیادۃ منی** (مطالع المسرات اور جو کچھ زیادہ ہے وہ میری طرف سے)**اقول:** اب اوفق یہ ہے کہ توبہ سے مراد ایمان لیں[2] **کما سوغہ المناوی ثم العزیزی فی شروح الجامع الصغیر** (جیسا کہ علامہ مناوی نے پھر عزیزی نے الجامع الصغیر کی شرحوں میں ذکر فرمایا)(ت) حاصل یہ کہ تمام اہل ایمان کے نبی۔

(۹) ان کی امت توابین ہیں، وصفِ توبہ میں سب امتوں سے ممتاز ہیں، قرآن ان کی صفت میں **التائبون**[3] فرماتا ہے، جمع الوسائل، جب گناہ کرتے ہیں توبہ لاتے ہیں یہ امت کا فضل ہے اور امت کا ہر فضل اس کے نبی کی طرف راجع[4]، مطالع، **اقول: و بہ فارق ماقبلہ فلیس فیہ حذف ولا یجوز** (میں کہتا ہوں، اس سبب سے وہ پہلے سے جدا ہوا تو اس میں نہ حذف ہے اور نہ یہ جائز ہے۔ت)

(۱۰) ان کی امت کی توبہ سب امتوں سے زائد مقبول ہوئی[5]، **حفنی علی الجامع الصغیر**، کہ ان کی توبہ میں مجرد ندامت وترک فی الحال وعزم امتناع پر کفایت کی گئی، نبی الرحمۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے بوجھ اتار لئے اگلی امتوں کے سخت وشدید باران پر نہ آنے دیئے، اگلوں کی توبہ سخت سخت شرائط سے مشروط کی جاتی تھی گوسالہ پرستی سے بنی اسرائیل کی توبہ اپنی جانوں کے قتل سے رکھی گئی **کما نطق بہ القراٰن العزیز** (جیسا کہ قرآن نے اس کو بیان فرمایا)(ت) جب ستّر ہزار آپس میں کٹ چکے اس وقت توبہ قبول ہوئی، شرح الشفاء للقاری عـــہ والمرقاۃ ونسیم الریاض والفاسی ومجمع البحار۔ برمز (ن)

عـــہ: **اقتصر الحنفی فی تقریر ھذا الوجہ علی ذکر الاستغفار فقط فقال لانہ** | حنفی نے اپنی تقریر میں اس وجہ پر استغفار کے ذکر کا اقتصار کیا تو فرمایا آپ کی امت (باقی اگلے صفحہ پر)

[1] مطالع المسرات، ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ص ۱۰۱ و ۱۰۲

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر، تحت حدیث انا محمد واحمد، مکتبہ امام الشافعی، ریاض، ۱/ ۳۷۶

[3] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ الخ، دار المعرفۃ، بیروت، ۲/ ۱۸۳

[4] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر، ص ۱۰۱

[5] حاشیۃ الحفنی علی الجامع الصغیر علٰی ہامش السراج المنیر المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ، مصر، ۲/ ۶۳

للامام النووی والذی رأیته فی منهاجه ماقدمت فحسب۔ (ن کی رمز امام نووی کی طرف ہے) اور جو میں نے ان کی کتاب منہاج میں دیکھا وہ میں نے پہلے بیان کر دیا ہے اور بس۔ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قبل من امته التوبة بمجرد الاستغفار زاد میرك بخلاف الامم السابقة واستدل بقوله تعالٰی فاستغفروا الله واستغفرلهم الرسول[1] الآیة، وقد اقره العلامة القاری فی المرقاة وفی شرح الشفاء و شدد النکیر علیه فی جمع الوسائل شرح الشمائل فقال هذا قول لم یقل به احد من العلماء فهو خلاف الامة وقد قال وارکان التوبة علی ما قاله العلماء ثلثة الندم والقلع والعزم علی ان لا یعود ولا احد جعل الاستغفار اللسانی شرطا للتوبة[2] الخ اقول رحم الله مولانا القاری این فی کلام الحنفی ومیرك ان التوبة لا تقبل الا بالاستغفار فضلا عن اشتراط الاستغفار باللسان، انما ذکر ان مجرد الاستغفار کاف فی توبة هذه الامة من دون الزام امور اخر شاقة جدا کقتل الانفس وغیره مما الزمت به

سے صرف استغفار پر توبہ قبول فرمائی، اس پر میرک نے "**بخلاف الامم السابقه**" کا اضافہ کیا انہوں نے دلیل میں اللہ تعالٰی کا قول "اللہ تعالٰی سے استغفار کرو اور رسول ان کے لئے استغفار فرمائیں، الآیۃ" ذکر کیا، علامہ قاری نے مرقات اور شرح شفاء میں اس کو ثابت رکھا جبکہ جمع الوسائل میں اس پر سخت اعتراض کیا اور کہا کہ یہ بات علماء میں سے کسی نے نہ کی تو یہ امت کے خلاف ہے اور فرمایا کہ توبہ کے ارکان علماء کے بیان کے مطابق تین ہیں، ندامت اور چھوڑنا، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم، اور کسی نے بھی زبانی استغفار کو توبہ کی شرط نہ کہا الخ، **اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی ملا علی قاری پر رحم فرمائے حنفی اور میرک کے کلام میں استغفار کے بغیر توبہ کا قبول نہ ہونا کہاں ہے چہ جائیکہ زبانی استغفار کی شرط ہو، انہوں نے تو یوں کہا ہے کہ اس امت کی توبہ میں صرف استغفار کافی ہے دوسرے شاق امور لازم نہیں مثلاً جانوروں کو قتل کرنا وغیرہ، جو کچھ پہلی امتوں پر لازم کیا گیا

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] مرقات المفاتیح کتاب الفضائل باب اسماء النبی وصفاته الخ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱۰/ ۵۰، جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ما جاء اسماء رسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دار المعرفة، بیروت، ۲/ ۱۸۳

[2] جمع الوسائل فی شرح الشمائل، باب ما جاء اسماء رسول صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم دار المعرفة، بیروت، ۲/ ۱۸۳

(۱۱) وہ خود کثیر التوبہ ہیں، صحیح بخاری میں ہے: میں روز اللہ سبحانہ سے سو بار استغفار کرتا ہوں۔[1] **شرح الشفا و المرقاۃ واللمعات والمجمع** برمز (ط) **للطیبی والزرقانی** ہر ایک کی توبہ اس کے لائق ہے **حسنات الابرار سیأٰت المقربین** (نیکوں کی خوبیاں مقربین کے گناہ ہیں۔ت) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر آن ترقی مقامات قرب و مشاہدہ میں ہیں۔ "وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ؀" [2] (آپ کے لئے ہر پہلی ساعت سے دوسری افضل ہے۔ت) جب ایک مقام اجل و اعلیٰ پر ترقی فرماتے گزشتہ مقام کو بہ نسبت اس کے ایک نوع تقصیر تصوّر فرما کر اپنے رب کے حضور توبہ و استغفار لاتے تو وہ ہمیشہ ترقی اور ہمیشہ

الامم السابقة فلا تشم منه رائحة اشتراط الاستغفار لمطلق التوبة وان امعنت النظر لم تجد فيه خلا فالحديث الاركان ايضا فان الاستغفار الصادق لا ينشؤا الاعن ندم صحيح والندم الصحيح يلزمه الاقلاع وعزم الترك، ولذا صح عنه صلى الله تعالى عليه وسلم قوله الندم توبة علا ان المقصود الحصر بالنسبة الى ما كان على الامم السابقة من الامر ثم هذا كله لا مساغ له فى تقريرا لوجه بما قررنا كما ترى فاعرف ۱۲ منه۔	اس سے مطلق توبہ کے لئے استغفار کی شرط کی بو تک محسوس نہیں ہوتی، اگر آپ گہری نظر سے دیکھیں تو اس میں آپ کوئی خلاف نہ پائیں گے کہ سچی استغفار کا وجود سچی ندامت کے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ صحیح ندامت کو گناہ کا ختم کرنا اور اس کے ترک کا عزم لازم ہے اسی معنی میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحیح منقول ہے کہ ندامت توبہ ہے اس کے علاوہ ان کا مقصد پہلی امتوں پر لازم امور کی نسبت سے حصر کرنا ہے، پھر اس وجہ کی تقریر میں اس تمام بیان کا کوئی دخل نہیں ہے جس کی ہم نے تقریر کی جیسا کہ آپ اسے دیکھ رہے ہیں، غور کرو ۱۲ منہ۔ (ت)

---

[1] شرح الشفاء لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض، فصل فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الفکر بیروت، ۲/ ۳۹۳، مرقات المفاتیح کتاب الفضائل باب اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصفاتہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ، ۱۰/ ۴۹،۵۰

[2] القرآن الکریم ۹۳/ ۴

توبہ بے تقصیر میں ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم [1] مطالع مع بعض زیادات منی

(۱۲) باب توبہ: انہیں کے امت کے آخر عہد میں باب توبہ بند ہوگا **شرح الشفا للقاری** [2]، اگلی نبوتوں میں اگر کوئی ایک نبی کے ہاتھ پر تائب نہ ہو تاکہ دوسرا نبی آئے اس کے ہاتھ پر توبہ لائے یہاں باب نبوت مسدود اور ختم ملّت پر توبہ مفقود، توجو ان کے دستِ اقدس پر توبہ نہ لائے اس کے لئے کہیں توبہ نہیں [3] **افادہ الفاسی وبہ استقام کونہ من وجود التسمی بھٰذا الاسم العلی السمی۔**

(یہ فائدہ علامہ فاسی نے بیان کیا اور اس معنی کی بناء پر آپ کی ذات مبارکہ کا اس نام سے مسمّٰی ہونا درست ہے۔ت)

(۱۳) فاتح باب توبہ: وہ فاتح باب توبہ ہیں سب میں پہلے سیدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے توبہ کی وہ انہیں کے توسل سے تھی تو وہی اصل توبہ ہیں اور وہی وسیلہ توبہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مطالع [4]

(۱۴) کعب کا خون: وہ توبہ قبول کرنے والے ہیں ان کا دروازہ کرم توبہ و معذرت کرنے والوں کے لئے ہمیشہ مفتوح ہے جب سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا خون ان کے زمانہ نصرانیت میں مباح فرمادیا ہے ان کے بھائی بجیر بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انہیں لکھا **فطر الیہ فانہ لا یرد من جاء تائبا** ان کے حضور اڑ کر آؤ جو ان کے سامنے توبہ کرتا حاضر ہو یہ اسے کبھی رد نہیں فرماتے [5] مطالع المسرات، اسی بناء پر کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ جب حاضر ہوئے راہ میں قصیدہ نعتیہ بانت سعاد نظم کیا جس میں عرض رسا ہیں:

**انبئت ان رسول اللہ اوعدنی		والعفو عند رسول اللہ مامول**

**انی اتیت رسول اللہ معتذرا		والعذر عند رسول اللہ مقبول** [6]

مجھے خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے میرے لئے سزا کا حکم فرمایا ہے اور رسول کے ہاں معافی کی امید کی جاتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور معذرت کرتا حاضر ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] مطالع المسرات، ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۱۰۲

[2] شرح الشفاء للعلی قاری علی ھامش نسیم الریاض فصل فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم، دار الفکر بیروت، ۲/ ۳۹۳

[3] مطالع المسرات ذکر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد ۱۰۱

[4] مطالع المسرات، ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۱۰۱

[5] مطالع المسرات، ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص ۱۰۲

[6] المجموعۃ النبھانیۃ فی المدائح النبویۃ قصیدہ بانت سعاد لکعب بن زہیر رضی اللہ تعالٰی عنہ، دار المعرفۃ، بیروت ۳/ ۶

بارگاہ میں عذر دولت قبول پاتا ہے۔

توراۃ مقدس میں ہے: **لایجزئ بالسیئة السیئة ولکن یعفو ویغفر**[1]، احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بدی کا بدلہ بدی نہ دیں گے بلکہ بخش دیں گے اور مغفرت فرمائیں گے **رواہ البخاری عن عبداللہ بن عمرو والدارمی وابن سعد وعساکر عن ابن عباس والاخیر عن عبداللہ بن سلام، وابن ابی حاتم عن وھب بن منبه وابونعیم عن کعب الاحبار رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین۔**

اس کو بخاری نے عبداللہ بن عمرو اور دارمی، ابن سعد اور ابن عساکر نے ابن عباس سے اور آخری نے عبداللہ بن سلام سے، ابن ابی حاتم نے وہب بن منبہ سے اور ابو نعیم نے کعب الاحبار رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا۔ت۔ ولہذا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسمائے طیبہ ہیں عفو غفور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

(۱۵) نبی توبہ: اقول: وہ نبی توبہ ہیں، بندوں کو حکم ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو کر توبہ واستغفار کریں اللہ تو ہر جگہ سنتا ہے، اس کا علم اس کا سمع اس کا شہود سب جگہ ایک سا ہے مگر حکم یہی فرمایا کہ میری طرف توبہ چاہو تو میرے محبوب کے حضور حاضر ہو۔ **قال تعالٰی:**

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾[2]	اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے پاس حاضر ہو کر خدا سے بخشش چاہیں اور رسول ان کی مغفرت مانگے تو ضرور خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

حضور کے عالم حیات ظاہری میں حضور ظاہر تھا، اب حضور مزار پُرانوار ہے اور جہاں یہ بھی میسر نہ ہو تو دل سے حضور پر نور کی طرف توجہ حضور سے توسل فریاد، استغاثہ، طلب شفاعت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اب بھی ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں، ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری شرح شفا شریف میں فرماتے ہیں:

روح النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوت اھل الاسلام[3]	نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے گھر میں جلوہ فرما ہیں۔

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب کراھیة الصخب فی السوق، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۵، سنن دارمی باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دار المحاسن بیروت ۱/ ۱۵

[2] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[3] شرح شفاء للقاری علی ہامش نسیم الریاض، الباب الرابع من القسم الثانی، مطبعۃ الازہریۃ المصریۃ، مصر ۳/ ۴۶۴

(۱۶) وہ مفیض توبہ ہیں توبہ لیتے بھی یہی ہیں اور دیتے بھی یہی، یہ توبہ نہ دیں تو کوئی توبہ نہ کرسکے، توبہ ایک نعمتِ عظمٰی بلکہ اجل نعم ہے، اور نصوص متواترہ اولیائے کرام وعلمائے اعلام سے مبرہن ہوچکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی، انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے یہ سر الوجود واصل الوجود وخلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم ف[1] رواہ الحاکم فی المستدرك وصححہ واقرہ الناقدون۔	میں ابوالقاسم ہوں اللہ دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ (اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور تحقیق کرنے والوں نے اسے ثابت رکھا ہے۔ت)

ان کا رب اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰۷" [2]	ہم نے نہ بھیجا تمہیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس جانفزا وایمان افروز ودشمن گزا وشیطان سوز بحث کی تفصیل جلیل اور اس پر نصوص قاہرہ کثیرہ وافرکی تکثیر جمیل اپنے رسالہ مبارکہ **سلطنت المصطفٰی فی ملکوت الورٰی** ۱۲۹۷ھ میں ذکر کی **والحمد للہ رب العٰلمین۔**

(۱۷) اقول: وہ نبی توبہ ہیں کہ گناہوں سے ان کی طرف توبہ کی جاتی ہے توبہ میں انکا نام نامِ پاک نام جلالت حضرت عزت جلالہ کے ساتھ لیا جاتا ہے کہ میں اللہ ورسول کی طرف توبہ کرتا ہوں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم شریف میں ہے امّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی:

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت [3]	یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی؟۔

[1] المستدرك للحاکم، کتاب التاریخ ذکر اسماء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الفکر بیروت، ۲/ ۶۰۴

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[3] صحیح البخاری، کتاب النکاح باب هل یرجع اذا رأی منکرًا فی الدعوۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ۲/ ۷۷۸

ف: ہر نعمت ہر شخص کو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ملی اور ملتی ہے اور ملے گی۔

معجم کبیر میں حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ابوبکر صدیق وعمر فاروق وغیرہما چالیس اجلّہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا کر لرزتے کانپتے حضور سے عرض کی:

تبنا الی اللہ والٰی رسولہ[1]	ہم اللہ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔

فقیر نے یہ حدیثیں مع جلیل و نفیس بحثیں اپنے رسالہ مبارکہ الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء میں ذکر کیں۔

اقول: توبہ کے معنی ہیں نافرمانی سے باز آنا، جس کی معصیت کی ہے اس سے عہد اطاعت کی تجدید کرکے اسے راضی کرنا، اور نص قطعی قرآن سے ثابت کہ اللہ عزوجل کا ہر گنہگار حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا گنہگار ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

"مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ"[2] ویلزمہ عکس النقیض من لم یطع اللہ لم یطع الرسول وھو معنی قولنا من عصی اللہ فقد عصی الرسول۔	جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس کو عکس نقیض، من لم یطع اللہ لم یطع الرسول، لازم ہے اور ہمارے قول "من عصی اللہ فقد عصی الرسول" کا یہی معنی ہے۔(ت)

اور قرآن عظیم حکم دیتا ہے کہ اللہ ورسول کو راضی کرو۔ قال اللہ تعالٰی:

"وَاللّٰہُ وَ رَسُوۡلُہٗۤ اَحَقُّ اَنۡ یُّرۡضُوۡہُ اِنۡ کَانُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۲﴾"[3] نسأل اللہ الایمان والامن والامان و رضاہ ورضی رسولہ الکریم علیہ وعلٰی اٰلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔	سب سے زیادہ راضی کرنے کے مستحق اللہ ورسول ہیں اگر یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالٰی سے ایمان، امن وامان، اس کی رضا، اس کے رسول کریم کی رضا چاہتے ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والتسلیم۔(ت)

یہ نفیس فوائد کہ استطراداً زبان پر آگئے قابل حفظ ہیں کہ اس رسالے کے غیر میں نہ ملیں گے یوں تو ع

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۱۴۲۳، المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۲/ ۹۵و۹۶

[2] القرآن الکریم ۴/ ۸۰

[3] القرآن الکریم ۹/ ۶۲

ہر گُلے را رنگ و بُوئے دیگر ست

(ہر پھول کا رنگ وخوشبو علیحدہ ہے۔ت)

مگر میں امید کرتا ہوں کہ فقیر کی یہ تین توجہیں اخیر بحمد اللہ تعالٰی چیزے دیگر ہیں وباللہ التوفیق۔

توبہ قبول کرنے والے نبی:

امام احمد وابن سعد وابن ابی شیبہ اور امام بخاری تاریخ اور ترمذی شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، مدینہ طیبہ کے ایک راستے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھے ملے ارشاد فرمایا:

انا محمد وانا احمد وانا نبی الرحمۃ ونبی التوبۃ وانا المقفی وانا الحاشر ونبی الملاحم[1]	میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں رحمت کا نبی ہوں، میں توبہ کا نبی ہوں، میں سب میں آخر نبی ہوں، میں حشر دینے والا ہوں، میں جہادوں کا نبی ہوں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مالک لوائے احمد:

طبرانی معجم کبیر اور سعید بن منصور سنن میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد وانا احمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علٰی قدمی، وانا ماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر، فاذا کان یوم القیٰمۃ کان لواء الحمد معی، وکنت امام المرسلین وصاحب شفاعتھم[2]	میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر میں حشر دوں گا، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے سبب سے کفر کو محو فرماتا ہے، قیامت کے دن لواء الحمد میرے ہاتھ میں ہوگا، میں سب پیغمبروں کا امام اور ان کی شفاعتوں کا مالک ہوں گا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اسمائے طیبہ خاتم وعاقب ومقفی تو معنی ختم نبوت میں نص صریح ہیں، علماء فرماتے ہیں اسم پاک حاشر بھی اسی طرف ناظر۔ امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں:

قال العلماء معنا ھما(ای معنی روایتی قدمی بالتثنیۃ والافراد)یحشرون علٰی	علماء نے فرمایا ان دونوں یعنی قدمی مفرد اور قدمی تثنیہ کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کا حشر میرے پیچھے

[1] شمائل الترمذی مع جامع الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ الخ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۵۹۷، مسند احمد بن حنبل، حدیث حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔ دار الفکر بیروت، ۵/ ۴۰۵

[2] المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۱۷۵۰، باب من اسمہ جابر بن عبداللہ۔ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت، ۲/ ۱۸۴

اثری وزمان نبوتی ورسالتی ولیس بعدی نبی[1]	میری رسالت و نبوت کے زمانہ میں ہوگا، اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

تیسیر میں ہے:

ای علی اثر نوبتی ای زمنھا ای لیس بعدہ نبی[2]	(یعنی میری نبوت کے زمانہ کے بعد یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ت)

جمع الوسائل میں ہے:

قال الجزری ای یحشر الناس علٰی اثر زمان نبوتی لیس بعدی نبی[3]	(جزری نے فرمایا یعنی لوگوں کا حشر میری نبوت کے زمانہ کے بعد ہوگا میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ت)

دس اسمائے مبارکہ:

ابن مردویہ تفسیر اور ابونعیم دلائل میں اور ابن عدی وابن عساکر ودیلمی حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی عشرۃ اسماء عند ربی انا محمد واحمد والفاتح والخاتم وابو القاسم والحاشر والعاقب والماحی ویس وطٰہٰ[4]	میرے رب کے یہاں میرے دس نام ہیں، محمد و احمد وفاتح عالم ایجاد وخاتم نبوت وابوالقاسم وحاشر وآخر الانبیاء وماحی کفر ویس وطٰہٰ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن عدی کامل میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی **ان لی عند ربی عشرۃ اسماء** میرے رب کے پاس میرے لیئے دس نام ہیں، ازانجملہ محمد واحمد وماحی وحاشر وعاقب یعنی خاتم الانبیاء ورسول الرحمۃ ورسول التوبہ ورسول الملاحم ذکر کرکے فرمایا: **وانا المقفی قفیت النبیین عامۃ وانا**

---

[1] شرح صحیح مسلم للنووی مع صحیح مسلم، باب فی اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۲۶۱

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث ان لی اسماء، مکتبہ امام شافعی الریاض، ۱/ ۳۴۳

[3] جمع الوسائل فی شرح الشمائل باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار المعرفۃ بیروت، ۲/ ۱۸۲

[4] الکامل فی ضعفاء، ترجمہ سیف بن وہب، دار الفکر بیروت، ۳/ ۱۲۷۳، دلائل النبوۃ لابی نعیم، الفصل الثالث، عالم الکتب بیروت، ص ۱۲، تہذیب تاریخ ابن عساکر، باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱/ ۲۷۵

قثم [1] (میں مقفی ہوں کہ تمام پیغمبروں کے بعد آیا اور میں کامل جامع ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔)

تنبیہ: یہ حدیث ابن عدی نے مولٰی علی وام المؤمنین صدیقہ واسامہ بن زید وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی روایت کی،

کما فی مطالع المسرات فان کان کلها عاقب او مقف ونحوهما کانت خمسة احادیث۔	(جیسا کہ مطالع المسرات میں ہے تو اگر تمام میں عاقب یا مقف وغیر ہما ہوں تو پانچ احادیث ہوئیں۔ت)

الحاشر والعاقب:

حاکم مستدرک میں بافادہ تصحیح حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کنیسہ یہود میں تشریف لے گئے، میں ہمرکاب تھا، فرمایا، اے گروہ یہود! مجھے بارہ آدمی دکھاؤ جو گواہی دینے والے ہوں کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اللہ عزوجل سب یہود سے اپنا غضب (یعنی جس میں وہ زمانہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گرفتار ہیں کہ "وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ۭ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰی غَضَبٍ ۭ" [2] (اور خدا کے غضب میں لوٹے تو غضب پر غضب کے سزاوار ہوئے۔ت) اٹھالے گا، یہود سن کر چپ رہے کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور نے فرمایا:

ابیتم فواللہ لانا الحاشروانا العاقب وانا النبی المصطفٰی اٰمنتم اوکذبتم [3]	تم نے نہ مانا خدا کی قسم بیشک میں حاشر ہوں اور میں خاتم الانبیاء ہوں اور میں نبی مصطفٰی ہوں خواہ تم مانو یا نہ مانو۔

رسول جہاد:

ابن سعد مجاہد مکی سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد انا رسول الرحمة انا الملحمة انا المقفی والحاشر [4]	میں محمد واحمد ہوں، میں رسول رحمت ہوں، میں رسول جہاد ہوں، میں خاتم الانبیا ہوں، میں لوگوں کو حشر دینے والا ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1] الکامل فی ضعفاء الرجال ترجمہ وہب بن وہب بن خیر بن عبداللہ بن زہیر، دار الفکر بیروت، ۷/ ۲۵۲۷

[2] القرآن الکریم ۲/ ۶۱و۹۰

[3] المستدرك للحاکم، کتاب معرفة الصحابة، مطبع دار الفکر بیروت، ۳/ ۴۱۵

[4] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار صادر، بیروت، ۱/ ۱۰۵

نوع اٰخر:

"هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ"[1]

وہی ہیں اوّل وہی ہیں آخر وہی ہیں باطن وہی ہیں ظاھر

انہیں سے عالم کی ابتدا ہے وہی رسولوں کی انتہا ہیں

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاٰخرون السابقون یوم القٰیمة[2]	ہم زمانے میں سب سے پچھلے اور قیامت میں سب سے اگلے ہیں۔

مسلم وابن ماجہ ابوہریرہ وحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نحن الاٰخرون من اھل الدنیا والاولون یوم القٰیمة المقضی لھم قبل الخلائق[3]۔	ہم دنیا میں سب کے بعد اور آخرت میں سب پر سابق ہیں، تمام جہان سے پہلے ہمارے لئے حکم ہوگا۔

دارمی ابن مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ ادرك بی الاجل المرجو واختارنی اختیارا فنحن الاٰخرون ونحن السابقون یوم القٰیمة[4]۔	بیشک اللہ نے مجھے مدّت اخیر وزمانہ انتظار پر پہنچایا اور مجھے چن کر پسند فرمایا تو ہمیں سب سے پچھلے اور ہمیں روز قیامت سب سے اگلے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

اس حدیث میں نسخ مختلف ہیں بعض میں یوں ہے:

ان اللہ ادرك بی الاجل المرحوم، و	مجھے اللہ عزوجل نے محض رحمت کے وقت پہنچایا اور

---

[1] القرآن الکریم ۵۷/ ۳

[2] صحیح البخاری، کتاب الجمعہ، باب فرض الجمعہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۱۲۰، صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب فضیلة یوم الجمعة، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۲۸۲

[3] صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب فضیلة یوم الجمعة، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۲۸۲

[4] کنز العمال بحوالہ الدارمی، حدیث ۳۲۰۸۰، موسسة الرسالة، بیروت، ۱۱/ ۴۴۲

اختصر لی اختصارا [1]۔	مجھے اللہ عزوجل نے محض رحمت کے وقت پہنچایا اور میرے لئے کمال اختصار فرمایا۔

اس اختصار کی شرح و تفسیر پانچ وجہ منیر پر فقیر نے ۱۳۰۵ھ میں اپنے رسالہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین میں بیان کی۔

آخر زمان اور اولین یوم قیامت:

اسحٰق بن راہویہ مسند اور ابوبکر ابن ابی شیبہ استاذ بخاری و مسلم مصنف میں مکحول سے راوی، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ایک یہودی پر کچھ آتا تھا لینے کے لئے تشریف لے گئے اور فرمایا:

لا والذی اصطفٰی محمدا علی البشر لا افارقك	قسم اس کی جس نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو تمام آدمیوں سے برگزیدہ کیا میں تجھے نہ چھوڑوں گا۔

یہودی بولا: واللہ! خدا نے انہیں تمام بشر سے افضل نہ کیا، امیر المؤمنین نے اسے تمانچہ مارا، وہ بارگاہ رسالت میں نالشی آیا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! تم اس تمانچہ کے بدلے اسے راضی کردو (یعنی ذمی ہے) اور ہاں اے یہودی! آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، نوح نجی اللہ، موسٰی کلیم اللہ، عیسٰی روح اللہ ہیں وانا حبیب اللہ اور میں اللہ کا پیارا ہوں، ہاں اے یہودی! اللہ نے اپنے دو ناموں پر میری امت کے نام رکھے اللہ سلام ہے اور میری امت کا نام مسلمین رکھا اور اللہ مومن ہے اور میری امت کو مومنین کا لقب دیا، ہاں اے یہودی! تم زمانہ میں پہلے ہو ونحن الاٰخرون السابقون یوم القٰیمۃ اور ہم زمانے میں بعد اور روز قیامت میں سب سے پہلے ہیں، ہاں ہاں جنت حرام ہے انبیاء پر جب تک میں اس میں جلوہ افروز نہ ہوؤں اور حرام ہے امتوں پر جب تک میری امت نہ داخل ہو [2] صلی اللہ تعالٰی علیك وعلیهم وسلم۔

دریائے رحمت:

بیہقی شعب الایمان میں ابو قلابہ سے مرسلًا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما بعثت فاتحا وخاتما [3] میں بھیجا گیا دریائے رحمت کھولتا اور نبوت و رسالت ختم کرتا ہوا۔

آخرین بعثت:

ابن ابی حاتم و بغوی و ثعلبی تفاسیر اور ابواسحٰق جوزجانی تاریخ اور ابونعیم دلائل میں بطریق عدیدہ عن قتادۃ عن الحسن عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مسندًا اور

[1] سنن الدارمی باب ۸، ما اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفضل، دار المحاسن، للطباعۃ مصر، ۱/ ۳۲

[2] المصنف لابن ابی شیبہ، کتاب الفضائل، حدیث ۱۱۸۵۱، ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ، کراچی، ۱۱/ ۵۱۱

[3] بیہقی شعب الایمان، حدیث ۵۲۰۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۴/ ۳۰۸

ابن سعد طبقات اور ابن لال مکارم الاخلاق میں قتادہ سے مرسلاً راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے آیہ کریمہ "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ" کی تفسیر میں فرمایا:

کنت اول النبیین فی الخلق واٰخرھم فی البعث [1]	میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

قتادہ نے کہا: فبداء بی قبلھم۔ اسی لئے رب العزت تبارک وتعالیٰ نے آیہ کریمہ میں انبیائے سابقین سے پہلے حضور پر نور کا نام پاک لیا، صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

تذییل:

ابو سہل قطان اپنے امالی میں سہل بن صالح ہمدانی سے راوی، میں نے حضرت سیدنا امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو سب انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے حضور کو سب پر تقدم کیونکر ہوا، فرمایا:

ان اللہ تعالٰی لما اخذ من بنی اٰدم من ظھور ھم ذریاتھم واشھد ھم علٰی انفسھم الست بربکم کان محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول من قال بلٰی ولذٰلك صار یتقدم الانبیاء وھو اٰخر یبعث [2]	جب اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی پیٹھوں سے ان کی اولادیں روز میثاق نکالیں اور انہیں خود ان پر گواہ بنانے کو فرمایا کیا میں تمہارا رب نہیں، تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے کلمہ بلٰی عرض کیا کہ ہاں کیوں نہیں، اس وجہ سے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو سب انبیاء پر تقدم ہوا حالانکہ حضور سب کے بعد مبعوث ہوئے صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

حضرت فاروق کا طریق ندا وخطاب بعد از وصال:

شفا شریف امام قاضی عیاض واحیاء العلوم امام حجۃ الاسلام ومدخل امام ابن الحاج واقتباس الانوار علامہ ابو عبداللہ محمد بن علی رشاطی وشرح البردہ ابو العباس قصار ومواہب لدنیہ امام قسطلانی وغیرہا کتب معتمدین میں ہے امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد وفات

---

[1] تفسیر ابن ابی حاتم تحت آیۃ واذ اخذنا من النبیین الخ حدیث ۱۷۵۹۴ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکہ المکرمۃ ۹/ ۳۱۱۶، تفسیر نبوی المعروف معالم التنزیل علی ہامش الخازن، تحت آیۃ واذا خذنا من النبیین الخ مصطفی البابی الحلبی مصر ۵/ ۲۳۲

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی سہل باب خصوصیۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکونہ اول النبیین فی الخلق، دار الکتب الحدیثہ بعابدین ۱/ ۹

حضور سید الکائنات علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات جو فضائل عالیہ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور کو ندا و خطاب کرکے عرض کئے ہیں انہیں میں گزارش کرتے ہیں:

بابی انت وامّی یارسول الله لقد بلغ من فضیلتك عند الله ان بعثك اٰخر الانبیاء وذکرك فی اولهم، فقال الله تعالٰی "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ"[1] الاٰیة۔	یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان حضور کی فضیلت اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس حد کو پہنچی کہ حضور کو تمام انبیاء کے بعد بھیجا اور ان سب سے پہلے ذکر فرمایا کہ فرماتا ہے اور یاد کر جب ہم نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اے محبوب اور نوح وابراہیم و موسٰی و عیسٰی بن مریم سے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت جبرائیل سلام کہتے ہیں:

علامہ محمد بن احمد بن محمد بن ابی بکر بن مرزوق تلمسانی شرح شفاء شریف میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا: السلام علیك یا ظاهر، السلام علیك یا باطن۔ میں نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہیں کہ اسی کو لائق ہیں مجھ سی مخلوق کی کیونکر ہوسکتی ہیں، جبریل نے عرض کی، اللہ تبارک وتعالٰی نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی اپنے نام و وصف سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے۔

وسماك بالاوّل لانك اول الانبیاء خلقا وسماك بالاٰخر لانك اٰخر الانبیاء فی العصور خاتم الانبیاء الی اٰخر الامم۔	حضور کا اول نام رکھا کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور حضور کا آخر نام رکھا کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانے میں مؤخر و خاتم الانبیاء و نبی امت آخرین ہیں۔

باطن نام رکھا کہ اس نے اپنے نام پاک کے ساتھ حضور کا نام نامی سنہرے نور سے ساقِ عرش پر آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو ہزار برس پہلے ابد تک لکھا پھر مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا میں نے حضور پر ہزار سال درود بھیجا اور ہزار سال بھیجا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو مبعوث کیا خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور جگمگاتا سورج۔

[1] المواهب اللدنیه، باب وفاته صلی الله تعالٰی علیه وسلم مکتب الاسلامی، بیروت، ۴/ ۵۵۵

حضور کو ظاہر نام عطا فرمایا کہ اس نے حضور کو تمام دینوں پر ظہور و غلبہ دیا اور حضور کی شریعت وفضیلت کو تمام اہلِ سماوات وارض پر ظاہر وآشکارا کیا تو کوئی ایسا نہ رہا جس نے حضور پر نور پر درود نہ بھیجا ہو، اللہ حضور پر درود بھیجے۔

فربك محمود وانت محمد وربك الاول والاٰخر والظاهر والباطن وانت الاول والاٰخر والظاهر والباطن۔	پس حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد، حضور کا رب اول وآخر وظاہر و باطن ہے اور حضور اول وآخر وظاہر و باطن ہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الحمدلله الذی فضلنی علٰی جمیع النبیین حتی فی اسمی وصفتی۔ ذکرہ القاری فی شرح الشفاء فقال قد روی التلمسانی عن ابن عباس [1] الخ۔ **اقول:** ظاهرہ انه اخرجه بسندہ فان الاسناد ماخوذ فی مفهوم الروایة کما قاله الزرقانی فی شرح المواهب ولعل الظاهر ان فیه تجریدا والمراد اورد وذکر الله تعالٰی اعلم۔	سب خوبیاں اللہ عزوجل کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام و صفت میں، علی قاری نے شرح شفاء میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تلمسانی نے ابن عباس سے روایت کیا الخ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس کا ظاہر یہ ہے کہ اس کو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ تخریج کیا ہے کہ اسناد روایت کے مفہوم میں ماخوذ ہے جیسا کہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا ہوسکتا ہے کہ ظاہر اس میں تجرید ہو (اسناد ماخوذ نہ ہو) اور صرف وارد کرنا اور ذکر کرنا مراد ہو۔ (ت)

نوع آخر خصوص نصوص ختم نبوت:

صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت جوامع الکلم و نصرت بالرعب واحلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا وارسلت الی	میں تمام انبیاء پر چھ وجہ سے فضیلت دیا گیا، مجھے جامع باتیں عطا ہوئیں اور مخالفوں کے دل میں میرا رعب ڈالنے سے میری مدد کی گئی اور میرے لئے غنیمتیں حلال ہوئیں اور میرے لئے زمین پاک

[1] شرح الشفاء لعلی قاری علی ہامش نسیم الریاض فصل فی اسماء رسول اللہ الخ دار الفکر بیروت، ۲/ ۴۲۵

الخلق کافۃ وختم بی النبیون[1]	کرنے والی اور نماز کی جگہ قرار دی گئی اور میں تمام جہان سب ماسوی اللہ کا رسول ہُوا اور مجھ سے انبیاء ختم کئے گئے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

خاتم النبیین:

دارمی اپنی سنن میں بسند صحیح اور بخاری تاریخ اور طبرانی اوسط اور بیہقی سنن میں اور ابو نعیم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا قائد المرسلین ولا فخر، وانا خاتم النبیین ولا فخر، وانا شافع ومشفع ولا فخر[2]	میں تمام رسولوں کا پیش رو ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا، میں تمام پیغمبروں کا خاتم ہوں اور بطور فخر نہیں کہتا اور میں سب سے پہلی شفاعت کرنے والا اور سب سے پہلا شفاعت قبول کیا گیا ہوں اور بروجہ فخر ارشاد نہیں کرتا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

احمد وحاکم وبیہقی وابن حبان عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی مکتوب عنداللہ فی ام الکتاب لخاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہ[3]	بیشک بالیقین میں اللہ کے حضور لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں پڑے تھے۔ ے

آدم سروتن بآب وگل داشت
کو حکم بملک جان ودل داشت

(حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں ہی تھے جبکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحکم خداوندی جان ودل سے سرفراز تھے۔ت)

لوح محفوظ پر شہادت ختم نبوت:

مواہب لدنیہ ومطالع المسرات میں ہے:

اخرج مسلم فی صحیحہ من حدیث عبداللہ بن عمر وبن العاص عن النبی صلی	یعنی صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد باب مواضع الصلوٰۃ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۱۹۹

[2] سنن الدارمی، حدیث ۵۰، باب ما اعطی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الفضل دار المحاسن قاہرہ مصر، ۱/ ۳۱

[3] المستدرك کتاب التاریخ، ذکر اخبار سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دار الفکر بیروت، ۲/ ۶۰۰، کنز العمال حدیث ۳۲۱۱۴، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۱/ ۴۴۹

اللہ تعالٰی علیہ وسلّم انه قال ان اللہ عزوجل کتب مقادیر الخلق قبل ان یخلق السمٰوٰت والارض بخمسین الف سنة فکان عرشه علی الماء، ومن جملة ماکتب فی الذکر وھوام الکتاب ان محمدا خاتم النبیین۔ ثم قال بعد ھذا فی المواھب وعن العرباض بن ساریة[1]، فذکر الحدیث المذکور اٰنفا و قال بعدہ فی المطالع وغیر ذٰلك من الاحادیث[2]، اھ وقال الزرقانی بعد قوله ان محمدا خاتم النبیین فان قیل الحدیث یفید سبق العرش علی التقدیر وعلٰی کتابة محمد خاتم النبیین[3] الخ فافادوا جمیعا انه بتمامه حدیث واحد مخرج ھٰکذا فی صحیح مسلم والعبد الضعیف راجع الصحیح من کتاب القدر فلم یجد فیه الا الٰی قوله وکان عرشه علی الماء وبھٰذا القدر عزاہ له فی المشکٰوۃ والجامع الصغیر والکبیر وغیرھا فاللہ اعلم۔	وسلم فرماتے ہیں اللہ عزوجل نے زمین وآسمان کی آفرینش سے پچاس ہزار برس پہلے خلق کی تقدیر لکھی اور اس کا عرش پانی پر تھا منجملہ ان تحریرات کے لوح محفوظ میں لکھا بیشک محمد خاتم النبیین ہیں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔ پھر اس کے بعد مواہب میں فرمایا اور عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے ابھی مذکور حدیث کو ذکر کیا اور اس کے بعد مطالع المسرات میں فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں ہے اھ، اور علامہ زرقانی نے اپنے قول " تحقیق محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں" کے بعد فرمایا اگر اعتراض ہو کہ حدیث سے عرش کی تخلیق، تقدیر اور محمد خاتم النبیین لکھنے سے قبل کا فائدہ دے رہی ہے الخ، تو ان سب نے افادہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب ایک حدیث ہے جس کو صحیح مسلم میں تخریج کیا ہے جبکہ اس عبد ضعیف نے صحیح مسلم کی کتاب القدر کو دیکھا تو اس میں صرف ان کا قول یہ پایا "وکان عرشه علی الماء "اس کا عرش پانی پر تھا" اور اسی قدر کو مشکوٰۃ میں صحیح مسلم وجامع صغیر وکبیر وغیرہما کی طرف منسوب کیا ہے تو اللہ تعالٰی زیادہ علم والا ہے۔

[1] المواہب اللدنیة، باب سبق نبوته، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱/ ۵۷، مطالع المسرات، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص۹۸

[2] مطالع المسرات، مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد، ص۹۸

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیة، المقصد الاول، دار المعرفة، بیروت، ۱/ ۳۱

عمارت نبوت کی آخری اینٹ:

احمد و بخاری و مسلم وترمذی حضرت جابر بن عبداللہ اور احمد و شیخین حضرت ابوہریرہ اور احمد و مسلم حضرت ابو سعید خدری اور احمد وترمذی حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بالفاظ متناسبہ و معانی متقاربہ راوی حضور خاتم المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصرا حسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الاموضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل [1]۔ وفی لفظ للشیخین فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین [2]	میری اور تمام انبیاء کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک محل نہایت عمدہ بنایا گیا اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی رہی، دیکھنے والے اس کے آس پاس پھرنے اور اس کی خوبی تعمیر سے تعجب کرتے مگر وہی ایک اینٹ کی جگہ کہ نگاہوں میں کھٹکتی، میں نے تشریف لا کر وہ جگہ بند کی، مجھ سے یہ عمارت پوری کی گئی، مجھ سے رسولوں کی انتہا ہوئی، میں عمارت نبوت کی وہ پچھلی اینٹ ہوں، میں تمام انبیاء کا خاتم ہوں صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

امام ترمذی حکیم عارف باللہ محمد بن علی نوادر الاصول میں سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اول الرسل اٰدم و اٰخرھم محمد [3] سب رسولوں میں پہلے آدم علیہ الصلوۃ والسلام ہیں اور سب میں پچھلے محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

سوسمار کی گواہی:

طبرانی معجم اوسط و معجم صغیر اور ابن عدی کامل اور حاکم کتاب المعجزات اور بیہقی وابو نعیم کتاب دلائل النبوۃ اور ابن عساکر تاریخ میں امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مجمع اصحاب میں تشریف فرماتھے کہ ایک بادیہ نشین قبیلہ بنی سلیم کا آیا سوسمار شکار کرکے لایا تھا وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے سامنے

---

[1] مشکوٰۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مطبع مجتبائی دہلی، ص ۵۱۱

[2] صحیح البخاری، باب خاتم النبیین، قدیمی کتب، کراچی۔ ۱/ ۵۰۱، صحیح مسلم، باب ذکر کونہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم خاتم النبیین، قدیمی کتب خانہ، کراچی ۲/ ۲۴۸

[3] نوادر الاصول حکیم ترمذی

ڈال دیا اور بولا قسم ہے لات وعزّٰی کی وہ شخص آپ پر ایمان نہ لائے گا جب تک یہ سوسمار ایمان نہ لائے، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جانور کو پکارا وہ فصیح زبان روشن بیان عربی میں بولا جسے سب حاضرین نے خوب سنا اور سمجھا:

لبّیك وسعدیك یازین من وافی یوم القٰیمة۔	میں خدمت وبندگی میں حاضر ہوں اے تمام حاضرین مجمع محشر کی زینت۔

حضور نے فرمایا: من تعبد تیرا معبود کون ہے؟ عرض کی:

الذی فی السماء عرشه وفی الارض سلطانه وفی البحر سبیله وفی الجنة رحمته وفی النار عذابه۔	وہ جس کا عرش آسمان میں اور سلطنت زمین میں اور راہ سمندر میں رحمت جنت میں اور عذاب نار میں۔

فرمایا: من انا بھلا میں کون ہوں؟ عرض کی:

انت رسول رب العٰلمین وخاتم النبیین قد افلح من صدقك وقد خاب من کذبک۔	حضور پروردگارِ عالم کے رسول ہیں اور رسولوں کے خاتم، جس نے حضور کی تصدیق کی وہ مراد کو پہنچا اور جس نے نہ مانا نامراد رہا۔

اعرابی نے کہا اب آنکھوں دیکھے کے بعد کیا شبہہ ہے، خدا کی قسم میں جس وقت حاضر ہوا حضور سے زیادہ اس شخص کو دشمن کوئی نہ تھا اور اب حضور مجھے اپنے باپ اور اپنی جان سے زیادہ محبوب ہیں اشھد ان لا الٰه الا اللہ وانّك رسول اللہ [1] (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ت) یہ مختصر ہے اور حدیث میں اس سے زیادہ کلام اطیب واکثر۔

یہ حدیث امیر المؤمنین مولٰی علی وام المؤمنین عائشہ صدیقہ وحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایات سے بھی آئی۔

کما فی الجامع الکبیر والخصائص الکبرٰی ولم اقف علی الفاظهم فان اشتملت جمیعا علی لفظ خاتم النبیین کانت اربعة احادیث۔	جیسا کہ جامع کبیر اور خصائص کبرٰی میں ہے میں نے ان کے الفاظ نہ پائے اگر ان سب کے الفاظ خاتم النبیین کے لفظ پر مشتمل ہوں تو یہ چار احادیث ہوئیں۔

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم، ذکر الظبی والضّب، عالم الکتب، بیروت، ۲/ ۱۳۴

تذییل: ترمذی حدیث طویل حلیہ اقدس میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:
بین کتفیه خاتم النبوۃ وھو خاتم النبیین[1] حضور کے دونوں شانوں کے بیچ میں مہر نبوت ہے اور حضور خاتم النبیین ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

تذییل: طبرانی معجم اور ابو نعیم عوالی سعید بن منصور میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے درود شریف کا ایک صیغہ بلیغہ راوی جس میں فرماتے ہیں:

اجعل شرائف صلوٰتك ونوامی برکاتك ورأفة تحنّنك علٰی محمد عبدك ورسولك الخاتم لماسبق والفاتح لما اغلق[2]	الٰہی! اپنی بزرگ درودیں اور بڑھتی برکتیں اور رحمت کی مہر نازل کر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کہ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں، گزروں کے خاتم اور مشکلوں کے کھولنے والے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

نوع آخر ف— نبوت گئی، نبوت منقطع ہوئی، جب سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نبوت ملی کسی دوسرے کو نہیں مل سکتی۔

ولا نبی بعدی:

صحیح بخاری شریف میں مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلك نبی خلفه نبی ولا نبی بعدی[3]	انبیاء بنی اسرائیل کی سیاست فرماتے، جب ایک نبی تشریف لے جاتا دوسرا اس کے بعد آتا، میرے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

احمد و ترمذی و حاکم بسند صحیح بر شرط صحیح مسلم کما قاله الحاکم واقرہ الناقدون (جیسے حاکم نے کہا ہے اور محققین نے اسے ثابت رکھا ہے) حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الرسالة والنبوۃ قد انقطعت	بیشک رسالت و نبوت ختم ہو گئی اب میرے بعد

---

[1] جامع ترمذی ابواب المناقب، باب ماجاء فی صفة النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ۲/ ۲۰۵

[2] المعجم الاوسط، حدیث ۹۰۸۵، مکتبة المعارف الریاض، ۱۰/ ۳۶

[3] صحیح بخاری کتاب الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۴۹۱

ف: نوع چہارم نبوت منقطع ہوئی اب کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

فلا رسول بعدی ولا نبی[1]	نہ کوئی رسول نہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لم یبق من النبوۃ الاّ المبشرات الرّؤیا الصالحۃ[2]	نبوت سے کچھ باقی نہ رہا صرف بشارتیں باقی ہیں اچھی خوابیں۔

طبرانی معجم کبیر میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذہبت النبوۃ فلا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا الرجل اوترٰی لہ[3]	نبوت گئی اب میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں ہیں اچھا خواب کہ انسان آپ دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔

احمد وابنائے ماجہ وخزیمہ وحبان حضرت ام کرز رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بسند حسن راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ذہبت النبوۃ وبقیت المبشرات[4]	نبوت گئی اور بشارتیں باقی ہیں۔

صحیح مسلم وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے مرض مبارک میں جس میں وصال اقدس واقع ہوا پردہ اٹھایا سر انور پر پٹی بندھی تھی لوگ صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پیچھے صف بستہ تھے حضور نے ارشاد فرمایا:

یا ایھا الناس انہ لم یبق من مبشرات النبوۃ الاّ الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم اوتری لہ[5]	اے لوگو! نبوت کی بشارتوں سے کچھ نہ رہا مگر اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دوسرے کو دکھایا جائے۔

[1] جامع الترمذی، ابواب الرؤیا، باب ذہبت النبوۃ الخ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی، ۲/ ۵۱

[2] صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب مبشرات، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ۲/ ۱۰۳۵

[3] المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث ۳۰۵۱، مکتبۃ الفیصلیہ، بیروت، ۳/ ۱۷۹

[4] سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، باب الرؤیا الصالحۃ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص ۲۸۶

[5] سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، باب الرؤیا الصالحۃ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص ۸۷۔۲۸۶

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے:

احمد و ترمذی و حاکم بتصحیح و رؤیانی و طبرانی و ابویعلٰی حضرت عقبہ بن عامر اور طبرانی و ابن عساکر اور خطیب کتاب رواۃ مالک میں حضرت عبداللہ بن عمر اور طبرانی حضرت عصمہ بن مالک و حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لوکان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب [1]	اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تذییل: صحیح بخاری شریف میں اسمٰعیل بن ابی خالد سے ہے:

قلت لعبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما أرأیت ابراھیم ابن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مات صغیرا ولو قضی ان یکون بعد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی عاش ابنہ ولکن لانبی بعدہ [2]	میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے پوچھا آپ نے حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا تھا، فرمایا ان کا بچپن میں انتقال ہوا اور اگر مقدر ہوتا کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو تو حضور کے صاحبزادے ابراہیم زندہ رہتے، مگر حضور کے بعد نبی نہیں۔

امام احمد کی روایت انہیں سے یوں ہے میں نے حضرت ابن ابی اوفٰی کو فرماتے سنا:

لوکان بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی مامات ابنہ ابراھیم [3]	اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضور کے صاحبزادے انتقال نہ فرماتے۔

تذییل: امام ابوعمر ابن عبدالبر بطریق اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن سدی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی انہوں نے فرمایا:

کان ابراھیم قد ملأ المھد ولو عاش لکان نبیا لکن لم یکن لیبقی فان نبیکم اٰخر الانبیاء [4]	حضرت ابراہیم اتنے ہوگئے تھے کہ ان کا جسم مبارک گہوارے کو بھر دیتا اگر زندہ رہتے نبی ہوتے مگر زندہ نہ رہ سکتے تھے کہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آخر الانبیاء ہیں۔

---

[1] جامع الترمذی، مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب، امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ، دہلی، ۲/ ۲۰۹

[2] صحیح البخاری، کتاب الآداب، باب من سمی باسماء الانبیاء، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۹۱۴

[3] مسند امام احمد بن حنبل، بقیہ حدیث حضرت عبداللہ ابن اوفٰی، دار الفکر بیروت، ۴/ ۳۵۳

[4] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، بحوالہ اسماعیل بن عبدالرحمن عن انس، المقصد الثانی، دار المعرفۃ بیروت، ۳/ ۱۶-۲۱۵

فائدہ: فــــ اس کی اصل متعدد احادیث مرفوعہ سے ہے،ماوردی حضرت انس اور ابن عساکر حضرات جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو عاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا[1] وبه انجلی ما اشتبه علی الامام النووی مع جلالة شانه،وسعة عرفانه،اما ما قال الامام ابوعمر بن عبدالبر لاادری ما هذا فقد کان ابن نوح غیر نبی ولو لم یلد النبی الا نبیا کان کل احد نبیا لانهم من ولد نوح قال الله تعالٰی "وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ"[2] فاجابوا عنه بان الشرطیة لا یلزمها الوقوع **اقول:** نعم لکنها لا شك تفید الملازمة فان کانت مبینة علی ان ابن نبی لایکون الا نبیا لزم ما الزم ابو عمرو لا مفر فالحق فی الجواب ما **اقول:** من عدم صحة قیاس الانبیاء السابقین وبنیهم علٰی نبینا سید المرسلین وبنیه صلی الله تعالٰی علیه وعلیهم وسلم فلو استحق ابنه بعده النبوة لایلزم منه استحقاق	(اگر ابراہیم زندہ رہتا تو صدیق پیغمبر ہوتا) اس سے امام نووی کو درپیش ہونے والا اشتباہ ختم ہوگیا،باوجودیکہ ان کی شان اجل ہے اور ان کا عرفان وسیع ہے لیکن امام ابو عمر بن عبدالبر نے جو یہ فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا،حالانکہ نوح علیہ السلام کے بیٹے نبی نہ ہوئے،اور اگر یہ ہوتا کہ نبی سے نبی ہی پیدا ہو تو ہر ایک نبی ہوتا کیونکہ وہ بھی تو نوح علیہ السلام کی اولاد تھے،کیونکہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ہم نے اس کی ذریت کو ہی باقی رکھا،اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ کسی شرطیہ قضیہ کو وقوع لازم نہیں ہے۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) ہاں درست ہے لیکن بے شک شرطیہ، ملازمہ کا فائدہ ضرور دیتا ہے اگر یہ قضیہ شرطیہ اس معنی پر مبنی ہو کہ نبی کا بیٹا ضرور نبی ہی ہوتا ہے تو ابو عمر کا الزام لازم آئے گا جس سے مفر نہیں ہے تو جواب میں حق وہ ہے جو میں کہہ رہا ہوں کہ انبیاء سابقین اور ان کے بیٹوں کا قیاس ہمارے نبی سید المرسلین اور ان کے صاحبزادوں پر درست نہیں،اللہ تعالٰی ہمارے نبی اور سب انبیاء پر درود وسلام

فـــ: حدیث ولو عاش ابراہیم لکان نبیا[3] والبحث علیہ۔	**حدیث** "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے" کی تحقیق اور اس پر بحث سے متعلق یہ فائدہ ہے (ت)

[1] کنز العمال بحوالہ الماوردی عن انس وابن عساکر حدیث ۳۳۲۰۴ موسسۃ الرسالۃ،بیروت،۱۱/ ۴۶۹

[2] الاسرار المرفوعہ بحوالہ ابن عبدالبر فی التمہید،حدیث ۷۴۳،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،ص ۱۹۱

[3] تہذیب تاریخ ابن عساکر،باب ذکر بنیہ وبناتہ،داراحیاء التراث العربی،بیروت،۱/ ۲۹۵

ابناء الانبیاء جمیعا ھکذا رأیتنی کتبت علی ھامش نسختی التیسیر ثم رأیت العلامۃ علی القاری ذکر مثلہ فی الموضوعات الکبیر فللّٰہ الحمد وقد اخرج الدیلمی عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسو ل اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نحن اھل بیت لا یقاس بنا احد[1]،علی انی **اقول:** لا نسلم ان الحدیث یحکم بالنبوۃ بل انبأ عما تکامل فی جوھر ابراہیم من خصائل الانبیاء و خلال المرسلین بحیث لو لم ینسدَّ باب النبوۃ لنا لکان نبیا تفضلا من اللہ لا استحقاقا منہ فان النبوۃ لا یستحقھا احد من قبل ذات لکن اللہ تعالٰی یصطفی من عبادہ من تم و کمل صورۃ و معنی ونسبا وحسبا وبلغ الغایۃ القصوی من کل خیر،اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ فاذن الحدیث علی وزان مامر لو کان بعدی نبی لکان عمر [2]،واللہ تعالٰی اعلم۔	فرمائے پھر اگر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا بیٹا نبوت کا مستحق ٹھہرے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی تمام انبیا کے بیٹے بھی نبوت کے مستحق ہوں، میں نے اپنی تیسیر کے نسخے پر یونہی حاشیہ لکھا بعد ازاں میں نے علامہ ملا قاری کو موضوعات کبیر میں اسی طرح ذکر کرتے ہوئے پایا **فللّٰہ الحمد**۔ دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تخریج کی ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا ہم اہلبیت پر کسی کو قیاس نہ کیا جائے۔علاوہ ازیں میں کہتا ہوں کہ مذکورہ حدیث نبوت کا حکم بیان کر رہی ہے، یہ بات ہمیں تسلیم نہیں،بلکہ حدیث مذکور حضرت کے صاحبزادے ابراہیم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق یہ خبر دے رہی ہے کہ ان میں انبیاء علیہم السلام جیسے خصائل واوصاف تھے کہ اگر ہمارے لئے نبوت ختم نہ ہوتی تو وہ اللہ تعالٰی کہ فضل محض سے نبی ہوتے نہ کہ بطور استحقاق نبی بنتے، کیونکہ کوئی بھی اپنی ذات میں نبوت کا استحقاق نہیں رکھتا لیکن اللہ تعالٰی نبوت کے لئے اپنے بندوں میں سے ایسے کو منتخب فرماتا ہے جو صورۃً، معنیً، نسبًا، حسبًا ہر اعتبار سے تام وکامل ہو اور ہر خیر میں انتہائی مرتبہ کو پہنچا ہو،اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے کہ کہاں رسالت بنائے تو حدیث مذکور کی دلالت وہی ہے جو "**لو کان بعدی نبیا لکان عمر** "الحدیث کی دلالت ہے،**واللہ تعالٰی اعلم**۔

[1] الفردوس بمأثور الخطاب،حدیث ۶۸۳۸،دارالکتب العلمیۃ،بیروت،۴/ ۲۸۳

[2] جامع الترمذی،مناقب ابی حفص عمر بن الخطاب،امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ،دہلی،۲/ ۲۰۹

نوع آخر ف — بعد طلوع آفتاب عالمتاب خاتمیت صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ وعلٰی آلہ الکرام جو کسی کے لئے ادعائے نبوت کرے دجّال کذّاب مستحقِ لعنت وعذاب ہے۔

امام بخاری حضرت ابوہریرہ اور احمد ومسلم وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، وھذا حدیث ثوبان، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلھم یزعم انہ نبی وانا خاتم النبیین لانبی بعدی[1]، ولفظ البخاری دجالون کذابون قریبا من ثلثین[2]	عنقریب اس امت میں قریب تیس کے دجال کذاب نکلیں گے ہر ایک ادعا کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اور بخاری کے الفاظ ہیں دجال کذاب تقریبًا تیس ہوں گے۔ت)

کذاب اور دجال

امام احمد وطبرانی وضیاء حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فی امتی کذابون ودجالون سبعۃ وعشرون منھم اربع نسوۃ وانی خاتم النبیین لانبی بعدی[3]	میری امتِ دعوت میں (کہ مومن وکافر سب کو شامل ہے) ستائیس کذاب دجال ہوں گے ان میں چار عورتیں ہیں حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

جھوٹے مدعیان نبوت:

ابن عساکر علاء بن زیاد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مرسلًا راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون دجّالون کذابون کلھم یزعم انہ نبی[4] (الحدیث)	قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال کذاب مدعی نبوت نکلیں گے۔

ف: نوع پنجم حضور کے بعد جو کسی کو نبوت ملنی مانے دجال کذاب ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الفتن، ذکر الفتن ودلائلھا، آفتاب عالم پریس، لاہور، ۲/ ۲۲۸

[2] صحیح البخاری، کتاب الفتن، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۲/ ۱۰۵۴

[3] مسند امام احمد، حدیث حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، دار الفکر بیروت، ۵/ ۳۹۶

[4] تہذیب تاریخ ابن عساکر، ترجمہ الحارث بن سعید الکذاب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۳/ ۴۴۵

تذییل: ابویعلٰی مسند میں بسند حسن حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقوم الساعة حتی یخرج ثلثون کذابًا منھم مسیلمة والعنسی والمختار [1]	قیامت نہ آئے گی جب تک کہ تیس کذاب نکلیں ان میں سے مسیلمہ اور اسود عنسی و مختار ثقفی ہے، اخذہم اللہ تعالٰی۔

الحمدﷲ بفضلہٖ تعالٰی یہ تینوں خبیث کُتّے شیران اسلام کے ہاتھ سے مارے گئے، اسود مردود خود زمانہ اقدس اور مسیلمہ ملعون زمانہ خلافت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق و مختار ثقفی ملعون زمانہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما میں، وﷲ الحمد[عہ]

حضرت علی اور ختم نبوت:

نوع آخر[ف] خاص امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے بارے میں متواتر حدیثیں ہیں کہ نبوت ختم ہوئی نبوت میں ان کا کچھ حصہ نہیں۔

امام احمد مسند اور بخاری و مسلم و ترمذی ونسائی وابن ماجہ صحاح، ابن ابی شیبہ سنن، ابن جریر تہذیب الآثار میں بطریق عدیدہ کثیرہ سیدنا سعد بن ابی وقاص، اور حاکم بتصحیح اسناد مستدرک، اور طبرانی معجم کبیر و اوسط، اور ابوبکر عاقولی فوائد میں، اور ابن مردویہ مطولًا اور بزار بطریق عبداللہ بن ابی بکر عن حکیم بن جبیر عن الحسن بن سعد مولٰی علی، اور ابن عساکر بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہ عقیل امیر المؤمنین مولٰی علی اور احمد و حاکم وطبرانی و عقیلی حضرت عبداللہ بن عباس، اور احمد حضرت امیر معاویہ، اور احمد و بزار وابو جعفر بن محمد طبری وابوبکر مطیری حضرت ابوسعید خدری، اور ترمذی بافادہ تحسین حضرت جابر بن عبداللہ سے مسندًا اور حضرت ابوہریرہ سے تعلیقًا، اور طبرانی کبیر اور خطیب کتاب المتفق والمتفرق میں حضرت عبداللہ بن عمر، اور ابونعیم فضائل الصحابہ میں حضرت سعید بن زید، اور طبرانی کبیر میں حضرات براء بن عازب وزید بن ارقم وجیش

ف: نوع ششم خاص مولٰی علی کے باب میں متواتر حدیثیں کہ نبوت ختم ہوگئی نبوت میں ان کا حصہ نہیں۔

عہ: مسلیمہ خبیث کے قاتل وحشی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں جنہوں نے زمانہ کفر میں سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شہید کیا وہ فرمایا کرتے **قتلت خیر النّاس وشرّ النّاس** [2]، میں نے بہتر شخص کو شہید کیا پھر سب سے بدتر کو مارا۔

---

[1] مسند ابویعلی، مروی از عبداللہ بن زبیر، حدیث ۶۷۸۶، موسسة علوم القرآن، بیروت، ۶/ ۱۹۹

[2] الاستیعاب فی معرفة الاصحاب علی ہامش الاصابة باب الافراد فی الواو، دار صادر، بیروت، ۳/ ۶۴۵

بن جنادہ و جابر بن سمرہ و مالک بن حویرث و حضرت ام المؤمنین ام سلمہ، زوجہ امیر المؤمنین علی حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے راوی، حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کو تشریف لیجاتے وقت امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مدینے میں چھوڑا امیر المؤمنین نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور مجھے عورتوں اور بچّوں میں چھوڑے جاتے ہیں، فرمایا:

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی غیر انہ لانبی بعدی[1]	یعنی کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم یہاں میری نیابت میں ایسے رہو جیسے موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنے رب سے کلام کے لئے حاضر ہوئے ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی نیابت میں چھوڑ گئے تھے ہاں یہ فرق ہے کہ ہارون نبی تھے میں جب سے نبی ہوا دوسرے کے لئے نبوت نہیں۔

مسند و مستدرک میں حدیث ابن عباس یوں ہے:

الا ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انك لست بنبی[2]	کیا تم راضی نہیں کہ بمنزلہ ہارون کے ہو موسٰی سے مگر یہ کہ تم نبی نہیں۔

حضرت اسماء کی حدیث اس طرح ہے:

قالت ھبط جبریل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا محمد ان ربك یقرأك السلام ویقول لك علیّ منك بمنزلۃ ھارون من موسٰی لکن لا نبی بعدک[3]	جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حاضر ہو کر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی حضور کا رب حضور کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) تمہاری نیابت میں ایسا ہے جیسا موسٰی کے لئے ہارون، مگر تمہارے بعد کوئی نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] صحیح البخاری، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۵۲۶، جامع الترمذی، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ، امین کمپنی کتب خانہ، رشیدیہ، دہلی، ۲/ ۱۱۴، صحیح مسلم کتاب الفضائل، مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی۔ ۲/ ۲۷۸، مسند احمد بن حنبل، حدیث حضرت سعد ابن وقاص، دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۸۲

[2] المجمع الزوائد بحوالہ احمد وغیرہ عن ابن عباس باب جامع مناقب علی رضی اللہ تعالٰی عنہ، دار الکتاب بیروت، ۹/ ۱۲۰، المستدرك للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، دار الفکر، بیروت، ۳/ ۱۰۹

[3] المعجم الکبیر، حدیث ۳۸۴ تا ۳۸۹، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت، ۲۴/ ۱۴۶ و ۱۴۷

فضائل صحابہ امام احمد میں حدیث امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں ہے کسی نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا فرمایا: سل عنھا علی ابن ابی طالب فھواعلم مولا علی سے پوچھو وہ اعلم ہیں، سائل نے کہا: یاامیر المؤمنین! مجھے آپ کا جواب ان کے جواب سے زیادہ محبوب ہے، فرمایا:

بئسما قلت لقد کرھت رجلا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغرہ بالعلم غرا ولقد قال لہ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی وکان عمر اذا اشکل علیہ شیئ یاخذ منہ[1]	تو نے سخت بُری بات کہی ایسے کو ناپسند کیا جس کے علم کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عزت فرماتے تھے اور بیشک حضور نے ان سے کہا تجھے مجھ سے وہ نسبت ہے جو ہارون کو موسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب کسی بات میں شبہ پڑتا ان سے حاصل کرتے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ابو نعیم حلیۃ الاولیاء میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یاعلی أخصمك بالنبوۃ ولا نبوۃ بعدی[2]	اے علی! میں مناصب جلیلہ وخصائص کثیرہ جزیلہ نبوت میں تجھ پر غالب ہوں اور میرے بعد نبوّت اصلاً نہیں۔

حضرت علی کی عیادت:

ابن ابی عاصم اور ابن جریر بافادہ تصحیح اور طبرانی اوسط اور ابن شاہین کتاب السنہ میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی، میں بیمار تھا خدمت اقدس حضور سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا حضور نے مجھے اپنی جگہ کھڑا کیا اور خود نماز میں مشغول ہوئے، ردائے مبارک کا آنچل مجھ پر ڈال لیا، پھر بعد نماز فرمایا:

برئت یا ابن ابی طالب فلا بأس علیك ما سألت اللہ لی شیئا الا سألت لك مثلہ ولا سألت اللہ شیئا	اے ابن ابی طالب! تم اچھے ہوگئے تم پر کچھ تکلیف نہیں، میں نے اللہ عزوجل سے جو کچھ اپنے لئے مانگا تمہارے لئے بھی اس کی مانند سوال کیا

[1] فضائل الصحابۃ لامام احمد بن حنبل، حدیث ۱۱۵۳، فضائل علی علیہ السلام، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۶۷۵

[2] حلیۃ الاولیاء، المسندۃ فی مناقبھم وفضائلھم نمبر ۴ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ، دار الکتاب العربی، بیروت، ۱/ ۶۵

الا اعطانیہ غیر انہ قیل لی انہ لانبی بعدک۔	اور میں نے جو کچھ چاہا رب عزوجل نے مجھے عطا فرمایا مگر مجھ سے یہ فرمایا گیا کہ تمہارے بعد کوئی نبی نہیں۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں میں اسی وقت ایسا تندرست ہوگیا گویا بیمار ہی نہ تھا [1]

تنبیہ: اقول: وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے) یہ حدیث حضرت امیر المؤمنین کے لئے مرتبہ صدیقیت کا حصول بتاتی ہے، صدیقیت ایک مرتبہ تلو نبوت ہے کہ اس کے اور نبوت کے بیچ میں کوئی مرتبہ نہیں مگر ایک مقام ادق واخفی کہ نصیبہ حضرت صدیق اکبر اکرم واتقی رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے تو اجناس وانواع واصناف فضائل وکمالات وبلندی درجات میں خصائص وملزومات نبوت کے سوا صدیقین ہر عطیہ بہیہ کے لائق واہل ہیں اگرچہ باہم ان میں تفاوت و تفاضل کثیر ووافر ہو۔

آخر نہ دیکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ابن جمیل ونائب جلیل حضور پر نور سید الاسیاد فرد الافراد غوث اعظم غیث اکرم غیاث عالم محبوب سبحانی مطلوب ربانی سیدنا ومولانا ابو محمد محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

کل ولی علی قدم نبی وانا علی قدم جدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وما رفع المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدما الا وضعت انا قدمی فی الموضع الذی رفع قدمہ منہ، الا ان یکون قدما من اقدام النبوۃ فانہ لا سبیل ان ینالہ غیر نبی [2]، رواہ الامام الاجل ابوالحسن علی الشطنوفی قدس سرہ فی بھجۃ الاسرار فقال اخبرنا ابو محمد سالم بن علی بن عبد اللہ بن سنان الدمیاطی المصری	ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے اور میں اپنے جد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قدم پاک پر ہوں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جہاں سے قدم اٹھایا میں نے اسی جگہ قدم رکھا مگر نبوت کے قدم کہ ان کی طرف غیر نبی کو اصلًا راہ نہیں (اس کو امام ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ نے بہجۃ الاسرار میں روایت کیا، تو کہا ابو محمد سالم بن علی بن عبداللہ بن سنان الدمیاطی المصری جو قاھرہ میں ۶۷۱ھ میں پیدا ہوئے، انہوں نے کہا مجھے شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ سہروردی

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن ابی عاصم وابن جریر وطس وابن شاہین فی السنۃ حدیث ۳۶۵۱۳ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۳/ ۱۷۰

[2] بھجۃ الاسرار، ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ الخ، مطبع مصطفی البابی، الحلبی، مصر ص ۲۲

المولد بالقاھرۃ ۶۷۱ سنۃ احدی وسبعین وستمائۃ، قال اخبرنا الشیخ القدوۃ شھاب الدین ابو حفص عمر بن عبداللہ السھروردی ببغداد ۶۲۴ سنۃ اربع و عشرین وستمائۃ قال سمعت الشیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یقول علی الکرسی بمدرستہ[1] (فذکرہ)۔	نے ۶۲۴ھ کو بغداد میں بیان کیا کہ میں نے شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مدرسہ میں کرسی پر تشریف فرما، کہتے ہوئے سنا تو وہ ذکر فرمایا جو گزرا۔(ت)

بالجملہ مادون نبوت پر فائز ہونا نہ تفرد کی دلیل نہ حجت تفضیل کہ وہ صدہا میں مشترک اور فی نفسہٖ مشکک، ہر غوث و صدیق اس میں شریک اور ان پر بشدّت مقول بالتشکیک، بلکہ خود حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتاہ ملك الموت وھو یطلب العلم کان بینہ وبین الانبیاء درجۃ واحدۃ درجۃ النبوۃ[2] رواہ ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جس کے پاس ملک الموت آئیں اور وہ طلب علم میں ہو اس میں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں صرف ایک درجے کا فرق ہے کہ درجہ نبوت ہے (اسے ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

دوسری حدیث میں ہے:

کا دحملۃ القراٰن ان یکونوا انبیاء الا انہ لا یوحٰی الیھم[3]، رواہ الدیلمی فی حدیث عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	قریب ہے حاملان قرآن انبیاء ہوں مگر یہ کہ ان کی طرف وحی نہیں آتی (اسے دیلمی نے ایک حدیث میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا)

تو اس کے امثال سے حضرات خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم پر امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفضیل کا وہم نہیں ہو سکتا۔

[1] بھجۃ الاسرار، ذکر کلمات اخبر بھا عن نفسہ الخ، مطبع مصطفی البابی، الحلبی، مصر ص ۲۲

[2] کنز العمال، بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۲۸۸۲۹، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۰/ ۱۶۰

[3] الفردوس بمأثور الخطاب، حدیث ۲۲۱، دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱/ ۷۵

ابوبکر صدیق صدیق اکبر ہیں:

علماء فرماتے ہیں، ابوبکر صدیق صدیق اکبر ہیں اور علی مرتضی صدیق اصغر، صدیق اکبر کا مقام اعلیٰ صدیقیت سے بلند و بالا ہے، نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں ہے:

اما تخصیص ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنه فلانه الصدیق الاکبر الذی سبق الناس کلھم لتصدیقه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ولم یصدر منه غیرہ قط وکذا علی کرم اللہ تعالٰی وجھه فانه یسمی الصدیق الاصغر الذی لم یتلبس بکفر قط ولم یسجد لغیر اللہ مع صغرہ وکون ابیه علی غیر الملة ولذا خصّ بقول علی کرم اللہ تعالٰی وجھه[1]	لیکن ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تخصیص اس لئے کہ وہ صدیق اکبر ہیں جو تمام لوگوں میں آگے ہیں کیونکہ انہوں نے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کی وہ کسی کو حاصل نہیں اور یونہی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کا نام صدیق اصغر ہے جو ہر گز کفر سے ملتبس نہ ہوئے اور نہ ہی انہوں نے غیر اللہ کو سجدہ کیا باوجودیکہ وہ نابالغ تھے اور ان کے والد ملت اسلامیہ پر نہ تھے، اسی وجہ سے انہوں نے علی کرم اللہ وجہہ کے قول کو خاص طور پر لیا۔

حضرت خاتم الولایۃ المحمدیۃ فی زمانہ بحر الحقائق ولسان القوم بجنانہ وبیانہ سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نفعنا اللہ فی الدارین بفیضانہ فتوحات مکیہ شریفہ میں فرماتے ہیں:

فلو فقد النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فی ذٰلك الوطن وحضرہ ابوبکر لقام فی ذٰلك المقام الذی اقیم فیه رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لانه لیس ثم اعلٰی منه یحجبه عن ذٰلك فھو صادق ذٰلك الوقت وحکمه وماسواہ تحت حکمه (ثم قال) وھذا المقام الذی اثبتناہ بین الصدیقیة ونبوة التشریع الذی ھو مقام القربة وھو للافراد ھو دون نبوة التشریع۔	یعنی اگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اس موطن میں تشریف نہ رکھتے ہوں اور صدیق اکبر حاضر ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مقام پر صدیق قیام کریں گے کہ وہاں صدیق سے اعلیٰ کوئی نہیں جو انہیں اس سے روکے وہ اس وقت کے صادق و حکیم ہیں، اور جو ان کے سوا ہیں سب ان کے زیر حکم، یہ مقام جو ہم نے ثابت کیا صدیقیت اور نبوت شریعت کے بیچ میں ہے، یہ مقام قربت فردوں کے لئے ہے، اللہ کے نزدیک

[1] نسیم الریاض شرح شفاء امام عیاض، الباب الاول، الفصل الاول، دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۴۲

وفوق الصدیقیة فی المنزلة عند الله والمشار الیه بالسر الذی وقر فی صدر ابی بکر ففضل به الصدیقین اذحصل له مالیس فی شرط الصدیقیة ولا من لوازمها فلیس بین ابی بکر وبین رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم رجل لانه صاحب الصدیقیة وصاحب سر[1]	نبوت شریعت سے نیچا اور صدیقیت سے مرتبے میں بالا ہے اسی کی طرف اس راز سے اشارہ ہے جو سینہ صدیق میں متمکن ہوا جس کے باعث وہ تمام صدیقوں سے افضل قرار پائے کہ ان کے قلوب میں وہ رازِ الٰہی حاصل ہوا جو نہ صدیقیت کی شرط ہے نہ اس کے لوازم سے، تو ابوبکر صدیق اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے درمیان کوئی شخص نہیں کہ وہ توصدیقیت والے بھی ہیں اور صاحبِ راز بھی، رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

تذییل: بعض احادیث علویہ مبطلہ دعوی غلویہ۔

مولا علی کی نگاہ میں مقام صدیق اکبر

صحیح بخاری شریف میں امام محمد بن حنفیہ صاحبزادہ امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے ہے:

قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال ابوبکر قال قلت ثم من قال ثم عمر ثم خشیت ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثم انت یا ابت فقال ما انا الارجل من المسلمین[2]، رواه ایضا ابن ابی عاصم و خشیش وابو نعیم فی الحلیة الاولیاء۔	میں نے اپنے والد ماجد مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے عرض کی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر۔ پھر مجھے خوف ہوا کہ کہیں میں کہوں پھر کون توفرمادیں عثمان، اس لئے میں نے سبقت کرکے کہا اے باپ میرے! پھر آپ؟ فرمایا: میں تو نہیں مگر ایک مرد مسلمانوں میں سے (اسے ابن ابی عاصم اور خشیش اور ابو نعیم نے بھی حلیۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے۔ت)

[1] الفتوحات المکیة، الباب الثالث والسبعون، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۲/ ۲۵

[2] صحیح بخاری، کتاب المناقب، فضائل ابی بکر رضی الله تعالٰی عنه، قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۵۱۸، جامع الاحادیث بحوالہ خ ود وابن ابی عاصم وخشیش وغیرہ، حدیث ۱۴۱۷۷ دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۷، کنز العمال، بحوالہ خ ود وابن ابی عاصم وخشیش وغیرہ، ۳۶۰۹۴ موسسة الرسالہ، بیروت، ۱۳/ ۷

طبرانی معجم اوسط میں صلہ بن زفر سے راوی، جب امیر المؤمنین مولٰی علی کے سامنے لوگ ابوبکر صدیق کا ذکر کرتے، امیر المؤمنین فرماتے:

السبّاق یذکرون السابق یذکرون والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الٰی خیر قط الا سبقنا الیہ ابوبکر [1]	ابوبکر کا بڑی سبقت والے ذکر کر رہے ہیں کمال پیشی لے جانے والے کا تذکرہ کرتے ہیں قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب ہم نے کسی خیر میں پیشی چاہی ہے ابوبکر ہم سب پر سبقت لے گئے ہیں۔

حضرت صدیق کے بارے میں حضرت علی رائے:

ابوالقاسم طلحی وابن ابی عاصم وابن شاہین واللالکائی سب اپنی اپنی کتاب السنہ میں اور عشاری فضائل صدیق اور اصبہانی کتاب الحجہ اور ابن عساکر تاریخ دمشق میں راوی، امیر المؤمنین کو خبر پہنچی کچھ لوگ انہیں ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) سے افضل بتاتے ہیں منبر شریف پر تشریف لے گئے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

ایھا الناس بلغنی ان اقواما یفضلونی علی ابی بکر و عمر ولو کنت تقدمت فیہ لعاقبت فیہ، فمن سمعتہ بعد ھذا الیوم یقول ھذا فھو مفتر، علیہ حد المفتری خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر (زاد غیر الطلحی) ثم احدثنا بعضھم احداثا یقضی اللہ فیھا مایشاء [2]	اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابوبکر و عمر پر فضیلت دیتے ہیں اگر میں پہلے متنبہ کرچکا ہوتا تو اب سزا دیتا، آج کے بعد جسے ایسا کہتا سنوں گا وہ مفتری ہے، اس پر مفتری کی حد آئے گی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر ان کے بعد ہم سے کچھ نئے امور واقع ہوئے کہ خدا ان میں جو چاہے گا حکم فرمائے گا۔

امام ابوعمران عبدالبر استیعاب میں حکم بن حجل سے اور امام ابوالحسن دارقطنی سنن میں روایت کرتے ہیں امیر المؤمنین مولا علی فرماتے ہیں:

---

[1] المعجم الاوسط، حدیث ۷۱۶۴، مکتبۃ المعارف الریاض، ۸/ ۸۲، جامع الاحادیث بحوالہ طس، حدیث ۷۶۸۸، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۹

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی والعشاری، حدیث ۳۶۱۴۳، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۳/ ۲۱، جامع الاحادیث ابن ابی عاصم و ابن شاہین واللالکائی والعشاری، حدیث ۷۷۳۵، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۲

لا اجد احدا فضلنی علی ابی بکر و عمر الاجلدته حد المفتری [1]	میں جسے پاؤں گا کہ ابو بکر و عمر پر مجھے تفضیل دیتا ہے اسے مفتری کی حد اسّی کوڑے لگاؤں گا۔

ابن عساکر بطریق الزہری عن عبداللہ بن کثیر راوی، امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

لا یفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الاجلدته جلدا وجیعا [2]	جو مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہے گا اسے دردناک کوڑے لگاؤں گا۔

امام احمد مسند اور عدنی مائتین اور ابو عبید کتاب الغریب اور نعیم بن حماد فتن اور خثیمہ بن سلیمان طرابلسی فضائل الصحابہ اور حاکم مستدرک اور خطیب تلخیص المتشابہ میں راوی، امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

سبق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم وصلی ابو بکر وثلث عمر ثم خطبتنا فتنة و یعفواللہ عمن یشاء [3]، وللخطیب وغیرہ فھو ماشاء اللہ زادھو فمن فضلنی علی ابی بکر وعمر رضی اللہ تعالٰی عنهما فعلیه حد المفتری من الجلد و اسقاط الشهادة [4]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبقت لے گئے اور ان کے دوسرے ابو بکر اور تیسرے عمر ہوئے، پھر ہمیں فتنے نے مضطرب کیا اور خدا جسے چاہے معاف فرمائے گا یا فرمایا جو خدا نے چاہا وہ ہوا تو جو مجھے ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما پر فضیلت دے اس پر مفتری کی حد واجب ہے اسّی کوڑے لگائے جائیں اور گواہی کبھی نہ سنی جائے۔

ابو طالب عشاری بطریق الحسن بن کثیر عن ابیہ راوی، ایک شخص نے امیر المؤمنین علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: آپ خیر الناس ہیں۔ فرمایا تو نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ کہا نہ۔ فرمایا: ابو بکر کو دیکھا؟ کہا: نہ فرمایا: عمر کو دیکھا؟ کہا: نہ، فرمایا:

اما انك لو قلت انك رأیت النبی	سن لے اگر تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دیکھنے

[1] جامع الاحادیث عن الحکم بن حجل عن علی، حدیث ۷۶۴۷، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۵، مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر، ترجمہ ۲۲، عبداللہ ابن ابی قحافه، دار الفکر بیروت، ۱۳/ ۱۱۰

[2] جامع الاحادیث بحواله ابن عساکر عن علی، حدیث ۷۷۲۳، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۹، کنز العمال بحواله ابن عساکر عن علی، حدیث ۳۶۱۰۳، موسسة الرسالة، بیروت، ۱۳/ ۹

[3] المستدرك علی الصحیحین کتاب معرفة الصحابه رضی اللہ تعالٰی عنهم، مناقب ابی بکر، دار الفکر بیروت، ۳/ ۶۸۔۶۷

[4] کنز العمال بحواله خط فی تلخیص المتشابه، حدیث ۳۶۱۰۲، موسسة الرساله، بیروت، ۱۳/ ۹، جامع الاحادیث خط فی تلخیص المتشابه، حدیث ۷۷۲۲، دار الفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۹

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقتلتك ولو قلت رأیت ابا بکر و عمر لجلدتک[1]	کے بعد خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اقرار کرتا اور پھر مجھے خیر الناس کہتا تو میں تجھے قتل کرتا اور اگر تو ابوبکر و عمر کو دیکھے ہوتا اور مجھے افضل بتاتا تو تجھے حد لگاتا۔

ابن عساکر سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے فرمایا:

لایفضلنی احد علی ابی بکر و عمر الاوقد انکر حقی وحق اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2]	جو مجھے ابوبکر و عمر پر تفضیل دے گا وہ میرے اور تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق کا منکر ہوگا۔

حضرات شیخین اولین جنتی ہیں:

ابوطالب عشاری اور اصبہانی کتاب الحجہ میں عبد خیر سے راوی، میں نے امیر المؤمنین مولٰی علی سے عرض کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے جنت میں کون جائے گا؟ فرمایا: ابوبکر و عمر۔ میں نے عرض کی: یا امیر المؤمنین! کیا وہ دونوں آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ فرمایا:

ای والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ انہما لیاکلان من ثمارھا و یرویان من مائہا ویتکئان علٰی فرشہا وانا موقوف بالحساب[3]	ہاں قسم اس کی جس نے بیج کو چیر کر پیڑ اگایا اور آدمی کو اپنی قدرت سے تصویر فرمایا بیشک وہ دونوں جنت کے پھل کھائیں گے، اس کے پانی سے سیراب ہوں گے، اس کی مسندوں پر آرام کریں گے اور میں ابھی حساب میں کھڑا ہوں گا۔

خیر الناس بعد رسول اللہ:

ابوذر ہروی و دارقطنی وغیرہما حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی میں نے امیر المؤمنین سے عرض کی:

یا خیرالناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال مہلا یا ابا جحیفۃ	یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمایا ٹھہر وائے ابوجحیفہ! کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ

[1] جامع الاحادیث بحوالہ العشاری، حدیث ۷۷۴۳، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۵، کنزالعمال بحوالہ العشاری، حدیث ۳۶۱۵۳، موسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۳/ ۲۶

[2] جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر، حدیث ۷۷۳۳، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۲۔۲۲۱

[3] جامع الاحادیث بحوالہ ابو طالب العشاری والاصفہانی الخ حدیث ۷۷۲۰، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۱۹

الا اخبرك بخير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ابو بكر و عمر [1]	کون ہے؟فرمایا اے ابوجحیفہ! خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) ہیں۔

افضل الناس بعد رسول اللہ:

ابونعیم حلیہ اور ابن شاہین کتاب السنہ اور ابن عساکر تاریخ میں عمرو بن حریث سے راوی میں نے امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر فرماتے سنا:

ان افضل الناس بعد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم ابو بكر و عمر و عثمان وفي لفظ ثم عمر ثم عثمان [2]	بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے افضل ابوبکر و عمر و عثمان ہیں،اور بالفاظ دیگر پھر عمر پھر عثمان۔

مولود ازکٰی فی الاسلام:

ابن عساکر بطریق سعد ابن طریف اصبغ بن نباتہ سے راوی، فرمایا:

قلت لعلي يا امير المؤمنين من خير الناس بعد رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم؟ قال ابو بكر ،قلت ثم من؟ قال ثم عمر ،قلت ثم من؟ قال ثم عثمان ،قلت ثم من؟ قال انا رأيت رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم بعيني هاتين والا فعميتا ،وباذني هاتين والا فصمتا ،يقول ما ولد في الاسلام مولود ازكٰى ولا اطهر ولا افضل من ابي بكر ثم عمر [3]	میں نے مولٰی علی سے عرض کی یا امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ فرمایا:ابوبکر۔ میں نے کہا: پھر کون؟فرمایا: عمر،کہا پھر کون؟ فرمایا: عثمان، کہا: پھر کون؟فرمایا: میں، میں نے ان آنکھوں سے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا ورنہ یہ آنکھیں پھوٹ جائیں اور ان کانوں سے فرماتے سنا ورنہ بہرے ہو جائیں حضور فرماتے تھے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہ ہوا جو ابوبکر پھر عمر سے زیادہ پاکیزہ زیادہ فضیلت والا ہو۔

[1] جامع الاحادیث بحوالہ الصابونی فی المائتین، حدیث ۳۴۷۷، دار الفکر بیروت،۱۶/ ۲۲۲، کنز العمال بحوالہ الصابونی فی المائتین، وطس وکر حدیث ۳۶۱۴۱، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۳/ ۲۱

[2] کنز العمال، بحوالہ ابن عساکر وحل ابن شاہین فی السنہ، حدیث ۸۰۰۶، دار الفکر بیروت،۱۶/ ۲۹۰

[3] جامع احادیث ابن عساکر حدیث ۸۰۲۳، دار الفکر بیروت،۱۶/ ۲۹۴

ابوطالب عشاری فضائل الصدیق میں راوی، امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

وھل انا الاّ حسنۃ من حسنات ابی بکر [1]	میں کون ہوں مگر ابوبکر کی نیکیوں سے ایک نیکی۔

سیدنا صدیق کی سبقت کی چہار وجوہات:

خیثمہ طرابلسی وابن عساکر ابوالزناد سے راوی، ایک شخص نے مولیٰ علی سے عرض کی: یا امیر المؤمنین! کیا بات ہوئی کہ مہاجرین وانصار نے ابوبکر کو تقدیم دی حالانکہ آپ کے مناقب بیشتر اور اسلام وسوابق پیشتر، فرمایا: اگر مسلمان کے لئے خدا کی پناہ نہ ہوتی تو میں تجھے قتل کردیتا، افسوس تجھ پر، ابوبکر چار وجہ سے مجھ پر سبقت لے گئے، افشائے اسلام میں مجھ سے پہلے، ہجرت میں مجھ سے سابق، صحبت غار میں انہیں کا حصہ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت کے لئے انہیں کو مقدم فرمایا ویحك ان اللہ ذم الناس کلھم ومدح ابابکر فقال الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ [2]، (الاٰیۃ) افسوس تجھ پر بیشک اللہ تعالیٰ نے سب کی مذمت کی اور ابوبکر کی مدح فرمائی کہ ارشاد فرماتا ہے اگر تم اس نبی کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مدد فرمائی جب کافروں نے اسے مکے سے باہر کیا دوسرا ان دو کا جب وہ غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتا تھا غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

حضرت صدیق کا تقدم:

خطیب بغدادی وابن عساکر اور دیلمی مسند الفردوس اور عشاری فضائل الصدیق میں امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سألت اللہ ثلثا ان یقدمك فابی علی الا تقدیم ابی بکر [3]	اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابوبکر کو مقدم رکھنا۔

حضرت علی کی مدح افراط و تفریط کا شکار:

عبداللہ بن احمد زوائد مسند میں، اور ابویعلٰی ودورقی وحاکم وابن ابی عاصم

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ ابی طالب العشاری، حدیث ۷۶۸۴، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۸

[2] جامع الاحادیث بحوالہ خیثمہ وابن عساکر حدیث ۷۶۸۹، دارالفکر بیروت، ۱۶/ ۲۰۹

[3] تاریخ بغداد، حدیث ۵۹۲۱، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۱/ ۲۱۳، کنز العمال بحوالہ ابی طالب العشاری وغیرہ حدیث ۳۵۶۸۰، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۲/ ۵۱۵

وابن شاہین امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ سے راوی کہ انہوں نے فرمایا:

دعانی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا علی ان فیك من عیسٰی مثلا ابغضته الیهود حتی بهتوا امه واحبته النصارٰی حتی انزلوه بالمنزلة التی لیس بها وقال علی الاوانه یهلك فیّ رجلان محب مطریئ یفرطنی بما لیس فیّ و مبغض مفتر یحمله شنأنی علی ان یبهتنی الاوانی لست بنبی ولا یوحی الیّ، ولٰکنی اعمل بکتاب اللہ وسنة نبیه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ما استطعت فما امرتکم به من طاعة اللہ فحق علیکم طاعتی فیما احببتم اوکرهتم وما امرتکم بمعصیة انا وغیری فلا طاعة لاحد فی معصیة اللہ انما الطاعة فی المعروف[1]	مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بلا کر ارشاد فرمایا: اے علی! تجھ میں ایک کہاوت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح ہے، یہود نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصارٰی ان کے دوست بنے یہاں تک کہ جو مرتبہ ان کا نہ تھا وہاں جا اتارا، مولا علی فرماتے ہیں سن لو میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوں گے ایک دوست میری تعریف میں حد سے بڑھنے والا جو میرا وہ مرتبہ بتائے گا جو مجھ میں نہیں، اور ایک دشمن مفتری جسے میری عداوت اس پر باعث ہوگی کہ مجھ پر تہمت اٹھائے، سن لو میں نہ تو نبی ہوں نہ مجھ پر وحی آتی ہے تو جہاں تک ہوسکے اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتا ہوں تو میں جب تمہیں اطاعت الٰہی کا حکم دوں تو میری فرمانبرداری تم پر لازم ہے چاہے تمہیں پسند ہو خواہ ناگوار، اور اگر معصیت کا حکم دوں میں یا کوئی، تو اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں، اطاعت تو مشروع بات میں ہے۔

افضل الایمان: ابن عساکر سالم بن ابی الجعد سے راوی، فرمایا:

قلت لمحمد بن الحنفیة هل کان ابو بکر اول القوم اسلاما قال لا قلت فیما علا ابو بکر و سبق حتی لا یذکر احد غیر ابی بکر قال لانه کان افضلهم	میں نے امام محمد بن حنفیّہ صاحبزادہ مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے، فرمایا نہ۔ میں نے کہا پھر کس وجہ سے ابوبکر سب پر بلند و سابق ہوئے میں نے امام محمد بن حنفیّہ صاحبزادہ مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دریافت کیا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سب سے پہلے اسلام لائے تھے، فرمایا نہ۔ میں نے کہا پھر کس وجہ سے ابوبکر سب پر بلند وسابق ہوئے

[1] المستدرك للحاکم، کتاب معرفة الصحابه، دار الفکر بیروت، ۳/ ۱۲۳، مسند احمد بن حنبل مروی از علی رضی اللہ تعالٰی عنه، دار الفکر بیروت، ۱/ ۱۶۰

اسلاماً حین اسلم حتی لحق بربه[1]	کہ ان کے سوا کوئی دوسرے کا ذکر ہی نہیں کرتا،

فرمایا: اس لئے کہ وہ جب سے مسلمان ہوئے اور جب تک اپنے رب عزوجل کے پاس گئے ان کا ایمان سب سے **افضل** رہا۔

شیخین کی افضیلت: امام دارقطنی جندب اسدی سے راوی:

ان محمد بن عبداللہ بن الحسن اتاہ قوم من اھل الکوفة والجزیرة فسألوہ عن ابی بکر و عمر فالتفت الیّ فقال انظر الی اھل بلادك یسألونی عن ابی بکر و عمر لھما افضل عندی من علی[2]	یعنی امام نفس زکیہ محمد بن عبداللہ محض ابن امام حسن مثنٰی ابن امام حسن مجتبٰی ابن مولٰی علی مرتضی کرم اللہ تعالٰی وجوھھم کے پاس اہل کوفہ وجزیرہ سے کچھ لوگوں نے حاضر ہو کر ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں سوال کیا امام نے میری طرف التفات کرکے فرمایا اپنے وطن والوں کو دیکھو مجھ سے ابو بکر و عمر کے باب میں سوال کرتے ہیں بیشک وہ دونوں میرے نزدیک علی سے **افضل** ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

رافضی اور خارجی نظریات:

حافظ عمر بن شبہ سیدنا امام زید شہید ابن امام زین العابدین ابن امام حسین شہید کربلا ابن مولا علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی انہوں نے رافضیوں سے فرمایا:

انطلقت الخوارج فبرئت ممن دون ابی بکر و عمر ولم یستطیعوا ان یقولوا فیھما شیأا وانطلقتم انتم فطفرتم فوق ذٰلك فبرئتم منھما فمن بقی فواللہ ما بقی احد الا برئتم منه[3]	خارجیوں نے چل کر تو انہیں سے برات کی جو ابوبکر و عمر سے نیچے ہیں یعنی عثمان و علی رضی اللہ تعالٰی عنہم مگر ابوبکر و عمر کی شان میں کچھ نہ کہہ سکے، اور اے رافضیو! تم نے ان سے اوپر جست کی کہ خود ابو بکر و عمر سے برات کر بیٹھے تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم کوئی باقی نہ رہا جس سے تم نے تبرا نہ کیا۔

[1] الصواعق المحرقة بحوالہ ابن عساکر، الباب الثانی، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۳

[2] الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی عن جندب الاسدی، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۵

[3] الصواعق المحرقة بحوالہ الحافظ عمر بن شعبہ، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۳

رافضی کی سزا:

دار قطنی فضیل بن مرزوق سے راوی فرمایا:

قلت لعمر بن علی بن الحسین بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہم افیکم امام تفترض طاعتہ تعرفون ذٰلك لہ من لم یعرف ذٰلك لہ فمات مات میتۃ جاھلیۃ فقال لا واللہ ما ذٰلك فینا من قال ھذا فھو کاذب فقلت انھم یقولون ان ھذہ المنزلۃ کانت لعلی ثم للحسن ثم للحسین قال قاتلھم اللہ ویلھم ما ھذا من الدین واللہ ما ھٰؤلاء الا متاکلین بنا ھذا مختصر [1]	میں نے امام زین العابدین کے صاحبزادے امام باقر کے بھائی امام عمر بن علی سے پوچھا آپ میں کوئی ایسا امام ہے جس کی طاعت فرض ہو آپ اس کا یہ حق پہچانتے ہیں جو اسے بے پہچانے مرجائے جاہلیت کی موت مرے، فرمایا خدا کی قسم ہم میں کوئی ایسا نہیں جو ایسا کہے جھوٹا ہے، میں نے کہا رافضی تو کہتے ہیں یہ مرتبہ مولا علی کا تھا، پھر امام حسن پھر امام حسین کو ملا۔ فرمایا: اللہ رافضیوں کو قتل کرے خرابی ہو ان کے لئے کیا دین ہے خدا کی قسم یہ لوگ نہیں مگر ہمارا نام لے کر دنیا کمانے والے والعیاذ باللہ عزوجل۔

نصوص ختم نبوت:

یہاں تک سو ۱۰۰ احادیث فقیر نے لکھیں اور چاہا کہ اسی پر بس کرے، پھر خیال آیا کہ ذکر پاک امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہے دس حدیثیں اور شامل ہوں کہ نام مبارک مولٰی علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے عدد حاصل ہوں، نظر کروں تو فیضان روح مبارک امیر المؤمنین سے تذییلات میں دس حدیثیں خود ہی گزر چکی ہیں تذییل بعد حدیث ۲۵ یک وبعد ۳۹ سہ وبعد ۴۲ یک و بعد ۴۸ و ۵۸ دو ۲ دو ۲ وبعد ۶۲ یک یہ مقصود تو یوں حاصل تھا مگر از انجا کہ وضع رسالہ نصوص ختم نبوت میں ہے اور ۸ سے ۱۰۰ تک بیس ۲۰ حدیثیں اس مطلب کو دوسرے طرز سے ادا کرتی تھیں لہٰذا خاص مقصود کی بیس حدیثوں کا اضافہ ہی مناسب نظر آیا کہ خود اصل مرام پر سو حدیثوں کا عدد کامل اور اصل مرویات ایک سو بیس ۱۲۰ ہو کر تین چہل حدیث کا فضل حاصل ہو۔

ارشاداتِ انبیاء و علمائے کتب سابقہ:

حاکم صحیح مستدرک میں وہب بن منبہ سے وہ حضرت عبداللہ بن عباس اور سات دے گر صحابہ کرام

[1] الصواعق المحرقۃ بحوالہ الدارقطنی عن فضیل بن مرزوق، الباب الثالث، مکتبہ مجیدیہ، ملتان، ص ۵۶

سے کہ سب اہل بدر تھے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک اللہ عزوجل روز قیامت اوروں سے پہلے نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی قوم کو بلا کر فرمائے گا تم نے نوح کو کیا جواب دیا وہ کہیں گے نوح نے نہ ہمیں تیری طرف بلایا، نہ تیرا کوئی حکم پہنچایا، نہ کچھ نصیحت کی، نہ ہاں یا نہ کا کوئی حکم سنایا، نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام عرض کریں گے:

دعوتھم یا رب دعاء فاشیا فی الاولین و الاٰخرین امۃ حتی انتھی الی خاتم النبیین احمد فانتسخہ وقرأہ وامن بہ وصدقہ۔	الٰہی! میں نے انہیں ایسی دعوت کی جس کی خبر پے بعد دے گرے سب اگلوں پچھلوں میں پھیل گئی، یہاں تک کہ سب سے پچھلے نبی احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچی انہوں نے اسے لکھا اور پڑھا اور اس پر ایمان لائے اور اس کی تصدیق فرمائی،

حق سبحانہ، وتعالٰی فرمائے گا احمد وامتِ احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بلاؤ۔

فیاتی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وامتہ یسعی نورھم بین ایدیھم [1]	رسول اللہؐ اور حضور کی امت حاضر آئینگے یوں کہ ان کے نور ان کے آگے جولان کرتے ہوں گے۔

نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شہادت ادا کریں گے الحدیث وقد اختصرناہ (ہم نے حدیث کو اختصارًا نقل کیا ہے) دارقطنی غرائب، امام مالک اور بیہقی دلائل اور خطیب رواۃ مالک میں بطریق عدیدہ عن مالک بن انس عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما، اور ابن ابی الدنیا، اور بیہقی وابو نعیم دلائل میں بطریق ابن لہیعہ عن مالک بن الازہر عن، نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما اور ابو نعیم دلائل میں من طریق یحیٰی بن ابراہیم بن ابی قتیلۃ عن بن اسلم عن ابیہ اسلم موٰلی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور معاذ بن المثنٰی زوائد مسند مسدد میں بطریق منتصر بن دینار عن عبداللہ بن ابی الھذیل راوی ہیں اور بروجہ آخر واقدی مغازی میں عن عبدالعزیز بن عمر بن جعونۃ بن نضلۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور ابن جریر تاریخ اور باوردی کتاب الصحابہ میں بطریق ابی معروف عبداللہ بن معروف عن ابی عبدالرحمن الانصاری عن محمد بن حسین بن علی بن ابی طالب، اور ابن ابی الدنیا امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

وھذا حدیث معاذ و فیہ صریح النص	یہ حدیث معاذ کی ہے اور اس میں صریح نص ہے

[1] المستدرک للحاکم، کتاب التواریخ المتقدمین من الانبیائ، دارالفکر بیروت، ۲/ ۴۸-۷ ۵۴

على مرادنا ومازدنا من الطريق الاول ادرنا حوله هلالين۔	ہماری مراد پر، اور پہلے طریقہ سے ہم جو زیادتی کریں گے وہ ہلالین میں ہے۔

ذریب بن برثملا کی شہادت:

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نضلہ بن عمرو انصاری کو تین سو مہاجرین وانصار کے ساتھ تاراج حلوان عراق کے لئے بھیجا، یہ قیدی اور غنیمتیں لے آتے تھے، ایک پہاڑ کے دامن میں شام ہوئی، نضلہ نے اذان کہی، جب کہا اللہ اکبر اللہ اکبر پہاڑ سے آواز آئی اور صورت نہ دکھائی دی کہ کوئی کہتا ہے کبرت کبیرا یا نضلۃ تم نے کبیر کی بڑائی کی اے نضلہ! ، جب کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ جواب آیا اخلصت یانضلۃ اخلاصًا نضلہ! تم نے خالص توحید کی، جب کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ آواز آئی نبی بعث لا نبی بعدہ ھو النذیر وھو الذی بشرنا بہ عیسٰی بن مریم وعلٰی راس امتہ تقوم الساعۃ یہ نبی ہیں کہ مبعوث ہوئے ان کے بعد کوئی نبی نہیں یہی ڈر سنانے والے یہی ہیں جن کی بشارت ہمیں عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دی تھی انہیں کی امت کے سر پر قیامت قائم ہوگی۔ جب کہا حی علی الصلوٰۃ جواب آیا فریضۃ فرضت [عہ۱] (طوبٰی لمن مشی الیھا وواظب علیھا) نماز ایک فرض ہے کہ بندوں پر رکھا گیا خوبی وشادمانی اس کے لئے جو اس کی طرف چلے اور اس کی پابندی رکھے، جب کہا حی علی الفلاح آواز آئی افلح من اتاھا وواظب علیھا (افلح [عہ۲] من اجاب محمد

عہ۱: ھکذا فی السابع وفی الطریق الثانی عند البیھقی فی الصلوٰۃ قال کلمۃ مقبولۃ وفی الفلاح قال البقاء لامۃ احمد صلی اللہ علیہ وسلم، وعکس ابن ابی الدنیا فذکر فی الصلوٰۃ البقاء لامۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وفی الفلاح کلمۃ مقبولۃ ۱۲ منہ۔(م)	ساتویں طریقہ میں یوں ہے اور دوسرے طریقہ میں بیہقی کے ہاں یوں ہے، حی علی الصلوٰۃ پر کہا، یہ مقبول کلمہ ہے، اور حی علی الفلاح پر کہا اس میں امت محمدیہ کے لئے بقاء ہے اور ابن ابی الدنیا نے اس کا عکس بیان کیا کہ پہلے میں امت محمدیہ کی بقاء اور دوسرے میں مقبول کلمہ کہا ۱۲ منہ۔
عہ۲: زاد الخطیب وھو البقاء لامتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۱۲ منہ (م)	خطیب نے یوں زیادہ کہا، یہ امتِ محمدیہ کی بقا ہے، ۱۲ منہ

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) مراد کو پہنچا جو نماز کے لئے آیا اور اس پر مداومت کی، مراد کو پہنچا جس نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اطاعت کی، جب کہا **قد قامت الصلوٰۃ** جواب آیا **البقاء لامۃ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی رؤسہا تقوم الساعۃ** بقا ہے امت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے اور انہیں کے سروں پر قیامت ہوگی (جب کہا **اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الا اللہ** آواز آئی **اخلصت الاخلاص کلہ یا نضلۃ فحرم اللہ بہا جسدك علی النار** اے نضلہ! تم نے پورا اخلاص کیا تو اللہ تعالٰی نے اس کے سبب تمہارا بدن دوزخ پر حرام فرمادیا) نماز کے بعد نضلہ کھڑے ہوئے اور کہا اے اچھے پاکیزہ خوب کلام والے! ہم نے تمہاری بات سنی تم فرشتے ہو یا کوئی سیاح یا جن، ظاہر ہو کر ہم سے بات کرو کہ ہم اللہ عزوجل اور اس کے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اور امیر المؤمنین عمر) کے سفیر ہیں، اس کہنے پر پہاڑ سے ایک بوڑھے شخص نمودار ہوئے، سپید مُو، دراز ریش، سر ایک چکی کے برابر، سپید اُون کی ایک چادر اوڑھے ایک باندھے، اور کہا **السلام علیکم ورحمۃ اللہ**، حاضرین نے جواب دیا، اور نضلہ نے پوچھا اللہ تم پر رحم کرے تم کون ہو؟ میں ذریب بن برثملا ہوں بندہ صالح عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وصی ہوں انہوں نے میرے لئے دعا فرمائی تھی کہ میں ان کے نزول تک باقی رہوں (**زاد فی الطریق الثانی**) (دوسرے طریقہ میں یہ زائد ہے۔ت) پھر ان سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہاں ہیں؟ کہا انتقال فرمایا۔ اس پر وہ بزرگ بشدت روئے، پھر کہا ان کے بعد کون ہوا؟ کہا ابوبکر۔ وہ کہاں ہیں؟ کہا انتقال ہوا۔ کہا پھر کون بیٹھا؟ کہا عمر۔ کہا امیر المؤمنین عمر سے میرا سلام کہو، اور کہا کہ ثبات وسداد وآسانی پر عمل رکھئے کہ وقت قریب آلگا ہے، پھر علاماتِ قرب قیامت اور بہت کلماتِ وعظ وحکمت کہے اور غائب ہوگئے۔ جب امیر المؤمنین کو خبر پہنچی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نام فرمان جاری فرمایا کہ خود اس پہاڑ کے نیچے جائیے (اور وہ ملیں تو انہیں میرا سلام کہئے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تھی کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک وصی عراق کے اس پہاڑ میں منزل گزین ہے) سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ (چار ہزار مہاجرین وانصار کے ساتھ) اس پہاڑ کو گئے چالیس دن ٹھہرے پنجگانہ اذانیں کہیں مگر جواب نہ ملا۔ آخر واپس آئے [1]

---

[1] دلائل النبوۃ ابو نعیم، عالم الکتب بیروت، الجزء الاول ص ۲۸۔۲۵، دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ماجاء فی قصۃ وصیئ عیسٰی ابن مریم علیہما السلام، المکتبۃ الاثریہ، لاہور، ۵/ ۴۲۵تا۴۲۷

شام کے نصرانی ختم نبوت کی شہادت دیتے ہیں:

طبرانی معجم کبیر میں سید نا جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، میں زمانہ جاہلیت میں ملک شام کو تجارت کے لئے گیا تھا ملک کے اسی کنارے پر اہل کتاب سے ایک شخص مجھے ملا پوچھا کیا تمہارے یہاں کسی شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے؟ ہم نے کہاہاں، کہا تم ان کی صورت دیکھو تو پہچان لوگے؟ میں نے کہاہاں، وہ ہمیں ایک مکان میں لے گیا جس میں تصاویر تھیں، وہاں نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی صورت کریمہ مجھے نظر نہ آئی، اتنے میں ایک اور کتابی آکر بولا: کس شغل میں ہو؟ ہم نے حال کہا، وہ ہمیں اپنے گھرلے گیا وہاں جاتے ہی حضور پر نور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تصویر منیر مجھے نظر آئی اور دیکھا کہ ایک شخص حضور کے پیچھے حضور کے قدم مبارک کو پکڑے ہوئے ہے، میں نے کہا یہ دوسرا کون ہے، وہ کتابی بولا:

انہ لم یکن نبی الا کان بعدہ نبی الا ھذا فانہ لا نبی بعدہ وھذا الخلیفۃ بعدہ۔	بیشک کوئی نبی ایسانہ ہوا جس کے بعد نبی نہ ہو سوا اس نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں اور یہ دوسرا ان کے بعد خلیفہ ہے۔

اسے جو میں دیکھوں تو ابوبکر صدیق کی تصویر تھی[1]

بادشاہ روم کی دربار میں ذکر مصطفٰے:

تذییل اوّل: ابن عساکر بطریق قاضی معافی بن زکریا حضرت عبادہ بن صامت، اور بیہقی و ابو نعیم بطریق حضرت ابوامامہ باہلی حضرت ہشام بن عاص سے راوی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہمیں بادشاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا اور ہم اس کے شہ نشین کے نزدیک پہنچے وہاں سواریاں بٹھائیں اور کہا لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ جانتا ہے یہ کہتے ہی اس کا شہ نشین ایسا ہلنے لگا جیسے ہوا کے جھونکے میں کھجور، اس نے کہلا بھیجا یہ تمہیں حق نہیں پہنچتا کہ شہروں میں اپنے دین کا اعلان کرو، پھر ہمیں بلایا ہم گئے وہ سرخ کپڑے پہنے سرخ مسند پر بیٹھا تھا آس پاس ہر چیز سرخ تھی اس کے اراکین دربار اس کے ساتھ تھے ہم نے سلام نہ کیا اور ایک گوشے میں بیٹھ گئے وہ ہنس کر بولا تم آپس میں جیسا ایک دوسرے کو سلام کرتے ہو مجھے کیوں نہ کیا؟ ہم نے کہا ہم تجھے اس سلام کے قابل نہیں سمجھتے اور جس مجرے پر تو راضی ہوتا ہے وہ ہمیں روا نہیں کہ کسی کے لئے بجالائیں، پھر اس نے پوچھا سب سے بڑا کلمہ تمہارے یہاں کیا ہے؟ ہم نے

---

[1] المعجم الکبیر، حدیث ۱۵۳۷، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت، ۲/ ۱۲۵، دلائل النبوۃ ابو نعیم، عالم الکتب، بیروت، ۱/ ۹

کہالا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر، خدا گواہ ہے یہ کہتے ہی بادشاہ کے بدن پر لرزہ پڑ گیا پھر آنکھیں کھول کر غور سے ہمیں دیکھا اور کہا یہی وہ کلمہ ہے جو تم نے میرے شہ نشین کے نیچے اترتے وقت کہا تھا؟ ہم نے کہاہاں، کہاجب اپنے گھروں میں اسے کہتے ہو تو کیا تمہاری چھتیں بھی اس طرح کانپنے لگتی ہیں؟ ہم نے کہاخدا کی قسم یہ تو ہم نے یہیں دیکھا اور اس میں خدا کی کوئی حکمت ہے، بولا سچی بات خوب ہوتی ہے سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کہ کاش میرا آدھا ملک نکل جاتا اور تم یہ کلمہ جس چیز کے پاس کہتے وہ لرزنے لگتی۔ ہم نے کہا یہ کیوں؟ کہایوں ہوتا تو کام آسان تھا اور اس وقت لائق تھا کہ یہ زلزلہ شان نبوت سے نہ ہو بلکہ کوئی انسانی شعبدہ ہو[1] (یعنی اللہ تعالٰی ایسے معجزات ہر وقت ظاہر نہیں فرماتا بلکہ عالم اسباب میں شان نبوت کو بھی غالبًا مجرائے عادت کے مطابق رکھتا ہے)

"وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ⑨ "[2]	اگر ہم فرشتے کو نبی بناتے تو مرد ہی بناتے اور اس کو وہی لباس پہناتے جو مرد لوگ پہنتے ہیں۔

وللہذا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جہادوں میں بھی جنگ دوسرداروں کا مضمون رہتا ہے۔

الحرب بیننا وبینه سجال ینال منا و ننال منه[3]۔ رواہ الشیخان عن ابی سفیان رضی اللہ تعالٰی عنه۔	(ہمارے اور ان کے درمیان جنگ کبھی وہ کامیاب اور کبھی ہم کامیاب ہوتے ہیں، اس کو شیخین نے ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

لہٰذا جب ابوسفیان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ہر قل کو خبر دی کہ لڑائی میں کبھی ہم بھی ان پر غالب آتے ہیں ہر قل نے کہاھذہ اٰیة النبوة[4] یہ نبوت کی نشانی ہے رواہ البزار و ابونعیم عن دحیة الکلبی رضی اللہ تعالٰی عنه (اسے بزار اور ابونعیم نے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱/ ۸۶۔۳۸۷، جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادۃ بن الصامت، حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر، بیروت، ۲۰/ ۶۲

[2] القرآن الکریم ۶/ ۹

[3] صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ۱/ ۴

[4] کشف الاستار عن زوائد البزار باب فیما کان عند اہل الکتاب من علامات نبوتہ، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۳/ ۱۱۷

تصرفِ اولیاء اور مظلومیت حسین:

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ بعض جہال ضعیف الایمان اس پر شک کرنے لگتے ہیں، اور اسی قبیل سے ہے جاہل وہابیوں کا اعتراض کہ اولیاء اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ قدرت رکھتے تو امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیوں ایسی مظلومی کے ساتھ شہید ہو جاتے، ایک اشارے میں یزید پلید کے لشکر کو کیوں نہ غارت فرمادیا۔ مگر یہ سفہاء نہیں جانتے کہ ان کی قدرت جو انہیں ان کے رب نے عطا فرمائی رضا و تسلیم و عبدیت کے ساتھ ہے نہ کہ معاذ اللہ جباری و سرکشی و خودسری کے ساتھ مقوقس بادشاہ مصر نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امتحاناً پوچھا کہ جب تم انہیں نبی کہتے ہو تو انہوں نے دعا کرکے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک فرمادیا جب انہوں نے ان کا شہر مکہ چھڑایا تھا، حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کیا تو عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہیں مانتا انہوں نے دعا کرکے اپنی قوم کو کیوں نہ ہلاک کردیا جب انہوں نے انہیں پکڑا اور سولی دینے کا ارادہ کیا تھا؟ مقوقس بولا: **انت حکیم جآء من عند حکیم**[1]، تم حکیم ہو کہ حکیم کامل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس سے آئے، **رواہ البیہقی عن حاطب رضی اللہ تعالٰی عنہ** (اس کو بیہقی نے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ت)

خیر یہ تو فائدہ زائدہ تھا، حدیث سابق کی طرف عود کریں۔

ہر قل کے پاس انبیاء کی تصاویر:

پھر ہر قل نے ہمیں باعزاز و اکرام ایک مکان میں اتارا، دونوں وقت عزت کی مہمانیاں بھیجتا، ایک رات ہمیں پھر بلا بھیجا، ہم گئے اس وقت آکیلا بالکل تنہا بیٹھا تھا، ایک بڑا صندوقچہ زرنگار منگا کر کھولا اس میں چھوٹے چھوٹے خانے تھے ہر خانے پر دروازہ لگا تھا، اس نے ایک خانہ کھول کر سیاہ ریشم کا کپڑا تہہ کیا ہوا نکالا اسے کھولا تو اس میں ایک سرخ تصویر تھی، مرد فراخ چشم بزرگ سرین کہ ایسے خوبصورت بدن میں ایسی لمبی گردن کبھی نہ دیکھی تھی سر کے بال نہایت کثیر (بے ریش دو گیسو غایت حسن و جمال میں) ہر قل بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ آدم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر وہ تصویر رکھ کر دوسرا خانہ کھولا، اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا کپڑا نکالا، اس میں خوب گورے رنگ کی تصویر تھی، مرد بسیار موئے سر مانند موئے قبطیاں، فراخ چشم، کشادہ سینہ، بزرگ سر (آنکھیں سرخ، داڑھی خوبصورت) پوچھا: انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا یہ نوح ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر اور خانہ کھولا، اس میں سے حریر سبز کا ٹکڑا نکالا اس میں نہایت گورے رنگ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماجاء الی کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المقوقس دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۹۶

کی ایک تصویر تھی، مرد خوب چہرہ، خوش چشم، دراز بینی (کشادہ پیشانی)، رخسارے سُتے ہوئے، سر پر نشانِ پیری، ریش مبارک سپید نورانی، تصویر کی یہ حالت ہے کہ گویا جان رکھتی ہے، سانس لے رہی ہے (مسکرا رہی ہے) کہا: ان سے واقف ہو؟ ہم نے کہا: نہ، کہا: یہ ابراہیم ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پھر اسے رکھ کر ایک اور خانہ کھولا، اس میں سے سبز ریشم کا پارچہ نکالا، اسے جو ہم نظر کریں تو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصویر منیر تھی، بولا: انہیں پہچانتے ہو؟ ہم رونے لگے اور کہا: یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں، وہ بولا: تمہیں اپنے دین کی قسم یہ محمد ہیں؟ ہم نے کہا: ہاں ہمیں اپنے دین کی قسم یہ حضور اکرم کی تصویر پاک ہے گویا ہم حضور کو حالتِ حیات دنیوی میں دیکھ رہے ہیں، اسے سنتے ہی وہ اچھل پڑا بے حواس ہوگیا سیدھا کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا دیر تک دم بخود رہا پھر ہماری طرف نظر اٹھا کر بولا: **اما انہ اٰخر البیوت ولٰکنی عجلتہ لانظر ما عندکم**[1]، سنتے ہو یہ خانہ سب خانوں کے بعد تھا مگر میں نے جلدی کرکے دکھایا کہ دیکھوں تمہارے پاس اس باب میں کیا ہے، یعنی اگر ترتیب وار دکھاتا آتا تو احتمال تھا کہ تصویر حضرت مسیح کے بعد دکھانے پر تم خواہ مخواہ کہہ دو کہ یہ ہمارے نبی کی تصویر ہے اس لئے میں نے ترتیب قطع کرکے اسے پیش کیا کہ اگر یہ وہی نبی موعود ہیں تو ضرور پہچان لوگے۔ **بحمداللہ تعالٰی** ایسا ہی ہوا، اور یہی دیکھ کر اس حرماں نصیب کے دل میں درد اٹھا کہ حواس جاتے رہے اٹھا بیٹھا دم بخود رہا۔

وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ[2] "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"[3]	(اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمائیگا اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ **والحمدللہ رب العٰلمین**۔ت)

ہمارا مطلب تو **بحمد اللہ** یہیں پورا ہوگیا کہ یہ خانہ سب خانوں کے بعد ہے، اس کے بعد حدیث میں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تصاویر کریمہ کا ذکر ہے، حلیہ ہائے منورہ پر اطلاع مسلمین کے لئے اس کا خلاصہ بھی مناسب، یہاں تک کہ دونوں حدیثیں متفق تھیں، ترجمہ مختصراً حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ کا تھا، جو لفظ حدیث ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بڑھائے خطوط ہلالی میں تھے، اب حدیث ہشام اتم وازید ہے کہ اس میں پانچ انبیاء لوط واسحٰق ویعقوب واسمٰعیل ویوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر شریف زائد ہے لہذا اسی سے

---

[1] جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن معاذ عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۱۵۶۴۱، دارالفکر بیروت ۲۰/ ۶۳، دلائل النبوۃ للبیہقی باب ماوجد فی صورۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱/ ۳۸۷،۸۸

[2] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[3] القرآن الکریم ۱/۱

اخذ کریں، اور جو مضمون حدیث عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ میں زائد ہوا سے خطوط ہلالی میں بڑھائیں۔

فرماتے ہیں پھر اس نے ایک اور خانہ کھولا، حریر سیاہ پر ایک تصویر گندمی رنگ سانولی نکالی (مگر حدیث عبادہ میں گورا رنگ ہے) مرد مرغول عــہ۱ مو سخت گھونگر والے بال، آنکھیں جانب باطن مائل، تیز نظر، ترش رو دانت، باہم چڑھے ہونٹ، سمٹا جیسے کوئی حالتِ غضب میں ہو۔ ہم سے کہا: انہیں پہچانتے ہو؟ یہ موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور ان کے پہلو میں ایک اور تصویر تھی، صورت ان سے ملتی مگر سر پر خوب تیل پڑا ہوا، پیشانی کشادہ، پتلیاں جانب بینی مائل (سر مبارک مدوّر گول)، کہا: انہیں جانتے ہو؟ یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ پھر اور خانہ کھول کر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی، مرد گندم گوں، سر کے بال سیدھے، قد میانہ، چہرے سے آثار غضب نمایاں، کہا: یہ لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی، گورا رنگ جس میں سرخی جھلکتی، ناک اونچی، رخسارے ہلکے، چہرہ خوبصورت، کہا یہ اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی، صورت صورتِ اسحٰق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشابہ تھی مگر لب زیریں پر ایک تل تھا، کہا: یہ یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریر سیاہ پر ایک تصویر نکالی، رنگ گورا، چہرہ حسین، ناک بلند، قامت خوبصورت، چہرے پر نور درخشاں اور اس میں آثار خشوع نمایاں، رنگ میں سرخی کی جھلک تاباں، کہا: یہ تمہارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جد کریم اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی کہ صورت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مشابہ تھی، چہرہ گویا آفتاب تھا، کہا یہ یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی سرخ رنگ، باریک ساقیں، آنکھیں کم کھلی ہوئی عــہ۲ جیسے کسی کو روشنی میں چوندھ لگے، پیٹ ابھرا ہوا، قد میانہ، تلوار حمائل کئے، مگر حدیث عبادہ میں اس کے عوض

عــہ۱: الحمدللہ حدیثیں ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں ابو یعلٰی وابن عساکر نے بطریق یحیٰی بن ابی عمرو الشیبانی عن ابی صالح عن ام ھانی رضی اللہ تعالٰی عنھا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے حدیث معراج میں موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی حلیہ روایت کیا کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

واما موسٰی فضخم اُدم طوال، کانہ من رجال شنوأۃ کثیر الشعر، غائر العینین، متراکب الاسنان مقلص الشفۃ خارج اللثۃ، عابس[1]

لیکن موسٰی علیہ السلام بھاری بدن، گندم گوں، طویل، گویا شنوہ قبیلہ کے لوگ، آنکھیں جانب باطن مائل، باہم چڑھے ہوئے دانت باہم ملے ہوئے ہونٹ، لٹکی داڑھی، سمٹا جیسے حالت غضب۔ ت۔ اور یہیں سے ترجیح حدیث صحیح ہشام رضی اللہ تعالٰی عنہ ظاہر ہوئی کہ گندمی رنگ بتایا تھا ۱۲ منہ۔

عــہ۲: یہ اس سالہا سال کے گریہ خوف الٰہی کا اثر تھا جس کے باعث رخسارہ انور پر دو خط سیاہ بن گئے تھے۔

---

[1] درمنثور بحوالہ ابی یعلی وابن عساکر، تحت آیہ سبحٰن الذی، منشورات مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی، قم ایران، ۴/ ۱۴۸، المطالب العالیۃ بحوالہ ابی یعلی، حدیث ۴۲۸۷، دار الباز مکۃ المکرمۃ، ۴/ ۲۰۲

یوں ہے حریر سبز پر گوری تصویر جس کے عضو عضو سے نزاکت و دلکشی ٹپکتی، ساق و سرین خوب گول، کہا: یہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پھر حریر سپید پر ایک تصویر نکالی، فربہ سرین، پاؤں میں طول، گھوڑے پر سوار (جس کے ہر طرف پر لگے تھے گردن [عہ۱] دبی ہوئی، پشت کوتاہ، گورا رنگ) کہا: یہ سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں (اور یہ پردار گھوڑا جس کی ہر جانب پر ہیں ہوا ہے کہ انہیں اٹھائے ہوئے ہے) پھر حریر سیاہ پر ایک گوری تصویر نکالی، مرد جوان، داڑھی نہایت سیاہ، سر کے بال کثیر، چہرہ خوبصورت (آنکھیں حسین، اعضا متناسب) کہا [عہ۲] یہ عیسٰی بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ہم نے کہا: یہ تصویریں تیرے پاس کہاں سے آئیں۔ ہمیں یقین ہے کہ یہ ضرور سچی تصاویر ہیں کہ ہم نے اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تصویر کریم کے مطابق پائی۔ کہا: آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی تھی کہ میری اولاد کے انبیاء مجھے دکھادے حق سبحانہ تعالٰی نے ان پر تصاویر انبیاء اتاریں کہ مغرب شمس کے پاس خزانہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں تھیں، ذوالقرنین نے وہاں سے نکال کر دانیال علیہ السلام کو دیں (انہوں نے پارچہ ہائے حریر پر اتاریں کہ یہ بعینہا وہی چلی آتی ہیں) سن لو خدا کی قسم مجھے آرزو تھی کاش میرا نفس ترک سلطنت کو گوارا کرتا اور میں مرتے دم تک تم میں کسی ایسے کا بندہ بنتا جو غلاموں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ رکھتا (مگر کیا کروں نفس راضی نہیں ہوتا) پھر ہمیں عمدہ جائزے دے کر رخصت کیا (اور ہمارے ساتھ آدمی کرکے سرحدِ اسلام تک پہنچادیا) ہم نے آکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حال عرض کیا، صدیق روئے اور فرمایا: مسکین اگر اللہ اس کا بھلا چاہتا وہ ایسا ہی کرتا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ یہ اور یہودی اپنے یہاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت پاتے ہیں[1]

مقوقس کے دربار میں فرمان نبوی:

تذییل دوم: امام واقدی اور ابو القاسم بن عبدالحکم فتوح مصر میں بطریق ابان بن صالح راوی جب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرمان اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لے کر مقوقس نصرانی بادشاہ

عہ۱: حدیث مذکور ام ہانی رضی اللہ تعالٰی عنہا میں حلیہ سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے قد میانہ سے زائد دراز سے کم، سینہ چوڑا، خون کی سرخی بدن پر جھلکتی، بال عمدہ ان کی سیاہی سرخی مائل ۱۲ منہ۔

عہ۲: فائدہ: یہ نفیس جلیل حدیث طویل جس کا خلاصہ اختصار کے ساتھ تین ورق میں بیان ہوا بحمداللہ صحیح ہے امام حافظ عماد الدین بن کثیر، امام خاتم الحفاظ سیوطی نے فرمایا **ھذا حدیث جید الاسناد ورجالہ ثقات**۔ ۱۲ منہ

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما وجد من صورۃ نبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکتبہ الاثریہ، لاہور ۱/ ۳۸۸ تا ۳۹۰، جامع الاحادیث بحوالہ ابن عساکر عن المعافی عن عبادہ بن الصامت، حدیث ۱۵۶۴۱ دار الفکر بیروت، ۲۰/ ۶۳ و ۶۴

مصر و اسکندریہ کے پاس تشریف لے گئے، اس نے ان سے دریافت کیا کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کس بات کی طرف بلاتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: توحید و نماز پنجگانہ و روزہ رمضان وحج و وفائے عہد۔ پھر اس نے حضور کا حلیہ پوچھا، انہوں نے باختصار بیان کیا، وہ بولا:

قد بقيت اشياء لم تذكرها في عينيه حمرة قلت ما تفارقه وبين كتفيه خاتم النبوة الخ	ابھی اور باتیں باقی رہیں کہ تم نے نہ بیان کیں ان کے آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں کہ کم کسی وقت جدا ہوتے ہوں اور ان کے دونوں شانوں کے بیچ مہر نبوت ہے۔

پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی اور صفات کریمہ بیان کرکے بولا:

قد كنت اعلم ان نبيا قد بقي وقد كنت اظن مخرجه بالشام، وهناك كانت تخريج الانبياء قبله فاراه قد خرج في ارض العرب في ارض جهد وبؤس والقبط لا تطاوعني على اتباعه وسيظهر على البلاد [1]	مجھے یقینا معلوم تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور مجھے گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا کہ اگلے انبیاء نے وہاں ظہور کیا اب میں دیکھتا ہوں کہ انہوں نے عرب میں ظہور فرمایا، محنت میں مشقت کی زمین میں، اور قبطی ان کی پیروی میں میری نہ مانیں گے عنقریب وہ ان شہروں پر غلبہ پائیں گے۔

تتمہ حدیث: ابوالقاسم نے بطریق ہشام بن اسحٰق وغیرہ اور ابن سعد نے طبقات میں بطریق محمد بن عمر بن واقد ان کے شیوخ سے روایت کیا کہ مقوقس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اسی مضمون کی عرضی لکھی کہ:

قد علمت ان نبيا بقي وكنت اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمتك رسولك وبعثت اليك بهدية [2]	مجھے یقین تھا کہ ایک نبی باقی ہے اور میرے گمان میں وہ شام سے ظہور کرتا اور میں نے حضور کے قاصد کا اعزاز کیا اور حضور کے لئے نذر حاضر کرتا ہوں۔

عبداللہ بن سلام کا واقعہ ایمان:

تذییل سوم: بیہقی دلائل میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا چرچا سنا اور حضور کے صفت و نام وہیات اور جن جن باتوں کی ہم حضور

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب بحوالہ واقدی وابن عبدالحکیم، المقصد الثانی، الفصل الثالث، دار المعرفۃ، بیروت، ۳/ ۳۵۰

[2] الطبقات الکبرٰی، ذکر بعثتہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الخ، دار صادر، بیروت، ۱/ ۲۶۰

کے لئے۔تو قع کر رہے تھے سب پہچان لیں تو میں نے خاموشی کے ساتھ اسے دل میں رکھا یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے مجھے خبر رونق افروزی پہنچی میں نے تکبیر کہی میری پھوپھی بولی: اگر تم موسٰی بن عمران علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آنا سنتے تو اس سے زیادہ کیا کرتے؟میں نے کہا: اے پھوپھی! خدا کی قسم وہ موسٰی بن عمران کے بھائی ہیں جس بات پر موسٰی بھیجے گئے تھے اسی پر یہ بھی مبعوث ہوئے ہیں، وہ بولی:

یا ابن اخی اھو النبی الذی کنا نخبر به انه یبعث مع بعث الساعة، قلت لها نعم[1]	اے میرے بھتیجے! کیا یہ وہ نبی ہیں جن کی ہم خبر دئے جاتے تھے کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوں گے؟ میں کہا: نعم ہاں۔(الحدیث)

خطیب وابن عساکر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا احمد و محمد والحاشر والمقفی والخاتم[2]	میں احمد ہوں اور محمد اور تمام جہان کو حشر دینے والا، اور سب انبیاء کے پیچھے آنے والا، اور نبوت ختم فرمانے والا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ہجرت حضرت عباس:

ابو یعلٰی و طبرانی و شاشی وابو نعیم فضائل الصحابہ میں اور ابن عساکر و ابن النجار حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولاً اور رؤیانی وابن عساکر محمد بن شہاب زہری سے مرسلاً راوی حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عمِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں (مکہ معظّمہ سے) عرضی حاضر کی کہ مجھے اذن عطا ہو تو ہجرت کرکے (مدینہ طیبہ) حاضر ہوں۔اس کے جواب میں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہ فرمان نافذ فرمایا:

یا عم اقم مکانك الذی انت فیه، فان اللہ یختم بك الهجرة کما ختم بی النبوة[3]	اے چچا! اطمینان سے رہو کہ تم ہجرت میں خاتم المہاجرین ہونے والے ہو، جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما جاء فی دخول عبداللہ بن سلام علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالکتاب العلمیہ، بیروت، ۲/ ۵۳۰

[2] تاریخ بغداد للخطیب، ترجمہ ۲۵۰۱ احمد بن محمد السوطی، دارالکتاب العربی، بیروت، ۵/ ۹۹

[3] تہذیب تاریخ دمشق الکبیر، ذکر من اسمہ عباس، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۷/ ۲۳۵

امام اجل فقیہ محدث ابواللیث سمرقندی تنبیہ الغافلین میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابوبکر محمد بن احمد ثنا ابو عمران ثنا عبدالرحمن ثنا داؤد ثنا عباد بن الکثیر عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہمیں ابوبکر محمد بن احمد ان کو ابوعمران ان کو عبدالرحمٰن ان کو داؤد ان کو عباد بن کثیر ان کو عبد خیر سے انہوں نے حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔

جب سورۃ اذا جاء نصر اللہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مرض وصال شریف میں نازل ہوئی حضور فوراً برآمد ہوئے پنجشنبہ کا دن تھا، منبر پر جلوس فرمایا، بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم دیا کہ مدینے میں ندا کردو "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وصیت سننے چلو" یہ آواز سنتے ہی سب چھوٹے بڑے جمع ہوئے، گھروں کے دروازے ویسے ہی کھلے چھوڑ دیئے یہاں تک کہ کنواریاں پردوں سے باہر نکل آئیں، حدیہ کہ مسجد شریف حاضرین پر تنگ ہوئی، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمارہے ہیں اوراپنے پچھلوں کے لئے جگہ وسیع کرو، اپنے پچھلوں کے لئے جگہ وسیع کرو۔ پھر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر قیام فرماکر حمد وثنائے الٰہی بجالائے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر درود بھیجی، پھر ارشاد ہوا:

انا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ھاشم العربی الحرمی المکی لا نبی بعدی[1] الحدیث، ھذا مختصر۔	میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم عربی صاحب حرم محترم ومکہ معظمہ ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں، الحدیث، ہذا مختصر

مدینہ طیبہ میں حضور کی تشریف آوری:

اللہ اللہ ایک وہ دن تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری کی دھوم ہے، زمین وآسمان میں خیر مقدم کی صدائیں گونج رہی ہیں، خوشی وشادمانی ہے کہ درودیوار سے ٹپکی پڑتی ہے، مدینے کے ایک ایک بچے کا دمکتا چہرہ انار دانہ ہورہا ہے، باچھیں کھلی جاتی ہیں، دل ہیں کہ سینوں میں نہیں سماتے، سینوں پر جامے تنگ، جاموں میں قبائے گل کا رنگ، نور ہے کہ چھما چھم برس رہا ہے فرش سے عرش تک کا نور کا بقعہ بنا ہے، پردہ نشین کنواریاں شوق دیدارِ محبوبِ کردگار میں گاتی ہوئی باہر آئی ہیں کہ:

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع　　　وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع[2]

(ہم پر چاند نکل آیا وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والا دعا مانگے) (ت)

---

[1] تنبیہ الغافلین، باب الرفق، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۴۳۷

[2] المواہب اللدنیۃ، الہجرۃ الی المدینۃ متی انشد طلع البدر، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱/ ۳۱۳

بنی النجار کی لڑکیاں کوچے کوچے محوِ نغمہ سرائی ہیں کہ:

نحن جوارٍ من بنی النجارٖ یاحبذا محمد من جارٖ [1]

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اے نجاریو! محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیسا اچھا ہمسایہ ہے۔ت

ایک دن آج ہے کہ اس محبوب کی رخصت ہے، مجلسِ آخری وصیت ہے، مجمع تو آج بھی وہی ہے، بچوں سے بوڑھوں تک، مردوں سے پردہ نشینوں تک سب کا ہجوم ہے، ندائے بلال سنتے ہی چھوٹے بڑے سینوں سے دل کی طرح بے تابانہ نکلے ہیں، شہر بھرنے مکانوں کے دروازے کھلے چھوڑ دئے ہیں، دل کمھلائے چہرے مرجھائے دن کی روشنی دھیمی پڑ گئی کہ آفتابِ جہاں تاب کی وداع نزدیک ہے، آسمان پژمردہ، زمین افسردہ، جدھر دیکھو سناٹے کا عالم اتنا اژدحام اور ہو کا مقام، آخری نگاہیں اس محبوب کے روئے حق نما تک کس حسرت و یاس کے ساتھ جاتی اور ضعفِ نومیدی سے ہلکان ہو کر بیخودانہ قدموں پر گر جاتی ہیں، فرطِ ادب سے لب بند مگر دل کے دھوئیں سے یہ صدا بلند:

كنت السواد لناظري فعمی علیك الناظر

من شاء بعدك فليمت فعليك كنت احاذر [2]

(میں اپنے دیکھنے والوں کے لئے سیاہ تھا پس اندھا کیا گیا آپکو دیکھنے والے کو، پس جو چاہے آپ کے بعد مار دے، پس آپ پر ہی بھروسا تھا کہ مجھے بچالیں گے۔ت)

اللہ کا محبوب، امت کا داعی کس پیار کی نظر سے اپنی پالی ہوئی بکریوں کو دیکھتا اور محبت بھرے دل سے انہیں حافظ حقیقی کے سپرد کر رہا ہے، شان رحمت کو ان کی جدائی کا غم بھی ہے اور فوج فوج امنڈتے ہوئے آنے کی خوشی بھی کہ محنت ٹھکانے لگی، جس خدمت کو ملک العرش نے بھیجا تھا باحسن الوجوہ انجام کو پہنچی۔

نوح کی ساڑھے نوسو برس وہ سخت مشقت اور صرف پچاس شخصوں کو ہدایت، یہاں بیس ۲۰ تئیس ۲۳ ہی سال میں بحمد اللہ یہ روز افزوں کثرت، کنیز وغلام جوق جوق آرہے ہیں، جگہ بار بار تنگ ہو جاتی ہے دفعہ دفعہ ارشاد ہوتا ہے آنے والوں کو جگہ دو، آنے والوں کو جگہ دو، اس عام دعوت پر جب یہ مجمع ہو لیا ہے سلطان عالم نے منبر اکرم پر قیام کیا ہے، بعد حمد و صلوٰۃ اپنے نسب و نام و قوم و مقام و فضائل عظام کا بیان ارشاد ہوا ہے، مسلمانو! خدارا پھر مجلس میلاد اور کیا ہے، وہی دعوت عام، وہی مجمع تام، وہی منبر و قیام، وہی بیان فضائل سید الانام علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میلاد اور کس شیئ کا نام، مگر نجدی صاحبوں کو ذکر محبوب

---

[1] المواہب اللدنیۃ، الھجرۃ الی المدینۃ متی انشد طلع البدر، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱/ ۳۱۴

[2] المواہب اللدنیۃ المقصد العاشر، الفصل الاول (وثائی) المکتب الاسلامی، بیروت، ۴/ ۵۵۴

مٹانے سے کام وربنا الرحمن المستعان وبہ الاعتصام وعلیہ التکلان (ہمارا رب رحمٰن مددگار ہے اور اسی ذات سے مضبوطی اور اسی پر اعتماد۔ت)

چار پائے کلام کرتے ہیں:

ابن حبان وابن عساکر حضرت ابو منظور اور ابو نعیم بروجہ آخر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، جب خیبر فتح ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک دراز گوش سیاہ رنگ دیکھا اس سے کلام فرمایا، وہ جانور بھی تکلم میں آیا، ارشاد ہوا، تیرا کیا نام ہے؟ عرض کی: یزید بیٹا شہاب کا، اللہ تعالٰی نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ دراز گوش پیدا کئے **کلھم لا یرکبہ الا نبی** ان سب پر انبیاء سوار ہوا کئے **وقد کنت اتوقعك ان ترکبنی، لم یبق من نسل جدی غیری ولا من الانبیاء غیرك** مجھے یقینی توقع تھی کہ حضور مجھے اپنی سواری سے مشرف فرمائیں گے کہ اب اس نسل میں سوا میرے اور انبیاء میں سوا حضور کے کوئی باقی نہیں، میں ایک یہودی کے پاس تھا اسے قصداً گرادیا کرتا وہ مجھے بھوکا رکھتا اور مارتا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا نام **یعفور** رکھا، جسے بلانا چاہتے اسے بھیج دیتے چوکھٹ پر سر مارتا جب صاحب خانہ باہر آتا اسے اشارے سے بتاتا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاد فرماتے ہیں، جب حضور پر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انتقال فرمایا وہ مفارقت کی تاب نہ لایا ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے کنویں میں گر کر مرگیا[1]

هذا حديث ابی منظور ونحوه عن معاذ باختصار غير انه ذكر مكان الاباء ثلثة اخوة واسمه مكان يزيد عمر وقال كلنا ركبنا الانبياء انا اصغرهم وكنت لك[2] الحديث **قلت** ولا عليك من دندنة العلامة ابن الجوزی كعادته عليه ولا من تحامل ابن دحية علی حديث الضب المار سابقا فليس فيهما ما ينكر شرعا ولا في	یہ ابو منظور کی حدیث ہے اور اسی کی مثل حضرت معاذ سے بطریق اختصار مروی ہے مگر انہوں نے آباء کی جگہ تین بھائیوں کا اور یزید کی جگہ نام عمر ذکر کیا اور اس نے کہا ہم سب پر انبیاء علیہم السلام سوار ہوئے جبکہ میں سب سے چھوٹا ہوں اور میں آپ کے لئے ہوں، الحدیث۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) علامہ ابن جوزی کا اعتراض جیسا کہ اس کی عادت ہے تجھے مضر نہیں، اور نہ ہی ابن دحیہ کی سوسمار سے متعلق گزشتہ حدیث پر جسارت تجھے مضر ہے، ان دونوں حدیثوں میں شرعی طور پر کوئی قابل انکار چیز نہیں

[1] المواهب اللدنية بحواله ابن عساكر عن ابی منظور، مقصد رابع، فصل اول، المكتب الاسلامی بيروت ۲/ ۵۵۴

[2] دلائل النبوة لابی نعيم، الفصل الثانی والعشرون، عالم الكتب، بيروت، ص ۱۳۸

سندهما كذاب ولا وضاع ولا متهم به فانى ياتيها الوضع وهذا امام الشان العسقلانى قد اقتصر فى حديث ابى منظور على تضعيفه وله شاهد من حديث معاذ كما ترى لا جرم ان قال الزرقانى نهايته الضعف لا الوضع [1]، وقال هو والقسطلانى فى حديث الضب (معجزاته صلى الله تعالى عليه وسلم فيها ما هو ابلغ من هذا وليس فيه ما ينكر شرعا خصوصا وقد رواه الائمة) الحافظ الكبار كابن عدى وتلميذه الحاكم و تلميذه البيهقى وهو لا يروى موضوعا والدارقطنى وناهيك به (فنهايته الضعف لا الوضع) كما زعم كيف ولحديث ابن عمر طريق أخر ليس فيه السلمى رواه ابو نعيم وورد مثله من حديث عائشة وابى هريرة عند غيرهما [2] اھ **قلت** وقد اورد كلا الحديثين الامام خاتم الحفاظ فى الخصائص الكبرى وقد قال فى خطبتها نزهته عن الاخبار الموضوعة وما يرد اھ [3]، **قلت** وعزو الزرقانى

اور نہ ہی ان کی سندوں میں کوئی کذاب اور وضاع اور متہم راوی ہے توان حدیثوں کا موضوع ہونا کہاں سے ہوا جبکہ امام عسقلانی نے ابو منظور کی حدیث کو ضعیف کہنے پر اقتصار کیا حالانکہ اس حدیث کا شاہد حضرت معاذ کی حدیث ہے جیسا کہ آپ دیکھ رہے اسی بناپر علامہ زرقانی نے فرمایا زیادہ سے زیادہ یہ ضعیف ہے موضوع نہیں ہے، اور انہوں نے اور امام قسطلانی نے بھی سوسمار والی حدیث کے متعلق فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات میں تواس سے بڑھ کر واقعات ہیں جبکہ اس حدیث میں شرعی طور پر قابل انکار چیز بھی نہیں، خصوصًا جبکہ اس کو بڑے ائمہ حفاظ جیسے ابن عدی، ان کے شاگرد امام حاکم اور ان کے شاگرد امام بیہقی نے روایت کیا ہو، امام بیہقی تو موضوع روایت ذکر نہیں کرتے، اس کو دار قطنی نے روایت کیا ان کی سند تو تجھے کافی ہے تو زیادہ سے زیادہ یہ حدیث ضعیف ہوسکتی ہے موضوع نہیں ہے جیسا کہ بعض نے خیال کیا، موضوع کیسے کہا جائے جبکہ ابن عمر کی حدیث دوسرے طریقہ سے بھی مروی ہے جس میں سلمٰی مذکور نہیں اس طریق کو ابو نعیم نے روایت کیا اور حضرت عائشہ صدیقہ اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کی مثل دونوں کے غیر سے وارد ہے اھ **قلت** (میں کہتا ہوں) ان دونوں حدیثوں کو امام جلال الدین سیوطی

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ مقصد رابع، فصل اول، حدیث الضب، دار المعرفۃ بیروت، ۵/ ۱۴۸

[2] المواہب اللدنیہ مقصد رابع، فصل اول، حدیث الضب، المکتب الاسلامی، بیروت، ۲/ ۵۵۵، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ مقصد رابع، فصل اول، حدیث الضب، دار المعرفۃ بیروت، ۵/ ۱۴۹۔۵۰

[3] الخصائص الکبرٰی، مقدمۃ المؤلف، دار الکتب الحدیثیہ، بیروت، ۱/ ۸

حدیث الضب لا بن عمر تبع فیه الماتن اعنی الامام القسطلانی صاحب المواهب وسبقهما الد میری فی حیٰوۃ الحیوان الکبری لکن الذی رأیت فی الخصائص الکبرٰی والجامع الکبیر للامام الجلیل الجلال السیوطی هو عزوه لامیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنه کما قدمت وقد اورده فی الجامع فی مسند عمر فزیادۃ لفظ الابن اما وقع سهوا اویکون الحدیث من طریق ابن عمر عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما فیصح العزو الی کل وان کان الاولی ذکر المنتهی ویحتمل علی بُعد عن کل منهما فاذن یکون مرویا عن ستة من الصحابة رضی اللہ تعالٰی عنهم، واللہ تعالٰی اعلم۔	نے خصائص الکبرٰی میں ذکر فرمایا حالانکہ انہوں نے اس کتاب کے خطبہ میں فرمایا ہے میں نے اس کتاب کو موضوع اور مردود روایات سے دور رکھا ہے اھ قلت (میں کہتا ہوں) زرقانی کا سوسمار والی حدیث کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف منسوب کرنا ماتن یعنی مصنف مواہب امام قسطلانی کی پیروی ہے جبکہ ان دونوں سے قبل علامہ دمیری نے لحیٰوۃ الحیوان میں اس کو ذکر کیا لیکن میں نے امام جلال الدین سیوطی کی خصائص الکبرٰی اور جامع کبیر میں دیکھا انہوں نے اس کو امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ میں پہلے ذکر کرچکا ہوں، انہوں نے اسے اپنی جامع میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مسند میں ذکر فرمایا، تو "ابن" کا لفظ سہواً لکھا گیا ہے یا پھر ابن عمر کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے لہٰذا دونوں حضرات کی طرف نسبت درست ہے، اگرچہ منتہی راوی یعنی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب کرنا اولٰی ہے اور بعید احتمال کے طور پر دونوں حضرات سے مستقل روایت بھی ہوسکتی ہے تو یوں چھ صحابہ سے یہ حدیث مروی ہوگی۔ (واللہ تعالٰی اعلم)۔ت

میرے بعد کوئی نبی نہیں:

سعید بن ابی منصور وامام احمد وابن مردویہ حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا نبوۃ بعدی الا المبشرات الرؤیا الصالحة[1]	میرے بعد نبوت نہیں مگر بشارتیں ہیں اچھے خواب۔

[1] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث ابی الطفیل رضی اللہ تعالٰی عنه، دار الفکر بیروت، ۵/ ۴۵۴، مجمع الزوائد، کتاب التعبیر، دار الکتاب، بیروت، ۷/ ۱۷۳

احمد وخطیب اور بیہقی شعب الایمان میں اس کے قریب ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یبقی بعدی من النبوۃ شیئ الاالمبشرات الرؤیا الصالحۃ یراھا العبد اوتری لہ[1]	میرے بعد نبوت سے کچھ باقی نہ رہے گا مگر بشارتیں، اچھا خواب کہ بندہ آپ دیکھے یا اس کے لئے دوسرے کو دکھایا جائے۔

تیس ۳۰ کذاب:

ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف میں عبید بن عمر ولیثی اور طبرانی کبیر میں نعیم بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقوم الساعۃ حتی یخرج ثلثون کذّابا کلھم یزعم انہ نبی زاد[2] عبید قبل یوم القیٰمۃ۔ **اقول:** وانما اخرناھما الی التذییل بخلاف عین اللفظ المتقدم فی الحدیث الثانی والستین لان فی تتمتہ ان من قال فافعلوا بہ کذا وکذا وھٰذا العموم انما تم لا جل ختم النبوۃ اذلوجاز ان یکون بعدہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی صادق لما ساع الامر المذکور بالعموم وان کان یاتی ایضا ثلثون اوالوف من الکذابین بل کان یجب اقسامۃ امارۃ تمیز الصادق من الکاذب والامر بالایقاع بمن ھو کاذب	قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے تیس کذاب نکلیں ہر ایک اپنے آپ کو نبی کہتا ہو۔ عبید نے اس پر "قبل یوم القیٰمۃ" کو زائد کیا۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان دونوں حدیثوں کو ہم نے تذییل کے آخر میں ذکر کیا برخلاف اس کے جو باسٹھویں حدیث میں پہلے گزرا عین لفظ اس کے کیونکہ اس کے آخر میں یوں ہے کہ جو بھی نبوت کا دعوٰی کرے اسے یہ یہ کرو۔ اور جو بھی ایسا دعوٰی کرے اس سے یوں کرو" یہ عموم ختم نبوت کے لئے ہی تام ہوسکتا ہے کیونکہ اگر آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا جائز ہوتا تو پھر یہ عام حکم ایسے لوگ تیس ہوں یا ہزاروں ہوں سب کو شامل نہ ہوتا بلکہ پھر سچے اور جھوٹے نبی کی تمیز میں کوئی امتیازی علامت بیان کرکے "یہ یہ کرنے" کا حکم ان میں سے صرف کاذبین کے لئے ہوتا

[1] مسند امام احمد بن حنبل، حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، دارالفکر بیروت، ۶/ ۱۲۹، تاریخ بغداد للخطیب، ترجمہ ۵۸۳۶، عبدالغالب بن جعفر، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۱/ ۱۴۰

[2] مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الفتن حدیث ۱۹۴۱۱، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۵/ ۱۷۰

منهم لا غير كما لا يخفى والى الله المشتكى من ضعفنا فى هٰذه الزمان الكثير فجاره القليل انصاره الغالب كفاره البين عواره وقد ظهر الاٰن بعض هٰؤلاء الدجالين الكذابين فلواراد الله باحدهم شيئًا يطيروا بالمسلم والمسلم انما حدّث فانّا لله وانّا اليه رٰجعون لكن الاحتراس كان اسلم للمسلم وانفى للفساد فاحببنا الاقتصار على القدر المراد والله المستعان وعليه التكلان ولا حول ولا قوة الاّ بالله العلى العظيم۔	ہر ایک کے لئے نہ ہوتا، جیسا کہ ظاہر ہے، اور اللہ تعالٰی سے ہی اس زمانہ میں ہمیں اپنے کمزور ہونے کی شکایت ہے یہ زمانہ جس میں فجار کی کثرت، مددگاروں کی قلّت، کافروں کا غلبہ اور کج روی عام ہے جبکہ اب بعض ایسے کذاب دجّال لوگ ظاہر ہوئے ہیں، اگر ایسے دجالوں کو اللہ تعالٰی کے ارادہ سے کچھ ہوگیا تو اس کو مسلمانوں کی طرف منسوب کیا جائے گا کہ انہوں نے ایسی حدیث بیان کی جس پر یہ کچھ ہوا ہم اللہ تعالٰی کی ملک ہیں اور اس کی طرف ہمارا لوٹنا ہے تاہم مسلمانوں کو اپنی حفاظت مناسب ہے اور فساد کو دفع کرنا زیادہ بہتر ہے تو اس لئے صرف مراد کو بیان کرنا ہی پسند کیا ہے، اور اللہ تعالٰی ہی سے مدد اور اسی پر توکل ہے لاحول ولا قوة الاّ بالله العلى العظيم۔ (ت)

علی بمنزلہ ہارون ہیں:

خطیب حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انما على مِنّى بمنزلة هارون من موسٰى الا انه لا نبى بعدى [1]	علی مجھ سے ایسا ہے جیسا موسٰی سے ہارون (کہ بھائی بھی اور نائب بھی) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

امام احمد مناقب امیر المؤمنین علی میں مختصرًا، اور بغوی وطبرانی اپنی معاجیم، باوردی معرفت، ابن عدی کامل، ابو احمد حاکم کنٰی میں بطریق امام بخاری، ابن عساکر تاریخ میں سب زید بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل میں راوی وھذا حدیث احمد (یہ حدیث احمد ہے۔ت) جب حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے باہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں بھائی چارہ کیا امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کی: میری جان نکل گئی اور پیٹھ ٹوٹ گئی، یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحاب کے ساتھ کیا جو میرے ساتھ نہ کیا یہ اگر مجھ سے کسی ناراضی کے سبب ہے تو حضور ہی کے لئے منانا اور عزت ہے۔

[1] تاریخ بغداد للخطیب، ترجمہ ۴۰۲۳، الحسن بن یزید، دار الکتاب العربی، بیروت، ۷/ ۴۵۳

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی بعثنی بالحق ما اخرتك الا لنفسی وانت منّی بمنزلة ھارون من موسٰی غیر انه لا نبی بعدی[1]	قسم اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا میں نے تمہیں خاص اپنے لئے رکھ چھوڑا ہے تم مجھ سے ایسے ہو جیسے ہارون موسٰی سے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تم میرے بھائی اور وارث ہو۔

امیر المؤمنین نے عرض کی: مجھے حضور سے کیا میراث ملے گی؟ فرمایا: جو اگلے انبیاء کو ملی۔ عرض کی: انہیں کیا ملی تھی؟ فرمایا: خدا کی کتاب اور نبی کی سنت، اور تم میرے ساتھ جنت میں میری صاحبزادی کے ساتھ میرے محل میں ہوگے اور تم میرے بھائی اور رفیق ہو۔

ابن عساکر عـــہ بطریق عبداللہ بن محمد بن عقیل عن ابیہ عن جدہٖ عقیل بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ راوی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت عقیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: خدا کی قسم میں تمہیں دو جہت سے دوست رکھتا ہوں، ایک تو قرابت، دوسرے یہ کہ ابوطالب کو تم سے محبت تھی، اے جعفر! تمہارے اخلاق میرے اخلاق کریمہ سے مشابہ ہیں:

عـــہ: فی نسخة کنز العمال المطبوعة عن عبداللّٰه بن عقیل عن ابیه عن جدہ عقیل وھو خطأ وصوابه عبداللّٰه بن محمد بن عقیل، عبداللّٰه تابعی صدوق من رجال الاربعة ما خلا النسائی قال الذھبی حدیثه فی مرتبة الحسن وابوہ تابعی مقبول رجال ابن ماجة ۱۲ منه (م)	کنز العمال کے مطبوعہ نسخہ میں عبداللہ بن عقیل اپنے والد ماجد اور ان کے دادا عقیل سے راوی جبکہ یہ خطا ہے اور صحیح یہ ہے عبداللہ بن محمد بن عقیل، یہ عبداللہ تابعی ہیں نہایت صادق، نسائی کے ماسوا سنن صحاح کے راویوں میں شمار ہیں، امام ذہبی نے فرمایا ان کی روایت حسن کے مرتبہ میں ہے اور ان کے والد بھی تابعی اور مقبول، ابن ماجہ کے راویوں میں شمار ہیں۔ ت

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر، ذکر من اسمه سلمان، ترجمه سلمان بن الاسلام الفارسی، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۶/ ۲۰۳، فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل، حدیث ۱۰۸۵، موسسة الرساله، بیروت، ۲/ ۶۳۹-۶۳۸

واما انت یا علی فانت منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی غیر انہ لانبی بعدی[1]	تم اے علی! مجھ سے ایسے ہو جیسے موسٰی سے ہارون مگر یہ کہ میرے بعد نبی نہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الحمدللہ تین چہل حدیث کا عدد تو کامل ہوا جن میں چوراسی ۸۴ حدیثیں مرفوع تھیں اور سترہ ۱۷ تذییلات علاوہ، پہلے گزری تھیں سات عـــہ اس تکمیل میں بڑھیں، ان سترہ میں بھی پانچ مرفوع تھیں تو جملہ مرفوعات یعنی وہ حدیثیں جو خود حضور پر نور خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی حضور کے ارشاد و تقریر کی طرف منتہی ہیں نواسی ۸۹ ہوئیں لہٰذا چاہا کہ ایک حدیث مرفوع اور شامل ہو کہ نوّے ۹۰ احادیث مرفوعہ کا عدد کامل ہو نیز ان اللہ وتر یحب الوتر (اللہ واحد ہے اور واحد کو پسند کرتا ہے۔ت) کا فضل حاصل ہو۔ میں

آخری نبی اور میری امت آخری امت ہے:

بیہقی سنن میں حضرت ابن زمل جُہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث طویل رؤیا میں راوی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نماز صبح پاؤں بدلنے سے پہلے ستر بار سبحان اللہ وبحمدہٖ واستغفر اللہ ان اللہ کان توّابا پڑھتے پھر فرماتے یہ ستر ۷۰ ساتسو ۷۰۰ کے برابر ہیں نرا بے خیر ہے جو ایک دن میں ساتسو ۷۰۰ سے زیادہ گناہ کرے (یعنی ہر نیکی کم از کم دس ہے من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا، تو یہ ستر کلمے ساتسو نیکیاں ہوئے اور ہر نیکی کم از کم ایک بدی کو محو کرتی ہے۔ ان الحسنات یذھبن السیاٰت، تو اس کے پڑھنے والے کے لئے نیکیاں ہی غالب رہیں گی مگر وہ کہ دن میں ساتسو گناہ سے زیادہ کرے اور ایسا سخت ہی بے خیر ہوگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

پھر لوگوں کی طرف منہ کرکے تشریف رکھتے اور اچھا خواب حضور کو خوش آتا دریافت فرماتے: کسی نے کچھ دیکھا ہے؟ ابن زمل نے عرض کی: یارسول اللہ! میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: بھلائی پاؤ اور برائی سے بچو ہمیں اچھا اور ہمارے دشمنوں پر بُرا، رب العالمین کے لئے ساری خوبیاں ہیں خواب بیان کرو۔ انہوں نے عرض کی: میں نے دیکھا کہ سب لوگ ایک وسیع نرم بے نہایت راستے پر بیچ شارع عام میں

عـــہ: بعد حدیث ۱۱۰ تذییل اول دو حدیث عبادہ بن صامت وہشام بن عاص، وتذییل دوم دو حدیث حاطب وشیوخ واقدی، وتذییل سوم حدیث ابن سلام وبعد حدیث ۱۱۷ دو حدیث عبید ونعیم رضی اللہ تعالٰی عنہم ۱۲ منہ (م)

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن عبداللہ بن عقیل حدیث ۳۳۶۱۶، موسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۱/ ۷۳۹

چل رہے ہیں ناگہاں اس راہ کے لبوں پر خوبصورت سبزہ زار نظر آیا کہ ایسا کبھی نہ دیکھا تھا اس کا لہلہاتا سبزہ چمک رہا ہے، شادابی کا پانی ٹپک رہا ہے، اس میں ہر قسم کی گھاس ہے، پہلا ہجوم آیا، جب اس سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور سواریاں سیدھے راستے پر ڈالے چلے گئے ادھر ادھر اصلًا نہ پھرے، پھر اس مرغزار کی طرف کچھ التفات نہ کیا، پھر دوسرا ریلا آیا کہ پہلوں سے کئی گنا زائد تھا، سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی راہ پر چلے مگر کوئی کوئی اس چراگاہ میں چرانے بھی لگا اور کسی نے چلتے میں ایک مُٹھّا لے لیا، پھر روانہ ہوئے، پھر عام اژدحام آیا، جب یہ سبزہ زار پر پہنچے تکبیر کہی اور بولے یہ منزل سب سے اچھی ہے یہ ادھر ادھر پڑ گئے میں ماجرا دیکھ کر سیدھا راہ راہ پڑ لیا، جب سبزہ زار سے گزر گیا تو دیکھا کہ سات زینے کا ایک منبر ہے اور حضور اس کے سب سے اونچے درجے پر جلوہ فرما ہیں، حضور کے آگے ایک سال خوردلاغر ناقہ ہے حضور اس کے پیچھے تشریف لے جاتے ہیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ راہ نرم و وسیع وہ ہدایت ہے جس پر میں تمہیں لایا اور تم اس پر قائم ہو اور وہ سبزہ زار دنیا اور اس کے عیش کی تازگی ہے میں اور میرے صحابہ تو چلے گئے کہ دنیا سے اصلًا علاقہ نہ رکھا نہ اسے ہم سے تعلق ہوا نہ ہم نے اسے چاہا نہ اس نے ہمیں چاہا پھر دوسرا ہجوم ہمارے بعد آیا وہ ہم سے کئی گنا زیادہ ہے، ان میں سے کسی نے چرایا کسی نے گھاس کا مُٹّھا لیا اور نجات پاگئے، پھر بڑا ہجوم آیا وہ سبزہ زار میں دہنے بائیں پڑ گئے تو **انّا للّٰہ وانّا الیہ رٰجعون**o اور اے ابن زمل! تم اچھی راہ پر چلتے رہو گے یہاں تک کہ مجھ سے ملو اور وہ سات زینے کا منبر جس کے درجہ اعلٰی پر مجھے دیکھا یہ جہان ہے اس کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور میں اخیر ہزار میں ہوں **وامّا ناقۃ التی رأیت ورأیتنی اتبعہا فھی الساعۃ علینا تقوم لا نبی بعدی ولا اُمۃ بعد اُمتی** اور وہ ناقہ جس کے پیچھے مجھے جاتا دیکھا قیامت ہے ہمارے ہی زمانے میں آئے گی، نہ میرے بعد کوئی نبی نہ میری امت کے بعد کوئی امت[1]، **صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی امتک اجمعین وبارک وسلم واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔**

تسجیل جمیل: **بحمد اللہ** بیس ۲۰ احادیث علویہ کے علاوہ خاص مقصود محمود ختم نبوت پر یہ ایک سو ایک ۱۰۱ حدیثیں ہیں اور مع تذییلات ایک سو اٹھارہ ۱۱۸ جن میں نوے ۹۰ مرفوع ہیں اور ان کے رواۃ واصحاب اکہتر ۷۱۔

[1] کنز العمال بحوالہ البیہقی، حدیث ۴۲۰۱۸، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۵/ ۵۱۸ تا ۵۲۱، المعجم الکبیر حدیث ۸۱۴۶، عن ابن زمل الجھنی، المکتبۃ الفیصلیۃ، بیروت، ۸/ ۳۶۲ و ۳۶۷

گیارہ تابعی: صحابہ وتابعین جن میں صرف گیارہ تابعی:

۱۔امام اجل محمد باقر	۲۔سعد بن ثابت
۳۔ابن شہاب زہری	۴۔عامر شعبی
۵۔عبداللہ بن ابی الہذیل	۶۔علاء بن زیاد
۷۔ابوقلابہ	۸۔کعب احبار
۹۔مجاہد مکی	۱۰۔محمد بن کعب قرظی
۱۱۔وہب بن منبہ	

اکاون صحابہ: باقی ساٹھ[۶۰] صحابی ازاں جملہ اکاون[۵۱] صحابہ خاص اصول مرویات میں:

۱۲۔ابی بن کعب	۱۳۔ابوامامہ باہلی
۱۴۔انس بن مالک	۱۵۔اسماء بنت عمیس
۱۶۔براء بن عازب	۱۷۔بلال مؤذن
۱۸۔ثوبان مولٰی رسول اللہ	۱۹۔جابر بن سمرہ
۲۰۔جابر بن عبداللہ	۲۱۔جبیر بن مطعم
۲۲۔حبیش بن جنادہ	۲۳۔حذیفہ بن اسید
۲۴۔حذیفہ بن الیمان	۲۵۔حسان بن ثابت
۲۶۔حویصہ بن مسعود	۲۷۔ابوذر
۲۸۔ابن زمل	۲۹۔زیاد بن لبید
۳۰۔زید بن ارقم	۳۱۔زید بن ابی اوفٰی
۳۲۔سعد بن ابی وقاص	۳۳۔سعید بن زید
۳۴۔ابوسعید خدری	۳۵۔سلمان فارسی
۳۶۔سہل بن سعد	۳۷۔ام المؤمنین ام سلمہ
۳۸۔ابوالطفیل عامر بن ربیعہ	۳۹۔عامر بن ربیعہ
۴۰۔عبداللہ بن عباس	۴۱۔عبداللہ بن عمر

۴۲۔ عبدالرحمٰن بن غنم
۴۳۔ عدی بن ربیعہ
۴۴۔ عرباض بن ساریہ
۴۵۔ عصمہ بن مالک
۴۶۔ عقبہ بن عامر
۴۷۔ عقیل بن ابی طالب
۴۸۔ امیر المؤمنین علی
۴۹۔ امیر المؤمنین عمر
۵۰۔ عوف بن مالک اشجعی
۵۱۔ ام المؤمنین صدیقہ
۵۲۔ ام کرز
۵۳۔ مالک بن حویرث
۵۴۔ مالک بن سنان والد ابی سعید خدری
۵۵۔ محمد بن عدی بن ربیعہ
۵۶۔ معاذ بن جبل
۵۷۔ امیر معاویہ
۵۸۔ مغیرہ بن شعبہ
۵۹۔ ابن ام مکتوم
۶۰۔ ابو منظور
۶۱۔ ابو موسٰی اشعری
۶۲۔ ابوہریرہ

اور **نو صحابی** تذییلات میں:

۶۳۔ حاطب بن ابی بلتعہ
۶۴۔ عبداللہ ابن ابی اوفٰی
۶۵۔ عبداللہ بن زبیر
۶۶۔ عبداللہ بن سلام
۶۷۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص
۶۸۔ عبادہ بن صامت
۶۹۔ عبید بن عمرو لیثی
۷۰۔ نعیم بن مسعود
۷۱۔ ہشام بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

ختم نبوت پر دیوبندی عقیدہ:

ان احادیث کثیرہ وافرہ شہیرہ متواترہ میں صرف گیارہ حدیثیں وہ ہیں جن میں فقط نبوت کا انہیں الفاظ موجودہ قرآن عظیم سے ذکر ہے جن میں آج کل کے بعض ضُلّال قاسمانِ کفر وضلال نے تحریف معنوی کی اور معاذ اللہ حضور کے بعد اور نبوتوں کی نیو جمانے کو خاتمیت بمعنی نبوت بالذّات لی یعنی معنی **خاتم النبیین** صرف اس قدر ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی بالذّات ہیں اور انبیاء نبی بالعرض، باقی زمانے میں تمام انبیاء کے بعد ہونا حضور کے بعد اور کسی کو نبوت ملنی ممتنع ہونا یہ معنی ختم نبوت نہیں اور صاف لکھ دیا کہ حضور کے بعد بھی کسی کو نبوت مل جائے تو ختم نبوت کے اصلاً منافی نہیں اس کے رسالہ ضلالت مقالہ کا خلاصہ

عبارت یہ ہے:

قاسم نانوتوی کا عقیدہ:

عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن کہ تقدّم یا تاخّر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں ولٰکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا کیونکر صحیح ہوسکتا بلکہ موصوف بالعرض کا قصّہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اسی طور پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمایئے آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور نبی موصوف بالعرض ایں معنی جو میں نے عرض کیا آپ کا خاتم ہونا انبیائے گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے[1] ھ ملتقطًا مسلمانو! دیکھا اس ملعون ناپاک شیطانی قول نے ختم نبوت کی کیسی جڑ کاٹ دی، خاتمیت محمدیہ علی صاحبہا الصلٰوۃ والتحیۃ کہ وہ تاویل گھڑی کہ خاتمیت خود ہی ختم کردی صاف لکھ دیا کہ اگر حضور خاتم الانبیاء علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والثنا کے زمانے میں بلکہ حضور کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو تو ختم نبوت کے کچھ منافی نہیں اللہ اللہ جس کفر ملعون کے موجد کو خود قرآن عظیم کا وخاتم النبیین فرمانا نافع نہ ہوا کما قال تعالٰی (جیسا کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا۔:

"وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝۸۲"[2]	اتارتے ہیں ہم اس قرآن سے وہ چیز کہ مسلمانوں کیلئے شفاء ورحمت ہے اور ظالموں کو اس سے کچھ نہیں بڑھتا سوا زیاں کے۔

اسے احادیث میں خاتم النبیین فرمانا کیا کام دے سکتا ہے فبای حدیث بعدہ یومنون[3] قرآن کے بعد اور کون سی حدیث پر ایمان لائیں گے۔

[1] تحذیر الناس، مطبوعہ دار الاشاعت کراچی۔ ص ۱۸ و ۲۴

[2] القرآن الکریم ۱۷/ ۸۲

[3] القرآن الکریم ۷/ ۱۸۵

صحابہ کرام اور ختم نبوت:

فقیر غفرلہ المولی القدیر نے ان احادیث کثیرہ میں صرف گیارہ حدیثیں ایسی لکھیں جن میں تنہا ختم نبوت کا ذکر ہے باقی نوے ۹۰ احادیث اور اکثر تذییلات، ان پر علاوہ سو ''' سے زائد حدیثیں وہی جمع کیں کہ بالتصریح حضور کا اسی معنی پر خاتم ہونا بتارہی ہیں جسے وہ گمراہ ضال عوام کا خیال جانتا ہے اور اس میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے کوئی تعریف نہیں مانتا، صحابہ کرام وتابعین عظّام کے ارشادات کہ تذییلوں میں گزرے، مثلاً:

۱۔ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی کہ اللہ تعالٰی نے حضور کو سب انبیاء کے بعد بھیجا۔

۲۔ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول تمہارے نبی آخر الانبیاء ہیں۔

۳۔ عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۴۔ امام باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول کہ وہ سب انبیاء کے بعد بھیجے گئے۔

انہیں تو یہ گمراہ کب سنے گا کہ وہ اسی وسوسۃ الخناس میں صاف یہ خود بھی بتایا گیا ہے کہ وہ سلف صالح کے خلاف چلا ہے اور اسکا عذر یوں پیش کیا کہ: اگر بوجہ کم التفاتی بڑوں کا فہم کسی مضمون تک نہ پہنچا تو ان کی شان میں کیا نقصان آگیا اور کسی طفل ناداں نے کوئی ٹھکانے کی بات کہہ دی تو کیا وہ عظیم الشان ہوگیا"۔

مگر آنکھیں کھول کر خود محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی متواتر حدیثیں دیکھئے کہ:

۱۔ میں عاقب ہوں جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ میں سب انبیاء میں آخر نبی ہوں۔

۳۔ میں تمام انبیاء کے بعد آیا۔

۴۔ ہمیں پچھلے ہیں۔

۵۔ میں سب پیغمبروں کے بعد بھیجا گیا۔

۶۔ قصر نبوت میں جو ایک اینٹ کی جگہ تھی مجھ سے کامل کی گئی۔

۷۔ میں آخر الانبیاء ہوں۔

۸۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۹۔ رسالت ونبوت منقطع ہوگئی اب نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی۔

۱۰۔ نبوت میں سے اب کچھ نہ رہا سوا اچھے خواب کے۔

۱۱۔ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔

۱۲۔ میرے بعد دجّال کذّاب ادعائے نبوت کریں گے۔

۱۳۔ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۱۴۔ نہ میری امت کے بعد کوئی امت۔

ادھر علمائے کتبِ سابقہ[عــہ] اللہ ورسل جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشادات سن سن کر شہادات ادا کریں گے کہ:

۱۔ احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہوں گے ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ انکے سوا کوئی نبی باقی نہیں۔

۳۔ وہ آخر الانبیاء ہیں۔

ادھر ملائکہ وانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صدائیں آرہی ہیں کہ:

۴۔ وہ پسین پیغمبراں ہیں۔

۵۔ وہ آخر مرسلان ہیں۔

خود حضرت عزت عزت عزتہ سے ارشادات جانفزا و دلنواز آرہے ہیں کہ:

۶۔ محمد ہی اوّل وآخر ہے۔

۷۔ اس کی امت مرتبے میں سب سے اگلی اور زمانے میں سب سے پچھلی۔

۸۔ وہ سب انبیاء کے پیچھے آیا۔

۹۔ اے محبوب! میں نے تجھے آخر النبیین کیا۔

۱۰۔ اے محبوب! میں نے تجھے سب انبیاء سے پہلے بنایا اور سب کے بعد بھیجا۔

۱۱۔ محمد آخر الانبیاء ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

مگر یہ ضال مضل محرف قرآن مغیر ایمان ہے کہ نہ ملائکہ کی سنے نہ انبیاء کی نہ مصطفٰی کی مانے نہ ان کے خدا کی۔ سب کی طرف سے ایک کان گونگا ایک بہرا، ایک دیدہ اندھا ایک پھوٹا، اپنی ہی ہانک لگائے جاتا ہے کہ یہ سب نافہمی کے اوہام، خیالاتِ عوام ہیں، آخر الانبیاء ہونے میں فضیلت ہی کیا ہے انّا للہ

عــہ: نیز تذییلات میں مقوقس کی دو حدیثیں گزریں کہ ایک نبی باقی تھے وہ عرب میں ظاہر ہوئے، ہرقل کی دو حدیثیں کہ یہ خانہ آخر النبوت تھا، عبداللہ بن سلام کی حدیث کہ وہ قیامت کے ساتھ مبعوث ہوئے، ایک حبر کا قول کہ وہ امت آخرہ کے نبی ہیں بلکہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عرض کہ حضور سب پیغمبروں سے زمانے میں متاخر ہیں۔ (م)

وانّا الیہ راجعون o

"کَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلۡبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝۳۵" [1] "رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوۡبَنَا بَعۡدَ اِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ ۝۸" [2]	اللہ یونہی مہر کر دیتا ہے متکبر سر کش کے دل پر۔اے ہمارے رب ! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تونے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بیشک توہی بڑا دینے والا۔

ہاں ان نوے ۹۰ حدیثوں میں تین حدیثیں صرف بلفظ خاتمیت بھی ہیں، دو حدیث سید عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کہ اے چچا! جس طرح اللہ تعالٰی نے مجھ پر نبوت ختم کی تم پر ہجرت کو ختم فرمائے گا، جیسے میں **خاتم النبیین** ہوں تم خاتم المہاجرین ہوگے۔شاید وہ گمراہ یہاں بھی کہہ دے کہ تمام مہاجرین کرام مہاجر بالعرض تھے حضرت عباس مہاجر بالذات ہوئے۔ ایک اور حدیث الٰہی جل وعلا کہ میں ان کی کتاب پر کتابوں کو ختم کرو نگا اور ان کے دین وشریعت پر ادیان شرائع کو۔ اوگمراہ! اب یہاں بھی کہہ دے کہ اور دین دین بالعرض تھے یہ دین دین بالذات ہے توریت وانجیل وزبور اللہ تعالٰی کے کلام بالعرض تھے قرآن کلام بالذات ہے مگر ہے یہ کہ:

"مَنۡ لَّمۡ يَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ۝۴۰" [3] نسأل الله العفو والعافیة ونعوذ به من الحور بعد الكور والكفر بعد الایمان والضلال بعد الهدی ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله تعالٰی علی سیدنا ومولانا محمد اٰخر المرسلین وخاتم النبیین واٰله و	جس کے لئے اللہ تعالٰی نور نہ بنائے تو اس کے لئے کوئی نور نہیں، ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کے طلبگار ہیں، اور ہم سنور نے کے بعد بگڑنے اور ایمان کے بعد کفر اور ہدایت کے بعد گمراہی سے اس کی پناہ کے طالب ہیں، حرکت اور طاقت نہیں مگر صرف اللہ تعالٰی سے جو بلند و عظیم ہے، اللہ تعالٰی کی صلواتیں ہمارے آقا و مولٰی محمد صلی اللہ

[1] القرآن الکریم ۴۰/ ۳۵
[2] القرآن الکریم ۳/ ۸
[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

صحبہ اجمعین، والحمد للہ رب العٰلمین۔	تعالٰی علیہ وسلم پر جو رسولوں کے آخری اور نبیوں کے آخری ہیں اور آپ کی سب آل واصحاب پر، والحمد للہ رب العالمین (ت)

دیوبندی اور شیعہ عقائد میں مماثلت:

الحمد للہ کہ بیان اپنے منتہٰی کو پہنچا اور حق کا وضوح ذروہ اعلٰی کو۔ احادیث متواترہ سے اصل مقصد یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خاتم النبیین اور اہلبیت کرام کا نبوت ورسالت سے بے علاقہ ہونا تو بروجہ تواتر قطعی خود ہی روشن وآشکارا ہوا اور اس کے ساتھ طائفہ تالفہ وہابیہ قاسمیہ کو خاتم النبیین کو بہ معنی آخر النبیین نہ ماننا، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد اور نبی ہونے سے ختم نبوت میں نقصان نہ جاننا اس کے کفر خفی ونفاق جلی کا بھی بفضلہٖ تعالٰی خوب اظہار ہوا اور ساتھ لگے رافضیوں کے چھوٹے بھائی حضرات تفضیلیہ کی بھی شامت آئی، اسد الغالب کی بارگاہ سے اسی ۸۰ کوڑوں کی سزا پائی، ان چھوٹے مبتدعوں کا رد یہاں محض تبعًا واستطرادًا مذکور ورنہ ان کے ابطال مشرب ضلال سے قرآن عظیم واحادیث مرفوعہ واقوال اہلبیت وصحابہ وارشاداتِ امیر المؤمنین علی مرتضٰی واولیائے کرام وعلمائے اعلام ودلائل شرعیہ اصلیہ وفرعیہ کے دفتر معمور جس کی تفصیل جلیل وتحقیق جزیل فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کی کتاب **مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین** ۱۲۹۷ھ میں مسطور ہے۔

منکران ختم نبوت پر علمائے اسلام کی گرفت:

اب بتوفیقہ تعالٰی تکفیر منکرانِ ختم نبوت میں بعض نصوص ائمہ کرام لکھ کر بقیہ سوال کی طرف عنان گردانی منظور۔

علامہ تورپشتی: (نص ۱): امام علامہ شہاب الدین فضل اللہ بن حسین تورپشتی حنفی معتمد فی المعتقد میں فرماتے ہیں:

بحمد اللہ ایں مسئلہ در اسلامیان روشن تراز ان ست کہ آنرا بکشف وبیان حاجت نہ افتد اما ایں مقدار از قرآن از ترس آں یاد کردیم کہ مبادا زندیقے جاہلے را در شبہتے اندازد و بسیار باشد کہ ظاہر نیارند کردن وبدیں طریقہا پائے درنہند کہ خدائے تعالٰی برہمہ چیز قادر ست کسے قدرت اورا منکر نیست اماچوں خدائے تعالٰی	بحمد اللہ تعالٰی یہ مسئلہ مسلمانوں میں روشن تر ہے کہ اسے بیان ووضاحت کی حاجت کیا ہے لیکن قرآن سے کچھ اس لئے بیان کررہے ہیں کہ کسی زندیق کے لئے کسی جاہل کو شبہ میں مبتلا کرنے کا خطرہ نہ رہے بسا اوقات کھلی بات کے بجائے یوں فریب دیتے ہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے کوئی اس کی قدرت کا انکار نہیں کرسکتا لیکن جب اللہ تعالٰی

از چیزے خبر دہد کہ چنیں خواھد بودن یا نخواہد بودن جز چناں نبا شد کہ خدائے تعالیٰ ازاں خبر دہد وخدائے تعالیٰ خبر داد کہ بعد از وے نبی دیگر نباشد ومنکر ایں مسئلہ کسے تواند بود کہ اصلا در نبوت او معتقد نبا شد کہ اگر برسالت او معترف بودے ویرادر ہرچہ ازاں خبر دادے صادق دانستے وبہماں حجت ہاکہ از طریق تواتر رسالت او پیش مابداں درست شدہ است ایں نیز درست شد کہ وے باز پسیں پیغمبران ست در زمان او و تاقیامت بعد از وے ہیچ نبی نبا شد وہر کہ دریں بہ شک ست درآں نیز بہ شک ست وآنکس کہ گوید کہ بعد از وے نبی دیگر بود یاہست باخوامد بود وآنکس کہ گوید کہ امکان دارد کہ باشد کافرست اینست شرط درستی ایمان بخاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم[1]	کسی چیز کے متعلق خبر دے دے کہ ایسے ہوگی یا نہ ہوگی، تو اس کا خلاف نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ اسی سے خبر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کے بعد دوسرا نبی نہ ہوگا، اس بات کا منکر وہی ہوسکتا ہے جو سرے سے نبوت کا منکر ہوگا جو شخص آپ کی رسالت کا معترف ہوگا وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیان کردہ ہر خبر کو سچ جانے گا جن دلائل سے آپ کی رسالت کا ثبوت بطریق تواتر ہمارے لئے درست ہے اسی طرح یہ بھی درست ثابت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد آپ کے زمانہ میں اور قیامت تک آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا جو آپ کی اس بات میں شک کرے گا وہ آپ کی رسالت میں شک کرے گا، جو شخص کہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی تھا یا ہے یا ہوگا اور جو شخص کہے کسی نبی کے آنے کا امکان ہے وہ کافر ہے یہی خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صحیح ایمان کی شرط ہے۔(ت)

امام ابن حجر مکی: (نص ۲،۳) امام ابن حجر مکی شافعی خیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان میں فرماتے ہیں:

تنبأ فی زمنه رضی الله تعالیٰ عنه رجل قال امهلونی حتی اتی بعلامة فقال من طلب منه علامة کفر لانه بطلبه ذٰلك مکذب لقول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لانبی بعدی[2]۔	امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک مدعی نبوت نے کہا مجھے مہلت دو کہ کوئی نشانی دکھاؤں، امام ہمام نے فرمایا جو اس سے نشانی مانگے گا کافر ہوجائے گا کہ وہ اس مانگنے کے سبب مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد قطعی و متواتر ضروردینی کی تکذیب کرتا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

[1] معتمد فی المعتقد (فارسی)

[2] خیرات الحسان فی مناقب الامام الفصل الحادی والعشرون فی فراستہ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ص ۱۱۹

فتاوٰی ہندیہ: (نص ۴تا۷) فتاوٰی خلاصہ وفصول عمادیہ وجامع الفصولین وفتاوٰی ہندیہ وغیرہا میں ہیں:

واللفظ للعمادی قال قال انا رسول اللہ او قال بالفارسیة من پیغمبرم یرید به من پیغام می برم یکفر ولوانه حین قال ھذہ المقالة طلب غیرہ منه المعجزة قیل یکفر الطالب والمتأخرون من المشائخ قالوا ان کان غرض الطالب تعجیزہ وافتضاحه لایکفر[1]	یعنی اگر کوئی شخص کہے میں اللہ کا رسول ہوں یا فارسی میں کہے میں پیغمبر ہوں کافر ہو جائے گا اگرچہ مراد یہ لے کہ میں کسی کا پیغام پہنچانے والا ایلچی ہوں، اور اگر اس کہنے والے سے کوئی معجزہ مانگے تو کہا گیا یہ بھی مطلقًا کافر ہے، اور مشائخ متأخرین نے فرمایا اگر اسے عاجز ورسوا کرنے کی غرض سے معجزہ طلب کیا تو کافر نہ ہوگا ورنہ ختم نبوۃ میں شک لانے کے سبب یہ بھی کافر ہو جائے گا۔

اعلام بقواطع الاسلام: (نص ۸) اعلام بقواطع الاسلام میں ہے:

واضح تکفیر مدعی النبوۃ ویظھر کفر من طلب منه معجزۃ لانه بطلبه لھا منه مجوز لصدقه مع استحالته المعلومة من الدین بالضرورۃ نعم ان اراد بذٰلك تسفیھه وبیان کذبه فلا کفر[2]	مدعی نبوت کی تکفیر تو خود ہی روشن ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے اس کا بھی کفر ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مانگنے میں اس مدعی کا صدق محتمل مان رہا ہے حالانکہ دین متین سے بالضرورۃ معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد دوسرا نبی ممکن نہیں، ہاں اگر اس طلب سے اسے احمق بنانا اس کا جھوٹ ظاہر کرنا مقصود ہو تو کفر نہیں۔

(نص ۹، ۱۰) اسی (اعلام بقواطع الاسلام) میں ہے:

ومن ذٰلک (ای المکفرات) ایضا تکذیب نبی او نسبة تعمد کذب الیه	انہیں باتوں میں جو معاذ اللہ آدمی کو کافر کر دیتی ہیں کسی نبی کو جھٹلانا یا اس کی طرف قصدًا جھوٹ بولنے

[1] فتاوٰی ہندیة بحواله الفصول العمادیة، الباب التاسع، نورانی کتب خانہ، پشاور، ۲/ ۲۶۳

[2] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ، مکتبة الحقیقة استنبول، ترکی، ص ۳۷۶

او محاربته اوسبه او الاستخفاف ومثل ذٰلك كما قال الحليمي مالو تمنى فى زمن نبينا او بعده ان لو كان نبيا فيكفر فى جميع ذٰلك والظاهر انه لافرق بين تمنى ذٰلك باللسان او القلب[1] اھ مختصرًا۔	کی نسبت کرنا یا نبی سے لڑنا یا اسے بُرا کہنا اس کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہونا اور بتصریح امام حلیمی انہیں کفریات کی مثل ہے ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی شخص کا تمنا کرنا کہ کسی طرح سے نبی ہوجاتا، ان صورتوں میں کافر ہوجائے گا اور ظاہر یہ ہے کہ اس میں کچھ فرق نہیں وہ تمنا زبان سے یا صرف دل میں کرے اھ مختصراً۔

سبحان اللہ! جب مجرد تمنا پر کافر ہوتا ہے تو کسی کی نسبت ادعائے نبوت کس درجہ کا کفر خبیث ہوگا، **والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔**

(نص ۱۱ تا ۱۴) تیمیۃ الدہر پھر ہندیہ میں بعض ائمہ حنفیہ سے اور اشباہ والنظائر وغیرہا میں ہے:

واللفظ لها اذالم يعرف ان محمدا صلى الله تعالٰى عليه وسلم اٰخر الانبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات[2]	جب نہ پہچانے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پچھلے نبی ہیں تو مسلمان نہیں کہ یہ ضروریات دین سے ہے۔

طائفہ قاسمیہ: مولٰی سبحانہ وتعالٰی ہزاراں ہزار جزاہائے خیر وکرم ورضوان اتم کرامت فرمائے ہمارے علمائے کرام کو ان سے کس نے کہہ دیا تھا کہ صدہا برس بعد وہابیہ میں ایک طائفہ حائفہ قاسمیہ ہونے والا ہے کہ اگرچہ براہ نفاق وفریب کہ عوام مسلمین بھڑک نہ جائیں بظاہر لفظ خاتم النبیین کا اقرار کرے گا مگر اس کے بہ معنی آخر الانبیاء ہونے سے صاف انکار کرے گا اس معنی کو خیال عوام و ناقابل مدح قرار دے گا، اسی دن کے لئے ان اجلہ کرام نے لفظ **اشھر واعرف ومکتوب فی المصحف اعنی خاتم النبیین** کے عوض مسئلہ بلفظ آخر الانبیاء تحریر فرمایا کہ جو حضور کو سب سے پچھلا نبی نہ مانے مسلمان نہیں یعنی ختم نبوت اسی معنی پر داخل ضروریاتِ دین ہے یہی مراد رب العالمین ہے، اسی ضروری دین وارشاد الٰہ العالمین کو یہ گمراہ **معاذ اللہ** عامی خیال بتاتے ہیں۔

[1] الاعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ، مکتبۃ الحقیقۃ استنبول ترکی، ص ۳۵۲

[2] الاشباہ والنظائر، کتاب السیر باب الردۃ، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱/ ۲۹۶

مہمل و مختل ٹھہراتے ہیں "قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ" [1] (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ت) بحمداللہ یہ کرامت علمائے کرام امت ہے فجزاھم اللہ المثوبات الفاخرۃ ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین (اللہ تعالٰی ان کو قابل فخر ثواب کی جزادے اور ہمیں ان کی برکات سے دنیا وآخرت میں نفع عطافرمائے۔آمین۔ت)

فتاوٰی تاتارخانیہ: تاتارخانیہ پھر عالمگیریہ میں ہے:

رجل قال لاخر من فرشتہ توام فی موضع کذااعینك علی امرك فقد قیل انہ لایکفر وکذااذا قال مطلقا انا ملك بخلاف مااذا قال انا نبی [2]	یعنی ایک نے دوسرے سے کہا میں تیرا فرشتہ ہوں فلاں جگہ تیرے کام میں مدد کروں گا اس پر تو بعض نے بیشک کہا کافر نہ ہوگا یوں ہی اگر مطلقًا کہا میں فرشتہ ہوں بخلاف دعوی نبوت کہ بالاجماع کفر ہے۔یہ حکم عام ہے کہ مدعی زمانہ اقدس میں ہو مثل ابن صیاد واسود خواہ بعد کماتقدم وسیاتی (جیسا کہ گزرا اور آگے آئے گا۔ت)

شفاء قاضی عیاض: شفاء شریف امام قاضی عیاض مالکی اور اس کی شرح نسیم الریاض للعلامۃ الشہاب الخفاجی میں ہے۔

(وکذلك یکفر من ادعی نبوۃ احد مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)ای فی زمنہ کمسیلمۃ الکذاب والاسود العنسی(او)ادعی(نبوۃ احد بعدہ)فانہ خاتم النبیین بنص القراٰن والحدیث فھذا تکذیب اللہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کالعیسویۃ)وھم طائفۃ(من الیہود) نسبوا العیسٰی بن اسحٰق الیہودی ادعی النبوۃ فی زمن	یعنی اسی طرح وہ بھی کفر ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں کسی کی نبوت کا ادعا کرے جیسے مسیلمہ کذاب واسود عنسی یا حضور کے بعد کسی کی نبوت مانے اس لئے کہ قرآن وحدیث میں حضور کے خاتم النبیین ہونے کی تصریح ہے تو یہ شخص اللہ ورسول کو جھٹلاتا ہے جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، جیسے یہود کا ایک طائفہ عیسویہ کہ عیسٰی بن اسحٰق یہودی کی طرف منسوب ہے،اس نے مروان الحمار کے زمانے میں ادعائے نبوت کیا تھا اور بہت یہود

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۴

[2] فتاوٰی ہندیہ،الباب التاسع فی احکام المرتدین،نورانی کتب خانہ،پشاور،۴/ ۲۶۶

مروان الحمار و تبعه کثیر من الیهود وکان من مذهبه تجویز حدوث النبوة بعد نبینا صلی الله تعالٰی علیه وسلم (وکاکثر الرافضة القائلین بمشارکة علی فی الرسالة للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وبعده کالبزیغیة والبیانیة منهم) وهم اکفر من النصارٰی و اشد ضررا منهم لانهم بحسب الصورة مسلمون ویلتبس امرهم علی العوام (فهٰؤلاء) کلهم (کفار مکذبون للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اخبر انه خاتم النبیین وانه ارسل کافة للناس واجمعت الامة علی ان هذا الکلام علی ظاهره وان مفهومه المراد منه دون تاویل ولا تخصیص فلا شك فی کفر هٰؤلاء الطوائف کلها قطعًا اجماعًا وسمعًا)[1] اھ مختصرًا۔	اس کے تابع ہوگئے، اس کا مذہب تھا کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد نئی نبوت ممکن ہے اور جیسے بہت رافضی کہ مولا علی کو رسالت میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شریک اور حضور کے بعد انہیں نبی کہتے ہیں اور جیسے رافضیوں کے دو فرقے بزیغیہ و بیانیہ، ان لوگوں کا کفر نصارٰی سے بڑھ کر ہے اور ان سے زائد ان کا ضرر کہ یہ صورت میں مسلمان ہیں ان سے عوام دھوکے میں پڑجاتے ہیں یہ سب کے سب کفار ہیں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خبر دی کہ حضور خاتم النبیین ہیں اور خبر دی کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں اور اپنے رب عزوجل سے خبر دی کہ وہ حضور کو خاتم النبیین اور تمام جہان کی طرف رسول بتاتا ہے اور امت نے اجماع کیا کہ یہ آیات و احادیث اپنے معنی ظاہر پر ہیں جو کچھ ان سے مفہوم ہوتا ہے خدا اور رسول کی یہی مراد ہے نہ ان میں کچھ تاویل ہے نہ تخصیص، تو کچھ شک نہیں کہ یہ سب طائفے بحکم اجماع امت و بحکم حدیث و آیت بالیقین کافر ہیں۔

منکران ختم نبوت کے طریقے:

الحمد للہ اس کلام رشید نے ولید پلید وروافض بلید و قاسمیہ جدید و امیریہ عـــہ طرید کسی مردود وعنید کا تسمہ نہ لگا وللہ الحجة السامیه۔

عـــہ: اسی طرح طائفہ مرزائیہ متبعان غلام احمد قادیانی کہ سب سے تازہ ہے یہ بھی مرزا کو مرسل من اللہ کہتا ہے اور خود مرزا اپنے اوپر وحی اترنے کا مدعی ہے اپنے کلام کو کلام الٰہی و منزل من اللہ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] کتاب الشفاء للقاضی عیاض، فصل فی بیان ما ھو من المقالات، مطبعة شرکة صحافیه، ۲/ ۷۱-۲۷۰، نسیم الریاض شرح شفاء للقاضی عیاض فصل فی بیان ما ھو من المقالات دار الفکر بیروت، ۴/ ۵۰۶ تا ۵۰۹

یہ فقرے آب زر سے لکھنے کے ہیں کہ ان خبیثوں کا کفر یہود و نصارٰی سے بدتر اور کھلے کافروں سے انکار زائد ضرر، **والعیاذ باللہ العزیز الاکبر۔**

مجمع الانہر: وجیز امام کردری و مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

اما الایمان بسیدنا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فیجب بانہ رسولنا فی الحال وخاتم الانبیاء والرسل فاذا اٰمن بانہ رسول ولم یؤمن بانہ خاتم الانبیاء لایکون مؤمنا[1]	ہمارے مولا ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر یوں ایمان لانا فرض ہے کہ حضور اب بھی ہمارے رسول ہیں (نہ یہ کہ **معاذ اللہ** بعد وصال شریف حضور رسول نہ رہے یا حضور کے بعد اب اور کوئی ہمارا رسول ہوگیا) اور ایمان لانا فرض ہے کہ حضور تمام انبیاء ومرسلین کے خاتم ہیں، اگر حضور کے رسول ہونے پر ایمان لایا اور خاتم الانبیاء ہونے پر ایمان نہ لایا تو مسلمان نہ ہوگا۔

یہاں رسالت پر ایمان مجازًا بنظر صورت بحسب ادعائے قائل بولا گیا ورنہ جو ختم نبوت پر ایمان نہ لایا قطعًا حضور کی رسالت ہی پر ایمان نہ لایا کہ رسول جانتا تو حضور جو کچھ اپنے رب جل جلالہ کے پاس سے لائے سب پر ایمان لاتا۔ **کما تقدم فی کلام الامام التورپشتی رحمہ اللہ تعالٰی** (جیسا کہ امام تورپشتی کے کلام میں پہلے گزر چکا ہے۔ت)

علامہ یوسف اردبیلی: امام علامہ یوسف اردبیلی شافعی کتاب الانوار میں فرماتے ہیں:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) بتاتا ہے اور اس کے رسالہ "ایک غلطی کا ازالہ" سے منقول کہ اس میں صراحۃً اپنے آپ کو نبی بلکہ بہت انبیاء سے افضل لکھا ہے اس بارے میں ابھی چند روز ہوئے امرتسر سے سوال آیا تھا جس پر حضرت مصنف علامہ مدظلہ نے مدلل ومفصل فتوٰی تحریر فرمایا جس کا حسن بیان دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے جس کا نام **السوء والعقاب** ہے۔ **وللہ الحمد، عفی عنہ مصحح** (م)

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب المرتد، ثم ان الفاظ الکفر انواع دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱/ ۶۹۱

من ادعی النبوۃ فی زماننا او صدق مدعیا لها او اعتقد نبیا فی زمانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم اوقبله من لم یکن نبیا کفر اھ ملخصًا[1]	جو ہمارے زمانے میں نبوت کا مدعی ہو یا دوسرے کسی مدعی کی تصدیق کرے یا حضور کے زمانے میں کسی کو نبی مانے یا حضور سے پہلے کسی غیر کو نبی جانے کافر ہو جائے اھ ملخصًا۔

امام غزالی: امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی کتاب الاقتصاد میں فرماتے ہیں:

| ان الامت فهمت من هذا اللفظ انه افهم عدم نبی بعده ابدا وعدم رسول بعده ابدا وانه لیس فیه تاویل ولا تخصیص ومن اوله بتخصیص فکلامه من انواع الهذیان لا یمنع الحکم بتکفیره لانه مکذب لهذا النص الذی اجمعت الامة علی انه غیر مؤول ولا مخصوص[2] | یعنی تمام امت محمدیہ علی صاحبہا وعلیہا الصلوٰۃ والتحیۃ نے لفظ خاتم النبیین سے یہی سمجھا کہ وہ بتاتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کبھی کوئی نبی نہ ہوگا حضور کے بعد کبھی کوئی رسول نہ ہوگا اور تمام امت نے یہی مانا کہ اس لفظ میں نہ کوئی تاویل ہے کہ آخر النبیین کے سوا خاتم النبیین کے کچھ اور معنی گھڑیئے نہ اس عموم میں کچھ تخصیص ہے کہ حضور کے ختم نبوت کو کسی زمانے یا زمین کے کسی طبقے سے خاص کیجئے اور جو اس میں تاویل و تخصیص کو راہ دے اس کی بات جنون یا نشے یا سرسام میں بہکنے بڑّانے بکنے کے قبیل سے ہے اسے کافر کہنے سے کچھ ممانعت نہیں کہ وہ آیت قرآن کی تکذیب کررہا ہے جس میں اصلاً تاویل و تخصیص نہ ہونے پر امتِ مرحومہ کا اجماع ہوچکا ہے۔ |

بحمد اللہ یہ عبارت بھی مثل عبارت شفاء و نسیم تمام طوائف جدیدہ قاسمیہ وامیریہ خذلهم الله تعالٰی کے ہذیانات کا رد جلیل و جلی ہے آٹھ آٹھ سو برس بعد آنے والے کافروں کا رد فرماگئے، یہ ائمہ دین کی کرامت منجلی ہے۔

غنیۃ الطالبین: غنیۃ الطالبین شریف میں عقائد ملعونہ غلاۃ روافض کے بیان میں فرمایا:

ادعت ایضا ان علیا نبی (الٰی قوله رضی الله	یعنی غالی رافضیوں کا یہ دعوی بھی ہے کہ مولا علی نبی

[1] الانوار لاعمال الابرار

[2] الاقتصاد فی الاعتقاد

تعالٰی عنہ)لعنھم اللہ وملئکتہ وسائر خلقہ الٰی یوم الدین وقلع آثارھم واباد خضراءھم ولا جعل منھم فی الارض دیارافانھم بالغوا فی غلوھم ومرضوا علی الکفر وترکوا الاسلام وفارقوا الایمان وجحدوا الالٰہ والرسل والتنزیل فنعوذ باللہ ممن ذھب الی ھٰذہ المقالۃ[1]	ہیں اللہ اور اس کے فرشتے اور تمام مخلوق قیامت تک ان رافضیوں پر لعنت کریں اللہ ان کے درخت کی جڑ اکھاڑ کر پھینک دے تباہ کردے زمین پر ان میں کوئی بسنے والا نہ رکھے کہ انہوں نے اپنا غلو حد سے گزار دیا کفر پر جم گئے اسلام چھوڑ بیٹھے ایمان سے جدا ہوئے اللہ ورسول وقرآن سب کے منکر ہوگئے، ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس سے جو ایسا مذہب رکھے۔

الحمدللہ، اللہ عزوجل نے یہ دعائے کریم مستجاب فرمائی غرابیہ وغیرہا ملعون طوائف کا نشان نہ رہا اب جو اس دار الفتن ہند پر محن کی زمین میں فتنوں کی بوچھاڑ کی گندہ بہار میں دو ایک حشرات الارض کہیں کہیں تازہ نکل پڑے وہ بھی بحمد اللہ تعالٰی جلد جلد اپنے مقر سقر کو پہنچ گئے ایک آدھ کہیں باقی ہو تو وہ بھی قہر الٰہی سے

"اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ ؕ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۸﴾"[2] کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہ فرمایا پھر پچھلوں کو ان کے پیچھے پہنچائیں گے مجرموں کے ساتھ ہم ایسا ہی کرتے ہیں۔ت) کا منتظر ہے۔

تحفہ شرح منہاج: تحفہ شرح منہاج میں ہے:

اوکذب رسولا اونبیا او نقصہ بای منقص کان صغر اسمہ مریدا تحقیرہ اوجوز نبوۃ احد بعد وجود نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعیسٰی علیہ الصلوٰۃ و السلام نبی قبل فلا یرد[3]	یعنی کافر ہے جو کسی نبی کی تکذیب کرے یا کسی طرح اس کی شان گھٹائے، مثلاً بہ نیت توہین اس کا نام چھوٹا کرکے لے یا ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد کسی کی نبوت ممکن مانے اور عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام تو حضور کی تشریف آوری سے پہلے نبی ہوچکے ان سے اعتراض وارد نہ ہوگا۔

[1] غنیۃ الطالبین فصل علامات اہل بدعت کے بیان میں، مصطفی البابی مصر، ۱/ ۸۸

[2] القرآن الکریم ۷۷/ ۱۶تا۱۸

[3] المعتقد المنتقد بحوالہ التحفہ شرح المنہاج مع المستند المعتمد، مکتبہ حامدیہ، لاہور، ص ۱۲۷۔۲۸

شرح فرائد: عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی شرح الفرائد میں فرماتے ہیں:

فساد مذهبهم غنی عن البیان بشهادة العیان، کیف وهو یؤدی الی تجویز مع نبینا صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اوبعده و ذٰلك یستلزم تکذیب القراٰن اذ قد نص علی انه خاتم النبیین واٰخر المرسلین، وفی السنة انا العاقب لا نبی بعدی، واجمعت الامة علی ابقاء هذا الکلام علٰی ظاهره وهٰذا احدی المسائل المشهورة التی کفرنا بها الفلاسفة لعنهم اللہ تعالٰی [1] نقل هٰذین خاتم المحققین معین الحق المبین السیف المسلول مولانا فضل الرسول قدس سره فی المعتقد المنتقد۔	فلاسفہ نے کہا تھا کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے آدمی ریاضتیں مجاہدے کرنے سے پا سکتا ہے اس کے رد میں فرماتے ہیں کہ ان کے مذہب کا بطلان محتاج بیان نہیں آنکھوں دیکھا باطل ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس کے نتیجے میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانے میں یا حضور کے بعد کسی نبی کا امکان نکلے گا اور یہ تکذیب قرآن کو مستلزم ہے قرآن عظیم نص فرما چکا کہ حضور خاتم النبیین و آخر المرسلین ہیں اور حدیث میں ہے میں پچھلا نبی ہوں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اسی معنی پر ہے جو اس کے ظاہر سے سمجھ میں آتے ہیں، یہ ان مشہور مسئلوں میں سے ہے جن کے سبب ہم اہل اسلام نے فلاسفہ کو کافر کہا اللہ تعالٰی ان پر لعنت کرے۔ یہ مذکورہ دونوں عبارتیں خاتم المحققین، حق مبین کے معاون ننگی تلوار مولانا فضل رسول قدس سرہ نے اپنی کتاب المعتقد المنتقد میں نقل کی ہیں۔

مواہب شریف: مواہب شریف آخر نوع ثالث، مقصد سادس میں امام ابن حبان صاحب صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع سے نقل فرمایا:

من ذهب الی ان النبوة مکتسبة لا تنقطع او الی ان الولی افضل من النبی فهو زندیق الی آخره [2]	جو اس طرف جائے کہ نبوت کسب سے مل سکتی ہے ختم نہ ہوگی، یا کسی ولی کو کسی نبی سے افضل بتائے وہ زندیق بے دین ملحد دہریہ ہے۔

[1] المعتقد المنتقد بحوالہ شرح الفرائد للنابلسی مع المستند المعتمد، مکتبہ حامدیہ، لاہور، ص ۱۵۔ ۱۱۴

[2] المواہب اللدنیہ، المقصد السادس، النوع الثالث، المکتب الاسلامی، بیروت، ۳/ ۱۸۳

علامہ زرقانی نے اس کی دلیل میں فرمایا: لتکذیب القراٰن وخاتم النبیین[1]، یہ شخص اس وجہ سے کافر ہوا کہ قرآن عظیم و ختم نبوت کی تکذیب کرتا ہے۔

امام نسفی: بحر الکلام امام نسفی پھر تفسیر روح البیان میں ہے:

صنف من الروافض قالوا بان الارض لا تخلو عن النبی والنبوۃ صارت میراثا لعلی واولادہ وقال اھل السنۃ والجماعۃ لانبی بعد نبینا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اللہ ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا نبی بعدی ومن قال بعد نبینا نبی یکفر لانہ انکر النص وکذٰلك لوشك فیہ[2] ببعض اختصار۔	رافضیوں کا ایک طائفہ کہتا ہے زمین نبی سے خالی نہیں ہوتی اور نبوت مولا علی اور ان کی اولاد کے لئے میراث ہو گئی ہے اور اہلسنّت و جماعت نے فرمایا ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے ہاں خدا کے رسول ہیں اور سب انبیاء میں پچھلے، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میرے بعد کوئی نبی نہیں، تو جو حضور کے بعد کسی کو نبی مانے کافر ہے کہ قرآن عظیم و نص صریح کا منکر ہے یوں ہی جسے ختم نبوت میں کچھ شک ہو وہ بھی کافر ہے۔

تمہید ابو شکور سالمی: تمہید ابو شکور سالمی میں ہے:

قالت الروافض ان العالم لایکون خالیا عن النبی قط وھذا کفر لان اللہ تعالٰی قال وخاتم النبیین ومن ادعی النبوۃ فی زماننا فانہ یصیر کافرا ومن طلب منہ المعجزات فانہ یصیر کافرا لانہ شك فی النص ویجب الاعتقاد بانہ ماکان لاحد شرکۃ فی النبوۃ لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بخلاف ماقالت الروافض	رافضی کہتے ہیں دنیا نبی سے خالی نہ ہوگی اور یہ کفر ہے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے وخاتم النبیین اب جو دعوی نبوت کرے کافر ہے اور جو اس سے معجزہ مانگے وہ بھی کافر کہ اسے ارشاد الٰہی میں شک پیدا ہوا جب تو معجزہ مانگا اور اس کا اعتقاد فرض ہے کہ کوئی شخص نبوت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شریک نہ تھا بخلاف روافض کے کہ مولٰی علی کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، المقصد السادس النوع الثالث، دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۸۸

[2] روح البیان، آیہ ماکان محمد ابا احد من رجالکم الخ المکتبۃ الاسلامیہ ریاض الشیخ، ۷/ ۱۸۸

ان علیاً کان شریکا لمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النبوۃ وھذا منھم کفر[1]	شریک نبوت مانتے ہیں اور یہ ان کا کفر ہے۔

مولانا عبد العلی: بحر العلوم ملک العلماء مولانا عبد العلی محمد شرح سلم میں فرماتے ہیں:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین وابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ افضل الاصحاب والاولیاء وھاتان القضیتان مما یطلب بالبرھان فی علم الکلام والیقین المتعلق بھما یقین ثابت ضروری باق الی الابد ولیس الحکم فیھما علی امر کلی یجوز العقل تناول ھذا الحکم لغیر ھٰذین الشخصین وانکار ھذا مکابرۃ وکفر[2]	محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ تمام اولیاء سے افضل ہیں اور ان دونوں باتوں پر دلیل قطعی علم عقائد میں مذکور ہے اور ان پر یقین وہ جما ہوا ضروری یقین ہے جو ابدا لآباد تک باقی رہے گا اور یہ خاتم النبیین اور افضل الانبیاء ہونا کسی امر کلی کے لئے ثابت نہیں کیا ہے کہ عقل ان دونوں ذات پاک کے سوا کسی اور کے لئے اس کا ثبوت ممکن مانے اور اس کا انکار ہٹ دھرمی اور کفر ہے۔

فیہ لف ونشر بالقلب یعنی صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے افضل الاولیاء ہونے سے انکار قرآن وسنت واجماع امت کے ساتھ مکابرہ ہے اور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کفر، **والعیاذ باللہ رب العالمین۔**

امام احمد قسطلانی: امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ مقصد سابع فصل اول، پھر علامہ عبد الغنی نابلسی حدیقہ ندیہ باب اول فصل ثانی میں فرماتے ہیں:

العلم اللدنی نوعان لدنی رحمانی ولدنی شیطانی والمحك ھو الوحی ولا وحی بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، واماّ قصۃ موسٰی مع الخضر	یعنی علم لدنی دو قسم ہے رحمانی اور شیطانی، اور ان کے پہچاننے کا معیار وحی ہے کہ جو اس کے مطابق ہے رحمانی ہے اور جو اس کے خلاف ہے شیطانی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں کہ کوئی کہے میرا یہ علم وحی جدید کے

[1] التمہید فی بیان التوحید، الباب السابع فی المعرفۃ والایمان دار العلوم حزب الاحناف لاہور، ص ۱۱۴۔۱۱۳

[2] شرح سلم لعبد العلی، بحث التصدیقات آخر کتاب، مطبع مجتبائی، دہلی، ص ۲۶۰

علیهما الصلٰوة والسلام فالتعلق بها فی تجویز الاستغناء عن الوحی بالعلم اللدنی الحاد وکفر یخرج عن الاسلام موجب لاراقة الدم والفرق ان موسٰی علیه الصلٰوة والسلام لم یکن مبعوثا الی الخضر، ولم یکن الخضر مامورا بمتا بعته ومحمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم الٰی جمیع الثقلین فرسالته عامة للجن والانس فی کل زمان، فمن ادعی انه مع محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم کالخضر مع موسٰی علیهما الصلٰوة والسلام اوجوز ذٰلك لاحد من الامة فلیجدد اسلامه(لکفره بهٰذه الدعوی)ولیشهد شهادة الحق(لیعود الی الاسلام)فانه مفارق لدین الاسلام بالکلیة فضلا عن ان یکون من خاصة اولیاء الله تعالٰی وانما هو من اولیاء الشیطٰن وخلفائه ونوابه(فی الضلال والاضلال)والعلم اللدنی الرحمانی هو ثمرة العبودیة والمتابعة لهٰذا النبی الکریم علیه ازکی الصلٰوة واتم التسلیم وبه یحصل الفهم فی الکتاب والسنة بامر یختص به صاحبه کما قال علی (امیر المؤمنین)وقد سئل

مطابق ہے، رہا خضر و موسٰی علیہما الصلٰوۃ والسلام کا قصہ (کہ خضر کے پاس وہ علم لدنی تھا جو موسٰی علیہما الصلٰوۃ والسلام کو معلوم نہ تھا،اسے یہاں دستاویز بنا کر علم لدنی کے سبب وحی کی پروانہ رکھنا نری بے دینی و کفر ہے،اسلام سے نکال دینے والی بات ہے جس کے قائل کا قتل واجب،اور فرق یہ ہے کہ موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام حضرت خضر کی طرف مبعوث نہ تھے نہ خضر کو ان کی پیروی کا حکم (کہ وہ تو خاص بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے کان النبی یبعث الٰی قومه خاصة)اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام جن و انس (بلکہ تمام ماسوائے اللہ) کی طرف مبعوث ہیں(وارسلت الی الخلق کافّة)تو حضور کی رسالت ہر زمانے میں سب جن و انس کو شامل ہے تو جو مدعی ہو کہ وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ایسے تھے جیسے موسٰی کے ساتھ خضر،امت میں کسی کے لئے یہ مرتبہ ممکن مانے وہ نئے سرے سے مسلمان ہو کہ اس قول کے باعث کافر ہوگیا مسلمان ہونے کے لئے کلمہ شہادت پڑھے کہ وہ دین اسلام سے یک لخت جدا ہوگیا چہ جائیکہ اللہ عزوجل کے خاص اولیاء سے ہو وہ تو شیطان کا ولی اور گمراہی و گمراہ گری میں ابلیس کا خلیفہ و نائب ہے علم لدنی رحمانی بندگی خدا و پیروی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا پھل ہے جس سے قرآن و حدیث میں ایک خاص سمجھ حاصل ہوجاتی ہے جس طرح صحیح بخاری و سنن نسائی میں ہے کہ امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے سوال ہوا کہ تم اہل بیت کو نبی صلی اللہ

(کما فی الصحیح وسنن النسائی)هل خصکم رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بشیئ دون الناس (کما تزعم الشیعة) فقال لا الا فهما یؤتیه الله عبدا فی کتابه اھ [1] مختصرًا مزیدا ما بین الهلالین من شرح العلامة الزرقانی۔ رزقنا الله تعالٰی بمنّه واٰلائه بفضل رحمته باولیائه وصل وسلم علٰی خاتم انبیائه محمد واٰله وصحبه واحبائه اٰمین۔	تعالٰی علیہ وسلم نے کوئی خاص شیئ ایسی عطا فرمائی ہے جو اور لوگوں کو نہ دی جیسا کہ رافضی گمان کرتے ہیں؟ فرمایا: نہ مگر وہ سمجھو جو اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو قرآن عزیز میں عطا فرمائی اھ، مختصرًا ہلالین میں شرح زرقانی کی عبارت زائد لائی گئی ہے۔ اللہ تعالٰی اپنی رحمت و فضل، احسان و نعمت ہمیں عطا فرمائے بوسیلہ اولیاء اللہ صلوٰۃ وسلام نازل فرمائے خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اور ان کی آل واصحاب سب پر۔ آمین۔ (ت)

سید کفریہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا:

ولید بلید خواہ کوئی پلید ختم نبوت کا ہر منکر عنید صراحۃً جاحد ہو یا تاویل کا مرید مطلقًا نفی کرے یا تخصیص بعید امیری، قاسمی، مشہدی مرید، رافضی غالی وہابی شدید، سب صریح کافر مرتد طرید **علیهم لعنة العزیز الحمید** (ان پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو) اور جو کافر ہو وہ قطعًا سید نہیں، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

"اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ" [2]	وہ تیرے گھر والوں میں نہیں بیشک اس کے کام بڑے نالائق ہیں۔ (ت) نہ اسے سید کہنا جائز۔

منافق کو سید نہ کہو:

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا تقولوا للمنافق سید فانه ان یکن سیدا فقد استخطتم ربکم عزوجل [3]، رواہ	منافق کو سید نہ کہو کہ اگر وہ تمہارا سید ہو تو بیشک تم پر تمہارے رب عزوجل کا غضب ہو (اس کو

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد السابع الفصل الاول علامات محبۃ الرسول المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۹۷-۲۹۶، شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول علامات محبۃ الرسول دار الفکر بیروت ۶/ ۱۱-۳۱۰

[2] القرآن الکریم ۱۱/ ۴۶

[3] سنن ابی داؤد کتاب الادب باب لا یقول المملوك ربی وربتی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۴

ابوداؤد والنسائی بسند صحیح عن بریدة رضی الله تعالٰی عنه۔	ابوداؤد اور نسائی نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا)

روایت حاکم کے لفظ یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل للمنافق یاسید فقد اغضب ربه عزوجل[1]	جو کسی منافق کو "اے سید" کہے اس نے اپنے رب کا غضب اپنے اوپر لیا۔ والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

پھر یہی نہیں کہ یہاں صرف اطلاق لفظ سے ممانعت شرعی اور نسب سیادت کا انتقائے حکمی ہو حاشا بلکہ واقع میں کافر اس نسل طیب وطاہر سے تھا ہی نہیں اگرچہ سید بنتا اور لوگوں میں براہ غلط سید کہلاتا ہو ائمہ دین اولیائے کاملین علمائے عالمین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین تصریح فرماتے ہیں کہ ساداتِ کرام بحمد اللہ تعالٰی خباثت کفر سے محفوظ ومصئون ہیں جو واقعی سید ہے اس سے کبھی کفر واقع نہ ہوگا، قال اللہ تعالٰی:

" اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا ۚ﴿۳۳﴾ "[2]	اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور رکھے اے نبی کے گھر والو! اور تمہیں خوب پاک کردے ستھرا کرکے۔

تمام فوائد اور بزار وابویعلٰی مسند اور طبرانی کبیر اور حاکم بافادہ تصحیح مستدرک میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان فاطمة احصنت فرجها فحرمها الله وذریتها علی النّار[3]	بیشک فاطمہ نے اپنی حرمت پر نگاہ رکھی تو اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی ساری نسل کو آگ پر حرام کردیا۔

اہل بیت سے کوئی بھی جہنمی نہیں:

ابوالقاسم بن بشران اپنے امالی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

سالت ربی ان لا یدخل احدا من اهل بیتی النار فاعطانیها[4]	میں نے اپنے رب عزوجل سے سوال کیا کہ میرے اہلبیت سے کسی کو دوزخ میں نہ ڈالے اس نے میری یہ مراد عطا فرمائی۔

[1] المستدرك للحاکم، کتاب الرقاق، دار الفکر بیروت، ۴/ ۳۱۱

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۳

[3] المستدرك للحاکم، کتاب معرفة الصحابة، دار الفکر بیروت، ۳/ ۱۵۲

[4] کنز العمال بحواله ابن بشران فی امالیه عن عمران بن حصین حدیث ۳۴۱۴۹، موسسة الرساله، بیروت، ۱۲/ ۹۵

اہل بیت عذاب سے بری ہیں:

طبرانی بسند صحیح ؏ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے حضرت بتول رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا:

ان اللّٰه تعالٰی غیر معذبك ولا ولدك[1]	بیشک اللہ تعالٰی نہ تجھے عذاب فرمائے گا نہ تیری اولاد کو۔

حضرت فاطمہ کی وجہ تسمیہ:

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما سمیت فاطمة لان الله فطمها وذریتها عن النار یوم القیٰمة[2]	فاطمہ اس لئے نام ہوا کہ اللہ عزوجل نے اسے اور اس کی نسل کو روز قیامت آگ سے محفوظ فرمادیا۔

اہل بیت آگ میں نہیں جاسکتے:

قرطبی آیہ کریمہ "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی" کی تفسیر میں حضرت ترجمان القرآن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ناقل کہ انہوں نے فرمایا:

رضا محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان لا یدخل احد من اهل بیته النّار[3]	یعنی اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے راضی کردینے کا وعدہ فرمایا اور محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہل بیت سے کوئی دوزخ میں نہ جائے۔

نار دو قسم کی ہے، نارِ تطہیر کہ مومن عاصی جس کا مستحق ہو، اور نارِ خلود کافر کے لئے ہے، اہل بیت کرام

؏: افاده الهیثمی فی الصواعق حیث قال جاء بسند رواته ثقات انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال لفاطمة فذکره۔ ۱۲ منه (م)	ہیثمی نے صواعق میں اس کا افادہ کیا جہاں انہوں نے کہا سند کے ساتھ مروی جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو فرمایا تو پھر اس حدیث کا ذکر کیا ۱۲ منہ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۶۸۵ المکتبة الفیصلیة، بیروت ۱۱/ ۲۶۳

[2] المواہب اللدنیه، بحواله ابن عساکر، المقصد الثانی، الفصل الثانی، المکتب الاسلامی، بیروت ۲/ ۶۴، تنزیه الشریعة بحواله ابن عساکر باب مناقب السبطین الخ الفصل الاول، دار الکتب العلمیه، بیروت ۱/ ۴۱۳

[3] الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) تحت اٰیة ولسوف یعطیك ربک، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۲۰/ ۹۵

میں حضرت امیر المؤمنین مرتضی و حضرت بتول زہرا و حضرت سید مجتبٰی و حضرت شہید کربلا صلی اللہ تعالٰی علٰی سید ہم و علیہم و بارک وسلم تو بالقطع والیقین ہر قسم سے ہمیشہ ہمیشہ محفوظ ہیں اس پر تو اجماع قائم اور نصوص متواترہ حاکم باقی نسل کریم تا قیام قیامت کے حق میں اگر بفضلہٖ تعالٰی مطلق دخول سے محفوظی لیجئے اور یہی ظاہر لفظ سے متبادر، اور اسی طرف کلماتِ اہل تحقیق ناظر، جب تو مراد بہت ظاہر، اور منع خلود مقصود جب بھی نفی کفر پر دلالت موجود۔ شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں زیر حدیث مذکور:

انما سمیت فاطمة هی فاما هی وابنا ها فالمنع مطلق واما من عداهم فالممنوع عنهم نار الخلود، واما ماروا ه ابو نعیم والخطیب ان علیا الرضا بن موسٰی الکاظم ابن جعفر الصادق سئل عن حدیث ان فاطمة احصنت فقال خاص بالحسن و الحسین وما نقله الاخبار یون عنه من توبیخه لاخیه زید حین خرج علی المامون وقوله اغرك قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان فاطمة احصنت الحدیث ان هذا لمن خرج من بطنها لا لی ولا لك فهذا من باب التواضع وعدم الاغترار بالمناقب وان کثرت کما کان الصحابة المقطوع لهم بالجنّة علی غایة من الخوف والمراقبة والا فلفظ ذریة لا یخص بمن خرج من بطنها فی لسان العرب ومن ذریته	بیشک فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا یہ نام ہے لیکن فاطمہ اور ان کے بیٹے تو ان پر مطلقاً جہنم کی آگ ممنوع ہے لیکن ان کے ماسوا کے لئے جہنم کا خلود ممنوع ہے۔ آپ پر اور ان پر اللہ تعالٰی کا سلام ہو۔ اور لیکن جو ابو نعیم اور خطیب نے روایت کیا ہے کہ علی رضا بن موسٰی کاظم ابن جعفر الصادق سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا کہ فاطمہ نے اپنے حرم گاہ کو محفوظ رکھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا یہ حسن اور حسین کے لئے خاص ہے اور وہ جو مورخین نے ان سے یہ نقل کیا کہ انہوں نے اپنے بھائی زید کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا جب اس نے مامون پر خروج کیا اور کہا کیا تجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان نے غرور میں مبتلا کیا ہے کہ فاطمہ نے اپنی حرم گاہ کو محفوظ رکھا ہے۔ (الحدیث) اس پر انہوں نے فرمایا یہ میرے اور تیرے لئے خاص نہیں بلکہ جو آپ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن سے پیدا ہوا ہے ان سب کے لئے ہے، تو یہ تواضع اور مناقب کثیرہ کے باوجود غرور نہ کرنے کے باب سے ہے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے جنت قطعی ہے اس کے باوجود وہ خوف و مراقبہ میں مبتلا تھے، ورنہ تو ذریت کا لفظ عربی

داؤد وسلیمٰن الاٰیة وبینهم وبینه قرون کثیرة فلا یرید ذٰلك مثل علی الرضا مع فصاحته ومعرفته لغة العرب علی ان التقلید بالطائع یبطل خصوصیة ذریتها ومحبیها الا ان یقال للّٰه تعذیب الطائع فالخصوصیة ان لا یعذ به اکراما لها واللّٰه اعلم [1]۔اھ مختصرا و رأیتنی کتبت علی هامش قوله الا ان یقال ما نصه۔ **اقول:** ولا یجدی فان الوقوع ممنوع باجماع اهل السنة واما الامکان فثابت عند من یقول به الی خلاف ائمتنا الماتریدیة رضی اللّٰه تعالٰی عنهم فانهم یحیلونه وقد تکلمت فی مسئلة علی هامش فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت لبحر العلوم بما یکفی ویشفی فانی اجدنی فیها ارکن وامیل الی قول ساداتنا الاشعریة رحمهم اللّٰه تعالٰی ورحمنا بهم جمیعا واللّٰه اعلم بالصواب فی کل باب۔	زبان میں ایک پیٹ کی اولاد کے لئے خاص نہیں، جیسے آیہ کریمہ ومن ذریتہ داؤد سلیمٰن ہے، حالانکہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور داؤد و سلیمٰن علیہما السلام کے درمیان کئی قرون کا فاصلہ ہے، لہٰذا علی رضا اپنی فصاحت اور عربی لغت کی معرفت کے باوجود یہ خاص مراد نہیں لے سکتے، علاوہ ازیں نافرمان کی تقلید حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد کی خصوصیت کو باطل کردیتی ہے، مگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالٰی کو نافرمان کی تعذیب کا اختیار ہے لیکن حضرت زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا کے اکرام کے لئے اُسے اِعذاب نہیں دیتا، **واللہ تعالٰی اعلم** اھ مختصرًا۔ میں نے زرقانی کے قول "**الا ان یقال**" پر حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان کا یہ بیان مفید نہیں ہے عذاب کا وقوع تو باجماع اہلسنّت ممنوع ہے، باقی رہا امکان تو یہ اس قائل کے ہاں ثابت ہے جو ہمارے ائمہ ماتریدیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے خلاف ہے کیونکہ یہ ائمہ محال سمجھتے ہیں، میں نے اس مسئلہ پر کتاب مسلم الثبوت کی شرح بحر العلوم فواتح الرحموت پر حاشیہ میں کافی اور شافی بحث کی ہے میں نے وہاں اپنے کو سادات اشعریہ رحمہم اللہ کے قول کی طرف مائل پایا، اللہ تعالٰی ہم سب پر رحم فرمائے۔ (**واللہ تعالٰی اعلم**)

فتاوٰی حدیثیہ امام ابن حجر مکی میں ہے:

اذا تقرر ذٰلك فمن علمت نسبته الی اٰل	توجب یہ ثابت ہوا تو جس کی نسبت اہلبیت نبی اور

[1] شرح الزرقانی المواهب اللدنیة، المقصد الثانی، الفصل الثانی، دار المعرفة، بیروت، ۳/ ۲۰۳

البیت النبوی والسر العلوی لا یخرجه عن ذٰلك عظیم جنایته ولا عدم دیانته وصیانته ومن ثم قال بعض المحققین ما مثال الشریف الزانی او الشارب او السارق مثلاً اذا اقمنا علیه الحد الا کامیر اوسلطان تلطخت رجلاه بقذر فغسله عنهما بعض خدمه ولقدبر فی هذا المثال وحقق ولیتأمل قول الناس فی امثالهم الولد العاق لا یحرم المیراث نعم الکفران فرض وقوعه لاحد من اهل البیت والعیاذ باللّٰه تعالٰی هو الذی یقطع النسبة بین من وقع منه وبین شرفه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم انما قلت ان فرض لا ننی اکادان اجزم ان حقیقة الکفر لا تقع ممن علم اتصال نسبه الصحیح بتلك البضغة الکریمة حاشا هم اللّٰه من ذٰلك و قد احال بعضهم وقوع نحو الزنا واللواط ممن علم شرفه فما ظنك بالکفر[1]	علوی حضرات کی طرف معلوم ہے تو اس کی بڑی جنایت اور عدم دیانت وصیانت اس کو اس نسبت سے خارج نہ کرے گی، اس بات کی بناء پر بعض محققین نے فرمایا زانی یا شرابی یا چو رسید پر حد قائم کرنے کی مثال صرف یہی ہے جیسے امیر یا سلطان کا کوئی خادم اس کے پاؤں پر لگی نجاست کو صاف کرے،اس مثال کو غور سے سمجھا جائے اور لوگوں کی اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ نافرمان اولاد وراثت سے محروم نہیں ہوتی، ہاں اگر ان حضرات سے کفر کا وقوع فرض کیا جائے، والعیاذ باللہ، تو اس سے وہ نسبت منقطع ہو جائے گی، میں نے صرف فرض کرنے کی بات اس لئے کی ہے کیونکہ مجھے جزم کی حد تک یقین ہے کہ جو صحیح النسب سید ہو اس سے حقیقی کفر کا وقوع نہیں ہو سکتا اللہ تعالٰی ان کو اس سے بلند رکھے، بعض نے ان سے زنا اور لواطت جیسے افعال کو بھی محال کہا ہے بشرطیکہ ان کی نسبی شرافت یقینی ہو تو پھر کفر کے متعلق تیرا کیا خیال ہے۔(ت)

[1] فتاوٰی حدیثیہ، طلب ما الحکمة فی خصوص اولاد فاطمه بالمشرف. المطبعة الجمالیه، مصر، ص ۱۲۲

شیخ اکبر اور اہلبیت:

امام الطریقۃ لسان الحقیقۃ شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحات مکیہ باب ۲۹ میں فرماتے ہیں:

لما کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عبدا مخصا قد طھرہ اللہ و اھل بیتہ تطھیرا و اذھب عنھم الرجس وھو کل ما یشینھم فھم المطھرون بل ھم عین الطھارۃ فھذہ الاٰیۃ تدل علی ان اللہ تعالٰی قد شرك اھل البیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی قولہ تعالٰی "لِّيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَاتَاَخَّرَ"، و ای وسخ وقذر من الذنوب فطھر اللہ سبحانہ نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالمغفرۃ ممّا ھو ذنب بالنسبۃ الینا فدخل الشرفاء اولاد فاطمۃ کلھم رضی اللہ تعالٰی عنھم الی یوم القٰیمۃ فی حکم ھذہ الاٰیۃ من الغفران الی اٰخر ما افادوا جادو ثمہ کلام طویل نفیس جلیل فعلیك بہ رزقنا اللہ العمل بما یحبہ و یرضاہ اٰمین![1]	جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالٰی کے خاص عبد ہیں کہ ان کو اور ان کے اہل بیت کو کامل طور پر پاک کردیا ہے اور ناپاکی کو ان سے دور کردیا ہے اور رجس ہر ایسی چیز ہے جو ان حضرات کو داغدار کرے تو وہ پاکیزہ لوگ بلکہ وہ عین طہارت ہیں، تو اللہ تعالٰی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ اہل بیت کو طہارت میں شریک فرمایا ہے جس پر آیہ کریمہ ہے "لیغفر لك اللہ" اللہ تعالٰی نے آپ کے لئے پہلے اور پچھلے آپ کے خطا یا معاف کردئے یعنی گناہوں کی میل و قذر سے آپ کو پاک رکھا ہے جو ہماری نسبت سے گناہ ہوسکتے ہیں تو تمام سادات حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی اولاد اس حکم میں داخل ہے الخ، تک جو حضرت شیخ نے بہترین فائدہ مند کلام فرمایا یہاں آپ کا جلیل نفیس طویل کلام ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کی طرف راجع ہوں اللہ تعالٰی ہمیں اپنے پسندیدہ عمل کا حصّہ عطا فرمائے، آمین! (ت)

[1] الفتوحات المکیۃ، الباب التاسع والعشرون، دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱/ ۱۹۶

بد عقیدہ سید:

اگر کہے بعض کٹر نیچری بیشمار اشد غالی رافضی بہت سچّے ملحد جھوٹے صوفی کچھ ہفت خاتم شش مثل والے وہابی غرض بکثرت کفار کہ صراحةً منکرین ضروریات دین ہیں سید کہلاتے میر فلاں لکھے جاتے ہیں۔

اقول: کہلانے سے واقعیت تک ہزاروں منزل ہیں نسب میں اگرچہ شہرت پر قناعت **والناس امناء علی انسابھم** (لوگ اپنے نسبوں میں امین ہیں۔ت) مگر جب خلاف پر دلیل قائم ہو تو شہرت بے دلیل نامقبول وعلیل اور خود اس کے کفر سے بڑھ کر نفی سیادت پر اور کیا دلیل درکار، کافر نجس ہے **قال تعالٰی** "**اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ**"[1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک مشرک نرے ناپاک ہیں) اور ساداتِ کرام طیب وطاہر **قال اللہ تعالٰی** "**وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا**"[2] (اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور تمہیں پاک کرکے خوب ستھرا کردے) اور نجس وطاہر باہم متبائن ہیں کہ ایک شیئ پر معًا ان کا صدق محال، جب علمائے کرام تصریح فرما چکے کہ سید صحیح النسب سے کفر واقع نہ ہوگا اور یہ شخص صراحةً کافر تو اس کا سید صحیح النسب نہ ہونا ضرورةً ظاہر، اب اگر اس نسب کریم سے انتساب پر کوئی سند معتمد نہ رکھتا ہو تو امر آسان ہے ہزاروں اپنی اغراضِ فاسدہ سے براہِ دعوی سید بن بیٹھے: ع

غلّہ تا ارزاں شود امسال سیدمی شوم

(اس سال سید بنوں گا تاکہ خوراک میں آسانی ہو)

رافضی سید: رافضی صاحبوں کے یہاں تو یہ بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، آج ایک رذیل سار ذیل دوسرے شہر میں جاکر رفض اختیار کرے کل میر صاحب کا تمغا پائے تو فلاں کافر سے کیا دور ہے کہ خود بن بیٹھا ہو یا اس کے باپ دادا میں کسی نے ادعائے سیادت کیا اور جب سے یونہی مشہور چلا آتا ہو، اور اگر بالفرض کوئی سند بھی ہو تو اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ اسی خاندان کا ہے جس کی نسبت یہ شہادت تامہ ہے، علامہ محمد بن علی صبان مصری اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفٰی وفضائل اہل بیت الطاہرین میں فرماتے ہیں:

ومن این تحقق ذٰلك لقیام احتمال زوال بعض النساء وکذب بعض الاصول فی الانتساب[3]	یہ کیسے ثابت ہوا جبکہ بعض عورتوں کی غلط کاری اور نسب بنانے میں بعض مردوں کے جھوٹ کا احتمال ہے۔(ت)

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۸

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۳

[3] اسعاف الراغبین فی سیرة المصطفٰی وفضائل اہل البیت الطاہرین، محمد بن علی صبان مصری

یہ وجوہ ہیں ورنہ حاشاللہ ہزار ہزار حاشاللہ نہ بطن پاک حضرت بتول زہرا میں **معاذاللہ** کفر وکافری کی گنجائش، نہ جسم اطہر سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کوئی پارہ کتنے ہی بُعد پر **عیاذًا باللہ** دخولِ نار کے لائق، **الحمدللہ** یہ دو دلیل جلیل واجب التعویل ہیں کہ کوئی عقیدہ کفریہ رکھنے والا رافضی وہابی متصوف نیچری ہرگز سید صحیح النسب نہیں۔ تین قیاس پر مشتمل

دلیل اوّل:

(۱) یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر نجس۔ نتیجہ: یہ شخص نجس ہے۔

(۲) ہر سید صحیح النسب طاہر ہے اور کوئی طاہر نجس نہیں، نتیجہ: کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

(۳) اب یہ دونوں نتیجے ضم کیجئے یہی شخص نجس ہے اور کوئی سید صحیح النسب نجس نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

قیاس اول کا صغرٰی مفروض اور کبرٰی منصوص اور دوم کا صغرٰی منصوص اور کبرٰی بدیہی تو نتیجہ قطعی۔

دلیل دوم:

قیاس مرکب، یہ بھی تین قیاسوں کو متضمن، یہ شخص کافر ہے اور ہر کافر مستحق نار۔

نتیجہ: یہ شخص مستحقِ نار ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اقدس کا کوئی پارہ مستحقِ نار نہیں۔

نتیجہ: یہ شخص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ اقدس کا پارہ نہیں اور ہر سید صحیح النسب نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اقدس کا پارہ ہے۔

نتیجہ: یہ شخص سید صحیح النسب نہیں۔

پہلا کبرٰی منصوص قرآن، اور دوسرے کا شاہد ہر مومن کا ایمان، اور تیسرا عقلاً وفقہاً واضح البیان۔

و الحمدللہ الکریم المنان والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علٰی سیدنا ومولانا سید الانس والجان خاتم النبیین بنص الفرقان وعلٰی اٰلہٖ وصحبہ و تابعیھم باحسان وعلینا معھم یااللہ یارحمٰن اٰمین اٰمین یارؤف یاحنان سبحانک اللھم و بحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحانہ وتعالٰی	تمام تعریفیں احسان فرمانے والے اللہ کریم کے لئے تام وکامل صلوٰۃ وسلام ہمارے آقا و مولٰی انسان و جن کے سردار، قرآنی نص سے خاتم النبیین اور آپ کی آل واصحاب اور تابعین اور ان کے ساتھ ہم پر، یا اللہ یا رحمان، آمین آمین، اے شفقت ومہربانی فرمانے والے! تو پاک ہے اے اللہ! اور تیری ہی تعریفیں، گواہی دیتا ہوں کہ تیرے بغیر کوئی معبود برحق نہیں، تجھ سے بخشش کا طالب ہوں اور تیری طرف ہی رجوع، اللہ سبحانہ وتعالٰی

اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	بڑے علم والا اور اسی جل مجدہ کا علم نہایت تام اور نہایت قطعی ہے۔ (ت)

کتبـــــــــــــــــــــــــه

عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی عفی عنه محمد

المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم

محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ
عبدالمصطفٰی احمد رضا خاں

تقریظ جناب مولانا شیخ احمد مکی مدرس مکہ معظّمہ دام مجدہ

الحمد ﷲ الذی جعلنا من ذوی العقول و منحنا بالرضا والقبول نسأله الصلوٰۃ والسلام کما ینبغی لجلال عظمة قدر نبینا وسیدنا محمد صلی اللہ علیه وسلم خاتم الانبیاء وسید کل رسول اشهد ان لا اله الّا اللہ وحدہ لا شریك له المنزہ عن الکذب والاقول والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد خاتم انبیائه و اشرف رسله المبعوث الٰی کافة الخلق والی الاسود و الاحمر هو الشافع المشفع فی المحشر صلی اللہ تعالٰی علیه وعلٰی اٰله واصحابه المصابیح العزر وعلی الائمة المجتهدین الی یوم الیقین اما بعد فقد نورت جفنی باثمد ھٰذا الجواب فیاطرب من جواب اصاب لا یاتیه الباطل من بین	تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے جس نے ہمیں ذوالعقول بنایا اور رضا و قبول کا تحفہ دیا، اس سے ہم اپنے نبی و سردار محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو انبیاء کے پچھلے اور تمام رسولوں کے سردار کی پُر جلال عظمتِ قدر کے مناسب پر صلوٰۃ وسلام کا سوال کرتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود برحق نہیں جو کذب اور بے جا بات سے پاک ہے، ہمارے سردار، اللہ تعالٰی کے انبیاء ورسولوں کے خاتم واشرف، جو تمام مخلوق کی طرف مبعوث وہ محشر کے روز شفاعت کرنے والے جن کی شفاعت مقبول ہے سیدنا محمد پر صلوٰۃ وسلام اور ان کی آل واصحاب پر جو قابلِ قدر چراغ ہیں اور ائمہ مجتہدین پر قیامت تک، امابعد میں نے اس جواب کے سرمہ اثمد سے اپنی پلکوں کو منور کیا، کیا ہی خوشی ہے ایسے جواب باصواب سے کہ باطل اس کے قریب نہیں پھٹک سکتا، بلکہ یہ نری ہدایت ہے جو حق وصواب تک پہنچانے

یدیه ولا من خلفه بل هدایة مهداة الی الحق و الصواب و کیف لا وهو للبحر الطمطام والحبر الفهام قدوة الفقهاء والمحدثین وزبدة الکملاء و المفسرین ریاض البلغاء المتکلمین ومرکز الفصحاء الماهرین جامع المتون وشارح الفنون التقی النقی نعمان الزمان مولانا الحاج الحافظ القاری الشیخ احمد رضا خاں لا زالت شموس افاضته علی العٰلمین مشرقة وصمصام اجوبته لاعناق الملحدین قاطعة جزاہ الله عنا وعن المسلمین خیرا لجزاء وجمع الله شمله مع الاوتاد والنجباء فلعمری ان هذا الجواب لا یقبله الاّ ذو قلب سلیم ولا یخوض فیه بالباطل الاّ الملحد الزندیق الرجیم کما قیل۔

الحمدلله ان الحق قد ظهرا
الا علی اکمه لا یعرف القمرا
من فاضل نال من ابائه الشرفا
اروی سحاب نداه الجن والبشرا

والحق ان من یضلل الله فلا هادی له ومن یهده فلا مضل له اللهم اجعلنا متصفین بالافعال کما جعلتنا واصفین بالاقوال وارضنا وارض عنّا بجاه سیدنا محمد والاٰل واحفظنا عن زائغ الزائغین ومن همزات الشیاطین واٰخر دعوانا

والی ہے کیوں نہ ہو کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر، انتہائی فہم والے ماہر، فقہاء اور محدثین کے مقتداء، کاملین و مفسرین کے نشان، بلیغ کلام والوں کے باغ، فصیح ماہرین کے مرکز، متون کے جامع، فنون کے شارح، پاکیزہ، متقی، نعمانِ وقت مولانا الحاج حافظ قاری الشیخ احمد رضا خاں کا یہ جواب ہے ان کے فیض کا سورج تمام جہانوں پر چمکتا رہے اور ان کے جوابات کی تلوار ملحدین کی گردن کو کاٹتی رہے، الله ان کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے اور الله تعالٰی ان کی مقبول خدمات کو اوتاد و نجباء کے ساتھ شمار فرمائے، مجھے اپنی عمر کی قسم اس جواب کو صرف سلیم قلب والے لوگ ہی قبول کریں گے اور اس میں باطل کی تلاش صرف ملحد وزندیق مردود کو ہی ہوگی، جیسے کسی نے کہا:

الحمد لله بیشک حق ظاہر ہوا مگر اندھوں کے لئے نہیں جو چاند کو نہیں پہچانتے، یہ ظہور ایسے فاضل سے ہوا جس نے اپنے آباء واجداد سے شرف پایا، اس کی مجلس کے بادل نے جن وبشر کو سیراب کیا۔

یہ حق ہے کہ جس کو الله تعالٰی گمراہ کرے اس کا کوئی ہادی نہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں، اے الله! ہمیں افعال میں ایسے متصف فرما جیسے تو نے ہمیں اقوال میں واصف بنایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی آل پاک کے وسیلہ سے

ان الحمد للہ رب العٰلمین نمقه ببنأنه الراجی عفو ربه الحفی البأری احمد المکی الجشتی الصأبری الامدادی المدرس بألمدرسة الاحمدیة الواقعة فی مکّة المحمیة ۱۳۱۷ھ۔	ہمیں راضی بنا اور ہم سے راضی رہ،اور ہمیں گمراہوں کی گمراہی اور شیطانوں کی شیطنت سے محفوظ فرما،ہماری آخری التجا اللہ رب العالمین کی حمد ہے،احمد مکی چشتی صابری امدادی مدرس مدرسہ احمدیہ نے ۱۳۱۷ھ میں اپنے دستخطوں سے مکہ مکرمہ میں جاری کیا۔(ت)

نوٹ:

جلد پانزدھم کتاب السیر (حصہ دوم) ختم ہوئی

جلد شانزدھم کاآغاز کتاب الشرکۃ سے ہوگا۔